اذا اراد اللہ بعبد خیرا یفقہہ فی الدین

الحمد للہ سبحانہ وتعالی کہ فتاوی اسے جلیل علیہم الشان مسائل واحکام شرع انور ووقائع انام [illegible] دین اسلام حاوی احکام دینیہ شرعیہ ماخوذ از فن محکمہ سنن سنیہ احسن الفتاوی در فقہ حنفیہ

اعنی

فتاوی ہندیہ

جو

فتاوی عالمگیریہ

جلد دوم

مترجمہ جامع صنائع [illegible] اصناف فنون نقلیہ [illegible] مولف تفسیر [illegible] الفرقان [illegible] العلامہ مولانا السید امیر علی [illegible] مولانا [illegible]

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں حسن خوبی سے طبع ہوا

فہرست ابواب و فصول فتاوی ہندیہ ترجمہ فتاوی عالمگیریہ جلد دوم

مضمون	صفحہ
کتاب النکاح	۲
باب اول۔ نکاح کی تفسیر شرعی و اسکی صفت و رکن و شرائط و حکم کے بیان مین۔	
باب دوم۔ جن الفاظ سے نکاح منعقد ہوتا ہے اور جن سے نہین ہوتا۔	۶
باب تیسرا۔ محرمات کے بیان مین۔	۱۲
باب چوتھا۔ اولیاء کے بیان مین۔	۳۸
باب پانچوان۔ اکفاء کے بیان مین۔	۴۴
باب چھٹا۔ وکالت بنکاح وغیرہ کے بیان مین۔	۵۴
باب ساتوان۔ مہر کے بیان مین۔	۵۸
فصل اول۔ ادنی مقدار مہر کے بیان مین۔	”
فصل دوسری۔ ان امور کے بیان مین جن سے مہر و متعہ متاکد ہوجاتا ہے۔	۶۱
فصل تیسری۔ ان صورتون کے بیان مین کہ مہر مین مال بیان کیا اور مال کے ساتھ ایسی چیز ملائی جو مال نہین ہے	۶۶
فصل چوتھی۔ مہر کی شرطون کے بیان مین۔	۶۷
فصل پانچوین۔ ایسے مہر کے بیان مین جسمین جہالت ہے۔	۷۰
فصل چھٹی۔ ایسے مہر مین جو تسمیہ سے خلاف پایا جاوے۔	۷۳
فصل ساتوین۔ مہر گھٹا دینے اور بڑھا دینے کے بیان مین	۷۵
فصل آٹھوین۔ نکاح مین سمعت کے بیان مین۔	۷۹
فصل نوین۔ مہر کے تلف ہوجانے اور استحقاق مین لیے جانے کے بیان مین۔	۸۰
فصل دسوین۔ مہر ہبہ کرنے کے بیان مین۔	۸۱
فصل گیارھوین۔ عورت کے اپنے آپ کو بوجہ مہر کے روکنے اور مہر مین میعاد مقرر کرنے کے بیان مین۔	
فصل بارھوین۔ مہر مین زوجین کے اختلاف کرنے مین۔	
فصل تیرھوین۔ تکرار مہر کے بیان مین۔	۹۳
فصل چودھوین۔ ضمانت مہر کے بیان مین۔	۹۷
فصل پندرھوین۔ ذمی و حربی کے مہر کے بیان مین۔	۹۹
فصل سولھوین۔ جہیز دختر کے بیان مین۔	”
فصل سترھوین۔ متاع خانہ کی نسبت شوہر و زوجہ کے اختلاف کرنے کے بیان مین۔	۱۰۳
باب آٹھوان۔ نکاح فاسد و اسکے احکام مین۔	۱۰۴
باب نوان۔ رقیق کے نکاح کے بیان مین۔	۱۰۶
باب دسوان۔ نکاح کفار کے بیان مین۔	۱۱۶
باب گیارھوان قسم کے بیان مین۔	۱۲۳
کتاب الرضاع	۱۲۷
کتاب الطلاق	۱۳۶
باب اول۔ طلاق کی تفسیر شرعی و رکن و شروط کے بیان مین۔	”
فصل۔ ان لوگون کے بیان مین جنکی طلاق واقع ہوتی ہے اور جنکی نہین واقع ہوتی۔	۱۴۳
باب دوسرا۔ ایقاع طلاق کے بیان مین۔	۱۴۶
فصل اول۔ طلاق صریح کے بیان مین۔	
فصل دوسری۔ زمانہ کی طرف طلاق کی اضافت کرنے کے بیان مین۔	۱۶۷
فصل تیسری۔ تشبیہ طلاق و اسکے وصف کے بیان مین۔	۱۷۳
فصل چوتھی۔ طلاق قبل الدخول کے بیان مین۔	۱۷۷
فصل پانچوین۔ کنایات کے بیان مین۔	۱۸۰
فصل چھٹی۔ طلاق بکتابت کے بیان مین۔	۱۸۶
فصل ساتوین۔ الفاظ فارسیہ سے طلاق کے بیان مین۔	۱۸۷
باب تیسرا۔ تفویض طلاق کے بیان مین۔	۱۹۶
فصل اول۔ اختیار کے بیان مین۔	”
فصل دوسری۔ امر بالید کے بیان مین۔	۲۰۰
فصل تیسری۔ مشیت کے بیان مین۔	۲۲۱

صفحہ	مضمون
۳۴۰	باب چوتھا - طلاق بالشرط کے بیان مین -
〃	فصل اول - بیان الفاظ شرط -
۳۴۱	فصل دوسری - کلمہ کل وکلما سے تعلیق طلاق کے بیانمین
۳۴۷	فصل تیسری - کلمہ ان واذا سے تعلیق طلاق کے بیانمین
۲۹۶	فصل چوتھی - استثنا کے بیان مین -
۳۰۵	باب پانچوان - طلاق مریض کے بیان مین -
۳۱۲	باب چھٹا - رجعت اور جس سے مطلقہ حلال ہوجاتی ہے اسکے بیانمین
۳۱۹	فصل - ان امور کے بیان مین جنسے مطلقہ حلال ہوجاتی ہے
۳۲۳	باب ساتوان - ایلاء کے بیان مین -
۳۲۸	باب آٹھوان - خلع اور جو اسکے حکم مین ہے اسکے بیانمین -
〃	فصل اول - شرائط خلع اور اسکے حکم کے بیان مین -
۳۴۴	فصل دوسری - جس چیز کا بدل خلع ہونا جائز ہے اور جسکا نہین جائز ہے -
۳۴۶	فصل تیسری - طلاق بمال کے بیان مین -
۳۵۹	باب نوان - ظہار کے بیان مین -
۳۶۴	باب دسوان - کفارہ کے بیان مین -
۳۶۹	باب گیارھوان - لعان کے بیان مین -
۳۷۹	باب بارھوان - عنین کے بیان مین -
۳۸۳	باب تیرھوان - عدت کے بیان مین -
۳۹۲	باب چودھوان - حداد کے بیان مین -
۳۹۵	باب پندرھوان - ثبوت نسب کے بیان مین -
۴۰۰	باب سولھوان - حضانت کے بیان مین -
۴۰۳	فصل - حضانت کا مکان -
۴۰۵	باب سترھوان - نفقات کے بیان مین -
〃	فصل اول - نفقۂ زوجہ کے بیان مین -
۴۱۸	فصل دوسری - سکنی کے بیان مین -
۴۲۰	فصل تیسری - نفقۂ عدت کے بیان مین -
۴۲۳	فصل چوتھی - نفقۂ اولاد کے بیان مین -
۴۲۹	فصل پانچوین - نفقۂ ذوی الارحام کے بیان مین
۴۳۳	فصل چھٹی - ممالیک کے نفقہ کے بیان مین -
۴۳۷	**کتاب العتاق**
〃	باب اول - عتاق کی تفسیر شرعی و اسکے رکن و حکم و انواع و شرط و سبب و الفاظ کے بیان مین -
۴۳۷	فصل - ملک وغیرہ کی وجہ سے آزاد ہونے کے بیانمین
۴۴۹	باب دوسرا - معتق البعض کے بیان مین -
۴۶۳	باب تیسرا - دو غلامون مین ایک کے عتق کے بیانمین
۴۷۷	باب چوتھا - عتق کے ساتھ قسم کھانے کے بیان مین -
۴۸۴	باب پانچوان - عتق بجعل کے بیان مین -
۴۹۴	باب چھٹا - تدبیر کے بیان مین -
۵۰۶	باب ساتوان - استیلاد کے بیان مین -
۵۱۶	**کتاب الایمان**
〃	باب اول - یمین کی تفسیر شرعی و اسکے رکن و شرط و حکم کے بیان مین -
۵۱۸	باب دوسرا - ان صورتون کے بیان مین جو قسم ہوتی ہین اور جو نہین ہوتی ہین -
۵۳۰	فصل - کفارہ کے بیان مین -
۵۴۰	باب تیسرا - دخول و سکنی پر قسم کھانے کے بیان مین
۵۵۷	باب چوتھا - نکلنے اور آنے اور سوار ہونے وغیرہ کی قسم کھانے کے بیان مین -
۵۶۱	باب پانچوان - کھانے اور پینے وغیرہ کی قسم کھانے کے بیان مین -
۵۸۶	باب چھٹا - کلام پر قسم کھانے کے بیان مین -
۶۰۹	باب ساتوان - طلاق و عتاق کے قسم کے بیانمین -
۶۱۳	باب آٹھوان - خرید و فروخت و نکاح وغیرہ مین قسم کھانے کے بیان مین -
۶۲۰	فصل -

صفحہ	مضمون
۶۲۶	باب نوان - حج ونماز وروزہ مین قسم کھانے کے بیانمین
۶۳۳	باب دسوان - کپڑے پہننے وپوشش وزیور وغیرہ کے قسم کھانے کے بیان مین -
۶۳۷	باب گیارھوان - ضرب وقتل وغیرہ کے قسم کے بیانمین
۶۴۶	باب بارھوان - تقاضا ودراہم مین قسم کھانیکے بیانمین
۶۶۱	کتاب الحدود
〃	باب اول - حد کی تفسیر شرعی واسکے رکن کے بیانمین -
〃	باب دوسرا - زنا کے بیان مین -
۶۶۹	باب تیسرا - جو وطی موجب حد ہے اور جو نہین ہے اسکے بیانمین
۶۷۵	باب چوتھا - زنا پر گواہی دینے اور اس سے رجوع کرنیکے بیانمین
۶۸۷	باب پانچوان - شراب خوری کی حد مین -
۶۸۹	باب چھٹا - حد القذف اور تعزیر کے بیانمین -
۶۹۹	فصل - دربیان تعزیر -
۷۰۳	کتاب السرقہ
〃	باب اول - سرقہ اور اسکے ظہور کے صور کے بیانمین
۷۱۱	باب دوسرا - ان صورتون کے بیان مین جنمین ہاتھ کاٹا جائیگا اور اسمین تین فصلین ہین -
〃	فصل اول جنمین ہاتھ کاٹا جائیگا -
〃	فصل دوسری - حرز اور حرز سے لینے کے بیان مین -
۷۲۱	فصل تیسری کیفیت قطع واسکے اثبات کے بیان مین -
۷۲۶	باب تیسرا - سارق مال سرقہ مین جو شی پیدا کردے اسکے بیان مین -
۷۲۷	باب چوتھا - قطاع الطریق کے بیان مین -
۷۳۰	کتاب السیر
〃	باب اول - اسکی تفسیر شرعی وشرط وحکم کے بیانمین -
۷۳۸	باب دوسرا - قتال کی کیفیت کے بیان مین -
۷۴۳	باب تیسرا - مصالحہ اور امان کے بیان مین -
۷۵۷	باب چوتھا - غنائم اور اسکی تقسیم کے بیان مین -
۷۵۷	فصل اول - غنائم کے بیان مین -
۷۶۹	فصل دوسری - کیفیت قسمت مین -
۷۷۶	فصل تیسری - تنفیل کے بیان مین -
۷۸۹	باب پانچوان - استیلاء کفار کے بیانمین -
۸۰۱	باب چھٹا مستامن کے بیان مین -
〃	فصل اول - مستامن کے امان لیکر دار الحرب مین داخل ہونے کے بیان مین -
۸۰۵	فصل دوسری - حربی کے امان لیکر دار الاسلام مین داخل ہونے کے بیان مین -
۸۰۹	فصل تیسری - ایسے ہدیہ کے بیان مین جو بادشاہ اہل حرب مسلمانون کے سردار لشکر کے پاس بھیجے -
۸۱۰	باب ساتوان - عشر وخراج کے بیانمین -
۸۱۹	باب اٹھوان - جزیہ کے بیان مین -
۸۲۹	باب نوان - مرتدون کے احکام مین یعنی جو لوگ خالی زبان سے ظاہر مین مسلمان ہوکر آخر کو بیدین ہوگئے -
۸۶۲	کتاب اللقیط
۸۶۷	کتاب اللقطہ
۸۸۱	کتاب المفقود
۸۸۳	کتاب الشرکۃ
〃	باب اول - شرکت کے اقسام وارکان کے بیان مین
〃	فصل اول - انواع شرکت کے بیانمین -
۸۸۴	فصل دوسری - ان الفاظ کے بیان مین جنسے شرکت صحیح ہوتی اور جنسے نہین صحیح ہوتی ہے -
۸۸۹	فصل تیسری - جو چیز راس المال ہوسکتی ہے اور جو نہین ہوسکتی اسکے بیانمین -
۸۹۱	باب دوسرا - مفاوضہ کے بیان مین -
〃	فصل اول - مفاوضہ کی تفسیر وشرائط کے بیانمین -
۸۹۲	فصل دوسری - احکام مفاوضہ کے بیانمین -

صفحہ	مضمون
۸۹۳	فصل تیسری - ان امور کے بیان میں جو دونوں میں سے ہر ایک متفاوض پر بحکم کفالت از جانب دیگر لازم آتے ہیں
۸۹۵	فصل چوتھی جن سے مفاوضت باطل ہوتی اور جن سے نہیں باطل ہوتی ہے اسکے بیان میں -
۸۹۶	فصل پانچویں - ہر دو متفاوضین میں سے ہر ایک کے مال مفاوضہ میں تصرف کرنے کے بیان میں -
۸۹۹	فصل چھٹی - متفاوضین میں سے ایک نے جو عقد کیا اور اس سے واجب ہوا آیا وہ دوسرے کے تصرف کے بیان میں
۹۰۰	فصل ساتویں متفاوضین کے اختلاف کرنیکے بیان میں
۹۰۵	فصل آٹھویں متفاوضین پر ضمان واجب ہونیکے بیان میں -
۹۰۶	باب تیسرا - شرکت عنان کے بیان میں -
"	فصل اول - عنان کی تفسیر و شرائط و احکام کے بیان میں
۹۰۷	فصل دوسری - نفع و نقصان مال ڈگٹی کی شرط کے بیان میں
۹۱۰	فصل تیسری - شریک عنان کا مال شرکت میں اور دوسرے شریک کے عقد میں تصرف کرنیکے بیان میں -
۹۱۳	باب چوتھا - شرکت وجوہ و شرکت اعمال کے بیان میں -
۹۱۷	باب پانچواں - شرکت فاسدہ کے بیان میں -
۹۲۲	باب چھٹا - متفرقات کے بیان میں -
۹۳۶	**کتاب الوقف**
"	باب اول - وقف کی تعریف و رکن و سبب و حکم کے بیان میں
۹۴۳	باب دوسرا - جسکا وقف جائز اور جسکا نہیں جائز ہے -
۹۵۰	باب تیسرا - مصارف کے بیان میں -
"	فصل اول - جس صورت میں کہ وقف کا مصرف ہوگا اور کون ہوسکتا اور کون نہیں ہوسکتا -
۹۵۳	فصل دوسری - اپنی ذات و اپنی اولاد و انکی نسل پر وقف کرنے کے بیان میں -
۹۶۰	فصل تیسری - قرابت پر وقف کرنے اور قرابت کی شناخت کے بیان میں -

صفحہ	مضمون
۹۶۵	فصل چوتھی - فقراے قرابت پر وقف کرنے کے بیان میں -
۹۷۰	فصل پانچویں - پڑوسیوں پر وقف کرنیکے بیان میں -
۹۷۱	فصل چھٹی - اہل بیت و آل و جنس و نسب پر وقف کرنے کے بیان میں -
۹۷۲	فصل ساتویں - موالی و مدبرین و امہات اولاد پر وقف کرنے کے بیان میں -
۹۷۵	فصل آٹھویں - فقیروں پر وقف کرنیکے بیان میں -
۹۷۷	باب چوتھا - وقف میں شرط کرنے کے بیان میں -
۹۸۷	باب پانچواں - ولایت وقف و تصرف قیم در اوقاف و کیفیت تقسیم غلہ کے بیان میں -
۱۰۰۸	باب چھٹا - وقف میں دعوی و شہادت کے بیان میں -
"	فصل اول - دعوی کے بیان میں -
۱۰۱۱	فصل دوسری - گواہی کے بیان میں -
۱۰۱۸	باب ساتواں - وقف نامہ کے بیان میں -
۱۰۱۹	باب آٹھواں - اقرار وقف کے بیان میں -
۱۰۲۵	باب نواں - وقف کو غصب کر لینے کے بیان میں -
۱۰۲۹	باب دسواں - مریض کے وقف کرنے کے بیان میں -
۱۰۳۳	باب گیارھواں - مسجد و اسکے متعلقات کے بیان میں -
"	فصل اول - ان امور کے بیان میں جن سے مسجد ہو جاتی ہے
۱۰۳۸	فصل دوسری - مسجد پر وقف اور اسکے مال میں قیم وغیرہ کے تصرف کرنے کے بیان میں -
۱۰۴۳	باب بارھواں - رباطات و مقابر و خانات و حیاض و طرق و سقایات کے بیان میں -
۱۰۴۹	باب تیرھواں - ان اوقاف کے بیان میں جنسے استغنا ہو جاوے -
۱۰۵۱	باب چودھواں - متفرقات میں -
۱۰۵۷	خاتمۃ الطبع -

اذا اراد اللہ بعبد خیرا یفقہہ فی الدین
اسمیٰ
فتاویٰ ہندیہ
ترجمہ
فتاویٰ عالمگیری
جلد دوم
مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں حسن خوبی سے طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ حمداً لا یحصٰی والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ المصطفیٰ وآلہ المجتبیٰ واصحابہ المقتدیٰ اما بعد فیقول المفتاق الی لطف ربہ الخفی والجلی محمد الشہیر بالامیر علی عافاہ اللہ تعالیٰ وعفاہ ویوفقہ بلطفہ بما یرضاہ انہ قد اتفق بترجمۃ المجلدین الاخیرین من الفتاوی الہندیۃ وبحسن توفیق اللہ تعالیٰ جارت کما تراہا مستوفیۃ حقہا وکان قد بقی المجلد الثانی فشرعت فیہ مستعینا باللہ رجاء ان ینفع بہا کما نفع باصلہا انہ تعالیٰ جواد کریم بالناس رؤف رحیم

کتاب النکاح

اسمین گیارہ باب ہین

باب اول نکاح کی تفسیر شرعی واسکی صفت ورکن وشرط وحکم کے بیان مین

واضح ہو کہ شرع مین نکاح ایسے عقد کو کہتے ہین جو قصداً ملک متعہ پر وارد ہوتا ہے یہ کنز مین لکھا ہے۔ اور نکاح کی صفت یہ ہے کہ حالت اعتدال مین نکاح کرنا سنت موکدہ ہے اور شدت شہوت کی حالت مین واجب ہے اور اگر آدمی کو نکاح کرنے مین یہ خوف ہو کہ احکام نکاح کی پابندی کرنے مین اسکی طرف سے ظلم صادر ہوگا تو اسکو نکاح کرنا مکروہ ہے یہ اختیار شرح مختار مین لکھا ہے۔ اور نکاح کا رکن ایجاب وقبول ہے کذا فی الکافی اور ایجاب وہ کلام ہے جو پہلے بولا جاتا ہے خواہ مرد کی طرف سے ہو یا عورت کی طرف سے ہو اور اسکے جواب کو قبول کہتے ہین یہ عنایہ مین ہے۔ نکاح کی شرطین بہت ہین ازانجملہ شخص اس عقد کا باندھنے والا ہے اسکا عاقل وبالغ وآزاد ہونا شرط ہے مگر جاننا چاہیے کہ امر اول یعنی عاقل ہونا نکاح منعقد ہونیکے واسطے شرط ہے پس اگر مجنون عقد باندھے یا ایسا لڑکا جو سمجھ وعقل نکاح کو نہین سمجھتا ہے تو منعقد نہوگا اور پچھلی دونون باتین یعنی بالغ وآزاد ہونا نکاح نافذ ہونے کے واسطے شرط ہین پس اگر طفل عاقل نابالغ نے عقد باندھا تو اسکا نافذ ہونا اسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا یہ بدایع مین ہے۔ ازانجملہ محل قابل نکاح ہونا شرط ہے یعنی ایسی عورت ہو جسکو شرع نے نکاح

حلال رکھا ہو یہ نہایہ میں ہے۔ ازانجملہ دونوں عقد باندھنے والوں میں سے ہر ایک کو دوسرے کا کلام سننا شرط ہے کذا فی
فتاوی قاضی خان اور اگر دونوں نے ایسے لفظ کے ساتھ نکاح باندھا جس سے نکاح منعقد ہونا نہیں سمجھتے ہیں تو بھی
نکاح منعقد ہوگا یہی مختار ہے یہ مختار الفتاوی میں ہے۔ ازانجملہ گواہی ہونا شرط ہے اور یہ عامہ علماء نے فرمایا کہ یہ امر جواز نکاح
کے واسطے شرط ہے کذا فی البدائع۔ اور گواہ میں چار باتیں شرط ہیں یعنی آزادی و عقل و بلوغ و اسلام پس غلاموں کی گواہی
سے نکاح منعقد نہ ہوگا خواہ غلام قن ہو یا مدبر یا مکاتب ہو کچھ فرق نہیں ہے اور مجنون اور نابالغ لڑکوں کی گواہی سے بھی
منعقد نہ ہوگا اور دونوں مسلمانوں کے نکاح میں کافروں کی گواہی سے بھی انعقاد نہ ہوگا کذا فی البحر الرائق اور اگر شوہر مرد مسلمان
ہو اور جورو عورت ذمیہ ہو تو دو ذمیوں کی گواہی سے نکاح منعقد ہو جائیگا خواہ دونوں گواہ اس عورت ذمیہ کے ہم ملت
ہوں یا مخالف ملت ہوں یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور ہر دو کافروں کے نکاح میں گواہوں کا مسلمان ہونا شرط نہیں ہے
پس کافر مرد و عورت کا نکاح دو کافر گواہوں کی گواہی سے منعقد ہوگا خواہ دونوں گواہ انکے ہم ملت ہوں یا انکے خلاف ملت
ہوں یہ بدائع میں ہے اور دو فاسق دو اندھوں کی گواہی سے نکاح صحیح ہو جاتا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور اسی طرح
دو محدود القذف کی گواہی سے بھی نکاح صحیح ہو جاتا ہے اگرچہ دونوں نے توبہ نہ کی ہو کذا فی البحر الرائق اور اسی طرح جس کو
زناکاری کی حد ماری گئی ہو اسکی گواہی سے بھی نکاح صحیح ہوتا ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور جن لوگوں کی گواہی عاقد کے حق میں
اصلا قبول نہیں ہوتی ہے انکے شاہد ہونے سے بھی نکاح منعقد ہوگا مثلاً زید کے دو لڑکے ہندہ کے پیٹ سے ہیں پس زید
نے بعد طلاق کے ہندہ مذکورہ سے انہیں دونوں بالغ لڑکوں کی گواہی پر نکاح کیا تو منعقد ہوگا اور اسی طرح اگر یہ دونوں
لڑکے اس ہندہ کے پیٹ سے نہ ہوں یا اس ہندہ کے پیٹ سے ہوں مگر زید کے نطفہ سے نہ ہوں تو بھی یہی حکم ہے یہ بدائع
میں ہے اور اصل اس باب میں یہ ہے کہ جو شخص اپنی ذاتی ولایت سے نکاح میں ولی ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو وہ شاہد ہونے
کی بھی صلاحیت رکھتا ہے اور جو ایسا نہیں ہے وہ گواہ بھی نہیں ہو سکتا ہے یہ خلاصہ میں ہے اور گواہوں میں عدد شرط ہے پس خالی
ایک گواہ کی گواہی پر نکاح منعقد نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے۔ اور سب گواہوں کا مذکر ہونا شرط نہیں ہے تا آنکہ ایک مرد اور دو عورتوں
کی گواہی سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے کذا فی الہدایہ مگر خالی دو عورتوں کی گواہی سے بدون کسی مرد کے منعقد نہ ہوگا اسی طرح
خالی دو خنثی کی گواہی سے بھی بدون کسی مرد کے نکاح منعقد نہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ازانجملہ یہ شرط ہے کہ
دونوں گواہ دونوں عقد باندھنے والوں کا کلام معاً سنیں کذا فی فتح القدیر پس سوتے ہوئے دو گواہوں کی گواہی سے
درحالیکہ دونوں نے دونوں عقد باندھنے والوں کا کلام نہیں سنا ہے نکاح منعقد نہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور اگر ایسے
دو آدمی ہوں جو بہرے مادرزاد ہیں کہ نہیں سنتے ہیں تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ نکاح منعقد نہ ہوگا
کذا فی شرح الجامع الصغیر لقاضیخان۔ اور ہکلے کی گواہی سے اور گونگے کی گواہی سے بشرطیکہ سنتا ہو نکاح منعقد ہوگا کذا فی
الخلاصہ۔ اور اگر دونوں گواہوں نے فقط ایک کا کلام سنا اور دوسرے کا نہیں سنا یا ایک گواہ نے ایک عاقد کا کلام سنا اور دوسرے
گواہ نے دوسرے کا کلام سنا تو نکاح جائز نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر عقد میں دو گواہ حاضر ہوں مگر دونوں میں سے
ایک گواہ بہرا ہو پھر سننے والے گواہ نے یا کسی دوسرے نے بہرے کے کان میں پکار کر کہدیا تو نکاح جائز نہیں ہوگا جبتک کہ
دونوں ایک ساتھ نہ سنیں یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور نظم زندویسی میں مذکور ہے کہ اگر ایک گواہ نے فقط مرد کا کلام سنا
اور دوسرے نے فقط عورت کا کلام سنا پھر دونوں نے عقد کو دہرایا اور اس مرتبہ جس گواہ نے پہلے مرد کا کلام سنا تھا

اس عقد مین فقط عورت کا کلام سُنا اور جنہوں نے پہلے عقد مین عورت کا کلام سُنا تھا اس مرتبہ فقط مرد کا کلام سُنا اور اس سے زیادہ کچھ نہین سُنا پس اگر یہ دونون عقد دو مجلسون مین واقع ہوے تو بالاتفاق عقد جائز نہوگا اور اگر ایک ہی مجلس مین واقع ہوے تو عامۂ علماء نے فرمایا کہ عقد منعقد نہوگا اور بعض نے مثل شیخ ابی سہل رحمہ کے فرمایا کہ منعقد ہوگا اور شیخ زندویسی رحمہ فرماتے ہین کہ ہم قول شیخ ابی سہل رحمہ کو نہین لیتے ہین یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر دونون نے ہر دو عقد باندھنے والون کا کلام سُنا مگر اس کی تفسیر نہ سمجھے تو بعض نے کہا کہ عقد صحیح ہوگا مگر ظاہر اسکے برخلاف ہے اور امام محمد رحمہ سے مروی ہے کہ اگر کسی مرد نے کسی عورت سے ترکی یا ہندوستانی گواہون کے سامنے نکاح کیا تو امام محمد رحمہ فرماتے ہین کہ اگر دونون گواہ اس کلام کو جو انہون نے عاقدین سے سُنا ہے تعبیر کر سکتے ہین تو نکاح جائز ہوگا ورنہ نہین کذا فی فتاوی قاضی خان قال المترجم اس روایت سے ظاہر ہے کہ امام محمد رحمہ کے نزدیک یہ شرط ہے کہ گواہ لوگ مفہوم عقد کو سمجھین اگرچہ علماء نے اختلاف کیا ہے چنانچہ پھر کتاب مین فرمایا اور آیا یہ شرط ہے کہ گواہ لوگ مفہوم عقد کو سمجھین یا نہین شرط ہے تو فتاوی مین مذکور ہے کہ گواہون کا فقط سُننا معتبر ہے سمجھنا شرط نہین ہے حتی کہ اگر عربی مرد و عورت نے عجمی دو گواہون کے سامنے عقد باندھا تو جائز ہے اور امام ظہیر الدین مرغینانی نے فرمایا کہ ظاہر یہ ہے کہ گواہون کا سمجھنا بھی شرط ہے کذا فی سراج الوہاج اور یہی صحیح ہے یہ جوہرہ نیرہ مین لکھا ہے۔ اور اگر کسی عورت سے ایسے گواہون کے سامنے جو نشہ مین ہین نکاح کا عقد کیا اوران نشہ کے مستون نے نکاح کو پہچان لیا مگر بات اتنی ہے کہ جب وہ ہوش مین آئے اور نشہ اتر گیا تو اب انکو عقد یاد نہین ہے تو نکاح منعقد ہو جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے فتاوی ابو اللیث رحمہ مین ہے کہ ایک مرد نے ایک قوم سے کہا کہ تم گواہ رہو کہ مین نے اس عورت سے جو اس کوٹھری مین ہے نکاح کیا پس عورت نے کہا کہ مین نے قبول کیا اور گواہان مذکور نے عورت کا کلام سُنا مگر اس عورت کو آنکھون سے نہین دیکھا پس اگر اس کوٹھری مین وہ اکیلی ہو تو نکاح جائز ہوگا اور اگر اسکے ساتھ کوئی اور عورت ہو تو نکاح جائز نہوگا۔ ایک مرد نے اپنی لڑکی کو دوسرے مرد کے ساتھ بیاہ دیا اور یہ دونون ایک کوٹھری مین ہین اور دوسری کوٹھری مین چند مرد بیٹھے ہین کہ وہ اس واقعہ کو سُنتے ہین مگر عاقد نے انکو گواہ نہین کیا پس اگر دونون کوٹھریون کے بیچ مین کوئی موکھلا ایسا ہو کہ جس سے ان مردون نے دختر کے باپ کو دیکھا ہو تو انکی گواہی مقبول ہوگی اور اگر نہ دیکھا ہو تو مقبول نہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک مرد نے چند مردون کو ایک عورت کے باپ کے پاس بھیجا کہ اس سے بھیجنے والے کے واسطے اس عورت کی درخواست کرین پس باپ نے کہا کہ مین نے بھیجنے والے کے ساتھ نکاح کر دیا اور بھیجنے والے کی طرف سے ان مردون مین سے ایک مرد نے قبول کیا تو نکاح صحیح نہوگا اور بعض نے فرمایا کہ نکاح صحیح ہو جائیگا اور یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوے ہے یہ محیط سرخسی و تجنیس مین ہے۔ اگر کسی مرد نے ایک عورت سے اللہ تعالے و اسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی گواہی پر نکاح کیا تو نکاح جائز نہوگا یہ تجنیس مین ہے۔ ایک عورت نے ایک مرد کو وکیل کیا کہ اپنے ساتھ میرا نکاح کرلے پس وکیل نے گواہون کے سامنے کہا کہ مین نے فلانہ عورت سے نکاح کر لیا مگر گواہون نے اس عورت کو نہ پہچانا تو نکاح جائز نہوگا جب تک کہ وکیل مذکور اس عورت کا نام اور اسکے باپ و دادا کا نام بیان نہ کرے اس وجہ سے کہ عورت مذکورہ غائب ہے یعنی آنکھون سے اوٹ ہے اور غائبہ کی شناخت اسی طرح نام بیان کرنے سے ہوتی ہے کذا فی محیط السرخسی اور قاضی امام رکن الاسلام علی سغدی ابتدا مین دادا کا نام بیان کرنا شرط نہین کرتے تھے پھر اپنی آخر عمر مین اس سے رجوع کیا اور دادا کا نام بھی بیان کرنا

شہر دا کرنے لگے اور یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ یہ مضمرات میں ہے۔ اور اگر عورت حاضر ہو مگر اُسکے چہرہ پر نقاب ہو اور
گواہ لوگ اُسکو نہ پہچانتے ہوں تو نکاح جائز ہوگا اور یہی صحیح ہے اور اگر مرد نے احتیاط کی تو چاہیئے کہ اُسکا چہرہ کھلوا دے
تاکہ گواہ لوگ اُسکو دیکھ لیں یا اُسکا اور اُسکے باپ دادا کا نام بیان کر دے۔ اور اگر گواہ لوگ اُس عورت کو
پہچانتے ہوں حالانکہ وقت عقد کے وہ عورت غائبہ ہے پس مرد نے فقط اُس عورت کا نام بیان کیا اور گواہوں کو
معلوم ہو گیا کہ اُسنے اُسی عورت کو مراد لیا ہے جسکو گواہ لوگ پہچانتے ہیں تو نکاح جائز ہو جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر زید
نے عمرو کو وکیل کیا کہ زید کی دختر بالغہ کا نکاح کر دے پس عمرو نے بکر کی موجودگی میں درحالیکہ زید بھی موجود تھا
نکاح کر دیا تو صحیح ہوگا ورنہ نہیں یہ کنز میں ہے۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے اپنی دختر باکرہ بالغہ کا نکاح اُسکی
اجازت سے درحالیکہ دختر مذکورہ حاضر تھی کسی مرد کیساتھ کر دیا اور سوائے باپ کے ساتھ دوسرا ایک گواہ موجود ہے تو نکاح صحیح
ہوگا اور اگر دختر مذکورہ غائب ہو تو صحیح نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ اُسکے غلام کا
بیاہ کر دے پس وکیل نے غلام کی موجودگی میں ایک مرد یا دو عورتوں کے روبرو اُس غلام کے ساتھ ایک عورت کا نکاح
کر دیا تو جائز نہ ہوگا یہ تبیین میں ہے اور اگر کسی شخص نے اپنے غلام کو نکاح کر لینے کی اجازت دیدی پس غلام نے مولیٰ کی
موجودگی میں دوسرے ایک مرد کی گواہی پر نکاح کیا تو اسمیں اختلاف ہے اور ہمارے اصحاب کے نزدیک جائز ہے یہ محیط میں ہے
اور اگر مولیٰ نے اپنے غلام بالغ کا نکاح فقط ایک مرد گواہ کی موجودگی میں درحالیکہ غلام مذکور حاضر ہو کسی عورت
سے کر دیا تو صحیح ہے اور اگر غلام حاضر نہو تو جائز نہ ہوگا اور یہی حکم باندی کا ہے اور امام مرغینانی رح نے فرمایا کہ نہیں
جائز ہے کذا فی التبیین اور اسی قبیل کا ایک مسئلہ مجموع النوازل میں مذکور ہے کہ ایک عورت نے ایک مرد کو وکیل کیا کہ کسی
مرد سے اسکا نکاح کر دے پس وکیل نے دو شخصوں کی موجودگی میں درحالیکہ موکلہ حاضر تھی ایک مرد سے اُسکا نکاح کر دیا تو
امام نجم الدین نے فرمایا کہ نکاح جائز ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور واضح ہو کہ گواہوں کے حاضر ہونے کا وہ وقت ہے
جسوقت ایجاب قبول واقع ہوتا ہے اور اجازت کے وقت گواہوں کی موجودگی بیکار ہے چنانچہ اگر عقد نکاح موقوف باجازت
ہوا اور گواہ لوگ وقت ایجاب قبول کے حاضر نہ تھے تو نکاح جائز نہوگا یہ بدائع میں ہے۔ ازانجملہ اگر عورت باکرہ بالغہ ہو
یا ثیبہ ہو تو اُسکی رضامندی شرط ہے پس ہمارے نزدیک اُسکا ولی اُسکو نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے
ازانجملہ شرط ہے کہ ایجاب قبول دونوں ایک ہی مجلس میں ہوں حتیٰ کہ اگر مجلس بدل جاوے مثلاً دونوں ایک مجلس میں ہوں
پھر ایک نے ایجاب کیا پھر قبول کرنے سے پہلے دوسرا اُٹھ کھڑا ہوا یا کسی ایسے کام میں مشغول ہو گیا جو مجلس بدل جانیکا
موجب ہے تو پھر قبول کرنے سے نکاح منعقد نہوگا اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک غائب ہو تو بھی یہی ہوگا کہ نکاح
منعقد نہوگا چنانچہ اگر ایک عورت نے دو گواہوں کے سامنے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو فلاں مرد کے نکاح میں دیا حالانکہ
مرد مذکور غائب ہے پھر اُسکو خبر پہونچی اور اُسنے کہا کہ میں نے قبول کیا یا مرد نے دو گواہوں کے سامنے کہا کہ میں نے
فلانہ عورت سے نکاح کیا حالانکہ عورت مذکورہ غائب ہے پھر اُسکو خبر پہونچی اور اُسنے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اُسکے
نکاح میں دیا تو عقد جائز نہوگا اگرچہ یہ قبول موجودگی انہیں دونوں گواہوں کے ہو اور یہ امام ابو حنیفہ وامام محمد رحمہما اللہ
کا قول ہے۔ اور اگر عورت کے پاس ایلچی بھیجا یا اُسکو خط لکھا پس عورت مذکورہ نے اپنے دو گواہوں کے سامنے جنہوں نے ایلچی کا کلام
سنا یا عبارت خط سنی ہے قبول کیا تو عقد جائز ہوگا اسوجہ سے کہ مجلس من حیث المعنیٰ متحد ہے اور اگر دونوں گواہوں نے ایلچی کا

کلام یا عبارت خط نہ سنی ہو تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز
ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر عورت کو خط پہونچا اور اُسنے خط کو پڑھا پھر اُس خط پہونچنے کی مجلس میں اُسنے اپنے نفس
کو خط بھیجنے والے کے نکاح میں نہ دیا بلکہ دوسری مجلس میں گواہوں کے سامنے اپنے نفس کو اسکے نکاح میں دیا حالانکہ
گواہوں نے اس عورت کا کلام اور عبارت خط سنی ہے تو نکاح جائز ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر عورت نے گواہوں سے کہا
کہ فلان مرد نے مجھے خط لکھا ہے جسمین یہ مضمون ہے کہ وہ مجھسے نکاح کرتا ہے پس تم لوگ گواہ رہو کہ مین نے اپنے نفس کو اسکے
نکاح مین دیا تو نکاح صحیح ہوگا کیونکہ گواہوں نے عورت کا کلام اُسکے ایجاب کرنے سے سُنا اور مرد کا کلام بدین طور سُنا کہ عورت
مذکورہ نے اُسکا کلام ان گواہوں کو سُنا یا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور آزاد و غلام اور صغیر و کبیر اور عادل و فاسق ایلچی گری مین
یکسان ہین اسواسطے کہ ایلچی گری یہ ہے کہ بھیجنے والے کی عبارت پہونچا وے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر دونوں نے ایسی حالت
مین عقد باندھا کہ دونون راہ چلے جاتے ہین یا سواری کے جانوروں پر سوار ہین تو عقد جائز نہوگا اور اگر دونون وان
کشتی مین سوار ہون تو جائز ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور بفور ایجاب کے قبول واقع ہونا ہمارے نزدیک شرط نہیں
ہے یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے۔ اور ازانجملہ یہ شرط ہے کہ ایجاب سے قبول مخالف نہو چنانچہ اگر مخالف ہو مثلاً ایک
نے دوسرے سے کہا کہ مین نے اپنی دختر ہزار درم مہر پر تیرے نکاح مین دی اور شوہر نے کہا کہ مین نے نکاح
قبول کیا مگر مہر نہیں قبول کرتا ہون تو عقد باطل ہوگا اور اگر اُسنے نکاح قبول کیا اور مہر سے سکوت کیا تو دونون
میں نکاح منعقد ہو جائیگا یہ فتاوے ابو اللیث مین مذکور ہے اور مجموع النوازل مین لکھا ہے کہ ایک غلام نے کسی عورت
سے اپنے مولی کی بلا اجازت اپنے رقبہ کو مہر قرار دیکر نکاح کیا پھر اُسکے مولی نے کہا کہ مین نے نکاح کی اجازت دی
مگر اس غلام کے رقبہ کے مہر ہونے کی اجازت نہین دیتا ہون تو نکاح جائز ہوگا اور عورت مذکورہ کو اسکے مہر مثل
اور غلام کی قیمت سے جو کم مقدار ہو وہ ملیگی جسکے واسطے وہ غلام فروخت کیا جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر عورت نے
اپنے نفس کو مرد کے نکاح مین بعوض ہزار درم مہر کے دیا اور مرد نے اُسکو بعوض دو ہزار درم کے یا بعوض پانسو درم
کے قبول کیا تو صحیح ہے اور موافق قول مفتی بہ کے زیادتی کا لازم ہونا عورت مذکورہ کے اس مجلس زیادتی مین قبول کرنے پر موقوف
ہوگا یہ نہر الفائق مین ہے۔ ازانجملہ یہ شرط ہے کہ نکاح کی اضافت اس عورت کے کل کی جانب ہو یا ایسے عضو کی جانب ہو
جس سے کل سے تعبیر کی جاتی ہے جیسے راس و گردن بخلاف ہاتھ و پاؤن کے قال المترجم یہ محاورہ عرب ہے کہ راس وغیرہ
بولکر کل کی تعبیر مقصود ہوتی ہے اور رہا ہماری زبان مین سو اسمین تامل ہے واللہ اعلم۔ اور اگر عورت کی پیٹھ یا پیٹ
کی طرف اضافت کی تو شمس الائمہ حلوانیؒ نے ذکر کیا کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب کے مذہب کے ساتھ
اشبہ یہ ہے کہ نکاح منعقد ہو جائیگا یہ بحر الرائق مین ہے اور اگر نصف عورت کی طرف نکاح کی اضافت کی تو اسمین دو روایتین
ہین اور صحیح یہ ہے کہ نکاح جائز نہوگا یہ فتاوی قاضی خان و ظہیریہ مین ہے اور تفاریق مین لکھا ہے کہ اگر نصف عورت
سے نکاح کیا تو بعض نے ذکر کیا کہ یہ جائز ہے اور یہی مختار ہے یہ مختار الفتاوے مین ہے۔ اور ازانجملہ یہ ہے کہ
شوہر و زوجہ ہر دو معلوم ہون پس اگر کسی شخص نے اپنی دختر کا نکاح کیا حالانکہ اُسکی دختر دو ہین تو خالی اپنی
دختر کہنے سے نکاح صحیح نہوگا لیکن اگر اس صورت مین ایک دختر کا بیاہ ہو چکا ہو تو یہ کہنا باقی دختر کی طرف راجع ہوگا
جسکا بیاہ نہین ہوا ہے یہ نہر الفائق مین ہے۔ بچپن مین ایک لڑکی کا کچھ نام رکھا گیا پھر جب وہ بڑی ہوئی تو دوسرا

نام سے نام رکھی گئی تو فرمایا کہ اگر دوسرا نام مشہور ہو گیا ہو تو اسی نام سے اُسکا نکاح کیا جاوے اور میرے نزدیک
اصح یہ ہی کہ دونوں نام جمع کرے یہ ظہیریہ میں ہی۔ ایک شخص کی ایک لڑکی ہی جسکا نام مثلاً فاطمہ ہی پس اس شخص نے
دوسرے مرد سے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ اپنی دختر عائشہ کا نکاح کر دیا حالانکہ اُسنے دختر مذکورہ کی ذات کی طرف اشارہ
نہ کیا تو فتاوی فضلی میں مذکور ہی کہ نکاح منعقد نہ ہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ میں نے اپنی دختر تیرے نکاح میں دی اور اس سے
زیادہ کچھ نہ کہا حالانکہ اُس شخص کے فقط ایک دختر ہی تو نکاح جائز ہوگا یہ محیط میں ہی۔ اور اگر ایک شخص کے دو دختر
ہوں کہ بڑی کا نام عائشہ اور چھوٹی کا نام صغری ہی اور اُس شخص نے بڑی کا نکاح کرنا چاہا مگر عقد نکاح میں چھوٹی
دختر صغری کا نام لیا تو عقد نکاح چھوٹی دختر صغری کے ساتھ واقع ہوگا اور اگر کہا کہ میں نے اپنی بڑی دختر صغری
کا تیرے ساتھ نکاح کیا تو دونوں دختروں میں سے کسی کے ساتھ نکاح منعقد نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہی۔ اگر نابالغہ لڑکی کے
باپ نے کہا کہ میں نے اپنی دختر فلانہ کو فلاں کے نابالغ پسر کے نکاح میں دیا اور نابالغ پسر کے باپ نے کہا کہ میں نے
اپنے پسر کے واسطے اسکو قبول کیا مگر پسر کا نام نہ لیا پس اگر اُسکے دو پسر ہوں تو نکاح جائز نہ ہوگا اور اگر ایک ہی لڑکا ہو تو
جائز ہوگا۔ اور اگر لڑکی کے باپ نے پسر کا نام بیان کر دیا ہو مثلاً کہا کہ میں نے اپنی دختر فلانہ کو تیرے پسر فلاں کے نکاح
میں دیا اور پسر کے باپ نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو صحیح ہی۔ فتاوی میں ہی کہ ایک کے والد نے کہا کہ میں نے اپنی اس دختر کو ان
گواہوں کے سامنے تیرے اس پسر کے نکاح میں دیا اور دوسرے کے والد نے قبول کیا پھر بعد کو جسکو لڑکی قرار دیا تھا وہ
لڑکا نکلا اور جسکو لڑکا قرار دیا تھا وہ لڑکی نکلی تو نکاح جائز ہوگا یہ ظہیریہ و فتاوی قاضی خان میں ہی۔ اور اگر دختر صغیرہ
کے والد نے پسر صغیر کے والد سے کہا کہ میں نے اپنی دختر نکاح میں دی اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا پس پسر صغیر کے
والد نے کہا کہ میں نے قبول کی تو باپ کے ساتھ نکاح واقع ہوگا اور یہی مختار ہی کذا فی مختار الفتاوی اور یہی تاترخانیہ
ظہیریہ میں ہی۔ اور احکام نکاح یہ ہیں کہ جورو و مرد دونوں میں سے ہر ایک کو دوسرے کے ساتھ ہر طرح سے استمتاع کا
اختیار حاصل ہوتا ہی جسکی شرع نے اجازت دی ہی کذا فی فتح القدیر اور مرد کو اختیار ہوتا ہی کہ عورت کو محبوس رکھے
یعنی اُسکو باہر نکلنے اور بے پردہ ہونے سے ممانعت کرے اور عورت کے واسطے مرد پر مہر اور نفقہ و کپڑا ادا واجب ہوتا
ہی اور حرمت مصاہرہ اور استحقاق میراث دونوں طرف سے متحقق ہوتی ہی اور چار زوجہ تک جائز ہی جب دو ہوں انکے
درمیان عدل کرنا اور انکے حقوق باضافت شرعی ملحوظ رکھنا واجب ہوتا ہی اور ہرگاہ کہ شوہر اپنی زوجہ کو اپنے بستر پر
بلاوے تو اسپر اطاعت کرنی واجب ہوتی ہی اور اگر عورت نشوز و سرکشی کرے تو مرد کو اختیار ہوتا ہی کہ جورو کی
تادیب کرے جبکہ وہ اطاعت سے منہ پھیرے اور مستحب ہی کہ مرد اپنی جورو کے ساتھ بطور شرعی معاشرت رکھے کذا فی البحر الرائق
اور حرام ہو جاتا ہی کہ مرد اپنی جورو کی حقیقی بہن کو یا جو اسکے حکم میں ہی دونوں کو جمع کرے یہ معراج الدرایہ میں ہی
قال المترجم ازراہ دیانت واجب ہی کہ عورت گھر کا وہ کام کرے اور روٹی پکانے اور اولاد کو دودھ پلانے
اور مثل اسکے جو کام ہیں اور مرد کے حق میں مکروہ ہی کہ بے وجہ اسکو طلاق دیوے کذا قالوا

باب دوم جن الفاظ و صیغوں سے نکاح منعقد ہوتا ہی اور جن سے نہیں منعقد ہوتا ہی انکے بیان میں۔ اگر ایجاب
و قبول ایسے دو صیغوں سے واقع ہو جو زمانہ ماضی کے واسطے موضوع ہیں یا ایک صیغہ زمانہ ماضی کے واسطے ہو اور
دوسرا غیر ماضی کے واسطے ہو خواہ استقبال کے واسطے ہو جیسے امر یا حال کے واسطے ہو جیسے مضارع

تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے یہ نہر الفائق میں ہے پس اگر مرد نے عورت سے کہا کہ میں تجھ سے بعوض اس قدر مہر کے نکاح کرتا ہوں
پس عورت نے کہا کہ میں نے قبول کیا ہے تو نکاح پورا ہو جائیگا اگرچہ شوہر نے پھر یہ نہ کہا ہو کہ میں نے قبول کیا یہ ذخیرہ
میں ہے۔ اور اگر مرد نے کہا کہ تو اپنے نفس کو میرے نکاح میں دیدے پس عورت نے قبول کیا تو نکاح منعقد ہوگا بشرطیکہ مرد
نے صیغہ مذکور سے معنی مستقبل مراد نہ لیے ہوں (یعنی آئندہ دیدے) یہ نہر الفائق میں ہے اور نکاح کا انعقاد جیسے عبارت
سے ہوتا ہے ایسا ہی گونگے کی طرف سے اشارہ سے بھی ہوتا ہے بشرطیکہ اسکا اشارہ معلوم و مفہوم ہوتا ہو یہ بدائع میں ہے
اور تعاطی سے منعقد نہیں ہوتا ہے کذا فی النہایہ اور اگر مرد و عورت حاضر ہوں اور دونوں نے تحریر کر دیا تو انعقاد نہوگا
مثلاً مرد نے لکھا کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا پس عورت نے لکھدیا کہ میں نے قبول کیا تو نکاح منعقد نہوگا یہ نہر الفائق
میں ہے اور جن الفاظ سے نکاح منعقد ہوتا ہے اسکی دو قسمیں ہیں ایک صریح اور دوسری کنایہ پس صریح تو لفظ نکاح و تزویج ہے اور
ان دونوں لفظوں کے سوائے جو الفاظ ایسے ہیں کہ تمام ملک عین کا فائدہ دیتے ہیں وہ کنایہ ہیں یہ نہر الفائق
میں مبسوط سے منقول ہے پس بلفظ ہبہ نکاح منعقد ہوگا کذا فی الہدایہ اور فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے کہ اگر عورت نے کہا کہ
میں نے اپنے نفس کو تجھے ہبہ کیا پس مرد نے کہا کہ میں نے لیا تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ نکاح نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں
ہے قال المترجم وہو الظاہر۔ اور اگر کہا کہ میں نے اپنی دختر تیری خدمت کے واسطے دی اور مخاطب نے کہا کہ میں نے
قبول کی تو نکاح نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر ایک مرد نے کسی عورت سے زنا کرنے کی درخواست کی پس اس نے کہا کہ میں نے
اپنے نفس کو تجھے ہبہ کر دیا پس مرد نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ نکاح نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور بلفظ
تملیک و بلفظ صدقہ و بلفظ بیع نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی الہدایہ اور اسی طرح بلفظ بیع بھی
صحیح قول کے موافق منعقد ہو جاتا ہے کذا فی فتاوی قاضی خان اور اسی طرح بلفظ جعل بھی بنا بر قول صحیح کے منعقد ہوتا ہے
یہ تبیین شرح کنز میں ہے۔ اور اگر کسی عورت سے کہا کہ کنت لی یعنی تو میرے واسطے ہو گئی یا صرت لی یعنی میرے واسطے ہو گئی
پس عورت نے جواب دیا کہ ہاں یا کہا کہ صرت لک یعنی میں تیرے واسطے ہو گئی ہوں تو یہ نکاح ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے اور
اگر مرد نے کہا کہ کونی امرأتی بمائۃ درہم یعنی تو بعوض سو درہم کے میری جورو ہو جا پس عورت نے قبول کیا یا کہا کہ
تجھکو سو درہم اس مہر پر دیے کہ تو میری جورو ہو جا پس عورت نے قبول کیا تو نکاح ہو جائیگا یہ وجیز کردری میں ہے
اور اگر مرد نے کہا کہ میرا حق تیری بضع سے نفع حاصل کرنے میں بعوض ہزار درہم کے ثابت ہو گیا پس عورت نے کہا
کہ میں نے قبول کیا تو نکاح صحیح ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تیری عرسی
میں دیا پس مرد نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو نکاح ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر ایک عورت نے
جو اپنے شوہر سے بائنہ ہو کر اس لائق تھی کہ نکاح کرے اپنے اس شوہر کے پاس جسنے اسکو بائنہ کیا تھا چلی جاوے
پس اس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تیری طرف واپس کیا پس شوہر نے کہا کہ میں نے قبول کیا اور یہ دو گواہوں
کے سامنے واقع ہوا تو نکاح ہو جائیگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اجناس ناطفی میں ہے کہ اگر اپنی جورو کو تین طلاق یا ایک طلاق
بائنہ دی پھر اس سے کہا کہ میں نے تجھ سے اس قدر مال پر رجوع کیا اور عورت اس سے راضی ہو گئی اور یہ واقعہ
دو گواہوں کے حضور میں واقع ہوا تو نکاح صحیح ہوگا اور اگر مال کو ذکر نہ کیا پس اگر دونوں نے اس امر پر اتفاق کیا
کہ شوہر کی مراد اس کلام سے نکاح تھا تو نکاح ہو جائیگا ورنہ نہیں یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر ایسا کلام کسی اجنبیہ عورت سے

جیسکے ساتھ کبھی نکاح واقع ہوا تھا گواہوں کے حضور میں کہا پس عورت نے جواب دیا کہ میں راضی ہوئی تو یہ نکاح ہوگا یہ
فتاوے قاضیخان میں ہے۔ اور ایک مرد نے ایک عورت سے کہا کہ مرا باشیدی میری ہوئی تو پس اُسنے کہا کہ باشیدم ہوئی
میں تو نکاح منعقد نہ ہوگا لیکن اگر عورت سے یوں کہا کہ مرا باشیدی بزنی یعنے جورو ہو جانے کے حق میں تو میری ہوئی اور اُسنے
جواب دیا کہ باشیدم تو نکاح منعقد ہو جائیگا اور بعض نے فرمایا ہے کہ صورت اُولی میں بھی نکاح منعقد ہو جائیگا
اور عورت در واج کی راہ سے یعنی ظاہر ہے یہ خلاصہ میں ہے اگر ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ اپنی دختر مجھے دے پس اُسنے
کہا کہ میں نے دی تو نکاح منعقد ہو جائیگا اگرچہ منگنی والے نے پھر یہ نہ کہا ہو کہ میں نے قبول کی اور اگر مانگنے والے نے
یوں کہا کہ مرا دادی یعنے آیا تو نے مجھے دی پس اُسنے جواب دیا کہ میں نے دی تو جبتک مانگنے والا پھر یہ نہ کہے کہ میں نے
قبول کی تبتک نکاح منعقد نہ ہوگا لیکن اگر اُس نے اپنے کلام مرا دادی سے استفہام دریافت مراد نہیں لی بلکہ یہ مراد لی کہ
دیدی یعنے بسبیل تحقیق وقوع کے تو البتہ منعقد ہو جائیگا اگرچہ وہ پھر یہ نہ کہے کہ میں نے قبول کی۔ اور مجموع النوازل میں
شیخ امام نجم الدین نسفی سے مروی ہے کہ دختر خویش مرا ده یعنے اپنی دختر مجھے دے اس کلام کے ساتھ یہ کہنا ضرور ہے کہ میری
جورو ہونے کے واسطے یعنی اپنی دختر مجھے میری جورو ہونے کے واسطے دے اور ضرور ہے کہ دوسرا بھی یوں کہے
کہ میں نے تیری جورو ہونے کے واسطے دی اور اگر یوں نہ کہے ہوگا تو بعض مشائخ کے نزدیک نکاح منعقد نہ ہوگا مگر
بعضوں کے نزدیک منعقد ہو جائیگا بہرحال اس قدر لفظ بڑھا دینا چاہیے تاکہ یہ مسئلہ سب کے نزدیک بالاتفاق
صحیح ہو جاوے یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک عورت سے کہا گیا کہ تو نے اپنے آپ کو فلان مرد کی جورو ہونے کے واسطے دیا
پس اُسنے جواب دیا کہ دادم یعنی دیا پھر شوہر سے کہا گیا کہ تو نے قبول کیا اُسنے کہا کہ پذیرفتم یعنی قبول کیا تو نکاح منعقد ہو جائیگا
اگرچہ عورت نے یوں نہ کہا کہ دادم یعنی میں نے دیا اور شوہر نے یوں نہ کہا کہ پذیرفتم یعنی میں نے قبول کیا۔ اگر ایک
عورت سے کہا گیا کہ تو نے اپنے آپ کو میری جورو کر دیا پس اُس نے کہا کہ میں نے کر دیا تو نکاح منعقد ہو جائیگا اسیطرح
اگر عورت سے کہا گیا کہ تو نے اپنے آپ کو میری جورو بنا دیا پس اُس نے کہا کہ میں نے بنا دیا تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں
ہے ایک عورت سے کہا گیا کہ تو نے اپنے نفس کو فلان مرد کے نکاح میں دیا پس اُسنے کہا کہ نہیں دیا اُسنے گفتگو میں کہا کہ
من ویرا خواستم یعنی میں نے اُس مرد کو مانگا اور مرد نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو نکاح صحیح ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ شیخ
نجم الدین رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک عورت سے کہا کہ تو نے اپنے آپ کو بعوض ہزار درہم مہر کے
میری جورو ہونے کے واسطے دیا پس اُس نے کہا کہ بالسمع والطاعۃ یعنی بسر وچشم تو شیخ رح نے فرمایا کہ نکاح منعقد ہو جائیگا
اور اگر کہا کہ میں احسان مند ہوئی تو منعقد نہ ہوگا اسواسطے کہ پہلا کلام تو اجابت ہے اور دوسرا کلام وعدہ ہے یہ محیط
میں ہے۔ ایک عورت نے ایک مرد سے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا پس مرد نے کہا کہ خداوندگاری
پذیرفتم یعنی میں نے آقا بنانے کے واسطے قبول کیا (قال المترجم کما یقال سرتاج بنانے کے واسطے قبول کیا) تو نکاح
صحیح ہوگا اور اگر اس سے یہ نہ کہا بلکہ اس سے کہا کہ شاباش پس اگر بطور رد کے نہ کہا ہو تو نکاح صحیح ہو جائیگا
یہ خلاصہ میں ہے۔ اور بلفظ اجارہ کے ساتھ نکاح منعقد نہیں ہوتا ہے اور یہی صحیح قول ہے اور نیز مثل اجارہ و اباحت و احلال
وتمتع و اجازت و رضا وغیرہ الفاظ سے بھی منعقد نہیں ہوتا ہے یہ تبیین میں ہے۔ اور نیز لفظ اقالہ و خلع و صلح و براءت سے
بھی منعقد نہیں ہوتا ہے یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ اور نیز بلفظ شرکت و کتابت بھی منعقد نہیں ہوتا کذا فی محیط السرخسی

اور نیز بلفظ اعتاق و دو کا اقرار اور اجارہ و عاریت کے بھی منعقد نہیں ہوتا ہو کذا فی غایۃ السروجی اور نیز بلفظ فدیہ کے بھی منعقد نہیں ہوتا کذا فی البحر الرائق اور بلفظ وصیت کے بھی منعقد نہیں ہوتا ہو اسواسطے کہ وصیت اگرچہ موجب ملک ہو مگر موت کے بعد ملکیت کی موجب ہوتی ہو یہ ہدایہ و کافی مین ہو۔ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ مین نے اپنی باندی کی بضع کی بعوض ہزار درہم کے فی الحال کے واسطے وصیت کی اور دوسری نے قبول کیا تو نکاح منعقد ہوگا یہ نہایہ مین ہو۔ ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ اپنی دختر فلانہ کا میرے ساتھ بعوض اسقدر مال کے نکاح کردے پس اس دختر نابالغہ کے والد نے کہا کہ اسکو جہان تیرا جی چاہے اُٹھا لیجا تو نکاح منعقد نہوگا یہ خلاصہ مین ہو۔ ایک عورت نے ایک مرد سے اپنے نکاح کا کلام کرنا شروع کیا کہ نکاح کردیا مین نے اپنے نفس کو تیرے ساتھ اور چاہتی تھی کہ کہے بعوض سو دینار کے پس ہنوز عورت مذکورہ یہ لفظ نہ کہنے پائی تھی کہ مرد نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو نکاح منعقد نہوگا یہ ذخیرہ مین ہو۔ ایک مرد نے ایک جماعت کو ایک شخص کے پاس بایں غرض بھیجا کہ اُسکے واسطے شخص مذکور کی دختر کی درخواست کرین پس ان لوگون نے جاکر اس سے کہا کہ تو نے اپنی دختر فلانہ ہمکو دی اور اُس نے جواب دیا کہ دی پس ان لوگون نے کہا کہ ہم نے قبول کیا تو نکاح منعقد نہوگا اسواسطے کہ ان لوگون نے بھیجنے والے کی جانب اضافت نہین کی ہو۔ ایک مرد اور ایک عورت دونون نے گواہون کے سامنے فارسی مین کہا کہ ما زن و شوہیم یعنی ہم دونون جورو و مرد ہین تو دونون مین نکاح کا انعقاد نہو جائیگا اور یہی مختار ہو یہ خلاصہ مین ہو اور اگر مرد نے کہا کہ یہ میری جورو ہو اور عورت نے کہا کہ یہ میرا شوہر ہو اور یہ اقرار گواہون کے حضور مین ہوا حالانکہ پیشتر سے ان دونون کے درمیان نکاح نہ تھا تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہو اور صحیح یہ ہو کہ نکاح نہوگا کذا فی الظہیریہ اور شیخ جصاص رح نے بیان کیا ہو کہ ایسی صورت مین اگر قاضی نے نکاح واقع ہونے کا حکم دیا ہو یا گواہون نے دونون سے کہا کہ آیا تمنے اس گفتگو کو نکاح قرار دیا ہو اور دونون نے جواب دیا کہ ہان تو مختار یہ ہو کہ نکاح منعقد ہو جائیگا یہ مختار الفتاوی مین ہو اور یتیمیہ مین لکھا ہو کہ شیخ علی سغدی رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے ایک عورت کو سلام کیا بایں طور کہ السلام علیک اے میری جورو اُس نے جواب دیا کہ وعلیک السلام اے میرے خاوند اور اس کلام کو گواہون نے سنا تو شیخ نے فرمایا کہ اس سے نکاح منعقد نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ ایک مرد سے کہا گیا کہ دختر خویشتن را بہ پسر من ارزانی داشتی یعنی تو نے اپنی دختر کو میرے پسر کے واسطے ارزانی رکھا پس اُس نے جواب دیا کہ داشتم تو دونون مین نکاح منعقد نہوگا یہ ذخیرہ مین ہو۔ طفل صغیر کے والد نے گواہون سے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ مین نے فلان کی دختر صغیرہ کو اپنے پسر فلان کے نکاح مین بعوض اتنے مہر کے کردیا پھر دختر صغیرہ کے باپ سے پوچھا گیا کہ کیا ایسا نہین ہو اُس نے جواب دیا کہ ایسا ہی ہو اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو اولی یہ ہو کہ نکاح کی تجدید کرلین اور اگر تجدید نہ کی تو بھی جائز ہو یہ فتاوی قاضی خان و ظہیریہ مین ہو اور اگر فارسی مین مرد نے کہا کہ خویشتن را بزنے دادم بتو بہزار درم یعنی مین نے اپنے آپ کو بعوض ہزار درم مہر کے تیری جورو ہونے کے واسطے دیا پس عورت نے جواب دیا کہ پذیرفتم یعنی مین نے قبول کیا تو نکاح منعقد نہوگا اسواسطے کہ بزنی یعنی جورو ہونے کا لفظ فارسی مین مرد پر اطلاق نہین ہوسکتا ہو یہ تجنیس مین ہو۔ اور اگر دختر کے باپ سے کہا کہ آیا تو نے اپنی دختر میرے نکاح مین دی اور اُسنے جواب مین کہا کہ دی یا کہا کہ ہان تو جبتک اسکے بعد مرد مذکور یہ نہ کہے کہ مین نے قبول کی تب تک نکاح منعقد نہوگا اسواسطے کہ قول

آیا تو نے اپنی دختر میرے نکاح میں دی یہ استفہام ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور لفظ قرض و رہن سے نکاح منعقد
ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان الفاظ سے منعقد نہیں ہوتا ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور بعض نے
فرمایا کہ بنا بر قیاس قول امام ابوحنیفہ رح و امام محمد رح کے لفظ قرض سے منعقد ہوگا اسواسطے کہ نفس قرض ان دونوں
اماموں کے نزدیک تملیک ہے اور یہی مختار ہے یہ مختار الفتاوی میں ہے۔ اور لفظ سلم سے بعضوں نے کہا کہ منعقد
ہوتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ نہیں منعقد ہوتا اور اسی طرح بیع صرف کی لفظ سے نکاح منعقد ہونے میں دو قول
ہیں یعنی بعض کے نزدیک منعقد ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک نہیں یہ تبیین میں ہے۔ اور جو نکاح کہ مضاف ہو مثلاً دختر کے
باپ نے کہا کہ میں نے اپنی دختر فلانہ کو کل کے روز تیرے نکاح میں دیا یعنی آئندہ جو کل ہوگا تو یہ صحیح نہ ہوگا اور جو نکاح کہ
معلق ہو پس اگر ایسی چیز پر معلق ہو جو گذر چکی ہے تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ اسکا حال معلوم ہے چنانچہ اگر زید کی دختر کا پیغام
کیا گیا اور اس نے خبر دی کہ میں نے فلان مرد سے اسکا نکاح کر دیا ہے پس خاطب نے اس قول کی تکذیب کی پس زید نے کہا کہ
اگر میں نے فلان مرد سے اسکا نکاح نہ کیا ہو تو میں نے تیرے پسر کے ساتھ اسکا نکاح کر دیا پس پسر کے باپ نے اسکو قبول کیا پھر
ظاہر ہوا کہ زید نے کسی کے ساتھ اسکا نکاح نہیں کیا تھا تو نکاح صحیح ہوگا یہ نہر الفائق میں ہے۔ اور اگر گواہوں کے حضور
میں ایک عورت سے کہا کہ میں نے تجھ سے اسقدر مہر پر نکاح کیا بشرطیکہ میرا باپ اجازت دیدے یا راضی ہو جاوے
پس عورت نے قبول کیا تو نکاح صحیح نہ ہوگا۔ ایک مرد نے ایک عورت سے بدین شرط نکاح کیا کہ وہ عورت طالق ہے یا بدین
شرط کہ امر طلاق میں عورت مذکورہ کا اختیار اسکے قبضہ میں ہے تو امام محمد رح نے جامع میں ذکر فرمایا کہ نکاح جائز ہے اور
طلاق باطل ہے اور عورت کا اختیار عورت کے قبضہ میں نہ ہوگا اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جب مرد نے
پہل کر کے یوں کہا کہ میں نے تجھ سے اس شرط پر نکاح کیا کہ تو طالقہ ہے اور اگر عورت نے پہل کی اور کہا کہ میں نے
اپنے نفس کو تیرے نکاح میں بدین شرط دیا کہ میں طالقہ ہوں یا بدین شرط کہ امر طلاق میرے اختیار میں ہے جب چاہونگی
اپنے آپ کو طلاق دے دونگی پس شوہر نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو نکاح جائز ہوگا اور طلاق واقع ہوگی اور امر طلاق
عورت کے اختیار ہوگا۔ اسی طرح اگر مولی نے اپنی باندی کا نکاح اپنے غلام کے ساتھ کیا پس اگر غلام نے پہل کی
اور کہا کہ میرے ساتھ اپنی اس باندی کا نکاح بعوض ہزار درم مہر کے اس شرط پر کر دے کہ اس باندی کی طلاق کا
اختیار میرے ہاتھ میں ہوگا جب چاہونگا طلاق دونگا پس مولی نے باندی مذکورہ اس غلام کے نکاح میں دی تو
نکاح صحیح ہوگا مگر امر طلاق کا اختیار مولی کے قبضہ میں نہ ہوگا اور اگر مولی نے ابتدا کی اور کہا کہ میں نے اپنی یہ باندی
تیرے نکاح میں بدین شرط دی کہ اسکی طلاق کا اختیار میرے قبضہ میں ہے جب چاہونگا طلاق دیدونگا پس غلام نے
اسکو قبول کیا تو نکاح جائز ہوگا اور مولی کو امر طلاق کا اختیار حاصل ہوگا۔ اور اگر غلام نے اپنے مولی سے کہا کہ اگر میں
اسکو اپنے نکاح میں لیا تو اسکی طلاق کا اختیار ہمیشہ تجکو ہے پھر اسکو اپنے نکاح میں لیا تو اسکی طلاق کا اختیار ہمیشہ مولی
کو حاصل رہیگا اور غلام مذکور مولی کو اس اختیار سے کبھی خارج نہیں کر سکتا ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور شمس الائمہ حلوانی
نے ذکر فرمایا کہ اگر کسی عورت سے ہزار درم پر بوعدہ ... نکاح کیا تو ہمارے مشائخ نے اسمیں اختلاف کیا ہے اور
میرے نزدیک مختار یہ ہے کہ نکاح منعقد ہو جائیگا اور مہر میں یہ مدت میعاد ثابت ہوگی یہ مختار الفتاوی میں ہے
اور نکاح میں خیار رویت و خیار شرط و خیار عیب ثابت نہیں ہوتا ہے خواہ خیار مرد کے واسطے قرار دیا جاوے

یا عورت کے واسطے یا دونون کے واسطے قرار دیا جاوے خواہ تین روز تک خیار ہو یا کم کا یا زیادہ کا اور اگر ایسی شرط کے ساتھ نکاح کیا تو نکاح جائز ہوگا مگر شرط مذکور باطل ہوگی لیکن عیب سے بری یا خصی یا عنین ہو تو عورت کو خیار حاصل ہوتا ہی قال المترجم جب ذکر مرد کا جڑ سے قطع ہونا اور مجبوب وہ شخص ہی جس کا ذکر جڑ سے کٹ گیا ہو اور خصی سے مراد یہ ہی کہ اسکے خصیے نکالے یا کوفتہ ہوں جیسے بدھیا کئے جاتے ہیں اور عنین نامرد کو کہتے ہیں یہ قول امام ابوحنیفہ رح اور امام ابویوسف رح کا قول ہی یہ سراج الوہاج مین ہی - اور اگر دونون مین سے ایک دوسرے پر شرط لگائی کہ اسکو اندھا یا کانا نہو یا لنجا نہو یا خوبصورت ہونے کی شرط لگائی یا شوہر نے یہ شرط لگائی کہ عورت باکرہ ہو پھر اسکے برخلاف پایا تو اسکو خیار حاصل نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی اگر ایک مرد نے ایک عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ یہ مرد فلانا ہی پھر ظاہر ہوا کہ وہ ویسا نہی ہی تو نکاح جائز ہوگا لیکن اگر بیشتر ولی نے ... کیا تو اس عورت کو خیار حاصل ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور فتاوی ابواللیث رح مین ہی کہ ایک مرد نے ایک عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ میرے باپ کو خیار حاصل ہی تو نکاح صحیح ہوگا اور شوہر کے باپ کو خیار حاصل نہوگا یہ ...

تیسرا باب - محرمات کے بیان مین قال المترجم محرمات یعنی ایسی عورتون کے بیان مین جو شرعاً فی الحال یا ہمیشہ کے واسطے حرام ہین قال او محرمات کی نو قسمین ہین قسم اول محرمات بنسب کے بیان مین یعنی رحم کی قرابت کی وجہ سے جو عورتین ہمیشہ کے واسطے حرام ہین چنانچہ ایسی محرمات عورتین امہات یعنی مائین ہین اور بیٹیان ہین اور بہنین اور پھوپھیان اور خالائین اور بھائی کی بیٹیان اور بہن کی بیٹیان ہین یہ عورتین جو مذکور ہوئی ہین نکاح کی راہ سے بھی ہمیشہ کے واسطے حرام ہین اور انسے وطی کرنا اور جو امور مقتضی بجانب وطی ہوتے ہین وہ بھی سب انہین عورتون سے ہمیشہ کے واسطے حرام ہین اور واضح ہو کہ امہات یعنی ماؤن سے یہ مراد ہی کہ اس شخص کی ماں ہو یا اسکی دادی ہو یا اسکی نانی وغیرہ جہانتک اوپر مرتبہ کی ہوں سب قطعی دائمی حرام ہین اور بیٹیون سے یہ مراد ہی کہ اس مرد کی اصلی دختر ہو یا اسکے بیٹے کی دختر ہو یا اسکی دختر کی دختر ہو اور جہانتک نیچے مرتبہ پر ہو ہر صورت دائمی حرام ہین اور بہنون سے یہ مراد ہی کہ سگی ایک ماں باپ سے بہن ہو یا فقط باپ کی طرف سے بہن ہو یا فقط ماں کی طرف سے بہن ہو پس یہ بہنین قطعی حرام ہین قال المترجم اور ہندوستان مین جو چچا زاد بہن اور پھوپھی زاد بہن وغیرہ ہوتی ہین وہ فقط نسب کے رشتہ سے حرام نہین ہین انسے نکاح کرنا جائز ہی اگر کوئی وجہ دیگر مانع نہو مثلاً اس مرد نے اپنی پھوپھی کا دودھ پیا تو اسکی دختر سے جو اسکی پھوپھی زاد بہن تھی اب رضاعی بہن ہو گئی لہذا بوجہ سبب کے ناجائز ہوگئی ورنہ جائز تھی اور واضح ہو کہ بھائی بھی تین طرح کے ہوتے ہین ایک سگا بھائی دوسرا فقط باپ کی طرف سے اور تیسرا فقط ماں کی طرف سے پس اب جاننا چاہیے کہ بھائیون کی بیٹیون اور بہنون کی بیٹیون سے انہین بھائیون اور انہین بہنون کی بیٹیان خواہ ایک درجہ کی ہون یا پوتیان پرپوتیان نواسیان پرنواسیان وغیرہ جہانتک نیچے درجے پر ہون قطعی دائمی حرام ہین - اور پھوپھیان بھی تین طرح کی ہوتی ہین ایک تو باپ کی سگی یعنی ایک ماں باپ کی بہن اور دوسری فقط باپ کی طرف سے بہن اور تیسری فقط ماں کی طرف سے بہن پس یہ پھوپھیان ہین اور اسی طرح باپ کی پھوپھیان بھی انہین تین طرح کی ہوتی ہین اور اسی طرح ماں کی پھوپھیان بھی اور اسی طرح اجداد کی پھوپھیان اور اسی طرح جدات کی پھوپھیان بھی اسی طرح ہوتی ہین اور جہانتک اوپر مرتبہ پر ہون سب کا یکسان حکم ہی

دادی و نیز نانی ۱۲ منہ

کہ سب قطعی دائمی حرام ہیں اور واضح رہے کہ پھوپھی کی پھوپھی کی صورتیں یہ جانیگا کہ اگر پھوپھی اس مرد کے باپ کی ایک ماں و باپ
کی طرف سے سگی بہن ہو یا فقط باپ کی طرف سے بہن ہو تو پھوپھی کی پھوپھی حرام ہو گی اور اگر پھوپھی اسکی فقط ماں
کی طرف سے پھوپھی ہو تو پھوپھی کی پھوپھی حرام نہ ہو گی اور خالات سے یہ مراد ہے کہ سگی ایک ماں و باپ سے اسکی خالہ
ہو یعنی اسکی ماں کی سگی بہن ہو یا فقط باپ کی طرف سے یا فقط ماں کی طرف سے خالہ ہو سب حرام ہیں اور نیز اسکے
آبا و اجداد و امہات و جدات کی خالائیں بھی یہی حکم رکھتی ہیں کہ قطعاً دائمی حرام ہیں اور رہی خالہ کی خالہ پس اگر خالہ اس
شخص کی سگی یعنی ماں و باپ کی طرف سے اسکی ماں کی بہن ہو یا فقط ماں کی طرف سے بہن ہونے سے اسکی خالہ ہو تو
اسکی خالہ کی خالہ اسپر حرام ہوگی اور اگر اسکی خالہ فقط باپ کی طرف سے اسکی ماں کی بہن ہونے سے اسکی خالہ ہو تو خالہ کی
خالہ اسپر حرام نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے قسم دوم محرمات بصہریت کے بیان میں یعنی خسر و داماد ہی کے رشتہ سے جو
عورتیں حرام ہو جاتی ہیں اور یہ عورتیں چار فرقہ ہیں فرقہ اول اپنی جوروؤں کی امہات و جدات ازجانب مادر و
پدر اگرچہ کتنے ہی اونچے درجہ پر ہوں فرقہ دوم زوجہ کی بیٹیاں اور اسکی اولاد کی بیٹیاں چاہے کتنے نیچے درجہ پر ہوں اس
مرد پر حرام ہو جاتی ہیں بشرطیکہ اپنی زوجہ کے ساتھ دخول کیا ہو اسی طرح اتفاقاً خواہ اسکی زوجہ کی دختر اسکی پرورش میں ہو
یا نہو کذا فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان قال المترجم زوجہ کی اولاد کی حرمت کے واسطے یہ قید لگائی گئی ہے کہ زوجہ
کے ساتھ دخول تحقیقی کیا ہو اور اگر وطی نہ کی ہو تو حرام نہوگی پس چاہئے قبل دخول کے زوجہ کو طلاق دیکر اسکی دختر سے
نکاح کرلے بخلاف زوجہ کی ماں و نانی و دادی وغیرہ کے کہ بعد نکاح زوجہ کے چاہے زوجہ سے وطی کرے یا نکرے اسکی
ماں وغیرہ سے نکاح نہیں کرسکتا ہے فاحفظ اور زوجہ سے وطی کرنے میں ہمنے بیان کردیا کہ تحقیقی وطی ہو چنانچہ کتاب میں
فرمایا کہ اور ہمارے اصحاب نے خلوت کو وطی کے قائم مقام اس بات میں نہیں رکھا کہ خلوت واقع ہونے
سے زوجہ کی اولاد حرام ہو جاوے کذا فی الذخیرہ فی نوع ما یتعلق بتکمیل المہر فرقہ سوم بیٹے یا پوتے یا نواسے کی
جورو سے چاہے کتنے ہی نیچے درجہ کی ہو کبھی نکاح کرنا جائز نہ رہیگا خواہ بیٹے نے اپنی زوجہ کے ساتھ دخول کیا ہو یا نہ
کیا ہو و لیکن اگر بیٹا متبنّی ہو تو اسکی جورو سے نکاح کرلینا حرام نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے فرقہ چہارم آباء اجداد کی
یا جد یا پدر کی جورویں اگرچہ کتنے ہی درجہ پر ہوں یہ سب نکاح و وطی دونوں طرح سے ہمیشہ کے واسطے حرام ہیں یہ فتح
القدیر میں ہے اور واضح رہے کہ حرمت مصاہرہ ایسے نکاح سے ثابت ہوتی ہے جو صحیح ہوا اور نکاح فاسد کی وجہ سے ثابت
نہیں ہوتی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے پس اگر کسی عورت سے بہ نکاح فاسد عقد کیا تو فقط نکاح سے اس عورت کی ماں اس
مرد پر حرام نہو گی بلکہ اس عورت سے دخول کرنے کے بعد البتہ حرام ہو جائیگی یہ بحر الرائق میں ہے اور حرمت مصاہرہ
وطی کرنے سے ضرور ثابت ہو جاتی ہے خواہ وطی بطور حلال ہو یا بطریق شبہہ ہو یا بطور زنا ہو کذا فی فتاوی قاضیخان
پس اگر کسی شخص نے ایک عورت سے زنا کیا تو اس عورت کی ماں اس زانی پر حرام ہو جائیگی اسی طرح اسکی ماں کی ماں وغیرہ
چاہے کتنے ہی اونچے درجہ کی ہو سب حرام ہونگی اور اس عورت کی دختر اور دختر کی دختر وغیرہ کتنے ہی نیچے درجہ پر ہوں سب
حرام ہونگی اسی طرح یہ عورت جس سے زنا کیا ہے اس مرد زانی کے آبا و اجداد پر چاہے کتنے ہی اونچے درجہ پر ہوں اور
اس مرد کے بیٹوں اور پوتوں و پر پوتوں پر چاہے کتنے ہی نیچے درجہ پر ہوں حرام ہو گی یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کسی عورت
سے وطی کی اور یہ صورت ہوئی کہ اس عورت کا پیشاب کا مقام اور پاخانہ کا مقام پھاڑ کر ایک کر دیا تو اس عورت کی ماں

اس مرد پر حرام نہ ہو گی کیونکہ اس امر کا یقین نہیں ہی کہ یہ وطی فرج میں واقع ہوئی لیکن اگر عورت مذکورہ کو حمل رہجاوے اور معلوم ہو جاوے کہ وطی فرج میں واقع ہوئی ہی تو البتہ اسکی ماں اس مرد پر حرام ہو جاویگی یہ بحر الرائق میں ہی۔ اور واضح رہے کہ جس طرح پر حرمت مصاہرہ بوجہ وطی کے ثابت ہوتی ہی اسی طرح شہوت سے مساس کرنے اور بوسہ لینے اور فرج پر نظر کرنے سے ثابت ہوتی ہی یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور ہمارے نزدیک یہ امور خواہ بطریق نکاح واقع ہوں یا بطور ملک ہوں یا بوجہ فسق و فجور ہوں کچھ فرق نہیں ہی یہ محیط میں ہی۔ اور ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ خواہ یہ عورت محرمہ ہو یا کوئی اور ہو کچھ فرق نہیں ہی یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور جو مباشرت بشہوت ہو وہ بمنزلہ بوسہ لینے کے ہی اور یہی حکم معانقہ کا بھی یہی حکم ہی یہ فتاوی قاضی خان میں ہی اور اسی طرح اگر عورت کو شہوت سے دانتوں سے داب کر کاٹا تو بھی یہی حکم ہی یہ خلاصہ میں ہی اور اگر عورت نے کسی مرد کے ذکر کو دیکھا یا مرد مذکور کو شہوت سے مساس کیا یا اسکا شہوت سے بوسہ لیا تو حرمت مصاہرہ ثابت ہو جائیگی یہ جوہرہ نیرہ میں ہی۔ اور باقی اعضا کی طرف نظر کرنے سے حرمت مصاہرہ ثابت نہیں ہوتی ہی الا جبکہ بشہوت ہو اور نیز باقی اعضا کے مساس کرنے سے بھی ثابت نہیں ہوتی ہی الا جبکہ بشہوت ہو اور اسمیں کچھ اختلاف نہیں ہی یہ بدائع میں ہی۔ اور نظر وہ معتبر ہی جو داخلی فرج میں ہو یہ ہدایہ میں ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ ظہیریہ و جواہر اخلاطی میں ہی اور مشایخ نے فرمایا کہ اگر مرد نے کھڑی ہوئی عورت کی فرج کو دیکھا تو حرمت مصاہرہ ثابت نہ ہوگی اور داخلی فرج میں جب نظر پڑیگی کہ جب وہ عورت تکیہ لگا کے بیٹھی ہو یعنی دونوں ٹانگیں کشادہ ہوں یہ فتاوی قاضی خان میں ہی۔ اور اگر کسی عورت کی فرج کو شہوت سے باریک پردہ یا شیشہ کی آڑ سے جس سے فرج نظر آتی ہی دیکھا تو حرمت مصاہرہ ثابت ہو جائیگی۔ اور اگر آئینہ دیکھا اور آئینہ میں عورت کی فرج نظر آئی پس اسکو شہوت سے دیکھا تو اس عورت کی ماں و بیٹی اس آئینہ دیکھنے والے پر حرام نہ ہو گی اسواسطے کہ اسنے اسکی فرج نہیں دیکھی بلکہ اسکی فرج کا عکس دیکھا ہی اور اگر کوئی عورت کسی حوض کے کنارہ پر بیٹھی ہو یا ندی کے پل پر ہو اور ایک مرد نے پانی میں نگاہ کی اور پانی میں اس عورت کی فرج دیکھی بشہوت دیکھی تو حرمت مصاہرہ ثابت نہ ہو گی کذا فی فتاوی قاضی خان اور یہی صحیح ہی یہ خلاصہ میں ہی اور اگر عورت پانی میں ہی اور باہر سے کسی مرد نے پانی میں اسکی فرج کو دیکھا اور شہوت سے نگاہ کی تو حرمت مصاہرہ ثابت ہو جائیگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہی۔ اور اگر کسی مرد نے اپنی دختر کی فرج کو بغیر شہوت دیکھا اور اسکو تمنا ہوئی کہ کاش میرے پاس ایسی کوئی باندی ہوتی پس اس نگاہ کے ساتھ اسمیں شہوت بھی پائی گئی تو مشایخ نے فرمایا ہی کہ اگر یہ شہوت اسکو اپنی دختر پر واقع ہوئی ہی تو اسکی جورو اسپر حرام ہو جاویگی اور اگر یہ شہوت اسکو اس باندی کے خیال پر آئی ہی جسکی اس نے تمنا کی تھی تو اسکی جورو اسپر حرام نہ ہو گی اسواسطے کہ ایسی صورت میں اسکی نظر اپنی دختر کی فرج پر بسبب شہوت نہیں ہوئی ہی یہ فتاوی قاضی خان و ذخیرہ میں ہی اور مساس کرنے سے جو حرمت ثابت ہوتی ہی چاہے عمداً مساس کیا ہو یا بھول کر یا باکراہ یا براہ خطا ہو کچھ فرق نہیں ہی کذا فی فتح القدیر یہ وقایہ میں ہی یہ معراج الدرایہ میں ہی۔ اور اگر کسی مرد نے اپنی جورو کو جماع کرنے کی غرض سے رات کو جگایا مگر اسکا ہاتھ اپنی دختر پر جو اسی جورو کے پیٹ سے ہی جا پہونچا اور اسکے بدن کو اپنی انگلی سے گرفت کر کے مساس کیا یہ گمان کر کے یہ اسکی ماں ہی یعنی میری جورو ہی حالانکہ یہ لڑکی ایسی تھی کہ اس سے شہوت کرتی تو اس لڑکی کی ماں یعنی مرد مذکور کی جورو مرد مذکور پر ہمیشہ کے واسطے حرام ہو جائیگی یہ فتح القدیر میں ہی اور اگر عورت کے بال شہوت کے ساتھ چھونے پس

اگر وہ بال چھوئے جو اسکے سر سے متصل ہیں تو حرمت مصاہرہ ثابت ہوگی اور اگر لٹکے ہوئے سر سے چھوئے تو حرمت مصاہرہ ثابت نہوگی مگر امام ناطفی نے یہ تفصیل نہیں فرمائی ہے بلکہ مطلق بال کے چھونے سے (یعنی بشہوت ۱۲ منہ) حرمت مصاہرہ کا حکم دیا ہے یہ ظہیریہ و ذخیرہ کردری و سراج الوہاج میں ہے - اور اگر شہوت سے اُسکے ناخن چھوئے تو حرمت مصاہرہ ثابت ہو جائیگی یہ خلاصہ میں ہے - لیکن واضح رہے کہ مساس سے حرمت مصاہرہ جبھی ثابت ہوتی ہے جب چھونے والے مرد اور بدن عورت کے درمیان کوئی کپڑا حائل نہو اور اگر کوئی کپڑا حائل ہوگا تو دیکھنا چاہیے کہ اگر کپڑا اس قدر گندہ ہو کہ چھونے والے کو بدن عورت کی حرارت محسوس نہیں ہوتی تو بھی حرمت مصاہرہ ثابت نہوگی اگرچہ اس فعل سے اسکے آلہ تناسل کو انتشار ہوا ہو اور اگر کپڑا باریک ہو کہ جس سے تن عورت کی حرارت چھونے والے کے ہاتھ کو پہونچے تو حرمت مصاہرہ ثابت ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اسی طرح اگر مرد نے عورت کے موزہ کا تلا چھوا تو بھی شہوت سے چھونے میں یہی حکم ہے لیکن اگر موزہ نا کو منعل یعنی تلا ایسا ہو کہ جس سے قدم کی نرمی معلوم و محسوس نہوتی ہو تو یہ حکم ثابت نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور اگر مرد نے عورت کا بوسہ لیا حالانکہ دونوں کے درمیان کپڑا حائل ہے پس اگر عورت مذکورہ کے لبوں یا ہونٹوں کی ٹھنڈک پائی ہونٹوں کی ٹھنڈک پائی تو یہ بوسہ لینا اور مس کرنے میں داخل ہے یہ محیط میں ہے - اور حرمت مصاہرہ ثابت ہونے کے واسطے یہ شرط نہیں ہے کہ مساس پر دوام پایا جاوے حتی کہ کہا گیا ہے کہ اگر مرد نے کسی عورت کی جانب شہوت سے اپنا ہاتھ دراز کیا اور ناگاہ اسکا ہاتھ اسکی دختر کی ناک پر جا پڑا کہ اسکی شہوت زیادہ ہو گئی تو اس مرد پر اسکی جورو یعنی دختر کی ماں حرام ہو جائیگی اگرچہ اُسی وقت اپنا ہاتھ ہٹا لیا ہو کذا فی الذخیرہ مگر یہ شرط ہے کہ عورت مشتہاۃ ہو یعنی ایسی ہو کہ مرد کو اسکی طرف شہوت ہوتی ہو (یعنی وہ بالغہ یا قریب بلوغ ہو ۱۲) یہ تبیین میں ہے اور نو برس کی لڑکی محل شہوت ہے اس سے کم کی مشتہاۃ نہیں ہے اور اسی پر فتوے ہے یہ معراج الدرایہ میں ہے اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ نو برس سے کم سن کی لڑکی مشتہاۃ نہیں ہوتی ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور شیخ امام ابو بکر رحمہ سے منقول ہے کہ فرماتے تھے کہ مفتی کو چاہیے کہ سات و آٹھ برس کی لڑکی کی صورت میں یوں فتوے دے کہ وہ مشتہاۃ نہیں ہے پس اس سے حرمت مصاہرہ ثابت نہوگی لیکن اگر سائل مبالغہ کرے کہ یہ لڑکی موٹی تازی تن دار ہے تو ایسی صورت میں سات و آٹھ برس کی صورت میں بھی حرمت کا فتوی دیگا یہ ذخیرہ و مضمرات میں ہے پس اگر ایسی لڑکی سے جماع کیا جو مشتہاۃ نہیں ہے تو حرمت مصاہرہ ثابت نہوگی یہ بحر الرائق میں ہے - اور یہ حکم فتاوی ظہیریہ میں ہے اور کبیرہ عورت اگر بہت بڈھی ہو جاوے کہ وہ مشتہاۃ کی حد سے باہر ہو جاوے تو بھی اُس سے حرمت مصاہرہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ وہ جس حد میں داخل ہو چکی ہے پس بسبب بڈھی ہو جانے کے خارج نہوگی بخلاف صغیرہ کے کہ اسمیں یہ بات نہیں پائی گئی ہے یہ تبیین میں ہے اور اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ مذکور کی طرف سے بھی شہوت پائی گئی ہو حتی کہ اگر چار برس کے لڑکے نے اپنے باپ کی جورو سے جماع کیا تو اس سے حرمت مصاہرہ ثابت نہوگی یہ فتح القدیر میں ہے - اور اس حکم کے ثابت ہونے کے واسطے جو لڑکا ایسا ہے کہ اسکے مثل لڑکے جماع کر سکتے ہیں اسکی وطی بمنزلہ مرد بالغ کی وطی کے قرار دیجائیگی اور مشائخ نے فرمایا کہ ایسا لڑکا جسکے مثل جماع کرنے کے لائق ہوتا ہے وہ ہر ایسا لڑکا ہوتا ہے جو جماع کرے اور اسکو شہوت ہو اور عورتیں اس سے حیا کریں یہ فتاوے قاضیخان میں ہے اور شہوت اُس وقت کی معتبر ہے کہ جس وقت اُسنے چھوا اور دیکھا ہے حتی کہ اگر مرد نے عورت کو چھوا اور دیکھا درحالیکہ اُسکو شہوت نہ تھی پھر جب چھوڑ دیا تب اسکو شہوت ہوئی تو اس سے حرمت مصاہرہ

ثابت نہوگی۔ اور واضح ہو کہ شہوت مرد کی حد یہ ہو کہ مرد کے آلہ تناسل کو انتشار ہو یا اگر منتشر ہو تو انتشار میں زیادتی
ہو جاوے یہ تبیین میں ہو اور یہی صحیح ہو یہ جواہر اخلاطی میں ہو اور اسی پر فتوی دیا جاوے یہ خلاصہ میں ہو پس اگر کسی
مرد کا آلہ تناسل منتشر ہوا اور اُس نے شہوت میں اپنی جورو کو طلب کیا اور اس درمیان میں اُس نے اپنے آلہ تناسل
کو اُسکی دختر کی رانوں کے درمیان داخل کر دیا تو دختر مذکورہ کی ماں اُسپر حرام نہو جائیگی تاوقتیکہ اس حرکت سے اُسکی
شہوت میں اور انتشار کے ساتھ انتشار میں زیادتی نہوئی ہو یہ تبیین میں ہو اور یہ حد جو مذکور ہوئی ایسے لوگوں کے واسطے
مقرر ہو جو مرد جوان جماع کرنے پر قادر ہو اور اگر بوڑھا یا عنین ہو تو اُسکے حق میں شہوت کی حد یہ ہو کہ خواہش کے لیے
اُسکے قلب کو حرکت ہو اگر قبل اسکے اسکا قلب متحرک نہو اور اگر پہلے سے متحرک ہو تو حرکت قلبی میں زیادتی ہو جاوے
یہ محیط میں ہو۔ اور عورتوں اور مرد مجبوب کے حق میں شہوت کی حد یہ ہو کہ قلب کو حرکت خواہش ہو اور اسمیں لذت پیدا
ہو بشرطیکہ پہلے سے قلب کو حرکت نہو اور اگر پہلے سے ہو تو اسمیں زیادتی ہو جاوے یہ شرح نقایہ شیخ ابو المکارم میں ہو
اور واضح رہے کہ مرد و عورت دونوں میں سے ایک کی طرف سے شہوت کا پایا جانا حرمت ثابت ہونے کے واسطے
کافی ہو مگر شرط یہ ہو کہ اسکو انزال نہو جاوے حتی کہ اگر چھونے یا دیکھنے کے ساتھ انزال ہو گیا تو حرمت مصاہرہ ثابت
نہوگی یہ تبیین میں ہو اور علامہ صدر شہید نے فرمایا کہ اسی پر فتوی ہو یہ شرح نقایہ علامہ شمنی میں ہو اور اگر مساس کیا
پس انزال ہو گیا تو حرمت مصاہرہ بنا بر قول صحیح کے ثابت نہوگی اسواسطے کہ انزال سے یہ بات ثابت ہوئی
کہ یہ فعل داعی بجانب وطی نہیں ہو یہ کافی میں ہو۔ اور اگر عورت کی دبر پیچھے یا نگاہ نہ کی مقام کو دیکھا تو اس سے حرمت مصاہرہ
ثابت نہیں ہوتی ہو یہ فتاوی قاضیخان میں ہو اور اسیطرح اگر بجماع شیطانی کسی عورت کی دبر میں دخول کیا تو اس سے
حرمت مصاہرہ ثابت نہوگی یہ تبیین میں ہو اور یہی اصح ہو یہ محیط میں ہو اور اسی پر فتوی ہو یہ جواہر اخلاطی میں ہو اور
اگر مردہ عورت سے جماع کیا تو حرمت مصاہرہ ثابت نہوگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہو۔ مسائل متصلہ اگر جورو و مرد میں سے کسی نے
حرمت مصاہرہ واقع ہونے کا اقرار کیا تو اُسکا اقرار ماخوذ کیا جائیگا اور دونوں میں جدائی کرادی جائیگی اور اسیطرح
اگر نکاح سے پہلے ایسا واقع ہونے کا اقرار کیا مثلاً اپنی جورو سے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کرنے سے پہلے تیری ماں سے
جماع کیا ہی تو اس اقرار پر مواخذہ کر کے دونوں میں تفریق کرادیجائیگی ولیکن مہر کے حق میں مرد مذکور کے قول کی تصدیق نکیجائیگی
حتی کہ جو مہر قرار پایا ہو وہ دلایا جائیگا اور یہ نہوگا کہ اُسپر عقر واجب ہو اور ایسے اقرار پر مصر رہنا شرط نہیں ہو چنانچہ اگر
اُسنے اس اقرار سے رجوع کیا اور کہا کہ میں جھوٹ بولا ہوں تو قاضی اُسکے قول کی تصدیق نہ کریگا ولیکن اگر وہ اپنے
اقرار میں دروغ گو ہوگا تو فیما بینہ و بین اللہ تعالی اُسکی عورت اُسپر حرام نہوگی قال المترجم مگر دنیا میں دونوں
میں جدائی ضرور کرادی جائیگی۔ اور امام محمد رح نے کتاب النکاح میں ذکر فرمایا کہ اگر ایک مرد نے کسی عورت سے کہا کہ یہ
عورت میری رضاعی ماں ہو پھر اسکے بعد اس سے نکاح کرنا چاہا اور کہا کہ مجھسے اسمیں خطا ہوئی ہو تو استحساناً اُسکو اختیار
ہوگا کہ عورت مذکورہ سے نکاح کرلے اور ان دونوں صورتوں میں فرق اسطور سے کیا گیا ہو کہ اس صورت میں کہ
جب اُسنے اپنی جورو کی ماں سے وطی کرنے کی خبر دی تو اُسنے اپنے فعل کی خبر دی ہو اور جو فعل اُسنے کیا ہو اُسکے اوپر ایسی
غلط فہمی کا واقع ہونا ایک نادر بات ہو پس اُسکی تکذیب کی تصدیق نکی جائیگی اور رضاعت میں اُسنے ایسے ایسے زمانہ کے فعل کی
خبر نہیں دی کہ جسکو وہ یاد رکھتا ہو بلکہ سماعی ہو سکتا ہو کہ اُسنے کسی سے سنا ہو اور ایسی خبر میں غلط واقع ہونا کچھ نادر بات نہیں ہو

یہ تجنیس و مزید مین ہی اور اگر مرد نے کسی عورت کا بوسہ لیا پھر کہا کہ یہ شہوت سے نہ تھا یا اُسکا مساس کیا یا اُسکی فرج کیطرف
دیکھا پھر کہا کہ شہوت سے نہ تھا تو صدر الشہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے بوسہ لینے کی صورت مین ذکر فرمایا کہ حرمت مصاہرہ
ثابت ہونے کا حکم دیا جائیگا تاوقتیکہ یہ امر ثابت نہو کہ یہ فعل بدون شہوت کے تھا اور چھونے اور فرج کے دیکھنے کی
صورت مین بشہوت حرمت مصاہرہ کا حکم نہ دیا جائیگا تاوقتیکہ یہ ثابت نہو جاوے کہ یہ فعل بشہوت تھا اسواسطے کہ بوسہ
لینے مین اصل یہی ہی کہ شہوت سے ہوتا ہی بخلاف چھونے اور نظر کرنے کے کذا فی المحیط اور یہ اسوقت ہی کہ اسنے فرج کے سوائے
کسی جزو بدن کو چھوا ہو اور اگر فرج کو چھوا ہی تو اسمین بھی اسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی یہ ظہیریہ مین ہی اور شیخ
امام ظہیر الدین مرغینانی قند اور گال و سر کے بوسہ مین اگرچہ منہ پر لے اور پستان مین حرمت مصاہرہ ثابت ہونے کا فتوی دیتے
تھے اور فرماتے تھے کہ اگر اسنے بدون شہوت ہونے کا دعویٰ کیا تو اسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی اور امالی مین لکھا ہی
کہ اگر اسنے چھونے کی صورت مین شہوت ہونے سے انکار کیا تو اسکے قول کی تصدیق کیجائیگی لیکن اگر ایسا ہوا کہ اسکا
آلہ تناسل کھڑا ہوا اور اسنے عورت کو ایسی حالت مین چمٹا لیا ہو تو تصدیق نہ کیجائیگی یہ محیط مین ہی اور اگر عورت کی
چھاتی پکڑ لی اور کہا کہ یہ فعل بشہوت نہ تھا تو تصدیق نہ کیجائیگی اسواسطے کہ اکثر یہ ہوتا ہی کہ شہوت سے ہوتا ہی اسی طرح اگر عورت
کے ساتھ جانور سواری پر سوار ہوا تو بھی یہی حکم ہی بخلاف اسکے اگر اسکی پیٹھ پر سوار ہو کر پانی سے عبور کیا تو
ایسا حکم نہین ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور اگر گواہون نے یون گواہی دی کہ اسنے اقرار کیا کہ اسنے شہوت سے چھوا یا
بوسہ لیا ہی تو گواہی مقبول ہوگی یہ جواہر الاخلاطی مین ہی اور فقط شہوت سے چھونے اور بوسہ لینے پر گواہی آیا مقبول ہوگی
یا نہوگی تو اسمین اختلاف ہی اور مختار یہ ہی کہ مقبول ہوگی اور فخر الاسلام علی بزدوی کا یہی مذہب ہی کذا فی التجنیس والمزید اور
ایسا ہی امام محمد رحمہ نے نکاح الجامع مین ذکر فرمایا ہی اسواسطے کہ شہوت ایسی چیز ہی کہ جسکے اظہار سے اسپر وقوف حاصل ہو جاتا
ہی پس جسکا آلہ تناسل جنبش کرتا ہی اسکی جنبش آلہ سے اور جسکا آلہ نہین ہی جیسے عورت اسکے دوسرے آثار سے معلوم
ہو جاتا ہی کذا فی الذخیرہ اور یہی مقبول ہی یہ جواہر الاخلاطی مین ہی۔ قاضی علی سغدی رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ
ایک مرد نے نشہ کی مدہوشی مین اپنی دختر کو پکڑ لیا اور اسکا بوسہ لیا اور اسکے ساتھ جماع کرنے کا قصد کیا پس اسکی دختر
نے کہا کہ مین تیری بیٹی ہون پس اسکو چھوڑ دیا پس آیا اس دختر کی مان اس مرد پر حرام ہو جائیگی تو فرمایا کہ ہان
یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص سے دریافت کیا گیا کہ تو نے اپنی بیوی کی مان کے ساتھ کیا کیا اُس نے جواب دیا
کہ مین نے اسکے ساتھ جماع کیا تو فرمایا کہ حرمت مصاہرہ ثابت ہو جائیگی پھر پوچھا گیا کہ اگر پوچھنے والا اور جواب
دینے والا دونون آدمی مسخرے یا ٹھٹھے باز ہون تو فرمایا کہ کچھ فرق نہوگا اور اگر اُس نے دعویٰ کیا کہ مین نے جھوٹ موٹ
سے کہا ہی تو اسکی تصدیق نہ کیجائیگی یہ محیط مین ہی۔ ایک مرد کے پاس ایک باندی ہی اُسنے کہا کہ مین نے اس باندی سے
وطی کی ہی تو یہ باندی اسکے بیٹے کے واسطے حلال نہوگی اور اگر اس شخص کی ملک مین یہ باندی نہو اور اسنے کہا کہ مین نے
اس سے وطی کی ہی تو اسکے پسر کو اختیار ہی کہ اسکی تکذیب کرے اور باندی سے وطی کرے اسواسطے کہ ظاہر حال اسکے
پسر کے واسطے شاہد ہی اور اگر باپ کی میراث مین باندی پائی تو بیٹا اس سے وطی کر سکتا ہی تاوقتیکہ یہ معلوم نہو کہ باپ
نے اس سے وطی کی ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک مرد نے ایک عورت سے بدین شرط نکاح کیا کہ وہ باکرہ ایسی ہی
کہ اسکا پردہ بکارت موجود ہی پھر جب اسکے ساتھ وطی کرنی چاہی تو اسکو پردہ دریدہ پایا پس اُس سے

پوچھا کہ تجھ سے کس شخص نے یہ حرکت کی ہے کہ تیرا پردہ جاتا رہا پس اُسنے جواب دیا کہ تیرے باپ نے پس اگر شوہر نے
اِس قول کی تصدیق کی تو وہ بائنہ ہو گئی اور اُسکو کچھ مہر نہ ملیگا اور اگر تکذیب کی تو وہ اُسکی جورو رہیگی یہ ظہیریہ میں ہے
اور اگر زید کی جورو نے دعویٰ کیا کہ زید کے پسر نے مجھکو بشہوت چھوا ہے تو اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی اور زید کے
بیٹے کا قول قبول ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے باپ کی جورو کا شہوت سے بوسہ لیا یا باپ نے
بیٹے کی جورو کا شہوت سے بوسہ لیا حالانکہ عورت مذکورہ باکرہ مجبور کی گئی تھی اور اُسکے شوہر نے اس فعل کے بشہوت
ہونے سے انکار کیا تو شوہر کا قول قبول ہوگا اور اگر شوہر نے اس زبردستی کرنے والے کے قول کی تصدیق کی تو جدائی
واقع ہو جائیگی اور شوہر پر مہر واجب ہوگا پھر جو کچھ وہ دیگا اُسکو اس فعل کے کرنے والے سے واپس لیگا بشرطیکہ اُسنے
عمداً فساد ڈالنے کا قصد کیا ہو اور اگر عمداً ایسا نہیں کیا ہو تو واپس نہیں لے سکتا ہے اور وطی کرانیکی صورت میں
واپس نہیں لے سکتا اگرچہ اُس نے عمداً فساد ڈالنے کے واسطے وطی کی ہو اسواسطے کہ اس صورت میں اسپر حد شرعی
واجب ہوگی اور حد کے ساتھ مال دونوں جمع نہیں ہوتے ہیں۔ ایک شخص نے دوسرے کی باندی سے نکاح کیا
پھر ہنوز اس مرد نے اُسکے ساتھ دخول نہ کیا تھا کہ باندی نے اپنے شوہر کے پسر کا شہوت سے بوسہ لیا پس شوہر
نے دعویٰ کیا کہ اسنے میرے پسر کا شہوت سے بوسہ لیا ہے اور باندی کے مولے نے اُسکی تکذیب کی تو باندی مذکورہ
اپنے شوہر سے بائنہ ہو جائیگی کیونکہ شوہر نے اقرار کیا کہ اس نے شہوت سے میرے بیٹے کا بوسہ لیا ہے اور شوہر پر آدھا
مہر واجب ہوگا کیونکہ مولے نے اُسکی تکذیب کی ہے یعنے اُس نے شہوت سے بوسہ نہیں لیا ہے اور اگر اس معاملہ میں
باندی نے خود کہا کہ میں نے شہوت سے بوسہ لیا ہے تو اُسکا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ساس نے لڑائی میں
اپنے داماد کا آلۂ تناسل پکڑ لیا پھر کہا کہ یہ امر شہوت سے نہ تھا تو عورت مذکورہ کے قول کی تصدیق کیجائیگی یہ خزانۃ الفتاوی
میں ہے۔ اور امام محمد رح نے نکاح الاصل میں ذکر فرمایا کہ بسبب حرمت مصاہرہ و حرمت رضاع واقع ہونے کے
نکاح مرتفع نہیں ہو جاتا ہے بلکہ فاسد ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اگر تفریق و جدائی واقع ہونے سے پہلے شوہر نے اس عورت
وطی کی تو شوہر پر حد واجب نہ ہوگی خواہ یہ امر اسپر مشتبہ ہو یا نہو یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر کسی عورت سے زنا کیا پھر
توبہ کر لی تو بھی اُسکی دختر اس مرد پر حرام رہیگی اسواسطے کہ اُسکی دختر اس مرد پر ہمیشہ کے واسطے حرام ہو گئی ہے کہ کبھی
اُس سے نکاح نہیں کر سکتا ہے اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ حرمت بسبب وطی حرام کے ثابت ہوتی اور جس چیز سے حرمت مصاہرہ
ثابت ہوتی ہے وہ اُس سے کبھی ثابت ہوتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح لیا
تو کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ اُسکا بیٹا اس عورت کی بیٹی یا ماں سے نکاح کر لے یہ محیط سرخسی میں ہے اور فتاویٰ صغریٰ
میں ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنے ذکر پر کپڑا لپیٹ کر ایک عورت منکوحہ سے جماع کیا پس اگر وہ کپڑا گندہ ہو کہ
فرج کی حرارت اُسکے ذکر سے محسوس ہونے سے مانع ہو تو یہ عورت بعد اس جماع و طلاق کے اپنے پہلے شوہر پر
جس نے اسپر تین طلاق دیدی تھیں حلال ہو جائیگی اور اگر کپڑا گندہ ہو کہ وصول حرارت سے مانع ہو جیسے سوتا رومال
تو عورت مذکورہ پہلے شوہر پر حلال نہوگی کذا فی الخلاصہ قسم سوم وہ عورتیں جو بسبب رضاعت کے حرام ہوتی ہیں
پس ہر وہ عورت جو بسبب قرابت نسب یا مصاہرت کے حرام ہوتی ہے وہ رضاعت سے بھی حرام ہو جاتی ہے جیسا کہ
کتاب الرضاعۃ میں مذکور ہے یہ محیط سرخسی میں ہے قسم چہارم محرمات جمع یعنی اُنکے جمع کرنے کی حیثیت سے

حرام ہیں اور وہ دو قسم کی ہیں اوّل اجنبیات کا جمع کرنا اور دوم زوجات ارحام کا جمع کرنا یعنی جن عورتوں میں
رحم و نسب کی قرابت ہے پس اجنبیات میں یہ حکم ہے کہ مرد کو یہ حلال نہیں ہے کہ چار عورتوں سے زیادہ ایک وقت
میں اپنے نکاح میں جمع کرے یہ محیط سرخسی میں ہے اور غلام کو یہ حلال نہیں ہے کہ دو عورتوں سے زیادہ اپنے نکاح میں جمع
کرے یہ بدائع میں ہے اور مکاتب و مدبر و پسر ام ولد اس حکم میں مثل غلام کے ہیں یہ کفایہ میں ہے اور مرد آزاد کو روا
ہے کہ جتنی اپنی باندیاں چاہے اپنے تحت میں رکھے اگرچہ انکی تعداد کثیر ہو اور غلام کو باندیاں رکھنا جائز نہیں
ہے اگرچہ اسکے مولیٰ نے اسکو اجازت دی ہو یہ حاوی میں ہے اور مرد آزاد کو روا ہے کہ چار عورتیں آزاد و باندیاں اپنے
نکاح میں لاوے کذا فی الہدایہ اور غلام کو روا ہے دو عورتیں خواہ آزاد ہوں یا باندیاں اپنے نکاح میں لاوے یہ
بحر الرائق میں ہے اور اگر مرد آزاد نے آگے پیچھے پانچ عورتوں سے نکاح کیا تو پہلی چار عورتوں سے نکاح جائز ہوگا
اور پچھلی کا نکاح جائز نہ ہوگا اور اگر ایک ہی عقد میں پانچ عورتوں سے نکاح کیا تو پانچوں کا نکاح فاسد ہوگا یعنی
باطل ہوگا اسی طرح اگر تین عورتوں سے غلام نے نکاح کیا تو یہی حکم ہے اور اگر حربی کافر نے پانچ عورتوں سے آگے پیچھے نکاح
کیا پھر یکبارگی سب مسلمان ہو گئے تو بالاتفاق پہلی چار عورتیں اسکے واسطے جائز رہینگی اور پانچویں سے جدائی کرا دیجائیگی اور
اگر حربی مذکور نے سب سے یکبارگی نکاح کیا ہو تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اسکے اور ان سب عورتوں میں
جدائی کرا دیجائیگی اور اگر ایک عورت سے نکاح کیا پھر چار عورتوں سے یکبارگی نکاح کیا تو فقط پہلی عورت کا نکاح جائز ہوگا
یہ فتاوی قاضیخان میں ہے ایک مرد نے ایک عورت سے ایک عقد میں نکاح کیا اور دو عورتوں سے ایک عقد میں اور تین عورتوں
سے ایک عقد میں نکاح کیا اور تقدیم و تاخیر معلوم نہیں ہے تو پہلے فریق والی عورت کا نکاح بہر حال جائز ہوگا اور اسکو اسکا مہر
مسمی ملیگا اور باقی دو فریق کا یہ حکم ہے کہ اسکا بیان بالقول یا بالفعل پر موقوف ہے خواہ ہر دو فریق کی عورتیں زندہ ہوں یا مر گئی
ہوں پس بعد بیان کے جسکے نکاح کا باطل ہونا ظاہر ہوا اسکو نصف مہر ملیگا اور میراث نہ پاویگی یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر ایک عورت نے
دو شوہروں سے ایک ہی عقد میں نکاح کیا تو باطل ہے لیکن اگر ان دونوں میں سے کسی کے پاس چار عورتیں نکاحی موجود ہوں
تو دوسرے کے ساتھ عقد جائز ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور وہ عورتیں جنکے درمیان رحم و نسب کی قرابت ہے سو یہ حکم ہے کہ مرد کو یہ
حلال نہیں ہے کہ سگی دو بہنوں کو نکاح کر کے جمع کرے اور یہ حلال نہیں ہے کہ دو باندیاں جو سگی بہنیں ہیں اپنی ملک میں لا کر دونوں
سے وطی کرے اگرچہ جمع کرنے کا مضائقہ نہیں ہے اور یہی حکم دو رضاعی بہنوں کا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اصل یہ ہے
کہ ہر ایسی دو عورتیں کہ اگر دونوں میں سے کسی ایک جانب سے ہم ایک کو مذکر فرض کریں تو دونوں میں بسبب رضاعت
یا نسب کے انکا نکاح جائز نہ ہو تو ایسی دو عورتوں کا جمع کرنا بھی جائز نہیں ہے کذا فی المحیط پس یہ جائز نہیں ہے کہ مرد
ایک عورت اور اسکی نسبی یا رضاعی پھوپھی یا نسبی یا رضاعی خالہ کو جمع کرے اور مثل اسکے اور عورتیں جن میں قاعدہ مذکور
جاری ہو جمع نہیں کر سکتا ہے اور اگر زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور ہندہ کے پہلے شوہر کی ایک دختر کسی دوسری
عورت کے پیٹ سے ہے اس سے بھی نکاح کیا تو جائز ہے کیونکہ اگر ہندہ کو مذکر فرض کیا جاوے تو اسکو یہ دختر
مذکورہ حلال ہوتی ہے بخلاف اسکے عکس کے اسی طرح ہندہ اور اسکی باندی کا نکاح میں جمع کرنا بھی جائز ہے
اسواسطے کہ اس صورت میں بقاعدہ مذکورہ فرض کرنے سے عدم جواز نکاح بوجہ قرابت نسبی کے یا علاقہ رضاعت
کے نہیں ہے یہ شرح نقایہ شیخ ابو المکارم میں ہے پس اگر ایک شخص نے دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کیا تو اسکے

دونون مین سے ایک باندی سے تمتع حاصل کیا تو پھر اسکے بعد دوسری سے تمتع نہین حاصل کرسکتا ہی اسی طرح اگر ایک باندی خریدی اور اُس سے وطی کرلی پھر دوسری باندی جو اُسکی بہن ہی خریدی تو وہ پہلی باندی سے وطی کرسکتا اور دوسری سے نہین کرسکتا ہی تا وقتیکہ پہلی باندی کو اپنے اوپر حرام نکرلے اور حرام کرلینے کے یہ معنی ہین کہ کسی مرد سے اُسکا نکاح کردے یا اپنی ملک سے نکال دے خواہ بایں طور کہ اُسکو آزاد کردے یا ہبہ کردے یا فروخت کردے یا کسی کو صدقہ دیدے یا اُسکو مکاتب کردے یہ شرح طحاوی مین ہی۔ اور باندی کا کوئی حصہ آزاد کردینا بمنزلہ کل آزاد کرنے کے ہی اسی طرح بعض حصہ کا مالک کرنا گویا بمنزلہ کل کے مالک کردینے کے ہی یہ تبیین مین ہی اور اگر زبان سے کہدیا کہ یہ مجھپر حرام ہی تو ایسی حالت مین اُسکی دوسری بہن اُسپر حلال نہوگی جیسے حالت حیض و نفاس و احرام و صیام مین حلال نہین ہوجاتی ہی یہ غایۃ السروجی مین ہی۔ اور اگر اُس نے دونون سے وطی کرلی ہو تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ دونون مین سے کسی سے وطی کرے تا وقتیکہ دونون مین سے ایک کو اپنے اوپر جسطرح ہمنے بیان کیا ہی حرام نکرلے اور اگر اُسنے اسطرح حرام کرلیا کہ دونون مین سے ایک کو فروخت کردیا یا کسی سے اُسکا نکاح کردیا یا ہبہ کردی پھر کسی سبب سے وہ اُسکو واپس دی گئی یا اُس نے ہبہ سے رجوع کیا یا اُسکے شوہر نے اُسکو طلاق دیدی اور اُسکی عدت گذرگئی تو پھر دونون مین سے کسی سے وطی نہ کرسکیگا جب تک کہ دونون مین سے ایک کو اپنے اوپر بطریق مذکورہ بالا حرام نہ کرلے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور اگر ایک باندی سے نکاح کیا اور ہنوز اُسکے ساتھ ہمبستر نہوا تھا کہ اُسکی بہن کو خود خرید لیا تو خریدی ہوئی باندی سے ہمبستر نہین ہوسکتا ہی اسواسطے کہ منکوحہ باندی کی وطی واسطے نفس نکاح سے بستر تھا بعینہ ہوگیا ہی پس اگر خریدی ہوئی سے وطی کریگا تو ایک بستر مین دونون کو جمع کرنے والا ہوجائیگا یہ شرح طحاوی مین ہی۔ اور اگر اپنی باندی کی بہن سے نکاح کیا حالانکہ باندی سے وطی کرچکا ہی تو نکاح صحیح ہوگا اور جب نکاح صحیح ہوا تو پھر باندی مذکورہ مملوکہ سے وطی نہ کرے اگرچہ اُسنے منکوحہ سے ہنوز وطی نہ کی ہو اور نیز منکوحہ سے بھی وطی نہین کرسکتا ہی جبتک کہ مملوکہ کو اپنے اوپر اسباب مذکورہ مین سے کسی سبب سے حرام نہ کرلے پھر البتہ منکوحہ سے وطی کرسکتا ہی اور اگر مملوکہ سے وطی نہ کی ہو تو منکوحہ سے وطی کرسکتا ہی یہ ہدایہ مین ہی اور اگر اپنی باندی کی بہن سے نکاح فاسد کیا تو اُسکی باندی جس سے اُسنے وطی کرلی ہی اُسپر حرام نہوگی لیکن اگر اُسنے منکوحہ سے وطی کرلی تو البتہ اُسکی مملوکہ باندی اُسپر حرام ہوجائیگی یہ بحر الرائق مین ہی۔ دو بہنون نے ہر ایک نے ایک ہی مرد سے کہا کہ مین نے بعوض اسقدر مہر کے اپنے آپکو تیرے نکاح مین دیا اور دونون کا کلام دونون کے منہ سے ایک ساتھ نکلا مگر مرد نے دونون مین سے ایک کا نکاح قبول کیا تو یہ جائز ہی اور اگر شوہر نے ابتدا کی اور کہا کہ مین نے تم دونون سے ہر ایک سے بعوض ہزار درم مہر کے نکاح کیا پس دونون مین سے ایک نے کہا کہ مین راضی ہوئی اور دوسری نے راضی ہونے سے انکار کیا تو دونون کا نکاح باطل ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی امام محمدؒ نے جامع مین فرمایا کہ ایک شخص نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ کسی عورت سے اُسکی شادی کرا دے اور دوسرے شخص کو بھی اُسی کام کے واسطے وکیل کیا پس دونون وکیلون مین سے ہر ایک نے ایک ایک عورت سے بدون حکم اُس عورت کے اُسکے ساتھ نکاح کردیا حالانکہ دونون عورتین باہم رضاعی بہنین ہین اور دونون کا کلام ایک ساتھ ہی منہ سے نکلے تو دونون نکاح باطل ہین اسی طرح اگر دونون مین سے ایک نکاح برضامندی عورت ہوا یا دونون کی رضامندی

عورت کے ہون تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ دو شخص ایسے ہین کہ وہ وکیل نہین کیے گئے ہین
بلکہ فضولی ہین اور دونون نے دو بہنون کا نکاح ہر دونون کی اجازت سے دو عقد متفرق مین ایک مرد کے ساتھ
باندھا اور ہر دو عورت مین سے ہر ایک کی طرف سے ایک ایک خاطب ہوا اور ہر دو عقد یکجا یا آگے پیچھے ہوئے پھر یہ
خبر مرد کو پہونچی جو شوہر قرار دیا گیا ہی پس اُس نے ہر دو مین سے ایک نکاح کی اجازت دی تو وہ نکاح جائز ہوگا
اور اگر اُن دونون نے ایک ہی عقد مین دونون کا نکاح کر دیا مثلاً باین طور کہ ہر دو وکیل مین سے ہر ایک نے کہا
کہ مین نے فلانہ و فلانہ عورت کا نکاح کر دیا اور ہر دونون کی طرف سے دو مرد خاطب ہوئے تو اُنمین سے کوئی نکاح
جائز نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی - ایک شخص نے دو بہنون سے نکاح کیا حالانکہ ایک بہن کسی شخص غیر کی عدت مین تھی یا
اُسکی منکوحہ ہی تو جو بہن خالی ہی اُسکا نکاح صحیح ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور جس عورت کو طلاق دی ہی اور وہ بحالیکہ
عدت مین ہی پس حالت عدت مین اُسکی بہن سے نکاح نہین جائز ہی خواہ طلاق رجعی کی عدت مین ہو یا بائن کی یا
تین طلاق کی یا نکاح فاسد کی یا وطی بشبہہ کی عدت مین ہو اور جبکہ عدت مین اسکی بہن سے نکاح نہین جائز ہی
اسی طرح ہر ایسی عورت سے جسکا اُسکے ساتھ جمع کرنا نہین جائز ہی نکاح جائز نہوگا اور اسی طرح یہ بھی جائز نہین ہی کہ اس
عدت والی عورت کے علاوہ چار عورتون سے نکاح کرے یہ کافی مین ہی - اور اگر اُسنے اپنی ام ولد کو آزاد کر دیا
تو جب تک اُسکی عدت نہ گذر جاوے تب تک اُسکی بہن سے نکاح نہین کر سکتا اور امام اعظم رح کے نزدیک [illegible]
کے سوائے چار عورتون سے نکاح جائز ہی اور صاحبین رح کے نزدیک اُسکی بہن سے بھی نکاح جائز ہی یہ فتح القدیر مین
ہی اور اگر شوہر نے کہا کہ اس مطلقہ نے مجھے خبر دی تھی کہ میری عدت گذر گئی پس اگر اتنی مدت گذر گئی ہو کہ ایسی کم مدت مین
عدت نہین پوری ہو جاتی ہی تو مرد کا قول قبول نہوگا اور نیز عورت کا بھی قول قبول نہوگا الا اُس صورت مین کہ اپنے
امر کو بیان کرے جو محتمل ہو مثلاً کہے کہ ایسا حمل جسکی خلقت و اعضا ظاہر ہوگئی تھی ساقط ہوگیا ہی اور مثل اسکے - اور
اگر اتنی مدت گذری ہی کہ ایسی مدت مین عدت گذر جاتی ہی پس اگر عورت مذکورہ نے مرد کے قول کی تصدیق کی یا خاموش
رہی یا غائب تھی تو مرد مذکور کو اُسکی بہن سے یا دوسری عورت سے نکاح کرنے کا اختیار ہوگا اور اُسی طرح اگر عورت نے
اُسکی تکذیب کی تو بھی ہمارے علماء کے نزدیک یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی - اور جو عورت مرتدہ ہوگئی ہی جب وہ دار الحرب
مین جا ملی تو اسکے مرد کو اُسکی عدت پوری ہو جانے سے پہلے اُسکی بہن کے ساتھ نکاح کر لینا جائز ہی جیسا کہ عورت مذکورہ
کے مر جانے کی صورت مین ہی پھر اگر وہ مسلمان ہو کر واپس آئی تو دو حال سے خالی نہین یا تو بہن کے ساتھ نکاح کر لینے
سے پہلے واپس آئی یا اُسکے بعد واپس آئی پس اگر بہن سے نکاح کر لینے کے بعد واپس آئی تو بہن کا نکاح فاسد نہوگا
کیونکہ عدت عود نہ کریگی اور دوسری صورت مین بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہی کیونکہ عدت بعد ساقط
ہونے کے بلا سبب جدید عود نہ کریگی اور صاحبین رح کے نزدیک مرد کو اُسکی بہن سے نکاح کرنا جائز نہین ہی اور
مسلمان ہو کر اُسکے واپس آنے کی صورت مین اُسکا دار الحرب مین جا ملنا شرعاً مثل اُسکے غائب ہو جانے کے قرار دیا
جائیگا آیا اُسکو نہین دیکھتے ہو کہ اُسکو اُسکا مال واپس دیا جاتا ہی اور وہ عود کرکے حالت عدت مین ہوگی یہ فتح القدیر مین
ہی - اور ایسی دو عورتون کا جمع کرنا کہ دونون مین سے ہر ایک عورت دوسری عورت کی پھوپی ہی جائز نہین ہی اور نیز ایسی
دو عورتون کا جمع کرنا جنمین سے ہر ایک دوسری کی خالہ ہی جائز نہین ہی اور اسکی صورت یہ ہی کہ دو مرد دونون مین سے

ہر ایک دوسرے مرد کی ماں کے ساتھ نکاح کرے اور دونوں سے لڑکی پیدا ہو پس ہر ایک لڑکی دوسری لڑکی کی پھوپھی ہوگی
اور اگر دونوں مردوں میں سے ہر ایک دوسرے کی دختر سے نکاح کرے اور دونوں کی لڑکیاں پیدا ہوں تو ہر ایک لڑکی
دوسری لڑکی کی خالہ ہوگی یہ ہدایہ میں ہے۔ ایک مرد نے دو عورتوں سے نکاح کا عقد باندھا حالانکہ دونوں میں سے
ایک عورت ایسی ہے کہ اُس سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے مثلاً اس مرد کی ذوات محارم مثل پھوپھی و خالہ وغیرہ ہے یا شوہر والی
ہے یا بت پرست ہے اور دوسری سے نکاح کرنا حلال ہے تو جس سے نکاح حلال ہے اُسکے ساتھ نکاح صحیح ہوگا اور دوسری کا
نکاح فاسد ہو جائیگا اور جو مہر قرار پایا ہے وہ سب اسی کے واسطے ہوگا جس سے نکاح صحیح ہوا ہے اور یہ امام اعظم کا قول ہے
یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر اس عورت کے ساتھ جو حلال نہیں ہے اسنے دخول کر لیا تو اصل میں ذکر ہے کہ اسکو مہر المثل دیا جائیگا بقدر
اور جو مہر قرار پایا ہے وہ سب اُسکو ملیگا جو حلال ہے اور جامع میں فرمایا کہ یہ بر قول امام اعظم ہے یہی قول اصح ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔
قسم ہفتم باندیاں جو حُرّہ کے ساتھ یا حُرّہ کے اوپر نکاح میں لائی جاویں پس حُرّہ کے ساتھ یا حُرّہ کے اوپر باندی کا نکاح میں لانا جائز
نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور مدبرہ و ام ولد کا بھی یہی حکم ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر حُرّہ و باندی کو ایک ہی عقد میں جمع کیا تو
حُرّہ کا نکاح صحیح ہوگا اور باندی کا نکاح باطل ہو جائیگا اور یہ اُسوقت ہے کہ جب اس حُرّہ سے تنہا نکاح کر لینا جائز ہوا اور اگر اس حُرّہ
سے نکاح حلال نہ ہو تو باندی کے ساتھ اسکو ملانے سے باندی کا نکاح باطل نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر پہلے باندی سے نکاح
کیا پھر حُرّہ سے تو دونوں کا نکاح صحیح ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور اگر حُرّہ کو طلاق بائن یا تین طلاق دیکر اسکی عدت
میں باندی سے نکاح کیا تو امام اعظم کے نزدیک نہیں جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور اگر حُرّہ مذکورہ طلاق رجعی
کی عدت میں ہو تو بالاتفاق باندی سے نکاح نہیں جائز ہے یہ کافی میں ہے اور اگر باندی کو حُرّہ سے نکاح کیا حالانکہ حُرّہ مذکورہ
کسی کے نکاح فاسد کی عدت میں ہے یا وطی بشبہہ کی عدت میں ہے تو حسن بن زیاد نے ذکر کیا کہ یہ صورت بھی امام اعظم و صاحبین کے
اختلاف کی ہے اور انکے سوا مشائخ نے فرمایا کہ اس صورت میں باندی کا نکاح بالاتفاق جائز ہوگا اور یہی اظہر و اشبہ ہے
اور اگر باندی کو پہلی طلاق دیکر حُرّہ سے نکاح کیا پھر باندی سے رجوع کر لیا تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے غلام نے ایک حُرّہ
عورت سے نکاح کیا اور اسکے ساتھ دخول کر لیا حالانکہ بدون اجازت اپنے مولی کے ایسا کیا پھر بدون اجازت اپنے
مولی کے باندی سے نکاح کیا پھر مولی نے دونوں کے نکاح کی اجازت دیدی تو حُرّہ کا نکاح جائز ہوگا اور باندی کا نکاح
جائز نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر بدون اجازت باندی کے مولی کے باندی سے نکاح کیا اور اسکے ساتھ دخول
نہ کیا پھر آزاد عورت سے نکاح کیا پھر مولاے باندی نے اجازت دی تو نکاح جائز نہ ہوگا اور اگر باندی مذکورہ کی دختر
جو حُرّہ ہے قبل اجازت کے نکاح کر لیا پھر باندی کے مولی نے اجازت دی تو نکاح جائز ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے ایک شخص
کی ایک دختر بالغہ اور ایک باندی بالغہ ہے پس اسنے ایک مرد سے کہا کہ میں نے یہ دونوں عورتیں ہر ایک انمیں سے بعوض مقدار
مہر کے تیرے نکاح میں دیں اور اس مرد نے باندی کا نکاح قبول کیا تو باطل ہوگا پھر اگر اسکے بعد حُرّہ کا نکاح قبول کر لیا تو
جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اور باندی کے ساتھ نکاح کرنا خواہ باندی مسلمہ ہو یا کتابیہ ہو جائز ہے اگرچہ اسکو حُرّہ عورت سے نکاح
کرنے کی دسترس ہو یہ کافی میں ہے مگر با وجود دسترسی حُرّہ کے باندی سے نکاح کرنا مکروہ ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور چار باندیوں
اور پانچ آزاد عورتوں سے ایک ہی عقد میں نکاح کیا تو باندیوں کا نکاح صحیح ہو جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے قسم ہشتم اُن محرمات کے
بیان میں جنسے غیر کا حق متعلق ہے کسی مرد کو روا نہیں ہے کہ دوسرے کی منکوحہ سے یا دوسرے کی معتدہ سے نکاح کرے کذا فی السراج الوہاج خواہ

اسیر عورت ہو اور اُسکا نکاح جائز نہیں ہو اور اسپر اتفاق ہی کہ ایک حیض سے استبراء کرانے سے پہلے اسکے ساتھ وطی کرنا حلال نہیں ہی یہ ہدایہ میں ہی قسم ہفتم محرمات بالشرک کے بیان میں۔ آتش پرست عورتون اور وثن پرست عورتون کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہی خواہ آزاد ہون یا باندیان ہون کچھ فرق نہیں ہی کذا فی السراج الوہاج اور وثن پرستون میں وہ عورتین بھی داخل ہین جو آفتاب و ستارون کی پرستش کرتی ہین اور اپنی معتقد تصویرون کو پوجتی ہین اور معطلہ و زنادقہ و باطنیہ و اباحیہ اور ہر ایسے مذہب کی عورتین جنکا معتقد کافر ہوتا ہی داخل ہین یہ فتح القدیر میں ہی اور اگر کوئی شخص مشرکہ و مجوسیہ عورت کا مالک ہو تو اُس سے وطی نہیں کرسکتا ہی اور کتابیہ عورت سے خواہ حربیہ ہو یا ذمیہ ہو خواہ آزاد ہو یا باندی ہو مسلمان کو نکاح کرلینا جائز ہی کذا فی محیط السرخسی مگر اولے یہ ہی کہ ایسا نہ کرے اور بدون ضرورت کے انکا ذبیحہ نہ کھایا جائیگا یہ فتح القدیر میں ہی۔ اور اگر مسلمان نے کتابیہ سے نکاح کیا تو مسلمان کو اختیار ہی کہ اسکو بیعہ و کنیسہ جانے سے منع کرے کذا فی السراج الوہاج اور اپنے گھر مین شراب بنانے سے منع کرے کذا فی النہر الفائق اور خون حیض و نفاس و جنابت سے غسل کرنے پر مجبور نہ کریگا یہ سراج الوہاج میں ہی۔ اور اگر مسلمان نے دار الحرب میں کتابیہ عورت سے نکاح کیا تو جائز ہی مگر مکروہ ہی اور اگر اسکو دار الاسلام مین لے آیا تو دونون اپنے نکاح قدیم پر باقی رہینگے یہ فتاوی قاضیخان میں ہی۔ اور اگر مسلمان خود نکل آیا اور اسکو دار الحرب مین چھوڑ آیا تو بسبب تباین دارین کے فرقت واقع ہو جائیگی یہ شرح مبسوط امام سرخسی میں ہی۔ اور بعض نے اگر مبینہ سے گواہون و ولی کے ساتھ نکاح کیا پھر دونون مسلمان ہو گئے اور باطن میں جو نفاق و دین اسلام رکھتے تھے وہ چھوڑ دیا یعنی دل سے مسلمان ہو گئے حالانکہ شوہر نے اسکے ساتھ خلوت کر لی تھی مگر وطی نہیں کی تھی پھر مسلمان ہونے کے بعد عورت مذکورہ نے قبل اسکے کہ پہلے شوہر سے جدائی واقع ہو دوسرے شوہر سے نکاح کرلیا تو شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر دونون اسلام کا اظہار کرتے تھے مگر دل سے کفر کے معتقد تھے تو دونون کا نکاح اوّل جائز ہوگا اور دوسرے شوہر سے عورت کا نکاح جائز نہوگا اور اگر دونون یا ایک کفر کا اظہار کرتے ہون تو دونون بمنزلہ دو مرتدون کے ہونگے کہ انکا نکاح اول صحیح نہوگا اور عورت کا دوسرے سے نکاح صحیح ہوگا۔ یہ فتاوی قاضیخان میں ہی۔ اور ہر وہ آدمی جو دین آسمانی کا معتقد ہی اور اسکے لیے کوئی کتاب آسمانی ہی جیسے صحف ابراہیم و شیث و زبور داؤد وہ اہل کتاب میں شمار ہوگا پس اس فرقہ کی عورتون سے نکاح کرلینا جائز ہوگا اور انکا ذبیحہ کھانا بھی جائز ہوگا یہ تبیین میں ہی۔ اور صابیہ فرقہ کی عورتون سے مسلمان کو نکاح کرنا امام اعظم کے نزدیک جائز مگر مکروہ ہی اور صاحبین رح کے نزدیک نہیں جائز ہی اور یہی حال انکے ذبیحہ کا ہی اور یہ اختلاف اس بنا پر ہی کہ امام اعظم رح کے نزدیک صابی ایک نصرانی قوم ہی کہ زبور پڑھتے ہین اور بعضے کواکب کی اسطرح تعظیم کرتے ہین جیسے ہم لوگ قبلہ کی تعظیم کرتے ہین اور صاحبین رح نے انکا کواکب کی تعظیم کرنا ستارہ پرستی قرار دیا پس مثل وثن پرستون کے ہوگئے یہ کافی و اکثر شروح ہدایہ میں ہی اور جس دختر کے مادر و پدر میں سے ایک کتابی ہو اور دوسرا مجوسی ہو تو وہ اہل کتاب کے حکم میں ہوگی یہ بدائع میں ہی اور اگر مسلمان نے کتابیہ عورت سے نکاح کیا پھر وہ مجوسیہ ہوگئی تو نکاح ٹوٹ جائیگا اور اگر یہودیہ سے نکاح کیا پھر وہ نصرانیہ ہوگئی یا نصرانیہ سے پھر وہ یہودیہ ہوگئی تو نکاح فاسد نہوگا اور اگر صابیہ ہوگئی تو امام اعظم رح کے نزدیک فاسد نہوگا اور صاحبین کے نزدیک فاسد ہو جائیگا یہ جوہرہ نیرہ میں ہی اور شیخ خجندی رح نے فرمایا کہ اصل یہ ہی کہ جو دو دین

اگر ایک ایسے حال پر ہو گیا کہ اگر از سر نو نکاح کیا جاوے تو نا جائز ہو تو ایسی حالت میں جائز نکاح بھی باطل ہو جائیگا یعنی
جب مجوسیت اختیار کرنے سے نکاح فاسد ہو گیا پس اگر یہ فعل اس عورت کی طرف سے ہو تو جدائی ہو جائیگی اور عورت
مذکورہ کو اسکے مہر سے کچھ نہ ملیگا اور نہ متعہ ملیگا اگر قبل دخول کے یہ سبب ہو گئی ہو اور اگر مرد کی طرف سے یہ فعل صادر ہوا
پس اگر دخول سے پہلے پایا گیا تو عورت کو نصف مہر ملیگا بشرطیکہ مہر مسمی و مقرر ہو گیا ہو اور عقد میں مسمی نہ ہوا ہو تو متعہ واجب
ہوگا اور اگر بعد دخول کے مرد مجوسی ہو گیا تو پورا مہر واجب ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور مرتد کو روا نہیں ہے کہ مرتدہ
یا مسلمہ یا اصلی کافرہ عورت سے نکاح کرے اسی طرح مرتدہ عورت کا نکاح بھی کسی کے ساتھ نہیں جائز ہے یہ مبسوط میں ہے
اور مسلمان عورت کا نکاح کسی مرد مشرک یا کتابی سے نہیں جائز ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور بت پرست و مجوسیہ
عورت سوائے مرتد کے ہر کافر کے واسطے جائز ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور ذمی لوگ آپس میں ایک مرد
دوسری عورت سے نکاح کر سکتے ہیں اگرچہ باہم انکی شریعتیں مختلف ہوں یہ بدائع میں ہے۔ اور مسلمان جو عورت
سے نکاح کرنے کے بعد اسکے اوپر کتابیہ آزاد عورت سے نکاح کر سکتا ہے اور اسی طرح کتابیہ عورت پر مسلمہ
عورت کو بیاہ لا سکتا ہے اور باری میں دونوں برابر ہونگی کیونکہ دونوں بحیثیت نکاح میں برابر ہیں یہ قاضیخان کی
شرح جامع صغیر میں ہے قسم ہشتم محرمات بالملک یعنی مملوکہ میں سے جو حرام ہیں پس عورت کے واسطے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنے
غلام کے نکاح میں آوے اور نہیں جائز ہے کہ ایسے غلام کے نکاح میں آوے جو اسکے و غیر کے درمیان مشترک ہو اور جب ملک
پر ملک میں وارد ہو تو نکاح باطل ہو جاتا ہے چنانچہ اگر جورو مرد میں سے کوئی دوسرے تمام کا یا اسکے کسی جزو کا مالک ہوا تو
نکاح باطل ہو جائیگا یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر کسی مرد نے اپنی باندی یا مکاتبہ یا مدبرہ یا ام ولد سے نکاح کیا یا ایسی
باندی سے نکاح کیا جسکے کسی جزو کا مالک ہے تو یہ نکاح نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اسی طرح ایسی باندی سے بھی
نکاح نہیں جائز ہے جس میں اسکا کچھ حق ملک ہو مثلاً ایسی باندی جسکو اسکے مکاتب نے اپنی کمائی سے خریدا ہو یا اسکے
ماذون غلام قرضدار نے خریدا ہو یہ محیط سرخسی میں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اس زمانہ میں اولی یہ ہے کہ اپنی باندی
سے بھی نکاح کرے حتی کہ اگر وہ حرہ ہوگی تو وطی بحکم نکاح حلال ہوگی یہ سراجیہ میں ہے۔ غلام ماذون [illegible] اگر اپنی
منکوحہ کو خریدا تو نکاح باطل نہوگا اسی طرح اگر مکاتب نے اپنی منکوحہ کو خریدا تو نکاح فاسد نہوگا اور اگر مکاتب نے
کوئی باندی خریدی اور اس سے نکاح کیا تو صحیح نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور جس میں سے بعض حصہ آزاد ہو گیا
ہو وہ امام اعظم رح کے نزدیک مکاتب کے حکم میں ہے پس اگر اسنے اپنی زوجہ کو خریدا تو نکاح فاسد نہوگا اور صاحبین رح
کے نزدیک وہ مثل آزاد قرضدار کے ہے پس نکاح فاسد ہو جائیگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر آزاد مرد نے اپنی جورو
باندی کو بشرط خیار خریدا تو امام اعظم کے نزدیک اسکا نکاح باطل نہوگا اور مکاتب نے اگر ایسی عورت سے نکاح کیا جسکا
وہ مملوک تھا یعنی اپنی مولاۃ سے تو صحیح نہوگا اور اگر اس سے وطی کی تو عقر واجب ہوگا اسی طرح اگر مرد نے اپنی مکاتبہ سے
نکاح کیا تو صحیح نہوگا اور اگر اس سے وطی کر لی تو عقر دینا پڑیگا۔ اور اگر مولا نے اپنی مکاتب کرنے والی سے نکاح کرنے کے
بعد آزاد ہو گیا تو نکاح مذکور جائز ہو جائیگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور اگر مکاتب یا غلام نے اپنے مولی کی لڑکی سے
باجازت اپنے مولے کے نکاح کیا تو جائز ہے پھر اگر مولی مر گیا تو غلام کا نکاح فاسد ہو جائیگا اور مکاتب کا نکاح ہمارے نزدیک مولی کے
مرنے سے فاسد نہوگا یہ مبسوط میں ہے پھر اسکے بعد اگر مکاتب کو آزاد ہو گیا تو نکاح برقرار رہیگا اور اگر عاجز ہو کر پھر رقیق کر دیا گیا تو نکاح

نکاح باطل ہو جائیگا پس اگر قبل دخول کے ایسا ہوا تو پورا مہر ساقط ہو جائیگا اور اگر بعد دخول کے ایسا ہوا ہی تو رقبہ
غلام مکاتب مذکور سے جسقدر حصہ دختر ہی اسقدر ساقط ہوگا اور باقی وارثون کے حصہ کے قدر رہیگا اور اگر مولے کے
مرنے کے بعد مکاتب نے دختر مولے سے نکاح کیا تو منعقد نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی قسم ہفتم محرمات بطلاق۔ اگر
مرد آزاد نے عورت آزاد کو تین طلاق دیکر نکاح سے خارج کیا تو جبتک یہ عورت کسی دوسرے شوہر سے نکاح کرکے باہم
دونون وطی سے حظ نہ اٹھاوین تب تک شوہر اوّل کو اُس سے نکاح کر لینا حلال نہین ہی اور نیز ایسی باندی سے جسکو
دو طلاق دیدی ہین قبل دوسرے خاوند یعنی حلالہ کرانے کے نکاح نہین کر سکتا ہی اور جس طرح اُس سے نکاح کرنا حلال نہین
اسی طرح یہ بھی حلال نہین ہی کہ بمالک یمین اُس سے وطی کرے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر کسی باندی سے نکاح
کیا پھر اُسکو دو طلاق دیدین پھر اُسکو خرید کر کے آزاد کر دیا تو حلال نہین ہی کہ بعد آزاد کرنے کے اُس سے نکاح کرے
یہان تک کہ باندی مذکور کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے اور وہ اُس سے وطی کرے پھر اُسکو طلاق دیدے پھر اُسکی عدت
گذر جاوے یہ سراج الوہاج مین ہی مسائل متفرقہ واضح ہو کہ نکاح متعہ باطل ہی اُس سے حلیت نہین حاصل ہوتی
ہی اور چونکہ نکاح متعہ باطل ہی لہذا اُسپر طلاق و ایلا و ظہار کچھ نہین پڑتا ہی اور دونون مین سے کوئی دوسرے کا
وارث بھی نہین ہوتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور متعہ کی صورت یہ ہی کہ ایسی عورت سے جو موانع سے خالی ہی یون
کہے کہ مین تجھسے اتنی مدت مثلاً دس روز یا کہے کہ چندروز بعوض اسقدر مال کے تمتع حاصل کرونگا یا یون کہے کہ مجھے اپنے
نفس سے چندروز یا دس روز یا روز کا ذکر نہ کرے بعوض اسقدر مال کے نفع حاصل کرنے دے یہ فتح القدیر مین ہی اور
نکاح موقت باطل ہی کذا فی الہدایہ خواہ مدت دراز ہو یا کم ہو کچھ فرق نہین ہی یہی اصح ہی اور خواہ مدت معلوم
ہو یا مجہولہ ہو یہ نہر الفائق مین ہی شیخ امام شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر دونون
ایسی کثیر مدت بیان کرین کہ یقین یہ بات معلوم ہو کہ یہ دونون اتنی مدت زندہ نہ رہینگے جیسے ہزار برس مثلاً تو نکاح منعقد
ہوگا اور شرط باطل ہوگی چنانچہ تا قیام قیامت یا خروج دجال یا نزول عیسی علیہ السلام کی مدت لگانے مین بھی
یہی حکم ہی اور ایسا ہی حسن رحہ نے امام ابو حنیفہ رحہ سے روایت کی ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر نکاح مطلقاً بلا قید مدت کیا
ولیکن اپنے دل مین کچھ نیت کر لی کہ اتنی مدت تک اُسکو اپنے ساتھ رکھونگا تو نکاح صحیح ہوگا یہ تبیین مین ہی۔
اور اگر اس سے نکاح کیا بر خلیہ بعد ایک ماہ کے اُسکو طلاق دیدونگا تو یہ جائز ہی یہ بحر الرائق مین اور ترویج نہاریات
مین کچھ مضائقہ نہین ہی یعنی عورت سے اس شرط پر نکاح کرے کہ اُسکے ساتھ فقط دن مین رہیگا رات مین نہ رہیگا تو مضائقہ
نہین ہی یہ تبیین مین ہی اور اگر ایک مرد احرام مین ہو اور ایک عورت احرام مین ہو تو حالت احرام مین دونون کا نکاح
کرنا جائز ہی اسی طرح اگر ولی محرم نے جسکا ولی ہی اُسکا نکاح کر دیا تو جائز ہی اور اگر کسی عورت نے ایک مرد پر دعوے
کیا کہ اسنے میرے ساتھ نکاح کیا ہی اور گواہ قائم کیے اور قاضی نے حکم دیدیا کہ یہ اس مرد کی جورو ہی حالانکہ مرد مذکور نے
اُس سے نکاح نہین کیا تھا تو اس مرد کو اس عورت کے ساتھ رہنا جائز ہی اور اگر وہ اس سے خواہش کرے تو اُس سے
جماع کر سکتا ہی اور یہ امام اعظم کے نزدیک ہی اور یہی امام ابو یوسف رح کا پہلا قول ہی اور امام ابو یوسف کے دوسرے
قول کے موافق اور یہی امام محمد رح کا قول ہی یہ حکم ہی کہ مرد مذکور اُس سے وطی نہین کر سکتا ہی یہ ہدایہ مین ہی پھر واضح ہو کہ
قضاء قاضی انشاء عقد جدید قرار دی جائیگی اسی واسطے یہ شرط ہی کہ عورت مذکورہ اس انشاء عقد کے واسطے محل قابل ہو

لکھی کہ اگر یہ عورت مثلاً شوہر والی ہو گی یا کسی دوسرے کی عدت میں ہو یا اسی مرد کی طرف سے تین طلاق یافتہ ہو تو قضائے مذکور نافذ نہو گی اور عامہ مشائخ کے نزدیک قضائے مذکور کے وقت گواہوں کا حاضر ہونا شرط ہو یہ تبیین میں ہو اور اسی طرح اگر مرد نے عورت پر نکاح کا دعوی کیا تو اسکا حکم بھی یہی ہو اور اسی طرح اگر جھوٹے گواہوں پر طلاق واقع ہونے کا حکم دیدیا گیا باوجودیکہ عورت جانتی ہو کہ یہ خلاف واقع ہو تو عورت مذکورہ کو بعد عدت کے دوسرے مرد سے نکاح کر لینا حلال ہو اور گواہ کو بھی اسکے ساتھ نکاح کر لینا حلال ہو اور مرد اول پر حرام ہو جائیگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک عورت مذکورہ نہ اول کے واسطے حلال ہو گی نہ دوسرے کے واسطے اور امام محمدؒ کے نزدیک جب تک دوسرے شوہر نے اسکے ساتھ دخول نہیں کیا ہو تب تک پہلے خاوند کے واسطے حلال ہو گی اور جب دوسرے خاوند نے اسکے ساتھ دخول کر لیا تو اول پر حرام ہو جائیگی کیونکہ عدت واجب ہو گئی اور دوسرے مرد کے واسطے کبھی حلال نہو گی یہ بحر الرائق میں ہو زید نے ایک عورت پر نکاح کا دعوی کیا اور اسنے انکار کیا پس زید نے اس سو درم پر بدین شرط صلح کی کہ عورت مذکورہ اسکا اقرار کرے پس عورت مذکورہ نے اقرار کیا تو یہ مال بطور مہر لازم ہو گا اور یہ اقرار بمنزلہ انشاء نکاح کے قرار دیا جائیگا پس اگر اقرار مذکور گواہوں کے سامنے ہو تو نکاح صحیح ہو گا اور عورت کو اسکے ساتھ رہنا فیما بینہا وبین اللہ تعالی روا ہو گا ورنہ نکاح منعقد نہو گا اور عورت مذکورہ کو زید کے ساتھ رہنا روا نہو گا اور یہی ٹھیک ہو یہ محیط میں ہو۔

چوتھا باب اولیا کے بیان میں

اولیا جمع ولی کی ہو جو شرعاً دوسرے کے امور کا متولی ہو قال ولایت نکاح چار سببوں سے ثابت ہوتی ہو قرابت و ملک و ولا و امامت و سلطنت یہ بحر الرائق میں ہو اور عورت کے واسطے اقرب ولی یعنی سب سے قریبی ولی اسکا بیٹا ہی پھر پوتا پھر اسی طرح پوتا جاتا ہو نیچے درجہ ہو پھر باپ پھر باپ کا باپ یعنی دادا پھر پردادا علی ہذا جہانتک اوپر درجہ ہو یہ محیط میں ہو پس اگر مجنونہ عورت کا بیٹا ہو اور باپ ہو یا بیٹا و دادا ہو تو شیخین رحمہما کے نزدیک اسکا ولی اسکا بیٹا ہو گا اور امام محمدؒ کے نزدیک باپ ہو گا کذا فی السراج الوہاج اور افضل یہی ہو یہ تبیین میں ہو کہ اسکا باپ اسکے بیٹے کو حکم دیدے کہ تو اسکا نکاح کرا دے تاکہ بلا خلاف جائز ہو یہ شرح طحاوی میں ہو پھر عورت کا سگا بھائی ایک ماں و باپ کا پھر علاتی بھائی یعنی فقط باپ کی طرف سے پھر سگے بھائی کا بیٹا پھر علاتی بھائی کا بیٹا اگرچہ نیچے درجہ میں پوتا وغیرہ ہوں اسی مرتبہ میں ہیں پھر عورت کا سگا چچا یعنی اسکے باپ کا ایک ماں باپ کا سگا بھائی پھر علاتی چچا پھر سگے چچا کا بیٹا پھر علاتی چچا کا بیٹا اگرچہ نیچے تک پوتا وغیرہ ہوں اسی درجہ میں ہیں پھر باپ کا سگا چچا از یک مادر و پدر پھر باپ کا علاتی چچا از جانب پدر فقط پھر ان دونوں کی اولاد اسی ترتیب سے پھر سگے دادا کا سگا چچا از یک مادر و پدر پھر دادا کا علاتی چچا از جانب پدر فقط پھر ان دونوں کی اولاد اسی ترتیب سے پھر وہ مرد جو عورت کا سب سے بعید عصبہ ہوتا ہو اور وہ دور کے چچا کا بیٹا ہو یہ تاتارخانیہ میں ہو اور ان سب کو اسی ترتیب سے دختر صغیرہ و پسر صغیر پر جبر کرنے کا بھی اختیار ہو اور بالغ ہو جانے کی حالت میں اگر مجنون ہو جاویں تو بھی جبر کا اختیار ہو یہ بحر الرائق میں ہو پھر ان اولیائے مذکورین کے بعد مولائے عتاقہ کو ولایت حاصل ہو خواہ مذکر ہو یا مونث ہو پھر اسکے بعد مولائے عتاقہ کے عصبہ کو ولایت ملتی ہو یہ تبیین میں ہو اور اگر عصبہ نہو تو ذوی الارحام میں ہر قرابت دار جو صغیر و صغیرہ کا وارث ہو سکتا ہو وہ ان دونوں کی تزویج کا مختار ہوتا ہو یہی امام اعظمؒ کا ظاہر الروایۃ ہو اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ذوی الارحام کے واسطے ولایت کا کچھ استحقاق نہیں ہو اور امام ابو یوسفؒ کا قول مضطرب ہو

اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک انھین ہی مرتبہ مین چنانچہ سب سے قریب حقیقی قرابت والی ان ہی پھر دختر پھر دختر کی دختر پھر دختر
کی دختر پھر پوتے کی دختر پھر دختر کی دختر کی دختر پھر ایک ماں و باپ سے سگی بہن پھر فقط باپ کی طرف سے
علاتی بہن پھر فقط ماں کی طرف سے اخیافی بھائی و بہن پھر انھین ترتیب سے انکی اولاد یہ کذا فی فتاوی قاضیخان
پھر بہنون کی اولاد کے بعد پھوپھیان پھر ماموں پھر خالائین پھر چچاؤں کی بیٹیان پھر پھوپھیون کی بیٹیان اور
اور واضح رہے کہ جب فاسدہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک بہن کے بہ نسبت اولی و اقدم ہوتا ہے یہ فتح القدیر مین ہے پھر ان کے
بعد مولے الموالات کو ولایت حاصل ہوتی ہے پھر سلطان کو پھر قاضی کو اور جسکو قاضی نے مقرر کیا ہے یہ محیط مین ہے
اور واضح ہو کہ جسکے نکاح مین ولی کی ضرورت ہے اسکے نکاح کرا دینے کا قاضی کو جب ہی اختیار ہوگا کہ جب قاضی کے
منشور مین اور عہدنامہ مین یہ امر درج ہوا اور اگر قاضی کے عہدنامہ و منشور مین یہ امر درج نہو تو وہ ولی نہین ہوسکتا ہے پس اگر قاضی
نے عورت کا نکاح کر دیا حالانکہ سلطان نے اسکو اسطرح ولی ہونے کی اجازت نہین دی تھی پھر اسکو اس امر کی اجازت
دی پھر قاضی نے اس نکاح کی اجازت دیدی تو استحسانا نکاح جائز ہو جائیگا کذا فی فتاوے قاضیخان اور یہی
محیط سرخسی مین ہے قاضی نے اگر صغیرہ کو اپنے ساتھ بیاہ لیا تو یہ نکاح بلا ولی ہوگا اسواسطے کہ قاضی اپنی ذات کے حق
مین رعیت ہے اور اسکا حق اسکو حاصل ہو جو اس سے اوپر ہے وہ والی ملک اور واضح رہے کہ والی ملک بھی اپنی ذات کے
حق مین رعیت ہے اور اسی طرح خلیفۃ الاسلام بھی اپنی ذات کے حق مین رعیت ہے یہ محیط مین ہے اور چچا کو یہ اختیار
ہے کہ اپنے چچا کی دختر کا نکاح اپنے ساتھ کر لے یہ حاوی مین ہے اور قاضی نے اگر دختر صغیرہ کا نکاح اپنے بیٹے کے ساتھ
کر دیا تو نہین جائز ہے بخلاف باقی اولیا کے یہ محیط سرخسی مین ہے اور وصی کو صغیر یا صغیرہ کے نکاح کر دینے کی ولایت
نہین ہے خواہ صغیر یا صغیرہ مذکور کے باپ نے اس امر کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو لیکن اگر وصی ایسا شخص ہو کہ
ان دونون کی ولایت پہونچتی ہے تو ایسی حالت مین وہ بحکم ولایت انکا نکاح کر دیگا مگر وصی ہونے کی وجہ سے نہین
کر سکتا ہے یہ محیط مین ہے اور اگر صغیر یا صغیرہ کسی مرد کی گود مین پرورش پاتے ہون جیسے ملتقط یا ... تو مرد انکا نکاح
کر دینے کا مختار نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اور مملوک کا استحقاق ولایت کسی پر نہین ہے اور نیز مکاتب کی
ولایت اسکے فرزند پر نہین ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور مسلمان مرد یا عورت پر نابالغ و مجنون اور کافر کی ولایت نہین ہے
کذا فی الحاوی اور نیز کافر مرد یا عورت پر مسلمان کی ولایت نہین ہے یہ نہر الفائق مین ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اسکا تمام
پر یون کہنا چاہیئے کہ لیکن اگر مسلمان کسی کافرہ باندی کا مولی ہو یا سلطان ہو تو اسکو ولایت حاصل ہوگی یہ البحر الرائق
مین ہے اور کافر کو اپنے مثل کافر پر ولایت حاصل ہوتی ہے یہ تبیین مین ہے اور مرتد کی ولایت کسی پر نہین ہوتی نہ
مسلمان پر اور نہ کافر پر اور نہ اپنے مثل مرتد پر یہ بدائع مین ہے اور فاسق ہونا ولی ہونے سے مانع نہین ہوتا ہے یہ
فتاوے قاضی خان مین ہے اور اگر ولی کو جنون ہو گیا کہ برابر رہتا ہے اور جنون مطبق ہو تو اسکی ولایت جاتی رہیگی اور
اگر کبھی مجنون رہتا ہے اور کبھی اسکو افاقہ ہو جاتا ہے تو حالت افاقہ مین اسکے تصرفات نافذ ہونگے یہ ذخیرہ مین ہے اور
جنون مطبق کی مقدار امام رح نے ایک روایت کے موافق ایک مہینہ کامل مقدر فرمائی ہے اور اسی پر فتوی دیا جاتا ہے
یہ وجیز کردری و بحر الرائق مین ہے اور اگر لڑکا جب بالغ ہوا تو معتوہ یا مجنون بالغ ہوا تو اسکی جان و مال پر اسکے باپ
کی ولایت باقی رہیگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اور فتاوے ابو اللیث مین ہے کہ باپ نے اپنے بیٹے کے ساتھ

کسی عورت کا نکاح کر دیا اور ہنوز اُسکے پسر بالغ مذکور نے اجازت نہ دی تھی کہ اسکو جنون مطبق ہو گیا پس باپ نے
اس نکاح کی اجازت دیدی تو جائز ہو جائیگا اور فقیہ ابو بکر رحمۃ اللہ نے اس صورت کے سوائے دوسری صورت میں اختلاف
ذکر کیا ہی اور فرمایا کہ اگر پسر جب بالغ ہوا تو عاقل تھا پھر مجنون یا معتوہ ہو گیا تو بنا بر قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے
قیاساً باپ کی ولایت عود نہ کریگی حتیٰ کہ اگر باپ نے اُسکے مال میں تصرف کیا یا کسی عورت کو اسکے نکاح میں کر دیا تو
جائز نہیں ہی بلکہ یہ ولایت قاضی کی طرف عود کریگی اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک استحساناً ولایت باپ کی طرف عود
کریگی۔ اور فقیہ ابو بکر میدانی نے فرمایا کہ ہمارے علمائے ثلٰثہ کے نزدیک ولایت باپ کی طرف عود کریگی یہ ذخیرہ
میں ہی۔ اور اگر باپ مجنون یا معتوہ ہو گیا تو پسر کو اُسکے مال میں تصرف کرنے کی ولایت حاصل نہوگی اور نکاح
کرا دینے میں امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ولایت حاصل ہو گی کذا فی الوجیز للکردری اور یہی صحیح ہی یہ غیاثیہ
میں ہی۔ اور اگر صغیر یا صغیرہ کے دو ولی برابر رتبہ کے جمع ہوئے جیسے سگے دو بھائی یا دو چچا تو ہمارے نزدیک دونوں
میں سے جس نے نکاح کر دیا جائز ہی کذا فی فتاوی قاضی خان خواہ دوسرا ولی اسکی اجازت دے یا فسخ کرے
بہر حال جائز ہوگا بخلاف اسکے اگر ایک باندی دو آدمیوں میں مشترک ہو اور ایک نے اُسکا نکاح کر دیا تو بدون اجازت
دوسرے شریک کے جائز نہوگا اور فتاوے میں مذکور ہی کہ اگر ایک باندی کے جو دو آدمیوں میں مشترک ہی بچہ پیدا ہوا اور دونوں
نے معاً اسکے نسب کا دعوے کیا حتیٰ کہ ہر ایک دونوں سے اسکا نسب ثابت ہو گیا تو ہر ایک دونوں میں سے اسکے
نکاح کر دینے کا تنہا مختار ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہی اور اگر دونوں نے آگے پیچھے اسکا نکاح کیا تو پہلا نکاح جائز
ہوگا اور دوسرا جائز نہوگا اور اگر دختر مذکورہ کا نکاح دونوں میں سے ہر ایک نے ایک ایک مرد کے ساتھ ایک ہی
وقت میں معاً کر دیا یا آگے پیچھے کیا مگر یہ معلوم نہیں ہوتا ہی کہ اول کون نکاح ہی تو دونوں عقد باطل ہو جائینگے یہ
فتاوی قاضی خان میں ہی۔ اور اگر صغیر یا صغیرہ کا نکاح ایسے ولی نے کر دیا جو ابعد ہی پس اگر اقرب بلحاظ سبب کے
قریب مرتبہ کا ولی حاضر ہو اور وہ ولی ہونے کی اہلیت بھی رکھتا ہو تو دور والے ولی کا نکاح اقرب ولی کی اجازت
پر موقوف رہیگا اور اگر اقرب ولی اہلیت ولایت نہ رکھتا ہو مثلاً نابالغ ہو یا بالغ مجنون ہو تو دور والے کا نکاح کر دینا
جائز ہوگا اور اگر اقرب ولی غائب ہو پس اگر اسطرح غائب ہو کہ اُسکی غیبت منقطعہ ہو تو دور والے ولی کا نکاح
کر دینا جائز ہوگا یہ محیط میں ہی۔ اور باندی کا مولے اگر غائب ہو تو اقارب کو اُسکے نکاح کر دینے کا اختیار نہیں ہی
یہ سراج الوہاج میں ہی۔ اور واضح ہو کہ غیبت منقطعہ کی تقدیر یوں بیان کی گئی ہی کہ اتنی دور ہو کہ جتنی دوری پر
مسافر نماز کو قصر کرتا ہی اور اسی کو اکثر متاخرین نے اختیار کیا ہی اور اسی پر فتوے ہی اور شمس الائمہ سرخسی اور امام
محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اصح یہ ہی کہ ایسی حالت میں ہو کہ اسکی رائے لینے کے وقت تک جس مرد نے خطبہ کیا ہی
اور وہ ہر طرح سے کفو ہو یا تھ سے جاتا رہے اور یہ احسن قول ہی کذا فی التبیین اور اسی پر فتوے ہی کذا فی
جواہر الاخلاطی حتے کہ اگر وہ شہر ہی میں کسی جگہ اسطرح چھپا ہو کہ اُسکے حال پر وقوف نہیں ہوتا ہی تو یہ بھی غیبت منقطعہ
ہوگی یہ شرح مجمع البحرین میں ہی۔ اور اگر دور کے ولی نے نزدیک کے ولی کے موجود ہونے کی صورت میں نکاح
کر دیا حتے کہ نزدیک والے ولی کی اجازت پر نکاح موقوف ہوا پھر نزدیک کا ولی غائب ہو گیا اور ولایت
بجانب ولی بعید منتقل ہوئی تو جب تک کہ ولی بعید از سر نو اس نکاح کی اجازت اُسکی جانب ولایت منتقل ہو جانے کے بعد

نہ دے تب تک نکاح مذکور جائز نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور ہمارے مشائخ نے اس امر میں اختلاف کیا ہے کہ ولی اقرب
کے غائب ہو جانے سے اُسکی ولایت جاتی رہتی ہے یا باقی رہتی ہے تو بعض نے فرمایا کہ ولی اقرب کی ولایت باقی رہتی ہے
لیکن ولی بعید کے واسطے ولی قریب کے غائب ہو جانے کی حالت میں استحقاق ولایت جدید پیدا ہوتا ہے پس ایسا ہو جاتا
ہے کہ گویا عورت کے واسطے مساوی درجہ کے دو ولی مثل دو بھائی یا دو چچا کے موجود ہیں اور بعضوں نے فرمایا کہ ولی
قریب کی ولایت زائل ہو کر ولی بعید کی جانب منتقل ہو جاتی ہے اور یہی اصح ہے یہ بدائع میں ہے پس اگر ولی اقرب نے
جہاں ہے وہیں سے عورت کا نکاح کر دیا تو اسمیں کوئی روایت نہیں ہے اور چاہیے کہ یہ جائز نہ ہو اسواسطے کہ اسکی ولایت
زائل ہو گئی ہے کذا فی محیط السرخسی اور فتاوے قاضی خان و ظہیریہ میں ہے کہ اگر ولی اقرب نے جہاں ہے وہیں سے
عورت کا نکاح کر دیا تو اسمیں اختلاف ہے اور ظاہر یہ ہے کہ جائز ہوگا انتہی۔ پس اگر ولی قریب اور ولی بعید دونوں
کا عقد کرنا ایک ساتھ واقع ہوا تو دونوں عقد جائز ہونگے اسی طرح اگر ایسی صورت واقع ہو کہ ہر دو عقد آگے پیچھے واقع
ہوئے ہوں مگر یہ معلوم نہوا کہ اول کون واقع ہوا ہے تو بھی یہی حکم ہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے اور ولی قریب کے
آ جانے پر ولی بعید کی ولایت باطل ہو جائیگی مگر جو عقد اُس نے قرار دیا ہو وہ باطل نہوگا کیونکہ یہ عقد وقت انعقاد اُسکے
پوری ولایت حاصل ہونے کی حالت میں کیا ہے یہ تبیین میں ہے۔ اور اصل در باب جامع ہے کہ اگر ولی اقرب نے تنگ
کرنا شروع کیا اور ظلم کرنا چاہا تو ولی بعید کی جانب ولایت منتقل ہو جائیگی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر ولی غائب ہو گیا یا اُسنے
تنگ کرنا شروع کیا یا باپ دادا مرد فاسق ہیں تو قاضی کو اختیار ہوگا کہ عورت کا نکاح اسکے کفو کے ساتھ کر دے
یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور صغیر و صغیرہ کے ولی کو اختیار ہے کہ دونوں کا نکاح کر دے اگرچہ دونوں اس پر راضی
نہوں یہ برجندی میں ہے خواہ عورت باکرہ ہو یا ثیبہ ہو یہ عینی شرح کنز میں ہے اور معتوہ و معتوہہ اور مجنون و مجنونہ
مثل صغیر و صغیرہ کے ہیں کہ انکے ولی کو اُنکے نکاح کر دینے کا اختیار ہے بشرطیکہ جنون مطبق ہو یہ نہر الفائق میں ہے
اور اگر دختر صغیرہ کا نکاح باپ و دادا کے سوائے دوسرے ولی نے باندھا تو احتیاط یہ ہے کہ عقد دو مرتبہ باندھے
ایک مرتبہ بعوض مہر مسمی کے یعنی مہر مقرر کر کے اُسکو بیان کر دے اور دوسری بار بغیر مہر مسمی کے اور یہ دو باتوں
کے واسطے کرنا اچھا ہے ایک بات تو یہ ہے کہ اگر مہر مسمی میں کچھ کمی ہو گی تو نکاح اول صحیح نہوگا پس ایسی صورت میں دوسرا
نکاح بعوض مہر مثل کے صحیح ہو جائیگا اور دوسری بات یہ ہے کہ شاید اگر شوہر نے اس لفظ سے قسم کھائی ہو کہ اگر میں کسی
عورت سے نکاح کروں یا یہ لفظ کہ ہر عورت جس سے میں نکاح کروں اُسکو طلاق ہے تو عقد اول سے قسم پوری ہو جائیگی
اور دوسرا عقد بعوض مہر مثل کے منعقد ہوگا۔ اور اگر نکاح باندھنے والا باپ یا دادا ہو تو بھی صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک انھیں
دونوں وجہوں سے ایسا کرنا چاہیے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک فقط وجہ اخیر کے لحاظ سے ایسا کرنا چاہیے یہ تجنیس و مزید
میں ہے۔ اور اگر صغیر و صغیرہ کا نکاح انکے باپ و دادا نے کر دیا ہو تو بعد بالغ ہونے کے دونوں کو اختیار نہوگا اور اگر سوائے
باپ دادا کے دوسرے ولی نے نکاح کر دیا ہو تو وقت بالغ ہونے کے دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہوگا چاہے
نکاح پر قائم رہے اور چاہے فسخ کر دے اور یہ امام اعظم و امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے اور اسمیں حکم قاضی [illegible]
جو باندی کہ کسی غلام کے نکاح میں ہے اور آزاد کی گئی اور اُسکو خیار حاصل ہوا کہ چاہے اپنے شوہر کے ساتھ [illegible]
فسخ کر دے تو اسمیں فسخ کے واسطے حکم قاضی شرط نہیں ہے یہ ہدایہ میں ہے پس اگر بلوغ کے بعد صغیر یا صغیرہ نے [illegible] اختیار [illegible]

قاضی نے دونوں میں تفریق نہ کرائی یہاں تک کہ دونوں میں سے ایک مرگیا تو باہم ایک دوسرے کے وارث ہونگے اور جب تک قاضی دونوں میں تفریق نہ کرائے تب تک شوہر کو اُسکے ساتھ وطی کرنا حلال ہے یہ بسوط میں ہے اور اگر قاضی نے یا امام المسلمین نے نکاح کر دیا تو خیار بلوغ ثابت ہوگا اور یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ کافی میں ہے۔ اور قاضی بدیع الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک صغیرہ نے اپنے آپ کو اپنے کفو مرد کے نکاح میں دیا اور اس صغیرہ کا کوئی ولی نہیں ہے اور اس موضع میں کوئی قاضی نہیں ہے تو فرمایا کہ نکاح منعقد ہوگا لیکن اس صغیرہ کے بالغ ہونے کے بعد کی اجازت پر موقوف رہیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر صغیرہ لڑکی نے اپنے تئیں نکاح میں دیا پھر اُسکے بھائی نے جو اُسکا ولی ہے اجازت دیدی تو نکاح جائز ہوگا اور صغیرہ مذکورہ کو خیار بلوغ حاصل ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور جو خیار صغیرہ کو حاصل ہے وہ بعد بلوغ کے اُسکی خاموشی سے باطل ہو جائیگا بشرطیکہ وہ باکرہ ہو اور اس خیار کا امتداد آخر مجلس تک کہ جسمیں اُسکو خبر نکاح پہونچی ہے نہ ہوگا چنانچہ اگر اُس نے بالغ ہونے پر سکوت کیا حالانکہ وہ باکرہ ہے تو خیار باطل ہو جائیگا اور اگر بعد ورود اصل ثیبہ ہو یا باکرہ ہو لیکن اُسکے خاوند نے اُسکے ساتھ وطی کرلی ہو پھر وہ شوہر کے پاس بالغ ہوئی تو سکوت سے اسکا خیار باطل نہ ہوگا اور نہ مجلس سے کھڑے ہوجانے سے باطل ہوگا بلکہ جبھی باطل ہوگا کہ وہ صریحاً نکاح پر راضی ہو جاوے یا اسکی طرف سے ایسا فعل پایا جاوے جو رضامندی پر دلالت کرتا ہو جیسے جماع کرنے پر مرد کو قابو دیدے یا نفقہ طلب کرے یا اسکے مثل کوئی فعل کرے اور اگر اُسنے شوہر کا کھانا کھالیا یا دستور اُسکی خدمت کی تو اپنے خیار پر رہیگی اور اگر بالغ ہوتے ہی اُسکو نکاح کا حال معلوم ہوا کہ فلان مرد کے ساتھ اُسکا نکاح کیا گیا ہے لیکن اُسکو اپنے واسطے خیار ثابت ہونے سے جہل طاری ہوا پس خاموش ہو رہی تو اُسکا خیار باطل ہو جائیگا اور اگر اُسکو بالغ ہوتے ہی اپنے نکاح ہو جانے کا حال معلوم نہوا تو بروقت معلوم ہونے کے اُسکو خیار حاصل ہوگا۔ اور اگر بالغ ہونے پر اُس نے شوہر کا نام پوچھا یا مہر بھی دریافت کیا یا شہود کو سلام کیا تو خیار بلوغ باطل ہو جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر عورت کے واسطے بالغ ہونے پر دو حق مجتمع ہوں ایک حق شفعہ اور دوسرا خیار بلوغ تو یوں کہے کہ میں دونوں حق طلب کرتی ہوں پھر دونوں کی تفسیر بیان کرنے میں پہلے خیار نفس بیان کرے یعنی مثلاً کہے کہ میں نے نکاح فسخ کیا یہ سراج الوہاج میں ہے اور طفل کا خیار بلوغ باطل نہیں ہوتا ہے جب تک یہ نہ کہے کہ میں راضی ہوا یا ایسا فعل نہ کرے جو رضامندی پر دلالت کرتا ہے اور مجلس سے کھڑے ہو جانے سے طفل کا خیار نہیں جاتا ہے بلکہ رضامند ہونے سے جاتا رہتا ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر دختر حیض آنے سے بالغ ہوئی تو خون دیکھنے کے ساتھ اگر وہ اپنی نفس کو اختیار کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر اُسنے رات میں خون دیکھا تو کہے کہ میں نے نکاح فسخ کیا اور جب صبح ہو تو گواہ کرے اور اسکو یہی کہنا چاہیئے کہ میں نے اسوقت خون دیکھا ہے اسوجہ سے کہ اصل شرعی کے موافق اسکا یہ قول کہ میں نے رات کو خون دیکھکر نکاح فسخ کیا ہے محکمہ قضا میں قبول نہوگا یہ مجموع النوازل میں مذکور ہے اور شیخ رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ عورت کا یہ کہنا کہ میں نے اسی وقت خون دیکھا ہے اگرچہ کذب ہے لیکن بعضی جگہ کذب مباح ہے یہ خلاصہ میں ہے ہشام رح نے فرمایا کہ میں نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ ایک صغیرہ کو اُسکے چچا نے بیاہ دیا پھر اُسکو حیض آیا پس اُسنے کہا کہ الحمد للہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا پس وہ اپنے خیار پر ہے پس اُسنے وقت حیض آنے کے اپنے خادم کو بھیجا کہ گواہ بلا لاوے تاکہ انکو اپنے اختیار پر گواہ کرے پس اُسکو گواہ نہ ملے اور وہ ایسی جگہ پر مقیم تھی کہ لوگ وہاں ملتے نہ تھے تا آنکہ چند روز تک

وہ اسی حال پر رہی کہ اسکو گواہ نہ ملے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ مین نکاح اُسکے حق مین لازم کرونگا پس امام محمدؒ نے اس
امر کو عذر نہین ٹھہرایا یہ مبسوط مین ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اگر صغیرہ نے بالغ ہوتے اپنے نفس کو
اختیار کیا اور اس پر گواہ کر لیے مگر دو مہینہ تک قاضی کے حضور مین نگئی تو وہ اپنے خیار پر ہیگی تا وقتیکہ اُس نے
شوہر کو اپنے ساتھ جماع نہ کرنے دیا ہو یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر خیار بلوغ مین اختلاف ہوا کہ عورت نے کہا کہ مین نے
بالغ ہوتے ہی اپنے نفس کو اختیار کیا اور نکاح رد کر دیا ہے اور شوہر نے کہا کہ نہین بلکہ خاموش رہی اور تیرا
خیار ساقط ہو گیا ہے تو قول شوہر کا معتبر ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر لونڈی صغیرہ اور غلام صغیر ہو کہ مولے نے ان دونون
کا نکاح کر دیا پھر ان دونون کو آزاد کر دیا پھر دونون بالغ ہوئے تو دونون کو خیار بلوغ حاصل ہونیکی کوئی ضرورت
نہین ہے اسواسطے کہ خیار عتق دونون کو حاصل ہوا ہے یہی کافی ہے حتے کہ اگر مولے نے صغیرہ باندی کو آزاد کر کے
اُسکا نکاح کیا پھر وہ بالغ ہوئی تو اُسکو خیار بلوغ حاصل ہوگا جیسا کہ امام اسبیجابی نے ذکر کیا یہ بحر الرائق مین ہے۔
ایک مسلمان مرتد ہو گیا اور دار الحرب مین چلا گیا اور اپنی جورو و صغیرہ دختر دار الاسلام مین چھوڑ گیا اور صغیرہ مذکورہ کے
چچا نے کسی مسلمان سے اسکا نکاح کر دیا تو نکاح جائز ہوگا اور صغیرہ مذکورہ کو بوقت بلوغ کے خیار حاصل ہوگا اور
اگر ہنوز بالغ نہوئی تھی کہ یہ دختر اور اسکا شوہر و اُسکی مان سب مرتد ہوکر دار الحرب مین چلے گئے تو نکاح
بحال رہیگا پھر اگر سب قید ہوکر اسلام مین داخل ہوئے تو دختر اور اسکی مان دونون مملوک ہونگی اور باپ و شوہر
دونون آزاد ہونگے پھر اگر باندی صغیرہ بالغ ہوئی تو اُسکو کچھ اختیار حاصل نہوگا ہان اگر آزاد کر دی جاوے تو اسکو
خیار عتق حاصل ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور واضح رہے کہ خیار بلوغ کی وجہ سے جو فرقت و جدائی ہو جاتی ہے وہ
طلاق نہین ہے کیونکہ اس فرقت کا سبب فقط مرد کا ہاتھ مین نہین ہے بلکہ اسمین مرد و عورت دونون مشترک ہین
اور اسی طرح خیار عتق سے جو فرقت پیدا ہوتی ہے وہ بھی طلاق نہین ہے بخلاف عورت مخیرہ کے یعنی جسکو اُسکے خاوند
نے اختیار دیا ہے کہ جب چاہے اپنے کو طلاق دے لے یہ سراج الوہاج مین ہے اور ہمارا ضابطہ یہ مقرر ہوا ہے کہ جو
فرقت از جانب عورت حاصل ہو مگر شوہر کے سبب سے نہو تو وہ فسخ نکاح ہے جیسے خیار عتق و خیار بلوغ اور جو فرقت
از جانب شوہر پیدا ہو وہ طلاق ہے جیسے ایلا کرنا و مجبوب ہونا و عنین ہونا یہ نہر الفائق مین ہے اور جب بسبب
خیار بلوغ کے فرقت ہوگئی پس اگر شوہر نے اُسکے ساتھ دخول نکیا ہو تو عورت کو کچھ مہر نہ ملیگا خواہ مرد نے فسخ اختیار
کیا ہو یا عورت نے اور اگر مرد نے اُسکے ساتھ دخول کر لیا ہو تو اُسکو پورا مہر ملیگا خواہ عورت کے اختیار سے فرقت
واقع ہوئی ہو یا مرد کے اختیار سے پیدا ہوئی ہو یہ محیط مین ہے معتوہہ عورت کو اگر اُسکے باپ یا دادا کے
سواے دوسرے نے بیاہ دیا پھر وہ عاقلہ ہوگئی تو اُسکو خیار حاصل ہوگا اور اگر باپ یا دادا کے بیاہ کر دینے کے
بعد وہ عاقلہ ہوئی تو اُسکو خیار حاصل نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر بیٹے نے اسکا نکاح کر دیا تو یہ مثل ولایت
باپ کے ہے بلکہ اُس سے بھی اولی ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ اور واضح ہو کہ صغیرہ کے ساتھ دخول کرنے کے وقت مین اختلاف
ہے پس بعض نے فرمایا کہ جب تک بالغہ نہو جاے تب تک اُسکے ساتھ دخول نکرے اور بعض نے کہا کہ جب نو برس
کی ہو جاوے تو اُسکے ساتھ وطی کر سکتا ہے یہ بحر الرائق مین ہے اور اکثر مشایخ کا یہ قول ہے کہ اس باب مین سن کا
کچھ اعتبار نہین ہے بلکہ طاقت کا اعتبار ہے پس اگر بھاری بھر کم موٹی تازی ہو کہ مرد کے ہم بستری کی طاقت رکھتی ہو اور

اس فعل سے اُسکے مریض ہو جانے کا خوف نہو تو شوہر اُسکے ساتھ دخول کرسکتا ہی اگرچہ وہ نو برس کی نہوئی ہو اور اگر
پتلی دبلی ہوکر جماع کی طاقت نہ رکھتی ہو اور اس فعل سے اُسکے بیمار ہو جانے کا خوف ہو تو شوہر کو اُسکے ساتھ دخول کرنا
حلال نہیں ہی اگرچہ اُسکا سِن زیادہ ہوا ہو اور یہی صحیح ہی اور اگر شوہر نے مہر ادا کیا اور قاضی سے درخواست کی کہ عورت کے
باپ کو حکم دیا جاوے کہ عورت کو سپرد کرے پس اُسکے باپ نے کہا کہ وہ صغیرہ ہی کہ مرد کے لائق نہیں ہوئی ہی اور جماع کی
متحمل نہیں ہوسکتی ہی اور شوہر نے کہا کہ نہیں بلکہ وہ متحمل ہوسکتی ہی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر عورت مذکورہ باہر نکلتی ہو تو قاضی کے
قضا میں حاضر کرائی جاوے اور دیکھا جاوے پس اگر مرد کے لائق ہو تو اُسکے باپ کو حکم دیا جائیگا کہ شوہر کے سپرد کرے
اور اگر مرد کے لائق نظر نہ آوے تو یہ حکم نہ دیا جاویگا اور اگر عورت مذکورہ باہر نہ نکلتی ہو تو معتمد عورتوں کو بھیجکر دریافت
کرا دے پس اگر انھوں نے کہا کہ مرد کا بوجھ اُٹھا سکتی ہی اور جماع کی طاقت رکھتی ہی تو باپ کو اُسکی سپردگی کا حکم دیا جائیگا
اور اگر ثقہ عورتوں نے کہا کہ وہ بوجھ برداشت نہیں کرسکتی ہی تو باپ کو شوہر کے سپرد کرنے کا حکم دیا جائیگا یہ محیط میں ہی
اور امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ظاہر الروایہ کے موافق عورت آزادہ عاقلہ بالغہ کا نکاح بدون ولی کے
نافذ ہو جاتا ہی یہ تبیین میں ہی۔ اور شیخ الاسلام عطا بن حمزہ سے دریافت کیا گیا کہ شافعیہ عورت نے جو باکرہ بالغہ ہی کسی مرد
حنفی سے بدون اجازت اپنے باپ کے نکاح کرلیا اور باپ اسپر راضی نہوا اور اُسنے نکاح مذکور رد کردیا پس آیا یہ نکاح
صحیح ہوگا تو فرمایا کہ ہاں اور اسیطرح اگر اُسنے مرد شافعی سے نکاح کرلیا تو بھی یہی حکم ہی یہ ظہیریہ میں ہی اور جو عورت عاقلہ بالغہ
ہو اگر اُسکی بلا اجازت کسی نے اُسکا نکاح خواہ باپ ہو یا سلطان ہو کردیا تو یہ نکاح اس عورت پر نافذ نہوگا خواہ یہ عورت
باکرہ ہو یا ثیبہ ہو پس اگر ولی نے ایسا کیا تو یہ نکاح اس عورت کی اجازت پر موقوف ہوگا پس اگر اُسنے اجازت دیدی
تو جائز ہو جائیگا اور اگر رد کردیا تو باطل ہو جائیگا یہ سراج الوہاج میں ہی اور اگر اجازت لینے کے وقت باکرہ یا ہنسی
یا خبر نکاح پہونچنے کے بعد ہنسی تو یہ رضامندی ہی ایسا ہی شیخ قدوری و شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہی یہ محیط و کافی میں ہی اور
مشائخ نے فرمایا کہ اگر وہ اسطرح ہنسی کہ گویا جو کچھ اُسنے سُنا ہی اُسپر استہزا کیا تو یہ رضامندی نہیں ہی یہ مبسوط و کافی
میں ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ بحر الرائق میں ہی اور اگر اُسنے تبسم کیا یعنی مسکرائی تو یہ رضامندی ہی اور یہی صحیح ہی [illegible] اور امام
شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہی یہ محیط میں ہی اور اگر وہ رونے لگی تو اسمیں اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ اگر بدون آواز کے
آنسوؤں سے روئی تو یہ رضامندی ہی اور اگر چیخ کر آواز سے روئی تو یہ رضامندی نہیں ہی یہ فتاوی قاضی خان میں ہی
اور یہی اوجہ ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور اگر ولی نے باکرہ بالغہ سے اجازت طلب کی اور وہ خاموش رہی
تو یہ اجازت ہی اسی طرح اگر ولی کے نکاح کر دینے کے بعد اُسنے شوہر کو اپنے اوپر قابو دیدیا تو یہ رضامندی ہی
اور اسی طرح اگر آگاہ ہونے کے بعد اپنے مہر معجل کا مطالبہ کیا تو یہ رضامندی ہی یہ سراج الوہاج میں ہی۔ اور اگر ولی نے
اُس سے اجازت طلب کی کہ میرا قصد ہی کہ فلاں مرد کے ساتھ ایک ہزار درہم مہر پر تیرا نکاح کردوں پس وہ خاموش رہی
پھر ولی نے اُسکا نکاح کردیا تب اُسنے کہا کہ میں راضی نہیں ہوئی ہوں یا ولی نے اُسکا نکاح کردیا پھر اُسکو خبر پہنچی
اور اُسنے سکوت کیا تو دونوں صورتوں میں اُسکا سکوت رضامندی ہی بشرطیکہ نکاح کر دینے والا ولی
ہو اور اگر نکاح کنندہ کوئی بیگانہ یا کوئی ولی دور کا ہو حالانکہ اقرب موجود ہو تو اُسکا سکوت رضامندی نہیں ہی بلکہ اُسکا اختیار
ہوگا چاہے راضی ہو جاوے یا رد کردے اور اگر اُسکو فقط ایک مرد نے خبر پہنچائی پس اگر یہ شخص ولی کا ایلچی ہو

تو اسکا سکوت کرنا رضامندی ہوگا خواہ یہ مرد ایلچی ثقہ پرہیزگار ہو یا غیر ثقہ ہو یہ مضمرات میں ہی - اور اگر خبر دینے والا
کوئی شخص فضولی ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اسمین عدد یا عدالت یعنی عادل ہونا شرط ہی اور اسمین صاحبین رح کا خلاف
ہی یہ کافی میں ہی اور ہمارے بعضی مشایخ نے فرمایا کہ اگر خبر دینے والا اجنبی ہو کہ ولی کا ایلچی یا خود ولی نہو پس اگر خبر دینے والا
ایک مرد غیر ثقہ ہو پس اگر عورت نے اسکے قول کی تصدیق کی ہو تو نکاح ثابت ہو جائیگا اور اگر تکذیب کی ہو تو
ثابت نہوگا اگرچہ صدق مخبر پیچھے ظاہر ہو جاوے یہ امام اعظم کا قول ہی اور صاحبین رح کے نزدیک اگر صدق مخبر ظاہر
ہو جائیگا تو نکاح ثابت ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں ہی - اور اگر کسی عورت کو خبر پہونچی پس اُس نے کسی غیر معاملہ میں کچھ باتین
شروع کر دین تو اس مقام پر یہ بمنزلہ سکوت کے ہی پس اسکی طرف سے رضامندی ثابت ہو گی یہ بحر الرائق میں ہی -
باکرہ بالغہ کو نکاح کی خبر پہونچی پس اسکو چھینک آ گئی یا کھانسی آنے لگی پھر جب ٹھہری تو اُسنے کہا کہ مین نہین راضی
ہوتی ہون تو یہ رد کرنا جائز ہوگا بشرطیکہ علی الاتصال ہو اسی طرح اگر اُسکا مونھ بند کر دیا گیا پھر چھوڑ دیا گیا تب ہی اُسنے
کہا کہ مین راضی نہین ہوتی ہون تو بھی اس مقام پر یہ رد صحیح ہوگا یہ ذخیرہ میں ہی - اور عورت سے اجازت لینے مین شوہر کا
نام اسطرح بیان کرنا کہ وہ پہچان جاوے ضرور معتبر ہی یہ ہدایہ مین لکھی ہی کہ اگر عورت سے یون کہا کہ مین ایک مرد سے
تیرا نکاح کر دینا چاہتا ہون اور وہ خاموش رہی تو یہ رضامندی نہوگی اور اگر عورت سے کہا کہ مین تجھے فلان یا فلان
ایک جماعت کو بیان کیا کہ انمین سے کسی مرد سے تیرا بیاہ کر دینا چاہتا ہون اور وہ خاموش رہی تو یہ رضامندی
ہی کہ ولی کو اختیار رہوگا کہ جس سے چاہے نکاح کر دے اور اگر کہا کہ اپنے پڑوسیون یا چچا کی اولاد سے تیرا نکاح کرنا
چاہتا ہون اور وہ خاموش رہی پس اگر یہ لوگ محدود ہون کہ اسکی شناخت مین ہون تو یہ رضامندی
ہی ورنہ نہین یہ تبیین مین ہی - اور یہ حسب استحقاق ہی کہ عورت مذکورہ نے امر نکاح ولی کو نہ سونپا ہو اور اگر یہ کہا کہ بہت
لوگ تجھے خطبہ کرتے ہین پس عورت نے کہا کہ جو تو کرے مجھے منظور ہی یا جسکو تو پسند کرے اُسکے ساتھ میرا نکاح کر دے یا مثل
اسکے اور الفاظ کہے تو یہ اجازت صحیح ہی اور بعض نے فرمایا کہ مہر کا بیان کرنا شرط ہی اور یہ متاخرین کا قول ہی اور فتح القدیر
مین ہی کہ یہی اوجہ ہی یہ بحر الرائق مین ہی اور اگر باپ نے قبل نکاح کے اُس سے اجازت طلب کی اور کہا کہ مین تیرا نکاح کر دینا
چاہتا ہون اور اجازت لینے مین مہر کا اور شوہر کا ذکر نہ کیا پس اُسنے سکوت کیا تو اسکا ساکت ہونا رضامندی نہوگی حتی کہ
بعد نکاح کے عورت کو رد کر دینے کا اختیار رہیگا اور اگر اُسنے شوہر کا نام و نشان و مہر کا ذکر کیا ہو تو اسکا ساکت ہونا
رضامندی ہو گی اور اگر شوہر کا ذکر کیا اور مہر کا ذکر نہ کیا اور عورت نے سکوت کیا تو مشایخ نے فرمایا کہ اگر باپ نے عورت مذکورہ
کو کسی مرد کو ہبہ کیا تو اسکا یہ نکاح نافذ ہو جائیگا اسواسطے کہ عورت مذکورہ ایسے نکاح پر راضی ہوئی ہی کہ جسمین بیان نہین
ہی اور ظاہر یہ ہی کہ کل اجر مثل کے ہوگا اور بالفعل سبب جو نکاح ہوتا ہی وہ موجب مہر مثل ہوتا ہی اور اگر ولی نے نکاح مین کچھ
مہر بیان کیا ہو تو ولی کا نکاح کرنا نافذ نہوگا اسواسطے کہ عورت مذکورہ ولی کے تسمیہ پر راضی نہین ہوئی ہی پس ولی کا اسطرح کا
نکاح نافذ نہوگا الا اسی صورت مین کہ جدید اجازت حاصل کرے - اور اگر ولی نے بدون اجازت حاصل کرنے کے اُسکا نکاح کر دیا
پھر بعد نکاح کے اُسکو خبر دی اور وہ خاموش ہو رہی پس اگر خالی نکاح کی خبر دی اور مہر اور شوہر کا بیان نہ کیا تو اسمین
مشایخ نے اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ یہ رضامندی نہوگی اور اگر ولی نے شوہر و مہر کا بھی حال بیان کر دیا ہو پس اُسنے
سکوت کیا تو یہ رضامندی و اجازت ہوگی اور اگر شوہر کا نام بیان کر دیا اور مہر بیان نہ کیا تو اسمین بھی یہی تفصیل ہی جو ہمنے

قبول نکاح کے اجازت قائل کرنے کی صورت میں بیان کر دی ہو اور اگر مہر کا ذکر کیا اور شوہر کو بیان نہ کیا پس وہ
خاموش رہی تو اسکا سکوت دلیل رضامندی نہوگی خواہ قبل نکاح کے اجازت چاہی ہو یا بعد نکاح خبر دی ہو یہ فتاوی
قاضی خان میں ہے۔ اور اگر ولی نے اسکا نکاح کر دیا پس اُسنے کہا کہ میں راضی نہیں ہوتی ہوں پھر اسی مجلس میں راضی ہو گئی تو
نکاح جائز نہو جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر ولی نے اسکا نکاح کر دیا پس اُسنے رد کر دیا پھر دوسری مجلس میں کہا کہ
چند لوگ مجھے خطبہ کرتے ہیں پس اُسنے کہا کہ جو کچھ تو کرے میں اُسپر راضی ہوں پس ولی نے انہی پہلے کے ساتھ اسکا
نکاح کر دیا پس اُسنے نکاح کی اجازت دینے سے انکار کیا تو اسکو اختیار رہیگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور شیخ امام
فقیہ ابو نصر سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اُس عورت کو جسکا ولی ہے بیاہ دیا اور جب اُس عورت کو خبر پہونچی
تو اُسنے کہا کہ جس مرد سے نکاح کیا ہے وہ بدشکل ہے میں راضی نہیں ہوں یا کہا کہ وہ موچی ہے میں راضی نہیں ہوں تو شیخ
نے فرمایا کہ یہ دونوں ایک ہی کلام ہے پس پہلا فقرہ اُسکے حق میں معتبر نہوگا اور نکاح باطل ہو جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ولی
نے کسی مرد کے ساتھ نکاح کرنے کے واسطے عورت سے اجازت چاہی مگر اُسنے انکار کیا پھر ولی نے اُسکے ساتھ
نکاح کر دیا پھر وہ خاموش رہی تو یہ رضامندی ہے یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے۔ اور اگر ولی نے عورت
کے حضور میں اسکا نکاح کیا اور وہ خاموش رہی تو اسمین مشایخ نے اختلاف کیا ہے اور اصح یہ ہے کہ یہ رضامندی ہے اور
اگر مساوی درجہ کے دو ولیوں میں سے ہر ایک نے ایک ایک مرد سے اُسکا نکاح کیا پس عورت نے ایک ساتھ دونوں
نکاحوں کی اجازت دیدی تو دونوں باطل ہو جائینگے کیونکہ دونوں میں سے کوئی اولی نہیں ہے اور اگر ساکت
رہی تو دونوں نکاح موقوف رہینگے یہانتک کہ وہ دونوں میں سے کسی ایک کی اجازت دیدے کذا فی التبیین
اور یہی ظاہر الجواب ہے یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر ولی نے باکرہ بالغہ سے کسی مرد کے ساتھ اسکا نکاح کرنے کی اجازت
چاہی اُس نے کہا کہ اسکے سوائے دوسرا بہتر ہے تو یہ اجازت نہوگی اور اگر ولی نے بعد نکاح کرنے کی اُسکو خبر دی پس
اُس نے یہ لفظ کہا کہ دوسرا بہتر تھا تو یہ اجازت ہے یہ ذخیرہ میں ہے باکرہ بالغہ کا نکاح اُسکے باپ نے کر دیا پھر اُسکو
خبر پہونچی پس اُسنے کہا کہ میں نہیں چاہتی ہوں یا کہا کہ میں فلاں شخص سے نکاح نہیں چاہتی ہوں تو مختار یہ ہے کہ دونوں
صورتوں میں نکاح رد ہوگا یہ تاتارخانیہ میں عتابیہ سے منقول ہے اور اگر ولی نے اُس سے کہا کہ میں چاہتا ہوں
کہ فلاں مرد سے تیرا نکاح کر دوں پس اُسنے کہا کہ صلاحیت رکھتا ہے یعنی اچھا ہے پھر جب ولی اُسکے پاس سے باہر
چلا گیا تو اُس نے کہا کہ میں راضی نہیں ہوں اور ولی کو اس مقولہ کا حال معلوم نہوا یہانتک کہ اُسنے فلاں مرد کو اُس
سے اسکا نکاح کر دیا تو صحیح ہوگا اور اگر ولی نے اُسکا نکاح کر دیا پس اُسنے کہا کہ ولی نے اچھا کام کیا تو اصح یہ ہے
کہ یہ اجازت ہے اور اگر اُسنے ولی سے کہا کہ احسنت یعنی خوب کیا یا اصبت یعنی صواب کی راہ پائی یا کہا کہ اللہ تعالی
تجھے برکت دے یا ہمکو برکت دے یا اُس نے مبارکباد دی قبول کی تو یہ سب رضامندی میں داخل ہے اور شیخ
ابن سلام نے فرمایا کہ اگر ولی نے اُس سے کہا کہ میں تجھے فلاں مرد کے ساتھ بیاہ دوں اُسنے جواب دیا کہ تجھے خوب ہے
تو یہ رضامندی ہے اور اگر یہ کہا کہ مجھے نکاح کی حاجت نہیں ہے یا کہا کہ میں تجھسے کہہ چکی تھی کہ میں نہیں چاہتی ہوں
تو یہ اُس نکاح کا رد ہے جسکو ولی عمل میں لایا ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ میں نہیں راضی ہوں یا مجھے صبر نہوگا یا
میں اسکو برا جانتی ہوں تو امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ یہ رد نکاح ہے اور اگر یہ کہا کہ مجھے خوش نہیں آیا ہے

یا مین الزوواج کو نہین چاہتی ہون تو یہ رد نہوگا حتی کہ اگر اسکے بعد راضی ہو جاوے تو نکاح صحیح ہو جائیگا اور اگر اسنے
یون کہا کہ مین فلان مرد کو نہین چاہتی ہون تو یہ رد ہی کذا فی الظہیریہ اور یہی اظہر و اقرب الی الصواب ہی یہ تبیین مین ہی
اور اگر اس نے کہا کہ انت اعلم یعنی تو خوب جانتا ہی یا فارسی مین کہا کہ تو بہ دانی یعنی تو بہتر جانتا ہی تو یہ رضامندی
نہین ہوا اور اگر کہا کہ یہ تیری رائے کے سپرد ہی تو یہ رضامندی ہی کذا فی الظہیریہ مین ہی- ایک باکرہ سے اسکے چچا کے بیٹے
نے اپنے ساتھ نکاح کر لیا حالانکہ باکرہ مذکورہ بالغہ ہی پھر اسکو خبر پہونچی پس وہ خاموش ہو رہی پھر کہا کہ مین راضی نہین
ہون تو اسکو یہ اختیار ہوگا اسواسطے کہ اسکے چچا کا بیٹا اپنی ذات کے حق مین اصیل تھا اور عورت کی جانب سے
فضولی تھا پس امام اعظم رح و امام محمد رح کے قول کے موافق عقد نکاح تمام نہوگا پس عورت کی اول رضامندی کچھ کارگر
نہوگی اور اگر مرد مذکور نے پہلے اس سے اپنے ساتھ نکاح کی اجازت طلب کی اور وہ خاموش رہی پھر اس نے
اپنے ساتھ اسکا نکاح کر لیا تو بالاجماع جائز ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی- اگر باپ نے باکرہ بالغہ سے کہا کہ فلان
مرد تجھے بعوض اسقدر مہر کے مانگتا ہی پس باکرہ مذکورہ دو مرتبہ اپنی جگہ سے اٹھی حالانکہ وہ خاموش تھی پھر باپ نے
اسکا نکاح کر دیا تو جائز ہی یہ فتاوی سمرقندی مین ہی- اور اگر ولی نے بدون اسکی اجازت لینے کے اسکا نکاح کر دیا پھر
دونون نے اختلاف کیا یعنی شوہر نے کہا کہ تجھکو نکاح کی خبر پہونچی تھی پس تو خاموش رہی تھی اور عورت نے کہا کہ نہین
بلکہ مین نے رد کر دیا تھا تو عورت کا قول قبول ہوگا یہ شرح جامع صغیر قاضی خان مین ہی پھر اگر شوہر نے اس دعوے پر
کہ عورت مذکورہ وقت خبر پہونچنے کے خاموش رہی تھی گواہ قائم کیے تو وہ اسکی جورو ہوگی ورنہ دونون کے
درمیان نکاح نہوگا اور امام اعظم رح کے نزدیک عورت پر قسم عائد نہین ہوتی ہی اور صاحبین کے نزدیک عورت
پر قسم عائد ہوگی کذا فی المحیط اور اسی پر فتوی ہی یہ شرح نقایہ شیخ ابو المکارم مین ہی پس اگر عورت نے قسم سے
انکار کیا تو بوجہ نکول کے اسپر ڈگری کیجائیگی اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے شوہر نے اس امر کے گواہ دیے
کہ وقت خبر پہونچنے کے یہ خاموش رہی اور عورت نے اس امر کے گواہ دیے کہ مین نے رد کر دیا تو عورت کے گواہ
مقبول ہونگے کذا فی المحیط اور اگر گواہون نے کہا کہ ہم اسکے پاس تھے مگر ہمنے اسکو کچھ بولتے نہین سنا تو ایسی
گواہی سے ثابت ہو جائیگا کہ وہ ساکت رہی تھی یہ فتح القدیر مین ہی- اور اگر شوہر نے گواہ دیے کہ عورت نے
بر وقت خبر رسانی کے عقد کی اجازت دیدی اور عورت نے گواہ دیے کہ اس عورت نے خبر پہونچنے کے وقت رد
کر دیا ہی تو شوہر کے گواہ مقبول ہونگے یہ سراج الوہاج مین ہی- اور اگر باکرہ کے ساتھ اسکے شوہر نے دخول کر لیا
ہو پھر عورت نے کہا کہ مین راضی نہین ہوئی ہون تو اسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی اور دخول کرنے کا قابو دینا رضامندی
قرار دیا جائیگا الا اس صورت مین رضامندی ثابت نہوگی کہ زبردستی اسکے ساتھ یہ فعل کیا ہو پھر اگر اس عورت نے
اپنے رد کر دینے کے گواہ قائم کیے تو فتاوی فضلی مین مذکور ہی کہ گواہ مقبول ہونگے اور بعض نے فرمایا کہ صحیح یہ ہی کہ
قبول نہونگے اسوجہ سے کہ اسکو وطی کر لینے کا قابو دینا عورت کی طرف سے بمنزلہ اقرار رضامندی کے ہی اور اگر رضامندی
کا اقرار کرکے پھر رد نکاح کا دعوی کرے تو دعوی صحیح نہین ہوتا ہی اور گواہ قبول نہین ہوتے ہین پس ایسا ہی اس
صورت مین ہوگا یہ محیط مین ہی- اور اسکے ولی کا قول کہ وہ رضامند ہوگئی ہی مقبول نہوگا- اسواسطے
کہ وہ عورت پر زوج کی ملک ثابت ہونے کا اقرار کرتا ہی اور بعد عورت کے بالغ ہونے کے ولی کا اقرار عورت پر نکاح کا

صحیح نہیں ہی یہ شرح مبسوط امام سرخسی میں ہی ایک مرد نے اپنی دختر بالغہ کا نکاح کیا اور اسکا راضی ہونا یا نکاح رد
کرنا معلوم نہوا یہانتک کہ شوہر مرگیا پس وارثان شوہر نے کہا کہ یہ عورت بدون اپنے حکم کے بیاہ دیگئی ہی اور
اسکو نکاح کا حال معلوم نہیں ہوا اور نہ یہ راضی ہوئی پس اسکو میراث نہ ملیگی اور عورت نے کہا کہ میرے باپ نے
میرے حکم سے مجھے بیاہ دیا ہی تو عورت کا قول قبول ہوگا اور عورت کو میراث ملیگی اور اُسپر عدت واجب ہوگی
اور اگر عورت نے کہا کہ میرے باپ نے بغیر میرے حکم کے مجھکو بیاہ دیا پھر مجھے خبر پہونچی اور میں راضی ہوگئی تو عورت
کو مہر نہ ملیگا اور نہ میراث ملیگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہی اور اگر ثیبہ عورت سے اجازت طلب کیا وے تو زبان
سے اُسکی رضامندی ضرور ہی اسی طرح اگر اسکو خبر نکاح پہونچے تو بھی زبان سے رضامندی ضرور ہی یہ کافی میں
ہی اور جیسے زبان سے اُسکی رضامندی متحقق ہوتی ہی مثلاً اُس نے کہا کہ میں راضی ہوئی یا میں نے قبول کیا یا تو نے
بھلا کام کیا یا کار صواب کیا یا اللہ تعالیٰ نے تجھکو یا ہمکو برکت عطا فرما وے یا مثل اسکے اور الفاظ کے اسی طرح
رضامندی بدلالت متحقق ہوتی ہی مثلاً اُس نے اپنا مہر طلب کیا یا نفقہ مانگا یا شوہر کو اپنے ساتھ وطی کرنے دی یا
سہاگ کی بادی قبول کی یا خوشی کا ہنسنا ہنسی بدون اسکے کہ باستہزا ہنسی ہو یہ تبیین میں ہی اور ثیبہ جب بیاہ
دی گئی پھر بعد نکاح کے اُس نے شوہر کا ہدیہ قبول کیا تو یہ رضامندی میں داخل نہیں ہی اسی طرح اگر شوہر کا
کھانا کھایا یا اُسکی خدمت کی جیسے پہلے کیا کرتی تھی اور اگر عورت مذکورہ کی رضامندی کے ساتھ اُسکا شوہر اُسکے
ساتھ تخلیہ میں بیٹھا تو اس مسئلہ کی کوئی روایت نہیں ہی اور شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ امر اجازت
نکاح میں شمار ہوگا یہ ظہیریہ میں ہی اور اگر کسی لڑکی کا پردہ بکارت بسبب اچھلنے کودنے یا ادرار حیض یا زخم
یا تعنیس کے زائل ہوگیا تو یہ عورت باکرہ کے حکم میں ہی اور اگر زناکاری کی وجہ سے زائل ہوگیا تو بھی امام اعظم
کے نزدیک یہی حکم ہی اور صاحبین کے نزدیک اسکے سکوت پر اکتفا نہ کیا جائیگا اور اگر باہر لاکر اُسپر حد ماری گئی
تو صحیح یہ ہی کہ اُس کے سکوت پر اکتفا نہ کیا جائیگا اسی طرح اگر زناکاری اسکی عادت
ہوگئی تو بھی یہی حکم ہی یہ کافی میں ہی اور اگر باکرہ کا شوہر قبل اسکے کہ اسکے ساتھ وطی کرے مرگیا حالانکہ اسکے ساتھ تخلیہ ہوچکا
ہی تو یہ عورت مثل باکرہ عورتوں کے بیاہی جائیگی اسی طرح اگر عنین اور اسکی عورت باکرہ کے درمیان جدائی
ہوئی تو اسکا بھی یہی حکم ہی اور اسی طرح اگر اسکے شوہر کے خرقہ سے اسکی بکارت زائل ہوئی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر
نکاح فاسد میں اُس سے مجامعت کی گئی اور اسکی بکارت زائل ہوئی یا شبہ میں اُس سے وطی کی گئی اور اسکی
بکارت زائل ہوئی تو ثیبہ عورت کی طرح اُسکا نکاح کیا جائیگا یعنی صریح قول سے اسکی رضامندی لیجائیگی یہ خلاصہ میں ہی

پانچواں باب۔ اکفاء کے بیان میں

قال المترجم اکفاء جمع کفو یعنی ہمسر اور شرع میں اُسکی تفسیر یہ ہی جو ذیل
کے مسائل سے واضح ہو جانا چاہیے کہ نکاح لازم ہونے کے واسطے مردوں کا عورتوں کے لیے کفو ہونا معتبر
ہی کذا فی محیط السرخسی اور مردوں کے واسطے عورتوں کی طرف سے کفو ہونا معتبر نہیں ہی یہ بدائع میں ہی پس
اگر کسی عورت نے اپنے سے بہتر مرد سے نکاح کر لیا تو ولی کو دونوں میں تفریق کرانے کا اختیار نہوگا اسواسطے
کہ مرد کے نیچے اگر ایسی عورت ہو جو اُسکے ہمسر نہیں ہی تو ولی کو انمیں کوئی عار لاحق نہوگا یہ شرح مبسوط امام سرخسی میں
ہی اور کفاءت کا اعتبار چند چیزوں میں ہی اور از انجملہ نسب ہی پس قریش میں بعض دوسرے بعض کے کفو ہیں

ایسے مولی نے جسکا باپ کافر ہو ایسی عورت سے نکاح کیا جسکے آبا مسلمان ہیں تو وہ کفو ہوگا اور یہی آزادی سو وہ عورتوں کے حق میں لازم ہو اسواسطے کہ انکا رقیق کرنا جائز نہیں ہو یہ بحر الرائق میں ہو - اور ازانجملہ مال میں کفاءت معتبر ہو اور اسکے معنی یہ ہیں کہ مہر و نفقہ کا مالک ہو اور یہی ظاہر الروایۃ کے موافق معتبر ہو حتی کہ جو شخص مہر و نفقہ دونوں کا یا ایک کا مالک نہیں ہو وہ کفو نہوگا کذا فی الہدایہ چاہے عورت خوش حال ہو یا تنگدست ہو کذا فی التبیین والمزید اور اس سے زیادہ ہونا اعتبار نہیں کیا گیا ہو حتی کہ جو مرد مہر و نفقہ کا مالک ہو وہ عورت کا کفو ہوگا اگرچہ یہ عورت مال کثیر رکھتی ہو اور یہی صحیح مذہب ہو اور اگر مرد کمائی کر کے عورت کا نفقہ دے سکتا ہو اور مہر پر قدرت نہ رکھتا ہو تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہو اور عامہ مشائخ کا یہ قول ہو کہ وہ کفو نہوگا یہ محیط میں ہو اور واضح ہو کہ مہر سے مراد اس مقام پر مہر معجل ہو یعنی اسقدر مہر جسکا فی الحال دینا رواج میں ہو اور باقی مہر کا اعتبار نہیں ہو اگرچہ وہ بھی فی الحال ٹھہرا ہو یہ تبیین میں ہو - اور شیخ ابو نصر نے فرمایا کہ نفقہ میں ایک سال کا روزینہ معتبر ہو اور شیخ نصیر فرماتے تھے کہ ایک مہینہ کا روزینہ معتبر ہو اور یہی اصح ہو یہ تبیین و مزید میں ہو اور امام ابو یوسف سے روایت ہو کہ اگر مہر دینے پر قادر ہو اور ہر روز اسقدر کماتا ہو کہ عورت کے نفقہ کے واسطے کفایت کرتا ہو تو اسکا کفو ہوگا اور یہی صحیح ہو یہ قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں ہو - اور اہل حرفہ کے حق میں یہ قول امام ابو یوسف رح کا احسن ہو یہ فتاوی قاضیخان میں ہو - اور نفقہ پر قادر ہونا جبھی معتبر ہو کہ جب عورت بالغہ ہو یا ایسی نابالغہ ہو کہ جماع کرنے کے لائق ہو اور اگر ایسی صغیرہ ہو کہ قابل جماع نہو تو مرد کے حق میں نفقہ پر قادر ہونا معتبر نہیں ہو اسواسطے کہ ایسی صورت میں مرد پر نفقہ واجب نہیں ہوتا ہو پس خالی مہر پر قادر ہونے کا اعتبار رہیگا یہ ذخیرہ میں ہو ایک مرد نے جو فقیر ہو ایک عورت سے نکاح کر لیا پھر اس عورت نے اسکا مہر معاف کر دیا تو مرد مذکور اسکا کفو نہو جائیگا اسواسطے کہ مہر پر قادر ہونے کا اعتبار عقد واقع ہونے کی حالت میں ہو یہ تبیین و مزید میں ہو - ایک مرد نے اپنی صغیرہ بہن کا نکاح ایسے صغیر طفل سے کر دیا جو نفقہ دینے پر قادر اور مہر دینے پر قادر نہیں ہو پھر اسکے باپ نے اس نکاح کو قبول کیا حالانکہ باپ غنی ہو تو عقد جائز ہوگا اسواسطے کہ طفل مذکور اپنے باپ کے غنی ہونے سے حق مہر میں غنی قرار دیا جائیگا نہ حق نفقہ میں اسواسطے کہ عادت یوں جاری ہو کہ لوگ اپنے صغیر لڑکوں کی جوروؤں کا مہر اٹھا لیتے ہیں اور نفقہ نہیں اٹھاتے ہیں یہ ذخیرہ میں ہو - اور اگر مرد پر بقدر مہر کے قرضہ ہو (اور اسی قدر مال اسکے پاس ہو) تو وہ کفو ہوگا اسواسطے کہ اسکو اختیار ہو کہ دین مہر و دین دیگر دونوں سے جسکو چاہے ادا کرے یہ نہر الفائق میں ہو اور ازانجملہ یہ ہو کہ دیانت میں کفاءت معتبر ہو اور یہ امام ابو حنیفہ رح و امام ابو یوسف رح کا قول ہو اور یہی صحیح ہو یہ ہدایہ میں ہو پس مرد فاسق عورت صالحہ کا کفو نہوگا کذا فی المجمع خواہ مرد مذکور علانیہ فسق کا مرتکب ہو یا ایسا نہو یہ محیط میں ہو اور سرخسی نے ذکر کیا کہ امام ابو حنیفہ رح کا صحیح مذہب یہ ہو کہ پرہیزگاری کی راہ سے کفاءت کا اعتبار نہیں ہو یہ سراج الوہاج میں ہو - ایک مرد نے اپنی دختر صغیرہ کا نکاح کسی مرد کے ساتھ بدین گمان کہ وہ شراب خوار نہیں ہو کر دیا پھر باپ نے اسکو دائمی شراب خوار پایا پھر جب لڑکی بالغ ہوئی تو اسنے کہا کہ میں نکاح پر راضی نہیں ہوتی ہوں پس اگر باپ کو اسکے شراب خوار ہونے کا حال معلوم نہوا تھا اور عامہ اہل بیت اسکے پرہیزگار ہیں تو نکاح باطل ہو جائیگا اور یہ مسئلہ بالاتفاق ہو کذا فی الذخیرہ اور

قدروایہ ۱۲

اختلاف درمیان امام ابو حنیفہ رح و اُنکے دونوں شاگردوں کے ایسی صورت میں ہو کہ باپ نے دختر کا نکاح ایسے مرد
سے کر دیا جسکو وہ غیر کفو جانتا ہو پس امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہو اسواسطے کہ باپ کامل الشفقت وافر الرای ہو
پس ظاہر یہ ہو کہ اسنے بخوبی فکر و تامل کے بعد غیر کفو کو بنسبت کفو کے زیادہ لائق پایا ہو یہ محیط میں ہو پھر واضح
ہو کہ پرہیزگاری کی کفاءت ابتدا سے نکاح میں معتبر ہو اور بعد نکاح کے اسکا استمرار معتبر نہیں ہو چنانچہ اگر دیندار نے
کسی عورت سے نکاح کیا اور حالت نکاح میں اسکا کفو ہو پھر فاسق ہو گیا ظالم و راہزن ہو گیا تو نکاح فسخ نہوگا
یہ سراج الوہاج میں ہو - از انجملہ امام ابو حنیفہ رح سے ظاہر الروایہ کے موافق حرفت میں کفاءت معتبر نہیں ہو چنانچہ بیطار دو قوم
عطار کی عورت کا کفو ہوگا اور امام اعظم رح سے ایک روایت کے موافق اور صاحبین کے قول کے موافق جسکا پیشہ
دنی و ذلیل ہو جیسے بیطار و حجام و جولاہہ و بھنگی و دھوبی تو وہ عطار و بزاز و صراف کا کفو نہوگا اور یہی صحیح ہو یہ فتاوی
قاضی خان میں ہو اور اسی طرح نالی بھی ان پیشہ وروں کا کفو نہوگا یہ سراج الوہاج میں ہو - اور امام ابو یوسف رح
کا قول مروی ہو کہ جب دو پیشے باہم متقارب ہوں تو ان میں تفاوت کا اعتبار نہوگا اور کفو شمار ہوگا چنانچہ
جولاہہ پچھنے لگانے والے کا کفو ہوگا اور دھوبی بھنگی کا کفو ہوگا اور پیتل کے برتن بنانے والا لوہار کا کفو ہوگا
اور عطار بھی بزاز کا کفو ہوگا اور شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ اسی پر فتوی ہو یہ محیط میں ہو قال المترجم پیشہ وروں
اپنے اپنے ملک کا ہو اور حاصل یہ ہو کہ عرف میں جو پیشے رذیل پیشہ جانتے ہوں وہ رذیل ہیں اور جنکو قریب
و مساوی جانتے ہوں وہ رواج پر ہیں اور اسی پر فتوی دینا لائق و اصلح ہو فافہم اور کفو ہونے میں جمال
و خوبصورتی کا اعتبار نہیں ہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہو اور صاحب کتاب نے فرمایا کہ اولیا سے
عورت کو چاہیے کہ حسن و جمال میں بھی یکسان ہونا ملحوظ رکھیں یہ تاتارخانیہ میں جوامع سے منقول ہو قال المترجم یہ
اصلح و اوفق ہو خصوصا اس زمانہ فاسد میں مجانست بعض امور طبیعیہ مثل تناسب اجسام وغیرہ کی ضروری
ہونی چاہیے ہیں اگرچہ یہ امر لوگوں کے نزدیک مستحب ہو مگر استحباب پر بنا احکام شرعیہ نافی ہو اور سوء واقع
اس زمانہ کے لوگوں کے حق میں اصلح و اوفق ہو و فیہ اصلاحہم من الفساد و ما یدعوہم الیہ ولا ینبغی ان یترک الامر
رزق المعرفۃ بالناس و بما نزل بہم واللہ الموفق والہادی فاستقم - اور عقل کی راہ سے کفو ہونے میں اختلاف واقع
ہو اور بعض نے فرمایا کہ عقل کی راہ سے کفو ہونے کا اعتبار نہیں ہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہو پھر واضح ہو کہ
اگر عورت نے غیر کفو سے اپنا نکاح کر لیا تو امام اعظم رح سے ظاہر الروایہ کے موافق نکاح صحیح ہوگا اور یہی آخر قول امام
ابو یوسف رح کا اور یہی آخر قول امام محمد رح کا ہو یہانتک کہ جب تک قاضی کی طرف سے بنا بر خصومت اولیاء دونوں میں تفریق
نہ واقع ہوئی ہو تب تک طلاق و ظہار و ایلاء و باہمی وراثت وغیرہ احکام نکاح ثابت ہونگے ولیکن اولیاء عورت کو
اعتراض کا استحقاق ہو اور حسن نے امام اعظم رح سے روایت کی ہو کہ نکاح منعقد نہوگا اور اسی کو ہمارے بعض مشائخ نے
اختیار کیا ہو کذا فی المحیط اور ہمارے زمانہ میں فتوی کے واسطے یہی روایت حسن رح کی مختار ہو اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا
کہ حسن رح کی روایت اقرب باحتیاط ہو یہ فتاوی قاضی خان کے شروط نکاح میں ہو - اور بزازیہ میں مذکور ہو کہ
برہان الائمہ نے ذکر فرمایا کہ بنا بر قول امام اعظم رح کے فتوی اس امر پر ہو کہ نکاح جائز ہوگا خواہ عورت باکرہ ہو یا
ثیبہ ہو اور یہ سب ایسی صورت میں ہو کہ جب عورت کا کوئی ولی ہو اور اگر نہ ہو تو بالاتفاق نکاح صحیح ہوگا یہ فصول العمادیہ میں ہو

ایسے نکاح میں دونوں میں تفریق کا وقوع بدون حکم قاضی کے نہوگا اور اگر قاضی نے فسخ نہ کیا تو دونوں میں کسی طرح سے نکاح فسخ نہوگا اور یہ جدائی بدون طلاق ہوگی چنانچہ اگر شوہر نے اسکے ساتھ دخول نہ کیا ہو تو عورت مذکورہ کو کچھ مہر نہ ملیگا کذا فی المحیط اور اگر مرد نے اسکے ساتھ دخول کرلیا یا خلوت صحیحہ ہوگئی تو شوہر پر پورا مہر مسمی واجب ہوگا اور نفقہ عدت واجب ہوگا اور عورت پر عدت واجب ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور قاضی کے سامنے اس مقدمہ کا مرافعہ وہی مرد کریگا جو اس عورت کے محارم میں سے ہو یعنی جسکے ساتھ کبھی نکاح جائز نہیں ہوسکتا ہے یہ بعض مشایخ کا قول ہے اور بعض مشایخ کے نزدیک محارم و غیر محارم اسمیں یکسان ہیں چنانچہ چچا کا بیٹا اور جو اسکے مثل ہو اسکا مرافعہ کرسکتا ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔ اور یہ ولایت ذوے الارحام کے واسطے ثابت نہوگی بلکہ فقط عصبات کے واسطے ثابت ہوگی یہ خلاصہ کی جنس خیار البلوغ میں ہے۔ اور اگر کسی عورت نے غیر کفو سے نکاح کرلیا اور اسکے ساتھ دخول کیا اور پھر ولی کی نالش سے قاضی نے دونوں میں تفریق کرادی اور مرد پر مہر واجب کیا اور عورت پر عدت لازم کردی پھر مرد نے اس عورت سے عدت میں بدون ولی کے نکاح کیا اور پھر قبل دخول کے قاضی نے دونوں میں تفریق کرادی تو مرد پر عورت کے واسطے دوسرا مہر پورا واجب ہوگا اور عورت پر از سر نو دوسری عدت واجب ہوگی یہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف کا قول ہے یہ امام سرخسی کی شرح مبسوط میں ہے۔ اور اگر عورت نے بدون رضاے ولی کے غیر کفو سے نکاح کرلیا پھر ولی نے اسکا مہر وصول کیا اور اسکو شوہر کے پاس رخصت کردیا تو یہ امر اس ولی کی جانب سے رضامندی و تسلیم عقد ہوگا اور اگر مہر پر قبضہ کیا اور عورت کو رخصت نہ کیا تو اسمیں مشایخ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ بھی رضامندی و تسلیم عقد ہے اور اگر مہر وصول نہیں کیا ہے ولیکن عورت کی وکالت سے عورت کے نفقہ و تقدیر مہر میں اسکے شوہر سے مخاصمہ کیا تو استحساناً یہ امر اسکی طرف سے رضامندی و تسلیم عقد قرار دیا جائیگا اور یہ اس صورت میں ہے کہ ولی کے مہر و نفقہ میں شوہر سے مخاصمہ کرنے سے پہلے غیر کفو ہونا قاضی کے نزدیک ثابت ہوا اور اگر قبل اسکے قاضی کے نزدیک یہ امر ثابت نہو تو قیاساً و استحساناً یہ امر اسکی طرف سے رضامندی و تسلیم نکاح نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور ولی اگر جدائی کرانے کے مطالبہ سے خاموش رہے تو اسکا حق فسخ کرانے کا باطل نہو جائیگا اگرچہ زمانہ دراز گذر جاوے لیکن اگر عورت مذکورہ سے بچہ پیدا ہو جاوے تو حق جاتا رہیگا یہ قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں ہے۔ اور جب عورت کے اس غیر کفو سے بچہ پیدا ہو تو اولیاے عورت کو حق فسخ حاصل نہ رہیگا لیکن مبسوط شیخ الاسلام میں مذکور ہے کہ اگر عورت نے غیر کفو سے نکاح کرلیا اور ولی کو اسکا حال معلوم ہوا مگر وہ خاموش رہا یہانتک کہ اس سے چند اولاد ہوئیں پھر ولی کی راے میں آیا کہ مخاصمہ کرے تو اسکو اختیار ہوگا کہ دونوں میں تفریق کرادے یہ نہایہ میں ہے۔ اور اگر عورت نے غیر کفو سے نکاح کرلیا اور اولیاء میں سے کوئی ولی راضی ہوا تو پھر اس ولی کو یا جو اسکے مرتبہ میں ہیں اور جو اس سے نیچے درجے کے ہیں حق فسخ حاصل نہوگا مگر جو اس سے اونچے درجہ کے ولی ہیں انکو حق فسخ حاصل رہیگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اسی طرح اگر کسی ولی نے اولیاء میں سے خود برضامندی عورت اسکا نکاح کردیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ولی نے غیر کفو سے اسکا نکاح کردیا اور مرد نے اس سے دخول کیا پھر شوہر نے اسکو طلاق بائن دیدی پھر عورت مذکورہ نے اسی شوہر سے بدون ولی کے نکاح کیا تو ولی کو

بدون طلاق ... فسخ ... [illegible]

فسخ کرانے کا اختیار ہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہی اور اگر شوہر نے اُسکو طلاق رجعی دیکر بغیر رضامندی ولی کے
اُس سے مراجعت کر لی تو ولی کو جدائی کرانے کا استحقاق حاصل نہوگا یہ خلاصہ میں ہی منتقی میں بروایت ابن سماعہ کے
امام محمدؒ سے مروی ہی کہ ایک عورت ایک مرد غیر کفو کے تحت میں ہی پس اُس عورت کے بھائی نے اس معاملہ میں
نالش کی اور اس عورت کا باپ بغیبت منقطعہ غائب ہی یا کسی دوسرے ولی نے نالش کی حالانکہ اُس سے اونچے
رتبہ کا ولی موجود ہی مگر وہ بغیبت منقطعہ غائب ہی پس شوہر نے دعوی کیا کہ اونچے درجہ کے ولی نے جو کہ غائب ہی
اسکو میرے ساتھ بیاہ دیا ہی تو اسکو حکم دیا جائیگا کہ اس پر گواہ قائم کرے پس اگر اُسنے گواہ قائم کیے
تو گواہ قبول ہونگے اور اسنے اونچے درجہ کے ولی پر ثبوت ہوگا اور اگر وہ گواہ قائم نکرسکا تو دونوں میں جدائی
کرا دی جائیگی یہ ذخیرہ میں ہی منتقی میں بروایت بشرؒ ازامام ابو یوسفؒ مروی ہی کہ ایک شخص نے اپنی صغیرہ
باندی کا نکاح ایک مرد کے ساتھ کر دیا پھر دعوے کیا کہ میری بیٹی ہی تو نسب ثابت ہو جائیگا اور نکاح بحال خود
باقی رہیگا بشرطیکہ شوہر اسکا کفو ہو اور اگر کفو نہو تو بھی قیاساً نکاح لازم ہوگا اسواسطے کہ خود ہی مدعی نسب
اسکا نکاح کر دیا ہی اور یہی ولی ہی اور اگر اُس نے کسی شخص کے ہاتھ اسکو فروخت کر دیا پھر مشتری نے دعوے
کیا کہ یہ میری بیٹی ہی تو بھی یہی حکم ہی کہ اگر شوہر کفو ہی تو نکاح رہیگا اور اگر غیر کفو ہی تو بھی قیاساً لازم ہوگا کیونکہ
اُسکو ولی مالک نے بیاہ دیا ہی اور کتاب الاصل کے ابواب النکاح میں مذکور ہی کہ ایک غلام نے باجازت
اپنے مولے کے ایک عورت سے نکاح کر لیا اور وقت عقد کے آگاہ نہ کیا کہ میں غلام ہوں یا آزاد ہوں اور عورت
و اُسکے اولیار کو بھی اسکا آزاد یا غلام ہونا معلوم نہوا پھر معلوم ہوا کہ وہ غلام ہی پس اگر عورت خود ہی مباشر
نکاح ہو تو اُسکو خیار حاصل نہوگا ولیکن اُسکے اولیار کو خیار حاصل ہوگا اور اگر اُسکے اولیار مباشر نکاح ہوں
اور باقی مسئلہ بحالہا ہو تو عورت و اولیار دونوں کو خیار حاصل نہوگا اور اگر غلام مذکور نے خبر دی ہو کہ
میں آزاد ہوں اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو اولیار کو اختیار حاصل ہوگا پس یہ مسئلہ اس امر کی دلیل ہی کہ عورت
نے اگر اپنے آپ کو کسی مرد کے نکاح میں دیا اور اپنا کفو ہونے کی شرط نہ لگائی اور یہ نہ جانا کہ وہ کفو یا غیر کفو ہی
پھر اسکو معلوم ہوا کہ مرد اسکا کفو نہیں ہی تو اس عورت کو خیار نہوگا ولیکن اُسکے اولیار کو خیار حاصل ہوگا اور اگر
اولیار نے عقد نکاح قرار کر دیا اور عورت کی رضامندی سے عقد باندھا اور یہ نہ جانا کہ یہ مرد اسکا کفو ہی یا نہیں
ہی تو عورت و اولیار دونوں میں سے کسی کو خیار حاصل نہوگا ولیکن اگر مرد مذکور نے انکو دھوکا دیا اور آگاہ
کیا ہو کہ میں اسکا کفو ہوں یا نکاح میں کفو ہونے کی شرط کی گئی ہو پھر ظاہر ہوا کہ وہ کفو نہیں ہی تو اولیا و عورت
کو خیار حاصل ہوگا۔ اور شیخ الاسلام سے دریافت کیا گیا کہ مرد مجہول النسب عورت معروف النسب کا کفو
ہی فرمایا کہ نہیں ہی یہ محیط میں ہی اور اگر مرد نے عورت سے اپنے نسب کے سوائے دوسرا نسب بیان کیا پھر
اگر بعد نکاح کے اسکا نسب ظاہر ہوا اور وہ ایسا نکلا کہ عورت کا کفو نہیں ہی تو عورت و اُسکے ولیوں
سب کو خیار فسخ حاصل ہوگا اور اگر اسکا کفو نکلا تو حق فسخ فقط عورت کے واسطے حاصل ہوگا اُسکے اولیار کے
واسطے ثابت نہوگا اور اگر ایسا نسب ظاہر ہوا کہ وہ بیان کیے ہوئے نسب سے بھی بالا ہی تو حق فسخ کسی کے
واسطے حاصل نہوگا یہ ظہیریہ میں ہی۔ اور اگر عورت نے مرد کو دھوکا دیا کہ اپنے نسب کے سوائے دوسرا نسب

بیان کیا تو شوہر کو خیار فسخ حاصل نہوگا بلکہ وہ اسکی جورو ہے چاہے رکھے اور چاہے طلاق دیدے یہ شرح جامع
صغیر قاضی خان میں ہے - اور اگر زید نے کسی عورت سے بدین اقرار نکاح کیا کہ وہ زید بن خالد ہے پھر معلوم ہوا کہ
وہ خالد کا باپ کی طرف سے بھائی ہے یا باپ کی طرف سے چچا ہے تو عورت کو حق فسخ حاصل ہوگا یہ فتاوے
قاضی خان میں ہے اور اگر کسی مرد نے ایک عورت مجہول النسب سے بیاہ کیا پھر اولاد قریش میں سے ایک مرد نے
دعوے کیا کہ یہ عورت میری بیٹی ہے اور قاضی نے اس عورت کا نسب اس مدعی سے ثابت کر دیا اور اسکی دختر
قرار دیا اور اسکا شوہر مرد حجام ہے پس اسکے اس باپ کو اختیار رہوگا کہ اسکے شوہر سے جدائی کرا دے اور اگر ایسا نہوا
بلکہ یہ ہوا کہ اس عورت مذکورہ نے اقرار کیا کہ میں فلان مرد کی مملوکہ باندی ہون تو اسکے اس مولے کو نکاح باطل
کرانے کا اختیار نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور جب عورت نے کسی غیر کفو سے نکاح کر لیا پس آیا اسکو یہ اختیار ہے کہ
تا رضامندی اپنے اولیا کے اپنے آپ کو شوہر کے تحت میں دینے سے انکار کرے تو فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فتوی دیا
کہ عورت کو ایسا اختیار ہے اگرچہ یہ خلاف ظاہر الروایہ ہے اور بہت سے مشائخ نے ظاہر الروایہ کے موافق فتوی دیا ہے
کہ عورت کو ایسا اختیار نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے - اور اگر عورت نے اپنا نکاح کر لیا اور مہر مثل سے اپنا مہر کم رکھا تو
اسکے ولی کو اس پر اعتراض پہونچتا ہے یہانتک کہ شوہر مہر مثل پورا کرے یا اسکو جدا کرے پس اگر قبل دخول کے
اسکو جدا کر دیا تو عورت مذکورہ کو کچھ مہر نہ ملیگا اور اگر بعد دخول کے جدا کیا تو عورت مذکورہ کو مہر مسمی ملیگا اور اسیطرح
اگر جدائی سے پہلے دونون میں سے کوئی مر گیا تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ ولی کو
اعتراض کا استحقاق نہیں ہے یہ تبیین میں ہے اور ایسی جدائی اور تفریق سوا حضور قاضی کے نہیں ہو سکتی ہے اور جبتک
قاضی باہمی تفریق کا حکم صادر نہ فرماوے تب تک احکام نکاح مثل طلاق و ظہار و ایلا و میراث وغیرہ برابر ثابت
ہونگے یہ سراج الوہاج میں ہے - اور اگر سلطان نے کسی شخص کو مجبور کیا کہ وہ فلانہ عورت کو جسکا وہ ولی ہے اسکے مہر مثل
سے کم مقدار پر فلان مرد کفو کے ساتھ بیاہ دے اور عورت مذکورہ اسپر راضی ہو گئی پھر یہ اکراہ و اجبار سلطان
کی طرف سے جاتا زائل ہو گیا تو ولی کو اسکے شوہر کے ساتھ خصومت کا اختیار رہوگا تا آنکہ اسکا شوہر اسکے مہر مثل کو پورا
کریگا یا قاضی دونون میں تفریق کرا دیگا اور صاحبین رح کے نزدیک ولی کو یہ استحقاق نہوگا اور اسی طرح اگر عورت
ہی مہر مثل سے کم مقدار پر نکاح کرنے پر مجبور کی گئی پھر اکراہ و اجبار زائل ہو گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک عورت کو
مع اسکے ولی کے مہر کی بابت خصومت کا اختیار ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک حق خصومت فقط عورت کو حاصل
ہوگا اور ولی کو حاصل نہوگا یہ محیط کی فصل معرفۃ الاولیاء کے متصلات میں ہے - اور اگر کوئی عورت اس امر پر مجبور
کی گئی کہ اپنے مہر مثل پر اپنے کفو کے ساتھ نکاح کرے پھر اکراہ زائل ہو گیا تو عورت کو اختیار حاصل نہوگا اور اگر
عورت مذکورہ غیر کفو سے یا مہر مثل سے کم مقدار پر نکاح کرنے پر مجبور کی گئی پھر اکراہ زائل ہوا تو عورت مذکورہ کو
خیار حاصل ہوگا یہ محیط میں ہے - اور اگر کسی شخص نے کسی عورت کو نکاح کرنے پر مجبور کیا پس عورت نے ایسا کیا تو
عقد جائز ہوگا اور اکراہ کرنے والے پر کسی حال میں ضمان واجب نہوگی پھر دیکھا جائیگا کہ اگر اسکا شوہر اسکا کفو ہے
(سلطان والی ۱۲)
اور مہر مسمی اسکے مہر مثل سے زاید یا مساوی ہے تو عقد جائز ہوگا اور اگر مہر مثل سے کم ہو اور عورت نے درخواست کی
کہ میرا مہر مثل پورا کرایا جاوے تو اسکے شوہر سے کہا جائیگا کہ چاہے اسکا مہر مثل پورا کرے یا اسکو چھوڑ دے پس اگر

شوہر نے اسکا مہر مثل پورا کر دیا تو خیر بہتر ہی ورنہ اگر چھوڑا تو دیکھا جائیگا کہ اگر قبل دخول کے چھوڑا ہی تو مرد مذکور پر کچھ
لازم نہوگا اور اگر مرد مذکور نے اسکے ساتھ ایسی حالت مین دخول کر لیا ہی کہ وہ مکرہ و مجبور تھی تو یہ امر اسکی مرد
کی طرف سے اس امر کی رضامندی ہوگی کہ اسکا مہر مثل پورا کریگا اور اگر عورت کی رضامندی سے اسکے ساتھ دخول
کیا ہو تو یہ امر عورت کی طرف سے مہر مسمی پر رضامندی ہوگی ولیکن امام اعظم رح کے نزدیک عورت کے اولیاء کو عورت
پر اعتراض کا استحقاق ہوگا اور صاحبین کے نزدیک اولیاء کو یہ اختیار نہوگا۔ یہ سب اس صورت مین ہی کہ شوہر
اسکا کفو ہو اور اگر شوہر مذکور اسکا کفو نہو تو عورت کے اولیاء کو اختیار ہوگا کہ دونون مین تفریق کرا دین پھر اگر
شوہر اسکے ساتھ دخول کر چکا ہی پس اگر عورت کے اکراہ کی حالت مین دخول کر لیا ہی تو مرد مذکور پر مہر مثل لازم ہوگا
اور بوجہ کفو نہونے کے اولیاء کا اعتراض ہنوز باقی رہیگا اور اگر عورت سے اسکی رضامندی کے ساتھ وطی کی ہی
تو مہر مسمی لازم ہوگا اور اس سے زیادہ نہ دلایا جاویگا اور یہ امر عورت کی طرف سے نکاح پر اسکی رضامندی شمار کیا جائیگا
سوا اسکے کہ عورت کا اپنے اوپر وطی کے واسطے قابو دینا عقد کی اجازت ہی جیسے اس نے یون کہا کہ مین راضی ہوگئی
اور پھر دو خیار جو عورت کے واسطے ثابت تھے یعنی بسبب عدم کفو ہونے کے تفریق کرانے کا اور مہر کم ہونے کی وجہ
سے پورا کرانے کا یہ دونون خیار ساقط ہو جاوینگے ولیکن اسکے اولیاء کو امام اعظم رح کے نزدیک نقصان مہر و غیر
کفو ہونے کی وجہ سے تفریق کا خیار اور صاحبین رح کے نزدیک فقط غیر کفو ہونے کی وجہ سے تفریق کا خیار باقی
رہیگا اور اگر قبل دخول کے دونون مین تفریق واقع ہوئی تو شوہر پر کچھ لازم نہوگا یہ کتاب الاکراہ سراج الوہاج
مین ہی۔ اور اگر کسی مرد نے اپنی اولاد صغیر کو غیر کفو کے ساتھ بیاہ دیا مثلاً اپنے پسر کو کسی باندی کے ساتھ یا
دختر کو کسی غلام کے ساتھ بیاہ دیا یا غبن فاحش یعنی خسارہ کثیر کے ساتھ بیاہ دیا مثلاً دختر کو اسکے مہر مثل سے
کم پر بیاہ دیا یا پسر کی جورو کا مہر زائد باندھا تو جائز ہی اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی یہ تبیین مین ہی اور
صاحبین رح کے نزدیک زیادتی یا نقصان صرف اسی قدر جائز ہوگا جسقدر لوگ خسارہ اٹھا لیتے ہین اور
بعض نے فرمایا کہ اصل نکاح صحیح ہوگا اور اصح یہ ہی کہ صاحبین رح کے نزدیک نکاح باطل ہوگا کذا فی الکافی
اور امام ابو حنیفہ رح کا قول صحیح ہی یہ مضمرات مین ہی اور اس امر پر اجماع ہی کہ ایسا کرنا سوائے باپ
دادا کے دوسرے کی طرف سے نہین جائز ہی اور نیز قاضی کی طرف سے بھی نہین جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان
مین ہی اور یہ اختلاف ایسی صورت مین ہی کہ باپ کا یہ فعل اختیار کرنا از راہ مجانت یا فسق نہو اور اگر بر اہ فسق
و مجانت اسکی طرف سے معلوم ہو تو بالاجماع نکاح باطل ہوگا اور اسی طرح اگر وہ نشہ مین مدہوش ہو تو بھی دختر
کے حق مین اسکی تزویج بالاجماع صحیح نہوگی یہ سراج الوہاج مین ہی اور اگر زیادتی یا نقصان صرف اسیقدر
ہو کہ جسقدر ایسے امور مین لوگ برداشت کر جاتے ہین تو بالاتفاق نکاح جائز ہوگا اور اگر ایسی صورت
مین سوائے باپ دادا کے دوسرے کسی ولی نے کیا تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین ہی۔

چھٹا باب وکالت نکاح وغیرہ کے بیان مین۔ نکاح کے واسطے وکیل کرنا جائز ہی اگرچہ عقد پر گواہان
نہو یہ تاتارخانیہ مین تجنیس خواہرزادہ سے منقول ہی۔ ایک عورت نے ایک مرد سے کہا کہ جس سے تیرا جی چاہے
میرا نکاح کر دے تو اپنے ساتھ نکاح کر لینے کا مختار نہوگا یہ تجنیس و مزید مین ہی ایک مرد نے ایک عورت

کو وکیل کیا کہ میرا نکاح کردے پس عورت مذکورہ نے اپنے آپ کو اُسکے نکاح میں کر دیا تو نہیں جائز ہی یہ محیط سرخسی میں ہی - اگر کسی شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ فلانہ عورت معینہ سے بعوض اسقدر مہر کے میرا نکاح کردے پس وکیل نے بعوض مہر مذکور کے اپنے ساتھ اُسکا نکاح کر لیا تو وکیل کے واسطے نکاح جائز ہوگا یہ محیط میں ہی - ایک عورت نے ایک مرد کو بایں طور وکیل کیا کہ میرے امور میں تصرف کرے پس مرد مذکور نے اپنے ساتھ اسکا نکاح کر لیا پس عورت نے کہا کہ میری مراد یہ تھی کہ خرید و فروخت کے امور میں تصرف کرے تو یہ نکاح جائز نہوگا اسواسطے کہ اگر عورت اُسکو اپنا نکاح کر دینے کا وکیل کرتی تو اپنے ساتھ نکاح کر لینے کا اختیار نہ تھا تو ایسی صورت میں بدرجہ اولی روا نہوگا یہ تجنیس و مزید میں ہی - ایک عورت نے ایک مرد کو وکیل کیا کہ اپنے ساتھ میرا نکاح کرے پس مرد نے کہا کہ میں نے فلانہ عورت کو اپنے نکاح میں لیا تو نکاح جائز ہوگا اگرچہ عورت مذکورہ پھر یہ نہ کہے کہ میں نے قبول کیا یہ خلاصہ میں ہی - ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میرے ساتھ تزویج کر دے پس وکیل نے اپنی دختر صغیرہ یا اپنے بھائی کی دختر صغیرہ اُسکے نکاح میں کر دی اور یہی اُسکا ولی ہی تو یہ جائز نہوگا اور اسی طرح جو شخص اس صغیرہ کا ولی ہو بدون اُسکے حکم کے اُسکا یہی حکم ہی اور اگر وکیل مذکور نے اپنی دختر کبیرہ برضامندی دختر مذکورہ اُسکے نکاح میں دی تو اصل میں مذکور ہی کہ بنابر قول امام اعظم رح کے جائز نہوگا الا اس صورت میں کہ موکل راضی ہو جاوے اور صاحبین رح کے قول کے موافق جائز ہوگا اور اگر وکیل مذکور نے اپنی بہن بالغہ برضامندی بہن کے اُسکے نکاح میں کر دی تو بلا خلاف جائز ہی یہ محیط میں ہی - جو شخص کہ از جانب عورت وکیل نکاح ہو اگر اُسنے عورت مذکورہ کو اپنے باپ یا بیٹے کے نکاح میں کر دیا تو بنا بر قول امام ابو حنیفہ رح کے نکاح جائز نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہی اور اگر بیٹا نابالغ ہو تو بلا خلاف جائز نہوگا یہ محیط میں ہی - از جانب عورت جو وکیل نکاح ہو اگر اُسنے غیر کفو سے عورت کا نکاح کر دیا تو بعض نے فرمایا کہ بالاتفاق سب کے نزدیک نکاح صحیح نہوگا یہی صحیح ہو اور اگر وہ کفو ہو لیکن اندھا یا لنجا یا طفل یا معتوہ ہو تو جائز ہوگا اور اسی طرح اگر خصی یا عنین ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر کسی نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میرے ساتھ کسی عورت کا نکاح کر دے پس اگر وکیل نے اندھی یا لنجی یا رتقاء یا مجنونہ یا صغیرہ سے خواہ قابل جماع ہو یا نہو آزادہ یا باندی سے جو غیر کفو ہی خواہ مسلمان ہو یا کتابیہ ہو نکاح کر دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہی یہ فتاوی قاضیخان میں ہی اور اگر وکیل نے اپنی ذاتی باندی سے اسکا نکاح کر دیا تو بالاجماع جائز نہوگا یہ نہایہ میں ہی اور اگر شوہا یا قوہا ء سے جسکے منہ سے ہمیشہ لعاب بہا کرتا ہی یا زائل العقل سے یا ایسی عورت سے جسکو لقوہ ہو کر ایک جانب اُسکی کج ہو نکاح کر دیا تو اسمیں بھی ایسا ہی اختلاف ہی اور اسی طرح دونوں ہاتھ کٹی ہوئی عورت یا مفلوجہ عورت سے نکاح کر دیا تو بھی ایسا ہی اختلاف ہی یہ نہایہ میں ہی - وکیل کیا کہ گوری عورت سے شادی کرا دے اُسنے کالی عورت سے کرا دی یا اسکے برعکس ہوا تو صحیح نہوگا اور اگر اندھی سے شادی کرانے کا حکم دیا اور اُسنے آنکھوں والی سے شادی کرا دی تو صحیح ہی یہ جوہرہ نیرہ میں ہی - وکیل کو حکم کیا کہ باندی سے شادی کرا دے اُسنے آزاد سے شادی کرا دی تو جائز نہوگا اور اگر مکاتبہ یا مدبرہ یا ام ولد سے نکاح کرا دیا تو جائز ہوگا یہ خلاصہ میں ہی - اور اگر نکاح فاسد کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے نکاح جائز نکاح کرا دیا تو جائز نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہی اور اگر وکیل کیا کہ کسی عورت سے بیاہ کرا دے پس وکیل نے ایسی عورت سے جسکو موکل طالقہ کر چکا ہی نکاح کرا دیا پس اگر نکاح کرا دیا تو نکاح جائز اور طلاق واقع ہو گی یہ محیط میں ہی - وکیل کیا کہ کسی عورت سے اسکا نکاح کرا دے پس وکیل نے ایسی

عورت سے نکاح کرا دیا جسکو موکل قبول وکیل کرنے کے باعث کرچکا ہے تو نکاح جائز ہوگا بشرطیکہ موکل نے وکیل سے
اس عورت کی بدخلقی کی شکایت نہ کی ہو یا اور مثل اسکے کسی امر کی شکایت وغیرہ نہ کی ہو اور اگر ایسی عورت سے نکاح
کرا دیا جسکو موکل نے بعد توکیل کے جدا کیا ہے تو جائز نہ ہوگا یہ کتاب الوکالۃ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کسی نے
دوسرے کو وکیل کیا کہ کسی عورت سے میرا نکاح کردے اور جب تو ایسا کریگا تو عورت مذکورہ کو اپنے امر طلاق کا اختیار
اپنے ہاتھ میں ہوگا پس وکیل نے ایک عورت سے نکاح کرا دیا مگر یہ امر اسکے واسطے شرط نہ کیا تو امر طلاق کا اختیار اس
عورت کے ہاتھ میں ہو جائیگا اور اگر کہا کہ میرے ساتھ کسی عورت کا بیاہ کردے اور اسکے واسطے شرط کردی کہ جب میں
اس سے نکاح کرلونگا تو اسکا امر طلاق اسکے ہاتھ میں ہوگا پس وکیل نے ایک عورت سے نکاح کرا دیا تو عورت کے
اختیار میں امر طلاق نہ ہوگا الا اس صورت میں کہ وکیل مذکور اسکے واسطے نکاح میں شرط کردے۔ اور اگر عورت نے وکیل کیا
کہ کسی مرد سے اسکا نکاح کرا دے پس وکیل نے شوہر سے شرط لگائی کہ جب وہ اپنے نکاح میں لائیگا تو امر طلاق عورت
مذکورہ کے اختیار میں ہوگا پھر اسکے ساتھ نکاح کردیا تو نکاح جائز ہوگا اور بروقت تزوج کے امر طلاق عورت کے
اختیار میں ہو جائیگا موکل کے ساتھ ایسی عورت کا نکاح کردیا جس سے موکل نے ایلا کیا تھا یا وہ موکل کے طلاق کی
عدت میں تھی تو وکیل کا نکاح کرنا جائز ہوگا۔ اور اگر وکیل نے ایسی عورت کا نکاح کردیا جو غیر کے نکاح یا غیر کی عدت میں
ہے خواہ وکیل اس امر کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو اور موکل نے اس عورت کے ساتھ دخول کرلیا در حالیکہ اسکو اس امر سے آگاہی
نہ ہوئی تو دونوں میں تفریق کرا دی جائیگی اور موکل پر مہر مسمی اور مہر مثل دونوں میں سے کم مقدار واجب ہوگی
اور موکل اس مال کو وکیل سے واپس نہیں لے سکتا ہے اسی طرح اگر اسکی جورو کی ماں کے ساتھ نکاح کرا دیا تو بھی
یہی حکم ہوگا۔ اور اگر کسی کو وکیل کیا کہ ہندہ سے یا سلمی سے اسکا نکاح کرا دے تو دونوں میں سے جس عورت سے نکاح
کرا دیگا جائز ہوگا۔ اور ایسی جہالت کی وجہ سے توکیل باطل نہیں ہوتی ہے اور اگر دونوں سے ایک ہی عقد میں
نکاح کرا دیا تو دونوں میں سے کوئی جائز نہ ہوگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کو وکیل کیا کہ ایک عورت سے
نکاح کرا دے اسنے دو عورتوں سے ایک ہی عقد میں نکاح کرا دیا تو دونوں میں سے کوئی موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگی
اور یہی صحیح ہے کذا فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان پھر اگر موکل نے دونوں کا نکاح یا ایک کا نکاح جائز رکھا تو
نافذ ہو جائیگا یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور اگر اسنے دو عقدوں میں دونوں سے نکاح کرایا تو پہلا نافذ ہو جائیگا اور دوسری
عورت کا نکاح موکل کی اجازت پر موقوف رہیگا یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے۔ اگر ایک شخص کو وکیل کیا کہ فلانہ عورت
معین سے اسکا نکاح کرا دے پس وکیل نے اس عورت معین اور اسکے ساتھ دوسری ایک عورت دونوں سے
نکاح کرا دیا تو موکل کے واسطے یہ عورت معین لازم ہوگی۔ اور اگر وکیل کیا کہ دو عورتوں سے ایک عقد میں نکاح
کرا دے پس اسنے ایک عورت سے نکاح کرایا تو جائز ہوگا اسی طرح اگر وکیل کیا کہ ان دونوں عورتوں سے ایک
عقد میں نکاح کرا دے پس وکیل نے دونوں میں سے ایک عورت سے نکاح کرا دیا تو جائز ہوگا اور عقد میں تفریق کردینا یہ
مخالفت میں داخل نہیں ہے ولو قال لا تزوجنی الا اثنتین فی عقدۃ یعنی موکل نے کہا کہ میرے ساتھ کسی کا نکاح نہ کرا دے
الا دو عورتوں کا ایک عقد میں پس وکیل نے ایک عورت سے نکاح کرا دیا تو موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگی اسی طرح دو معین عورتوں
کے نکاح کی وکالت میں اگر اسنے اپنے آخر کلام میں کہدیا ہو کہ ایک کے ساتھ بدون دوسرے کے نکاح نہ کرانا تو

بھی یہی حکم ہے کہ اگر اُس نے ایک کے ساتھ کرا دیا تو جائز نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ ان دونوں بہنوں کا
میرے ساتھ نکاح کرا دے پس اگر وکیل نے دونوں میں سے ایک کے ساتھ کرا دیا تو جائز ہوگا الا اس صورت میں
یہ بھی جائز نہوگا کہ جب اُسنے وکالت میں یہ کہدیا ہو کہ ایک ہی عقد میں ایسا کرا دے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میرے
ساتھ ان دونوں بہنوں کا نکاح کرا دے پس اگر وکیل نے ایک کے ساتھ نکاح کرا دیا تو جائز ہوگا لیکن اگر اُسنے
کہدیا ہو کہ ایک ہی عقد میں ایسا کرا دے تو ناجائز ہوگا اور اگر کہا کہ ان دونوں سے ایک عقد میں نکاح کرا دے
حالانکہ وہ دونوں بہنیں ہیں تو جدا جدا نکاح کرا دینا جائز ہوگا لیکن اگر اُسنے تفریق سے منع کر دیا ہو تو جائز نہوگا یہ
تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر کسی کو وکیل کیا کہ فلانہ عورت سے اسکا نکاح کرا دے پھر وہ عورت شوہر والی نکلی کہ ایک
بعد اسکا شوہر مر گیا یا اسکو طلاق دیدی اور اُسکی عدت گذر گئی پھر وکیل نے اپنے موکل کے ساتھ اُسکا نکاح کرا دیا تو نکاح
جائز ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اگر وکیل کیا کہ میرے کنبے سے میرے ساتھ کسی عورت کا نکاح کرا دے پس
وکیل نے دوسرے کنبہ کی عورت سے اُسکا نکاح کرا دیا تو جائز نہوگا یہ خلاصہ میں ہے ایک شخص کو وکیل کیا کہ فلانہ عورت
سے اُسکا نکاح کرا دے پس وکیل نے اُسکے ساتھ نکاح کر لیا تو وکیل کا نکاح جائز ہوگا اور اگر وکیل نے ایک مدت
تک اسکو اپنے ساتھ رکھکر طلاق دیدی اور اُسکی عدت منقضی ہونے کے بعد موکل کے ساتھ اُسکا نکاح کر دیا
تو موکل کا نکاح جائز ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور اگر وکیل نے اس سے خود نکاح نہ کیا بلکہ خود موکل
نے اپنے آپ اُس سے نکاح کر لیا پھر طلاق دیکر اسکو بائنہ کر دیا پھر وکیل نے موکل کے ساتھ اسکو بیاہ دیا تو
نکاح جائز نہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر ایک شخص کو وکیل کیا کہ فلانہ عورت سے اُسکا نکاح کرا دے پس وکیل نے
اُسکے مہر مثل سے زیادہ کے ساتھ نکاح کرا دیا پس اگر یہ زیادتی ایسی ہو کہ لوگ اتنا خسارہ برداشت کر لیتے ہیں
تو بلا خلاف نکاح جائز ہوگا اور اگر اس قدر زیادہ ہو کہ لوگ اپنے اندازہ میں ایسا خسارہ نہیں اُٹھاتے ہیں تو بھی امام اعظم
کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہوگا۔ ایک شخص کو وکیل کیا کہ ہزار درم مہر کے عوض کسی عورت کے ساتھ
نکاح کر دے پس وکیل نے اس سے زائد کے عوض نکاح کرا دیا پس اگر زیادتی مجہول ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر اسکا مہر مثل ہزار درم
ہوں یا کم ہوں تو نکاح جائز ہوگا اور عورت مذکورہ کے واسطے یہی مقدار واجب ہوگی اور اگر اُسکا مہر مثل ہزار سے زیادہ ہو تو
نکاح جائز نہوگا جبتک موکل اُسکی اجازت نہ دیدے اور اگر وکیل نے کوئی چیز معلوم زائد کر دی ہو تو بھی جبتک موکل اُسکی
اجازت نہ دے جائز نہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر کسی کو وکیل کیا کہ فلانہ عورت سے بعوض ہزار درم کے نکاح کر دے پس وکیل
نے دو ہزار درم مہر کے عوض نکاح کرا دیا پس اگر موکل نے اُسکی اجازت دیدی تو نکاح جائز ہو جائیگا اور اگر رد کر دیا
تو باطل ہو جائیگا اور اگر موکل کو یہ بات معلوم نہوئی یہانتک کہ عورت کے ساتھ دخول کر لیا تو بھی اُسکا خیار باقی رہیگا
کہ چاہے اجازت دے یا رد کر دے پس اگر اجازت دیدی تو نکاح جائز ہوگا اور موکل پر فقط مہر مسمی واجب ہوگا
اور اگر رد کر دیا تو نکاح باطل ہو جائیگا پس اگر مہر مسمی سے اُسکا مہر المثل کم ہو تو مہر المثل واجب ہوگا ورنہ مہر مسمی واجب
ہوگا اور اگر زیادہ مقدار پر موکل کی نارضامندی کی صورت میں وکیل نے کہا کہ یہ زیادتی میں تاوان دونگا اور ان دونوں
کا نکاح لازم کر دونگا تو اسکو یہ اختیار نہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر وکیل نے عورت کے واسطے مہر مسمی کی
ضمانت کر لی اور عورت کو آگاہ کیا کہ موکل نے اسکو ایسا حکم دیا تھا پھر موکل نے انکار کیا کہ میں نے ہزار درم سے زیادہ

کرنے کی اجازت نہیں دی تھی تو زیادتی کی اجازت سے انکار کرنا نکاح مذکور کے حکم دینے سے انکار ہوگا اور موکل پر مہر
واجب نہوگا اور عورت کو اختیار رہیگا کہ وکیل سے مہر کا مطالبہ کرے یہ ہم کہتے ہیں کہ بنا بر روایت کتاب النکاح و
بعض روایات وکالت کے عورت مذکورہ ایسی صورت میں وکیل سے نصف مہر کا مطالبہ کریگی اور بعض روایات وکالت
کے موافق کل مہر کا مطالبہ کریگی اور مشائخ رحمہم اللہ تعالی نے اسمیں اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اختلاف جواب
بسبب اختلاف موضوع مسئلہ کے ہے چنانچہ کتاب النکاح کا موضوع مسئلہ یہ ہے کہ عورت کی درخواست سے
قاضی نے دونوں میں تفریق کر دی تا آنکہ عورت مذکورہ مطلقہ نہیں رہی پس نیم مہر عورت مذکورہ نصف مہر مذکور وکیل سے
ساقط ہوگیا کیونکہ فرقت قبل دخول کے از جانب زوج پائی گئی اور بعض روایات کتاب الوکالۃ کا موضوع یہ ہے کہ عورت
مذکورہ نے تفریق کی درخواست نہیں کی بلکہ یہ کہا کہ میں دعوی کرتی ہوں یہانتک کہ شوہر نکاح کا اقرار کرے یا میں
اس امر کے گواہ پاؤں کہ اسنے نکاح کا حکم دیا تھا پس نیم مہر عورت مذکورہ پورا مہر وکیل پر باقی رہا پس پورا مہر وکیل پر
بھی رہیگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کو وکیل کیا کہ سو درم مہر کے عوض کسی عورت سے نکاح کر دے بایں شرط کہ اسمیں سے
بیس درم معجل ہوں اور اسی درم موجل ہوں پس وکیل نے معجل پچاس درم قرار دیے تو عقد صحیح نہوگا بلکہ موکل کی اجازت
پر موقوف رہیگا پس اگر موکل نے وکیل کی حرکت سے واقف ہونے سے پہلے وطی پر اقدام کیا تو عقد لازم ہوگا
یعنی موکل کو خیار رہیگا اور اگر بعد جاننے کے اقدام کیا تو موکل کا یہ فعل رضامندی قرار دیا جائیگا۔ ایک عورت
نے وکیل کیا کہ دو ہزار درم پر اسکا نکاح کرا دے پس وکیل نے ہزار درم پر نکاح کرا دیا اور اسکے شوہر نے
اسکے ساتھ دخول کر لیا حالانکہ عورت مذکورہ کو وکیل کی اس حرکت سے آگاہی نہوئی تو اسکو اختیار رہیگا چاہے
نکاح رد کر دے اور رد کرنے کی صورت میں عورت مذکورہ کو اسکا مہر مثل چاہے جسقدر ہو ملیگا یہ خزانۃ المفتین
میں ہے۔ ایک شخص کو وکیل کیا کہ کسی عورت سے بعوض ہزار درم کے نکاح کرا دے پھر عورت نے قبول سے
انکار کیا یہانتک کہ وکیل نے اپنے ذاتی کپڑوں میں سے کوئی کپڑا بڑھا دیا تو نکاح مذکور موکل کی
اجازت پر موقوف ہوگا کیونکہ وکیل نے موکل کے حکم کے خلاف کیا ہے اور ایسی مخالفت ہے جسمیں شوہر کے
حق میں مضرت ہے کیونکہ اگر یہ کپڑا کسی شخص نے استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو اسکی قیمت شوہر پر واجب ہوگی وکیل پر
واجب نہوگی اسواسطے کہ وکیل نے تبرع کیا ہے اور متبرع پر ضمان نہوگی اور اگر موکل کو معلوم نہوا کہ وکیل نے
مہر میں کچھ بڑھایا ہے یہانتک کہ اسنے عورت سے وطی کر لی تو بھی موکل کو خیار رہیگا اور وطی کر لینا وکیل کے
فعل خلاف پر رضامندی نہ ٹھہریگا پس چاہے عورت مذکورہ کو اپنے ساتھ رکھے اور چاہے جدا کر دے پھر اگر جدا
کیا تو عورت کے واسطے اسکے مہر مثل سے اور وکیل کے مسمی مہر سے جو مقدار کم ہو موکل پر واجب ہوگی یہ تجنیس و مزید
میں ہے۔ ایک شخص کو وکیل کیا کہ کسی عورت سے اسکا نکاح کرا دے پس وکیل نے اپنے ذاتی غلام یا کسی اسباب پر
نکاح کرا دیا تو تزویج صحیح ہوگی اور نافذ ہو جائیگی اور وکیل پر لازم ہوگا کہ جو مہر میں قرار دیا ہے وہ عورت کو سپرد
کرے اور جب سپرد کرے تو شوہر سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر عورت نے مہر کے غلام پر قبضہ نہ کیا
یہانتک کہ وہ مر گیا تو وکیل ضامن نہوگا بلکہ عورت مذکورہ اسکی قیمت اپنے شوہر سے لیگی اور اگر وکیل نے ہزار
درم پر اپنے مال سے نکاح کرا دیا مثلاً یوں کہا کہ میں نے اپنے ہزار درم مال کے عوض تیرے ساتھ اس عورت کا نکاح

کر دیا یا کہا کہ میں نے اپنے ان ہزار درم کے عوض تیرے ساتھ اس عورت کا نکاح کر دیا تو نکاح جائز ہوگا اور
مال مہر شوہر پر واجب ہوگا چنانچہ ہزار درم مشار الیہ کا وکیل سے مطالبہ نہ کیا جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر موکل کے
غلام پر اُسکے ساتھ نکاح کر دیا تو نکاح جائز اور استحساناً شوہر پر غلام کی قیمت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور خود
غلام مہر نہوگا تا وقتیکہ شوہر اسپر راضی نہو جاوے یہ محیط میں ہے۔ وکیل کیا کہ کسی عورت سے اسکا نکاح کر دے پس
وکیل نے عورت سے موکل کا نکاح کرکے موکل کی طرف سے عورت کے واسطے مہر کی ضمانت کر لی تو جائز ہے مگر وکیل
اُسکو شوہر سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ وکیل کیا کہ ہزار درم پر کسی عورت سے نکاح کر دے اور اگر اتنے پر
نہ مانے تو ہزار سے دو ہزار تک کے درمیان بڑھا دے پس ایسا ہوا کہ عورت نے انکار کیا پس وکیل نے دو ہزار
درم پر نکاح کر دیا تو اصل میں مذکور ہے کہ یہ جائز اور موکل کے ذمہ لازم ہوگا یہ محیط میں ہے۔ عورت نے ایک شخص کو وکیل
کیا کہ کسی مرد سے چارسو درم پر اسکا نکاح کر دے پس وکیل نے نکاح کر دیا اور یہ عورت اپنے شوہر کے ساتھ ایک سال
تک رہی پھر شوہر نے کہا کہ وکیل نے میرے ساتھ اُسکا نکاح ایک دینار پر کر دیا ہے اور وکیل نے اسکی تصدیق کی تو
دیکھا جائیگا کہ اگر شوہر نے اقرار کیا کہ عورت مذکورہ نے اسکو ایک دینار پر نکاح کرنے کا وکیل نہیں کیا تھا تو عورت
مختار ہوگی چاہے نکاح کو باقی رکھے اور اُسکو ایک دینار کے سوا کچھ نہ ملیگا اور اگر چاہے رد کر دے تو شوہر پر
اُسکا مہر مثل واجب ہوگا چاہے جسقدر ہو اور اُسکو نفقۂ عدت نہ ملیگا اور اگر شوہر نے یہ اقرار نہ کیا بلکہ انکار کیا
تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ مہر بیان ہو گیا ہو اور اگر ایسا نہو مثلاً ایک شخص نے
دوسرے کو وکیل کیا کہ کسی عورت سے اسکا نکاح کر دے پس وکیل نے ایک عورت سے بعوض اسقدر مہر کثیر کے کہ لوگ
اپنے اندازہ میں اتنا خسارہ زائد بہ نسبت مہر مثل کے نہیں اُٹھاتے ہیں کر دیا یا عورت نے وکیل کیا کہ کسی مرد
سے اسکا نکاح کر دے پس وکیل نے اسقدر قلیل مہر پر کہ لوگ اپنے اندازہ میں بہ نسبت مہر مثل کے اتنا خسارہ نہیں
اُٹھاتے ہیں کر دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہوگا اور صاحبین رح نے اسمیں خلاف کیا ہے یہ خلاصہ میں ہے۔
وکیل کیا کہ کسی عورت سے ہزار درم مہر پر اُسکے ساتھ نکاح کر دے پس اُس نے پچاس دینار کے عوض عورت کی اجازت
سے یا بلا اجازت نکاح کر دیا پھر ہزار درم کے عوض عورت کی اجازت سے یا بلا اجازت نکاح کی تجدید کر دی تو پہلا
نکاح دوسرے سے باطل ہو جائیگا اور اگر پہلا نکاح بعوض ہزار درم کے بلا اجازت عورت ہوا اور دوسرا بعوض
پچاس دینار کے بلا اجازت عورت ہو تو پہلا نہ ٹوٹیگا اور اگر دوسرا عقد عورت کی اجازت سے ہو تو پہلا باطل
ہو جائیگا یہ کافی میں ہے۔ مرد نے وکیل کیا کہ کل بعد ظہر کے عورت سے میرا نکاح کر دے پس وکیل نے کل کے روز قبل ظہر
کے یا کل کے بعد نکاح کیا تو جائز نہوگا۔ اور اگر عورت نے بدیں شرط وکیل کیا کہ نکاح کرکے مہر کا نوشتہ لے لے پس
وکیل نے بدون مہر نامہ لکھانے کے نکاح کر دیا تو صحیح ہوگا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ
میری اس دختر کا نکاح ایسے شخص سے کر دے جو ذی علم و دیندار ہو بمشورہ فلاں شخص کے پھر وکیل نے ایک مرد
ذی علم و دیندار سے بدون مشورہ فلاں شخص کے نکاح کر دیا تو جائز ہوگا اسواسطے کہ مشورہ سے اُسکی غرض یہ ہے کہ نکاح
ایسے شخص کے ساتھ واقع ہو جو اس صفت کا ہے پس جب غرض حاصل ہو گئی تو مشورہ کی کچھ حاجت نہیں یہ فتاوی
قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو بھیجا کہ فلاں شخص سے اسکی بیٹی میرے واسطے خطبہ کرے پس اُسنے

دختر مذکورہ سے بھیجنے والے کا نکاح کر دیا تو جائز ہے خواہ بمہر مثل ہو یا بغبن فاحش ہو یہ سراجیہ میں ہے۔ ایک مرد
کو وکیل کیا کہ میرے واسطے فلان کی دختر کا خطبہ کرے پس وکیل مذکور دختر مذکورہ کے والد کے پاس آیا اور کہا کہ اپنی
دختر مجھے ہبہ کر دے پس باپ نے جواب دیا کہ میں نے ہبہ کی پھر وکیل نے دعوی کیا کہ میری مراد اُس سے
اپنے موکل کے ساتھ نکاح کی تھی پس دیکھنا چاہیے کہ اگر وکیل کا کلام بطور خطبہ تھا اور باپ کی طرف سے جواب
بطریق اجابت یعنی منظور کرنے کے تھا نہ بطور قبول عقد کے تو دونوں میں اصلا نکاح منعقد نہو گا اور اگر بطریق
عقد تھا تو وکیل کے واسطے نکاح منعقد ہو گا موکل کے واسطے منعقد نہو گا اور اسی طرح اگر وکیل نے یہ کہا ہو کہ میں نے
فلان کے واسطے قبول کیا تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ جب گواہ وکیل نے کہا کہ اپنی دختر مجھے ہبہ کر دے اور باپ نے کہا کہ
میں نے ہبہ کر دی تو دونوں میں عقد پورا ہو گیا اور اگر وکیل نے کہا کہ اپنی دختر فلان مرد کو ہبہ کر دے اور باپ نے
کہا کہ میں نے ہبہ کر دی تو نکاح منعقد نہو گا جب تک وکیل یہ نہ کہے کہ میں نے قبول کی پس جب وکیل نے
کہا کہ میں نے فلان کے واسطے قبول کی یا کہا کہ میں نے قبول کی یعنی مطلقاً تو دونوں صورتوں میں موکل
کے واسطے نکاح منعقد ہو گا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دختر کے باپ اور وکیل کے درمیان پیشتر سے مقدمات نکاح موکل
کے واسطے گفتگو میں بیان ہو رہے ہوں پھر دختر کے باپ نے وکیل سے کہا کہ میں نے اسقدر مہر پر اپنی دختر کو
نکاح میں دیا اور یہ نہ کہا کہ مخاطب کو دیا یا اُسکے موکل کو دیا پس مخاطب نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو مخاطب
کے واسطے نکاح منعقد ہو گا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ وکیل تزویج کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنی طرف سے دوسرے کو وکیل
کرے اور اگر اُس نے وکیل کیا پس دوسرے وکیل نے پہلے وکیل کے حضور میں نکاح کر دیا تو جائز ہو گا یہ کنا سبہ
الوکالۃ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر عورت نے کسی کو وکیل کیا کہ اسکا نکاح کر دے اور کہدیا کہ جو کچھ تو کرے
وہ جائز ہو گا تو وکیل کو اختیار ہو گا کہ اُسکی تزویج کے واسطے دوسرے کو وکیل کرے اور اگر وکیل اول کو موت آئی
اور اُس نے دوسرے مرد کو اُسکے تزویج کے وکالت کی وصیت کی پس دوسرے وکیل نے بعد موت وکیل اول
کے اسکا نکاح کر دیا تو جائز ہو گا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر عورت یا مرد نے اپنی تزویج کے واسطے دو مردوں کو
وکیل کیا پس ایک نے تزویج کی تو عقد جائز نہو گا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ ایک مرد نے کسی مرد کو وکیل کیا
کہ فلانہ عورت معینہ سے اسکا نکاح کر دے اور اسی مطلب کے واسطے ایک دوسرا بھی وکیل کیا اور عورت
مذکورہ نے بھی اسی طرح دو وکیل اسی واسطے کیے پھر مرد کے دونوں وکیل اور عورت کے دونوں باہم ملاقی
ہوئے پس مرد کے ایک وکیل نے ہزار درم پر نکاح کیا اور عورت کی طرف کے ایک وکیل نے اسکو قبول کیا اور
مرد کے دوسرے وکیل نے سو دینار پر نکاح کیا اور عورت کے دوسرے وکیل نے اسکو قبول کیا اور دونوں
عقد ایک ہی ساتھ واقع ہوئے یا آگے پیچھے واقع ہوئے مگر اسمیں جھگڑا ہوا کہ اول کون ہے اور حالت مجہول
رہی تو بعوض مہر مثل کے نکاح صحیح ہو گا یہ کافی میں ہے ایک مرد نے دوسرے کو وکیل کیا کہ ایک عورت سے اسکا
نکاح کر دے پس اُس نے ایک عورت سے نکاح کر دیا پھر وکیل و شوہر میں اختلاف ہوا شوہر نے کہا کہ تو نے
مجھے اس عورت کا نکاح کر دیا ہے اور وکیل نے کہا کہ نہیں بلکہ اس دوسری سے نکاح کر دیا ہے تو شوہر
کے قول کی تصدیق ہو گی بشرطیکہ عورت اسکے قول کی تصدیق کرے کیونکہ دونوں سے نکاح ثابت ہوا ہے

دوسرے کی تصدیق کی پس دونوں کے اتصادق سے نکاح ہو جائیگا۔ اور یہ مسئلہ اس امر کی دلیل ہے کہ اتصادق
سے نکاح حاصل ہو جاتا ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر عورت نے تزویج کے واسطے وکیل کیا پھر اُسنے
خود ہی نکاح کر لیا تو وکیل مذکور وکالت سے خارج ہو جائیگا خواہ وکیل کو یہ بات معلوم ہوئی ہو یا نہوئی ہو۔ اور اگر
عورت نے اُسکو وکالت سے خارج کیا حالانکہ وکیل اس سے واقف نہوا تو وکالت سے خارج نہوگا پھر اگر وہ نکاح
کر دیگا تو نکاح جائز ہوگا۔ اور اگر مرد کی طرف سے کسی خاص عورت کے ساتھ تزویج کرنے کا وکیل ہو پھر موکل نے
اس عورت کی ماں یا بیٹی سے نکاح کر لیا تو وکیل وکالت سے خارج ہو جائیگا یہ محیط میں ہے۔ ایک عورت نے
کسی مرد سے تزویج کے واسطے وکیل کیا پھر قبل تزویج کے بنکاح فاسد نکاح کر لیا تو بعض مشائخ بخارا نے فرمایا کہ وکیل
وکالت سے معزول ہو جائیگا اور یہی امام برہان الدین مرغینانی نے اختیار کیا ہے اور قاضی برہان یہی فتوے دیتے تھے
اور بعض مشائخ بخارا نے فتوی دیا کہ معزول نہوگا یہ تاتارخانیہ میں فتاوی آہو سے منقول ہے۔ اور اگر معینہ عورت
سے نکاح کر دینے کا وکیل کیا پھر وہ عورت نعوذ باللہ تعالیٰ مرتد ہو کر دار الحرب میں چلی گئی پھر وہ گرفتار
ہو کر آئی اور مسلمان ہو گئی پھر وکیل نے موکل کے ساتھ نکاح کر دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک نکاح جائز ہوگا
قال المترجم اور اسمین صاحبین رح کا خلاف بر بنائے اصل معروف ہے۔ ایک مریض کی زبان بند ہو گئی پس اُس سے
ایک شخص نے کہا کہ میں تیری دختر فلانہ کی تزویج کا وکیل ہونگا اُس نے فارسی میں جواب دیا کہ آری آری
یعنی ہاں ہاں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا پس وکیل نے نکاح کیا تو صحیح نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص کا ایک
بیٹا ہے اور اُس بیٹے کی دختر ہے پس اُس شخص نے اپنے بیٹے کو باکراہ مجبور کیا کہ مجھے اپنی دختر کی تزویج کا
وکیل کرے پس بیٹے نے کہا کہ میں تجھے اور تیری فرزندی دونوں سے بیزار ہوں جو تیرا جی چاہے وہ
کر پس باپ نے جا کر اپنی پوتی کو بیاہ دیا تو شیخ ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ یہ نکاح صحیح نہوگا یہ
فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ اُسکے ساتھ کسی عورت کا نکاح کر دے
حالانکہ اس مرد موکل کے نکاح میں چار عورتیں ہیں تو ایسی وکالت ایسے وقت کے واسطے محمول کی جائیگی کہ
جب موکل کسی عورت سے نکاح کرنے کا شرعاً مختار ہو جاوے تب وہ کسی عورت سے اسکا نکاح کر دے
بایں طور کہ مثلاً وہ ان چاروں میں سے کسی کو بائن طلاق دیکر الگ کر دے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اس
امر پر ہمارے اصحاب کا اجماع ہے کہ ایک ہی مرد نکاح میں طرفین کا وکیل اور جانبین کا ولی اور ولی
ایک جانب سے اور اصیل دوسری جانب سے اور وکیل ایک جانب سے اور اصیل دوسری جانب سے
اور ولی ایک جانب سے اور وکیل دوسری جانب سے ہو سکتا ہے اور رہا یہ امر کہ ایک ہی شخص دونوں جانب
سے فضولی یا ایک جانب سے ولی اور دوسری جانب سے فضولی یا اصیل ایک جانب سے اور فضولی دوسری جانب
سے یا فضولی ایک جانب سے اور وکیل دوسری جانب سے ہو سکتا ہے کہ عقد اجازت پر موقوف رہے یا نہیں
تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک نہیں ہو سکتا ہے یہ قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں ہے۔ اور اگر ایک
فضولی نے عقد باندھا اور دوسرے شخص نے قبول کیا خواہ یہ دوسرا شخص فضولی ہو یا وکیل ہو یا اصیل ہو تو عقد کا
انعقاد ہوگا مگر جسکی طرف سے فضولی ہے اُسکی اجازت پر موقوف رہیگا یہ نہایہ میں ہے۔ اور شرط عقد

ایجاب ۱۲

اسی مجلس کے قبول پر موقوف رہتا ہی اور ماوراے اس مجلس کے موقوف نہین ہوتا ہی یہ سراج الوہاج مین ہی ایک
مرد نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ مین نے فلانہ عورت سے نکاح کیا پھر اُس عورت کو خبر پہونچی اور اُس نے اجازت
دیدی تو یہ باطل ہی اسی طرح اگر عورت نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ مین نے اپنے نفس کو فلان مرد کے نکاح مین دیا
حالانکہ یہ مرد غائب ہی پھر اسکو خبر پہونچی اور اُس نے اجازت دیدی تو عقد جائز نہوگا اور اگر دونون صورتون مین غائب
عورت یا غائب مرد کی طرف سے کسی فضولی نے قبول کر لیا تو البتہ ہمارے اصحاب کے نزدیک اجازت پر موقوف رہیگا
یہ قاضی خان کی شرح جامع صغیر مین ہی۔ اور نکاح فضولی کی اجازت دینا بقول ثابت ہوتا ہی اور بفعل بھی ثابت ہوتا ہی یہ
بحر الرائق مین ہی پس اگر فضولی نے ایک مرد کا نکاح جو غائب ہی ایک عورت سے کر دیا اور بدون اجازت مرد کے پھر
مرد مذکور کو خبر پہونچی تو اُس نے کہا کہ تو نے خوب کیا یا کہا کہ ہمکو اللہ تعالی اُس مین برکت دے یا کہا کہ تو نے احسان کیا یا کہا کہ تو
براہ صواب گیا تو یہ الفاظ اجازت نہین کذا فی فتاوی قاضی خان اور یہی مختار ہی اور اسی کو شیخ ابو اللیث نے اختیار
کیا ہی یہ محیط مین ہی اور اگر سیاق کلام سے یہ معلوم ہو جاوے کہ اُس نے یہ الفاظ بطور استہزاء کہے ہین تو اس صورت
مین یہ الفاظ اجازت نہونگے اور اگر لوگون نے اسکو مبارکباد دی اور اُس نے قبول کی تو یہ اجازت ہوگی یہ فتاوی
قاضی خان مین ہی اور تتمہ مین ہی کہ فقیہ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہین یہ تاتارخانیہ مین ہی ایک فضولی نے
ایک مرد کے ساتھ ایک عورت کا بدون اجازت عورت کے نکاح کر دیا پس عورت نے کہا کہ تیرا فعل خوش نہ آیا یا
فارسی مین کہا کہ مرا خوش نیامد این کار تو تو یہ رد نکاح نہین ہی حتی کہ اگر اسکے بعد راضی ہو جاوے تو یہ نکاح نافذ ہو جاویگا
یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ مہر کا قبول کرنا اجازت ہی اور ہدیہ کا قبول کرنا اجازت نہین ہی یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور فوائد
صاحب المحیط مین ہی کہ اگر مرد نے فضولی سے کہا کہ تو نے برا کیا تو یہ نکاح کی اجازت ہی ایسا ہی امام محمد سے مروی ہی
اور ظاہر الروایۃ کے موافق یہ کلام رد نکاح ہی اور اسی پر فتوی ہی۔ اور فعل کے ساتھ اجازت یہ ہی کہ عورت کا
مہر اسکو بھیجدے اور آیا شرط ہی کہ عورت کو مہر پہونچ جاوے یا نہین تو امام ظہیر الدین نے فرمایا کہ شرط ہی اور مولانا
اور قاضی امام فخر الدین نے فرمایا کہ نہین شرط ہی۔ اور اگر عورت کے ساتھ خلوت کی پس آیا یہ اجازت ہی تو مولانا رحمہ اللہ
نے فرمایا کہ اجازت ہی اور بعض نے فرمایا کہ نفس خلوت اجازت نہین ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ ایک فضولی نے ایک
عورت کو ایک مرد کے ساتھ بدون اجازت عورت کے بیاہ دیا پھر عورت کو خبر پہونچی پس عورت نے کہا کہ
باک نیست یعنی کچھ ڈر نہین ہی تو یہ اجازت ہی ایسا ہی فقیہ ابو اللیث رح نے ذکر فرمایا ہی اور فقیہ ابو جعفر رح اسی پر
فتوے دیتے تھے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر فضولی نے چار عورتین ایک عقد مین اور تین عورتین ایک عقد مین زید
کے ساتھ بیاہ دین پس زید نے ایک فریق مین سے ایک عورت کو طلاق دیدی تو اسی فریق کے نکاح کی اجازت
ہوگی یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور اگر فضولی نے ایک مرد سے دس عورتون کا نکاح مختلف عقدون مین کیا اور
ان دسون عورتون کو خبر پہونچی اور انھون نے سب نے اجازت دی تو نوین و دسوین عقد کی دونون عورتین
جائز ہونگی اور علی ہذا دس مردون مین سے ہر ایک نے اپنی دختر کا نکاح ایک مرد سے کیا اور یہ سب
عورتین بالغہ ہین پس سبھون نے نکاح جائز رکھا تو نوین و دسوین کا نکاح جائز ہوگا اور اگر گیارہ مرد ہون تو
اخیر کی تین عورتون کا جائز ہوگا اور اگر بارہ مرد ہون تو چار عورتون کا نکاح جائز ہوگا اور اگر تیرہ مرد ہون

تو اکیلی تیسری عورت کا نکاح جائز ہوگا یہ غایۃ السروجی مین ہے۔ قال المترجم کیونکہ جب چار عورتون کے بعد پانچوین سے عقد کیا تو پہلے سب چارون باطل ہوگئے پھر جب چھٹے و ساتوین و آٹھوین کے بعد نوین سے عقد کیا تو چارون بھی باطل ہوگئے اب رہی نوین پھر اسکے بعد دسوین سے نکاح کیا تو یہی دونون باقی رہی ہین پس اجازت انھین دونون کی معتبر ہوگی اور بعد اس بیان کے سب صورتین بھیر آسان ہین فافہم۔۔ ایک فضولی نے ایک مرد کے عقد و متفرقہ مین پانچ عورتون کا نکاح کردیا تو شوہر کو اختیار ہوگا کہ انھین سے چار اختیار کرلے یا پانچوین کوئی ہو اسکو جدا کردے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر فضولی نے چار عورتون سے بدون انکی اجازت کے پھر چار عورتون سے بدون انکی اجازت کے پھر دو عورتون سے نکاح کردیا تو اخیر کی دو عورتون کا نکاح متوقف رہیگا یہ عنایہ مین ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ ایک مرد نے ایک عورت کو بدون اسکی اجازت کے ایک مرد سے بیاہ دیا اور ہزار درہم مہر ٹھہرایا اور اسی مرد کی طرف سے دوسرے مرد نے بدون اجازت اس مرد کے خطبہ کیا پس دونون فضولی ہوئے پھر دونون نے پچاس دینار پر بغیر اجازت اس مرد و اس عورت کے جدید نکاح باندھا حتی کہ دونون نکاح ان دونون کی اجازت پر موقوف ہوئے پھر عورت مذکورہ نے دونون نکاحون مین سے ایک کی اجازت دی اور مرد نے بھی دونون مین سے ایک نکاح کی اجازت دی پس اگر شوہر نے اسی نکاح کی اجازت دی جسکی عورت نے اجازت دی ہے مثلاً عورت نے ہزار درم والے نکاح کی اجازت دی اور مرد نے بھی اسی نکاح کی اجازت دی تو ہزار درم کے مہر والا نکاح جائز ہوگا۔ اور اگر شوہر نے سوائے اس نکاح کے جسکی عورت نے اجازت دی ہے دوسرے نکاح کی اجازت دی مثلاً پچاس دینار والے نکاح کی اجازت دی تو جائز نہوگا پھر اگر اسکے بعد دونون دوسرے نکاح کی اجازت پر اتفاق کرین تو وہ جائز نہوگا اور اگر پہلے نکاح کی اجازت پر اتفاق کرین تو وہ جائز ہوگا اسی طرح اگر عورت نے ابتدائً دوسرے نکاح کی اجازت دی تو یہ امر اسکی طرف سے نکاح اول کا فسخ ہوگا پس اگر دونون دوسرے نکاح پر اتفاق کرینگے تو جائز ہوجائیگا اور اگر پہلے نکاح پر اتفاق کرینگے تو جائز نہوگا اور اسیطرح اگر شوہر نے پہل کرکے دونون مین سے کسی ایک نکاح کی اجازت دی تو یہ امر اسکی طرف سے دوسرے نکاح کا فسخ ہوگا پس وہ باطل ہوجائیگا۔ اور یہ سب اس صورت مین ہے کہ پہلا اجازت دیا ہوا معلوم ہو کہ یہ پہلا اجازت دیا ہوا ہے اور یہ دوسرا ہے اور اگر دونون پہلے اجازت دیئے ہوئے کو بھول گئے پھر دونون نے ان دونون مین سے کسی ایک نکاح پر اتفاق کیا بایتہ آنکہ ایک نے دوسرے کی تصدیق کی کہ ہمنے یاد کیا کہ یہی پہلا اجازت دیا ہوا ہے تو نکاح جائز ہوگا اور اگر ان دونون نے یاد نہ کیا کہ یہی پہلا اجازت دیا ہوا ہے لیکن دونون کسی ایک نکاح پر متفق ہوئے بدون اسکے کہ یاد کرین کہ یہی پہلا اجازت دیا ہوا ہے تو ان دونون عقدون مین سے کوئی بھی کبھی جائز نہوگا اور اگر عورت نے پہل کرکے کہا کہ مین نے دونون عقدون کی اجازت دیدی تو مرد کو اختیار ہوگا کہ چاہے ہزار درم والے کی اور چاہے پچاس دینار والے کی جسکی چاہے انھین سے ایک کی اجازت دیدے اور یہی جائز ہوگا اور جو مہر اسمین ٹھہرا ہے وہ اسکے ذمہ لازم ہوگا اور اگر ایک نے درم والے اور دوسرے نے دینار والے کی اجازت دی اور دونون کی اجازت کا کلام ایک ساتھ ہی دونون کے منہ سے نکلا تو دونون نکاح ٹوٹ جاوینگے اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے دونون نکاحون کی اجازت دی اور دونون کے کلام ایک ساتھ ہی نکلا تو ان مین

وہی حکم ہی جو ایک ہی ساتھ اجازت کا کلام نہ نکلنے کی حالت مین ہر ایک کے دونون نکاحون کی اجازت دینے کا حکم ہو یعنی دونون مین سے ہر ایک نے آگے پیچھے دونون نکاحون کی اجازت دیدی اور اسکا حکم یہ ہو کہ دونون نکاحون مین سے ایک نکاح لا محالا نافذ ہو جائیگا۔ اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے ان دونون نکاحون مین سے غیر معین ایک نکاح کی اجازت دی مثلاً مرد نے کہا کہ مین نے دونون مین سے ایک نکاح کی اجازت دی یا کہا کہ مین نے اس نکاح کی یا اس دوسرے نکاح کی اجازت دی تو اس مسئلہ مین عورت کی اجازت چار صورتون سے خالی نہین اول آنکہ عورت نے کہا کہ مین نے اس نکاح کی اجازت دی جسکی شوہر نے اجازت دی ہو حالانکہ دونون کے کلام ایک ہی ساتھ دونون کے منھ سے نکلے تو اس صورت مین دونون مین سے ایک نکاح جائز ہوگا دوم آنکہ عورت نے کہا کہ مین نے اس نکاح کے سوا جسکی شوہر نے اجازت دی ہو دوسرے نکاح کی اجازت دی اور دونون کے کلام ایک ہی ساتھ نکلے تو اس صورت مین دونون نکاح ٹوٹ جاوینگے سوم آنکہ عورت نے کہا کہ مین نے دونون نکاحون کی اجازت دی تو اسکا وہی حکم ہو جو دو صورتیکہ اُسنے کہا کہ جسکی شوہر نے اجازت دی ہو اُسکی مین نے اجازت دی مذکور ہوا ہو یعنی دونون مین سے ایک نکاح جائز ہوگا چہارم آنکہ عورت نے کہا مین نے دونون مین سے ایک نکاح کی اجازت دی یا کہا کہ مین نے اسکی یا اسکی اجازت دی جیسے کہ شوہر نے کہا ہو اور دونون کے کلام ایک ساتھ ہی نکلے تو مذکور ہو کہ دونون مین سے کسی نے ابھی تک کچھ اجازت نہین دی ہو اور دونون کو اختیار ہوگا کہ دونون مین سے ایک نکاح جسپر چاہین اتفاق کر لین اور چاہین دونون کو فسخ کر دین کذا فی الذخیرہ اور اگر عورت نے مثلاً کہا کہ مین نے ایک کی اجازت دیدی اور دوسرے نے اُسکے بعد کہا کہ مین نے ایک کی اجازت دیدی تو امام اعظم رح کے نزدیک ایک نکاح جائز ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہو۔ ایک فضولی نے ایک غلام سے دو عورتون کا نکاح ایک عقد مین کیا پھر دو عورتون کا نکاح ایک عقد مین کیا اور یہ سب بدون رضامندی سے کیا پھر وہ غلام آزاد ہو گیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ دو عورتون کے نکاح کی اجازت دے چاہے پہلے فریق کی دونون عورتون کے نکاح کی اجازت دے اور چاہے دوسرے فریق کی دونون عورتون کے نکاح کی اجازت دے اور چاہے پہلے فریق کی ایک کے نکاح کی اور دوسرے فریق کی ایک کے نکاح کی اجازت دے اور اگر تین کے نکاح کی اجازت دی تو سب باطل ہوئے اور اگر چوتھی کے نکاح کی اجازت دی تو جائز ہوگا اور اگر سب نکاح ایک ہی عقد مین واقع ہوئے ہون تو اُسکی اجازت بھی نہین ہو سکتی یہ کافی مین ہو۔ اور اگر غلام نے بدون اجازت مولی کے تین عورتون سے تین عقدون مین نکاح کیا پھر مولی نے سب کی اجازت دیدی تو تیسرے عقد والی عورت جائز ہوگی یہ عتابیہ مین ہو اور اصل یہ ہو کہ حق محل مین اجازت بمنزلہ انشاء عقد کے ہو پس اگر محل ایسا ہو کہ انشاء عقد مین اسکا مجتمع کرنا صحیح نہو تو بحالت اجازت و امضاء کے عقد بھی صحیح نہوگا اور اگر با نشاء عقد صحیح ہو تو با جازت بھی صحیح ہوگا۔ ایک مرد نے دوسرے مرد کے ساتھ بدون اجازت کے دو صغیرہ کا نکاح ایک ہی عقد مین بدون دونون کے باپون کی اجازت کے کر دیا اور ان دونون صغیرہ کی طرف سے کوئی قبول کرنے والا ہو گیا پھر ایک عورت نے ان دونون صغیرہ کو دودھ پلایا پھر جب شوہر کو خبر پہونچی تو اُس نے ان دونون مین سے ایک کے نکاح کی اجازت دی اور اس صغیرہ کے باپ نے بھی اجازت دی تو نکاح جائز نہوگا اور اگر ایک عورت مذکورہ نے دونون مین سے

ایک کو دودھ پلایا پھر وہ مرگئی پھر دوسری دختر کو دودھ پلایا پھر شوہر نے خبر پہونچنے پر اُسکے نکاح کی اجازت دی
اور اُسکے باپ نے بھی اجازت دی تو نکاح جائز ہوگا اور اگر ہر دو صغیرہ کا نکاح دونوں کے ولیوں نے علٰحدہ علٰحدہ
عقد میں کیا پھر دونوں رضاعی بہنیں ہوگئیں پھر شوہر نے ایک کے نکاح کی اجازت دی تو نکاح جائز ہوگا۔
دو صغیرہ دونوں چچا زاد بہنیں ہیں اور دونوں کا نکاح اُنکے چچا نے ایک مرد سے بدون اُسکی اجازت کے کردیا
اور علٰحدہ علٰحدہ عقد میں کیا پھر ایک عورت نے ان دونوں کو دودھ پلایا پھر شوہر نے دونوں میں سے ایک
کے نکاح کی اجازت دی تو جائز نہوگا اور اگر دونوں میں سے ہر ایک کا ایک علٰحدہ چچا اُسکا ولی ہو اور باقی مسئلہ بحالہ
رہے پھر شوہر نے ایک کے نکاح کی اجازت دی تو جائز ہوگا۔ اور اگر دو باندیوں سے دونوں کی رضامندی
سے ایک ہی عقد میں بدون اجازت اُنکے مولی کے نکاح کرلیا پھر مولی نے ان دونوں میں سے خاص ایک کو
آزاد کیا پھر مولے کو نکاح کی خبر پہونچی پس اُسنے باندی کے نکاح کی اجازت دیدی تو نکاح جائز نہوگا۔ اسیطرح
اگر فضولی نے کسی مرد کے ساتھ دو باندیوں کا نکاح اُنکی اور اُسکے مولی کی اجازت سے کردیا پھر مولی نے دونوں
میں سے ایک کو آزاد کردیا پھر شوہر کو خبر پہونچی اور اُسنے باقی باندی کے نکاح کی اجازت دی تو جائز نہوگا
اور اگر آزاد شدہ باندی کے نکاح کی اجازت دی تو نکاح جائز ہوگا اور اگر مولے نے دونوں کو ایک ہی
ساتھ آزاد کردیا پھر شوہر نے دونوں یا ایک کے نکاح کی اجازت دی تو جائز ہوگا اور اگر مولے نے یوں
کہا کہ فلانہ باندی آزاد ہے اور فلانہ باندی آزاد ہے یا ایک کو آزاد کیا اور چپ رہا پھر دوسری کو آزاد کیا پھر شوہر کو
خبر پہونچی اور اُس نے ایک ساتھ یا آگے پیچھے دونوں کے نکاح کی اجازت دی تو پہلی آزاد شدہ کا نکاح جائز ہوگا
دوسری کا جائز نہوگا اور اگر نکاح دو عقد میں واقع ہوا ہو پس اگر دونوں باندیاں دو مولے کی یعنے ہر ایک کی
ایک ایک ہو اور دونوں میں سے ایک نے اپنی باندی کو آزاد کیا تو شوہر کو اختیار ہوگا کہ جا ہے جسکے نکاح
کی اجازت دے جائز ہوگا اور اگر دونوں ایک ہی شخص کی مملوکہ ہوں تو آزاد شدہ کا نکاح صحیح ہوگا باندی کا
صحیح نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک مرد کے نیچے آزاد عورت ہو اور ایک فضولی نے ایک باندی سے اسکا
نکاح کردیا پھر عورت آزاد مرگئی یا فضولی نے اسکی جورو کی بہن سے نکاح کردیا پھر اسکی جورو مرگئی تو مرد مذکور
کو اجازت نکاح کردینے کا اختیار نہیں ہے اسی طرح اگر اُسکے نیچے چار عورتیں ہوں اور فضولی نے پانچویں سے
نکاح کردیا پھر ان چاروں میں سے ایک مرگئی تو مرد مذکور فضولی والے نکاح کی اجازت نہیں دے سکتا ہے
اور اگر فضولی نے ایک ساتھ ہی پانچ عورتوں سے نکاح کردیا تو اُسکو بعض کے نکاح کی اجازت دینے کا
اختیار نہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ ایک آزاد مرد کے نیچے ایک عورت ہے اس مرد کے ساتھ ایک فضولی
نے بلا اجازت چار عورتوں سے نکاح کردیا پھر اُسکو یہ خبر پہونچی پس اُسنے بعض کے نکاح کی اجازت دی تو جائز
نہوگا اور اگر علٰحدہ علٰحدہ عقد میں ہر ایک کا چاروں میں سے نکاح کیا اور مرد مذکور نے بعض کی اجازت یدی تو
جنکی اجازت دی ہے وہ نکاح جائز ہونگے لیکن اگر اُسنے اس صورت میں کل کے نکاح کی اجازت دی تو ناجائز اور سب کے
نکاح باطل ہوجاینگے حتی کہ اگر اسکے بعد اسنے بعض کے نکاح کی اجازت دی تو بعض بھی ناجائز ہونگے اور اگر قبل
اجازت کے اسکی جورو مرگئی پھر مرد نے چاروں کے نکاح کی اجازت دی خواہ چاروں کا عقد واحد میں نکاح کیا ہو

یا عقد وشنفر قرار دیا ہے ہر حال اجازت سے کوئی عقد جائز ہو گا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے اپنی دختر بالغہ کو کسی
مرد غائب کے ساتھ بیاہ دیا اور مرد غائب کی طرف سے ایک فضولی نے قبول کیا پھر قبل اجازت مرد غائب کے عورت کا
باپ مرگیا تو اسکی موت سے نکاح باطل ہو گا۔ ایک مرد نے اپنے پسر بالغ کا نکاح ایک عورت سے بدون اجازت پسر
مذکور کے باندھا پھر قبل اجازت کے بیٹا مجنون ہوگیا تو مشائخ نے فرمایا کہ باپ کو یوں کہنا چاہیئے کہ میں نے اپنے بیٹے
کی طرف سے نکاح کی اجازت دی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے بھائی کی دختر اپنے پسر کے ساتھ
بیاہ دی حالانکہ یہ دونوں صغیر ہیں اور بھائی کی دختر کا باپ موجود ہے پھر قبل اجازت نکاح کے اسکا باپ مرگیا پھر
چچا نے قبل بلوغ دختر مذکورہ کے اس نکاح کی اجازت دی تو اجازت صحیح اور نکاح نافذ ہو گا اسی طرح
اگر کسی مرد نے اپنے پسر نابالغ کا نکاح بدون اسکی اجازت کے ایک عورت سے کر دیا اور ہنوز پسر مذکور بالغ نہوا
تھا کہ وہ معتوہ ہوگیا پھر باپ نے اس نکاح کی اجازت دی تو جائز ہو گا۔ اسی طرح اگر غلام نے بدون
اجازت مولی کے نکاح کیا پھر قبل اجازت کے وہ اس مولی کی ملک سے نکل کر دوسرے مولے کی ملک میں
داخل ہوا پھر دوسرے مولے نے نکاح کی اجازت دی تو اجازت صحیح اور نکاح نافذ ہو گا اور اسی طرح اگر
باندی نے بدون اجازت مولی کے اپنا نکاح کر لیا پھر اس مولے کی ملک سے نکل کر دوسرے کی ملک میں
داخل ہوئی خواہ بطریق بیع کے یا بوجہ ہبہ یا ارث کے پس اگر یہ باندی اس دوسرے مالک کے واسطے حلال نہو
مثلاً یہ صورت ہوں کہ ایک جماعت اسکی وارث ہوئی یا فقط بیٹا وارث ہوا اگر باپ نے اس باندی سے وطی
کر لی تھی یا مولائے اول نے ایک جماعت کے ہاتھ بیچ دی یا انکو ہبہ کر دی یا اپنے پسر کے ہاتھ بیچی یا ہبہ کی
مگر باپ اس سے وطی کر چکا ہو تو ایسی صورت میں دوسرے مولے کی اجازت سے نکاح جائز ہو سکتا ہے اور
اگر دوسرے ولی کے واسطے باندی حلال ہو بایں طور کہ مولائے اول نے کسی اجنبی کے ہاتھ بیچی یا اسکو ہبہ کی
یا اپنے پسر کے ہاتھ بیع یا ہبہ کی مگر خود اس سے وطی نہیں کر چکا ہے یا فقط بیٹا اسکا وارث ہوا در حالیکہ باپ
نے اس سے وطی نہیں کر چکا ہے تو ایسی حالت میں دوسرے مولی کی اجازت ناجائز اور اس اجازت سے
نکاح جائز نہوگا یہ محیط میں ہے **متصلات این باب مسائل الفسخ** جاننا چاہیئے کہ نکاح منعقد ہو جانے
کے بعد اسکے فسخ کرنے والے چار طرح کے لوگ ہوتے ہیں اول ایسا عقد باندھنے والا جو بقول یا بفعل کسی طرح
فسخ کا اختیار نہیں رکھتا ہے اور یہ فضولی ہے پس اگر فضولی نے ایک مرد کا نکاح بدون اسکی اجازت کے کسی
عورت سے کر دیا پھر کہا کہ میں نے عقد کو فسخ کیا تو فسخ نہوگا یہ اسی طرح اگر اسی عورت کی بہن سے اسکا نکاح
باندھا تو دوسرا نکاح مرد کی اجازت پر موقوف ہو گا اور یہ نکاح اول کا فسخ نہو گا۔ دوم وہ عاقد ہے جو قول سے
فسخ کر سکتا ہے اور فعل سے فسخ نہیں کر سکتا ہے اور یہ وکیل ہے چنانچہ اگر ایک شخص نے کسی کو وکیل کیا کہ میرے ساتھ
فلانہ عورت معینہ کا نکاح کر دے پس اس نے اسی عورت سے نکاح کر دیا اور عورت کی طرف سے کسی
فضولی نے قبول کیا تو اس وکیل کو اختیار ہے کہ قول سے نکاح فسخ کر دے یعنی کہے کہ میں نے یہ نکاح فسخ
کیا۔ اور اگر وکیل مذکور نے اس عورت کی بہن کے ساتھ بھی موکل کا نکاح کر دیا تو عقد اول فسخ
نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور اگر وکیل مذکور نے بعینہا اسی عورت سے دوسرا نکاح کر دیا

تو عقد اول ٹوٹ جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور سوم وہ عاقد جو بفعل فسخ کرسکتا ہی اور بقول فسخ نہین کرسکتا ہی
اور اسکی صورت یہ ہی کہ ایک مرد نے ایک مرد کے ساتھ بدون اُسکی اجازت کے ایک عورت کا نکاح کر دیا پھر
شوہر مذکور نے اس فضولی کو وکیل کیا کہ میرے ساتھ کسی عورت کا نکاح کر دے اور کسی عورت کو معین نہ کیا پس وکیل
مذکور نے اس عورت کی بہن کے ساتھ اُسکا نکاح کر دیا تو پہلا نکاح فسخ ہوجائیگا حالانکہ اگر وہ اس نکاح کو
بقول فسخ کرے تو فسخ صحیح نہین ہی۔ چہارم وہ عاقد جو قول و فعل دونون طرح سے فسخ کرسکتا ہی اور اسکی صورت
یہ ہی کہ ایک مرد نے دوسرے کو کسی عورت سے بلا تعیین نکاح کرنے کا وکیل کیا پس وکیل نے ایک عورت
سے نکاح کر دیا اور عورت کی طرف سے ایک فضولی نے قبول کیا پس اگر وکیل اس عقد کو فسخ کرے تو فسخ
صحیح ہی اور اگر وکیل نے اس عورت کی بہن سے بھی موکل کا نکاح کر دیا تو عقد اول فسخ ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین
ہی بین باب نکاح مین فضولی کو قبل اجازت کے رجوع کا اختیار نہین ہوتا ہی اور وکیل کو نکاح موقوف کی
صورت مین قول و فعل دونون سے رجوع کا اختیار رہتا ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر زید کے ساتھ فضولی نے
ایک عورت کا نکاح کر دیا پھر زید نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ کسی عورت سے اُسکا نکاح کر دے پس وکیل نے
اس نکاح کی اجازت دیدی پھر اُسکو فسخ کیا تو بنا بر روایت جامع کے اُسکا فسخ کرنا صحیح نہوگا اور اگر اسی عورت
کی بہن کا باجازت بہن کے موکل کے ساتھ نکاح کر دیا تو پہلا نکاح باطل ہو جائیگا۔ اور اگر موافق نکاح کے واسطے
دو وکیل ہون تو ایک وکیل کے باندھے عقد موقوف کو قصداً دوسرا باطل نہین کرسکتا ہی وکیل اگر ایسا فعل کرے
کہ اس عورت کی بہن سے موکل کا نکاح کر دے یا دوسرے مہر سے نکاح کی تجدید کرے تو پہلا نکاح فسخ ہو جائیگا یہ
عتابیہ مین ہی۔ اور اگر زید نے ایک عورت سے بدون اجازت عورت مذکورہ کے نکاح کیا پھر کسی کو وکیل کیا کہ کسی
عورت سے اُسکا نکاح کر دے پس وکیل نے اپنے قول سے بفعل زید کو فسخ کیا تو نہین صحیح ہوگا اور اگر وکیل نے
اسی عورت کی بہن سے زید کا نکاح کر دیا تو نکاح اول ٹوٹ جائیگا۔ اور اگر وکیل نے موکل کے ساتھ ایک ہی
عقد مین دو عورتون کا نکاح کر دیا کہ ان دونون مین سے ایک عورت زید کی نکاح والی کی بہن ہی یا ایک ہی
عقد مین چار عورتون سے نکاح کر دیا تو پہلا نکاح فسخ نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔

ساتوان باب۔ مہر کے بیان مین اسمین چند فصلین ہین فصل اول اُسکے مقدار مہر کے بیان مین اور جو
چیزین مہر ہوسکتی ہین اور جو چیزین نہین ہوسکتی اُنکے بیان مین۔ کم سے کم مقدار مہر دس درم ہی خواہ سکہ دار ہون یا
نہون چنانچہ دس درم وزن کی خالی چاندی پر مہر جائز ہی اگرچہ اسقدر چاندی کی قیمت بہ نسبت دس درم کے
کم ہو یہ تبیین مین ہی۔ اور سوائے درم کے جو چیز ہی وہ وقت عقد کی قیمت کے حساب سے درمون کی قائم مقام
رکھی جائیگی یہ ظاہر الروایۃ کے موافق ہی چنانچہ اگر کپڑے یا کیلی یا وزنی چیز پر نکاح کیا اور اس چیز کی قیمت وقت
عقد کے دس درم ہی تو نکاح جائز ہوگا اگرچہ قبضہ کرنے کے دن اُسکی قیمت دس درم سے گھٹ گئی ہو پس عورت
کو رد کر دینے کا اختیار نہوگا اور اگر اسکے برعکس ہو کہ وقت عقد کے دس سے کم ہو اور وقت قبضہ کے نرخ
زیادہ ہو گیا کہ دس درم قیمت ہو گئی تو وقت عقد کے جسقدر کمی تھی وہ عورت کو دلائی جاویگی اگرچہ وقت قبضہ
کے پوری دس درم قیمت ہی یہ نہر الفائق مین ہی اور اگر کپڑے کا کسی جز و مین نقصان ہو جانے سے قبضہ

سے پہلے اُسکی قیمت میں نقصان آگیا تو عورت کو اختیار ہوگا چاہے اسی ناقص کو لے لے یا اُسکی قیمت دس درہم لے لے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور واضح ہو کہ ہر ایسی چیز جو مال متقوم ہو مہر ہو سکتی ہے۔ اور منافع بھی مہر ہو سکتے ہیں مگر بات یہ ہے کہ اگر شوہر مرد آزاد ہو اور اُس نے عورت سے اس منافع پر نکاح کیا کہ میں تیری خدمت کرونگا تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مہر مثل کا حکم دیا جائیگا اور نکاح جائز ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر عورت سے اپنے سوا کسی دوسرے آزاد کی خدمت پر نکاح کیا لیکن اگر اس غیر کے حکم سے نہو اور نہ اُسنے اجازت دی تو اُسکی خدمت کی قیمت واجب ہوگی اور اگر غیر مذکور کے حکم سے ہو لیکن اگر کوئی خدمت معین ایسی ہو کہ جس سے بے پردگی و فتنہ سے بچاؤ نہیں ہو سکتا ہے تو واجب ہے کہ منع کیا جاوے اور اُسکو خدمت مذکورہ کی قیمت دیجاوے اور اگر ایسی خدمت نہو تو اس خدمت کا ادا کرنا واجب ہوگا اور اگر خدمت غیر معین ہو بلکہ اس غیر مذکور کے منافع پر نکاح کیا حتیٰ کہ عورت مذکورہ نے اس غیر مذکور سے خدمت لینی کی شرط کی کیونکہ یہ جو ظاہر ہوا تو دیکھا جائیگا کہ اگر عورت مذکورہ نے ایسی خدمت لینی شرط کی ہے کہ جسکی صورت مثل اول کے ہے تو اسکا حکم مثل حکم اول کے ہوگا اور اگر برخلاف صورت دوم ہو تو اُسکا حکم مثل صورت دوم کے ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر مرد نے عورت سے اپنے غلام یا باندی کی خدمت پر نکاح کیا تو صحیح ہے یہ بالاتفاق ہے اور اگر شوہر غلام ہو تو شوہر کو اُسکی خدمت جائز ہے یہ بالاجماع ہے کذا فی محیط السرخسی اور اگر کسی عورت سے اس مہر پر نکاح کیا کہ اُسکو قرآن شریف تعلیم کر دیگا تو عورت مذکورہ کو اُسکا مہر مثل ملیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر عورت سے اس مہر پر نکاح کیا کہ عورت مذکورہ کی بکریاں چرا دیگا یا اُسکی زمین میں زراعت کر دیگا تو ایک روایت میں جائز ہے اور ایک روایت میں جائز ہے کذا فی محیط السرخسی اور روایت اول کتاب الاصل و الجامع کی ہے اور وہی اصح ہے کذا فی النہر الفائق اور یہ شبہ نہو کہ بکری چرانا بالاجماع خدمت نہ قرار دی ہے اور اگر کسی نے قصہ موسیٰ و شعیب علیہما السلام سے اور اگر کوئی کہے کہ وہ موسیٰ و شعیب کی شریعت میں تھا علیہما السلام اور ہم امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو جواب یہ ہے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی شریعت جسکو اللہ تعالیٰ نے یا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی نوع انکار کے بیان فرمایا ہو وہ ہم پر لازم ہے یہ کافی میں ہے اور اگر حلال و حرام احکام کی تعلیم یا حج و عمرہ وغیرہ عبادات کو مہر قرار دیا تو ہمارے نزدیک تسمیہ صحیح نہیں ہے پھر واضح ہو کہ تسمیہ میں اصل یہ ہے کہ جب تسمیہ صحیح ہو جاوے و متقرر ہو جاوے تو وہی مسمّی واجب ہوگا پھر دیکھا جائیگا کہ اگر مہر مسمّیٰ دس درہم یا زیادہ ہے تو عورت کو بس یہی ملیگا اسکے سوا کچھ نہوگا اور اگر دس سے کم ہو تو ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک دس پورے کر دیے جاوینگے اور اگر تسمیہ فاسد یا منزلزل ہو تو مہر مثل واجب ہوگا اور اگر مہر یہ قرار دیا کہ عورت مذکورہ کو اُسکے شہر سے باہر لیجائیگا یا اُسکے اوپر دوسرا نکاح نہ کریگا تو یہ تسمیہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ امر مذکور مال نہیں ہے اور اسی طرح اگر مسلمان مرد نے مسلمان عورت سے مردار یا خون یا شراب یا سور پر نکاح کیا تو تسمیہ صحیح نہیں ہے اور اگر اعیان مال کے منافع پر مدت معلوم تک کے واسطے نکاح کیا مثل اپنے دار کی سکونت و اپنے جانور سواری کی سواری و بار برداری و زراعت کی زمین دینے وغیرہ پر مدت معلوم تک کے واسطے نکاح قرار دیا تو تسمیہ صحیح ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر غلام نے اپنے مولیٰ کی اجازت سے اپنے رقبہ پر کسی باندی یا مدبرہ یا ام ولد سے

نکاح کیا تو جائز ہو اور اگر اپنے رقبہ پر کسی آزاد عورت یا مکاتبہ سے نکاح کیا تو نہیں جائز ہوا اور غلام کی قیمت پر
بھی نافذ نہو گا یہ غایۃ سروجی میں ہو۔ اور اگر کسی عورت نے اس مہر پر نکاح کیا کہ اپنی دوسری بیوی کو طلاق
دیدیگا یا مرد کا بجانب اُس عورت کے جو حق قتل عمد کا ہو اُسپر نکاح کیا یا کہا کہ تجھکو حج کرا لاؤنگا تو عورت
مذکورہ کو مہر مثل ملیگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہو۔ ایک مرد کے ایک عورت پر ہزار درم کسی خریدی ہوئی چیز
کے واجب ہیں پس مرد مذکور نے اس عورت سے بدین مہر نکاح کیا کہ ان درہموں کے مطالبہ میں مہلت دونگا
تو یہ مہلت باطل ہو اور نکاح منعقد اور مہر مثل واجب ہوگا یہ ظہیریہ میں ہو۔ ایک مرد نے ایک عورت سے
اس ہزار درم پر جو اُسکے فلان مرد پر آتے ہیں نکاح کیا تو نکاح جائز ہوگا مگر عورت کو اختیار ہوگا چاہے شوہر
سے انکا مطالبہ کرے اور چاہے قرضدار کی دامنگیر ہو پھر شوہر سے مواخذہ کریگی تاکہ شوہر اس عورت کو قرضدار
سے یہ قرضہ وصول کرلینے کا وکیل کریگا اور اگر کسی عورت سے ہزار درم قرضہ پر جو اس مرد کے زید پر ایک سال کے
وعدہ پر آتے ہیں نکاح کیا اور عورت اسپر راضی ہو گئی تو عورت کو اختیار ہوگا چاہے شوہر سے مواخذہ کرے
یا قرضدار سے لینا اختیار کرے پس اگر شوہر سے لینا اختیار کیا تو بھی ایک سال کے وعدہ پر اس سے لے سکتی
ہو یہ فتاوے قاضی خان میں ہو۔ اور اگر کسی معین غلام پر اشارہ کرکے نکاح کیا حالانکہ غلام مذکور کسی غیر کا ہو
یا کسی دار کی طرف اشارہ کرکے نکاح کیا حالانکہ وہ غیر کی ملک ہو تو نکاح جائز اور تسمیہ صحیح ہو پھر اسکے
بعد دیکھا جائیگا کہ اگر مالک غلام و دار نے اسکی اجازت دیدی تو عورت کو عین شے ملیگا اور اگر مالک نے
اجازت نہ دی تو نکاح باطل نہوگا اور تسمیہ بھی باطل نہوگا حتی کہ مہر مثل واجب نہوگا بلکہ اس مہر شے
کی قیمت واجب ہوگی یہ محیط میں ہو اور اگر کسی مرد نے کسی عورت سے کسی غلام کے عیب پر جسکو مرد نے اس
عورت سے خریدا ہو نکاح کیا تو جائز ہو پس اگر عیب کی قیمت دس درم ہو تو عورت کے واسطے یہی ہوگا
اور اگر دس درم سے کم ہو تو دس درم کی تکمیل واجب ہوگی یہ ظہیریہ میں ہو۔ اور ہمارے مشائخ نے
فرمایا کہ نکاح شغار منعقد ہوتا ہو اور شرط باطل ہوتی ہو اور دونوں عورتوں میں سے ہر ایک کو اسکا مہر مثل
ملیگا اور نکاح شغار کے یہ معنی ہیں کہ زید نے مثلاً اپنی دختر کا نکاح عمرو کے ساتھ اس شرط پر کیا کہ عمرو اپنی
بہن یا بیٹی کا نکاح زید کے ساتھ کردے بدین مہر کہ ہر ایک عورت کی بضع دوسری کا مہر ہو یہ جوہرہ نیرہ میں
ہو۔ اور اگر عقد میں ایسی چیز کو مہر رکھا جو فی الحال معدوم ہو مثلاً کسی عورت سے نکاح کیا بدین مہر کہ امسال
جو پھل اسکے درخت خرما میں آدین یا جو کھیتی امسال اسکی زمین میں پیدا ہو یا جو کچھ اُسکا غلام کما دے وہ مہر ہو
تو تسمیہ صحیح نہوگا اور عورت مذکورہ کو مہر مثل ملیگا اسی طرح اگر ایسی چیز بیان کی جو سب طرح سے فی الحال
مال نہیں ہو تو بھی یہی حکم ہو مثلاً جو کچھ اُسکی بکریوں کے پیٹ میں ہو یعنی بچہ یا جو اُسکی باندی کے پیٹ میں ہو
اُسکو مہر قرار دے کر نکاح کیا تو تسمیہ صحیح نہیں ہو اور عورت کو مہر المثل ملیگا یہ محیط میں ہو۔ اگر کسی عورت
سے اُسکے حکم پر یا اپنے حکم پر یا فلان اجنبی کے حکم پر نکاح کیا یعنی جو وہ کہدے وہی مہر ہو تو تسمیہ
فاسد ہوگا پھر اگر حکم شوہر پر ٹھہرا ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر شوہر نے اس عورت کے مہر مثل
یا زیادہ کا حکم دیا تو عورت کو یہی ملیگا اور اگر مہر مثل سے کم کا حکم دیا تو عورت کو مہر مثل ملیگا

لیکن اگر عورت اسی کم پر راضی ہو جاوے تو کم ہی لیوے - اور اگر عورت کے حکم پر ٹھہرا ہو پس اگر عورت نے مہر مثل یا کم کا حکم کیا تو عورت کو یہی ملیگا اور اگر مہر مثل سے زیادہ کا حکم لگایا تو بقدر زیادتی کے جائز نہوگا لیکن اگر شوہر راضی ہو جاوے تو ملیگا اور اگر اجنبی کا حکم ٹھہرا ہو پس اگر اُسنے مہر مثل کا حکم دیا تو جائز ہی اور اگر مہر مثل سے زیادہ کا حکم دیا تو شوہر کی رضامندی پر موقوف ہوگا اور اگر مہر مثل سے کم کا حکم دیا تو عورت کی رضامندی پر موقوف ہوگا یعنی عورت اگر اس کمی پر راضی ہو جاوے تو صحیح ہی یہ بدائع مین ہی

دوسری فصل ان امور کے بیان مین جنسے مہر و متعہ متاکد ہو جاتا ہی - واضح ہو کہ تین باتون مین سے کسی بات کے پائے جانے سے مہر متاکد ہو جاتا ہی ایک دخول دوسری خلوت صحیحہ اور تیسری جورو و مرد ان دونون مین سے کسی کا مرجانا پس انہین سے جب کوئی بات پائی جاوے مہر متاکد ہو جائیگا خواہ مہر مسمی ہو یا مہر مثل حتی کہ بعد اسکے مہر مین سے کچھ ساقط نہین ہوتا ہی الا بایں طور کہ جو حقدار ہی وہ بری کر دے یہ بدائع مین ہی - اور اگر کسی عورت سے نکاح کیا اور اُسکا کچھ مہر بیان نہ کیا یا بدین شرط نکاح کیا کہ اسکے واسطے کچھ مہر نہین ہی تو اس عورت کو اُسکا مہر مثل ملیگا بشرطیکہ اُسکے ساتھ دخول کرے یا شوہر مرجاوے یا خود عورت مرجاوے اور اگر دخول یا خلوت صحیحہ سے پہلے اسکو طلاق دیدی تو عورت کو متعہ ملیگا اور اگر بعد عقد کے قاضی نے اسکے واسطے کچھ مہر مقرر کر دیا یا شوہر نے مقرر کر دیا پس دونون صورتون مین متاکد ہو جانے کے مانند مہر مثل کے متاکد ہوگا اور دونون صورتون مین اگر دخول سے پہلے طلاق دیدی تو متعہ واجب ہوگا اور یہ نہوگا کہ مہر مقرر مذکور کا نصف واجب ہو یہ امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کا قول ہی یہ سراج الوہاج مین ہی - اور متعہ کبھی واجب ہی واجب ہوتا ہی کہ شوہر کی طرف سے فرقت پائی جاوے مثلاً شوہر نے طلاق دیدی یا ایلاء کر کے الگ کیا یا لعان کیا یا مجبوب نکلا یا عنین ظاہر ہوا یا اسلام سے منکر ہو کر مرتد ہو گیا یا عورت کی ماں یا بیٹی کا شہوت سے بوسہ لیا وغیر ذلک اور اگر عورت کی طرف سے فرقت پیدا ہو تو متعہ واجب نہوگا مثلاً عورت اسلام سے منکر ہو کر مرتد ہو گئی یا اُسنے شوہر کے بیٹے کا شہوت سے بوسہ لیا یا سوت کو دودھ پلا دیا یا بخیار بلوغ یا بخیار عتق اُسنے الگ ہو جانا اختیار کیا یا عدم کفو ہونے کی وجہ سے جدائی اختیار کی وغیر ذلک اور اسی طرح اگر اپنی زوجہ کو جو زید کی باندی ہی زید سے خرید کیا یا اُسکے وکیل نے زید سے خریدا تو بھی متعہ واجب نہوگا اور اگر مولے نے اس باندی کو کسی غیر کے ہاتھ فروخت کیا اور اس غیر سے شوہر نے خریدی تو متعہ واجب ہوگا - اور جن صورتون مین مہر مسمی نہوسکے یہ متعہ بھی واجب نہین ہوتا ہی تو مہر مسمی ہونے پر نصف مسمی واجب نہوگا یہ تبیین مین ہی اور جن صورتون مین کہ بمقتضاء عقد مہر المثل واجب ہوتا ہی اگر طلاق قبل دخول واقع ہو تو فقط متعہ واجب ہوگا یہ تمرتاشی مین ہی - اور واضح ہو کہ متعہ سے اس مقام پر متعہ شیعہ مراد نہین ہی بلکہ جسکا حکم اللہ تعالے نے کلام مجید مین فرمایا ہی یعنی تین کپڑے یعنی قمیص و چادر و مقنعہ اور یہ کپڑے اوسط درجہ کے ہونگے نہ بہت بڑھ کے نہ بہت گھٹ کے کذا فی المحیط اور یہ رواج اماموں کے زمانہ کا ہی اور ہمارے ملک مین ہمارا عرف معتبر ہوگا یہ خلاصہ مین ہی - اور اگر عورت کو کپڑون کی قیمت مین درم و دینار دیے تو قبول کرنے پر مجبور کیجائیگی یہ بدائع مین ہی مگر واضح رہے کہ نصف مہر سے زیادہ قیمت بڑھانا لازم نہین ہی اور پانچ درم سے کم نہونگے یہ کافی مین ہی اور ان کپڑون کا لحاظ کرنے مین عورت کا حال دیکھا جائیگا کیونکہ یہ کپڑے مہر المثل کے قائم مقام ہین یہ امام کرخی کا قول ہی تبیین مین ہی پس اگر دونے

درجہ کی عورت ہو یعنی سفلہ لوگون مین ہو تو اسکو کرباس کے کپڑے دیگا اور اگر اوسط درجہ مین ہو تو اسکو قز کے کپڑے دیگا اور اگر مرتفعۃ الحال ہو تو اسکو ابریشم کا لباس دیگا اور یہی اصح ہے یہ ینابیع مین ہو اور صحیح یہ ہو کہ مرد کے حال کا اعتبار کیا جائیگا یہ ہدایہ و کافی مین ہو اور بعض نے فرمایا کہ دونون کے حال کا اعتبار کیا جائیگا اسکو صاحب بدائع نے نقل کیا ہو اور یہ قول اشبہ بالفقہ ہو کذا فی التبیین اور ولوالجی نے فرمایا کہ یہی صحیح ہو اور اسی پر فتویٰ ہو یہ نہر الفائق مین ہو۔ اور جس عورت کا شوہر مر گیا اُسکے واسطے متعہ نہین ہو خواہ عقد مین اسکا مہر مقرر کیا ہو یا بیان نہ کیا ہو اور خواہ اُسکے ساتھ دخول کر لیا ہو یا نہ کیا ہو اسی طرح جو نکاح فاسد ہو قبل عورت کے ساتھ دخول کرنے اور قبل خلوت صحیحہ کے یا بعد خلوت کے درحالیکہ شوہر اُسکے ساتھ دخول کرنے سے منکر ہو قاضی نے دونون مین تفریق کرا دی تو متعہ واجب نہوگا اور متعہ واجب ہونے کے حق مین غلام مثل آزاد کے ہو بشرطیکہ غلام نے با جازت مولے کے نکاح کیا ہو یہ محیط مین ہو۔ ہمارے نزدیک متعہ تین طرح کا ہوتا ہو ایک متعہ واجب ہو اور وہ ایسی عورت کے واسطے ہوتا ہو جسکو قبل دخول کے طلاق دیدی ہو اور عقد مین اسکے واسطے مہر مقرر نہ کیا ہو اور دوسرا متعہ مستحب ہو اور وہ ایسی عورت کے واسطے ہو جسکو بعد دخول کے طلاق دیدی اور تیسرا نہ واجب نہ مستحب اور وہ ایسی عورت کے واسطے ہو کہ جسکو قبل دخول کے طلاق دیدی اور عقد مین اسکا مہر بیان کیا تھا یہ سراج الوہاج مین ہو۔ اور خلوت صحیحہ کے یہ معنے ہین کہ مرد و عورت دونون ایسے مکان مین تنہا جمع ہون جہان وطی کرنے سے کوئی حسی یا شرعی یا طبعی مانع نہ ہو وے یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اور خلوت فاسدہ اُسکو کہتے ہین کہ حقیقۃً وطی کرنے پر قدرت نہ پاوے جیسے مریض مدنف کہ وطی کرنے کی طاقت نہین رکھتا ہو اور اس صورت مین چاہے عورت مریضہ ہو یا مرد مریض ہو حکم یکسان ہو اور یہی صحیح ہو یہ خلاصہ مین ہو۔ اور واضح ہو کہ مرض سے ایسا مرض مراد ہو جو جماع سے مانع ہو یا جماع سے ضرر لاحق ہوا اور صحیح یہ ہو کہ مرد کا مریض ہونا تکسّر و فتور سے خالی نہین ہوتا ہو پس جماع سے مانع ہوگا خواہ مرد کو ضرر لاحق ہو یا نہو اور یہی تفصیل عورت کے مرض مین ہو یہ کافی مین ہو۔ اور اگر مرد نے اپنی عورت کے ساتھ خلوت کی حالانکہ دونون مین سے ایک حج فرض یا نفل کے احرام مین ہو یا روزہ فرض یا نماز فرض مین ہو تو خلوت صحیحہ نہوگی اور روزہ قضا و روزہ نذر و روزہ کفارہ مین دو روایتین ہین اور اصح یہ ہو کہ ایسا روزہ مانع خلوت نہوگا اور نفل روزہ ظاہر الروایہ مین مانع خلوت نہین ہو اور نماز نفل مانع خلوت نہین ہو اور حیض یا نفاس مانع ہو اور اگر دونون کے ساتھ کوئی شخص وہان سوتا ہوا ہو یا اعمیٰ ہو تو خلوت صحیح نہوگی اور اگر دونون کے ساتھ کوئی نابالغ ناسمجھ ہو یا ایسا آدمی ہو جسپر بیہوشی طاری ہو تو خلوت سے مانع نہوگا اور اگر دونون کے ساتھ نابالغ سمجھدار ہو یعنے ایسا ہو کہ جو کچھ ان دونون مین واقع ہو اسکو بیان کر سکے یا ان دونون کے ساتھ کوئی بہرا یا گونگا ہو تو خلوت صحیح نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اور مجنون و معتوہ مثل بچہ کے ہین پس اگر دونون سمجھتے ہون تو خلوت صحیح نہوگی اور اگر نہ سمجھتے ہون تو خلوت صحیح ہو یہ سراج الوہاج مین ہو۔ اور اگر دونون کے ساتھ عورت کی باندی ہو تو اسمین اختلاف ہو اور فتوی اسپر ہو کہ خلوت صحیحہ ہوگی یہ جوہرہ نیرہ مین ہو۔ اور اگر مرد کی باندی ساتھ ہو تو خلوت صحیحہ ہوگی یہ سراج الوہاج مین ہو اور امام محمدؒ ابتدا مین فرماتے تھے کہ اگر خلوت مین مرد کی باندی ہو تو خلوت صحیحہ ہوگی بخلاف اسکے اگر عورت کی باندی ساتھ ہو تو صحیحہ نہوگی پھر اس سے رجوع کیا اور فرمایا

کہ بہر حال خلوت صحیحہ نہ ہوگی اور یہی امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کا قول ہے یہ محیط و ذخیرہ و فتاوی قاضیخان میں ہے
اور اگر دونوں کے ساتھ شوہر کی دوسری جورو ہو تو خلوت صحیحہ نہ ہوگی اور اگر دونوں کے ساتھ کتا ہو تو خلوت
مانع ہے اور اگر کٹہا کتا نہ ہو پس اگر عورت کا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر شوہر کا ہو تو خلوت صحیح ہوگی یہ تبیین میں ہے -
اور اگر عورت اپنے شوہر کے پاس چلی گئی حالانکہ وہ اکیلا سو رہا تھا تو خلوت صحیح ہوگی خواہ مرد کو اسکے آنے کا
حال معلوم ہو یا نہ معلوم ہوا اور یہ جواب امام اعظمؒ کے قول پر محمول ہے اسواسطے کہ امام کے نزدیک سویا ہوا
جاگتے ہوئے کے حکم میں ہے یہ ظہیریہ میں ہے عورت اگر شوہر کے پاس گئی حالانکہ وہ تنہا تھا اور مرد نے اسکو
نہیں پہچانا پس وہ ایک گھڑی بیٹھکر چلی آئی یا شوہر اپنی عورت کے پاس چلا گیا اگر عورت کو نہیں پہچانا تو جبتک
اسکو نہ پہچانے تب تک خلوت صحیحہ نہ ہوگی اسی کو شیخ امام فقیہ ابو اللیثؒ نے اختیار کیا ہے کذا فی المحیط اور تجنیس
میں لکھا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کذا فی الذخیرہ اور اگر مرد نے دعوی کیا کہ میں نے عورت کو نہیں پہچانا
تو اسکے قول کی تصدیق کیجائیگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے - اور اگر عورت نابینا ہو تو نہ پہچانا اگر مرد نے عورت کو
پہچان لیا کہ یہ وہی ہے جس سے میرا نکاح ہوا ہے تو خلوت صحیح ہوگی یہ تبیین میں ہے اور ایسے طفل کے ساتھ خلوت کرنا
کہ جیسے اطفال جماع نہیں کرسکتے ہیں خلوت صحیحہ نہ ہوگی اور نیز ایسی لڑکی کے ساتھ خلوت کہ ایسی لڑکیوں سے جماع
نہیں کیا جاتا ہے خلوت صحیحہ نہ ہوگی اور اگر کافر نے اپنی جورو کے ساتھ بعد جورو کے مسلمان ہو جانے کے خلوت کی
تو صحیح ہوگی اور اگر کافر مسلمان ہوگیا اور عورت کافرہ رہی پس اسکے ساتھ خلوت میں بیٹھا تو خلوت صحیحہ نہ ہوگی
یہ فتاوی قاضی خان میں ہے - اور صحت خلوت کے موانع میں سے یہ بھی ہے کہ عورت رتقاء یا قرناء یا عفلاء یا
شعراء ہو تو خلوت صحیحہ نہ ہوگی یہ تبیین میں ہے اور اگر عورت کے ساتھ ظہار کیا پھر کفارہ دینے سے پہلے اسکے ساتھ
خلوت کی تو صحیحہ نہ ہوگی کیونکہ مرد پر اس عورت سے وطی کرنا حرام ہے یہ بحر الرائق میں ہے - اور اگر مرد نے عورت کے
ساتھ خلوت کی مگر عورت مذکورہ نے اسکو اپنے اوپر قابو نہ دیا تو اسمیں متاخرین نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ
خلوت صحیحہ نہ ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ صحیح ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے اور مجبوب کی خلوت امام اعظمؒ کے نزدیک
خلوت صحیحہ ہے اور عنین و خصی کی خلوت صحیحہ ہوتی ہے یہ ذخیرہ میں ہے - اور جس مکان میں خلوت صحیحہ متحقق ہوتی ہے وہ ایسا
مکان ہے جسمیں دونوں اس بات سے بے کھٹکے ہوں کہ بدون انکی اطلاع کے کوئی وہاں نہ آئیگا جیسے دار و بیت یہ
قاضیخان کی شرح جامع صغیر میں ہے - اور صحراء میں جہاں دونوں کے قریب کوئی نہ ہو خلوت صحیحہ نہ ہوگی جبکہ کسی آدمی کے
ادہر ہو گذرنے سے بے خوف نہوں اور اسی طرح اگر ایسی چھت پر ہوں کہ اسکے چاروں طرف پردہ نہیں ہے یا پردہ
باریک ہو یا چھوٹا ہو کہ اگر کوئی کھڑا ہو تو اسکی آنکھ ان دونوں پر پڑے تو خلوت صحیحہ نہ ہوگی جبکہ غیر کے ہجوم سے
بے خوف نہوں اور اگر بے خوف ہوں تو خلوت صحیح ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے - اور اگر راستہ پر اسکے ساتھ خلوت کی پس اگر
پگ ڈنڈی ہو تو نہیں صحیح ہے ورنہ صحیح ہے یہ سراج الوہاج میں ہے - اور مسجد و حمام میں خلوت صحیح نہیں ہے اور اگر
عورت کو دیہات کی طرف ایک یا دو فرسخ سوار کر لے گیا اور راستہ سے ہٹکر ایک طرف ہو گیا تو موافق ظاہر کے
خلوت ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے - اور اگر جنگل کے درمیان خیمہ میں اسکے ساتھ خلوت میں رہا تو صحیح ہے یہ ظہیریہ
میں ہے - اور اگر عورت کے ساتھ حج کیا اور جنگل میں بدون خیمہ کے اترا تو خلوت صحیحہ نہ ہوگی اور یہی حکم

پہاڑ مین ہی یہ تبیین مین ہی۔ اور چہار دیواری کے باغ مین جسمین ایسا دروازہ نہین ہی جو بند کر دیا جاوے تو وہان خلوت صحیحہ نہوگی اور اگر دروازہ ہو اور بند کر دیا جاوے تو خلوت صحیحہ ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر قبہ وار محمل مین دن مین یا رات مین خلوت مین بیٹھا پس اگر اسمین وطی کرنا ممکن ہو تو خلوت صحیح ہوگی اور اگر عورت کو بے چھت کی کوٹھری مین تنہا ساتھ رکھا یا چہار دیواری کے باغ انگور مین ساتھ رکھا تو ظاہر الروایہ مین خلوت صحیحہ ہی کذا فی فتاوے قاضی خان اور یہ ایسی صورت پر محمول ہی کہ جب باغ انگور چہار دیواری دار مع دروازہ ہو یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر حجلہ مین یا قبہ مین خلوت مین بیٹھا اور پردہ چھوڑ دیا تو خلوت صحیحہ ہی یہ بدائع مین ہی اور اگر بیت مین اُسکے اور باقی عورتون کے درمیان پردہ پڑا ہو تو خلوت صحیحہ ہی اور منتقی مین ہی کہ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر یہ پردہ باریک ہو کہ اسمین سے نظر آتا ہو یا چھوٹا ہو کہ اگر آدمی کھڑا ہو تو دونون کو دیکھے تو خلوت صحیحہ نہوگی یہ خلاصہ مین ہی۔
اور اگر تین یا چار کوٹھریان ایک بعد دوسرے کے ہون اور سب سے پچھلی کوٹھری مین اپنی جورو کے ساتھ تنہا بیٹھا پس اگر دروازے کھلے ہون کہ جو شخص داخل ہونا چاہے وہ بدون اجازت لینے کے دونون کے پاس چلا آوے تو خلوت صحیحہ نہوگی اسی طرح اگر دار کی کوٹھری مین جسکا دروازہ دار کی جانب کھلا ہوا ہی اس طرح کہ اُسکے قابلے دار اور اجنبیون مین سے جو چاہے دونون کے پاس چلا آوے پھر اجازت لینے کی ضرورت نہ پڑے تو خلوت صحیحہ نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور مجموع النوازل مین ہی کہ شیخ الاسلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا پس اس عورت کو اُسکی مان مرد مذکور کے پاس داخل کر کے خود باہر نکل آئی اور دروازہ بھیڑ دیا ولیکن اُسنے بند نہین کیا اور یہ کوٹھری ایک کاروان سرائے مین ہی کہ اسمین بہت لوگ رہتے ہین اور اس کوٹھری مین روشندان کے موکھے کھلے ہوئے ہین اور لوگ کاروان سرائے کے صحن مین بیٹھے ہین کہ دور سے دیکھتے ہین پس آیا ایسی خلوت صحیحہ ہو تو شیخ نے فرمایا کہ اگر لوگ ان موکھلون مین نظر و اسلئے اور انکے منتظر رہین اور یہ دونون اُنس سے واقف ہین تو خلوت صحیحہ نہوگی اور یہاں دور سے دیکھنا اور میدان مین بیٹھا ہونا تو یہ خلوت کے صحیح ہونے سے مانع نہین ہی کیونکہ وہ دونون ایسا کر سکتے ہین کہ کوٹھری کے کسی کونے مین چلے جاوین کہ لوگونکی نظر اُنپر نہ پڑے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور واضح رہے کہ خلوت خواہ صحیحہ ہو یا فاسدہ ہو عورت پر احتیاطاً عدت واجب ہوتی ہی کیونکہ توہم شغل ہی اور شیخ قدوری نے ذکر کیا کہ مانع اگر کوئی امر شرعی ہو تو عدت واجب ہوگی اور اگر مانع حقیقی ہو جیسے مرض یا صغیر سنی تو عدت واجب نہوگی اور ہمارے اصحاب نے بعض احکام مین خلوت صحیحہ کو بجاے وطی کے قرار دیا ہی اور بعض احکام مین نہین پس ہمارے اصحاب نے مہر متاکد ہونے اور ثبوت نسب و عدت و نفقہ و سکنی اس عدت مین اور اُسکی بہن کے ساتھ نکاح حرام ہونے اور اُسکے سواے چار عورتون کے نکاح کر لینے مین اور نکاح باندی حرام ہونے مین بنا بر قیاس قول امام ابو حنیفہؒ کے اور اُسکے حق مین رعایت وقت طلاق مین وطی کا قائم مقام رکھا ہی اور حق احصان مین اور دختر ون کے حرام ہونے مین اور اول کے واسطے اس عورت کی حلت مین و رجعت و میراث مین وطی کے قائم مقام نہین رکھا ہی اور رہا دوسری طلاق واقع ہونے مین سو اسمین دو روایتین ہین اور اقرب یہ ہی کہ دوسری طلاق واقع ہوگی یہ تبیین مین ہی اور بکارت زائل ہونے کے حق مین خلوت کو بجاے وطی کے قائم نہین رکھا ہی چنانچہ اگر کسی باکرہ کے شوہر نے اس سے خلوت صحیحہ کی پھر اُسکو طلاق

تو یہ عورت مثل باکرہ عورتوں کے بیاہی جاویگی یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور جب مہر مثل کا ثابت ہوگیا تو پھر ساقط نہوگا اگرچہ جدائی کا سبب عورت کی جانب سے پیدا ہو مثلاً مرتدہ ہو جاوے یا شوہر کے پسر کی مطاوعت کرے حالانکہ شوہر اس عورت سے وطی کرچکا ہو یا اسکے ساتھ خلوت صحیحہ کرچکا ہو اور بعض نے فرمایا کہ تمام مہر ساقط ہو جائیگا کیونکہ فرقت کا باعث عورت کی طرف سے پیدا ہوا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اسمین کچھ اختلاف نہیں کہ اگر جورو و مرد میں سے کوئی قبل وطی واقع ہونے کے اپنی موت سے مرگیا حالانکہ نکاح ایسا تھا کہ اسمین مہر بیان کردیا گیا تھا تو مہر مؤکد ہو جائیگا خواہ عورت آزاد ہو یا باندی ہو اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک قتل کیا گیا خواہ آپس میں ایک نے دوسرے کو قتل کیا یا کسی اجنبی نے قتل کیا یا مرد نے خود اپنے آپ کو قتل کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر عورت نے اپنے آپ کو قتل کیا پس اگر عورت آزاد ہے تو شوہر کے ذمہ سے کچھ مہر ساقط نہوگا بلکہ ہمارے نزدیک پورا مہر مؤکد ہو جائیگا یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر عورت باندی ہو اور اسنے اپنے آپ کو قتل کر ڈالا تو حسن نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی ہے کہ اسکا مہر ساقط ہو جائیگا اور امام ابوحنیفہ سے دیگر روایت ہے کہ ساقط نہوگا اور یہی صاحبین کا قول ہے اور اگر باندی کو قبل دخول کے اسکے مولے نے قتل کیا تو امام اعظم کے نزدیک اسکا مہر ساقط ہو جائیگا اور صاحبین کے نزدیک ساقط نہوگا اور یہ اختلاف اسوقت ہے کہ مولے آدمی عاقل بالغ ہو اور اگر لڑکا یا مجنون ہو تو بالاجماع مہر ساقط نہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور ایسے نکاح میں جسمین مہر بیان نہیں ہوا ہے اگر جورو و مرد میں سے کوئی مرگیا تو ہمارے اصحاب کے نزدیک مہر مثل مؤکد ہو جائیگا کذا فی البدائع اور مہر مثل کے یہ معنی ہیں کہ اسی کے مثل عورت کا جو مہر ہو وہی اسکا مہر قرار دیا جائیگا اور مثل ڈھونڈھنے کے واسطے اس عورت کے باپ کی قوم میں سے کوئی عورت لیجائیگی جو سن و جمال و شہر و زمانہ و عقل و دین و بکارت کی راہ سے اسکے برابر ہو اور نیز علم و ادب و کمال خلق میں بھی دونوں کا یکسان ہونا شرط ہے اور نیز یہ بھی شرط ہے کہ اسکے بچہ نہوا ہو یہ تبیین میں ہے مگر واضح رہے کہ سن و جمال اسوقت کا اعتبار کیا جاویگا جسوقت اس عورت کے ساتھ نکاح کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ شوہر کا بھی اعتبار کیا جائیگا کہ اسکا شوہر مال و حسب میں ویسا ہی ہو جیسے اسکے مثل عورتوں کے شوہر مال و حسب میں ہین اور اگر نہوئے تو مماثلت پوری نہوگی یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اس عورت کے باپ کی قوم کی عورتوں سے یہ مراد ہے کہ اسکی ایک ماں و باپ کی سگی بہنیں ہوں یا فقط باپ کی طرف سے ہوں یا اسکی پھوپھیاں ہوں یا چچا کی بیٹیاں ہوں اور یہ نہوگا کہ اسکا مہر اسکی ماں کے مہر پر قیاس کیا جاوے لیکن اگر اسکی ماں اسکے باپ کی قوم میں سے ہو تو قیاس کیا جا سکتا ہے مثلاً اسکی ماں اسکے باپ کی چچازاد بہن ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اسکے باپ کی قوم میں ایسی کوئی عورت نہ پائی جاوے تو اسے اجنبی قبیلہ کی عورتوں سے مماثلت لیجائیگی جو اسکے باپ کے قبیلہ کے مثل ہوں یہ تبیین میں ہے اور ملتقی میں لکھا ہے کہ یہ شرط ہے کہ مہر مثل کے خبر دینے والے دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں اور یہ بھی شرط ہے کہ بلفظ شہادت خبر دین کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اسکے مثل فلانہ عورت کا مہر اسقدر ہے پس ان گواہوں کا عادل ہونا شرط ہوگا پھر اگر اسپر عادل گواہ نہ پائے جاوین تو قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا۔ یہ خلاصہ میں ہے ایک عورت نے اپنی ماں کے مہر پر نکاح کیا تو جائز ہے اور ذخیرہ میں لکھا ہے کہ یہی صحیح ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے

تیسری فصل ان صورتون کے بیان مین کہ مہر مین مال بیان کیا اور مال کے ساتھ ایسی چیز ملائی جو مال نہین ہی
اگر کسی عورت سے ہزار درم و فلانہ جورو کی طلاق پر نکاح کیا تو نفس عقد سے فلانہ مذکورہ پر طلاق واقع ہو جائیگی
یہ محیط مین ہی اور عورت کو فقط مہر مسمی ملیگا یہ بحر الرائق مین ہی بخلاف اسکے اگر ہزار درم پر نکاح کیا اور بدین شرط
کہ فلانہ عورت کو طلاق دیگا تو جب تک طلاق نہ دیگا تب تک طلاق واقع نہو گی - پھر اگر طلاق دینے کی شرط
لگائی اور طلاق نہ دی تو جس عورت سے اس شرط پر نکاح کیا ہی اسکو پورا مہر مثل ملیگا جیسے عورت سے ہزار درم
اور عورت کی کرامت پر نکاح کیا یا عورت سے ہزار درم پر اور اس شرط پر کہ اسکو باہر نہ نکالیگا نکاح کیا اور شرط
پوری نہ کی تو بھی یہی حکم ہی اسی طرح ہر ایسی شرط مین جسمین عورت کے واسطے کوئی منفعت ہو یہی حکم ہی بشرطیکہ شوہر
اسکو پورا نہ کرے یہ محیط مین ہی - اور یہ حکم ایسی صورت مین ہی کہ جب عورت کا مہر مثل اس مقدار مسمی سے زائد
ہو اور اگر مہر مسمی اسکے مہر مثل کے برابر یا زیادہ ہو اور شوہر نے وعدہ پورا نہ کیا تو عورت کو فقط مہر مسمی ملیگا اور
اگر شرط پوری کی تو بھی عورت کو مہر مسمی ملیگا اور اگر مہر مسمی کے ساتھ کسی اجنبی کے واسطے کوئی منفعت شرط کی اور
پوری نہ کی تو عورت کو فقط مہر مسمی ملیگا یہ بحر الرائق مین ہی اور اگر مسلمان نے کسی مسلمان عورت سے نکاح کیا
اور اسکے مہر مین ایسی دو چیزین ٹھہرائین جسمین سے ایک حلال و دوسری حرام ہو مثلاً مہر صحیح کے ساتھ جیسے فلان درم و دینار و غیرہ ہو اور بطل
شراب مقرر کی تو اس عورت کا مہر وہی ہو جو صحیح بیان کیا ہی بشرطیکہ دس درم یا اس سے زائد ہو اور جو حرام
بیان کیا ہی وہ باطل ہوگا اور یہ نہ ہوگا کہ عورت مذکورہ کو اسکا پورا مہر مثل دلایا جاوے اسواسطے کہ شراب
مین کسی مسلمان کے واسطے منفعت نہین ہی یہ سراج الوہاج مین ہی اور اگر عورت سے ہزار درم اور فلانہ جورو کی
طلاق پر بدین شرط نکاح کیا کہ عورت اسکو ایک غلام دیدے تو عقد ہوتے ہی طلاق واقع ہو جائیگی اور ہزار درم و
طلاق اس عورت کی بضع و غلام پر تقسیم ہونگے پس اگر غلام کی قیمت اور بضع کی قیمت برابر ہو تو پانچ سو درم و
نصف طلاق بمقابلہ غلام کے ثمن ہین اور باقی پانچ سو درم و نصف طلاق بمقابلہ بضع کے مہر ہونگے اور بضع و غلام
بھی ہزار درم و طلاق پر تقسیم ہونگے پس بمقابلہ طلاق کے نصف غلام و نصف بضع ہوگی اور بمقابلہ ہزار درم کے
نصف غلام و نصف بضع ہوگی اور اس صورت مین پہلی جورو کی طلاق بائنہ ہوگی پھر اگر غلام مذکور قبل شوہر کے
سپرد کرنے کے مر گیا یا استحقاق مین لے لیا گیا تو شوہر پانچ سو درم حصہ غلام واپس لیگا اور غلام کی نصف قیمت بھی
واپس لیگا اور اگر عورت سے نکاح کرنا ہزار درم پر اور اس اقرار پر ہو کہ اپنی جورو فلانہ کو طلاق دیدے گا
بدین شرط کہ عورت مذکورہ اسکو ایک غلام دیدے تو ایسی صورت مین جب تک پہلی جورو فلانہ مذکورہ کو طلاق
نہ دے تب تک طلاق واقع نہوگی اور پانچ سو درم منکوحہ کے مہر کے اور پانچ سو درم غلام کا ثمن ہونگے بشرطیکہ
بضع کی اور غلام کی قیمت برابر ہو پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ اگر مرد مذکور نے شرط پوری کی یعنی پہلی فلانہ جورو
کو طلاق دیدی تو عورت کو فقط پانچ سو درم ملینگے اور اگر اسکی سوت کو طلاق نہ دی تو عورت مذکورہ کو اسکا
پورا مہر مثل ملیگا یہ محیط مین ہی - اور اگر کسی عورت سے ہزار درم پر اور اس امر پر کہ اسکی سوت کو طلاق دیدیگا
نکاح کیا بدین شرط کہ عورت اسکو ایک غلام واپس دے پھر مرد نے اس عورت کو طلاق دیدی تو آگاہ
ہونا چاہیئے کہ اس صورت مین تین طرح کے عقود ہین نکاح و بیع و طلاق بعوض پس جو کچھ مرد کی طرف سے ہی

یعنی طلاق و ہزار درم وہ اسپر جو عورت کی طرف سے ہی (یعنی بضع و غلام پر) تقسیم ہوگا پس ہزار کا آدھا یعنے
پانچ سو درم بمقابلہ غلام کے ہوئے پس یہ اسکا ثمن ہونگے اور باقی پانچسو درم بمقابلہ بضع کے ہوئے پس یہ مہر
ہونگے رہا سوت کا طلاق دینا پس نصف طلاق بمقابلہ غلام کے ہوگی پس وہ خلع قرار دی جائیگی اور نصف طلاق
باقی بمقابلہ بضع کے ہوگی پس وہ مہر تو نہیں ہوسکتی اسواسطے کہ وہ مال نہیں ہی ولیکن یہ قرار دیا جائیگا کہ وہ عورت
کا حق ہی پھر جاننا چاہیئے کہ جب مرد نے اس عورت کو طلاق دیدی تو دو حال سے خالی نہیں یا تو قبل دخول کے
طلاق دیدی یا بعد دخول کے طلاق دی اور ہر صورت بھی دو حال سے خالی نہیں ہی یا تو مرد نے سوت کو طلاق
دی یا نہیں دی پس اگر مرد نے اسکو قبل دخول کے طلاق دیدی اور سوت کو طلاق نہیں دی اور غلام کی
قیمت اور مہر مثل دونوں برابر ہیں تو عورت مذکورہ شوہر کو دوسو پچاس درم واپس دیگی اور آدھا غلام مرد کا
ہوگا اور اگر ایسی صورت میں شوہر نے سوت کو طلاق دیدی ہو تو شوہر کو دوسو پچاس درم ملینگے اور پورا غلام
مرد کا ہوگا — اور اگر شوہر نے اس عورت کو بعد دخول کے طلاق دی اور سوت کو نہیں طلاق دی تو ہزار درم عورت
کو ملینگے اور غلام شوہر کو ملیگا اور اگر سوت کو طلاق دیدی تو عورت کو اسکا مہر مثل ملیگا پھر اگر شوہر نے سوت کو
طلاق دیدی ہو اور غلام جو اپنا ٹھہرا ہی استحقاق میں لے لیا گیا تو شوہر مذکور عورت سے ہزار درم میں سے غلام کا
حصہ پانچسو درم واپس لیگا اور نیز غلام کی نصف قیمت بھی لیگا اور اگر شوہر نے سوت کو طلاق نہ دی ہو
اور غلام مذکور استحقاق میں لے لیا گیا تو پانچسو درم جو غلام کا ثمن تھے واپس لیگا اور نصف قیمت غلام مذکور
نہیں لے سکتا ہی یہ محیط سرخسی میں ہی **چوتھی فصل** مہر کی شرطوں کے بیان میں اگر کسی عورت سے ہزار
درم پر نکاح کیا اور مہر نکاح میں عورت کے ذمہ ایک کپڑا اسکو دینا شرط کیا تو ہزار درم مذکور اس عورت
کے مہر مثل اور کپڑے مذکور کی قیمت پر تقسیم ہونگے پس جسقدر کپڑے کے حصہ میں پڑے وہ اسکا ثمن ہوگا اور
جو بضع کے مقابلہ میں آوے وہ عورت کا مہر ہوگا یہ عتابیہ میں ہی اور اگر کسی عورت سے نکاح کیا بدین
شرط کہ اگر مرد مذکور کی کوئی جورو نہو تو ہزار درم مہر پر اور اگر ہو تو دو ہزار درم مہر پر یا ہزار درم پر اگر اسکو
اسکے شہر سے باہر نہ لیجاوے اور دو ہزار درم پر اگر لیجاوے یا ہزار درم پر اگر یہ عورت مولاۃ ہو اور دو ہزار درم پر
اگر عربیہ ہو یا ایسی ہی اور شرطیں کیں تو اسمیں شک نہیں ہی کہ نکاح جائز ہوگا اور رہا مہر سو واضح ہو کہ پہلی شرط
بلاخلاف جائز ہی پس اگر مرد نے شرط پوری کی تو عورت کے واسطے جو کچھ اس شرط پر بیان کیا گیا ہی وہی ملیگا اور
اگر شرط پوری نہ کی پس اگر اسکے خلاف نکلا یا شرط کے برخلاف فعل کیا تو عورت کو اسکا مہر مثل ملیگا کہ مہر مسمی
کی کم مقدار سے گھٹایا نہیں جائیگا اور اسکی زیادہ مقدار سے بڑھایا نہ جائیگا اور یہ امام ابوحنیفہ رح کا قول
ہی اور امام ابو یوسف و امام محمد نے فرمایا کہ دونوں شرطیں جائز ہیں یہ بدائع میں ہی اور اگر عورت سے اگر خوبصورت
ہی تو دو ہزار درم پر اور اگر بدصورت ہی تو ایک ہزار درم پر نکاح کیا تو صحیح ہی اور دونوں شرطیں بلاخلاف جائز
ہونگی یہ خلاصہ میں ہی — اور اگر مہر مثل سے زائد پر بدین شرط نکاح کیا کہ یہ باکرہ ہی پھر وہ ثیبہ نکلی تو زیادتی واجب
نہوگی یہ قنیہ میں ہی — ایک مرد نے ایک عورت سے بدین شرط کہ باکرہ ہی نکاح کیا اور اسکے ساتھ دخول کیا پس
اسکو غیر باکرہ پایا تو پورا مہر واجب ہوگا یہ تجنیس و مزید میں ہی اور اگر کسی عورت سے ہزار درم فی الحال پر یا ہزار درم

میعادی ایک سال پر نکاح کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکا مہر مثل حکم رکھا جائیگا پس اگر اُسکا مہر مثل ہزار درم یا
زیادہ ہو تو اُسکو ہزار درم فی الحال ملینگے اور اگر کم ہو تو ہزار درم بوعدہ ایک سال کے ملینگے۔ اور اگر عورت سے
ہزار درم فی الحال یا دو ہزار درم بوعدہ ایک سال کے نکاح کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اگر اُسکا مہر مثل دو ہزار
درم یا زیادہ ہو تو عورت کو خیار ہوگا چاہے دو ہزار درم بوعدہ ایک سال کے لے اور چاہے ہزار درم فی الحال
لے لے اور اگر اُسکا مہر مثل ہزار درم سے کم ہو تو مرد کو اختیار ہوگا کہ دونون مالون مین سے جو چاہے عورت کو دے
اور اگر مہر مثل ہزار سے زیادہ ہو اور دو ہزار سے کم ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک عورت کو اُسکا مہر مثل ملیگا یہ
کافی مین ہے اور اگر دخول سے پہلے طلاق دیدی تو مقادیر مہر مین سے جو سب سے کم مقدار ہے اُسکا نصف
بالاجماع واجب ہوگا یہ عتابیہ مین ہے۔ اور منتقی مین ہے کہ اگر کسی عورت سے کہا کہ مین تجھ سے ہزار درم مہر پر
بدین شرط نکاح کرتا ہون کہ تو مجھے فلانہ عورت اپنے پاس سے اُسکا مہر دیکر بیاہ دے پس اس شرط پر اُس نے
نکاح کیا تو ہزار درم ان دونون کے مہر پر تقسیم کیے جاوینگے پھر جسقدر اس منکوحہ مذکورہ کے حصہ مین آئے وہی
اُسکا مہر ہوگا اور اسپر یہ واجب نہوگا کہ فلانہ عورت سے نکاح کرا دے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تجھ سے ہزار درم
پر بدین شرط نکاح کرتا ہون کہ تو فلانہ عورت کا میرے ساتھ ہزار درم پر نکاح کرا دے یعنے یہ مہر اپنے پاس سے دے
پس عورت نے یہ امر قبول کیا اور اسی پر نکاح کرلیا تو یہ ایسی عورت ہوگی کہ بدون مہر کے نکاح مین آئی
ہے پس اسکو اسکے مثل عورتون کا مہر ملیگا جیسے کسی مرد نے ایک عورت سے ہزار درم پر بدین شرط کہ عورت
اُسکو ہزار درم واپس دے نکاح کیا تو یہی حکم ہے کہ یہ عورت بغیر مہر ہی کے منکوحہ قرار دیجائیگی پس اسکو
مہر مثل ملیگا اور اگر اس عورت نے جسکے نکاح کی شرط لگائی تھی فقط پانچ سو درم پر نکاح منظور کرلیا تو جائز ہے
اور پہلی عورت کے نکاح کا وہی حال رہیگا جو ہمنے بیان کردیا ہے کہ اسکا نکاح بغیر مہر کے رہیگا اور اگر کسی
عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ مرد مذکور اس عورت کے باپ کو ہزار درم ہبہ کرے تو یہ ہزار درم مہر نہونگے
اور شوہر پر جبر نہ کیا جائیگا کہ ہبہ کرے پس عورت کو اسکا مہر مثل ملیگا اور اگر مرد نے ہزار درم دے دیئے تو کوئی
ہبہ کرنے والا قرار دیا جائیگا اور اُسکو اختیار ہوگا کہ چاہے ہبہ سے رجوع کرلے۔ اور اگر عورت سے یہ
شرط کی کہ تیری طرف سے اسکو ہزار درم ہبہ کرون تو یہ ہزار درم مہر ہونگے پس اگر عورت کو قبل دخول کے
طلاق دیدی حالانکہ ہبہ مذکورہ وقوع مین آچکا ہے تو اس سے اُسکا نصف واپس لیگا اور عورت مذکورہ
واہبہ ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کسی عورت سے ایک باندی پر نکاح کیا بدین شرط کہ مرد کو جبتک کہ خود زندہ
ہے اس سے خدمت لینے کا اختیار ہے یا جو اس باندی کے پیٹ مین ہے وہ مرد کا ہے تو یہ کچھ نہوگا بلکہ باندی و اسکی خدمت
اور جو کچھ اُسکے پیٹ مین ہے سب عورت کے واسطے ہو جائیگا بشرطیکہ عورت کا مہر مثل اس باندی کی قیمت کے مساوی
ہو یا زیادہ ہو اور اگر اسکا مہر مثل باندی کی قیمت سے کم ہو تو عورت کو مہر مثل ملیگا لیکن اگر شوہر مذکور اپنے اختیار پر
یہ باندی بدون شرط خدمت کے عورت مذکورہ کے سپرد کردے تو روا ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر کسی عورت
سے ایک معین باندی پر نکاح کیا مگر جو باندی کے پیٹ مین ہے اُسکو مستثنی کرلیا تو عورت کو باندی اور جو اُسکے
پیٹ مین ہے سب ملیگا اسکو امام کرخی وطحاوی رح نے بلا خلاف بیان کیا ہے یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر بکری کے

ایک معین گلہ پر نکاح کیا بدین شرط کہ ان بکریون پر جو صوف ہو وہ میرا ہو تو مرد کو استحساناً انکا صوف ملیگا یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر عورت سے کہا کہ مین نے تجھسے اس شرط پر نکاح کر لیا کہ تو مجھے یہ کپڑا دے تو عورت مذکورہ کو اسکا مہر مثل ملیگا اور کپڑا دینا اسکے ذمہ لازم نہو گا - اور اگر دو ہزار درم پر عورت سے بدین شرط نکاح کیا کہ اسمین سے ایک ہزار درم اللہ تعالی کے واسطے یا اہل قرابت کے واسطے یا مسکینون کے واسطے ہین یا عورت نے کہا کہ ہزار درم اللہ تعالی کے یا اہل قرابت کے یا مسکینون کے یا جلیسون کے لیے مین نے دیدیے تو استحساناً اسکا مہر ہزار درم ہو گا خواہ شرط مذکور شوہر کی طرف سے ہو یا عورت کی طرف سے ہو - اور اگر مرد نے کہا کہ بدین شرط کہ دو ہزار درم مین سے ایک ہزار درم اس عورت کے باپ کے واسطے یا فلان شخص معین کے واسطے ہون تو یہ کچھ نہین ہی کیونکہ مرد نے اسمین ہبہ باطلہ کی شرط لگائی ہی اور مرد پر اسکا پورا مہر مثل واجب ہو گا بشرطیکہ ہزار سے مہر مثل زائد ہو یہ فتاویٰ میں ہی ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہی کہ ایک مرد نے ایک عورت سے دو ہزار درم پر نکاح کیا کہ اسمین سے ہزار درم عورت کے اور ہزار درم عورت کے باپ کے ہون یا عورت نے کہا کہ مین نے اپنے تئین تیرے نکاح مین دو ہزار درم پر دیا کہ جنمین سے ایک ہزار درم میرے واسطے اور ایک ہزار درم میرے باپ کے واسطے ہین تو یہ جائز ہی اور دونون ہزار عورت ہی کو ملینگے یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر کسی عورت سے کہا کہ مین تجھے بدین شرط نکاح کرتا ہون کہ تجھے ہزار درم ہبہ کرونگا یا بدین شرط کہ تجھے اپنا غلام ہبہ کرونگا پس اسی قرارداد پر اس سے نکاح کیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ جو بیان کیا ہی وہ اگر ہبہ کر دیا اور دیدیا تو یہی اسکا مہر ہی اور اگر دینے سے انکار کیا تو اسپر جبر نہین کیا جائیگا مگر اسپر عورت کا مہر مثل واجب ہو گا جو ہزار درم سے بڑھایا نہ جائیگا اور غلام کی قیمت سے زائد نہ کیا جائیگا اور یہی امام ابو حنیفہؒ کا قول ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - نوادر ہشام مین امام محمدؒ سے مروی ہی کہ اگر عورت کے ولیون نے خطبہ کرنے والے مرد سے کہا کہ ہمنے تیرے ساتھ ہزار درم پر بدین شرط نکاح کر دیا کہ اسمین سے سو درم تیرے ہین تو یہ جائز ہی اور مہر نو سو درم ہو گا اور اگر کہا کہ ہمنے تیرے ساتھ ہزار درم پر بدین شرط نکاح کر دیا کہ پچاس دینار ہمارے ہونگے تو سب درم و دینار عورت ہی کے ہونگے یہ محیط مین ہی - اور اگر عورت سے چارسو دینار پر بدین شرط نکاح کیا کہ ہر سو دینار کے عوض اسکو ایک خادم یعنے غیر معین دیگا تو شرط باطل ہی اور عورت کو اسکا مہر مثل ملیگا مگر چارسو دینار سے زائد نہ دیا جائیگا اور نیز چار درمیانی خادمون سے کم نہ کیا جائیگا اور اگر خادم معین ہون تو شرط جائز ہی اور عورت کو یہی چار خادم ملینگے گویا عورت سے انھین خادمون پر نکاح کیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور عورت سے سو درم پر بدین شرط نکاح کیا کہ انکے عوض اسکو دس اوسط درجہ کے اونٹ دیگا تو استحساناً جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہی کہ ایک عورت نے ایک مرد سے بدین شرط نکاح کیا کہ تو فلان شخص کو اس قرضہ سے جو تیرا اسپر آتا ہی بری کر دے تو فلان شخص مذکور اسکے قرضہ سے بری ہو جائیگا اور عورت کا مہر مثل اسپر واجب ہو گا اور امام ابو یوسفؒ سے امالی مین روایت ہی کہ ایک شخص نے اپنی دختر دوسرے کے نکاح مین بدین شرط دی کہ شوہر اسکو یعنے باپ کو اپنے قرضہ سے جو شوہر کا اسپر آتا ہی بری کر دے یا عورت نے خود اپنے تئین ایک مرد کے نکاح مین بدین شرط دیا کہ مرد کا جو قرضہ اس عورت پر آتا ہی اس سے بری کر دے اور وہ اسقدر ہی تو برات جائز ہی اور عورت کو اسکا مہر مثل ملیگا یہ محیط مین ہی
یعنے بیان کر دیا ۱۲

ایک مرد نے ایک عورت سے ہزار درہم پر بدین شرط نکاح کیا کہ عورت کو نفقہ نہ دیگا حالانکہ اس عورت کا مہر مثل سو درہم ہین تو عورت مذکورہ کو ہزار درہم مہر ملینگے اور نفقہ بھی ملیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اور اگر ایک شخص نے اپنی باندی سے کہا کہ مین نے تجھے آزاد کیا بدین شرط کہ تو مجھسے نکاح کر لے اور تیرا مہر یہی تیرا آزاد کرنا ہو پس باندی نے قبول کیا تو آزاد ہو گی پھر اگر باندی مذکورہ نے شرط پوری کی اور اس مرد آزاد کنندہ سے نکاح کر لیا تو باندی پر کچھ لازم نہوگا ورنہ باندی مذکورہ پر اپنی ذات کی قیمت واجب ہو گی۔ اور اگر عورت نے اپنے غلام سے کہا کہ مین نے تجھے آزاد کیا بدین شرط کہ تو مجھسے ہزار درہم پر نکاح کر لے یا مجھے ہزار درہم دے پس غلام نے قبول کیا تو آزاد ہو جائیگا پھر اگر اُسنے عورت مذکورہ سے نکاح کرنے سے انکار کیا تو غلام پر اپنی ذات کی قیمت واجب ہوگی اور اگر عورت مذکورہ سے ہزار درہم پر نکاح کر لیا تو ہزار درہم اس غلام کی قیمت اور عورت کے مہر مثل پر تقسیم ہونگے پس جو غلام کے قیمت کے حصہ مین پڑے وہ غلام کا ثمن اور جو مہر کے مقابلہ مین پڑے وہ عورت کا مہر ہوگا کہ قبل دخول طلاق دینے سے اسی کا نصف دینا پڑیگا یہ عتابیہ مین ہی پانچوین فصل ایسے مہر کے بیان مین جسمین جہالت ہی واضح ہو کہ مہر مسمی تین طرح کا ہوتا ہی۔ ایک نوع یہ ہو کہ مہر مسمی کی جنس و وصف دونون مجہول ہون مثلاً کپڑے یا چوپایہ یا دار پر نکاح کیا تو ایسی صورت مین عورت کو اسکا مہر مثل ملیگا اور اسی طرح اگر اس چیز پر جو اسکی باندی کے پیٹ مین ہی یا بکری کے پیٹ مین ہی یا اُس چیز پر جو امسال اُسکے درخت خرما مین پھل آوین نکاح کیا تو بھی یہی حکم ہو۔ نوع دوم یہ کہ جنس معلوم اور وصف مجہول ہو جیسے غلام یا گھوڑے یا بیل یا بکری یا ہروی کپڑے پر نکاح کیا تو ہر جنس مین سے اوسط درجہ کا واجب ہوگا پس اختیار ہوگا چاہے اُسے اوسط درجہ کا دیدے یا اُسکی قیمت دیدے یہ ظہیریہ مین ہو۔ اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ غلام یا کپڑے کو مطلقاً بدون اضافت کے ذکر کیا ہو اور اگر کپڑے یا غلام کو اپنی طرف مضاف کیا مثلاً کہا کہ مین نے تجھسے اپنے غلام یا اپنے کپڑے پر نکاح کیا تو قیمت دینے کا مختار نہوگا اسواسطے کہ جس طرح اشارہ سے معرفہ ہوتا ہی ویسے ہی اضافت سے بھی معرفہ ہو جاتا ہی کذا فے المحیط اور نرخ کے بھاری و ہلکے ہونے کے حساب سے اوسط فرد کی قیمت معتبر ہو گی یہ امام ابو یوسف و امام محمد رح کا قول ہو اور یہی صحیح ہو کذا فے الکافی اور اسی پر فتوی ہی یہ غایۃ السروجی مین ہو۔ اور اگر اوسط غلام کی قیمت سے زیادہ پر دونون نے صلح کی تو صلح جائز نہوگی اور کم پر صلح جائز ہو گی یہ عتابیہ مین ہی نوع سوم یہ کہ جنس و صفت دونون معلوم ہون مثلاً کسی عورت سے کیلی یا وزنی چیز پر جسکا وصف بیان کر کے اپنے ذمہ لی ہو نکاح کیا تو تسمیہ صحیح ہوگا اور مرد پر اسکا سپرد کرنا لازم ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر مطلق ایک کر گیہون پر بدون بیان وصف کے نکاح کیا تو چاہے درمیانی ایک کر گیہون دے اور چاہے اُنکی قیمت دیدے یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور جو حکم گیہون کی صورت مین بیان ہوا ہو وہی باقی کیلی وزنی چیزون مین ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اس غلام یا اُن ہزار درہم پر نکاح کیا تو مہر المثل حکم ہوگا اور اسی طرح اگر اس غلام یا اس دوسرے غلام پر نکاح کیا حالانکہ ان دونون مین سے ایک غلام بہ نسبت دوسرے کے کم قیمت ہی تو مہر مثل حکم ہوگا اور مہر المثل حکم ہونے کے یہ معنی ہین کہ اگر اُسکا مہر المثل اونچی قیمت والے غلام کے برابر یا زیادہ ہو تو اونچا غلام اُسکو ملیگا کیونکہ عورت اسپر راضی ہو گئی ہی اور اگر

یعنے غلام کے برابر یا کم ہو تو گھٹا ہوا غلام ملیگا کیونکہ عورت کے مہر مین مرد اسپر راضی ہو چکا ہی اور اگر مہر مثل ان
دونون کے درمیان مین ہو تو عورت کو مہر مثل ملیگا اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہی اور صاحبین نے فرمایا کہ عورت
کو سب صورتون مین گھٹا ہوا غلام ملیگا اور اسی طرح اگر ہزار درم یا دو ہزار درم پر نکاح کیا تو بھی ایسا ہی اختلاف
ہی یہ تبیین مین ہی۔ اور اگر ایسی صورت مین مرد نے قبل دخول کے عورت کو طلاق دیدی تو بالاجماع عورت
کو گھٹے ہوئے غلام کا نصف ملیگا یہ عتابیہ مین ہی۔ اور اگر گھٹے ہوئے کا نصف بہ نسبت متعہ کے کم ہو
تو عورت کو متعہ ملیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر ایک کوٹھری پر عورت سے نکاح کیا تو دیکھا
جائیگا کہ اگر مرد بدوی ہو تو عورت کو بالون کا بیت ملے گا اور اگر مرد شہری ہو تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ عورت
کو بیت وسط ملیگا اور اس سے مراد یہ ہی کہ اثاث البیت درمیانی درجہ کا ملیگا لیکن بیت کے لفظ سے اس
کنایہ مراد لیا ہی یعنے اثاث البیت کیونکہ دونون مین اتصال ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ عرف اُس دیار کا
ہی اور ہمارے عرف مین بیت سے مراد اثاث نہ لیجائیگی کیونکہ ہمارے عرف مین اس طرح کا لفظ سے متاع
مراد نہین ہوتی ہی بلکہ بیت سے کچا گھر جو بطور کوٹھری کے ہو مراد ہوتا ہی اور یہ مہر ہونے کی صلاحیت نہین
رکھتا ہی بشرطیکہ معین نہو یہ محیط سرخسی مین ہی پس مہر مثل واجب ہوگا جیسے دار غیر معین پر نکاح کرنے کی صورت
مین مہر مثل واجب ہوتا ہی اور اگر کسی بیت معین پر نکاح کیا ہو تو عورت کو وہی ملیگا یہ شرح طحاوی مین ہی منتقی مین
ہی کہ امام محمدؒ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر کسی عورت سے اُس حق پر جو مرد کا اس دار مین ہی نکاح کیا
تو امام نے فرمایا کہ مین عورت کے واسطے اُسکا مہر مثل مقرر کرونگا مگر اس دار کی قیمت سے زیادہ نہونے دونگا
اور ہمارے قول مین عورت کو وہی ملیگا جو مرد مذکور کا اس دار مین حق ہی اور کچھ نہ ملیگا اور امام نے فرمایا کہ عورت
کو مہر مثل فقط ملیگا جبکہ یہ دس درم تک پہونچ جاوے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کسی عورت سے اس دار کے ایک
حصہ پر نکاح کیا تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ عورت کو اختیار ہی چاہے دار مین سے حصہ مرد مذکور لے اور
چاہے اپنا مہر مثل لے جو قیمت دار مذکور سے زائد نہ کیا جائیگا اگرچہ اُسکا مہر مثل زائد ہو اور صاحبینؒ کے
نزدیک عورت کو حصہ دار ہی ملیگا بشرطیکہ دس درم کا ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور اگر عورت سے
مطلق ہزار کہکر نکاح کیا تو چاندی کے درم یا سونے کے دینار مین سے جو چیز اُسکے مہر مثل سے اقرب ہو وہ
قرار دی جائیگی یہ عتابیہ مین ہی اور اگر کسی عورت سے ہزار درم پر نکاح کیا اور اس شہر مین نقود مختلفہ رائج
ہین تو جو زیادہ رائج ہو وہ مراد لیا جائیگا اور اگر ایسا نہو تو اس عورت کا مہر مثل دیکھا جائیگا کہ کن درمون
سے ہو پس ان نقود مختلفہ مین سے جو سکہ اُسکے مہر مثل سے موافق ہو وہ مراد ہوگا اور اُسی نقد کے ہزار درم
کا عورت کے واسطے حکم کیا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور نکاح النتاوی مین ہی کہ ایک مرد نے ایک ہزار
درم پر ایک عورت سے نکاح کیا پھر یہ درم کاسد ہو گئے اور بجائے انکے دوسرا نقد رائج ہوا تو جس دن یہ
درم کاسد ہوئے اُس دن جو انکی قیمت تھی وہ واجب ہوگی اور یہی مختار ہی اسکو صدر الشہید نے ذکر فرمایا ہی
اور منقطع ہو جانا مثل کاسد ہو جانے کے ہی اور کاسد کے یہ معنے ہین کہ تمام شہرون سے رواج اُٹھ جاوے
اور اگر بعض شہرون مین رواج رہے تو کاسد نہین کہلاوینگے اور عیون مین لکھا ہی کہ اگر کاسد نہو

اور نہ منقطع ہوئے بلکہ سستے یا مہنگے ہوگئے تو اسکا کچھ اعتبار نہوگا اور یہ سب اسوقت ہی کہ وقت عقد کے رائج
ہون اور اگر وقت عقد کے کاسد ہون تو یہی درم واجب ہونگے بشرطیکہ دس درم تک پہونچ جاوین یہ خلاصہ
مین ہی - اور اگر عورت سے ہزار عدالی درمون پر نکاح کیا حالانکہ یہ درم چلن مین اٹھ گئے ہین تو مشائخ نے فرمایا
کہ عورت کے واسطے مہر مثل واجب ہوگا کیونکہ رائج نہ رہے تو نقود مین داخل نہ رہے بلکہ اسباب و زینت
ہوگئے اور اسباب کی شناخت باشارہ یا بذکر وزن ہوتی ہی حالانکہ مردنے وزن کا ذکر نہین کیا بلکہ عدد بیان
کیے ہین یہ محیط مین ہی - اور اگر کسی عورت سے اس زنبیل بھر گیہون یا اس پتھر کے وزن بھر سونے یا فلانہ عورت
کی مقدار مہر پر یا اس غلام کی قیمت پر یا کسی غلام کی قیمت پر نکاح کیا تو مہر مثل واجب ہوگا مگر مقدار مسمے
سے زیادہ نہ دیا جائیگا اور ہر صورتیکہ جو مذکور ہوا ہی وہ معلوم ہو جاوے تو مقدار مسمی کے باب مین شوہر کا
قول قبول ہوگا اور اگر کہا کہ درمون پر یا ان اونٹون مین سے ایک ناقہ پر یا دس درم قیمت کے کپڑے پر یا کہا کہ
سب اُس مال پر جسکا مین مالک ہون یا نصف مہر مثل پر یا دار وقف کی سکونت پر یا اس بات پر کہ عورت کا بھاگا
ہوا غلام واپس لاؤنگا نکاح کیا تو مہر مثل واجب ہوگا یہ عتابیہ مین ہی اور اگر ہزار رطل سرکہ پر نکاح کیا پس
اگر اکثر اس شہر مین چھوہارے کا سرکہ ہو تو یہی مرد کے ذمہ ہوگا اور اگر اکثر اس شہر مین شراب کا سرکہ ہو تو وہ
مرد کے ذمہ ہوگا اسی طرح اگر ہزار رطل دودھ پر نکاح کیا تو جو اس شہر مین غالب ہو وہی دیا جائیگا اور اگر
سب مین کوئی غالب نہو تو عورت کو اُسکا مہر مثل ملیگا یہ محیط مین ہی - اور اگر عورت سے ایک دینار اور ایک چیز پر
نکاح کیا تو مہر المثل واجب ہوگا اور ایک دینار پر زیادہ نہ کیا جائیگا بشرطیکہ دس درم ہو یہ غایۃ السروجی مین
ہی - ایک مرد نے ایک عورت سے دس درم اور ایک کپڑے پر نکاح کیا اور کپڑے کا کوئی وصف بیان نکیا تو عورت
کو دس درم ملینگے اور اگر عورت کے ساتھ دخول سے پہلے اسکو طلاق دیدی تو عورت کو پانچ درم ملینگے الا
اس صورت مین کہ عورت کا متعہ اس سے زیادہ ہو تو اسکو اپنا متعہ ملیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اور اگر
عورت سے پانچ درم و کپڑے پر نکاح کیا تو عورت کو مہر مثل ملیگا اور اگر قبل دخول کے اسکو طلاق دیدی تو عورت
کو پانچ درم ملینگے اور اگر کہا کہ اس چیز پر جو میرے ہاتھ مین ہی نکاح کیا اور ہاتھ مین دس درم ہین تو عورت کو اختیار ہی
چاہیے انکو لے لے اور چاہے مہر مثل لے یہ غایۃ السروجی مین ہی اور اگر دو عورتون سے ہزار درم پر نکاح کیا تو ہزار درم
دونون کے مہر مثل پر تقسیم کیے جاوین جو جسکے حصہ مین پڑے وہی اسکا مہر ہوگا اور اگر قبل دخول کے دونون
کو طلاق دیدی تو ہزار کے نصف سے دونون مین سے ہر ایک کو بقدر اپنے اپنے مہر کے حصہ رسد ملیگا یہ
محیط سرخسی مین ہی - اور اگر دونون مین سے ایک عورت نے قبول کیا اور دوسری نے قبول نہ کیا تو جسنے قبول کیا
ہی اُسکا نکاح بعوض اسکے حصہ کے جائز ہوگا یعنے ہزار درم دونون کے مہر مثل پر تقسیم کرکے جو قبول کرنے والی کے
حصہ مین پڑے وہی اُسکا مہر ہوگا اور باقی شوہر کو واپس ہو جائیگا یہ بدائع مین ہی - اور اگر ان دونون مین سے
ایک عورت ایسی ہو کہ اُسکا نکاح صحیح نہو تو پورے ہزار درم دوسری کو ملینگے یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور
اگر اس عورت کے ساتھ جس سے نکاح صحیح نہ تھا دخول کر لیا تو اُسکو مہر مثل ملیگا اور یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور یہی
صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر ایک بھائی اور اسکی بہن نے ایک دار اپنے باپ کی میراث مین پایا

پھر بھائی نے اس دار کی ایک کوٹھری مین پر ایک عورت سے نکاح کیا پھر بھائی نے انتقال کیا اور بہن اسپر راضی نہین ہوئی تھی تو مشائخ نے فرمایا کہ دار مذکور بھائی کے وارثون اور بہن کے درمیان تقسیم ہوگا پس اگر یہ کوٹھری مذکور بھائی کے حصہ مین آئی تو عورت مذکورہ کو اُسکے مہر مین ملیگی اور اگر بہن کے حصہ مین پڑی تو عورت کو اس کوٹھری کی قیمت شوہر کے ترکہ سے ملیگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے- اور اگر اپنے غلامون مین سے ایک غلام پر یا اپنے قمیصون مین سے ایک قمیص پر یا عمامون سے ایک عمامہ پر نکاح کیا تو صحیح ہے اور انہین سے درمیانی واجب ہوگا یا قرعہ ڈالا جائیگا یہ غایۃ السروجی مین ہے اور اگر عورت سے دختر کے جہیز پر نکاح کیا تو جہیز جو عورتون کو دیا جاتا ہے اسمین سے درمیانی جہیز جیسا دیا جاتا ہے وہ عورت مذکورہ کو ملیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے **فصل** ایسے مہر کے بیان مین جو مہر مسمّی کے برخلاف پایا جاوے- اگر مسلمان نے ایک عورت سے اس سرکہ کے مشکیزہ پر نکاح کیا پھر جو دیکھا تو وہ شراب نکلی تو امام اعظم رح کے نزدیک عورت کو اُسکا مہر مثل ملیگا اور اگر عورت سے اس غلام پر نکاح کیا پھر وہ آزاد نکلا تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک مہر مثل واجب ہوگا یہ ہدایہ مین ہے اور اگر عورت سے اس مشکیزہ شراب پر نکاح کیا پھر وہ سرکہ نکلا یا اس آزاد پر نکاح کیا پھر وہ غلام نکلا یا اس مردار پر نکاح کیا اور وہ حلال کیا ہوا گوشت نکلا تو امام اعظم رح سے اصح قول کے موافق عورت کو یہی ملیگا جسکی طرف اشارہ کیا ہے اور یہی امام ابو یوسف رح کا قول ہے یہ فتح القدیر مین ہے- اور اگر کہا کہ اس آزاد پر نکاح کیا پھر وہ غیر کا غلام نکلا تو اُسکی قیمت واجب ہوگی اور اگر وہ عورت کا غلام ہو تو مہر المثل واجب ہوگا یہ عتابیہ مین ہے- اور اگر کسی عورت سے معین غلام پر نکاح کیا اور وہ باندی نکلی یا مروی کپڑے معین پر نکاح کیا اور وہ ہروی نکلا تو شوہر پر ایسا غلام واجب ہوگا جو اس باندی کی قیمت مین مساوی ہوا ور اس ہروی کپڑے کی قیمت کے برابر قیمت کا مروی کپڑا واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر عورت سے خاص غلام پر اشارہ کرکے نکاح کیا اور وہ مدبر یا مکاتب نکلا یا اس باندی پر نکاح کیا اور وہ ام ولد نکلی تو بالاتفاق ان صورتون مین قیمت واجب ہوگی یہ غایۃ السروجی مین ہے- خواہ عورت اس غلام کے حال سے واقف ہو یا واقف نہو یہ فتاوی قاضیخان مین ہے- اور اگر عورت سے نکاح کیا اور اسکے واسطے مہر مین کوئی چیز بیان کی اور ایک چیز کی طرف اشارہ کیا حالانکہ جسکی طرف اشارہ کرکے معین کیا تھا وہ زبان سے بیان کیے ہوئے کے برخلاف جنس ہے تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اگر یہ دونون چیزین حلال ہون تو عورت کو بیان کیے ہوئے کی مثل ملیگی اور اگر دونون حرام ہون یا مشار الیہ حرام ہو تو عورت کو مہر مثل ملیگا یا وقت عقد کے اسمین اشکال ہو کہ معلوم نہو مثلاً ایک عورت سے اس مشکیزہ سرکہ پر نکاح کیا پھر وہ طلا ر نکلا تو عورت کو اُسکے مثل سرکہ کا مٹکا ملیگا اور اگر اسمین شراب نکلی تو عورت کو مہر مثل ملیگا اور اگر مسمّے حرام ہو اور مشار الیہ حلال ہو تو اسمین امام اعظم رح سے مختلف روایات ہین اور صحیح وہ ہے جو امام ابو یوسف رح نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی ہے کہ اگر مرد نے حلال چیز کی طرف اشارہ کر دیا ہو تو یہی مشار الیہ عورت کو ملیگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے- اور اگر عورت سے ان دونون غلامون پر یا ان دونون سرکہ کے مشکون پر نکاح کیا حالانکہ ان مین سے ایک آزاد یا مشکیزہ شراب نکلا تو امام اعظم رح کے نزدیک عورت کو فقط باقی ملے گا اور کچھ نہ ملے گا

یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کسی عورت سے اس مشک روغن پر نکاح کیا پھر مشک مذکور میں کچھ نہ نکلا تو عورت کو اسکے
مثل مشک روغن ملیگا بشرطیکہ دس درم قیمت کا ہو اور اگر عورت سے اس چیز پر جو کپڑے میں لپٹی ہے نکاح کیا
پھر کپڑے میں کچھ نہ نکلا تو عورت کو مہر مثل ملیگا اسی طرح اگر کپڑے میں جنس مذکور کے سوائے دوسری چیز نکلی جو خلاف
جنس ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور منتقی میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی عورت
سے ایک اراضی کو مہر قرار دیکر نکاح کیا اور زمین کے حدود بیان کر دیے اور شرط کی کہ دس جریب زمین
ہے پس عورت نے اسپر قبضہ کر لیا پھر وہ چھ جریب نکلی اور عورت نے اسکو ناپا نہیں لیا تھا تو عورت کو
اختیار ہوگا چاہے اسی زمین کو لے لے اور اسکو زیادہ کچھ نہ ملے گا اور اگر چاہے تو زمین واپس کر کے
اس موضع کی قیمت زمین بحساب دس جریب کے لے لے۔ اور اگر عورت نے یہ زمین فروخت کر دی یا ہبہ کر کے
سپرد کر دی پھر اسکو معلوم ہوا کہ زمین چھ جریب ہے تو عورت کو سوائے زمین کے اور کچھ نہ ملیگا اسی طرح اگر
سونا اسی طور سے قرار پایا پھر وہ عورت کے پاس وزن میں گھٹا نکلا یا کپڑا اسی طور سے عورت کے پاس
ناپ میں گھٹا نکلا تو بھی یہی تفصیل سے حکم ہے۔ اور اگر عورت نے زمین کو ہبہ یا فروخت نہ کیا و لیکن مثل گنگا
وغیرہ کے کوئی دریا چڑھ آیا اور اسکی زمین میں بہنے لگا اور یہ زمین تباہ ہو گئی پھر عورت کو معلوم ہوا کہ وہ چھ
جریب ہے تو پوری دس جریب تک باقی چار جریب کی قیمت لے لے گی اور اسی طرح اگر عورت سے دس
ہروی کپڑوں پر جو معین ہیں بدین شرط نکاح کیا کہ انمیں سے ہر کپڑا دس تارا ہے پس عورت نے سب کو سات
تارا پایا تو عورت کو اختیار ہے چاہے ان کپڑوں کو لے لے اور چاہے انکو واپس کر کے بحساب انکی موجودہ حالت
کے دس تارے کی قیمت لے لے اور اگر عورت نے سب کو دس تارا پایا سوائے ایک کپڑے کے کہ وہ سات تارا
نکلا تو عورت کو اختیار ہے چاہے سب کپڑے لے لے اور عورت کو سوائے ان کپڑوں کے اور کچھ نہ ملیگا اور اگر چاہے
تو دس تارے کپڑے لے لے اور جو سات تارا ہے اسکو واپس کر کے اسکی قیمت جو اسکے دس تارے ہونے اور عمدگی
و بڑھیا ہونے پر ہوتی وہ لے لے یہ محیط میں ہے اور اگر معین شیرہ انگور پر نکاح کیا اور وہ قبضہ سے پہلے شراب ہو گئی
تو امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ عورت کو اس عصیر کے مثل شیرہ انگور ملیگا بشرطیکہ ہاتھ آسکے اور اگر نہ مل سکا
تو اسکی قیمت ملیگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر عورت سے ان دس کپڑوں پر نکاح کیا پھر وہ نو نکلے تو امام محمدؒ نے
فرمایا کہ عورت کو یہ نو کپڑے ملینگے اور تمام مہر مثل میں ان کپڑوں سے جو کمی پڑتی ہو وہ بھی ملیگی بشرطیکہ اسکا مہر مثل
ان نو کپڑوں کی قیمت سے زائد ہو اور بقیاس قول امام اعظمؒ کے عورت مذکورہ کو نو ہی کپڑے ملینگے اور زیادہ کچھ
نہ ملیگا بشرطیکہ ان کی قیمت دس درم تک پہنچ جاتی ہو اور اگر گیارہ کپڑے نکلے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ انمیں سے
عورت کو دس کپڑے جو اسکی رائے میں آوینگے دیدیگا اور بر قیاس قول امام اعظمؒ کے اگر عورت کا مہر مثل ان
کپڑوں میں سے سب سے گھٹیا ہوا نکال لینے کے بعد دس کپڑوں کی قیمت کے مساوی ہو تو سب سے گھٹیا ہوا نکالکر باقی دس
کپڑے عورت کو ملینگے اور عورت کو سوائے انکے کچھ نہ ملیگا اور اگر سب سے بڑھیا نکال لینے کے بعد باقی دس کپڑوں
کی قیمت مہر مثل کے برابر ہو تو سب سے بڑھیا نکال لیا جائیگا اور فقط باقی دس کپڑے عورت کو ملینگے اور کچھ نہ ملیگا
اور اگر بڑھیا کپڑا نکالکر باقی سے اسکا مہر مثل زیادہ ہو یا گھٹیا ہوا نکالنے سے اسکا مہر مثل کم ہو [illegible]

کو اسکا مہر مثل ملیگا اور فتوے امام اعظمؒ کے قول پر ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہو۔ اور اگر عورت نے انہین یہودی کپڑون پر نکاح کیا پھر وہ تو نکلے تو عورت کو کپڑے موجودہ اور ایک ہروی درمیانی درجہ کا کپڑا دیا جائیگا اور یہ بالاجماع ہی یہ محیط سرخسی مین ہو۔ ایک عورت نے معین کیہون پر بدین شرط کہ یہ دس کُر ہین نکاح کیا پھر وہ نو کُر نکلے تو عورت کو نو کُر موجودہ اور ایک کُر ان موجودہ کے مثل اور دیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اور اگر کسی عورت سے اراضی پر بدین شرط نکاح کیا کہ اس اراضی مین ہزار درخت خرما ہین اور انکے عدد بیان کردیئے یا ایک دار پر بدین شرط نکاح کیا کہ وہ پختہ اینٹ و گچ و ساکھو کی لکڑی کا بنا ہوا ہی اور انکے عدد بیان کردیئے پھر دیکھا تو زمین مین کوئی درخت نہ تھا یا دار مین کچھ عمارت نہ تھی تو عورت کو اختیار ہو جائیگا کہ اراضی و دار لے لے اور سوا اسکے کچھ نہ ملیگا اور اگر چاہے اپنا مہر مثل لے لے اور اگر اسکو قبل دخول کے طلاق دیدی تو عورت مذکورہ کو سوا نصف دار و نصف زمین کے جس حالت پر اسکو پایا ہی اور کچھ نہ ملیگا لیکن اگر اسکا متعہ اس سے زیادہ ہو تو عورت کو اختیار ہوگا چاہے نصف زمین و نصف دار لینا منظور کرے اور زیادتی کچھ نہ پاویگی اور چاہے متعہ لے لے یہ محیط مین ہو۔ فصل سوم مہر مین گھٹا دینے و بڑھا دینے و زیادہ شدہ و کم شدہ کے بیان مین۔ قیام نکاح کی حالت مین ہمارے علمائے ثلثہ کے نزدیک مہر مین بڑھا دینا صحیح ہی یہ محیط مین ہو۔ پس اگر مہر مین بعد عقد کے بڑھایا تو زیادتی بذمہ شوہر لازم ہوگی یہ سراج الوہاج مین ہو۔ اور یہ حکم اسی صورت مین ہی کہ جب عورت نے یہ زیادتی قبول کر لی ہو خواہ یہ زیادتی جنس مہر سے ہو یا نہو اور خواہ شوہر کی طرف سے یا ولی کی طرف سے ہو یہ نہر الفائق مین ہو۔ اور زیادتی کبھی تین باتون مین سے کسی ایک بات کے پائے جانے سے متاکد ہو جاتی ہی ایک یہ کہ وطی ہو گئی دوم آنکہ خلوت صحیحہ متحقق ہوئی سوم آنکہ جورو و مرد مین سے کوئی مر گیا اور اگر ان باتون مین سے کوئی نہ پائی گئی مگر دونون مین جدائی پیش آئی تو زیادتی باطل ہو جائیگی پس فقط اصل مہر کی تنصیف کیجائیگی اور زیادتی کی تنصیف نہوگی یہ مضمرات مین ہو۔ اور فتاوے شیخ ابو اللیثؒ مین ہی کہ مر جانے کے بعد بھی مہر مین بڑھانا صحیح ہی اور کتاب الاکراہ شیخ الاسلام خواہر زادہ مین ہی کہ فرقت واقع ہونے کے بعد مہر مین بڑھانا باطل ہی اور ایسا ہی بشر رحمہ اللہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہی اور بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہی اسکی صورت یہ ہی کہ اگر عورت کو دخول کرنے کے بعد یا دخول سے پہلے تین طلاق دیدین پھر اسکے مہر مین کچھ بڑھایا تو صحیح نہین ہی اسی طرح اگر طلاق رجعی ہو مگر رجوع نہ کیا یہانتک کہ عدت گذر گئی پھر اسکے بعد مہر مین بڑھایا تو زیادتی نہین صحیح ہی اور قدوری مین ہی کہ عورت کی موت کے بعد مہر مین بڑھانا امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہی اور صاحبینؒ کے نزدیک نہین جائز ہی یہ محیط مین ہو۔ اگر مطلقہ رجعیہ سے اسکے شوہر نے کہا کہ مین نے تیرے مہر مین بڑھا دیا تو نہین صحیح ہی اسواسطے کہ یہ مجہول ہی اور اگر ایسی عورت سے کہا کہ مین نے تجھسے ہزار درہم مہر پر رجوع کیا پس اگر عورت نے قبول کیا تو جائز ہی ورنہ نہین جائز ہی اسواسطے کہ یہ مہر مین زیادتی ہی پس عورت کے قبول پر موقوف ہوگی اور رہا یہ امر کہ جس مجلس مین زیادہ کیا ہی اسی مجلس مین قبول کر لینا شرط ہی یا نہین پس اصح یہ ہی کہ اسی مجلس مین قبول کرنا شرط ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک عورت نے اپنا مہر اپنے شوہر کو ہبہ کر دیا پھر شوہر نے گواہ کیے کہ عورت کا مجھ پر اسقدر مہر ہی تو اسمین اختلاف ہی

اور فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ کے نزدیک مختار یہ ہی کہ شوہر کا اقرار جائز ہو بشرطیکہ عورت قبول کرے یہ خلاصہ میں ہی اور اشبہ یہ ہی کہ اقرار صحیح نہو اور بلا قصد زیادتی کے زیادتی قرار نہ دیجائیگی یہ وجیز کردری میں ہی۔ اور اگر کسی عورت سے ہزار درم پر نکاح کیا پھر دو ہزار درم پر نکاح کی تجدید کی تو اسمیں اختلاف ہی شیخ امام خواہرزادہ نے کتاب النکاح میں ذکر فرمایا کہ بنا بر قول امام ابو حنیفہ و امام محمد کے شوہر پر فقط ہزار درم لازم ہونگے باقی ہزار درم لازم نہونگے اور عورت کا مہر ہزار درم ہوگا اور بنا بر قول امام ابو یوسف کے مرد پر باقی ہزار درم دوسرے بھی واجب ہونگے اور بعض نے اسکے برعکس اختلاف ذکر کیا ہی اور ہمارے بعض مشایخ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک مختار یہ ہی کہ مرد پر دوسرے ایک ہزار درم لازم نہونگے یہ ظہیریہ میں ہی۔ اور قاضی امام رح کا فتویٰ یہ ہی کہ دوسرے عقد پر کچھ واجب نہوگا لیکن اگر دوسرے عقد سے اُسکی مراد یہ ہو کہ مہر میں اُس نے بڑھایا ہی یعنی مہر ہزار درم ہی اور اسپر ایک ہزار درم اس نے زیادہ کیے تو یہ جائز ہی اور دوسرا مہر یعنی دو ہزار درم واجب ہونگے یہ خلاصہ میں ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ اگر عورت نے اپنا مہر ہبہ کر دیا پھر مہر کی تجدید کی تو بالاتفاق دوسرا مہر لازم نہوگا اور بعض نے اسی صورت میں ذکر کیا ہی کہ اسمیں اختلاف ہی یہ معراج الدرایہ میں ہی اور اگر نکاح کی تجدید بغرض احتیاط ہو تو زیادتی بلا خلاف لازم نہوگی یہ وجیز کردری میں ہی۔ ابراہیم نے امام محمد رح سے روایت کی کہ ایک شخص نے اپنی باندی کسی مرد کے نکاح میں بمہر معلوم دی پھر اسکو آزاد کر دیا پھر شوہر نے اُسکے مہر میں کوئی مقدار معلوم بڑھا دی تو یہ زیادتی مولی کو ملیگی اور ابن سماعہ نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہی کہ یہ زیادتی اس عورت کو ملیگی اور میں شوہر پر جبر نہ کرونگا کہ یہ زیادتی اُسکے مولے کو دیدے اور اگر مولا نے اوّل نے باندی کو فروخت کر دیا ہو تو یہ زیادتی مشتری کو ملیگی اور میں شوہر پر جبر نہ کرونگا کہ یہ زیادتی مولے کو دیدے اور امام محمد رح نے جامع میں فرمایا کہ آزاد مرد نے ایک باندی سے با جازت اُسکے مولے کے سو درم پر نکاح کیا پس شوہر نے مولی سے کہا کہ تو نے نکاح کی اجازت دیدی اُسنے کہا کہ میں نے اس شرط پر اجازت دی کہ تو مہر میں پچاس درم بڑھا دے پس اگر شوہر اسپر راضی ہو گیا تو صحیح ہی اور زیادتی ثابت ہو جائیگی اور اگر شوہر راضی نہوا تو اجازت ثابت نہوگی اور نیز جامع میں ہی کہ ایک منکوحہ باندی آزاد کی گئی حتی کہ اُسکے لیے خیار عتق ثابت ہوا پھر شوہر نے اس عورت سے کہا کہ میں تیرے مہر میں پچاس درم بڑھا دیتا ہوں بدین شرط کہ تو میرے ساتھ میرے نکاح میں رہنا اختیار کرے پس اُسنے یہی اختیار کیا تو یہ اختیار صحیح ہوا اور زیادتی ثابت ہو جائیگی اور یہ زیادتی اُسکے مولے کو ملیگی اور اگر باندی مذکورہ سے کہا کہ تیرے مجھے ہزار درم اس بدین شرط کہ تو مجھے اختیار کرے اور اسنے ایسا ہی کیا تو اُسکو کچھ نہ ملیگا اور خیار باطل ہو جائیگا۔ اور نکاح المنتقی میں ہی کہ ایک مرد نے ایک عورت کے نکاح کا دعوے کیا حالانکہ وہ انکار کرتی ہی پھر شوہر نے عورت سے صلح کی کہ اگر وہ اجازت نکاح دیدے جیسا وہ دعوے کرتا ہی تو مرد اسکو ہزار درم دیگا تو یہ جائز ہی اسی طرح اگر عورت سے کہا کہ اگر تو اقرار نکاح کر دے تو تیرے واسطے سو درم زیادہ کر دونگا پس عورت نے ایسا کیا پس اگر نکاح اوّل کے گواہ موجود ہوں تو شوہر کو یہ اختیار نہوگا کہ ان سو درم سے رجوع کر لے اسواسطے کہ یہ بمنزلہ مہر میں زیادہ کرنے کے ہی

یہ محیط میں ہے - اور اگر عورت کے مہر میں سے خود عورت نے گھٹا دیا تو گھٹانا صحیح ہے یہ ہدایہ میں ہے - اور گھٹانے میں
عورت کی رضامندی ضرور ہوتی ہے کہ اگر اس نے باکراہ مجبوری کے ساتھ گھٹایا تو صحیح نہ ہوگا اور نیز ضرور ہے کہ عورت
مذکورہ مریضہ بمرض الموت نہو یہ بحر الرائق میں ہے - اگر ایک مرد نے ایک عورت سے ایک غلام یا باندی یا
کسی مال عین پر نکاح کیا پھر مہر میں خود زیادتی ہوگئی پھر قبل دخول کے طلاق دیدی پس اگر عورت کے قبضہ سے پہلے
مہر کی چیز میں زیادتی ہوگئی ہے اور یہ زیادتی متصلہ ہے جو اصل چیز سے پیدا ہوتی ہے جیسے مہر کی باندی یا غلام
موٹی تازی ہوگئی یا بالغ ہوگئی یا حسن وجمال بڑھ گیا یا ایک آنکھ میں جالا تھا وہ روشن ہوگئی یا گونگا تھا وہ
بولنے لگا یا بہرا تھا وہ سننے لگا یا درخت خرما تھا کہ اسمیں پھل آئے یا زمین تھی کہ اسمیں زراعت کی گئی اور یہ زیادتی
منفصلہ ہے جو اصل سے پیدا ہوتی ہے جیسے بچہ وارش وعقر وغیرہ بصورتیکہ کاٹ لیے گئے ہوں یا پشم وبال جب
الگ کر لیے جاویں یا چھوہارے درخت سے توڑ لیے گئے یا کھیتی اس زمین میں سے کاٹ لی گئی تو ایسی صورت
میں اصل وزیادتی دونوں بالاجماع آدھی آدھی کیجاویگی یہ شرح طحاوی میں ہے - اور اگر عورت نے اصل مع
زیادت متولدہ کے اپنے قبضہ میں کرلی پھر مرد نے عورت کو قبل دخول کے طلاق دی تو عین اصل مع زیادتی
کے آدھی آدھی کیجاویگی یہ مبسوط میں ہے - اور اگر زیادتی متصلہ ہو جو اصل سے متولد نہیں ہے جیسے کپڑے کو رنگا یا
عمارت بنائی تو عورت اس سے قابض شمار ہوگی پس تنصیف نہ کیجاویگی اور جس روز قبضہ کا حکم دیا گیا ہے اس
روز کی نصف قیمت یعنی عورت پر واجب ہوگی اور اگر زیادتی منفصلہ ہو جو اصل سے متولد نہو جیسے کسی مرد نے
مہر کے غلام کو کچھ ہبہ کیا یا اسنے خود کمایا یا دار مہر کا کرایہ آیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اصل مہر کی تنصیف ہوگی اور
زیادتی سب عورت کو ملیگی اور صاحبین رح کے نزدیک اصل وزیادت دونوں کی تنصیف ہوگی یہ شرح طحاوی میں ہے
اور اگر شوہر نے غلام کو اجارہ پر دیا ہو تو مزدوری شوہر کو ملیگی مگر اسکو صدقہ کردے یہ محیط سرخسی میں ہے - اور
اگر قبضہ کے بعد ہوا اور زیادتی متصلہ متولدہ از اصل ہو تو شوہر کو نصف کرکے نہیں دیا جا سکتا ہے بلکہ جس دن
عورت کو سپرد کیا ہے اس روز کی نصف قیمت ملیگی اور یہ امام ابوحنیفہ و امام ابویوسف رح کا قول ہے اور امام محمد رح
(یعنی اصل کی نصف قیمت ۱۲)
نے فرمایا کہ یہ امر مانع تنصیف نہیں ہے یہ شرح طحاوی میں ہے - اور اگر زیادتی متصلہ ایسی ہو کہ اصل سے متولد نہو
تو وہ مانع تنصیف ہے اور عورت پر اصل کی نصف قیمت واجب ہوگی یہ بدائع میں ہے اور اگر زیادتی منفصلہ اصل سے
متولد ہو تو بالاجماع مانع تنصیف ہے اور اگر زیادتی منفصلہ اصل سے متولد نہو تو فقط زیادتی عورت کو ملیگی اور اصل
دونوں میں نصفا نصف مشترک ہوگی اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ زیادتی پیدا ہونے کے بعد طلاق قبل دخول کے
واقع ہوئی ہو اور اگر طلاق پہلے واقع ہوئی پھر زیادتی پیدا ہوئی پس یا تو شوہر کے واسطے نصف واپس دینے کا حکم
قضا جاری ہونے سے بعد ہوگی یا اسکے پہلے ہوگی خواہ قبضہ ہوگیا ہو یا نہوا ہو پس اگر قبل قبضہ کے ہو تو زیادتی
واصل دونوں میں نصفا نصف ہوگی خواہ حکم قضا پایا گیا ہو یا نہ پایا گیا ہو اور اگر بعد قبضہ کے ہو اور شوہر کے
واسطے نصف دینے کا حکم بھی ہوگیا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر شوہر کے واسطے نصف دینے کا حکم نہوا ہو تو عورت
کے پاس مال مہر مثل عقد فاسد کے مقبوضہ کے حکم میں ہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے - اور اگر زیادتی پیدا ہونے
کے بعد دخول سے پہلے عورت مرتدہ ہوگئی یا اپنے شوہر کے پسر کا بوسہ لیا تو یہ سب زیادتی عورت کو ملیگی - اور

عورت پر واجب ہوگا کہ قبضہ کے روز کی اصل کی قیمت واپس کرے یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر شوہر کے قبضہ مین مہر
مین نقصان آگیا پھر قبل دخول کے مرد نے اسکو طلاق دیدی تو اسمین چند صورتین ہین وجہ اول یہ کہ نقصان
کسی آفت آسمانی سے ہوا اور اسمین دو صورتین ہین کہ اگر نقصان خفیف ہو تو اس صورت مین عورت کو نصف
خادم عیبدار ملیگا بدون تاوان نقصان کے اور اسکے سوا اسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر نقصان فاحش ہو تو
عورت کو اختیار ہی چاہے اس مال مہر کو شوہر کے پاس چھوڑکر اس سے روز عقد کی قیمت کا نصف لے
لے اور چاہے نصف خادم عیبدار لے لے اور اسکے سوا اور شوہر پر بالکل تاوان نقصان کا ضامن نہوگا وجہ
دوم یہ کہ نقصان بفعل زوج ہوا اور اسمین بھی دو صورتین ہین کہ اگر نقصان خفیف ہو تو عورت نصف خادم لیگی
اور شوہر نصف قیمت نقصان کا ضامن ہوگا اور عورت کو یہ اختیار نہین ہی کہ خادم کو شوہر کے پاس چھوڑکر نصف
قیمت خادم لے لے اور اگر نقصان فاحش ہو تو عورت کو اختیار ہی چاہے روز عقد کی نصف قیمت خادم لے
اور خادم شوہر کے پاس چھوڑ دے اور چاہے نصف خادم لیکر شوہر سے نصف قیمت نقصان لے اور وجہ
سوم آنکہ نقصان خود عورت کے فعل سے ہوا اور اس صورت مین عورت کو نصف خادم کے سوا کچھ نہ ملیگا
اور عورت کو کچھ اختیار نہوگا خواہ نقصان خفیف ہو یا فاحش ہو اور وجہ چہارم آنکہ جو چیز مہر ٹھہری ہی وہ خود
ایسا فعل کرے جس سے اسمین نقصان آجاوے تو ظاہر الروایہ کے موافق یہ نقصان بمثل آسمانی آفت کے
نقصان کے ہی اور وجہ پنجم آنکہ نقصان کسی اجنبی کے فعل سے ہو تو اسمین دو صورتین ہین کہ اگر نقصان خفیف ہو
تو عورت نصف خادم لیکر اجنبی سے نقصان کی نصف قیمت تاوان لیگی اور اسکے سوا اسکو کچھ اختیار
نہین ہی اور اگر نقصان فاحش ہو تو اسکو اختیار ہی چاہے نصف خادم لیکر اجنبی سے نصف قیمت نقصان کا
مواخذہ کرے اور چاہے خادم بذمہ شوہر چھوڑکر اس سے روز عقد کی نصف قیمت خادم لے پھر شوہر اس اجنبی
سے پورے نقصان کا مطالبہ کریگا۔ اور یہ سب ایسی صورت مین تھا کہ جب نقصان شوہر کے قبضہ مین
ہونے کی حالت مین واقع ہوا اور اگر عورت کے قبضہ مین واقع ہوا پھر مرد نے قبل دخول کے عورت
کو طلاق دی پس اگر نقصان بآفت آسمانی اور خفیف ہو تو شوہر نصف خادم عیبدار لے لیگا اسکے سوا
کچھ نہین کرسکتا ہی اور اگر نقصان فاحش ہو تو چاہے نصف عیبدار لے اور اسکے سوا اسکو کچھ تاوان
نقصان نہ ملیگا اور اگر چاہے عورت کے ذمہ چھوڑکر عورت کے قبضہ کے روز کی نصف قیمت بااعتبار
صحیح وسالم کے لے لے اور اگر بعد طلاق کے ایسا نقصان عورت کے قبضہ مین واقع ہو تو عامہ مشایخ رحمہم کے
نزدیک یہ حکم ہی کہ شوہر اسکے نصف کو مع نصف نقصان کے لے لیگا اور ایسا ہی امام قدوری نے اپنی
شرح مین ذکر فرمایا اور یہی صحیح ہی اور اگر عورت کے فعل سے نقصان ہوا خواہ قبل طلاق کے یا بعد طلاق کے
تو یہ صورت اور آفت آسمانی سے نقصان ہونے کی صورت دونون یکسان ہین اور اگر جو چیز مہر کی ہی مثل
غلام وغیرہ اسکے خود فعل سے نقصان ہوا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر اجنبی کے فعل سے قبل طلاق کے نقصان واقع
ہوا تو مال مہر سے شوہر کا حق منقطع ہو جائیگا اور شوہر کے واسطے عورت پر عورت کے قبضہ کے روز کی نصف
قیمت واجب ہوگی اسواسطے کہ اجنبی نے جو تاوان نقصان دیا ہی یہ زیادت منفصلہ ہوگئی لیکن اگر عورت نے اس مجرم اجنبی

خفیہ قرار داد کرلی کہ مہر دینار ہیں مگر ظاہر میں اس شرط پر نکاح کرلیا ہے کہ عورت کے واسطے کچھ مہر نہیں تو مہر وہی
دینار ہونگے جسپر خفیہ قرار داد ہوگئی ہے اور اگر علانیہ اس شرط پر نکاح کیا کہ اس عورت کا مہر دینار ہونگے
یا علانیہ فقط نکاح کرلیا اور مہر سے سکوت کیا تو دونوں صورتوں میں مہر مثل پر نکاح منعقد ہوگا وجہ دوم
آنکہ دونوں نے خفیہ کسی قدر مہر پر عقد کرلیا پھر علانیہ اس سے زیادہ مہر کا اقرار کیا پس اگر دونوں نے اتفاق کیا
کہ ہمنے خفیہ اسقدر مہر پر عقد کیا ہے اور شاہد کرلیے کہ علانیہ زیادتی فقط سنانے کے واسطے ہے تو مہر وہی ہوگا جو
خفیہ عقد کے وقت مذکور ہوا ہے اور اگر دونوں نے اس امر کے شاہد نہ کرلیے کہ علانیہ جو زیادتی ہے وہ سنانے
کے واسطے تھی تو شرح مختصر الطحاوی میں ہے کہ بنا بر قول امام اعظم رح کے اور امام محمد رح کے مہر وہی ہوگا جو علانیہ مذکور
ہوا ہے اور یہ زیادتی پہلے مہر پر زیادتی شمار ہوگی خواہ اوّل کی جنس سے ہو یا خلاف جنس ہو مگر فرق یہ ہوگا کہ
اگر خلاف جنس ہو تو جسقدر علانیہ مذکور ہوا ہے وہ سب مہر اول پر زیادہ قرار دیا جائیگا اور اگر اوّل کی جنس
سے ہو تو جسقدر مہر اوّل سے زائد ہے اُسی قدر زیادہ زیادتی شمار کیا جائیگا۔ اور شیخ الاسلام نے ذکر فرمایا کہ اگر دونوں
نے خفیہ ہزار درم پر عقد کیا اور ظاہر میں علانیہ اسکے خلاف ظاہر کیا پھر دونوں میں جھگڑا ہوا اور شوہر نے کہا
کہ ظاہر میں جو میں نے اسکے واسطے اقرار کیا وہ ہزل تھا مقصود نہ تھا اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ تسمیۃً و جداً تھا
تو عورت کا قول قبول ہوگا اور مہر وہی ہوگا جو علانیہ ٹھہرا ہے لیکن اگر شوہر اپنے دعوے کی گواہی
لاوے تو گواہ مقبول ہونگے یہ ذخیرہ میں ہے نوعی فصل مہر کے تلف ہوجانے اور استحقاق میں لیے جانے
کے بیان میں۔ اگر عورت سے کسی معین چیز پر نکاح کیا اور وہ سپرد کرنے سے پہلے تلف ہوگئی یا استحقاق میں
لے لیگئی پس اگر یہ چیز مثلی چیزوں میں سے ہو تو شوہر سے اُسکے مثل لے لیگی ورنہ اسکی قیمت لیگی یہ محیط میں ہے۔
اسی طرح اگر مال معین جو مہر ٹھہرا ہے عورت نے شوہر کو ہبہ کردیا پھر وہ استحقاق میں لیا گیا تو اسکی قیمت شوہر سے
واپس لیگی یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر ایسا دار جو مہر قرار دیا گیا ہے اسمیں سے نصف پر کسی شخص نے اپنا استحقاق ثابت
کرکے لے لیا تو عورت کو اختیار ہوگا چاہے باقی کو لے اور نصف قیمت لے اور چاہے پوری قیمت لے لے اور
اگر مرد نے قبل دخول کے اسکو طلاق دیدی تو عورت کو فقط باقی نصف ملیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کسی عورت
سے اس عورت کے باپ پر جو شوہر کا مملوک ہے نکاح کیا تو باپ مذکور آزاد ہو جائیگا اور اگر باپ پر کسی شخص نے
استحقاق ثابت کرکے لے لیا پھر عورت کا شوہر اسکے باپ کا مالک ہوگیا پس اگر ہنوز مرد پر اس عورت کے واسطے
اسکے باپ کی قیمت کا حکم قاضی کی طرف سے ثابت نہیں ہوا ہے تو عورت مذکورہ کو سوائے اپنے باپ کے
اور کچھ نہ ملیگا اور وہ ملتے ہی فوراً آزاد ہو جائیگا اور اگر شوہر پر عورت کے واسطے قیمت کا حکم ہونے کے
بعد شوہر اسکا مالک ہوا تو عورت مذکورہ اپنے باپ کو نہیں لے سکتی ہے اور صورت اوّل میں جب شوہر اسکا
مالک ہوا ہے تو عورت مذکورہ بدون حکم قاضی یا بدون سپردگی شوہر کے اُسکی مالک نہیں ہوسکتی ہے اور شوہر
کو اختیار ہوگا کہ جب تک قاضی نے حکم نہیں کیا ہے یا مرد نے عورت کو سپرد نہیں کیا تب تک شوہر جو چاہے
اُسمیں تصرف کرلے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر کسی عورت سے کسی غیر کے غلام پر نکاح کیا یا اپنے غلام پر نکاح کیا
مگر یہ غلام استحقاق میں لے لیا گیا پس اگر وہ شخص جو اس غلام کا مستحق ہے اُس نے اجازت نہ دی تو شوہر پر

فصل

اس غلام کی قیمت واجب ہوگی اور اگر شوہر پر قیمت دینے کا حکم ہونے سے پہلے کسی سبب سے یہ غلام پھر
شوہر کی ملک میں آگیا تو اُسکو حکم دیا جائیگا کہ بعینہ یہی غلام عورت کو سپرد کرے یہ عتابیہ میں ہے
و سولہویں فصل مہر ہبہ کرنے کے بیان میں عورت کو اختیار ہے کہ اپنے مہر کا جو مال شوہر پر آتا ہے خواہ مرد نے اسکے
ساتھ دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو وہ اپنے شوہر کو ہبہ کردے اور عورت کے اولیاء میں سے خواہ باپ ہو یا کوئی اور ہو
کسی کو عورت پر اعتراض کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ شرح طحاوی میں ہے اور عامہ علماء کے نزدیک باپ کو
یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنی دختر کا مہر ہبہ کردے یہ بدائع میں ہے اور مولے کو یہ اختیار ہے کہ اپنی باندی کا مہر اسکے
شوہر کو ہبہ کردے اور اسی طرح چاہے اپنی مدبرہ باندی یا ام ولد کا مہر ہبہ کردے اور اگر باندی مکاتبہ ہو
تو اسکا مہر اسی کا ہوگا اور اگر مولے اسکو ہبہ کرنا چاہے تو صحیح نہوگا اور اگر مکاتبہ کے شوہر نے اسکا مہر اسکے
مولے کو دیدیا تو بری نہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر یہ مرگیا اور اسکی جورو نے اسکا مہر اسکو ہبہ کیا تو
جائز ہے۔ اگر عورت نے طلق کی حالت میں جبکہ اسکی جان پر بن آئی تھی تو شوہر کو مہر ہبہ کیا پھر جاں بر نہوئی
اور مرگئی تو ہبہ صحیح نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے اور اگر مریض کی جورو نے وارثان میت کو اپنا مہر ہبہ کیا تو بھی
جائز ہے اور اگر عورت نے کسی شرط پر اپنا مہر ہبہ کیا پس اگر شرط پائی گئی تو جائز ہے اور اگر شرط نہ پائی گئی تو
مہر جیسا تھا ویسا ہی عود کریگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر عورت سے ہزار درم پر نکاح کیا اور عورت
نے ہزار درم وصول کرلیے پھر شوہر کو ہبہ کردیے پھر شوہر نے قبل دخول کے اسکو طلاق دی تو شوہر اس
عورت سے پانچ سو درم واپس لیگا اور اسی طرح اگر مہر کوئی کیلی یا وزنی چیز ہو جو وصف بیان کرکے
ذمہ رکھی ہو تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ وہ متعین نہیں ہے اور اگر عورت نے ہزار درم پر قبضہ نہ کیا اور بدون قبضہ
کے شوہر کو ہبہ کردیے پھر مرد نے قبل دخول کے اسکو طلاق دیدی تو دونوں میں سے کوئی دوسرے سے
کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے۔ اور اگر اسنے پانچ سو درم وصول کرکے پھر پورے ہزار درم ہبہ کیے یعنی مقبوضہ
و غیر مقبوضہ یا فقط باقی ہبہ کیے پھر شوہر نے قبل دخول کے اسکو طلاق دیدی تو امام اعظم رح کے نزدیک
دونوں میں سے کوئی دوسرے سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر عورت نے ہزار درم کے نصف سے کم
ہبہ کیے اور باقی سب وصول کرلیے تو ایسی صورت میں امام رحمہ اللہ کے نزدیک عورت سے نصف تک
جسقدر چاہیے ہے وہ لے کر پورا کرلیگا یہ ہدایہ میں ہے منتقی میں ابراہیم کی روایت سے امام محمدؒ سے مروی ہے
کہ اگر پورے ہزار درم عورت کو دیدیے پھر عورت نے ہزار درم پر اسکے ساتھ خلع کیا قبل اسکے کہ عورت
کے ساتھ دخول واقع ہو تو قیاساً عورت سے پانچ سو درم واپس لیگا اور استحساناً کچھ واپس نہ لیگا
یہ محیط میں ہے۔ اور اگر عورت سے مثل عروض وغیرہ ایسی چیز پر جو متعین کرنے سے متعین ہو جاتی ہے نکاح کیا
پھر عورت نے اس چیز پر قبضہ کرنے کے بعد یا اس سے پہلے یہ چیز تمام یا آدھی شوہر کو ہبہ کردی پھر قبل دخول کے
شوہر نے اسکو طلاق دیدی تو عورت سے کچھ واپس نہ لیگا اور اگر عورت سے کسی حیوان یا عروض پر جسکا وصف
بیان کرکے اپنے ذمہ رکھا ہے نکاح کیا تو بھی ایسی صورت میں یہی حکم ہے کذا فی الکافی خواہ عورت نے اسپر قبضہ
کرلیا ہو یا نہ کیا ہو یہ کافی میں ہے۔ اور اگر عورت نے شوہر کے سوا کسی اجنبی کو اپنا مہر ہبہ کیا اور اسکو وصول

کر لینے پر مسلط کر دیا پھر اُس سے وصول کر لیا پھر شوہر نے قبل دخول کے اُسکو طلاق دیدی تو نصف مہر عورت سے واپس لیگا اور اگر عورت نے مہر پر قبضہ کر کے کسی کو جو اجنبی ہے ہبہ کیا پھر اُس اجنبی نے شوہر کو ہبہ کیا پھر شوہر نے قبل دخول کے عورت کو طلاق دیدی تو نصف مہر عورت سے واپس لیگا خواہ مہر مال دین ہو جو معین کرنے سے متعین نہیں ہوتا ہے یا اسکے برعکس مال عین ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر عورت نے مال مہر شوہر کے ہاتھ فروخت کیا یا بعوض ہبہ کیا پھر شوہر نے قبل دخول کے اُسکو طلاق دیدی تو شوہر اُس سے نصف مال مذکور کے مثل واپس لیگا اگر مال مذکور مثلی ہو یا نصف قیمت واپس لیگا اگر مثلی نہو بلکہ قیمتی ہو پھر اگر عورت نے قبل قبضہ کے فروخت کیا ہو تو روز بیع کی نصف قیمت لیگا اور اگر بعد قبضہ کے فروخت کیا ہو تو روز قبضہ کی نصف قیمت لیگا یہ بدائع میں ہے۔ ایک مرد نے اپنی مطلقہ عورت سے کہا کہ اسوقت تک میں تیرے ساتھ نکاح نہ کرونگا جب تک تو اپنا مہر جو تیرا مجھپر ہے مجھے ہبہ نہ کرے پس اُس نے اپنا مہر بدین شرط ہبہ کیا کہ شوہر اُس سے نکاح کرے پھر شوہر نے اُس سے نکاح کرنے سے انکار کیا تو مہر مذکور شوہر پر باقی رہیگا خواہ شوہر اُس سے نکاح کر لے یا نہ کرے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ تو مجھے اپنے مہر سے بری کر دے تاکہ میں تجھے اسقدر ہبہ کروں پس عورت نے کہا کہ میں نے تجھے بری کر دیا پھر شوہر نے اُسکو ہبہ کر دینے سے انکار کیا تو مہر اُسپر بحالہ باقی رہیگا یہ حاوی میں ہے۔ ایک عورت نے اقرار کیا کہ وہ بالغہ ہے اور اپنا مہر اپنے شوہر کو ہبہ کر دیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اُسکا قد دیکھا جاوے اگر بالغہ عورتوں کا قد ہو تو اُسکا اقرار صحیح ہوگا حتی کہ اگر اسکے بعد اُس نے کہا کہ میں اُسوقت بالغہ نہ تھی تو اُسکا قول قبول نہوگا اور اگر قد بالغہ عورتوں کا قد نہو تو اُسکا اقرار صحیح نہوگا۔ اور شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قاضی کو ایسے معاملہ میں احتیاط کرنی چاہیے اور عورت سے اُسکا سن دریافت کرے اور پوچھے کہ تو نے کیونکر یہ بات جانی ہے جیسے طفل کی صورت میں مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر وہ اپنے بالغ ہونے کا اقرار کرے تو قاضی احتیاط کے واسطے اُس سے یہ دریافت کرے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ جورو و مرد نے ہبہ مہر میں اختلاف کیا کہ جورو نے کہا کہ میں نے اس شرط سے ہبہ کیا تھا کہ تو مجھے طلاق نہ دے اور مرد نے کہا کہ تو نے بغیر شرط کے ہبہ کیا ہے تو قول عورت کا قبول ہوگا یہ قنیہ میں ہے۔

گیارھویں فصل

عورت کے اپنے آپ کو بوجہ مہر کے روک لینے اور مہر میں میعاد مقرر کرنے اور اسکے متعلقات کے بیان میں۔ ہر ایسی صورت میں کہ مرد نے عورت کے ساتھ دخول کر لیا ہو یا خلوت صحیحہ ہوگئی ہو اور تمام مہر متاکد ہوگیا ہو اگر مہر معجل وصول پانے کے واسطے عورت اپنے آپکو روکے اور مرد سے باز رہے تو امام اعظم رح کے نزدیک عورت کو ایسا اختیار ہے اور صاحبین رح نے اختلاف کیا ہے اور اسی طرح باہر نکلنے اور سفر کرنے اور حج نفل کے واسطے جانے سے امام اعظم رح کے نزدیک منع نہ کیجاویگی اِلّا اُس صورت میں کہ باہر نکلنا حد سے گذرا ہوا بیہودہ ہو اور جب تک عورت نے اپنے نفس کو شوہر کے سپرد نہیں کیا ہے تب تک بالاجماع اسکو ایسا اختیار ہے اور اسی طرح اگر صغیرہ یا مجنونہ کے ساتھ دخول کر لیا یا زبردستی باکراہ ایسا کر لیا تو بھی اسکے باپ کو اختیار ہے کہ اُسکو روک رکھے یہانتک کہ اُسکے واسطے اُسکا مہر معجل وصول کر لے یہ عتابیہ میں ہے۔ اور اگر

شوہر نے عورت کی رضامندی کے ساتھ اُس سے دخول کر لیا یا خلوت کی تو بنا بر قول امام اعظم رح کے عورت کو
اختیار ہوگا کہ اپنے آپ کو شوہر کے ساتھ سفر میں جانے سے روکے تا آنکہ پورا مہر وصول کر لے یہ بنا بر جواہر
کتاب کے ہے اور ہمارے دیار کے عرف کے موافق تا آنکہ مہر معجل وصول کر لے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ اُسکو یہ اختیار
نہیں ہے اور شیخ امام فقیہ زاہد ابو القاسم صفار رح بھی موافق قول امام اعظم رح کے فتوی دیتے تھے
اور اپنے آپ کو روکنے میں صاحبین رح کے قول پر فتوے دیتے تھے اور ہمارے بعض مشائخ نے
امام صفار کا اختیار پسند کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور جب مرد نے اُسکو اُسکا مہر ادا کیا تو جہاں چاہے لیجاوے اور
بہت سے مشائخ کے نزدیک یہ حکم ہے کہ ہمارے زمانہ میں شوہر اُسکو سفر میں نہیں لیجا سکتا ہے اگرچہ اُسکا مہر
ادا کر دیا ہو ولیکن گانوں میں جہاں چاہے لیجائے اور اسی پر فتوے ہے اور اُسکو اختیار ہے کہ گانوں سے شہر
میں لیجاوے یا ایک گانوں سے دوسرے گانوں میں لیجاوے یہ کافی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی دختر باکرہ
بالغہ کا نکاح کر دیا پھر باپ نے چاہا کہ اس شہر کو چھوڑ کر مع اپنے عیال کے دوسرے شہر میں جا رہے تو اُسکو
اختیار ہوگا کہ دختر مذکورہ کو اپنے ساتھ لیجاوے اگرچہ شوہر اسپر راضی نہو بشرطیکہ شوہر نے اُسکا مہر ہنوز
ادا نہ کیا ہو اور اگر مہر ادا کر چکا ہو تو بدون رضامندی شوہر کے باپ کو اُسکے لیجانے کا اختیار نہیں ہے
یہ محیط میں ہے۔ اگر مرد نے سب مہر دیدیا ہو مگر ایک درم رہ گیا ہو تو عورت کو اختیار رہیگا کہ اپنے نفس کو
شوہر سے روکے اور شوہر کو یہ اختیار نہوگا کہ جو کچھ عورت نے وصول کر لیا ہے اُسکو واپس کرے یہ
سراج الوہاج میں ہے۔ ایک دختر صغیرہ بیاہی گئی اور وہ مہر وصول ہونے سے پہلے شوہر کے یہاں چلی گئی
تو جسکو قبل نکاح کے اُسکے روکنے کا اختیار تھا اسی کو اب بھی اختیار رہیگا کہ وہاں سے لا کر اپنے گھر میں رکھے
اور نکلنے سے منع کرے تا آنکہ اُسکا شوہر اُسکا مہر اُس شخص کو دیوے جو قبضہ کرنے اور وصول کرنے کا اختیار
رکھتا ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور اگر چچا نے اپنی بھتیجی صغیرہ کا مہر مثل پر نکاح کیا اور اُسکو شوہر کے
سپرد کر دیا اور ہنوز تمام مہر وصول نہیں پایا ہے تو سپرد کرنا فاسد ہے اور وہ اپنے گھر واپس کر دی جائیگی
یہ تجنیس و مزید میں ہے۔ اور باپ نے اگر اپنی دختر کا مہر وصول کر لینا چاہا تو عورت مذکورہ کا حاضر ہونا
شرط نہیں ہے۔ اور اگر شوہر نے باپ سے عورت کے سپرد کر دینے کا مطالبہ کیا پس اگر عورت اُسکے گھر
میں موجود ہو تو باپ پر اُسکا سپرد کر دینا واجب ہے اور اگر موجود نہو اور نہ باپ اُسکے سپرد کرنے پر قادر ہو
تو باپ کو مہر کے وصول کرنے کا بھی اختیار نہوگا اور اگر عورت اپنے باپ کے گھر میں ہو ولیکن شوہر
نے اطمینان نہ کیا کہ وہ سپرد کریگا اور باپ کی طرف سے بدگمان ہوا تو قاضی اس عورت کے باپ
کو حکم کریگا کہ باپ اس مہر کی بابت شوہر کو کفیل دیوے اور شوہر کو حکم کریگا کہ مہر اُسکے سپرد کر دے
اور اگر مہر کی نالش شہر کوفہ میں دائر ہوئی اور عورت شہر بصرہ میں ہے تو باپ کو یہ تکلیف نہ دیجائیگی
کہ دختر کو کوفہ میں لاوے بلکہ شوہر سے کہا جائیگا کہ مہر اُسکو دے کر اپنے ساتھ بصرہ میں جا کر
وہاں سے عورت کو لے لے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر گواہوں نے مہر معجل کی مقدار بیان کی تو
اسی قدر معجل قرار دیا جائیگا اور اگر کچھ نہ بیان کیا تو عقد کے مہر مذکور کو اور عورت کو دیکھا جائیگا کہ آیا

عورت کے واسطے اس مہر میں سے کسقدر معجل ہوتا ہو پس جو رواج سے قرار پاوے وہی معجل قرار دیا جائیگا اور چہارم حصہ یا پنجم حصہ وغیرہ کی کوئی تقدیر نہو گی بلکہ عرف و رواج پر لحاظ رکھی جائیگی اور اگر ادیا عورت نے عقد میں پورے مہر کا معجل ہونا شرط کر لیا تو پورا مہر معجل قرار دیا جائیگا اور عرف و رواج ترک کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہو۔ اور اگر شوہر نے عورت کے ہاتھ مہر کے عوض کوئی متاع فروخت کی ہو تو عورت کو اختیار ہو کہ متاع مذکور پر قبضہ کرنے تک اپنے آپ کو شوہر سے روکے۔ اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اگر عورت نے مہر کے درہم وصول کیے ولیکن یہ دراہم زیوف نکلے یا ایسے درہم ہیں کہ انکا رواج چلن نہیں ہو تو جب تک بدل نہ لیوے تب تک اسکو اپنے آپ کو روکنے کا اختیار رہی۔ اور اگر شوہر نے عورت کے ساتھ برضامندی دخول کر لیا پھر عورت نے مہر مقبوضہ کو زیوف وغیرہ خراب پایا یا عورت نے جو متاع شوہر سے خریدی اور قبضہ میں کر لی تھی اسکو بعد دخول برضامندی ہونے کے کسی مدعی نے استحقاق ثابت کر کے اپنی ملک میں لیا تو عورت کو یہ اختیار نہیں ہو کہ شوہر سے اپنے نفس کو روکے یہ مبسوط میں ہو اور منتقی میں ہو کہ اگر مہر فی الحال دینا ٹھہرا ہو پھر عورت نے شوہر پر اپنے ایک قرضخواہ کو حوالہ کر دیا یعنی اترائی کر دی تو عورت کو اختیار ہو کہ جب تک قرضخواہ مذکور یہ مال وصول نہ کر لے تب تک اپنے نفس کو شوہر سے روکے اور اگر شوہر نے مہر معجل کے واسطے عورت کو اپنے کسی قرض دار پر حوالہ کیا یعنی اترائی کر دی بدین شرط کہ شوہر کو مہر سے بری کر دے تو استحساناً شوہر کو عورت کے ساتھ دخول کرنے کا اختیار نہیں ہو تا وقتیکہ عورت قرضدار مذکور سے مال مہر وصول نہ کر لے یہ ذخیرہ میں ہو۔ اور اگر مہر مؤجل ہو کہ اسکی میعاد معلوم ہو پھر میعاد آگئی تو بنا بر اصل امام اعظم رح و امام محمد رح کے عورت کو یہ اختیار نہیں ہو کہ مہر مذکور وصول کر لینے تک اپنے آپ کو شوہر سے روکے یہ بدائع میں ہو۔ اور اگر کسی عورت سے ہزار درہم پر بوعدہ ایک سال نکاح کیا پھر شوہر نے سال سے پہلے عورت سے دخول کرنا چاہا قبل اسکے کہ عورت کو کچھ مہر دے پس اگر شوہر نے شرط کر لی ہو کہ قبل سال کے اسکے ساتھ دخول کریگا تو شوہر کو یہ اختیار ہوگا اور بلا خلاف عورت اسکو منع نہیں کر سکتی ہو یہ جواہر الفتاوی میں ہو اور اگر یہ شرط نہ کر لی ہو تو امام محمد رح نے فرمایا کہ مثل بیع کے شوہر کو وطی کرنے کا اختیار ہوگا اور امام استاذ ظہیر الدین اسی پر فتوے دیتے تھے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اسکو یہ اختیار نہیں ہو اور اسی پر صدر شہید رح فتوے دیتے تھے یہ خلاصہ میں ہو۔ اور اگر مہر معجل ادا کرنے سے پہلے وطی کرنے کی شرط کر لی ہو تو شرط صحیح ہو اور اگر مہر مؤجل قرار پایا ہو پھر مہر معجل کر دیا تو امام ابو یوسف سے روایت ہو کہ عورت کو روکنے کا اختیار حاصل ہوگا یہ عتابیہ میں ہو۔ اگر بعض مہر معجل اور بعض میعادی ہو اور اتنے معجل سب وصول کر لیا یا بعد عقد قرار پانے کے بالاتفاق مہر میعادی کر دیا جسکی مدت معلوم ہو تو دونوں صورتوں میں عورت کو اپنے نفس کے روکنے کا اختیار حاصل نہوگا اور بنا بر قول امام ابو یوسف کے میعاد آنے پر مہر وصول کر لینے تک عورت کو اپنے روکنے کا اختیار رہیگا یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہو۔ اور اگر عقد میں یہ قرار دیا کہ نصف مہر معجل ہو اور نصف مؤجل ہو جیسے ہمارے ملک میں عادت جاری ہو مگر میعادی مہر کی مدت ذکر نہیں فرمائی تو اسمیں مشائخ نے اختلاف کیا ہو بعض نے فرمایا کہ میعاد جائز نہوگی اور تمام فی الحال دینا

واجب ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ میعاد جائز ہوگی اور ایسی میعاد جدائی واقع ہونے کے وقت پر محمول ہوگی یعنی اداے بعض مہر کا وقت وہ ہوگا جب دونوں میں بسبب موت یا طلاق کے جدائی واقع ہو اور امام ابو یوسف سے بعضی ایسی روایت آئی ہے جو اس قول کی مؤید ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور اس امر میں کسی کا خلاف نہیں ہے کہ مہر کے ادا کی میعاد معلوم مثل ایک مہینہ یا ایک سال وغیرہ کے مقرر کرنا صحیح ہے اور اگر انتہا معلوم نہو تو ایسی مدت کی میعاد ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے بعضوں نے فرمایا کہ صحیح ہے اور یہی قول صحیح ہے اس وجہ سے کہ انتہاے مدت خود ہی معلوم یعنے طلاق یا موت کا وقت ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ بعض مہر کا میعادی ہونا صحیح ہوتا ہے اگرچہ تصریح کسی مدت معلومہ کی نہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر طلاق رجعی واقع ہوئی تو میعادی مہر فی الحال واجب الادا ہو جاتا ہے اور اگر بعد اسکے عورت سے مراجعت کرلی تو پھر یہ مہر جو فی الحال واجب الادا ہو گیا ہے میعادی نہو جائیگا ایسا ہی استاد امام ظہیر الدین مرغینانی کے فتوے دیا ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر نعوذ باللہ تعالی عورت مرتد ہو گئی پھر مسلمان ہوئی اور نکاح پھر ہو گیا پس آیا باقی مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے یا نہیں تو اسمیں مشائخ کا اختلاف ہے یہ محیط میں ہے اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر کسی عورت سے ایک کپڑے پر جسکا وصف بیان کردیا کسی میعاد پر ادا کرنے کی شرط سے نکاح کیا پھر جب میعاد آئی تو عورت نے شوہر کا ایک کپڑا اسی صفت کا غصب کیا تو یہ مہر کا قبضہ ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے ایک عورت سے چند کپڑوں پر جنکا وصف مع طول و عرض و قیمت بیان کر کے اپنے ذمہ رکھے ہیں بشرط کسی میعاد پر ادا کرنے کے نکاح کیا پھر ان کپڑوں کے عوض انکی قیمت عورت کو دیدی تو عورت کو اختیار ہوگا کہ قیمت قبول نہ کرے اور اگر اسکے واسطے کوئی میعاد نہ ٹھہری ہو تو عورت اسکی قیمت لینے سے انکار نہیں کر سکتی ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک عورت سے ہزار درم پر اس شرط سے نکاح کیا کہ انمیں جو کچھ مجھ سے بن پڑیگا ادا کرونگا اور جو باقی رہجاوینگے وہ ایک سال کے ختم پر ادا کرونگا تو پورے ہزار درم میعادی بمدت ایک سال ہونگے لیکن اگر درمیان میں عورت گواہ قائم کرے کہ اسکی قدرت و وسعت میں سب مہر یا تھوڑا آگیا ہے تو جسقدر کے گواہ قائم کرے اسقدر لے سکتی ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ایک عورت نے اپنی دختر صغیرہ کا نکاح کر دیا اور اسکا مہر وصول کر لیا پھر وہ دختر بالغہ ہوئی پس اگر اسکی ماں اسکی وصیہ تھی تو اسکو اپنی ماں سے مہر کا مطالبہ کرنے کا اختیار ہوگا شوہر سے مطالبہ نہیں کر سکتی ہے اور اگر اسکی ماں اسکی وصیہ نہو تو عورت کو شوہر سے مطالبہ کرنے کا اختیار ہوگا پھر اسکا شوہر اسکی ماں سے واپس لیگا اور یہی حکم سواے باپ دادا کے باقی اولیاء کے حق میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی دختر کا مہر شوہر سے وصول کیا پھر دعوے کیا کہ پھر میں نے اسکو واپس کر دیا ہے پس اگر عورت باکرہ ہو تو بدون گواہوں کے اسکی تصدیق نہوگی اور اگر ثیبہ ہو تو تصدیق کیجائیگی یہ محیط سرخسی کے باب النکاح الصغیر والصغیرہ میں ہے۔ اور باپ و دادا و قاضی کو باکرہ کے مہر وصول کرلینے کا اختیار ہے خواہ باکرہ مذکورہ صغیرہ ہو یا بالغہ ہو لیکن اگر باکرہ بالغہ ہو اور اس نے وصول کرنے سے ممانعت کردی تو ممانعت صحیح ہے اور باپ و دادا و قاضی کے سواے کسی دوسرے کو یہ اختیار نہیں ہے اور وصی کو صغیرہ کے مہر کی نسبت ایسا اختیار ہے

اور بالغہ عورت کو مہر وصول کرنے کا استحقاق خود حاصل ہوتا ہے کسی دوسرے کو حاصل نہین ہوتا ہے اور اگر باپ نے
اقرار کیا کہ مین نے اس دختر کا مہر اسکی صغرسنی مین وصول پایا ہے حالانکہ دختر مذکورہ اقرار کے وقت صغیرہ ہے
تو اُسکے باپ کے اقرار کی تصدیق ہوگی اور اگر باپ کے اقرار کے وقت یہ دختر بالغہ ہو تو باپ کے اقرار کی تصدیق
نہوگی اور دختر مذکورہ کے شوہر کے واسطے باپ کچھ ضامن نہوگا اسواسطے کہ شوہر نے اُسکی تصدیق کی ہے لیکن
اگر باپ نے اس شرط سے وصول کیا ہے کہ اُسکی دختر مہر سے بری کرے تو حکم اُسکے برخلاف ہے یہ عتابیہ مین
ہے۔ ایک شخص نے ایک عورت بالغہ سے نکاح کیا اور اُسکے باپ کو اُسکے مہر کے عوض ایک زمین دیدی پھر جب
اُسکو خبر پہونچی تو اُسنے کہا کہ مین اپنے باپ کے فعل پر راضی نہین ہوئی ہون تو اسمین دو صورتین ہین ایک یہ کہ
ایسا معاملہ ایسے شہر مین واقع ہوا جہان مہر کے عوض زمین دینے کا رواج نہین ہے دوم آنکہ ایسے شہر مین ہوا جہان ایسا
رواج ہے پس پہلی صورت مین جائز نہوگا خواہ عورت باکرہ ہو یا ثیبہ ہو اور دوسری صورت مین جائز ہوگا اور یہ سب اُس
صورت مین ہے کہ عورت بالغہ ہو اور اگر وہ نابالغہ ہو اور باپ نے مقررہ مہر مین زمین لی اور یہ زمین مہر کے برابر نہین
ہے پس اگر یہ معاملہ ایسے شہر مین واقع ہوا جہان یہ رواج نہین ہے کہ لوگ زمین کو دوچند قیمت پر لیتے ہین تو جائز
نہوگا اور اگر ایسے شہر مین ہوا جہان یہ رواج ہے کہ لوگ مہر مین زمین کو دوچند قیمت پر لیتے ہین تو جائز ہوگا۔
اور اگر دختر ایسی چھوٹی ہے کہ شوہر اُس سے استمتاع حاصل نہین کرسکتا ہے تو بھی باپ کو اختیار ہے کہ شوہر سے
اُسکے مہر کا مطالبہ کرے یہ تجنیس و مزید مین ہے۔ **بارھوین فصل** مہر مین شوہر و جورو کے اختلاف کرنے کے بیان
مین۔ اگر نکاح قائم ہونے کی حالت مین شوہر و جورو نے مقدار مہر مین اختلاف کیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک
اُس عورت کا مہر المثل حکم قرار دیا جائیگا پس اگر مہر المثل ان دونون مین سے کسی کے قول کا شاہد ہو تو اُسی کا قول
بدین طور کہ وہ دوسرے کے دعوی پر قسم کھائے قبول ہوگا پس اگر شوہر نے کہا کہ مہر ہزار درم ہے اور عورت نے کہا کہ
دو ہزار درم ہے اور اُسکا مہر مثل ہزار درم یا کم ہے تو شوہر کا قول قبول ہوگا مگر اس قسم کے ساتھ کہ واللہ مین نے
اس سے دو ہزار درم پر نکاح نہین کیا پس اگر شوہر نے قسم سے انکار کیا تو زیادتی بسبب نکول کے ثابت ہو جائیگی
اور اگر قسم کھالی تو ثابت نہوگی اور اگر دونون مین سے کسی نے گواہ قائم کیے تو اُسکے گواہون پر حکم دیا جائیگا اور
اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو عورت کے گواہون پر حکم ہوگا۔ اور اگر عورت کا مہر مثل دو ہزار درم یا زیادہ ہو
تو عورت کا قول قبول ہوگا مگر ساتھ ہی قسم لیجائیگی کہ واللہ مین نے ہزار درم پر نکاح نہین قبول کیا ہے پس اگر عورت نے
قسم نہ کھائی تو ہزار درم پر ہونا ثابت ہوگا اور اگر قسم کھالی تو عورت کو دو ہزار درم ملینگے جسمین ایک ہزار بتسمیہ
ہونگے جسمین مرد کو کچھ اختیار نہوگا اور ایک ہزار بحکم مہر مثل ہونگے جسمین مرد کو اختیار رہیگا چاہے اُسکے عوض درم
دیدے یا دینار سے ادا کرے اور دونون مین سے جسنے گواہ قائم کیے اُسکے گواہون پر حکم ہوگا اور اگر دونون نے
گواہ قائم کیے تو شوہر کے گواہون پر حکم ہوگا اور اگر اُسکا مہر مثل ایک ہزار یا پانچسو درم ہون تو دونون سے
باہم قسم لیجائیگی پس اگر شوہر نے قسم سے انکار کیا تو دو ہزار درم اُسکے ذمہ لازم ہونگے کہ یہ سب بطریق تسمیہ ہونگے
اور اگر عورت نے قسم سے انکار کیا تو ایک ہزار درم کا حکم دیا جائیگا اور اگر دونون قسم کھاگئے تو ایک ہزار
پانچسو درم کا حکم دیا جائیگا جسمین سے ایک ہزار درم بطریق تسمیہ ہونگے اور پانچسو درم بحکم مہر المثل ہونگے اور پانچسو درم

میں شوہر کو اختیار ہوگا چاہے دینار سے ادا کرے چاہے درم سے اور دونوں میں سے جو گواہ قائم کریگا اُسکے
گواہ قبول ہونگے اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو ایک ہزار پانچ سو درم کا حکم دیا جائیگا جسمیں سے ہزار درم
بطریق تسمیہ مہر اور پانچسو درم بطریق اعتبار مہر المثل ہونگے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور شیخ ابو بکر رازی رح
نے فرمایا کہ باہمی قسم فقط ایک صورت میں ہے کہ جب مہر المثل دونوں میں سے کسی کے قول کا شاہد نہو اور اگر
مہر المثل دونوں میں سے کسی کے قول کا شاہد ہو تو قول اسی کا مقبول ہوگا جسکے مہر مثل شاہد ہے مگر اس سے دوسرے
کے دعوے پر قسم لیجائیگی اور دونوں سے باہمی قسم یعنی ہر ایک سے دوسرے کے دعوی پر قسم نہ لیجائیگی اور یہی صحیح ہے
یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے۔ اور شیخ کرخی رح نے ذکر فرمایا کہ اگر دونوں کے پاس گواہ نہوں تو پہلے دونوں
سے باہمی قسم لیجائیگی پھر اگر دونوں قسم کھا گئے تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک مہر المثل حکم قرار دیا جائیگا اور
شیخ امام اجل شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہی اصح ہے کذا فی المحیط اور یہی صحیح ہے یہ مجمع السرخسی میں ہے۔ اور اگر مال
مہر عین نہو بلکہ مال دین ہو کہ اُسکا وصف بیان کر کے اپنے ذمہ رکھا ہے مثلاً کسی کیلی چیز پر اُسکا وصف بیان
کر کے یا وزنی چیز موصوف یا ذروع موصوف پر نکاح کیا پھر دونوں نے کیلی و وزنی و ذروع کی مقدار میں
اختلاف کیا تو یہ مثل درم و دینار کی مقدار کے اختلاف کے ہے۔ اور اگر جنس ہی میں اختلاف ہو مثلاً شوہر نے
دعوی کیا کہ میں نے تجھسے ایک غلام پر نکاح کیا ہے اور عورت نے کہا کہ ایک باندی پر نکاح کیا ہے۔ یا شوہر نے
کہا کہ ایک کر جو پر اور عورت نے کہا کہ ایک کر گیہوں پر یا ہروی کپڑوں پر یا شوہر نے کہا کہ ہزار درم پر اور
عورت نے کہا کہ سو دینار پر نکاح ہے یا نوع ہی میں اختلاف کیا کہ ایک نے ترکی غلام کہا اور دوسرے نے رومی
کا دعوی کیا یا ایک نے دینار صوریہ کہا اور دوسرے نے دینار مصریہ کا دعوی کیا یا صفت ہی میں اختلاف
کیا کہ ایک نے جید کا دعوے کیا اور دوسرے نے ردی کا دعوی کیا تو اسمیں اختلاف مثل اختلاف در مال میں
کے ہے سوائے درم و دینار کے کہ درم و دینار میں ایسا اختلاف مثل اختلاف مقدار درم و دینار یعنی ہزار و دو ہزار
کے ہے کیونکہ دو جنس اور دو نوع اور دو موصوف میں سے کوئی بدون باہمی رضامندی کے ملک میں نہیں آتی ہے
بخلاف درم و دینار کے کہ یہ دونوں اگرچہ دو جنس مختلف ہیں لیکن معاملات مہر میں یہ دونوں مثل جنس واحد
کے قرار دیے گئے ہیں کیونکہ مہر مثل کا حکم جنس دراہم و دنانیر دونوں سے ہو سکتا ہے کہ جس سے چاہے قرار دیا جا
پس یہ جائز ہوا کہ بدون باہمی رضامندی کے مستحق سو دینار ہو۔ اور یہ سب اُسوقت ہے کہ مہر مال دین
ہو اور اگر مال مہر عین ہو پس اگر دونوں نے اسکی مقدار میں اختلاف کیا پس اگر ایسی چیز ہو کہ اسکی مقدار
سے عقد متعلق ہوتا ہے مثلاً طعام معین پر نکاح کیا اور دونوں نے اُسکی مقدار میں اختلاف کیا بدین طور کہ شوہر
نے کہا کہ میں نے تجھسے اس طعام (اناج) پر بدین شرط کہ وہ ایک کر ہے نکاح کیا اور عورت نے کہا کہ تو نے مجھسے اسپر
بدین شرط کہ وہ دو کر ہے نکاح کیا ہے تو یہ مثل اختلاف ہزار درم و دو ہزار درم کے ہے اور اگر ایسی چیز ہو کہ اُسکی
مقدار سے عقد متعلق نہیں ہوتا ہے مثلاً مرد نے ایک عورت سے معین اس تھان کپڑے پر بدین شرط کہ وہ
فی گز دس درم کا ہے نکاح کیا پھر دونوں میں اختلاف ہوا کہ شوہر نے کہا کہ میں نے تجھسے اس کپڑے
پر بدین شرط کہ وہ آٹھ گز ہے نکاح کیا اور عورت نے کہا کہ بدین شرط کہ وہ دس گز ہے نکاح کیا ہے تو یہی صورت

میں دونوں سے باہمی قسم لیجائیگی اور نہ مہر مثل حکم قرار دیا جائیگا بلکہ بالاجماع شوہر کا قول قبول ہوگا۔ اور
اگر مہر مسمی معین کی جنس و عین دونوں میں اختلاف کیا مثلاً شوہر نے کہا کہ اس غلام پر اور عورت نے کہا کہ اس
باندی پر نکاح کیا ہی تو یہ ہزار و دو ہزار درہم کے اختلاف کے مانند ہوسوا اسکے ایک صورت کے اور وہ یہ صورت
ہی کہ اگر مہر مثل باندی کی قیمت کے برابر یا زیادہ ہو تو عورت کو باندی کی قیمت ملیگی بعینہ باندی نہ ملیگی بخلاف
اسکے اگر درہم و دینار میں اختلاف ہوا پس شوہر نے کہا کہ میں نے تجھسے سو دینار یا زیادہ پر نکاح کیا تو عورت کو
سو دینار فقط ملینگے جیسے کہ سابق میں بیان ہوا ہی۔ یہ بدائع میں ہی۔ اور اگر دونوں نے مہر پر اتفاق کیا اور مہر
مال عین ہی مثلاً غلام یا کوئی اسباب وغیرہ ہی پھر وہ شوہر کے پاس تلف ہوگیا پھر دونوں نے اسکی قیمت میں
اختلاف کیا تو شوہر کا قول بالاجماع قبول ہوگا یہ شرح طحاوی میں ہی۔ اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے تجھسے اپنے
سیاہ غلام پر جسکی قیمت ہزار درہم تھی نکاح کیا اور وہ میرے پاس مرگیا اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے مجھسے گورے
غلام پر جسکی قیمت دو ہزار درہم ہی نکاح کیا ہی اور وہ تیرے پاس مرا ہی تو مہر المثل حکم قرار دیا جائیگا اور اگر
مہر المثل دونوں کے دعوے کے درمیان ہو تو دونوں سے قسم لیجائیگی اور اگر ایک کر معین پر نکاح کیا اور
وہ تلف ہوگیا پھر دونوں نے اسکی مقدار یا صفت میں اختلاف کیا یا کسی عورت سے ایک معین کپڑے پر
نکاح کیا یا گیہوں معین چاندی پر یا چاندی کی ابریق معین پر نکاح کیا اور یہ مال معین تلف ہوگیا پھر
دونوں نے گز و ن یا وصف یا وزن میں اختلاف کیا تو جیسی صورتوں میں ہمنے ذکر کیا ہی کہ قبل تلف ہونے
کے شوہر کا قول قبول ہوگا انھیں میں بعد تلف ہونے کے بھی شوہر کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہی۔
اور اگر دونوں نے وصف و مقدار دونوں میں اختلاف کیا تو وصف کے حق میں شوہر کا قول قبول ہوگا اور
مقدار میں عورت کے پورے مہر مثل تک عورت کا قول قبول ہوگا یہ ظہیریہ میں ہی۔ اور اگر عورت نے کہا کہ
تو نے مجھسے اس غلام پر نکاح کیا ہی اور شوہر نے کہا کہ میں نے تجھسے اس باندی پر نکاح کیا ہی حالانکہ یہ
باندی اُس عورت کی ماں ہی اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو عورت کے گواہ مقبول ہونگے اور باندی
مذکورہ شوہر کی طرف سے آزاد ہوجائیگی اسواسطے کہ اُس نے خود اقرار کیا ہی اور اگر شوہر نے گواہ
قائم کیے جنھوں نے یہ گواہی دی کہ شوہر نے اسکے ساتھ ہزار درہم پر نکاح کیا ہی اور عورت نے گواہ قائم
کیے کہ اس نے سو دینار پر اس عورت سے نکاح کیا ہی اور عورت کے باپ نے جو اس مرد کا غلام ہی گواہ قائم
کیے کہ اس نے میرے رقبہ پر نکاح کیا ہی تو باپ کے گواہ مقبول ہونگے اور اگر با وجود اسکے عورت کی ماں
نے جو شوہر کی باندی ہی گواہ قائم کیے کہ اس مرد نے میری دختر سے میرے رقبہ پر نکاح کیا ہی تو باپ و ماں
کے گواہ مقبول ہونگے اور ان دونوں میں سے نصف نصف اس عورت کا مہر ہوگا اور دونوں باپ ماں
اپنی اپنی نصف قیمت کے واسطے شوہر کے لیے سعایت کرینگے۔ اور اگر ایسا نہوا بلکہ عورت نے گواہ قائم کیے
کہ اس مرد نے مجھسے سو دینار پر نکاح کیا ہی اور شوہر نے گواہ قائم کیے کہ میں نے اس سے ہزار درہم
پر نکاح کیا ہی پس قاضی نے عورت کے گواہوں پر سو دینار کے عوض نکاح ہونے کا حکم دیا پھر عورت
کے باپ نے جو شوہر کا غلام ہی گواہ قائم کیے کہ شوہر نے میرے رقبہ پر اس عورت سے نکاح کیا ہی تو قاضی پہلے

حکم کو فسخ کریگا اور یہ حکم دیگا کہ یہی باپ اُسکا مہر ہی اور اگر شوہر مدعی ہو کہ مین نے اس عورت کے باپ پر نکاح
کیا ہو اور باپ نے اُسکے قول کی تصدیق کی پھر دونون نے گواہ قائم کیے اور عورت نے دعوی کیا کہ شوہر نے مجھسے
سو دینار پر نکاح کیا ہو اور گواہ قائم نہ کیے پس قاضی نے باپ اور شوہر کے گواہون پر حکم دیا اور باپ کو مہر
قرار دیا اور عورت کے مال سے اُسکو آزاد کر دیا اور باپ کی ولا اس عورت کے واسطے قرار دی پھر عورت نے
گواہ قائم کیے کہ نکاح سو دینار پر ہوا تھا تو عورت کے گواہ مقبول ہونگے اور قاضی سو دینار کا شوہر پر حکم
دیگا اور عورت کے باپ کو شوہر کے مال سے آزاد قرار دیگا اور ولا اسکا عورت کے واسطے حکم دیا ہو باطل کر دیگا
یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اور اگر بعد طلاق کے دونون نے اختلاف کیا پس اگر بعد دخول کے یا دخول سے
پہلے بعد خلوت صحیحہ کے طلاق ہو کر اختلاف ہوا تو اسکا حکم ایسا ہی ہوگا جیسا نکاح موجود ہونے کی حالت مین
بیان ہوا ہی اور اگر دخول اور خلوت سے پہلے طلاق ہو کر اختلاف ہوا پس اگر مہر مال دین ہوا اور مقدار مہر مین
کہ ہزار ہی یا دو ہزار ہی اختلاف کیا تو شوہر کا قول قبول ہوگا اور شوہر کے قول کے موافق جو مقدار ہوگی اسکا نصف
دیا جائیگا اور اسمین کچھ اختلاف ذکر نہین فرمایا اور شیخ کرخی نے اسپر اجماع بیان کیا ہو اور کہا کہ بالاتفاق ہمارے
اماموں کے نزدیک ہزار کی تنصیف کیجائیگی اور امام محمدؒ نے جامع مین ذکر کر کے فرمایا کہ بنا بر قول امام اعظمؒ کے
تا مقدار متعہ مثل عورت کا قول قبول ہونا چاہیے اور اس سے زائد مین شوہر کا قول قبول ہونا چاہیے لیکن صحیح یہ ہی
قول اوّل ہی اور بعضون نے فرمایا کہ درحقیقت دونون روایتون مین کچھ اختلاف نہین ہی اور یہ اختلاف بسبب
اختلاف موضوع ہر دو مسئلہ کے ہی پس مسئلہ کتاب النکاح کا موضوع ہزار و دو ہزار ہی پس یہان متعہ کے تحکیم کی
کوئی وجہ نہین ہی اور جامع کبیر مین وثلث اور شوہر موضوع ہی باین طور کہ شوہر نے کہا کہ مین نے تجھسے دس درم
پر نکاح کیا ہی اور عورت نے کہا کہ سو درم پر نکاح کیا ہی اور اس عورت کا متعہ مثل بیس درم ہی پس موضوع مین
اختلاف ہی قال المترجم فیہ تامل اور اگر مہر مال عین ہو جیسا کہ مسئلہ غلام و باندی مین مذکور ہوا ہی تو عورت
کو متعہ دیا جائیگا لیکن اگر شوہر راضی ہو جاوے کہ عورت نصف باندی لے لے تو جائز ہی یہ بدائع مین ہی اور
اگر اصل تسمیہ مین ہو یعنے ایک نے دعوے کیا کہ تسمیہ کچھ نہ تھا اور دوسرے نے دعوے کیا کہ مہر ٹھہرا ہی تو
بالاتفاق مہر مثل واجب ہوگا یہ تبیین مین ہی مگر عورت کے دعوی سے زیادہ نہ دلایا جائیگا بشرطیکہ عورت ہی دعوی
کرتی ہو کہ مہر ٹھہر گیا ہی اور اگر شوہر اُسکا مدعی ہو تو اُسکے دعوے سے کم نہ دیا جائیگا یہ بحر الرائق مین ہی۔
اور اگر دخول سے پہلے طلاق واقع ہونے کے بعد ایسا اختلاف ہو تو بالاتفاق متعہ واجب ہوگا یہ فتح القدیر مین ہی
اور اگر دونون مین سے ایک کے مرجانے کے بعد ایسا اختلاف ہو تو اسکا حکم وہی ہی جو حالت قیام نکاح مین
اصل تسمیہ یا مقدار مین اختلاف کرنے کی صورت مین مذکور ہوا ہی یہ ایضاح شرح کنز مین ہی۔ اور اگر شوہر و عورت
دونون مر گئے اور وارثون مین مقدار تسمی مین اختلاف ہوا تو قول وارثان شوہر کا قبول ہوگا اور استثنا کے
مستنکر نہوگا اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہی کذا فی التبیین اور مستنکر کے دو معنے مین اوّل یہ کہ اُسنے دس درم سے
کم پر نکاح کیا ہو اور اسی کو ہمارے مشائخ نے لیا ہی اور دوم آنکہ یہ دعوی کیا جاوے کہ اُسنے اس عورت سے
اتنے مہر پر نکاح کیا کہ ایسی عورتین ایسے مہر پر نکاح مین نہین لائی جاتی ہین اور اسی کو عامہ مشائخ نے لیا ہی

اور یہی صحیح ہی یہ محیط میں ہی۔ اور اگر اصل مہر قرار پانے یا نہ پانے میں دونون کے وارثون نے اختلاف کیا تو قول
اُن وارثون کا قبول ہوگا جو مہر مسمی ہونے کے منکر ہین اور امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک عورت کے واسطے کسی چیز کا
حکم نہ دیا جائیگا اور صاحبین رحمہما اللہ نے فرمایا کہ مہر المثل کا حکم دیا جائیگا اور مشائخ نے فرمایا کہ فتویٰ صاحبین ہی کے
قول پر ہی یہ فتاوے قاضی خان میں ہی۔ اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہی کہ جب عورت اپنے
نفس کو مرد کے سپرد نہ کر چکی ہو اور اگر عورت اپنے تئین سپرد کر چکی تھی پھر حالت حیات یا بعد ممات کے اختلاف
ہوا تو مہر مثل کا حکم نہ دیا جائیگا اسواسطے کہ ہم ما نتے جانتے ہین کہ عورت بدون مہر معجل لیے کے
اپنے تئین سپرد نہ کیا ہوگا پس کہا جائیگا کہ یا تو اسقدر مہر کا جسکو تو نے بطور مہر معجل لے لیا ہی اقرار کرے ورنہ ہم
رواج کے موافق جسقدر لیا جاتا ہی اُتنے وصول پانے کا حکم کرینگے پھر باقی کے واسطے وہی عمل درآمد
ہوگا جو مذکور ہوا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی قال المترجم ہمارے دیار میں مہر معجل کا کچھ رواج نہیں ہی پس ہمارے
یہان یہ حکم متعلق نہوگا فلیتامل۔ اور اگر شوہر و عورت دونون مرگئے اور عورت کا مہر نکاح مین مقرر ہو چکا ہی جو
بذریعہ گواہون کے ثابت کیا گیا یا وارثون کی باہمی تصدیق سے ثابت ہوا ہی تو عورت کے وارثون کو اختیار
ہوگا کہ اسکا مہر مسمی مذکور شوہر کی میراث سے وصول کرین اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب یہ معلوم ہو کہ پہلے شوہر مرگیا ہی
یا یہ معلوم ہو کہ دونون ایک ساتھ مرگئے یا اگلا پچھلا کچھ نہ معلوم ہوا اور اگر یہ معلوم ہو کہ پہلے عورت مری ہی تو
اس مہر میں سے حصہ میراث شوہر نکال ڈالا جائیگا یہ فتح القدیر میں ہی۔ اور اگر ہر دو فریق کے وارثون نے
اتفاق کیا کہ نکاح میں کچھ مہر ٹھہرا نہ تھا تو مہر مثل کا حکم دیا جاویگا یہ صاحبین رحمہما اللہ کا قول ہی اور اسی پر فتویٰ ہے
یہ جواہر اخلاطی میں ہی۔ اور اگر عورت نے شوہر کو اپنے مہر سے بری کر دیا یا اُسکو ہبہ کر دیا پھر چند مدت بعد
مرگئی پس اُسکے وارثون نے دعوےٰ کیا کہ عورت مذکورہ نے اپنے مرض الموت میں ہبہ کیا ہی یا بری کیا ہی اور
شوہر نے اس سے انکار کیا تو شوہر کا قول قبول ہوگا یہ تبیین میں ہی۔ ایک عورت نے اپنے شوہر کے مرنے کے
بعد اُسپر دعوےٰ کیا کہ میرے اُسپر ہزار درم مہر کے ہین تو امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک پورے مہر مثل تک اُسکا قول قبول
ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہی ہشام نے فرمایا کہ میں نے امام محمد رحمۃ اللہ سے دریافت کیا کہ ایک عورت نے ایک مرد پر
دعوےٰ کیا کہ اس نے مجھسے ایک سال ہوا کہ کوفہ میں دو ہزار درم پر نکاح کیا ہی اور اس دعوے پر گواہ
قائم کیے اور شوہر نے گواہ قائم کیے کہ دو سال ہوئے کہ میں نے اس سے بصرہ میں ایک ہزار درم پر نکاح
کیا تھا تو امام محمد رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ عورت ہی کے گواہ قبول ہونگے تب میں نے پوچھا کہ اگرچہ عورت کے ساتھ
دو برس سے زیادہ کا بچہ موجود ہو تو فرمایا کہ اگرچہ ایسا ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ ذخیرہ میں ہی اور اگر شوہر نے
مہر نامہ لکھنے سے انکار کیا تو وہ مجبور نہیں کیا جائیگا اور اگر مہر نامہ میں دینار ہون اور عقد درمون سے ہوا
ہی تو درم واجب ہونگے اور مہر نامہ کے رو سے دینار واجب نہونگے اور شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسکے معنی
یہ ہین کہ فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ کے شوہر پر جو عقد میں ٹھہرا ہی وہی واجب ہوگا ولیکن قاضی بظاہر اُسکو
دینار دینے کے ادا کرنے پر مجبور کریگا لیکن اگر قاضی کو ایسا علم ہو جاوے کہ عقد درمون سے ہوا ہی تو ایسا
نہ کریگا یہ تاتارخانیہ میں ہی۔ اگر شوہر نے اپنی عورت کو کوئی چیز بھیجی پھر عورت نے کہا کہ وہ ہدیہ تھی

اور شوہر نے کہا کہ وہ مہر میں تھی تو جو چیز کھانے کے واسطے مہیا ہووے جیسے بھونا گوشت و سالن و فواکہ وغیرہ
جو دیر تک باقی نہیں رہتے ہیں اسمیں عورت کا قول قبول ہوگا اور یہ استحسان ہے بخلاف اسکے جو چیز کھا لینے کے
واسطے مہیا نہو جیسے شہد و گھی و اخروٹ و بادام و پستہ وغیرہ اسمیں شوہر کا قول قبول ہو سکتا ہے یہ تبیین میں ہے
اور دیگر اشیا میں فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے یہ اختیار کیا ہے کہ جو چیزیں شوہر کے ذمہ واجب نہیں ہیں جیسے موزہ و چادر
وغیرہ اسمیں شوہر کا قول قبول ہوگا اور جو متاع شوہر پر واجب ہے جیسے اوڑھنی و کرتی و اشیائے شب تو انکو
مہر میں محسوب نہیں کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے پھر جن صورتوں میں شوہر کا قول قبول ہوا اگر متاع مذکور
بعینہ قائم ہو تو شوہر کو واپس کر دے اور اپنا مہر لے لے اس واسطے کہ یہ بیع بعوض مہر ہے اور شوہر اسکے
ساتھ متفق نہیں ہو سکتا ہے بخلاف اسکے اگر جنس مہر سے ہو تو ایسا نہیں ہے اور اگر متاع مذکور تلف ہو گئی
تو مہر واپس نہیں لے سکتی ہے اور اگر شوہر نے کہا کہ یہ متاع ودیعت تھی اور عورت نے کہا کہ مہر میں تھی
پس اگر وہ جنس مہر سے ہو تو عورت کا قول قبول ہوگا اور اسکے خلاف جنس ہو تو قول شوہر کا قبول ہوگا
یہ تبیین میں ہے۔ شوہر نے عورت کو کچھ مال دیا پھر عورت نے دعوے کیا کہ یہ نفقہ میں تھا اور شوہر نے کہا
کہ مہر میں تھا تو شوہر کا قول قبول ہوگا لیکن اگر عورت ہی گواہ قائم کرے تو ایسا نہوگا یہ [illegible]
میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی جورو کو متاع بھیجی اور عورت کے باپ نے بھی شوہر کو کچھ متاع بھیجی پھر شوہر نے
دعوے کیا کہ میں نے جو بھیجا ہے وہ مہر میں ہے تو قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا پس اگر متاع مذکور قائم
ہو تو عورت کو چاہیے کہ متاع واپس کر کے باقی مہر لے لے کیونکہ وہ اسکے مہر ہونے پر راضی نہیں ہوئی
اور اگر متاع تلف ہو گئی ہو پس اگر مثلی چیز ہو تو شوہر کو اسکے مثل دیدے اور اگر مثلی نہو تو عورت اپنے شوہر
سے باقی ماندہ مہر وصول نہیں کر سکتی ہے۔ اور وہ متاع جو عورت کے باپ نے بھیجی ہے اگر تلف ہو گئی ہو تو
شوہر سے کچھ واپس نہیں لے سکتی ہے اور اگر موجود ہو پس اگر باپ نے اپنے ذاتی مال سے بھیجی ہو تو شوہر
سے واپس لے سکتا ہے اور اگر دختر بالغہ کے مال سے اسکی رضامندی سے بھیجی ہو تو واپس نہیں ہو سکتی
ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی منگیتر
عورت کو دینار بھیجے پس اسکے لوگوں نے اس شخص کے واسطے اس مال سے جوڑے بنائے جیسی
عادت ہے پھر اسکے بعد اسنے کہنا شروع کیا کہ یہ مال نقد جو میں نے بھیجا تھا وہ مہر میں بھیجا تو شیخ رحمہ اللہ
نے فرمایا کہ قول بھیجنے والے کا قبول ہوگا پھر دریافت کیا گیا کہ اگر اس نے ان لوگوں پاس دینار
بھیجے اور کہا کہ اسمیں سے کچھ جولاہے کی مزدوری دو اور بعض سے بکری خرید کر اسکا ثمن دو اور بعض
جوز قند میں خرچ کرو جیسی عادت جاری ہے پس ان لوگوں نے ایسا ہی کیا پھر وہ عورت اپنے شوہر
کے پاس بطریق زفاف بھیجی گئی پھر مرد مذکور نے دعوے کیا کہ میں نے یہ دینار اسکے مہر میں بھیجے تھے
تو اسکا قول قبول ہوگا یا نہوگا تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر قول کے ساتھ تصریح کر دی تو تعیین میں
اسکا قول قبول نہوگا اور شیخ ابو حامد سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے پسر کے واسطے
کسی دختر سے منگنی کی اور اس دختر کو دراہم بھیجے پھر باپ مر گیا اور اسکے سب وارثوں نے اس مال سے

جو اُس نے بھیجا تھا میراث طلب کی تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر دونون مین میل پورا ہو گیا ہی تو یہ بھیجا ہوا مال
اُسی پسر کا ہوگا جسکے واسطے اُسنے بھیجا ہی اور اگر دونون مین میل کی بات چیت پختہ نہ ہو گئی ہو تو یہ مال میراث
ہوگا اور اگر باپ زندہ ہو تو اُسکے بیان کی جانب رجوع کیا جائیگا۔ اور میرے والد رحمہ اللہ سے دریافت
کیا گیا کہ ایک مرد نے اپنی منگیتر کے یہان شکر اور جوز و لوز و تمر وغیرہ بھیجے پھر مرد والون کی راے مین آیا کہ
منگنی چھوڑ دین پس انھون نے چھوڑ دی تو اس مرد کو روا ہی کہ جو اُس نے بھیجا تھا وہ واپس کرے تو میرے
والد رحمہ اللہ نے جواب مین فرمایا کہ اگر لڑکی والون نے بھیجنے والے کے حکم سے یہ چیزین لوگون کو بانٹ
دی ہون تو واپس کرنے کا استحقاق حاصل نہوگا اور اگر اُسنے یہ اجازت نہ دی ہو تو واپس لے سکتا ہی
یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اُسکے پاس ہدایا بھیجے اور عورت نے بھی
اُنکے عوض مین بھیجے پھر عورت مذکورہ اُسکے پاس بھیجی گئی پھر مرد مذکور نے اُسکو جدا کیا پھر کہا کہ وہ چیزین مین نے
تیرے پاس بطور عاریت بھیجی تھین اور واپس لینی چاہین اور عورت نے اپنا معاوضہ واپس لینا چاہا تو حکم قضا کے
واسطے ظاہر مین مرد کا قول قبول ہوگا اور جب اُسنے عورت سے واپس لیا تو عورت کو اختیار ہوگا کہ جو
اُسنے اسکا عوض دیا ہی وہ واپس لے یہ محیط مین ہی۔ اور شیخ ابوبکر اسکاف نے فرمایا کہ اگر عورت نے
بھیجتے وقت تصریح کر دی ہو کہ یہ اُسکا عوض ہی تو یہی حکم ہی اور اگر تصریح نہ کی ہو لیکن اُسنے دل مین خیال
کرکے حساب کیا اور نیت کر لی کہ یہ عوض ہی تو یہ عورت کی طرف سے ہبہ ہوگا اور اُسکی نیت باطل قرار دیجائیگی
یہ فتاوی قاضی خان مین ہی قال المترجم یعنی عورت واپس نہین لے سکتی ہی کما تقرر فی الہبۃ بین الزوج والزوجۃ
فتذکر اور مجتبی مین لکھا ہی کہ اگر عورت کو نافہ مشک یا عطر وغیرہ خوشبو بھیجی پھر دعوے کیا کہ یہ مہر مین تھی تو مرد
کا قول قبول ہوگا اور حاوی مین ہی کہ اگر عورت نے اُسکو شوہر کی طرف سے ہدیہ خیال کرکے اسکے عوض مین کچھ
بھیجا پھر اُسکے خیال کے برخلاف ظاہر ہونے پر عورت نے اپنا عوض واپس لینا چاہا تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا
کہ اسکو یہ اختیار نہوگا پھر دیکھا جائیگا کہ اگر خوشبوے مذکور موجود ہو تو شوہر اُسکو واپس لےگا درحالیکہ عورت
اُسکے مہر مین ہونے پر راضی نہوا اور اگر تلف ہو گئی ہو تو شوہر کو اُسکے مثل ملیگا اور اگر مثلی نہو تو اُسکی قیمت بمقدار
مہر مین سے محسوب ہو جائیگی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک عورت مر گئی اور اُسکی مان نے ماتم داری کی اور شوہر
نے اسکی مان کو ایک گاے بھیجی جسکو اُس نے ذبح کرکے ماتم داری مین صرف کیا پھر شوہر نے اس گاے کی
قیمت واپس لینی چاہی تو مشایخ نے فرمایا ہی کہ اگر دونون نے اس امر پر اتفاق کیا کہ شوہر نے عورت کی
مان کو یہ گاے بدین غرض بھیجی تھی کہ ذبح کرکے ماتم داری مین جو جمع ہون اُنکے صرف مین لاوے اور قیمت
کا ذکر نہ کیا تو قیمت نہین لے سکتا ہی اور اگر اس امر پر دونون نے اتفاق کیا کہ اُس نے بھیجنے کے وقت
قیمت کا ذکر کیا ہی تو قیمت واپس لے سکتا ہی اور اگر دونون نے قیمت کے ذکر کرنے و نہ کرنے مین اختلاف
کیا تو قسم سے عورت کی مان کا قول قبول ہوگا اور شیخ موصوف رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ شوہر کا قول
قبول ہونا چاہیے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور مجموع النوازل مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے ایام عیدین
اپنی عورت کو دراہم بھیجے اور کہا کہ یہ عیدی ہی یا کہا کہ شکر کا روپیہ ہی پھر دعوے کیا کہ یہ مہر مین تھا

تو اُسکے قول کی تصدیق نہوگی یہ محیط مین ہی **تیرھوین فصل** تکرار مہر کے بیان مین - ایک شخص نے ایک عورت سے کہا کہ ہر بار کہ مین تجھ سے نکاح کرون پس تو طالقہ ہی پھر اُسی عورت سے ایک دن مین تین بار نکاح کیا اور ہر بار اُسکے ساتھ دخول کیا تو اسپر دو طلاق واقع ہونگی اور مرد پر دو مہر اور نصف مہر واجب ہوگا اور یہ بقیاس قول امام اعظم و امام ابو یوسف ہی اور وجہ یہ ہی کہ جب اُسنے اول مرتبہ نکاح کیا تو عورت پر ایک طلاق واقع ہوئی اور چونکہ قبل دخول کے طلاق پڑی ہی اسواسطے نصف مہر لازم آیا پھر جب اُسکے ساتھ دخول کیا اور یہ دخول خالی از شبہ نہین ہی اسواسطے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جو طلاق معلق بتزوج ہوئی ہو وہ نہین واقع ہوتی ہی پس عورت پر عدت واجب ہوگی پھر جب عدت مین دوبارہ اُس سے نکاح کیا تو دوسری طلاق واقع ہوگی اور یہ طلاق امام اعظم و امام ابو یوسف کے قول کے موافق رجعی ہی اسواسطے کہ ان دونون امامون کے نزدیک اگر معتدہ عورت سے نکاح کیا پھر قبل دخول کے اُسکو طلاق دیدی تو گویا یہ طلاق بعد دخول کے ہوگی اگرچہ یہ عدت وطی بشبہہ کی ہو اور جو طلاق بعد دخول کے ہو وہ تعقیب رجعی ہوتی ہی اور پورے مہر کی موجب ہی پس مرد پر تمام وہ مہر جو دوسرے نکاح مین قرار پایا تھا واجب ہوگا پس مرد کے ذمہ دو مہر و نصف مہر متحقق ہو گئے اور تیسرا نکاح صحیح نہوگا اسواسطے کہ عورت طلاق رجعی کی عدت مین ہی اگرچہ طلاق رجعی اسنے دیا ہی پس نکاح ثالث غیر معتبر ہوا پس تیسرا مہر واجب نہوگا اور تیسرے نکاح کے بعد جو اُسنے دخول کیا ہی اُس سے کوئی مہر زائد واجب نہوگا اسواسطے کہ مرد نے اپنی منکوحہ سے وطی کی ہی - اور اگر مرد نے کہا کہ ہر بار کہ مین تجھ سے نکاح کرون تو تو طالقہ بائنہ ہی پھر اُسی عورت سے تین بار نکاح کیا اور ہر بار دخول کیا تو یہ عورت اس مرد سے تین طلاق کے ساتھ بائنہ ہو جائیگی اور مرد پر بقیاس قول امام اعظم و امام ابو یوسف کے ساڑھے پانچ مہر واجب ہونگے یعنی نصف مہر نکاح اول اور مہر مثل بدخول اوّل اور مہر نکاح دوم اور مہر مثل بدخول دوم اسلیے کہ مرد نے اُس سے بشبہہ وطی کی ہی اور مہر نکاح ثالث اور مہر مثل بدخول سوم اسواسطے کہ وطی بشبہہ ہی پس مرد کے ذمہ پانچ مہر و نصف مہر واجب ہوگا - اور اگر ایک عورت سے نکاح کیا اور اسکے ساتھ دخول کیا پھر اُسکو طلاق بائن دیدی پھر اُس سے عدت مین نکاح کیا پھر نکاح دوم مین دخول سے پہلے اُسکو طلاق دیدی تو مرد پر نکاح اول سے مہر واجب ہوگا اور مہر کامل نکاح دوم لازم ہوگا اور یہ امام اعظم و امام ابو یوسف رح کا قول ہی اور ان دونون امامون کے نزدیک عورت مذکورہ پر نکاح ثانی کی عدت از سرنو واجب ہوگی اور اگر نکاح دوم مین مرد نے اُسکو طلاق نہ دی یہانتک کہ عورت مذکورہ قبل دخول کے اپنے کسی فعل سے مثل مرتد ہو جانے یا پسر شوہر کی مطاوعت وغیرہ سے شوہر سے بائنہ ہو گئی تو بھی امام موصوف رحمہما اللہ کے نزدیک مرد پر اسکا مہر کامل واجب ہوگا - اور اگر باندی ہو اور وہ بعد نکاح دوم کے آزاد کی گئی اور قبل دخول کے اُسنے اپنے نفس کو اختیار کیا یعنی شوہر سے جدائی اختیار کی تو بھی امام موصوف کے نزدیک مرد پر اُسکا مہر کامل دوسرے نکاح کا واجب ہوگا اور اگر غیر کفو کے ساتھ عورت کا نکاح ہوا اور اُسنے عورت کے ساتھ دخول کیا پھر ولی نے قاضی سے نالش کی اور قاضی نے دونون مین تفریق کرادی اور مرد پر عدت واجب ہوئی پھر بغیر ولی کے اس مرد نے اس عورت سے نکاح کیا اور قبل دخول کے دونون مین تفریق قاضی نے

دونون مین تفریق کرا دی تو پھر مرد پر مہر کامل واجب ہوگا اور عورت پر جدید از سر نو عدت واجب ہوگی اور یہ امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کا قول ہے - ایک شخص نے ایک صغیرہ سے بتزویج اُسکے ولی کے نکاح کیا اور قبل بلوغ کے اُسکے ساتھ وطی کرلی پھر جب وہ بالغ ہوئی تو اُسنے فرقت اختیار کی اور دونون مین جدائی کرادی گئی پھر عدت مین اُس مرد نے اُس سے نکاح کیا پھر قبل دخول کے اُسکو طلاق دیدی تو امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُسپر مہر کامل واجب ہوگا اور عورت پر از سر نو جدید عدت واجب ہوگی - ایک شخص نے ایک صغیرہ سے نکاح کیا اور اُسکے ساتھ دخول کیا پھر اُسکو ایک طلاق بائنہ دیدی پھر عدت مین اُس سے نکاح کیا پھر وہ بالغہ ہوئی اور اُسنے اپنے نفس کو اختیار کیا اور دونون مین تفریق کرادی گئی تو مرد پر مہر کامل اور عورت پر از سر نو عدت واجب ہوگی - اور علی ہذا اگر ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور دخول کیا پھر وہ نعوذ باللہ مرتدہ ہوگئی پھر مسلمان ہوئی اور عدت مین مرد مذکور نے اُس سے نکاح کیا پھر قبل دخول واقع ہونے کے وہ عورت مرتدہ ہوگئی تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر ایک شخص نے ایک باندی سے نکاح کیا اور دخول کیا پھر وہ آزاد کی گئی اور اُس نے اپنے نفس کو اختیار کیا پھر عدت مین مرد مذکور نے اُسکے ساتھ نکاح کیا پھر قبل دخول کے اسکو طلاق دیدی تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر ایک شخص نے بنکاح فاسد ایک عورت سے نکاح کیا اور دخول کرلیا پھر دونون مین تفریق کرائی گئی پھر عدت مین بنکاح جائز اُس سے نکاح کیا پھر قبل دخول کے اُسکو طلاق دیدی تو بھی امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مرد پر مہر کامل اور عورت پر از سر نو جدید عدت واجب ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے - اور اگر پسر کی باندی یا مکاتب کی باندی سے وطی کی یا نکاح فاسد مین عورت سے چند بار وطی کی تو وطی کرنے والے پر ایک ہی مہر واجب ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے - اور اصل یہ ہے کہ شبہہ ملک ہونے کے بعد اگر وطی کتنی ہی بار واقع ہو تو فقط ایک ہی مہر واجب ہوتا ہے اسواسطے کہ دوسری وطی اُسکی ملک مین ہوئی اور اگر شبہہ اشتباہ کے بعد چند بار وطی واقع ہوئی تو ہر بار کا مہر علحدہ واجب ہوگا کیونکہ ہر وطی کا وقوع ملک غیر مین ہے - اور اگر پسر نے باپ کی باندی سے چند بار وطی کی اور شبہہ کا دعوے کیا تو اُسپر ہر وطی کا مہر لازم ہوگا اور اسی طرح اگر اپنی جورو کی باندی سے وطی کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اپنی مکاتبہ سے چند بار وطی کی تو اُسپر ایک ہی مہر لازم ہوگا اور اگر دو شریکون مین سے ایک نے مشترکہ باندی سے چند بار وطی کی تو ہر بار کیواسطے اُسپر نصف مہر واجب ہوگا اور اگر اپنے دوسرے کی مشترک مکاتبہ کے ساتھ چند بار وطی کی تو اُسپر اپنے نصف کے واسطے فقط ایک نصف مہر واجب ہوگا اور نصف شریک کے واسطے ہر بار کے لیے نصف مہر واجب ہوگا اور یہ سب مال مہر اُس مکاتبہ کو ملیگا - ایک عورت سے ایک مرد نے زنا کیا اور ہنوز وہ اُسکے پیٹ پر چڑھا تھا یعنی کار زنا مین مشغول تھا کہ اُسکے ساتھ نکاح کرلیا تو اُسپر دو مہر لازم ہونگے ایک مہر مثل بوجہ زنا کے اور دوسرا مہر مسمی بوجہ نکاح کے یہ محیط سرخسی مین ہے - اور اگر اپنی جورو سے جس سے دخول نہین کیا ہے کہا کہ جب مین تجھ سے خلوت کرون یا جسوقت مین تجھ سے خلوت کی تو تو طالقہ ہے پھر عورت مذکورہ سے خلوت کی و جماع کیا تو مرد مذکور پر نصف مہر اور پورا مہر واجب ہوگا کیونکہ مہر کامل تو بوجہ جماع کے اور نصف مہر بوجہ طلاق قبل دخول کے واجب ہوگا اور اس صورت مین خلوت کا کچھ اثر مرتب نہوگا باوجودیکہ طلاق بعد خلوت ہوئی ہے اسواسطے کہ مہر اگرچہ خلوت سے متاکد ہوجاتا ہے

لیکن جب یہ ہی متاکد ہوجاتا ہی کہ جب اتنی دیر تک ہو کہ اُسکے ساتھ دخول کرنے پر قادر ہوا ور یہان خلوت ہوتی ہی طلاق واقع ہوگئی ہی اور اگر مرد نے خلوت مین اُس سے جماع نہ کیا ہو تو اُسپر فقط نصف مہر واجب ہوگا اور اگر کسی اجنبیہ عورت سے کہا کہ جب مین تجھ سے نکاح کرون اور تیرے ساتھ ایک ساعت خلوت کرون تو تو طالقہ ہی پھر اس سے نکاح کیا اور خلوت کی اور جماع کیا تو عورت پر طلاق واقع ہوگی اور اُسکو دو مہر ملینگے ایک مہر بعوض خلوت کے اور دوسرا مہر بوجہ دخول کے بشرطیکہ دخول ایک ساعت خلوت کے بعد ہو اور اگر دخول خلوت کے ساتھ ہی ہو تو اُسپر ایک ہی مہر واجب ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر تین طلاق دی ہوئی عورت سے وطی کی اور شبہہ کا دعوے کیا تو بعض نے فرمایا کہ اگر تینون طلاق ایکبارگی دی ہون اور گمان کیا کہ یہ واقع نہین ہوئی ہین جیسا کہ بعض کا مذہب ہی تو یہ گمان بموقع ہی پس اسپر ایک ہی مہر واجب ہوگا اور اگر گمان کیا کہ تینون طلاق واقع ہوئی ہین مگر یہ گمان کیا کہ عورت سے وطی کرنا حلال ہی گمان بے موقع ہی پس ہر وطی کے واسطے اسپر مہر واجب ہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر ایک باندی خریدی اور اُس سے چند بار وطی کی پھر وہ باثبات استحقاق لے لیگئی تو مشتری پر ایک مہر واجب ہوگا اور اگر نصف باندی کا استحقاق ثابت کیا گیا تو صاحب استحقاق کے لیے فقط نصف مہر واجب ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور اگر منکوحہ سے چند بار وطی کرنے کے بعد ظاہر ہوا کہ یہ وہ عورت ہی جسکے واسطے اس نے قسم کہا لی تھی کہ اگر تجھ سے نکاح کرون تو تو طالقہ ہی تو مرد پر ایک ہی مہر واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی کسی چودہ برس کا لڑکا ہو اُس نے بے خبر سوئی ہوئی عورت سے جماع کر لیا پس اگر یہ ثیبہ ہو تو لڑکے پر حد و عقر واجب نہ ہوگا اور اگر باکرہ ہو کہ اُس نے اُسکا پردہ بکارت پھاڑ دیا تو اُسپر مہر مثل واجب ہوگا اور اسی طرح اگر باندی ہو تو بھی اسی تفصیل سے حکم ہی اور اگر مرد مجنون ہو تو بھی اسی تفصیل سے حکم ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور اگر لڑکا کسی لڑکی سے زنا کرے تو اُسپر واجب ہوگا اور اگر لڑکا اسکا مقر ہوگیا تو اُسپر مہر نہوگا اور اگر عورت بالغہ سے لڑکے نے زنا کیا اور اُسکا پردۂ بکارت پھاڑ دیا پس اگر باکراہ وزبردستی ایسا کیا تو لڑکا کا مہر کا ضامن ہوگا اور اگر یہ عورت بطوع خود اس امر پر راضی ہوئی اور اُسکو اپنی طرف بلایا تو لڑکے پر کچھ مہر نہوگا اور اگر لڑکی نے کوئی لڑکا بطوع خود اپنی طرف مائل کیا پس اُس نے وطی سے اُسکا پردۂ بکارت پھاڑ دیا تو لڑکے پر مہر واجب ہوگا اسواسطے کہ اس لڑکی کا حکم در رضامندی اپنے حق کے ساقط کرنے مین صحیح نہوگا بخلاف عورت بالغہ کے کہ وہان صحیح ہی۔ اور باندی نے اگر کسی طفل کو اپنی طرف بلایا حتے کہ اُسکے ساتھ زنا کیا تو طفل مذکور پر مہر واجب ہوگا کیونکہ باندی کا حکم اُسکے مولے کی حق تلفی مین صحیح نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور واضح رہے کہ سوائے نکاح و وطی جائز کے جہان مہر دینا بولا گیا ہی وہان مہر سے مراد عقر ہی اور عقر وہ ہی جو بعض وطی مین وطی کرنے والے کے ذمہ واجب ہوتا ہی اور شیخ امام نجم الدین نے فرمایا کہ مین نے شیخ امام قاضی اسبیجابی سے فتوی طلب کیا کہ تقدیر عقر کیونکر ہی تو لکھا کہ تقدیر عقر اسطرح ہی کہ دیکھا جاوے کہ اگر بالفرض زنا حلال ہوتا تو ایسی عورت کی اجرت کیا ہوتی پس اسی قدر واجب ہوگا اور ایسا ہی ہمارے مشائخ سے منقول ہی کذا فی الخلاصہ اور حجت مین امام ابو حنیفہ رح سے روایت ہی کہ امام نے فرمایا کہ عقر کی

قیاس کیونکر بالغ ہو ۱۲

یہ تفسیر ہی کہ عقر وہ مال ہو کہ جسکے عوض ایسی عورت نکاح میں لائی جاوے اور اسی پر فتوی ہو یہ تاتارخانیہ میں ہی ایک شخص اپنی جورو سے جماع کرنے میں مشغول ہوا اور دخول کرنے کے بعد اسی حالت میں اسکو طلاق دیدی پھر بعد طلاق کے اپنا جماع پورا کرلیا یہاں تک کہ اسکو انزال ہوگیا پھر اس سے الگ ہوا تو امام محمد رحمۃ اللہ نے فرمایا اور یہی دو روایتوں میں سے ایک روایت امام ابو یوسف سے ہی کہ اس مرد پر حد واجب نہوگی اور نہ مہر لازم ہوگا اسواسطے کہ یہ سب ایک ہی فعل ہی پس جب اول و آخر حلال تھا تو حد واجب نہوگی اور نہ مہر لازم ہوگا لیکن اگر اس نے آلہ تناسل نکال کر پھر بعد طلاق کے داخل کیا تو البتہ واجب ہوگا اور اگر ایسا نہ کیا بلکہ اوپر ہی سے اختلاط کرتا رہا یہاں تک کہ انزال ہوگیا تو اسپر مہر لازم نہوگا اور اگر یہ طلاق رجعی ہو تو بنا بر قول امام محمد رحمۃ اللہ اور احدی الروایتین امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کے اس فعل سے رجوع کرنے والا نہوگا اور اگر ختنہ مولے دو ختنہ باندی باہم ملجانے کے بعد باندی سے کہا کہ تو حرہ ہی یعنے آزاد کیا پھر اپنا جماع پورا کیا تو امام محمد رحمۃ اللہ کے قول میں مولے پر عقر واجب نہوگا لیکن اگر نکال کر پھر آزاد کرنے کے بعد داخل کر دے تو عقر لازم ہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہی۔ زید نے ایک عورت سے نکاح کیا اور زید کے پسر نے اس عورت کی دختر سے نکاح کیا پھر ہر ایک کی عورت منکوحہ دوسرے کے پاس بھیجی گئی اور دونوں نے آگے پیچھے وطی کرلی تو پہلے وطی کرنے والے پر پورا مہر اس عورت کا جس سے وطی کی اور نصف مہر اپنی منکوحہ کا واجب ہوگا اور دوسرے پیچھے وطی کرنے والے پر اپنی عورت منکوحہ کا کچھ مہر واجب نہوگا اور اگر دونوں نے ایک ساتھ وطی کی تو دونوں میں سے کسی پر اپنی منکوحہ کا کچھ واجب نہوگا۔ ایک مرد اور اسکے پسر نے دو اجنبیہ عورتوں سے نکاح کیا اور ہر عورت اپنے شوہر کے سوائے دوسرے کے پاس بھیجی گئی اور دونوں عورتوں سے وطی کی گئی تو ہر ایک پر اپنی وطی کی ہوئی عورت کا عقر واجب ہوگا اور کسی پر اپنی منکوحہ کا عقر واجب نہوگا۔ دو بھائی ہیں کہ انمیں سے ایک نے ایک عورت سے نکاح کیا اور دوسرے نے اسکی بیٹی سے نکاح کیا پھر ہر ایک عورت اپنے شوہر کے سوائے دوسرے کے پاس بھیجی گئی اور دونوں سے وطی کی گئی تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ ہر ایک عورت اپنے شوہر سے بائنہ ہوگئی اور ہر ایک مرد پر اپنی منکوحہ کا نصف مہر لازم ہوگا اور جس عورت سے وطی کی ہی اسپر اسکا عقر واجب ہوگا اور دونوں میں سے ایک کو اختیار نہ رہیگا کہ پھر اسکے بعد اپنی منکوحہ سے نکاح کرے یعنے ماں کے شوہر کو اسکی دختر سے جسکے ساتھ وطی بھی کی ہی نکاح کرنے کا اختیار ہی ولیکن دختر کے شوہر کو اسکی ماں سے نکاح کرنے کا اختیار نہیں ہی اور اسیطرح اگر مرد و شوہر میں کچھ قرابت نہو تو بھی یہی حکم رہیگا یہ ظہیریہ میں ہی۔ ایک مرد کے پاس اسکی جورو کے سوائے دوسری عورت بھیجی گئی اور اسنے اسکے ساتھ وطی کی تو اسکا مہر مثل اسپر لازم ہوگا اور جسکے پاس بھیجی ہی اس سے واپس نہیں لے سکتا ہی پھر اگر یہ عورت اسکی منکوحہ کی ماں ہو تو اسکی جورو ہمیشہ کے واسطے اسپر حرام ہوگی اور منکوحہ کو قبل دخول کے حرام ہونے سے نصف مہر ملیگا۔ باپ کی جورو قبل دخول کے اسکے پسر کے پاس بھیجی گئی اور پسر نے اسکے ساتھ دخول کیا تو باپ کو نصف مہر دینا پڑیگا اور اسکو اپنے پسر سے واپس نہیں لے سکتا ہی اسواسطے کہ بیٹے پر مہر المثل واجب ہوا ہی اور اگر پسر نے عمداً بغرض فساد کے شہوت سے اس عورت کا بوسہ لیا تو باپ نے نصف مہر کو جو اسکا

دینا پڑا ہی پسر سے واپس لیگا کیونکہ پسر پر کچھ مہر نہیں - اور ابن سماعہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہی کہ ایک مریض
نے دوسرے مریض کو اپنی باندی ہبہ کی اور موہوب لہ نے اس سے وطی کی اور اسکا عقر سو درم ہی اور قیمت تین سو
درم ہی پھر موہوب لہ نے یہ باندی اسی ہبہ کرنے والے کو ہبہ کر دی پھر دونوں اپنے اپنے مرض میں مر گئے تو
موہوب لہ پر عقر واجب نہوگا - اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر مریض نے اپنی باندی ایک شخص کو ہبہ کی
اور موہوب لہ کے پاس اس باندی سے خود وطی کی اور اسپر اسقدر قرضہ ہی کہ اسکے تمام مال کو گھیرے ہوئے
ہی پھر مریض مر گیا تو اسپر عقر واجب نہوگا اور اگر واہب نے اس باندی کا ہاتھ کاٹ دیا ہو تو بھی اسپر کچھ واجب
نہوگا بخلاف تندرست آدمی کے کہ اگر تندرست نے وطی کی پھر ہبہ سے رجوع کیا تو اسپر عقر واجب ہوگا یہ
محیط سرخسی میں ہی - ایک مریض نے اپنی باندی کسی کو ہبہ کی اور اسپر قرضہ اسقدر ہی کہ تمام مال کو گھیرے ہوئے
ہی پھر موہوب لہ نے باندی سے وطی کی پھر ہبہ کرنے والا مر گیا اور بوجہ قرضہ مستغرق کے ہبہ توڑ دیا گیا تو موہوب لہ
اس باندی کے عقر کا ضامن ہوگا یہ ظہیریہ میں ہی - نوادر معلی میں امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک شخص
نے ایک عورت کو غصب کیا اور سوائے فرج کے اسکے ساتھ کسی طرح سے جماع کیا اور اس سے کچھ پیدا ہوا
پس اگر یہ عورت باکرہ ہو تو غاصب پر مہر واجب ہوگا اور اگر ثیبہ ہو تو کچھ مہر واجب نہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہی

چودھویں فصل ضمانت مہر کے بیان میں ہی - اگر ایک شخص نے اپنی دختر صغیرہ یا کبیرہ کا جو باکرہ ہی یا ثیبہ
ہی کسی مرد سے نکاح کیا اور شوہر کی طرف سے اسکے مہر کی ضمانت کر لی تو ضمانت صحیح ہوگی پھر عورت کو اختیار
ہوگا چاہے شوہر سے مطالبہ کرے یا اپنے ولی ضامن سے مطالبہ کرے بشرطیکہ مطالبہ کی اہلیت رکھتی ہو اور
ولی مذکور بعد ادا کرنے کے شوہر سے واپس لے گا بشرطیکہ شوہر کے حکم سے ضامن ہوا ہو یہ تبیین میں ہی -
ایک شخص نے اپنی دختر کا دوسرے سے دو ہزار درم پر نکاح کیا اور اپنے اوپر اس امر کے گواہ کر لیے
کہ میں نے فلانہ عورت کا فلان مرد کے ساتھ دو ہزار درم پر بدین شرط نکاح کیا ہی کہ ہزار درم شوہر پر اور
ہزار درم میرے مال سے ہونگے پس شوہر نے قبول کیا تو پورا مہر شوہر پر ہوگا اور باپ اسکی طرف سے ہزار
درم کا ضامن قرار دیا جائیگا پھر اگر عورت مذکورہ نے یہ مال اپنے باپ سے یا باپ کے ترکہ سے لیا تو باپ یا
اسکے وارثوں کو اختیار ہوگا کہ اسقدر مال شوہر سے واپس لیں یہ محیط میں ہی - اور اگر اپنے پسر صغیر کے ساتھ
کوئی عورت بیاہی اور پسر کی طرف سے اسکے مہر کا ضامن ہوا اور یہ امر اسکی صحت میں واقع ہوا تو جائز
ہی بشرطیکہ عورت نے ضمانت قبول کر لی ہو اور جب باپ نے یہ مال مہر ادا کیا پس اگر حالت صحت میں ادا کیا
ہی تو استحسانًا جو ادا کیا ہی وہ پسر کے مال سے نہیں لے سکتا ہی الا اس صورت میں کہ اصل ضمانت میں یہ شرط
کر لی ہو کہ واپس لے لونگا یہ ذخیرہ میں ہی پھر عورت کو یہ اختیار ہوگا کہ طفل کے ولی سے مہر کا مطالبہ کرے اور
شوہر سے مطالبہ نہیں کر سکتی ہی جب تک کہ وہ بالغ نہو جاوے پھر جب شوہر بھی بالغ ہو جاوے تو عورت
مختار ہی کہ دونوں میں سے جس سے چاہے مطالبہ کرے یہ تبیین میں ہی - اور اگر کسی اجنبی نے باپ کے حکم
سے ضمانت کر لی تو وہ بعد ادا کرنے کے واپس لیگا اسی طرح اگر وصی نے یتیم کی جورو کا مال اپنے پاس سے
ادا کیا تو واپس لیگا اور اگر باپ ادا کرنے سے پہلے مر گیا تو عورت کو اختیار ہوگا چاہے پسر مذکور یعنی شوہر سے لے

یا باپ کے ترکہ مین سے وصول کر لے پھر وارثان پدر اسقدر مال اس پسر کے مال سے واپس لینگے اور یہ ہمارے اصحاب ثلثہ رحمہ کے نزدیک ہی کذا فی الخلاصہ اور اگر ضمانت حالت صحت مین ہوا ور ادا کرنا حالت مرض مین ہو تو ضمانت صحیح ہے اور شرح القاضی مین ذکر کیا ہی کہ امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک وہ متبرع نہوگا اور پسر مذکور کے واسطے جو حصہ میراث ملا ہی اسمین سے اسقدر مال محسوب ہو جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی ۔ اور بقالی مین ہی کہ اگر باپ نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ مین نے اپنے پسر کے ساتھ فلانہ عورت کا نکاح کیا تو مہر اسکے ذمہ لازم نہوگا لیکن اگر ادا کر دے تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک صلہ رحم قرار دیا جائیگا یہ خلاصہ مین ہی اور اگر پسر بالغ ہو اور باپ نے بدون اسکے حکم کے اپنی صحت مین مہر کی ضمانت کر لی پھر باپ مر گیا اور عورت نے اسکے ترکہ مین سے وصول کر لیا تو باپ کے وارث لوگ بالاجماع اس مال کو پسر مذکور سے واپس نہین لے سکتے ہین اور مجنون لوگ اس مسئلہ مین مثل صبیان یعنے اطفال کے ہین یہ فتاوے قاضی خان مین ہی ۔ اور یہ سب اسوقت ہی کہ ضمانت حالت صحت مین واقع ہوئی ہو اور اگر ضمانت مرض الموت مین واقع ہوئی تو یہ باطل ہی کیونکہ اسنے اس حیلہ سے وارث کو نفع پہونچانے کا ارادہ کیا ہی حالانکہ ایسا مریض ایسے کام کرنے سے ممنوع و محجور ہوتا ہی پس ضمانت صحیح نہوگی یہ ذخیرہ مین ہی اگر ایک شخص نے ایک عورت کو خطبہ کیا اور اسکے واسطے مہر کی ضمانت کر لی اور کہا کہ شوہر نے مجھے حکم دیا کہ مین اسکی طرف سے تیرے لیے تیرے مہر کی ضمانت کر لون پس عورت نے اس ایلچی کے قول پر بھیجنے والے سے اپنے آپ کو بیاہ دیا پھر شوہر آیا اور اسنے اس ایلچی کی تصدیق کی کہ مین نے اسکو بھیجا اور اسکو حکم دیا ہی کہ مہر کی ضمانت کر لے تو نکاح صحیح ہوگا اور ضمانت بھی صحیح ہوگی لیکن شرط یہ ہی کہ یہ ایلچی ضامن ہونے کی لیاقت رکھتا ہو پھر جب اسنے مال ضمانت ادا کیا تو شوہر سے واپس لیگا اور اگر بھیجنے والے نے آکر اس امر مین تصدیق کی کہ مین نے اسکو منگنی و نکاح کے واسطے بھیجا ہی اور ضمانت کا حکم دینے سے انکار کیا تو نکاح صحیح ہوگا لیکن ضمانت اس عورت اور ایلچی کے درمیان صحیح ہوگی مگر بھیجنے والے کے حق مین صحیح نہوگی چنانچہ عورت کو یہ اختیار ہوگا کہ ایلچی سے مطالبہ کر کے اپنا مہر وصول کر لے پھر ایلچی نے جو ادا کیا ہی وہ شوہر سے واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر بھیجنے والے نے بھیجنے اور ضمانت کا حکم دینے دونون سے انکار کیا اور اس امر کے گواہ نہین ہین تو نکاح باطل ہوگا اور شوہر پر مہر واجب نہوگا و لیکن عورت کو اختیار ہوگا کہ ایلچی سے مہر کا مطالبہ کرے پھر اسکے بعد روایات مختلف ہین چنانچہ اصل کی کتاب النکاح اور بعض روایات کتاب الوکالہ مین مذکور ہی کہ عورت اس سے نصف مہر کا مطالبہ کریگی اور بعض روایات کتاب الوکالہ مین مذکور ہی کہ پورے مہر کا مطالبہ کریگی پس بعض نے فرمایا کہ اس مسئلہ مین دو روایتین ہین اور بعض نے فرمایا کہ اختلاف جواب بسبب اختلاف وضع ہر دو مسئلہ ہی اور یہی صحیح ہی چنانچہ ہمنے فصل وکالہ مین مفصل بیان کیا ہی یہ محیط مین ہی ۔ اور اگر ایلچی نے کہا کہ مجھے شوہر نے کچھ حکم نہین دیا ہی و لیکن مین تیرا اس سے نکاح کیے دیتا ہون اور مہر کی ضمانت کیے لیتا ہون امید ہی کہ وہ اسکو جائز رکھیگا پس عورت نے منظور کیا پھر شوہر نے نکاح سے انکار کیا تو یہ سب باطل ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لا یجوز نکاحہ سے باہر مذکور ہی اور اگر وکیل نے جسکو تزویج کے واسطے وکیل کیا ہی مہر کی بھی ضمانت کر لی اور ادا کر دیا پس اگر ضمانت بحکم شوہر یعنے موکل ہو تو اس سے واپس لیگا

کیا تو بعضون نے دونون کا قول قبول ہوگا باپ کا قول قبول نہوگا اور شیخ علی سغدی رحمہ سے نقل کیا گیا ہو کہ انھون نے بیان کیا کہ باپ کا قول قبول ہوگا اور ایسا ہی امام سرخسی نے ذکر کیا ہو اور اسی کو بعض مشایخ نے اختیار کیا ہو اور واقعات مین مذکور ہو کہ اگر رواج اسی طرح ظاہر ہو جیسا ہمارے ملک مین ہو تو قول شوہر کا قبول ہوگا اور اگر رواج مشترک ہو یعنی کبھی جہیز ہوتا ہو اور کبھی عاریت تو باپ کا قول قبول ہوگا کذا فی التبیین اور صدر الشہید رحمہ نے فرمایا کہ یہی تفصیل فتوے کے لیے مختار رہی یہ نہر الفائق مین ہو۔ اور جس صورت مین کہ شوہر کا قول قبول ہوا اور باپنے گواہ قائم کیے تو باپ کے گواہ قبول ہونگے اور صحیح گواہی اس صورت مین یون ہو کہ دختر کو سپرد کرنے کے وقت گواہ کر لے کہ مین نے یہ چیزین جو اس عورت کو سپرد کی ہین وہ بطریق عاریت ہین یا ایک تحریر لکھی اور دختر سے اقرار کو یہ سب چیزین جو اس فہرست مین تحریر ہین میرے والد کی ملک ہین اور میرے پاس بطور عاریت ہین تحریر کرا لے لیکن یہ امر واسطے قضا کے لائق ہو نہ واسطے احتیاط کے یہ بحر الرائق مین ہو۔ اور اگر اپنی دختر بالغہ کا نکاح کیا اور اُسکو جہیز مین چند چیزین دین مگر ہنوز اُسکے سپرد نہین کی ہین کہ اسکے بعد عقد فسخ ہو گیا اور باپ نے اُسکو کسی دوسرے کے نکاح مین دیا تو دختر مذکورہ کو باپ سے اس جہیز کے مطالبہ کا اختیار نہین ہو اور اگر دختر کا باپ پر قرضہ ہو اور باپنے اُسکو جہیز دیا پھر دعوی کیا کہ مین نے اسکو قرضہ مین دیا ہو اور دختر نے دعوے کیا کہ تو نے اپنے مال سے دیا ہو تو باپ کا قول قبول ہوگا اور اگر اپنے ام ولد کو کچھ مال دیا کہ اس سے جہیز دختر کا سامان کرے پس اُسنے سامان کرکے دختر کے سپرد کر دیا تو ام ولد کا دختر کو سپرد کرنا صحیح نہین ہو جب تک کہ باپ سپرد نہ کرے۔ دختر صغیرہ نے اپنے مان و باپ دونون کی کوشش کے مال سے جہیز کے کپڑے بنکر تیار کیے اور برابر ایسا ہی کرتی رہی یہان تک کہ وہ بالغہ ہوگئی پھر اُسکی مان مر گئی پھر اُسکے باپنے سب جہیز اُسکے سپرد کر دیا تو اُسکے بھائیون کو یہ اختیار نہین ہو کہ جانب مادری سے اپنے حصون کا دعوے کرین۔ ایک عورت نے ایسے ابریشم سے جسکو اسکا باپ خریدتا تھا بہت چیزین تیار کین پھر باپ مر گیا تو عادت کے موافق یہ سب چیزین اُسی عورت کی ہونگی۔ مان نے دختر کے جہیز مین بہت چیزین باپ کے اسباب سے باپ کی حضوری و علم مین دختر کو دین اور باپ خاموش رہا اور دختر کو شوہر کے پاس رخصت کر دیا تو باپ کو یہ اختیار نہوگا کہ دختر سے یہ اسباب واپس کر لے اسی طرح اگر مان نے دختر کے جہیز مین معتاد کے موافق خرچ کیا اور باپ خاموش ہو تو بھی مان ضامن نہوگی یہ قنیہ مین ہو۔ ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا اور عورت کو تین ہزار دینار دست پیمان کے دیے اور یہ عورت ایک تونگر کی دختر ہو اور باپ نے اُسکو جہیز نہ دیا تو امام جمال الدین و صاحب محیط نے فتوی دیا ہو کہ شوہر کو اختیار ہوگا کہ موافق عرف دختر کے باپ سے جہیز کا مطالبہ کرے اور اگر وہ جہیز نہ دے تو دینار دست پیمان واپس لے اور اسی کو ائمہ نے اختیار کیا ہو۔ ایک شخص نے دوسرے کو دھوکا دیا کہ مین تیرے ساتھ اپنی دختر بڑے بھاری جہیز کے ساتھ بیاہ دونگا اور تیرا دست پیمان اسقدر دینار رکھے واپس دونگا پس اُس سے دست پیمان لے لیا اور دختر بلا جہیز اُسکو دی تو اسمین کوئی روایت نہین ہو و لیکن صدر الاسلام برہان الائمہ و مشایخ بخارا نے فتوے دیا ہو کہ اگر باپنے دختر کو کچھ جہیز نہ دیا تو شوہر اس عورت کے دست پیمان مثل سے جسقدر زائد ہو واپس لیگا اور صدر الاسلام رکن الدین نسفی نے

بمقابلہ دست پیمان کے مقدار جہیز کا اندازہ یون فرمایا ہو کہ بمقابلہ ہر دینار دست پیمان کے تین یا چار دینار جہیز
کے ہون پس اگر باپ نے اسقدر نہ دیا تو دست پیمان واپس کر لے اور امام مرغینانی رح نے فرمایا کہ صحیح یہ ہو کہ
عورت کے باپ سے شوہر کچھ نہیں لے سکتا ہو اسواسطے کہ نکاح مین مال مقصود نہیں ہوتا ہو یہ وجیز کردری مین
ہو ایک شخص نے اپنی دختر کے واسطے جہیز تیار کیا اور دختر کو سپرد کرنے سے پہلے مر گیا پھر باقی وارثون نے جہیز
کے مال سے اپنا اپنا حصہ طلب کیا پس اگر جہیز کے وقت دختر بالغہ ہو تو باقی وارثون کو انکا حصہ ملیگا ایسا ہی
مذکور ہو اور یہی صحیح ہو اسوجہ سے کہ جب وہ بالغہ تھی اور باپ نے اسکے سپرد نہ کیا تو قبضہ صحیح ہوگا اور ملک
ثابت نہوگی بخلاف اسکے اگر صغیرہ ہو تو باقی وارثون کو کچھ حصہ نہ ملیگا اسواسطے کہ صغیرہ کا قبضہ وہی اسکے باپ کا
قبضہ ہو یہ جواہر الفتاوے مین ہو۔ ایک عورت نے اپنا اسباب اپنے شوہر کو دیا اور کہا کہ اسکو فروخت کر کے
تحفہ انی مین خرچ کر پس اس نے ایسا ہی کیا پس آیا مرد مذکور پر اسکی قیمت لازم ہوگی کہ عورت کو دیدے تو فرمایا
کہ ہان یہ فتاوے نجندی مین ہو۔ ایک عورت کسی مرد کی طلاق وغیرہ کی عدت مین ہو اسکو ایک شخص نے
بدین امید نفقہ دیا کہ بعد انقضاے عدت کے میرے ساتھ نکاح کریگی پھر جب اسکی عدت گذرگئی تو اسنے نکاح
کرنے سے انکار کیا پس اگر اس مرد نے نفقہ دینے مین یہ شرط کر لی کہ میرے ساتھ نکاح کرلے تو جو کچھ خرچ دیا
ہو وہ واپس لے سکتا ہو خواہ عورت مذکورہ اسکے ساتھ نکاح کرے یا نہ کرے اسکو صدر شہید رح نے ذکر فرمایا ہو
اور صحیح یہ ہو کہ اگر عورت نے نکاح کر لیا ہو تو واپس نہ لیگا۔ اور اگر انفاق مین یہ شرط نہیں لگائی بلکہ فقط
اس طمع سے نفقہ دیا ہو تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہو اور اصح یہ ہو کہ واپس نہین لے سکتا ہو ایسا ہی صدر شہید رح
نے فرمایا ہو اور شیخ امام استاد نے فرمایا کہ اصح یہ ہو کہ وہ ہر حال واپس لیگا خواہ اسکے ساتھ نکاح کرلے یا نکرے
اسواسطے کہ یہ رشوت ہو اور اسی کو محیط مین اختیار کیا ہو اور یہ سب اسوقت ہو کہ مرد نے اسکو نقدی درم دیے
ہون کہ جنکو وہ اپنے مصارف مین خرچ کرتی ہو اور اگر فقط اسکے ساتھ کھاتی ہو تو اس سے کچھ واپس نہین
لے سکتا ہو اور اگر ایک مرد نے کسی شخص کے باغ انگور مین بدین طمع کام کیا کہ اپنی دختر میرے ساتھ بیاہ
دیگا مگر اس نے بیاہ نہ کیا تو اس سے اجر المثل لے سکتا ہو خواہ دختر کے نکاح کر دینے کی شرط کی ہو یا نہ کی ہو بشرطیکہ
اتنا معلوم ہو کہ وہ اسی غرض سے یہ شفقت وکار کرتا ہو اور استاد ظہیر الدین رح نے فرمایا کہ کچھ نہین لے سکتا ہو یہ خلاصہ
مین ہو ایک مرد نے دوسرے کی دختر کا خطبہ کیا پس باپ نے کہا کہ ہان اچھا بشرطیکہ تو چھ مہینہ یا سال تک اگر مہر
نقد ادا کریگا تو مین تیرے ساتھ بیاہ دونگا پھر مرد مذکور نے اسکے بعد دختر مذکورہ کے باپ کے گھر ہدیے بھیجنا شروع
کیے مگر اسقدر مدت مین اس سے سب مہر کا بندوبست نہو سکا پس باپ نے اسکے ساتھ دختر کی شادی نہ کی
پس آیا جو مال اس نے مہر مین بھیجا ہو وہ واپس لے سکتا ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ جو مال اس نے مہر مین بھیجا ہو
خواہ قائم ہو یا تلف ہو گیا ہو سب واپس لیگا اور اسی طرح جو ہدیہ ہو اور وہ قائم ہو اسکو بھی واپس لے سکتا
ہو اور جو تلف ہو گیا یا ثابت کر ڈالا ہو اسمین سے کچھ نہین لے سکتا ہو۔ ایک عورت کی باندی وغلام ہو پس اسنے
اپنے شوہر سے کہا کہ تو انکو میرے مہر سے نفقہ دیا کر پس شوہر نے ایسا ہی کیا پھر عورت نے کہا کہ مین انکو مہر مین
محسوب نہ کرونگی اسواسطے کہ تو نے انسے خدمت لی ہو تو شیخ امام ابو القاسم نے فرمایا کہ جو کچھ شوہر نے بطور معروف خرچ کیا ہو

وہ مہر مین ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی **سولھوین فصل** متاع خانہ کی نسبت شوہر و زوجہ کے اختلاف کرنے
کے بیان مین - امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ جس گھر مین شوہر و زوجہ رہتے ہین اگر اُسکے اسباب میں دو
دونون نے اختلاف کیا خواہ در حالیکہ نکاح قائم ہووے یا قائم نہو خواہ کسی ایسے فعل سے جدائی واقع
ہوئی جو شوہر کی طرف سے واقع ہوا یا ایسے فعل سے جو زوجہ کی طرف سے واقع ہوا ہو تو جو چیزین عادت
کے موافق عورتون کی ہوتی ہین جیسے کرتیان و اوڑھنی و چرخہ و پٹارے وغیرہ تو یہ عورت کی ہونگی
الا اُس صورت مین نہونگی کہ شوہر اپنی ملک ہونے کے گواہ قائم کرے اور جو چیزین عادت کے موافق
مردون کی ہوتی ہین جیسے ہتھیار و ٹوپیان و قبا و ٹپکا و پیٹی و کمان وغیرہ وہ مرد کی ہونگی الا اُس صورت مین
نہونگی کہ عورت اپنی ملک ہونے کے گواہ قائم کرے اور جو چیزین عورت و مرد دونون کی ہوتی ہین جیسے
غلام و باندی و بچھونے و گائے و بکریان و بیل وغیرہ وہ مرد کے ہونگے الا اُس صورت مین نہونگے کہ عورت گواہ
قائم کرے کہ میری ملک ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور اگر دونون مین سے ایک مر گیا اور اُسکے وارثون
اور باقی زندہ کے درمیان اختلاف ہوا تو بنابر قول امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ کے جو چیزین مردون کے لائق ہوتی
ہین وہ شوہر کی ہونگی اگر وہ زندہ ہو یا اُسکے وارثون کی ہونگی اگر مر گیا ہو اور جو چیزین عورتون کے لائق ہوتی
ہین وہ عورت کی ہونگی اگر زندہ ہو یا وارثون کی اگر مر گئی ہو اور جو چیزین دونون کے لائق ہون وہ بنابر
قول امام محمدؒ کے شوہر کی ہونگی اگر زندہ ہو یا اُسکے وارثون کی اگر مر گیا ہو اور امام اعظمؒ نے فرمایا کہ ایسی چیزین دونون
مین سے اُسکی ہونگی جو زندہ رہگیا ہی اور جو چیزین تجارت کی ہون اور مرد تجارت کرتا ہو مرد و عورت دونون اور لوگ
پہچانتے ہون کہ یہ تاجر ہی تو یہ سب شوہر کی ہونگی یہ محیط مین ہی - اور اگر شوہر و زوجہ دونون مین سے ایک آزاد
ہوا اور دوسرا مملوک ہو خواہ مجبور ہو یا ماذون ہو یا مکاتب ہو تو جو کچھ اسباب ہو وہ اُسی کا ہوگا جو آزاد ہو خواہ
شوہر ہو یا زوجہ ہو اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اگر مملوک مجبور ہو تو یہی حکم ہی اور اگر ماذون یا مکاتب ہو تو وہی حکم
ہوگا جو دونون کے آزاد ہونے کی صورت مین بیان ہوا ہی اور اگر دونون مین سے ایک مسلمان یعنی شوہر مسلمان
ہو اور دوسرا یعنی عورت کافرہ کتابیہ ہو تو وہی حکم ہی جو دونون کے مسلمان ہونے کی صورت مین مذکور ہوا ہی
اور اگر دونون مین سے ایک صغیر و ایک بالغ ہو یا دونون صغیر ہون تو بعض روایات مین مذکور ہی کہ یہ دونون
یکسان ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر دونون مملوک یا دونون مکاتب ہون تو بھی اسباب خانہ داری مین
قول اسی طرح تفصیل کے ساتھ ہوگا جیسا ہمنے بیان کیا ہی یہ محیط مین ہی اور یہ سب صورتین جو ہمنے بیان کین ہین
ہر حال اسی حکم پر رہینگی مکان کی وجہ سے انمین کچھ فرق نہوگا خواہ مکان مذکور جسمین دونون رہتے ہین شوہر کی ملک ہو
یا جورو کی ملک ہو اور اگر زوجہ کے سوا دوسرا کوئی کسی کے عیال مین ہو مثلاً پسر اپنے باپ کی عیال مین ہو یا باپ اپنی
اولاد کے عیال مین ہو یا اُسکے مثل کوئی صورت ہو تو اشتباہ کے وقت اسباب خانہ اُس شخص کا ہوگا جسکے عیال مین
ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور اگر شوہر کی کئی زوجہ ہون اور مرد اور ان عورتون مین اسباب خانہ کی نسبت
اختلاف ہوا پس اگر سب عورتین ایک ہی گھر مین ہون تو جو چیزین زنانہ کی ہوتی ہین وہ ان سب عورتون مین
مساوی مشترک ہونگی اور اگر ہر عورت علیحدہ گھر مین ہو تو جو اسباب اُس گھر مین ہو وہ اُسی عورت اور شوہر کے

درمیان سوا تو تفصیل مذکورہ سابقہ کے مشترک ہوگا اور کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ شریک نہو گی یہ محیط
مین ہی اور اگر زوجہ نے کسی متاع کی نسبت اقرار کیا کہ مین نے اسکو اپنے شوہر سے خریدا ہی تو وہ متاع شوہر کی
ہوگی اور عورت پر واجب ہوگا کہ گواہ قائم کرے اور اگر دونون نے اس گھر کی بابت جسمین دونون رہتے ہین
اختلاف کیا کہ ہر ایک نے اسپر اپنا دعوی کیا کہ یہ میرا ہی تو شوہر کا قول قبول ہوگا لیکن اگر عورت نے گواہ قائم کیے یا
دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو عورت کے گواہون پر حکم دیا جائیگا۔ اور اگر کوئی گھر ایک عورت اور ایک
مرد کے قبضہ مین ہو اور عورت نے گواہ قائم کیے کہ یہ گھر میرا ہی اور یہ مرد میرا غلام ہی اور مرد نے گواہ قائم
کیے کہ یہ گھر میرا ہی اور یہ عورت میری جورو ہی کہ مین نے اس سے ہزار درم پر نکاح کر کے اسکو پورا مہر دیدیا ہی ولیکن
مرد نے اسکے گواہ قائم نہ کیے کہ مین آزاد آدمی ہون تو حکم دیا جائیگا کہ یہ گھر اور یہ مرد دونون عورت کی ملک ہین
اور ان دونون مین نکاح نہین ہی اور اگر مرد نے گواہ دیے کہ مین اصلی آزاد ہون اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو مرد کی
آزادی کا حکم ہوگا اور عورت کے ساتھ نکاح کا حکم ہوگا اور یہ حکم دیا جائیگا کہ یہ گھر اس عورت کی ملک ہی یہ
فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر ایسے اسباب مین جو زنانہ ہوتا ہی دونون نے اختلاف کیا اور دونون نے
اپنے گواہ قائم کیے تو شوہر کے واسطے حکم دیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر عورت نے شوہر کی روئی سے سوت
کاتا پھر جدائی ہونے سے پہلے یا بعد جدائی کے اس سوت مین دونون نے اختلاف کیا پس اگر مرد نے جورو
کو سوت کاتنے کا حکم دیا ہو مثلاً یون کہا کہ اس روئی سے میرے واسطے سوت کات دے تو سوت شوہر
کا ہوگا اور عورت کی اسپر کچھ اجرت نہو گی لیکن اگر شوہر نے اسکے واسطے کوئی اجرت معلوم مقرر کر دی
ہو تو عورت کو وہ اجرت ملیگی اور اگر شوہر نے اجرت مجہول مقرر کی ہو یا یہ شرط کی ہو کہ سوت و کپڑا دونون
مین مشترک ہوگا تو سوت شوہر کا ہوگا اور عورت کے واسطے مرد پر اجر المثل واجب ہوگا۔ اور اگر دونون نے
اجرت مین اختلاف کیا چنانچہ جورو نے کہا کہ مین نے اجرت پر کاتا ہی اور شوہر نے کہا کہ بلا اجرت تھا تو قسم
کے ساتھ شوہر کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر شوہر نے عورت سے کہا ہو کہ تو اسکو اپنے واسطے کات لے تو
سوت عورت ہی کا ہوگا اور عورت پر کچھ واجب نہوگا اور اگر دونون نے اختلاف کیا چنانچہ مرد نے
دعوے کیا کہ مین نے تجھے حکم دیا تھا کہ تو میرے واسطے سوت کات دے اور عورت نے دعوے کیا کہ نہین بلکہ
تو نے کہا تھا کہ اپنے واسطے سوت کات لے تو شوہر کا قول قسم کے ساتھ قبول ہوگا اور اگر یون کہا کہ اس
روئی کا سوت کات تاکہ سوت ہمارے تیرے واسطے حاصل ہو تو سوت مرد ہی کا ہوگا اور عورت کے واسطے
اجر المثل واجب ہوگا اور اگر اسی قدر کہا کہ اسکا سوت کات اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو سوت شوہر کا ہوگا
اور اگر عورت کو سوت کاتنے سے منع کر دیا ہو مگر اسنے روئی لیکر سوت کات لیا تو یہ غصب ہی پس سوت عورت
کا ہوگا اور عورت پر اس روئی کے مثل روئی شوہر کو دینی واجب ہو گی اور اگر اس صورت مین دونون نے اختلاف
کیا کہ شوہر نے کہا کہ تو نے میری اجازت سے سوت کاتا ہی اور عورت نے کہا کہ بدون تیری اجازت کے مین نے
کات لیا ہی تو شوہر کا قول قبول ہوگا اور اگر شوہر روئی اپنے گھر لایا اور عورت سے کچھ نہین کہا پھر عورت نے اسکا
سوت کات لیا پس اگر شوہر روئی فروش ہو تو عورت پر اس روئی کے مثل روئی واجب ہو گی اور یہ سوت اسی کی

عورت کا ہوگا اور اگر وہ روٹی فروش نہو پس اگر شوہر دعوے کرتا ہو کہ مین نے اجازت دی تھی تو شوہر کا قول قبول ہوگا چنانچہ اگر شوہر گھر مین گوشت لاوے اور عورت اُسکی اُسکو پکا دیوے تو طعام شوہر کا ہوتا ہو۔ اور اسی طرح اگر کپڑے مین اختلاف کیا چنانچہ شوہر نے کہا کہ تو نے جولاہہ کو کپڑا بننے کے واسطے سوت میری اجازت سے دیا ہو اور عورت نے کہا کہ بغیر اجازت دیا ہو تو شوہر کا قول قبول ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہو اور نکاح فتاوے ابو اللیث مین ہو کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کی روئی اُسکی اجازت سے کاتی اور یہ دونون اسکا کپڑا فروخت کیا کرتے تھے اور اُسکے ثمن سے اپنی ضرورت کا سامان خرید اکرتے تھے اور دونون نے تھان مین سے تھوڑے کپڑے گھر کے بنالئے تو یہ تھان اور جو چیز اُسکے عوض خریدی گئی ہو سب مرد کی ہوگی سوائے اُن چیزون کے جو مرد نے عورت کے واسطے خریدی ہین یا عادت سے یہ بات معلوم ہو کہ یہ چیز شوہر نے عورت کے واسطے خریدی ہو تو یہ عورت کو ملیگی۔ اور مجموع فتاوی ابو اللیث مین ہو کہ ایک مرد اپنی عورت کو اُسکی ضرورت کی چیزین دیا کرتا تھا اور کبھی اُسکو درم بھی دیتا تھا اور کہتا تھا کہ ان درمون سے روئی خرید کر اسکا سوت کات پس عورت روئی خرید کر کاتتی تھی پھر اُسکو فروخت کر کے اُسکے ثمن سے خانہ داری کے اسباب خریدتی تھی تو یہ اسباب عورت کا ہوگا یہ ذخیرہ مین ہو۔ ایک عورت نے شوہر کے نام سے اُسکی مندیل بنانے کے واسطے روئی کا سوت کاتا اور اُسکا کپڑا بننے جانے سے پہلے وہ عورت مرگئی تو یہ سوت اُسکے شوہر کا ہوگا ایک شخص اپنی عورت کا قوام ہو یعنی اُسکا خرچ اپنے بندوبست سے اُٹھاتا ہو اور عورت کے واسطے جو روئی خریدتا ہو اور عورت اُسکا سوت کاتتی تھی اور شوہر یہ سوت جولاہہ کو دیتا ہو چنانچہ ایسی صورت مین جولاہہ نے چند تھان بنے پھر شوہر و جورو مین جدائی واقع ہوئی پس اگر عورت نے بدین غرض بنے ہون کہ یہ فروخت کیے جاوین یا شوہر کے کپڑے بنائے جائین تو یہ مرد کے ہونگے اور اگر عورت نے اپنے واسطے ایسا کیا ہو تو اُسکے ہونگے یہ قنیہ مین ہو۔

آٹھوان باب نکاح فاسد و اُسکے احکام کے بیان مین

جب نکاح فاسد واقع ہو تو شوہر و زوجہ مین قاضی تفریق کرا دیگا پس اگر ہنوز شوہر نے اُسکے ساتھ دخول نہ کیا ہو تو عورت کے واسطے کچھ مہر نہوگا اور نہ عدت واجب ہوگی اور اگر اُس عورت کے ساتھ وطی کر لی ہو تو عورت مذکورہ کو مہر مسمی اور مہر مثل مین سے جو کم مقدار ہو ملیگی بشرطیکہ اس نکاح مین مہر مسمی ہو گیا ہو اور اگر نکاح مین کچھ مہر قرار نہ پایا ہو تو عورت مذکورہ کو مہر مثل چاہیے جسقدر ہو ملیگا اور عدت واجب ہوگی اور جماع وہ معتبر ہو جو فرج کی راہ سے ہو تا کہ مرد مذکور معقود علیہ پر پانے والا ہو جاوے اور عدت اُسوقت سے شمار ہوگی کہ جب قاضی نے دونون مین تفریق کر دی ہو اور یہ ہمارے علماے ثلثہ رحمہم اللہ کا مذہب ہو یہ محیط مین ہو۔ اور مجموع النوازل مین لکھا ہو کہ نکاح فاسد مین جو طلاق ہوتی ہو وہ متارکت یعنی باہم ایک دوسرے کو چھوڑ دینا ہو طلاق شرعی نہین ہو چنانچہ تعداد طلاق یعنی تین طلاق مین سے کوئی عدد کم نہوگا یہ خلاصہ مین ہو اور نکاح فاسد مین بعد دخول کے متارکت فقط بقول ہوتی ہو مثلاً یون کہے کہ مین نے تیری راہ چھوڑ دی یا تجھے چھوڑ دیا اور خالی نکاح کے انکار سے متارکت نہوگی لیکن اگر انکار کے ساتھ یہ بھی کہا کہ تو جا کر اپنا نکاح کر لے تو یہ متارکت ہوگی اور بعد دخول واقع ہونے کے ایک کے دوسرے کے پاس نہ جانے سے متارکت نہوگی اور صاحب المحیط نے فرمایا کہ قبل

دخول کے بعد بھی متارکت بدون قول کے متحقق نہیں ہوتی ہے اور دونوں میں سے ہر ایک کو بدون حضوری دوسرے
کے فسخ نکاح کا اختیار ہوتا ہے اور بعد دخول واقع ہونے کے بدون دوسرے کی حضوری کے فسخ نکاح کا اختیار
نہیں رہتا ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور دونوں میں سے جو متارکت نہیں ہوا ہے اُسکا آگاہ ہونا متارکت صحیح ہونے کے
واسطے شرط ہے اور یہی صحیح ہے چنانچہ اگر اُسکو آگاہی نہ ہوئی تو عورت کی عدت منقضی نہ ہوگی یہ قنیہ میں ہے۔ اور
صحیح یہ ہے کہ عورت کا متارکت سے آگاہ ہونا شرط نہیں ہے جیسے کہ طلاق میں شرط نہیں ہے اور عدت وفات
کی نکاح فاسد میں واجب نہیں ہوتی ہے اور نہ نفقہ واجب ہوتا ہے اور اگر نکاح فاسد میں نفقہ سے صلح کر لے تو جائز
نہیں ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور نکاح فاسد سے جو اولاد پیدا ہو اُسکا نسب ثابت ہوتا ہے اور دخول کے
وقت سے امام محمدؒ کے نزدیک نسب کے واسطے مدت شمار کی جائیگی اور فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ اسی پر فتویٰ
ہے یہ تبیین میں ہے اور نکاح فاسد میں دخول سے پہلے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا ہے چنانچہ اگر کسی عورت سے نکاح
فاسد نکاح کیا پھر اُسکی ماں کو شہوت سے چھوا یا اس عورت مذکورہ کو چھوڑ دیا تو اسکو اختیار ہوگا چاہے اُسکی
ماں سے نکاح کرلے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور واضح رہے کہ اگر اپنی جورو کو خرید لیا تو نکاح فاسد ہو جائیگا بخلاف غلام ماذون کے کہ اگر
اُسنے اپنی جورو کو خرید لیا تو یہ حکم نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور نکاح فاسد میں دخول کرنے سے محصن نہ ہوگا اور اگر بعد
تفریق کے اُس عورت سے وطی کی تو حد ماری جائیگی یہ معراج الدرایہ میں ہے۔ اور اگر نکاح فاسد عورت سے نکاح کیا اور
اُسکے ساتھ خلوت کی پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا اور شوہر نے دخول سے انکار کیا تو امام ابو یوسفؒ سے دو روایتیں ہیں ایک
روایت میں فرمایا کہ نسب ثابت ہوگا اور مہر و عدت واجب ہوگی اور دوسری روایت میں فرمایا کہ نسب ثابت نہ ہوگا
اور مہر و عدت واجب نہ ہوگی اور اگر مرد نے اُسکے ساتھ خلوت نہ کی ہو تو بچہ مرد مذکور کے لازم نہ ہوگا یہ محیط میں ہے ایک شخص
اپنی باکرہ جورو کے پاس سے برسوں غائب رہا اور عورت مذکورہ نے کسی مرد سے نکاح کر لیا اور کئی بچے پیدا ہو گئے
یا عورت گرفتار ہو گئی اور حربی کافر نے اُس سے نکاح کیا اور کئی بچے پیدا ہو گئے یا عورت مذکورہ نے طلاق
کا دعوے کر کے عدت پوری کرکے دوسرے مرد سے نکاح کیا اور اولاد ہوئی یا اُسکو اُسکے شوہر کی موت کی خبر پہونچی
اور اُسنے عدت پوری کرکے دوسرے مرد سے نکاح کیا اور اولاد ہوئی تو امام کے نزدیک یہ اولاد پہلے شوہر کی ہوگی
خواہ پہلا شوہر انکی نفی کرے یا دعوے کرے خواہ دوسرا شوہر نفی کرے یا دعوے کرے خواہ چھ مہینے سے کم میں جنی یا
دو برس سے زیادہ میں اور دوسرے شوہر کو روا ہوگا کہ اپنے مال کی زکوٰۃ ان اولاد کو دے اور اگر انھوں نے
دوسرے شوہر کے واسطے گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور عبد الکریم جرجانی نے امام ابو حنیفہؒ
سے روایت کی ہے کہ ایسی اولاد دوسرے شوہر کی ہوگی اور امام نے اس قول کی طرف رجوع کیا ہے اور اسی پر
فتوے ہے یہ تجنیس میں ہے اور یہی فتاوی قاضی خان و سراجیہ میں ہے اور اسی پر صدر الشہیدؒ نے فتوی دیا ہے اور
امام ظہیر الدین نے فرمایا کہ فتوے اس قول پر ہے کہ یہ اولاد اول کی ہوگی اسواسطے کہ نص سے یہ ثابت ہے
کہ اولاد اُسکی ہوتی ہے جسکا فراش ہے۔ اور اگر اس صورت میں شوہر اوّل موجود ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو
اولاد پہلے خاوند کی ہوگی یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر اُس عورت کو اسقاط
ہوا کہ جسکی خلقت ظاہر ہو گئی تھی اور یہ اسقاط نکاح سے چار مہینہ پر ہوا تو جائز ہے اور چار مہینے سے ایک دن بھی کم ہو تو جائز نہ ہوگا

اور اگر مطلقہ یعنی طلاق دی ہوئی عورت نے نکاح کیا پھر کہا کہ میں عدت میں تھی تو دیکھا جائیگا کہ اگر پہلے شوہر کے طلاق دینے اور دوسرے کے نکاح کرنے میں دو مہینہ سے کم ہوں تو اُسکے قول کی تصدیق کی جائیگی اور نکاح فاسد ہوگا اور اگر پورے دو مہینہ یا زیادہ ہوں تو تصدیق نہ کیجائیگی اور نکاح صحیح ہوگا یہ خلاصہ میں ہے

نوان باب رقیق کے نکاح کے بیان میں۔ غلام قن و مکاتب اور مدبر اور باندی و ام ولد کا نکاح جو بدون اجازت مالک کے ہو وہ موقوف رہتا ہے پس اگر مولے نے اجازت دیدی تو جائز ہوگا یعنی نافذ ہو جائیگا اور اگر رد کر دیا تو باطل ہو جائیگا اور اگر ان لوگوں نے مولے کی اجازت سے نکاح کیا تو مہر انکی گردن پر ہوگا یعنی قن و مکاتب و مدبر پر ہوگا ولیکن مہر کے مطالبہ میں قن تو فروخت کیا جا سکتا ہے اور مکاتب و مدبر فروخت نہ کیے جاوینگے بلکہ مہر کے واسطے سعایت کرینگے یہ فتاویٰ میں ہے اسی طرح ام ولد کے بچہ کا اور جسکا کوئی حصہ آزاد کیا گیا ہے یہی حکم ہے کہ مہر کے واسطے فروخت نہ کیے جاوینگے بلکہ مہر کے واسطے سعایت کرینگے یہ تبیین میں ہے اور اسی طرح جو باندی کہ مکاتب ہوگئی ہو وہ بھی مثل غلام مکاتب کے اپنے آپ نکاح میں خود مختار نہیں ہے تاوقتیکہ مولی سے اجازت نہ لے نکاح نہیں کر سکتی ہے اور اسی طرح غلام ماذون کو بھی یہ اختیار نہیں ہے اسواسطے کہ مولے نے اسکو معاملات تجارت میں اجازت دی ہے اور نکاح کر لینا تجارت میں داخل نہیں ہے اور اسی طرح مدبرہ باندی بھی نکاح کرنے میں خود مختار نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور جو غلام محض مملوک ہو وہ مہر کے واسطے فروخت کیا جائیگا یعنی اور بیان ہوا ہے کہ اگر مہر کے واسطے غلام ایک دفعہ فروخت کیا گیا اور ثمن سے مہر پورا ادا نہ ہوا تو دوبارہ فروخت نہ کیا جائیگا بلکہ بعد آزاد ہونے کے غلام سے باقی کا مطالبہ ہوگا اسوجہ سے کہ وہ بعوض تمام مہر کے بیچا ہے بخلاف نفقہ کے کہ نفقہ کے واسطے بار بار ایک بعد دوسرے کے فروخت ہوتا رہیگا یہانتک کہ پورا ہو جاوے اور اگر غلام مر گیا تو مہر و نفقہ ساقط ہو جائیگا یہ تبیین میں ہے۔ اور جو مہر غلام پر بعد اذن اجازت مولی کے واجب ہوا اُسکے واسطے بعد آزادی کے ماخوذ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر اپنے غلام کے ساتھ کسی عورت کا نکاح کر دینے کے بعد غلام کو فروخت کیا تو اسکا مہر غلام کی گردن پر ہوگا کہ جہاں وہ جاوے اُسکے ساتھ ہوگا اور یہی حکم ہے اگر کسی شخص کا مال تلف کر دیا اور اُسکا تاوان واجب ہوا تو وہ غلام کی گردن پر ہوتا ہے جہاں جاوے اُسکے ساتھ جاتا ہے۔ اور اگر غلام کے ساتھ کوئی آزاد عورت بیاہ دی پھر غلام کو آزاد کر دیا تو عورت مذکورہ مختار ہوگی چاہے مولے سے تاوان لے یا غلام سے پس غلام کی قیمت اور بمقدار مہر میں سے جو کم ہو اسقدر اُسکا ضامن ہوگا۔ اور اگر اپنے مدبر غلام کے ساتھ کسی عورت کا نکاح کیا پھر مولے مر گیا تو مہر اُس غلام کی گردن پر ہوگا کہ جب آزاد کیا جاوے تو اُس سے مواخذہ کیا جائیگا یہ ظہیریہ میں ہے ایک شخص نے ایک عورت سے ہزار درہم پر اپنے غلام کے ساتھ نکاح کر دیا پھر اُسی عورت کے ہاتھ نو سو درہم کو غلام مذکور فروخت کر دیا حالانکہ غلام مذکور اُسکے ساتھ دخول کر چکا ہے تو عورت مذکورہ نو سو درہم اپنے مہر میں لے لیگی اور نکاح باطل ہو جائیگا اور باقی سو درہم عورت مذکورہ غلام سے کبھی نہیں لے سکتی ہے اگرچہ وہ آزاد ہو جاوے۔ اور اگر کسی دوسرے شخص کے ہزار درہم اس غلام پر قرضہ ہوں اور اُس نے اس عورت کے ہاتھ فروخت کیے جانے کی اجازت دیدی تو نو سو درہم ثمن مذکور قرضخواہ و عورت مذکورہ کے درمیان تقسیم ہونگے کہ عورت اپنے ہزار درہم مہر کے حساب سے اور قرضخواہ اپنے ہزار درم قرضہ کے حساب سے اس ثمن میں حصہ دار قرار دیے جاوینگے

پھر اسکے بعد عورت مذکورہ اس غلام سے کبھی باقی نہیں لے سکتی ہے اور قرضخواہ بعد اسکے آزاد ہو جانے کے اپنا
باقی قرضہ لے سکتا ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور مولے کو اپنے سب مملوکوں پر نکاح کے واسطے جبر کرنے
کا اختیار ہے سوائے اپنے غلام یا باندی کے جسکو مکاتب کر دیا ہو کذا فی العتابیہ پس مکاتب و مکاتبہ نکاح کے
واسطے مجبور نہیں کیے جا سکتے ہیں اگرچہ صغیر ہوں اور یہ مسئلہ نہایت غریب مسائل میں سے ہے کہ امر نکاح میں
صغیر و صغیرہ کی رائے کا اعتبار کیا گیا ہے حتی کہ مشایخ نے فرمایا کہ اگر مولے نے ان دونوں کا نکاح کیا تو ان
دونوں کی اجازت پر موقوف ہوگا اور پھر اگر دونوں مال ادا کر کے آزاد ہو گئے تو جب تک وہ دونوں صغیر ہیں
تب تک انکی رائے کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ تنہا مولی کی رائے و ولی کی رائے معتبر ہے یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر مولے نے
مکاتبہ صغیرہ کا نکاح کیا پھر وہ مال کتابت ادا کرنے سے پہلے نکاح پر راضی ہو گئی اور اجازت دیدی پھر مال
ادا کر کے آزاد ہو گئی تو فی الحال اس کو خیار حاصل نہ ہوگا اسواسطے کہ وہ صغیرہ ہے پھر جب بالغ ہو گی تو وقت بلوغ
(یعنی خیار عتق ۱۲)
کے اسکو خیار عتق حاصل ہوگا یہ کافی میں ہے اور اگر اس مکاتبہ نے نکاح کی اجازت نہ دی اور رد کیا یہانتک
کہ عاجز ہو گئی اور رقیق کر دی گئی تو نکاح مذکورہ باطل ہو جائیگا چنانچہ اگر پھر اس نے اجازت دی تو کچھ کارآمد
نہ ہوگی اور اگر بجائے مکاتبہ باندی کے مکاتب غلام صغیر ہو کہ مولے نے بدون اسکی اجازت کے کسی عورت سے
اسکا نکاح کیا پھر وہ عاجز ہو کر رقیق کر دیا گیا تو نکاح باطل نہ ہوگا بلکہ مولے کی اجازت پر موقوف رہیگا یہ بدایع
میں ہے اور نکاح کی اجازت دینا نکاح فاسد کو بھی شامل ہے اور یہ امام اعظم کا قول ہے اور صاحبین کے
نزدیک فقط نکاح صحیح پر ہوگا یہ تبیین میں ہے پس اگر کسی عورت سے نکاح فاسد کیا پھر چاہا کہ نکاح صحیح
اس سے نکاح کر لے اور مولے سے دوبارہ اجازت نہیں لی تو امام اعظم کے نزدیک اسکو یہ اختیار نہ ہوگا
اسواسطے کہ نکاح فاسد کر لینے پر اجازت پوری ہو گئی یہ بدایع میں ہے۔ اور اگر اپنے غلام کے واسطے مطلقاً نکاح
کر لینے کی اجازت دی پس اس نے نکاح فاسد ایک عورت سے نکاح کیا اور اسکے ساتھ دخول کر لیا تو امام
اعظم کے نزدیک غلام مذکور پر فی الحال مہر لازم ہوگا کذا فی المحیط چنانچہ اگر مولے سے ادا پایا جائے تو غلام مذکور
کو فی الحال فروخت کر کے مہر دیا جائیگا بخلاف صاحبین کے کہ بعد آزادی کے ماخوذ ہوگا اور اگر مولے نے
صریحاً اسکو نکاح فاسد کی اجازت دی ہو تو نکاح فاسد کر کے دخول کر لینے سے بالاتفاق فی الحال اسپر مہر
لازم ہوگا یہ بدایع میں ہے اور اگر اپنے غلام کو مطلقاً نکاح کی اجازت دی پس اس نے دو عورتوں سے
ایک عقد میں نکاح کیا تو دونوں میں سے کوئی عورت جائز نہ ہوگی الا اس صورت میں کہ اجازت کے ساتھ
کوئی ایسی بات پائی جائے جس سے عام اجازت ہونا ثابت ہو مثلاً یوں کہا کہ جس قدر عورتوں سے تیرا
جی چاہے نکاح کرلے یا اسکے مثل الفاظ بیان کیے تو البتہ ہو سکتا ہے کہ اجازت عام ہو گی پس دو عورتوں سے
نکاح کر سکتا ہے اور اگر مولے نے نکاح کے بعد کہا کہ میری مراد یہ تھی کہ دو عورتوں سے چاہے نکاح کر لے تو
دونوں کا نکاح جائز ہوگا یہ بدایع میں ہے۔ اور اگر غلام یا باندی نے بدون اجازت مولے کے نکاح کیا پھر
قبل دخول کے مولے نے اجازت دی یا بعد دخول کے اجازت دی تو ایک ہی یعنی مہر مسمی واجب ہوگا اور اگر قبل اجازت
کے غلام نے طلاق دی تو توقف باطل ہو جائیگا یہ عتابیہ میں ہے۔ اور باندی کا جو کچھ مہر لازم آوے وہ مولی کا ہوگا

خواہ فقط عقد سے لازم ہوا ہو یا بسبب دخول کے واجب ہوا ہو خواہ مہر مسمی ہو یا مہر مثل ہو خواہ باندی مذکورہ
قنیہ یعنی محض مملوکہ ہو یا مدبرہ ہو یا ام ولد ہو سوائے مکاتبہ باندی کے اور سوائے ایسی باندی کے جسمین سے کسی قدر
آزاد کیا گیا ہو کہ مہر واجب انھین دونون کا ہوگا یہ بدائع مین ہو ایک شخص نے اپنی باندی کا نکاح کر دیا
یا اُس نے باجازت مولے خود نکاح کیا پھر وہ آزاد کی گئی تو باندی مذکورہ کو خیار عتق حاصل ہوگا اور مہر مولے
کا ہوگا یہ تمرتاشی مین ہو ۔ اور اگر اپنی باندی کا نکاح کر دیا پھر اُسکو آزاد کیا پھر شوہر نے اُسکے مہر مین بڑھا یا
تو یہ زیادتی مولے کی ہوگی یہ ابن رستم نے امام محمدؒ سے روایت کی ہو اور امام ابو یوسف سے مروی ہو کہ زیادتی
باندی کی ہوگی اور اسی طرح اگر اُسکو فروخت کیا پھر شوہر نے مہر مین بڑھا یا تو بڑھتی مشتری کی ہوگی یہ محیط مین ہو ۔
اور اگر غلام نے بدون اجازت مولی کے نکاح کر لیا پھر مولے نے اُس سے کہا کہ اپنی جورو کو رجعی طلاق دیدے
تو یہ اجازت ہو یہ تبیین مین ہو ۔ اور اگر مولے نے اُس سے کہا کہ عورت کو طلاق دیدے یا کہا کہ عورت کو چھوڑ دے
تو یہ اجازت نہوگی یہ بدائع مین ہو پھر واضح رہے کہ مولے کا اجازت دینا التصریح سے ثابت ہو مثلاً یون کہا
کہ مین نے اجازت دی یا مین اسپر راضی ہوا یا مین نے اذن دیا اور نیز بدلالت بھی خواہ بقول ہو یا بفعل ہو ثابت
ہوتا ہو مثلاً مولے نے نکاح کی خبر سُننے پر کہا کہ یہ اچھا ہو یا صواب ہو یا تو نے خوب کیا یا اللہ تعالیٰ تجھے اس عورت
کے ساتھ برکت عطا فرماوے یا کہا کہ کچھ مضائقہ نہین ہو یا عورت کے پاس اُسکا مہر بھیجا یا تھوڑا مہر بھیجا تو یہ بدلالۃ
اجازت ہو اور فعلی اجازت مہر بھیجنے سے ثابت ہوتی ہو بخلاف ہدیہ بھیجنے کے کہ یہ اجازت نہین ہو اور فقیہ ابو القاسم
نے فرمایا کہ انمین سے کوئی بات اجازت نہین ہو مگر اجازت ہونا مختار فقیہ ابو اللیث ہو اور اسی پر شیخ حسام الدین
صدر شہید رحمہ فتوی دیتے تھے لیکن اگر معلوم ہو کہ یہ اقوال بطور استہزاء و ٹھٹھا کے صادر ہوئے ہین تو یہ حکم نہوگا اور
نکاح کے معاملہ مین اذن دینا اجازت نہین ہو پھر اگر غلام کے کیے ہوئے فعل کی اجازت دیدی تو استحساناً نکاح
جائز ہوگا جیسے اگر غلام نے اس طرح اجازت دی تو جائز ہو چنانچہ اگر ایک فضولی نے کسی عورت کا نکاح ایک
غلام کے ساتھ کیا پھر مولے نے اس غلام کو نکاح کرنے کا اذن دیدیا پھر غلام نے فضولی کے کیے ہوئے کی اجازت
دیدی تو نکاح جائز ہوگا یہ تبیین مین ہو ۔ ایک باندی نے بدون اجازت اپنے مولے کے نکاح کر لیا اور سو درم
مہر ٹھہرا لئے پھر مولے نے شوہر سے کہا کہ مین نے اس شرط سے اجازت دی کہ تو میرے واسطے پچاس درم
بڑھا دے اور شوہر نے اس سے انکار کیا تو یہ اجازت نہین ہو اور نہ رد ہو بلکہ مولے کو اختیار ہوگا کہ
چاہے اجازت دیدے اور اسی طرح اگر کہا کہ نہین اجازت دیتا ہون یہانتک کہ تو میرے واسطے پچاس
درم بڑھا دے یا الا پچاس درم بڑھا دینے پر تو بھی یہی حکم ہو ۔ اور اگر شوہر نے اُسکو قبول کر لیا تو یہ زیادتی اصل
مہر کے ساتھ ملکر یکدست مہر قرار دیا جائیگا اور اگر کہا کہ مین نکاح کی اجازت نہین دیتا ہون لیکن تو مجھے پچاس
درم بڑھا دے یا مین نکاح کی اجازت نہین دیتا ہون اور اجازت دیدونگا اگر تو مجھے بارہ درم بڑھا دے
تو یہ نکاح کا رد ہو اور نکاح اول باطل ہو جائیگا اور اگر کہا کہ مین نے پچاس دینار پر نکاح کی اجازت
دی اور شوہر نے اُسکو قبول کیا تو پچاس دینار پر نکاح صحیح ہو جائیگا یہ کافی مین ہو ۔ اگر شوہر نے اپنی
زوجہ سے جو غیر کی باندی تھی اور مولے نے اُسکو آزاد کر دیا ہو کہا کہ تیرے لیے پچاس درم ہونگے

اس شرط پر کہ تو مجھے اختیار کرے تو اُسکے اختیار کرنے پر عقد لازم ہوگا اور اُسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر کہا کہ تو مجھے
اختیار کرلے اور تیرے واسطے پچاس درم تیرے مہر مین زیادہ ہین تو صحیح ہی اور یہ زیادتی مولے کے واسطے
ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی ۔ اور اگر باندی نے بغیر گواہون کے نکاح کیا پھر مولے نے گواہون کے حضور مین
اجازت دی تو نکاح صحیح نہ ہوگا یہ کافی مین ہی ۔ باپ و دادا و وصی و قاضی و مکاتب و شریک مفاوض یہ سب
لوگ باندی کے نکاح کر دینے کے مجاز ہین اور غلام کا نکاح نہین کرسکتے ہین اور غلام ماذون و طفل ماذون و
مضارب و شریک عنان امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک باندی کا نکاح نہین کرسکتے ہین اور اگر باپ نے یا
وصی نے صغیر کی باندی کا نکاح اپنے غلام کے ساتھ کردیا تو نہین جائز ہی یہ خلاصہ مین ہی ۔ اور اگر اپنی باندی
کا نکاح اپنے غلام کے ساتھ کردیا تو عورت کا مہر اسپر لازم نہوگا یہ محیط مین ہی ۔ اور اگر اپنی باندی کا نکاح
اپنے غلام کے ساتھ اس شرط پر کیا کہ اس عورت کے امر طلاق کا اختیار میرے ہاتھ مین ہی جب چاہونگا طلاق
دیدونگا پس اگر مولے نے ابتدا کی اور کہا کہ مین نے اس باندی کا نکاح تیرے ساتھ اس شرط پر کیا کہ اس
باندی کے امر طلاق کا اختیار میرے قبضہ مین ہی جب چاہونگا طلاق دیدونگا اور غلام نے قبول کیا تو جائز
ہی اور اختیار طلاق مولے کے قبضہ مین ہوگا اور اگر غلام نے ابتدا کی اور کہا کہ اپنی باندی کا نکاح
میرے ساتھ کردے بدین شرط کہ طلاق کا اختیار تیرے قبضہ مین ہی جب تیرا جی چاہے طلاق دیدینا پس
مولے نے نکاح کردیا تو امر طلاق کا اختیار مولے کے قبضہ مین نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی ۔ اور اگر باپ نے
پسر کی باندی کا نکاح پسر کے غلام سے کردیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی اور اسمین امام زفر رح نے
خلاف کیا ہی اور اسوجہ سے امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہی کہ ایسی صورت مین مہر غلام کی گردن سے متعلق
نہین ہوتا ہی اور نہ اسمین ضرر ہی پس باپ کو اختیار ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی ۔ اور اگر غلام نے یا مکاتب نے
یا مدبر نے یا ام ولد نے یا [illegible] بدون اجازت مولی کے نکاح کیا پھر قبل اجازت مولے کے اسکو طلاق
دیدی تو یہ طلاق بمنزلہ متارکت نکاح ہی اور درحقیقت طلاق نہین ہی حتی کہ عدد طلاق مین سے کچھ کم نہوگا
اور اگر بعد طلاق کے اُس عورت سے وطی کی تو حد ماری جائیگی اور اگر طلاق کے بعد مولے نے اجازت
دی تو کچھ کارآمد نہوگی اور اگر ایسی طلاق کے بعد مولے نے اجازت دی کہ اسی عورت سے نکاح کرلے تو
میرے نزدیک نکاح کرلینا مکروہ ہی لیکن اگر نکاح کرلیا تو مین دونون مین تفریق نہ کرونگا یہ محیط مین ہی اور
اگر باندی دو شخصون مین مشترک ہی پھر ایک مولے نے اُسکا کسی سے نکاح کردیا اور شوہر نے اُسکے ساتھ
دخول کیا تو دوسرے مولے کو اختیار ہوگا کہ نکاح توڑدے پس اگر نکاح توڑدیا تو باندی مذکورہ کو نصف
مہر المثل ملیگا اور جس مولے نے نکاح کردیا ہی اُسکو نصف مسمی و نصف مہر المثل دونون مین سے کم مقدار ملیگی
یہ ظہیریہ مین ہی ایک باندی مجہول النسب ہی اُسنے اپنے شوہر کے باپ کے واسطے اقرار کیا کہ مین اسکی بیٹی ہون
اور شوہر نے کہا کہ یہ اصلی حرہ ہی پھر باپ مرگیا تو نکاح فسخ ہوجائیگا یہ عتابیہ مین ہی ۔ ایک باندی نے
بدون اجازت مولے کے نکاح کیا پھر مولے نے اُسکو فروخت کیا پھر مشتری نے نکاح کی اجازت دیدی تو اگر شوہر
نے اسکے ساتھ دخول کرلیا ہو تو صحیح ہی ورنہ نہین اسواسطے کہ مشتری کے حق مین یہ باندی بسبب خرید [illegible]

حلال ہوگی اور عارضی وطی جب حالت موقوف پر طاری ہوئی ہو تو حالت موقوفہ کو باطل کر دیتی ہے لہٰذا اگر مشتری
ایسا شخص ہو جسکو اس باندی سے وطی کرنا حلال ہے تو نکاح مذکور مطلقاً جائز ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے
اور اسی طرح مکاتبہ یا باندی نے اگر بغیر اجازت مولیٰ کے نکاح کیا پھر مولیٰ مر گیا پھر وارث نے اسکے نکاح
کی اجازت دی تو اجازت صحیح ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور مکاتب کا نکاح باجازت وارث
جائز ہے یہ عتابیہ میں ہے۔ اور اگر کسی نے اپنے غلام کو اجازت دی کہ اپنے رقبہ پر نکاح کرے پس اُسنے باندی
یا مدبرہ یا ام ولد سے انکے مولیٰ کی اجازت سے اپنے رقبہ پر نکاح کیا تو جائز ہے اور یہ غلام ان عورتوں کے
مولیٰ کا ہو جائیگا۔ اور اگر حرّہ عورت سے اپنے رقبہ پر نکاح کیا تو نہیں جائز ہے اور اسی طرح اگر مکاتبہ سے
اپنے رقبہ پر نکاح کیا تو بھی نہیں جائز ہے اور یہ سب اسوقت ہے کہ غلام کو یہ اجازت دی کہ اپنے رقبہ پر کسی عورت سے
نکاح کرنے اور اگر صرف یہ اجازت دی کہ کسی عورت سے نکاح کرلے اور یہ نہ کہا کہ اپنے رقبہ پر نکاح کرلے پس اُسنے آزادہ
یا مکاتبہ یا مدبرہ یا ام ولد سے اپنے رقبہ پر نکاح کیا تو استحساناً اسکی قیمت پر نکاح جائز ہوگا یہ محیط میں ہے اور یہ
جواز اسوقت ہے کہ اسکی قیمت مہر مثل کے برابر ہو یا اسقدر زائد ہو کہ جسقدر لوگ اپنے اندازہ میں خسارہ اُٹھا
لیتے ہیں اور اگر اسقدر زیادہ ہو کہ لوگ اپنے اندازہ میں ایسا خسارہ نہیں اُٹھاتے ہیں تو نہیں جائز ہے
حتیٰ کہ اگر اس صورت میں عورت کے ساتھ دخول کرلیا ہو تو غلام مذکور سے مہر کا مطالبہ نہ کیا جائیگا یہانتک
کہ غلام مذکور آزاد ہو جاوے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر اپنے مکاتب یا مدبر کو اجازت دی کہ اپنے رقبہ پر نکاح
کرلے پس اُسنے اپنے رقبہ پر باندی یا مدبرہ یا ام ولد سے نکاح کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر آزادہ یا مکاتبہ سے
نکاح کیا تو بھی جائز ہے پھر جب نکاح جائز ہوا تو مکاتب یا مدبر پر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت کی قدر سعایت کرے
اور اگر ایک غلام نے آزادہ یا باندی یا مکاتبہ یا ام ولد یا مدبرہ سے بدون اجازت مولیٰ کے اپنے رقبہ پر نکاح
کیا پھر مولیٰ کو یہ خبر پہونچی اور اُس نے اجازت دیدی پس اگر اُس نے باندی یا ام ولد یا مدبرہ سے نکاح کیا ہو تو
مولیٰ کی اجازت کارآمد ہوگی اور نکاح صحیح ہوگا اور اگر آزادہ یا مکاتبہ سے نکاح کیا ہو تو اجازت کارآمد ہوگی
اور اگر اُسنے کسی آزاد عورت سے اپنے رقبہ پر نکاح کرکے دخول کرلیا ہو تو غلام پر اپنی قیمت اور عورت کے مہر المثل
دونوں میں سے کم مقدار لازم ہوگی پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ اگر بعد اجازت مولیٰ کے اُسنے دخول کرلیا ہو تو یہ مقدار
مہر کی اُسکی گردن پر قرضہ ہوگی کہ اُسکے واسطے غلام فروخت کیا جائیگا الّا یہ کہ مولیٰ اسقدر دیدے اور اگر مولیٰ
کی اجازت نکاح دینے سے پہلے غلام نے اُسکے ساتھ دخول کرلیا ہو تو غلام مذکور بعد آزادی کے اس مقدار کے
لیے جو اُسکے ذمہ لازم آئی ہے ماخوذ ہوگا۔ اور اگر کسی باندی یا مدبرہ یا ام ولد سے اپنے رقبہ پر نکاح کیا اور اُسکے
ساتھ دخول کرلیا پس اگر مولیٰ کی اجازت دینے کے بعد دخول کیا ہے تو مہر بھی یہی لازم ہوگا یعنی رقبہ غلام مذکور
پس یہ غلام اس عورت کے مولیٰ کا ہو جائیگا اور اگر اپنے مولیٰ کی اجازت دینے سے پہلے دخول کرلیا ہو تو بھی
یہی حکم ہے کہ مہر یہی واجب ہوگا یعنی یہ غلام مذکور اس عورت کے مولیٰ کا ہو جائیگا اور ہمارے بعض مشائخ
نے فرمایا کہ یہ حکم مذکور بدلیل استحسان ہے یہ محیط میں ہے ایک غلام نے بدون اجازت مولیٰ کے ایک باندی
سے نکاح کیا پھر آزادہ سے نکاح کیا پھر مولیٰ نے دونوں کے نکاح کی اجازت دی تو آزادہ کا نکاح جائز ہوگا

اور اگر آزادہ سے نکاح کیا پھر باندی سے نکاح کیا پھر مولے نے دونون نکاحون کی اجازت دی تو امام اعظمؒ
کے نزدیک آزادہ کا نکاح جائز ہوگا اور اسی طرح اگر غلام نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر ایک عورت سے
یعنی جہان رضا بسبب احتیاج کے پیدا ہوا ۲
پھر ایک عورت سے نکاح کیا پھر مولے کو خبر ہوئی اور اسنے سب کی اجازت دیدی اور ہنوز غلام نے کسی سے
دخول نہین کیا ہی تو تیسری عورت کا نکاح جائز ہوگا اور اگر دخول سب سے کر لیا تو سب کا نکاح فاسد ہوگا یہ
ظہیریہ مین ہی اور اگر بدون اجازت مولے کے ایک باندی سے نکاح کیا پھر آزادہ سے پھر ایک باندی سے نکاح کیا پھر
مولے نے سب کے نکاح کی اجازت دی تو اخیر والی باندی کا نکاح جائز ہوگا اور اگر دو آزادہ عورتون سے نکاح کیا اور دونون
مین سے ایک کے ساتھ دخول کر لیا پھر ایک باندی سے نکاح کیا پھر مولے نے سب کی اجازت دی تو امام
ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ ہر دو آزادہ کا نکاح صحیح ہوگا اور اگر دو باندیون سے ایک عقد مین نکاح کیا اور ایک
کے ساتھ دخول کیا پھر دو آزادہ عورتون سے ایک عقد مین نکاح کیا اور ایک کے ساتھ دخول کر لیا پھر
مولے نے ہر دو فریق مین سے ایک فریق کی اجازت دی تو انمین سے کسی کا نکاح جائز ہوگا یہ محیط سرخسی
مین ہی ایک غلام نے ایک آزادہ اور ایک باندی سے نکاح کیا پھر ایک آزادہ اور ایک باندی سے نکاح
کیا پھر مولے نے سب کی اجازت دی تو دونون آزادہ کا نکاح جائز ہوگا اور اگر غلام نے ان سب عورتون
سے دخول کر لیا ہو تو سب کا نکاح فاسد ہوگا - ایک غلام نے ایک آزادہ عورت سے نکاح کیا پھر غلام نے
کہا کہ مولے نے مجھے اجازت نہین دی تھی اور اُس نے نکاح توڑ دیا ہی اور عورت نے کہا کہ اجازت دی تھی تو
دونون مین تفریق کرادی جائیگی اسواسطے کہ غلام نے اقرار کیا کہ نکاح فاسد ہی پس اگر غلام نے اسکے ساتھ دخول
کیا ہو تو عورت کا پورا مہر واجب ہوگا اور اگر نکیا ہو تو نصف مہر لازم ہوگا اور نیز عورت کے واسطے نفقہ عدت
واجب ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی - اور اسی طرح اگر اس صورت مین عورت نے کہا کہ مجھے نہین معلوم کہ مولے نے اسکو
اجازت دی تھی یا نہین تو یہی حکم ہی یہ تاتارخانیہ مین جامع الجوامع سے منقول ہی - اور اگر کسی نے اپنے غلام
ماذون مدیون کا ایک عورت سے نکاح کر دیا تو جائز ہی اور عورت مذکورہ اپنے مہر کے واسطے تمام قرضخواہون
کے ساتھ شریک ہوگی بشرطیکہ نکاح بعوض مہر مثل کے یا کم کے ہو اور اگر مہر مثل سے زیادہ پر نکاح کیا ہو تو
قرضخواہون کے حصہ رسد وصول کر لینے کے بعد بقدر زائد کے اُس سے مطالبہ کیا جائیگا جیسے قرضہ صحت و
قرضہ مرض کی صورت مین ہوتا ہی یہ فتح القدیر مین ہی - اور اگر باندی کے مولے نے باندی مذکورہ کو اسکے شوہر
کے ہاتھ فروخت کیا تو مہر ساقط ہو جائیگا اسواسطے کہ فرقت مولے کی طرف سے قبل دخول کے پیدا ہوئی اور
جیسے حرّہ مین ہوتا ہی کہ اگر قبل دخول کے اس نے شوہر کے پسر کا بوسہ لیا یا مرتد ہو گئی تو مہر ساقط ہو جاتا ہی
یہ تمرتاشی مین ہی اسی طرح اگر قبل دخول کے مولے نے باندی کو آزاد کیا اور باندی نے اس شوہر سے فرقت
اختیار کی تو بھی مہر ساقط ہوگا اور اگر باندی کو ایسے مشتری کے ہاتھ فروخت کر دیا جو اسکو شہر سے لیگیا یا ایسی جگہ
غائب کر دیا کہ شوہر کی پہنچ نہین ہو سکتی ہی تو مہر کا مطالبہ ساقط ہو جائیگا حتی کہ اگر اسکے بعد باندی کو حاضر
کرے تو اسکو مہر ملیگا یہ بحر الرائق مین ہی - اور اگر مولے نے اسکو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پھر اُس
سے شوہر نے خرید لی تو شوہر پر نصف مہر پہلے مولے کے واسطے واجب ہوگا یہ تمرتاشی مین ہی اور اگر

باندی نے بدون اپنے مولے کی اجازت کے نکاح کیا پھر مولے نے اُسکے ساتھ وطی کی تو نکاح فسخ ہو گیا اور اسی طرح
اگر شہوت سے اُسکا بوسہ لیا تو فسخ ہو گیا خواہ مولے کو نکاح کا حال معلوم ہو یا نہو یہ عتابیہ میں ہے- اور اگر کوئی
باندی خریدی اور قبضہ کرنے سے پہلے اُسکا نکاح کر دیا پس اگر بیع پوری ہو جاوے تو نکاح جائز ہوگا اور اگر
بیع ٹوٹ گئی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نکاح باطل ہوگا اور اسمین امام محمدؒ نے خلاف کیا ہے مگر فتوے
امام ابو یوسفؒ کے قول پر دیا جاتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے- اور حق ملک ابتدائی نکاح سے مانع ہوتا ہے مگر بقاء نکاح
سے مانع نہیں ہے چنانچہ اگر بیع فاسد ہونے سے بائع کو باندی واپس لینے کا استحقاق حاصل ہوا تو یہ ابتداء نکاح صحیح
ہونے سے مانع ہوگا اور اگر بائع نے اپنے پسر کے ساتھ مشتری کے پاس سے باندی کا نکاح کر دیا پھر بائع مر گیا اور
چونکہ بیع فاسد واقع ہوئی تھی حق استرداد اس پسر کو حاصل ہوا تو جب تک پسر مذکور واپس نہ کرلے تب تک
نکاح باطل نہوگا یہ عتابیہ میں ہے لیکن اگر بائع مذکور کے مر جانے کے بعد اُسکا بیٹا ابتداءً نکاح کرے تو جائز نہین
ہے اور اسی طرح اگر زید کا غلام ہے اور عمرو کی باندی ہے پس دونوں نے باہم بیع کرلی اور زید نے باندی پر قبضہ کر لیا
اور پھر عمرو کے ساتھ اس باندی کا نکاح کر دیا پھر غلام مذکور قبضہ کرنے سے پہلے مر گیا تو نکاح فاسد نہوگا اور اگر غلام
مر جانے کے بعد ابتداءً نکاح کیا تو نہین جائز ہے یہ کافی مین ہے- اور اگر مکاتب نے اپنی زوجہ یا اپنے مولے کی
زوجہ کو خرید لیا تو نکاح فاسد نہ ہوگا اور اگر اس عورت کو بائن کر کے پھر اس سے ابتداءً نکاح کیا تو نہین جائز
ہے اور اسی طرح اگر ایک شخص مر گیا اور اُسکی دختر اُسکے مکاتب کے تحت مین ہے یعنی نکاح مین ہے یا اُسکے ایسے
غلام کے تحت مین ہے جسکے حق مین اس نے وصیت کی ہے کہ بعد میری موت کے آزاد ہوگا پس میت نادار پر اقدر
قرضہ ہے کہ جو اُسکے تمام مال کو محیط ہے تو نکاح دختر فاسد نہوگا۔ اور اسی طرح اگر دو غلام ہون اور میت نے ان
دونون مین سے ایک غیر معین کے عتق کی وصیت کی ہو تو ان دونون مین سے جسکے تحت مین میت کی دختر ہو اُسکے
لحاظ سے دختر کا نکاح فاسد نہوگا قال المترجم لیکن اگر عتق کے واسطے دوسرا متعین ہو کر آزاد ہو گیا تب فاسد
ہو جائیگا اور اگر ایسے دونون غلامون کی تحت مین ایک ایک دختر مولے کی ہو تو اُسکی کوئی روایت موجود
نہین ہے اور اگر مولے نے اپنی باندی کی وصیت اُسکے شوہر کے واسطے کر دی تو نکاح فاسد نہوگا یہان تک کہ مولے کے مرنے
کے بعد شوہر مذکور اس وصیت کو قبول کرے تب فاسد ہو جائیگا اور اگر غلام مذکور پر دختر مولے یا دوسرے کسی کا قرضہ
ہو تو غلام پر ایسا قرضہ ہونا مانع میراث نہین ہے لہذا نکاح فاسد ہو جائیگا یہ عتابیہ مین ہے- اور اگر کسی نے اپنی باندی
کا نکاح کر دیا تو مولے پر یہ واجب نہوگا کہ باندی مذکورہ اُسکے شوہر کی شب باشی مین دے پس باندی مذکورہ اپنے
مولے کی خدمت کریگی پھر جب اُسکا شوہر قابو پاوے تب اُسکے ساتھ وطی کرے اور اگر شوہر نے شب باشی کی
شرط کر لی ہو تب بھی مولے پر کچھ واجب نہوگا اسواسطے کہ یہ شرط مقتضاے عقد نہین ہے اور اگر مولے نے باندی
کو اُسکے شوہر کے ساتھ کہین رہنے دیا تو باندی کے واسطے نفقہ و سکنی شوہر پر واجب ہوگا پھر اگر کہین رہنے دینے
کی اجازت کے بعد مولے کی راے مین آیا کہ اس سے خدمت لے تو ایسا کر سکتا ہے اور اگر کہین رہنے دینے کے
بعد شوہر نے اُسکو طلاق دیدی تو باندی کے واسطے نفقہ عدت و سکنی واجب ہوگا اور اگر یہ اجازت نہ دی
یا اجازت دیکر واپس بلالی ہو پھر طلاق بائن دی تو نفقہ و سکنی واجب نہوگا اور مکاتبہ اس حکم مین مثل حرہ کے ہے

تبیین میں ہے۔ اور اگر کسی نے اپنی مدبرہ باندی یا ام ولد کا نکاح کر دیا اور کسی مکان میں اُسکو اپنے شوہر کے
ساتھ رہنے کی اجازت دیدی پھر مولے کی رائے میں آیا کہ اسکو وہاں سے واپس لیکر اُس سے اپنی خدمت لے
تو مولے کو یہ اختیار ہے اور اسی طرح اگر شوہر کے واسطے یہ امر شرط کر دیا ہو کہ اُسکے ساتھ رہیگی تو بھی شرط باطل
ہو گی کہ یہ مولے کی خدمت لینے سے مانع نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اور مشایخ نے فرمایا کہ اگر اپنی باندی کا نکاح کر دیا
اور اسکے شوہر کے ساتھ کسی مکان میں رہنے کی اجازت دیدی پھر وہ باندی کسی کسی وقت بدون حکم و طلب
مولے کے مولے کی خدمت کیا کرتی تھی تو اس سے باندی کا نفقہ اسکے شوہر کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا اور
یہی حکم مدبرہ و ام ولد کا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر کسی نے باندی کا نکاح کسی مرد سے کر دیا تو عزل
کی اجازت کا اختیار مولے کو ہے کذا فی الکافی اور عزل کے یہ معنی ہیں کہ عورت سے دخول کرے انزال کے
وقت علیحدہ ہو کر باہر انزال کرے پس اگر آزادہ عورت ہے اور اُسکی رضامندی سے عزل کیا یا باندی سے
مولے کی اجازت سے عزل کیا یا اپنی باندی کی بلا اجازت عزل کیا تو کچھ مکروہ نہیں ہے اور مشایخ نے فرمایا
کہ اسی طرح عورت کو بھی اختیار ہے کہ اسقاط حمل کی تدبیر و معالجہ کرے تا وقتیکہ نطفہ کی کچھ خلقت ظاہر نہ ہوئی
ہو اور یہ اسوقت تک ہوتا ہے کہ جبتک ایک سو بیس روز پورے نہ ہوئے ہوں۔ پھر واضح ہو کہ اگر مرد نے
عزل کیا پھر عورت کے پیٹ ظاہر ہوا پس آیا اپنے نسب کی نفی کرنا جائز ہے یا نہیں تو مشایخ نے فرمایا کہ اگر
دوبارہ اس سے وطی کرنا نہیں شروع کی یا بعد پیشاب کرنے کے وطی کرنی شروع کی اور پھر انزال نہ کیا تو
نفی جائز ہے ورنہ نہیں یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر باندی یا مکاتبہ آزاد ہو گئی تو اُسکو اختیار حاصل ہوگا کہ چاہے
جس شوہر کے تحت میں ہے اُسی کے تحت میں رہے یا چھوڑ دے اگرچہ اُسکا شوہر آزاد ہو یہ کنز میں ہے اور خواہ نکاح
اُسکی رضامندی سے ہوا ہو یا بغیر رضامندی ہوا ہو کچھ فرق نہیں ہے یہ تبیین میں ہے پھر واضح رہے کہ خیار عتق میں
چند باتیں ہیں کہ جنکے بیان میں چند صورتیں ہیں اول آنکہ خیار عتق مرد یعنی غلام و مکاتب وغیرہ کے واسطے
ثابت نہیں ہوتا ہے فقط مونث ہی کے واسطے ثابت ہوتا ہے اور دوم آنکہ خیار عتق بسبب سکوت کے باطل نہیں ہوتا
(باندی یا مکاتبہ یا مدبرہ ۱۲)
ہے بلکہ اپنے قول سے یا اپنے فعل سے جو اختیار نکاح پر دلالت کرے باطل ہوتا ہے اور سوم یہ کہ مجلس سے
اُٹھ کھڑے ہونے سے باطل ہو جاتا ہے اور چہارم آنکہ خیار عتق کی جہالت ایک عذر ہے چنانچہ اگر باندی کو اپنے
آزاد ہونے کا حال معلوم ہوا لیکن یہ نہ معلوم ہوا کہ اسکو خیار بھی حاصل ہوا ہے تو اُسکا خیار باطل نہ ہوگا اگرچہ وہ مجلس سے
اُٹھ کھڑی ہو اور یہ اشارت الجامع سے مفہوم ہے اور یہی شیخ کرخی اور جماعہ مشایخ کا قول ہے مگر قاضی امام
ابو الطاہر دباس رحمہ نے اسمیں خلاف کیا ہے اور پنجم آنکہ خیار عتق کی وجہ سے جو فرقت ہوا اسمیں حکم قاضی کی
ضرورت نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر غلام نے بغیر اجازت مولی کے نکاح کر لیا پھر وہ آزاد کر دیا گیا تو نکاح صحیح
ہوگا اور اُسکو خیار حاصل نہ ہوگا اسی طرح اگر مولے نے اُسکو فروخت کیا اور مشتری نے اجازت دیدی یا اُسکی
موت کے بعد اُسکے وارث نے اجازت دی تو بھی یہی حکم ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر باندی نے بدون اجازت
مولے کے اپنا نکاح کر لیا پھر مولے نے اجازت دی تو یہ مہر مولے کا ہوگا خواہ اسکے بعد مولے اُسکو آزاد کرے
یا نہ کرے خواہ دخول کرنا بعد آزاد کرنے کے واقع ہو یا اُس سے پہلے واقع ہوا اور اگر مولے نے اجازت دی

یہانتک کہ آزاد کر دیا تو نکاح جائز ہوگا اور باندی کو خیار عتق حاصل نہوگا پھر دیکھا جائیگا کہ اگر شوہر نے اُسکے
ساتھ دخول نہیں کیا ہے تو مہر باندی کا ہوگا اور اگر قبل عتق کے اُسکے ساتھ شوہر دخول کر چکا ہو تو مہر مولی کا ہوگا
اور سب اسوقت ہو کہ باندی مذکورہ بالغہ ہو اور اگر نابالغہ ہو اور مولی نے اُسکو آزاد کر دیا تو نکاح ہمارے نزدیک
مولی کی اجازت پر موقوف ہوگا بشرطیکہ باندی مذکورہ کا کوئی عصبہ سوائے مولے کے نہو اور اگر سوائے مولی کے باندی
کا کوئی عصبہ موجود ہو اور اُسنے عقد کی اجازت دیدی تو نکاح جائز ہوگا پھر جب اسکے بعد بالغہ ہوگی تو اُسکو خیار بلوغ
حاصل ہوگا لیکن اگر اجازت دینے والا اُسکا باپ یا دادا ہو تو اُسکو خیار بلوغ حاصل نہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر
مدبرہ باندی نے اپنا نکاح کر لیا پھر مولے مر گیا اور یہ مدبرہ مذکورہ مولے کے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہے تو نکاح جائز
ہوگا اور اگر تہائی مال ترکہ مولے سے برآمد نہوتی ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک نکاح جائز نہوگا یہانتک کہ مدبرہ مذکورہ
اُسقدر مال ادا کرے جسقدر کیواسطے اسپر سعایت لازم آتی ہے اور صاحبین رح کے نزدیک جائز ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور
اگر ام ولد نے بغیر اجازت مولی کے نکاح کر لیا پھر مولی نے اُسکو آزاد کر دیا یا اُسکو چھوڑ کر مر گیا پس اگر قبل آزاد ہونے
کے شوہر نے اُسکے ساتھ دخول نہ کیا ہو تو نکاح جائز نہوگا اور اگر دخول کر لیا ہو تو جائز ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور
اگر نکاح کے بعد رقیت طاری ہوئی پھر آزادی حاصل ہوئی تو خیار عتق ثابت ہونے کے واسطے وہ ایسی ہے گویا نکاح
کے وقت رقیت موجود تھی اور یہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہے اور اسکی صورت یہ ہے کہ مثلاً حربیہ عورت نے نکاح
کیا پھر غازیان اسلام مجاہدین اُسکو قید کر لائے پھر وہ آزاد کی گئی یا مثلاً مسلمان عورت نے نکاح کیا پھر مع شوہر
کے مرتد ہو کر دونوں دار الحرب میں چلے گئے پھر دونوں گرفتار ہو کر آئے پھر عورت مذکورہ آزاد کی گئی تو امام ابو یوسف
کے نزدیک اس آزاد شدہ عورت کو خیار عتق حاصل ہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ خیار عتق حاصل نہوگا اور شیخ قدوری
نے ذکر کیا کہ امام ابو یوسف رح فرماتے ہیں کہ خیار عتق ایک بعد دوسرے کے بار بار حاصل ہونا جائز ہے مثلاً مملوکہ
آزاد کی گئی اور اسنے اپنے شوہر کے ساتھ رہنا اختیار کیا پھر شوہر کے ساتھ مرتد ہو کر دونوں دار الحرب میں
چلے گئے پھر دونوں وہاں سے قید ہو کر آئے پھر عورت مذکورہ آزاد کی گئی اور اُس نے اپنے نفس کو
اختیار کیا یعنے شوہر سے جدائی اختیار کی تو جائز ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ فقط ایک دفعہ خیار عتق حاصل
ہوگا۔ اور اگر آزاد شدہ باندی نے آزاد ہو کر اپنے نفس کو یعنی جدائی اختیار کی اور ہنوز اُسکے شوہر نے
اُسکے ساتھ دخول نہیں کیا ہے تو اُسکے واسطے کچھ مہر لازم نہوگا اور اگر دخول واقع ہونے کے بعد اُسنے
بخیار عتق جدائی اختیار کی تو مہر سے واجب ہوگا اور وہ اُسکے مولے یعنی آزاد کرنے والے کا ہوگا اور اگر
باندی نے شوہر کے ساتھ رہنا اختیار کیا تو مہر آزاد کرنے والے کا ہوگا خواہ شوہر نے اُسکے ساتھ دخول
کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ محیط میں ہے اور اگر کسی فضولی نے باندی کو آزاد کیا پھر اُسکا نکاح کر دیا اور مہر اُسکا
وہ اُسنے مولے کو دیدیا پھر مولے نے عتق کی اجازت دیدی تو عتق و نکاح دونوں جائز ہونگے اور
باندی کو اختیار ہوگا کہ چاہے مولے سے اپنا مہر واپس کر لے اور اگر فضولی نے اُسکو کسی شخص کے ہاتھ فروخت
کر کے اُسکا نکاح کر دیا پھر مولے نے بیع کی اجازت دی تو پھر مشتری کو اختیار ہوگا کہ چاہے نکاح کی اجازت
دے یا رد کرے یہ عتابیہ میں ہے۔ اور منتقی میں امام محمد رح سے بروایت ابن سماعہ مروی ہے کہ ایک غلام نے

بدون اجازت مولے کے ایک آزاد عورت سے نکاح کیا اور اسکے ساتھ دخول کیا پھر ایک باندی سے نکاح
کیا تو حرہ کی عدت میں باندی سے نکاح کرنا حرہ کے نکاح کا رد نہوگا یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین کے
نزدیک یہ فعل نکاح حرہ کا رد ہے۔ اور اگر ایک حرہ سے نکاح کر کے اسکے ساتھ دخول کیا پھر اسکی بہن سے
نکاح کیا تو یہ فعل پہلی عورت کے نکاح کا رد نہ ہوگا اور بشر بن الولید نے اپنے نوادر میں امام ابو یوسف
سے روایت کی کہ اگر ایک غلام نے بدون اجازت اپنے مولے کے دوسرے شخص کی باندی کے ساتھ اسکی
اجازت سے نکاح کیا پھر کہا کہ مجھے اسکے نکاح کی حاجت نہیں ہے تو یہ اسکے نکاح کا رد ہے اور اگر یہ نہ کہا
یہاں تک کہ اسکے ساتھ دخول کیا پھر اسکی عدت میں ایسی عورت سے نکاح کیا جسکے ساتھ نکاح روا نہیں ہے
تو یہ فعل پہلے نکاح کا رد نہوگا اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر غلام نے بدون اجازت مولے کے کسی آزاد عورت
سے اس شرط پر کہ اسکا کچھ مہر نہیں ہے نکاح کیا پھر مولے نے اسی غلام کو اسکی جورو کے مہر میں قرار دیا اور عورت
نے اسکو قبول کیا تو نکاح ٹوٹ جائیگا پس اگر غلام نے اسکے ساتھ دخول نہ کیا ہو تو عورت پر واجب ہوگا
کہ غلام اسکے مولے کو واپس کر دے۔ امام محمد رح نے جامع میں فرمایا کہ ایک شخص نے ایک مرد کے ساتھ بدون
اسکے حکم کے اپنی باندی کا نکاح باندی کی رضامندی سے کر دیا اور یہ مرد شوہر عاقل بالغ ہے کہ اسکی طرف
سے اسکے باپ نے خطبہ کیا یا کسی اجنبی نے بدون اجازت اس مرد کے تو نکاح مذکور اس مرد کی اجازت پر
موقوف ہوا پھر مولے نے باندی کو قبل اسکے کہ شوہر مذکور نکاح کی اجازت دے آزاد کر دیا تو یہی نکاح مذکور
شوہر کی اجازت پر موقوف رہیگا اور باندی معتقہ و شوہر دونوں میں سے ہر ایک کو ابھی تک اس نکاح کو
توڑ سکتا ہے اور باندی مذکورہ کا توڑ دینا صحیح ہے اگرچہ شوہر کو اسکا حال معلوم نہو۔ اور اگر باندی آزاد
کرنے کے بعد شوہر کی اجازت سے پہلے باندی کے مولے نے یہ نکاح توڑنا چاہا تو یہ صورت کتاب میں مذکور
نہیں ہے اور مشائخ نے اسمیں اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ مولے کو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر باندی مذکورہ کے
آزاد ہو جانے کے بعد شوہر نے نکاح کی اجازت دیدی یہاں تک کہ نکاح نافذ ہو گیا تو باندی معتقہ کو خیار عتق
حاصل نہوگا اور معتقہ مذکورہ کا مہر اسی کو ملیگا۔ اور اگر مولے نے اس باندی کو بدون رضامندی باندی کے بیاہ دیا
ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے پھر باندی نے آزاد ہو جانے کے بعد خواہ شوہر کی اجازت دینے کے بعد یا
پہلے اس نکاح کو توڑ دیا تو دونوں صورتوں میں اسکا توڑنا موثر ہوگا یعنی نکاح ٹوٹ جائیگا یہ محیط میں ہے اور اگر
باندی نے بدون اجازت مولے کے نکاح کر لیا اور شوہر کی جانب سے ایک فضولی ہے پھر باندی نے آزاد ہونے
کے بعد یا اس سے پہلے قبل اسکے کہ شوہر اجازت دے نکاح توڑ دیا تو نکاح توڑنا صحیح نہیں ہے اور جب باندی آزاد ہو گئی
پھر شوہر نے اجازت دی تو بدون اجازت باندی کے نکاح نافذ ہوگا اسواسطے کہ یہ اجازت بمنزلہ عبارت
عقد باندی کے ہے یہ عتابیہ میں ہے۔ دو مردوں نے گواہی دی کہ اس شخص نے اپنی یہ باندی آزاد کر دی ہے
حالانکہ شخص مذکور انکار کرتا ہے پس قاضی نے عتق کا حکم دیدیا پھر دونوں گواہوں نے گواہی سے رجوع
کیا پھر دونوں میں سے ایک گواہ نے اس باندی سے نکاح کیا تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اگر اس نے
قبل اسکے کہ دونوں پر باندی کی قیمت کی ڈگری کی جاوے اس باندی سے نکاح کیا تو باندی

اور اُسکے درمیان تفریق کرادی جائیگی اور اگر قیمت کی ڈگری ہونیکے بعد نکاح کیا تو نکاح جائز ہوگا - ایک مسلمان نے اپنے نصرانی غلام کو نکاح کر لینے کی اجازت دیدی پھر عورت نے نصرانی گواہ قائم کیے کہ اس غلام نے مجھے نکاح کیا ہے تو گواہ مقبول ہونگے اور اگر غلام مسلمان ہو اور مولی نصرانی ہو تو ایسے گواہ مقبول نہونگے یہ ظہیریہ مین ہے - ایک شخص نے اپنے پسر کی باندی سے نکاح کر لیا اور اُس سے اولاد ہوئی تو باندی مذکور اُسکی ام ولد نہو جائیگی اور اسپر عورت کا مہر واجب ہوگا ولیکن جو بچہ پیدا ہوا ہے وہ اپنے بھائی یعنی باندی کے مالک کی طرف سے بوجہ قرابت کے آزاد ہو جائیگا - اور اگر پسر نے اپنے باپ کی باندی سے نکاح کیا اور اُس سے اولاد ہوئی تو اُسکی ام ولد نہو جائیگی مگر بچہ اُسکے باپ کی طرف سے آزاد ہو جائیگا یہ تمرتاشی مین ہے - اور اگر باپ نے اپنے پسر کی باندی کو نکاح فاسد یا بوطی شبہہ ام ولد بنا یا یعنی وطی کر لی کہ اُس سے بچہ پیدا ہوا تو ہمارے نزدیک باندی مذکور اُسکی ام ولد نہو جائیگی یہ مبسوط مین ہے - ایک غلام کے تحت مین ایک آزادہ عورت ہے اُس نے غلام کے مالک سے کہا کہ تو اسکو میری طرف سے ہزار درم پر آزاد کر دے پس مالک نے ایسا ہی کیا تو غلام آزاد ہو جائیگا اور نکاح فاسد ہو جائیگا اور مہر ساقط ہو جائیگا اور مولے کے اس عورت پر ہزار درم واجب ہونگے - اسی طرح اگر ایک مرد نے اپنی جورو باندی کے مولے سے کہا کہ تو اسکو میری طرف سے ہزار درم پر آزاد کر دے اور مولی نے آزاد کیا تو باندی آزاد ہو جائیگی اور نکاح فاسد ہو جائیگا اور مولے کے شوہر پر ہزار درم واجب ہونگے - اور اگر عورت نے غلام کے مولے سے صرف یہ کہا کہ اسکو میری طرف سے آزاد کر دے اور کچھ مال بیان نہ کیا پس مولے نے آزاد کر دیا تو نکاح فاسد نہوگا اور امام اعظم و محمدؒ کے نزدیک اُسکی ولاء اُسکے آزاد کرنیوالے کی ہوگی کذا فی الکافی

دسوان باب نکاح کفار کے بیان مین

جو نکاح مسلمانون مین باہم جائز ہے وہی اہل ذمہ کے درمیان جائز ہے اور جو مسلمانون مین باہم نہین جائز ہے وہ کفار کے حق مین چند طرح پر ہے از انجملہ نکاح بغیر گواہون کے ہے کہ مسلمان کے حق مین نہین جائز ہے لیکن اگر کسی ذمی نے ذمیہ عورت سے بغیر گواہون کے نکاح کیا اور اُنکے دین مین یہ بات موجود ہے تو نکاح جائز ہوگا چنانچہ اگر پھر دونون مسلمان ہو گئے تو اسی نکاح پر برقرار رکھے جاوینگے اور یہ ہمارے علماء ثلثہ رحمہم اللہ کا قول ہے اسی طرح اگر دونون مسلمان نہوئے ولیکن دونون نے یا ایک نے اپنے اس مقدمہ مین اسلام کے موافق حکم کی درخواست کی تو بھی قاضی دونون مین تفریق نہ کریگا - از انجملہ غیر کی معتدہ عورت سے عدت مین نکاح کر لینا مسلمانون مین نہین صحیح ہے لیکن اگر ذمی نے کسی ایسی عورت ذمیہ سے جو غیر کے ایام عدت مین ہے نکاح کیا پس اگر یہ عورت کسی مسلمان مرد کی عدت مین ہے تو نکاح فاسد ہوگا اور اسپر اجماع ہے اور یہ بات ایسی ہے کہ اُنکے مسلمان ہونے سے پہلے اس امر مین اُنسے تعرض کیا جائیگا اگرچہ باہم وہ لوگ اپنے دین کے موافق یہ اعتقاد رکھتے ہون کہ غیر کی معتدہ عورت سے نکاح کر لینا جائز ہے اور اگر عورت مذکورہ کسی کافر کی عدت مین ہو اور ان لوگون کا اعتقاد ہو کہ غیر کی معتدہ عورت سے نکاح جائز ہوتا ہے تو جب تک وہ لوگ اپنے کفر پر ہین تب تک اُن سے بالاجماع کچھ تعرض نہ کیا جائیگا یہ محیط مین ہے اور اگر کافر نے کسی کافر کی معتدہ عورت سے نکاح کیا حالانکہ

یہ امر وہ لوگ اپنے دین مین جائز جانتے ہین پھر دونون مسلمان ہو گئے تو امام اعظم رح کے قول کے موافق دونون اسی پر برقرار رکھے جاوینگے کذا فے الہدایہ اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ نہین برقرار رکھے جاوینگے مگر امام اعظم رح کا قول صحیح ہی کذا فے المضمرات اور بنا بر قول امام اعظم رح کے قاضی دونون مین تفریق نہ کریگا خواہ دونون یا ایک مسلمان ہو جاوے اور خواہ دونون حاکم اسلام کے پاس مرافعہ کرین یا ایک ہی مرافعہ کرے کذا فی المحیط اور مبسوط مین ہو کہ ائمہ مین اختلاف ایسی صورت مین ہو کہ جب مرافعہ یا اسلام ایسی حالت مین واقع ہو کہ جب عدت قائم ہو اور اگر عدت گذر جانے کے بعد مرافعہ کیا یا اسلام لاے تو بالاجماع برقرار رکھے جاوینگے اور تفریق نہ کی جائیگی یہ فتح القدیر مین ہو۔ از انجملہ محارم یعنے جو دائمی حرام ہین انکے ساتھ نکاح مسلمانون مین نہین روا ہو اور اگر کافر کی منکوحہ اسکی محرم ہو مثلاً اسکی ماں یا بہن ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک ایسے نکاح کافرون کے درمیان صحیح ہین حتی کہ ایسے نکاح پر وجوب نفقہ مترتب ہوگا اور بعد عقد کے اگر اسکے ساتھ دخول کیا تو مرد کا احصان ساقط ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے نزدیک ایسا نکاح فاسد ہو اور یہی صاحبین رح کا قول ہو اور قول اول صحیح ہو اسی طرح اگر تین طلاق دی ہوئی سے نکاح کیا یا جن عورتون کا جمع کرنا حرام ہو انکو جمع کیا یا پانچ عورتون کو جمع کیا تو انمین بھی ایسا ہی اختلاف ہو کذا فے التبیین ولیکن اسپر اجماع کیا ہو کہ باہم ایک دوسرے کے وارث نہونگے یہ ظہیریہ مین ہو۔ پھر اگر دونون مسلمان ہو گئے یا ایک مسلمان ہو گیا تو بالاجماع دونون مین تفریق کر دی جائیگی اور اسی طرح اگر دونون مسلمان نہوے ولیکن دونون نے قاضی اسلام کے پاس مرافعہ کیا تو بھی یہی حکم ہو کذا فی المحیط اور اگر دونون مین سے ایک نے مرافعہ کیا اور درخواست کی کہ حکم اسلام کے مطابق فیصلہ کیا جاوے پس اگر دوسرا اس سے انکار کرتا ہو اور نہ چاہتا ہو تو قاضی دونون مین تفریق نہ کریگا اور صاحبین رح کے نزدیک دونون مین تفریق کر دیگا یہ کافی مین ہو اور جب تک وہ لوگ اپنے کفر پر ہین اور انھون نے ہمارے یہان مرافعہ نہ کیا تو بالاتفاق انسے تعرض نہ کیا جائیگا بشرطیکہ اپنے دین مین اسکو جائز جانتے ہون یہ محیط و عتابیہ مین ہو۔ اور مشائخ نے بر بنائے قول امام اعظم رح اتفاق کیا ہو کہ اگر کافر نے ایک عقد مین دو بہنون سے نکاح کیا پھر قبل مسلمان ہونے کے ایک کو چھوڑ دیا پھر مسلمان ہو گیا تو دوسری بہن جو اسکے تحت مین ہو اسکا نکاح صحیح ہوگا تا آنکہ بعد اسلام کے دونون اسی نکاح پر برقرار رکھے جاوینگے یہ کفایہ مین ہو اور اگر ذمی نے اپنی جورو ذمیہ کو تین طلاق دیدین پھر اس عورت کے ساتھ ویسا ہی رہتا رہا جیسے قبل طلاق کے ہر طرح مقیم تھا حالانکہ اس عورت نے کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہین کیا کہ اسکے حلالہ کے بعد اس ذمی نے اس سے نکاح کر لیا ہو اور نہ اس سے نکاح جدید کیا یا ذمی نے اپنی جورو کو خلع کر دیا پھر تجدید نکاح نہین کی ولیکن بدستور سابق اسکے ساتھ رہتا ہو جیسے خلع سے پہلے تھا تو ان دونون مین تفریق کرا دی جائیگی اگرچہ قاضی کے پاس دونون مرافعہ نہ کرین۔ اور اگر ذمی نے اپنی جورو کو تین طلاق دیدین پھر اس سے نکاح جدید کر لیا حالانکہ عورت مذکورہ نے دوسرے شوہر سے نکاح کر کے حلالہ نہین کیا ہو تو ان دونون مین تفریق نہین کیجائیگی یہ سراج الوہاج مین ہو۔ اور اگر ذمی نے مسلمان عورت سے نکاح کیا تو دونون مین تفریق کر دیجائیگی

اگر یہ ذمی مسلمان ہو جاوے اور اگر عورت نے کہا کہ تو نے مجھسے ایسی حالت میں نکاح کیا کہ جب میں مسلمان تھی
اور ذمی نے کہا کہ نہیں بلکہ تو اسوقت مجوسیہ تھی تو تفریق کیجائیگی اور عورت کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ تحریم کا دعوی
کرتی ہو یہ تاتارخانیہ میں ہے - اور اگر ایک لڑکا اور ایک لڑکی باہم بیاہے گئے اور دونوں ذمیوں میں سے
ہیں پھر دونوں بالغ ہوئے پس اگر نکاح کر دینے والا اُنکا باپ ہو تو دونوں کو خیار نہ ہوگا اور اگر
سواے باپ و دادا کے کوئی اور ہو تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک دونوں کو خیار بلوغ حاصل ہوگا یہ محیط
میں ہے اور اگر جورو و مرد میں سے ایک مسلمان ہو گیا تو دوسرے پر بھی اسلام پیش کیا جائیگا پس اگر وہ بھی مسلمان
ہوگیا تو دونوں جورو و مرد رہینگے ورنہ دونوں میں تفریق کر دی جائیگی یہ کنز میں ہے اور اگر دوسرا خاموش
رہا تو قاضی دوبارہ اُسپر اسلام پیش کریگا یہاں تک کہ تین مرتبہ تک احتیاطاً پیش کریگا یہ ذخیرہ میں ہے اور
دونوں میں جو کفر پر اڑ گیا ہے وہ بالغ ہو اور چاہے تمیز دار نابالغ ہو بہر حال اُسکے انکار اسلام سے دونوں میں
تفریق کر دی جائیگی اور یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہے اور اگر دونوں میں سے ایسا نابالغ ہے بے تمیز ہو تو
اُسکے عاقل ہونے تک انتظار کیا جائیگا یہ تبیین میں ہے - پھر جب وہ تمیز دار عاقل ہو جائیگا تو اُسپر اسلام
پیش کیا جائیگا پس اگر مسلمان ہو گیا تو فبہا ورنہ دونوں میں تفریق کر دی جائیگی اور اُسکے بالغ ہونے تک
انتظار نہ کیا جائیگا اور اگر دونوں میں سے ایک مجنون ہو تو اُسکے ماں و باپ پر اسلام پیش کیا جائیگا
پس اگر دونوں مسلمان ہو گئے یا ایک مسلمان ہوا تو فبہا ورنہ دونوں میں تفریق کر دی جائیگی یہ کافی میں ہے اور
اگر شوہر مسلمان ہو گیا اور جورو نے انکار کیا تو دونوں میں تفریق ہوگی مگر یہ تفریق طلاق نہوگی اور اگر
جورو مسلمان ہوئی اور شوہر کافر رہا تو دونوں میں تفریق امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک طلاق ہوگی یہ
محیط سرخسی میں ہے پھر اگر بوجہ انکار کے دونوں میں تفریق واقع ہوئی پس اگر بعد دخول ہو جانے کے
تفریق ہوئی تو عورت کو اُسکا پورا مہر ملیگا اور اگر قبل دخول کے ہو پس اگر بوجہ انکار شوہر کے ہوئی تو
عورت کو نصف مہر ملیگا اور اگر بوجہ انکار جورو کے ہو تو جورو کو کچھ مہر نہ ملیگا یہ تبیین میں ہے - اور اگر
کتابیہ ذمیہ عورت کا شوہر مسلمان ہو گیا تو دونوں کا نکاح برقرار رہیگا یہ کنز میں ہے - اور اگر دار الحرب میں
جورو و مرد میں سے ایک مسلمان ہوا اور یہ دونوں اہل کتاب نہیں ہیں یا ہیں اور عورت ہی مسلمان ہوئی ہے
تو دونوں میں نکاح ٹوٹ جانا تین حیض گذرنے تک موقوف رہیگا خواہ عورت کے ساتھ دخول کیا ہو
یا نہ کیا ہو یہ کافی میں ہے پھر اگر تین حیض گذرنے سے پہلے دوسرا بھی مسلمان ہو گیا تو نکاح باقی رہیگا اور
اگر دونوں حربی امان لے کر آئے ہوں تو دونوں میں جدائی دو طرح سے یا تو دوسرے پر اسلام
پیش کرنے اور اُسکے انکار کرنے سے یا تین حیض گذر جانے سے ہوگی یہ عتابیہ میں ہے اور یہ حیض شمار
عدت نہیں ہیں اسیواسطے عورت مدخولہ غیر مدخولہ اسمیں یکساں ہیں پھر اگر دونوں میں جدائی واقع ہوئی پس
اگر مدخولہ نہو تو عورت پر عدت واجب نہوگی اور اگر بعد دخول کے جدائی ہوئی پس اگر عورت
کافرہ حربیہ رہی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر عورت مسلمان ہوئی ہو تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی
حکم ہے یہ کافی میں ہے اور اگر عورت کو بوجہ صغیرہ ہونے یا بوڑھی ہونے کے حیض نہ آتا ہو تو مدت تین مہینہ

گذرنے کے دونوں میں انقطاع نہوگا یہ بحرالرائق میں ہے۔ اور اگر عورت مسلمان ہوگئی حالانکہ اُسکا خاوند حربی
امان لیکر دارالاسلام میں آیا ہو تو بدون تین حیض گذرنے کے انقطاع نہوگا اسی طرح اگر اُسکا خاوند حربی
امان لیکر دارالاسلام میں آکر یہاں ذمی ہوگیا تو بھی یہی حکم ہے حتی کہ اگر عورت بھی دارالحرب سے نکلکر دارالاسلام
میں آئی اور ہنوز تین حیض نہیں گذرے ہیں تو اُسکے خاوند پر اسلام پیش کیا جائیگا پس اگر وہ مسلمان ہوگیا تو
دونوں میں تفریق نہ کی جائیگی اور اسی طرح اگر شوہر مسلمان ہوگیا پھر جورو دارالحرب سے نکلکر دارالاسلام
میں آئی اور ذمی ہوکر رہی تو جب تک تین حیض نہ گذرینگے تب تک انقطاع نہوگا پھر جب تین حیض گذرنے
پر دونوں میں انقطاع ہوا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک یہ جدائی بطلاق ہوگی چنانچہ سیر کبیر میں
مذکور ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور تباین دارین یعنی ولایت کا جدا ہوجانا جیسے دارالاسلام و دارالحرب یہ بھی
فرقت ہے نہ قیدی ہونا چنانچہ اگر کوئی حربی دارالحرب سے نکلکر مسلمان ہوکر دارالاسلام میں آگیا یا دارالاسلام
میں ذمی ہوکر رہا خواہ مرد ہو یا اُنثی جورو ہو تو دونوں میں سے فرقت ہوجائیگی یہ تبیین میں ہے۔ ایک حربی امان
لیکر دارالاسلام میں آیا پھر اُسنے یہاں ذمی ہونا اختیار کیا تو اُسکی جورو بائن ہوجائیگی اور اگر دونوں میں سے
کوئی قیدی ہوکر آگیا تو فرقت ثابت ہوجائیگی نہ اس وجہ سے کہ قید ہوگیا ہو بلکہ اس وجہ سے کہ تباین دارین ہوگیا اور اگر
جورو و مرد دونوں قیدی ہوکر آئے تو نکاح میں جدائی نہ ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر کوئی حربی امان لیکر
دارالاسلام میں آیا یا کوئی مسلمان امان لیکر دارالحرب میں گیا تو اُسکی عورت اُس سے بائنہ نہ ہوجائیگی یہ کافی
میں ہے اسی طرح جو لوگ امام عادل سے باغی ہوگئے ہیں اگر اُنکے یہاں سے کوئی اہل عدل کے یہاں آیا یا اہل عدل
کے یہاں سے وہاں گیا تو اُسکی جورو اُس سے بائنہ نہ ہوگی یہ تبیین میں ہے۔ دارالحرب میں ایک مسلمان نے کسی عورت
کتابیہ حربیہ سے نکاح کیا پھر فقط شوہر دارالحرب سے نکل آیا تو ہمارے نزدیک وہ عورت اُس سے بائنہ ہوجائیگی
اور اگر شوہر سے پہلے یہ عورت نکلکر دارالاسلام میں آگئی تو بائنہ نہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور جو عورت شوہر دار
کر دارالحرب سے نکلکر دارالاسلام میں آگئی بایں طور کہ وہ مسلمان ہوگئی یا اُسنے ذمی ہوکر رہنا اختیار کیا تو بدون
عدت کے اُس سے نکاح کرنا جائز ہے اسی طرح اگر وہ دارالاسلام میں مسلمان ہوگئی یا یہاں ذمیہ ہوگئی تو بھی
یہی حکم ہے اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ عدت واجب ہے یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر ایک
مرد حربی قید کیا گیا اور اُسکے تحت میں دو بہنیں ہیں یا چار ہیں یا پانچ ہیں اور یہ بھی سب اُسکے ساتھ مقید
ہوکر آئیں تو امام اعظم و ابو یوسف رح کے نزدیک سب کا نکاح باطل ہوجائیگا خواہ یہ نکاح ایک ہی عقد
میں سب سے کیا ہو یا عقود متفرقہ میں کیا ہو۔ اور اگر کسی کافر کی تحت میں دو بہنیں ہوں یا پانچ عورتیں ہوں
پھر یہ سب لوگ ایک ساتھ مسلمان ہوگئے پس اگر اُسنے عقود متفرقہ میں ان سب سے نکاح کیا ہو تو پہلی بہن کا
نکاح اور پہلی چار عورتوں کا نکاح جائز ہوگا اور باقی کا باطل ہوگا اور اگر ان سب سے ایک ہی عقد میں نکاح
کیا ہو پس اگر یہ سب لوگ مسلمانوں کے اہل ذمہ میں سے ہوں تو ہمارے نزدیک بلا خلاف سب کا نکاح باطل
ہوگا لیکن اگر مرد کے مسلمان ہونے سے پہلے اُنمیں سے ایک عورت مرگئی یا بائنہ ہوگئی ہو تو باقی چار
عورتوں کا نکاح جائز ہوگا اور اگر یہ سب لوگ حربی ہوں تو بھی امام اعظم رح و ابو یوسف رح کے نزدیک

یہی حکم ہے یہ عتابیہ میں ہے - اور اگر مرد کے ساتھ اُسکی دو عورتیں قید ہو کر آئیں تو انھیں دونوں کا نکاح باطل ہوگا
اور جو باقی رہگئی ہیں پیچھے دار الحرب میں ہیں اُنکا نکاح باطل ہوگا یہ سراجیہ میں ہے - اور اگر حربی نے ایک
عورت و اُسکی ماں سے نکاح کیا پھر مسلمان ہوگیا پس اگر دونوں سے ایک ہی عقد میں نکاح کیا ہو تو دونوں
کا نکاح باطل ہوگا اور اگر دونوں سے متفرق نکاح کیا ہو تو پہلی کا نکاح جائز اور دوسری یعنی پچھلی کا نکاح باطل
ہوگا اور یہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کا قول ہے اور یہ اُس وقت ہے کہ دونوں میں سے کسی کے ساتھ دخول نہ کیا
ہو اور اگر اُس نے دونوں سے دخول کر لیا ہو تو بہر حال دونوں کا نکاح باطل ہوگا اور اسپر اجماع ہے اور اگر
دونوں میں سے ایک کے ساتھ دخول کیا پس اگر اُس عورت سے دخول کیا ہو جس سے پہلے نکاح کیا ہے پھر
دوسری عورت سے نکاح کیا تو پہلی عورت کا نکاح جائز اور دوسری کا نکاح باطل ہوگا اور اسپر بھی اجماع ہے
یہ بدائع میں ہے اور اگر اُس نے پہلی عورت کے ساتھ دخول نہ کیا ہو بلکہ دوسری کے ساتھ دخول کیا ہو پس اگر
پہلی دختر اور دوسری ماں ہو تو بالاتفاق دونوں کا نکاح باطل ہوگا اور اگر پہلی ماں ہو اور دوسری دختر ہو
پس دوسری کے ساتھ دخول کیا تو بھی امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک دونوں کا نکاح باطل ہوگا
ولیکن اُسکو اختیار ہوگا کہ دختر کے ساتھ نکاح کرلے اور اس عورت کی ماں سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے
یہ سراج الوہاج میں ہے - اور اگر جورو و مرد دونوں میں سے ایک دین اسلام سے مرتد ہوگیا تو دونوں
میں بغیر طلاق کے فرقت فی الحال واقع ہو جائیگی خواہ قبل دخول کے مرتد ہوا ہو یا بعد دخول کے پھر اگر
شوہر ہی مرتد ہوا ہے تو عورت کو پورا مہر ملیگا بشرطیکہ اُسکے ساتھ دخول واقع ہوا ہو یا نصف مہر ملیگا اور
اگر دخول واقع نہیں ہوا ہے اور اگر عورت ہی مرتد ہوگئی ہے پس اگر دخول ہوچکا ہے تو اُسکو پورا مہر ملیگا اور اگر
دخول نہیں ہوا ہے تو اُسکو کچھ مہر نہ ملیگا - اور اگر دونوں ایک ساتھ مرتد ہوگئے پھر دونوں ایک ساتھ مسلمان
ہوگئے تو استحساناً دونوں اپنے نکاح پر باقی رہینگے اور اگر دونوں ایک ساتھ مرتد ہو کر پھر دونوں میں سے ایک
مسلمان ہوگیا تو دونوں میں فرقت واقع ہو جائیگی یہ کافی میں ہے اور اگر یہ معلوم نہو کہ اوّل کون مرتد ہوا ہے تو
حکم میں یہ قرار دیا جائیگا کہ گویا دونوں ایک ساتھ مرتد ہوئے ہیں یہ ظہیریہ میں ہے - اور اگر عورت نے اپنے
شوہر کے جلانے کے واسطے یا بدین غرض کہ اس مرد کے حبالۂ نکاح سے باہر ہو جاوے یا بدین غرض کہ
تجدید نکاح سے اسپر دوسرا مہر لازم آوے اپنی زبان پر کلمۂ کفر جاری کیا تو اپنے شوہر پر حرام ہو جائیگی پس وہ
مسلمان ہونے کے واسطے مجبور کی جائیگی اور ہر قاضی کو اختیار ہے کہ اُسکا جدید نکاح بہت کم مقدار پر اگرچہ
ایک دینار ہو باندھ دے خواہ عورت اُس سے خوش ہو یا ناراض ہو اور اس عورت کو یہ اختیار نہوگا کہ
اس شوہر کے سوائے دوسرے سے نکاح کرے اور شیخ ابو جعفر ہندوانی نے فرمایا کہ میں اسی حکم کو لیتا ہوں
اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں یہ تمرتاشی میں ہے - اور اگر مرد مسلمان ہوا اور اُسکے تحت
میں کتابیہ عورت ہے پھر مرد مذکور مرتد ہوگیا تو اُسکی جورو اُس سے بائنہ ہو جائیگی یہ محیط سرخسی میں ہے -
اور بچہ اپنے ماں و باپ میں سے اُسکا تابع قرار دیا جاتا ہے جو بہ اعتبار دین دونوں میں سے بہتر ہو یہ
کنز میں ہے - اور یہ حکم اس وقت ہے کہ دار مختلف نہو مثلاً دونوں دار الاسلام میں ہوں یا دونوں

دار الحرب میں ہوں یا بچہ دار الاسلام میں ہو اور باپ دار الحرب میں مسلمان ہو گیا تو بچہ اپنے باپ کی تبعیت میں
مسلمان نہ ہوگا اسواسطے کہ باپ اگرچہ دار الحرب میں مسلمان ہوا ہے لیکن وہ حکماً دار الاسلام کے لوگوں میں سے ہوا اور اگر بچہ
دار الحرب میں ہوا اور باپ دار الاسلام میں مسلمان ہو گیا ہو تو بچہ اسکا تابع قرار نہ دیا جائیگا اور مسلمان نہ ہوگا یہ
تبیین میں ہے اور مجوسی دین والا کتابی کافر سے بدتر ہے یہ کنز میں ہے پس اگر ماں و باپ میں سے ایک مجوسی اور دوسرا
کتابی ہو تو بچہ مثلاً بیٹی ہو وہ کتابی قرار دی جائیگی پس مسلمان مرد کو جائز ہے کہ اس عورت سے نکاح کر لے اور بچہ
کا ذبیحہ حلال ہوگا یہ غایۃ السروجی میں ہے۔ ایک مسلمان نے ایک نصرانیہ عورت سے نکاح کیا پھر ایک ساتھ دونوں
مجوسی ہو گئے تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دونوں میں فرقت واقع ہو گی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ واقع نہ ہوگی
یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر مسلمان کے تحت میں نصرانیہ عورت ہو اور دونوں ساتھ ہی یہودی ہو گئے تو بالاتفاق دونوں
میں فرقت واقع ہو جائیگی اور مرد پر پورا مہر واجب ہوگا اسواسطے کہ سبب فرقت کا خاوند مرد کی طرف سے پیدا
ہوا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر ایک مسلمان نے ایسی لڑکی سے نکاح کیا جسکے ماں و باپ مسلمان ہیں پھر
دونوں مرتد ہو گئے تو یہ لڑکی اپنے خاوند سے بائنہ نہ ہوگی اگرچہ دونوں ماں و باپ دار الحرب میں چلے جائیں
اور اگر دونوں اس لڑکی کو بھی دار الحرب میں لیگئے تو بائنہ ہو جائیگی اور اگر دونوں میں سے ایک ہمارے دار الاسلام
میں مرتد ہو کر یا مسلمان ہونے کی حالت میں مر گیا پھر دوسرا مرتد ہو کر اس لڑکی کو لیکر دار الحرب میں چلا گیا تو یہ لڑکی
اپنے شوہر سے بائنہ نہ ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک نصرانیہ لڑکی ایک مسلمان کے تحت میں ہے پس اسکا باپ
مجوسی ہو گیا حالانکہ اسکی ماں نصرانیہ ہونے کی حالت میں مر چکی ہے تو یہ لڑکی اپنے شوہر سے بائنہ ہو گی یہ ظہیریہ
میں ہے۔ ایک مسلمان نے ایک نصرانیہ لڑکی سے نکاح کیا جسکو اسکے باپ نے بیاہ دیا ہے اور اسکے ماں و باپ
دونوں نصرانی ہیں پھر اسکے باپ و ماں میں سے ایک مجوسی ہو گیا اور دوسرا نصرانی رہا تو لڑکی اپنے شوہر سے
بائنہ نہ ہوگی اور اگر ماں و باپ دونوں مجوسی ہو گئے اور یہ لڑکی ہنوز بحال خود نابالغہ ہے تو اپنے شوہر سے بائنہ
ہو جائیگی اگرچہ دونوں اسکو دار الحرب میں نہ لیجاویں اور اسکو مہر سے قلیل و کثیر کچھ نہ ملیگا اور اسی طرح اگر
لڑکی بالغہ ہو گئی ہو ولیکن معتوہہ بالغ ہوئی ہو تو بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ جب معتوہہ بالغہ ہوئی تو ہمیشہ برابر دین
میں اپنے والدین و دار کے تابع رہیگی اسواسطے کہ معتوہہ کا ذاتی اسلام درحقیقت کچھ نہیں ہوتا ہے پس اس
اعتبار سے بمنزلہ صغیرہ کے ہے اور ایک عورت بالغہ مسلمان تھی وہ معتوہہ ہو گئی اور اسکے ماں و باپ مسلمان
ہیں پس اسکو اسکے باپ نے معتوہہ ہونے کی حالت میں بیاہ دیا حتیٰ کہ نکاح جائز ہوا پھر اسکے ماں و باپ
نعوذ باللہ تعالیٰ مرتد ہو گئے اور دار الحرب میں چلے گئے تو یہ عورت اپنے شوہر سے بائنہ نہ ہوگی اور صغیرہ اگر
اسلام کو سمجھ گئی اور اسکو بیان کیا کہ اسلام یوں ہے پھر وہ معتوہہ ہو گئی تو اسکا حکم بھی ایسی ہی عورت
مذکورہ بالا کے مثل ہے ایک مسلمان نے ایک نصرانیہ عورت سے نکاح کیا اور یہ صغیرہ ہے اور اسکے ماں و باپ
نصرانی ہیں پھر وہ بڑی یعنے بالغہ ہوئی مگر ایسی کہ کسی دین کو نہیں سمجھتی اور نہ بیان کر سکتی ہے حالانکہ وہ معتوہہ
نہیں ہے تو درصورت واقعہ مذکورہ بالا کے وہ اپنے شوہر سے بائنہ ہو جائیگی اور اسی طرح اگر صغیرہ مسلمہ جب
بالغہ ہوئی تو معتوہہ نہ تھی مگر وہ اسلام کو نہیں جانتی اور نہ بیان کر سکتی ہے تو درصورت واقعہ مذکورہ بالا کے

وہ اپنے شوہر سے بائنہ ہو جائیگی یہ محیط مین ہے۔ اور قبل دخول کے بائنہ ہو جانے مین اُسکو کچھ مہر نہ ملیگا اور بعد دخول کے بائنہ ہونے سے مہر سب ملیگا اور یہ واجب ہے کہ اللہ تعالےٰ جل جلالہ کے نام پاک کو مع تمام اوصاف کے اُسکے سامنے بیان کیا جاوے اور اُس سے کہا جاوے کہ آیا اللہ تعالےٰ شانہ ایسا ہی ہے پس اگر اُسنے کہا کہ ہان تو حکم دیا جائیگا کہ وہ مسلمان ہے اور اگر مرد و دہ نے کہا کہ مین سمجھتی ہون اور وصف کر سکتی ہون مگر نہین بیان کرتی ہون تو شوہر سے بائنہ ہو جائیگی اور اگر اُسنے کہا کہ مین اسکو بیان نہین کر سکتی ہون تو ایسی صورت مین اختلاف ہے اور اگر اسلام کو سمجھتی ہے مگر بیان نہ کیا تو بائنہ نہ ہوگی اور اگر اُسنے مجوسیہ کا دین بیان کیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک بائنہ ہو جائیگی اور امام ابو یوسف رح نے اختلاف کیا ہے اور یہی مسئلہ ارتداد طفل کا ہے یہ کافی مین ہے۔ ایک مرد چند مرتبہ مرتد ہوا اور ہر بار تجدید اسلام کی اور تجدید نکاح کر لی تو بنا بر قول امام اعظم کے اُسکی عورت اسکے واسطے بدون دوسرے شوہر سے نکاح کرنے کے حلال ہوگی۔ اور جو عورت مرتد ہو گئی اسکے شوہر کو اختیار ہے کہ اس عورت کے سوائے چار عورتون سے نکاح کرے بشرطیکہ عورت مذکورہ دار الحرب مین چلی گئی ہو۔ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور قبل دخول کے اُسکے پاس سے سفر کر کے چلا گیا پھر اُسکو ایک مخبر نے خبر دی کہ وہ عورت مرتدہ ہو گئی اور یہ مخبر آزاد یا مملوک یا محدود القذف ہے مگر اُسکے نزدیک یہ ثقہ یعنی معتمد علیہ ہے تو اُسکو گنجایش ہے کہ اسکی تصدیق کر کے اس عورت کے سوائے چار عورتون سے نکاح کرے اور اسی طرح اگر مخبر مذکور اسکے نزدیک غیر ثقہ ہو ولیکن اُسکی راے غالب مین وہ سچا نظر آوے تو بھی اُسکے یہی حکم ہے اور اگر اُسکی راے غالب مین وہ جھوٹا ہو تو تین سے زیادہ عورتون سے نکاح نہین کر سکتا ہے۔ اور اگر کسی عورت کو خبر دی گئی کہ تیرا شوہر مرتد ہو گیا ہے تو اُسکو اختیار ہے کہ بعد انقضاے عدت کے دوسرے شوہر سے نکاح کر لے اور یہ روایت استحسان ہے اور بنا بر روایت سیر کے دوسرے سے نکاح نہین کر سکتی اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ روایت استحسان زیادہ صحیح ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اور اگر ایسا مرد جو نشہ مین ہے اور اُسکی عقل جاتی رہی ہے مرتد ہو گیا تو استحسانا اُسکی جورو اُس سے بائنہ نہ ہوگی یہ سراج الوہاج مین ہے

گیارھوان باب قسم کے بیان مین۔ قال المترجم قسم سے مراد باری ہے جبکہ کئی عورتین ہون تو انمین باری مقرر کرے اور یہ امر کہ کن باتون مین کسطرح واجب ہے یہ کتاب مین خود فرمایا ہے کہ شوہر مرد ن پر واجب ہے کہ اپنی جورو ون کے درمیان تعدیل وتسویہ یعنی باتون مین کرین جنکے وہ مالک ہین اور مصاحبت و موانست کے واسطے شب باشی مین برابری رکھین اور جو باتین انکے اختیار مین نہین ہین انمین تعدیل وتسویہ انپر واجب نہین ہے اور وہ محبت دلی ہے اور جماع ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اور اس حکم مین غلام مثل آزاد کے ہے یہ خلاصہ مین ہے پس اپنی سب عورتون کے درمیان امور مذکورہ مین مساوات رکھے خواہ قدیمہ ہو یا جدیدہ ہو خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو خواہ صحیحہ ہو یا مریضہ ورتقا ہو یا ایسی مجنونہ ہو جسکی ذات سے خوف نہ ہو خواہ حائضہ ہو یا نفاس مین ہو یا حاملہ ہو خواہ ایسی صغیرہ ہو جس سے وطی کرنا ممکن ہے یا احرام باندھے ہوئے ہو یا ایسی ہو کہ اُس سے ایلا کیا ہے یا ظہار کیا ہے یہ تبیین مین ہے اور اسی طرح عورت مسلمہ و کتابیہ کے درمیان بھی باری واجب ہے یہ سراج الوہاج مین ہے اور شوہر صحیح و مریض و مجبوب و خصی و عنین و بالغ و مراہق و مسلمان و ذمی اس باری مین سب برابر ہین یہ فتاوی قاضیخان

میں ہے اور اگر ایک عورت مسلمان یا کتابیہ ہو اور دوسری باندی یا مکاتبہ یا مدبرہ یا ام ولد ہو تو آزادہ کے
واسطے دو دن و دو رات مقرر کرے اور باندی کے واسطے ایک دن و ایک رات مقرر کرے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر
باندی کے پاس ایک رات رہا پھر وہ آزاد کر دی گئی تو آزادہ جورو کے نزدیک بھی ایک ہی روز رہیگا اور اسیطرح اگر وہ حرہ کے
پاس رہا پھر باندی آزاد کی گئی تو آزاد شدہ کے پاس چلا جاوے اسواسطے کہ مقتضی تاخیر زائل ہو گیا یہ تبیین میں
ہے - اور جو باندیاں اسکے تحت میں اسکی ملک میں ہوں انمیں کوئی تقسیم واجب نہیں ہے یہ بدائع میں ہے اور باری
کا مدار و مدار رات ہے اور کسی عورت سے سوائے اسکے باری کے روز کے جماع نہ کرے اور اسکی باری میں دن بھر اسکے
پاس اسکی رات میں نہ جاوے ولیکن دن میں کسی ضرورت سے اسکے پاس جانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر
بغیر باری والی بیمار ہو تو دوسری کی باری کی رات میں بھی اسکے پاس عیادت کے واسطے جانا جائز ہے اور اگر
اسکا مرض سخت ہو گیا تو مضائقہ نہیں ہے کہ اوسی کے پاس رہے یہانتک کہ وہ اچھی ہو جاوے یا مر جاوے یہ
جوہرہ نیرہ میں ہے - اور دور کے مقدار کا اختیار شوہر کو ہے اسواسطے کہ واجبی استحقاق فقط تعدیل وتسویہ کا ہے اور
اسکے طریقہ کا تعیین میں ہے - اور اگر قاضی نے شوہر کو حکم دیا کہ باری و تسویہ کرے پھر اسنے خیانت کی اور ایسا نہ کیا
پس جورو اسکو قاضی کے پاس لیگئی تو قاضی اسکے واسطے کوئی سزا تجویز کریگا اسواسطے کہ وہ فعل حرام کا مرتکب ہوا
ہے پھر اسکو حکم کریگا کہ آیندہ تعدیل وتسویہ مرعی رکھے اور جو زمانہ گذر گیا وہ رائگان گیا اسکی بابت اصل جورو کو یہ
مطالبہ نہیں پہونچتا ہے کہ اتنے دن اسکے پاس رہ کر پہلی خیانت کی تلافی کرے اور اگر ایک جورو کی اجازت سے
دوسری جورو کے پاس باری سے زائد رہا تو جائز ہے مگر اجازت دینے والی جورو کو اختیار ہے کہ اپنی اجازت سے
رجوع کر جاوے پس اجازت لازمی نہیں ہوتی ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے - اور اگر کسی جورو نے اپنی باری
اپنی سوت کو ہبہ کر دی تو جائز ہے ولیکن اسکو اختیار ہوگا کہ جب چاہے اس سے رجوع کر لے یہ سراج الوہاج
میں ہے - اور اگر کوئی جورو اپنی باری اپنی سوت کے واسطے چھوڑ دینے پر راضی ہوئی تو جائز ہے اور اسکو اختیار ہوگا
کہ اس سے رجوع کر لے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے - اور اگر دو عورتوں سے نکاح کیا بدین شرط کہ ان دونوں میں سے
ایک کے پاس زیادہ رہا کریگا یا ایک نے شوہر کو مال دیا کہ اسکی باری بڑھا دے یا اپنے اوپر اسکی اجرت مقرر
کی کہ اسکی باری بڑھا دے یا اپنے مہر میں سے کم کر دیا بدین غرض کہ اسکی باری بڑھا دے تو شرط اور ہبہ و حط
دونوں باطل ہیں اور عورت مذکورہ کو اختیار ہوگا کہ اپنا مال واپس کر لے یہ خلاصہ میں ہے - اور اگر شوہر نے
دونوں میں سے ایک کو مال بدین شرط دیا کہ وہ اپنی باری دوسری کو دیدے یا خود عورت نے سوت کو مال دیا
کہ وہ اپنی باری مجھکو دیدے تو جائز نہیں ہے اور مال واپس کر لیا جاوے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر ایک شخص
کی ایک جورو ہے اور یہ شخص رات کو عبادت شب میں مشغول رہتا ہے اور دن میں روزہ رکھتا ہے یا لونڈیوں
میں مشغول رہتا ہے یعنی بیوی کا یہ حق ادا نہیں کرتا ہے پس اسکی جورو نے قاضی سے فریاد کی تو قاضی اسکو
حکم کریگا کہ چند روز اسکے ساتھ رہا کرے اور احیانًا اسکے واسطے روزہ افطار کرے اور امام ابو حنیفہؒ پہلے
یہ فرماتے تھے کہ عورت کے واسطے ایک رات و دن و مرد کے واسطے تین رات و دن ہیں پھر اس سے رجوع کیا
اور فرمایا کہ شوہر کو یہ حکم دیا جائیگا کہ عورت کی مراعات رکھے اور اپنی صحبت میں اسکو مانوس کرے اور کچھ مقدار

اُسکے واسطے کچھ دن و وقت کی قید نہیں ہی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہی اور یہی صحیح ہی یہ بحر الرائق میں ہی اور
تفقہ میں بیان کیا ہی کہ اگر کسی کے پاس دو جورو ہون اور نیز کئی ام ولد یا دونو باندیاں ہون تو حرہ جورو کے پاس ایک
رات و دن رہے اور دو رات و دو دن باندیون میں سے جسکے پاس چاہے رہے اور اگر اسکے پاس چار
جورو ہون تو ہر ایک کے پاس ایک رات و ایک دن رہے اور باندیون کے پاس نہ رہے الا اسقدر کہ جتنے
مسافر راہ چلتا ٹھہرتا ہی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہی اور اُسکو اختیار ہی کہ سفر میں بعض عورتون کو لیجاوے اور
بعض کو نہ لیجاوے اور جسکو چاہے لیجاوے لیکن اولی یہ ہی کہ اُنکے دل خوش کرنے کے واسطے قرعہ ڈالے جسکے
نام نکلے اُسکو لیجاوے اور جب سفر سے واپس آوے تو جسکو سفر میں لے گیا ہی اُتنے دنون کی کمی پوری کرنیکے واسطے
دوسری کو اختیار نہیں ہی کہ درخواست کرے کہ اتنے دن اُسکے ساتھ بھی پورے کردے اور اگر ایک جورو ہو اور
اُسنے چاہا کہ اُسکے اوپر دوسری جورو سے نکاح کرے اور اُسکو خوف ہوا کہ مجھسے ان دونون میں تعدیل نہوگی
تو اُسکو دوسری سے نکاح کرنے کی گنجایش نہیں ہی اور اگر اُسکو یہ خوف نہو تو دوسری عورت سے نکاح کرنے کی
گنجایش ہی لیکن اس سے باز رہنا اولی ہی اور عورت کو غم دینے کی بات چھوڑ دینے سے مرد کو ثواب ملیگا یہ
سراجیہ میں ہی اور مستحب ہی کہ اپنی تمام عورتون کے درمیان تمام استمتاعات میں مساوات رکھے جیسا کچھ وطی کرنا و
بوسہ لینا وغیرہ سب کے ساتھ مساوی ہو اور اسی طرح باندیون و امہات اولاد میں بھی ولیکن یہ کچھ واجب نہیں
ہی یہ فتح القدیر میں ہی **متفرقات** باب ہذا چند مسائل ہیں۔ اپنی دو یا زیادہ عورتین جو باہم سوتین ہیں ایک
مکان میں سب کی سکونت بدون اُنکی رضامندی کے نہ رکھے اسواسطے کہ انکا آپس کا جلا یا برا بر اُنکے ساتھ
ہو جاویگا اور اگر سوتون کی رضامندی سے انکو ایک مکان میں رکھا تو یہ مکروہ ہی کہ ایک کے سامنے دوسری سے
وطی کرے حتی کہ اگر ایک سے وطی کرنے کی خواہش کی تو اسپر قبول کرنا واجب نہیں ہی چنانچہ اگر وہ انکار کرے تو
نافرمان نہوگی اور ان مسائل میں کچھ اختلاف نہیں ہی اور مرد کو اختیار رہی کہ عورت پر غسل جنابت و حیض و
نفاس کے واسطے جبر کرے لیکن اگر عورت ذمیہ ہو یعنی کتابیہ ہو تو ایسا نہیں کر سکتا ہی اور شوہر کو اختیار ہوگا
کہ عورت پر تطیب و استحداد کے واسطے جبر کرے یہ بحر الرائق میں ہی اور شوہر کو اختیار رہی کہ عورت کو ایسی چیز
کھانے سے منع کرے جسکی بدبو سے اُسکو ایذا پہونچتی ہو اور یہ غزل اور بیہودگی سے منع کر سکتا ہی اور علی ہذا شوہر کو
اختیار رہی کہ ایسی چیز کے ساتھ زینت کرنے سے منع کرے جسکی بو سے اُسکو اذیت ہوتی ہو جیسے مثلاً سبز مہندی
لگانے وغیرہ سے اور شوہر کو اختیار ہی کہ جورو کو زینت چھوڑ دینے پر سزا دے اور مارے جبکہ وہ زینت چاہتا
ہو اور نیز اگر اُسنے وطی کے واسطے بلایا اور عورت نے انکار کیا تو مار سکتا ہی درحالیکہ عورت حیض و نفاس سے
پاک ہو اور نیز نماز و شروط نماز کے واسطے بھی درصورت ترک کے سزا دے سکتا ہی یہ فتح القدیر میں ہی ایک
شخص کی جورو ہی کہ نماز نہیں پڑھتی ہی تو اُسکو اختیار ہی کہ عورت مذکورہ کو طلاق دیدے اگرچہ بالفعل اُسکے
مہر ادا کرنے پر قادر نہو اور اگر عورت نے بدون اجازت شوہر کے مجلس وعظ میں باہر جانا چاہا تو عورت کو
یہ اختیار نہیں ہی اور اگر عورت پر کوئی واقعہ پیش آیا کہ اُسمین حکم شرع دریافت کرنے کی ضرورت ہی اور
شوہر اُسکا عالم ہی یا عالم نہیں ہی مگر وہ عالم سے دریافت کر سکتا ہی تو عورت مذکورہ باہر نہیں جا سکتی ہی

عورت کو نکالنے ... یا قیمت لینے کا اختیار ہو۔ اور اگر عورت کا باپ لنجا ہوا اور کوئی آدمی ایسا نہ ہو جو اُسکی
تیمارداری کرے اور اس عورت کا شوہر اسکو اُسکے پاس جانے سے منع کرتا ہو تو عورت کو اختیار ہو کہ اپنے شوہر کی
کہنہ مانے اور جا کر اپنے باپ کی خدمت کرے خواہ اُسکا باپ مسلمان ہو یا کافر ہو۔ ایک مرد کی ماں جوان ہو کہ
شادی کی خواہش کرتی ہو اور لوگوں کی صحبت و نشست میں جاتی ہو اور اس عورت کا شوہر نہیں ہے تو اُسکا بیٹا اُسکو منع
کر سکتا ہے تا وقتیکہ اُسکے نزدیک یہ امر محقق ہو کہ عورت مذکور بانتظار فساد جایا کرتی ہے یعنی بدکاری کا یقین ہو اور
جب اُسکو متحقق ہوا تو قاضی کے پاس مرافعہ کرے پھر قاضی اُسکو اجازت دے سکتا ہے کہ تعزیر کرے تو اُسکو
اختیار ہوگا کہ اپنی ماں کو منع کرے کیونکہ وہ منع کرنے میں قاضی کا قائم مقام ہے یہ کافی میں ہے۔ ایک شخص نے کوفہ
میں چار عورتوں سے نکاح کیا پھر ان چاروں میں سے ایک غیر معین کو طلاق دی پھر بصرہ کی ایک عورت سے نکاح کیا
پھر چاروں میں سے ایک غیر معین کو طلاق دی پھر طائف میں ایک عورت سے نکاح کیا پھر مر گیا لیکن ان
عورتوں میں سے کسی عورت سے دخول نہیں کیا تھا تو طائف والی عورت کو پورا مہر ملیگا اور بصرہ والی عورت کو آٹھ حصوں
میں سے سات حصہ مہر کے ملینگے اور کوفہ والیوں کو تین مہر کامل اور آٹھواں حصہ ایک مہر کا ملیگا جو ان سب کے درمیان
مساوی تقسیم ہوگا۔ ایک شخص نے ایک عقد میں ایک عورت سے نکاح کیا اور دو عورتوں سے ایک عقد میں نکاح
کیا اور تین عورتوں سے ایک عقد میں نکاح کیا پس یہ تین فریق ہوگئے اور یہ معلوم نہیں کہ انمیں سے کون فریق
مقدم ہے پس جس نے تنہا نکاح کیا ہے اُسکا نکاح بالیقین صحیح ہے۔ اور باقی فریق میں شوہر کا قول لیا جائیگا کہ کون
انمیں سے اول ہوا اور ان دونوں فریق میں سے جو فریق مرا اور شوہر زندہ ہے اور شوہر نے کہا کہ یہی فریق ان
دونوں میں سے پہلا ہے تو اس فریق کی عورتوں کا جو مر گئی ہیں شوہر وارث ہوگا اور اُنکے مہر ادا کریگا اور
شوہر اور دوسرے فریق کے درمیان تفریق کی جائیگی اور اگر شوہر نے ان سب عورتوں سے دخول کر لیا ہو
پھر اپنی صحت میں یا موت کے وقت کہا کہ ان دونوں فریق میں سے یہ فریق پہلا ہے تو یہی پہلا فریق ہوگا اور
شوہر اور دوسرے فریق کے درمیان جدائی کی جائیگی ولیکن دوسرے فریق کی ہر عورت کے واسطے اُسکا
مہر مسمیٰ اور مہر مثل دونوں میں سے کم مقدار شوہر کے ذمہ واجب ہوگی۔ اور اگر شوہر نے ہر دو فریق مذکورہ
کی نسبت کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ انمیں سے اول کون ہے تو وہ ان دونوں فریق سے رد کیا جائیگا مگر فریق
اول یعنی وہ عورت جس نے تنہا نکاح کیا ہے اُس سے نہیں رد کیا جائیگا پھر اگر شوہر مذکور بیان کرنے سے
پہلے مر گیا تو اس عورت کو اُسکا پورا مہر ملیگا اور تین عورتوں والے فریق کو ڈیڑھ ملیگا جو اُنکے
درمیان مساوی مشترک ہوگا اور دو عورتوں والے فریق کو ایک مہر ملیگا جو اُنکے درمیان مساوی مشترک
ہوگا یہ شرح مبسوط امام سرخسی میں ہے۔ ایک عورت اور اُسکی دو بیٹیوں سے متفرق تین عقدوں میں نکاح کیا اور
یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اول کس سے نکاح کیا ہے پھر شوہر قبل وطی اور بیان کے مر گیا تو ان سب کو ایک مہر کامل ملیگا اور
جو میراث عورت کے واسطے مقرر ہے وہ پوری ایک ملیگی اور یہ بالاتفاق ہے پھر کیفیت تقسیم میں اختلاف ہے چنانچہ امام
ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ مہر و میراث ہر ایک میں سے ماں کو نصف ملیگا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ ان تینوں میں برابر
ہو کر تقسیم ہوگا اور اگر ماں سے ایک عقد میں اور ہر دو دختر سے ایک عقد میں نکاح کیا تو بالاتفاق سب میں

ملیگا اور اگر ایک عورت و اسکی دختر سے یا ایک عورت و اسکی ماں و اسکی خالہ سے نکاح کیا ہو تو مہر و میراث بالاتفاق ان سب میں تین حصہ ہو کر تقسیم ہوگی اور یہی حکم ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر تین عورتوں سے ایک عقد میں اور ایک عورت سے ایک عقد میں اور ایک عورت سے ایک عقد میں نکاح کیا اور پہلا و دوم نہیں ہوتا کہ کون مقدم ہے تو تین عورتوں کو ڈیڑھ مہر باہم مساوی مشترک اور ہر دو تنہا کو ڈیڑھ مہر دونوں میں مساوی مشترک ملیگا۔ اور اگر ایک عورت سے ایک عقد میں اور دو عورتوں سے ایک عقد میں اور تین عورتوں سے ایک عقد میں اور چار عورتوں سے ایک عقد میں نکاح کیا پھر شوہر مر گیا اور معلوم نہیں ہوتا ہے کہ ان میں سے کون مقدم ہے تو ان سب کو ساڑھے تین مہر ملینگے جس میں سے نصف ان سے تین چوتھائی چار عورتوں کو اور ایک چوتھائی تین عورتوں کو ملیگا اور پھر ایک مہر میں سے چار عورتوں کو دو چھٹے اور چھٹے حصہ کا نصف اور تین عورتوں کو بھی دو چھٹے حصہ اور چھٹے حصہ کا نصف اور دو عورتوں کو چھٹا حصہ ملیگا اور باقی دو مہر میں ان تینوں فریق کی منازعت ہے پس وہ ان تینوں فریق میں تین حصہ ہو کر تقسیم ہونگے کہ ہر فریق کو دو تہائی ایک مہر کی ملیگی ولیکن جس قدر چار عورتوں کے حصہ میں پڑیگا وہ انمیں برابر تقسیم ہوگا اور جو عورت تنہا نکاح کی گئی ہے وہ انکی مزاحم نہو گی اور ان تین عورتوں کے حصہ میں جو کچھ آیا ہے اسمیں سے چوتھا حصہ اسمیں سے لیگی اور باقی ان تینوں میں مساوی تقسیم ہوگا اور دو عورتوں کے حصہ میں جو کچھ آیا ہے اسمیں سے چھٹا حصہ لیگی اور باقی ان دونوں میں مساوی تقسیم ہوگا اور یہ تقسیم بنا بر قول امام ابو یوسفؒ کے ہے اور بنا بر قول امام محمدؒ کے چار عورتوں والے فریق کو ایک مہر کامل و تہائی مہر ملیگا اور تین عورتوں والے فریق کو ایک مہر ملیگا اور دو عورتوں والے فریق کو دو تہائی مہر ملیگا اور تنہا عورت کو نصف مہر ملیگا قال المترجم عفا اللہ عنہ بنا بر قول امام ابو یوسفؒ کے توجیہ ہر قول کی بیان کرنی بہت طوالت چاہتی ہے اور گو نہ بے محل بھی ہے ہاں یہ ضروری ہے کہ اس پیچیدہ تقسیم کا جسمیں خلاق زائد ہے انحلال کر دوں چنانچہ میں کہتا ہوں ہر ایک مہر کے ۲۴ حصے کیے جاوین از انجملہ نصف مہر کا تین چوتھائی چار عورتوں کو ۲۷ اور چہارم تین عورتوں کو ۹ اور مہر کامل میں سے چار کو دو چھٹے حصے و نصف چھٹا حصہ یعنی ۳۰ اور اسیقدر تین عورتوں کو ۳۰ اور چھٹا حصہ دو عورتوں کو ۱۲ دیے جاوین اور باقی دو مہر میں دو تہائی چار عورتوں کو ۴۸ بلا امتیاز اور تین عورتوں کی دو تہائی میں سے آٹھواں حصہ تنہا ایک کو نکل گیا لہذا تین عورتوں کو ۴۲ اور ایک تنہا کو ۱۶ اور دو عورتوں کی دو تہائی میں سے چھٹا حصہ ایک تنہا کو نکل گیا لہذا دو عورتوں کو ۴۰ اور تنہا کو ۸ ملینگے موافق توضیح نقشہ ذیل کے

تفصیل مہر بسہام	عقد ایک عورت سے	عقد دو عورتوں سے	عقد تین عورتوں سے	عقد چار عورتوں سے	کیفیت
تقسیم نصف مہر از جملہ ساڑھے تین مہر	×	×	سہام ۹	سہام ۲۷	[illegible]
تقسیم ایک مہر کامل	×	۱۲	۳۰	۳۰	
تقسیم دو مہر	از فریق دوم ۱۶ از فریق سوم ۸	۴۰	۴۲	۴۸	

اور اگر چار عورتوں سے ایک عقد میں اور تین سے ایک عقد میں نکاح کیا پھر غیر معین ایک عورت کو اپنی منکوحات میں سے طلاق دی پھر قبل بیان کے مر گیا تو ان سب کو تین مہر ملینگے یہ کذا فی شرح المبسوط للامام السرخسی

یعنے یہ بیان نہونے پایا کہ مطلقہ عورت کس فریق کی مراد ہے ۱۲

کتاب الرضاع

قال المترجم سمجھنے کے واسطے چند باتون کا پہلے بیان کرنا بہتر ہی رضاعت دودھ دینے کو کہتے ہین اور بچہ کو اسکی مان کے سواے اگر کسی عورت نے دودھ پلایا تو یہ عورت مرضعہ ہی اور بچہ رضیع ہی اور یہ فعل بطور حاصل مصدر رضاعت ہی اور یہ مرضعہ اس رضیع کی دودھ پلائی مان ہی کہ اسکے ساتھ نکاح کرنا قطعًا حرام ہی جیسے اپنی مان سے جسکے پیٹ سے پیدا ہوا ہی اور رضاعت سے حرمت اسی طرح ہو جاتی ہی جیسے نسب سے ہوتی ہی اگر شرائط پائی جاویں قال فی الکتاب رضاعت اگر مدت رضاعت مین پائی جاوے تو خواہ قلیل رضاعت ہو یا کثیر ہو اُس سے تحریم متعلق ہو جاتی ہی یہ ہدایہ مین ہی اور قلیل رضاعت کی تفسیر اسطرح بیان کی گئی ہی کہ اسقدر ہو کہ اُس سے یہ معلوم ہو جاوے کہ دودھ حلق سے پیٹ مین پہونچا ہی اور رضاعت کی مدت امام اعظم رحکے قول مین تیس مہینہ ہین یعنی ڈھائی برس تمام ہونے تک جبکا دودھ پیے وہ اسکی مرضعہ مان ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ رضاعت کی مدت دو برس ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہی قال المترجم پس اگر اس مدت مذکورہ سے زائد سن کا بچہ ہو گیا اور اُسنے کسی کا دودھ پیا تو وہ ان احکام کے ثبوت کے واسطے کافی نہین ہی اور جو بعض احادیث مین اس سے زیادہ بالغ جوان کے واسطے رضاعت ثابت فرمائی گئی تھی وہ خصوصیات مین داخل ہی و نیز تاویلات و مباحث جو اس سے متعلق ہین اپنے مقام پر مشرح ہین یہ مقام بیان نہین ہی اسی پر اکتفا کرنا چاہیے اور جو کتاب مین مذکور ہی سننا چاہیے کہ اگر رضیع مدت رضاعت کے اندر دودھ سے چھوڑا دیا گیا پھر مدت رضاعت باقی تھی کہ اُسکو کسی عورت نے دودھ پلایا تو یہ رضاعت ہی پھر یہ دیکھنا چاہیے کہ اگر دو برس کے اندر ایسا ہوا ہی تو بالاتفاق رضاعت ہوگی اور اگر دو برس کے بعد ڈھائی برس کے اندر ایسا ہوا ہی تو فقط امام اعظم رحکے قول پر متحقق ہوگی اور یہ اسوجہ سے ہی کہ مدت رضاعت مین پائی گئی ہی اور یہی ظاہر المذہب ہی یہ محیط مین ہی اور ینابیع مین لکھا ہی کہ اسی پر فتوے ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور جب مدت رضاعت گذر جاوے تو پھر دودھ پلانے سے تحریم نہین ثابت ہوتی ہی۔ یہ ہدایہ مین ہی۔ بیان مذکورہ بالا سے ظاہر ہوا کہ رضاعت ثابت ہونے کے واسطے مدت رضاعت کی مقدار مین امام اور صاحبین مین اختلاف ہی ولیکن اس امر پر اجماع و اتفاق ہی کہ رضاعت کی اُجرت کا استحقاق ثابت ہونے کے واسطے مدت رضاعت دو ہی برس ہین چنانچہ اگر شوہر کی طرف سے اُسکی جورو جس سے بچہ پیدا ہوا ہی طلاق ہوئی مگر اس مطلقہ نے بچہ کو اجرت پر دودھ پلایا پھر مطلقہ مذکورہ نے دو برس کے بعد کی رضاعت کی اجرت کا مطالبہ کیا اور بچہ کے باپ نے دینے سے انکار کیا تو اُسپر جبر نہ کیا جائیگا اور دو برس تک کی اجرت دینے پر مجبور کیا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور واضح رہے کہ جس طرح حرمت رضاعت مان یعنی دودھ پلائی کی جانب ثابت ہوتی ہی اسی طرح اُسکے

ثابت ہوگا یعنے جسکی وطی سے اُسکا دودھ ہو اُسکی جانب بھی ثابت ہوتی ہو اور وہ اس رضیع کا باپ ہو جاتا ہی
اور تمام احکام ثابت ہوتے ہیں یہ ظہیریہ میں ہو پس رضیع پر خواہ لڑکی ہو یا لڑکا ہو اُسکی رضاعی ماں و باپ
اور ان ماں و باپ کے اصول و فروع نسبی و رضاعی دونوں طرح کے سب حرام ہو جاتے ہیں حتی کہ اگر
مرضعہ اس مرد سے جسکی وطی کا دودھ اُسکو ہی کوئی بچہ جنی ہو خواہ دودھ پلانے سے پہلے یا اسکے بعد یا اسکے
سواے اسطرح دوسرے شوہر سے بچہ جنی یا کسی دوسرے رضیع کو دودھ پلایا ہو یا اس مرد کی اولاد اس
مرضعہ سے یا اسکے سواے دوسری عورت سے قبل اس دودھ پلانے کے یا بعد دودھ پلانے کے پیدا ہوئی
یا کسی عورت نے جسکا دودھ اسکی وطی سے ہو کسی رضیع کو دودھ پلایا تو یہ سب اس رضیع مذکورہ بالا کی بہنیں
و بھائی ہونگے اور انکی اولاد اس رضیع کے بھائی و بہنوں کی اولاد ہوگی اور اس مرد کا بھائی اس رضیع کا چچا
اور بہن اُسکی پھوپھی ہوگی اور مرضعہ کا بھائی اُسکا ماموں اور بہن اسکی خالہ ہوگی اور ایسے ہی دادا و دادی و
نانا و نانی وغیرہ میں سمجھنا چاہیے قال المترجم تمثیل ہمروکہ یعنے زید نے دو برس یا ڈھائی برس کے اندر ہندہ
کا دودھ پیا اور ہندہ کا دودھ خالد نامی ایک مرد کی وطی سے ہو تو ہندہ اس زید کی مرضعہ ماں و خالد اسکا
باپ ہوا پھر اس دودھ پلانے سے پہلے کی اولاد ہندہ کی کلو لڑکا از نطفہ خالد و کریمہ لڑکی از نطفہ خالد و بدھو
لڑکا و جمیلہ لڑکی از نطفہ شاہد نامے ایک مرد سے ہو اور دودھ پلانے کے بعد کی اولاد اس خالد کے نطفہ
سے ایک لڑکا و لڑکی اور نیز خالد کے سواے بعد طلاق یا موت کے دوسرے شوہر کے نطفہ سے دو لڑکی اور
اور ایک لڑکا ہو۔ اور نیز خالد کا ایک لڑکا و دو لڑکیاں اس ہندہ کے سواے دوسری جورو کے پیٹ سے ہیں اور
یہ اولاد اس ہندہ کی زید کو دودھ پلانے سے پہلے کی ہو اور ایک لڑکی اور ایک لڑکا دودھ پلانے کے بعد کا
کسی عورت کے پیٹ سے ہو اور نیز ہندہ مذکورہ نے شبیب نام ایک رضیع کو و سلمیٰ نام ایک رضیعہ کو دودھ پلایا
ہو یا خالد کی دوسری جورو نے جسکا دودھ خالد کی وطی سے ہو کسی رضیع یا رضیعہ کو دودھ پلایا ہو خواہ ہندہ
کے زید کو دودھ پلانے سے پہلے یا اسکے بعد تو ہندہ کی سب اولاد خواہ خالد کے نطفہ سے ہو یا غیر کے نطفہ
سے ہو خواہ زید کو دودھ پلانے سے پہلے کی پیدا ہو یا بعد کی پیدائش ہو اور نیز ہندہ کے سب دودھ پلائے
بچے خواہ پہلے کے ہوں یا پیچھے انکو دودھ پلایا ہو یہ سب زید کے بھائی بہن ہیں اور ہندہ کی بہن زید کی خالہ و
بھائی ماموں ہو اور اسیطرح خالد کی سب اولاد خواہ ہندہ کے پیٹ سے ہو یا دوسری جورو کے پیٹ سے ہو
خواہ زید کو ہندہ کے دودھ پلانے سے پہلے کی ہو یا بعد کی ہو اور سب رضاعی اولاد خواہ ہندہ کی رضیع ہوں یا
کسی دوسری جورو کے جسکا دودھ خالد کا ہو رضیع ہوں سب زید کے بھائی و بہن ہونگے علی ہذا القیاس فافہم
اور رضاعت سے حرمت مصاہرہ بھی ثابت ہوتی ہے چنانچہ رضاعی باپ کی جو جورو ہوگی وہ اس رضیع پر حرام
ہوگی اور رضیع کی جورو اُسکے رضاعی باپ پر حرام ہوگی اور علی ہذا القیاس یہی حکم مثل نسب کے سب جگہ ہی
سواے دو مسئلوں کے کہ اُنمیں یہ قیاس نہیں ہو کذا فی التہذیب چنانچہ اول دو مسئلوں میں سے ایک یہ ہو کہ مرد کو یہ روا
نہیں ہو کہ اپنے نسبی بیٹے کی بہن سے نکاح کرے اسواسطے کہ بیٹے کی بہن اگر خود اُسکے نطفہ سے ہوگی تو وہ اُسکی دختر ہوگی
اور اگر اُسکے نطفہ سے نہوگی تو ربیبہ ہوگی بہرحال نا جائز ہوگی اور رضاعت کی صورت میں یہ جائز ہو کیونکہ یہ بات

رضاعت میں نہیں پائی جائیگی پس جائز ہوگی حتی کہ اگر نسب میں بھی ان دونون باتون میں سے کوئی بات نہ پائی جاوے
مثلاً ایک باندی دو شخصون میں مشترک ہو اُسکے بچہ پیدا ہوا اور دونون شریکون نے ایک ساتھ اُسکے نسب
کا دعوی کیا اور نسب دونون سے ثابت ہوگیا اور ان دونون سے ہر ایک کی ایک دختر کسی دوسری عورت
سے ہو تو ان دونون میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ اپنے شریک کی دختر سے نکاح کرے اگرچہ یہ بات پائی گئی
کہ اپنے نسبی پسر کی بہن سے نکاح کیا۔ اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مرد کو اپنے نسبی بھائی کی مان سے نکاح کرنا نہیں جائز
ہے اور رضاعت میں ہو سکتا ہے اسواسطے کہ نسب کی صورت میں اگر دونون مان کی طرف سے بھائی بھائی ہوئے
تو بھائی کی مان اُسکی مان ہوگی اور اگر دونون باپ کی طرف سے بھائی ہوئے تو بھائی کی مان اُسکے باپ کی
جورو ہوئی بہر حال ناجائز ہوگی اور یہ بھی رضاعت میں معدوم ہے یہ محیط میں ہے اور رضاعی بھائی کی بہن حلال
ہے جیسے نسبی کی حلال ہوتی ہے اگر باپ کی طرف والے بھائی کی مان کی طرف سے ایک بہن ہو پس یہ بہن اسکے
باپ کی جانب سے بھائی کو حلال ہے کہ اس سے نکاح کرسکتا ہے یہ کافی میں ہے۔ اور رضاعی بھائی کی مان اور
رضاعی چچا کی مان سے اور رضاعی پھوپھی کی مان اور رضاعی ماموں و خالہ کی مان حلال ہے یہ شرح وقایہ میں ہے اور
اسی طرح اپنی رضاعی جدہ کی مان و فرزند رضاعی کی جدہ سے نکاح حلال ہے مگر نسبی سے حلال نہین ہے یہ تبیین میں
ہے۔ اسی طرح اپنے رضاعی فرزند کی پھوپھی سے نکاح کرسکتا ہے اسی طرح پسر کی بہن کی مان سے اور فرزند کی بہن
کی بیٹی سے اور فرزند کی پھوپھی کی بیٹی سے نکاح کرسکتا ہے یہ نہر الفائق میں ہے۔ اور اسی طرح عورت اپنے رضاعی
بہن کے باپ اور پسر کے بھائی اور حفدہ کے باپ فرزند کے جد و ماموں سے نکاح کرسکتی ہے اور نسب کی صورت
میں یہ سب جائز نہین ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر ایک شخص نے اپنی جورو کو طلاق دی اور اُسکے دودھ ہے پھر اُسنے
عدت گذر جانے کے بعد دوسرے شوہر سے نکاح کرلیا اور دوسرے نے اُس سے وطی کی پس اگر دوسرے سے
اُسکے بچہ پیدا ہوا تو بالاجماع اُسکا دودھ دوسرے شوہر کا ہوگا اور شوہر اول سے منقطع ہو جائیگا اور اگر وہ
دوسرے سے حاملہ نہوئی تو بالاجماع یہ دودھ اوّل کا ہوگا اور اگر دوسرے سے حاملہ ہوئی مگر بچہ نہیں جنی تو امام اعظم رح
نے فرمایا کہ جب تک دوسرے سے بچہ جنے تب تک دودھ اوّل کا ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک عورت سے
نکاح کیا اور اس نکاح سے کبھی اس مرد سے وہ بچہ نہیں جنی مگر اس عورت کے دودھ اتر آیا پس اُسنے یہ دودھ کسی بچہ کو پلایا
تو یہ رضاعت اس عورت ہی کی جانب سے ہوگی اس مرد کی جانب سے نہوگی حتی کہ اس رضیع پر اس مرد کی اولاد
جو دوسری عورت سے ہو گی وہ حرام نہوگی۔ ایک مرد نے ایک عورت سے زنا کیا اور اُس سے اولاد ہوئی اور عورت
نے اس دودھ سے کسی دختر صغیرہ کو پلایا تو اس زانی و اُسکے باپ دادا و اولاد میں سے کسی کو جائز نہیں ہے کہ اس
دختر رضیعہ سے نکاح کرے یہ فتاوے قاضیخان میں ہے اور اس زانی کے چچا و ماموں کو اس رضیعہ صغیرہ سے نکاح
کرنا جائز ہے جیسے اگر زنا سے مولود بچہ ہو تو اُسکا یہی حکم ہے یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر کسی عورت سے بشبہہ وطی کی اور
وہ حاملہ ہو گئی پس اُسنے اسی دودھ سے کسی بچہ کو پلایا تو یہ بچہ اس زانی کا رضاعی پسر ہو جائیگا اور وطی ہذا جہاں
وطی ایسی ہو کہ اس میں وطی کنندہ سے نسب ثابت ہوتا ہے تو رضاعت بھی ثابت ہوگی اور جہاں وطی کرنے والے
سے نسب نہیں ثابت ہوتا ہے وہاں زانی کی طرف رضاعت بھی ثابت نہوگی بلکہ فقط زانیہ یعنی دودھ پلانے والی

کی طرف رضاعت ثابت ہوگی یہ مضمرات میں ہے۔ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس سے عورت ایک
بچہ جنی اور اسنے اس بچہ کو دودھ پلایا پھر اسکا دودھ سوکھ گیا پھر اسکے بعد دودھ اتر آیا اور اس نے ایک لڑکے
کو دودھ پلایا تو اس رضیع لڑکے کو جائز ہے کہ اس مرد کی اولاد سے جو اس عورت مرضعہ کے سوا اسکی دوسری عورت
کے پیٹ سے ہو نکاح کرے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ایک باکرہ عورت کہ جسکا ہنوز نکاح نہیں ہوا ہے دودھ
اترا اور اسنے ایک بچہ کو دودھ پلایا تو اس بچہ کی ماں ہو جائیگی اور ان دونوں میں تمام احکام رضاعت کے
ثابت ہونگے حتی کہ اگر اس باکرہ نے کسی مرد سے نکاح کیا اور اس مرد نے اسکو قبل دخول کے طلاق دیدی تو مرد
مذکور کو جائز ہوگا کہ اس باکرہ کی رضیعہ دختر مذکورہ سے نکاح کرے اور اگر بعد دخول کے طلاق دی ہو تو اس
رضیعہ سے نکاح نہیں کر سکتا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر کوئی دختر نو برس یا زیادہ عمر کی کنواری ہو اور
اسکے دودھ اترا اور اسنے کسی بچہ کو پلایا تو اس سے تحریم متعلق ہوگی اور رضاعت سے قریب ہی ہو جاتی
ہے کہ جب نو برس یا زیادہ عمر کی عورت نے دودھ پلایا ہو یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اسی طرح اگر کسی باکرہ کے زرد پانی
اترا تو اسکے پلانے سے تحریم متعلق نہیں ہوتی ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور عورت کے اترا [illegible]
میں دیدی اور اسکا دودھ ہونا معلوم نہیں تو قضاءً رضاعت کے ساتھ حرمت ثابت نہ ہوگی اور احتیاطاً ثابت ہوگی
اور اگر بچہ کے منہ میں چھاتی سے زرد رنگ کی رقیق چیز ٹپک گئی تو حرمت رضاع ثابت ہوگی اسواسطے کہ یہ بگڑے
ہوئے رنگ کا دودھ ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر کسی مرد کے دودھ اترا اور اس نے کسی بچہ کو پلایا تو
اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور اگر خنثی کے دودھ اترا اور اس نے کسی بچہ کو
پلایا پس اگر معلوم ہو کہ یہ عورت ہے تو تحریم متعلق ہوگی اور اگر معلوم ہو کہ مرد ہے تو تحریم متعلق نہ ہوگی اور اگر مشکل ہو یعنی مرد
یا عورت کسی طرف علم نہ ہو پس اگر عورتوں نے کہا کہ دودھ اس کثرت سے فقط عورتوں ہی کے ہوتا ہے تو احتیاطاً تحریم
متعلق ہوگی اور اگر عورتوں نے یہ نہ کہا تو تحریم متعلق نہ ہوگی یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور زندہ عورت و مردہ عورت کا دودھ
حرمت رضاعت ثابت ہونے کے واسطے یکساں ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر کسی چوپایہ جانور کے دودھ دو بچوں
نے پیا تو اس سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور رضاعت خواہ دار الاسلام میں متحقق ہو
یا دار الحرب میں حکم یکساں ہے چنانچہ اگر دار الحرب میں دودھ پلایا پھر یہ سب لوگ مسلمان ہو گئے یا دار الحرب سے
نکلکر رضیع و مرضعہ وغیرہ دار الاسلام میں چلے آئے تو انمیں باہم احکام رضاعت کے ثابت ہونگے یہ وجیز کردری
میں ہے اور رضاعت جیسے چھاتی سے دودھ چوس لینے سے ثابت ہوتی ہے اسی طرح صب و سعوط و وجور سے ثابت
ہوتی ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور کان میں ٹپکانے اور حقنہ سے استعمال کرنے سے اور دبر اور سوراخ ذکر میں ٹپکانے
سے اور زخم آمہ اور جائفہ میں ڈالنے و استعمال کرنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی ہے اگرچہ پیٹ میں یا دماغ میں
پہونچ جاوے اور امام محمد کے نزدیک حقنہ سے استعمال کرنے سے رضاعت ثابت ہوجاتی ہے کذا فی التہذیب
اور قول اول ظاہر الروایہ ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور اگر دودھ کھانے میں ملگیا پس اگر اسکے بعد اس طعام کو آگ
دی گئی ہو کہ دودھ کو اثر آگ کا ہوگیا اور طعام پختہ ہوگیا حتی کہ متغیر ہوگیا تو حرمت متعلق نہ ہوگی خواہ دودھ غالب
ہو یعنی زیادہ ہو یا مغلوب ہو اور اگر اس طعام کو بطور مذکور آگ کا اثر نہ ہو پس اگر طعام غالب ہو تو بھی حرمت

متعلق نہوگی اور اگر دودھ غالب ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس صورت میں بھی وہی حکم ہے اسواسطے کہ چیز تابع جب
جابستے ملگئی تو اسکے تابع ہوگئی پس وہ مشروب ہونے سے خارج ہوگئی یعنی اب پینے کی چیز نہ رہی تھی کہ اگر پینے کی
چیز رہی جیسا کچھ مثلاً طعام قلیل ہو تو حرمت رضاعت ثابت ہو جائیگی اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جب
لقمہ اٹھاتے وقت دودھ کے قطرے نہ ٹپکتے ہوں اور اگر لقمہ اٹھانے پر دودھ کے قطرے ٹپکتے ہوں تو امام اعظمؒ
کے نزدیک بھی حرمت رضاع ثابت ہوگی اسواسطے کہ جب قطرہ دودھ کا حلق طفل میں گیا تو وہ ثبوت حرمت
کے واسطے کافی ہے اور اصح یہ ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک بہرحال حرمت رضاع ثابت نہوگی کذا فی الکافی اور یہی
صحیح ہے اسواسطے کہ دودھ کا قطرہ چلا جانا کافی نہیں ہے بلکہ بطور تغذی کے چاہیے ہے اور تغذی اس صورت میں طعام سے ہوئی
ہے نہ دودھ سے یہ جواہر میں ہے۔ اور اگر عورت کا دودھ بکری کے (یا گائے وغیرہ کا) دودھ میں ملا دیا مگر عورت کا دودھ غالب ہے تو حرمت رضاع
ثابت ہوگی اور اسی طرح اگر عورت نے اپنے دودھ میں روٹی چھوڑ دی اور روٹی اس دودھ کو چوس گئی یا اپنے
دودھ میں ستو سان لیا کہ دودھ کا مزا پایا جاتا ہے تو حرمت ثابت ہوگی اور یہ اسوقت ہے کہ طعام کو لقمہ لقمہ کر کے
کھایا اور اگر اسکو پینے کے طور پر پی لیا تو بالاتفاق حرمت رضاعت ثابت ہوگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور
اگر عورت کا دودھ پانی یا دوا یا چوپائے کے دودھ میں ملا دیا تو غالب کا اعتبار ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اسی طرح
ہر رقیق بہتی ہوئی چیز یا جامد چیز کیساتھ ملانے میں یوں ہی اعتبار ہے یہ نہر الفائق میں ہے اور غالب ہونے کے معنی یہ مراد
ہیں کہ اس چیز سے اسکا مزہ و رنگ و بو یا انہیں سے کوئی ایک بات معلوم ہوتی ہے اور بعض نے فرمایا کہ امام ابو یوسفؒ
کے نزدیک غالب سے یہ مراد ہے کہ دوسری چیز ملکر دودھ کا رنگ و مزہ بدل دے اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ مراد ہے کہ
دودھ ہونے سے خارج ہو جاوے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر دودھ اور دوسری چیز دونوں یکساں ہوں تو بھی
حرمت ثابت ہونا واجب ہے اسواسطے کہ دودھ مغلوب نہیں ہوا ہے یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر دو عورتوں کا دودھ
ملگیا تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک رضاعت کی تحریم اسی عورت سے متعلق ہوگی جسکا دودھ غالب ہے
اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ دونوں سے متعلق ہوگی چاہے مساوی ہوں یا کوئی انمیں سے غالب اور کوئی مغلوب ہو
اور یہی امام اعظمؒ سے بھی ایک روایت ہے اور یہی اظہر و احوط ہے کذا فی التبیین اور بعض نے فرمایا کہ امام محمدؒ کا
قول اصح ہے یہ شرح مجمع البحرین مولفہ ابن الملک رحمہ اللہ میں مذکور ہے اور اگر دونوں دودھ مساوی ہوں تو تحریم
دونوں عورتوں سے متعلق ہوگی اور اسپر اجماع ہے یہ نہر الفائق میں ہے۔ اور اگر دودھ کو جمایا یا رائب یا شیراز یا پنیر
یا اقط یا مصل بنا لیا اور وہ بچہ نے کھایا تو ایسے کھانے سے تحریم رضاعت متعلق نہوگی اسواسطے کہ اسطرح دودھ
کے کھانے کو رضاعت نہیں بولتے ہیں (یعنی دودھ پلانے کا اطلاق اسپر نہیں آتا ہے) یہ بدائع میں ہے اور ملتقط الملخص میں ہے کہ گاؤں کی کسی عورت نے ایک
دختر کو دودھ پلایا پھر اب یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ کس عورت نے اسکو دودھ پلایا ہے پھر اسی گاؤں کے کسی مرد نے
اس دختر سے نکاح کیا تو اسکو گنجائش ہے کہ اس منکوحہ کے ساتھ رہے اور یہ قضا ہے اور عورتوں پر
واجب ہے کہ بلا ضرورت ہر بچہ کو دودھ نہ پلا دیں اور اگر پلا دیں تو یاد رکھیں یا اسکو لکھ رکھیں ایسا ہی میں نے
اپنے مشائخ سے سنا ہے یہ مضمرات میں ہے۔ اور تحریم ثابت ہونے کے واسطے رضاع طاری و رضاع متقدم
میں کچھ فرق نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ قال المترجم یعنی رضاعت قبل نکاح کے ہو یا بعد نکاح کے واقع ہو بہرحال

رضاعت متحقق ہونے سے حرمت ثابت ہو جائیگی چنانچہ مشائل کتاب میں فرماتے ہیں کہ اگر ایک مرد نے ایک صغیرہ سے
نکاح کیا پھر شوہر کی نسبی ماں یا رضاعی ماں یا اسکی بہن یا اسکی بیٹی نے اگر اس صغیرہ مذکورہ کو دودھ پلایا تو
یہ صغیرہ اپنے شوہر پر حرام ہو جائیگی اور اسکا نصف مہر اپنے شوہر پر واجب ہوگا پھر اگر مرضعہ نے عمداً فساد
کی نیت سے دودھ پلا دیا ہو تو شوہر اس مال کو اس مرضعہ سے واپس لیگا اور اگر اس نے عمداً ایسا نہیں کیا ہے تو
واپس نہیں لے سکتا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر دو اجنبیہ عورتوں نے جنکا دودھ ایک ہی مرد کی
وطی سے ہے دو صغیرہ کو جو ایک مرد کے نکاح میں ہیں دودھ پلایا تو دونوں اپنے شوہر پر حرام ہو جائینگی اور
دونوں مرضعہ کچھ ضامن نہونگی اگرچہ دونوں نے عمداً بغرض فساد ایسا کیا ہو یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر دو دودھ
پیتی ہوئی صغیرہ عورتوں سے نکاح کیا پھر ایک اجنبیہ عورت آئی اور اس نے ان دونوں کو ایک ہی ساتھ یا
آگے پیچھے دودھ پلایا تو دونوں صغیرہ اپنے شوہر پر حرام ہو جائینگی ولیکن اسکو اختیار ہوگا کہ ان دونوں میں سے
ایک سے جس سے چاہے نکاح کر سکتا ہے اور اگر ایسی تین صغیرہ ہوں اور تینوں کو عورت مذکورہ نے دودھ پلا دیا تو
سب اپنے شوہر پر حرام ہو جائینگی ولیکن اسکو اختیار ہوگا کہ ان دونوں میں سے جس سے چاہے نکاح کر سکتا ہے
اور اگر مرضعہ مذکورہ نے ایک پھر دوسرے کے آگے پیچھے انکو دودھ پلایا تو پہلی دونوں اسپر حرام ہو جائینگی
اور رہی تیسری صغیرہ وہ اسکی جورو بنی رہیگی اور اسی طرح اگر اس نے دو کو ایک ساتھ دودھ پلایا پھر تیسری
کو تنہا پلایا تو پہلی دونوں حرام ہو جائینگی اور تیسری اسکی جورو رہیگی اور اگر اس نے پہلی کو دودھ پلایا پھر
باقی دونوں کو ایک ساتھ دودھ پلایا تو سب اسپر حرام ہو جائینگی یہ بدائع میں ہے۔ اور شوہر پر ان میں سے
ہر ایک کے واسطے نصف مہر واجب ہوگا پھر اگر مرضعہ مذکورہ نے عمداً بغرض فساد دودھ پلایا ہو تو اس مجموع مہر
کو اس سے بطور تاوان لے لیگا یہ معتبر اتابی میں ہے اور اگر چار ہوں اور چاروں دودھ پیتی ہوئی صغیرہ ہوں اور مرضعہ
اجنبیہ نے ان سب کو ایک ہی ساتھ یا آگے پیچھے دودھ پلایا تو سب کا نکاح باطل ہو جائیگا یہ سراج الوہاج میں ہے
اور اسی طرح اگر ایک کو دودھ پلایا پھر باقی تینوں کو ایک ساتھ دودھ پلایا تو بھی سب حرام ہو جائینگی یہ فتح القدیر میں ہے
اور اگر انمیں سے تین کو ایک ساتھ دودھ پلایا پھر چوتھی کو دودھ پلایا تو چوتھی حرام نہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی مرد
نے ایک صغیرہ دودھ پیتی ہوئی سے اور دوسری جوان عورت سے نکاح کیا پھر جوان عورت نے اس صغیرہ کو دودھ
پلا دیا تو دونوں اپنے شوہر پر حرام ہو جائینگی پھر اگر جوان کے ساتھ دخول نہیں کیا ہے تو اسکو کچھ مہر نہ ملیگا اور صغیرہ کو
نصف مہر ملیگا اور اس نصف کو بھی شوہر اس جوان عورت سے واپس لیگا بشرطیکہ اس نے عمداً بغرض فساد ایسا کیا
ہو اور اگر عمداً ایسا نہ کیا ہو تو واپس نہیں لے سکتا ہے اگرچہ جوان عورت یہ جانتی ہو کہ یہ صغیرہ بھی میرے شوہر کی
جورو ہے یہ ہدایہ میں ہے اور تعمد یعنی عمداً کی یہ صورت ہے کہ مرضعہ کو یہ معلوم ہو کہ اس صغیرہ اور شوہر کے درمیان
نکاح ہے اور میرا دودھ پلا دینا مفسد نکاح ہے پھر بھی اسنے عمداً دودھ پلایا یعنی بہمین غرض کہ نکاح باطل ہو جائے
ورنہ یہ غرض نہیں کہ بھوک سے بچایا ہے یا دودھ پلانے سے آرام پاوے یا ایسی حالت ہو کہ بھوک سے اسکے مرجانے کا
خوف تھا پس اسنے دودھ پلا دیا بنا برین اگر نکاح کا حال نہ جانتی ہو یا دودھ پلانے کو مفسد نکاح نہ جانتی ہو
یا جانتی ہو ولیکن اس صغیرہ کے مرنے کا خوف ہو کہ اگر دودھ نہ پاویگی تو خوف ہے کہ شاید مرجاویگی اور بغرض بھوک

دور کرنے کے پلایا تو یہ عمداً فساد کی نیت نہیں ہے پس شوہر اُس سے صغیرہ کا نصف مہر واپس نہیں لے سکتا ہے اور
اس مقدمہ میں کہ یہ فعل بغرض فساد نہ تھا قسم سے جوان عورت مرضعہ کا قول قبول ہوگا اور امام محمد رحمہ اللہ سے
مروی ہے کہ دونوں صورتوں میں شوہر واپس لے سکتا ہے چاہے اُس نے فساد کا قصد کیا ہو یا نہ کیا ہو ولیکن امام محمد
سے صحیح وہی ہے جو ظاہر الروایہ میں مذکور ہے اور وہی شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور
اگر دودھ پلا دینے والی مجنونہ ہو تو شوہر اُس سے صغیرہ کا نصف مہر نہیں لے سکتا ہے اور نیز اگر مجنونہ نے قبل
دخول کے ایسا فعل کیا ہے تو اُسکو نصف مہر ملیگا کذا فی فتاوی قاضی خان اور یہی حکم معتوہہ کا ہے کذا فی المحیط اور یہی
حکم ہے اگر جوان عورت مرضعہ پر اکراہ و زبردستی کی گئی ہو کذا فی فتح القدیر اور اسی طرح اگر صغیرہ خود جوان
عورت کے پاس آئی اور یہ سو رہی تھی پس اسکی چھاتی منہ میں لیکر دودھ پی لیا تو دونوں اپنے شوہر پر حرام
ہو جاوینگی اور دونوں میں سے ہر ایک کو اُسکا نصف مہر ملیگا اور شوہر اُسکو کسی سے واپس نہیں لے سکتا ہے کذا فی
السراج الوہاج پھر واضح ہو کہ ایسی صورت میں بالغہ کی حرمت دائمی ہوگئی ہے اور صغیرہ کی حرمت بھی دائمی ہوگی
بشرطیکہ مرضعہ یعنی کبیرہ کے ساتھ دخول کر لیا ہو یا کبیرہ کا دودھ اسی مرد سے ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو مرد کو اختیار
ہوگا کہ صغیرہ سے دوبارہ نکاح کر لے یہ نہر الفائق میں ہے۔ اور اگر ایک مرد کی نکاح میں ایک صغیرہ اور ایک
کبیرہ ہوں پھر کبیرہ کی ماں نے اس صغیرہ کو دودھ پلایا تو دونوں اپنے شوہر سے بائن ہو جاوینگی اور اسی طرح
اگر کبیرہ کی بہن نے صغیرہ کو دودھ پلا دیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کبیرہ کی پھوپھی یا خالہ نے اسکو دودھ پلا دیا تو
دونوں میں سے کوئی بائن نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی شخص نے کبیرہ کا دودھ لیکر دو منکوحہ صغیرہ کو پلایا تو انکا
شوہر انکو نصف نصف مہر تاوان دیکر پھر اس مال کو اُس شخص سے جس نے یہ فعل کیا ہے واپس لیگا بشرطیکہ اُس نے
عمداً فساد کرنے کے واسطے کیا ہو اور یہی صحیح ہے۔ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح فاسد وطی کی پھر ایک
دختر صغیرہ سے نکاح کیا پھر اس صغیرہ کو اُس عورت کی ماں نے جسکے ساتھ نکاح فاسد وطی کی ہے دودھ پلا دیا تو
صغیرہ بائنہ ہو جائیگی۔ ایک شخص نے ایک صغیرہ سے نکاح کیا پھر اُسکی پھوپھی سے نکاح کیا تو پھوپھی کا نکاح صحیح نہ ہوگا
پس اگر پھوپھی کی ماں نے اس صغیرہ کو دودھ پلا دیا تو صغیرہ اپنے شوہر پر حرام ہو جائیگی یہ فتاوی قاضی خان
میں ہے اور اگر ایک کبیرہ اور دو صغیرہ سے نکاح کیا پھر کبیرہ نے ان دونوں کو دودھ پلایا پس اگر انکو
ایک ساتھ پلایا تو سب کی سب اس پر حرام ہو جائینگی اور مرد کبھی اس کبیرہ سے نکاح نہیں کر سکتا اور یہ بھی روا
نہ ہوگا کہ ہر دو صغیرہ کو نکاح کر کے جمع کرے مگر یہ جائز ہے کہ ان دونوں میں سے ایک سے نکاح کرے بشرطیکہ
کبیرہ سے دخول نہ کیا ہو اور اگر دخول کر لیا ہو تو مثل سابق کی صورت کے یہاں بھی جائز نہیں ہے اور اگر کبیرہ
نے ان دونوں کو آگے پیچھے ایک بعد دوسرے کے دودھ پلایا تو کبیرہ و پہلی صغیرہ کے حرام ہو جائیگی اور رہی
دوسری صغیرہ کہ اُسکو کبیرہ سے بائن ہو جانے کے بعد دودھ پلایا ہے پس ماں و بیٹی کا اجتماع نہ ہوگا و
لیکن یہ صغیرہ رضاعی ربیبہ ہے پس اگر اُسکی ماں یعنی کبیرہ سے دخول کر لیا ہے تو یہ بھی حرام ہوگی ورنہ نہیں
اور اسکے بعد کبیرہ سے نکاح جائز نہ ہوگا اور نہ دونوں صغیرہ کو جمع کرنا جائز ہوگا۔ اور اگر کبیرہ سے
نکاح کیا اور تین صغیرہ سے نکاح کیا پھر کبیرہ نے ان صغیرہ کو آگے پیچھے ایک بعد دوسرے کے دودھ پلایا

تو سب حرام ہو جائینگی اسواسطے کہ جب اُسنے پہلی صغیرہ کو دودھ پلایا تو وہ اُسکی بیٹی ہوگئی پس ماں و بیٹی کا اجتماع لازم
آیا پس دونوں مرد کے واسطے حرام ہوگئیں پھر جب اُس نے دوسری کو دودھ پلایا تو ایسی حالت میں پلایا کہ صغیرہ
و پہلی صغیرہ دونوں بائنہ تھیں تو جمع ہونے کی وجہ سے بائنہ نہیں ہوسکتی ہو اسواسطے کہ جمع پائی نہیں گئی لیکن
دیکھا جاوے کہ اگر اُس نے کبیرہ سے دخول کر لیا ہو تو فی الحال مرد پر حرام ہو جائیگی اسواسطے کہ یہ ایسی بیوی ہوئی
کہ جسکی ماں سے دخول کر لیا ہے - اور اگر ماں سے دخول نہ کیا ہو تو فی الحال حرام نہوگی - یہاں تک کہ کبیرہ
تیسری کو دودھ پلاوے اور جب تیسری کو دودھ پلایا تو یہ دونوں باہم بہنیں ہوئیں پس وہ دونوں بسبب
جمع کے حرام ہوگئیں پھر اسکے بعد کبیرہ سے نکاح کرنے اور دو صغیرہ کو جمع کرنے اور علٰحدہ سے نکاح کرنے کا وہی
حکم ہے جو ہمنے بیان کیا ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر ایک کبیرہ اور تین دودھ پیتی صغیرہ سے نکاح کیا پھر کبیرہ نے ایک
صغیرہ کو دودھ پلایا پھر دو کو ایک ساتھ پلایا - تو سب حرام ہو جائینگی اور اگر پہلی دو کو ایک ساتھ دودھ پلایا پھر
تیسری صغیرہ کو پلایا تو کبیرہ و پہلی دو صغیرہ سب حرام ہو جائینگی اور تیسری حرام نہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے
اور اگر دو کبیرہ اور دو صغیرہ سے نکاح کیا اور ہنوز دونوں کبیرہ میں کسی سے دخول نہیں کیا تھا کہ دونوں کبیرہ
نے ایک صغیرہ زینب کی طرف عمداً قصد کر کے اُسکو دودھ پلایا اور ایک نے بعد دوسری کے اُسکو پلایا ہو پھر دونوں
نے عمداً دوسری صغیرہ عمرہ کو بھی اسی طرح ایک نے بعد دوسری کے دودھ پلایا تو دونوں کبیرہ بائنہ ہو جاوینگی
اور دونوں صغیرہ یعنی زینب و عمرہ اُسکی جورو رہینگی اور اگر دونوں کبیرہ میں سے ایک نے دونوں صغیرہ کو
ایک کو بعد دوسری کے دودھ پلایا پھر دوسری کبیرہ نے دونوں کو ایک کو بعد دوسری کے دودھ پلایا پس
اگر دوسری کبیرہ نے بھی پہلے اُسی صغیرہ کو دودھ پلایا جسکو پہلی کبیرہ نے پہلے دودھ پلایا ہو تو دونوں کبیرہ بائنہ
ہو جاوینگی اور ہر دو صغیرہ یعنی زینب و عمرہ اُسکی جورو رہینگی اور اگر دوسری کبیرہ نے پہلے اُس صغیرہ کو
پلایا جسکو پہلی کبیرہ نے پیچھے پلایا ہو تو سب کی سب شوہر پر حرام ہو جاوینگی یہ محیط میں ہے - ایک شخص کی دو جورو
ایک کبیرہ دوسری صغیرہ ہے اور اُسکے پسر کی بھی دو جورو کبیرہ و صغیرہ ہیں پھر باپ کی کبیرہ جورو نے
پسر کی صغیرہ کو اور پسر کی کبیرہ نے باپ کی صغیرہ کو دودھ پلا دیا اور یہ دودھ انھیں دونوں مردوں کا ہے تو
ہر دو صغیرہ بائن ہو جاوینگی اور ہر دو کبیرہ کا نکاح ثابت رہیگا اور اسی طرح اگر بجائے باپ و بیٹے کے دو بھائی
ہوں تو بھی اس صورت میں یہی حکم ہے اور اگر چچا و بھتیجا ہو تو بھتیجے کی جورو کا نکاح رہیگا اور چچا کی صغیرہ کا نکاح
جاتا رہیگا یہ بحر الرائق میں ہے - اور اگر ایک صغیرہ سے نکاح کیا پھر اُسکو طلاق دیدی پھر ایک کبیرہ سے نکاح کیا اور
اسی شوہر سے اس کبیرہ کے دودھ اترا پھر اس کبیرہ نے صغیرہ مطلقہ مذکورہ کو یہی دودھ پلایا یا اس مرد کے سوائے
دوسرے سے دودھ تھا وہ پلایا تو شوہر پر حرام ہو جاویگی اسواسطے کہ وہ اُسکی جورو کی ماں ہوئی یہ محیط میں ہے اور
اگر کسی نے اپنی جورو کو تین طلاق دیدیں پھر مطلقہ نے قبل انقضائے عدت کے شوہر کی صغیرہ جورو کو دودھ
پلا دیا تو صغیرہ اپنے شوہر سے بائنہ ہو جاویگی اسواسطے کہ وہ مطلقہ کی بیٹی ہوگئی پس حالت عدت میں ماں و بیٹی
کا جمع کرنا لازم آیا کہ جائز نہیں ہے جیسے حالت نکاح میں جائز نہیں ہے یہ بدائع میں ہے - اور اگر اپنی جورو کو
تین طلاق دیدیں پھر مطلقہ کی ماں نے اسکی دوسری جورو صغیرہ کو مطلقہ کی عدت میں دودھ پلایا تو صغیرہ

بائنہ ہو جائیگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر کسی نے اپنی ام ولد کا نکاح ایک اپنے مملوک صغیر سے کر دیا پھر اُسنے
مولے کی وطی کا دودھ اُس صغیر کو پلایا تو وہ اپنے شوہر اور اپنے مولے دونون پر حرام ہو جائیگی یہ بدائع میں
ہے ایک شخص کی ام ولد ہے اُسکا نکاح اُسنے ایک لڑکے سے کر دیا پھر اُسکو آزاد کر دیا پس اُسنے اپنے نفس کو اختیار
کیا یعنی نکاح فسخ کیا پھر اُس نے کسی مرد سے نکاح کر لیا اور اُس سے اولاد ہوئی پھر اس طفل کے پاس
آئی جس سے پہلے نکاح کیا تھا اور اُسکو دودھ پلایا تو اپنے شوہر پر حرام ہو جائیگی اسواسطے کہ وہ شوہر کے
رضاعی پسر کی جورو ہو چکی ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور رضاعت کا ثبوت و ظہور دو باتون میں سے ہر ایک سے
ہوتا ہے یا تو اقرار ہو یا گواہ ہون یہ بدائع میں ہے اور رضاعت میں اگر گواہی ہو تو فقط دو مرد عادل یا ایک
مرد عادل و دو عورت عادلہ کی گواہی کے سوا اور کسی کی گواہی مقبول نہوگی یہ محیط میں ہے اور بدون قاضی
کے تفریق کرنے کے فرقت واقع نہوگی یہ نہر الفائق میں ہے۔ اور اگر دو مرد یا دو عورتین اور ایک مرد عادل نے
گواہی دی اور قاضی نے دونون میں تفریق کر دی پس اگر قبل دخول کے ہو تو عورت کو کچھ نہ ملیگا اور اگر بعد
دخول کے ہو تو مہر مسمی و مہر مثل میں سے جو مقدار کم ہو ملیگی اور نفقہ و سکنی عدت کا واجب نہوگا یہ بدائع میں ہے
اور اگر عورت پاس بعد نکاح کے دو مرد عادل یا ایک مرد و دو عورتون عادل نے گواہی دی کہ تم دونون
میں رضاعت متحقق ہے تو عورت کو اپنے شوہر کے ساتھ رہنا جائز نہیں ہے اسواسطے کہ یہ ایسی گواہی ہے کہ اگر
قاضی کے سامنے ادا ہو تو رضاعت ثابت ہو جائیگی اسی طرح جب عورت کے سامنے ادا ہوئی تو بھی ثبوت
ہو گیا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے خبر دی اور خبر دینے والے کے دل میں آیا کہ یہ سچا ہے تو اولیٰ یہ ہے کہ عورت
سے پرہیز کرے اور احتیاط کو اختیار کرے خواہ اُس نے قبل نکاح کے خبر دی ہو یا بعد نکاح کے ولیکن پرہیز کرنا اُسپر
واجب نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر ایک عورت نے کہا کہ میں نے تم دونون
کو دودھ پلایا ہے تو اسمین چار صورتین ہیں اول آنکہ دونون نے اُسکی تصدیق کی تو نکاح فاسد ہو جائیگا اور
عورت کو کچھ مہر نہ ملیگا بشرطیکہ دخول نہ ہوا ہو اور دوم آنکہ دونون نے اُسکی تکذیب کی تو نکاح بحال رہیگا
لیکن اگر یہ عورت خبر دینے والی عادلہ ہو تو پرہیزگاری یہ ہے کہ مرد اُسکو چھوڑ دے کذا فی التہذیب اور جب اُسکو
چھوڑ دیا تو افضل یہ ہے کہ اُسکو اسکا نصف مہر دے بشرطیکہ قبل دخول کے ہو مگر عورت کے حق میں یہ افضل ہے کہ وہ مرد
سے کچھ نہ لے اور اگر بعد دخول کے ہو تو شوہر کے حق میں افضل یہ ہے کہ اُسکو اُسکا پورا مہر دے اور نفقہ اور سکنی عدت
بھی اور عورت کے حق میں یہ افضل ہے کہ اپنے مہر مسمی اور مہر مثل میں سے کم مقدار لے اور نفقہ و سکنی نہ لے اور اگر مرد نے
اُسکو جدا نہ کیا تو اُسکو گنجایش ہے کہ عورت مذکورہ کو اپنے پاس رکھے یہ بدائع میں ہے اور اسی طرح اگر اُسکو دو عورتون
نے خبر دی یا ایک مرد اور ایک عورت نے یا غیر عادل دو مردون نے یا غیر عادل ایک مرد دو عورتون نے خبر دی
تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر شوہر نے اس عورت خبر دہندہ کی تصدیق کی اور عورت نے تکذیب کی تو نکاح فاسد ہو گا
مہر اپنے حال پر ہوگا اور اگر مرد نے تکذیب اور عورت نے تصدیق کی تو نکاح اپنے حال پر ہوگا ولیکن عورت کو
اختیار ہوگا کہ مرد کو قسم دلاوے پھر اگر وہ قسم سے نکول کر گیا تو تفریق کر دی جائیگی یہ تہذیب میں ہے اور
اگر ایک عورت سے نکاح کیا پھر نکاح کے بعد کہا کہ یہ میری رضاعی بہن ہے یا اور اسکے مانند

کوئی رشتہ بتلایا پھر کہا کہ مجھے وہم ہو گیا تھا ایسا نہیں ہے جیسا میں نے کہا تھا تو استحساناً دونوں میں تفریق نہ کی جائیگی
اور اگر وہ اسی بات پر جو کہی ہے اڑا رہا اور کہا کہ یہی سچ ہے جو میں نے کہا ہے تو دونوں میں تفریق کردی جائیگی پھر
اسکے بعد اگر اپنے قول سے پھر گیا تو انکار کچھ کارآمد نہوگا یہ محیط میں ہے پس اگر عورت نے بھی اُسکے قول کی تصدیق
کی تو کچھ مہر نہ ملیگا اور اگر تکذیب کی تو اُسکو نصف مہر ملیگا اور اگر مرد نے اُسکے ساتھ دخول کر لیا ہو تو عورت
کو پورا مہر و نفقہ و سکنی ملیگا بشرطیکہ مرد کی تکذیب کی ہو اور اگر تصدیق کی ہو تو مہر مسمے و مہر مثل میں سے
کم مقدار ملیگی اور نفقہ و سکنی کچھ نہ ملیگا یہ مضمرات میں ہے۔ اور اگر قبل نکاح ہونے کے شوہر نے یہ اقرار کیا اور
کہا کہ یہ میری رضاعی بہن ہے یا رضاعی ماں ہے پھر کہا کہ مجھے وہم ہوا یا میں نے خطا کی تو جائز ہے کہ اُس سے
نکاح کرلے اور اگر کہا کہ جو میں نے کہا وہی سچ ہے تو اس سے نکاح کر لینا جائز نہیں ہے۔ اور اگر نکاح کر لیا
تو دونوں میں تفریق کرادی جائیگی اور اگر مرد نے ایسا اقرار کرنے سے انکار کیا اور دو گواہوں نے اُسکے
اقرار کی گواہی دی تو بھی دونوں میں تفریق کردی جائیگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر عورت نے
اقرار کیا کہ یہ میرا رضاعی باپ یا بھائی یا رضاعی بھائی کا بیٹا ہے اور مرد نے اس سے انکار کیا پھر عورت نے
اپنی تکذیب کی یا کہا کہ میں نے خطا کی ہے پھر اس مرد نے اس عورت سے نکاح کیا تو جائز ہے اور اسی طرح
اگر عورت کے اپنی تکذیب کرنے سے پہلے مرد نے اُس سے نکاح کیا تو بھی جائز ہے اور اگر عورت نے بعد نکاح
کے یوں کہا کہ میں نے قبل نکاح کے کہا تھا کہ تو میرا بھائی ہے اور تو نے میرے اقرار کرنے کے وقت کہا کہ یہ
اقرار جو تو کرتی ہے سچ ہے اور یہ نکاح فاسد واقع ہوا ہے تو دونوں میں تفریق نہ کی جائیگی اور اگر ایسا
قول شوہر کی طرف سے ہو تو دونوں میں تفریق کردی جائیگی۔ اور اگر دونوں نے ایسا اقرار کیا پھر
دونوں نے اپنی تکذیب کی اور کہا کہ ہم دونوں سے خطا ہوئی ہے پھر اُس مرد نے اُس عورت سے نکاح کر لیا
تو نکاح جائز ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر عورت نے کہا کہ یہ میرا رضاعی بیٹا ہے اور اسی پر اڑی رہی تو
مرد کو یہ جائز ہے کہ اس عورت سے نکاح کرے اسواسطے کہ حرمت بجانب عورت نہیں ہوتی ہے اور مشائخ نے
فرمایا کہ جمیع وجوہ میں اسی پر فتوے دیا جاتا ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور اگر نسب کا اقرار کیا کہ یہ عورت میری
نسبی بہن یا ماں یا بیٹی ہے اور اس عورت کا نسب معروف بھی نہیں ہے اور اسکا سن بھی بلحاظ مرد کے ایسا ہے
کہ اُسکی ماں یا بیٹی ہوسکتی ہے تو مرد سے دوسری بار دریافت کیا جائیگا پس اگر اُس نے کہا کہ مجھے وہم ہوا
تھا یا میں نے خطا کی یا مجھ سے غلطی ہوئی تو استحساناً دونوں اپنے نکاح پر رہینگے اور اگر اُس نے
کہا کہ جیسا میں نے کہا ہے ویسا ہی ہے تو دونوں میں تفریق کردی جائیگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر
عورت کا سن مرد کے دعوی کا متحمل نہو مثلاً ایسی عورت ایسے مرد کی اولاد نہوسکتی ہو تو نسب ثابت نہوگا
اور دونوں میں تفریق نہ کی جائیگی یہ مبسوط میں ہے اگر عورت کو کہا کہ یہ میری نسبی دختر ہے اور اسی پر اڑا رہا
حالانکہ اس عورت کا نسب معروف ہے کہ وہ فلان شخص کی بیٹی ہے تو دونوں میں جدائی نہ کی جائیگی اور
اسی طرح اگر کہا کہ یہ عورت میری ماں ہے حالانکہ اس مرد کی ماں معروف ہے کہ فلانہ عورت ہے اور مرد
اس امر پر اڑا رہا تو دونوں میں تفریق نہ کی جائیگی یہ محیط میں ہے۔

کتاب الطلاق

اسمین سترہ باب ہین

باب اوّل - طلاق کی تفسیر شرعی و رکن و شرط و وصف و حکم و تقسیم کے بیان مین اور جسکی طلاق واقع ہوتی ہے اور جسکی نہین واقع ہوتی ہے اسکے بیان مین - پس طلاق کی تفسیر شرعی یہ ہے کہ قید نکاح کو بلفظ مخصوص حالاً یا مآلاً رفع کرنے کو طلاق کہتے ہین یہ بحر الرائق مین ہے - اور رکن طلاق یہ ہے کہ مثلاً تو طالقہ ہے یا اسکے مثل الفاظ کہے یہ کافی مین ہے - اور شرط طلاق علی الخصوص دو چیزین ہین ایک یہ کہ عورت کے ساتھ قید باقی ہو خواہ نکاح یا بعدت اور دوسرے محل نکاح کی حلیت باقی ہو چنانچہ اگر بعد دخول واقع ہونے کے بعد ہو وہ حرام ہو گئی اور عدت واجب ہوئی پھر عدت مین طلاق دیدی تو واقع ہو گی کیونکہ حلیت زائل ہو گئی اور اگر عورت طلاق دیدی پھر اس سے مراجعت کر لی تو طلاق باقی رہیگا اگرچہ وہ فی الحال حلیت و قید کو رفع نہین کرتا ہے اسوجہ سے کہ فی المآل بعد دو طلاق ملانے کے وہ ان دونون کو رفع کریگا یہ محیط سرخسی مین ہے - اور حکم طلاق یہ ہے کہ اگر رجعی ہو تو بعد انقضاء عدت کے فرقت ہو جائیگی اور اگر بائن ہو تو فی الحال بدون انقضاء عدت کے فرقت ہو جائیگی یہ فتح القدیر مین ہے اور جب تین طلاق پوری ہو جاوین تب سے درست نہین ایسی عورت سے نکاح نہین کرسکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے - اور وصف طلاق یہ ہے کہ وہ بنظر اصل حرام ہے اور بنظر حاجت مباح ہے یہ کافی مین ہے اور تقسیم طلاق کا بیان یہ ہے کہ طلاق دو قسم کی ہے ایک طلاق سنی دوم طلاق بدعی اور انہین سے ہر ایک کی دو قسمین ہین یعنی ایک قسم کا مرجع بجانب عدد ہے اور دوسری کا مرجع بجانب وقت ہے پس طلاق سنی باعتبار عدد و وقت کے دو طرح کی ہے حسن و احسن پس احسن یہ ہے کہ اپنی جورو کو ایک طلاق رجعی ایسے طہر مین جسمین اس سے وطی نہ کی ہو پھر اسکو چھوڑ دے یہان تک کہ اسکی عدت گذر جاوے یا وہ حاملہ ہو کہ اسکا حمل ظاہر ہو گیا ہو اور حسن یہ ہے کہ ایسے طہر مین جسمین جماع نہین کیا ہے اسکو ایک طلاق دے پھر دوسرے طہر مین دوسری پھر تیسرے طہر مین تیسری طلاق دیدے یہ محیط سرخسی مین ہے - اور عدد طلاق کی سنت مین عورت مدخولہ و غیر مدخولہ دونون مساوی ہین اور وقت طلاق کے سنت خاصہ مدخولہ کے حق مین ثابت ہوتی ہے اور غیر مدخولہ کو جب چاہے حالت حیض و طہر مین طلاق دیدے یہ ہدایہ مین ہے اور جس عورت سے اسکے شوہر نے خلوت کر لی ہے اسکے حق مین وقت طلاق کے رعایت ویسی ہی چاہیے جیسے مدخولہ کے حق مین ہے یہ محیط مین ہے - اور طلاق سنت مین وقت کی رعایت مین عورت مسلمہ و کتابیہ و باندی سب یکسان ہین یہ تاتارخانیہ مین ہے - اور بعض نے فرمایا کہ طلاق اوّل مین تاخیر کرے یہانتک کہ طہر آخر ہونے کو آوے تب طلاق دیدے تاکہ عورت تطویل عدت سے متضرر نہو اور بعض نے فرمایا کہ طاہر ہوتے ہی طلاق دیدے تاکہ اسواسطے مبتلا نہو کہ بعد جماع کے اس نے طلاق واقع کی ہے اور یہی اظہر ہے یہ تبیین مین ہے اور واضح رہے کہ جس طہر مین جماع نہین کیا ہے وہ طلاق سنی کا محل جب ہی ہو سکتا ہے کہ جب اس نے اس طہر سے پہلے جو حیض آیا ہے اسمین جماع نکیا ہو اور نہ طلاق دی ہو کیونکہ حالت حیض مین جماع کرنا یا طلاق دینا ہر ایک اسکے بعد والے طہر کو ایسا نہین رکھتا ہے کہ وہ وقت طلاق سنی کا باقی رہے اور یہ زیادات مین صریح مذکور ہے اور یہ حکم اسوقت ہے کہ حالت حیض کی طلاق سے اس نے مراجعت نہ کی ہو اور اگر مراجعت کر لی ہو تو اصل مین مذکور ہے کہ جب

کہ ایک طلاق دیدی ۱۲ حسن

اگرچہ وطی واقع ہوئی ۱۲

یعنی حرام ۱۲

عورت طاہر ہو کر پھر حائض ہو پھر طاہر ہو تو پھر چاہے اس طہر مین طلاق دیدے اور اس کلام مین اشارہ ہی کہ جس
حیض مین طلاق دیکر مراجعت کر لی ہو اُسکے بعد والا طہر طلاق سنی ہونے کا محل نہو جائیگا اور طحاوی نے ذکر فرمایا ہی
کہ اس حیض کے پیچھے جو طہر آویگا وہ ایسا ہوگا کہ چاہے اسمین طلاق سنی دیدے پس طحاوی کے کلام مین اشارہ
ہی کہ پھر وہ طہر محل طلاق سنت ہو جائیگا الشیخ ابو الحسن رحنے فرمایا کہ جو شیخ طحاوی نے ذکر فرمایا ہی وہ امام
ابو حنیفہ رح کا قول ہی اور جو اصل مین مذکور ہی وہ صاحبین رح کا قول ہی۔ اور اگر حالت حیض مین عورت کو طلاق
دیدی پھر اس سے نکاح کر لیا پھر اس حیض کے بعد ہی جو طہر آیا اسمین طلاق دیدی تو بالاتفاق یہ طلاق سنی ہوگی
یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر عورت کو ایسے طہر مین جسمین اُس سے جماع نہین کیا ہی طلاق بائن دیدی پھر اُس سے
نکاح کر لیا تو بالاجماع اُسکو اختیار رہی کہ اسی طہر مین پھر طلاق دیدے یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر عورت کو ایسے
طہر مین جسمین اُس سے جماع نہین کیا ہی ایک طلاق دیدی پھر عورت سے اسی طہر مین بقول مراجعت کی تو
اُسکو اختیار رہی کہ دوبارہ اسی طہر مین اُسکو طلاق دیدے اور یہ طلاق امام اعظم رح کے نزدیک طلاق سنی ہوگی
اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہوگی اور امام محمد رح سے اسمین دو روایتین ہین کذا فی الذخیرہ اور اسی طرح اگر
عورت سے بشہوت اُسکو چھو کر یا بوسہ لیکر یا شہوت سے اُسکی فرج کو دیکھکر مراجعت کی تو بھی ایسا ہی اختلاف
ہی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ پس اگر شہوت سے اپنی عورت کا ہاتھ پکڑے ہوا اور اُس سے کہا کہ تجھے سنت کے طور پر
اپنے وقت پر تین طلاق ہین تو عورت پر فی الحال تین طلاق واقع ہو جاوینگی کہ ہر ایک طلاق ایک دوسرے
کے ذریعے واقع ہو جاوینگی اسواسطے کہ جب اسپر ایک طلاق ہوگی تو اُس سے مراجعت کرنے والا ہو جائیگا پس
اسپر دوسری طلاق واقع ہوگی یہ مبسوط مین ہی اور اگر مسئلہ مذکورہ بالا مین عورت سے جماع کرنے سے رجوع
کیا ہو تو بالاجماع اسی طہر مین اُسکو طلاق سنی نہین دے سکتا ہی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور یہ اسوقت ہی
کہ عورت سے بجماع رجوع کیا اور وہ اس جماع سے حاملہ نہین ہوئی اور اگر حاملہ ہو گئی تو شوہر کو اختیار ہی کہ اُسکو
دوسری طلاق دیدے اور یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہی یہ بدائع مین ہی اور طلاق بدعی کی دو قسمین ہین ایک
وہ بدعی کہ اُسکا مرجع عدد ہی اور دوسری وہ بدعی جسکا مرجع وقت ہی پس جو بدعی کہ راجع بجانب عدد ہی وہ
ایسی ہی کہ ایک ہی طہر مین عورت کو تین طلاق دیدے خواہ ایک ہی کلمہ سے یا کلمات متفرقہ سے یا ایک ہی طہر
مین دو طلاق جمع کر دے خواہ ایک ہی کلمہ سے یا متفرق سے پس اگر ایسا کیا تو یہ طلاق بدعی ہی واقع ہو جائینگی
مگر طلاق دینے والا عاصی ہوگا اور جو بدعی کہ راجع بجانب وقت ہی وہ ایسی ہی کہ اپنی مدخولہ عورت کو جسکو حیض آتا
ہی حالت حیض مین یا ایسے طہر مین جسمین اُس سے جماع کیا ہو طلاق دی تو یہ بدعی ہی اور طلاق واقع ہوگی
مگر مرد کو مستحب ہی کہ اس سے رجوع کر لے اور اصح یہ ہی کہ رجعت کرنا مرد پر واجب ہی یہ کافی مین ہی۔ اور
طلاق بائن سنی نہین ہی اور طلاق خلع سنی ہی خواہ حیض مین ہو یا غیر حیض مین ہو اور منتقی مین لکھا ہی کہ حیض مین اپنی
عورت کو مختار کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہی اور اگر حیض مین عورت اپنے نفس کو اختیار کرے یعنی طلاق
لے لے تو بھی کچھ مضائقہ نہین ہی اور نیز منتقی مین مذکور ہی کہ جب عورت بالغہ ہوئی اور اسکو خیار بلوغ حاصل
ہوا پس اُسنے اپنے نفس کو اختیار کیا یعنی تفریق و فسخ نکاح اختیار کیا تو کچھ مضائقہ نہین ہی کہ قاضی عورت

مذکورہ کی حالت حیض میں دونوں میں تفریق کردے یہ محیط میں ہے اور جب باندی آزاد کی گئی اور اسکو خیار عتق حاصل
ہوا تو کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ وہ حالت حیض میں اپنے نفس کو اختیار کرے اسی طرح اگر عنین کو جو مدت دی گئی
تھی وہ ایسی حالت میں گذر گئی کہ عورت حائضہ تھی تو تفریق میں کچھ مضائقہ نہیں ہے کذا فی شرح الطحاوی اور
ان مسائل میں مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ہو دونوں یکسان ہیں یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر عورت بسبب
صغر یا کبر کے حائضہ نہ ہوتی ہو یا ان دونوں سببوں سے نہیں بلکہ وہ حائضہ نہ ہوتی ہو مثلاً سن بلوغ کو پہونچ گیا
مگر حیض کا خون بالکل نہیں دیکھا پس اُسکے شوہر نے چاہا کہ اسکو طلاق سنی دے تو اُسکو ایک طلاق دیدے
پھر جب ایک مہینہ گذر جاوے تو دوسری طلاق دیدے پھر جب ایک مہینہ گذر جاے تو تیسری طلاق دیدے
پھر اگر طلاق اول ماہ میں یعنے چاندرات کی رات میں واقع ہوئی تو تفریق طلاق و عدت کے واسطے
بالاتفاق مہینوں کا شمار چاند سے ہوگا اور اگر طلاق درمیان ماہ میں واقع ہوئی تو تفریق طلاق کے واسطے
بالاتفاق دنون کا شمار ہوگا پس پورے تیس۳۰ روز پر دوسری طلاق نہ دیگا بلکہ اکتیس۳۱ روز یا اُسکے بعد دیگا
اور عدت کے گذرنے کے واسطے بھی امام اعظم رح کے نزدیک دنون کا شمار ہوگا اور یہی امام ابو یوسف سے
بھی روایت ہے پس بدون نوے۹۰ روز گذرنے کے عدت پوری نہ ہوگی اور جو عورت کہ بسبب صغر و کبر کے
حائضہ نہ ہوتی ہو تو جائز ہے کہ جب چاہے اُسکو طلاق دیدے اور اس سے وطی کرکے کوئی زمانہ گذرنے
نہ پاوے کہ اُسکو طلاق دیدے اور یہی ہمارے ائمہ ثلثہ رحمہم اللہ کا قول ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور شمس الائمہ
حلوانی نے فرمایا کہ ہمارے شیخ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب عورت ایسی صغیرہ ہو کہ اُسکے حیض
وحبل کی امید نہو اور اگر ایسی ہو کہ اُسکے حیض وحبل کا احتمال ہو تو افضل یہ ہے کہ اُسکے وطی و طلاق میں ایک مہینہ کا
فصل کرے یہ ذخیرہ میں ہے اور حاملہ کو جماع کے بعد طلاق دیدینا جائز ہے اور سنی طلاق کے واسطے اُسکی ہر طلاق
میں فصل کردے کہ ایک مہینہ کے بعد دوسری طلاق اور پھر ایک مہینہ کے بعد تیسری طلاق دے اور یہ امام ابو یوسف
و امام اعظم رح کا قول ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر اپنی مدخولہ سے جسکو حیض آتا ہے کہا کہ تجھپر بطور سنت اپنے وقت پر تین
طلاق ہیں تو ایک طلاق فی الحال واقع ہوگی بشرطیکہ وہ ایسے طہر میں ہو جسمیں جماع نہیں ہوا ہے اور اگر
حائضہ ہو یا ایسے طہر میں ہو جسمیں جماع ہو گیا ہے تو فی الحال کوئی طلاق واقع نہ ہوگی یہانتک کہ سنت طلاق کا وقت
آوے پھر ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر اپنی عورت مدخولہ سے جسکو حیض آتا ہے کہا کہ تجھپر بطور سنت تین طلاق ہیں تو
اسمیں کئی صورتیں ہیں کہ اگر اُسنے یہ نیت کی کہ ہر طہر پر اُسکو ایک طلاق واقع ہو تو یون ہی ہوگا اور اسی طرح
اگر اُسنے کچھ نیت نہ کی تو بھی یہی ہوگا کہ ہر طہر پر اُسپر ایک طلاق پڑیگی اور اگر یہ نیت کی کہ تینوں طلاق فی الحال
اسپر واقع ہوں تو نیت صحیح ہوگی اسواسطے کہ فی الحال تین طلاق کا واقع ہونا سنت سے معلوم ہوا ہے اور
اگر یہ نیت کی کہ ہر مہینہ کے شروع پر عورت پر ایک طلاق واقع ہو تو یون ہی ہوگا اور اگر عورت آئسہ یا
صغیرہ مدخولہ ہو اور اُس سے کہا کہ تجھے بطور سنت تین طلاق ہیں تو فی الحال اسپر ایک طلاق واقع ہوگی
خواہ فی الحال اس سے وطی کی ہو یا نہ کی ہو پھر بعد مہینہ کے دوسری اور پھر بعد مہینہ کے تیسری واقع ہوگی
یہ محیط میں ہے۔ اور اگر نیت کی کہ فی الحال تینون طلاق اسپر واقع ہوں تو ایسا ہی ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اصطلاح

اگر حاملہ ہو تو بھی اسی تفصیل سے حکم ہوگا کہ درصورت عدم نیت کے بطور سنت اور درصورت نیت کے اُسکی نیت
کے موافق طلاق پڑیگی یہ تبیین میں ہو اور اگر عورت سے قبل دخول کے کہا کہ تجھکو بطور سنت تین طلاق ہیں تو
ایک فی الفور کہتے ہی واقع ہوگی پھر اگر اُس سے نکاح کیا تو دوسری طلاق نکاح کرتے ہی واقع ہوگی اور یہی
حال تیسری طلاق کا بھی ہو یہ سراج الوہاج میں ہو اور اسی طرح اگر حاملہ ہو اور اُس سے کہا کہ تجھکو بطور سنت
تین طلاق ہیں تو ایک کہتے ہی واقع ہوگی اور دوسری بعد وضع حمل کے فوراً واقع ہوگی اگرچہ بعد ایک ہی دو روز
کے وضع حمل ہوا ہو یا اُس سے دوبارہ نکاح کیا تو فوراً واقع ہوگی یہ ذخیرہ میں ہو۔ اور اگر اُس سے کہا کہ تو طالق ہو بسنت
اور یہ نہ کہا کہ تین طلاق ہیں اگر عورت مذکورہ کو حیض آتا ہو تو اُسپر ایک طلاق واقع ہوگی بشرطیکہ یہ قول ایسی طلاق کے
وقت پر ہوا ور اسکا وقت ایسا طہر ہو جسمیں جماع نہوا ہو اور اگر وقت پر نہو تو جب تک وقت نہ آوے تب تک
واقع نہوگی پھر جب وقت آویگا تب واقع ہو جائیگی اور اگر عورت ایسی ہو کہ مہینہ سے اُسکا شمار ہو یا حاملہ ہو تو ایک
طلاق اسپر کہتے ہی واقع ہوگی یہ شرح طحاوی میں ہی اور اگر اکٹھا تین طلاق کی نیت کی یا متفرق تین طہروں پر
واقع ہونے کی نیت کی تو صحیح ہو ایسا ہی شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہی اور نیز ایسا ہی شیخ الاسلام و صاحب
الاسرار نے ذکر کیا ہی اور فخر الاسلام و صدر الشہید و ایک جماعت نے جنمیں سے صاحب ہدایہ بھی ہیں ذکر کیا کہ
ایسی صورت میں اکٹھا تین طلاق کی نیت صحیح نہیں ہو کذا فی التبیین چنانچہ ایک سے زیادہ اس صورت میں
واقع نہوگی یہ قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں ہی۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ بسنت ہو اور اس سے ایک طلاق
بائنہ مراد لی تو عورت بائنہ نہوگی یہ محیط سرخسی میں ہو۔ اور اگر دو طلاق مراد لیں تو دو واقع نہونگی اور اگر لفظ
طالقہ سے ایک طلاق اور لفظ سنت سے دوسری طلاق مراد لی تو بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی یہ تاتارخانیہ
میں ہی اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہر ماہ میں بسنت ہو پس اگر وہ آئسہ از حیض ہو کہ مہینوں سے اُسکی عدت
کا شمار ہو تو ہر مہینہ پر ایک طلاق پڑیگی یہاں تک کہ وہ تین طلاق سے طالقہ ہو جاوے اور اگر حیض آتا ہو
کہ حیض سے عدت شمار ہوتی ہو تو اُسپر ایک طلاق پڑیگی لیکن اگر شوہر نے تین طلاق کے ہر مہینے پر ایک طلاق
کی نیت کی ہو تو اسی طرح تین طلاق واقع ہونگی یہ محیط میں ہی۔ اور اگر ایسی جورو سے جسکو حیض نہیں آتا ہو کہا
کہ تو مہینوں پر طالقہ ہو تو ہر مہینہ کے شروع پر اسپر ایک طلاق واقع ہوگی۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو حیض
پر طالقہ ہو حالانکہ اس عورت کو حیض آتا ہو تو ہر حیض پر اسپر ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر اسکو حیض نہ آتا
ہو تو اسپر کچھ واقع نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اور اگر باوجود کلام مذکور کے یہ بھی کہا کہ بسنت پس اگر وہ ایسے
طہر میں ہو جسمیں جماع نہیں ہوا ہو تو ایک طلاق فی الحال پڑ جائیگی پھر ہر مہینہ پر اور ہر حیض پر جب طاہر
ہوگی ایک ایک طلاق پڑیگی اسواسطے کہ اُسنے حیض کا لفظ بھی کہا ہو یہ ظہیریہ میں ہی۔ اور اگر کہا کہ تو بسنت
دو طلاق سے طالقہ ہو تو ایسے طہر میں جسمیں جماع نہیں کیا ہو اُسپر ایک طلاق واقع ہوگی یہ بدائع میں ہو۔ اور معلی نے
(یعنی پوری تین طلاق تک)
امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہو کہ اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو بدو طلاق طالقہ ہو جنمیں سے اوّل طلاق بسنت ہو پس
اگر وہ ایسے طہر میں ہو جسمیں جماع نہیں ہوا ہو تو جو طلاق بسنت ہو وہ اسپر فی الحال اولاً واقع ہوگی پھر اسکے پیچھے ہی
دوسری طلاق واقع ہو جائیگی اور اگر عورت مذکورہ حائضہ ہو تو دونوں طلاق میں تاخیر ہو جائیگی یہانتک کہ وہ طاہر ہو پھر

دونون طلاق اسطرح واقع ہونگی کہ پہلے طلاق سنت پڑیگی اُسکے پیچھے ہی دوسری طلاق بدعی واقع ہوگی اور اگر عورت سے کہا کہ تو بدو طلاق طالقہ ہی کہ ان مین سے ایک بسنت اور دوسری طلاق بدعی ہی یا کہا کہ تو طالقہ ہی ایک طلاق سنت و دیگر طلاق بدعت پس اگر عورت ایسی حالت مین ہو کہ وقت طلاق سنت ہی تو دونون طلاق واقع ہونگی کہ اولاً طلاق سنت پڑیگی پھر اُسکے پیچھے ہی دوسری طلاق بدعت واقع ہوگی اور اگر وقت طلاق سنت نہو تو طلاق بدعت ابھی واقع ہو جائیگی اور طلاق سنت مین اسکا وقت آنے تک تاخیر ہوگی اور اگر اُسنے اپنے کلام مین بیان طلاق سنت کو مقدم کیا اور عورت ایسی حالت مین ہی کہ وقت طلاق سنت نہین ہی تو طلاق بدعت واقع ہو جائیگی اور طلاق سنت مین تاخیر ہو جائیگی یہ محیط مین ہی اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ تو بدو طلاق بسنت طالقہ ہی جسمین سے ایک بائنہ ہی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ دونون مین سے جسکو چاہے بائنہ قرار دے اور اگر اُس نے کچھ بیان نہ کیا یہانتک کہ عورت حیض کے بعد طاہر ہوئی تو یہ دو طلاق بائنہ ہو جائینگی یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر کہا کہ تو بسنت طالقہ ہی تو وقت طہر کے واقع ہوگی اور اگر کہا کہ ہرگاہ تو کوئی بچہ جنی تو تو بسنت طالقہ ہی پھر وہ تین بچہ ایکساتھ ہی پیٹ سے جنی تو امام ابوحنیفہ و امام ابو یوسف کے نزدیک واقع نہوگی اسواسطے کہ ان دونون اماموں کے نزدیک نفاس پہلے بچہ سے ہی پس جب وہ نفاس سے طاہر ہو تو ایک واقع ہوگی پھر ہر طہر مین دوسری واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہر واحد کے ساتھ بسنت ہی تو تین طلاق بصفت سنت واقع ہونگی اور اگر کہا کہ بسنت عدت تو تینون طلاق فی الحال واقع ہونگی یہ عتابیہ مین ہی۔ اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو کل کے روز بسنت طالقہ ہی حالانکہ عورت ایسی حالت مین ہی کہ کل کے روز اسپر طلاق سنت نہین پڑسکتی ہی تو اسپر طلاق نہ پڑیگی یہانتک کہ سنت طلاق کا وقت آوے تب پڑیگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو بسنت طالقہ ہی اور یہ عورت اپنے شوہر کی طرف سے بغیر جماع کیے ہوئے طاہر موجود ہی لیکن کسی دوسرے مرد نے بطور زنا اُسکے ساتھ وطی کی ہو تو اسی طہر مین اسپر طلاق پڑ جائیگی اور اگر عورت مذکورہ سے غیر مرد نے بشبہہ وطی کی ہو تو اس طہر مین اسپر طلاق نہ پڑیگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر اپنی جورو سے مثلا ظہار کیا پھر اُسکو طلاق سنت دی اور وقت طلاق سنت ہی اور شوہر نے (ظہار کی بابت باب ظہار مین مذکور ہین ۱۲) کفارہ ظہار ادا نہین کیا ہی تو طلاق واقع ہو جائیگی اور حرمت ظہار اس طلاق سنی واقع ہونے سے مانع نہوگی اور اسی طرح اگر اپنی جورو کی بہن سے نکاح کیا اور اُسکے ساتھ دخول کر لیا اور دونون مین تفریق کرا دیگئی اور پھر اپنی جورو کو اُسکی بہن کی عدت کی حالت مین طلاق سنت دی تو بھی واقع ہو جائیگی اور اسیطرح اگر اپنی جورو کو طلاق سنت ایسی حالت مین دی کہ وہ زنا سے حاملہ ہی تو بھی یہی حکم ہی۔ ایک عورت کو اُسکے شوہر کے مرجانے کی خبر دی گئی پھر اُسنے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا اور دوسرے شوہر نے اُسکے ساتھ دخول کر لیا پھر اُسکا پہلا شوہر آیا اور دوسرے شوہر اور عورت کے درمیان تفریق کر دی گئی اور دوسرے شوہر کی عدت عورت مذکورہ پر واجب ہوئی پھر اسی عدت کی حالت مین پہلے شوہر نے اُسکو طلاق سنت دیدی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک واقع نہوگی اور امام اعظم کے نزدیک واقع ہوگی۔ اور اگر شوہر نے عورت کو تین طلاق بسنت دیدی پھر اُسکو حیض آیا پھر طاہر ہوئی اور اُسپر ایک طلاق واقع ہوئی پھر اُسنے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا اور دوسرے شوہر نے اُسکے ساتھ دخول کیا اور دونون مین تفریق کر دی گئی تو جبتک عورت مذکورہ دوسرے شوہر کی عدت مین رہیگی تبتک

اسپر باقی طلاق سنت واقع نہوگی یہ امام ابو یوسف کا قول ہو اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک واقع ہوگی۔ اور اگر
جورو سے کہا کہ تجھپر تین طلاق سنت بعوض ہزار درم ہین بشرطیکہ تو چاہے یا چاہنے کو مقدم کیا کہ اگر تو چاہے تو
تجھپر تین طلاق سنت ہین پس اگر یہ قول حالت حیض مین ہو تو بقیاس قول امام اعظم رح کے مشیت یعنے چاہنا ابھی
نہوگا یہان تک کہ وہ حیض سے پاک ہوجاوے اور اگر یہ قول ایسے طہر مین ہو جسمین جماع کرلیا ہو تو مشیت ابھی
نہوگی یہانتک کہ اسکو حیض آکر پھر طاہر ہوجاوے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر عورت کو طلاق دی اور وہ حائضہ ہی
پھر وہ مہینہ گذرنے سے پہلے حائضہ ہوکر طاہر ہوئی تو بالاجماع شوہر کو اختیار ہی کہ اسکو دوسری طلاق دیدے اور
اگر عورت کو طلاق دی اور وہ ایسی تھی کہ اسکو حیض آتا تھا پھر وہ آئسہ ہوگئی تو آئسہ ہوجانے پر اسکو دوسری طلاق
دے سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور نوادر ابو سلیمان مین امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ ایک شخص نے
اپنی جورو سے جو حیض سے آئسہ ہوگئی ہی کہا کہ تجھپر بسنت تین طلاق ہین تو ایک طلاق کہتے ہی واقع ہوگی
پھر اگر عورت مذکورہ کو اسکے بعد حیض آیا اور پھر طاہر ہوئی تو یہ طلاق اولے باطل ہوگئی پھر حیض سے طاہر
ہونے پر ایک طلاق اسپر پڑیگی اور طلاق اولے باطل ہوجانے سے امام ابو یوسف رح کی مراد یہ عورت
ہو کہ حالت آئسہ ہونے مین اس طلاق کی گفتگو سے پہلے اسکے ساتھ وطی بھی کی ہو تو باطل ہوجائیگی پھر اگر تین
حیض کے بعد وہ آئسہ ہوگئی اور ایام سے یہ بات ظاہر ہوگئی تو باقی دونون طلاق مہینون کے شمار سے واقع
ہونگی۔ اور منتقی مین مذکور ہی کہ اگر عورت سے کہا کہ تو بسنت طالقہ ہی پس اس نے کہا کہ مین طاہرہ ہون اور
شوہر نے کہا کہ مین نے تجھسے حیض مین یا بعد حیض کے جماع کیا ہی تو قول عورت کا قبول ہوگا اور اگر عورت
نے کہا کہ مین حاملہ ہون اور مرد نے کہا کہ تو حاملہ نہین ہی تو دعوی حمل مین عورت کے قول کی تصدیق نہوگی اور
نوادر ہشام مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر اپنی جورو سے کہا کہ تجھے بسنت ایک طلاق ہی حالانکہ
اسکے ساتھ دخول کرلیا ہی پس عورت نے کہا کہ تیری اس گفتگو سے پہلے مجھے حیض آیا پھر مین طاہر ہوگئی پھر جب
تو نے یہ گفتگو کی ہی تو مین اسوقت ایسی طاہر تھی کہ تو نے مجھسے اس طہر مین قربت نہین کی تھی اور شوہر نے
کہا کہ تیرے طاہر ہونے کے بعد قبل اس کلام کے مین نے تجھسے قربت کرلی تھی تو قول شوہر کا قبول ہوگا اور
اگر شوہر نے کہا کہ مین نے تجھسے حیض مین قربت کی تھی اور عورت نے اسکی تکذیب کی تو قول عورت کا قبول ہوگا
اور اسی طرح اگر عورت نے کہا کہ تو نے ہرگز اسوقت تک میرے ساتھ دخول نہین کیا ہی تو قول عورت کا
قبول ہوگا۔ اور قدوری مین فرمایا کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ تو بسنت طالقہ ہی۔ حالانکہ یہ عورت
باندی ہی اور وہ اسوقت ایسی حالت مین ہی کہ اسپر طلاق سنت نہین واقع ہوسکتی ہی پھر اس باندی کو خرید
کیا پھر سنت طلاق کا وقت آیا تو اسپر کوئی طلاق واقع نہوگی پھر اگر اسکو آزاد کردیا پھر سنت طلاق کا وقت آیا
تو اسپر طلاق واقع ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر شوہر غلام اور جورو حرہ ہو پس عورت سے کہا کہ تو بسنت طالقہ
ہی پھر عورت نے اسکو خرید کیا تو جب سنت طلاق کا وقت آویگا عورت مذکورہ پر طلاق واقع ہوگی اور ظہیریہ
مین لکھا ہی کہ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ واقع نہوگی اور عتابیہ مین لکھا ہی کہ اسی پر فتوی ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی
ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ تجھپر بسنت تین طلاق ہین اور عورت اسوقت ایسے طہر مین ہی کہ جسمین شوہر نے

جو باندی ہی ۱۲

اسکے ساتھ جماع کیا ہو پھر اس جورو کو خرید کر اسی وقت آزاد کر دیا تو وہ دو حیض کی عدت میں رہیگی کہ جب پہلے حیض سے طاہر ہوگی تو اسپر ایک طلاق واقع ہوگی اور دوسرا حیض پورا کر کے بائنہ ہو جائیگی کیونکہ دوسری طلاق واقع نہوگی۔ اور اگر ایسا ہو کہ جس وقت اُس سے یہ کلام کیا ہو اُس وقت وہ حائضہ ہو پھر اسکو خرید کیا پھر حیض ہی میں اسکو آزاد کر دیا پھر وہ اس حیض سے طاہر ہوئی تو اسپر طلاق واقع نہوگی اسوجہ سے کہ بسبب فساد نکاح کے دونوں میں فرقت واقع ہوگئی اور طلاق سنت بعد ایسی فرقت کے جو شوہر و زوجہ میں ہوئی واقع نہیں ہوتی ہے الا بعد ایک مہینہ کے یا بعد ایک حیض کے اسی طرح اگر آزاد شدہ باندی نے حالت حیض میں بخیار عتق اپنے نفس کو اختیار کیا حالانکہ اُسکا شوہر اُس سے کہہ چکا تھا کہ تو بسنت طالقہ ہے تو جب اس حیض سے طاہر ہوگی تو اسپر طلاق واقع نہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور زیادات میں مذکور ہے کہ اگر کسی شخص کو حکم کیا یعنی وکیل کیا کہ اُسکی جورو کو بسنت طلاق دیدے حالانکہ یہ عورت مدخول بہا ہے پس وکیل نے کہا کہ تو بسنت طالقہ ہے یا کہا کہ جب تجھے حیض آوے پھر تو طاہر ہو جاوے تو تجھے طلاق ہے پھر یہ عورت حائضہ ہو کر طاہر ہوگی تو اسپر کوئی طلاق واقع نہوگی لیکن اگر حائضہ ہو کر طاہر ہوئی پھر وکیل نے کہا کہ تجھے طلاق ہے تو مطلقہ ہو جائیگی۔ اور اگر وکیل سے کہا کہ میری جورو کو تین طلاق بسنت دیدے پس وکیل نے اسکو تین طلاق بسنت فی الحال دیدیں تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی پھر چاہیئے کہ دوسرے طہر میں دوسری طلاق اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق دیدے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر شوہر غائب ہوا اور اُس نے چاہا کہ اپنی عورت کو ایک طلاق سنت دیدے تو عورت کو خط لکھے کہ جب یہ خط میرا تجھے پہونچے تو پھر جب تو حائضہ ہو کر طاہر ہو تو تجھے طلاق ہے۔ اور اگر تین طلاق بسنت دینا چاہے تو خط میں لکھے کہ جب میرا یہ خط تجھے پہونچے پھر تو حائضہ ہو کر طاہر ہو تو تجھے طلاق ہے پھر جب تو حائضہ ہو کر طاہر ہو تو تجھے طلاق ہے پھر جب تو حائضہ ہو کر طاہر ہو تو تجھے طلاق ہے یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ یوں لکھے کہ تحریر میں ایجاز کرے یعنی کم لفظوں میں سب مضمون ادا کرے اور بایں طور تحریر کرے کہ جب تجھے میرا یہ خط پہونچے تو تجھے بسنت تین طلاق ہیں پس طلاق بصفت مذکورہ بالا واقع ہوگی۔ اور اگر عورت کو حیض نہ آتا ہو یعنی بوجہ صغر سنی یا بوجہ کبر سنی[12] تو لکھے کہ جب میرا یہ خط پہونچے پھر چاند نظر آوے تو تجھے بسنت تین طلاق ہیں یہ بحر الرائق میں ہے۔ الفاظ طلاق سنت بنا بر آنکہ بشیر رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے للسنۃ و سنۃ و علی السنۃ و طلاق سنت و عدۃ و طلاق عدت و طلاق عدل (یا ضافت) و طلاق عدل (بوصف) و طلاق دین و طلاق اسلام و احسن الطلاق و اجمل الطلاق و طلاق حق و طلاق قرآن و طلاق کتاب ہیں سب یہ سب الفاظ طلاق کے اوقات سنت کی طلاق پر محمول ہونگے اور اگر کہا کہ انت طالق فی کتاب اللہ یا بکتاب اللہ او معہ یعنی تو ایسی طلاق سے مطلقہ ہے جو کتاب اللہ میں موجود ہے یا بکتاب اللہ یا مع کتاب اللہ ہے پس اگر اس کلام سے اسکی نیت طلاق سنت ہو تو طلاق باوقات سنت واقع ہوگی ورنہ فی الحال واقع ہوگی اسواسطے کہ کتاب اللہ تعالی دلالت کرتی ہے وقوع بسنت و وقوع ببدعت دونوں پر یعنی دونوں کے وقت پر واقع ہوتی ہے پس اسمین نیت کی احتیاج ہوئی اور اگر کہا کہ علی الکتاب او بہ یعنی تو طالقہ علی الکتاب یا بالکتاب ہے یا کہا کہ علی قول القضاۃ او الفقہا یعنی بر قول قاضیان یا فقیہان یا کہا کہ طلاق القضاۃ او الفقہا

یعنی تو طالقہ بطلاق قاضیان و فقیہان ہے پس اگر اس نے طلاق سنت کی نیت کی تو دیانۃً اُسکے قول کی تصدیق
ہوگی مگر قضاءً میں طلاق فی الحال واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تو بطلاق سنیہ یا عدلیہ طالقہ ہے تو امام ابو یوسف کے
نزدیک باوقات سنت واقع ہوگی اور اگر کہا کہ بطلاق حسنہ یا جمیلہ طالقہ ہے تو فی الحال واقع ہوگی اور امام محمدؒ
نے جامع کبیر میں فرمایا کہ دونوں صورتوں میں فی الحال واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ للبدعۃ یا طلاق بدعت ہے
اور فی الحال تین طلاق واقع ہونے کی نیت تو واقع ہونگی اور نیز اگر ایک کی نیت کی تو بھی واقع ہوگی بشرطیکہ عورت
حالت حیض میں ہو یا ایسے طہر میں ہو جس میں جماع کیا ہو اور اگر دل کی کچھ نیت نہ ہو تو ایک طلاق فی الفور واقع ہوگی بشرطیکہ
عورت حالت حیض یا نفاس میں یا ایسے طہر میں ہو جس میں جماع ہوا ہو اور اگر ایسے طہر کی حالت میں ہو جس میں جماع نہیں ہوا
ہو تو فی الحال کچھ نہیں واقع ہوگی یہانتک کہ عورت حائضہ ہو یا اُسی طہر میں اُس سے جماع کر لے یہ فتح القدیر میں ہے
اور اگر کہا کہ انت طالق تطلیقۃ حقاً یعنی تو طالقہ ہے بطلاق دادن حق تو فی الفور مطلقہ ہو جائیگی اور اگر کہا کہ انت طالق
تطلیقۃ بالسنۃ او مع السنۃ او بعد السنۃ یعنی تو طالقہ ہے طلاق سنت یا مع السنۃ یا بعد السنۃ ہے تو طلاق بوقت سنت ہوگی
یہ محیط سرخسی میں ہے اور الفاظ طلاق بدعت اسطرح ہیں کہ مثلاً کہے کہ تو طالقہ للبدعۃ یا بطلاق بدعت یا بطلاق جور یا
بطلاق معصیت یا بطلاق شیطان ہے پس اگر اس صورت میں تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین طلاق واقع ہونگی یہ بدائع میں ہے

فصل ان لوگوں کے بیان میں جنکی طلاق واقع ہوتی ہے اور جنکی نہیں واقع ہوتی ہے۔ واضح ہو کہ شوہر کی طلاق جبکہ
وہ عاقل بالغ ہو واقع ہوتی ہے خواہ وہ آزاد ہو یا بندہ خواہ اُس نے برغبت خود طلاق دی ہو یا باکراہ طلاق دی ہو
یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور جس نے بطور لعب یا ہزل کے طلاق دی اُسکی طلاق واقع ہوگی اور اسی طرح اگر اُسکو
کوئی اور بات کہنی منظور تھی مگر زبان سے طلاق نکل گئی تو طلاق واقع ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور جامع الاصغر میں ہے
کہ اسدؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص یہ کہنا چاہتا تھا کہ زینب طالقہ ہے مگر اُسکی زبان سے نکلا کہ عمرہ طالقہ ہے تو قضاءً وہی
مطلقہ ہو جائیگی جسکا نام لیا ہے اور فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ دونوں میں سے کوئی مطلقہ نہ ہوگی اور اگر ایک شخص نے
اپنی جورو سے کہا کہ انت طالق حالانکہ وہ انت طالق کے معنی نہیں جانتا ہے تو طلاق واقع ہوگی اور اگر اپنی
جورو سے کہا کہ انت طالق حالانکہ وہ یہ نہیں جانتا ہے کہ یہ طلاق ہے تو قضاءً وہ مطلقہ ہو جائیگی اور فیما بینہ
و بین اللہ تعالیٰ مطلقہ نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور طفل کی طلاق اگرچہ وہ سمجھدار ہو اور مجنون و نائم و مبرسم و
مغمی علیہ و مدہوش کی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے کذا فی فتح القدیر اور اسی طرح معتوہ کی طلاق بھی واقع نہیں ہوتی
ہے اور یہ حکم اسوقت ہے کہ اُسنے حالت عتہ میں طلاق دیدی ہو اور اگر حالت افاقہ میں طلاق دی تو صحیح ہے کہ
طلاق واقع ہوگی یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ ایک شخص سوتے ہوئے نے طلاق دی پھر جب خواب سے بیدار ہوا تو اُسنے
عورت سے کہا کہ میں نے تجھے سوتے میں طلاق دیدی ہے تو طلاق واقع نہ ہوگی اسیطرح اگر کہا کہ میں نے اس طلاق
کی (جو خواب میں دی ہے) اجازت دی تو بھی واقع نہ ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے وہی طلاق واقع کی تو واقع ہو جائیگی
اور اگر یوں کہا کہ میں نے وہ طلاق واقع کی جو میں نے سوتے میں زبان سے کہی ہے تو واقع نہ ہوگی۔ مبرسم نے طلاق
دی پھر جب تندرست ہوا تو کہا کہ میں نے اپنی جورو کو طلاق دیدی پھر کہا کہ میں نے یہ قول اسواسطے کہا کہ جس
طلاق کو میں نے برسام کے مرض میں زبان سے نکالا ہے اُسکے واقع ہونیکا مجھے وہم ہوا پس اگر یہ کلام اسی ذکر و حکایت

سکے درمیان مین ہو تو اُسکی تصدیق کی جائیگی ورنہ نہین یہ وجیز کردری مین ہو - اور اگر طفل نے طلاق دی پھر جب
بالغ ہوا تو اُسنے کہا کہ مین نے اس طلاق کی اجازت دی تو واقع نہوگی اور اگر کہا کہ مین نے اسکو واقع کیا تو واقع
ہو جائیگی اسواسطے کہ یہ ابتداءً ایقاع ہی یہ بحر الرائق مین ہی - اور اگر کسی شخص نے طفل کی جورو کو طلاق دی
پھر طفل نے بعد بالغ ہونے کے کہا کہ مین نے اس طلاق کو جسکو فلان نے واقع کیا تھا واقع کیا تو طلاق واقع
ہو جائیگی اور اگر کہا کہ مین نے اسکی اجازت دی تو کچھ واقع نہوگی یہ محیط مین ہی - اور اگر طفل کسی شخص کی طرف سے
طلاق دینے کا وکیل ہو پس طفل نے طلاق دی تو صحیح ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - زید نے عمرو کی قسم کا بیان کرنا
شروع کیا - (یعنی عمرو نے جو قسم کھائی تھی کہ اگر اُسکی عورت فلان کے گھر مین جاوے تو اُسکو طلاق ہی - مثلاً
یا اور اُسکے مثل) پھر جب وہ طلاق کے بیان تک پہونچا تو اُسکے دل مین خود ہی عورت کا خیال آیا پس اگر
اُسنے طلاق کے ذکر کے وقت حکایت عمرو کی بیان کی نیت نہین کی بلکہ از سر نو طلاق کی نیت کی ہو اور سلسلہ کلام
اسطرح متصل ہو کہ یہ بھی ہو سکتا ہو کہ اُسنے اپنی جورو پر طلاق واقع کی تو طلاق واقع ہو جائیگی اسواسطے کہ اُسنے
طلاق واقع کی ہی اور اگر اُسنے کچھ نیت نہ کی ہو تو واقع نہوگی اسواسطے کہ یہ کلام حکایت پر محمول ہی یہ فتاوے
کبری مین ہی اور سکران کی طلاق واقع ہوتی ہی (سکران یعنی نشہ والا) بلکہ وہ خمر یا نبیذ کے پینے سے نشہ مین ہوا اور یہی ہمارے
اصحاب کا مذہب ہی یہ محیط مین ہی اور اگر کوئی شخص شراب پینے پر بالاکراہ مجبور کیا گیا یا اُسنے بضرورت شراب
پی اور نشہ ہوا اور اُسنے اپنی جورو کو طلاق دیدی تو اسمین اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ جیسے اُسپر حد واجب
نہین ہوتی ہی اسی طرح اُسکی طلاق بھی واقع نہوگی اور اسکا کوئی تصرف نافذ نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین
ہی - اور اگر مثل بنگ یا افیون وغیرہ کے نشہ مین ہو تو اُسکی طلاق و عتاق پھر واقع
نہوگی یہ تہذیب مین ہی اور اگر بنگ سے نشہ مین ہوا تو اُسکی طلاق ہو جائیگی اور اسکی حد ماری جائیگی اسواسطے
کہ یہ فعل یعنے بنگ نوشی لوگون مین پھیل گئی ہی اور ہمارے زمانہ مین اسی پر فتوی ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی اور اگر
اُسنے ایسی اشربہ مین سے جو حبوب و فواکہ و شہد سے بنائی جاتی ہین استعمال کی ہون پھر اُسنے طلاق دی یا
آزاد کیا تو اسمین اختلاف ہی اور فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ صحیح یہ ہی کہ جیسے اُسپر حد لازم نہین آتی ہی
اسی طرح اُسکے تصرفات بھی نافذ نہونگے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور فتح القدیر مین لکھا ہی کہ اگر
کسی نے حبوب یا شہد کی بنائی ہوئی شراب پی اور اُسکو نشہ ہوا اور اُس نے طلاق دی تو امام ابو حنیفہ و امام
ابو یوسف کے نزدیک واقع نہوگی اور اسمین امام محمد رح نے اختلاف کیا ہی یعنی اُنکے نزدیک واقع ہوگی اور
امام محمد کے قول پر فتوے دیا جائیگا انتہی اور امام محمد رح سے مروی ہی کہ اگر کسی نے نبیذ پی اور اُسکے مزاج کے
موافق نہوئی اور ارتفاع بخارات سے اُسکے سر مین درد پیدا ہوا اور شدت درد سے اُسکی عقل زائل ہوگئی
نہ بوجہ نبیذ پینے کے نشہ کے پھر اُسنے طلاق دیدی تو واقع نہوگی اور اگر کسی کی عقل بوجہ صدمہ ضرب کے
زائل ہوئی یا اُسنے خود اپنے سر مین مارا کہ جس سے عقل زائل ہوئی پھر اُسنے طلاق دیدی تو طلاق واقع
نہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور اسی امر پر اجماع ہی کہ اگر کوئی شخص اقرار طلاق پر بالاکراہ مجبور
کیا گیا تو اُسکا اقرار نافذ نہوگا یہ شرح طحاوی مین ہی - ایک شخص کو سلطان نے بالاکراہ مجبور کیا کہ اپنی جورو کے

طلاق دینے کے واسطے کسی کو وکیل کرے پس اُس نے با ہتھ و قبضہ کہا کہ تو میرا وکیل ہو اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا پس وکیل نے اُسکی جورو کو طلاق دیدی پھر موکل نے کہا کہ مین نے اسکو اپنی جورو کے طلاق دینے کے واسطے وکیل نہین کیا ہو تو علما نے فرمایا ہو کہ یہ قول اُسکی طرف سے مسموع نہوگا اور طلاق واقع ہو جائیگی یہ بحر الرائق مین ہو اور اگر ایک شخص نے اپنی جورو کی طلاق دینے کے واسطے کسیکو وکیل کیا پھر وکیل نے شراب پی پھر نشہ مین اُسکی جورو کو طلاق دی تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ طلاق واقع نہوگی اور اکثر مشائخ کے نزدیک واقع ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ اور گونگے کی طلاق باشارہ ہوتی ہو اور گونگے سے ایسا گونگا مراد ہو جو پیدایشی ہو یا بعد کو اسطرح گونگا ہوا کہ برابر ہمیشہ کے واسطے گونگا ہو گیا حتی کہ اُسکا اشارہ مفہوم ہوا یہ مضمرات مین ہو چنانچہ اس گونگے کو لکھنے کی قدرت ہو یا نہو یہ سراج الدرایہ و فتح القدیر مین ہو۔ اور اگر گونگے کا اشارہ معروف نہو جو اُسکی طرف سے معلوم ہو یا اشارہ ایسا ہو کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ اس غرض کے واسطے ایسا اشارہ کرتا ہو لیکن قطعی معلوم نہو بلکہ شک ہو تو یہ باطل ہوگا یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر کوئی شخص پیدایش کے بعد درمیان عمر مین گونگا ہو گیا مگر دائمی نہین تو ایسے گونگے کے اشارہ کا اعتبار نہین ہو پھر جس صورت مین کہ گونگے کے اشارہ کا اعتبار ہوتا ہو اگر گونگے نے طلاق دی اور اشارہ سے تین طلاق سے کم تعداد سمجھ مین آئی تو وہ رجعی ہوگی یہ مضمرات مین ہو اور آخر نہایہ مین امام تمرتاشی سے منقول ہو کہ جو گونگا بعد پیدایش کے گونگا ہوا اور اُسکا اشارہ مفہوم قرار دیا جاتا ہو اُسکے واسطے گونگے ہونے کی مدت ایک سال مقرر کی گئی ہو۔ (یعنی اگر ایک سال تک گونگا رہا تو اُسکا اشارہ مفہوم ہوگا اور طلاق مثلاً واقع ہوگی اگرچہ بعد ایک سال کے اچھا ہو جاوے) اور امام رحمہ اللہ سے مروی ہو کہ ایسے گونگے کا تا دم موت گونگا رہنا ضرور ہو اور مشائخ نے فرمایا کہ اسی پر فتوےٰ ہو یہ نہر الفائق مین ہو۔ اور اگر اخرس تحریر کر سکتا ہو تو تحریر سے اُسکی طلاق جائز ہوگی کذا فی الہدایہ فی مسائل شتی بعض مشائخ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے جو لفظ مین ہو اپنی جورو سے کہا کہ اے ... تو دی من طلاق دادہ شوییت ؕ تو فرمایا کہ دیکھا جائیگا کہ اگر عورت مذکورہ ثیبہ ہو اور اس شوہر سے پہلے اسکا ایک شوہر تھا کہ جس نے اسکو طلاق دی تھی تو اس لفظ سے طلاق واقع نہوگی بشرطیکہ مرد مذکور کی نیت طلاق کی نہو اور اگر اس سے پہلے عورت مذکورہ کا ایسا شوہر نہو تو طلاق واقع ہوگی خواہ نیت کی ہو یا نہ کی ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو اور اگر شوہر مرتد ہو کر دار الحرب مین چلا گیا تو اُسکی طلاق اُسکی جورو پر واقع نہوگی لیکن اگر ایسی حالت مین دار الاسلام مین واپس آیا کہ عورت مذکورہ اُسکی فرقت کی عدت مین ہو تو طلاق جو اُسنے دار الحرب مین دی تھی واقع ہو جائیگی اور اگر عورت مرتدہ ہو کر دار الحرب میں چلی گئی تو شوہر کی طلاق اُسپر واقع نہوگی پھر اگر وہ قبل عدت گذرنے کے واپس آئی تو بھی امام اعظم رحمہ کے نزدیک طلاق مذکور اُسپر واقع نہوگی اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک واقع ہوگی یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور اگر اپنی جورو کو خریدا پھر اسکو طلاق دی تو اُسپر طلاق واقع نہوگی اور اسی طرح اگر عورت اپنے شوہر کی تمام مالک ہوئی یا کسی حصہ کی مالک ہوئی تو پھر شوہر کی طلاق اُسپر واقع نہ ہوگی اور اگر عورت نے شوہر کو خریدا پھر اُسکو آزاد کر دیا پھر شوہر نے اسکو طلاق دی تو طلاق واقع ہوگی اور علی ہذا اگر اپنی زوجہ کو خریدا پھر اُسکو آزاد کیا پھر اُسکو طلاق دی درحالیکہ وہ

عدت میں ہو تو بسبب زوال مانع کے طلاق واقع ہوگی یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر غلام نے کسی عورت سے نکاح
کیا تو غلام کی طلاق اس عورت پر واقع ہوسکتی ہے اور آقا سے غلام کی طلاق اسکی عورت پر واقع نہ ہوگی
یہ ہدایہ میں ہے۔ اور طلاق کا اعتبار ہمارے نزدیک عورت کے لحاظ پر ہوتا ہے چنانچہ باندی کی طلاق پوری
دو ہونگی خواہ شوہر آزاد ہو یا غلام ہو اور آزاد عورت کی طلاق تین ہونگی خواہ شوہر آزاد ہو یا غلام ہو یہ کافی میں ہے۔

دوسرا باب ایقاع طلاق کے بیان میں اور اسمیں سات فصلیں ہیں فصل اول طلاق صریح کے بیان میں

اور طلاق صریح اسطرح ہے کہ مثلاً کہا کہ تو طالقہ ہے یا مطلقہ ہے یا میں نے تجھے طلاق دی پس ایک طلاق رجعی
واقع ہوگی اگرچہ اس نے ایک سے زیادہ کی نیت کی ہو یا بائنہ طلاق کی نیت کی ہو یا کچھ نیت نہ کی ہو یہ کنز میں ہے
اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اور نیت یہ کی کہ تو وثاق سے چھوٹی تو قضاءً اسکے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور
دیانۃً فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ وہ متدین ہوگا اور عورت کو [illegible] اسکے حلال نہیں ہے کہ مرد مذکور کو اپنے
اوپر قابو دے جبکہ اس سے یہ کلام سن لے یا کوئی گواہ عادل اسکے سامنے یہ گواہی دے۔ اور اگر عورت
سے کہا کہ تو وثاق سے طالقہ ہے تو قضاءً کچھ واقع نہ ہوگا اور اسی طرح اگر عورت سے کہا کہ تو [illegible] قید سے طالقہ
ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر تو طالقہ ہے اس قول سے یہ نیت کی کہ تو کام سے چھوٹی ہوئی ہے تو دیانۃً و قضاءً
کسی طرح تصدیق نہ ہوگی اور اگر کہا کہ تو اس عمل سے طالقہ یا فلاں کام سے طالقہ ہے تو دیانۃً اسکے قول کی
تصدیق ہوگی اور قضاءً تصدیق نہ ہوگی یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ از غل یا از قید ہے
یہ مسئلہ منتقی میں دو جگہ مذکور ہے اور ایک جگہ یہ جواب مذکور ہے کہ قضاءً طلاق واقع نہ ہوگی اور دوسری جگہ
مذکور ہے کہ قضاءً طلاق واقع ہوگی اور حسن بن زیاد نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے کہ اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو اس
قید یا اس غل سے طالقہ ہے تو وہ مطلقہ ہو جائیگی اور قضاءً مرد مذکور کا دعوےٰ کہ میں نے سواے طلاق کے
بیڑی یا طوق سے رہا ہونا مراد لیا ہے تصدیق نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو تین طلاق سے
طالقہ اس عمل سے ہے تو اسپر تین طلاق واقع نہ ہونگی اور قضاءً اسکے دعوے کی کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی
تھی تصدیق نہ کیجائیگی یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ او مطلقہ پس اگر اس عورت
کا اس سے پہلا کوئی شوہر نہ ہوا ہو مگر طلاق نہ ہوئی ہو بلکہ مرگیا ہو اس عورت پر طلاق پڑجائیگی اور اگر اس عورت
کا شوہر پہلا کوئی ہوا ہو اور اس نے اسکو طلاق دی ہو پس اگر اس شوہر نے اس کلام سے پچھلے واقعہ کی خبر دینے کا قصد
نہیں کیا تو بھی مطلقہ ہو جائیگی اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے اپنے کلام سے پچھلے اخبار کا قصد کیا ہے تو فیما بینہ
وبین اللہ تعالیٰ متدین ہوسکتا ہے اور رہا یہ امر کہ قضاءً بھی اسکی تصدیق ہوگی یا نہ ہوگی تو اسمیں روایات
مختلف ہیں اور صحیح یہ ہے کہ اسکی تصدیق ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے اس کلام سے گالی دینے کا قصد کیا تھا تو
قضاءً تصدیق نہ ہوگی اور فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ متدین ہوسکتا ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ میں نے تجھے
اطلاق کیا (یا رہا کیا) تو یہ صریح نہیں ہے پس اگر طلاق کی نیت کی تو واقع ہوگی ورنہ نہیں یہ فتاوے
قاضیخان میں ہے۔ قال المترجم اطلاق کا اسم مفعول ہو تو مطلقہ بسکون طاء و فتح لام بلا تشدید یعنی [illegible]
ہے قال اور اگر عورت سے کہا کہ تو مطلقہ ہے یا اے مطلقہ بسکون طاء و فتح لام بلا تشدید تو بدون نیت کے طلاق نہ ہوگی

یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ انت الطلاق یعنی تو طلاق ہے یا انت طالق الطلاق یعنی
تو طالق الطلاق ہے یا انت طالق طلاقا یعنی تو طالق ہے طلاق تو ان سب صورتوں میں اگر کچھ نیت نہ ہو یا ایک یا دو طلاق
کی نیت ہو تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور اگر تین طلاق کی نیت کی تو تین طلاق واقع ہونگی قال المترجم
اوّل ایک صورت میں یعنی انت الطلاق میں [illegible] طلاق واقع ہوگی واللہ سبحانہ
اعلم باں دوسری و تیسری صورت میں حکم مذکور جاری ہوگا واللہ اعلم۔ اور اگر کہا کہ انت طالق تو طالق ہے تو
اس سے طلاق پڑجائیگی اور اسمیں نیت ہونے کی حاجت نہیں ہے کیونکہ رجعی طلاق ہوگی اور تین طلاق کی
نیت بھی صحیح ہے لیکن اس صورت میں کہ جب طلاق خبر ہو دو طلاق کی نیت صحیح نہیں ہے
کذا فی الہدایہ مگر دو طلاق کی نیت صحیح ہونا اسوقت ہے کہ جب عورت حرہ ہو اور اگر باندی ہو تو دو طلاق واقع
ہونگی (کہ یہی اسکے حق میں کامل ہیں) یا حرہ ہونے کی صورت میں اگر ایک طلاق اسپر پہلے واقع ہوچکی ہو تو اسپر بھی
دو طلاق پڑینگی بشرطیکہ ان دونوں کی پہلی طلاق کے ساتھ نیت کی ہو یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر عورت سے
کہا کہ انت طالق الطلاق تو طالق ہے الطلاق ہے اور کہا کہ میں نے لفظ طالق سے ایک طلاق اور لفظ الطلاق سے
دوسری طلاق مراد لی ہے تو اسکی تصدیق ہوگی پس دو طلاق رجعی واقع ہونگی بشرطیکہ عورت مدخولہ ہو ورنہ دوسرا کلام لغو
ہو جائیگا یہ کافی میں ہے۔ اور منتقی میں ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ تیرے واسطے طلاق ہے تو امام
ابو حنیفہ نے فرمایا کہ اگر اسنے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق پڑجائیگی اور اگر کچھ نیت نہ ہو تو نہ پڑیگی قال المترجم یعنی
اس عورت سے کہا کہ لک الطلاق اور یہ عربی میں محتمل ہے صریح نہیں ہے ولیکن جیسا اوپر ہے ترجمہ اردو مذکور ہے زبان اردو
میں غالبًا اس سے طلاق پڑجائیگی اسواسطے کہ عرف میں تبادر یہی ہے پس زبان کے لحاظ سے صریح ہے نہ محتمل فلیتامل
واللہ اعلم اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اگر اسنے طلاق کی نیت کی تو واقع ہوگی ورنہ امر طلاق کا اختیار عورت کے
ہاتھ ہوگا۔ اور اگر عورت سے کہا کہ علیک الطلاق تجھ پر طلاق ہے تو وہ طالقہ ہوگی بشرطیکہ نیت ہو قال المترجم
زبان اردو میں بلا شرط مطلقہ ہوگی واللہ اعلم۔ اور اگر کہا کہ طلاق علیک واجب یعنی تیری طلاق مجھپر واجب ہے تو طلاق
پڑیگی اسی طرح اگر کہا کہ الطلاق علیک واجب طلاق تجھپر واجب ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ بقالی نے اپنے فتاوی میں ذکر
فرمایا ہے اور اگر عورت سے کہا کہ طلاقک علی یعنی تیری طلاق مجھپر ہے تو واقع نہوگی۔ اور اگر کہا کہ طلاقک علی واجب او لازم
او فرض او ثابت یعنی تیری طلاق مجھپر واجب یا لازم یا فرض یا ثابت ہے پس شیخ ابو اللیث نے فتاوی میں اس میں متاخرین
کا اختلاف نقل کیا ہے کہ بعض کے نزدیک ایک طلاق رجعی واقع ہوگی چاہے نیت ہو یا نہ ہو اور بعض نے فرمایا کہ واقع نہوگی
نیت کرے یا نہ کرے اور بعض نے فرمایا کہ واجب کہنے کی صورت میں بدون نیت واقع ہوگی اور لازم کہنے کی صورت میں
واقع نہوگی اگرچہ نیت ہو اور فرق ان دونوں میں عرف کی راہ سے ہے قال المترجم یہی قول اخیر زبان اردو کے موافق ہے واللہ اعلم الّا
فرض محتمل ہے ولیکن فرض بغیر حکم الٰہی غلط ہے لہذا سواے واجب کے سب الفاظ میں موافق قول اخیر اردو میں بھی یہی حکم ہوگا فلیتامل
اسی طرح اگر عورت سے کہا کہ اگر تو نے ایسا کیا تو تیری طلاق مجھپر واجب یا لازم یا ثابت ہے پھر عورت نے یہ فعل کیا تو بھی ایسا ہی
اختلاف ہے اور شیخ صدر الشہید رحمہ نے یہ اختیار کیا ہے کہ سب صورتوں میں طلاق واقع ہوگی کذا فی المحیط اور یہی صحیح ہے
یہ محیط سرخسی میں ہے اور شیخ امام اجل ظہیر الدین حسن بن علی مرغینانی سب صورتوں میں طلاق واقع نہونیکا فتوی

دینے نہیں یہ محیط میں ہے اور قاضی خان کے فتاوے کبری میں ہے کہ مختار یہ ہے کہ سب صورتوں میں واقع ہو گی یہ فتح القدیر
میں ہے - ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ کونی طالقا یعنی ہو جا تو طالقہ
یا کہا کہ اطلقی یعنی کونی طالقا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ طلاق واقع ہو جائیگی - اور اگر کہا کہ انت طالق
طالق یا انت طالق انت طالق یا قد طلقتک قد طلقتک یا انت طالق قد طلقتک تو دو طلاق واقع ہونگی درحالیکہ
عورت مدخولہ ہو اور اگر کہا کہ دوسری سے میرا مقصود پہلی کی خبر دینا تھا تو قضاءً اسکی تصدیق نہ ہو گی مگر فیما بینہ و بین اللہ
تعالے تصدیق ہو سکتا ہے - اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے پس اس سے کسی نے پوچھا کہ تو نے کیا کہا پس اس نے
کہا کہ میں نے اسکو طلاق دیدی یا کہا کہ میں نے یہ کہا کہ وہ طالقہ ہے تو قضاءً ایک طلاق پڑیگی یہ بدائع میں ہے -
اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ انت طالق و طالق و طالق یعنی تو طالقہ و طالقہ و طالقہ ہے اور اسکو کسی شرط سے
معلق نہیں کیا پس اگر عورت مدخولہ ہو تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر غیر مدخولہ ہو تو ایک ہی طلاق واقع
ہو گی اور اسی طرح اگر کہا کہ انت طالق فطالق فطالق یا ثم طالق ثم طالق یا طالق طالق یعنی تو طالقہ پس طالقہ
پس طالقہ ہے یا تو طالقہ پھر طالقہ پھر طالقہ ہے یا تو طالقہ طالقہ طالقہ ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ سراج الوہاج میں
ہے اگر ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ انت طالق انت طالق انت طالق یعنی تو طالقہ ہے تو طالقہ ہے تو
طالقہ ہے پھر کہا کہ میں نے اول سے طلاق کا قصد کیا اور دوسری و تیسری سے فقط عورت کا سمجھانا مقصود
تھا تو دیانۃً اسکی تصدیق ہو گی اور قضاءً عورت پر تین طلاق واقع ہونگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہے
ہر گاہ طلاق دینے والے نے لفظ طلاق کو مکرر کہا خواہ بحرف واو یا بغیر حرف واو تو طلاق متعدد ہونگی
اور اگر دوسرے سے اول ہی مراد لینے کا دعوے کیا تو قضاءً تصدیق نہ ہو گی جیسے اس قول میں کہ اے مطلقہ تو
طالقہ ہے یا میں نے تجھے طلاق دی تو طالقہ ہے تو طلاق دو ہونگی اور اگر دوسری کو بحرف تفسیر یعنی حرف
فا کے ساتھ ذکر کیا تو بدون نیت کے دوسری واقع نہ ہو گی جیسے کہا کہ طلقتک فانت طالق یعنی میں نے تجھے
طلاق دی پس تو طالقہ ہے یہ ظہیریہ میں ہے - اور اگر کہا کہ انت طالق و اعتدی و انت طالق اعتدی او انت
طالق فاعتدی یعنی تو طالقہ ہے اور عدت اختیار کر یا تو طالقہ ہے عدت اختیار کر یا تو طالقہ ہے پس عدت اختیار کر پس اگر اسنے
ایک طلاق کی نیت کی تو ایک پڑیگی اور اگر دو طلاق کی نیت ہو تو دو طلاق پڑینگی اگر کچھ نیت نہ ہو پس
درصورتیکہ حرف فا کے ساتھ انت طالق فاعتدی کہا تو ایک واقع ہو گی اور اگر اعتدی یا و اعتدی کہا تو
دو طلاق پڑینگی یہ محیط سرخسی میں ہے - اور اگر عورت کو طلاق دی پھر اس سے کہا کہ طلاق دادمت یعنی میں نے تجھے طلاق
دی تو دوسری طلاق پڑیگی اور اگر کہا کہ طلاق دادہ است طلاق ابھی دی ہے تو دوسری واقع نہ ہو گی - اور اگر
کہا کہ انت طالق واحدۃ واحدۃ تو طالقہ واحدہ واحدہ ہے تو ایک واقع ہو گی اور کہا کہ انت طالق و انت
(تو طالقہ ہے اور تو) تو دو طلاق واقع ہونگی اور فتاوے میں ہے کہ ایک طلاق واقع ہو گی یہ ظہیریہ میں ہے - اور اگر
عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے پھر اس سے کہا کہ اے مطلقہ تو دوسری طلاق واقع نہ ہو گی - ابن سماعہ نے اپنی نوادر میں امام
ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ ایک شخص کی دو عورتیں ہیں انمیں سے کسی کے ساتھ اسنے دخول نہیں کیا ہے پس اسنے کہا کہ
میری جورو طالقہ ہے میری جورو طالقہ ہے پھر کہا کہ میں نے ان دونوں میں سے ایک کو مراد لیا تھا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا

کرمین اسکے قول کی تصدیق نہ کرونگا اور دونون کو اُس سے بائنہ کردونگا اور اسی طرح اگر اُسنے کہا کہ میری جورو طالقہ ہو اور میری جورو طالقہ ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اگر ان دونون کے ساتھ اُسنے دخول کرلیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ واقع ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ دونون کے قول کو ایک ہی پر واقع کرے یہ ذخیرہ مین ہی - ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو مجھے طلاق دیدے اور تو مجھے طلاق دیدے اور تو مجھے طلاق دیدے پس شوہر نے کہا کہ ضرور مین نے تجھے طلاق دیدی تو عورت پر تین طلاق واقع ہونگی خواہ شوہر نے تین طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو - اور اگر عورت نے بغیر حرف عطف اور کے کہا کہ تو مجھے طلاق دے تو مجھے طلاق دے تو مجھے طلاق دے پس شوہر نے کہا کہ ضرور مین نے تجھے طلاق دی پس اگر شوہر نے تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر ایک طلاق کی نیت ہو یا کچھ نیت نہ کی تو ایک طلاق واقع ہو گی یہ محیط مین ہی اور شیخ ابو القاسم صفار نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ طلاقتک عشر مرۃ یعنی مین نے تجھے ایکبار سے سوا سے طلاق دی تو اسپر دو طلاق واقع ہونگی اور دو فتاوے نا طقی مین ہی کہ ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ انت طالق کذا کذا تو گویا اسنے کہا کہ اعداد عشرہ دیئے گیا رہ پس تین طلاق واقع ہونگی یہ تاتارخانیہ مین ہی ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو مجھے طلاق دے اُسنے جواب مین کہا کہ تو میری جورو نہین ہی تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ ایسا جواب ہی کہ اس سے طلاق پڑجائیگی اور نیت کی حاجت نہوگی ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو مجھے طلاق دیدے پس اُسنے جواب مین کہا کہ انت واحدۃ یعنی اچھا تجھے ایک ہی تو ایک طلاق واقع ہو گی ایک شخص نے اپنی جورو کو طلاق دی اور ایک طلاق یا دو طلاق دی تھین پس عورت کی مان اُسکے پاس آئی اور کہا کہ تونے اُسکو طلاق دیدی اور اُسکے باپ کا حق کچھ ملحوظ نہ رکھا اور اس معاملہ مین اسپر عتاب کیا پس شوہر نے کہا یہ دوسری یا تیسری ہی تو ایک اور طلاق واقع ہوگی - اور اگر عورت کی مان نے آکر واماد کو عتاب کیا اور اس طرح طلاق کا ذکر زبان سے نہ کیا پھر شوہر نے یہی بات کہی کہ یہ دوسری یا تیسری ہی تو بدون نیت کے زیادتی واقع نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی ملتقط مین ہی کہ ایک عورت نے شوہر سے کہا کہ مجھے طلاق دیدے پس شوہر نے کہا کہ مین نے ایسا کیا تو طلاق پڑجائیگی پھر اگر اُسنے کہا کہ اور بڑھائیے اور شوہر نے کہا کہ مین نے ایسا کیا تو دوسری طلاق بھی واقع ہوگی ابراہیم نے امام محمدؒ سے روایت کی ہی کہ ایک شخص سے کہا گیا کہ کیا تونے اپنی جورو کو تین طلاق دیدین اُسنے کہا کہ ہان ایک تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ قیاس یہ ہی کہ تین طلاق واقع ہون ولیکن ہم استحسانا قرار دیتے ہین کہ ایک طلاق واقع ہوگی اور نیز ملتقط مین ہی کہ ایک عورت نے شوہر سے کہا کہ مجھے تین طلاق دیدے پس شوہر نے کہا کہ مین نے تجھے بائنہ کردیا تو یہ جواب ہی پس تین طلاق سے بائنہ ہوگی یہ محیط مین ہی اور اگر شوہر سے کہا کہ تو مجھے تین طلاق دیدے پس شوہر نے کہا کہ تو طالقہ ہی یا پس تو طالقہ ہی تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر شوہر نے جواب دیا کہ ضرور مین نے تجھے طلاق دی تو یہ تین طلاق ہونگی یہ سراج الوہاج مین ہی اور اگر عورت نے کہا کہ مین طالقہ ہوں پس شوہر نے کہا کہ ہان تو مطلقہ ہو جائیگی اور اگر عورت نے کہا کہ مجھے طلاق دیدے پس شوہر نے کہا کہ ہان تو طلاق واقع نہوگی اگرچہ شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو - ایک شخص سے کہا گیا کہ السۃ طلقت امرأتک یعنی کیا تو نے اپنی جورو کو طلاق نہین دی پس اُسنے کہا کہ بلے یعنی ہان دی ہی تو عورت مطلقہ ہو جائیگی گویا اُسنے کہا کہ مین نے طلاق دی ہی اسواسطے کہ استفہام انکاری تقریری کا جواب لفظ بلے کہنا

ثابت ہوتا ہے اور اگر اسنے جواب دیا کہ نعم یعنی ہان نہیں دی ہے تو مطلقہ نہوگی اسواسطے کہ نعم کے ساتھ اسکے پیشتر
استفہام کا جواب اثبات ہوتا ہے پس گویا اسنے کہا کہ مین نے طلاق نہیں دی یہ خلاصہ مین ہے اور اگر طالق سے قاف حذف
کرکے یون کہا کہ تو طال ہے پس اگر لام کو کسرہ دیا (جو قاف محذوف ہونے پر دلالت کرے) تو طلاق بلا نیت
واقع ہوگی ورنہ اگر طلاق کی گفتگو مین یا حالت غضب مین کہا تو بھی یہی حکم ہے ورنہ نیت پر موقوف ہوگا اور اگر
فقط لام حذف کیا اور کہا کہ تو طاق ہے تو طلاق واقع نہوگی اگرچہ نیت کی ہو اور اگر قاف ولام دونون حذف کیے
یعنی کہا کہ تو طا اور اتنے مین کسی نے اسکا منہ بند کرلیا یا خود خاموش ہوگیا تو طلاق واقع نہوگی اگرچہ نیت کرے
یہ بحر الرائق مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ تیرا تلاق اور بیان پانچ الفاظ مین تلاق و تلاغ و طلاغ و طلاک
و تلاک تو شیخ امام جلیل ابوبکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ طلاق واقع ہوگی اور اگر عمداً کہا اور
قصد کیا کہ طلاق واقع نہو تو قضاءً اسکی تصدیق نہوگی اور دیانۃً تصدیق ہوگی لیکن اگر قبل اسکے اسنے
گواہ کرلیے ہون بایں طور کہ اسنے گواہون سے کہا کہ میری جورو نے مجھ سے طلاق مانگی ہے اور مجھے اسکو
طلاق دینا گوارا نہیں ہے پس مین ایسے لفظ کو زبان سے کہونگا کہ اسکی گفتگو بند ہوجاوے پھر ایسا کہا
پھر گواہون مذکورین نے حاکم کے پاس اس سب معاملہ کی گواہی دی تو قاضی دونون مین طلاق واقع ہونے کا
حکم نہ دیگا اور شیخ امام ابوبکر رحمہ اللہ تعالی عالم و جاہل مین فرق کرتے تھے جیسا کہ امام شمس الائمہ حلوانی کا قول
ہے پھر اس سے رجوع کرکے حکم دیا جو ہمنے بیان کیا ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ خلاصہ مین ہے اور شیخ امام
ابوبکر رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے کہ ایک ترکی کے معاملہ مین جس سے اسکا فتوی طلب کیا گیا کہ اس ترکی
نے اپنی جورو سے کہا تھا کہ تیرا اتلاک یعنی تا سے فوقانی و کاف اور ترکی زبان مین تلاک تالی کو کہتے ہین
پس ترکی مذکور نے کہا کہ مین نے تلی مراد لی تھی اور طلاق میری مراد نہ تھی پس مین نے فتوی دیا کہ قضاءً اسکے
قول کی تصدیق نہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ آیا تو نے اپنی عورت کو طلاق دیدی
ہے اسنے ہجے مین نعم یا بلے یعنی ہان کہا مگر زبان سے اسکا تلفظ نہیں کیا تو طلاق واقع ہوگی یہ فتاوی
قاضی خان مین ہے اور اگر عورت سے ابتدا کیا کہ انت طال ق یعنی طالق تو طلاق واقع ہوگی یہ خلاصہ
مین ہے اور اگر کہا کہ دنیا کی عورتین یا صوبہ رے کی عورتین طالقات ہین حالانکہ یہ شخص بھی رے کا
رہنے والا ہے تو اسکی جورو طالقہ نہوگی الا اس صورت مین ہوگی کہ اسکی نیت کی ہو اسکو ہشام نے امام
ابو یوسف رح سے روایت کیا ہے اور اسی پر فتوی ہے اور لفظ جمیع یعنی سب عورتون کا لفظ ذکر کرنے
یا نہ کرنے مین کچھ فرق نہیں ہے اور یہی اصح ہے اور اگر کہا کہ اس کوچہ کی یا اس دار کی عورتین طالقات
ہین یا اس بیت کی عورتین طالقات ہین حالانکہ اسکا گھر بھی اسی کوچہ مین ہے یا وہ بھی اسی دار مین رہتا ہے
اور اسکی جورو وہین موجود ہے یا اس بیت مین ہے تو مطلقہ ہوجائیگی یہ فتح القدیر مین ہے اور اگر کہا کہ اس
شہر کی عورتین یا اس گاؤن کی عورتین طالقات ہین اور اسی مین اسکی جورو بھی ہے تو مطلقہ ہوجائیگی یہ
فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر کہا کہ انت ثلاث تو بسبب نیت کے تو تین طلاق پڑینگی اگر نیت ہو اور اگر
اس نے کہا کہ مین نے نیت نہیں کی پس اگر مذاکرہ طلاق کی حالت مین اسنے ایسا کہا ہو تو تصدیق نہ ہوگی

ورنہ تصدیق ہوگی اور ایسا ہی فارسی (تو بسہ) کہنے سے یہی حکم ہے اور یہی فتوی کے لیے مختار ہے قال المترجم
اردو مین اسکے ترجمہ سے طلاق واقع ہونا چاہیے واللہ اعلم اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو فلانہ سے اطلاق ہے حالانکہ
فلانہ مذکورہ مطلقہ یا غیر مطلقہ ہے بہرحال اگر اسنے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہین بخلاف
اسکے اگر عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مثلاً فلان نے اپنی جورو کو طلاق دی ہے پس شوہر نے اس سے کہا
کہ تو فلانہ سے اطلق ہے تو ایسی صورت مین طلاق واقع ہوگی اگرچہ اسنے نیت نہ کی ہو یہ فتح القدیر مین ہے
اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ انت منی ثلاثا پس اگر طلاق کی نیت کی ہو تو مطلقہ ہو جائیگی اور اگر کہا کہ مین نے
طلاق کی نیت نہین کی تھی پس اگر حالت مذاکرۂ طلاق مین کہا ہو تو تصدیق نہوگی اور اگر عورت نے شوہر سے
کہا کہ مجھے طلاق دیدے پس شوہر نے تین انگلیون سے اشارہ کیا اور مراد یہ ہے کہ تین طلاق تو جب تک
زبان سے نہ کہیگا تب تک طلاق واقع نہوگی یہ ظہیریہ مین ہے ۔ اور منتقی مین بروایت ابن سماعہ رحمہ اللہ
امام محمد رح سے مروی ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ زینب میری جورو طالقہ ہے پس زینب سے بعد طلاق ہونے کے
اسکے پاس رہنے سے انکار کیا اور قاضی کے سامنے طلاق ہونے کا مقدمہ پیش کیا پس شوہر نے کہا کہ
فلان شہر مین زینب نام کی میری دوسری جورو ہے مین نے اسکو مراد لیا تھا اور اسپر گواہ قائم نہین کیے
تو قاضی اس طلاق کو اسی عورت پر محمول کر کے اگر اس سے بائنہ ہوگی تو عورت کو اس مرد سے جدا کر دیگا
پھر اگر شوہر نے اپنے دعوی والی عورت کو حاضر کیا اور اسکا نام زینب ہے تو اگر قاضی کو معلوم ہو گیا تو قاضی یہ
طلاق اسی پر واقع کر کے پہلی عورت کو اسکو واپس دیگا اور اسکا طلاق باطل کر دیگا اور امام ابو یوسف رح
سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میری جورو طالقہ ہے اور اسکی جورو معروفہ ہے پس شوہر نے دعوے کیا کہ
میری جورو دوسری ہے پھر ایک عورت دوسری کو لایا اور اس نے دعوے کیا کہ مین اس مرد کی جورو
ہون اور شوہر نے اسکے قول کی تصدیق کی پس شوہر نے کہا کہ مین نے اسکو مراد لیا تھا یا کہا کہ مین نے اپنے
کلام سے یہ اختیار کیا کہ جورو کی طلاق کو اس جورو پر ڈالون پس اگر شوہر نے اس امر کے گواہ پیش کیے کہ قبل
طلاق مذکور کے اس دوسری عورت سے نکاح کیا تھا تو اسکی معروفہ جورو سے طلاق پھیر کر اس مجہولہ پر پڑیگی اور
اگر اسکے گواہ قائم نہ کیے اور قاضی نے اسکی معروفہ جورو کی طلاق کا حکم دیدیا پھر اسکو اس دوسری عورت
مجہولہ کے ساتھ قبل طلاق مذکورہ اور قبل اسکے کہ قاضی اس معروفہ جورو کی طلاق کا حکم کرے نکاح کرنے کے
گواہ ملے اور اسنے قائم کیے اور شوہر نے دعوی کیا کہ مین نے اس جورو دوسری کو مراد کیا تھا تو قاضی نے
طلاق معروفہ کا حکم جو دیا ہے اسکو باطل کر کے معروفہ جورو اس مرد کو واپس کر دیگا اور طلاق اس مجہولہ پر
واقع کریگا اور اسی طرح اگر معروفہ جورو نے دوسرا نکاح کر لیا ہو پھر ایسے گواہ قائم ہوئے تو بھی یہی حکم ہے ۔ اور
نیز منتقی مین مذکور ہے کہ اگر دو عورتون سے ایک سے نکاح صحیح اور دوسری سے نکاح فاسد نکاح کیا اور دونون کا
نام ایک ہی ہے پس شوہر نے کہا کہ فلانہ عورت طالقہ ہے پھر کہا کہ مین نے اس عورت کو مراد لیا تھا جسکا نکاح فاسد واقع
ہوا ہے تو قضاءً اسکے قول کی تصدیق نہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ میری دونون جوروون مین سے ایک طالقہ ہے پھر کہا کہ
مین نے وہ جورو مراد لی تھی جسکا نکاح فاسد واقع ہوا ہے تو قضاءً تصدیق نہوگی یہ بارھوین فصل محیط مین ہے

اور اگر کہا کہ فلانہ طالقہ ہے اور اُسکا نسب اُسکے نام کے ساتھ بیان نہ کیا یا اُسکا نسب بیان کیا کہ اُسکے باپ
کی جانب نسبت کیا یا بیٹی یا اولاد کی جانب منسوب کیا حالانکہ اس نام و نسب کی اُسکی جورو ہے پھر دعوے کیا
کہ میں نے اپنی جورو کے سوائے کسی اجنبیہ کو مراد لیا تھا تو قضاءً اُسکے قول کی تصدیق نہو گی اور اگر کہا کہ یہ
عورت اجنبیہ جسکو میں نے مراد لیا ہے سوائے معروفہ جورو کے یہ میری جورو ہے اور اس غیر معروفہ نے بھی اُسکی
تصدیق کی تو اسپر طلاق واقع ہو جائیگی ولیکن جو جورو اُسکی معروفہ ہے اُسکے اوپر سے طلاق دور ہونے میں اُسکے
قول کی تصدیق نہو گی الا اُس صورت میں دور ہو سکتی ہے کہ گواہ لوگ گواہی دیں کہ اس نے قبل اس کلام
طلاق کے اس غیر معروفہ سے نکاح کیا تھا یا قبل اس کلام کے دونوں کے اقرار نکاح کے گواہ ہوں یا عورت معروفہ
اسکے قول کی تصدیق کرے یہ فتح القدیر میں ہے ایک شخص نے کہا کہ میں نے ایک عورت کو طلاق دیدی یا
ایک عورت طالقہ ہے پھر کہا کہ میں نے اپنی جورو کی نیت نہیں کی تھی تو اُسکے قول کی تصدیق کی جائیگی اور اگر
کہا کہ زینب طالقہ ہے اور اُسکی جورو کا نام زینب ہے پھر کہا کہ میں نے اپنی جورو کی نیت نہیں کی تھی تو قضاءً
اُسکے قول کی تصدیق نہو گی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی نے کہا کہ میری جورو طالقہ ہے حالانکہ اُسکی دو جوروئیں
اور دونوں معروفہ ہیں تو اُسکو اختیار ہوگا کہ ان دونوں میں سے جسکی جانب چاہے طلاق کو پھیرے یہ فتاوی
قاضی خان میں ہے۔ جامع کبیر میں فرمایا کہ اگر کسی نے کہا کہ میری ایک جورو تھی میں نے اُسکو طلاق دیدی تھی یا
کہا کہ میں نے ایک عورت سے نکاح کرکے اُسکو طلاق دیدی تھی یا کہا کہ میں نے ایک عورت کو طلاق دیدی
جو میری جورو تھی پھر اسکی معروفہ جورو نے دعوی کیا کہ تو مجھی کو مراد لیتا ہے اور شوہر نے کہا کہ سوائے اس معروفہ کے
میری ایک جورو تھی میں نے اسی کو طلاق دیدی تھی تو قول شوہر کا قبول ہوگا کیونکہ شوہر نے اس صورت میں فی الحال
طلاق واقع کرنے کا اقرار نہیں کیا ہے اگرچہ عورت معروفہ معین ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر کسی مرد نے کہا کہ میری
ایک جورو تھی میں نے یا لوگ گواہ رہو کہ وہ طالقہ ہے پھر اُسکی معروفہ جورو نے دعوے کیا کہ اس نے مجھی کو طلاق
دی ہے تو قول مرد کا قبول ہوگا اسواسطے کہ اُسکا یہ کہنا کہ تم لوگ گواہ رہو یہ فی الحال کے واسطے گواہ کر لینا
ہے پس اسکا یہ کہنا کہ وہ طالقہ ہے یہ فی الحال کے واسطے انشاے طلاق ہے کہ فی الحال طلاق کو اُسنے پیدا کیا
اور اگر کہا کہ میں نے اپنی جورو کو طلاق دی یا میری ایک جورو طالقہ ہے یا کہا کہ میری جوروں میں سے ایک
عورت طالقہ ہے اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو اُسکی معروفہ جورو پر قضاءً طلاق واقع ہو گی اسواسطے کہ یہ کلام
ایقاع طلاق فی الحال ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کی دو جوروئیں ہیں ایک کا نام زینب ہے اور دوسری کا نام عمرہ ہے
پس اُس نے عمرہ سے کہا کہ تو زینب ہے اُس نے کہا کہ ہاں پس کہا کہ تو طالقہ ہے تو وہ مطلقہ ہو گی اصل میں لکھا ہے
کہ ایک شخص کی دو جورو زینب و عمرہ ہیں پس اُس نے پکارا کہ اے زینب پس عمرہ نے اُسکو جواب دیا پس مرد نے کہا
کہ تجھکو میں طلاق دیتا ہوں تو جواب دینے والی مطلقہ ہو جائیگی۔ اور اگر اُس نے کہا کہ میں نے زینب کی نیت کی
تھی تو دونوں مطلقہ ہو جائینگی عمرہ بالاشارہ اور زینب باقرار یہ خلاصہ میں ہے اور اگر اُس نے کہا کہ اے
زینب تو طالقہ ہے پس اُسکو کسی نے جواب نہ دیا تو زینب مطلقہ ہو گی اور اگر ایسی عورت کو جسکو وہ جانتا تھا
اُسکی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اے زینب تو طالقہ ہے پھر وہ عمرہ نام کی اُسکی دوسری جورو نکلی تو عمرہ پر طلاق واقع

ہو جائیگی کہ اشارہ کا اعتبار ہوگا اور نام کا اعتبار نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہی اور اگر کہا کہ اے زینب تو طالقہ ہی اور کسی کی طرف اشارہ نہیں کیا مگر اُسنے ایک عورت کی شکل دیکھکر اُسکو زینب گمان کیا تھا حالانکہ وہ زینب نہ تھی دوسری جورو تھی تو قضاءً زینب طالقہ ہوگی نہ دیانۃً یہ تاتارخانیہ میں ہی۔ ایک شخص نے کہا کہ میری جورو عمرہ بنت صبیح طالقہ ہی۔ حالانکہ اُسکی جورو عمرہ بنت حفص ہی اور اُس شخص کی کچھ نیت نہیں ہی تو اُسکی جورو مطلقہ نہوگی اور اگر صبیح نے اُس شخص کی جورو کی ماں سے نکاح کیا ہو اور اُسکی جورو اُسکے حجر میں ربیبہ ہوکر صبیح کی طرف منسوب ہوگئی ہو لیس شخص مذکور نے بطور مذکور کہا حالانکہ یہ شخص اس عورت کا نسب حقیقی یعنے اُسکے پدر واقعی کا نام جانتا ہی یا نہیں جانتا ہی تو ایسی صورت میں اُسکی جورو مطلقہ ہو جائیگی اور قضاءً تصدیق نہوگی ولیکن فیما بینہ وبین اللہ تعالے طلاق واقع نہ ہوگی بشرطیکہ اُسکو اپنی جورو کے حقیقی نسب سے آگاہی ہو اور اگر آگاہی نہو تو فیما بینہ وبین اللہ تعالے بھی طلاق واقع ہوگی۔ اور اگر ان صورتوں میں اپنی جورو کی نیت کی ہو تو قضاءً وفیما بینہ وبین اللہ تعالے ہر حال اُسکی جورو مطلقہ ہو جائیگی یہ خزانۃ المفتین میں ہی۔ اور اگر ایک مرد نے کہا کہ میری حبشیہ جورو طالقہ ہی اور نہ اُسکی نیت میں اپنی جورو کی طلاق نہیں ہی اور اُسکی جورو حبشیہ نہیں ہی تو اُسپر طلاق واقع نہ ہوگی اور اسی طرح اگر جورو کے نام کے سوائے دوسرا نام جو اُسکا نام نہیں ہی اُس نام سے کہا اور اُسکی نیت اپنی جورو کی طلاق کی نہیں ہی تو بھی مطلقہ نہوگی اور اگر ان صورتوں میں اپنی جورو کی طلاق کی نیت ہو تو اُسکی جورو مطلقہ ہو جائیگی یہ ذخیرہ میں ہی۔ اگر ایک شخص کی عورت آنکھوں والی ہو لیس کہا کہ میری یہ اندھی جورو مطلقہ ہی حالانکہ اُس نے آنکھوں والی کی طرف اشارہ کیا تو یہ طالقہ ہو جائیگی اور اشارہ کے ساتھ صفت کا اور نیز نام کا اعتبار نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہی۔ اور اگر کہا کہ دہلی والی فاطمہ یا کابلی فاطمہ طالقہ ہی حالانکہ اُسکی جورو کا نام فاطمہ ہی مگر وہ دہلی کی نہیں ہی اور نہ کابلی ہی تو اُسپر طلاق واقع نہوگی اور اگر فاطمہ بنت فلان بھی ذکر کیا یعنی اُسکا نسب صحیح بھی ذکر کیا ہو تو طلاق پڑجائیگی اگرچہ اُس نے ایسی صفت سے اُسکو وصف کیا ہو کہ جو اُسمیں نہیں ہی اور وجہ طلاق پڑنے کی یہ ہی کہ غائبہ کی تعریف وشناخت باسم ونسب کافی ہی یہ عتابیہ میں ہی اور اگر کہا کہ اے آگرہ والی تو طالقہ ہی اور اُسکی طرف اشارہ کرکے کہا ہی تو طلاق پڑجائیگی یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اور اگر اپنی جورو کو اُسکا نام و اُسکے باپ کا نام لیکر بیان کیا بایں طور کہ میری جورو عمرہ بنت صبیح ابن فلان جسکے چہرہ پر تل ہی یا یوں بیان کیا کہ اس لڑکی کی ماں جسکے چہرہ پر تل ہی طالقہ ہی حالانکہ اُسکی جورو کے چہرہ پر تل نہ تھا یا تھا بہر حال مطلقہ ہو جائیگی یہ محیط میں ہی اسی طرح اگر کہا کہ میری جورو جو صبیح کی بیٹی ہی یا فلان کی بیٹی ہی جسکے چہرہ پر تل ہی طالقہ ہی۔ تو مطلقہ ہو جائیگی خواہ اُسکے چہرہ پر تل ہو یا نہو یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اور اگر کہا کہ میری جورو عمرہ جو میری ام ولد ہی جو یہ بیٹھی ہی طالقہ ہی اور اس مرد کی کچھ نیت نہیں ہی اور جو عورت بیٹھی ہی وہ عمرہ کے سوائے دوسری ہی اور وہ اُسکی جورو بھی نہیں ہی تو وہ مطلقہ نہوگی یہ بحر الرائق میں ہی۔ ایک عورت نے ایک مرد سے کہا کہ میرا نام فلانہ بنت فلان الفلانیہ ہی پس اس مرد نے اس عورت سے نکاح کر لیا پھر کہا کہ میری ہر جورو تین بار طالقہ ہی الا فلانہ بنت فلان الفلانیہ حالانکہ اس عورت کا نام ونسب وہ ہی در واقع یہ نہیں ہی

جو اُس نے بیان کیا تھا تو قضاءً مطلقہ ہوگی اور فیما بینہ وبین اللہ تعالے مطلقہ نہوگی یہ ظہیریہ مین ہو اور اگر عورت سے کہا کہ مین نے تیری طلاق تجھے قرض دی تو واقع نہوگی اور اگر کہا مین نے تیری طلاق تجھے رہن دی تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہو مگر صحیح یہ ہو کہ واقع نہوگی ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ اپنی طلاق کو لے پس عورت نے کہا کہ مین نے لی تو طلاق پڑجائیگی مگر عیون مین نیت شرط کی ہو اور اصح یہ ہو کہ نیت شرط نہین ہو۔ ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ طلقک اللہ تعالی طلاق دی تجھے اللہ تعالے نے تو عورت پر طلاق پڑجائیگی اگرچہ نیت نہ کی ہو کذا فی الخلاصہ اور یہی اصح ہو یہ محیط مین ہو اور منتقی مین ہو کہ اگر اپنی جورو سے کہا کہ تیری طلاق اللہ تعالے نے ضرور چاہی ہو یا تیری طلاق کا اللہ تعالے نے حکم دیا یا مین نے تیری طلاق ضرور چاہی ہو تو یہ طلاق نہوگی الا اُس صورت مین کہ نیت کی ہو۔ اور اگر کہا کہ خواہش کی مین نے تیری طلاق کی یا دوست رکھا مین نے تیری طلاق کو یا راضی ہوا مین تیری طلاق سے یا ارادہ کیا مین نے تیری طلاق کو تو طالقہ نہوگی اگرچہ نیت ہو یہ خلاصہ مین ہو اور اگر کہا کہ برئت من طلاقک یعنی تیری طلاق سے بری ہو گیا تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہو اور صحیح یہ ہو کہ طلاق واقع نہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہو۔ اور اگر کہا کہ مین تیری طلاق سے بری ہون یا برئت الیک من طلاقک یعنی تجھے تیری طلاق سے بری ہو گیا تو صحیح یہ ہو کہ طلاق واقع نہوگی اگرچہ نیت کی ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور اگر کہا کہ بری ہوا مین تیری طلاق سے پس اگر نیت کی ہو تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہو اور اگر نیت نہ کی ہو تو واقع نہوگی اور اصح یہ ہو کہ واقع ہوگی یہ خلاصہ مین ہو۔ ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ مین نے تیری تطلیق تجھے ہبہ کی تو یہ تفویض طلاق ہو پس اگر عورت نے اُسی مجلس مین اپنے آپ کو طلاق دیدی تو واقع ہوگی ورنہ نہین اور اگر کسی نے اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ ہو اور تجھے تین روز تک خیار ہو تو طلاق واقع ہوگی اور خیار باطل ہوگا۔ ایک شخص نے اپنی جورو کا نام مطلقہ رکھا پھر کہا کہ مین نے تیرا نام مطلقہ رکھا تو اُسپر طلاق واقع نہ ہوگی نہ قضاءً و نہ دیانۃً یہ فتاوی قاضیخان مین ہو۔ اور اگر کہا کہ مین نے تیری طلاق تجھے ہبہ کر دی تو یہ صریح ہو حتی کہ قضاءً طلاق واقع ہوگی اگرچہ اُس سے طلاق کی نیت نہ کی ہو اور اگر اُسنے دعوے کیا کہ میری یہ نیت تھی کہ مین نے طلاق اُس عورت کے اختیار مین دی تو قضاءً تصدیق نہ ہوگی و دیانۃً تصدیق ہوگی۔ اور اگر کسی مرد نے اپنی جورو کو طلاق دینی چاہی پس عورت نے کہا کہ مجھے میری طلاق ہبہ کر دے اور اس سے اعراض کر پس کہا کہ مین نے تیری طلاق تجھے ہبہ کر دی تو قضاءً بھی اُسکی تصدیق کی جاویگی اور اگر کہا کہ مین نے تیری طلاق سے اعراض کیا اور نیت اُس سے طلاق کی تھی تو طلاق واقع نہ ہوگی یہ محیط مین ہو۔ اور اگر کہا کہ ترکت طلاقک (مین نے چھوڑی تیری طلاق ۱۲) اور اس سے طلاق کی نیت کی تو طلاق پڑجائیگی قال المترجم ترکت طلاقک بمعنی ترکت الی طلاقک یعنی چھوڑ دی الیک یعنی تجھے دیدی بھی مستعمل ہو لہذا نیت کے ساتھ طلاق پڑجائیگی واللہ اعلم اور اگر اُسنے دعوی کیا کہ مین نے اس سے طلاق کی نیت نہین کی تو قضاءً تصدیق ہوگی یہ خلاصہ مین ہو۔ اور اگر کہا کہ خلیت سبیل طلاقک مین نے تیری طلاق کی راہ خالی کر دی اور نیت طلاق کی تو واقع ہو جائیگی یہ ظہیریہ مین ہو۔ اگر کسی نے اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ ہو پھر رک گیا پھر کہا کہ تین طلاق کے ساتھ پس اگر اُسکی خاموشی بوجہ دم رکنا

جانے کے ہو تو تین طلاق پڑینگی اور اگر سانس ٹوٹ جانے سے نہو تو تین طلاق نہ پڑینگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے پھر بعد سکوت کے اُس سے پوچھا گیا کہ کتنی اُس نے کہا کہ تین تو تین طلاق واقع ہونگی یہ خلاصہ میں ہے ایک شخص سے دریافت کیا گیا کہ کسقدر طلاق دی ہیں اُسنے کہا کہ تین طلاق پھر دعوی کیا کہ دو چھوڑتا تھا تو قضاءً اُسکے قول کی تصدیق نہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اور ثلثہ طلاق کہنا چاہتا تھا لیکن قبل اسکے کہ وہ ثلثہ طلاق کہے کسی دوسرے نے اُسکا منہہ بند کر لیا یا وہ مر گیا تو ایک طلاق واقع ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کسی شخص نے اُسکا منہہ بند کر لیا پھر اُس نے کہا کہ تین طلاق سے تو تین طلاق واقع ہونگی اور یہ حکم ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب اُس نے ہاتھ اٹھاتے ہی فوراً کہا کہ تین طلاق سے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر اپنے شوہر سے کہا کہ مجھے تین طلاق دیدے پس اُس نے طلاق دینی چاہی پس کسی نے اُسکا منہہ بند کر لیا پھر جب ہاتھ ہٹایا تو اُسنے کہا کہ دادم یعنی میں نے دی تو عورت مذکورہ پر تین طلاق پڑینگی ایسا ہی شمس الاسلام کا فتوی منقول ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور جب طلاق کی نسبت پوری عورت کی طرف کی یا ایسے عضو کی طرف جس سے پوری سے تعبیر کی جاتی ہے تو طلاق واقع ہوگی اور اسکی یہ صورت ہے کہ مثلاً کہے کہ تو طالقہ ہے یا کہے کہ تیرا رقبہ طالقہ ہے یا تیری گردن طالقہ ہے یا تیری روح طالقہ ہے یا تیرا بدن یا تیرا جسم یا تیری فرج یا تیرا سر یا تیرا چہرہ کذا فی الہدایہ یا کہا کہ تیرا النفس طالقہ ہے پھر صورت میں طالقہ ہو جائیگی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر ایسے جزو کی طرف اضافت کی جس سے تمام بدن سے تعبیر نہیں کی جاتی ہے جیسے کہا کہ تیرا ہاتھ یا تیرا پاؤں طالقہ ہے یا تیری انگلی طالقہ ہے تو طلاق واقع نہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تیرا ہاتھ طالق ہے اور اس سے تمام بدن سے تعبیر کا قصد کیا تو صورت پر طلاق ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ تیری ناف یا زبان یا ناک یا کان یا پنڈلی یا ران طالقہ ہے تو ایسی صورت میں نیت سے طلاق پڑ جائیگی یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اور اصح یہ ہے کہ پیٹھ و پیٹ کی صورت میں طلاق نہ پڑیگی یہ کافی میں ہے اور اگر طلاق کی نسبت کسی جزو شائع کی جانب کی مثلاً کہا کہ تیرا نصف طالق ہے یا ثلث طالق ہے یا ربع طالق ہے یا ہزار حصوں میں سے ایک حصہ طالق ہے تو طلاق پڑ جائیگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ تیرا خون طالق ہے تو اسمیں دو روایتیں ہیں اور دونوں میں سے صحیح روایت یہ ہے کہ طلاق پڑ جائیگی یہ سراج الوہاج میں ہے مگر خلاصہ میں لکھا ہے کہ خون کی صورت میں مختار یہ ہے کہ طلاق نہ پڑیگی انتہی اور اگر کہا کہ تیرے بال یا ناخن یا تھوک طالقہ ہے تو بالاجماع طلاق نہ پڑیگی یہ سراج الوہاج میں ہے اور سینہ و پستان و رگ و دل میں حکم ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تجھ میں سے تیرا سر یا کہا کہ چہرہ طالق ہے یا اپنا ہاتھ اُسکے سر یا گردن پر رکھا اور کہا کہ یہ عضو طالق ہے تو اصح یہ ہے کہ طلاق نہ پڑیگی یہ تبیین میں ہے اور اگر کہا کہ یہ سر طالق ہے اور اپنی جورو کے سر کی طرف اشارہ کیا تو صحیح یہ ہے کہ طلاق پڑ جائیگی جیسے کہ اگر کہا کہ تیرا یہ سر طالق ہے تو واقع ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تیری دبر طالق ہے تو طلاق نہ پڑیگی اور اگر کہا کہ تیری است طالق ہے تو واقع ہوگی اور شیخ رضیالی رحمہ نے فرمایا کہ اگر کہا کہ تیری قبل طالق ہے تو اسمیں کوئی روایت نہیں ہے اور چاہیئے کہ طلاق واقع ہو جاوے کے یہ

یہ غایۃ السروجی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تیرا اوپر کا آدھا بیک طلاق طالقہ ہے اور تیرا نیچے کا آدھا بدو طلاق طالقہ ہے
تو مشائخ میں سے اس مسئلہ میں کوئی روایت نہیں ہے اور متاخرین سے اور یہ مسئلہ بخارا میں واقع ہوا تھا
پس اسکا فتویٰ طلب کیا گیا تو ہمارے بعض مشائخ نے اسکے نصف اعلیٰ کی جانب ایک طلاق کی
اضافت کرنے سے ایک طلاق واقع ہونے کا فتوے دیا اسواسطے کہ سر اسکے نصف اعلیٰ میں ہے پس
اسکے سر کی جانب طلاق کی اضافت کرنے والا ہوا اور بعض نے دونوں اضافتوں کی جہت سے تین طلاق
واقع ہونے کا فتویٰ دیا اسواسطے کہ سر نصف اعلیٰ میں ہے اور فرج نصف اسفل میں ہے پس نصف اعلیٰ کی طرف
اضافت سے اسکے سر کی جانب اضافت کرنے والا ہوا اور نیچے آدھے کی طرف اضافت سے فرج کی طرف
اضافت کرنے والا ہوا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ نصف تطلیقہ ہے تو پوری ایک طلاق واقع
ہوگی۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ بدو نصف تطلیقہ ہے تو یہ مثل ایک طلاق واحدہ کے ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر
کہا کہ تین نصف طلاق ہیں تو دو طلاق واقع ہونگی اور یہی صحیح ہے اور چار نصف طلاق میں مشائخ کا یہی حکم ہے
یہ عتابیہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ دو طلاق کی نصف تجھ پر ہیں تو ایک طلاق واقع ہوگی اور کہا کہ دو نصف
دو طلاق کی تو دو طلاق واقع ہونگی اور اگر کہا کہ تین آدھے دو طلاق کے تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر
کہا کہ انت طالق نصف تطلیقۃ وثلث تطلیقۃ وسدس تطلیقۃ یعنی تو طالقہ ہے ساتھ نصف ایک طلاق کے
اور تہائی ایک طلاق کے اور چھٹے حصہ ایک طلاق کے تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ اسنے ہر جزو کو
ایک نکرہ طلاق کی جانب نسبت کی ہے اور جب نکرہ کی تکرار کیجاوے تو دوسرا پہلے کا غیر ہوتا ہے قال المترجم
وہذا مشروح فی الاصول۔ اور اگر یوں کہا کہ نصف تطلیقۃ وثلثہا وسدسہا یعنی نصف ایک طلاق کا اور تہائی
اسکی و چھٹا حصہ اسکا تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور اگر سب مجتمع ہو کر ایک طلاق کامل سے بڑھ جاوے
مثلاً یوں کہا کہ نصف ایک طلاق کا اور تہائی اسکی اور تہائی اسکی تو بعض نے فرمایا کہ ایک ہی طلاق
واقع ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ دو طلاق پڑینگی اور یہی مختار ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور یہی صحیح ہے یہ
ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو تین طلاق کی نصف کے ساتھ طالقہ ہے تو دو طلاق واقع ہونگی
اور اگر کہا کہ تو تین طلاق کی دو نصف کے ساتھ طالقہ ہے تو تین طلاق پڑینگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر عورت
سے کہا کہ تو طالقہ بیک طلاق و نصف طلاق ہے یا کہا کہ بیک طلاق و چہارم طلاق ہے یا مثل اسکے تو
دو طلاق واقع ہونگی اور اگر کہا کہ ایک طلاق اور اسکا نصف یا کہا کہ ایک طلاق و اسکا چہارم تو ایک
ہی طلاق واقع ہوگی کذا فی المحیط والبدائع مگر یہ بعض کا قول ہے اور مختار یہ ہے کہ دو طلاق واقع ہونگی
یہ سراج وہاج و جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور اگر عورت کو تین چوتھائی طلاق یا چار چوتھائی طلاق دیں پس
اگر وہ طلاق جسکے چہارم حصے کیے ہیں یا چار کیے ہیں وہ معرفہ طلاق ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی اور
اگر طلاق نکرہ بیان کی تو دونوں صورتوں میں تین طلاق واقع ہونگی اور اگر کہا کہ پانچ چوتھائی تو طلاق
معرفہ کی صورت میں دو طلاق پڑینگی اور نکرہ ہونے کی صورت میں تین طلاق پڑینگی اسی طرح
مثل چوتھائی کے پانچواں حصہ و دسواں حصہ وغیرہ سب میں ایسا ہی حکم ہے یہ تبیین میں ہے

اور اگر اپنی جورو کو ایک طلاق دیدی پھر دوسری جورو سے کہا کہ مین نے اُسکی طلاق مین تجھے شریک کیا تو
دوسری پر بھی ایک طلاق پڑجائیگی اور اگر تیسری جورو سے کہا کہ مین نے تجھے ان دونون کی طلاق
مین شریک کیا تو اُسپر دو طلاق واقع ہونگی اور اگر چوتھی جورو سے کہا کہ مین نے تجھے ان سب کی طلاق
مین شریک کیا تو اُسپر تین طلاق واقع ہونگی اور اگر پہلی جورو کی طلاق بعوض مال ہو پھر دوسری جورو سے
کہا کہ مین نے تجھے اُسکی طلاق مین شریک کیا تو اُسپر طلاق پڑیگی مگر اُسکے ذمہ مال لازم نہوگا اور اگر یون کہا
کہ مین نے تجھے اسکی طلاق مین بعوض اسقدر مال کے شریک کیا پس اگر دوسری جورو نے قبول کیا تو اسپر طلاق
پڑیگی اور مال بھی لازم ہوگا اور اگر قبول نہ کیا تو کچھ نہیں یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر کہا کہ فلانہ کو تین طلاق ہین اور
فلانہ دیگر اُسکے ساتھ ہے یا کہا کہ فلانہ دیگر کو مین نے اسکے ساتھ طلاق مین شریک کیا تو دونون پر تین تین طلاق پڑینگی
یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر کسی مرد کی تین جورو ہون اور اسنے ان عورتون سے کہا کہ انتن طوالق ثلثا
یعنی تم لوگ طالقات بسہ طلاق ہو یا یون کہا کہ مین نے تمکو تین طلاق دین تو ہر ایک عورت پر تین طلاق
واقع ہونگی اور اس صورت مین تین طلاق کی تقسیم ان تینون پر نہوگی بخلاف اسکے اگر کہا کہ مین نے تم سب
کے درمیان تین طلاق دین تو تین طلاق ان تینون کے درمیان تقسیم ہونگی پس ہر ایک پر ایک طلاق
واقع ہوگی یہ غایۃ السروجی مین ہے۔ اور اگر اپنی عورتون سے کہا کہ مین نے تم سب کو ایک طلاق مین
شریک کیا تو یہ قول اور تم سب مین ایک طلاق ہے دونون یکسان ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔
اور اگر اپنی چار عورتون سے کہا کہ تم لوگ طالقات بسہ طلاق ہو تو ہر ایک عورت پر تین طلاق واقع
ہونگی اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ با پنج تطلیقات ہے پس عورت نے کہا کہ مجھے تین طلاق کافی ہین
پس شوہر نے کہا کہ اچھا تین طلاق تجھپر اور باقی تیری سوتون پر ہین تو تین طلاق اسپر واقع ہونگی اور اسکی
سوتون پر کچھ واقع نہونگی اسواسطے کہ تین طلاق کے بعد جو کچھ باقی رہین وہ لغو ہوگئین پس اسنے اس عورت
کی سوتون کی جانب لغو چیز کو پھیرا پس کچھ واقع نہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر اُس نے چار جوروون
سے کہا کہ تم لوگ تین طلاق سے طالقہ ہو اور یہ نیت کی کہ تینون طلاق اُنکے درمیان مقسوم ہین تو
فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ وہ متدین ہوگا پس ہر ایک عورت پر ایک ایک طلاق واقع ہوگی
یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور اگر اُسکی دو عورتین ہون پس اُس نے کہا کہ تم دونون مین دو طلاق ہین تو
ہر ایک پر ایک طلاق واقع ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ مین نے تم دونون کے درمیان دو طلاق
مشترک کردین تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک عورت کو دو طلاق دین پھر دوسری سے کہا کہ مین نے تجھکو
اُسکی طلاق مین شریک کیا تو ایسا نہین ہے بلکہ دوسری پر بھی دو طلاق واقع ہونگی یہ سراج الوہاج
مین ہے۔ اور اگر اپنی عورتون مین سے ایک کو ایک طلاق دی اور دوسری کو دو طلاق دین پھر تیسری
سے کہا کہ مین نے تجھے ان دونون کے ساتھ مین شریک کیا تو تیسری پر تین طلاق پڑینگی خواہ وہ مدخولہ
ہو یا غیر مدخولہ ہو اور اگر ایسی صورت مین کہ دو کو یا تین کو مختلف طلاقین دین پھر تیسری
یا چوتھی کو مطلقات مین سے کسی ایک کے ساتھ شریک کیا مثلاً کہا کہ تجھکو مین نے ان مین سے

ایک کے ساتھ شریک کیا اور جسکے ساتھ شریک کیا ہو اُسکو معین نہیں کیا تو مرد کو اختیار ہوگا یعنی اُسکے بیان پر رہیگا کہ جسکے ساتھ چاہے شریک کرے یہ عتابیہ میں ہو۔ اور فتاوے بقالی میں ہو کہ اگر اپنی جورو کو تین طلاق دیں پھر اپنی دوسری جورو سے کہا کہ میں نے تیرے واسطے اس طلاق میں حصہ قرار دیا تو شوہر کے بیان نیت پر ہو پس اگر اُسنے ایک طلاق کی نیت کی تو ایک طلاق پڑیگی اور اگر تینوں طلاقوں میں سے ہر ایک میں حصہ قرار دینے کی نیت کی تو تین طلاق پڑینگی۔ اور منتقی میں ہو کہ اگر اپنی ایک جورو کو طلاق دی پھر اُس سے نکاح کیا پھر اپنی دوسری جورو سے کہا کہ میں نے تجھے فلانہ کی طلاق میں شریک کیا تو یہ مطلقہ ہو جائیگی۔ اور اگر زوجہ سے کہا کہ میں نے تجھکو طلاق فلانہ میں شریک کیا حالانکہ فلانہ مذکورہ کو اُسنے طلاق نہیں دی ہو یا فلانہ مذکورہ کسی مرد غیر کی جورو ہو خواہ شوہر مذکور نے اُسکو طلاق دی ہو یا نہیں دی ہو تو بہرحال دونوں صورت کہ فلانہ مذکورہ غیر مرد کی جورو ہو اُس شخص کی جورو پر طلاق نہ پڑیگی خواہ اُسنے نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور نیز اگر وہ اُسی کی جورو ہو ولیکن اُسکو طلاق نہیں دی تھی تو بھی اُسکی زوجہ پر طلاق نہ پڑیگی اور ایسا کہنا اُسکی طرف سے فلانہ کی طلاق کا اقرار نہ ہوگا اسکو بشر رحمہ نے امام ابو یوسف سے اور ابو سلیمان نے امام محمدؒ سے مطلقاً روایت کیا ہو مگر بقالی میں اسکے آگے یہ جملہ زائد ہو کہ ایسا کلام اُسکا فلانہ کی طلاق کا اقرار نہ ہوگا الا اس صورت میں کہ یوں کہے کہ میں نے تجھے فلانہ کی طلاق میں شریک کیا جسکو میں نے طلاق دیدی ہو اور نیز بقالی میں مذکور ہو کہ اگر اپنی جورو کو غیر کی جورو کی طلاق میں شریک کیا تو نہیں صحیح ہو الا اُس صورت میں کہ یوں کہے کہ میں اپنی جورو پر وہ طلاق واقع کرتا ہوں جو فلاں غیر کی عورت پر واقع کی گئی ہو اور بشر رحمہ نے امام ابو یوسف رحمہ سے روایت کی ہو کہ اگر ایک باندی آزاد کی گئی اور بخیار عتق اُسنے اپنے نفس کو اختیار کیا پس اُسکے شوہر نے دوسری جورو سے کہا کہ میں نے تجھے اُسکی طلاق میں شریک کیا تو دوسری جورو پر طلاق نہ پڑیگی اور ایسا ہی ہر جدائی جو بغیر طلاق واقع ہوا اُسکے ساتھ شریک کرنے میں یہی حکم ہو۔ اور اگر کہا کہ میں نے تجھکو اُسکی فرقت میں شریک کیا یا کہا کہ میں نے تجھے اُسکی بینونت میں جو میرے اور اُسکے درمیان واقع ہوئی شریک کر دیا تو اس جورو پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر اُسنے کہا کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو قضاءً تصدیق نہ ہوگی مگر فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ تصدیق ہوسکتا ہو یہ محیط میں ہو۔ اور اگر اپنی چار عورتوں سے کہا کہ تم چاروں کے درمیان ایک طلاق ہو تو ہر ایک پر طلاق واقع ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ تم چاروں میں دو طلاق ہیں یا تین یا چار طلاق ہیں تو بھی یہی حکم ہو لیکن اگر یہ نیت کی ہو کہ یہ طلاق ان سب کے درمیان مشترک ہوکر تقسیم ہو تو دو طلاقوں میں ہر ایک پر دو طلاق اور تین طلاق میں ہر ایک پر تین طلاق واقع ہونگی۔ اور اگر کہا کہ تم چاروں میں پانچ طلاقیں ہیں اور اسکی کچھ نیت نہیں ہو تو ہر ایک پر دو طلاق واقع ہونگی اور اسیطرح پانچ سے زائد آٹھ تک یہی حکم ہوگا پھر اگر آٹھ سے زائد نو کہے تو ہر ایک پر تین طلاق واقع ہونگی یہ فتح القدیر میں ہو اور اگر ایک عورت سے کہا کہ انت طالق وانت یعنی تو طالقہ ہو اور تو تو دو طلاق واقع ہونگی اور فتاویٰ میں ہو کہ ایک واقع ہوگی اور اگر اخیر انت دوسری جورو سے کہا ہو تو ایک طلاق دوسری جورو پر پڑیگی

اور پہلی پر فقط ایک طلاق ۱۲

اور اگر کہا کہ انتِ طالق و انتما یعنی انتِ طالق ایک جورو سے کہا اور انتما اُن دونون سے اور ایک دوسری جورو
دونون سے کہا تو پہلی پر دو طلاق پڑینگی اور دوسری جورو پر ایک طلاق پڑیگی۔ اور اگر کہا کہ انتِ طالق لا بل
انتِ یعنی تو طالقہ ہے نہین بلکہ تو تو ایک طلاق پڑیگی اور اگر دوسرا لفظ انتِ یعنی تو کسی دوسری جورو سے کہا تو
بدون نیت کے اسپر طلاق واقع نہ ہوگی لیکن اگر وانت اور تو یون کہا تو دوسری پر ایک طلاق پڑ جائیگی
جیسے ہذہ طالق وہذہ یعنی یہ طالقہ ہے اور یہ کہنے کی صورت مین ہوتا ہے کہ دونون پر طلاق واقع ہوتی ہے اور اگر
یون کہا کہ ہذہ طالق او ہذہ [illegible] دوسری عورت پر بدون نیت کے طلاق نہ پڑیگی اور اگر کہا کہ یہ اور یہ طالقہ ہین
تو دونون پر طلاق پڑ جائیگی اور اگر کہا کہ یہ یہ طالق ہے تو پہلی پر یعنی جسکی طرف پہلے سے اشارہ کیا ہے وہ طالقہ
نہوگی الا اُس صورت مین کہ یون کہے کہ دونون طالقہ ہین اور اگر تین عورتون سے کہا کہ تو پہر تو پہر تو طالقہ ہے
تو فقط اخیرہ مطلقہ ہوگی اور اسی طرح اگر بحرف واو کہا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اس صورت مین آخر مین کہا ہو کہ
مطلقات ہو تو سب پر طلاق پڑ جائیگی اور اگر لفظ طلاق پہلے کر دیا مثلاً کہا کہ طلاق تو [illegible] ہو تو
سب پر طلاق واقع ہوگی یہ ظہیریہ اور عتابیہ مین ہے۔ اور اسی طرح اگر اُسکی چار جورو ہون پس اُسنے
ایک جورو سے کہا کہ انتِ پہر دوسری جورو سے کہا کہ ثم انتِ پہر تیسری جورو سے کہا کہ ثم انتِ پہر چوتہی جورو
سے کہا کہ ثم انتِ طالق یعنی یون کہا تو پہر تو پہر تو پہر تو طالقہ ہے تو چوتہی مطلقہ ہو جائیگی یہ فتاوی قاضی خان
مین ہے۔ اور اگر کہا تو طالق ہے اور تو اور تو نہین تو فقط پہلی دونون عورتین مطلقہ ہونگی۔ اور اگر جورو
سے کہا کہ تو طالقہ تین طلاق سے ہے اور یہ جورو تیرے ساتھ ہے یا تیرے مثل ہے یا کہا کہ یہ دوسری جورو
تیرے ساتھ ہے پہر کہا کہ میری یہ مراد تھی کہ تیرے ساتھ نکاح ہوئی ہے تو اُسکی تصدیق نہ ہوگی پس قضاءً یہ دونون
تین تین طلاق سے مطلقہ ہونگی اور اگر یون کہا کہ اگر مین نے تجھے طلاق دی تو یہ جورو تیرے مثل ہے یا تیرے ساتھ ہے
پس اُسنے اوّل کو تین طلاق دین تو دوسری پر ایک طلاق پڑیگی اسواسطے کہ یہ کہنا کہ اگر مین نے تجھے
طلاق دی یہ ایک طلاق کو بھی شامل ہے اور اگر شوہر نے ابتداءً کہا کہ تیرے ساتھ یہ طالقہ ہے تو فلانہ
پر بدون نیت کے طلاق واقع نہ ہوگی یہ عتابیہ مین ہے۔ اور اصل مین مذکور ہے کہ اگر ایک مرد کی تین جورو
ہین پس اُس نے کہا کہ یہ طالقہ ہے یا یہ اور یہ تو تیسری فی الحال مطلقہ ہوگی اور اوّل و دوم مین شوہر مختار ہے جسکو
چاہے موقع طلاق قرار دے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص کی چار عورتین ہین پس اُسنے کہا کہ یہ طالقہ ہے یا یہ
اور یہ یا یہ تو اُسکو پہلی دونون مین اور پچھلی دونون مین اختیار ہے کہ دو مین سے ایک جسکو چاہے موقع طلاق
قرار دے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر کہا کہ یہ طالقہ ہے یا یہ اور یہ اور یہ تو تیسری و چوتہی مطلقہ ہو جائیگی
اور اوّل و دوم مین اُسکو خیار حاصل ہوگا اور اگر کہا کہ یہ طالق ہے اور یہ یا یہ اور یہ تو اوّل و چہارم مطلقہ
ہو جائینگی اور دوم و سوم مین اُسکو خیار حاصل ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر یون کہا کہ تو طالقہ ہے نہین بلکہ
یہ یا یہ نہین بلکہ یہ تو اوّل و چہارم مطلقہ ہو جائینگی اور دوم و سوم مین اُسکو خیار حاصل ہوگا اور اگر
کہا کہ عمرہ طالق ہے یا زینب بشرطیکہ گہر مین داخل ہوئین دونون گہر مین داخل ہوئین تو اُسکو اختیار ہوگا
کہ دونون مین سے جسپر چاہے طلاق واقع کرے اور اگر عورت سے کہا کہ تو تین طلاق سے طالقہ ہے

دی ہو یا تین طلاق، تو وہ ایک طلاق رکھی جاویگی یہان تک کہ اُسکو زیادہ کا یقین ہو یا اُسکا غالب گمان اُسکے
برخلاف ہو پھر اگر شوہر نے کہا کہ مجھے مضبوطی حاصل ہوئی کہ وہ تین طلاق تھین یا دو میرے نزدیک تین قرار پائی
ہین تو جو اوسکا اعتقاد ہوا اُسیپر مدار کار رکھونگا پھر اگر عادل لوگون نے جو اس مجلس مین حاضر تھے خبر دی اور بیان کیا
کہ وہ ایک طلاق تھی تو فرمایا کہ اگر لوگ عادل ہون تو انکی تصدیق کریگا انکا قول لونگا یہ ذخیرہ فصل گیارہ
مین ہی۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ بیک طلاق یا بدو طلاق ہی تو بیان کرنے کا اختیار شوہر کو ہی جسقدر بیان کرے کہ
دونون مین سے کون بات ہی اور اگر ایسا قول غیر مدخولہ سے کہا تو اُسپر ایک طلاق پڑیگی اور شوہر بیان کا مختار
نہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور امام قدوری نے ذکر کیا ہی کہ اگر اپنی جورو کے ساتھ ایسی چیز کو ملایا جسپر طلاق نہین
ہوتی ہی جیسے پتھر و چوپایہ وغیرہ اور کہا کہ تم دونون مین سے ایک طالقہ ہی یا کہا کہ یہ طالقہ ہی یا یہ۔ تو امام
ابو حنیفہ رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکی جورو پر طلاق پڑیگی اور اگر اپنی منکوحہ اور ایک مرد کو
جمع کیا یعنی یون کہا کہ تم دونون مین سے ایک طالق ہی یا یون کہا کہ یہ عورت طالقہ ہی یا یہ مرد تو بدون
نیت کے اُسکی جورو پر طلاق واقع ہوگی یہ امام اعظم رح کا قول ہی۔ اور اگر اپنی منکوحہ کے ساتھ اجنبیہ عورت
کو جمع کیا یعنی کہا کہ تم دونون مین سے ایک طالقہ ہی یا کہا کہ یہ طالقہ ہی یا یہ تو بدون نیت کے اُسکی جورو مطلقہ
نہوگی اسواسطے کہ اجنبیہ اس امر کی محل از روے خبر ہی یعنی خبر دے سکتا ہی کہ اجنبیہ طالقہ ہی اگرچہ انشاء
طلاق اُسپر نہین کرسکتا ہی اور یہ صیغہ طالقہ درحقیقت اخبار ہی اور اگر ایسی صورت مین کہا کہ مین نے تم دونون
مین سے ایک کو طلاق دیدی تو بدون نیت کے اُسکی عورت پر طلاق پڑجاویگی یہ طلاق الاصل مین مذکور ہی
اور ہشام نے اپنی نوادر مین امام محمدؒ سے روایت کی ہی کہ اگر کسی نے اپنی جورو اور ایک اجنبیہ سے کہا کہ تم
دونون مین سے ایک بیک طلاق طالقہ ہی اور دوسری بسہ طلاق تو ایک طلاق اُسکی جورو پر واقع ہوگی
اور امام محمدؒ نے زیادات مین فرمایا کہ ایک مرد کی دو عورتین دودھ پیتی ہوئی ہین پس اُسنے دونون سے
کہا کہ تم دونون مین سے ایک بسہ طلاق طالقہ ہی تو دونون مین ایک مطلقہ ہوجاویگی اور بیان کرنا شوہر
کے اختیار مین ہی پھر اگر شوہر نے اُس نے بیان نہ کیا تھا کہ کسی عورت نے اگر ان دونون کو دودھ پلایا خواہ ایک ساتھ
ساتھ یا آگے پیچھے تو دونون بائنہ ہوجاویگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اپنی زندہ جورو کو اور جو مری پڑی ہی
طلاق مین جمع کیا یعنی کہا کہ تم دونون مین سے ایک طالقہ ہی تو زندہ پر طلاق واقع نہوگی یہ فتاوے
قاضی خان مین ہی۔ امام محمدؒ نے زیادات مین فرمایا کہ ایک مرد کی تحت مین ایک آزادہ اور ایک باندی ہی اور
اُسنے دونون سے دخول کرلیا ہی پس اُس نے کہا کہ تم دونون مین سے ایک بدو طلاق طالقہ ہی پھر باندی آزاد
ہوگئی پھر شوہر نے بیان کیا کہ میری طلاق اسی معتقہ کے حق مین ہی تو یہ معتقہ بحرمت غلیظ مطلقہ ہوجائیگی قال المترجم
حرمت غلیظ یہ ہی کہ بدون دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کیے اور اُسکی وطی کیے ہوئے اول شوہر پر حلال
نہین ہوسکتی ہی سو آزادہ عورت پر تین طلاق کامل واقع ہونے کے بعد اور باندی پر دو طلاق کامل واقع
ہونے کے بعد ایسا ہوجاتا ہی اور چونکہ حالت طلاق مین یہ معتقہ باندی تھی لہذا بیان اُسی وقت سے متعلق ہوکر
دو طلاق سے حرمت غلیظہ کے ساتھ حرام ہوجائیگی فافہم۔ اور اگر دونون باندی ہون اور شوہر نے کہا کہ

تم دونوں میں سے ایک بدو طلاق طالقہ ہے پھر دونوں آزاد کی گئیں پھر شوہر بیمار ہوا یعنی مرض الموت کا مریض ہوا اور پھر اُس نے دونوں میں سے کسی کے حق میں طلاق کا بیان کر دیا تو وہ بحرمت غلیظہ حرام ہو جائیگی و لیکن میراث ان دونوں میں نصفا نصف ہوگی اسواسطے کہ میراث کے حق میں یہ بیان بمنزلہ عدم بیان کے ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کے تحت میں کسی شخص کی دو باندیاں ہیں پس مولے نے دونوں سے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے پھر شوہر نے کہا کہ تم میں سے جسکو مولے نے آزاد کیا ہے وہ بدو طلاق طالقہ ہے تو اسمیں شوہر کو نہیں بلکہ مولے کو حکم دیا جائیگا کہ وہ بیان کرے کہ دونوں میں سے کون آزاد ہے پھر جب مولے نے دونوں میں سے ایک کا عتق بیان کیا تو وہی بدو طلاق طالقہ ہو جائیگی و لیکن بحرمت غلیظہ مطلقہ نہ ہوگی اور اسکی عدت تین حیض سے ہوگی۔ اور اگر مولے قبل بیان کے مر گیا تو عتق ان دونوں میں پھیل جاویگا پس اب شوہر کو حکم بیان دیا جائیگا پس جب شوہر نے کسی ایک کے حق میں طلاق بیان کی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک وہ بحرمت غلیظہ مطلقہ ہو جاویگی اسواسطے کہ وہ بمنزلہ ام ولد کے یعنی سعایت کرنیوالی باندی ہے اور جو باندی سعایت میں ہو اُسکی طلاق کامل دو اور عدت دو حیض ہیں۔ اور اگر مولے مرا نہیں بلکہ غائب ہو گیا یعنی کہیں چلا گیا تو شوہر کو بیان کرنیکا حکم نہ دیا جائیگا۔ اور اگر مسئلہ مذکورہ میں شوہر نے پہل کی اور کہا کہ تم دونوں میں سے ایک بدو طلاق طالقہ ہے پھر مولی نے کہا کہ جسکو اُسکے شوہر نے طلاق دی ہے وہ آزاد ہے تو ایسی حالت میں شوہر کو حکم دیا جائیگا کہ بیان کرے پھر جب شوہر نے ایک کی طلاق بیان کی تو وہ مطلقہ ہو جائیگی اور چونکہ بعد طلاق کے ہی آزاد ہوئی ہے لہذا بحرمت غلیظہ حرام ہو جائیگی اور تین حیض سے عدت پوری کریگی اور بعض نسخوں میں لکھا ہے کہ دو حیض سے عدت پوری کریگی یہ کافی میں ہے۔ امام محمد رحمہ نے جامع میں فرمایا کہ اگر کسی مرد کی دو عورتیں ہوں اور وہ دونوں سے دخول کر چکا ہے پس دونوں سے کہا کہ تم دونوں طالقہ ہو تو ہر ایک بایک طلاق رجعی مطلقہ ہوگی پھر اگر اُسنے دونوں میں سے کسی سے مراجعت نہ کی یہانتک کہ دونوں سے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک بسہ طلاق طالقہ ہے تو بیان کا اختیار اُسکو حاصل ہوگا پھر اگر اُس نے بیان نہ کیا یہانتک کہ دونوں میں سے ایک کی عدت گذر گئی تو دوسری ان تین طلاق کے واسطے متعین ہو جائیگی۔ اور اگر دونوں کی عدت ساتھ ہی گذر گئی تو تین طلاق دونوں میں سے ایک پر واقع نہ ہونگی اور مشائخ نے فرمایا کہ امام محمد رحمہ کی یہ مراد ہے کہ تین طلاق کسی ایک معین پر واقع نہ ہونگی مگر تین طلاق کسی ایک غیر معین پر واقع ہونگی پھر امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اور شوہر کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ دونوں میں سے ایک معین پر ہر سہ طلاق واقع کرے اور مشائخ نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ اُسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ دونوں میں سے ایک معین پر مقصود ابیان ہر سہ طلاق واقع کرے مگر حکماً نکاح اُسکو ایسا اختیار رہا ہے کہ بعد انقضاء عدت کے دونوں میں سے ایک سے نکاح کر لے پس اگر دونوں کی عدت گذر جانے کے بعد پھر دونوں سے ساتھ ہی نکاح کرنا چاہا تو یہ نہیں جائز ہے اور اگر ایک سے نکاح کر لیا تو جائز ہے اور دوسری ان تین طلاق کے واسطے متعین ہو جائیگی۔ اور اگر اُس نے خود کسی سے دونوں میں سے نکاح نہ کیا یہانتک کہ دونوں میں سے ایک نے کسی دوسرے شوہر سے نکاح کیا اور دوسرے شوہر نے اُس سے دخول کیا

کہ ہر ایک کو ایک طلاق دیدے پھر سب نے دوسرے شوہروں سے نکاح کر لیا تو پھر وہ انسے نکاح کر سکتا ہے
اور اگر انھوں نے دوسرے سے نکاح نہ کیا تو افضل یہ ہوگا کہ انہیں سے کسی سے نکاح نہ کرے ولیکن اگر
اس نے انہیں تین عورتوں سے نکاح کر لیا تو نکاح جائز ہوگا اور چوتھی طلاق کے واسطے متعین
ہو جائیگی اور ایسا ہی علمائے دہلی کے حق میں فرمایا کہ اختیار اسکے قریب ہے اور اگر اس نے تین
سے قربت کی تو چوتھی طلاق کے واسطے متعین ہو جائیگی اور اسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ ان سب سے نکاح کرلے
قبل اسکے کہ یہ دوسرے شوہروں سے نکاح کریں اور اگر ان سب میں سے ایک نے کسی شوہر سے نکاح کیا اور
اس نے اسکے ساتھ دخول کرکے پھر طلاق دیدی پھر اس نے ان چاروں سے نکاح کیا تو چاروں مذکورہ
کے سب کا نکاح جائز ہوگا اور اگر ہر ایک عورت نے دعوی کیا کہ وہی مطلقہ ہے تین طلاق ہو تو شوہر سے قسم
لیجائیگی پس اگر اس نے قسم سے انکار کیا تو ہر ایک پر تین طلاق پڑینگی اور اگر وہ سب کے دعوے پر
قسم کھا گیا تو حکم وہی ہوگا جو ہم نے قسم لینے سے پہلے قول مذکور ہونا بیان کیا ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے
اور اسی طرح اگر دو عورتیں ہوں اور انمیں سے ایک سے نکاح کر لیا تو دوسری طلاق کے واسطے
متعین ہو جائیگی اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ تین طلاق دیدی ہوں اور اگر ایک ہی طلاق بائن
دی ہو تو یہ طریقہ کہ سب سے نکاح جدید کرلے اور طلاق دینے کی کچھ حاجت نہیں ہے اور اگر طلاق رجعی ہو
تو سب سے رجعت کرلے اور اگر تین طلاق کی صورت میں قبل بیان کے انمیں سے ایک مرگئی تو لازم
ہے کہ باقیات سے وطی نہ کرے الا بعد بیان کے کہ وہ مطلقہ تھی ولیکن اگر قبل بیان کے وطی کرلی تو جائز
ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر اس نے اپنی دو عورتوں سے کہا کہ تم میں سے ایک طالقہ ہے اور ہنوز بیان نہ کیا
تھا کہ دونوں میں سے ایک مرگئی تو جو باقی رہی ہے وہی مطلقہ ہوگی اور اسی طرح اگر مری نہیں بلکہ شوہر نے
دونوں میں سے ایک سے جماع کیا یا بوسہ لیا یا اسکے طلاق کی قسم کھائی یا اس سے ظہار کیا یا اسکو طلاق
دیدی تو دوسری جو رد طلاق اول کے واسطے متعین ہو جائیگی اور اگر دونوں میں سے ایک مرگئی پھر شوہر
نے کہا کہ میں نے اسی کو مراد لیا تھا تو شوہر اسکا وارث ہوگا اور دوسری بھی مطلقہ ہو جائیگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے
اور اگر ایک معین کو طلاق دی پھر کہا کہ میں نے اس طلاق سے تعیین کا قصد کیا تھا تو قول شوہر کا قبول ہوگا
یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ایک سے دو تک ہے یا ایک سے دو تک کے درمیان طالقہ ہے تو وہ
ایک طلاق ہوگی اور اگر کہا کہ ایک سے تین تک یا ایک سے تین تک کے درمیان تو دو طلاق ہونگی اور
یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے کذا فی الہدایہ اور اگر اپنے قول ایک سے تین تک یا ایک سے تین تک کے
درمیان سے ایک طلاق کی نیت کی تو دیانۃً تصدیق ہو سکتی ہے مگر قضاءً تصدیق نہ ہوگی یہ فتاوی سراجیہ میں ہے
اور اگر کہا کہ ایک سے دو تک تو امام اعظم رح کے نزدیک دو طلاق واقع ہونگی یہ تبیین میں ہے اور اگر کہا کہ تو
طالقہ ما بین یک تا دو ہے یا ایک سے ایک تک تو یہ ایک طلاق ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے اور ہشام
نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ اگر اس نے کہا کہ تو طالقہ ما بین یا ... ہے تو یہ ایک طلاق ہے
یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ دو سے دو تک تو امام اعظم رح کے نزدیک دو طلاق واقع ہونگی یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کہا کہ

تو طالق ہے رات تک یا کہا کہ ایک ماہ تک یا کہا کہ ایک سال تک تو اس میں تین صورتیں ہیں کہ یا تو اُسنے فی الحال واقع ہونے کی نیت کی اور وقت واسطے امتداد کے قرار دیا پس اس صورت میں طلاق فی الحال واقع ہوگی اور یا اُسوقت مضاف الیہ کے بعد واقع ہونے کی نیت کی پس ایسی صورت میں اُسوقت مضاف الیہ کے گذرنے کے بعد طلاق واقع ہوگی اور اگر اُسکی کچھ نیت نہو تو ہمارے نزدیک بدون وقت مضاف الیہ کے گذرنے کے طلاق واقع نہوگی قال المترجم قولہ ایک ماہ تک اسکے معنی یہ ہوئے کہ مہینہ پر لینے مہینہ بھر گذرنے پر تو طالقہ ہے فافہم۔ اور اسی طرح اگر کہا کہ تو دس دن تک یا چار دن تک تو طالقہ ہے تو یہ قول اور رات تک یا مہینہ تک تو طالقہ ہے دونوں یکساں ہیں اسی طرح اگر کہا کہ بیچ تک یا خریف تک تو طالقہ ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ الی حین یا الی زمان ہے تو اگر اسنے اپنی نیت میں کوئی وقت ونہا ٹھہرا لیا مثلاً مہینہ یا جاڑے یا خریف تو اُسکی نیت پر ہوگا اور اگر کچھ نیت نہ کی ہو تو چھ مہینے پر رکھا جائیگا اور اگر کہا تو طالقہ الی قریب ہے اور کچھ نیت نہ کی تو یہ ایک مہینہ سے ایک دن کم پر رکھا جائیگا یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ یہاں سے ملک شام تک تو طالقہ ہے تو یہ ایک طلاق رجعی ہوگی یہ بحر میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ واحدہ در دو ہے پس اگر اُس نے یہ نیت کی کہ ایک اور دو اور عورت مدخولہ ہے تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر غیر مدخولہ ہے تو ایک طلاق پڑیگی اور اگر ایک مع دو کے مراد لی تو تین طلاق پڑینگی خواہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ہو یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر دو میں کہنے سے ظرف مراد لی تو ایک طلاق پڑیگی اسواسطے کہ طلاق ایسی چیز نہیں ہے جو ظرف ہو سکے پس دو میں کہنا لغو ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ تین میں ایک تو بھی یہی حکم ہے کہ اگر ایک اور تین مراد لی تو مدخولہ پر تین اور غیر مدخولہ پر ایک پڑیگی اور اگر ایک مع تین مراد لی تو ہر صورت تین طلاق پڑینگی اور اسی طرح اگر دو میں دو طلاق کا لفظ کہا اور دو اور دو مراد لی یا دو مع دو کے مراد لی تو مدخولہ پر تین طلاق پڑینگی اور اگر اُسکی کچھ نیت نہو یا اُس نے ضرب حساب مراد لی پس ایک در دو کہنے کی صورت میں فقط ایک ہی واقع ہوگی اور ایک در سہ کہنے کی صورت میں بھی یہی حکم ہے اور دو در دو کہنے کی صورت میں فقط دو طلاق واقع ہونگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ بمکہ یا در مکہ ہے یعنی مکہ میں یا مکہ کے اندر تو جہاں ہو فی الحال اُسپر طلاق پڑیگی اسی طرح اگر اُس نے کہا کہ دار میں تو طالقہ ہے تو جہاں ہو فی الحال مطلقہ ہوگی اور اگر اُس نے کہا کہ میری یہ مراد تھی کہ جب وہ مکہ میں آوے تب مطلقہ ہوگی تو قضاءً نہیں بلکہ دیانۃً تصدیق کی جائیگی اور اگر صریح اُسنے یوں کہا کہ جب تو مکہ میں داخل ہو تو تجھے طلاق ہے تو جب تک مکہ میں داخل نہو طلاق نہ پڑیگی اور اگر کہا کہ تیرے دار میں داخل ہونے پر طلاق ہے تو بالفعل طلاق معلق ہوگی یہ ہدایہ میں ہے اور اگر عورت سایہ میں بیٹھی ہے اُس سے کہا کہ تو دھوپ میں طالقہ ہے تو وہیں مطلقہ ہو جائیگی اور اگر کہا کہ تو اپنی نماز میں طالقہ ہے تو جب تک رکوع اور سجدہ نہ کرلے تب تک طالقہ نہ ہوگی اور اگر کہا کہ تو اپنے روزہ میں طالقہ ہے تو صبح ہو جانے پر طالقہ ہو جائیگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو اپنے مرض میں یا وجع میں طالقہ ہے تو جب تک مریضہ نہو تب تک طالقہ نہوگی یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر کہا کہ دخول دار پر تو طالقہ بسبب طلاق ہے

تو فی الحال واقع ہو گی یہ غایۃ السروجی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو اپنے حیض میں یا اپنے حیض کے ساتھ طالقہ ہے تو جب ہی خون دیکھے گی اسی وقت سے طالقہ ہو گی بشرطیکہ یہ خون تین روز تک برابر رہے تو جب وہ طاہر رہیگی حیض نہ آویگا تب تک طالقہ نہو گی اور اگر سب صورتوں میں حیض کی حالت میں ہو تو جب تک اس سے پاک ہو کر پھر حائضہ نہو تب تک مطلقہ نہو گی یہ بدائع و شرح طحاوی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ انت طالق بدخولک الدار او بحیضتک یعنی تو طالقہ ہے ساتھ داخل ہونے تیرے کے گھر میں یا ساتھ اپنے حیض کے تو جب تک داخل نہو یا حائضہ نہو تب تک طلاق نہ پڑیگی یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو اپنے کپڑے میں طالقہ ہے حالانکہ اسوقت عورت دوسرا کپڑا پہنے ہے تو فی الحال مطلقہ ہو جائیگی اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ ہے در حالیکہ تو مریضہ ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مرد نے کہا کہ میری یہ مراد تھی کہ اگر ایسا کپڑا پہنے یا جب مریضہ ہو تب طالقہ ہے تو قضاءً نہیں مگر دیانۃً اسکی تصدیق کیجائیگی یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو اپنے مکہ جانے میں یا ایسا کپڑا پہننے میں طالقہ ہے تو جب تک ایسا فعل نہ کرے تب تک طالقہ نہو گی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا تو میرے علم میں یا میرے حساب میں یا میری رائے میں طالقہ ہے تو طلاق پڑ جائیگی بخلاف اسکے اگر کہا کہ اس چیز میں جسکو میں جانتا ہوں تو طالقہ ہے تو ایسا حکم نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے

دوسری فصل زمانہ کی طرف طلاق کی اضافت کرنے اور اسکے متعلقات کے بیان میں۔ اگر کہا کہ تو کل کے دن میں یا کل طالقہ ہے اور اسکی نیت کوئی خاص نہیں ہے تو کل کی فجر طلوع ہوتے ہی طلاق پڑ جائیگی اور اگر اسنے دعوی کیا کہ میری نیت یہ تھی کہ کل کے روز آخر وقت طالقہ ہے تو دونوں صورتوں میں دیانۃً اسکی تصدیق ہو گی اور یہی قضاءً سو کل کے کہنے کی صورت میں بالاجماع اسکی تصدیق نہو گی اور کل کے روز میں کہنے کی صورت میں امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ قضاءً بھی تصدیق ہو گی اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ تصدیق نہ کیجائیگی اور اسی طرح اگر رمضان یا رمضان میں طلاق کہا یا کہا کہ انت طالق شہرا او فی شہر یعنی تو طالقہ ماہ یا ماہ میں ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کسی وقت کہا کہ تو رمضان میں طالقہ ہے تو رمضان سے وہ رمضان مراد ہو گا جو پہلے آتے اور اسی طرح اگر کہا کہ تو جمعرات کو طالقہ ہے تو پہلی جمعرات جو آوے وہی قرار دیجائیگی اور اگر اسنے کہا کہ میں نے اس رمضان کے سوائے دوسرا رمضان مراد لیا تھا تو قضاءً اسکے قول کی تصدیق نہو گی مگر فیما بینہ و بین اللہ تعالی سچا ہو سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر جمعرات کے روز کہا کہ تو جمعرات کو یا جمعرات کے دن میں طالقہ ہے تو یہی جمعرات رکھی جائیگی جو ہے یہ ذخیرہ میں ہے مجموع النوازل میں لکھا ہے کہ اگر کہا کہ تو جمعہ کو یا جمعہ کے دن میں طالقہ ہے اور یہ دن جمعہ کا ہے تو طلاق پڑ جائیگی اور اگلے جمعہ پر نہیں رکھا جائیگا الا اس صورت میں کہ اسنے نیت کی ہو یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے شعبان میں کہا کہ تو رمضان میں طالقہ ہے تو شعبان کے آخر روز جب آفتاب غروب ہو گا تو عورت پر طلاق پڑ جائیگی اور اگر کہا کہ تو گرمی میں یا جاڑے میں یا بہار میں یا خریف میں طالقہ ہے تو اسوقت کے آنے ہی پر طلاق پڑیگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے بطور حلف اپنی جورو سے شروع رمضان میں کہا کہ تو لیلۃ القدر میں طالقہ ہے تو جب تک اگلے سال کا رمضان نہ گذرے تب تک طلاق واقع نہو گی اور صاحبین کے قول پر جب اگلے رمضان کا نصف گذر جاوے تب ہی طلاق پڑیگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور اگر قسم کھانے والا عوام میں سے ہو تو جس رمضان میں قسم کھائی ہے اسکی ستائیسویں تاریخ گذرنے پر طلاق پڑ جائیگی اسواسطے کہ عوام

میں ستائیسویں رمضان لیلۃ القدر ہوے مشہور ہے۔ یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ بوجہ چہر روز کے ہے تو لوگوں کے عرف کے موافق ساتویں روز آفتاب غروب ہوتے پر طالقہ ہو جائیگی یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو آج کل یا کل آج طالقہ ہے تو ہمیں دو وقتوں کا نام آسکی زبان سے پہلا ہے اُنمیں سے پہلا وقت لیا جائیگا پس مثال مذکور میں اول صورت میں آج ہی طلاق پڑیگی اور دوسری صورت میں کل پڑیگی یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ آج و کل ہے تو فی الحال ایک طلاق پڑیگی اور سوائے اسکے کوئی طلاق واقع نہوگی اور اگر کہا کہ کل اور آج تو وہ آج ایک طلاق طالقہ ہوگی اور کل کے روز دوسری طلاق پڑیگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے آج کے روز اور جب کل آوے تو ایک فی الحال واقع ہوگی اور جب کل کا روز ہو اور حالیکہ وہ عدت میں ہو تو دوسری واقع ہوگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اُسی روز جبکہ کل آوے تو طلوع فجر ہوتے ہی اسپر طلاق ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر عورت سے رات میں کہا کہ تو اپنی رات میں و دن کو طالقہ ہے تو جس دم یہ قول کہا ہے اُسی وقت اسپر طلاق واقع ہوگی پھر دن میں کچھ واقع نہوگی۔ اور یہ اُس وقت ہے کہ اُسکی کچھ نیت نہو اور اگر یہ نیت کی ہو کہ ہر دو وقت میں ایک ایک طلاق ہو تو اُسکی نیت پر رہیگا۔ اور اگر عورت سے رات میں کہا کہ تو اپنے دن کو اور رات کو طالقہ ہے تو ایک طلاق یہ قول کہتے ہی پڑجائیگی اور دوسری طلوع فجر ہوتے پڑیگی اور اگر عورت سے رات میں کہا کہ تو طالقہ ہے اپنی رات میں اور اپنے دن میں یا دن میں کہا کہ تو اپنے دن میں اور اپنی رات میں طالقہ ہے تو ہر دو وقت میں اسپر ایک ایک طلاق واقع ہوگی۔ اور اگر کہا کہ تو اپنے کھانے اور اپنے پینے میں طالقہ ہے یا اپنے قیام و قعود میں تو جب تک دونوں افعال پائے نجاویں طلاق نپڑیگی۔ اور اگر کہا کہ اپنے کھانے میں اور اپنے پینے میں آخر اپنے بکر سے ہونے میں اور اپنے بیٹھنے میں طالقہ ہے تو جو فعل ان دونوں میں سے پایا جاویگا طلاق پڑجائیگی۔ اور اگر اپنے قول رات میں اور دن میں کہنے سے اُس نے ایک ہی طلاق کی نیت ہو تو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ تصدیق ہوسکتی ہے اسواسطے کہ اُسنے ایسی بات کی نیت کی جو اسکے لفظ سے نکلسکتی ہے۔ اور نوادر ابن سماعہ میں امام سے مروی ہے کہ اگر اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ ہر روز و شب ہے پس اگر اُسنے دن میں یہ لفظ کہا تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور اگر رات میں کہا تو دو طلاق پڑینگی کذا فی المحیط اور اگر دوپہر کو اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ اول اس روز و آخر اس روز ہے تو ایک طلاق ہوگی اور اگر کہا کہ آخر اس روز اور اول اس روز ہے تو دو طلاق پڑجائینگی اسواسطے کہ پہلی صورت میں جو طلاق پہلے وقت پڑیگی وہی آخر وقت ہوگی پس ایک ہی واقع ہوگی اور دوسری صورت میں جبکہ آخر روز پہلے کہا تو آخر روز کی طلاق پڑی ہوئی اول وقت نہیں پڑیگی لہذا دو طلاق ہو جاوینگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ اسوقت کل ہے تو اسپر فی الحال ایک طلاق پڑیگی اور اگر اُسنے کہا کہ میں نے اسوقت سے کل کے روز کا یہی وقت مراد لیا تھا تو قضاءً اُسکے قول کی تصدیق نہوگی مگر فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اُسکی تصدیق ہوسکتی ہے یہ محیط میں ہے۔ اور منتقی میں لکھا ہے کہ کسی نے کہا کہ تو طالقہ ہے کل اور بعد کل کے تو فقط کل اسپر طلاق واقع ہوگی اور اگر کہا کہ دیروز و امروز لینے گذشتہ ہوئے کل اور آج کے روز تو ایک ہی طلاق پڑیگی اور اگر کہا کہ آج کے روز اور گذرے ہوئے کل کے روز تو دو طلاق پڑینگی اور باوجود اسکے

اور وجہ اسکی مذکور نہیں کی ہے ۱۲

یہ بھی کہا کہ ہر روز سے ایک روز پہلے تو تین طلاق پڑ جاویگی یہ عتابیہ میں ہے - اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے آج
کے روز اور کل کے بعد تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک دو طلاق واقع ہونگی یہ فتاوے قاضیخان میں ہے
اور اگر اُسنے کہا کہ تو طالقہ ہے کل یا بعد کل کے تو پرسون طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ اُسنے دونون وقتون میں سے ایک
کو ظرف ٹھہرایا ہے اور یہ اصل قرار پائی ہے کہ جب طلاق کی اضافت دو وقتون میں سے کسی ایک کی طرف ہو تو
دونون وقتون میں سے پچھلے وقت میں واقع ہوتی ہے یہ کافی میں ہے - اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے آج کے روز و کل و بعد
کل کے اور اُسکی کچھ نیت نہیں ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی کذا فی محیط السرخسی اور اگر اُسنے تین روز میں متفرق
تین طلاق کی نیت کی تو سب واقع ہونگی یہ فتح القدیر میں ہے - اور اگر کہا کہ تو طالقہ ایسی ایک طلاق کے ساتھ
ہے جو تجھپر کل واقع ہوگی تو طلوع فجر ہونے پر طلاق پڑ جاویگی اور اگر کہا کہ ایسی طلاق کے ساتھ جو نہ واقع ہوگی
مگر کل تو فی الحال طلاق پڑ جائیگی یہ محیط سرخسی میں ہے - اور اگر کہا کہ تو شروع ہر ماہ میں طالقہ ہے تو اُسپر تین مہینے تک
شروع ہر ماہ میں ایک طلاق پڑیگی اور اگر کہا تو ہر مہینہ طالقہ ہے تو اُسپر ایک طلاق پڑیگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر
کہا کہ تو ہر جمعہ طالقہ ہے پس اگر اُسکی یہ نیت ہو کہ تو ہر روز جمعہ کو طالقہ ہے تو اُسپر ہر روز جمعہ کو برابر طلاق پڑتی
رہیگی یہانتک کہ وہ تین طلاق سے بائنہ ہوجاوے اور اگر یہ نیت ہو کہ اُسکی زندگی بھر میں جتنے جمعہ کے دن
گذرین سب میں طالقہ ہوگی تو عورت پر فقط ایک طلاق پڑیگی اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ ہے آج اور شروع
ماہ پر تو پہلے ہی حکم ہے اور اگر ان اوقات مذکورہ میں ہر روز طلاق واقع ہونے کی نیت کی تو موافق نیت
واقع ہوگی - اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہر روز میں یک طلاق ہے تو ہر روز ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر کہا کہ
تو طالقہ ہے ہر روز یا عند کل یوم یا ہرگاہ کوئی روز گذرے تو ہر روز ایک طلاق کر کے تین طلاق واقع ہونگی یہ
محیط سرخسی میں ہے اور بشر رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ اگر اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ بعد ایام ہے تو یہی حکم ہے
کہ بعد سات روز کے واقع ہوگی - اور معلی رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ جب
ذوالقعدہ ہو تو تو طالقہ ہے حالانکہ یہ مہینہ ذیقعدہ ہی کا ہے جسمین سے کچھ دن گذر گئے ہیں تو امام ابو یوسف رح
نے فرمایا کہ کہتے ہی وہ طالقہ ہوجائیگی - اور اگر عورت سے کہا کہ تو آیندہ روز میں طالقہ ہے پس اگر یہ کلام رات
میں کہا تو آیندہ روز کے فجر ہوتے ہی طالقہ ہوجائیگی اور اگر یہ اُسنے دن میں کہا ہے تو دوسرے روز جب یہی گھڑی
آویگی تب ہی طالقہ ہوگی اور اگر کہا کہ تو ایک روز گذرنے پر طالقہ ہے پس اگر یہ کلام رات میں کہا ہے تو دوسرے
روز جب آفتاب غروب ہوگا طالقہ ہوجائیگی اور اگر دن میں کہا ہو تو جب دوسرے روز کی یہی گھڑی آویگی جسمین
یہ لفظ کہا ہے تو طالقہ ہوجائیگی - اور اگر کہا کہ تو تین دن آنے پر طالقہ ہے پس اگر رات میں کہا تو تیسرے روز طلوع فجر ہوتے
ہی طالقہ ہوجائیگی اور اگر دن میں کہا تو چوتھے روز طلوع فجر ہوتے ہی طالقہ ہوجائیگی اور اگر کہا کہ تو تین روز
گذرنے پر طالقہ ہے پس اگر رات میں کہا تو تیسرے روز آفتاب غروب ہونے پر طالقہ ہوجائیگی اسواسطے کہ اسی میں
شرط پوری ہوجائیگی اور ایسا ہی جامع کے بعض نسخون میں ہے - اور دوسرے نسخون میں یون ہے کہ جب تک کہ
رات کی ایسی ہی گھڑی جسمین یہ لفظ کہا ہے نہ آوے تب تک طالقہ نہ ہوگی اور ایسا ہی امام قدوری نے اپنی شرح میں
ذکر کیا ہے یہ محیط میں ہے - اگر عورت سے کہا کہ تو ہر روز طالقہ ہے حالانکہ اُس سے آج ہی نکاح کیا ہے تو کچھ واقع نہوگی اور اگر

گذشتہ کل ۱۲

دیروز سے پہلے اُس سے نکاح کیا ہو تو اُسوقت طلاق پڑیگی اور اگر کہا کہ تو قبل اسکے کہ مین تجھسے نکاح کرون طالقہ
ہے تو اسپر کچھ واقع نہوگی یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے جبکہ مین تجھسے نکاح کرون قبل اسکے کہ مین
تجھسے نکاح کرون یا کہا کہ تو طالقہ ہے قبل اسکے کہ مین تجھسے نکاح کرون جسوقت مین تجھسے نکاح کرون۔ یا کہا کہ
جب مین تجھسے نکاح کرون پس تو طالقہ ہے قبل اسکے کہ مین تجھسے نکاح کرون تو پہلی دونون صورتون مین نکاح
کرنے کے وقت باتفاق طلاق واقع ہوگی اور تیسری صورت مین امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک طلاق
واقع نہوگی یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ تو اپنے دار مین داخل ہونے سے ایک مہینہ پہلے
طالقہ ہے یا کہا کہ تو فلان کے آنے سے ایک مہینہ پہلے طالقہ ہے پس اس قسم طلاق سے ایک مہینہ گذرنے سے
پہلے فلان مذکور آگیا یا عورت مذکورہ دار مین داخل ہوگئی تو طلاق نہ پڑیگی اور اگر وقت قسم سے مہینہ گذرنے پر
فلان مذکور آیا یہ عورت دار مین داخل ہوئی تو طلاق پڑیگی۔ اور اگر کسی نے اپنی عورت سے کہا کہ تو اس سے ایک
مہینہ پہلے طالقہ ہے تو فی الحال طلاق پڑجائیگی یہ ذخیرہ واضح رہے کہ ہمارے علماء ثلثہ رحمہم اللہ کے نزدیک داخل ہونے یا
آنے کے ساتھ ہی ساتھ طلاق پڑیگی اور وقوع طلاق اسکے داخل ہونے و فلان کے آنے ہی پر مقصود ہوگا چنانچہ
اگر مہینہ کے اندر بیچ مین کسی وقت عورت مذکورہ کو خلع دیدیا پھر وہ مہینہ پورا ہونے پر دار مین داخل ہوئی
یا فلان مذکور آگیا درحالیکہ یہ عورت عدت مین ہے تو خلع باطل نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کہا کہ تو فلان شخص کی موت
کے ایک مہینہ پہلے سے طالقہ ہے پس اگر فلان مذکور مہینہ پورا ہونے پر مرگیا تو امام اعظم رح کے نزدیک شروع مہینہ سے
طالقہ قرار دیجائیگی اور صاحبین رح کے نزدیک فلان مذکور کی موت کے بعد طالقہ ہوگی اور اگر فلان مذکور پورا
مہینہ ہونے سے پہلے مرگیا تو بالاجماع طالقہ نہوگی۔ اور اگر کہا کہ تو رمضان سے ایک مہینہ پہلے سے طالقہ ہے تو بالاتفاق
شروع شعبان مین طلاق پڑجائیگی۔ اور اگر کہا کہ فلان کی موت سے ایک مہینہ پہلے تو بسہ طلاق طالقہ ہے یا بطلاق بائن
طالقہ ہے پھر مہینے کے بیچ مین اُس سے خلع کر لیا پھر فلان مذکور مہینہ پورا ہونے پر مرگیا پس اگر وہ عدت مین ہے تو ایک
ماہ پہلے سے اسپر طلاق پڑیگی۔ اور خلع باطل ہونے کا حکم دیا جائیگا اور شوہر نے جو خلع کا معاوضہ لیا ہے وہ عورت
کو واپس دیگا اور یہ امام اعظم کا قول ہے اور صاحبین رح کے نزدیک خلع باطل نہوگا مگر طلاق مع خلع کے تین طلاق
ہو جاوینگی اور اگر عورت مذکورہ عدت مین نہ رہی ہو باین طور کہ اُس نے وضع حمل کیا ہو پھر فلان مذکور مرا یا عورت
مدخولہ نہو کہ اسپر عدت واجب ہی نہوئی ہو پھر فلان مذکور مرا تو بالاجماع خلع باطل نہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور
اگر کہا کہ تو میری موت سے ایک مہینہ پہلے یا کہا کہ اپنی موت سے ایک مہینہ پہلے طالقہ ہے پھر شوہر یا جورو مری تو امام
اعظم رح کے نزدیک زندگانی کے آخر جزو مین قبل موت کے طلاق پڑجائیگی اور اُسوقت سے ایک مہینہ پہلے سے طالقہ
قرار دیجائیگی اور صاحبین رح کے نزدیک طلاق نہ پڑیگی یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر کہا کہ تو فلان و فلان کی موت سے
ایک مہینہ پہلے طالقہ ہے پھر ان دونون مین سے ایک شخص ایک مہینہ پہلے سے مرگیا تو عورت اس قسم سے کبھی طالقہ
نہوگی اور اگر وقت قسم سے ایک مہینہ گذرنے پر دونون مین سے ایک مرا تو وہ وقت قسم سے طالقہ ہو جائیگی اور دوسرے
کی موت کا انتظار نہ کیا جائیگا۔ اور اگر کہا کہ تو فلان و فلان کے آنے سے ایک مہینہ پہلے سے طالقہ ہے پھر قسم سے ایک مہینہ
پورا ہونے پر ایک آگیا پھر اسکے بعد دوسرا آیا تو طالقہ ہو جائیگی اسواسطے کہ دونون کا معاً آجانا عادتاً ممتنع ہے اسواسطے

اسکا اعتبار ساقط ہوا - اور اگر کہا کہ تو یوم اضحیٰ اور فطر سے ایک مہینہ پہلے طالقہ ہے تو جب رمضان کا چاند دکھائی دیگا
تب ہی طالقہ ہو جائیگی اسواسطے کہ اضحیٰ و فطر دونوں ساتھ ہی نہیں ہوتے ہیں پس وقوع طلاق کا اتصال بعد رمضان سے
تقدم ہوگا اور مہینہ کا اتصال ایک کے ساتھ معتبر ہوگا نہ دوسرے کے ساتھ یہ محیط میں ہے - اور اگر کہا کہ تو یوم
اضحیٰ سے پہلے طالقہ ہے تو فی الحال طلاق واقع ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ ایسی طلاق سے ہے کہ قبل اسکے
یوم اضحیٰ ہے تو فی الحال واقع ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے - اور اگر کہا کہ تو اپنے حیض آنے سے ایک مہینہ پہلے طالقہ ہے پس
عورت مذکورہ ایک مہینہ ٹھہری پھر اسنے فقط ایک یا دو روز خون دیکھا تو طالقہ نہوگی جب تک کہ تین روز تک خون
نہ دیکھے اور اگر اسنے تین روز تک خون دیکھا تو بعض نے فرمایا کہ امام اعظم کے نزدیک اس سے ایک مہینہ پہلے سے طالقہ ہوگی
اور صحیح یہ ہے کہ اسی وقت سے طالقہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے منتقی میں امام محمد سے مروی ہے کہ اگر اپنی جورو سے کہا کہ تو
پہلے کل کے یا کچھ پہلے آنے فلان کے طالقہ ہے تو کل سے یا فلان کے آنے سے ایک ساعت کی مقدار پہلے سے طالقہ ہو جائیگی
اور حاکم نے فرمایا کہ فلان کے آنے سے کچھ پہلے کی صورت میں یہ حکم ٹھیک نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ فلان کے آنے پر طالقہ
ہو جائیگی یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ تو بعد یوم اضحیٰ کے طالقہ ہے تو یوم اضحیٰ گذرنے پر طالقہ ہو جائیگی اور اگر کہا کہ تو ایسے
وقت طالقہ ہے کہ اسکے بعد یوم اضحیٰ ہے تو فی الحال طالقہ ہو جائیگی اور اگر کہا کہ یوم اضحیٰ کے ساتھ طالقہ ہے تو یوم اضحیٰ کی
فجر طلوع ہونے سے طالقہ ہو جائیگی اور اگر کہا کہ تو معا یوم الاضحیٰ یعنی اسکے ساتھ یوم اضحیٰ ہو تو فی الحال طالقہ ہو جائیگی
یہ محیط سرخسی میں ہے - اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے میری موت کے ساتھ یا اپنی موت کے ساتھ تو کچھ واقع نہوگی یہ کافی میں ہے
اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے پہلے ایسے روز سے جس سے پہلے روز جمعہ ہے یا کہا کہ بعد ایسے روز کے جسکے بعد یوم جمعہ ہے تو ہر دو صورت
میں جمعہ کے روز طلاق واقع ہوگی اور اگر کہا کہ انت طالق بشہر غیر ہذا الیوم او سوی ہذا الیوم یعنی تو طالقہ بماہ ہے سوا
اس روز کے یا غیر اس روز میں تو جیسا اسنے کہا ہے ویسا ہی ہوگا اور بعد اس روز کے گذر جانے کے طالقہ ہو جائیگی اور یہ
قول ایسا نہیں ہے کہ جیسے اس نے کہا کہ انت طالق الشہر الا ہذا الیوم کہ تو طالقہ بماہ ہے الا یہ روز کہ اس صورت میں کہتے ہی
طلاق پڑ جائیگی یہ محیط میں ہے - اور اصل یہ ہے کہ جب طلاق متعلق بدو فعل ہو تو آخر فعل پر طلاق پڑتی ہے اسواسطے کہ اگر اول
فعل پر پڑ جاوے تو اول ہی پر متعلق ہوگی اور اگر دو فعلوں میں سے کسی ایک پر معلق ہو تو جو فعل پہلے پایا جاوے اسی
پر پڑ جائیگی اور اگر معلق بفعل و وقت دونوں ہو تو دو طلاق پڑینگی یعنی ہر ایک کے واسطے ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے
کہ یہ دونوں مختلف ہیں اور اگر معلق کی بفعل یا بوقت سوا اگر فعل واقع ہوا تو طلاق پڑ جائیگی اور وقت کی آمد کا
انتظار نہ کیا جائیگا اور اگر وقت پہلے آگیا تو فعل پائے جانے تک واقع نہوگی اور ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا یہ
دونوں وقت تھے جنمیں سے ایک کی جانب طلاق کی اضافت کی گئی - اور اگر یوں کہا کہ جب فلان آوے
اور جب فلان دیگر آوے تو تو طالقہ ہے تو طالقہ نہوگی الا بعد ان دونوں کے آجانے کے اور اگر جزا کو مقدم کیا کہ تو
طالقہ ہے جبکہ فلان آوے اور جبکہ فلان دیگر آوے تو ان دونوں میں سے جبکہ کوئی آجائیگا تب ہی وہ طالقہ ہو جائیگی
اور اسی طرح اگر جزا کو بیچ میں بولا تو بھی یہی حکم ہے کذا فی محیط السرخسی پھر دوسرے کے آنے پر کچھ واقع نہوگی الا
اس صورت میں واقع ہوگی کہ اسنے نیت کی ہو یہ محیط میں ہے - اور اگر کہا تو طالقہ ہے جبکہ کل کا روز آوے اور
بعد کل کے تو آخر وقت میں واقع ہوگی اور اگر عورت لیٹی ہوئی ہو اس سے کہا کہ تو اپنے قیام و قعود میں طالقہ ہے تو جب تک

یہ دونوں فعل نہ کرے تب تک طالقہ نہو گی اور اگر عورت بیٹھی ہوا ور برابر ایسی ہی بیٹھی رہے پھر وہ کھڑی ہوئی یا کھڑی تھی کہ برابر ایسی رہی پھر بیٹھ گئی تو مطلقہ ہو جائیگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہو اپنے قیام مین اور اپنے قعود مین تو جو فعل ان دونون مین سے پایا جائیگا طالقہ ہو جائیگی اور اگر دونون پائے گئے تو اس سے ایک ہی طلاق پڑیگی اور اگر ایسا کہا کہ تو طالقہ ہو جبکہ فلان روز آوے یا جبکہ فلان دیگر آوے تو دونون مین جسکا آیا جانا پایا جائیگا تب ہی طالقہ ہو جائیگی اور اسی طرح اگر کہا کہ تو بیک طلاق طالقہ ہو جبکہ شروع مہینہ آوے یا جبکہ فلان آوے تو دونون مین سے جو بات پائی جائیگی طلاق پڑ جائیگی۔ اور اگر کہا کہ تو شروع ماہ پر طالقہ ہو یا جبکہ فلان آوے پس اگر فلان کا آنا پہلے پایا گیا تو طلاق پڑ جائیگی اور اگر شروع مہینہ پہلے ہوا تو طلاق نہ پڑیگی یہان تک کہ فلان آوے یہ ظہیریہ و تمرتاشی مین ہو۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہو شروع ماہ پر اور جبکہ فلان آوے تو ان دونون مین سے ہر ایک کے ساتھ ایک طلاق متعلق ہوگی پس ہر وقت نہ کوایک طلاق پڑیگی اور شرط پائے جانے پر دوسری طلاق پڑیگی یہ کافی مین ہو اور اگر اپنی جورو سے جو باندی ہو کہا کہ جب کل آوے تو تو بدو طلاق طالقہ ہو اور مولی نے اس باندی سے کہا کہ تو جب کل کا روز آوے تو تو کل کے روز مین آزاد ہو تو یہ جورو اس شوہر کو حلال نہ ہوگی یہان تک کہ دوسرے خاوند سے نکاح کرکے حلالہ کرا دے اور اسکی عدت امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک تین حیض ہونگے یہ ہدایہ مین ہو۔ اور اگر عورت سے کہا کہ جب مین تجھے طلاق دون تو تو طالقہ ہو اور جب مین تجھے طلاق نہ دون تو تو طالقہ ہو اور طلاق نہ دی یہانتک کہ مر گیا تو دو طلاق واقع ہونگی اور اگر کہا کہ جب مین تجھے طلاق نہ دون تو تو طالقہ ہو اور جب مین تجھے طلاق دون تو تو طالقہ ہو پھر طلاق دینے سے پہلے مر گیا تو ایک طلاق پڑیگی یہ تبیین مین ہو اور اگر کہا کہ انت طالق ما لم اطلقک او متی لم اطلقک او متی ما لم اطلقک یعنی تو طالقہ ہو جبتک کہ مین تجھے طلاق نہ دون اور ایضا ~~~ اور ایضا پھر وہ یہ کہکر خاموش رہا تو عورت باتفاق علما طالقہ ہو جائیگی اور اگر خاموش نہ رہا بلکہ ساتھ ہی ملا کر کہا کہ تو طالقہ ہو تو اس نے یمین کو پورا کیا حتی کہ اگر اسنے یون کہا ہو کہ جب مین طلاق نہ دون تو تو بسہ طلاق طالقہ ہو پھر ساتھ ملا کر کہا کہ تو طالقہ ہو تو ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ اسنے یمین کو پورا کیا اور عورت پر ایک ہی طلاق پڑیگی اور اگر کہا کہ حین لم اطلقک اور حین سے اسکی کچھ نیت نہین ہو تو جب ہی چپ ہوا وہ عورت طالقہ ہو جائیگی اور اسی طرح اگر کہا کہ زمان لم اطلقک یا حیث لم اطلقک یا یوم لم اطلقک تو بھی یہی حکم ہو کہ چپ ہوتے ہی طلاق پڑ جائیگی اور اگر زمان لا اطلقک و حین لا اطلقک یعنی زمانہ کہ جسمین تجھے طلاق نہ دون یا حین کہ تجھے طلاق نہ دون تو جب تک چھ مہینے نگذرین طلاق واقع نہو گی بشرطیکہ زمانہ یا حین سے ایسی صورت مین اسنے اپنی نیت کچھ نہ رکھی ہو یہ فتح القدیر مین ہو اور اگر کہا کہ یوم لا اطلقک تو طلاق واقع نہوگی یہان تک کہ ایک روز گذر جاوے یہ عتابیہ مین ہو اور اگر کسی نے ایک عورت سے کہا کہ جس روز مین تجھ سے نکاح کرون پس تو طالقہ ہو پھر اس سے رات مین نکاح کیا تو طالقہ ہو جائیگی اور اگر اسنے دعوی کیا کہ مین نے خاص روز روشن کی نیت کی تھی تو قضاء بھی اسکی تصدیق ہوگی یہ ہدایہ مین ہو اور اگر کہا کہ جس رات تجھ سے نکاح کرون پس تو طالقہ ہو پھر اگر رات مین اس سے نکاح کیا تو طلاق پڑیگی یہ سراج الوہاج مین ہو۔ اور اگر کہا کہ یوم اتزوجک فانت طالق یعنی میرے تجھے نکاح کر لینے کے روز تو طالقہ ہو اور اسکو تین مرتبہ کہا پھر اس سے نکاح کیا

(۱۵) ہر ایک بجز ... یعنی ... طلاق ... نہ دون ...

تو تین طلاق واقع ہونگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ ہرگاہ میں تجھے طلاق نہ دوں پس تو طالقہ ہے پھر خاموش رہا
تو عورت پر پے درپے تین طلاق واقع ہونگی اور ایکبارگی تین طلاق نہ ہونگی حتی کہ اگر غیر مدخولہ ہو تو بس ایک ہی طلاق
پڑیگی یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر کہا کہ اذا لم اطلقک فانت طالق او اذا ما لم اطلقک فانت طالق یعنی جب میں تجھے
طلاق نہ دوں پس تو طالقہ ہے یا بعد لفظ اذا کے ما زائد کہا ہر صورت یہ اسکی نیت پر ہے پس اگر اُسنے کہا کہ فی الحال
طلاق واقع کرنے کی نیت کی تھی تو فوراً طالقہ ہوگی اور اگر کہا کہ میری نیت آخر عمر کی تھی تو یہ بمنزلہ قولہ ان لم اطلقک
فانت طالق کے ہے یعنی اگر میں تجھے طلاق نہ دوں تو تو طالقہ ہے اور اگر اسکی کچھ نیت نہو تو امام اعظم رح کے نزدیک
طلاق واقع نہوگی یہانتک کہ دونوں میں سے کوئی مرجاوے اور صاحبین نے فرمایا کہ جب ہی وہ ساکت ہوا تب ہی
واقع ہو جائیگی یہ مضمرات میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے جب کہ میں تجھے طلاق نہ دوں تو مسئلہ [illegible] نہوگی
یہانتک کہ دونوں میں سے کوئی مرجاوے لیکن اگر ایک شرط مراد لی ہو یعنی جب کہ کبھی اگر مراد لیا ہو اور اگر
دوسرے معنی مراد لیے ہوں یعنی وقت کے تو جب ہی ساکت ہوگا تب ہی طلاق پڑجائیگی اور اگر اسکی کچھ نیت
نہو تو امام اعظم رح کے نزدیک طلاق نہ پڑیگی یہانتک کہ دونوں میں سے کوئی مرجاوے اور صاحبین رح کے
نزدیک خاموش ہوتے ہی طلاق پڑجائیگی یہ کافی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ ہرگاہ میں تیرے پاس نہ بیٹھوں تو پاس
بیٹھنے والے کی جورو طالقہ ہے پس اُسکے پاس ایک ساعت بیٹھا تو اسکی جورو کو تین طلاق پڑینگی اور اگر کہا کہ
ہرگاہ میں تجھے نہ ماروں پس تو طالقہ ہے پس اسکو دونوں ہاتھوں سے مارا تو دو طلاق پڑینگی اور اگر ایک ہاتھ
سے مارا تو ایک ہی طلاق پڑیگی اگرچہ انگلیاں متفرق پڑی ہوں۔ ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ ہرگاہ
میں تجھے طلاق نہ دوں پس تو طالقہ ہے پھر اُسکو ایک طلاق دی تو دو طلاق واقع ہونگی ایک طلاق تو بسبب طلاق
دینے کے اور دوسری طلاق بسبب اس قول کے کہ ہرگاہ میں تجھے طلاق نہ دوں پس تو طالقہ ہے اور اگر کہا کہ
ہرگاہ میری طلاق تجھ پر واقع نہو پس تو طالقہ ہے پھر اُسکو ایک طلاق دی تو تین طلاق واقع ہونگی یہ فتاوی
قاضی خان میں ہے **تیسری فصل** تشبیہ طلاق و اُسکے وصف کے بیان میں۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ مثل
عدد اس چیز کے ہے حالانکہ ایسی چیز کا نام لیا جسکے واسطے عدد نہیں ہے جیسے شمس و قمر وغیرہ تو امام اعظم رح کے نزدیک
ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور اگر کہا کہ بعدد اس چیز کے جو میری [illegible] درہموں سے حالانکہ اسکے
ہاتھ میں کچھ نہیں ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ بعدد حوض کی مچھلیوں کے حالانکہ حوض
میں کوئی مچھلی نہیں ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر طلاق کی اضافت ایسے عدد کی جانب کی جسکا ہونا نا
معلوم ہے جیسے کہا کہ بعدد میری ہتھیلی کے بالوں کے یا اُسکا ہونا یا نہونا مجہول ہے جیسے کہا کہ بعدد شیطان کے بالوں
کے یا اسکے مثل کسی چیز کو بیان کیا تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر ایسے عدد کی طرف اضافت کی کہ اُسکی شان
سے یہ ہے کہ موجود ہووے لیکن اس قسم کھانے کے وقت کسی وجہ پیش آنے سے زائل ہے جیسے بعدد میری پنڈلی
یا تیری پنڈلی کے بالوں کے حالانکہ دونوں نے نورہ لگایا ہے تو بسبب شرط نہ پائی جانے کے طلاق نہ پڑیگی یہ
فتح القدیر میں ہے اور اگر کہا کہ بعدد اُن بالوں کے جو تیری فرج پر ہیں حالانکہ عورت نے نورہ وغیرہ لگایا ہے کہ اُسکی
فرج پر کوئی بال نہیں ہے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ طلاق نہ پڑیگی جیسے کہ اگر کہا کہ بعدد اُن بالوں کے جو میری ہتھیلی پر ہیں

پشت پر ہیں حالانکہ شوہر طلاء وغیرہ لگا چکا ہے جس سے کوئی بال موجود نہیں ہے تو یہی حکم ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے بعدد اُن بالوں کے جو میرے سر پر ہیں حالانکہ طلا کے استعمال سے سر پر کوئی بال نہیں ہے تو کچھ واقع نہ ہوگی۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے بعدد اُس ثرید کے جو اس پیالہ میں ہے پس اگر شوہر یا ڈالنے سے پہلے اُس نے یہ کہا ہو تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر شوربا ڈالنے کے بعد کہا ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی یہ مختار الفتاوے میں ہے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ تو طالقہ مانند ہزار کے یا مثل ہزار کے ہے پس اگر تین طلاق کی نیت کی تو بالاجماع تین طلاق واقع ہونگی اور اگر ایک کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ بیک طلاق مثل ہزار کے ہے تو بالاتفاق سب کے نزدیک ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ مثل عدد ہزار کے یا مثل عدد تین کے یا مانند عدد تین کے ہے تو قضاءً و فیما بینہ و بین اللہ تعالے تین طلاق واقع ہونگی اور اگر ایک کے سوا اسکے کچھ اور نیت کی ہو تو اُسکی نیت باطل ہوگی یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ مثل تین کے ہے پس اگر تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین طلاق ہونگی اور اگر ایک کی نیت ہو یا کچھ نیت نہ ہو تو امام ابوحنیفہ و امام ابو یوسف کے نزدیک ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ مثل ستاروں کے تو امام محمد رحمہ کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگی لیکن اگر اُسنے عدد کی نیت کی ہو تو تین طلاق واقع ہونگی یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ اگر شوہر نے کہا کہ تو طالقہ مثل عدد ستاروں کے ہے تو تین طلاق واقع ہونگی یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر کسی نے اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ مثل عدد ستاروں یا عدد خاک یا عدد سمندر والوں کے ہے تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ بیک طلاق مثل تین کے ہے تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ مثل اسیا طین یا مثل جبال یا مثل پہاڑ کے ہے تو امام ابوحنیفہ و امام زفر رحمہ کے نزدیک ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ مثل بڑائی پہاڑ کے ہے تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور اگر تین کی نیت کی تو تین طلاق واقع ہونگی یہ فیصل کرنا بابت فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ مثل عدد ریگ کے ہے تو یہ بالاجماع تین طلاق ہیں یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ کوٹھری بھر کے ہے تو یہ ایک طلاق بائنہ ہے لیکن اگر تین کی نیت ہو تو تین واقع ہونگی یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ گھر بھر کے یا مشکا بھر کے ہے پس اگر تین کی نیت کی ہو تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر ایک یا دو کی نیت ہو یا کچھ نیت نہ ہو تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ بیک طلاق مثل گھر کے ہے یا کہا گھر بھر کے ہے تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ مثل بڑائی تل کے یا مثل بڑائی دانہ کے یا مثل بڑائی رائی کے ہے تو امام اعظم کے نزدیک ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور یہی حکم صاحبین رحمہ کے نزدیک بھی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ پھر واضح ہو کہ اصل امام اعظم رحمہ کے نزدیک یہ ہے کہ جب اُس نے طلاق کی تشبیہ کسی چیز کے ساتھ کی تو بائنہ طلاق واقع ہوگی خواہ یہ چیز چھوٹی ہو یا بڑی ہو اور خواہ اُس نے بڑائی کا لفظ ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اگر بڑائی کا لفظ کہا تو بائنہ ہوگی ورنہ رجعی ہوگی خواہ وہ چیز جسکے ساتھ تشبیہ کی ہے چھوٹی ہو یا بڑی ہو اور اسی امام محمد کو بعض نے امام اعظم کے ساتھ بیان کیا اور بعض نے

امام ابو یوسفؒ کے ساتھ بیان کیا۔ اور اصل مذکور کا بیان اسطرح ہو کہ اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ مثل بڑائی سوئی کے سر کے ہو تو امام اعظم رح و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور اگر کہا کہ مثل سوئی کے سر کے یا مثل رائی کے دانہ کے تو امام اعظم رح کے نزدیک طلاق بائنہ ہوگی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک رجعی ہوگی اور اگر کہا کہ مثل پہاڑ کے تو امام اعظم رح کے نزدیک طلاق بائنہ ہوگی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک رجعی ہوگی اور اگر کہا کہ مثل بڑائی پہاڑ کے تو بالاجماع بائنہ ہوگی اور اگر ان الفاظ مذکورہ بالا سے تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین طلاق واقع ہونگی یہ سراج الوہاج میں ہو۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ مثل برف کے ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک طلاق بائن ہوا اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر برف سے سپیدی مراد ہو تو طلاق رجعی ہوا اور اگر سردی مراد ہو تو بائن ہو اور اگر کہا کہ تو طالقہ مثل وزن ایک دانگ کے ہو تو ایک طلاق ہو یہ ظہیریہ میں ہو۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ مثل وزن نصف درم کے ہو یا مثل وزن ایک درم ہو یا مثل وزن پانچ درم کے ہو یا مثل پانچ دانگ کے ہو تو ایک طلاق پڑیگی مگر امام اعظم رح و امام محمدؒ کے نزدیک وہ بائنہ ہوگی۔ اور اگر کہا کہ مثل وزن ایک دانگ و نصف دانگ کے یا مثل وزن دو دانگ کے تو دو طلاق واقع ہونگی اسی طرح اگر کہا کہ مثل تین درم کے تو بھی یہی حکم ہو اسواسطے کہ اسمیں دو وزن ہونگے۔ اور اگر کہا کہ مثل وزن دو دانگ و نصف دانگ کے یا مثل تین چوتھائی درم کے تو تین طلاق واقع ہونگی یہ عتابیہ میں ہو اور اگر کہا کہ مثل وزن دو تہائی درم کے تو دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ اسمیں دو وزن ہوتے ہیں اور اگر کہا کہ مثل وزن ہزار درم کے تو ایک طلاق پڑیگی قال اسواسطے کہ یہ ایک وزن ہو یہ محیط سرخسی میں ہو اور حاصل کلام یہ ہو کہ اعتماد مرد اوزان میں لوگوں کے عرف کا ہو کذا فی المحیط قال المترجم علی ہذا اگر ہندوستان میں تین چھٹانک کہے تو دو طلاق پڑینگی اور اگر چار چھٹانک کہے تو ایک طلاق پڑیگی علی ہذا القیاس فافہم۔ اور اگر کہا کہ انت طالق ہکذا یعنے تو اتنی طالق ہو اور اپنی انگلی سے ایک سے اشارہ کیا یعنی ایک انگلی اٹھا کر اشارہ کیا تو وہ ایک طلاق ہو اور اگر دو انگلی سے اشارہ کیا تو دو ہیں اور اگر تین سے اشارہ کیا تو تین طلاق ہیں اور اسمیں معتبر وہ انگلیاں ہونگی جو کھلی ہیں اور وہ معتبر نہونگی جو بند ہیں کذا فی فتاوے قاضی خان اور یہی قول معتبر ہو یہ بحر الرائق میں ہو پس اگر مرد نے دعوے کیا کہ میری مراد ہتھیلی یا بند انگلیاں تھیں تو قضاءً اسکے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ مثل اسکے ہو اور تین انگلیوں سے اشارہ کیا اور تین طلاق کی نیت کی تو تین طلاق واقع ہونگی لیکن اگر ایک طلاق کی نیت کی تو ایک ہی واقع ہوگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہو اور اگر کہا کہ تو طالقہ مثل اسکے و اسکے و اسکے ہو اور تین انگلیوں سے اشارہ کیا پس اگر تین طلاق کی نیت کی تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر ایک طلاق کی نیت کی تو ایک طلاق بائنہ ہوگی اور اسی طرح اگر کچھ نیت نہ کی ہو تو بھی یہی حکم ہو یہ بدائع میں ہو۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ بائنہ یا البتہ یا افحش الطلاق یا طلاق شیطان یا طلاق بدعت یا اشد الطلاق یا مثل پہاڑ کے یا تطلیقہ شدیدہ یا عریضہ یا طویلہ ہو تو یہ ایک طلاق بائنہ ہوگی بشرطیکہ اُس نے تین طلاق کی نیت نہ کی ہو اور اگر تو طالقہ سے ایک طلاق کی اور بائنہ یا مثل اسکے دیگر الفاظ سے دوسری طلاق کی نیت کی ہو تو دو طلاق واقع ہونگی مگر بائنہ ہونگی۔ اور اصل یہ ہو کہ جب اسنے طلاق

کے ساتھ وصف بیان کیا پس اگر ایسا وصف ہو کہ جس سے طلاق موصوف نہیں ہوتا ہے تو وصف لغو ہوگا اور طلاق رجعی واقع ہوگی چنانچہ اگر یوں کہا کہ تو طالقہ ایسی طلاق سے ہے کہ تجھے نہیں واقع ہوئی یا بدین شرط کہ تجھے اپنی خیار ہے تو یہ وصف لغو اور طلاق رجعی واقع ہوگی اور جب اپنے وصف سے موصوف کیا کہ وہ طلاق کی صفت ہوتا ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو ایسا لفظ ہوگا کہ وہ زیادتی ہونے پر دال نہیں ہے جیسے احسن الطلاق یا افضل الطلاق یا اسن یا اجمل یا اعدل یا خیر طلاق تو یہ ایک طلاق رجعی ہوگی اور یا ایسا وصف ہوگا جو زیادتی پر دال ہے جیسے اشد طلاق وغیرہ تو یہ طلاق بائن ہوگی اور یہ ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا اصول اتفاقی ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ اقبح الطلاق یا افحش یا اخبث یا اسوا یا اغلظ یا اشر یا اطول یا اکبر یا اعرض یا اعظم الطلاق ہے اور کچھ نیت نہ کی یا ایک طلاق کی یا دو طلاق کی نیت باندی کی صورت میں نیت کی تو ایک ہی طلاق بائنہ واقع ہوگی اور اگر اُس نے تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین طلاق واقع ہونگی یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے جسکا طول وعرض اسقدر ہے تو یہ ایک طلاق بائنہ قرار دی جائیگی اور اگر اُس نے تین طلاق کی نیت کی تو واقع ہونگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کسی نے اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ نامۃ الطلاق یا کامل الطلاق ہے تو دو طلاق واقع ہونگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ اکثر الطلاق ہے تو اصل میں مذکور ہے کہ تین طلاق واقع ہونگی اور اگر کہا کہ اقل الطلاق ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ کل تطلیقہ ہے تو ایک طلاق پڑیگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ کل تطلیقۃ ہے تو تین طلاق واقع ہونگی خواہ اُسکے ساتھ دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ بعد ہر تطلیقہ کے ہے یا مع ہر تطلیقہ کے ہے یا کہا کہ تو ہر تطلیقہ کے ساتھ طالقہ ہے تو بھی یہی حکم ہے کہ تین طلاق واقع ہونگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ نہ قلیل و نہ کثیر ہے تو تین طلاق واقع ہونگی اور یہی مختار ہے اور فقیہ ابو جعفر رح نے فرمایا کہ دو طلاق واقع ہونگی اور یہی اشبہ ہے اور اگر نہ کثیر کا لفظ پہلے کہا ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ اکبر الطلاق ہے تو یہ ایک طلاق قرار دیجائیگی اور اگر کہا کہ کثیر الطلاق ہے تو دو طلاق ہیں اور اگر کہا کہ انت طالق الطلاق کلہ یعنی تو طالقہ طلاق کامل ہے تو یہ تین طلاق واقع ہونگی اور اگر کہا کہ انت طالق عددا من الطلاق یعنی طلاق میں سے چند عدد تو طالقہ ہے تو دو طلاق واقع ہونگی قال المترجم بنا بر آنکہ ایک عدد میں داخل نہیں ہے اور چونکہ طلاق میں سے کہا ہے اسواسطے تین پوری نہیں ہوسکتی لامحالہ دو ہونگی فافہم اور اسی طرح اگر کہا کہ عدد الطلاق تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ عدۃ الطلاق تو یہ تین طلاق ہونگی۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اور دیگر تو یہ ایک طلاق ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے بیک طلاق و دیگر تو یہ دو طلاق ہونگی اور اگر کہا کہ انت طالق غیر واحدۃ یعنی تو طالقہ ہے سوائے ایک کے تو یہ دو طلاق ہونگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے سوائے دو کے تو تین طلاق ہونگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے جو تین ہونگی یا تین ہوجاوینگی یا تین عود کرینگی یا تین پوری ہوجاوینگی یا تین کامل ہوجاوینگی تو یہ تین طلاق ہونگی یہ عتابیہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ تمام ثلث یا ثالث ثلاث ہے تو یہ تین طلاق ہونگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ آخر تین طلاق ہے تو یہ ایک ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے تجھے آخر تین تطلیقات کی طلاق دی تو تین طلاق پڑینگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی نے اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ ایک سے

زیادہ اور دو سے کم ہو تو شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ قیاساً دو طلاق واقع ہونی چاہیئے ہیں ولیکن اختلاف العلماء میں مذکور ہو کہ تین طلاق واقع ہونگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہو۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ تطلیقہ حسنہ یا جمیلہ ہو تو ایسی طلاق پڑیگی جس سے رجوع کرسکتا ہو خواہ عورت حائضہ ہو یا غیر حائضہ ہو اور یہ تطلیقہ سنت نہوگی یہ فتح القدیر میں ہو۔ اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ ایسی طلاق سے ہو جو تجھپر جائز نہیں ہو یا جو تجھپر واقع نہ ہوگی یا بدین شرط کہ تجھے تین روز تک خیار ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی اور خیار باطل ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ ایسی تطلیق سے ہو جو ہوا میں اُڑتی ہو تو بھی یہی حکم ہو یہ ظہیریہ میں ہو۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہو بدین شرط کہ مجھے تجھ سے رجعت کا اختیار نہیں ہو تو شرط لغو ہو اور اسکو رجعت کا اختیار حاصل ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہو۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہو بدو رنگ از طلاق تو یہ دو طلاق ہیں اور اگر کہا کہ الوان یعنی رنگہا از طلاق تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر اس نے کہا کہ میری مراد الوان سرخ و زرد تھی تو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اسکی تصدیق ہوگی اور اگر کہا کہ انواعاً یا ضروباً یا وجوہاً یعنی انواع از طلاق یا ضرب از طلاق یا وجوہ از طلاق تو بھی یہی حکم ہو یہ محیط میں ہو۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ الوان طلاق ہو تو بدون نیت کے طلاق واقع نہوگی یہ عتابیہ میں ہو۔ ایک شخص نے اپنی جورو کو بعد دخول کے ایک طلاق دی پھر اسکے بعد کہا کہ میں نے اس تطلیق کو بائنہ قرار دیا یا میں نے اسکو تین طلاق قرار دیں تو اسمیں روایات مختلف ہیں اور صحیح یہ ہو کہ امام اعظم کے قول پر یہ طلاق بنا بر اسکے قول کے بائنہ یا تین ہو جائیگی اور امام محمد رحمہ کے قول پر بائنہ یا تین کچھ نہوگی اور امام ابو یوسف رحمہ کے قول پر بائنہ ہوسکتی ہو اور تین طلاق نہیں ہوسکتی ہو۔ اور اگر بعد دخول کے اپنی جورو کو ایک طلاق دیدی پھر عدت میں کہا کہ میں نے اس طلاق سے اپنی جورو پہ تین تطلیقات لازم کردیں یا کہا کہ میں نے اس تطلیقہ سے دو طلاقیں لازم کردیں تو یہ اسکے کہنے کے موافق ہوگا اور اگر اسکو ایک طلاق دیکر پھر رجوع کیا پھر کہا کہ میں نے اس تطلیقہ کو بائنہ قرار دیا تو بائنہ نہ ہوگی اور اگر عورت سے بعد دخول کے کہا کہ جب میں تجھے ایک طلاق دوں تو یہ بائنہ ہو یا یہ تین طلاق ہیں پھر اسکو ایک طلاق دیدی تو اسکو رجعت کرلینے کا اختیار ہوگا اور یہ طلاق مذکورہ بائنہ یا تین طلاق نہ ہوگی اسواسطے کہ اُس نے طلاق نازل ہونے سے پہلے قول مذکور کہا ہو اور اگر کہا کہ جب تو دار میں داخل ہو تو تو طالقہ ہو پھر کہا کہ میں نے اس تطلیقہ کو بائنہ قرار دیا یا کہا کہ میں نے اسکو تین طلاق قرار دیں ولیکن یہ مقولہ عورت کے دار میں داخل ہونے سے پہلے کہا ہو تو یہ مقولہ بر وقت واقع ہونے کے لازم ہوگا یعنے ایک طلاق رجعی پڑیگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہو۔ چوتھی فصل طلاق قبل الدخول کے بیان میں۔ اگر کسی شخص نے نکاح کے بعد اپنی عورت کو دخول کرنے سے پہلے تین طلاق دیں تو سب اُسپر واقع ہو جاوینگی اور اگر تین طلاق متفرق دیں تو وہ پہلی ہی طلاق سے بائنہ ہو جائیگی پس دوسری و تیسری اسپر واقع نہ ہوگی چنانچہ اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ طالقہ طالقہ ہو یا کہا کہ تو طالقہ واحدہ و واحدہ و واحدہ ہو تو ہر صورت ایک طلاق واقع ہوگی یہ ہدایہ میں ہو اور اصل ایسے مسائل میں یہ ہو کہ جو لفظ پہلے بولا ہو اگر وہ پہلے واقع ہوتا ہو تو وہی ایک واقع ہوگا اور اگر وہ آخر میں واقع ہوتا ہو تو دو واقع ہونگی چنانچہ اگر کہا کہ تو طالقہ ہے ایک طلاق قبل ایک طلاق کے ہو یا کہا کہ تو طالقہ ہو ایک طلاق کے بعد اسکے ایک

طلاق ہو تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے بیک طلاق کہ قبل اسکے ایک طلاق ہے تو دو طلاق واقع ہونگی اور اگر کہا کہ واحدہ بعد واحدہ کے تو بھی دو واقع ہونگی اور اسی طرح اگر کہا کہ واحدہ مع واحدہ کے یا بواحدہ کہ جسکے ساتھ واحدہ ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر عورت مدخولہ ہو تو ان سب صورتوں میں دو طلاق واقع ہونگی یہ سراج الوہاج میں ہے - اور اگر کہا کہ تو طالقہ ایسی ایک طلاق کے ساتھ ہے کہ اس سے پہلے دو طلاق ہیں تو تین طلاق واقع ہونگی جیسے اس قول میں کہ بواحدہ مع دو یا بواحدہ کہ جسکے ساتھ دو ہیں یہی ہوتا ہے کہ تین طلاق پڑتی ہیں اسی طرح اگر کہا کہ بواحدہ کہ قبل اسکے دو ہیں یا بواحدہ بعد دو طلاق کے تو بھی یہی حکم ہے کہ تین طلاق واقع ہونگی یہ عتابیہ میں ہے - اور اگر کہا کہ انت طالق ثنتین مع طلاقی ایاک یعنے تو طالقہ ہے بدو طلاق مع میری طلاق کے تجھکو پھر اسکو ایک طلاق دی تو ایک واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے بعدہ طالقہ ہے اگر تو دار میں داخل ہو تو داخل ہونے پر دونوں طلاق واقع ہونگی یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر غیر مدخولہ سے کہا کہ تو اکیس طلاق سے طالقہ ہے تو ہمارے علماء ثلثہ رح کے نزدیک تین طلاق واقع ہونگی اور اگر کہا کہ گیارہ طلاق تو بالاتفاق تین طلاق واقع ہونگی اور اگر کہا کہ ایک اور دس تو ایک واقع ہوگی اور اگر کہا کہ ایک و دس یا ایک و ہزار تو ایک طلاق واقع ہوگی یہ امام اعظم رح سے حسن بن زیاد نے روایت کی ہے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ تین طلاق واقع ہونگی یہ محیط میں ہے اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر غیر مدخولہ کو دو طلاق دیں پھر کہا کہ میں اسکو دو طلاق سے پہلے ایک طلاق دے چکا ہوں تو میں عورت سے دو طلاق مذکور باطل نہ کرونگا اور جسکا شوہر نے اقرار کیا ہے وہ بھی عورت کے ذمہ لازم کرونگا پس یہ عورت اس شوہر کے واسطے حلال نہ ہوگی یہانتک کہ اسکے سوائے کسی دوسرے شوہر سے نکاح کرے یعنی حلالہ کرا دے یہ ذخیرہ میں ہے - اور اگر کہا کہ ڈیڑھ طلاق تو بالاتفاق دو طلاق واقع ہونگی اور اگر کہا کہ نصف و یک تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک دو طلاق واقع ہونگی اور امام محمد رح کے نزدیک ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور یہی صحیح ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے - اور اگر کہا کہ تو طالقہ بواحدہ و آخری ہے تو دو طلاق واقع ہونگی یہ بحر الرائق میں ہے - اور اگر یہ کہنے کا ارادہ کیا کہ تو طالقہ بسہ طلاق یا ایسے ہی کسی عدد کا نام لینا چاہا مگر انت طالق یعنے تو طالقہ کہکر مر گیا تین یا دو وغیرہ کچھ کہنے نہ پایا تو کچھ واقع نہ ہوگی یہ تبیین میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ البتہ یا طالقہ بائن ہے مگر البتہ یا بائن کہنے سے پہلے مرگیا تو کچھ واقع نہوگی یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر کہا کہ انت طالق اشہدوا ثلثا یعنے تو طالقہ ہے تم گواہ رہو تین طلاق سے تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر کہا کہ فاشہدوا تو تین طلاق واقع ہونگی یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو دار میں داخل ہو تو تو طالقہ ہے بیک طلاق و یک طلاق پھر وہ عورت دار میں داخل ہوئی تو اسپر ایک طلاق واقع ہوگی اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح کے نزدیک دو طلاق واقع ہونگی اور اگر اسنے شرط کو موخر بیان کیا ہو تو بالاجماع دو طلاق واقع ہونگی یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اور اگر طلاق کو شرط کے ساتھ معلق کیا پس اگر شرط مقدم بیان کی اور کہا کہ اگر تو دار میں جائے تو تو طالقہ ہے و طالقہ و طالقہ ہے اور یہ عورت غیر مدخولہ ہے تو شرط پائی جانے پر امام اعظم کے نزدیک ایک طلاق سے بائنہ ہو جائیگی اور باقی لغو ہونگی

اور صاحبین رح کے نزدیک تین طلاق واقع ہونگی۔ اور اگر مدخولہ ہو تو بالاجماع تین طلاق سے بائنہ ہوگی لیکن امام اعظم رح کے نزدیک یہ تینوں طلاقیں ایک بعد دوسری کے آگے پیچھے واقع ہونگی اور صاحبین رح کے نزدیک ایکبارگی تینوں طلاقیں واقع ہونگی۔ اور اگر شرط مؤخر ہو مثلاً کہا کہ تو طالقہ و طالقہ و طالقہ ہے اگر تو دار میں جاوے یا بجائے واو کے اور کوئی حرف عطف مثل پس وغیرہ کے ذکر کیا پھر عورت مذکورہ دار میں داخل ہوئی تو بالاجماع تین طلاق سے بائنہ ہوگی خواہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ہو۔ اور یہ سب اسوقت ہے کہ الفاظ طلاق بحرف عطف بیان کیے ہوں اور اگر بغیر حرف عطف کے بیان کیے پس اگر شرط مقدم کی اور کہا کہ اگر تو دار میں داخل ہو تو طالقہ طالقہ طالقہ ہے اور عورت غیر مدخولہ ہے تو اول طلاق معلق بشرط ہوگی اور دوسری فی الحال واقع ہوگی اور تیسری لغو ہے پھر اگر اس سے نکاح کیا پھر وہ دار میں داخل ہوئی تو جو طلاق شرط پر معلق تھی وہ واقع ہوگی اور اگر عورت مذکورہ بسبب بائن ہونے کے قبل نکاح میں آنے کے داخل ہوئی تو مرد مذکور حانث ہوگا اور کچھ واقع نہوگی اور اگر عورت مدخولہ ہو تو اول معلق بشرط اور دوسری و تیسری فی الحال واقع ہونگی۔ اور اگر اسنے شرط کو مؤخر کیا اور کہا کہ تو طالقہ طالقہ طالقہ ہے اگر تو دار میں داخل ہوا اور عورت غیر مدخولہ ہے تو اول طلاق فی الحال پڑجائیگی اور باقی لغو ہو جاوینگی اور اگر مدخولہ ہو تو اول وثانی فی الحال پڑجاوینگی اور تیسری معلق بشرط رہیگی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر عطف بحرف فاء ہو مثلاً کہا کہ ان دخلت الدار فانت طالق فطالق فطالق یعنی اگر دار میں داخل ہو تو طالقہ پس طالقہ پس طالقہ ہے اور عورت غیر مدخولہ ہے پھر وہ دار میں داخل ہوئی تو موافق ذکر امام کرخی رح کے اسمین خلاف ہے کہ امام اعظم رح کے نزدیک ایک طلاق بائنہ ہو جائیگی اور باقی لغو ہونگی اور صاحبین رح کے نزدیک تین طلاق واقع ہونگی اور فقیہ ابو اللیث رح نے ذکر فرمایا کہ بالاتفاق ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور یہی اصح ہے۔ اور اگر بلفظ ثم ذکر کیا اور شرط کو مؤخر کیا مثلاً کہا کہ انت طالق ثم طالق ثم طالق ان دخلت الدار یعنی تو طالقہ پھر طالقہ ہے اگر تو دار میں داخل ہو پس اگر عورت مدخولہ ہو تو امام اعظم کے نزدیک اول دو طلاق فی الحال واقع ہونگی اور تیسری معلق بشرط رہیگی اور اگر غیر مدخولہ ہو تو ایک فی الحال پڑجائیگی اور باقی لغو ہونگی۔ اور اگر شرط کو مقدم کرکے کہا کہ اگر تو دار میں داخل ہو تو تو طالقہ پھر طالقہ پھر طالقہ ہے اور عورت مدخولہ ہے تو طلاق اول معلق بشرط ہوگی اور دوسری و تیسری فی الحال واقع ہوگی اور اگر غیر مدخولہ ہو تو پہلی معلق بشرط ہوگی اور دوسری فی الحال واقع ہوگی اور تیسری لغو ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک سب طلاقیں معلق بشرط ہونگی خواہ شرط کو مقدم کرے یا مؤخر کرے لیکن شرط پائے جانے کے وقت اگر مدخولہ ہو تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر غیر مدخولہ ہو تو ایک ہی طلاق واقع ہو جائیگی خواہ شرط مؤخر ہو یا مقدم ہو یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو دار میں داخل ہو ولیکن منوز یہ کہنے نہ پایا تھا کہ اگر تو دار میں داخل ہو کہ عورت مرگئی تو وہ مطلقہ نہ ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اور تو طالقہ ہے اگر تو دار میں داخل ہو پھر عورت اوّل فقرہ یا دوسرے فقرہ پر مرگئی تو طلاق واقع نہ ہوگی یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور اگر غیر مدخولہ سے کہا کہ تو طالقہ اور طالقہ ہے اگر تو دار میں داخل ہو تو وہ پہلی طلاق سے بائنہ ہو جائیگی اور دوسری طلاق معلق بشرط رہیگی

اور مدخولہ کی صورت میں اوّل فی الحال پڑ جائیگی اور دوسری معلق بشرط رہیگی چنانچہ اگر وہ عورت میں دار
میں داخل ہوئی تو وہ بھی واقع ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے نتیجی میں ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ ایک شخص
نے اپنی عورت غیر مدخولہ سے کہا کہ تو طالقہ ہے بیک طلاق جسکے بعد دوسری ایک ہے پس اگر وہ دار میں داخل ہوئی
تو پہلی طلاق سے بائنہ ہو جائیگی اور جو بشرط قسم کے ساتھ معلق تھی وہ عورت کے ذمہ لازم نہ آویگی اسواسطے کہ قسم
منقطع ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے بیک طلاق قبل ایک طلاق ہے اگر تو دار میں داخل ہو تو عورت مطلقہ نہوگی
جب تک دار میں داخل نہو پھر جب دار میں داخل ہوئی تو ایک طلاق پڑ جائیگی اور وہ مطلقہ ہو جائیگی اور اگر
کہا کہ تو طالقہ ایسی طلاق سے ہے جسکے پہلے ایک طلاق ہے یا مع ایک طلاق کے یا ساتھ اُسکے ایک طلاق ہے اگر
تو دار میں داخل ہو تو جب تک داخل نہو طالقہ نہوگی پھر جب داخل ہوئی تو اُسپر دو طلاق واقع ہونگی۔ اور اگر
کہا کہ تو طالقہ ہے بیک طلاق ہے کہ جسکے بعد دوسری ایک طلاق ہے اگر تو دار میں داخل ہو تو جب تک داخل نہ ہو طلاق
نہ پڑیگی اور جب داخل ہوئی تو اسپر دو طلاق واقع ہونگی یہ محیط میں ہے پانچویں فصل کنایات کے بیان میں۔
قال المترجم واضح رہے کہ کنایات ہر زبان کے علیحدہ ہیں لہذا میں مضطر ہوں کہ اُسکا ترجمہ اپنی زبان میں
نہیں کرسکتا۔ ہاں تا امکان بعد نقل کلام ترجمہ کردونگا الّا وہی الفاظ کہ جو باہم متحد نظر آویں واللہ تعالے ولی التوفیق
واضح رہے کہ کنایات سے طلاق بدون نیت واقع نہیں ہوتی ہے پس اگر نیت ہو تو واقع ہوگی یا حال اسپر دال ہو
تو واقع ہوگی یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ پھر کنایات کی تین قسمیں ہیں اوّل وہ جو فقط جواب ہونے کی صلاحیت
رکھتے ہیں امرک بیدک۔ اختاری۔ اعتدی یعنی تیرا کام تیرے ہاتھ میں ہے۔ تو اختیار کر۔ تو عدت شمار کر
دوم جو فقط جواب ورد کی صلاحیت رکھتے ہیں اخرجی۔ اذہبی۔ قومی یعنی۔ استری تخمری یعنے تو نکل جا
تو چلی جا تو اٹھ کھڑی ہو۔ تو تقنع کر۔ تو ستر کر تو خمار اوڑھ۔ سوم آنکہ جواب دشتم کی صلاحیت رکھتے ہیں
خلیہ بریہ بتہ بتلہ۔ بائن۔ حرام۔ اور احوال بھی تین ہیں حالت رضا۔ حالت مذاکرہ طلاق مثلاً عورت نے
خود یا اُسکے سوائے دوسرے نے شوہر سے طلاق مانگی۔ حالت غضب۔ پس حالت رضا میں ان سب
الفاظ میں سے کسی سے طلاق نہ واقع ہوگی الا بنیت اور قسم کے ساتھ شوہر کا قول ترک نیت میں قبول
ہوگا۔ اور حالت مذاکرہ طلاق میں قضاءً ان سب سے سوائے ان الفاظ کے جو جواب ورد ہونے کی
صلاحیت رکھتے ہیں طلاق ہو جائیگی اور جو جواب ورد ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں اُن الفاظ میں قضاءً
طلاق نہ قرار دیجائیگی یہ کافی میں ہے۔ اور حالت غضب میں اگر ایسے الفاظ کہے تو ان سب میں اُسکے قول کی تصدیق ہوگی
کہ کیا مراد تھی کیونکہ انمیں احتمال رد وشتم کا ہے لیکن جو رد وشتم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں بلکہ طلاق کے
واسطے صلاحیت رکھتے ہیں جیسے اعتدی واختاری وامرک بیدک تو ایسے الفاظ میں شوہر کے قول کی تصدیق
نہوگی یہ ہدایہ میں ہے اور امام ابو یوسف رحمہ نے خلیہ وبریہ وبتہ وبائن وحرام کے ساتھ چار اور ملائے ہیں یعنے
لاسبیل لی علیک میری تجھپر کوئی راہ نہیں ہے ولا ملک لی علیک میری کوئی ملک تجھپر نہیں ہے اور خلیت سبیلک
میں نے تیری راہ خالی کردی اور فارقتک میں نے تجھے الگ کردیا اور یہ امام سرخسی نے مبسوط میں و قاضیخان
نے جامع صغیر میں اور اور دن نے ذکر فرمایا ہے اور خرجت من ملکی یعنی تو میری ملک سے نکل گئی اسکی کوئی روایت نہیں ہے

اور مشایخ نے فرمایا کہ یہ بمنزلہ خلیت سبیلک کے ہو اور ینابیع میں لکھا ہو کہ امام ابو یوسف نے پانچ کے ساتھ چھ
الفاظ ملائے ہیں پس چار تو وہی ہیں جو ہمنے ذکر کر دیے ہیں اور باقی دو یہ ہیں خالعتک میں نے تجھے خلع کر دیا
اور الحقی باہلک تو اپنے لوگوں میں جا مل کذا فی غایۃ السروجی اور اگر کہا حبلک علی غاربک تو بدون نیت
کے طلاق واقع نہ ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہو۔ اور اگر کہا کہ انتقلی یہاں سے دوسری جگہ جا یا کہا کہ
انطلقی چل یہاں سے تو یہ مثل الحقی کے ہو اور بزازیہ میں لکھا ہو کہ اگر کہا کہ الحقی برفقتک یعنی اپنے رفیقوں میں
جا مل تو طلاق پڑ جائیگی اگر اس نے نیت کی ہو یہ بحر الرائق میں ہو۔ اور اگر کہا کہ اعتدی یعنی عدت اختیار
کر یا استبری رحمک یعنی اپنے رحم کو پاک کر یا انت واحدۃ یعنی تو واحدہ ہو ان صورتوں میں ایک طلاق
رجعی واقع ہوگی اگرچہ اُسنے دو یا تین طلاق کی نیت کی ہو اور اسکے سوائے اور الفاظ میں ایک طلاق
بائنہ واقع ہوتی ہو اگرچہ دو طلاق کی نیت کی ہو ولیکن تین طلاق کی نیت صحیح ہو مگر اختاری یعنی تو اختیار کر
اسمیں تین طلاق کی نیت صحیح نہیں ہو یہ تبیین میں ہو اور اگر کہا کہ ابتغی الازواج یعنی شوہروں کو ڈھونڈھ
تو ایک بائنہ واقع ہوگی اگر نیت کی ہو اور اگر دو یا تین طلاق کی نیت کی ہو تو پڑ جائینگی یہ شرح وقایہ میں
ہو اور اسی طرح باندی کی صورت میں دو کی نیت صحیح ہو یہ نہر الفائق میں ہو۔ اور اگر اپنی آزاد منکوحہ کو
ایک طلاق دیدی پھر اس سے کہا کہ تو بائنہ ہو اور دو کی نیت کی تو ایک ہی طلاق ہوگی اور اگر تین طلاق
کی نیت کی تو واقع ہوجاوینگی یہ محیط سرخسی میں ہو اور اگر کہا کہ میں نے نکاح فسخ کیا اور طلاق کی نیت کی تو واقع ہوگی
اور امام اعظم رح سے مروی ہو کہ اگر تین طلاق کی نیت کی تو بھی صحیح ہو کہ تین طلاق واقع ہونگی یہ معراج الدرایہ میں ہو۔ اور
اگر اپنی جورو سے کہا کہ تو میری عورت نہیں ہو یا اس سے کہا کہ میں تیرا شوہر نہیں ہوں یا اس سے دریافت کیا گیا
کہ تیری جورو ہو پس اس نے جواب دیا کہ نہیں پھر دعوی کیا کہ میں نے عمداً جھوٹ کہا تھا تو حالت رضا و غضب دونوں
میں اسکے قول کی تصدیق ہوگی اور طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر کہا کہ میری نیت طلاق تھی تو امام اعظم کے نزدیک
طلاق واقع ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے تجھ سے نکاح نہیں کیا ہو اور طلاق کی نیت کی تو بالاجماع واقع نہ ہوگی
یہ بدائع میں ہو اور اگر کسی نے کہا کہ میری جورو نہیں ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی اگرچہ نیت کی ہو اسی طرح اگر کہا
علی حجۃ ان کانت لی امراۃ یعنی مجھ پر حج لازم ہو اگر میری جورو ہو تو بھی یہی حکم ہو اور یہ بالاجماع ہو چنانچہ امام سرخسی رح
نے اپنے نسخہ میں اور شیخ نجم الدین نے شرح شافی میں ذکر فرمایا ہو یہ خلاصہ میں ہو اور اسپر اجماع ہو کہ اگر اُسنے
کہا کہ واللہ تو میری جورو نہیں ہو یا تو نہیں ہو واللہ میری جورو تو کچھ واقع نہ ہوگی اگرچہ نیت کی ہو اور اگر کہا کہ
مجھے تجھ سے کچھ حاجت نہیں ہو اور طلاق کی نیت کی تو یہ طلاق نہیں ہو۔ اور اگر کہا کہ چھوٹ بند ہو جا اور طلاق کی
نیت کی تو طلاق ہو جائیگی یہ سراج الوہاج میں ہو۔ اور اگر کہا کہ میں تجھے نہیں ارادہ کرتا ہوں یا تجھے نہیں چاہتا
ہوں یا تیری خواہش نہیں کرتا ہوں یا میری کچھ رغبت تجھے نہیں ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک طلاق نہ واقع ہوگی
اگرچہ نیت کی ہو یہ بحر الرائق میں ہو۔ اور اگر کہا کہ تو میری جورو نہیں ہو اور میں تیرا شوہر نہیں ہوں اور طلاق
کی نیت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک طلاق واقع ہوگی اور صاحبین کے نزدیک واقع نہ ہوگی اور اگر شوہر
نے کہا کہ میں تجھ سے بائن ہوں یا میں تجھ پر حرام ہوں اور طلاق کی نیت کی تو واقع ہوگی۔ اور اگر کہا کہ میں ام

یا بائن ہوں اور تجھ سے اور تجھ پر نہ کہا تو طلاق نہ پڑیگی اگرچہ نیت کی ہو یہ محیط سرخسی میں ہے - اور اگر مذاکرہ طلاق
میں عورت سے کہا کہ بانت منک میں نے اپنے سے تجھے بائن کر دیا یا میں نے تجھے بائن کر دیا یا میں تجھ سے بائن ہو گیا
یا لا سلطان لی علیک میرا تجھ پر کوئی قابو نہیں ہے یا میں نے تجھے سرح کر دیا یا عورت سے کہا کہ میں نے تجھے
تجھکو ہبہ کر دیا یا تیری راہ خالی کر دی یا تو سائبہ ہے (چھٹا چھوڑ دینا) یا تو حرہ ہے یا تو جان اور تیرا کام پس عورت نے کہا کہ میں نے
اپنی نفس کو اختیار کیا تو طلاق پڑ جاویگی پھر اگر شوہر نے دعوے کیا کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو قضاءً
اسکے قول کی تصدیق نہ ہوگی - اور اگر عورت سے کہا کہ میرے تیرے درمیان نکاح نہیں ہے یا کہا کہ میرے تیرے درمیان
نکاح نہیں باقی رہا تو طلاق واقع ہوگی بشرطیکہ نیت ہو - اور اگر عورت نے شوہر سے کہا کہ تو میرا شوہر نہیں
ہے پس شوہر نے کہا کہ تو نے سچ کہا اور طلاق کی نیت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک واقع ہوگی یہ فتاوی قاضی خان
میں ہے - اور حسن نے امام اعظم رح سے روایت کی ہے کہ اگر شوہر نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھے تیرے لوگوں کو
یا تیرے باپ کو یا تیری ماں کو یا شوہروں کو ہبہ کر دیا تو بہ نیت پر طلاق ہے اور اگر کہا کہ میں نے تجھے تیرے
بھائی کو یا تیرے ماموں کو یا تیرے چچا کو یا فلاں اجنبی کو ہبہ کیا تو طلاق نہ ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے - اور اگر
عورت سے کہا کہ میں نے تجھے تجھکو ہبہ کیا تو یہ بھی از جملہ کنایات ہے کہ اگر اس سے طلاق کی نیت ہو تو واقع ہوگی
ورنہ نہیں - اور اگر عورت سے کہا کہ میں نے تجھے مباح کر دیا تو طلاق واقع نہ ہوگی اگرچہ نیت ہو یہ محیط میں
ہے اور اگر کہا کہ صرت غیر امرأتی یعنی تو غیر میری جورو کی ہو گئی خواہ رضامندی میں کہا یا غصہ میں تو مطلقہ ہو جائیگی
اگر نیت کی ہو یہ خلاصہ میں ہے - اور اگر عورت سے کہا کہ میرے تیرے درمیان میں کچھ نہیں رہا اور اس سے
طلاق کی نیت کی تو واقع نہوگی - اور فتاوے میں ہے کہ اگر کہا کہ میرے تیرے درمیان کوئی معاملہ نہیں رہا
تو نیت پر طلاق پڑ جائیگی یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کہا کہ میں تیرے نکاح سے بری ہوں تو نیت پر طلاق پڑ جائیگی
اور اگر کہا کہ تو مجھسے دور ہو اور طلاق کی نیت کی تو واقع ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور تو مجھسے الگ
ہوا اور تو نے مجھسے چھٹکارا پایا یہ بھی جملہ کنایات سے ہے یہ فتح القدیر میں ہے - اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ تجھ پر
چاروں طرفیں کھلی ہیں تو اس سے کچھ نہ واقع ہوگی اگرچہ نیت کی ہو الا اگر اسکے ساتھ یہ بھی کہا کہ جو راہ
تیرا جی چاہے اختیار کر لے اور پھر کہا کہ میری نیت طلاق تھی تو طلاق ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے طلاق کی
نیت نہیں کی تھی تو اسکی تصدیق کیجائیگی اور اگر عورت سے کہا کہ جس راہ تیرا جی چاہے جا اور کہا کہ میں نے
طلاق کی نیت کی تھی تو واقع ہوگی اور بدون نیت واقع نہوگی اگرچہ مذاکرہ طلاق کی حالت میں ہو - اور
منتقی میں ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ تو ہزار بار چلی جا اور طلاق کی نیت کی تو تین طلاق واقع ہونگی - اور
مجموع النوازل میں ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ تو جہنم کو جا اور طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق پڑ جاویگی یہ خلاصہ
میں ہے - اور اگر کہا کہ میں نے تجھے آزاد کر دیا تو نیت سے طلاق پڑ جاویگی یہ معراج الدرایہ میں ہے - اور اگر
کہا کہ تو حرہ ہو جا یا تو آزاد ہو جا تو مثل تو آزاد ہے کہنے کے ہے یہ بحر الرائق میں ہے - اور اگر کہا کہ میں نے
تیری طلاق فروخت کی پس عورت نے کہا کہ میں نے خرید لی تو یہ طلاق رجعی ہے اور اگر مرد نے کہا ہو کہ بعوض
تیرے مہر کے تو طلاق بائنہ ہوگی - اسی طرح اگر کہا کہ میں نے تیرے نفس کو فروخت کیا تو بھی ایسی صورت میں

یہی حکم ہے - ایک عورت سے اُسکے شوہر نے کہا کہ میں تجھ سے استنکاف (ناگوار خاطری ۱۲) کرتا ہوں پس عورت نے کہا کہ جیسے شوہر
میں تھوک - واگر تو اس سے استنکاف کرتا ہے تو اسکو پھینک دے پس شوہر نے کہا کہ تھوک - تھوک اور
شوہر نے تھوک پھینک دیا اور کہا کہ میں نے پھینک دیا اور اس سے طلاق کی نیت کی تو واقع نہوگی یہ ظہیریہ
میں ہے - ایک عورت کے شوہر کو گمان ہوا کہ میری عورت کا نکاح فاسد طور پر ہوا ہے پس اُسنے کہا کہ میں نے
یہ نکاح جو میرے اور میری عورت کے درمیان ہے ترک کر دیا پھر ظاہر ہوا کہ نکاح بطور صحیح واقع ہوا ہے تو
اُسکی جورو مطلقہ نہوگی - اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ میں تیری تین تطلیقات سے بری ہوں تو بعض نے کہا کہ
بے نیت طلاق واقع ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ طلاق نہوگی اگرچہ نیت کرے اور یہی ظاہر ہے - اور اگر عورت
سے کہا کہ تو سراح ہے تو یہ ایسا ہے جیسے کہ تو خلیہ ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے - اور اگر عورت سے کہا کہ میں نے
تجھے زوجہ ہونے سے بری کر دیا تو بلا نیت طلاق پڑ جائیگی خواہ غضب (غصہ ۱۲) ہو یا کوئی اور حالت ہو یہ ذخیرہ میں
ہے - مجموع النوازل میں لکھا ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں تجھ سے بری ہوں پس شوہر نے کہا
کہ میں بھی تجھ سے بری ہوں پس عورت نے کہا کہ دیکھو تو کیا کہتا ہے پس اُسنے کہا کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تو
بسبب عدم نیت کے طلاق واقع نہوگی یہ محیط میں ہے - اور اگر کہا کہ [illegible] عن طلاقک میں نے تیری طلاق سے
صرف نظر (درگذر کرنا ۱۲) کیا اور بہ نیت طلاق کی تو طلاق نہ پڑیگی اور اسی طرح جو لفظ ایسا ہو کہ محتمل طلاق نہو اس سے طلاق واقع نہوگی
اگرچہ طلاق کی نیت ہو مثلاً کہا بارک اللہ علیک تجھے اللہ تعالیٰ برکت عطا فرما دے یا کہا مجھے کھانا کھلا دے یا پانی
پلا دے ایسے الفاظ سے بہ نیت بھی طلاق نہ واقع ہوگی اور اگر ایسے الفاظ جمع کیے جو محتمل طلاق ہیں اور نہیں
ہیں مثلاً کہا یہاں سے جا اور کہا یا کہا تو یہاں سے جا اور کپڑا فروخت کر اور یہاں سے جا کہنے سے طلاق کی
نیت کی تو اختلاف زفر رح و یعقوب (امام ابو یوسف رح) رح میں مذکور ہے کہ امام ابو یوسف رح کے قول میں طلاق نہ واقع ہوگی اور امام زفر رح
کے قول میں طلاق ہوگی یہ بدائع میں ہے اور اگر کہا کہ یہاں سے جا کر نکاح کر لے تو ایک طلاق واقع ہوگی اگر
نیت کی ہو اور اگر تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین طلاق واقع ہونگی - اور فتاوی میں مذکور ہے کہ اگر عورت
سے کہا کہ یہاں سے جا کر کپڑا فروخت کر یا یہاں سے جا کر تقنع کر یا یہاں سے اُٹھکر کہا اور یہاں سے جا کر اور
اُٹھکر سے طلاق کی نیت کی تو واقع نہوگی یہ خلاصہ میں ہے - اور اگر کہا کہ کسی شوہر سے نکاح کر تا کہ وہ میرے
واسطے تجھے حلال کر دے تو یہ تین طلاق کا اقرار ہے - اور اگر کہا کہ تو نکاح کر لے اور ایک طلاق کی نیت کی یا تین
طلاق کی نیت کی تو صحیح ہے اور اگر کچھ نیت نہو تو واقع نہوگی یہ عتابیہ میں ہے - اگر ایک مرد نے دوسرے مرد سے
کہا کہ اگر تو مجھے فلانہ عورت کی وجہ سے مارتا ہے جس سے میں نے نکاح کیا ہے تو میں نے اُسے چھوڑا تو اُسے
لے اور طلاق کی نیت کی تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی یہ خلاصہ میں ہے - اور اگر عورت سے کہا کہ تو
عدت اختیار کر تو عدت اختیار کر تو عدت اختیار کر تو اس مسئلہ میں کئی صورتوں کا احتمال ہے اول ان الفاظ
میں سے ہر ایک سے اُسنے ایک طلاق کی نیت کی دوم فقط اول سے طلاق کی نیت کی سوم اول سے فقط حیض
کی نیت کی اور بس چہارم پہلی دونوں سے طلاق کی نیت کی پنجم فقط پہلی و تیسری سے طلاق کی نیت کی ششم دوسری
و تیسری سے طلاق کی نیت کی اور اول سے حیض کی نیت کی پس ان سب صورتوں میں تین طلاق واقع ہونگی

ہفتم آنکہ فقط اُسنے دوسری سے طلاق کی نیت کی اور بس ہشتم آنکہ اول وثانی سے فقط حیض کی نیت کی اور بس
نہم آنکہ اول سے طلاق کی اور تیسری سے حیض کی نیت کی اور بس دہم دوسری وتیسری سے طلاق کی نیت کی
اور بس یازدہم آنکہ پہلی دونوں سے فقط حیض کی نیت کی اور بس دوازدہم اول وسوم سے فقط حیض کی نیت
کی اور بس سیزدہم پہلی و دوسری سے طلاق کی اور تیسری سے حیض کی نیت کی چہاردہم اول وتیسری سے
طلاق کی نیت کی اور دوسری سے حیض کی نیت کی پانزدہم اول و دوسری سے حیض کی اور تیسری
سے طلاق کی نیت کی شانزدہم اول وتیسری سے حیض کی اور دوسری سے طلاق کی نیت کی ہفدہم دوسری
سے حیض کی نیت کی اور بس تو ان سب گیارہ صورتوں میں اسپر دو طلاق واقع ہونگی ہیجدہم ان سب
الفاظ میں سے ہر ایک سے حیض کی نیت کی ہو نوزدہم تیسری سے طلاق کی نیت کی ہو اور بس بستم
تیسری سے حیض کی نیت کی ہو اور بس بست ویکم دوسری سے طلاق کی اور تیسری سے حیض کی نیت کی ہو اور بس
بست ودوم دوسری وتیسری سے حیض کی نیت کی ہو اور اول سے طلاق کی نیت کی ہو بست وسوم دوسری
وتیسری سے حیض کی نیت کی ہو اور بس پس ان سب چھ صورتوں میں اسپر ایک طلاق واقع ہوگی بست وچہارم
آنکہ اُسنے ان سب الفاظ میں سے کسی سے کچھ نیت نہیں کی تو ایسی صورت میں عورت پر کوئی طلاق واقع
نہوگی یہ فتح القدیر میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ تو عدت اختیار کر تو عدت اختیار کر تو
عدت اختیار کر پھر کہا کہ میں نے ان سب سے ایک طلاق کی نیت کی تھی تو فیما بینہ وبین اللہ تعالی اُسکی تصدیق
ہوگی مگر قضاءً تین طلاق واقع ہونگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ عدت اختیار کر تین۔ پھر کہا کہ میں نے
عدت اختیار کرنے سے ایک طلاق کی نیت کی اور تین سے تین حیض کی نیت کی تو قضاءً بھی اُسکے کہنے کے موافق رکھا
جائیگا یہ شرح جامع صغیر قاضیخان میں ہے۔ اور مبسوط میں لکھا ہے کہ اعتدی فاعتدی یعنی عدت اختیار کر تو پس
عدت اختیار کر تو یا کہا کہ تو عدت اختیار کر تو عدت اختیار کر یا کہا کہ تو عدت اختیار کر اور تو عدت اختیار کر
اور اُس نے طلاق کی نیت کی ہے تو قضاءً عورت پر دو طلاق واقع ہونگی یہ غایۃ السروجی میں ہے۔ اور منتقی میں ہے کہ
اگر عورت سے کہا کہ تو عدت اختیار کر اے مطلقہ اور عدت اختیار کرنے سے ایک طلاق کی نیت کی تو عورت
پر دو طلاق واقع ہونگی ایک طلاق اس قول سے کہ تو عدت اختیار کر اور دوسری اے مطلقہ سے اور اگر اُس نے
کہا کہ میں نے اے مطلقہ سے طلاق کی نیت نہیں بلکہ یہ میری مراد تھی کہ تو عدت اختیار کرنے سے عورت کا مطلقہ ہونا
لازم ہوگیا ہے پس میں نے اس وصف سے اُسکو پکارا ہے تو فیما بینہ وبین اللہ تعالی اُسکے قول کی تصدیق ہوگی
اور اگر عورت سے کہا کہ بائن رہ کہ تو طالقہ ہو گئی مگر بائن رہ کہنے سے طلاق کی نیت نہ کی ہو تو ایک طلاق
واقع ہوگی۔ اور اگر عورت سے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تجھ پر حرام کیا پس تو استبرا کر اور ان الفاظوں سے
طلاق کی نیت کی تو عورت پر ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اسواسطے کہ بائنہ عورت پر بائنہ طلاق نہیں پڑسکتی
ہے اور اسی طرح اگر قولہ کہ میں نے اپنے نفس کو تجھ پر حرام کیا کہنے سے ایک طلاق کی نیت کی اور تو استبرا کرنے سے
تین طلاق کی نیت کی تو بھی ایک ہی طلاق بائنہ واقع ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تجھ پر حرام کیا کہنے سے
کچھ مراد نہیں لی اور تو استبرا کر کہنے سے ایک طلاق یا تین طلاق کی نیت کی تو یہ اُسکی نیت کے موافق ہوگا یہ محیط میں ہے

اور اگر عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو مجھے طلاق دیدے پس اُسنے کہا کہ اعتدی یعنی تو عدت اختیار کر پھر دعوی کیا کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو اُسکے قول کی تصدیق نہ ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ واضح ہو کہ طلاق صریح دوسری طلاق صریح سے ملجاتی ہے مثلاً کہا کہ تو طالقہ ہے تو ایک طلاق پڑیگی اور پھر کہا کہ تو طالقہ ہے تو دوسری طلاق پڑیگی۔ اور نیز طلاق صریح طلاق بائن سے بھی ملجاتی ہے مثلاً کہا کہ تو بائنہ ہے یا کسی قدر مال پر عورت کو خلع کر دیا پھر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے تو ہمارے نزدیک یہ طلاق بھی پڑجائیگی۔ اور بائن سے ساتھ بائن نہیں ملتی ہے مثلاً کہا کہ تو بائنہ ہے پھر عورت سے کہا کہ تو بائنہ ہے تو فقط ایک ہی طلاق بائنہ واقع ہوگی اسواسطے کہ دوسرے کا اوّل سے خبر قرار دینا ممکن ہے اور خبر سچ ہے پس اسکا انشا قرار دینا غیر ضروری ہے اسواسطے کہ انشا را قتضاء ضروری ہوتا ہے ہاں اگر یہ کہا کہ میں نے دوسری طلاق [illegible] نیت کی تھی تو چاہیے کہ اعتبار کیا جاوے اور اس سے حرمت غلیظہ ثابت کیجاوے لیکن اگر بائن معلق ہو مثلاً کہا کہ اگر تو دار میں داخل ہو تو تو بائنہ ہے پھر اس سے کہا کہ تو بائنہ ہے پھر عدت میں وہ دار میں داخل ہوئی تو طلاق پڑیگی یہ عینی شرح کنز میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو بائنہ ہے یا عورت کو خلع دیا پھر اس سے کہا کہ اگر تو دار میں داخل ہو تو تو بائنہ ہے اور طلاق کی نیت کی پھر اول کی عدت میں وہ دار میں داخل ہوئی تو طلاق واقع نہوگی۔ اور اگر کسی نے اپنی عورت سے کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کرونگا پھر چار مہینہ گذرنے سے پہلے اُس سے کہا کہ تو بائنہ ہے اور طلاق کی نیت کی یا اُسے خلع دیدیا تو طلاق پڑجائیگی پھر اگر چار مہینہ گذرے پھر اُس سے وطی نہ کی تو پھر بھی طلاق واقع ہوگی۔ اور اگر پہلے اُسکو خلع دیدیا پھر اُس سے کہا کہ تو بائنہ ہے تو کچھ واقع نہوگی۔ اور جو حکم طلاق صریح کی صورت میں معلوم ہوا ہے ویسا ہی انت واحدۃ تو واحدہ ہے اور تو عدت اختیار کر اور تو اپنے رحم کا استبراء کر میں بھی ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر عورت کو بائنہ کر دیا یا خلع دیدیا پھر عدت میں اُس سے کہا کہ تو عدت اختیار کر اور طلاق کی نیت کی تو ظاہر الروایہ کے موافق دوسری طلاق واقع ہوگی یہ بحر الرائق میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی جورو کو بعد خلع دینے کے عدت میں کسی قدر مال لیکر طلاق دی تو طلاق واقع ہوگی اور مال واجب نہوگا اور طلاق اسوجہ سے واقع ہوگی کہ صریح ہے پس طلاق بائن سے ملجاویگی اور اگر بعد طلاق رجعی کے عورت کو خلع دیا یا کسی قدر مال لیکر طلاق دی تو صحیح ہے اور اگر مال پر اسکو طلاق دی پھر عدت میں اسکو خلع دیا تو نہیں صحیح ہے۔ اور اگر عورت سے بعد بینونت کے کہا کہ میں نے تجھے خلع کر دیا اور نیت طلاق کی ہو تو کچھ واقع نہوگی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو بائنہ کل ہے اور اس سے طلاق کی نیت کی پھر اسکو آج ہی کے روز بائنہ کر دیا پھر کل کا روز آیا تو شرط کی تعلیق اسپر واقع ہوگی یہ ہمارے نزدیک ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اسی مسئلہ پر قیاس کرکے اگر عورت سے کہا اگر تو دار میں داخل ہو تو تو بائن ہے اور طلاق کی نیت کی پھر اس سے کہا کہ اگر تو فلاں سے کلام کرے تو تو بائنہ ہے اور طلاق کی نیت کی پھر وہ دار میں داخل ہوئی تو ایک طلاق واقع ہوگی پھر اُسنے فلاں شخص سے بھی کلام کیا تو دوسری طلاق بھی واقع ہونا چاہیے [illegible] میں ہے۔ اور اگر بائنہ سے کہا کہ تو طالقہ بائنہ ہے تو یہ بھی اوّل کے ساتھ لاحق ہوگی اور اگر کہا کہ تو بائنہ

تو واقع نہوگی اور اگر عورت سے کہا کہ مین نے تجھے بائن کر دیا بتطلیق تو واقع نہوگی یہ خلاصہ مین ہے۔ اور پھر فرقت کہ
جو ہمیشگی کی حرمت کی موجب ہو جیسے حرمت مصاہرہ و رضاع تو اسکے ساتھ طلاق لاحق نہین ہوتی ہے اگرچہ وہ عدت
مین ہو۔ اسی طرح اگر اپنی عورت کو بعد دخول کے خرید کیا تو طلاق اسکے ساتھ لاحق نہوگی اسواسطے کہ وہ معتدہ
نہین ہے یہ بدائع مین ہے۔ **چھٹی فصل طلاق بکتابت کے بیان مین۔** کتابت دو طرح کی ہوتی ہے کتابت مرسومہ
و کتابت غیر مرسومہ۔ اور مرسومہ سے ہماری یہ مراد ہے کہ مصدر و معنون ہو جیسے غائب کو لکھی جاتی ہے اور
غیر مرسومہ سے یہ مراد ہے کہ وہ مصدر و معنون نہو پس وہ دو طرح کی ہوتی ہے مستبینہ و غیر مستبینہ پس مستبینہ
کی یہ صورت ہے کہ تختہ و دیوار و زمین وغیرہ پر ایسے لکھے کہ اسکا پڑھنا و سمجھنا ممکن ہو۔ اور غیر مستبینہ یہ ہے
کہ ہوا و پانی وغیرہ ایسی چیز پر لکھے کہ اسکا پڑھنا و سمجھنا ممکن نہو پس غیر مستبینہ کی صورت مین طلاق
نہین پڑتی ہے اگرچہ نیت ہو اور اگر مستبینہ غیر مرسومہ ہو پس اگر طلاق کی نیت ہو تو واقع ہوگی ورنہ نہین اور
اگر مستبینہ مرسومہ ہو تو طلاق واقع ہوگی خواہ نیت ہو یا نہو پھر واضح ہو کہ مرسومہ کی صورت مین یا تو اسنے طلاق
کو ارسال کیا کہ یا بین طور لکھا کہ اما بعد تو طالقہ ہے تو جیسے ہی لکھا ہے ویسے ہی طلاق پڑ جاویگی اور اسی تحریر کے
وقت سے عورت پر عدت واجب ہوگی۔ اور اگر خط پہونچنے پر طلاق کو معلق کیا کہ لکھا کہ جسوقت میرا خط
تجھے پہونچے پس تو طالقہ ہے تو جب تک عورت کو خط نہ پہونچیگا تب تک طلاق واقع نہوگی یہ فتاوے قاضیخان
مین ہے۔ اور اگر لکھا کہ جب یہ میرا خط تجھے پہونچے تو تو طالقہ ہے پھر اسکے بعد اور ضروری امور تحریر کیے پھر عورت
کو خط پہونچا اور اسنے پڑھا یا نہ پڑھا تو طلاق پڑ جاویگی یہ خلاصہ مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی جورو کو امور ضروری
تحریر کیے اور اسکے آخر مین لکھا کہ اما بعد جب یہ خط میرا تجھے پہونچے پس تو طالقہ ہے پھر اسکی راے مین آیا کہ
اس نے طلاق کا فقرہ محو کر دیا پھر اسکو خط پہونچا تو عورت پر طلاق واقع ہوگی اور اگر اسنے باقی مضمون
جو ضروریات کے واسطے تحریر کیا تھا سب محو کر دیا اور طلاق کی تحریر باقی چھوڑ دی پھر اسکو عورت کے
پاس بھیجا تو طلاق نہ پڑیگی اسواسطے کہ جب اسنے تمام مضمون ضروریات کو محو کر دیا تو وہ خط نہ رہا پس شرط متحقق
نہوگی اور اگر اول تحریر مین لکھا کہ اما بعد جسوقت یہ میرا خط تجھے پہونچے پس تو طالقہ ہے پھر اسکے بعد اور ضروری
امور تحریر کیے پھر طلاق کو محو کر دیا اور باقی جو کچھ لکھا تھا رہنے دیا تو خط پہونچنے پر عورت مذکورہ پر طلاق
نہ پڑیگی اور اگر طلاق کا مضمون چھوڑ دیا اور باقی سب محو کر دیا اور عورت کو بھیجا تو طلاق پڑ جائیگی یہ ظہیریہ
مین ہے۔ اور اگر خط مین اول و آخر مین اپنی ضروریات کو تحریر کیا اور بیچ مین طلاق کو تحریر کیا پھر طلاق کو
محو کر دیا اور خط بھیجا تو عورت پر طلاق پڑ جاویگی خواہ وہ جو طلاق سے اول تحریر کیا ہے قلیل ہو یا کثیر ہو
یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر عورت کو لکھتے وقت طلاق اسطرح لکھا کہ اما بعد تو طالقہ ہے طلاق
ہے انشاء اللہ تعالیٰ تو طلاق نہ پڑیگی اور اگر انشاء اللہ تعالیٰ کا لفظ جدا کر کے لکھتے وقت تحریر کیا
تو طلاق پڑ جائیگی یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر اپنی عورت کو لکھا کہ جب میرا یہ خط تیرے پاس پہونچے
تو تو طالقہ ہے پھر یہ خط عورت کے باپ کے ہاتھ مین پہونچا پس باپ نے وہ خط لیکر چاک کر ڈالا
اور عورت کو نہ دیا پس اگر اسکا باپ اسکے تمام امور مین متصرف ہو اور عورت کے شہر مین یہ خط

اسکے باپ کے ہاتھ میں پہونچا تو طلاق واقع ہوگی اور اگر ایسا نہو تو طلاق واقع نہوگی تاوقتیکہ عورت کو وہ خط
نہ پہونچے اور اگر باپ نے اُسکو اس خط کی اپنے پاس پہونچنے کی خبر دی پس اگر باپ نے وہ پھٹا ہوا خط
عورت کو دیدیا پس اگر اس خط کا پڑھنا و سمجھنا ممکن تھا تو عورت پر طلاق پڑجاویگی ورنہ نہیں یہ فتاویٰ
قاضی خان میں ہو اور اگر طلاق کو حروف میں تحریر کیا مگر زبان سے ان شاء اللہ تعالیٰ کہدیا یا زبان سے
طلاق کہی اور انشاء اللہ تعالیٰ لکھدیا تو آیا یہ صحیح ہو پس اس مسئلہ کی کوئی روایت نہیں ہو لیکن صحیح ہونا چاہیے
ظہیریہ میں ہو۔ ایک شخص پیٹے جانے اور قید کیے جانے کے ڈرانے سے اس امر پر باکراہ مجبور کیا گیا کہ اپنی جورو فلانہ
بنت فلان بن فلان کی طلاق تحریر کرے پس اُسنے لکھا کہ اسکی جورو فلانہ بنت فلان بن فلان طالقہ ہو تو اسکی
جورو پر طلاق واقع نہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو۔ اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو میری جورو کو ایک
خط لکھ کہ اگر تو اپنے گھر سے باہر نکلی تو تو طالقہ ہو پس اُسنے لکھا اور بعد تحریر کے قبل اسکے کہ یہ خط اُس مرد کو سُنایا جاوے
اسکی عورت گھر سے باہر نکلی پھر یہ خط اس مرد کو سُنایا گیا پس اُسنے یہ خط اپنی جورو کو بھیجا تو عورت مذکورہ اس
نکلنے سے جسکا بیان ہوا ہو مطلقہ نہوگی۔ اسی طرح اگر اُسنے اس طور سے خط تحریر کیا پھر شوہر کو سُنایا گیا
تو اُسکا تب یعنی لکھنے والے سے کہا کہ میں نے یہ شرط کی تھی کہ اگر ایک مہینہ تک نکلے یا اجبار کسے ماہ کے نکلے تو بھی
یہی حکم ہو اور اس شرط کا الحاق جائز ہوگا یہ جامع میں مذکور ہو یہ محیط سرخسی میں ہو۔ اور اگر اپنی عورت کو
لکھا کہ ہر میری جورو جو سوائے تیرے و سوائے فلانہ کے ہو طالقہ ہو پھر اُس غیرہ کا نام محو کر دیا پھر خط بھیجا تو وہ
مطلقہ نہوگی یہ ظہیریہ میں ہو۔ منتقی میں لکھا ہو کہ اگر کاغذ میں ایک خط لکھا اور اسمیں درج کیا کہ جب
تجھے یہ خط میرا پہونچے تو تو طالقہ ہو پھر اُسکو ایک دوسرے کاغذ پر اُتارا کہ دوسرا خط تیار کیا یا کسی دوسرے کو
حکم دیا کہ ایک دوسری نقل اُتار کر ایک نسخہ تیار کرے اور خود نہیں لکھوایا پھر دونوں خط اس عورت کو پہنچے تو قضاءً اُسکی
عورت پر دو طلاق واقع ہونگی بشرطیکہ شوہر اقرار کرے کہ یہ دونوں میرے خط ہیں یا گواہ لوگ اس امر کی شہادت دیں اور
کہیں اور فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ ایک طلاق عورت پر واقع ہوگی چاہیے کوئی خط اُسکو پہونچے پھر دوسرا باطل
ہو جائیگا اسواسطے کہ یہ دونوں ایک ہی نسخہ ہیں۔ اور نیز منتقی میں ہو کہ ایک مرد نے دوسرے سے اپنی جورو کی
طلاق کا خط لکھوایا اور اُس نے شوہر کو یہ خط پڑھ سنایا پس شوہر نے اُسکو لیکر لپیٹا اور مہر کی اور اسکا عنوان
لکھکر اپنی عورت کو بھیجا پس وہ خط عورت کو پہونچا اور شوہر نے اقرار کیا کہ یہ میرا خط ہو تو عورت پر
طلاق واقع ہوگی اور اسی طرح اگر اس لکھنے والے سے جس سے خط لکھوایا یہ کہا کہ تو یہ خط اس عورت کو بھیجدے
یا اس سے کہا کہ تو ایک نسخہ لکھکر اس عورت کو بھیجدے تو بھی یہی حکم ہو اور اگر اس امر کے گواہ قائم نہوئے اور نہ
شوہر نے اسطور سے اقرار کیا ولیکن اُسنے جو بات تھی وہ اسی طور سے بیان کر دی تو عورت پر طلاق لازم نہوگی نہ
قضاءً نہ فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اور اسی طرح جو خط اُسنے اپنے خط سے نہیں لکھا اور نہ بتلا کر لکھوایا اُس سے
طلاق واقع نہوگی جبکہ اُس نے یہ اقرار نہ کیا ہو کہ یہ میرا خط ہے یہ محیط میں ہے۔ **ساتویں فصل** الفاظ فارسیہ سے
طلاق کے بیان میں جس میں اصل یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں فارسی الفاظ سے طلاق بہ شوہری ہو وہ یہ ہو کہ اگر فارسی لفظ ایسا
ہو کہ وہ فقط طلاق ہی میں استعمال کیا جاتا ہو تو وہ لفظ صریح ہوگا کہ اس سے بدون نیت کے طلاق واقع ہوگی

جبکہ اسنے عورت کی طرف اضافت کرکے کہا ہو اور جو الفاظ فارسی ایسے ہوں کہ وہ طلاق میں اور سوا سے
طلاق کے دوسرے معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں وہ کنایات ہونگے پس انکا حکم سب احکام میں وہی ہوگا جو
عربیہ الفاظ کنایات کا حکم ہو کذا فی البدائع وقال المترجم زبان اردو میں چونکہ الفاظ زبان الفاظ عربی وفارسی
وہندی و ترکی وغیرہ سے ہو دو قسم کے الفاظ کا حکم معلوم ہو گیا کہ اگر لفظ عربی کہا یا فارسی کہا تو صریح بطور صریح
و کنایہ بطور کنایہ رکھا جائیگا اور باقی زبانوں کے الفاظ کا حکم بھی یوں ہی ہونا چاہیے کیونکہ فارسی کی کوئی
خصوصیت نہیں ہے جیسا کہ بتجویز امام اعظم رح نماز بزبان فارسی کے جواز کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ ہر زبان
میں بشرط عجز جواز جائز ہوتی ہے نص علیہ بعض المتاخرین فکذا ہذا فافہم واللہ تعالی اعلم بالصواب - اگر
کسی نے اپنی عورت سے کہا کہ بہشتم ترا از زنی یعنی میں نے تجھے اپنی جورو ہونے سے چھوڑ دیا تو جاننا چاہیے کہ یہ لفظ
اہل خراسان و اہل عراق طلاق میں استعمال کرتے ہیں اور یہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک صریح ہے
پس اس سے جو طلاق واقع ہوگی وہ رجعی ہوگی اور بدون نیت کے واقع ہوگی اور خلاصہ میں لکھا ہے کہ اسی کو
فقیہ ابو اللیث رح نے لیا ہے اور تفرید میں لکھا ہے کہ اسی پر فتوی ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر عورت سے
کہا کہ بہشتم ترا یعنی میں نے تجھے چھوڑا اور یہ نہ کہا کہ جورو ہونے سے پس اگر حالت غضب و مذاکرہ طلاق
میں ہو تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور اگر ایک طلاق بائن یا تین طلاق کی نیت کی ہو تو نیت کے
موافق ہوگی اور امام محمد کا قول اسمیں امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق ہے یہ محیط میں ہے اور اگر
جورو سے کہا کہ ترا چنگ باز داشتم یا بہشتم یا الم کردم ترا یا پای گشادہ کردم ترا تو یہ سب فارسی میں
ہاتھ یکبارگی کی تفسیر ہوتا ہے تا طلاق رجعی واقع ہوگی اور بدون نیت واقع ہوگی یہ خلاصہ میں ہے - اور شیخ
امام ظہیر الدین مرغینانی بہشتم کہنے کی صورت میں بدون نیت واقع ہونے کا اور طلاق
رجعی ہونے کا فتوی دیتے تھے اور انکے سوا دوسرے الفاظ میں نیت شرط فرماتے تھے اور طلاق واقعہ کو بائنہ
فرماتے تھے یہ ذخیرہ میں ہے - ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ بیک طلاق دست باز داشتم یعنی ایک طلاق
سے میں نے تیرا ہاتھ باز رکھا تو طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر کہا کہ بیک طلاق دست باز داشتم ایک طلاق
سے ہاتھ باز رکھا میں نے تو طلاق رجعی واقع ہوگی یہ جنیس و مزید میں ہے ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ
مرا طلاق دہ پس شوہر نے کہا کہ دادہ گیر و کردہ گیر یا کہا کہ دادہ یا دو کردہ یا و پس اگر نیت کی تو واقع ہوگی اور
رجعی ہوگی اور اگر نیت نہ کی تو واقع نہ ہوگی اور اگر کہا کہ دادہ است یا کردہ است یعنی دی ہے یا کی ہے تو واقع
ہوگی خواہ نیت ہو یا نہو اور اگر دعوی کیا کہ میری نیت نہ تھی تو قضاء تصدیق نہ ہوگی اور اگر کہا کہ دادہ انگار
یا کردہ انگار تو واقع نہ ہوگی اگرچہ نیت کی ہو اور اگر عورت کی طلاق طلب کرنے کے بعد شوہر نے کہا کہ دادہ گیر و
بردہ گیر تو دوسری واقع نہ ہوگی الا اسی صورت میں کہ دو کی نیت کی ہو - اور اگر عورت نے کہا کہ میں ایک ہی
کفایت نہیں کرتی ہوں پس شوہر نے کہا کہ دو لے پس اگر اس سے دو طلاق کی نیت کی ہو تو تین طلاق واقع
ہونگی - اور اگر عورت کی طلاق مانگنے پر مرد نے کہا کہ گرفتہ گیر تو طلاق واقع نہ ہوگی اگرچہ نیت کی ہو یہ خلاصہ
میں ہے - اور اگر عورت نے کہا کہ دست از من باز دار یعنی ہاتھ مجھ سے باز رکھ پس مرد نے کہا کہ باز داشتہ گیر

تو طلاق واقع ہوگی بشرطیکہ نیت ہو اور بائنہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر عورت نے کہا کہ مرا مدار یعنی مجھے مت رکھ
پس شوہر نے کہا ندا شتہ گیر تو نیت کرنے سے طلاق واقع ہوگی اور بائنہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر عورت
نے کہا کہ مجھے طلاق دے پس مرد نے کہا کہ میں نہیں کرتا ہوں پس عورت نے کہا کہ اگر بدست ہی ہے پس وہ شوہر کہے
پس مرد نے کہا کہ کن خواہی بکے خواہی دو ہمیشہ کر چکا ہے ایک یا سے دس تو طلاق واقع نہوگی یہ عتابیہ
میں ہے۔ ایک عورت نے کہا کہ مجھے تین طلاق دے پس شوہر نے کہا کہ دادیم ایجا ہی تجھا بی پس اگر یہ لغت
کسی شہر والوں کی ہو اور شوہر کے شہر کی زبان نہو تو اسکی تصدیق نہوگی کہ میں نے اس سے جواب کا قصد نہیں کیا اور
اگر کسی شہر والوں کی زبان نہو تو یہ جواب نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو ایک طلاق
واین طلاق اولین وآخرین است تو ایک طلاق ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو شوہر دہ اور
طلاق کی نیت کی تو واقع ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ دست از من بازدار
پس عورت نے کہا کہ بازداشتم بسہ طلاق پس شوہر نے کہا کہ من نیز از تو بازداشتم پس اگر ایک طلاق کی نیت کی
تو ایک اور اگر تین طلاق کی نیت کی تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر کچھ نیت نہ کی تو کچھ واقع نہوگی۔ ایک شخص
نے اپنی جورو سے کہا کہ مرا بکار نیستی میرے کام کی نہیں ہے اور اس سے طلاق کی نیت کی تو واقع نہوگی اور اگر کسی
مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ ہزار طلاق ترا تو تین طلاق واقع ہونگی۔ ایک شخص نے اپنی جورو سے مذاکرہ طلاق
کی حالت میں کہا کہ ہزار طلاق بدامنت درکردم تو تین طلاق پڑجاوینگی اور اگر اسنے دعوی کیا کہ میں نے اس سے
ایقاع طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو قسم سے اسی کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ تو سہ طلاق بائن ہوئی اگر
تین طلاق واقع کرنے کی نیت کی تو پڑینگی ورنہ نہیں یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر عورت نے کہا کہ تو مجھے طلاق دیدے اس نے
جواب دیا کہ تجھے طلاق بدامن تو دربستم تو تین طلاق پڑینگی یہ عتابیہ میں ہے۔ اور اگر فارسی میں کہا کہ تو
طلاقی تو واقع ہوگی جیسے اگر کہا کہ تو طالقی تو واقع ہوتی ہے اور اسی طرح اگر اس سے کہا کہ تو طلاق باش یا سہ
طلاق باش یا سہ طلاقہ باش یا سہ طلاقہ شو تو بدون نیت کے طلاقیں پڑجاوینگی اور یہی میرے استاد ظہیر الدین
میرے ماموں فتوے دیتے تھے اور باب السنن میں ہے کہ بلا نیت طلاق نہ پڑیگی یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص سے
اسکی جورو سے لڑائی ہوئی پس عورت سے فارسی میں کہا کہ ہزار طلاق ترا و از اں زیادہ نہ کہا تو اس پر تین طلاق
واقع ہونگی۔ ایک عورت سے اسکے شوہر نے کہا کہ انت طالق واحدۃ پس عورت نے اس سے کہا کہ ہزار پس شوہر
نے کہا کہ ہزار تو اسمیں دو صورتیں ہیں یا تو کچھ نیت ہوگی یا نہوگی پس نیت ہونے کی صورت میں موافق
اسکی نیت کے ہوگی اور دوسری صورت میں واقع نہوگی۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ کیون
تو مجھے نہیں طلاق دیتا ہے پس شوہر نے فارسی میں کہا کہ تو از من تا یا طلاق کردہ تو شوہر سے دریافت کیا جاوے گا
کہ تیری کیا مراد ہے ایک عورت نے شوہر سے طلاق کی درخواست کی پس شوہر نے فارسی میں کہا کہ یک طلاق ترا
وادمت و دو طلاق وادمت تو تین طلاق پڑجاوینگی۔ ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ ترا بسیار طلاق اور
اسکی کچھ نیت نہ تھی کہ کسقدر تو دو طلاق واقع ہونگی۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو نے فلانی عورت سے
نکاح کیا ہے اس نے کہا کہ ہاں پس اسنے کہا کہ تو نے پہلی جورو کو کیوں طلاق دی پس فارسی میں کہا کہ از تو گرانا سے ترا

حالانکہ اُسنے کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں کیا ہو اور نہ پہلی جورو کو طلاق دی ہو اور اس لفظ سے اُس نے
طلاق کی نیت بھی نہیں کی تو مطلقہ نہو گی - ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ من طلاق ترا دادم تو آئین تین وجہین
ہین کہ یا تو ایقاع طلاق کی نیت کی یا عورت کو سپرد کرنے کی یا کچھ نیت نہ کی پس اوّل صورت مین واقع ہوگی اور
دوسری صورت مین نہ واقع ہوگی اور تیسری صورت مین واقع ہوگی یہ تجنیس و مزید مین ہے - اور اگر کہا کہ دست
باز داشتم ترا تو اسمین تحقیق کا اختلاف ہو لیکن ویسا ہی اختلاف ہو جیسا کہ ہشتم کہنے کی صورت مین ہے - فتاویٰ
نسفی مین ہو کہ اگر عورت نے کہا کہ دست باز داشتی مرا پس اُسنے کہا کہ داشتم تو بمنزلہ اُسکے ہو کہ یون کہا کہ دست باز داشتم
اور اگر عورت نے کہا کہ مرا در کار خدا کن پس شوہر نے کہا کہ ترا در کار خدا کردم یا عورت نے کہا کہ مرا بخدا بخش
پس شوہر نے کہا کہ بخشیدم پس اگر طلاق کی نیت کی تو واقع ہوگی اور اگر نہ کی تو نہ واقع ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے -
ایک عورت نے شوہر سے کہا کہ مجھے طلاق دیدے پس شوہر نے کہا کہ ترا کدام طلاق ماندہ است یا کدام نکاح یعنی تیرے
لیے کونسی طلاق رہگئی ہے یا کون نکاح رہا ہے تو یہ تین طلاق کا اقرار ہے یہ قنیہ مین ہے شیخ نجم الدین سے دریافت
کیا گیا کہ ایک شخص سے اُسکی جورو نے کہا کہ مجھے طلاق دیدے پس کہا کہ نہ ترا طلاق ماندہ است نہ نکاح یہ خیر ورہ
یعنی نہ تیرے لیے طلاق رہی ہے اور نہ نکاح تو اُٹھ اور اپنی راہ لے تو شیخ نے فرمایا کہ یہ اقرار ہے کہ وہ اُسکو تین
طلاق دے چکا ہے یہ محیط مین ہے - ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ دست باز داشتمت بیک طلاق پس عورت
نے کہا کہ پھر کہہ تا گواہ لوگ سُن لین پس شوہر نے کہا کہ دست باز داشتمت بیک طلاق اور جب دونون جدا ہوئے
تو ایک اجنبی عورت نے شوہر سے پوچھا کہ زن را دست باز داشتی اُس نے کہا کہ دست باز داشتمش بیک طلاق تو
مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُسنے دوسری و تیسری مرتبہ دست باز داشتم کہا تو یہ انشاے طلاق ہے پس عورت پر
تین طلاق واقع ہونگی لیکن اگر اُس نے کہا کہ دوسری و تیسری مرتبہ مین نے پہلے واقعہ کی خبر دینے کا قصد کیا
تھا تو ایسا نہوگا اور اگر دست باز داشتہ ام کہا تو یہ اخبار ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہے - اگر عورت نے
کہا کہ چہار راہ بر تو کشادم چار راہین مین نے تجھپر کھولدین تو طلاق واقع ہوگی اگر اُس نے نیت کی ہو اگرچہ
یہ نہ کہے کہ لے جسکو چاہے اور اگر عورت سے کہا کہ چار راہ بر تو کشادہ است تو طلاق واقع نہوگی اگرچہ
نیت کی ہو تا وقتیکہ یون نہ کہے کہ لے جسکو چاہے اور یہ اکثر مشائخ کے نزدیک ہے اور یہی امام سے منقول
ہے اور مجموع النوازل مین ہے اگر عورت نے کہا کہ دست از من بدار پس شوہر نے جواب دیا کہ جہنم کو جا تو طلاق
پڑجائیگی - اور شیخ نجم الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ دادمت طلاق سر خویش
گیر و روزے خویش طلب کن یعنی مین نے تجھے طلاق دی تو اپنی راہ لے اور اپنی روزی کی جستجو کر تو فرمایا کہ
طلاق اول رجعی ہے اور سر خویش گیر سے اگر طلاق کی نیت نہ کی تو پہلی رجعی طلاق رہیگی اور اس سے کوئی طلاق
واقع نہوگی اور اگر اس سے طلاق کی نیت کی تو طلاق بائن واقع ہوگی پس پہلی طلاق بھی اُسکے ساتھ
ملکر دونون طلاق بائن ہو جاوینگی یہ ذخیرہ مین ہے - اور اگر عورت نے کہا کہ تو نے گران خریدی ہے بذریعہ
عیب کے واپس دے پس شوہر نے کہا کہ بعیب باز دادست یعنی بعیب مین نے تجھے واپس دیا اور اُس سے طلاق
کی نیت کی تو واقع ہو جائیگی اور اگر شوہر نے کہا کہ بعیب دادم یعنی بدون باء خطاب کے تو واقع نہو گی اگرچہ

نیت ہو یہ خلاصہ میں ہی اور اگر عورت کے باپ نے کہا کہ تو نے مجھسے گران خریدی ہی مجھے واپس کر دے پس شوہر نے کہا کہ بتو باز دادم یعنی میں نے تجھے واپس دی تو نیت پر طلاق واقع ہو جائیگی یہ ظہیریہ میں ہی - اور اگر عورت نے کہا کہ میرے فلان کام نہ کرنے پر میری طلاق کی قسم کھا پس شوہر نے کہا کہ خوردہ گیر تو شیخ الاسلام اور جندی کا فتوی منقول ہی کہ عورت پر طلاق واقع نہوگی - ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تن تیرے تو بیکار ہے پس شوہر نے کہا کہ چنین گیر تو طلاق نہ پڑیگی - ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو میرے پاس کیون آیا ہی کہ میں تیری جورو نہیں ہون پس شوہر نے کہا کہ لے گیر یعنی لے نہیں سہی تو طلاق نہ پڑیگی ایک شخص نے اپنی جورو کو اپنے بستر پر بلایا اور اُس نے انکار کیا پس کہا کہ تو میرے پاس سے نکل جا پس عورت نے کہا کہ مجھے طلاق دیدے تاکہ میں چلی جاؤن پس شوہر نے کہا کہ اگر آرزو ہے تو چنین است چنین گیر یعنی اگر تیری آرزو ایسی ہی تو ایسا ہی لے پس عورت نے کچھ نہ کہا اور کھڑی ہو گئی تو طلاق نہ پڑیگی یہ محیط میں ہی - ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا پس اُس سے پوچھا گیا تو نے ایسا کیون کیا پس اُسنے کہا کہ کردہ ناکردہ گیر یا ناکردہ تری گیر تو نیت پر طلاق واقع ہوگی اور بعض نے کہا کہ نہیں واقع ہوگی اگر یہ نیت کی ہو اور اسی پر فتوی دیا جائیگا یہ خلاصہ میں ہی - ایک شخص نے روٹی کھائی اور شراب پی پھر کہا کہ نان خوردم و نبیذ خوردم یعنی میں نے روٹی کھائی و شراب پی میری عورتون کو تین پھر اسکے خاموش ہو جانے کے بعد کسی نے اُس سے کہا کہ تین طلاق پس اُسنے کہا کہ بسہ طلاق تو اُسکی جورو پر طلاق واقع نہ ہوگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہی - فتاوی میں ہی کہ ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو زن منی سہ طلاق مع یعنی پایک تو واقع نہوگی اگر اُسنے کہا کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی کیونکہ جب اُس نے حذف کیا تو طلاق کی اضافت عورت کی جانب نہ کی - ایک عورت نے اپنے شوہر سے طلاق طلب کی پس شوہر نے کہا کہ سہ طلاق بردار و رفتی تو واقع نہوگی اور بعض نے کہا کہ طلاق عورت کو ہی اور اگر نیت کی تو طلاق واقع ہوگی اور اگر عورت سے کہا کہ سہ طلاق خود بردار و رفتی تو بدون نیت واقع ہوگی اور اگر عورت نے کہا کہ مجھے طلاق دیدے پس مرد نے اُسکو مارا اور کہا کہ اینک طلاق تو واقع نہوگی اور اگر کہا کہ اینک طلاق تو واقع ہوگی - اور مجموع النوازل میں ہی کہ شیخ الاسلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی جورو کو مارا اور کہا کہ دار طلاق تو فرمایا کہ واقع نہوگی اور شیخ احمد قلانسی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی جورو کو گھونسا مارا اور کہا کہ اینک یک طلاق پھر اسکو دوسرا گھونسا مارا اور کہا کہ اینک دو طلاق اور ایسا ہی تیسری مرتبہ بھی کر کے کہا کہ یہ تیسری طلاق تو فرمایا کہ تین طلاق واقع ہونگی کیس شیخ الاسلام فرماتے ہین کہ اُسنے ضرب کا طلاق نام رکھا پس واقع نہوگی اور امام احمد فرماتے ہین کہ طلاق کا نام لیا ہے پس واقع ہوگی قال المترجم عرف اس دیار میں بھی واقع ہونا اشبہ ہی واللہ اعلم - ایک شخص نشہ میں ہی اس سے اُسکی عورت بھاگی اور وہ پیچھے دوڑا مگر اس مست نے اُسے پکڑ نہ پایا پس فارسی میں کہا کہ بسہ طلاق پس اگر اُسنے کہا کہ میں نے اپنی جورو کو مراد لیا تھا تو واقع ہوگی اور اگر کچھ نہ کہا تو واقع نہوگی یہ خلاصہ میں ہی - اور اگر عورت سے کہا کہ دار طلاق تو در صورت عدم نیت کے واقع نہوگی کیونکہ عین اضافت میں اضافت چاہیے تھا اور یہان اضافت اس عورت کی جانب نہیں پائی گئی اور بعض نے فرمایا کہ بغیر نیت واقع ہوگی اور یہی اشبہ ہی اسواسطے کہ عادت میں

اضافت - یعنی طلاق کس کی ہی اضافت کا بیان کرتا ہی اور یہان دار طلاق میں طلاق تیرہ اضافت نہیں ہی تو عورت ہی کی طلاق بسبب عادت کے متعین ہوگی

دار کہنا اور خذ یعنی بگیر اسے کہنا یکساں ہیں حالانکہ اگر کہے کہ خذی طلاقک یعنی اپنی طلاق لے تو بلا نیت واقع ہوگی
ہو پس ایسا ہی اس صورت میں بھی واقع ہوگی یہ محیط میں ہے اور شمس الائمہ اوزجندی سے دریافت کیا گیا کہ
ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ اگر طلاق میرے اختیار میں ہوتی تو میں اپنے آپکو ہزار طلاق دیتی پس شوہر
نے کہا کہ من نیز ہزار دادم یعنی میں نے بھی ہزار دیدیں اور یہ نہ کہا کہ تجھے دیدیں تو فرمایا کہ طلاق واقع ہوگی
ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مجھے تین طلاق دیدے پس اُسنے کہا کہ اینک ہزار یہ ہزار ہیں تو بلا نیت
طالقہ ہوگی۔ ایک شخص نے اپنی جورو کو طلاق دیدی پس اُس سے اس معاملہ میں کہا گیا پس اُسنے کہا کہ داشتن
ہزار دیگر یعنی اور ہزار میں نے اُسکو دیں تو بلا نیت تین طلاق سے طالقہ ہوگی۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا
کہ من بر تو سہ طلاقہ ام یعنی میں تیرے نزدیک سہ طلاقہ ہوں پس شوہر نے کہا کہ ہمچنین یا کہا کہ چنین یا کہا کہ ہمچنان
چہ صد گو تو یہ سب اُسکی طرف سے تین طلاق کا اقرار ہے پس عورت پر تین طلاق واقع ہونگی۔ اور فقیہ ابو بکر سے دریافت کیا گیا
کہ ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ ہزار طلاق تو یکی کردم یعنی میں نے تیری ہزار طلاق کو ایک کردیا تو فرمایا کہ تین طلاق واقع
ہونگی اسی طرح اگر کہا کہ ہزار طلاق ترا یکی کنم اور طلاق کی نیت کی تو تین طلاق واقع ہونگی یہ ذخیرہ میں ہے اور شیخ
نجم الدین سے دریافت کیا گیا کہ میں اپنے اور عورت درمیان نکاح کی تجدید کراؤں بغرض احتیاط کے پس عورت نے کہا کہ خرچی
کی کہ بیان کرا دو جس سے اس باب میں بڑا جھگڑا کیا پس شوہر نے کہا کہ سزائے این زنگان اینست کہ ہمچنین حرام سپاری
تو شیخ نے فرمایا کہ یہ حرمت کا اقرار ہے اور اگر کہا کہ سزائے این زنگان آنست کہ حرام داری اور یہ نہ کہا کہ ہمچنین یعنی
ایسے ہی تو یہ اس عورت کی حرمت کا اقرار نہیں ہے کیونکہ اضافت نہیں ہے بخلاف پہلی صورت کے کہ ہمچنین این
زنگان تو نہیں سے اُسکی جانب سے تحقیق حرمت ہے یہ خلاصہ میں ہے شیخ الاسلام فقیہ ابو النصر سے دریافت کیا گیا کہ
ایک شخص نے جو نشہ میں ہے اپنی جورو سے کہا کہ تو چاہتی ہے کہ میں تجھے طلاق دیدوں پس اُسنے کہا کہ ہاں پس
فارسی میں کہا کہ اگر تو زن منی یک طلاق دو طلاق سہ طلاق برخیز داز نزد من بیرون شو پھر اُسنے دعویٰ کیا کہ میں نے
طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو قول اُسی کا قبول ہوگا یہ محیط میں ہے اور شیخ ابو بکر سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے
جو نشہ میں ہے اپنی جورو سے کہا کہ بیزارم بیزارم بیزارم تو ہر چیزی نباشی یعنی میں بیزار ہوں میں بیزار ہوں میں بیزار ہوں
تو میری کوئی نہو پس عورت نے کہا کہ تو کہاں تک بکے جائیگا مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ میرے تیرے درمیان کچھ باقی
نہ رہا پس شوہر نے کہا کہ ہمچنین خواہم ایسا ہی میں چاہتا ہوں پھر جب وہ نشہ سے ہوش میں آیا تو کہا کہ میں اس میں
سے کچھ نہیں یاد رکھتا ہوں تو شیخ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ عورت مذکورہ مطلقہ نہوگی اور اُسکی جورو رہیگی
یہ تاتارخانیہ میں ہے فتاوے نسفی میں ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ آن زن کہ در انجا نہ است سہ طلاق حالانکہ اُسکی
جورو اُسکے گھر میں طلاق کے وقت نہ تھی تو عورت مذکورہ مطلقہ ہوجاویگی اور اگر کہا کہ این زن کہ در این خانہ اندر
است ایشہ طلاق یعنی یہ میری جورو کہ میرے اس گھر میں ہے تین طلاق حالانکہ طلاق کے وقت اس گھر میں یہ عورت
نہیں ہے تو طلاق نہ پڑیگی یہ خلاصہ و محیط میں ہے فتاوے نسفی میں ہے کہ اگر اپنی مدخولہ جورو سے کہا کہ ترا ایک
طلاق ترا ایک طلاق تو یہ بمنزلہ اسکے ہے کہ تجھکو ایک طلاق ہے تجھکو ایک طلاق ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور
اگر مدخولہ سے کہا کہ ترا طلاق وہ ترا طلاق وہ پس شوہر نے کہا دادم تو تین طلاق واقع ہونگی

اور اگر عورت نے کہا کہ مرا طلاق دہ مرا طلاق دہ مرا طلاق دہ پس مرد نے کہا کہ دادم تو ایک طلاق واقع ہوگی اور عورت نے کہا کہ مرا طلاق کن مرا طلاق کن مرا طلاق کن پس شوہر نے کہا کہ کردم کردم کردم تو تین طلاق واقع ہونگی اور یہی اصح ہے اگر اپنے شوہر سے کہا کہ مرا طلاق دہ پس اُسنے کہا کہ اینک ہزار دادہ و آن تو نیت کرنے پر واقع ہوگی اور بے نیت واقع نہوگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں تیری وکیلہ ہوں پس شوہر نے کہا کہ ہاں تو ہے پس اُسنے کہا کہ میں نے اپنے تئیں تین طلاق دیدیں پس شوہر نے کہا کہ تو بمن حرام گشتی مرا جدا باید بودن یعنی تو مجھپر حرام ہوگئی تجھے جدا ہونا چاہیے ہے پس اگر توکیل سے اُسنے طلاق کی بدون عدد کے نیت کی ہو تو طلاق واقع ہوگی مگر ایک طلاق رجعی۔ اور اگر مقدار تین کی بدون عدد کے نیت کی ہو تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور یہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہے اور امام اعظم کے قول کے موافق جب کہ ایک طلاق کی نیت واقع نہو جیسے دیگر وکیل مخالفت کا حکم ہے کہ ایک طلاق کے واسطے وکیل کیا تھا اور اُسنے تین طلاق دیدیں تو ایک بھی واقع نہیں ہوتی ہے کذا فی الخلاصہ اور اسی پر فتوی ہے اور شیخ نجم الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی جورو کو خلع دیا پھر اُسکی عدت میں اُس سے کہا کہ دادستم طلاق یعنی میں نے تجھے تین طلاق دیدیں اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو فرمایا کہ اگر اُسنے تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین طلاق پڑجاوینگی ورنہ نہیں۔ ایک شخص نے عورت سے کہا کہ ترا طلاق دادم یعنی میں نے تجھے طلاق دی پھر لوگوں نے اُس سے ملامت کی کہ یہ کیا کیا تب اُسنے کہا کہ دیگر دادم مگر یہ نہ کہا کہ دیگر طلاق اور نہ یہ کہا کہ اس عورت کو تو فرمایا کہ اگر عدت میں ہو تو طلاق پڑیگی یہ فصول عمادیہ میں ہے ایک شخص سے کہا گیا کہ این فلانہ زن تو ہست کہا کہ ہاں ہے پھر کہا گیا کہ این زن تو سہ طلاقہ ہست کہا کہ ہاں ہے تو شیخ نجم الدین نے کہا کہ طلاق پڑجائیگی اور اگر اُسنے دعوی کیا کہ میں نے سہ طلاقہ کا لفظ نہیں سنا تھا یہی سنا کہ زن تو ہست تو قضاءً تصدیق نہوگی اور یہ اُسوقت ہے کہ زن تو سہ طلاقہ ہست بلند آواز سے کہا ہو اور اگر ایسا نہو تو قضاءً اُسکے قول کی تصدیق ہوگی۔ ایک شخص نے دوسرے مرد سے کہا کہ زن اگر تو سہ طلاقہ کہ این کار تو کردہ یعنی تیری جورو کو تیری طرف سے تین طلاق ہیں اگر تو نے یہ کام کیا ہو اُس نے کہا کہ ہزار طلاقہ تو یہ جواب ہوگا حتی کہ اگر اُسنے یہ کام نہیں کیا ہو تو طلاق واقع نہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں تیرے ساتھ نہیں رہتی ہوں اُسنے کہا کہ مستانہ تو عورت نے کہا کہ طلاق تیرے اختیار میں ہے مجھے طلاق کرو۔ پس شوہر نے کہا کہ طلاق میکنم تین دفعہ کہا تو تین طلاق واقع ہونگی بخلاف اسکے اگر فقط کنم کہا تو ایسا نہ ہوگا اسواسطے کہ کنم استقبال کے واسطے بھی بولا جاتا ہے پس شک کی وجہ سے فی الحال واقع ہونے کا حکم نہ دیا جاوے اور محیط میں لکھا ہے کہ اگر عربی میں کہا کہ اطلق تو طلاق نہوگی لیکن اگر غالب اسکا استعمال برای حال ہو تو طلاق ہو جائیگی۔ اور ایسا ہی مجموع النوازل میں ہے۔ شیخ نجم الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ من بر تو سہ طلاقہ ام کہ میں تجھپر سہ طلاقہ ہوں پس شوہر نے کہا کہ ہاں تو فرمایا کہ اگر شوہر نے نیت کی ہو تو تین طلاق واقع ہونگی ورنہ نہیں۔ اور اگر عورت نے شوہر سے کہا کہ حلال خدا تعالی تجھپر حرام ہے اُسنے کہا کہ آرے یعنی ہاں تو ایک طلاق اسپر واقع ہو جائیگی۔ شیخ نجم الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ تو اپنی ماں کے یہاں جا اُس نے کہا کہ تو مجھے طلاق لکھدے تو چلی جاؤں اُسنے کہا کہ تو برو من طلاق

دادم فرستم یعنی تو جا ہیں طلاق دادم بر دفتم بجون تو فرمایا کہ اُسکی عورت پر طلاق نہوگی اسواسطے کہ یہ وعدہ ہے یہ
خلاصہ میں ہے اور اگر کہا کہ ترا الطلاق یا کہا کہ طلاق ترا تو اس تقدیم و تاخیر میں کچھ فرق نہوگا طلاق واقع ہوگی
یہ خزانۃ المفتین میں ہے شیخ الاسلام نجم الدین نسفی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا وا اُسکی
دو جورو ہیں کہ طلاق آن دیگر ترا دادم تو این سہ طلاق بوے وہ عورت نے کہا کہ میں نے یہ تین طلاقین
اُسکو دیدیں اور میں جانتی ہوں کہ یہ عورت تین طلاقہ ہوگئی پس جس عورت سے گفتگو کرتا ہے اُسپر طلاق واقع ہوگی
یا نہوگی تو شیخ نے فرمایا کہ نہ اسکو طلاق ہوگی اور نہ اُسکو۔ ایک شخص کی عادت تھی کہ جب وہ کسی لڑکے کو دیکھتا
تو کہتا کہ اے مادر ششش طلاقہ پھر ایک روز اُسنے شراب پی اور نشہ میں ہوا کہ اتنے میں اُسکا لڑکا اُسکے روبرو
آیا اُس نے اجنبی لڑکا سمجھکر اُس سے کہا کہ رواے مادر ششش طلاقہ اے بیٹری ماں چہ طلاقہ تو یہاں سے چلا جا اور
یہ جانا کہ یہ میرا لڑکا ہے تو اُسکی جورو پر تین طلاق واقع ہونگی۔ ایک شخص نے اپنی جورو کو دو طلاق دیدیں پس
اُس سے کہا گیا کہ آؤ ہم تم دونوں میں صلح کرا دیں اُسنے کہا کہ میاں دیوار آہنی ہی باید یعنی ہم دونوں کے
درمیان لوہے کی دیوار چاہیے تو اُسکی جورو پر تین طلاق نہو جاوینگی اور نہ یہ تین طلاق کا اقرار ہوگا۔ ایک
عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں تجھ پر سہ طلاقہ ہوں اُس نے جواب دیا کہ تو چہ سہ طلاقہ چہ ہزار طلاقہ تو اُسکی
عورت مطلقہ نہوگی یہ ظہیریہ میں ہے شیخ نجم الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ
مرا بہ کت تو باشید ونیست مرا طلاق دہ پس شوہر نے کہا کہ چون تو روے طلاق دادہ شد پھر شوہر نے دعوی کیا
کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو فرمایا کہ قضاءً اُسکے قول کی تصدیق ہوگی اور اس جواب سے بعض ائمہ
دیگر نے بھی اتفاق کیا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک مرد نے اپنی جورو کو کسی مرد سے متہم کیا پھر اس مرد کو اپنے گھر میں
دیکھکر غضب و غصہ میں آیا اور کہا کہ زن غرا الطلاق دادم تو بعض نے فرمایا کہ نیت پر طلاق واقع ہوگی اور بعض
نے فرمایا کہ بدون نیت کے طلاق واقع ہوگی۔ ایک شخص نے اپنے دوستوں کو جمع کیا اور اپنی جورو کو حکم دیا
کہ انکے واسطے کھانا خود تیار کرے اور عورت مذکورہ شوہر کے گھر سے چلی گئی پس شوہر نے کہا کہ زنیکہ دوست
ودشمن مرا نبواز دازمن اسہ طلاق تو مجموع النوازل میں مذکور ہے کہ اُسکی جورو پر طلاق واقع ہوگی ایک شخص
کے لونڈی غلام اُسکی جورو کی برائیاں اُس سے ذکر کیا کرتے تھے پس ایک روز اُسنے کہا کہ چند آن کردید کہ بسہ
طلاق کردید یا چندان کردید کہ بسہ طلاقہ کردید تو عورت پر طلاق واقع ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر
عورت سے کہا کہ دادمت یک طلاق اور خاموش ہو رہا پھر کہا دو طلاق وسہ طلاق تو تین طلاق واقع ہونگی
اور اگر عورت سے کہا کہ ترا ایک طلاق اور خاموش ہو رہا پھر کہا دو تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر کہا کہ دو
بغیر واو کے پس اگر عطف کی نیت کی تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر نہ نیت کی تو ایک واقع ہوگی یہ خلاصہ میں
ہے اور اگر عورت سے کہا کہ ترا طلاق دادم خریدی عورت نے کہا کہ میں نے خریدی اور اپنے آپ کو تین طلاق
دیدیں شوہر نے کہا کہ رستی پس اگر رستی کہنے سے اجازت مراد تھی تو تین طلاق پڑجاوینگی ورنہ ایک ہی طلاق
رجعی واقع ہوگی یہ عتابیہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ از تو بیزار شدم تو بدون نیت کے واقع
نہوگی۔ اور اگر عورت نے کہا کہ بیزار شو از من و دست باز دار از من شوہر نے کہا کہ بیزار شدم تو طلاق واقع ہونے کے

انکو گواہ کرلوں یا اپنے باپ کو تجھے بلادو کہ میں اُس سے مشورہ لے لوں یا کھڑی تھی پھر تکیہ لگا لیا یا بیٹھ گئی تو
وہ اپنے خیار پر رہیگی اسی طرح اگر بیٹھی تھی پس تکیہ لگا لیا تو اصح قول کے موافق اپنے خیار پر رہیگی اور اگر
کروٹ سے لیٹ گئی تو اسمیں امام ابو یوسف سے دو روایتیں ہیں جنمیں ایک روایت یہ ہو کہ اسکا خیار
باطل ہو جائیگا اور یہی امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہو اور دوسری روایت یہ ہو کہ خیار باطل نہوگا اور
اگر کھڑی تھی پھر سوار ہو گئی تو خیار باطل ہو جائیگا اور اسی طرح اگر سوار تھی پھر اُس جانور سے دوسرے جانور
پر سوار ہو لی تو بھی اسکا خیار باطل ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہو۔ اور اگر عورت تکیہ دیئے ہوئے ہو پھر سیدھی
بیٹھ گئی تو اسکا خیار باطل نہوگا یہ ظہیریہ میں ہو۔ اور اگر سوار تھی پھر اُتری یا اُسکے برعکس کیا تو اسکا خیار باطل
ہو جائیگا یہ خلاصہ میں ہو۔ اور اگر جانور پر سوار جاتی تھی یا محمل میں سوار جاتی تھی پس ٹھہر گئی تو اپنے خیار
پر رہیگی اور اگر چلی تو خیار باطل ہو جائیگا الا اس صورت میں کہ اگر شوہر کے اختیار دینے کا کلام اول کہ
ختم ہوتے ہی اُسنے اختیار کر لیا تو صحیح ہو اور وجہ بطلان کی یہ ہو کہ جانور سواری کا چلنا اور ٹھہرنا اس
عورت کی طرف مضاف ہوگا یعنی گویا یہ عورت خود چلی یا ٹھہری ہو پس جب سواری رواں ہوگی تو گویا دوسری
مجلس بدل دینے کے ہو یہ اختیار شرح مختار میں ہو۔ اور اگر سواری کے جانور پر جو کھڑا ہوا ہو کھڑی ہو پھر
روانہ ہوئی تو اسکا خیار باطل ہوگا اور کشتی میں تھی پس شوہر کے اختیار دینے پر اپنے نفس کو اختیار کرکے پھر روانہ
ہوئی یا رواں کشتی پر جس قدم میں شوہر نے اختیار دیا ہو اُسی قدم میں اُسنے اپنے آپ کو اختیار کر لیا تو شوہر
سے بائنہ ہو جائیگی اور اگر اپنے پاؤں رواں ہو تو اسمیں بھی اسی تفصیل سے حکم ہو اور اگر اُسکے جواب سے اسکا
قدم پہلے پڑا تو شوہر سے بائنہ نہوگی اور اگر جانور سواری رواں ہو پس اُسکو ٹھہرا لیا تو اُسکا خیار باقی رہیگا اور
اگر کوٹھری میں ہو پس ایک جانب سے دوسری جانب چلی گئی تو اُسکا خیار باقی رہیگا اور کشتی مثل کوٹھری کے
ہو نہ مثل جانور سواری کے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا ہو کہ اسمیں کچھ فرق نہیں ہو کہ چاہیے دونوں دو جانوروں
پر سوار ہوں یا ایک پر ہوں یا عورت ایک جانور پر ہو اور مرد پاؤں چلتا ہو اور چاہیے دونوں دو کشتیوں
میں ہوں یا ایک ہی کشتی میں ہوں اور خواہ دونوں دو محملوں میں ہوں یا ایک ہی میں ہوں یہاں تک کہ
اگر دونوں ایک شخص کے کندھے پر سوار ہوں اور عورت نے جس قدم میں شوہر نے اُسکو اختیار دیا ہو اُسی قدم
میں اپنے نفس کو اختیار کر لیا تو بائنہ ہو جائیگی ورنہ نہیں یہ فصول عمادیہ فصل مجلس میں ہو اور جو محمل کہ اُسکو
جمال آگے سے چلاتا ہو اور دونوں اُسی محمل میں ہوں عورت کا خیار باطل نہوگا یہ عتابیہ میں ہو۔ اور اگر
گھٹنوں کے بل تھی پس چار زانو ہو بیٹھی یا چار زانو تھی پس گھٹنوں کے بل ہو بیٹھی تو اسکا خیار باطل نہوگا
یہ ظہیریہ میں ہو۔ ایک شخص نے اپنی جورو کو خیار دیا پھر قبل اسکے کہ عورت مذکورہ اپنے نفس کو اختیار کرے
شوہر نے اُسکا ہاتھ پکڑ کے اُسکو بلوغاً یا کرہاً کھڑا کر دیا یا اُس سے جماع کر لیا تو عورت کے ہاتھ سے خیار
نکل جائیگا او مجموع النوازل میں اور اصل کے اس نسخہ میں جو امام خواہرزادہ کی شرح کا ہو یوں لکھا ہو
کہ اگر کسی عورت کو خیار دیا گیا اور اُسکے پاس کوئی نہ تھا پس وہ خود گواہوں کے بلانے کو اُٹھی تو دو حال
سے خالی نہیں یا تو اُسنے اپنی جگہ کو بدلا یا نہیں بدلا پس اگر جگہ نہیں بدلی تو بالاتفاق خیار باطل نہوگا اور اگر

جگہ بدل گئی اور وہ دوسری جگہ ہو گئی تو اسمیں مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ سے اختلاف کیا ہے اور بنا بر اختلاف ایسا
ہو کہ بعض کے نزدیک ابطال خیار میں عورت کا اعراض کرنا یا مجلس جہاں تھی اسکا تبدل ہونا معتبر ہے کہ اگر انمیں
سے کوئی بات پائی جائے خیار باطل ہوگا اور بعض کے نزدیک فقط عورت کا اعراض معتبر ہے کہ اگر اعراض پایا
گیا تو خیار باطل ہوگا اور یہی اصح ہے حتی کہ اگر عورت نے کہا کہ میں نے اپنے تئیں خرید لیا پس شوہر کھڑا ہوا اور عورت
کی طرف ایک قدم یا دو قدم چلکر آیا اور کہا کہ میں نے فروخت کیا تو خلع صحیح ہے اور یہ انہیں بعض کے قول کے
موافق ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر عورت نے نماز شروع کر دی تو خیار باطل ہو جائیگا خواہ نماز فرض ہو
یا واجب یا نفل اور اگر عورت کے نماز میں ہونے کی حالت میں شوہر نے اسکو اختیار دیا پس عورت نے نماز کو
پورا کیا پس اگر عورت نماز فرض میں یا مثل وتر کے واجب میں ہو تو خیار باطل نہ ہوگا اور اس نماز سے پرے آگے بڑھنے
پر رہیگا اور اگر نماز نفل میں ہو پس اگر اسنے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو وہ اپنے خیار پر رہیگی اور اگر دو رکعت
سے بڑھایا تو اسکا خیار باطل ہو جائیگا اور اگر ظہر کے پہلے کی چار سنتیں پڑھنے کی حالت میں اسکو خیار دیا
گیا اور اسنے چاروں پوری کیں در صورتیکہ دو رکعتوں کے بعد سلام نہ پھیرا تو اسمیں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے
کہا کہ مثل مطلق نفل کی صورت کے اسکا خیار باطل ہو جائیگا اور بعض نے فرمایا کہ باطل نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ بدائع
میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو اختیار کر تو اختیار کر تو اختیار کر اس نے کہا کہ میں نے اول یا دوم یا سوم کو اختیار کیا
یا کہا کہ اخترت اختیارۃ یعنی میں نے اختیار کیا حق اختیار کرنے کا تو بالاتفاق تین طلاق واقع ہونگی اور نیز ذکر
نفس کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ عورت کہے کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا یا خیار اول یا دوم یا سوم یا حق اختیار
کرنے کو اور یہ جامع کی روایت ہے اور زیادات کی روایت سے موافق نہیں ہے شاید ہو اگر حالانکہ اختیار کر لے کئی
مرتبہ کہا ہو پھر واضح رہے کہ شوہر کے اس قول میں کہ میں نے اول یا دوم یا سوم کو اختیار کیا تین طلاق واقع
ہونے کا مذہب امام اعظم کا ہے اور صاحبین کے نزدیک ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور در صورتیکہ اسنے یوں کہا
کہ اخترت اختیارۃ او الاختیارۃ او مرۃ او بمرۃ او دفعۃ او بدفعۃ او بواحدۃ او اختیارۃ واحدۃ یعنی اختیار
کیا میں نے حق اختیار کرنے کا یا پورا اختیار یا ایکبارگی یا ایکبارگی یا دفعۃ یا بدفعۃ یا یکبار یا اختیارہ واحدہ
تو بالاتفاق تین طلاق واقع ہونگی۔ اور اسی طرح اگر مرد دونوں اخیر کے اختیار کو بواو ذکر کرے یا بفا یعنی
لفظ سے ذکر کرے یا بلفظ ثم یعنی پھر یا کوئی حرف عطف ذکر نہ کرے ہر حال کچھ فرق نہیں ہے حکم وہی ہوگا جو مذکور
ہوا ہے کذا فی التبیین اور اگر عورت نے اسکے جواب میں یوں کہا کہ میں نے اپنے نفس کو طلاق دی یا کہا کہ میں
طالقہ ہوں تو بھی یہ کل کا جواب ہے اور وہ تین طلاق سے طالقہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر عورت سے تین بار اختیار کہا
کہا پس عورت نے کہا کہ اخترت التطلیقۃ او اخترت التطلیقۃ الاولیٰ یعنی میں نے پہلی تطلیق کو اختیار کیا یا آخری
ایک تطلیق کو اختیار کیا تو بالاجماع ایک طلاق واقع ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا اختیار کر
اختیار کر اختیار کر یا اخیر دونوں کو حرف عطف سے کہا اور ذکر کیا پس عورت نے جواب میں کہا کہ میں نے اپنے نفس کو ایک طلاق
دی یا کہا کہ میں نے اپنے نفس کو ایک تطلیقہ اختیار کیا تو یہ ایک طلاق بائن ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر شوہر نے اختیار کرنے کو
کہنا چاہا تھا مگر چونکہ یکبار کے بعد دوسری بار کی تو بعد تمام کرنے کے عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا

تو پہلی سب باطل ہونگی یہ عتابیہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو اختیار کر تو اختیار کر تو اختیار کر پس عورت نے کہا کہ میں نے
ایک کو باطل کردیا تو سب باطل ہو جاویگی یہ محیط میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ اختیار کر اختیار کر اختیار کر
پس عورت نے اپنے نفس کو اختیار کیا پس شوہر نے دعویٰ کیا کہ میں نے ابتدا اول سے طلاق کی نیت
کی تھی اور باقی دونوں سے صرف عورت کو سمجھانا مقصود تھا تو قضاءً تصدیق نہ ہوگی ولیکن فیما بینہ وبین اللہ
تعالیٰ تصدیق ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ اختاری اختاری اختاری بالف
یعنی تو اختیار کر اختیار کر اختیار کر بعوض ہزار کے پس عورت نے کہا کہ میں نے یہ سب اختیار کیں تو پہلی دو
طلاق تین مفت واقع ہونگی اور تیسری بعوض ہزار کے واقع ہوگی۔ اسی طرح اگر عورت نے یوں کہا کہ میں نے
اپنے نفس کو اختیار کیا اختیار کرنے کے بار بار یکبار یکبار تو بھی یہی حکم ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر عورت نے
کہا کہ میں نے اپنے نفس کو باول یا بدوم یا بسوم اختیار کیا تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم مذکورہ بالا جاری
ہے ولیکن صاحبین رح کے نزدیک اگر اسنے اول یا دوم کو اختیار کیا تو مفت ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر
سوم کو اختیار کیا تو بعوض ہزار درہم کے واقع ہوگی یہ کافی میں ہے۔ اور اگر عورت نے یوں کہا کہ میں نے
اپنے نفس کو طلاق دی بواحدہ یا اختیار کیا اپنے نفس کو بتطلیقہ تو یہ ایک طلاق بائنہ ہوگی پھر اسکے بعد
عورت سے دریافت کیا جائیگا پس اگر اسنے کہا کہ میں نے پہلی یا دوسری مراد لی ہو تو مفت واقع ہوگی اور اگر کہا کہ
تیسری مراد لی ہے تو بعوض ہزار درہم کے واقع ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر کہا کہ اختاری واختاری واختاری
بالف پس عورت نے کہا کہ میں نے اختیار کی یا میں نے اختیار کی واحدۃ یا بواحدۃ تو بالاجماع تین طلاق بعوض ہزار
درم کے واقع ہونگی اور اگر عورت نے کہا کہ باول یا بدوم یا بسوم تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبین رح
کے نزدیک کچھ واقع نہ ہوگی یہ کافی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ اختاری واختاری بالف پس عورت نے کہا کہ میں نے ایک
تطلیقہ کو اختیار کیا یا میں نے اپنے نفس کو طلاق دی تو بالاجماع کچھ واقع نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر عورت نے
کہا کہ میں نے ایک طلاق دی تو بالاتفاق واقع نہ ہوگی۔ اور اگر مرد نے ہر اختیار کے ساتھ کچھ مال علیحدہ علیحدہ ذکر
کیا تو عورت کو اختیار ہوگا کہ جسکو چاہے اختیار کرلے یہ عتابیہ میں ہے۔ اگر عورت سے کہا کہ تین طلاقوں میں سے جتنی
چاہے تو اختیار کر تو امام اعظم رح کے نزدیک عورت کو یہ اختیار ہوگا کہ فقط ایک یا دو طلاق اختیار کرے اور صاحبین رح کے
نزدیک تین طلاق تک لے سکتی ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر مرد نے کہا کہ تو اختیار کر پس اسنے کہا کہ میں تجھے نہیں اختیار کرتی
ہوں یا میں تجھے نہیں چاہتی ہوں یا مجھے تیری کوئی حاجت نہیں ہے تو یہ سب باطل ہے اور اگر کہا کہ میں طلاق نہیں اختیار
کرتی ہوں تو یہ تفویض کا رد ہے اور اگر کہا کہ ہویت زوجی او احببتہ یعنی میں نے اپنے شوہر کو چاہا یا اسکو دوست رکھا تو
عورت اپنے خیار پر رہیگی۔ اور اگر کہا کہ مجھے اپنے شوہر کا فراق گران گزرا تو یہ اسکا اختیار کرنا ہوا اور اگر یوں کہا کہ میں نے
یہ اختیار کیا کہ تیری جورو نہوں تو اس سے بائنہ ہو جائیگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تطلیقہ کو اختیار کر پس عورت نے کہا کہ
میں نے اسکو اختیار کیا تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تطلیقتین کو اختیار کر پس اسنے ایک کو اختیار کیا
تو واقع ہوگی۔ اور اگر کسی سے کہا کہ میری جورو کو مخیر کردے تو جب تک وہ مخیر نہ کردے تب تک عورت کو اختیار حاصل
نہوگا اور اگر دوسرے سے کہا کہ میری جورو کو خیار کی خبر دیدے پھر قبل خبر دینے کے عورت نے کسی طرح سے

اسنے اپنے نفس کو اختیار کر لیا تو طلاق واقع ہو جائیگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ اختیار کر اپنے نفس کو
آج کے روز یا اس مہینے میں یا اس مہینہ بھر یا سال بھر تک تو جب تک وقت مذکور باقی ہے تب تک عورت کو اختیار رہیگا خواہ
وہ اس مجلس سے اعراض کرے یا دوسرے کام میں مشغول ہو جائے یا اعراض نہ کرے سب برابر ہیں اور
اس میعاد مقررہ تک اسکو خیار رہیگا اور اگر کہا کہ اختیار کر آج کے روز یا اس مہینہ میں تو باقی روز مذکور یا باقی
ماہ مذکور بھر اسکو اختیار رہیگا اس سے زیادہ نہ ہوگا اور اگر کہا کہ ایک روز تو جس وقت سے کہا ہے اس گھڑی سے
دوسرے دن کی اسی گھڑی تک کہا جائیگا اور اگر کہا کہ ایک مہینہ تو وہ اس کلام کی ساعت سے پورے
تیس روز تک ہوگا۔ اور جب خیار کے واسطے وقت مقرر ہو تو وقت گذر جانے پر باطل ہو جاتا ہے خواہ عورت
کو معلوم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اور اگر غیر موقت ہو تو اسکے برخلاف ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر کہا کہ
آج اختیار کر اور کل اختیار کر پس عورت نے آج کا خیار رد کر دیا تو کل کا خیار رد نہ ہوگا اور اگر کہا کہ آج اور کل تو
اختیار کر پس عورت نے آج کا خیار رد کیا تو بالکل باطل ہو جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ دوسری فصل امر بالید
کے بیان میں۔ قال المترجم امر بالید کے معنی ہیں کہ امر یا تیرے ہاتھ ہے اور مراد یہ ہے کہ امر طلاق عورت کے اختیار
میں دیا اور یہ بھی ایک الفاظ تفویض میں سے ہے چنانچہ کتاب میں فرمایا ہے اور واضح رہے کہ مترجم امرک بیدک
کی جگہ تیرا کام تیرے ہاتھ میں ہے استعمال کرتا ہے قال فی الکتاب امر بالید بھی مثل تخییر کے ہے سب مسائل میں کہ ذکر نفس
مشروط ہے یا جو اسکے قائم مقام ہے اور نیز شوہر کو بعد امر بالید کے تفویض کی رجوع کا اختیار نہیں رہتا ہے اور اسکے سوا
اور امور جو اختیار میں اوپر مذکور ہوئے ہیں سوائے ایک امر کے کہ تخییر کی صورت اتفاقاً ایک خیار سے تین طلاق
کی نیت صحیح نہیں ہے اور امر بالید میں صحیح ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ
میں ہے اور اس سے طلاق کی نیت کی اور عورت نے سنا ہے تو جب تک اس مجلس میں ہے امر طلاق اسکے اختیار
میں رہیگا اور اگر عورت نے نہیں سنا ہے تو جب اسکو معلوم ہوا یا خبر پہونچی تب امر طلاق اسکے ہاتھ میں ہو جائیگا
یہ محیط میں ہے اور اگر عورت غائب ہو یعنی سامنے حاضر نہ ہو تو ایسا کہنے میں دو صورتیں ہونگی کہ اگر شوہر نے کلام کو
مطلق کہا ہے تو عورت کو اسی مجلس تک خیار مذکور رہیگا جسمیں اسکو یہ بات پہونچی اور اگر کسی وقت تک
موقت کیا پس اگر عورت کو وقت مذکور باقی ہونے کی حالت میں خبر پہونچی تو باقی وقت تک اسکو خیار حاصل
ہوگا اور اگر وقت گذر جانے پر اسکو علم ہوا تو اسکو کچھ اختیار نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر عورت سے
کہا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ ہے اور مطلق تین طلاق کی نیت کی ہے پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو
ایک طلاق اختیار کیا تو تین طلاق واقع ہونگی یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر شوہر نے کہا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ ہے
اور تین طلاق کی نیت کی اور عورت نے بھی تین طلاق اپنے آپ کو دیدیں تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر
مرد نے دو طلاق کی نیت کی ہو تو ایک واقع ہوگی اور اسی طرح اگر عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو طلاق
دی یا اپنے نفس کو اختیار کیا اور تین طلاق کا ذکر نہ کیا تو بھی تین طلاق واقع ہونگی۔ اور یہی طرح اگر کہا کہ میں نے
اپنے نفس کو بائنہ کر لیا یا اپنے نفس کو حرام کر دیا یا مثل اسکے اور الفاظ جو جواب ہونے کی صلاحیت
رکھتے ہیں کہے تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر عورت نے یوں کہا کہ میں نے اپنے نفس کو طلاق دی واحدۃ

بائن نے اپنے نفس کو بیک تطلیقہ اختیار کیا تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی یہ بدائع میں ہے اور اگر
شوہر نے امر عورت اسکے ہاتھ میں دیا پس عورت نے جس مجلس میں اسکو علم ہوا ہے اپنے نفس کو اختیار کیا
تو ایک طلاق سے بائنہ ہوجائیگی اور اگر شوہر نے تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین طلاق واقع ہونگی اور
اگر شوہر نے دو طلاق کی یا ایک طلاق کی نیت کی ہو یا کچھ نیت عدد نہ ہو تو ایک واقع ہوگی محیط میں
ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ ایک تطلیق میں تیرا کام تیرے ہاتھ ہے تو یہ ایک طلاق رجعی قرار دیجائیگی اور منتقی
میں ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ میں تین تطلیقات میں ہے پس عورت نے اپنے نفس کو ایک یا دو
طلاق دیں تو یہ رجعی ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ تیری تین تطلیق کا امر تیرے ہاتھ
میں ہے پس عورت نے کہا کہ تو مجھے اپنی زبان سے طلاق کیوں نہیں دیتا ہے تو یہ اس تفویض کا رد نہ ہوگا اور
عورت کو اختیار رہیگا چاہے اپنے آپ کو طلاق دیدے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر شوہر نے عورت
کا کام اسکے ہاتھ میں دیا پس اسنے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو قبول کیا تو طلاق پڑجاویگی اور اسی طرح اگر
امر عورت اسکے ہاتھ میں دیا پس عورت نے کہا کہ قبلتہا یعنی میں نے اسکو قبول کیا تو طلاق پڑجائیگی یہ فصول
استروشنی میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ میں ہے یا تیری ہتھیلی میں ہے یا تیرے داہنے ہاتھ
میں ہے یا تیرے بائیں ہاتھ میں ہے یا کہا کہ جملۃ الامر بیدک اور فوضت الامر کلہ الی یدک اور طلاق کی
نیت کی تو صحیح ہے اور اگر کہا کہ تیرا کام تیری آنکھ میں ہے یا تیرے پاؤں میں ہے یا تیرے سر میں ہے یا مثل اسکے
کوئی عضو بیان کیا تو نہیں صحیح ہے الا نیت کے ساتھ۔ اور امر بالید سپرد کرنے میں ایک طلاق کی نیت کی پھر
نیت بدل کر تین طلاق کی نیت کرلی تو نہیں صحیح ہے اور اسی طرح دو کی نیت نہیں صحیح ہے الا باندی کی صورت
میں یہ عتابیہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تیرا کام تیرے منہ میں یا زبان پر ہے تو یہ ایسا ہے جیسے تیرا کام تیرے ہاتھ میں ہے
اور اگر عورت سے کہا کہ میرا امر تیرے ہاتھ میں ہے تو مختار یہ ہے کہ ایسا ہے جیسے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے یہ
خلاصہ میں ہے۔ اور اگر شوہر نے امر بالید سے طلاق کی نیت نہ کی تو یہ امر کچھ نہ ہوگا یعنے ایسی تفویض کچھ نہ ہوگی
لیکن اگر حالت غضب یا حالت مذاکرہ طلاق میں اسنے امر بالید سپرد کیا تو قضاءً ان دونوں حالتوں میں شوہر
کے قول کی کہ میں نے طلاق کی نیت کی تھی تصدیق نہ ہوگی اور اگر عورت نے دعوے کیا کہ اس نے طلاق کی
نیت کی تھی یا حالت غضب یا مذاکرہ طلاق میں ایسا کیا ہے تو قول شوہر کا قسم کے ساتھ قبول ہوگا اور گواہ عورت
کے مقبول ہونگے مگر گواہ مقبول ہونا صرف حالت غضب یا مذاکرہ طلاق میں ایسا واقع ہونے کے ثابت
کرنے میں مقبول ہونگے اور نیت طلاق ہونے کے اثبات میں مقبول نہونگے ہاں اگر گواہ لوگ یہ گواہی دیں
کہ شوہر نے یہ اقرار کیا ہے کہ میری نیت طلاق تھی تو مقبول ہونگے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر امر عورت اسکے ہاتھ
میں دیا اور عورت نے اپنے نفس کو طلاق دیدی اور شوہر نے دعوی کیا کہ تو نے اپنے نفس کو دوسرے کام
یا کلام میں مشغول ہونے کے بعد طلاق دی ہے اور عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اسی مجلس میں بدون
اسکے کہ دوسرے فعل یا کلام میں مشغول ہوں طلاق دیدی ہے تو قول عورت کا قبول ہوگا اور طلاق
واقع ہوگی یہ فصول استروشنی میں ہے۔ اور اگر عورت نے دعوے کیا کہ اس شوہر نے میرا امر میرے ہاتھ میں

دیا ہو تو مسموع نہ ہوگا ولیکن اگر عورت نے بحکم امر بالید کے اپنے آپ کو طلاق دیدی پھر بنا بر اس امر مذکور کے
وقوع طلاق و وجوب مہر کا دعوے کیا تو مسموع ہوگا۔ اور عورت اس امر کے واسطے قاضی کے پاس مرافعہ نہیں
کرسکتی ہے کہ قاضی اُسکے شوہر پر جبر کرے کہ امر عورت اُسکے ہاتھ میں دیدے یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص نے
اس شرط پر کہ اگر میں کھڑا ہوں تو جورو کا کام اُسکے ہاتھ میں ہو قرار دیا پھر خود کھڑا ہوا اور عورت نے اپنے
نفس کو طلاق دیدی پھر شوہر نے دعوے کیا کہ جسوقت اس عورت کو علم ہوا (یعنی شوہر کے کھڑے ہونے کا علم) اُسنے اس مجلس میں اپنے آپ کو
طلاق نہیں دی اور عورت نے مجلس علم میں طلاق دیدینے کا دعوے کیا تو قول عورت کا قبول ہوگا۔ اور
حاکم رح نے ذکر فرمایا ہے کہ ایک مرد نے کہا کہ میں نے کل (یعنی علم ہونیکی مجلس میں تھا) تیرا کام تیرے ہاتھ دیا تھا مگر تو نے اپنے نفس کو طلاق
نہ دی پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا ہے تو قول شوہر کا قبول ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے
میرے جد امجد رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے اپنی جورو کا امر اُسکے ہاتھ میں دیا بشرطیکہ وہ جوا
کھیلے پھر وہ جوا کھیلا پس عورت نے اپنے نفس کو طلاق دیدی پھر شوہر نے دعوے کیا کہ تو نے تین روز سے
معلوم کیا تھا مگر معلوم ہونے کی مجلس میں تو نے اپنے آپ کو طلاق نہیں دی اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ
میں نے ابھی جانا اور فی الفور اپنے کو طلاق دیدی ہے پس قول کس کا قبول ہوگا تو فرمایا کہ عورت کا قول قبول ہوگا یہ
فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی جورو کا کام اُسکے ہاتھ میں دیا پس اُس نے شوہر سے کہا کہ تو مجھپر حرام
ہے یا تو مجھسے بائن ہے یا میں تجھپر حرام ہوں یا میں تجھسے بائنہ ہوں تو یہ سب طلاق ہیں۔ اور اگر عورت نے کہا
کہ تو حرام ہے اور یہ نہ کہا کہ مجھپر۔ یا کہا کہ تو بائن ہے اور یہ نہ کہا کہ مجھسے تو یہ باطل ہے۔ اور اگر کہا کہ میں حرام ہوں
اور یہ نہ کہا کہ تجھپر یا کہا کہ میں بائنہ ہوں اور یہ نہ کہا کہ تجھسے تو یہ سب طلاق ہیں یہ محیط میں ہے اور اگر ایک
شخص نے طلاق میں اپنی جورو کا امر اُسکے ہاتھ میں دیا پس اُس نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی
تو یہ باطل ہے جیسے شوہر خود اپنے آپ کو طلاق دیدے تو باطل ہوتی ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور
اگر عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے اختیار میں آج اور پرسوں ہے تو اسمیں رات وقت میں داخل نہ ہوگی چنانچہ اگر
عورت نے رات میں طلاق دیدی تو واقع نہ ہوگی اور اگر اُس روز کا تفویض کرنا اُس نے رد کر دیا (یعنی اپنے نفس کو اختیار کیا) تو آج کی تفویض
باطل ہوگی اور عورت کو پرسوں کی بابت اختیار رہیگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اسی طرح اگر اُسنے یوں کہا کہ آج کے
روز میں ملے یہ سب رد کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے
ہاتھ میں آج اور کل ہے تو تفویض میں رات بھی داخل ہوگی اور اُسنے آج کی تفویض رد کر دی تو اُسکو
کل بھی اختیار نہ رہیگا کذا فی الذخیرہ اور ولوالجیہ میں لکھا ہے کہ اسی پر فتوے ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک
شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ میں آج و کل و پرسوں ہے پس عورت نے آج کی تفویض رد کر دی
تو سب باطل ہو جائینگی اور اسکے بعد پھر اُسکو یہ اختیار رہیگا کہ اپنے نفس کو اختیار کرے اور یہی صحیح ہے یہ فتاوے
قاضی خان میں ہے۔ اور امام ابو یوسف رح سے املاء میں روایت ہے کہ اگر شوہر نے کہا کہ تیرا امر آج تیرے ہاتھ
میں ہے اور تیرا امر کل کے روز تیرے ہاتھ میں ہے یہ دو امر ہیں حتے کہ اگر عورت نے آج کے روز اپنے
شوہر کو اختیار کیا یعنی اُسکے ساتھ رہنا اختیار کیا تو جب کل کا روز ہوگا تو پھر اختیار اُسکے ہاتھ میں ہو جائیگا

اور یہی صحیح ہو یہ کافی مین ہی- اور اگر عورت نے آج اپنے نفس کو اختیار کیا پس مطلقہ ہوگئی پھر کل کا روز آنے
سے پہلے شوہر نے اُسکے ساتھ نکاح کر لیا پھر کل کے روز اُس نے چاہا کہ اپنے نفس کو اختیار کرے تو اختیار
کر سکتی ہی پس اگر اُس نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو دوسری طلاق پڑ جائیگی یہ بدائع مین ہو- اور اگر
عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین اُس روز ہو کہ جسمین فلان آوے تو یہ دن ہی دن پر ہوگا رات
اسمین داخل نہوگی اور اگر فلان مذکور آیا اور عورت مذکورہ کو خبر نہ ہوئی یہانتک کہ آفتاب غروب ہوگیا
تو اختیار عورت کے ہاتھ سے نکل جائیگا یہ عتابیہ مین ہو اور اگر عورت سے کہا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ مین آجکل ہی
پس عورت نے آج رد کر دیا تو یہ تفویض باطل ہو جائیگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہو- اور اگر کہا کہ تیرا
امر تیرے اختیار مین ایک دن یا ایک مہینہ یا ایکسال ہو یا کہا آج کے روز یا اس مہینہ یا اس سال ہو
یا عربی زبان مین یون کہا کہ امرک بیدک الیوم او الشہر او السنہ تو یہ تفویض متقید بمجلس نہ ہوگی بلکہ عورت کو
اس پورے وقت مین اختیار رہیگا کہ جب چاہے اپنے نفس کو اختیار کرے اور اگر اس مجلس سے اُٹھ کھڑی ہوئی
یا بدون جواب کے دوسرے کام مین مشغول ہوگئی تو بالاختلاف جب تک یہی وقت باقی رہیگا تب تک عورت کا
خیار باطل نہوگا مگر فرق یہ ہو کہ اگر اُسنے دن یا مہینہ یا سال کو بطور نکرہ ذکر کیا تو عورت کو وقت کلام شوہر سے
دوسرے دن یا مہینہ یا سال کی اسی گھڑی تک خیار حاصل ہوگا اور اس صورت مین مہینہ بحساب ایام کے
شمار ہوگا اور اگر بطور معرفہ ذکر کیا تو عورت کو باقی روز معلوم و ماہ معلوم و سال معلوم تک اختیار رہیگا اور اس
صورت مین مہینہ بحساب چاند کے رکھا جائیگا اور جب عورت مذکورہ نے اسوقت مذکورہ مین ایک دفعہ اپنے
نفس کو اختیار کیا تو پھر دوبارہ اپنے نفس کو اختیار نہین کر سکتی ہی اور اگر عورت نے کہا کہ مین نے اپنے شوہر کو
اختیار کیا یا کہا کہ مین طلاق کو نہین اختیار کرتی ہون تو بعض جگہ مذکور ہو کہ بنابر قول امام اعظمؒ و امام محمدؒ
کے اُسکے پورے وقت تک اختیار اُسکے ہاتھ سے نکل گیا حتے کہ بعد اسکے پھر اپنے نفس کو اختیار نہین کر سکتی
ہی اگرچہ وقت باقی ہو یہ بدائع مین ہو- اور اگر عورت سے کہا کہ تیرا کام تیرے اختیار مین اس ماہ مین
ہی پس اُسنے اپنے شوہر کو اختیار کیا تو بنابر قول امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے عورت کے ہاتھ سے اختیار
نکل گیا اور بنابر قول امام ابو یوسفؒ کے اس مجلس پر اختیار نہ رہا اور یہ نہین ہو کہ دوسری مجلس مین بھی نہ رہا اور
بعضی روایتون مین اختلاف اسکے برعکس مذکور ہی مگر صحیح روایت وہی ہی جو اوّل مذکور ہوئی ہی یہ قاضی خان
کی شرح جامع صغیر مین ہو- اور اگر کہا کہ امر امراتی فی ید فلان شہرا یعنے میری جورو کے امر کا اختیار فلان کے
ہاتھ مین ایک مہینہ ہو تو یہ مہینہ وہ قرار دیا جائیگا جو اس گفتگو سے آگے آتا ہو پس اگر فلان کو اس کا مہینہ
بھر خبر نہوئی یہان تک کہ مہینہ گذر گیا تو اختیار باطل ہو جائیگا یہ کافی مین ہو- اور اگر کہا کہ تیرا کام تیرے
اختیار مین ہمیشہ ہو پس عورت نے ایک مرتبہ یہ اختیار رد کر دیا تو باطل ہوگا- اور منتقی مین ذکر کیا ہو کہ اگر کہا کہ
تیرا امر تیرے ہاتھ مین آج کے روز یا ایک مہینہ ہو پس عورت نے اُسکو رد کر دیا تو مابقی مدت مین امام اعظمؒ
کے نزدیک اُسکا خیار باطل نہوگا یہ تمرتاشی مین ہو- ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہو کہ اگر شوہر
نے اپنی جورو سے کہا کہ امرک بیدک راس الشہر یعنی تیرا امر تیرے ہاتھ مین سرماہ ہو یا کہا کہ چاند دیکھے ہو تو عورت کو

اُس رات خیار حاصل ہوگا جس رات چاند نظر آیا ہو اور اسکے دوسرے دن رات ہونے تک خیار رہیگا۔ اور اگر
عورت سے کہا کہ سر ماہ مین تیرا امر تیرے ہاتھ ہی تو عورت کو اپنے جلسہ بھر آفتاب غروب ہونے تک اختیار رہیگا
اور فرمایا کہ آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین کل ہی تو اسکا پورے کل بھر اختیار رہتا
ہی اور اگر کہا کہ کل کے روز مین ہی تو اختیار اُسکے جلسہ پر ہوگا یہان تک کہ دوسرے روز آفتاب غروب
ہوجاوے اور ابراہیمؒ نے جو ذکر کیا ہی وہ اسکے برخلاف ہی چنانچہ امام محمدؒ سے روایت کی ہی کہ اگر عورت
سے کہا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ مین ہونے کا وقت رمضان ہی یا کہا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ مین رمضان مین ہی
تو یہ دونون یکسان ہین اور عورت کو پورے رمضان بھر اختیار رہیگا اسی طرح اگر کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ
مین کل یا کل مین ہی تو بھی یہ دونون یکسان ہین یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ مین آج کے
روز ہی تو پورے دن بھر خیار رہیگا اور اگر کہا کہ اس روز مین ہی تو یہ عورت کی مجلس پر رہیگا اور یہی صحیح ہی اور
اسکے موافق اس قول کے کہ اگر کہا کہ انت طالق فے الغد تو مجلس پر طلاق ہوجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر
عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین دس روز تک ہی تو اُسوقت سے دس روز گذرنے تک اُسکو اختیار رہیگا
اور دس دن کا شمار ساعت سے ہوگا اور اگر شوہر نے دس روز گذرنے کے بعد بھی اختیار رہنے کی نیت کی ہو
تو فیما بینہ وبین اللہ تعالی تصدیق ہوگی اور قضاءً اُسکی تصدیق نہ ہوگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک شخص نے
دوسرے سے کہا کہ میری جورو کا امر تیرے ہاتھ مین ایک سال تک ہی تو ایک سال تک یہ امر اسکے اختیار مین رہیگا
حتی کہ اگر شوہر نے اس سے رجوع کرنا چاہا تو نہین کرسکتا ہی اور جب سال پورا ہوجائیگا تو اختیار اُسکے
ہاتھ سے نکل جائیگا یہ جنبیس و مزید مین ہی۔ اور فتاوے صغری مین لکھا ہی کہ اگر کسی اجنبی سے کہا کہ میری
جورو کا امر تیرے ہاتھ مین ہی تو اُسکے اس جلسہ تک مقصود ہوگا اور شوہر اُس سے رجوع کرنے کا مختار ہوگا
اور محیط مین فرمایا کہ یہی اصح ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور واضح رہے کہ جس شخص غیر کو اپنی جورو کا امر سپرد کیا ہی اگر
وہ سنتا ہو تو جب تک وہ اپنی مجلس مین ہی امر مذکور کا مختار ہوگا اور اگر سنتا نہو یا غائب ہو تو امر مذکور اُسکے قبضہ
مین جب ہی ہوگا کہ جب اُسکو معلوم ہو یا خبر پہونچے پس بعد معلوم ہونے و خبر پہونچنے کے جس مجلس مین اُسکو
آگاہی ہوئی جب تک جلسہ مین ہی مختار رہیگا اور اس مجلس مین یہ تفویض قبول کرنا شرط نہین ہی لیکن اگر
اُسنے رد کردیا کہ مین اس اختیار کو نہین لیتا ہون تو اُسکے رد کرنے سے رد ہوجائیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے
دوسرے سے کہا کہ تو میری جورو سے کہہ کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہی تو جب تک یہ شخص مامور اس عورت سے یہ کلام نہ کہے
جب تک اختیار مذکور عورت کے ہاتھ مین نہوگا اسواسطے کہ یہ تفویض کردینے کا امر ہی پس جب تک تفویض نہ کریگا
تب تک تفویض متحقق نہوگی اور اگر دوسرے سے یون کہا کہ میری جورو سے کہہ کہ اُسکا کام اُسکے اختیار مین ہی تو
اس غیر کے خبر دینے سے پہلے عورت مختار ہوجائیگی یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر غیر سے کہا کہ میری جورو کو طلاق دیدے
کہ مین نے یہ کام تیرے حوالہ کردیا تو یہ اس غیر کی اس مجلس تک مقصود ہوگا اور شوہر کو اختیار رہیگا کہ چاہے اس سے
رجوع کرلے اور اگر شوہر کے رجوع کرنے سے پہلے اس غیر نے اُسکو اپنی مجلس مین طلاق دیدی تو ایک رجعی طلاق واقع ہوگی
اور اسی طرح اگر کہا کہ مین نے اس عورت کی طلاق تیرے اختیار مین کردی تو اسی مجلس تک یہ اختیار رہیگا اور اگر طلاق دیدی

تو رجعی ہوگی۔ اور اگر غیر سے کہا کہ میری جورو کو طلاق دیدے اور حال یہ ہو کہ مین نے اسکا امر تیرے ہاتھ مین
کر دیا یا کہا کہ اور مین نے اسکا کام تیرے ہاتھ مین کر دیا اور غیر مذکور نے طلاق دیدی تو دوسری طلاق پہلی
کے سوا ہے اور ہوگی اسواسطے کہ واو واسطے عطف کے آتا ہے اور اگر حرف فا ذکر کیا یعنی بلفظ مین یا لفظ کر ذکر کیا تو
وہ ایسی صورتون مین بیان سبب کے واسطے ہوگا پس غیر مذکور کو فقط ایک طلاق کا اختیار ہوگا قال المترجم
یعنی کہا کہ میری جورو کو طلاق دیدے تو یہ ایک طلاق ہے اور قولہ اور حال یہ ہو کہ مین نے اسکا امر تیرے اختیار
مین دیا تو یہ دوسری طلاق ہے پس دو طلاق سپرد کین اور اگر یون کہا کہ میری جورو کو طلاق دیدے کہ مین
اسکے امر کا اختیار تیرے ہاتھ مین دیا یا پس مین نے اسکے امر کا اختیار تیرے ہاتھ دیا تو یہ ایک ہی طلاق
کا اختیار رہیگا فافہم۔ پھر جب کہ اسنے بحرف واو ذکر کیا اور وکیل نے یعنی مامور نے عورت کو اپنی اسی مجلس
مین طلاق دیدی تو عورت بدو طلاق بائنہ ہو جائیگی اسواسطے کہ معطوف فقرہ سے جسمین لفظ امر کے ساتھ
اختیار دیا ہے ایک طلاق بائنہ ہوگی اور جب ایک بائنہ ہوئی تو دوسری بھی بالضرور بائنہ ہوگی اسواسطے کہ شوہر
کو رجوع کرنے کا اختیار نہوگا۔ اور اگر وکیل مذکور نے اپنی مجلس سے اٹھ کھڑے ہونے کے بعد طلاق دی تو
ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور اسی طرح یون کہا کہ میری جورو کے امر کا اختیار تیرے ہاتھ مین ہے پس تو اسکو طلاق
دیدے تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور جامع مین ہے کہ اگر کسی سے کہا کہ میری جورو کا امر تیرے ہاتھ
مین ہے پس تو اسکو طلاق دیدے پھر وکیل نے اپنی مجلس سے اٹھنے سے پہلے اسکو طلاق دیدی تو ایک طلاق بائنہ
واقع ہوگی الا اگر شوہر نے تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر مرد مذکور مجلس سے اٹھا
قبل اسکے کہ عورت کو طلاق دے تو امر مذکور باطل ہوگیا اور اسی طرح اگر کہا کہ تو اپنی عورت کو طلاق دیدے کہ
اسکا امر تیرے ہاتھ مین ہے تو یہ قول اور قول سابق دونون یکسان ہین یہ محیط مین ہے اور مجموع النوازل مین
ہے کہ اگر شوہر نے کسی لکھنے والے سے کہا کہ تو عورت کے واسطے یہ تحریر کر دے کہ اس عورت کا امر اسکے اختیار مین ہے بشرطیکہ
کہ مین ہرگاہ بدون اسکی اجازت کے سفر کرون پس یہ اپنے تئین ایک طلاق دیدے جسوقت چاہے پس عورت نے
کہا کہ مین ایک نہین چاہتی ہون بلکہ تین طلاق کی درخواست کی اور شوہر نے اس سے انکار کیا اور دونون مین
اتفاق نہوا پھر شوہر بدون اسکی اجازت کے باہر چلا گیا تو ایک طلاق کا اختیار عورت کو حاصل ہو جائیگا یہ
فصول عمادیہ مین ہے اور اگر اپنی جورو کے امر کا اختیار جورو یا کسی اجنبی کے ہاتھ مین دیا پھر شوہر کو جنون مطبق ہوگیا
تو یہ اختیار باطل نہوگا اور اگر اپنی جورو کے کام کا اختیار کسی طفل یا مجنون یا غلام یا کافر کے ہاتھ مین دیا تو جب تک
وہ اپنی اس مجلس سے اٹھ کھڑا نہو تب تک یہ اختیار اسکے ہاتھ رہیگا جیسا کہ خود عورت کو سپرد کرنے مین ہوتا ہے
اور اگر اپنی صغیرہ جورو سے کہا کہ تیرا کام تیرے اختیار مین ہے درحالیکہ وہ طلاق کی نیت رکھتا تھا پس صغیرہ
مذکورہ نے اپنے آپ کو طلاق دیدی تو صحیح ہے اور طلاق واقع ہو جائیگی یہ فصول استروشنی مین ہے اور اگر
اپنی جورو کا کام کسی معتوہ کے ہاتھ مین دیا تو صحیح ہے اور یہ مقصور بمجلس ہوگا الا یہ کہ اگر یون کہا کہ جب چاہے
اسکو طلاق دیدے یا جب چاہے اسکے نفس کو طلاق دیدے تو ایسا نہین ہے۔ اور اگر امر عورت دو مردون کے ہاتھ مین
دیا تو دونون مین سے ایک منفرد نہین ہو سکتا ہے یعنی ایک تنہا اسکو طلاق نہین دے سکتا ہے پھر اگر دونون نے کہا کہ ہم نے عورت کو

اپنی مجلس تفویض مین طلاق دی ہو اور شوہر نے اُس سے انکار کیا تو اُس سے قسم لیجائیگی کہ واللہ مین نہین جانتا ہون
کہ ایسی ہی بات ہے۔ اور اگر شوہر نے تین طلاق کی نیت کی ہو پس دونون مین سے ایک نے اُسکو ایک طلاق دیدی
اور دوسرے نے دو طلاق یا تین طلاق دین تو ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ایک ہی پر دونون متفق ہوئے
ہین یہ عتابیہ مین ہے۔ اور اگر کسی سے کہا کہ میری جورو کے امر کا اختیار میرے ہاتھ و تیرے ہاتھ مین ہے یا کہا
کہ مین نے اُسکے امر کا اختیار اپنے و تیرے ہاتھ مین کردیا پھر مخاطب نے عورت مذکورہ کو طلاق دی تو واقع
نہوگی الا اُس صورت مین کہ شوہر اجازت دیدے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میری جورو کا امر اللہ تعالی کے
اور تیرے اختیار مین ہے یا کہا مین نے اپنی جورو کے امر کا اختیار اللہ تعالی اور تیرے ہاتھ مین دیا اور مراد امر سے طلاق
ہے پس مخاطب نے طلاق دیدی تو واقع ہوگی یہ کافی مین ہے۔ اور منتقی مین ہے کہ ایک شخص نے اپنی جورو کا امر
اُسکے باپ کے ہاتھ مین دیا پس اُسکے باپ نے کہا کہ مین نے اُسکو قبول کیا تو مطلقہ ہوجائیگی یہ محیط مین ہے۔
اجناس ناطفی مین مذکور ہے کہ دو مردون نے ایک مرد پر گواہی دی اور دونون نے کہا کہ ہم دونون گواہی
دیتے ہین کہ فلان نے ہمکو حکم دیا تھا کہ ہم اُسکی جورو کو یہ بات پہونچا دین کہ اُسنے عورت کا امر اُسکے ہاتھ مین دیا
ہے اور ہمکو خبر پہونچی کہ اسکے بعد عورت نے اپنے نفس کو طلاق دیدی تو دونون کی گواہی جائز ہوگی۔ اور اگر
دونون نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ فلان نے ہم سے کہا کہ تم دونون میری جورو کا امر اُسکے ہاتھ مین کردو پس
ہم دونون نے اسکا امر اُسکے ہاتھ مین کردیا تو گواہی جائز نہین ہے یہ فصول استروشنی مین ہے۔ امام ابو حنیفہ رح سے
روایت ہے کہ اگر ایک مرد کی دو عورتین ہون پس اُسنے کہا کہ تم دونون کا امر تم دونون کے ہاتھ مین ہے تو جب تک
دونون متفق نہونگی تب تک دونون مین سے کوئی مطلقہ نہوگی۔ اور اگر ایک عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ
مین ہے اور اس جورو کا امر تیرے ہاتھ ہے پس اُسنے دوسری جورو کو طلاق دیدی پھر اپنے آپ کو طلاق دی تو
طلاق واقع ہوگی۔ اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ میری عورتون کا امر تیرے ہاتھ مین ہے یا کہا کہ میری جس عورت کو
چاہے طلاق دیدے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اپنے آپ کو طلاق دیدے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میری
عورتون مین سے کسی ایک عورت کا امر تیرے ہاتھ مین ہے اور طلاق کی نیت کی پس اُسنے ایک جورو کو طلاق دیدی
پس شوہر نے کہا کہ مین نے اُسکی نہین بلکہ دوسری کی نیت کی تھی تو قضاءً اُسکے قول کی تصدیق نہوگی یہ فتاوی
صغری مین ہے۔ اور اگر کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے یا اسکا امر اُسکے ہاتھ ہے پس اگر مخاطبہ نے یا دوسری نے اپنے آپکو
طلاق دیدی تو دوسرا اختیار باطل ہوجائیگا اور اگر دونون نے معاً اپنے آپکو طلاق دیدی تو دونون مین
ایک مطلقہ ہوجائیگی اور اسکا بیان شوہر کے ذمہ ہوگا یہ عتابیہ مین ہے۔ ایک فضولی نے دوسرے کی جورو
سے کہا کہ مین نے تیرا امر تیرے اختیار مین کردیا پس عورت نے کہا کہ مین نے اپنے نفس کو اختیار کیا پھر شوہر کو
اُسکی خبر پہونچی پس اُسنے اس سب کی اجازت دیدی تو عورت کے اختیار کرلینے سے طلاق واقع نہوگی لیکن
جس مجلس مین اُسکو شوہر کی اجازت دینے کا حال معلوم ہوا ہے اس مجلس تک اُسکو اختیار حاصل ہوجائیگا اور
اسی طرح اگر عورت نے خود کہا کہ مین نے اپنے امر کو اپنے ہاتھ مین کردیا اور اپنے نفس کو اختیار کرلیا پس شوہر نے
اس سب کی اجازت دیدی تو طلاق واقع نہوگی لیکن اجازت دینے پر عورت کا امر اُسکے ہاتھ مین ہوجائیگا اور اگر عورت

ف ۵ مترجم کہتا ہے کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علماء سب اماموں کے نزدیک متفق ہیں اور شاید کہ امام رح کے نزدیک واقع نہو کیونکہ دونوں سے امر کے خلاف مراد

نے کہا کہ مین نے اپنا امر اپنے ہاتھ مین کر دیا اور اپنے نفس کو طلاق دیدی پھر شوہر نے اسکے بعد اجازت دی
تو فی الحال ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور عورت کا امر اسکے اختیار مین ہو جائیگا چنانچہ اگر اُسنے پھر اپنے
نفس کو اختیار کیا تو دوسری طلاق بائنہ واقع ہوگی۔ اور اگر عورت نے کہا کہ مین نے اپنے نفس کو اختیار کیا
اور شوہر نے اجازت دی تو طلاق واقع نہوگی اگرچہ شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو۔ اور اگر عورت نے کہا
کہ مین نے اپنے نفس کو بائنہ کر دیا اور شوہر نے اجازت دی تو شوہر کی نیت ہونے پر طلاق واقع ہوگی
اور اگر عورت نے کہا کہ مین نے اپنے نفس کو تجھپر حرام کیا اور شوہر نے اجازت دیدی تو شوہر ایلا کرنے والا ہوجائیگا
اسواسطے کہ حلال کا حرام کر لینا ایلا رہی ہو لیکن ہمارے عرف مین یہ قول طلاق ہوگیا ہو پس عورت پر طلاق
واقع ہوگی یہ ظہیریہ مین ہو وقال المترجم ہمارے عرف مین ایسا نہین ہو پس ایلا ہونیکا حکم اشبہ ہی
واللہ اعلم اور اگر عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مین نے اپنے نفس کو طلاق دیدی پس شوہر نے کہا کہ مین نے
اُسکی اجازت دیدی تو یہ جائز ہو اور عورت پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور طلاق واقع ہونے کے
واسطے اجازت کے وقت شوہر کی نیت طلاق ہونا شرط نہین ہو۔ اور اگر اجازت دینے کے وقت شوہر نے
تین طلاق کی نیت کی ہو تو نیت صحیح نہوگی۔ اور اگر عورت نے کہا کہ مین نے اپنا امر اپنے ہاتھ مین کر دیا پس شوہر
نے کہا کہ مین نے اُسکی اجازت دیدی اور شوہر کی نیت طلاق کی ہو تو امر عورت اُسکے ہاتھ مین ہو جائیگا اور
اگر عورت نے کہا کہ مین نے خیار اپنی طرف کر لیا پس شوہر نے کہا کہ مین نے اسکی اجازت دیدی اور شوہر کی نیت
طلاق ہو تو خیار عورت کو حاصل ہو جائیگا یہ محیط مین ہو۔ ایک شخص کو خبر دی گئی کہ فلان نے تیری جورو کو طلاق
دیدی ہو پس اُسنے کہا کہ جو اُسنے کیا اچھا ہو یا کہا کہ اُسنے برا کیا تو بعض نے فرمایا کہ اول صورت مین واقع
ہوگی اور دوسری صورت مین نہین واقع ہوگی اور یہی ظاہر ہو اور یہی ماخوذ ہو یہ جواہر اخلاطی مین ہو۔
اگر عورت نے کہا کہ مین نے کل اپنا امر اپنے اختیار مین کیا پس اپنے نفس کو اختیار کر لیا ہو اور شوہر نے کہا
کہ تو نے سچ کہا اور مین نے اُسکی اجازت دیدی تو اسوقت جورو کو اختیار حاصل ہوگا اور قبل اسکے جو اُسنے اپنے
نفس کو اختیار کر لیا تھا وہ باطل ہو۔ اور اگر عورت نے کہا کہ مین نے کل کہا تھا کہ آج کے روز میرا امر میرے اختیار
مین ہو پس شوہر نے کہا کہ مین نے اجازت دیدی تو صحیح نہین ہو اسواسطے کہ وہ دن گذر گیا یہ عتابیہ مین ہو۔
اگر ایک شخص نے کہا کہ زید کی جورو طالقہ ہو پس زید نے کہا کہ مین نے اجازت دیدی یا مین راضی ہوا یا مین نے
اُسکو اپنے نفس پر لازم کیا تو اسپر طلاق لازم ہوگی یہ محیط مین ہو۔ اور اگر شوہر نے عورت سے کہا کہ مین نے تیرا
امر تیرے اختیار مین کرنا تیرے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا پس اگر عورت نے اسی مجلس مین اپنے نفس کو اختیار کیا
تو طلاق واقع ہوگی اور مال لازم آویگا یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہو اور
تیرا امر تیرے ہاتھ ہو یا کہا کہ مین نے تیرا امر تیرے ہاتھ مین کر دیا اور تیرا امر تیرے ہاتھ مین کر دیا تو یہ دو تفویض
ہین اور اسیطرح اگر کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہو پس تیرا امر تیرے ہاتھ ہو اور اگر کہا کہ جعلت امرک بیدک فامرک بیدک
یعنی مین نے تیرا امر تیرے ہاتھ کر دیا پس تیرا امر تیرے ہاتھ ہو تو یہ ایک تفویض ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور اگر شوہر نے
چند الفاظ تفویض کو جمع کر دیا مثلاً کہا کہ امرک بیدک اختاری طلقی پس اگر ان الفاظ کو بغیر حرف عطف ذکر کیا تو ہر ایک

کلام مبتدا قرار دیا جائیگا اور اگر بحرف فا ذکر کیا تو جو لفظ بحرف فا مذکور ہو وہ تفسیر قرار دیا جائیگا بشرطیکہ
تفسیر ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو اور امرک بیدک کی تفسیر ہونے کی صلاحیت لفظ اختیاری کو ہے اور اختیاری کی تفسیر
امرک بیدک سے نہیں ہو سکتی ہے۔ اور نیز امرک بیدک کی تفسیر امرک بیدک سے نہ ہوگی اور اسی طرح اختیاری کی تفسیر اختیاری سے
نہ ہوگی اس واسطے کہ کوئی لفظ خود اپنی تفسیر نہیں ہو سکتا ہے اور جب تفسیر نہ ہو سکا تو ماتقدم کی علت قرار دیا جائیگا اور
اگر علت بھی نہ بن سکا تو معطوف قرار دیا جائیگا۔ اور اگر بحرف واو ذکر کیا تو واسطے عطف کے ہوتا ہے پس عطف
ہوگا اور تفسیر نہ ہوگا اس واسطے کہ معطوف اپنے معطوف علیہ کی تفسیر ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے اور جب
ایک دوسرے پر عطف کیے گئے تو جو تفسیر آخر میں مذکور ہوگی تو وہ سب کی تفسیر قرار دیجائیگی یہ محیط میں
ہے۔ اور اگر فقط امرک بیدک کو مکرر بدون حرف واو کے ذکر کیا اور آخر میں تفسیر ذکر کی تو یہ تفسیر فقط اسی کی ہوگی جو
اسکے متصل ہے اور اسکے ماقبل کی نہ ہوگی یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ امرک بیدک طلقی نفسک یا کہا
کہ اختاری طلقی نفسک یعنی تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے اپنے نفس کو طلاق دیدے یا کہا کہ اختیار کر تو اپنے نفس کو
طلاق دیدے پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا پس شوہر نے کہا کہ میں نے اس سے طلاق کی نیت
نہیں کی تو اسکے قول کی تصدیق ہوگی اور عورت پر کچھ نہ واقع ہوگی اور اگر عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے
پس اختیار کر تو پس اپنے نفس کو طلاق دیدے اور جورو نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا اور شوہر نے کہا کہ
میں نے انمیں سے کسی سے طلاق کی نیت نہیں کی تو اسکے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور عورت پر ایک طلاق بائنہ
ہوگی اور یہ اس قول سے واقع ہوگی کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے مگر شوہر سے قسم لیجائیگی کہ واللہ میں نے اس سے
تین طلاق کی نیت نہیں کی تھی۔ اور اگر عورت سے کہا کہ اختیار کر تو پس تیرا کام تیرے ہاتھ ہے پس اپنے نفس کو
طلاق دیدے پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا یا کہا کہ میں نے اپنے نفس کو طلاق دی تو
امرک بیدک یعنی تیرا کام تیرے ہاتھ ہے اس قول سے اسپر ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور
اگر عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پس تو اپنے نفس کو طلاق دے یا کہا کہ تو اختیار کر پس اپنے نفس کو
طلاق دے پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو طلاق دی یا میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو ایک
طلاق بائنہ واقع ہوگی۔ اور اگر کہا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ ہے اور اپنے نفس کو طلاق دے یا کہا کہ تو اختیار کر اور
اپنے نفس کو طلاق دے پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا پس اگر شوہر نے طلاق کی
نیت نہ کی ہو تو عورت پر کچھ واقع نہ ہوگی اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو طلاق دی تو تصریح
لفظ کی وجہ سے عورت پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگی لیکن اگر شوہر نے اپنے اس قول سے کہ اپنے نفس کو
طلاق دے تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین طلاق واقع ہونگی۔ اور اگر کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے اور تو اختیار
کر اور اپنے نفس کو طلاق دے پس عورت نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو کچھ واقع نہ ہوگی اور اسی طرح اگر کہا
کہ تیرا کام تیرے ہاتھ ہے اور تو اختیار کر پس تو اختیار کر یا کہا کہ تو اختیار کر اور تیرا کام تیرے ہاتھ ہے پس تیرا کام تیرے
ہاتھ ہے تو بھی یہی حکم ہے کہ کچھ واقع نہ ہوگی۔ اور اگر کہا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ ہے اور تو اختیار کر پس اپنے نفس کو
طلاق دے پس عورت نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو عورت پر دو طلاق واقع ہونگی مگر اسکے ساتھ شوہر سے

قسم لیجائیگی کہ اُسنے امر بالید سے تین طلاق کی نیت نہیں کی تھی - اور اسی طرح اگر کہا کہ تو اختیار کر اور تو اختیار کر
پس اپنے نفس کو طلاق دیدے یا کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہی اور تیرا امر تیرے ہاتھ ہی پس تو اپنے نفس کو طلاق
دیدے تو بھی یہی حکم ہی یہ غایۃ السروجی میں ہی اور اگر کہا کہ میں نے تیرا امر تیرے ہاتھ کر دیا پس تیرا امر تیرے
ہاتھ ہی پس اپنے نفس کو طلاق دے تو امر ایک ہی ہوگا اور تیسرا جملہ اس امر کی تفسیر ہو گیا یہ عتابیہ میں
ہی اور اگر کہا کہ اختیار کر تو پس اختیار کر تو پس تو اپنے نفس کو طلاق دے پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے
نفس کو اختیار کیا تو دو طلاق بائن ہونگی اور اسی طرح اگر کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہی پس تیرا امر تیرے
ہاتھ ہی پس تو اپنے نفس کو طلاق دیدے تو بھی یہی حکم ہی - اور اگر کہا کہ تو اختیار کر پس تو اپنے نفس کو
طلاق دے اور تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہی پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو دو طلاق بائن
واقع ہونگی - اور اگر کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہی پس تو اختیار کر پس اپنے نفس کو طلاق دے پس عورت
نے اپنے نفس کو اختیار کیا یا یوں کہا کہ تو اختیار کر پس تو اپنے نفس کو طلاق دے پس تیرا امر تیرے ہاتھ ہی
پس عورت نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی یہ کافی میں ہی اور اگر کہا کہ تو اختیار
کر پس تیرا امر تیرے ہاتھ ہی اور اپنے نفس کو طلاق دے پس اُسنے اپنے نفس کو اختیار کیا تو کچھ واقع نہوگی
اور اگر اپنے نفس کو طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہی - اور اگر کہا کہ تیرا امر تیرے
ہاتھ ہی پس تو اختیار کر اور اختیار کر اور اپنے نفس کو طلاق دے یا پس اپنے نفس کو طلاق دے پس اُسنے
کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو ایک بائنہ واقع ہوگی - اور اگر شوہر نے دعوی کیا کہ میں نے نیت
نہ کی تھی تو اسکی تصدیق نہ کیجائیگی - اور اگر کہا کہ تو اپنے نفس کو طلاق دے پس تیرا امر تیرے ہاتھ ہی یا میں نے
اختیار تیرے ہاتھ میں کر دیا پس تو اپنے نفس کو طلاق دے یا تو اپنے نفس کو طلاق دے پس میں نے اختیار تیرے
ہاتھ میں کر دیا پس اُسنے اپنے نفس کو طلاق دی تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور اگر کہا
کہ طلاق دے اپنے نفس کو پس اختیار کر پس عورت نے کہا کہ میں نے اختیار کیا تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی
اور اگر کہا کہ میں نے اپنے نفس کو طلاق دی تو دو طلاق بائنہ واقع ہونگی اور اگر کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہی اختیار کر
اختیار کر اختیار کر پس اپنے نفس کو طلاق دے اور کچھ نیت مرد نے نہیں کی ہی پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے
نفس کو اختیار کیا تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہی پھر خاموش رہا پھر کہا کہ
اپنے نفس کو طلاق دے آیا تجھے کافی نہیں ہی کہ تو اپنے نفس کو طلاق دیدے اور امر بالید سے کچھ نیت
نہیں کی پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو واقع نہوگی حتی کہ اگر عورت نے کہا کہ میں نے
اپنے آپ کو طلاق دی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی - اور اگر عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہی پس تو
اختیار کر اختیار کر یا کہا کہ تو اختیار کر پس تیرا امر تیرے ہاتھ ہی تیرا امر تیرے ہاتھ ہی یا کہا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ ہی تو
اختیار کر پس تو اختیار کر یا کہا کہ تو اختیار کر تیرا امر تیرے ہاتھ ہی پس تیرا امر تیرے ہاتھ ہی یا کہا کہ تیرا
امر تیرے ہاتھ ہی تو اختیار کر اور تو اختیار کر اور کچھ نیت نہ کی تو سب صورتوں میں طلاق واقع نہوگی
اور اگر کہا کہ میں نے تیرا امر تیرے ہاتھ میں کر دیا پس تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہی پس عورت نے اپنے

نفس کو اختیار کیا تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اگرچہ شوہر کی نیت ہو یا وہاں کوئی قرینہ ہو مثلاً حالت مذاکرہ
طلاق ہو تو بھی ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور اگر شوہر نے تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین طلاق واقع ہونگی
اور اگر کہا کہ میں نے تیرا امر تیرے ہاتھ میں کردیا اور تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پس عورت نے اپنے نفس کو اختیار کیا
تو دو طلاق بائنہ واقع ہونگی - اور اگر مرد نے کہا کہ تو اپنے نفس کو طلاق ایسی طلاق دے کہ میں رجعت کا مالک ہوں
پس میں نے تین تطلیقات بائن میں تیرا امر تیرے ہاتھ میں کردیا پس عورت نے اپنے نفس کو اختیار کیا یا طلاق
دی تو تین طلاق واقع ہونگی یہ کافی میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو طلاق دیدے اور تو اختیار کر
پس عورت نے اختیار کیا تو بائنہ طلاق واقع ہوگی اور اگر طلاق دی تو دو واقع ہونگی یہ سراجیہ میں ہے اور اگر
اپنی جورو سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے اس حالت میں کہ تو اپنے نفس کو طلاق دے یا تاکہ تو اپنے نفس کو طلاق
دے پس اُس نے اپنے نفس کو طلاق دی تو بائنہ ہوگی یہ فصول استروشنی میں ہے اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ ہے
یا تیرا امر تیرے ہاتھ ہے تو جب تک اس اپنی مجلس میں وہ اپنے نفس کو اختیار نہ کرے تب تک طلاق واقع
نہ ہوگی اور جب اسی مجلس میں اختیار کیا تو شوہر کو اختیار دیا جائیگا چاہے ایک تطلیقہ سے طلاق واقع کرنا
اختیار کرے یا عورت کے اپنے نفس کو اختیار کرنے سے واقع کرے یہ سراجیہ میں ہے - اور اگر عورت سے کہا کہ تیرا امر
تیرے ہاتھ ہے پس تو اختیار کر یا کہا کہ تو اختیار کر پس تیرا امر تیرے ہاتھ ہے تو حکم امر بالید کا ہوگا چنانچہ اگر اُسنے
تین طلاق کی نیت کی ہو تو نیت مذکور صحیح ہوگی اور اگر شوہر نے تین طلاق کی نیت سے انکار کیا اور ایک کا
اقرار کیا تو اُس سے قسم لیجائیگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پس تو اپنے نفس کو
کل طلاق دے تو یہ قول کہ تو اپنے نفس کو کل طلاق دے یہ مشورہ ہے پس عورت کو اختیار ہے کہ فی الحال اپنے آپ کو
طلاق دیدے یہ فصول عمادیہ میں ہے اور اگر کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پس تو اپنے آپکو تین طلاق باوقات سنت دیدے
یا جب کل کا روز ہو تو دیدے تو ایسی صورت میں عورت کو اختیار رہیگا کہ اسی مجلس میں اپنے آپکو تین طلاق دیدے
اور سنت کی قید یا شرط مذکور لغو قرار پائیگی - اور اگر عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے تو اپنے نفس کو تین
طلاق باوقات سنت دیدے یا جب وقت کل کا روز آئے تو دیدے اور امر مذکور سے کچھ نیت نہیں کی تو امر لغو ہوگا اور اسکے
سوا سے جو کہیگی وہ بھی صحیح ہوگا پس عورت کو اختیار رہیگا چاہے اپنے آپکو تین طلاق بسنت دیدے یا جب کل کا روز
ہو تب دیدے یہ کافی میں ہے جو تفویض معلق بشرط ہو یا تو وہ مطلق از وقت ہوگی یعنی وقت کی تقیید نہ ہوگی یا موقت
ہوگی پس اگر مطلق ہو مثلاً کہا کہ جب فلان آوے تو تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پھر فلاں شخص آیا تو جب اسکو فلان کے آنے کے وقت
اُسکا حال معلوم ہو تو جس مجلس میں معلوم ہوا ہے اسی مجلس تک عورت کا امر اُسکے ہاتھ میں رہیگا - اور اگر تفویض
شرطیہ موقت ہو مثلاً کہا کہ جب زید آوے تو تیرا امر تیرے ہاتھ میں ایک روز ہے یا کہا کہ اُسی روز ہے کہ جس روز وہ آوے
تو عورت کو اس پورے روز تک خیار رہیگا بشرطیکہ اُسکو زید کے آنے کا علم ہو جاوے لیکن بات اتنی ہے کہ جس
صورت میں ایک روز بطور نکرہ ذکر کیا ہے عورت کو ایک روز کامل خیار رہیگا اور جس صورت میں بطور
معرفہ ذکر کیا ہے یعنی اُس روز کہ جس میں زید آوے خیار ہے تو معرفہ کی صورت میں اس باقی روز تک خیار رہیگا
اور عورت مذکور کے مجلس سے اُٹھنے سے خیار باطل نہوگا اور عورت کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس تمام وقت میں ایکبار سے

زیادہ اپنے نفس کو اختیار کرے اور اگر عورت کو زید کے آنے کا حال معلوم ہوا یہانتک کہ وقت گذر گیا تو اسکو
اس تفویض کی رو سے کبھی خیار نہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر کہا کہ میری جورو کا امر فلان کے ہاتھ ایک ماہ تک ہے
تو جس وقت یہ لفظ کہا ہے اُس سے متصل اگلا جو مہینہ آتا ہے وہی یہ مہینہ قرار دیا جائیگا اور اس مہینے کے
گذر جانے سے یہ تفویض باطل ہو جائیگی اگرچہ فلان کو اس تفویض کا علم نہوا ہو۔ اور اگر کہا کہ جب یہ مہینہ گذر
جاوے تو میری عورت کا امر فلان کے ہاتھ ہے پھر یہ مہینہ گذر گیا تو فلان کو اپنی مجلس علم میں یہ اختیار حاصل ہوگا
اگرچہ دو مہینے گذرنے کے بعد اُسکو آگاہی ہوا ہو واسطے کہ تفویض مذکور اس مہینے کے گذرنے پر معلق ہے اور جو امر
معلق بشرط ہو وہ شرط پائی جانے کے وقت مثل مرسل کے ہو جاتا ہے اور اگر بلفظ مرسل ایک مہینہ گذرنے کے فلان کو تفویض
کرے تو فلان کو اپنی مجلس بھر ہی اختیار رہیگا پس ایسا ہی اس صورت میں بھی ہے۔ اور اگر کہا کہ میری جورو کا امر ایک مہینہ
گذرنے کے فلان و فلان کے اختیار میں ہے پھر ایک مہینہ گذر گیا پھر دونوں میں سے ایک کو معلوم ہوا اور وہ طلاق
دینے سے پہلے مجلس سے اُٹھ کھڑا ہوا تو امر مذکور باطل ہو جائیگا اور اگر اُس نے طلاق دیدی تو واقع نہوگی
یہانتک کہ دوسرے کو اس تفویض کا علم ہو پس اگر اُسنے اپنی مجلس علم میں طلاق دی تو واقع ہو جائیگی ورنہ
باطل ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے قرضدار سے کہا کہ اگر تو نے میرا قرضہ ایک مہینہ تک ادا نکیا
تو تیری جورو کا امر میرے ہاتھ ہوگا پس قرضدار نے کہا کہ ایسا ہی ہو پھر شرط پائی گئی یعنی قرضدار نے ادا نکیا تو
قرضخواہ کو اختیار حاصل ہوگا کہ اُسکی جورو کو طلاق دیدے یہ جواہر کردری میں ہے۔ اور اگر کہا کہ جب فلان شخص
آوے تو اسمیں سے ایک روز تیرا امر تیرے ہاتھ ہے یا کہا کہ روز جمعہ کے ایک گھڑی تیرا امر تیرے ہاتھ ہے اور اُن
کچھ نیت نتھی تو [illegible] لیکن جس مجلس میں یہ لفظ کہا ہے اگر اسی مجلس میں یہ روز یا یہ ساعت بیان کر دی تو
اُسکے بیان پر رکھا جائیگا یہ عتابیہ میں ہے منتقی میں لکھا ہے کہ اگر کہا کہ جب چاند ہو تو تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پس اگر
عورت کو معلوم ہوا کہ چاند ہوا ہے مگر اُسنے اپنے نفس کو اس مجلس میں اختیار نہ کیا تو عورت کے ہاتھ سے اختیار
نکل جائیگا اور اگر چاند کے چند روز بعد عورت آئی اور کہا کہ مجھے چاند کا حال معلوم نہیں ہوا تھا پس اگر عورت
کوئی ایسی بات لائی کہ میری رائے میں وہ سچی معلوم ہوئی تو میں اُسکو اسپر قسم دلاؤنگا اور اسکا قول قبول
کرونگا اور اختیار اُسکے ہاتھ میں ہوگا اور اگر ایسی بات لائی کہ مجھے اسمیں جھوٹ معلوم ہوئی تو میں اسکا قول
قبول نکرونگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ جس وقت میں دوسری عورت سے تیرے اوپر نکاح کر لوں
تو اُس عورت کے امر کا اختیار تیرے ہاتھ ہے پھر اُس عورت کو خلع دیدیا یا بائنہ طلاق دیدی یا تین طلاق دیدیں پھر
دوسری عورت سے نکاح کیا تو اس دوسری کا امر اُس عورت کے ہاتھ میں نہوگا۔ اور اگر یوں کہا کہ جب میں دوسری عورت
سے نکاح کروں تو اُسکا امر تیرے ہاتھ ہے اور یہ نکہا کہ تیرے اوپر پھر اس عورت کو خلع دیدیا یا طلاق بائن یا تین طلاق
دیدیں پھر دوسری عورت سے نکاح کیا تو اسکا امر پہلی عورت کے ہاتھ میں ہوگا۔ اور اگر عورت سے کہا کہ جس وقت
میں اس نکاح میں تیرے اوپر دوسری عورت سے نکاح کروں تو اسکا امر تیرے ہاتھ میں ہوگا یا تیرا امر تیرے
ہاتھ میں ہوگا پھر شوہر نے اس عورت کو ایک طلاق بائنہ دیدی پھر دوبارہ نکاح کیا پھر اسپر دوسری عورت
بیاہ لایا تو امر مذکور اُسکے ہاتھ میں نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ ان تزوجت علیک [illegible]

لگایا جاتا ہے۔ ایک شخص نے اپنی جورو کے ہاتھ میں اُسکا امر اس شرط سے دیا کہ اگر وہ اس عورت سے اتنی مدت
غائب ہو جاوے تو عورت کا امر اُسکے ہاتھ ہے کہ اپنے نفس کو جب چاہے طلاق دیدے پھر اس مدت مذکورہ تک
غائب رہا مگر اس مدت کے آخر روز میں حاضر ہو گیا پھر آن کر دیکھا تو یہ عورت خود غائب ہو گئی یہاں تک کہ
یہ مدت مذکورہ پوری تمام ہو گئی تو شیخ امام استاد رحمۃ اللہ نے فتویٰ دیا کہ عورت کا امر اُسکے اختیار میں رہیگا
اور قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ نے فتویٰ دیا کہ اگر مرد نے کو اُس عورت کی جگہ جانتا ہو کہ کہاں ہے تو عورت کا
امر اسکے ہاتھ نہ ہوگا۔ اور فرمایا کہ یہ اُس وقت ہے کہ عورت مدخولہ ہو اور اگر غیر مدخولہ ہو تو غیر مدخولہ سے اتنی مدت تک غائب ہونے
سے اسکا امر اسکے ہاتھ ہوگا اور اگر مدخولہ ہو اور اس سے اتنی مدت تک غائب رہا لیکن وہ شہر میں رہا مگر اُسکے
گھر نہیں آتا تھا تو عورت کا امر اُسکے ہاتھ میں ہو جائیگا اور فرمایا کہ ایسا ہی شیخ قاضی امام نے فتویٰ دیا ہے
اور اگر کہا کہ اگر میں کوہ بخارا سے غائب ہو جاؤں تو عورت کا امر اُسکے ہاتھ میں ہے تو جب ہی وہ شہر سے نکلکر
الالفاظ دریا میں پہنچے گا غائب ہی عورت کا امر اُسکے ہاتھ میں ہو جائیگا یہ خلاصہ میں ہے فتاویٰ امام ظہیر الدین میں
مذکور ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنی جورو کا امر اُسکے ہاتھ میں اس شرط سے دیا کہ جب وہ اس عورت سے بخارا سے اس
مکان میں جسمیں دونوں رہتے ہیں دو مہینہ تک غائب ہو تو عورت مذکورہ مختار ہے جب چاہے اپنے نفس کو طلاق
دیدے پھر وہ بخارا سے دو مہینہ تک غائب رہا ولیکن یہ امر اس عورت سے دخول کرنے سے پہلے واقع ہوا اور عورت نے
قبل اسکے مدخولہ ہونے کے اپنے نفس کو طلاق دیدی تو طلاق نہ پڑیگی اسواسطے کہ وہ عورت سے ایسے مکان سے
غائب نہیں ہوا جس میں دونوں رہتے تھے اسلیے کہ ایسے مکان سے جسمیں دونوں رہتے ہوں یہ مراد ہوتی ہے کہ مکان
سکونت وازدواج ہو یہ فصول استروشنی میں ہے قال المترجم ہمارے عرف میں مکان سے یہ معنی مراد نہیں ہوتے ہیں
پس اگر یہی علت عدم طلاق ہو تو واقع ہونا چاہیے ہے فلیتامل۔ اور اگر کہا کہ میں بخارا سے غائب ہوں تو واقع رہے
کہ بخارا خاص قصبہ پر اطلاق ہوتا ہے یہ اکثر مشائخ کا قول ہے اور امام سرخسی نے فرمایا کہ کرمینہ سے فربر تک سب
بخارا ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ اگر میں بلدہ بخارا سے تیری بلا اجازت نکلوں تو تیرا امر تیرے
ہاتھ ہے جب چاہے تو طلاق دیدے پھر خود کو کسی اسکے گیا اور وہاں دو دن رہا تو عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی یہ
وجیز کردری میں ہے شیخ نجم الدین نسفی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اگر میں اس شہر سے غائب
ہو جاؤں اور میرے غائب ہونے پر چھ مہینہ گذریں تو میری جورو کا امر تیرے ہاتھ ہے حتی کہ تو اسکو اسکے باقی
مہر کے اور نفقہ عدت کے عوض خلع کر دے پھر وہ غائب ہوا اور چھ مہینہ تک نہ آیا تو شیخ نجم الدین رحمہ اللہ نے فرمایا
کہ یہ توکیل مطلق ہے حتی کہ اگر غیر نے کو مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا تو باطل نہ ہوگی اور انکے سوائے اور مشائخ سمرقند و بخارا نے
فتویٰ دیا کہ یہ تملیک ہے حتی کہ مجلس سے اٹھ کھڑے ہونے سے باطل ہوگی اور یہی صحیح ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے
اپنی جورو کا امر اُسکے ہاتھ میں بدین شرط دیا کہ اگر وہ عورت کو اتنی چیز ایسے وقت نہ دے تو عورت کو اختیار ہے جب چاہے
اپنے نفس کو طلاق دیدے پھر وقت گذر گیا اور عورت نے اپنے تئیں طلاق دیدی پھر دونوں نے اختلاف کیا چنانچہ
مرد نے کہا کہ میں نے اس عورت کو اسوقت پر چیز مذکور دیدی اور عورت نے اس سے انکار کیا تو طلاق کے
حق میں شوہر کا قول قبول ہوگا حتی کہ اسپر وقوع طلاق کا حکم نہ دیا جائیگا۔ اور اس مسئلہ کی اصل وہ مسئلہ ہے جو منتقی میں مذکور ہے کہ

ایک شخص نے اپنی جورو کے باپ سے کہا کہ اگر میں چالیس روز تک تیرے پاس نہ آؤں تو میری جورو کا امر تیرے
ہاتھ ہے پھر جب اسکی اس گفتگو کی گھڑی سے چالیس دن مع رات کے گذر گئے تو عورت کا امر اسکے باپ کے ہاتھ
ہوگا جب تک وہ اپنی اس مجلس میں ہے پھر اگر شوہر نے اسکے بعد دعوی کیا کہ میں تیرے پاس آیا تھا اور عورت
کے باپ نے کہا کہ تو میرے پاس نہیں آیا تو شوہر کا قول مقبول ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر عورت کا امر اسکے ہاتھ میں
شرط سے دیا کہ اگر مرد اس عورت سے تین مہینہ غائب ہوگیا اور عورت کو اسکا نفقہ نہ پہونچا پس وہ اپنے کو جب چاہے
طلاق دیدے پس مرد نے اسکو پچاس درم بھیجے تو شیخ نے فرمایا کہ اگر اسقدر مدت کا عورت کا یہ نفقہ پورا نہو تو عورت
کا امر عورت کے ہاتھ ہو جائیگا اور اگر نفقہ کی کچھ مقدار سفر میں ضائع ہوا اور عورت نے اپنا نفقہ شوہر کو ہبہ کر دیا پھر مدت
گذر گئی اور عورت کو اسکا نفقہ نہ پہونچا تو عورت کا امر اسکے ہاتھ میں نہوگا اور امام ظہیر الدین و امام محمد رحمہما اللہ تعالی
کے نزدیک قسم مرتفع ہو گی اور اگر عورت نے نفقہ ہبہ نہیں کیا ہے مگر شوہر نے دعوی کیا کہ میں نے اسکو نفقہ بھیجا ہے
اور اسکو پہونچ گیا اور عورت نے انکار کیا تو چاہیے کہ شوہر کا قول قبول ہو اور کہا کہ میں نے قاضی امام استاد
فخر الدین سے ایسا ہی سنا ہے پھر بعد مدت کے انھوں نے اس سے رجوع کیا اور فرمایا کہ شوہر کا قول قبول نہوگا
اور ایسا ہی ہر جگہ جہاں ایفاء حق کا مدعی ہے یہی حکم ہوگا اور فصول استروشنی میں ہے کہ عورت کا قول قبول ہوگا اور
یہی اصح ہے یہ خلاصہ میں ہے اور ذخیرہ میں بحوالہ منتقی مذکور ہے کہ اگر اپنی جورو سے کہا کہ اگر میں اس مہینہ میں تجھے تیرا
نفقہ نہ بھیجوں تو تو طالقہ ہے یا کہا کہ اگر میں تجھے اس مہینہ کا تیرا نفقہ نہ بھیجوں تو تو طالقہ ہے پس اس نے ایک آدمی کے
ہاتھ اسکا نفقہ روانہ کیا اور وہ ایلچی کے ہاتھ میں ضائع ہوگیا تو مرد مذکور حانث نہوگا اسواسطے کہ اسنے روانہ
روانہ کیا ہے یہ فصول استروشنی میں ہے۔ اور اگر عورت کا امر اسکے ہاتھ دیا کہ جب چاہے ایک طلاق دیدے بشرطیکہ
عورت کا نفقہ اسکو نہ پہونچے یہاں تک کہ یہ مہینہ گذر جاوے پس اسکا نفقہ ایک مرد کے ہاتھ بھیجا مگر مرد مذکور نے
اس عورت کا مکان نہ پایا حتی کہ بعد مہینہ گذر جانے کے عورت کو دیا تو قاضی استروشنی نے جواب دیا ہے کہ عورت
کو اختیار ہوگا کہ جب چاہے اپنے اوپر طلاق واقع کرے۔ و فیہ نظر یعنی اسمیں اعتراض ہے اسواسطے کہ اگر نفقہ ایلچی کے
ہاتھ میں ضائع ہوگیا تو عورت کا امر اسکے اختیار میں نہیں ہوتا ہے اس وجہ سے کہ شرط یہ تھی کہ ارسال نکرے اور یہاں
صورت یہ ہے کہ اسنے بھیجا ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ اگر میں تجھے بعد دس روز کے پانچ دینار نہ پہونچاؤں
تو تیرا امر ایک طلاق میں تیرے ہاتھ ہے جب چاہے پھر یہ ایام گذر گئے اور شوہر نے نفقہ اسکو نہ بھیجا پس اگر شوہر نے
اس سے فی الفور کی نیت کی ہو تو عورت کو اپنے آپ پر طلاق واقع کرنیکا اختیار رہیگا۔ اور اگر
فی الفور کی نیت نہیں کی تو عورت واقع نہیں کر سکتی ہے یہاں تک کہ دونوں میں سے ایک مر جاوے یہ
ذخیرہ کردری میں ہے۔ ایک شخص نے سمرقند سے اپنی جورو کے پاس سے غائب ہونیکا قصد کیا پس عورت
نے اس سے نفقہ کا سوال کیا پس اسنے کہا کہ اگر میں کش سے تیرا نفقہ دس روز تک نہ بھیجوں تو تیرا امر تیرے
ہاتھ میں ہے تاکہ تو جب چاہے اپنے نفس کو طلاق دیدے پھر دس روز گذرنے سے پہلے عورت کا نفقہ اسکو
روانہ کیا ولیکن کش سے نہیں بلکہ کسی دوسرے موضع سے بھیجا پس آیا امر عورت اسکے ہاتھ میں ہو جائیگا یا نہوگا
تو فتاوی ظہیر الدین میں ایسی بات مذکور ہے جو اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ عورت کا امر اسکے ہاتھ میں

ہو جائیگا چنانچہ فتاوی مین ذکر کیا ہو کہ اگر مرد نے کہا کہ اگر مین تیرا نفقہ کریمینہ سے دس روز تک نہ بھیجدون تو تو
طالق ہو پھر دس روز گذرنے سے پہلے دوسرے موضع سے روانہ کیا تو قسم مین حانث ہو جائیگا یہ فصول عمادیہ
مین ہو اگر کہا کہ تجھے تیرا نفقہ دس روز مین نہ پہونچے تو تیرا امر تیرے ہاتھ ہو پھر ان ایام مین عورت مذکورہ نے
نشوز کیا یعنے سرکشی کی مثلاً بلا اجازت شوہر کے اپنے باپ کے یہان چلی گئی اور اُسکو نفقہ نہ پہونچا تو امر بالید
کے حکم سے عورت پر طلاق واقع نہوگی یہ بحر الرائق مین ہو۔ اگر کہا کہ مین تجھسے غائب ہو جاؤن تو تیرا امر تیرے
ہاتھ ہو پھر کسی ظالم نے اسکو قید کر لیا تو عورت کا امر اسکے ہاتھ مین نہ ہوگا اور شیخ نے فرمایا کہ اگر ظالم نے اسپر
چلنے کے واسطے جبر کیا پس وہ خود چلا گیا تو عورت کے ہاتھ مین اسکا امر ہو جائیگا یہ وجیز کردری مین ہو۔ اور
اگر عورت کے ہاتھ اسکا امر بدین شرط کر دیا کہ جب وہ اس عورت کو بلا جرم مارے تو وہ اپنے نفس کو طلاق
دیے پھر اسکو مارا پھر دونون نے اختلاف کیا چنانچہ شوہر نے کہا کہ مین نے جرم پر مارا ہو تو قول شوہر کا قبول
ہوگا یہ ذخیرہ مین ہو۔ ایک شخص نے اپنی جورو کا امر اسکے ہاتھ مین بدین شرط دیا کہ جب اسکو بغیر جرم
مارے تو عورت جب چاہے اپنے نفس کو طلاق دیدے پھر عورت بغیر حکم و اجازت شوہر کے گھر سے باہر
چلی گئی پس شوہر نے اُسکو مارا تو بعض نے فرمایا ہو کہ اگر شوہر اُسکو اسکا مہر معجل ادا کر چکا ہو تو عورت کے
اختیار مین اسکا امر نہ ہوگا اور اگر مہر معجل اسکو ادا نہین کیا ہو تو عورت کو اختیار ہو کہ اُسکی بلا اجازت اپنے
باپ کے گھر چلی جائے اور مہر معجل وصول کرنے کے لیے اپنے نفس کو شوہر سے باز رکھے پس یہ خروج جرم نہوگا
اور شیخ امام ظہیر الدین مرغینانی رحمہ اللہ بلا تفصیل فتوی دیتے تھے کہ عورت کے ہاتھ مین اسکا امر نہوگا اور
فرماتے تھے کہ عورت کا گھر سے باہر جانا مطلقاً جرم ہو اور اول اصح ہو یہ محیط مین ہو۔ عورت سے کہا کہ اگر
مہینہ تک مین تجھے دو دینار نہ دون تو تیرا امر تیرے ہاتھ ہو پس عورت نے قرضہ لیا اور شوہر پر اُترا دیا
پس اگر شوہر نے اس مدت گذرنے سے پہلے قرضخواہ کو یہ مال دیدیا تو عورت کو ایقاع طلاق کا اختیار نہو
اور اگر ادا نہ کیا تو ایقاع کا اختیار رہیگا۔ عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہو بشرطیکہ مین شہر سے نکلون الا
تیری اجازت سے نکلون پھر وہ شہر سے نکلا اور عورت بھی اُسکے ہمراہ نکلی تو یہ امر عورت کی
طرف سے اجازت نہین ہو اور اگر عورت سے اجازت مانگی پس عورت نے اشارہ کیا تو اسکا حکم ذکر نہین فرمایا
ہو یہ وجیز کردری مین ہو۔ اور میرے جد سے دریافت کیا گیا کہ اگر ایک شخص نے اپنی جورو کا امر اُسکے ہاتھ
مین بدین شرط دیا کہ وہ جو مکتبیں اُس فلان چیز کی کیا جاتا ہے عورت نے اپنے نفس کو طلاق دیدی پھر شوہر نے
دعوے کیا کہ تین روز ہوئے تجھے اس سے معلوم ہوا تھا مگر تو نے جس مجلس مین جانا تھا اسمین اپنے نفس کو
طلاق نہین دی اور عورت نے کہا کہ نہین بلکہ مجھے ابھی معلوم ہوا ہے پس مین نے فی الفور طلاق دی ہو تو فرمایا کہ
قول عورت کا قبول ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہو۔ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین کوئی نشہ پیون یا تجھ سے غائب
ہو جاؤن تو تیرا امر تیرے ہاتھ ہو پھر ان دونون باتون مین ایک بات پائی گئی پس عورت نے اپنے آپ کو
طلاق دی پھر دوسری بات پائی گئی تو اب عورت کو اختیار نہوگا کہ اپنے تئین دوسری طلاق دے
اور اگر کہا کہ اگر مین تجھکو ماردون یا تجھ سے غائب ہو جاؤن تو جب ایسا کرون تو تیرا امر تیرے

یعنے کہین چلا جاؤن ۱۲

اختیار ہو چاہے اپنے نفس کو ایک طلاق دے اور اگر چاہے تو دو اور اگر چاہے تین طلاق دے پھر اگر شرط پائے جانے پر عورت نے اپنے نفس کو ایک طلاق دی تو اسی مجلس میں دوسری طلاق اپنے آپکو دے سکتی ہے یا نہیں تو فرمایا کہ اسکو یہ اختیار نہیں ہے یہ فصول استروشنی میں ہے۔ اگر کہا کہ اگر میں تجھ سے چھ مہینہ غائب ہوں اور تجھکو میں اور میرا نفقہ اس مدت میں نہ ملے تو تیرا امر طلاق تیرے ہاتھ ہے پھر مرد مذکور غائب ہو گیا اور اس مدت تک خود اس سے نہیں ملا مگر نفقہ عورت کو پہونچ گیا تو عورت کا امر اسکے اختیار میں ہوگا اسواسطے کہ طلاق اس مقام پر اس بات پر معلق ہے کہ دونوں باتیں نہ پائی جاویں اور ایسا نہوا بلکہ ایک بات پائی گئی پس مرد مذکور حانث ہوگا اور اگر کسی نے دو باتوں کے پائے جانے پر معلق کیا تو جب تک دونوں نہ پائی جاویں حانث نہوگا اور جب دونوں پائی جاوینگی حانث ہوگا چنانچہ اگر کہا کہ واللہ میں ان دونوں داروں میں داخل ہونگا یا کہا کہ اگر تو اس دار میں اور اس دار میں داخل ہوئی تو تو طالقہ ہے خواہ طلاق کو مقدم کیا یا موخر بیان کیا تو مطلقہ نہ ہوگی الا دونوں داروں میں داخل ہونے سے مطلقہ ہوگی یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی زوجہ صغیرہ کا امر اسکے اختیار میں بدین شرط دیا کہ جب وہ اسکے پاس سے ایک سال غائب ہو جاوے تو وہ اپنے نفس کو طلاق دے مگر ایسی طرح کہ شوہر کو کوئی خسارہ لاحق نہو پھر شرط پائی گئی پھر عورت نے اسکو مہر و نفقہ عدت سے بری کیا اور اپنے اوپر طلاق واقع کی تو طلاق رجعی واقع ہوگی اور مہر و نفقہ ساقط نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی جورو کا امر اسکے ہاتھ میں اس شرط سے کر دیا کہ جب وہ اسکو بغیر جرم مارے تو وہ اپنے نفس کو طلاق دے سکتی ہے پھر عورت مذکورہ نے اس سے نفقہ طلب کیا اور بہت اصرار کیا اور اسکے پیچھے لگ گئی تو یہ جنایت نہیں ہے لیکن اگر شوہر کے ساتھ بدزبانی کی یا اسکے کپڑے پھاڑ ڈالے یا اسکی ڈاڑھی پکڑی تو یہ جنایت ہے۔ اور اگر شوہر کو کہا کہ اے گدھے یا اے بیوقوف یا عذاب تجھے موت دے تو یہ عورت کی طرف سے جنایت ہے اور اگر عورت کا امر اسکے ہاتھ میں بدین شرط دیا کہ جب وہ عورت کو بغیر جرم مارے تو وہ اپنے آپکو طلاق دیدے پھر عورت نے غیر محرم کے سامنے منھ کھول دیا تو امام استاد نے فتویٰ دیا کہ یہ جنایت ہے اور قاضی امام فخر الدین نے کہا کہ یہ جنایت نہیں ہے اور فرمایا کہ یہ قول قدوری رحمہ اللہ کے موافق ہے کہ اسکا چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں محل پردہ نہیں ہیں کذا فی الخلاصہ اور صحیح یہ ہے کہ اگر اسنے اپنے شخص کے سامنے منھ کھول دیا ہے کہ اس عورت سے متہم ہوا یا ہو تو یہ جنایت ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر عورت نے اپنی آواز کسی اجنبی کو سنائی تو یہ جرم ہے اور سنانے کی یہ صورت ہے کہ کسی اجنبی سے باتیں کہیں یا عمداً اسطرح باتیں کہیں تاکہ اجنبی آدمی سنے یا اپنے شوہر سے اسطرح جھگڑے کے طور پر باتیں کہیں کہ اسکی آواز کسی اجنبی نے سنی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کسی اجنبی کو گالی دی تو یہ جنایت ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی عورت کا امر اسکے ہاتھ میں اس شرط سے دیا کہ اسکو بغیر جرم مارے پھر عورت نے کوئی شرعی جنایت کی جس سے مستحق سزا ضرب ہوئی پس مرد نے اسکو نہیں مارا پھر چند روز بعد اسنے غیر شرعی جنایت کی پس مرد نے اسکو مارا اور عورت نے بحکم امر بالید کے اپنے تئیں طلاق دیدی پس شوہر نے کہا کہ میں نے تجھے پہلی جنایت پر مارا ہے پس تو اپنے آپکو طلاق نہیں دے سکتی ہے اور عورت نے کہا نہیں بلکہ تو نے دوسری جنایت پر مجھے مارا ہے اور مجھے اپنے تئیں طلاق دینے کا اختیار حاصل ہو گیا تو قول شوہر کا قبول ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے

اگر عورت کا امر اُسکے ہاتھ مین بدین شرط دیا کہ جب اُسکو بغیر جرم مارے تو وہ اپنے نفس کو طلاق دے پس شوہر نے
اسپر لعنت کی پھر عورت نے اسپر لعنت کی پس شوہر نے اُسکو مارا تو اسمین اختلاف ہی بعض نے فرمایا کہ یہ جنایت نہین
ہی اور عامہ مشائخ نے فرمایا کہ جنایت ہی اور یہی صحیح ہی اور اسی طرح اگر شوہر نے اپنی جورو کی ماں پر قذف کیا
یعنی تہمت زنا لگائی پھر عورت نے بھی شوہر کی ماں کو ایسا ہی کہا تو بھی یہی حکم ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر عورت کا امر
اُسکے ہاتھ مین بدین شرط دیا کہ اُسکو بغیر جنایت شرعی مارے پھر عورت نے جھگڑے مین اپنے شوہر کو کہا کہ اے فرزند
کنجری یا اے حرامی کے بچے پس شوہر نے اُسکو مارا حالانکہ شوہر ویسا ہی ہی جیسا عورت نے کہا ہی تو عورت کو
اختیار ہی کہ اپنے نفس کو طلاق دیدے اور اگر عورت نے کہا کہ اے جولاہے کے بچے پس اگر شوہر ایسا ہی ہی جیسا
عورت نے کہا تو اسکا کچھ اعتبار نہین ہی اور یہ جنایت نہوگی کذا فی البحر الرائق قال المترجم اعتبار عرف کا ہی
پس ہمارے عرف مین جولاہا یا قصاب ایسے شمار ہین اور موضوع ہین وہ جرم ہونگے اگرچہ شوہر ایسا ہی ہو جیسا عورت نے کہا
ہو۔ اور اگر عورت سے کہا کہ اے پلید پس عورت نے بھی اسکو یون ہی کہا تو یہ جنایت ہی اور یہ اسوقت ہی کہ عورت
نے اس ابتدا کی جو شوہر نے کہا ہی تصریح کر دی یعنے کہا کہ تو پلید ہی اور اگر تصریح نہ کی مثلاً یون کہا کہ تو [illegible] ہی
ہی تو اسمین مشائخ کا اختلاف ہوا اور واضح یہ کہ یہ بھی جرم ہی اور ایسا ہوا اگر یا یون کہا کہ تو خود پلید ہی یہ خزانۃ المفتین
مین ہی قال اگر کہا کہ تو ہی ہوگا تو عند المترجم یہ کچھ نہین ہی واللہ اعلم۔ اور اگر اپنی جورو کا امر اُسکے ہاتھ مین
بدین شرط دیا کہ جب اُسکو بغیر جنایت مارے تو عورت جب چاہے اپنے آپکو طلاق دیدے پھر عورت نے قاضی کے
پاس شوہر کی نالش کی اور کہا کہ اس نے مجھے بغیر جرم مارا پس مین نے اپنے نفس کو طلاق دیدی ہی اور اپنا باقی مہر
کی درخواست کی پس قاضی نے شوہر سے دریافت کیا کہ تو نے اسکو کیون مارا پس شوہر نے کہا کہ مین نے قصداً نہین
مارا پس عورت نے قاضی سے کہا کہ اس نے مارنے کا اقرار کیا اور جواب ایقاع طلاق صحیح ہونے کی شرط واقعی اسکا اقرار
ہوا پس اسکو حکم دے کہ مجھے میرا باقی مہر دیدے پھر شوہر اسکے بعد قاضی کے پاس آیا اور دعوی کیا کہ مین نے اسکو
بعد ایسے جرم کے جو عورت سے صادر ہوا تھا مارا ہی اور اسپر گواہ قائم کیے پس اسکے دعوی کی صحت کا فتوی
طلب کیا گیا تو سب نے بالاتفاق جواب دیا کہ دعوی فاسد ہی اسواسطے کہ ہر دو قول مین تناقض ہی یہ ذخیرہ
مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی جورو کا امر ایک طلاق کے ساتھ اُسکے اختیار مین بدین شرط دیا کہ اُسکو بغیر جنایت
مارے پھر عورت بدون چادر و پردہ چھت پر چڑھی پس اگر وہ دکھلانے کے واسطے چڑھی تھی تو جرم ہی ورنہ نہین۔
اور اگر عورت کا امر اُسکے ہاتھ مین بدین شرط دیدیا کہ اسکو بغیر جنایت مارے پھر اُس سے کہا کہ [illegible]
پس عورت نے بطور اہانت اُسکے پاس پھینکدیا پس شوہر نے اُسکو مارا تو یہ جنایت ہوگی اور اگر پھینکا مگر بطور
اہانت کے نہین پھینکا تو یہ جنایت نہوگی۔ اور اگر عورت نے ایسا کام شروع کیا جو معصیت ہی پس شوہر نے
اُس سے کہا کہ اسکو مت کر کہ یہ معصیت ہی پس عورت نے جواب دیا کہ میرا جی اس سے خوش ہوتا ہی پس شوہر
نے اسکو مارا تو ایسا کہنا عورت کی طرف سے جنایت ہوگا اور اگر عورت نے ایسا فعل شروع کیا جو معصیت
نہین ہی تو ایسی صورت واقع ہونے سے عورت کا جواب جنایت نہوگا یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اور اگر
اپنی جورو کا امر اُسکے ہاتھ مین بدین شرط دیا کہ اُسکو مارے پھر اپنے سوا دوسرے کو حکم کیا کہ جس نے

عورت کو مارا پس آیا عورت کا امر اُسکے ہاتھ مین ہو جائیگا یا نہین تو یہ مسئلہ ملتقط ہو کہ اس طرح قسم کھائی کہ اگر اپنی
جورو کو نہ مارونگا پس دوسرے کو حکم دیا کہ جس نے عورت کو مارا پس اس مسئلہ مین مشائخ کا اختلاف ہو چنانچہ بعض
نے فرمایا کہ حانث ہو جائیگا جیسے کہ اگر یہ قسم کھائی کہ اپنے غلام کو نہ مارونگا پس غیر کو حکم دیا کہ اُسکو مارے
اور اُسنے مارا تو حانث ہوتا ہو اور بعض نے فرمایا کہ حانث نہوگا اور اگر عورت کو کوئی دکھ پہونچایا یا اُسکی چٹکی لی یا اُسکے
بال کھینچے یا اُسکو کاٹ کھایا یا گلا گھونٹ دیا کہ جس سے اُسکو درد و رنج پہونچا تو عورت کا کام اُسکے اختیار مین
ہو جائیگا اور یہ سب اُسوقت ہو کہ دل لگی مین ایسا نہ کیا ہو اور اگر دل لگی کی حالت مین بطور دل لگی ایسا کیا تو
عورت کا امر اُسکے اختیار مین نہوگا اگرچہ عورت کو درد و رنج پہونچا ہو اور اسی طرح اگر دل لگی مین شوہر کا سر عورت
کی ناک مین لگا جس سے ناک سے خون نکلا تو بھی امر و حانث نہ ہوگا اور یہی صحیح ہو یہ فصول استروشنی مین ہو
اور اگر عورت نے شوہر کے گھر کی کوئی چیز بلا اجازت دیدی حالانکہ ایسی چیز دیدینے مین کچھ پروا نکرنے کی
عادت نہین جاری ہو تو یہ عورت کی جنایت ہو اسی طرح شوہر کو بددعا کرنا بھی جنایت ہو اور اسی طرح اگر عورت
نے کہا کہ عورتون کے شوہر تو مرد ہوتے ہین مگر میرا شوہر ایسا نہین ہو تو یہ فعل بھی جنایت ہو اور اگر شوہر نے عورت
کو روکھی روٹی کھانے کو بلایا پس عورت غصہ مین آگئی تو یہ عورت کی جنایت نہین ہو یہ بحر الرائق مین ہو۔ اگر
عورت کا امر عورت کے اختیار مین بدین شرط دیا کہ اسکو بغیر جنایت مارے پھر عورت سے کہا کہ مین نے تجھے اجازت
دی کہ تو ہر دس روز مین ایکبار اپنے والدین کے یہان جایا کر پھر دس روز یا زیادہ گذرے کہ وہ اُنکے یہان
نہین گئی پس اُسکا باپ اُسکو دیکھنے آیا پھر وہ عورت اپنے شوہر سے بدون اجازت لیے والدین کے یہان گئی
پس شوہر نے اُسکو مارا تو عورت کا امر اُسکے اختیار مین ہو جائیگا۔ اگر عورت کی مان اُسکو دیکھنے اُسکے شوہر
کے یہان آئی پس شوہر نے کہا کہ تیری مان کتنا آتی ہو پس عورت نے کہا کہ کتنا تیری مان اور بہن ہو پس شوہر نے
اُسکو مارا تو عورت کا کام اُسکے اختیار مین نہ ہوگا یہ وجیز کردری مین ہو۔ اور اگر شوہر کے یہان مہمان آئے پس
شوہر نے عورت کو حکم دیا کہ مہمان کے سونے کے واسطے نہالی بچھا دے پس عورت نے ایسا نہ کیا پس شوہر نے
اُسکو مارا تو عورت کا کام اُسکے اختیار مین ہو جائیگا اور اگر عورت کو کپڑے نہ دھونے یا کھانا نہ پکانے پر
مارا تو یہ بلا جرم مارنا ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ اور اگر عورت کا امر اُسکے ہاتھ مین اس شرط پر دیا کہ ہرگاہ
اُسکو گالی دے تو وہ اپنے نفس کو طلاق دینے کی مختار ہوگی پھر عورت سے کہا کہ [illegible] تو اپنی
پھاڑ یا گوہ مست کھا یا دیوار سے اپنا سر مار تو اس سے عورت کا امر اُسکے اختیار مین نہ ہو جائیگا یہ خلاصہ
مین ہو۔ عورت کا امر اُسکے اختیار مین اس شرط پر دیا کہ جب اُسکو مارے تو وہ اپنے نفس کو ایک طلاق سے
طلاق دے کہ دونون مین ازدواج کی خصومت نہو پھر عورت نے شرط پائی جانے کے بعد اپنے نفس کو طلاق دی
تو مہر واجب ہوگا اور اگر کہا کہ بغیر خسران طلاق دے تو مہر واجب نہوگا یہ وجیز کردری مین ہو۔ ایک شخص نے
اپنی عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہو ہر بار جب تو چاہے تو عورت کو اختیار ہوگا کہ اپنے نفس کو اختیار کرے
ہر بار جب چاہے خواہ اس مجلس مین یا دوسری مجلس مین یہان تک کہ وہ تین طلاق سے بائنہ ہو جاوے
لیکن عورت مذکورہ اس مجلس مین اپنے آپ کو ایک سے زیادہ طلاق نہین دے سکتی ہو پھر اگر عورت نے

ایک طلاق چاہی تو ایک ہی واقع ہوگی اور اگر دوسری طلاق چاہی اور وہ عدت میں ہی تو دوسری بھی واقع
ہوگی اور اسی طرح اگر تیسری طلاق چاہی اور وہ عدت میں ہی تو تیسری بھی واقع ہوگی۔ و لیکن اگر عورت مذکورہ
نے تین طلاق چاہنے کے بعد کسی دوسرے شوہر سے نکاح کیا پھر اسکی طلاق کے بعد شوہر اول کے نکاح میں آئی
اور پھر اُسنے کوئی طلاق چاہی تو اسکا چاہنا ہمارے نزدیک کچھ بھی واقع نہوگی اور قسم سابق تین طلاق
چاہنے سے باطل ہوچکی۔ اور اگر عورت مذکورہ نے ایک ہی طلاق چاہی اور وہ پڑ گئی پھر عدت گذر گئی
پھر دوسرے شوہر سے نکاح کر لینے کے بعد پہلے شوہر کے نکاح میں آئی تو امام اعظم اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک
پوری تین طلاق کے ساتھ واپس آویگی۔ اور اگر عورت نے تین طلاقوں کو تین مرتبہ کر کے چاہا تو ایک بعد
دوسری کے اسپر تین طلاق واقع ہونگی یہ فصول استروشنی میں ہی۔ اور اگر عورت مذکورہ نے فقط ایک مرتبہ
چاہا پس اسپر ایک طلاق واقع ہوئی اور عدت گذر گئی پھر بعد اسکے دوسرے شوہر سے نکاح کر کے اسی
شوہر سے نکاح کیا تو عورت مذکورہ کو تین طلاق میں سے باقی کی بابت بھی چاہنے کا اختیار رہیگا یہ فتاویٰ
قاضی خان میں ہی۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے اختیار میں ہی اُس وقت اور جس وقت یعنی جب وقت تو
چاہے یا ہر وقت کہ تو چاہے تو اسکو اختیار رہیگا اپنے نفس کو ایکبار اختیار کرے چاہے اس مجلس میں یا دوسری
مجلس میں جس وقت اسکا جی چاہے۔ اور اگر اُسنے اپنے شوہر کو اختیار کیا تو امر اسکے ہاتھ سے باہر ہو جائیگا
اور اسی طرح اگر کہا کہ اذا شئت یا اذا ما شئت یا متی شئت یا متی ما شئت تو بھی یہی حکم ہی یہ فصول استروشنی میں ہی۔ اور اگر عورت
مذکورہ نے امر بالید کو رد کر دیا تو رد نہ ہوگا اور اگر مجلس سے کھڑی ہوگئی یا کسی کام میں مشغول ہوگئی یا کوئی
اور بات شروع کر دی تو بھی عورت کو اختیار رہیگا کہ چاہے اپنے نفس کو طلاق دیدے مگر وہ اپنے نفس کو
ایک ہی طلاق دے سکتی ہی یہ بدائع میں ہی۔ اور اگر عورت سے کہا کہ امرک بیدک کیف شئت تیرا امر تیرے ہاتھ ہی
جس کیفیت کہ تو چاہے تو اسکا چاہنا مجلس ہی تک مقصور ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ این شئت او حیث شئت او کم شئت
او این ما شئت او حیثما شئت تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اسی طرح اگر اپنی عورت سے کہا کہ امرک بیدک حیث شئت تو بھی
مجلس ہی تک اختیار مقصور رہیگا یہ فصول عمادیہ میں ہی۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو اختیار کر جب چاہے
یا کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہی تو جب چاہے پھر اُسکو ایک طلاق بائنہ دیدی پھر اُس سے نکاح کیا پھر عورت نے اپنے
نفس کو اختیار کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک دوبارہ طلاق پڑ جاویگی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دوبارہ مطلقہ نہوگی
اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ امام ابو یوسف رح کا قول پسندیدہ ہی یہ خلاصہ میں ہی۔ ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا
کہ فلانہ کا امر تیرے ہاتھ ہی تا کہ تو اسکو طلاق دے جبکہ تو چاہے تو یہ مشورہ ہی پس مخاطبہ کو اسی مجلس تک
اختیار رہیگا یہ منتقی میں مذکور ہی یہ محیط میں ہی۔ اور اگر عورت کا امر اسکے ہاتھ دیدیا پھر اسکو طلاق بائن دیدی
تو ظاہر الروایہ کے موافق امر بالید عورت کے ہاتھ سے نکل جائیگا اور اگر عورت کو ایک طلاق رجعی دیدی تو امر مذکور
اپنے حال پر رہیگا اور مشایخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہی کہ امر بالید منجز ہو یعنی بالفعل اختیار دیا ہو کسی شرط پر
معلق نہو اور اگر معلق ہو مثلاً کہا کہ اگر تو غائب رہے ... کسی شرط پر معلق کیا کہ اگر ایسا واقع ہو تو تیرا امر تیرے
ہاتھ ہی پھر عورت کو خلع دیدیا یا طلاق بائن دیدی تو امر بالید باطل نہوگا ... پھر اگر اُس عورت سے نکاح کیا پھر

اسکو مالیا تو عورت کا امر اسکے ہاتھ میں ہوگا خواہ عورت مذکورہ سے بعد انقضای عدت نکاح کیا ہو یا عدت ہی
میں نکاح کر لیا ہو یہ ذخیرہ میں ہے اور عتابیہ میں لکھا ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے ہر گاہ کہ تو
میری جورو ہو تو یہ اسی نکاح تک کے واسطے ہوگا اور بعد بائنہ ہو جانے کے امر مذکور باطل ہو جائیگا اور
اگر طلاق رجعی دیدی تو باطل نہ ہوگا اور اگر عورت کا امر اسکے ہاتھ میں مطلقاً دیدیا اور یہ نہ کہا کہ ہر گاہ کہ
تو میری جورو ہو پھر اسکو بائنہ کردیا پھر اس سے نکاح کیا تو اسمیں دو روایتیں ہیں اور اظہر روایت یہ ہے
کہ امر مذکور باطل نہ ہوگا بلکہ بحالہ رہیگا اور اسی پر فتوی ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص سے اور اسکی جورو سے
جھگڑا ہوا پس جورو نے کہا کہ واللہ کہ میرے تو نے اس سے نجات دے پس شوہر نے کہا کہ اگر تو مجھ سے نجات چاہتی
ہے تو تیرا امر تیرے ہاتھ ہے اور طلاق کی نیت کی [illegible] پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے
آپکو تین طلاق دیں پس شوہر نے کہا کہ تو نے نجات پائی تو امام اعظم رح کے قول میں عورت پر کچھ واقع نہ ہوگی
یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو چاہتا ہے کہ میں اپنے آپ کو طلاق دیدوں اسنے کہا
کہ ہاں پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے آپکو طلاق دی پس اگر شوہر نے عورت کو تفویض طلاق کی نیت کی تو
عورت پر ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر شوہر کی یہ نیت تھی کہ اگر تو طلاق دے سکتی ہے تو اپنے آپکو طلاق دے
تو عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو چاہتا ہے کہ میں تیری عورت کو تین طلاق دیدوں
پس اسنے کہا کہ ہاں پس اسنے کہا کہ میں نے تیری جورو کو تین طلاق دیدیں تو مشائخ نے کہا ہے کہ اسکی جورو پر
تین طلاق واقع ہو نگی اور صحیح یہ ہے کہ یہ اور پہلی صورت دونوں یکساں ہیں کہ طلاق جبھی واقع ہونگی
کہ جب شوہر نے اس امر سے تفویض طلاق کی نیت کی ہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ زید نے عمرو سے کہا کہ تو
اپنی دختر کا نکاح میرے ساتھ کردے بدین شرط کہ میری جورو کا اختیار تیرے ہاتھ میں ہو جائے تو اسکو طلاق دیدے
اور عمرو نے [illegible] ساتھ اپنی دختر کا نکاح کردیا پھر زید کی جورو کو طلاق دیدی
تو فرمایا کہ اگر عمرو نے اسی مجلس میں اسکی جورو کو طلاق دی ہو تو واقع ہو جائیگی اور اگر مجلس سے جدا ہو جانے کے
بعد طلاق دی ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تیرا امر [illegible]
ساتھ تیرے ہاتھ میں ہے بدین شرط کہ تو مجھے اپنے مہر سے بری کردے پس عورت نے کہا کہ تو مجھے وکیل کردے تاکہ میں اپنے
نفس کو طلاق دوں پس شوہر نے کہا کہ تو میری وکیل ہے تاکہ تو اپنے نفس کو طلاق دے پس اگر عورت نے پہلے شوہر
کو مہر سے بری کرکے پھر اسی مجلس میں طلاق دی تو واقع ہوگی اور اگر پہلے بری نہیں کیا تو واقع نہ ہوگی۔ ایک
عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں نے اپنا مہر تجھے چھوڑ دیا بدین شرط کہ تو میرا امر میرے ہاتھ میں دیدے
پس شوہر نے ایسا ہی کیا تو جبتک عورت اپنے آپکو طلاق نہ دیدے تب تک عورت کا مہر قائم رہیگا یہ
محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کوئی شخص بالاکراہ مجبور کیا گیا کہ اپنی جورو کا امر اسکے ہاتھ میں دیدے پس اسنے ایسا ہی کیا
تو صحیح ہے اور شیخ ابو الشریح سے روایت ہے کہ اگر وہ بالاکراہ مجبور کیا گیا کہ کاغذ پر لکھے کہ اسکی جورو طالقہ ہو یا اسکی جورو
کا امر اسکے ہاتھ ہے تو صحیح نہیں ہے الا اس صورت میں کہ اسکی نیت بھی ہو یہ عتابیہ میں ہے۔ ایک غلام نے اپنے مولی سے
کہا کہ میرے ساتھ اپنی اس باندی کا نکاح بدین شرط کردے کہ اس باندی کا امر تیرے ہاتھ ہو پس اسنے باندی مذکورہ کا

نکاح اسکے ساتھ کر دیا تو اسکا امر مولے کے ہاتھ میں نہ ہوگا اور اگر مولے نے ابتدا کی اور کہا کہ میں نے یہ باندی تجھے
نکاح میں بدین شرط دی کہ اسکا امر میرے ہاتھ ہے پس فلاں نے یہ نکاح قبول کیا تو باندی کا امر مولی کے ہاتھ ہوجائیگا
یہ محیط سرخسی میں ہے۔ تیسری فصل مشیت کے بیان میں۔ جب عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو طلاق دیدے خواہ
اس سے کہا کہ اگر تو چاہے یا یہ نہ کہا تو عورت کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو فقط اسی مجلس میں اپنے آپ کو
طلاق دیدے اور شوہر کو یہ اختیار نہ رہیگا کہ اسکو معزول کردے اور اگر کسی شخص سے کہا کہ میری جورو کو
طلاق دیدے اور اسکے ساتھ مشیت کو ملا دیا یعنی یوں کہا کہ میری جورو کو طلاق دے اگر تو چاہے تو اسکا بھی
یہی حکم ہے کہ فقط اسی مجلس تک رہیگا۔ اور اگر اسکے ساتھ مشیت کو نہ ملایا یعنی فقط یوں ہی کہا کہ تو میری جورو کو طلاق دیدے
تو یہ توکیل ہے اور اسی مجلس تک مقصور نہ ہوگی اور وکیل کے معزول کرنے کا بھی مختار رہیگا یہ ... میں ہے۔
اور اگر عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو طلاق دیدے تو شوہر کو اس سے رجوع کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر اس سے
کہا کہ تو اپنی سوت کو طلاق دیدے تو یہ اسی مجلس تک مقصور نہیں ہے اسواسطے کہ یہ توکیل ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر اپنی
جورو سے کہا کہ تو اپنے نفس کو طلاق دیدے اور تین طلاق کی نیت کی پس اس نے اپنے نفس کو تین طلاق متفرق
یا اکٹھا دیدیں یا کہا کہ میں نے اپنے نفس کو طلاق دی تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر عورت نے ایک یا دو طلاق
دیں تو واقع ہونگی اور اگر ایک طلاق دیکر خاموش رہی پھر دو طلاق دیں تو ایک ہی واقع ہوگی یہ تمرتاشی
میں ہے اور اگر شوہر نے دو طلاق کی نیت کی ہو تو ایک ہی واقع ہوگی الا اس صورت میں کہ عورت باندی ہو یعنی تو
دونوں واقع ہونگی یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر شوہر نے ایک کی نیت کی ہو تو عورت کے تین طلاق واقع کرنے سے
امام اعظم رح کے نزدیک کچھ واقع نہ ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک ایک واقع ہوگی۔ اور اگر عورت نے ایک طلاق دی
حالانکہ شوہر کی کچھ نیت تعداد نہیں ہے یا ایک کی نیت ہے تو یہ ایک طلاق رجعی ہوگی اور اسی طرح اگر عورت نے
اپنے تئیں یوں کہا کہ میں نے اپنے نفس کو بائن کر دیا یا میں حرام ہوں یا بائن ہوں یا بتہ ہوں یا بریہ ہوں
تو بھی ایک ہی طلاق رجعی واقع ہوگی یہ تمرتاشی میں ہے۔ اور اگر وہ صورت مذکورہ عورت نے یوں کہا کہ میں نے
اپنے نفس کو اختیار کیا تو طلاق نہ پڑیگی اور جو امر کہ عورت کو تفویض ہوا تھا اسکے ہاتھ سے باہر ہو جائیگا یہ
فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو تین طلاق دیدے پس عورت نے ایک طلاق دی تو
ایک ہی ہوگی اور اگر عورت سے کہا کہ اپنے آپکو ایک طلاق دے پس اس نے تین طلاق دیدیں تو امام اعظم رح کے
نزدیک طلاق واقع نہ ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک ایک واقع ہوگی یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو
ایک طلاق دے پس اس نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو ایک ایک ایک طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہوگی اور زیادت لغو ہوگی۔
اور اگر عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو بطلاق رجعیہ طلاق دے پس اس نے بائنہ طلاق دی یا کہا کہ بائنہ طلاق دے اور اس نے
رجعیہ طلاق دی تو ویسی ہی طلاق واقع ہوگی جسکا شوہر نے حکم کیا ہے نہ وہ جو عورت نے ثابت کی ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور
اگر اس نے اپنی دو عورتوں سے کہا کہ تم دونوں اپنے نفسوں کو تین تین طلاق دو حالانکہ دونوں اسکی مدخولہ ہیں پس ہر ایک نے
اپنے نفس کو اور اپنی سوت کو آگے پیچھے طلاق دیدیں تو ہر ایک دونوں میں سے بتطلیق اول تین طلاقوں سے مطلقہ ہوگی
اور یہ نہ ہوگا کہ دوسری کی تطلیق سے مطلقہ ہو اسواسطے کہ اول کی تطلیق کے بعد دوسری کا اپنے نفس کو اور اپنی سوت کو

طلاق دینا باطل ہی اور اگر پہلی نے ابتدا کر کے اپنی سوت کو تین طلاقیں دیدین پھر اپنے نفس کو طلاق دی تو اُسکی
سوت مطلقہ ہوگی خود نہوگی اسواسطے کہ وہ اپنے نفس کے حق مین مالکہ ہی اور تملیک مقتصر بر مجلس ہی پس جب اُسنے
اپنی سوت کو طلاق دینا شروع کیا تو جو اختیار اُسکو اُسکے نفس کے واسطے دیا گیا تھا وہ اُسکے ہاتھ سے نکل گیا اور
اپنے نفس کو پہلے طلاق دینی شروع کرنے کے بعد دوسری کے طلاق دینے کا اختیار اُسکے ہاتھ سے خارج نہین
ہوسکتا ہی اسواسطے کہ وہ دوسری کے حق مین وکیلہ ہی اور وکالت مقصور بر مجلس نہین ہوتی ہی یہ ظہیریہ مین ہی اور
منتقی مین امام اعظم رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے اپنی دو عورتون سے کہا کہ تم دونون اپنے نفسون کو طلاق دو
پھر اسکے بعد کہا کہ تم دونون اپنے نفسون کو طلاق نہ دو تو ان دونون مین سے ہر ایک کو اپنے نفس کے طلاق دینے کا
اختیار باقی ہی جب تک کہ دونون اسی مجلس مین ثابت ہین مگر کسی کو یہ اختیار نہوگا کہ بعد اُٹھ جانے کے اپنی سوت کو
طلاق دے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر اپنی دو عورتون سے کہا کہ تم دونون اپنے نفسون کو تین طلاق دو اگر تم دونون
چاہو پس ان دونون مین سے فقط ایک نے اپنے نفس کو اور اپنی سوت کو اسی مجلس مین تین طلاق دین تو دونون مین سے
کوئی مطلقہ نہوگی پھر اگر قبل اس مجلس سے قیام کرنے کے دوسری نے بھی اپنے نفس کو اور اپنی سوت کو تین طلاق دیدین تو
دونون تین تین طلاق سے مطلقہ ہوجائینگی اور دونون مین سے ایک کی تطلیق سے طلاق واقع نہوگی۔ اور اگر دونون
مجلس سے اُٹھ کھڑی ہوئین پھر دونون مین سے ہر ایک نے اپنے نفس کو اور اپنی سوت کو تین طلاق دین تو دونون
مین سے کوئی مطلقہ نہوگی یہ محیط مین ہی اور اگر عورت سے کہا کہ اپنے نفس کو تین طلاق دے اگر تو چاہے پس اُسنے اپنے نفس
کو ایک یا دو طلاق دین تو بالاجماع کچھ واقع نہوگی یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر اس مسئلہ مین عورت نے یون کہا کہ مین نے
چاہی ایک اور ایک اور ایک پس اگر اُسنے ایک دوسرے سے متصل اسطرح کہا تو تین طلاق پڑ جائینگی خواہ مدخولہ ہو یا
غیر مدخولہ ہو یہ تبیین مین ہی۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو ایک طلاق دے اگر تو چاہے پس اُسنے تین طلاق
دیدین تو امام اعظم رح کے نزدیک کچھ واقع نہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگی یہ کافی مین ہی
اور اگر عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو طلاق دے جب چاہے تو عورت کو اختیار ہوگا کہ جب چاہے اپنے نفس کو طلاق
دیدے خواہ اس مجلس مین یا اسکے بعد مگر اُسکی مشیت ایک ہی بار ہوگی اسیطرح اگر متی ما شئت یا اذا ما شئت کہا تو مثل متی
یعنی جب چاہے کے ہی اور اگر کہا کہ کلما شئت یعنی ہر بار جب چاہے تو عورت کو برابر یہ اختیار رہیگا یعنی بار بار جب چاہے
یہانتک کہ تین طلاق پوری ہوجاوین یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور اگر عورت سے کہا کہ طلقی نفسک کیف شئت یعنی تو
اپنے نفس کو طلاق دے جس کیفیت سے تیرا جی چاہے تو عورت کو اختیار ہوگا کہ جس کیفیت سے چاہے بائنہ یا رجعیہ
ایک یا دو یا تین اپنے تئین دیدے مگر مشیت مذکورہ مقتصر بر مجلس ہوگی یہ تہذیب مین ہی۔ اور اگر عورت سے کہا کہ
تو اپنے نفس کو طلاق دے اگر تو چاہے اور فلانہ جو دوسری ہی اُسکو طلاق دے اگر تو چاہے پس اُسنے کہا کہ فلانہ طالقہ ہی
اور مین طالقہ ہون یا کہا کہ مین طالقہ ہون اور فلانہ طالقہ ہی تو دونون پر طلاق واقع ہوجاویگی یہ فتاوی قاضیخان
مین ہی۔ اور اگر عورت سے کہا کہ اپنے نفس کو طلاق دے تین طلاق اگر تو چاہے پس اُسنے کہا کہ مین طالقہ ہون تو
کچھ واقع نہوگی الا آنکہ کہے تین طلاق سے طالقہ ہون تو واقع ہونگی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر عورت سے
کہا کہ اپنے نفس کو طلاق دے اگر تو چاہے پس اُسنے کہا کہ قد شئت یعنی مین نے ضرور چاہا ہی کہ مین اپنے نفس کو

طلاق دو ان تو یہ باطل ہوا ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ اپنے نفس کو طلاق دے جب تو چاہے پھر یہ شخص مجنون بطبق مجنون ہو گیا پھر عورت نے اپنے نفس کو طلاق دی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ جس بات سے شوہر رجوع کر سکتا ہے وہ اسکے ایسے مجنون ہو جانے سے باطل ہو جائیگی اور اپنی جس بات سے رجوع نہیں کر سکتا ہے وہ اسکے مجنون ہونے سے باطل نہ ہوگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہے منتقی میں امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ اپنے نفس کو ایک طلاق بائنہ دیدے جب چاہے پھر اس سے کہا کہ اپنے نفس کو ایک ایسی طلاق دے کہ میں رجعت کر سکوں جب تیرا جی چاہے پس عورت نے بعد چند روز کے کہا کہ میں طالقہ ہوں تو یہ ایک ایسی طلاق ہوگی جس میں شوہر رجوع کر سکتا ہے اور عورت کا یہ قول شوہر کے دوسرے کلام کا جواب ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر کسی نے اپنی جورو سے کہا کہ طلقی نفسک عشرا ان شئت یعنی اپنے نفس کو طلاق دے دس اگر تو چاہے پس اسنے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تین طلاق دیں تو کچھ واقع نہ ہوگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہے قلت یعنی ان کو لہ ہذا علی قول الاعظم رحمۃ اللہ علیہ واللہ اعلم۔ اور اگر عورت سے کہا کہ اپنے نفس کو طلاق دے اگر تو چاہے پس عورت نے کہا کہ میں نے چاہا تو کچھ واقع نہ ہوگی یہ بدائع میں ہے۔ اور زیادات میں لکھا ہے کہ اگر اپنی جورو سے کہا کہ جب کل کا روز آوے تو اپنے نفس کو بعوض ہزار درم کے طلاق دے پھر شوہر نے کل کا روز آنے سے پہلے رجوع کر لیا تو رجوع کرنا کچھ کارآمد نہ ہوگا اور اگر عورت نے کہا ہو کہ جب کل کا روز آوے تو تجھے بعوض ہزار درم کے طلاق دیدے پھر اسنے کل کا روز آنے سے پہلے اس سے رجوع کر لیا تو عورت کا رجوع کرنا کارآمد ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو چاہے پس اسنے کہا کہ میں نے چاہا تو واقع ہوگی اور مشیت مختص بمجلس ہوگی یہ تہذیب میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ انت طالق ان اردت اور ان شئت اور ہویت اور احببت پس عورت نے اسی مجلس میں کہا کہ میں نے چاہی یا میں نے ارادہ کی تو طلاق واقع ہوگی یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تجھے بھلا معلوم ہو یا تیرے موافق ہو پس عورت نے کہا کہ میں نے چاہی تو واقع ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر کہا کہ انت طالق ان شئت یعنی تو طالقہ ہے اگر تو چاہے پس عورت نے کہا کہ احببت میں نے دوست رکھی تو واقع نہ ہوگی یہ غایۃ السروجی میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ شائی الطلاق اور اسکی طلاق کی نیت کی پس عورت نے کہا کہ میں نے چاہی ہے تو استحسانا واقع ہوگی اور اگر نیت نہ ہو تو واقع نہ ہوگی اور اگر کہا کہ تو اپنی طلاق چاہ تو بلانیت واقع ہوگی۔ اور اگر عورت سے کہا کہ اگر تو چاہے تو تو طالقہ ہے پس عورت نے کہا ہاں یا میں نے قبول کیا یا میں راضی ہوئی تو واقع نہ ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو قبول کرے پس عورت نے کہا کہ میں نے چاہی تو فقیہ ابو بکر بلخی سے منقول ہے کہ طلاق واقع ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو چاہے پس اسنے کہا کہ میں نے چاہی اگر تو چاہے پس شوہر نے کہا کہ میں نے چاہی حالانکہ اسکی نیت طلاق کی تھی تو امر مشیت مذکور باطل ہو گیا حتی کہ اگر شوہر نے یوں کہا کہ میں نے تیری طلاق چاہی تو بشرط نیت واقع ہوگی یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو چاہے پس اسنے کہا کہ میں نے چاہی اگر ایسا ہو تو اسمیں دو صورتیں ہیں یا تو اسنے اپنے چاہنے کو ایسے امر پر معلق کیا جو موجود تھا میں پایا گیا پس ایسی صورت میں طلاق واقع ہو جائیگی یا اسنے اپنی مشیت کو ایسے امر پر معلق کیا جو ہنوز واقع نہیں ہوا ہے

تو ایسی صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی اور امر زید کو عورت کے ہاتھ سے نکل جائیگا - اور اسی سے سمجھ کہا ہو کر
اگر عورت نے یوں کہا کہ میں نے چاہی اگر میرا باپ چاہے تو یہ باطل ہے اور اگر اسکے بعد اسکے باپ نے کہا
کہ میں نے چاہی تو طلاق واقع نہ ہوگی یہ محیط میں ہے - ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ بسہ طلاق ہے
اگر تو چاہے پس عورت نے کہا کہ میں طالقہ ہوں تو یہ باطل ہے اور اگر کہا کہ میں بسہ طلاق طالقہ ہوں تو تین
طلاق واقع ہونگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ بیک طلاق ہے اگر تو چاہے پس
عورت نے کہا کہ میں نے تین طلاق چاہیں تو امام اعظم رح کے نزدیک واقع نہ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ایک
طلاق واقع ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے - اور اگر کہا کہ تو طالقہ بسہ طلاق ہے اگر تو چاہے پس اسنے ایک طلاق
چاہی تو واقع نہ ہوگی اور اگر عورت نے ایک اور ایک اور ایک چاہی تو تین طلاق پڑجاوینگی خواہ مدخولہ ہو یا غیر
مدخولہ اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے چاہی ایک پھر خاموش رہی تو امر اس ثابت ہو گیا حتی کہ اگر اسکے بعد
اور چاہی تو واقع نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے - ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو چاہے اور تو
چاہے اور تو چاہے پس عورت نے کہا کہ میں نے چاہا تو واقع نہ ہوگی تاوقتیکہ تین مرتبہ نہ کہے یہ فتاوے
قاضی خان میں ہے - اور اگر کہا کہ تو طالقہ واحدہ ہے اگر تو چاہے پس عورت نے کہا کہ میں نے ایک کی نصف چاہی
تو مطلقہ نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے - داؤد بن رشید نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ اگر اپنی جورو سے کہا کہ تو
طالقہ واحدہ ہے اگر تو چاہے تو طالقہ بدو ہے اگر تو چاہے پس عورت نے کہا کہ ہاں البتہ میں نے ایک چاہی
ہاں البتہ میں نے دو چاہیں تو فرمایا کہ اگر عورت مذکورہ نے ملا کر کہا ہے تو تین طلاق واقع ہونگی یہ محیط میں ہے
ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو چاہے ایک اور اگر چاہے دو پس عورت نے کہا کہ میں نے چاہی
تو تین طلاق سے مطلقہ ہوگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہے - قال المترجم اصل عبارت عربیہ یہ ہے انت طالق
ان شئت واحدة وان شئت ثنتین پس واو عاطفہ لیکر یہ حکم دیا گیا ہے اور ظاہرا معروف ایسے اسلوب میں
واو بمعنی او کبھی ہے اور یہ زبان اردو میں زیادہ اظہر ہے لہذا ایسی صورت میں ہماری زبان میں تین طلاق واقع
ہونے میں نیت معتبر ہوگی واللہ تعالی اعلم - اگر کسی نے کہا کہ اگر میں فلانیہ سے نکاح کروں تو وہ طالقہ ہے اگر چاہے پھر اس
سے نکاح کیا تو جس مجلس میں عورت کو اسکا علم ہوا ہے اس مجلس تک اسکو اپنی مشیت یعنی چاہنے کا اختیار رہیگا یہ
محیط سرخسی میں ہے - اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر فلان چاہے تو فلان کو جس اپنی مجلس میں اسکا علم ہوا
ہے اسی مجلس تک مشیت کا اختیار رہیگا پس اگر اس نے اس مجلس میں چاہا تو طلاق واقع ہوگی اور
اسی طرح اگر فلان مذکور غائب ہو پس اسکو خبر پہونچی تو اسی مجلس علم تک اسکو اختیار رہیگا یہ بدائع میں ہے - اور اگر
کہا کہ تو طالقہ و طالقہ و طالقہ ہے اگر زید چاہے پس زید نے کہا کہ میں نے ایک طالقہ واحدہ چاہی تو کچھ واقع نہ ہوگی اور یہی
طرح اگر کہا کہ میں نے چار طلاقیں چاہیں تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے - اور اگر کسی نے اپنی جورو سے
کہا کہ اگر تو چاہے اور اگر تو نہ چاہے تو طالقہ ہے تو اس مسئلہ میں کئی صورتیں ہیں ازانجملہ ایک یہ کہ چاہنے کو
مقدم کیا اور یوں کہا کہ اگر تو چاہے اور اگر تو نہ چاہے پس تو طالقہ ہے اور دوم یہ کہ طلاق کو مقدم کیا اور کہا کہ تو
طالقہ ہے اگر تو چاہے اور اگر تو نہ چاہے سوم آنکہ طلاق کو بیچ میں کیا کہ اگر تو چاہے پس تو طالقہ ہے اور اگر تو نہ چاہے

اور ان سب مین دو صورتین ہین اوّل آنکہ کلمہ شرط کا اعادہ کیا اور کہا اگر تو چاہے اور اگر تو نہ چاہے پس تو طالقہ ہو یا حرف شرط کا اعادہ نہ کیا اور حرف عطف کے ساتھ ذکر کیا یعنی یون کہا کہ اگر تو چاہے اور تو نہ چاہے پس تو طالقہ ہی اور الفاظ تین ہین ایک چاہنا دوم انکار کرنا سوم کروہ جاننا پس اگر اُسنے کلمہ شرط کا اعادہ نہ کیا اور عطف کے ساتھ ذکر کیا تو تینون صورتون مین طلاق واقع نہوگی خواہ اُسنے طلاق کو مشیت پر مقدم کیا ہو یا آخر مین کہا ہو یا بیچ مین کہا ہو۔ اور اگر حرف شرط کو اعادہ کیا پس اگر مشیت کو مقدم کیا اور کہا کہ اگر تو چاہے اور اگر تو نہ چاہے پس تو طالقہ ہی تو کبھی طلاق واقع نہ ہوگی اسی طرح اگر کہا کہ اگر تو چاہے اور اگر تو انکار کرے پس تو طالقہ ہی یا کہا کہ اگر تو چاہے اور اگر تو مکروہ جانے پس تو طالقہ ہی ہر صورت یہی حکم ہی اور اگر طلاق کو مشیت پر مقدم کیا اور کہا کہ تو طالقہ ہی اگر تو چاہے اور اگر تو نہ چاہے پس تو طالقہ ہی پھر عورت نے اُسی مجلس مین کہا کہ مین نے چاہی تو طلاق واقع ہوگی اور اسی طرح اگر کچھ کہنے سے پہلے مجلس سے اُٹھ کھڑی ہوئی تو بھی نہ چاہنا پائے جانے کی وجہ سے طلاق ہو جائیگی۔ اور اگر اُس نے طلاق کو بیچ مین کہا کہ اگر تو چاہے پس تو طالقہ ہی اور اگر تو نہ چاہے تو یہ بمنزلہ اسکے ہی کہ طلاق کو ہر دو شرط پر مقدم کیا قال المترجم ظاہرا ہماری زبان مین بلحاظ محاورہ عرف کے درصورت تقدیم اثبات مشیت طلاق واقع ہوگی اور درصورت تاخیر کے واقع نہوگی فلیتامل والله تعالی اعلم پس ظاہر ہوا کہ یہ خاص زبان عربی ہی یعنی قولہ ان شئت فانت طالق وان لم تشائی۔ اور اگر اُسنے اباء کو ذکر کیا اور طلاق کو شرط پر مقدم ذکر کیا یعنی یون کہا کہ تو طالقہ ہی اگر تو چاہے اور تو انکار کرے پس عورت نے کہا کہ مین نے چاہی یا کہا کہ مین نے انکار کیا تو طلاق واقع ہوگی اور اگر کچھ کہنے سے پہلے مجلس سے اُٹھ کھڑی ہوئی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ اور کراہت بمنزلہ اباء کے ہی اور اگر اُسنے طلاق کو بیچ مین کہا کہ اگر تو چاہے پس تو طالقہ ہی اور تو انکار کرے تو یہ تقدیم طلاق کے مثل ہی۔ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ سب اُسوقت ہی کہ کچھ نیت کی ہو اور اگر اُسنے وقوع طلاق کی نیت کی اور تعلیق کی نیت نہین کی ہو تو خواہ طلاق کو شرط پر مقدم کرے یا بیچ مین لاوے یا موخر کرے سب صورتون مین طلاق واقع ہو جائیگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی قلت معنی یہ ہین کہ گویا اُسنے یون کہا کہ تو بہر حال طالقہ ہی چاہے یا نہ چاہے فافہم اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہی اگر تو چاہے یا نہ چاہے پس اُسنے اُسی مجلس مین چاہی تو بسبب چاہنے کے مطلقہ ہوگی اور اگر مجلس سے اُٹھ گئی تو بھی مطلقہ ہو جائیگی اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہی اگر تو چاہے یا انکار کرے تو یہان دونون مین سے ایک بات یہ ہوگا کہ عورت اپنی مجلس مین دو باتون مین سے کوئی ایک بات کرے پس اگر عورت نے مجلس مین چاہی تو مطلقہ ہوگی اور اگر اُسنے مجلس مین کہا کہ مین نے انکار کیا تو بھی مطلقہ ہو جائیگی۔ اور اگر چاہنے اور انکار کرنے دونون سے پہلے اُٹھ کھڑی ہوئی تو مطلقہ نہوگی اور واضح رہے کہ انکار کرنا سواے اُسکے کلام کے کسی صورت سے قرار نہ دیا جائیگا۔ اور یہ سب اُسوقت ہی کہ شوہر کی نیت نہو اور اگر اُسنے یہ نیت کی ہو کہ بہر حال عورت پر طلاق واقع ہو تو اُسکی نیت پر ہوگا پس لامحالہ عورت پر طلاق واقع ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر یون کہا کہ اگر تو چاہے تو تو طالقہ ہی اور اگر تو نہ چاہے تو تو طالقہ ہی تو فی الحال اُسپر طلاق واقع ہوگی اور اگر کہا کہ اگر تو طلاق کو محبوب رکھے تو تو طالقہ ہی اور اگر تو طلاق کو مبغوض رکھے تو تو طالقہ ہی تو مطلقہ نہ ہوگی۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہی

نا گوار ۱۲

اگر تو انکار کرے یا مکروہ رکھے اپنی طلاق کو پس عورت نے کہا کہ مین نے انکار کیا تو مطلقہ ہو گی اور اگر عورت
سے کہا کہ اگر تو نہ چاہے اپنی طلاق کو تو تو طالقہ ہے پس عورت نے کہا کہ مین نہین چاہتی ہون تو مطلقہ نہ ہو گی یہ
محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ اگر تو مجھے دوست رکھتی ہے یا مبغوض رکھتی ہے تو طالقہ ہے پس عورت
نے کہا کہ مین تجھے دوست رکھتی ہون یا مبغوض رکھتی ہون تو طلاق واقع ہو گی اگرچہ اُسکے دل مین اسکے خلاف ہو جو اُس نے
ظاہر کیا ہے اور یہ جواب عورت کی طرف سے اس مجلس ہی تک کے واسطے ہو گا۔ اور اگر عورت
سے کہا کہ اگر تو مجھے اپنے دل سے دوست رکھتی ہے تو تو طالقہ ہے پس عورت نے کہا کہ مین تجھے دوست رکھتی
ہون حالانکہ وہ جھوٹی ہے تو امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک مطلقہ ہو جائیگی یہ سراج وہاج مین ہے
اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے واحدۃ ہے پس اگر تجھے مکروہ معلوم ہو تو بدعت پس عورت نے ایک طلاق مکروہ
ظاہر کی تو تین طلاق واقع ہونگی کہ ایک طلاق بقول اوّل اور دو طلاق بتعلیق ہونگی اور اگر عورت
خاموش رہی تو ایک طلاق واقع ہو گی یہ عتابیہ مین ہے۔ بشر بن الولید رحمہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے
روایت کی ہے کہ ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ بسہ طلاق ہے الّا یہ کہ تو اَبا۔ چاہے پھر وہ عورت
قبل کسی چیز کے چاہنے کے مجلس سے اُٹھ کھڑی ہوئی تو تین طلاق سے مطلقہ ہو جائیگی اور اگر اُٹھنے سے پہلے
اُسنے ایک طلاق چاہی تو اسپر ایک طلاق لازم ہو گی۔ اسی طرح اگر اس سے کہا کہ تو طالقہ بسہ طلاق ہے
الّا یہ کہ تو ایک طلاق ارادہ کرے یا ایک کی خواہش کرے یا ایک کو دوست رکھے تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح
اگر کہا کہ تو طالقہ بسہ طلاق ہے الّا آنکہ فلان مرد ایک طلاق چاہے یا ایک کا ارادہ کرے یا ایک کی خواہش کرے
یا ایک کو دوست رکھے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر فلان مذکور حاضر نہو تو جس مجلس مین اُسکو یہ حال معلوم ہو اُس
مجلس تک اُسکو یہ اختیار رہیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ بسہ طلاق ہے الّا اینکہ فلان
کی اُسکے سوا سے رائے ہو تو فلان کو یہ اختیار اُسکی مجلس تک ہو گا پس اگر فلان مذکور اُسکے سوائے رائے سے
پہلے اُٹھ کھڑا ہوا تو عورت پر تین طلاق واقع ہونگی اور یہ صورت اور جبکہ عورت سے کہا کہ تو طالقہ بسہ طلاق
ہے اگر فلان کی رائے اسکے سوا سے دوسری نہو دونون یکسان ہین اور مجلس ہی تک مقصور ہونگی۔ اور اگر
اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر فلان چاہے یا اگر فلان محبوب رکھے یا اگر فلان کی رضا ہو یا اگر فلان
خواہش کرے یا اگر فلان ارادہ کرے پھر جب یہ خبر فلان کو پہونچی تو اُسکو اپنی مجلس علم مین اسکا اختیار ہو گا
بخلاف اسکے اگر یون کہا کہ اگر مین چاہون یا مین پسند کرون تو مجلس ہی تک مقصور نہو گا پھر واضح ہو کہ
جب اسکا اقتصار مجلس تک نہوا یعنی جب کہ شوہر نے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر مین چاہون وغیرہ تو مجلس تک
اسکا اقتصار نہو گا اور جب مجلس تک اقتصار نہوا تو شوہر کس طرح کہیگا کہ جس سے طلاق واقع ہو گی تو امام
محمد نے کسی کتاب مین یہ مسئلہ ذکر نہین کیا ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ شوہر کو یون کہنا چاہیے کہ جو مین نے
اپنی طرف قرار دیا تھا وہ مین نے چاہا اور اس چاہا کہنے کے وقت طلاق کی نیت ہونا شرط نہین ہے اور
یہ بھی شرط نہین ہے کہ یون کہے کہ مین نے تیری طلاق چاہی ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر فلان
نہ چاہے پس فلان نے مجلس مین کہا کہ مین نہین چاہتا ہون تو عورت مطلقہ ہو جائیگی۔ اور اگر شوہر نے

اپنے نفس کے واسطے ایسا کہا ہو پھر کہا کہ میں نہیں چاہتا ہوں تو مطلقہ نہوگی یہانتک کہ شوہر چاہے یہ ذخیرہ میں ہی
اور اگر اُس نے اپنی دو عورتوں سے کہا کہ اگر تم دونوں چاہو تو تم دونوں طالقہ ہو پھر ان دونوں میں سے
ایک نے چاہی تو طلاق نہ پڑیگی۔ اور اگر دو مرد دون سے کہا کہ اگر تم دونوں چاہو تو یہ عورت طالقہ بسہ
طلاق ہی پھر ایک نے طلاق اور دوسرے نے دو طلاق چاہیں تو طلاق واقع نہوگی۔ اور اگر اپنی جورو سے کہا
کہ اگر تو چاہے تو تو طالقہ ہی پھر دوسری جورو سے کہا کہ تیری طلاق اُسکی طلاق کی معیت میں ہی تو پہلی عورت
کے چاہنے سے دونوں پر طلاق واقع ہوگی بشرطیکہ شوہر نے اُس سے طلاق کی نیت کی ہو اور اگر نیت نہ کی
ہو تو اسکے قول کی تصدیق کی جاویگی یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اور اگر اُس نے کہا کہ اگر تو چاہے اور فلاں چاہے
تو ان دونوں کے چاہنے پر طلاق معلق ہوگی یہ کافی میں ہی۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہی جبکہ تو چاہے
اور فلاں چاہے پس عورت نے کہا کہ میں نے چاہی بشرطیکہ فلاں چاہے پس فلاں نے کہا کہ میں نے چاہی
تو واقع نہوگی یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہی کل کے روز اگر تو چاہے تو عورت کو کل کے
روز چاہنے کا اختیار حاصل ہوگا اور اگر کہا کہ اگر تو چاہے تو کل کے روز تو طالقہ ہی تو عورت کو فی الحال
چاہنے کا اختیار ہوگا۔ اور اصل میں اس مسئلہ میں کوئی اختلاف ذکر نہیں فرمایا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام ابو حنیفہ
و امام محمد کا قول ہی اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ عورت کو دونوں مسئلوں میں کل کے روز
مشیت کا اختیار حاصل ہوگا اور علی ہذا اگر عورت سے کہا کہ تو اختیار کر کل کے روز اگر تو
چاہے۔ اختیار کر تو اگر چاہے کل کے روز۔ تیرا امر تیرے ہاتھ ہی کل کے روز اگر تو چاہے۔ تیرا امر تیرے
ہاتھ ہی اگر تو چاہے کل کے روز۔ دونوں حالتوں میں امام اعظم رح کے نزدیک عورت کو کل کے روز
مشیت کا اختیار ہوگا۔ اور علی ہذا اگر عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو طلاق دے کل کے روز اگر تو چاہے
اپنے نفس کو طلاق دے اگر تو چاہے کل کے روز۔ اگر تو چاہے پس تو اپنے نفس کو طلاق دے کل کے روز
تو امام اعظم کے نزدیک عورت کو فی الحال اپنے نفس کے طلاق دینے کا اختیار نہوگا یہانتک کہ کل کا روز
آجاوے اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر شوہر نے مشیت کو مقدم ذکر کیا تو عورت کو یہ اختیار
ہوگا کہ فی الحال اپنے نفس کو طلاق دے اور کہے کہ میں نے اپنے نفس کو کل کے روز طلاق دی یہ محیط
میں ہی۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہی کل کے روز اگر تو چاہے پس عورت نے کہا کہ میں نے ابھی چاہی تو واقع
نہ ہوگی پھر اگر اسکے بعد اُسنے کل کے روز چاہی تو واقع ہو جائیگی یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اور اگر یوں کہا کہ
اگر تو ابھی چاہے تو کل کے روز طالقہ ہی یا شوہر نے اُسی دم کا زبان سے ذکر نہ کیا مگر نیت کی پس عورت
نے کہا کہ میں نے یہ بات چاہی کہ میں کل کے روز طالقہ ہوں تو کل کے روز اسپر طلاق پڑ جائیگی اور اگر
عورت نے کہا کہ میں نے چاہا کہ میں آج کے روز طالقہ ہوں تو طلاق واقع نہوگی اور امر طلاق جو
اسپر تفویض ہوا تھا اُسکے ہاتھ سے نکل جائیگا یہ محیط میں ہی۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو گذشتہ کل کے
روز طالقہ ہی اگر تو چاہے تو عورت کو فی الحال مشیت کا اختیار ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہی اور
اگر عورت سے کہا کہ تو سر ماہ طالقہ ہی اگر تو چاہے تو عورت کو شروع ماہ پر مشیت کا اختیار
چاند رات ۱۲ منہ

حاصل ہوگا ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ ہو اگر فلان نے آج کے روز تیری طلاق نہ چاہی پس
فلان نے کہا کہ مین نہین چاہتا ہون تو طلاق واقع نہ ہوگی اسواسطے کہ فلان کو اس تمام روز تک چاہنے کا
اختیار ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ جب کل کا روز آوے تو تو طالقہ ہے
اگر تو چاہے تو عورت کو کل کے روز مشیت کا اختیار حاصل ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر عورت سے
کہا کہ تو طالقہ ہے جب تو چاہے اگر تو چاہے یا کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو چاہے جب تو چاہے تو یہ دونون قول یکسان
ہین کہ جس وقت عورت چاہے اپنے نفس کو طلاق دیدے اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اگر اسنے
اپنا قول (اگر تو چاہے) موخر بیان کیا تو یہی حکم ہے اور اگر مقدم بیان کیا تو فی الحال کی مشیت کا
کا اختیار کیا جائیگا پس اگر عورت نے فی الحال اسی مجلس مین چاہا ہے تو پھر جب چاہے اپنے نفس
کو طلاق دے سکتی ہے اور اگر کچھ کہنے سے پہلے مجلس سے اٹھ کھڑی ہوئی تو امر تفویض باطل ہوگیا
اور شمس الائمہ نے فرمایا کہ قولہ اگر تو چاہے پس تو طالقہ ہے جب تو چاہے اس قول مین دو مشیتین ہین
کہ پہلی مشیت اسی مجلس تک مقصور ہے اور دوسری مطلق ہے کہ اسکا اختیار عورت کو ہے اگر وہ پہلی مشیت سے
متعلق ہے چنانچہ اگر اسنے پہلی مشیت کے موافق فی الحال طلاق چاہی ہے تو جب چاہے اپنے نفس کو اسکے بعد
طلاق دے سکتی ہے اور فرمایا کہ اگر عورت نے یہ نہ کہا کہ مین نے چاہی یہانتک کہ مجلس سے اٹھ کھڑی ہوئی
تو پھر عورت کو مشیت کا اختیار نہ رہیگا اور اگر عورت نے مشیت کہا تو اسی ساعت کا لفظ کہا یعنی مین نے
اسی ساعت چاہی یا یہ لفظ نہ کہا تو اسمین کچھ فرق نہین ہے یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور اگر عورت سے
کہا کہ انت طالق متی شئت او متی ما شئت او اذا شئت او اذا ما شئت یعنی تو طالقہ ہے ہر وقت کہ تو چاہے
یا جب تو چاہے تو عورت کو اختیار رہے چاہے مجلس مین چاہے یا مجلس سے اٹھنے کے بعد چاہے اور اگر
عورت نے فی الحال یہ امر رد کر دیا تو رد نہ ہوگا۔ اور اس تفویض کے اختیار سے عورت فقط ایک طلاق اپنے
آپکو دے سکتی ہے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ انت طالق زمان شئت خواہ حین شئت خود
یعنی تو طالقہ ہے زمانہ مشیت یا حین مشیت خود تو یہ بمنزلہ اذا شئت یعنی جب چاہے کہنے کے ہے پس یہ مشیت
اسی مجلس تک محدود نہ ہوگی یہ غایۃ السروجی مین ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ انت طالق کلما شئت یعنی تو طالقہ
ہے ہر بار جب تو چاہے تو عورت کو برابر پورا اختیار رہیگا چاہے اس مجلس مین چاہے غیر اس مجلس مین چاہے
ایک طلاق چاہے ایک دوسری کے تین طلاق تک اپنے آپکو طلاق دیوے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر عورت
مذکورہ نے ایکبارگی تین طلاق دیدین تو امام اعظم رح کے نزدیک کوئی طلاق واقع نہ ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک
ایک طلاق واقع ہوگی۔ اور یہ تفویض عورت کے رد کر دینے سے رد نہ ہوگی۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ
ہے ہر بار جب چاہے پس عورت مذکورہ نے ایک ایک کر کے اپنے آپ کو تین طلاق دیدین پھر دوسرے شوہر
سے نکاح کیا پھر اسکے بعد اول شوہر کے نکاح مین آئی اور پھر اپنے نفس کو طلاق دی تو اس تفویض مذکور
کے حکم سے واقع نہ ہوگی۔ اور اگر اسنے اپنے نفس کو ایک یا دو طلاق دی ہون پھر عدت کے بعد دوسرے شوہر
سے نکاح کیا پھر اسکی طلاق کے بعد اول شوہر کے نکاح مین آئی تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح

کے نزدیک اُس کو تین طلاق کا مالک ہوگا اور عورت کو اختیار ہوگا کہ بجائے دوسری کے تین طلاق تک اپنے نفس کو دیدے اور اسمیں امام محمدؒ کا خلاف ہے یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ کلما شئت فانت طالق ثلثا یعنی جب جب تو چاہے تو سہ طلاق طالقہ ہے پس عورت نے ایک ہی طلاق چاہی تو یہ باطل ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ انت طالق حیث شئت او این شئت یعنی تو طالقہ ہے جہاں تو چاہے یا جس جگہ تو چاہے تو مطلقہ نہ ہوگی یہانتک کہ چاہے اور اگر مجلس سے اٹھ کھڑی ہوئی تو اسکا اختیار مشیت جاتا رہیگا اور اگر عورت سے کہا کہ انت طالق کیف شئت تو عورت قبل اپنے چاہنے کے ایک رجعی طلاق سے طالقہ ہو جائیگی پھر اگر اُسنے کہا کہ میں نے ایک بائنہ طلاق یا تین طلاق چاہی ہیں اور شوہر نے کہا کہ میں نے اسکی نیت کی تھی تو یہ شوہر کے قول کے موافق ہوگی اور اگر عورت نے تین طلاق چاہیں اور شوہر نے ایک بائنہ کی نیت کی یا اُسکے برعکس تو ایک رجعی واقع ہوگی اور اگر شوہر کے اس قول کے وقت کچھ نیت نہ ہو تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ بربنائے موجب تخییر و اجرا سے آن عورت کی مشیت معتبر ہوگی کذا فی الہدایہ اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جبتک نہ چاہے کچھ واقع نہ ہوگی پس عورت نے چاہی تو ایک رجعی یا بائنہ یا تین طلاق اپنے اوپر واقع کر سکتی ہے بشرطیکہ ارادہ شوہر کے مطابق ہو۔ جو امام اعظمؒ نے فرمایا ہے وہ اصح ہے اور ثمرہ خلاف دو مقام پر ظاہر ہوتا ہے ایک یہ کہ قبل چاہنے کے عورت مجلس سے اٹھ کھڑی ہوئی اور دوم یہ کہ عورت غیر مدخولہ کے ساتھ ایسا ہوا تو امام اعظمؒ کے نزدیک ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک کچھ نہیں واقع ہوگی۔ اور عورت کا رد کر دینا مثل مجلس سے اٹھ کھڑے ہونے کے ہے یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ انت طالق کم شئت او ما شئت یعنی تو طالقہ ہے جتنی چاہے تو جبتک عورت کوئی دوسرا کام شروع نہ کرے یا مجلس سے اٹھ کھڑی ہو تب تک اپنی مجلس میں اُسکو اختیار رہیگا کہ جسقدر چاہے ایک یا دو یا تین طلاق دیدے مگر اصل طلاق عورت کی مشیت پر موقوف نہیں ہے یعنی اگر چاہے تو دے۔ اور اگر عورت نے اس تفویض کو رد کر دیا تو رد ہو جائیگی۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو تین میں سے جتنی چاہے طلاق دے یا تین میں سے جتنی چاہے اختیار کر تو عورت کو اختیار رہیگا کہ اپنے نفس کو ایک یا دو طلاق دیدے مگر پوری تین طلاق نہیں دے سکتی ہے اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ تین طلاق تک بھی دے سکتی ہے کذا فی الکافی اور بنا برین اختلاف اگر کسی شخص سے کہا کہ میری عورتوں میں سے جسکو چاہے طلاق دیدے تو اُسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ اسکی سب عورتوں کو طلاق دیدے اور صاحبینؒ کے نزدیک اسکو یہ اختیار ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے۔ اور اگر شوہر نے کسی سے کہا کہ میری عورتوں میں سے جو طلاق چاہے اُسکو طلاق دیدے پس سب عورتوں نے طلاق چاہی تو وکیل کو اختیار ہے کہ ان سب کو طلاق دیدے اور یہ بالاتفاق ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر اولیاے عورت نے اُسکے شوہر سے عورت کے طلاق کی درخواست کی پس شوہر نے عورت کے باپ سے کہا کہ تو مجھ سے کیا چاہتا ہے کہ جو تو چاہتا ہے اور یہ کہکر باہر چلا گیا پس عورت کے باپ نے عورت کو طلاق دیدی تو اگر شوہر نے اپنے خسر کو تفویض طلاق کی نیت نہ کی ہوگی تو عورت مطلقہ نہ ہوگی اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے اس سے تفویض کی نیت نہیں کی تھی تو اسی کا قول قبول ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر کسی مرد

کہا کہ میری جورو کو طلاق دیدے تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے اس مجلس مین طلاق دے یا اسکے بعد طلاق دے
اور شوہر کو اختیار ہوگا کہ اُس سے رجوع کرلے یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو اپنے آپ کو
طلاق دے اور اپنی سوت کو طلاق دے تو عورت کو اپنے آپ کو طلاق دینے کا اختیار اسی مجلس تک
رہیگا اسواسطے کہ اُسکے حق مین یہ تفویض ہے اور عورت کو اپنی سوت کو طلاق دینے کا اختیار اس مجلس مین
اور اسکے بعد بھی ہوگا اسواسطے کہ اُسکے حق مین یہ عورت وکیل ہے۔ اور اگر دو مردون سے کہا کہ تم دونون
میری جورو کو طلاق دو اگر تم دونون چاہو تو جب تک دونون طلاق دینے پر متفق نہون تنہا کسی ایک
کو اُسکی طلاق کا اختیار نہوگا۔ اور اگر دونون سے کہا کہ تم میری جورو کو طلاق دیدو اور یہ نہ کہا کہ اگر تم چاہو تو
یہ توکیل ہے پس دونون مین سے ایک کو بھی اُسکے طلاق دینے کا اختیار ہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔ اور اگر دو مردون
کو اپنی جورو کی طلاق کے واسطے وکیل کیا تو دونون مین سے ہر ایک کو اُسکے طلاق دینے کا اختیار ہوگا بشرطیکہ طلاق
بدوض مال نہو اور اگر دونون کو اپنی عورت کی طلاق کے واسطے وکیل کیا اور کہدیا کہ تم دونون مین سے ایک
بدون دوسرے کے اُسکو طلاق نہ دے پس ایک نے اُسکو طلاق دی پھر دوسرے نے اُسکو طلاق دی یا ایک نے طلاق
دی اور دوسرے نے اُسکے طلاق کی اجازت دی تو واقع نہوگی۔ اور اگر دو مردون سے کہا کہ تم دونون کے
دونون اُسکو تین طلاق دیدو پس ایک نے ایک طلاق دی پھر دوسرے نے دو طلاقین دین تو کچھ بھی
واقع نہوگی تاوقتیکہ دونون جمع ہوکر تین طلاق نہ دین یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر دو مردون
سے کہا کہ تم میری جورو کو تین طلاق دیدو تو ہر ایک کو تنہا طلاق دینے کا اختیار ہوگا اور اسی طرح ایک کو
ایک طلاق اور دوسرے کو دو طلاق دینے کا بھی اختیار ہوگا یہ عتابیہ مین ہے۔ اور اگر ایک شخص سے کہا کہ
تو میری جورو کی طلاق دینے کے واسطے وکیل ہے اگر تو چاہے پس مرد مذکور نے اسی مجلس مین طلاق دیدی تو یہ جائز ہے
اور اگر طلاق دینے سے پہلے مجلس سے اُٹھ کھڑا ہوا تو توکیل باطل ہوگئی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر کسی
سے کہا کہ تو میری جورو کو تین طلاق دیدے اور اگر جورو چاہے تو یہ شخص وکیل نہوگا جب تک عورت مذکورہ
نہ چاہے اور عورت مذکورہ کو اُسی مجلس تک چاہنے کا اختیار ہوگا اور اگر مرد مذکور مجلس سے اُٹھ کھڑا ہوا تو
توکیل باطل ہوجائیگی اور اسکی طلاق اسکے بعد واقع نہوگی اور شمس الائمہ حلوائی رح نے فرمایا کہ یہ مسئلہ
یاد رکھنا چاہیے اسواسطے کہ اسمین عام بلوی ہے کیونکہ اکثر خطوط طلاق جنکو عورتون کے شوہر پردیس سے
لکھتے ہین انمین یون لکھتے ہین کہ تو میری جورو کی طلاق کے واسطے وکیل ہے اُس سے دریافت کر کہ وہ طلاق
چاہتی ہے پس اگر عورت چاہے تو اُسکو طلاق دیدے پھر اکثر یہ ہوتا ہے کہ وکیل لوگ اس عورت کی مجلس
مشیت کے بعد اُسکو طلاق دیتے ہین حالانکہ یہ نہین جانتے ہین کہ طلاق واقع نہین ہوتی ہے اور اگر کسی شخص
سے کہا کہ تو میری جورو کی طلاق کا وکیل ہے بدین شرط کہ مجھے اختیار ہے یا بدین شرط کہ عورت مذکورہ کو
خیار ہے یا بدین شرط کہ فلان کو خیار ہے تو وکالت جائز ہے مگر یہ خیار کی شرط باطل ہے اور اگر کسی
مرد سے کہا کہ تو میری عورتون مین سے ایک کو طلاق دیدے پس اُسنے کسی ایک عورت معین
کو طلاق دیدی تو صحیح ہے اور شوہر کو یہ اختیار نہوگا کہ اس عورت کے سواے دوسری عورت کی طرف

طلاق مذکور پھیرے اور اگر اُسنے کسی غیر معین ایک عورت کو طلاق دیدی تو بھی صحیح ہو لیکن ان عورتون
مین سے مطلقہ کا معین کرنا اور بیان کرنا شوہر کے اختیار مین ہوگا یہ محیط مین ہو۔ ایک شخص نے دوسرے
سے کہا کہ مین نے تجھے اپنے تمام امور کا وکیل کیا پھر وکیل نے اُسکی جورو کو طلاق دیدی تو مشائخ نے اسمین
اختلاف کیا ہو اور صحیح یہ ہو کہ طلاق واقع نہ ہوگی۔ اور اگر کہا کہ مین نے تجھے اپنے تمام امور مین جنکے واسطے
توکیل جائز ہو وکیل کیا تو وکالت عام ہوگی کہ خرید و فروخت و نکاح و طلاق وغیرہ ہر چیز کو شامل ہوگی یہ
فتاوے قاضی خان مین ہو۔ اور اگر ایک شخص کو وکیل کیا کہ میری جورو کو تطلیقہ واحدہ دیدے پس وکیل نے
اُسکو دو طلاق دیدین تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک یہ جائز ہو اور صاحبین رحمہ کے نزدیک ایک طلاق واقع
ہوگی یہ فتاوی مضمرات مین ہو۔ ایک شخص نے دوسرے کو طلاق کے واسطے وکیل کیا پس وکیل نے عورت کو
طلاق دیدی اور تین طلاق دیدین پس اگر شوہر نے توکیل سے تین طلاق کی نیت کی ہو تو واقع ہونگی۔ اور
اگر تین طلاق کی نیت نہ کی ہو تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک کچھ واقع نہ ہوگی۔ ایک شخص نے دوسرے کو
وکیل کیا کہ اُسکی عورت کو ایک طلاق رجعی دیدے اور وکیل نے اُسکی عورت کو ایک طلاق بائن دیدی
یعنے کہا کہ مین نے تجھکو ایک طلاق بائن دی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور اگر وکیل نے عورت سے
کہا کہ مین نے تجھکو بائن کر دیا تو کچھ واقع نہ ہوگی۔ اور اگر وکیل سے کہا کہ عورت کو طلاق بائن دیدے
پس وکیل نے عورت سے کہا کہ تو طالق تطلیقہ رجعیہ ہو تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی۔ ایک شخص نے
دوسرے سے کہا کہ میری جورو کو میرے بھائی کے سامنے طلاق دیدے پھر وکیل نے بدون موجودگی
اُسکے بھائی کے اُسکی عورت کو طلاق دیدی تو طلاق واقع ہوگی جیسے کہ اگر کہا کہ عورت کو گواہون کے حضور
مین طلاق دیدے اور وکیل نے بدون حضوری گواہون کے اُسکو طلاق دی تو واقع ہوتی ہو۔ ایک شخص
نے دوسرے سے کہا کہ مین تجھے اپنی جورو کے طلاق دینے سے منع نہین کرتا ہون تو یہ توکیل
نہین ہو چنانچہ اگر کسی کو دیکھا کہ اُسکی عورت کو طلاق دیتا ہو پس اسکو منع نہ کیا تو یہ طلاق دہندہ
اُسکی طرف سے وکیل نہ ہو جائیگا اور طلاق واقع نہ ہوگی پس ایسا ہی اس مقام پر بھی ہو یہ فتاوے
قاضی خان مین ہو۔ ایک شخص نے زید سے کہا کہ میری جورو کو سنت طلاق بائن دیدے اور عمرو سے کہا کہ
میری جورو کو سنت طلاق رجعی دیدے پھر دونون نے عورت کو ایک ہی طہر مین طلاق دی تو عورت پر ایک
طلاق واقع ہوگی مگر اس طلاق کے حق مین شوہر کو اختیار رہیگا چاہے بائنہ قرار دے یا رجعی یہ بحر الرائق
مین ہو۔ اور اگر کسی غائب کو اپنی جورو کی طلاق کے واسطے وکیل کیا اور وکیل مذکور نے اپنی وکالت
کا حال معلوم ہونے سے پہلے عورت مذکورہ کو طلاق دیدی تو یہ طلاق باطل ہوگی اسواسطے کہ جاننے
سے پہلے وکالت پر طلاق ثابت نہ ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہو۔ اور اگر کسی شخص نے اپنی عورت
سے کہا کہ تو فلان کے پاس جا تاکہ وہ تجھے طلاق دیدے پس عورت اُسکے پاس گئی اور اُسنے عورت کو طلاق
دیدی تو صحیح ہو اور فلان مذکور وکیل طلاق ہو جائیگا اگرچہ اُسکو اپنے وکیل ہونے کا علم نہین ہوا ہو
اور زیادات مین مسئلہ مذکور ہو جو اسپر دلالت کرتا ہو کہ فلان مذکور قبل اپنے آگاہ ہونے کے

وکیل نہ ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ اس مسئلہ مین دو روایتین ہین اور بعض نے فرمایا کہ جو زیادات مین مذکور ہے وہ قیاس ہے اور جو اصل مین مذکور ہے وہ استحسان ہے پھر بنا بر روایت اصل کے جو حکم استحسان ہے یہ ہے کہ فلان مذکور اگرچہ آگاہ نہین ہوا وکیل ہو گیا اور شوہر نے عورت کو فلان مذکور کے پاس جانے سے منع کر دیا تو فلان مذکور اس سے معزول نہ ہو جائیگا درصورتیکہ فلان مذکور کو اپنے معزول ہونے سے آگاہی نہو اور یہ حکم نظیر ایک دوسرے مسئلہ کی ہو گیا کہ ایک شخص نے اپنی جورو کو تین طلاق دینے کے واسطے ایک شخص کو وکیل کیا پھر عورت سے کہا کہ مین نے فلان کو تجھے طلاق دینے سے منع کر دیا تو جب تک فلان مذکور کو اس ممانعت کا علم نہو وہ معزول نہ ہوگا اسواسطے کہ اگر فلان مذکور معزول ہو تو مقصوداً[1] یا بالذات ممانعت سے معزول ہوگا عورت کی ممانعت کی تبعیت مین معزول نہ ہوگا حالانکہ عورت کے سپرد کوئی بات نہین کی ہے تاکہ فلان مذکور کا اسکی تبعیت مین معزول ہونا صحیح ہو مگر فلان مذکور کا قبل علم کے مقصوداً بما نعت معزول ہونا متعذر ہے پس ثابت ہوا کہ وہ قبل علم کے معزول نہ ہوگا۔ اور یہ اسوقت ہے کہ عورت کو اس فلان مذکور کے پاس جانے سے پہلے اسکے پاس جانے سے منع کر دیا ہو۔ اور اگر فلان مذکور کے پاس جانے کے بعد عورت کو منع کیا تو فلان مذکور معزول نہ ہوگا اگرچہ اسکو معزول ہونے کا حال معلوم ہوا ہوا ور عورت کے اسکے پاس جانے سے پہلے اگر فلان کو ممانعت کا اور معزول ہونے کا حال معلوم ہو گیا تو معزول ہو جائیگا اور یہ بخلاف ایسی صورت کے ہے کہ ایک اجنبی سے کہا کہ فلان کے پاس جا اور اس سے کہہ کہ وہ میری جورو کو طلاق دیدے پھر اسکے بعد اس اجنبی کو منع کر دیا تو ممانعت صحیح ہے اور اگر جورو کو اس طرح منع کیا تو صحیح نہین ہے۔ اور یہ بخلاف ایسی صورت کے ہے کہ اگر کسی شخص سے کہا کہ اگر میری جورو تیرے پاس آوے تو تو اسکو طلاق دیدے یا کہا کہ اگر میری جورو تیری طرف نکلے تو تو اسکو طلاق دیدے پھر اسنے وکیل کو بعد عورت کے اسکے پاس آنے اور نکلنے کے طلاق واقع کرنے سے منع کر دیا تو صحیح ہے درحالیکہ وکیل آگاہ ہو جاوے جیسا کہ عورت کے اسکے پاس جانے یا اسکی طرف نکلنے سے پہلے ممانعت کر دینا بروجہ مذکور صحیح ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو اپنی جورو کی طلاق کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے اسکو اپنے نشہ کی حالت مین طلاق دیدی تو اسمین اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ طلاق واقع ہوگی۔ ایک شخص نے دوسرے کو اپنی جورو کی طلاق کے واسطے وکیل کیا پھر موکل نے اس عورت کو بائن یا رجعی طلاق دیدی پھر وکیل نے اسکو طلاق دی تو جب تک عورت مذکورہ عدت مین ہے وکیل کی طلاق اسپر واقع ہوگی اور موکل کے بائن کر دینے سے وکیل مذکور معزول نہ ہوگا بشرطیکہ طلاق وکیل بعوض مال نہو اور اگر وکیل نے طلاق نہ دی یہان تک کہ قبل انقضاے عدت کے موکل نے اس عورت سے نکاح کر لیا پھر وکیل نے اسکو طلاق دی تو وکیل کی طلاق اسپر واقع ہوگی۔ اور اگر موکل نے بعد انقضاے عدت کے اس سے نکاح کیا پھر وکیل نے اسکو طلاق دی تو وکیل کی طلاق اسپر واقع نہ ہوگی اسی طرح اگر شوہر یا جورو مرتد ہو گئی نعوذ باللہ من ذلک پھر وکیل نے اس عورت کو طلاق دی تو جب تک عورت مذکورہ عدت مین ہے تب تک وکیل کی طلاق واقع ہوگی اور اگر موکل مرتد ہو کر دار الحرب مین جا ملا اور قاضی نے اسکے جا ملنے کا حکم دیدیا تو وکالت

[1] مقصوداً یعنی وکیل کا معزول کرنا مقصود ہو اور ایسے قول صریح سے ہو جس سے معزول ہو گا پس یہ نہ ہو کہ دوسری بات کا اول ضمن میں معزول [illegible]

[illegible]

باطل ہو جائیگی حتی کہ اگر موکل مذکور مسلمان ہو کر واپس آیا اور اُس عورت سے نکاح کیا پھر وکیل نے اس عورت کو طلاق دی تو طلاق وکیل واقع نہ ہوگی اور اگر وکیل مذکور نعوذ باللہ مرتد ہوگیا تو وہ اپنی وکالت پر رہیگا اگرچہ دار الحرب میں جاملے لیکن جب قاضی اُسکے جا ملنے کا حکم دیدے تو معزول ہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور جو شخص وکیل طلاق ہو اُسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ کسی دوسرے کو وکیل کردے اور اگر طفل عاقل یا غلام کو وکیل کیا کہ طلاق دیدے تو صحیح ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اور اگر کسی کو وکیل کیا مگر اُس نے وکالت قبول نہ کی رد کردی پھر اُس نے طلاق دی تو واقع نہ ہوگی۔ اور اگر وہ بدون قبول کرنے کے خاموش رہا پھر اُس نے طلاق دیدی تو واقع ہوگی اور اگر وکیل سے کہا کہ تو کل کے روز عورت کو طلاق دیدے پس وکیل نے عورت سے کہا کہ تو کل کے روز طالقہ ہے تو یہ باطل ہے۔ اور اگر کسی وکیل سے کہا کہ تو عورت کو طلاق دیدے پس وکیل نے عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو دار میں داخل ہو پھر عورت دار میں داخل ہوئی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ اور اگر کسی دوسرے سے کہا کہ تو میری جورو کو تین طلاق دیدے پس اُس نے ہزار طلاقیں دیدیں تو صحیح نہیں ہے اور اسی طرح اگر اُسنے کہا کہ میری جورو کو آدھی طلاق دیدے پس وکیل نے پوری ایک طلاق دیدی تو کچھ واقع نہ ہوگی یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور جو شخص طلاق منجز کے واسطے وکیل ہو یعنی جو بلا تعلیق فی الحال واقع کرنے کے واسطے وکیل ہو اگر ایسے وکیل نے طلاق معلق دیدی تو صحیح نہ ہوگی یہ قنیہ میں ہے۔ ایک شخص نے سفر کا ارادہ کیا پھر ایک شخص کو اپنی جورو کی طلاق کے واسطے وکیل کیا پھر بدون حضوری عورت کے اس وکیل کو معزول کر دیا پس اگر عورت کی درخواست سے یہ وکالت نہ ہو تو معزول کرنا صحیح ہوگا اور اگر بدرخواست عورت ہو تو بدون حضوری عورت کے اسکا معزول کرنا صحیح نہ ہوگا۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ وکیل طلاق کا معزول کرنا شوہر کے اختیار میں ہے اگرچہ وکیل مذکور بدرخواست عورت ہو۔ اور اگر کسی شخص کو طلاق کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ ہر بار جب میں تجھے معزول کروں تو تو میرا وکیل ہے پس بعض نے فرمایا کہ یہ توکیل صحیح نہیں ہے اور بعض نے فرمایا کہ توکیل صحیح ہے اور اسکو معزول نہیں کرسکتا ہے اسواسطے کہ وکالت تجدد ہوتی رہیگی اور شیخ شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ موکل اُسکو معزول کرسکتا ہے پھر طریقہ عزل میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے شیخ امام رحمہ نے فرمایا کہ اگر وکیل مذکور سے یوں کہے کہ میں نے تجھکو تمام سب وکالتوں سے معزول کر دیا ہے تو وہ معزول ہو جائیگا اور یہ قول صحیح و مطابق سب کی طرف راجع ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ یوں کہے کہ میں نے تجھے معزول کیا جیسا کہ میں نے تجھے وکیل کیا یعنی جیسے تجھے وکیل کیا ہے ویسے ہی تجھے معزول کیا اور بعض نے فرمایا کہ یوں کہے کہ میں نے تیری وکالت معلقہ سے رجوع کیا اور تجھکو وکالت مطلقہ سے معزول کیا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر کسی سے کہا کہ میری جورو کو طلاق دے پس اُسکو بائن کر دے یا کہا کہ اسکو بائن کردے پس اسکو طلاق دے تو یہ ایسی توکیل ہے کہ مجلس ہی تک مقصور نہیں ہے اور شوہر کو اُس سے رجوع کرنے کا اختیار ہوگا اور جب وکیل نے اُسکو طلاق دی تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور اس وکیل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ایک سے زیادہ واقع کرے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر وکیل سے کہا کہ میری جورو کو طلا

اس شرط پر کہ عورت گھر سے کوئی چیز نکال نہ لیجاوے پس وکیل نے اس سے کہا کہ مین نے تجھے طلاق دی
اس شرط پر کہ تو گھر سے کوئی چیز نکال نہ لیجاوے پس عورت نے قبول کی تو طالقہ ہو جائیگی خواہ کوئی چیز
نکال لیجاوے یا نہ لیجاوے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ مین نے اس شرط سے تجھے طلاق دی کہ تو گھر سے
کچھ نکال نہ لیجاوے پھر اگر عورت نے کچھ نکالا تو طالقہ نہ ہوگی اور اگر دونون نے اسمین اختلاف کیا
تو قول شوہر کا قبول ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے یہ عتابیہ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو میری
اس جورو کو طلاق دیدے اور وکیل نے وکالت قبول کی پھر موکل غائب ہوگیا تو وکیل مذکور طلاق
دینے پر مجبور نہ کیا جائیگا۔ اور اگر اپنی جورو کا امر کسی مرد کے ہاتھ مین دیدیا پھر جسکو دیا ہے وہ مجنون ہوگیا
پھر اس نے طلاق دی تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر وہ ایسا ہے کہ جو کہتا ہے اسکو نہین سمجھتا ہے تو اسکی طلاق واقع
نہوگی۔ اور اگر موکل مجنون ہوگیا پس اگر ایک ساعت مجنون رہا پھر افاقہ ہوگیا تو وکیل اپنی وکالت پر رہیگا
اور اگر زیادہ دائمی مجنون ہوگیا تو وکالت باطل ہوگئی۔ اور اگر کسی شخص نے کہا کہ جب میری عورت حائضہ
ہوکر طاہر ہو تو تو اسکو طلاق دیدے پھر وکیل نے اس عورت سے کہا کہ جب تو حائضہ ہوکر طاہر ہو تو تو
طالقہ ہے تو یہ باطل ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر کسی شخص نے کہا کہ میرے ساتھ فلانہ کا
نکاح کردے اور اسکو تین طلاق دیدے پھر معلوم ہوا کہ اس وکیل نے قبل وکالت مذکورہ کے یا بعد اسکے
اس عورت سے اپنے ساتھ نکاح کرلیا ہے تو چاہیے کہ وکیل مذکور اس موکل کی طرف سے وکیل طلاق
باقی رہے یہ قنیہ مین ہے۔ طلاق کا وکیل و ایلچی دونون برابر ہین یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور ایلچی بننے کی
یہ صورت ہے کہ شوہر اپنی عورت کو اسکی طلاق کسی شخص کے ہاتھ بھیجے پس ایلچی اسکے شہر مین اسکے پاس
پہونچکر ایلچی گری کو یعنی جو پیغام ہے اسکو بدستور رسالت ٹھیک ٹھیک ادا کرے پس عورت پر طلاق
واقع ہوجاویگی یہ بدائع مین ہے۔ اور فوائد نظام الدین مین ہے کہ ایک شخص نے اپنی عورت کا امر اسکے
ہاتھ مین دیا کہ اگر فلان کام کرون تو تو جب چاہے اپنا پانون اس گرفتاری سے آزاد کرلے پھر شوہر
نے وہی کام کیا اور عورت نے اس امر کے بموجب طلاق دینے سے پہلے شوہر سے خلع کیا پس اسکے
بعد اپنا پانون اس گرفتاری سے چھڑا سکتی ہے یا نہین تو شیخ رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ ہان اپنے آپ کو
طلاق دے سکتی ہے پھر دریافت کیا گیا کہ اگر عدت گذر گئی ہو پھر نکاح کرلیا ہو تو عورت اپنے آپکو
طلاق دے سکتی ہے یا نہین تو فرمایا کہ نہین۔ اور زیادات مین باب اول مین مذکور ہے کہ اگر ایک شخص کو
وکیل کیا کہ اسکی عورت کو بعوض ہزار درم کے طلاق دیدے پھر اس عورت کو خود بائن کردیا تو پھر وکیل کو
یہ اختیار نہ ہوگا کہ عورت مذکورہ کو طلاق دے اور اسی طرح اگر تجدید نکاح کرلی ہو تو بھی یہی حکم ہے
اور اگر اپنی عورت کو بائن طلاق دیدی پھر کسی کو وکیل کیا کہ میری جورو کو کسی قدر مال پر طلاق دیدے
پس وکیل نے اسکو بعوض مال کے طلاق دیدی اور عورت نے قبول کی تو طلاق پڑیگی اور مال واجب
نہ ہوگا اور اگر شوہر نے عدت مین اس سے جدید نکاح کرلیا پھر وکیل نے مال پر طلاق دیدی اور
عورت نے قبول کی تو طلاق پڑیگی اور مال واجب ہوگا اور اگر عدت گذر گئی پھر شوہر نے

جدید نکاح کر لیا پھر وکیل نے مال پر طلاق دی اور عورت نے قبول کی تو طلاق بھی واقع نہو گی۔ اور میرے جد رحمہ اللہ کے فوائد مین مذکور ہی کہ اگر عورت سے کہا کہ اگر تجھپر عورت کرون تو اسکا امر مین نے تیرے ہاتھ مین دیا پھر اسکی جورو و اسکے درمیان حرمت مصاہرت متحقق ہو گئی باین طور کہ مثلاً اس مرد نے اپنی جورو کی ماں کو شہوت سے چھوا پھر اگر اس مرد نے کوئی جورو کی پس آیا اسکا اختیار پہلی عورت کے ہاتھ مین ہوگا یا نہوگا تو فرمایا کہ ہاں اسکے اختیار مین ہوگا کیونکہ قضاے قاضی باین فعل متصور ہی اسواسطے کہ قاضی نے اگر ایسی عورت کے نکاح کے جواز کا جسکی ماں یا بیٹی سے زنا کیا ہی حکم دیدیا تو امام محمد رح کے نزدیک نافذ ہوگا بخلاف قول امام ابو یوسف کے یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی جورو کا امر اسکے ہاتھ مین دیا بدینکہ اگر تو در بخشش تو جب چاہے اپنے آپ کو طلاق دیدے اور حال یہ ہی کہ عورت مذکورہ اپنا مہر قبل اس تفویض کے شوہر کو ہبہ کر چکی ہی تو شیخ الاسلام نظام الدین و بعض مشائخ نے کہا کہ عورت اپنے آپکو طلاق دے سکتی ہی اور بعض مشائخ نے کہا کہ عورت اپنے آپ کو طلاق نہین دے سکتی ہی یہ ذخیرہ کردری مین ہی۔ ایک شخص سفر کو جاتا تھا اس نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر میرے جانے سے ایک مہینہ گذر جاوے اور مین تیرے پاس نہ آؤن اور تیرا نفقہ تیرے پاس نہ پہونچے تو مین نے تیرا امر تیرے اختیار مین دیا کہ جب تیرا جی چاہے اپنا پاؤن کشادہ کرے پھر مہینہ گذرنے سے پہلے نفقہ آ گیا مگر وہ خود نہین آیا تو عورت کا امر اسکے ہاتھ مین نہ ہوگا اسواسطے کہ کھلا ہونے کی شرط دو باتین ہین نفقہ نہ آنا اور مرد کا نہ آنا پس جبکہ ان دونون مین سے ایک بات پائی گئی تو شرط پوری نہوئی بخلاف اسکے اگر یون کہا کہ اگر مین و میرا نفقہ نہ پہونچے پھر دونون مین سے ایک چیز پہونچی تو عورت کا امر اسکے اختیار مین ہو جائیگا۔ اور مین نے ایک فتوی دیکھا اسکی صورت یہ تھی کہ ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر مین تجھسے ایک مہینہ غائب ہون تو تیرا امر تیرے ہاتھ ہی پھر اس مرد کو کافر قید کر لے گئے پس آیا عورت کا امر اسکے اختیار مین ہوگا تو اس فتوی پر شیخ الاسلام علاء الدین محمود الحارثی المروزی نے جواب دیا تھا کہ نہ ہوگا۔ اور میرے والد فرماتے تھے کہ اگر کافرون نے اسکو چلنے پر باکراہ مجبور کیا پھر وہ خود چلا گیا تو چاہیے کہ شرط متحقق ہو جاوے یعنی غائب ہو جانا اسواسطے کہ حانث ہونے کے واسطے خواہ وہ فعل بنسیان ہو یا باکراہ ہو یا عمداً ہو سب یکسان ہین یہ خلاصہ مین ہی۔ اور مستفتیات صاحب المحیط مین ہی کہ شوہر نے جورو سے کہا کہ اگر دس روز مین تجھسے غائب ہون اور تیرا نفقہ تجھے نہ پہونچے تو مین نے تیرا امر تیرے ہاتھ دیا پھر دس روز گذر گئے اور شوہر و زوجہ دونون نے نفقہ پہونچنے مین اختلاف کیا کہ شوہر کہتا ہی کہ مین نے پہونچا دیا ہی اور عورت انکار کرتی ہی تو شیخ رحمہ اللہ نے جواب دیا ہی کہ قول عورت کا قبول ہوگا یہانتک کہ اسکا امر اسکے اختیار مین ہو جائیگا اور یہ کتاب الاصل کی روایت ہی اور منتقی کی روایت اسکے برعکس ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اگر سیم من نہ دہی تا وقت کذا امر بدست من نہادی طلاق زن خود استثنی و انتقال نہادم پھر اسکا مال قرضہ اسکو نہ دیا یہانتک کہ میعاد گذر گئی اور حال یہ ہوا کہ قرضدار نے ایک عورت سے نکاح کیا تو قرضخواہ کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اسکو طلاق دیدے۔ اور اگر یون کہا کہ اگر میرا روپیہ تو فلان وقت تک

نہ دے تو امر بدستت باشد تا دی زنم را اگر یہ خواہی یعنی میرا ہاتھ میں امر ایسی عورت کا تو نے دیا جبکہ تو چاہے
یعنی نکاح میں لا دے اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو شہزادہ کو اس عورت کے طلاق دینے کا اختیار ہوگا یہ محیط
میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی جورو کا امر اسکے ہاتھ میں دیدیا پس عورت نے کہا کہ دست باز داشتم اور یہ کہا
کہ خویشتن را یعنی اپنے کو تو عورت مذکورہ مطلقہ نہ ہوگی۔ اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے اپنے آپ کو مراد
لیا تھا یعنی یہ مراد تھی کہ ہاتھ الگ کردیا میں نے اپنا پس اگر مجلس موجود ہو تو اسکی تصدیق کیجائیگی ورنہ نہیں
اور ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ مسئلہ مذکورہ میں طلاق واقع ہونی چاہئے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر عورت نے
جواب دیا کہ افگندم یعنی میں نے ڈالی اور کہا کہ میری نیت طلاق نہ تھی تو عورت کی تصدیق کیجائیگی یعنے طلاق
نہ پڑیگی اور اگر عورت نے کہا کہ میری طلاق کی نیت تھی تو طلاق پڑجائیگی اور اگر عورت نے کہا کہ طلاق افگندم
تو بدون نیت طلاق واقع ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ ایک شخص نے اپنی جورو
سے کہا کہ امر بدستت تو نہادم شش ماہ را تو پورے چھ مہینے ختم ہونے تک عورت کا امر اسکے اختیار میں ہوگا
(چھ مہینے تک میں نے تیرا امر تیرے ہاتھ میں رکھا ۱۲)
یہ وجیز کردری میں ہے اور فوائد صدر الاسلام طاہر بن محمود میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر دس روز
تیرا نفقہ مجھ سے تجھکو نہ پہونچے تو بعد اسکے تو اپنا پاؤں کشادہ کر پھر عورت مذکورہ نے نشوز کیا یعنے نافرمان
شوہر خلاف شرع ہوگئی یہاں تک کہ مدت گذر گئی تو چاہیئے کہ وہ اپنے نفس کو طلاق نہ دے سکے اور استفتا
کیا گیا تھا کہ ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر ایک مہینہ تیرا نفقہ تجھکو نہ پہونچا دوں تو تیرا امر تیرے ہاتھ
ہے بعد اسکے یہ عورت بدون اجازت شوہر کے غصہ ہوکر اپنے باپ کے گھر چلی گئی اور مہینہ بھر رہی اور
اسکے شوہر نے اسکو نفقہ نہ بھیجا تھا تو چاہئے کہ عورت کا امر اسکے اختیار میں نہ ہو۔ اور یہ فتوی سے ہی آیا تھا
کہ ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر دس روز تک پانچ اشرفیاں تجھے نہ پہونچاؤں تو تیرا امر تیرے ہاتھ
ہے کہ تو اپنے نفس کو طلاق دیدے جب چاہے پھر دس روز گذر گئے اور اس نے اشرفیاں نہ پہونچائیں
پس آیا عورت اپنے نفس کو طلاق دے سکتی ہے تو میں نے جواب دیا کہ ہاں بشرطیکہ شوہر کی مراد یہ ہو کہ
دس روز گذرتے ہی فی الفور درصورت اشرفیاں نہ پہونچانے کے عورت کو اپنی طلاق دیدینے کا اختیار
ہو اور اگر اسکی یہ مراد نہ تھی کہ فی الفور بعد دس روز کے ایسا کرسکے تو عورت کو یہ اختیار حاصل نہ ہوگا جبتک
کہ دونوں میں سے کوئی مرجاوے اور میرے والد نے اس جواب کو باصواب فرمایا تھا یہ فصول استروشنی
میں ہے۔ میرے استادوں میں سے بعض سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر تیری بلا اجازت
اس شہر سے باہر جاؤں تو تیرا امر تیرے ہاتھ ہے کہ جب تو چاہے اپنے آپ کو طلاق دیدے پھر یہ شخص
کوکس سرائے چلا گیا اور وہاں دو روز رہا اور عورت مذکورہ سے جانے کی اجازت نہیں لی تھی پس آیا وہ
طلاق دے سکتی ہے یا نہیں تو جواب میں فرمایا کہ نہیں واللہ اعلم ایک استفتا آیا جسمیں یہ واقعہ درج تھا کہ
ایک شخص اپنی جورو کے پاس سے غائب ہوگیا یعنے سفر کرگیا اور بعد تین مہینے کے اس شخص کے پاس سے
خط آیا اور اسمیں لکھا تھا کہ اگر میرے تیرے پاس سے غائب ہو جانے سے دو مہینہ ہو جاویں اور اس
مدت میں میرا نفقہ تیرے پاس نہ پہونچے تو تو اپنے آپ کو جب چاہے طلاق دیدے اور بات یہ کلی کہ اس

مرد نے یہ خط اور وقت لکھا ہو کہ جب اسکے غائب ہوجانے سے ایک مہینہ سے زیادہ نہیں گذرا تھا ولیکن خط لانے والے
نے راہ میں دیر کر دی اس صورت میں آیا عورت مذکورہ اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے چونکہ تین مہینہ
گذر گئے اور اس عورت کو علم کو نہیں ہوا ہے تو بعض نے جواب دیا کہ آخر ایمان جامع کے باب الیمین فیہ
امر امرأتہ الی غیرہ یا لوقت کے موافق عورت کا امر اسکے اختیار میں نہیں ہوگا۔ اور فوائد شیخ الاسلام
برہان الدین میں ہے کہ اگر کسی نے عورت سے کہا کہ اگر بے جرم شرعی تجھکو ماروں تو تیرا امر تیرے اختیار میں ہے
پھر اس نے عورت سے کہا کہ میں تجھے اجازت دیتا ہوں کہ ہر ہفتہ تو اپنے ماں و باپ کے گھر جایا کر پھر ہفتہ
گذر گیا اور دس روز ہو گئے اور اسکے باپ و ماں اسکے یہاں آئے اور انکے ساتھ یہ عورت اُن کے
یہاں گئی مگر اجازت لیکر نہیں گئی پس شوہر نے اس بے اجازت جانے پر اسکو مارا پس آیا عورت کا امر
اسکے اختیار میں ہوگا یا نہ ہوگا تو جواب دیا کہ ہاں ہوگا واللہ اعلم اور میں نے ایک فتوے دیکھا کہ جس کا
جواب میرے چچا شیخ نظام الدین نے لکھا تھا جسکی صورت یہ تھی کہ ایک شخص نے بغیر جرم شرعی مارنے پر
اپنی جورو کا امر اسکے ہاتھ دیا تھا اسکی ماں اسکے شوہر کے گھر آئی اس مرد نے کہا کہ یہ کتیا یہاں کیوں
آئی ہے عورت نے کہا کہ یا درست ہو خواہر تو یعنے تیری ماں و بہن ہے پس مرد نے عورت کو مارا تو شیخ چچا
نے جواب دیا تھا کہ عورت کا امر اسکے اختیار میں نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اپنی عورت کا امر اسکے اختیار
میں بدین شرط دیا کہ اگر اسکو بغیر جرم مارے تو عورت اپنے آپ کو طلاق دے پس شوہر نے
اس عورت سے کہا کہ تجھپر لعنت ہو اور عورت نے جواب دیا کہ لعنت خود تجھپر ہو تو اس میں مشائخ نے
اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ یہ عورت کی طرف سے جنایت نہیں ہے اسواسطے کہ عورت نے ابتدا
نہیں کی ہے بلکہ اسنے مرد کے کہنے پر کہہ دیا ہے اور عامہ مشائخ کے نزدیک عورت کی طرف سے یہ جنایت
ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور ایسے ہی اگر مرد نے کہا کہ اے تیری ماں کا … دیا گشن پس عورت نے بھی
الٹکر کہا کہ تیری ماں ہے کا… تو پہلے مشائخ کے قول پر یہ جنایت نہیں ہے اور عامہ مشائخ نے
اس صورت میں باہم اختلاف کیا ہے چنانچہ بعض نے کہا کہ اگر شوہر کی ماں زندہ ہو تو یہ امر عورت کی طرف
سے شوہر کے حق میں یہ جنایت نہیں ہے اور اگر مر گئی ہو تو یہ امر شوہر کے حق میں شوہر کی طرف سے جنایت ہوگا
اور بعض نے کہا کہ عورت کا امر عورت کے اختیار میں نہ ہوگا خواہ شوہر کی ماں زندہ ہو یا مر گئی ہو
(یعنی یہ لفظ جنایت ہی ہے ۱۲)
اور اگر عورت نے شوہر کو کہا کہ خدا تجھے سوتا دے تو یہ عورت کی طرف سے جرم ہے اور اسی طرح اگر
شوہر سے کہا کہ اے خدا نا ترس کافر تو یہ بھی عورت کی طرف سے جرم ہے۔ اور اگر شوہر کو کہا کہ اے بدخو
پس اگر شوہر ایسا ہی ہو تو یہ جنایت نہیں ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو عورت خطا وار ہے اور اگر شوہر نے
اس سے کہا کہ تو ایسا نہ کر اسنے جواب دیا کہ خوب کروں گی پس اگر ایسے فعل کے حق میں کہا ہے جو …
ہے تو یہ عورت کا جرم ہے اور اگر ایسے فعل میں کہا جو معصیت نہیں ہے تو عورت کے حق میں یہ قول جنایت
قرار نہ دیا جائیگا اور منتقی میں ہے کہ اگر اپنے شوہر سے کہا کہ تو مجھے طلاق دیدے پس شوہر نے کہا کہ میں
تیری طلاق تیرے ہاتھ میں رکھدی اس نے کہا کہ میں نے اپنے آپ کو طلاق دیدی پس شوہر نے

کہا کہ مین نے تجھے طلاق دی تو دو طلاق واقع ہونگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر عورت نے اپنے خاوند
سے کہا کہ امر میرا [illegible] پس اگر شوہر [illegible] ہے تو اسکے حق مین یہ امر جنایت ہوگا ایسا ہی عمدہ مین مذکور ہے
اور میرے والد رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے عورت کا امر اسکے ہاتھ دیا کہ اسکو بے جرم
نہ ماریگا پھر اس عورت نے [illegible] اور عورت نے ان کے سامنے کہا کہ اگر تمہارے خاوند مرد ہین تو میرا خاوند نہین
ہے پس شوہر نے اسکو مارا تو میرے والد نے جواب فرمایا کہ یہ عورت کی طرف سے جنایت ہے پس عورت
کا امر اسکے اختیار مین نہوگا واللہ اعلم۔ اور فتاوی دیناری مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنی جورو کا امر
اسکے اختیار مین دیا بشرطیکہ اسکو کسی گناہ پر نہ ماریگا الا اسپر کہ شوہر کی بلا اجازت فلان شخص کے یہان جاوے
پھر عورت فلان [illegible] کے یہان بلا اجازت شوہر گئی پس شوہر نے جھگڑا کیا عورت نے گالیان دین تو شوہر نے
نے مارا پس اس عورت نے کہا کہ مین نے بحکم امر سپرد شدہ کے اپنے آپکو طلاق دے لی پس شوہر نے کہا کہ مین نے
تجھے اس جرم پر مارا ہے کہ تو میری بلا اجازت فلان کے یہان گئی تو فرمایا کہ شوہر کا قول قبول ہوگا۔ اور طلاق
فتاوی دیناری مین لکھا ہے کہ ایک عورت نے اپنے خاوند سے کہا کہ تو نے میری طلاق کی قسم کھائی تھی کہ تجھکو
بیگناہ نہ ماریگا پھر تو نے مجھے بیگناہ مارا اور اب مین بے طلاق ہون پس شوہر نے کہا کہ مین نے تجھے بیگناہ
نہین مارا ہے تو فرمایا کہ قول شوہر کا قبول ہوگا۔ اور اگر شوہر نے اسکے بعد یون کہا کہ مین نے تجھے یون کہا
تھا کہ تو [illegible] یہان نہ جایا کر [illegible] غصہ آتا ہے پھر تو نے نہ مانا اور تو گئی اور مین نے تجھے اس سبب سے مارا ہے
اور عورت [illegible] یہان جانے سے منکر ہے تو قول اسکا قبول ہوگا اور گواہ کسپر لازم ہونگے تو شیخ نے جواب
مین فرمایا کہ قول شوہر کا قبول ہوگا اور [illegible] گواہون کی سماعت نہوگی۔ ایک شخص نے دوسرے مرد سے مجلس شراب
مین کہا کہ [illegible] کیا ہے [illegible] واسطے کیا ہے کہ اسکا رکھنا و چھوڑ دینا تیرے ہاتھ مین رہا ہے پس
[illegible] کو ایک طلاق و دو طلاق و تین طلاق دین پس آیا واقع ہونگی تو
شیخ نے فرمایا کہ [illegible] اسواسطے کہ یہ کہنا کہ تیرے ہاتھ مین رہا ہے یہ زمانہ ماضی مین اسکے ہاتھ مین اختیار ہونے کی خبر
دیتا ہے اور زمانہ ماضی مین اختیار ہاتھ مین ہونے سے اسکا اثبات باقی ہونا لازم نہین آتا ہے بلکہ مسئلہ امر تو
مجلس [illegible] حالانکہ مجلس بدل گئی پس باطل ہو جائیگا حتی کہ اگر یون کہا کہ تیرے ہاتھ مین ہے تو یہ امر
کا اقرار ہے کہ [illegible] قائم ہے پس اسکا طلاق دینا صحیح ہوگا یہ فصول استروشنی مین ہے۔ اور میرے والد کے
فوائد مین ہے کہ ایک شخص نے عورت کا امر اسکے ہاتھ مین بدین شرط دیا کہ مہینہ تک اگر دو دینار عورت کو نہ دے
تو عورت مختار ہوگی اپنے آپکو طلاق دیدے پھر مرد نے اس عورت کے ایک قرضخواہ کو دینے پر اقرار کی قبول
کر لی پس آیا عورت بعد مدت گذرنے کے خود مختار ہو سکتی ہے یا نہین تو جواب دیا کہ اگر شوہر نے بدت
گذرنے سے پہلے قرضخواہ عورت کو دیدیے تو عورت مختار نہوگی اور اگر نہ دیئے ہون تو ہوگی۔ ایک شخص
نے اپنی عورت کا امر اسکے اختیار مین دیا کہ بدون اسکی اجازت کے شہر سے باہر نہ جائیگا پھر باہر جانے
کا قصد کیا اور عورت نے اسکی مشایعت کی پس آیا یہ عورت کی طرف سے اجازت ہے تو فرمایا کہ اجازت
نہین ہے [illegible] ایک مرد نے عورت کا امر اسکے ہاتھ مین دیا بدینکہ عورت کی بلا اجازت باندی نہین

خرید لیگا پھر یہ عورت اپنے شوہر کے ساتھ نخاس میں گئی اور وہان ایک باندی کو چھانٹا اور اُس باندی کو
اُسکے شوہر نے خرید لیا پس آیا عورت کا یہ چھانٹنا اجازت ہوگا تو ہمارے بعض اہل زمانہ نے اگرچہ وہ فتوے دینے کی
لیاقت نہ رکھتا تھا جواب دیا کہ ہان عورت کی طرف سے اجازت ہوگی کہ عورت کا امر اُسکے اختیار مین ہو جائیگا
اور مین نے جواب دیا کہ عورت کا امر اُسکے اختیار مین ہو جائیگا یہ فصول عمادیہ مین ہی - اور مجموع النوازل مین لکھا ہی کہ
عورت نے اپنے خاوند سے کہا کہ مین تجھ سے ایک بات کہتی ہون تو منظور رکھیو یا کہا کہ ایک کام کرتی ہون تو نے
اجازت دی پس شوہر نے کہا کہ ہان مین نے روا رکھا پس عورت نے کہا کہ مین نے اپنے نفس کو تین طلاق دیدین
تو کچھ واقع نہو گی اور اگر شوہر نے کہا کہ مین نے اس سے طلاق کی نیت نہ کی تھی تو قول شوہر کا قبول ہوگا یہ محیط
مین ہی - ایک شخص نے بغیر جرم مارنے پر طلاق کو معلق کیا پھر عورت مذکورہ کو چھوڑ کر ... دوسری
جانب ... مین ہی آگے بیٹھ گئی اور اُس کو چومنا ایک مرد اجنبی رہتا تھا اور عورت کا ... منظور تھا
کہ اس اجنبی کو دیکھے مگر شوہر نے اس عورت کو مارا تو عورت پر طلاق واقع ہو گی ... واسطے
کہ شوہر نے اُسکو جرم پر مارا ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - ایک نے دوسرے سے کہا کہ جب کبھی تو بغیر میری اجازت
کے تو اس شہر سے باہر جاوے تو تو نے اپنی عورت کا امر میرے ہاتھ مین دیا اُسنے کہا کہ ہان دیا پھر اُسنے
ایکبار اُسی شخص سے باہر جانے کی اجازت لی پس آیا اب بلا اجازت بھی جا سکتا ہی تو شیخ علاء الدین
نے جواب دیا کہ ہان جا سکتا ہی اسواسطے کہ ہرگاہ کبھی ہر وقت ہی اور ایکبار کا اجازت دینا ان اوقات
کے واسطے شامل ہو جائیگا ایسا ہی مین نے اسکے فوائد سے لکھ لیا ہی - ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر
ہر جمعہ کے شروع ہونے تک تیرے ماں باپ کے شہر نہ لیجاؤن تو مین نے تیرا امر تیرے ہاتھ دیا کہ تو
ایک طلاق بائن جب چاہے آپ کو دیدے اور عورت مذکورہ نے اس تفویض کو اُسی مجلس تفویض مین
قبول کیا پھر اسکے بعد ایک سال گذر گیا اور شوہر اسکو اسکے ماں باپ کے گھر نہ لیگیا پس آیا عورت
مذکورہ اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہی یا نہین جاننا چاہیے کہ یہ واقعہ بلقیان مین واقع ہوا تھا چنانچہ
وہان کے لوگون نے اسکا استفتا ہمارے پاس بھیجا پس مین نے لکھا کہ ہان عورت کو یہ اختیار حاصل ہی اور
اُسوقت کے مفتیان سمرقند نے میرے جواب سے موافقت کی - اور میرے جد کے فوائد مین ہی کہ ایک نے
کہا کہ مین شراب نہ پیونگا و جوا نہ کھیلونگا و زنا نہ کرونگا اور اگر کرون تو میری جورو کو مجھ سے تین طلاق بائن
پس اگر اُسنے انمین سے کوئی کام بھی کیا تو عورت پر تین طلاق واقع ہونگی پھر لکھا کہ فتویٰ کی صورت مین کچھ
اختلاف نہین ہی مگر اثبات کی صورت مین اختلاف ہو یعنی اگر کہا کہ اگر مین شراب پیون و جوا کھیلون و
زنا کرون تو مین نے اپنی جورو کا امر اُسکے ہاتھ دیا پھر اُس نے انمین سے ایک فعل کیا تو بعضون کے نزدیک
عورت کا امر اُسکے اختیار مین نہ ہوگا اور بعضون کے نزدیک ہو جائیگا اور شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ...
اولیٰ ہے اسواسطے کہ غرض یہ ہی کہ نفس کو روکے اور فعل حرام سے اسکو باز رکھے اور ان افعال مین سے فعل تنہا اسکی
غرض کے واسطے صالح ہی پس چاہیے کہ سب فعلون کا پایا جانا شرط نہو بلکہ ہر ایک فعل شرط ہو ...
اور جمع کے واسطے نہین ایسا ہی شیخ الاسلام برہان الدین نے ذکر فرمایا ہی اور صدر الشہید ...

حانث ہوگا اور سوم و ششم دونون کے ہی اور دونون کے بیچ ایک بین اور چہارم و پنجم مین بھی ایک ہی مرتبہ حانث ہوگا اسواسطے کہ یہ لفظ بمعنی کل کے ہو اور یہی صحیح ہو اور ششم بمعنی کلما ہی پس ہر بار وہ حانث ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور رہا لفظ کہ جیسے کہا کہ زن اوطالق الفراسست کہ این کار نکنید پس اگر عرف مین اس سے تعلیق کے معنی سمجھے جاتے ہون تو طلاق فی الحال واقع ہوگی اسواسطے کہ یہ تحقیق ہی اور اگر ان لوگون نے تعلیق فقط اسی لفظ سے اپنے عرف محاورہ مین رکھی ہو تو جب تک شرط نہ پائی جاوے طلاق واقع نہوگی اور اگر انکے عرف مین تعلیق اس لفظ سے بھی ہو اور جو صریح حرف شرط سے بھی معروف ہو تو فضلی رح نے اپنے فتاوے مین ذکر کیا ہی کہ یہ طلاق فی الحال واقع ہوگی اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ نہ واقع ہوگی اور یہی اشبہ ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر قسم کھانے کے بعد ملک زائل ہوجاوے مثلاً عورت کو ایک یا دو طلاق دیدین تو اس سے قسم باطل نہین ہوتی ہی پھر اگر شرط ایسی حالت مین پائی گئی کہ ملک ثابت ہی تو قسم منحل ہوگی مثلاً عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہی اگر تو اس دار مین داخل ہو پھر ایسی حالت مین داخل ہوئی کہ یہ اس مرد کی عدت مین ہی تو قسم منحل ہوجائیگی اور باقی نہ رہیگی اور اگر نکاح سے خارج ہوجانے کے بعد داخل ہوئی تو قسم منحل ہوجائیگی مثلاً اپنی عورت سے کہا کہ اگر تو دار مین داخل ہو تو تو طالقہ ہی پھر قبل وجود شرط کے اسکو طلاق دیدی یہانتک کہ عدت گذر گئی پھر عورت دار مین داخل ہوئی تو قسم منحل ہوگی مگر طلاق کچھ نہ واقع ہوگی یہ کافی مین ہی۔ اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو دار مین داخل ہو تو تو طالقہ ہے طلاق ہی پھر قبل دخول دار کے عورت کو ایک یا دو طلاق دیدین پھر عورت نے کسی دوسرے شوہر سے نکاح کیا جس نے اس سے دخول کیا پھر اسکی طلاق کے بعد شوہر اول کے نکاح مین آئی پھر دار مین داخل ہوئی تو امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق اسپر تین طلاق واقع ہونگی یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر اپنی عورت پر تین طلاق یا کم کی تعلیق کی ہو تو پھر تین طلاق کی تنجیز اپنی تعلیق کو باطل کر دیتی ہی مثلاً تین طلاق یا کم کی تعلیق کی اور کہا کہ اگر تو دار مین داخل ہو تو تجھے تین طلاق ہین پھر اس شرط کے پائے جانے سے پہلے اس عورت کو تین طلاق فی الحال دیدین پھر یہ عورت بعد حلالہ کرانے کے اسی شوہر کے نکاح مین آئی پھر شرط پائی گئی تو کچھ بھی واقع نہوگی یہ شرح نقایہ برجندی مین ہی اور یہ جیسے تنجیز تین طلاق دینے سے تعلیق طلاق باطل ہوجاتی ہی اسی طرح شوہر کے دار الحرب مین جاملنے سے بھی امام اعظم رح کے نزدیک باطل ہوجاتی ہی مگر اسمین صاحبین رح کا خلاف ہی چنانچہ اگر شوہر دار الحرب مین جاملنے کے بعد عورت مذکورہ عدت ہی مین اس دار مین داخل ہوئی تو اسپر طلاق نہوگی اور اسمین صاحبین کا خلاف ہی۔ اور اس خلاف کا فائدہ یہ ہی کہ اگر مرد مذکور تائب مسلمان ہوکر دار الحرب سے واپس آیا اور اس عورت سے دوبارہ نکاح کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ نکاح شامل ہی کہ تعداد طلاق یعنی تین مین سے کچھ کمی نہ ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک نقصان ہوسکتا ہی یہ فتح القدیر مین ہی دوسری فصل کلما و کل و کلما سے تعلیق طلاق کرنے کے بیان مین۔ اگر ایک شخص نے کہا کہ ہر بار جب مین اس دار مین داخل ہون تو میری جورو کو طلاق ہی حالانکہ اسکی چار جورو ہین پھر یہ شخص اس دار مین چار مرتبہ داخل ہوا اور کسی جورو کو معین نہین کرچکا ہی تو ہر بار مین ایک طلاق واقع ہوگی پس چاہئے ان طلاقون کو سب پر متفرق کرے

اور چاہے ایک ہی پر جمع کر دے۔ اور اگر کہا کہ ہر بار جب تو اس دار میں داخل ہو پس ہر بار کہ تو فلان سے
کلام کرے تو تو طالقہ ہے تو دوسری قسم معلق بدخول ہو گی پس جبکہ وہ عورت دار میں داخل ہو گی تب ہی دوسری
قسم منعقد ہو گی پھر جب فلان سے تین بار کلام کریگی تب تین طلاق سے طالقہ ہو گی یہ بحر الرائق میں ہے۔
اگر ایک مرد نے دو مردوں سے کہا کہ ہر بار کہ میں تمہارے پاس کھانا کھاؤں تو میری جورو طالقہ ہے پھر
اسنے ایک روز انہیں سے ایک کے پاس کھانا کھایا اور دوسرے روز دوسرے کے پاس کھایا تو اسکی جورو
پر تین طلاق پڑ جائینگی اسواسطے کہ جب اسنے اول کے پاس کھانا کھایا اور تین لقمہ کھائے یا دو کھائے تو
گو یا اسکے پاس تین مرتبہ کھانا کھایا اور جب دوسرے کے پاس کھانا کھایا تو گویا اسکے پاس بھی تین مرتبہ کھایا
پس دونوں کے پاس تین مرتبہ کھانا کھانا پایا گیا اور اسکے پاس ہر بار کھانا شرط وقوع طلاق تھا [illegible]
اگر دونوں میں سے ایک سے کہا کہ ہر بار کہ میں نے تیرے پاس کھایا پھر اسکے پاس کھایا تو میری جورو طالقہ ہے تو
اسمیں بھی یہی حکم ہوگا جو ہمنے بیان کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ ہر بار کہ میں اپنی
بات کہوں تو تو طالقہ ہے پھر بولا کہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر تو عورت پر ایک طلاق
واقع ہو گی اور اگر اسنے یوں کہا کہ سبحان اللہ الحمد للہ لا الہ الا اللہ اللہ اکبر تو عورت پر تین طلاق واقع ہونگی
یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی دو جوروں کو کہ جنکے ساتھ دخول کر لیا ہے یا نہیں کیا ہے یا ایک سے
دخول کیا ہے اور دوسری سے یوں کہا کہ ہر بار جب میں تمہاری طلاق کی قسم کھاؤں تو تم دونوں میں سے ایک
طالقہ ہے یا کہا کہ ایک تم دونوں کی طالقہ ہے اور یہ کلام دو مرتبہ کہا تو کچھ واقع نہ ہو گی اور اگر تیسری مرتبہ کہا تو
یہ کتاب میں مذکور نہیں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ واقع نہ ہو گی الا اگر اس نے دوسری مرتبہ کی طلاق واحدہ
کے سوائے تیسری مرتبہ میں طلاق واحدہ مراد لی تو ایسی صورت میں ان دونوں کی طلاق پر قسم
کھانے والا ہو جائیگا پس ایک قسم اول میں حانث ہو جائیگا۔ اور اگر یوں کہا کہ ہر بار جب میں نے
قسم کھائی تم دونوں میں سے ایک کی طلاق کی تو یہ عورت طالقہ ہے ہر بار کہ قسم کھائی میں نے تم دونوں
میں سے ایک کے طلاق کی تو تم میں سے ایک طالقہ ہے تو ایک طلاق واقع ہو گی اور اختیار بیان کہ یہ
کون عورت طالقہ ہوئی شوہر کو ہے۔ اور اگر یوں کہا کہ ہر بار کہ میں نے قسم کھائی تم دونوں میں سے ایک کے
طلاق کی تو ایک تم میں سے طالقہ ہے ہر بار کہ میں نے قسم کھائی تم دونوں سے ایک کے طلاق کی تو وہ طالقہ
ہے تو دو طلاق واقع ہونگی اور اختیار شوہر کو ہوگا چاہے دونوں طلاقوں کو ایک ہی پر ڈالے اور چاہے
دونوں پر تقسیم کر دے۔ اور اگر شوہر کی ایک مدخولہ ہو اور دوسری غیر مدخولہ ہو پس اس نے کہا کہ ہر بار کہ میں نے
تم دونوں کے طلاق کی قسم کھائی تو تم دونوں طالقہ ہو اور اسکو تین مرتبہ کہا تو پہلی قسم منعقد ہو کر دوسری قسم
سے منحل ہو گی پس ہر ایک پر ایک ایک طلاق واقع ہو گی اور تیسری قسم مدخولہ کے حق میں منعقد ہو گی اور
دوسری قسم تیسری قسم سے منحل نہ ہو گی کیونکہ شرط تمام نہیں ہوئی یعنی دونوں کے طلاق کی قسم پائی
نہ گئی۔ اور اگر غیر مدخولہ سے نکاح کر کے اس سے کہا کہ اگر میں دار میں داخل ہوں تو تو طالقہ ہے تو
دوسری یعنی پہلی قسم منحل ہو گی اور دونوں میں سے ہر ایک پر دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ تیسری دفع

[illegible]

مدخولہ کے حق مین قسم کھانے پر کچھ شرط موجود تھی اور اب شرط پوری ہو گئی پس دونون مین سے ہر ایک پر ایک
طلاق بائنہ ہو جائیگی۔ اور اگر اُس نے غیر مدخولہ سے نکاح نہ کیا ولیکن اس سے یہ کہا کہ اگر مین نے تجھ سے نکاح
کیا اور تو دار مین داخل ہوئی تو تو طالقہ ہے تو قسم صحیح ہو گی اور پہلی و دوسری قسم منحل ہو جاوینگی لیکن مدخولہ
اسکی ملک مین ہے پس بسبب طلاق بائنہ ہو گی اور غیر مدخولہ اُسکی ملک مین نہین ہے پس اسکے حق مین قسم لغو ہو گی اور
اول و دوم دونون منحل تو ہونگی مگر کچھ جزا مترتب نہ ہو گی لیکن قسم تکلم پر با منعقد ہو گی اور اشتراطِ انحلال ظاہر
نہوا پس دونون قسمین باقی رہینگی پھر جب اسکے بعد اُس سے نکاح کیا اور اُسکی طلاق کی قسم کھائی تو اسپر دو
طلاق واقع ہونگی۔ اور اگر اُسنے مدخولہ سے کہا کہ جب مین تجھ سے نکاح کرون تو تو طالقہ ہے تو صحیح نہو گی
اسواسطے کہ وہ بائنہ موجود ہے لیکن اگر یون کہا کہ جب مین تجھ سے بعد تیرے دوسرے شوہر سے نکاح کرنے کے
نکاح کرون تو تو طالقہ ہے تو ایسی قسم صحیح ہو گی اسواسطے کہ اسمین اضافت بجانب ملک ہے یہ جامع کبیر
مین ہے اور اگر اُسنے اپنی کئی عورتون یعنی دو سے زیادہ چار تک مین سے ایک سے کہا کہ ہر بار کہ مین نے تیری طلاق کی قسم کھائی تو باقی
طالقات ہین پھر دوسری عورت سے بھی ایسا ہی کلام کیا پھر تیسری سے بھی ایسا ہی کیا تو تیسری و چوتھی عورت
تینون طلاق سے طالقہ ہو جاوینگی اور دوسری عورت پر دو طلاق اور پہلی پر ایک طلاق واقع ہو گی
اسواسطے کہ دوسرے کلام سے وہ پہلی عورت کے طلاق کی قسم کھانے والا ہوا اور تیسرے کلام سے پہلی و دوسری
کے طلاق کی قسم کھانے والا ہوا ہے۔ اور اگر بجاے لفظ ہر بار کے لفظ جب ہو تو تیسری و چوتھی عورت مین سے
ہر ایک پر دو دو طلاق واقع ہونگی اور اول و دوم مین سے ہر ایک پر ایک طلاق واقع ہو گی یہ عتابیہ
مین ہے۔ اور اگر کسی مرد نے کہا کہ ہر عورت میری عورتون مین سے جو دار مین داخل ہو پس یہ طالقہ ہے اور
فلانہ تو فلانہ مذکورہ فی الحال طالقہ ہو جائیگی اور اگر اسکی عدت مین وہ دار مین داخل ہوئی تو دوسری
طلاق بھی اسپر واقع ہو گی یہ منتقی مین مذکور ہے اور شیخ ابو الفضل کرمانی رح نے فرمایا کہ یہ حکم اسکے خلاف ہے جو
جامع مین مذکور ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ نوازل مین ہے کہ شیخ نصیر رح نے فرمایا کہ مین نے حسن بن زیاد سے دریافت
کیا کہ ایک شخص نے اپنی جورو سے یون کہا کہ ہر بار کہ مین داخل ہون اس دار مین ایک دفعہ داخل ہونا
تو تو طالقہ ہے ہر بار کہ مین اس دار مین دو دفعہ داخل ہون تو تو طالقہ ہے پھر اس دار مین دو دفعہ کا داخل
ہونا اس سے عمل مین آیا تو حسن بن زیاد نے فرمایا کہ عورت مذکورہ پر تین طلاق واقع ہونگی یہ تاتارخانیہ
مین ہے اور اگر اُسنے دو عورتون سے کہا کہ ہر بار کہ مین نے تم دونون سے نکاح کیا پس تم دونون طالقہ ہو پھر
اُسنے ایک سے ایکبار اور دوسری سے دوبار نکاح کیا تو دونون ایک ایک طلاق سے طالقہ ہونگی لیکن اگر
اول سے بھی دوبارہ نکاح کیا تو دونون پر ایک ایک طلاق دوسری بھی واقع ہو گی۔ اور اگر کہا کہ ہر بار
کہ مین نے دو عورتون سے نکاح کیا پس دونون طالقہ ہین پھر اُسنے تین عورتون سے نکاح کیا تو ہر ایک پر
طلاق پڑ جائیگی اسواسطے کہ ہر ایک کے حق مین یہ بات پائی گئی کہ اسنے دو عورتون سے نکاح کیا ہے اور
یہی شرط تھی۔ اور اگر اُسنے کہا کہ ہر بار کہ مین نے تم دونون کے پاس کھایا پس میری جورو طالقہ ہے پھر اُسنے
ہر ایک کے پاس تین لقمہ کھائے تو اُسکی عورت پر تین طلاق واقع ہونگی یہ عتابیہ مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میری

ہر عورت دیہر بار کہ مین نے کسی عورت سے تین برس تک نکاح کیا پس وہ طالقہ ہو اگر مین اس دار مین داخل ہون اور اس شخص کے نکاح مین ایک عورت ہو پھر اُسنے دوسری عورت سے نکاح کیا پھر اُسنے ان دونون کو طلاق دیدی پھران دونون سے دوبارہ نکاح کیا پھر دار مین داخل ہوا تو دونون مین سے ہر ایک پر تین طلاق واقع ہونگی جنمین سے ایک طلاق بایقاع اور دو بحلف واقع ہونگی اور اگر اُس نے دونون کو طلاق دینے کے وقت دونون سے نکاح نہ کیا ہو یہان تک کہ دار مین داخل ہو گیا پھر دونون سے نکاح کیا تو ہر ایک بسبب اُسکے حانث ہو جانے کے مطلقہ بیک طلاق ہو جائیگی یہ محیط مین ہے - اور اگر کسی نے کہا کہ کلما دخلت ہذہ الدار وکلمت فلانا او فلانا فامرأۃ من نسائی طالق یعنی ہر بار کہ مین اس دار مین داخل ہوا اور مین نے فلان سے کلام کیا یا فلان سے کلام کیا تو میری عورتون مین سے ایک عورت طالقہ ہے پھر یہ شخص دار مین کئی مرتبہ داخل ہوا اور فلان سے اُس نے ایک ہی دفعہ کلام کیا تو عورت پر ایک طلاق واقع ہوگی - اور اگر یون کہا کہ ہر بار کہ مین اس دار مین داخل ہوا اور اگر مین نے فلان سے کلام کیا تو تو طالقہ ہے پھر وہ دار مین تین مرتبہ داخل ہوا اور فلان سے اُسنے ایک ہی دفعہ کلام کیا تو عورت پر تین طلاق واقع ہونگی - اور اگر کہا کہ ہر بار کہ مین نے کسی عورت سے نکاح کیا اور مین دار مین داخل ہوا تو وہ طالقہ ہے پھر ایک عورت سے تین مرتبہ نکاح کیا اور دار مین ایک ہی دفعہ داخل ہوا تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور اگر دوبارہ داخل ہوا تو دوسری طلاق واقع ہوگی اور اگر تیسری بار داخل ہوا تو تین طلاق واقع ہونگی - اور اسکی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ اگر اپنی جورو سے کہا کہ ہر بار کہ مین نے چھوہارا اور اخروٹ کھایا تو تو طالقہ ہے پھر اُسنے تین چھوہارے اور ایک اخروٹ کھایا تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور اگر دوسرا اخروٹ کھایا تو دوسری طلاق اور اگر تیسرا اخروٹ کھایا تو تیسری طلاق بھی واقع ہوگی یہ شرح تلخیص الجامع الکبیر مین ہے - ابن سماعہ کہتے ہین کہ مین نے امام ابو یوسفؒ کو فرماتے سنا کہ اگر کسی شخص نے کہا کہ ہر بار کہ تو اس دار مین داخل ہوئی پس ہر بار کہ تو نے فلان سے کلام کیا تو تو طالقہ ہے تو یہ امر دونون باتون پر ہوگا اور لفظ تو جو ترجمہ فا ہے جزا پر داخل ہے پس اگر عورت مذکورہ ابتدا کر کے تین بار دار مین داخل ہوئی پھر اُس نے ایکبار فلان سے کلام کیا تو اسپر تین طلاق واقع ہونگی اور اگر وہ دار مین ایک دفعہ داخل ہوئی پھر اُسنے تین دفعہ فلان سے کلام کیا تو بھی اسپر تین طلاق واقع ہونگی یہ بدائع مین ہے - اور اگر مرد نے کہا کہ ہر بار کہ مین دار مین داخل ہوا پس تو طالقہ ہے اگر مین نے فلان سے کلام کیا پھر مرد مذکور دار مین چند مرتبہ داخل ہوا اور پھر چند ہی مرتبہ اُسنے فلان سے کلام کیا تو سب دخولون مین حانث ہوگا - اور اگر کہا کہ ہر بار کہ مین نے عورت سے نکاح کیا تو وہ طالقہ ہے اگر وہ دار مین داخل ہوئی پھر عورت سے چند مرتبہ نکاح کیا اور وہ دار مین ایکمرتبہ داخل ہوئی تو سب طلاق طالقہ ہو جائیگی یہ بحر الرائق مین ہے - اور اگر کسی نے کہا کہ ہر عورت کہ مین اُس سے نکاح کرون کبھی فلان قریہ مین تو وہ طالقہ ہے پھر اُسنے اُس گانون کی ایک عورت کو باہر نکالکر اُس سے نکاح کیا تو وہ مطلقہ نہ ہوگی اور اسی طرح اگر اس عورت کو باہر نکالا اگر دوسری جگہ سوا اُس گانون کے اُس سے نکاح کیا تو بھی یہی حکم ہے - اور اگر یون کہا کہ ہر عورت کہ مین اس سے نکاح کرون اس گانون مین سے

تو وہ طالقہ ہے پھر اُسنے اُس گانوں کی ایک عورت سے نکاح کیا تو چاہیے جہاں نکاح کرے حانث ہوگا
یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر یوں کہا کہ کل امرأة لی تکون ببخارا فہی طالق ثلثا ہر عورت کہ
بخارا میں ہوگی وہ بسہ طلاق طالقہ ہے تو صحیح یہ ہے کہ اس کلام سے یہ مراد رکھی جائیگی کہ جس عورت سے
وہ بخارا میں نکاح کرے وہ طالقہ ہوگی اور اسی سے مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُس نے سوائے بخارا کے دوسری
جگہ کسی عورت سے نکاح کیا پھر اُسکو بخارا میں لے آیا اور خود اُسکے ساتھ بخارا میں رہا تو وہ مطلقہ نہوگی اور
یہی صحیح ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص کی ایک غیر مدخولہ عورت ہے اُسنے کہا کہ ہر میری جورو اور ہر عورت کہ
جس سے تین(؟) سال تک نکاح کروں وہ طالقہ ہے اگر میں دار میں داخل ہوں پھر اُسنے ایک عورت سے نکاح
کیا اور اُسکو طلاق دیدی اور پہلی عورت کو بھی طلاق دیدی پھر ان دونوں سے تین سال کے اندر نکاح کیا
پھر دار میں داخل ہوا تو پہلی جورو قسم کی وجہ سے بدو طلاق طالقہ ہوگی سوائے اس طلاق کے جو اُسکو یہ
تنجیز دیدی تھی پس جملہ اسپر تین طلاق پڑینگی اور رہی جدیدہ پس اسپر سوائے اس طلاق کے جو اُسکو
بہ تنجیز دیدی تھی ایک طلاق بوجہ قسم کے واقع ہوگی چنانچہ جملہ دو طلاقوں سے مطلقہ ہوگی۔ اور اگر مرد مذکور نے
بعد ان دونوں کے اول مرتبہ طلاق دینے کے دار میں داخل ہوا پھر ان دونوں سے نکاح کیا تو عورت قدیمہ
نکاح کرتے ہی بوجہ قسم حانث ہونے کے بیک طلاق طالقہ ہوگی اگرچہ اُسکے حق میں انعقاد دو قسموں کا ہوا
ہے ایک قسم تزویج دوسری قسم کون لیکن قسم کون بلا جزا رہیگی بلکہ نفس تزویج کی وجہ سے ایک طلاق واقع ہوگی اور
رہی جدیدہ سو اسپر حانث ہونے کی وجہ سے کوئی طلاق واقع نہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ ہر عورت
جس سے میں نکاح کروں پس وہ طالقہ ہے اور فلانہ یعنی اپنی ایک موجودہ جورو کا نام لیا یا یوں کہا کہ ہر میری
جورو جو دار میں داخل ہو وہ طالقہ ہے اور فلانہ تو فلانہ مذکورہ فی الحال طالقہ ہو جائیگی اور اُسکے حق میں
انتظار تزویج و دخول دار نہوگا پھر اگر اسکے بعد اس عورت سے نکاح کیا یا یہ دار میں داخل ہوئی حالانکہ یہ
عدت طلاق میں ہے تو اسپر دوسری طلاق واقع ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ ہر عورت کہ جس سے میں کبھی نکاح
کروں یا کہا کہ تیس(؟) سال تک نکاح کروں وہ طالقہ ہے اگر میں نے فلاں شخص سے کلام کیا پھر اُسنے اس مدت
کے اندر قبل فلاں سے کلام کرنے کے ایک عورت سے نکاح کیا اور ایک عورت سے بعد فلاں سے کلام کرنے
کے نکاح کیا تو جس سے اس مدت کے اندر نکاح کیا ہے وہ طالقہ ہوگی۔ اور اگر قسم موقتہ نہو یعنی اسمیں کوئی وقت
ہمیشہ کا یا تیس سال وغیرہ کا بیان نہ کیا ہو مثلاً یوں کہا کہ ہر عورت جس سے میں نکاح کروں وہ بسہ طلاق طالقہ
ہے اگر میں نے فلاں سے کلام کیا پھر ایک عورت سے فلاں سے کلام کرنے سے پہلے نکاح کیا اور ایک عورت
سے فلاں سے کلام کرنے کے بعد نکاح کیا تو جس سے کلام کرنے کے بعد نکاح کیا ہے وہ طالقہ نہوگی۔ اور اگر
یوں کہا کہ اگر میں نے فلاں سے کلام کیا تو جو عورت کہ میں اُس سے نکاح کروں وہ طالقہ ہے تو جس عورت
سے قبل کلام کرنے کے نکاح کرے وہ طالقہ نہوگی خواہ قسم مطلق ہو یا موقت ہو۔ اور اگر اُسنے اسی
عورت کے طلاق کی نیت کی ہو جس سے قبل فلاں سے کلام کرنے کے نکاح کیا ہے تو اُسکی نیت صحیح ہوگی
یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر یوں کہا کہ ہر عورت کہ جس سے میں نکاح کروں اگر [illegible]

داخل ہوں تو وہ طالقہ ہو پس جس سے قبل دخول کے نکاح کیا ہو تو داخل ہونے سے پہلے مطلقہ ہو گی اور جس سے بعد داخل ہونے کے نکاح کیا ہو وہ مطلقہ ہو گی اور داخل ہونا بھی انعقاد قسم کی شرط قرار دیا جائیگا اور شرط اول شرط حنث ہو گی اور اگر یہ کلام یوں ہو کہ اگر میں دار میں داخل ہوا تو ہر عورت جس سے میں نکاح کروں وہ طالقہ ہو۔ اور اگر کہا کہ ہر عورت جسکا میں مالک ہوں وہ طالقہ ہو اگر میں دار میں داخل ہوں یا داخل ہونے کی شرط کو مقدم بیان کیا تو یہ ایسی ہی عورتوں کو شامل ہوگا جو اسکی ملک میں ہوں اور انکو شامل نہ ہوگا جو بعد اسکے نکاح میں آوینگی اور اگر اس نے استقبال کی نیت کی تو تغلیظاً کے طور پر اسکی تصدیق کیجائیگی پس جو عورت اسکی ملک میں ہو وہ باعتبار ظاہر مفہوم کلام کے مطلقہ ہو گی اور جو آیندہ اسکے نکاح میں آئی وہ اسکے اقرار سے مطلقہ ہو گی یہ کافی میں ہے۔ اور نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ کل امرأة اتزوجہا تفریباً لسویق فہی طالق او قال کل امرأة اتزوجہا تلبسا لا ہمفو فہی طالق یعنی ہر عورت جس سے میں نکاح کروں کہ ستو رکھا دے (یا ستو کھالی ہو) وہ طالقہ ہو یا کہا کہ ہر عورت جس سے میں نکاح کروں کہ کسم کا رنگا ہوا پہنے (یا پہنتی ہو) وہ طالقہ ہو تو اس قول سے یہ مراد رکھی جائیگی کہ بعد نکاح کرنے کے وہ ستو کھائے یا کسم کا رنگا ہوا کپڑا پہنے لیکن اگر اس نے یہ نیت کی کہ قبل نکاح میں آنے کے ایسا کرتی ہو تو اسکی نیت پر ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر ایک عورت سے کہا کہ ہر عورت جس سے نکاح کروں جب تک تو زندہ ہے تو وہ طالقہ ہے پھر خاص اسی عورت سے نکاح کیا تو حانث نہوگا اور یہ کلام اس عورت کے سوائے دوسری عورتوں کے حق میں رکھا جائیگا اور اسی طرح اگر یہ کلام اپنی جورو سے کہا پھر اسکو طلاق بائن دیکر اس سے نکاح کیا تو وہ مطلقہ نہوگی یہ فصول استروشنی میں ہے۔ اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ تیرے نام کی ہر عورت جس سے میں نکاح کروں وہ طالقہ ہے پھر اس جورو کو طلاق دیکر پھر اس سے نکاح کیا تو مطلقہ نہ ہو گی اگرچہ قسم کے وقت اسکی نیت بھی کی ہو جیسے اگر کہا کہ ہر عورت جس سے میں نکاح کروں سوائے تیرے وہ طالقہ ہو تو یہ عورت قسم میں داخل نہ ہو گی اگرچہ نیت کی ہو۔ ایک شخص کی چار عورتیں ہیں اس نے ایک جورو سے کہا کہ میری ہر جورو طالقہ ہے اگر تو اس دار میں داخل ہو پھر اسکو ایک طلاق بائنہ دیدی پھر اپنی عدت کی حالت میں یہ عورت دار میں داخل ہو گئی تو سب عورتیں مطلقہ ہو جاوینگی ایک شخص نے کہا کہ میری ہر جورو طالقہ ہے اور اسکی نیت یہ ہے کہ جو اسوقت موجود ہے اور جو آیندہ اپنے نکاح میں لاویگا تو اس کلام سے طلاق ایسی جورو کے حق میں نہ ہو گی جو آیندہ اسکے نکاح میں آوے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میری ہر جورو طالقہ ہے اگر میں ایسا کروں حالانکہ اسکی کوئی جورو اسوقت نہیں ہے اور اسنے نیت کی کہ جس عورت سے اسکے بعد نکاح کرے تو اسکی نیت صحیح ہو گی جیسے یوں کہا کہ ہر عورت جو میری جورو ہو گی اور یہی شمس الاسلام محمود اوزجندی کا قول ہے اور شیخ نجم الدین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نیت نہیں صحیح ہے اور سید امام ابو شجاع بلخی نے فرمایا کہ ہم پہلے قول کو لیتے ہیں یہ فصول استروشنی میں ہے۔ امام محمد رحمہ سے مروی ہے کہ اگر کسی نے اپنے والدین سے کہا کہ ہر عورت جس سے میں نکاح کروں جب تک تم دونوں زندہ ہو تو وہ طالقہ ہے پھر دونوں میں سے ایک مر گیا تو قسم باطل ہو جائیگی اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ ہر عورت

تعلیق طلاق کے بیان میں۔ اگر نکاح کی طرف طلاق کی اضافت کی تو نکاح کے پیچھے ہی طلاق واقع ہو گی مثلاً کسی عورت سے کہا کہ اگر میں تجھسے نکاح کروں تو تو طالقہ ہے یا کہا کہ ہر عورت جس سے نکاح کروں۔ طالقہ ہے اور ایسی ہی لفظ اذا و متی یعنے جب کے ساتھ کہا کہ جب نکاح کروں تو بھی یہی حکم ہے اور اسمین کچھ فرق نہیں ہے خواہ اُسنے کسی شہر یا قبیلہ یا وقت کی تخصیص کر دی ہو یا نکی ہو حکم یکسان ہے۔ اور اگر اسکو شرط کی طرف مضاف کیا تو شرط کے پیچھے ہی اتفاقاً واقع ہو جائیگی مثلاً اپنی عورت سے یون کہا کہ اگر تو دار مین داخل ہو تو تو طالقہ ہے اور اضافت طلاق صحیح نہیں ہے الّا اُس صورت مین کہ قسم کھانے والا بالفعل مالک ہو یا ملک کی طرف مضاف کر دے اور اگر کسی اجنبیہ عورت سے کہا کہ اگر تو دار مین داخل ہو تو تو طالقہ ہے پھر اُس عورت سے نکاح کیا پھر دار مین داخل ہوئی تو مطلقہ نہ ہو گی یہ کافی مین ہے۔ اور اگر یون کہا کہ ہر عورت جسکے ساتھ مین ایک فراش پر جمع ہوا وہ طالقہ ہے پھر ایک عورت سے نکاح کیا تو وہ طالقہ نہ ہو گی۔ اور اگر کہا کہ ہر وہ عورت کہ جسکا تو میرے ساتھ نکاح کر دے طالقہ ہے پھر اُس نے ایک عورت کا اُسکے ساتھ بدون اُسکے حکم کے یا اُسکے حکم سے نکاح کر دیا تو مطلقہ نہ ہو گی اور اگر کسی عورت سے نکاح کیا بر نیکہ وہ طالقہ ہے تو طالقہ نہ ہو گی یہ فتح القدیر مین ہے۔ واضح ہو کہ تعلیق بصریح شرط یعنے جبکہ حرف شرط کا ذکر کر دے ایسی تعلیق عورت معینہ و غیر معینہ دونون کے حق مین موثر ہوتی ہے اور تعلیق بمعنے الشرط غیر معینہ کے حق مین کار آمد ہوتی ہے چنانچہ اگر کہا کہ جو عورت کہ مین اُس سے نکاح کرون وہ طالقہ ہے تو کار آمد ہے اور معینہ کے حق مین کار آمد نہیں ہوتی ہے چنانچہ یہ قول کہ یہ عورت کہ جس سے مین نکاح کرونگا طالقہ ہے پھر اُس سے نکاح کیا تو طالقہ نہ ہو گی یہ معراج الدرایہ مین ہے۔ پھر واضح ہو کہ شرط اگر جزا سے متاخر ہو تو تعلیق صحیح ہے اگرچہ حرف فا ذکر نہ کیا ہو بشرطیکہ شرط و جزا کے بیچ مین سکوت نہ آگیا ہو آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ جسنے اپنی عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو دار مین داخل ہو تو طلاق کا واقع ہونا دخول دار سے متعلق ہو گا اگرچہ حرف فا ذکر نہیں کیا اسواسطے کہ شرط و جزا کے بیچ مین سکوت واقع نہیں ہوا ہے۔ اور اگر شرط جزا پر مقدم ہو پس اگر جزا اسم ہو تو جزا کا تعلق شرط سے جب ہی ہو گا کہ جب حرف فا ذکر کیا ہو چنانچہ اگر کسی نے اپنی جورو سے کہا کہ ان دخلت الدار فانت طالق یعنی اگر تو دار مین داخل ہو تو تو طالقہ ہے اور اگر یون کہا کہ ان دخلت الدار انت طالق یعنی اگر تو دار مین داخل ہو تو طالقہ ہے تو طلاق فی الحال واقع ہو گی لیکن اگر اُس نے دعوی کیا کہ میری مراد یہ تھی کہ طلاق معلق بدخول ہو تو فیما بینہ و بین اللہ تعالے اُسکی تصدیق ہو گی مگر قضاءً تصدیق نہو گی قال المترجم اُردو مین اگرچہ اصل یہی ہے کہ حرف فا کا ترجمہ لفظ تو یا پس بولا جاوے لیکن بسا اوقات حذف کر کے بھی بولتے ہین اگرچہ جزا اسم ہو لہذا قضاءً بھی تصدیق ہونی چاہیے واللہ تعالے اعلم۔ اور اگر جزا فعل مستقبل یا فعل ماضی ہو تو جزا بدون حرف فا کے شرط سے متعلق ہو گی اور یہی اصل باقی ہے اور اگر عورت سے کہا کہ اگر تو دار مین داخل ہو تو طالقہ ہے تو وہ فی الحال مطلقہ ہو جائیگی اور اگر اُسنے دعوی کیا کہ مین نے تعلیق کی نیت کی تھی تو ہرگز کسی طور سے اُسکی تصدیق نہو گی ایسا ہی جامع مین مذکور ہے اور بعضی مشائخ نے فرمایا کہ شوہر سے دریافت کیا جائیگا کہ تو نے تعلیق کی نیت کیونکر کی ہے پس اگر اُسنے کہا کہ باضمار حرف فا تو اُسکی نیت

سلہ قول ہماری زبان مین بالطلاق کی ...

اسی طرح صحیح نہ ہوگی اور اگر اسنے کہا کہ بتقدیم و تاخیر تو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اُسکی نیت صحیح ہوگی اور اسی طرح اگر
کہا کہ پس اگر تو دار میں داخل ہو تو طالقہ ہے تو فی الحال طالقہ ہو جائیگی اور اگر اس نے تعلیق کی نیت کی
تو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اُسکی تصدیق کیجائیگی اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اور اگر تو دار میں داخل ہوئی تو
فی الحال طالقہ ہوگی اور قضاءً یا دیانۃً کسی طور پر اُسکی تصدیق بدعوے تعلیق نہ ہوگی کہ میں نے تعلیق کی
نیت کی تھی اور اگر اُسنے اس قول سے کہ انت طالق وان دخلت الدار سے بیان حال کی نیت کی یعنی یہ مراد لی
کہ واؤ حالیہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ تو در حالت دخول دار کے طالقہ ہے تو اسکو امام محمدؒ نے ذکر نہیں فرمایا اور
شیخ ابو الحسن کرخیؒ سے نقل کیا جاتا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ اُسکی نیت صحیح ہونی چاہیے اسواسطے کہ ایسی صورتوں
میں واؤ حال کے واسطے بولا جاتا ہے یہ محیط میں ہے وقال المترجم یہ تفسیر بحیثیت ہو فارسی وغیرہ میں ایسا
نہیں ہے فافہم۔ اور اگر کہا کہ انت طالق ان۔ اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو امام محمدؒ کے قول میں فی الحال طالقہ
ہو جائیگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نہ ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ انت طالق لولا او لولا ان او کان او ان لم
تو بھی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک طالقہ نہوگی اور اسی کو محمد بن سلمہؒ نے اختیار کیا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے
اور اگر یوں کہا کہ انت طالق دخلت یعنی تو طالقہ ہے تو داخل ہوئی تو فی الحال طلاق پڑیگی اسواسطے کہ یہ تعلیق
نہیں ہے اور اگر کہا کہ انت طالق ان یعنی بفتح ہمزہ کہا تو طلاق فی الحال پڑجاویگی اور یہی جمہور کا قول ہے
اور اگر کہا کہ ادخلی الدار وانت طالق یعنی تو دار میں داخل ہو در حالیکہ تو طالقہ ہے تو طلاق متعلق بدخول
ہوگی اسواسطے کہ حال شرط ہے جیسے آوے الی الفا وانت طالق کہنے کی صورت میں یعنی مجھے ہزار درم ادا کر دے
در حالیکہ تو طالقہ ہے چنانچہ جب تک ادا نہ کرے طالقہ نہ ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر کہا کہ انت طالق ثم ان دخلت
الدار تو فی الحال طلاق واقع ہوگی اور اگر اُسنے تعلیق کی نیت کی تو اُسکی نیت بالکل صحیح نہ ہوگی اور اگر اُس نے
مقارنت کی نیت کی یعنی دخول دار کے مقارن طلاق واقع ہونے کی نیت کی تو عامہ مشائخ کے نزدیک یہ
نیت بھی نہیں صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اُسنے اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر آسمان ہمارے اوپر ہو
یا دن میں کہا کہ تو طالقہ ہے اگر یہ دن ہو یا رات میں کہا کہ تو طالقہ ہے اگر یہ رات ہو تو فی الحال طلاق پڑجاویگی
اسواسطے کہ یہ تحقیق ہے تعلیق بشرط نہیں ہے اسواسطے کہ شرط وہ ہوتی ہے جو بالفعل معدوم ہو ولیکن اسکے موجود ہونے کا
خطر ہو بخلاف صورت مذکورہ کے کہ یہ موجود ہیں اور اگر عورت سے کہا کہ اگر اونٹ سوئی کے ناکے سے نکل جاوے
تو تو طالقہ ہے تو طلاق واقع نہوگی اسواسطے کہ اس شخص کی غرض اس کلام سے تحقیق نفی ہے کہ اسکو ایک امر محال پر
معلق کیا ہے یہ بدائع میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو مجھے وہ دینار جو تو نے میری ہتھیلی سے نکال لیا
ہے واپس نہ کرے تو تو طالقہ ہے پھر معلوم ہوا کہ دینار مذکور اُسکی ہتھیلی میں موجود تھا تو اُسکی جورو پر طلاق واقع
نہ ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نشہ میں تھا اُسنے دروازہ بجایا مگر دروازہ کھولا نہ گیا پھر اُسنے کہا
کہ اگر تو نے دروازہ اس رات کو نہ کھولا تو تو طالقہ ہے اور حال یہ ہے کہ اس دار میں کوئی نہ تھا پس رات
گذر گئی اور دروازہ نہ کھلا تو اُسکی جورو پر طلاق واقع نہ ہوگی یہ نہر الفائق میں ہے۔ اور اگر اپنی جورو سے جو
حائضہ ہے کہا کہ اگر تو حائضہ ہوئے تو تو طالقہ ہے یا بیمار تھی اس سے کہا کہ اگر تو بیمار ہووے تو تو طالقہ ہو تو یہ

آئندہ کے حیض و مرض پر قرار دیا جائیگا اور اگر اسنے یہی حیض و مرض مراد لیا ہو تو اسکی نیت کے موافق ہوگا اور
اگر یوں کہا کہ اگر کل کے روز بھی تجھے حیض آوے تو تو طالقہ ہے حالانکہ اسکو معلوم ہو کہ یہ حائضہ ہے تو یہ قول
اسی حیض کے واسطے قرار دیا جائیگا چنانچہ اگر حیض جاری رہا یہانتک کہ دوسرے روز کی صبح ہو گئی تو طالقہ
ہو جائیگی بشرطیکہ یہ گذری تین روز پورے کر چکی ہو یا تین پورے ہو جاویں اور اگر اسکو عورت کے حائضہ ہونے
کا حال معلوم نہ ہو تو یہ پیدا ہونے والے کل کے روز حیض آنے پر قرار دیا جائیگا اسی طرح اگر عورت سے کہا کہ اگر تجھے
بخار ہو جاوے حالانکہ اسکو بخار ہو یا کہا اگر تیرے سر میں درد ہو جاوے حالانکہ اسکے درد سر ہو تو اسمیں بھی ایسی
ہی تفصیل ہے جو حیض و مرض میں مذکور ہوئی ہے اور اگر اسکی عورت کھڑی ہو یا بیٹھی ہو اس سے کہا کہ اگر تو کھڑی ہوئی
تو تو طالقہ ہے تو چپ ہوتے ہی طلاق واقع ہوگی یعنی فی الحال واقع ہو گی اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر تو بیٹھی
ہوئی یا کہا کہ اگر تو بیٹھی تو تو طالقہ ہے حالانکہ عورت مذکورہ کھڑی و بیٹھی ہے تو طلاق فی الحال واقع
ہو گی - اور قیام و قعود وغیرہ سے سکنی اگر ان چیزوں کے ساتھ قسم کھائی تو انمیں حانث ہونے کے واسطے یعنی طلاق پڑنے
کے واسطے آنا چاہیئے کہ قسم کے بعد ایک ساعت تک ایسا پایا جاوے اور رہا دخول و خروج تو قسم کے بعد دخول
یا خروج آئندہ پایا جاوے وہی مراد رکھا جائیگا اور ایسا ہی حمل میں ہے چنانچہ اگر حاملہ سے کہا کہ اگر تو حاملہ ہوئی تو مراد
وہ حمل رکھا جائیگا جو قسم کے بعد حادث ہو اور ایسا ہی مارنا و کھانا بھی آئندہ پر رکھا جائیگا جو قسم کے بعد پیدا ہوئے
یہ محیط میں ہے - اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ انت طالق ما لم تحیضی او ما لم تحبلی یعنی تو طالقہ ہے جب تک تجھے حیض نہ آوے
یا جب تک تجھے حمل نہ ہو حالانکہ قسم کے وقت وہ حائضہ یا حاملہ ہو تو کلام تمام ہوتے ہی طلاق پڑ جاویگی اور اگر اسنے
کہا کہ میں نے یہی حیض و حمل مراد لیا تھا جو بالفعل موجود ہے تو حیض کی صورت میں دیانۃً اسکی تصدیق ہوگی اور
حمل کی صورت میں بالکل تصدیق نہ ہو گی یہ سراج الوہاج میں ہے - اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے جبکہ تو ایک روز روزہ
رکھے تو جب روزہ رکھا اسدن غروب آفتاب ہوتے ہی طالقہ ہو جائیگی یہ کافی میں ہے - اور اگر یوں کہا کہ جب
تو روزہ رکھے پس عورت کی نیت کے ساتھ روزہ ایک ساعت گذرا تو طالقہ ہو جائیگی یہ نہایہ میں ہے - اگر
عورت سے کہا کہ جس وقت تو حائضہ ہو تو تو طالقہ ہے پھر اسنے خون دیکھا تو جب تک تین روز تک برابر خون
جاری نہ رہے تب تک طالقہ نہ ہو گی اسواسطے کہ جو خون تین روز سے پہلے ہی منقطع ہو جاوے وہ حیض نہیں
ہوتا ہے پھر جب تین روز پورے ہو گئے تو جس وقت سے اسنے خون دیکھا ہے اسوقت سے اسکے طالقہ ہونے کا حکم
دیا جائیگا یہ ہدایہ میں ہے - اور اگر عورت سے کہا کہ اذا حضت حیضۃ فانت طالق یعنی جب تجھکو حیض کامل آجاوے
تو تو طالقہ ہے تو جب تک حیض منقطع ہو کر طہر میں داخل نہ ہو جاوے تب تک طالقہ نہ ہو گی اور حیض منقطع ہو کر طہر میں
داخل ہوتا اس طور سے ہے کہ دس روز گذر جاویں اور طاہر ہو جاوے یا اگر خون برابر و دوام جاری ہو گیا تو
دس روز پورے گذر جاویں یا اگر دس روز سے کم ہوں تو خون منقطع ہو کر غسل کر لے یا خون ہونے کے ساتھ
ایسی بات پائی جاوے جو قائم مقام غسل کر لینے کے ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے - اور اگر عورت نے بعد دس روز کے
کہا کہ میں حائضہ ہو کر طاہر ہو گئی اور مرد نے اسکی تکذیب کی تو طالقہ ہو گی - اور اگر ایک مہینہ گذرنے کے
بعد اسنے کہا کہ میں حائضہ ہو کر طاہر ہو گئی اور پھر اب میں حائضہ ہوں تو اسکی خبر مقبول نہ ہو گی اسواسطے کہ

اپنے وقت سے حیض کی تاخیر کر دی ہو پس اسوجہ سے متہم ہو گئی یہ کافی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ اگر تو نصف حیضہ حائضہ
ہو وے تو تو طالقہ ہے تو طالقہ نہو گی جب تک حائضہ ہو کر طاہر نہو جاوے اور اسی طرح اگر کہا سبعہ تو تہائی حیضہ
حائضہ ہو یا چھٹا حصہ ایک حیض کامل کا حائضہ ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ جب تو نصف حیضہ حائضہ ہو تو تو
طالقہ ہے پھر جب تو نصف حیضہ دیگر حائضہ ہو تو تو طالقہ ہے تو جب تک حائضہ ہو کر طاہر نہو جاوے وقوع طلاق
کا حکم نہ دیا جائیگا پھر جب حائضہ ہو کر طاہر ہو گئی تو اسپر دو طلاق واقع ہونگی یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر کہا کہ جب تو
نصف حیضہ حائضہ ہو تو تو طالقہ ہے اور جب تو حیضہ کامل حائضہ ہو تو تو طالقہ ہے تو جب وہ حیض کے بعد طاہر ہو جائیگی
تو اسپر دو طلاق واقع ہونگی یہ جامع کبیر میں ہے۔ اور اگر کہا کہ اگر تو نصف یوم حائضہ ہو تو تو طالقہ ہے تو نصف یوم
کے حائضہ ہونے پر طلاق واقع ہو گی یہ عتابیہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ جب تو تمام دو حیض سے حائضہ ہو تو تو طالقہ
ہے پھر اس عورت کو پہلا حیض اس مرد کی ملک میں نہیں آیا اور دوسرا اسکی ملک میں آیا تو طلاق واقع ہو جائیگی
اور اسی طرح اگر دوسرے حیض گذرنے و طاہر ہونے سے ایک ساعت پہلے اسکے ساتھ نکاح کیا تو بھی یہی حکم ہے اور نیز اگر
دس روز سے کم کی صورت میں خون منقطع ہو جانے کے بعد نکاح کیا اور ہنوز وہ نہیں نہائی تھی تو جب نہا دیگی یا نماز کا
وقت گذر جائیگا تو طالقہ ہو جائیگی یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ جب تو تین حیض کامل حائضہ ہو تو تو
طالقہ ہے اور جب تو بعد حیض تمام حائضہ ہو تو تو طالقہ ہے پھر اسکو دو حیض پورے آگئے تو اسپر دو طلاق واقع ہونگی اور
پہلا حیض تمام پہلے قول میں شرط کامل ہوگا اور دوسرے قول میں شرط کا جز قرار دیا جائیگا۔ اور اگر یوں کہا کہ جب تو حیضہ
تمام حائضہ ہو تو تو طالقہ ہے پھر جب تو بعد حیضہ تمام حائضہ ہو تو تو طالقہ ہے پھر اس عورت کو ایک حیض پورا آیا تو اسپر پہلی
قسم کی وجہ سے ایک طلاق واقع ہو گی پھر جب تک اسکے بعد اسکو دو حیض تمام نہ آجاویں تب تک دوسری قسم کی وجہ سے طلاق
واقع نہ ہو گی اسوجہ سے کہ لفظ پھر جو اس نے دونوں قسموں کے بیچ میں کہا ہے اسکے موافق عمل در آمد اسی طور سے ہے۔
اور اگر شوہر نے دعوی کیا کہ میں نے اس سے پہلا مراد لیا تھا تو دیانۃً اسکی تصدیق ہو سکتی ہے قضاءً تصدیق نہ ہو گی
بقالی میں لکھا ہے کہ اگر شوہر نے جورو سے کہا کہ جب تو حائضہ ہو تو تو طالقہ ہے پھر کہا کہ ہر بار کہ تو بعد حیض تمام حائضہ
ہو تو تو طالقہ ہے تو حیضہ اول کے شروع ہوتے ہی طلاق واقع ہو گی اور اسکے گذرنے اور اسکے بعد دوسرے حیض
تمام ہونے پر دوسری طلاق واقع ہو گی یہ محیط میں ہے۔ اگر شوہر و زوجہ نے وجود شرط میں اختلاف کیا تو قول شوہر
کا قبول ہوگا لیکن اگر عورت نے گواہ قائم کیے تو عورت کا دعوی ثابت ہوگا۔ اور جو باتیں ایسی ہیں کہ وہ عورت
ہی کے قول سے معلوم ہو سکتی ہیں تو عورت کا قول عورت ہی کے حق میں قبول ہوگا جیسے کہا کہ اگر تو حائضہ ہو تو تو و فلانہ
طالقہ ہے یا کہا کہ اگر تو مجھے چاہتی ہے تو تو اور فلانہ طالقہ ہے پس عورت نے کہا کہ میں حائضہ ہوئی یا میں تجھے چاہتی
ہوں تو فقط یہی عورت طالقہ ہو جاویگی لیکن حیض کے بارہ میں عورت کا قول جب ہی مقبول ہوگا کہ جب حیض
موجود ہونے کی حالت میں اسنے خبر دی ہو اور بعد منقطع ہو جانے کے اسکی خبر کی تصدیق نہو گی اور اگر یوں
کہا کہ اگر تو حیض تمام حائضہ ہو جاوے تو تو و فلانہ طالقہ ہے تو اس حیض کے بعد جو طہر آتا ہے اس طہر میں اسکا
قول قبول ہوگا اسواسطے کہ وہی شرط ہے پس اس سے پہلے یا اسکے بعد قول قبول نہو گا۔ اور یہ حکم اسوقت ہے کہ شوہر
نے اسکے قول کی تکذیب کی ہو اور اگر تصدیق کی تو اس عورت کے ساتھ اسکی سوت بھی طالقہ ہو جائیگی یہ تبیین میں ہے

اور یہ حکم بھی اسیوقت ہی کہ اس عورت کے حائضہ ہونے کا علم نہ ہو فقط اسی عورت کی زبانی ظاہر ہوا ہو اور اگر
اسکے حائضہ ہونے کا علم یقینی ہو گیا تو اسیکے ساتھ اسکی سوت بھی طالقہ ہو جائیگی یہ تبیین مین ہی۔ اور اگر عورت سے
کہا کہ اگر تو حائضہ ہو تو میرا غلام آزاد ہی اور تیری سوت طالقہ ہی پھر عورت نے کہا کہ مین حائضہ ہو گئی اور شوہر نے
تکذیب کی تو طلاق و عتق ثابت ہوگا اور اگر شوہر نے اسکی تصدیق کی اور تین روز تک برابر خون موافق عادت کے
رہا تو غلام آزاد ہوگا اور جسوقت سے خون دیکھا ہی اسیوقت سے اسکی سوت پر طلاق پڑیگی اور اس تین روز کے اول
مین شوہر کو منع کر دیا جائیگا کہ اس عورت کی سوت سے وطی نہ کرے اور نہ اس غلام سے خدمت لے اور اسیطرح اگر
عورت کی سوت شوہر کی غیر مدخولہ ہو پس عورت کے اس قول کے بعد سوت نے کسی دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا پھر
یہ خون تین روز رہا تو سوت کا نکاح مذکور جائز ہوگا اور تین روز سے پہلے خون منقطع ہو جانے یا باقی رہنے مین عورت
ہی کا قول قبول ہوگا چنانچہ اگر تین روز کے اندر اسنے کہا کہ میرا خون منقطع ہو گیا ہی اور شوہر نے اسکی تصدیق کی تو نہ
غلام آزاد ہوگا اور نہ سوت پر طلاق پڑیگی اور سوت کے نکاح مذکور کا باطل ہونا ظاہر ہوگا اور اگر عورت نے
تین روز کے بعد دعوی کیا کہ تین روز کے اندر میرا خون منقطع ہو گیا ہی اور شوہر نے اسکی تصدیق کی مگر غلام نے اور
سوت نے تکذیب کی تو قول غلام و سوت کا قبول ہوگا اور سوت کا نکاح صحیح ہوگا اور اگر اسنے کہا کہ مین حائضہ ہوئی
اور شوہر نے اسکی تصدیق کی پھر عورت نے کہا کہ قبل خون کے طہر دس روز کا تھا تو اسکے قول کی تصدیق نہ ہوگی۔ اور
اگر عورت مذکورہ نے کہا کہ اسیقدر مین نے خون دیکھا پھر اسکے بعد دعوی کیا کہ اس خون سے پہلے طہر دس روز کا تھا تو تصدیق
کیجائیگی۔ اور اگر شوہر نے کہا کہ اس خون سے پہلے تیرا طہر دس روز تھا اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ بیس روز تھا تو قول
عورت کا قبول ہوگا یہ کافی مین ہی۔ اور اگر اپنی دو عورتون سے کہا کہ جب تم حائضہ ہو تو تم طالقہ ہو پھر دونون نے کہا
کہ ہم دونون حائضہ ہوئے پس اگر شوہر نے دونون کی تصدیق کی تو دونون طالقہ ہو جاوینگی اور اگر دونون کی تکذیب
کی تو دونون طالقہ نہونگی اور اگر اسنے ایک کی تصدیق کی اور دوسری کی تکذیب کی تو جسکی تکذیب کی ہی وہ مطلقہ
ہوگی اور جسکی تصدیق کی ہی وہ مطلقہ نہوگی اور وجہ یہ ہی کہ مکذبہ یعنے جسکی تصدیق نہین کی ہی اسکے حق مین شرط کامل
پائی گئی اسواسطے کہ دونون مین سے ہر ایک اپنے نفس کی مخبر اور اپنے سوت کے حق مین شاہد ہی اور اپنے حق مین
اسکی تصدیق ہوتی ہی اور غیر کے حق مین تکذیب ہوتی ہی پس جب شوہر نے اسکی تصدیق کی اور دوسری کی تکذیب
کی تو جسکی تکذیب کی ہی اسکے حق مین دونون شرطین پوری پائی گئین یعنی اپنے نفس کا اخبار اور سوت کے
قول کی شوہر نے خود تصدیق کی اور یہی وہ عورت جسکی شوہر نے تصدیق کی ہی اسکے حق مین دونون شرطون
مین سے فقط ایک ہی بات پائی گئی ہی۔ اور اگر دونون سے کہا کہ جب تم حیض کامل حائضہ ہو تو تم دونون طالقہ
ہو یا کہا کہ جب تم ایک بچہ جنو تو تم طالقہ ہو تو یہ ایسے حیض پر قرار دیا جائیگا جو دونون مین سے کسی کی طرف سے
پایا جاوے یا ایسے بچہ پر قرار دیا جائیگا جو دونون مین سے کسی سے پیدا ہو پھر جب دونون مین سے کسی نے کہا کہ مین
حائضہ ہوئی پس اگر شوہر نے تصدیق کی تو دونون مطلقہ ہو جاوینگی اور اگر اسکی تکذیب کی تو فقط یہی طالقہ ہوگی
اسکی سوت طالقہ نہوگی۔ اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے کہا کہ مین حائضہ ہوئی تو دونون طالقہ ہو جاوینگی خواہ
شوہر انکی تصدیق کرے یا تکذیب کرے یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور اگر تین عورتین ہون اور شوہر نے کہا

اگر تم سب حائضہ ہو تو سب طالقہ ہو پس سب نے کہا کہ ہم سب حائضہ ہو گئے تو اُن میں سے کوئی طالقہ نہ ہوگی مگر
ایسی عورت میں کہ شوہر انکی تصدیق کرے اور اسی طرح اگر انمیں سے ایک کی تصدیق کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر
اُس نے دو عورتوں کی تصدیق کی اور ایک عورت کی تکذیب کی تو جسکو جھٹلایا ہے وہ طالقہ ہو جائیگی۔ اور اگر چار عورتیں
ہوں اور مسئلہ کی باقی صورت یہی رہے تو کوئی طالقہ نہ ہوگی اِلّا اُس عورت میں کہ شوہر اُسکی تصدیق کرے اور اسی طرح
اگر ایک کی یا دو کی تصدیق کی تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر تین عورتوں کی تصدیق کی اور ایک کی تکذیب کی تو تصدیق کی
ہوئی عورتوں کے سوائے وہ ایک عورت جسکی تکذیب کی ہے وہ طالقہ ہو جائیگی یہ تبیین میں ہے۔ اپنی چار عورتوں
سے کہا کہ اگر تم ایک حیض سے حائضہ ہو تو تم طالقہ ہو پھر انمیں سے ایک نے کہا کہ میں ایک حیض سے حائضہ ہو گئی
اور شوہر نے اُسکی تصدیق کی تو سب طالقہ ہو جاوینگی۔ اور اگر شوہر نے کہا کہ ہر بار کہ تم ایک حیض سے حائضہ ہو تو
تم سب طالقہ ہو پس ایک نے انمیں سے کہا کہ میں ایک حیض سے حائضہ ہوئی اور شوہر نے اُسکے قول کی تصدیق
کی تو سب طالقہ ہو جاوینگی۔ اور اگر کہا کہ ہر بار کہ تم بیک حیض حائضہ ہو تو تم سب طالقہ ہو پس انمیں سے
ہر ایک نے کہا کہ میں بیک حیض حائضہ ہوئی پس اگر اُس نے ہر ایک کی تکذیب کی تو ہر ایک انمیں سے ایک
طلاق طالقہ ہوگی اور اگر اُسنے فقط ایک عورت کی تصدیق کی تو باقی تین عورتوں میں سے ہر ایک بدو طلاق
طالقہ ہوگی اور جسکی تصدیق کی ہے اسپر ایک طلاق پڑیگی اور اگر اُسنے دو عورتوں کی تصدیق کی تو ان دونوں
میں سے ہر ایک پر دو طلاق پڑینگی اور باقی دو دونوں جنکو جھٹلایا ہے ہر ایک پر تین طلاق پڑینگی۔ اور اگر اُس نے
تین عورتوں کی تصدیق کی تو چاروں میں سے ہر ایک پر تین طلاق پڑینگی کیونکہ جنکی تصدیق کی ہر ایک کے حق میں
تین طلاق ثابت ہوئیں اور جسکو جھٹلایا اسکے حق میں چار طلاق ثابت ہوئیں یہ بحر الرائق میں ہے۔ اگر اپنی مدخولہ
جورو سے کہا کہ ہر بار کہ تو بدو حیض حائضہ ہو تو تجھے طلاق ثابت ہے پھر وہ دو حیض سے حائضہ ہو چکی تو اُسپر ایک
طلاق واقع ہوگی پھر جب اسکے بعد دو حیض سے حائضہ ہو جاوے تو اسپر دوسری طلاق پڑیگی پھر اسکے بعد اگر دو حیض
سے حائضہ ہوئی تو کچھ واقع نہوگی اسلیے کہ تیسری بار کے پہلے ہی حیض آنے پر وہ عدت پوری ہو کر عدت سے باہر
ہو چکی۔ اگر یوں کہا کہ جب تو بیک حیض حائضہ ہو تو تو طالقہ ہے پھر کہا کہ ہر بار کہ تو حائضہ ہو پس تو طالقہ ہو تو اگر تین
حیض کا خون دیکھا تو بیک طلاق طالقہ ہوگی اور جب اس سے پاک ہو تو دوسری طلاق پڑیگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے
اگر جورو سے کہا کہ اگر میں تجھسے تیرے حیض میں مجامعت نکروں یہانتک کہ تو پاک ہو جاوے تو تو طالقہ ہے پھر اس عورت
کے پاک ہو جانے کے بعد دعوے کیا کہ میں نے اس عورت سے حیض میں مجامعت کی تھی تو قول شوہر کا قبول ہوگا
اور عورت پر کوئی طلاق واقع نہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر کہا کہ جب تو حائضہ ہو تو تو طالقہ ہے پھر وہ بولی
کہ میں حائضہ ہوئی تو بعد اس واقعہ کے اگر وہ بچہ جنے تو دیکھا جاوے کہ اگر اسوقت سے پورے چھ مہینے پر اور تین
روز پورے ہونے سے پہلے جنی تو اسپر کچھ واقع نہوگا کیونکہ تین روز پورے ہونے سے پہلے چھ مہینہ پر بچہ جننے سے ظاہر
ہوا کہ اسوقت پر وہ حاملہ تھی اور اگر تین روز پورے ہونے کے بعد سے چھ مہینہ پورے پر وہ بچہ جنی تو بائنہ ہو جائیگی
اور یہ بچہ اس مرد کو جو اسکا شوہر ہے لازم ہوگا یعنی بچے کے نسب سے انکار نہیں کر سکتا ہے۔ اگر جورو حالت حیض
میں ہو اور شوہر نے کہا کہ اگر تو پاک ہو تو تو طالقہ ہے پس عورت نے کہا کہ میں پاک ہو گئی اور شوہر نے اسکی تکذیب کی

تو اس عورت کا قول خود اسکی ذات کے بارہ میں قبول ہوگا اور اسکی سوت کے بارہ میں اگر سوت کی طلاق تھی اسکے
ظاہرہ ہوجانے پر معلق کی ہو اسکے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر شوہر نے اسکی تصدیق کی اور اسکی سوت بھی مطلقہ ہوگی
پھر اس عورت نے دعوے کیا کہ یہ خون اسکو دس روز میں دوبارہ آیا تھا تو اسکے دعوے کی تصدیق نہ ہوگی۔ ایضاً
اگر کہا کہ اگر میں نے تجھے بطور سنت طلاق دی تو فلانہ عورت بھی طالقہ ہے پھر اس عورت سے کہا کہ تو طالقہ بسنت ہے
پھر عورت کو ایک حیض آیا پھر وہ طاہر ہوئی پس شوہر نے دعوی کیا کہ میں نے تجھ سے حیض میں جماع کر لیا یا تجھے طلاق
دیدی ہے تو اسکی سوت پر کچھ واقع نہ ہوگی اور عورت پر البتہ واقع ہوگی اور اسی طرح اگر اسکی طلاق معلق کی
ہو تو دوسری واقع ہوگی۔ اور اگر شوہر نے اسکے ایام حیض میں ایسا کیا ہو تو اسپر بھی واقع نہ ہوگی یہ عتابیہ میں ہے۔
اگر کہا کہ تو چاہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھکو آتش دوزخ سے عذاب کرے تو تو طالقہ ہے اور فلانہ عورت اور میرا غلام آزاد ہے
وہ بولی کہ میں چاہتی ہوں تو وہ طالقہ ہو جائیگی اور فلانہ عورت پر طلاق نہ ہوگی اور نہ غلام آزاد ہوگا اور یہ شرط
نہ کہ بمنزلہ اس کہنے کے ہے کہ اگر تو مجھے چاہتی ہو یا تو مجھے چاہتی ہو یا تو مجھے مبغوض رکھتی ہو۔ اگر عورت سے کہا کہ اگر تو
مجھے اپنے دل سے چاہتی ہو تو تو طالقہ ہے اُسنے کہا کہ میں تجھے چاہتی ہوں حالانکہ جھوٹی ہے تو بھی امام ابوحنیفہ رح و
امام ابو یوسف کے نزدیک قضاءً و دیانۃً وہ مطلقہ ہو جائیگی۔ اگر مرد نے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر میں فلاں چیز کو پیار کرتا
ہوں پھر کہا کہ میں نہیں چاہتا ہوں حالانکہ وہ اس قول میں جھوٹا ہے تو یہ عورت اسکی جورو رہیگی اور ازراہ دیانت
اسکو گنجائش ہے کہ اس عورت سے وطی کرے یہ واضح ہو کہ محبت کی شرط پر تعلیق کرنا جیسے حیض کی شرط پر تعلیق کرنا دونوں
یکساں ہیں مگر فقط دو باتوں میں فرق ہے ایک یہ کہ محبت کی تعلیق فقط اسی مجلس تک جس میں شرط لگائی ہے مقصور رہتی
ہے کیونکہ وہ تخییر ہے حتی کہ اگر عورت نے اس مجلس سے کھڑے ہو جانے کے بعد کہا کہ میں تجھے چاہتی ہوں تو طلاق نہ پڑیگی
بخلاف تعلیق بحیض کے کہ وہ مجلس بدلنے سے باطل نہیں ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ تعلیق بمحبت میں
اگر عورت اپنی حالت سے خبر دینے میں جھوٹی ہو تو طالقہ ہو جاویگی اور تعلیق بحیض کی شرط میں فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ
وہ اپنی صورت میں طالقہ نہ ہوگی یہ تبیین میں ہے۔ اگر اپنی دو عورتوں سے کہا کہ جب تم دونوں جنو۔ یا کہا کہ جب تم
دونوں دو فرزند جنو تو تم طالقہ ہو پس انہیں سے ایک کے بچہ پیدا ہوا تو جب تک دونوں میں سے ہر ایک کے
فرزند نہ پیدا ہو تب تک انہیں سے کوئی طالقہ نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر دونوں سے کہا کہ جب تم دونوں کو دو حیض آویں
تو تم طالقہ ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ اگر دونوں سے کہا کہ جب تم دونوں دو فرزند جنو تو تم طالقہ ہو پھر انہیں سے ایک کے
دو فرزند پیدا ہوئے یا کہا کہ جب تم دونوں کو دو حیض آویں تو تم طالقہ ہو پھر انہیں سے ایک کو دو حیض آگئے تو انہیں
سے کوئی جورو مطلقہ نہ ہوگی اور اگر دونوں میں سے ہر ایک کو ایک حیض آیا یا دونوں میں ہر ایک سے ایک بچہ پیدا ہوا
تو دونوں طالقہ ہو جاوینگی اور یہ شرط نہیں کہ دونوں میں سے ہر ایک کے دو فرزند پیدا ہوں یہ محیط میں ہے۔
اگر اپنی جورو سے کہا کہ جب تو بچہ جنے تو تو طالقہ ہے پھر اُسنے کہا کہ میں بچہ جنی اور شوہر نے جھٹلایا اور اس وقت تک
شوہر اسکے حاملہ ہونے کا اقرار نہیں کر چکا اور نہ حمل ظاہر تھا مگر دائی نے ولادت کی گواہی دی تو امام اعظم رح
کے نزدیک دائی کی گواہی پر قاضی حکم نہ دیگا اور صاحبین کے نزدیک دائی کی گواہی پر وقوع طلاق کا قاضی
حکم دیگا یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے۔ اگر کہا کہ جب تو ایک بچہ جنے تو تو طالقہ ہے پس وہ مردہ بچہ جنی تو

طالقہ ہو جائیگی یہ جوہرہ نیرہ میں ہو۔ حاکم نے کافی میں لکھا کہ اگر جورو سے کہا کہ جب تو ایک فرزند جنے تو تو طالقہ ہو
پھر اسکا پیٹ گرا جسکی بعضی خلقت ظاہر ہو گئی تھی تو مطلقہ ہو جائیگی اور اگر فقط خون کا لوتھڑا ہو کچھ خلقت ظاہر نہ ہوئی
ہو تو اس سے طلاق نہ پڑیگی یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اگر کہا کہ اگر تو دو فرزند جنے تو تو طالقہ ہے پھر ایک فرزند تو اس
شوہر کی ملک نکاح میں جنی اور دوسرا فرزند ایسی حالت میں جنی کہ اسکے سوا دوسرے اور کے نکاح میں تھی پھر یہ
عورت کسی وقت میں اسی شوہر کے نکاح میں آئی تو شرط مذکور کی وجہ سے اسپر طلاق نہ پڑیگی۔ اور اگر پہلا فرزند
دوسرے شوہر کی ملک میں جنی اور دوسرا فرزند اس شوہر کی ملک میں جنی تو طالقہ ہو جائیگی یہ تبیین شرح کنز میں ہے۔
جورو سے کہا کہ اگر تو لڑکا جنے تو طالقہ بیک طلاق ہے اور اگر لڑکی جنے تو طالقہ بدو طلاق ہے پھر وہ لڑکا و لڑکی
دونوں جنی اور یہ دریافت نہیں ہوتا کہ پہلے کس کو جنی ہے تو قضاءً اسپر ایک ہی طلاق پڑیگی اور تنزہ و احتیاط
کی راہ سے اسپر دو طلاق پڑینگی اور عدت گذر چکی کہ اگر سوا ان دو طلاق کے کوئی اور طلاق بھی اسکو دی
ہو یا عورت بائنہ ہو چکی ہو یعنی پوری طلاق دے دی ہو تو بہتر ہے کہ یہ عورت دوسرے شوہر سے حلالہ
نہ کرا دے تب تک اسکو اپنے نکاح میں نہیں لا سکتا ہے کیونکہ یہ احتمال ہے کہ پہلے لڑکی پیدا ہوئی ہو اور عدت
گذر چکی ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ یہ معلوم نہ ہو کہ لڑکا و لڑکی میں سے کون پہلے پیدا ہوا ہے ورنہ اگر دونوں
میں سے پہلا معلوم ہو جاوے تو اسمیں کچھ دقت و شبہہ نہیں یعنی لڑکا ہے تو ایک اور اگر لڑکی ہے تو دو طلاق پڑینگی
اور چونکہ ولادت ہی سے عدت گذر چکی لہذا دوسرے بچہ کی مشروط طلاق نہ پڑیگی۔ پھر اگر جورو و شوہر نے اختلاف
کیا تو قول شوہر کا قبول ہوگا کیونکہ وہی منکر ہے کذا فی التبیین۔ اور اگر اس صورت میں عورت ایک خنثی جنی جسمیں
لڑکا و لڑکی دونوں کا نشان ہے تو ایک طلاق پڑیگی اور دوسری طلاق میں توقف ہوگا پھر اگر بچہ کے بڑے ہونے کے بعد
کھلا کہ وہ لڑکا ہے تو ایک ہی طلاق رہی اور اگر کھلا کہ لڑکی ہے تو دوسری بھی واقع ہوگی کذا فی البحر الرائق اور اگر ایک
لڑکا اور دو لڑکیاں جنی اور پہلا معلوم نہیں ہوتا تو قضاءً دو طلاق پڑینگی اور تنزہ و احتیاطاً تین طلاق پڑینگی
اور اگر دو لڑکے اور ایک دختر جنی تو ایسی صورت میں قضاءً تو ایک طلاق اور احتیاطاً تین طلاق ہونگی۔ اگر جورو سے
کہا کہ اگر تیرا حمل لڑکا ہو تو تو طالقہ بیک طلاق اور اگر لڑکی ہو تو بدو طلاق ہے پھر وہ ایک لڑکا و ایک لڑکی جنی تو
طالقہ نہ ہوگی کیونکہ حمل تو تمام پیٹ کا نام ہے پس جب تک تمام پیٹ لڑکا یا لڑکی نہ ہو تب تک طالقہ نہ ہوگی۔ اسیطرح اگر
یوں کہا کہ جو کچھ تیرے پیٹ میں ہے اگر لڑکا ہو الی آخرہ پس یہ باقی مسائل اپنے حال پر ہیں تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ جو کچھ تو عام
ہے جیسے حمل میں انکا باقی رہنا نہ ہو گا کیونکہ یہ لفظ عام ہے۔ اور اگر یوں کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں لڑکا ہو تو تجھے ایک
طلاق اور اگر لڑکی ہو تو دو طلاق ہیں اور باقی صورت مسئلہ بحال خود رہی تو تین طلاق واقع ہونگی یہ تمرتاشی میں ہے۔
اگر جورو سے کہا کہ ہر بار کہ تو ایک فرزند جنے پس تو طالقہ ہے پھر ایک ہی پیٹ میں وہ دو فرزند جنی یا تین اور دونوں کی
ولادت میں چھ مہینے سے کم مدت ہوئی تو فرزند اول سے طالقہ ہوگی اور فرزند دوم سے اسکی عدت گذر جائیگی اور دوسری
طلاق نہ پڑیگی اور اگر وہ تین اولاد جنی تو دو طلاق واقع ہونگی اور مراد آنکہ اسطرح جنی کہ ہر دو فرزند کے درمیان
چھ ماہ سے کم فاصلہ ہو اور اگر تین اولاد اسطرح جنی کہ ہر دو فرزند کے درمیان چھ مہینہ کا فاصلہ ہو تو تین طلاق پڑجاوینگی
اور پھر تین حیض سے عدت پوری کریگی۔ اگر اپنی دو عورتوں سے کہا کہ ہر بار کہ تم دونوں ایک فرزند جنو تو تم طالقہ ہو

پھر دونوں میں سے ایک کے بچہ پیدا ہوا پھر دوسری جورو کے پیدا ہوا پھر پہلی کے ایک اور پیدا ہوا پھر دوسری
کے دوسرا پیدا ہوا مگر ہر ایک کے دونوں فرزند ایک ہی پیٹ سے ہوئے حتی کہ یہ صادق آیا کہ ہر ایک جورو
دو فرزند جنی ہے تو پہلی جورو پر دو طلاق طالقہ ہوگی اور دوسرے فرزند سے اسکی عدت پوری ہو جائیگی اور دوسری
جورو تین طلاق سے طالقہ ہوگی اور دوسرے فرزند سے اسکی عدت بھی پوری ہو جائیگی۔ اور اگر دونوں میں سے
ہر ایک کے دونوں فرزند کے درمیان چھ مہینہ یا اس سے زائد دو برس تک کا فاصلہ ہو تو پہلی جورو دو طلاق سے
طالقہ ہوگی اور دوسرے فرزند سے اسکی عدت پوری ہوگی مگر دونوں فرزند کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا اور
دوسری عورت پر ایک طلاق پڑیگی اور پہلے فرزند سے اسکی عدت پوری ہو جائیگی اور اسکے دوسرے فرزند کا نسب
اسکے شوہر سے ثابت نہوگا۔ اگر کسی نے اپنی حاملہ جورو سے کہا کہ جب تو کوئی فرزند جنے تو تو بدو طلاق طالقہ ہے پھر اس نے
کہا کہ جو فرزند تو جنے اگر وہ لڑکا ہو تو تو طالقہ ہے پھر اس عورت کے لڑکا پیدا ہوا تو تین طلاق سے طالقہ ہوگی۔ اور
اگر جورو سے کہا کہ تیرے پیٹ میں جو بچہ ہے اگر وہ لڑکا ہوا الخ یعنی باقی مسئلہ بحال خود رہے تو اسپر ایک طلاق پڑیگی
کیونکہ شرط قسم یہ کہ اسکے پیٹ میں ہوا نہ ولادت سے کھلا کہ اسکے پیٹ میں لڑکا تھا پس ظاہر ہوا کہ طلاق اسوقت
سے ہے نہ وقت ولادت سے حالانکہ وضع حمل سے عدت گذر گئی پس ولادت سے کچھ واقع نہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے
کتاب الاصل میں ہے کہ اگر جورو سے کہا کہ ہر بار کہ تو کوئی فرزند جنے تو تو طالقہ ہے اور اس عورت سے کہا کہ جب تو کوئی
لڑکا جنے تو تو طالقہ ہے پھر وہ ایک لڑکا جنی تو دونوں قسم کی وجہ سے اسپر دو طلاق واقع ہونگی یہ محیط میں ہے۔ اگر عورت
کی طلاق کو اسکے حاملہ ہونے پر معلق کیا تو جب تک قسم کے وقت سے اسپر دو برس سے زیادہ میں نہ جنے تب تک
(اگرچہ ایک روز زائد ہو)
طالقہ نہوگی اور یہ مسئلہ وہ ہے کہ اس سے وطی کرنے سے پہلے اسکا استبراء کرائے کیونکہ احتمال ہے کہ اسوقت وہ حاملہ نہو تو
قسم آئندہ حمل پر واقع ہوگی کذا فی النہر الفائق۔ اگر جورو سے کہا کہ اگر تو حاملہ نہو تو تو طالقہ ہے پھر قسم کے وقت
سے دو برس سے کم میں اسکے بچہ پیدا ہوا تو حکم قضاء میں اسپر طلاق نہوگی۔ اور اگر دو برس سے زائد میں اگرچہ ایک ہی
روز زیادہ ہو بچہ جنے تو طالقہ ہوگی۔ اگر قسم کے بعد اسکو حیض آیا اس سے قربت نہ کرے بسبب اس احتمال کے کہ وہ حاملہ ہو
اسی طرح اگر حائضہ نہوئی تو بھی اس سے قربت نہ کرنا چاہیے یہانتک کہ وضع حمل ہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر عورت
سے کہا کہ اگر میں تجھے خطبہ کروں یا تجھے نکاح میں لوں تو تو طالقہ ہے پھر پہلے اسکو خطبہ کیا پھر اس سے نکاح کر لیا تو طالقہ
نہوگی۔ اور اگر خطبہ سے پہلے اس سے نکاح کیا باین طور کہ کسی فضولی درمیانی نے اس عورت کو اس مرد سے بیاہ دیا اور
مرد نے قبول کیا اور عورت کو خبر پہونچی تو اسنے درمیانی کے کام کی اجازت دیدی تو عورت مذکورہ طالقہ ہوگی یہ خلاصہ
میں ہے۔ امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ ایک مرد نے دو عورتوں سے جو اسکے نکاح میں نہیں ہیں یوں کہا کہ اگر میں تم
دونوں سے خطبہ کروں یا تم سے نکاح کروں تو تم دونوں طالقہ ہو پھر ان دونوں سے خطبہ کیا پھر دونوں سے نکاح کر لیا
تو دونوں میں سے کوئی طالقہ نہوگی۔ اور اگر بدون خطبہ کرنے کے دونوں سے ایک عقد میں یا دو عقدوں میں نکاح
کر لیا تو دونوں طالقہ ہو جاوینگی۔ اور اگر ایک کو خطبہ کیا پھر اس سے نکاح کر لیا پھر دوسری کو خطبہ کیا پھر اس سے
نکاح کر لیا تو دونوں میں سے کوئی طالقہ نہوگی۔ اور اگر ایک کو خطبہ کیا پھر دونوں سے نکاح کر لیا تو دونوں طالقہ ہو جاوینگی
اور اگر ایک سے نکاح کر کے اسکو طلاق دی پھر دونوں سے نکاح کیا تو بھی دونوں طالقہ نہونگی یہ محیط میں ہے۔

اگر زبان فارسی مین قسم کھائی مثلاً یون کہا۔ اگر فلانہ را بخواہم پس او طالقہ است۔ یا کہا ہر زنیکہ را بخواہم۔ تو جن مقامات مین یہ لفظ ان لوگون کی زبان مین خطبہ یعنی منگنی کی تفسیر ہوتا ہو وہان قسم منعقد نہوگی یعنی خطبہ سے طلاق نہین ہوسکتی بسبب عدم ملک نکاح کے پس قسم لغو ہو اور جہان کہین اس لفظ خواہم سے نکاح مراد ہوتا ہو تو قسم منعقد ہو جائیگی بشرطیکہ قسم سے اسکی مراد بھی یہی ہو پس اگر نکاح کیا تو طلاق واقع ہو جائیگی اور ہمارے دیار کے عرف مین ان لوگون کی مراد اس سے نکاح ہی ہوا کرتی ہو پس قسم منعقد ہو جائیگی اور خطبہ کرنے سے حانث نہوگا لیکن جب نکاح کریگا تو طلاق واقع ہو جائیگی۔ اور اگر کوئی شخص اس لفظ کی حقیقت سے واقف ہو کہ منگنی کے واسطے ہو اور اس نے اسطرح قسم کھائی پھر کہا کہ مین نے اس لفظ سے منگنی مراد رکھی تھی تو حکم قضاء مین اسکی تصدیق نہوگی اور دیانت مین اسکی تصدیق کیجائیگی کذا فی الذخیرہ۔ فارسی مین کہا۔ اگر فلانہ را خواستگاری کنم۔ تو یہ منگنی پر رکھا جائیگا۔ اور یون کہا کہ۔ اگر فلانہ را زن کنم۔ تو یہ بمنزلہ اس قول کے ہو کہ اگر فلانہ عورت سے نکاح کرون۔ اگر یون کہا کہ۔ اگر زن آرم یعنی اگر عورت لاؤن۔ تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا اور فتوی اس قول پر ہو کہ یہ قول زفاف پر رکھا جائیگا قال المترجم یعنی منگنی کرنے و نکاح کرنے سے طلاق نہوگی جب اسکو اپنے گھر رخصت کرا لاوے تو طلاق وغیرہ جو کچھ جزاے قسم ہو واقع ہوگی۔ اگر فارسی مین کہا کہ۔ اگر دختر فلان مرا دہند وی را طلاق۔ یعنی اگر فلان کی دختر مجھے دین تو اسکو طلاق ہی پھر اس عورت سے نکاح کیا تو طلاق نہ پڑیگی قال المترجم یعنی جب اپنے یہان لاوے تو طلاق پڑجاویگی ولیکن ہمارے محاورہ مین ملک نکاح پر واقع ہونا صواب ہو فافہم۔ اگر کہا کہ۔ اگر دختر فلان را بزنی دہند من یا کہا۔ بزنی دادہ شود کرن اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو بھی مختار یہ ہو کہ اسپر طلاق نہ پڑیگی۔ قال المترجم ہمارے یہان پڑنا اقرب ہو واللہ اعلم فتاوے نسفی مین ہو کہ فارسی مین کہا۔ اگر فلان کار کنم ہر زنیکہ بخواہم خدا ستدن از من بطلاق۔ پھر اس شخص نے یہ فعل کیا پھر ایک عورت سے نکاح کیا تو وہ طالقہ نہوگی۔ فتاوے صغری مین ہو کہ اگر اپنی منکوحہ سے فارسی مین کہا کہ اگر ترا بزنی کنم پس تو طالقہ ہستی۔ یا عربی مین تزوجتک کہا اور مترجم کہتا ہو یا اردو مین یہ کہا کہ اگر مین تجھے نکاح کرون تو تو طالقہ ہو۔ تو اس صورت مین نکاح کرنا اسکے ساتھ عقد کرنے پر رکھا جائیگا اور وطی کرنے پر نہین ہوگا اسی طرح اگر فارسی مین کہا کہ اگر ترا نکاح کنم پس تو طالقہ ہستی۔ اور وہ منکوحہ ہو تو اس سے وطی کرنے سے طلاق نہوگی ہان اگر اسکو طلاق دیکر جدا کرکے پھر اس سے نکاح کرے تو طالقہ ہو جائیگی۔ اور اگر اپنی منکوحہ یا ایسی عورت سے جس سے نکاح حلال نہین ہو یون کہا کہ ان نکحتک فانت طالق تو وطی کی طرف منصرف ہوگا حتی کہ اگر اپنی جورو کو طلاق دیکر پھر اس سے عقد کرلیا تو وہ طالقہ نہوگی کذا فی الخلاصہ اگر کسی نے کہا کہ اگر مین ایسی عورت سے نکاح کرون جسکا شوہر تھا تو وہ طالقہ ہو پھر اپنی جورو کو ایک طلاق بائنہ دیکر اس سے نکاح کرلیا تو وہ طالقہ نہوگی یہ تجنیس و مزید مین ہو اگر کہا کہ اگر مین نے فلانہ عورت سے زنا کیا یا اسکو فحش طلب کرکے کہا کہ اگر مین نے تجھسے زنا کیا تو میری ہر جورو جس سے مین نکاح کرون وہ طالقہ ہو پھر اس عورت سے زنا کرکے اسی سے نکاح کرلیا تو طالقہ نہوگی یہ خلاصہ مین ہو۔ اور اگر اپنے والدین سے کہا کہ اگر تم نے میری کسی عورت سے تزویج کردی تو وہ تین طلاق سے طالقہ ہو پھر انھون نے بدون اسکے حکم کے کسی عورت سے اسکی تزویج کردی تو طالقہ نہوگی یہ فتح القدیر مین ہو۔ اگر اپنے والدین سے کہا کہ اگر تمنے میری کسی عورت سے تزویج کردی تو وہ عورت طالقہ ہو پھر انھون نے اسکے حکم سے کسی عورت سے

اسکی تزویج کر دی تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ قسم صحیح نہیں اور وہ عورت طالقہ نہوگی اور شیخ ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا
کہ قسم صحیح اور عورت طالقہ ہوگی اور یہی صحیح ہے۔ ایک نے کہا کہ اگر میں نے فلاں شخص کی دختروں میں سے کسی
عورت سے نکاح کیا تو وہ طالقہ ہے حالانکہ فلاں شخص مذکور کی کوئی دختر نہیں ہے پھر اسکے ایک دختر پیدا ہوئی پھر قسم کھانے
والے نے اُس سے نکاح کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ قسم میں حانث نہوگا اور اس قسم میں شرط ہے کہ قسم کھانے کے وقت
دختر موجود ہو اور بعد قسم کے جو پیدا ہو وہ قسم کے تحت میں داخل نہوگی۔ ایک نے کہا کہ اگر میں نے کسی عورت سے نکاح کیا
جبتک میں کوفہ میں ہوں تو وہ طالقہ ہے پھر کوفہ چھوڑ دیا پھر دوبارہ اسمیں عود کر آیا پھر کسی عورت سے نکاح کیا تو وہ
طالقہ نہوگی یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ ایک نے کہا کہ اگر میں نے فلانہ عورت سے نکاح کیا ابدتک تو وہ طالقہ ہے
پھر اُس سے ایک مرتبہ نکاح کیا اور وہ طالقہ ہوگئی پھر اُس سے دوسری بار نکاح کیا تو طالقہ نہوگی۔ ایک نے اجنبیہ
عورت سے کہا کہ جبتک تو میرے نکاح میں ہو تب تک ہر عورت جس سے میں نکاح کروں وہ طالقہ ہے پھر اُس اجنبیہ سے
نکاح کیا پھر اُسپر دوسری عورت سے نکاح کیا تو اُسپر طلاق نہ پڑیگی۔ اور اگر یوں کہا کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں پھر جبتک
تو میرے نکاح میں ہو تب تک ہر عورت جس سے نکاح کروں طالقہ ہے اور باقی مسئلہ مذکور بحالہ واقع ہو تو دوسری عورت
پر طلاق پڑیگی یہ ذخیرہ کردری میں ہے۔ ایک عورت کسی مرد کی مطلقہ ہے اُس مرد نے کہا کہ اگر میں اس عورت سے نکاح کروں تو
حلال اللہ مجھ پر حرام ہو پھر اُس عورت سے نکاح کیا تو اُسپر طلاق واقع ہوگی۔ اپنی جورو سے کہا کہ اگر میں نے تیرے
اوپر جبتک زندہ ہوں کوئی نکاح کیا تو حلال اللہ مجھ پر حرام ہے پھر کہا کہ اگر میں نے تجھپر کوئی نکاح کیا تو تجھپر طلاق بائن
ہے پھر اُسپر ایک عورت سے نکاح کیا تو پہلی قسم کی وجہ سے دونوں عورتوں میں سے ہر ایک پر ایک طلاق واقع ہوگی اور
دوسری قسم کی وجہ سے دوسری ایک طلاق واقع ہوگی مگر انہیں سے کسی ایک پر واقع ہوگی پس شوہر کو اختیار ہے کہ
دونوں میں سے جسکی طرف چاہے پھیرے یہ فتح القدیر میں ہے۔ ایک نے کہا کہ اگر میں نے پانچ برس تک کسی عورت سے
نکاح کیا تو وہ طالقہ ہے پھر پانچویں برس میں ایک عورت سے نکاح کیا تو وہ طالقہ ہو جائیگی یہ تجنیس و مزید میں ہے
ایک عورت سے کہا کہ اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو اس سے پہلے تو طالقہ ہے پھر اُس سے نکاح کیا تو امام ابو یوسف رح
نے فرمایا کہ طلاق پڑ جائیگی اور امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ نہیں پڑیگی یہ فتح القدیر میں ہے کسی نے
جورو سے کہا کہ اگر میں نے تجھپر کسی عورت سے نکاح کیا تو جس سے نکاح کروں وہ طالقہ ہے پھر جورو کو طلاق بائن دیدی
پھر اُسکی عدت میں دوسری عورت سے نکاح کیا تو وہ طالقہ نہوگی۔ ایک نے کہا کہ اگر میں ہندہ کے بعد زینب سے
نکاح کروں تو دونوں طالقہ ہیں پھر دونوں سے اسی طرح نکاح کیا۔ یا یوں کہا کہ ہندہ سے زینب کے ساتھ نکاح
کروں پھر دونوں سے ساتھ ہی نکاح کیا یا یوں کہا تھا کہ ہندہ سے زینب کے اوپر نکاح کروں پھر زینب کے ہوتے ہوے
اُسکے اوپر ہندہ سے نکاح کیا تو ان سب صورتوں میں دونوں پر طلاق پڑ جائیگی۔ اگر دونوں سے نکاح کرنے میں
شرط کی ترتیب نہ رکھی بلکہ اسکے برخلاف ترتیب سے نکاح کیا تو دونوں میں سے کوئی طالقہ نہوگی۔ ایک نے کہا کہ اگر
میں نے زینب سے قبل ہندہ کے نکاح کیا تو دونوں طالقہ ہیں پھر زینب سے نکاح کیا تو وہ ابھی طالقہ ہو جائیگی اور ہندہ
کے نکاح تک توقف نہوگا پھر جب ہندہ سے نکاح کرے تو وہ طالقہ نہوگی۔ اور اگر یوں کہا کہ اگر میں نے زینب سے
پہلے ہندہ سے نکاح کیا تو دونوں طالقہ ہیں پھر زینب سے نکاح کیا تو وہ طالقہ نہوگی جبتک کہ اسکے بعد ہندہ سے نکاح نہ کرے یہ کافی میں ہے

ہندہ سے نکاح نہ کیا ہے لیکن اگر یوں کہا کہ اگر فی الفور ہندہ سے نکاح کر لیا تو زینب طالقہ ہو گئی اور ہندہ طالقہ ہو گی ایک نے
دوسرے کی باندی سے نکاح کیا پھر باندی سے کہا کہ اگر میرا مالک مر گیا تو تو دو طلاق سے طالقہ ہے پھر اسکا مالک
مر گیا اور یہی مرد اسکا وارث ہے تو باندی پر طلاق پڑ جاویگی اور امام ابو یوسفؒ و امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک
اس مرد کے واسطے حلال نہوگی جبتک کہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کر کے حلالہ نہ کرا دے یہ کافی میں ہے منتقی میں امام
ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ کسی نے کہا کہ اگر میں ایک عورت کے بعد دوسری عورت سے نکاح کروں تو وہ طالقہ
ہے پھر اُسنے ایک عورت سے نکاح کیا پھر اسکے بعد دو عورتوں سے ایک ہی عقد میں نکاح کیا تو دوسری دونوں میں
سے ایک طالقہ ہو گی اور اختیار اسی کو ہو گا کہ جسپر چاہے واقع کرے اور اگر دو عورتوں سے ایک عقد میں نکاح کیا
پھر ایک عورت سے نکاح کیا تو یہی اخیر والی طالقہ ہو گی - ایک نے کہا کہ اگر میں دو عورتوں سے ایک عقد میں
نکاح کروں پھر ایک عورت سے تو وہ دونوں طالقہ ہیں پھر اُسنے تین عورتوں سے نکاح کیا تو انمیں سے دو
طالقہ ہونگی اور اسکو اختیار رہیگا کہ جن دو کے حق میں چاہے بیان کرے یہ محیط سرخسی میں ہے ایک مرد کی تین
عورتیں ہیں اُسنے اُنمیں سے ایک عورت سے کہا کہ اگر میں تجھے طلاق دوں تو دوسریاں دونوں طالقہ ہیں پھر اُنمیں
سے دوسری عورت سے بھی یوں ہی کہا پھر تیسری عورت سے بھی یوں ہی کہا پھر اُسنے پہلی عورت کو ایک طلاق دیدی
تو دوسری دونوں پر بھی ایک ایک طلاق پڑیگی اور اگر پہلی کو نہیں بلکہ درمیانی کو ایک طلاق دی تو پہلی پر ایک
طلاق اور درمیانی و تیسری میں سے ہر ایک پر دو دو طلاق پڑینگی - اور اگر اُسنے تیسری کو ایک طلاق دی تو تیسری پر
تین طلاق اور درمیانی پر دو طلاق اور پہلی پر ایک طلاق ہو گی - ایک مرد کی چار عورتیں ہیں اُسنے اُنمیں سے ایک
عورت سے کہا کہ اگر میں اس رات تیرے پاس نہ سوؤں تو تینوں طالقہ ہیں پھر اُسنے دوسری عورت سے بھی مثل قول مذکور
کے کہا پھر تیسری سے مثل اسکے پھر چوتھی سے مثل اسکے کہا - پھر وہ پہلی عورت کے پاس سو رہا تو اسپر تین طلاق
پڑینگی اور باقیات میں سے ہر ایک پر جنکے ساتھ اس رات میں نہیں رہا ہے دو دو طلاق پڑینگی - اور اگر دو
عورتوں کے ساتھ رات کو رہا تو انمیں سے ہر ایک پر دو طلاق پڑینگی اور باقی دونوں جنکے ساتھ نہیں رہا ہے ہر ایک
پر ایک ایک طلاق پڑیگی - اور اگر تین عورتوں پاس رہا تو انمیں سے ہر ایک پر ایک طلاق پڑیگی اور جسکے پاس نہیں
رہا ہے اسپر کچھ واقع نہوگی - ایک شخص کی چار جورو ہیں اُس نے ان عورتوں سے کہا کہ تم میں سے ہر عورت کہ جس
میں سے آج کی رات جماع نہ کیا تو دوسریاں طالقہ ہیں پھر انمیں سے ایک سے جماع کیا پھر فجر طلوع ہو گئی تو
جس سے جماع کیا اُسپر تین طلاق واقع ہونگی اور جن سے جماع نہیں کیا انمیں سے ہر ایک پر دو دو طلاق پڑینگی
یہ فتاوے کبریٰ میں ہے - ایک مرد کی تین عورتیں ہیں اُس نے ان عورتوں سے دخول کر لیا پھر یہ سب مرتدہ
ہو گئیں پھر سب اسلام لائیں پھر اس مرد نے کہا کہ اگر میں نے ایک عورت سے نکاح کیا تو وہ طالقہ ہے اور اگر
دو عورتوں سے نکاح کیا تو دونوں طالقہ ہیں اور اگر تین عورتوں سے نکاح کیا تو تینوں طالقہ ہیں پھر عدت
میں ان سب سے متفرق عقدوں میں نکاح کیا تو جس عورت سے پہلے نکاح کیا اُسپر تین طلاق پڑینگی کیونکہ وہ
تینوں قسم میں شامل ہوئی ہے اور دوسری بار والی پر دو طلاق پڑینگی کیونکہ جسوقت اُس سے نکاح کیا ہے اُسوقت پہلی
قسم اُتر چکی تھی پس وہ دو ہی قسموں میں شامل رہی اور تیسری عورت پر ایک طلاق پڑیگی کیونکہ اس سے نکاح کرنے

کے وقت پہلی ہو دوسری ہو دونون قسمین آئندہ کی تفصیل پر عتاب ہین ہے۔ ایک مرد نے کہا اگر مین فلانہ کا نکاح مین داخل ہون تو ہر عورت جس سے مین نکاح کرون وہ طالقہ ہے اور فلانہ عورت پردہ سامنے ہے اُس نے اپنی ایک جورو کی طرف اشارہ کیا جو اُس وقت اسکے نکاح مین موجود تھی پھر وہ اس مکان مین داخل ہو آئی کہ فلانہ عورت مذکورہ پر طلاق پڑ گئی پھر اُسنے اسی عورت مذکورہ سے نکاح کر لیا تو پھر وہ طالقہ ہو جائیگی۔ ایک مرد نے کہا کہ اگر مین ایسا کلام کرون تا وقتیکہ فاطمہ سے نکاح نہ کر لون تو ہر عورت جس سے مین نکاح کرون وہ طالقہ ہے پھر اُسنے کلام کیا پھر فاطمہ مذکورہ سے نکاح کیا تو وہ طالقہ ہو جائیگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ قاعدہ جب شرط دو وصف والی ہو تو وقوع طلاق کیواسطے یہ شرط ہے کہ دوسرا وصف اسکی ملک مین پایا جاوے مثلاً جورو سے کہا کہ اگر تو زید کے گھر مین گئی اور عمرو کے گھر مین گئی تو تو طالقہ ہے یا کہا کہ اگر تو نے کلام کیا عمرو سے اور زید سے تو تو طالقہ ہے تو وقوع طلاق جب ہی ہوگی کہ دوسری شرط اسکی ملک نکاح مین پائی جاوے چنانچہ اگر دو وصف والی شرط پر عورت کی طلاق معلق کر کے پھر اُسکو طلاق دیدی یعنی بدون تعلیق شرط کے اسکو طلاق دیدی اور اُسکی عدت گذر گئی پھر دونون شرطون مین سے ایک شرط ایسے حال مین پائی گئی کہ جب وہ عورت بائنہ تھی پھر اسی عورت سے نکاح کر لیا پھر دوسری شرط پائی گئی تو پہلا نکاح مین جو طلاق اسپر معلق کی تھی وہ واقع ہو جائیگی۔ اور امام زفر رح نے کہا کہ نہین واقع ہوگی۔ اور بلحاظ عقل کی راہ سے اس مسئلہ کی چار قسمین ہو سکتی ہین اول آنکہ دونون شرطین اسکی ملک نکاح مین پائی جاوین تو بالاتفاق طلاق واقع ہوگی دوم آنکہ دونون شرطین اسکی ملک مین نہ پائی جاوین تو بھی اتفاقی ہے کہ طلاق نہین ہوگی سوم آنکہ شرط اول اسکی ملک مین پائی جاوے اور دوسری اسکی ملک مین نہو تو طلاق واقع نہوگی چہارم آنکہ اول اسکی ملک مین نہ پائی جاوے اور دوسری اسکی ملک مین پائی جاوے پس اسی صورت مین وہ اختلاف ہے جو اوپر مذکور ہوا کذا فی التبیین۔ جورو سے کہا کہ اگر تو داخل ہوئی اس دار اور اس دار مین تو تو طالقہ ہے۔ یا یون کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو داخل ہوئی اس دار مین اور اس دار مین یا یون کہا کہ اگر تو داخل ہوئی اس دار مین تو تو طالقہ ہے اور اس دار مین۔ تو سب صورتون مین جب ہی طالقہ ہوگی کہ دونون دار مین داخل ہووے قال المترجم تیسری صورت مین اگر بزبان عربی کہا کہ ان دخلت ہذہ الدار فانت طالق وہذہ الدار تو حکم مذکور صریح ہے اور بنا بر ترجمہ مذکور کے محل تامل ہے فالیتامل۔ اسی طرح اگر حرف مذکور کے عوض پس کے ساتھ جو عربی زبان کے حرف فا، کا ترجمہ ہے اور ہندی مین بجائے اسکے پھر بولتے ہین یون کہا کہ اگر تو داخل ہوئی اس دار مین پس اُس دار مین تو بھی یہی حکم ہے یا یون کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو داخل ہوئی اس گھر مین پس اُس گھر مین یا یون کہا کہ اگر تو داخل ہوئی اس گھر مین تو تو طالقہ ہے پس اُس گھر مین۔ تو بھی یہی حکم ہے اور واو یا اور کے ساتھ ہونا اور پس کے ساتھ متصل ہونا دونون یکسان ہین جبتک دونون گھرون مین داخل نہ ہو تب تک طلاق واقع نہوگی لیکن اسقدر فرق ہے کہ صورت اول یعنی عطف بواو ہونے مین دونون گھرون کے داخل ہونے مین ترتیب کی کچھ رعایت نہین بخلاف دوسری صورت یعنی عطف بحرف پس کے کہ بیان ہا میں ترتیب ہوگی اور وہ یون کہ دوسرے گھر مین بعد پہلے گھر مین جانے کے جاوے اسیطرح اگر عربی زبان مین حرف ثم سے عطف ہو جسکے معنی مانند پھر کے ہین لیکن فوراً دیر کے بعد ہونا چاہیے چنانچہ اگر کہا کہ ان دخلت ہذہ الدار ثم ہذہ الدار فانت طالق مع دیگر صور مذکورہ بالا کے تو حکم وہی ہے جو پس کے عطف مین مذکور ہوا لیکن اتنا فرق ہے کہ ترتیب داخل ہونے کے باوجود حرف ثم مین یہ بھی ہے کہ دوسرے

گھر مین پہلے گھر کے داخل ہونے کے کچھ دیر بعد داخل ہوئی ہو یہ بدائع مین ہی مترجم کہتا ہو کہ اُردو مین حرف ثم اور پھر
دونون مستعمل ہین پس اگر دونون مین یہ فرق صحیح ہو جاوے کہ فا کا ترجمہ پس ہو اور ثم کا ترجمہ پھر ہو تو حکم بھی اسی
کے موافق ہوگا اور مترجم کے نزدیک یہ فرق صحیح ہو واللہ اعلم وارجع الی المقدمۃ۔ ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا
کہ اگر تو اس گھر مین داخل ہوئی تو تو طالقہ ہو جبکہ تو اس دوسرے گھر مین داخل ہو۔ پھر اس عورت کو طلاق سے
بائنہ کر دیا اور اسکی عدت گذر گئی پھر وہ پہلے گھر مین داخل ہوئی پھر مرد مذکور نے اس عورت سے نکاح کر لیا پھر وہ
دوسرے گھر مین داخل ہوئی تو طالقہ نہوگی کیونکہ پہلے گھر مین داخل ہونا یہان معتبر ہو اور وہ پایا گیا کذا فی الہدایۃ
مترجم کہتا ہی کہ دوسری شرط بطریق ظرفیت قید دخول اول کی ہی پس دونون مالک نکاح مین ضرور ہین تاکہ متصل ہوئے
اور اول پائی نہ گئی کیونکہ اسوقت بائنہ تھی تو دوسری لغو ہوئی اور یہ مثال درحقیقت تعلیق بشرط مقید بشرط دیگر ہی
فافہم ایک نے اپنی دو عورتون سے کہا کہ اگر تم دونون اس گھر مین داخل ہوئین تو دونون طالقہ ہو تو جبتک دونون
اس گھر مین داخل نہوجاوین تب تک انمین سے کوئی ایک طالقہ نہوگی اگرچہ وہ داخل ہوگئی ہو یہ محیط سرخسی مین ہی
ایک نے اپنی دو عورتون سے کہا کہ اگر تم ان دونون گھرون مین داخل ہو تو تم طالقہ ہو پھر انمین سے ایک عورت ایک
گھر مین اور دوسری عورت دوسرے گھر مین داخل ہوئی تو استحسانًا دونون مین سے ہر ایک طالقہ ہوجائیگی۔ اسی طرح
اگر دونون سے کہا کہ اگر تم دونون اس مکان مین اور اس مکان دیگر مین داخل ہو تو دونون طالقہ ہو پھر ایک عورت
ایک مکان مین اور دوسری عورت دوسرے مکان مین داخل ہوئی تو بھی استحسانًا دونون طالقہ ہوجائینگی۔ اور اگر
یون کہا کہ اگر تم دونون اس مکان مین داخل ہو اور تم دونون اس مکان دیگر مین داخل ہو تو تم دونون طالقہ
ہو تو ایسی صورت مین قیاسًا و استحسانًا دونون دلیل سے یہ حکم ہی کہ جبتک دونون اس مکان مین اور دونون اس
مکان دیگر مین داخل نہون تب تک انمین سے کوئی طالقہ نہوگی یہ محیط مین ہی۔ اگر اپنی دو عورتون سے کہا کہ اگر تم نے
یہ گردہ روٹی کھائی تو دونون طالقہ ہو تو جبتک وہ دونون نہ کھاوین تب تک طلاق واقع نہوگی۔ اور اگر دونون
مین سے ایک نے بہ نسبت دوسری کے زیادہ کھائی ہو تب بھی دونون طالقہ ہوجائینگی کیونکہ شرط مطلقًا یہ تھی کہ ہر ایک
اسمین سے تھوڑی کھاوے حتی کہ اگر ایک نے دونون مین سے اس روٹی مین سے اسقدر کھایا جسپر اس روٹی کے ٹکڑے
ٹکڑے ہونے کا اطلاق نہین ہوسکتا مثلًا کوئی کرچ گر پڑی تھی وہ منہ مین ڈال لی تو اسکی سے دونون مین سے کسی پر
طلاق نہ پڑیگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک نے اپنی دو عورتون سے کہا کہ اگر تم اس گھر مین داخل ہوئین یا یون یا تم نے فلان شخص سے
کلام کیا یا تم نے یہ کپڑا پہنا۔ یا تم اس جانور پر سوار ہوئین یا تم نے اس کھانے مین سے کھایا یا تم نے اس پینے کی چیز مین
سے پیا تو تم طالقہ ہو۔ تو جبتک دونون کی طرف سے یہ فعل نہ پایا جاوے تب تک کسی پر طلاق نہ پڑیگی یہ تاتارخانیہ
مین ہی اگر جورو سے کہا کہ اگر تو اس گھر مین داخل ہوئی اور اسمین سے نکلی تو تو طالقہ ہی پھر اس عورت کو زبردستی کوئی
شخص لادکر اس گھر مین لے گیا پھر وہ اسمین سے نکلی اور پھر اس گھر مین داخل ہوئی تو طالقہ ہوجائیگی۔ اسی طرح اگر
عورت سے کہا کہ اگر تو نے وضو کیا اور نماز پڑھی تو تو طالقہ ہی پھر اسنے نماز پڑھی کیونکہ وضو سے تھی پھر وضو کیا تو طالقہ
ہوجائیگی۔ اور یہی حکم بیٹھنے و اٹھنے اور روزہ رکھنے اور افطار کرنے وغیرہ اسکے مانند افعال مین ہی یہ
محیط سرخسی مین ہی عورت سے کہا کہ اگر تو نے سوت کاتا اور اسکو بنا تو تو طالقہ ہی پھر اسنے دوسری عورت کا

پیا تو تو طالقہ ہے بین التعلیقین ہے تو شیخ نے فرمایا کہ طلاق واحد معلق بہر واحد از فعل ہوگی یعنی اگر کھا دے یا پئے
ایک ہی طلاق پڑیگی اور اگر بین التعلیقین کا لفظ نہ کہا ہو تو ہر ایک فعل سے علیحدہ ایک ایک طلاق پڑیگی
حتے کہ دونون فعل سے دو طلاق واقع ہونگی - جورو سے کہا کہ اگر تو نے کھایا اور اگر تو نے پیا تو تو طالقہ ہے تو
جبتک دونون فعل نہ کرے تب تک طالقہ نہ ہوگی - اسی طرح اگر بجائے تو نے کے مین نے ہو تو بھی یہی حکم ہے - اگر
کہا کہ اگر مین اس دار مین داخل ہوا تو تو طالقہ ہے اگر مین نے فلان شخص سے کلام کیا تو کلام کرنا وہ معتبر ہوگا
جو دار مذکور مین داخل ہونے کے بعد ہو یہ قیاس بیان ہے - کہا کہ تو طالقہ ہے اگر مین اس گھر مین داخل ہوا اور اگر مین
اس گھر مین داخل ہوا یا جزا کو درمیان مین کر دیا اور کہا کہ اگر مین اس گھر مین داخل ہوا تو تو طالقہ ہے اور اگر
مین اس دوسرے گھر مین داخل ہوا - تو ان دونون گھرون مین سے کسی مین داخل ہو وہ طالقہ ہو جائیگی
اور قسم باطل ہو جائیگی - اگر اسنے جزا کو موخر کر دیا اور کہا کہ اگر مین اس گھر مین داخل ہوا اور اگر مین اس دوسرے
گھر مین داخل ہوا تو تو طالقہ ہے تو جبتک دونون گھرون مین داخل نہ ہو تب تک طالقہ نہ ہوگی یہ فتاوی کبری
مین ہے - قال المترجم ہذا علی اصل ان تقدیم الشرط وتاخیرہا یوثر فی اختلاف الحکم فیہ اشکال فتدبر - جورو سے کہا کہ
اگر مین نے فلان شخص سے کلام کیا تو تو طالقہ ہے - اور یہ بھی اس سے کہا کہ اگر مین نے کسی انسان سے کلام کیا تو تو
طالقہ ہے پھر اسنے فلان شخص مذکور سے بات کی تو دو طلاق سے طالقہ ہو جائیگی - اگر اپنی عورت کے حق مین کہا کہ
اگر مین فلانہ عورت سے نکاح کرون تو وہ طالقہ ہے پھر یون قسم کھائی کہ ہر عورت جس سے مین نکاح کرون تو
وہ طالقہ ہے پھر فلانہ مذکورہ سے نکاح کیا تو موجودہ جورو دو طلاق سے طالقہ ہو جائیگی یہ محیط مین ہے - اور اگر
قسم کھائی کہ میری جورو طالقہ ہے اگر مین فلان گھر مین جاؤن اور میرا غلام آزاد ہے اور مجھپر پیدل حج یا عمرہ واجب
ہے اگر مین فلان شخص سے بات کرون - تو حکم یہ ہے کہ جورو پر طلاق پڑنا تو فلان گھر مین داخل ہونے پر ہے اور غلام
کا آزاد ہونا اور پیدل خانہ کعبہ کو جانا فلان شخص سے بات کرنے پر معلق ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے فتاوی مین
ہے کہ اگر جورو سے کہا کہ اگر تو نے مجھے چھوڑا کہ مین تیرے گھر مین داخل ہو جاؤن پس مین نے تیرے لیے زیور
نہ خریدا تو تو طالقہ ہے - پھر عورت مذکورہ نے اسکو اپنے گھر مین آنے دیا پھر اسنے عورت کے لیے زیور فی الفور نہ
خریدا تو امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے درمیان اختلاف ہے کہ فی الفور طلاق پڑ جائیگی یا آخر عمر کا انتظار
ہوگا اور مختار یہ ہے کہ بالفعل [illegible] شیخ رح نے کہا کہ اسی جنس کا ایک واقعہ ہوا تھا جسکی صورت یہ تھی
کہ ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو نے اپنی [illegible] سچ سچ پس مین نے اسکو قتل نہ کیا تو تو طالقہ ہے پھر عورت نے
[illegible] پیچ ڈالی پھر مرد مذکور نے فی الفور اسکو قتل نہ کیا تو علمائے زمانہ نے فتوی دیا کہ عورت طالقہ نہوگی قال المترجم
فتوا علی خلاف المختار فافہم - زیادات مین ہے کہ ایک نے کہا کہ میری جورو طالقہ ہے اگر مین فلان شخص کو آگاہ نہ کرون
اس فعل سے جو تو نے کیا ہے تاکہ تجھکو مارے پس اسنے فلان شخص کو خبر دیدی مگر اسنے اسکو نہیں مارا تو قسم کھانے والا
قسم مین سچا ہو گیا اور یہ قسم فقط خبر دینے پر ہوگی یہ خلاصہ مین ہے - جورو سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو اس کوٹھے مین
داخل ہوئی - پھر وہ عورت اس کوٹھے کے گھرون مین سے ایک گھر مین چھت کی راہ سے گئی اور اس کوٹھے مین
نہیں نکلی تو طلاق واقع نہوگی - ایک نے اپنی جورو کے بھائی سے کہا کہ اگر تو میرے گھر مین داخل ہوا جیسا تو

کیا کرتا تھا تو میری جورو طالقہ ہے تو دیکھا جاوے کہ اگر دونوں میں گفتگو ایسی ہو رہی تھی کہ جو دلالت کرتی ہے کہ
فی الفور داخل ہونا مقصود ہے تو فی الفور داخل ہونے پر رکھا جائیگا کیونکہ دلالت الحال موجب تقیید ہوئی ورنہ
قسم آئندہ پر ہو گی اور قسم سے پہلے جسطرح اسکے آنے جانے کی عادت تھی اسی پر قسم واقع ہو گی حتی کہ اگر عادت
مذکورہ کی موافقت سے ایک مرتبہ بھی اسکے سامنے نے انکار کیا تو قسم ٹوٹ جائیگی یعنی جورو پر طلاق پڑ جائیگی یہ
خزانۃ المفتین میں ہے ایک نے کہا کہ اگر میں آج کے روز ان دونوں گھروں میں نہ گیا تو میری جورو طالقہ ہے
یا کہا کہ اگر میں نے فلاں شخص کو آج کے دن دو کوڑے نہ مارے تو میری جورو طالقہ ہے پھر وہ دونوں گھر دن
میں سے ایک ہی میں داخل ہوا یا ایک ہی کوڑا مارا اور دوسرے گھر میں نہ گیا یا دوسرا کوڑا نہ مارا یہانتک کہ دن
گذر گیا تو قسم ٹوٹ جائیگی اور طلاق پڑ جائیگی اسواسطے کہ قسم پوری ہونے کی شرط یہ تھی کہ دونوں گھروں میں داخل
ہونا یا دونوں کوڑے مارنا پایا جاوے اور وہ پائی نہ گئی پس جب پورے ہونے کی شرط نہ پائی تو حانث ہونا ضروری
ہوا اسی طرح اگر کہا کہ اگر میں نے آج کے روز فلاں و فلاں سے کلام نہ کیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر فقط ایک سے کلام
کیا اور دن گذر گیا تو قسم میں حانث ہو گیا پس قاعدہ یہ قرار پایا کہ جب دو فعل میں عدم فعل پر قسم ہو تو قسم میں
سچے ہونے کے واسطے دونوں کا لحاظ ضرور ہوگا اور جب شرط البر نہ پائی جاوے تو حانث ہونا متعین ہوگا اگر
کہا کہ اگر میں آج کی رات شہر میں نہ گیا اور فلاں سے ملاقات نہ کی تو میری جورو پر طلاق ہے پھر شہر میں گیا مگر فلاں
مذکور سے ملاقات نہ ہوئی وہ اپنے گھر پر نہ تھا پس اُس سے نہ ملا یہانتک کہ صبح ہو گئی پس اگر قسم کے وقت جانتا
تھا کہ وہ اپنے مکان پر نہیں ہے تو قسم میں حانث ہو جائیگا اور اگر قسم کے وقت یہ نہ جانتا تھا تو قسم میں حانث
نہوگا۔ ایسا ہی فتاوے ابو اللیث میں مذکور ہے اور مسئلہ متقدمہ کے قیاس پر یہاں بھی حانث ہو جانا چاہیئے پس وجہ فرق
مذکورہ بالا کے لحاظ فتوی کے وقت تامل کرنا ضروری ہے۔ قدوری میں امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اگر کسی نے
اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی اور تو نے مجھے فلاں کپڑا نہ دیا تو تو طالقہ ہے پھر کپڑا دینے سے پہلے وہ
عورت اُس گھر میں چلی گئی تو طالقہ ہو جائیگی خواہ اسکے بعد کپڑا اسکو دے یا نہ دے۔ اور اگر کپڑا دینے کے بعد گھر
میں گئی ہو تو طالقہ نہو گی کیونکہ ایسے محاورہ میں لفظ اور یا واو واسطے حال کے ہوتا ہے جیسے عربی میں ان دخلت الدار
انت راکبۃ یعنی اگر تو گھر میں گئی درحالیکہ تو سوار ہے کسی نے جورو سے عربی میں کہا کہ ان لم تعطینی ہذا الثوب و دخلت الدار
فانت طالقۃ یعنی اگر تو نے یہ کپڑا مجھے نہ دیا اور گھر میں چلی گئی تو تو طالقہ ہے تو جبتک دونوں باتیں جمع نہوں یعنی
گھر میں جانا اور کپڑا نہ دینا تب تک طالقہ نہو گی اور کپڑا نہ دینا جب ہی متحقق ہوگا کہ دونوں میں سے کوئی مر جاوے یا یہ کپڑا
تلف ہو جاوے پھر اگر دونوں میں سے کوئی مر گیا یا کپڑا تلف ہو گیا اور وہ گھر میں گئی ہے تو دونوں باتیں مجتمع ہونگی پس طالقہ
ہو جائیگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ قال المترجم ہمارے محاورہ میں اگر کہا کہ اگر تو نے مجھے یہ کپڑا نہ دیا اور گھر میں چلی گئی تو تو طالقہ
ہے تو بدون کپڑا دیئے اگر عورت گھر میں چلی جاوے تو طالقہ ہو جائیگی کیونکہ عرف میں مقصود بالفعل ہوتا ہے اور
یہاں اور کا لفظ حالیہ ہی لیا جاتا ہے مانند صورت اول کے بلکہ صورت اول میں واو حالیہ ہونا متعین نہیں ہے
پس علی ہذا دونوں محاورہ میں حکم برعکس ہے فتامل واللہ اعلم۔ اگر کسی نے باندی خریدی چاہی اور اپنی
جورو سے کہا کہ اگر میں نے باندی خریدی پس اس سے تجھکو غیرت آئی تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے پھر اسنے باندی

ف ١ عدم فعل یعنی دو چیزوں میں ایک کا نہ پایا جانا

خریدی اور جورو میں غیرت آئی تو دو حال ہیں ایک یہ کہ اگر خریدنے سے بعد ہی اسمیں غیرت آئی تو اسپر طلاق
واقع ہو جائیگی اور اگر خریدنے سے ایک زمانہ کے بعد اسمیں غیرت آئی تو طلاق واقع نہوگی۔ اور یہ حکم اُسوقت
ہو کہ عورت کی طرف سے کسی قبیح بات کہنے یا جھگڑا او بین کرنے وغیرہ سے غیرت ظاہر ہوئی ہو۔ اور اگر عورت کے دل میں
غیرت چھائی اور اُسنے زبان سے یا فعل سے کچھ ظاہر نہ کیا تو طالقہ نہوگی یہ فتاوے کبریٰ میں ہے۔ اور اگر اپنی جورو
سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تو طالقہ و طالقہ و طالقہ ہے اگر تونے فلاں سے کلام کیا۔ تو طلاق اول و دوم تو گھر میں داخل
ہونے سے متعلق ہیں اور تیسری طلاق متعلق بشرط دوم یعنے فلاں شخص سے کلام کرنے سے متعلق ہے پس اگر وہ گھر میں
داخل ہوئی تو دو طلاق سے طالقہ ہوگی اور اگر فقط فلاں شخص سے کلام کیا تو ایک طلاق سے طالقہ ہوگی یہ فتاوے
قاضی خان میں ہے۔ اور اگر شرط کو درمیان میں کر دیا اور کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تو طالقہ ہے اگر تو گھر
میں داخل ہوئی تو تو طالقہ ہے اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تو طالقہ ہے یا اُسنے شرط کو مقدم کیا یعنی اگر تو گھر میں داخل ہوئی
تو تو طالقہ ہے الخ تو جب تک گھر میں داخل نہو تب تک طلاق واقع نہوگی۔ پھر جب گھر میں داخل ہوئی تو بالاتفاق
تین طلاق واقع ہونگی یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر میں بشرط استطاعت کل تیرے پاس نہ آیا تو
میری جورو طالقہ ہے پھر دوسرے روز نہ وہ بیمار رہا اور نہ سلطان وغیرہ کسی نے اسکو روکا اور نہ کوئی ایسی بات ہوئی
جس سے وہ آنے پر قادر نہوتا۔ اُس شخص کے پاس نہ گیا تو قسم میں جھوٹا ہو جائیگا۔ یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب اُسکی کچھ نیت نہ
یا استطاعت سے مراد از راہ اسباب ہو اور اگر اُسنے وہ استطاعت حقیقیہ مراد لی جو فعل کے ساتھ حادث ہوتی ہے اور
استطاعت از راہ قضا و قدر ہوتی ہے تو دیانۃً اسکی تصدیق کیجائیگی مگر قضاءً تصدیق نہوگی اور دوسری روایت میں ہے
کہ قضاءً بھی اُسکی تصدیق ہوگی یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے۔ ایک نے کہا کہ اگر میں آج کے روز اس گھر سے نہ
نکلوں تو میری جورو طالقہ ہے پھر اُسکے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی گئیں اور چند روز تک نکلنے سے ممنوع ہوا تو قسم میں
جھوٹا ہو جائیگا اور یہی صحیح ہے ایک نے قسم کھائی کہ اس گھر میں نہ رہیگا پھر وہ بیڑیاں ڈالکر نکلنے سے ممنوع ہوا تو قسم
میں جھوٹا نہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر میں نے اُس ہانڈی سے جسکو تو پکاتی ہے کچھ کھایا
تو تو طالقہ ہے پس اگر آگ اُسی عورت نے جلائی ہو تو وہ پکانیوالی ہوگی خواہ چولھے پر یا تنور میں ہانڈی رکھنے کے بعد اُس
آگ جلائی ہو یا اُس سے پہلے جلائی ہو اور خواہ چولھے پر ہانڈی اُسی عورت نے رکھی ہو یا کسی دوسری نے رکھی ہو۔ اور
اگر اس عورت کے سوا کسی دوسرے نے آگ جلائی تو یہ پکانیوالی نہوگی خواہ اس عورت کے ہانڈی چڑھانے کے
بعد دوسرے نے آگ جلائی ہو یا اس سے پہلے جلائی ہو اور اسی طرف قدوری رح نے اشارہ کیا ہے چنانچہ فرمایا کہ
پکانے والی وہ عورت ہے جو آگ جلاوے نہ وہ عورت جو ہانڈی چڑھا دے اور پانی ڈالے اور مصالحہ ڈالے۔ اور
فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے اختیار کیا کہ اگر اس عورت نے تنور میں ہانڈی رکھی یا چولھے پر چڑھائی تو وہی پکانیوالی
ہوگی اگرچہ آگ کسی اور نے روشن کر دی ہو اور صدر الشہید رح نے اپنے واقعات میں کہا کہ اسی پر فتوی ہے یہ محیط میں ہے
ایک نے اپنی جورو سے کہا کہ تو ہر طعام کو خراب کر ڈالتی ہے اگر میں ایک مہینہ تک تیرے پاس طعام لایا تو تو طالقہ ہے پھر
یہ شخص گوشت اسواسطے لایا کہ پارچہ بناکر لوگوں کو بھیجے جاویں تو قسم میں جھوٹا نہوگا کیونکہ از راہ دلالت اُسکی قسم
اسطرح طعام اُسکے پاس لانے پر واقع ہوئی جو گھر کے کام میں آنے کے واسطے ہو یہ ظہیریہ میں ہے۔ فتاوی ابو اللیث میں

لکھا ہو کہ ایک نے اپنی عورت سے جماع کرنا چاہا پس اُس نے کہا کہ اگر تو میرے ساتھ کوٹھری میں نہ گئی تو تو طالقہ
ہے پھر اُس مرد کی شہوت ٹھنڈی ہو جانے کے بعد عورت اسکے ساتھ کوٹھری میں گئی تو عورت پر طلاق پڑ جائیگی
اور اگر ٹھنڈی ہونے سے پہلے گئی تو طلاق نہ پڑیگی یہ محیط میں ہے اگر عربی میں جورو سے کہا کہ ان لم اجامعک الف مرۃ فانت
طالق ثلثا یعنی اگر ہزار بار تجھ سے جماع نہ کروں تو تو طالقہ ہے تو یہ کلام جماع میں مبالغہ کرنے پر واقع ہوگا
پس اگر جماع میں مبالغہ کیا تو قسم میں سچا رہا۔ ایک نے اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر میں نے فلانہ عورت سے ہزار بار
جماع نہ کیا تو یہ قسم تعداد کثیر پر واقع ہوگی اور پورے ہزار ہونا ضروری نہیں ہے اور اسمیں کوئی تعداد مقرر نہیں ہے لیکن مشائخ
نے فرمایا کہ ستر تعداد کثیر ہے یہ فتاوے کبری میں ہے۔ ایک نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر میں تجھ سے جماع سے سیر نہ کروں تو تو طالقہ
ہے تو شیخ نے فرمایا کہ سیر ہو جانا اور کسی طرح نہیں پہچانا جائیگا سوائے اس عورت کے قول کے اور فقیہ ابو اللیث
اور امام ابو حفص بخاری نے فرمایا کہ اگر اس مرد نے اس عورت سے جماع شروع کیا اور برابر کرتا رہا یہانتک کہ
اُس عورت کو انزال ہو گیا تو اُسنے اُس عورت کو سیر کر دیا پس وہ طالقہ نہ ہوگی اور فقیہ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار
کرتے ہیں یہ محیط میں ہے۔ ایک نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو آج کی رات میرے پاس نہ آوے تو تو طالقہ ہے پس عورت
کوٹھری کے دروازہ تک آئی اور اندر داخل نہ ہوئی تو طالقہ ہو جائیگی اور اگر کوٹھری کے اندر داخل ہوئی مگر شوہر سوتا تھا
تو طالقہ نہ ہوگی کیونکہ شرط یہی تھی کہ اسکے پاس آجاوے اسطرح کہ اگر وہ چاہتا تو اس عورت تک ہاتھ پہنچا دیتا یہ
خلاصہ میں ہے۔ ایک عورت اپنے بچھونے پر سوتی تھی اسکو اسکے شوہر نے اپنے بستر پر بلایا عورت نے انکار کیا پس اسنے
عورت سے کہا کہ اگر آج کی رات تو میرے بستر پر نہ آئی تو تو طالقہ ہے پھر اس عورت کو اسکا شوہر ہی اپنے بچھونے پر
اسطرح اٹھا لایا کہ عورت نے زمین پر اپنا پاؤں نہیں رکھا پھر رات بھر شوہر کے ساتھ سوتی رہی تو طالقہ نہ ہوگی۔ ایک شخص
ایک کوٹھری کے واسطے رات میں اپنے گھر سے باہر گیا پھر لوٹ آیا اور یہ گمان کیا کہ اسکی جورو گھر میں نہیں ہے پس کہا کہ اگر میں
اس رات اپنی جورو کو اپنے گھر میں نہ لایا تو وہ تین طلاق سے طالقہ ہے پھر معلوم ہوا تو اسکی جورو نے کہا کہ میں تو اسی گھر
میں تھی تو وہ شخص حانث نہ ہوگا اور عورت پر طلاق نہ پڑیگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک نے اپنی جورو سے کہا کہ میں تیرے
کپڑے پر سویا تو تو طالقہ ہے پھر عورت کے وسادہ پر سویا یا اسکے مرقعہ پر سویا یا اسکے بچھونے پر اضطجاع کیا یا اپنا
پہلو یا اکثر بدن اسکے کسی کپڑے پر رکھا تو قسم ٹوٹ جائیگی کیونکہ اسطرح سونے والا شمار ہوتا ہے اور اگر عورت کے تکیہ سے
تکیہ لگایا یا اُسپر بیٹھا تو قسم میں جھوٹا نہ ہوگا جبتک کہ ایک کروٹ یا اکثر بدن اُسپر نہ رکھے۔ ایک شخص چند آدمیوں کے
ساتھ ایک چھت پر تھا وہاں سے جانا چاہا اور ساتھیوں نے اسکو منع کیا پس اُسنے چھت کے ایک کنارہ پر کسی طرف اپنا
پاؤں رکھکر کہا کہ اگر میں اس رات یہاں سویا یا یہاں کھانا کھایا تو میری جورو طالقہ ہے اور اسنے اپنی نیت میں وہ جگہ مراد لی
جہاں اسنے پاؤں رکھا ہے پھر اس جگہ کے سوائے دوسری جگہ اسی چھت پر اسنے کھایا یا سویا تو حکم قضا میں اسکی جورو پر
طلاق پڑ جائیگی مگر دیانۃً طلاق نہ ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر میں آج کی رات تیرے ساتھ
مع تیری اس قمیص کے نہ سویا تو تو تین طلاق سے طالقہ ہے۔ اور عورت نے قسم کھائی کہ اگر میں مع اپنی اس قمیص کے
تیرے ساتھ سوئی تو میری باندی آزاد ہے پھر مرد نے جورو کی وہ قمیص پہنی اور دونوں ساتھ سوئے تو دونوں میں سے کوئی
قسم میں جھوٹا نہ ہوگا اسواسطے کہ عورت کی طرف سے قسم میں جھوٹا ہونا اسطرح تھا کہ اس قمیص کو پہنے ہوئے شوہر کے

ساتھ سو وسے وہ شرط پایا گیا اور شوہر کی طرف سے سچا ہونا اسطرح ہوا کہ جورو اسکے ساتھ اس حال مین سوئی کہ
مع قمیص تھا یعنی خود پہنے تھا۔ ایک نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر مین نے تجھسے نہ وطی کی مع اس مقنعہ کے تو تو تین
طلاق سے طالقہ ہے پھر یون کہا کہ اگر مین نے تجھسے مع اس مقنعہ کے وطی کی تو تو تین طلاق سے طالقہ ہے تو اسمین حیلہ
یہ ہے کہ اس عورت سے بغیر اس مقنعہ کے وطی کرے پس جبتک یہ مقنعہ موجود رہیگا اور دونون زندہ رہینگے تب تک قسم
مین جھوٹا نہوگا پھر اگر اسمین سے کوئی مر گیا یا مقنعہ تلف ہوگیا تو وہ اپنی قسم مین جھوٹا ہو جائیگا یہ فتاوی قاضیخان مین
ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ اگر مین نے تجھسے اس نیزہ کی نوک پر وطی نہ کی تو تو طالقہ ہے تو اسکا حیلہ یہ کہ چھت مین سوراخ
کرکے اسمین سے نیزہ کی نوک نکالے اور چھت پر جاکر عورت سے اس نوک پر وطی کرے۔ اگر عورت سے کہا کہ اگر مین نے
دوپہر کو بیچ بازار مین تجھسے وطی نہ کی تو تو طالقہ ہے تو اسمین حیلہ یہ ہے کہ عورت کو عماری مین بٹھلا کر بازار مین لیجاوے اور خود
عماری کے اندر گھس کر اس سے وطی کرے۔ جورو سے عربی مین کہا کہ ان بت اللیلۃ الا فی حجری فانت طالق یعنی اگر
تو نے رات گذاری سوا اس صورت کے کہ میری گود مین ہو تو تو طالقہ ہے پھر عورت اسکے بچھونے پر سوئی بدون
اسکے کہ حقیقۃً اسنے گود مین لیا ہو تو طلاق واقع نہوگی۔ اور اگر اسنے فارسی مین کہا کہ ... الا در کنار من۔ اور باقی مسئلہ بحالہ
رہا تو طلاق پڑنا واجب ہے کذا فی المحیط مترجم کہتا ہے کہ اردو مین بھی گود مین کہنے کی صورت مین طلاق پڑنا واجب ہے اور اگر
بغل مین کہا ہو تو طلاق نہونا صحیح ہے فافہم ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو اپنی اس باندی کے ساتھ سویا ہے اور
شوہر نے کہا کہ اگر مین اس باندی کے ساتھ سویا تو تو تین طلاق سے طالقہ ہے پس جورو نے کہا کہ اگر تیری اس قسم مین کچھ
کچھ معنی ہون تو مین طالقہ ہون پس شوہر نے کہا کہ ہان۔ تو حکم یہ ہے کہ اگر شوہر نے کچھ اور معنی مراد نہین رکھے سوا اسکے
جو زبان سے بولا ہے تو جورو طالقہ نہوگی ورنہ طالقہ ہو جائیگی یہ فتاوی کبری مین ہے ایک نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر مین نے
تجھسے وطی کی مادامیکہ تو میرے ساتھ ہے تو تو تین طلاق سے طالقہ ہے پھر پشیمان ہوکر حیلہ ڈھونڈھا تو امام محمد رح نے فرمایا
کہ حیلہ یہ ہے کہ اسکو ایک طلاق بائنہ دیکر اسی وقت اس سے پھر نکاح کرلے پھر اس سے وطی کرے تو حانث نہوگا یہ فتاوی
قاضیخان مین ہے۔ زید نے اپنے پڑوسی خالد سے کہا کہ کل گذری رات مین میری جورو تیرے پاس تھی پس خالد نے کہا کہ اگر
تیری جورو اس گذری رات مین میرے پاس ہو تو میری جورو طالقہ ہے پھر سکوت کرکے کہا اور یا اور کوئی عورت
ہو۔ پھر ظاہر ہوا کہ اسکے پاس دوسری عورت تھی تو شیخ نصیر رح نے فرمایا کہ وہ قسم مین حانث ہوگا اور اسکی جورو پر
طلاق پڑ جائیگی۔ اور محمد بن سلمہ رح نے فرمایا کہ حانث نہوگا یہ اختلاف اس قاعدہ پر ہے کہ قسم کھانے والے نے جب کلام
معقود کے ساتھ کوئی شرط لاحق کی پس اگر ایسی شرط ہو کہ جسمین قسم کھانے والے کا نفع ہے تو بالاجماع وہ شرط اس قسم
معقودہ سے لاحق نہوگی اور اگر ایسی شرط ہو کہ اسمین قسم کھانے والے پر ضرر ہو تو اسمین یہ اختلاف مذکور ہے پس جو
شیخ نصیر رح نے کہا ہے وہ امام ابو حنیفہ رح کے قول سے اقرب ہے کیونکہ امام اعظم رح کے نزدیک جب عقود بیع کہ تمام ہوگئے انکے
ساتھ شرط فاسد ملحق ہو جاتی ہے۔ اور مختار اس مقام پر محمد بن سلمہ رح کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے کیونکہ سکتہ پڑجانے
سے جزاء متعلق باقول نہین ہوتی ہے پس دوم سے متعلق نہونا اولی ہے اور شیخ رح نے کہا کہ میرے ماموں امام ظہیر الدین رح
فتوے بقول محمد بن سلمہ رح دیتے تھے یہ خلاصہ مین ہے ایک نے عربی مین کہا کہ ان غسلت ثیابی فانت طالق یعنی اگر تو نے
میرے کپڑون کو دھویا تو تو طالقہ ہے پس عورت نے اسکی آستین و دامن کو دھویا تو طالقہ نہوگی یہ تجنیس مین ہے۔ ایک نے اپنی جورو

سے کہا کہ اگر تو نے یہ پیالا نہ دھویا ہو تو تو طالقہ ہے اور حال یہ تھا کہ عورت نے خادمہ کو حکم دیا تھا کہ پیالہ دھو دے
اُس نے دھو دیا تھا پس اگر عادت یہ ہو کہ عورت ہی یہ پیالہ دھویا کرتی تھی اور کوئی نہیں دھوتا تھا تو طلاق پڑ جائیگی
اور اگر عادت یہ تھی کہ خادمہ ہی دھویا کرتی تھی خود عورت نہ دھوتی تھی اور شوہر اسکو جانتا تھا تو طلاق واقع نہوگی اور
اگر عادت یہ تھی کہ عورت کبھی خود دھوتی تھی اور کبھی اسکی خادمہ دھوتی تھی تو ظاہر یہ ہے کہ طلاق واقع ہوگی لیکن اگر
شوہر کی یہ نیت ہو کہ اگر خادمہ کو تو نے دھونے کا حکم نہ دیا ہو تو ایسی صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی یہ فتاوی کبری میں
ہے۔ ایک شخص نے بولی میں یوں قسم کھائی کہ ان غسلت امرأتہ ثیابہ فہی طالق یعنی اگر میری جورو نے میرے کپڑے دھوئے
تو وہ طالقہ ہے پھر عورت نے اسکا لفافہ دھویا تو مشائخ نے فرمایا کہ وہ حانث نہوگا الا آنکہ ثیاب سے لفافہ کی بھی
نیت ہو۔ ایک نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر میں نے تیرے واسطے پانی نہ پیا تو تو طالقہ ہے پھر ایک سقّے کو ایک درم دیا کہ مشک
میں پانی ڈالدے تو اسمیں کلام ہے کہ دونوں میں حانث ہوتا ہے یا نہیں تو بعض نے فرمایا کہ سقّے کو درم دیتے وقت اگر کوزہ و ظرف میں
پانی ہو تو حانث ہوگا اور اگر نہ ہو تو حانث نہوگا اسواسطے کہ جب درم دیتے وقت کوزہ وغیرہ میں پانی ہو تو وہ پانی خرید
نے والا ہو جائیگا اور اگر نہ ہو تو وہ اجارہ پر لینے والا ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو نے اپنے
بھائی سے میرا شکوہ کیا تو تو طالقہ ہے پھر عورت کا بھائی آیا اور عورت کے سامنے ایک طفل بچہ تھا پس عورت نے کہا
اے بچے میرے شوہر نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے یہانتک کہ اسکا بھائی سُن لے تو اس صورت میں طلاق نہ پڑیگی کیونکہ اس
عورت نے طفل مذکور کو مخاطب کیا ہے اپنے بھائی کو خطاب نہیں کیا۔ ایک نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو چپ نہ رہی تو طالقہ ہے
وہ بولی کہ میں چپ نہیں ہوتی پھر خاموش رہی تو طلاق واقع نہوگی کیا تو نہیں دیکھتا کہ اگر کسی نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو آواز
سے نہ بڑبڑائے گی تو تو طالقہ ہے وہ بولی کہ میں تو زور سے بڑبڑاؤنگی حالانکہ وہ خاموش ہے تو طلاق نہیں پڑتی ہے
اور عورت کا یہ کہنا کہ میں تو زور سے بڑبڑاؤنگی کچھ نہیں ہے جبکہ وہ خاموش ہے۔ اسی طرح اگر عورت نے کسی شخص
معین کے بارہ میں کچھ کلام کیا پھر شوہر نے کہا کہ اگر تو نے فلاں شخص کا ذکر دوبارہ کیا تو تو طالقہ ہے وہ بولی کہ میں
تجھ سے پھر اُس شخص کا ذکر کرونگی یا بولی کہ جب تو نے مجھے فلاں شخص کے ذکر سے منع کیا تو میں فلاں شخص کا ذکر کرونگی
تو وہ قسم میں حانث نہوگا اور طلاق نہ پڑیگی کیونکہ اسقدر ذکر قسم سے مستثنیٰ ہے اور اگر عورت نے کہا کہ تو نے کیوں
مجھے فلاں شخص کے ذکر سے منع کیا یا کہا کہ اگر تو نے مجھے فلاں شخص کے ذکر سے منع کیا تو میں تو اسکا ذکر کر چکی تو ایسی
صورت میں حانث ہوگا اور طلاق پڑ جائیگی۔ اور اگر فلاں شخص کا ذکر ہیچون میں کیا تو طلاق نہ پڑیگی یہ خلاصہ میں
ہے۔ فتاوے میں لکھا ہے کہ شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مجھکو
تیرے ساتھ رہنے کی طاقت نہیں ہے وہ بولا کہ اگر تو میرے گھر میں بدی کی رہی تو تو طالقہ ہے۔ تو شیخ نے فرمایا کہ اگر دو
روز تک وہ عورت اسکے گھر میں ایسی ہی بنی رہی تو طالقہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک نے اپنی جورو کو خلع
دیدیا پھر عدت میں اس عورت سے کہا کہ اگر تو میری جورو ہے تو تو تین طلاق سے طالقہ ہے اور اس کلام
سے طلاق واقع کرنے کی نیت نہیں کی تو طلاق واقع نہوگی کیونکہ علی الاطلاق وہ اسکی جورو نہیں ہے یہ تاتارخانیہ
میں ہے۔ فتاوے ابو اللیث میں ہے کہ ایک نے اپنی جورو سے فارسی میں کہا کہ اگر تو فردا زن من باشی پس تو طالقہ
پس طلاق ہشتی پھر دوسرے دن کی فجر طلوع ہونے کے بعد اس عورت کو خلع دیدیا تو شیخ نے فرمایا کہ اگر شوہر کی

مراد پہلے کلام سے یہ تھی کہ دوسرے روز کے کسی جزو میں بھی یہ عورت اسکی جورو نہ ہوگی تو فجر طلوع ہونے تک نکاح میں
تاخیر کرنے سے وہ عورت تین طلاق سے طالقہ ہو جائیگی اور اگر اسکی کچھ نیت نہ تھی تو دوسرے روز غروب آفتاب
سے پہلے جب خلع دیدے تو قسم مذکور کی وجہ سے عورت پر کچھ طلاق نہ ہوگی پھر اگر دوسرے روز غروب آفتاب
سے پہلے اسکو خلع دے دیا پھر آفتاب ڈوبنے سے پہلے اس سے نکاح کر لیا تو قسم کی وجہ سے تین طلاق سے
طالقہ ہو جائیگی۔ اور اگر آفتاب ڈوبنے سے پہلے خلع دے دیا پھر آیندہ روز یعنی پرسوں یا اسکے بعد اس سے نکاح
کر لیا تو قسم مذکور کی وجہ سے طالقہ نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک مرد نے قسم کھائی کہ اپنی جورو کو طلاق نہ دیگا پھر کسی شخص
نے اس مرد کی طرف سے بدون اسکے علم و آگاہی کے اسکی جورو کو خلع دیدیا پھر اس مرد کو خبر پہونچی اور اسنے اجازت
دیدی پس اگر زبان سے اجازت دی مثلاً یوں کہا کہ میں نے اجازت دیدی تو قسم میں جھوٹا ہو گیا اور اگر کسی فعل
سے اجازت دی اور زبان سے کچھ نہ کہا مثلاً خلع کے عوض کا مال لے لیا تو حانث نہ ہوگا اور طلاق پڑ جائیگی یہ
تجنیس و مزید میں ہے۔ ایک نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر میں نے تجھے کہا کہ تو طالقہ ہے تو تو طالقہ ہے پھر اسی عورت
سے کہا کہ میں نے تجھے طلاق دیدی تو قضاءً اس پر دوسری طلاق پڑیگی اور اگر اسنے اسی قول سے طلاق کی نیت کی
ہو تو از راہ دیانت اسکی تصدیق ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک نے اپنی جورو سے رات میں فارسی زبان میں
کہا کہ اگر ترا امشب دارم تو سہ طلاقہ ہستی یعنی اگر میں تجھے آج کی رات رکھوں تو تو تین طلاق والی ہے پھر اسی رات
میں اسکو ایک طلاق بائن دیدی پھر رات گذر گئی پھر اس سے جدید نکاح کر لیا تو اب طالقہ نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر کہا
کہ اگر ترا امروز دارم تو طالقہ ہستی پھر اسی دن اسکو طلاق بائن دیدی تو صورت مسئلہ میں یہی حکم ہوگا یہ تجنیس و مزید
میں ہے قلت فی الاصل جرا امروز آہ و فیہ نظر۔ ایک مرد کے پاس اسکے شہر کے علماء میں سے ایک فقیہ کا ذکر
کیا گیا پس اسنے کہا کہ اگر وہ شخص فقیہ ہو تو میری جورو طالقہ ہے پس اگر فقیہ سے اسکی مراد وہ ہو جسکو لوگ اپنے عرف
میں فقیہ کہتے ہیں یا کچھ نیت نہ کی تو طلاق واقع ہوگی۔ اور اگر اسنے حقیقی فقیہ مراد لیا تو بھی قضاءً یہی حکم ہے اور
دیانۃً یعنی فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ طلاق واقع نہ ہوگی واسطے کہ وہ فقیہ نہیں ہے کیونکہ شیخ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے
مروی ہے کہ ایک شخص نے انکو فقیہ کہا تو انہوں نے فرمایا کہ تو نے کبھی کوئی فقیہ نہیں دیکھا فقیہ وہی ہوتا ہے جو دنیا سے منہ
پھیرے ہوئے آخرت کا راغب اپنے نفس کے عیوب پر واقف ہو یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔ ایک مرد نے کہا کہ اگر میرا
بیٹا ختنہ کی عمر پر پہونچا اور میں نے اسکا ختنہ نہ کیا تو میری جورو طالقہ ہے تو ختنہ کا وقت دس برس ہے اور اگر اسنے اول
وقت کی نیت کی ہو تو جبتک سات برس کا نہ ہو حانث نہ ہوگا اور اگر اسنے آخر وقت کی نیت کی ہو تو شیخ صدر شہید رحمہ اللہ
نے فرمایا کہ مختار یہ ہے کہ بارہ برس ہے یعنی انتہائے مدت بارہ برس ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک مرد نے کہا کہ اگر میرا بیٹا ختنہ کی عمر
کو پہونچا اور میں نے اسکا ختنہ نہ کیا تو میری جورو طالقہ ہے تو فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ جب اسنے دس برس سے تاخیر کی تو
چاہیے کہ حانث ہو جاوے اور انکے سوائے دیگر مشائخ نے فرمایا کہ حانث نہ ہوگا تا وقتیکہ بارہ برس سے تاخیر نہ کرے اور
اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ عورت سے کہا کہ اگر میں تیرے ساتھ خدمت پر معاملہ کروں جیسا کہ میں معاملہ
کیا کرتا تھا تو تو طالقہ ہے پس اگر عورت کے لیے کوئی خدمت ہو تو یہ کلام اسی خدمت پر رکھا جائیگا ورنہ جورو کی نیت پر
مرجع ہوگا یہ خزانہ میں ہے۔ اور کہا کہ اگر میں سلطان سے خوف کرتا ہوں تو میری جورو طالقہ ہے پس اگر قسم کے

وقت اُسکو سلطان سے کوئی خوف نہو اور نہ اُسکے ذمہ کوئی ایسا جرم ہو جس سے سلطان کے خوف کی راہ نکلتی ہو تو وہ
حانث نہوگا۔ ایک مرد ایک طفل سے متہم کیا گیا پس اس سے کہا گیا کہ فلان یہ کہتا ہو کہ مین نے اُسکو طفل مذکور سے خفیہ
باتین کرتے دیکھا ہو پس اُسنے کہا کہ اگر اُسنے مجھے اس طفل سے ناشایستہ باتین کرتے دیکھا ہو تو میری جورو طالقہ ہو حالانکہ
فلان مذکور نے اسکو درواقع طفل مذکور سے خفیہ باتین کرتے دیکھا تھا مگر ایسی دو ستانہ ملامت مین یہ باتین تھین تو شیخ نے
فرمایا کہ مجھے امید ہو کہ وہ حانث نہوگا۔ ایک مرد نے کہا کہ اگر میرے گھر مین آگ ہو تو میری جورو طالقہ ہو حالانکہ اسکے گھر مین
چراغ جلتا ہو پس اگر اُسنے اسوجہ سے قسم کھائی ہو کہ اسکے کسی پڑوسی نے اس سے آگ مانگی تھی تاکہ اس سے آگ جلاوے
تو اُسکی جورو طالقہ ہو جائیگی اور اگر قسم اسوجہ سے تھی کہ پڑوسیون نے اس سے روٹی وغیرہ ایسی چیز مانگی تھی یا وہان کوئی
سبب نہو تو حانث نہوگا یہ خلاصہ مین ہو۔ ایک مرد کسی طفل کے ساتھ متہم کیا گیا پس اُسنے فارسی مین کہا کہ اگر من باوی
نا حفاظ کنم زن مرا طلاق است حالانکہ اُسنے صرف اس طفل کو گھورا اور اسکا بوسہ لیا تھا تو اُسکی جورو طالقہ ہو جائیگی
یہ فتاوی کبریٰ مین ہو۔ جورو سے کہا کہ اگر مین نے کوئی باندی خریدی یا تجھ پر دوسری عورت سے نکاح کیا تو تو بیک طلاق
طالقہ ہو پس عورت نے کہا کہ مین ایک طلاق سے راضی نہین ہوتی پس مرد نے کہا کہ پس تو بسہ طلاق طالقہ ہو اگر تو ایک
سے راضی نہین ہو تو فرمایا کہ اس کلام کے ساتھ ہی شرط مراد ہوگی یعنی فی الحال کوئی طلاق واقع نہوگی۔ عورت سے کہا
کہ اگر اللہ تعالیٰ موحدین کو عذاب دے تو تو طالقہ ہو تو فرمایا کہ حانث نہوگا جب تک کہ معلوم نہو اور فقیہ نے کہا کہ وجہ یہ
ہو کہ بعضی موحدین کو عذاب دیا جائیگا اور بعضے کو نہ دیا جائیگا پس اشتباہ ہوا پس شک کے ساتھ حکم نہ دیا جائیگا یہ
حاوی مین ہو۔ ایک مرد نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ مشرکین کو عذاب دے تو اُسکی جورو طالقہ ہو تو مشائخ نے کہا کہ اسکی جورو
پر طلاق نہوگی اسواسطے کہ بعضے مشرکین کو عذاب نہوگا یعنی وہ حانث نہوگا کذا فی فتاوی قاضی خان قال المترجم فیہ نظر
ایک نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو فلان دار مین داخل ہوئی جبتک کہ فلان مذکور اسمین ہو تو تو طالقہ ہو پھر فلان مذکور
نے اس دار کو تحویل کر دیا اور اسباب اسکا ایسا رہا پھر وہ خود اپنے اسی دار مین آیا پھر عورت داخل ہوئی تو
بعض نے فرمایا کہ طلاق واقع نہوگی اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے لیا ہو اور بعض نے کہا کہ حانث ہوگا اور صحیح یہ ہو کہ
طلاق واقع نہوگی یہ جواہر اخلاطی مین ہو۔ اور اگر حالت غضب مین اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو نے پانچ برس تک ایسا
کیا تو تو مجھسے مطلقہ ہو جائیگی اور مرد نے اس سے تخویف کی نیت کی پھر اس مدت گذرنے سے پہلے عورت نے یہ فعل کیا تو
شوہر سے دریافت کیا جاوے کہ آیا تو نے اسکی طلاق کی قسم کھائی تھی پس اگر اُسنے خبر دی کہ ہان یہ قسم کھائی تھی تو اُسکی
خبر پر عمل در آمد ہوگا اور عورت پر طلاق واقع ہونے کا حکم دیا جائیگا اور اگر اُسنے خبر دی کہ مین نے یہ قسم نہین کھائی تھی
تو اسکا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہو۔ ایک مرد نشہ مین ہو اُسنے اپنی جورو کو بستر پر بلایا پس عورت نے انکار کیا پس
اُس نے عورت سے کہا کہ اگر تو نے فرمان برداری کی اور میری مساعدت کی تو خیر ورنہ تو طالقہ ہو پھر قسم کے بعد آئندہ
اُسکے بلانے پر عورت نے مساعدت و فرمان برداری کی تو حانث نہوگا اور اگر قسم کے بعد بلانے پر اُسنے فرمانبرداری
نہ کی تو حانث ہو جائیگا یعنی طلاق واقع ہوگی اور مولانا رحمہ نے فرمایا کہ اگر اُسنے اُسکو نہ بلایا تو عدم مساعدت کی
صورت مین بھی حانث ہونا چاہیے اسواسطے کہ لوگ اپنے عرف مین اس سے حکم سابق کی فرمانبرداری مراد رکھتے
ہین۔ ایک مرد نشہ مین ہو اُسنے اپنی جورو کو ایک درم عطا کیا پس عورت نے کہا کہ تو جب ہوش مین ہوگا تو مجھسے لے لیگا

پس مرد نے کہا کہ اگر مین تجھ سے لے لون تو تو طالقہ ہے پھر اُسنے نشہ کی حالت مین لے لیا تو قسم مین حانث نہوگا اسواسطے کہ بعد افاقہ کے لے لینا شرط حنث ہے۔ ایک مرد نے جو نشہ مین ہے اپنی جورو سے کہا کہ مین نے اپنا یہ دار تجھے ہبہ کیا پھر کہا کہ اگر مین نے اپنے دل سے یہ بات نہ کہی ہو تو تو طالقہ بسبب طلاق ہو پھر اسکو افاقہ ہوا اور اُسکو اسمین سے کچھ بھی یاد نہ آیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اُسکی جورو طالقہ نہ ہوگی اسواسطے کہ ظاہر یہ ہے کہ اس حالت مین جو کہتا ہے وہ دل سے کہتا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو دار فلان مین داخل ہوئی تو تو طالقہ ہے پھر فلان مرگیا اور دار مذکور میراث ہوگیا پھر عورت داخل ہوئی پس اگر میت پر ایسا قرضہ نہ ہو جو تمام مال کو گھیرے ہوئے ہو تو وہ حانث نہوگا اور اگر ایسا قرضہ ہو تو فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ اس صورت مین بھی حانث نہوگا اور اسی پر فتوی ہے۔ ایک مرد منزل کی کوٹھری مین بیٹھا تھا اُسنے کہا کہ اگر مین اس بیت مین داخل ہوا تو میری جورو طالقہ ہے تو قسم اس بیت کے اندر داخل ہونے پر ہوگی اور یہ عربی زبان پر ہے قال المترجم اور ہماری زبان مین بھی یہی ہے۔ اور اگر اُسنے فارسی مین کہا کہ اگر من باین خانہ اندر آیم تو میری جورو طالقہ ہے تو قسم اس منزل کے اندر داخل ہونے پر ہوگی اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے اس کوٹھری کے اندر داخل ہونے کی نیت کی تھی تو دیانةً تصدیق ہوگی قضاءً تصدیق نہوگی اور اگر اُسنے اس کوٹھری کی طرف اشارہ کیا تو بھی بہرحال ایسا ہی حکم ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو میرے بھائی کے گھر مین گئی تو تو طالقہ ہے پھر اسکا بھائی اس گھر کو چھوڑ کر دوسرے گھر مین گیا اور وہان رہنے لگا پھر عورت اس دوسرے گھر مین داخل ہوئی تو بعض نے فرمایا کہ اگر مرد کو پہلے دار کی نسبت کچھ ملال ہوا تھا جس سے اُسنے ایسی قسم کھائی تھی تو اب حانث نہوگا اور اگر اسکی قسم اپنے بھائی کی وجہ سے تھی تو حانث ہو جائیگا اور اگر اسکی کچھ نیت نہو تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے قول پر حانث ہو جائیگا۔ اور اگر عورت اسی دار مین داخل ہوئی جسمین پہلے بھائی رہتا تھا اور قسم کے وقت اسکی ملک تھا پس اگر وہ دار بھائی کی ملک مین باقی ہو مگر وہ اسمین نہ رہتا ہو تو قسم کھانے والا عورت کے اسمین جانے سے حانث ہو جائیگا اور اگر قسم کھانے کے بعد یہ دار اسکے بھائی کی ملک سے بوجہ بیع یا ہبہ وغیرہ کے نکل گیا تو حانث نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر عورت سے کہا کہ اگر تو گرد آستانہ فلان گردی پس طالقہ ہستی پھر وہ عورت اسکے گرد پھری مگر دار مین داخل نہوئی اور شوہر نے کہا کہ میری نیت یہ تھی کہ داخل ہو تو عورت طالقہ ہو جائیگی۔ اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ بخانہ فلان اندر آئی ترا طلاق اور یہ نہ کہا کہ اگر اور نہ لفظ چون کہا تو فی الحال طالقہ ہو جائیگی۔ ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو دار مین داخل ہوئی تو میری جوروؤن مین طالقات ہین پھر وہ دار مین داخل ہوئی تو طلاق اسپر اور دوسری عورتون سب پر واقع ہوگی اور مولف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسی قول پر اعتماد ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ ایک مرد نے اپنی جورو کو ایک مرد کے ساتھ متہم کیا پھر شوہر اپنے دار مین آیا اور اس مرد کو جسکے ساتھ متہم کرتا تھا گھر کے ایک کونے مین بیٹھا دیکھا اور عورت دوسرے کونے مین پڑی سوتی تھی پھر جب شوہر نکلا اور وہ مرد بھی نکلا جسکے ساتھ وہ اپنی جورو کو متہم کرتا تھا تو سلطان نے عورت کے شوہر سے قسم لی کہ تو نے فلان کو اپنی جورو کے ساتھ نہین پکڑا پس مرد نے اپنی جورو کی طلاق کی قسم کھائی کہ اُسنے فلان کو اپنی جورو کے ساتھ نہین پکڑا تو وہ اپنی قسم مین جھوٹا نہوگا۔ ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو نے میرے جو مین سے لیکر نانوائی کے یہان بھیجا تو تو

طالقہ ہو اور شوہر کے گھر مین ایک چھپر پایہ تھا جسکو جورو نے باندھ رکھا تھا پس اُسکے پایہ مین سے ایک شی ٹوٹ
گئے پس عورت نے ان جو کو اپنے ذاتی جو کے ساتھ ونا تو اتی کو دیا پس اگر شوہر اسکو نکرہ جانتا یعنی
دلالۃ الحال سے یہ بات معلوم ہو تو وہ اپنی قسم مین حانث نہوگا اسواسطے کہ اسقدر قسم مین عادۃً مراد نہین
ہوتے ہین اور اگر وہ اسقدر کا بھی بخل کرتا ہے تو وہ اپنی قسم مین حانث ہوگا اور امام اعظم رح کے نزدیک صحیح
یہ ہے کہ اگر عورت نے اپنے جو مین ملا کر پیسے ہون تو وہ حانث نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک مرد کو ایک مرد نے
حرام کی تہمت دی پس اُسنے کہا کہ اگر ایک سال تک حرام کردن تو تو طالقہ ہے تو یہ لفظ جماع پر رکھا جائیگا کہ عورت کی
آنکھ کے روبرو ہو تب انفعل فرجین جماع کرے اور عورت جانتی ہو کہ یہ عورت اسکی مملوکہ نہین ہے اور نہ اسکی جورو ہے یا
اس فعل کے بیان فعل فرجین واقع ہونے کے چار نفر گواہی دین یا شوہر خود ایک مرتبہ اقرار کرے اسواسطے کہ یہ فعل زنا ہے
یعنی لفظ حرام اُسکی قسم مین بمعنے زنا قرار پایا اور زنا فقط انھین صورتون سے ثابت ہوتا ہے اور اگر وہ حاکم قاضی کے
سامنے اس سے انکار کرے کہ مین نے نہین کیا ہے اور عورت کے پاس گواہ نہین ہین تو وہ حاکم کے پاس قسم لیگی پس اگر وہ
قسم کھا گیا تو عورت کو اُسکے ساتھ رہنے کی گنجائش ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ اگر تو کسی سے حرام کرے تو تو بسبب طلاق
طالقہ ہے پھر مرد نے اسکو طلاق بائن دیدی پھر عدت مین اُس سے جماع کیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک طالقہ
ہوگی اسواسطے کہ ان دونون اماموں کے نزدیک عموم لفظ کا اعتبار ہے اور امام ابو یوسف غرض کا اعتبار کرتے ہین پس
انکے قول کے قیاس پر طالقہ نہوگی اور اسی پر فتوی ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ اگر تو نے کسی کا بوسہ لیا تو تو طالقہ بسبب طلاق
ہے پس اُسنے اسی مرد کا بوسہ لیا تو طالقہ ہو جائیگی یہ خلاصہ مین ہے۔ ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر تیرا ازاربند حرام پر کھلا
جیسا ہے تو میری جورو ہے تو تو طالقہ ہے پس عورت نے کہا کہ مجھے ایک مرد نے پکڑ لیا اور زبردستی باکراہ مجھسے جماع کر لیا ہے تو
مشائخ نے فرمایا کہ اگر حالت ایسی ہو کہ عورت منع کرنے پر قادر نہ ہو تو یہ حانث نہوگا اور اگر عورت روکنے و باز
رکھنے پر قادر تھی تو وہ حانث ہو جائیگا بشرطیکہ شوہر نے اُسکے قول کی تصدیق کی ہو۔ ایک مرد نے کہا کہ اگر مین حرام سے
غسل کروں تو میری جورو طالقہ ہے یعنی غسل بوجہ حرام کرنے کے ہو پھر اُسنے ایک اجنبیہ عورت کو لپٹا لیا حتی کہ اُسکو
انزال ہو گیا اور اُسنے غسل کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ امید ہے کہ وہ حانث نہوا اور اُسکی قسم فعل جماع پر ہوگی۔ ایک
مرد نے کہا کہ اگر مین فلان کو اپنے گھر مین لایا تو میری جورو طالقہ ہے تو جبتک اسکو داخل نہ کرے تب تک حانث نہوگا
یعنی جب تک فلان مذکور اُسکے حکم سے اندر نہ آوے تب تک حانث نہوگا۔ اور اگر کہا کہ اگر فلان میری کوٹھری
مین داخل ہو تو میری جورو طالقہ ہے پھر فلان اُسکی کوٹھری مین داخل ہوا خواہ قسم کھانے والے سے اجازت لیکر
یا بدون اجازت اور خواہ اُسکی آگاہی مین یا بغیر آگاہی کے تو قسم کھانے والا اپنی قسم مین حانث ہو جائیگا یہ فتاوی
قاضی خان مین ہے۔ اور اگر کہا کہ اگر مین نے آواز سے پاد کیا تو میری جورو طالقہ ہے پھر اسکے بدون قصد کے آواز
سے پاد نکل گیا تو عورت طالقہ نہوگی اور یہ مسئلہ نظیر ہے اس مسئلہ کی کہ قسم کھائی کہ اس دار مین داخل نہونگا پھر
زبردستی باکراہ داخل کیا گیا یا قسم کھائی کہ نہ نکلونگا پھر زبردستی باکراہ نکالا گیا یہ محیط مین ہے۔ اگر اپنی جورو سے
کہا کہ اگر مین تجھے خوش کردون تو تو طالقہ ہے پھر اسکو مارا پس اُسنے کہا کہ مجھے تو نے خوش کیا تو طالقہ نہوگی اسواسطے
کہ ہم جانتے ہین کہ وہ جھوٹی ہے اور اگر عورت کو ہزار درم دیے اور عورت نے کہا کہ مجھے خوش نہین کیا تو قول

تو یہ تصدیق کا قبول ہوگا اسواسطے کہ احتمال ہی کہ اسکی درخواست دو ہزار درم کی ہو نہیں ایک ہزار درم سے خوش نہو گی
یہ جیبہ تخریج میں ہی۔ ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر تیرا قریب میرے دار میں آیا تو تو طالقہ ہی پھر عورت کے شوہر
کا قریبی دار میں داخل ہوا تو بعض نے فرمایا کہ حانث ہوگا اسواسطے کہ قرابت تجزی نہیں ہوتی ہی پس دونوں
میں سے ہر ایک کا پورا قریبی ہوگا اور بعض نے کہا کہ دیکھا جاوے کہ اگر وہ اپنے کام سے داخل ہوا کہ شوہر کے ساتھ
مختص ہی تو مرد حانث نہوگا اور اگر اپنے کام کے واسطے آیا جو عورت سے مختص ہی تو حانث ہو جائیگا۔ ایک عورت
اپنے شوہر کے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا اٹھا لے گئی پس شوہر نے کہا کہ اگر تو نے مجھے میرا کپڑا آج کے روز واپس نہ دیا تو تو طالقہ
ہی پس عورت گئی تا کہ لا کر واپس دیوے پھر شوہر اسکے پاس پہونچا اور وہ گٹھری میں سے شوہر کو واپس دینے کو لاتی تھی
پس شوہر نے عورت کے واپس دینے سے پہلے خود گٹھری میں سے لے لیا یا عورت سے چھین لیا تو استحساناً حانث
نہوگا اور اسی کو شیخ زاہد فقیہ ابو اللیث رحمہ نے اختیار کیا ہی یہ ظہیریہ میں ہی۔ ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ
ان لم تکن فرجی احسن من فرجک فانت طالق یعنی اگر میرا آلہ تناسل تیری فرج سے اچھا نہو تو تو طالقہ ہی اور عورت نے
کہا کہ اگر میری فرج تیرے آلہ تناسل سے اچھی نہو تو میری باندی آزاد ہی تو شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا
کہ اگر اس گفتگو کے وقت دونوں کھڑے ہوں تو عورت قسم میں سچی ہوگی اور مرد حانث ہو جائیگا اور اگر دونوں بیٹھے ہوں
تو شوہر سچا ہوگا اور عورت حانث ہو جائیگی اسواسطے کہ عورت کی فرج حالت قیام میں مرد کے آلہ تناسل سے بہتر
ہی اور بیٹھنے کی حالت میں امر برعکس ہی اور اگر مرد کھڑا ہو اور عورت بیٹھی ہو تو فقیہ ابو جعفر رحمہ نے فرمایا کہ میں اسکو نہیں
جانتا ہوں اور فرمایا کہ دونوں میں سے ہر ایک کا حانث ہونا چاہیے اسواسطے کہ دونوں قسموں میں سے ہر ایک کا
سچا ہونا اسی طور سے ہی کہ دونوں میں سے کوئی بہتر ہو اور تعارض کے وقت دونوں میں سے کوئی بہ نسبت دوسرے کے
احسن نہوگی پس دونوں میں سے ہر ایک حانث ہوگا۔ ایک شخص نے جو نشہ میں ہی اپنی جورو سے کہا کہ اگر فلاں شخص
تجھے مقعد و مسیح نہ رکھتا ہو تو تو طالقہ ہی تو شیخ ابو بکر اسکاف نے فرمایا ہی کہ یہ ایسی چیز ہی کہ غیر مقدور و غیر معلوم ہی
پس وہ حانث نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہی۔ اور اگر مرد نے اپنی دو عورتوں سے کہا کہ تم میں سے جسکی فرج وسیع ہی
وہ طالقہ ہی تو دونوں میں سے دبلی عورت پر طلاق واقع ہوگی اور شیخ امام ظہیر الدین نے فرمایا کہ دونوں میں سے
جو اطلب ہو یعنی بلغمی مرطوب ہو اسپر طلاق واقع ہوگی یہ خلاصہ میں ہی۔ اور اگر ایک مرد اور اسکی جورو میں جھگڑا ہوا
پس عورت نے کہا کہ من با رخدای ام یعنی تجھ سے افضل ہوں پس شوہر نے کہا کہ اگر ایسا ہی تو تو طالقہ ہی پس اگر عورت
اس سے افضل نہو تو طالقہ نہوگی اسواسطے کہ علو و تفوق جبھی ہوتا ہی کہ علم و فضل و حسب و نسب میں بڑھکر ہو یہ
محیط سرخسی میں ہی۔ دو مردوں میں سے ہر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر میرا سر تجھ سے بھاری نہو تو میری جورو
طالقہ ہی تو اسکی پہچان کا یہ طریقہ ہی کہ جب دونوں سو جاویں تو دونوں پکارے جاویں پس جو جلدی جواب دے
اس سے دوسرے کا سر بھاری ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہی۔ ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر میرا ذکر یعنی
آلہ تناسل تو ہپہ سے زیادہ نہ ہو تو تو طالقہ ہی تو عورت طالقہ نہوگی اسواسطے کہ آلہ تناسل استعمال سے ناقص
نہیں ہوتا ہی یہ خلاصہ میں ہی و قال الشرح وفیہ نظر۔ ایک مرد نے ضیافت کا سامان کیا اور تیاری کی پھر ایک شخص
دوسرے گاؤں سے آیا پس اس نے کہا کہ اگر میں نے اس آئندہ کے واسطے اپنے گاؤں میں سے ایک کا [illegible]

وقت تک اتنا وقت ہو کہ وہ دو رکعت نماز پڑھ سکتی ہو تو سب کے نزدیک قسم منعقد ہو جائیگی اور عورت
طالقہ ہو جائیگی اور اگر اتنا وقت نہو تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قسم منعقد نہوگی اور وہ طالقہ نہ ہوگی اور
امام ابو یوسف رح کے نزدیک قسم منعقد ہوگی اور وہ طالقہ ہوگی۔ اور صحیح یہ ہو کہ یمین یعنی قسم سب کے نزدیک ہر حال
مین منعقد ہوگی اور طلاق واقع ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ تو میرے درم چورائی ہو اُسنے کہا
کہ مین نے توبہ کرلی ہو پس مرد نے کہا کہ اگر تو نے میرے درمون مین سے کچھ اُٹھا لیا تو تو طالقہ ہو پھر عورت نے گھر مین جھاڑو
دیتے وقت ایک درم درمون کی تھیلی گری ہوئی پائی پس اُسنے اُٹھا کر ایک کونے مین رکھدی اور شوہر کو خبر دیدی کہ مین نے
اُٹھائی نہ اس غرض سے کہ تجھکو نہ دون تو امید ہو کہ وہ طالقہ نہ ہوگی۔ مرد نے جورو سے کہا کہ اگر تو نے میری تھیلی مین
سے درم اُٹھا لیے تو تو طالقہ ہو پس عورت نے تھیلی کا منھ کھولدیا اور اپنی دختر کو کہا پس اُسنے درم نکال لیے تو کتاب
مین مذکور ہی کہ مجھے خوف ہو کہ وہ طالقہ ہو جائیگی۔ ایک مرد نے اپنی جورو کو درم نکال لینے کی تہمت لگائی پھر اُس سے
فارسی مین کہا کہ اگر از درم من تو برداری پس تو طالقہ بسہ طلاق ہستی پھر عورت نے شوہر کے درم ایک رومال مین
پاکر رومال کو اُٹھایا اور ایک عورت کو دیا اور اُس سے کہا کہ اسمین سے کچھ درم نکال لے پس اُسنے اُسمین سے
درم نکال کر زوجہ کو دیدے تو طلاق واقع ہو جائیگی عورت سے کہا کہ اگر تو نے سال بھر تک میرے درمون سے
درم چورائے تو تو طالقہ ہو پھر عورت کو درم دیے تاکہ اُنکو دیکھے پھر عورت نے بغیر علم شوہر کے اُسمین سے کچھ نکالے
پھر شوہر نے اُس سے کہا کہ تو نے اسمین سے کچھ درم نکالے ہین اُسنے کہا کہ ہان مگر چورائی کے طور پر نہین اور شوہر
کو واپس دیے پس اگر شوہر کے اُسکے پاس سے جدا ہو جانے کے بعد اُسکو واپس دیے تو طالقہ ہوگی اور اگر قبل
شوہر کے جدا ہونے کے واپس دیے ہین تو طالقہ نہوگی۔ اور اگر عورت نے انکار کیا تو بھی طالقہ ہو جائیگی۔
ایک عورت نے اپنے شوہر کی تھیلی سے درم نکال لیے اور گوشت خرید ا اور قصاب نے یہ درم اپنے درمون مین
مخلوط کر دیے پس شوہر نے کہا کہ اگر تو نے مجھے یہ درم آج کے روز واپس نہ دیے تو تو بسہ طلاق طالقہ ہو پھر دن
گذر گیا تو عورت پر تینون طلاق واقع ہونگی۔ اور اسکا حیلہ یہ ہو کہ عورت پوری تھیلی قصاب کی لیکر شوہر کے سپرد
کر دے تو شوہر اپنی قسم مین سچا ہو جائیگا یہ فتاوے کبرے مین ہو شوہر نے عورت سے کہا کہ تو نے درم کیا کیا اُسنے
کہا کہ مین نے گوشت خرید ا پس شوہر نے کہا کہ اگر تو نے مجھے یہ درم نہ دیا تو تو طالقہ ہو حالانکہ یہ درم قصاب کے
ہاتھ سے جاتا رہا تھا تو فرمایا کہ جب تک یہ معلوم نہو کہ یہ درم گلا ڈالا گیا یا سمندر مین گر گیا ہو تب تک یہ امر
مذکور حانث نہوگا۔ عورت نے شوہر کے درم اُسکی تھیلی سے چرا لیے پھر اُنکو غیر کے درمون مین ملا دیا پس شوہر
نے کہا کہ اگر تو نے یہی درم مجھے واپس نہ دیے تو تو طالقہ ہو پس اگر عورت نے ایک ایک کر کے اُسکو واپس دیے
تو بعینہ یہی درم دیدیے یہ حاوی مین ہو۔ شوہر نے اپنے درم عورت کے ہاتھ رکھے پھر واپس لینے کے
وقت اُسکو تہمت لگائی پس فارسی مین کہا کہ اگر تو درم بر داشتی بسہ طلاق ہستی بطور استفہام کہا پس عورت نے
کہا کہ ... عورت مذکورہ نے انکار کیا پس اگر شوہر نے حانث ہونے کے وقت ایقاع طلاق
کی نیت کی ہو تو طلاق واقع ہوگی اور اگر مجرد تخویف منظور ہو تاکہ عورت اقرار کر دے تو طلاق واقع
نہوگی یہ فتاوی کبری مین ہو۔ ایک مرد نے اپنے پسر سے کہا کہ اگر تو نے میرے مال سے کچھ چرایا تو تیری ماں طالقہ ہو

پھر بیٹے مذکور نے باپ کے گھر سے اُٹھین چرا لین تو مروی ہی کہ امام ابو یوسفؒ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا کہ اگر باپ اپنے بیٹے سے ایسا ہی فعل کرتا ہو تو اُسکی ماں طالقہ ہو جائیگی اور امام محمدؒ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تو انھون نے کچھ جواب نہ دیا تو اُنسے کہا گیا کہ امام ابو یوسفؒ نے اسطرح جواب دیا ہی تو فرمایا کہ سوا ابو یوسفؒ کے ایسی بات کون کہہ سکتا ہی۔ ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر مین نے تجھے درم دیا کہ تو نے اُس سے کچھ خریدا تو تو طالقہ ہی پھر عورت کو ایک درم دیا اور حکم دیا کہ فلان کو دیدے تاکہ وہ بیچ سے لیے کوئی چیز خرید دے پھر شوہر کو اپنی قسم یاد آئی اور اُس نے عورت سے درم واپس مانگ لیا اگر عورت خود بیچ نہ خریدتی ہو تو حانث نہوگا اور اگر خود خریدتی ہو تو حانث ہو جائیگا ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو نے اس دار سے اُس دار مین کوئی چیز بھیجی تو تو طالقہ ہی پھر عورت نے اپنی باندی کو حکم دیا کہ اُس دار والے لوگ جو چیز مانگین اُنکو دیدے پھر اُس دار کا ایک آدمی آیا اور اُسنے کوئی چیز مانگی پس باندی نے دیدی پھر مولے کو معلوم ہوا تو اُسکو برا معلوم ہوا اور غصہ مین ہو گیا پس قسم کھانے والے کی جورو نے باندی سے کہا تو جا اور مولے کے گھر سے اس سے اچھی چیز لیکر اُس دار مین پہونچا دے پس باندی نے ویسا ہی کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر بدلیل یہ بات معلوم ہو جاوے کہ باندی نے یہ فعل اپنے مولے کے واسطے کیا ہو یا مولی کی جورو کی اطاعت مین نہین ہی تو مرد مذکور حانث نہوگا اور اگر معلوم ہو کہ باندی نے مولی کی جورو کی اطاعت مین کیا ہی تو مولی حانث ہو جائیگا اور اگر اس معاملہ مین کوئی دلیل نہو تو باندی سے دریافت کیا جائیگا اور جو کچھ اُسنے کہا کہ مین نے مولے کے واسطے کیا ہی یا مولی کی جورو کی اطاعت کی ہی وہ قبول کیا جائیگا ایسا ہی کتاب مین مذکور ہی اور مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ احتمال ہی کہ صورت مسئلہ کی یون ہو کہ اس دار کے لوگون نے باندی سے کوئی چیز مانگی کہ اُسنے نہ دی پھر مولے کو اسکی خبر دی گئی تو اُسنے برا مانا پس اُسکی جورو نے باندی سے کہا کہ مولی کے گھر سے اس سے اچھی چیز اٹھا کر اُس دار مین پہونچا دے پھر باقی مسئلہ وہی ہی جو آخر تک مذکور ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ ایک مولی کی دکان سے کسی غیر کا کپڑا جاتا رہا پس مولی نے اپنے نوکر کو تہمت لگائی پس نوکر نے کہا کہ اگر من برداشتہ ام زن من سہ طلاق یعنی اگر مین نے تیرا نقصان کیا ہی تو میری جورو کو تین طلاق ہین حالانکہ نوکر ہی اسکو لے گیا تھا تو اُسکی جورو پر تین طلاق پڑ جاوینگی۔ ایک شخص راہ مین جاتا تھا اُسکو چورون نے پکڑا اور اُسکے پاس جو درم تھے وہ چھین لیے اور اُس سے اُسکی جورو پر تین طلاق کی قسم لی کہ اُسکے پاس سوا ان درمون کے جو لیے ہین اور درم نہین ہین پس اُسنے قسم کھائی پس اگر اُسکے پاس تین درمون سے کم ہون تو قسم مین جھوٹا نہوگا اور اگر اُسکے پاس تین درم یا زیادہ ہون پس اگر اُس سے جورو کی طلاق کی قسم لی ہو تو جورو پر طلاق پڑ جائیگی اگرچہ وہ نہ جانتا ہو اور اگر اللہ تعالی کی قسم ہو تو اسپر کفارہ لازم نہوگا اسواسطے کہ اگر وہ جانتا ہوگا تو یمین غموس ہوا اور اگر نہ جانتا ہوگا تو قسم لغو ہی۔ اور اگر فارسی مین قسم کھائی کہ اگر با من درم ہست پس تو طالقہ ہستی پس اگر اُسکے پاس ایک درم یا زیادہ ہون تو یہی وہی تفصیل ہی جو مذکور ہوئی۔ اور اگر یون کہا کہ اگر با من چیزے ہست پس اگر اُسکے پاس ایسی چیز ہو کہ اگر وہ جانے تو یقین لین تو حانث ہوگا اور اگر ایسی چیز جانی ہو کہ نہ لینگے تو حانث نہوگا۔ ایک مرد کو چورون نے لوٹ لیا بعد اُس سے جورو کی طلاق کی قسم لی کہ ہمارے فعل سے کسی کو خبر نہ کیجیو پھر قافلہ اُسکے سامنے آیا پس اُسنے قافلہ والون سے کہا کہ راستہ پر شیر بیٹھا ہین پس قافلہ والے سمجھ گئے اور لوٹ گئے

پس اگر اسنے بھیڑیے کہنے سے چوروں کو مراد لیا تو حانث ہو جائیگا اور اگر اسنے حقیقت میں بھیڑیے مراد لیے اور
اس غرض سے کہا کہ یہ لوگ بھیڑیوں کے خوف سے واپس ہو جاویں تو حانث نہوگا - اور اگر ایک نے کہا کہ اس
رات میرے یہاں جماعت یعنی گروہ آیا اور سب چیزیں لیگئے اور مجھ سے قسم لی کہ میں انکے ناموں سے خبر دوں
اور دے میرے ساتھی کو جو میں ہیں پس اگر اسنے انکے نام تحریر کر دیے تو بھی حانث ہو جائیگا تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ اسکے
شہر والوں کے نام لکھ کر اسکے سامنے پیش کیے جاویں اور کہا جاوے کہ یہ تھا تو وہ کہے کہ نہیں پھر دوسرا پیش کیا جاوے
یہاں تک کہ جب ان لٹیروں میں سے کسی کا نام آوے تو وہ خاموش رہے یا کہے کہ میں کچھ نہیں کہتا پس بات ظاہر
ہو جائیگی اور یہ مرد بھی حانث نہوگا یہ فتاوی کبری میں ہے - ایک مرد کا ایک کپڑا تھا اُس سے کسی چور نے چرا لیا
یا غاصب نے غصب کر لیا پھر سے کے مالک نے قسم کھائی کہ اگر کپڑا میرا ہو (یعنی وہی کپڑا جو مذکور ہوا
ہوا اُسی طرف اشارہ ہے) تو میری جورو طالقہ ہے تو اس مسئلہ میں تین صورتیں ہیں - اول آنکہ یہ بات معلوم ہو جاوے
کہ وہ کپڑا اسوقت وہی ہے تو اسکی جورو طالقہ ہو جائیگی دوم آنکہ یہ بات معلوم ہو جاوے کہ نابود ہو گیا تو طالقہ نہوگی - سوم
آنکہ دونوں میں سے کوئی بات معلوم نہیں ہوئی تو بھی جورو طالقہ ہو جائیگی اسواسطے کہ موجود ہونا اصل ہے یہ محیط
و مزید میں ہے - اور اگر فارسی میں کہا کہ اگر کسے را نبید دہم زن من طلاق یعنی اگر کسی کو شراب دوں تو میری جورو کو
طلاق تو قسم اسکی نیت پر ہوگی یعنے اگر دینے سے ہبہ دینے کی نیت کی تو پلانے سے حانث نہوگا اور اگر پلانے کی
نیت کی تو ہبہ دینے سے حانث نہوگا اور اگر اسکی کچھ نیت نہو تو اگر دیگا یا پلاویگا بہرحال حانث ہو جاویگا
یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور فتاوی میں ہے کہ ایک مرد کو اسکی جورو نے شراب پینے پر عتاب کیا پس اسنے کہا کہ اگر میں نے
اُسکا پینا ہمیشہ چھوڑ دیا تو تو طالقہ ہے پس اگر اسکا عزم ہو کہ اسکا پینا نہ چھوڑیگا تو حانث نہوگا اگرچہ نہ پیتا ہو یہ خلاصہ
میں ہے - ایک مرد نے برسام کی بیماری میں اپنا اچھا ہونے کے بعد کہا کہ میں نے اپنی عورت کو طلاق دی پھر کہا کہ
میں نے یہ اسی واسطے کہا کہ مجھے یہ وہم ہوا کہ برسام میں جو لفظ میں نے اپنی زبان سے نکالا ہے وہ واقع ہو گیا ہے پس
اگر اسکے ذکر کا سبب کہ بیچ میں ایسا لفظ کہا ہو تو تصدیق کیجائیگی ورنہ نہیں - ایک طفل نے یمین میں کہا کہ اگر میں نے
مسکر کو پیا تو میری جورو طالقہ ہے پھر اسنے لڑکپن ہی میں اسکو پیا تو طلاق واقع نہوگی اور اگر اسکی جورو نے یہ بات سنی
اور کہا کہ میری لڑکی تجھ پر حرام ہو گئی بوجہ اس قسم کے تو اسنے جواب دیا کہ ہاں حرام ہو گئی تو یہ قول اس طفل بالغ شدہ
کی طرف سے حرمت کا اقرار ہے اور ایک طلاق بائن طلاق ہونے میں اسی طفل کا قول قبول ہوگا اور امام ظہیرالدین
وغیرہ نے اس مسئلہ میں اور مسئلہ برسام میں فتوی دیا ہے کہ طلاق نہیں پڑیگی اسواسطے کہ یہ قول جس سے طلاق واقع
ہونے کا حکم دیا جاوے بنا بر غیر واقع ہے تو یہ چیز [illegible] - اور اگر قسم کھائی کہ اگر تو میری بلا اجازت باہر
نکلی تو تو طالقہ ہے پس عورت نے قصد کیا اور اسنے نکلنے کا قصد کیا پس لوگوں نے اسکو روکا پس شوہر نے کہا کہ چھوڑ دو
اسکو نکل جانے دو اور شوہر کی کچھ نیت نہیں ہے تو یہ اجازت نہوگی - اور اگر اجازت دینے کی نیت ہو تو بدلالت
اجازت ثابت ہو جائیگی - اور اگر غصہ میں عورت سے کہا کہ تو نکل اور اسکی کچھ نیت نہیں ہے تو یہ اجازت دینے پر محمول
کیا جائیگا لیکن اگر اسنے یہ نیت کی کہ تو نکل تاکہ تو طالقہ ہو جاوے تو ایسا ہی ہوگا یہ خلاصہ میں ہے - اور اگر عورت سے کہا
کہ اگر تو دار میں سے نکلی الا باجازت میری تو تو طالقہ ہے پھر اسنے کسی بھیک مانگنے والے کو سنا کہ وہ صدا دیتا ہے پس

عورت سے کہا کہ سائل کو یہ ٹکڑا دیدے پس اگر سائل ایسی جگہ ہو کہ عورت بدون گھر سے نکلے اسکو نہیں دے سکتی ہو تو
نکلنے سے طالقہ نہوگی اور اگر بغیر باہر نکلے دے سکتی تھی پھر باہر نکلی تو طالقہ ہو جائیگی۔ اور اگر شوہر کے اجازت دینے کے
وقت سائل ایسی جگہ ہو کہ عورت اسکو بدون باہر نکلے دے سکتی ہو پھر وہ سائل راستہ پر چلا گیا پس عورت نے نکلکر
اسکو ٹکڑا دیدیا تو حانث ہوگا اور طلاق واقع ہوگی۔ قال المترجم فی المسئلۃ نوع تشدد فافہم۔ عورت سے کہا کہ اگر تو
میری بلا اجازت اس دار سے نکلی تو تو طالقہ ہے پس اسکی عورت نے اس سے کہا کہ تو چاہتا ہے کہ میں نکلوں تاکہ طالقہ ہو جاؤں
پس شوہر نے کہا کہ ہاں پس وہ نکلی تو طالقہ ہو جائیگی اسواسطے کہ یہ تہدید ہے اجازت نہیں ہے۔ اور اگر عورت دروازہ
کی دہلیز پر کھڑی ہوئی اور کچھ قدم اسکا ایسا تھا کہ اگر دروازہ بند کر دیا جاتا تو وہ باہر رہتا پس اگر عورت کا پورا سہارا
و اعتماد اسقدر قدم پر ہو جو داخل میں ہے یا دونوں ٹانگوں پر تھا تو طالقہ نہوگی اور اگر اسی قدر حصہ قدم پر ہو جو باہر
رہتا ہے تو طالقہ ہو جائیگی یہ فتاوی کبری میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ اگر تو اس دار سے بغیر میری اجازت نکلی
تو تو طالقہ ہے پھر عربی زبان میں مرد نے اسکو اجازت دی حالانکہ وہ عربی نہیں جانتی ہے پھر وہ نکلی تو طالقہ ہو جائیگی
اور اسکی نظیر یہ ہے کہ اگر عورت سوتی تھی یا کہیں غائب تھی اور اس حال میں اسکو اجازت دی تو نکلنے سے طالقہ
ہوگی ایسا ہی نوازل میں مذکور ہے اور ایمان الاصل میں لکھا ہے کہ اگر ایسی طرح اسکو اجازت دی کہ وہ سنتی نہیں
سنتی تو یہ اجازت نہوگی اور اگر اسکے بعد نکلی تو طالقہ ہو جائیگی یہ امام اعظم و امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے۔ اور منتقی میں
لکھا ہے کہ اگر اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو باہر نکلی الا میری اجازت سے تو اجازت یوں ہو کہ دیوار کے پاس سے
اسطرح کہے کہ وہ سنے یا ایلچی بھیجکر سنا دے۔ اور اگر اسنے اجازت دینے پر ایک قوم کو گواہ کر لیا تو یہ اجازت نہوگی
پھر اگر انھیں لوگوں نے جنکو شوہر نے اجازت دینے پر گواہ کیا ہے عورت کو پہونچا دیا کہ شوہر نے تجھکو باہر نکلنے کی
اجازت دیدی ہے تو اگر شوہر نے ان لوگوں کو حکم نہیں دیا تھا کہ تم پہونچا دو تو عورت کے نکلنے سے عورت پر طلاق
پڑ جائیگی اور اگر شوہر نے انکو حکم دیا ہو کہ تم اسکو یہ پیام پہونچا دو تو پھر عورت کے نکلنے سے عورت پر طلاق واقع
نہوگی۔ اور اگر شوہر نے کہا کہ اگر تو میرے بلا ارادہ یا بلا خواہش یا بلا رضامندی اس دار سے باہر نکلی تو تو طالقہ ہے
تو واضح رہے کہ ارادہ و خواہش و رضامندی ان الفاظ میں عورت کے سننے کی ضرورت نہیں ہے کہ اسکی رضامندی
وارادہ کو سننے پر چنانچہ اگر شوہر نے کہدیا کہ میں راضی ہوا یا میں نے چاہا ہے پھر وہ عورت نکلی تو طالقہ نہوگی اگرچہ
عورت نے شوہر کا اسطرح کہنا نہ سنا ہو اور یہ بلا خلاف ہے۔ اور نوازل میں لکھا ہے کہ عورت سے کہا کہ اگر تو میری
بلا اجازت نکلی تو تو طالقہ ہے پس عورت نے شوہر سے اپنے بعض قرابت داروں کے یہاں جانے کی اجازت مانگی
اور مرد نے اجازت دیدی مگر عورت وہاں تو نہ گئی لیکن گھر میں جھاڑو دینے میں دروازے کے باہر نکل گئی تو طلاق
واقع ہو جائیگی۔ اور اگر شوہر کے اجازت دینے کے وقت تو نہ گئی پھر دوسرے وقت انھیں رشتہ داروں کے
یہاں گئی جنکے یہاں جانے کی مرد نے اجازت دی تھی تو فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ اسپر طلاق واقع ہوگی اسواسطے
کہ عادت کے موافق یہ اجازت اسی وقت کے واسطے تھی یہ محیط میں ہے۔ اگر اسنے قسم کھائی کہ شہر سے باہر نہ جائیگا
اور اگر جاوے تو اسکی جورو مسماۃ عائشہ طالقہ ہے حالانکہ اسکی جورو کا نام فاطمہ ہو تو نکلنے سے اسپر طلاق واقع
نہوگی یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور اگر عورت نے کہا کہ مجھے میرے بعض اہل کے یہاں جانے کی اجازت دیدے پس

قال المترجم یہ عادت بلاد ایران [illegible]

اُسنے اجازت دی تو عورت کے بعض اہل اس عبارت مین اسکے والدین قرار دیے جاوینگے اور اگر وہ زندہ نہون تو
اُسکے اہل مین اُسکا ہر ذی رحم محرم ہی جس سے نکاح کبھی جائز نہین ہی۔ اور اگر اُسکے والدین زندہ ہون مگر
ہر ایک کا گھر علیحدہ ہو یعنی یہ صورت ہو کہ باپ نے اُسکی مان کو طلاق دی اور مان نے دوسرا شوہر کیا اور باپ
نے دوسری جورو کی تو ایسی حالت مین اس عورت کا اہل باپ کا گھر ہی۔ عورت سے کہا کہ اگر تو نکلی تو طلاق واقع
ہوگی پھر وہ نکلی تو طلاق واقع نہوگی اسواسطے کہ اُسنے اضافت چھوڑ دی ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ عورت سے کہا کہ اگر تو
دار مین سے نکلی سواے میری اجازت کے تو تو طالقہ ہی پس اس دار مین آگ لگنا یا غرق ہونا واقع ہوا پس عورت
نکل بھاگی تو مرد حانث نہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو اس کوٹھری سے بغیر میری اجازت
نکلی تو تو طالقہ ہی اور عورت نے اپنی املاک مین سے کوئی چادر دو درہم کو رہن کی تھی پس شوہر سے کہا کہ اجازت دیدے تو
اُسنے کہا کہ اچھا جا اور درہم لیکر مرہون پر قبضہ دلا دے پھر وہ نکلی اور گئی اور مرتہن کو نہ پایا چنانچہ اُسکو چندبار آمد و رفت
کی ضرورت پڑی تو وہ طالقہ نہوگی ایسا ہی امام نسفی نے فتوی دیا ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہی اگر
تو اس دار سے نکلی الا میری اجازت سے یا کہا کہ الا میری رضامندی سے یا کہا کہ الا میری آگاہی سے یا عورت سے کہا کہ
تو طالقہ ہی اور اگر تو اس دار سے نکلی بغیر میری اجازت کے تو یہ سب یکسان ہین اسواسطے کہ کلمہ الا و غیر استثنا کے واسطے
ہین چنانچہ دونون مین یہی حکم ہی کہ ایکبار اجازت دینے سے قسم منتہی نہو جائیگی چنانچہ اگر ایکبار اسکو نکلنے کی اجازت دیدی
اور وہ نکلی پھر دوبارہ بلا اجازت لیے نکلی تو طالقہ ہو جائیگی اور یہ نظیر اس مسئلہ کی ہی کہ عورت سے کہا کہ اگر تو
اس دار سے نکلی الا بچادر تو تو طالقہ ہی پھر وہ بغیر چادر نکلی تو طالقہ ہو جائیگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر عورت کو ایکبار نکلنے
کی اجازت دیدی پھر نکلنے سے پہلے اسکو نکلنے سے ممانعت کردی پھر اسکے بعد وہ نکلی تو طلاق پڑ جاویگی یہ بدائع مین
ہی۔ اور اگر اُسنے کہا کہ اگر تو اس دار سے نکلی الا میری اجازت سے تو تو طالقہ ہی اور الا میری اجازت کہنے سے اس نے
اجازت ایکبار کی نیت کی تو قضاءً اُسکی تصدیق نہوگی اور اسی پر فتوی ہی اسواسطے کہ یہ خلاف ظاہر ہی یہ وجیز کردری
مین ہی حانث نہونے کا حیلہ یہ ہی کہ عورت سے کہدے کہ مین نے تجھکو ہر بار نکلنے کی اجازت دیدی یا کہے کہ ہر بار کہ
تو نکلی تو مین نے تجھے اجازت دیدی ہی تو ایسی صورت مین عورت کے نکلنے سے حانث نہوگا اور اسی طرح اگر کہدیا کہ
ہر بار کہ تو نے نکلنا چاہا تو مین نے تجھکو اجازت دیدی یا مین نے تجھے ہمیشہ نکلنے کی اجازت دی یا یون کہا کہ اذنت
لک کلما خرجت۔ تو بھی یہی حکم ہی اور اسپر اگر اسکے بعد بنہی عام منع کردیا تو امام محمد رح کے نزدیک اسکا نہی کردینا صحیح ہی یہ
سراج الوہاج مین ہی اور یہی امام فضلی رح کا مختار رہا اور اسی پر فتوی ہی۔ اگر کہا کہ مین نے تجھے دس روز اجازت دی
تو وہ اُنمین جب چاہے نکلے جائز ہی۔ اور اگر عورت سے کہا کہ اگر مین نے ایسا کیا یا تو نے ایسا کیا تو مین نے اجازت دی تو یہ
اجازت نہوگی یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہی اگر تو اس دار سے نکلی جبتک کہ مین تجھے اجازت دون یا
حکم دون یا راضی ہون یا آگاہ ہون تو اسمین ایک مرتبہ اجازت دینا کافی ہوگا کہ اگر اُسنے ایک مرتبہ اجازت
دیدی اور وہ نکلی پھر واپس آئی پھر بلا اجازت نکلی تو حانث نہوگا اور اگر اُسنے اپنے قول سے کہ یہانتک کہ مین تجھے
دون ہر بار اجازت دینے کی نیت کی تو بالاجماع اُسکی نیت کے موافق رہیگا یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر عورت سے
کہا کہ تو طالقہ ہی اگر تو اس دار سے باہر نکلی الا آنکہ مین تجھے اجازت دون تو یہ قول اور یہانتک کہ مین تجھے اجازت دون

... طلاق واقع ہوگی ۱۲

سے کہا کہ اگر تو گھر سے میری بلا اجازت نکلی تو تو طالقہ ہے پھر عورت سے کہا کہ میں نے تجھے ہر کام کے واسطے جو تجھے
ظاہر ہو سوائے امر باطل کے اجازت نکلنے کی دی پھر عورت مذکورہ نکلی اور اس پڑوسی کے گھر میں چلی گئی جسکے ساتھ
شوہر متہم کرتا تھا داخل ہوئی پس اگر اسنے نکلنے کے وقت اس پڑوسی کے گھر جانے کی نیت نہیں کی ہو اور کسی اور
امر باطل کی نیت کی تھی تو شوہر حانث نہوگا اگرچہ بعد نکلنے کے عورت سے کوئی امر باطل صادر ہو گیا ہو اسواسطے
کہ وہ امر باطل کے واسطے نہیں نکلی تھی۔ اور اگر اسنے نکلنے کے وقت کسی امر باطل کی نیت کی ہو تو طلاق پڑ جاویگی یہ
فتاوی کبری میں ہے اور اگر اپنی عورت کی طلاق پر قسم کھائی بدین شرط کہ وہ گھر سے باہر نہ جائیگی الا میری اجازت سے
یا سلطان نے کسی مرد سے قسم لی کہ وہ اپنی جورو کی طلاق کی قسم کھاوے کہ شہر سے باہر نہ جائیگا الا میری اجازت سے
یا قرضخواہ نے قرضدار سے اسکی جورو کی طلاق کی قسم لی کہ شہر سے باہر نہ جائیگا الا میری اجازت سے تو یہ قسم قیام زوجیت
وسلطنت و قرضہ کی حالت کے ساتھ مقید ہوگی چنانچہ اگر عورت اس سے بائنہ ہوگئی یا سلطان معزول ہو گیا یا قرضہ
ساقط ہو گیا تو قسم بھی ساقط ہو جائیگی اور پھر کبھی عود نہ کریگی اگرچہ پھر شوہر کو ولایت حاصل ہو جائے اور سلطان والی
ہو جاوے اور قرضہ عود کرے۔ ایک شخص سلطان کے ساتھ نکلا اور اپنی جورو کی طلاق کی قسم کھائی کہ واپس نہوگا الا
اسکی اجازت سے پھر راستہ میں اسکی کوئی چیز گر گئی وہ اسکے لینے کو واپس ہوا تو حانث نہوگا اسکی جورو طالقہ نہوگی
اور اگر ایک مرد نے کہا کہ میری جورو طالقہ ہے اگر میں اس دار سے نکلا الا باجازت فلان کے پھر فلان مذکور قبل
اجازت دینے کے مر گیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے قول پر قسم باطل ہو جائیگی یہ محیط میں ہے۔ ایک مرد نے اپنی جورو
سے کہا کہ اگر تو بغیر حق نکلی تو تو طالقہ ہے پھر وہ اپنے والد یا بھائی کے جنازہ میں نکلی تو طالقہ نہوگی اور اسی طرح
ہر ذی رحم محرم کا حکم ہے اور اسی طرح عروس کی طرف اسکے نکلنے یا جو امر اسپر واجب ہے اسکے واسطے نکلنے کا بھی
یہی حکم ہے یہ بدائع میں ہے۔ ایک شخص سے اسکی جورو سے جھگڑا ہوا پس عورت سے کہا کہ اگر تو آج یہاں سے نکلی پھر
اگر ایک سال تک واپس آئی تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے پھر وہ اسی روز نماز وغیرہ کسی حاجت کے واسطے نکلی پھر
واپس آئی اگر قسم کا سبب اسکا بطور نقل مکان یا سفر کے نکلنا ہو تو طالقہ نہوگی اسواسطے کہ قسم ایسے طور کے نکلنے کے ساتھ
مقید ہوگی یہ فتاوی کبری میں ہے جورو سے کہا کہ اگر تو نے اس طفل کو چھوڑ دیا کہ وہ دار سے باہر نکلا وے تو تو طالقہ ہے پھر وہ اس
طفل سے غافل ہو گئی اور طفل مذکور نکل گیا یا نماز پڑھنے لگی اور وہ نکل گیا تو عورت نے اسکو نہیں چھوڑا پس طالقہ نہوگی یہ
تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک مرد بغداد میں ہے اسنے کہا کہ میری جورو طالقہ ہے ان لم اخرج الی الکوفہ اگر ابھی کوفہ کی طرف نہ نکلا
پھر وہ ایک ساعت ٹھہرا کہ کرایہ والے کے ساتھ کرایہ کی بابت گفتگو کرتا رہا تو مشائخ نے فرمایا کہ وہ اپنی قسم میں
جھوٹا نہوگا اور اسی پر فتوی ہے اور اگر وہ نماز فرض کے واسطے وضو کرنے میں مشغول ہوا یا مثل اسکے کسی کام میں
تو یہ عذر ہے اور اگر صلوۃ نفل کے واسطے وضو میں مشغول ہوا یا کھانے پینے میں مشغول ہوا تو یہ عذر نہیں ہے پس
حانث ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو اپنے والدین کے گھر کی طرف نکلی یعنی وہاں
جانے کو نکلی تو تو طالقہ بسہ طلاق ہے تو یہ قسم اس قصد سے نکلنے پر ہوگی خواہ وہاں پہونچے یا نہ پہونچے اور اگر
کہا کہ اگر تو اپنے والدین کے گھر میں آئی تو یہ قسم وہاں پہونچ جانے پر ہے خواہ انکے مکان کی طرف جانے کا قصد
کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ فتاوی کبری میں ہے اور محمد بن سلمہ رح نے فرمایا کہ جانا بمنزلہ خروج کے ہے یعنی اگر کہا کہ اگر تو اپنے والدین

کے گھر کی طرف گئی تو بمنزلہ نکلی گئی کے ہے اور یہی صحیح ہے اور یہ اسوقت ہے کہ مرد نے کچھ نیت نہ کی ہو اور اگر اس لفظ سے
آنے یا نکلنے کی نیت کی تو موافق اسکی نیت کے ہوگا یہ قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں ہے۔ شیخ ابو القاسم سے
دریافت کیا گیا کہ ایک عورت دریافت میں نکلی یعنی وہاں بسنے کے واسطے نکلی پس شوہر نے کہا کہ اگر وہاں تو تین روز
سے زیادہ رہی تو تو طالقہ ہے پھر وہ تیسرے روز وہاں سے اپنے شوہر کے گاؤں کی طرف واپس ہوئی مگر وہ شوہر کے
گاؤں میں داخل نہ ہوئی بلکہ پھر لوٹ کر وہاں چند روز جا کر رہی تو شیخ نے فرمایا کہ میں طلاق واقع ہونے کا فتویٰ تو
نہیں دیتا ہوں مگر بات یہ ہے کہ اسمیں احتیاط اولیٰ ہے اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ اگر وہ شوہر کے گاؤں
کی آبادی میں داخل ہو کر پھر لوٹ گئی تو طالقہ نہ ہوگی اور اگر آبادی میں داخل نہیں ہوئی تھی تو طالقہ ہو جانا چاہئے یہ
محیط میں ہے۔ اگر عورت سے کہا کہ اگر تو میری کوٹھری سے نکلی تو تو طالقہ ہے پھر عورت کوٹھری سے باہر فقط اعادہ تک
نکلی تو طلاق واقع ہوگی اور فقط اگر تو نکلی جو کہا ہو تو واقع نہ ہوگی الا جبکہ میں نکلنے سے واقع ہوگی اور فتویٰ اسیپر ہے کہ
دونوں صورتوں میں واقع نہ ہوگی الا جبکہ نکلنا میں نکلے اگرچہ بزبان فارسی بولا ہو اور اسی پر فتویٰ ہے یہ ذخیرہ کبریٰ
میں ہے اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو اس دار کے دروازہ سے نکلی تو تو طالقہ ہے پس وہ چھت پر چڑھی اور پڑوسی کے
گھر اتر گئی تو حانث نہ ہوگا یعنی طلاق واقع نہ ہوگی اور یہی اصح ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر
تو اس سیڑھی پر چڑھی یا اپنا پاؤں اسپر رکھا تو تو طالقہ ہے پس عورت نے اپنا ایک پاؤں اسپر رکھا تھا کہ اسکو یاد آگیا
پس وہ لوٹ پڑی تو طالقہ ہو جائیگی اور اگر یوں کہا کہ اگر میں نے اپنا قدم اس دار میں رکھا تو تو طالقہ ہے پس اپنا ایک
قدم اسمیں رکھا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ دار میں قدم رکھنا یہ کنایہ داخل ہونے سے ہو گیا ہے بخلاف ما تقدم کے یہ ظہیریہ
میں ہے اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو اس دار سے نکلی تو تو طالقہ ہے اور اگر تو نے اپنا قدم کوچہ میں رکھا تو تو طالقہ ہے پس
عورت نے کوچہ میں اپنا قدم رکھا تو طالقہ ہو جائیگی۔ ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو اس چھت پر چڑھی تو تو
طالقہ ہے پھر وہ سیڑھی کے فقط چند اونچے پر چڑھی تو طالقہ نہ ہوگی اور یہی مختار ہے اسواسطے کہ وہ چھت پر نہیں چڑھی
ہے یہ تجنیس و مزید میں ہے۔ ایک عورت اپنے دار سے پڑوسی کی چھت پر نکل جاتی ہے پس اسکے شوہر کو غصہ آیا اور کہا
کہ اگر تو اس دار سے پڑوسی کے گھر کی چھت پر نکل گئی یا دروازہ نکلی تو تو طالقہ ہے پھر وہ دوسرے پڑوسی کی چھت
کی طرف نکلی تو حانث نہ ہوگا اور اگر یہ سبب مذکور پہلے نہ ہو چکا ہو تو حانث ہو جائیگا اسواسطے کہ لفظ عام ہے یہ فتاویٰ
کبریٰ میں ہے۔ ایک عورت کوٹھری میں بیٹھی رو رہی تھی پس شوہر نے اپنے خسر سے کہا کہ اگر تیری بیٹی اس کوٹھری سے
نکلکر باہر جا کر وہاں روئی تو وہ طالقہ ہے پھر عورت نکلی اور پھر اپنی کوٹھری میں جا کر رونے لگی تو فقیہ ابو اللیث نے
فرمایا کہ اگر اسکا کوٹھری میں رونا کوئی سنتا ہو تو رونے پر طالقہ ہو جائیگی اسواسطے کہ شوہر نے اسکو رونے
سے اسی واسطے منع کیا تھا اور اگر ایسا نہ ہو تو بعد اسکے وہ اپنے رونے پر طالقہ نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں
ہے نوازل میں ہے کہ شیخ ابو جعفر سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے اپنی عورت کی طلاق کی قسم کھائی اگر وہ اس
دار سے نہ نکلے اور اس دار کے پہلو میں ایک کھنڈل تھا کہ اسکا راستہ شارع عام کی طرف کھلا تھا اور مرد نے اس
کھنڈل کا شارع عام کا راستہ بند کر کے اپنے دار میں ایک کھڑکی اس کھنڈل کی طرف پھوڑ دی تھی بغرض منفعت کے پھر
یہ عورت اس کھڑکی سے باہر نکلی تو شیخ نے فرمایا کہ اگر یہ کھنڈل اسکے دار سے جدا ہو تو مجھے امید ہے کہ وہ حانث نہوگا

یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ عورت سے کہا کہ اگر تو اس دار سے نکلی تو تو طالقہ ہے پھر عورت اس دار کے اندر باغ انگور
میں جسکے چاروں طرف دیوار ہے داخل ہوئی پس اگر یہ باغ اس دار میں شمار ہو کر دار کے بیان کرنے سے باغ
مذکور فہم میں آ جاتا ہو تو حانث نہو گا اور اگر شمار نہوا اور نہ مفہوم ہوتا ہو تو حانث ہو گا اسواسطے کہ پہلی
صورت میں باغ مذکور اسی دار میں ہے اور دوسری صورت میں نہیں ہے۔ اور دار میں جبھی شمار ہو گا اور جب ہی دار
کے ذکر سے مفہوم ہو گا کہ جب وہ بڑا نہو یا اسکا دروازہ غیر دار مذکور کی طرف نہو یہ فتاوے کبری میں ہے۔ ایک
عورت اپنے والدین کے گھر کی طرف گئی جسکا گھر دوسرے گانوں میں ہے اور اسکا شوہر اسکے پیچھے گیا اور جا کر عورت
سے کہا کہ میرے گھر لوٹ چل پس اسنے انکار کیا پس شوہر نے قسم کھائی کہ اگر تو اس رات میرے گھر نگئی تو تجھے طلاق ہے
پس عورت شوہر کے ساتھ نکلی اور شوہر اسکو بعد طلوع فجر ہونے سے پہلے اپنے گھر لے آیا تو علما نے فرمایا کہ اگر اکثر رات
اُسی گانوں میں تھا تو اسکے حانث ہونے کا خوف ہے اور اگر اکثر رات گذرنے سے پہلے چلی ہو تو امید ہے کہ وہ حانث
نہو گا اور صحیح یہ ہے کہ اگر رات گذرنے سے پہلے وہ شوہر کے ساتھ چلی آئی تو وہ حانث نہو گا۔ ایک عورت اپنے باپ
کے گھر شوہر کے ساتھ گئی تھی پس شوہر نے اُس سے کہا کہ تو میرے ساتھ چل پس عورت نے انکار کیا پس شوہر نے اس سے
کہا کہ اگر تو میرے ساتھ نگئی تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے پس شوہر نکلا اور عورت بھی اُسکے پیچھے نکلی اور شوہر سے پہلے
اسکے گھر پہونچی تو علما نے فرمایا کہ اگر شوہر سے اتنی دیر بعد نکلی کہ یہ اسکے ساتھ نکلنا نہیں شمار کیا جاتا ہے تو مرد حانث
ہو جائیگا۔ ایک مرد نے اپنی جورو سے اسکے نکلتے وقت کہا کہ اگر تو میرے گھر واپس آئی تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے پس جورو
بیٹھ گئی اور دیر تک نہ نکلی پھر نکلی پھر واپس آئی پس شوہر نے کہا کہ میں نے فی الفور نیت کی تھی تو بعض نے فرمایا کہ قضاءً اسکی
تصدیق نہو گی اور بعض نے کہا کہ تصدیق ہو گی اور یہی صحیح ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی جورو کو جماع کے واسطے
بلایا اور اسنے انکار کیا پس شوہر نے کہا کہ ایسا کب ہو گا اسنے کہا کہ کل کے روز پس شوہر نے کہا کہ اگر تو نے
یہ امر جو مراد ہے کل کے روز نہ کیا تو تو طالقہ ہے پھر دونوں اسکو بھول گئے یہانتک کہ کل کا روز گذر گیا تو وہ حانث
نہو گا اگر عورت سے اسکے باپ کے گھر ہونے کی حالت میں کہا کہ اگر تو آج کی رات میرے گھر حاضر نہوئی تو تو
طالقہ ہے پھر اسکے باپ نے اُسکو حاضر ہونے سے روکا تو طالقہ ہو جائیگی اور یہی مختار ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ ایک
مرد کے سامنے ایک عورت چادر میں لپٹی ہوئی تھی پس اُس سے کہا گیا کہ یہ لپیٹی ہوئی عورت تیری جورو ہے پھر
اُس سے کہا کہ تو تین طلاق کی قسم کھا اگر تیری کوئی جورو اسکے سوا ہے نہو پس اسنے تین طلاق کی قسم کھائی کہ میری
کوئی جورو سوا اسکے نہیں ہے پس اگر ہو تو اسپر تین طلاق ہیں حالانکہ یہ لپیٹی ہوئی عورت ایک اجنبیہ عورت تھی اسکی
جورو نہ تھی تو اسمیں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور فتوی اس امر پر ہے کہ قضاءً اسکی جورو پر طلاق واقع ہو گی۔ اور
اسیطرح اگر بلخ میں ایک عورت سے نکاح کیا پھر یہ عورت بغیر اسکے علم کے ترمذ کو چلی گئی پھر عورت کے شوہر نے قسم کھائی
کہ اگر ترمذ میں اسکی کوئی جورو ہو تو وہ طالقہ ہے تو اُسکی جورو طالقہ ہو جائیگی یہ فتاوے قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک مرد
نے چاہا کہ ایک عورت سے نکاح کرے اور اس عورت کے لوگوں نے اس مرد کے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کیا اسواسطے
کہ اسکی دوسری جورو موجود تھی پھر یہ مرد اپنی پہلی جورو کو اپنے ساتھ مقبرہ میں لیجا کر بٹھلا آیا پھر اس عورت کے لوگوں
سے کہا کہ میری ہر جورو سوا اسکے جو مقبرہ میں ہے بسہ طلاق طالقہ ہے پس ان لوگوں نے گمان کیا کہ اسکی کوئی جورو

وہ وہ نہیں ہو پس اسکے ساتھ نکاح کر دیا تو نکاح صحیح ہوگا اور وہ حانث بھی ہوگا یہ فتاوی کبری میں ہو اگر ایک
شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو کل کے روز میرے انگرکھا نہ لائی تو تو طالقہ ہو پس جورو نے دوسرے روز یہ
انگرکھا ایک آدمی کے ہاتھ بھیج کر دیا پس اگر شوہر نے اپنے پاس بھیج دینے کی نیت کی ہو تو حانث نہوگا
اور اگر یہ نیت کی ہو کہ عورت خود لاوے یا کچھ نیت نہو تو حانث ہو جائیگا یہ محیط میں ہو ایک شخص نے
اپنے قرضدار سے کہا کہ تیری جورو پر طلاق ہو اگر تو نے میرا قرضہ ادا نہ کیا پس قرضدار نے کہا کہ ہاں پس قرضخواہ نے
اس سے کہا کہ یوں کہو کہ نعم یعنی ہاں پس اسنے کہا کہ نعم یعنی ہاں اور اسکے جواب کا قصد کیا تو قسم لازم ہوگی اگر چہ قول
واسکے جواب کے درمیان انقطاع پایا گیا ہو یہ خزانۃ المفتین میں ہو ایک مرد نے دوسرے پر ہزار درم کا دعوی کیا پس
مدعا علیہ نے کہا کہ میری جورو طالقہ ہو اگر تیرے مجھ پر ہزار درم ہوں پس مدعی نے کہا کہ اگر تیرے مجھ پر ہزار درم نہوں
تو میری جورو طالقہ ہو پھر مدعی نے اپنے حق پر گواہ قائم کیے اور قاضی نے موافق شرع کے گواہوں پر ہزار درم ہونیکا
حکم دیدیا تو مدعا علیہ اور اسکی جورو کے درمیان تفریق کر دیجائیگی اور یہ قول امام ابو یوسف رحمہ کا ہو اور امام محمد رحمہ سے
دو روایتوں میں سے ایک روایت یہی ہو اور اسی پر فتوی ہو یہ محیط میں ہو اگر مدعا علیہ نے اسکے بعد گواہ قائم کیے کہ میں نے
مدعی مذکور کے دعوی سے پہلے اسکو ہزار درم ادا کر دیے ہیں تو مدعا علیہ و اسکی جورو کے درمیان قاضی کا تفریق کرنا
باطل ہو جائیگا اور مدعی کی جورو طالقہ ہو جائیگی بشرطیکہ مدعی کے زعم میں یہ ہو کہ مدعا علیہ پر ان ہزار درموں کے
سوا اسکے اور کچھ نہ تھے۔ اور اگر مدعی نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ مدعا علیہ نے ہزار درم کا اقرار کیا ہو تو مشائخ نے فرمایا
کہ قاضی اس مدعا علیہ و اسکی جورو کے درمیان تفریق نہیں کریگا آخر تاچہ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ مشکل ہو
اسواسطے کہ جو امر گواہوں سے ثابت ہو وہ مثل آنکھوں سے مشاہدہ سے ثابت ہو جانے کے ہو اور قاضی آنکھوں سے
مدعا علیہ کا ہزار درم کا اقرار مدعی کے لیے معاینہ کرتا تو مدعا علیہ و اسکی جورو کے درمیان تفریق کرتا واللہ اعلم یہ
فتاوی قاضیخان میں ہو۔ اور اگر عورت سے کہا کہ اگر تو نے مجھے گالی کی بری باتیں میں تو تو طالقہ ہو پس عورت نے
اسپر لعنت کی تو ایک طلاق واقع ہوگی یہ فتاوی کبری میں ہو۔ اور نوازل میں لکھا ہو کہ فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ
ہم اسی کو لیتے ہیں یہ تاتارخانیہ میں ہو۔ اور اگر عورت نے کہا کہ اللہ تعالی تجھمیں برکت نہ دے تو طالقہ نہوگی اور اسیطرح
اگر کہا کہ اے گدھے اے جاہل اے بیوقوف تو طالقہ نہوگی اسواسطے کہ یہ گالی نہیں ہو یہ محیط میں ہو اور اگر عورت سے کہا کہ
اگر تو نے مجھے شتم کیا تو تو طالقہ ہو پس عورت نے اسپر لعنت کی تو طالقہ ہو جائیگی یہ ظہیریہ میں ہو۔ عورت سے کہا کہ
اگر تو نے میری ماں کو شتم کیا یا بدی کے ساتھ اسکا ذکر کیا تو تو طالقہ ہو پھر عورت سے کہا کہ تیری ماں سلام علیک کہتی
پس عورت نے کہا کہ نہیں مابکر تیری ماں پس اگر یہ شہر بلخ میں ہو اور ایسے شہر میں کہ جہاں سوال کرنے والے و
مانگنے والے کو سلام علیک کہتے ہیں تو عورت پر طلاق پڑ جائیگی اور شہر ہاے ماوراء النہر وغیرہ میں اس لفظ کو شتم
نہیں گنتے ہیں اور نہ بدی سے یاد کرنا جانتے ہیں وہاں ایسے لفظ سے حانث نہوگا۔ عورت و مرد کے درمیان
مرد کی بہن کی بابت کچھ جھگڑا ہوا پس شوہر نے عورت سے کہا کہ اگر تو نے میری بہن کو میرے سامنے گالی دی تو
تو تین طلاق طالقہ ہو پھر ایک روز آیا تو دیکھا کہ اسکی جورو اسکی بہن سے جھگڑتی اور اسکو گالی دیتی ہو پس شوہر
نے اسکی گالی سنی کہ اسنے شوہر کی بہن کو دی اور عورت اپنے شوہر کو دیکھتی تھی تو طالقہ ہو جائیگی اسواسطے کہ شوہر

کے سامنے اسکو گالی دنیا ہی یہ فتاوی کبریٰ میں ہی - ایک مرد نے کہا کہ اگر میں نے کسی کو گالی دی تو میری جورو
طالقہ ہی پھر اُسنے ایک مرد کو گالی دی تو اُسکی جورو طالقہ ہو جائیگی - ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر میں نے
تجکو قذف کیا یعنی زنا کی تہمت لگائی تو تو طالقہ ہی پھر اسکو کہا کہ اے چھنال کی بچی تو طالقہ ہو جائیگی اسواسطے کہ
عرف میں اسکو اسی عورت کا قذف کرنا شمار کرتے ہیں اگرچہ درحقیقت یہ اُسکی ماں کا قذف کرنا ہوتا ہی یہ فتاوی
قاضی خان میں ہی - اور اگر بولا کہ تو نے مجھے قذف کیا تو تو طالقہ ہی پس عورت نے مرد کو کہا کہ اے چھنال کے بچے تو
طلاق نہ پڑیگی اور فقیہ نے فرمایا کہ لیکن ہمارے زمانہ میں واقع ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہی - مرد کو اُسکی جورو نے کہا کہ اے
سفلہ پس مرد نے کہا کہ اگر میں سفلہ ہوں تو تو طالقہ ہی اور اس سے مرد کی مراد تعلیق ہی یعنی اگر ایسا ہو تو ایسا ہی اور
اُسکے کہنے کا بدلا دینا نیت میں نہ تھا تو اگر وہ سفلہ نہو تو طالقہ نہ ہوگی اور مشائخ نے سفلہ کے معنی میں گفتگو کی ہی اور امام
ابو حنیفہ رح سے مروی ہی کہ مسلمان سفلہ نہیں ہوتا ہی اور سفلہ کافر ہی ہوتا ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ فتاوی کبریٰ میں
ہی - اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ سفلہ وہ آدمی ہی کہ اپنے قول میں کچھ مبالات نہ کرے اور جو اسکو کہا جاوے
اسکی بھی کچھ پرواہ نہ کرے اور اسی پر فتوی ہی یہ محیط سرخسی میں ہی - عورت نے مرد کو کہا کہ اے کشخان پس مرد نے کہا
کہ اگر میں کشخان ہوں تو تو طالقہ ہی اور تعلیق کی نیت کی تو شیخ ابو عصمہ مروزی نے فرمایا کہ کشخان اسکو کہتے ہیں
کہ یہ سنے کہ کسی نے اُسکی عورت کی طرف بدی کے ساتھ دست درازی کی اور پھر کچھ پروا نہ کرے اور اگر اُسنے
عورت کو سزا دی تو کشخان نہیں ہی - عورت نے اپنے شوہر کو کہا کہ اے نباک یا اے قلتبان پس کہا کہ اگر میں نباک ہوں یا
اگر میں قلتبان ہوں تو تو بسہ طلاق طالقہ ہی پس اگر شوہر نے اس سے عورت کی گفتگو کے بدلا دینے کی نیت
کی ہو کہ جسکو فارسی میں شتم را باز گردانیدن کہتے ہیں تو کہتے ہی طلاق واقع ہو جائیگی خواہ شوہر ایسا ہو جیسا عورت نے کہا ہی
یا نہو اور اگر شوہر نے اس سے تعلیق طلاق کی نیت کی ہو تو تاوقتیکہ شوہر ایسا نہ ہوگا طلاق واقع نہوگی اور
نباک یا قلتبان ایسے مرد کو کہتے ہیں جو اپنی جورو کی بدکاری پر واقف ہو اور اس پر راضی ہو - اور اگر شوہر کی
اس سے کچھ نیت نہو تو بعضے مشائخ نے اسکو مکافات یعنی بدلا دینے پر محمول کیا ہی اور بعض نے اسکو تعلیق پر
محمول کیا ہی اور بعض نے فرمایا کہ اگر حالت غضب میں اُسنے کہا تو مکافات پر محمول ہوگا اسواسطے کہ یہی ظاہر ہی
اور اگر غیر حالت غصہ میں کہا ہی تو تعلیق پر محمول ہوگا اسواسطے کہ یہی ظاہر ہی - اور اگر عورت نے مرد کو کہا کہ تو قرطبان
ہی پس شوہر نے کہا اگر تو نے جانا کہ میں قرطبان ہوں تو تو بسہ طلاق طالقہ ہی تو طالقہ نہوگی جبتک یہ نہ کہے کہ
میں نے جانا کہ تو قرطبان ہی یہ فتاوی کبریٰ میں ہی - عورت نے خاوند کو کہا کہ اے کوسج پس اُسنے کہا کہ اگر میں کوسج
ہوں تو تو طالقہ ہی اور اس سے تعلیق کی نیت کی تو مختار یہ ہی کہ اگر اسکی داڑھی خفیف ہو تو طالقہ ہوگی
ورنہ نہیں اسواسطے کہ اسی کو عرف میں کوسج کہتے ہیں یہ محیط سرخسی میں ہی - اور کوسج کی تفسیر میں اختلاف ہی
اور اصح یہ ہی کہ اگر اسکی داڑھی خفیف ہو تو وہ کوسج ہی یہ خلاصہ و وجیز کردری میں ہی قال المترجم ہمارے عرف
میں مشہور یہ ہی کہ کوسج وہ ہی جسکی داڑھی نہ نکلے والامر علی العرف فافہم - اور معلی نے امام ابو یوسف رح سے
روایت کی کہ اگر اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو مجھے اسفل سے بھی نہو تو تو طالقہ ہی یہ سب پر ہی قال المترجم ہماری
زبان میں شامل ہی ہاں اگر یوں کہا جاوے کہ اگر تو مجھ سے گندی نہو تو شامل ہی کہ سب پر قرار دیا جاوے واللہ تعالیٰ اعلم -

پس اگر دونو بہ نسبت عورت کے سب مین برابر ہون تو حانث نہوگا اور اگر عورت بزرگ ہو گی تو طالقہ ہو جائیگی اور اگر
اختلاف ہو تو قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا یہ مین ایسا ہی سب مین برابر ہون یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر عورت
سے کہا کہ اگر تو نے مجھے شتم کیا تو تو طالقہ ہے پس عورت نے اپنے شوہر کو جو اس کا فرزند ہو کہا کہ او بلا تو دیکھا
جائیگا کہ اگر عورت نے یہ لفظ مجھ سے کراہت کر کے کہا ہو تو طالقہ ہوگی اور اگر یہ بطور الہدیت کراہت کر کے کہا ہو
تو طالقہ ہو جائیگی یہ محیط مین ہے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر کو کہا کہ ای بلا بہ زادہ پس شوہر نے کہا کہ اگر من بلا بزادہ
ہم تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے تو اسمین تین صورتین ہین یعنی شوہر نے اسکے کلام کا بدلا دینے کا ارادہ کیا یا کچھ نیت نہ کی
یا تعلیق کی نیت کی پس اگر وجہ اول ہو یا ثانی ہو تو اسکا حکم کذا یعنی فوراً طلاق واقع ہو جائیگی اور اگر تیسری
صورت ہو تو قضاءً طالقہ نہوگی کیونکہ شرط نہ پائی گئی اور اگر عورت جانتی ہو کہ یہ زنا کی پیدائش ہے تو اسپر طلاق
واقع ہو جائیگی اسواسطے کہ یہ اسکے حق مین متحقق شرط ہو گیا اور اسکو جاہل مرد کے ساتھ رہنے کی گنجائش نہین ہے اسواسطے
کہ وہ مطلقہ بسہ طلاق ہو گئی یہ تجنیس مین ہے۔ اور اگر عورت نے ایسا لفظ اسوجہ سے کہا کہ طفل مذکور کی کوئی بات ایسی
بری معلوم ہوئی ہو تو طلاق واقع نہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے کلمات یہ ایسا مقام ہے اپنے موقع سے نہین ہے فافہم
ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر مین تیرے بھائی سے تیرے اعمال بیہودہ کے ساتھ جو دنیا مین ہے نہ کہا یعنی دنیا بھر
کے قبیح تجھ مین ہین تیرے بھائی سے نہ کہے تو تو طالقہ ہے تو یہ قسم تین قسم کی قبیح و فواحش پر واقع ہوئی پس اگر عورت کے
تین نوع کے قبیح بیان کر دیئے تو قسم مین سچے ہونے کی شرط متحقق ہو گئی پس چاہیے کہ اسکے بھائی سے بعد بیان کرنے کے
اسی وقت کہدے کہ یہ مین نے اسواسطے تجھ سے بیان کر دیئے کہ مین نے قسم کھائی تھی ورنہ وہ ان باتون سے بری ہے یہ خلاصہ
مین ہے۔ اور نوازل مین لکھا ہے کہ اور اگر اس سے قبل اسکے کہا ہو تو نہین جائز ہے اسواسطے کہ اسکے بعد کوئی قول قبیح نہوگا
یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے بھائی و بہن سے جھگڑا کیا اور پھر فارسی مین دونون سے کہا کہ اگر من شما ہر دو را
فرا ندر نہ کنم زن من طلاق یعنی اگر مین تم دونون کو گدے کی گانڈ مین نہ کر دون تو میری جورو پر طلاق ہے تو مشائخ نے
اسمین اختلاف کیا ہے اور اصح یہ ہے کہ ایسے لفظ سے قہر و غلبہ مراد ہوتا ہے پس وہ حانث نہوگا تاوقتیکہ وہ دونون
نہ مر جاوین یا یہ قسم کھانے والا نہ مرے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے اور بعض نے کہا کہ فی الحال حانث ہو جائیگا اور اسی
پر فتوی ہے جیسا کہ مس السماء کے مسئلہ مین ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور بعض نے فرمایا کہ فی الحال حانث ہو جائیگا اسواسطے کہ
یہ متحقق ہے الا آنکہ اسنے اس کلام سے قہر و غلبہ و دونون کے تنگ کرنے کی نیت کی ہو تو ایسی حالت مین اسکی نیت صحیح ہوگی
اور حانث نہوگا یہانتک کہ قسم کھانیوالا یا وہ دونون مر جاوین قبل اسکے کہ جو اسنے نیت کی ہے وہ کرے اور اسی پر فتوی
ہے یہ فتاوے کبری اور محیط و تجنیس و فتاوے قاضی خان و خلاصہ مین ہے۔ اپنی جورو سے کہا کہ اگر مین نے تجھے غصہ مین
کر دیا تو تو طالقہ ہے پس عورت کے کسی بچہ کو مارا پس عورت غصہ مین آئی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر اسکو کسی ایسے فعل پر
مارا ہے کہ ایسے فعل پر مارنا و ادب دینا چاہیے تو طالقہ نہوگی اور اگر ایسے فعل پر مارا کہ اسپر مارنا و تادیب کرنا نہ چاہیے
تو طالقہ ہو جائیگی یہ محیط مین ہے اور میرے والد سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے حالت غضب مین اپنی جورو
سے کہا کہ اگر مین نے تیری ہڈی پاؤن نہ توڑین اور تیرا گوشت نہ پھاڑا تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے تو فرمایا کہ اگر اسکو ایسا
مارا کہ قریب تھا کہ وہ اپنی جگہ سے نہ ہل سکے تو حانث نہوگا اور یہ کلام کنایہ و مجاز ضرب شدید سے ہے اور نیز سوال کیا گیا

کہ ایک نے اپنی جورو سے کہا کہ ان لم ازن منک الاستحیات فانت طالق ثلثا یعنی اگر تجھسے تیرے حیلا نہ اُڑاؤن تو تو طالقہ
بسہ طلاق ہی تو فرمایا کہ اگر اسکو سخت اذیت دی اور ہر امر مین اس سے مناقشہ کیا تو حانث نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔
ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر مین آج کے روز تیرے بچہ کو ایسا نہ مارون کہ وہ دو ٹکڑے ہو جاوے تو تو بسہ طلاق
طالقہ ہی پھر اسکو زمین پر پٹخ مارا اگر وہ نہ پھٹا تو بسہ طلاق طالقہ ہو جائیگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ
اگر مین تجھے ایسا نہ مارون کہ تجھے نہ زندہ و نہ مردہ چھوڑون تو تو طالقہ ہی تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ قسم سخت شدید
تکلیف دہ مارنے پر واقع ہوگی پس اگر ایسا کیا تو قسم سچی ہو جائیگی اور اگر یہ قید لگائی کہ یہانتک کہ تو مر جاوے
یا بیمار پڑ جاوے یا تو فریاد مانگے تو جبتک حقیقۃ یہ باتین نہ پائی جاوین تبتک قسم مین سچا نہوگا۔ اور اگر عورت سے
کہا کہ اگر مین نے تجھے بغیر جرم مارا تو تو طالقہ ہی پس عورت نے دسترخوان کی روٹی پر پیالہ رکھدیا کہ وہ جھکا اور مرد کے
پاؤن پر شوربا گرا جس سے اُسکو ضرر پہونچا پس مرد نے اسکو مارا تو حانث نہوگا اگرچہ عورت سے بغیر قصد ایسا واقع ہوا
ہی اسواسطے کہ عورت احکام دنیویہ مین اپنی خطا پر ماخوذ ہی مگر ہان گناہ اسکے ذمہ سے ساقط ہی یہ خلاصہ مین ہی ایک
مرد نے کسی دوسرے مرد کو بہت سخت دردناک مار دی پس مار کھانے والے نے کہا کہ اگر مین اسکی سزا نہ کرون تو میری جورو
طالقہ ہی پھر ایک زمانہ گذر گیا اور اُسنے بدلا نہ لیا تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ قسم شرعی بدلے قصاص وارش و تعزیر وغیرہ پر
واقع نہ ہوگی بلکہ فقط برائی پہونچانے پر واقع ہوگی خواہ کسی طرح ہو پس اگر بفور برائی پہونچانے کی نیت کی تو وقوع
فی الفور پر ہے اور اگر یہ نیت نہ کی ہو تو مطلقًا کسی وقت برائی پہونچانے پر واقع ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی
اور مجموع النوازل مین لکھا ہو کہ اگر دوسرے سے یون کہا کہ اگر مین آج تجھسے وہ نہ کرون جو کرنا چاہیے تو میری جورو
طالقہ ہی پھر یہ روز گذرا حالانکہ اُسکے حق مین کچھ نیکی و بدی نہ کی تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اسکے حق مین اُسنے وہ کیا
جو کرنا چاہیے اور وہ عفو ہی لیکن اگر اُسنے کہا کہ میری مراد اس سے ضرب و شتم تھی تو ایسا نہ کرنے کی صورت مین وہ
حانث ہو جائیگا۔ اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ اگر تجھکو خون کے اندر نہ کرون تو تو طالقہ ہی پس اُسکی ناک مین مارا کہ خون
جاری ہوا اور اسکے کپڑے بھر گئے تو قسم سچی ہو گئی بشرطیکہ اتنی ہی اُسکی مراد ہو اسواسطے کہ ظاہر یہ ہو کہ بالکل خون مین
ڈبو دینا مراد نہین ہی۔ اور اگر کہا کہ اگر اس کوچہ کو ترکستان نہ کردون تو تو طالقہ ہی تو فرمایا کہ اسطرح سچا ہوسکتا ہو کہ اس کوچہ
والون پر بہت سے ترک مسلط کردے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ اگر کل مین تیرے ساتھ وہ نہ کرون جو کتا آٹے کی تھیلی سے کرتا ہی تو تو
طالقہ ہی تو جس سے کہا ہی اُسکے کپڑے کچھ نوچکر اسکو کھینچ کر زمین پر ڈال دے تو قسم مین سچا ہو جائیگا یہ خلاصہ مین ہی معلی نے کہا کہ
مین نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ ضرور مین تجھکو مارونگا حتی کہ تجھکو قتل کردونگا یا تو مردہ اُٹھائی
جائیگی ورنہ تو طالقہ ہی اور اُسکی کچھ نیت نہین ہی تو فرمایا کہ اگر عورت کو سخت شدید ضرب سے مارا تو قسم مین سچا ہو جائیگا
یہ بدائع مین ہی۔ ایک نے جورو سے کہا کہ اگر تو مجھسے نزدیک ہوئی تو تو طالقہ ہی پس اسکے بچہ کو مارا پس عورت نزدیک
آئی تاکہ مار سے بچاوے پس اگر اتنا قریب ہو گئی کہ اگر اپنا ہاتھ بڑھاتی تو دونون کو الگ کر دیتی تو حانث ہو جائیگا یہ
خلاصہ مین ہی۔ اپنے غلام سے کہا کہ اگر مجھے تجھسے لقا حاصل ہوئی پس مین نے تجھے نہ مارا تو میری جورو طالقہ ہی پھر
غلام کو میل بھر پر دیکھا یا کسی کوٹھے کی چھت پر دیکھا کہ اُس تک پہونچ نہین سکتا ہی تو حانث نہوگا یہ فتاوی
کبریٰ مین ہی شیخ ابو الحسنؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد اپنی جورو کو مارتا تھا پس چند عورتون نے اسکا بچانا چاہا پس

ایک قمیص تھی پس اسکو اپنے کندھے پر ڈال لیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اسکی قسم بطور عادت اسکے پہننے پر واقع ہو گی یہ ظہیریہ
مین ہے۔ عورت سے کہا کہ اگر ریسمان تو بکار آید یعنی تیرا سوت کام مین آوے یا بسود وزیان من اندر آید یعنی میرے
نفع ونقصان مین آوے تو تو طالقہ ہے پس عورت نے اس سوت کو بیچ کر دامون سے پالودہ خریدا اور اپنے شوہر کو
پلایا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ خود سوت یا اسکا ثمن مرد کے سود وزیان مین نہین آیا اسواسطے کہ سود وزیان مین
آنا اسکی ملک مین داخل ہونے سے عبارت ہے اور یہ بات پائی نہ گئی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ فارسی مین عورت
سے کہا کہ اگر رشتۂ تو بکار کردۂ تو بسود وزیان من اندر آید تو بسہ طلاق طالقہ ہے پس عورت نے سوت کات کر خود پہنا
اور اپنے بچون کو پہنایا تو طالقہ نہوگی اور اگر اپنے شوہر کا قرضہ ادا کیا تو بھی طالقہ نہوگی اسواسطے کہ وہ ملک
شوہر مین داخل نہوا اور اگر عورت اسکے گھر کی روٹی و سالن وغیرہ کے کام مین لائی تو بھی طالقہ نہوگی اسواسطے
کہ حانث ہونے کی شرط نہ پائی گئی یہ فتاوے کبری مین ہے۔ اور اگر مرد نے کہا کہ اگر من ترا پوشانم از کار کردہ خویش
تو طالقہ ہستی پھر عورت اپنے شوہر کے پاس سوت لیگئی کہ اجرت پر اسکو بُن دے پس شوہر نے اجرت لیکر اسکو بُن دیا
پھر عورت نے اسکو پہنا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ یہ خود عورت کی کمائی ہے نہ شوہر کی اور اگر روئی شوہر کی ہو تو
بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ حانث ہونے کی شرط یہ ہے کہ پہنا دے اور یہ پائی نہ گئی۔ اور اسی طرح اگر کپڑا مرد کا ہو اور
بدون اسکی اجازت کے عورت نے پہنا تو بھی حانث نہوگا اسواسطے کہ پہنانا پایا نہ گیا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔
اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو نے اپنا ہاتھ تکلے پر رکھا تو تو طالقہ ہے پس عورت نے اپنا ہاتھ تکلہ پر رکھا مگر کاتا نہین تو
طالقہ نہوگی۔ اور اگر جورو سے کہا درحالیکہ وہ عورت کا کاتا کپڑا خود پہنے تھا آن جامہ کہ پوشیدہ ام دریدہ و گذشت اگر از غزل
تو پوشم پس تو طالقہ ہستی یعنی جو کپڑا مین پہنے تھا وہ پھٹ گیا اور جاتا رہا اگر مین تیرے کاتے ہوئے سوت سے پہنون تو تو
طالقہ ہے پھر جو پہنے تھا وہ نہ اتارا تو اسکی جورو طالقہ ہوگی اور اگر یون کہا کہ اگر اسکے سوا سے پہنون تو تو طالقہ ہے پھر نہ
اتارا تو حانث نہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ اور اگر کہا کہ اگر مین تیرا سوت فروخت کردن تو تو طالقہ ہے پھر مرد نے تو کون کا
سوت فروخت کیا جسمین اسکی جورو کا سوت بھی تھا تو حانث ہو جائیگا اگرچہ وہ اس بات کو نجانتا ہو یہ فتاوے
صغری مین ہے۔ ایک عورت اپنے شوہر کے واسطے قبا قطع کرنا چاہتی تھی پس شوہر نے فارسی مین کہا کہ اگر این قبا کہ تو
قطع میکنی اکنون من بپوشم پس تو طالقہ ہستی پھر عورت نے ایک سال کے بعد اسکو قطع کیا اور شوہر نے پہنی تو طالقہ
ہو جائیگی اسواسطے کہ اسکی قسم بطور جلدی پہننے پر نہ تھی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک عورت اپنے شوہر کا مال اٹھا لیجاتی تھی
اور ایک عورت کو دیتی تاکہ اسکے واسطے روئی کات دے پس شوہر نے اُس سے کہا کہ اگر تو نے میرے مال سے کچھ لیا
تو تو طالقہ ہے پھر عورت نے اسکے مال سے کچھ لیکر بقال سے گھر کی ضرورت کی کوئی چیز خریدی یا اُسنے گروہ روٹی
قرض دی یا اسکی پڑوسن اسکے یہان روٹی پکاتی تھی اسکا کچھ آٹا کم پڑا تو عورت نے اسکو آٹا دیا اور شوہر اسکو مکروہ
نہین جانتا تھا بلکہ وہی مکروہ جانتا تھا جو وہ سوت کاتنے کے واسطے دیتی تھی پس اگر عادت یہ نہ تھی کہ شوہر کی اجازت
سے اُسکے مال سے عورت ضروریات کی چیزین خود خریدے تو شوہر حانث ہو جائیگا اور اگر خریدتی ہو تو حانث نہوگا
اسواسطے کہ یہ اتفاق ہے یہ فتاوے کبری مین ہے۔ اور اگر کہا کہ اگر مین نے ان گیہون سے نفع اٹھایا تو میری جورو طالقہ
ہے پھر بیچ کر انکے ثمن سے نفع اٹھایا تو اپنی قسم مین حانث نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک مرد نے ایک سیر گوشت

شوہر یا اسکی جورو سے کہا کہ یہ سیر بہشت کم ہے اور اسپر قسم کھائی پس شوہر نے کہا کہ اگر سیر بھر نہو تو تو طالقہ ہے تو یہ گوشت
تولنے سے پہلے پکا لیا جاوے تو مرد و عورت کوئی حانث نہو گا یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک مرد نے کہا کہ اگر میں نے اس کوٹھری
کی حاجت بنائی تو میری جورو طالقہ ہے پس اس کوٹھری کی دیوار جو اس کوٹھری اور پڑوسی کے درمیان ہے گر پڑی
پس اسکو بنوایا اور قصد یہ کیا کہ پڑوسی کی کوٹھری کی دیوار بنواتا ہے نہ اس کوٹھری کی تو مشائخ نے فرمایا کہ حانث
ہو جائیگا اور اسکی نیت باطل ہے۔ ایک مرد نے کہا کہ اگر میں جھوٹ بولا تو میری جورو طالقہ ہے پھر اس سے کوئی
بات دریافت کی اور اسنے اپنا سر ہلایا کہ جھوٹ تھا پس تو اپنی قسم میں جھوٹا نہو گا تاوقتیکہ جھوٹ زبان سے نہ بولے
یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ایک مرد نے اپنی جورو کی طلاق کی قسم کھائی کہ مسکر نہ پیئے گا پھر اسنے نشہ کی چیز ہی
حلق میں ریختہ کی اور وہ اسکے پیٹ میں چلی گئی پس اگر بغیر اسکے فعل کے پیٹ میں چلی گئی ہو تو حانث نہوگا اور اگر وہ
اپنے منہ میں لیکر رہا پھر اسکے بعد پی گیا تو حانث ہو جائیگا۔ اور اگر عورت سے کہا کہ اگر میں نے شراب پی تو تو طالقہ ہے پھر اسکے
منہ سے بو آئی پھر ایک مرد و دو عورتوں نے گواہی دی تو حد مارنے کے واسطے یہ گواہی قبول نہوگی اور بحق طلاق قبول
ہوگی اور بعض نے کہا کہ جورو پر طلاق واقع ہونے کے حق میں مقبول ہوگی اور یہی فتوی کے واسطے مختار ہے یہ خزانۃ المفتین
میں ہے۔ ایک مرد نے قسم کھائی کہ ایکسال تک کوئی چیز نشہ کی نہ پیئے گا پھر اسنے غیر مجلس شراب میں نشہ کی چیز پی اور
لوگوں نے اسکو نشہ میں دیکھا حالانکہ وہ نشہ کی چیز پینے سے منکر تھا پس ان لوگوں نے قاضی کے یہاں گواہی دی
مگر قاضی نے حکم نہ دیا تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ قاضی پر احتیاط کرے کہ جنسے آنکھ سے پیتے نہیں دیکھا ہے اسکی گواہی
قبول نہ کرے اور عورت اپنے نفس کے واسطے یہ احتیاط کرے کہ خلع کرالے۔ ایک مرد نے دوسرے سے کچھ بات کہنا
تھی کہا کہ یہ نشہ کی بات ہے اسنے کہا کہ میری جورو طالقہ ہے اگر میں نے اسکو نشہ سے کہا ہو اور میں نشہ میں نہیں ہوں تو
مشائخ نے فرمایا کہ اگر اسکا کلام مختلط ہو اور لوگوں کے نزدیک وہ مست نشہ شمار کیا جاتا ہو تو اپنی قسم میں حانث
ہو جائیگا۔ ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر فلاں مرد اپنی جورو کو طلاق دے تو تو بھی طلاق طالقہ ہے پھر فلاں مذکور
میں چلا گیا پھر قسم کھانے والے کی جورو نے گواہ قائم کیے کہ فلاں مذکور نے اپنی جورو کو میرے شوہر کے قسم کھانے کے
بعد طلاق دی ہے تو شیخ ابو نصر الدبوسی نے فرمایا کہ ایسے گواہ قبول نہونگے اور یہی صحیح ہے۔ ایک مرد نے اپنی جورو سے
کہا کہ تو فلاں کے پاس جا کر اس سے قالین واپس لیکر ابھی میرے پاس اٹھا لا اور اگر تو نہ اٹھا لائی تو تو طالقہ ہے
پھر وہ عورت گئی مگر واپس لینے پر قادر نہوئی پھر اس سے دوسرے روز واپس لیا اور شوہر کے پاس اٹھا لائی تو مشائخ نے
فرمایا کہ اپنی قسم میں حانث ہو جائیگا اسواسطے کہ قولہ ابھی میرے پاس اٹھا لا فی الفور لانے پر تخصیص ہے۔ ایک مرد
نے اپنی جورو کو بلایا پس وہ گھر سے باہر نکلی پس کہا کہ اگر تو میرے پاس واپس نہ آئی تو تو طالقہ ہے اور قضیہ عصر کے
وقت واقع ہوا پس عورت عشاء کے وقت واپس آئی تو مشائخ نے فرمایا کہ اپنی قسم میں جھوٹا ہو جائیگا اسواسطے کہ
اسکی قسم فی الفور واپس آنے پر واقع ہوگی اور اگر اسنے کہا کہ میں نے فی الفور کی نیت نہیں کی تھی تو قضاء اسکی
تصدیق نہوگی اگر ایک عورت نکلنے کے واسطے کھڑی ہوئی پس شوہر نے کہا کہ اگر تو نکلی تو تو طالقہ ہے پس وہ بیٹھ گئی
پھر ایک ساعت کے بعد نکلی تو حانث نہوگا۔ مرد نے کہا کہ اگر میں نے ایسا کیا ہو تو میری عورت جو گھر میں ہے اسپر طلاق حالانکہ
اسنے یہ فعل تو کیا تھا مگر قسم کے وقت اسکی جورو گھر میں نہ تھی تو اپنی قسم میں حانث ہوگا اسواسطے کہ اس کلام سے مراد [illegible]

ہوتی ہی اور اگر کہا کہ این زن کہ مرا در این خانہ است یعنی یہ عورت میری کہ اس گھر مین ہی اور اسکی جورو اس گھر مین جسکو
معین کیا ہی نہ تھی تو اسکی جورو پر طلاق نہوگی اسواسطے کہ گھر کو اسطرح معین کرنے کی صورت مین منکوحہ مراد نہین
ہوتی ہی۔ ایک طفل نے کہا کہ اگر مین نے شراب پی تو ہر عورت کہ جس سے مین نکاح کرون تو وہ طالقہ ہی پس اس طفل نے
ایام طفولیت مین شراب پی پھر اسنے بالغ ہونے کے بعد نکاح کیا پھر اسکے خسر نے گمان کیا کہ طلاق واقع ہو گئی ہی
پس اس طفل بالغ شدہ نے بھی کہا کہ ہان مجھپر حرام ہی تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ طفل مذکور کی طرف سے حرمت کا اقرار ہی
پس اگر اُسکی جورو حرام ہو جائیگی اور بعض نے کہا کہ اسکی جورو حرام نہوگی اور یہی صحیح ہی۔ ایک مرد نے اپنی جورو
سے فارسی مین کہا کہ اگر تو امشب بدین خانہ و سباشی پس تو طالقہ ہستی پس اسی وقت وہ اپنے شوہر کے ساتھ نکلی اور
شوہر کے گھر سوئی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر شوہر کی مراد یہ تھی کہ اپنا اسباب کپڑے وغیرہ لیکر یہان سے اٹھ چلے تو اگر اسباب
وغیرہ وہان چھوڑ آئی ہی تو مرد حانث ہو جائیگا اور اگر یہی مراد ہو کہ فقط خود چلے تو حانث نہوگا اور اگر عورت پہر رات
تک شب رہا تو وہ مرد سے حانث ہی پس اگر وہ قسم کھا گیا تو اسکا حساب اللہ تعالی پر ہی اور یہ امر ایسی صورت مین ظاہر ہو کہ
اسنے یون کہا ہو کہ اگر تو دو پہر روز یہان رہی۔ اور اگر سال بھر کا وقت مقرر کیا تو یہ قسم عورت مع اسباب وغیرہ کے
اٹھ آنے پر ہوگی۔ اور اگر اسنے کوئی وقت مقرر نہ کیا اور نہ اسکی قسم کے وقت کچھ نیت کی تھی تو یہ قسم فقط عورت کے
آنے پر محمول ہوگی۔ ایک مرد نے سفر کا ارادہ کیا پس اسکے خسر نے اس سے قسم لی کہ اگر اسکے بعد تو غائب رہا اور تو
شروع ماہ مین عورت کے پاس واپس نہ آیا تو تیری جورو طالقہ ہی پس داماد نے کہا کہ ہست یعنی ہی۔ اور اس سے
زیادہ کچھ نہ کہا پھر مہینہ بھر سے زیادہ غائب رہا تو اسکی جورو طالقہ ہو جائیگی اسواسطے کہ اسنے خسر کے کلام کے جواب
کا قصد کیا ہی اور جواب متضمن اعادہ ما فی السوال ہوتا ہی پس عورت طالقہ ہو جائیگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔
ایک مرد نے اپنے منہ مین لقمہ رکھا پس ایک مرد نے اس سے کہا کہ اگر تو نے اسکو کھایا تو میری جورو طالقہ ہی اور دوسرے
نے اس سے کہا کہ اگر تو نے اسکو نکال دیا تو میرا غلام آزاد ہی تو مشائخ نے فرمایا کہ تھوڑا کھا جاوے اور تھوڑا پھینکدے
تو دونون مین کوئی حانث نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو چڑیا رکھے تو تو
طالقہ ہی پس عورت نے کسی دوسرے کو وہ چڑیا دیدی تاکہ وہ پکڑے رہے پس اگر مرد نے اسوجہ سے قسم کھائی تھی
کہ لوٹ نہ رہے تو حانث نہوگا اور اگر اسوجہ سے کہ عورت چڑیون مین مشغول نہ رہے تو حانث ہو جائیگا یہ
خلاصہ مین ہی۔ اگر اپنی جورو زینب سے کہا کہ تو طالقہ ہی جب مین عمرہ کو طلاق دون اور عمرہ سے کہا کہ تو طالقہ ہی
جب مین زینب کو طلاق دون پھر زینب کو طلاق دی تو عمرہ پر طلاق واقع ہوگی اور زینب پر واقع نہوگی اور
اگر زینب کو طلاق نہ دی بلکہ عمرہ کو طلاق دی تو زینب پر ایک طلاق واقع ہوگی اور عمرہ پر دوسری بھی واقع
ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ صورت اولی مین واجب ہی کہ زینب پر دوسری طلاق بھی واقع ہو اور دوسری صورت
مین واجب ہی کہ عمرہ پر دوسری طلاق واقع نہو اور یہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر اپنی جورو سے
کہا کہ انت طالق لو دخلت الدار تو طالقہ نہوگی یہان تک کہ داخل ہو یہ محیط مین ہی اور اگر عورت سے کہا کہ
انت طالق لو حسن خلقک سوف اراجعک یعنی تو طالقہ ہی اگر تیرے اخلاق اچھے ہو گئے تو عنقریب تجھسے رجعت
کرونگا تو طلاق اسی دم واقع ہو جائیگی اور یہ قسم نہین ہی بلکہ فقط وعدہ ہی یہ فتاوی کرخی مین ہی اور اگر عورت سے

شوہر یا اسکی جورو نے کہا کہ یہ سیر بھر سے کم ہے اور اسپر قسم کھائی پس شوہر نے کہا کہ اگر سیر بھر نہو تو تو طالقہ ہے تو پکا ہوا تولنے سے پہلے پکا لیا جاوے تو مرد و عورت کوئی حانث نہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک مرد نے کہا کہ اگر میں نے اس کوٹھری کی عمارت بنائی تو میری جورو طالقہ ہے پس اس کوٹھری کی دیوار جو اس کوٹھری اور پڑوسی کے درمیان ہے گر پڑی پس اسکو بنوایا اور قصد یہ کیا کہ پڑوسی کی کوٹھری کی دیوار بنواتا ہوں نہ اس کوٹھری کی تو مشائخ نے فرمایا کہ حانث ہو جائیگا اور اسکی نیت باطل ہے۔ ایک مرد نے کہا کہ اگر میں جھوٹ بولا تو میری جورو طالقہ ہے پھر اس سے کوئی بات دریافت کی اور اسنے اپنا سر ہلایا مگر جھوٹ ہے تو اپنی قسم میں جھوٹا نہوگا تاوقتیکہ جھوٹ زبان سے نہ بولے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ایک مرد نے اپنی جورو کی طلاق کی قسم کھائی کہ مسکر نہ پیئے گا پھر اسنے نشہ کی چیز اپنی حالت میں پختہ کی اور وہ اسکے پیٹ میں چلی گئی پس اگر بغیر اسکے فعل کے پیٹ میں چلی گئی ہے تو حانث نہوگا اور اگر وہ اپنے منہ میں لیے رہا پھر اسکے بعد پی گیا تو حانث ہو جائیگا۔ اور اگر عورت نے کہا کہ اگر میں نے خمر پی تو تو طالقہ ہے پھر اسکے خمر پینے پر ایک مرد و دو عورتوں نے گواہی دی تو حد مارنے کے واسطے یہ گواہی قبول نہوگی اور نہ حق طلاق میں قبول ہوگی اور بعض نے کہا کہ جورو پر طلاق واقع ہونے کے حق میں مقبول ہوگی اور یہی فتوی کے واسطے مختار ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک مرد نے قسم کھائی کہ ایکسال تک کوئی چیز نشہ کی نہ پیئے گا پھر اسنے غیر مجلس شراب میں نشہ کی چیز پی اور لوگوں نے اسکو نشہ میں دیکھا حالانکہ وہ نشہ کی چیز پینے سے منکر تھا پس ان لوگوں نے قاضی کے یہاں گواہی دی مگر قاضی نے حکم نہ دیا تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ قاضی یہ احتیاط کرے کہ جسنے آنکھ سے پیتے نہیں دیکھا ہے اسکی گواہی قبول نکرے اور عورت اپنے نفس کے واسطے یہ احتیاط کرے کہ خلع کرا لے۔ ایک مرد نے دوسرے سے جو کچھ بات کہنا تھی کہا کہ یہ نشہ کی بات ہے اسنے کہا کہ میری جورو طالقہ ہے اگر میں نے اسکو نشہ میں کہا ہو اور میں نشہ میں نہیں ہوں تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اسکا کلام مختلط ہوا اور لوگوں کے نزدیک وہ مست نشہ شمار کیا جاتا ہو تو اپنی قسم میں حانث ہو جائیگا ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر فلاں مرد اپنی جورو کو طلاق دے تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے پھر فلاں مذکور کہیں چلا گیا پھر قسم کھانے والے کی جورو نے گواہ قائم کیے کہ فلاں مذکور نے اپنی جورو کو میرے شوہر کے قسم کھانے کے بعد طلاق دی ہے تو شیخ ابو نصر الدبوسی نے فرمایا کہ ایسے گواہ قبول نہونگے اور یہی صحیح ہے۔ ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ تو فلاں کے پاس جا کر اس سے قالین واپس لیکر ابھی میرے پاس اٹھا لا اور اگر تو نہ اٹھا لائی تو تو طالقہ ہے پھر وہ عورت گئی مگر واپس لینے پر قادر نہوئی پھر اس سے دوسرے روز واپس لیا اور شوہر کے پاس اٹھا لائی تو مشائخ نے فرمایا کہ اپنی قسم میں حانث ہو جائیگا اسواسطے کہ قولہ ابھی میرے پاس اٹھا لا فی الفور لانے پر تنصیص ہے۔ ایک مست نے اپنی جورو کو مارا پس وہ گھر سے باہر نکلی پس کہا کہ اگر تو میرے پاس واپس نہ آئی تو تو طالقہ ہے اور قضیہ عصر کے وقت واقع ہوا پس عورت عشاء کے وقت واپس آئی تو مشائخ نے فرمایا کہ اپنی قسم میں جھوٹا ہو جائیگا اسواسطے کہ اسکی قسم فی الفور واپس آنے پر واقع ہوگی اور اگر اسنے کہا کہ میں نے فی الفور کی نیت نہیں کی تھی تو قضاءً اسکی تصدیق نہوگی اگر ایک عورت نکلنے کے واسطے کھڑی ہوئی پس شوہر نے کہا کہ اگر تو نکلی تو تو طالقہ ہے پس وہ بیٹھ گئی پھر ایک ساعت کے بعد نکلی تو حانث نہوگا۔ مرد نے کہا کہ اگر میں نے ایسا کیا ہو تو میری عورت جو گھر میں ہے اسپر طلاق حالانکہ اسنے یہ فعل تو کیا تھا مگر قسم کے وقت اسکی جورو گھر میں نہ تھی تو اپنی قسم میں حانث ہوگا اسواسطے کہ اس کلام سے مراد شناخت

ہوتی ہو اور اگر کہا کہ این زن کہ مرا در این خانہ است یعنی یہ عورت میری کہ اس گھر میں ہو اور اسکی جورو اس گھر میں کسیکو
معین کیا ہو نہ تھی تو اسکی جورو پر طلاق نہوگی اسواسطے کہ گھر کو اسطرح معین کرنے کی صورت میں منکوحہ مراد نہیں
ہوتی ہو۔ ایک طفل نے کہا کہ اگر میں نے شراب پی تو ہر عورت کہ جس سے میں نکاح کروں تو وہ طالقہ ہو پس اس طفل نے
ایام طفولیت میں شراب پی پھر اسنے بالغ ہونے کے بعد نکاح کیا پھر اسکے خسر نے گمان کیا کہ طلاق واقع ہوگئی ہو
پس اس طفل بالغ شدہ نے بھی کہا کہ ہاں مجھپر حرام ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ طفل مذکور کی طرف سے حرمت کا اقرار ہو
پس اسپر اگر اسکی جورو حرام ہو جائیگی اور بعض نے کہا کہ اسکی جورو حرام نہوگی اور یہی صحیح ہو۔ ایک مرد نے اپنی جورو
سے فارسی میں کہا کہ اگر تو امشب بدین خانہ و باشی پس تو طالقہ ہستی پس اسی وقت وہ اپنے شوہر کے ساتھ نکلی اور
شوہر کے گھر سوئی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر شوہر کی مراد یہ تھی کہ اپنا اسباب کپڑے وغیرہ لیکر یہاں سے اٹھ چلے تو اگر اسباب
وغیرہ وہاں چھوڑ آئی ہو تو مرد حانث ہو جائیگا اور اگر یہی مراد ہو کہ فقط خود چلے تو حانث نہوگا اور اگر عورت پر یہ امر
مشتبہ رہا تو وہ مرد سے حلف لے پس اگر وہ قسم کھا گیا تو اسکا حساب اللہ تعالی پر ہو اور یہ امر ایسی صورت میں ظاہر ہو کہ
اسنے یوں کہا ہو کہ اگر تو دو پہر روز یہاں رہی۔ اور اگر سال بھر کا وقت مقرر کیا تو یہ قسم عورت مع اسباب وغیرہ کے
(یعنی کچھ وقت مقرر کیا ۱۲)
اٹھ آنے پر ہوگی۔ اور اگر اسنے کوئی وقت مقرر نہ کیا اور نہ اسکی قسم کے وقت کچھ نیت تھی تو یہ قسم فقط عورت کے
آنے پر محمول ہوگی۔ ایک مرد نے سفر کا ارادہ کیا پس اسکے خسر نے اس سے قسم لی کہ اگر اسکے بعد تو غائب رہا اور تو
شروع ماہ میں عورت کے پاس واپس نہ آیا تو تیری جورو طالقہ ہو پس داماد نے کہا کہ ہست یعنی ہو۔ اور اس سے
زیادہ کچھ نہ کہا پھر مہینہ بھر سے زیادہ غائب رہا تو اسکی جورو طالقہ ہو جائیگی اسواسطے کہ اسنے خسر کے کلام کے جواب
کا قصد کیا ہو اور جواب متضمن اعادہ ما فی السوال ہوتا ہو پس عورت طالقہ ہو جائیگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہو۔
ایک مرد نے اپنے منہ میں لقمہ رکھا پس ایک مرد نے اس سے کہا کہ اگر تو نے اسکو کھایا تو میری جورو طالقہ ہو اور دوسرے
نے اس سے کہا کہ اگر تو نے اسکو نکال دیا تو میرا غلام آزاد ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ تھوڑا کھا جاوے اور تھوڑا پھینک دے
تو دونوں میں کوئی حانث نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہو۔ ایک نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو چرخا رکھے تو تو
طالقہ ہو پس عورت نے کسی دوسرے کو وہ چرخا دیدیا تاکہ وہ رکھے رہے پس اگر مرد نے اسوجہ سے قسم کھائی تھی
کہ لوٹ نہ رہے تو حانث نہوگا اور اگر اسوجہ سے کہ عورت چرخے میں مشغول نہ رہے تو حانث ہو جائیگا یہ
خلاصہ میں ہو۔ اگر اپنی جورو زینب سے کہا کہ تو طالقہ ہو جب میں عمرہ کو طلاق دوں اور عمرہ سے کہا کہ تو طالقہ ہو
جب میں زینب کو طلاق دوں پھر زینب کو طلاق دی تو عمرہ پر طلاق واقع ہوگی اور زینب پر واقع نہوگی اور
اگر زینب کو طلاق نہ دی بلکہ عمرہ کو طلاق دی تو زینب پر ایک طلاق واقع ہوگی اور عمرہ پر دوسری بھی واقع
ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ صورت اولے میں واجب ہو کہ زینب پر دوسری طلاق بھی واقع ہو اور دوسری صورت
میں واجب ہو کہ عمرہ پر دوسری طلاق واقع نہو اور یہی صحیح ہو یہ محیط سرخسی میں ہو۔ اگر اپنی جورو سے
کہا کہ انت طالق لو دخلت الدار تو طالقہ نہوگی یہانتک کہ داخل ہو یہ محیط میں ہو اور اگر عورت سے کہا کہ
(یعنی داخل ہوتے ہی طالقہ ہوگی ۱۲)
انت طالق لو حسن خلقک سوف اراجعک یعنی تو طالقہ ہو اگر تیرے اخلاق اچھے ہوئے تو عنقریب تجھے رجعت
کر لونگا تو طلاق اسی دم واقع ہو جائیگی اور یہ قسم نہیں ہو بلکہ فقط وعدہ ہو یہ فتاوی کبری میں ہو اور اگر عورت سے

کہا کہ انت طالق لما دخلت الدار تو مثل اس قول کے ہے انت طالق ان دخلت الدار پس جبتک داخل نہو
طالقہ نہوگی اسواسطے کہ لا حرف نفی ہے کہ بکلمہ ما اسکی تاکید کی ہے پس گویا اُسنے نفی دخول کی اسی وجہ سے طلاق معلق
بدخول دار ہوگی یہ بدائع میں ہے۔ ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا انت طالق لو دخلت الدار لطلقتک تو یہ قسم اُسکی
طلاق کی ہے جب کہ عورت کے دار میں داخل ہونے پر اسکو طلاق نہ دے گویا اُسنے یون کہا کہ جب تو دار میں داخل ہوگی
تو تجھے طلاق دونگا پس اگر تجھکو طلاق نہ دون تو تو طالقہ ہے پس اگر وہ دار میں داخل ہوئی تو اسکو لازم ہے کہ عورت
کو طلاق دیدے پس اگر طلاق نہ دی یہان تک کہ شوہر مرگیا یا عورت مرگئی تو طلاق پڑجائیگی اور یہ بمنزلہ اس
قول کے ہے کہ اگر تو دار میں داخل ہوئی تو میرا غلام آزاد ہے اگر میں تجھے نہ مارون۔ ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا
کہ ادخلی الدار وانت طالق پس دار میں گئی تو طالقہ ہوگی اسواسطے کہ صیغہ امر کا جواب بحرف واو مثل جواب
شرط بجزم نہیں آتا ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ ایک مرد نے کہا کہ ایۃ امراۃ اتزوجہا فہی طالق یعنی
کوئی عورت کہ میں اس سے نکاح کرون تو وہ طالقہ ہے تو یہ قسم ایک عورت پر واقع ہوگی الا آنکہ اُسنے تمام
عورتوں کی نیت کی ہو اور اگر فارسی میں کہا کہ ہر کدام زن کہ بزنی کنم الخ تو یہ قسم ہر عورت پر واقع ہوگی اور صدر شہید
نے فرمایا کہ مختار یہ ہے کہ ایک ہی عورت پر واقع ہوگی اور اگر یون کہا کہ ایۃ امراۃ زوجت نفسہا منی فہی طالق یعنی جو
کوئی عورت کہ اپنے آپکو میرے نکاح میں دے وہ طالقہ ہے تو یہ سب عورتوں کو شامل ہوگی اور اگر کہا کہ ہر چہ زن بزنی کنم
تو یہ قسم ہر عورت پر ایک بار واقع ہوگی الا آنکہ اُسنے تکرار کی نیت کی ہو اور اگر کہا کہ ہر چہ گاہ زن بزنی کنم تو یہ قسم
ہر عورت پر ایکبار کے واسطے واقع ہوگی اور جب ایکبار اُس سے نکاح کیا تو وہ طالقہ ہوجائیگی اور قسم منحل ہوجائیگی اور اگر
کہا کہ ازین روز تا ہزار سال ہر زنے کہ بزنی کنم پس طالقہ است حالانکہ اُسکی کوئی جورو نہیں ہے پس اس نے کسی عورت سے
نکاح کیا تو طالقہ نہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر زید سے کہا کہ ایۃ نسائی کلمتک یعنی جو میری جورون میں سے تجھ سے کلام کرے
وہ طالقہ ہے پھر سب نے اُس سے کلام کیا تو سب طالقہ ہوجاوینگی۔ اور اگر کہا کہ جس سے میری جورون میں سے تو نے
اُس سے کلام کیا وہ طالقہ ہے پس زید نے ان سب سے کلام کیا تو ایک طالقہ ہوگی اور بیان کا اختیار شوہر کو ہوگا کہ وہ
طالقہ کون ہے یہ حصیری کی شرح جامع کبیر میں ہے۔ اگر اپنی دو جورون سے کہا کہ تم میں سے جسنے یہ انار کھایا وہ طالقہ
ہے پس دونون نے اسمین سے کھایا تو دونون میں سے کوئی طالقہ نہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر مرد نے اپنی جورو سے
کہا کہ تو طالقہ ہے اے زانیہ اگر تو دار میں داخل ہوئی تو طلاق معلق بدخول ہوگی اور حد واجب نہوگی اور نہ لعان لازم
ہوگا اسواسطے کہ قولہ یا زانیہ ندا ہے اور ندا فاصل نہیں ہوتا ہے جیسے یون کہا کہ تو طالقہ ہے یا زینب اگر تو دار میں داخل
ہوئی اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اے زانیہ بنت الزانیہ اگر تو دار میں داخل ہوئی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ندا کو مقدم
کیا اور کہا کہ اے زانیہ تو طالقہ ہے اگر تو دار میں داخل ہوئی تو مرد مذکور عورت کا قذف کرنے والا ہوگیا جب کہ ایسی
گفتگو کی پس عورت سے ملاعنہ کریگا اور جب قذف صحیح ہوا تو دیکھا جائیگا کہ اگر اولاً اس سے ملاعنہ کیا پھر وہ
دار میں داخل ہوئی حالانکہ وہ لعان کی عدت میں ہے تو طلاق معلق بھی واقع ہوگی کیونکہ محل طلاق باقی ہے
اور اگر پہلے دار میں داخل ہوئی پھر مرد سے اُسنے مخاصمہ قذف کیا پس اگر طلاق رجعی ہو تو ملاعنہ کرے اور اگر بائن
ہو تو نہیں۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اے طالقہ اگر تو دار میں داخل ہوئی تو فی الحال طالقہ نہوگی بلکہ طلاق معلق
رہیگی

ہوگی اور اگر کہا کہ اے زانیہ بنت الزانیہ تو طالقہ ہے اگر تو دار میں داخل ہو تو فی الحال اس عورت اور اسکی ماں
دونوں کا قذف کرنے والا ہوگا اور طلاق معلق بدخول ہوگی یہ ظہیریہ کی شرح جامع کبیر میں ہے اور اگر ندا سے
طلاق سے شروع کیا یعنی کہا کہ اے طالقہ تو طالقہ ہے اگر تو دار میں داخل ہوئی تو ایک طلاق اے طالقہ کہنے سے واقع
ہوگی اور دوسری طلاق معلق بدخول دار ہوگی اور اگر ندا کو آخر کلام میں لایا یعنی کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو دار میں داخل
ہوئی اے زانیہ تو طلاق معلق بدخول ہوگی اسواسطے کہ اسنے طلاق کو دخول پر معلق کیا ہے پھر اسکے بعد عورت کو منادی
کیا ہے پس عورت کا قذف کرنیوالا ہوا۔ اور اس قول میں کہ تو طالقہ ہے اگر تو دار میں داخل ہوئی اے طالقہ تو اول
معلق بدخول ہوگی اور یا طالقہ کہنے سے ایک طلاق واقع ہوگی یہ بدائع میں ہے۔ ایک مرد نے اپنی جورو عمرہ
سے کہا کہ اگر تو دار میں داخل ہوئی اے عمرہ تو تو طالقہ ہے اور اے زینب پھر عمرہ دار میں داخل ہوئی تو وہ طالقہ
ہوجائیگی اور شوہر سے اے زینب کہنے کی نیت پوچھی جائیگی اگر اسنے کہا کہ میں نے اسکے طلاق کی نیت کی تھی تو وہ
طالقہ ہوجائیگی۔ اور اگر اسنے بغیر حرف واو ایسا کہا ہو پھر بیان کیا کہ میں نے زینب کی طلاق کی بھی عمرہ کے ساتھ
نیت کی تھی تو دونوں طالقہ ہوجائینگی اور اگر طلاق کو مقدم کیا اور کہا کہ اے عمرہ تو طالقہ ہے اگر تو دار میں داخل ہوئی
اور اے زینب پھر عمرہ دار میں داخل ہوئی تو دونوں طالقہ ہوجائینگی اور اگر اسنے کہا کہ میں نے طلاق زینب کی نیت نہ کی
تھی تو اسکا قول قبول نہوگا اور اگر کہا کہ اے عمرہ تو طالقہ ہے اور اے زینب تو زینب طالقہ نہوگی الا آنکہ اسکی نیت کی ہو کیا تو
نہیں دیکھتا کہ اگر اسنے کہا کہ تیرے اے فلان مجھپر ہزار درم ہیں اور اے فلان تو مال مذکور اول ہی کا ہوگا اور اگر مال مقدم کیا
یعنی کہا کہ تیرے ہزار درم مجھپر ہیں اے زید اور اے سالم تو مال مذکور ان دونوں کا ہوگا اور اگر کہا کہ اے عمرہ تو طالق ہے اے زینب تو عمرہ
طالقہ ہوگی نہ زینب الا آنکہ زینب کی نیت کی ہو اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اے عمرہ اے زینب تو زینب طالقہ نہوگی الا آنکہ
اسکی نیت کی ہو اور اگر دونوں کا نام مقدم کرکے کہا اے عمرہ اے زینب تو طالقہ ہے تو پہلی (یعنی عمرہ ۱۲) طالقہ نہوگی الا آنکہ اسکی
نیت کی ہو یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ اول عورت کہ میں اس سے نکاح کروں پس وہ طالقہ ہے پھر ایک
عورت سے نکاح کیا تو وہ طالقہ ہوجائیگی خواہ اسکے بعد دوسری کسی سے نکاح کرے یا نہ کرے یہ محیط میں ہے۔ اگر کہا کہ اول
عورت کہ جس سے میں نکاح کروں وہ طالقہ ہے پس دو عورتوں سے نکاح کیا پھر ایک عورت سے نکاح کیا تو اسپر
طلاق واقع نہوگی۔ اور اگر دو عورتوں سے ایک عقد میں نکاح کیا کہ جنمیں سے ایک کا نکاح فاسد ہے تو جسکا نکاح صحیح ہے
وہ طالقہ ہوجائیگی۔ اور اگر کہا کہ اخیر عورت جس سے میں نکاح کروں وہ طالقہ ہے پس اسنے ایک عورت سے نکاح کیا پھر
دوسری سے نکاح کیا تو دوسری پر طلاق واقع نہوگی یہانتک کہ شوہر مر جاوے پس جب شوہر مر گیا تو یہی اخیرہ ٹھیری
ہوئی پس امام اعظم رح کے نزدیک وقت تزوج سے اسپر طلاق واقع ہوگی حتی کہ اگر اسکے ساتھ دخول ہو گیا ہو تو
ڈیڑھ مہر لازم ہوگا نصف بوجہ طلاق قبل دخول کے اور ایک مہر بنا بر عقد فاسد یعنی وطی کا عقر اور حیض سے
اپنی عدت پوری کریگی اور صاحبین رح کے نزدیک فی الحال یہ مقتصر ہوگی یعنی طلاق ابھی واقع ہوگی اور شوہر
متوفی پر مہر مثل لازم ہوگا اور عورت پر امام محمد رح کے نزدیک عدت وفات و طلاق واجب ہوگی اور امام ابو یوسف رح
کے نزدیک فقط عدت طلاق واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ جامع میں فرمایا کہ اگر کسی مرد نے کہا کہ آخر عورت کہ
میں اس سے نکاح کروں وہ طالقہ ہے پھر اسنے عمرہ سے نکاح کیا پھر زینب سے نکاح کیا پھر عمرہ کو قبل دخول کے

طلاق دیدی پھر عمرہ سے دوبارہ نکاح کیا پھر یہ مرد مرگیا تو زینب طالقہ ہوگی عمرہ طالقہ نہوگی - اور اگر اُسنے دس عورتون
کو دیکھکر کہا کہ آخر عورت جسکو مین تم مین سے نکاح مین لاؤن وہ طالقہ ہو پھر اُنمین سے ایک سے نکاح کیا پھر دوسری سے
نکاح کیا پھر پہلی کو طلاق دیدی پھر اس سے دوبارہ نکاح کیا پھر مرگیا تو طلاق اسپر واقع ہوگی جس سے ایکبار نکاح کیا ہی
نہ اسپر جس سے دوبارہ نکاح کیا ہی اور یہ مسئلہ اور پہلا مسئلہ دونون یکسان ہین درصورتیکہ دوسری سے نکاح کرنے کے
بعد شوہر مرگیا - اور فرق جب ہو جائیگا کہ شوہر نہ مرا یہان تک کہ اُسنے دسوین عورت سے نکاح کیا بایطور کہ مثلاً
اُسنے چار سے اولاً نکاح کرکے اُنکو طلاق دیکر جدا کر دیا پھر دوسری چار سے نکاح کرکے اسی طرح جدا کیا پھر نوین سے
نکاح کیا پھر دسوین سے نکاح کیا تو دسوین نکاح کرتے ہی طالقہ ہو جائیگی خواہ شوہر مرے یا نہ مرے اور مسئلہ
اولے مین یعنی جب کہ عورتین معینہ نہ تھین تو اگر دس عورتون سے بتفریق نکاح کیا تو دسوین طالقہ نہ ہوگی جب تک
کہ شوہر نہ مر جاوے - اور اگر یون کہا کہ آخر تزوج کہ مین اسکو عمل مین لاؤنگا تو جس عورت کو اس تزویج سے نکاح مین
لاؤن وہ طالقہ ہی پھر اُسنے ایک عورت سے نکاح کیا اور اُسکو طلاق دیدی پھر دوسری سے نکاح کرکے بعد اسکے
پہلی سے جسکو طلاق دی تھی نکاح کیا پھر شوہر مرگیا تو جس سے دومرتبہ نکاح کیا ہی وہ طالقہ ہوگی نہ وہ جس سے
ایک مرتبہ نکاح کیا ہی - اور اسی طرح اگر دس عورتون کو دیکھکر کہا کہ آخر تزویج کہ جس سے مین تم مین سے کوئی
عورت نکاح مین لاؤن تو جس عورت کو نکاح مین لاؤن وہ طالقہ ہی پھر اُسنے ایک سے نکاح کرکے اُسکو طلاق
دیدی پھر دوسری سے نکاح کیا پھر پہلی جسکو طلاق دی تھی اُس سے دوبارہ نکاح کیا پھر شوہر مرگیا تو جس سے
دومرتبہ نکاح کیا ہی وہ طالقہ ہوگی اور اگر دسوین سے نکاح کیا تو وہ طالقہ نہوگی یہانتک کہ شوہر مر جاوے یہ محیط
مین ہی - اور اگر کہا کہ اول عورت کہ مین نکاح مین لاؤن وہ طالقہ ہی پس قسم کے بعد ایک عورت سے نکاح کرنے کا
اقرار کیا پس اس عورت نے طلاق کا دعوے کیا اور نیز دعوی کیا کہ وہ پہلی جورو ہی پس مرد نے کہا کہ مین نے تجھسے پہلے
فلانہ عورت سے نکاح کیا تھا اور فلانہ مذکورہ نے اُسکی تصدیق کی یا تکذیب کی تو قضاءً اُسکے حق مین تصدیق نہ کیجائیگی
جسکے نکاح کا اُسنے اقرار کیا ہی اور دونون طالقہ ہونگی اسوجہ سے کہ اُسنے وجود شرط کا اقرار کیا ہی یعنی اول تزوج پس وہ
مقر وقوع طلاق ہوا اور طلاق واقع نہین ہوتی ہی الا اسکی منکوحہ پر اور اس عورت مدعیہ کا نکاح ظاہر ہوا ہی نہ اسکے سوا
دوسری عورت کا پس اسپر طلاق واقع ہونے کا مقر ٹہرا ہی پھر جب اُسنے اس سے طلاق پھیر کر اسکے سوا دوسری پر
ڈالنا چاہا تو پھیرنے مین اسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی پس قول اسکا نہوگا مگر گواہ اسی کے مقدم ہونگے چنانچہ
اگر اس مرد نے اپنے دعوے پر گواہ پیش کیے تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور یہ غیر معروفہ مطلقہ ہو جائیگی نہ وہ جو
معروفہ ہی اسواسطے کہ یہی غیر معروفہ پہلی جورو ثابت ہوئی اور دوسری بھی طالقہ ہو جائیگی کیونکہ اُسنے اپنے اوپر اُس
دوسری کے حرام ہونے کا اقرار کیا ہی - پھر دوسری نے اگر شوہر کے قول کی تصدیق کی ہوگی تو اسکو نصف مہر ملیگا
اور اگر نکاح واقع ہونے مین تکذیب کی ہوگی تو اسکو کچھ نہ ملیگا - اور اگر معروفہ جدیدہ نے شوہر کی تصدیق کی کہ عورت مجہولہ
وہی پہلی منکوحہ تھی تو ظاہر الروایہ کے موافق معروفہ پر طلاق واقع نہوگی - اور اگر شوہر نے یون کہا کہ مین نے اسکو و فلانہ
کو ایک عقد مین اپنے نکاح مین لیا ہی اور عورت نے اسکی تکذیب کی تو قول مرد ہی کا قبول ہوگا اور دونون
مین سے کسی پر طلاق واقع نہوگی اور فلانہ مذکورہ نے اگر اُسکے قول کی تصدیق کی ہو تو اسکا نکاح ثابت ہوگا ورنہ نہین

اور اگر کہا کہ فلانہ اگر پہلی عورت ہو جس سے میں نکاح کروں تو وہ طالقہ ہے پھر اُس سے نکاح کیا پھر اس عورت نے طلاق کا دعوے کیا پس مرد نے کہا کہ میں نے اس سے پہلے دوسری عورت سے نکاح کیا ہے تو قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر کسی مرد نے دو عورتوں سے کہا کہ اول عورت تم دونوں میں سے کہ میں اسکو نکاح میں لاؤں وہ طالقہ ہے یا کہا کہ اگر میں تم دونوں میں سے ایک پہلے دوسری سے نکاح میں لایا تو وہ طالقہ ہے پھر اُس نے ایک سے نکاح کیا پس اُسنے طلاق واقع ہونے کا دعوی کیا پس شوہر نے کہا کہ میں نے اس سے پہلے دوسری سے نکاح کیا ہے تو بدون گواہوں کے اسکے قول کی تصدیق نہوگی اور اگر یوں کہا کہ میں نے ان دونوں سے ایک ہی عقد میں نکاح کیا ہے تو شوہر کا قول قبول ہوگا اور طلاق واقع نہوگی اور اگر کہا کہ اگر میں نے عمرہ سے قبل زینب کے نکاح کیا تو وہ طالقہ ہے پھر عمرہ سے نکاح کیا اور اُسنے طلاق کا دعوی کیا پس مرد نے کہا کہ میں نے اس سے پہلے زینب سے نکاح کیا ہے تو قول شوہر کا قبول ہوگا۔ اور اگر کہا کہ اگر میں نے تم دونوں میں سے ایک سے قبل دوسری کے نکاح کیا تو وہ طالقہ ہے پھر ان دونوں میں سے ایک سے نکاح کیا اور کہا کہ دوسری سے اس سے پہلے نکاح کیا ہے تو تصدیق نہوگی اور اگر کہا کہ دونوں سے ایک ساتھ نکاح کیا ہے تو قول شوہر کا قبول ہوگا یہ شرح جامع کبیر از حصیری میں ہے۔ اور اگر کہا کہ آخر عورت جسکو میں نکاح میں لاؤں وہ طالقہ ہے پھر اُسنے ایک عورت سے دوبارہ نکاح کیا پھر مرگیا تو وہ طالقہ نہوگی اور اگر کہا کہ آخر تزوج کہ اُسکو عمل میں لاؤں اُسکی منکوحہ طالقہ ہے اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو وہی عورت جس سے دوبارہ نکاح کیا ہے وہ طالقہ ہو جائیگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر ایک عورت سے نکاح کیا پھر اُسکو طلاق دیدی پھر دوسری سے نکاح کیا پھر جسکو طلاق دی تھی اُس سے دوبارہ نکاح کیا پھر اُسنے طلاق کی اضافت فعل ماضی کی طرف کی یعنی یوں کہا کہ آخر عورت جس سے میں نے نکاح کیا ہے وہ طالقہ ہے اور اُسکی نیت کچھ نہیں ہے تو وہ طالقہ ہوگی جس سے ایک مرتبہ نکاح کیا ہے اور اگر کہا کہ آخر تزوج جسکو میں عمل میں لایا ہوں جو اس تزوج سے منکوحہ ہے وہ طالقہ ہے تو جس سے دوبارہ نکاح کیا ہے وہ طالقہ ہوگی یہ شرح جامع کبیر از حصیری میں ہے۔ ایک مرد کی دو عورتیں عمرہ و زینب ہیں پس اُسنے کہا کہ عمرہ طالقہ ہے اسدم یا زینب طالقہ ہے جبکہ میں اس گھر میں داخل ہوں تو ان میں سے کسی پر طلاق واقع نہوگی یہانتک کہ وہ دار میں داخل ہو پھر جب وہ دار میں داخل ہوا تو اسکو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جس پر طلاق واقع کرنا چاہے اختیار کرے (اور یہ اختیار نہیں ہے کہ کسی پر واقع نہ کرے ۱۲) ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ ہے یا میں مرد نہیں ہوں یا عربی میں کہا کہ وانا غیر رجل تو عورت طالقہ ہوگی اسواسطے کہ وہ ضرور مرد ہے اور اپنے کلام میں کاذب ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے یا میں مرد ہوں تو سچا ہوگا اور اسکی جورو پر طلاق نہ پڑیگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہے ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو دار میں داخل ہوئی نہیں بلکہ یہ دوسری عورت اور یہ قسم پہلی ہی عورت کے داخل ہونے پر واقع ہوگی پھر اگر پہلی عورت دار میں داخل ہوگئی تو دونوں طالقہ ہو جائینگی اور اگر دوسری داخل ہوئی تو دونوں میں سے کوئی طالقہ نہوگی۔ اور اگر مرد نے اس کلام میں شرط سے رجوع کرنے کی نیت کی ہو تو صحیح ہے پس اگر دوسری دار میں داخل ہوئی تو پہلی عورت دیانۃً و قضاءً دونوں طرح طالقہ ہو جائیگی اور اگر پہلی داخل ہوئی تو بھی وہ دیانۃً و قضاءً طالقہ ہوگی مگر دوسری فقط قضاءً طالقہ ہوگی اور اسیطرح اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو چاہے نہیں بلکہ یہ دوسری تو یہ پہلی عورت کے مشیت پر تفویض ہوگی اور دونوں کی مشیت دونوں کی

طلاق کے واسطے ہونا شرط نہیں ہے حتی کہ اگر اُسنے صرف اپنی طلاق کو چاہا اپنی سوت کی طلاق کو نہ چاہا تو خاصۃً وہی مطلقہ ہوگی اور اگر اپنی طلاق نہیں بلکہ فقط سوت کی طلاق چاہی تو سوت ہی خاصۃً مطلقہ ہوگی اور اگر اُسنے دونوں کی طلاق چاہی تو دونوں طالقہ ہو جاوینگی - اور اگر مرد نے کہا کہ میں نے فقط دوسری عورت کی جانب مشیت راجع کرنے کی نیت کی تو دیانۃً اُسکی تصدیق ہوگی اور قضاءً ایسی صورت میں کہ جسمیں اس سے تخفیف ہوتی ہے تصدیق نہوگی یہ مضمرات کی شرح جامع کبیر میں ہے - اور اگر بولا کہ تو طالقہ ہے اگر تو دار میں داخل ہوئی نہیں بلکہ فلانہ طالقہ ہے تو دوسری پر طلاق تنجیزاً واقع ہو گی یعنی یہ کلام کہتے ہی دوسری پر ایک طلاق پڑ جائیگی مگر پہلی عورت کی طلاق معلق بدخول باقی رہیگی اور اگر جزا کو موخر کر دیا اور کہا کہ تو طالقہ ہے نہیں بلکہ فلانہ طالقہ ہے اگر دار میں داخل ہوئی تو حکم برعکس ہو جائیگا کہ پہلی عورت پر فی الحال طلاق واقع ہوگی اور دوسری عورت کی طلاق معلق بدخول رہیگی یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے - اور اگر کہا کہ اگر تو داخل ہوئی اس دار میں نہیں بلکہ اس دوسرے دار میں تو تو طالقہ ہے تو جب تک دوسرے دار میں داخل نہو طالقہ نہوگی بخلاف اسکے اگر کہا کہ اگر تو اس دار میں داخل ہوئی تو تو طالقہ ہے نہیں بلکہ اُس دار میں تو حکم یہ ہے کہ دونوں میں سے جسمیں داخل ہوگی طالقہ ہو جائیگی یہ محیط السرخسی میں ہے - اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر فلاں اس دار میں داخل ہوا نہیں بلکہ فلاں تو دونوں میں سے جو شخص داخل ہوگا عورت طالقہ ہو جائیگی اور اگر دونوں داخل ہوئے تو بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور اگر شوہر نے مدخول جزا کی نیت کی ہو تو اسکی نیت پر ہوگی پس اگر دوسرا فلاں مذکور داخل ہوا تو فیما بینہ وبین اللہ تعالی طالقہ نہوگی مگر قضاءً طالقہ ہو جائیگی - اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو اس دار میں داخل ہوئی نہیں بلکہ فلاں تو بھی یہی حکم ہے - اور اگر کہا کہ میں نے فلانہ سے نکاح کیا تو وہ طالقہ ہے نہیں بلکہ فلانہ اور یہ دوسری فلانہ بھی اُسکی جورو ہے تو یہ اسی دم طالقہ نہوگی اسواسطے کہ دوسرا کلام غیر مستقل ہے پس وہ معلق بشرط ہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے - اور اگر کہا کہ اگر تو دار میں داخل ہوئی تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے نہیں بلکہ فلانہ پھر پہلی عورت دار میں داخل ہوئی تو دونوں میں سے ہر ایک پر تین طلاق واقع ہونگی اور اگر اسی مسئلہ میں یوں بولا ہو کہ نہیں بلکہ فلانہ طالقہ ہے تو دوسری پر فی الحال ایک طلاق واقع ہوگی اور پہلی کے حق میں تین طلاق معلق رہینگی - اور اگر عورت سے کہا کہ اگر تو داخل ہوئی تو تو حرام ہے نہیں بلکہ فلانہ تو پہلی کے داخل ہونے پر دونوں میں سے ہر ایک بیک طلاق بائن طالقہ ہو جائیگی - اور اگر اس صورت میں کہا کہ نہیں بلکہ فلانہ طالقہ ہے تو دوسری فی الحال بیک طلاق رجعی طالقہ ہوگی اور پہلی جورو بروقت دخول کے بیک طلاق بائن طالقہ ہوگی یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے - اور قدوری میں ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ اگر تو دار میں داخل ہوئی تو تو طالقہ و طالقہ و طالقہ ہے نہیں بلکہ یہ دوسری عورت پھر پہلی جورو دار میں داخل ہوئی تو دونوں پر تین تین طلاق واقع ہونگی - اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ واحدہ ہے نہیں بلکہ تین اگر تو دار میں داخل ہوئی پس ایک طلاق فی الحال واقع ہوگی اور دو طلاقیں بروقت دخول دار کے واقع ہونگی بشرطیکہ عورت مدخولہ ہو اور اگر یوں کہا کہ اگر تو دار میں داخل ہوئی تو تو طالقہ بواحدہ ہے نہیں بلکہ بثلثہ تو کوئی طلاق واقع نہوگی یہانتک کہ وہ دار میں داخل ہو پھر جب دار میں داخل ہوئی تو بسہ طلاق طالقہ ہو جائیگی خواہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ہو یہ بدائع میں ہے

چوتھی فصل استثناء کے بیان میں ہے - اگر اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ ہے انشاء اللہ تعالی یعنی اگر اللہ تعالی چاہے اور لفظ طالقہ ہے کے ساتھ ملا کر انشاء اللہ تعالی کہا تو طلاق واقع نہوگی اور اسی طرح اگر انشاء اللہ تعالی کہنے سے پہلے عورت مر گئی تو بھی

یہی حکم ہے کذا فی الہدایہ بخلاف اسکے اگر انت طالق یعنی تو طالقہ ہو کہنے کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ کہنے سے پہلے شوہر
مر گیا حالانکہ وہ استثناء کرنا چاہتا تھا تو طلاق واقع ہو جائیگی اور یہ بات جب ہی معلوم ہو سکتی ہے کہ اسنے طلاق
دینے سے پہلے یہ کہا ہو کہ میں اپنی جورو کو طلاق دونگا اور استثناء کرونگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے الا ان
یشاء اللہ تعالیٰ یا ماشاء اللہ تعالیٰ تو یہ مثل انشاء اللہ تعالیٰ کے ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ
ہے ماشاء اللہ کان تو واقع نہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ ہے الا ماشاء اللہ تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے
اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے فیما شاء اللہ تعالیٰ پس اگر متصل کہا تو طلاق واقع نہوگی یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ
ہے ان لم یشاء اللہ تعالیٰ تو واقع نہوگی الا آنکہ ان لم یشاء اللہ تعالیٰ کو موقت کر دے مثلاً کہا ہے کہ آج کے روز الیوم
دن گذر جانے کے بعد طلاق واقع ہو جائیگی یہ عتابیہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے ان لم یشاء اللہ تعالیٰ تو کچھ
واقع نہوگی یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے کیف شاء اللہ تو فی الحال طالقہ ہو جائیگی یہ تبیین
میں ہے۔ اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے سہ طلاق ہے الا ماشاء اللہ تعالیٰ تو ایک طلاق واقع
ہوگی اور اس مقام پر فرمایا کہ ہم استثناء کو اکثر پر قرار دینگے اور اسکے بعد یہ مسائل ذکر فرمائے کہ اگر کہا کہ تو طالقہ
سہ طلاق ہے الا ماشاء اللہ تعالیٰ یا تو طالقہ سہ طلاق ہے الا ان یشاء اللہ تعالیٰ اور اسکا حکم یہ ذکر فرمایا کہ ایک
طلاق واقع نہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اگر اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا یا راضی ہوا یا ارادہ فرمایا یا تقدیر
فرمایا تو طلاق واقع نہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے بمشیۃ اللہ تعالیٰ یا بارادۃ اللہ تعالیٰ
یا بمحبۃ اللہ تعالیٰ یا برضاء اللہ تعالیٰ تو واقع نہوگی اسواسطے کہ یہ ابطال ہے یا تعلیق ہے ایسے امر کے ساتھ جس پر
وقوف نہیں ہو سکتا ہے جیسے انشاء اللہ تعالیٰ کہنے میں ہے اسواسطے کہ حرف با موضوع واسطے الصاق کے ہے
اور تعلیق کی صورت میں الصاق جزا بشرط ہوتا ہے۔ اور اگر ان الفاظ کو کسی بندہ کی طرف مضاف کیا تو یہ اسکی
طرف سے اس بندہ کو تملیک ہے یا مالک و مختار کر دیا پس یہ تملیک مقصود بمجلس ہوگی جیسے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر فلان چاہے
اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے بامر اللہ تعالیٰ یا بامر فلان یا بحکم اللہ تعالیٰ یا بحکم فلان یا بقضا ریا یا باذن یا بعلم یا بقدرت
اللہ تعالیٰ یا فلان تو دونوں صورتوں میں خواہ اللہ تعالیٰ کی جانب اضافت کرے یا بندہ کی طرف عورت فی الحال طالقہ
ہو جائیگی اسواسطے کہ عرفاً ایسے طور سے کہنے سے تنجیز مراد ہوتی ہے جیسے کہا کہ تو طالقہ ہے بحکم قاضی اور اگر عربی زبان میں کہا
کہ انت طالق لامر اللہ تعالیٰ او لامر فلان آخر تک سب الفاظ مذکورہ بحرف لام ذکر کیے تو سب صورتوں میں طلاق واقع
ہوگی خواہ بندہ کی طرف اضافت کرے یا اللہ تعالیٰ کی طرف۔ اور اگر اسنے بحرف فی ذکر کیا پس اگر اللہ تعالیٰ کی طرف
اضافت کی تو سب صورتوں میں طلاق واقع نہوگی الا فی علم اللہ تعالیٰ کی صورت میں کہ اسمیں سے فی الحال
واقع ہوگی اسواسطے کہ یہ معلوم کا ذکر ہے اور وہ واقع ہے اور قدرت میں یہ بات نہیں لازم ہے اسواسطے کہ قدرت
سے اس مقام پر مراد تقدیر ہے اور اللہ تعالیٰ کبھی کسی چیز کو مقدر فرماتا ہے اور کبھی نہیں فرماتا ہے پس معلوم نہوا اور اگر
حقیقۃً قدرت مراد ہو تو بقدرۃ اللہ تعالیٰ کہنے سے بھی فی الحال واقع ہوگی اور اگر بندہ کی طرف اضافت کی
تو پہلی چار لفظوں میں تملیک ہوگی کہ اگر فلان نے مثلاً اس مجلس میں دی تو واقع ہوگی ورنہ نہیں اور باقی میں
تعلیق ہوگی یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اعانت دی یا بمعونۃ اللہ تعالیٰ

اور اُسنے استثنا کی نیت کی تو یہ استثنا فیما بینہ وبین اللہ تعالی ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہو۔ اور اگر طلاق ایسے شخص کی مشیت پر معلق کی جسکی مشیت معلوم نہین ہوسکتی ہو جیسے کہا کہ اگر جبرئیل علیہ السلام نے چاہا یا ملائکہ نے یا جن نے یا شیاطین نے تو یہ بمنزلۂ التعلیق بمشیۃ اللہ تعالی ہو۔ اور اگر مشیت اللہ تعالے ومشیتہ العباد جمع کرکے مثلاً یون کہا کہ تو طالقہ ہو اگر اللہ تعالے نے چاہی وزید نے چاہی پھر زید نے چاہی تو واقع نہوگی اسواسطے کہ اُسنے دو شرط پر معلق کی ہو کہ دونون مین سے ایک کا وجود معلوم نہوا اور جو دو شرطون پر معلق ہو وہ ایکساہی شرط کے پائے جانے پر نازل نہین ہوتی ہو یہ بدائع مین ہو۔ اگر کسی سے کہا کہ میری جورو کو طلاق دے اگر اللہ تعالے نے چاہی اور تو نے چاہی یا باشاء اللہ تعالے ومشیتک پھر اس مخاطب نے اسکو طلاق دی تو واقع نہوگی اور اگر کہا کہ تو میری جورو کو طلاق دے بماشاء اللہ تعالے ومشیتک یعنی بعوض اسکے کہ خدا چاہے اور تو چاہے پس مخاطب نے اسکو کچھ مال پر طلاق دی تو ناجائز ہو اسواسطے کہ یہان مشیت بدل پر واقع ہوئی ہو نہ طلاق پر پس ذکر بدل لغو ہوگیا اور طلاق سلامتا باقی رہگیا یہ محیط مین ہو۔ اور اگر طلاق دیوار کی مشیت پر معلق کی تو واقع نہوگی یہ نہر الفائق مین ہو۔ ایک مرد نے اپنی جورو کو تین طلاقین دین اور ساتھ ہی انشاء اللہ تعالی کہدیا حالانکہ وہ نہین جانتا ہو کہ انشاء اللہ تعالے کیا ہو تو طلاق واقع نہوگی یہ تجنیس ومزید مین ہو۔ اور یہی فتوی کے واسطے مختار ہو یہ مختار الفتاوے مین ہو۔ اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ ہو الا آنکہ فلان اُسکے سوا کچھ چاہے یا الا آنکہ فلان اسکے سوا اور کچھ ارادہ کرے یا الا آنکہ فلان اسکے سوائے کچھ اور پسند کرے یا الا آنکہ فلان اسکے سوائے کچھ اور بات پر راضی ہو یا خواہش کرے یا اسکی رائے مین آوے یا الا آنکہ فلان کو اسکے سوائے کوئی اور دوسری بات ظاہر ہو پس اگر فلان نے اپنی مجلس مین اسکے سوائے کچھ اور نہ چاہا یا نہ ارادہ کیا آخر تک سب الفاظ مذکورہ کو یونہی سمجھنا چاہیے تو طلاق واقع ہوگی اور واضح رہے کہ فلان مذکور کی زبانی خبر کا اعتبار ہو نہ اسکا جو اسکے دل مین ہو کہ وہ پوشیدہ ہو حتی کہ اگر فلان نے کہا کہ مین نے اسکے سوائے دوسری بات چاہی یا ارادہ کی ہو تو طلاق واقع نہوگی اگرچہ اُسنے دل سے اسکے سوا کوئی اور بات چاہی اور نہ ارادہ کی ہو اور اگر اُسنے اپنے دل سے اسکے سوائے کوئی اور بات چاہی ہو مگر خبر نہ دی تو طالقہ ہوجائیگی اور اگر شوہر نے الا آن کہنے سے کسی اپنے فعل کا استثنا کیا مثلاً کہا کہ تو طالقہ ہو الا آنکہ مین اسکے سوائے کچھ اور چاہون یا اسکے سوائے کچھ اور ارادہ کرون تو اسکی تمام عمر مین اسکے سوائے اور بات نہ چاہنے پر طلاق پڑیگی اور یہ نہوگا کہ اسی مجلس مین اور بات نہ چاہنے پر واقع ہوجاوے اور یہی حکم چاہنے وارادہ کرنے کے ساتھ جو الفاظ مذکور ہوئے ہین مثل خواہش ورضا وپسند وغیرہ انکا بھی ہو۔ پھر اگر شوہر مذکور مرگیا اور آخر عمر تک اُسنے اسکے سوائے کچھ اور بات نہ چاہی تو اسکی آخر زندگی مین یعنی متصل بموت اسکی یہ جورو طالقہ ہوجائیگی اسواسطے کہ اسکے سوائے دوسرے امر کا نہونا متحقق ہوگیا پھر اگر یہ عورت غیر مدخولہ ہو تو اسکی وارث بھی نہوگی کیونکہ عدت نہین ہو اگرچہ شوہر اسمین فار قرار پایا ہو یہ شرح تلخیص جامع کبیر مین ہو۔ سمارح نے کہا کہ امام محمد رح نے فرمایا ہو کہ اگر مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ انت طالق لولا دخولک الدار یا کہا کہ انت طالق لولا مہرک یعنی تو طالقہ ہو اگر تیرا اس دار مین داخل ہونا نہوتا یا تو طالقہ ہو اگر تیرا مہر نہوتا یا کہا کہ تو طالقہ ہو اگر تیرا شرف نہوتا تو یہ سب استثنا ہین اور طلاق واقع نہ ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ ہو اگر اللہ تعالے نہوتا یہ شرح جامع کبیر حصیری مین ہو۔ اور مجموع النوازل

مین ہی کہ اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہی اگر تیرا باپ نہوتا یا تیرا حسن نہوتا یا تیرا جمال نہوتا یا مین تجھے چاہتا نہوتا تو
عورت پر طلاق واقع نہوگی اور یہ سب الفاظ بمعنی استثناء ہین یہ خلاصہ مین ہی۔ اور مشیۃ اللہ تعالی کے ساتھ
معلق کرنا امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک اعدام و ابطال ہی یعنی جب طلاق کو اللہ تعالی کی مشیت پر معلق کیا تو
طلاق دینے کو باطل و معدوم کر دیا اور امام ابو یوسف کے نزدیک یہ تعلیق بشرط ہی پس باطل و معدوم نہین کیا مگر شرط
ایسی لگائی کہ اسپر وقوف نہین ہو سکتا ہی جیسے کسی غائب کی مشیت پر معلق کیا کہ در صورت اسکے غائب ہونے کے
سر دست اسکی مشیت پر موقوف نہین ہو سکتا ہی اسیواسطے اسمین شرط ہی کہ متصل ہو جیسے اور شروط مین ہی۔
اور بعض نے کہا کہ امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک اختلاف اسکے برعکس ہی اور خلاف کا ثمرہ چند مقامات
پر ظاہر ہوتا ہی ازانجملہ یہ ہی کہ اگر شرط کو مقدم کیا اور جواب مین زبان عربی حرف فا ظاہر نہ لایا مثلاً کہا کہ
ان شاء اللہ تعالی انت طالق یعنے اگر چاہا اللہ تعالی نے تو طالقہ ہی تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک واقع نہوگی
اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک واقع ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ ان شاء اللہ تعالی وانت طالق یا کہا کہ مین نے تجھے
کل طلاق دیدی ہی انشاء اللہ تعالی تو طرفین کے نزدیک واقع نہوگی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک واقع ہوگی
اور ازانجملہ اگر ایک نے دو قسمون کو جمع کیا اور کہا کہ تو طالقہ ہی اگر تو دار مین داخل ہوئی اور میرا غلام آزاد ہی اگر تو نے
زید سے کلام کیا انشاء اللہ تعالی تو یہ استثناء امام ابو یوسف رح کے نزدیک راجع بجانب ثانیہ ہوگا اور طرفین رح کے نزدیک دونون
سے متعلق ہوگا۔ اور اگر اسنے دو ایقاعون کو جمع کیا کہ تو طالقہ ہی اور میرا غلام آزاد ہی انشاء اللہ تعالی تو یہ استثنا بالاجماع
دونون سے متعلق ہوگا ازانجملہ یہ ہی کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ مین شرطیہ طلاق کی قسم نہ کھاؤنگا تو ان شاء اللہ تعالی کے ساتھ
طلاق دینے سے امام ابو یوسف رح کے نزدیک حانث ہو جائیگا اسواسطے کہ اسمین شرط موجود ہی اور طرفین کے نزدیک حانث نہوگا
یہ تبیین مین ہی۔ اور ایمان الجامع مین لکھا ہی کہ دو قسم کے بعد جو ان شاء اللہ تعالی بولا جاوے وہ دونون قسمون کی طرف
راجع ہوتا ہی یہ ظاہر الروایہ ہی یہ غایۃ السروجی مین ہی۔ اور اگر کہا کہ ان شاء اللہ تعالی فانت طالق یعنے اگر اللہ تعالی
نے چاہا تو تو طالقہ ہی تو بالاتفاق طلاق واقع نہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہی وان شاء اللہ تعالی یا فان شاء اللہ تعالی
تو یہ شخص استثناء کرنے والا نہوگا یعنی طلاق واقع ہوگی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہی انشاء اللہ تعالی
اگر تو اس دار مین داخل ہوئی تو دار مین داخل ہونے سے طلاق واقع نہوگی اور جزاء و شرط کے درمیان استثناء فاصل ہی
یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہی ان شاء اللہ تعالی تو طالقہ ہی تو استثناء راجع باول ہوگا اور دوسری طلاق
ہمارے نزدیک واقع ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ بتہ طلاق ہی انشاء اللہ تعالی تو طالقہ ہی تو ایک طلاق
فی الحال واقع ہوگی یہ بحر الرائق مین ہی۔ اگر کہا کہ تو طالقہ بواحدہ ہی اگر چاہا اللہ تعالی نے اور تو طالقہ بدو طلاق ہی
اگر نہ چاہا اللہ تعالی نے تو مشائخ نے فرمایا کہ کوئی واقع نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ نوازل مین ہی کہ اگر جورو
سے کہا کہ تو طالقہ ہی آج کے روز بیک طلاق انشاء اللہ تعالی اور اگر نہ چاہا اللہ تعالی نے تو تو بدو طلاق طالقہ ہی پھر
دن گذر گیا اور اسکو طلاق نہ دی تو دو طلاق واقع ہونگی اور اگر دن گذرنے سے پہلے اسکو ایک طلاق دیدی تو اسی
فقط یہی ایک طلاق واقع ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہی ان شاء اللہ تعالی نہین بلکہ یہ دوسری جورو
تو استثناء دونون پر ہوگا اور نہین مشیت ہو دوسری کے واسطے اسلیے کہ اس نے اول سے رجوع قرار دیا ہی پس گویا یون کہا

کہ تو طالقہ ہے ان شاء اللہ تعالیٰ نہیں بلکہ یہ طالقہ ہے ان شاء اللہ تعالیٰ اور اگر اسنے شرط یعنی مشیت سے رجوع کا
قصد کیا ہے تو اُسکی نیت صحیح ہو گی اسواسطے کہ اُسکے کلام میں یہ احتمال ہے اور تخفیف بھی نہیں ہے بلکہ تغلیظ ہے یہ حصیری
کی شرح جامع کبیر میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے سہ طلاق ہے اِلّا ایک طلاق تو دو طلاق واقع ہونگی اور اگر کہا کہ اِلا دو
طلاق تو ایک واقع ہوگی یہ ہدایہ میں ہے۔ اور مصنف نے اپنی زیادات میں ذکر فرمایا کہ کل سے کل کا استثنا جب ہی نہیں صحیح
ہوتا ہے کہ بعینہ اسی لفظ سے ہو اور اگر بغیر اس لفظ کے استثناء کیا تو صحیح ہے اگرچہ از راہ معنی کل کا کل سے استثنا کیا ہے
چنانچہ اگر اُسنے کہا کہ میری کل عورتیں طالقات ہیں اِلّا کل میری عورتیں تو استثناء صحیح نہ ہوگا بلکہ سب عورتیں طالقہ
ہو جاوینگی اور اگر کہا کہ میری کل عورتیں طالقات ہیں اِلّا زینب وعمرہ وبکرہ وسلمی تو ان میں سے کوئی طالقہ نہ ہوگی اگرچہ
یہ کل سے کل کا استثنا ہے یہ عتابیہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میری عورتیں طالقات ہیں اِلّا یہ عورتیں یعنی اشارہ کیا حالانکہ جنکی
طرف اشارہ کیا ہے انکے سوائے اسکی کوئی عورت نہیں ہے تو استثناء صحیح ہے اور کوئی ان میں سے طالقہ نہ ہوگی یہ بدائع میں ہے
اور اگر کہا کہ میری عورتیں طالقات ہیں فلانہ وفلانہ وفلانہ اِلّا فلانہ تو استثناء جائز ہے اور اگر کہا کہ فلانہ طالقہ ہے وفلانہ
طالقہ ہے وفلانہ طالقہ ہے اِلّا فلانہ تو استثناء نہیں صحیح ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ یہ اور یہ اِلّا یہ تو بھی استثناء باطل ہوگا
یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میری عورتیں طالقات ہیں اِلّا زینب تو زینب طالقہ نہ ہوگی اگرچہ سوائے زینب کے اسکی
کوئی جورو نہو یہ غایۃ السروجی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے سہ طلاق اِلّا یک واحدہ و واحدہ و واحدہ تو استثناء باطل
ہوگا اور امام اعظم رح کے نزدیک تین طلاق واقع ہونگی اور صاحبین رح کے نزدیک ایسا نہیں ہے اور صاحبین رح کے
نزدیک دو طلاق واقع ہونگی۔ اور امام اعظم رح کا قول ارجح ہے پس امام ابو حنیفہ رح کی رائے میں یہ تھا کہ اولے کی
صحت میں توقف رہا یہانتک کہ ظاہر ہو کہ وہ مستغرق ہے یا نہیں اور صاحبین رح کی رائے میں اسکی صحت کا اقتصار اولی
پر ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے واحدہ و واحدہ و واحدہ اِلّا سہ طلاق تو تین طلاق واقع ہونگی
اور استثناء باطل ہوگا اسمین سب تینوں اماموں کا اتفاق ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے واحدہ و دو ہے
اِلّا دو یا دو و یکے ہے اِلّا دو تو تین طلاق واقع ہونگی اور اسی طرح اگر کہا کہ دو و یکے ہے اِلّا ایک تو بھی تین طلاق
واقع ہونگی یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر کہا کہ انت طالق واحدۃ وثنتین اِلّا واحدۃ یعنی تو طالقہ یکے و دو ہے اِلّا
ایکے تو دو طلاق واقع ہونگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ دو و چار ہے اِلّا پانچ تو تین طلاق واقع
ہونگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر مدخولہ سے کہا کہ تو طالقہ ہے تو طالقہ ہے اِلّا واحدہ تو تین طلاق واقع ہونگی یہ بحر الرائق
میں ہے۔ اور منتقے میں ہے کہ عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے سہ و سہ ہے اِلّا چار تو امام اعظم رح کے نزدیک تین طلاق واقع
ہونگی اور یہی امام محمد رح سے مروی ہے اور اسکا قول و سہ جو اُسنے دوبارہ کہا ہے وہ فاصل ہو جائیگا اور امام
ابو یوسف رح نے کہا کہ بدو طلاق طالقہ ہوگی اور امام محمد رح کا ظاہر قول یہی ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو
طالقہ سہ و دو ہے اِلّا سہ پس اگر اُسنے ایک ہی دو سے استثناء کی نیت کی ہو تو نہیں صحیح ہے اور اگر پہلے دو سے ایک
کی اور دوسرے دو سے ایک کی استثناء کی نیت کی ہو تو صحیح ہے اور اگر اسکی کچھ نیت نہو تو استثناء صحیح اور دو طلاق
واقع ہونگی یہ ظہیریہ و غایۃ السروجی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ سہ و دو ہے اِلّا تین تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر کہا کہ
تو طالقہ چہار طلاق ہے اِلّا تین تو ایک طلاق واقع ہوگی۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے اِلّا واحدہ فثنتین تو امام ابو حنیفہ رح سے

روایت ہی کہ انھون نے فرمایا کہ تین طلاق واقع ہونگی اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ دو طلاق واقع ہونگی اور
ایک کا استثنا صحیح ہوگا اور باقی کا استثنا باطل ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر مستثنیٰ منہ سے مستثنیٰ
زائد ہو تو استثنا باطل ہوگا چنانچہ اگر کہا کہ تو طالقہ ہسہ ہی الا چار تو باطل ہی اور اگر ایک تطلیق کا کوئی جزو مستثنیٰ ہو
تو بھی باطل ہی جیسے تو طالقہ ہی الا نصف منہا طلاق یہ خلاصہ مین ہی اور اگر کہا کہ دو ونصف الا نصف تو استثنا نہین صحیح ہی
اور تین طلاق واقع ہونگی۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہی بدو ونصف الا دو ونصف تو امام محمد رح کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگی
اسواسطے کہ بعد استثنا کے آدھی طلاق باقی رہتی ہی۔ اور اگر کہا کہ ایک ونصف الا ایک تو ایک واقع ہوگی یہ عتابیہ
مین ہی۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہسہ ہی الا واحدۃ ونصف تو اسپر دو طلاق واقع ہونگی یہ بدائع مین ہی۔ ایک مرد
نے اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ ہسہ طلاق ہی الا اسکی نصف تو دو طلاق واقع ہونگی اور اگر کہا کہ الا انکے انصافہا یعنی
ہر ایک طلاق کی نصف تو تین طلاق واقع ہونگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہسہ طلاق ہی
الا نصف تطلیقہ تو تین طلاق واقع ہونگی اور یہ قول امام محمد رح کا ہی اور یہی مختار ہی یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور اگر کہا کہ تو
بائنہ ہی الا بائنہ پس اگر اوّل بائنہ سے تین طلاق کی اور دوسری سے ایک کی نیت کی تو استثنا صحیح ہی اور دو طلاق واقع
ہونگی۔ اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ بواحدہ البتہ ہی الا واحدہ اور البتہ سے تین طلاق کی نیت کی ہو تو بھی
استثنا صحیح ہی اور یہی حکم ہی یہ عتابیہ مین ہی۔ ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ تو بائنہ ہی الا واحدہ اور بائنہ سے
اُسنے تین طلاق کی نیت کی تو عورت پر دو طلاق بائنہ واقع ہونگی اسی طرح اگر کہا کہ تو ہسہ طلاق بائنات طالقہ ہی الا
واحدہ تو دو طلاق بائنہ واقع ہونگی۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہسہ طلاق بائنہ ہی الا واحدہ یا کہا کہ ہسہ طلاق البتہ الا واحدہ
تو دو طلاق رجعی واقع ہونگی۔ اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ ثلث ہی الا واحدہ بائنہ یا واحدہ البتہ تو بھی دو طلاق
رجعی واقع ہونگی یہ فتاوے قاضیخان مین ہی۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہی دو طلاقون بائنون سے الا واحدہ تو ایک
طلاق بائنہ واقع ہوگی یہ کافی مین ہی۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ثلث ہی الا واحدہ بائنہ یا واحدہ البتہ تو دو طلاق رجعی
واقع ہونگی۔ اور زیادات مین فرمایا کہ اگر کہا کہ تو طالقہ بدو طلاق البتہ ہی الا واحدہ تو اسپر ایک طلاق بائنہ واقع
ہوگی۔ اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ بدو طلاق ہی الا واحدہ البتہ تو ایک بائنہ واقع ہوگی یا کہا کہ الا بائنہ واحدہ تو
ایک طلاق رجعی واقع ہوگی پھر فرمایا کہ الا یہ کہ اسکی نیت یہ ہو کہ بائن صفت دو کی ہی تو بیک طلاق بائنہ طالقہ ہوگی
اسواسطے کہ اُسنے اپنے محتمل لفظ کو مراد لیا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ بائن ہی اور تو طالقہ غیر بائن ہی الا یہی
بائن تو استثنا صحیح نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہسہ طلاق ہی الا ایک یا دو تو اس سے تعین کرنے کے
بیان کرنے کا مطالبہ کیا جائیگا اور اگر قبل بیان کے مرگیا تو ابن سماعہ نے جو امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہی اُسکے
موافق ایک طلاق سے طالقہ ہوگی اور یہی امام محمد رح کا قول ہی اور یہی صحیح ہی یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور اگر کہا کہ
ثلثا الا شیئا یعنے تو طالقہ ہسہ طلاق ہی الا کچھ تو دو واقع ہونگی اسی طرح اگر کہا الا بعضہا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر کہا
کہ دو الا نصف تطلیقہ یا الا کچھ تو دو واقع ہونگی اور یہ امام محمد رح کے نزدیک ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک
نصف کا استثنا کرنا ایک پورے کا استثنا ہی یہ عتابیہ مین ہی۔ اور منتقی مین ہی کہ اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ثلث
ہی الا واحدہ یا الا شی تو اس سے کچھ استثنا نہ کیا اور عورت پر تین طلاق واقع ہونگی یہ محیط مین ہی اور اگر عورت سے

یعنے تین ۱۲

کہا کہ تو طالقہ ہے بچہار طلاق اِلّا واحدہ تو امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ تین طلاق واقع ہونگی اور نیز امام محمد رح سے مروی ہے کہ دو ہی واقع ہونگی اور اوّل اصح ہے یہ حاوی میں ہے۔ اگر کہا کہ تو طالقہ بچہار ہے اِلّا بسہ تو ایک واقع ہوگی اور اگر کہا کہ پانچ اِلّا ایک تو تین طلاق واقع ہونگی یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر کہا کہ پانچ اِلّا تین تو دو واقع ہونگی یہ عتابیہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ عشر ہے اِلّا نو تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر کہا کہ اِلّا آٹھ تو دو طلاق واقع ہونگی اور اگر کہا کہ اِلّا سات تو تین واقع ہونگی اور اسی طرح اگر کہا کہ الا چھ یا پانچ یا چار یا تین یا دو یا ایک تو سب صورتوں میں تین ہی طلاق واقع ہونگی یہ بدائع میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے الا دو الا ایک تو دو طلاق واقع ہونگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے اِلّا ثلث الا واحدہ تو ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ہر عدد اس سے استثنار قرار دیا جائیگا جس سے متصل ہے چنانچہ جب ایک عدد تین سے مستثنیٰ کیا گیا تو دو باقی رہے پس جب انکو تین سے استثنا کیا تو ایک رہا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ عشر ہے اِلّا نو اِلّا آٹھ تو نو میں سے آٹھ استثنا کیے تو ایک رہا وہ دس سے استثنا کیا تو نو رہے پس گویا اسنے کہا کہ تو نو طلاق سے طالقہ ہے پس تین طلاق واقع ہونگی اور اگر کہا کہ دس اِلّا نو الا ایک تو نو میں سے ایک نکالا آٹھ رہے انکو دس سے نکالا تو دو رہے پس دو طلاق واقع ہونگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔ ابن سماعہ سے مروی ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ چہار ہے اِلّا تین اِلّا دو تو فرمایا کہ تین طلاق واقع ہونگی گویا اسنے کہا کہ تو طالقہ چہار ہے اِلّا ایک کذا فی الحاوی۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ بسہ طلاق ہے اِلّا واحدہ والا واحدہ تو دو طلاق واقع ہونگی اور استثنار اخیر باطل ہے یہ خلاصہ سروجی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تین اِلّا تین الا دو اِلّا ایک تو ایک واقع ہوگی اور اگر کہا کہ دس اِلّا نو اِلّا آٹھ اِلّا سات تو دو باقی رہینگی یعنے دو طلاق واقع ہونگی یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور اگر جورو سے کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے غیر تین غیر دو تو امام محمد رح نے فرمایا کہ دو طلاق واقع ہونگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ قال المترجم اصل عبارت عربی یوں ہے انت طالق ثلثا غیر ثلث غیر ثنتین قال محمد یقع ثنتان انتہی والاحسن ترجمہ الا صلاء بالفارسیہ فنقول اگر کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے غیر سہ غیر دو تو دو طلاق واقع ہونگی و دلالۃ الالتزام فان لمقصود المعنی لا العبارۃ۔ خانیہ میں لکھا ہے کہ ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ انت طالق ابدا الا غدا الیوم تو طالقہ ہے ہمیشہ ماسواے آج کے روز کے تو فی الحال واقع ہوگی گویا اسنے کہا کہ تو طالقہ ایسی طلاق سے ہے کہ آج تجھپر واقع نہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے اِلّا غیر واحدہ تو تین واقع ہونگی یعنے ایک واقع ہوگی یہ عتابیہ میں ہے۔ اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو نے زید سے کلام کیا قبل آنے عمرو کے تو زید سے قبل آنے عمرو کے کلام کرنے سے طلاق واقع ہوگی خواہ پھر عمرو آوے یا نہ آوے اور بعد آنے عمرو کے کلام کرنے سے طالقہ نہوگی۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اِلّا آنکہ عمرو آجاوے تو تمام عمر میں جب عمرو نہ آوے تو طلاق واقع ہوگی یعنی اگر عمرو نہ آیا یہانتک کہ یہ قسم کھانے والا مر گیا تو اسکے آخر جزو حیات میں طلاق ٹہر جائیگی اور اگر عمرو آگیا تو طالقہ نہوگی یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے اِلّا واحدہ کل کے روز یا کہا کہ اِلّا واحدہ اگر تو نے فلان سے کلام کیا تو کل کا روز آنے یا فلان سے کلام واقع ہونے سے پہلے کچھ واقع نہوگی اور کلام واقع ہونے یا کل کا روز آنے کے بعد دو واقع ہونگی۔ ایک مرد نے اپنی جورو کی طلاق کی قسم کھائی کہ فلان سے کلام نہ کریگا اِلّا ناسیا یعنے فلان سے بھولے سے کلام کیا پھر جان بوجھ کر کلام کیا تو حانث ہو جائیگا۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اگر میں نے فلان سے کلام کیا اِلّا یہ کہ میں بھول جاؤں پھر بھول کر اس سے کلام کیا پھر جان بوجھکر کلام کیا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ کلمہ الا یہ کہ واسطے غایت کے آتا ہے ایک انتہا ہونے کی ۱۲ م

مرد نے دوسرے سے کہا کہ میں دسویں روز تک تیرے پاس آؤنگا الّا یہ کہ میں مرجاؤں اور اپنے دل سے نیت کی
کہ اگر کبھی نہ چھوڑونگا ہیں اگر ایسی قسم بنام اللہ تعالیٰ ہوگی تو حانث نہوگا اور اگر بطلاق وعتاق ہوگی تو قضاءً اُسکی
تصدیق نہوگی - ایک مرد نے جورو سے کہا کہ اگر تو دار میں داخل ہوئی تو تو طالقہ ثلث ہے کہ تجھپر واقع نہوگی الّا بعد
فلان سے کلام کرنے کے پھر عورت دار میں داخل ہوئی تو بسبب طلاق طالقہ ہو جائیگی اور تذکرہ کلام فلان باطل ہے یہ
فتاویٰ قاضی خان میں ہے - اور اگر کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے الّا واحدہ اگر تو حائضہ ہو اور طاہر ہو یا کہا کہ اگر تو دار میں داخل
ہو تو شرط استثنیٰ منہ کی طرف راجع ہوگی گویا اُسنے کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے اگر تو نے ایسا کیا یا ایسا ہوا الا واحدہ تو وجود
شرط کے وقت دو طلاق واقع ہونگی یہ شرح زیادات عتابی میں ہے - اور ولوالجیہ میں ہے کہ اگر کہا تو طالقہ ثلث الّا
واحدہ بسنت ہے تو بطریق سنت دو طلاق سے طالقہ ہوگی کہ ہر طہر پر ایک طلاق واقع ہوگی یہ بحر الرائق میں ہے اور
استثناء کی شرط یہ ہے کہ متکلم بحروف ہو خواہ وہ مسموع ہوں یا نہوں یہ شیخ امام ابو الحسن کرخی کے نزدیک ہے اور شیخ امام
ابو جعفر فقیہ فرماتے تھے کہ خود اسکا سننا ضرور ہے اور شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل اسی پر فتویٰ دیتے تھے کذا فی المحیط اور
صحیح وہی ہے جو فقیہ ابو جعفر رح نے ذکر فرمایا ہے یہ بدائع میں ہے - اور بہرے کا استثناء کرنا صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان
میں ہے - اور ملتقط میں ہے کہ اگر عورت نے طلاق کو سُنا اور استثناء کو نہیں سُنا تو اسکو شرعاً گنجائش نہیں ہے کہ اپنے
ساتھ وطی کرنے دے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور استثناء صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ اپنے ما قبل کے کلام سے موصول ہو
درصورتیکہ فصل کی کوئی ضرورت داعی نہو چنانچہ اگر طلاق و استثناء کے درمیان سکوت وغیرہ سے بدون ضرورت کے
فصل پایا گیا تو استثناء صحیح نہیں اور اگر مثلاً سانس اکھڑ گئی اور اُسنے دم لینے کی ضرورت سے سکوت کیا تو مانع صحت نہوگا
اور یہ فصل شمار نہ کیا جائیگا الّا اس صورت میں کہ سکتہ ہو ایسا ہی ہشام نے امام ابو یوسف رح سے روایت کیا ہے یہ بدائع میں
ہے اور اگر اُسنے چھینک لی یا ڈکار لی یا اسکی زبان میں لکنت تھی کہ دیر تک تردد کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ کہا تو استثناء
صحیح ہوگا یہ اختیار شرح مختار میں ہے - اور اگر اُسنے کہا کہ تو طالقہ ہے مگر اسکے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ بھی بلا قصد اسکی
زبان سے نکل گیا تو واقع نہوگی یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اور یہی ظاہر المذہب ہے یہ فتح القدیر میں ہے - ایک شخص نے طلاق کی
قسم کھائی اور اسکے آخر میں انشاء اللہ تعالیٰ کہنے کا قصد کیا کہ اتنے میں کسی نے اُسکا مُنھ بند کر لیا پھر اگر مُنھ پر سے ہاتھ اُٹھا
ہی اُسنے علی الاتصال استثناء کہدیا تو استثناء صحیح ہوگا جیسے استثناء و طلاق کے درمیان چھینک یا ڈکار آنے میں حکم ہے
یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے - اور اگر کہا کہ تو طالقہ ثلث وثلث ہے انشاء اللہ تعالیٰ یا ثلث و واحدہ انشاء اللہ تعالیٰ ہے
یا کہا کہ تو طالقہ و طالقہ و طالقہ انشاء اللہ تعالیٰ ہے تو استثناء صحیح نہوگا اور امام اعظم رح کے نزدیک تین طلاق واقع ہونگی
اور صاحبین رح کے نزدیک استثناء صحیح ہوگا اور وہ طالقہ نہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے - اور اگر کہا کہ تو طالقہ واحدہ و ثلث
انشاء اللہ تعالیٰ ہے تو بالاجماع استثناء صحیح ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ و طالقہ و طالقہ انشاء اللہ تعالیٰ ہے تو بھی صحیح ہے
اسواسطے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی کلام لغو فاصل نہیں ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے - اور اگر کہا کہ تو طالقہ بجہتہ ہے
انشاء اللہ تعالیٰ تو یہ استثناء بالاجماع صحیح ہے یہ محیط میں ہے - اور اگر کہا کہ تو طالقہ بتہ طلاق بائنات یا کہا بسہ طلاق البتہ
ہے انشاء اللہ تعالیٰ تو استثناء صحیح نہوگا یہ غایۃ السروجی میں ہے - اور منتقیٰ میں کتاب الایمان میں ہے کہ اگر کہا کہ تو طالقہ رجعی ہے
انشاء اللہ تعالیٰ تو واقع ہوگی اور اگر کہا کہ بائنہ ہے تو واقع نہوگی یہ بحر الرائق میں ہے - ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ

ثلاث ہو پس تو آگاہ رہ انشاء اللہ تعالیٰ تو استثناء صحیح ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ثلاث ہے تو آگاہ رہ انشاء اللہ تعالیٰ یا کہا کہ تو جا انشاء اللہ تعالیٰ تو تینوں طلاق واقع ہونگی اور استثناء باطل ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اے عمرہ ان شاء اللہ تعالیٰ تو طلاق نہ ہوگی یہ بدائع میں ہے۔ اور منتقی میں ہے کہ اگر کہا کہ تو طالقہ ثلاثہ ہے اے عمرہ بنت عبد اللہ انشاء اللہ تعالیٰ تو طالقہ نہ ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ثلاثہ ہے اے عمرہ بنت عبد اللہ بن عبد الرحمن انشاء اللہ تعالیٰ تو طالقہ ہوجائیگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ثلاثہ ہے یا طالقہ انشاء اللہ تعالیٰ تو طالقہ نہ ہوگی اور اگر کہا کہ اے طالقہ تو طالقہ ثلاثہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ تو استثناء مذکور تینوں طلاق سے متعلق ہوگا وہ واقع نہونگی مگر ایک طلاق فی الحال واقع ہوگی۔ اور نیز امام ابوحنیفہ رح سے مروی ہے کہ تو طالقہ ثلاثہ ہے یا طالقہ انشاء اللہ تعالیٰ کی صورت میں تینوں طلاق واقع ہونگی مگر روایت اول ہی اصح ہے اسکو شیخ الاسلام نے ذکر فرمایا ہے یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے۔ اور اگر کہا کہ اے زانیہ تو طالقہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ تو استثناء مذکور فقط طلاق کے ساتھ ہوگا اور عورت سے لعان کریگا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے یا زانیہ انشاء اللہ تعالیٰ تو استثناء صحیح ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اے چھنال انشاء اللہ تعالیٰ تو یہ استثناء سب سے متعلق ہے پس نہ طلاق واقع ہوگی اور نہ مرد پر حد لازم ہوگی اور نہ لعان یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ثلاث ہے اے فلانہ الا واحدۃ تو دو واقع ہونگی اور یا فلانہ کہنا فاصل قرار نہ دیا جائیگا یہ فتاوی صغری میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے حتی کہ تیرا قلب خوش ہو انشاء اللہ تعالیٰ تو اسمیں فاصل ہے پس طلاق واقع ہوگی اور استثناء صحیح نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ جو مرد کہ طلاق دی یا خلع دیا پھر استثناء یا شرط کا دعوی کیا اور کوئی منازع موجود نہیں ہے تو کچھ اشکال نہیں ہے کہ مرد کا قول قبول ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر عورت نے طلاق کا دعوی کیا اور شوہر نے کہا کہ میں نے استثناء کے ساتھ یوں کہا کہ تو طالقہ انشاء اللہ تعالیٰ ہے اور عورت نے استثناء میں اسکی تکذیب کی تو روایات ظاہرہ میں مذکور ہے کہ قول شوہر کا قبول ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے پھر اگر گواہوں نے گواہی میں خلع یا طلاق بغیر استثناء کی گواہی دی یعنی یوں کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اسنے بغیر استثناء کے خلع دیدیا ہے یا کہا کہ بغیر استثناء کے طلاق دی ہے یا کہا کہ اسنے طلاق دی اور استثناء نہیں کیا تو شوہر کا قول قبول نہوگا اور اگر گواہوں نے یوں کہا کہ ہمنے اس مرد کے منہ سے کوئی کلمہ سوائے کلمہ خلع یا طلاق کے نہیں سنا تو قول شوہر کا قبول ہوگا اور قاضی ان دونوں میں تفریق نہ کریگا الا یہ کہ شوہر کی طرف سے کوئی ایسی بات ظاہر ہو جو صحت خلع پر دلالت کرتی ہو جیسے بدل الخلع پر قبضہ کرلینا یا کوئی دوسری وجہ ایسی ہی ہو تو ایسی صورت میں عورت کا قول قبول ہوگا یہ فتاوی صغری میں ہے اور شیخ نجم الدین نسفی سے مروی ہے کہ انھوں نے شیخ الاسلام ابو الحسن رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ ہمارے مشائخ نے استحسان فرمایا ہے کہ مرد نے اگر طلاق میں استثناء کا دعوی کیا تو بدون گواہوں کے اسکے قول کی تصدیق نہوگی اسواسطے کہ یہ خلاف ظاہر ہے اور زمانہ میں فساد پھیل گیا ہے پس نا ہے کہ جھوٹ سے امن نہیں ہے یہ فتاوی غیاثیہ میں ہے۔ اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے گذرے ہوئے کل کے روز طلاق دیدی ہے پس میں نے کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ تو ظاہر الروایہ کے موافق شوہر کا قول قبول ہوگا اور نوازل میں اس مسئلہ میں اختلاف صاحبین باہم ذکر کیا ہے کہ بہ قیاس قول امام ابو یوسف رح شوہر کا قول قبول ہوگا اور بقول امام محمد رح طلاق واقع ہوگی اور شوہر کا

قول نامقبول ہوگا اور احتیاطاً اسی پر فتوی دیا جاتا ہے۔ ایک مرد نے اپنی جورو کو تین طلاق دیدین پھر اس مرد
کے سامنے دو عادل گواہون نے گواہی دی کہ تو نے اپنے کلام طلاق مین استثنا موصول کیا تھا حالانکہ خود
اس مرد کو یہ بات یاد نہین آتی ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر مرد مذکور نے حالت غضب مین طلاق دی ہو
بحالیکہ جو وہ نہین چاہتا ہو وہ اسکی زبان سے نکل سکتا ہو اور جو بکتا ہو وہ یاد نہین رہ سکتا ہو تو اسکو ان (ایسی حالت ہو ۱۲)
دونون کے قول پر اعتماد کرلینا جائز ہے ورنہ نہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہے

پانچوان باب طلاق مریض کے بیان مین ہے شیخ جُجندی رح نے فرمایا کہ اگر کسی مرد نے اپنی جورو کو طلاق رجعی
دیدی خواہ اپنی صحت مین یا مرض مین خواہ برضامندی عورت یا بغیر رضامندی پھر عورت کے عدت مین ہونے
کی حالت مین مرگیا تو بالاجماع یہ دونون باہم ایک دوسرے کے وارث ہونگے اور اسی طرح اگر عورت وقت طلاق
کے کتابیہ ہو یا کسی کی مملوکہ ہو پھر وہ عدت مین مسلمان ہوگئی یا آزاد کی گئی تو بھی وہ وارث ہوگی یہ سراج الوہاج
مین ہے۔ اور اگر اسکو طلاق بائن دیدی یا تین طلاق دیدین پھر عورت کو عدت مین چھوڑ کر مرگیا تو بھی ہمارے
نزدیک عورت وارث ہوگی اور اگر عدت گذر جانے کے بعد مرا تو وارث نہوگی اور یہ اسوقت ہے کہ بدون درخواست
عورت کے طلاق دی ہو اور اگر بدرخواست عورت طلاق دی تو بعد طلاق کے پھر یہ عورت وارث نہوگی یہ محیط مین ہے
اگر عورت درخواست طلاق پر باکراہ مجبور کی گئی ہو تو بھی وارث ہوگی یہ معراج الدرایہ مین ہے۔ اور اسمین [illegible]
کا وقت طلاق کے ہونا اور اسوقت سے برابر تا وقت موت باقی رہنا معتبر ہے یہ بدائع مین ہے۔ [illegible]
عورت کو اپنے مرض مین بائن کیا ہو اسوقت اگر وہ باندی ہو یا کتابیہ ہو پھر وہ باندی آزاد کی گئی یا عورت کتابیہ مسلمان
ہوگئی تو اسکو میراث نہ ملیگی یہ جوہری کی شرح جامع کبیر مین ہے۔ اور اگر مریض نے اپنی جورو کو تین طلاق دیدین پھر وہ مرتد
ہوگئی پھر مسلمان ہوگئی پھر شوہر مرگیا درحالیکہ وہ عدت مین ہے تو وارث نہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر مرد مرتد ہو گیا
نعوذ باللہ وایانا ابداً پھر وہ قتل کیا گیا یا دارالحرب مین جا ملا یا حالت ارتداد مین دارالاسلام مین مرگیا تو اسکی جورو اسکی
وارث ہوگی۔ اور اگر عورت مرتدہ ہوگئی پھر مرگئی یا دارالحرب مین جا ملی پس اگر اپنی صحت مین مرتدہ ہوگئی ہو تو شوہر اسکا وارث نہوگا
اور اگر مرض مین مرتدہ ہوئی ہو تو استحساناً اسکا شوہر اسکا وارث ہوگا۔ اور اگر جورو و مرد دونون ساتھ ہی مرتد ہوگئے پھر دونون
مین سے ایک مسلمان ہوا پھر ایک مرگیا پس اگر مسلمان ہونے والا مرا ہے تو مرتد اسکا وارث نہوگا خواہ عورت ہو یا مرد ہو اور اگر
مرتد مرا ہے پس اگر یہ مرتد شوہر ہو تو جورو اسکی وارث ہوگی اور اگر جورو مرتد مری ہو پس اگر وہ مرض مین مرتدہ ہوئی تھی تو
شوہر مسلمان اسکا وارث ہوگا اور اگر صحت مین مرتدہ ہوئی تھی تو وارث نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اور اگر مریض کے
پسر نے اپنے باپ کی جورو سے زبردستی باکراہ جماع کرلیا تو عورت وارث نہوگی اور اصل مین مذکور ہے کہ لیکن اگر باپ نے پسر کو (یعنی سوتیلی مان ۱۲) (یعنی پسر مریض کی ۱۲)
اس فعل کا حکم دیا ہو تو فرقت کے حق مین فعل پسر کا اسکے باپ کی طرف منتقل ہوگا کہ گویا باپ نے خود جدا کردیا ہے پس
فار قرار دیا جائیگا یہ محیط مین ہے یعنی جورو مذکورہ وارث ہوگی فاعلم۔ اور اگر مریض نے اپنی جورو کو تین طلاق دیدین
پھر اسکے پسر نے اس سے جماع کیا یا شہوت سے اسکا بوسہ لیا تو عورت اسکی وارث ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر
عورت کو تین طلاق دیدین اور تندرست ہونے کی حالت مین یہ طلاق نہین دین پھر عورت نے اپنے شوہر مذکور کے (یعنی جورو دوسری جورو سے ہے ۱۲)
پسر کا بوسہ لیا پھر اسکی عدت مین شوہر مرگیا تو اسکو میراث ملیگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر عورت نے اپنے مرض کی
یعنی شہوت سے ۱۲

حالت میں اپنے شوہر کے بستر کی سلامتی پر چلے جانے کی پھر عدت میں مرگئی یعنی بعد اس ملاقات کے چونکہ جدائی واقع ہوئی اور
عورت اپنے شوہر پر حرام ہوگئی اور عدت میں بھی پھر عدت میں مرگئی تو استحسانًا شوہر اسکا وارث ہوگا یہ فتاوی قاضیخان
میں ہے اور اگر شوہر نے مرض میں اپنی جورو کو بائن کر دیا پھر اچھا ہوگیا پھر مرگیا تو عورت وارث نہ ہوگی یہ نہایہ میں ہے
اور اگر عورت نے اس سے کہا کہ تو مجھے رجعی کی طلاق دیدے پس شوہر نے اسکو تین طلاق دیدیں یا بائنہ طلاق
دی پھر مرگیا تو عورت مذکورہ اسکی وارث ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر اپنے مرض میں عورت سے کہا کہ تیرا امر
تیرے ہاتھ ہے یا تو اختیار کر پس عورت نے اپنے نفس کو اختیار کیا یا عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو تین طلاق دیدے
اُسنے ایسا ہی کیا یا عورت نے اپنے شوہر سے خلع لے لیا پھر اسکی عدت میں شوہر مرگیا تو اسکی وارث نہ ہوگی یہ بدائع
میں ہے۔ اور اگر عورت نے اپنے نفس کو خود بخود تین طلاق دیدیں پس مرد نے اُسکو جائز رکھا تو مرد کے مرنے پر
اپنی عدت میں عورت اُسکی وارث ہوگی اسواسطے کہ میراث کی مٹانے والی شوہر کی اجازت ہوئی ہے[۱] یہ تبیین میں
ہے۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر مرض میں زوجہ کو طلاق دی اور برابر دو برس سے زیادہ بیمار رہ کر مرگیا پھر عورت کے
اس شوہر کے مرنے کے بعد چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو امام اعظم و امام محمد کے قول میں عورت کو میراث نہ ملیگی یہ
بدائع میں ہے قال المترجم مرد طلاق دہندہ جبھی فار کہلاتا ہے جب وہ اس غرض سے طلاق دے کہ میراث کا مال عورت
کو نہ ملنے پاوے یا ایسا اُسکی طرف سے گمان ظاہر ہو تو وہ فار ہے گویا اُسنے میراث دینے سے فرار کیا تو حق میراث میں ایسی
طلاق کا کچھ اعتبار نہیں ہے بلکہ میراث ملیگی اگر شرائط موجود ہوں مگر فرار کا حکم جبھی ثابت ہوتا ہے کہ جب عورت کا حق
اسکے مال سے متعلق ہو جاوے اور اسکے مال سے جبھی متعلق ہوتا ہے کہ جب وہ ایسا مریض ہو جس سے غالبًا ہلاکت کا خوف
ہو بایں طور کہ وہ بستر پر پڑگیا ہو کہ وہ گھر کے ضروری امور کا اقدام مثل تندرست آدمیوں کے عادت کے موافق نہ کرسکتا
ہو اور اگر وہ بتکلف ان امور کا سرانجام کرسکتا ہو کہ گھر ہی میں اپنی ضروریات کو ادا کرتا ہو حالانکہ بیمار ہو تو وہ فار نہ
قرار دیا جائیگا اسواسطے کہ آدمی کمتر اس سے خالی ہوتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ جو شخص اپنی حاجات کو جو گھر کے باہر سرانجام پاتی
ہیں ادا نہ کرسکے وہ مریض ہے اگرچہ گھر کے اندر حاجات کو ادا کرسکے اسلیے کہ ایسا نہیں ہے کہ ہر مریض گھر میں حاجات کے
انجام دینے سے عاجز ہو جاوے جیسے پیشاب و پائخانہ کے واسطے قیام کرنا یہ تبیین میں ہے اور عورت اگر ایسی ہو کہ بیماری
سے چھت پر نہ چڑھ سکتی ہو تو وہ مریضہ ہے ورنہ نہیں اور ایسے امور کے ساتھ بھی حکم فرار ثابت ہوتا ہے جو مرض مہلک کے معنی
میں ہوتے ہیں کہ جنمیں ہلاکت کا احتمال غالب ہے پس اگر انمیں سلامتی کا احتمال غالب ہو تو اُنکا حکم مثل صحیح کے ہوگا
اور وہ فار قرار نہ دیا جائیگا پس جو شخص محصور ہو یا صف قتال میں ہو یا درندوں کے جنگل میں اترا ہو یا کشتی میں سوار
ہو یا قصاص یا رجم کے واسطے مقید ہو تو جبتک وہ سلیم البدن ہے اور غالب اسکے حال میں سلامتی ہے اسواسطے کہ قلعہ دشمن
کی بدی دور کرنے کے واسطے ہوتا ہے اور ایسا ہی خندق بھی ہوتا ہے اور بیشتر آدمی قید و درندوں کے جنگل سے نوع حیلہ سے
خلاص پا جاتا ہے۔ اور اگر وہ صفوں کے بیچ سے نکلا تا کہ کسی دشمن سے قتال کرے یا قید سے نکال کر اپنے قتل کے واسطے
پیش کیا گیا جسکا وہ مستحق ہوچکا ہے یا کشتی ٹوٹ گئی اور وہ ایک تختہ پر رہ گیا یا درندہ کے منہ میں ہے تو ایسی حالت میں غالب گمان
اسکے حق میں ہلاکت کا ہے پس اگر ایسی حالت میں اُسنے طلاق دی تو فرار کرنے والا قرار دیا جائیگا۔ اور جسکے ہاتھ پاؤں
رہ گئے ہیں یعنی گٹھیا ہوگئی ہے اور جسکو فالج نے مارا ہے جبتک اسکا مرض بڑھنے پر ہو تب تک وہ مریض ہے اور جب

ایک حالت پر ٹھہر جاوے اور ہمیشہ اور پرانا ہو جاوے تو طلاق وغیرہ کے حق میں وہ مثل صحیح کے ہو کذا فی الکافی اور یہی حکم مدقوق کا ہو اور اسی کو بعضی مشائخ نے لیا ہو اور صدر کبیر برہان الدین اور صدر شہید حسام الدین آئی فتوی دیتے تھے یہ محیط میں ہو۔ اور جب اوسکو سل ہوا اگر اس مرض میں اسکو زمانہ دراز گذرا تو وہ صحیح کے حکم میں ہو لیکن اگر اس مرض میں اسکی حالت متغیر ہو ئی تو وہ زمانہ تغیر کا ہو یعنی ایک حالت سے تغیر شروع ہوا تو اسوقت سے مرض الموت کا زمانہ قرار دیا جائیگا اور یہی حال لنجے اور اپانج مریض کا ہو جسکا ایک طرف کا دھڑ خشک ہو گیا ہو یہ بدائع میں ہو۔ اور زمانہ دراز کی تفسیر ہمارے اصحاب نے یون فرمائی کہ ایکسال گذرے پس اگر اس مرض میں ایکسال باقی رہا تو بعد سال کے اسکا تصرف ہو گا وہ مثل تندرست آدمی کے تصرف کے ہو گا یہ تمرتاشی میں ہو۔ اور زخمی آدمی اور جسکے درد ہو بشرطیکہ اس تکلیف نے اسکو صاحب فراش نہ کر دیا ہو تو وہ مثل صحیح کے ہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہو۔ اور جو شخص قتل کے واسطے قید خانہ سے نکالا گیا تھا اگر وہ پھر قید میں واپس لایا گیا جو صورت سے لڑنے کے واسطے نکلا تھا وہ صف میں واپس آگیا تو وہ صحیح کے حکم میں ہو گیا جیسے مریض کہ وہ مرض سے اچھا ہو گیا یہ بدائع میں ہو۔ اور اگر شوہر پر طلاق دینے کے واسطے اکراہ کیا گیا پس اگر اسکی جان یا عضو تلف کرنے کی وعید پر اکراہ کیا گیا ہو تو وہ طلاق دینے میں فار نہ قرار دیا جائیگا اور اگر قید کرنے یا پیٹنے کی وعید پر اکراہ ہو تو فار ہوگا یہ عتابیہ میں ہو۔ اور اگر اپنے مرض میں جورو کو تین طلاق دین پھر وہ قتل کیا گیا یا اس مرض کے سوا کسی وجہ سے مر گیا مگر ہان وہ اچھا نہیں ہو گیا تھا تو اسکی عورت کو میراث ملیگی یہ کافی میں ہو۔ اور اگر مریض نے مرض میں اپنی جورو کو طلاق دی پھر عورت نے اسکو قتل کر دیا تو عورت کو میراث نہ ملیگی اسواسطے کہ قاتل کو میراث نہیں ملتی ہو یہ محیط سرخسی میں ہو۔ اور عورت اسباب فرار میں مثل مرد کے ہو چنانچہ اگر عورت نے بخیار بلوغ اپنے نفس کو اختیار کر لیا یا بخیار عتق اختیار کر لیا یا شوہر کے پسر کو اپنے اوپر کسی حرکت بد کا قابو دیدیا یا مرتدہ ہو گئی یا مثل اسکے اسباب جدائی مرد کی جانب سے کوئی سبب عمل میں لائی بعد اسکے کہ عورت کو ان امور میں سے جو ہمنے مرض وغیرہ کے ذکر کیے ہیں کوئی پیش آیا اور عارض ہوا ہو تو وہ فارہ قرار دیجائیگی اور شوہر اسکا وارث ہوگا اور حاملہ فارہ نہیں قرار پاتی ہو یعنی فقط حمل کے سبب سے ہوتے ہیں اگر امور فراق میں سے کوئی امر کرے تو فارہ نہوگی لیکن اگر درد زہ شروع ہونے پر اُسنے ایسا کیا تو فارہ ہوسکتی ہو یہ تبیین میں ہو۔ اور اگر مریضہ عورت و اُسکے شوہر کے درمیان بسبب عنین ہونے کے جدائی کر دی گئی باین طور کہ شوہر عنین نکلا اور اُسکو ایکسال کی مدت دی گئی مگر اس عرصہ میں بھی اُسنے عورت سے وطی نہیں کی کہ اسکو قدرت حاصل نہوئی پس عورت کو خیار دیا گیا پس اُسنے اپنے نفس کو اختیار کیا درحالیکہ وہ مریضہ ہو پھر عدت میں مر گئی یا بسبب جب کے یعنی آلہ تناسل کٹے ہوئے کے جدائی ہوئی یا ایلا کہ عورت سے دخول کے بعد اسکو طلاق بائن دی پھر جب وہ عدت میں اس سے نکاح کیا پھر عورت کو یہ معلوم ہوا حالانکہ وہ مریضہ ہو پس اُسنے اپنے نفس کو اختیار کیا پھر عدت میں مر گئی تو دونوں مسئلوں میں شوہر اسکا وارث نہوگا یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہو۔ اور اگر عورت کو قذف کیا پھر دونوں میں باہم لعان واقع ہوئی درحالیکہ عورت مریضہ تھی پھر قاضی نے دونوں میں تفریق کر دی پھر وہ عدت میں مر گئی تو شوہر اسکا وارث نہوگا یہ سراج وہاج میں ہو۔ اور اگر مرض کی طلاق دی ہوئی عورت مستحاضہ ہوا اور اُسکے حیض کے ایام مختلف ہوں تو ہم میراث کے واسطے اقل مدت جو اسکی ہو وہ لینگے۔ اور اگر اسکا حیض معلوم ہو پھر آخری حیض عدت میں اسکا خون منقطع ہو گیا حالانکہ اُسکے ایام دس روز سے کم ہیں پس اگر عورت کے غسل کر لینے یا وقت نماز گذر جانے سے پہلے شوہر مریض مر گیا تو عورت وارث ہوگی اور اسی طرح اگر عورت نے غسل کیا مگر کوئی عضو باقی رہا کہ وہان پانی نہیں پہونچا تو بھی اس صورت میں یہی حکم ہو یہ ظہیریہ میں ہو

اور اگر بسبب عنین ہونے یا مجبوب ہونے شوہر کے شوہر کے مرض میں دونوں میں تفریق کردی گئی اور عورت کی عدت میں شوہر مذکور
مرگیا تو عورت اُسکی میراث نہ پاویگی اسواسطے کہ وہ فرقت پر راضی تھی یہ تمرتاشی میں ہے۔ اور اگر مرض میں اپنی عورت کو
قذف کیا اور مرض میں اس سے لعان کیا تو بالاجماع یہ عورت اُسکی وارث ہوگی اور اگر صحت میں عورت کو قذف کیا
ہوا اور باہم لعان مرض میں واقع ہوا تو امام ابوحنیفہ رح و امام ابو یوسف رح کے قول میں اُسکی وارث ہوگی یہ کافی میں
ہے اور اگر مرض میں عورت سے ایلا کیا اور مدت ایلا مرض میں گذر گئی تو جب تک عدت میں ہے اگر شوہر مرا تو وارث ہوگی
اور اگر ایلاء حالت صحت میں کیا اور مدت ایلا مرض میں تمام ہو گئی تو پھر وارث نہوگی۔ اور اگر عورت سے اپنے مرض
میں کہا کہ میں نے تجھے اپنی صحت میں طلاق مغلظہ دیدی ہے اور تیری عدت گذر گئی ہے پس عورت نے اسکی تصدیق کی پھر اس
عورت کے واسطے کچھ قرضہ کا اقرار کیا یا کچھ وصیت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک عورت مذکورہ کو اسکے حصہ میراث کی مقدار
اور اس مقدار قرضہ یا موصی بہا سے جو کم ہو وہ ملیگی اور صاحبین رح کے نزدیک شوہر کا اقرار و وصیت صحیح ہے اور اگر
عورت کے حکم سے عورت کو اپنے مرض میں تین طلاق دیدیں پھر اسکے واسطے کچھ قرضہ کا اقرار کیا یا کچھ وصیت کی تو
بالاجماع عورت کو اس مقدار اور اُسکے حصہ میراث دونوں میں سے جو کم ہو وہ ملیگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور ہمارے
نزدیک عورت کو اس مقدار اور مقدار حصہ میراث دونوں میں سے کمتر مقدار ملیگی بشرطیکہ عورت کی عدت میں
شوہر مذکور مرگیا ہو اور اگر عدت گذرنے کے بعد مرا ہے تو عورت کو تمام وہ مقدار ملیگی جسکا اُسکے واسطے اقرار کیا ہے
یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اور اگر کوئی آدمی مرگیا اور اسکی جورو نے کہا کہ مجھے وہ اپنے مرض موت میں تین طلاق
دے چکا ہے پھر وہ ایسی حالت میں مرا کہ میں عدت میں ہوں پس مجھے میراث چاہیے ہے اور وارثوں نے کہا کہ تجھے اسنے اپنی
صحت میں طلاق دی ہے اور تجھے میراث نہیں چاہیے ہے تو قول عورت کا قبول ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر وارثوں نے کہا کہ
تو باندی تھی اور شوہر کے مرنے کے بعد آزاد کی گئی ہے اور وہ کہتی ہے کہ میں برابر آزاد چلی آتی ہوں تو قول عورت کا
قبول ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر عورت باندی ہو پس وہ آزاد کی گئی اور اُسکا شوہر مرگیا پس عورت نے شوہر کی زندگی
میں آزاد کیے جانے کا دعوے کیا اور وارثوں نے اُسکے مرنے کے بعد آزاد کیے جانیکا دعوے کیا تو وارثوں کا قول قبول
ہوگا اور اگر باندی کے مولی نے کہا کہ میں نے اسکو اسکے شوہر کی زندگی میں آزاد کیا تھا تو مولی کا قول قبول نہوگا
اور اسی طرح اگر عورت کتابیہ کسی مسلمان کے تحت میں ہو پس وہ مسلمان ہو گئی اور اسکا شوہر مرگیا پس کتابیہ مذکورہ
نے کہا کہ میں شوہر کی زندگی میں مسلمان ہوئی ہوں اور وارثوں نے کہا کہ نہیں بلکہ بعد موت شوہر کے تو قول
وارثوں کا قبول ہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر عورت نے کہا کہ مجھے اسنے طلاق دی درحالیکہ وہ
سوتا تھا اور وارثوں نے کہا کہ تجھے جاگتے میں طلاق دی ہے تو قول عورت کا قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔
اور اگر اپنی جورو سے اپنے مرض میں کہا کہ میں تجھے اپنی صحت میں تین طلاق دے چکا ہوں یا کہا کہ میں نے تیری
ماں یا تیری بیٹی سے جماع کر لیا ہے یا کہا کہ میں نے اس سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا ہے یا کہا کہ میرے اور اسکے درمیان
قبل نکاح کے رضاعت متحقق ہو چکی ہے یا کہا کہ میں نے اس سے ایسی حالت میں نکاح کیا کہ یہ غیر کی عدت
میں تھی اور عورت نے اس سے انکار کیا تو عورت بائنہ ہو جائیگی مگر اسکو میراث ملیگی اور اگر عورت نے اسکی
تصدیق کی تو میراث نہ ملیگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اور اگر اپنے مرض الموت میں جورو کو تین طلاق دیدیں

پھر مر گیا اور اُسکی مطلقہ جورو کہتی ہے کہ میری عدت ابھی نہیں گذری ہے تو اسکا قول قسم سے قبول ہوگا اگرچہ زمانہ دراز
گذر گیا ہو پس اگر عورت نے قسم کھا لی تو میراث لیگی اور اگر نکول کیا تو اسکو میراث نہ ملیگی جیسے عدت گذر جانے
کے اقرار کرنے کی صورت میں ہوتا اور اگر عورت نے کچھ نہیں کہا ولیکن کسی دوسرے شوہر سے نکاح کیا اور مدت اتنی
گذری ہو کہ اتنی مدت میں عدت تمام ہو سکتی ہے پھر عورت نے کہا کہ پہلے خاوند سے میری عدت نہیں گذری تھی
تو عورت کے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی چنانچہ دوسرے شوہر کے حق میں اُسکا قول معتبر نہوگا اور وہ اسکی جورو رہیگی اور
اول شوہر کی میراث بھی اسکو نہ ملیگی اور دوسرے شوہر سے اسکا نکاح کرنا یہ دلالۃً اس عورت کی طرف سے عدت
گذر جانے کا اقرار ہے اور اگر اُسنے کسی سے نکاح نہیں کیا بلکہ اُسنے کہا کہ میں حیض سے مایوس ہوگئی ہوں اور اُسنے تین
مہینہ عدت پوری کی پھر شوہر مر گیا اور وہ میراث سے محروم ہوئی پھر اسکے بعد اُسنے کسی شوہر سے نکاح کیا اور اُسکے
بچہ پیدا ہوا یا حائضہ ہوئی تو اسکو پہلے خاوند سے میراث ملیگی اور دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح فاسد ہوگا یہ محیط میں
ہے اور اگر کسی مرد نے تندرستی میں اپنی جورو سے کہا کہ جب شروع ماہ ہو یا جب تو دار میں داخل ہو یا جب فلان
شخص ظہر کی نماز پڑھے یا جب فلان شخص اس دار میں داخل ہو تو تو طالقہ ہے پھر شوہر کے مریض ہونے کی حالت میں یہ
باتیں پائی گئیں تو طالقہ ہو جائیگی اور شوہر کی میراث نہ پاویگی اور اگر شوہر نے ایسا کلام مرض میں کہا ہو تو وارث ہوگی
سوائے اس صورت کے کہ جب تو دار میں داخل ہو کہ اس صورت میں وارث نہوگی یہ ہدایہ میں ہے اور اگر طلاق کو شوہر نے
معلق کیا پس اگر اپنے ذاتی فعل پر معلق کیا تو حانث ہونے کا وقت معتبر ہوگا چنانچہ اگر حانث ہونے کے وقت مریض تھا
اور مر گیا اور عورت عدت میں تھی تو وارث ہوگی خواہ تعلیق حالت صحت میں کی ہو یا مرض میں خواہ ایسا فعل ہو جسکے کرنے
پر وہ مجبور ہو یا نہو اور اگر اجنبی آدمی کے فعل پر معلق کیا تو قسم کھانے اور حانث ہونے دونوں کا وقت معتبر ہوگا پس
اگر دونوں حالتوں میں قسم کھانے والا مریض ہو تو عورت وارث ہوگی ورنہ نہیں خواہ یہ فعل جسپر معلق کیا ہے ایسا ہو کہ اُس کا
چارہ ہو یا نہو جیسے یوں کہا کہ جب فلان آوے تو تو طالقہ ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اسی طرح اگر کوئی فعل آسمانی پر
تعلیق کی جیسے کہا کہ جب چاند ہو تو تو طالقہ ہے تو بھی ایسا ہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر فعل عورت پر تعلیق کی پس اگر ایسا فعل
ہو کہ عورت کو اُسکے نہ کرنے کا چارہ ہے یعنی چاہے نہ کرے تو حانث ہونے پر عورت وارث نہوگی خواہ قسم اور حانث ہونا
دونوں مرض میں واقع ہوئے یا تعلیق صحت میں اور حانث ہونا مرض میں ہوا ہو اور اگر ایسے فعل پر معلق کیا جس سے
عورت کو کوئی چارہ نہیں ہے جیسے کھانا پینا نماز روزہ و والدین سے کلام کرنا و قرضدار سے قرضہ وصول کرنا وغیرہ پس اگر
تعلیق و فعل مشروط دونوں مرض میں واقع ہوں تو بالاجماع وارث ہوگی اور اگر تعلیق صحت میں اور وجود شرط مرض
میں ہو تو بھی امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک یہی حکم ہے جیسے کہ اپنے فعل پر تعلیق طلاق کرنے کا حکم ہے یہ سراج الوہاج میں ہے
اگر اپنی صحت میں اپنی جورو سے کہا کہ اگر میں بصرہ کے اندر نہ جاؤں تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے پس وہ بصرہ میں نہ آیا حتی کہ مر گیا تو عورت
اُسکی وارث ہوگی اور اگر جورو مر گئی اور شوہر زندہ رہا تو اُسکا وارث ہوگا اور اگر عورت سے کہا کہ اگر تو بصرہ میں نہ آئی تو تو طالقہ ثلاثہ
ہے پھر وہ عورت نہ آئی یہانتک کہ شوہر مر گیا تو اُسکی وارث ہوگی اور اگر یہ عورت مر گئی اور شوہر باقی رہا تو اُسکا وارث نہوگا یہ
بدائع میں ہے۔ اور اگر مریض نے اپنی جورو کو بعد دخول کے طلاق بائن دیدی پھر اُس سے کہا کہ جب میں تجھسے نکاح کروں تو تو بسہ
طلاق طالقہ ہے پھر عدت میں اُس سے نکاح کر لیا تو طالقہ ثلاثہ ہو جائیگی پھر اگر اسکی عدت میں مریض مر گیا تو یہ بعد عدت میں اسکی وارثہ

قرار دیجائیگی اور نکاح کر سنے سے حکم فرار باطل ہوگیا اگرچہ اسکے بعد طلاق واقع ہوئی ہے کیونکہ تزوج عورت کے فعل سے واقع ہوا ہے پس شوہر مریض قرار کرنے والا نہ ہوگا یہ امام اعظم کا و امام ابو یوسف کے نزدیک ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ ایک مریض نے اپنی جورو سے کہا کہ کل کے روز تو طالقہ ثلاث ہے حالانکہ یہ عورت باندی ہے اور اسکے مولے نے اس سے کہا کہ کل کے روز تو حرہ ہے پھر کل کا روز ہوا تو طلاق و عتاق ساتھ ہی واقع ہونگے اور یہ عورت اپنے شوہر کی میراث نہ پاویگی اور اسی طرح اگر مولے نے عتق کا کلام پہلے کہا ہو پھر شوہر نے اسکے بعد کہا ہو کہ تو کل کے روز طالقہ ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر شوہر نے یون کہا کہ جب تو آزاد کی گئی تو تو طالقہ بتہ ہے طلاق ہے تو شوہر مریض مذکور فرار کنندہ قرار دیا جائیگا پس اگر مولے نے اس باندی سے کہا کہ کل کے روز تو حرہ ہے اور شوہر نے کہا کہ پرسون تو بتہ طلاق طالقہ ہے پس اگر اسکو گفتگوے مولی سے آگاہی ہو تو وہ فار ہوگا اور اگر آگاہ نہو تو فار نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ جب مین مریض ہون تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے پھر بیمار ہوا اور اسی مرض مین مر گیا درحالیکہ وہ عدت مین تھی تو عورت اسکی وارث ہوگی اور شیخ ابو القاسم صفار نے فرمایا کہ وارث نہوگی اور قول اول ہی صحیح ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ ایک باندی ایک غلام کے تحت مین ہے کہ دونون سے انکے مولے نے کہا کہ کل کے روز تم دونون آزاد ہو اور شوہر نے اس سے کہا کہ تو کل کے روز بتہ طلاق طالقہ ہے تو اس باندی کو اپنے شوہر کی میراث نہ ملیگی اور اگر شوہر نے کہا کہ تو پرسون طالقہ ثلاث ہے تو قیاساً عورت کے واسطے میراث نہوگی اور استحساناً اگر اسکو گفتگوے مولے سے آگاہی تھی تو وارث ہوگی اور اگر نہ تھی تو نہوگی۔ ایک عورت نے اپنے شوہر مریض پر دعوی کیا کہ اسنے مجھکو تین طلاق دیدین مگر وہ انکار کر گیا اور قاضی نے اس سے قسم لی تو قسم کھا گیا پھر عورت نے اسکی تصدیق کی کہ سچا ہے اور شوہر مر گیا پس اگر شوہر کے مرنے کے بعد عورت نے اسکی تصدیق کی ہو تو اسکی تصدیق صحیح نہین ہے۔ مریض نے اپنی دو جوروؤن سے کہا کہ اگر تم اس دار مین داخل ہوئین تو تم طالقہ ثلاث ہو پھر دونون معاً دار مین داخل ہوئین پھر وہ مر گیا درحالیکہ دونون عدت مین تھین تو اسکی وارث ہونگی اور اگر ایک پہلے داخل ہوئی پھر دوسری تو پہلی وارث ہوگی نہ دوسری۔ ایک مرد نے اپنی صحت مین اپنی جورو سے کہا کہ جب مین چاہون و فلان تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے پھر بیمار ہوا پھر شوہر اور فلان دونون نے معاً طلاق چاہی یا پہلے شوہر نے پھر اجنبی نے چاہی پھر شوہر مر گیا تو عورت وارث نہوگی اور اگر پہلے اجنبی نے چاہی پھر شوہر نے تو عورت وارث ہوگی یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر مسلمان مریض نے اپنی کتابیہ جورو سے کہا کہ جب تو مسلمان ہو تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے پھر وہ مسلمان ہوگئی پھر شوہر مر گیا تو فرار کنندہ قرار دیا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر جورو کتابیہ آزاد ہو اور اس سے کہا کہ کل کے روز تو طالقہ ثلاث ہے پھر وہ کل سے پہلے مسلمان ہوگئی یا بعد کل کے مسلمان ہوئی تو اس عورت کو میراث نہ ملیگی اور اگر مسلمان ہوگئی پھر شوہر نے اسکو تین طلاق دیدین حالانکہ مرد کو اسکے مسلمان ہونے کا علم نہین ہے تو عورت کو میراث ملیگی۔ اور اگر کافر کی جورو مسلمان ہوگئی پھر کافر نے اپنے مرض کی حالت مین اسکو تین طلاق دیدین پھر خود مسلمان ہوگیا پھر مر گیا درحالیکہ وہ عدت مین تھی تو عورت کو میراث نہ ملیگی۔ اور اسی طرح غلام نے اگر مرض مین اپنی جورو کو طلاق دی پھر آزاد کیا گیا اور اسنے کچھ مال پایا تو عورت کو میراث نہ ملیگی۔ اور اگر اس نے یون کہا کہ جب مین آزاد کیا جاؤن تو تو طالقہ ثلاث ہے تو فار قرار دیا جائیگا۔ اور اگر جورو بھی باندی ہو کہ پس غلام نے اپنے مرض مین کہا کہ جب مین اور تو آزاد کیے جاوین تو تو

خواہ شوہر کی زندگی مین یا بعد مرگ

طالقہ ثلث ہے پھر دونون آزاد کیے گئے تو عورت کو اسکی میراث ملیگی - اور اگر بولا کہ تو کل کے روز طالقہ ثلث ہے پھر دونون آج کے روز ہی آزاد کیے گئے تو وارثہ نہوگی یہ شرح جامع کبیر حصیری مین ہے - ایک مرد نے اپنی باندی کو آزاد کر دیا درحالیکہ یہ عورت کسی مرد کے تحت مین ہے یعنی منکوحہ ہے پھر شوہر نے اپنے مرض مین اسکو تین طلاق دیدین خواہ وہ باندی کے آزاد ہونے سے آگاہ تھا یا نہ تھا بہرحال فرار کنندہ قرار پائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے - ایک باندی مرد آزاد کے تحت مین ہے وہ آزاد کی گئی اور اسکو کچھ حال نہ کیا گیا پس عورت مذکورہ نے اپنے نفس کو اختیار کیا بخیار عتق حالانکہ وہ مریضہ ہے پھر عدت مین مرگئی تو شوہر اسکا وارث ہوگا - ایک مرد نے اپنے مرض میں دو جورؤن سے کہا کہ تم اپنے نفسون کو تین طلاق دیدو حالانکہ دونون اسکی مدخولہ ہین پھر ہر ایک نے اپنے نفس کو اور سوت کو آگے پیچھے طلاق دیدی تو پہلی طلاق دینے والی عورت کی طلاق سے دونون مین سے ہر ایک بسبب طلاق طالقہ ہو جائیگی - اور اسکے بعد دوسری جورو کا طلاق دینا اپنے کو اور اپنی سوت کو باطل ہے اور شوہر کی دوسری وارثہ ہوگی نہ پہلی بخلاف اسکے اگر پہلی نے اولاً اپنی سوت کو طلاق دی نہ اپنے آپ کو حتی کہ سوت پر طلاق واقع ہوئی اور اسپر واقع نہوئی تو دونون وارثہ ہونگی اور اسی طرح اگر ہر ایک نے پہلے اپنی سوت کو طلاق دی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ہر ایک نے اپنے آپ کو اور اپنی سوت کو معاً طلاق دی یعنی ایکساتھ ہی ساتھ دونون مین سے ہر ایک نے ایسا کیا تو دونون مطلقہ ہونگی اور کوئی وارثہ نہوگی اور اگر یون ہوا کہ ایک نے کہا کہ مین نے اپنے نفس کو طلاق دی اور دوسری نے کہا کہ مین نے اپنی سوت کو طلاق دی اور دونون کلام ساتھ ہی نکلے تو بھی اکیلی طالقہ ہو جائیگی اور وارثہ نہوگی - اور اگر ایک نے اپنے آپکو طلاق دی پھر اسی کو اسکی سوت نے طلاق دیدی تو طالقہ ہو جائیگی اور وارثہ نہوگی اور اگر اسکے بعد طلاق واقع ہوا تو وارثہ ہوگی - اور یہ سب اسوقت ہے کہ دونون عورتین اسی مجلس تفویض پر برقرار ہون اور اگر دونون اس مجلس سے اٹھ گئی ہون پھر ہر ایک نے اپنے آپکو اور اپنی سوت کو ایکساتھ ہی یا آگے پیچھے تین طلاقین دیدین یا ہر ایک نے اپنی سوت کو طلاق دی تو دونون وارثہ ہونگی - اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے اپنے آپکو طلاق دی تو کوئی طالقہ نہوگی - اور اگر مرد نے اپنے مرض مین دونون سے کہا کہ تم اپنے آپکو تین طلاق دو اگر تم چاہو پس ایک نے اپنے آپکو اور اپنی سوت کو طلاقین دین تو جب تک دوسری بھی اپنے آپکو اور اپنی سوت کو طلاق نہ دے تب تک کوئی طالقہ نہوگی ہان اگر اسکے بعد دوسری نے اپنے آپکو اور سوت کو تین طلاقین دین تو دونون طالقہ ہو جاوینگی اور پہلی وارثہ ہوگی نہ دوسری اور اگر دونون کے کلام ساتھ ہی منہ سے نکلے تو دونون بائنہ ہونگی اور دونون وارثہ ہونگی اور اگر دونون مجلس سے کھڑی ہوگئین پھر ہر ایک نے دونون کو ساتھ یا آگے پیچھے طلاقین دین تو واقع نہونگی - اور اگر اپنے مرض مین دو جورؤن سے کہا کہ تمہارا امر تمہارے ہاتھ ہے اور اس سے طلاق کا قصد کیا تو دونون کی طلاق بطریق تملیک دونون کے سپرد ہوگی حتی کہ اکیلی کوئی دونون مین سے منفرد بطلاق نہین ہوسکتی ہے اور یہ تفویض مقصود بر مجلس ہوگی جیسے تعلیق بمشیت مین ہوتا ہے مگر ان دونون صورتون مین ایک بات کا فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر دونون کسی ایک کی طلاق پر متفق ہوئین تو دونون مین سے جسکی طلاق پر متفق ہوئی ہین تفویض کی صورت مین اسپر واقع ہوگی اور مشیت کی صورت مین واقع نہوگی - اور اگر کہا کہ تم اپنے آپ کو ہزار درم پر طلاق دیدو پس ہر ایک نے ساتھ ہی یا آگے پیچھے کہا کہ مین نے اپنے آپکو اور اپنی سوت کو ہزار درم پر طلاق دیدی تو ہزار درم معاوضہ مین دونون پر لازم ہونگے اور دونون کے مہر پر تقسیم ہونگے پس جسقدر جسکا مہر ہو اُسی قدر

حصّہ ہزار درم کا اسکو دینا پڑیگا اور کسی حال میں دونوں میں سے کوئی وارث نہوگی اور اگر ایک نے طلاق دی تو اپنے حصّہ ہزار درم کے عوض طالقہ ہوگی اور وارث نہوگی اور جو نہیں قبول کی ہے کوئی ہوگئی اُسکے حق میں یہ امر تفویض باطل ہوگیا یہ کافی میں ہے۔ امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ ایک مرد نے اپنی دو جوروں سے حالانکہ دونوں اسکی مدخولہ ہیں کہا کہ تم میں ایک پر طلاق طالقہ ہے پھر اُسنے اپنے مرض الموت میں بیان کیا کہ وہ یہ ہے تو میراث سے محروم ہوگی اور اس بیان میں شوہر فار کرنیوالا قرار دیا جائیگا پس اگر ان دونوں کے سواے اسکی کوئی اور جورو ہو تو اسکو نصف میراث ملیگی اور اگر شوہر کی بیان سے پہلے وہ عورت مرگئی جسکے حق میں طلاق واقع ہونا بیان کیا ہو تو اُسکے واسطے میراث ہوگی اور بیان بھی اسکے حق میں صحیح ہو جائیگا اور دوسری کو میراث ملیگی اور اگر شوہر کی کوئی دوسری جورو بھی ہو تو میراث ان دونوں میں نصفا نصف ہوگی اور اگر وہ عورت جسکے حق میں طلاق واقع ہونا بیان کیا ہو زندہ رہی اور دوسری مرگئی پھر شوہر مرگیا تو اس عورت کو نصف میراث ملیگی اسواسطے کہ اسکے حق میں بیان طلاق اس نصف حصہ کے واسطے صحیح ہوگا جو اسکا نہ تھا اور نہ صحیح ہوگا فقط اسی نصف حصہ کے حق میں ہو جسکی یہ مستحق تھی پس واضح ہو کہ وہ ہوگی اس قدر حصہ کی مستحق ہوگی حتی کہ اگر اس مرد کی کوئی اور جورو بھی ہو تو اس طالقہ کو فقط چوتھائی ملیگی اور تین چوتھائی دوسری جورو پاویگی اور اگر ان دونوں میں سے ایک عورت قبل شوہر کے بیان کرنے اور شوہر کے مرنے کے مرگئی تو دوسری جو زندہ رہی ہو طلاق کے واسطے متعین ہو جائیگی اور اُسکو میراث نہ ملیگی۔ اور اگر شوہر نہیں مرا اور نہ اُسنے کچھ بیان کیا یہانتک کہ دونوں میں سے ایک عورت وقت طلاق سے چھ مہینے سے زیادہ اور دو برس سے کم میں ایک بچہ جنی تو یہ امر مثل بیان کے نہوگا اور شوہر کو اپنا اختیار باقی ہے پھر اگر شوہر نے اس بچہ کی نفی کی کہ میرا نہیں ہے تو اسکا حکم کیا جائیگا کہ بیان کرے پس اگر اُسنے کہا کہ میں نے ایقاع طلاق کے وقت وہ عورت مراد لی تھی کہ جسکے بچہ نہیں ہوا ہے تو جسکے بچہ ہوا ہے اُسکے اور شوہر کے درمیان لعان کیا جائیگا اور بعد لعان کے بچہ کا نسب اس مرد سے منقطع کرکے فقط ماں کی طرف ملحق کیا جائیگا اور اگر اُسنے کہا کہ میں نے یہ عورت جو بچہ جنی ہے مراد لی تھی تو شوہر پر حد واجب ہوگی اور بچہ کا نسب ثابت ہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ میں نے ایقاع کے وقت کسی کو مراد نہیں لیا تھا ولیکن میں اس عورت کو مراد لیتا ہوں جو بچہ جنی ہے تو ایسی صورت میں حد و لعان کچھ نہیں ہے اور بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا اور اگر وقت ایقاع طلاق سے دو برس سے زیادہ کے بعد بچہ جنی تو دوسری عورت طلاق کے واسطے متعین ہو جائیگی اسواسطے کہ ایسی صورت میں ہمکو یقین معلوم ہے کہ وطی بعد طلاق کے واقع ہوئی ہے اور جو بچہ جنی ہے وہ نکاح کے واسطے متعین ہوگئی تاکہ مرد مذکور طالقہ کے ساتھ وطی کرنے سے حرام کرنیوالا نہو جاوے اور نہ بچہ ضائع ہو جاوے۔ اور اگر اس مرد نے اس بچہ کے نسب سے انکار کیا تو دونوں میں لعان کرایا جائیگا مگر اس مرد سے اسکا نسب قطع نہ کیا جائیگا اسلیے کہ ہر گاہ شرع نے حکم دیدیا کہ اسکا نطفہ اسی مرد سے قرار پایا ہے اور اس سے ایک حکم متعلق کیا یعنی اس مرد سے وطی واقع ہونے کو بیان طلاق قرار دیا تو یہ بات اسکے نسب قطع ہونے سے مانع ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک کے وقت ایقاع سے دو برس سے کم میں اور دوسری کے وقت ایقاع سے دو برس سے زیادہ میں بچہ پیدا ہوا تو جسکے دو برس سے کم میں ہوا ہے وہی طلاق کے واسطے متعین ہوگی پس جب اسپر طلاق واقع ہوئی یعنی واقع ہونا معلوم ہوگیا تو اسکی عدت کے واسطے دیکھا جائیگا کہ اگر اسکے بچہ جننے اور اسکی سوت کے بچہ جننے میں چھ مہینے سے کم مدت ہو تو وضع حمل سے

مسئلہ [illegible] کیونکہ بیان [illegible]

اسکی عدت منقضی ہو جائیگی اور اگر دونون کے درمیان چھ مہینے یا اس سے زیادہ ہون تو اس مطلقہ کی عدت حیض پر ہوگی اور اگر دو برس سے کم مین بچہ جننے والی سے وطی کرنے کا شوہر نے اولًا اقرار کیا تو اسکے اقرار سے دوسری جو دو برس سے زیادہ مین جنی ہو طالقہ ہو جائیگی ولیکن دو برس سے کم مین جننے والی سے طلاق دور کرنے مین شوہر کے قول کی تصدیق نہوگی پس دونون مطلقہ ہو جاوینگی۔ اور اگر وقت طلاق سے دو برس سے زیادہ مین دونون کے بچہ پیدا ہوا اور دونون کے جننے مین ایک روز یا زیادہ کا تفاوت ہو تو پہلی عورت کا جننا دوسری کے حق مین طلاق کا بیان ہوگا پھر جب دوسری جنی اسکے بعد جنی تو جو طلاق اسپر پڑ چکی ہو وہ دوسری کی طرف پھیری نجائیگی اور ایسا ہوگیا کہ گویا اسنے دونون مین سے ایک سے جماع کیا پھر دوسری سے جماع کیا تو دوسری جس سے آخر مین جماع کیا ہو طالقہ ہوگی پس ایسا ہی یہان ہوگا اور مطلقہ کی عدت وضع حمل سے تمام ہو جائیگی اور بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہی۔ اور اگر بیان سے پہلے دونون مین سے ایک مرگئی پس شوہر نے کہا کہ مین نے اسی کو مراد لیا تھا تو شوہر اُسکا وارث نہوگا اور دوسری مطلقہ ہو جائیگی اور اسی طرح اگر دونون ایک بعد دوسری کے مرگئین پھر شوہر نے کہا جو پہلے مری ہی مین نے اسی کو مراد لیا تھا تو دونون مین سے کسی کا وارث نہوگا۔ اور اگر دونون ساتھ ہی مرگئین مثلًا دونون پر دیوار گر پڑی یا دونون غرق ہوگئین تو دونون مین سے ہر ایک سے نصف میراث کا وارث ہوگا اور اسی طرح اگر دونون ایک بعد دوسری کے مرین ولیکن مقدم و موخر معلوم نہین ہو تو یہ بھی بمنزلہ ایسا ساتھ ہی مرنے کے ہی۔ اور اگر دونون ساتھ ہی مرگئین پھر اسنے دونون کی موت کے بعد ایک کو معین کیا اور کہا کہ مین نے اسی کو مراد لیا تھا تو اُسکا وارث نہوگا اور دوسری کا وارث ہوگا گر نصف میراث پاویگا اور اگر قبل بیان کے دونون مرتد ہوگئین پھر دونون کی عدت گذر گئی اور شوہر سے بائن ہوگئین تو شوہر کو یہ اختیار نہوگا کہ دونون مین سے کسی ایک کے حق مین طلاق بیان کرے یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر اپنی جورو کی طلاق کسی اجنبی کے سپرد کی اور حالت صحت مین سپرد کی پھر اجنبی نے اسکے مرض مین اسکی عورت کو طلاق دی پس اگر سپرد کرنا ایسے طور پر ہو کہ اسکو معزول نکرسکتا ہو تو عورت وارث نہوگی مثلًا اجنبی کو طلاق کا مالک کردیا تو معزول نہین کرسکتا ہو اور اگر تفویض ایسے طور پر ہو کہ اسکو معزول کرسکتا ہو مثلًا طلاق کے واسطے وکیل کیا ہو اور وکیل نے موکل کے مرض الموت مین طلاق دیدی تو عورت اسکی وارث ہوگی یہ سراج الوہاج مین ہی

چھٹا باب رجعت اور جس سے مطلقہ حلال ہو جاتی ہو اور اسکے متعلقات کے بیان مین۔ مطلقہ جب تک عدت مین ہو اُسکے نکاح کے بدستور سابق باقی رکھ لینے کو رجعت کہتے ہین یہ تبیین مین ہو اور رجعت دو طرح کی ہو سنی و بدعی پس سنی رجعت یہ ہو کہ قول سے عورت سے مراجعت کرے اور اپنی مراجعت پر دو گواہون کو گواہ کرلے اور عورت کو اس سے آگاہ کردے۔ اور رجعت بدعی یہ ہو کہ عورت سے قول سے رجوع کیا مثلًا کہا کہ مین نے تجھسے رجعت کرلی یا مین نے اپنی جورو سے مراجعت کرلی مگر گواہ نکیے یا گواہ کرلیے مگر عورت کو اس سے آگاہ نکیا تو یہ مخالف سنت ہو اور بدعت ہو مگر رجعت صحیح ہو جائیگی اور اگر عورت سے اپنے فعل سے مراجعت کی مثلًا اُس سے وطی کرلی یا شہوت سے اسکا بوسہ لیا یا شہوت سے اسکی فرج کو دیکھا تو ہمارے نزدیک اس سے بھی مراجعت ہو جائیگی مگر یہ فعل اسکا مکروہ ہو پس اسکے بعد مستحب ہو کہ گواہ کرلے یہ جوہرہ نیرہ مین لکھا ہو۔ اور الفاظ رجعت دو طرح کے صریح و کنایہ ہین پس صریح جیسے عورت

سے خطاب کرکے کہا کہ مین نے تجھ سے مراجعت کر لی یا عورت کی غیبت مین یا سامنے کہا کہ مین نے اپنی جورو سے مراجعت
کر لی تو یہ صریح ہی اور یہ کہنا کہ مین نے تجھسے ارتجاع کر لیا یا تجھ سے رجوع کر لیا یا تجھے لوٹا لیا یا تجھے رکھ لیا یہ بھی
الفاظ صریح مین سے ہین اور مسکتک بمنزلہ امسکتک کے ہی یعنی تجھے رکھ لیا پس ان الفاظ سے بلانیت رجعت
کرنے والا ہو جائیگا اور کنایات جیسے کہا کہ تو میرے نزدیک جیسی تھی ویسی ہی ہی یا تو میری جورو ہی تو ایسے الفاظ
مین بدون نیت کے مراجعت کرنے والا نہوگا یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور اگر کہا کہ ای رفتہ باز آ وردست یعنی اے گئی
ہوئی مین تجھے پھیرلایا اگر رجعت کی نیت کی تو مراجع ہو جائیگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر بلفظ نزویج اس سے رجع
کیا تو امام محمد رح کے نزدیک جائز ہی اور اسی پر فتوی ہی اور اسی طرح اگر اس سے نکاح پڑھ لیا تو بھی بنابر
مختار مراجع ہو جائیگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ اور اگر اس سے کہا کہ مین نے تجھے اپنے نکاح مین لے لیا تو ظاہر الروایہ
کے موافق یہ رجعت ہی یہ بدایع مین ہی۔ اور اگر عورت سے کہا کہ مین نے تجھ سے ہزار درم مہر پر رجوع کر لیا پس اگر
عورت نے اسکو قبول کیا تو یہ زیادتی صحیح ہوگی ورنہ نہین اسواسطے کہ یہ مہر مین زیادتی ہی پس عورت کا قبول کرنا
شرط ہی اور یہ بمنزلہ تجدید نکاح کے ہی یہ محیط مین ہی۔ اور رجعت جیسے قول سے ثابت ہوتی ہی ویسے ہی فعل سے
ثابت ہوتی ہی جیسے وطی کر لینا و شہوت سے مساس کرنا کذا فی النہایہ اور ایسے ہی دہن پر شہوت سے بوسہ لینے
سے بالاجماع رجعت ثابت ہوتی ہی اور اگر گال یا ٹھوڑی یا پیشانی پر بوسہ لیا یا سر چوم لیا تو اسمین اختلاف
ہی اور عیون کی عبارت کے اطلاق سے ظاہر ہی کہ بوسہ جہان جگہ کا ہو موجب حرمت مصاہرہ ہی اور یہی صحیح
ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ اور عورت کی داخل فرج مین شہوت سے نظر کرنا رجعت ہی یہ فتح القدیر مین ہی اور سوائے
فرج کے اور کسی مین اسکے بدن پر نظر کرنے سے رجعت نہین ہوتی ہی یہ تبیین مین ہی۔ اور ہر چیز جس سے حرمت مصاہرہ ثابت
ہوتی ہی اس سے رجعت ثابت ہوتی ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور بغیر شہوت بوسہ لینا و مساس کرنا مکروہ ہی جبکہ
اس سے رجعت کا قصد نہو اور اسی طرح عورت کو ننگے دیکھنا بغیر شہوت مکروہ ہی ایسا ہی امام ابو یوسف رح نے فرمایا
ہی یہ بدائع مین ہی۔ اور جب مساس و نظر بغیر شہوت ہو تو یہ بالاجماع رجعت نہین ہی یہ سراج الوہاج مین ہی اور
واضح رہے کہ جیسے مرد کے بوسہ لینے و چھونے و نظر کرنے سے رجعت ہوتی ہی ویسے ہی عورت کی طرف سے بھی ایسے
فعل سے رجعت ہو جاتی ہی کچھ فرق نہین ہی بشرطیکہ جو فعل عورت سے صادر ہوا ہی وہ مرد کی دانست مین ہوا اور مرد
نے اسکو منع نہ کیا اور اسمین اتفاق ہی۔ اور اگر عورت نے ایسا فعل باختلاس کیا یعنی مثلاً مرد سوتا تھا اور عورت نے
شہوت سے بوسہ لے لیا اور یہ نہین ہوا کہ مرد نے اسکو قابو دیدیا ہو کہ اسکا بوسہ لے لے یا عورت نے زبردستی کر لیا یا
مرد معتوہ ہی تو شیخ الاسلام و شمس الائمہ نے ذکر کیا کہ بقول امام اعظم رح و امام محمد رح کے رجعت ثابت ہو جائیگی اور یہ اسوقت
ہی کہ شوہر نے اس امر کی تصدیق کی کہ شہوت کی حالت مین عورت نے ایسا کیا ہی اور اگر عورت کے شہوت مین
ہونے سے انکار کیا تو رجعت ثابت نہوگی اور اسی طرح اگر شوہر مر گیا اور اسکے وارثون نے تصدیق کی یعنی عورت حالت
شہوت مین تھی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر شہوت مین ہونے کے گواہ پیش ہوئے تو مقبول نہونگے یہ فتح القدیر مین ہی اور اگر
گواہون نے جماع واقع ہونے کی گواہی دی تو بالاجماع مقبول ہونگے یہ سراج وہاج مین ہی۔ اور اگر مرد سوتا ہو یا دیوانہ
مجنون ہو اور عورت مطلقہ رجعی نے مرد کے آلہ تناسل کو اپنی فرج مین داخل کر لیا تو بالاتفاق یہ رجعت ہوگی یہ فتح القدیر مین ہی

اور اگر عورت نے مرد سے کہا کہ میں نے تجھ سے مراجعت کی تو صحیح نہیں ہے یہ بدائع میں ہے۔ خلوت کرنا رجعت نہیں ہے
اسواسطے کہ خلوت مختص بملک نہیں ہے اور جب شوہر نے اپنی معتدہ کے ساتھ ایسا فعل کیا جو مختص بملک نہیں ہوتا ہے
تو پھر اپنے فعل سے رجعت ثابت نہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ جب میں تجھ سے جماع کروں تو تو طالقہ
ثلث ہے پھر اس سے جماع کیا پس جب دونوں کے ختنا میں باہم ملگئے اور وہ طالقہ ہوگئی اور کچھ دیر ٹھہرا رہا تو اسپر
مہر واجب نہوگا اور اگر نکال کر پھر داخل کر دیا تو اسپر مہر واجب ہوگا قال المترجم یعنی قسم مذکور پر التقاے ختانین
ہونے سے طلاق واقع ہوگی پھر اگر وہ اسی حال پر ٹھہرا رہا تو مرد پر بعد طلاق کے وطی کرنے کا عقر واجب نہوگا اور یہ
مراد نہیں ہے کہ مہر جو بسبب نکاح قرار پایا تھا اگر وہ ادا نہیں کیا ہے تو واجب نہوگا بلکہ وہ بعد طلاق کے مثل کہ پہلے ادا کر دینا
واجب ہو چکا فافہم۔ اور اگر طلاق رجعی ہو یعنی کہا ہو کہ تو طالقہ بطلاق رجعی ہے تو بعد طلاق واقع ہونے کے اگر اسکا ذکر پھر
داخل کیا تو مراجعت کرنیوالا ہو جائیگا اور اسپر اتفاق ہے اور اگر فقط ٹھہرا رہا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مراجع
ہو جائیگا۔ اور امام محمدؒ نے اسمیں اختلاف کیا ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ اگر میں نے تجھے مس
کیا یعنی چھوا ہاتھ سے تو تو طالقہ ہے پھر عورت کو چھوا پھر اپنا ہاتھ اٹھا لیا پھر دوبارہ بقصد شہوت اسکو چھوا تو
یہ رجعت ہے۔ اور اگر اپنی منکوحہ عورت سے کہا کہ جب میں تجھ سے رجعت کروں تو تو طالقہ ہے تو یہ حقیقی رجعت پر
ہوگی نہ عقد نکاح پر حتی کہ اگر اسنے عورت کو طلاق دیکر پھر اس سے نکاح کر لیا تو طالقہ نہوگی اور اگر اس سے رجعت
کی تو طالقہ ہو جائیگی۔ اور اگر کسی اجنبی عورت سے کہا کہ اگر میں نے تجھ سے مراجعت کی تو تو طالقہ ہے تو اسکی قسم نکاح
پر قرار دیجائیگی۔ اور اگر رجعی طلاق کی مطلقہ سے کہا کہ اگر میں نے تجھ سے رجعت کی تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے پھر اسکی طلاق
کی عدت گذر گئی پھر اس سے دوبارہ نکاح کیا تو وہ طالقہ نہوگی اور اگر طلاق بائنہ کی صورت میں ایسا کہا ہو تو
نکاح کرنے پر طالقہ ہو جائیگی یہ محیط میں ہے اور اگر عورت کی دبر یعنی پاخانہ کے مقام کو شہوت سے دیکھا تو یہ
بالاجماع رجعت نہیں ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور مشائخ نے دبر میں وطی کرنے میں اختلاف کیا ہے کہ رجعت ہوگی
یا نہوگی تو بعض نے فرمایا کہ یہ رجعت نہیں ہے اور اسی طرف قدوری نے اشارہ کیا ہے اور فتوی اس امر پر ہے
کہ یہ رجعت ہے یہ تبیین میں ہے۔ اور مجنون کی رجعت بفعل ہوگی اور بقول نہیں صحیح ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر
مرد پر جسنے طلاق رجعی دی ہے اکراہ کیا گیا کہ وہ رجعت کرے پس اسنے باکراہ رجعت کی یا کسی نے ہزل یعنی ٹھٹھول کے طور پر رجعت
کی یا بطور لعب رجعت کی یا بخطا رجعت کی تو یہ رجعت صحیح ہوگی جیسے نکاح ان صورتوں میں صحیح ہو جاتا ہے
اور اگر مرد طلاق دہندہ کی معتدہ سے اسکی طرف سے کسی فضولی نے رجعت کی اور مرد مذکور نے اسکی رجعت کی
اجازت دیدی تو قنیہ میں لکھا ہے کہ رجعت صحیح ہوگی یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور حاکم شہید رحمہ نے فرمایا کہ اگر عورت
کو طلاق دی مگر اس سے چھپائی اور نیز اس سے رجعت کی اور وہ بھی چھپائی تو یہ عورت اسکی جورو رہیگی مگر
بات یہ ہے کہ اسنے اس حرکت میں اساءت کی اور یہ اسوجہ سے فرمایا کہ اساءت کی کہ اسنے استحباب کو ترک کیا
ہے یعنی گواہ کرنے اور آگاہ کرنے کو یہ غایۃ البیان میں ہے۔ رجعت کو کسی شرط پر معلق کرنا نہیں جائز ہے چنانچہ
اگر یوں کہا کہ جب کل کا روز آوے تو میں نے تجھ سے رجعت کی یا جب تو دار میں داخل ہو یا جب میں ایسا فعل
کروں تو میں نے تجھ سے رجعت کی تو یہ بالاجماع رجعت نہیں ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور اگر رجعت میں خیار

کی شرط کی تو صحیح نہیں ہے اور اگر شوہر نے بعد طلاق کے کہا کہ میں نے تجھ سے کل کے روز رجعت کی یا عید کا چاند دیکھے رجعت کی تو بالاجماع یہ رجعت نہیں صحیح ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر مرد نے کہا کہ میں نے اپنی رجعت کو باطل کر دیا یا میرے واسطے تجھ پر رجعت کا کچھ اختیار نہیں ہے تو اس سے کچھ نہوگا اور مرد کو رجعت کا اختیار باقی رہیگا یہ نہر الفائق میں ہے۔ اور اگر کسی مرد نے اپنی جورو کو ایک طلاق رجعی یا دو طلاق رجعی دیں تو اسکو اختیار ہے کہ عدت میں اس عورت سے رجوع کرے خواہ وہ عورت راضی ہو یا نہو یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر مرد نے اس عورت کے ساتھ دخول کا دعویٰ کیا حالانکہ اسکے ساتھ خلوت میں رہا تھا تو اسکو رجعت ثابت ہے اور اگر خلوت میں نہ رہا ہو تو اسکو رجعت کا اختیار نہوگا یہ محیط میں ہے۔ روضہ میں لکھا ہے کہ اگر دونوں نے انقضاے عدت پر اتفاق کیا اور رجعت میں اختلاف کیا تو صحیح یہ ہے کہ عورت کا قول قبول ہوگا اور یہی جمہور کا قول ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے۔ اور عورت پر امام اعظم رح کے نزدیک قسم واجب نہوگی کذا فی الہدایہ اور اگر عدت باقی ہو تو صحیح یہ ہے کہ قول شوہر کا قبول ہوگا یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر عدت گذر جانے کے بعد شوہر نے گواہ قائم کیے کہ شوہر نے عورت کی عدت میں کہا تھا کہ میں نے اس سے رجوع کیا ہے یا شوہر نے کہا کہ میں نے اس سے جماع کر لیا ہے تو یہ رجعت ہے یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر عدت گذر گئی ہے پھر مرد نے کہا کہ میں اس سے عدت میں رجوع کر چکا ہوں اور عورت نے اسکی تصدیق کی تو رجعت صحیح ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر دونوں نے بروز جمعہ رجعت کرنے پر اتفاق کیا اور عورت نے کہا کہ میری عدت جمعرات ہی کو گذر گئی ہے اور شوہر نے کہا کہ سنیچر کو گذری ہے پس آیا قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا یا عورت کا یا جسکا دعویٰ پہلے ہو تو اسمیں یہ تین صورتیں ہیں اور صحیح صورت اول ہے یعنی قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا یہ معراج الدرایہ میں ہے اور شرح طحاوی میں مذکور ہے کہ اگر مرد نے کہا کہ میں نے تجھ سے رجوع کیا پس عورت نے اسی دم شوہر کے کلام سے ملے ہوئے کہا کہ میری عدت گذر گئی ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک رجعت نہیں صحیح ہے اور صاحبین رح کے نزدیک رجعت صحیح ہے یہ نہایہ میں ہے اور صحیح امام اعظم رح کا قول ہے یہ مضمرات میں ہے مگر واضح رہے کہ یہ ایسی صورت میں ہے کہ جب طلاق سے اتنی مدت گذری ہو کہ انقضاے عدت کو محتمل ہو اور اگر محتمل نہو تو رجعت ثابت ہوگی یہ نہر الفائق میں ہے۔ اور ایسی صورت میں بالاجماع عورت سے یہ قسم لیجائیگی کہ جس وقت اسنے خبر دی ہے اسوقت اسکی عدت گذر چکی تھی یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اس بات پر اجماع ہے کہ اگر عورت ایک ساعت چپ رہی پھر اسنے کہا کہ میری عدت گذر گئی تو رجعت صحیح ہوگی اور اگر عورت نے پہل کر کے یوں کہا کہ میری عدت گذر گئی ہے پھر شوہر نے اسکے جواب میں فوراً ملا کر کہا کہ میں نے تجھ سے رجوع کیا تو رجعت صحیح نہ ہوگی یہ نہایہ میں ہے۔ اور اگر باندی کے شوہر نے اسکی عدت منقضی ہونے کے بعد کہا کہ میں تجھ سے رجعت کر چکا ہوں اور مولےٰ نے اسکی تصدیق کی اور باندی نے تکذیب کی تو امام اعظم رح کے نزدیک باندی کا قول قبول ہوگا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ مولےٰ کا قول قبول ہوگا کذا فی الہدایہ اور قول امام اعظم رح کا صحیح ہے یہ مضمرات میں ہے اور اگر امر برعکس ہوا کہ مولےٰ نے تکذیب کی اور باندی نے تصدیق کی تو بالاجماع صحیح روایت کے موافق رجعت ثابت نہوگی اور قول مولےٰ کا قبول ہوگا یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر مولیٰ و باندی دونوں نے تصدیق کی تو بالاجماع رجعت ثابت ہوگی اور اگر دونوں نے تکذیب کی تو بالاتفاق رجعت ثابت نہوگی یہ نہر الفائق میں ہے۔ اور اگر باندی نے کہا کہ میری عدت

گذر گئی اور مولے اور شوہر نے کہا کہ نہیں گذری ہو تو قول باندی کا قبول ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر عورت نے کہا
کہ بولادت میری عدت گذر گئی تو بدون گواہوں کے اُسکا قول قبول نہوگا یا اسکے ایسا پیٹ گر گیا ہو کہ اُسکی
بعض خلقت ظاہر ہوگئی ہو پس شوہر کو اختیار ہے کہ عورت سے اس امر پر قسم لے کہ اسکے ایسا پیٹ گر گیا ہے اور یہ
بالاتفاق ہے اور عورت خواہ باندی ہو یا آزادہ ہو کچھ فرق نہیں ہے یہ فتح القدیر میں ہے باندی کے مولے نے اگر شوہر سے کہا
کہ تو اس سے رجعت کر چکا ہے مگر شوہر نے کہا کہ نہیں تو باندی کے مولی کا قول باندی کے شوہر کے حق میں قبول نہوگا یہ جوہرہ نیرہ
میں ہے۔ اور اگر عورت نے کہا کہ میری عدت گذر گئی پھر اسکے بعد اُسنے کہا کہ ہنوز نہیں گذری ہے تو مرد کو اس سے رجعت
کر لینے کا اختیار رہیگا اور اگر مرد نے اپنی مطلقہ سے رجعت کر لی اور عورت کو معلوم نہوا پھر اُسکی عدت گذر گئی اور اُسنے
دوسرے مرد سے نکاح کر لیا تو وہ اول کی جورو ہوگی خواہ دوسرے نے اس سے دخول کر لیا ہو یا نہ کیا ہو اور اس
عورت اور دوسرے کے درمیان تفریق کر دیجائیگی اور مغنی میں لکھا ہے کہ یہی صحیح ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے۔ اور رجعت کا
حکم منقطع ہو جاتا ہے اگر حرہ کے تیسرے حیض سے خارج ہو جانے کا حکم دیدیا گیا یا باندی کے دوسرے حیض سے وقت تمام
ہو جانے دس روز کے مطلقاً اگرچہ ہنوز خون بند نہوا ہو یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر دس روز سے کم میں منقطع ہوا تو رجعت
کا حکم منقطع نہوگا یہاں تک کہ عورت مذکورہ غسل کر لے یا اُسپر ایک نماز کا وقت گذر جاوے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر طہر
آخر وقت میں ہو تو اسکا یہی خفیف وقت ہے کہ جتنے میں غسل کر کے تحریمہ تکبیر کی نیت کر سکتی ہو اور اس سے کم نہیں ہے
اور اگر اول وقت ہو تو ثبوت نہوگا یہاں تک کہ یہ پورا وقت گذر جاوے اسواسطے کہ نماز تو قضا سے لازم نہیں ہوتی
جب ہی ہو جاتی ہے کہ جب پورا وقت گذر جاوے یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر وقت میں سے فقط اتنا وقت رہ گیا کہ فقط
غسل کر سکتی ہے یا اتنا بھی نہیں ہے تو اسوقت کے گذر جانے پر اسکی طہارت کا حکم نہ دیا جائیگا یہانتک کہ اُس سے اگلی نماز کا
پورا وقت گذر جاوے یہ بنایہ شرح ہدایہ میں ہے۔ اور اگر وقت مہمل میں طاہر ہوئی جیسے وقت شروق یعنی ٹھیک دوپہر تو رجعت
تا دخول وقت عصر منقطع نہوگی یہ بحر الرائق میں ہے اور جس عورت کی عادت کبھی پانچ روز ہو اور کبھی چھ روز حیض کی
ہو پھر وہ حائضہ ہوئی یعنی آخر حیض عدت آیا تو ہم رجعت کے واسطے اقل عادت معتبر رکھینگے یعنی پانچ روز
کے اندر رجعت کرے تو صحیح ہے اور دوسرے شوہر سے نکاح کرنے کے حق میں اکثر مدت یعنی چھ روز مثلاً گذر جانے تک
یہ عتابیہ میں ہے۔ اور اگر مطلقہ عورت کتابیہ ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ اس رجعت کا استحقاق خون منقطع ہوتے ہی قطع ہو جاتا
یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر عورت نے بعد اسی غسل کے جسمیں ہم نے کہا ہے کہ اس سے رجعت منقطع ہو جائیگی رجوع کیا تو ظاہر ہے
کہ درست رجعت صحیح نہونے کا حکم دیا جائیگا ولیکن اگر دس روز پورے ایام حیض نہ گذرے پائے تھے کہ خون نے پھر عود
کیا تو رجعت صحیح ہوگی اور ایسا ہی کلام تیمم میں ہے کذا فی النہر الفائق اور اگر اُسنے غسل نہ کیا اور نہ اسپر ایک نماز کا
وقت کامل گذر گیا بلکہ اُسنے تیمم کیا مثلاً وہ مسافر تھی تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک مجرد تیمم سے رجعت منقطع
نہوگی یہ محیط میں ہے۔ مگر ہاں اگر اُسنے اس تیمم سے نماز فرض یا نفل ادا کر لی تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک
رجعت منقطع ہو جائیگی یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر اُسنے اس تیمم سے نماز شروع کی تو شیخین رح کے نزدیک انقطاع رجعت
کا حکم نہ دیا جائیگا جب تک کہ وہ نماز سے فارغ نہو جاوے اور یہی شیخین رح کے مذہب کی صحیح روایت ہے یہ محیط میں ہے۔ اور
اگر اُسنے تیمم کر کے قرآن شریف کی تلاوت کی یا اُسکو چھوا یا مسجد میں داخل ہوئی تو شیخ کرخی رح نے فرمایا کہ اس رجعت

منقطع ہو جائیگی اور شیخ ابوبکر رازیؒ نے فرمایا کہ منقطع نہ ہوگی یہ غایۃ السروجی میں ہے۔ اور اگر گدھے کے جوٹھے پانی سے غسل کیا تو بالاجماع نفس غسل سے رجعت منقطع ہو جائیگی ولیکن دوسرے شوہروں کے واسطے وہ حلال نہ ہوگی اور نہ ایسے غسل سے نماز پڑھ سکتی ہے تاوقتیکہ تیمم نہ کرے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر عورت نے غسل کیا اور اُسکے بدن میں کوئی جگہ باقی رہگئی کہ وہاں پانی نہ پہونچا پس اگر عضو کامل یا اس سے زیادہ رہ گیا تو رجعت منقطع نہ ہوگی اور اگر عضو سے کم ہو تو منقطع ہو جائیگی اور ینابیع میں فرمایا کہ اسکی مقدار ایک انگشت دو انگشت ہے اور یہ استحسان ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اسی طرح اگر ساعد یا بازو میں سے کسی قدر حصہ ایک دو انگل سے زائد یا عضو کامل مثل ہاتھ یا پاؤں کے چھوٹ گیا تو بھی یہی حکم ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر اُسنے تھیرے حقیقی سے دس فرسے کم میں غسل کر لیا مگر اُسنے کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا چھوڑ دیا تو امام ابویوسفؒ سے دو روایتیں ہیں روایت ہشام میں مذکور ہے کہ رجعت منقطع نہ ہوگی اور دوسری روایت میں ہے کہ منقطع ہو جائیگی یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ وہ اپنے شوہر سے بائنہ ہو جائیگی لیکن کسی دوسرے شوہر کے واسطے حلال نہیں ہو سکتی ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر پورا ایک عضو باقی رہا ہو تو بالاتفاق رجعت باقی رہیگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اسکے وضع حمل شروع ہوا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر آدھا بچہ نکل آیا سوائے سر کے یعنی بوڑ سے دونوں کندھوں تک تو عدت پوری ہو جائیگی اور ایسی حالت میں رجعت صحیح نہ ہوگی یہ سراج وہاج میں ہے۔ ایک مرد نے اپنی عورت سے خلوت کی پھر اسکو طلاق دیدی پھر کہا کہ میں نے اس سے جماع نہیں کیا تھا اور عورت نے اسکی تصدیق کی یا تکذیب کی تو اُسکو رجعت کا استحقاق حاصل نہ ہوگا اور اگر باوجود اسکے اُسنے رجعت کر لی پھر یہ عورت دو برس سے ایک روز کم میں بھی بچہ جنی قبل اسکے کہ وہ اپنی عدت گذر جانے کی خبر دیوے تو یہ رجعت صحیح ہوگی یہ تمرتاشی میں ہے۔ اور اگر اپنی جورو کو طلاق دیدی اور وہ حاملہ ہے یا بعد انکار اسکی عصمت میں بچہ جنی اور اُسنے کہا کہ میں نے اس سے جماع نہیں کیا ہے تو مرد کو اس سے رجعت کا اختیار ہے اسواسطے کہ جب حمل ایسی مدت میں ظاہر ہوا کہ اُسی کا نطفہ ہونے کا احتمال رکھتی ہے مثلاً وہ یوم نکاح سے چھ مہینہ یا زیادہ میں بچہ جنی تو وہ اسی کا قرار دیا جائیگا اور اسی طرح اگر وہ ایسی مدت میں بچہ جنی کہ یہ متصور ہو سکتا ہے کہ اسی کا ہو مثلاً روز نکاح سے چھ مہینہ یا زیادہ میں جنی تو اُسی کا قرار دیا جائیگا جسکے ہر دو صورت میں بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا۔ اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو جنی تو تو طالقہ ہے پس وہ جنی پھر دوسرا بچہ جنی مگر پہلے بچہ کی ولادت سے چھ مہینے کے بعد جنی تو مرد مذکور اس سے مراجعت کرنے والا ہو جائیگا اور اگر وہ دو برس سے زیادہ میں جنی ہو تو بھی یہی حکم ہے تاوقتیکہ عورت نے اپنی عدت گذر جانیکا اقرار نہ کیا ہو بخلاف اسکے اگر ہر دو بچوں کی ولادت میں چھ مہینہ سے کم فرق ہو تو رجعت کرنے والا قرار نہ دیا جائیگا یہ تبیین میں ہے مطلقہ بطلاق رجعی اگر دو برس سے زیادہ میں بچہ جنی تو یہ رجعت ہوگی اور اگر دو برس سے کم میں جنی تو رجعت نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر کہا کہ ہر بار کہ تو جنی تو تو طالقہ ہے پھر تین بچے جنی پس اگر ہر دو بچوں کے درمیان چھ مہینہ کا فرق ہو تو اوّل بچہ کی پیدایش پر طالقہ ہوگی اور دوسرے کا نطفہ قرار پانے پر مرد مراجعت کرنے والا ہو جائیگا پھر دوسرے کی پیدایش پر طالقہ ہوگی یعنی دوسری طلاق واقع ہوگی اور تیسرے کا نطفہ قرار پانے پر مراجع ہو جائیگا اور اسکی پیدایش پر تیسری طلاق واقع ہوگی پھر وہ عدت پوری کریگی یہ تمرتاشی میں ہے مطلقہ رجعیہ کو زینت و آرائش کے ساتھ سنوارنا مستحب ہے اور اسکے شوہر کے حق میں مستحب ہے کہ اُسکے پاس داخل نہو یہانتک کہ اُسکی اجازت لے لے یا اپنے جوتوں سے پاؤں کی آہٹ اُسکو سنادے بشرطیکہ

اسکے دل مین رجعت کا قصد نہوا اور مرد کو یہ اختیار نہین ہو کہ اسکو لیکر سفر مین جاوے یہانتک کہ اس رجعت کر لینے پر گواہ کرلے یہ ہدایہ مین ہو اور اسیطرح سفر کی مسافت سے کم مسافت پر بھی باہر لیجانا حلال نہین ہو یہ نہر الفائق مین ہو اور جیسے اسکو سفر مین لیجانا مکروہ ہو ویسے ہی اسکے ساتھ تخلیہ کرنا بھی مکروہ ہو اور سرخسی نے فرمایا کہ خلوت مکروہ ہو جبکہ اسکے ساتھ وطی کر لینے سے مامون نہو یہ فتح القدیر مین ہو۔ اور طلاق رجعی وطی کو حرام نہین کرتی ہو حتی کہ اگر اس سے وطی کر لی تو عقر لازم نہ آویگا یہ کفایہ مین ہو۔ اور اگر اپنی جورو کو جو کسی کی باندی ہو طلاق رجعی دیدی پھر حرہ عورت سے نکاح کیا تو اسکو اختیار ہو کہ باندی سے رجوع کر لے یہ بحر الرائق مین ہو **فصل** اُن امور کے بیان مین جنسے مطلقہ حلال ہو جاتی ہو اور اسکے متصلات کے بیان مین ہو۔ اگر تین طلاق سے کم طلاق بائن دیدی ہو تو مرد کو اختیار ہو کہ چاہے اس عورت سے عدت کے اندر نکاح کر لے یا بعد عدت کے اور اگر آزادہ عورت کو تین طلاق اور باندی کو دو طلاق دیدی ہون تو یہ عورت جب تک دوسرے شاوند سے نکاح نہ کرے اور نکاح صحیح ہو اور دوسرا خاوند اس سے دخول بھی کرے پھر اسکو طلاق دیدے یا مرجاوے تب تک پہلے خاوند کے واسطے حلال نہوگی یہ ہدایہ مین ہو خواہ یہ عورت مطلقہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ہو کچھ فرق نہین ہو یہ فتح القدیر مین ہو اور یہ شرط ہو کہ دوسرے شوہر کا اسکے ساتھ دخول کرنا ایسا ہو کہ اسکے کرنے سے غسل واجب ہوتا ہو یعنی کم سے کم اتنا ہو کہ ختنا نین عورت و مرد کی باہم مل جاوین یہ عینی شرح کنز مین ہو اور حلالہ کے واسطے انزال شرط نہین ہو۔ اور اگر ایسی عورت سے کسی نے شبہہ یا شبہہ وطی کر لی تو بسبب عدم نکاح کے پہلے خاوند کے واسطے حلال نہوگی اسی طرح اگر باندی سے اسکے مولے نے بملک یمین وطی کر لی مثلاً باندی اپنے شوہر پر بحرمت غلیظہ حرام ہوگئی اور بعد عدت پوری ہونے کے اسکے مولے نے اس سے وطی کر لی تو اس سے اپنے شوہر کے واسطے حلال نہو جائیگی یہ بدائع مین ہو۔ اور اگر دوسرے شوہر نے اسکے ساتھ حیض یا نفاس یا احرام یا روزہ مین وطی کر لی تو بھی اپنے اول شوہر کے واسطے حلال ہو جائیگی یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور جس عورت کے ہر دو سوراخ مقعد و فرج ایک ہوگئے ہون اگر اس سے وطی کی تو حلالہ نہوگا جب تک کہ وہ حاملہ نہو اور اگر صغیرہ ہو کہ ایسی عورت سے جماع نہین کیا جاتا ہو تو بھی اسکی جماع سے حلالہ نہوگا اور اگر ایسی ہو کہ لائق جماع کے ہو تو اسکے جماع سے وہ حلال ہو جائیگی اگرچہ جماع سے اسکا مقام مقعد و فرج پھٹکر ایک ہوگیا ہو یہ نہر الفائق مین ہو۔ اور نافع مین ہو کہ جو طفل قریب بہ بلوغ ہو اگر اسنے وطی کی تو حلالہ کے واسطے اسکی وطی مثل بالغ مرد کی وطی کے ہو کہ اگر اسنے قبل بلوغ کے وطی کر لی اور طلاق بعد بالغ ہونے کے دی تو حلالہ ہو جائیگا اور طلاق بعد بلوغ کے ضرور ہو اسواسطے کہ قبل بلوغ کے اسکی طلاق واقع نہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہو اور جامع صغیر مین مراہق یعنی قریب بہ بلوغ لڑکے کی یہ تفسیر مذکور ہو کہ ایسا لڑکا کہ ہنوز بالغ نہین ہوا مگر ایسے لڑکے جماع کرنے کے قابل ہین اسنے اپنی جورو سے وطی کی تو عورت پر غسل واجب ہوگا اور یہ عورت اپنے پہلے شوہر کے واسطے حلال ہو جائیگی اور اس کلام کے معنی یہ ہین کہ ایسا لڑکا ہو کہ اسکا آلہ تناسل شہوت سے استادہ ہوتا ہو یہ ہدایہ مین ہو۔ اور اگر دوسرا شوہر مجنون ہو تو اول کے واسطے حلال ہو جائیگی یہ خلاصہ مین ہو۔ اور اگر دوسرا شوہر غلام یا مدبر یا مکاتب ہو اور اسنے اپنے مولے کی اجازت سے نکاح کیا اور اسکے ساتھ دخول کیا تو اول شوہر کے واسطے حلال ہو جائیگی یہ محیط مین ہو اور اگر کسی غلام سے جسکو اسکے مولے نے اجازت نہین دی ہو نکاح کیا

اور اُسنے عورت سے دخول کیا پھر دوسرے نے نکاح کی اجازت دی پھر اُسنے وطی نہین کی یہانتک کہ اسکو طلاق دیدی
تو اوّل کے واسطے حلال نہوگی جبتک کہ بعد اجازت کے وطی نہ کرے یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور اگر شوہر ثانی مجبوب
ہو تو اوّل کے واسطے حلال نہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر دوسرا شوہر مسلول ہو یعنی اسکو سل کی بیماری ہو تو
اوّل کے واسطے حلال ہو جائیگی یہ محیط مین ہے۔ اور فتاوی صغرے مین ہے کہ اگر اپنے ذکر کو کپڑے مین لپیٹ کر عورت
کی فرج مین داخل کیا پس اگر شوہر ثانی کو فرج کی حرارت محسوس ہوئی تو عورت مذکورہ شوہر اول کے واسطے حلال
ہوجائیگی ورنہ نہین یہ خلاصہ مین ہے اور بہت بوڑھے آدمی نے جو جماع کرنے پر قادر نہین ہے اپنی قوت سے نہین
بلکہ ہاتھ کے ذریعہ سے اپنا آلہ اسکی فرج مین ٹھونس دیا تو شوہر اوّل کے واسطے حلال نہوگی لیکن اگر اُسکا آلہ خود کھڑا
ہو کر کام کرے تو البتہ حلال ہوجائیگی یہ بحر الرائق مین ہے اور اگر نصرانیہ کسی مسلمان کے تحت مین ہو جسنے اسکو تین طلاق
دیدین پھر اس عورت نے کسی نصرانی سے نکاح کیا جسنے اس عورت کے ساتھ دخول کر لیا تو وہ شوہر اول یعنی مسلمان کے
واسطے حلال ہو جائیگی۔ اور اگر کسی مرد نے اپنی جورو کو تین طلاق دیدین پس اُسنے دوسرے شوہر سے نکاح کیا اور
اُسنے قبل دخول کرنے کے اسکو تین طلاق دیدین پھر اُسنے تیسرے شوہر سے نکاح کیا جسنے اُسکے ساتھ دخول کیا تو یہ
عورت پہلے دونون شوہرون کے واسطے حلال ہوجائیگی کہ دونون مین سے جو اس سے نکاح کریگا جائز ہے یہ محیط
مین ہے۔ اور اگر ایسی عورت جسکو اُسکے شوہر نے تین طلاق دیدی ہین مرتد ہو کر دار الحرب مین جاملی پھر وہ گرفتار
ہو کر اُسی شوہر کے حصہ مین آئی یا اپنی زوجہ باندی کو دو طلاق دیدین پھر کسی وجہ سے اُسکا مالک ہوگیا تو دونون
صورتون مین اس مرد کو اس عورت سے وطی کرنا جائز نہین ہوتا وقتیکہ دوسرے شوہر سے حلالہ واقع نہو یہ نہر الفائق مین
ہے۔ اور اگر عورت کو تین طلاق دیدین پھر اُسنے کہا کہ میری عدت گذر گئی اور مین نے دوسرے شوہر سے نکاح کیا اور اُسنے
میرے ساتھ دخول کیا پھر اُسنے مجھے طلاق دیدی اور میری عدت گذر گئی اور اتنی مدت گذری ہے کہ جسمین یہ باتین
ہوسکتی ہین پس اگر شوہر اول کے گمان غالب مین یہ عورت سچی معلوم ہو تو جائز ہے کہ اسکی تصدیق کرے یہ ہدایہ مین
ہے۔ اور ہمارے اصحابؒ نے اسمین اختلاف کیا ہے کہ اس مدت کی کیا مقدار ہے چنانچہ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر یہ عورت
حرہ ہو ایسی کہ اسکو حیض آتا ہو تو ساٹھ روز سے کم مدت ہونے کی صورت مین اسکی تصدیق نہوگی۔ اور اگر عورت مانگ
ہو اور پیچ ولادت اُسپر طلاق واقع ہوئی پھر عورت نے دعوے کیا کہ میری عدت گذر گئی تو امام اعظم رحمہ نے فرمایا
کہ پچاسی روز سے کم مین اسکی تصدیق نہوگی یہ امام محمد رح کی روایت ہے اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت
کی کہ سو روز سے کم مین اسکی تصدیق نہوگی اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ (۶۵) روز سے کم مین تصدیق نہوگی اور
امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک ساعت اوپر (۵۴) روز سے کم مین تصدیق نہوگی۔ اور یہ سب اُسوقت ہے کہ عورت مذکورہ
آزاد ہو اور اگر باندی ہو اور اسکو حیض آتا ہو تو بنا بر روایت امام محمد رح کے امام اعظم رح سے چالیس روز سے کم مین
تصدیق نہوگی اور بنا بر روایت امام حسن بن زیاد کے امام اعظم رح سے (۵۳) روز سے کم مین تصدیق نہوگی اور بنا بر
قول صاحبین رح کے (۲۱) روز سے کم مین تصدیق نہوگی اور اگر باندی پر پس ولادت طلاق واقع ہوئی ہو تو امام اعظم رح
کا قول بنا بر روایت امام محمد رح کے یہ ہے کہ (۶۵) روز سے کم مین تصدیق نہوگی اور بنا بر روایت حسن بن زیاد کے
(۷۵) روز سے کم مین تصدیق نہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک (۴۷) روز سے کم مین تصدیق نہوگی اور امام محمد رح کے قول پر

ایک ساعت اوپر (۳۶) روز سے کم مین تصدیق نہوگی - اور اگر مطلقہ مذکورہ ایسی عورت ہو کہ چھینون پیچھے اسکی عدت لگائی جاتی ہو اور وہ آزادہ ہو تو ایک ساعت اوپر (۹۰) روز سے کم مین اسکی تصدیق نہوگی اور اگر باندی ہو تو ڈیڑھ مہینہ سے کم مین اسکی تصدیق نہوگی اور یہ بلا اجماع ہو یہ مضمرات مین ہو - مجموع النوازل مین لکھا ہو کہ اگر ایسی عورت جسکو تین طلاق دیگئی ہین بعد چار مہینہ کے بچہ جنی حالانکہ اسنے اس درمیان مین کسی دوسرے شوہر سے نکاح کیا ہو اور کہتی ہو کہ دوسرے شوہر سے میری عدت گذر گئی اور چاہتی ہو کہ شوہر اول کے نکاح مین واپس جاوے پس آیا امام اعظم کے نزدیک اسکی تصدیق ہوگی یا نہوگی تو شیخ امام نجم الدین نسفی رح نے جواب دیا کہ اسکی تصدیق نہوگی اور یہی صحیح ہو یہ ذخیرہ مین ہو اور اگر مطلقہ ثلثہ نے اپنے شوہر اول سے کہا کہ مین تیرے واسطے حلال ہو گئی ہون پس اسنے اس عورت سے نکاح کر لیا پھر عورت مذکورہ نے کہا کہ شوہر ثانی نے میرے ساتھ دخول نہین کیا تھا پس اگر عورت مذکورہ شرائط حلت سے واقف ہو تو اسکے قول کی تصدیق نہوگی کہ شوہر ثانی نے میرے ساتھ دخول نہین کیا تھا ورنہ تصدیق ہوگی یہ نہایہ مین ہو اور یہ اسوقت ہو کہ عورت کی طرف سے پہلے ایسا اقرار نہ پایا گیا ہو کہ شوہر ثانی نے میرے ساتھ دخول کیا ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو - اور اگر عورت نے صرف اتنا کہا کہ مین حلال ہو گئی ہوں تو جبتک اس سے استفسار نہ کرلے کیونکر ہوگئی تب شوہر اول کو اس سے نکاح کر لینا حلال نہین ہو اسواسطے کہ اسمین لوگون مین اختلاف ہو کذا فی الذخیرہ اور شیخ مولف نے فرمایا کہ یہی صواب ہو یہ ظہیریہ مین ہو اور اجناس کی کتاب النکاح مین مذکور ہو کہ اگر عورت نے خبر دی کہ شوہر ثانی نے مجھسے جماع کیا ہو مگر شوہر مذکور نے اس سے انکار کیا تو شوہر اول کے واسطے حلال ہو جائیگی اور اگر اسکے برعکس ہو کہ شوہر ثانی نے اسکی جماع کا اقرار کیا اور عورت نے انکار کیا تو حلال نہوگی - اور اگر عورت نے کہا کہ مجھسے دوسرے شوہر نے جماع کیا ہو اور شوہر اول نے بعد اسکے ساتھ تزویج کرنے کے کہا کہ تجھسے دوسرے شوہر نے وطی نہین کی ہو تو دونون مین تفریق کر دیجائیگی اور شوہر اول پر عورت کے واسطے نصف مہر لازمی واجب ہوگا اور فتاوی مین لکھا ہو کہ اگر شوہر اول سے نکاح کرنے کے بعد عورت نے کہا کہ مین نے کہا کہ مین نے کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہین کیا اور شوہر اول نے کہا کہ تو نے دوسرے شوہر سے نکاح کیا اور اسنے تیرے ساتھ دخول کیا ہو تو عورت کے قول کی تصدیق نہوگی اور اگر دوسرے شوہر نے دعوی کیا کہ میرا نکاح اسکے ساتھ فاسد ہوا تھا اسلیئے کہ مین نے اسکی مان کے ساتھ وطی کی تھی تو قاضی امام رح نے جواب دیا کہ اگر عورت نے اسکے قول کی تصدیق کی تو شوہر اول پر حلال نہوگی اور اگر تکذیب کی تو حلال ہوگی یہ خلاصہ مین ہو - اور اگر کسی عورت سے نکاح فاسد نکاح کیا اور اسکو تین طلاق دیدین تو اس سے پھر نکاح کر لینا جائز ہو اگرچہ اسنے دوسرے شوہر سے نکاح نہ کیا ہو یہ سراج وہاج مین ہو زید نے ہندہ سے بہ نیت حلالہ نکاح کیا یعنی تاکہ اسکے پہلے خاوند پر حلال کر دے مگر دونون نے یہ شرط نہین لگائی تو ہندہ اپنے پہلے خاوند پر حلال ہو جائیگی اور کچھ کراہت نہوگی اور نیت مذکورہ کوئی چیز نہین ہو اور اگر دونون نے یہ شرط لگائی ہو کہ وہ تو اور باوجود اسکے امام اعظم و امام زفر رح کے نزدیک عورت اپنے پہلے خاوند پر حلال ہو جائیگی کذا فی الخلاصہ اور یہی صحیح ہو یہ مضمرات مین ہو - اور اگر اپنی عورت کو ایک یا دو طلاق دیدین اور اسکی عدت گذر گئی اور اسنے دوسرے شوہر سے نکاح کیا اور اسنے عورت سے دخول کیا پھر اسکو طلاق دیدی اور اسکی عدت گذر گئی پھر اس سے شوہر اول نے نکاح کیا تو اسکو پھر اس عورت پر تین طلاق کا اختیار حاصل ہو جائیگا اور دوسرا شوہر جیسے تین طلاق کو نابود کر دیتا ہو ویسے ہی ایک یا دو طلاق کو بھی

اول نے دوسری تحلیل باطل کر دیگا یہ اختیار شرح مختار میں ہو اور یہی صحیح ہو یہ مضمرات میں ہو - اور نوازل میں لکھا ہو کہ اگر عورت کے سامنے
دو گواہوں نے گواہی دی کہ تیرے شوہر نے تجھکو تین طلاق دیدی ہیں حالانکہ اسکا شوہر غائب ہو تو اس عورت کو
دوسرے سے نکاح کر لینے کی گنجائش ہو اور اگر شوہر حاضر ہو تو ایسی گنجائش نہیں ہو یہ خلاصہ میں ہو - اور اگر تین
طلاق کسی شرط پر معلق کیں پھر شرط پائی گئی اور عورت نے خلوت کر لی ہو کہ اگر وہ شوہر کے سامنے پیش کرتی ہو تو وہ انکار
کریگا اور عورت نے فتوی طلب کیا تو علما نے تین طلاق واقع ہونے کا فتوی دیا اور عورت کو خوف ہو کہ اگر شوہر کو
معلوم ہوا تو وہ صریح سے طلاق معلق کرنے سے انکار کر جائیگا تو عورت کو گنجائش ہو کہ شوہر سے پوشیدہ دوسرے مرد سے
نکاح کرکے حلالہ کرالے جب وہ کہیں سفر کو جائے پھر جب وہ واپس آوے تو اُس سے التماس کرے کہ میرے قلب میں نکاح
کی جانب سے کچھ شک ہو جس سے دل کو خلجان ہو لہذا تجدید نکاح کر لے شوہر با بنکہ شوہر منکر طلاق ہو گا یہ وجیز کردری
میں ہو - شیخ الاسلام یوسف بن اسحق خطی رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی جورو کو تین طلاق دیں اور اُس
چھپایا اور اُس سے وطی کرتا رہا پس تین حیض گذر گئے پھر عورت کو اس بات سے آگاہ کیا پس آیا عورت کو یہ اختیار
ہو کہ ابھی دوسرے خاوند سے نکاح کرے فرمایا کہ نہیں اسواسطے کہ وطی جو دونوں میں واقع ہوئی وہ بشبہہ نکاح تھی اور وہ
موجب عدت ہو لہذا عدت تک توقف کریگی لیکن اگر آخری وطی سے تین حیض گذر گئے ہوں تو دوسرے سے فی الحال نکاح
کر سکتی ہو پھر اُن سے دریافت کیا گیا کہ اگر دونوں حرمت کو جانتے ہوں اور حرمت غلیظہ واقع ہونے کے مقر ہوں لیکن
مرد اس سے وطی کیے جاتا ہو اور تین حیض گذر گئے پھر عورت نے دوسرے خاوند سے فوراً نکاح کرنا چاہا تو شیخ نے فرمایا کہ نکاح جائز
ہو کیونکہ جب یہ دونوں حرمت کے مقر تھے تو یہ وطی زنا ہوئی اور زنا موجب عدت نہیں ہو اور دوسرے سے نکاح کرنے سے مانع
نہیں ہوتا ہو اور ہم اسی کو لیتے ہیں لیکن اگر عورت مذکورہ پیٹ سے ہو تو صاحبین کے قول پر تو وضع حمل تک توقف کریگی اور
امام اعظم رح کے قول پر ابھی نکاح جائز ہو یہ تاتارخانیہ میں ہو - اور شیخ الاسلام ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے
اپنے شوہر سے سنا کہ اُسنے اس عورت کو تین طلاق دیدی ہیں اور عورت کو یہ قدرت نہیں ہو کہ اپنے نفس کو اس سے باز
رکھ سکے پس آیا عورت مذکورہ کو مرد مذکور کے قتل کر ڈالنے کی گنجائش ہو تو فرمایا کہ جس وقت اُس سے قربت کرنے کا ارادہ کرے
اُس وقت عورت کو اسکے قتل کر ڈالنے کی گنجائش ہو درحالیکہ اسکو کسی اور طریقہ سے نہ روک سکتی ہو سوائے قتل کے اور ایسا ہی
شیخ الاسلام عطا بن حمزہ نے فتوی دیا ہو پھر ایسا ہی امام شہید ابو شجاع کا فتوی ہو اور قاضی اسبیجابی فرماتے تھے کہ قتل
نہیں کر سکتی ہو کذا فی المحیط اور ملتقط میں لکھا ہو کہ اسی پر فتوی ہو اور شیخ نجم الدین رحمہ اللہ سے جواب شہید امام
ابو شجاع رحمہ اللہ کا حکایت کیا گیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ عورت قتل کر سکتی ہو تو فرمایا کہ وہ بڑا شخص ہو اور اسکے مشائخ
بڑے بڑے مرتبہ کے ہیں وہ سوائے صحت کے نہیں کہتا ہو پس اسکے قول پر اعتماد ہو یہ تاتارخانیہ میں ہو - اور اگر عورت کے
پاس دو عادل گواہوں نے گواہی دی کہ تیرے شوہر نے تجھکو تین طلاق دیدی ہیں اور شوہر اس سے منکر ہو پھر قبل
اسکے کہ دونوں گواہ قاضی کے سامنے یہ گواہی دیں مر گئے یا غائب ہو گئے تو عورت کو اس مرد کے ساتھ قربت کرنے کی
اور ساتھ رہنے کی گنجائش نہیں ہو اور اگر شوہر اپنے انکار پر قسم کھا گیا اور گواہ لوگ مر چکے ہیں اور قاضی نے اس عورت کو اس
مرد کے پاس واپس کیا تو بھی عورت کو اسکے ساتھ رہنے کی گنجائش نہیں ہو اور عورت کو چاہیے کہ اپنا مال دیکر اس سے اپنی
جان چھڑا وے یا اس سے بھاگ جائے اور اگر عورت اس بات پر قادر نہو تو جب جانے کہ مجھ سے قربت کریگا اسکو قتل کر ڈالے

مگر چاہیے کہ اُسکو دوا پیکر قتل کرے اور عورت کو یہ گنجائش نہیں ہے کہ اپنے آپ کو قتل کر ڈالے اور اگر وہ شوہر کے پاس سے
بھاگ گئی تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ عدت پوری کرکے دوسرے شوہر سے نکاح کرلے اور شیخ شمس الائمہ حلوانی نے شرح
کتاب الاستحسان میں فرمایا کہ یہ جواب قضاءً ہے اور فیما بینہا و بین اللہ تعالیٰ اگر بھاگ جائے تو اسکو اختیار ہے کہ عدت پوری
کرکے دوسرے شوہر سے نکاح کرلے یہ محیط میں ہے فتاوی نسفیہ میں ہے کہ ایک عورت اپنے شوہر پر حرام ہوگئی مگر شوہر اسکے
پیچھے سے نہیں چھوٹتا ہے اور اگر اُسکے پاس سے غائب ہوجاتا ہے تو وہ جادو کرکے اسکو پھر واپس کرلیتی ہے تو آیا مرد کو
اختیار ہے کہ زہر وغیرہ سے اسکو قتل کر ڈالے تاکہ اسکے پھندے سے چھوٹ جاوے فرمایا کہ نہیں جائز ہے مگر جس طور سے ہوسکے
اس عورت سے دور ہوجائے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور حلالہ کے لیے تدبیروں میں سے یہ ہے کہ مطلقہ کسی غلام صغیر سے نکاح
کرے جسکے آلہ تناسل کو حرکت ہوتی ہو پس جب یہ غلام اس سے وطی کرچکے تو کسی سبب سے اس غلام مذکور
کی مالک ہوجاوے پس دونوں میں نکاح فسخ ہوجائیگا یہ تبیین میں ہے ایک مرد نے کہا کہ اگر میں نے کسی عورت
سے نکاح کیا تو وہ طالقہ ثلاث ہے تو تبیین میں لکھا ہے کہ اس قسم کھانے والے مرد اور کسی عورت کے درمیان ایک فضولی
نکاح باندھے اور یہ مرد اپنے قول سے اجازت نہ دے بلکہ اپنے فعل سے اجازت دے پس حانث نہوگا اور اگر اپنے قول
سے اجازت دی تو حانث ہوجائیگا اور اسی پر اعتماد ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر عورت مطلقہ کو خوف ہوا کہ محلل اسکو
طلاق نہ دیگا پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں بدین شرط دیا کہ میرا امر میرے ہاتھ میں ہو کہ اپنے
نفس کو طلاق دیدونگی اور محلل نے اسکو قبول کیا تو نکاح جائز ہے اور عورت مذکورہ مختار ہوجائیگی کہ جب چاہیگی
اپنے نفس کو طلاق دیدیگی یہ تبیین میں ہے اور اگر عورت نے چاہا کہ محلل کی طمع قطع کردے تو اس سے کہے کہ میں تیری اطاعت
نہ کرونگی یہانتک کہ تو قسم کھاوے کہ تجھ پر تین طلاق ہیں اگر میں تیری درخواست کو قبول نہ کروں تو جب وہ قسم کھا جاوے تو اسکو
اپنے ساتھ وطی کرنے دے پس جب ایک مرتبہ وطی کرچکے تو اس سے طلاق طلب کرے پس اگر اس نے طلاق دیدی
تو خیر مطلقہ ہوجائیگی اور اگر نہ دی تو بھی یہی ہوگا کہ تین طلاق واقع ہوجائینگی یہ سراجیہ میں ہے

ساتواں باب - ایلاء کے بیان میں - اپنے نفس کو اپنی منکوحہ کی قربت سے روکنا بتاکید قسم خواہ اللہ تعالیٰ
کی یا طلاق و عتاق و حج و صوم وغیرہ کی مطلقاً یا مقید بچہار ماہ آزادہ حرہ میں اور دو ماہ باندی کی صورت میں
بدون کسی ایسے وقت کے بیچ میں سے نکالنے کے کہ اسمیں بدون حانث ہونے کے قربت ممکن ہوسکے ایلاء کہتے ہیں یہ فتاوی
قاضی خان میں ہے پس اگر اس مدت کے اندر عورت مذکورہ سے قربت کی تو حانث ہوجائیگا پس اگر اللہ تعالیٰ کی
ذات یا صفات میں سے کسی صفت کی جس سے عرفاً قسم کھائی جاتی ہے قسم کھائی ہو تو کفارہ واجب ہوگا اور اگر سوائے
اسکے دوسری بات کی مثل طلاق و عتاق وغیرہ کے قسم کھائی ہے تو جس جزا کی قسم کھائی ہے وہ جزا واقع ہوگی اور پھر
بعد وطی کرلینے کے ایلاء ساقط ہوجائیگا اور اگر اس مدت میں اس سے وطی نہ کی تو ایک بائنہ ہوجائیگی یہ ینبیع شرح نقایہ
میں ہے پس اگر قسم چار مہینہ کی ہو تو قسم ساقط ہوجائیگی اور قسم ہمیشہ کی ہو بایں طور کہ اسنے یوں کہا کہ واللہ میں تجھ سے
تا ابد قربت نہ کرونگا یا کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کرونگا یعنی مطلقاً کہا بدون کسی وقت کی قید کے تو قسم باقی
رہیگی ولیکن قبل دوبارہ نکاح کے کوئی طلاق واقع نہ ہوگی اگرچہ چار مہینہ سے زیادہ گذر جاویں اور اگر دوبارہ نکاح کیا تو
ایلاء عود کریگا پھر اگر اس سے وطی کی تو فبہا ورنہ جب چار مہینہ گذرینگے تو دوسری طلاق واقع ہوگی اور اس ایلاء کی ابتداء نکاح

سے قرار دیجائے پھر اگر تیسری بار اس نے نکاح کیا تو پھر ایلا عود کریگا پھر اگر اس سے قربت نہ کی تو چار مہینہ
گذرنے پر تیسری طلاق واقع ہوجائیگی یہ کافی میں ہو پھر اگر اُسنے دوسرے شوہر سے نکاح کرنے کے اس عورت سے نکاح کیا تو
ایلا مذکور کی وجہ سے اب طلاق واقع نہو گی مگر قسم باقی ہو چنانچہ اگر اس سے وطی کی تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کریگا یہ ہدایہ
میں ہو۔ اور اگر ایلا سے ایک مرتبہ یا دو مرتبہ بائن ہوگئی اور اُسنے دوسرے شوہر سے نکاح کیا پھر شوہر اول کے
نکاح میں آئی تو تین طلاقوں کے ساتھ عود کریگی اور جب چار ماہ گذرینگے طالقہ ہوگی یہانتک کہ تین طلاق سے بائن
ہوجائیگی اور ایسے ہی دوبارہ وسہ بارہ ایلا کا حکم ہوتا ہے یہی ہوتا رہیگا یہ تبیین میں ہو۔ اور اگر ذمی نے بنام
ذات پاک اللہ تعالی یا بصفتے از صفات اللہ تعالی ایلا کیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک وہ مولی یعنی ایلا کرنے والا ہوگا اور صاحبین
کے نزدیک وہ مولی نہوگا اور اگر اُسنے طلاق یا عتاق کے ساتھ ایلا کیا تو بالاجماع مولی ہوگا اور اگر اُسنے حج یا عمرہ
یا صوم یا صدقہ سے ایلا کیا تو بالاجماع مولی نہوگا اور اسی طرح اگر اُسنے کہا کہ اگر میں تجھ سے قربت کروں تو تو مجھ پر میری
ماں کی پشت کے مثل ہو یا فلانہ جورو میری مجھ پر مثل میری ماں کی پشت کے ہو تو مولی نہوگا پھر جن صورتوں میں ذمی کا ایلا
ٹھیک ہوتا ہو اُسکے احکام میں وہ مثل مسلمان کے ہو لیکن اگر اللہ تعالی کی قسم کھائی اور اُسنے وطی کی تو اسپر کفارہ لازم نہوگا
یہ سراج وہاج میں ہو اور جن الفاظ سے ایلا واقع ہوتا ہو وہ دو قسم کے ہوتے ہیں صریح و کنایہ پس صریح ہر ایسا لفظ ہو
جسکے بولنے سے جماع کے معنی متبادر ہوں جیسے تجھ سے قربت نہ کرونگا یا تجھ سے جماع نہ کرونگا یا تجھ سے وطی نہیں کرونگا یا تجھ سے
مباضعت نہ کرونگا یا تجھ سے جنابت کا غسل نہ کرونگا اسوجہ سے کہ جو مباضعت اس عورت کی طرف منسوب کی گئی
اس سے محاورہ میں عادت کے موافق جماع کے معنی مقصود ہوتے ہیں اور عورت سے جنابت کا غسل کرنا یوں ہی ہوسکتا ہو
کہ عورت سے فرج میں جماع کرے۔ اور اسی طرح اگر باکرہ سے کہا کہ میں تجھ سے ازالہ نہ کرونگا اسواسطے کہ عرف میں اسکا بیان
کرنا یوں ہی ہو کہ اس سے مجامعت کرے یہ محیط سرخسی میں ہو۔ اور اگر عورت سے کہا کہ میں تجھ سے تیری دُبر میں یا فرج کے
علاوہ وطی نہ کرونگا تو مولی نہوگا اور اگر اس سے کہا کہ میں تجھ سے جماع نہ کرونگا الا برا جماع تو اسکی نیت دریافت کیجائیگی پس
اگر اُسنے کہا کہ میں نے دُبر میں وطی کرنی مراد لی ہو تو مولی ہوجائیگا اور اگر اُسنے کہا کہ میں نے ضعیف جماع مراد لیا ہو کہ التقاء ختانین
کی حالت سے زیادہ نہوگا تو وہ مولی نہوگا اور اسی طرح اگر اسکی کچھ نیت نہو تو بھی یہی حکم ہو اور اگر اُسنے کہا کہ میں نے اس
سے کم مراد لیا ہو تو وہ مولی ہوجائیگا یہ فتح القدیر میں ہو اور ینابیع میں لکھا ہو کہ اگر ان الفاظ کے کہنے کے بعد اُسنے دعوی کیا
کہ میں نے جماع مراد نہیں لیا تھا تو قضاءً اسکی تصدیق نہوگی اور فیما بینہ و بین اللہ تعالی تصدیق ہوگی یہ تاتارخانیہ میں
ہو۔ اور کنایہ ہر ایسا لفظ ہو کہ اُسکے بولنے سے جماع کے معنی خیال میں آویں مگر احتمال اور کا بھی ہو پس جبتک وہ اس
معنی جماع کی نیت نہ کریگا تو ایلا نہوگا جیسے کہا کہ تیرے آگے پیچھے نہ آونگا یا تیرے پاس نہ آونگا الا وطی یا ولا قبتنا یا
اپنا و تیرا سر اکٹھا نہ کرونگا اور تیرے ساتھ بستر پر نہ سوؤنگا تیرے ساتھ مصاحب نہونگا یا تیرے بستر کے قریب نہونگا یا تجھے
غضبناک کرونگا یا تجھے جلاؤنگا یا دق کرونگا یہ محیط سرخسی میں ہو۔ اور اگر کہا کہ اگر میں تیرے ساتھ سوؤں تو تو بطلاق طالقہ ہو اور
اسکی نیت کچھ نہیں ہو تو یہ ایلا ہو اور عرف کے موافق جماع کے معنی پر قرار دیا جائیگا یہ ظہیریہ میں ہو۔ اور ازانجملہ
مجامعت و مضاجعت و دنو ہو یہ عینی شرح کنز میں ہو۔ اور ینابیع میں لکھا ہو کہ ہر لفظ جس سے قسم منعقد ہوجاتی
ہو ایلا بھی منعقد ہوگا جیسے واللہ و باللہ و جلال اللہ و عظمۃ اللہ و کبریاء اللہ و باقی سب الفاظ جنسے قسم

منعقد ہوئی ہو منعقد ہوگا اور جس لفظ سے قسم منعقد نہیں ہوتی ہو جیسے وعلم اللہ لا اقربک یعنی قسم علم الٰہی کی کہ میں تجھ سے
قربت نہ کرونگا یا کہا کہ تجھ پر خدا کا غضب یا خشم یا لعنت اسکے کوئی لفظ کہا جس سے قسم منعقد نہیں ہوتی ہو تو ایلا منعقد
نہوگا اور ینابیع میں لکھا ہے کہ ایلاء کی لیاقت اسکو ہے جو طلاق کی اہلیت رکھتا ہے یہ امام اعظم کے اعتبار قسم کے ہے اور
صاحبین کے نزدیک جو وجوب کفارہ کی اہلیت رکھتا ہے وہ ایلاء کی اہلیت رکھتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور ایلاء
کرنے والا یوں ہی ہوتا ہے کہ فرج میں جماع نہ کرنے پر قسم کھائی ہو پس اگر بدون فرج میں وطی کرنے کے حانث ہوتا ہو تو
تو سرا سے ایلاء کا مستوجب نہوگا۔ ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ واللہ میرے بدن کی کھال تیرے بدن کی کھال سے
نہ چھوئیگی تو یہ شخص مولی نہوگا اسواسطے کہ اس قسم میں بدون جماع فرج کے فقط کھال چھونے سے حانث ہو جاتا ہے
اور اگر کہا کہ واللہ میرا آلہ تناسل تیری فرج کو نہ چھوئیگا تو یہ شخص مولی ہوگا اسواسطے کہ ایسے کلام سے عرفاً جماع مراد
ہوتا ہے اور اگر کہا کہ اگر با تو خسپم تو طالقہ ہے اور کچھ نیت نہیں کی تو وہ مولی ہوگا اسواسطے کہ اس سے لوگوں کی
مراد جماع ہوتی ہے اور اگر اُسنے صرف ساتھ سونے کی نیت کی ہو تو مولی نہ ہوگا چنانچہ اگر اسکے ساتھ سویا اور جماع
نہ کیا تو قسم میں جھوٹا ہو جائیگا۔ اور اگر کہا کہ اگر من دست بدن فراز کنم تا یکسال پس بر من چنان است
پھر چار مہینے گذر گئے اور جماع نہ کیا تو وہ بیک طلاق بائنہ ہو جائیگی اسواسطے کہ عرف میں اس سے جماع مراد ہوتا ہے
اسی واسطے اگر اُسنے سال کے اندر سوائے فرج کے اس سے جماع کیا تو قسم میں حانث نہوگا یہ فتاوی
قاضی خان میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ انا منک مولی یعنی میں تجھ سے ایلا کنندہ ہوں پس اگر اس سے جھوٹی
خبر دینے کی نیت کی ہو تو فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ مولی نہوگا ولیکن قضاءً اسکی تصدیق نہوگی۔ اور اگر اُسنے ایجاب
کی نیت کی ہو یعنی تحقیق ایلاء کی نیت کی ہو تو قضاءً وفیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ دونوں طرح مولی ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے
اور اگر کہا کہ جب میں تجھ سے قربت کروں تو مجھ پر نماز واجب ہے تو اس سے مولی نہوگا یہ کافی میں ہے۔ ابن سماعہ نے
امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ اگر کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے مجھ پر واجب ہے کہ میں اپنا یہ غلام اپنے کفارہ ظہار
سے آزاد کروں اگر میں اپنی جورو فلانہ سے قربت کروں حالانکہ اُسنے اس عورت سے ظہار کیا ہے یا نہیں کیا ہے تو
اس سے وہ ایلاء کرنیوالا نہوگا۔ اور اگر کہا کہ میرا یہ غلام میرے کفارہ ظہار سے آزاد ہے اگر میں اپنی جورو سے قربت
کروں تو وہ ایلاء کرنیوالا ہوگا خواہ اُسنے ظہار کیا ہو یا نہ کیا ہو اور آزاد کرنا اسکے کفارہ ظہار سے کافی ہوگا
اور اس کلام سے مراد یہ ہے کہ وہ صورت کہ وہ مظاہر ہو پھر اُسنے بعد قسم مذکور کے مدت مذکورہ سے قربت کرلی ہو تو
یہ عتق اسکے کفارہ ظہار سے کافی ہوگا۔ پھر ذکر فرمایا کہ جب وہ جورو سے قربت کرنے پر آزاد ہو جاتا ہے تو ایسی
قسم میں وہ مولی ہوگا اور جو بردہ کہ بدون دوسرے فعل کے آزاد نہ ہوتا ہو تو ایسی قسم میں وہ مولی نہوگا یہ محیط
میں ہے۔ اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ اگر میں تجھ سے قربت کروں یا تجھے اپنے بستر پر بلاؤں تو تو طالقہ ہے تو وہ
مولی نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر عورت سے کہا کہ اگر تو نے میری جنابت سے غسل کیا یا دوبارہ کہ تو میری
جورو ہے تو تو طالقہ ثلث ہے اور اس قول کا اعادہ کیا اور اس قول کو نباہا اور یہ عورت حاملہ تھی اور قبل
وضع حمل کے اس سے جماع نہ کیا پھر اس گفتگو سے چار مہینے یا زیادہ کے بعد اسکے بچہ پیدا ہوا تو ایک طلاق بائنہ
چار مہینے گذرنے کے باعث سے واقع ہوگی اور بسبب وضع حمل کے اسکی عدت گذر جائیگی پھر اگر اسکے بعد اس سے نکاح کیا

تو جائز ہی اور پھر حانث نہوگا یہ فتاوے کبرے مین ہی اور اسطرح قسم کھائی کہ اگر مین نے تجھ سے قربت کی تو مجھپر حج
یا عمرہ یا صدقہ یا صوم یا ہدی یا اعتکاف یا قسم یا کفارہ قسم واجب ہی تو وہ مولی ہوگا اور اگر کہا کہ مجھپر اتباع جنازہ
یا سجدہ تلاوت یا قرائت قرآن یا بیت المقدس مین نماز یا تسبیح واجب ہی تو وہ مولے نہوگا۔ اور اگر کہا کہ مجھپر سو رکعت
نماز یا مثل اسکے جو عادۃً نفس پر شاق ہوتی ہو واجب ہین تو واجب ہی کہ ایلا صحیح ہو اور اگر کہا کہ مجھپر واجب ہی کہ
اس مسکین کو یہ درم صدقہ دیدون یا میرا مال مسکینون پر صدقہ ہو تو ایلا صحیح نہوگا الا آنکہ اسکی تصدق کی نیت ہو
اور اگر کہا کہ ہر عورت کہ مین اس سے نکاح کرون تو وہ طالقہ ہی تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک مولی ہو جائیگا
یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور اگر کہا کہ اگر مین تجھ سے قربت کرون تو مجھپر روزہ ماہ محرم مثلاً واجب ہین پس اگر وقت قسم
سے چار مہینہ سے پہلے یہ مہینہ گذرتا ہو تو ایلاء کرنے والا نہوگا اور اگر چار مہینے سے پہلے نہ گذرتا ہو تو مولے ہوگا یہ
بدائع مین ہی۔ اور اگر کہا کہ اگر مین تجھ سے قربت کرون تو مجھپر ایک مسکین کا کھانا یا ایک روزہ واجب ہو تو بالاتفاق وہ
مولی ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ جورو سے فلانہ زمانہ معین یا فلان مقام معین مین قربت نہ کریگا
تو وہ مولے نہوگا۔ اگر عورت کے حائضہ ہونے کی حالت مین قسم کھائی کہ اس سے قربت نہ کریگا تو مولے نہوگا یہ
محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر کہا کہ تو مجھپر مثل جورو فلان شخص کے ہی حالانکہ فلان مذکور نے اپنی جورو سے ایلار کیا
ہی پس اگر اس نے ایلاء کی نیت کی ہو تو مولے ہو جائیگا ورنہ نہین۔ اور اگر کہا کہ تو مجھپر مثل مردار کے ہی اور
قسم کی نیت کی تو مولے ہو جائیگا اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ مین نے تجھ سے قربت کی تو تو مجھپر حرام ہی اور قسم کی
نیت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک مولے ہو جائیگا اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک جبتک اس سے قربت
نہ کرے تبتک مولی نہوگا۔ اور اگر اپنی جورو سے ایلار کیا پھر اپنی دوسری جورو سے کہا کہ مین نے تجھکو اسکے ایلار مین
شریک کر دیا تو اس سے ایلار کرنے والا نہوگا اور شیخ کرخی نے ذکر فرمایا کہ اگر اپنی جورو سے کہا کہ تو مجھپر حرام ہی پھر
دوسری جورو سے کہا کہ مین نے تجھے اسکے ساتھ شریک کرا دیا تو دونون سے ایلار کرنے والا ہو جائیگا اور دونون
مین تفویض کر دیجائیگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر اپنی دو عورتون سے کہا کہ جب مین تم دونون سے قربت نہ کرونگا
تو دونون سے ایلار کرنیوالا ہو جائیگا پھر اگر چار مہینہ گذر گئے اور ان دونون سے قربت نہ کی تو دونون بائنہ
ہو جاوینگی اور اگر کسی ایک سے قربت کر لی تو اسکا ایلار ساقط ہو گیا اور دوسری کا ایلار اپنے حال پر باقی رہا
اور اس مرد پر کفارہ واجب نہوگا اور اگر دونون سے قربت کر لی تو دونون کا ایلار ساقط ہو گیا اور مرد کو کفارہ
قسم واجب ہوگا اور اگر چار مہینہ گذرنے سے پہلے ایک مر گئی تو دونون کا ایلار ساقط ہو جائیگا اور مرد کو کفارہ
قسم واجب نہوگا اگرچہ اسکے بعد زندہ کے ساتھ قربت کرے اور یہ بالاتفاق ہی اور اگر دونون مین سے ایک کو طلاق
دیدی تو ایلار باطل نہوگا یہ سراج وہاج مین ہی۔ ایک مرد نے اپنی چار عورتون سے کہا کہ واللہ مین تم چارون سے
قربت نہ کرونگا تو فی الحال ان چار عورتون سے ایلار کرنے والا ہو جائیگا چنانچہ اگر اس نے انسے قربت نہ کی یہانتک
کہ چار مہینہ گذر گئے تو سب کی سب بائنہ ہو جاوینگی اور یہ ہمارے اصحاب ثلثہ رحمہم اللہ کا قول ہی اور یہ استحسان ہی یہ
بدائع مین ہی۔ اور اگر چار جوروؤن سے کہا کہ مین تم سے قربت نہ کرونگا الا فلانہ یا فلانہ سے تو وہ ان دونون سے مولی
نہوگا چنانچہ انکے ساتھ قربت کرنے سے حانث نہوگا اور بعد وطی کرنے کے چار مہینہ گذرنے سے اس مرد اور ان

دونوں عورتوں کے درمیان منافات واقع نہو گی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اور اگر ایک ہی جلسہ میں اپنی جورو سے
تین مرتبہ ایلاء کیا تو صاحبین رح کے نزدیک استحسانًا ایک ہی طلاق واقع ہوگی (یعنی وقت گذرنے پر ۱۲) اور اگر مجالس متعدد ہوں تو
طلاق بھی متعدد ہو جاوینگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر اپنی دو عورتوں سے کہا کہ واللہ میں تم میں سے ایک سے قربت
نہ کرونگا تو وہ ان دونوں میں سے ایک سے ایلاء کرنے والا ہوگا چنانچہ اگر اسنے ان میں سے ایک سے وطی کی تو
یہی ایلاء کے واسطے متعین ہوگی اور مرد پر کفارہ واجب ہوگا اور ایلاء ساقط ہو جائیگا اور اگر اسنے ایک کو تین
طلاق دیدیں یا وہ مرگئی یا مرتد ہوکر بائنہ ہوگئی تو زوال مزاحمت کے باعث سے دوسری جورو ایلاء کے واسطے
متعین ہوگی۔ اور اگر اسنے دونوں میں کسی سے قربت نہ کی یہانتک کہ چار مہینہ گذر گئے تو دونوں میں سے ایک
غیر معین بائنہ ہو جائیگی اور مرد مذکور کو اختیار ہوگا کہ جسپر چاہے دونوں میں سے طلاق واقع ہو جانا اختیار کرے اور اگر
چار مہینہ گذرنے سے پہلے اسنے ان دونوں میں سے ایک کے حق میں ایلاء متعین کرنا چاہا تو اسکو یہ اختیار نہوگا چنانچہ اگر
اسنے ایک کو معین کیا اور پھر چار مہینہ گذر گئے تو اسی معینہ پر طلاق واقع نہوگی بلکہ دونوں میں سے ایک غیر معین پر
واقع ہوگی پھر مرد مذکور مختار ہوگا چاہے جسکو معین کرے۔ پھر اگر مرد مذکور نے دونوں میں سے کسی ایک پر طلاق واقع
نہ کی یہانتک کہ اور چار مہینے گذر گئے تو دوسری پر بھی طلاق واقع ہوگی اور دونوں اس مرتبہ بیک طلاق بائنہ
ہو جاوینگی اور یہ ظاہر الروایہ کا حکم ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر دونوں عورتیں دونوں مدتوں کے گذرنے پر بائنہ ہوگئیں پھر
دونوں سے ساتھ ہی نکاح کر لیا تو دونوں میں سے ایک سے مولی ہوگا اور اگر دونوں سے آگے پیچھے نکاح کیا تو دونوں میں
سے ایک سے مولی ہوگا اور پہلی جس سے نکاح کیا ہے وہ بسبب سبقت نکاح یا بوجہ متعین کرنے کے متعین نہوگی لیکن جب
اول کے نکاح کے روز سے چار مہینہ گذرینگے تو وہ بسبب سبقت مدت ایلاء کے پہلے بائنہ ہو جائیگی پھر جب اسکے بائنہ ہونے
سے چار مہینہ اور گذرینگے تو دوسری بھی بائنہ ہو جائیگی یہ کافی میں ہے۔ اور اگر اسنے کہا کہ تم دونوں میں سے کسی سے قربت
نہ کرونگا تو دونوں سے مولی ہو جائیگا پھر اگر چار مہینہ گذر گئے اور اسنے کسی سے قربت نہ کی تو دونوں بائنہ ہو جائینگی
اور اگر دونوں میں سے ایک سے قربت کی تو دونوں کا ایلاء باطل ہو جائیگا اور کفارہ قسم واجب ہوگا یہ سراج وہاج میں
ہے اور اگر قسم کھائی کہ اپنی زوجہ و اپنی باندی سے یا اپنی زوجہ و اجنبیہ سے قربت نہ کرونگا تو جب تک کہ اجنبیہ یا باندی سے قربت
نہ کرے تب تک مولی نہوگا اور جب اسنے قربت کر لی تو مولے ہو جائیگا اسواسطے کہ بعد اسکے زوجہ سے قربت
کرنا بدون کفارہ کے ممکن نہوگا یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی جورو و اپنی باندی سے کہا کہ واللہ
میں تمسے ایک سے قربت نہ کرونگا تو مولی نہوگا الا اس صورت میں کہ اسنے اپنی جورو کو مراد لیا ہو اور اگر اسنے ایک سے
قربت کی تو حانث ہو جائیگا اور اگر اسنے باندی کو آزاد کرکے اس سے نکاح کر لیا تو بھی مولے نہوگا۔ اور اگر کہا کہ واللہ
میں تم میں سے کسی سے قربت نہ کرونگا تو استحسانًا وہ حرۃ زوجہ سے مولے ہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔ اور اگر کسی
کی دو جوروئیں ہیں جنمیں سے ایک باندی ہو اور اسنے کہا کہ واللہ میں تم دونوں سے قربت نہ کرونگا تو دونوں سے مولی ہو جائیگا
پھر جب دو مہینہ گذرے اور اسنے کسی سے قربت نہ کی تو باندی بائنہ ہو جائیگی پھر جب اور دو مہینے گذرے بدون قربت
کے تو حرۃ بھی بائنہ ہو جائیگی۔ اور اگر کہا کہ واللہ میں تم سے ایک سے قربت نہ کرونگا تو ایک غیر معین سے ایلاء کرنیوالا
ہو جائیگا اور اگر اسنے دو مہینہ گذرنے سے پہلے کسی ایک کو معین کرنا چاہا تو نہیں کر سکتا ہے اور اگر دو مہینہ بلا قربت گذر گئے

یعنی ... تو دو ایلا معین کرنے سے وہ متعین نہیں ہو سکتی ۱۲

تو باندی جورو بائنہ ہو جائیگی اور از سر نو حرہ کی مدت ایلاء شروع ہوگی پھر اگر چار مہینے گذرے اور اُسنے قربت نہ کی تو حرّۃ بائنہ ہو جائیگی۔ اور اگر دو مہینے گذرنے سے پہلے باندی مر گئی تو قسم کے وقت سے ایلاء کے واسطے حرّۃ متعین ہو جائیگی یہ بدائع میں ہے اور اگر قبل مدت کے باندی آزاد ہو گئی تو اُسکی مدت مثل مدت حرہ کے ہو جائیگی پس جب وقت قسم سے چار مہینے گذر گئے تو دونوں میں سے ایک بائنہ ہو جائیگی اور اسکو اختیار ہوگا کہ جسکو چاہے متعین کرے اور اگر باندی بعد بائنہ ہونے کے آزاد ہوئی پھر اس سے نکاح کیا تو باندی کے بائنہ ہونے کے وقت سے چار مہینے گذرنے پر حرّۃ بائنہ ہو جائیگی اور باندی آزاد شدہ کے ایلاء سے بائنہ ہونے کے وقت سے حرہ کی مدت ایلاء قرار دیجائیگی اس سے پہلے سے قرار نہ دیجائیگی اور اگر باندی کو دو مہینے گذرنے سے پہلے خرید لیا تو قسم کے وقت سے چار مہینے گذرنے پر حرّۃ بائنہ ہو جائیگی اور اگر باندی کے آزاد ہونے کے بعد پھر ان دونوں سے نکاح کیا تو ان دونوں میں سے ایک سے مولی ہوگا لیکن جب وقت قسم سے مدت ایلاء گذر جاویگی تو حرہ بائنہ ہو جاویگی اور اگر قبل مدت کے حرہ مر گئی تو آزاد شدہ اپنے نکاح کے وقت سے مدت ایلاء گذرنے پر بائنہ ہوگی۔ اور اگر حرہ مری نہیں بلکہ اسکو طلاق بائن دیدی اور ہنوز اسکی عدت نہ گذری تھی کہ قسم کے وقت سے ایلاء کی مدت گذر گئی تو اسپر ایک اور طلاق بائنہ واقع ہوگی یہ کافی میں ہے اور اگر ایلاء کی وجہ سے حرہ بائنہ ہو گئی تو معتقہ از سر نو ایلاء کے واسطے متعین ہو جائیگی اور حرّۃ کے بائنہ ہونے کے وقت سے اسکی ایلاء کی مدت شمار ہوگی اور اگر حرہ کی عدت گذر گئی یا اسکو تین طلاق دیدیں تو معتقہ کے تزوج سے جب چار مہینے گذر ینگے تو وہ بائنہ ہو جائیگی اسواسطے کہ وہ ایلاء کے لیے اسی وقت سے متعین ہوئی تھی یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے اور اگر اُسنے یوں کہا کہ میں تم میں سے ایک سے قربت کرون تو دوسری مجھپر مثل پشت میری ماں کے ہے تو وہ انمیں سے ایک سے مولی ہوگا پھر جب دو مہینے گذر ینگے تو باندی بائنہ ہو جائیگی اور حرّۃ کا ایلاء باطل ہو جائیگا اور اگر دونوں عورتیں حرّۃ ہوں اور اُسنے کہا کہ اگر میں نے تم میں سے ایک سے قربت کی تو دوسری مجھپر مثل پشت میری ماں کے ہے تو وہ ایک سے مولی ہوگا پھر اگر چار مہینے گذر گئے تو انمیں سے ایک بسبب ایلاء کے بائنہ ہو جائیگی اور اسکی تعیین کا اختیار اس مولی کو ہوگا پھر اگر اُسنے ان دونوں میں سے کسی ایک کے حق میں طلاق کی تعیین نہ کی یا ایک کے حق میں تعیین کی اور دوسرے سے چار مہینے گذر گئے تو اسکی کوئی طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر کہا کہ اگر میں نے تم دونوں میں سے ایک سے قربت کی تو وہ میرے اوپر مثل پشت میری ماں کے ہے تو ایلاء باقی رہیگا اور اسی طرح اگر اُسنے کہا کہ اگر میں نے تم میں سے ایک سے قربت کی تو تم میں سے ایک مجھپر مثل پشت میری ماں کے ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ کافی میں ہے اور اگر اُسنے کہا کہ اگر میں نے تم دونوں میں سے ایک سے قربت کی تو تم میں سے ایک مجھپر مثل پشت میری ماں کے ہے پھر دو مہینے گذرنے سے انمیں جو باندی جورو ہے وہ بائنہ ہو گئی تو آزاد عورت سے ایلاء ہنوز باقی رہیگا چنانچہ اگر باندی کے بائنہ ہونے کے وقت سے کہا اور چار مہینے گذر گئے تو آزادہ بھی بائنہ ہو جائیگی۔ اور اگر باندی جورو و آزادہ جورو دونوں سے کہا کہ اگر میں نے تم میں سے ایک سے قربت کی تو دوسری طالقہ ہے تو ایلاء کرنے والا ہو جائیگا پھر جب دو مہینے گذر جاوینگے تو باندی بائنہ ہو جائیگی اور حرّۃ سے ایلاء ساقط نہوگا مگر حرّۃ کے حق میں ایلاء کی مدت باندی کے بائنہ ہونے کے وقت سے معتبر ہوگی چنانچہ اگر باندی کے بائنہ ہونے کے وقت سے اور چار مہینے گذرے اور ہنوز باندی عدت میں ہے تو حرّۃ بائنہ ہو جائیگی اسواسطے کہ حرہ سے قربت کرنا بدون باندی کے طلاق پڑے ممکن نہیں ہے لیکن اگر اس مدت کے گذرنے سے پہلے باندی کی عدت

گذر گئی تو آزادہ سے ایلاء ساقط ہو جائیگا کیونکہ باندی چونکہ محل طلاق نہیں رہی اسواسطے بدون کسی امر کے لازم
آنے کے وہ حرہ سے قربت کر سکتا ہے اور اگر دونوں عورتیں آزادہ ہوں تو چار مہینہ گذرنے پر ایک بائنہ ہو جائیگی
اور شوہر کو بیان کا اختیار دیا جائیگا اور دوسری جو باقی رہی اُس سے ایلاء کرنے والا ہو جائیگا پھر اگر چار مہینہ
دوسرے گذرے اور ہنوز پہلی عورت عدت میں ہے تو دوسری مطلقہ ہو جائیگی ورنہ نہیں اور اگر شوہر نے کسی کے حق
میں بیان نہ کیا یہانتک کہ اور چار مہینہ گذر گئے تو دونوں بائنہ ہو جاوینگی - اور اگر باندی و آزادہ دو
جوروں سے کہا کہ اگر میں نے تم دونوں میں سے ایک سے قربت کی تو ایک طالقہ ہے تو وہ ایک سے مولی ہوگا اور
دو مہینہ گذرنے پر باندی بائنہ ہو جائیگی پھر اسکے بائنہ ہونے کے وقت سے اگر اور چار مہینہ گذر گئے تو آزادہ بھی بائنہ ہو جائیگی
چاہے باندی مذکورہ عدت میں ہو یا نہو اسواسطے کہ بدون کسی چیز کے لازم آنے کے وہ حرہ سے وطی نہیں کر سکتا ہے اسواسطے کہ
جزا ان دونوں میں سے ایک کی طلاق ہے اور پہلی کی عدت گذرنے پر طلاق اسی کے حق میں متعین ہو گئی جو محل طلاق باقی
ہے اور اسی طرح اگر دونوں عورتیں آزادہ ہوں تو یہی حکم ہے یہاں اتنا فرق ہے کہ بائنہ ہونے کی مدت چار مہینہ ہوگی
اور اگر دونوں سے کہا کہ اگر میں نے تم میں سے ایک سے قربت کی تو دوسری طالقہ ہے تو دونوں سے ایلاء کرنے والا
ہوگا اور انمیں جو باندی ہے وہ دو مہینہ گذرنے پر طالقہ ہو جائیگی اور اگر پھر دو مہینہ گذر گئے اور ہنوز باندی عدت
میں ہے تو آزادہ طالقہ ہو جائیگی اور اگر باندی کی عدت اس سے پہلے گذر گئی تو حرہ پر کچھ طلاق واقع نہ ہوگی - اور
اگر دونوں آزادہ ہوں تو چار مہینہ گذرنے کے بعد دونوں بائنہ ہو جاوینگی - اور اگر اُسنے یوں کہا کہ اگر میں نے
تم میں سے کسی ایک سے قربت کی تو ایک تم میں سے طالقہ ہے تو وہ دونوں سے ایلاء کرنے والا ہو جائیگا اور باندی
بعد دو مہینہ گذرنے کے طالقہ ہو جائیگی پھر جب دو مہینہ اور گذرینگے تو آزادہ بھی طالقہ ہو جائیگی چاہے باندی
اسوقت عدت میں ہو یا نہو - اور اگر دونوں آزادہ ہوں تو چار مہینہ گذر جانے سے ہر ایک بیک طلاق بائنہ
ہو جاویگی اور اگر اُسنے دونوں میں سے کسی سے قربت کر لی تو حانث ہو جائیگا ولیکن طلاق فقط ایک واقع ہوگی اور وہ
غیر معین طور پر کسی ایک پر واقع ہوگی اور قسم باطل ہو جائیگی یعنی آئندہ کو اسکا اثر نہ رہیگا لیکن اگر اُسنے یوں کہا کہ اگر میں نے
تم میں سے ایک سے قربت کی تو وہ طالقہ ہے تو ایسی صورت میں اگر کسی سے قربت کی تو وہ طالقہ ہو جائیگی اور ہنوز قسم
باطل نہوگی چنانچہ اگر اُس نے دوسری عورت سے قربت کی تو وہ بھی طالقہ ہو جائیگی یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے -
اگر کسی نے اپنی دو جوروں سے کہا کہ واللہ میں اِس سے یا اُس سے قربت نہ کرونگا پھر مدت گذر گئی تو دونوں بائنہ
ہو جائینگی یہ فصول عمادیہ میں ہے - اور اگر یوں کہا کہ اگر میں نے اِس سے قربت کی اور اُس سے تو یہ بمنزلہ اس قول کے ہے
کہ اگر میں نے تم دونوں سے قربت کی یعنی ان دونوں سے ایلاء کرنے والا ہوگا اور اگر اُسنے یوں کہا کہ اگر میں نے اس سے
قربت کی پھر اُس سے تو ایلاء کرنے والا نہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے - ایک شخص نے اپنی جورو سے ایلاء کیا پھر اُسکو
ایک طلاق بائن دیدی پس اگر وقت ایلاء سے چار مہینہ گذرے اور ہنوز وہ عدت طلاق میں ہے تو بسبب ایلاء کے
اسپر دوسری طلاق واقع ہوگی اور اگر ایلاء کی مدت گذرنے سے پہلے وہ عدت سے خارج ہو گئی ہو تو بسبب ایلاء کے کوئی
طلاق واقع نہوگی - ایک مرد نے اپنی جورو سے ایلاء کیا پھر اُسکو طلاق دیدی پھر اس سے نکاح کر لیا پس اگر ایلاء کی عدت
گذرنے سے پہلے اس سے نکاح کیا ہے تو ایلاء ویسا ہی باقی رہیگا چنانچہ اگر وقت ایلاء سے چار مہینہ بلا وطی گذر گئے تو ایلاء

کی وجہ سے اسپر ایک طلاق واقع ہوگی۔ اور اگر بعد انقضائے عدت کے اس سے نکاح کیا تو ایلاء تو رہیگا۔ لیکن
مدت ایلاء وقت نکاح سے معتبر ہوگی۔ ایک مرد نے اپنی جورو سے ایلاء کیا مگر قبل اسکے اسکو ایک طلاق بائن دے چکا
تھا تو ایلاء کرنے والا نہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر مطلقہ رجعیہ سے ایلاء کیا تو مولی ہو جائیگا لیکن اگر مدت
گذرنے سے پہلے اسکی عدت طلاق گذر گئی تو ایلاء ساقط ہو جائیگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر کسی نے اپنی جورو سے ایلاء
کیا پھر مرتد ہوکر دار الحرب میں جا ملا پھر چار مہینے گذر گئے تو بسبب ایلاء کے بائنہ نہوگی کیونکہ بسبب مرتد ہونے کے
ملک زائل اور بینونت واقع ہوچکی اگرچہ مرتد ہونے کی وجہ سے ایلاء و ظہار باطل ہونے میں دو روایتیں ہیں مگر مختار
یہی روایت ہے جو ہمنے ذکر کی ہے۔ ایک مرد نے اپنی جورو کی طلاق کی قسم کھائی کہ میں اسکو طلاق نہ دونگا پھر اس عورت
سے ایلاء کیا اور مدت ایلاء گذر گئی تو مرد مذکور حانث ہوگا اور اسپر ایک طلاق بوجہ ایلاء کے اور دوسری طلاق بوجہ قسم
کے واقع ہوگی۔ اور اگر اس نے قسم کھائی حالانکہ وہ عنین ہے پس قاضی نے دونوں میں تفریق کردی تو مختار قول کے
موافق بوجہ قسم مذکورہ کے عورت پر طلاق واقع نہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک غلام نے اپنی آزادہ جورو سے ایلاء
کیا پھر یہ آزادہ جورو اس غلام کی مالک ہوگئی تو ایلاء باقی نہ رہیگا۔ اور اگر اس عورت نے اس غلام کو بیچ کردیا
آزاد کردیا پھر اس غلام نے اس عورت سے دوبارہ نکاح کیا تو ایلاء سابق عود کریگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر اپنی
جورو سے کہا کہ واللہ میں تجھسے دو مہینے و دو مہینے قربت نہ کرونگا تو ایلاء کرنے والا ہو جائیگا۔ اور اسی طرح اگر کہا کہ واللہ
میں تجھسے قربت نہ کرونگا دو مہینے و دو مہینے بعد ان دو مہینوں کے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر عورت سے کہا کہ واللہ میں
تجھسے دو مہینے قربت نہ کرونگا پھر ایک روز ٹھہر کر کہا کہ واللہ میں تجھ سے دو مہینے بعد پہلے دونوں مہینوں کے قربت
نہ کرونگا تو ایلاء کنندہ نہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ واللہ میں تجھ سے دو مہینے قربت نہ کرونگا پھر ایک ساعت توقف
کرکے کہا کہ واللہ میں تجھ سے دو مہینے قربت نہ کرونگا تو ایلاء کرنے والا نہوگا۔ اور اگر کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کرونگا
دو مہینے اور نہ دو مہینے تو ایلاء کرنے والا نہوگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر کہا کہ میں تجھسے چار
مہینے وطی نہ کرونگا بعد چار مہینے کے تو وہ ایلاء کرنے والا ہوگا گویا اُسنے یوں کہا کہ واللہ میں تجھ سے آٹھ مہینے وطی
نہ کرونگا اور اگر کہا کہ واللہ میں تجھ سے دو مہینے قبل دو مہینے کے قربت نہ کرونگا تو یہ بھی ایلاء ہے۔ اور ابن سماعہ نے امام
ابویوسف سے روایت کی ہے کہ ایک مرد نے کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کرونگا چار مہینے الا ایک روز پھر اسی دم کہا
کہ واللہ میں تجھسے اس روز قربت نہ کرونگا تو وہ ایلاء کرنے والا ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ میرے تجھسے
قربت کرنے سے ایک مہینہ پہلے تو طالقہ ہے تو جب تک ایک مہینہ نہ گذرے وہ ایلاء کرنے والا نہوگا پھر جب ایک مہینہ
گذرے اور وہ قربت نہ کرے تو اسوقت سے ایلاء ہوگا پھر اگر چار مہینہ گذر جانے کے بعد مدت ایلاء تمام ہونے سے پہلے
اس سے جماع کیا تو قسم میں حانث ہونے کی وجہ سے طالقہ ہو جائیگی اور اگر چار مہینے گذر گئے اور اس سے جماع نہ کیا تو ایک
طلاق بائنہ بسبب ایلاء کے بائن ہوگی۔ اور اسی طرح اگر یوں کہا کہ میرے تیرے ساتھ قربت کرنے سے ایک مہینہ تو طالقہ ہے اگر
میں تجھسے قربت کروں تو بھی یہی حکم ہے یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے۔ اور شرح طحاوی میں لکھا ہے کہ میرے تیرے ساتھ قربت
کرنے سے کچھ پہلے تو طالقہ ہے تو وہ ایلاء کرنے والا ہو جائیگا پھر اگر اس سے قربت کرلی تو قربت کرتے ہی بلا فصل طلاق
واقع ہو جائیگی اور اگر اسکو چار مہینے چھوڑ دیا تو بسبب ایلاء کے بائنہ ہو جائیگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر اپنی دو

عورتوں سے کہا کہ تم دونوں بسہ طلاق طالقہ ہو ایک مہینہ قبل اسکے کہ میں تم سے قربت کروں تو مہینہ گذرنے سے پہلے
وہ دونوں سے ایلاء کنندہ نہو گا پھر مہینہ گذر جانے پر دونوں سے مولی ہو جاویگا پھر اگر دونوں کو چار مہینہ چھوڑ دیا
تو دونوں بائنہ ہو جاوینگی اور اگر دونوں سے قربت کی تو ہر ایک بسہ طلاق بائنہ ہو جاویگی اور اگر اسنے ان دونوں
میں سے ایک سے قبل مہینہ گذرنے کے قربت کی یا دونوں سے قربت کی تو ایلاء باطل ہو گیا اور اگر مہینہ گذرنے
کے ایک سے قربت کی تو اسی سے ایلاء ساقط ہو گا اور دوسری سے ایلاء باقی رہیگا پھر اگر اسنے دوسری سے بھی قربت
کی تو دونوں بسہ طلاق طالقہ ہو جاوینگی اور اسی طرح اگر یوں کہا کہ تم دونوں طالقہ ثلاثہ ہو ایک مہینہ قبل اسکے کہ میں
تجھسے قربت کروں تو بھی یہی حکم ہے یہ تفریع جامع کبیر حصیری میں ہے۔ اور اگر اپنی جورو کے ساتھ قربت کرنے پر اپنے غلام کے آزاد
ہونے کی قسم کھائی پھر اس غلام کو فروخت کیا تو ایلاء ساقط ہو جاویگا پھر اگر قبل قربت کرنے کے وہ غلام اسکی ملک میں عود
کر آیا تو پھر ایلاء منعقد ہو جاویگا اور اگر بعد قربت کرنے کے اسکی ملک میں آگیا تو ایلاء منعقد نہو گا۔ اور اگر یوں کہا کہ اگر
میں نے تجھسے قربت کی تو میرے یہ دونوں غلام آزاد ہیں پھر دونوں میں سے ایک مرگیا یا اسنے ایک کو فروخت کر دیا تو
ایلاء باطل نہو گا اور اگر اسنے دونوں کو فروخت کر دیا یا دونوں مرگئے خواہ ساتھ ہی یا آگے پیچھے تو ایلاء ساقط ہو جائیگا پھر
اگر قبل قربت کرنے کے انہیں سے ایک غلام اسکی ملک میں آگیا خواہ کسی وجہ سے ملک میں آیا ہو تو ایلاء منعقد ہو جائیگا پھر
اگر دوسرا بھی اسکی ملک میں آگیا تو پہلے غلام کے ملک میں آنے کے وقت سے ایلاء کا اعتبار ہو گا۔ اور اگر کہا کہ اگر میں نے
تجھسے قربت کی تو مجھپر اپنے فرزند کی قربانی واجب ہے تو وہ ایلاء کرنے والا قرار دیا جائیگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر دو غلاموں
میں سے ایک غیر معین کے آزاد ہونے پر ایلاء کیا پھر دونوں میں سے ایک کو فروخت کر دیا پھر اسکو خرید کر لیا پھر دوسرے
کو فروخت کر دیا تو مدت ایلاء اسوقت سے ہو گی جسوقت سے پہلے فروخت کردہ غلام کو خرید لیا ہے اور اگر پہلے فروختہ غلام
کے خریدنے سے پہلے دوسرے کو فروخت کر دیا ہو تو ایلاء ساقط ہو جائیگا۔ اور اگر کہا کہ میں نے تجھسے قربت کی تو میرا غلام
آزاد ہے چاند دیکھ یا ہر جاکہ جسکو میں نے خریدا ہے وہ آزاد ہے تو ایلاء کرنے والا ہو گا اور اگر کہا کہ یہ غلام آزاد ہے اگر میں
اسکو خریدوں یا فلانہ طالقہ ہے اگر میں اس سے نکاح کروں یا کہا کہ ہر عورت طالقہ ہے جسکو میں عرب میں سے نکاح میں
لاؤں یا کہا کہ ہر عورت مسلمہ یا کہا کہ یہ درم صدقہ ہیں اگر میں انکا مالک ہو جاؤں تو ایلاء کرنے والا نہو گا اسواسطے کہ یہ
قربت کرنے سے مانع نہیں ہے یہ عتابیہ میں ہے۔ اگر اپنی جورو سے کہا کہ اگر میں نے تجھسے قربت کی تو میرا یہ غلام آزاد ہے پھر
چار مہینہ گذر گئے اور عورت نے قاضی کے پاس نالش کی اور قاضی نے دونوں میں تفریق کرا دی پھر غلام نے گواہ قائم
کیے کہ میں اصلی آزاد ہوں تو اسکی آزادی کا حکم دیا جائیگا اور ایلاء باطل ہو گا اور عورت مذکورہ اپنے خاوند کو واپس
دیجائیگی اسواسطے کہ ظاہر ہوا کہ وہ ایلاء کنندہ نہ تھا کہ بدون کوئی بات لازم آنے کے وہ وطی کر سکتا تھا یہ ظہیریہ میں ہے
اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر اسنے کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت نہ کرونگا پھر ایک روز گذرا پھر کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت نہ کرونگا
پھر ایک روز گذرا پھر دوبارہ کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت نہ کرونگا تو یہ تین قسمیں اور تین ایلاء ہونگے چنانچہ اگر چار مہینے
گذر گئے تو ایک طلاق بائنہ ہو جائیگی پھر جب ایک روز گذرے گا تو دوسری طلاق واقع ہو گی پھر جب ایک روز اور
گذرے گا تو تیسری طلاق پڑکر عورت مذکورہ بسہ طلاق بائنہ ہو جائیگی پھر جب تک وہ دوسرے خاوند سے نکاح کر کے
حلالہ نکرائے تب تک اسکے واسطے حلال نہیں ہو سکتی ہے اور اگر اسنے بدون قسموں کے عورت سے قربت کی تو اسپر تین کفارے

لازم آوینگے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر کسی نے ایک مجلس میں تین مرتبہ اپنی جورو سے ایلاء کیا یعنی کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا واللہ میں تجھسے قربت نہ کرونگا واللہ میں تجھسے قربت نہ کرونگا پس اگر اُسنے ایک ہی لفظ کی تکرار کا قصد کیا ہے تو ایلاء واحد اور قسم بھی ایک ہی ہوگی اور اگر اُسنے کچھ نیت نہیں کی تو ایلاء ایک اور قسم تین ہونگی اور اگر تشدید وتغلیظ کی نیت کی ہو تو ایلاء ایک اور قسم تین ہونگی یہ امام اعظم رح وامام ابو یوسف رح کا قول ہے (بخلاف قول امام محمد رح ۱۲) پھر واضح ہو کہ ایلاء چار طرح پر ہے ایک ایلاء اور ایک قسم جیسے واللہ میں تجھسے قربت نہ کرونگا اور ایلاء دو اور قسم دو اور اسکی یہ صورت ہو کہ اپنی عورت سے دو مجلس میں ایلاء کیا یا کہا کہ جب کل کا روز آوے تو واللہ میں تجھسے قربت نہ کرونگا اور جب پرسوں کا روز آوے تو واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا اور ایلاء واحد اور قسم دو اور یہی مسئلہ اختلافی ہے چنانچہ اگر اُسنے ایک ہی مجلس میں کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا اور تغلیظ کی نیت کی تو امام اعظم رح وامام ابو یوسف رح کے نزدیک ایلاء ایک اور قسم دو ہونگی حتی کہ اگر اُسنے چار مہینہ گذرنے تک قربت نہ کی تو بائنہ بیک طلاق ہوگی اور اگر قربت کر لی تو دو کفارے لازم آوینگے۔ اور دو ایلاء اور ایک قسم جیسے اپنی عورت سے کہا کہ ہر بار کہ تو ان دو گھروں میں داخل ہوئی تو واللہ میں تجھسے قربت نہ کرونگا پس عورت ان دونوں میں سے ایک میں دو بار داخل ہوئی یا دونوں میں ایکبار داخل ہوئی تو یہ دو ایلاء اور ایک قسم ہے چنانچہ ایلاء اول پہلے داخل ہونے پر اور دوسرا دوسرے داخل ہونے پر منعقد ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت نہ کرونگا ایک سال الا ایک یوم تو یہ روز آخر سال میں سے کم کیا جائیگا اور اسپر اتفاق ہے پس وہ مولی ہوگا ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ واللہ میں ایک سال تجھسے قربت نہ کرونگا پھر جب چار مہینے گذرے اور وہ بیک طلاق بائنہ ہوئی پھر اس سے نکاح کیا پھر جب چار مہینہ گذرے اور وہ بائنہ ہوئی تو پھر نکاح کیا تو پھر آپ بائنہ نہوگی اسواسطے کہ سال میں سے چار مہینہ سے کم باقی رہگئے ہیں یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت نہ کرونگا ایک سال تک الا ایک یوم تو ہمارے اصحاب ثلثہ رحمہم اللہ کے قول میں وہ فی الحال مولی نہوگا اور امام زفر رح کے نزدیک فی الحال مولی ہو جائیگا پس ہمارے نزدیک اگر سال گذر گیا اور کسی دن اُسنے اس عورت سے قربت نہ کی تو اسپر کفارہ لازم نہوگا اور اگر ایسا کیا پھر اس سے کسی ایک روز قربت کی تو دیکھا جائیگا کہ اگر سال مذکور میں سے چار مہینہ یا زیادہ باقی رہگئے ہیں تو مولی ہو جائیگا اور اگر کم باقی رہے ہوں تو مولی نہوگا اور ایسا ہی اختلاف اس مسئلہ میں ہے کہ اگر اپنی جورو سے کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت نہ کرونگا ایک سال تک الا ایکبار پس حکم اختلافی مذکور اسمیں بھی جاری ہے مگر اتنا فرق ہے کہ الا ایک روز کہنے کی صورت میں جب اُسنے سال کے اندر عورت سے کسی روز قربت کی اور سال میں سے چار مہینہ یا زائد باقی رہگئے ہیں تو جب تک اس روز آفتاب غروب نہو جاوے تب تک وہ مولی نہوگا اور ایلاء کی مدت اس روز غروب آفتاب کے وقت سے معتبر ہوگی اور الا ایکبار کہنے کی صورت میں ایکبار جماع سے فارغ ہونے کے بعد ہی بلا فصل مولی ہو جائیگا اور وطی سے فارغ ہوتے ہی ایلاء کی مدت شروع ہو جائیگی یہ بدائع میں ہے اور اگر اُسنے کوئی مدت معینہ بیان نہ کی بلکہ مطلق چھوڑی مثلاً کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت نہ کرونگا الا ایک روز تو جبتک اس سے ایک روز قربت نہ کرے تب تک مولی نہوگا پھر جب قربت کریگا تو مولی ہو جائیگا اور اگر کہا کہ ایک سال الا ایک روز کہ جسمیں میں تجھسے قربت کرونگا تو کبھی مولی نہ ہوگا اور اسی طرح اگر ایسے استثناء کے ساتھ مدت مطلق چھوڑی تو بھی یہی حکم ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر اپنی دو عورتوں سے کہا کہ واللہ میں تم سے قربت نہ کرونگا الا ایک روز

کہ جن دنوں میں تجھسے قربت کرونگا تو اس قسم سے وہ کبھی مولی نہوگا پس اگر اُسنے ان دونوں سے دو روز جماع کیا تو دوسرے
روز آفتاب غروب ہونے پر حانث ہو جائیگا اور اگر کہا کہ واللہ میں تم سے قربت نکرونگا الا ایک روز یا الا ایک روز
میں یا الا روز واحد کہ جسمیں میں تم سے قربت کرونگا یا الا روز واحد میں کہ جسمیں میں تم سے قربت کرونگا تو مولی نہوگا یہانتک کہ ایک
روز ان دونوں سے قربت کرے پھر جب یہ روز گذر جائیگا تو دونوں سے ایلا کرنے والا ہو جائیگا بسبب ایلا کی علامت
پائی جانے کے اور اگر دونوں سے دو روز متفرق میں قربت کی مثلاً ایک سے بروز جمعرات اور دوسری سے بروز جمعہ
قربت کی تو حانث ہو جائیگا اور قسم ساقط ہو جائیگی اور اسی طرح اگر دونوں سے بروز جمعرات پھر دونوں سے بروز جمعہ
قربت کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دونوں سے بروز جمعرات قربت کی پھر ایک سے بروز جمعہ قربت کی تو جس سے بروز جمعہ
قربت نہیں کی ہے اس سے ایلا کرنیوالا ہو جائیگا اور جس سے قربت کی ہے اُس سے ایلا ساقط ہو جائیگا ۔ اور اگر بروز جمعرات
ایک سے قربت کی اور بروز جمعہ دونوں سے قربت کی تو جس سے جمعرات کو قربت نہیں کی ہے اُس سے ایلا کرنیوالا ہو جائیگا
جبکہ بروز جمعہ آفتاب غروب ہو جاوے اور جس سے جمعرات کو قربت کی ہے اُس سے ایلا ساقط ہو جائیگا پھر جس سے جمعرات
کو قربت کی تھی اگر اسکے بعد اس سے پھر قربت کی تو حانث نہوگا اور اگر دوسری سے قربت کی تو حانث ہو جائیگا اور دونوں
سے ایلا ساقط ہو جائیگا اور اگر دونوں میں سے ایک سے چہارشنبہ کے روز قربت کی اور دونوں سے جمعرات کے روز وطی کی تو
جمعرات کا روز استثنا کیواسطے متعین ہوگا پھر اگر دوسری جورو سے جمعہ کے روز قربت کی تو حانث ہو جائیگا اور قسم ساقط
ہو جائیگی اسواسطے کہ سوائے روز استثنا کے دونوں سے قربت کرنا پایا گیا اور اگر روز جمعہ کے اسی عورت سے قربت کی جس سے
چہارشنبہ کو قربت کی تھی تو حانث نہوگا اسواسطے کہ شرط یہی تھی کہ دونوں سے قربت کرلے نہ یہ کہ ایک سے حالانکہ اُسنے ایک ہی سے
دو مرتبہ قربت کی پس ایلا اُس عورت کے ساتھ جس سے چہارشنبہ کو قربت نہیں کی تھی باقی رہیگا ۔ اور اگر اپنی دو عورتوں
سے کہا کہ واللہ میں تم سے قربت نہ کرونگا الا بروز جمعرات تو جبتک جمعرات کا روز گذر نجاوے تب تک ایلا کنندہ نہوگا پھر
بعد جمعرات کے وہ مولی ہوگا اور اگر اُسنے یوں کہا کہ الا کسی جمعرات کو تو وہ کبھی مولی نہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے ۔ اور اگر
ایک شخص کی جورو کوفہ میں ہے اور وہ بصرہ میں ہے پس اُسنے کہا کہ واللہ میں کوفہ میں داخل نہونگا تو وہ ایلا کنندہ نہوگا یہ بدائع میں ہے
اور اگر کسی نے قربت نہ کرنے کیواسطے کوئی غایت مقرر کی پس اگر ایسی چیز ہے جسکی مدت ایلا کے اندر پائی جانے کی امید نہو مثلاً
کسی نے رجب کے مہینے میں کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت نہ کرونگا یہانتک کہ میں محرم کے روزے رکھوں یا کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت
نہ کرونگا الا فلان شہر میں حالانکہ اس شہر میں پہونچنے تک چار مہینہ یا زیادہ ضرور گذرتے ہیں تو یہ شخص ایلا کنندہ ہو جائیگا اور
اگر چار مہینہ سے کم مدت گذرتی ہو تو ایلا کنندہ نہوگا ۔ اور اسی طرح اگر کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کرونگا یہانتک کہ
تو اپنے بچہ کا دودھ چھڑا دے حالانکہ دودھ چھڑانے کی مدت چار مہینہ یا زیادہ ہے تو بھی مولی ہو جائیگا اور اگر چار مہینہ سے
کم مدت ہو تو مولی نہوگا ۔ اور اگر کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت نہ کرونگا یہانتک کہ آفتاب مغرب سے طلوع کرے یا
یہانتک کہ وہ جانور جو قریب قیامت نکلے گا وہ نکلے یا دجال نکلے تو قیاس یہ ہے کہ وہ مولی نہوا اور استحساناً مولی
ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ یہانتک کہ قیامت برپا ہو یا یہانتک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں گھس کر پار ہو جاوے
تو بھی وہ مولی ہوگا ۔ اور اگر ایسی غایت مقرر کی ہو کہ مدت ایلا کے اندر اُسکے پائے جانے کی امید ہو نہ بقاء نکاح تو بھی وہ
مولی ہوگا جیسے یوں کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت کرونگا یہانتک کہ تو مرجاوے یا میں مرجاؤں یا یہانتک کہ تو مجھے قتل کرے یا میں

تجھے قتل کروں یا یہانتک کہ میں قتل کیا جاؤں یا تو قتل کی جاوے یا یہانتک کہ میں تجھے تین طلاق دیدوں تو باتفاق
وہ مولی ہوگا اور اسی طرح اگر جورو باندی ہو اور اُس سے کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نکرونگا یہانتک کہ
میں تیرا مالک ہوں یا تیرے کسی ٹکڑے کا مالک ہوں تو بھی وہ مولی ہوگا اور اگر کہا کہ یہانتک کہ میں تجھے خرید کروں تو
وہ مولی نہوگا اور نکاح فاسد نہوگا۔ اور اگر ایسی غایت ہو کہ باوجود بقاء نکاح کے مدت ایلا کے اندر اُسکے پائے جانے
کی امید ہو پس اگر ایسی چیز ہو کہ اُسکے ساتھ قسم کھائی جاتی ہو اور نذر کی جاتی ہو اور اُسنے اپنے اوپر واجب کرلی تو مولی
ہو جائیگا جیسے کہا کہ اگر میں نے تجھ سے قربت کی تو میرا غلام آزاد ہو تو مولی ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر
باندی جورو سے کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کرونگا یہانتک کہ میں تجھکو اپنے واسطے خرید کروں تو صحیح یہ ہے کہ وہ
مولی نہوگا جبتک یوں نکہے کہ یہانتک کہ میں تجھکو اپنے واسطے خرید کر تجھپر قبضہ کرلوں یہ غایۃ السروجی میں ہے
اور اگر کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت نہ کرونگا یہانتک کہ فلان مجھے اجازت دے یا فلان شخص سفر سے آجاوے
تو وہ مولی نہوگا مگر قسم ہو جاویگی حتی کہ اگر اسکے بعد اُس سے قربت کی تو اُسپر کفارہ لازم آجائیگا لیکن اگر فلان مرگیا تو
اب امام ابو یوسف رح کے نزدیک وہ مولی ہوگا اور طرفین کے نزدیک قسم باطل ہو جائیگی چنانچہ اگر اسکے بعد عورت سے
قربت کی تو حانث نہوگا پس جبکہ قسم ہی باطل ہوگئی تو مولی نہوگا یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے۔ اور اگر کہا کہ واللہ میں
تجھ سے قربت نہ کرونگا یہانتک کہ میں اپنے فلان غلام کو آزاد کروں یا یہانتک کہ اپنی فلانہ جورو کو طلاق دوں
یا یہانتک کہ ایک مہینہ روزہ رکھ لوں تو بقول امام اعظم رحمہ اللہ و امام محمد رح کے مولی ہو جائیگا اور اگر کہا کہ میں تجھسے
قربت نہ کرونگا یہانتک کہ اپنے غلام کو قتل کروں یا یہانتک کہ اپنے غلام کو ماروں یا یہانتک کہ فلان کو قتل کروں
یا فلان کو ماروں یا گالی دوں یا اُسکے مانند اور کوئی بات کہی تو مولی نہوگا اسواسطے کہ عرف و عادت میں ان چیزوں کی
قسم نہیں کھائی جاتی ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر اُسنے جورو صغیرہ یا آئسہ سے کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کرونگا یہانتک
کہ تجھے حیض آوے تو مولی ہوگا اگر جانتا ہے کہ چار مہینہ تک وہ حائضہ نہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر جورو سے کہا کہ واللہ
میں تجھ سے قربت نہ کرونگا تاوقتیکہ تو میری جورو ہے پھر اسکو بائنہ طلاق دیکر اُس سے نکاح کرلیا تو اُس سے ایلا کنندہ
نہوگا جب چاہے اُس سے قربت کرے اور حانث نہوگا۔ اور اگر کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کرونگا درحالیکہ تو میری
جورو ہوگی پھر اسکو بائنہ کرکے اُس سے نکاح کرلیا تو مولی رہیگا۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس سے قربت نہ کریگا یہانتک کہ
یہ بات کرے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اس بات کے کرنے پر قادر نہوگا جیسے آسمان چھولینا وغیرہ تو وہ مولی ہوگا یہ تاتارخانیہ
میں ہے۔ اور اگر کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کرونگا تاوقتیکہ یہ نہر جاری ہے پس اگر ایسی نہر ہو کہ اُسکا پانی منقطع نہیں
ہوتا ہے تو وہ مولی ہوگا ورنہ نہیں یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر ایسے مرد نے جسنے ایلا کیا ہے مجنون ہوکر وطی کرلی تو قسم منحل
ہو جائیگی اور ایلا ساقط ہو جائیگا یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور ہرگاہ کہ ایلاء صحیح ہوا اور ایلاء کنندہ تندرست ہو جماع کرنے
پر قادر ہو تو اُسکا رجوع کرنا بجماع ہوگا نہ زبانی کذا فی محیط السرخسی اور اگر شہوت سے عورت کا بوسہ لے لیا یا شہوت سے
اُسکا مساس کیا یا شہوت سے اُسکی فرج کو دیکھا یا فرج سے علاوہ اس سے مباشرت کی تو یہ رجوع نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔
اور اگر ایلاء کرنیوالا مریض ہو کہ جماع کرنے پر قادر نہو یا عورت مریضہ ہو تو رجوع کرلینے کی یہ صورت ہے کہ کہے کہ میں نے اس
عورت کی طرف رجوع کرلیا پس ایسا کہنا قسم پوری کرنے کا حکم باطل کرنے میں مثل وطی سے رجوع کرنے کے ہے باوجودیکہ وہ مریض ہو

کافی میں ہے۔ اور جب رجوع کرنا بقول پایا جاوے یعنی مرد نے کہا کہ میں نے اس عورت کی طرف رجوع کیا تو مدت ایلاء
گذرنے سے عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی اور رہی قسم پس اگر مطلق ہو تو وہ بحالہ باقی رہیگی چنانچہ اگر عورت سے وطی کی تو
اسپر کفارہ قسم لازم آئیگا اور اگر قسم چار مہینہ کے واسطے ہو اور اس مدت میں مولی نے جورو سے رجوع کر لیا پھر بعد
چار مہینہ کے عورت سے وطی کی تو مولی پر کفارہ لازم نہ آویگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور جوامع الفقہ میں مذکور ہے کہ اگر مولی
اپنی جورو کے ساتھ جماع کرنے سے اسوجہ سے عاجز ہوا کہ عورت بیمار یا قرناء ہے یا صغیرہ ہے یا مرد مجبوب ہے یا عنین ہے یا
دار الحرب میں قید ہے یا عورت جماع نہیں کرنے دیتی ہے یا عورت ایسی جگہ مخفی ہے کہ یہ مرد کو نہیں معلوم ہے درحالیکہ عورت
مذکورہ سرکشی کئے ہوئے ہے یا عورت اتنی دور ہے کہ اس مرد کی جلد سے جلد چال پر کم سے کم چار مہینہ کی راہ ہے اگرچہ دوسرا
آدمی اس سے جلدی پہونچ سکتا ہو یا تین طلاق دینے کے گواہ گذرنے پر قاضی نے ان دونوں میں حائل کر دیا ہو تو اسکا
رجوع کرنا زبانی ہوگا بایں طور کہ کہے کہ میں نے اس عورت کی طرف رجوع کر لیا یا اس سے مراجعت کر لی یا ارتجاع کر لیا یا
اسکا ایلاء باطل کر دیا بشرطیکہ مدت پوری ہونے تک برابر عاجز رہے اور اسی کے مثل بدائع میں ہے اور فرمایا کہ نیز اگر مرد
یعنی قید خانہ میں ہو اور قاضی نے شرح مختصر طحاوی میں ذکر کیا ہے کہ اگر اپنی جورو سے ایلاء کیا اور عورت محبوس ہے یا خود
محبوس ہے یا دونوں میں چار مہینہ سے کم کی راہ ہے مگر دشمن یا سلطان اس شخص کو مانع آتا ہے تو اسکا رجوع کرنا زبانی ہوگا
اور فرمایا کہ قید خانہ میں مقید ہونے کی صورت میں دونوں قولوں میں توفیق و بیان اسطرح ممکن ہے کہ جو قاضی نے ذکر کیا
ہے وہ اس صورت پر محمول کیا جاوے کہ دونوں میں سے ایک کا قید خانہ میں پہونچنا ممکن ہو اور دشمن یا سلطان کا
روکنا اور زائل ہونے کے کنارے لگا ہو اور جو قید مستحق ہو اسمیں زبانی رجوع کا اعتبار نہیں ہے اور جو ظلم ہو
اسمیں اعتبار ہے مثل غائب کے یہ غایۃ السروجی میں ہے۔ آیا عورت کی طرف سے فقط دلی رضامندی کافی ہے تو بعض نے
فرمایا کہ ہاں کافی ہے حتی کہ اگر عورت نے اسکی تصدیق کی تو رجوع صحیح ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ نہیں کافی ہے اور یہی
وجہ ہے پھر واضح رہے کہ یہ جو قید ہے کہ وقت ایلاء سے چار مہینہ تک عاجز رہے اور اگر ایسا نہ ہوا بلکہ یوں ہوا کہ عورت سے
ایلاء کیا درحالیکہ وہ جماع کرنے پر قادر تھا پھر اسقدر وقت گذرا کہ اسمیں جماع کرتا تو کر سکتا تھا پھر اسکو مرض یا دوری
مسافت یا قید یا مجبوب ہونا یا گرفتار ہوکر دار الحرب میں اسیر ہونا وغیرہ عاجز ہو جانے کے اسباب میں سے کوئی امر پیش آیا جس سے
وہ عاجز ہو گیا یا ایلاء کرنے کے وقت عاجز تھا پھر درمیان مدت میں اسکا عجز زائل ہو گیا تو اسکا زبانی رجوع کرنا
صحیح نہ ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر مانع از جماع کوئی امر شرعی ہو مثلاً وہ احرام میں ہو کہ اس وقت سے تا ادائے حج
چار مہینہ ہیں تو ایسے شخص کا رجوع کرنا فقط جماع ہی سے ہو سکتا ہے زبانی رجوع صحیح نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور مولی نے
ایلاء کیا ہو اگر اپنی جورو سے حیض میں ایلاء کیا ہو پھر فرج کے سوائے جماع کیا تو یہ امر اسکی طرف سے رجوع قرار دیا جائیگا اور اگر حالت
حیض میں اس سے وطی کی تو بھی رجوع کرنا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر ایلاء کرنے کے وقت تندرست ہو پھر بیمار
ہو گئی پھر چار مہینہ گذرنے سے پہلے تندرست ہو کر اچھا ہو گیا تو امام زفر رحمہ اللہ کے نزدیک اسکا رجوع کرنا زبانی ہوگا اور امام ابو یوسف
کے نزدیک فقط جماع سے ہو سکتا ہے یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔ اور اگر ایلاء معلق بشرط ہو تو زبانی رجوع کرنا صحیح ہونے کیلئے
یہ شرط پائی جانے کی حالت میں مرض و صحت کا اعتبار ہوگا وقت تعلیق کے اسکا اعتبار نہ ہوگا۔ اور اگر مرد بیمار نے اپنی جورو سے
کہا کہ میں تجھ سے کبھی قربت نہ کرونگا اور اس سے رجوع نہ کیا یہانتک کہ عورت بائنہ ہو گئی پھر بعد بائنہ ہونے کے وہ اچھا ہو گیا پھر بیمار

ہو کر اُس سے نکاح کیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اُسکا رجوع فقط جماع سے ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک مریض نے
اپنی جورو سے کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کرونگا پھر وہ دو دن ٹھہرا رہا پھر کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کرونگا تو وہ
دو ایلاء سے ایلاء کنندہ ہو جائیگا اور دونوں مدتوں کا شمار کیا جائیگا کہ ایک مدت پہلی قسم کے اور دوسری مدت دوسری قسم
کے وقت سے شمار ہوگی اور اگر ان دونوں مدتوں میں سے کسی کے گذرنے سے پہلے اُسنے بقول رجوع کیا تو صحیح ہے اور
دونوں مدتیں مرتفع ہو جاوینگی جیسے جماع کرلینے میں ہوتا ہے پھر اگر مرض برابر رہا یہانتک کہ دونوں مدتیں پوری ہوگئیں
تو یہ رجوع کرنا مثل جماع کے ہو جائیگا اور اگر پہلی مدت گذرنے سے پہلے اچھا ہو گیا تو یہ رجوع کرنا باطل ہو گیا اور جماع کے ساتھ
رجوع کرے۔ اور اگر اُسنے زبانی رجوع نہ کیا تو دونوں مدتوں کے گذرنے پر دو طلاق واقع ہونگی کہ ایک طلاق پہلی قسم
سے چار مہینہ گذرنے پر اور دوسری طلاق دوسری قسم سے چار مہینہ گذرنے پر یعنی پہلی سے دس روز بعد۔ اور اگر
اُسنے جماع کرلیا تو دونوں قسموں میں حانث ہوگا پس دو کفارہ اسپر لازم آوینگے۔ اور اگر مرض سے اچھا نہوا
اور زبانی رجوع نہ کیا یہانتک کہ ایلاء اول سے مدت چار ماہ گذر گئی تو بیک طلاق بائنہ ہو جائیگی پھر اگر دوسری
ایلاء کی مدت پوری ہونے میں جو دس روز باقی ہیں اگر انہیں اچھا ہو گیا تو ایلاء ثانی سے رجوع کرنا جماع ہو گا
اگرچہ وہ کبھی جماع پر قادر نہوا اور اگر دوسری ایلاء سے دس روز باقی مدت میں اچھا نہوا پس اگر دس روز کے اندر
زبانی رجوع کیا تو ایلاء دوم باطل ہو جائیگا اور اگر رجوع نہ کیا تو دس روز گذرنے پر دوسری ایک طلاق سے بائنہ
ہو جائیگی اور اگر ایلاء اول کی مدت میں زبانی رجوع کیا تو حق اول میں صحیح ہے حتی کہ اول کی مدت گذرنے پر طلاق
واقع نہوگی پھر اگر دوسری ایلاء کے دس روز باقی مدت میں اچھا ہو گیا تو رجوع زبانی جو سابق میں کیا ہے اُسکا حکم جاتا
رہا چنانچہ اب اُسکا رجوع کرنا جماع سے ہوگا اور اگر اُسنے جماع سے رجوع نہ کیا یہانتک کہ وہ بائنہ ہوگئی پھر اس سے
نکاح کیا در حالیکہ وہ مریض ہے تو اسی ایلاء ثانی کا مولی رہیگا۔ اور اگر عورت مذکورہ سے قربت کی تو دونوں قسموں میں
حانث ہو جائیگا اور اسپر دو کفارہ لازم آوینگے یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔ اور واضح رہے کہ مریض کے زبانی رجوع
کرنیکا اعتبار جبھی تک رہتا ہے کہ نکاح قائم ہو اور اگر بائنہ ہوگئی تو کچھ اعتبار نہیں ہے چنانچہ اگر مریض
نے اپنی عورت سے ایلاء کیا اور چار مہینہ گذر گئے اور اُس سے رجوع نہ کیا یہانتک کہ بیک طلاق اس سے بائنہ ہوگئی
پھر بعد اسکے اُس سے زبانی رجوع کیا تو بیکار ہے ایلاء باطل نہوگا حتی کہ اگر اس سے نکاح کیا اور ہنوز وہ ویسا ہی مریض
ہے پھر چار مہینہ گذر گئے کہ اُس سے رجوع نہ کیا تو بیک طلاق دیگر بائنہ ہو جائیگی اور بجماع رجوع کرنا جیسا قیام زوجیت
کی حالت میں معتبر ہے ویسا ہی بعد بائنہ ہونے کے بھی معتبر ہے چنانچہ اگر تندرست مرد نے اپنی جورو سے ایلاء کیا
اور چار مہینہ گذر گئے اور بیک طلاق بائنہ ہوگئی پھر اسکے بعد اس سے جماع کیا تو یہ ایلاء باطل ہو جائیگا چنانچہ اگر
اسکے بعد اس عورت سے نکاح کیا اور چار مہینہ بلا جماع گذر گئے تو اسپر دوسری طلاق واقع نہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور
اگر مدت کے اندر رجوع میں دونوں نے اختلاف کیا تو قول شوہر کا قبول ہوگا لیکن اگر عورت جانتی ہو کہ یہ جھوٹا
ہے تو اسکو اس مرد کے ساتھ رہنے کی گنجائش نہوگی بلکہ گناہ سے بچنے کے واسطے اسکے پاس سے بھاگ جاوے یا اپنا مال دیکر
اپنی جان چھڑا دے۔ اور اگر مدت گذر جانے کے بعد دونوں نے اختلاف کیا اور شوہر نے دعوی کیا کہ میں نے چار مہینے
کے اندر اُس سے جماع کرلیا ہے تو اُسکے قول کی تصدیق نہوگی الا اُس صورت میں کہ عورت اسکی تصدیق کرے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اور اگر عورت سے کہا کہ اگر میں نے تجھ سے قربت کی تو واللہ میں تجھ سے قربت نہ کرونگا تو ایک مرتبہ قربت کرنے کے
وقت سے ایلاء کرنے والا ہو جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ اگر تو چاہے تو واللہ میں تجھسے قربت نہ کرونگا
پس اگر عورت نے اسی مجلس میں چاہا تو ایلاء کنندہ ہو جائیگا۔ اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر فلان چاہے تو فلان کو بھی اپنی
مجلس تک اختیار رہیگا یہ عتابیہ میں ہے۔ اگر کسی مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ تو مجھپر حرام ہے اور یہ امر غیر مذاکرہ طلاق کی
حالت میں واقع ہوا پس اگر اسنے طلاق کی نیت کی تو طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر تین طلاق کی نیت کی تو تین
طلاق واقع ہونگی اور اگر دو طلاق کی نیت کی تو نہیں صحیح ہے الا آنکہ جورو کسی کی باندی ہو اور اگر ظہار کی نیت کی تو امام اعظم رح
و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ظہار ہوگا اور اگر قسم کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی تو یہ ایلاء ہے اور اگر کذب کی نیت کی
تو یہ کذب ہوگا یہ ظاہر الروایۃ کے موافق ہے۔ اور اسی طرح اگر عورت سے کہا کہ میں نے تجھکو اپنے اوپر حرام کیا یا اپنے
اوپر نہ کہا یا کہا کہ تو مجھپر حرام کردہ شدہ ہے یا حرام ہے مجھپر یا مجھپر نہ کہا یا کہا کہ میں تجھپر حرام ہوں یا حرام کردہ شدہ ہوں
یا میں نے اپنے نفس کو تجھپر حرام کیا تو یہی حکم ہے اور واضح رہے کہ اپنی نفس کے حرام کرنے کی صورتوں میں لفظ تجھپر
کہنا شرط ہے چنانچہ اگر یوں کہا کہ میں نے اپنے نفس کو حرام کیا اور یہ نہ کہا کہ تجھپر اور طلاق کی نیت کی تو طالقہ نہ ہوگی
اور یہی حکم بینونت میں ہے بخلاف عورت کے نفس کے حرام کرنے کے کہ اسمیں تجھپر ذکر کرنا شرط نہیں ہے اور فرمایا کہ یہ [illegible]
کا قول ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ تو مجھپر حرام ہے تو اسکی نیت دریافت کیجائیگی پس اگر اسنے کہا
کہ میری نیت کذب کی تھی یعنے دروغگوئی تو اسکے قول کے موافق رکھا جائیگا اور بعض نے فرمایا کہ محکمہ قضا میں اسکے
اس دعوے کی تصدیق نہ ہوگی اسواسطے کہ یہ قسم ظاہرہ ہے اور اگر اسنے کہا کہ میں نے طلاق کی نیت کی تھی تو یہ
طلاق بائنہ ہوگی لیکن اگر اسنے کہا کہ میں نے تین طلاق کی نیت کی تھی تو تین طلاق ہونگی اور اگر اسنے کہا کہ
میں نے تحریم کی نیت کی یا کچھ نیت نہیں کی تھی تو یہ قسم ہوگی کہ اس سے ایلاء کرنے والا ہو جائیگا اور بعض مشائخ
اسکو بدون نیت امر مذکور کے طلاق کی جانب راجع کرتے ہیں کیونکہ یہی عرف ہے اور صاحب کتاب نے فرمایا
کہ باب الایمان میں اسکا ذکر آیا ہے اور اسی پر فتوے ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے۔ اپنی جورو سے کہا کہ تو مجھپر مثل
مردار کے یا مثل خون کے یا مثل سور کے گوشت کے یا مثل خمر کے ہے تو اسکی نیت دریافت کیجائیگی پس اگر اسنے دروغ
کی نیت کی ہو تو دروغ ہوگا اور اگر تحریم کی نیت کی تو ایلاء ہوگا اور اگر طلاق کی نیت کی تو طلاق ہے یہ سراج وہاج
میں ہے۔ اور اگر کہا کہ اگر میں نے تجھ سے قربت کی تو تو مجھپر حرام ہے پس اگر اسنے طلاق کی نیت کی تو بالاتفاق اماموں
کے نزدیک ایلاء کرنیوالا ہو جائیگا اور اگر قسم کی نیت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک فی الحال ایلاء کرنے والا
ہو جائیگا اور صاحبین کے نزدیک جبتک قربت نہ کرے تب تک ایلاء کنندہ نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر کہا کہ اگر
میں نے تجھسے قربت کی تو تو طالقہ ہے پھر مدت گذر گئی پس اسنے کہا کہ میں نے اس مدت کے اندر قربت کی تھی تو اسکے
قول کی تصدیق نہ ہوگی مگر اسکے اقرار سے دوسری طلاق واقع ہوگی یہ فتاوی عتابیہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ دونوں تم مجھپر
حرام ہو تو دونوں میں سے ہر ایک سے ایلاء کرنے والا ہوگا اور عورت کے ساتھ وطی کرنے سے حانث ہوگا یہ فتح القدیر
میں ہے۔ اور اگر دو عورتوں سے کہا کہ تم مجھپر حرام ہو اور ایک کے واسطے ایک طلاق کی اور دوسری کے واسطے
تین طلاق کی نیت کی تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دونوں پر تین تین طلاق واقع ہونگی اور امام اعظم رح کے نزدیک

اسکی نیت کے موافق ہوگا اور امام محمد رح کے قول پر بھی ایسا ہی ہونا واجب ہو اور فتویٰ امام اعظم رح و امام محمد رح کے قول پر ہو اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے ایک کے واسطے طلاق کی اور دوسری کے واسطے ایلا کی نیت کی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک دونون پر طلاق واقع ہوگی اور طرفین کے نزدیک اسکی نیت کے موافق ہوگا اور اگر اُسنے تین جورو ن سے کہا کہ تم سب مجھپر حرام ہو اور ایک کے واسطے طلاق کی اور دوسری کے واسطے قسم کی اور تیسری کے واسطے دروغ کی نیت کی تو سب طالقہ ہو جاوینگی اور ایسا ہی کتاب مین مذکور ہو اور لازم ہو کہ یہ بنا بر قول امام ابو یوسف رح ہو اور بقیاس قول طرفین کے اسکی نیت کے موافق ہونا چاہیے یہ فتاوے کبریٰ مین ہو - اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو مجھپر حرام ہو پھر مکرر اسکو کہا کہ تو مجھپر حرام ہو اور اول قول سے طلاق کی اور دوسرے سے قسم کی نیت کی تو بالاتفاق اُسکی نیت کے موافق ہوگا اور اگر کہا کہ تو مجھپر مثل متاع فلان کے ہو تو حرام نہوگی اگرچہ نیت کی ہو یہ محیط سرخسی مین ہو - اور اگر عورت نے اپنے شوہر کو کہا کہ وہ مجھپر حرام ہو یا کہا کہ مین تجھپر حرام ہون تو یہ قسم ہوگی اگرچہ نیت نکی ہو جیسے شوہر کی طرف سے کہنے مین ہوتا ہو چنانچہ اگر اسکے بعد عورت نے اپنے شوہر کو اپنے ساتھ وطی کرنے دی تو قسم مین حانث ہو جائیگی اور اسپر کفارہ لازم آویگا یہ ذخیرہ مین ہو

آٹھوان باب خلع اور جو اُسکے حکم مین ہو اُسکے بیان مین - اور اسمین تین فصلین ہین فصل اوّل شرائط خلع اور

اسکے حکم کے بیان مین - ملک نکاح کو بعوض بدل کے بلفظ خلع زائل کرنے کو خلع کہتے ہین یہ فتح القدیر مین ہو اور کاہے بالفاظ خرید و فروخت صحیح ہوتا ہو اور کاہے بلفظ زبان فارسی صحیح ہوتا ہو یہ ظہیریہ مین ہو - اور خلع کی شرط وہی ہو جو طلاق کی ہو اور خلع کا حکم یہ ہو کہ طلاق بائن واقع ہوگی یہ تبیین مین ہو - اور خلع مین بائن طلاق کی نیت صحیح ہو - اور اگر عورت سے کئی بار نکاح کیا اور کئی بار اسکو خلع دیدیا تو ہمارے نزدیک بائن بار کے بعد بدون دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کیے یہ عورت اس مرد کو حلال نہوگی یہ شرح جامع صغیر قاضی خان مین ہو - اور عامہ علما کے نزدیک خلع جائز ہونے کے واسطے سلطان کا حاضر ہونا شرط نہین ہو اور انھین کا قول صحیح ہو یہ بدائع مین ہو - اور جب شوہر و جورو مین کشاکش پیش آئی اور دونون کو اسکا خوف ہوا کہ حدود اللہ تعالیٰ کی پاسداری نہوگی تو مضائقہ نہین ہو کہ عورت اتنا مال دیکر کہ شوہر اسپر عورت کو خلع دیوے اپنے نفس کو چھڑا دے پس جب دونون نے ایسا کیا تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور عورت پر مال لازم ہوگا یہ ہدایہ مین ہو - اور اگر سرکشی مرد کی جانب سے ہو تو خلع پر اسکو کچھ عوض لینا حلال نہین ہو اور یہ حکم بر راہ دیانت ہو اور اگر اُسنے لے لیا تو قضاءً جائز ہوگا اور عورت پر لازم ہوگا حتے کہ عورت اسکو مرد سے واپس لینے کی مختار نہوگی یہ بدائع مین ہو - اور اگر سرکشی عورت کی جانب سے ہو تو ہمارے نزدیک جسقدر مرد نے اسکو دیا ہو اُس سے زیادہ لینا مرد کو مکروہ ہو اور باوجود اسکے اگر اُسنے زیادہ لیا تو قضاءً جائز ہو یہ غایۃ البیان مین ہو اور اگر مرد نے کہا کہ تو نے اپنے نفس کو مجھ سے اسقدر کے عوض خلع مین لیا پس عورت نے کہا کہ مین نے خلع مین لیا تو بعض نے کہا کہ صحیح ہو اور بعض نے کہا کہ نہین صحیح ہو مطلقاً اور مختار یہ ہو کہ نہین صحیح ہو لیکن اگر اُسنے تحقیق و تقریر کی نیت کی ہو تو صحیح ہو اسواسطے کہ یہ ظاہر سوم ہو یہ محیط سرخسی مین ہو - اور اگر مرد نے کہا کہ مین نے تجھے اتنے مال پر خلع دیدیا پس عورت نے کہا کہ ہان تو یہ کچھ نہین ہو گویا عورت نے کہا کہ ہان تو نے مجھے خلع دیدیا اور اگر عورت نے کہا کہ مین راضی ہوئی یا مین نے اجازت دیدی تو صحیح ہو اسی طرح اگر عورت نے کہا کہ تو مجھے اتنے مال کے عوض طلاق دیدے پس مرد نے کہا کہ ہان تو یہ کچھ نہین ہو اسواسطے کہ یہ وعدہ ہو بخلاف اسکے اگر عورت نے کہا کہ مین بعوض ہزار درم کے طالقہ ہون پس مرد نے کہا کہ ہان تو طلاق واقع ہوگی

گویا اُسنے یون کہا کہ ہان تو ہزار کے عوض طالقہ ہی یہ غایۃ السروجی مین ہی۔ اور خلع اور مبارات ہر حق کو جو ہر ایک کا دوسرے پر تھا مگر وہی جو نکاح سے متعلق ہی ساقط کر دیتا ہی یہ کنز الدقائق مین ہی۔ اور مال پر جب طلاق ہوتی ہی تو وہ موجب برارت نہین ہی اور یہی صحیح ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور جب خلع بلفظ خلع ہو تو سوا مہر کے اور قرضہ سے امام اعظم رح کے نزدیک برارت ثابت نہین ہوتی ہی یہ ظاہر الروایۃ ہی اور یہی صحیح ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اسی طرح مبارات مین باقی قرضون سے برارت حاصل نہین ہوتی ہی اور یہی صحیح ہی اگرچہ اسمین مشائخ کا اختلاف ہی اور لفظ بیع وخرید مین مشائخ کا اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ اسکا حکم مثل لفظ خلع ومبارات کے ہی یہ فتاوی صغری مین ہی۔ اور خلع ومبارات اور طلاق علی المال مین نفقہ عدت سے برارت حاصل نہین ہوتی ہی الا بشرط اور یہ اتفاقی مسئلہ ہی اور اسی طرح بدون شرط کیے نفقہ اولاد و رضاع سے برارت حاصل نہین ہوتی ہی پھر اگر اس سے برارت کی شرط کی پس اگر اسکے واسطے کوئی وقت میعادی مقرر کر دیا تو صحیح ہی ورنہ نہین۔ اور جبکہ بیان وقت و شرط سے برارت جائز ٹھہری پھر اگر اسوقت سے پہلے بچہ مرگیا تو پوری مدت تک جو ایام رہگئے ہین اسقدر حصہ اجرت شوہر اس عورت سے واپس لے سکتا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر سوا مہر کے کسی قدر مال معین معروف پر خلع کیا پس اگر عورت مدخولہ ہو اور اُسنے اپنا مہر وصول کر لیا ہو تو وہ شوہر کو مال عوض خلع دیدے گی اور کوئی دونون مین سے بعد طلاق کے دوسری کا کچھ نہ لیگا اور اگر اسنے مہر وصول نہ پایا ہو تو عورت بدل الخلع مرد کو دیدے گی اور شوہر سے کچھ مہر کے واسطے مطالبہ نہ کریگی یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور اگر عورت غیر مدخولہ ہو اور اُسنے مہر وصول پایا ہو تو شوہر اس سے بدل الخلع لے لیگا اور طلاق قبل دخول واقع ہونے کی وجہ سے نصف مہر مقبوضہ واپس لیگا یہ امام اعظم کا قول ہی۔ اور اگر مہر مقبوضہ نہو تو شوہر اس سے بدل الخلع لیگا اور وہ شوہر سے نصف مہر نہین لے سکتی ہی یہ امام اعظم رح کا قول ہی۔ اور اگر عورت سے کسی قدر مال معلوم پر سوا مہر کے مبارات کی تو امام اعظم رح وامام ابو یوسف رح کے نزدیک اسکا حکم ویسا ہی ہی جیسا امام اعظم رح کے نزدیک خلع مین مذکور ہوا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر عورت کو اسکے مہر پر خلع دیا پس اگر عورت مدخولہ ہو اور مہر اسکا مقبوضہ ہو تو شوہر اس سے اسکا مہر واپس لیگا اور اگر مقبوضہ نہو تو شوہر سے تمام مہر ساقط ہو جائیگا اور دونون مین سے کوئی دوسرے کا کسی چیز کے واسطے دامنگیر نہین ہو سکتا ہی۔ اور اگر مدخولہ نہو پس اگر اسنے مہر پر قبضہ کر لیا مثلاً ہزار درم ہین تو استحسانا شوہر اس سے ہزار درم واپس لیگا اور اگر اُس نے مہر وصول نہ کیا ہو تو استحسانا شوہر اس سے کچھ واپس نہ لیگا اور شوہر کے ذمہ سے مہر ساقط ہو جائیگا اور اگر عورت سے دسوین حصہ مہر پر خلع کیا اور مہر ہزار درم ہی پس اگر عورت مدخولہ ہو اور مہر مقبوضہ ہو تو شوہر اس سے سو درم واپس لیگا اور باقی عورت کے قبضہ مین مسلم رہیگا اور یہ اتفاقی سب علما کا قول ہی۔ اور اگر مہر مقبوضہ نہو تو شوہر کے ذمہ سے کل مہر ساقط ہو جائیگا اور یہ امام اعظم کا قول ہی۔ اور اگر عورت مدخولہ نہو پس اگر مہر مقبوضہ ہو تو شوہر اُس سے نصف مہر کا دسوان حصہ واپس لیگا یعنی پچاس درم اسواسطے کہ طلاق کے وقت اسکا مہر نصف مہر مسمی ہوگا پس نصف مہر کا دسوان حصہ واپس لیگا اور باقی مہر عورت کو مسلم رہیگا اور اگر مہر مقبوضہ نہو تو شوہر پر سے مہر ساقط ہو جائیگا یہ امام اعظم رح کے نزدیک بری ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور یہ سب اسوقت ہی کہ عورت کو تمام یا بعض مہر پر خلع دیا ہو اور اگر عورت سے تمام مہر یا بعض مہر پر مبارات کی تو امام اعظم وامام ابو یوسف رح کے نزدیک اسکا حکم وہی ہی جو امام اعظم کے نزدیک خلع کی صورت مین مذکور ہوا ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی عورت کو اس مال مہر پر جو عورت کا شوہر پر آتا ہی خلع دیدیا

پھر ظاہر ہوا کہ عورت کا شوہر پر بیچ کچھ مہر نہیں آتا ہے تو عورت پر مہر واپس کر دینا واجب ہوگا جیسے اس کہنے میں کہ عورت
سے کہا کہ میں نے تجھے تیرے غلام پر جو میرے قبضہ میں ہے یا تیری متاع پر جو میرے ہاتھ میں ہے خلع دیا پھر ظاہر ہوا کہ
عورت کی کوئی چیز اسکے قبضہ میں نہ تھی تو خلع عورت کے مہر پہ ہوگا چنانچہ اگر شوہر پر باقی ہو تو ساقط ہوگا اور اگر عورت
شوہر سے وصول کر چکی ہو تو شوہر کو تمام واپس کر دیگی۔ اور اگر عورت کو مہر پر خلع دیا یا مال مہر پر جو شوہر پر ہے ایک
طلاق دی اور عورت نے قبول کیا حالانکہ شوہر جانتا ہے کہ عورت کا کچھ مہر شوہر پر نہیں ہے تو خلع کی صورت میں بلا عوض
ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور طلاق مہر میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر
عورت نے کچھ مہر وصول کیا اور شوہر کو بعض مہر ہبہ کر دیا ہو پھر مجہول چیز کے عوض خلع لے لیا تو شوہر اسقدر مہر کو واپس
لیگا جو عورت نے وصول کیا ہے زیادہ کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک مرد نے اپنی جورو کو اس قرار پر خلع
دیا کہ جو اُسنے شوہر سے وصول کیا ہے سب واپس دے حالانکہ عورت نے جو شوہر سے وصول کیا تھا اسکو فروخت کیا یا
ہبہ کر دیا اور مشتری یا موہوب لہ کو سپرد کر دیا ہے حتی کہ عورت سب چیز شوہر کو واپس کرنے میں معذور ہے پس اگر یہ چیز قیمتی
چیزوں میں سے ہے تو اسکی قیمت واپس دے اور اگر مثلی چیزوں میں سے ہے تو مثل واپس دے یہ فتاوی قاضی خان میں
ہے۔ ایک مرد نے ایک عورت سے مہر مسمی پر نکاح کیا پھر اسکو طلاق بائن دیدی پھر اُس سے دوبارہ دوسرے مہر پر
نکاح کیا پھر عورت نے اس سے اپنے مہر پر خلع لے لیا تو شوہر دوسرے مہر سے بری ہوگا نہ اوّل سے یہ سراج وہاج
میں ہے۔ عورت کو قبل دخول کے خلع دیدیا حالانکہ نکاح کے وقت اسکا مہر نہیں کیا تھا تو بدون بیان کے شوہر
کے ذمہ سے متعہ ساقط ہو جائیگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک مرد نے اپنی جورو کو کچھ مال پر خلع دیا پھر عورت نے
بدل خلع میں بڑھا دیا تو زیادتی باطل ہے یہ تتارخانیہ و فتاوی میں ہے۔ اپنی عورت کو اس قرار پر خلع دیا کہ عورت اسکے
ساتھ کسی عورت کو بیاہ دے تو عورت پر فقط یہ بات واجب ہوگی کہ جو مہر شوہر نے اسکو دیا ہے پس وہی واپس کر دے
یہ حاوی قدسی میں ہے۔ اور اگر جورو کو اُسکے مہر پر اور اپنے پسر کو دو سال تک دودھ پلانے پر خلع دیا تو جائز ہے اور
عورت مذکورہ جسنے ایسا خلع قبول کر لیا ہے دودھ پلانے پر مجبور کیجائیگی پس اگر اُسنے ایسا نہ کیا یا بچہ دو برس سے پہلے مر گیا تو
عورت مذکورہ پر اس رضاعت کی قیمت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے اپنے مہر پر اور اپنے
نفقہ عدت پر اور اس امر پر کہ اس شوہر سے جو اسکا بچہ ہے اسکو تین سال یا دس سال تک اپنے پاس پر اسے نفقہ دیکر اپنے پاس
رکھے گی خلع لیا تو خلع صحیح ہوگا اور عورت مذکورہ ایسا کرنے پر مجبور کیجائیگی اگرچہ یہ امر مجہول ہے پھر اگر عورت مذکورہ اس بچہ کو شوہر
کے پاس چھوڑ کر بھاگ گئی تو شوہر کو اختیار ہوگا کہ عورت مذکورہ سے نفقہ کی قیمت لے لے۔ اور عورت کو اختیار ہوگا کہ شوہر سے
بچہ کے کپڑے کا مطالبہ کرے لیکن اگر خلع میں بچہ کو نفقہ کے ساتھ کپڑا دینا بھی شرط کیا ہو تو کپڑے کا مطالبہ نہیں کر سکتی ہے اگرچہ
لباس مذکور مجہول ہے اور بچہ خواہ دودھ پیتا ہو یا دودھ چھوٹ گیا ہو کچھ فرق نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر کسی قدر
درمدن پر خلع کیا پھر عورت مذکورہ کو بدل الخلع کے عوض طفل شیر خوارہ کے دودھ پلانے پر اجیر کیا یعنی نوکر رکھا تو جائز ہے
اور اگر عورت کو دودھ چھوٹے ہوئے بچہ کو اس بدل الخلع پر نفقہ و کپڑا اپنے پاس سے دیکر اپنے پاس رکھنے پر اجارہ لیا تو
نہیں جائز ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر عورت نے اس شرط پر خلع لیا کہ بدل خلع یہ ہے کہ بچہ کو تا بلوغ اپنے پاس
رکھے گی تو صحیح ہے اور یہ اسوقت ہے کہ بچہ لڑکی ہو اور اگر لڑکا ہوگا تو نہیں صحیح ہے اسواسطے کہ لڑکا مردوں کے آداب

اخلاق سیکھنے کا محتاج ہی پس اگر اس دراز مدت تک اپنی ماں کے ساتھ رہیگا تو اسمین عورتون کے اخلاق پیدا ہو جاوینگے
اور اسکی خرابی پوشیدہ نہین ہی پھر اگر بچہ کی ماں نے دوسرا نکاح کر لیا تو باپ کو اختیار ہوگا کہ بچہ اُس سے لے لیوے۔
اور اگر دونون نے اسپر اتفاق کیا تو بچہ عورت کے پاس نہ چھوڑا جائیگا اسواسطے کہ یہ بچہ کا حق ہی اور دیکھا جائیگا کہ
اتنی مدت رکھنے کی اجرت کیا ہوتی ہی اسی قدر شوہر اس عورت سے لے لیگا اور بچہ اپنے پاس رکھنے پر خلع جب ہی صحیح
ہوتا ہی کہ مدت بیان کر دی ہو اور اگر بیان نہ کی ہو تو صحیح نہین ہی خواہ بچہ دودھ پیتا ہو یا دودھ چھوٹ گیا ہو۔ اور
منتقی مین لکھا ہی کہ اگر بچہ دودھ پیتا ہو تو صحیح ہی اگرچہ مدت بیان نہ کی ہو اور وہ دو برس تک دودھ پلاویگی یہ خلاصہ مین ہی
اور ابن سماعہ نے امام محمد رحمہ سے روایت کی ہی کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے خلع لیا اس قرار پر کہ اسکا جو مہر شوہر پر آتا ہی
وہ اُسکا اور جو اُسکا بچہ اس عورت کے پیٹ مین ہی جب اسکو جنے تو دو برس تک دودھ پلاویگی تو یہ خلع جائز ہی پس اگر
بچہ پیدا ہو کر مر گیا یا اسکے پیٹ مین بچہ نہ تھا تو رضاعت کی قیمت شوہر کو دیگی اور اگر بچہ ایکسال کے بعد مر گیا تو ایکسال کی قیمت
رضاعت پھیر دیگی اور اسی طرح اگر عورت خود مر گئی تو اسپر رضاعت کی قیمت واجب ہوگی اور اگر عورت نے دس برس تک
مدت بیان کی ہو تو شوہر دو برس تک کی اجرت رضاعت اور باقی آٹھ برس کا نفقہ لے لیگا لیکن اگر عورت نے خلع کے وقت
کہا ہو اور اگر بچہ مر گیا یا عورت مر گئی تو عورت پر کچھ نہوگا تو عورت کی شرط کے موافق رکھا جائیگا یہ امام ابو یوسف نے فرمایا ہی یہ
فتح القدیر مین ہی اگر عورت کو اس قرار داد پر خلع دیا کہ میرے فرزند کو دس برس تک نفقہ دے اور یہ عورت تنگدست ہی پس
اُسنے بچہ کا نفقہ اُسکے باپ سے مانگا تو مرد مذکور پر نفقہ دینے کے واسطے جبر کیا جائیگا اور یہ جو اُسنے عورت پر شرط کر لیا تھا وہ عورت
پر قرضہ رہا اور اسی پر اعتماد ہی یہ فتاویٰ سراجیہ مین ہی۔ ایک مرد نے اپنی جورو کو اس شرط پر خلع دیا کہ یہ بچہ جو ان دونون
سے پیدا ہوا ہی چند سال معلوم تک باپ کے پاس رہے تو خلع صحیح ہی اور شرط باطل ہی اسواسطے کہ ایسے صغیر بچہ کا
ماں کے پاس رہنا بچہ کا حق ہی کہ جو ان دونون کے باطل کرنے سے باطل نہوگا۔ اسی طرح اگر جورو کو اس شرط پر طلاق
دی کہ بچہ کو اسکے بالغ ہونے تک اپنے پاس سے نفقہ دیکر اپنے پاس رکھے اور بدین شرط کہ عورت کا جو مہر شوہر پر ہی اسکو
چھوڑ دے اور عورت نے اسکو قبول کر لیا پھر عورت نے لڑکے کو اپنے پاس رکھنے سے انکار کیا تو وہ اس امر پر مجبور کیجاویگی اور
اگر اُسنے ایسا نہ کیا تو لڑکے کے بالغ ہونے تک جو اجرت ہوتی ہو وہ اسپر واجب ہوگی۔ ایک عورت نے اس شرط سے
خلع لیا کہ وہ نفقہ و سکنی سے بری ہی تو خلع پورا ہو جائیگا اور شوہر نفقہ سے بری ہوگا مگر سکنی باطل نہوگا اور اگر عورت
نے اس شرط سے خلع لیا کہ سکنی کا خرچہ عورت کے ذمہ ہی تو عورت پر واجب ہوگا کہ شوہر سے یا کسی دوسرے سے کوئی مکان
کرایہ لیکر اسمین عدت پوری کرے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے اس شرط پر خلع لیا کہ شوہر کے بچہ کو جو اس عورت کے پیٹ
سے ہی جبتک زندہ رہیگا اپنے پاس سے نفقہ دیگی تو امام اعظم رحمہ نے فرمایا کہ عورت پر واجب ہوگا کہ جو کچھ مہر اُسنے وصول
پایا ہی وہ واپس دے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے اس شرط پر خلع لیا کہ اپنا مہر جو شوہر پر ہی اپنے فرزند کے واسطے
مالک قرار دے یا اس شرط سے اپنا مہر مذکور واسطے فلان اجنبی کے قرار دیگی تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ خلع جائز ہی اور فرزند یا اجنبی
کو کچھ نہ ملیگا جو کچھ مہر ہی وہ شوہر کا ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو خلع دے پس عورت
نے کہا کہ مین نے اپنے نفس کو تجھسے خلع دیا اور شوہر نے اجازت دی تو بغیر مال جائز ہوا اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ اگر کسی نے
جورو سے کہا کہ تو اپنے آپکو خلع دے پس تو واقع نہوگا یہ خلع الا بعوض مال لیکن اگر شوہر نے بغیر مال کی نیت کی ہو تو بغیر مال ہو جائیگا

اور اگر کسی غیر نے کہا کہ میری جورو کو خلع دیدے تو وہ بغیر مال کے خلع نہیں دے سکتا ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور اگر عورت نے
کہا کہ تو اپنے نفس کو خلع دیدے پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے آپ کو طلاق دی تو عورت پر مال لازم ہوگا لیکن
اگر شوہر نے بغیر مال کی نیت کی ہو تو ایسا نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مجھے بعوض ہزار درم
کے خلع دیدے پس شوہر نے کہا کہ تو طالقہ ہے تو اس میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ شوہر کا کلام جواب ہوگا اور خلع تام
ہو جائیگا اور بعضوں نے کہا کہ طلاق ہوگی خلع نہ ہوگا اور مختار یہ ہے کہ یہ کلام جواب قرار دیا جائیگا پھر اگر شوہر نے دعوی
کیا کہ میں نے اس سے جواب کا قصد نہیں کیا تھا تو اسکا قول قبول ہوگا اور طلاق بغیر مال واقع ہوگی اور اسی طرح
اگر عورت نے شوہر سے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تجھ سے خلع کر دیا پس شوہر نے کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دیدی تو بعض نے
کہا کہ یہ جواب ہوگا اور خلع پورا ہو جائیگا اور بعض نے فرمایا کہ ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ شوہر کی
نیت دریافت کیجائیگی پس اگر اُسنے کہا کہ میں نے جواب کی نیت کی تھی تو جواب ہوگا۔ اور مسئلہ اولی میں بھی شوہر کی نیت
دریافت کرنی چاہئیے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ عورت نے کہا کہ تو مجھے اتنے کے عوض خلع دیدے پس شوہر نے جواب دیا کہ
میں نے تجھے البتہ طلاق دیدی یعنی طلاق بتہ دی تو بلا خلاف یہ ابتداءً طلاق ہے یہ فتاوی سراجیہ میں ہے۔ ایک عورت نے
شوہر سے کہا کہ تو مجھے خلع دیدے یا خویشتن خریدم پس شوہر نے اسکے جواب میں کہا کہ تو طالقہ ہے تو یہ بمنزلہ اس قول کے ہے کہ میں نے
تجھے خلع دیا ایسا ہی نوازل میں مذکور ہے اور فتوی اسپر ہے کہ اگر اُسنے جواب کی نیت کی ہو تو جواب ہوگا۔ اور اگر شوہر نے کہا
کہ فروختم بیک طلاق تو بدون نیت جواب ہوگا۔ امام استاد ظہیر الدین رح نے فرمایا کہ یہ کہنا کہ تو طالقہ ہے یا بیک طلاق
یا [illegible] تو کشادہ کردم بدون نیت جواب ہوگا۔ اور محیط میں مذکور ہے کہ فتوے شمس الاسلام اوزجندی کا بھی ایسا ہی ہے اور یہی صحیح ہے
یہ خلاصہ میں ہے۔ اور مشائخ میں باہم اختلاف ہے کہ آیا شوہر عورت سے بری ہو جائیگا یا نہیں اور فتوی اسپر ہے کہ بری نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے
یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر مرد نے عورت سے کہا کہ تو نے مجھ سے خرید لیے یا خرید کیے تین طلاق بعوض اپنے مہر و نفقہ عدت کے پس
عورت نے کہا کہ میں نے خرید لیے تو صحیح یہ ہے کہ طلاق واقع نہ ہوگی جب تک کہ عورت کے کلام کے بعد شوہر یوں نہ کہے کہ میں نے
فروخت کیے کذا فی فتاوی قاضیخان لیکن اگر شوہر نے اس کلام سے تحقیق طلاق کی نیت کی ہو نہ مساومت کی تو طلاق واقع
ہو جائیگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو تین طلاق اپنے مہر و نفقہ عدت کے عوض خرید لے پس عورت نے کہا
کہ میں نے خریدیں تو دونوں میں خلع پورا ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ میں نے تین طلاق
تیرے ہاتھ تیرے مہر و نفقہ عدت کے عوض فروخت کیں پس عورت نے جواب دیا کہ بعتہا میں نے بیچی اور احتمال ہے کہ بمعنی
خریدی ہو اور یہ نہ کہا کہ میں نے خریدی تو فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ طلاق واقع نہ ہوگی اور اسی پر فتوی ہے۔ اور اگر
عورت نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اپنا مہر و نفقہ عدت فروخت کیا پس شوہر نے کہا کہ میں نے خریدا تو اُٹھ چلی جا پس وہ
اُٹھکر چلی گئی تو ظاہر یہ ہے کہ اسپر طلاق واقع نہ ہوگی لیکن احوط یہ ہے کہ اگر اس سے پہلے دو طلاق نہ ہو چکی ہوں تو تجدید نکاح
کرلے۔ اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ ایک طلاق بعوض تیرے مہر و نفقہ عدت کے فروخت کی پس عورت نے
فارسی میں کہا کہ بجان خریدم تو طلاق واقع ہوگی یہ فتاوی کبری میں ہے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں نے اپنی
طلاق فروخت کی یا ہبہ کی یا تیری ملک میں کر دی پس شوہر نے کہا کہ میں نے قبول کی اور طلاق کی نیت کی تو کچھ واقع نہ ہوگی
ایک عورت سے اسکے خاوند نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ ایک طلاق بعوض تیرے مہر و نفقہ عدت کے بیچی آنکہ جبریل

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف لائے فروخت کردی پس عورت نے کہا کہ مین نے قبول کی تو مشائخ نے فرمایا کہ
اگر عورت مذکورہ طاہرہ ہو اور مرد نے اس طہر مین اس سے جماع نہ کیا ہو تو طالقہ ہوجاویگی یہ فتاوی قاضیخان مین
ہے۔ اور اگر کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ ایک طلاق بعوض تیرے مہر کے فروخت کی پس عورت نے کہا کہ مین طالقہ ہوگئی تو شوہر
سے بعوض اپنے مہر کے بائنہ ہوجائیگی گویا یون کہا کہ مین نے خریدی اور بعض نے فرمایا کہ ایک طلاق رجعی واقع ہوگی مگر
اوّل اصح ہے اور اگر شوہر نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ ایک تطلیقہ فروخت کی پس عورت نے کہا کہ مین نے خریدی تو
مفت ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ یہ صریح طلاق ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر شوہر نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ تیرا
نفس کو فروخت کیا پس عورت نے کہا کہ مین نے خریدا تو طلاق بائن واقع ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے ایک مرد
نے اپنی جورو سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ ایک تطلیقہ بعوض تین ہزار درم کے فروخت کی۔ اسکو اسنے تین بار کہا۔ اور عورت
نے ہر کلام کے بعد کہا کہ مین نے خریدی بعد شوہر نے دعوی کیا کہ مین نے دوم وسوم کلام سے تکرار کی اور اولی کے اظہار کی
نیت کی تھی تو قضاءً اسکے قول کی تصدیق نہوگی پس تین طلاق واقع ہونگی مگر عورت پر تین ہزار درم لازم ہونگے یہ فتاوی
قاضیخان و خلاصہ و وجیز کردری مین ہے اور اسی کو فقیہ نے اختیار کیا ہے یہ فتاوی سراجیہ مین ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ مین نے تجھے
خلع کردیا اور طلاق کی نیت کی تو یہ ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر عورت سے کہا کہ مین نے تجھے تیرے اس مال پر جو
مجھپر آتا ہے خلع دیدیا اور اسی کو تین بار کہا پس عورت نے کہا کہ مین نے قبول کیا یا کہا کہ راضی ہوئی تو تین طلاق سے
مطلقہ ہوجائیگی اسواسطے کہ اسکے قبول ہی سے واقع ہوتی ہین اور اگر مرد نے کہا کہ مین نے تجھسے مبارات کی یا مین نے تجھسے
مبارات کی یا مین نے تجھسے مبارات کی اور کچھ مال بیان نکیا پس عورت نے کہا کہ مین راضی ہوئی یا مین نے اجازت دی تو
مفت تین طلاق واقع ہونگی۔ اور اگر عورت نے کہا کہ مین نے تجھسے اپنے نفس کو بعوض ہزار درم کے خلع کیا مین نے تجھسے
اپنے نفس کو بعوض ہزار درم کے خلع کیا مین نے تجھسے اپنے نفس کو بعوض ہزار درم کے خلع کیا پس شوہر نے کہا کہ مین نے اجازت
دی یا مین راضی ہوا تو تین ہزار درم کے عوض تین طلاق واقع ہونگی یہ خلاصہ مین ہے۔ اور اگر شوہر نے کہا کہ مین نے تیرے
ہاتھ تیرا امر بعوض ہزار درم کے فروخت کیا پس عورت نے مجلس مین کہا کہ مین نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو ہزار درم کے عوض
طلاق واقع ہوگی ایک مرد نے اپنی جورو کے ہاتھ ایک تطلیقہ بعوض اسکے تمام مہر کے اور تمام اس چیز کے جو گھر مین عورت
کی ملک ہے سواے اسکے تن پر کے کپڑے کے فروخت کی پس عورت نے کہا کہ مین نے خریدی حالانکہ عورت کے تن پر سے
کپڑے اور زیور ہین تو طلاق بائن اس مال پر واقع ہوگی جو گھر مین اسکا مہر ہے اور تمام وہ جو اسکے تن پر ہے کپڑے وزیور سے
عورت ہی کی ملک ہوگا۔ مرد نے اپنی جورو کے ہاتھ ایک طلاق بعوض اس مہر کے جو اسکا شوہر پر آتا ہے فروخت کی حالانکہ
شوہر جانتا ہے کہ عورت کا مجھپر کچھ نہین آتا ہے تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ ایک عورت نے اپنے
شوہر سے کہا کہ اشتریت نفسی منک بما اعطیت یعنی مین نے اپنے نفس کو تجھسے بعوض اس چیز کے جو تو نے عطا کی ہے خریدا یا کہا کہ
اشتری نفسی منک بما اعطیت یعنی خریدی ہون یا خریدونگی اپنے نفس کو تجھسے بعوض اس مال کے جو تو نے مجھے عطا کیا ہے اور
اگرچہ لفظ اشتری ان دونون معنون کو محتمل ہے مگر عورت نے ایجاب ہی کی نیت کی نہ وعدہ کی پس شوہر نے کہا کہ مین نے عطا کیا
تو طلاق واقع ہوگی۔ اور یہ اسوقت ہے کہ عورت نے عربی زبان مین لفظ اشتری کہا ہو اور اگر اردو مین کہا یا فارسی مین کہا
پس اگر فارسی مین کہا کہ خریدم اور مساومہ مجالہ ہو تو صحیح ہے اور نیت پر ہوگی اور اگر اسنے کہا کہ خرم تو صحیح نہین ہے اور نیت کیونکہ

اسواسطے کہ فارسی مین ایجاب کے واسطے لفظ خریدی علیحدہ ہی اور وعدہ کے واسطے لفظ خرم علیحدہ ہو پس نیت کچھ موثر نہوگی
اور عربی زبان مین دونون کے واسطے ایک ہی لفظ اشتری ہو پس نیت معتبر ہوگی قال المترجم فارسی محاورہ شاید
توران کے نواح کا ہو ورنہ ظاہر فصیح یہ ہو کہ خریدم ایجاب ہی اور خری و خرم ہر دو ایجاب نہین ہین واللہ اعلم۔ ایک
عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مین نے تجھے اپنا مہر ہبہ کیا پھر کہا کہ تجھے کچھ عوض دے پس شوہر نے کہا کہ مین نے تجھے تین طلاق
عوض دین تو یہ طلاق طالقہ ہوجائیگی تجنیس و مزید مین ہو۔ ایک مرد نے اپنی جورو کو حکم دیا کہ اُسنے ایک سری بھنی
ہوئی خریدی پس شوہر نے اس سے کہا کہ سر خریدی پس عورت نے گمان کیا کہ یہ بھنی ہوئی سری خریدی ہوئی کا حال پوچھتا ہو پس
اُسنے کہا کہ خریدم پس شوہر نے کہا کہ فروختم تو خلع صحیح نہوجائیگا لیکن اگر شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو تو واقع ہوگی یہ
خلاصہ مین ہو اور اگر عیاب کے لوگون نے عورت سے کہا کہ تو نے اپنے نفس کو بعوض طلاق بعوض اپنے کل حق کے جو عورتون
کا مردون پر ہوتا ہو مہر و نفقۂ عدت سے خرید کیا پس اُسنے کہا کہ ہان مین نے خرید لیا پھر شوہر سے پوچھا گیا کہ تو نے فروخت
کیا پس اُسنے کہا کہ ہان تو خلع صحیح ہوجائیگا اور شوہر تمام حقوق مذکورہ سے بری ہوجائیگا اگرچہ جاہلون نے گواہون نے
عورت سے یہ نہین کہا ہو کہ تو نے اپنے نفس کو مجھ سے خریدا اسواسطے کہ عورت کا اپنے نفس کو خریدنا سوائے شوہر کے اور کسی سے ممکن
نہین ہو کذا فی الفتاوی الکبری اور اسی پر فتوی دیا جائیگا یہ خلاصہ مین ہو۔ اور اگر عورت نے اپنے شوہر سے خلع لینے کا ارادہ
کیا اور قوم کے لوگ جمع ہوئے اور پہلے اُنھون نے عورت سے کہا کہ تو نے اپنے نفس کو بعوض ان تمام حقوق کے جو تیرے شوہر
پر آتے ہین خرید کیا پس عورت نے کہا کہ مین نے خرید کیا پھر ان لوگون نے شوہر سے کہا کہ تو نے فروخت کیا اُسنے جواب دیا
کہ مین نے فروخت کیا حالانکہ شوہر کے دل مین یہ تھا کہ اسباب خانہ مین سے کوئی مال فروخت کیا تو قضاءً طلاق واقع ہونیکا
حکم دیا جائیگا۔ ایک مرد نے بطلاق واحد اپنی جورو کو خلع دیدیا پھر اُسکے رفیقون نے کہا کہ تو نے ایسا کیون کیا پس اُسنے
کہا کہ بہ سہ بار یعنی جا تین بار تو اس کلام سے کچھ واقع نہوگی اسواسطے کہ یہ ایجاب نہین ہو۔ ایک مرد نے اپنی جورو کو خلع
یہ ہان فارسی ہی ۱۲
دیا پس اُس سے دریافت کیا گیا کہ تو نے کتنی طلاق کی نیت کی تھی اُسنے کہا کہ تین چاہی ہین پس اگر شوہر نے کچھ نیت نہ کی ہو
بیک طلاق طالقہ ہوگی ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو مجھے خلع دیدے اور فارسی مین کہا کہ مر خواہم پس شوہر نے کہا کہ
سہ بار پھر اسکے بعد اُسکو خلع دیدیا بیک طلاق تو ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ سہ بار کہنے سے کوئی واقع نہین ہوئی
تھی یہ فتاوی کبری مین ہو فصل جو چیز کہ بدل خلع ہونا جائز ہو اور جسکا نہین جائز ہو اُسکے بیان مین جس چیز کا
مہر ہونا جائز ہو اُسکا بدل خلع ہونا بھی جائز ہو یہ ہدایہ مین ہو۔ اور اگر باہم رضامندی سے خلع شراب یا سور یا مردار یا خون
پر واقع ہوا اور شوہر نے اسکو عورت سے قبول کیا تو فرقت ثابت ہوجائیگی اور عورت پر کچھ مال واجب نہوگا اور شوہر اپنے
مہر مین سے کچھ واپس کریگی یہ حاوی قدسی مین ہو۔ اور اگر جورو کو اپنے ذاتی غلام پر خلع دیدیا یا اپنے ذاتی غلام پر اسکو طلاق
دیدی تو عورت کے ذمہ کچھ لازم نہوگا ولیکن وقوع طلاق کے واسطے قبول ضروری ہو پھر جس صورت مین مال واجب نہین ہوتا ہی
اور خلع بلفظ خلع یا بیع واقع ہوا تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور جس صورت مین خلع بلفظ طلاق واقع ہوا تو مدخولہ ہونیکی
صورت مین ایک طلاق رجعی واقع ہوگی چنانچہ اگر شراب پر یا عورت کے شوہر کو سوائے مہر کے دوسرے قرضہ سے جو عورت کا
شوہر پر آتا ہو بری کردینے پر یا شوہر کو کفالت نفس جو اُسنے اس عورت کے واسطے قبول کی تھی اُس سے بری کردینے پر
یا جو قرضہ عورت کا شوہر پر آتا ہو اُسمین تاخیر و مہلت دینے پر عورت کو طلاق دی تو بری کرنا صحیح ہو اور

مہلت دینا اگر تا وقت معلوم ہو تو صحیح ہے اور یہ طلاق رجعی واقع ہوگی یہ عتابیہ میں ہے - اور اگر خلع میں ایسی چیز بیان
کی جسمین احتمال ہے کہ مال ہو یا نہو مثلاً جو چیز اسکے گھر میں ہے یا جو اسکے ہاتھ میں ہے اسپر خلع لیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر اسکے
ہاتھ میں یا گھر میں اسوقت کوئی چیز ہو تو وہ شوہر کی ہوگی اور اگر نہوگی تو شوہر کو کچھ نہ ملیگا - اسیطرح اگر عورت نے جو
اسکی بکریوں کے پیٹ میں ہے یا اسکی باندی کے پیٹ میں ہے اسپر خلع لیا اور بچہ کا نام صریح نہ لیا تو بھی یہی حکم ہے - اور
اگر عورت نے خلع میں ایسی چیز بیان کی جو مال تو ہے مگر وہ فی الحال موجود نہیں ہے اور ثانی الحال میں ملسکیگی مثلاً خلع
لیا اسپر کہ جو اسکے درختان خرما میں امسال پھل آدین یا جو وہ امسال کما دے تو اسپر واجب ہوگا کہ جو مہر اسنے وصول پایا
ہے واپس کر دے خواہ یہ چیز پائی جاوے یا نہیں - اور اگر عورت نے خلع میں ایسی چیز بیان کی جو مال ہے اور اسکے وجود کے
واسطے زمانہ درکار نہیں ہے لیکن اسکی مقدار مجہول ہے کہ آگی مقدار پر وقوف نہیں ہو سکتا ہے مثلاً خلع لیا اس متاع پر جو اسکے
گھر میں یا اسکے ہاتھ میں موجود ہے یا خلع لیا ان پھلوں پر جو اسکے درختان خرما میں موجود ہیں یا خلع لیا ان بچوں پر جو اسکی
بکریوں کے پیٹ میں ہیں یا اس دودھ پر جو اسکی بکریوں کے تھنوں میں ہے پس اگر وہ چیز جو اسنے بیان کی ہے وہاں موجود ہو تو
شوہر کو وہی ملیگی اور اگر وہاں کچھ نہو تو عورت پر مہر مقبوضہ واپس کر دینا لازم ہوگا - اور اگر خلع میں ایسی چیز بیان کی جو
مال ہے اور اسکی مقدار معلوم ہو سکتی ہے مثلاً یوں کہا کہ خلع لی بما فی یدی من الدراہم او الدنانیر او الفلوس یعنی جو میرے ہاتھ میں
درہموں یا دیناروں یا فلوس سے ہیں تو ادنی مقدار جسپر دراہم کا اطلاق ہوتا ہے تین ہیں پس اسکی مقدار معلوم ہوئی پس اگر عورت
کے ہاتھ میں تین یا زیادہ ہوں تو شوہر کو یہ ملینگے اور اگر عورت کے ہاتھ میں اسمیں سے کچھ نہو تو درہم یا دینار کی صورت
میں وزن کے حساب سے تین درہم یا دینار ملینگے اور فلوس کی صورت میں گنتی کے تین پیسے ملینگے اور اگر اسکے ہاتھ میں دو درہم یا ایک
ہوں تو عورت کو حکم دیا جائیگا کہ تین درہم پورے کر دے - قال المترجم یہ اسوقت ہے کہ اسنے عربی زبان میں دراہم وغیرہ لفظ
جمع کا اطلاق کیا اور اگر فارسی یا اردو میں کہا تو اقل جمع دو ہے پس صورت مذکورہ دو پیسہ جاری ہوگی فافہم واللہ اعلم - اور اگر
عورت نے عقد خلع میں ایسی چیز بیان کی جو مال ہے اور اشارہ ایسی چیز کی طرف کیا جو مال نہیں ہے مثلاً اسنے اس مٹکا سرکہ پر خلع
لیا یعنی اشارہ کیا مگر اسمیں شراب نکلی پس اگر شوہر کو معلوم تھا کہ اسمیں شراب ہے تو اسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر یہ معلوم نہ تھا تو
جو کچھ مہر اسنے عورت کو دیا ہے واپس لیگا اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے یہ محیط میں ہے - اور اگر عورت کو ایک غلام معین پر
خلع دیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ آزاد ہے یا مرگیا ہے تو شوہر نے جو کچھ اسکو دیا ہے واپس کر دیگی اور اگر وہ غلام استحقاق میں لیا گیا
تو عورت سے اسکی قیمت لیگا اور اگر ظاہر ہوا کہ یہ غلام ایسا ہے کہ اسکا خون حلال ہے تو بعض نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے نزدیک اسکی
قیمت واپس لیگا اور صاحبین رح کے نزدیک بقدر نقصان واپس لیگا - اور اگر عورت کو ایک غلام معین پر خلع دیا جسکی قیمت ہزار
درہم ہے بدین شرط کہ شوہر اسکو ہزار درہم واپس دیوے پھر غلام استحقاق میں لے لیا گیا تو شوہر عورت سے ہزار درہم واپس لیگا اور غلام
کی نصف قیمت لیگا اسواسطے کہ نصف غلام بعوض ہزار کے بیع ہے پس جب وہ استحقاق میں لیا گیا تو اسکا ثمن واپس لیگا اور
وہ ہزار درہم ہیں اور نصف غلام بدل الخلع ہے پس اسکی قیمت لے لیگا یہ عتابیہ میں ہے - ایک عورت نے اپنے شوہر سے اس
قرار داد پر خلع لیا کہ مہر و نفقہ عدت بدل الخلع ہے بشرطیکہ شوہر اسکو بیس درہم واپس کر دے تو صحیح ہے اور شوہر کے ذمہ بیس درہم
لازم ہونگے یہ وجیز کردری میں ہے - اگر عورت نے بھاگے ہوئے غلام پر خلع لیا بدین شرط کہ عورت اسکی ضمان سے بری
ہے تو بری نہوگی پس اگر عورت اسپر قابو پاوے تو بعینہ اسکے سپرد کر دیگی اور اگر بعینہ اسکے سپرد کرنے سے عاجز ہو تو اسکی قیمت

سپرد کر دے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر عورت نے خلع لیا ایک حیوان پر جسکا وصف بیان کر کے اپنے ذمہ لیا ہے جیسے
گھوڑا خچر گدھا وغیرہ تو خلع جائز ہے اور شوہر کو اس جنس سے وسط ملیگا مگر عورت کو اختیار ہے چاہے وسط جانور دے
یا اسکی قیمت دیدے اور اگر عورت کو حیوان غیر موصوف پر خلع دیا تو طلاق واقع ہوگی اور عورت پر واجب ہے کہ (یعنے درمیانی درجہ کا ۱۲)
جس چیز کا استحقاق عورت کا بسبب نکاح کے مرد پر ہوا ہے مرد کو واپس دے یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر عورت کو دراہم
معینہ پر خلع دیا پھر انکو ستوقہ پایا تو ویسے درم عورت سے لیگا اسی طرح اگر کپڑے پر بدین شرط کہ ہروی ہے خلع دیا پھر وہ
مروی نکلا تو عورت ہروی کپڑا لیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مرد نے کہا کہ میں نے تجھے خلع دیا اور عورت نے کہا کہ میں نے
قبول کیا تو عورت مہر میں سے کچھ ساقط نہوگا اور مرد کے اس قول سے عورت پر طلاق بائن واقع ہوگی بشرطیکہ مرد نے نیت کی ہو اور
عورت کے قبول کو اسمیں کچھ دخل نہیں ہے چنانچہ اگر مرد نے اس قول سے طلاق کی نیت کی اور عورت نے قبول نہیں کیا ہے تو بھی ایک
طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر اسنے کہا کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو واقع نہوگی اور قضاءً و دیانةً دونوں طرح اسکے
قول کی تصدیق ہوگی۔ اور اگر عورت سے باہم خلع کر دیا اور مال عوض کا بیان نہ کیا تو صحیح یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کے حق سے
بری ہو جائیگا اور اگر شوہر پر مہر باقی نہو تو جو مہر مرد نے اسکو دیا ہے وہ واپس کر دیگی اسواسطے کہ عرف میں خلع کے ذکر میں
مال گویا مذکور ہوتا ہے پس حکم میں معتبر ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے اور یہی خلاصہ میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ میں نے
تجھے اسقدر پر خلع دیا یعنی مال معلوم ذکر کیا تو جب تک عورت قبول نہ کرے تب تک طلاق واقع نہوگی اور اگر عورت کے
قبول کے بعد مرد نے کہا کہ میں نے اس سے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو قضاءً اسکے قول کی تصدیق نہوگی یہ فتاوی قاضیخان
میں ہے۔ اور اگر عورت و مرد نے باہم خلع کا عقد کیا مگر بدل الخلع یہ قرار پایا کہ شوہر حکم ہے جو کہدے یا عورت حکم ہے یا اجنبی
حکم ہو تو مانند مہر کی صورت کے جائز ہے لیکن مہر کی صورت میں معیار مہر المثل ہے اور یہاں معیار وہ ہے جو مرد نے اسکو دیا
ہے چنانچہ اگر عورت نے حکم شوہر پر خلع لیا اور شوہر نے بعد کو یہ حکم کیا کہ میں نے جو دیا ہے اسقدر واپس کر دے یا اس سے
کم مقدار کا حکم دیا تو صحیح ہے اور اگر اس سے زیادہ کا حکم دیا تو عورت پر زیادتی لازم نہوگی الا آنکہ عورت اسپر
راضی ہو جاوے اور اگر عورت کے حکم پر ہو پس اگر عورت نے اسقدر کا حکم دیا جسقدر شوہر نے اسکو دیا ہے یا اس سے
زیادہ کا حکم دیا تو جائز ہے اور اگر اس سے کم کا حکم دیا تو کمی ثابت نہوگی الا آنکہ شوہر اسپر راضی ہو جاوے یہ مبسوط
میں ہے۔ اور اگر حکم کوئی اجنبی ہو پس اگر اسنے بقدر مہر حکم دیا تو جائز ہے اور اگر اسنے زیادتی یا کمی کا حکم دیا تو زیادتی
جائز نہوگی الا آنکہ عورت راضی ہو جاوے اور کمی جائز نہوگی الا آنکہ شوہر راضی ہو جاوے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر عورت
نے مرد سے اس شرط پر خلع لیا کہ شوہر کے باپ کو جو عورت کی ملک میں ہے عورت آزاد کر دے پس عورت نے ایسا کیا تو یہ آزاد
کرنا عورت کی طرف سے ہوگا اور ولاء عورت کی ہوگی اور اگر اس شرط پر خلع دیا کہ شوہر کے باپ کو شوہر کی طرف
سے آزاد کر دے اور عورت نے ایسا کیا تو عتق شوہر کی طرف سے ہوگا پھر صورت اول میں آیا شوہر عورت سے جو
عورت کو اسنے مہر دیا ہے واپس لیگا یا نہیں تو مشائخ نے اسمیں اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ واپس لیگا اور صحیح یہ
ہے کہ عورت سے کچھ واپس نہ لیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ **تیسری فصل** طلاق بر مال کے بیان میں۔ اگر شوہر نے عورت کو
کسی قدر مال پر طلاق دی اور اسنے قبول کی تو طلاق واقع ہوگی اور مال عورت کے ذمہ لازم ہوگا اور طلاق بائنہ ہوگی
یہ ہدایہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی عورت کو قبل دخول کے ہزار درم پر طلاق دی اور عورت کے ہاں دو ہزار درم مہر کے میں تو

اسمین سے ڈیڑھ ہزار درم بسبب طلاق قبل دخول واقع ہونے کے ساقط ہوجاوینگے اور باقی رہے ڈیڑھ ہزار درم کہ
اسمین ایک ہزار کا باہم مقاصہ ہوجائیگا پھر عورت اپنے شوہر سے شیخ بلخی رحمہ اللہ کے نزدیک پانچ سو درم نہیں لے سکتی
ہے اور باقی مشائخ کے نزدیک لے سکتی ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ ذخیرہ کردری میں ہے مرد نے عورت کے مہر کے تین حصہ برابر کیے
اور ایک تہائی مہر پر اسکو طلاق دی اور پھر دوسری و تیسری طلاق بھی اسی طرح دی تو تین طلاق واقع ہونگی اور تہائی
مہر ساقط ہوگا اور شوہر اسکے دو تہائی مہر کا ضامن ہوگا یہ فتاوی کبری میں ہے۔ اور اگر عورت نے کہا کہ مجھے تین طلاق ہزار
درم کے عوض دیدے پس شوہر نے اسکو ایک طلاق دی تو عورت پر ہزار کی تہائی واجب ہوگی۔ اور اگر عورت نے کہا کہ
مجھے تین طلاق ہزار درم پر دیدے پس اسنے ایک طلاق دی تو امام اعظم رح کے نزدیک عورت پر کچھ لازم نہ آویگا اور
شوہر کو رجوع کرنے کا اختیار ہوگا۔ اور اگر شوہر نے کہا کہ تو اپنے نفس کو تین طلاق بعوض ہزار درم کے یا ہزار درم پر
دیدے پس عورت نے اپنے آپکو ایک طلاق دی تو کچھ واقع نہ ہوگی یہ ہدایہ میں ہے ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو مجھے
تین طلاق بعوض ہزار درم کے دیدے حالانکہ شوہر اسکو دو طلاق دے چکا ہے پس اسنے ایک طلاق دیدی تو ہزار درم عورت کے
واجب ہونگے یہ ظہیریہ میں ہے ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو مجھے ایک طلاق بعوض ہزار درم کے دے پس شوہر نے کہا کہ تو
طالقہ واحدہ و واحدہ و واحدہ ہے تو بالاتفاق تین طلاق واقع ہونگی ایک بعوض ہزار درم کے اور دو طلاقین مفت بلاعوض یہ
فتاوی قاضیخان میں ہے۔ شوہر نے کہا کہ تو طالقہ چار طلاق بعوض ہزار درم کے ہے پس عورت نے قبول کیا تو عورت بسہ طلاق
بعوض ہزار درم کے طالقہ ہوجائیگی اور اگر عورت نے تین طلاق بعوض ہزار درم کے قبول کین تو کوئی واقع نہ ہوگی۔ اور اگر عورت
نے کہا کہ تو مجھے چار طلاق بعوض ہزار درم کے دیدے پس مرد نے اسکو تین طلاق دین تو یہ بعوض ہزار درم کے ہونگی اور اگر
ایک طلاق دی تو بعوض تہائی ہزار کے ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر اپنے شوہر سے کہا کہ تو مجھے ایک طلاق بعوض ہزار درم
کے دیدے یا ہزار درم پر دیدے پس مرد نے کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے اور ہزار کا ذکر نہ کیا تو امام اعظم کے نزدیک مفت طالقہ ہوجائیگی اور
صاحبین رح کے نزدیک طالقہ ثلث ہوجائیگی اور اسپر ہزار درم واجب ہونگے جو مقابلہ ایک طلاق کے ہونگے اور اگر عورت نے کہا
کہ مجھے ایک طلاق بعوض ہزار درم کے یا ہزار درم پر دیدے پس مرد نے کہا کہ تو طالقہ ثلث بعوض ہزار درم ہے تو امام اعظم رح کے
نزدیک جب تک عورت اسکو قبول نہ کرے کوئی واقع نہ ہوگی اور جب عورت نے سب کو قبول کرلیا تو تین طلاق بعوض ہزار درم
کے واقع ہونگی اور صاحبین رح کے نزدیک اگر عورت نے قبول نہ کیا تو ایک طلاق واقع ہوگی اور باقی دو طلاق واقع نہ ہونگی اور
اگر اسنے قبول کیا تو مطلقہ ثلث ہوگی تینمین سے ایک بعوض ہزار کے ہوگی اور دو طلاق مفت واقع ہونگی یہ کافی میں ہے اور الحاکم
نے امام ابو یوسف رح سے حکایت کی ہے کہ انھون نے امام اعظم رح کے قول کی طرف رجوع کیا اور ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہے
کہ انھون نے بھی اس مسئلہ مین امام اعظم کے قول کی طرف رجوع کیا ایسا ہی جامع مین مذکور ہے یہ غایۃ السروجی مین ہے۔ اور اگر عورت
سے کہا کہ تو طالقہ ہزار درم پر ہے پس عورت نے قبول کیا تو طالقہ ہوجائیگی اور اسپر ہزار درم واجب ہونگے اور یہ مثل اس قول کے
ہے کہ تو طالقہ بعوض ہزار درم کے ہے اور ان دونوں صورتون مین عورت کا قبول کرنا ضرور ہے یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر عورت
سے کہا کہ تو طالقہ ہے اور تجھپر ہزار درم ہین پس عورت نے قبول کیا یا عورت نے کہا کہ مجھے طلاق دے اور تیرے واسطے ہزار درم
ہین پس مرد نے اسکو طلاق دی تو امام اعظم رح کے نزدیک عورت بلامال مطلقہ ہوجائیگی اور صاحبین رح کے نزدیک بعوض مال
مطلقہ ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر شوہر نے جواب مین بڑھایا اور کہا کہ مین نے تجھے تین طلاق بعوض ہزار درم کے دین تو امام اعظم رح

کے نزدیک بعد عورت کے قبول کرنے کے موقوف ہے پس اگر عورت نے قبول کیا تو طلاق واقع ہوگی اور عورت پر ہزار درم واجب ہونگے اور اگر عورت نے قبول نہ کیا تو باطل ہوگیا اور صاحبین رح کے نزدیک تبھی طلاق بعوض ہزار درم کے واقع ہوگی خواہ عورت قبول کرے یا نہ کرے یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے۔ اور اگر عورت نے کہا کہ تجھے طلاق دے اور تیرے واسطے ہزار درم ہیں پس مرد نے کہا کہ میں نے تجھے ان ہزار درموں پر جنکو تو نے بیان کیا طلاق دیدی پس اگر عورت نے قبول کیا تو طلاق واقع ہوگی اور مال واجب ہوگا اور اگر قبول نہ کیا تو واقع نہ ہوگی اور مال واجب نہ ہوگا یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین رح کے نزدیک طلاق واقع اور مال واجب ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر عورت نے کہا کہ تو مجھے بعوض ہزار درم کے طلاق دیدے پس شوہر نے کہا کہ تو طالقہ ہے اور تجھپر ہزار درم ہیں تو ہزار درم کے عوض طلاق واقع ہوگی اور اگر مرد نے کہا کہ تو طالقہ ثلث بعوض ہزار درم کے ہے پس عورت نے کہا کہ میں نے قبول کی ایک طلاق بعوض ہزار درم کے تو تینوں طلاق بعوض ہزار درم کے واقع ہونگی اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے بعوض دو ہزار درم کے قبول کیں تو طلاق واقع ہوگی اور ہزار درم عورت کے ذمہ لازم ہونگے اور اگر مرد نے کہا کہ اگر تو نے مجھے ہزار درم دیئے تو تو طالقہ ہے پس عورت نے اسکو دو ہزار درم (یعنی زائد از ہزار ۱۲) دیئے تو طالقہ ہوجائیگی اور اسی طرح اگر عورت نے کہا کہ میں نے بعوض دو ہزار درم کے قبول کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے۔ ایک اجنبی عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہزار درم پر ہے اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا اور اس عورت نے قبول کیا پھر اسنے اس عورت سے نکاح کیا تو قبول کرنا وہی معتبر ہوگا جو بعد نکاح کرنے کے ہو یہ نہر الفائق میں ہے۔ اور اگر عورت نے کہا کہ تو مجھے تین طلاق دیدے بعوض ہزار درم کے تو مجھے تین طلاق دیدے بعوض سو دینار کے پس مرد نے اسکو تین طلاق دیدیں تو بعوض سو دینار کے طالقہ ہوجائیگی اور اگر شوہر کی طرف سے ایجاب دونوں باتوں کا (یعنی بحرف عطف ہو مثلاً ۱۲) ہو تو عورت پر دونوں مال لازم ہونگے یہ ظہیریہ میں ہے۔ عورت نے شوہر سے کہا کہ تو مجھے اور میری سوت کو ہزار درم پر طلاق دیدے پس مرد نے اسکو یا اسکی سوت کو طلاق دیدی تو ہزار درم کا نصف واجب ہوگا بشرطیکہ دونوں کا مہر مثل برابر ہو جیسے اگر کہا کہ تو مجھے اور میری سوت کو بعوض ہزار درم کے طلاق دیدے تو یہی حکم ہے اور اگر دونوں کے مہر مثل میں تفاوت ہو تو ہزار میں سے اسقدر حصہ واجب ہوگا جو مطلقہ کے مہر مثل کے پرتہ میں پڑتا ہے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ بنا بر قول صاحبین رح کے ہے اور امام اعظم رح کے قول پر کچھ واجب نہوگا اور بعضوں نے کہا کہ یہ سب کا قول ہے لیکن اول قول ہی اصح ہے۔ اور اگر ایک مرد کی دو جوروئیں کہ دونوں نے اس سے درخواست کی کہ دونوں کو ہزار درم پر یا ہزار درم کے عوض طلاق دیدے پس اسنے ایک کو طلاق دیدی تو مطلقہ پر ہزار درم میں سے جو اسکے پرتے میں پڑتا ہو واجب ہوگا پھر اگر اسنے دوسری کو بھی طلاق دیدی تو اسکے ذمہ اسکا حصہ بھی واجب ہوگا بشرطیکہ اسی مجلس میں اسکو بھی طلاق دی ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر یہ سب قبل اسکے کہ شوہر انمیں سے کسی کو طلاق دے متفرق ہوگئیں تو بسبب افتراق کے ان دونوں کا ایجاب مذکور باطل ہوگیا چنانچہ اگر اسکے بعد اسنے طلاق دی تو طلاق بدون عوض واقع ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ واحدہ بعوض ہزار درم ہے پس عورت نے کہا کہ میں نے اس تطلیقہ کی نصف قبول کی تو بلا خلاف وہ ایک طلاق بعوض ہزار درم کے طالقہ ہوگی اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے نصف اس تطلیقہ کی بعوض پانچ سو درم کے قبول کی تو باطل ہے۔ اور اگر عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مجھے ایک طلاق بعوض ہزار درم کے دیدے پس شوہر نے کہا کہ تو طالقہ نصف تطلیقہ ہے تو ایک طلاق بعوض ہزار درم کے طالقہ ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ نصف تطلیقہ بعوض پانچ سو درم ہے تو پانچ سو درم کے عوض ایک طلاق طالقہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے

بوقت سنت بعوض ہزار درم کے ہے حالانکہ اسوقت عورت طاہرہ موجود ہے تو ایک طلاق بعوض تہائی ہزار کے واقع ہوگی
پھر دوسری طلاق دوسرے طہر میں مفت واقع ہوگی الا آنکہ اس نے پہلے (یعنی طہر ثانی آنے سے پہلے) عورت سے نکاح کر لے پھر تیسری بھی اسی طرح
واقع ہوگی۔ اور اگر کہا کہ تین طلاق بوقت سنت تین میں سے ایک بعوض ہزار درم ہے تو ہزار درم کے عوض تیسری طلاق واقع
ہوگی۔ اور اگر ہنوز دخول واقع نہوا ہو تو ایک طلاق مفت واقع ہو کر بائنہ ہو جائیگی پھر اگر اس سے نکاح کیا تو طلاق
واقع نہوگی۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے پرسوں بعوض ہزار درم کے اور کل بعوض ہزار درم کے اور آج بعوض ہزار درم کے پس
عورت نے قبول کیا تو فی الحال ایک طلاق بعوض ہزار درم کے واقع ہوگی پھر جب کل کا روز آویگا تو واقع نہوگی الا آنکہ
اس سے پہلے نکاح کر لے تو دوسری واقع ہوگی اور یہی حال پرسوں کے دن کا ہے کہ طلاق تیسری واقع نہوگی الا آنکہ پہلے
تیسرے دن سے نکاح کر لے تو تیسری طلاق واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے دو طلاق ہے کہ ان میں سے ایک بعوض ہزار
درم ہے تو ایک فی الحال واقع ہوگی اور دوسری طلاق عورت کے قبول پر موقوف رہیگی۔ اور اگر عورت نے کہا کہ اگر تو نے
مجھے طلاق دی تو تیرے واسطے ہزار درم ہیں پس شوہر نے کہا کہ اگر تو میرے پاس لائی یا تو نے مجھے دیے یا
ادا کیے ہزار درم تو تو کذا ہے تو یہ مجلس ہی تک کے واسطے ہوگا یہ عتابیہ میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ثلث
ہے جبکہ تو نے مجھے ہزار درم دیے یا ہرگاہ تو نے مجھے ہزار درم دیے تو وہ اسکی مجبور رہیگی یہانتک کہ اسکو ہزار درم دے
پھر جب اسکو ہزار درم دیگی خواہ مجلس مذکور میں یا اسکے بعد تو اسپر طلاق واقع ہوگی اور جب لا دے تو شوہر کو اس کے لینے کا
کا اختیار نہوگا نہ یہ کہ اسکے قبول پر مجبور کیا جائیگا لیکن جب عورت اسکو لاکر دے کہ سامنے رکھ دیگی تو طالقہ ہو جاویگی اور یہ
استحسان ہے یہ مبسوط میں ہے **اصل** یہ ہے کہ ہرگاہ مرد نے دو طلاق ذکر کیں اور دونوں کے بعد ہی مال ذکر کیا تو وہ دونوں کے
مقابلہ میں ہوگا الا آنکہ اس نے اول کے ساتھ ایسا وصف بیان کیا جو منافی وجوب مال ہے تو ایسی صورت میں مال بمقابلہ دوم ہوگا
اور یہ کہ عورت پر وجوب مال کی شرط یہ ہے کہ بصفت حال ہو پس اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اسدم بیک طلاق اور کل کے روز
بطلاق دیگر بعوض ہزار درم کے یا بدین شرط کہ تو طالقہ ہے کل کے روز بطلاق دیگر بعوض ہزار درم کے یا کہا کہ آج کے روز
طلاق واحدہ اور کل کے روز طلاق دیگر رجعیہ بعوض ہزار درم کے پس عورت نے قبول کیا تو ایک طلاق فی الحال بعوض
پانچسو درم کے واقع ہوگی اور کل کے روز دوسری طلاق مفت واقع ہوگی الا آنکہ قبل اسکے نکاح کر کے ملک کا اعادہ کر دے
یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اسدم ایسی ایک طلاق کے ساتھ کہ مجھے رجعت کا اختیار رہے بدین شرط
کہ تو طالقہ ہے کل کے روز بیک طلاق بعوض ہزار درم کے پس عورت نے قبول کیا تو عورت پر ایک طلاق فی الحال مفت واقع
ہوگی پھر جب کل کا روز ہوگا تو عورت پر دوسری طلاق بعوض ہزار درم کے واقع ہوگی۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے امروز بیک
طلاق بائن بدین شرط کہ تو طالقہ ہے کل کے روز بطلاق دیگر بعوض ہزار درم کے تو فی الحال ایک طلاق مفت واقع ہوگی پھر
جب کل کا روز ہوگا تو دوسری طلاق مفت واقع ہوگی اور اگر کل کا روز ہونے سے پہلے اس نے نکاح کر لیا پھر کل کا روز
ہوا تو دوسری طلاق بعوض ہزار درم کے واقع ہوگی۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ واحدہ ہے اور تو طالقہ طلاق دیگر ہے
بعوض ہزار درم کے پس عورت نے اسکو قبول کیا تو دو طلاق بعوض ہزار درم کے واقع ہونگی اور مال صورت مذکورہ دونوں کی طرف
منصرف ہوگا۔ اور اسیطرح اگر کہا کہ تو طالقہ ہے امروز بواحدہ اور کل کے روز بدیگر بعوض ہزار درم کے پس عورت نے قبول کیا تو
آج کے روز ایک طلاق بعوض نصف ہزار کے واقع ہوگی اور اگر کل کا روز ہونے سے پہلے نکاح کر لیا تو کل کے روز دوسری طلاق

بعوض پانچسو درم یعنی نصف ہزار کے واقع ہوگی۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اس ساعت ایسی ایک طلاق سے کہ مجھے اسمیں
رجعت کا اختیار ہے اور کل کے روز بیک طلاق دیگر کہ اسمیں رجعت کا اختیار ہے بعوض ہزار درم کے یا کہا کہ تو طالقہ ہے اس
ساعت بیک طلاق بائنہ اور کل کے روز بدیگر طلاق بائنہ بعوض ہزار درم کے یا کہا کہ تو طالقہ ہے اس ساعت بیک
طلاق بدون کچھ عوض کے اور کل کے روز بطلاق دیگر بدون کچھ عوض کے بعوض ہزار درم کے تو معاوضہ ہزار درم مذکور
دونوں طلاقوں کی جانب منصرف ہوگا چنانچہ ایک طلاق بمقابلہ نصف ہزار کے ہوگی پس ایک طلاق فی الحال بعوض نصف
ہزار کے واقع ہوگی اور کل کے روز دوسری طلاق مفت واقع ہوگی الا آنکہ کل کے روز آنے سے پہلے دوبارہ نکاح کر لیا ہو
تو پھر کل کے روز آنے پر دوسری طلاق بھی بعوض نصف ہزار کے واقع ہوگی۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اس ساعت
بیک طلاق کہ مجھے اسمیں رجعت کا اختیار ہے یا کہا کہ بائنہ یا کہا کہ مفت اور کل کے روز بطلاق دیگر بعوض ہزار درم کے تو
معاوضہ مذکور صرف بطلاق بائنہ ہوگا۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے امروز بیک طلاق اور کل کے روز بطلاق دیگر کہ مجھے اسمیں
رجعت کا اختیار ہے بعوض ہزار درم کے تو معاوضہ مذکورہ ہر دو طلاق کی جانب منصرف ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی کی دو جورو
ہوں پس اُسنے کہا کہ تم میں سے ایک طالقہ ہے بعوض ہزار درم کے اور دوسری بعوض پانچسو درم کے پس دونوں نے قبول کیا تو
دونوں مطلقہ ہو جاوینگی اور ہر ایک پر پانچسو درم واجب ہونگے اسواسطے کہ اسکے سواے جو زائد مذکور ہے وہ ہر ایک کی
نسبت کر کے مشکوک ہے کہ کس پر واجب ہوا۔ اور اگر اسنے کہا کہ اور دوسری بعوض سو دینار کے تو دونوں پر کچھ واجب نہوگا
اسواسطے کہ دونوں میں سے ہر ایک کے حق میں شک پڑ گیا یہ عتابیہ میں ہے۔ اور اگر عورت کو طلاق دی اس شرط پر کہ عورت
اسکو کفالت نفس فلان سے بری کر دے تو طلاق رجعی ہوگی۔ اور اگر عورت کو طلاق دی اس شرط پر کہ اسکو ان ہزار درم سے
بری کر دے کہ جنکی کفالت اُسنے عورت کے واسطے فلان کی طرف سے قبول کی تھی تو طلاق بائنہ ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے
عورت نے درخواست کی کہ تو مجھے طلاق دیدے اس شرط سے کہ جو میرا جہیز آتا ہے میں اسمیں تاخیر دوں پس مرد نے طلاق
دیدی پس اگر تاخیر کی مدت معلومہ ہو تو تاخیر صحیح ہے اور اگر مدت معلومہ نہو تو نہیں صحیح ہے اور طلاق ہر حال رجعی ہوگی
یہ خلاصہ میں ہے۔ اور بدل خلع کا ادھار میعادی کرنا صحیح ہے باوجود جہالت مدت کے لیکن ایسی جہالت ہو کہ وہ قریب قریب
دریافت کے ہو جیسے آوان حصاد یا پاس وغیرہ اور اگر ایسی جہالت ہو کہ محض فاحش ہے جیسے ہوا چلنا یا ریاح و مینہ تو
نہیں صحیح ہے اور جس صورت میں کہ مدت میعادی نہیں صحیح ہوتی ہے مال فی الحال واجب ہوگا اور عورت کو خلع دینا
اسکی زمین زراعت کرنے پر یا اسکے جانور سواری کے سواری پر یا خود عورت سے خدمت لینے پر ایسی طرح کہ اس خدمت سے
اسکے ساتھ خلوت لازم نہ آوے اور ایسے ہی بخدمت اجنبی صحیح ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور مرد کی طرف سے خلع کا ایجاب یمین
قرار دیا جاتا ہے گویا اُسنے طلاق کو عورت کے قبول پر معلق کر دیا ہے حتی کہ مرد کو اس سے رجوع کرنے کا اختیار نہیں ہوتا ہے
اور مجلس سے مرد کے کھڑے ہو جانے سے باطل نہیں ہوتا ہے اور جبکہ عورت سامنے نہو غائب ہو تو بھی صحیح ہے اور جبکہ عورت کو خبر
پہونچی تو اسکو اپنی مجلس تک خیار قبول یا عدم قبول حاصل رہیگا اور خلع کی تعلیق شرط کے ساتھ جائز ہے اور نیز وقت کی طرف
اضافت بھی صحیح ہے جیسے جبکہ کل کا روز آوے یا جب فلان شخص سفر سے آوے تو میں نے تجھے ہزار درم پر خلع دیا تو قبول کا
اختیار عورت کو کل کا روز آنے یا فلان مرد کے آجانے پر ہے۔ اور عورت کی جانب سے اعتبار کیا جاتا ہے کہ بعوض اسکو
مالک کر دیا مثل بیع کے پس قبول کرنے سے پہلے عورت کا اس سے رجوع کرنا صحیح ہے اور عورت کے مجلس سے اٹھ کھڑے ہونے سے

باطل ہوجائیگا اور بحالت غلبیت موقوف نہوگا اور تعلیق بشرط و اضافت بجانب وقت نہیں جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے
اور خلع میں عورت کے واسطے شرط خیار جائز ہے نہ مرد کے واسطے یہ کنز الدقائق میں ہے۔ اور طلاق بمال احکام میں بمنزلہ
خلع کے ہے لیکن فرق یہ ہے کہ جس صورت میں بدل خلع باطل ہو تو طلاق بائن رہجائیگی اور عوض طلاق جب باطل ہو تو
طلاق رجعی رہیگی اور جب واجب ہو تو بائن واقع ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ شوہر نے اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ ہے ہزار درم
پر اس شرط سے کہ مجھے تین روز خیار رہے پس عورت نے قبول کیا تو خیار باطل ہوگا اور طلاق واقع ہوگی۔ اور اگر عورت
سے کہا کہ تو طالقہ ہے ہزار درم پر بشرطیکہ تجھے تین روز تک خیار رہے پس عورت نے قبول کیا پس اگر عورت نے تین روز
کے اندر رد کر دیا تو طلاق باطل ہوجائیگی اور اگر اسنے تین روز کے اندر طلاق اختیار کی تو طلاق واقع ہوگی اور شوہر کے واسطے ہزار درم
واجب ہونگے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر دونوں نے خلع کا عقد باندھا اور وہ دونوں پیدل چلے جاتے تھے پس اگر ہر ایک
کا کلام دوسرے سے متصل واقع ہوا تو خلع صحیح ہوگا اور جو منفصل ہوا تو صحیح نہوگا اور طلاق بھی واقع نہوگی یہ خلاصہ میں ہے
عورت نے دعوی کیا کہ میں نے تجھ سے تین طلاق کی بعوض ہزار درم کے درخواست کی تھی مگر تو نے ایک طلاق مجھے دی اور شوہر نے
کہا کہ تو نے ایک طلاق کی درخواست کی تھی تو قول عورت کا اور گواہ مرد کے قبول ہونگے۔ اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے تجھے
کل کے روز گذشتہ میں ہزار درم پر طلاق دی تھی مگر تو نے قبول نہیں کی اور عورت نے کہا کہ میں نے قبول کی تھی تو قسم سے
قول شوہر کا قبول ہوگا یہ غایۃ السروجی میں ہے۔ اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے تیری طلاق بعوض ہزار کے کل کے روز گذشتہ
میں فروخت کی مگر تو نے قبول نہیں کی تھی اور عورت نے کہا کہ میں نے قبول کی تھی تو قول عورت کا قبول ہوگا اسواسطے کہ بیع
کا اقرار قبول کا اقرار ہے اسواسطے کہ وہ جزو بیع ہے یہ عتابیہ میں ہے۔ اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے تجھ سے درخواست کی تھی
کہ تو مجھے سو درم کے عوض طلاق دیدے اور شوہر نے کہا کہ نہیں بلکہ بعوض ہزار درم کے تو قول عورت کا قبول ہوگا اور اگر
دونوں نے گواہ قائم کیے تو گواہ شوہر کے قبول ہونگے۔ اور اسی طرح اگر عورت نے کہا کہ تو نے مجھے مفت خلع دیدیا اور شوہر
نے کہا کہ نہیں بلکہ بعوض ہزار درم کے تو قول عورت کا قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو گواہ شوہر کے مقبول ہونگے
یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر عورت نے شوہر سے کہا کہ میں نے تجھ سے درخواست کی تھی کہ تو مجھے تین طلاق بعوض ہزار درم کے
دیدے پس تو نے مجھے خالی ایک طلاق دی اور مرد نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے تجھے تین طلاق دیں پس اگر دونوں مجلس درخواست
ہی میں موجود ہوں تو قول مرد کا قبول ہوگا اور اگر مجلس مذکور سے متفرق ہو کر ایسا اختلاف کیا تو قول عورت کا قبول ہوگا
اور مرد کے واسطے اسپر ہزار کی تہائی واجب ہوگی اور عورت پر تین طلاق واقع ہونگی بشرطیکہ ہنوز عدت میں ہو۔ اور اسیطرح
اگر عورت نے کہا کہ میں نے تجھ سے درخواست کی تھی کہ تو مجھے اور میری سوت کو بعوض ہزار درم کے طلاق دیدے پس
تو نے فقط مجھے طلاق دی اور شوہر نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے تم دونوں کو طلاق دیدی ہے تو اگر دونوں اسی مجلس میں
ہوں جسمیں ایجاب واقع ہوا ہے تو قول شوہر کا قبول ہوگا اور اگر دونوں مجلس سے متفرق ہو چکے ہوں تو قول عورت کا
قبول ہوگا اور عورت پر ہزار درم میں سے اسی کا حصہ واجب ہوگا کیونکہ وہ اسکی معترف ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور
اسی طرح اگر اسنے کہا کہ پس تو نے اس مجلس میں مجھے طلاق نہیں دی اور نہ میری سوت کو طلاق دی تو قسم سے عورت کا
قول قبول ہوگا اور شوہر پر لازم ہے کہ اپنے مال کو گواہوں سے ثابت کرے ولیکن عورت پر طلاق واقع ہوگی اسوجہ
سے کہ شوہر نے اقرار کیا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ عورت نے اگر شوہر سے مال پر خلع لیا پھر اسنے گواہ قائم کیے کہ اسنے یعنی شوہر نے

مجھے قبل خلع کے تین طلاق یا طلاق بائن دیدی تھی تو گواہ مقبول ہونگے اور بدل الخلع مسترد کر دیا جائیگا اور اس مقام
پر تناقض ہونا گواہوں کے مقبول ہونے سے مانع نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر عورت نے گواہ قائم کیے کہ میرے
شوہر مجنون نے اپنی صحت میں مجھے خلع دیا ہے اور شوہر کے ولی نے یا خود شوہر نے بعد افاقہ کے گواہ دیے کہ میں نے حالت
جنون میں اسکو خلع دیا ہے تو گواہ عورت کے مقبول ہونگے یہ قنیہ میں ہے۔ اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے اس عورت کو
تین طلاق بعوض ہزار درم کے دیدیں پس عورت نے کہا کہ یہ تیری جانب سے اقرار ماضی ہے اور میں قبول کر چکی ہوں اور
شوہر نے کہا کہ یہ میری طرف سے اقرار مستقبل ہے جبکہ میں نے یہ کلام کیا ہے پس تو نے قبول نہیں کیا تو قول شوہر کا قبول ہوگا
اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو عورت کے گواہ لیے جاوینگے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر شوہر نے کہا کہ تو طالقہ ہے کل کے روز
اپنے اس غلام پر پس عورت نے فی الحال قبول کیا اور وہ غلام فروخت کیا پھر کل کا روز ہوا تو عورت پر اس غلام کی
قیمت واجب ہوگی اور اگر کل کا روز ہونے سے پہلے اسکو تین طلاق دیدیں تو یہ باطل ہو گیا یہ عتابیہ میں ہے شیخ الاسلام
علی بن محمد اسبیجابی سے دریافت کیا گیا کہ ایک جورو و مرد نے باہم خلع کیا پھر شوہر سے کہا گیا کہ کتنی بار تم دونوں میں خلع
ہوا اسنے کہا کہ دو بار پس عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ خلع ہم دونوں میں تین بار ہوا ہے تو فرمایا کہ قول شوہر کا قبول ہوگا اور
شیخ نجم الدین نسفی نے فرمایا کہ مجھ سے بھی یہ مسئلہ دریافت کیا گیا تو میں نے کہا کہ اگر یہ اختلاف دونوں میں بعد نکاح واقع
ہونے کے پیش آیا چنانچہ عورت نے کہا کہ یہ نکاح صحیح نہوا اسواسطے کہ یہ نکاح تیسرے خلع کے بعد ہے اور شوہر نے کہا کہ نہیں بلکہ
صحیح ہے اسواسطے کہ دوسرے خلع کے بعد ہے تو دونوں میں یہ نکاح جائز ہوگا اور قول شوہر کا قبول ہوگا اور اگر عورت کی
عدت گذر جانے کے بعد قبل نکاح کے یہ امر پیش آیا تو دونوں میں نکاح جائز نہوگا اور نہ لوگوں کو حلال ہے کہ عورت کو نکاح پر
برانگیختہ کر کے دونوں میں نکاح کرا دیں یہ ظہیریہ میں ہے۔ عورت نے اپنے شوہر سے درخواست کی کہ مال پر مجھے خلع دیدے
پس مرد نے دو عادل گواہوں کو گواہ کر لیا کہ جب میری جورو مجھے کہیگی کہ من از تو خویشتن خریدم یا وندی تو میں کہونگا
فروختم اور یہ نہ کہونگا کہ فروختم پھر خلع کے واسطے یہ سب قاضی کے حضور میں جمع ہوئے اور قاضی کے پاس یہ معاملہ گیا اور
قاضی نے اسکو سن لیا پھر اسکے بعد شوہر نے دعوی کیا کہ میں نے فروختم نہیں کہا بلکہ فروختم کہا ہے اور ہر دو گواہ اسکے
گواہی دیتے ہیں پس اگر قاضی نے سنا ہو کہ اسنے فروختم کہا ہے تو خلع صحیح ہونے کا حکم دیدیگا اور گواہوں کی گواہی پر التفات
نکریگا اور ایسے اقرار کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور اگر قاضی نے کہا کہ مجھے یقین نہیں ہے نہیں معلوم اسنے فروختم کہا کہ فروختم کہا یعنی بجائے
مجھ یا لام کے [illegible] دونوں گواہ شاہد ہیں کہ اسنے بفا کہا ہے تو انکی گواہی کی سماعت کریگا اور خلع باطل کر دیگا اور اگر حاضرین
مجلس میں سے بعض نے گواہی دی کہ اسنے فروختم کہا ہے تو صحت خلع کا حکم دیگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اور اگر خلع کسی مقدار
بدل مسمی پر واقع ہوا اور عورت نے بمقدار مسمی شوہر کو دی اور کہا کہ یہ بدل خلع ہے اور شوہر نے سوائے جہت خلع کے اور
جہت سے اسپر قبضہ کر لیا تو بعض نے فرمایا ہے کہ قول شوہر کا قبول ہوگا اور ظہیر الدین مرغینانی یہی فتوی دیتے تھے اور
بعض نے فرمایا کہ قول عورت کا قبول ہوگا کیونکہ تملیک از جانب عورت صادر ہوئی ہے تو جہت تملیک بیان کرنے میں قول
عورت کا قبول ہوگا اور شرع میں یہی اصل کبیر ہے یہ محیط میں ہے۔ اور جب خلع واقع ہوا ہے اگر اسکی جنس یا نوع یا مقدار یا صفت
میں دونوں نے اختلاف کیا تو قول عورت کا قبول ہوگا اور گواہ مرد کے مقبول ہونگے یہ بدائع میں ہے۔ اور اسی طرح اگر عورت
نے کہا کہ میں نے [illegible] خلع لیا ہے تو قول عورت کا اور گواہ مرد کے مقبول ہونگے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر دونوں نے اسطرح

اختلاف کیا کہ عورت نے کہا کہ خلع ہم دونوں میں صحیح واقع ہوا اور مرد نے کہا کہ میں (یعنے نفس خلع میں) کھٹھا ہو گیا پھر میں نے تجھے خلع دیا ہو
تو قول مرد کا قبول ہوگا اور یہ خلع سے انکار ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر اپنی جورو سے فارسی زبان میں خریدم و فروختم
کے ساتھ خلع کیا پس شوہر نے کہا کہ میرے دل میں یہ بات تھی کہ فروختم یعنے بکری کی سری میں نے فروخت کی یا کہا
کہ میں نے فروختم مخفف از افروختم یعنے روشن کرنا کہا ہے یا کہا کہ میں نے فروختم نہا کہا ہے تو بعض نے فرمایا کہ اس میں
قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا لیکن اگر اُسنے بدل الخلع پر قبضہ کر لیا ہو تو اُسکا قول قبول نہوگا اسواسطے کہ ظاہر حال
اس مرد کی تکذیب کرتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ شوہر کا قول قضاءً قبول نہوگا اگرچہ اُسنے بدل خلع پر قبضہ نہ کیا ہو اسواسطے
کہ مرد کا کلام جواب کی راہ پر نکلا ہے اور جواب متقید بسوال ہوتا ہے اور سوال تمامی نفس کا تھا تو جواب اُسی طرف مصروف
ہوگا اور یہی نہ ہوا اگر مرد نے کہا کہ میرے دل میں تھا کہ میں نے اپنی قبا فروخت کی تو یہی بعضے مشائخ کے نزدیک اسکا
قول قبول نہوگا اور اسی پر فتوے ہے اور اگر فروختم کہنے کے وقت شوہر نے بکری کی سری کی طرف یا قبا کی طرف اشارہ
کیا ہو تو یہ بناے قول ان بعضے مشائخ کے کچھ چیز نہیں ہے اور خلع صحیح ہوگا لیکن اگر اُس نے تصریح کر دی کہ میں نے
اپنی قبا فروخت کی تو ایسی صورت میں خلع صحیح نہوگا اور اگر شوہر نے گواہ قائم کیے کہ اس نے بکری کا سر فروخت کیا ہے اور
گواہوں نے گواہی دی کہ اسنے کہا کہ میں نے بکری کا سر فروخت کیا تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور اسی طرح اگر
گواہ قائم کیے جنہوں نے گواہی دی کہ اس نے فروختم از افروختن کہا ہے تو اسکے گواہ مقبول ہونگے اور اگر اسکے
معاوضہ میں عورت نے گواہ قائم کیے کہ اسنے نفس عورت کو فروخت کیا یا عورت کو فروخت کیا ہے تو عورت کے گواہ اولی
ہونگے یعنی وہی مقبول ہونگے ایسا ہی بعض نے کہا ہے اور اس میں میرے نزدیک نظر ہے اور لازم یہ ہے کہ شوہر کے گواہ اولی
ہوں یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی مرد سے کہا کہ تو میری عورت کو خلع دیدے تو اُسکو سواے بعوض مال کے اور کسی طرح
خلع دینے کا اختیار نہوگا یہ عتابیہ میں ہے۔ ایک عورت نے ایک مرد کو وکیل کیا کہ مجھے میرے شوہر سے خلع کرا دے
بعوض ہزار درم کے پس اگر وکیل نے بدل الخلع کو مطلق رکھا مثلاً کہا کہ اپنی جورو کو ہزار درم پر خلع دیدے یا کہا
کہ ان ہزار درم پر خلع دیدے یا بدل خلع کو اپنی طرف مضاف کیا باضافت ملک یا اضافت ضمان مثلاً یوں کہا کہ
اپنی جورو کو خلع دیدے ہزار درم پر میرے مال سے یا ہزار درم پر بدین شرط کہ میں ضامن ہوں تو وکیل کے قبول سے
خلع پورا ہو جائیگا پھر اگر بدل خلع اُسنے مرسل رکھا ہے تو وہ عورت پر ہوگا کہ اُسی سے اسکا مطالبہ کیا جائیگا اور اگر
بدل خلع مضاف بجانب وکیل ہو خواہ باضافت ملک یا باضافت ضمان تو عورت سے مطالبہ نہوگا بلکہ وکیل ہی سے مطالبہ
بدل ہوگا پھر جو کچھ وکیل نے ادا کیا ہے از جانب عورت وہ عورت سے واپس لیگا۔ اور اگر عورت نے کسی کو وکیل کیا کہ مجھے میرے
شوہر سے خلع کرا دے پھر وکیل نے اپنے کسی اسباب پر عورت کا خلع کرا دیا اور شوہر کو سپرد کرنے سے پہلے وہ اسباب وکیل کے
ہاتھ میں تلف ہو گیا تو وکیل اُسکی قیمت کا عورت کے شوہر کے واسطے ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مرد نے کسی غیر سے کہا
کہ میری جورو کو طلاق دیدے پس اُس نے عورت کو مال پر خلع کر دیا یا مال پر طلاق دیدی تو صحیح یہ ہے کہ عورت اگر مدخولہ ہو تو
جائز نہیں اور اگر مدخولہ نہو تو جائز ہے وعلی ہذا وکیل بخلع نے اگر مطلقاً طلاق دیدی تو جائز ہونا چاہیے اور بعض نے
فرمایا کہ یہی اصح ہے اسواسطے کہ خلع بعوض و بغیر عوض متعارف ہے پس دونوں کا وکیل ہوگا یہ ظہیریہ و محیط سرخسی میں ہے
ایک عورت نے کسی کو خلع کے واسطے وکیل کیا پھر اس سے رجوع کر لیا پس اگر وکیل کو اسکا علم نہ ہوا تو عورت کا رجوع کرنا

[illegible] کوئی قید نہیں لگائی اور یہی [illegible]

کچھ کارآمد نہوگا اور اگر خلع کے لیے اپنے شوہر کے پاس ایلچی بھیجا پھر پیغام پہونچانے سے پہلے عورت نے اس سے
رجوع کر لیا تو اسکا رجوع کرنا صحیح ہوگا اگرچہ ایلچی کو یہ بات معلوم نہوئی ہو۔ اور اگر دو مردوں سے کہا کہ تم دونوں
میری جورو کو بلا مال خلع دیدو پس ایک نے اسکو خلع دیا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ اور اگر دو مردوں سے کہا کہ تم دونوں
میری عورت کو ہزار درم کے عوض خلع دیدو پس دونوں میں سے ایک نے کہا کہ میں نے اس عورت کو ہزار درم پر خلع دیا اور دوسرے
نے کہا کہ میں نے اسکی اجازت دی تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ نہیں جائز ہے اور اگر ایک نے کہا کہ میں نے اس عورت
کو خلع دیا اور دوسرے نے کہا کہ میں نے اس عورت کو ہزار درم پر خلع دیا تو یہ جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور
اگر ایک مرد کو وکیل کیا کہ اتنے مال پر خلع دیدے پس وکیل نے کہا کہ میں نے فلانہ عورت کو اسکے شوہر سے اتنے مال پر خلع کر دیا تو
جائز ہے اگرچہ وکیل مذکور اس عورت کے حضور میں نہو۔ اور اسکے بعد ذکر فرمایا کہ ایک ہی آدمی کا دونوں طرف سے وکیل ہونا
نہیں جائز ہے الا آنکہ یہ مسئلہ اس امر کی دلیل ہے کہ یہ جائز ہے اور حاکم ابو الفضل نے فرمایا کہ یہ روایت اصل کے موافق ہے اور
یہی صحیح ہے یہ عتابیہ میں ہے۔ ایک مرد نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میری جورو کو خلع دیدے جبکہ وہ میری قبا دیدے اور عورت نے
قبا وکیل کو دی اور دونوں میں خلع جاری ہو گیا پھر جب مرد مذکور نے قبا کو دیکھا تو ظاہر ہوا کہ اسکا استر نہیں ہے تو خلع غیر
صحیح ہے اور اسی طرح اگر اسکا استر ہو مگر نکلا کہ آستینیں نہیں ہیں تو بھی خلع صحیح نہوا اور اگر ایک ہی آستین نہو تو خلع صحیح
ہو جائیگا۔ یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر چند آدمی کسی مرد کے پاس آئے اور انھوں نے کہا کہ تیری عورت نے ہمکو تجھ سے خلع لینے
کے واسطے وکیل کیا ہے پس مرد مذکور نے انکے دو ہزار درم پر عورت مذکورہ کا خلع کر دیا پھر عورت مذکورہ نے وکیل کرنے سے
انکار کیا پس اگر ان لوگوں نے شوہر کے واسطے مال کی ضمانت کر لی ہو تو طلاق عورت پر واقع ہوگی اور مال ان لوگوں پر ہوگا
اور اگر ان لوگوں نے ضمانت نہ کی ہو پس اگر شوہر نے یہ دعوی نہ کیا کہ عورت مذکورہ نے انکو وکیل کیا تھا تو طلاق واقع ہوگی
اور اگر شوہر نے دعوی کیا کہ عورت مذکورہ نے ان لوگوں کو وکیل کیا تھا تو طلاق واقع ہوگی و لیکن مال واجب نہوگا
اور یہ اسوقت ہے کہ شوہر نے خلع دیدیا ہو اور اگر اسنے ان لوگوں کے ہاتھ ایک تطلیقہ بعوض دو ہزار درم کے فروخت کی تو
شیخ ابو بکر اسکاف نے فرمایا کہ یہ اور خلع دونوں یکساں ہیں اور اسی پر فتوی ہے یہ فتاوی کبری میں ہے۔ اور اصل میں مذکور ہے
کہ اگر مرد نے کسی غیر سے کہا کہ میری جورو کو خلع دیدے اور اگر وہ انکار کرے تو اسکو طلاق دیدے پھر عورت نے خلع سے انکار کیا پس وکیل نے
اسکو طلاق دیدی پھر عورت نے کہا کہ میں خلع لیے لیتی ہوں پس وکیل نے اسکو خلع دیا تو خلع جائز ہوگا بشرطیکہ طلاق رجعی ہو یہ
محیط میں ہے۔ ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنی جورو کو اس غلام پر یا ان ہزار درم پر یا اس دار پر خلع دیدے پس
اسنے ایسا ہی کیا تو قبول کا اختیار عورت کو حاصل ہوگا پس اگر عورت نے قبول کیا تو طالقہ ہو جائیگی اور اسپر واجب ہوگا
کہ جو بدل بیان ہوا ہے وہ شوہر کو سپرد کر دے اور اگر بدل مذکور استحقاق میں لے لیا گیا تو عورت ضامن ہوگی۔ اور
اگر اجنبی نے شوہر سے کہا کہ اپنی جورو کو میرے اس غلام پر یا اس میرے دار پر یا میرے اس ہزار درم پر خلع دیدے
اور اسنے ایسا ہی کیا تو خلع واقع ہوگا اور عورت کے قبول کی حاجت نہ رہیگی اور نیز شوہر کے خالی اس کہنے سے کہ میں نے
خلع دیدیا خلع تمام ہو جائیگا اور اجنبی کے (قبول کیا میں نے) کہنے کی حاجت نہ رہیگی۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ
تو مجھے خلع دیدے فلان کے گھر یا فلان کے غلام پر پس شوہر نے ایسا کیا تو عورت کے ساتھ خلع واقع ہوگا اور مالک غلام یا مکان
کے قبول کی احتیاج نہ رہیگی اور عورت پر واجب ہوگا کہ شوہر کو یہ دار یا غلام سپرد کر دے اور اگر سپرد کرنا متعذر ہو تو عورت پر

شوہر کو اسکی قیمت دینی واجب ہوگی۔ اور اگر شوہر نے ابتدا کی اور کہا کہ میں نے تجھے طلاق دیدی یا خلع کر دیا فلان کے دار پر تو قبول کرنا عورت کے اختیار میں ہوگا نہ مالک دار کے اور اگر شوہر نے مالک غلام کو مخاطب کیا اور عورت کو یا دار[12] حاضر ہے پس کہا کہ میں نے اپنی عورت کو تیرے اس غلام پر خلع دیا اور عورت نے قبول کیا تو خلع واقع نہوگا حتی کہ مالک غلام قبول کرے اور اگر اجنبی نے ابتدا کی اور بدل الخلع اس اجنبی کا نہیں ہے بلکہ کسی اور اجنبی کا ہے پس اُسنے کہا کہ اپنی عورت کو فلان کے اس غلام پر یا فلان کے اس دار پر یا فلان کے ان ہزار درم پر خلع دیدے تو قبول کا اختیار مالک دار و غلام و درا ہم کو ہے نہ عورت کو اور اگر اجنبی نے کہا کہ تو اپنی عورت کو ہزار درم پر خلع دیدے بدین شرط کہ فلان اسکا ضامن ہے تو قبول کرنا اُسی ضامن کے اختیار میں ہے مخاطب یا عورت کے اختیار میں نہوگا۔ اور اگر عورت ہی مخاطبہ ہو مثلاً عورت نے کہا کہ مجھے ہزار درم پر خلع دیدے بدین شرط کہ فلان ضامن ہے پس شوہر نے خلع دیدیا تو خلع واقع ہوگا پھر اگر فلان مذکور نے مال کی ضمانت کر لی تو شوہر کو اختیار ہوگا کہ عورت یا فلان جسکو چاہے مال کے واسطے ماخوذ کرے اور اگر فلان نے ضمانت سے انکار کیا تو عورت ہی کو مال کے واسطے ماخوذ کریگا۔ اور اگر اجنبی نے شوہر سے کہا کہ اپنی جورو کو اس غلام پر خلع دیدے پس اُسنے کہا کہ میں نے خلع دیدیا پھر یہ غلام کسی دوسرے شخص کا نکلا ولیکن اس دوسرے شخص نے قبول کیا تو اسکے قبول کرنے پر التفات نہ کیا جائیگا بلکہ قبول کا اختیار عورت کو ہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔ اور اگر جورو و شوہر میں سے کسی نے طفل یا معتوہ یا مملوک کو خلع دینے یا خلع لینے میں اپنے قائم مقام وکیل کیا تو یہ جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر شوہر نے عورت سے کہا کہ خلع دے اپنے نفس کو یا کہا کہ خلع کرلے اپنے نفس کو تو مسئلہ میں تین صورتیں ہیں اول آنکہ یون کہا کہ خلع کردے اپنے نفس کو بمال اور اس مال کی کوئی مقدار نہیں بیان کی پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تجھسے ہزار درم کے عوض خلع کر دیا تو اس صورت میں جب تک شوہر یون نہ کہے کہ میں نے اجازت دی تب تک طلاق واقع نہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور ابن سماعہ نے روایت کی کہ خلع صحیح ہوگا اور اسی کو بعض مشائخ نے لیا ہے کذا فی الفصول العمادیہ دوم اس جگہ عورت سے کہا کہ اپنے نفس کو ہزار درم کے عوض خلع کردے پس عورت نے کہا کہ میں نے خلع کردیا تو ایک روایت میں ہے کہ خلع بعوض ہزار درم پورا ہو جائیگا اگرچہ شوہر نے یہ نہ کہا ہو کہ میں نے اجازت دی اور یہی صحیح ہے سوم آنکہ یون کہا کہ اپنے نفس کو خلع کردے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا پس عورت نے کہا کہ میں نے خلع لے لیا تو منتقی میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ یہ خلع نہوگا۔ اور ابن سماعہ نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی کہ اگر عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو خلع کرلے پس عورت نے کہا کہ میں نے خلع کرلیا تو بلا بدل ایک طلاق بائن واقع ہوگی گویا اُسنے کہا کہ اپنے نفس کو بائنہ کرلے اور اسی کو اکثر مشائخ نے لیا ہے اور اگر خطاب از جانب عورت ہو کہ اُسنے کہا کہ تو مجھے خلع کردے یا مبارات کرلے پس شوہر نے کہا کہ میں نے ایسا کیا تو مرد کی طرف سے خطاب ہونا اور عورت کی طرف سے ایسا خطاب ہونا سب صورتوں میں یکسان ہیں یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو خلع کردے اپنے نفس کا بغیر مال پس عورت نے کہا کہ میں نے خلع کردیا تو عورت کے قول ہی سے خلع پورا ہوگیا۔ عورت نے کہا کہ مجھے بغیر مال خلع کردے پس شوہر نے کہا کہ میں نے خلع کردیا تو کہتے ہی طلاق واقع ہوجائیگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مرد نے کہا کہ تو اپنے نفس کا خلع بعوض اسقدر مال کے لے لے پھر عورت کو عربی زبان میں سکھلایا کہ اُسنے کہا کہ میں نے خلع لے لیا یعنی یون کہا کہ اختلعت حالانکہ عورت مذکورہ اُسے جانتی نہیں ہے تو صحیح یہ ہے کہ خلع پورا نہوگا جب تک کہ عورت اسکو نجانے یہ جلالی سرخسی میں ہے۔ ایک مرد نے دعوی کیا کہ میں تیری جورو کی طرف سے

تیرے پاس تو اُسکو طلاق دے یا اُسکو رکھ پس شوہر نے کہا کہ مین اسکو نہین رکھونگا بلکہ طلاق دیدونگا پس ایلچی نے کہا
کہ مین نے تجھے تمام اس سے جو اسکا تجھپر ثابت ہی بری کر دیا پس مرد نے اس عورت کو طلاق دیدی پھر عورت نے
انکار کیا کہ مین نے ایلچی کو بری کرنیکا اختیار نہین دیا تھا اور ایلچی اسکا دعوی کرتا ہی پس اگر شوہر نے دعوی کیا کہ
عورت نے اس ایلچی کو ایلچی کرکے بھیجا اور جسطرح ایلچی کہتا ہی اسکو وکیل بھی کیا تو طلاق واقع ہوگی مگر عورت کا حق ویسا ہی
رہیگا۔ اور اگر شوہر نے ایسا دعوے نہ کیا پس اگر ایلچی نے یون کہا کہ مین نے تجھے عورت کے حق سے بری کیا باین شرط کہ تو اسکو
طلاق دیدے تو طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر ایلچی نے یہ نہ کہا ہو کہ باین شرط کہ تو اُسکو طلاق دیدے تو طلاق واقع ہوگی
اور عورت اپنے حق پر رہیگی یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور اگر فضولی نے کہا کہ اپنی جورو کو ہزار درم پر طلاق دیدے پس شوہر نے
کہا کہ مین نے طلاق دی تو متوقف رہیگی چنانچہ اگر عورت نے اجازت دی تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہین یہ عتابیہ
مین ہی۔ ایک مرد نے اپنی بیٹی کا اپنے داماد سے خلع کرا لیا پس اگر دختر بالغہ ہو اور باپ نے بدل الخلع کی ضمانت کرلی
تو خلع پورا ہوگیا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ ایک مرد نے اپنی بیٹی بالغہ کا اُسکے شوہر سے اُسکے مہر پر جو شوہر پر باقی ہی اُسکی
اجازت سے خلع کرا لیا تو یہ اس دختر بالغہ پر نافذ ہوگا اور اگر دختر مذکورہ کی اجازت نہ تھی اور اُسکی بھی اُسنے اجازت نہ دی پس
اگر باپ نے بدل الخلع کی ضمانت نہ کی ہو سوائے برأت مہر کے تو خلع جائز نہوگا اور طلاق واقع نہوگی اور اگر دختر مذکورہ نے اجازت دیدی
تو خلع واقع ہوگا اور طلاق پڑ گئی اور شوہر اُسکے مہر سے جو اسپر آتا ہی بری ہوگیا اور اگر باپ نے بدل الخلع کی ضمانت کرلی ہو تو طلاق
واقع ہو جائیگی پھر جب عورت کو خبر پہونچیگی پس اگر اُسنے اجازت دیدی تو خلع مذکور اس دختر پر نافذ ہوگا اور شوہر اسکے مہر سے
بری ہو جائیگا اور اگر اُسنے اجازت نہ دی تو دختر مذکورہ اپنا مہر مذکور شوہر سے واپس لیگی اور شوہر بدل الخلع کو اُسکے باپ سے لیگا
کیونکہ وہ ضامن ہوا ہی یہ جوہرۃ نیرہ مین ہی۔ اور اگر باپ نے اپنی صغیرہ کا بعوض مال دختر کے خلع کرا لیا تو یہ صغیرہ پر جائز نہ ہوگا
پس اسکا مہر اسکے شوہر کے ذمہ سے ساقط نہوگا اور شوہر اسکے مال کا مستحق نہ ہوگا اور رہا یہ امر کہ طلاق واقع ہوگی یا نہین
سو اسمین دو روایتین ہین اور اصح یہ ہی کہ واقع ہوگی یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر باپ نے دختر صغیرہ کا ہزار درم پر خلع کرایا
باین شرط کہ باپ ان ہزار درم کا ضامن ہی تو خلع جائز ہوگا اور ہزار درم باپ پر ہونگے اور اگر صغیرہ پر ہزار درم کی
شرط کی ہو تو دختر مذکورہ کے قبول پر موقوف رہیگا بشرطیکہ وہ قبول کی اہلیت رکھتی ہو یعنے واقف ہو کہ خلع سلب کنندہ
ہوتا ہی اور نکاح جلب کنندہ ہوتا ہی از روے شرع کے یون مشروع ہی پس اگر اُسنے قبول کیا تو بالاتفاق طلاق واقع ہوگی و لیکن مال
واجب نہوگا اور اگر باپ نے اُسکی طرف سے قبول کیا تو ایک روایت مین صحیح ہی اور ایک روایت مین صحیح نہین ہی اور یہی
اصح ہی یہ کافی مین ہی۔ اور اگر زوجہ صغیرہ کو خلع دیا اور مہر کی کسی نے ضمان نہ لی تو عورت کے قبول پر موقوف ہوگا پس اگر عورت
مذکورہ نے قبول کیا تو طالقہ ہو جائیگی اور مہر ساقط نہوگا اور اگر اسکی طرف سے اُسکی باپ نے قبول کیا تو اسمین دو روایتین
ہین اور اگر باپ نے مہر کی ضمانت کی اور وہ ہزار درم ہین تو عورت مذکورہ مطلقہ ہو جائیگی اور استحساناً اسکے ذمہ
پانسو درم لازم ہونگے یہ ہدایہ مین ہی۔ اور یہ اسوقت ہی کہ وہ مدخولہ نہو اور اگر مدخولہ ہو تو عورت کے واسطے پورا مہر
لازم ہوگا اور شوہر کے واسطے اُسکا باپ ضامن ہوگا یعنے باپ تاوان دیگا یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ صغیرہ کے شوہر
اور صغیرہ کی مان کے درمیان خلع کی گفتگو واقع ہوئی پس اگر زوجہ صغیرہ کی مان نے بدل خلع کو اپنے ذاتی مال کیطرف
مضاف کیا یا اُسکی ضامن ہوئی تو خلع پورا ہو جائیگا جیسے اجنبی کے ساتھ اسطرح گفتگو مین ہوتا ہی اور اگر مان نے اپنے

مال کی طرف سے ضامن ہوا ہے کیا اور نہ ضامن ہوا ہے تو آیا طلاق واقع ہوگی جیسے باپ کے ساتھ خلع کی ایسی گفتگو میں واقع ہوتی ہے تو اسکی کوئی روایت نہین ہے اور صحیح یہ ہے کہ واقع نہوگی۔ اور اگر خلع کا عقد کرنے والا اجنبی ہوا اور وہ بدل کا ضامن نہوا پس آیا خلع موقوف رہیگا تو بعض نے فرمایا کہ اگر زوجہ صغیرہ ہو کہ وہ خلع کو سمجھتی ہو اور تعبیر کرسکتی ہو تو خلع اسکے قبول کرنے پر موقوف رہیگا اور بعض نے کہا کہ موقوف نرہیگا۔ اور اگر صغیرہ نے جو خلع کو سمجھتی اور تعبیر کرسکتی ہے اپنے شوہر سے اپنے مہر پر خلع لیا تو طلاق بائن واقع ہوگی اور مہر ساقط نہوگا۔ اور اگر صغیرہ نے خلع کے واسطے کوئی وکیل کیا پس وکیل نے یہ کام کیا تو اس مین دو روایتین ہین ایک روایت مین وکیل کرنا صحیح ہے اور وکیل کے قبول سے مثل صغیرہ کے خود قبول کرنے کے خلع پورا ہو جائیگا اور ایک روایت مین اگر وکیل بدل خلع کا ضامن نہوا تو طلاق واقع نہوگی جیسے اجنبی کے خلع کرانے مین ہوتا ہے اور اگر باپ نے اپنے پسر صغیر کی طرف سے خلع دیا تو صحیح نہین ہے اور صغیرہ مذکورہ کی اجازت پر بھی موقوف نرہیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے جو شخص نشہ مین ہے یا زبردستی مجبور کیا گیا ہے اسکا خلع دینا ہمارے نزدیک جائز ہے اور طفل کا خلع دینا باطل ہے اور جو شخص معتوہ یا مرض کے سبب سے اسیر اغما طاری ہوا وہ اسمین بمنزلہ طفل کے ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر باندی نے اپنے شوہر سے خلع لیا یا طلاق بمال لی تو طلاق واقع ہوگی مگر بالفعل عوض کے واسطے وہ فی الحال ماخوذ نہوگی ہان بعد آزاد ہونے کے اس سے مواخذہ کیا جائیگا اور اگر باندی نے مولی کی اجازت سے ایسا کیا ہو تو معاوضہ کے واسطے فی الحال ماخوذ ہوگی اور معاوضہ کے واسطے فروخت کیجائیگی الا آنکہ مولی اسکی طرف سے دیکر بچا دے اور اگر باندی مذکورہ کسی کی مدبرہ یا ام ولد ہو تو اس حکم مین مثل محض باندی کے ہے الا بات یہ ہے کہ وہ بیع نہین کیجا سکتی ہے پس وہ بدل کو اپنی کمائی سے ادا کریگی بشرطیکہ اپنے مولی کی اجازت سے ایسا کیا ہو۔ اور اگر مکاتبہ باندی ہو تو وہ بدل خلع کے واسطے ماخوذ نہوگی الا بعد آزاد ہونے کے چاہے اسنے مولی کی اجازت سے خلع لیا ہو یا بلا اجازت۔ اور اگر باندی نے اپنے شوہر سے اپنے مہر کے عوض بدون اجازت مولی کے خلع لیا تو طلاق واقع ہوگی ولیکن مہر ساقط نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر باندی کے مولی نے باندی کے رقبہ پر باندی کا خلع کرا لیا اور شوہر مرد آزاد ہے تو بمفت طلاق واقع ہوگی اور اگر شوہر مکاتب یا مدبر یا غلام ہو تو خلع جائز ہوگا اور یہ باندی اس مدبر یا غلام کے مالک کی ہو جائیگی اور رہا مکاتب سو اسکا اس باندی مین حق ملک ثابت ہوگا دو باندیان ایک مرد آزاد کے تحت مین ہین اور دونون باندیون کے مولی نے شوہر سے ان دونون کا خلع انمین خاص ایک کے رقبہ پر کرا لیا تو معینہ خاص کا خلع باطل اور دوسری کا خلع صحیح ہوگا اور ثمن ان دونون کے مہر پر تقسیم کیا جائیگا پس جو کچھ اس باندی کے پرتے مین واقع ہوا جسکے حق مین خلع صحیح ہوا ہے اسقدر شوہر کا حق دوسری باندی مین ثابت ہوگا۔ اور اگر مولے نے ہر ایک کا دونون مین سے خلع بعوض دوسری کے رقبہ کے کرایا تو ہر ایک پر ایک طلاق بائن مفت واقع ہوگی اور اگر دونون مین سے ہر ایک کو اسنے دوسری کے رقبہ پر طلاق دی تو طلاق رجعی واقع ہوگی یہ اختیار شرح مختار مین ہے۔ ایک باندی کسی غلام کی جورو ہے پس باندی کے مولی نے ایک غلام بعوض اس باندی کا اسکے شوہر غلام سے خلع کرایا اور غلام نے اسکو قبول کیا تو جائز ہے خواہ غلام نے اپنے مولی کی اجازت سے ایسا کیا ہے یا بلا اجازت اور باندی کا قبول کرنا شرط نہین ہے پھر اگر وہ غلام جو خلع مین بدل قرار دیا گیا ہے کسی نے اپنا استحقاق ثابت کرکے لے لیا تو خلع ویسا ہی صحیح رہیگا اور باندی کے مولی پر تاوان واجب نہوگا مگر جو غلام استحقاق مین لیا گیا ہے اسکی قیمت باندی کے گردن پر ہوگی کہ اگر مولی باندی پر سے قیمت فدیہ دیدے تو خیر ورنہ باندی مذکورہ اسکے واسطے فروخت کیجائیگی۔ اور اگر مولی نے

اور طلاق ایکی اسکے قبول پر موقوف نہین رہیگی ۱۲ منہ

وقت خلع کے اس غلام بدل الخلع کی بابت ضمان درک کر لی ہو تو بسبب ضمانت کر لینے کے اس سے قیمت غلام
مستحق شدہ لی جاویگی اور اگر باندی پر قرضہ ہو جو خلع سے پہلے کا ہے تو باندی فروخت کیجائیگی اور پہلے قرضداروں
کا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر اسکے ثمن میں سے کچھ باقی رہا تو اسکے شوہر کے مولی کا ہوگا اور اگر باقی بچا ہوا ثمن واسطے غلام
کی پوری قیمت شدہ جو استحقاق میں لے لیا گیا ہے تو جسقدر کمی ہے وہ باندی مذکورہ بعد اپنے آزاد ہونے کے پوری کریگی
اور اگر باندی کے قرضخواہوں نے باندی کو بیع سے پہلے یا بعد بیع کے اپنے قرضہ سے بری کر دیا تو اس سے قیمت غلام مستحق کا
مواخذہ کیا جائیگا جیسا کہ قبل بری کر دینے کے تھا اور یہ نہوگا کہ رقبہ باندی مذکورہ اسکے شوہر کے مولی کو دیا جاوے اور اگر
باندی کے مولی نے غلام بدل الخلع کی بابت ضمان درک کر لی ہو تو باندی مذکورہ اپنے قرضہ کے واسطے فروخت کیجائیگی
اور غلام مستحق کی قیمت باندی کا مولی اسکے شوہر کے مولی کو بسبب ضامن ہونے کے تاوان دیگا اور باندی کی گردن پر
اسکی ضمان واجب نہوگی اگرچہ آزاد کر دی جاوے اور اگر باندی کے مولی نے باندی کو اسکے رقبہ پر خلع کرا لیا اور باندی پر قرضہ
نہیں ہے اور مولی ضامن نہوا تو باندی مذکورہ شوہر کے مولی کو سپرد کر دیجائیگی اور اگر باندی پر قرضہ ہو تو وہ قرضہ میں فروخت
کیجائیگی پھر اگر کچھ باقی رہا تو اسکو مولائے شوہر لیگا اور باندی کے مولی پر ضمان واجب نہوگی اگرچہ بچا ہوا ثمن باندی
کی قیمت کامل نہو۔ اور اگر بیع ہونے سے پہلے باندی کے قرضخواہوں نے باندی کو اپنے قرضہ سے بری کر دیا تو رقبہ باندی اسکے
شوہر کے مولی کو دیا جائیگا اور باندی کے مولی کو کچھ نہ ملیگا اور اگر بری کرنا بعد بیع کے ہو تو اسکا ثمن مولائے شوہر کو دیا
جائیگا اور اگر ثمن میں بہ نسبت قیمت کے زیادتی ہو تو زیادتی مولی کی ہوگی اور اگر کچھ کمی ہو پس اگر مولائے باندی نے ضمان درک
کر لی ہو تو یہ کمی مولائے باندی پر ہوگی اور اگر ضمان درک نہ کی ہو تو باندی پر ہوگی کہ بعد آزاد ہونے کے اس سے مواخذہ کیا جائیگا
یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔ اور اگر عورت نے اپنے مرض الموت میں اپنے مہر کے عوض جو اسکا شوہر پر آتا ہے خلع لے لیا پھر وہ
عدت میں مر گئی تو شوہر کو اپنی عورت کی میراث کی مقدار و مہر مذکور کی مقدار دونوں میں سے کم مقدار ملیگی بشرطیکہ
مہر اسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو اور اگر عورت کا کچھ مال سوائے اسکے نہو تو شوہر کو عورت کے مال کی اپنے حصہ میراث
اور تہائی سے جو کم مقدار ہو وہ ملیگی اور اگر وہ انقضائے عدت کے بعد مری تو مہر مذکور کو عورت کے تہائی مال میں سے
مہر مذکور ملیگا۔ اور اگر عورت غیر مدخولہ ہو کہ اسنے اپنے مرض میں بعوض اپنے مہر کے اس سے خلع لے لیا تو ہم کہتے ہیں
کہ نصف مہر تو شوہر کے ذمہ سے بسبب طلاق قبل دخول کے ساقط ہو گیا نہ از جانب عورت اور باقی نصف مہر مذکور کو
عورت کے تہائی مال سے ملیگا اور اسی طرح اگر عورت نے اپنے مہر سے زائد پر خلع لیا ہو تو نصف مہر بسبب طلاق قبل دخول
کے ساقط ہو گیا اور باقی نصف مع زیادتی کے شوہر کو اسکے تہائی مال سے ملیگا۔ اور اگر عورت کا مرض موت نہو بلکہ وہ
مرض سے اچھی ہو گئی تو شوہر کو تمام مہر ملیگا۔ اور اگر عورت نے اپنی صحت کی حالت میں شوہر کی بیماری کی حالت میں
خلع لیا تو خلع جائز ہے جو کچھ بدل قرار پایا ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور عورت کو اس مرد کی کچھ میراث نہ ملیگی۔ اور اگر کسی
اجنبی نے بحالت شوہر کے مریض ہونے کی حالت میں شوہر سے اسکی جورو کا خلع کرا لیا کسی قدر مال معین کے عوض جسکا وہ شوہر کے واسطے
ضامن ہو گیا پس اگر شوہر اس مرض سے مر گیا تو یہ خلع اسکے تہائی مال سے جائز ہوگا اور اگر اجنبی نے یہ فعل بدون رضامندی عورت کے
شوہر کے مرض کی حالت میں کیا پس اگر قبل انقضائے عدت کے شوہر مر گیا تو عورت کو اسکی میراث ملیگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر شوہر اس
عورت کا چچازاد بھائی ہو اور عورت اسکی مدخولہ ہو چکی ہو پس اگر شوہر اس سے میراث قرابت نہ پا سکتا ہو بدین وجہ کہ مثلاً اسکا کوئی

اور عصبہ موجود ہو جو بہ نسبت شوہر کے اقرب ہو تو یہ اور صورت تنہا شوہر شخص اجنبی ہو دونوں یکسان ہین۔ اور اگر شوہر اس سے میراث قرابت پا سکتا ہو اور وہ بعد انقضائے عدت کے مر گئی تو دیکھا جائیگا کہ مقدار بدل الخلع کیا ہو اور جو اسکو عورت مذکورہ کی میراث بحق قرابت پہونچتی ہو وہ کیا ہو پس اگر بدل الخلع مقدار میراث کے مساوی یا کم ہو تو شوہر کو بدل الخلع دیا جائیگا اور اگر زیادہ ہو تو مقدار میراث سے جسقدر زائد ہو وہ شوہر کو نہ دیا جائیگا الا باجازت باقی وارثون کے۔ اور اگر عورت غیر مدخولہ ہو تو نصف مہر بسبب طلاق قبل دخول کے ساقط ہو گیا پس اس نصف کے حق مین عورت تبرع کرنے والی شمار نہ ہوگی ہان باقی نصف کی بابت وہ تبرع کرنے والی شمار ہو سکتی ہو اور باوجود اسکے وہ وارث کے حق مین تبرع ہوئی تو اس نصف کی مقدار دیکھی جائیگی اور عورت کے مال سے اسکی میراث کی مقدار پر لحاظ کیا جائیگا پس جو دونون مین سے کم ہو وہ شوہر کو دیا جائیگا۔ اور یہ سب اسوقت ہو کہ عورت اس مرض سے مر گئی ہو اور اگر اچھی ہو گئی تو جو کچھ اسنے بدل بیان کیا ہو وہ سب پورا شوہر کو دیا جائیگا گویا ایسا ہوا کہ عورت نے اسکو کچھ ہبہ کیا پھر وہ مرض سے اچھی ہو گئی یعنی پورا ہبہ صحیح ہوا یہ محیط مین ہو۔ ایک عورت کے دو چچازاد بھائی ہین اور دونون اسکے وارث ہین پھر ایک نے اس سے نکاح کیا اور دخول کر لیا پھر عورت مذکورہ نے اپنے مرض الموت مین اپنے مہر پر خلع لے لیا اور اس عورت کا کچھ مال سوائے اسکے نہین ہو پھر وہ عدت مین مر گئی تو مہر مذکور ان دونون بھائیون کے درمیان نصفا نصف ہوگا۔ اور اگر شوہر نے اسکے مہر پر طلاق دیدی پھر وہ عدت مین مر گئی تو یہ طلاق رجعی ہوگی پس شوہر کو نصف مہر بسبب حق میراث زوجیت کے ملیگا اور باقی دونون بھائیون مین نصفا نصف مشترک ہوگا یہ کافی مین ہو۔

نوان باب ظہار کے بیان مین قال المترجم ظہار کی تعریف مین کہ اسکو کہتے ہین فرمایا کہ ظہار تشبیہ دینا اپنی زوجہ کا یا اسکے کسی جزو کا جو شائع ہو یا اسکے ساتھ کل بدن سے تعبیر کیجاتی ہو محرمات ابدیہ کی ایسی چیز کے ساتھ جسکی طرف نظر حلال نہین اگرچہ حرمت ابدی بسبب رضاعت یا رشتہ صہریت کے پیدا ہوئی ہو یہ فتح القدیر مین ہو۔ چاہے زوجہ حرہ ہو یا باندی یا مکاتبہ یا مدبرہ یا ام ولد یا کتابیہ ہو یہ سراج وہاج مین ہو۔ اور شرط صحت ظہار عورت مین یہ ہو کہ وہ زوجہ ہو اور مرد مین یہ ہو کہ وہ اہل کفارہ ہو پس ذمی کا ظہار مثل طفل و مجنون کے نہین صحیح ہو یہ فتح القدیر مین ہو پس اگر کسی ایسی عورت سے نکاح کیا جسنے نکاح کی اجازت نہین دی ہو پھر اسکے ساتھ ظہار کیا پھر اسنے نکاح کی اجازت دی تو ظہار باطل ہو اور اگر غلام یا مدبر یا مکاتب نے اپنی عورت سے ظہار کیا تو اسکا ظہار صحیح ہوگا یہ سراج وہاج مین ہو پس اگر کسی نے اپنی باندی سے ظہار کیا خواہ وہ موطوءہ ہو یا غیر موطوءہ ہو تو نہین صحیح ہو یہ فتح القدیر مین ہو۔ اور اسی طرح اگر جورو کو ایسی عورت کیساتھ تشبیہ دی جسکی حرمت ابدی نہین ہو بلکہ موقت کسی وقت تک ہو جیسے مطلقہ ثلثہ تو ظہار صحیح نہوگا یہ تلخیص الجامع مین ہو۔ رکن ظہار اپنی جورو سے یہ کہنا کہ انت علی کظہر امی تو مجھپر مثل پشت میری مان کے ہو یا جو لفظ اسکے قائم مقام یا بمعنی ہو کہ اسکے معنے اس سے حاصل ہون یہ نہایہ مین ہو۔ اور اگر جورو سے کہا کہ تیرا سر مجھپر مثل ظہر میری مان کے ہو یا تیرا چہرہ یا تیری گردن یا تیری فرج تو مظاہر ہو جائیگا یعنے ظہار کرنے والا ہو جائیگا۔ اور اسی طرح اگر جورو سے کہا کہ تیرا بدن مجھپر مثل ظہر میری مان کے ہو یا تیرا آدھا یا تہائی یا تیرا نصف حصہ یا اسکے مثل کوئی جزو شائع بیان کیا تو بھی یہی حکم ہو یہ بدائع مین ہو۔ اور اگر ایسا جزو ذکر کیا جس سے تمام بدن سے تعبیر نہین کیجاتی ہو جیسے ہاتھ یا پانون تو ظہار ثابت نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اگر کہا کہ تیری پیٹھ مجھپر مثل میری مان کی پیٹھ کے ہو یا مثل اسکے پیٹ یا مثل اسکی فرج کے ہو تو یہ ظہار نہین ہو یہ جوہرہ نیرہ مین ہو۔ قال المترجم وفیہ نظر ظاہر فافہم اور اگر کہا کہ تو مجھپر مثل گھٹنے میری مان کے ہو تو قیاساً وہ مظاہر ہوگا اور اگر کہا کہ تیری مان مجھپر

مثل ران میری ماں کے ہے تو یہ ظہار نہیں ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر عورت کو اپنی ماں کے ایسے عضو سے تشبیہ دی جسکی طرف نظر کرنا اسکو حلال نہیں ہے تو یہ مثل پشت کے ساتھ تشبیہ کے ہے اور اسی طرح اگر سوائے ماں کے اور کسی عورت سے جس سے اسکو کبھی نکاح کرنا حلال نہیں ہے اپنی جورو کو تشبیہ دی جیسے بہن و پھوپھی و رضاعی ماں رضاعی بہن وغیرہ تو بھی یہی حکم ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے قال المترجم الاتری کیف صرح ہہنا بان التشبیہ لی عضو من لا یحل لہ النظر الیہ من الظہار ہذا الفرج من تلک الاعضاء فانظر منی لا یدفع لہ علی بامر فافہم۔ اور اگر عورت کو ایسی چیز سے تشبیہ دی جسکی طرف اسکو نظر حلال ہے جیسے بال و چہرہ و ہاتھ و پانوں تو یہ ظہار نہیں ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر مرد نے کہا کہ تو مجھپر مثل پشت میری ماں کے ہے تو مظاہر ہو جائیگا خواہ عورت مدخولہ ہو یا نہو اور اگر کہا کہ مثل پشت میری دختر کے ہے پس اگر مدخولہ ہو تو مظاہر ہوگا ورنہ نہیں یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر اپنی جورو کو اپنے باپ یا بیٹے کی جورو سے تشبیہ دی تو ظہار ہے خواہ باپ یا بیٹے نے اپنی جورو سے دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ اور اگر اپنی جورو کو ایسی عورت سے تشبیہ دی جس سے اسکے باپ یا بیٹے نے زنا کیا ہے تو امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ یہ ظہار ہوگا اور یہی صحیح ہے قال المترجم اگر فتوی یا جاوے کہ ظہار نہوگا تو مفتی کی فقاہت کی دلیل ہے بنظر زمانہ موجودہ واللہ اعلم۔ اور اگر اپنی جورو کو ایسی عورت کی ماں یا بیٹی سے تشبیہ دی جس سے زنا کیا ہے تو ظہار ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر شہوت سے کسی اجنبیہ کا بوسہ لیا یا شہوت سے اسکی فرج کو دیکھا پھر اپنی جورو کو اسکی دختر سے تشبیہ دی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک یہ شخص مظاہر نہوگا اور افعال مذکورہ وطی کے مثل نہیں ہیں یہ محیط میں ہے۔ اور ظہار کا حکم یہ ہے کہ تا وقت ادائے کفارہ تمام و کمال وطی و اسکی دواعی حرام ہیں یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر قبل کفارہ ادا کرنے کے اس عورت سے وطی کی تو اللہ تعالی سے استغفار کرے اور کچھ اسپر واجب نہیں ہے سوائے پہلے کفارہ کے اور دوبارہ وطی نہ کرے یہانتک کہ کفارہ ادا کردے یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر عورت سے ظہار کیا پھر اسکو طلاق بائن دیدی پھر اس سے نکاح کر لیا تو اسکی وطی و استمتاع حلال نہوگی یہانتک کہ کفارہ ادا کرے اور اسی طرح اگر اسکی زوجہ باندی ہو اور اس سے ظہار کیا پھر اسکو خرید لیا حتی کہ بسبب ملک یمین کے نکاح باطل ہو گیا تو بھی اسکی وطی و استمتاع جب تک کہ کفارہ نہ ادا کرے حلال نہیں ہے۔ اسی طرح اگر عورت حرہ ہو پھر وہ اسلام سے مرتد ہو گئی اور دار الحرب میں جا ملی پھر قید ہو کر دار الاسلام میں آئی پھر مرد ظہار کنندہ نے اسکو خرید لیا تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر عورت سے ظہار کیا پھر خود اسلام سے مرتد ہو گیا تو بھی امام اعظم رحمہ کے نزدیک یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر عورت کو تین طلاق دیدیں پھر اسنے دوسرے شوہر سے نکاح کیا پھر وہ اول شوہر کے نکاح میں آئی تو پہلے کفارہ ادا کر دینے کے بغیر اسکی وطی جائز نہیں ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر ایک ساتھ دونوں مرتد ہو گئے پھر دونوں اسلام لائے تو امام ابو حنیفہ رحمہ کے قول میں وہ دونوں اپنے ظہار پر ہونگے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور یہ سب ظہار مطلق اور ظہار مؤبد میں ہے اور رہا ظہار موقت جیسے کسی قدر مدت معلوم مثل ایک روز یا ایک مہینہ یا ایکسال کے واسطے ظہار کیا تو ایسے ظہار موقت میں اگر اسنے اس مدت کے اندر اس سے قربت کی تو اسپر کفارہ لازم آویگا اور اگر اس سے قربت نہ کی یہانتک کہ یہ مدت گذر گئی تو اسکے ذمہ سے کفارہ ساقط ہو جائیگا اور ظہار باطل ہوگا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اور عورت کو اختیار ہے کہ ظہار کرنیوالے سے وطی کا مطالبہ کرے اور عورت پر واجب ہے کہ اپنے ساتھ استمتاع سے اسکو مانع ہو یہانتک کہ وہ کفارہ ادا کرے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر ظہار کرنیوالے نے کفارہ ادا نہ کیا اور یہ معاملہ قاضی کے سامنے بطور نالش پیش ہوا تو قاضی اسکو

قید کریگا تاکہ کفارہ ادا کرے یا عورت کو طلاق دے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر ظہار کرنے والے نے کہا کہ میں نے کفارہ ادا کر دیا ہے تو اسکی تصدیق کیجائیگی جب تک اسکا دروغ معلوم نہو یہ نہر الفائق میں ہے۔ اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ تو مجھپر مثل ظہر میری ماں کے ہے تو مظاہر ہو جائیگا چاہے اُسنے ظہار کی نیت کی ہو یا اسکی کچھ نیت اصلا نہو اور نیز اگر اُسنے کرامت یا منزلت یا طلاق یا تحریم بقسم کی نیت کی ہو تو بھی ظہار کے سواے کچھ نہو گا۔ اور اگر اُسنے کہا کہ میں نے زمانہ ماضی کے اخبار دروغ کی نیت کی تو قضاءً اُسکے قول کی تصدیق نہو گی اور عورت کو بھی روا نہیں ہے کہ اُسکے قول کی تصدیق کرے جیسے قاضی کو تصدیق کرنا روا نہیں ہے۔ اور فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اُسکے قول کی تصدیق ہو گی اور اسی طرح اگر اُسنے کہا کہ میں تجھ سے مظاہر ہوں یا ظاہرتک یعنی میں نے تجھ سے مظاہرت کی تو وہ مظاہر ہو گا خواہ اُسنے ظہار کی نیت کی ہو یا اُسکی کچھ نیت نہو اور جو کچھ وہ نیت کریگا سواے ظہار کے اور کچھ نہو گا اور اگر اُسنے زمانہ ماضی کے خبر دروغ کی نیت کی ہو تو قضاءً تصدیق نہو گی اور دیانۃً تصدیق ہو گی اور اسی طرح اگر اُسنے کہا کہ تو مجھپر مثل پیٹ میری ماں کے ہے یا مثل ران میری ماں کے ہے یا مثل فرج میری ماں کے ہے تو یہ قول اور تو مجھپر مثل پشت میری ماں کے ہے دونوں یکساں ہیں یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر کہا کہ انت منی کظہر امی او عندی او معی یعنی تو مجھ سے یا میرے نزدیک یا میرے ساتھ مثل ظہر میری ماں کے ہے تو وہ مظاہر ہو گا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو میری ماں ہے تو مظاہر نہو گا مگر لائق ہے کہ یہ مکروہ ہو[یعنی مکروہ تحریمی ۱۲]۔ اور اسی طرح اگر کہا کہ اے میری دختر یا اے میری بہن یا مثل اسکے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ تو مجھپر مثل میری ماں کے ہے یا مانند میری ماں کے ہے پس نیت کر کے کہا اور طلاق کی نیت کی تو طلاق بائن واقع ہو گی اور اگر کرامت یا ظہار کی نیت کی تو اسکی نیت کے موافق ہو گا یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر اسکی کچھ نیت نہو تو امام اعظم رح کے قول پر اسپر کچھ لازم نہو گا بسبب لفظ کو معنی کرامت پر محمول کرنے کے یہ جامع صغیر میں ہے قال المترجم اسمیں اشارہ ہے کہ اس حکم میں صاحبین رح کا خلاف ہے لہذا غایۃ البیان میں کہا کہ صحیح قول امام اعظم ہے انتہی اور اگر تحریم کی نیت کی تو اسمیں روایات مختلف ہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ سب کے نزدیک ظہار ہو گا اور اگر اُسنے یوں کہا کہ تو مثل میری ماں کے ہے اور یہ نہ کہا کہ مجھپر یا میرے نزدیک اور کچھ نیت نہیں کی تو بالاتفاق اسپر کچھ لازم نہ آویگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ اگر میں نے تجھ سے وطی کی تو اپنی ماں سے وطی کی تو اسپر کچھ لازم نہ آویگا[اگرچہ کلام مکروہ ہے ۱۲] یہ غایۃ السروجی میں ہے۔ اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو مجھپر حرام ہے مثل میری ماں کے اور طلاق یا ظہار یا ایلاء کی نیت کی تو اسکی نیت کے موافق ہو گا[استغفار کرے مکروہ ہے ۱۲] اور اگر کچھ نیت نہ کی تو امام محمد رح کے قول میں ظہار ہو گا اور شیخ خصاف رح نے ذکر فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رح کے مذہب کے موافق بھی صحیح وہی ہے جو امام محمد رح نے فرمایا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو مجھپر حرام ہے مثل پشت میری ماں کے اور طلاق یا ایلاء کی نیت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک ظہار کے سواے کچھ نہو گا اور صاحبین رح کے نزدیک طلاق ہو گی اور اگر اُسنے تحریم کی نیت کی یا کچھ نیت نہیں کی تو بالاجماع ظہار ہو گا۔ اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو مجھپر مثل پشت میرے باپ کے ہے یا مثل پشت میرے قریب کے ہے یا مثل پشت کسی مرد اجنبی کے بیان کیا تو مظاہر نہو گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ کفرج ابی و کفرج ابنی مثل فرج میرے باپ یا مثل فرج میرے بیٹے کے ہے تو مظاہر ہو گا قال المترجم فرج کا لفظ عرب میں شرمگاہ مرد و عورت دونوں پر اطلاق ہوتا ہے فافہم اور عورت اپنے شوہر سے مظاہرہ نہیں ہوتی ہے یہ امام محمد رح کا قول ہے اور اسی پر فتوے ہے اور یہی صحیح ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور ظہار کی شرط یہ ہے کہ شوہر اہل کفارہ میں سے ہو پس

ذمی کا ظہار مثل طفل و مجنون کے صحیح نہوگا۔ اور اگر ظہار کیا پھر مجنون ہوگیا پھر اسکو افاقہ ہوا تو اپنے ظہار پر برقرار رہیگا
یہانتک کہ افاقہ حاصل ہونے کے سبب سے ظہار نے عود کیا ہو یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور منجملہ شرائط ظہار کے یہ ہے کہ معتوہ
نہو اور بیہوش نہو اور برسام کا مریض نہو اور مغمی علیہ نہو اور خواب میں سویا ہوا نہو پس ان لوگوں کا ظہار صحیح نہیں
ہے اور یہ شرط نہیں ہے کہ اسنے بجد ظہار کیا ہو حتی کہ ہزل کے ساتھ ظہار کرنے والا بھی مظاہر ہوگا اسی طرح طوعًا و جبرًا ہونا
صحت ظہار کے واسطے ہمارے نزدیک شرط نہیں ہے پس مکرہ کا ظہار یعنی جسنے باکراہ ظہار کیا اور خطاءً کرنے والا مظاہر ہوگا
جیسے کہ اسکی طلاق صحیح ہوتی ہے ظہار بھی صحیح ہوگا۔ اسی طرح شرط خیار سے خالی ہونا بھی ہمارے نزدیک شرط نہیں ہے
پس جسنے شرط خیار کے ساتھ ظہار کیا اسکا ظہار صحیح ہوگا یہ بدائع میں ہے۔ قال المترجم یعنی شرط باطل و ظہار صحیح ہوگا
فافہم۔ اور جو شخص نشہ میں ہے اسکا ظہار لازم ہوگا اور گونگے کا ظہار اگر بذریعہ تحریر ہو یا بذریعہ اشارہ کہ سمجھ میں آوے اور اسنے
نیت کی ہو تو لازم ہے جیسے طلاق میں حکم ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ مجوسیہ کا شوہر مسلمان ہوگیا اور قبل اسکے کہ اسکی جورو پر
اسلام پیش کیا جاوے اسنے مجوسیہ سے ظہار کر لیا تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ وہ اہل کفارہ میں سے ہوگیا ہے یہ بحر الرائق میں
ہے۔ اور واضح رہے کہ ظہار موجب نقصان عدد اور موجب بینونت نہیں ہوتا ہے اگرچہ مدت طویل ہوجاوے یہ
تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر جورو صغیرہ ہو یا رتقاء ہو یا قرناء ہو یا حائض ہو یا نفاس میں ہو یا مجنونہ ہو یا غیر مدخولہ
ہو ان میں سے ظہار ہر ایک سے صحیح ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے۔ اور اگر عورت کو طلاق رجعی دیدی پھر اس سے عدت کے اندر ظہار
کیا تو ظہار صحیح ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور جس عورت کو تین طلاق دے چکا ہے اور جسکو بائنہ کر چکا ہے اور جسکو خلع دیدیا
ہے اس سے ظہار نہیں صحیح ہے اگرچہ عدت میں ہو یہ بدائع میں ہے۔ اور ظہار کے ساتھ ملا کر اپنی جورو کو طلاق دیدی تو بالاجماع
اسپر کفارہ لازم نہوگا کیونکہ عود منتفی ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور اگر اپنی عورت سے یوں کہا کہ تو مجھپر مثل ظہر میری ماں کے ہے کل
کے روز یا بعد کل کے روز کے تو یہ ایک ہی ظہار ہے اور اگر یوں کہا کہ تو مجھپر مثل ظہر میری ماں کے ہے کل کے روز اور جب
پرسوں کا روز آوے تو یہ دو ظہار ہیں پس اگر آج کے روز کفارہ دیدیا تو یہ پرسوں کے واسطے کافی نہوگا یہ محیط میں ہے
اور اگر کہا کہ تو مجھپر مثل پشت میری ماں کے ہے ہر روز تو یہ ایک ہی ظہار ہوگا کہ ایک ہی کفارہ سے باطل ہوجائیگا۔
اور اگر عورت سے کہا کہ تو مجھپر مثل پشت میری ماں کے ہے ہر دن میں تو ہر دن آنے پر ظہار جدید ہوتا جاویگا پھر جب
ایک روز گذر جائیگا تو اس روز کا ظہار باطل ہوجائیگا اور دوسرے روز میں مظاہر ہوجائیگا اور یہ جدید ظہار ہوگا اسی طرح
دن ہی دن میں ہر روز ایسا ہی ہوتا رہیگا مگر اسکو اختیار ہوگا کہ رات میں عورت سے قربت کرے یہ کافی میں ہے۔ اور
اگر کہا کہ تو مجھپر مثل پشت میری ماں کے ہے ہر روز از روے ظہار کے تو ہر روز ظہار جدید پیدا ہوگا پس ہر روز وہ مظاہر
ہوگا اور ہر روز جب نیا دن آویگا تو ظہار جدید پیدا ہوگا پھر جب یہ روز گذر جائیگا تو اس روز کا ظہار باطل ہوجائیگا
اور دوسرے دن پھر وہ مظاہر ہوجائیگا بظہار جدید مگر اسکو اختیار رہیگا کہ چاہے رات میں عورت سے قربت کرے اور اگر
اسنے ایک روز کفارہ دیدیا تو اسی روز کا ظہار باطل ہوگا اور دوسرے روز پھر جدید ظہار آجائیگا۔ اور اگر کہا کہ تو مجھپر مثل
پشت میری ماں کے ہے ہر بار جبکہ روز آوے تو جب کوئی دن آویگا تو مرد مذکور اس عورت سے مظاہر ہوجائیگا اور اس
روز کا ظہار اس روز کے گذرنے سے منتہی نہوجائیگا اور اسی طرح جب دن آتا جائیگا تو وہ جدید ظہار دیگر سے بھی مظاہر ہوتا جائیگا
یعنی باوجود اول ظہار کے باقی رہنے کے اور سواے کفارہ کے اسکو کوئی باطل نہیں کرسکتا ہے یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے۔

منتقی میں لکھا ہے کہ اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو مجھپر مثل پشت میری ماں کے ہے ماہ رمضان پورا اور پورا رجب۔ پھر اُسنے رجب میں کفارہ دیدیا تو اُس سے رجب کا ظہار اور رمضان کا ظہار استحساناً ساقط ہو جائیگا اور یہ ایک ہی ظہار ہوگا اور اگر اُس نے شعبان میں کفارہ دیا تو جائز نہیں ہے اور فرمایا کہ آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ تو مجھپر مثل پشت میری ماں کے ہے ہمیشہ الابد ورجمعہ پھر کفارہ دیا پس اگر روز (یعنی جمعہ) استثنا میں کفارہ دیا تو کافی نہوگا اور اگر ایسے روز دیا جس روز وہ مظاہر ہے تو سب ایام کے واسطے کافی ہوگا۔ اور اگر کسی مرد نے اپنی جورو سے ظہار کیا پھر دوسرے مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ تو مجھپر ایسی ہے جیسے فلان کی جورو فلان پر ہے تو وہ اپنی جورو سے مظاہر ہو جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اپنی جورو سے ظہار کیا پھر اس عورت کے ساتھ دوسری جورو کو شریک کر دیا یا کہا کہ تو مجھپر ایسی ہے جیسی یہ حالانکہ اسکی نیت ظہار کی تھی تو صحیح ہے اسی طرح اگر مظاہرہ عورت کے مرنے کے بعد یا کفارہ دینے کے بعد کہا تو بھی بہ نیت مذکورہ دوسری سے مظاہر ہو جائیگا یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اور اگر اُسنے تیسری جورو سے کہا کہ میں نے تجھکو ان دونون کے ظہار میں شریک کیا تو وہ تیسری جورو سے بدونہا مظاہر ہو جائیگا یہ تہذیب میں ہے۔ اور اگر کسی نے اپنی جوروؤن سے کہا کہ تم مجھپر مثل ظہر میری ماں کے ہو تو وہ سب سے مظاہر ہو جائیگا اور اسپر ہر ایک کے واسطے ایک کفارہ واجب ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور اپنی عورت سے کئی بار ایک مجلس میں یا کئی مجلسون میں ظہار کیا تو اسپر ہر ظہار کے واسطے کفارہ لازم ہوگا الا آنکہ وہ پہلے ہی ظہار کو مراد لے جیسا کہ اسبیجابی وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور بعض نے کہا کہ مجلس واحد اور مجالس متعددہ میں فرق ہے لیکن اظہر قول اول ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور ظہار کی تعلیق اپنی جورو کے ساتھ صحیح ہے چنانچہ اگر کہا کہ اگر تو اس دار میں داخل ہوئی یا تو نے فلان سے کلام کیا تو تو مجھپر مثل پشت میری ماں کے ہے تو ظہار و تعلیق صحیح ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر کسی اجنبیہ سے کہا کہ جب میں تجھ سے نکاح کرون تو تو مجھپر مثل پشت میری ماں کے پھر اس سے نکاح کیا تو مظاہر ہو جائیگا اور اگر اجنبیہ عورت سے کہا کہ جب میں تجھ سے نکاح کرون تو تو طالقہ ہے اور کہا کہ جب میں تجھ سے نکاح کرون تو تو مجھپر مثل پشت میری ماں کے ہے پھر اس سے نکاح کیا تو طلاق و ظہار دونون لازم آوینگے اسواسطے کہ ان دونون کا وقوع ایک ہی حالت میں ہوسکتا ہے۔ اور اسی طرح اگر کہا کہ جب میں تجھسے نکاح کرون تو تو مجھپر مثل پشت میری ماں کے ہے اور تو طالقہ ہے پھر اس سے نکاح کیا تو دونون لازم آوینگے۔ اور اگر کہا کہ جب میں تجھسے نکاح کرون تو تو طالقہ ہے اور تو مجھپر مثل پشت میری ماں کے ہے پھر اس سے نکاح کیا تو طلاق لازم آویگی اور ظہار لازم نہ آویگا یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر اجنبیہ عورت سے کہا کہ تو مجھپر مثل ظہر میری ماں کے ہے اگر تو اس دار میں داخل ہوئی تو صحیح نہیں ہے حتی کہ اگر اس سے نکاح کیا اور وہ اس دار میں داخل ہوئی تو بالاجماع قول مذکور کی وجہ سے مظاہر نہوگا۔ اگر ظہار کو کسی شرط پر معلق کیا پھر قبل شرط پائی جانے کے عورت کو بائنہ کر دیا پھر اسکی عدت میں یہ شرط پائی گئی تو ظہار واقع نہوگا یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو مجھپر مثل پشت میری ماں کے ہے انشاء اللہ تعالی تو ظہار نہوگا اور اگر کہا کہ تو مجھپر مثل ظہر میری ماں کے ہے اگر فلان نے چاہا یا یون کہ تو مجھپر مثل پشت میری ماں کے ہے اگر تو نے چاہا تو یہ چاہنا اسی مجلس تک کے واسطے ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ اگر میں نے تجھسے قربت کی تو تو مجھپر مثل ظہر میری ماں کے ہے تو ایلاء کرنے والا ہوگا پس اگر اسکو چار مہینہ تک چھوڑ دیا تو بوجہ ایلاء کے بائنہ ہو جائیگی اور اگر چار مہینہ کے اندر اُس سے وطی کی تو ظہار لازم ہو جائیگا۔ اور جس صورت میں کہ بوجہ ایلاء کے بائنہ ہو گئی پھر اس سے نکاح کیا پھر قربت کی تو بھی مظاہر ہوگا یہ مبسوط میں ہے

دسوان باب۔ کفارہ کے بیان مین۔ مظاہر پر کفارہ جب ہی واجب ہوتا ہے جب بعد ظہار کے عورت سے وطی کا قصد
کیا اور اگر اس امر پر راضی ہوا کہ عورت مذکورہ مظاہر پر حرام باقی رہے بسبب ظہار کے اور اسکی وطی کا عزم نہ کیا تو اسپر
کفارہ واجب نہوگا۔ اور جب اس نے عورت کی وطی کا عزم کیا اور اسپر کفارہ واجب ہوا تو وہ کفارہ دینے پر مجبور
کیا جائیگا پھر اگر اسکے بعد اُسنے عزم کیا کہ اس سے وطی نہ کریگا تو کفارہ اسکے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور اسی طرح اگر
بعد عزم کے دونون مین سے کوئی مر گیا تو بھی ساقط ہو جائیگا یہ تبیین مین ہے۔ کفارہ ظہار یہ ہے کہ ایک بردہ جو
مملوک ہو جو اسکی ملک ہو اور جو منافع چاہیئے ہین اسکی جنس کے موجود ہون بہ نیت کفارہ کے ساتھ بلا عوض آزاد کرے
کذا فی الجوہرۃ النیرۃ خواہ یہ بردہ کافر ہو یا مسلمان ہو خواہ مذکر ہو یا مونث ہو خواہ صغیر ہو یا کبیر ہو یہ شرح نقایہ برجندی
مین ہے اور جب نصف بردہ آزاد کیا پھر قبل جماع کے باقی نصف بھی آزاد کر دیا تو اسکے کفارہ سے جائز ہوگا اور اگر جماع کے
بعد باقی نصف آزاد کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اسکے کفارہ سے جائز نہوگا۔ اور اگر ایک غلام دو آدمیون مین مشترک ہو
اور انمین سے ایک نے اپنا حصہ اپنے کفارہ سے آزاد کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک کفارہ سے روا نہوگا خواہ یہ شریک موسر
یا معسر ہو۔ اور اگر اپنا غلام آزاد کیا اور اپنے کفارہ سے آزاد کرنے کی نیت نہ کی یا بعد آزاد کرنے کے نیت کی تو کفارہ سے
جائز نہوگا یہ سراج وہاج مین ہے۔ اور اگر دو بردون مین سے نصف آزاد کیا مثلاً اسکے اور اسکے شریک کے درمیان دو غلام
مشترک ہین انمین سے نصف اپنا حصہ آزاد کیا تو نہین جائز ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور بہرا کفارہ ظہار سے جائز ہے اگر کچھ سنتا
ہو اور اگر کچھ بھی نہ سنتا ہو تو نہین جائز ہے یہی مختار ہے یہ غایۃ البیان مین ہے۔ اور گونگے کا آزاد کرنا کفارہ ظہار سے نہین
جائز ہے اسواسطے کہ ایک جنس منفعت یعنی بولنا فوت ہے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر منفعت مین خلل ہو تو وہ جائز ہونے سے مانع
نہین ہے حتی کہ عور اور جسکا ایک ہاتھ اور دوسری طرف کا ایک پاؤن کٹا ہوا ہو جائز ہے بخلاف اسکے اگر ایک ہاتھ
اور ایک پاؤن ایک ہی طرف سے کٹا ہوا ہو وہ نہین جائز ہے یہ ہدایہ مین ہے۔ اور جسکے دونون ہاتھ شل ہون وہ نہین روا
ہے کیونکہ اس جنس کی منفعت معدوم ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور مجبوب کا آزاد کرنا جائز ہے۔ اور اندھے کا یا جسکے دونون ہاتھ
یا دونون پاؤن کٹے ہوئے ہون آزاد کرنا نہین جائز ہے۔ اور مدبر و ام ولد کا تحریر کرنا نہین جائز ہے اسواسطے کہ یہ ایک
وجہ سے آزاد ہین اور ایسے مکاتب کا آزاد کرنا جسنے کچھ بدل کتابت ادا کیا ہے نہین جائز ہے اور اگر مکاتب نے کچھ بدل کتابت
ہنوز ادا نہ کیا ہو آزاد کرے تو جائز ہے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر مکاتب ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو گیا پھر اسکو کفارہ ظہار
سے آزاد کیا تو جائز ہے خواہ اُسنے کچھ بدل کتابت ادا کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ شرح طحاوی مین ہے۔ اور اگر خصی ہو یا اسکے ہر دو کان کٹے
ہوئے ہون یا ذکر کٹا ہوا ہو تو ہمارے نزدیک اسکا آزاد کرنا جائز ہے اور جسکا انگوٹھا دونون ہاتھون کا کٹا ہوا ہو وہ نہین
جائز ہے اسی طرح اگر ہر ہاتھ مین سے تین انگلیان کٹی ہوئی ہون تو نہین جائز ہے یہ نہایہ مین ہے۔ اور اگر سوائے دونون
انگوٹھون کے اور دو انگلیان کٹی ہون تو جائز ہے اگرچہ ہر ہاتھ مین سوائے انگوٹھے کے دو انگلیان کٹی ہون۔ اور جسکے
دانت گر گئے ہون کہ وہ کھانے سے عاجز ہو تو نہین جائز ہے یہ فتح القدیر مین ہے۔ رتقا و قرنا و عمشا و برصا و مدارہ کئی
دکھنا جائز ہے یہ بحر الرائق مین ہے۔ اور عشوا و مجروح و عنین جائز ہے یہ فتاوی سراجیہ مین ہے۔ اور جسکی پلکین جاتی رہی ہون
اور داڑھی کے بال نابود ہون وہ جائز ہے اور نیز ہو مقعد کٹا جائز ہے بشرطیکہ کھانے پر قادر ہو اور مجنون مغلوب نہین جائز ہے اور
اگر کبھی جنون ہو جاتا ہو اور کبھی افاقہ پس حالت افاقہ مین اسکو آزاد کر دیا تو جائز ہے اور اسی طرح جو مریض کہ بیمار ہو

نہیں جائز ہی اور اگر ایسا ہو کہ اسکی موت کا بھی خوف ہوا اور امید زندگی بھی ہو یعنی شاید اچھا ہو جاوے تو جائز ہی
اور مدقوق بعضے مشائخ کے نزدیک جائز اور بعض کے نزدیک نہیں جائز ہی اور مقعد بلا خلاف جائز ہی یہ محیط میں ہی اور
اسبیجابی نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ اگر ایسا غلام کفارہ ظہار سے آزاد کیا جسکا خون حلال ہی کہ اسکا حکم ہوگیا ہی پھر
اس سے خون عفو کر دیا گیا تو جائز نہوگا یہ فتح القدیر و نہایہ میں ہی - اور کرخی نے مختصر میں ذکر فرمایا ہی کہ اگر غلام جسکا خون
حلال ہی کفارہ ظہار سے آزاد کیا تو جائز ہی یہ شرح مبسوط سرخسی میں ہی - اور اگر کچھ مال پر اپنا غلام بہ نیت کفارہ آزاد کیا تو
کافی نہوگا اگرچہ مال عوض ساقط کر دیا ہو - اور جو غلام بھاگ گیا ہی اگر معلوم ہو کہ وہ زندہ ہی تو اسکا آزاد کرنا کفارہ
سے جائز ہی یہ محیط میں ہی اور نہایت بڈھا جو عاجز ہو گیا ہی کفارہ سے نہیں جائز ہی اور جو غائب کہ اسکی خبر منقطع ہو وہ بھی
نہیں جائز ہی یہ غایۃ السروجی میں ہی - اور اگر دو دو بیٹے ہوئے کہ اپنے کفارہ سے آزاد کر دیا تو جائز ہی اور اگر وہ جو اسکی
باندی کے پیٹ میں ہی کفارہ سے آزاد کیا تو کفارہ سے جائز نہوگا یہ سراج وہاج میں ہی - اور جسکا ایک طرف
کا دھڑ رہگیا ہو کفارہ سے نہیں جائز ہی اور لنجا اور جسکو گنٹھیا مار گئی ہو نہیں جائز ہی - اور اگر کفارہ ظہار سے اپنا
غلام آزاد کیا درحالیکہ وہ مریض ہی اور یہ غلام اسکے تہائی مال سے برآمد نہیں ہوتا ہی پھر خود مرگیا تو غلام مذکور اسکے کفارہ سے
جائز نہوگا اگرچہ وارثوں نے اسکی اجازت دیدی ہو اور اگر مرض سے اچھا ہو گیا تو جائز ہی یہ تاتارخانیہ میں ہی - اور
اگر غلام حربی کو دار الحرب میں اپنے کفارہ ظہار سے آزاد کیا تو جائز نہوگا اور اگر دار الاسلام میں اسکو آزاد کیا تو کافی ہی
یہ شرح مبسوط سرخسی میں ہی - اور اگر بدون اسکے فعل و دخل کے کوئی ذی رحم محرم اسکا اسکی ملک میں داخل ہوا
جیسے وہ کسی ذی رحم محرم کا وارث ہوا تو بالاجماع اسکے کفارہ ظہار سے اسکا آزاد کرنا جائز نہوگا - اور اگر اسکے فعل سے
اسکی ملک میں داخل ہوا پس اگر اپنے فعل کے ساتھ اُسنے یہ نیت کی ہو کہ یہ میرے کفارہ سے آزاد ہوگا تو ہمارے نزدیک
جائز ہی یہ سراج وہاج میں ہی - اور اگر اُس نے ایسا غلام آزاد کیا جسکو کسی نے غصب کر لیا تھا تو وہ اسکے کفارہ سے جائز
ہوجائیگا جب کہ وہ اسکو واپس مل جاوے - اور اگر غاصب نے دعوی کیا کہ اسنے مجھے یہ غلام ہبہ کر دیا تھا اور جحود کئے
گواہ قائم کئے اور حاکم نے اسکے واسطے غلام مذکور کا حکم دیدیا تو کفارہ سے اسکا آزاد کرنا کافی نہوگا یہ بحر الرائق میں ہی
اور اگر غلام مقروض کو کفارہ سے آزاد کیا تو جائز ہی اگرچہ اسپر قرضکے واسطے سعایت واجب ہی اسی طرح اگر غلام
مرہون کو اپنے کفارہ سے آزاد کیا تو جائز ہی اگرچہ راہن مذکور تنگدست ہو اور غلام مذکور قرضہ کے واسطے سعایت
کریگا یہ شرح مبسوط سرخسی میں ہی - اور اگر کسی نے اپنا غلام کسی دوسرے کے کفارہ سے بدون اسکے حکم کے آزاد کیا تو
بالاتفاق نہیں جائز ہی اور اس غلام کا عتق اس آزاد کرنے والے کی طرف سے واقع ہوگا اور اگر غیر نے اسکو اس کام
کا حکم کیا ہو پس اگر یوں کہا کہ اپنا غلام میری طرف سے آزاد کر دے اور کچھ معاوضہ کا ذکر نہیں کیا تو اسکا آزاد ہونا
آزاد کرنے والے کی طرف سے واقع ہوگا یہ امام اعظم و امام محمد رح کا قول ہی اور اگر یوں کہا کہ اپنے غلام کو میری
طرف سے ہزار درم پر آزاد کر دے تو اس غیر کی طرف سے عتق واقع ہوگا یہ سراج وہاج میں ہی - اور اگر کسی کو وکیل
کیا کہ میرے باپ کو میرے واسطے خرید کرے پس اسکو بعد ایک ماہ کے میرے کفارہ ظہار سے آزاد کر دے پس وکیل نے
اسکو خریدا تو آزاد ہوجائیگا جیسے اسکے خود خریدنے کی صورت میں ہی مگر موکل کے کفارہ ظہار سے جائز ہو جائیگا یہ
فتاوی قاضی خان میں ہی - اور جس شخص پر دو کفارے دو ظہار کے واجب ہوئے پس اس نے دو بردے آزاد کیے اور کسی کو

کسی خاص کفارہ کے واسطے تعیین نہیں کیا تو یہ اُسکے دونوں کفاروں سے جائز ہونگے اور اسی طرح اگر اُسنے چار ماہ کے
روزہ رکھ لیے یا ایک سو بیس مسکینوں کو کھانا دیدیا تو جائز ہے اور اگر اُسنے دونوں ظہاروں سے ایک بردہ آزاد کیا
یا دو مہینے کے روزہ رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا دیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ دونوں ظہاروں میں سے جسکا کفارہ چاہے قرار
دیوے۔ اور اگر اُسنے ایک ظہار سے بردہ آزاد کیا اور دو قتل کیا گیا تو دونوں میں سے کسی سے جائز نہوگا یہ ہدایہ میں
ہے۔ اور یہ اسوقت ہے کہ رقبہ مومنہ ہو اور اگر کافرہ ہو تو اُسکے ظہار سے جائز ہو جائیگا یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر اپنی
چار عورتوں سے ظہار کیا پس اُسنے ایک بردہ آزاد کیا اور اُسکی ملک میں اور نہیں ہے پھر چار مہینے کے پے در پے روزے رکھے پھر
بیمار ہوگیا اور اُسنے ساٹھ مسکینوں کا کھانا دیا اور اُسنے کسی ایک کی خصوصیت کسی ظہار سے نہیں کی تو سب عورتوں
کی طرف سے یہ تمام کفارہ استحسانًا صحیح ہو جائیگا۔ اور اگر مظاہر سے اسکی عورت بائنہ ہوگئی پھر اُسنے اسکا کفارہ ادا کیا حالانکہ
وہ دوسرے شوہر کی تحت میں ہے یا مرتد ہوکر دار الحرب میں چلی گئی ہے تو کفارہ اسکے ظہار سے ادا ہو جائیگا۔ اور اگر شوہر مرتد
ہوگیا پھر اُسنے اپنا ایک غلام اپنے کفارۂ ظہار سے آزاد کیا پھر وہ مسلمان ہوگیا تو یہ عتق اُسکے کفارہ سے جائز ہو جائیگا اور یہ
اصح ہے یہ شرح مبسوط میں ہے۔ اور اگر کسی غلام سے کہا کہ اگر میں نے تجھے خرید کیا تو تو آزاد ہے پھر اسکو بہ نیت کفارۂ ظہار خرید
کیا تو وہ ظہار سے جائز نہوگا اور اگر اُسنے قسم کے وقت یوں کہا کہ تو میرے کفارۂ ظہار سے آزاد ہے تو ایسی صورت میں
کفارۂ ظہار سے جائز ہوگا۔ اور اگر اُسنے کسی غلام سے کہا کہ اگر میں نے تجھے خریدا تو تو میرے کفارۂ قسم سے آزاد ہے یا کہا کہ
تطوعًا آزاد ہے پھر اسکو بہ نیت کفارۂ ظہار خریدا تو وہ ظہار سے آزاد نہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر میں نے اسکو خریدا تو
یہ تطوعًا آزاد ہے پھر کہا کہ اگر میں نے اسکو خریدا تو یہ میرے کفارۂ ظہار سے آزاد ہے پھر اسکو خرید کیا تو وہ تطوعًا آزاد ہوگا
اور عتق کے واسطے وہی جہت متعین ہوگی جو اُسنے پہلے بیان کی ہے اور وہ کسی گفتگو کے لاحق کرنے سے فسخ نہوگی اور علی ہذا
اگر یوں کہا کہ اگر میں نے اسکو خریدا تو یہ میرے کفارۂ ظہار سے آزاد ہے پھر کہا کہ اگر میں نے اسکو خریدا تو یہ میرے
کفارۂ قسم سے آزاد ہے پھر اسکو خرید کیا تو وہ کفارہ ظہار سے آزاد ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر میں نے اس غلام کو
خریدا تو یہ میرے کفارۂ ظہار فلانہ عورت سے آزاد ہے پھر کہا کہ اگر میں نے اسکو خریدا تو یہ میرے کفارہ ظہار فلانہ عورت
عورت دیگر سے آزاد ہے پھر اسکو خرید کیا تو وہ پہلی عورت کے کفارہ سے آزاد ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے گمان کیا کہ
میں نے ہندہ اپنی جورو سے ظہار کیا ہے پس اسکا کفارہ دیا پھر ظاہر ہوا کہ اسنے سلمی سے ظہار کیا تھا تو کفارہ مذکور اسکے
واسطے کافی نہوگا یہ عتابیہ میں ہے۔ اگر مظاہر نے آزاد کرنے کے واسطے بردہ نہ پایا تو اُسکا کفارہ یہ ہے کہ دو مہینے پے درپے
روزہ رکھے جسمیں ماہ رمضان نہو اور روز فطر درمیان میں نہ آوے اور یوم نحر و ایام تشریق درمیان میں نہ پڑیں یہ
غایۃ البیان میں ہے اور اگر کفارہ روزے سے ادا کرتا تھا اور اُسنے دن میں اپنی اس عورت سے جس سے ظہار کیا ہے
بھولے سے جماع کر لیا یا رات میں عمدًا یا بھولے سے جماع کر لیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک از سر نو روزے
شروع کرے اور اگر دن میں عمدًا جماع کر لیا تو بالاتفاق از سر نو روزے شروع کرے یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر
اس عورت سے جس سے ظہار کیا ہے جماع نہ کیا بلکہ دوسری جورو سے جماع کیا پس اگر اس سے جماع اس طور سے واقع ہوا
کہ روزوں کے پے درپے ہونے میں بسبب فساد صوم کے خلل واقع ہوا تو بالاتفاق از سر نو شروع کرے اور اگر صوم میں
فساد نہوا کہ جس سے پے درپے ہونے میں خلل پڑے مثلًا دن میں اُسنے بھولے سے یا رات میں عمدًا یا بھولے سے جماع کیا تو بالاتفاق

فصل روز فطر یوم نحر عید اور آزاد ... اور ایام تشریق میں ...

اسپر ازسرنو شروع کرنا لازم نہوگا یہ غایۃ البیان مین ہی۔ اگر روزے سے کفارہ ادا کرنا شروع کیا پھر کسی روز بسبب
عذر مرض یا سفر کے افطار کیا تو اسپر ازسرنو روزے شروع کرے۔ اوراسی طرح اگر روز عید فطر یا روز قربانی اور ایام تشریق
درمیان مین آگئے (یعنی روزہ نہ رکھا ۱۲) تو بھی ازسرنو شروع کریگا اوراگر اُس نے ان دنون مین بھی روزہ رکھا اور افطار نہ کیا تو بھی
ازسرنو شروع کریگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ اور جب مظاہر نے دو مہینہ چاند کے حساب سے روزہ رکھ لیے تو کافی
ہوگئے اگرچہ ہر چاند انتیس روز کا ہوا اور اگر اُسنے چاند کے حساب سے نہین بلکہ ایام کے حساب سے رکھے اور ایک
مہینہ تیس کا اور ایک انتیس ۲۹ کا قرار دیکر انسٹھ روز کے بعد افطار کیا تو اسپر ازسرنو روزے رکھنا لازم ہوگا اور اگر
اُسنے پندرہ روز روزہ رکھکر چاند دیکھکر ایک مہینہ چاند کے حساب سے انتیس ۲۹ روزہ رکھے اور پھر پندرہ روز اور رکھے
تو کافی ہین اور یہ بہ نسبت قول صاحبین ارجح ہی اور امام اعظمؒ کے نزدیک نہین کافی ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر سفر مین
شعبان مع رمضان اپنے کفارہ ظہار سے روزہ رکھا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر روزہ
ظہار مین بھولے سے کھالیا تو روزے کے واسطے کچھ مضر نہین ہی یہ کنایہ مین ہی۔ اور اگر دو مہینہ پے درپے روزہ رکھنے کے
بعد آخر روز مین آفتاب غروب ہونے سے پہلے وہ بردہ آزاد کرنے پر قادر ہوگیا تو اسپر آزاد کرنا واجب ہوگا اور اسکے
روزے نفل ہوجاوینگے اور اسکے حق مین یہ افضل ہی کہ یہ روزہ بھی پورا کرے ۱۲۔ اور اگر اسنے تمام نہ کیا بلکہ افطار کر ڈالا
تو ہمارے نزدیک اسپر قضا واجب نہوگی اور اگر آخر روز آفتاب غروب ہونے کے بعد وہ بردہ آزاد کرنے پر قادر ہوا تو
اسکے روزے اسکے کفارہ کے واسطے کافی ہوگئے یہ شرح طحاوی مین ہی۔ اور کفارہ دہندہ کی تنگی و فراخی کا کفارہ کے
وقت مین اعتبار ہی نہ وقت ظہار مین چنانچہ اگر ظہار کے وقت وہ خوشحال ہوا اور کفارہ دینے کے وقت تنگدست ہوگیا
ہو تو روزے سے کفارہ اسکے حق مین کافی ہی اور اگر اسکے برعکس ہو تو نہین کافی ہی یہ سراج وہاج مین ہی۔ اور اگر وہ
ایک بردہ کا مالک ہوگیا تو اسپر اعتاق لازم ہی اگرچہ اسکی احتیاج رکھتا ہو اوراسیطرح اگر ایک بردہ کے ثمن کا درہم یا دینار
سے مالک ہوگیا تو بھی یہی حکم ہی اور گھر جسمین رہتا ہی اور جو اسکے اندر اسباب کپڑے وغیرہ ضروری ہین انکا کچھ اعتبار نہین
ہی اعتبار اسی کا ہی جو زائد از ضرورت ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک تنگدست کا لوگون پر بہت قرضہ ہی پس اگر وہ لوگون سے وصول
کرلینے پر قادر نہو تو وہ عاجز ہی تو مال سے کفارہ دینے سے عاجز ہوگا پس روزے سے کفارہ جائز ہی اور اگر وہ لوگون سے
وصول کرلینے پر قادر ہو تو اسکو روزے کافی نہونگے۔ اور اگر اسکے پاس مال ہو اور اسپر بھی اسیقدر قرضہ ہو تو قرضہ
دیدینے کے بعد اسکو روزے سے کفارہ ادا کرنا کافی ہی یہ بحر الرائق مین ہی۔ اور غلام کے واسطے کچھ جائز نہین ہی سوا
روزہ کے پس وہ روزے ہی سے کفارہ ادا کرے اگرچہ وہ مکاتب ہو یا سعایت کنندہ ہو اور اگر اسکے مولی نے اسکی طرف
سے بردہ آزاد کیا یا مسکینون کو کھانا دیدیا اگرچہ اسکے حکم سے ایسا کیا ہو نہین جائز ہی یہ نہر الفائق مین ہی۔ بخلاف حر
کے کہ اگر اسکی طرف سے دوسرے نے بردہ آزاد کیا یا مسکینون کو کھانا دیدیا تو جائز ہی یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر غلام قبل
کفارہ ادا کرنے کے آزاد ہوگیا پھر وہ مال کا مالک ہوا تو اسکا کفارہ بردہ آزاد کرنے سے ادا ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔
اور اگر غلام نے کفارہ ظہار کے روزے شروع کیے تو مولی کو یہ اختیار نہین ہی کہ اسکو ان روزون سے منع کرے یہ نہر
الفائق مین ہی بخلاف نذر وکفارہ قسم کے روزون کے کہ مولی ان روزون سے اسکو منع کرسکتا ہی یہ بدائع مین ہی۔
اور غلام کے واسطے بھی کفارہ ظہار کے روزے پے درپے دو مہینہ کے ہین یہ تبیین مین ہی۔ اور اگر ظہار کنندہ روزے رکھنے کی

استطاعت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاوے یہ سراج وہاج میں ہے اور فقیر و مسکین یکسان ہیں یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور جن لوگون کو زکوٰۃ دینا روا نہیں ہے انکو اس کفارہ سے بھی دینا روا نہیں ہے الا ذمی فقیر کہ امام اعظم و امام محمد رحمہ کے نزدیک ذمی فقیرون کو کفارہ ظہار میں سے دے سکتا ہے مگر فقراے اسلام ہمارے نزدیک اسکے واسطے محبوب تر ہیں اور یہ روا نہیں ہے کہ حربی فقیرون کو اسمین سے دیوے اگرچہ وہ امان لیکر دار الاسلام میں آئے ہون یہ شرح مبسوط میں ہے۔ اور اگر اُسنے تحری کر کے کفارہ ظہار میں سے کسی کو دیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ مصرف نہ تھا تو امام اعظم و امام محمد رحمہ کے نزدیک اسکے سر سے ادا ہو جائیگا یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور اگر کسی غیر کو حکم دیا کہ میری طرف سے میرے کفارہ ظہار سے کھانا کھلا دے پس مامور نے ایسا ہی کیا تو جائز ہے ولیکن مامور کو یہ اختیار نہوگا کہ حکم دہندہ سے اسکو واپس لے یہ ظاہر الروایہ میں ہے اور وجہ یہ ہے کہ اسمین احتمال قرض و ہبہ دونون کا ہے پس شک کے ساتھ واپس لینے کا استحقاق حاصل نہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر حکم دہندہ نے یہ کہدیا ہو کہ بدین شرط کہ تو مجھ سے واپس لینا تو مامور اُس سے واپس لے سکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر مظاہر کی طرف سے غیر نے بدون اسکے حکم کے صدقہ دیدیا تو مظاہر کے حق میں کافی نہیں ہے یہ شرح مبسوط میں ہے۔ اور ہر مسکین کو نصف صاع گیہون یا ایک صاع چھوہارے یا جو یا اسکی قیمت ہو دیوے اور اگر کسی نے ایک صاع گیہون اور دو صاع چھوہارے یا جو دیدیے تو مقصود حاصل ہونے کی وجہ سے جائز ہے یہ کافی میں ہے۔ اور گیہون کا آٹا اور اسکے ستو اسکے مثل معتبر ہونگے یعنی نصف صاع دینا چاہیے اور جو کا آٹا اور اسکے ستو بھی جو کے مثل ہیں یعنی ایک صاع دینا چاہیے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور اگر عمدہ چھوہارے نصف صاع دیے جو نصف صاع گیہون کی قیمت کو پہونچتے ہین تو نہین جائز ہے اور اسی طرح اگر نصف صاع سے کم گیہون ایسے دیے جو قیمت میں ایک صاع جو یا چھوہارے تک پہونچتے ہین تو نہین جائز ہے۔ اور اصل یہ ہے کہ جو جنس طعام منصوص علیہ ہے وہ دوسری جنس منصوص علیہ کا بدل نہین ہو سکتی ہے اگرچہ قیمت میں زیادہ ہو۔ اور اگر تین سیر ذرہ یعنی جینہ دانہ یعنی باجرہ جسکی قیمت دو سیر گیہون کے مساوی ہو دیے تو جائز ہے اور ہشام نے فرمایا کہ یہ جبھی جائز ہے کہ جب اُسنے یہ ارادہ کیا ہو کہ ذرہ کو بدل گیہون کا قرار دے اور اگر یہ ارادہ کیا کہ گیہون کو بدل ذرہ کا قرار دے تو نہین جائز ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کفارہ ظہار سے ایک ہی مسکین کو ساٹھ روز ہر روز نصف صاع دیا تو جائز ہے یہ فتاوی سراجیہ میں ہے۔ اور اگر یہ سب ایک ہی مسکین کو ایک ہی روز دیدیا تو فقط اسی روز کے سوا جائز نہوگا اور یہ حکم متفق علیہ اسی صورت میں ہے کہ اسنے ایک ہی دفعہ دیدیا اور ایک ہی دفعہ مباح کر دیا اور اگر اُسنے ایک ہی روز میں ساٹھ دفعہ کر کے دیا تو بعض نے فرمایا کہ کافی ہو گیا اور بعض نے فرمایا کہ اسی روز کے سوا کافی نہوگا اور یہی صحیح ہے یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر اُس نے تیس مسکینون کو ہر مسکین کو ایک صاع گیہون کے حساب سے دیا تو سواے تیس مسکینون کے کافی نہوگا اور اسپر واجب ہے کہ اور تیس مسکینون کو بھی نصف صاع گیہون ہر مسکین کو دیوے یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر اُسنے ساٹھ مسکینون کو ہر مسکین کو ایک مد گیہون کے حساب سے دیا تو کافی نہوگا اور اسپر واجب ہوگا کہ ہر مسکین کو اور ایک مد کے حساب سے دیدے اور اگر اسکے پہلے مسکینون کو نہ پایا اور دوسرے ساٹھ مسکینون میں سے ہر ایک کو ایک مد گیہون کے حساب سے دیدیا تو کفارہ ادا نہوا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اُسنے ساٹھ مکاتبون کو ایک ایک مد گیہون کے حساب سے دیا پھر یہ سب عاجز ہو کر رقیق کر دیے گئے اور انکے مولی لوگ غنی ہین پھر یہ دوبارہ مکاتب کیے گئے پس کفارہ دہندہ نے دوبارہ انکو باقی ایک ایک مد کے حساب سے

دیا تو اسکا کفارہ ادا نہوا اسوجہ سے کہ یہ غلام ان مکاتب عاجز ہو کر ایسے ہو گئے تھے کہ انکو یہ کفارہ دینا جائز تھا لیس گویا دوسری جنس ہو گئے یہ بحر الرائق مین ہے۔ اور اگر کسی نے ساٹھ مسکینون مین سے ہر ایک مسکین کو ایک صاع گیہون اپنے دو ظہارون کے واسطے تمام ایک ہی عورت سے تھے یا دو عورتون سے تھے دیے تو امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک دونون ظہارون سے کافی نہین ہے فقط ایک ظہار کا کفارہ ادا ہو گا یہ کافی مین ہے۔ اور اگر اسنے ہر مسکین کو نصف صاع گیہون ایک ظہار کے واسطے دیے اور پھر نصف صاع دیگر دوسرے کفارہ ظہار سے دیے تو بالاتفاق جائز ہے یہ غایۃ البیان مین ہے۔ اور اگر دو کفارہ دو جنس مختلف سے ہون تو ایسی صورت بالاجماع جائز ہے اور اگر اسنے نصف بردہ آزاد کیا اور ایک مہینہ روزہ رکھے یا تیس مسکینون کو کھانا دیا تو اسکا کفارہ ادا ہو گا یہ شرح طحاوی مین ہے۔ اور اگر اس نے ساٹھ مسکینون کو صبح و شام دونون وقت پیٹ بھر کے کھانا دیا تو کفارہ ادا ہو گیا خواہ سیری مقدار مذکور سے کم مین حاصل ہوئی ہو یا زیادہ مین یہ شرح نقایہ ابو المکارم مین ہے۔ اور اگر اس نے ساٹھ مسکینون کو دو دن ایک وقت صبح یا شام کا کھانا دیا یا صبح کا کھانا اور سحری کا کھانا دیا یا دو دن سحری کا کھانا دیا تو کفارہ ادا ہو گیا یہ بحر الرائق مین ہے مگر اوفق و اعدل یہ ہے کہ صبح و شام دونون وقت کھلا دے یہ غایۃ البیان مین ہے۔ اور اگر اسنے صبح ساٹھ مسکینون کو کھانا دیا اور شام دوسرے ساٹھ مسکینون کو انکے سوا کھانا دیا تو کفارہ ادا نہو گا الا آنکہ ان دونون فریقون مین سے کسی ایک فریق ساٹھ مسکین کو پھر صبح یا شام کسی وقت کھلا دے یہ تبیین مین ہے۔ اور شرط یہ ہے کہ صبح و شام دونون وقت کے کھانے کے ساتھ روکھی روٹی نہو بلکہ اسکے ساتھ کچھ سالن ہو یہ شرح نقایہ ابو المکارم مین ہے اور جو یا ذرہ کی روٹی کے ساتھ سالن ہونا ضرور ہے تاکہ سیر ہو کر روٹی کھا سکین بخلاف گیہون کی روٹی کے اور اگر ان ساٹھون مین کوئی دودھ چھوڑا یا ہوا بچہ ہو تو جائز نہین ہے اسی طرح اگر کھانے سے پہلے انہین سے بعضے پیٹ بھرے ہون تو بھی جائز نہین ہے یہ تبیین مین ہے۔ اور اگر اطفال ہون لیکن کھانے کے لائق ہون تو روا ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایک ہی مسکین کو ساٹھ روز تک دو وقت پیٹ بھر کے کھانا دیا تو جائز ہے اور اگر اسنے ساٹھ ساٹھ کے دو فریق یعنی ایک سو بیس مسکینون کو ایک دفعہ کھانا کھلا دیا یعنی ایک وقت تو اسپر واجب ہو گا کہ انہین سے ایک فریق کو دوسرے وقت بھی سیر کر کے کھانا کھلا دے یہ سراج وہاج مین ہے۔ اور اگر ساٹھ مسکینون کو صبح کھانا کھلایا اور شام کے واسطے شام کے کھانے کی قیمت انکو دیدی یا شام کو کھلایا اور صبح کے کھانے کی قیمت ہر ایک کو دیدی تو جائز ہے ایسا ہی اصل مین مذکور ہے اور بقالی مین لکھا ہے کہ اگر ساٹھ مسکینون کو صبح کھانا کھلا دیا اور ہر ایک کو ایک مد یعنی چہارم صاع دیدیا تو اسمین دو روایتین ہین یہ محیط مین ہے۔ اور واضح رہے کہ جس عورت سے ظہار کیا ہے اس سے قربت کرنے سے پہلے کھانا کھلانا واجب ہے اور اگر کھانا کھلانے کے درمیان مین قربت کر لی تو از سر نو اعادہ کرنا واجب نہ ہو گا یہ فتح القدیر مین ہے

گیارھوان باب - لعان کے بیان مین

لعان ہمارے نزدیک شہادت ہین مؤکدات بقسم از ہر دو جانب مقرون بلعن و غضب ہین جو مرد کے حق مین قائم مقام حد قذف ہین اور عورت کے حق مین قائم مقام حد زنا ہین یہ کافی مین ہے قال المترجم اگر کسی مرد نے اپنی جورو کو زنا کی طرف منسوب کیا کہ اسنے زنا کیا ہے اور اسکے پاس گواہ نہین ہین تو موافق حکم کلام باری تعالی کے دونون سے لعان لیا جائیگا جسکی صورت آگے مذکور ہو گی خلاصہ اور اگر کسی نے اپنی جورو کو نسبت

بیان فرق ... اختلاف انہین بلکہ مسئلہ ... اصل مین درہم اور بقالی مین ... دونون کا فرق ظاہر ہو ۱۲ منہ

زنا کی طرف منسوب کیا تو اسپر ایک ہی لعان واجب ہوگا یہ مبسوط میں ہی۔ اور اس امر پر اجماع ہی کہ جورو و مرد کے درمیان فقط ایک ہی مرتبہ تلاعن ہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہی۔ اور لعان محتمل عفو و ابراء و صلح نہیں ہی اور اسی طرح اگر عورت نے قبل مرافعہ کے عفو کیا یا کسی قدر مال پر اس سے صلح کر لی تو صحیح نہیں ہی اور عورت پر بدل صلح واپس کرنا واجب ہی اور اسکے بعد عورت کو اختیار رہیگا کہ اس سے لعان کا مطالبہ کرے اور اسمین نیابت نہیں جاری ہوسکتی ہی چنانچہ اگر جورو یا مرد کسی نے لعان کے واسطے کسی کو وکیل کیا تو توکیل صحیح نہیں ہی اور توکیل بگواہان امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک جائز ہی یہ بدائع میں ہی۔ اور اداء لعان کا سبب یہ ہی کہ مرد اپنی عورت کو ایسا قذف کرے جو اجنبیوں میں موجب حد ہوتا ہو پس جبکہ جورو و مرد میں اسباب سے لعان واجب ہوگی یہ نہایہ میں ہی۔ اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ اے زانیہ یا تو نے زنا کیا ہی یا میں نے تجھے زنا کرتے دیکھا تو لعان واجب ہوگی یہ سراج وہاج میں ہی۔ اور اگر مرد نے اپنی جورو کو قذف کیا حالانکہ یہ عورت ایسی ہی کہ اسکے قذف کرنے والے پر حد واجب نہیں ہوتی ہی بایں طور کہ یہ عورت ایسی ہو کہ شبہہ میں اس سے وطی کی گئی ہو یا قبل اسکے اسکا زنا کرنا لوگوں میں ظاہر ہو گیا ہو یا اسکا کوئی بچہ ہو کہ اسکا باپ معروف نہو تو ایسی جورو و مرد میں لعان جاری نہوگی یہ غایۃ البیان میں ہی۔ اور اگر جورو سے کہا کہ تو بجماع حرام جماع کی گئی یا کہا کہ تو بحرام وطی کی گئی تو لعان و حد کچھ واجب نہوگی اور اگر عورت کو عمل قوم لوط کا قذف کیا یعنی اغلام کرانے کا قذف کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک لعان و حد کچھ واجب نہوگی یہ بدائع میں ہی۔ اور لعان جاری ہونے کی شرط یہ ہی کہ دونوں جورو و مرد ہوں اور نکاح دونوں کے درمیان صحیح ہو خواہ عورت مدخولہ ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو حتی کہ اگر اسکو قذف کیا پھر اسکو تین طلاق دیدیں یا ایک طلاق بائن دیدی تو حد و لعان کچھ واجب نہوگی اور اسی طرح اگر نکاح دونوں میں فاسد ہو تو بھی لعان واجب نہوگی اسواسطے کہ وہ زوج مطلق نہیں ہی یہ غایۃ البیان میں ہی۔ اور اگر بعد طلاق کے پھر اس عورت سے نکاح کیا پھر عورت نے اس سے اس قذف سابق کا مطالبہ کیا تو حد و لعان کچھ واجب نہوگی یہ سراج وہاج میں ہی۔ اور اگر عورت کو طلاق رجعی دیدی تو لعان ساقط نہوگا یہ ظہیریہ میں ہی۔ اور اگر اپنی جورو کو طلاق بائن یا تین طلاق دیدیں پھر اسکو زنا کے ساتھ قذف کیا تو بسبب عدم زوجیت کے لعان واجب نہوگی۔ اور اگر اسکو طلاق رجعی دیدی پھر اسکو قذف کیا تو لعان واجب ہوگی اور اگر اپنی جورو کو جورو کی موت کے بعد قذف کیا تو ہمارے نزدیک ملاعنت نہ کیجائیگی یہ بدائع میں ہی۔ اہل لعان ہمارے نزدیک وہ لوگ ہیں جو اہل شہادت ہیں چنانچہ ایسے جورو و مرد کے درمیان لعان جاری نہوگی جو دونوں محدود القذف ہوں یا انمیں سے ایک ہو یا دونوں رقیق ہوں یا ایک ہو یا دونوں کافر ہوں یا ایک ہو یا دونوں اخرس ہوں یا ایک ہو یا دونوں نابالغ ہوں یا ایک ہو اور انکے ماسوا میں جاری ہوگا یہ محیط میں ہی۔ اور اگر کسی مرد کو قذف کیا پس اسکو تھوڑی حد ماری گئی پھر اسنے اپنی جورو کو قذف کیا تو اسپر لعان واجب نہوگی اور اسپر پوری حد واسطے ... یہ مبسوط میں ہی۔ اور اگر دونوں فاسق یا دونوں اندھے ہوں تو لعان واجب ہوگی اسواسطے کہ یہ دونوں فی الجملہ اہل شہادت میں سے ہیں یہ مضمرات میں ہی اور اگر بہرے نے اپنی جورو کو قذف کیا تو لعان واجب ہوگا یہ عتابیہ میں ہی۔ اور ہرگاہ لعان بوجہ شرط شہادت مرنے کے ساقط ہوئی تو دیکھا جائیگا کہ اگر مرد کی جانب سے خلل واقع ہوا ہی تو اسپر حد واجب ہوگی اور اگر عورت کی جانب سے خلل ہو تو حد و لعان کچھ واجب نہوگی یہ شرح طحاوی میں ہی۔ اور اگر مرد و عورت

دونوں محدود القذف ہوں تو مرد پر حد واجب ہوگی یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر مرد غلام ہو اور جورو محدودۃ القذف
ہو تو غلام پر اگر اُس نے قذف کیا تو حد قذف واجب ہوگی۔ عورت نے اگر زنا کا اقرار کر لیا تو وہ اہل لعان
ہونے سے خارج ہو گئی یہ مبسوط میں ہے۔ اور حکم لعان یہ ہے کہ جب ہی دونوں لعان سے فارغ ہوں تو باہم وطی و تمتع
حرام ہو گیا ولیکن نفس لعان سے دونوں میں فرقت واقع نہ ہوگی حتیٰ کہ اگر ایسی حالت میں مرد نے اسکو طلاق بائن دیدی
تو واقع ہوگی اور اسی طرح اگر مرد نے اپنے نفس کی تکذیب کی تو بدون تجدید نکاح کے وطی حلال ہو جائیگی یہ نہایہ میں ہے
امام اعظم ابو حنیفہ رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ لعان سے جو فرقت واقع ہوتی ہے وہ بیک طلاق بائنہ ہوتی ہے پس ملک نکاح
زائل ہو جاتی ہے اور جب تک اس حالت لعان پر باقی ہیں دونوں میں حرمت اجتماع و تزویج ثابت ہوتی ہے یہ
بدائع میں ہے۔ اور لعان کے واسطے شرط ہے کہ عورت مطالبہ کرے پس اگر مرد نے اس سے انکار کیا تو حاکم اسکو قید کریگا
یہاں تک کہ وہ لعان کرے یا اپنی تکذیب کرے کذا فی الہدایہ پس اگر اُسنے اپنی تکذیب کی تو اسکو حد قذف ماریگا یہ
سراج وہاج میں ہے اور اگر مرد نے لعان کیا تو عورت پر لعان کرنا واجب ہوگا اور اگر عورت نے اس سے انکار کیا تو حاکم
اسکو قید کریگا یہاں تک کہ لعان کرے یا مرد کی تصدیق کرے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور عورت کے واسطے افضل یہ ہے کہ قذف و
مطالبہ ترک کرے اور اگر اُسنے ترک نہ کیا اور قاضی کے حضور میں مخاصمہ کیا تو قاضی اسکو فہمائش کریگا کہ تو اسکو چھوڑ دے
اور اُس سے اعراض کر پس اگر عورت نے اسکو ترک کیا اور اعراض کر کے چلی گئی پھر اسکی رائے میں آیا کہ مرد سے
مخاصمہ کرے تو اسکو یہ اختیار ہے اگرچہ مدت گذر گئی ہو اسواسطے کہ یہ اسکا حق ہے اور حق العبد بسبب تاخیر و زمانہ
گذر جانے کے ساقط نہیں ہوتا ہے یہ بدائع میں ہے۔ صفت لعان یہ ہے کہ قاضی پہلے شوہر سے لعان کرا دیگا پس
شوہر چار مرتبہ یوں کہے کہ اشہد باللہ انی لمن الصادقین فیما رمیتہا بہ من الزنا یعنی میں گواہی دیتا ہوں قسم اللہ تعالیٰ
کی کہ میں البتہ ضرور سچا ہوں اس بات میں جو میں نے اس عورت کی نسبت لگائی ہے زنا سے۔ اور پانچویں مرتبہ یوں کہے
لعنۃ اللہ علیہ ان کان من الکاذبین فیما رماہا بہ من الزنا یعنی مرد مذکور اپنے حق میں کہے کہ اسپر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اگر یہ مرد
جھوٹوں میں سے ہو اس امر میں جو اُسنے اس عورت کو لگایا ہے زنا سے۔ اور ہر دفعہ میں اس عورت کی طرف
اشارہ کرے پھر یہ عورت چار مرتبہ شہادت ادا کرے اور ہر بار میں یوں کہے کہ اشہد باللہ انہ لمن الکاذبین فیما رمانی بہ من الزنا
یعنی میں گواہی دیتی ہوں قسم اللہ تعالیٰ کی کہ یہ مرد البتہ ضرور جھوٹوں میں سے ہے اس بات میں جو اُسنے مجھے لگائی ہے زنا
سے۔ اور پانچویں مرتبہ عورت یوں کہے کہ غضب اللہ علیہا ان کان من الصادقین فیما رمانی بہ من الزنا یعنی عورت اپنے
آپکو کہے کہ اللہ تعالیٰ کا غضب ہو مجھپر اگر یہ مرد سچوں میں سے ہو اس امر میں جو اُسنے مجھکو لگایا ہے زنا سے کذا فی الہدایہ
اور وقت لعان کے عورت کا کھڑا ہونا شرط نہیں ہے لیکن مستحب ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور [illegible] نزدیک اللہ تعالیٰ شہادت
پر موقوف ہے حتیٰ کہ اگر مرد نے کہا کہ میں قسم کھاتا ہوں اللہ تعالیٰ کی کہ میں البتہ سچوں میں سے ہوں یا عورت نے اسی طرح قسم کھا کر
لعان کیا تو لعان صحیح نہ ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور جب عورت و مرد دونوں لعان کر چکے تو حاکم ان دونوں میں تفریق
کر دیگا اور فرقت واقع نہ ہوگی یہاں تک کہ قاضی شوہر پر فرقت کا حکم دیوے پس شوہر اسکو طلاق کے ساتھ جدا
کر دے پھر اگر اُسنے انکار کیا تو قاضی دونوں میں تفریق کر دیگا اور قبل اسکے کہ حاکم تفریق کرے فرقت واقع نہ ہوگی اور
زوجیت قائم ہے شوہر کی طلاق اسپر واقع ہوگی اور اسکا ظہار و ایلا درست ہوگا اور اگر دونوں میں کوئی مرگیا تو باہم دونوں میں

میراث جاری ہوگی۔ اور دونوں پر گواہ لعان سے فارغ ہوں دونوں نے قاضی سے درخواست کی کہ دونوں میں
تفریق نہ کرے تو قاضی دونوں کی درخواست کو قبول نہ کریگا اور دونوں میں تفریق کر دیگا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے
اور اگر قاضی نے خطا کی کہ لعان پوری ہونے سے پہلے دونوں میں تفریق کر دی تو دیکھا جائیگا کہ اگر دونوں باہم اکثر حصہ
لعان کر چکے ہیں تو تفریق مذکور نافذ ہو جائیگی اور اگر دونوں نے باہم اکثر حصہ لعان نہ کیا ہو یا دونوں میں سے ایک نے
اکثر حصہ لعان نہ کیا ہو تو تفریق مذکور نافذ نہ ہوگی یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر قاضی نے بعد لعان شوہر کے قبل لعان عورت
کے تفریق کر دی تو اسکا حکم نافذ ہو جائیگا اسواسطے کہ یہ صورت مجتہد فیہا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر قاضی نے خطا کر کے
پہلے عورت سے لعان شروع کی پھر مرد سے لعان لی تو عورت سے لعان کا اعادہ کرا دے اور اگر ایسا نہ کیا بلکہ دونوں
میں تفریق کر دی تو فرقت واقع ہو جائیگی یہ فتاوی کرخی میں ہے اور قاضی نے امین اساءت کی یہ بنابیع میں ہے۔ اور
اگر مرد و عورت نے کسی حاکم کے پاس لعان کیا پھر اُسنے ہنوز دونوں میں تفریق نہ کی تھی کہ مر گیا یا معزول ہو گیا تو دوسرا
قاضی ان دونوں سے از سر نو لعان کرائیگا یہ امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسف کا قول ہے یہ فتاوی کرخی میں ہے۔ اور اگر
بعد لعان کے قبل قاضی کے تفریق کرنے کے دونوں میں یا ایک میں ایسی بات پیدا ہو گئی جو مانع لعان ہے تو لعان
باطل ہو جائیگا اور اُسکی صورت یہ ہے کہ بعد لعان کے فارغ ہونے کے قبل حاکم کے تفریق کر دینے کے دونوں گونگے ہو گئے
یا ایک گونگا ہو گیا یا دونوں میں سے ایک مرتد ہو گیا یا دونوں میں سے ایک نے اپنی تکذیب کی یا دونوں میں سے
کسی نے کسی کو قذف کیا یعنی زنا کی تہمت لگائی جس سے اُسکو حد قذف ماری گئی یا عورت سے حرام وطی کی گئی تو
لعان باطل ہو گیا اور حد بھی واجب نہ رہی اور دونوں میں تفریق نہ کیجائیگی اور اگر لعان سے فارغ ہوتے ہی دونوں
میں سے ایک مجنون ہو گیا تو قاضی دونوں میں تفریق کر دیگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ ایک مرد اور اسکی جورو نے
باہم لعان کیا اور قاضی نے دونوں میں ہنوز تفریق نہ کی تھی کہ دونوں میں ایک معتوہ ہو گیا تو قاضی ان دونوں میں تفریق
کر دیگا اگرچہ معتوہ ہو جانا اہلیت لعان کے واسطے مخل ہے۔ اور اگر مرد نے لعان کیا اور عورت نے ہنوز لعان نہ کی تھی کہ وہ معتوہ ہو گئی
یا عورت لعان سے فارغ ہونے سے پہلے معتوہ ہو گئی یا مرد اپنی لعان سے فارغ ہو کر قبل لعان عورت کے معتوہ ہو گیا تو دونوں میں
تفریق نہ کریگا اور عورت کو لعان کرنے کا حکم نہ دیا جائیگا۔ اور اگر دونوں نے باہم لعان کیا پھر مرد یا عورت نے فرقت کے
واسطے وکیل کیا اور موکل خود غائب ہو گیا یعنی سفر کو چلا گیا مثلاً تو قاضی ان دونوں میں تفریق کر دیگا اسواسطے کہ لعان تمام
ہونے کے بعد تفریق کی حاجت ہے اور یہ ایسی چیز ہے کہ اسمیں نیابت جاری ہوتی ہے یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔ اور اگر
دونوں نے باہم لعان کیا پھر دونوں غائب ہو گئے پھر دونوں نے فرقت کے واسطے وکیل کیا تو دونوں میں تفریق کر دیجائیگی
یہ سراج وہاج میں ہے زید نے بکر کی جورو کو زنا کے ساتھ قذف کیا پس بکر نے کہا کہ تو سچا ہے یہ عورت ایسی ہی ہے جیسا تو
کہتا ہے تو بکر اپنی جورو کا قذف کرنیوالا ہو گا حتی کہ باہم لعان واجب ہوگی اور اگر بکر نے صرف اسیقدر کہا کہ تو سچا ہے اس
زیادہ کچھ نہیں کہا تو قاذف نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے طلاق ہے اے زانیہ تو حد واجب ہوگی نہ لعان اور اگر کہا کہ
اے زانیہ تو طالقہ ثلث ہے تو حد و لعان کچھ واجب نہ ہوگا یہ سراجیہ میں ہے۔ امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اگر اپنی عورت غیر مدخولہ
کہا کہ تو طالقہ ہے یا زانیہ ہے طلاق تو تین طلاق واقع ہونگی اور حد و لعان لازم نہ آویگی یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر مرد نے جورو سے
کہا کہ اے زانیہ پس عورت نے کہا کہ تو مجھ سے زیادہ زانی ہے تو مرد پر لعان واجب ہوگی اسواسطے کہ عورت کا کلام قذف نہیں ہے

مرد کے حق میں ۱۲

اسواسطے کہ اسکے یہ معنے ہیں کہ تو مجھ سے زیادہ زنا کرنے پر قادر ہے اسی واسطے اگر کسی اجنبی کو اس لفظ سے قذف کیا
تو بسبب صاف نہیں ہوتا ہے اور نیز اگر اپنی جورو کو کہا کہ تو فلانہ عورت سے زیادہ زانی ہے یا تو ازنی الناس ہے یعنی
سب لوگوں سے زیادہ زنا کنندہ ہے تو حد و لعان واجب نہیں یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ اے زانی تو یہ
قذف ہے اسواسطے کہ تا کبھی حذف ہوتی ہے بخلاف اسکے اگر عورت نے مرد کو کہا کہ اے زانیہ تو نہیں صحیح ہے اور اگر عورت سے
کہا کہ اے زانیہ بنت زانیہ یا یوں کہا کہ اے چھنال کی چھنال تو یہ اسکا اور اسکی ماں دونوں کا قذف ہے یہ عتابیہ میں ہے
پس اگر عورت و اسکی ماں دونوں نے حد کے مطالبہ پر اتفاق کیا تو مرد مذکور سے پہلے عورت کی ماں کے واسطے حد لیجائیگی پس لعان
ساقط ہو جائیگا اور اگر عورت کی ماں نے حد قذف کا مطالبہ نہ کیا بلکہ عورت نے فقط مطالبہ کیا تو جورو و مرد میں باہم لعان
کرایا جائیگا پھر اگر عورت کی ماں نے اسکے بعد مطالبہ کیا تو ظاہر الروایہ کے موافق اسکے واسطے حد قذف مرد مذکور پر واجب
ہوگی۔ اور اسی طرح اگر عورت کی ماں مر گئی ہو پس اس سے کہا کہ اے چھنال کی چھنال تو اسکو مطالبہ کا استحقاق ہے پھر اگر
عورت نے دونوں قذفوں کی بابت مطالبہ و مخاصمہ ایک ساتھ کیا تو مرد مذکور پر اس عورت کی ماں کے واسطے حد قذف
ماری جائیگی حتی کہ جورو و مرد کے درمیان لعان ساقط ہو جائیگا اور اگر اسنے اپنی ماں کے قذف کا مطالبہ و مخاصمہ نہ کیا بلکہ
فقط اپنے قذف کی نالش کی تو دونوں میں لعان واجب ہوگی یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اور اگر کسی مرد نے ایک اجنبیہ
عورت کو قذف کیا پھر اس سے نکاح کیا پھر اسکو قذف کیا پس عورت نے حد و لعان کا مطالبہ کیا تو مرد مذکور کو حد
ماری جائیگی اور لعان نہ کرایا جائیگا اور اگر عورت مذکورہ نے فقط لعان کا مطالبہ کیا نہ حد کا پس دونوں میں لعان کرایا گیا
پھر عورت مذکورہ نے حد کا مطالبہ کیا تو حد ماری جائیگی اسواسطے کہ حد و لعان میں جمع کرنا مشروع ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کسی کی
چار جورو ہوں اور اسنے ان سب کو بکلام واحد قذف کیا یا ہر ایک کو زنا کے ساتھ بکلام علیحدہ قذف کیا پس اگر شوہر اور یہ
عورتیں اہل لعان سے ہوں تو مرد مذکور سے ہر قذف کے واسطے ہر عورت کے ساتھ علیحدہ لعان کرایا جائیگا اور اگر شوہر اہل
لعان سے نہو تو اسکو حد قذف کی سزا دیجائیگی پس ایک ہی حد سب کی طرف سے کافی ہوگی۔ اور اگر شوہر اہل لعان
ہو اور ان عورتوں میں سے بعض اہل لعان سے نہو تو جو عورت انمیں سے اہل لعان سے ہے اسی کے ساتھ ملاعنت کرائی جائیگی
اور بس یہ بدائع میں ہے اور اگر مرد آزاد نے اپنی ذمیہ جورو یا باندی جورو کا قذف کیا پھر یہ ذمیہ مسلمان ہوگئی یا یہ باندی آزاد
(یعنی یہودیہ یا نصرانیہ ۱۲)
کی گئی تو مرد مذکور پر حد یا لعان کچھ واجب نہوگی۔ اور اگر باندی جورو آزاد کی گئی پھر اسکے خاوند نے اسکو قذف کیا تو
مرد مذکور پر لعان واجب ہوگا کیونکہ وقت آزاد کیے جانے باندی مذکورہ کے دونوں میں نکاح قائم تھا پھر اگر اس معتقہ نے اپنے نفس
کو اختیار کیا یعنی بخیار عتق تو لعان باطل ہوگیا اور مرد مذکور پر مہر بھی واجب نہ ہوگا بشرطیکہ اسکے ساتھ دخول نہ کیا ہو اور اگر معتقہ
مذکورہ نے اپنے نفس کو اختیار نہ کیا یہانتک کہ باہم لعان واقع ہوا اور دونوں میں تفریق کی گئی تو مرد مذکور پر نصف مہر واجب
ہوگا۔ اور اسیطرح اگر اس عورت سے دخول کیا ہو پھر دونوں میں بسبب لعان کے تفریق کردی گئی تو اس عورت کو عدت کا نفقہ و سکنی
ملیگا یہ مبسوط میں ہے۔ جورو و خاوند دونوں کافر ہیں انمیں سے زوجہ مسلمان ہوگئی اور شوہر مسلمان نہوا اور ہنوز قاضی نے شوہر
پر اسلام پیش نہ کیا تھا کہ اسنے عورت کو زنا کے ساتھ قذف کیا یا اسکے بچہ کے نسب کی نفی کی یعنی کہا میرا نہیں ہے تو مرد مذکور پر حد
واجب ہوگی اور اگر اسپر تھوڑی سی حد ماری گئی تھی پھر وہ مسلمان ہوگیا پھر عورت مذکورہ کو دوبارہ قذف کیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ
اسپر باقی حد پوری کرنے کے بعد دونوں میں باہم لعان کرایا جائیگا یہ ینابیع میں ہے۔ اور اگر قذف کو کسی شرط سے معلق کیا تو مرد

ولعان کچھ واجب نہوگا۔ اور اسی طرح اگر یون کہا کہ اگر مین نے تجھسے نکاح کیا تو تو زانیہ ہے یا تو زانیہ ہے اگر فلان چاہے تو یہ سب
باطل ہے۔ اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ تو نے زنا کیا قبل اسکے کہ مین تجھسے نکاح کرون یا مین نے تجھے زنا کرتے دیکھا قبل
اسکے کہ مین تجھسے نکاح کرون تو وہ آج کے روز قذف کرنے والا ہوگا اور اسپر لعان واجب ہوگی بخلاف اسکے اگر
اسنے کہا کہ مین نے تجھے زنا کرتے [illegible] قذف کیا قبل اسکے کہ مین تجھسے نکاح کرون تو اسپر حد واجب ہوگی اسواسطے کہ
اسکے اقرار سے ظاہر ہوا کہ اسنے نکاح کرنے سے پہلے اسکو قذف کیا ہے تو یہ ایسا ہے جیسے یہ امر گواہون سے ثابت ہوا۔ اور
اگر عورت سے کہا کہ تیری فرج زانی ہے یا تیرا جسد زانی ہے یا تیرا بدن زانی ہے تو یہ قذف ہے بخلاف ہاتھ یا پاؤن کے۔ اور جس
زبان مین عورت کو زنا کی تہمت لگاوے قذف ہے لیکن اگر نو برس کی لڑکی ہو تو وہ مطالبہ کریگی جب بالغ ہو اور مرد پر
حد ماری جائیگی اور اگر نو برس سے چھوٹی ہو تو قاذف کو تعزیر دیجائیگی یہ تبیین مین ہے۔ اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ مین نے
تجھے باکرہ نہین پایا تو کچھ حد و لعان واجب نہوگی یہ جمہور کا قول ہے اور یہی ہمارے [illegible] کا قول ہے
اور یہی اصح ہے یہ نہایہ سروجی مین ہے اور اگر کہا کہ وجدت معہا رجلا یجامعہا یعنی پایا مین نے عورت کے ساتھ ایک مرد کہ اسکے
ساتھ مجامع تھا تو اس قول سے وہ قاذف نہوگا اور اگر کہا کہ تیرے ساتھ زبردستی زنا کیا گیا یا تیرے ساتھ طفل نے زنا کیا تو
قاذف نہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ تو نے زنا کیا درحالیکہ تو صغیرہ تھی یا مجنونہ تھی اور حال یہ ہے کہ اسکا جنون
معہود ہے تو حد و لعان کچھ واجب نہوگی اور مرد مذکور فی الحال قاذف قرار دیا جائیگا یہ غایۃ السروجی مین ہے۔ اور اگر جورو
سے کہا کہ تو نے زنا کیا اور یہ حمل زنا سے ہے تو دونون مین باہم لعان واجب ہوگی بسبب قذف [illegible]
زنا کو صریح ذکر کیا ہے مگر بعد لعان کے قاضی اس حمل کی نفی نہ کریگا یعنی یہ نہ کہیگا کہ اس حمل کا نسب [illegible] اسکی
ماں کی طرف منسوب کر دیا یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر شوہر نے کہا کہ تیرا حمل مجھسے نہین ہے تو لعان واجب نہوگی اور یہ امام
ابوحنیفہ رح و امام زفر کا قول ہے اور صاحبین نے کہا کہ اگر [illegible] بچہ پیدا ہوا تو دونون لعان کرینگے اور اگر اس سے
زیادہ مین پیدا ہوا تو لعان نہین ہے اور یہی صحیح ہے یہ مضمرات مین ہے اور ایسا ہی متون مین مذکور ہے۔ اور اگر کسی مرد نے اپنی جورو
کے بچہ کی بعد ولادت کے پیدا ہوتے ہی یا جس حال مین کہ قبول مبارکباد [illegible] ولادت کی [illegible] کا وقت ہے نفی کی
تو نفی صحیح ہے اور باہم لعان واقع ہوگا اور اگر اسکے بعد نفی کی تو لعان واقع ہوگا مگر بچہ کا نسب ثابت رہیگا۔ اور اگر مرد اپنی
جورو کے پاس سے غائب ہو اور اسکو ولادت طفل سے آگاہی نہوئی یہانتک کہ وہ سفر سے آیا تو جس قدر [illegible] قبول [illegible]
ہے اسی قدر تک اسکو امام اعظم رح کے نزدیک بچہ کی نفی کا اختیار ہے اور صاحبین نے کہا کہ آ جانے کے مقدار مدت
نفاس تک نفی کر سکتا ہے اسواسطے کہ نسب لازم نہین ہوتا ہے الا بعد اسکے علم کے پس آنے کی حالت بمنزلہ حالت ولادت کے
ہوئی یہ کافی مین ہے۔ اور اگر صریحا یا دلالۃ بچہ کے نسب کا اقرار کیا تو پھر اسکے بعد اسکی نفی صحیح نہین ہے خواہ حضور ولادت
ہو یا اسکے بعد اور صریح کی صورت یہ ہے کہ یون کہے کہ یہ میرا بچہ ہے اور دلالت کی صورت یہ ہے کہ مبارکباد دینے کے وقت چپکا
ہو جاوے ولیکن اس سے لعان کرادیا جائیگا یہ غایۃ البیان مین ہے کسی مرد کی جورو کے بچہ پیدا ہوا اس مرد مذکور نے اسکی نفی کی اور کہا
کہ یہ بچہ میرا نہین ہے یا کہا کہ یہ بچہ زنا کا ہے اور لعان کسی وجہ سے ساقط ہو تو نسب منتفی نہوگا خواہ مرد مذکور پر حد واجب ہوا ہو یا
نہوا اسی طرح اگر مرد مذکور و اسکی جورو دونون اہل لعان سے ہون مگر دونون نے باہم لعان نہ کیا تو نسب منتفی نہوگا یہ سراج الوہاج مین
ہے۔ اور اگر اپنی زوجہ حرہ کے بچہ کی نفی کی پھر عورت نے اسکی تصدیق کی تو حد و لعان کچھ لازم نہوگی اور یہ بچہ ان دونون سے

ثابت النسب ہوگا اسکی نفی پر ان دونوں کے قول کی تصدیق اس بچہ کے حق میں نہو گی یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور
اگر اپنی زوجہ کے بچہ کی نفی کی اور یہ دونوں ایسی حالت میں ہیں کہ دونوں پر لعان واجب نہیں ہوتی ہے تو بچہ کا نسب
منتفی نہوگا اور اسی طرح اگر بچہ کا نطفہ ایسے حال میں قرار پایا ہو کہ دونوں پر لعان واجب نہوتا ہو پھر دونوں ایسی
حالت میں ہوگئے کہ لعان کر سکتے ہیں مثلاً عورت کسی کی باندی یا عورت کتابیہ کافرہ تھی اسوقت بچہ کا علوق ہوا پھر
باندی آزاد کی گئی یا کافرہ مسلمان ہوگئی تو نفی کرنے کی صورت میں دونوں میں لعان نہ کرایا جائیگا اور بچہ کا نسب
منتفی نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر زوجہ کے بچہ پیدا ہوا پھر وہ مرگیا پھر شوہر نے اسکی نفی کی تو بچہ کا نسب اس مرد کو
لازم ہوگا بعد لعان کے بھی اور دونوں سے لعان کرایا جائیگا اور اسی طرح اگر عورت کے دو بچے پیدا ہوئے کہ انمیں سے
ایک مردہ ہے پس شوہر نے دونوں کی نفی کی تو باہم لعان کرایا جائیگا اور دونوں بچے اس مرد کو لازم ہونگے اور اسی طرح اگر عورت
کے بچہ پیدا ہوا پھر شوہر نے اسکی نفی کی پھر قبل لعان کے بچہ مرگیا تو شوہر سے لعان کرایا جائیگا اور بچہ اسکے ساتھ لازم
ہوگا یہ بدائع میں ہے۔ ایک عورت ایک ہی پیٹ سے دو بچے جنی پس شوہر نے اول بچہ کا اقرار کیا اور دوسرے
بچہ کی نفی کی تو دونوں بچے اسکو لازم ہونگے اور عورت سے لعان کریگا اور اگر اول کی نفی کی اور دوسرے کا اقرار کیا تو
دونوں بچے اسکو لازم ہونگے اور اس پر حد قذف واجب ہوگی اور اگر دونوں کی نفی کی پھر دونوں میں سے ایک قبل لعان
کے مرگیا تو زندہ بچہ کی بابت لعان کریگا اور یہ دونوں اسی کے بچے قرار دیے جاوینگے۔ اور اسی طرح اگر عورت دو بچے
جنی جنمیں سے ایک مردہ ہے پس شوہر نے دونوں کی نفی کی تو دونوں اسکو لازم ہونگے اور زندہ بچہ کی بابت لعان کریگا
یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر عورت ایک بچہ جنی پس شوہر نے اسکی نفی کی اور اسکی بابت لعان کیا پھر دوسرے روز عورت
دوسرا بچہ جنی تو دونوں بچے اس مرد کو لازم ہونگے اور لعان ہو چکا پس اگر اسنے کہا کہ یہ دونوں میری اولاد ہیں تو سچا ہوگا اور اسپر
حد واجب نہ ہوگی اور اگر کہا کہ یہ دونوں میری اولاد نہیں ہیں تو اسکی اولاد ہونگے اور اسپر حد واجب نہوگی اور اگر مرد مذکور
نے کہا کہ میں نے دروغ لعان کی اور جو کچھ میں نے عورت مذکورہ کو قذف کیا ہے وہ جھوٹی تہمت لگائی تو مرد مذکور پر حد واجب
ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اثبات نکاح کے واسطے عورت کی تصدیق چار مرتبہ شرط ہے اور حد و لعان ساقط ہونے کے
واسطے ایک ہی مرتبہ کافی ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر اپنی جورو کو طلاق رجعی دیدی پھر دو برس سے ایک روز کم میں
اسکے بچہ پیدا ہوا پس مرد نے اسکی نفی کی پھر دو برس سے ایک روز بعد دوسرا بچہ پیدا ہوا کہ اسکے نسب کا اقرار کیا تو عورت
اس سے بائنہ ہوگئی اور حد و لعان کچھ واجب نہوگی یہ امام اعظم و امام ابو یوسف کا قول ہے اور اگر طلاق بائن ہو اور باقی
مسئلہ بحالہا ہو تو مرد مذکور پر حد ماری جائیگی اور دونوں بچوں کا نسب اس سے ثابت ہوگا یہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح
کا قول ہے یہ ایضاح میں ہے۔ اور حسن رح نے ذکر کیا امام اعظم رح سے کہ اگر ایک عورت تین بچے ایک ہی پیٹ سے جنی پس شوہر نے اول
کا اقرار کیا اور دوسرے کی نفی کی اور تیسرے کا اقرار کیا تو لعان کرایا جائیگا اور یہ سب بچے اسکی اولاد ہونگے اور اگر اسنے پہلے
و تیسری کی نفی کی اور دوسرے کا اقرار کیا تو اسکو حد ماری جائیگی اور یہ سب اسکی اولاد ثابت النسب ہونگی اور اسی طرح اگر
ایک ہی بچہ کی نسبت اسنے پہلے اقرار کیا پھر نفی کی پھر اقرار کیا تو باہم لعان کرایا جائیگا اور بچہ اس سے ثابت النسب اسکو لازم
ہوگا اور اگر پہلے اسکی نفی کی پھر اقرار کیا تو اسکو حد ماری جائیگی اور بچہ اسکو لازم ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کسی مرد نے ایک
عورت سے نکاح کیا اور اسکے ساتھ دخول نہ کیا اور نہ اسکو دیکھا یہاں تک کہ اسکے ایک بچہ پیدا ہوا پس مرد نے اسکی نفی کی تو وہ عورت

سے لعان کریگا اور بعد لعان کے بچہ مذکور اُسکی ماں کو لازم کیا جائیگا اور شوہر پر مہر کامل واجب ہوگا یہ تحریر شرح
تلخیص جامع کبیر حصیری میں ہی۔ اور اگر اپنی دو عورتوں سے کہا کہ تم میں ایک کو طلاق ہی اور وہ دونوں سے دخول
کر چکا ہو اور اُسنے دونوں میں سے کسی کو بیان نہ کیا یہانتک کہ دونوں میں سے ایک عورت وقت طلاق سے دو برس زیادہ میں بچہ
جنی تو دوسری عورت طلاق کے واسطے متعین ہو جائیگی اور دوسری عورت جو بچہ جنی ہی نکاح کے واسطے متعین ہو جائیگی پس اگر
اُسنے بچہ کی نفی کی تو قاضی ان دونوں میں لعان کرا دیگا کیونکہ سبب لعان موجود ہی اور بچہ کا نسب منقطع نہوگا۔ اور اگر عورت
کے بچہ پیدا ہوا اور اُسکا شوہر غائب ہی پھر اُسنے بچہ کا دودھ اپنے وقت پر چھڑایا اور قاضی سے درخواست کی کہ اسکا اور
اُسکے بچہ کا نفقہ مقرر کر دے اور گواہ قائم کر دئیے پس قاضی نے دونوں کا نفقہ مقرر کر دیا پھر شوہر آیا اور اُسنے بچہ کی نفی کی
تو قاضی ان دونوں میں لعان کرا کے بچہ کا نسب اس مرد سے منقطع کر دیگا اور اگر نسب محکوم بہ ہو تو بحکومت قاضی دونوں میں
باہم لعان کرائیگا۔ اور اگر عورت کے ایک بچہ پیدا ہوا اور یہ بچہ والی کے بچے پر لوٹ کر گرا جس سے وہ دودھ پیتا بچہ مر گیا
اور اسکی دیت کا حکم اس بچہ کے باپ کی مددگار برادری پر کیا گیا پھر اسکے باپ نے اسکے نسب کی نفی کی تو قاضی اس بچہ کے
ماں و باپ میں لعان کرائیگا اور اس بچہ کا نسب قطع نہ کریگا یہ تنویر شرح تلخیص جامع کبیر میں ہی۔ ایک مرد نے ایک
عورت سے نکاح کیا پس وقت نکاح سے چھ مہینے پورے ہونے کے بعد اس عورت کے بچہ پیدا ہوا تو قاضی اس بچہ کے
ثبوت نسب اور عورت مذکورہ کے ساتھ دخول واقع ہونے کا حکم دیگا حتی کہ عورت کے واسطے پورے مہر و نفقہ عدت کا
حکم کریگا۔ اور اگر مرد نے اس بچہ کی نفی کی تو ان دونوں میں باہم لعان کرایا جائیگا اور بچہ کا نسب مرد سے منقطع کیا جائیگا
اگرچہ وہ اس بات کا محکوم بہ ہو گیا ہی کہ اس مرد کا ہی کیونکہ پورے مہر و نفقہ عدت کا حکم دیا گیا ہی۔ اسی طرح اگر مطلقہ طلاق رجعی
دو برس سے زیادہ میں بچہ جنی تو رجعت ہو گی اور اگر مرد نے اس بچہ کی نفی کی تو قاضی دونوں میں لعان کرائیگا اور بچہ کو
اسکی ماں کے ساتھ لاحق کر دیگا یہ تحریر شرح جامع کبیر حصیری میں ہی۔ اگر قذف بولد ہو تو قاضی اس ولد کا نسب منقطع
کر کے اسکی ماں کے ساتھ لاحق کر دیگا اور اس لعان کی صورت یہ ہی کہ حاکم اس مرد کو حکم دے کہ یوں قسم کھائے اشہد باللہ انی
لمن الصادقین فیما رمیتہا بہ من نفی الولد یعنی شہادت دیتا ہوں میں قسم اللہ تعالی کی کہ میں البتہ ضرور سچوں میں سے ہوں
اس بات میں جو میں نے اس عورت کو لگائی ہی ولد کی نفی سے۔ اور اسی طرح عورت کی جانب سے بھی عورت یوں کہے
کہ اشہد باللہ انہ لمن الکاذبین فیما رمانی بہ من نفی الولد یعنی میں قسم اللہ تعالی کی گواہی دیتی ہوں کہ اس مرد نے نفی ولد کی
بات جو مجھے لگائی اسمیں یہ جھوٹا ہی۔ اور اگر مرد نے اسکو زنا اور نفی ولد دونوں سے قذف کیا ہو تو لعان میں دونوں
باتیں ذکر کرے یعنی مرد یوں کہے کہ اشہد باللہ انی لمن الصادقین فیما رمیتہا بہ من الزنا و نفی الولد اور عورت یوں کہے کہ
اشہد باللہ انہ لمن الکاذبین فیما رمانی بہ من الزنا و نفی الولد یہ کافی میں ہی۔ اور جب قاضی نے بعد لعان کے ان دونوں میں
تفریق کر دی تو یہ بچہ اپنی ماں کو لازم ہوگا۔ اور بشر رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ ضرور ہی کہ قاضی یوں کہے کہ میں نے
تم دونوں میں تفریق کر دی اور اس بچہ کا نسب اس مرد سے قطع کر دیا حتی کہ اگر قاضی نے یہ بات نہ کہی تو مرد مذکور سے اسکا نسب قطع
نہوگا اور یہ صحیح ہی یہ مبسوط و نہایہ میں ہی پھر قاضی اس بچہ کا نسب نفی کر کے اسکی ماں کے ساتھ لاحق کر دیگا اور امام ابو یوسف
سے روایت ہی کہ قاضی وہ دونوں میں تفریق کریگا اور کہیگا کہ میں نے یہ بچہ اسکی ماں کے ساتھ لاحق کیا اور اس مرد کو اُسکے نسب سے
خارج کر دیا چنانچہ اگر قاضی نے یہ نہ کہا تو نسب قطع نہوگا یہ کافی میں ہی اور مبسوط میں لکھا ہی کہ یہی صحیح ہی یہ شرح

مجمع البحرین ابن الملک میں ہے۔ اور اگر بعد لعان کے جورو و مرد دونوں سے یا ایک سے ایسی کوئی بات پائی گئی کہ اگر قبل لعان کے پائی جاتی تو لعان سے مانع ہوتی تو دونوں باہم لعان کنندہ باقی نہ رہینگے پس مرد مذکور کو حلال ہوگا کہ اس عورت سے نکاح کرلے اور اسکی صورت یہ ہے کہ مثلاً مرد نے اپنی تکذیب کی پس اسکو حد ماری گئی یا عورت نے اپنی تکذیب کی یا دونوں میں سے کسی نے کسی آدمی کو قذف کیا جسکے سبب سے اسپر حد قذف ماری گئی یا دونوں میں سے کوئی گونگا ہوگیا یا عورت مجنونہ ہوگئی یا بوطی حرام اسکے ساتھ وطی کی گئی یا دونوں میں کوئی مرتد ہوکر مسلمان ہوگیا پس ان امور مذکورہ میں سے اگر کوئی بات پائی گئی تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک مرد مذکور کو اس عورت سے نکاح کرلینا حلال ہوجائیگا یہ ینابیع و سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر دونوں میں تفریق کردی گئی پھر عورت معتوہہ ہوگئی تو مرد کو اس سے نکاح کرلینا جائز نہیں ہے کیونکہ معتوہ ہونے میں اہلیت لعان باقی رہتی ہے یہ محیط شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔ اور اگر مرد مجبوب یا خصی ہو تو اسکے نفی ولد کی صورت میں لعان مشروع نہیں ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ ملاعنہ عورت کا بچہ یعنی جسکا نسب مرد ملاعن سے قطع کرکے اسکی ماں کے ساتھ لاحق کیا گیا ہے بعض احکام میں وہ نسب کے ساتھ لاحق کیا گیا ہے چنانچہ علماء نے فرمایا ہے کہ اگر ملاعنہ کے بچہ نے اپنے باپ کے واسطے گواہی دی تو قبول نہوگی اسی طرح اگر اسکے باپ نے یعنی جسنے نفی کی ہے اور لعان کیا ہے اس بچہ کے واسطے گواہی دی تو مقبول نہوگی۔ اور اسی طرح اگر مرد نے اپنے مال کی زکوۃ اپنی ملاعنہ جورو کے اس بچہ کو دی جسکی نسبت لعان کیا ہے یا اسنے اپنے مال کی زکوۃ اس مرد کو دی تو نہیں جائز ہے اور اسی طرح اگر ملاعنہ کے اس بچہ کا پسر پیدا ہوا اور اس مرد ملاعن کی دختر کسی دوسری جورو سے ہے اور دونوں میں نکاح ہوا یا ملاعنہ کے ولد کی دختر اور اس مرد کی دوسری جورو سے بیٹا ہوا (یعنی اس بچہ نے) اور اس پسر نے اس دختر سے نکاح کیا تو نکاح جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر اس ولد ملاعنہ کا کسی شخص نے دعوی کیا یعنی اپنے نسب کا دعوی کیا تو صحیح نہیں ہے اگرچہ ولد نے اسکے قول کی تصدیق کی ہو۔ اور بعض احکام میں ولد ملاعنہ اجنبیوں کے ساتھ لاحق کیا جاتا ہے حتی کہ ملاعنہ کا ولد اس مرد ملاعن کا وارث نہوگا اور اسی طرح مرد ملاعن اسکا وارث نہوگا اور اسی طرح ان دونوں میں سے کوئی دوسرے پر نفقہ کا مستحق نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر عورت نے شوہر پر نالش کی اور دعوی کیا کہ اسنے مجھکو قذف کیا ہے اور شوہر نے اس سے انکار کیا تو قذف ثابت کرنے کے واسطے عورت کی طرف سے سوائے دو عادل مردوں کی گواہی کے اور گواہی قبول نہوگی اور عورتوں کی گواہی قبول نہوگی اور شہادۃ علی الشہادۃ قبول ہوگی یعنی گواہوں نے اپنی گواہی پر اور گواہ قائم کردیے جنہوں نے گواہی دی تو نامقبول ہوگی اور قاضی کا خط بجانب قاضی دیگر اس اثبات کے واسطے بھی مقبول نہوگا جیسے اجنبی پر قذف ثابت کرنے کے واسطے نامقبول ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر عورت نے دو مرد گواہ قائم کیے پھر مرد نے بھی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اس امر کی گواہ دیں کہ عورت مدعیہ نے مرد مذکور کے قذف کرنے کی تصدیق کی تھی تو لعان ساقط ہوگیا اور مرد پر حد بھی لازم نہوگی۔ اور اگر عورت کے پاس گواہ نہوں اور اسنے چاہا کہ شوہر کو اس امر پر قسم دلا دے تو عورت کو قسم دلانے کا اختیار نہیں ہے یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اور اگر شوہر نے عورت کے تصدیق کرنے کا یعنی اسنے میری تصدیق کی تھی دعوی کیا اور چاہا کہ عورت کو اس بات پر قسم دلا دے تو عورت پر قسم لازم نہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر عورت پر زنا کے چار گواہ قائم ہوگئے تو لعان واجب نہوگی اور عورت پر حد زنا جاری کی جائیگی اور اگر چار گواہ قائم ہوئے مگر انمیں سے ایک گواہ اسکا شوہر ہے پس اگر قبل اسکے مرد مذکور کی طرف سے قذف نہوا ہو تو ان گواہوں کی گواہی قبول ہوگی اور ہمارے نزدیک عورت پر حد زنا جاری کیجائیگی۔ اور اگر شوہر اس سے پہلے اسکو قذف کرچکا ہے پھر اپنے سوائے

زنا کے اور تین گواہ لایا تو یہ گواہ قذف کنندہ قرار دیے جاوینگے کہ انپر حد قذف جاری کیجائیگی اور پھر بذریعہ شوہر پر عورت کے ساتھ لعان کرنی واجب ہوگی۔ اور اگر شوہر اور تین گواہ اور آئے اور ان سب نے گواہی دی کہ اس عورت نے زنا کیا ہے مگر ان گواہوں کی تصدیق نہوئی تو عورت پر حد زنا واجب نہوگی اور نہ ان گواہوں پر حد قذف واجب ہوگی اور نہ شوہر پر لعان واجب ہوگی یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر شوہر کے ساتھ تین اندھوں نے عورت پر زنا کی گواہی دی تو ان اندھوں کو حد قذف ماری جائیگی اور شوہر پر لعان واجب ہوگا۔ اور اگر عورت کے واسطے اسکے دو لڑکون نے اسکے شوہر پر گواہی دی کہ اس مرد نے اس عورت کو قذف کیا ہے تو ان دونون کی گواہی جائز ہوگی اور اسی طرح اگر عورت کے باپ اور عورت کے بیٹے نے اسطرح گواہی دی تو بھی جائز ہے۔ اور اگر عورت کے دو گواہون میں سے ایک نے گواہی دی کہ اس مرد یعنی عورت کے شوہر نے اس عورت کو زنا کے ساتھ قذف کیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس مرد نے اس عورت کے بچہ کو کہا کہ یہ زنا سے پیدا ہے تو یہ گواہی جائز نہوگی یعنی قذف کرنا ثابت نہوگا اور اگر ایک گواہ نے کہا کہ اس مرد نے اسکو عربی زبان میں قذف کیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے فارسی زبان میں قذف کیا تو یہ گواہی قبول نہوگی۔ اور اگر ایک گواہ نے گواہی دی کہ اس مرد نے اس عورت کو کہا کہ تیرے ساتھ زید نے زنا کیا اور دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ اسنے اس عورت سے کہا کہ تیرے ساتھ عمرو نے زنا کیا ہے تو مرد مذکور پر لعان واجب ہوگا۔ اور اگر کسی مرد نے اپنی جورو کو زید کے ساتھ قذف کیا پھر زید آیا اور اسنے اس مرد سے اپنے قذف کرنے کا مطالبہ کیا تو اس مرد کو حد قذف ماری جائیگی اور لعان ساقط ہو جائیگا۔ اور جب دو گواہون نے کسی عورت کے شوہر پر اسکے قذف کرنے کی گواہی دی تو قاضی اسکو قید کریگا یہانتک کہ ان گواہون کی عدالت دریافت کرے اور مرد مذکور سے کفیل نفس قبول نہ کریگا اور اگر دونون گواہون نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس مرد نے اپنی جورو کو اور باندی کو ایک ہی کلمہ سے قذف کیا تو یہ گواہی جائز نہوگی۔ اور اگر زید کے دو بیٹون نے جو ہندہ اسکی جورو کے سوائے دوسری جورو کے بیٹے ہیں زید پر یہ گواہی دی کہ زید نے اس ہندہ کو قذف کیا ہے اور ان دونون کی ماں زید کے پاس ہے تو ان دونون کی گواہی جائز نہوگی لیکن اگر زید غلام ہو یا محدود القذف ہو تو سبب حد کی گواہی ان دونون کی زید پر قبول ہوگی اور اگر زید پر دو گواہون نے گواہی دی کہ اسنے اپنی جورو کو قذف کیا ہے پھر دونون گواہون کی تعدیل ہوگئی پھر قبل اسکے کہ قاضی انکی گواہی پر کچھ حکم دے یہ دونون گواہ مر گئے یا کہیں چلے گئے تو قاضی لعان کا حکم دیدیگا اسواسطے کہ مر جانا یا غائب ہو جانا انکی عدالت میں قادح نہیں ہے بخلاف اسکے اگر دونون اندھے ہو گئے یا مرتد یا فاسق ہو گئے تو ایسا نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر عورت نے چار گواہ قائم کیے جنمیں سے دو گواہون نے گواہی دی کہ اسکے شوہر زید نے اسکو جمعرات کے روز قذف کیا ہے اور باقی دو گواہون نے گواہی دی کہ اسنے جمعہ کے روز قذف کیا ہے تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک دونون جورو و مرد میں باہم لعان کرنیکا حکم دیا جائیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر شوہر نے دعوی کردیا کہ میرے اسکو قذف کرنے کے روز یہ باندی یا ذمیہ تھی تو لعان واجب نہوگا الا آنکہ عورت مذکورہ قاضی کے نزدیک حریت یا اسلام کی راہ سے معروف ہو اور اگر شوہر نے گواہ قائم کیے کہ بروز قذف کرنے کے یہ عورت رقیقہ یا کافرہ تھی اور عورت نے اپنے آزاد ہونے یا مسلمان ہونے کے گواہ قائم کیے تو گواہ عورت کے اولی ہونگے لیکن اگر شوہر کے گواہون سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہو کہ یہ عورت بعد اسلام کے مرتدہ ہوگئی تھی تو یہ حکم نہیں ہے یہ عتابیہ میں ہے۔ اگر مرد قاذف نے دو مرد گواہ اس مضمون کے قائم کیے کہ عورت نے خود زنا کا اقرار کیا ہے تو شوہر کے ذمہ سے لعان ساقط ہو جائیگا اور عورت کے ذمہ حد زنا لازم نہ آویگی جیسے کہ اسکے ایک مرتبہ

اقرار کر دینے سے لازم نہیں آتی ہو۔ اور اگر ایک مرد اور دو عورتون نے عورت پر اس مضمون کی گواہی دی تو بھی استحساناً لعان ساقط ہونے کا حکم ہوگا۔ اور اگر مرد نے یہ دعوی کیا کہ یہ عورت زانیہ ہو یا یوطی حرام اس سے وطی کی گئی ہو تو مرد پر لعان واجب ہوگی پس اگر شوہر نے دعوی کیا کہ میرے پاس اس امر کے گواہ ہین کہ مین جسطرح کہتا ہون کہ یہ عورت ایسی ہی ہو تو مجلس سے قاضی کے اٹھنے تک اسکو مہلت دیجائیگی پس اگر وہ گواہ لے آیا تو خیر ورنہ عورت سے لعان کریگا۔ اور اگر شوہر نے کہا کہ مین نے اسکو قذف کیا درحالیکہ یہ صغیرہ تھی اور عورت نے کہا کہ اپنے وقت بلوغ کے قذف کیا ہو تو قول شوہر کا قبول ہوگا اور گواہ اگر دونون نے قائم کیے تو عورت کے گواہ مقبول ہونگے۔ اور اگر عورت نے قذف متقادم کا دعوی کیا یعنی ایسے قذف کا جسکو زمانہ دراز گذر گیا ہو اور اسپر گواہ قائم کیے تو جائز ہو پھر اگر شوہر نے گواہ قائم کیے کہ مین نے اس عورت کو اسکے بعد طلاق رجعی دیدی اور خطبہ کرکے اسکے ساتھ نکاح کر لیا تو دونون مین لعان کچھ واجب نہ ہوگی یہ مبسوط مین ہو۔

بارھوان باب عنین کے بیان مین۔ عنین اسکو کہتے ہین جو باوجود قیام آلہ کے عورتون سے واصل نہو سکے پس اگر وہ ایسا ہو کہ ثیبہ عورتون تک پہونچتا ہو اور باکرہ عورتون تک نہ پہونچتا ہو یا بعض عورتون تک پہونچتا ہو اور بعض تک نہ پہونچتا ہو اور یہ امر کسی مرض یا ضعف خلقت یا بڑہاپے یا جادو کی وجہ سے ہو تو جن عورتون کی طرف نہیں پہونچ سکتا ہو انکے حق مین عنین ہوگا یہ نہایہ مین ہو۔ اور اگر اسکا حشفہ یعنی ذکر کا سر اندر کر دیا تو وہ عنین نہیں ہو۔ اور اگر سر ذکر کٹا ہوا ہو تو ضرور ہو کہ باقی ذکر کو اندر کرے یہ بحر الرائق مین ہو۔ اور اگر عورت اپنے شوہر کو قاضی کے پاس لے گئی اور اسپر دعوی کیا کہ یہ عنین ہو اور تفریق کی درخواست کی تو قاضی اسکے شوہر سے دریافت کریگا کہ تو اس عورت تک پہونچا ہو یا نہیں پہونچا پس اگر اسنے اقرار کیا کہ مین نہیں پہونچا تو اسکو ایک سال کی مہلت دیگا خواہ عورت باکرہ ہو یا ثیبہ ہو۔ اور اگر شوہر نے اسکے دعوی سے انکار کیا اور کہا کہ مین اس تک پہونچا ہون پس اگر یہ عورت ثیبہ ہو تو قول مرد کا معتبر ہوگا مگر قسم کے ساتھ کہ مین اس تک پہونچا ہون یہ بدائع مین ہو پس اگر مرد مذکور نے قسم کھالی تو عورت کا حق باطل ہو گیا اور اگر اسنے قسم سے انکار کیا تو قاضی اسکو ایک سال کی مہلت دیگا یہ کافی مین ہو اور اگر عورت نے کہا کہ مین ویسی ہی باکرہ موجود ہون تو عورتین اسکو دیکھین اور ایک عورت کافی ہو اور دو ہون تو احوط واوثق ہو پس اگر عورتون نے کہا کہ یہ ثیبہ ہو تو قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا یہ سراج وہاج مین ہو پس اگر مرد نے قسم کھالی تو عورت کا کچھ حق نہیں ہو اور اگر اسنے قسم سے انکار کیا تو اسکو ایک سال کی مہلت دیجائیگی یہ ہدایہ مین ہو۔ اور اگر عورتون نے کہا کہ یہ باکرہ ہو تو بدون قسم کے عورت کا قول قبول ہوگا اور اگر عورتون کو اسکے معاملہ مین شک پیدا ہوا تو اس عورت کا امتحان کیا جائیگا پس بعض نے فرمایا کہ اسکو حکم دیا جائیگا کہ دیوار پر پیشاب کرے پس اگر وہ دیوار پر دھار پھینک سکے تو باکرہ ہو ورنہ ثیبہ ہو اور بعض نے فرمایا کہ مرغی کے انڈے سے اسکا امتحان کیا جاوے پس اگر مرغی کا انڈا اسکے اندام نہانی مین چلا جاوے یعنی سما جاوے اس سوراخ سے تو ثیبہ ہو اور اگر نہ سماوے تو باکرہ ہو یہ سراج وہاج مین ہو اور اگر بعض عورتون نے کہا کہ باکرہ ہو اور بعض نے کہا کہ ثیبہ ہو تو ان عورتون کے سوائے دوسری عورتون کو دکھلاوے پس جب ثابت ہو جاوے کہ مرد مذکور اس عورت تک نہیں پہونچا ہو تو اسکو ایک سال کی مہلت دے خواہ یہ مرد درخواست کرے یا نہ کرے اور مہلت مذکور دینے پر گواہ کر دے اور اسکی تاریخ لکھدے یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اور ابتداے مدت مذکورہ وقت

مخاصمہ سے ہوگی یہ محیط میں ہی - اور یہ مہلت سوائے قاضی مصر یا مدینہ کے اور کسیطرف سے نہوگی پس اگر عورت نے خود (یعنے قاضی شہر کلان یا قریہ ۱۲)
اسکو مہلت دی یا قاضی کے سوائے دوسرے نے مہلت دی تو اس مہلت کا اعتبار نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہی۔ اور
اس مدت میں سال قمری معتبر ہی یہی ظاہر الروایہ ہی کذا فی التبیین اور یہی صحیح ہی یہ ہدایہ میں ہی - اور حسن رح نے امام اعظم سے
روایت کی ہی کہ سال شمسی معتبر ہی اور وہ سال قمری سے چند روز زیادہ ہوتا ہی اور شمس الائمہ سرخسی شرح کافی میں روایت
حسن رح کی طرف گئے ہیں کہ اسکے اختیار کرنے میں احتیاط ہی اور یہی مذہب صاحب تحفہ کا ہی اور یہی میرے نزدیک مختار
ہی یہ غایۃ البیان میں ہی اور اسی کو شمس الائمہ نے اختیار کیا ہی یہ مبسوط میں ہی اور امام قاضیخان و امام ظہیر الدین نے مدت
مہلت میں یہ اختیار کیا ہی کہ سال شمسی کی مہلت دیجاوے کہ اسکے اختیار کرنے میں احتیاط ہی یہ کفایہ میں ہی اور اسی پر
فتوی ہی یہ خلاصہ میں ہی شمس الائمہ حلوائی سے منقول ہی کہ سال شمسی تین سو پینسٹھ روز اور ایک چوتھائی روز اور ایک بیسواں
حصہ روز کا ہوتا ہی اور سال قمری تین سو چون (۳۵۴) روز کا ہوتا ہی یہ کافی میں ہی - اور مجتبے میں لکھا ہی کہ اگر تاجیل درمیان مہینہ
سے واقع ہوئی تو بالاجماع سال کا اعتبار دنوں کے شمار سے ہوگا یہ بحر الرائق میں ہی اور ان ایام میں سے عورت کے
ایام حیض و ماہ رمضان محسوب کر دیا جائیگا یہ شرح جامع کبیر قاضی خان میں ہی اور مرد کے مرض یا عورت کے مرض کے ایام
محسوب نہ کیے جاوینگے یہ ہدایہ میں ہی پس اگر اس سال میں مرد مذکور مریض ہوگیا تو بقدر مدت مرض کے امام محمد رح کے نزدیک
اسکو اور مہلت دیجائیگی اور اسی پر فتوی ہی یہ فتاوی کبری میں ہی - اور اگر مرد نے حج کیا یا کہیں غائب ہوگیا تو یہ ایام مرد
کے ذمہ محسوب ہونگے اور اگر عورت نے حج کیا یا کہیں غائب ہوگئی تو یہ ایام مرد کے حساب مدت میں شمار نہونگے یہ تبیین میں ہی اور
اگر مخاصمہ کرنے کے وقت عورت احرام میں ہو تو قاضی مرد کے واسطے مدت مہلت مقرر نہ کریگا یہانتک کہ حج سے فارغ ہو جاوے
یہ نہایہ میں ہی - اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر عورت نے مرد سے ایسے وقت میں قاضی کے یہاں مخاصمہ پیش کیا کہ وہ محرم تھا
تو قاضی بعد اسکے حلال ہو جانے کے مہلت ایکسال تک قرار دیگا - اور اگر ایسی حالت میں عورت نے خصومت کی کہ مرد مذکور
مظاہر تھا پس اگر وہ بردہ آزاد کرنے کی قدرت رکھتا ہو تو قاضی اسکو میعاد ایکسال کی مہلت وقت خصومت سے دیگا
اور اگر وہ اعتاق پر قادر نہ ہو تو اسکے لیے چودہ (۱۴) مہینہ کی مہلت مقرر کر دیگا اور اگر قاضی نے ایکسال کی مدت مقرر کردی
حالانکہ مرد مظاہر نہ تھا پھر سال کے اندر اُسنے اس عورت سے ظہار کر لیا تو مدت میں کچھ بڑھایا نہ جائیگا یہ بدائع میں ہی اور
اگر عورت کا شوہر ایسا مریض پایا گیا کہ وہ جماع پر قادر نہیں ہی تو اسکو تاجیل مہلت ابھی سے نہ دیجائیگی بلکہ جب اچھا ہو جاوے
تب سے مہلت دیجائیگی اگرچہ مرض طول پکڑے اور اگر معتوہ کے ساتھ اسکے ولی نے کسی عورت کا نکاح کیا مگر معتوہ مذکور اس
عورت تک نہ پہونچا تو معتوہ کی طرف سے کسی خصم کے مقابلہ میں قاضی معتوہ کو ایکسال کی مہلت دیگا یہ فتاوی قاضیخان
میں ہی اور اگر شوہر قید کیا گیا اور عورت نے قید خانہ میں اُسکے پاس آنے سے انکار کیا تو یہ ایام مرد کی مہلت میں محسوب
نہونگے اور اگر عورت نے انکار نہ کیا اور قید خانہ میں کوئی جگہ خلوت کی بھی ہی تو یہ ایام مرد کے ایام مہلت میں محسوب ہونگے
اور اگر کوئی جگہ خلوت کی نہو تو محسوب نہونگے - اور اسی طرح اگر عورت کے مہر کے واسطے قید کیا گیا تو بھی یہی تفصیل سے حکم ہی یہ
تبیین میں ہی - اور اگر عورت کسی حق کے واسطے قید کی گئی اور شوہر اس تک جا سکتا ہی اور خلوت میں اسکے ساتھ رہ سکتا اور رات
گذار سکتا ہی تو یہ ایام شوہر کی میعاد مہلت میں محسوب ہونگے ورنہ نہیں یہ فتاوے قاضیخان میں ہی - اور اگر میعاد مہلت گذرجانے
کے بعد عورت قاضی کے پاس آئی اور دعوی کیا کہ میرا شوہر مجھ تک نہیں پہونچا ہی اور شوہر نے پہونچنے کا دعوی کیا پس اگر

عورت پہلے سے ثیبہ ہو تو قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا پس اگر شوہر نے قسم کھالی تو عورت کا حق باطل ہوگیا اور
اگر اُسنے قسم سے نکول کیا تو قاضی اس عورت کو اختیار دیگا کہ چاہے اسکے ساتھ رہنا اختیار کرے یا تفریق
کرالے۔ اور اگر عورت نے کہا کہ میں ویسی ہی باکرہ موجود ہوں تو عورتیں اسکو دیکھیں اور ایک عورت کافی ہے اور
دو ہوں تو احتیاط زیادہ ہے پس اگر ان عورتوں نے کہا کہ یہ ثیبہ ہے تو قسم سے مرد کا قول قبول ہوگا اور اگر ان عورتوں نے کہا کہ باکرہ
ہے یا شوہر نے خود اقرار کیا کہ میں اس تک نہیں پہونچا ہوں تو قاضی اس عورت کو درباب فرقت اختیار دیگا کذا فی شرح الجامع
الصغیر لقاضیخان پس اگر عورت نے شوہر کے ساتھ رہنا اختیار کیا یا مجلس سے اُٹھ کھڑی ہوئی یا قاضی کے پیادوں نے اسکو اُٹھا دیا
یا اسکے اختیار کرنے سے پہلے قاضی اُٹھ کھڑا ہوا تو اُسکا خیار باطل ہو جائیگا کذا فی المحیط اور ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے
اور اسی پر فتوے ہے یہ تاتارخانیہ میں واقعات سے منقول ہے اور اگر عورت نے فرقت کو اختیار کیا تو قاضی اُسکے شوہر کو
حکم دیگا کہ اسکو ایک طلاق بائنہ دیدے اور اگر شوہر نے انکار کیا تو قاضی ان دونوں میں تفریق کر دیگا ایسا ہی امام محمد رح
نے اصل میں ذکر فرمایا ہے یہ تبیین میں ہے اور فرقت ایک طلاق بائنہ ہے یہ کافی میں ہے اور عورت کے واسطے مہر کامل
واجب ہوگا اور عورت پر عدت واجب ہوگی۔ بشرطیکہ شوہر نے اُسکے ساتھ خلوت کی ہو یہ بالاجماع ہے اور اگر عورت
سے خلوت نہ کی ہو تو عورت پر عدت واجب نہوگی۔ اور اسکو نصف مہر ملیگا اگر مہر مسمی ہوا ہو اور اگر مہر مسمی نہو تو اُسکے واسطے
متعہ واجب ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر میعاد مہلت ایکسال گذر گئی اور بعد اسکے عورت نے ایک زمانہ تک مخاصمہ نہ کیا تو
اسکا حق باطل نہو جائیگا اگرچہ اُسنے اس درمیان میں ساتھ سونے میں مرد کی مطاوعت کی ہو یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور
اسی پر فتوی ہے یہ فتاوی کبری میں ہے اور اگر بعد مہلت گذرنے کے شوہر نے قاضی سے درخواست کی کہ مجھے ایکسال دیگر یا
ایک مہینہ یا زیادہ کی مہلت اور دے تو قاضی کو ایسا کرنا نہیں چاہیے الا برضامندی عورت اور اگر عورت پہلے اسپر راضی
ہوئی پھر اسنے رجوع کر لیا تو اسکو یہ اختیار ہے پس مہلت باطل ہو جائیگی اور عورت کو خیار حاصل ہوگا یہ نہایہ میں ہے اور
اگر مہلت کا سال گذرنے پر قاضی مر گیا یا معزول کیا گیا قبل اسکے کہ عورت اپنے امر میں کچھ اختیار کرے اور بجائے اُس قاضی
کے دوسرا مقرر کیا گیا پس عورت اپنے شوہر کو دوسرے قاضی کے پاس لائی اور گواہ قائم کیے کہ فلاں قاضی اول نے میرے
اس شوہر کو ایکسال کی مہلت میرے بارہ میں دی تھی اور وہ سال گذر گیا تو قاضی دوم اس مقدمہ کو قاضی اول کی روداد پر
مبنی کریگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر قاضی کے تفریق کرنے کے بعد دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس عورت نے
قبل تفریق قاضی کے یہ اقرار کیا تھا کہ مرد مذکور اس تک پہونچا ہے تو قاضی کی تفریق باطل ہوگی اور اگر عورت نے بعد تفریق
قاضی کے اقرار کیا کہ یہ مرد مجھ تک پہونچا تھا تو اُسکے قول کی تصدیق نہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر عورت کا مرد ایکبار
اس تک پہونچا ہے پھر عاجز ہوگیا تو عورت کے واسطے کچھ خیار (تفریق کرانے کا ۱۲) نہوگا یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر عورت کو وقت نکاح کے یہ
معلوم ہو کہ یہ مرد عنین ہے عورتوں تک نہیں پہونچتا ہے تو عورت کو حق خصومت حاصل نہوگا اور اگر عورت کو اسوقت
معلوم نہ تھا پھر اسکے بعد معلوم ہوا تو اسکا حق خصومت اسکو حاصل رہیگا اور ترک خصومت سے اسکا حق باطل نہوگا اگرچہ
زمانہ دراز تک وہ خصومت نہ کرے جب تک کہ وہ اس امر پر راضی نہو جائے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اگر عنین اور
اسکی جورو کے درمیان قاضی نے تفریق کر دی پھر اس عورت کے ساتھ اس عنین نے نکاح کیا تو عورت کو اپنا خیار حاصل
نہوگا اور اگر عنین نے کسی دوسری عورت سے نکاح کیا جو اسکے حال سے آگاہ ہے تو اصل میں مذکور ہے کہ اسکو خیار حاصل نہوگا

اور اسی پر فتوی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور یہی صحیح ہے کہ دوسری عورت کو حق خصومت حاصل ہوگا اگر مرد مذکور اس تک
نہ پہونچا ہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور ایسا ہی غایۃ السروجی میں ہے۔ اور اگر عورت سے نکاح کیا اور ایک مرتبہ اس تک
پہونچا پھر عنین ہوگیا پھر اس عورت کو جدا کر دیا یعنی طلاق دیدی پھر اس عورت سے نکاح کیا اور اس تک نہ پہونچا تو
اس عورت کو خیار حاصل ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس سے فرج کے سوائے
مباشرت کرتا تھا یہانتک کہ اسکو اور عورت کو انزال ہوجاتا تھا اور اس سے فرج میں وصول نہیں کرسکتا تھا اور یہ
عورت اسکے ساتھ یونہی مدت تک رہی اور یہ عورت باکرہ ہے یا ثیبہ ہے پھر اسنے قاضی کے پاس نالش کی تو قاضی اس مرد
کو ایکسال کی مہلت دیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر عورت کی دبر میں پایا کہ سوراخ میں دخول کرسکتا تو وہ عنین ہونے
سے خارج نہوگا یہ معراج الدرایہ میں ہے۔ اور اگر مرد کی منی نہ ہو اور وہ جماع کرتا ہے پس انزال نہیں ہوتا ہے تو عورت کو حق خصومت
حاصل نہوگا یہ نہایہ میں ہے اور اگر بالغہ عورت نے اپنے شوہر صغیر کو عنین پایا تو اسکے بالغ ہونے تک انتظار کرے اور اگر عورت مجنونہ
ہو تو اسکا ولی بھی تفریق نہیں کرا سکتا ہے اور اگر عورت نے اپنے شوہر معتوہ کو عنین پایا تو معتوہ کے ولی سے خصومت کریگی
اور بجائے خصومت ولی اس معتوہ کو ایکسال کی مہلت دیجائیگی یہ کافی میں ہے۔ اور اگر باندی کا شوہر عنین نکلا تو امام اعظم کے قول
میں خیار اسکے مولی کو ہوگا اور اسی پر فتوی ہے یہ فتاوی کبری میں ہے۔ اور جیسے عنین کو ایکسال کی مہلت دیجاتی ہے ویسے
ہی خصی کو بھی مہلت دیجائیگی اور یہی حکم بوڑھے آدمی کا ہے اگرچہ وہ خود کہے کہ مجھے امید نہیں ہے کہ میں اس عورت تک
پہونچ سکونگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے خنثی اگر مردوں کے آلہ سے پیشاب کرتا ہو یعنی جس سے مرد پیشاب کرتے ہیں
تو وہ مرد ہے اسکو نکاح کرنا جائز ہے پس اگر اسنے نکاح کیا اور عورت تک نہ پہونچا تو مثل عنین کے اسکو بھی مہلت دیجائیگی
یہ مبسوط میں ہے اور خنثی مشکل کا حکم مثل عنین کے ہے یعنی اگر عورت نے اپنے شوہر کو خنثی مشکل پایا تو وہی حکم ہوگا جو عنین
کے ساتھ ہوتا ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر عنین کی عورت رتقاء یا قرناء ہو تو وہ مہلت نہ دیا جائیگا یہ بدائع میں ہے
اور اگر عورت نے اپنے شوہر کو مجبوب پایا تو عورت کو قاضی فی الحال اختیار دیگا اور اس مرد کو مہلت ایکسال کی نہ دیگا
یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور جسکا ذکر بہت چھوٹا ہو جیسے گھنڈی تو وہ بھی مجبوب کے ساتھ لاحق کیا جائیگا نہ وہ شخص جسکا
آلہ چھوٹا ہو کہ داخل فرج تک نہ پہونچا سکے یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور اگر عورت نے کہا کہ یہ مجبوب ہے اور مرد نے کہا کہ میں مجبوب
نہیں ہوں اور حال یہ ہے کہ میں اس تک پہونچا ہوں تو قاضی اس مرد کو کسی مرد کو دکھلائیگا پس اگر چھونے اور ٹٹولنے سے کپڑے کے
باہر سے معلوم کرسکے بدون بے پردہ کرنے کے تو اسکو بے پردہ نہ کریگا اور اگر بدون کشف ستر کیے ہوئے اور نظر ڈالے
ہوئے معلوم نہ کرسکے تو کسی غیر کو حکم دیگا کہ اسکو دیکھے کیونکہ ضرورت ہے۔ اور اگر مرد اس عورت تک پہونچ گیا پھر
مجبوب ہوگیا تو عورت کو خیار حاصل نہوگا یہ غایۃ السروجی میں ہے۔ اور اگر مجبوب کی عورت وقت نکاح کے اسکو جانتی ہو تو اسکو
خیار حاصل نہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اور اگر شوہر مجبوب ہوا اور عورت نہ جانتی ہو پھر عورت کے بچہ پیدا ہوا اور مجبوب
مذکور نے اسکے نسب کا دعوی کیا اور قاضی نے اسکا نسب اس مجبوب سے ثابت کردیا پھر عورت اسکے حال سے آگاہ
ہوئی اور اسنے فرقت کی درخواست کی تو عورت کو اس امر کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ بچہ اس شخص مجبوب کو بغیر جماع کے
لازم ہوا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قاضی نے مجبوب اور اسکی جورو کے درمیان بعد خلوت واقع ہونے کے تفریق کردی پھر دو
برس تک میں اس عورت کے بچہ پیدا ہوا تو اسکا نسب اس مجبوب سے ثابت ہوگا اور قاضی کا تفریق کرنا باطل نہوگا اور عنین کی

صورت میں نسب ثابت ہوگا اور قاضی کی تفریق باطل ہو جائیگی بشرطیکہ شوہر دعوی کرتا ہو کہ میں اس عورت تک پہونچا ہون یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر عورت نے اپنے شوہر صغیر کو مجبوب پایا تو قاضی عورت کی خصومت پر فی الحال تفریق کر دیگا اور شوہر کے بلوغ تک انتظار نہ فرمائیگا اور طفل کو حکم دیگا کہ اسکو طلاق دیدے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ فرقت بغیر طلاق ہوگی اور اول قول اصح ہے لیکن قاضی دونون مین تفریق نہ کریگا جبتک کہ اس طفل کی طرف کوئی خصم قرار نہ پاوے جیسے اسکا باپ یا باپ کا وصی اور اگر اس طفل کا کوئی ولی و وصی نہو تو اسکا دادا یا دادا کا وصی اسکی طرف سے خصم ہوگا اور اگر وہ بھی نہو تو قاضی اسکی طرف سے کوئی خصم قرار دیدیگا اور اگر ایسے گواہ پیش ہوئے جنسے حق عورت باطل ہوتا ہے مثلاً گواہون نے گواہی دی کہ یہ عورت اسکے حال پر راضی ہو چکی ہے یا وقت عقد کے اسکے حال سے واقف تھی تو قاضی دونون مین تفریق نہ کریگا اور اگر گواہ نہون اور عورت سے قسم طلب کی تو عورت سے قسم لیجائیگی پس اگر عورت نے قسم سے نکول کیا تو دونون مین تفریق نہ کیجائیگی اور اگر عورت نے قسم کھالی تو قاضی تفریق کردیگا یہ فتاویٰ سرخسی مین ہے۔ اور اگر عورت صغیرہ ہو کہ اسکے باپ نے اسکا نکاح کر دیا ہو اور اس نے اپنے شوہر کو مجبوب پایا تو اس صغیرہ کے باپ کی خصومت سے قاضی ان دونون مین تفریق نہ کریگا یہان تک کہ یہ عورت خود بالغ ہو اور اگر عورت بالغہ ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو پس عورت نے کسی کو وکیل کیا کہ اسکے شوہر سے خصومت کرے اور خود یہ عورت غائبہ ہے پس آیا وکیل کی خصومت سے قاضی ان دونون مین تفریق کریگا یا نہین تو اس صورت کو امام محمد رح نے کتاب مین ذکر نہین فرمایا ہے اور مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ تفریق نہین کریگا بلکہ اس عورت کے حاضر ہونے کا انتظار کریگا اور بعض نے فرمایا کہ قاضی دونون مین تفریق کردیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر باندی کا شوہر مجبوب ہو تو تفریق کی بابت اختیار اسکے مولی کو ہوگا یہ امام اعظم و امام زفر رح کا قول ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر معتوہ کو جسکی صحت کی امید نہین ہے اسکے ولی نے کوئی بالغہ عورت بیاہ دی پھر وہ مجبوب نکلا تو اسکے ولی کی حضوری مین قاضی ان دونون مین فی الحال تفریق کر دیگا۔ اور اگر وہ مجبوب نہو بلکہ وہ اس عورت تک نہین پہونچتا ہے پس اگر اسکا کوئی ولی نہ ہو تو قاضی اسکی طرف سے ایک خصم مقرر کریگا اور اسکو مہلت ایکسال کی دیگا پھر اگر اس مدت کے اندر وہ اس عورت تک نہ پہونچا تو قاضی ان دونون مین تفریق کر دیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر زوجہ مین کوئی عیب ہو تو شوہر کو در باب نکاح کوئی خیار حاصل نہوگا اور اگر شوہر کو جنون یا برص یا جذام ہو تو عورت کو کوئی اختیار نہین ہے یہ کافی مین ہے۔ اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر جنون پیدا ہو گیا ہو تو مثل عنین ہونے کی صورت مین قاضی شوہر کو ایک سال کی مہلت دیگا پھر اگر وہ سال کے اندر اچھا ہو گیا اور سال پورا ہو گیا تو عورت کو اختیار دیگا اور اگر جنون مطبق ہو تو وہ مثل مجبوب ہونے کے ہے اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہین یہ حاوی قدسی مین ہے۔

تیرھوان باب۔ عدت کے بیان مین۔ عدت کہتے ہین انتظار مدت معلومہ تک جو عورت کو لازم ہوا ہے بعد زوال نکاح کے حقیقۃً ہو یا شبہۃً جو متاکد ہو بدخول یا موت یہ شرح نقایہ برجندی مین ہے۔ ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح جائز نکاح کیا پھر بعد دخول یا بعد خلوت صحیحہ کے اسکو طلاق دی تو عورت پر عدت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر نکاح فاسد ہو اور قاضی نے دونون مین تفریق کردی پس اگر قبل دخول کے تفریق کردی تو عدت واجب نہوگی اور اسیطرح اگر بعد خلوت کے تفریق کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر بعد دخول واقع ہونے کے تفریق کی تو

وقت تفریق سے عورت پر عدت واجب ہوگی اور اسی طرح اگر فرقت بغیر قضا کے واقع ہوئی تو بھی عدت لازم ہے یہ
ظہیریہ میں ہے۔ اور فضولی کے نکاح کرنے میں وطی واقع ہونے سے عدت واجب نہیں ہوتی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور
زانیہ پر عدت واجب نہیں آتی ہے یہ امام اعظم و امام محمد رح کا قول ہے یہ شرح طحاوی میں ہے۔ ایک مرد نے کہا کہ ہر عورت
جس سے میں نکاح کروں تو وہ طالقہ ہے پھر جو اُسنے کہا تھا وہ بھول گیا اور ایک عورت سے نکاح کیا اور اسکے ساتھ دخول کیا
تو وہ طالقہ ہوگی اور ایک مہر کامل اور نصف مہر واجب ہوگا اور اسپر عدت واجب ہوگی اور اگر بچہ پیدا ہو تو اسکا نسب
(یعنی مہر مثل ۱۲ — بوجہ طلاق قبل دخول کے ۱۲)
اُسکے شوہر سے ثابت ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اسکے ساتھ دخول کیا پھر کہا کہ میں تجھ سے
کہہ چکا تھا کہ اگر میں کسی ثیبہ سے نکاح کروں تو وہ طالقہ ثلثہ ہے اور مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ تو ثیبہ ہے تو طلاق بوجہ اقرار مرد مذکور کے
واقع ہوگی پھر اگر عورت نے اُسکی تصدیق کی تو عورت مذکورہ کو نصف مہر بوجہ طلاق قبل دخول کے ملیگا اور مہر مثل کامل بوجہ
دخول کے ملیگا اور عورت پر بوجہ ایسی وطی کے عدت واجب ہوگی مگر اُسکو نفقہ عدت نہ ملیگا اور اگر عورت نے اس مرد
کی تکذیب کی کہ اُسنے قسم نہیں کھائی تھی تو عورت کو ایک ہی مہر ملیگا اور اسکو نفقہ و سکنی بھی ملیگا یہ فتاوی قاضیخان میں
ہے۔ چار عورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اُنپر عدت واجب نہیں ہوتی ہے ایک وہ عورت جسکو قبل دخول کے طلاق دیگئی ہے۔ دوم
حربیہ عورت جو ہمارے ملک میں امان لیکر داخل ہوئی حالانکہ وہ دار الحرب میں اپنا شوہر چھوڑ آئی ہے سوم وہ دو بہنیں جن سے ایک ہی
عقد میں نکاح کیا گیا پس نکاح فسخ کیا گیا چہارم چار عورتوں سے زیادہ جنکی پس اُنکا نکاح فسخ کر دیا گیا یہ تاتارخانیہ میں ہے
عورتوں پر عدت واجب ہونا بالاجماع ثابت ہے یہ تمرتاشی میں ہے۔ اگر کسی مرد نے اپنی جورو کو طلاق رجعی دیدی یا طلاق بائن
طلاق دیں یا دونوں میں بغیر طلاق فرقت واقع ہوئی اور عورت آزادہ ایسی ہے کہ اسکو حیض آتا ہے تو اسکی عدت تین حیض پورے ہیں
خواہ یہ عورت آزادہ مسلمان ہو یا کتابیہ ہو یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور جو عورت کہ بسبب نابالغ ہونے یا بڑھی ہونے کے
حائضہ نہوتی ہو یا اسکا سن اسقدر ہوگیا ہو جو بالغہ کا ہوتا ہے مگر اسکو حیض نہ آتا ہو تو ایسی عورت کی عدت تین مہینہ ہے یہ
نقایہ میں ہے۔ اسی طرح جس عورت نے خون دیکھا پھر نہ دیکھا تو اسکی عدت بھی مہینوں کے حساب سے تین مہینہ ہوگی اور یہی
صحیح ہے۔ اور اگر عورت نے تین روز تک خون دیکھا پھر اُسکا خون منقطع ہوگیا تو اسکی عدت کا حساب حیض سے ہوگا اگرچہ زمانہ
دراز گذر جاوے یہانتک کہ وہ بڑھی ہو کہ آئسہ ہو جاوے یہ عتابیہ میں ہے۔ اور جوامع الفقہ میں لکھا ہے کہ جس عورت نے تین روز
سے کم خون دیکھا اسکی عدت مہینوں کے شمار سے ہوگی اور یہی صحیح ہے اور جسنے تین روز دیکھا ہے اُسکی عدت حیض سے شمار ہوگی یہ
غایۃ السروجی میں ہے۔ اور اگر نابالغہ مہینوں کے شمار سے اپنی عدت پوری کرتی ہو کہ اس درمیان میں اُسنے خون حیض دیکھا
تو اگلا شمار باطل ہوگیا اور از سرنو حیض کے حساب سے عدت کا شمار کرے یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور جب طلاق یا وفات
کی عدت مہینوں کے شمار سے واجب ہوئی پس اگر اتفاقاً غرہ ماہ میں ایسا واقع ہوا تو مہینوں کا شمار چاند سے ہوگا اگرچہ تیس روز سے
(یعنی عورت ایسی ہو گئی جسکو حیض نہیں آتا ہے ۱۲)
کم میں چاند نکل آوے اور اگر یہ واقعہ درمیان ماہ میں ہوا تو امام اعظم رح کے نزدیک اور دو روایتوں سے ایک روایت کے موافق
امام ابو یوسف رح کے نزدیک مہینوں کا پورا کرنا دنوں کے شمار سے ہوگا چنانچہ طلاق کی عدت نوے روز میں اور وفات کی عدت
ایکسو تیس روز میں پوری ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر چاند کی اول تاریخ میں عصر کے وقت اپنی عورت کو طلاق دی اور یہ عورت ایسی
ہے کہ مہینوں سے اسکی عدت کا شمار ہوتا ہے تو اسکی عدت کا حساب چاند سے لگایا جائیگا اور ایک دن میں سے کچھ حصہ گذر جانا اس امر کا مانع
نہوگا کہ دنوں سے اسکی عدت کا حساب لگایا جاوے بخلاف اسکے اگر دوسری یا تیسری تاریخ کو طلاق دی تو یہ حکم نہیں ہے یہ فتاوی صغری میں ہے

اور اگر اپنی جورو کو حالت حیض مین طلاق دیدی تو اسپر عدت کے تین حیض کامل واجب ہونگے اور جس حیض مین طلاق دی ہی وہ عدت مین حساب نہ کیا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہی باندی و مدبرہ و ام ولد و مکاتبہ کی طلاق و فسخ کی عدت دو حیض ہین اور اگر ایسی عورت ہو کہ اسکو حیض نہین آتا ہی تو طلاق و فسخ مین اسکی عدت ڈیڑھ مہینہ ہی یہ کافی مین ہی جو مملوکہ کہ آزاد ہو گئی ہو مگر اسپر سعایت واجب ہوا سوجہ سے وہ مستسعاۃ ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک وہ مثل مکاتبہ کے ہی اور صاحبین رح کے نزدیک وہ مثل حرہ کے ہی یہ سراج وہاج مین ہی۔ اگر کسی مرد نے کسی عورت سے بطور شبہہ یا نکاح فاسد کے دخول کیا تو اس مرد پر اسکا مہر واجب ہوگا اور عورت پر عدت واجب ہوگی اگر حرہ ہو تو تین حیض اور اگر باندی ہو تو دو حیض خواہ یہ مرد اس عورت کو چھوڑ کر مر گیا ہو یا دونون مین تفریق کر دی گئی ہو اور عورت زندہ ہو اور اگر یہ عورت بسبب صغر یا کبر کے حائضہ نہ ہوتی ہو تو حرہ کی عدت تین مہینہ اور باندی کی عدت ڈیڑھ مہینہ ہی یہ غایۃ البیان مین ہی اور اگر کسی مرد نے اپنی جورو کو جو غیر کی باندی ہی خرید لیا حالانکہ اسکے ساتھ دخول کر چکا ہی تو نکاح فاسد ہو گیا اور اس مرد کے حق مین اس عورت پر عدت واجب نہوگی حتے کہ اس سے وطی کرنا اس مرد کو حرام نہین ہی مگر غیر مرد کے حق مین یہ باندی مثل معتدۃ الغیر کے ہوگی حتی کہ اس مرد کو یہ اختیار نہین ہی کہ کسی دوسرے مرد سے اس باندی کا نکاح کر دے تا وقتیکہ اسکو دو حیض نہ آجاوین یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر زید نے اپنی جورو کو خرید لیا اور اس عورت کا زید سے ایک لڑکا ہی پس زید نے اسکو آزاد کر دیا تو اس پر تین حیض واجب ہونگے جنمین سے دو حیض مین جن امور کا مثلا حرہ سے اجتناب ہوتا ہی اجتناب ہوگا اور ایک حیض مین عتق ہو کر انمین جن امور کا مثلا حرہ سے اجتناب ہوتا ہی ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر اپنی جورو کو خرید لیا اور اسکو ایک حیض آگیا پھر اسکو آزاد کر دیا تو بعد عتق کے وہ دو حیض دیگر سے اپنی عدت پوری کر لیگی اور انمین امور سے اجتناب کیا جائیگا جن سے حرہ سے اجتناب کیا جاتا ہی اور اگر اسکو بیک طلاق بائنہ بائن کر کے خرید لیا تو مالک مین اس سے وطی کر سکتا ہی بخلاف اسکے اگر دو طلاق دیکر اسکو بائن کر دیا سو پھر خرید لیا تو اسپر حلال نہوگی یہانتک کہ وہ غیر شوہر سے حلالہ کرا دے اور اگر اسکو دو حیض آگئے پھر اسکو آزاد کر دیا تو اسپر عدت نکاح واجب نہوگی ولیکن اسپر عدت عتق واجب ہوگی کہ اسمین ایک گونہ سختی ہی بشرطیکہ اس مرد سے اسکے کوئی اولاد ہو یہ عتابیہ مین ہی کہ مکاتب نے اپنی منکوحہ کو خرید کیا تو نکاح فاسد نہوگا پھر اگر مکاتب مذکور ادائے کتابت سے عاجز ہو گیا تو دونون اپنے نکاح پر بدستور باقی رہینگے اور اگر ادا کر کے آزاد ہو گیا تو نکاح فاسد ہو جائیگا اور اس عورت پر عدت واجب نہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر مکاتب نے اپنی زوجہ کو خریدا پھر مر گیا اور اسقدر مال چھوڑا جو ادائے کتابت کے واسطے کافی ہی پس مال کتابت ادا کر دیا گیا تو حکم دیا جائیگا کہ مکاتب کے آخر جزو اجزائے حیات مین اپنی زوجہ والیس نکاح فاسد ہو گیا اور اس عورت پر فقط نکاح کی عدت واجب ہوگی اور وہ دو حیض ہین بشرطیکہ مکاتب مذکور سے اسکی اولاد نہوئی ہو اگرچہ اُسنے اسکے ساتھ دخول کیا ہو اور اگر اولاد ہوئی ہو تو عورت مذکورہ پر پورے تین حیض عدت واجب ہونگے اور مکاتب نے اور ادائے کتابت کے واسطے مال کافی نہ چھوڑا ہو اور اس عورت کے اس مکاتب سے کوئی اولاد نہین ہوئی تو اسپر دو مہینہ پانچ روز کی عدت واجب ہوگی خواہ مکاتب نے اس سے دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو پس اگر عورت مذکورہ مکاتب کی کوئی اولاد ہو تو یہ عورت اور اسکا بچہ مکاتب کیطرف سے اسکی قسطوں کے موافق سعایت کرینگے اور اگر دونون سعایت سے عاجز ہو گئے یعنی ادا نہ کر سکے تو اسکی عدت دو مہینہ پانچ روز ہوگی اور اگر دونون نے مال کتابت ادا کر دیا تو آزاد ہو جاوینگے اور مکاتب بھی آزاد ہو جائیگا یعنی حکم دیا جائیگا کہ وہ آخر جزو اجزائے حیات مین آزاد ہو کر مرا ہی لیکن اگر ادائے مال کتابت اثنائے عدت مین واقع ہوا تو اس

عورت پر تین حیض از سر نو اسکے آزاد ہونے کے روز سے واجب ہونگے کہ انمین دو مہینہ پانچ روز مکاتب کے مرنے کے روز سے پورے کرے گی یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر مکاتب نے اپنے مولی کی دختر سے اسکی اجازت سے نکاح کیا پھر مکاتب بعد وفات مولی کے بقدر ادا ے بدل کتابت کے کافی مال چھوڑ کر مر گیا تو اس عورت کی عدت چار مہینہ دس دن ہوگی خواہ مکاتب نے اس سے دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اس عورت کو مہر اور میراث ملیگی اسواسطے کہ مکاتب مذکور آزاد مرا ہے اور اگر مکاتب مذکور بدون مال کافی چھوڑے مر گیا تو اسکا نکاح فاسد ہو گیا اسواسطے کہ عورت مذکورہ اسکی زندگی کے آخر جزو مین اسکی مالک ہو گئی ہے پس اگر مکاتب نے اسکے ساتھ دخول کر لیا ہو تو مہر مین سے اسقدر کہ جتنی اسکی مالک ہوئی ہے ساقط ہو جائیگا اور وہ عورت تین حیض سے عدت پوری کریگی اور اگر مکاتب نے دخول نہ کیا ہو تو مہر و عدت کچھ نہ ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور جو عورت کہ حائضہ ہوتی ہے وہ اپنی عدت حیض سے پوری کریگی اگر اسکا حیض دس روز کا ہو تو اسکے غسل کرنے مین جو وقت صرف ہوگا وہ اسکے حیض مین داخل نہوگا اور اگر دس روز سے کم اسکو حیض آتا ہو تو غسل کرنے کا وقت ایام حیض مین داخل ہوگا اور اگر عورت کافرہ ہو تو یہ وقت دونون صورتون مین سے کسی صورت مین حیض مین داخل نہوگا اور شوہر کو اس سے وطی کرنا حلال ہوگا اور اسکو دوسرے شوہر سے نکاح کر لینا حلال ہوگا جبکہ یہ وقت آخری عدت کا ہو یہ سراج وہاج مین ہے حاملہ کی عدت یہ ہے کہ وضع حمل کرے یہ کافی مین ہے۔ اور جو عورت حیض سے اپنی عدت گذارتی ہے اگر اسکے حیض کے ایام پورے دس روز ہون تو اسکے غسل کا وقت حیض مین داخل نہین ہے پس تیسرے حیض مین خون منقطع ہوتے ہی رجعت کا حکم باطل ہوگا اور اگر شوہر نے اسکو طلاق رجعی دی ہو تو اس سے قربت کر سکتا ہے اور اگر طلاق دیدی ہو تو عورت کو دوسرے شوہر سے نکاح کر لینے کا اختیار حاصل ہوگا۔ اور اگر اسکے ایام حیض دس روز سے کم ہون پس اس نے غسل نہ کیا یا ایک نماز کا وقت کامل نہ گذر گیا تو رجعت باطل نہوگی اور عورت کے واسطے یہ جائز نہوگا کہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے۔ اور یہ حکم اسوقت ہے کہ عورت مسلمان ہو اور اگر عورت کتابیہ ہو تو خون منقطع ہوتے ہی رجعت کا حکم باطل ہو جائیگا اور اسکے شوہر کو اس سے وطی کرنا حلال نہوگا اور عورت کو دوسرے شوہر سے نکاح کر لینا جائز ہوگا خواہ اسکے ایام حیض دس روز کے ہون یا کم ہون یہ سراج وہاج مین ہے۔ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے کذا فی الکافی خواہ وجوب عدت کے وقت حاملہ ہو یا بعد وجوب کے حاملہ ہو گئی ہو کذا فی فتاوی قاضی خان اور خواہ عورت حرہ ہو یا مملوکہ کسی طور کی ہو قنہ یا مدبرہ یا مکاتبہ یا ام ولد یا مستسعاۃ خواہ مسلمہ ہو یا کتابیہ ہو کذا فی البدائع خواہ عدت از طلاق ہو یا وفات یا متارکت یا وطی بشبہہ کذا فی النہر الفائق اور خواہ حمل ثابت النسب ہو یا نہو اور نہونے کی صورت یہ ہے کہ کسی نے زنا سے حاملہ کے ساتھ نکاح کیا یہ سراج وہاج مین ہے۔ اور اگر شوہر کی موت کے بعد عدت مین حمل پیدا ہو گیا تو شیخ کرخی نے ذکر کیا ہے کہ انقضاے عدت بوضع حمل ہوگی اور صحیح یہ ہے کہ ایسی صورت مین انقضاے عدت وضع حمل سے نہوگی اور دلیل مسئلہ یہ ہے کہ قرار نطفہ مضاف ہوتا ہے قبل موت کے وقت کی طرف اور اسی وجہ سے میت سے نسب ثابت ہوتا ہے اور جب یہ فرض مسئلہ ہے کہ علوق نطفہ بعد موت کے حادث ہوا تو انقضاے عدت ایسے حمل کے وضع پر بلا خلاف نہوگی یہ عتابیہ مین ہے حمل کے واسطے کوئی مدت مقرر نہین ہے چاہے طلاق یا موت سے ایک ساعت یا اس سے کم کے بعد وضع حمل ہو تو عدت تمام ہو جائیگی یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔ اور اصل مین مذکور ہے کہ اگر شوہر مر گیا اور ہنوز وہ تختہ پر نہلایا جاتا ہے یا کفنایا جاتا ہے اور اسکی عورت نے وضع حمل کیا تو عدت پوری ہو گئی اور ایسی عدت کی انقضاء کی شرط یہ ہے کہ جو وضع ہوا ہے اسکی خلقت ظاہر ہو گئی ہو اور اگر بالکل ظاہر نہوئی ہو مثلاً خون کا تھکا یا گوشت کا لوتھڑا گر گیا تو اس سے عدت پوری نہوگی یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر معتدہ عورت حاملہ ہو اور اسکے دو بچہ

پیدا ہوئے تو آخری بچہ کی پیدائش پر عدت منقضی ہوگی یہ محیط مین ہے - اور اگر عورت کے پیٹ سے بچہ کا اکثر حصہ نکل آیا تو علماء کا قول ہے کہ اسی وقت سے رجعت منقطع ہو جائیگی اگر طلاق رجعی ہو ولیکن عورت کو دوسرے شوہر سے اُسی وقت نکاح کرلینا احتیاطاً حلال نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے ہشام نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ اگر اپنی عورت کو طلاق دی حالانکہ وہ حاملہ ہے تو جب بچہ اسکے پیٹ سے سر کے بل یا پاؤن کے بل آدھا بدن اسکا سوا سر و ٹانگون کے نکل آیا تو عدت پوری ہوگئی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اسکا بدن چوتڑ دن سے لیکر کندھون تک ہے یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر آئسہ عورت ہو اور وہ حرہ ہے تو اسکی عدت تین مہینہ ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے - اور اگر عورت آئسہ ہو اور اُسنے مہینون کے شمار سے عدت شروع کی پھر اُسنے خون دیکھا تو بمقدار ایام اسکی عدت مین سے گذر چکے ہین وہ سب باطل ہوگئے اور اسپر واجب ہوا کہ از سر نو حیض سے اپنی عدت پوری کرے اور اسکے معنے یہ ہین کہ اُسنے اپنی عادت کے موافق خون دیکھا کیونکہ عادت کے موافق خون دیکھنے سے اسکا آئسہ ہونا باطل ہوگیا اور یہی صحیح ہے کذا فی الہدایہ اور صدر الشہید رح نے ذکر فرمایا ہے کہ حکم یاس کے بعد جو خون اسکو دکھلائی دیا ہے اگر وہ خون خالص ہو تو وہ حیض ہے اور حکم یاس باطل ہوگا لیکن آیندہ زمانہ کے واسطے نہ زمانہ ماضی کے احکام کے حق مین - اور اگر دیکھا ہوا خون خالص نہو بلکہ زرد یا سبز ہو تو حیض نہوگا اور فساد نیت پر محمول کیا جائیگا اور یہی قول مختار ہے اور اسی پر فتوی ہے اور جب عورت حد ایاس تک پہونچ گئی ہو اور وہ خون نہین دیکھتی ہو پس آیا اُسکے گذشتہ وقت عدت کے نیز باطل ہونے کے واسطے حکم حاکم بایاس شرط ہے یا نہین شرط ہے تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور اولی یہ کہ شرط ہے کہ حاکم حکم دیدے کہ یہ آئسہ ہے یہ سراج وہاج مین ہے مجموع النوازل مین لکھا ہے آئسہ عورت نے اگر مہینون سے اپنی عدت پوری کرکے کسی دوسرے سے نکاح کیا پھر اُسنے خون دیکھا تو بعض کے نزدیک نکاح فاسد ہوگا اور اگر قاضی نے جواز نکاح کا حکم دیدیا ہو پھر اُسنے خون دیکھا تو نکاح فاسد نہوگا اور اصح یہ ہے کہ نکاح جائز ہے اور قضاے قاضی شرط نہین ہے ہان آیندہ عدت بحیض ہوگی یہ خلاصہ مین ہے - آئسہ نے اگر کچھ عدت مہینون کے شمار سے گذاری تھی کہ اتنے مین وہ حاملہ ہوگئی تو وضع حمل سے عدت کی تکمیل کریگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے حرہ کی عدت وفات چار مہینہ دس روز ہے مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ مسلمان ہو یا مسلمان مرد کے تحت مین کتابیہ ہو خواہ صغیرہ ہو یا بالغہ یا آئسہ ہو خواہ اُسکا شوہر آزاد ہو یا غلام خواہ اس مدت مین اُسکو حیض آوے یا نہ آوے مگر حمل ظاہر نہو یہ فتح القدیر مین ہے - یہ عدت فقط نکاح صحیح مین واجب ہوتی ہے یہ سراج وہاج مین ہے - اور جمہور کے نزدیک یہ دس روز مع دس راتون کے معتبر ہین یہ معراج الدرایہ مین ہے - اور اگر منکوحہ باندی ہو پس اُسکا شوہر اسکو چھوڑکر مرگیا تو اُسکی عدت دو مہینہ پانچ روز ہے اور مدبرہ و مکاتبہ و ام ولد و مستسعاۃ کا بھی امام اعظم رح کے قول پر یہی حکم ہے یہ غایۃ البیان مین ہے - ایک مرد سفر مین دور ہے اسکی جورو کو ایک مرد نے خبر دی کہ وہ مرگیا اور دو مردون نے خبر دی کہ وہ زندہ ہے پس جنہونے اسکے موت کی خبر دی ہے اگر عورت کو یون خبر دے کہ مین نے اسکی موت کو یا جنازہ کو اپنی آنکھ سے معائنہ کیا اور یہ عادل ہے تو اس عورت کو گنجائش ہے کہ عدت پوری کرکے دوسرا نکاح کرلے - اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ خبر دینے والون نے تاریخ بیان نہین کی اور اگر تاریخ بیان کی مگر جن لوگون نے اسکے زندہ ہونے کی تاریخ بیان کی ہے انکی تاریخ بہ نسبت موت کے خبر دہندہ کے پیچھے ہے تو انھین دو نون کی شہادت اولی ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت کا شوہر سفر مین غائب ہے پس ایک مرد اس عورت پاس آیا اور اُسکے شوہر کے مرنے کی خبر دی پس اس عورت اور اسکے

الخانیہ نے مثل اہل مصیبت کے تعزیت کی اور عدت پوری کر کے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا اور اُسنے اسکے ساتھ دخول کیا پھر ایک شخص دوسرا آیا اور اُسنے اس عورت کو خبر دی کہ اسکا شوہر زندہ ہے اور کہا کہ میں نے اسکو فلاں شہر میں دیکھا پس اُسکے نکاح ثانی کی کیا کیفیت ہے اور آیا اسکو دوسرے شوہر کے ساتھ قیام کرنا حلال ہے یا نہیں اور ایا وہ شوہر ثانی کیا کرے تو شیخ نے فرمایا کہ اگر اُسنے اول مخبر کی تصدیق کی تھی تو اسکو یہ ممکن نہیں ہے کہ دوسرے مخبر کی تصدیق کرے اور ان دونوں میں دوسرا نکاح باطل نہوگا اور ان دونوں کو اختیار ہے کہ اس نکاح پر برقرار رہیں یہ تاتارخانیہ و بحر الرائق میں ینابیع سے منقول ہے۔ اور اگر کسی مرد نے اپنی دو جوروں میں سے ایک کو بعد ان دونوں کے ساتھ دخول کرنے کے طلاق دیدی اور یہ دونوں حاملہ نہیں ہیں پھر مر گیا اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ مطلقہ کونسی ہے تو ان میں سے ہر ایک پر عدت وفات واجب ہوگی کہ اس عدت میں تین حیض کی تکمیل کریگی۔ اسی طرح اگر اُسنے اپنی دو جوروں میں سے ایک غیر معین کو تین طلاق دیدیں اور یہ اپنی صحت کی حالت میں کیا پھر قبل بیان کے مر گیا تو انمیں سے ہر ایک پر عدت وفات واجب ہوگی جنمیں وہ تین حیض کی تکمیل کریگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر اپنی جورو سے کہا کہ اگر میں اس دار میں داخل نہوا آج کے روز تو تو طالقہ ثلاث ہے پھر یہ دن گذرنے کے بعد مر گیا اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ وہ داخل ہوا تھا یا نہیں تو اس عورت پر عدت وفات واجب ہوگی اور عدت حیض اسپر لازم نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر طفل اپنی جورو کو چھوڑ کر مر گیا پھر طفل کی موت کے بعد اُسکا حمل ظاہر ہوا تو مہینوں کے شمار سے عدت پوری کریگی اور اگر حاملہ چھوڑ کر حالت میں طفل مذکور مر گیا تو استحسانًا وضع حمل سے عدت پوری کریگی کذا فی محیط السرخسی اور ہر دو صورت میں بچہ کا نسب اس طفل سے ثابت نہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور یہ روز موت حمل موجود ہونیکا علم اسطرح ہوسکتا ہے کہ عورت مذکورہ طفل کی موت سے چھ مہینے سے کم میں بچہ جنے اور بعد موت کے حادث ہونے کی شناخت اسطرح ہوتی ہے کہ روز موت سے چھ مہینہ یا زیادہ میں بچہ جنے یہ جامع صغیر میں ہے۔ اور اگر خصی اپنی جورو کو چھوڑ کر مر گیا درحالیکہ وہ حاملہ تھی یا بعد موت کے حمل پیدا ہوا تو اسکی عدت وضع حمل ہے اور مجبوب اگر جورو کو حاملہ چھوڑ کر مر گیا یا اُسکی موت کے بعد حمل حادث ہوا تو دو روایتوں میں سے ایک روایت میں ہے کہ اُسکا حکم مثل فحل کے ہے کہ بچہ کا نسب اس مجبوب سے ثابت ہوگا اور انقضای عدت بوضع حمل ہوگی اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ وہ مثل طفل کے ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور اگر مجنون اپنی جورو کو چھوڑ مرا تو نسب ولد و عدت میں اسکا حکم مثل مرد تندرست کے ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ اگر اپنی جورو کو طلاق دیدی پھر مر گیا پس اگر طلاق رجعی ہو تو اسکی عدت منتقل بعدت وفات ہو جائیگی خواہ مرد مذکور نے اسکو حالت مرض میں طلاق دی ہو یا صحت میں اور عدت طلاق منہدم ہو جائیگی اور اگر طلاق بائنہ یا تین طلاق ہوں پس اگر وہ وارث نہو سکتی ہو بایں طور کہ اسکو حالت صحت میں طلاق دی ہو تو اسکی عدت طلاق منتقل بعدت وفات نہوگی اور اگر وہ وارث ہوتی ہو بایں طور کہ اسکو حالت مرض میں طلاق دی ہو پھر عدت گذرنے سے پہلے مر گیا پس عورت وارث ٹھہری تو چار مہینہ دس روز عدت وفات پوری کریگی جنمیں تین حیض کی تکمیل کا لحاظ رکھیگی حتی کہ اگر چار مہینہ دس روز میں اسکو تین حیض نہ آئے تو اُسکے بعد تمام پورے کریگی اور یہ امام اعظم و امام محمد رح کا قول ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر مرد مرتد اپنی ردت پر قتل کیا گیا حتی کہ اسکی جورو اُسکی وارث ٹھہری تو اُسکی عدت ہر دو عدت میں سے دراز ہوگی یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہے۔ اور اگر ام ولد کا مولی اسکو چھوڑ کر مر گیا یا اُسکو آزاد کر دیا تو اُسکی عدت تین حیض ہوگی۔ اور یہ اسوقت ہے کہ ام ولد مذکورہ عدت کے اندر نہو اور نہ کسی شوہر کے تحت میں ہو۔ اور

قال المترجم ظاہر مراد طفل سے ایسا طفل ہے جو قابل جماع نہو ۱۲ منہ

ام ولد مذکورہ کو نفقہ عدت نہ ملیگا۔ اور اگر وہ حائضہ نہوتی ہو تو اسکی عدت تین مہینہ ہیں۔ اور اگر ایسی باندی کو چھوڑا
جس سے وطی کیا کرتا تھا یا ایسی مدبرہ کو چھوڑ کر جس سے وطی کیا کرتا تھا یا ایسی باندی یا مدبرہ کو آزاد کر دیا تو اسپر کچھ
واجب نہیں ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر اپنی ام ولد کا کسی سے نکاح کر دیا پھر خود مر گیا در حالیکہ ام ولد مذکورہ اپنے شوہر کے
تحت میں تھی یا کسی شوہر کی عدت میں تھی تو مولی کے موت کی عدت اسپر واجب نہ ہوگی۔ اور اگر مولی نے اسکو آزاد کر دیا پھر شوہر نے
اسکو طلاق دیدی تو اسپر آزاد عورتوں کی عدت واجب ہوگی اور اگر شوہر نے اسکو پہلے طلاق دی پھر مولی نے اسکو آزاد
کر دیا پس اگر طلاق رجعی ہو تو اسکی عدت منقلب بعدت حرائر ہو جائیگی اور اگر طلاق بائن ہو تو عدت منقلب نہوگی پھر
اگر اسکی عدت منقضی ہو گئی پھر مولی مر گیا تو اسپر موت مولی سے تین حیض کی عدت واجب ہوگی۔ اور اگر مولی و شوہر
دونوں مر گئے پس اگر یہ معلوم ہو کہ شوہر پہلے مرا ہے اور یہ معلوم ہو کہ دونوں کی موت کے درمیان دو مہینہ پانچ روز کا یا زیادہ کا
تفاوت ہے تو اسپر دو مہینہ پانچ روز کی عدت واجب ہوگی جیسے باندیوں پر اپنے شوہر کے مرنے میں واجب ہوتی ہے پھر مولی
کے مرنے کی اسپر تین حیض کی عدت ہوگی اور اگر دونوں کی موت میں دو مہینہ پانچ روز سے کم فرق ہو تو بھی اسپر شوہر کی
وفات کی دو مہینہ پانچ روز کی عدت واجب ہوگی پھر مولی کے موت کی اسپر کچھ عدت لازم نہوگی یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر
ام ولد کا شوہر و مولی دونوں اسکو چھوڑ کر مر گئے اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ دونوں میں سے کون پہلے مرا ہے اور دونوں کی موت
میں دو مہینہ پانچ روز سے کم فرق ہو تو اسپر چار مہینہ دس روز کی عدت احتیاطاً دونوں میں سے آخر کی موت سے واجب
ہوگی اور تین حیض کا اعتبار نہیں ہے اور اگر معلوم ہو کہ دونوں کی موت میں دو مہینہ پانچ روز یا زیادہ ہیں تو اسپر چار مہینہ دس روز
کی عدت واجب ہوگی تاہم تین حیض کی بھی تکمیل کریگی اور اگر یہ معلوم نہو کہ دونوں کی موت میں کتنے دنوں کا فرق ہے اور نیز
معلوم نہو کہ دونوں میں سے کون پہلے مرا ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک عدت چار مہینہ دس روز ہوگی جس میں حیضوں کی تکمیل معتبر
نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک اسمیں تین حیض کی تکمیل بھی کریگی اور اسی طرح اگر شوہر نے اسکو طلاق رجعی دیدی ہو تو بھی
ان صورتوں میں یہی حکم ہے اور اس عورت کو اپنے شوہر سے میراث نملیگی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر صغیرہ کو جو حائضہ نہیں ہوتی
ہے طلاق دیگئی اور شوہر نے اس سے دخول کر لیا ہے اور یہ صغیرہ ایسی ہے کہ اسکی مثل سے جماع کیا جاتا ہے تو اسکی عدت تین مہینہ ہوگی
اور شیخ ابو علی دقاق رح نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ یہ صغیرہ ایسی ہو کہ مراہقہ یعنی قریب بہ بلوغ نہو اور اگر قریب بہ بلوغ ہو
تو شیخ ابو الفضل نے فرمایا کہ اسکی عدت مہینوں کے شمار سے منقضی نہوگی بلکہ توقف کیا جائیگا یہاں تک کہ کھلجاوے کہ اسکو
اس وطی سے حمل رہا ہے یا نہیں رہا ہے یہ تمرتاشی میں ہے صغیرہ کو اسکے شوہر نے طلاق دیدی پھر اس پر ایک روز
کم تین مہینہ گذرے پھر اسکو حیض آیا تو جب تک اسکو تین حیض نہ آجاویں تب تک اسکی عدت منقضی نہوگی۔ ایک مرد نے اپنی
جورو کو طلاق رجعی دیدی پس اسنے تین حیض سے عدت پوری کی مگر ایک روز کم رہا تھا پس شوہر مر گیا تو اسکے اوپر چار مہینہ
دس روز کی عدت واجب ہوگی یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اور اگر مطلقہ نے اپنی عدت حیض سے پوری کرنی شروع کی اور
ایک حیض یا دو حیض آچکے تھے کہ پھر اسکا حیض منقطع ہو کر بند ہو گیا تو وہ عدت سے فارغ نہوگی یہاں تک کہ آئسہ ہو جاوے
پھر اگر سن رسیدہ ہو یہاں تک کہ وہ آئسہ ہو گئی تو از سر نو تین مہینوں سے عدت پوری کریگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ ایک باندی
کو اگر اسکے شوہر نے طلاق رجعی دیدی پھر اسکی عدت میں مولی نے اسکو آزاد کر دیا تو وقت طلاق سے اسکی عدت منتقل بعدت
حرائر ہو جائیگی پس اپنے تین حیض کی عدت پوری کرنی واجب ہوگی اگر اسکو حیض آتا ہو یا تین مہینہ سے پوری کرنی لازم ہوگی

اگر حیض نہ آتا ہو۔ اور اگر اسکے شوہر نے ایک طلاق بائن یا تین طلاق دیدی یا اسکو چھوڑ کر مر گیا پھر وہ عدت میں
آزاد کر دی گئی تو اسکی عدت منتقل بعدت حرائر نہ ہوگی پس اسپر واجب ہوگا کہ وہ تین حیض سے عدت پوری کرے یا ایک
مہینہ و نصف مہینہ (یعنی ڈیڑھ مہینہ ۱۲) سے پوری کرے یا دو مہینہ پانچ روز سے عدت پوری کریگی بسبب اختلاف احوال عورت کذا فی
غایۃ البیان صغیرہ باندی کو بعد دخول کے طلاق دیگئی تو اسکی عدت ڈیڑھ مہینہ ہوگی اور اگر عدت منقضی ہونے کے قریب
پہونچکر اسکو حیض آگیا تو اسکی عدت منتقل بحیض ہو جائیگی پس وہ حیض سے عدت پوری کریگی پھر جب حیض کی عدت پوری ہونے کے
قریب ہوئی تو آزاد کر دیگئی تو اسکی عدت تین حیض ہو جائیگی پھر جب اسکی عدت گذرنے کے قریب پہونچی تو اسکا شوہر مر گیا
تو اسپر چار مہینہ دس روز کی عدت لازم ہوگی یہ عتابیہ میں ہے۔ طلاق کی صورت میں ابتداء عدت بعد طلاق سے ہوگی
اور وفات میں بعد وفات سے۔ اور اگر عورت کو طلاق یا وفات کا حال معلوم نہوا یہانتک کہ مدت عدت گذر گئی تو اسکی
عدت پوری ہوگئی یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر عورت کو شوہر کی موت میں شک ہوا تو جس وقت سے اسکو یقین ہو جاوے اسوقت سے
عدت شروع کریگی یہ عتابیہ میں ہے۔ اور نکاح فاسد میں ابتداے عدت وقت تفریق سے ہوگی یا جس وقت سے وطی کنندہ نے
اس عورت سے وطی ترک کرنے پر عزم کر لیا ہو یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر مرد نے اقرار کیا کہ میں نے اپنی اس جورو کو فلان وقت
سے طلاق دی ہے تو عدت اسی وقت اقرار سے ہوگی چاہے عورت نے اس مرد کے قول کی تصدیق کی یا تکذیب کی یا کہا کہ
مجھے معلوم نہیں ہے مگر اس اسناد میں شوہر کے قول کی تصدیق نہوگی اور یہی مختار ہے اور امام محمدؒ نے کتاب میں یوں جواب
دیا ہے کہ درصورتیکہ عورت نے اسکے قول کی تصدیق کی تو عدت اسی وقت سے ہوگی جس وقت سے طلاق دی ہے مگر متاخرین مشائخ
نے وجوب عدت کو وقت اقرار سے اختیار کیا ہے حتی کہ اس مرد کو یہ حلال نہوگا کہ اُس عورت کی بہن سے نکاح کرے یا اسکے
سواے چار عورتوں کو نکاح میں لاوے اور یہ مرد مذکور کی زجر ہے کہ اسنے عورت مذکورہ کی طلاق کو پوشیدہ رکھا ولیکن عورت کے
واسطے نفقہ و سکنی واجب نہوگا اور شوہر پر دوبارہ مہر دیگر واجب ہوگا اگر اسنے دخول کیا ہے کیونکہ اُسنے خود اقرار کیا اور عورت
نے اسکی تصدیق کی ہے یہ غایۃ البیان میں نقلاً عن التتمہ و الفتاوے الصغری ہے۔ اور اگر عورت کو تین طلاق دیدیں حالانکہ وہ اس
عورت کے ساتھ رہتا ہے پس اگر وہ مقر طلاق ہو تو عدت گذر جائیگی اور اگر منکر طلاق ہو تو ان دونوں کی زجر کی غرض سے اسوقت
اقرار سے عدت واجب ہوگی اور یہی مختار ہے یہ عتابیہ میں ہے۔ ایک مرد نے اپنی جورو کو تین طلاق دیدیں اور اُسکی طلاق اُس سے
چھپائی پھر جب اسکو دو حیض آچکے تو اُس سے وطی کی پس عورت مذکورہ کو حمل رہگیا پھر مرد مذکور نے اسکے طلاق دینے کا
اقرار کیا تو جب تک عورت مذکورہ کو وضع حمل نہو اسکے لیے نفقہ واجب ہوگا اسواسطے کہ اسکی عدت جب ہی منقضی ہوگی
جب وضع حمل ہو یہ فتاوی کبری میں ہے۔ ایک مرد نے اپنی مدخولہ جورو سے کہا کہ ہر بار کہ تجھے حیض آوے اور تو طاہر ہو جاوے
تو تو طالقہ ہے پس عورت مذکورہ کو تین حیض آئے تو عدت کا شمار طلاق اول واقع ہونے کے وقت سے ہوگا (یعنی پہلی عدت تمام نہیں ہوئی ۱۲) یہ فتاوی قاضیخان
میں ہے۔ اگر مرد نے اپنی جورو کو طلاق دی پھر طلاق سے انکار کر گیا پس اسپر گواہ قائم کیے گئے اور قاضی نے دونوں میں تفریق کرنے
کا حکم دیا تو عدت وقت طلاق سے ہوگی نہ وقت قضاء قاضی سے یہ خلاصہ میں ہے۔ دو عدتیں ہمارے نزدیک مدت واحدہ میں
منقضی ہوتی ہیں خواہ جنس واحد سے ہوں یا دو جنس سے ہوں چنانچہ اول کی صورت یہ ہے کہ مطلقہ کو ایک حیض آیا پھر اُسنے
دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا اور دوسرے شوہر نے اُس سے وطی کی اور دونوں میں تفریق کر دی گئی اور پھر اسکو دو حیض آئے
تو اب اسی دوسرے شوہر کو اختیار ہوگا چاہے اُس سے نکاح کر لے کیونکہ شوہر اول کی عدت اب گذر گئی مگر دوسرے کسی شخص کو

یہ اختیار نہیں ہے کہ اس عورت سے نکاح کر سکے جب تک کہ وقت تفریق سے اسکے تین حیض پورے نہو جاوین کیونکہ غیر کے حق مین دوسرے شوہر کی عدت ابھی باقی ہے اور اگر شوہر اول نے اسکو طلاق رجعی دی ہو تو جبتک کہ بعد تفریق از نکاح ثانی کے عورت کو دو حیض نہین آئے ہین تب تک شوہر اول کو اختیار ہوگا کہ اس عورت سے مراجعت کر لے۔ اور اگر نکاح ثانی کی تفریق کے بعد سے اس عورت کے تین حیض آ گئے تو دونون عدتین گذر جاوینگی۔ اور دوم کی صورت یعنی دونون عدتین دو جنس کی ہون یہ صورت ہے کہ ایک عورت کا شوہر اُسکو چھوڑ کر مر گیا پھر اس عورت سے شبہہ وطی کی گئی تو پہلی عدت وفات چار مہینہ دس روز گذرنے پر تمام ہو جائیگی اور دوسری عدت وطی بشبہہ بھی اگر ان مہینون مین اسکو تین بار حیض آیا ہو تو منقضی ہو جائیگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر عورت کو ایک طلاق بائنہ یا دو طلاق بائنہ طلاق دی پھر اس عورت سے عدت مین باوجود اقرار بحرمت کے وطی کی تو عورت پر واجب ہوگا کہ ہر وطی کے واسطے وہ از سر نو عدت گذارے اور یہ عدت پہلی عدت کے ساتھ متداخل ہو جائیگی یہان تک کہ پہلی منقضی ہو جاوے تو متداخل نہ رہیگی پھر جب پہلی عدت گذر گئی اور دوسری وتیسری باقی رہین تو دوسری وتیسری عدتین وطی کی عدت ہونگی چنانچہ اگر عورت کو اس حالت مین طلاق دی تو دوسری طلاق واقع نہوگی پس اصل یہ ہے کہ جو عورت کہ طلاق کی عدت مین ہو اسکو طلاق دیگر لاحق ہوتی ہے اور جو معتدہ بعدت وطی ہو اُسکو طلاق دیگر لاحق نہین ہوتی ہے۔ اور مطلقہ ثلثہ کے ساتھ اگر اسکے شوہر نے اسکی عدت مین وطی کی باوجود علم اس امر کے کہ یہ مجھپر حرام ہے اور باوجود اقرار بحرمت کے تو یہ عدت جدید گذارے گی ولیکن شوہر وعورت دونون رجم کیے جاوینگے اور اسی طرح اگر عورت نے کہا کہ مین حرمت سے آگاہ تھی اور جو شرائط احصان کے ہین وہ پائے گئے تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر مرد نے شبہہ کا دعوے کیا بایں طور کہ یون کہا کہ مجھے گمان تھا کہ یہ میرے واسطے حلال ہے تو عورت مذکورہ ہر وطی کے واسطے عدت جدید پوری کریگی اور پہلی عدت مین متداخل ہو جائیگی الا اسوقت مین متداخل نہ رہیگی کہ عدت اول گذر جاوے اور جب عدت اول گذر گئی اور دوسری وتیسری باقی رہی تو یہ وطی کی عدت ہوگی کہ ایسی حالت مین عورت نفقہ کی مستحق نہوگی۔ اور یہ جو ہمنے بیان کیا ہے اسوقت ہے کہ عورت سے اسکو طلاق دینے کے اقرار کے باوجود وطی کی ہو اور اگر عورت سے وطی کی لیکن اسکی طلاق دینے سے منکر تھا وطی کی تو عورت عدت جدید پوری کریگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی عورت کو تین طلاق دیدین پس عورت نے اسی دم ایک مرد سے نکاح کیا اور اُسنے اس عورت سے دخول کیا پھر دونون مین تفریق کر دی گئی تو عورت مذکورہ پر ان دونون کی وجہ سے تین حیض کی عدت گذارنی واجب ہوگی اور اس عورت کا نفقہ وسکنی شوہر اول پر واجب ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر عورت نے عدت وفات مین دوسرے مرد سے نکاح کر لیا اور اُسنے اُس سے دخول کیا پھر دونون مین تفریق کر دی گئی تو عورت پر شوہر متوفی کی باقی عدت چار مہینہ دس روز تک پوری کرنی ہوگی اور دوسرے شوہر کی عدت وطی کے تین حیض واجب ہونگے اور اُنہین وہ حیض بھی محسوب ہوگا جو عورت کو بقیہ عدت وفات کے اندر آیا ہو یہ معراج الدرایہ مین ہے۔ عورت کو بعوض مال کے یا بغیر مال کے خلع کر دیا پھر عدت مین اُس عورت سے باوجود اسکی حرمت کے آگاہی کے اس سے وطی کر لی تو ہر وطی کے واسطے وہ جدید عدت پوری کریگی اور عدت خلع اور عدت وطی متداخل ہوگی یہان تک کہ عدت اول منقضی ہو جاوے پھر اسکے بعد دوسری وتیسری عدت وطی ہوگی نہ عدت طلاق حتے کہ اس عورت پر طلاق دیگر واقع نہین ہو سکتی اور عورت کیواسطے نفقہ بھی واجب نہوگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ اور اگر عورت کتابیہ کسی مسلمان کے تحت مین ہو تو اسپر وہی واجب ہے کہ

جو مسلمان عورت پر واجب ہوتا ہے پس اگر یہ کتابیہ عورت آزادہ ہو تو مثل مسلمہ آزادہ کے اور اگر باندی ہو تو مثل مسلمان
باندی کے احکام کا برتاؤ لازم ہوگا اور اگر کتابیہ کسی کافر کے تحت میں ہو تو موت و فرقت کسی صورت میں اسپر عدت نہوگی
بشرطیکہ انکے مذہب میں ایسا ہی ہو یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین رح کے نزدیک عورت پر عدت واجب
ہوگی یہ سراج وہاج میں ہے ۔

چودھواں باب سوگ کے بیان میں

عورت منکوحہ یا جسکا شوہر چھوڑکر مرگیا ہو اگر وہ بالغہ مسلمہ ہو تو اسپر ایام
عدت میں سوگ واجب ہے یہ کافی میں ہے - اور سوگ سے یہ مراد ہے کہ خوشبو و تیل و سرمہ و حنا و خضاب و خوشبو دادہ کپڑے
کے پہننے اور کسم کے رنگے و سرخ کپڑے کے پہننے سے اجتناب کرے اور نیز جو زعفران سے رنگا ہوا ہو اسکے پہننے سے اجتناب
کرے لیکن اگر وہ دھو دیا گیا ہو کہ اسکی خوشبو نہ آتی ہو تو مضائقہ نہیں ہے اور قصب اور خز و حریر کے پہننے سے اجتناب
کرے اور زیور پہننے سے اجتناب کرے اور اپنی زینت کرنے اور کنگھی سے سر کے بال سنوارنے سے اجتناب کرے یہ تاتارخانیہ
میں ہے اور شمس الائمہ نے فرمایا کہ ان کپڑوں سے مراد یہ ہے کہ نئے ایسے کپڑے جن سے زینت حاصل ہو نہ پہنے اور اگر پرانے
ہوں کہ انسے زینت نہیں ہوتی ہے تو پہننے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ محیط میں ہے - اور اگر عورت نے اپنے سر میں کنگھی ایسی
طرف سے کرلی جس طرف دندانہ موٹے کھلے ہوئے ہوتے ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور کنگھی کرنا دوسری طرف سے مکروہ
ہے یعنی جسکے دندانہ باریک ہوتے ہیں کیونکہ اس طرف سے زینت کے واسطے ہوتی ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے - اور عورت کو
اجتناب کرنا اسکی حالت اختیاری میں واجب ہے اور حالت اضطرار میں کچھ مضائقہ نہیں ہے مثلاً اسکے سر میں درد وغیرہ کوئی بیماری
ہو جسکی وجہ سے اسنے سر میں تیل ڈالا یا آنکھ میں کوئی بیماری ہوئی کہ اسنے سرمہ لگایا بطور معالجہ کے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے
یہ محیط میں ہے اور اگر سر میں تیل ڈالنے کی ہمیشہ کی عادت پڑگئی ہو کہ اسکو ڈر ہو کہ نہ ڈالنے کی صورت میں بیماری درد وغیرہ کے پیدا
ہو جانے کا خوف ہو تو تیل ڈالنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ اس بیماری کے پیدا ہو جانے کا غالب گمان ہو یہ کافی میں ہے
اور حریر کا لباس نہ پہنے کیونکہ اسمیں زینت ہے الا بضرورت مثلاً اسکے بدن میں خارشت ہو یا جوئیں پڑگئی ہوں لیکن دمشق کا رنگا
ہوا کپڑا پہننا اسکو حلال نہیں ہے اور سیاہ رنگا ہوا پہننے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ تبیین میں ہے - اور اگر عورت ایسی فقیر ہو کہ اسکے
پاس سوا ایک رنگین کپڑے کے نہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ اسکو بغیر ارادہ زینت کے پہنے یہ شرح طحاوی میں ہے - اور غیر مراد
مجنونہ پر اگرچہ بالغہ ہو اور کتابیہ پر اور جو عورت نکاح فاسد کی عدت میں ہو اسپر اور مطلقہ بطلاق رجعی پر حداد یعنی سوگ واجب
نہیں ہے اور یہ ہمارے نزدیک ہے کذا فی البدائع - اور اگر کافرہ عورت عدت میں مسلمان ہوگئی تو اسپر باقی عدت تک سوگ کرنا
لازم ہوگا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اور باندی پر جبکہ منکوحہ ہو تو شوہر کی وفات یا طلاق بائن دینے کی عدت میں سوگ لازم ہے
اور یہی حکم مدبرہ و ام ولد و مکاتبہ و مستسعاۃ کا ہے اور اگر ام ولد کو اسکے مولی نے آزاد کر دیا یا چھوڑکر مرگیا تو اسپر سوگ
نہیں ہے اور یہی حکم ایسی عورت کا ہے جس سے شبہہ سے وطی کی گئی ہو یہ فتح القدیر میں ہے - اور کسی کو روا نہیں ہے کہ معتدہ
غیر کو صریح خطبہ کرے خواہ وہ طلاق کی عدت میں ہو یا شوہر کی وفات کی عدت میں ہو یہ بدائع میں ہے - اور با تعریض کرنا
سو اسپر اجماع ہے کہ رجعی مطلقہ سے تعریض ممنوع ہے اور ایسے ہی ہمارے نزدیک جسکو طلاق بائن دی گئی ہو اور تعریض اسی
عورت سے جائز ہے جو شوہر کی وفات کی عدت میں ہو یہ غایۃ السروجی میں ہے - اور تعریض کی صورت یہ ہے کہ اس سے یوں کہے کہ میں
نکاح کرنا چاہتا ہوں یا کہے کہ میں ایسی عورت پسند کرتا ہوں جس میں یہ صفت ہو [illegible]

یا یون کہے کہ تو ماشاء اللہ حسینہ یا جمیلہ ہو یا تو مجھے خوش معلوم ہوتی ہو یا میرے پاس تجھ ایسی کوئی نہیں ہو یا امید ہو کہ اللہ تعالی مجھے تجھے یکجا کر دے یا اگر اللہ تعالی نے میرے حق مین ایک امر مقدر کیا ہوگا تو ہوگا یہ سراج وہاج مین ہے۔ اگر عورت معتدہ از نکاح صحیح ہو اور یہ عورت مطلقہ حرہ بالغہ عاقلہ مسلمہ ہو اور حالت اختیاری ہو تو یہ عورت نہ رات مین باہر نکلیگی نہ دن مین خواہ طلاق تین دیگئی ہون یا ایک بائنہ یا رجعی یہ بدائع مین ہے۔ اور جس عورت کو اسکا شوہر چھوڑ کر مر گیا وہ دن مین نکل سکتی ہو اور کچھ رات تک مگر اپنی منزل کے سوائے دوسری جگہ رات بسر نہ کریگی یہ ہدایہ مین ہے۔ اور جو عورت نکاح فاسد کی عدت مین ہو وہ نکل سکتی ہو الا اس صورت مین نہین نکل سکتی ہو کہ اسکے شوہر نے اسکو ممانعت کر دی ہو یہ بدائع مین ہے اور اگر معتدہ باندی ہو تو وہ اپنے مولی کی خدمت کیواسطے نکل سکتی ہو خواہ عدت وفات ہو یا عدت خلع یا طلاق خواہ طلاق رجعی ہو یا بائن اور اگر وہ عدت کے اندر آزاد کر دی گئی تو باقی عدت مین اسپر وہی امور واجب ہونگے جو حرہ بائن کردہ شدہ پر واجب ہوتے ہین اور قدوری مین لکھا ہو کہ اگر مولی نے باندی کو اسکے شوہر کے ساتھ رہنے کے واسطے کوئی جگہ دیدی ہو تو جبتک وہ اس حال پر ہو یہان سے خارج نہو گی الا آنکہ مولی اسکو یہان سے نکال لے۔ اور مدبرہ باندی و ام ولد و مکاتبہ کا حکم باہر نکلنا مباح ہونے کے حق مین مثل باندی کے ہو یہ محیط مین ہے۔ اور جو مستسعاۃ ہو یعنی سعایت کرتی ہو وہ امام اعظم رح کے نزدیک مثل مکاتبہ کے ہو اور کتابیہ عورت کو عدت مین باجازت شوہر کے باہر نکلنا حلال ہو اور بدون اجازت شوہر کے حلال نہین ہو خواہ طلاق رجعی ہو یا بائنہ ہو یا تین طلاق ہون اور اسی طرح عدت وفات مین اسکو اختیار ہو کہ منزل شوہر کے سوائے دوسری منزل مین رات گذارے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر کتابیہ عدت کے اندر مسلمان ہوگئی تو باقی مدت عدت مین اسپر وہی احکام لازم ہونگے جو مسلمہ عورت پر واجب ہوتے ہین۔ اور حرہ مسلمہ نہین نکل سکتی ہو نہ باجازت شوہر کے اور نہ بغیر اجازت شوہر کے اور رہی لڑکی نابالغہ پس اگر طلاق رجعی ہو تو باجازت شوہر کے نکل سکتی ہو اور اسکو یہ اختیار نہین ہو کہ بغیر اجازت شوہر کے نکلے جیسے قبل طلاق کے حکم تھا۔ اور اگر طلاق بائنہ ہو تو اسکو بغیر اجازت شوہر کے اور باجازت شوہر کے دونون طرح نکلنے کا اختیار ہو الا آنکہ یہ لڑکی قریب بہ بلوغ ہو تو بدون اجازت شوہر کے نہین نکل سکتی ہو ایسا ہی مشائخ نے اختیار کیا ہو یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مولی نے اپنی ام ولد کو آزاد کر دیا تو اسکو اختیار ہو کہ عدت مین نکلے یہ ظہیریہ مین ہے اور مجنونہ و معتوہہ کا حکم مثل کتابیہ کے ہو کہ نکل سکتی ہو یہ غایۃ السروجی مین ہے۔ اور مجوسیہ عورت کا شوہر اگر مسلمان ہوگیا اور اس عورت نے اسلام سے انکار کیا یہانتک کہ دونون مین تفریق ہوگئی اور عورت پر عدت واجب ہوئی بایطور کہ شوہر نے اس سے دخول کیا تھا تو اسکو نکلنے کا اختیار ہو لیکن اگر شوہر نے اپنے نطفہ کی حفاظت کی غرض سے اس عورت سے چاہا کہ نہ نکلے اور اس سے مطالبہ کیا تو اسپر لازم ہوگا کہ نہ نکلے۔ اور اگر مسلمان عورت نے اپنے شوہر کے پسر کا شہوت سے بوسہ لیا یہانتک کہ دونون مین تفریق واقع ہوئی اور چونکہ بعد مدخولہ ہونے کے ایسا ہوا ہو عورت پر عدت واجب ہوئی تو اسکو اپنی منزل سے نکلنے کا اختیار نہین ہو یہ بدائع مین ہے۔ ایک عورت نے اپنے نفقہ عدت پر اپنے شوہر سے خلع لیا پس اس عورت کو اپنے نفقہ کے واسطے ضرورت ہوئی کہ باہر نکلے تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہو بعض نے کہا کہ وہ نکل سکتی ہو جیسے وہ عورت جسکو شوہر چھوڑ کر مرا ہو اور بعض نے کہا کہ نہین نکل سکتی ہو اور یہی فتوی رہو یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور یہی اصح ہو یہ محیط سرخسی مین ہو معتدہ پر واجب ہو کہ اسی مکان مین عدت گذارے جو حالت وقوع فرقت یا وقوع وفات شوہر مین اسکے رہنے کا مکان کہلاتا تھا پہ کافی مین ہو اور اگر وہ اپنے کنبے والون کو دیکھنے گئی یا کسی دوسرے گھر مین کسی سبب سے تھی کہ اس وقت اسپر طلاق واقع

ہوئی تو اُسی وقت چلا تا ٹھیرا اپنے رہنے کے مکان کو چلی جاوے اور یہی حکم عدت وفات میں ہے یہ فتاویٰ البیان میں لکھا ہے
اور اگر اپنے رہنے کے مکان سے نکلنے پر مضطر ہوئی یعنی مجبور ہوئی بایں طور کہ اس مکان کے گر پڑنے کا خوف ہوا یا عورت
کو اپنے مال کا خوف ہوا یا یہ مکان کرایہ پر تھا اور عورت ایسا کچھ نہیں پاتی ہے کہ عدت وفات اگر یہاں پوری کرے تو اسکا
کرایہ اس سے دیدے تو ایسی حالت میں اسکو مکان منتقل کر لینے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر وہ کرایہ دے سکتی ہو تو منتقل
نہ کریگی۔ اور اگر حویلی اسکے شوہر کی ہو اور وہ اسکو چھوڑ کر مر گیا تو عورت اپنے حصہ میں رہے اگر اُسکا حصہ اُسمیں سے اسقدر
ہو کہ اسکے رہنے کے لائق کافی ہو۔ اور باقی وارثوں سے جو اسکے محرم نہوں اُنسے پردہ کریگی۔ یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر شوہر
متوفی کے گھر میں سے جو اُسکا حصہ ہے وہ اُسکے رہنے بھر کو کافی نہوا اور باقی وارثوں نے اپنے حصہ سے اسکو نکال دیا تو مکان
منتقل کر دے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر وارثوں نے اپنے حصہ میں اُسکو اجرت پر رہنے دیا اور یہ کرایہ دے سکتی ہے تو مکان
منتقل نہ کریگی یہ شرح مجمع البحرین ابن الملک میں ہے۔ اور جب عورت عذر کے ساتھ دوسری جگہ منتقل کر لے تو جسمیں منتقل
کر کے عدت گذارے وہ شوہر کی حرمت باقی رکھنے میں ایسا ہے کہ گویا اُسنے وہیں عدت گذاری ہے جہاں سے منتقل ہوائی
ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر عورت سواد شہر میں ہو اور اسکو سلطان وغیرہ کی طرف سے خوف پیدا ہوا تو اسکو شہر میں منتقل
ہو جانے کے واسطے گنجایش ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر عورت معتدہ اپنے گھر میں ہو کہ وہاں اسکے ساتھ کوئی بھی نہیں ہے اور
اسکو چوروں یا پڑوسیوں کی سے خوف نہیں ہے ولیکن اسکو مردہ کی طرف سے دل میں ڈر بیٹھ گیا ہے پس اگر خوف شدید نہیں
ہے تو مکان منتقل نہیں کر سکتی ہے اور اگر خوف شدید ہے تو مکان منتقل کر سکتی ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر کوٹھری
جسمیں عدت بیٹھی ہے منہدم ہو گئی تو دوسرے گھر کی تدبیر کرنا عدت وفات کی صورت میں اور طلاق بائن کی صورت میں درحالیکہ
شوہر غائب ہو اُسکے اختیار میں ہے اور طلاق بائن یا رجعی میں درصورتیکہ شوہر حاضر ہو تدبیر کا اختیار شوہر کو ہے یہ محیط میں ہے
اور اگر عورت کو تین طلاق یا ایک طلاق بائن دیدی اور اس مرد کے سوائے ایک کوٹھری کے اور مکان نہیں ہے تو چاہیے کہ اُسکے
اور اپنے درمیان ایک پردہ ڈال دے تاکہ اُسکے اور اجنبیہ کے درمیان خلوت واقع نہوا اور اگر مرد فاسق ہو کہ اُسکی طرف سے
عورت کے حق میں خوف ہو تو عورت وہاں سے نکل کر دوسری جگہ رہنا اختیار کرے اور اگر شوہر وہاں سے نکل گیا اور عورت وہیں
رہی تو یہ بہتر ہے اور اگر قاضی نے اس عورت کے ساتھ کوئی ثقہ عورت کر دی کہ وہ ان دونوں کے درمیان حائل ہونے کی قدرت
رکھتی ہے تو یہ اچھا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر جنگل میں اپنی عورت کو طلاق دی حالانکہ جنگل ہی میں اُسکا خیمہ ہے اور عورت اُسکے
ساتھ اسکے خیمہ میں ہے اور مرد مذکور جہاں گھاس و پانی دیکھتا ہے وہاں اسکو ضرور منتقل ہونا پڑتا ہے پس آیا اسکو روا ہے کہ اس
عورت کو بھی وہاں منتقل کر لیجاوے تو دیکھنا چاہیے کہ اگر اس جگہ رہنے میں عورت کے جان و مال کے حق میں ضرر ظاہر ہوتا ہے
تو تحویل روا ہے ورنہ نہیں یہ ظہیریہ میں ہے معتدہ عورت سفر نہ کریگی نہ حج کے لیے اور نہ کسی اور کام سے اور اُسکا شوہر بھی اُسکو
لیکر سفر نکرے یہ ہمارے نزدیک ہے اور اگر اسکو سفر میں ساتھ لیگیا حالانکہ اُسکی نیت رجعت کی نہیں ہے تو اس سے وہ رجعت کرنے والا
نہو جائیگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے معتدہ کو روا ہے کہ بڑے گھر کے صحن میں نکلے اور اس گھر کی جس منزل میں چاہے رات کو رہے
لیکن اگر اس دار میں غیروں کی حویلیاں ہوں تو اپنی کوٹھری سے ان حویلیوں کی طرف نہ نکلے گی۔ اور اگر عورت کو ساتھ سفر میں
لیگیا پھر اسکو طلاق بائن یا تین طلاق دیدیں یا اسکو چھوڑ کر مر گیا حالانکہ اس عورت اور اسکے شہر کے اور منزل مقصود کے درمیان
سفر کی مقدار سے کم ہے تو عورت کو اختیار ہے کہ چاہے چلی جاوے اور چاہے واپس چلی آوے خواہ کسی شہر میں نزول ہوا یا غیر

شہر میں اور خواہ اسکے ساتھ کوئی محرم ہو یا نہ ہو ولیکن واپس آنا بہتر ہے تاکہ عدت گذارنا شوہر کے گھر میں واقع ہو اور
اگر اس مقام سے جہاں طلاق یا وفات واقع ہوئی ہے منزل مقصود یا اسکا شہر ان دونوں میں سے ایک بقدر سفر کے
ہو اور دوسرا کم تو جو کم ہے اُسی کو اختیار کرے اور اگر دونوں طرف مقدار سفر ہو ویں اگر یہ عورت جنگل میں ہو تو چاہے
آگے چلی جاوے جہاں مقصود تھا یا کسی محرم یا غیر محرم کے ساتھ واپس آوے ولیکن واپس آنا بہتر ہے اور اگر کسی شہر میں
نزول ہو تو بغیر محرم وہاں سے خارج نہو اور اسکے ساتھ محرم ہو تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک خارج نہو اور صاحبین رح
نے فرمایا کہ نکل سکتی ہے اور یہ امام اعظم رح کا پہلا قول ہے اور انکا دوسرا قول اظہر ہے اور اگر شوہر نے اسکو طلاق رجعی دیدی
ہو تو شوہر کے ساتھ رہیگی خواہ وہ آگے جاوے یا واپس آوے اور اُس سے جدا نہوگی یہ کافی میں ہے

پندرھواں باب۔ ثبوت نسب کے بیان میں۔ ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ ثبوت نسب کے واسطے تین مراتب
ہیں اول نکاح صحیح اور جو اسکے معنی میں ہے یعنی نکاح فاسد۔ اور اسکا حکم یہ ہے کہ نسب بغیر دعوہ کے ثابت ہوتا ہے اور بجز
نفی کرنے سے نسب منتفی نہیں ہوتا ہے ہاں لعان سے منتفی ہوتا ہے پس اگرچہ دونوں میں ایسی بات ہو کہ لعان جاری
نہیں ہوتا ہے تو نسب ولد منتفی نہوگا یہ محیط میں ہے۔ دوم ام ولد اور اسکے ولد کا حکم یہ ہے کہ بدون دعوی مولی کے
نسب ثابت ہوتا ہے اور بجز نفی کرنے سے منتفی ہو جاتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور نہایہ میں بحوالہ مبسوط نقل کیا کہ مولی کو نفی
کا اختیار جب ہی تک ہے کہ قاضی نے اسکے نسب کے ثبوت کا حکم نہ دیا ہو اور نیز زمانہ دراز نہ گذرا ہو اور اگر قاضی نے
اسکا حکم دیدیا تو نسب مولی کی طرف لازم ہوگا کہ پھر وہ اسکو باطل نہیں کرسکتا ہے اور اسی طرح اگر زمانہ دراز گذر گیا ہو تو یہی
حکم ہے یہ تبیین میں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ ام ولد کے بچہ کا نسب مولی سے بدون دعوت کے جب ہی ثابت ہوگا کہ جب
مولی کو اُس سے وطی کرنی حلال ہو اور اگر حلال نہو تو نسب بدون دعوی کے ثابت نہوگا جیسے مولی نے اپنی ام ولد کو مکاتبہ
کردیا یا دو شریکوں کی باندی سے ایک شریک نے وطی سے استیلاد کیا پھر اسکے بعد اسکے بچہ ہوا تو بدون دعوی
کے نسب ثابت نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اسی طرح اگر اسپر اسکی وطی کرنی حرام ہوگئی بسبب اسکے کہ اسکے باپ نے
یا بیٹے نے اس سے وطی کرلی یا اسنے اس باندی ام ولد کی ماں یا بیٹی سے وطی کرلی تو پھر اسکے بعد اگر اسکے بچہ پیدا
ہوا تو بدون دعوی کے اسکا نسب ثابت نہوگا یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ سوم باندی کہ اگر اسکے بچہ پیدا ہوا تو ہمارے
نزدیک بدون دعوی کے اسکا نسب ثابت نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور مدبرہ باندی کا حکم مثل باندی کے ہے کہ مدبرہ کے بچہ
کا نسب بھی بدون دعوی مولی کے ثابت نہیں ہوتا ہے یہ نہایہ میں ہے۔ اور اگر باندی سے وطی کرتا ہو اور اُس سے عزل نہ کرتا
ہو یعنی وقت انزال کے جدا نہو جاتا ہو تو فیما بینہ وبین اللہ تعالی اُسکو حلال نہیں ہے کہ اسکے بچہ کی نفی کرے اسپر لازم ہے کہ اعتراف
کرے کہ میرا ہے اور اگر اس سے عزل کرتا ہو اور اسکی تحصین نہ کی ہو تو اسکو نفی کرنا روا ہے بوجہ اسکے کہ دو ظاہری متعارض ہیں
یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور اگر اپنی باندی کا نکاح ایک شخص سے کردیا پھر اسکے بچہ پیدا ہوا اور مولی نے دعوی کیا کہ یہ میرا
نسب سے ہے تو ثابت ہوگا اسواسطے کہ وہ مولی کا غلام ہے اور اسکا کچھ نسب نہیں ہے۔ اور اگر شوہر مجبوب ہو تو مولی کے دعوی پر
مولی سے نسب ثابت نہوگا اسواسطے کہ اگرچہ وہ مولی کا غلام ہے مگر اسکا نسب معلوم ہے یہ فتاوی کبری میں ہے۔ اگر کسی نے
ایک عورت سے نکاح کیا اور روز نکاح سے چھ مہینہ سے کم میں اسکے بچہ پیدا ہوا تو اسکا نسب اس مرد سے ثابت نہوگا اور اگر چھ مہینے
پورے یا زیادہ میں پیدا ہوا تو اُسکا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا خواہ اس مرد نے اقرار کیا ہو یا ساکت ہو اور اگر اسنے ولادت سے

انکار کیا تو ایک عورت کی گواہی سے جو ولادت میں شہادت دے ولادت ثابت ہو جائیگی یہ ہدایہ میں ہے اور اگر وقت
نکاح سے ایک روز کم چھ مہینہ میں ایک بچہ جنی اور چھ مہینے سے ایک روز بعد دوسرا بچہ جنی تو دونوں میں سے کسی کا نسب
ثابت نہوگا یہ عتابیہ میں ہے ۔ اور اصل یہ ہے کہ ہر عورت جسپر عدت واجب نہیں ہے ولی تو اسکے بچہ کا نسب شوہر سے
ثابت نہوگا الا اس صورت میں کہ یقیناً معلوم ہو جاوے کہ یہ بچہ اس شوہر کا ہے اور اسکی یہ صورت ہے کہ چھ مہینہ سے
(بالاتفاق ۱۲)
کم میں پیدا ہوا ۔ اور ہر عورت جسپر عدت واجب ہوگی اسکے بچہ کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا الا اس صورت میں کہ یقیناً معلوم
ہو جاوے کہ یہ اسکا نہیں ہے اور اسکی یہ صورت ہے کہ دو برس بعد پیدا ہو اور جب یہ اصل معلوم ہو گئی تو ہم کہتے ہیں کہ
ایک مرد نے قبل دخول کے اپنی جورو کو طلاق دیدی پھر وقت طلاق سے چھ مہینہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو شوہر سے اُسکا
نسب ثابت ہوگا اور اگر چھ مہینے کے بعد یا پورے چھ مہینے پر پیدا ہوا تو نسب ثابت نہوگا ۔ اور اگر ایک اجنبی عورت سے
کہا کہ جب میں تجھے نکاح میں لاؤں تو طالقہ ہے پھر اُس سے نکاح کیا تو طلاق واقع ہو جائیگی پھر اگر وقت نکاح سے پورے
چھ مہینہ پر بچہ پیدا ہوا تو اُسکا نسب ثابت ہوگا ۔ اور اگر وقت نکاح سے چھ مہینہ سے کم میں پیدا ہوا تو نسب ثابت نہوگا
اور اگر بعد دخول کے اُسکو طلاق دی پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا تو دو برس تک پیدا ہونے میں نسب ثابت ہوگا اور اُسکے پیدا
ہونے پر عدت پوری ہو جائیگی یعنی اب عدت پوری ہونے کا حکم ثابت ہوگا ۔ اور اگر دو برس کے بعد بچہ پیدا ہوا پس اگر
طلاق رجعی ہو تو نسب ثابت اور مرد مذکور اُس عورت سے مراجعت کرنے والا قرار دیا جائیگا اور اگر طلاق بائن ہو تو نسب ثابت
(کیونکہ بعد مراجعت کے ایسا ہوا ہوگا ۱۲)
نہوگا جب تک کہ شوہر دعوی نہ کرے اور جب دعوی کیا تو اُس سے نسب ثابت ہو جائیگا اور آیا عورت کی تصدیق
کی بھی ضرورت ہے یا نہیں تو اسمیں دو روایتیں ہیں ایک میں ہے کہ حاجت ہے اور دوسری میں ہے کہ نہیں ہے اور یہ اسوقت
ہے کہ مرد نے اسکو طلاق دی ہو اور اگر قبل دخول کے یا بعد دخول کے اسکو چھوڑ کر مر گیا پھر وقت وفات سے دو برس تک میں
عورت کے بچہ پیدا ہوا تو نسب اس متوفی سے ثابت ہوگا اور اگر وقت وفات سے دو برس بعد ہوا ہو تو نسب ثابت نہوگا
اور یہ سب اُسوقت ہے کہ عورت نے قبل اسکے انقضاے عدت کا اقرار نہ کیا ہو ۔ اور اگر عورت نے انقضاے عدت کا اقرار کیا خواہ
طلاق کی عدت ہو یا وفات کی اور اتنی مدت گذرنے پر اقرار کیا ہے کہ ایسی مدت میں یہ عدت گذر سکتی ہے پھر وقت اقرار سے
چھ مہینہ سے کم میں بچہ جنی تو ثابت النسب ہوگا ورنہ نہیں ۔ اور یہ سب اُسوقت ہے کہ یہ عورت کبیرہ ہو خواہ اُسکو حیض آتا ہو
یا نہ آتا ہو ۔ اور اگر صغیرہ ہو کہ اسکے شوہر نے اسکو طلاق دیدی ہو پس اگر قبل دخول طلاق دیدی اور وقت طلاق سے چھ
مہینہ سے کم میں بچہ جنی تو نسب ثابت ہوگا اور اگر چھ مہینہ سے زیادہ میں جنی تو نسب ثابت نہوگا ۔ اور اگر بعد دخول کے اسکو طلاق
دی پس اگر اُسنے حمل کا دعوی کیا تو طلاق رجعی کی صورت میں ستائیس مہینہ تک بچہ ہونے میں نسب ثابت ہوگا اور طلاق بائن کی صورت
میں دو برس تک ثابت ہوگا ۔ اور اگر اُسنے انقضاے عدت کا اقرار کیا پھر وقت اقرار سے چھ مہینہ سے کم میں بچہ جنی تو نسب ثابت
ہوگا اور اگر چھ مہینہ سے زیادہ میں بچہ جنی تو نسب ثابت نہوگا ۔ اور اگر اُسنے دعوی سے سکوت کیا ہو تو امام اعظم رح و امام محمد رح
(یعنی دعوی حمل سے ۱۲)
کے نزدیک سکوت بمنزلۂ اقرار کے ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک سکوت بمنزلۂ دعوی حمل کے ہے یہ شرح طحاوی میں ہے ۔ ایک
عورت نے عدت وفات میں کہا کہ میں حاملہ نہیں ہوں پھر اُسنے دو روز بعد کہا کہ میں حاملہ ہوں تو قول اُسی کا قبول ہوگا ۔ اور
(یعنی اسکے بعد ۱۲)
اگر اُسنے چار مہینہ دس روز گذر جانے کے بعد کہا کہ میں حاملہ نہیں ہوں پھر کہا کہ میں حاملہ ہوں تو اُسکا قول قبول نہوگا الا اس
صورت میں کہ یہ بھی جانا جائیگی کہ شوہر کی موت کے وقت سے چھ مہینہ سے کم میں اُسکے بچہ پیدا ہوا پس اُسکا اقرار انقضاے عدت باطل
(یعنے اسکا قول قبول ہوگا ۱۲)

ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہی - اگر صغیرہ کو چھوڑ کر اُسکا خاوند مرگیا پس اگر اُسنے حمل کا اقرار کیا تو وہ مثل کبیرہ کے ہی کہ دو برس تک اُسکے بچہ کا نسب ثابت ہوگا کیونکہ اس بارہ میں قول اُسی کا مقبول ہی اور اگر چار مہینہ دس روز گذرنے کے بعد اپنے انقضاے عدت کا اقرار کیا پھر چھ مہینہ یا زیادہ گذرنے پر اُسکے بچہ پیدا ہوا تو اُسکے شوہر متوفی سے نسب ثابت نہوگا اور اگر اُسنے حمل کا دعوی نہ کیا اور نہ انقضاے عدت کا اقرار کیا تو امام اعظمؒ و امام محمد رح کے نزدیک اگر دس روز سے کم میں بچہ جنی تو نسب ثابت ہوگا ورنہ ثابت نہوگا یہ تبیین میں ہی - مبسوط کے اگر دو بچہ پیدا ہوئے ایک دو برس سے کم میں اور دوسرا دو برس سے زیادہ میں اور ہر دو ولادت میں ایک روز کا فرق ہی تو امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دونوں کا نسب ثابت ہوگا یہ ظہیریہ میں ہی اور اگر بچہ کا بعض بدن دو برس سے کم میں خارج ہوا یعنی پیٹ سے نکلا پھر تمام متولد ہوا یہانتک کہ باقی بچہ دو برس بعد نکلا تو اسکے شوہر کو لازم نہوگا جبتک کہ دو برس کے اندر اُسکا آدھا بدن نہ نکلا ہو یا پانوٴن کی جانب سے زیادہ بدن دو برس سے کم میں نکل آیا ہو اور باقی دو برس بعد نکلا ہو اُسکو امام محمدؒ نے ذکر کیا ہی یہ فتح القدیر میں ہی - اور اگر طلاق بائنہ یا وفات کی عدت میں ہو اور دو برس میں اُسکے بچہ پیدا ہوا پس شوہر نے ولادت سے انکار کیا یا شوہر کے وارثوں نے بعد وفات شوہر کے اس سے انکار کیا اور اس عورت نے دعوی کیا پس اگر اُسکے شوہر نے حمل کا اقرار نہ کیا ہو اور نہ حمل ظاہر ہو تو نسب ثابت نہوگا الا بگواہی دو مردوں یا ایک مرد و دو عورتوں کے یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور اگر شوہر حمل کا اقرار کرچکا ہو یا حمل ظاہر تھا تو ولادت کے ثبوت میں عورت کا قول قبول ہوگا اگرچہ اُسکے ثبوت میں کوئی قابلہ گواہی نہ دے یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور اگر وہ طلاق رجعی کی عدت میں ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ بدائع میں ہی - اور اگر شوہر نے کہا کہ جو تو جنی ہی وہ اسکے سواے دوسرا ہی تو اسکا قول قبول نہ کیا جائیگا یہ امام اعظم رح کا قول ہی یہ غایۃ السروجی میں ہی - اور اگر وفات کی عدت میں ہو اور وارثوں نے ولادت میں اُسکے قول کی تصدیق کی اور ولادت پر کسی نے گواہی نہ دی تو یہ بچہ اُسکے شوہر متوفی کا بیٹا ہوگا اور اسپر اتفاق ہی اور یہ بیٹا اسکا وارث ہوگا اور یہ حق میراث میں ظاہر ہی اسواسطے کہ ارث ان وارثوں کا خالص حق ہی - اور رہا حق نسب پس اگر یہ وارث لوگ اہل شہادت سے ہوں پس اگر ان میں سے دو مردوں یا ایک مرد و دو عورتوں نے گواہی دی تو اس بچہ کے اثبات النسب کا حکم واجب ہوا حتی کہ یہ بچہ تصدیق کرنے والوں اور تکذیب کرنے والوں سب کے ساتھ شریک ہوگا اور بعض کے نزدیک مجلس حکم میں لفظ شہادت سے گواہی دینا شرط ہی اور صحیح یہ ہی کہ لفظ شہادت شرط نہیں ہی یہ کافی میں ہی - اور اگر معتدہ نے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا پھر اسکے بچہ پیدا ہوا پس اگر اول شوہر کی وفات یا طلاق دینے کے وقت سے دو برس سے کم میں اور دوسرے شوہر کے نکاح سے چھ مہینہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا ہی تو بچہ اول شوہر کا ہوگا اور اگر اول کی وفات یا طلاق دینے سے دو برس سے زیادہ میں اور دوسرے شوہر کے نکاح سے چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا ہی تو یہ بچہ نہ اول شوہر کا ہوگا اور نہ دوسرے کا - اور آیا دوسرا نکاح جائز ہوا تو امام اعظمؒ و امام محمد رح کے قول میں جائز ہی اور یہ اسوقت ہی کہ مرد کو وقت نکاح کے یہ معلوم نہو کہ عورت نے عدت میں نکاح کیا ہی اور اگر شوہر دوم کو وقت نکاح کے یہ بات معلوم تھی چنانچہ یہ نکاح فاسد واقع ہوا ہی پھر اس عورت کے بچہ پیدا ہوا تو نسب شوہر اول سے ثابت کیا جائیگا اگر اثبات ممکن ہو بایں طور کہ اول کے طلاق دینے یا مرنے سے دو برس سے کم میں پیدا ہوا اگرچہ دوسرے شوہر کے نکاح کرنے سے چھ مہینہ یا زیادہ کے بعد پیدا ہوا ہو اسواسطے کہ دوسرا نکاح

فاسد واقع ہوا ہی تو جب تک نسب کا احالہ فراش صحیح کی طرف ممکن ہو اولے ہی۔ اور اگر شوہر اول سے اسکا اثبات نسب ممکن نہوا اور ثانی سے ممکن ہوا تو ثانی سے نسب ثابت کیا جائیگا مثلاً اول کے طلاق دینے یا مرنے سے دو برس بعد بچہ جنی اور دوسرے کے نکاح سے چھ مہینہ یا زیادہ کے بعد جنی تو نسب دوسرے سے ثابت رکھا جائیگا اسواسطے کہ دوسرا نکاح اگرچہ فاسد واقع ہوا ہی لیکن ہرگاہ نکاح صحیح سے اسکا نسب ثابت کرنا متعذر ہوا تو زنا پر محمول کرنے سے یہ بہتر ہی کہ نکاح فاسد سے اسکا نسب ثابت کیا جاوے یہ بدائع میں ہی۔ ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا پس اُسکا پیٹ گرا جسکی خلقت ظاہر ہوگئی پس اگر نکاح سے چار مہینہ پر ایسا پیٹ گرا ہی تو نکاح مذکور جائز ہوا اور اسکا نسب شوہر نکاح کنندہ سے ثابت ہوگا اور اگر ایک دن کم چار مہینہ پر ایسا پیٹ گرا ہی تو نکاح جائز نہوا یہ بحر الرائق میں ہی۔ ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اسکے ایک بچہ پیدا ہوا پھر دونوں میں اختلاف ہوا چنانچہ شوہر نے دعوی کیا کہ میں نے تجھے ایک مہینہ سے اپنے نکاح میں لیا ہی اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ ایک سال سے تو یہ بچہ اس شوہر سے ثابت النسب ہوگا یہ ظہیریہ میں ہی۔ اور صاحبین رح کے نزدیک واجب ہی کہ شوہر سے قسم لیجاوے بخلاف قول امام اعظم رح کے یہ کافی میں ہی اور اگر دونوں نے اتفاق کیا کہ ہاں شوہر نے ایک مہینہ سے اپنے نکاح میں لیا ہی تو اس بچہ کا نسب اس شوہر سے ثابت نہوگا پھر اگر بعد باہمی اتفاق کے گواہ قائم ہوئے کہ اس مرد نے اس عورت کو ایکسال سے اپنے نکاح میں لیا ہی تو یہ گواہ قبول ہونگے۔ اور یہ جواب صحیح و مستقیم ہی درصورتیکہ اس بچہ نے بعد بڑے ہونے کے اپنے گواہ قائم کیے ہوں۔ اور اگر گواہوں کا قائم ہونا اس بچہ کی صغرسنی میں ہو تو اسمیں مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعضوں نے کہا کہ گواہ قبول نہونگے تاوقتیکہ قاضی اس صغیر کی طرف سے کوئی خصم مقرر نہ کرے اور بعضوں نے کہا کہ اس کا اصلا کچھ حاجت نہیں ہی بلکہ بدون خصم مقرر کرنے کے قاضی ایسی گواہی کی سماعت کریگا یہ ظہیریہ میں ہی۔ ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا اور پانچ مہینہ گذرنے پر اسکے بچہ پیدا ہوا پس شوہر نے کہا کہ یہ بچہ میرا بیٹا ہی ایسے سبب سے کہ وہ اسکا موجب ہی کہ یہ بچہ میرا ہوا اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ زنا کا ہی تو ایک روایت میں قول شوہر کا قبول ہوگا اور دوسری روایت میں ہی کہ جو کچھ عورت کہتی ہی وہی قبول کیا جائیگا اور اگر نکاح سے دو برس کے بعد بچہ پیدا ہوا اور باقی مسئلہ بحالہا ہی تو شوہر کا قول قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہی۔ اور اگر ایک باندی سے نکاح کیا پھر اُسکو طلاق دیدی پھر اُسکو خرید لیا پھر وقت خریدنے سے چھ مہینہ سے کم میں بچہ جنی تو اُسکو لازم ہوگا ورنہ لازم نہوگا الا بدعوی نسب اور یہ اسوقت ہی کہ بعد دخول کے ایسا واقع ہوا اور اسمیں کچھ فرق نہیں ہی کہ طلاق کیسی ہو خواہ طلاق بائن ہو یا رجعی ہو بہر حال یہی حکم ہی۔ اور اگر قبل دخول کے ایسا ہو پس اگر وقت طلاق سے چھ مہینہ سے زیادہ میں بچہ جنی تو اسکو لازم نہوگا اور اگر اس سے کم مدت میں جنی ہو تو بچہ اس مرد کو لازم ہوگا بشرطیکہ وقت نکاح سے چھ مہینہ یا زیادہ میں جنی ہوا اور اگر وقت نکاح سے اس سے کم مدت میں جنی ہو تو لازم نہوگا۔ اور اسی طرح اگر اُسنے طلاق دینے سے پہلے اپنی زوجہ کو خرید لیا ہو تو بھی احکام مذکورہ بالا میں یہی حکم ہی یہ تبیین میں ہی۔ اور اگر اپنی زوجہ باندی کو دو طلاق دیدیں حتی کہ اسپر بحرمت غلیظہ حرام ہوگئی تو وقت طلاق سے دو برس تک اسکے بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا۔ اور اگر اپنی مدخولہ زوجہ کو خرید لیا پھر اسکو آزاد کر دیا پھر خریدنے کے وقت سے چھ مہینہ سے زیادہ میں بچہ جنی تو نسب ثابت نہوگا الا آنکہ شوہر اسکا دعوے کرے اور امام محمد رح کے نزدیک وقت خریدنے سے دو برس تک بدون دعوی کے اسکا نسب ثابت

ہوگا۔ اور اسی طرح اگر اسکو آزاد نہیں کیا بلکہ اسکو فروخت کر دیا پھر وقت فروخت سے چھ مہینے سے زیادہ میں بچہ جنی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک بچہ کا نسب اس سے ثابت نہوگا اگرچہ اسکا دعوی کرے الا بتصدیق مشتری۔ اور امام محمد رح کے نزدیک بدون تصدیق مشتری کے نسب ثابت نہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر ام ولد کو اسکا مولی چھوڑکر مرگیا یا آزاد کر دیا تو آزاد کرنے یا مرنے کے وقت سے دو برس تک اُسکے بچہ کا نسب مولی سے ثابت ہوگا یہ عتابیہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی باندی سے کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں بچہ ہو تو وہ میرا ہے پھر ایک عورت نے ولادت پر گواہی دی تو یہ باندی اسکی اُم ولد ہو جائیگی اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ وقت اقرار سے چھ مہینہ سے کم میں جنی ہو اور اگر چھ مہینہ یا زیادہ میں جنی تو مولی کے ذمہ لازم نہوگا ولیکن تجھے معلوم کرلینا چاہیے کہ یہ حکم اُسی صورت میں ہے کہ جب مولی نے بلفظ شرط و تعلیق کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں بچہ ہو یا اگر تجھے حمل ہو تو وہ میرا ہے اور اگر مولی نے یوں کہا کہ یہ تجھے سے حاملہ ہے تو اسکا بچہ مولی کو لازم ہوگا اگرچہ چھ مہینہ سے زیادہ دو برس تک میں پیدا ہو ولیکن اگر مولی نے اسکی نفی کردی تو لازم نہوگا چنانچہ کتاب الاجناس کی کتاب الاعتاق میں اسکی تصریح ہے یہ غایۃ البیان میں ہے۔ ایک مرد نے غلام کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے پھر مرگیا پھر غلام کی ماں آئی اور وہ آزادہ ہے اور کہا کہ میں اس میت کی جورو ہوں تو یہ اُسکی جورو ہوگی اور دونوں اسکے وارث ہونگے اور نوادر میں ذکر کیا ہے کہ یہ استحسان ہے۔ اور یہ اسوقت ہے کہ یہ معلوم ہو کہ یہ عورت حرہ ہے اور اگر یہ معلوم نہوا اور میت کے وارثوں نے دعوی کیا کہ یہ میت کی ام ولد ہے اور یہ عورت نکاح کا دعوی کرتی ہے تو یہ عورت وارث نہوگی یہ شرح جامع صغیر قاضیخان میں ہے۔ اور اگر مرد نے عورت کو تین طلاق دیدیں پھر قبل اسکے کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح کرکے حلالہ کرا دے دوبارہ اُس سے نکاح کر لیا اور اسکے اس مرد سے بچہ پیدا ہوا اور حال یہ ہے کہ یہ دونوں اس نکاح کے فاسد ہونے کو نہیں جانتے تھے تو نسب ثابت ہوگا اور اگر دونوں فساد نکاح کو جانتے ہوں تو بھی امام اعظم کے نزدیک نسب ثابت ہوگا یہ تاتارخانیہ میں تجنیس ناصری سے نقل ہے۔ ایک مرد کی تحت میں ایک عورت ہے اور اسکے پاس ایک بچہ ہے اور یہ بچہ اس مرد کے قابو میں نہیں ہے پس عورت نے کہا کہ تو نے مجھ سے جب نکاح کیا ہے کہ جب میرے یہ بچہ تجھ سے پہلے ایک شوہر سے پیدا ہو چکا ہے اور شوہر نے کہا کہ نہیں بلکہ تو میرے تحت میں اُسکو جنی ہے تو وہ اس شوہر کا بیٹا ہوگا۔ اور اگر بچہ شوہر کے پاس ہو نہ عورت کے پاس پس شوہر نے کہا کہ یہ میرا بیٹا تجھ سے نہیں بلکہ دوسری عورت سے ہے اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ مجھ سے ہے تو قول شوہر کا قبول ہوگا اور عورت کے قول کی تصدیق نہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر بچہ جورو مرد دونوں کے ہاتھ میں ہو پس شوہر نے کہا کہ یہ بچہ تیرا تیرے پہلے شوہر سے ہے جو مجھ سے پہلے تھا اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ تجھ سے پیدا ہے تو یہ اسی مرد سے قرار دیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی عورت سے زنا کیا پس وہ حاملہ ہوگئی پھر اُس سے نکاح کر لیا پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا پس اگر وقت نکاح سے چھ مہینہ یا زیادہ میں پیدا ہوا تو اسکا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا اور اگر چھ مہینے سے کم میں جنی تو اُسکا نسب اس مرد سے ثابت نہوگا الا آنکہ شوہر اسکا دعوی کرے اور اُسنے یہ نہ کہا ہو کہ یہ زنا سے ہے اور اگر اُسنے کہا کہ یہ مجھ سے زنا سے ہے تو اسکا نسب اس سے ثابت نہوگا اور اسکا وارث بھی نہوگا یہ ینابیع میں ہے۔ ایک مرد نے ایک باندی خریدی پس اس سے بچہ جنی پھر ایک مرد نے دعوی کیا کہ یہ میری جورو ہے اسکو میرے ساتھ اسکے مولی نے بیاہ دیا تھا اور اسپر گواہ قائم کیے تو یہ اسکی جورو قرار دیجائیگی اور یہ بچہ اسکے شوہر کا بچہ قرار دیا جائیگا اور چونکہ مولی نے اپنے بیٹے کا دعوی کیا تھا اسوجہ سے وہ آزاد ہوگا۔ ایک طفل ایک عورت کے پاس ہے پس ایک مرد نے اس عورت سے کہا کہ یہ میرا بیٹا تجھ سے

نکاح سے پیدا ہوا ہے اور عورت نے کہا کہ یہ تیرا بچہ تجھ سے زنا سے پیدا ہوا ہے تو بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت نہوگا اور اگر عورت نے اسکے بعد کہا کہ یہ تیرا بیٹا نکاح سے ہے تو اسکا نسب ان دونوں سے ثابت ہو جائیگا۔ ایک مرد مسلمان نے ایسی عورتوں سے جو اسپر دائمی حرام ہیں نکاح کیا پس اُنسے اولاد پیدا ہوئی تو اولاد کا نسب اس مرد سے امام اعظم رحمہ کے نزدیک ثابت ہوگا اور صاحبین رحمہ کے نزدیک نہیں ثابت ہوگا اور یہ اختلاف اس بنا پر ہے کہ ایسا نکاح امام اعظم کے نزدیک فاسد ہے اور صاحبین رحمہ کے نزدیک باطل ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر اپنی جورو کے ساتھ خلوت صحیحہ کی پھر اسکو صریح طلاق دیدی اور کہا کہ میں نے اس سے جماع نہیں کیا ہے پس عورت نے اسکی تصدیق کی یا تکذیب کی تو عورت پر عدت واجب ہوگی اور عورت کو پورا مہر ملیگا پھر اگر مرد مذکور نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھ سے مراجعت کرلی تو مراجعت صحیح نہوگی اور اگر دو برس سے کم میں عورت کا بچہ جنی اور ہنوز اُسنے انقضاء عدت کا اقرار نہیں کیا ہے تو اس بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا اور مراجعت مذکورہ صحیح ہوگی اور قبل طلاق کے اُس سے وطی کرنے والا قرار دیا جائیگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ ام ولد نے اگر کسی نکاح فاسد کیا اور شوہر نے اس سے دخول کیا اور اُسکے بچہ پیدا ہوا تو اُسکا نسب شوہر سے ثابت ہوگا اگرچہ مولی اسکا دعوے کرے یہ خزانۃ المفتین میں ہے نسب باشارہ ثابت ہو جاتا ہے باوجودیکہ زبان سے بولنے کی قدرت حاصل رہے یہ نہایہ میں ہے۔ ایک مرد نے ایک عورت اپنے صغیر بیٹے کو بیاہ دی جو جماع کرنے کے لائق نہیں ہے اور نہ ایسا ہے کہ اُس سے حمل رہ جاوے یعنی جماع نہیں کرسکتا ہے پھر اس عورت کے بچہ پیدا ہوا تو یہ اس صغیر کو لازم نہوگا ولیکن جو کچھ شوہر کے باپ نے اس عورت کو اپنے پسر کی طرف سے دیا ہے وہ واپس نہ دیگی اور اگر اس عورت نے اقرار کیا کہ میں نے خود نکاح کیا ہے تو جو کچھ بمقدار مدت حمل کا نفقہ شوہر کو واپس دیگی یہ ظہیریہ میں ہے طفل قریب بلوغ کی عورت کے اگر بچہ پیدا ہوا تو اُسکا نسب اُسی طفل سے ثابت ہوگا یہ سراجیہ میں ہے اگر دار الحرب سے کوئی عورت حاملہ دار الحرب میں شوہر چھوڑ کر ہجرت کرکے دار الاسلام میں چلی آئی اور یہاں بچہ جنی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اسکا بچہ حربی شوہر کو لازم نہوگا یہ تمرتاشی میں ہے حمل کی مدت کم سے کم چھ مہینہ اور زیادہ سے زیادہ دو برس ہیں یہ کافی میں ہے۔ اور اس بات پر اجماع ہے کہ مدت کا اعتبار نکاح صحیح میں وقت نکاح سے ہے اور بعض نے فرمایا کہ نکاح صحیح میں دخول شرط نہیں ہے ولیکن خلوت ہونا ضرور ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔

سولھواں باب حضانت کے بیان میں۔ چھوٹے بچہ کی حضانت کے واسطے سب سے زیادہ مستحق اُسکی ماں ہے خواہ حالت قیام نکاح ہو یا فرقت واقع ہوگئی ہو لیکن اگر اسکی ماں مرتدہ یا فاجرہ غیر مامونہ ہو تو ایسا نہیں ہے کافی میں ہے خواہ وہ مرتد ہوکر دار الحرب میں چلی گئی ہو یا دار الاسلام میں موجود ہو پھر اگر اُسنے مرتد ہونے سے توبہ کرلی یا فجور سے توبہ کرلی تو پھر سب سے زیادہ مستحق ہوگئی یہ بحر الرائق میں ہے اسیطرح اگر ماں چوٹٹی یا گانیوالی یا نائحہ ہو تو اسکا کچھ حق نہیں ہے یہ نہر الفائق میں ہے۔ مگر ماں حضانت سے اگر انکار کرے تو صحیح یہ ہے کہ اسپر جبر نہ کیا جائیگا بسبب احتمال اسکے عجز کے ولیکن اگر اس بچہ کا کوئی ذی رحم محرم سوائے اسکے نہو تو اسپر پرورش کے واسطے جبر کیا جائیگا تاکہ وہ بچہ ضائع نہو بخلاف باپ کے کہ جب بچہ ماں سے مستغنی ہوا اور باپ نے اُسکے لینے سے انکار کیا تو باپ پر جبر کیا جائیگا یہ عینی شرح کنز میں ہے اور اگر بچہ کی ماں مستحق حضانت نہو مثلاً بسبب امور مذکورہ کے وہ اہلیت حضانت کی نہ رکھتی ہو یا غیر محرم سے تزوج کرلیا ہو یا مرگئی ہو تو ماں کی ماں اولے ہے بہ نسبت اور سب کے اگرچہ اونچے درجہ میں ہو یعنی پرنانی وغیرہ اور اگر ماں کی ماں یا ماں کی ماں کی ماں علی ہذا القیاس کوئی نہو تو باپ کی ماں اگرچہ اونچے درجے کی ہو بہ نسبت اوروں کے اولی ہے

حواشی (بین السطور): یعنے نہ دیا جانا ہو ۱۲ — بدکار زنا کرنیوالی ۱۲ — رونیوالی ۱۲ — بعد طلاق کے ۱۲ — یعنے پڑدادی وغیرہ ۱۲

یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور خصاف رحمہ اللہ نے نفقات میں ذکر کیا کہ اگر صغیرہ کی جدہ اُسکے باپ کی جانب سے ہو یعنی اُسکی ماں کے
باپ کی ماں تو یہ بمنزلہ اُس جدہ کے نہیں ہو جو اسکی ماں کی جانب سے ہو یعنی ماں کی ماں کی ماں یہ بحر الرائق میں ہے
پس اگر وہ مرگئی یا اُسنے نکاح کر لیا تو اب ماں باپ کی سگی بہن بھی اولی ہے پس اگر اُسنے بھی نکاح کر لیا یا مرگئی تو اخیافی
یعنی ماں کی طرف کی بہن اولی ہے اور اگر اُسنے نکاح کر لیا یا مرگئی تو سگی بہن کی دختر پھر اگر وہ بھی مرگئی یا نکاح کر لیا تو اخیافی
بہن کی دختر اولی ہے پس یہاں تک ان سب کی ترتیب میں اختلاف روایت نہیں ہے اور اُسکے بعد پھر روایات مختلف
ہیں چنانچہ خالہ و پدری بہن میں اختلاف ہے کہ کتاب النکاح کی روایت میں علاتی بہن یعنی باپ کے طرف کی بہن خالہ سے
اولے ہے اور کتاب الطلاق کی روایت میں خالہ اولی ہے۔ اور سگی بہنوں و ماں کی طرف کی اخیافی بہنوں کی بیٹیاں
بالاتفاق خالاؤں سے اولے ہیں اور علاتی بہن کی بیٹی اور خالہ کی صورت میں اختلاف روایات ہے اور صحیح یہ ہے کہ خالہ
اولے ہے پھر خالاؤں میں وہ خالہ اولے ہے جو ایک ماں و باپ کی طرف سے سگی خالہ ہو پھر ماں کی طرف سے خالہ پھر
باپ کی طرف سے خالہ۔ اور بھائیوں کی بیٹیاں پھوپھیوں سے اولی ہیں اور پھوپھیوں میں وہی ترتیب ہے جو ہم نے خالاؤں
میں بیان کی ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ پھر بعد اسکے ماں کی خالہ جو ایک ماں و باپ سے ہو اولی ہے پھر ماں کی
خالہ جو فقط ماں کی طرف سے ہو پھر جو فقط باپ کی طرف سے ہو۔ پھر ماں کی پھوپھیاں اسی ترتیب سے اولی ہیں اور
ہمارے نزدیک باپ کی خالہ سے ماں کی خالہ اولی ہے پھر اگر یہ نہوں تو باپ کی خالہ و پھوپھیاں اسی ترتیب مذکور سے
اولی ہونگی یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اس باب میں اصل یہ ہے کہ یہ ولایت از جانب مادری مستفاد ہوتی ہے پس اُنہیں جانب
مادری کو جانب پدری پر تقدیم ہوگی یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور چچا و ماموں و پھوپھی و خالہ کی دختروں کو حضانت میں
کچھ استحقاق نہیں ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور نکاح کر لینے سے ان عورتوں کا حق حضانت جب ہی باطل ہو جاتا ہے جب یہ
کسی اجنبی سے نکاح کریں اور اگر ایسے مرد سے نکاح کیا جو اس بچہ کا ذی رحم محرم ہو مثلاً نانی نے ایسے مرد سے نکاح کیا جو اس بچہ
کا دادا ہے یا ماں نے اس بچہ کے چچا سے نکاح کیا تو اس عورت کا حق حضانت باطل نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور جس
عورت کا حق بسبب نکاح کر لینے کے باطل ہو گیا تھا تو جب زوجیت مرتفع ہو جائیگی تو اُسکا حق حضانت عود کریگا یہ ہدایہ
میں ہے اور اگر طلاق رجعی ہو تو جب تک عدت نہ گذر جاوے تب تک حق حضانت عود نہ کریگا اسواسطے کہ زوجیت ہنوز
باقی ہے یہ عینی شرح کنز میں ہے اور اگر بچہ کی ماں نے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا اور اس عورت کی ماں یعنی بچہ کی نانی اس
بچہ کو اسکی ماں کے شوہر کے گھر میں لیکر رہتی ہے تو بچہ کے باپ کو اختیار ہوگا کہ اس سے لے لے ایک صغیرہ اپنی نانی کے
پاس ہے کہ وہ اسکے حق میں خیانت کرتی ہے تو اُسکی پھوپھیوں کو اختیار ہوگا کہ اس صغیرہ کو اس سے لے لیں جب کہ اُسکی
خیانت ظاہر ہو یہ قنیہ میں ہے۔ اور اگر بچہ کے باپ نے دعوی کیا کہ اسکی ماں نے دوسرا نکاح کیا ہے اور ماں نے اسکا
انکار کیا تو قول اسکی ماں کا قبول ہوگا اور اگر اُسکی ماں نے اقرار کیا کہ ہاں اُسنے دوسرے شوہر سے نکاح کیا تھا
مگر اسنے طلاق دیدی ہے میرا حق عود کر آیا ہے پس اگر عورت نے کسی شوہر کو معین نہ کیا ہو تو قول عورت ہی کا قبول
ہوگا اور اگر کسی مرد کو معین کیا ہو تو دعوے طلاق میں اسکا قول قبول نہوگا یہانتک کہ یہ شوہر اسکا اقرار کرے۔ اور اگر
اُن عورتوں سے جو بچہ کی پرورش کی مستحق ہوتی ہیں کسی سبب سے بچہ کا لے لینا واجب ہوا یا بچہ کی پرورش کی کوئی عورت
مستحق نہیں ہے تو وہ اپنے عصبہ کو دیا جائیگا پس مقدم باپ ہوگا پھر باپ کا باپ علی ہذا اگرچہ کتنے ہی اونچے درجہ پر ہو

پھر ایک ماں باپ سے سگا بھائی پھر باپ کی طرف کا بھائی پھر سگے بھائی کا بیٹا پھر علاتی بھائی کا بیٹا اور یہی ترتیب انکے پوتوں پروتوں میں ملحوظ ہوگی۔ پھر سگا چچا پھر علاتی چچا (باپ کی طرف سے ۱۲) اور یہی چچیوں کی اولاد سو بچہ انکو دیا جائیگا میں مقدم سگے چچا کا بیٹا ہے پھر علاتی چچا کا بیٹا مگر صغیر پسر انکو دیا جائیگا کہ پرورش کریں اور صغیرہ دختر نہ دیجائیگی۔ اور اگر صغیر کے چند بھائی یا چچا ہوں تو جو ان میں سے زیادہ صالح ہو وہ پرورش کے واسطے اولی ہوگا اور اگر پرہیزگاری میں سب یکساں ہوں تو جو سب سے مسن ہو وہ اولی ہے یہ کافی میں ہے۔ اور تحفۃ الفقہاء میں مذکور ہے کہ اگر صغیرہ دختر کا کوئی عصبہ نہو سوا ے چچا کے پسر کے تو قاضی کو اختیار ہے اگر اسکو دیکھے کہ وہ اصلح ہے تو اسکو پرورش کے واسطے دیدے ورنہ کسی امینہ کے پاس رکھے یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اور اگر صغیرہ کا کوئی عصبہ نہو تو ماں کی طرف کے بھائی کو دیجاوے پھر اسکے پسر کو پھر ماں کی طرف کے چچا کو پھر سگے ماموں کو پھر علاتی ماموں کو پھر اخیافی ماموں کو یہ کافی میں ہے۔ ماں کا باپ بہ نسبت ماموں کے اولی ہے اور بہ نسبت اخیافی بھائی کے بھی اولی ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور معتق بیٹا پرورش کے واسطے مولی العتاقہ کو دیا جائیگا اور صغیرہ دختر نہ دیجائیگی یہ کافی میں ہے۔ اور باندی اور ام ولد کو حضانت میں کچھ حق نہیں ہے جب تک کہ دونوں آزاد نہوں پس حضانت کا اختیار انکے مولی کو ہوگا بشرطیکہ یہ بچہ رقیق ہو مگر اسکو اختیار نہیں ہے کہ اس بچہ اور اسکی ماں کے درمیان تفریق کرے یعنی جدا کرے بشرطیکہ دونوں اسکے ملک میں ہوں اور اگر وہ بچہ آزاد ہو تو حضانت کا استحقاق اسکے آزاد اقرباؤں کو ہے اور جب باندی و ام ولد آزاد ہوجاویں تو انکو اپنی آزاد اولاد کی پرورش و حضانت کا حق حاصل ہوگا۔ اور مکاتبہ کا جو بچہ حالت کتابت میں پیدا ہوا ہے اسکی حضانت کی وہی مستحق ہے بخلاف اس بچہ کے جو کتابت سے پہلے پیدا ہوا ہے یہ عینی شرح کنز میں ہے۔ اور مدبرہ باندی (مثل قن یعنی خالص باندی ۱۲) کے ہے یہ نہر میں ہے اور غیر ذی رحم محرم کو صغیرہ دختر کی حضانت میں کچھ حق نہیں ہے اور نیز عصبہ فاسق کو بھی صغیرہ کی پرورش میں کچھ حق نہیں ہے یہ کفایہ میں ہے۔ اور جو شخص ہر وقت گھر سے باہر چلا جاتا ہے اور دختر کو ضائع چھوڑ جاتا ہے اسکی حضانت کچھ نہیں ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ ماں و نانی پسر کی مستحق ہے یہاں تک کہ وہ حضانت سے مستغنی ہوجاوے اور اسکی مدت سات برس مقرر کی گئی ہے اور قدوری نے فرمایا کہ اسوقت تک مستحق ہیں کہ تنہا کھالے اور تنہا پی لے اور تنہا استنجا کرلے اور شیخ ابوبکر رازی نے نو برس مقدار بیان کی ہے اور فتوی قول اول پر ہے۔ اور لڑکی کی صورت میں ماں و نانی اسوقت تک مستحق ہیں کہ اسکو حیض آوے۔ اور نوادر ہشام میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ جب دختر حد شہوت تک پہونچ جاوے تو اسکی پرورش کا باپ مستحق ہوگا اور یہ صحیح ہے یہ تبیین میں ہے اور صغیرہ اگر مشتہاۃ نہو یعنی قابل شہوت نہو حالانکہ اسکا شوہر ہے تو ماں کا حق اسکی حضانت میں ساقط نہوگا یہاں تک کہ وہ مردوں کے لائق ہوجاوے یہ قنیہ میں ہے۔ اور جب پسر حضانت سے مستغنی ہوگیا اور دختر بالغہ ہوگئی یعنی حد تک پہونچ گئی تو اسکے عصبات انکی پرورش کے واسطے اولی ہونگے پس بہ ترتیب جو اقرب ہو مقدم کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور پسر کو یہ لوگ اپنے پاس رکھینگے یہانتک کہ وہ بالغ ہوجاوے پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ اگر اسکی رائے ٹھیک اور اپنے نفس پر مامون ہے تو اسکی راہ کھول دیجاویگی جہاں چاہے جاوے اور اگر اپنے نفس پر مامون نہو تو باپ اپنے ساتھ ملالیگا اور اسکا ولی رہیگا مگر باپ پر اسکا نفقہ واجب نہیں ہے اسکا جی چاہے بطور تبرع دے یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اور لڑکی اگر ثیبہ ہو اور اپنے نفس پر غیر مامون ہو تو اسکی راہ بند کی جاویگی اور باپ اسکو اپنے ساتھ ملا لیگا اور اگر وہ اپنے نفس پر مامون ہو تو عصبہ

اسپر کوئی حق ایسا نہین ہی اور اُسکی راہ کھول دیجائیگی جہان چاہے رہے یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر بالغہ باکرہ ہو تو
اسکے ولیون کو اختیار ہوگا کہ اپنے میل مین رکھین اگر اسپر فساد کا خوف ہو بوجہ اُسکی کمسنی کے اور جب وہ سن تمیز کو
پہونچ جائے اور باراے وہوش ہو کہ عفیفہ ہو تو اولیا رکو اپنے میل مین رکھنے کا ضروری اختیار نہین ہی بلکہ اُسکو
اختیار ہی کہ جہان چاہے رہے بشرطیکہ وہان اُسکے حق مین خوف نہو یہ محیط مین ہی۔ اور اگر عورت کا باپ دادا و دیگر
عصبات مین کوئی نہو یا اُسکا کوئی عصبہ ہو مگر وہ مفسد ہو تو قاضی اُسکے حال پر نظر کرے پس اگر وہ مامونہ ہو تو اُسکی
راہ چھوڑ دے کہ تنہا سکونت اختیار کرے خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو ورنہ اُسکو کسی عورت امینہ ثقہ کے پاس جو اُسکی
حفاظت پر قادر ہو رکھے اسواسطے کہ قاضی تمام مسلمانون کے حق مین بقدر خیر خواہ مقرر ہوتا ہی یہ عینی شرح کنز مین ہی۔
اور اگر ایک عورت ایک طفل کو لائی اور ایک مرد سے نفقہ طلب کیا اور کہا کہ تجھ سے اور میری دختر سے یہ بیٹا ہی اور
اسکی مان مرگئی ہی پس مجھے اُسکا نفقہ دے پس اس مرد نے کہا کہ تو سچی ہی یہ تیری دختر سے میرا بیٹا ہی مگر اُسکی مان
نہین مری ہی بلکہ وہ میرے گھر مین موجود ہی اور چاہا کہ اس عورت سے یہ لڑکا لے لے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا یہانتک
کہ قاضی اس بچہ کی مان کو خبردار کرے کہ وہ حاضر ہو کر اس بچہ کو لے لے پس اگر مرد مذکور ایک عورت کو حاضر لایا اور کہا
کہ یہ تیری دختر ہی اور اسی عورت سے میرا یہ بیٹا ہی اور بچہ کی نانی نے کہا کہ یہ میری بیٹی نہین ہی بلکہ میری بیٹی اس لڑکے کی
مان مرگئی ہی پس قول اس مقدمہ مین اسی مرد کا اور جو اسکے ساتھ عورت آئی ہی دونون کا قبول ہوگا اور طفل مذکور اُنکو
دیدیا جائیگا۔ اسی طرح اگر نانی ایک مرد کو حاضر لائی اور ایک طفل کی نسبت کہا کہ یہ بیٹا میری دختر کا اس مرد سے ہی
اور اسکی مان مرگئی ہی اور مرد مذکور نے کہا کہ یہ میرا بیٹا تیری دختر سے نہین بلکہ دوسری بیوی جورو سے ہی تو قول مرد کا
قبول ہوگا اور طفل مذکور کو اُس سے لے لیگا۔ اور اگر یہ مرد ایک عورت کو لایا اور کہا کہ یہ میرا بیٹا اس عورت سے ہی نہ تیری
دختر سے اور طفل کی نانی نے کہا کہ یہ عورت اس طفل کی مان نہین ہی بلکہ اسکی مان میری دختر تھی اور جس عورت کو مرد مذکور
لایا ہی اُسنے کہا کہ تو سچی ہی مین اسکی مان نہین ہون اور یہ مرد جھوٹ بولا ہی مگر مین اسکی جورو ہون تو مرد مذکور یعنی اس طفل
کا باپ اُسکے واسطے اولی ہوگا کہ اسکو لے لیگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور سراجیہ مین مذکور ہی کہ اگر بچہ کی مان اُسکے باپ کے نکاح
مین نہو اور نہ عدت مین ہو تو وہ حضانت کی اُجرت لے لے گی اور یہ اُجرت علاوہ اجرت دودھ پلائی کے ہو گی یہ
بحر الرائق مین ہی اور اگر بچہ کا باپ تنگدست ہو اور مان نے بدون اجرت کے پرورش کرنے سے انکار کیا اور اس بچہ کی
پھوپھی نے کہا کہ مین بغیر اُجرت کے پرورش کرونگی تو پھوپھی اسکی پرورش کے واسطے اولی ہوگی یہی صحیح ہی یہ فتح القدیر
مین ہی۔ اور بچہ جب مان و باپ مین سے ایک کے پاس ہو تو دوسرا اسکی جانب نظر کرنے اور اسکی تعاہد و پرداخت
کرنے سے منع نہ کیا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین حاوی سے منقول ہی۔ فصل حضانت کا مکان زوجین کا مکان ہی جبکہ
دونون مین زوجیت قائم ہو حتی کہ اگر شوہر نے اس شہر سے باہر جانا چاہا اور چاہا کہ اپنے صغیر فرزند کو اس عورت سے
جسکو حق حضانت حاصل ہی لے لے تو اسکو یہ اختیار نہوگا یہان تک کہ بچہ مذکور اسکی حضانت سے بے پروا ہو جاوے
اور اگر عورت نے چاہا کہ جس شہر مین ہی وہان سے نکل کر دوسرے شہر مین چلی جائے تو شوہر کو اختیار ہوگا کہ اسکو اس
سے منع کرے خواہ اسکے ساتھ فرزند ہو یا نہو اور اسی طرح اگر عورت معتدہ ہو تو اسکو مع ولد کے اور بدون اسکے نکلنا روا
نہین ہی اور شوہر کو اسکا نکال دینا روا نہین ہی یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر مرد اور اسکی جورو کے درمیان فرقت واقع ہوئی

پس اُسنے عورت پوری ہونے کے وقت چاہا کہ بچہ کو اپنے ساتھ لیکر اپنے شہر کو چلی جاوے پس اگر نکاح اُسی کے شہر مین
منعقد ہوا ہو تو اُسکو یہ اختیار ہوگا اور اگر اُسکے شہر کے سواے دوسری جگہ واقع ہوا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہو الا اُس
صورت مین کہ اس مقام فرقت اور اُسکے شہر مین ایسی قربت ہو کہ اگر بچہ کا باپ اس بچہ کو دیکھنے کے واسطے نکلکر
جاوے تو رات سے پہلے اپنے مکان کو واپس آسکے پس ایسی صورت مین بمنزلہ ایک شہر کے محلات متفرقہ کے ہو جائیگا
اور عورت کو یہ اختیار ہو کہ ایک محلہ سے دوسرے محلہ مین چلی جاوے- اور اگر عورت نے اپنے شہر کے سواے دوسرے
شہر مین منتقل کرنا چاہا اور اُس شہر مین نکاح واقع نہین ہوا ہو تو عورت کو یہ اختیار نہین ہو الا اس صورت مین کہ دونون
مقامون مین ایسی ہی قربت ہو جو ہم نے اوپر بیان کی ہو یہ بدائع مین ہو- اور اگر عورت نے ایسے شہر مین منتقل کرنا
چاہا جو اسطرح قریب نہین ہو اور وہ اُسکا شہر ہو ولیکن اصل عقد نکاح وہین واقع ہوا تھا تو مبسوط کی روایت پر
اسکو یہ اختیار نہین ہو اور یہی صحیح ہو یہ فتاوی کبری مین ہو- اور اگر عورت و مرد دونون سواد شہر کے ہون اور
عورت نے چاہا کہ بچہ کو اپنے ساتھ گانون مین لیجاوے اور وہین رکھے اور نکاح اسی گانون مین واقع ہوا تھا جہان
لیے جاتی ہو تو عورت کو یہ اختیار ہو اور اگر نکاح دوسرے گانون مین واقع ہوا ہو تو عورت کو اپنے گانون مین منتقل کرکے
لیجانے کا اختیار نہین ہو اور نہ اس گانون مین جہان نکاح واقع ہوا ہو درصورتیکہ یہ گانون دور ہوا اور اگر دونون
گانون قریب ہون ایسے کہ باپ لڑکے کو دیکھکر غروب آفتاب کے بعد رات سے پہلے اپنے گانون مین واپس آسکے
تو عورت کو وہان منتقل کر لیجانے کا اختیار ہو یہ سراج وہاج مین ہو- اور اگر بچہ کا باپ شہر مین متوطن ہوا اور عورت نے
بچہ کو گانون مین منتقل کر لیجانے کا ارادہ کیا پس اگر یہ گانون عورت کا ہوا اور اسی مین عورت سے نکاح کیا
ہوا ہو تو عورت کو یہ اختیار رہیگا اگرچہ وہ شہر سے دور ہوا اور اگر یہ عورت کا گانون نہو پس اگر قریب ہوا اور اصل نکاح
اسی مین واقع ہوا ہو تو عورت کو یہ اختیار ہو جیسے شہر کی صورت مین مذکور ہوا ہو اور اگر اسمین نکاح واقع نہ ہوا ہو تو اسکو
یہ اختیار نہین ہو اگرچہ وہ شہر سے قریب ہو یہ بدائع مین ہو- اور اگر عورت نے بچہ کو گانون سے شہر جامع مین منتقل
کرکے لیجانا چاہا حالانکہ یہ شہر اس عورت کا نہین ہو اور نہ اسمین نکاح واقع ہوا ہو تو عورت کو یہ اختیار نہین ہو الا اس
صورت مین کہ شہر مذکور گانون سے ایسا ہی قریب ہو جیسا ہمنے بیان کیا ہو یہ محیط مین ہو- اور عورت کو یہ اختیار نہین ہو
کہ بچہ کو دار الحرب مین منتقل کر لیجاوے اگرچہ اصل نکاح وہان واقع ہوا ہو اور یہ عورت حربیہ ہو اور شوہر مسلمان ہو یا ذمی ہو
اور اگر وہ دونون حربی ہوون تو عورت کو یہ اختیار حاصل ہو یہ بدائع مین ہو- اور اگر مان مرگئی یہان تک کہ حق حضانت بچہ کی
نانی یعنی مان کی مان کو حاصل ہوا تو اسکو یہ اختیار نہین ہو کہ اُسکو اپنے شہر کو منتقل کر لیجاوے اگرچہ اصل عقد اسی مین واقع
ہوا ہو- اسی طرح ام ولد جب آزاد کردی گئی تو وہ بچہ کو اس شہر سے جسمین اسکا باپ ہو باہر نہین لیجاسکتی ہو یہ غایۃ البیان
مین ہو- اور جب نانی کو یہ اختیار نہین ہو تو نانی کے سواے اور عورتون کا حکم بھی مثل نانی کے ہو یہ بحر الرائق مین ہو- منتقی مین
ابن سماعہ کی روایت سے امام ابو یوسف رح سے مروی ہو کہ ایک مرد نے بصرہ مین ایک عورت سے نکاح کیا اور اُسکے
ایک بچہ پیدا ہوا پھر یہ مرد اس بچہ صغیر کو کوفہ مین لے گیا اور اس عورت کو طلاق دیدی پس عورت نے اپنے بچہ کے
بارہ مین مخاصمہ کیا اور چاہا کہ مجھے واپس دیا جاوے تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر مرد اس بچہ کو اس عورت
کی اجازت سے کوفہ مین لے آیا ہو تو مرد پر واجب نہین ہو کہ اُسکو واپس لاوے اور عورت سے کہا جائیگا کہ تو خود وہان

جاکر اس بچہ کو لے لے اور فرمایا کہ اگر یہ دونوں عورت بشہر مذکورہ کی اجازت سے مرد مذکور اسکو لے آیا ہو تو مرد پر واجب ہوگا کہ اس
بچہ کو اس عورت کے پاس لے آوے۔ ابن سماعہ نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہو کہ ایک مرد اپنی جورو کو مع
فرزند کے جو اس عورت کے پیٹ سے ہو بصرہ سے کوفہ میں لے آیا پھر عورت کو بصرہ واپس بھیجدیا اور اسکو طلاق
دیدی تو مرد مذکور پر واجب ہوگا کہ اس بچہ کو بھی اس عورت کے پاس واپس بھیجدے پس عورت کے واسطے اس مرد
سے اسکا مواخذہ کیا جاویگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر طلاق دہندہ نے اپنے بچہ کو اسکی ماں سے جسکو طلاق دیدی
ہو اسوجہ سے لے لیا کہ اس عورت نے نکاح کرلیا ہو تو مرد مذکور کو اختیار رہے کہ اس بچہ کو لے کر سفر کو جاوے یہانتک
کہ پھر اس بچہ کی ماں کا حق عود کرے یہ بحر الرائق میں سراجیہ سے منقول ہے

سترھواں باب نفقات کے بیان میں اور اس میں چھ فصلیں ہیں فصل اول نفقہ زوجہ کے بیان میں

واضح رہے کہ مرد پر اپنی جورو کا نفقہ واجب ہے خواہ جورو مسلمان ہو یا ذمیہ ہو یا فقیرہ ہو یا غنیہ ہو خواہ اس سے
دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو خواہ کبیرہ ہو یا ایسی صغیرہ ہو کہ اس سے جماع کیا جا سکتا ہے کذا فی فتاوی قاضیخان خواہ جورو
ہو یا مکاتبہ ہو یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور مشائخ نے اس میں کلام کیا ہے کہ جماع کے لائق کب تک ہوتی ہے اور مختار قول یہ ہے کہ جبتک
نو برس کی نہو تب تک قابل جماع نہیں ہوتی ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی التاتارخانیہ اور صحیح یہ ہے کہ سن کا کچھ اعتبار نہیں ہے
بلکہ اعتبار اسی کا ہے کہ وہ مشقت جماع کو برداشت کر سکے اور اسکی قدرت اسکو حاصل ہو جاوے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر عورت
ایسی صغیرہ ہو کہ اسکے مثل سے وطی نہیں کی جاتی ہے اور وہ جماع کے لائق نہیں ہے تو ہمارے نزدیک اسکے واسطے نفقہ نہوگا یہانتک
کہ اسکی حالت ایسی ہو جاوے کہ وہ جماع کو برداشت کرے خواہ وہ اپنے باپ کے گھر ہو یا شوہر کے گھر ہو یہ محیط میں ہے۔
اور کبیرہ نے اگر اپنا نفقہ طلب کیا اور وہ ہنوز اپنے شوہر کے گھر نہیں بھیجی گئی تو اسکو یہ اختیار ہے جبکہ شوہر نے اسکے اپنے گھر
بھیجے جانے کا مطالبہ نہ کیا ہو اور بعض مشائخ بلخ نے کہا کہ جب وہ اپنے شوہر کے گھر نہیں بھیجی گئی ہو تو مستحق نفقہ نہوگی مگر فتوی
قول اول پر ہے یہ فتاوی غیاثیہ میں ہے۔ پس اگر شوہر نے اسکے گھر اپنے بھیجے جانے کا مطالبہ کیا اور اسنے شوہر کے گھر جانے سے
انکار نہ کیا تو اسکو نفقہ ملیگا اور اگر اسنے وہاں منتقل ہونے سے انکار کیا پس اگر انکار بحق ہو مثلاً اسنے اسوجہ سے انکار کیا کہ
اپنا مہر معجل وصول کرلے تو بھی اسکو نفقہ ملیگا اور اگر انکار بغیر حق ہو مثلاً شوہر نے اسکا مہر اسکو دیدیا ہو یا مہر میعادی ہو
کہ جسکی مدت ابھی دور ہو یا اسنے اپنا مہر شوہر کو ہبہ کر دیا ہو پھر اسنے انکار کیا تو اسکو کچھ نفقہ نہ ملیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر
عورت نے نشوز کیا تو عورت کے واسطے کچھ نفقہ نہوگا یہانتک کہ شوہر کے گھر میں آجاوے اور نشوز کرنے والی وہ عورت
ہوتی ہے جو شوہر کے گھر سے نکل جاوے اور اپنے نفس کو شوہر سے روکے بخلاف اسکے اگر وہ شوہر کے گھر میں ہوا اور شوہر
کو اپنے اوپر قابو دینے سے روکے تو وہ ناشزہ نہوگی اسواسطے کہ ہنوز وہ محبس میں موجود ہے اور اگر گھر عورت کی ملک ہو
اور اسنے شوہر کو اپنے پاس داخل ہونے سے منع کیا تو اسکے واسطے نفقہ نہوگا لیکن اگر اسنے شوہر سے درخواست کی ہو کہ مجھے
اس میرے مکان سے اپنے گھر پہنچا دے یا میرے واسطے کوئی مکان کرایہ لے لے تو ایسی صورت میں حکم ایسا نہیں ہے۔ اور جب
عورت نے نشوز چھوڑ دیا تو اسکو نفقہ ملیگا اور اگر شوہر زمین غصب میں رہتا ہو یعنی غیر کی ملک غصب کر کے اسمیں رہتا ہو پس
عورت نے وہاں رہنے سے انکار کیا تو عورت کو نفقہ ملیگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر عورت نے اپنے نفس کو شوہر کو سپرد کر دیا
ہو پھر مہر وصول پانے کے واسطے قابو دینے سے انکار کیا تو امام اعظم کے نزدیک ناشزہ نہوگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہے

ایک مرد سلطان کی زمین مین رہتا ہے اور سلطان سے مال لیتا ہے پس عورت نے کہا کہ مین سلطانی زمین مین تیرے ساتھ نہ رہونگی اور نہ تیرے مال سے کہا ؤنگی تو مشائخ نے فرمایا کہ اسکو یہ اختیار نہین ہے اور اُس سے انکار کرنے سے گنہگار ہوگی اور ناشزہ ہو جائیگی۔ اور بعضے علمار سے سوال کیا گیا کہ ایک عورت کا مرد نماز نہین پڑھتا ہے اور عورت نے اسکے ساتھ رہنے سے انکار کیا تو فرمایا کہ اسکو یہ اختیار نہین ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک عورت اپنے شوہر سے روپوش ہوگئی یا اُسکے ساتھ جانے سے جس شہر مین وہ جانا چاہتا ہے انکار کیا اور یہ مرد اس عورت کو اسکا پورا مہر دے چکا ہے تو اس عورت کے واسطے اس شوہر پر کچھ نفقہ نہوگا۔ اور اگر مرد ند کورنے اسکو اسکا مہر نہ دیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو عورت کے واسطے نفقہ لازم ہوگا اور یہ اُسوقت ہے کہ اس عورت سے دخول نہ کیا ہو۔ اور اگر اس عورت سے دخول کیا ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک اس صورت مین بھی یہی حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک عورت کے واسطے کچھ نفقہ نہوگا خواہ شوہر نے اسکو اسکا مہر دیدیا ہو یا نہ دیا ہو۔ شیخ امام ابو القاسم صفار نے فرمایا کہ یہ اُن اماموں کے زمانہ مین تھا۔ اور ہمارے زمانہ مین شوہر اُسکو لیکر سفر مین نہین جا سکتا ہے اگرچہ اسکا مہر ادا کر دیا ہو یہ محیط مین ہے۔ اور اگر عورت اپنے قرضہ کی وجہ سے قید کی گئی تو اُسکے واسطے شوہر پر نفقہ واجب نہوگا۔ اور شیخ کرخی نے فرمایا کہ اگر عورت اپنے قرضہ کی وجہ سے قید کی گئی جسکے ادا کی اسکو قدرت نہین ہے تو اسکے واسطے نفقہ لازم ہوگا اور اُسکے ادا کرنے پر قادر ہو تو اُسکے واسطے نفقہ لازم نہوگا اور فتوی اسپر ہے کہ عورت کے واسطے دونوں صورتون مین نفقہ نہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔ اور یہ حکم اسوقت ہے کہ شوہر اس عورت تک قید خانہ مین نہ پہونچ سکتا ہو اور اگر قید خانہ مین کوئی ایسی جگہ ہو کہ وہان اُس تک پہونچ سکتا ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ عورت کے واسطے نفقہ واجب ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر عورت کو کوئی غاصب لیکر بھاگ گیا یا وہ ظلم سے قید کی گئی تو خصاف رح نے ذکر فرمایا کہ وہ مستحق نفقہ نہوگی اور صدر شہید حسام الدین نے ذکر فرمایا کہ اسی پر فتوی ہے یہ عتابیہ مین ہے اور اگر شوہر قید کیا گیا اور وہ ادا سے قرضہ پر قادر ہے یا نہین قادر ہے یا شوہر بھاگ گیا تو عورت کے واسطے نفقہ لازم ہوگا یہ فتاوی سرخسی مین ہے۔ اور اگر شوہر قید خانہ سلطانی مین ظلم سے قید کیا گیا تو اسمین اختلاف مشائخ ہے اور صحیح یہ ہے کہ عورت نفقہ کی مستحق ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر شوہر کسی دوسرے شہر مین ہو اور عورت سے اور اُس سے بقدر مسافت سفر کے دوری ہو اور شوہر نے وہان راہ خرچ اور سواری بھیجی تاکہ اُسکے پاس چلی آوے مگر عورت نے اپنے ساتھ کوئی ذی رحم محرم نپایا پس نہ گئی تو وہ نفقہ کی مستحق ہوگی یہ ذخیرہ کردری مین ہے۔ اور اسی قبیل کے مسائل مین اصل یہ ہے کہ عورت کو دیکھا جاوے اگر وہ جماع کی صلاحیت نہین رکھتی ہے تو اُسکے واسطے نفقہ لازم نہوگا خواہ شوہر جماع کی صلاحیت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو اور اگر عورت جماع کی صلاحیت رکھتی ہے تو اسکے واسطے نفقہ لازم ہوگا خواہ مرد جماع کی صلاحیت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو یہ محیط مین ہے۔ اور اگر شوہر صغیر ہو اور جورو کبیرہ ہو تو اسکے واسطے نفقہ لازم ہوگا کیونکہ اپنے تن کا سپرد کرنا عورت کی طرف سے پایا گیا۔ اور اسی طرح جبکہ عورت کی طرف سے اپنے آپ کا سپرد کرنا پایا گیا مگر شوہر مجبوب ہے یا عنین ہے یا مریض ہے کہ جماع کرنے پر قادر نہین ہے یا حج کے واسطے نکلا ہے کہ احرام مین ہے تو بھی عورت کے واسطے نفقہ واجب ہوگا یہ بدائع مین ہے اور اگر شوہر و جورو دونون صغیر ہوں کہ جماع کرنے کی قدرت نہ رکھتے ہوں تو عورت کے واسطے نفقہ واجب نہوگا اسواسطے کہ عذر اسکی جانب سے بھی ہے پس گویا کہ مجبوب یا عنین کے تحت مین صغیرہ عورت ہے یہ تبیین مین ہے اور اگر عورت قبل شوہر کے پاس جانے کے ایسی مریضہ ہو کہ جماع سے ممنوع ہو پھر وہ شوہر کے گھر بھیجی گئی اور اس حال مین بھی مریضہ

تھی تو بعد شوہر کے یہاں پہونچنے کے اُسکے واسطے نفقہ لازم ہوگا اور قبل وہاں کے جانے کے بھی لازم ہوگا بشرطیکہ اُسنے نفقہ کا مطالبہ کیا ہو اور شوہر اُسکو نہ لے گیا حالانکہ وہ جانے سے انکار نہیں کرتی تھی اگر شوہر اُس سے چلنے کے واسطے کہتا۔ اور اگر وہ جانے سے انکار کرتی تھی تو اُسکے واسطے نفقہ لازم نہوگا جیسے تندرست عورت کا حکم ہے۔ ایسا ہی ظاہر الروایہ میں مذکور ہے۔ اور اگر عورت کو اُسکا شوہر تندرستی کی حالت میں لے گیا پھر وہ شوہر کے گھر میں ایسی بیمار ہوگئی کہ جماع کرنے کے لائق نہ رہی تو بلا خلاف اُسکا نفقہ باطل نہوگا یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر دخول واقع ہونے کے بعد شوہر ہی کے گھر میں عورت بیمار پڑی اور وہاں سے اپنے باپ کے گھر چلی آئی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر وہ ایسی تھی کہ محفہ وغیرہ میں بیٹھکر اپنے شوہر کے یہاں جاسکتی تھی مگر نہ گئی تو اُسکے واسطے نفقہ لازم نہوگا اور اگر وہ شوہر کے گھر نہ جاسکتی ہو تو اُسکے واسطے نفقہ لازم ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اگر عورت رتقاء یا قرناء ہو یا مجنونہ ہوگئی یا اسکو کوئی بلا لاحق ہوگئی کہ اُسکی وجہ سے جماع کے قابل نہ رہی یا ایسی بڑھیا ہوگئی کہ بسبب بڑھاپے کے وطی کے قابل نہ رہی تو اُسکا نفقہ لازم ہوگا خواہ شوہر کے یہاں جانے کے بعد اسکو یہ عوارض لاحق ہوگئے ہوں یا قبل اسکے لاحق ہوئے ہوں بشرطیکہ وہ بغیر حق اپنے نفس کو روکنے والی اور مانع نہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر عورت نے حج فریضہ ادا کیا پس اگر شوہر کے یہاں جانے سے پہلے اُسنے ایسا کیا پس اگر بلا محرم کے اُسنے ایسا کیا اور اُسکے ساتھ شوہر بھی نہیں ہے تو وہ ناشزہ ہوگی اور اگر اُسنے سوائے شوہر کے کسی محرم کے ساتھ حج کیا تو اُسکے واسطے نفقہ لازم نہوگا اسمیں سب اماموں کا اتفاق ہے اور اگر اُسنے شوہر کے یہاں جانے کے بعد ایسا کیا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اُسکے واسطے نفقہ لازم ہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اُسکے واسطے نفقہ نہوگا کذا فی البدائع اور یہی اظہر ہے یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر شوہر نے اُسکے ساتھ حج کیا ہو تو بالاجماع اُسکے واسطے نفقہ لازم ہوگا مگر شوہر پر نفقہ حضر واجب ہوگا نہ نفقہ سفر اور شوہر پر کرایہ بھی واجب نہوگا۔ اور اگر عورت نے حج نفل ادا کیا تو بالاجماع اُسکے واسطے نفقہ لازم نہوگا درصورتیکہ اُسکے ساتھ شوہر نہو یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور اگر اُسنے شوہر کے ساتھ حج نفل ادا کیا تو عورت کے واسطے نفقہ حضر واجب ہوگا نہ نفقہ سفر یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اس امر پر اجماع ہے کہ نماز و روزہ نفقہ کو ساقط نہیں کرتا ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے۔ ایک مرد ایک عورت سے متہم کیا گیا جسکو حمل ہے پس عورت کے باپ نے اسی مرد سے اسکا نکاح کر دیا اور یہ مرد منکر ہے کہ یہ حمل میرا نہیں ہے تو نکاح جائز ہوگا اور شوہر پر نفقہ واجب نہوگا اسواسطے کہ عورت کی طرف سے ایک امر کی وجہ سے شوہر اس سے تمتع سے ممنوع ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر شوہر نے اقرار کیا کہ یہ حمل میرا ہے تو نکاح بالاتفاق صحیح ہوگا اور اسکے ساتھ وطی بھی کرسکتا ہے پس بالاتفاق عورت مستحق نفقہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی مرد کی چند عورتیں ہوں کہ بعض ان میں سے مسلمان آزاد ہوں اور بعضی باندیاں ہوں یا ذمی نصرانیہ یا یہودیہ ہوں تو یہ سب نفقہ میں یکساں ہونگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور جس عورت سے شبہہ سے وطی کی گئی ہے اُسکے واسطے نفقہ لازم نہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ فرمایا کہ نکاح فاسد کی صورت میں نفقہ نہیں ہے اور نہ نکاح فاسد کی وجہ سے تفریق ہونے کی عدت میں نفقہ ہے۔ اور اگر نکاح من حیث الظاہر صحیح ہو اور قاضی نے عورت کے واسطے نفقہ مقرر کیا جسکو اُسنے ایک مہینہ لیا پھر فساد نکاح ظاہر ہوا مثلاً باین طور کہ گواہوں نے گواہی دی کہ یہ عورت اس مرد کی رضاعی بہن ہے اور قاضی نے دونوں میں تفریق کر دی تو عورت نے جو کچھ لیا ہے وہ شوہر اس سے واپس لیگا۔ اور اگر شوہر نے خود ہی بدون فرض قاضی کے عورت کو نفقہ دیا ہو تو عورت مذکورہ سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے یہ صدر الشہید نے شرح ادب القاضی میں ذکر فرمایا ہے کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر نکاح بغیر گواہوں کے واقع ہوا تو بالاجماع ایسے نکاح میں عورت نفقہ کی مستحق ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر عورت سے ایلاء کیا یا ظہار کیا تو عورت کے واسطے نفقہ واجب ہوگا

اور اپنی جورو کی بہن یا خالہ یا پھوپھی سے نکاح کیا اور جب تک اس نے دخول کیا تب تک اسکو نہ جانا پھر دونوں میں تفریق
کر دی گئی اور مرد پر واجب ہوا اگر جب تک اسکی جورو کی بہن عدت میں رہے تب تک اپنی جورو سے الگ رہے تو اسکی جورو
کے واسطے نفقہ واجب ہوگا اور اسکی جورو کی بہن کے واسطے لازم نہ ہوگا اگرچہ اسپر عدت واجب ہوئی ہو یہ بدائع میں ہے اور اگر
کسی مرد کی جورو کے ساتھ ایک خادم یعنی باندی آئی ہو اور یہ مرد خوش حال ہو تو اسپر اس عورت کے نفقہ کیساتھ اسکی خادمہ کا نفقہ بھی
مقرر کیا جائیگا اور یہ حکم اسوقت ہے کہ یہ عورت آزاد ہو اور اگر باندی ہو تو وہ خادمہ کے نفقہ کی مستحق نہ ہوگی ۔ اور اگر جورو کیساتھ دو یا
زیادہ خادمہ ہوں تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک ایک خادمہ سے زیادہ کا نفقہ مقرر نہ کیا جائیگا اور شافعی نے فرمایا ہے کہ خادمہ کے نفقہ
میں شوہر خوشحال پر اسیقدر واجب ہوگا جو تنگدست پر اپنی زوجہ کے واسطے واجب ہوتا ہے یعنی ادنی مقدار کفایت جس سے بسر ہو جاوے
یہ کافی میں ہے اور اس خادمہ میں اختلاف ہے بعض نے فرمایا کہ خادمہ اپنی عورت کی مملوکہ ہو پس اگر غیر مملوکہ ہوگی تو عورت
اسکے نفقہ کی مستحق نہ ہوگی یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اگر شوہر تنگدست ہو تو اسپر جورو کی خادمہ کا نفقہ واجب نہ ہوگا اگرچہ عورت کے
پاس خادمہ ہو اور یہ شیخ حسن نے امام اعظم رح سے روایت کی ہے اور یہی اصح ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر شوہر نے اپنی جورو سے
کہا کہ تیری خادموں میں سے کسی کو نفقہ نہیں دونگا ولیکن اپنی خادمہ یا غلام [?] تیری خدمت کے واسطے دونگا اور عورت
نے اسکو قبول نہ کیا تو شوہر کو یہ اختیار نہیں ہے اور وہ مجبور کیا جائیگا کہ عورت کی ایک خادمہ کا نفقہ دے ۔ ایک عورت کے غلام
و باندیاں ہیں پس اسنے اپنے شوہر سے کہا کہ تو میرے مملوکوں میں سے ایک کو نفقہ دے [?] پس اسنے ان میں سے ایک کو نفقہ دیا پھر عورت نے کہا
کہ میں اس نفقہ کو محسوب نہ کرونگی اسوجہ سے کہ تو نے اپنے خدمت [?] لی ہے تو شوہر نے جو کچھ بطور معروف اسکو نفقہ دیا ہے
وہ عورت ہی کے حساب میں محسوب ہوگا یہ فتاوی کبری میں ہے ۔ اگر ایک عورت نے قاضی سے درخواست کی کہ اسکے
واسطے اسکے شوہر پر نفقہ مقرر کر دے پس اگر شوہر یہاں حاضر ہو اور صاحب دستر خوان ہو تو قاضی اس عورت کے
واسطے نفقہ نہیں مقرر کریگا اگرچہ عورت درخواست کرے الا اس صورت میں مقرر کر دیگا کہ جب قاضی کو یہ بات
ظاہر ہو جاوے کہ شوہر اسکو مارتا ہے اور اسکو نفقہ نہیں دیتا ہے اور اگر شوہر صاحب دستر خوان نہ ہو تو قاضی عورت کے
واسطے ماہواری نفقہ مقرر کر دیگا کہ شوہر اسکو دیا کرے یہ محیط میں ہے اور شوہر کا نفقہ درموں یا دیناروں سے جس
بھاؤ پر ہوں مقرر نہیں کریگا بلکہ اسی قدر درم جو اسوقت کے بھاؤ سے ہیں بسبب اختلاف ارزانی و گرانی نرخ کے مقرر
کریگا کہ اسمیں دونوں جانب کی رعایت ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر قاضی نے عورت کے واسطے ماہواری نفقہ مقرر کر دیا تو
شوہر اسکو ماہواری دیا کریگا اور اگر ماہواری نہ دیا اور عورت نے روزانہ طلب کیا تو شام کے وقت عورت کو مطالبہ کا
اختیار ہوگا یہ فتاوی کبری میں ہے اور جب قاضی نے نفقہ مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو حالت یہ دیکھے کہ شوہر آسودہ حال ہے
میدہ کی روٹیاں اور بھنا گوشت کھاتا ہے اور عورت تنگدست ہے یا اسکے برعکس حال دیکھا تو اسمیں اختلاف ہے اور صحیح یہ
ہے کہ دونوں کے حال کا اعتبار کیا جائیگا کذا فی الغیاثیہ اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ عورت کو آسودہ حالی کا نفقہ ملیگا اگر
دونوں آسودہ حال ہوں اور تنگدستی کا نفقہ ملیگا اگر دونوں تنگدست ہوں اور اگر عورت خوشحال اور مرد تنگدست
ہو تو بفرض تنگدستی عورت کے جو اسکے واسطے مقرر کیا جاتا اس سے کچھ زیادہ مقرر کیا جائیگا پس مرد سے کہا جائیگا کہ اسکو
گیہوں کی روٹی اور ایک طرح کا یا دو طرح کا کھانا کھلا دے اور اگر شوہر نہایت مالدار ہو کہ مثل حلوا و گوشت
بریاں وغیرہ کھاتا ہو اور عورت تنگدست ہو کہ اپنے گھر میں جو وغیرہ کی روٹی کھاتی ہو تو مرد پر یہ واجب نہ ہوگا کہ اسکو وہ کھلاوے

جو خود کھاتا ہو اور یہ بھی نہیں ہے کہ جو وہ اپنے گھر میں کھاتی تھی وہ کھلاوے ولیکن یہ لازم ہے کہ اسکو گیہوں کی روٹی اور
ایک دو طرح کا سالن کھلاوے۔ اور ظاہر الروایہ کے موافق تنگدستی و خوشحالی میں مرد کے حال کا اعتبار ہے کذا فی الکافی
اور اسی کو مشائخ کی جماعت کثیر نے اختیار کیا ہے اور تحفہ میں لکھا ہے کہ یہی صحیح ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور ہمارے
مشائخ نے فرمایا کہ اگر شوہر نہایت آسودہ حال ہو اور عورت فقیرہ ہو تو شوہر کے حق میں مستحب ہے کہ اپنے کھانے کے
ساتھ عورت کو شریک کرے۔ اور کتاب میں فرمایا کہ جو حکم نفقہ کی تقدیر میں مذکور ہوا باعتبار حال شوہر فقط یا باعتبار
حال شوہر و عورت دونوں کے ویسا ہی حکم لباس میں ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر شوہر تنگدست ہو اور عورت خوشحال ہو
تو فی الحال عورت کو اسقدر دیدے جو تنگدست عورتوں کا نفقہ ہوتا ہے اور جو باقی رہا وہ شوہر کے ذمہ قرضہ ہوگا یہ
تبیین میں ہے۔ اور اگر شوہر نے کہا کہ میں تنگدست ہوں اور مجھپر تنگدستوں کے مانند نفقہ واجب ہوگا تو قول شوہر کا
قبول ہوگا الا آنکہ عورت گواہ قائم کرے پس اگر عورت نے گواہ قائم کیے کہ یہ مرد خوشحال ہے تو اسپر خوشحالوں کے مثل نفقہ فرض
کیا جائیگا۔ اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو گواہ عورت کے مقبول ہونگے۔ اور اگر دونوں کے پاس گواہ نہوں اور عورت نے قاضی
سے درخواست کی کہ اس مرد کا حال دریافت کرادے تو قاضی پر دریافت کرانا واجب نہیں ہے لیکن اگر قاضی نے دریافت کرایا تو بہتر ہے
پس اگر قاضی کو ایک مرد عادل نے خبر دی کہ یہ خوشحال ہے تو قاضی اسکو قبول نہ کریگا اور اگر دو مرد عادلوں نے قاضی کو اسکے
خوشحال ہونے کی خبر دی تو قاضی اس مرد پر خوشحالوں کا نفقہ مقرر کریگا اگرچہ ان عادلوں نے بلفظ شہادت خبر دی ہو یا ویسے ہی
خبر میں عدد و عدالت شرط ہے مگر اسمیں لفظ شہادت شرط نہیں ہے۔ اور اگر ان دونوں عادلوں نے کہا کہ ہمنے سنا ہے کہ وہ خوشحال ہے
یا ہمکو خبر پہونچی ہے کہ یہ خوشحال ہے تو قاضی اسکو قبول نہ کریگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر قاضی نے شوہر پر تنگدستی
کا نفقہ مقرر کر دیا پھر مرد مذکور مالدار ہو گیا پس عورت نے نالش کی تو قاضی اسکے واسطے خوشحالی کا نفقہ پورا کر دیگا یہ کافی
میں ہے اور اگر عورت نے کہا کہ میں روٹی سالن نہیں پکاؤنگی تو کتاب میں لکھا ہے کہ وہ روٹی و سالن وغیرہ پکانے پر مجبور
نہ کیجائیگی اور شوہر پر واجب ہوگا کہ پکا پکایا تیار کھانا اسکے واسطے لاوے یا اسکے پاس کوئی ایسی خادمہ دیدے کہ اسکی
روٹی سالن پکانے کے کام کے واسطے کفایت کرے۔ اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ اگر عورت نے روٹی سالن پکانے
سے انکار کیا تو شوہر پر اس عورت کے واسطے پکا پکایا کھانا تیار دینا اسی صورت میں واجب ہے کہ یہ عورت اشراف کی
لڑکی ہو کہ اپنے ماں باپ وغیرہ میں خود اپنی ذات سے ایسے کام نہ کرتی ہو یا اشراف کی لڑکی نہو مگر عورت کو کوئی ایسی
علت لاحق ہو کہ جسکی وجہ سے وہ روٹی سالن نہ پکا سکتی ہو اور اگر یہ بات نہو تو شوہر پر یہ واجب نہوگا کہ عورت کے
واسطے کھانا طیار لاوے یہ ظہیریہ میں ہے اور مشائخ نے فرمایا ہے کہ ایسے کام عورت پر دیانت کی راہ سے واجب ہیں اگرچہ قضاءً
قاضی اسکو ان کاموں کے واسطے مجبور نہیں کریگا یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور اگر عورت کو کھانا پکانے کے واسطے اجرت پر مقرر
کیا تو نہیں جائز ہے اور عورت کو اسکی اجرت لینی بھی جائز نہیں ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور شوہر پر واجب ہے کہ پیسنے کا آلہ
یعنی چکی لاوے اور کھانے کے اور پینے کے برتن لاوے مثل کوزہ و گھڑا و ہانڈی و ڈیلی وغیرہ و چمچا و ڈوئی اور اسکے مثل آلات یہ
جوہرہ نیرہ میں ہے۔ پھر بنا بر ظاہر الروایہ کے عورت اور اسکی خادمہ کے نفقہ میں فرق ہے چنانچہ اگر اسکی خادمہ نے اپنے کام
سے انکار کیا تو اپنی مولاۃ کے شوہر سے نفقہ کی مستحق نہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور نفقہ واجبہ ماکول ہے اور ملبوس ہے اور سکنی ہے
پس ماکول آٹا ہے اور پانی اور نمک اور لکڑی اور روغن یہ تاتارخانیہ میں ہے اور جیسے عورت کے واسطے قدر کفایت روٹی مقرر

کیجائیگی ویسے ہی اسکے ساتھ کے واسطے قدر کفایت اوام بھی مقرر کیا جائیگا یہ فتح القدیر مین ہے اور نیز عورت کے واسطے واجب ہوگی وہ چیز جس سے تنظیف کرے اور جس سے وسخ زائل کرے جیسے کنگھی وتیل اور نیز سدر و خطمی وغیرہ جس سے سر دہووے اور نیز وہ بھی واجب ہے جس سے بدن سے میل چھوڑا دے جیسے اشنان و صابون وغیرہ سے موافق عادت شہر کے۔ اور جن چیزون سے تلذذ و استمتاع مقصود ہوتا ہے جیسے خضاب و سرمہ وغیرہ تو وہ شوہر پر واجب نہین بین بلکہ شوہر مختار ہے اسکا جی چاہے لاوے اور چاہے نہ لاوے۔ مگر جب شوہر اس غرض سے لایا تو عورت پر اسکا استعمال لازم ہے۔ اور رہی وہ چیز جس سے خوشبو مقصود ہوتی ہے تو وہ شوہر پر واجب نہین ہے الا اتنی ہی کہ جس سے بو دور ہو جاوے اور بس۔ اور جس سے بوی بغل دور کرے وہ مرد پر واجب ہے۔ اور مرض کے واسطے دوا اور طبیب کی اجرت اور نیز فصد دینے و پچھنے لگانے کی اجرت وغیرہ بھی مرد پر واجب نہین ہے یہ سراج وہاج مین ہے۔ اور مرد پر اسقدر پانی واجب ہے جس سے اپنے کپڑے اور بدن کا میل دہو ڈالے یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔ فتاوی شیخ ابو اللیث رح مین ہے کہ عورت کے غسل اور وضو کے پانی کا ثمن شوہر پر واجب ہے خواہ عورت غنیہ ہو یا فقیرہ ہو اور ضیر فیہ مین لکھا ہے کہ اسی پر مشائخ بلخ کا فتوی ہے اور اسی پر صدر شہید نے فتوی دیا ہے اور اسی کو امام قاضی خان نے اختیار کیا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور قابلہ کو اگر عورت نے اجارہ پر لیا تو اسکی اجرت عورت پر ہوگی اور اگر شوہر نے اجارہ پر رکھا تو شوہر پر ہوگی۔ اور اگر قابلہ خود ہی حاضر ہوگئی تو کہنے والا یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ شوہر پر واجب ہوگی اسواسطے کہ وہ وطی کی مونث ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ مثل اجرت طبیب کے عورت پر واجب ہوگی یہ وجیز کردری مین ہے۔ ایک شخص اپنی عورت کو خود چھوڑ کر کسی دوسرے شہر مین چلا گیا تو قاضی کو روا ہے کہ اس عورت کے واسطے نفقہ مقرر کر دے باوجودیکہ شوہر غائب ہوا اور یہ شرط نہین ہے کہ غیبت بمقدار سفر ہو یہ قاضی خان و صاحب محیط سے قنیہ مین ہے۔ ایک عورت قاضی کے پاس آئی اور کہا کہ مین فلانہ بنت فلان بن فلان ہون اور میرا شوہر فلان بن فلان بن فلان مجھے چھوڑ کر غائب ہو گیا اور میرے واسطے کچھ نفقہ نہین چھوڑا ہے اور قاضی سے درخواست کی کہ اسکے واسطے نفقہ مقرر کر دے پس اگر غائب مذکور کا کچھ مال از جنس نفقہ مثل درہم و دینار و اناج اور نیز کپڑے جیسے لباس واجب مین چاہیے ہین اسکے مکان مین موجود ہو اور قاضی جانتا ہو کہ یہ اسکی منکوحہ ہے تو قاضی اس سے یون قسم لیگا کہ واللہ اسنے اپنا نفقہ نہین پایا ہے اور نہ اسکے اور اسکے شوہر کے درمیان کوئی سبب مثل نشوز وغیرہ کے مانع از نفقہ ہے پھر اسکے بعد اسکو حکم دیگا کہ اس مال مین سے اپنی ذات پر بغیر اسراف و تقتیر کے خرچ کرے اور اس سے کفیل لے لیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر غائب مذکور کا کچھ مال موجود نہو تو ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک یہ حکم نہ دیگا کہ تو اسقدر نفقہ شوہر پر قرض لے۔ اور اگر غائب مذکور کا مال موجود ہو مگر قاضی ان دونون مین نکاح کو نہ جانتا ہو اور عورت نے اپنے نکاح پر گواہ قائم کیے تو امام اعظم رح کے نزدیک قبول نہونگے اور امام ابو یوسف کے نزدیک قبول ہونگے اور قاضی نفقہ مقرر کر دیگا اگرچہ قاضی اس غائب کے حق مین نکاح واقعی کا حکم جاری نہ کریگا چنانچہ اگر غائب مذکور نے حاضر ہو کر انکار کیا تو قاضی اس عورت کو تکلیف دیگا کہ وہ دوبارہ گواہ پیش کرے پس اگر اسنے دوبارہ گواہ پیش نہ کیے تو غائب مذکور اس سے نفقہ واپس لیگا یہ خلاصہ مین ہے۔ اس زمانہ مین قاضی لوگ امام زفر و امام ابو یوسف رح کے مذہب کے موافق بسبب لوگون کی حاجت کے نفقہ مقرر کرتے ہین یہ وجیز کردری مین ہے۔ اور اگر ایک مرد غائب ہو گیا اور اسکی عورت نے نفقہ کی

درخواست کی اور مرد غائب کا مال ایک شخص کے پاس ہی کہ وہ اُسکا اقرار کرتا ہی اور اسکا بھی مقر ہی کہ ان دونون مین زوجیت قائم ہی تو قاضی اسی مال مین سے غائب کی زوجہ کے واسطے نفقہ مقرر کردیگا اور اسی طرح اگر مرد مذکور نے اعتراف نہ کیا مگر قاضی کو یہ بات معلوم ہی تو بھی قاضی حکم دیگا خواہ یہ مال اُسکے پاس امانت ہو یا قرضہ ہو یا بطور مضاربت ہو اور عورت سے اسکا کفیل لے لیگا اور نیز عورت سے قسم لے لیگا کہ واللہ مرد غائب نے اسکو نفقہ مقدمہ یہ نہین دیا ہی اور نہ ان دونون مین کوئی سبب سقوط نفقہ کا نشوز وغیرہ سے ثابت ہوا ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ اور اگر قاضی کو مال یا زوجیت ان دونون مین سے ایک ہی بات معلوم ہی تو دوسری بات جو اسکے علم مین نہین ہی اُسکے اقرار کی احتیاج ہوگی اور یہی صحیح ہی۔ اور جسکے پاس غائب کا مال ہی اُسنے اقرار نہ کیا اور قاضی کو معلوم بھی نہین ہی پس عورت نے چاہا کہ مال کو یا زوجیت کو یا دونون کو بذریعہ گواہون کے ثابت کرا دے تاکہ قاضی اس غائب کے مال مین سے اسکا نفقہ مقرر کر دے یا عورت کو حکم دے کہ غائب مذکور پر قرضہ لے تو قاضی اسکا حکم نہ کریگا اسلئے کہ یہ قضاء علی الغائب ہی اور امام زفر رح نے فرمایا کہ قاضی اسکے گواہون کی سماعت کریگا مگر نکاح کا حکم نہ دیگا اور مال شوہر سے اسکا نفقہ دلا دیگا بشرطیکہ اسکا مال ہو ورنہ عورت کو حکم دیگا کہ قرضہ لیوے اور تحلی قول امام زفر کا ہی اور اسی پر اس زمانہ مین قاضیون کا عمل درآمد ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ عینی شرح کنز مین ہی۔ پھر جب شوہر واپس ہوکر آیا تو دیکھا جائیگا اگر اُسنے پیشگی نفقہ نہین دیا تھا تو جو ہوا ہی وہ نہایت ہوا اور اگر وہ پیشگی دے گیا ہی اور اُسنے اس امر کے گواہ قائم کیے یا گواہ قائم نہ کیے مگر عورت سے قسم لی اور اُسنے قسم سے نکول کیا تو مرد مذکور کو اختیار ہوگا چاہے عورت سے یہ نفقہ واپس لے یا کفیل سے مطالبہ کرکے وصول کرلے۔ اور اگر عورت نے اقرار کر دیا کہ مین پیشگی نفقہ پا لیا تھا تو وہ عورت ہی سے واپس لیگا اور کفیل سے نہین لے سکتا ہی یہ بدائع مین ہی اور اگر غائب مذکور نے واپس آکر نکاح سے انکار کیا تو قسم سے اسی کا قول قبول ہوگا پس اگر وہ قسم کھا گیا اور مال جسمین سے نفقہ دیا گیا ہو وہ ودیعت تھا تو اسکو اختیار رہوگا چاہے عورت سے لے لے یا مستودع سے لے اور اگر مال مذکور قرضہ تھا تو اپنا مال وہ قرضدار سے لیگا پھر قرضدار اس عورت سے واپس لیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی اور اگر شوہر نے واپس ہوکر گواہ دیے کہ مین اسکو طلاق دے چکا تھا اور اسکی عدت گذر چکی تھی تو عورت لینے والی ضامن ہوگی دینے والا ضامن نہوگا الا اس صورت مین کہ مرد غائب کے گواہون نے بیان کیا ہو کہ یہ دینے والا یہ جانتا تھا کہ اسپر طلاق پڑی اور عدت گذر گئی ہی یہ عتابیہ مین ہی اور اگر دینے والے نے کہا کہ مین ان دونون مین زوجیت قائم ہونے کو جانتا تھا اور طلاق سے آگاہ نہ تھا تو وہ ضامن نہوگا مگر اس سے قسم لیجائیگی کہ وہ طلاق سے آگاہ نہ تھا یہ غایۃ السروجی مین ہی۔ اور اگر ودیعت و قرضہ دونون ہون تو پہلے ودیعت مین سے عورت کو نفقہ دینا شروع کرنا بنسبت قرضہ سے شروع کرنے کے بہتر ہی۔ اور جب قاضی نے مدیون یا مستودع کو حکم دیا کہ مال غائب سے اسکی عورت کو نفقہ دے پھر مستودع نے کہا کہ مال ودیعت غائب سے مین نے اسکو نفقہ دیدیا ہی تو اُسکا قول قبول ہوگا اور اگر قرضدار نے ایسا دعوی کیا تو بدون گواہون کے اُسکا قول قبول نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر مال ودیعت یا وہ مال جو شوہر کے گھر مین موجود ہی وہ عورت کے حق کی جنس سے نہو اسکے خلاف جنس ہو تو عورت کو یہ اختیار نہین ہی کہ اسمین سے کوئی چیز اپنے ذاتی نفقہ کے واسطے فروخت کرے اور اسی طرح قاضی بھی اسمین سے کوئی چیز اسکا

نفقہ کے واسطے فروخت نہ کرایگا اور یہ حکم سب کے نزدیک بالاتفاق ہے اور فرمایا کہ غائب کے غلام یا مکان کی مزدوری و
کرایہ میں سے اس عورت کو نفقہ دیا جا سکتا ہے یہ محیط میں ہے اور مفقود بمنزلہ غائب کے ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔
اور جس صورت میں قاضی کے واسطے روا ہے کہ عورت کے واسطے مال شوہر سے نفقہ کا حکم دیدے ایسی صورت میں خود عورت
کے واسطے بھی روا ہے کہ بدون حکم قاضی کے مال شوہر سے بقدر کفایت بطور معروف کے لے۔ اور اگر عورت نے قاضی سے
اپنے نفقہ مقرر کرنے کی درخواست کی اور شوہر کا مال عورت پر قرضہ ہے پس اُسنے کہا کہ اس مال میں سے اس عورت کا
نفقہ محسوب کیا جائے تو شوہر کو ایسا اختیار ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قاضی نے نفقہ کا حکم دیدیا پھر اناج گران ہو گیا
یا ارزان ہو گیا تو قاضی اپنے حکم کو بدل دیگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر شوہر نفقہ سے عاجز ہوا تو اسکے باعث سے دونوں میں
تفریق نہ کیجائیگی بلکہ عورت کو حکم دیا جائیگا کہ اسپر قرضہ لیوے یہ کنز میں ہے۔ اور نفقہ دینے سے عاجز ہونا جبھی ظاہر ہوگا
کہ جب شوہر حاضر ہو اور اگر شوہر عورت کو چھوڑ کر غیبت منقطعہ غائب ہو گیا اور اس عورت کے واسطے نفقہ چھوڑ گیا پس
عورت نے یہ معاملہ قاضی کے حضور میں پیش کیا پس اسنے ایسے عالم سے فتوی طلب کیا جو نفقہ سے عاجز ہونے کے سبب سے تفریق
کو جائز جانتا ہے پس اسکی تحریر پر قاضی نے دونوں میں تفریق کردی تو صحیح یہ ہے کہ اسکا حکم قضاء نفاذ نہ ہوگا اور اگر یہ حکم دوسرے
قاضی کے سامنے پیش کیا گیا اور اسنے اسکی اجازت دیدی تو اسکا حکم قضاء بھی نافذ نہ ہوگا یہی صحیح ہے اسواسطے کہ یہ حکم قضاء
مسئلہ مجتہد فیہ میں نہیں ہے اسواسطے کہ ہمنے بیان کردیا ہے کہ عاجز ہونا ہی ثابت نہیں ہوا ہے یہ نہایہ میں ہے۔ اور اگر عورت نے اپنے
شوہر سے زمانہ گذشتہ کے نفقہ کی بابت مخاصمہ کیا قبل ازین کہ قاضی نے اسکے واسطے کچھ مقرر کردیا ہو یا کسی قدر پر باہم
دونوں راضی ہوئے ہوں تو ہمارے نزدیک قاضی اسکے واسطے گذشتہ زمانہ کے نفقہ کا حکم نہ دیگا یہ محیط میں ہے۔ ایک
عورت نے قبل اسکے کہ قاضی اسکے واسطے کچھ مفروض کرے یا دونوں باہم کسی قدر پر راضی ہوں اپنے شوہر پر قرضہ لیا
اور اس میں سے کچھ اپنے نفقہ میں خرچ کیا تو وہ اسکو اپنے شوہر سے نہیں لے سکتی ہے بلکہ خرچ کرنے میں متطوعہ ہوگی خواہ
شوہر غائب ہو یا حاضر ہو۔ اور اگر اسنے قاضی کے مفروض کرنے یا باہمی رضامندی کے بعد اپنے مال سے خرچ کیا تو
اپنے شوہر سے واپس لے سکتی ہے اور نیز اگر شوہر پر قرض لیا خواہ بحکم قاضی لیا یا خود ہی لیا تو بھی شوہر سے ملیگا ہاں فرق
اسقدر ہوگا کہ اگر اسنے بغیر حکم قاضی قرضہ لیا ہے تو قرضخواہ کا مطالبہ خاصۃً اسی عورت سے ہوگا اور قرضخواہ کو یہ اختیار نہوگا
کہ جو کچھ اسنے قرضہ لیا ہے اسکو اسکے شوہر سے طلب کرے اور اگر اسنے قاضی کے حکم سے لیا ہے تو عورت کو اختیار ہوگا کہ
قرضخواہ کو شوہر پر اترادے پس وہ شوہر سے اپنے قرضہ کا مطالبہ کریگا یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر قاضی نے عورت
کے واسطے شوہر پر کچھ ماہواری مقرر کیا یا دونوں خود کسی قدر مقدار معلوم پر ماہواری کے حساب سے راضی ہوئے پھر
چند مہینہ گذر گئے اور شوہر نے اسکو کچھ نفقہ نہ دیا اور عورت نے قرضہ لیکر خرچ کیا یا اپنے مال سے خرچ کیا پھر شوہر مر گیا
یا عورت مر گئی تو ہمارے نزدیک یہ سب نفقہ ساقط ہو گیا اور اسی طرح اگر اس صورت میں اسکو طلاق دیدی تو بھی
جو کچھ نفقات شوہر پر مجتمع ہوئے ہیں بعد فرض قاضی کے سب ساقط ہو جاوینگے اور یہ سب اسوقت ہے کہ قاضی نے عورت
کے واسطے نفقہ فرض کیا ہو اور اسکے ساتھ عورت کو قرضہ لینے کی اجازت نہ دی ہو اور اگر عورت کو شوہر پر قرضہ لینے
کی اجازت دی اور اسنے قرضہ لیا پھر دونوں میں سے ایک مر گیا تو یہ باطل نہوگا ایسا ہی حاکم شہید نے اپنے مختصر میں
ذکر فرمایا ہے اور یہی صحیح ہے۔ اور اسی طرح مسئلہ طلاق میں ایسا ہی جواب ہونا چاہیے ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر شوہر نے

عورت کو پیشگی نفقہ دیا پھر پیشتر خرچ ہونے سے پہلے دونون مین سے ایک مرگیا یا شوہر نے طلاق دیدی تو امام اعظم رح
و امام ابو یوسف رح کے نزدیک یہ واپس نہوگا اگرچہ ویسا ہی قائم ہو اور اسی پر فتوی ہے یہ نہرالفائق مین ہے اور
یہی حکم لباس مین ہے یہ سراج وہاج مین ہے۔ اور اگر عورت کو تین طلاق دیدین پھر اُس نے دوسرے شوہر سے نکاح
کیا اور دوسرے شوہر نے طلاق دی اور وہ عدت مین ہے پس شوہر اول نے اسکو اُس عدت مین نفقہ دیا تاکہ بعد
انقضاء عدت کے اسکے ساتھ نکاح کرے مگر اُسنے بعد عدت کے اس مرد سے نکاح نہ کیا تو شیخ ابو بکر محمد بن الفضل
نے فرمایا کہ اگر اسکو درم دیے ہین تو واپس لے سکتا ہے الا اگر بطور کھلا دیے ہین تو نہین واپس لے سکتا ہے اور انکے سواے
اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر اسکو نفقہ دیا اور یہ شرط کر لی کہ تجھے نفقہ دیتا ہون اس شرط پر کہ تو مجھ سے بعد عدت کے نکاح
کرلے پھر اُس نے عدت کے بعد اُس سے نکاح کیا یا نہ کیا بہر حال اسکو اختیار ہے کہ اپنا نفقہ اس سے واپس کر لے اور اگر
یہ شرط ذکر نہ کی ولیکن از روے دلالت یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اُس نے اسی غرض سے دیا ہے تو بعض نے کہا کہ واپس
نہین لے سکتا ہے اور شیخ امام ظہیر الدین نے فرمایا کہ بہر حال مین اسکو واپس لیگا اسواسطے کہ یہ رشوت ہے یہ فتاوی
قاضی خان مین ہے۔ اور اگر قاضی کو کسی عورت کے شوہر کی تنگی کا حال معلوم ہو تو قاضی اُسکو قید نہین کریگا یہ محیط
مین ہے اور اگر قاضی کو اُسکی تنگی کا حال معلوم نہوا اور عورت نے درخواست کی کہ نفقہ کے واسطے یہ قید کیا جاوے تو پہلی
مرتبہ قاضی اُسکو قید نہ کریگا بلکہ اسکو حکم دیگا کہ اس عورت کو نفقہ دیا کرے اور اسکو آگاہ کر دیگا کہ اگر تو نے اسکو نفقہ نہ دیا تو
مین تجھے قید کر دونگا پھر اگر عورت دوسری بار یا تیسری بار نالشی ہوئی تو قاضی اُسکے شوہر کو قید کریگا۔ اور اسی طرح
نفقہ کے سواے اور قرضہ مین بھی یہی حکم ہے۔ اور جب قاضی نے اسکو دو یا تین مہینہ قید کیا تو اسکا حال دریافت کرائیگا
اور بعض جگہ چار مہینے لکھے ہین اور صحیح یہ ہے کہ کوئی مدت مقرر نہین ہے بلکہ قاضی کی راے پر ہے اگر اُسکی راے مین آیا اگر اُسکا
کچھ مال ہوتا تو ضرور تنگ ہو کر قرضہ ادا کر دیتا پس اسکی راہ چھوڑ دیگا مگر طالب قرضہ کو اس مرتبہ ممانعت نہ کریگا
کہ چاہے اسکے ساتھ رہے بلکہ قرضخواہ کو اختیار ہے کہ جہان وہ جاے اُسکے ساتھ جاوے مگر یہ اختیار نہین ہے کہ
اسکو کسی جگہ بٹھلا رکھے اور نیز اسکو تصرفات سے منع نہین کر سکتا ہے۔ اور اگر قرضدار محبوس غنی ہو تو اسکو رہا نہ کریگا
یہانتک کہ وہ قرضہ ادا کرے یا نفقہ ادا کرے الا برضامندی طالب کہ اگر طالب رضامند ہو جاوے کہ یہ رہا کیا جاوے تو اُسکو
رہا کر دیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر حاکم نے شوہر پر نفقہ مقرر کر دیا پھر اُسنے دینے سے انکار کیا حالانکہ وہ آسودہ حال
ہے اور عورت نے اُسکے قید کیے جانے کی درخواست کی تو قاضی اُسکو قید کر سکتا ہے ولیکن اُسکو اول ہی مرتبہ مین قید نہ کرنا
چاہیے بلکہ دو بار یا تین بار تک تاخیر دیگا اور ہر بار جب اُسکے حضور مین پیش ہوگا تو اسکو ملامت کریگا اور دھمکا دیگا
پھر اگر اُسنے نہ دیا تو مثل اور قرضون کے اب اُسکو قید کریگا یہ بدائع مین ہے۔ اور جب شوہر قید کیا گیا تو نفقہ اُسکے ذمہ سے
ساقط نہوگا بلکہ عورت کو حکم دیا جائیگا کہ اسپر قرضہ لے حتی کہ اسکا مال ظاہر ہونے پر یہ مال قرضہ اس سے لیا جاویگا۔ اور
اگر شوہر نے قاضی سے کہا کہ اس عورت کو بھی میرے ساتھ قید کر کہ میرے قیدخانہ مین ایک جگہ خلوت کی ہے تو قاضی اس عورت
کو قید نہ کریگا ولیکن عورت مذکورہ اپنے شوہر کے گھر مین کر دیجائیگی اور شوہر اُسکے واسطے قید کیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور جب
شوہر نفقہ کے واسطے قید کیا گیا تو جو مال اسکا از جنس نفقہ ہو وہ قاضی اس عورت کو بدون رضامندی اُسکے شوہر کے
دیدیگا یہ بالاتفاق ہے اور جو مال خلاف جنس نفقہ سے ہو اسکو شوہر کی طرف سے فروخت نہ کرائیگا بلکہ شوہر کو حکم دیگا کہ

خود فروخت کرے اور یہی حکم باقی قرضون مین ہو یہ امام اعظم رح کا قول ہو اور صاحبین رح نے فرمایا کہ قاضی اسکی طرف سے فروخت کر دیگا اور یہ بیع اسپر نافذ ہوگی یہ بدائع مین ہو۔ اور بنا بر قول صاحبین رح کے جبکہ قاضی کو اس مجبوس شوہر کے مال کی بیع کا اختیار حاصل ہوا تو قاضی پہلے عروض سے شروع کریگا پس اگر عروض کا ثمن ادائے نفقہ و قرضون کے واسطے کافی نہوا تو پھر بیع عقار سے شروع کریگا یہ ذخیرہ مین ہو۔ ایک مرد کا ایک ہی عمامہ ہو تو وہ نفقہ کے واسطے اسکے فروخت پر مجبور نہ کیا جائیگا اسواسطے کہ قرضدار جیسے اور قرضون مین اپنے تن کے کپڑے فروخت کرنے پر مجبور نہین کیا جاتا ہو ایسے ہی دین کے نفقہ کے واسطے بھی مجبور نہ کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اور اگر دونون نے قاضی کے نفقہ مقرر کر دینے کے وقت سے جسقدر مدت گذری ہو اسکی مقدار مین اختلاف کیا تو قول شوہر کا قبول ہوگا اور گواہ عورت کے اولے ہونگے یہ جیز کروری مین ہو۔ اور اگر عورت کے واسطے نفقہ مقرر کر دیا گیا اور عورت کا کچھ مہر بھی شوہر پر باقی ہو پھر شوہر نے اسکو کچھ دیا پھر دونون نے اختلاف کیا شوہر نے کہا کہ یہ مہر مین مین نے دیا ہو اور عورت نے کہا کہ نہین بلکہ یہ نفقہ مین تھا تو قول شوہر کا قبول ہوگا۔ اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہو کہ دی ہوئی چیز ایسی ہو کہ عادت کے موافق مہر مین دیجاتی ہو اور اگر ایسی چیز ہو کہ عادت کے موافق مہر مین نہین دیجاتی ہو جیسے ایک پیالہ کھیر و گروہ روٹی اور ایک طباق فواکہ وغیرہ ایسی چیزین تو شوہر کا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہو۔ اور اگر دونون نے اس چیز کی مقدار و جنس مین اختلاف کیا جسپر صلح واقع ہوئی یا جسکا حکم دیا گیا ہو نفقہ مین تو قول شوہر کا اور گواہ عورت کے قبول ہونگے۔ اور اگر عورت کو ایک کپڑا بھیجا پس عورت کہتی ہو کہ وہ ہدیہ تھا اور مرد کہتا ہو کہ وہ کپڑا اسمین سے ہو جو مجھپر عورت کے واسطے واجب ہو تو قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا اور اگر عورت نے گواہ قائم کیے کہ اسنے ہدیہ بھیجا ہو تو گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مرد کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر ہر ایک نے اپنے دعوی کے دوسرے کے اقرار کرنے کے گواہ قائم کیے تو بھی شوہر کے گواہ مقبول ہونگے۔ اور اسی طرح اگر مرد نے درم بھیجے ہون پس مرد نے کہا کہ یہ نفقہ تھا اور عورت نے کہا کہ یہ ہدیہ تھا تو قول شوہر کا قبول ہوگا یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر شوہر نے دعوی کیا کہ مین نے اسکو نفقہ دیا ہو اور عورت نے انکار کیا تو قسم سے عورت کا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہو۔ ایک عورت نے دعوی کیا کہ میرا شوہر مجھ سے غائب ہونا چاہتا ہو اور درخواست کی کہ نفقہ کا کفیل دلایا جاوے تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا ہو کہ اسکو یہ اختیار نہین ہو۔ اور امام ابو یوسف نے کہا کہ ایک مہینہ کے نفقہ کے لیے استحسانا کفیل کیا جاوے اور اسی پر فتوی ہو۔ اور اگر یہ معلوم ہو کہ وہ سفر مین ایک مہینہ سے زیادہ رہیگا تو ایک مہینہ سے زیادہ کے واسطے کفیل کیا جائیگا یہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہو یہ خلاصہ مین لکھا ہو۔ ایک مرد نے دوسرے کی جورو کے واسطے دوسرے کی طرف سے نفقہ و مہر کی ضمانت کر لی تو فرمایا کہ نفقہ کی ضمانت باطل ہو الا آنکہ ماہواری کوئی مقدار معلوم بیان کی ہو اور اسکے معنی یہ ہین کہ شوہر و جورو دونون کسی قدر نفقہ ماہواری پر باہم رضامند ہوئے پھر ضامن نے ضمانت کی تو روا ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور اگر عورت کے واسطے کوئی شخص ہر مہینہ کے نفقہ کا کفیل ہو گیا تو فقط ایک ہی مہینہ کے واسطے کفیل ہوگا اور اگر کفیل نے کہا کہ مین نے تیرے شوہر کی طرف سے تیرے واسطے سال بھر کے نفقہ کی کفالت کی تو سال بھر کے نفقہ کے واسطے کفیل ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ مین نے تیرے واسطے ہمیشہ کے واسطے یا جبتک مین زندہ ہون نفقہ کی کفالت

کی تو وہ اسوقت تک کیواسطے کفیل ہوگا جبتک یہ عورت اس مرد کے نکاح مین ہو جسکی طرف سے کفالت کی ہے- اور اگر
کفیل نے ایک مہینہ یا ایک سال کے نفقہ کی کفالت کی پھر عورت کو اُسکے شوہر نے طلاق بائن یا رجعی دیدی تو نفقہ
عورت کے واسطے کفیل ماخوذ رہیگا - ایک مرد کو اُسکی جورو قاضی کے پاس نفقہ کی نالش مین لیگئی پس شوہر کے باپ نے کہا
کہ مین تجھے نفقہ دیتا ہون پس باپ نے سو درم اُسکو دیے پھر شوہر نے اسکو طلاق دیدی تو شوہر کے باپ کو یہ اختیار نہوگا
کہ جو کچھ عورت کو نفقہ مین دیا ہو وہ اُس سے واپس لے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے- اور اگر عورت نے اپنے شوہر
کو اپنے نفقہ سے بری کردیا بایں طور کہ کہا کہ تو میرے نفقہ سے ہمیشہ کے واسطے بری ہے جبتک مین تیری جورو رہون
پس اگر قاضی نے اس عورت کے واسطے کچھ نفقہ مقدر و مفروض نہ کیا ہو تو یہ براءت باطل ہے اور اگر قاضی نے
اسکے واسطے ماہواری نفقہ مثلاً دس درم مقرر کردیے ہون تو ماہ اول کے نفقہ سے براءت صحیح ہوگی اور اس مہینہ کے
سوائے اور مہینون کے نفقہ کی براءت درست نہوگی - اور اگر فرض قاضی کے بعد ایک مہینہ ٹھہر کر عورت نے کہا
کہ مین نے تجھے پچھلے اور اگلے زمانہ کے نفقہ سے بری کیا تو گذشتہ ایام کے نفقہ سے اور اگلے ایک مہینہ کے
نفقہ سے بری ہوگا اور اس سے زیادہ سے بری نہوگا یہ فتاوی کبری مین ہے- اور ایسا ہی تجنیس و مزید مین ہے اور
اگر عورت نے کہا کہ مین نے تجھے ایک سال کے نفقہ سے بری کیا تو فقط ایک مہینہ کے نفقہ سے بری ہوگا لیکن اگر اسکے
واسطے سالانہ نفقہ مقرر کیا گیا ہو تو ایک سال بھر کے نفقہ سے بری ہو جائیگا یہ فتح القدیر مین ہے- اور اگر عورت نے اپنے
نفقہ سے ماہواری تین درم پر صلح کرلی تو جائز ہے اور نفقہ سے صلح کے تجنیس مسائل مین اصل یہ ہے کہ جب جورو مرد کے
درمیان نفقہ سے صلح ایسی چیز پر واقع ہوئی کہ قاضی کو کسی حال مین اس چیز پر نفقہ مقدر و مفروض کرنا روا ہے تو یہ
صلح ان دونون مین یون اعتبار کیجائیگی کہ گویا تقدیر و فرض نفقہ ہے اور معاوضہ اعتبار نہ کیجائیگی خواہ یہ صلح ایسے وقت
واقع ہوئی ہو کہ ہنوز قاضی نے اسکے واسطے کوئی نفقہ مفروض و مقدر نہین کیا ہے یا نہ خود دونون کسی قدر ماہواری پر
راضی نہین ہوئے ہین اور خواہ ایسے وقت واقع ہوئی ہو کہ قاضی اسکے واسطے کچھ نفقہ مفروض و مقدر کرچکا ہو یا
خود دونون کسی قدر ماہواری پر راضی ہوچکے ہین - اور اگر صلح ایسی چیز پر واقع ہوئی کہ قاضی کو کسی حال مین اس
چیز کے ساتھ شوہر پر نفقہ مقدر و مفروض کرنا روا نہین ہے جیسے صلح ایک غلام پر یا ایک کپڑے پر واقع ہوئی تو
دیکھا جائیگا کہ اگر قاضی کی عورت کے واسطے ماہواری نفقہ مقدر و مفروض کرنے اور نیز دونون کے کسی چیز ماہواری
پر راضی ہونے سے پہلے یہ صلح واقع ہوئی تو بھی یہ تقدیر و فرض نفقہ اعتبار کیجائیگی - اور اگر یہ صلح بعد قاضی کے عورت
کے واسطے نفقہ مقدر کردینے یا بعد دونون کے باہمی ماہواری کسی قدر نفقہ پر راضی ہونے کے واقع ہوئی ہو تو یہ صلح دونون
مین معاوضہ قرار دیجائیگی - اور تقدیر نفقہ اعتبار کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ اسپر زیادتی یا اُس سے کمی جائز ہے پھر اسی اصل
پر اس جنس کے مسائل سب برآمد ہوتے ہین- اگر عورت نے تین درم ماہواری پر شوہر سے صلح کرلی پھر عورت نے کہا کہ
اسقدر مجھے کافی نہین ہوتے ہین تو عورت کو اختیار ہے کہ شوہر سے مخاصمہ کرے یہانتک کہ شوہر اسکی ماہواری مین اُسکی
کفایت کے لائق بڑھا وے بشرطیکہ شوہر آسودہ حال ہو- اور اگر عورت نے شوہر سے تین درم ماہواری پر اپنے نفقہ سے
صلح کرلی پھر شوہر نے کہا کہ مجھے اسقدر دینے کی طاقت نہین ہے تو اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی اور اسکو یہ سب پورے
دینے پڑینگے اور کتاب مین فرمایا کہ الا اس صورت مین کہ قاضی اسکو اس سے بری کرے اور اسکے معنے یہ ہین کہ لیکن اگر

قاضی کو اسکا حال لوگون سے دریافت کرنے سے معلوم ہو جاوے کہ یہ اسقدر دینے کی طاقت نہین رکھتا ہے اور قاضی
اسمین سے کم کر دے تو قاضی کم کر سکتا ہے اور کم کر کے اسپر اسی قدر لازم کر دیگا جسقدر وہ اُٹھا سکے۔ اور اگر مہینہ مین کچھ نہین
گذرا ہے کہ اُسنے عورت سے اس تین درہم نفقہ سے ایسی چیز پر صلح کر لی کہ قاضی کو کسی حال مین جائز ہے کہ عورت کے نفقہ مین
اسکو مقرر کرے مثلاً اس تین درہم کے عوض مین گیہون مین یا غیر معین مین صلح کی تو یہ صلح تقدیر نفقہ اعتبار
کیجائیگی اور اگر ایسی چیز پر صلح کی کہ قاضی کو کسی حال مین روا نہین ہے کہ اسکو عورت کے نفقہ مین مقرر کرے تو یہ دوسری
صلح معاوضہ قرار دیجائیگی۔ اور یہ جواب ہم نے صلح از نفقہ مین ذکر کیا ہے اگر کپڑے سے صلح کی تو بھی اسی تفصیل سے
حکم ہے اور اگر اپنی عورت کے لباس واجب سے فرمع بہودی یا چادر زطی یا شامی اوڑھنی پر صلح کر لی تو جائز ہے یہ ذخیرہ مین
ہے۔ اور اگر اپنی عورت کے ایک سال کے نفقہ سے ایک کپڑے پر صلح کر لی اور کپڑا اسکو دیدیا تو جائز ہے پھر اگر اسکے بعد
وہ کپڑا کسی نے اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر یہ صلح قاضی کی اُسکے واسطے ماہواری نفقہ فرض کر دینے
یا باہمی قرارداد ماہواری نفقہ کے بعد اس نفقہ مفروضہ سے اس کپڑے پر صلح واقع ہوئی ہے تو عورت اپنے شوہر سے اس
حساب سے نفقہ لیگی جو قاضی نے اسکے واسطے مقرر کر دیا تھا یا خود دونون اسپر راضی ہوئے تھے۔ اور اگر ابتداے
صلح وقرارداد اسی کپڑے پر واقع ہوئی ہو تو عورت اس سے اس کپڑے کی قیمت لے لیگی۔ اور یہ مسئلہ نظیر اس مسئلہ
کی ہے کہ جب عورت کے نفقہ سے ایک خادم دسولیہ پر صلح واقع ہوئی اور اُسکے واسطے کوئی میعاد نہین لگائی گئی یا کوئی
میعاد مقرر کی گئی پس اگر یہ صلح قبل قاضی کے نفقہ مقرر کر دینے کے یا قبل باہمی رضامندی کے ہو تو جائز ہے اور اگر یہ
صلح بعد فرض قاضی یا باہمی رضامندی کے ہو تو نہین جائز ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کسی مرد کی دو عورتین ہون کہ ایک
انمین سے آزاد اور دوسری باندی ہو مگر باندی کے واسطے اُسکے مولی نے ایک جگہ علیحدہ رہنے کو دی ہے پھر مرد مذکور نے
دونون سے دونون کے نفقہ سے صلح کر لی حالانکہ باندی کے واسطے آزادہ سے زیادہ اس صلح مین قبول کیا تو یہ جائز ہے
اور اگر اس باندی کے مولے نے اسکے واسطے کوئی جگہ رہنے کو نہ دی ہو اور اُسنے اپنے شوہر سے اپنے نفقہ سے صلح
کر لی تو یہ صلح جائز نہین ہے اور مرد مذکور کو اختیار ہوگا کہ یہ نفقہ یعنی مال صلح اس سے واپس کرے اور اسی طرح اگر
مرد نے اپنی جورو سے اسکے نفقہ سے صلح کر لی حالانکہ دونون کا نکاح فاسد ہے تو بھی نہین جائز ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور
اگر عورت نے شوہر سے خرچ کھانے و کپڑے سے زیادہ مقدار پر صلح کی پس اگر زیادتی صرف اسی قدر ہے کہ لوگ اپنے اندازہ کرنے
مین اتنا خسارہ اُٹھاتے ہین تو صلح جائز ہوگی اور اگر خسارہ اسقدر ہے کہ اندازہ کرنے والون کے اندازہ سے زائد ہے یعنی
لوگ اپنے اندازہ مین اتنا خسارہ نہین اُٹھاتے ہین تو زیادتی باطل ہوگی اور شوہر پر نفقہ مثل واجب ہوگا یہ غلام
مین ہے۔ اگر غلام نے اپنے مولی کی اجازت سے کسی عورت سے نکاح کیا تو اُسکا نفقہ اُس غلام پر واجب ہوگا کہ در صورت نہ ادا
ہونے کے وہ باربار فروخت کیا جائیگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہے مگر مولی کو یہ اختیار ہے کہ اسکے فدیہ مین خود مال دیدے
اور اسکو فروخت سے بچا لے اور اگر غلام مذکور مر گیا تو نفقہ بھی ساقط ہو گیا اور اسیطرح اگر قتل کیا گیا تو بھی صحیح قول کے
موافق نفقہ ساقط ہو جائیگا یہ جوہرہ نیرہ مین لکھا ہے۔ اور اگر کسی مدبر نے اپنے آقا کی اجازت سے نکاح کیا تو عورت کا نفقہ
اس مدبر کی کمائی سے متعلق ہوگا اور یہی حکم مکاتب کا ہے جب تک وہ کتابت سے عاجز نہو جاوے اور اگر عاجز ہو گیا تو نفقہ
کے واسطے فروخت کیا جائیگا۔ اور اگر ایسے غلامون نے بغیر اجازت اپنے مولی کے نکاح کر لیا تو انپر نفقہ و مہر کچھ واجب

ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر انمیں سے کوئی آزاد ہوگیا تو جسوقت سے آزاد ہوا ہے اسوقت سے اسکا نکاح جائز ہوگیا اور اسپر مہر واجب ہوگا اور آئندہ سے نفقہ بھی واجب ہوگا اور جس غلام میں سے کچھ ٹکڑا آزاد ہوگیا ہو وہ امام اعظم رح کے نزدیک بمنزلہ مکاتب کے ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی نے اپنے غلام کو اپنی باندی سے بیاہ دیا تو اس باندی کا نفقہ مولی پر ہوگا خواہ اسکے واسطے علیحدہ مکان مقرر کر دیا ہو یا نہیں یہ کافی میں ہے۔ اور اگر مولی نے کہا کہ میں اس باندی کو نفقہ نہ دونگا تو وہ اسکے نفقہ دینے پر مجبور کیا جائیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر اپنی دختر کو اپنے غلام کے ساتھ بیاہ دیا تو دختر کا نفقہ غلام پر واجب ہوگا یہ بدائع میں ہے منکوحہ عورت اگر باندی ہو پس اگر باندی کے مولے نے اسکے واسطے کوئی مکان رہنے کا (یعنی علیحدہ ۱۲) مقرر کر دیا ہو تو اسکے واسطے نفقہ واجب ہوگا ورنہ نہیں اور یہی حکم مدبرہ و ام ولد کا ہے۔ اور رہنے کو جگہ دینے کے یہ معنی ہیں کہ مولے نے اس باندی سے خدمت لینا چھوڑ دیا اور اسکو اسکے شوہر کے ساتھ کر دیا۔ اور اگر مولی نے باندی کے واسطے رہنے کا مکان دیدیا پھر مولی کی رائے میں آیا اور مصلحت وقت معلوم ہوئی کہ اس باندی سے خدمت لیا کرے تو مولی کو اختیار ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے (اور اسی وقت سے نفقہ ساقط ہو جائیگا ۱۲)۔ اور جبتک مولی اس سے خدمت لے تب تک کی مدت کا نفقہ شوہر پر واجب نہوگا۔ اور اگر مولے نے اسکو اسکے شوہر کے گھر رہنے دیا مگر وہ خود بدون مطالبہ مولی کے کسی کسی وقت آکر مولی کی خدمت کر لیتی ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اسکا نفقہ ساقط نہوگا یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر وہ کسی وقت مولی کے یہاں آئی اور مولی گھر میں نہیں ہے پھر مولی کی اہلیہ نے اس سے خدمت لی اور اسکو اپنے شوہر کے یہاں واپس جانے سے روکا تو اسکے واسطے نفقہ نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور مکاتبہ باندی نے اگر مولی کی اجازت سے نکاح کر لیا تو وہ مثل حرہ کے ہے کہ اسکے حق میں نفقہ واجب ہونے کے لیے مولی کے رہنے کی جگہ دینے کی ضرورت نہیں ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ میرے والد رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی باندی کا نکاح کر دیا اور وہ تمام دن اپنے مولی کے کار خدمت میں رہتی ہے اور رات کو اپنے شوہر کی خدمت کرتی ہے تو فرمایا کہ دن کا نفقہ مولی پر اور رات کا نفقہ اسکے شوہر پر واجب ہوگا یہ تاتارخانیہ میں تتمہ سے منقول ہے۔ اور اگر غلام یا مکاتب یا مدبر نے اپنے مولی کی اجازت سے کسی عورت سے نکاح کیا اور اس عورت سے اولاد ہوئی تو شوہر اس اولاد کے نفقہ دینے پر مجبور نہ کیا جائیگا خواہ عورت یعنے اولاد کی ماں آزادہ ہو یا باندی یا مدبرہ یا ام ولد یا مکاتبہ پھر اگر یہ عورت مکاتبہ ہو تو اولاد کا نفقہ اسی مکاتبہ پر لازم ہوگا اور اگر عورت مدبرہ یا ام ولد ہو تو انکی اولاد مثل انکے ہوگی کہ اولاد کا نفقہ بھی انکے مولی پر واجب ہوگا اور اگر عورت کسی دوسرے شخص کی باندی ہو تو اولاد کا نفقہ اسکے مولی پر لازم ہوگا۔ اور اگر عورت آزادہ ہو تو اولاد کا نفقہ اسی عورت پر واجب ہوگا اگر اسکے پاس مال ہو اور اگر اسکا مال نہو تو نفقہ اولاد کا ان لوگوں پر ہوگا جو اس اولاد کے وارث ہوں پس جو سب سے زیادہ قریب ہو پہلے اسپر پھر دوسروں پر علی الترتیب لازم ہوگا۔ اسی طرح آزاد مرد نے اگر کسی باندی یا مکاتبہ یا مدبرہ یا ام ولد سے نکاح کیا تو ایسی صورت میں اولاد کا وہی حکم ہے جو غلام و مدبر و مکاتب کی صورت میں بیان ہوا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر باندی یا ام ولد یا مدبرہ کا مولی فقیر ہو کہ اولاد کو نفقہ نہ دے سکے اور اس اولاد کا باپ غنی ہے پس آیا باپ کو حکم دیا جائیگا کہ اولاد کو نفقہ دے تو اسمیں تفصیل ہے کہ اگر باندی سے اولاد ہو تو باپ کو نفقہ دینے کا حکم نہ دیا جائیگا اور اگر مدبرہ یا ام ولد سے اولاد ہو تو باپ کو حکم دیا جائیگا کہ اولاد کو نفقہ دے یہ محیط میں ہے پھر اس اولاد کا باپ جو کچھ انکے نفقہ میں خرچ

کریگا وہ عورت کے مولے سے واپس لیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہو۔ ایک شخص نے اپنی باندی اور اپنے غلام کو مکاتب کیا پھر اس عورت کو اسی مکاتب سے بیاہ دیا پھر اسکے بعد بچہ پیدا ہوا تو اس ولد کا نفقہ اسکی مان پر ہوگا باپ پر نہ ہوگا بخلاف اسکے اگر مکاتب نے اپنی باندی سے وطی کی اور اس سے بچہ پیدا ہوا تو اُسکا نفقہ مکاتب پر ہوگا۔ اور اگر مکاتب نے کسی کی باندی سے نکاح کیا پھر اس سے اولاد ہوئی یا نہ ہوئی یہان تک کہ مکاتب نے اس باندی کو خود خرید لیا پھر اس سے بچہ پیدا ہوا تو اولاد کا نفقہ مکاتب کے ذمہ لازم ہوگا یہ محیط مین ہو۔ اور خاوند پر اپنی زوجہ کے واسطے لباس موافق عرف کے اسقدر واجب ہوتا ہو کہ جو اُسکے لیے جاڑے و گرمی مین لائق ہو یہ تاتارخانیہ مین ینابیع سے منقول ہو اور سال مین دو ہی دفعہ کپڑا مفروض کیا جائیگا یعنی ہر ششماہی مین ایک مرتبہ موافق مفروض کے دیدے یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر عورت کے واسطے چھ مہینہ کی مدت کے لیے کپڑا مفروض کر دیا گیا تو اسکے سوائے اسکے لیے نہوگا یہانتک کہ یہ مدت گذر جاوے اور اگر اس مدت کے گذرنے سے پہلے یہ کپڑے پھٹ گئے پس اگر ایسی حالت ہو کہ اگر وہ بطور معتاد پہنتی تو نہ پھٹتے تو شوہر پر کچھ واجب نہوگا ورنہ اور واجب ہونگے۔ اور اگر چھ مہینہ کی مدت کے بعد بھی کپڑے باقی رہے پس اگر اسوجہ سے باقی رہے کہ عورت نے دوسرون کے کپڑے پہنا یا ایک روز پہنے دوسرے روز نہ پہنے یا بالکل نہین پہنے تو اس صورت مین عورت کے واسطے دوسرے کپڑے مفروض کیے جاوینگے ورنہ نہین یہ جوہرہ نیرہ مین ہو۔ اور اگر نفقہ ولباس ضائع ہوا یا چوری گیا تو بدون فصل گذرنے کے جدید نفقہ ولباس مفروض نہ کیا جائیگا بخلاف ایسی قرابت وارون کے جن کا کھانا کپڑا مرد پر واجب ہوتا ہو کہ انکے کھانے کپڑے مین ایسی صورت مین یہ حکم نہین ہو یہ غایۃ السروجی مین ہو۔ اور نیز شوہر پر واجب ہو کہ اپنی استطاعت کے موافق عورت کے بیٹھنے کو فرش دیوے چنانچہ اگر شوہر مالدار ہو تو اسپر جاڑون مین طنفسہ اور گرمیون مین نطع واجب ہو مگر یہ دونون بدون بوریا بچھائے نہین بچھائے جاوینگے اور اگر فقیر ہو تو گرمیون مین بوریا اور جاڑون مین نمدا دیوے یہ سراج وہاج مین ہو۔ اور کتاب مین فرمایا کہ جس صورت مین قاضی شوہر پر عورت کی خادمہ کا نفقہ مفروض کریگا اس صورت مین خادمہ کا لباس بھی مفروض کریگا پس خادمہ کا لباس تنگدست آدمی پر جاڑون مین سستی کرباس کی قمیص اور ازار اور چادر ہو اور گرمیون مین ایسے ہی قمیص و ازار ہو اور خوشحال آدمیون پر جاڑون مین زطی قمیص اور کرباس کی ازار اور سستی سی چادر ہو اور گرمیون مین اُسکے مثل ہو پس جاڑون مین اسکے واسطے لباس بہ نسبت گرمیون کے زیادہ مفروض کریگا۔ پھر واضح ہو کہ عورت کی خادمہ کے واسطے اوڑھنی مفروض نہین کی۔ اور کتاب مین فرمایا کہ عورت کی خادمہ کے واسطے کعب یا موزہ جو اسکو کافی ہو لازم ہو۔ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ امام محمدؒ نے خادمہ کے واسطے جس طرح لباس وغیرہ بیان فرمایا ہو یہ اپنے ملک کے عرف وزمانہ کے موافق ذکر فرمایا ہو اور چونکہ بعض ملک مین بہ نسبت دوسرے ملک کے جاڑے وگرمی مین زیادتی وکمی کی راہ سے فرق ہوتا ہو اور نیز عادت ہر ملک وزمانہ کی مختلف ہوتی ہو لہذا اسمین بوجوہ مذکورہ اختلاف ہوگا پس قاضی پر لازم ہو کہ خادمہ کے نفقہ و لباس مین ہر ملک وزمانہ کے اعتبار سے اسقدر مفروض کرے جو اسکو کافی ہو مگر یہ ضرور ہو کہ خادمہ کا لباس عورت کے لباس کے برابر نہوگا یہ محیط مین ہو۔ **فصل دوم** سکنی کے بیان مین۔ قال المترجم سکنی سے مراد یہ ہو کہ عورت کے رہنے کا ٹھکانا اپنی استطاعت کے لائق موافق شرع کے معین کرے اور اسکی تفصیل کتاب مین ہو کما قال المترجم پس

عورت کے واسطے سکنی ایسے مکان مین جو شوہر کے اہل و عورت کے اہل سے خالی ہو واجب ہی لیکن اگر عورت ان
لوگون مین رہنا پسند کرے تو ہو سکتا ہی یہ عینی شرح کنز مین ہی۔ اور اگر عورت کو ایسے مکان مین رکھا کہ اسکے ساتھ
کوئی نہین ہی پس عورت نے قاضی سے شکایت کی کہ میرا شوہر مجھے مارتا اور ایذا دیتا ہی اور قاضی سے درخواست کی کہ
اسکو حکم کرے کہ مجھے صالح نیکوکار لوگون کے بیچ مین لیکر رہے کہ جو اسکی نیکی و بدی کو پہچانین پس اگر قاضی کو یہ بات
معلوم ہو کہ بات یہی ہی جو یہ عورت کہتی ہی تو اسکے شوہر کو زجر کریگا اور اس تعدی سے اسکو منع کر دیگا۔ اور اگر اسکو یہ
بات معلوم نہو تو دیکھے کہ اگر اس گھر کے پڑوسی لوگ پرہیزگار ہون تو اسکو وہین رکھیگا مگر پڑوسیون سے دریافت
کریگا کہ اس مرد کی کیا حرکتین ہین پس اگر ان لوگون نے وہی بیان کیا جو عورت نے کہا ہی تو اس مرد کو زجر کریگا اور
اسکو عورت کے حق مین تعدی کرنے سے منع کریگا اور اگر ان لوگون نے بیان کیا کہ وہ اسکو ایذا نہین دیتا ہی تو اسکو وہین
چھوڑ دیگا اور اگر اسکے پڑوسیون مین کوئی ایسا نہو جسپر اعتبار کیا جاوے یعنی ثقہ نہو یا ایسے لوگ ہون کہ وہ شوہر کی
جانبداری کرتے ہین تو قاضی اس مرد کو حکم دیگا کہ پرہیزگار لوگون مین اس عورت کو لیکر بود و باش اختیار کرے
اور لوگون سے دریافت کریگا اور انکی خبر پر اس کام کا عمل درآمد کریگا یہ محیط مین ہی۔ ایک عورت نے اپنی سوت کے
ساتھ رہنے سے انکار کیا یا شوہر کے قرابتیون مثل شوہر کی ماں وغیرہ کے ساتھ رہنے سے انکار کیا پس اگر اس دار مین
بیوتات ہون اور شوہر نے اس عورت کے واسطے ایک بیت خالی کر دیا ہو اور اسکا دروازہ علیحدہ کر دیا ہو تو عورت کو
یہ اختیار نہین ہی کہ شوہر سے دوسرے بیت کا مطالبہ کرے اور اگر اس دار مین فقط ایک ہی بیت ہو تو عورت کو یہ اختیار
ہی۔ اور اگر عورت نے کہا کہ مین تیری باندی کے ساتھ نہ رہونگی تو اسکو یہ اختیار نہین ہی اسیطرح اگر اسنے کہا کہ مین تیری ام ولد کے
ساتھ نہ رہونگی تو بھی اسکو یہ اختیار نہین ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور برہان الائمہ نے اسی پر فتوی دیا ہی یہ وجیز کردری مین ہی اور اگر
شوہر نے چاہا کہ اپنے گھر مین عورت کے پاس اسکے باپ کو یا ماں کو یا کسی اسکے ذی رحم محرم قرابت دار کو نہ آنے دے تو علماء
مین اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ ہر جمعہ کو اسکے والدین کو اسکے دیکھنے کو آنے دینے سے منع نہین کرسکتا ہی ہان اسکے
پاس رہنے سے منع کرسکتا ہی اور اسی کو ہمارے مشایخ نے اختیار کیا ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی فتاوی قاضیخان اور بعض نے
فرمایا کہ ہر جمعہ کو اسکو ایک مرتبہ اپنے والدین کی زیارت کے واسطے جانے سے منع نہین کرسکتا ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ
غایۃ السروجی مین ہی۔ اور آیا سوا والدین کے اوروں کی زیارت سے منع کرسکتا ہی تو بعض نے فرمایا کہ ذی رحم محرم کو
ہر جمعہ ایکبار زیارت سے منع نہین کرسکتا ہی اور مشایخ بلخ نے کہا کہ ہر سال ایک مرتبہ زیارت سے منع نہین کرسکتا ہی
اور اسی پر فتوی ہی اور اسی طرح اگر عورت نے چاہا کہ اپنی محارم مثل خالہ و پھوپھی و بہن کی زیارت کے واسطے جاوے
تو انہین اقوال پر ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور شوہر کو یہ اختیار نہین ہی کہ اسکے والدین کو اور
اسکے فرزند کو جو دوسرے شوہر سے ہی اور اسکے اہل کو اسکی طرف دیکھنے اور اس سے کلام کرنے سے جب وہ لوگ چاہین منع
کرے یہ ہدایہ مین ہی مجموع النوازل مین ہی کہ اگر عورت قابلہ ہو یا غسالہ ہو یا اس عورت کا دوسرے پر کچھ حق آتا ہو یا اسپر دوسرے
کا کچھ حق آتا ہو تو باجازت و بغیر اجازت نکل سکتی ہی اور حج کا بھی یہی حکم ہی اور سوا اسکے اجنبیون کی زیارت یا انکی
عیادت یا ولیمہ کے واسطے شوہر اسکو اجازت نہ دے اور نہ وہ نکلے۔ اور اگر شوہر نے اسکو اجازت دی اور وہ نکلی تو دونون گنہگار
ہونگے اور عورت کو حمام مین داخل ہونے سے ممانعت کرے یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور اگر عورت کو مجلس وعظ مین جو بدعت سے

خالی ہو جانے کی اجازت دی تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اور عورت اپنے غلام کے ساتھ سفر نہ کرے اگرچہ وہ خصی ہوا اور نہ
اپنے مجوسی پسر کے ساتھ اور نہ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ ہمارے زمانہ میں اور نہ دوسری عورت کے اور نہ اپنے
رشتے محرم کے ساتھ جو بالغ نہیں ہوا الا آنکہ یہ لڑکا قریب بہ بلوغ یعنی بارہ تیرہ برس کا ہو اور صغیرہ لڑکی جو غیر مشتہاۃ
ہو وہ بلا محرم سفر کرسکتی ہے۔ اور عورت اپنی دختر کے خاوند کے ساتھ اور اپنے شوہر کے پسر کے ساتھ اور اپنی ماں کے خاوند
کے ساتھ سفر کرسکتی ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور عورت کو یہ اختیار نہیں ہے کہ شوہر کے گھر سے کوئی چیز بدون اسکی اجازت
کے دیدے اور نہ سوائے فریضہ روزوں کے روزے رکھ سکتی ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ **تیسری فصل** نفقہ عدت کے
بیان میں۔ جو عورت طلاق کی عدت میں ہو وہ نفقہ و سکنیٰ کی مستحق ہے خواہ طلاق رجعی ہو یا بائنہ یا تین طلاق ہوں خواہ
عورت حاملہ ہو یا نہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ **اصل** یہ ہے کہ فرقت ہر گاہ از جانب شوہر ہو تو عورت کو نفقہ ملیگا اور
اگر از جانب عورت ہو پس اگر بر حق ہو تو بھی نفقہ ملیگا اور اگر بمعصیت ہو تو اسکو نفقہ نہ ملیگا اور اگر عورت کے سوائے غیر
کی جہت سے کوئی بات پیدا ہونے سے فرقت واقع ہوئی تو عورت کو نفقہ ملیگا پس ملاعنہ عورت کو نفقہ و سکنیٰ ملیگا اور
جو عورت بسبب خلع و ایلاء کے بائنہ ہوئی یا بسبب شوہر کے مرتد ہو جانے کے یا اس سبب سے کہ شوہر نے اسکی ماں سے
جماع کرلیا اور وہ بائنہ ہوگئی تو وہ نفقہ کی مستحق ہوگی اور اسی طرح عنین کی عورت نے اگر فرقت کو اختیار کیا تو مستحق نفقہ
ہے۔ اور اسی طرح مدبرہ و ام ولد اگر کسی کے نکاح میں ہوں اور وہ آزاد کی گئیں اور فرقت کو اختیار کیا حالانکہ مولی نے انکو
واسطے شوہر کے ساتھ رہنے کو جگہ دیدی تھی اور اپنی خدمت لینے سے الگ کردیا تھا تو یہ بھی مستحق نفقہ ہونگی اور نیز صغیرہ نے بعد
بلوغ کے اُسنے فرقت کو اختیار کیا یا بسبب غیر کفو ہونے کے بعد دخول کے فرقت واقع ہوئی تو وہ بھی مستحق نفقہ ہوگی
یہ خلاصہ میں ہے اور اگر عورت مرتد ہوگئی یا اُسنے اپنے شوہر کے بیٹے یا باپ کی مطاوعت کی یا شہوت سے اسکو چھوا تو
استحساناً اُسکو نفقہ ملیگا مگر سکنیٰ کی مستحق ہوگی اور اگر زبردستی اُسکے ساتھ ایسا کیا گیا تو نفقہ و سکنیٰ کی مستحق ہوگی یہ بدائع میں ہے
پھر اگر مرتدہ مسلمان ہوگئی اور ہنوز عدت باقی ہے تو اسکے واسطے نفقہ نہوگا بخلاف اسکے اگر عورت نے نشوز کیا پس مرد نے اُسکو
طلاق دیدی پھر اُسنے نشوز کو ترک کیا تو اسکو نفقہ ملیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور **اصل** اس باب میں یہ ہے کہ ہر عورت
جسکا نفقہ فرقت کے ساتھ باطل نہیں ہوا پھر عدت میں عورت کی طرف سے کسی عارضہ کی وجہ سے ساقط ہوا پھر عدت میں
وہ عارضہ برطرف ہوگیا تو اُسکا نفقہ عود کریگا اور جب عورت کا نفقہ فرقت کے ساتھ باطل ہوا ہے تو پھر عدت میں اُسکا
نفقہ عود نہیں کریگا اگرچہ سبب فرقت زائل ہو جاوے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر عورت کو تین طلاق دیدیں پھر وہ مرتد
ہوگئی نعوذ باللہ منہا تو اُسکا نفقہ ساقط ہو جاویگا مگر نفس ردت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ وہ قید کیجائیگی یہانتک
کہ توبہ کرے پس وہ شوہر کے گھر میں نہوگی پس نفقہ نہ ملیگا چنانچہ اگر وہ مرتد ہوئی اور ہنوز قید نہیں کی گئی بلکہ شوہر کے
گھر میں ہے تو اسکو نفقہ ملیگا۔ اور اگر قید خانہ میں توبہ کرکے اپنے شوہر کے گھر میں آگئی تو اسکو عدت کا نفقہ ملیگا
کیونکہ عارض زائل ہوگیا یعنے قید جاتی رہی اور یہ اسوقت ہے کہ تین طلاق یا ایک طلاق بائنہ ہو۔ اور اگر طلاق
رجعی کی عدت میں ہو اور وہ مرتد ہوگئی خواہ قید کی گئی یا نہیں تو اسکو نفقہ نہ ملیگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر عورت نے
عدت میں اپنے شوہر کے بیٹے یا باپ کی مطاوعت کی یا شہوت سے اسکو چھوا پس اگر وہ طلاق رجعی کی عدت میں ہو
تو اُسکا نفقہ ساقط ہوگیا اور اگر طلاق بائنہ کی عدت میں ہو یا بغیر طلاق کے فرقت واقع ہونے کی عدت میں ہو تو اسکو

نفقہ و سکنی پائیگا تجلا ف اسکے اگر عدت میں مرتد ہوکر دار الحرب میں چلی گئی پھر عود کر کے مسلمان ہوئی یا قید کرکے لائی گئی خواہ آزاد کی گئی یا نہیں تو اسکو نفقہ نہ ملیگا یہ بدائع میں ہی۔ اور جسکا شوہر چھوڑ کر مرگیا ہو اسکے واسطے نفقہ نہیں ہی خواہ وہ حاملہ ہو یا نہو۔ اور اگر ام ولد ہو اور وہ حاملہ ہو تو اسکو میت کے تمام مال سے نفقہ ملیگا یہ سراج وہاج میں ہی۔ اور اگر عورت پر عدت واجب ہوئی پھر وہ اسوجہ سے قید کی گئی کہ اسیر کسی کا حق آتا ہو تو اُسکا نفقہ عدت ساقط ہو جائیگا اور معتدہ اگر اپنے عدت کے مکان میں برابر نہیں رہتی ہو بلکہ کبھی رہتی ہو اور کبھی خارج ہو جاتی ہو تو وہ نفقہ کی مستحق نہوگی یہ ظہیریہ میں ہی۔ اور اگر مرد نے عورت کو طلاق دیدی درحالیکہ وہ ناشزہ تھی تو اسکو اختیار رہیگا کہ چاہے شوہر کے گھر میں چلی آوے اور اپنا نفقہ عدت لیا کرے۔ اور اگر معتدہ کی عدت کو دراز ہوگیا بسبب اسکے کہ حیض بند ہوگیا ہی تو اسکو برابر نفقہ ملیگا یہانتک کہ وہ آئسہ ہو جاوے اور اسکی عدت مہینوں کے شمار سے گذر جاوے۔ اور اگر عورت نے حیض کے شمار سے عدت گذرنے سے انکار کیا تو قسم سے عورت ہی کا قول قبول ہوگا اور اگر شوہر نے گواہ قائم کیے کہ اُسنے اپنی عدت گذرنے کا اقرار کیا ہی تو اُسکا نفقہ ساقط ہو جائیگا۔ اور اگر عورت پر عدت واجب ہوئی پس اُسنے دعوی کیا کہ وہ حاملہ ہی تو اسکو وقت طلاق سے دو برس تک نفقہ ملیگا پھر اگر دو برس گذر گئے اور وہ نہ جنی اور اُسنے کہا کہ میرا گمان تھا کہ میں حاملہ ہوں اور میں اتنی مدت تک حائضہ نہیں ہوئی اور اُسنے نفقہ طلب کیا تو عورت کو نفقہ ملیگا یہانتک کہ حیض سے اسکی عدت گذر جاوے یا آئسہ ہوکر مہینوں سے اُسکی عدت گذر جاوے یہ فتاوی قاضی خان میں ہی۔ اور اگر تینوں مہینہ میں حائضہ ہوئی پھر از سر نو اسپر عدت کسی سبب سے حیض لازم ہوئی تو اسکو نفقہ عدت ملیگا۔ اور اسی طرح اگر قابل جماع صغیرہ کو بعد دخول کے طلاق دیدی اور تین مہینہ تک اسکو نفقہ دیا مگر وہ انھیں تین مہینوں کے اندر آخر میں حائضہ ہوئی پس اسپر از سر نو حیض کے شمار سے عدت واجب ہوئی تو برابر اسکو نفقہ دیگا یہانتک کہ اُسکی عدت گذر جاوے یہ بدائع میں ہی۔ اور اگر حربی جورو و مرد دونوں میں سے ایک مسلمان ہوکر دار الاسلام میں آیا پھر دوسرا آیا تو جورو کو نفقہ نہ ملیگا جس طرح معتدہ عورت نفقہ کی مستحق ہوتی ہو ویسے ہی لباس کی بھی مستحق ہوتی ہی یہ فتاوے قاضی خان میں ہی۔ اور اس نفقہ میں اُسقدر کا اعتبار ہی جو عورت کو کافی ہو جاوے اور وہ درمیانی درجہ کا نفقہ کافی ہی اور وہ مقدر نہیں ہی اسواسطے کہ یہ نفقہ نظیر نفقہ نکاح ہی پس جو نفقہ نکاح میں معتبر ہی وہی اسمیں بھی معتبر ہی۔ معتدہ نے اگر اپنے نفقہ کی بابت مخاصمہ نہ کیا اور قاضی نے اسکے واسطے کچھ مفروض نہ کیا یہانتک کہ عدت گذر گئی تو اُسکے واسطے کچھ نفقہ نہوگا یہ محیط میں ہی۔ اور اگر قاضی نے معتدہ عورت کے واسطے اُسکی عدت میں اسکا نفقہ فرض کر دیا اور اُسنے شوہر پر قرضہ لیا یا نہ لیا پھر قبل اسکے کہ وہ شوہر سے کچھ وصول کرے اُسکی عدت گذر گئی پس اُسنے اگر بحکم قاضی قرضہ لیا ہو تو اسقدر شوہر سے لے سکتی ہی اور اگر اُسنے بغیر حکم قاضی قرضہ لیا یا بالکل نہیں لیا تو بعض نے فرمایا کہ نفقہ ساقط ہو گیا اور یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی میں ہی۔ ایک مرد اپنی جورو سے غائب ہو گیا پس اُسکی جورو نے ایک دوسرے مرد سے نکاح کیا اور دوسرے مرد نے اس سے دخول کر لیا پھر شوہر اول واپس آیا تو قاضی شوہر ثانی اور اس عورت میں تفریق کر دیگا اور اس عورت پر عدت واجب ہوگی مگر ایام عدت میں اسکے واسطے کچھ نفقہ نہ شوہر اوّل پر اور نہ شوہر ثانی پر کسی پر واجب نہوگا۔ ایک مرد نے بعد دخول کے اپنی جورو کو تین طلاق دیدیں اور اُسنے قبل عدت گذرنے کے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا اور دوسرے شوہر نے اُس سے دخول

کرلیا پھر قاضی نے ان دونون مین تفریق کردی تو امام اعظم رح کے قول مین اُسکے واسطے نفقہ و سکنی شوہر اول پر واجب ہوگا - اگر کسی مرد کی منکوحہ نے دوسرے شوہر سے نکاح کرلیا اور اُس نے اُس سے دخول کیا پھر قاضی کو یہ بات معلوم ہوئی اور اُس نے دونون مین تفریق کردی پھر شوہر اول کو معلوم ہوا اور اس نے عورت کو تین طلاق دیدین تو اس عورت پر ان دونون کی جہت سے عدت واجب ہوگی اور اسکے واسطے ان دونون مین سے کسی پر نفقہ لازم نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے - اور اگر اپنی جورو کو جو باندی ہے طلاق بائن دیدی اور حال یہ ہے کہ اُسکا مولی اسکو اسکے شوہر کے ساتھ جگہ دے چکا ہے کہ برابر اسکے ساتھ رہا کرے اور خدمت مولی نہ کرے یہانتک کہ اس باندی کے واسطے اپنے شوہر پر نفقہ واجب تھا پھر اس باندی کو اسکے مولی نے اپنی خدمت کے واسطے اس مکان سے نکال لیا تھا یہانتک کہ شوہر کے ذمہ سے نفقہ ساقط ہوگیا تھا پھر چاہا کہ اسکو اپنے شوہر کے پاس بھیجدے تاکہ وہ نفقہ لے تو مولی کو ایسا اختیار ہے - اور اگر ہنوز مولی نے اسکو اسکے شوہر کے ساتھ کسی مکان مین رہنے کی اجازت نہین دی تھی کہ شوہر نے اسکو طلاق دی پھر مولی نے چاہا کہ عدت مین اسکو اپنے شوہر کے پاس کردے تاکہ وہ نفقہ کی مستحق ہو تو نفقہ واجب نہوگا اور اصل اسمین یہ ہے کہ ہر عورت جسکے واسطے بروز طلاق نفقہ واجب تھا پھر ایسی حالت ہوگئی کہ اسکے واسطے نفقہ نرہا تو عورت کو اختیار ہوگا کہ جس حالت پر بروز طلاق تھی اسی حالت پر عود کرجاوے اور نفقہ لے - اور ہر عورت جسکے واسطے بروز طلاق نفقہ نہ تھا تو اُسکے واسطے پھر نفقہ نہوگا سواے ناشزہ کے یہ بدائع مین ہے - ایک مرد نے ایک باندی سے نکاح کیا اور ہنوز اُسکے مولی نے اسکو شوہر کے ساتھ مکان مین جگہ نہ دی تھی یعنی شوہر کے ساتھ رہنے کی اجازت نہ دی تھی کہ مرد مذکور نے اسکو طلاق رجعی دیدی تو مولی کو اختیار ہوگا کہ اسکے شوہر سے کہے کہ تو کسی مکان کو لیکر اسکو اپنے ساتھ رکھ اور اُسکو نفقہ دے - اور اگر طلاق بائن ہو تو مولی کو اُسکے اور اُسکے شوہر کے درمیان تخلیہ کردینے کا اختیار نہین ہے اور باندی اپنے شوہر سے نفقہ کا مطالبہ نہین کرسکتی ہے اور یہی صحیح ہے اسواسطے کہ وہ قبل طلاق بائن کے شوہر کے ساتھ جگہ دیے جانے کی مستحق نفقہ نہ تھی پس بعد طلاق بائن کے مستحق نفقہ نہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے - اور اگر شوہر نے اسکو طلاق رجعی دیدی پھر مولی نے اسکو آزاد کردیا تو اس باندی کو اختیار ہوگا کہ اپنے شوہر سے مطالبہ کرے کہ اسکو کسی مکان مین رکھے اور اسکو نفقہ دے اسواسطے کہ اب وہ اپنے نفس کی مالکہ ہوگئی ہے اور اگر طلاق بائن ہو تو شوہر اُسکے ساتھ ایک گھر مین تخلیہ مین نہین رہ سکتا ہے اور وہ شوہر کو سکنی کے واسطے ماخوذ نہین کرسکتی ہے اور آیا نفقہ کے واسطے ماخوذ کرسکتی ہے تو صحیح یہ ہے کہ نفقہ کے واسطے بھی مواخذہ نہین کرسکتی ہے - اور اگر مولی نے اپنی ام ولد کو جو دوسرے کے نکاح مین ہے آزاد کردیا تو اسکو عدت کا نفقہ نہ ملیگا اور اسی طرح اگر مولی مرگیا کہ وہ آزاد ہوگئی بسبب موت مولی کے تو میت کے ترکہ سے اسکے واسطے نفقہ لازم نہوگا اور اُسکے پیٹ سے مولی کا کوئی لڑکا ہو تو ام ولد کا نفقہ اس لڑکے کے حصہ سے ہوگا یہ محیط مین ہے - امام خصاف رح نے اپنی کتاب النفقات مین فرمایا ہے کہ اگر کسی مرد کو اُسکی عورت قاضی کے پاس لائی اور نفقہ کا مطالبہ کیا اور مرد نے قاضی سے کہا کہ مین اسکو ایکسال سے طلاق دے چکا ہون اور اسکی عدت اس مدت مین گذر گئی اور عورت نے طلاق سے انکار کیا تو قاضی اس مرد کا قول قبول نہ کریگا اور اگر اس مرد کے واسطے دو گواہون نے گواہی دی کہ جنکی عدالت کو قاضی نہین جانتا ہے تو اس مرد کو حکم دیگا کہ اس عورت کو نفقہ دے پھر اگر گواہون کی تعدیل ہوگئی یا عورت نے اقرار کیا کہ اسکو تین حیض اسی سال مین

آ گئے ہین تو عورت کے واسطے اس مرد پر کچھ نفقہ نہوگا پس اگر عورت نے اس سے کچھ نفقہ بین لیا ہو تو اسکو واپس دیگی یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر عورت نے کہا کہ مین اس سال مین حائضہ نہین ہوئی تو نفقہ کے واسطے قول عورت ہی کا قبول ہوگا پس اگر شوہر نے کہا کہ یہ مجھے خبر دے چکی ہی کہ میری عدت گذر گئی تو شوہر کا قول اُسکے نفقہ باطل کرنے کے حق مین قبول نہوگا یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر دو گواہون نے ایک مرد پر گواہی دی کہ اُسنے اپنی جورو کو تین طلاق دیدی ہین اور عورت طلاق کا دعوی کرتی ہی یا انکار کرتی ہی تو جب تک قاضی ان گواہون کی عدالت دریافت کرنے مین مشغول رہے تب تک مرد کو حکم دیگا کہ اس عورت کے پاس نہ جاوے اور اُسکے ساتھ خلوت نہ کرے مگر اس صورت مین قاضی اس عورت کو اُسکے شوہر کے گھر سے باہر نکریگا اسکو جامع مین صریح بیان فرمایا ہی ولیکن یہ کریگا کہ اس عورت کے ساتھ ایک عورت امینہ رکھ دیگا تاکہ شوہر کو اُسکے پاس نہ آنے دے اگرچہ اسکا شوہر مرد عادل ہو اور اس صورت مین امینہ عورت کا نفقہ بیت المال سے ہوگا۔ اور اگر عورت نے قاضی سے نفقہ طلب کیا حالانکہ یہ عورت کہتی ہی کہ مجھے اُسنے طلاق دی ہی یا کہتی ہی کہ نہین دی ہی یا کہتی ہی کہ مین نہین جانتی ہون کہ مجھے طلاق دی ہی یا نہین تو اسمین دو صورتین ہین اگر شوہر نے اُسکے ساتھ دخول نہ کیا ہو تو قاضی اُسکے واسطے نفقہ کا حکم نہ دیگا اور اگر شوہر نے اُس سے دخول کیا ہی تو قاضی اُسکے واسطے تھوڑا تھوڑا نفقہ عدت کے حکم دیدیگا یہانتک کہ گواہون کا حال دریافت کرے پھر اگر گواہون کا حال دریافت ہونے مین دیر ہوئی یہانتک کہ عدت گذر گئی تو قاضی اس عورت کو واسطے نفقہ عدت سے زیادہ کچھ نہ دلاویگا پھر بعد اسکے اگر گواہون کی تعدیل ہو گئی اور دونون مین تفریق کر دیگئی تو جو کچھ اُسنے نفقہ مین لیا ہی وہ اُسکے واسطے مسلم رہا اور اگر گواہون کی تعدیل نہوئی تو عورت نے جو کچھ نفقہ لیا ہی اسکو واپس کر دینا واجب ہوگا یہ محیط مین ہی اور اگر شوہر نے اسکو بطریق اباحت دیا ہو تو اس سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی ایک عورت نے ایک مرد پر نکاح کے گواہ قائم کیے تو جب تک گواہون کا حال دریافت کیا جاوے تب تک اسکے واسطے کچھ نفقہ نہ دلایا جائیگا اور اگر قاضی نے کوئی مصلحت دیکھکر عورت کے واسطے نفقہ مقرر کرنا چاہا تو یون کہنا چاہیے کہ اگر تو اسکی جورو ہی تو مین نے تیرے واسطے اس مرد پر ماہواری اس اس قدر مقرر کر دیا اور اسپر گواہ کر لے پھر اگر ایک مہینہ گذرا حالانکہ عورت نے قرضہ لیکر خرچ کیا ہی اور گواہون کی تعدیل ہو گئی تو عورت اس سے اپنا نفقہ سب لے لیگی جبکہ اُسکے واسطے قرض لیا گیا ہی۔ اور اگر شوہر نکاح کا مدعی ہو اور عورت انکار کرتی ہو پس شوہر نے اسپر گواہ قائم کیے تو بعد ثبوت نکاح کے اس عورت کے واسطے کچھ نفقہ اس مدت گذشتہ تک کا نہوگا۔ دو بہنون مین سے ہر ایک دعوی کرتی ہی کہ اس مرد نے مجھسے نکاح کیا ہی اور وہ انکار کرتا ہی پھر دونون نے نکاح و دخول کے گواہ قائم کیے تو جبتک گواہون کا حال دریافت کیا جاوے تب تک کے واسطے دونون کو ایک عورت کا نفقہ ملیگا امام خصاف نے اسکی تصریح کر دی ہی۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے ایک مہینہ تک نفقہ لیا پھر دو گواہون نے گواہی دی کہ یہ عورت اس مرد کی رضاعی بہن ہی تو دونون مین تفریق کر دیجائیگی اور جو کچھ عورت نے لیا ہی وہ شوہر کو واپس کر دیگی یعنی شوہر اس سے لے لیگا یہ ظہیریہ مین ہی

فصل چہارم نفقہ اولاد کے بیان مین

صغیر اولاد کا نفقہ اُنکے باپ پر ہی کہ اسمین کوئی اسکے ساتھ شریک نہ کیا جائیگا یہ جوہرۃ نیرہ مین ہی۔ اگر صغیر بچہ دودھ پیتا ہوا ہو پس اگر اسکی مان اُسکے باپ کے نکاح مین ہو اور یہ بچہ دوسری عورت کا دودھ لیتا ہی تو اسکی مان اسکے دودھ پلانے پر مجبور نہ کیجائیگی۔ اور اگر بچہ مذکور دوسری عورت کا

جب ... ابا ... ۱۲ مہینہ

دودھ نہیں لیتا ہو تو شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ ظاہر الروایہ کے موافق اس صورت میں بھی ماں دودھ پلانے پر مجبور نہ کیجائیگی اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ مجبور کیجائیگی اور اسمیں کچھ اختلاف ذکر نہیں فرمایا اور اسی پر فتوی ہے اور اگر باپ کا یا بچہ کا کچھ مال نہو تو اُسکی ماں اُسکے دودھ پلانے پر بالاجماع مجبور کیجائیگی کذا فی فتاوی قاضیخان اور یہی صحیح ہے۔ اور درحالیکہ صغیرہ کی دودھ پلانے والی سوائے اسکی ماں کے دوسری عورت ممکن ہو تو باپ پر اسکا دودھ پلوانا یعنی باجرت واجب ہی واجب ہے کہ جب صغیر کا کچھ مال نہو اور اگر ہوگا تو دودھ پلوائی کا خرچ اسی صغیر کے مال سے دیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور صغیر کا باپ ایسی عورت دودھ پلائی کو تلاش کریگا جو صغیر کی ماں کے پاس دودھ پلایا کرے اور یہ اسوقت ہے کہ جب اسکی دودھ پلانے والی پائی جاوے یعنی ممکن ہوا اور اگر ممکن نہو تو اسکی ماں دودھ پلانے پر مجبور کیجائیگی اور بعض نے فرمایا کہ ظاہر الروایہ کے موافق اُسکی ماں دودھ پلانے پر مجبور نہ کیجائیگی مگر اول قول کی طرف امام قدوری اور شمس الائمہ سرخسی نے میل کیا ہے یہ کافی میں ہے۔ اور دودھ پلائی سے اگر شرط نہ کر لی گئی ہو تو اسپر واجب نہیں ہوگا کہ وہ بچہ کے ساتھ اسکی ماں کے گھر میں رہے درحالیکہ بچہ اُسوقت اُس سے مستغنی ہے اور اگر دودھ پلائی نے اس امر سے انکار کیا کہ اسکی ماں کے پاس دودھ پلاوے اور عقد اجارہ میں یہ شرط نہیں قرار پائی تھی کہ بچہ کی ماں کے پاس دودھ پلاویگی تو دودھ پلائی کو اختیار ہوگا کہ بچہ کو اپنے گھر لیجاوے اور وہیں دودھ پلاوے یا کہے کہ بچہ کو اُسکی ماں کے گھر کے دروازے لاؤ کہ وہاں دودھ پلا دے پھر اُسکی ماں کے پاس کردیا جاوے۔ اور اگر باہم شرط کر لی ہو کہ دودھ پلائی اُسکو اُسکی ماں کے پاس دودھ پلاویگی تو اس دودھ پلائی پر واجب ہوگا کہ جو اُسنے شرط کی ہے اُسکو وفا کرے یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کسی کی باندی یا ام ولد اس سے بچہ جنی تو اسکو اختیار ہوگا کہ بچہ کے دودھ پلانے کے واسطے اسپر جبر کرے اسواسطے کہ اسکا دودھ اور اُسکے منافع اسی مولے کے ہیں اور اگر مولی نے چاہا کہ بچہ کسی دوسری دودھ پلائی کو دے اور اُسکی ماں نے چاہا کہ خود دودھ پلاوے تو اختیار مولی کو ہے یہ سراج وہاج میں ہے امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے بچہ کے لیے ایک مہینہ کے واسطے دودھ پلائی اجرت پر رکھی پھر جب مدت گذر گئی تو اُسنے دودھ پلائی کی نوکری سے انکار کیا حالانکہ یہ بچہ اُسکے سوائے دوسری کا دودھ نہیں لیتا ہے تو یہ عورت اجارہ باقی رکھنے اور نوکری کرنے پر مجبور کیجائیگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر اپنی زوجہ یا اپنی معتدہ طلاق رجعی کو اُسکے فرزند کے دودھ پلانے کے واسطے اجارہ پر مقرر کیا تو نہیں جائز ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر اُسنے اپنی جورو کو طلاق بائن دیدی یا تین طلاق دیدیں پھر عدت میں اسکو اسی کے فرزند کے دودھ پلانے پر اجارہ لیا تو وہ اجرت کی مستحق ہوگی یہ ابن زیاد کی روایت ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور اگر مطلقہ رجعی کی عدت گذر گئی پھر اسکو اُسی کے فرزند کے دودھ پلانے کے واسطے اجارہ پر لیا تو جائز ہے۔ اور اگر بچہ کے باپ نے کہا کہ میں اس عورت کو اجارہ پر نہیں مقرر کرتا ہوں بلکہ دوسری دودھ پلائی لایا اور اس بچہ کی ماں اسی قدر اجرت پر راضی ہوئی جتنے پر یہ اجنبیہ راضی ہے یا بغیر اجرت راضی ہوئی تو بچہ کی ماں ہی دودھ پلانے کی مستحق ہوگی۔ اور اگر اسکی ماں نے زیادہ اجرت مانگی تو باپ اُسی سے دودھ پلوانے پر مجبور نہ کیا جائیگا یہ کافی میں ہے اور اگر اپنی منکوحہ یا معتدہ کو اپنے طفل کے دودھ پلانے کے واسطے جو دوسری جورو کے پیٹ سے ہے اجارہ پر مقرر کیا تو جائز ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر جورو نے اپنے شوہر سے دودھ پلائی کی اُجرت سے کسی چیز پر صلح کر لی پس اگر صلح حالت قیام نکاح یا طلاق رجعی کی عدت میں ہوئی

جائز نہیں ہی اور اگر طلاق بائن یا تین طلاق کی عدت میں ہو تو دو روایتوں میں سے ایک روایت کے موافق جائز ہی پھر اگر اُس نے کسی چیز معین پر صلح کی تو صلح جائز ہو گی اور اگر غیر معین چیز پر صلح کی تو جائز نہیں ہوا الا آنکہ اُسی مجلس میں یہ چیز اس عورت کو دیدے۔ اور ہر جس صورت میں کہ اجارہ نہیں جائز ہوا اور نفقہ واجب ہوا ہی تو شوہر کے مرجانے سے یہ اُجرت ساقط نہوگی اسواسطے کہ یہ نفقہ نہیں ہی اُجرت ہی یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور دو دھ چھڑانے کے بعد صغیر اولاد کا نفقہ قاضی اُنکے باپ پر بقدر اُسکی طاقت کے مقرر کریگا اور نفقہ اس اولاد کی ماں کو دیا جائیگا تاکہ اولاد پر خرچ کرے اور اگر ماں عورت ثقہ نہو تو دوسری کسی عورت کو دیا جائیگا کہ وہ اُنپر خرچ کرے ایک عورت کو اُسکے شوہر نے طلاق دیدی اور اُسکے پیٹ سے صغیر اولاد ہیں پس اس عورت نے کہا کہ میں نے ان اولاد کا پانچ مہینہ کا نفقہ وصول پایا ہی پھر اسکے بعد اس عورت نے کہا کہ میں نے بیس درم فقط وصول پائے تھے حالانکہ ان اولاد کا نفقہ مثل پانچ ماہ کا سو درم ہیں تو منتقی میں مذکور ہی کہ یہ اُنکے نفقہ مثل پر قرار دیا جائیگا اور عورت کے اس قول کی کہ میں نے انکا نفقہ مثل نہیں بلکہ فقط بیس درم وصول پائے ہیں تصدیق نہ کیجائیگی اور اگر عورت نے بعد اقرار وصول یابی نفقہ کے دعوے کیا کہ یہ نفقہ ضائع ہو گیا تو اُنکے باپ سے انکا نفقہ مثل پھر لے لیگی۔ ایک مرد تنگدست کا ایک لڑکا صغیر ہی پس اگر مرد مذکور کمائی کرنے پر قادر ہو تو اسپر واجب ہوگا کہ کمائی کر کے اپنے بچہ کو کھلاوے یہ فتاوے قاضی خان میں ہی۔ اور اگر مرد مذکور نے کمائی کرنے سے انکار کیا کہ کمائی کرے اور انکو کھلاوے تو وہ اس امر کے واسطے مجبور کیا جائیگا اور قید کیا جائیگا یہ محیط میں ہی۔ اور اگر مرد مذکور کمائی کرنے پر قادر نہو تو قاضی اُنکا نفقہ مفروض کر کے اُنکی ماں کو حکم دیگا کہ بمقدار مفروضہ و مقدرہ قرض لیکر انپر خرچ کرے پھر جب انکا باپ آسودہ حال ہو تو اُس سے واپس لے اور اسی طرح اگر باپ کو اس قدر ملتا ہی کہ فرزند کا نفقہ دے سکتا ہی مگر وہ نفقہ دینے سے انکار کرتا ہی تو قاضی اس مرد پر نفقہ مقرر کردیگا پھر اولاد کی ماں اس سے نفقہ وصول کر لے گی۔ اور اسی طرح اگر قاضی نے اولاد کے باپ پر نفقہ مقرر کردیا مگر اس مرد نے اولاد کو بلا نفقہ چھوڑ دیا اور قاضی کے حکم سے اولاد کی ماں نے قرضہ لیکر انپر خرچ کیا تو عورت مذکورہ اسقدر مال کو اولاد کے باپ سے لے لیگی اور باپ اپنی اولاد کے نفقہ کے واسطے اگر نہ دے تو قید کیا جائیگا اگرچہ باقی قرضوں کے واسطے قید نہ کیا جاوے اور اگر قاضی نے اولاد کا نفقہ اُنکے باپ پر مقرر کردیا مگر ماں نے اُنکے واسطے قرضہ نہ لیا اور بچوں نے لوگوں سے بھیک مانگ کر اپنی اوقات بسر کی تو عورت مذکورہ اُنکے باپ سے کچھ نہیں لے سکتی ہی اور اگر اولاد کو بھیک مانگنے سے قدر کفایت سے آدھا ملا گیا تو نصف نفقہ اُنکے باپ کے ذمہ سے ساقط ہو گا اور باقی نصف کے واسطے قرضہ لینا صحیح ہو گا۔ اور اسی طرح اگر سوائے اولاد کے اور محارم کا نفقہ کسی شخص پر فرض کیا گیا اور اُنھوں نے لوگوں سے بھیک مانگ کر اپنی گذر کی تو جسقدر انکا نفقہ فرض کیا گیا ہی اس سے کچھ نہیں لے سکتے ہیں یہ فتاوے قاضیخان میں ہی۔ اور اگر قاضی نے نفقہ اولاد اُنکے باپ پر فرض کیا اور انکی ماں کو قرضہ لیکر انپر خرچ کرنے کا حکم دیدیا پس عورت مذکورہ نے قرضہ لیکر انپر خرچ کیا حتی کہ اسکے واسطے یہ استحقاق حاصل ہوا کہ انکے باپ سے واپس لے پھر باپ قبل ادا کرنے کے مرگیا پس آیا اس عورت کو یہ اختیار ہی کہ اُسکے ترکہ میں سے اگر مال اسنے چھوڑا ہو لے لیوے یا نہیں تو اصل میں مذکور ہی کہ ترکہ میں سے لے سکتی ہی اور یہی صحیح ہی اور اگر قاضی نے

بلا فرض کیا گیا ۱۲ منہ

عورت کو قرضہ لینے کا حکم نہ دیا ہو مگر عورت نے قرضہ لیکر اپنے خرچ کیا پھر اسکا باپ قبل اسکے کہ عورت کو ادا کرے مرگیا تو بالاتفاق اگر اسنے مرنے کے ترکہ میں مال چھوڑا ہو تو عورت مذکورہ اسمیں سے بالقدر قرضہ کچھ نہیں لے سکتی ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور دودھ چھڑانے کے بعد بچہ کا نفقہ اگر اسکا کچھ مال ہو تو اسکے مال سے ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مال صغیر ہو مگر غائب ہو تو باپ کو حکم دیا جائیگا کہ اسکو نفقہ دے پھر اسکے مال سے واپس لے اور اگر باپ نے بدون حکم قاضی اسکو نفقہ دیا تو اسکے مال سے واپس نہیں لے سکتا ہے الا اس صورت میں کہ باپ نے نفقہ دیتے پر گواہ کر لیے ہوں کہ میں اسکو نفقہ دیتا ہوں بشرطیکہ اسکے مال سے واپس لونگا اور فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ باپ کو واپس کر لینے کی گنجائش ہے اگرچہ اُسنے گواہ نہ کر لیے ہوں بشرطیکہ دیتے روز اسکی نیت یہ ہو کہ میں واپس لونگا مگر قضاءً بدون اس صورت کے کہ گواہ کر لیے ہوں واپس نہیں لے سکتا ہے یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر صغیر کا مال عقار یا چارپائے یا کپڑے ہوں اور اُسکے نفقہ میں اُنکے فروخت کی ضرورت پڑی تو باپ کو اختیار ہے کہ یہ سب جو کچھ ہو فروخت کرے اور اسکے نفقہ میں خرچ کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک صغیر کا باپ تنگدست ہے اور دادا مالدار ہے اور صغیر کا مال ہے مگر غائب ہے تو دادا کو حکم دیا جائیگا کہ اسکو نفقہ دے اور یہ مال اسکے باپ پر قرضہ ہوگا پھر باپ اس قرضہ کو مال صغیر سے واپس لیگا اور اگر صغیر کا کچھ مال نہ ہو تو یہ اسکے باپ پر قرضہ ہوگا کذا فی فتاوی قاضی خان وکذا فی القدوری اور صحیح مذہب یہ ہے کہ فقیر باپ مثل مردے شمار ہے یعنی ایسی صورت میں نفقہ اسکے دادا پر واجب ہوگا اور دادا پر نفقہ واجب ہونے کے حق میں باپ فقیر میت میں شمار ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر باپ اپاہج ہو اور صغیر کا کچھ مال نہیں ہے تو نفقہ کا حکم دادا پر دیا جائیگا اور دادا اسکو کسی سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اسی طرح اگر صغیر کی ماں خوشحال ہو یا نانی خوشحال ہو اور باپ تنگدست ہو تو اس عورت کو حکم دیا جائیگا کہ اس صغیر کو نفقہ دے اور یہ اسکے باپ پر قرضہ ہوگا بشرطیکہ باپ اپاہج نہ ہو اور اگر اپاہج ہوگا تو اسپر کچھ واجب نہ ہوگا اور کافر پر اپنے ولد صغیر مسلمان کے نفقہ دینے کے واسطے جبر کیا جائیگا اور اسی طرح مسلمان پر اپنے فرزند کافر صغیر کے نفقہ دینے کے واسطے جبر کیا جاویگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور صغیر کی ماں بہ نسبت اور اقارب کے تحمل نفقہ کے واسطے مقدم ہے چنانچہ اگر باپ تنگدست ہو اور ماں مالدار ہو اور صغیر کا دادا بھی مالدار ہے تو ماں کو حکم دیا جائیگا کہ اپنے مال سے اسکے نفقہ میں خرچ کرے پھر اسکے باپ سے واپس لیگی اور دادا کو یہ حکم نہ دیا جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر ماں نے اولاد کو بقدر نصف کفایت کے دیا تو باپ سے اسی قدر واپس لیگی یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر اولاد کے باپ تنگدست کا بھائی مالدار ہو تو بھائی کو حکم دیا جائیگا کہ اپنے بھائی کی اولاد کو نفقہ دے پھر اولاد کے باپ سے واپس لیگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اولاد نرینہ جب اس حد تک پہنچ جاوے کہ کمائی کر سکے حالانکہ فی ذاتہ وہ لائق نہ ہو تو باپ کو اختیار رہیگا کہ انکو کسی کام میں دیدے تاکہ وہ کماویں یا انکو اجارہ دیدے پھر انکی اجرت و کمائی سے انکو نفقہ دے۔ اور اولاد اناث لڑکی مونث کے حق میں باپ کو اختیار نہیں ہے کہ انکو کسی کار یا خدمت کے واسطے مزدوری پر دیدے یہ خلاصہ میں ہے۔ پھر نرینہ اولاد کو اگر کسی کار میں سپرد کر دیا اور انھوں نے مال کمایا تو باپ انکی کمائی لیکر انکی ذات پر انہیں سے خرچ کریگا اور جو انکے خرچ سے باقی رہیگا وہ انکے واسطے حفاظت سے رکھ چھوڑیگا یہاں تک کہ وہ بالغ ہوں جیسے اور املاک

کی بابت حکم ہو اور اگر باپ مبذر و مسرف ہو یعنی بیجا خرچ کنندہ ہو کہ وہ امانت داری کے لائق نہ سمجھا جاوے تو قاضی
یہ مال اسکے ہاتھ سے لیکر اپنے امین کے پاس رکھیگا کہ جب وہ بالغ ہو جاوین تو انکو سپرد کردیگا یہ محیط مین ہے۔ اور
امام حلوائی نے فرمایا کہ اگر پسر بزرگون کی اولاد سے ہو اور اسکو لوگ مزدوری پر نہ لیتے ہون تو وہ عاجز ہے اور
ایسے ہی طالب علم لوگ اگر کمائی سے عاجز ہون کہ اسکی طرف راہ نہ پاتے ہون تو انکے باپون کے ذمہ سے انکا
نفقہ ساقط نہوگا بشرطیکہ وہ علوم شرعیہ حاصل کرتے ہون نہ یہ کہ خلافیات رکیکہ و ہزلیات فلاسفہ کی تحصیل مین
مشغول ہون حالانکہ ایسے ہین کہ علوم شرعی کی اہلیت رکھتے ہین پس باپ کے ذمہ سے انکا نفقہ ساقط ہے اور
اگر ایسا نہو تو باپ کے ذمہ نفقہ واجب نہوگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ اور اناث یعنی لڑکیون کا نفقہ انکے باپون پر
مطلقاً واجب ہے جب تک انکا نکاح نہو جاوے بشرطیکہ انکا خود کچھ مال نہو یہ خلاصہ مین ہے۔ اور پسر اولاد بالغ
کا نفقہ باپ پر واجب نہین ہے الا اس صورت مین کہ پسر بسبب لنجے ہونے یا کسی مرض کے کمائی سے عاجز ہوا ور
جو کام کر سکتا ہے مگر اچھا نہین کر سکتا ہے اب کرتا ہے وہ بمنزلہ عاجز کے ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور پسر کی جورو
کا نفقہ بھی باپ پر لازم ہے بشرطیکہ پسر فقیر ہو یا لنجا ہو اس وجہ سے کہ بیوی کا نفقہ بھی اسکے نفقہ مین داخل ہے اور بسوط مین
مذکور ہے کہ پسر کی زوجہ کو نفقہ دینے کے واسطے باپ پر جبر نہین کیا جا سکتا ہے یہ اختیار شرح مختار مین ہے مرد بالغ اگر
لنجا ہو یا اسکو گنٹھیا ہو یا دونون ہاتھ شل ہون کہ اپنے کام نہین کر سکتا ہے یا معتوہ ہو یا مفلوج ہو پس اگر اسکا
کچھ مال ہو تو نفقہ اسکے مال سے واجب ہوگا اور اگر نہو اور اسکا باپ مالدار اور مان مالدار ہو تو اسکا نفقہ باپ
پر واجب ہوگا اور جب اسنے قاضی سے درخواست کی کہ میرے واسطے میرے باپ پر نفقہ فرض کر دے تو قاضی
اسکی درخواست کو قبول کر کے فرض کریگا اور جو کچھ وہ باپ پر فرض کریگا باپ اسی پسر بالغ کو دیدیگا یہ محیط مین
ہے۔ اور اگر شوہر سے اسکی عورت نے اولاد صغیر کے نفقہ سے صلح کر لی تو صحیح ہے خواہ اولاد کا باپ تنگدست ہو
یا خوشحال ہو پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ جس پر صلح واقع ہوئی اگر وہ انکے نفقہ سے زائد ہو تو اس مین دو صورتین ہین اگر
اسقدر زائد ہو کہ لوگ اپنے اندازکرنے مین ایسا خسارہ اٹھا جاتے ہین یعنی اس طور کہ وہ اندازہ کرنیوالون کی
اندازے کے اندر داخل ہو کہ جو بقدر کفایت نفقہ کا اندازہ کرین تو ایسی زیادتی عفو ہے اور اگر زیادتی ایسی زائد
ہو کہ اندازہ کرنے والون کے اندازہ مین داخل نہو بلکہ زائد ہو تو ایسی زیادتی شوہر کے ذمہ سے طرح دیجائیگی
اور اگر صلح کم مقدار پر ہو اور کمی ایسی ہو کہ انکے نفقات بیوی کافی نہو سکے تو مقدار مین بقدر انکی کفایت کے
بڑھا دیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر کوئی مرد غائب ہو اور اسکا مال موجود و حاضر ہو تو قاضی انھین مین کسی
کو خرچ کر لینے کا حکم نہ دیگا الا چند لوگون کو اور وہ یہ ہین مان و باپ اور اولاد صغیر فقیر خواہ مذکر ہون مؤنث
ہون اور اولاد کبیر مین سے ایسے مذکر دن کو جو فقیر ہین اور کسب سے عاجز ہین اور اولاد کبیر مؤنثون کو اور زوجہ
کو۔ پھر اگر مال ان لوگون کے پاس حاضر ہو اور نسب معروف ہو یا قاضی کو معلوم ہو تو قاضی انکو اس
مال سے خرچ کر لینے کا حکم دیدیگا اور اگر قاضی کو نسب معلوم نہو اور بعض نے انمین سے چاہا کہ قاضی کے حضور
مین بذریعہ گواہون کے ثابت کرے تو اسکی طرف سے گواہ مقبول نہونگے اور نیز اگر مال ان لوگون کے
پاس حاضر نہو بلکہ کسی کے پاس ودیعت ہو اور وہ اقرار کرتا ہے تو بھی ان لوگون کو قاضی حکم دے سکا

کر اسمین سے خرچ کرین - اسی طرح اگر اسکا مال کسی پر قبضہ ہو اور وہ اقرار کرتا ہو تو بھی یہی حکم ہے - اور اگر ودیعت والا یا قرضدار منکر ہو اور ان لوگون نے چاہا کہ ہم بذریعہ گواہون کے ثابت کرین تو قاضی گواہون کی سماعت نکریگا - اور یہ سب اسوقت ہے کہ مال مذکور از جنس نفقہ ہو یعنی درم و دینار و اناج وغیرہ یہ بدائع مین ہے - اور اگر غائب کا مال اُسکے والدین یا فرزند یا زوجہ کے پاس ہو اور وہ از جنس نفقہ ہو جسکے یہ لوگ مستحق ہین پس انھون نے اسمین سے خرچ کر لیا تو جائز ہے اور ضامن نہونگے - اور اگر انکے سوا دوسرے کے پاس ہو اور اُسنے قاضی کے حکم سے ان لوگون کو دیا کہ انھون نے اپنے نفقہ مین خرچ کیا تو دینے والا ضامن نہوگا اور اگر اُسنے بغیر حکم قاضی دیدیا تو ضامن ہوگا - اور یہ اسوقت ہے کہ جو غائب چھوڑ گیا ہے وہ انکے حق کی جنس سے ہو اور اگر انکے حق کی جنس سے نہو اور انھون نے چاہا کہ اپنے نفقات کے واسطے اسمین سے کوئی چیز فروخت کرین تو بالاجماع سوا سے فرزند محتاج کے اور کوئی اس غائب کے عقار یا عروض کو نفقہ کے لیے فروخت نہین کر سکتا ہے مگر محتاج باپ کو استحسانًا اختیار ہے کہ اسکے مال منقولہ کو اپنے نفقہ کے واسطے فروخت کرے لیکن عقار کو فروخت نہین کر سکتا ہے الا اس صورت مین کہ ولد غائب صغیر ہو یہ قول امام ابو حنیفہ کا کتاب الاقضیہ مین مذکور ہے - اور اسپر اجماع ہے کہ جسپر نفقہ واجب ہے جب وہ حاضر ہو تو کسی کو اُسکے عقار یا عروض کے بیچنے کا اختیار نہین ہے یہ محیط مین ہے اور اگر باپ مرگیا اور بہت قسم کا مال چھوڑا اور اولاد صغیر چھوڑی تو اولاد کا نفقہ انکے حصون مین سے ہوگا اور اسیطرح ہر مستحق نفقہ جو وارث ہو اُسکا نفقہ اُسکے حصۂ میراث مین سے ہوگا اور اسی طرح میت کی جورو کا نفقہ بھی اُسکے حصۂ میراث سے ہوگا خواہ وہ حاملہ ہو یا نہو اور بعد اسکے دیکھا جائیگا کہ اگر میت نے کسی شخص کو وصی مقرر کیا ہے تو وصی ان اولاد صغار کو انکے حصون سے نفقہ دیگا اور اگر کسی کو وصی نہین کیا ہے تو قاضی بلحاظ وسعت و تنگی مال کے ان اولاد صغار مین سے ہر ایک کے واسطے اُسکی حاجت کے قدر نفقہ مقرر کر دیگا - اور صغیر کے واسطے خادم خرید دیگا اگر اُسکی ضرورت ہوگی اسواسطے کہ یہ بھی منجملہ اسکے مصالح کے ہے اور ایسے ہی ہر چیز کا حکم جو اسکے مصالح سے ہو یہی ہے کہ قاضی اس صغیر کے واسطے اسکے حصہ سے خرید دیگا - اور اگر میت نے کسی کو وصی نہین کیا اور اسکی اولاد صغار و کبار دونون ہین تو انمین سے ہر ایک کا نفقہ اُسکے حصۂ میراث سے ہوگا جیسا کہ ہمنے بیان کیا ہے اور قاضی اسکے مال مین ایک وصی مقرر کر دیگا اور اگر شہر مین کوئی قاضی نہو اور کبیر اولاد نے صغیر اولاد کو انکے حصون مین سے نفقہ دیا تو اس نفقہ سے وہ لوگ ضامن ہونگے اور یہ حکم قضاءً ہے ورنہ فیما بینہم و بین اللہ تعالے ضامن نہونگے یہ ذخیرہ مین ہے - اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ دو شخص سفر مین تھے پس ایک پر بیہوشی طاری ہو گئی اور دوسرے نے اس بیہوش کے مال سے اُسی کی حاجت مین صرف کیا تو استحسانًا ضامن نہوگا اور اسی طرح اگر ایک مرگیا اور دوسرے نے اُسی کے مال سے اُسکی تجہیز و تکفین کر دی تو بھی استحسانًا ضامن نہوگا اسی طرح ماذون غلامون کا حکم ہے کہ اگر اور شہرون مین ہون اور انکا مولی مرگیا پس انھون نے راہ مین خرچ کیا تو ضامن نہونگے مگر قضاءً ضامن ہونگے یہ خلاصہ مین ہے - اور اگر اولاد کبیر نے اولاد صغیر کو نفقہ دیا پھر اسکا اقرار نہ کیا اور جسقدر ان صغیر کا حصہ باقی ہے اسی کا اقرار کیا تو امید ہے کہ ان اولاد کبار پر کچھ لازم نہ آوے - اور اسی طرح اگر کوئی مرگیا اور کسی کو وصی نہین کیا اور اُسکی اولاد صغار موجود ہے اور اسکا کچھ مال دوسرے کے پاس ودیعت ہے تو قضاءً اسکو یہ اختیار

نہیں ہی کہ مودع کی اولاد مذکور کو اسمین سے نفقہ دے اور مال میت سے محسوب کرے اور اگر اسنے مال میت سب انکو
نفقہ مین دیا پھر قسم کھائی کہ مجھپر میت کا کچھ مال نہیں ہی تو مجھے امید ہی کہ آخرت مین اُس سے مواخذہ نہوگا یہ
وجیز کردری مین ہی فصل پنجم نفقہ ذوی الارحام کے بیان مین ہی۔ فرمایا کہ مالدار بیٹا اپنے محتاج والدین کو نفقہ
دینے کے واسطے مجبور کیا جائیگا خواہ دونون مسلمان ہون یا ذمی ہون خواہ دونون کمائی کرنے پر قادر ہون یا
قادر نہون بخلاف اسکے اگر اُسکے والدین حربی ہون کہ امان لیکر دار الاسلام مین آئے ہون تو یہ حکم نہین ہی اور
مالدار بیٹے کے ساتھ والدین کو نفقہ دینے مین کوئی شریک نہ کیا جائیگا یہ عتابیہ مین ہی۔ اور امام ابو یوسف رحمہ
سے روایت ہی اسمین مذکور ہی کہ مالدار ہونا یہ ہی کہ مالک نصاب ہو اور اسی پر فتوی ہی اور نصاب سے وہ نصاب
مراد ہی جسکے ہونے پر صدقہ سے محروم ہوتا ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر ذکور و اناث مختلط ہون یعنی اولاد مین کور
مالدار و اناث مالدار ہون تو والدین کا نفقہ دونون فریق پر برابر ہوگا یہ ظاہر الروایۃ مین ہی اور اسی کو فقیہ ابو اللیث
نے لیا ہی اور اسی پر فتوی دیا جاوے یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور اگر فقیر کے دو پسر ہون ایک بنسبت دوسرے
کے زیادہ مالدار ہو اور دوسرا فقط نصاب کا مالک ہو تو اسکا نفقہ ان دونون پر یکسان واجب ہوگا اور اگر
دونون مین سے ایک مسلمان ہو اور دوسرا ذمی ہو تو بھی نفقہ دونون پر مساوی ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی
شمس الائمہ نے کہا کہ ہمارے مشائخ کا قول ہی کہ دونون پر نفقہ جب ہی برابر ہوگا کہ جب دونون کی مالداری مین
خفیف تفاوت ہو اور اگر دونون مین بہت تفاوت کھلا ہوا ہو تو واجب ہی کہ دونون پر حسب قدر نفقہ مفروض کیا
جاوے اسمین بھی تفاوت ہو یہ ذخیرہ مین ہی پھر جب قاضی نے دونون پر نفقہ مقرر کر دیا پھر دونون مین سے ایک نے
باپ کو نفقہ دینے سے انکار کیا تو قاضی دوسرے کو حکم دیگا کہ پورا نفقہ اپنے باپ کو دے اور پھر بقدر حصہ دوسرے کے
جسنے نہین دیا ہی اس سے واپس لے۔ اور اگر کسی مرد کی جو تنگدست و محتاج ہی زوجہ ہو اور یہ اُسکے پسر بالغ مالدار کی ماں
نہین ہی تو پسر مذکور اپنے باپ کی جورو کو نفقہ دینے پر مجبور نہ کیا جائیگا اسی طرح اگر باپ کی ام ولد ہو یا باندی ہو تو بھی
انکو نفقہ دینے پر وہ مجبور نہ کیا جائیگا الا اس صورت مین کہ باپ مریض یا ایسا ضعیف ہو کہ اپنی ذاتی خدمت مین کسی
خادمہ کا محتاج ہو جو اسکے کام ضروری کو سر انجام دے اور اسکی خدمت کرے تو ایسی صورت مین پسر مذکور اُسکی خادمہ
کے نفقہ دینے پر مجبور کیا جائیگا خواہ یہ خادمہ اسکی منکوحہ ہو یا باندی ہو یہ محیط مین ہی۔ اگر باپ محتاج فقیر ہو
اور اسکی اولاد صغیر محتاج ہون اور پسر کبیر مالدار ہو تو یہ بیٹا اپنے باپ اور اُسکی اولاد صغار کے نفقہ دینے
پر مجبور کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور ماں اگر فقیرہ ہو تو پسر پر اسکا نفقہ لازم ہی اگرچہ خود تنگدست
ہو اور ماں لیتی نہو۔ اور اگر پسر کو صرف اسقدر استطاعت ہو کہ والدین مین سے ایک کو نفقہ دے سکتا ہو
دونون کو نہین دے سکتا ہی تو ماں اس نفقہ کی زیادہ مستحق ہی یعنی اسی کو دیا جائیگا۔ اور اگر کسی مرد کا باپ
و صغیر بیٹا ہو اور وہ فقط ایک کے نفقہ دینے کی استطاعت رکھتا ہی تو بیٹے ہی کو دیگا۔ اور اگر اسکے والدین
ہون اور وہ انمین سے کسی کے نفقہ دینے کی استطاعت نہین رکھتا ہی تو جو کچھ وہ کھاوے اسکے ساتھ یہ بھی
کھاوینگے۔ اور اگر بیٹا مالدار ہی اور باپ کو زوجہ کی ضرورت ہی تو پسر پر واجب ہی کہ اُسکا نکاح کر دے یا اسکے
واسطے باندی خرید دے۔ اور اگر باپ کی دو زوجہ یا زیادہ ہون تو پسر مالدار پر فقط ایک زوجہ کا نفقہ واجب ہوگا کہ جسکو

وہ باپ کو دیدیگا پھر باپ اسقدر نفقہ کو ان سب پر تقسیم کر دیگا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے - امام ابو یوسف رح نے فرمایا
کہ اگر پسر فقیر کماتا ہو اور باپ لنجا ہو تو وہ بیٹے کے روزینہ میں بطور معروف شریک ہو جائیگا اسواسطے کہ اگر
وہ شریک نہوا تو باپ کے حق میں تلف کا خوف ہے اور امام خصاف رحمہ اللہ نے ادب القاضی میں ذکر فرمایا ہے
کہ اگر باپ فقیر ہوا اور کما نہ سکتا ہو اور بیٹا فقیر کماؤ ہو پس باپ نے قاضی سے کہا کہ میرا بیٹا اسقدر کماتا ہے کہ مجھے اسمیں سے
نفقہ دے سکتا ہے تو قاضی اسکے بیٹے کی کمائی کو دیکھیگا پس اگر اسکی کمائی میں اسکے روزینہ سے زیادتی ہو تو بیٹا
اسمیں سے باپ کو نفقہ دینے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر اسکے روزینہ سے زیادتی نہو تو پسر پر کچھ واجب نہیں ہے - اور یہ
حکم قضائی ہے اور براہ دیانت پسر کو حکم دیا جائیگا کہ کھلا دے - اور یہ حکم اسوقت ہے کہ بیٹا تنہا ہو اور اگر جورو اور
چھوٹے بچے ہوں تو پسر پر جبر کیا جائیگا کہ باپ کو بھی انہیں داخل کرے اور مثل اپنے ایک عیال کے قرار دے مگر
اس امر پر مجبور نہ کیا جائیگا کہ باپ کو علیحدہ کچھ دیا کرے اور اگر باپ کماؤ ہو تو آیا پسر کو اسکے واسطے نفقہ دینے کا حکم
کیا جائیگا یا نہیں تو اسمیں اختلاف کیا گیا ہے اور بعض نے فرمایا ہے کہ جبر کیا جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے - اور دادا
کے حق میں استحقاق نفقہ کے واسطے بنا بر ظاہر الروایہ کے فقط فقر کا اعتبار ہے اور کچھ نہیں جیسا کہ باپ کے
حق میں ہے اور نانا مثل دادا کے ہے اور ایسے ہی دادیاں و نانیاں مستحق نفقہ ہیں اور دادی و نانی کے حق میں
بھی استحقاق نفقہ کے لیے وہی معتبر ہے جو دادا نانا کے حق میں ہے یہ محیط میں ہے اور نفقہ ہر ذی رحم محرم کے
واسطے ثابت و واجب ہے بدین شرط کہ وہ صغیر فقیر ہو یا عورت بالغہ فقیرہ ہو یا مرد فقیر لنجا ہو یا اندھا ہو پس یہ نفقہ
بحساب قدر میراث کے واجب ہوگا اور اسپر اس نفقہ دینے کے واسطے جبر کیا جائیگا یہ ہدایہ میں ہے اور میراث
کا درحقیقت ہونا معتبر نہیں ہے بلکہ اہلیت ارث معتبر ہے یہ نقایہ میں ہے - اور اگر ذوی الارحام غنی ہوں تو
انمیں سے کسی کو نفقہ دینے کا حکم نہ کیا جائیگا اور لڑکے ذوی الارحام جو بالغ ہوں اور تندرست ہوں انکے نفقہ
کے واسطے کسی پر حکم نہ دیا جائیگا اگرچہ سر دست فقیر ہوں اور عورتیں ذوی الارحام حالانکہ بالغہ ہوں انکے
واسطے نفقہ واجب ہے اگرچہ تندرست ہوں درصورتیکہ وہ نفقہ کی محتاج ہوں یہ ذخیرہ میں ہے - اور شوہر کے
ساتھ اپنی زوجہ کو نفقہ دینے میں کوئی شریک نہ کیا جائیگا اور اگر عورت کا شوہر تنگدست ہو اور بیٹا جو دوسرے
شوہر سے ہے مالدار ہو یا باپ یا بھائی مالدار ہوں تو اس عورت کا نفقہ اسکے شوہر پر ہوگا باپ و بیٹے و بھائی پر
نہوگا ولیکن اسکے باپ یا بیٹے بھائی کو حکم دیا جائیگا کہ اس عورت کو نفقہ دے پھر جب اسکا شوہر آسودہ حال ہو جائے
تو اس سے واپس لے یہ بدائع میں ہے - اور مرد فقیر کا والد و اسکے بیٹے کا بیٹا دونوں مالدار ہوں تو اسکا نفقہ اسکے والد پر
واجب ہوگا اور اگر مرد فقیر کی دختر و پوتا دونوں مالدار ہوں تو اسکا نفقہ خاصۃً اسکی دختر پر ہوگا اگرچہ میراث ان
دونوں میں مساوی پہونچتی ہے اور اگر مرد فقیر کی دختر کی دختر یا دختر کا بیٹا اور سگا بھائی ایک ماں و باپ سے مالدار
ہوں تو اسکا نفقہ اسکی دختر کی اولاد پر ہوگا خواہ لڑکی ہو یا لڑکا ہو اگرچہ مستحق میراث بھائی ہے نہ دختر کی اولاد - اور
اگر مرد فقیر کا والد و فرزند ہو اور دونوں مالدار ہوں تو اسکا نفقہ اسکے ولد پر واجب ہوگا اگرچہ دونوں قربت
میں یکساں ہیں لیکن پسر کی جانب ترجیح ہے بایں معنی کہ ثابت ہوا ہے کہ بیٹے کا مال باپ کا ہے اگرچہ اسکے معنی ظاہر
مراد نہوں مگر ترجیح کے واسطے کافی ہے - اور اگر مرد فقیر کا دادا و پوتا موجود ہو اور دونوں مالدار ہوں تو اسکا

نفقہ ان دونوں پر بقدر انکی میراث کے واجب ہوگا یعنی دادا پر چھٹا حصہ اور باقی پوتے پر ہوگا اور اگر مرد فقیر کی دختر و سگی بہن دونوں مالدار ہوں تو اسکا نفقہ اسکی دختر پر ہوگا اگرچہ میراث میں دونوں مساوی ہیں۔ اور اسی طرح اگر مرد فقیر کا بیٹا نصرانی اور بھائی مسلمان ہو اور دونوں مالدار ہوں تو نفقہ پسر پر واجب ہوگا اگرچہ میراث بھائی کو پہونچتی ہے۔ اسی طرح اگر مرد فقیر کی دختر و مولی العتاقہ دونوں مالدار موجود ہوں تو نفقہ اسکی دختر پر واجب ہوگا اگرچہ میراث میں دونوں مساوی ہیں۔ اسی طرح اگر فقیرہ عورت کی دختر و سگی بہن دونوں مالدار ہوں تو اسکا نفقہ اسکی دختر پر واجب ہے اگرچہ میراث میں دونوں مساوی ہیں یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مرد فقیر کی ماں و دادا دونوں مالدار ہوں تو اسکا نفقہ ان دونوں پر بقدر حصہ میراث کے واجب ہوگا یعنی ایک تہائی ماں پر اور دو تہائی دادا پر واجب ہوگا اور اسیطرح اگر ماں و سگا بھائی دونوں مالدار ہوں تو بھی یہی حکم ہے اور اسیطرح اگر ماں و سگے بھائی کا بیٹا یا سگا چچا یا کوئی عصبہ دیگر مالدار ہو تو دونوں پر بقدر انکے حصہ میراث کے تین تہائی واجب ہوگا۔ اور اگر مرد فقیر کی نانی و دادا ہو تو نفقہ ان دونوں پر چھ حصہ ہوکر ایک حصہ نانی پر اور باقی پانچ حصہ دادا پر واجب ہوگا۔ اور اگر اسکا چچا سگا اور پھوپھی سگی مالدار ہوں تو نفقہ چچا پر ہوگا نہ پھوپھی پر۔ اور اسی طرح اگر اسکا سگا چچا اور سگا ماموں ہو تو نفقہ چچا پر ہوگا نہ ماموں پر۔ اور اگر مرد فقیر کی سگی پھوپھی اور اسکا ماموں موجود ہو تو نفقہ ان دونوں پر تین تہائی واجب ہوگا یعنی دو تہائی پھوپھی پر اور ایک تہائی ماموں پر اور اسیطرح اگر اسکا ماموں و خالہ اسکی موجود ہوں تو بھی نفقہ ان دونوں پر تین تہائی واجب ہوگا۔ اور اگر اسکا ماموں سگا اور سگے چچا کا بیٹا ہو تو نفقہ ماموں پر واجب ہوگا اگرچہ میراث اسکے چچازاد بھائی کو ملیگی اور وجہ یہ ہے کہ نفقہ واجب ہونے کی شرط یہ ہے کہ اسپر واجب ہوتا ہے کہ جو ذی رحم محرم اہل میراث سے ہو اور اگر ذی رحم غیر محرم مثل اولاد چچا کے موجود ہو یا محرم ہو مگر ذی رحم نہو جیسے رضاعی بھائی بہن یا ذی رحم محرم ہو مگر محرم ہونا اسکا از راہ قرابت نہو جیسے چچا کی اولاد اسکی دودھ شریکی ہو کر محرم ہو گئی تو ایسی صورت میں اسپر نفقہ واجب نہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اور اگر شخص فقیر کے تین بھائی متفرق ہوں یعنی ایک بھائی عینی سگا ماں باپ سے دوسرا علاتی فقط باپ کی جانب سے تیسرا اخیافی فقط ماں کی جانب سے تو اسکا نفقہ اسکے عینی بھائی اور اخیافی بھائی پر واجب ہوگا اسطرح کہ بحساب میراث کے ایک چھٹا حصہ اخیافی بھائی پر اور باقی اسکے عینی بھائی پر ہوگا اور اگر مرد فقیر کی پھوپھی و خالہ و چچا موجود ہوں تو اسکا نفقہ اسکے چچا پر ہوگا اور اگر چچا خود تنگدست ہو تو اسکا نفقہ اسکی پھوپھی و خالہ پر مساوی واجب ہوگا۔ اور اصل اس باب میں یہ ہے کہ جو شخص اہل میراث میں سے کل میراث بسبب عصبہ ہونے کے لینے والا تھا جب وہ تنگدست ہو تو ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا وہ مر گیا ہے اور جب وہ مرا ہوا قرار دیا گیا تو باقیوں کا جو استحقاق اسکے مرجانے کی صورت میں میراث کا پیدا ہوا ہے اسی حساب سے انپر نفقہ واجب ہوگا۔ اور جو شخص تمام میراث نہیں بلکہ بعض میراث کا لینے والا ہے وہ تنگدستی کی صورت میں مثل مردہ کے اقرار نہ دیا جائیگا پس باقیوں پر اسی قدر حساب سے نفقہ واجب ہوگا جسطرح وہ اس مفلس وارث کے ساتھ میراث کے مستحق ہیں۔ اور اس اصل کا بیان مثال میں اسطرح ہے کہ ایک مرد تنگدست کمائی سے عاجز ہے اور اسکا ایک بیٹا بھی تنگدست کمائی سے عاجز ہے یا صغیر ہے اور اسکے تین بھائی متفرق مالدار ہیں تو اس فقیر کا نفقہ اسکے عینی و اخیافی بھائی پر چھ حصے ہوکر واجب ہوگا کہ چھٹا اسکے اخیافی بھائی پر اور باقی اسکے سگے بھائی پر واجب ہوگا اور اسکے بیٹے کا نفقہ اسکے سگے بھائی پر خاصۃً واجب ہوگا۔ اور اگر اسکی

تین بہنین متفرقہ ہون تو اسکا نفقہ ان بہنون پر پانچ حصے ہوکر واجب ہوگا جنمین سے تین حصے سگی بہن پر اور ایک حصہ علاتی اور ایک حصہ اخیافی بہن پر واجب ہوگا جیسے کہ انکی میراثون کی مقدار ہی اور اسکے پسر مذکور کا نفقہ اسکی سگی بہن پر خاصۃً واجب ہوگا۔ اور اگر مسئلہ مذکورہ مین بجائے پسر کے دختر فرض کیجاوے اور باقی صورت بحالہ رہے تو متفرق بھائیون کی صورت مین اس مرد فقیر کا نفقہ اسکے سگے بھائی پر اور متفرق بہنون کی صورت مین سگی بہن پر واجب ہوگا اور اسی طرح دختر مفروضہ کا نفقہ اس دختر کے سگے چچا یا سگی پھوپھی پر واجب ہوگا یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر باپ بیٹے مین اختلاف ہوا باپ نے کہا کہ مین تنگدست ہون اور بیٹا کہتا ہی کہ یہ غنی ہی اسکا نفقہ مجھپر واجب نہین ہی تو منتقی مین مذکور ہی کہ قول بیٹے کا قبول ہوگا اور گواہ باپ کے مقبول ہونگے اور باپ کا یہ قول کہ مین تنگدست ہون قبول نہوگا اگرچہ ظاہر حال اسکے واسطے شاہد ہو۔ اور اگر پسر نے اقرار کیا کہ وہ غلام تھا پھر آزاد کیا گیا تو اسپر نفقہ واجب ہوگا۔ اور اگر بیٹے کے مال سے اپنی ذات پر خرچ کیا پھر بیٹے نے مخاصمہ کیا اور کہا کہ تونے در حالت اپنے مالدار ہونے کے میرا مال خرچ کیا ہی اور باپ کہتا ہی کہ مین نے اپنی تنگدستی کی حالت مین خرچ کر لیا ہی تو فرمایا کہ خصومت کے روز جو حالت باپ کی ہی اسکو دیکھا جاوے پس اگر وہ تنگدست ہو تو اسکے نفقہ مثل تک کی بابت استحساناً اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر خوشحال ہو تو بیٹے کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ بیٹے کے قبول ہونگے کذا فی طلاق المنتقی یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر پسر پر اسکے باپ کے واسطے روٹی کپڑا فرض کیا گیا پس اسنے ایک مہینہ کا کھانا اور سال بھر کا کپڑا دیدیا پھر باپ نے کہا کہ وہ ضائع ہوگیا پس اگر معلوم ہو کہ وہ سچا ہی تو دوبارہ دینے پر جبر کیا جائیگا اور یہی حکم باقی محارم کے نفقہ مین ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر باپ محتاج ہو اور بیٹے نے اسکو نفقہ دینے سے انکار کیا اور وہان کوئی قاضی نہین ہی تو اسکو اپنے بیٹے کا مال چرا لینے کا اختیار رہی اور اگر وہان قاضی موجود ہو تو چرانے سے گنہگار ہوگا اور اگر بیٹے نے اسقدر دیا کہ اسکو کافی نہین ہی تو بقدر کفایت چرا سکتا ہی اور اگر کفایت سے زائد چرایا تو گنہگار ہوگا اور اسی طرح اگر محتاج نہو اور بیٹے پر اسکا نفقہ نہو تو بھی اسکا مال چرانا جائز نہین ہی یہ بحر الرائق مین ہی۔ اور اگر باپ کے واسطے مکان و چارپایہ سواری ہو یعنی ملک مین ہو تو ہمارے مذہب مین بیٹے پر نفقہ فرض کیا جائیگا لیکن اگر گھر اسکی سکونت سے زائد ہو مثلاً وہ اس گھر کے ایک گوشہ مین رہ سکتا ہو تو باپ کو حکم کیا جائیگا کہ زائد فروخت کرکے اپنی ذات پر خرچ کرے پھر جب وہ خرچ ہو چکا اور ہنوز وہ مفلس ہی کوئی آمدنی کی صورت نہوئی تو اسکے بیٹے پر اسکا نفقہ فرض کیا جائیگا اسیطرح اگر باپ کے پاس سواری نفیس ہو تو حکم دیا جائیگا کہ اسکو فروخت کرکے کم قیمت سواری خرید لے اور باقی کو اپنی ذات پر خرچ کرے پھر جب کم قیمت پر نوبت پہونچی تو اسوقت اسکے بیٹے پر نفقہ فرض کیا جائیگا اور اسمین والدین اور اولاد اور سب محارم یکسان ہین اور یہی صحیح مذہب ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ اور باوجود اختلاف دین کے نفقہ واجب نہین ہوتا ہی سوائے زوجہ و والدین و اجداد و جدات کے اور ولد و ولد کے ولد کے۔ اور نصرانی پر اپنے بھائی مسلمان کا نفقہ واجب نہوگا اور اسی طرح مسلمان پر نصرانی بھائی کا نفقہ واجب نہوگا یہ ہدایہ مین ہی۔ اور مسلمان یا ذمی اپنے والدین حربی کے نفقہ کے واسطے مجبور نہ کیا جائیگا اگرچہ اسکے والدین دار الاسلام مین امان لیکر آگئے ہون اسیطرح اگر حربی دار الاسلام مین امان لیکر آیا تو وہ اپنے والدین مسلمان یا ذمی کے نفقہ کے واسطے مجبور نہ کیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور ذمی لوگ اپنے درمیان نفقہ کی بابت وہی التزام رکھینگے جو اہل اسلام مین ہی اگرچہ

باہم انمین ملتون مین مختلف ہون یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر ذمی مرد مسلمان ہو گیا اور اسکی جورو اہل کتاب سے نہین ہی اور
اسنے اسلام سے انکار کیا اور دونون مین تفریق کر دی گئی تو اسکو نفقہ عدت نہ ملیگا اور اگر عورت ہی مسلمان ہو گئی
اور اسکے شوہر نے اسلام سے انکار کیا اور دونون مین تفریق کردی تو شوہر پر نفقہ و سکنی عدت تک لازم ہوگا یہ
مبسوط مین ہی۔ اور اگر حربی و اسکی جورو امان لیکر دار الاسلام مین داخل ہوئی اور عورت نے قاضی سے نفقہ طلب کیا
تو قاضی اُسکے واسطے شوہر پر نفقہ مقدر نہ کریگا۔ اور سیر کبیر مین فرمایا کہ اگر قاضی نے زوجہ و والدین و ولد کا نفقہ
ایسے مسلمان کے مال مین فرض کر دیا جو دار الحرب مین اسیر ہی پھر گواہ قائم ہوئے کہ یہ اسیر مرتد ہو گیا اور قاضی
کے نفقہ مذکورہ فرض کرنے سے پہلے سے مرتد ہوا ہی تو جورو نے جو کچھ نفقہ لیا ہی وہ اُسکی ضامن ہوگی اور اگر
اُسنے کہا کہ میرے نفقہ عدت مین محسوب کر لیا جائے تو حکم ہوگا کہ تیرے واسطے نفقہ لازم نہین ہی یہ محیط مین ہی کوئی حربی
اگر محارم مین سے کسی عورت سے نکاح کر لیا اور یہ نکاح اُسکے دین مین جائز ہی پس عورت نے اُس مرد سے اپنے نفقہ کا مطالبہ پیش
کیا تو بقیاس قول امام اعظم رحمہ کے قاضی اسکے واسطے نفقہ فرض کریگا اور اگر نکاح بغیر گواہون کے واقع ہوا تو بالاجماع
عورت نفقہ کی مستحق ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔

فصل ششم ممالیک (باندی غلام ۱۲) کے نفقہ کے بیان مین۔ مولی پر واجب ہی کہ اپنے
غلام و باندی کو نفقہ دے خواہ باندی و غلام قن ہون یا مدبر یا ام ولد خواہ صغیر ہو یا کبیر خواہ اپاہج یا دونون سے بیکار
یا تندرست ہو خواہ اندھا ہو یا آنکھون والا خواہ کسی کے پاس رہن ہو یا اجارہ پر ہو یہ سراج وہاج مین ہی۔ اور اگر
مولے نے نفقہ دینے سے انکار کیا تو مملوک اجارہ پر دینے جانے کے لائق ہی وہ اجارہ پر دیا جائیگا اور مال اجارہ
سے اُسکو نفقہ دیا جائیگا اور جو بسبب صغر سنی وغیرہ کے اجارہ دیے جانے کے لائق نہو تو غلام و باندی کی صورت
مین مولی کو حکم دیا جائیگا کہ انکو نفقہ دے یا فروخت کرے اور مدبر و ام ولد کی صورت مین مولی پر جبر کیا جائیگا کہ انکو
نفقہ دے اور یہی محیط مین ہی۔ اور اگر باندی ایسی ہو کہ وہ کسی سبب سے اجارہ پر نہین دی جا سکتی ہی مثلاً خوبصورت
ہی کہ اسکی وجہ سے فتنہ پیدا ہونے کا خوف ہی تو مولی پر جبر کیا جائیگا کہ اسکو نفقہ دے یا فروخت کرے یہ فتح القدیر مین ہی
اور اگر انکی کمائی انکے خرچ کو کافی نہو تو باقی مولے پر واجب ہوگا اور اگر انکے خرچ سے بچتی ہو تو بچی ہوئی کمائی مولی
کی ہوگی یہ سراج وہاج مین ہی۔ اور رقیق کا نفقہ اسطرح مفروض و مقدر کیا جائیگا کہ اس شہر کا جو غالب کھانا ہو
اس سے بقدر کفایت جسقدر روٹی و اُسکے ساتھ کی چیز انداز کیجاوے وہ واجب کیجائیگی اور یہی لحاظ کپڑے مین ہی۔
اور کپڑے مین یہ جائز نہین کہ فقط اسی قدر دے کہ اُس سے ستر عورت ہو اور اگر مولی نے اپنے خرچ مین فراخی کے
ساتھ اُٹھایا کہ طرح طرح کے کھانے اور عمدہ عمدہ استعمال مین لایا تو اسپر واجب نہین ہی کہ رقیق کو بھی ایسا ہی دے
ہان مگر مستحب ہی اور اگر مولی بسبب بخل یا ریاضت کے معتاد سے بھی کم کھاتا پہنتا ہی تو اصح قول کے موافق اسپر
رقیق کی رعایت بحسب اغالب لازم ہی۔ اور اگر مولے کے چند غلام ہون تو اسپر واجب ہی کہ انکین کھانے و کپڑے
مین مساوات رکھے اور بعض نے کہا کہ اسکو بعوض قیمت نفیس غلام کو تفضیل دینے کا اختیار ہی کہ خسیس و کم قیمت سے
اسکو زیادہ دے مگر قول اوّل اصح ہی اور یہی حکم باندیون مین ہی۔ اور غلام کو اپنے کھانے پکانے کے واسطے
مامور کیا اور وہ پکا لایا تو چاہیے کہ اپنے ساتھ کھانے کے واسطے اُسکو بٹھلائے اور اگر غلام نے شرم دار ادب سے
ساتھ کھانے سے انکار کیا تو مولے کو چاہیے کہ اسی کھانے مین سے اسکو بھی دیدے مگر ساتھ بٹھلانا افضل ہی

واقرب ہو اشبع وبمکارم اخلاق ہو یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور جو باندی اسنے استمتاع کے واسطے پسند کر لی ہو اُسکے کپڑے
مین بسبب رواج کے زیادتی کرسکتا ہے یہ فتاویٰ سروجی میں ہے۔ اور رقیقہ کے واسطے مولی پر اسکی طہارت کا پانی خرید دینا
واجب ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور مولے پر اپنے مکاتب کا نفقہ واجب نہیں ہے اور معتق البعض کا جسکا کچھ حصہ
آزاد ہوگیا ہے یہی حکم ہے یہ بدائع میں ہے۔ ایک مرد کا ایک غلام ہے کہ اسکو نفقہ نہیں دیتا ہے پس اگر یہ غلام کمائی کرنے
پر قادر ہو تو اسکو روا نہیں ہے کہ بدون رضامندی مولی کے مولے کا مال کھاوے اور اگر عاجز ہو تو اسکو کھانا روا ہے اور اگر
غلام کمائی کرسکتا ہو مگر مولے نے اسکو منع کردیا تو غلام اس سے کہے کہ یا مجھے اجازت دے کہ کمائی کروں یا مجھے نفقہ
دے پھر اگر اُسنے اجازت نہ دی تو اپنے مولے کے مال سے جسطرح پاوے کھاوے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور
فروخت شدہ غلام کا نفقہ جب تک مشتری نے قبضہ نہیں کیا ہے بائع پر واجب ہے جبتک بائع کے قبضہ میں ہے اور
یہی صحیح ہے اور اگر بیع میں خیار ہو تو انجام کار یہ جسکی ملک ہو جاوے اسپر واجب ہوگا اور بعض نے کہا کہ بائع پر واجب ہے
اور بعض نے کہا کہ توقف ہے اسکا نفقہ دیا جاوے پھر جسکی ملک ہو جاوے وہی ادا کرے یہ شرح نقایہ برجندی
میں ہے۔ غلام ودیعت کا نفقہ اسپر ہے جس نے ودیعت رکھا ہے اور عاریت غلام کا نفقہ عاریت لینے والے پر ہے یہ
بدائع میں ہے۔ اور اگر کسی نے غلام غصب کر لیا تو جب تک اسکے مولے کو واپس نہ دے تب تک اسکا نفقہ اسی
غاصب پر ہے پس اگر غاصب نے قاضی سے درخواست کی کہ اسکو نفقہ دینے کا حکم دے یا بیع کر دینے کا تو قاضی اس
درخواست کو منظور نہ کریگا لیکن اگر غاصب کی طرف سے غلام کے حق میں خوف ہو تو قاضی اس غلام کو لیکر فروخت
کرکے اسکا ثمن اپنے پاس رکھ چھوڑیگا۔ اور اگر زید نے ایک غلام عمرو کے پاس ودیعت رکھا پھر زید غائب ہوگیا کہ سفر
کو چلا گیا پھر غلام قاضی کے پاس آیا اور درخواست کی کہ عمرو کو نفقہ دینے کا حکم دے یا بیع کر دینے کا تو قاضی کو اختیار
ہے کہ عمرو کو حکم کرے کہ اسکو اجارہ پر دے اور اسکی مزدوری سے اسکو نفقہ دے اور اگر قاضی نے اسکا بیچنا مصلحت
دیکھا تو فروخت کر دے۔ اور غلام مرہون کا اگر رہن ہونا ثابت ہوگیا تو اسکے ساتھ وہی برتاؤ کیا جائیگا جو غلام
ودیعت کے ساتھ مذکور ہوا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ غلام صغیر ایک مرد کے قبضہ میں ہے اُس نے دوسرے سے
کہا کہ یہ تیرا غلام میرے پاس ودیعت ہے اُسنے انکار کیا تو اُس سے قسم لیجائیگی کہ واللہ میں نے اسکو ودیعت نہیں رکھا
ہے پس قابض پر اسکے نفقہ کا حکم دیا جائیگا اور اگر غلام کبیر ہو تو قابض سے قسم نہ لیجائیگی اور نفقہ اسپر واجب ہوگا
جسکے واسطے اسکی منفعت ہے خواہ مالک ہو یا غیر مالک ہو یہ غایۃ السروجی میں ہے۔ اور اگر زید نے وصیت کی کہ میرا غلام
عمرو کو دیا جاوے مگر ایک سال تک وہ بکر کی خدمت کرے اور وصیت تمام ہوگئی تو ایسے غلام کا نفقہ اسی پر واجب
ہوگا جسکے واسطے اسکی منفعت خدمت ہے اور اگر وہ ایسا صغیر ہو کہ ہنوز لائق خدمت نہیں ہوا ہے تو اسکا نفقہ اسپر واجب ہے جو
اسکے رقبہ کا مالک ہے یہاں تک کہ وہ خدمت کے لائق ہو جاوے پھر اسکے بعد اسکے مخدوم پر نفقہ واجب ہوگا اسواسطے کہ
وہ بغیر عوض کے اسکی منفعت کا مالک ہوا ہے۔ اور اگر وہ بکر کے پاس مریض ہوگیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر مرض مثل بخار وغیرہ
کے ایسا ہے کہ وہ خدمت نہیں کرسکتا ہے تو اسکا نفقہ مالک رقبہ پر واجب ہوگا اور اگر ایسا مرض ہے کہ وہ خدمت کرسکتا ہے
تو مستحق خدمت پر واجب رہیگا۔ اور اگر مرض نے طول پکڑا اور قاضی نے مصلحت دیکھی کہ اسکو فروخت کا حکم دے
تو اسکو فروخت کرکے اسکے ثمن سے دوسرا غلام خریدے کہ وہ خدمت کرنے میں اسکا قائم مقام ہو پس اسکا رقبہ کسی

اسی کی ملک ہوگا جسکی ملک پہلے غلام کا رقبہ تھا - اور اگر زید نے اپنی باندی کی عمرو کے واسطے وصیت کی اور جو
اسکے پیٹ میں ہو اسکی بکر کے واسطے وصیت کی تو اس باندی کا نفقہ عمرو پر واجب ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے -
اور اگر مملوک دو شریکوں میں مشترک ہو تو اسکا نفقہ ان دونوں پر بقدر دونوں کی ملکیت کے واجب ہوگا -
اسی طرح اگر مملوک دو شخصوں کے قبضہ میں ہو کہ ہر ایک دعوے کرتا ہو کہ یہ میرا ہے اور کسی کے پاس گواہ نہوں تو اسکا
نفقہ ان دونوں پر واجب ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ باندی دو مردوں میں مشترک ہے اُسکے ایک بچہ پیدا ہوا
اور دونوں مولاؤں نے دعوے کیا کہ یہ میرا النطفہ ہے [یعنی ایکا ہی سا کہتا ہے ۱۲ - یعنی کہ دونوں سے نسب ثابت ہوگا ۱۲] تو اس ولد کا نفقہ ان دونوں پر واجب ہوگا - اور اگر لڑکا
بڑا ہوگیا اور یہ دونوں مفلس ہو گئے تو اسپر ان دونوں کا نفقہ واجب ہوگا یہ بدائع میں ہے - اور اگر ایک غلام
دو شریکوں میں مشترک ہے پھر ایک غائب ہوگیا اور دوسرے نے بغیر حکم قاضی اور بغیر اجازت اپنے شریک کے اُسکو
نفقہ دیا تو وہ احسان کرنے والا ہوا یہ فتح القدیر میں ہے - ایک غلام دو شریکوں میں مشترک ہے انمیں سے ایک غائب
ہوگیا اور اسکو اپنے شریک کے پاس چھوڑ گیا اور شریک نے یہ مقدمہ قاضی کے حضور میں پیش کیا اور اسپر گواہ قائم
کر دیے تو قاضی کو اختیار ہے چاہے اس گواہی کو قبول کرے اور چاہے قبول نہ کرے اور اگر قبول کی تو اسکو نفقہ
دینے کا حکم دیگا اور حکم وہی ہوگا جو ودیعت کی صورت میں مذکور ہوا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے - ایک شخص
نے غلام صغیر یا باندی صغیرہ آزاد کر دی تو آزاد کنندہ پر اُسکا نفقہ واجب نہ رہیگا اور اسکا نفقہ بیت المال سے
دیا جائیگا اگر اسکا کچھ مال نہو - اور علی ہذا اگر بہت بوڑھا ہو یا اپاہج ہو یا اندھا ہو اور اُسکی قرابت میں کوئی نہو جو اسکا
نفقہ بیت المال سے دیا جائیگا یہ مضمرات میں ہے - اور اگر اپنے غلام کو آزاد کیا حالانکہ وہ بالغ تندرست ہے تو اسکا نفقہ
اُسکی کمائی سے ہوگا یہ بدائع میں ہے - ایک شخص نے ایک بھاگا ہوا غلام پایا اور اسکو اُسکے مولی کو واپس دینے
کے واسطے پکڑا اور بغیر حکم قاضی اسکو نفقہ دیا تو احسان کنندہ ہوگا کہ اُسکے مولی سے واپس نہیں لے سکتا ہے [یعنی جو نفقہ دیا ہے وہ واپس نہیں لے سکتا ہو ۱۲] یہ فتاوی
قاضیخان میں ہے ایک شخص نے ایک بھاگا ہوا غلام پکڑا اور اسکے مولی کو تلاش کیا تو نہ پایا پھر قاضی کے پاس حاضر ہوکر
اس قصہ سے آگاہ کیا اور درخواست کی کہ مجھے اسکے نفقہ دینے کا حکم دیجیے تو بدون گواہ قائم کیے قاضی التفات نہ کریگا
اور بعد گواہ قائم کرنے کے قاضی کو اختیار ہے چاہے گواہی قبول کرے اور چاہے قبول نہ کرے جیسے لقیط و لقطہ میں حکم
ہے اور اگر قاضی نے گواہی قبول کر لی پس اگر اس شخص کا نفقہ دینا مالک غلام کے حق میں بہتر نظر آوے تو اسکو نفقہ دینے
کا حکم کرے اور اگر اسکا نفقہ نہ دینا بہتر معلوم ہو مثلاً یہ خوف ہو کہ نفقہ اس غلام کو کھا جائیگا یعنی نفقہ کی تعداد اسقدر
ہو جائیگی کہ جتنے کا غلام ہے تو اسکو حکم دیگا کہ اسکو فروخت کرکے اسکا ثمن رکھ چھوڑے یہ ذخیرہ میں ہے - اگر ایک شخص
کے قبضہ میں ایک باندی ہے اور گواہوں نے گواہی دی کہ یہ حرہ ہے تو گواہ قبول ہونگے اگرچہ قاضی انکی عدالت
سے واقف نہو پھر انکی عدالت کا حال دریافت کریگا مگر تا مدت دریافت حال گواہان اس قابض کو حکم دیگا کہ اسکو
نفقہ سفر و حضر اسکو دیا کرے اور اسکو نفقہ دینے پر مجبور کریگا اور اس باندی کو ایک ثقہ عورت کے پاس رکھیگا اور
اس ثقہ عورت کی حفاظت کرنے کی اجرت بیت المال سے ہوگی پھر اگر گواہوں کا حال دریافت کرنے میں دیر ہوئی
اور مدعا علیہ نے نفقہ دیا پھر گواہوں کی تعدیل ہوئی اور اُسکی آزادی کا حکم دیا گیا تو مدعا علیہ اس عورت سے
اپنا دیا ہوا نفقہ واپس لیگا خواہ اس عورت نے دعوی کیا ہو کہ میں اصلی حرہ ہوں یا یہ دعوی کیا ہو کہ مولی نے

مجھے آزاد کر دیا ہے یا بالکل حریت کا دعوی نہ کیا ہو اور وجہ یہ ہے کہ یہ بات ظاہر ہو گئی کہ اُسنے بغیر حق کے نفقہ لیا ہے
اور اسی طرح اگر اس عورت نے اس مرد کے مال سے کوئی چیز بلا اجازت کھائی ہو تو ضامنہ ہو گی اور اگر یہ گواہ
مردود ہوئے تو یہ باندی اپنے مولی کو واپس دیجائیگی اور مولی اس سے نفقہ کے حساب میں کچھ واپس نہیں لے سکتا
ہے اور نیز جو اسنے بلا اجازت لے لیا ہے وہ نہیں لے سکتا ہے اسی طرح اگر ایک شخص کے قبضہ میں ایک باندی ہو اور
اُسنے قاضی سے شکایت کی کہ یہ مجھکو نفقہ نہیں دیتا ہے تو قاضی اس مرد کو حکم کریگا کہ اسکو نفقہ دے یا فروخت کر دے
پس اگر قاضی نے اُسکو نفقہ دینے پر مجبور کیا اور اُسنے نفقہ دیا پھر اگر گواہ قائم ہوئے کہ یہ عورت اصلی حرہ ہے اور قاضی نے
اُسکی حریت کا حکم دیا تو مولی اُس سے اسقدر نفقہ کو واپس لیگا اور نیز جو کچھ اسکا مال بدون اُسکی اجازت کے لیا ہے
واپس لے سکتا ہے اور جو بلا اجازت کھا لیا ہے اُسکو واپس نہیں لے سکتا ہے۔ زید نے عمرو کی مقبوضہ باندی پر دعوی کیا
کہ یہ میری ملک ہے اور عمرو نے انکار کیا اور زید نے اپنے دعوی کے گواہ قائم کیے تو قاضی اس باندی کو کسی عادل
کے پاس رکھکر گواہوں کا حال دریافت کریگا اور چونکہ ظاہرا عمرو کی ملک قائم ہے اسکو حکم دیگا کہ اس باندی کو
نفقہ دے پس اگر عمرو نے اسکو نفقہ دیا پھر گواہ مذکورہ جرح کیے گئے تو باندی مذکور عمرو کی ملک رہیگی اور باندی پر کچھ
واجب نہوگا اور اگر گواہوں کی تعدیل ہوئی اور قاضی نے زید کی ڈگری کر دی تو عمرو اسقدر نفقہ کو زید سے نہیں
لے سکتا ہے اسواسطے کہ یہ ظاہر ہوا کہ یہ باندی مغصوبہ تھی کہ اسنے غاصب کا مال کھایا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ مغصوب اگر
غاصب کے حق میں جنایت کرے تو وہ ہدر ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر بجاے باندی کے غلام ہو اور باقی مسئلہ بحالہ
ہو تو قاضی اس غلام کو اپنے عادل کے پاس نہ رکھیگا الا اس صورت میں کہ مدعا علیہ اپنے نفس کا کفیل اور غلام کا کفیل بتاوے
اور مدعی اُسکے ساتھ رہنے پر قادر نہو اور اگر مدعا علیہ سے خوف ہو کہ غلام مقبوضہ کو تلف کر دیگا تو ایسی صورت میں قاضی اسکو
عادل کے پاس رکھیگا بخلاف باندی کے۔ اسی طرح اگر مدعا علیہ مرد فاسق ہو کہ لونڈوں سے اغلام کرنے میں معروف ہو تو
قاضی اسکے قبضہ سے نکال کر مرد ثقہ کے پاس رکھیگا اور یہ امر مختص بدعوی و گواہی نہیں ہے بلکہ جہاں کہیں غلام کا مالک
لونڈے بازی میں معروف فاجر ہو وہاں غلام کو اسکے قبضہ سے نکال کر عادل کے پاس رکھیگا بطور امر بالمعروف و
نہی عن المنکر کے۔ اور جب قاضی نے غلام کو عادل کے پاس رکھا پس اگر غلام کمائی کر سکتا ہے تو اُسکو حکم دیگا کہ کما وے
اور اپنی کمائی سے کھاوے بخلاف باندی کے کہ وہ کمائی سے عاجز ہے حتی کہ اگر باندی کو کوئی ہنر آتا ہو کہ اُسکے ذریعہ سے
وہ کمائی کرنے میں معروف ہو مثلا بافندگی یا غسالہ ہو تو اسکو بھی یہی حکم دیا جائیگا اور شیخ ابو بکر بلخی اور فقیہ ابو اسحق حافظ
نے فرمایا کہ اگر غلام کمائی سے بسبب مرض یا صغر سنی وغیرہ کے عاجز ہو تو مدعا علیہ کو اُسکے نفقہ دینے کا حکم دیا جائیگا۔ اور اگر
بجاے غلام کے چوپایہ ہو اور مدعا علیہ کو کفیل نہیں ملتا ہے اور اسکی ذات سے تلف کر دینے کا خوف ہے اور مدعی اُسکی
ملازمت پر قادر نہیں ہے تو قاضی مدعی سے کہے گا کہ میں مدعا علیہ کو اُسکے نفقہ دینے پر مجبور نہیں کرتا ہوں پس تیرا جی
چاہے تو اسکو میں عادل کے پاس رکھوں اور تو اُسکا نفقہ دے ورنہ میں عادل کے پاس نہ رکھونگا اور یہ بخلاف
باندی و غلام کے ہے یہ محیط میں ہے۔ اور جو شخص کسی چوپایہ کا مالک ہوا تو اُسپر اسکا چارہ پانی واجب ہے اور اگر اُسنے اس سے
انکار کیا تو اُسپر اسکے واسطے جبر نہ کیا جائیگا اور نہ اُسکی فروخت کے واسطے جبر کیا جائیگا ولیکن فیما بینہ وبین اللہ تعالی دیانۃ
اسکو حکم دیا جائیگا کہ اُسکا فروخت کرے یا اُسکو نفقہ دے اور یہ بطریق امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے اور یہی اصح ہے

اور دودھ دار جانور کا بالکل بھا لقہ دودھ دوہ لینا مکروہ ہی در صورتیکہ اسکے حق مین یہ امر بسبب قلت چارہ کے مضر ہو اور بالکل بدودھنا چھوڑ دینا بھی مکروہ ہی اور مستحب ہی کہ دودھنے والا اپنے ناخن کٹوا دے کہ اسکو ایذا نہو اور مستحب ہی کہ جبکہ اُسکا بچہ دودھ پیتا ہو اور کچھ نہین کھاتا ہو تب تک اُسکا دودھ نہ لے الا اسی قدر کہ بچہ سے بچ رہے اور نیز جانور کو ایسی تکلیف دینا جسکی وہ طاقت نہین رکھتا ہی مثلاً بہت بوجھ لادنا اور برابر اسکو چلانا وغیرہ مکروہ ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی- ایک چوپایہ دو شخصون کی شرکت مین ہی کہ ایک نے اسکو چارہ دینے سے انکار کیا اور دوسرے نے قاضی سے درخواست کی کہ مجھے حکم دے کہ چارہ دون تاکہ متطوع نہو اور واپس لے سکے تو قاضی اس انکار کرنے والے سے کہیگا کہ تو اپنا حصہ فروخت کر یا چارہ دے ایسا ہی امام خصاف نے اپنی نفقات مین ذکر فرمایا ہی یہ محیط مین ہی- اور اگر کسی کی ملک مین شہد کی مکھیون کا چھتا ہو تو مستحب ہی کہ مکھیون کے واسطے کچھ شہد اُنکے چھتون مین باقی چھوڑ دے اور مستحب ہی کہ جاڑون مین بہ نسبت گرمیون کے زیادہ چھوڑے اور اگر انکی غذا کے واسطے بجائے شہد کے اور چیز موجود ہو تو اسپر شہد چھوڑ دینا متعین نہین ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتاب العتاق

اسمین ساتھ باب ہین

باب اوّل عتاق کی تفسیر شرعی اور اُسکے رکن و حکم و انواع و شرط و سبب و الفاظ کے بیان مین- اور ملک وغیرہ کے سبب سے عتق واقع ہونے کے بیان مین عتق کی تفسیر شرعی یہ ہی کہ عتق ایسی قوت حکمیہ ہی کہ جس شخص پر واقع ہوتی ہی اسمین لیاقت مالک ہونے کی اور اہلیت ولایات و شہادات کی پیدا کر دیتی ہی کذا فی محیط السرخسی حتی کہ وہ اس عتق کی وجہ سے غیرون پر تصرف کرنے اور غیرون کا تصرف اپنی ذات سے دور کرنے پر قادر ہو جاتا ہی یہ تبیین مین لکھا ہی- اور اعتاق کا رکن ہر ایسا لفظ ہی جو عتق پر فی الجملہ دلالت کرے یا اسکے قائم مقام ہو یہ بدائع مین لکھا ہی- اور اعتاق کا حکم یہ ہی کہ رقیق کی گردن سے دنیا مین مالک کی ملکیت اور رقیت زائل ہو جاتی ہی اور اگر مالک نے اُسکو خالص اللہ تعالے کے واسطے آزاد کیا ہو تو عاقبت مین اُسکا ثواب پاتا ہی یہ محیط مین ہی- اور اعتاق کی چار قسمین ہین واجب و مستحب و مباح اور حرام پس واجب وہ اعتاق ہی جو کفارہ قتل و ظہار و قسم و افطار مین ہوتا ہی مگر فرق یہ ہی کہ قتل و ظہار و افطار کی صورت مین اگر بردہ آزاد کرنے کی قدرت ہو تو اسپر یہی واجب ہوگا اور قسم کی صورت مین باوجود قدرت کے تخییر کے ساتھ واجب ہی یعنی چاہے بردہ آزاد کرے یا دوسرے طور پر کفارہ ادا کرے- اور مستحب وہ اعتاق ہی جو بدون اسپر واجب ہونے کے اُسنے اللہ تعالی کے واسطے آزاد کیا ہی اور مباح وہ اعتاق ہی جو اُسنے بدون نیت کے آزاد کیا ہو- اور حرام وہ اعتاق ہی جو اُسنے شیطان کی راہ پر آزاد کیا ہو کذا فی البحر الرائق پس اگر کسی نے شیطان یا بت کے واسطے اپنا غلام آزاد کیا تو وہ آزاد ہو جائیگا مگر یہ شخص کافر کہلائیگا یہ سراج وہاج مین ہی- اور اعتاق کی شرط یہ ہی کہ آزاد کرنیوالا خود آزاد بالغ عاقل مالک ہو جو اپنی ملک سے اُسکا مالک ہو یہ نہایہ مین ہی پس نابالغ اور مجنون آزاد کرنے کی لیاقت نہین رکھتے ہین اور اسی وجہ

اگر ان دونوں نے ایسی حالت کی طرف عتق کی اضافت کی مثلاً یوں کہا کہ میں نے اسکو نابالغی کی حالت میں آزاد کیا
ہے یا جنون کی حالت میں آزاد کیا ہے حالانکہ اسکا جنون معہود ہے تو غلام آزاد نہوگا اسی طرح اگر نابالغی یا جنون کی
حالت میں کہا کہ جسوقت میں بالغ ہوں یا مجھے افاقہ ہو تو یہ غلام آزاد ہے تو عتق منعقد نہوگا یہ تبیین میں ہے۔
اور اصل یہ ہے کہ اگر اعتاق کو ایسی حالت کی جانب مضاف کیا جسکا واقع ہو جانا معلوم ہے حالانکہ وہ ایسی حالت
میں آزاد کرنے کی لیاقت نہیں رکھتا تھا تو اسکے قول کی تصدیق ہوگی اور اگر اسنے کہا کہ میں نے اپنے جنون کی حالت
میں اس غلام کو آزاد کیا ہے حالانکہ اسکا جنون معلوم نہیں ہوا تو اسکے قول کی تصدیق نہیں ہوگی یہ بدائع میں ہے۔
اور جو شخص کبھی مجنون ہو جاتا ہے اور کبھی اسکو افاقہ ہو جاتا ہے تو وہ افاقہ کی حالت میں عاقل قرار دیا جائیگا اور
جنون کی حالت میں مجنون یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور جو شخص بالاکراہ آزاد کرنے پر مجبور کیا گیا اور اس نے آزاد کیا
یا نشہ کے مست نے آزاد کیا تو آزاد ہو جائیگا یہ بدائع میں ہے۔ اور عتق کی شرطوں میں سے یہ ہے کہ آزاد کرنے والا
معتوہ نہو اور مدہوش نہو اور اسکو برسام کی بیماری نہو اور نہ ایسا شخص ہو جس پر بدون نشہ کے بیہوشی طاری ہوئی
ہو اور سویا ہوا نہو چنانچہ ان لوگوں میں سے کسی کا آزاد کرنا صحیح نہیں ہے اور اگر کسی شخص نے کہا میں نے اپنے غلام
کو سونے کی حالت میں آزاد کیا ہے تو قول اسی کا قبول ہوگا اور اگر کہا کہ میں نے اپنی پیدائش سے پہلے یا غلام
کی پیدائش سے پہلے غلام کو آزاد کیا ہے تو وہ آزاد نہوگا اور آزاد کرنے والے کا بطوع خود آزاد کرنا ہمارے نزدیک
آزاد ہونے کی شرط نہیں ہے اور نیز اسکا قصد کرنے والا ہونا بھی بالاجماع شرط نہیں ہے حتی کہ اگر اسنے ہزل و دل لگی
سے بدون قصد آزاد کیا تو صحیح ہوگا اور اسی طرح عمداً ہونا بھی شرط نہیں ہے حتی کہ بھولے سے آزاد کرنے والے کا
اعتاق صحیح ہوگا اور اسی طرح اعتاق میں شرط خیار نہونا بھی شرط نہیں ہے خواہ اعتاق بعوض یا بغیر عوض ہو
بشرطیکہ خیار مولی کے واسطے ہو حتی کہ عتق واقع ہوگا اور شرط باطل ہوگی اور اگر خیار غلام کے واسطے ہو تو اسکے
خیار شرط سے خالی ہونا اعتاق صحیح ہونے کی شرط ہے حتی کہ اگر غلام نے ایسی حالت میں عقد رد کر دیا تو فسخ ہو جائیگا
اور اسی طرح آزاد کرنے والے کا مسلمان ہونا بھی شرط نہیں ہے پس کافر کی طرف سے آزاد کرنا صحیح ہے لیکن اگر
مرتد نے آزاد کیا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک فی الحال نافذ نہوگا بلکہ موقوف رہیگا اور اگر مرتدہ عورت نے
آزاد کیا تو بالاتفاق نافذ ہوگا اور اسی طرح آزاد کرنے والے کا تندرست ہونا شرط نہیں ہے پس اگر ایسے
مریض نے آزاد کیا جو اسی مرض میں مرگیا تو عتق صحیح ہے لیکن مریض کا آزاد کرنا اسکے ایک تہائی ترکہ سے اعتبار
کیا جاویگا اور اسی طرح زبان سے کلام کرنا بھی شرط نہیں ہے پس اگر اعتاق اسطرح تحریر کر دیا جو ثابت
ہے یا اسطرح اشارہ کیا جس سے اعتاق سمجھا جاتا ہے تو آزاد ہو جائیگا یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر غلام نے اپنے
مولی سے کہا کہ کیا میں آزاد ہوں حالانکہ مولی بیمار پڑا ہے پس مولی نے اپنا سر ہلایا یعنی ہاں تو غلام آزاد نہوگا
یہ سراج الوہاج میں ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں اسکا ایک غلام ہے اس شخص سے کسی نے کہا کہ تو نے اپنا یہ غلام
آزاد کیا ہے پس اسنے اپنے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں تو یہ غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ یہ شخص زبان سے کہنے پر
قادر ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور یہ شرط نہیں ہے کہ آزاد کرنے والا یہ جانتا ہے کہ یہ میرا مملوک ہے
چنانچہ اگر غاصب نے مالک سے کہا کہ تو یہ غلام آزاد کر دے پس اس نے آزاد کر دیا حالانکہ وہ یہ

نہین جانتا ہو کہ میرا یہ غلام ہوتا تو غلام آزاد ہو جائیگا اور مالک اس غاصب سے کچھ نہین لے سکتا ہو اسی طرح
بائع نے مشتری سے کہا کہ تو یہ غلام آزاد کردے اور بیع کی طرف اشارہ کیا پس مشتری نے اُسکو آزاد کردیا اور
یہ نجانا کہ میرا غلام ہو تو اُسکا آزاد کرنا صحیح ہوگا اور یہ امر مشتری کے قبضہ کرنے مین شمار ہوگا اور مشتری کے
ذمہ ثمن لازم ہوگا یہ کشف کبیر مین ہو کذا فی البحر الرائق اور شیخ ابو بکر نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے دوسرے
سے کہا کہ تو کہہ کل بندے میرے احرار ہین اُسنے یہ لفظ کہا حالانکہ وہ عربی نہین سمجھتا ہو تو اُسکے سب غلام آزاد ہوجاوینگے
اور ہمارے نزدیک یہ ہو کہ اُسکے غلام آزاد نہونگے اگر اس نے کہا کہ تو کہہ انت حر پس اس نے کہا حالانکہ وہ یہ
نہین جانتا ہو کہ اس لفظ سے آزاد ہو جاتا ہو تو وہ حکم قضا مین آزاد ہو جاویگا ولیکن فیما بینہ وبین اللہ تعالے
آزاد نہوگا یہ ینابیع مین ہو۔ اور اعتاق کی شرطون مین سے ایک نیت ہو مگر یہ اعتاق کی دو قسمون یعنی صریح وکنایہ
مین سے فقط کنایہ مین شرط ہو یہ بدائع مین ہو۔ اور عتق کا سبب جو اُسکا ثابت کرنے والا ہو وہ کبھی نسب کا
دعوی ہوتا ہو اور کبھی نسبی ناتے دار مین نفس ملکیت ہوتی ہو اور کبھی یہ ہوتا ہو کہ کسی آدمی کے ساتھ ایک شخص
کی حریت کا اقرار کیا تو یہ عتق کا سبب ہوسکتا ہو چنانچہ اس شخص غلام کو اگر کبھی اسی شخص نے خریدا یا کسی طور
سے اُسکا مالک ہوا تو آزاد ہو جائیگا اور کبھی دار الحرب مین داخل ہونا سبب ہوتا ہو چنانچہ اگر حربی نے ایک
مسلمان غلام خریدا اور اُسکو دار الحرب مین لے گیا اور یہ حال معلوم نہوا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک یہ غلام آزاد
ہو جائیگا اور اسی طرح اگر اُسکا قبضہ غلام سے زائل ہو گیا بایں طور کہ غلام اپنے حربی مالک کے پاس سے
دار الاسلام مین بھاگ آیا تو وہ آزاد ہوگا یہ فتح القدیر مین ہو اور اگر حربی کا غلام مسلمان ہو گیا مگر
دار الاسلام مین نکل نہ آیا تو وہ آزاد نہوگا اگر اسکا مالک بھی مسلمان ہوگیا ہو پھر اہل اسلام نے اس ملک کو
فتح کرلیا تو اُسکا غلام اسکا غلام رہیگا اور اگر حربی کا غلام مسلمان ہوگیا پھر اسکے مولے نے دار الحرب مین اُسکو
کسی مسلمان کے ہاتھ فروخت کیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک مشتری کے قبضہ سے پہلے وہ غلام آزاد ہوگا اور
اسی طرح اگر کسی ذمی کے ہاتھ فروخت کیا تو بھی یہی حکم ہو اور نیز اگر حربی دار الحرب کو لوٹ گیا اور دار الاسلام
مین اپنی ام ولد چھوڑ گیا یا ایسا غلام مدبر چھوڑا جسکو اُسنے دار الاسلام مین مدبر کیا ہو تو ان دونون کے
آزاد ہو جانے کا حکم دیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہو اور عتق کے الفاظ تین قسم کے ہوتے ہین ایک
صریح دوم جو صریح کے ساتھ ملحق ہین سوم کنایہ پھر جاننا چاہیے کہ صریح مثل حریت وعتق وولاء وغیرہ الفاظ
کے ہین اور جو انسے مشتق ہون وہ بھی صریح ہین اور ایسے الفاظ سے جو عتق ہوا اسمین نیت کی حاجت نہین ہو پس اگر
ایسے لفظ سے اپنے مملوک کا وصف کیا یا خبر دی یا پکارا مثلاً اپنے غلام یا باندی سے کہا کہ تو حر ہو یا معتق ہو یا
محرر ہو یا عتیق ہو یا کہا کہ قد حررتک یعنی مین نے تجھے آزاد کیا ہو یا قد اعتقتک یعنی مین نے تجھے آزاد کیا ہو یا یون
کہا کہ اے حر یا اے عتیق یا اے مولی یا کہا کہ یہ میرا مولی ہو تو سب صورتون مین آزاد ہو جائیگا اور اگر اُسنے ان
الفاظ مین دعوی کیا کہ میری مراد عتق نہتھی تو حکم قضا مین اُسکے قول کی تصدیق نہوگی یہ حاوی قدسی مین ہو اگر اُسنے
دعوے کیا کہ میری یہ مراد ہو کہ یہ شخص پہلے حر تھا پس اگر یہ غلام جہاد مین قید ہوکر آیا ہو تو از روے دیانت اُسکے
قول کی تصدیق ہوگی مگر قضا مین تصدیق نہوگی اور اگر اس غلام کی پیدائش یہین کی ہو تو کسی طرح تصدیق نہوگی

اور اگر غلام سے کہا کہ تو اس کلام سے حر ہی یا کہا کہ تو آج کے دن اس کلام سے حر ہی تو قضاءً آزاد ہو جائیگا یہ
محیط سرخسی میں ہی۔ اور اگر کسی شخص نے غلام سے کہا کہ انت حر البتہ یعنی تو البتہ آزاد ہی۔ ولیکن یہ شخص ہنوز البتہ کا لفظ نہ
کہنے پایا تھا کہ غلام مذکور مر گیا تو وہ غلام مرے گا یہ فتاوی قاضی خان میں ہی۔ ایک شخص نے گواہ کر لیے کہ میرے
غلام کا نام حر ہی پھر اسکو اے حر کہکر پکارا تو آزاد نہ ہوگا یہ فتاوی کبری میں ہی۔ اور اگر اس لفظ سے اسکی مراد
انشاے عتق ہو تو آزاد ہو جائیگا یہ اختیار شرح مختار میں ہی۔ اور اگر اسکو فارسی میں پکارا کہ اے آزاد تو آزاد
ہو جائیگا اور اگر آزاد اسکا نام رکھا پھر آزاد کہکر پکارا تو آزاد نہوگا ولیکن اگر عربی میں یا حر کہکر پکارا تو آزاد ہو جائیگا
یہ فتاوی کبری میں ہی۔ ایک شخص نے اپنا غلام کسی شہر کو بھیجا اور اس سے کہا کہ جب کوئی آدمی تیرے سامنے پڑے
اور تیرا قصد کرے تو کہنا کہ میں حر ہوں پھر ایک شخص اس سے متعرض ہوا اور غلام نے کہا کہ میں حر ہوں پس اگر
مولی نے بھیجنے کے وقت اس سے کہا ہو کہ میں نے تیرا نام حر رکھا ہی اگر کوئی تیرا قصد کرے تو اس سے کہنا کہ میں
حر ہوں تو غلام مذکور آزاد نہوگا اور اگر مولی نے اس سے یہ نہ کہا کہ میں نے تیرا نام حر رکھا ہی بلکہ یہی کہا کہ جب
کوئی تیری طرف قصد کرے تو تو کہنا کہ میں حر ہوں پھر غلام نے اپنی طرف قصد کرنے والے سے کہا کہ میں حر ہوں تو
قضاءً آزاد ہو جائیگا اور جب تک غلام نے یہ نہیں کہا ہی کہ میں آزاد ہوں تب تک آزاد نہوگا جیسے کہ اگر اپنے
غلام سے کہا کہ تو کہہ کہ میں آزاد ہوں تو جب تک یہ نہ کہے کہ میں آزاد ہوں تب تک آزاد نہوگا اور اگر کسی
شخص سے کہا کہ تو میرے غلام سے کہہ کہ تو آزاد شدہ ہی یا کہا کہ وہ آزاد ہی تو فی الحال آزاد ہو جائیگا اور اگر ایک
شخص کو حکم کیا کہ میرے غلام سے کہہ کہ تو آزاد ہی تو آزاد نہ ہوگا جب تک کہ یہ مامور اس سے اسطرح نہ کہے یہ فتاوی
قاضیخان میں ہی۔ اور اگر اپنے غلام سالم نام کو پکارا کہ اے سالم پس مرزوق نے جواب دیا کہ جی ہاں پس مولی نے کہا کہ تو
آزاد ہو حالانکہ اسکی نیت نہ تھی تو وہی آزاد ہو جائیگا جسنے جواب دیا ہی اور اگر مولی نے اس صورت میں کہا کہ میں نے
سالم کی نیت کی تھی تو حکم قضاءً میں دونوں آزاد ہو جائینگے مگر فیما بینہ و بین اللہ تعالی تنہا وہی آزاد ہوگا جسکی نیت
کی تھی اور اگر ایک آدمی سے کہا کہ اے سالم تو آزاد ہی پھر یہ آدمی اسکا دوسرا غلام نکلا یا کسی غیر کا غلام نکلا تو سالم
آزاد ہوگا یہ بدائع میں ہی۔ ایک مرد نے دوسرے شخص سے کہا کہ کیا یہ آزاد نہیں ہی اور اپنے غلام کی طرف اشارہ
کیا تو قضاءً وہ آزاد ہو جائیگا یہ ظہیریہ میں ہی۔ فتاوی ابو اللیث رح میں ہی کہ اگر اپنے غلام سے کہا کہ انت حرۃ
(انت ضمیر مونث مخاطب کی ہی اور حرۃ صیغہ مونث ہی) یا باندی سے کہا کہ انت حر (انت ضمیر مذکر خطاب اور
حر صیغہ مذکر ہی) تو غلام مذکور یا باندی مذکورہ آزاد ہو جائیگی یہ محیط و فتاوی کبری میں ہی۔ اور اگر اپنے غلام
سے کہا کہ العتاق علیک یعنی تجھپر عتاق وارد ہوا ہی تو وہ آزاد ہو جائیگا یہ فتاوی کبری میں ہی اور اگر کہا کہ تیرا آزاد
کرنا مجھپر واجب ہی تو آزاد نہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہی۔ اور اگر غلام سے کہا کہ تیرا آزاد کرنا واجب ہی تو
آزاد نہ ہوگا یہ فتاوی کبری میں ہی۔ اور اگر کہا کہ انت عتیق یعنی تو عتیق ہی تو آزاد ہو جائیگا اگرچہ نیت نہ کی ہو
یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اور اگر غلام سے کہا کہ انت حر اولا یعنی تو آزاد ہی یا نہیں ہی تو بالاجماع آزاد نہوگا۔ یہ
سراج الوہاج میں ہی۔ اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ انت عتیق من فلان اور فلان کے لفظ سے اپنا دوسرا غلام
مراد لیا اور اس کلام سے اسکی مراد یہ ہی کہ تو فلان مذکور سے پہلے سے میری ملک میں ہی یعنی اعتق سے پرانے کے

ف قولہ تو آزاد ہی یعنی [illegible]

معنی مراد لیے تو حکم قضا میں اسکے قول کی تصدیق نہوگی بلکہ غلام مذکور آزاد ہو جائیگا و لیکن فیما بینہ و بین اللہ تعالی
اگر اسکی یہی مراد تھی تو سچا ہوگا اور اگر کہا کہ انت عتیق من ہذا العمل او قال فی السن یعنی تو میری ملک میں نسبت
اس غلام کے پرانا ہے یا سن میں اس سے پرانا ہے تو کسی طرح آزاد نہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ تو عتیق السن ہے تو یہی
حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ انت حر یعنی حسن میں یکتا ہے تو قضاء اسکے قول کی تصدیق نہوگی اور اگر کہا کہ انت
عتیق اور دعوی کیا کہ میری مراد یہ تھی کہ میری ملک میں پرانا ہے تو قضاء تصدیق نہوگی۔ اور اگر ایک شخص نے
غلام سے کہا کہ تجھے اللہ تعالی نے آزاد کیا تو وہ آزاد ہو جائیگا اگرچہ اسنے آزادی کی نیت نہ کی ہو اور یہی مختار ہے یہ
فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو حر السن ہے یا حر الحسن ہے یا جمال و حسن میں حر الوجہ ہے تو وہ آزاد نہوگا اور
اگر کہا کہ تو اپنے اخلاق میں حر النفس ہے تو آزاد نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اجناس میں مذکور ہے کہ اگر
غلام سے کہا کہ اے حر النفس تو قضاء آزاد ہو جائیگا یہ غایۃ البیان میں ہے ملتقط میں ہے کہ ایک شخص کا غلام ہے جسپر قرضہ
لازم آنے کی وجہ سے مولی کو اسکا قرض خواہ ہو گیا ہے پس مولی نے اس سے کہا کہ میں نے تجھے آزاد کیا پھر دعوی
کیا کہ میری مراد یہ تھی کہ میں نے تجھے ہونے کے سوا خدمت سے آزاد کیا تو حکم قضا میں یہ کلام [illegible] آزاد کرنے پر
محمول ہوگا اور باوجود اسکے اسپر عقد کرنا بھی لازم ہوگا کیونکہ اسنے اقرار کیا ہے اسلیے کہ یہ اسکی نیت تھی اور اگر
یہ کہا ہو کہ میں نے قتل سے آزاد کرنے کی نیت کی تھی تو عقد کرنا اسپر لازم نہوگا اور اگر کہا کہ میں نے خون کے
قصاص سے اسکو خالصۃ لوجہ اللہ تعالی آزاد کیا ہے تو جو اس نے کہا ہے اسی پر محمول کیا جائیگا یہ محیط میں ہے ایک
شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ تیرا نسب حر ہے یا کہا کہ تیری اصل حر ہے پس اگر یہ معلوم ہو کہ وہ سبی ہے تو آزاد نہوگا
اور اگر یہ معلوم نہو کہ وہ گرفتار شدہ ہے تو آزاد ہو جائیگا اور اگر کہا کہ تیرے ماں و باپ آزاد ہیں تو یہ آزاد نہوگا
اسواسطے کہ احتمال ہے کہ وہ دونوں اسکی پیدائش کے بعد آزاد کیے گئے ہوں۔ ایک شخص کا ایک غلام ہے اور اس
غلام کا ایک بیٹا ہے پس مولی نے کہا کہ تیرا بیٹا آزاد بیٹا ہے تو بیٹا آزاد ہوگا اور باپ آزاد نہ ہوگا اور اگر کہا کہ تیرا
بیٹا آزاد کا بیٹا ہے تو باپ آزاد ہوگا اور بیٹا آزاد نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ قال المترجم اب ایسے
مسائل کا بیان ہوتا ہے جو ایک گونہ عربیت سے متعلق ہیں پس انکو اصل زبان عربی کے ساتھ ملحوظ رکھنا چاہیے
قال اور اگر عتق کو ایسے جزو بدن کی طرف مضاف کیا جس سے تمام بدن سے تعبیر کیجاتی ہے مثلاً کہا کہ تیرا سر یا تیری
گردن یا تیری زبان آزاد ہے تو آزاد ہو جائیگا اور اگر ایسے جزو بدن کی طرف مضاف کیا جس سے تمام بدن سے
تعبیر نہیں کیجاتی ہے تو آزاد نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے قال المترجم فرج عرب کی زبان میں وہ جسم کہ جسکا شرمگاہ
خواہ مرد کا ہو یا عورت کا ہو اور ذکر خاص مرد کا آلہ تناسل اور قبل خاص عورت کا جسم اگلا پس اب سننا چاہیے
کہ کتاب میں فرمایا کہ اگر باندی یا غلام سے کہا کہ تیری فرج آزاد ہے تو وہ آزاد ہو جائیگا بخلاف لفظ ذکر
کے اور یہ ظاہر الروایہ کا حکم ہے اور اگر باندی سے کہا کہ تیری فرج جماع سے آزاد ہے تو امام ابو یوسف رحمہ سے
مروی ہے کہ قضاء آزاد ہو جائیگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور دبر یا است کی طرف اگر مضاف کیا تو
اصح یہ ہے کہ آزاد ہو جائیگا کذا فی النہر الفائق اور بعض نے فرمایا کہ آزاد نہوگا اور یہی اصح ہے اور اگر کہا کہ تیری
عنق آزاد ہے تو بعض نے فرمایا کہ جیسے رقبہ کہنے سے آزاد ہوتا ہے اسی طرح عنق کہنے سے بھی آزاد ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ عنق
گردن ۱۲

اگرچہ بدن یعنی گردن ہے لیکن آزاد ہوگا اسواسطے کہ رقبہ بولکر تمام بدن کی تعبیر کرنا مستعمل ہے اور عنق سے تمام بدن کی تعبیر کا استعمال نہیں ہے جیسے دبر کا ایسا استعمال نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تیرا سر آزاد کا سر ہے یا تیرا منھ آزاد کا منھ ہے یا تیرا بدن آزاد کا بدن ہے تو وہ آزاد نہوگا اسی طرح اگر کہا کہ تیرا سر مثل آزاد کے سر کے ہے یا تیرا منھ مثل آزاد کے منھ کے ہے یا تیرا بدن مثل آزاد کے بدن کے ہے تو آزاد نہوگا اور اگر یون کہا کہ تیرا سر آزاد سر ہے یا تیرا چہرہ آزاد چہرہ ہے یا تیرا بدن آزاد بدن ہے تو آزاد ہو جائیگا اسی طرح اگر کہا کہ تیری فرج آزاد فرج ہے تو باندی آزاد ہو جائیگی کذا فی السراج الوہاج قلت اور اگر غلام سے کہا تو وہ بھی آزاد ہوگا فتامل فیہ اور اگر کہا کہ تو مثل آزاد کے ہے تو بدون نیت کے آزاد نہوگا یہ محیط و کافی مین ہے اور اگر کہا کہ اہل بلخ کے غلام آزاد ہین یا کہا کہ اہل بغداد کے غلام آزاد ہین مگر اُسنے اپنے غلامون کی نیت نہ کی حالانکہ وہ بھی بغداد کا رہنے والا ہے یا کہا کہ اہل بغداد کا ہر غلام آزاد ہے یا کہا کہ ہر غلام جو زمین پر ہے یا ہر غلام جو دنیا مین ہے آزاد ہے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اُسکے غلام آزاد نہونگے اور امام محمد رحؒ نے فرمایا کہ آزاد ہو جائینگے مگر فتوے امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے اور اگر ایسی صورت مین یون کہا کہ ہر غلام جو اس کوچہ مین ہے آزاد ہے حالانکہ اُسکا غلام بھی اس کوچہ مین ہے یا کہا کہ ہر غلام جو جامع مسجد مین ہے تو اسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہے۔ اور اگر کہا کہ ہر غلام جو اس دار مین ہے آزاد ہے حالانکہ اُسکے غلام بھی اس دار مین ہین تو بالاتفاق اُسکے غلام آزاد ہو جاوینگے اور اگر کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سب آزاد ہین تو بالاتفاق اُسکے غلام آزاد نہونگے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ تو نہین ہے مگر آزاد تو وہ آزاد ہو جائیگا یہ ہدایہ مین ہے اور اگر ایک آزاد عورت سے کہا کہ تو ایسی ہے آزاد ہے اور ایسے کے لفظ سے اپنی باندی کی طرف اشارہ کیا اور مراد لیا تو اُسکی باندی آزاد ہو جائیگی اور اگر اُسنے یہ دعوی کیا کہ میری مراد اعتاق نہ تھی تو قضاءً اُسکے قول کی تصدیق نہوگی اور اگر اپنی باندی سے کہا کہ تو آزاد ہے جیسے یہ عورت حالانکہ یہ عورت کسی دوسرے شخص کی باندی ہے تو اُسکی باندی آزاد ہو جائیگی یہ جامع الجوامع سے تاتارخانیہ مین نقل ہے اور اگر اپنی باندی سے کہا کہ تو ایسی ہے جیسی یہ عورت حالانکہ یہ عورت ایک آزاد عورت ہے تو اُسکی باندی آزاد نہوگی الا جبکہ اُسنے عتق کی نیت کی ہو اور اسی طرح اگر کسی آزاد عورت سے کہا کہ تو ایسی ہے جیسی یہ عورت اور یہ عورت اسکی باندی ہے تو اُسکی باندی آزاد نہ ہو جائیگی الا اُس صورت مین کہ اُسکے عتق کی نیت کی ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے اپنے مملوک کے سیے ہوئے کپڑے کو کہا کہ یہ آزاد کی سلائی ہے یا مملوک کے چوپایہ کو کہا کہ یہ آزاد کا چوپایہ ہے یا مملوک کی چال کو کہا کہ یہ آزاد کی چال ہے یا مملوک کی باتون کو کہا کہ یہ آزاد کی باتین ہین تو بدون نیت کے آزاد نہ ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ قال المترجم ہماری زبان مین قولہ یہ آزاد کا چوپایہ ہے آزاد ہونا اظہر ہے فافہم ایک شخص نے کہا کہ آزاد ہے پس اُس سے پوچھا گیا کہ تیری کیا مراد تھی اُس نے کہا کہ میرا غلام تو اسکا غلام آزاد ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور جو الفاظ کہ ملحق بصریح ہین وہ اس طرح ہین جیسے مالک نے کہا کہ مین نے تیرا نفس تیرے واسطے ہبہ کیا یا تیرا نفس تجھے ہبہ کیا یا تیرے نفس کو تیرے ہاتھ فروخت کیا تو مملوک اس کلام سے آزاد ہو جائیگا خواہ غلام قبول کرے یا نہ کرے خواہ مولی نے نیت کی ہو یا نہ کی ہو یہ حاوی قدسی مین ہے۔ اور اسی طرح اگر کہا کہ مین نے تیری گردن تیرے واسطے ہبہ کردی پس غلام نے کہا کہ مین نہین چاہتا ہون

ف قول یہ اختلاف اصول بزدوی مین مذکور ہے ۱۹۱

تو آزاد ہو جائیگا کذا فی المحیط اور یہی اصح ہے یہ ابو المکارم کی شرح نقایہ مین ہے اور اگر غلام سے کہا کہ مین نے تیرا
نفس تیرے ہاتھ اتنے کو بیچا تو یہ غلام کے قبول پر موقوف ہوگا یہ فتح القدیر مین ہے اور اگر کہا کہ مین نے تیرا نفس
تجھے صدقہ دیدیا تو آزاد ہو جائیگا خواہ عتق کی نیت ہو یا نہ ہو خواہ غلام نے قبول کیا یا نہ کیا ہو اور اگر کہا کہ مین نے
تیرا عتق تجھے ہبہ کیا اور دعوی کیا کہ میری مراد عتق سے اعراض تھی تو امام اعظم رح سے دو روایتین ہین چنانچہ ایک
روایت مین یہ ہے کہ وہ آزاد نہوگا اور اگر کہا کہ تو مولے فلان کا ہے یا کہا کہ فلان کا عتیق ہے تو قضاءً آزاد ہو جائیگا
اور اگر کہا کہ تجھے فلان نے آزاد کیا تو امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ وہ آزاد نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے
اور **کنایات عتق** اسطرح ہین کہ مثلاً غلام سے کہا کہ لا ملک لی علیک یعنی میری تجھپر ملک نہین ہے قال المترجم
ہماری زبان مین آزاد ہونا اظہر ہے اور کنایہ نہوگا بخلاف زبان عرب کے کہ قابو نہین چلتا ہے تو بھی ایسا کہتے ہین
یا کہا کہ لا سبیل لی علیک میرے واسطے تجھپر کوئی راہ نہین ہے یا کہا کہ قد خرجت عن ملکی تو میری ملک سے باہر
ہو گیا یا خلیت سبیلک مین نے تیری راہ خالی کر دی پس اگر اس سے حریت کی نیت کی تو آزاد ہو جائیگا اور اگر
یہ نیت نہ کی تو آزاد نہ ہوگا یہ ہدایہ و کافی قدسی مین ہے۔ اور اگر غلام سے کہا کہ میرے واسطے تجھپر کوئی راہ نہین ہے سوا
ولاء کے تو قضاءً آزاد ہو جائیگا اور اگر اس نے دعوی کیا کہ میری مراد عتق نہ تھی تو تصدیق نہوگی اور اگر کہا کہ میرے
واسطے تجھپر کوئی راہ نہین ہے سوا راہ سوالات کے تو قضاءً اسکے قول کی تصدیق ہوگی یہ بدائع مین ہے ایک شخص
نے اپنے غلام سے کہا کہ میرا رق تجھپر نہین ہے پس اگر عتق کی نیت کی تو آزاد ہو جائیگا ورنہ نہین یہ فتاوی قاضیخان
مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ تو اللہ تعالی کے واسطے ہے تو امام رحمہ اللہ کے قول کے موافق آزاد نہوگا
اگرچہ عتق کی نیت کی ہو اور یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ اور اگر کہا کہ مین نے تجھکو خالص اللہ تعالی کے
واسطے کر دیا تو امام اعظم رح سے مروی ہے کہ وہ آزاد نہ ہوگا اگرچہ اس نے عتق کی نیت کی ہو اور صاحبین رح
سے مروی ہے کہ وہ آزاد ہوگا یہ فتح القدیر مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے مرض مین اپنے غلام سے کہا کہ تو لوجہ
اللہ تعالی ہے تو یہ باطل ہے اور اگر کہا مین نے تجھکو لوجہ اللہ تعالی کر دیا خواہ صحت مین کہا یا مرض مین یا وصیت
مین اور کہا کہ مین نے عتق کی نیت نہین کی یا کچھ بیان نہ کیا یہانتک کہ مر گیا تو یہ غلام فروخت کیا جائیگا اور اگر
عتق کی نیت کی تو آزاد ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر کہا کہ تو اللہ تعالی کا غلام ہے تو بلا خلاف وہ
آزاد نہوگا یہ غیاثیہ مین ہے۔ اور اگر اپنے غلام یا باندی سے کہا کہ مین تیرا غلام ہون پس اگر آزادی کی نیت کی تو آزاد
ہو جائیگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ اگر اپنی باندی سے کہا کہ مین تجھے طلاق
دیتا ہون اور مراد عتق تھی تو وہ آزاد ہو جائیگی اور اگر کہا کہ مین نے تجھے طلاق دی ہے اور مراد عتق ہے تو ہمارے
نزدیک آزاد نہوگی یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر باندی سے کہا کہ تیری فرج تجھپر حرام ہے اور عتق کی نیت کی تو
آزاد نہوگی اور اگر اپنے غلام سے بطور ہجا یون کہا کہ تو حر ہے پس اگر عتق کی نیت ہو تو آزاد ہوگا ورنہ نہین اور
اگر اپنے غلام سے کہا کہ لا سلطان لی علیک یعنی مجھے تجھپر کچھ غلبہ حاصل نہین ہے یا کہا کہ جہان چاہے چلا جا یا کہا کہ جدھر
جی چاہے توجہ کر تو وہ آزاد نہوگا اگرچہ نیت کی ہو اور اگر اپنی باندی سے کہا کہ تو طالقہ ہے یا تو بائنہ ہے یا تو مجھے
بائنہ ہو گئی یا مین نے تجھے حرام کیا یا تو خلیہ ہے یا بریہ ہے یا کہا کہ تو اختیار کر پس باندی نے کہا کہ مین نے اختیار

کہا یا کہا کہ تو نکل یا استبرا کر پس اُسنے ایسا ہی کیا تو ہمارے نزدیک آزاد نہو گی اگرچہ مالک نے عتق کی نیت کی ہو اور اسی طرح اگر کہا کہ تو میری باندی نہیں ہو یا کہا کہ میرا تجھپر کچھ حق نہیں ہی تو آزاد نہو گی اگرچہ عتق کی نیت کی ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور طلاق کی لفظ خواہ صریح لفظ ہو یا کنایہ ہو باندی آزاد نہو گی اگرچہ عتق کی نیت کرے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر غلام سے کہا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ مین ہی یا کہا کہ تو اختیار کر تو نیت پر موقوف ہی اور اگر غلام سے کہا کہ تیرا امر آزادی تیرے ہاتھ مین ہی یا کہا کہ مین نے تیرا عتق تیرے ہاتھ مین کر دیا یا کہا کہ تو عتق کو اختیار کر یا کہا کہ مین نے عتق کے مقدمہ مین تجھے اختیار دیا یا تیرے عتق مین تجھے مختار کیا تو ان سب مین نیت کی کچھ حاجت نہین ہی اسواسطے کہ یہ صریح ہی و لیکن یہ ضرور ہی کہ غلام عتق اختیار کرے مگر یہ اختیار مولی کی طرف سے اُسی مجلس تک کے واسطے ہوگا کہ اگر غلام نے اُسی مجلس مین عتق اختیار کیا تو آزاد ہوگا ورنہ نہین یہ بدائع مین ہی۔ ایک مرد کے پاس ایک باندی اُسکی ملک مین ہی پس اُسکی جورو نے اُس باندی کے معاملہ مین شوہر کو کچھ ملامت کی پس شوہر نے جورو سے کہا کہ اُسکے کام کا اختیار تیرے ہاتھ ہی پس جورو نے اُسکو آزاد کر دیا پس اگر شوہر نے اس کلام سے اُسکے عتق کے کام مین نیت کی ہو تو باندی مذکورہ آزاد ہو جائیگی ورنہ نہین ہو اسواسطے کہ یہ اختیار معاملہ بیع کے واسطے ہوگا یعنی بیع کر دے لیکن اگر اسطرح کہا کہ اس باندی کے حق مین جو تو کرے وہ جائز ہی تو یہ آزاد کرنے وغیرہ سب کے واسطے ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور اگر اپنی باندی سے کہا کہ تو اپنے نفس کو آزاد کر دے پس باندی نے کہا کہ مین نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو یہ باطل ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر غلام سے کہا کہ اپنے نفس کے معاملہ مین جو تو چاہے وہ کر پس اگر غلام نے مجلس سے اُٹھنے سے پہلے اپنے نفس کو آزاد کر دیا تو آزاد ہو جائیگا اور اگر اپنے نفس کو آزاد کرنے سے پہلے اُٹھ کھڑا ہوا تو بعد مجلس سے کھڑے ہو جانے کے اپنے نفس کو آزاد نہین کر سکتا ہی اور اسکو اختیار ہوگا کہ ایسی صورت مین جسکو چاہے اپنے نفس کو ہبہ کر دے یا فروخت کر دے یا صدقہ مین دیدے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ تو غیر مملوک ہی تو اُسکی طرف سے یہ عتق نہوگا و لیکن اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اُسکے ملک کا دعوی کرے اور اگر وہ غلام مر گیا تو بوجہ ولا کے اُسکا وارث بھی نہین ہو سکتا ہی اور اگر اسکے بعد غلام مذکور نے کہا کہ مین اسکا مملوک ہون اور اُس نے غلام کے قول کی تصدیق کی تو غلام اُسکا مملوک ہوگا یہ ابراہیم نے امام محمد رح سے روایت کی ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہی یا باندی سے کہا کہ یہ میری بیٹی ہی پس اگر مملوک مذکور اُسکے فرزند ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو یعنی سن اسکا ایسا ہو کہ اس مدعی کا بیٹا یا بیٹی ہو سکے اور وہ مجہول النسب بھی ہو کہ یہ معلوم نہو کہ یہ کسکا نطفہ ہی تو نسب ثابت ہو جائیگا اور غلام آزاد ہو جائیگا خواہ غلام اجنبی جلیب ہو یعنی غیر ملک سے لایا گیا ہو یا وہین کی پیدائش ہو اور اگر مملوک مذکور اُسکے فرزند ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو لیکن اُسکا نسب معروف ہو تو بالاتفاق مملوک مذکور آزاد ہو جائیگا مگر نسب ثابت نہوگا اسی طرح اگر مملوک مذکور اسکے فرزند ہونے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو بھی نسب ثابت نہ ہوگا مگر امام اعظم کے قول کے موافق مملوک آزاد ہو جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور یہی صحیح ہی یہ زاد مین ہی اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ یہ میرا باپ ہی یا اپنی باندی سے کہا کہ یہ میری ماں ہی اور مملوک

نے تصدیق کی تو نسب ثابت ہوگا ورنہ نہیں اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ فرزندی کے دعوی میں بھی
بدون تصدیق مملوک کے نسب ثابت نہ ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ مملوک کی تصدیق شرط نہیں ہے یہ فتاوی قاضیخان
میں ہے اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ یہ میرا باپ ہے حالانکہ اتنی بڑی عمر کا آدمی ایسے شخص کی اولاد میں نہیں ہو سکتا
ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک غلام آزاد ہو جائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک آزاد نہوگا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور اگر
طفل صغیر سے کہا کہ یہ میرا دادا ہے تو بعض نے فرمایا کہ اسمیں بھی ایسا ہی اختلاف ہے اور بعض نے فرمایا کہ بالاجماع
آزاد نہ ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر غلام سے کہا کہ یہ میرا چچا ہے تو بعض روایات میں مذکور ہے کہ آزاد ہو جائیگا
اور صحیح یہ ہے کہ آزاد نہ ہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور منتقیٰ میں لکھا ہے کہ اگر غلام سے کہا کہ یہ میرا چچا یا ماموں
ہے تو آزاد ہو جائیگا اور یہی مختار ہے انتہی اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ یہ میری بیٹی ہے یا باندی سے کہا کہ یہ میرا بیٹا
ہے تو وہ آزاد نہوگا اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے اور بعض نے فرمایا کہ نہیں
بلکہ یہ مسئلہ اتفاقی ہے کہ آزاد نہوگا اور یہی اظہر ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ یہ میرا بھائی یا یہ میری بہن ہے تو
ظاہر الروایہ میں آزاد نہوگا اور یہی روایت اصل ہے لیکن اگر نیت ہو تو آزاد ہو جائیگا یہ غایۃ السروجی میں ہے
اور اگر کہا کہ یہ میرا پدری بھائی ہے یا مادری بھائی ہے تو آزاد ہو جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر غیر کے غلام سے
کہا کہ یہ زنا سے میرا بیٹا ہے پھر اسکو خریدا تو آزاد ہو جائیگا ولیکن نسب ثابت نہوگا۔ یہ سراج الوہاج میں
ہے۔ اور اگر اپنی باندی سے کہا کہ یہ عورت میری خالہ یا پھوپھی زنا سے ہے تو آزاد ہو جائیگی اور اسی طرح اگر
کہا کہ یہ میرا بیٹا یا بھائی یا بہن زنا سے ہے تو بھی آزاد ہو جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ اے بیٹے یا
اے بھائی تو آزاد نہوگا اور یہی صحیح ہے کذا فی الکافی اور یہی ظاہر ہے لیکن تحفہ میں مذکور ہے کہ اگر نیت کی ہو تو
آزاد ہو جائیگا یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ اے میرے بیٹے یا باندی سے کہا کہ اے میری
بیٹی تو آزاد نہو جائیگی اگرچہ عتق کی نیت ہو جیسے اگر کہا کہ اے بیٹے یا اے بیٹی تو آزاد نہیں ہوتی ہے یعنی فقط اے بیٹا
یا اے بیٹی بدون اپنی طرف اضافت کرنے کے کہا تو نہیں آزاد ہوتی ہے اگرچہ نیت عتق کی ہو یہ فتاوی قاضیخان
میں ہے۔ نوادر ابن رستم میں امام محمد رح سے مروی ہے کہ اگر غلام سے کہا کہ اے میرے باپ یا اے میرے دادا یا اے
میرے چچا یا اے میرے ماموں یا باندی سے کہا کہ اے میری پھوپھی یا اے میری خالہ یا اے میری بہن تو ان سب
صورتوں میں آزاد نہوگا اور تحفۃ الفقہاء میں اسقدر عبارت زائد بھی ہے کہ لیکن اگر نیت کی ہو تو آزاد ہوگا یہ
نہر الفائق میں ہے۔ اور شیخ ابو القاسم صفار سے منقول ہے کہ انسے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کی باندی چراغ لاکر
اسکے سامنے کھڑی ہوئی پس مولی نے اس سے کہا کہ اے یہ چہرہ میں چراغ لیکر کیا کروں کہ تیرا چہرہ خود چراغ سے
زیادہ روشن ہے اے تو ایسی کہ میں تیرا غلام ہوں تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ سب مہربانی کے کلمات قرار
دیے جاوینگے اور باندی آزاد نہوگی اور یہ اس صورت میں ہے کہ مولی نے عتق کی نیت نہ کی ہو اور اگر نیت کی تو
امام محمد رح سے اسمیں دو روایتیں ہیں یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ اے سردار یا اے میرے
سردار یا اپنی باندی سے کہا کہ اے سردار یا اے میری سردار پس اگر ان صورتوں میں عتق کی نیت کی ہو تو بلا خلاف
عتق ثابت ہو جائیگا اور اگر عتق کی نیت نہ کی ہو تو اسمیں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور فقیہ ابو اللیث کے نزدیک

مختار یہ ہی کہ آزاد نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر غلام سے کہا کہ ای آزاد مرد یا باندی سے کہا کہ ای آزاد عورت یا باندی سے کہا کہ ای میری کدبانو یا ای کدبانو پس اگر عتق کی نیت کی تو آزاد ہوگا اور اسمین کچھ اختلاف نہین ہی اور اگر عتق کی نیت نہو تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور فقیہ ابو اللیث کا مختار یہ ہی کہ آزاد نہوگا اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ ای زاد مرد یعنی بدون الف کے زاد فقط کہا تو فقیہ ابو بکر رحمہ اللہ سے منقول ہی کہ وہ آزاد نہوگا اگرچہ عتق کی نیت کی ہو یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اپنی باندی سے کہا کہ ای مولی زادہ تو وہ آزاد نہوگی یہ فتاوے کبری مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ ای نیم آزاد یعنی نصف آزاد تو یہ قول بمنزلہ اس کلام کے ہی کہ غلام سے کہا کہ تیرا نصف حصہ آزاد ہی ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ جب تک تو غلام تھا تب تک مین تیرے عذاب مین گرفتار تھا اب کہ تو نہین ہی تب بھی تیرے عذاب مین گرفتار ہون تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ کلام اسکی طرف سے غلام کے عتق کا اقرار ہی پس قضاءً غلام آزاد ہوجائیگا۔ ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ تو مجھسے زیادہ آزاد ہی پس اگر عتق کی نیت کی ہو تو آزاد ہوجائیگا ورنہ نہین ایک غلام نے اپنے مولے سے کہا کہ میری آزادی پیدا کر پس مولی نے کہا کہ تیری آزادی مین نے پیدا کی اور نیت عتق نہ کی تو آزاد نہوگا قلتُ قضاءً آزاد ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر غلام سے کہا کہ ای میرے مالک تو بلانیت آزاد نہوگا یہ کافی مین ہی۔ ایک شخص کا ایک غلام ہی پس اُسنے کہا کہ مین نے اپنا غلام آزاد کردیا تو آزاد ہوجائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ مین تیرے باپ کا مولی ہون کہ تیرے باپ نے میرے باپ و ماں کو آزاد کیا ہی تو زید مذکور عمرو کا غلام نہوگا اور اسی طرح اگر زید نے کہا کہ مین تیرے باپ کا مولی ہون اور یہ نہ کہا کہ مجھے تیرے باپ نے آزاد کیا ہی تو بھی یہی حکم ہی اور زید حر ہوگا اور اگر زید نے کہا کہ مین تیرے باپ کا مولی ہون اور مجھے تیرے باپ نے آزاد کیا ہی پس اگر عمرو نے باپ کے آزاد کرنے سے انکار کیا تو زید اسکا مملوک ہوگا لیکن اگر زید گواہ لاوے کہ عمرو کے باپ نے اسکو آزاد کیا ہی تو زید کے گواہ مقبول ہونگے اور وہ آزاد ہوگا۔ اگر کسی شخص نے اپنے غلام کو آزاد کیا اور غلام کے پاس مال ہی تو یہ مال مولے کا ہوگا سوا اتنے کپڑے کے جو غلام کی ستر پوشی کرے اور یہ بھی مولے کے اختیار مین ہی کہ کپڑون مین سے جونسا کپڑا چاہے دیدے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے تین غلامون سے کہا کہ تم لوگ آزاد ہو سوائے فلان و فلان و فلان کے تو یہ سب غلام آزاد ہوجاینگے یہ فتاوے کبری مین ہی قال المترجم اسوجہ سے کہ مستثنی منہ کے ساتھ حکم حریت متعلق ہوا پس استثنار کار آمد نہوگا وقیل الاستثناء باطل فتدبر۔ ایک شخص کے پانچ غلام ہین پس اسنے کہا کہ دس میرے مملوکون مین سے آزاد ہین الا ایک تو سب آزاد ہونگے اور اگر کہا کہ میرے مملوک دسون آزاد ہین الا واحد تو چار آزاد ہونگے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر مرد آزاد کرنا چاہے تو چاہیے کہ غلام آزاد کرے اور عورت کو چاہیے کہ باندی آزاد کرے یہ مستحب ہی تاکہ مقابلہ اعضاء ٹھیک متحقق ہو یہ ظہیریہ مین ہی۔ قال المترجم حدیث شریف مین یہ مضمون ہی کہ جو شخص بندہ آزاد کرتا ہی اللہ تعالی اُسکے ہر عضو کو بمقابلہ اعضاے بندہ کے آتش دوزخ سے آزاد فرماتا ہی پس استحباب مسئلہ مذکورہ بہ بناے حدیث موصوفہ ہی فافہم اور یہ مستحب ہی کہ جب آدمی سات برس کی بندہ سے خدمت لے لے تو اسکو آزاد کردے یا کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کردے کہ شاید وہ آزاد کردے یہ تاتارخانیہ مین حجہ سے منقول ہی اور مستحب ہی کہ آزاد کرنے والا بندہ کو ایک عتاق نامہ لکھکر اُسپر ثقہ لوگون کی گواہی کرادے تاکہ غلام کے حق مین مضبوطی رہے اور باہم اختلاف اور انکار سے حفاظت ہو یہ محیط سرخسی

ہین ہی **فصل** ملک وغیرہ کی وجہ سے آزاد ہونے کے بیان مین۔ جو شخص اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہوا وہ اُسکی طرف سے فوراً آزاد ہو جائیگا خواہ یہ مالک صغیر یا کبیر ہو عاقل ہو یا مجنون ہو یہ غایۃ البیان مین ہی اور ذی رحم محرم سے ہر ایسا قرابت دار مراد ہی جن سے نکاح ہمیشہ کے واسطے حرام ہو پس رحم عبارت ہی قرابت سے اور محرم عبارت ہی حرمت مناکحت سے پس اگر محرم بلا رحم کا مالک ہوا تو وہ آزاد نہوگا مثلاً اپنے پسر کی زوجہ یا باپ کی زوجہ یا چچا کی بیٹی کا جو اُسکی رضاعی بہن ہی مالک ہوا تو کوئی آزاد نہو جائیگی اسی طرح اگر رحم ہو مگر محرم نہو تو بھی یہی حکم ہی مثلاً ماموں یا چچا کی اولاد کا مالک ہوا تو وہ آزاد نہوگی یہ کافی مین ہی۔ اور اگر کوئی ایسے آدمی کا مالک ہوا جو بسبب رضاعت یا مصاہرت کے اُس پر دائمی حرام ہی تو وہ آزاد نہوگا اور اگر جو دو شریکون مین سے کوئی دوسری کا مالک ہو تو اُسکی طرف سے آزاد نہو جائیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور مالک خواہ مسلمان ہو یا کافر ہو دار الاسلام مین اس حکم کے واسطے کچھ فرق نہوگا اور اسیطرح جس ذی رحم محرم کا مالک ہوا ہی چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر ہو کچھ فرق نہین ہی یہ غایۃ البیان مین ہی اور چونکہ یہ حکم دار الاسلام مین ہی لہذا اگر دار الحرب مین کوئی حربی اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہوا تو وہ اُسکی طرف سے آزاد نہو جائیگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہی اور اگر کوئی حربی اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو کر امان لیکر دار الاسلام مین آیا تو مملوک مذکور اُسکی طرف سے آزاد ہو جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر مملوک نے اپنی اولاد کو خریدا تو وہ آزاد نہو جائیگی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ اور اگر غلام ماذون نے ایسا مملوک خریدا جو اسکے مالک کا ذی رحم محرم ہو اور اُسپر قرضہ نہین ہی جو بالکل محیط ہو تو مولی کی طرف سے آزاد ہو جائیگا اور اگر قرضہ محیط ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک آزاد نہوگا اور اگر مکاتب نے اپنے مولی کا بیٹا خریدا تو بالاتفاق آزاد نہو جائیگا یہ تاتارخانیہ مین حجہ سے منقول ہی اور اگر مکاتب نے ایسے لوگون کو خریدا جنکی فروخت کا مجاز نہین ہی جیسے والدین و اولاد وغیرہ پھر مولی نے انکو آزاد کر دیا تو وہ آزاد ہو جائینگے یہ مضمرات مین ہی۔ اور جو شخص غلام خریدنے کے واسطے وکیل کیا گیا ہی اگر اُسنے موکل کا ذی رحم محرم خریدا تو وہ آزاد نہو جائیگا یہ سراجیہ مین ہی اور ایک شخص نے اپنے پسر کے واسطے اپنے مرض الموت مین ہزار درم کا اقرار کیا اور اس شخص کا سواے اسکے کوئی وارث نہین ہی اور کچھ مال بھی نہ چھوڑا سواے ایک مملوک کے کہ وہ اُس پسر کا ماں کی طرف سے بھائی ہی اور اس مملوک کی قیمت اسی قدر ہی جسقدر قرضہ کا میت نے اپنے پسر کے واسطے اقرار کیا ہی تو محمد رح نے فرمایا کہ مملوک آزاد ہو جائیگا اسواسطے کہ مرض مین جو اقرار ہو وہ گویا وصیت ہی پس جب پسر مذکور اسکا مالک ہوا تو وہ اسکی طرف سے آزاد ہو جائیگا اور اگر اقرار مذکور حالت صحت مین واقع ہوا ہو تو مملوک مذکور آزاد نہو جائیگا اسواسطے کہ وارث مذکور اسکا مالک نہین ہوا ہی بوجہ کہ قرضہ مذکور میت کے ترکہ کو محیط ہی۔ اور اس بیان سے یہ فائدہ ثابت ہوا کہ جب ترکہ مین وارث کا قرضہ ہو تو وہ وارث کے ترکہ کے مالک ہونے سے مانع ہوتا ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر ایسی باندی خریدی جو اُسکے باپ کے نطفہ سے پیٹ سے ہی حالانکہ وہ باندی اُسکے باپ کے سواے کسی غیر کی ملک ہی تو خرید جائز ہوگی اور جو اُسکے پیٹ مین ہی وہ آزاد ہوگا اور باندی آزاد نہوگی اور جبتک وضع حمل نہو تب تک اُسکو فروخت نہین کر سکتا ہی کہ اُسکی بیع جائز نہوگی اور بعد وضع حمل کے اُسکو فروخت کر سکتا ہی یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر حاملہ باندی کو آزاد کیا تو اسکا حمل بھی آزاد ہو جائیگا اور اگر فقط حمل کو آزاد کیا تو بدون باندی کے فقط حمل آزاد ہوگا اگر کسیقدر مال پر حمل کو آزاد کیا تو حمل آزاد ہوگا اور مال واجب نہوگا اور عتق کے وقت حمل کا موجود ہونا اسی طرح دریافت

ہو سکتا ہی کہ وقت عتق سے چھ مہینے سے کم مین بچہ پیدا ہو یہ ہدایہ مین ہی - اور اگر وقت عتق سے چھ مہینے یا زیادہ
مین بچہ جنی تو آزاد نہوگا الا اس صورت مین کہ حمل مین جوڑیا دو بچہ ہون کہ پہلا بچہ چھ مہینے سے کم مین پیدا ہوا پھر دوسرا
چھ مہینہ یا زیادہ مین پیدا ہوا یا یہ باندی طلاق یا وفات کی عدت مین ہو پس وقت فراق سے دو برس سے کم
مین بچہ جنی پس اگرچہ وقت اعتاق سے چھ مہینے سے زیادہ مین جنی ہو بہرحال اس صورت مین حمل آزاد ہوگا یہ
فتح القدیر مین ہی - باندی کا بچہ جو اُسکے مولی سے ہو آزاد ہی اور جو اسکے شوہر سے پیدا ہو وہ اُسکے مولی کا مملوک ہی
بخلاف مغرور کے بچہ کے کہ اسکو فریب دیا گیا ہو اسکا یہ حکم نہین ہی کہ ماں کا تابع ہو اور آزاد عورت کا بچہ بہرحال
مین آزاد ہوتا ہی اسواسطے کہ عورت کا پلہ بھاری ہی پس حریت کے وصف مین عورت کا تابع ہوگا جیسے کہ مملوکیت
و مرقوقیت و تدبیر و امومیۃ الولد و کتابت مین یہ وصف بچہ کو ماں کا ملتا ہی یہ ہدایہ مین ہی - اور اگر بچہ جننے کے
وقت اپنی باندی سے کہا کہ تو حرہ ہی اور حالت یہ ہی کہ تھوڑا بچہ باہر نکل چکا ہی پس اگر نصف سے کم نکلا ہو تو بچہ بھی
آزاد ہوگا اور اگر زیادہ ہو تو آزاد نہوگا اور ہشام رح او ر علی رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہی کہ اگر ایک شخص
نے اپنی حاملہ باندی سے درحالیکہ اُسکا بچہ کچھ نکل چکا ہی کہا کہ تو آزاد ہی تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر
سوائے سر کے نصف بدن خارج ہوا ہی تو وہ مملوک ہوگا اور اگر سر کی جانب سے نصف بدن خارج ہوا ہی تو وہ
آزاد ہوگا اور اسکے معنے یہ ہین کہ مع سر کے نصف خارج ہوا ہی تو آزاد ہی یہ محیط مین ہی منتقی مین ہی کہ اگر باندی سے
کہا کہ بڑا بچہ جو تیرے پیٹ مین ہی وہ آزاد ہی پس اُسکے جوڑیا دو بچہ پیدا ہوئے تو جو پہلے نکلا وہ بڑا ہی وہی آزاد ہوگا
اور اگر اپنی باندی سے کہا کہ علقہ یا مضغہ جو تیرے پیٹ مین ہی آزاد ہی تو جو اُسکے پیٹ مین ہی وہ آزاد ہوگا یہ محیط سرخسی
مین ہی - ایک شخص نے غیر کی باندی کو آزاد کیا پھر مولی نے بعد باندی کے بچہ پیدا ہونے کے عتق کی اجازت دی تو بچہ آزاد ہوگا
اور اگر اپنی باندی سے کہا کہ میرا ہر مملوک سوائے تیرے آزاد ہی تو باندی کا حمل آزاد نہوگا - ایک شخص نے اپنی حاملہ باندی
سے حالت صحت مین کہا کہ تو یا جو تیرے پیٹ مین ہی آزاد ہی پس دوسرے دن باندی مذکورہ کے ایک مردہ بچہ پیدا ہو
جسکی خلقت ظاہر ہو گئی تھی تو بقیاس قول امام اعظم رح کے باندی آزاد ہوگی - اور اگر خود بچہ پیدا نہوا بلکہ کسی آدمی نے
دوسرے روز اُسکے پیٹ مین صدمہ پہونچایا جس سے مردہ جنین پیٹ سے گر گیا جسکی خلقت ظاہر ہو گئی تھی تو مولے کو اختیار ہوگا
پس اگر اسنے ماں کو آزاد کیا تو اُسکے آزاد ہونے سے بچہ بھی آزاد ہوگا اور اگر باندی مذکورہ حاملہ نہو تو خود آزاد ہو جائیگی
یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور اگر اپنی حاملہ باندی سے کہا کہ تو یا جو تیرے پیٹ مین ہی آزاد ہی پھر قبل اسکے کہ مولی
بیان کرے یعنی کسی کو معین کرے کہ دونو مین سے کون آزاد ہی مر گیا پھر کسی آدمی نے باندی کے پیٹ مین صدمہ
پہونچایا کہ جس سے جنین مردہ جسکی خلقت ظاہر ہو گئی تھی گر گیا تو فرمایا کہ مجرم پر اس جنین کے واسطے غرہ آزاد کا
بھر پانا واجب ہوگا اور نصف باندی آزاد ہوگی اور نصف کے واسطے سعایت کریگی اور جنین پر کچھ سعایت
نہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر حربی نے اپنے غلام حربی کو دار الحرب مین آزاد کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اسکا
اعتاق نافذ نہوگا اور اسمین صاحبین رح کا خلاف ہی اور اگر حربی نے اپنے مسلمان غلام کو دار الحرب مین آزاد کیا تو بالاتفاق
اعتاق نافذ ہوگا اور اُسکی ولاء اس حربی کو ملیگی - اور اگر حربی مر گیا یا قتل کیا گیا یا مسلمان کے ہاتھ مین قید ہو گیا تو اُسکا
مکاتب آزاد نہوگا اور بدل کتابت اُسکے وارثون کو ملیگا جیسے کہ خود مر گیا ہی - ایک شخص ہندوستان مین گیا یعنی دار الحرب مین

گیا پھر وہ دار الاسلام میں آیا اور اُسکے ساتھ ایک ہندو آیا جو کہتا تھا کہ میں اسکا غلام ہوں پھر یہ ہندو مسلمان
ہوگیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر ہندو مذکور دار الحرب سے مسلمان کے ساتھ بدون اکراہ و زبردستی کے
دار الاسلام میں چلا آیا ہی تو وہ آزاد ہوگا اور اُسکا یہ قول کہ میں اسکا غلام ہوں باطل ہوگا اور اگر مسلمان اسکو
زبردستی یا کراہ نکال لایا ہی تو وہ مسلمان کا غلام ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہی حربی نے اگر اپنا مسلمان غلام بیچ
کے واسطے پیش کیا تو وہ آزاد ہوگا اگرچہ اسکو فروخت کیا ہو اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہی صحیح ہی یہ شرح مجمع میں لکھا ہی —

دوسرا باب معتق البعض کے بیان میں جسکا کچھ حصہ آزاد کیا گیا ہی — اور اگر اپنے غلام میں سے کچھ آزاد کیا
خواہ یہ حصہ معین ہو یعنی معلوم ہو مثلاً چوتھائی وغیرہ یا ایسا نہو جیسے غلام سے کہا کہ تجھ میں سے کچھ یا بعض وغیرہ
یا تیرا کوئی جزو یا پارہ آزاد ہی تو فرق دونوں صورتوں میں یہ ہی کہ غیر معلوم کی صورت میں مولی کو بیان کرنیکا
حکم دیا جائیگا کہ کس قدر مراد ہی بہرحال امام اعظم رح کے نزدیک تھوڑا آزاد کرنے سے سب آزاد نہوگا اور صاحبین
نے فرمایا کہ سب آزاد ہو جائیگا پھر امام کے نزدیک ایسا غلام اپنی باقی قیمت کے واسطے اپنے مولی کو دینے کے
لیے سعایت کریگا یہ نہر الفائق میں ہی اور مضمرات میں لکھا ہی کہ امام اعظم رح کا قول صحیح ہی انتہی اور اگر کہا کہ تیرا ایک
سہم آزاد ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک چھٹا حصہ آزاد ہوگا اسیطرح اگر سہم کی جگہ شی کا لفظ کہا تو بھی یہی حکم ہی یہ
عتابیہ میں ہی اور معتق البعض مثل مکاتب کے ہوتا ہی کہ جب تک وہ معاوضہ جو اُسپر ادا کرنا چاہیے ہی ادا نکرے
تب تک اُسکی آزادی موقوف رہتی ہی و لیکن جو کچھ کمادے اُسکا وہی مستحق ہوتا ہی اور مولی کا اُسپر قبضہ نہیں رہتا ہی
اور نہ خدمت لینے کا استحقاق ہی اور قیمت کامل رہتی ہی کذا فی النہر الفائق اور خود وارث نہیں ہوسکتا ہی اور نہ اسکا
کوئی وارث ہوسکتا ہی اور اُسکی گواہی بھی جائز نہیں ہی اور دو عورتوں سے زیادہ کے ساتھ نکاح کر کے انکو جمع نہیں
کرسکتا ہی یہ تاتارخانیہ میں ہی — اور بدون اجازت مولی کے نکاح نہیں کرسکتا ہی اور نہ کچھ ہبہ یا صدقہ دے سکتا ہی الا شی
خفیف چیز اور کسی کی طرف سے کفالت نہیں کرسکتا ہی اور کسی کو قرض نہیں دے سکتا ہی مگر اس میں اور مکاتب میں اتنا فرق
ہی کہ اگر معتق البعض اپنے معاوضہ ادا کرنے سے عاجز ہوا تو وہ رقیق نہیں کیا جائیگا یہ تاتارخانیہ میں ہی — الا
جسقدر آزاد ہونے کو باقی ہی اسکو سعایت کر کے ادا کر کے آزاد ہونا چاہیے یا مولی باقی بھی آزاد کردے اور
جب کل ملک زائل ہو جائیگی تب وہ سب آزاد ہو جائیگا یہ کافی میں ہی — اور اگر ایک غلام دو شریکوں میں مشترک
ہو اور ایک نے اپنا حصہ آزاد کردیا تو وہ آزاد ہو جائیگا پس اگر شریک خوشحال ہو تو دوسرے شریک کو جس نے نہیں
آزاد کیا ہی اختیار ہی کہ چاہے خود بھی آزاد کردے اور چاہے شریک سے اپنے حصہ کا تاوان لے اور
چاہے غلام مذکور سے اپنے حصہ کی سعایت کرادے یہ ہدایہ میں ہی — اور جب دو شریکوں میں سے ایک نے
اپنا حصہ غلام آزاد کردیا تو دوسرے شریک کو یہ اختیار نہوگا کہ اپنے حصہ غلام کو فروخت کرے یا ہبہ کرے یا
مہر قرار دے اسواسطے کہ یہ غلام بمنزلہ مکاتب کے ہی یہ مبسوط امام سرخسی میں ہی اور تحفہ میں لکھا ہی کہ دوسرے
شریک کو جس نے آزاد نہیں کیا ہی پانچ طرح کا اختیار ہوگا جبکہ آزاد کرنے والا شریک خوشحال ہو پس چاہے اپنا
حصہ آزاد کردے اور چاہے مکاتب کردے اور چاہے اُس سے سعایت کرادے اور چاہے آزاد کنندہ شریک سے
تاوان لے اور چاہے اپنا حصہ مدبر کردے لیکن اگر مدبر کردیا تو اسکا حصہ مدبر ہو جائیگا مگر غلام بدفی الحال

اُسکے واسطے سعایت واجب ہوگی پس آزاد ہو جائیگا اور یہ اختیار نہین ہو کہ اسکو مدبر کرکے یہ قید لگا دے کہ اُسکے مرنے کے بعد آزاد ہو جائیگا کذا فی غایۃ السروجی اور اگر شریک آزاد کنندہ تنگدست ہو تو بھی یہی حکم ہو مگر یہ اختیار نہ ہوگا کہ شریک سے تاوان لے یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ اور جس شریک نے آزاد نہین کیا ہو اسکو یہ اختیار نہین ہو کہ اسی حال پر چھوڑ دے اور کچھ نہ کرے یہ بدائع مین ہو۔ اور جس شریک نے آزاد نہین کیا ہو اُسکے اختیار کرنے کی یہ صورت ہو کہ مثلاً شریک سے کہے کہ مین نے یہ اختیار کیا کہ تجھ سے تاوان لون یا یون کہے کہ مجھے میرا حق دیدے بالجملہ زبان سے جسطرح مشعر ہوا اختیار کرے اور اگر فقط دل سے کوئی امر اختیار کیا تو یہ کچھ چیز نہین ہو یہ نہایہ مین ہو۔ اور اگر شریک نے اپنا حصہ بھی آزاد کر دیا یا مکاتب یا مدبر کر دیا یا غلام سے اپنے حصہ کی سعایت کرا لی تو غلام کی ولا ان دونون مین مشترک ہوگی اور اگر اُسنے آزاد کنندہ شریک سے تاوان لے لیا تو غلام کی ولا فقط اُسی شریک کی ہوگی جس نے آزاد کیا ہو یہ محیط سرخسی مین ہو اور سعایت لینے والا آزاد کنندہ سے جو غلام نے ادا کیا ہو بالاجماع واپس نہین لے سکتا ہو یہ جوہرہ نیرہ مین ہو۔ اور جب آزاد کرنے والے نے شریک کو تاوان دیدیا تو اُسکو اختیار ہو چاہے باقی غلام کو آزاد کرے یا مدبر کرے یا مکاتب کرے یا اُس سے سعایت کراوے یہ بدائع مین ہو۔ اور اگر شریک نے آزاد کرنے والے کو تاوان سے بری کر دیا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے غلام کی جانب رجوع کرے اور اُسکی ولا اسی آزاد کنندہ کے واسطے ہوگی اور جو شریک کہ ساکت رہا ہو اُسکا غلام سے سعایت کرانے کا استحقاق باطل ہو گیا یہ عتابیہ مین ہو۔ اور اگر شریک نے جس نے آزاد نہین کیا ہو آزاد کرنے والے کے ہاتھ اپنا حصہ فروخت کیا یا بعوض ہبہ کیا تو قیاساً مثل تضمین کے جائز ہوگا مگر استحساناً نہین جائز یہ نہایہ مین ہو۔ اور جب ساکت نے شریک آزاد کنندہ سے تاوان لینا اختیار کیا درحالیکہ شریک مذکور خوشحال ہو پھر چاہا کہ اُس سے رجوع کرکے غلام سے سعایت کراوے تو جب تک شریک مذکور نے تاوان دینا قبول نہین کیا ہو یا قاضی حاکم نے اسکا حکم نہین دیا ہو تب تک رجوع کر سکتا ہو اور یہ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہو اور اصل مین مذکور ہو کہ جب شریک ساکت نے تاوان لینا اختیار کیا تو پھر اُسکو سعایت کرانے کو اختیار کرنا جائز نہوگا اور اسمین کچھ تفصیل نہین فرمائی۔ اور اگر غلام سے سعایت کرانا اختیار کیا تو پھر اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ شریک تونگر سے تاوان لینا اختیار کرے خواہ غلام اس سعایت پر راضی ہوا ہو یا نہوا ہوا اور یہ حکم سب روایتون کے موافق ہو کذا فی المحیط لیکن اگر غلام مر جاوے تو حکم اختیار بدل سکتا ہو یہ عتابیہ مین ہو اور واضح رہے کہ اختیار کرنا خواہ سلطان کے روبرو ہو یا کسی دوسرے کے روبرو ہو ہر حال یکسان ہو یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی مین ہو۔ پھر اگر آزاد کنندہ نے غلام سے وہ مال جو اُسپر تاوان لازم آیا تھا واپس لیا پھر ساکت کو اُسپر حوالہ کر دیا اور وکیل کیا کہ اس سے سعایت باقتضاء حق وصول کرے تو یہ جائز ہو اور پوری ولا معتق یعنے آزاد کنندہ کی ہوگی اور اگر اُسنے کچھ اختیار نہ کیا یہان تک کہ اُسکو مجروح کر دیا تو غلام کے واسطے اُسپر ارش واجب ہوگا اور اُسکا جنایت کر دینا اسکی طرف سے سعایت کا اختیار کرنا نہوگا اور اسی طرح اگر اُس سے کچھ مال غصب کر لیا جس سے غلام کی نصف قیمت ادا ہو سکتی ہو یا غلام نے اُسکو قرض دیا یا اُسکے ہاتھ بیع کی تو یہ مال غلام کا اُسپر ہوگا یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی مین ہو۔ اور یسار یعنی آسودہ حال ہونے مین اس امر کا اعتبار

تضمین ضمان

ہے کہ شریک کے حصہ کی مقدار قیمت کا مالک ہو یہ امام محمد رح کا قول ہے اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ اور عیون
مین مذکور ہے کہ مختار یہ ہے کہ آسودہ حال وہ ہے جو وقت عتق کے ایسی چیز کا مالک ہو جو آزاد شدہ کی نصف قیمت
کے مساوی ہو سوائے منزل و خادم و متاع بیت و تن کے کپڑون کے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر زید و عمرو و دو
آدمیون کے درمیان دو غلام مشترک ہون کہ ایک کی قیمت ہزار درم اور دوسرے کی قیمت دو ہزار درم ہو دونون مین
ایک شریک نے مثلاً زید نے دونون مین سے اپنا حصہ آزاد کیا اور زید کے پاس ہزار درم ہین تو وہ معسر یعنی تنگدست
قرار دیا جائیگا یہ ابن رستم نے امام محمد رحمۃ اللہ سے روایت کیا ہے۔ اور اگر اسکے پاس ہزار سے کم ہون تو ان دونون
مین سے جسکی قیمت کم تھی اسکا ضامن ہوگا۔ اور اگر زید و عمرو کے درمیان ایک غلام ہزار درم قیمت کا مشترک ہوا اور زید
و خالد کے درمیان ایک غلام پانچسو درم قیمت کا مشترک ہے پھر زید نے دونون مین سے اپنا حصہ آزاد کر دیا اور زید
کے پاس پانچسو درم ہین تو وہ معسر قرار دیا جائیگا اور اگر زید کے پاس پانچسو درم سے کم ہون تو وہ پانچسو درم
والے غلام کے شریک کے حق مین موسر قرار دیا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور ضمانت و سعایت کے واسطے غلام کی وہ
قیمت معتبر ہوگی جو بروز اعتاق تھی چنانچہ اگر روز اعتاق کی قیمت معلوم ہو پھر اسکی قیمت بڑھ گئی یا گھٹ گئی یا باندی تھی کہ
اسکے بچہ پیدا ہوا تو ان امور کی طرف التفات نہ کیا جائیگا یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر وہ بروز اعتاق صحیح ہو پھر وہ اندھا
ہو گیا تو اسکی نصف قیمت صحیح کی واجب ہوگی۔ اور اگر بروز عتق اسکی آنکھ مین سپیدی ہو پھر اسکی آنکھ کی سپیدی کھل گئی
اور آنکھ روشن ہو گئی تو اسکی نصف قیمت اعمی ہونے کی حالت کی واجب ہوگی یہ فتح القدیر مین ہے۔ اسی طرح آزاد
کنندہ کا یسار و اعسار بھی اسی روز کا معتبر ہے جس روز اسنے آزاد کیا ہے حتی کہ اگر موسر ہونے کی حالت مین آزاد کیا پھر وہ
معسر ہو گیا تو تاوان دینے کا حق باطل نہوگا۔ اور اگر اسنے اعسار کی حالت مین آزاد کیا پھر وہ موسر ہو گیا تو شریک
ساکت کو تاوان لینے کا حق ثابت نہوگا۔ اور اگر روز عتق کے غلام کی قیمت مین دونون نے اختلاف کیا پس اگر غلام قائم
ہو تو فی الحال اسکی قیمت اندازہ کیجائیگی اور اگر تلف ہو چکا ہو تو آزاد کنندہ کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر دونون نے
اتفاق کیا کہ اعتاق اس اختلاف پر سابق ہے تو آزاد کنندہ کا قول قبول ہوگا خواہ غلام قائم ہو یا تلف ہو گیا ہو۔ اور اگر دونون نے
وقت و قیمت مین اختلاف کیا چنانچہ آزاد کنندہ نے کہا کہ مین نے اسکو فلان روز آزاد کیا اور اسکی قیمت یہ تھی اور
شریک ساکت نے کہا کہ تونے اسکو فی الحال آزاد کیا ہے اور اسکی قیمت دو سو درم ہے تو فی الحال آزاد کیے جانے
کا حکم دیا جائیگا اور اسی طرح اگر شریک ساکت اور خود غلام نے قیمت غلام مین اختلاف کیا تو بھی اسی تفصیل سے حکم ہے
یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر شریک ساکت و شریک آزاد کنندہ کے وارثون مین غلام کی قیمت مین اختلاف واقع ہوا تو
ویسا ہی حکم ہوگا جیسا خود شریک ساکت و آزاد کنندہ کے درمیان قیمت غلام مین اختلاف کرنے کی صورت مین مذکور ہوا
ہے یہ محیط مین ہے اور اگر دونون نے یسار و اعسار مین اختلاف کیا تو نظر کرینگے کہ اگر دونون کا اختلاف درحال اعتاق ہے
تو قول آزاد کنندہ کا اور گواہ دوسرے کے مقبول ہونگے یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر عتق مقدم ہو جانے کے بعد دونون نے
یسار و اعسار مین اختلاف کیا پس اگر ایسی مدت گذری ہو کہ جسمین یسار و اعسار بدل جا سکتا ہے تو آزاد کنندہ کا قول
قبول ہوگا اور اگر ایسی مدت ہو کہ بدل نہین سکتا ہے تو فی الحال کا اعتبار کیا جائیگا پس اگر آزاد کنندہ کا فی الحال موسر
ہونا معلوم ہوا تو اختلاف کے کچھ معنی نہین ہین اور اگر نہ معلوم ہوا تو آزاد کنندہ کا قول قبول ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔

معتق البعض اگر مکاتب کیا گیا پس اگر اسکو درہمون یا دیناروں پر مکاتب کیا پس اگر مکاتبت بقدر اسکی قیمت کے ہو تو جائز ہی اور اگر اسکی قیمت سے کم پر مکاتب کیا تو بھی جائز ہو۔ اور اگر اسکی قیمت سے زیادہ پر مکاتب کیا پس اگر زیادتی اسقدر ہو کہ لوگ اپنی اندازمین اسقدر خسارہ اُٹھا لیتے ہین تو بھی جائز ہی اور اگر اسقدر زیادتی ہو کہ ایسے معاملہ مین لوگون کی انداز سے بڑھ گئی ہو تو اسمین سے زیادتی طرح دیدیجائیگی۔ اور اگر کتابت عروض پر ہو تو قلیل و کثیر سب طرح جائز ہی اور اگر حیوان پر ہو تو بھی جائز ہے یہ بدائع مین ہو۔ اور اگر غلام کو عروض پر مکاتب کیا اور وہ ادلے کتابت سے عاجز ہو گیا تو جن عروض کے ادا کرنے کا اُسنے التزام کیا تھا وہ اسکے ذمہ سے ساقط ہو جائینگے اور وہ اپنی نصف قیمت کے واسطے سعایت کرنے پر مجبور کیا جائیگا جیسا کہ قبل کتابت کے تھا اور اُس شریک ساکت کو یہ اختیار حاصل نہوگا کہ شریک آزاد کنندہ سے کچھ ضمان لے سکے یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر غلام آزاد کرنے والے کا شریک طفل یا مجنون ہو جسکا باپ یا دادا یا وصی موجود ہو تو اسکے ولی یا وصی کو اختیار ہوگا چاہے آزاد کنندہ سے اسکے حصہ کا تاوان لے اور چاہے غلام سے سعایت کرانا اختیار کرے اور چاہے اسکو مکاتب کرے مگر اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ غلام مذکور کو آزاد کرے یا مدبر کرے اور اسی طرح اگر شریک مکاتب ہو یا ایسا ماذون التجارۃ ہو کہ اُسپر قرضہ ہو تو ان مین سے ہر ایک کو بھی تضمین و سعایت و مکاتب کرنے کا اختیار ہوگا اور یہ اختیار نہوگا کہ اپنا حصہ آزاد کر دے اور اگر غلام ماذون پر قرضہ نہو تو اختیار اسکے مولی کو حاصل ہوگا پس اگر شریک ساکت نے غلام سے سعایت کرانی اختیار کی تو درصورتیکہ شریک طفل یا مجنون ہو تو ولا ان دونون کو حاصل ہوگی اور درصورتیکہ مکاتب یا ماذون ہو تو ولا اسکے مولی کو ملیگی یہ بدائع مین ہو اور اگر طفل کا باپ نہو اور نہ باپ کا وصی ہو مگر ماں کا وصی ہو اور یہ غلام ایسا ہو کہ صغیر مذکور نے اُسکو ماں کی میراث مین پایا ہو تو امام محمد رح نے یہ صورت کتاب مین ذکر نہین فرمائی ہو اور حاکم ابو محمد رح سے منقول ہو کہ اُنھون نے فرمایا کہ مین نے اپنے اُستاد فقیہ ابو بکر بلخی رح سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو اُنھون نے فرمایا کہ اگر اُسکی ماں کا وصی ہو اور کوئی اُسکا وصی نہو تو اس وصی کو اختیار ہوگا کہ آزاد کنندہ سے تاوان لے اور چاہے غلام سے سعایت کرا دے اگرچہ سعایت ٹھہرانا کتابت کے معنی مین ہو مگر وصی مادر کو یہ اختیار نہین ہو کہ اسکو مکاتب کرے یہ محیط مین ہو۔ اور اگر صغیر و مجنون کا کوئی ولی و وصی نہو پس اگر وہان کوئی حاکم شرعی ہو تو حاکم ایسے شخص کو مقرر کریگا جو انکے واسطے ان امور تضمین و استسعا و مکاتبت مین سے جو بہتر ہو اختیار کرے اور اگر وہان کوئی حاکم نہو تو امر موقوف رہیگا یہان تک کہ طفل بالغ ہو اور مجنون کو افاقہ حاصل ہو پھر یہ دونون خود ہی یا یکون اختیارات مین سے جو چاہینگے اختیار کرینگے یہ بدائع مین ہو۔ اور اگر شریک ساکت کے کوئی امر اختیار کرنے سے پہلے غلام مر گیا اور شریک آزاد کنندہ موسر ہی پس شریک ساکت نے اس سے ضمان لینا اختیار کیا تو امام اعظم رح سے مشہور روایت کے موافق اُسکو یہ اختیار حاصل ہی اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین ذکر فرمایا کہ اگر غلام مر گیا اور بعد آزاد ہونے کے جو اُسنے کمائی کی وہ چھوڑی تو شریک ساکت کو بلا خلاف یہ اختیار ہو کہ شریک آزاد کنندہ سے تاوان لے لیکن غلام کی کمائی مین سے سعایت لے سکتا ہی یا نہین اسمین مشائخ کا اختلاف ہی اور عامہ مشائخ رح کے نزدیک اسکو یہ اختیار نہین ہی اور اسی طرف امام محمد رح نے اصل مین اشارہ فرمایا ہی۔ اور یہ اسوقت ہی کہ شریک ساکت کے کوئی امر اختیار کرنے سے پہلے غلام مر گیا اور شریک آزاد کنندہ موسر ہو اور اگر شریک آزاد کنندہ معسر ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو اگر غلام کے بعد آزاد ہونے کی کمائی موجود ہو تو بلا خلاف شریک ساکت کو اسمین سے سعایت لے لینے کا

سطر ... بعض ... دو شریکون مین ... [illegible]

اختیار رہیگا ۔ اور اگر ایسا کچھ مال نہو جسکو غلام مذکور نے بعد آزادی کے کمایا ہو تو مال سعایت غلام کی گردن پر قرضہ
باقی رہیگا یہانتک کہ غلام کا کچھ مال ظاہر ہو یا کوئی شخص احسان کرکے غلام پر جو قرضہ ہو ادا کردے یا خود ساکت
اسکو بری کردے یہ محیط میں ہے ۔ اور اگر شریک آزاد کنندہ نے تاوان دیا تو جسقدر اُسنے تاوان دیا ہو وہ غلام کے
ترکہ میں سے لیگا اگر اسکا کچھ ترکہ ہو اور اگر نہو تو وہ غلام پر قرضہ ہوگا یہ بدائع میں ہے ۔ اور اگر غلام نے ایسا مال
چھوڑا جسمیں سے کچھ اسنے قبل آزادی کے کمایا اور کچھ بعد آزادی کے پس جو اُسنے قبل آزاد ہونے کے کمایا ہو وہ دونوں
مولاؤں کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا اور جو اُسنے بعد آزاد ہونے کے کمایا ہو وہ غلام کا ترکہ ہوگا وہ ساکت لے لیگا
یا اگر آزاد کنندہ نے تاوان دیدیا ہو تو آزاد کنندہ لے لیگا اور بعد حق پورے لینے کے اگر کچھ باقی رہا تو وہ آزاد کنندہ
کو میراث ملیگا ۔ اور اگر دونوں شریکوں نے اسمیں اختلاف کیا چنانچہ ایک نے کہا کہ یہ وہ مال ہے جو اُسنے قبل عتق کے
کمایا ہو اور یہ ہمارے درمیان میں مشترک ہے اور دوسرے نے کہا کہ بعد عتق کے کمایا ہو تو وہ بمنزلہ بعد عتق کے کمائی
ہونے کے قرار دیا جائیگا اور جو شخص دونوں میں سے تاریخ سابق کا مدعی ہوگا اُسکا قول قبول نہوگا الا بگواہ یہ مبسوط
میں ہے ۔ اور اگر شریک ساکت مرگیا تو اُسکے وارثوں کو اختیار رہیگا کہ چاہیں اعتاق اختیار کریں یا تضمین یا سعایت
یہ محیط سرخسی میں ہے پس اگر وارثوں نے آزاد کنندہ سے ضمان لے لی تو پوری ولاء آزاد کنندہ کو ملیگی اور اگر وارثوں نے
اپنا حصہ آزاد کردینا یا غلام سے سعایت کرانا اختیار کیا تو اُنکے حصہ کی میراث میت کے وارثوں میں سے مذکروں کو ملیگی
نہ مونثوں کو اور اگر بعضوں نے سعایت کو اختیار کیا اور بعضوں نے ضمان لینا تو ہر ایک کو انہیں سے وہی ملیگا جو
اُسنے اختیار کیا ہو اور حسن نے امام اعظم رح سے روایت کی ہے کہ وارثوں کو ایسے تفرق کا اختیار نہیں ہے ہان یہ ہوسکتا ہے
کہ چاہیں ضمان لینے پر اتفاق کریں یا سعایت کرانے پر اتفاق کریں اور یہی اصح ہے یہ مبسوط میں ہے ۔ اور اگر آزاد کنندہ مرگیا
پس اگر اُسنے اپنی صحت میں آزاد کیا ہو تو بلا خلاف اُسکے ترکہ میں سے غلام کی نصف قیمت لے لیجائیگی اور اگر حالت مرض
میں آزاد کیا ہو تو وہ ضامن نہ ہوگا تاکہ اُسکے ترکہ سے کچھ لیا جاوے اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے یہ بدائع میں ہے ۔ اور
غلام مذکور اپنے مولی کے بیٹے کو جو اسکے آزاد کیا ہو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک سعایت کریگا یہ محیط میں ہے ۔ اور اگر ایک غلام دو
آدمیوں میں مشترک ہو جنمیں سے ایک نے اپنا حصہ غلام آزاد کیا پھر شریک ساکت نے چاہا کہ اپنے حصہ میں سے
نصف کی ضمان آزاد کنندہ سے لے اور نصف کے واسطے غلام سے سعایت کرا دے تو آیا یہ اختیار اسکو ہے یا نہیں تو
فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ اس مسئلہ کی کوئی روایت نہیں ہے اور کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ اسکو یہ اختیار ہے اور کوئی
کہنے والا یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اسکو یہ اختیار نہیں ہے ایسا ہی زیادات کی کتاب الغصب میں ذکر فرمایا ہے یہ ظہیریہ میں ہے
منتقی میں امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ ایک غلام دو آدمیوں میں مشترک ہے اسکو ایک نے آزاد کیا حالانکہ وہ
معسر ہے یہانتک کہ غلام پر سعایت واجب ہوئی پھر اُسنے سعایت کرنے سے انکار کیا تو وہ غلام معتق بمنزلہ ایسے
آزاد کے ہے جسپر قرضہ ہو یہانتک کہ قرضہ کو ادا کرے اور اسکے حق میں حکم یہ دیا جائیگا کہ اگر وہ سمجھدار ہے اور اپنے
ہاتھ سے کام کرسکتا ہے یا اُسکا کوئی کام معروف ہے جیسے نجاری وغیرہ تو وہ کسی کو اجرت پر دیا جائیگا اور اسکی اجرت
لیکر اجرت سے اُسکا قرضہ دیا جائیگا ۔ اور نیز منتقی میں مذکور ہے کہ ایک غلام صغیر دو آدمیوں میں مشترک ہے اسکو ایک شریک
نے آزاد کیا درحالیکہ وہ معسر ہے پس دوسرے نے اسکو اجرت پر دینا چاہا پس اگر غلام سمجھدار ہے اور وہ اسپر راضی ہو

تو یہ مواجرہ غلام پر جاری ہوگا اور یہ اجرت اُس شریک کو ملیگی جسنے آزاد نہین کیا ہو اور یہ اُسکے حق مین محسوب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہو ۔ اور اگر دو شریکون مین سے ایک نے اپنا حصہ اپنے شریک کی اجازت سے آزاد کیا تو اُسپر تاوان واجب نہوگا ہان ظاہر الروایہ کے موافق اسکو غلام سے سعایت کرانیکا اختیار حاصل ہوگا یہ بحر الرائق مین ہو نصف نفع کے مضارب نے اگر ہزار درم سے جو راس المال ہو دو غلام خریدے جنمین سے ہر ایک کی قیمت ہزار درم ہو پس ان دونون کو رب المال نے آزاد کر دیا تو دونون آزاد ہو جاوینگے اور مضارب کے حصہ کا ضامن ہوگا خواہ موسر ہو یا معسر ہو یہ کافی مین ہو ۔ اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دو غلام دو شخصون مین مشترک ہین اور ایک نے کہا کہ انمین سے ایک غلام آزاد ہو حالانکہ کہنے والا شریک فقیر ہو پھر وہ غنی ہو گیا پھر اُسنے عتق کے واسطے ایک کو متعین کر دیا تو بوجہ عتق کے اُسکی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور اسی طرح اگر وہ کسی کو عتق کے واسطے معین کرنے سے پہلے مر گیا حالانکہ وہ قبل موت کے غنی ہو گیا تھا تو دونون مین سے ہر ایک کی قیمت کی چوتھائی کا ضامن ہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ قیمت وہ معتبر ہوگی جو اُسکے کلام عتق کہنے کے روز تھی کذا فی الایضاح ۔ اور اگر ایک غلام ایک جماعت کے درمیان مشترک ہو کہ انمین سے ایک نے اپنا حصہ غلام آزاد کیا اور باقی شریکون مین سے بعض نے اپنے حصہ کی سعایت کرانی اختیار کی اور بعض نے آزاد کرنا اختیار کیا اور بعض نے آزاد کنندہ سے ضمان لینی پسند کی تو امام اعظم رح کے نزدیک ہر ایک کو وہ ملیگا جو اُسنے اپنے حصہ کی بابت اختیار کیا ہو یہ محیط مین ہو ۔ اور امام ابو حنیفہ رح فرمایا کہ ایک غلام تین آدمیون مین مشترک ہو کہ ایک نے اپنا حصہ آزاد کیا پھر اُسکے بعد دوسرے نے اپنا حصہ آزاد کیا تو تیسرے کو یہ اختیار ہوگا کہ چاہے اول آزاد کنندہ سے اپنے حصہ کی ضمانت لے اگر وہ موسر ہو یا چاہے آزاد کر دے یا مدبر یا مکاتب کر دے یا سعایت کرادے اور یہ اختیار نہ ہوگا کہ دوسرے آزاد کنندہ سے تاوان لے اگرچہ وہ موسر ہو پس اگر اُسنے اول آزاد کنندہ سے تاوان لینا اختیار کیا تو اول کو اختیار ہوگا چاہے آزاد کر دے یا مدبر یا مکاتب کرے اور چاہے سعایت کرادے اور یہ اختیار اسکو حاصل نہوگا کہ دوسرے آزاد کنندہ سے تاوان لے یہ بدائع مین ہو اور اگر ایک شریک نے آزاد کیا اور ساتھ ہی دوسرے نے اُسکو مکاتب اور تیسرے نے اُسیوقت مدبر کیا تو ان مین سے کسی شریک کو دوسرے سے رجوع کا اختیار نہ ہوگا ۔ اور اگر ایک نے پہلے اُسکو مدبر کیا پھر دوسرے نے اُسکو آزاد کیا پھر تیسرے نے اُسکو مکاتب کیا تو مدبر کرنے والے کو آزاد کنندہ سے اپنے حصہ کی قیمت لینے کے لیے رجوع کرنیکا اختیار حاصل ہوگا اور مکاتب کرنے والا کسی سے رجوع نہین کر سکتا ہو ۔ اور اگر پہلے نے مدبر پھر دوسرے نے مکاتب اور پھر تیسرے نے آزاد کیا تو مدبر کرنیوالے و آزاد کرنے والے کا حکم وہی ہو جو مذکور ہوا ہو اور رہا مکاتب کرنے والا پس اگر غلام مذکور ادائے کتابت سے عاجز ہو جاوے تو آزاد کنندہ سے اپنے حصہ کی قیمت لے لیگا ۔ اور اگر پہلے نے مکاتب کیا اور پھر دوسرے نے اسکو مدبر کیا اور پھر تیسرے نے آزاد کیا پس اگر غلام ادائے کتابت سے عاجز نہوا تو مکاتب کنندہ کی طرف سے آزاد ہو جائیگا اور اسپر کچھ ضمان واجب نہوگی اور اگر عاجز ہوا تو مدبر کرنے والے سے تہائی قیمت لیگا نہ آزاد کنندہ سے لیگا یہ محیط سرخسی مین ہو ۔ اور اگر ایک غلام تین آدمیون مین مشترک ہو پس اسکو ایک نے مدبر کیا پھر دوسرے نے اسکو آزاد کیا اور یہ دونون موسر ہین تو امام اعظم رح کے نزدیک مدبر کنندہ کی تدبیر اُسکے حصہ ہی تک رہیگی اور دوسرے کا آزاد کرنا صحیح ہو پھر ساکت کو اختیار ہوگا کہ مدبر کنندہ سے تہائی قیمت

ف کلام عتق کا اعتبار کیا بلکہ وقت تعیین [illegible]

غلام کی ضمانت لے اور آزاد کنندہ سے تاوان نہیں لے سکتا ہے اور اگر چاہے تو غلام سے اسکی تہائی قیمت کے
واسطے سعایت کرا دے اور اگر چاہے اسکو آزاد کردے اور جب مدبر کنندہ سے تاوان دیدیا تو اسکو اختیار ہوگا
کہ غلام سے یہ مال تاوان لے لے پس غلام مذکور اسقدر مال کے لیے اسکے واسطے سعایت کریگا یہ مبسوط شمس الائمہ
سرخسی میں ہے۔ اور اگر مدبر کنندہ معسر ہو تو تیسرے ساکت کو غلام سے سعایت کرانے کا اختیار ہوگا نہ تاوان
لینے کا۔ پھر جب ساکت نے مدبر کنندہ سے تاوان لینا اختیار کیا اور لے لیا تو غلام کی دو تہائی ولاء مدبر کنندہ کی ہوگی
اور ایک تہائی آزاد کنندہ کی ہوگی اور اگر اسنے غلام سے سعایت کرانی اختیار کی تو اسکی ولاء ان تینوں میں تین تہائی ہوگی
یہ غایۃ البیان میں ہے اور مدبر کنندہ کو بھی اختیار ہے کہ جسنے آزاد کیا ہے اس سے غلام کی تہائی قیمت لے باین صفت کہ اپنے
غلام کی وہ صورت کہ مدبر ہو کیا قیمت ہے جو حصہ اسکی تہائی قیمت لے اور یہ اختیار نہیں ہے کہ جسقدر اس نے ساکت کو اسکے
حصہ کی قیمت تاوان دی ہے وہ آزاد کنندہ سے تاوان لے اور اس غلام کی ولاء مدبر کنندہ اور آزاد کنندہ کے درمیان تین
تہائی اسطرح ہوگی کہ دو تہائی مدبر کنندہ کی اور تہائی آزاد کنندہ کی ہوگی یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی میں ہے۔ اور مدبر کنندہ
کو اختیار ہے چاہے اپنے حصہ کو جسکو مدبر کیا ہے آزاد کر دے اور چاہے غلام سے سعایت کرا دے اور اگر اسنے اپنے اختیار سے
یہ امر اختیار کیا کہ آزاد کنندہ سے تاوان لے تو آزاد کنندہ کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ غلام سے اس حصہ کی
بابت سعایت کرا دے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر آزاد کنندہ معسر ہو تو مدبر کنندہ کو تضمین کا اختیار نہ ہوگا ہاں
غلام سے سعایت کرانے کا اختیار ہوگا یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اور اگر ساکت نے مدبر کنندہ سے اپنے حصہ کا تاوان
لیا پھر تیسرے شریک نے اسکو آزاد کر دیا تو مدبر کنندہ کو اختیار ہوگا کہ آزاد کنندہ سے غلام کی دو تہائی قیمت تاوان
لے جسمیں سے ایک تہائی قیمت غلام کی مدبر ہونے کے ساتھ جو قیمت ہے اسمیں سے ہوگی اور ایک تہائی محض غلام
ہونے کے ساتھ جو قیمت ہے اسمیں سے ہوگی یہ نہایہ میں تمرتاشی سے منقول ہے۔ اور واضح رہے کہ محض غلام کی جو
قیمت ہے اسکی تہائی غلام مدبر کی قیمت ہوتی ہے اور بعض نے فرمایا کہ محض غلام کی نصف قیمت ہوتی ہے اور اسی طرف صدر الشہید
نے میل کیا ہے اور اسی پر فتوے ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر ایک غلام تین شخصوں میں مشترک ہو پھر ایک شخص نے اپنا حصہ آزاد کیا
ہے اور دوسرے نے مدبر کیا اور تیسرے نے مکاتب کیا اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اول کون ہے تو ہم کہتے ہیں کہ بنا بر قول
امام اعظم رحمہ کے آزاد کنندہ کا آزاد کرنا نافذ ہوگا اور کبھی پر اسکی ضمان نہیں ہو سکتی ہے اور مدبر کنندہ کا مدبر کرنا بھی اپنے حصہ میں
نافذ ہوگا اور اسکو خیار حاصل ہوگا چاہے غلام سے تہائی قیمت غلام مدبر کے واسطے سعایت کرا دے یا استحساناً آزاد کنندہ
سے چھٹا حصہ قیمت غلام تاوان لے اور چھٹا حصہ قیمت کے واسطے غلام سے سعایت کرا لے۔ اور مدبر یا مکاتب کر دینے والا پس اگر
غلام اپنی کتابت پر رہا اور مال کتابت اسنے ادا کیا تو خیر اور اسکی ولاء ان سب میں تین تہائی مشترک ہوگی اور اگر
غلام ادائے کتابت سے عاجز ہو گیا تو مکاتب کنندہ کو اختیار ہوگا کہ آزاد کنندہ و مدبر کنندہ ہر دو فریق سے اپنے حصہ کی
بابت نصف نصف قیمت لے لیگا بشرطیکہ دونوں موسر ہوں اور یہ دونوں جو کچھ تاوان دیں وہ غلام سے واپس لے سکتے ہیں اور اس غلام
کی ولاء انھیں دونوں میں نصفا نصف مشترک ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور مکاتب کنندہ در صورت عجز غلام چاہے تو اپنا حصہ بھی
آزاد کر دے اور چاہے غلام سے سعایت کرا لے یہ ینابیع میں ہے۔ اور اگر غلام پانچ شخصوں میں مشترک ہو پس ایک نے اپنا حصہ
آزاد کیا اور دوسرے نے اسکو مدبر کیا اور تیسرے نے اپنا حصہ مکاتب کیا اور چہارم نے اپنا حصہ فروخت کیا اور پنجم ساکت رہا

کر لیا اور پانچویں نے اپنے حصہ پر کسی عورت سے نکاح کیا اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اول کون ہے تو ہم کہتے ہیں کہ بقول امام اعظم کے عتق و تدبیر کا حکم وہی ہے جو ہم نے اول صورت میں بیان کیا ہے فقط فرق یہ ہے کہ تضمین یا سعایت ٹھہرانا اول صورت میں تہائی کی بابت ہوگا اور یہاں پانچویں حصہ میں ہوگا اور رہی بیع پس اگر باہم اتفاق کیا کہ بیع بعد عتق و تدبیر کے واقع ہوئی یا بائع نے کہا کہ قبل عتق کے تھی اور غلام اسکے قبضہ میں ہے اور مشتری نے کہا کہ بعد عتق کے واقع ہوئی ہے تو بیع باطل ہوگی اور اگر دونوں نے اتفاق کیا کہ قبل عتق و تدبیر کے واقع ہوئی ہے تو مشتری کو اختیار ہوگا چاہے بیع توڑ دے اور چاہے بعقد بیع کو پورا کر لے اور اپنا حصہ خواہ آزاد کر دے یا اس سے سعایت کرا لے پس اسکی ولا اس مشتری کی ہوگی اور چاہے آزاد کنندہ و مدبر کنندہ سے اپنے حصہ کی قیمت تاوان لے بشرطیکہ دونوں موسر ہوں پھر دونوں اس مال تاوان کو غلام سے واپس لینگے اور رہی عورت پس اگر دونوں نے باہم اتفاق کیا کہ تزوج بعد عتق و تدبیر کے واقع ہوا ہے تو نکاح صحیح ہوگا اور عورت کے واسطے اسکے شوہر پر غلام کے پانچویں حصہ کی قیمت واجب ہوگی۔ اور اگر دونوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ تزوج قبل عتق و تدبیر کے واقع ہوا ہے تو عورت کو اختیار ہوگا چاہے کہ یعنی غلام مذکور کا حصہ ترک کر کے شوہر سے اسکے پانچویں حصہ کی قیمت تاوان لے اور چاہے اجازت دیکر اپنا حصہ آزاد کر دے یا غلام سے اسکی پانچویں حصہ کی قیمت کیواسطے سعایت کرا دے اور پانچویں حصہ غلام کی ولا عورت کی ہوگی اور چاہے تو آزاد کنندہ و مدبر کنندہ دونوں سے پانچویں حصہ غلام کی قیمت انصافاً نصف تاوان لے پھر اگر کچھ زیادتی ہے تو عورت مذکورہ درباره زیادت کے سچی نہ سمجھی جائیگی بخلاف مشتری کے اور رہا حصہ مکاتب کنندہ تو اسکی وہی حالت ہے جو ہم نے ذکر کر دی ہے کہ اگر غلام نے بدل کتابت اسکو ادا کر دیا تو اسکی جانب سے آزاد ہو جائیگا اور اگر عاجز ہوا تو اسکو اختیار ہوگا کہ آزاد کنندہ و مدبر کنندہ سے اپنے حصہ کی قیمت نصفا نصف تاوان لے بشرطیکہ دونوں موسر ہوں اور اگر غلام میں کوئی چھٹا حصہ کا شریک ایسا ہو کہ جسنے اپنا حصہ صغیر فرزند کو ہبہ کر دیا اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس نے قبل عتق کے ایسا کیا یا بعد عتق کے تو اسمیں اس فرزند کے باپ کا قول قبول ہوگا پس اگر اسنے کہا کہ بعد عتق کے ہبہ واقع ہوا تو باطل ہے اور اگر اسنے کہا کہ قبل عتق کے واقع ہوا تو ہبہ جائز ہے پھر اس طفل صغیر کا باپ اپنے فرزند کے قائم مقام اس حصہ میں قرار دیا جائیگا کہ وہ تصرف کر سکتا ہے جیسے فرزند اپنے بالغ ہونے پر تصرف کرتا چنانچہ باپ کو ضمان لینے یا غلام سے سعایت کرانے کا اختیار ہوگا و لیکن یہ اختیار نہوگا کہ حصہ مذکور آزاد کر دے پس اگر آزاد کنندہ و مدبر کنندہ دونوں موسر ہوں تو پدر مذکور ہر ایک سے ششم حصہ کی قیمت نصف لے لیگا اور چاہے تو غلام سے ششم حصہ قیمت کے واسطے اپنے فرزند کے لیے سعایت کرا لے یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی میں ہے۔ ہشام نے امام محمد رحمہ سے روایت کی ہے کہ اگر مملوک تین آدمیوں میں مشترک ہو کہ انمیں سے ایک کا نصف اور دوسرے کا تہائی اور تیسرے کا ششم حصہ ہے پس آدھے و تہائی کے شریکوں نے اپنا اپنا حصہ آزاد کر دیا تو ششم حصہ والے کے حصہ کے نصف نصف دونوں ضامن ہونگے اور نصف حصہ والے کی نصف ولا بسبب اپنے حصہ کے اور چھٹے حصہ کی نصف بسبب تاوان دینے کے ہوگی اور تہائی والے کی تہائی ولا بسبب اپنے حصہ کے اور ششم حصہ کی نصف ولا بسبب تاوان دینے کے ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کوئی شخص اپنے فرزند کا مع دوسرے مرد کے بوجہ خرید یا صدقہ یا وصیت یا میراث کے مالک ہوا تو باپ کا حصہ آزاد ہو جائیگا خواہ دوسرا شریک یہ جانتا ہے کہ وہ میرے شریک کا بیٹا ہے یا نجانتا ہو اور باپ اپنے شریک کے حصہ کا ضامن کبھی نہوگا یہ عینی شرح کنز میں ہے۔ خواہ باپ

موسر ہو یا معسر ہو یہ تاتارخانیہ میں نہایہ سے منقول ہے اور باپ کے شریک کو اختیار ہوگا چاہے اپنا حصہ آزاد کر دے
یا غلام سے اپنے حصہ کی بابت سعایت کرا دے اور اسکے سوائے اسکو کچھ اختیار نہیں ہے اور یہ امام اعظم رح کے
نزدیک ہے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ سوائے صورت میراث کے اور وجوہ ملک میں باپ شریک کے حصہ کی قیمت
کا ضامن ہوگا بشرطیکہ موسر ہو اور اگر معسر ہوگا تو ابن مذکور شریک مذکور کے حصہ کے واسطے سعایت کریگا یہ عینی شرح کنز
میں ہے اور اس امر پر اجماع ہے کہ اگر باپ اور اجنبی دونوں نے میراث میں پایا ہو تو باپ ضامن نہوگا اور یہی حکم اس
قریب میں ہے جو بسبب قرابت رحم کے خود آزاد ہو جاتا ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر ابتدا میں اجنبی نے نصف پسر کو خریدا
پھر اسکے باپ نے نصف باقی کو خریدا اور باپ موسر ہے تو اجنبی کو اختیار حاصل ہوگا چاہے باپ سے تاوان لے اور
چاہے پسر (اپنے پسر کے ۱۲) سے اسکی نصف قیمت کے واسطے سعایت کرا دے اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے کذا فی الہدایہ۔ اور چاہے
اپنا حصہ آزاد کر دے یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اور اگر کسی شخص نے اپنا نصف غلام فروخت کیا یا ہبہ کیا اور یہ فروخت و ہبہ
اس غلام کی کسی ذی رحم محرم کے ساتھ ہے تو جس شخص کی طرف سے یہ غلام خود بخود بسبب ذی رحم قرابت ہونے کے آزاد
ہو گیا ہے وہ اپنے شریک کے واسطے کچھ ضامن نہوگا خواہ شریک کو یہ امر معلوم ہو یا نہو ہاں غلام اس شریک کے
حصہ کے واسطے سعایت کریگا یہ امام اعظم کا قول ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور ہمارے اصحاب نے اجماع کیا ہے کہ اگر
دو شریکوں میں سے ایک نے اپنا حصہ غلام کسی قریب ذی رحم کے ہاتھ فروخت کیا تو شریک دیگر کو یہ اختیار ہوگا کہ اس
مشتری سے اپنے حصہ کی بابت تاوان لے بشرطیکہ وہ موسر ہو اور اسکو بائع سے تاوان لینے کا اختیار نہوگا یہ سراجی
میں ہے۔ اور غلام مذکور سعایت کریگا اگر وہ معسر (مشتری کی ۱۲) ہو اسپر اجماع ہے یہ ینابیع میں ہے۔ دو بھائیوں نے اپنے باپ کی
میراث میں ایک غلام پایا پھر ایک نے ان دونوں میں سے کہا کہ یہ میرا بھائی از جانب پدر ہے اور دوسرے نے انکار کیا تو اقرار
کنندہ دوسرے کے واسطے کچھ ضامن نہوگا ہاں غلام مذکور اسکے حصہ کے واسطے سعایت کریگا۔ اور اگر اُسنے کہا کہ یہ میرا
بھائی از جانب مادر ہے حالانکہ اسکا کوئی بھائی معروف از جانب مادر نہیں ہے تو دوسرے کے حصہ کا ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی
میں ہے۔ اور اگر ایک باندی جو زید اور دوسرے کے درمیان مشترک ہے زید نے آزاد کر دی پھر وہ بچہ جنی تو شریک کو اختیار ہوگا
کہ زید سے اپنے حصہ کی وہ قیمت لے جو آزاد کرنے کے روز تھی اور بچہ کی قیمت میں سے کچھ تاوان نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں
ہے۔ اور اگر دو شریک باندی میں سے ایک نے باندی کے پیٹ میں جو ہے آزاد کیا پھر وہ جوڑا دو بچے جنی مگر دونوں مرے
تو اسپر ضمان واجب نہوگی اور اگر زندہ توام جنی تو ضامن ہوگا یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور اگر دو شریک باندی میں سے
ایک نے باندی کو آزاد کیا حالانکہ وہ حاملہ تھی پھر دوسرے نے جو اُسکے پیٹ میں ہے وہ آزاد کر دیا پھر چاہا کہ اپنے
شریک سے جسنے باندی کو آزاد کیا ہے باندی کی نصف قیمت تاوان لے تو اسکو یہ اختیار نہوگا اور جو فعل اُسنے کیا
ہے وہ اُسکی طرف سے اختیار سعایت ہو جائیگا۔ اور اگر دونوں نے جو باندی کے پیٹ میں ہے آزاد کیا پھر دونوں میں
سے ایک نے باندی کو آزاد کیا اور وہ موسر ہے تو دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ شریک آزاد کنندہ سے باندی
کی نصف قیمت تاوان لے اگر چاہے۔ اور حمل بنی آدم میں نقصان شمار کیا جاتا ہے پس جسنے باندی کو آزاد کیا ہے وہ حاملہ
باندی کی نصف قیمت تاوان دیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر غلام کے دو شریکوں میں سے ایک نے غلام کی آزادی کو دوسرے
[illegible] کیا مثلاً یوں کہا کہ اگر کل کے روز زید ہمارے ہاں میں داخل ہو تو تو آزاد ہے اور دوسرے شریک نے اسکے

توام دو جوڑیا بچے ۱۲

برعکس کیا یعنی اگر کل کے روز زید دار میں داخل نہوا تو تو آزاد ہے پھر کل کا روز گذر گیا اور یہ معلوم نہوا کہ زید دار میں گیا تھا یا نہیں گیا تھا تو نصف غلام آزاد ہو جائیگا اور اپنی نصف قیمت کے واسطے ان دونوں شریکوں کے لیے سعایت کریگا جسکو دونوں نصفا نصف تقسیم کر لینگے اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے خواہ دونوں موسر ہوں یا معسر ہوں یا ایک موسر اور دوسرا معسر ہو اور یہی امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہے بشرطیکہ دونوں معسر ہوں یہ عینی شرح کنز میں ہے دو غلام دو شخصوں کے درمیان مشترک ہیں مثلاً زید و بکر کے درمیان دو غلام مشترک ہیں پس زید نے ایک غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے اگر فلاں اس دار میں آج کے روز داخل نہوا اور بکر نے دوسرے غلام سے کہا کہ اگر فلاں اس دار میں آج کے روز داخل ہوا تو تو آزاد ہے پھر وہ دن گذر گیا اور دونوں نے اتفاق کیا کہ ہمکو نہیں معلوم کہ فلاں مذکور داخل ہوا تھا یا نہیں تو ان دونوں غلاموں میں سے ہر ایک کا چوتھائی حصہ آزاد ہو جائیگا اور ہر ایک اپنی تین چوتھائی قیمت کے واسطے سعایت کریگا جو دونوں مولاؤں کے درمیان نصفا نصف مشترک ہوگی۔ اور امام محمد رح نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رح کے قیاس قول پر یہ ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک اپنی پوری قیمت کے واسطے سعایت کرے جو دونوں مولاؤں میں نصفا نصف ہوگی یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر دو شریکوں میں سے ایک نے غلام سے کہا کہ اگر تو اس دار میں امروز داخل ہوا تو تو آزاد ہے اور دوسرے شریک نے کہا کہ اگر تو اس دار میں امروز داخل نہوا تو تو آزاد ہے پھر یہ دن گذر گیا اور یہ معلوم نہیں ہوا کہ وہ داخل ہوا یا نہیں داخل ہوا تو اسکا نصف آزاد ہو جائیگا اور نصف کے واسطے سعایت کریگا جو دونوں کے درمیان نصفا نصف مشترک ہوگی یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے خواہ دونوں شریک موسر ہوں یا معسر ہوں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر غلام دو شریکوں میں مشترک ہو کہ ایک نے اسکے عتق کی قسم کھائی کہ وہ دار میں داخل ہوا اور دوسرے نے اسکے عتق کی قسم کھائی کہ وہ نہیں داخل ہوا تو نصف غلام آزاد ہو گیا اور اپنی نصف قیمت کے واسطے سعایت کریگا جو دونوں میں مشترک ہوگی خواہ دونوں موسر ہوں یا معسر ہوں یہ امام اعظم رح کا قول ہے یہ ایضاح میں لکھا ہے۔ ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر میں نے تجھسے کل کے روز گذشتہ کو تیرا حصہ خریدا ہو تو یہ غلام آزاد ہے اور دوسرے نے کہا کہ اگر میں نے گذشتہ کل کے روز اپنا حصہ تیرے ہاتھ نہیں فروخت کیا ہے تو یہ آزاد ہے تو غلام آزاد ہو جائیگا اسواسطے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک یہ گمان کرتا ہے کہ دوسرا حانث ہے پس مدعی بیع سے کہا جائیگا کہ تو اپنے گواہ قائم کر پس اگر اسنے گواہ قائم کیے تو بیع ہونے اور ثمن کی ڈگری کر دیجائیگی اور مشتری کی طرف سے غلام بغیر سعایت آزاد ہو جائیگا اور اگر اسکے پاس گواہ نہوں اور اسنے مشتری سے قسم لینی چاہی تو اسکو یہ اختیار ہوگا پس اگر مشتری نے قسم کھانے سے نکول کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اسنے قسم کھالی تو غلام مذکور مملوک رقیق نہ چھوڑا جائیگا مگر امام اعظم رح کے نزدیک بعد اسکے منکر کے واسطے اپنی نصف قیمت کے لیے سعی کریگا خواہ دونوں موسر ہوں یا معسر ہوں یا مدعی بیع موسر ہو یا معسر ہو اور صاحبین رح کے نزدیک اگر دونوں معسر ہوں یا مدعی بیع معسر ہو تو ایسا ہی حکم ہے اور اگر دونوں موسر ہوں یا مدعی بیع موسر ہو تو غلام سعایت نہ کریگا چنانچہ روایۃ ابو حفص میں مذکور ہے کہ مدعی بیع کے واسطے غلام سعایت نہ کریگا خواہ دونوں موسر ہوں یا معسر ہوں یا ایک موسر ہو اور دوسرا معسر ہو اور یہ بالاجماع ہے اور یہی صحیح ہے پھر جب منکر خریدار نے قسم کھالی تو اسکو اختیار ہوگا کہ بائع سے قسم لے اگر وہ موسر ہے پس اگر بائع نے قسم سے انکار کیا تو اسکے ذمہ موجب نکول لازم ہوگا اور اگر وہ قسم کھا گیا تو سعایت کا حکم وہی ہوگا جو ہمنے بیان کر دیا ہے اور قاضی کو بدون درخواست منکر خریدار کے بائع سے قسم لینے کا اختیار نہوگا۔ اور اگر بائع نے کہا کہ اگر میں

اپنا حصہ اس غلام میں سے تیرے ہاتھ فروخت کر چکا ہوں تو یہ آزاد ہے اور مشتری نے کہا کہ اگر تو اسمیں سے اپنا حصہ
میرے ہاتھ نہیں فروخت کر چکا ہے تو یہ آزاد ہے تو مدعی خرید کو حکم دیا جائیگا کہ اپنے گواہ قائم کرے پس اگر اسنے گواہ قائم
کیے تو غلام رقیق قرار دیا جائیگا اور اگر اسکے پاس گواہ نہوں تو فقیہ ابو اسحق سے روایت ہے کہ وہ قسم کھانے پر مجبور نہ کیا
جائیگا لیکن اگر قسم کھائے تو منع نہ کیا جائیگا اور اگر مدعا علیہ نے قسم کھالی تو بیع ثابت نہوگی پس غلام مذکور امام اعظم رح کے نزدیک
اپنی پوری قیمت کے واسطے سعایت کریگا جو دونوں میں مشترک ہوگی خواہ دونوں موسر ہوں یا معسر ہوں اور صاحبین کے نزدیک
اگر دونوں معسر ہوں تو دونوں کے واسطے سعایت کریگا اور اگر دونوں موسر ہوں یا مدعی خرید موسر ہو تو مدعی خرید کے واسطے
اپنی نصف قیمت کے لیے سعایت کریگا۔ اور اگر دونوں شریکوں میں سے ایک نے کہا کہ میں نے تیرا حصہ خرید لیا ہے اگر میں نے نہ خریدا ہو
تو یہ آزاد ہے اور دوسرے نے کہا کہ میں نے اپنا حصہ فروخت نہیں کیا بلکہ میں نے تیرا حصہ تجھسے خریدا ہے اگر میں نے اسکو فروخت
کیا ہو تو یہ آزاد ہے تو دونوں کو قاضی حکم دیگا کہ اپنے اپنے گواہ لاویں پس اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو ظاہر ہوا کہ دونوں
میں سے ہر ایک اپنی قسم میں سچا ہے اور غلام مذکور دونوں کے درمیان مشترک رقیق باقی رہیگا اور اگر فقط ایک نے گواہ
قائم کیے تو پورا غلام اسکا رقیق ہوگا۔ اور اگر دونوں میں سے کسی نے گواہ قائم نہ کیے تو قاضی دونوں سے قسم لیگا لیکن
اگر قسم لی تو جائز ہے پس اگر دونوں نے قسم سے نکول کیا تو غلام مذکور دونوں کے درمیان مشترک رقیق رہیگا جیسا کہ
دونوں کے گواہ قائم کرنے کی صورت میں ہوا تھا اور دونوں میں سے جو نکول کریگا اسکے ذمہ دوسرے کا دعوی ثابت
ہوگا پس جو قسم کھا گیا ہے غلام اسکی ملک ہو جانے کا حکم دیا جائیگا اور اگر دونوں نے قسم کھالی تو غلام مذکور سعایت سے
خارج ہوکر آزاد ہوجائیگا یہ مبسوط و جامع کبیر حصیری میں ہے۔ اور جامع کبیر میں لکھا ہے کہ دو شریکوں میں سے اگر ایک
نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو نے اس غلام کو مارا جو میرے تیرے درمیان مشترک ہے تو وہ آزاد ہے پھر اسکو مارا
آزاد ہوگیا تو مارنے والے کے حصہ کا قسم کھانے والا ضامن ہوگا بشرطیکہ موسر ہو یہ غایۃ البیان میں ہے۔ دو شریکوں میں
سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو نے اس غلام کو مارا تو وہ آزاد ہے اور دوسرے نے کہا کہ اگر میں نے اسکو آج
نہ مارا تو وہ آزاد ہے پھر اسنے غلام کو مارا تو پہلا قسم کھانیوالا مارنیوالے کے حصہ کا ضامن ہوگا یہ تمرتاشی میں ہے۔ اور اگر کسی نے
کہا کہ ہر مملوک جسکا میں آئندہ مالک ہوں تو وہ آزاد ہے پھر وہ دوسرے کے ساتھ مشترک کسی مملوک کا مالک ہوا تو آزاد
نہوگا پھر اگر اسنے اپنے شریک کا حصہ بھی خرید لیا تو آپ آزاد ہو جائیگا اور اگر اسنے اپنا حصہ پہلے کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا
پھر شریک کا حصہ خود خریدا تو آزاد نہوگا۔ اور اگر کسی مملوک میں سے کہا کہ جب میں تیرا مالک ہوں تو تو آزاد ہے پھر اسکا نصف
خریدا پھر فروخت کیا پھر باقی نصف خریدا تو آزاد ہو جائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے
کہ ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہے پس ایک نے کہا کہ میرے شریک نے اسکو سال بھر ہوا کہ آزاد کر دیا ہے اور خود میں نے
اسکو آج کے روز آزاد کیا ہے اور اسکے شریک نے کہا کہ میں نے اسکو آزاد نہیں کیا ہاں آج تو نے اسکو آزاد کیا ہے پس تو
مجھے میرے حصہ نصف کی ضمان دے تو جسنے زعم کیا کہ شریک نے سال بھر سے آزاد کیا ہے اسپر ضمان واجب نہوگی۔ اور
اسی طرح اگر کہا کہ میں نے اسکو کل کے روز گذشتہ میں آزاد کیا ہے اور میرے شریک نے سال بھر سے اسکو آزاد کیا ہے تو
بھی یہی حکم ہے اور اگر اسنے اپنے آزاد کرنے کا اقرار نہ کیا ولیکن گواہ قائم کیے کہ اسنے کل کے روز گذشتہ میں آزاد
کیا ہے تو وہ اپنے شریک کے واسطے ضامن ہوگا یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر اسنے کہا کہ میرے شریک نے اس غلام کو آج

مہینہ سے آزاد کیا ہی اور میں نے دو دن سے تو وہ ضامن نہوگا اسواسطے کہ اُسنے اپنے اوپر ضمان کا اقرار نہین کیا ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک باندی دو شخصون مین مشترک ہی کہ ایک نے کہا کہ یہ میرے شریک کی ام ولد ہی اور اُسکے شریک نے اُس سے انکار کیا تو وہ ایک روز تک موقوف رہیگی یعنی دونون مین سے کسی کی خدمت نہ کریگی اور ایک روز منکر کے واسطے خدمت کریگی اور منکر کے واسطے اسپر سعایت کرنی واجب نہوگی اور جو شریک مقر ہوا ہی اُسکے واسطے باندی مذکور پر کوئی راہ نہین ہی یہ کافی مین ہی۔ اور اُسکی نصف ولاء اور نصف کمائی منکر کے واسطے ہوگی اور باقی نصف موقوف رہیگی اور اسکا نفقہ خود اُسکی کمائی سے ہوگا اور اگر کمائی نہو تو نصف نفقہ منکر پر ہوگا اور وہ مقر کے واسطے ضامن نہوگا اور اگر منکر مرگیا تو امام اعظم رح کے نزدیک بوجہ اقرار مقر کے وہ آزاد ہو جائیگی اور منکر کے حصہ کے لیے اسکے وارثون کے واسطے سعایت کریگی۔ اور اگر دونون شریکون مین سے ہر ایک نے اقرار کیا کہ یہ دوسرے شریک کی ام ولد ہی اور دوسرے نے اُس سے انکار کیا تو یہ باندی موقوف رہیگی اور کسی شریک کے واسطے دوسرے شریک پر کوئی راہ نہوگی اور نیز باندی پر بھی کوئی راہ نہوگی پھر اگر کوئی ایک مرگیا تو وہ آزاد ہو جائیگی اور اُسکی ولاء موقوف رہیگی یہ تمرتاشی مین ہی۔ اور اگر ایک شریک نے کہا کہ آزاد کیا مین نے اس غلام کو اور تو نے یا اسکے برعکس کہا یا کہا کہ ہم دونون نے اس غلام کو آزاد کیا ہی اگر دوسرے شریک نے اسکی تصدیق کی تو وہ دونون کی طرف سے آزاد ہوگا اور اگر تکذیب کی تو وہ اول کی طرف سے آزاد ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر دو شریکون مین سے ایک نے دوسرے پر اعتاق کی شہادت دی مثلاً غلام دو شریکون مین مشترک تھا پس ایک نے دوسرے پر شہادت دی تو اُسکا اقرار اپنی ذات پر جائز ہوگا دوسرے پر جائز نہوگا اور شہادت دینے والے کا حصہ آزاد نہوگا اور وہ اپنے شریک کے واسطے ضامن نہوگا اور غلام اپنی قیمت کے واسطے سعی کریگا جو دونون شریکون کے درمیان مشترک ہوگی خواہ دونون خوشحال ہون یا دونون تنگدست ہون یہ امام اعظم رح کا قول ہی پھر اگر اسکے بعد دونون مین سے ہر ایک نے غلام کی سعایت کرانے سے پہلے اپنا حصہ آزاد کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہی اسواسطے کہ نصیب منکر اپنی ملک پر ہی اور ایسا ہی شہادت دینے والے کا بھی حصہ امام اعظم کے نزدیک اُسکی ملک مین ہی اسواسطے کہ اعتاق اُنکے نزدیک متجزی ہوتا ہی پس جب دونون نے اُسکو آزاد کیا تو دونون کا آزاد کرنا جائز ہوگیا اور اُسکی ولاء ان دونون مین مشترک ہوگی۔ اور اسی طرح اگر غلام نے سعایت کرکے اپنی قیمت ادا کردی تو بھی ولاء دونون مین مشترک ہوگی یہ بدائع مین ہی۔ اور جب دونون کے واسطے سعایت واجب ہوئی اگر دونون مین سے ایک نے دوسرے پر شہادت دی کہ اسنے غلام سے سعایت پوری بھر پائی ہی تو اُسکی گواہی قبول نہوگی۔ اور اسی طرح اگر ایک نے اپنا حصہ سعایت وصول پانے کے بعد دوسرے پر گواہی دی کہ اسنے اپنا حصہ سعایت وصول پایا ہی تو شہادت قبول نہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر دو شریکون مین سے ایک نے کسی دوسرے گواہ کے ساتھ اپنے شریک پر گواہی دی کہ اسنے سعایت وصول پائی ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکی گواہی جائز نہوگی اور اسی طرح اگر غلام کے واسطے شریک پر غصب مال یا جنایت بدن یا کسی اور ایسی چیز کی جسکی وجہ سے اسپر مال واجب ہووے گواہی دی تو اُسکی گواہی رد کردی جائیگی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے پر شہادت دی اور دوسرے نے انکار کیا تو ہر ایک سے دوسرے کے دعوی پر قسم لیجائیگی اور جب دونون نے قسم کھالی تو امام اعظم رح کے نزدیک غلام مذکور ہر ایک کے واسطے اپنی نصف قیمت کے لیے سعایت کریگا اور امام اعظم رح کے نزدیک حالت تنگی و خوشحالی مین کوئی فرق نہوگا کذا فی البدائع اور یہی صحیح ہی کذا فی المضمرات

اعتاق

اور اسکی ولا ان دونون کے واسطے ہوگی یہ ہدایہ مین ہی اور اگر دونون نے اعتراف کیا کہ ہمنے اسکو ایک ساتھ آزاد کیا ہی یا آگے پیچھے آزاد کیا ہی تو واجب ہی کہ دونون مین سے کوئی دوسرے کے واسطے ضامن نہو بشرطیکہ دونون موسر ہون اور غلام بھی سعایت نہ کریگا۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے اعتراف کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو واجب ہی کہ منکر سے قسم لیجاوے یہ فتح القدیر مین ہی اور اگر ایک غلام تین نفر کے درمیان مشترک ہو جنمین سے دو نفر نے تیسرے پر یہ گواہی دی کہ اسنے اپنا حصہ آزاد کر دیا ہی اور اس تیسرے نے جسپر گواہی دی گئی ہی انکار کیا تو غلام مذکور ان تینون کے واسطے سعایت کریگا اور باہم انمین تہائی تہائی مشترک ہوگی اور اگر کسی نے غلام کی سعایت مین سے کچھ وصول کیا تو باقی دو کو اختیار ہوگا کہ اسمین سے اپنا دو تہائی حصہ اس سے واپس کرین جو باہم نصفا نصف تقسیم کر لینگے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر شریک تین ہون اور دو نے تیسرے پر گواہی دی کہ اسنے اپنا حصہ آزاد کیا ہی تو گواہی نامقبول ہوگی یہ فتح القدیر مین ہی اور اگر تین شریکون مین سے ایک نے باقی دونون مین سے ایک پر گواہی دی کہ اسنے اپنا حصہ آزاد کیا ہی اور شریک دیگر نے شاہد اول پر گواہی دی کہ اسنے اپنا حصہ آزاد کیا ہی تو قاضی دونون مین سے کسی پر آزاد کرنے کا حکم نہ دیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر شریکون مین سے دو شریکون نے تیسرے پر یہ گواہی دی کہ اسنے اپنا حصہ سعایت غلام سے وصول پایا ہی تو دونون کی گواہی جائز نہوگی اور اسی طرح اگر یہ گواہی دی کہ اسنے سب مال ہم دونون سے وکیل ہوکر غلام سے وصول کیا ہی تو دونون کی گواہی اسپر جائز نہوگی ولیکن غلام ان دونون کے حصہ سعایت سے بری ہو جائیگا اور جس شریک پر گواہی دی ہی وہ اپنا حصہ غلام سے وصول کریگا اور اسمین باقی دونون شریک جنہون نے گواہی دی ہی تہائی کی شرکت نہین کر سکتے ہین یہ مبسوط مین ہی۔ زید و عمرو کے درمیان ایک باندی مشترک ہی پھر دو گواہون نے ان دونون مین سے فلان ایک یعنی زید یا عمرو پر یہ گواہی دی کہ اسنے باندی کو آزاد کیا ہی اور باندی نے انکی تکذیب کی مگر باندی نے دوسرے شریک پر دعوی کیا کہ اسنے آزاد کیا ہی مگر اسنے انکار کیا اور قاضی کے سامنے قسم کھا گیا کہ مین نے اسکو آزاد نہین کیا ہی تو باندی مذکورہ گواہان مذکور کی گواہی سے آزاد ہو جائیگی اگرچہ باندی کی طرف سے دعوی نہین پایا گیا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر زید و عمرو کے درمیان باندی مشترک ہو پھر ان دونون مین سے ایک کے دو بیٹون نے دوسرے شریک پر گواہی دی کہ اسنے اس باندی کو آزاد کیا ہی تو دونون کی گواہی باطل ہوگی اور اگر دونون نے اپنے باپ پر گواہی دی کہ اسنے آزاد کیا ہی تو گواہی جائز ہوگی پس اگر ان گواہون کا باپ موسر یعنی خوشحال ہو پھر باندی مذکورہ مر گئی اور اسنے کچھ مال چھوڑا اور حال یہ ہی کہ بعد عتق کے اسکے ایک بچہ بھی ہوا ہی پھر شریک نے چاہا کہ اس بچہ سے سعایت کرا دے تو اسکو یہ اختیار نہین ہی جیسے اس بچہ کی ماں کی زندگی مین تھا کہ اسکو اس بچہ سے سعایت کرانے کی کوئی راہ نہ تھی ایسے ہی بعد موت اسکی ماں کے بھی یہی رہیگا اور جو اسکی ماں نے مال چھوڑا ہی ولیکن اسکو یہ اختیار رہیگا کہ اپنے شریک موسر سے تاوان لے جیسے کہ باندی کی زندگی مین یہ اختیار تھا پھر شریک ضامن جو کچھ تاوان دیگا وہ اس باندی کے ترکہ مین سے لے لیگا جیسے اسکی زندگی کی صورت مین بھی واپس لے سکتا تھا پھر جو کچھ مال اسکے ترکہ مین سے باقی رہیگا وہ اسکے پسر کی میراث ہوگا اور اگر باندی مذکورہ نے کچھ مال نہ چھوڑا ہو تو شریک ضامن مال تاوان کو اسکے پسر سے لے لیگا۔ اور اگر باندی مذکورہ مری نہو اور شریک نے یہ اختیار کیا کہ باندی مذکورہ سے سعایت کرا دے تو اس سعایت مین یہ باندی بمنزلہ مکاتبہ کے ہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر غلام دو مردون مین مشترک ہو پھر دو گواہون نے انمین سے ایک معین شریک پر گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا ہی کہ مین نے اس غلام کو آزاد کیا

ہو اور یہ شریک موسر ہو تو قاضی اس غلام کے آزاد ہونے کا حکم دیگا اور اُسکے شریک کو یہ اختیار ہوگا کہ اپنے حصہ کی بابت اُس سے تاوان لے یہ محیط میں ہو۔ مگر شریک ضامن اس مال تاوان کو غلام سے واپس لیگا اور غلام کی پوری ولا اُسی کی ہوگی اگرچہ وہ اپنا حصہ آزاد کرنے سے منکر ہوا ہو یہ مبسوط میں ہو۔ اور اگر گواہوں نے شریک معین پر یون گواہی دی ہو کہ اسنے یہ اقرار کیا ہو کہ یہ غلام حر الاصل ہو تو قاضی اُسکی آزادی کا حکم دیگا مگر مقر مذکور کی ولا اس آزاد شدہ پر ثابت نہوگی اور شریک دیگر کو اس مقر سے تاوان لینے کا اختیار حاصل نہوگا۔ اور اگر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اسنے یہ اقرار کیا ہو کہ جسنے اسکو فروخت کیا تھا اسنے قبل فروخت کے اُسکو آزاد کیا تھا تو یہ غلام اس مشہود علیہ شریک کے مال سے آزاد ہو جائیگا یہ محیط میں ہو اور اُسکی ولا موقوف رہیگی اسواسطے کہ دونون میں سے ہر ایک اسکو اپنی ذات سے دور کرتا ہو اسلیے کہ بائع کہتا ہو کہ مین نے اسکو آزاد نہین کیا تھا بلکہ مشتری کے اقرار سے آزاد ہوا ہو پس اُسکی ولا مشتری کی ہوگی اور مشتری کہتا ہو کہ نہین بلکہ بائع نے اسکو آزاد کیا پس ولا اسکی ہوگی لہذا اُسکی ولا موقوف رہیگی یہان تک کہ دونون میں سے کوئی دوسرے کی تصدیق طرف رجوع کرے پس ولا اسی کی ہو جائیگی۔ اور اگر گواہون نے شریک پر یون گواہی دی کہ اسنے یون اقرار کیا ہو کہ بائع اس غلام کو مدبر کرچکا ہو یا باندی تھی کہ اُسکی نسبت یون اقرار کیا ہو کہ بائع اسکو قبل بیع کے ام ولد بنا چکا ہو تو خواہ غلام ہو یا باندی ہو اسکی ملک سے خارج ہو جائیگا اور وہ بائع سے اپنا ثمن واپس نہین لے سکتا ہو اور ان دونون مملوکون میں سے کوئی آزاد نہوگا یہانتک کہ بائع مر جاوے پھر جب بائع مر گیا تو دونون آزاد ہو جاوینگے بشرطیکہ مدبر اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو اور اگر ان دونون پر کسی نے جنایت کی تو ایسی ہو جیسے مملوک پر جنایت کی یہ اسوقت تک ہو کہ جبتک بائع زندہ رہے اور امام اعظم رح کے نزدیک ان دونون کی جنایت موقوف رہیگی یہ مبسوط میں ہو۔ اور اگر دو شریکون میں سے ایک نے اقرار کیا کہ میرے شریک نے تحقیق نافذ کا اقرار کیا ہو تو اسپر حرام ہوگا کہ پھر غلام سے خدمات غلامی لے یہ محیط سرخسی میں ہو۔ اور اگر غلام تین آدمیون میں مشترک ہو جنمین سے ایک غائب ہو گیا پھر دو حاضرون نے اس غائب پر گواہی دی کہ اسنے اس غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا ہو تو ان دونون حاضرون اور غلام کے درمیان روک کر دیجائیگی پھر جب غائب مذکور آجائیگا تو غلام سے کہا جائیگا کہ اپنے گواہون کا اعادہ کرے پھر جب اُسنے اپنے گواہ بمقابلہ غائب مذکور کے اسپر قائم کیے تو غائب کے حصہ کے آزاد ہونے کا حکم دیا جائیگا یہ محیط میں ہو۔ اور اگر دو گواہون نے دو شریکون میں سے ایک شریک پر یہ گواہی دی کہ اسکے شریک غائب نے اس غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کیا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک ایسی گواہی قبول نہوگی کذا فی الظہیریہ ولیکن غلام اور اس شریک کے درمیان روک کر دیجائیگی تاکہ اس سے خدمات غلامی نہ لے سکے یہان تک کہ شریک غائب حاضر آوے اور یہ استحسان ہو پھر جب غائب مذکور حاضر ہوگا تو اسپر گواہی کا اعادہ کرنا ضرور ہو تاکہ حکم آزادی ثابت ہو۔ اور اگر دونون شریک غائب ہون پھر دونون میں سے ایک معین شریک پر گواہ قائم ہوئے کہ اسنے اپنا حصہ اس غلام میں سے آزاد کیا ہو تو بدون اسکے کہ کوئی خصوصیت از قبیل قذف وجنایت وغیرہ کسی وجہ سے ہو ویسے ایسی گواہی مقبول نہوگی اور اگر اس قبیل سے کوئی خصوصیت پائی گئی تو ایسی گواہی مقبول ہوگی جبکہ گواہون نے یہ گواہی دی کہ اسکے ہر دو مولاؤن نے اسکو آزاد کر دیا ہو یا دونون میں سے ایک نے اسکو آزاد کیا اور دوسرے نے اس سے اپنا حصہ سعایت وصول کر لیا ہو یہ مبسوط میں ہو۔ اور اگر ایک غلام تین شریکون میں مشترک ہو کہ انمین سے ایک نے

دعوے کیا کہ مین نے اپنا حصہ ہزار درم پر آزاد کیا ہی اور غلام نے کہا کہ اسنے مفت آزاد کیا ہی اور باقی دو شریکون نے گواہی دی کہ اسنے ہزار درم پر آزاد کیا ہی تو انکی گواہی جائز ہوگی اور اسی طرح اگر ہر دو شریک کے یا یون یا شریکون نے ایسی گواہی دی تو بھی جائز ہی - اور اگر ان شریکون مین سے بعض نے غلام مشترک کو آزاد کیا اور اس غلام کے قبضہ مین بہت مال ہی جسکو اسنے خود کمایا ہی مگر یہ معلوم نہین ہوتا ہی کہ اسنے کب کمایا ہی اور اس مال کی بابت شریکون اور غلام مین جھگڑا ہوا چنانچہ شریکون نے کہا کہ اسنے یہ مال قبل عتق کے کمایا ہی اور غلام نے کہا کہ مین نے بعد عتق کے کمایا ہی تو قول غلام کا قبول ہوگا یہ محیط مین ہی۔

تیسرا باب۔ دو غلامون مین سے ایک کے عتق کے بیان مین - قال المترجم یعنی اسطرح کہ ان دونون مین سے ایک آزاد ہی بدون تعیین کے فافہم جب مجہول کی طرف عتق مضاف کیا جاوے تو صحیح ہی اور مولے کے واسطے اختیار تعیین حاصل ہوگا جسکو چاہے معین کرے خواہ اسنے یون کہا ہو کہ تم دونون مین کا ایک آزاد ہی یا یون کہا ہو کہ یہ آزاد یا وہ آزاد ہی یا اسنے نام لیا ہو کہ سالم آزاد ہی یا غانم یہ ایضاح مین ہی - اور اگر یون کہا کہ یہ آزاد ہی ورنہ وہ - تو یہ کہنا مثل اس قول کے ہی کہ تم دونون مین سے ایک آزاد ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور اگر دونون غلامون نے حاکم کے پاس نالش کی تو مولی کو حاکم مذکور بیان کرنے پر مجبور کریگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر دونون نے حاکم کے پاس نالش نہ کیا اور مولی نے دونون مین سے ایک کا عتق بطور تعیین اختیار کر لیا تو اختیار کرتے ہی اسپر عتق واقع ہوگا اور قبل اسطرح اختیار کرنے کے جب تک خیار مولی باقی رہیگا تب تک وہ مثل دو غلامون کے ہونگے اور یہ بنا بر اصل امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے ہی یہ سراج وہاج مین ہی اور قبل اختیار کرنے کے مولی کو روا ہی کہ ان دونون سے خدمت لے اور نیز روا ہی کہ دونون کو کرایہ پر دے یا انسے کمائی کرا دے اور کرایہ و کمائی مولی کی ہوگی - اور اگر قبل اختیار مولی کے ان دونون پر جنایت کی گئی پس اگر جنایت از جانب مولی ہو پس اگر قتل نفس سے کم ہو مثلاً اسنے غلامون کے ہاتھ کو قطع کیا تو مولی پر کچھ واجب نہوگا خواہ دونون کا ہاتھ ایک ساتھ کاٹا ہو یا آگے پیچھے - اور اگر جنایت قتل نفس ہو پس اگر مولی نے آگے پیچھے دونون کو قتل کیا تو پہلا غلام ہوگا یعنے اسنے غلام کو قتل کیا اور دوسرا آزاد ہونے کے واسطے متعین ہو گیا پھر جب اسکو قتل کیا تو آزاد کو قتل کیا پس مولے پر دیت واجب ہوگی جو وارثان غلام کو ملیگی اور مولی کو اسمین سے کچھ نہ ملیگا اور اگر دونون کو ایک ساتھ ایک ضرب واحد سے قتل کیا تو مولے پر واجب ہوگا کہ انمین سے ہر ایک کے وارثون کو اسکی نصف دیت دیدے - اور اگر جنایت از جانب اجنبی ہو پس اگر قتل نفس سے کم ہو مثلاً کسی اجنبی نے ہر ایک غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو اس اجنبی پر غلام کے ہاتھ کا ارش واجب ہوگا یعنی دونون مین سے ہر ایک کی نصف قیمت اور یہ ارش انکے مولی کا ہوگا خواہ اجنبی مذکور نے آگے پیچھے قطع کیا ہو یا ایک ساتھ کاٹا ہو - اور اگر جنایت قتل نفس ہو تو قاتل یا ایک ہوگا یا دو ہونگے پس اگر قاتل ایک ہو تو اگر اسنے معاً دونون کو قتل کیا تو قاتل پر دونون مین سے ہر ایک کی نصف قیمت واجب ہوگی اور یہ مولے کی ہوگی اور نیز قاتل پر ہر ایک کی نصف دیت واجب ہوگی اور یہ دونون کے وارثون کی ہوگی اور اگر قاتل نے دونون کو آگے پیچھے قتل کیا تو قاتل پر اول مقتول کی قیمت اسکے مولی کے واسطے واجب ہوگی اور دوسرے مقتول کی دیت اسکے وارثون کے واسطے واجب ہوگی - اور اگر قاتل دو ہون اور ہر ایک نے ایک ایک کو قتل کیا پس اگر ہر ایک کا قتل کرنا ایک ساتھ واقع ہوا تو ہر ایک قاتل پر قیمت کامل واجب

دونوں میں سے نصف وارثان مقتولان کو اور نصف مولا سے مقتولان کی ہوگی اور اگر قاتلون کا قتل کرنا آگے پیچھے واقع ہوا تو قاتل اوّل پر اپنے مقتول کی قیمت کامل اُسکے مولے کے واسطے واجب ہوگی اور قاتل دوم پر اپنے مقتول کی دیت اُسکے وارثون کے واسطے واجب ہوگی یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر اُسنے اپنی دو باندیون سے کہا کہ تم دونون مین سے ایک حرہ ہے پھر دونون مین سے ہر ایک کے ایک بچہ پیدا ہوا یا دونون مین سے ایک کے ایک بچہ پیدا ہوا تو جس باندی کا عتق مولی اختیار کریگا اُسکا بچہ آزاد ہوگا اور اگر دونون باندیان ایک ساتھ مر گئین یا دونون ایک ساتھ قتل کی گئین تو مولی کو اختیار ہوگا کہ ان بچون مین سے جسکے حق مین چاہے عتق اختیار کر کے واقع کرے مگر جس بچہ کو عتق کے واسطے متعین کریگا اُسکو اپنی مادر مقتول کے جرم قتل کے معاوضہ مین سے کچھ ارث نہ ملیگا یہ ظہیریہ مین ہے اور اگر دونون باندیون کی زندگی مین ایک کا بچہ مر گیا تو اُسپر التفات نہ کیا جائیگا بخلاف اسکے اگر دونون باندیون کی موت کے بعد کسی کا بچہ مر گیا تو التفات ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مولے کے اختیار کرنے سے پہلے دونون باندیون سے شبہہ مین وطی کی گئی تو دونون باندیون کا عقر واجب ہوگا اور یہ دونون عقر مولی کو ملینگے یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر مولی کے اختیار کرنے سے پہلے ان مین سے ایک باندی نے کوئی جنایت کی پھر مولے نے جنایت کا حال معلوم کرنے کے بعد اسی باندی پر عتق واقع کرنا اختیار کیا تو مولی اس جنایت کا اختیار کرنے والا ہوگیا۔ اور اگر قبل بیان کے مولی مر گیا تو ہر ایک باندی مین سے اُسکا نصف آزاد ہو جائیگا اور ہر ایک اپنی نصف قیمت کے لیے مولی کے وارثون کے واسطے سعایت کریگی اور جس باندی نے جنایت کی ہو مولی پر اپنے مال سے اُسکی قیمت واجب ہوگی چاہیے کہ اگر اُس نے جنایت کا حال معلوم ہونے سے پہلے اسی کو آزاد کر دیا جسنے جنایت کی ہو تو یہی حکم ہو یہ مبسوط مین ہے اور اگر دونون کو اُس نے ایک ہی صفقہ مین بیع کر دیا تو یہ بیع دونون کی باطل ہوگی یہ ایضاح مین ہے۔ اور اگر دونون کو ایک ہی صفقہ مین بیع کر دیا اور دونون کو مشتری کے سپرد کر دیا پھر دونون کو مشتری نے آزاد کیا تو بائع بیان پر مجبور کیا جائیگا کہ کسکو اُسنے مراد لیا ہے کیونکہ جب بائع نے دونون مین سے کسی ایک مین عتق کو معین کیا تو ملک فاسد دوسرے کے حق مین متعین ہوگی اور دوسرا مشتری کی طرف سے بقیمت آزاد ہوگا۔ اور اگر بائع مذکور قبل بیان کرنے کے مر گیا تو اُسکے وارثون سے کہا جائیگا کہ تم لوگ بیان کرو جب انھون نے کسی ایک کو عتق کے واسطے متعین کیا تو دوسرا مشتری کی طرف سے بقیمت آزاد ہو جائیگا اور دونون غلامون مین عتق شائع نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مشتری نے آزاد نہ کیا یہانتک کہ بائع مر گیا تو عتق دونون مین منقسم نہوگا یہانتک کہ قاضی بیع فسخ کر دے پھر جب بیع کو فسخ کر دیا تو عتق منقسم ہوگا اور دونون مین سے نصف نصف آزاد ہو جائیگا۔ اور اگر مالک نے قبل اختیار کرنے کے کہ کون دونون مین سے آزاد ہونے کے واسطے متعین ہوا ہے اُسنے دونون کو ہبہ کیا یا صدقہ مین دیدیا یا دونون پر کسی عورت سے نکاح کیا تو مجبور کیا جائیگا کہ کسی ایک مین عتق اختیار کرے پس دوسرے کا ہبہ وصدقہ و مہر قرار دینا جائز ہوگا اور اگر مولی کسی ایک مین عتق معین کرنے سے پہلے مر گیا تو دونون کا ہبہ وصدقہ باطل ہو جائیگا اور مہر مقرر کرنا بھی باطل ہوگا یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر دونون کو اہل حرب یعنی کافر جو مسلمانون سے لڑائی کرتے ہین گرفتار کر لیے گئے تو مولے کو اختیار ہوگا کہ دونون مین سے کسی ایک مین عتق کو متعین کرے پس دوسرا اہل حرب کی ملک ہوگا اور اگر مولی نے کسی ایک مین عتق معین نہ کیا یہانتک کہ خود مر گیا تو اہل حرب کی ملکیت دونون مین سے باطل ہوگی اسواسطے کہ حریت دونون مین شائع ہوگئی ہے[12]

اور اگر دونوں کو کسی نے حربی سے خرید کیا تو مولی کو اختیار رہوگا کہ دونوں میں سے جسمین چاہے عتق کو معین کرے پس دوسرے کو مشتری نادکورا اُسکے حصہ ثمن کے عوض لے لیگا۔ اور اگر اہل حرب سے کسی نے ایک کو خرید کیا اور مولے نے اُسی کا عتق اختیار کیا تو آزاد ہو جائیگا اور خرید باطل ہو جائیگی اور اگر مولی نے اسکو جسکو خرید کیا ہے ثمن کے عوض خرید لیا تو دوسرا آزاد ہو جائیگا۔ اور اگر اہل حرب نے ایک کو قید کیا تو آزاد نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر مولی نے ایک کو کافر سے خرید کیا تو دوسرا آزاد ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی صحت میں دو مملوک سے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے پھر وہ مرض موت میں گرفتار ہوا پھر اُسنے عتق کو ان میں سے ایک کی طرف راجع کیا تو یہی غلام مولی کے تمام مال سے آزاد ہو جائیگا اگرچہ اُسکی قیمت تہائی مال مولی سے زائد ہو یہ شرح طحاوی میں ہے۔ بیان تین طرح کا ہوتا ہے نص و دلالت و ضرورت۔ نص کی مثال یہ ہے کہ مولی نے ایک سے ان میں سے کہا کہ میں نے تجھے مراد لیا یا نیت کی یا ارادہ کیا تھا اس لفظ سے جو میں نے ذکر کیا تھا یا میں نے اختیار کیا یا کہا کہ تو حر ہے اس لفظ سے جو میں نے کہا تھا یا اس لفظ سے جو میں نے ذکر کیا تھا یا اس اعتاق سے یا میں نے عتق سابق سے تجھے آزاد کیا ہے اور مثل اسکے اور الفاظ جو اس معنی میں ہوں۔ اور اگر یوں کہا کہ تو حر ہے یا میں نے تجھے آزاد کیا اور یہ نہ کہا کہ لفظ مذکور یا بعتق سابق پس اگر اس سے عتق جدید مراد لیا ہے تو دونوں آزاد ہو جاوینگے یہ غلام بسبب عتق جدید کے اور وہ بسبب لفظ سابق کے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ میں نے عتق جدید مراد نہیں لیا بلکہ وہی مراد لیا جو مجھپر بسبب میرے قول (تم میں سے ایک حر ہے) کے لازم آیا ہے تو قضا بھی اسکی تصدیق ہوگی اور اُسکا قول کہ میں نے تجھے آزاد کیا اسپر محمول ہوگا کہ اُسنے عتق اختیار کیا یعنی گویا یوں کہا کہ میں نے تیرا عتق اختیار کیا۔ اور دلالت کی صورت یہ ہے کہ مولی دونوں میں سے ایک کو اپنی ملک سے نکال دے بسبب بیع کے یا بطور بہبہ کے دونوں میں سے ایک کو رہن کر دے یا ایک کو اجارہ پر دے یا مکاتب کر دے یا مدبر کر دے یا باندی ہو اور اسکو ام ولد بنا لے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک کو فروخت کیا بطور قطعی یا اپنے واسطے خیار کی شرط کر کے فروخت کیا یا مشتری کے واسطے خیار کی شرط کر کے فروخت کیا یا بطور بیع فاسد فروخت کیا خواہ سپرد نہیں کیا یا سپرد کر دیا یا ہبہ کیا یا ایک کے دینے کی وصیت کر دی یا ایک پر نکاح کر دیا یا ایک کی آزادی پر قسم کھائی تو یہ سب دوسرے کے حق میں عتق کا اختیار کرنا ہے بطور دلالت یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اپنی دو باندیوں سے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک حرہ ہے پھر اُسنے ان دونوں میں سے ایک سے وطی کی اور وہ حاملہ نہوئی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک دوسری آزاد نہو جائیگی اور اگر وہ حاملہ ہو گئی تو دوسری بالاتفاق آزاد ہو جائیگی یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور ان دونوں سے اسکو وطی کرنا امام علیہ الرحمہ کے مذہب کے موافق حلال ہے مگر اُسکا فتوی نہ دیا جائیگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر کسی نے اپنی دو باندیوں سے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے پھر اسنے ایک سے خدمت لی تو یہ امر بالاتفاق سب کے نزدیک اختیار کا نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور بیان بضرورت کی یہ صورت ہے کہ مثلاً قبل اختیار کرنے کے دونوں میں سے ایک مر گیا تو بضرورت دوسرا آزاد ہو جائیگا اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک قتل کیا گیا خواہ اسکو مولی نے قتل کیا یا کسی دوسرے نے اسکو قتل کیا یہی حکم ہے فرق اس قدر ہے کہ اگر مولی نے قتل کیا ہو تو اسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر اجنبی نے قتل کیا تو اسپر غلام مقتول کی قیمت مولی کے واسطے واجب ہوگی اور اگر ایسی صورت میں مولی نے مقتول کا عتق اختیار کیا تو زندہ سے عتق مرتفع نہوگا بلکہ وہ ضرور آزاد ہوگا ولیکن مقتول کی قیمت اس صورت میں مقتول کے وارثوں کو ملیگی۔ اور اگر دونوں میں سے ایک کا ہاتھ کاٹا گیا تو دوسرا آزاد نہوگا خواہ مولی نے اسکا ہاتھ کاٹا ہو

یا کسی اجنبی نے قطع کیا ہو۔ اور اگر اجنبی نے انہیں سے ایک کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر مولی نے عتق کو بیان کیا پس اگر جسپر
جنایت واقع ہوئی ہو اسکے سوا دوسرے کے حق میں عتق اختیار کیا تو بلاشبہہ ارش جنایت مولی کو ملیگا اور اگر
اُسنے اس غلام کا عتق اختیار کیا جسپر جنایت واقع ہوئی ہو تو قدوری رحمہ نے اپنی شرح میں ذکر کیا کہ اس صورت میں بھی
ارش جنایت مولی کا ہوگا اور جسپر جنایت واقع ہوئی ہو اُسکو کچھ ارش نہ ملیگا اور قاضی نے شرح مختصر الطحاوی میں ذکر
کیا ہو کہ ارش اسی غلام کا ہوگا جسپر جنایت واقع ہوئی ہو اور ایسا ہی قاضی نے درصورتیکہ مولے نے خود ہاتھ کاٹا ہو اور
عتق اسی غلام کا جسپر جنایت واقع ہوئی اختیار کیا ہو بیان فرمایا کہ آزاد آدمیوں کے ہاتھ کاٹنے کا ارش جسقدر ہوتا ہو وہ
واجب ہوگا اور وہ سب غلام کو ملیگا اور اگر غیر مجنی علیہ یعنی دوسرے غلام کا عتق اختیار کیا تو مولے پر کچھ واجب نہ ہوگا
یہ بدائع میں ہی۔ ابن سماعہ نے امام محمد رحمہ سے روایت کی کہ اگر دو غلاموں کی نسبت مولے نے کہا کہ ان دونوں میں سے
ایک میرا بیٹا ہو یا دو باندیوں کی نسبت کہا کہ ان دونوں میں سے ایک میری ام ولد ہو پھر دونوں میں سے ایک آدمی
مرگیا تو جو باقی ہو وہ حریت یا استیلاد کے واسطے متعین نہیں ہو جائیگا یہ ایضاح میں ہی۔ اور اگر مولے نے کہا کہ میرا غلام
آزاد ہو حالانکہ ایک غلام کے سوا اسکا کوئی غلام نہیں ہو تو وہ آزاد ہو جائیگا پھر اگر مولی نے کہا کہ میرا ایک اور
غلام ہو اور میں نے اُسی کو مراد لیا تھا تو قضاءً اُسکے قول کی تصدیق نہوگی الا اُس صورت میں کہ وہ گواہ قائم کرے کہ میرا
دوسرا غلام بھی ہو اور ما بینہ وبین اللہ تعالی عزوجل اُسکی تصدیق ہوگی یہ بدائع میں ہی۔ اور اگر مولے نے کہا کہ میرے
غلام میں کا ایک آزاد ہو یا میرے غلاموں میں کا ایک آزاد ہو حالانکہ ایک غلام کے سوا اسکا کوئی غلام نہیں ہو تو
یہی غلام آزاد ہو جائیگا یہ مبسوط میں ہی۔ اور اگر مولی نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ تم میں سے ایک آزاد ہو پس اس سے
کہا گیا کہ تو نے ان میں سے کسکو مراد لیا ہو پس اُسنے کہا کہ میں نے اس غلام کو مراد نہیں لیا ہو تو دوسرا غلام آزاد ہو جائیگا پھر
اگر اسکے بعد اُسنے اس دوسرے کی نسبت بھی کہا کہ میں نے اسکو مراد نہیں لیا تھا تو پہلا بھی آزاد ہو جائیگا یہ اختیار
شرح مختار میں ہی۔ اور اگر کسی شخص کے تین غلام ہوں پس اُسنے کہا کہ یہ[۱] غلام آزاد ہو یا یہ[۲] اور یہ[۳] تو تیسرا آزاد ہو جائیگا
اور اوّل دونوں کی نسبت اسکو بیان کرنے کا حکم دیا جائیگا کہ ان میں سے کسی کی نسبت عتق اختیار کرے اور اگر
یوں کہا کہ یہ[۱] آزاد ہو اور یہ[۲] یا یہ[۳] تو اول آزاد ہو جائیگا اور پچھلے دونوں کی نسبت اسکو بیان کرنے کا حکم دیا جائیگا۔
اور اگر ایک غلام ایک آزاد کے ساتھ مختلط ہو گیا مثلاً ایک شخص کا ایک غلام تھا کہ وہ ایک آزاد کے ساتھ مختلط ہو گیا
پھر دونوں میں سے ہر ایک کہتا ہو کہ میں آزاد ہوں اور مولی کہتا ہو کہ تم میں سے ایک میرا غلام ہو تو ان دونوں میں
سے ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ اس سے اللہ تعالی کی قسم لے تاوقتیکہ یہ معلوم نہو کہ یہ آزاد ہو پس اگر مولی نے ایک کی
نسبت قسم کھالی اور دوسرے کی نسبت قسم سے انکار کیا تو جسکی نسبت قسم سے انکار کیا وہ آزاد ہوگا نہ دوسرا اور
اگر اُسنے ان دونوں کی نسبت قسم سے انکار کیا تو دونوں حر ہیں اور اگر دونوں کی نسبت قسم کھالی تو امر مختلف ہو گیا پس
قاضی باحتیاط حکم کریگا کہ دونوں میں سے ہر ایک کا نصف نصف آزاد کریگا اور نصف بعوض نصف قیمت کے آزاد
کریگا۔ اور اسی طرح اگر تین غلام ہوں تو ان تینوں میں سے ہر ایک میں سے تہائی آزاد ہوگا اور ہر ایک اپنی دو
تہائی قیمت کے واسطے سعایت کریگا اور اسی طرح اگر دس ہوں تو انہیں بھی یہی اعتبار ہوگا یہ بدائع میں ہی۔ اور
اگر اپنے غلام کے ساتھ ایسی چیز جمع کی جسپر عتق ہی واقع نہیں ہوتا ہو جیسے چوپایہ و دیوار وغیرہ اور کہا کہ میرا غلام آزاد ہو

یا یہ چیز یا کہا کہ ان دونون مین سے ایک آزاد ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک اسکا غلام آزاد ہو جائیگا یہ محیط مین ہی خواہ
اُسنے نیت کی ہو یا نہ کی ہو یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر اپنے غلام اور غیر کے غلام دونون سے کہا کہ تم مین سے ایک آزاد ہی
تو بالاجماع اسکا غلام آزاد نہ ہو جائیگا الا اس صورت مین کہ اسکی نیت مین اپنے غلام کا عتق ہو۔ اور اسی طرح اگر باندی
زندہ و باندی مردہ مین جمع کرکے یون کہا کہ تو آزادہ ہی یا یہ۔ یا یون کہا کہ تم دونون مین سے ایک آزادہ ہی تو اُسکی باندی
آزاد نہوگی اور اگر اپنے غلام و آزاد کے درمیان جمع کرکے یون کہا کہ تم دونون مین سے ایک آزاد ہی تو اُسکا غلام آزاد
نہو جائیگا الا اس صورت مین کہ نیت ہو یہ شرح وجیز مین ہی۔ فتاوی اہل سمرقند مین لکھا ہی کہ اگر کہا کہ میرے مملوکون مین
سے ایک باندی اور ایک غلام آزاد ہی اور اُسنے بیان نہ کیا یہانتک کہ مرگیا اور اُسکے دو غلام اور ایک باندی ہی تو
باندی آزاد ہو جائیگی اور ہر دو غلام مین سے ہر ایک کا نصف حصہ آزاد ہو جائیگا اور ہر ایک اپنے باقی نصف کے واسطے
سعایت کریگا اور اگر اسکے تین غلام اور ایک باندی ہو تو باندی آزاد ہو جائیگی اور غلامون مین سے ہر ایک مین سے
ایک تہائی آزاد ہوگی اور ہر ایک اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعایت کریگا۔ اور اگر اسکے تین غلام اور تین باندیان
ہون تو ہر ایک باندی اور ہر ایک غلام مین سے اُسکا تہائی حصہ آزاد ہو جائیگا اور ہر ایک اپنے باقی کے واسطے سعایت
کریگا اور اگر اسکے تین غلام اور دو باندیان ہون تو ہر باندی مین سے نصف آزاد ہوگی اور باقی نصف کے واسطے
ہر ایک سعایت کریگی اور ہر غلام مین سے ایک تہائی آزاد ہو جائیگا اور باقی دو تہائی کے واسطے ہر ایک سعایت کریگا
اور اسی قیاس پر اس جنس کے مسائل کو بھی استخراج کرنا چاہیے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اُسنے اپنے دو غلامون سے کہا کہ تم
مین سے ایک آزاد ہی حالانکہ اسکی نیت مین کوئی معین نہین ہی۔ پھر قبل بیان کے مرگیا تو ہر ایک مین سے نصف آزاد
ہو جائیگا اور ہر ایک اپنی نصف قیمت کے واسطے سعایت کریگا یہ بدائع مین ہی اور مولی کا وارث بیان کے حق مین قائم مقام
مولی کا نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک مرد کے تین غلام ہین ان مین سے دو غلام اسکے روبرو گئے پس اُسنے کہا کہ تم مین سے
ایک آزاد ہی پھر ان دونون مین سے ایک باہر نکل آیا اور تیسرا غلام داخل ہوا پس اُسنے کہا کہ تم دونون مین سے ایک
آزاد ہی تو جب تک مولی زندہ ہی اُسکو بیان کرنے کا حکم دیا جائیگا پس اگر بیان کیا اور کہا کہ مین نے کلام اول سے
وہ غلام مراد لیا تھا جو اندر رہ گیا تھا تو وہی آزاد ہو جائیگا اور دوسرا کلام باطل ہو گیا اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے کلام
اول سے اسکا عتق مراد لیا تھا جو باہر نکل آیا تھا تو کلام اول سے وہ غلام آزاد ہو جائیگا جو باہر نکل آیا تھا پھر مولی کو
حکم دیا جائیگا کہ دوسرے کلام کی مراد بیان کرے۔ اور یہ اسوقت ہی کہ اُسنے پہلے کلام کی مراد بیان کرنے سے شروع کیا ہو
اور اگر دوسرے کلام کی مراد بیان کرنی شروع کی اور کہا کہ مین نے دوسرے کلام سے اس غلام کا عتق مراد لیا تھا جو
اندر رہ گیا تھا تو کلام اول سے وہ غلام آزاد ہو جائیگا جو باہر نکل آیا تھا اور ایجاب اول باطل نہوگا۔ اور اگر اُسنے کہا
کہ مین نے دوسرے کلام سے وہ غلام مراد لیا ہی جو اندر داخل ہوا ہی تو جو داخل ہوا ہی وہ آزاد ہو جائیگا اور کلام اول
کے بیان کے واسطے حکم دیا جائیگا اور اگر مولی نے کچھ بیان نہ کیا اور ان مین سے ایک مرگیا تو موت بھی بیان ہی پس
اگر باہر نکل آنے والا مرا ہو تو جو اندر رہگیا ہی وہ بایجاب اول آزاد ہو جائیگا اور دوسرا ایجاب باطل ہو جائیگا اور
اگر وہ غلام مرگیا جو اندر رہگیا ہی تو باہر نکلنے والا بایجاب اول آزاد ہو جائیگا اور داخل ہونے والا بایجاب دوم آزاد
ہو جائیگا اور اگر وہ غلام مرگیا جو پیچھے داخل ہوا ہی تو ایجاب اول کے حق مین وہ مختار کیا جائیگا پس اگر اُسنے باہر

نکلنے والے کو مراد لیا تو جو اندر رہگیا ہو وہ باب کا سبب دوم آزاد ہو جائیگا اور اگر وہ مراد لیا جو اندر رہگیا تو ایجاب دوم باطل ہو جائیگا اور اگر اُنمین سے کوئی نہین مرا بلکہ مولی قبل بیان کے مرگیا تو عتق ان سب مین باعتبار احوال کے شائع ہو جائیگا پس باہر نکلنے والے سے نصف اور جو اندر داخل ہوا ہو اسمین سے نصف اور جو موجود رہا ہو اسمین سے تین تہائی آزاد ہو جائیگا اور اگر مولی سے یہ فعل اُسکے مرض الموت مین صادر ہوا پس اگر مولی کی ملک مین مال اسقدر ہو کہ اسکی تہائی سے قدر آزاد شدہ برآمد ہو یعنی ایک رقبہ کامل اور تین چوتھائی حصہ رقبہ بربنائے قول امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ یا اُسکی تہائی سے برآمد نہو ولیکن اسکے وارثون نے اجازت دیدی تو حکم یہی ہو جو ہم نے بیان کیا ہو اور اگر مولی کا کچھ مال سوائے ان غلامون کے نہو اور وارثون نے اجازت بھی نہ دی تو بقدر تہائی کے ان سب مین بطریق مذکورہ بالا تقسیم کردیا جائیگا اور اسکی توضیح یون ہو کہ باہر نکلنے والے کا حق بقدر نصف کے اور داخل ہونے والے کا حق بھی اسی قدر اور جو اندر رہگیا ہو اسکا حق بقدر تین چوتھائی کے ہو پس ایسا عدد چاہیے کہ اسکا نصف و ربع برآمد ہوا اور یہ کم سے کم چار ہو پس حق خارج شوندہ دو سہم اور حق ثابت شوندہ تین سہم اور حق داخل شوندہ دو سہم پس جملہ سہام عتق سات ۷ باب ہو پہنچے پس مولی کے تہائی مال کے سات حصے کیے جاوینگے اور جب تہائی مال کے سات حصے ہوئے تو دو تہائی مال کے چودہ حصے ہونگے اور یہی سہام سعایت ہین اور پورے مال کے اکیس حصہ ہونگے اور یہ مفروض ہو کہ اُسکا مال یہی تین غلام ہین پس ہر غلام کے سات حصے ہوئے پس جو غلام باہر نکل آیا تھا اُسکے سات حصون مین سے دو حصہ آزاد ہونگے اور اپنے پانچ سہام کے واسطے سعایت کریگا اور نیز داخل شوندہ بھی دو سہام کے آزاد ہونے کے بعد اپنے پانچ سہام کے واسطے سعایت کریگا اور جو غلام اندر رہی ہا تھا اُسمین سے تین حصے آزاد ہوکر چار حصون کے واسطے سعایت کریگا پس سہام وصایا کا مجموعہ سات ہوا اور سہام سعایت کا مجموعہ چودہ ۱۴ ہوا پس تہائی دو تہائی ظاہر ہوا کہ ٹھیک ہی یہ کافی بیان ہو۔ ایک شخص کے تین غلام سالم غانم و مبارک ہین پس اُسنے اپنی صحت مین کہا کہ سالم حر ہو یا سالم و غانم دونون حر ہین یا سالم و غانم و مبارک سب آزاد ہین پس اگر اُسنے اپنے بیان مین خالی سالم پر عتق واقع کیا تو سالم تنہا آزاد ہو جائیگا اور اگر اُسنے غانم پر عتق واقع کیا تو سالم بھی اُسکے ساتھ آزاد ہوگا اور اگر مبارک پر عتق واقع کیا تو یہ سب آزاد ہو جائینگے۔ اور اسی طرح اگر اُسنے کہا ہو کہ اور نصف غانم اور تہائی مبارک آزاد ہو ۹۲ اسواسطے کہ اصابت کریم و اسطے ایک ہی حالت ہی اور محروم ہونے کے واسطے کئی احوال ہین اور اگر اُسنے مرض مین ایسا کہا پس اگر اُسکا کچھ مال سوائے انکے ہو وے حتی کہ ایک رقبہ کامل اور پانچ چھٹے حصے ایک رقبہ کے اُسکے تہائی مال سے برآمد ہو دین تو حکم ایسا ہی ہو اور اگر اُسکا کچھ مال سوائے انکے نہو وے اور وارثون نے اجازت دیدی تو بھی ایسا ہی حکم ہو اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو یہ غلام اُسکے تہائی مال مین بقدر اپنے اپنے حقوق کے شریک کیے جاوینگے اور اسکا طریقہ یہ ہو کہ میت کے تہائی مال کے چھ حصے کیے جاوین کیونکہ ہمکو نصف و تہائی کی حاجت ہو پس سالم پورے چھ کا اور غانم اُسکے نصف یعنی تین ۳ کا اور مبارک اُسکے تہائی یعنی دو ۲ کا شریک کیا جائیگا جسکا مجموعہ گیارہ ۱۱ ہوئے پس تہائی مال کے گیارہ حصہ کیے جاوینگے اور باقی دو تہائی مال کے اُسکے دوچند بائیس ۲۲ حصہ ہونگے پس تمام مال کے (۳۳) حصہ ہوئے اور کل مال (۳) غلام ہین پس ہر غلام کے (۱۱) حصے ہوئے پس سالم مین سے (۶) حصہ آزاد ہونگے اور (۵) حصہ کے واسطے سعایت کریگا اور غانم مین سے تین ۳ حصے آزاد ہونگے اور آٹھ ۸ حصون کے واسطے سعایت کریگا اور مبارک مین سے دو ۲ حصہ آزاد ہونگے اور (۹) حصون کے واسطے سعایت کریگا پس سہام وصایا کا مجموعہ (۱۱) ہوا اور سہام سعایت کا مجموعہ اسکا دوچند (۲۲) پس تہائی

ودو تہائی ٹھیک برآمد ہوتی ہے اور اگر اُسنے کہا کہ سالم آزاد ہی یا غانم وسالم دونون آزاد ہین یا مبارک وسالم آزاد ہین تو
اُسکو اختیار ہوگا اور اُس سے کہا جائیگا کہ عتق ان تینون مین سے جسپر چاہے واقع کرے تو اُسنے جسپر عتق واقع کیا اس
ایجاب مین جو جو شامل ہوگا وہ آزاد ہوجائیگا - اور اگر وہ قبل بیان مرگیا تو پورا سالم آزاد ہوگا اور باقی دونون مین سے
ہر ایک مین سے ایک تہائی آزاد ہوگا - اور اگر اُسنے مرض مین ایسا کہا اور حال یہ ہی کہ اسکا مال اسقدر ہی کہ ایک رقبہ اور
دو تہائی رقبہ اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہی یا نہین نکلتا ہی مگر وارثون نے اس عتق کی اجازت دیدی تو
بھی یہی حکم ہی - اور اگر وارثون نے اجازت ندی تو کل مال کی تہائی مین یہ سب غلام بقدر اپنے اپنے حقوق کے مشترک ہونگے
پس سالم کا حق پورے رقبہ کا ہی اور فانم ومبارک ہر ایک کا حق تہائی رقبہ کا ہی اور کم سے کم ایسا عدد جسکی تہائی برآمد
ہو (۳) ہی پس حق سالم (۳) ہوا اور باقی ہر ایک کا حق ایک ایک ہوا پس مجموعہ سہام عتق (۵) ہوا پس یہ تہائی مال
کے حصص ہوے پس پورے مال کے (۱۵) حصے ہوئے پس ہر رقبہ کے (۵) حصے ہوئے ازانجملہ سالم مین سے (۳) آزاد اور دو
کے واسطے سعایت کریگا اور غانم ومبارک ہر ایک مین سے ایک حصہ آزاد اور چار حصون کے واسطے سعایت کریگا پس سہام
عتق کا مجموعہ (۵) ہوا اور سہام سعایت کا مجموعہ (۱۰) ہوا یہ شرح جامع کبیر حصیری مین ہی - اور اگر کہا کہ سالم آزاد ہی یا غانم
وسالم یا مبارک وسالم تو یا کے بعد ہر جگہ خبر مقدر ہوگی اور یہ سب ایجابات مختلفہ ہونگے اور ایجابات مختلفہ مین کلمہ یا موجب
تخییر ہوتا ہی پس سالم ہر حال مین آزاد ہوجائیگا اور مبارک وغانم مین سے ہر ایک ایک حال مین آزاد اور دو حال مین
غیر آزاد ہونگے پس سالم اور باقی دونون مین سے ایک تہائی حصہ آزاد ہونگے اور بعض نے کہا کہ سالم تنہا بید او آزاد مطلقہ
علیہ ہی پس وہ اس سے آزاد ہوگا اور باقی دونون بیچ مین ہین لیکن قبل عطف کے یہ ازعتق مانع ہی - اور اگر یون کہا کہ
سالم آزاد ہی یا سالم وغانم یا سالم ومبارک تو سب آزاد ہوجاوینگے اسواسطے کہ یا لغو ہوگیا بسبب اتحاد اسم و خبر کے
لیکن وہ مثل سکوت کے ہی کہ مانع عطف نہین ہی اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم بیان مذکور ہی وہ صاحبین رح کا قول
ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک غانم ومبارک آزاد نہونگے ولیکن اوّل اصح ہی - اور اگر اُس نے سالم وغانم سے کہا کہ
تم مین سے ایک آزاد ہی یا سالم تو سالم مین سے تین چوتھائی آزاد ہوگا اور غانم سے ایک چوتھائی - اور اگر کہا کہ سالم
آزاد ہی یا غانم یا سالم تو ہر ایک مین سے نصف نصف آزاد ہوگا اسواسطے کہ سوم مین یا اول ہی پس اسکا ذکر لغو ہوا یہ
شرح تلخیص جامع کبیر مین ہی - ایک شخص کے چار غلام ہین سالم - غانم - فرقد - مبارک - ان سب کی قیمت برابر ہی پس
اُسنے اپنی صحت مین کہا کہ سالم وغانم آزاد ہین یا غانم و فرقد آزاد ہین یا فرقد ومبارک آزاد ہین تو تینون ایجابات
صحیح ہین پس مولی کو اختیار دیا جائیگا چنانچہ جس ایجاب کو اُسنے اختیار کیا اس ایجاب مین جتنے شامل ہین سب آزاد
ہونگے اور باقی باطل ہوئے - اور اگر مولے قبل بیان کے مرگیا تو سالم مین سے ایک تہائی حصہ آزاد ہوگا اور دو تہائی
کے واسطے سعایت کریگا اور یہی حال مبارک کا ہی اور رہا غانم پس وہ دو حال مین آزاد ہوگا اسواسطے کہ وہ
دو ایجابون اول ودوم مین داخل ہی پس اسمین سے دو تہائی حصہ آزاد ہونگے اور ایک تہائی کے واسطے سعایت
کریگا اور یہی حال فرقد کا ہی اسواسطے کہ وہ ایجاب دوم وسوم دونون مین داخل ہی اور یہ اول اصابت بنابر
روایت اس کتاب کے احوال متفرقہ قرار دیے جاتے ہین پس اصابت ایجاب دوم علیحدہ ہی اور اصابت ایجاب دوم علیحدہ
معتبر ہی - اگر یہ قول مرض مین اُسنے کہا اور یہ غلام اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتے ہین یا برآمد نہین ہوتے ہین کہ وارثون نے

اجازت دیدی تو حکم ایسا ہی ہی اور اگر بعد اجازت نہ دے اور وارثون نے اجازت بھی نہ دی تو تہائی مال ان سب پر بقدر انکے استحقاق کے تقسیم ہوگا پس سالم و مبارک مین سے ہر ایک کا حق ایک سہم ہی اور غانم و فرقد مین سے ہر ایک کا حق دو سہم ہی اور اگر ایک شخص نے اپنے تین غلامون کو جنکی قیمت برابر ہی کہا کہ سالم آزاد ہی یا غانم آزاد ہی یا غانم و مبارک آزاد ہین تو وہ مختار ہوگا جس ایجاب کو اسنے اختیار کیا جو غلام اس ایجاب مین شامل ہی وہ آزاد ہوگا اور اگر وہ بیان سے پہلے مرگیا تو سالم مین سے ایک تہائی اور مبارک مین سے ایک تہائی اور غانم مین سے دو تہائی آزاد ہوگی۔ اور اگر اس میت کا کچھ مال سوائے ان غلامون کے نہوا اور وارثون نے اجازت نہ دی تو اسکا تہائی مال ان سب غلامون پر بقدر انکے حقوق کے تقسیم ہوگا۔ اور اگر اُس نے دو غلامون کو کہا کہ سالم آزاد ہی یا مبارک آزاد ہی یا دونون آزاد ہین اور قبل بیان کے مرگیا تو ہر ایک مین سے تین چوتھائی آزاد ہو جائیگا اور اگر سوائے انکے اسکا کچھ مال نہو تو میت کا تہائی مال ان دونون مین نصفا نصف ہوگا یعنی ہر ایک مین سے تہائی حصہ آزاد ہوگا۔ اور اگر اُسنے تین غلامون سے کہا کہ سالم آزاد ہی یا غانم آزاد ہی یا مبارک و غانم و سالم آزاد ہین تو اُسکو اختیار ہوگا جس ایجاب کو اسنے اختیار کیا جس غلام کو یہ ایجاب شامل ہی وہ آزاد ہوگا۔ اور وہ قبل بیان کے مرگیا تو مبارک سے ایک تہائی حصہ آزاد ہو جائیگا اور سالم و غانم ہر ایک مین سے دو تہائی حصہ آزاد ہوگا۔ اور اگر اسکا کچھ مال سوائے انکے نہوا اور وارثون نے اجازت نہ دی تو تہائی مال ان سب مین بقدر انکے حقوق کے تقسیم ہوگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہی اور اگر اسکے دو غلام ہون پس اُس نے کہا کہ سالم آزاد ہی یا سالم و غانم آزاد ہین پھر بدون بیان کے مرگیا تو پورا سالم و نصف غانم آزاد ہو جائیگا۔ اگر یہ قول اُس نے مرض مین کہا اور ان دونون کے سوائے اسکا کچھ مال نہین ہی تو اُسکے تہائی مال مین دونون بقدر اپنے اپنے حقوق کے شریک کیے جاوینگے پس سالم کا حق پورے رقبہ کا ہی اور حق غانم اُسکے نصف مین ہی پس حق سالم دو سہام ہوے اور حق غانم ایک سہم ہی پس کل تین سہام ہوئے اور یہی تہائی مال ہی پس کل مال کے نو حصص ہوئے کہ ہر رقبہ کے مقابلہ مین ساڑھے چار حصہ ہوئے پس سالم مین سے دو حصے آزاد ہوئے اور ڈھائی حصون کے واسطے وہ سعایت کریگا اور غانم مین سے ایک سہم آزاد ہوگا اور وہ ساڑھے تین سہام کے واسطے سعایت کریگا یہ شرح جامع کبیر حصیری مین ہی۔ اور اگر اُسنے تین غلامون سے کہا کہ تو آزاد ہی یا تم دونون مین سے ایک آزاد ہی یا تم تینون مین سے ایک آزاد ہی اور بیان سے پہلے مرگیا تو اول سے چار نوین حصے آزاد ہونگے اور باقی دونون مین سے ہر ایک سے ڈھائی نوین حصے آزاد ہونگے۔ اور اگر کہا کہ تو آزاد ہی اور اسی ایک اور دوسرے سے کہا کہ یا تم دونون مین سے ایک آزاد ہی اور پھر سب سے کہا کہ یا تم سب مین سے ایک آزاد ہی تو اول مین سے ساڑھے پانچ نوین حصہ آزاد ہونگے اور ڈھائی نوین حصے دوسرے مین سے آزاد ہونگے اور تیسرے مین سے ایک نوان حصہ آزاد ہوگا۔ اور اگر کہا کہ تو آزاد ہی یا تو آزاد ہی ایک دوسرے غلام سے کہا یا تم سب مین سے ایک آزاد ہی تو اول و دوم مین سے ہر ایک مین سے چار نوین حصے اور تیسرے مین سے ایک نوان حصہ آزاد ہوگا یہ کافی مین ہی۔ اور اگر کہا کہ تو ای سالم آزاد ہی یا تو ای غانم آزاد ہی یا تو ای مبارک آزاد ہی تو وہ مختار ہوگا۔ اور اگر اُسنے غانم و سالم کو جمع کرکے کہا کہ تم مین سے ایک ہی تو دونون مین سے ایک درمیان سے نکل گیا اور عتق درمیان مبارک اور درمیان ان دونون مین سے ایک کے دائر رہا کہ انہین سے جسکے حق مین چاہے بیان کرے اور اگر قبل بیان کے مرگیا تو نصف مبارک مین سے آزاد ہوگا اور باقی

نصف درمیان سالم و غانم کے مشترک ہوگا کہ ہر ایک مین سے چہارم آزاد ہوگا کیونکہ دونون مساوی ہین۔ اور جامع مین مذکور ہو کہ اسکا یہ کہنا کہ تم دونون مین سے ایک غلام ہو لغو ہو اور اگر اُسنے یہ نہ کہا کہ تم مین سے ایک غلام ہو بلکہ یون کہا کہ تم دونون مین سے ایک مدبر ہو تو ان دونون مین سے ایک مدبر ہو جائیگا اور قطعی عتق ان دونون مین سے ایک اور مبارک کے درمیان دائر رہیگا پس اگر وہ قبل بیان کے مرگیا تو نصف مبارک آزاد ہو جائیگا اور اپنے نصف کے واسطے سعایت کریگا اور سالم و غانم ہر ایک مین سے چوتھائی آزاد ہو جائیگا بایجاب قطعی اور ہر ایک مین سے نصف مدبر ہو جائیگا اور اسکا اعتبار میت کے تہائی مال سے ہوگا اور اگر مولا میت کا کچھ اور مال ہو کہ تہائی سے برآمد ہون تو ہر ایک مین سے تین چوتھائی آزاد ہوگا کہ جسمین سے ایک چوتھائی بسبب قطعی کے اور نصف بسبب تدبیر کے اور ایک چہارم کے واسطے ہر ایک سعایت کریگا اور اگر اسکا کچھ مال نہو تو ایک تہائی مال ان دونون مین نصفا نصف ہوگا اور چونکہ مال میت وقت موت کے دو رقبہ ہین پس انمین سے تہائی مال دو تہائی رقبہ ہوا جو ان دونون مین مشترک ہوا پس ہر ایک کے واسطے ایک تہائی رقبہ ہوگا پس حساب مین ضرورت ایسے عدد کی ہو کہ اُسکی تہائی و چوتھائی نکلتی ہو اور کمتر ایسا عدد (۱۲) ہو پس ہر غلام کے بارہ حصے کیے جسمین مبارک مین سے نصف یعنی چھ حصہ آزاد ہوئے بسبب ایجاب قطعی عتق کے اور وہ اپنے چھ حصون یعنی نصف کے واسطے سعایت کریگا اور سالم و غانم ہر ایک مین سے ایک چہارم بسبب ایجاب قطعی کے آزاد ہوا یعنی تین تین سہام اور ایک تہائی بسبب مدبر ہونے کے اور وہ چار سہام ہوئے اور ہر ایک اپنے پانچ سہام کے واسطے سعایت کریگا پس سہام وصایا آٹھ ہوئے اور سہام سعایت (۱۶) ہوئے پس تخریج مستقیم ہوئی۔ اور اگر اُسنے سالم و غانم کو جمع کیا اور کہا کہ مین نے اختیار کیا کہ تم مین سے ایک غلام رہے پھر غانم و مبارک کو جمع کرکے کہا کہ مین نے اختیار کیا کہ تم مین سے ایک غلام رہے پھر مرگیا تو اُسکا اختیار اوّل باطل ہوگیا تو آزاد کرنا درمیان سالم دونون مین سے ایک کے دائر ہوگا تو سالم کے حصہ مین نصف عتق آیا اور باقی نصف باقی دونون مین نصفا نصف ہوگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہو۔ اور اگر اُسنے چار غلامون سے کہا کہ تم مین سے ایک آزاد ہو پھر اُسنے سالم و غانم سے کہا کہ تم مین سے ایک غلام ہو پھر غانم و فرقد سے کہا کہ تم مین سے ایک غلام ہو پھر فرقد و مبارک سے کہا کہ تم مین سے ایک غلام ہو پھر قبل بیان کے مرگیا تو اخیر کا اختیار کرنا پہلے اختیارات کا ناسخ ہو اور فرقد و مبارک دونون مین سے ایک اس درمیان سے خارج ہوگیا اور عتق درمیان سالم و غانم و باقی دونون مین سے ایک کے دائر ہوا پس تہائی سالم اور تہائی غانم اور چھٹا حصہ فرقد و چھٹا مبارک کا آزاد ہوا اور ہر غلام کے چھ حصہ ہوئے اور اگر اپنی صحت مین اپنی جورو اور اپنے غلام سے کہا کہ تو طالقہ ہو یا وہ آزاد ہو اور یہ عورت غیر مدخولہ ہو اور وہ بلا بیان کے مرگیا تو غلام مین سے نصف آزاد ہوگیا اور اپنے نصف کے واسطے سعایت کریگا اور عورت کو پورا مہر اور میراث ملیگی اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہو یہ کافی مین ہو۔ اور اگر اُسنے سالم و غانم سے کہا کہ تم دونون مین سے ایک آزاد ہو یا سالم آزاد ہو تو اُس سے کہا جائیگا کہ کسی پر واقع کرنا اختیار کر پس اگر اُسنے ایجاب اول کو اختیار کیا تو دوبارہ اُسکو بیان کرنے کا حکم دیا جائیگا پس اگر قبل بیان کے مرگیا تو سالم مین سے تین چوتھائی حصہ آزاد ہو جائیگا اور غانم سے ایک چوتھائی حصہ آزاد ہوگا اور اگر قبل بیان کے مرگیا اور اسکا کچھ مال سوائے ان غلامون کے نہین ہو تو انمین سے ہر ایک اپنے حق کے حساب سے اُسکے تہائی مال مین شریک کیے جاوینگے اور انمین سے ایک کا حق تین چوتھائی کا ہو اور دوسرے کا ایک چوتھائی کا پس ہمنے ہر چوتھائی کا ایک سہم مقرر کیا پس ایک کے حق کے (۳) سہام اور دوسرے کے

حق کا ایک سہم ہوا پس جملہ (۳) سہام ہوئے اور یہ تہائی مال ہو پس کل مال کے بارہ سہام ہوئے پس ہر رقبہ کے چوتھے سہام
ہوئے پس سالم میں سے (۳) آزاد ہونگے اور تین سہام کے واسطے سعایت کریگا اور غانم میں سے ایک سہم آزاد ہوگا
اور پانچ سہام کے واسطے سعایت کریگا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہو۔ اور اگر مولی نے صیغۂ عتاق کو دو غلاموں
میں سے ایک معین کی طرف مضاف کیا پھر بھول گیا تو اسمیں کچھ اختلاف نہیں ہو کہ ان دونوں میں سے ایک قبل
بیان کے آزاد ہو۔ اور اسکے متعلق احکام دو طرح کے ہیں ایک طرح کے وہ جو حیات مولی میں متعلق ہیں اور دوم وہ کہ
اسکی موت کے بعد متعلق ہیں پس ہم اول کا بیان کرتے ہیں کہ اگر ایک مرد نے اپنی دو باندیوں میں سے ایک معین کو آزاد
کر دیا پھر اسکو بھول گیا یا دس باندیوں میں سے ایک معین کو آزاد کر کے اسکو بھول گیا تو مولی کو منع کر دیا جائیگا کہ
انمیں سے کسی سے وطی نہ کرے اور نہ انمیں سے کسی سے خدمت لے۔ اور تحری دل و گمان غالب سے ایک کو نکال کر باقی
کسی سے وطی کرنا حلال نہیں ہو اور اسکا حیلہ یہ ہو کہ ان سب سے علاوہ نکاح باندھ لے تو انمیں سے جو آزادہ ہو وہ بسبب عقد
نکاح کے اسپر حلال ہو جائیگی اور جو مملوکہ ہیں وہ مملوکہ ہونے کی وجہ سے حلال ہونگی۔ اور اگر کسی نے مبہم طور پر دو غلاموں
میں سے ایک کو آزاد کیا اور یہ دونوں غلام مولی کو قاضی کے پاس لے گئے اور اس سے بیان کی درخواست کی تو قاضی اسکو حکم
دیگا کہ بیان کرے اور اگر اسنے بیان سے انکار کیا تو قاضی اسکو بیان کرنے کے واسطے قید کریگا ایسا ہی شیخ کرخی نے ذکر
فرمایا ہو۔ اور اگر ان دونوں میں سے ہر ایک نے دعوی کیا کہ میں ہی آزاد ہوں حالانکہ اسکے پاس گواہ نہیں ہیں اور مولی
نے اس سے انکار کیا اور دونوں نے اسکی قسم طلب کی تو قاضی ان دونوں میں سے ہر ایک کے واسطے مولی سے قسم
لیگا کہ باللہ عز و جل میں نے اسکو آزاد نہیں کیا ہو پھر اگر مولی نے ان دونوں کی قسم سے انکار کیا تو دونوں آزاد ہو جاوینگے
اور اگر دونوں کے واسطے قسم کھا گیا تو مولی کو بیان کرنے کا حکم دیا جائیگا۔ اور قاضی نے شرح مختصر الطحاوی میں ذکر کیا ہو
کہ جب بعد آزاد کرنے کے جہالت پیدا ہو گئی ہو اور مولی کو یاد نہ آوے تو مولی بیان کرنے پر مجبور نہ کیا جائیگا پھر واضح ہو کہ
ایسی حالت میں بیان دو طرح کا ہوتا ہو نص یا دلالت یا ضرورت میں نص کی یہ صورت ہو کہ مولی ان دونوں میں سے ایک
معین سے کہدے کہ یہی ہو جسکو میں نے آزاد کیا تھا اور بھول گیا تھا اور دلالت و ضرورت کی صورت یہ ہو کہ فعل یا قول اس سے
ایسا صادر ہو کہ جو بیان پر دلالت کرے مثلاً دونوں میں سے ایک کے ساتھ کوئی ایسا تصرف کرے کہ بدون ملک کے
اسکی صحت نہیں ہو سکتی جیسے بیع و ہبہ و صدقہ و وصیت و اعتاق و اجارہ و رہن و کتابت و تدبیر و استیلاد جبکہ دونوں
باندیاں ہوں اور اگر دس باندیوں میں سے ایک آزاد ہو پھر مولی نے انمیں سے ایک سے وطی کی تو جس سے وطی کی
ہو یہ تو رقیت کے واسطے متعین ہو جاویگی اور یہ بھی بدلالت یا ضرورت متعین ہو جائیگا کہ آزاد شدہ ان باقیوں میں ہو پس
بیان صریح یا دلالت سے متعین ہو سکتی ہو اور اسی طرح اگر اسنے دوسری و تیسری سے وطی شروع کی یہانتک کہ نوتک نوبت پہونچی تو جو
باقی رہی ہو یعنی دسویں وہ عتق کے واسطے متعین ہو جائیگی۔ اور احسن یہ ہو کہ انمیں سے کسی سے وطی نکرے اور اگر وطی کی تو حکم
وہی ہوگا جو ہمنے ذکر کر دیا ہو۔ اور اگر قبل بیان کے انمیں سے کوئی ایک مر گئی تو احسن یہ ہو کہ قبل بیان کے ان
باقیوں سے وطی نہ کرے اور اگر قبل بیان کے وطی کی تو جائز ہو۔ اور اگر دسون میں پھر ایک مر گئی تو جو باقی رہی ہو وہ عتق
کے واسطے متعین نہ ہو جائیگی ہاں اسکا عتق بیان پر موقوف ہیگا خواہ بیان صریح ہو یا بدلالت۔ اور اگر مولی نے کہا کہ میری
مملوکہ ہو اور ان دونوں میں سے ایک کی طرف اشارہ کیا تو دوسری باندی بدلالت یا بضرورت عتق کے واسطے متعین ہو جائیگی

اور اگر دس غلام ہوں اور سب کو ایک صفقہ میں فروخت کیا تو سب کی بیع فسخ ہو جائیگی اور اگر تنہا تنہا فروخت کیا تو
نو تک کی بیع جائز ہو لی جائیگی اور دسواں واسطے عتق کے متعین ہو گا۔ دس آدمیوں میں سے ہر ایک کی ایک باندی
ہے پس انمیں سے ایک نے ایک باندی اپنی آزاد کر دی اور بطور معین وہ معلوم نہیں ہوئی ہے تو انمیں سے ہر ایک کو اختیار
ہے کہ اپنی اپنی باندی سے وطی کرے اور مالکوں کے مانند اسمیں تصرف کرے۔ اور اگر یہ سب باندیاں انمیں سے
ایک کی ملک میں آگئیں تو ایسا ہو گا کہ گویا یہ سب اسی کی ملک میں تھیں جنمیں سے اُسنے ایک کو آزاد کیا پھر اسکو بھول گیا
اور دوم آنکہ اگر مولی قبل بیان کے مرگیا تو دونوں میں سے ہر ایک میں سے اسکا نصف حصہ آزاد ہو جائیگا۔ اور اپنے
نصف کے واسطے سعایت کریگا یعنی اپنی نصف قیمت کے واسطے مولائے میت کے وارثوں کے لیے سعایت کریگا یہ بدائع
میں ہے۔ ایک مرد نے کہا کہ میں نے اپنا غلام قدیم الصحبت آزاد کیا تو اسمیں مشائخ نے تکلم کیا ہے اور مختار یہ ہے کہ قدیم الصحبة
وہ ہے جسکی صحبت کو ایک سال گذر گیا ہو یہ محیط میں و مزید میں ہے۔ اور اگر باندی سے کہا کہ تو آزاد ہے یا تیرا حمل۔ پھر
ولادت کے بعد مولے مرگیا تو بچہ آزاد ہو گا اور باندی مذکورہ میں سے نصف حصہ آزاد ہو گا یہ خزانة المفتین میں ہے۔ اور
اگر اپنی باندی سے کہا کہ اول بچہ جو تو جنیگی اگر لڑکا ہو تو تو آزاد ہے پس وہ باندی ایک لڑکا اور ایک لڑکی جنی اور
یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اوّل کون جنی ہے باوجودیکہ باندی اور اسکا مولی دونوں ان دونوں بچوں کی ولادت پر
اتفاق کرتے ہیں تو نصف باندی اور نصف لڑکی آزاد ہوگی اور لڑکا غلام رہیگا۔ اور اگر باندی نے دعوی کیا کہ
اول لڑکا ہی پیدا ہوا ہے اور یہ لڑکی صغیرہ ہے پس مولی نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ نہیں بلکہ لڑکی اوّل ہوئی ہے تو قسم
سے مولی کا قول قبول ہو گا اور مولی سے اُسکے علم پر قسم لیجائیگی پس اگر مولی قسم کھا گیا تو انمیں سے کوئی آزاد نہ ہو گا لیکن
اگر باندی اسکے بعد گواہ قائم کرے کہ وہ پہلے لڑکا ہی جنی ہے تو حکم آزادی دیا جائیگا۔ اور اگر مولے نے قسم کھانے سے نکول
کیا تو باندی اور لڑکی دونوں آزاد ہو جاوینگی۔ اور اگر دونوں نے اتفاق کیا کہ اوّل لڑکا ہی ہوا ہے تو باندی و لڑکی
آزاد ہوگی اور لڑکا رقیق رہیگا۔ اور اگر دونوں نے اتفاق کیا کہ اوّل لڑکی پیدا ہوئی ہے تو کوئی آزاد نہ ہوگی۔ اور اگر
باندی نے دعوی کیا کہ اول غلام ہی پیدا ہوا اور لڑکی نے باوجودیکہ وہ کبیرہ ہو گئی ہے کچھ دعوے نہ کیا تو مولی سے قسم
لیجائیگی پس اگر اُسنے قسم کھالی تو کچھ ثابت نہ ہو گا اور اگر اُسنے نکول کیا تو باندی آزاد ہو جائیگی نہ دختر۔ اور اگر لڑکی نے
دعوی کیا درحالیکہ وہ کبیرہ ہے کہ اول لڑکا پیدا ہوا ہے اور باندی نے دعوی نہ کیا ہو تو ایسی صورت میں لڑکی ہی آزاد ہوگی
نہ اُسکی ماں یہ کافی میں ہے۔ اور اگر باندی سے کہا کہ پہلا بچہ جسکو تو جنیگی اور وہ لڑکا ہو گا تو وہ آزاد ہے اور اگر لڑکی ہو تو تو
آزاد ہے پس وہ دو لڑکے اور دو لڑکیاں جنی پس اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ پہلا بچہ لڑکا ہوا ہے تو وہ آزاد ہو گا اور باقی سب
مملوک رہینگے اور اگر یہ معلوم ہو کہ اوّل وہ لڑکی جنی ہے تو یہ لڑکی رقیقہ رہیگی اور باقی سب کے سب آزاد ہو جاوینگے۔ اور اگر یہ
معلوم نہوا کہ انمیں سے اوّل کون پیدا ہوا ہے تو باندی میں سے نصف حصہ آزاد ہو گا اور دونوں لڑکوں میں سے ہر ایک کا
تین چوتھائی حصہ آزاد ہو جائیگا اور ایک چوتھائی کے واسطے سعایت کریگا اور دونوں لڑکیوں میں سے ہر ایک کا چوتھائی حصہ
آزاد ہو گا اور ہر ایک اپنی تین چوتھائی قیمت[۱۲] کے واسطے سعایت کریگی۔ اور اگر باندی و مولی نے اتفاق کیا کہ یہ لڑکا پہلے ہوا
ہے تو یہی آزاد ہو جائیگا جسپر دونوں نے اتفاق کیا ہے اور باقی سب رقیق رہینگے۔ اور اگر دونوں نے کسی پسر کے حق میں اختلاف
کیا تو قسم سے مولی کا قول قبول ہو گا مگر مولے سے اسکے علم پر بھی قسم لیجائیگی کہ واللہ میں جانتا ہوں کہ باندی اسکو پہلے جنی ہے

اور اگر باندی سے کہا کہ اگر تیرا حمل لڑکا ہوا تو تو حرہ ہے اور اگر لڑکی ہوئی تو وہ حرہ ہے پھر اسکا حمل ایک لڑکا اور ایک
لڑکی نکلی تو کوئی آزاد نہوگا - اور اسی طرح اگر اُسنے کہا کہ جو کچھ تیرے پیٹ میں ہے اگر وہ الی آخرہ تو بھی یہی حکم ہوگا اور
اگر اُسنے یوں کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں لڑکا ہو تو تو حرہ ہے اور اگر لڑکی ہو تو وہ حرہ ہے تو صورت مذکورہ میں لڑکی و لڑکی
آزاد ہوجائیگا - اور اگر باندی سے کہا کہ اگر اول بچہ کہ تو اسکو جنے گی لڑکا ہو تو تو آزاد ہے اور اگر لڑکی ہو تو وہ آزاد
ہے پھر ان دونوں کو جنی پس اگر معلوم ہوجاوے کہ اول وہ لڑکا جنی ہے تو باندی مع لڑکی کے آزاد ہوجاویگی اور لڑکا
رقیق ہوگا - اور اگر یہ معلوم ہوجاوے کہ پہلے وہ لڑکی جنی تو یہ لڑکی آزاد ہوجائیگی اور باندی مع لڑکا دونوں رقیق رہینگے
اور اگر کچھ معلوم نہو مگر باندی و مولی نے کسی امر پر اتفاق کیا تو انہیں کے موافق حکم ہوگا - اور اگر دونوں نے کہا کہ ہم
نہیں جانتے ہیں تو لڑکا رقیق رہیگا اور لڑکی آزاد ہوگی اور نصف باندی آزاد ہوگی یہ مبسوط میں ہے - اور اگر باندی
نے غلام پہلے پیدا ہونے کا دعوے کیا تو قسم سے مولی کا قول قبول ہوگا یہ تمرتاشی میں ہے - اور اگر کسی نے اپنی باندی
سے کہا کہ اگر تو جنی ایک لڑکی تو تو آزادہ ہے اور اگر تو جنی ایک لڑکی پھر ایک لڑکا تو لڑکا آزاد ہے پھر ایک
لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی پس اگر پہلے لڑکا جنی تو باندی آزاد ہوجائیگی اور لڑکا و لڑکی دونوں رقیق رہینگے
اور اگر پہلے لڑکی جنی تو لڑکا آزاد ہوجائیگا اور باندی و لڑکی دونوں رقیق رہینگی - اور اگر یہ معلوم نہ ہوکہ انمیں کون پہلے
پیدا ہوا ہے اور دونوں نے اتفاق کیا کہ ہم اسکو نہیں جانتے ہیں تو لڑکی رقیقہ ہوگی اور لڑکا و باندی ہر ایک میں سے
نصف حصہ آزاد ہوجائیگا اور باقی نصف قیمت کے واسطے ہر ایک سعایت کریگا - اور اگر دونوں نے اختلاف کیا تو مولے سے
اسکے علم پر قسم کے ساتھ مولی کا قول قبول ہوگا - اور یہ اسوقت ہے کہ وہ لڑکا و لڑکی ایک ایک جنی ہوا اور اگر وہ دو
لڑکے اور دو لڑکیاں جنی اور باقی مسئلہ بحالہ ہو پس اگر پہلے دو لڑکے جنی پھر دو لڑکیاں تو باندی آزاد ہوجائیگی اور اسکی
آزادی سے دوسری لڑکی بھی آزاد ہوگی اور دونوں لڑکے اور پہلی لڑکی سب رقیق باقی رہینگے اور اگر وہ پہلے ایک لڑکا جنی
پھر دو لڑکیاں پھر ایک لڑکا تو باندی اور دوسری لڑکی دونوں آزاد ہوجاوینگی اور دوسرا لڑکا اپنی ماں کے آزاد ہونے
سے آزاد ہوگا - اور اگر ایک لڑکا پہلے جنی پھر لڑکی جنی پھر ایک لڑکا جنی پھر ایک لڑکی جنی تو باندی اور دوسرا لڑکا اور دوسری
لڑکی بسبب آزادی اپنی ماں کے آزاد ہوجاوینگے اور پہلا لڑکا اور پہلی لڑکی رقیق رہجاوینگے - اور اگر وہ پہلے دو لڑکیاں
جنی پھر دو لڑکے جنی تو پہلا لڑکا فقط آزاد ہوگا اور باقی سب رقیق رہینگے اور اسی طرح اگر وہ پہلے ایک لڑکی جنی پھر دو
لڑکے پھر ایک لڑکی تو بھی فقط پہلا لڑکا آزاد ہوگا اور اسی طرح اگر وہ پہلے ایک لڑکی جنی پھر ایک لڑکا پھر ایک لڑکی
پھر ایک لڑکا تو فقط پہلا لڑکا آزاد ہوگا - اور اگر تقدیم و تاخیر کچھ معلوم نہو پس اگر سب نے اتفاق کیا کہ یہ معلوم نہیں
کہ اول کون پیدا ہوا ہے تو ہر واحد اولاد میں سے چوتھائی حصہ آزاد ہوگا اور باندی یعنی انکی ماں سے نصف
حصہ آزاد ہوگا اور باقی نصف قیمت کے واسطے سعایت کریگی - اور اگر سب نے اختلاف کیا تو مولی سے اسکے علم پر قسم
لیکر اسی کا قول قبول کیا جائیگا یہ بدائع میں ہے - اور اگر باندی سے کہا کہ اول بچہ کہ جسکو تو جنے گی وہ آزاد ہے پس وہ
پہلے ایک مردہ بچہ جنی پھر ایک زندہ جنی تو زندہ آزاد ہوگا - اور اگر باوجود اسکے یوں کہا کہ تو آزاد ہے تو وہ مردہ بچہ
کے ساتھ آزاد ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے - اور اگر ایک شخص نے اپنی دو باندیوں سے کہا کہ جو تم دونوں میں
سے ایک کے پیٹ میں ہے آزاد ہے تو اسکو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جس پر چاہے عتق واقع کرے پس اگر کسی

مر دنے ان دونون مین سے ایک کے پیٹ مین ایسا مارا کہ وہ مردہ بچہ وقت تکلم عتق سے چھ مہینے سے کم مین ڈال گئی تو
وہ رقیق ہوگا اور دوسرا اسواسطے عتق کے متعین ہوگا۔ اور اگر ہر ایک باندی کے پیٹ مین ایک ایک مرد نے ایسا
مارا کہ وقت تکلم عتق سے چھ مہینے سے کم مین ہر ایک مردہ بچہ ڈال گئی تو ہر ایک کے بچہ کے واسطے اس جنایت کنندہ پر
وہ واجب ہوگا جو باندی کے جنین کے واسطے واجب ہوتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اسنے تین باندیون سے کہا کہ جو
کچھ اس باندی کے پیٹ مین ہی وہ حر ہی اور جو کچھ اس باندی کے پیٹ مین ہی یا جو کچھ اس باندی کے پیٹ مین ہو تو جو
کچھ پہلی باندی کے پیٹ مین ہی وہ آزاد ہوگا اور دونون باقیون کے حق مین مولی کو اختیار رہیگا کہ جس ایک پر چاہے عتق
واقع کرے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر کسی نے کہا کہ اگر میری باندی کے پیٹ مین جو ہی وہ لڑکا ہو تو اس طفل کو آزاد کردو اور
اگر لڑکی ہو تو اسکو آزاد کرو پھر وہ مر گیا پھر وہ باندی ایک لڑکا و ایک لڑکی دونون جنی تو وصی پر واجب ہی کہ ان دونون
کو آزاد کرے مگر اسکے تہائی مال سے آزاد کرے۔ اور اگر اپنی باندی سے کہا کہ اگر اول بچہ جو تو جنیگی وہ لڑکا ہو تو تو آزاد ہی
اور اگر لڑکی پھر لڑکا ہو تو وہ دونون آزاد ہین پھر وہ ایک لڑکا اور دو لڑکیان جنی اور یہ معلوم نہین ہوتا ہی کہ انمین سے
اول کون ہی تو باندی اور اسکے پسر ہر ایک کا نصف حصہ آزاد ہوگا اور دونون لڑکیون مین سے ہر ایک سے چوتھائی حصہ
آزاد ہوگا اور باقی تین چوتھائی قیمت کے واسطے ہر ایک سعایت کریگی اور شیخ ابو عصمہ نے فرمایا کہ یہ غلط ہی اور صحیح یہ ہی کہ دونون
لڑکیون مین سے ہر ایک کا تین چوتھائی حصہ آزاد ہوگا اور ہر ایک اپنی ایک چوتھائی قیمت کے واسطے سعایت کریگی کذا فی الجامع
بعض نسخون مین یہ عبارت کچھ زائد موجود ہی کہ ہمارے اصحاب مین سے بعض نے جواب کتاب کی تصحیح مین کلام کیا اور کہا کہ
دونون لڑکیون مین سے ایک مقصود بعتق ہی ایک حالت مین ہر یا وجود اس امر کے جانب تبعیت ان دونون کی اعتبار
نہ کی جائیگی اور جب کہ تبعیت کا اعتبار ساقط ہوا تو دونون مین ایک لڑکی فی حال دون حال آزاد ہوگی پس اسمین سے
نصف حصہ آزاد ہوگا لہذا یہی نصف حصہ ان دونون مین مشترک رہا پس ہر ایک مین سے چوتھائی حصہ آزاد ہوا۔ مگر
اس صورت مین یہ مسئلہ مسائل مذکورہ سے تخریج مین مخالف ہوگا پس اصح وہی ہی جو شیخ ابو عصمہ نے فرمایا ہی یہ مبسوط
مین ہی۔ اور اگر دو مردون نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اسنے اپنے دو غلامون مین سے ایک کو آزاد کیا ہی تو امام اعظم
کے نزدیک ایسی گواہی باطل ہی اور اگر دونون نے اسپر گواہی دی کہ اسنے اپنی دو باندیون مین سے ایک آزاد کی ہی
تو امام اعظم رح کے نزدیک مقبول نہین ہی اگرچہ اسمین دعوی شرط نہین ہی۔ اور یہ سب اسوقت ہی کہ دونون گواہون
نے گواہی دی ہو کہ اسنے اپنی صحت مین اپنے دو غلامون مین سے ایک غلام کو آزاد کیا ہی۔ اور اگر دونون نے گواہی
دی کہ اسنے اپنے مرض موت مین دو غلامون مین سے ایک آزاد کیا ہی یا اپنی صحت یا مرض مین دو مین سے
ایک کو مدبر کیا ہی اور یہ گواہی اس شخص کی حالت مرض مین یا بعد وفات کے ادا کی ہی تو استحسانا مقبول ہوگی
اور اگر دونون نے اسکے مرنے کے بعد گواہی دی کہ اسنے اپنی صحت مین کہا تھا کہ دونون مین سے ایک آزاد ہی تو بعض نے
کہا کہ گواہی قبول نہوگی اور بعض نے کہا کہ قبول ہوگی کذا فی الہدایہ اور اصح یہ ہی کہ گواہی قبول ہوگی یہ کافی مین ہی۔ اور
اگر دونون نے گواہی دی کہ اسنے ان دونون مین سے ایک معین کو آزاد کیا تھا مگر ہم اسکو بھول گئے ہین تو دونون
کی گواہی مقبول نہوگی۔ اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ ان دونون آدمیون مین سے ایک فلانے
غلام کو آزاد کیا ہی تو گواہی مقبول نہوگی یہ تمرتاشی مین ہی اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ اسنے اپنے

غلام سالم کو آزاد کیا ہے اور سالم کو وہ پہچانتے ہیں اور اس شہود علیہ کا ایک ہی غلام سالم نام ہے تو وہ آزاد ہو جائیگا اور اگر اسکے دو غلام سالم نام کے ہوں اور مولی اس عتق سے منکر ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک ان دونوں میں سے کوئی آزاد نہوگا یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر دو گواہوں نے ایک غلام کے عتق کی گواہی دی اور انکی گواہی پر اسکے آزاد ہونے کا حکم ہو گیا پھر دونوں نے اپنی اس گواہی سے رجوع کیا پس دونوں نے اسکی قیمت اسکے مولی کو تاوان دی پھر ان دونوں کی گواہی کے بعد اور دو گواہوں نے گواہی دی کہ اسکے مولی نے اسکو آزاد کیا تھا تو بالاتفاق ہر دو گواہان سابق سے تاوان ساقط نہوگا اور اگر پچھلے دونوں گواہوں نے صریح کہا کہ پہلے دونوں گواہوں کی گواہی سے پہلے غلام کے مولی نے اسکو آزاد کیا تھا تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک مقبول ہوگی اور جو کچھ پہلے گواہوں نے تاوان دیا ہے اسکو واپس نہ لے سکینگے یہ کافی میں ہے۔ اور جامع میں ہے کہ اگر ایک مرد نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ جب کل کا روز آجاوے تو تم میں سے ایک آزاد ہے پھر دونوں میں سے ایک آج ہی کے روز مر گیا یا مولے نے اسکو آزاد کر دیا یا فروخت کر دیا یا کسی کو ہبہ بقبضہ کرا دیا پھر کل کا روز ہوا تو دوسرا غلام آزاد ہوگا۔ اور اگر مولے نے کل کا روز آنے سے پہلے کہا کہ میں نے اختیار کیا کہ جب کل کا روز آوے تو خاص اس غلام پر عتق واقع ہو تو یہ باطل ہے۔ اور نیز جامع میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ جب کل کا روز آوے تو تم میں سے ایک آزاد ہے پھر انمیں سے ایک کو فروخت کر دیا پھر کل کا روز آنے سے پہلے اسکو خرید لیا پھر کل کا روز ہوا تو انمیں سے ایک آزاد ہو گیا مگر بیان کا اختیار مولے کو ہوگا اور اگر اسنے ایک کو فروخت کرکے پھر کل کا روز ہونے سے پہلے خرید لیا پھر دوسرے کو فروخت کر دیا مگر اسکو خریدا نہیں تھا یہاں تک کہ کل کا روز آگیا تو جو غلام کل کا روز ہونے پر اسکی ملک میں ہے وہ آزاد ہو جائیگا اور بیع کرنے سے اسکی قسم باطل نہوگی۔ اور اگر ایک میں سے نصف فروخت کر دیا پھر کل کا روز ہوا تو جو غلام پورا اسکی ملک میں ہے وہ آزاد ہو جائیگا۔ اور اگر اسنے دونوں میں نصف نصف فروخت کر دیا پھر کل کا روز ہوا تو دونوں میں سے ایک آزاد ہو گیا مگر بیان کا اختیار مولی کو ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کے چار غلام ہیں دو گورے ہیں اور دو کالے ہیں پس مولے نے کہا کہ یہ دونوں گورے آزاد ہیں یا یہ دونوں کالے یا عتق کی اضافت وقت کی جانب کرکے کہا کہ یہ دونوں گورے آزاد ہیں یا یہ دونوں کالے جب کل کا روز آوے پھر کل کا روز ہونے سے پہلے دونوں گورے غلاموں میں سے ایک مر گیا یا مولے نے اسکو فروخت کر دیا پھر کل کا روز ہوا تو دونوں کالے غلام آزاد ہو جاوینگے اور مولے کو کوئی خیار حاصل نہوگا۔ اور اگر گوروں میں سے ایک اور کالوں میں سے ایک مر گیا تو کل کا روز آنے پر مولے کو خیار حاصل ہوگا اور اگر دونوں گورے مر گئے تو دونوں کالے آزاد ہو جاوینگے یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے اور اگر یوں کہا کہ ہذا حر وہذا تو دونوں غلام آزاد ہو جاوینگے اور اگر کہا کہ ہذا ہذا حر تو دوسرا غلام آزاد ہو جائیگا اور اگر کہا کہ او ہذا حر ہذا ان دخل الدار تو ہذا فی الحال آزاد ہو جائیگا اور دوسرا وقت شرط پائی جانے کے آزاد ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے جب کہ کل کا روز ہو تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے پھر کل کا روز ہوا تو دونوں آزاد ہو جاوینگے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک مر گیا یا مولی نے اسکو فروخت کر دیا تو باقی آزاد ہو جائیگا اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک میں سے کوئی حصہ فروخت کر دیا تو بھی یہی حکم ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے ایک مالک نے دو غلام اور ایک آزاد ان تینوں کے مجمع کو کہا کہ تم میں سے دو آزاد ہیں تو دوسرے غلاموں میں سے ایک بجانب

آزاد راجح کیا جائیگا اور ایک بجانب غلام پس دونوں غلاموں میں سے فقط ایک آزاد ہوگا گویا اُس نے یوں
کہا کہ دونوں غلاموں میں سے ایک آزاد ہے پس اُسکو حکم دیا جائیگا کہ بیان کرے کہ ان دونوں میں سے کون مراد
ہے پس اگر مولے قبل بیان کے مر گیا تو دونوں میں سے ہر ایک کا نصف حصہ آزاد ہو جائیگا یہ شرح طحاوی میں ہے۔
چوتھا باب عتق کے ساتھ قسم کھانے کے بیان میں - ایک شخص نے کہا کہ جب میں اس دار میں داخل ہوں
تو ہر مملوک میرا جس روز ایسا ہوا وہ آزاد ہے حالانکہ اس روز اُسکا کوئی مملوک نہیں ہے پس اُس نے ایک مملوک
خرید لیا پھر وہ داخل ہوا تو آزاد ہو جائیگا - اور اگر قسم کھانے کے روز اُسکی ملک میں کوئی غلام ہوا اور وہ برابر اسکی
ملک میں باقی رہا یہاں تک کہ وہ دار مذکور میں داخل ہوا تو آزاد ہو جائیگا خواہ رات میں داخل ہوا ہو یا دن میں
اور اگر اُس نے جس روز ایسا ہوا کا لفظ نہ کہا ہو تو جس غلام کا وہ بعد قسم کے مالک ہوا ہے آزاد نہ ہوگا یہ کافی میں ہے
اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ اگر میں اس دار میں داخل ہوا تو تو آزاد ہے پھر اُس غلام کو دار میں داخل ہونے سے پہلے
فروخت کر دیا تو قسم بیکار رہ جائیگی - اور اگر وہ دار میں داخل نہ ہوا یہاں تک کہ اسکو دوبارہ خرید لیا پھر دار میں داخل ہوا
تو وہ آزاد ہو جائیگا اسواسطے کہ زوال ملک کی وجہ سے قسم منحل نہیں ہوتی ہے یہ بدائع میں ہے - اور خالد بن صبیح نے
امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ اگر ایک مرد نے کہا کہ ہر بار جبکہ میں اس دار میں داخل ہوا تو میرا غلام آزاد ہے
حالانکہ اسکے چند غلام ہیں پس وہ شخص اس دار میں چار مرتبہ داخل ہوا تو اُسپر ہر بار کے داخل ہونے کے لیے ایک غلام
آزاد کرنا واجب ہوا کہ یہ شخص جس غلام پر چاہے واقع کرے ایک یا دوسرے کے چار آزاد کرے یہ محیط میں ہے - اور
اگر اپنی باندی سے کہا کہ اگر تو اس دار میں داخل ہوئی تو تو آزاد ہے پھر اُسکو آزاد کر دیا پھر وہ مرتدہ ہو کر دار الحرب
میں چلی گئی پھر وہاں سے قید کر کے لائی گئی اور یہی شخص اسکا مالک ہوا پھر یہ باندی اس دار میں داخل ہوئی تو ہمارے
نزدیک وہ آزاد نہ ہوگی یہ ینابیع میں ہے - اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو اس دار میں آج کے روز داخل ہوا تو تو آزاد ہے پھر دن
گذر جانے کے بعد اس غلام نے دعوے کیا کہ میں اس دار میں داخل ہوا تھا پس مولے نے انکار کیا تو قول مولی کا قبول
ہوگا اور اگر غلام سے کہا کہ اس دار میں داخل ہو تو تو آزاد ہے تو یہ بمنزلہ اس کلام کے ہے کہ جب تو اس دار میں داخل ہو تو تو
آزاد ہے یہ سراجیہ میں ہے - اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو ان دونوں گھروں میں داخل ہو تو تو آزاد ہے پھر ان گھروں
میں داخل ہونے سے پہلے اُسکو فروخت کر دیا پھر وہ ان گھروں میں سے ایک میں داخل ہوا پھر اُسکو خرید کیا پھر وہ دوسرے
گھر میں بھی داخل ہوا تو ہمارے نزدیک آزاد ہو جائیگا - اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو اس دار میں داخل
ہوا تو تو آزاد ہے اگر تو نے فلان سے کلام کیا - تو دار میں داخل ہونے کے وقت بھی اعتبار قیام ملک کا ہوگا یہ بدائع
میں ہے - امام محمد نے اصل میں فرمایا کہ اگر مولے نے کہا کہ اول غلام جو میرے پاس آوے وہ آزاد ہے پس اول اسکے
پاس ایک غلام مردہ داخل کیا گیا پھر زندہ تو زندہ آزاد ہوگا اور اسمیں کوئی اختلاف ذکر نہیں فرمایا پس بعض
مشائخ نے کہا کہ یہ امام اعظم رحمہ اللہ کا قول ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ سب کا قول ہے اور یہی صحیح ہے یہ شرح
جامع کبیر حصیری میں ہے - اور اگر دو غلام ایک ساتھ اسکے پاس داخل کیے گئے تو انمیں سے کوئی آزاد نہ ہوگا پھر اگر
اسکے بعد کوئی غلام تنہا اسکے پاس داخل کیا گیا تو وہ آزاد نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے - اور اگر اپنے غلام سالم سے کہا کہ
تو آزاد ہے اگر تو اس دار میں داخل ہوا نہیں بلکہ غانم یعنی اپنے دوسرے غلام کا نام لیا تو دوسرا بدون دخول دار کے

آزاد نہ ہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری مین ہی - اور اگر کہا کہ ہر عورت میری کہ جو اس دار مین داخل ہو تو وہ طالقہ ہی اور
میرے غلامون مین سے ایک غلام آزاد ہی پھر اسکی دو عورتین داخل ہوئین تو دونون طالقہ ہوجاوینگی اور غلام
ایک ہی آزاد ہوگا اور اسکو اختیار رہوگا کہ جس غلام کو چاہے معین کرے - اور اگر اُس نے کہا کہ ہربار کہ داخل ہوئی میری
کوئی عورت اس دار مین تو وہ طالقہ ہی اور ایک غلام میرے غلامون مین سے آزاد ہی پس دو عورتین داخل ہوئین یا
ایک ہی عورت دو مرتبہ داخل ہوئی تو دونون عورتین طالقہ ہوجاوینگی اور دو غلام آزاد ہونگے - ایک شخص کی باندیان
ہین اور انکے اولاد ہی اور اُسکے غلام بھی ہین پس اُسنے کہا کہ ہر باندی میری جو اس دار مین داخل ہو تو وہ آزاد ہی اور اُسکا
بیٹا اور ایک غلام میرے غلامون مین سے آزاد ہی پس سب باندیان داخل ہوئین تو سب آزاد ہوجاوینگی اور
اُنکی اولاد بھی آزاد ہوگی اور ایک غلام آزاد ہوگا مگر واضح رہے کہ ہر باندی کا فقط ایک بیٹا آزاد ہوگا - اور اگر
یہ غلام ان باندیون کے شوہر ہون پس اُسنے کہا کہ ہر باندی میری جو اس دار مین داخل ہو تو وہ آزاد ہی اور اُسکا شوہر
اور اُسکا بچہ پھر سب باندیان داخل ہوئین تو سب آزاد ہوجاوینگی اور انکے شوہر اور اُنکی اولاد بھی آزاد ہوگی اور
اگر کہا کہ ہربار کہ میری کوئی باندی اس دار مین داخل ہوئی تو یہ اور اُسکا شوہر اور اُسکا بچہ اور ایک غلام میرے
غلامون مین سے آزاد ہی پھر سب باندیان داخل ہوئین تو سب آزاد ہونگی اور اُنکے شوہر و اولاد بھی آزاد ہوگی اور
ہر باندی کے مقابلہ مین ایک ایک غلام آزاد ہوگا - اور شرح کرخی مین لکھا ہی کہ اگر مولے نے کہا کہ ہربار کہ داخل ہوا
مین اس دار مین اور مین نے فلان سے کلام کیا یا فلان کے ساتھ کلام کیا تو میرے غلامون مین سے ایک غلام
آزاد ہی پھر وہ کئی بار دار مین داخل ہوا اور فلان سے اُسنے ایک ہی بار کلام کیا تو فقط ایک ہی غلام آزاد ہوگا یہ شرح
جامع کبیر حصیری مین ہی - اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہی اگر تو اُس دار مین داخل ہوا یا اُس دار مین تو جس دار
مین داخل ہوگا آزاد ہوجائیگا اور اگر کہا کہ اس دار مین داخل ہوا اور اس دار مین تو جب تک دونون مین داخل ہوا
آزاد نہ ہوگا - اور اگر کہا کہ تو آج کے روز آزاد ہی اگر تو اس دار مین داخل ہوا تو جبتک آج اس دار مین داخل نہو آزاد
نہوگا یہ حاوی قدسی مین ہی - اور اگر کہا کہ ہر مملوک کہ اسکو مین نے خرید کیا جب مین اس دار مین داخل ہوگیا تو وہ آزاد ہی
تو یہ قسم انھین غلامون کے حق مین ہوگی جنکو بعد داخل ہونے کے خرید کرے یہ ایضاح مین ہی - ایک غلام نے کہا کہ
اگر مین اس دار مین داخل ہوا تو میرا غلام آزاد ہی یا اگر مین نے فلان سے کلام کیا تو میری جورو طالقہ ہی پس اگر وہ
پہلے دار مین داخل ہوا تو اُسکا غلام آزاد ہوگا اور فلان سے کلام کرنے کا انتظار نہ کیا جائیگا - اور اگر پہلے فلان سے
کلام کیا تو جورو طالقہ ہوجائیگی اور دار مین داخل ہونے کا انتظار نہ کیا جائیگا پس جب ان دونون شرطون مین سے
کوئی پائی گئی اور اُسکا حکم مترتب ہوگیا تو دوسری باطل ہوگی اور اگر دونون شرطین ایک ساتھ پائی گئین تو
دونون جزاؤن مین سے ایک نازل ہوگی مگر تعیین کا اختیار اُسکو حاصل ہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری مین ہی ایک
مرد کی دو باندیان ہین پس اُسنے کہا کہ اگر تم مین سے کوئی اس دار مین داخل ہوئی تو وہ آزاد ہی پھر اُسنے ایک کو فروخت
کر دیا پھر وہ دار مین داخل ہوئی پھر جو اُسکے پاس باقی ہی وہ داخل ہوئی تو یہ آزاد نہوگی اور اگر مبیعہ کے داخل ہونے
سے پہلے جو اُسکے پاس ہی وہ داخل ہوئی تو وہ آزاد ہوجائیگی یہ ظہیریہ مین ہی - ایک مرد نے کہا کہ اگر مین دار مین داخل
ہوا تو میری جورو طالقہ ہی اور میرا غلام آزاد ہی اگر مین نے فلان سے کلام کیا تو یہ دونون قرار دیجاوینگی یعنی جب

قسم کی شرط پائی جاویگی اُسکی جزا نازل ہوگی۔ اور اگر اُس نے اُسکے آخر مین انشاء اللہ تعالیٰ کہدیا تو یہ استثناء ان دونون قسمون کی طرف راجع ہوگا اور اسی طرح اگر فلان کی مشیت پر معلق کیا تو بھی فلان کی مشیت ان دونون قسمون کی طرف راجع ہوگی (یعنی دونون باطل ہوجاوینگی ۱۲) پس اگر فلان نے کہا کہ مین نہین چاہتا ہون (یعنی اگر فلان چاہے ۱۲) تو دونون قسمین باطل ہوجاوینگی اور اسی طرح اگر ان دونون مین سے ایک کو اُس نے نہ چاہا تو بھی دونون باطل ہوجاوینگی۔ اور اگر فلان نے مجلس مین چاہا تو دونون قسمین صحیح ہوجاوینگی پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ اگر اُسنے فلان سے کلام کیا تو غلام آزاد ہوجائیگا اور اگر دار مذکور مین داخل ہوا تو جورو طالقہ ہوجاویگی۔ ایک مرد نے کہا کہ اگر مین اس دار مین داخل ہوا تو میری جورو طالقہ ہے اور میرا غلام آزاد ہے تو بدون دخول دار کے کچھ جزا واقع نہوگی اور اگر دار مین داخل ہوا تو دونون جزا مین واقع ہونگی۔ اور اسی طرح اگر اُسنے جزا کو مقدم کیا بایں طور کہ میری جورو طالقہ ہے اور میرا غلام آزاد ہے اگر مین دار مین داخل ہوا یا شرط کو وسط مین بیان کیا بایں طور کہ میری جورو طالقہ ہے اگر مین دار مین داخل ہوا اور میرا غلام آزاد ہے تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر کہا کہ اگر مین دار مین داخل ہوا تو میری جورو طالقہ ہے اور مجھپر پیدل حج کرنا واجب ہے اور میرا غلام آزاد ہے اگر مین نے فلان سے کلام کیا اور اس شخص کی کچھ نیت نہین ہے تو پیدل حج کرنا اور جورو پر طلاق معلق بدخول دار ہوگی اور غلام کا عتق معلق بکلام فلان ہوگا۔ اور اگر کہا کہ میری جورو طالقہ ہے اگر مین دار مین داخل ہوا اور میرا غلام آزاد ہے انشاء اللہ تعالیٰ تو یہ ایک ہی قسم ہوگی اور استثناء مذکور پوری قسم سے متعلق ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ انشاء فلان (یعنی اگر فلان نے چاہا) تو بھی یہی حکم ہے ایک مرد نے کہا کہ ان دخلت الدار ان کلمت فلانا او اذا کلمت او متی کلمت او اذا قدم فلان فعبدی حر (اگر مین دار مین داخل ہوا اگر مین نے فلان سے کلام کیا ... تو میرا غلام آزاد ہے ۱۲) اور اس شخص کی کچھ نیت نہین ہے تو قسم یون ہوگی کہ بعد فلان سے کلام کرنے یا بعد فلان کے آجانے کے دار مذکور مین داخل ہو چنانچہ اگر پہلے داخل ہوکر پھر فلان سے کلام کیا تو غلام آزاد نہوگا اور اگر کلام کرکے پھر داخل ہوا تو آزاد ہوجائیگا (ہماری زبان مین یہ حکم ہے ۱۲) اور اگر جزا کو دونون شرطون پر مقدم کیا یعنی کہا کہ میرا غلام آزاد ہے اگر مین دار مین داخل ہوا اگر مین نے فلان سے کلام کیا تو شرط ہے کہ بعد کلام کے دار مذکور مین داخل ہونا پایا جاوے یہ شرح جامع کبیر حصیری مین ہے۔ اور اگر اُس نے اپنے اس قول سے کہ اگر مین اس دار مین داخل ہوا اگر مین نے فلان سے کلام کیا تو تو آزاد ہے یہ نیت کی کہ دخول دار مقدم ہو اور وہی شرط انعقاد ہو اور کلام بفلان مؤخر ہو تو اُسکی نیت صحیح ہوگی۔ اور اسی طرح تقدیم جزا کی صورت مین اگر اُسنے ایسی نیت کی یعنی کلام متاخر ہو تو اُسکی نیت صحیح ہوگی لیکن اگر اس نیت مین اُسکے حق مین کوئی نفع ہو بایں طور کہ مثلاً اس نیت سے اُسکے حق مین تخفیف ہو تو بسبب تہمت کے قضاءً اُسکی نیت رد کردی جائیگی (یعنی تصدیق نہوگی ۱۲)۔ اور اگر اُسنے دو گھرون کے واسطے کہا کہ اگر مین اس دار مین داخل ہوا اگر مین اس دار دیگر مین داخل ہوا تو تو آزاد ہے تو حانث ہونے کی شرط دوسرے دار مین پہلے داخل ہونا ہوگی پس اگر وہ پہلے دار مین اولاً داخل ہوا تو حانث نہوگا اور اگر دوسرے مین داخل ہونے کے بعد داخل ہوا تو حانث ہوگا۔ اور اگر اُسنے ایک ہی دار کے حق مین کہا کہ اگر مین اس دار مین داخل ہوا اگر مین اس دار مین داخل ہوا تو تو آزاد ہے پھر اسمین ایکبار داخل ہوا تو حانث ہوجائیگا خواہ جزا مقدم ہو یا مؤخر ہو یہ شرح تلخیص جامع کبیر مین ہے۔ اور اگر اُسنے جزا کو وسط مین بیان کیا بایں طور کہ اگر مین اس دار مین داخل ہوا تو میرا غلام آزاد ہے اگر مین نے فلان سے کلام کیا۔ یا کہا کہ اگر مین نے فلان سے کلام کیا تو میرا غلام آزاد ہے اگر فلان شخص آیا تو قسم کا انعقاد اس امر پر

ہوگا کہ فعل اوّل واقع ہو پھر فعل ثانی پایا جاوے یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میرا ہر مملوک نرکر آزاد ہے اور اُسکی ایک باندی حاملہ ہے پھر اسکے نرینہ بچہ پیدا ہوا تو آزاد نہ ہوگا اگرچہ وقت قسم سے چھ مہینہ سے کم میں جنی ہو یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے۔ ایک مرد نے کہا کہ ہر میرا مملوک کہ جسکا میں مالک ہوں آیندہ زمانہ میں وہ آزاد ہے الا ان مملوکوں کا اوسط۔ پھر اُسنے کوئی غلام خریدا تو اسی وقت آزاد ہو جائیگا پھر اگر اُسنے دوسرا خریدا تو آزاد نہوگا پھر اُسنے خریدا یہاں تک کہ مر گیا تو وہ آزاد ہو جائیگا پھر اگر تیسرا خریدا تو ان دونوں میں سے کوئی آزاد نہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔ پھر اگر وہ چوتھے غلام کا مالک ہوگا تو دوسرا غلام آزاد ہوگا اسی طرح جب آٹھ میں غلام کا مالک ہوگا تو چوتھا آزاد ہو جائیگا اور علی ہذا القیاس کذا فی شرح تلخیص الجامع الکبیر۔ وحاصل آنکہ جب وہ عدد غلام جفت خرید یگا تو جو غلام نصف اول میں واقع ہوگا وہ فی الحال آزاد ہو جائیگا اسواسطے کہ اُسکا اوسط ہونا متصور نہیں ہے اور جو غلام نصف ثانی میں واقع ہوگا اسکا حکم موقوف رہیگا حتی کہ اگر اُس نے چھ غلام خریدے ایک بعد دوسرے کے تو اول کے تین غلام آزاد ہو جاوینگے اور باقیوں کا حکم موقوف رہیگا پھر اگر اُسنے چوتھا خریدا تو چوتھا آزاد نہوگا اسواسطے کہ جو اس سے متاخر ہے وہ مثل مقدم کے ہے پس مستثنی ہوگا۔ اور اگر وہ مر گیا حالانکہ چھ غلام کا مالک ہوا تھا تو سب آزاد ہو جاوینگے۔ اور اگر طاق عدد کا مالک ہوا ہو تو سوائے درمیانی کے سب آزاد ہو جاوینگے۔ اور یہ ذکر نہیں فرمایا کہ وقت خرید سے آزاد ہونگے یا وقت موت کے کچھ پہلے سے اور فقیہ ابوجعفر نے شیخ ابوبکر بن ابوسعید سے ذکر کیا کہ بر قیاس قول امام ابویوسف و امام محمد رح کے موت سے بلافصل پہلے سے آزاد ہونگے اور امام اعظم رح کے قول پر وقت خرید سے آزاد ہونگے اور بعض نے فرمایا کہ اصح یہ ہے کہ بالاتفاق عتق انھیں غلاموں پر مقصور رہیگا اسواسطے کہ استثناء سے خارج ہونے کی شرط یہ تھی کہ صفت وسطیت منتفی ہووے اور یہ جب منتفی ہوگی کہ اسکے بعد کوئی غلام خریدے پس حکم اسی پر متصور رہا۔ اور اگر ایک غلام کا مالک ہوا پھر دوسرے غلام کا مالک ہوا پھر دو غلاموں کا ایکبارگی مالک ہوا تو سب آزاد ہو جاوینگے۔ اور اگر کہا کہ ہر غلام جسکو میں خریدوں وہ آزاد ہے الا انمیں کا اول پھر اُس نے ایک غلام خریدا تو وہ آزاد نہوگا اور اسکے ماسوائے سب آزاد ہو جاوینگے چاہے جسطرح انکو خریدے اور اگر اولاً دو خریدے تو دونوں آزاد ہو جاوینگے۔ اور اگر اُسنے یوں کہا ہو کہ الا انمیں کا آخر۔ پھر اُسنے ایک غلام خریدا تو آزاد ہو جائیگا اور اگر دوسرا خریدا تو آزاد نہوگا پھر اگر تیسرا خریدا تو دوسرا آزاد ہو جائیگا علی ہذا القیاس اور اگر ایک غلام خریدا پھر دو غلام خریدے تو سب آزاد ہو جاوینگے یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔ اور اگر کہا کہ ہر مملوک جسکا میں مالک ہوں تو وہ آزاد ہے اور اُسکا ایک مملوک موجود ہے پھر اُسنے ایک مملوک خریدا تو آزاد وہی ہوگا جو اُسکی ملک میں تھا اور جو بعد قسم کے خریدا ہے وہ آزاد نہوگا لیکن اگر اُسنے اسکی بھی نیت کی ہو تو یہ بھی آزاد ہو جائیگا اور اگر اُسنے دعوی کیا کہ جو میری ملک میں تھا اُسکے عتق کی میں نے نیت نہیں کی تھی تو اُسکے قول کی تصدیق نہوگی یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ ہر مملوک جسکا میں اس ساعت مالک ہوں وہ آزاد ہے تو یہ قسم انھیں مملوک کے حق میں ہوگی جو پہلے سے اُسکی ملک میں موجود ہیں اور جنکا وہ اس ساعت بطور جدید مالک ہوگا وہ آزاد نہونگے اور اگر اُسنے لفظ ساعت سے وہ معنے مراد لیے جو منجم مراد لیتے ہیں تو ساعت تک جو مملوک اسکے ملک میں آویں انکو بھی آزاد ون میں داخل کر سکتا ہے۔ اور یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ جو سابق سے اُسکے ملک میں ہیں اُسنے عتق کو

پس روایت ہے فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ ہر مملوک کہ میں اسکا سر ماہ مالک ہوں وہ آزاد ہے تو اُسکے
جس مملوک پر سر ماہ آجاوے اور وہ چاند رات اور اُس دن میں اُسکا مالک ہو تو امام محمد رح کے نزدیک وہ آزاد
ہو جائیگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ یہ قسم اُس جدید مملوک کے حق میں ہوگی جسکا وہ چاند رات اور اُسکے دن
میں مالک ہو جاوے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ ہر مملوک جسکا میں کل کے روز مالک ہوں وہ آزاد ہے اور کچھ نیت
نہیں کی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ جو اسکی ملک میں فی الحال ہیں اور جنکا کل تک مالک ہوا اور جنکا کل مالک ہو
سب آزاد ہو جاوینگے۔ اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ فقط وہی آزاد ہونگے جنکا وہ بسبب جدید کل کے روز
مالک ہو جاوے اور اگر کہا کہ ہر مملوک جسکا میں جمعہ کے روز مالک ہوں وہ آزاد ہے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک وہی
آزاد ہونگے جو جمعہ کے روز جدید اُسکی ملک میں آویں۔ اور اگر کہا کہ میرا ہر مملوک جمعہ کے روز آزاد ہے تو اس میں وہ مملوک
بھی داخل ہونگے جو اُسکی ملک میں فی الحال موجود ہیں کہ وہ جمعہ کے روز آزاد ہو جاوینگے۔ اور اگر کہا کہ ہر مملوک کہ میں
اسکا مالک ہوں ابتک وہ آزاد ہے جبکہ کل کا روز آوے تو یہ قسم بالاجماع انھیں مملوکوں پر واقع ہوگی جو فی الحال
اسکی ملک میں ہیں۔ اور اگر کہا ہر مملوک کہ میں اسکا مالک ہوں تا تیس سال ہیں وہ آزاد ہے تو اس میں وہ شامل ہونگے
جنکا وقت قسم سے تیس سال تک جدید مالک ہو جاوے اور وہ شامل نہونگے جنکا وہ پہلے سے وقت قسم تک مالک ہو
اور علی ہذا اگر کہا کہ ایکسال تک یا ہمیشہ تک یا موت تک تو بھی یہی حکم ہے کہ وقت قسم سے آیندہ اس مدت تک جنکا
مالک ہو وہ آزاد ہونگے نہ وہ جنکا اول سے وقت قسم کے مالک تھا۔ اور اگر اُسنے کہا کہ سال تک کہنے سے میری مراد
یہ تھی کہ جو میری ملک میں ایکسال تک باقی رہیں تو قضاءً اُسکے قول کی تصدیق نہوگی مگر فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ اُسکے
قول کی تصدیق ہوگی یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ ہر مملوک کہ میں اسکا مالک ہوں وہ بعد کل کے روز
کے آزاد ہے یا کہا کہ میرا مملوک بعد کل کے روز کے آزاد ہے اور اُسکا ایک مملوک ہے پھر دوسرا اُسکی ملک میں آیا پھر کل کے
روز بعد کا وقت آیا تو وہی آزاد ہوگا جو وقت قسم کے اسکی ملک میں تھا نہ وہ جسکا وہ بعد قسم کے مالک ہوا ہے یہ کافی
میں ہے۔ اور اگر کہا کہ ہر مملوک کہ جسکا میں مالک ہوں یا کہا کہ ہر میرا مملوک پس وہ بعد میری موت کے آزاد ہے اور اسکا
ایک مملوک ہے پھر اُسنے ایک غلام خریدا تو جو وقت قسم کے اُسکی ملک تھا وہ مدبر ہو گیا اور دوسرا جو بعد قسم کے اسکی ملک
میں آیا ہے وہ مدبر نہوگا اور اگر وہ مر گیا تو دونوں اُسکے تہائی مال سے آزاد ہو جاوینگے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور یہ حکم اسوقت ہے
کہ اُسکی کچھ نیت نہو اور اگر اُسنے نیت شمول تمام کی تو یہ قسم سب کو شامل ہوگی کیونکہ اُسنے ایسی نیت بیان کی جس سے
اُسکے نفس پر سختی پڑتی ہے پس اُسکے قول کی تصدیق ہوگی یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر کہا کہ ہر غلام جسکو میں خریدوں تو وہ آزاد
ہے تا سال پھر اُسنے ایک غلام خریدا تو وہ آزاد نہوگا یہانتک کہ وقت خریدنے سے اُسپر ایک سال گذر جاوے یہ فتاوی
قاضی خان میں ہے۔ اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے آج یا کل تو آزاد نہوگا جب تک کل کا روز نہ آوے الا اس
صورت میں کہ اُسکے مولی نے آج یا کل کہنے سے آج کے روز آزاد ہونے کی نیت کی ہو پس آج ہی آزاد ہو جائیگا
اور اگر کہا کہ تو آزاد ہے آج کل تو آج ہی آزاد ہو جائیگا اور اگر کہا کہ تو آزاد ہے کل آج تو کل کے روز آزاد ہوگا یہ
تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تصبح غداً حراً کل کے روز تو صبح کریگا درحالیکہ آزاد ہوگا۔ یا تصبح غداً تشرب الماء
حراً تو صبح کریگا کل کے روز درحالیکہ پانی پیئے گا آزاد تو کل کے روز آزاد ہو جائیگا اگرچہ اُسنے پانی نہ پیا اسی طرح

اگر کہا کہ کھڑا ہوگا یا بیٹھے گا آزاد تو بھی فی الحال آزاد ہو جائیگا۔ اور اگر کہا کہ تو آزاد ہی گذشتہ کل کے روز حالانکہ وہ اس مملوک کا آج ہی مالک ہوا ہی تو آزاد ہو جائیگا اور اسی طرح اگر کہا کہ تو آزاد ہی قبل ازانکہ مین نے تجھے خرید کیا تو آزاد ہو جائیگا۔ اور اگر کہا کہ ہر بار کہ جب کوئی دن گذرے تو تم دونون مین سے ایک آزاد ہی پھر دو دن گذر گئے تو دونون آزاد ہو جاوینگے یہ عتابیہ مین ہی۔ اور اگر اُسنے کہا کہ میرا غلام آزاد ہی اگر فلان اس دار مین کل گذشتہ کے روز داخل ہوا ہو اور میری جورو طالقہ ہی اگر وہ داخل ہوا ہو۔ اور معلوم نہین ہوتا ہی کہ آیا وہ داخل ہوا تھا یا نہین تو عتق و طلاق دونون واقع ہونگی اسواسطے کہ اُسنے اول قسم مین دخول دار کا اقرار کیا اور اسکو قسم سے موکد کیا پس اُسکی طرف سے طلاق کا اقرار ہوگا اور دوسری قسم مین دخول سے انکار کیا اور اُسکو قسم سے موکد کیا پس اُسکی طرف سے اقرار بعتق ہوگا یہ شرح تلخیص جامع کبیر مین ہی۔ اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہی ایک مہینہ پہلے موت فلان و فلان سے پھر ان دونون مین سے ایک شخص اس گفتگو سے ایک مہینہ پر مر گیا تو غلام آزاد ہو جائیگا یہ محیط مین ہی ایک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہی قبل فطر و اضحی کے ایک مہینہ تو اول رمضان مین آزاد ہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہی۔ جامع مین مذکور ہی کہ اگر غلام ماذون یا مکاتب نے کہا کہ ہر مملوک جسکا مین مالک ہون آیندہ زمانہ مین تو وہ آزاد ہی پھر وہ خود آزاد ہونے کے بعد ایک مملوک کا مالک ہوا تو آزاد نہوگا یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رح کے نزدیک آزاد ہو جائیگا اور ایسا ہی اختلاف ہی اگر کہا کہ ہر مملوک جسکو مین خرید کرون تو وہ آزاد ہی پھر بعد اپنے آزاد ہونے کے خرید کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک وہ آزاد نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک آزاد ہو جائیگا اور اگر اُسنے یون کہا کہ جب مین آزاد ہو جاؤن پھر جس مملوک کا مین مالک ہون وہ آزاد ہی یا جب مین آزاد ہو جاؤن پھر جس مملوک کو مین خرید کرون وہ آزاد ہی پھر بعد آزاد ہونے کے وہ ایک مملوک کا مالک ہوا یا بعد آزادی کے خرید کیا تو بالاجماع وہ آزاد ہو جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر حربی نے کہا ہر مملوک جسکا مین آیندہ زمانہ مین مالک ہون وہ آزاد ہی پھر دارالاسلام مین آکر مسلمان ہو گیا اور ایک غلام خریدا تو امام اعظم رح کے نزدیک آزاد نہوگا۔ اور اگر کہا کہ اگر مین مسلمان ہو جاؤن تو ہر مملوک جسکا مین مالک ہون وہ آزاد ہی پھر مسلمان ہوا اور اُسنے ایک غلام خریدا تو بالاجماع آزاد ہو جائیگا یہ شرح جامع کبیر حصیری مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے ایک حرہ سے کہا کہ جب مین تیرا مالک ہون تو تو آزاد ہی پھر یہ عورت مرتد ہو کر دارالحرب مین چلی گئی اور وہان سے جہاد مین قید ہو کر آئی جسکو اُس شخص نے خرید کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک آزاد نہوگی اور اگر کہا کہ جب تو مرتد ہو کر پھر قید ہو کر دارالحرب سے آوے اور مین تجھے خرید کرون تو تو آزاد ہی پھر ایسا ہی واقع ہوا تو وہ بالاجماع آزاد ہو جائیگی یہ سراج وہاج مین ہی۔ اور اگر غلام سے کہا کہ تو آزاد ہی اگر تو چاہے تو مجلس ہی مین اُسکے چاہنے سے آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ اگر فلان چاہے تو فلان کی مجلس ہی مین چاہنے سے آزاد ہوگا اگر فلان مذکور اس مجلس مین موجود ہو ورنہ فلان کی مجلس علم مین چاہنے سے آزاد ہوگا یہ ینابیع مین ہی۔ اور اگر کہا کہ تو آزاد ہی اگر فلان نے نہ چاہا پس اگر فلان نے اپنی مجلس علم مین کہا کہ مین نے چاہا تو یہ غلام آزاد نہوگا اور اگر کہا کہ مین نہین چاہتا ہون تو آزاد ہو جائیگا لیکن مین نہین چاہتا ہون اس کہنے سے نہ آزاد ہوگا کیونکہ اُسکو اسی مجلس مین چاہنے کا اختیار باقی ہی بلکہ اسطرح پر نہ چاہے کہ اس سے اعراض کرکے دوسرے کام مین مشغول ہو کر اس مجلس کو باطل کر دے یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر مولے نے کہا کہ تو آزاد ہی اگر مین چاہا ہون پس اگر اُسنے آخر عمر تک نہ چاہا تو آزاد نہوگا

اور یہ نہ چاہنا اسی مجلس تک مقصور نہو گا۔ اور اگر کہا کہ اگر مین نہ چاہون تو دو صورتین ہین اگر اُسنے کہا کہ مین نے چاہا تو (توبھی مقصور بر مجلس نہین ہے ۱۲)
آزاد نہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ مین نہین چاہتا ہون توبھی واقع نہوگا اسواسطے کہ موت تک اسکو نہ چاہنے کا اختیار ہے
یہ سراج وہاج مین ہے۔ پھر جب مرگیا تو نہ چاہنا متحقق ہوجائیگا تو اُسکی موت سے پہلے بلا فصل آزاد ہوگا مگر تہائی مال سے
اعتبار کیا جائیگا یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر اپنی باندیون مین سے ایک سے کہا کہ تو آزاد ہو اور فلانہ اگر تو چاہے پس اُسنے
کہا کہ مین نے اپنی آزادی چاہی تو آزاد نہوگی۔ امام محمد رح نے جامع مین فرمایا کہ اگر کسی مرد نے دوسرے سے کہا کہ
میرے غلامون مین سے توجسکی آزادی چاہے اسکو آزاد کردے پھر مخاطب نے ایک ساتھ سب کی آزادی چاہی تو
سوا ایک کے سب آزاد ہوجاوینگے یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور ایک کے نکال لینے کا اختیار مولی کو ہوا اور صاحبین
کے نزدیک سب آزاد ہوجاوینگے یہ مسئلہ ایسا ہی روایت ابو سلیمان مین مذکور ہے اور روایت ابوحفص مین مذکور ہے کہ
کہ پھر اگر مامور (مخاطب ۱۲) نے ان سب کو ایک ساتھ آزاد کردیا تو سوا ایک کے سب آزاد ہوجاوینگے امام اعظم رح کے نزدیک
اور یہی روایت صحیح ہے اسواسطے کہ مامور کی مشیت پر اعتاق (یعنی آزاد کرنا ۱۲) معلق ہے نہ عتق (آزاد ہونا ۱۲) اور اگر کہا کہ میرے غلامون مین سے
جسکا عتق تو چاہے وہ آزاد ہے پس اُسنے ان سب کا عتق ایکبارگی چاہا تو بھی مثل مذکورہ بالا اختلاف ہے کہ امام اعظم رح کے
نزدیک سوا ایک کے سب آزاد ہوجاوینگے اور صاحبین رح کے نزدیک سب آزاد ہونگے اور اگر کہا کہ میرے غلامون
مین سے جو اپنا عتق چاہے اسکو آزاد کردے پس اُس نے سب کو ایکبارگی آزاد کردیا تو بالاجماع آزاد ہوجاوینگے
اور اگر اُس نے اپنی دو باندیون سے کہا کہ تم دونون آزاد ہو اگر تم چاہو پھر ایک نے ان مین سے چاہا تو یہ باطل ہے
اور اگر اُسنے کہا کہ تم مین سے جو عتق کو چاہے وہ آزاد ہے پس دونون نے چاہا تو دونون آزاد ہوجاوینگی اور اگر ایک
نے چاہا تو وہی آزاد ہوجائیگی۔ اور اگر دونون نے چاہا پھر مولی نے کہا کہ مین نے تم مین سے ایک کے چاہنے
کو مراد لیا ہے تو براہ دیانت اسکی تصدیق ہوگی قضاءً تصدیق نہوگی یہ محیط مین ہے۔ ایک مرد نے دوسرے سے
کہا کہ مین نے اپنے غلام کے عتق کا اختیار تجھے دیا تو وہ پھر اسکو منع نہین کرسکتا ہے پس اس دوسرے کو اس
مجلس تک اختیار رہیگا اور اسی طرح اگر کہا کہ ان دو غلامون مین سے جسکو تو چاہے آزاد کردے توبھی یہی حکم ہے۔
اور اسی طرح اگر اعتاق مجہول ہو۔ اور اگر کسی سے اپنی صحت یا مرض مین کہا کہ جب مین مرون تو میرا یہ غلام تو
آزاد کردے اگر چاہے یا کہا کہ جب مین مرون تو میرے اس غلام کے عتق کا اختیار تیرے ہاتھ مین ہے۔ یا کہا کہ
مین نے اس غلام کے عتق کا اپنی موت کے بعد اختیار تیرے ہاتھ مین دیا پس اُسنے اس امر کو اُس سے قبول
نہ کیا یہان تک کہ اس مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا تو اس شخص کو اختیار ہوگا کہ اسکے بعد مولے کے تہائی مال سے اسکو
آزاد کردے۔ اور اگر کہا کہ یہ میرا غلام بعد میری موت کے آزاد ہے اگر تو چاہے پس اگر اسکی موت کے بعد
اُسنے چاہا تو یہ غلام آزاد ہوگا پھر اگر بعد موت مولی کے مجلس سے یہ شخص بدون کچھ کہنے کے کھڑا ہوگیا پھر اسکے بعد
کہا کہ مین نے چاہا تو وصیت واجب ہوئی اور غلام مذکور آزاد نہوگا جب تک کہ اسکو وارث لوگ یا وصی یا
قاضی آزاد نہ کرے اور مولے مذکور نے اپنی حیات مین جسکے (یعنی یہ شخص ۱۲) چاہنے پر رکھا تھا اسکو منع کردیا تو ممانعت جائز ہوگی
یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر کہا کہ جب کل کا روز آوے تو تو آزاد ہے اگر تو چاہے تو چاہنے کا اختیار کل کی فجر طلوع ہونے
کے بعد سے ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے پس اگر اُسنے فی الحال چاہا تو آزاد نہوگا جبتک کہ کل کے روز چاہے

اور اگر کہا کہ اگر تو چاہے تو تو آزاد ہو کل کے روز تو اُسکو فی الحال مشیّت کا اختیار رہیگا پس اگر اُسنے فی الحال چاہا تو کل کے روز آزاد ہو جائیگا یہ بدائع مین ہی - اصل مین مذکور ہی کہ اگر اپنے غلام سے کہا کہ انت حر متی شئت یا اذا شئت یا اذما شئت اور کلما شئت پھر غلام نے کہا کہ مین نہین چاہتا ہون پھر مولی نے اُسکو فروخت کر دیا پھر اُسکو خرید کیا پھر غلام نے چاہا تو آزاد ہوگا - اور اگر کہا کہ انت حر حیث شئت پھر غلام مجلس سے کھڑا ہو گیا تو عتق باطل ہو گیا اور اگر کہا کہ انت حر کیف شئت تو امام اعظم رح کے نزدیک بدون چاہنے کے آزاد ہو جائیگا یہ محیط مین ہی ۔

باب پانچوان عتق بجعل کے بیان مین

یعنی عتق پر اجرت و عوض مقرر کیا بمقابلہ جُعل کے فافہم ۔ ایک شخص نے اپنا غلام مال پر آزاد کیا اور اُسنے قبول کیا تو آزاد ہو جائیگا مثلاً کہا کہ تو آزاد ہی ہزار درم پر یا ہزار درم یا بہ اینکہ تو مجھے ہزار درم دے یا برینکہ تو مجھے ہزار درم ادا کرے یا بر اینکہ تو مجھے ہزار درم عطا کرے یا بر اینکہ مجھے میرے ہزار درم مین یا ہزار درم پر کہ اُنکو تو مجھے ادا کرے یا کہا کہ مین نے تیرا نفس تیرے ہاتھ اتنے پر فروخت کیا یا مین نے تیرا نفس تجھے ہبہ کیا بر اینکہ تو مجھے اسقدر معاوضہ دے تو یہ سب صحیح ہی اور جو کچھ غلام کے ذمہ شرط کیا ہی وہ اسپر قرضہ رہیگا حتی کہ غلام کی طرف سے مولی کے لیے اُسکی کفالت صحیح ہی - اور جیسے اس مال کی کفالت صحیح ہی ویسے ہی یہ بھی روا ہی کہ مولی اسکے عوض جو چاہے ہاتھون ہاتھ بدل لے مگر اسکے اُدھار مین خیر نہین ہی - اور غلام کا قبول کرنا ضرور ہی پس اگر وہ مجلس ایجاب مین حاضر ہو تو اسی مجلس تک اسکے قبول کا اختیار رہیگا اور اگر غائب ہو تو اسکی مجلس علم کا اعتبار ہی اور یہ بھی ضرور ہی کہ کل مین غلام قبول کرے چنانچہ اگر اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہی بعوض ہزار درم کے پس غلام نے کہا کہ مین نے نصف مین قبول کیا یعنی اپنے نفس کی آزادی کو نصف کے عوض قبول کیا تو یہ امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہی بلکہ پورا غلام بعوض پورے مال کے آزاد ہو جائیگا یہ بحر الرائق مین ہی اور اسکی ولا اسکے مولی کی ہوگی یہ بدائع مین ہی - اور اگر حیوان یا کپڑا اُنکی جنس فرس و حمار و ہروی و مروی وغیرہ بیان کرنے کے بعد اُنکو عوض قرار دیا ہو تو غلام کے ذمہ اُنمین سے اوسط درجہ کا اُسی جنس کا لازم آویگا اور اگر غلام اس اوسط کی قیمت لایا تو بنا بر مشہور کے مولے اُسکے قبول کرنے پر مجبور کیا جائیگا - اور اگر جنس کا بیان نہ کیا گیا ہو مثلاً غلام سے کہا کہ تجھ ایک حیوان یا کپڑا یا چوپایہ ہی اور غلام نے اُسکو قبول کیا تو آزاد ہو جائیگا مگر غلام پر اپنی قیمت واجب ہوگی - اور اگر غلام نے جو چیز قرار پائی تھی وہ ادا کر دی یعنے حیوان یا کپڑا وغیرہ پھر وہ استحقاق مین لے لیا گیا پس اگر عقد مین وہ غیر معین تھا یعنی خاص کوئی حیوان یا کپڑا نہ تھا بلکہ جنس بیان کر کے اُسی جنس کا اوسط درجہ کا دیا تھا تو غلام پر اُسکے مثل دینا لازم ہوگا اور اگر معین ٹھہرا ہو مثلاً کہا کہ مین نے تجھکو اس غلام یا اس کپڑے پر آزاد کیا یا مین نے تجھے تیرے ہاتھ اس باندی پر فروخت کیا اور غلام اُسکو قبول کر کے آزاد ہو گیا اور عوض کو مولی کے سپرد کیا پھر وہ استحقاق مین لے لیا گیا تو امام ابو حنیفہ رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک غلام سے اسکی ذات کی قیمت لے لیگا اور اگر مال عوض کی جنس یا مقدار مین اختلاف واقع ہوا کہ مولی نے کہا کہ مین نے تجھے غلام پر آزاد کیا ہی اور غلام نے کہا کہ گیہون پر یا ہزار درم پر آزاد کیا ہی یا مولے نے کہا کہ ہزار درم پر اور غلام نے کہا کہ سو درم پر تو قسم سے غلام کا قول قبول ہوگا اور اسی طرح اگر غلام نے اصل مال سے انکار کیا یعنی سرے سے کچھ مال نہین ٹھہرا ہی تو بھی قسم سے قول اسکا اور گواہ مولے کے قبول ہونگے یہ فتح القدیر مین ہی - اور اگر مولے نے کہا کہ مین نے تجھے کل کے روز ہزار درم پر

آزاد کیا تھا مگر تو نے قبول نہیں کیا اور غلام نے کہا کہ میں نے قبول کیا تھا تو قسم سے مولی کا قول قبول ہوگا یہ بدائع
میں ہے۔ اور اگر اپنے مولے سے کہا کہ مجھے ہزار درم پر آزاد کردے پس مولے نے اُسکا نصف حصہ آزاد کردیا تو
نصف حصہ مفت میں آزاد ہوجائیگا اور اگر کہا کہ مجھے ہزار درم کے عوض آزاد کردے پس مولی نے نصف آزاد کیا تو
امام اعظم رح کے نزدیک نصف بعوض پانچ سو درم کے آزاد ہوگا۔ ایک غلام دو شخصوں میں مشترک
ہے انمین سے ایک نے کہا کہ تو آزاد ہے بعوض ہزار درم کے اور اسنے قبول کیا تو اسکا نصف حصہ بعوض پانچسو درم
کے آزاد ہوگا لیکن اگر دوسرے نے اجازت دیدی تو ہزار درم دونوں میں مشترک ہونگے یہ امام اعظم رح کا قول ہے۔ اور اگر
کہا کہ میں نے اپنا حصہ بعوض ہزار کے آزاد کیا اور غلام نے قبول کیا تو غلام پر ہزار درم آزاد کنندہ کے واسطے لازم
آوینگے اور انمین اسکا شریک مشارکت نہوگا۔ اور اگر ایک نے کہا کہ جب تو نے مجھے ہزار درم ادا کردیے تو تو آزاد ہے
پھر غلام نے کمائی کرکے اُسکو ہزار درم ادا کیے تو اُسکا حصہ آزاد ہوگا اور دوسرے کو اس مال میں شرکت کرنے کا اختیار ہے
اسواسطے کہ اُسنے یہ مال حالت رقیت میں کمایا ہے پس اگر شریک نے حصہ بانٹ لیا تو آزاد کنندہ غلام سے واپس نہیں
لے سکتا ہے اسواسطے کہ غلام نے جو شرط کی تھی اُسکو ادا کردیا اور اگر اُسنے یون کہا کہ جب تو مجھے ہزار درم ادا کردے تو میرا
حصہ آزاد ہے تو شریک سے جو دوسرے شریک نے لے لیا ہے اسقدر غلام سے واپس لیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر اپنے غلام
سے کہا کہ تو ہزار درم پر آزاد ہے بشرطیکہ غلام قبول کرے کہا کہ تو سو دینار پر آزاد ہے پس غلام نے کہا کہ میں نے دونوں مالون
کے عوض قبول کیا تو آزاد ہوجائیگا اور دونون مال اسپر لازم آوینگے اور یہ اسوقت ہے کہ غلام نے کہا ہو کہ میں نے
دونون مالون کے عوض قبول کیا یا آنکہ اُسنے فقط یون کہا کہ میں نے قبول کیا۔ اور اگر کہا کہ میں نے دونون میں سے
ایک مال درم یا دینار کو قبول کیا تو آزاد نہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اور اگر غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے اور مجھے ہزار درم
ادا کردے تو غلام مفت آزاد ہوجائیگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ ادا کردے مجھے ہزار درم اور تو آزاد
ہے تو جب تک ہزار درم ادا نہ کرے تب تک آزاد نہوگا اور اگر کہا کہ مجھے ہزار درم ادا کردے پس تو آزاد ہے تو فی الحال آزاد
ہوجائیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ مجھے ہزار درم ادا کردے تو آزاد ہے تو فی الحال آزاد ہوجائیگا خواہ ادا کیے یا نہ کیے
ہون یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو آزاد ہے اور تجھپر ہزار درم ہین تو فی الحال آزاد ہوجائیگا اور ہزار درم اُسپر واجب
نہونگے خواہ اُسنے قبول کیا یا نہ کیا یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ اگر اُسنے قبول کیا تو آزاد
ہوجائیگا اور ہزار درم لازم آوینگے اور اگر نہ قبول کیا تو آزاد نہوگا یہ ینابیع میں ہے۔ اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ میری طرف سے
ایک غلام آزاد کردے اور تو آزاد ہے یا میری طرف سے یہ لفظ نہ کہا یا یون کہا کہ جب تو نے میری طرف سے ایک غلام آزاد
کیا تو تو آزاد ہے تو صحیح ہے اور غلام کا لفظ راجع بوسط ہوگا یعنے اوسط درجہ کا غلام آزاد کردے اور یہ غلام ماذون التجارۃ
ہوجائیگا پھر اگر اُسنے ادنے درجہ یا اعلیٰ درجہ کا غلام آزاد کیا تو نہیں جائز ہے۔ پس اگر اُسنے اوسط درجہ کا غلام آزاد کیا تو
دونون بلا سعایت آزاد ہوجاوینگے بشرطیکہ اُسنے حالت صحت میں کہا ہو اور اگر حالت مرض میں کہا ہو اور ان دونون کے
سواے اسکا کچھ مال نہو تو ایک تہائی ان دونون کے درمیان سوافق انکے سہام کے تقسیم ہوگی پس اگر مامور کی قیمت ساٹھ
دینار ہون اور دوسرے کی قیمت چالیس دینار ہون تو مامور کا دو تہائی حصہ بلا سعایت آزاد ہوجائیگا اسواسطے کہ وہ
بعوض ہے پس وہ وصیت نہوگی اور ایک تہائی بلا عوض ہے پس مال میت تہائی حصہ اس مامور کا اور پورا غلام دوسرا ہے کہ جو

اسکا ساٹھ دینار ہوئے وہ ان دونوں میں دونوں کے حقوق کے موافق تقسیم ہوگا جسمیں سے تہائی مامور کا حصہ یعنی
چھ درم و دو تہائی حصہ درم ہوا پس اسقدر بلا سعایت آزاد ہو جائیگا اور باقی تیرہ (۱۳) درم و ایک تہائی حصہ درم کے
واسطے سعایت کریگا اور غلام اوسط سے تیرہ درم و ایک تہائی حصہ درم بلا سعایت آزاد ہوگا اور باقی چھبیس و
دو تہائی حصہ درم کے واسطے سعایت کریگا پس سہام وصیت بیس ہوئے اور سہام سعایت چالیس ہوئے پس تہائی و
دو تہائی ٹھیک ہوگئی۔ اور اگر غلام وسط کی قیمت مثل سہام مامور کے یا زیادہ ہو تو پورا غلام مامور بلا سعایت آزاد
ہو جائیگا اور بدل ناکو یعنی غلام وسط تہائی سے آزاد ہوگا۔ اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ میری طرف سے میری موت کے
بعد ایک غلام آزاد کردے اور تو آزاد ہے تو یہ صورت سابق دونوں یکساں ہیں فرق یہ ہے کہ اگر اس صورت میں
درمیانی درجہ کا غلام آزاد کیا تو مامور آزاد نہوگا الا باعتاق وارث یا وصی یا قاضی اور صورت سابق میں جب مامور نے
اوسط درجہ کا غلام آزاد کردیا تو بدون کسی کے آزاد کرنے کے خود آزاد ہو جائیگا۔ اور اگر مولی کی موت کے بعد
وارثوں نے غلام مامور سے کہا کہ تو غلام آزاد کردے ہم تجھکو فروخت کرینگے تو انکو یہ اختیار حاصل نہوگا لیکن قاضی
اس غلام مامور کو تین روز یا زیادہ کی مہلت موافق اپنی رائے کے دیگا یہ کافی میں ہے۔ پھر جس مدت تک قاضی
نے اسکو مہلت دی ہے اگر اس مدت میں اسنے ایک غلام وسط آزاد کیا تو قاضی مامور کو آزاد کردیگا ورنہ اسکو
وارثوں کو دیدیگا اور اسکی بیع کی انکو اجازت دیدیگا اور ابطال وصیت کا حکم دیدیگا۔ اور اگر مولی نے اپنے
وارثوں سے کہا ہو کہ جب میری موت کے بعد یہ ایک غلام آزاد کریگا تو اسکو آزاد کردو تو یہ صورت اور جب کہ یوں کہا
کہ جب تو میری موت کے بعد ایک غلام آزاد کردے تو تو آزاد ہے دونوں یکساں ہیں یہ محیط میں ہے۔ ابن سماعہ رح
نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ اگر اپنے غلام سے کہا کہ میں نے فروخت کیا تیرا نفس تیرے ہاتھ اور یہ ہزار درم جو
تیرے ہاتھ میں ہیں بعوض ہزار درم کے تو فرمایا کہ وہ آزاد ہے اور جو غلام کے ہاتھ میں ہے وہ مولی لیگا اور اسپر کچھ اور
واجب نہوگا اور اسی طرح اگر اسکے غلام نے اس سے کہا کہ فروخت کردے میرے ہاتھ میرا نفس اور یہ ہزار درم بعوض ہزار
درم کے تو مولی پورے ہزار درم لیگا اور غلام مفت آزاد ہو جائیگا۔ اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ فروخت کیا میں نے
تیرا نفس تیرے ہاتھ اور یہ سو دینار بعوض ہزار درم کے اور غلام نے اسکو قبول کیا اور غلام کی قیمت سو دینار کے برابر
ہے تو ہزار درم میں سے پانچ سو درم بمقابلہ غلام کے اور پانچ سو بمقابلہ دیناروں کے ہونگے پس اگر قبل افتراق کے
غلام نے ہزار درم دیدیے تو یہ دینار غلام کے ہونگے اور غلام آزاد ہو جائیگا اور اگر قبل ادا کرنے کے دونوں جدا
ہوگئے تو ہزار میں سے دیناروں کا حصہ باطل ہوگیا یعنے بیع صرف باطل ہوئی پس دینار مولی کے ہوگئے اور
پانچسو درم جسکے عوض غلام آزاد ہوگیا وہ غلام پر قرضہ رہے ہشام نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ اگر
غلام نے اپنے مولی سے کہا کہ فروخت کردے میرے ہاتھ میرا نفس اور مولی نے کہا کہ میں نے ایسا کیا تو غلام آزاد
ہو جائیگا اور اپنی قیمت کے واسطے سعایت کریگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اپنے غلام کو آزاد کیا بعوض ایسے مال کے
کہ اسکو کسی اجنبی پر رکھا اور اجنبی نے اسکو قبول کیا تو مال اسکے ذمہ لازم نہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کسی مرد
نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنے غلام کو اپنی طرف سے بعوض ایسے ہزار درم کے آزاد کردے کہ وہ میرے ذمہ ہیں پس اسنے
آزاد کردیا تو اس مرد پر مال لازم نہ آویگا اور اگر ادا کردیا تو بھی اسکو واپس کرلینے کا استحقاق ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے کسی

ذمی نے اپنے غلام کو شراب یا سور پر آزاد کر دیا تو قبول کرنے سے آزاد ہو جائیگا اور مسمی کی قیمت لازم ہوگی اور اگر
قبل وصول خمر کے دونوں میں سے کوئی مسلمان ہو گیا تو شیخین کے نزدیک غلام پر اپنی قیمت واجب ہوگی اور
امام محمد رح کے نزدیک شراب کی قیمت واجب ہوگی یہ مبسوط سرخسی میں ہے - اور اگر کہا کہ جب تو نے مجھے ہزار درم ادا کیے
تو تو آزاد ہے یا ہر گاہ کہ تو نے ادا کیے تو یہ صحیح ہے اور اسی مجلس تک مقصود نہوگا اور اگر کہا کہ اگر تو نے مجھے ہزار درم
ادا کیے تو تو آزاد ہے تو یہ مجلس ہی تک مقصور ہے اور ان سب صورتوں میں غلام ماذون التجارۃ ہو جائیگا اور جب
اُس نے مال ادا کیا تو آزاد ہو جائیگا پھر دیکھا جائیگا کہ اگر اُسنے یہ مال قبل اس کلام مولے کے کمایا ہے تو غلام آزاد
ہوا اور مال سب مولی کا ہوگا اور غلام کے ذمہ دوسرے ہزار درم واجب ہونگے اور اگر ایسا مال ہے کہ اُسنے
بعد اس کلام کے کمایا ہے تو غلام آزاد ہوگا اور وقت آزاد ہونے تک جو کچھ کمائی ہے وہ مولی کی ہوگی اور ہزار درم
معاوضہ میں سے غلام پر کچھ نہوگا یہ نہایہ میں ہے اور قبل ادا کرنے کے مولی کو اُسکے فروخت کا اختیار ہے اور اگر اُسنے
بدل میں سے کچھ ادا کرنا چاہا تو مولے اُسکے قبول پر مجبور کیا جائیگا لیکن غلام آزاد نہوگا جب تک کہ کل ادا نہ کرے
اور اگر مولی نے اُسکو کل سے یا بعض سے بری کیا تو بری نہوگا اور آزاد نہوگا یہ سراج وہاج میں ہے اور غلام نے اگر
مال حاضر کیا بایں طور کہ مولی اور مال کے درمیان سے روک اُٹھا دی کہ مولی اُسکے قبضہ پر قادر ہے تو حاکم مولی کو مجبور کریگا
اور اُسکو بمنزلہ قابض کے قرار دیگا اور غلام کے آزاد ہونے کا حکم دیدیگا خواہ مولے نے قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ تبیین
میں ہے - اور اگر مولی نے اجنبی سے کہا کہ جب تو مجھے ہزار درم ادا کر دے تو میرا یہ غلام آزاد ہے پھر وہ اجنبی ہزار درم لایا
اور مولے کے سامنے رکھے تو مولی اُسکے قبول کرنے پر مجبور نہ کیا جائیگا اور غلام آزاد نہوگا اور اگر مولے نے قسم کھائی ہو
کہ ہزار مذکور پر قبضہ نہیں کیا تو حانث نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور اگر مولے نے غلام سے کہا کہ جب تو مجھے
ہزار درم ادا کر دے تو تو آزاد ہے پھر غلام نے مولے سے کہا کہ تو بجائے ان کے مجھ سے سو دینار لے لے پس مولی نے لے لیے تو
غلام آزاد نہوگا الا آنکہ مولے نے اسکی درخواست مذکور کے وقت کہا ہو کہ اگر تو نے مجھے یہ ادا کیے تو تو آزاد ہے تو بسبب
اس دوسری قسم کے آزاد ہو جائیگا جیسے کہ اگر مولے نے کہا کہ جب تو مجھے ہزار درم ادا کر دے تو تو آزاد ہے پھر کہا کہ اگر تو
مجھے پانچ سو درم ادا کر دے تو تو آزاد ہے پس اُسنے پانچ سو درم ادا کر دیے تو بسبب دوسری قسم کے آزاد ہوگا یہ محیط میں
ہے - اور اگر مولی مر گیا تو غلام مذکور رقیق ہوگا کہ غلام مع اسکی کمائی کے مولے کی میراث ہوگا اسواسطے کہ غلام اور جو
کچھ اُسنے کمایا ہے مولی کی ملک ہے - اور اس کمائی میں سے غلام کی طرف سے ادا نہ کیا جائیگا یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر
مولے نے کہا کہ اگر تو نے مجھے ہزار درم ادا کر دیے تو تو آزاد ہے پھر اس غلام کو فروخت کیا پھر مولی نے اسکو خرید کیا یا
بسبب عیب یا خیار رویت یا خیار شرط کے مولی کو واپس دیا گیا پھر غلام مذکور ہزار درم لایا تو مولے اُسکے قبول
کرنے پر مجبور نہ کیا جائیگا اور اگر اُسنے قبول کر لیے تو غلام آزاد ہو جائیگا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے - اور اگر اپنے
غلام سے کہا کہ جب تو مجھے ہزار درم ادا کر دے تو تو آزاد ہے پس غلام نے کسی سے ہزار درم قرض لیکر مولی کو دیدیے تو
غلام آزاد ہو گیا اور قرضخواہ مذکور مولی سے رجوع کر کے اپنے ہزار درم وصول کریگا یہ ذخیرہ میں ہے - اور اگر اپنے غلام سے
کہا کہ جب تو مجھے فلان چیز اسباب میں سے دیدے تو تو آزاد ہے پس غلام نے یہ چیز دیدی تو آزاد ہو جائیگا لیکن جاننا چاہیے
کہ اگر یہ چیز ایسی ہو کہ صورت کتابت میں بدل کتابت ہو سکتی ہے تو مولے اُسکے قبول کرنے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر

یعنی ہزار درم میں ۱۲

صورت کتابت میں بدل کتابت ہونے کی صلاحیت نہ رکھتی ہو تو مولے اسکے قبول کرنے پر مجبور نہ کیا جائیگا لیکن اگر اسنے
قبول کر لیا تو غلام آزاد ہو جائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر غلام سے کہا کہ اگر تو نے مجھے ایک کپڑا ادا کر دیا یا کہا کہ
اگر تو نے مجھے دراہم ادا کر دیے تو تو آزاد ہے پس غلام نے ایک کپڑا لا کر دیا یا تین درہم یا زیادہ لا کر دیے تو
مولی اسکے قبول کرنے پر مجبور نہ کیا جائیگا اور باوجود اسکے اگر اسنے اسکو قبول کر لیا تو شرط پائی جانے کی وجہ سے
آزاد ہو جائیگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ جب فلاں آوے پس تو مجھے ہزار درم ادا کر دے تو تو آزاد ہے پس فلاں آیا
اور اسنے ہزار درم ادا کیے تو مولی اسکے قبول کرنے پر مجبور کیا جائیگا پھر دیکھا جائیگا کہ اگر یہ ہزار درم ایسے ہوں کہ غلام
نے فلاں کے آنے سے پہلے کمائے ہیں تو غلام مذکور آزاد تو ہو جائیگا مگر مولی اس سے دوسرے ہزار درم لے لیگا یہ
شرح زیادات عتابی میں ہے۔ اور اگر غلام سے کہا کہ جب تو نے مجھے ایک غلام دیدیا تو تو آزاد ہے اور یہ نہ بتلایا کہ
کس قیمت کا غلام یا کس جنس کا غلام تو یہ جائز ہے اور جب غلام کی طرف سے قبول پایا گیا تو اسکے ذمہ ایک غلام
ثابت ہوگا پھر اگر وہ اوسط درجہ کا ایک غلام لایا تو مولے اسکے قبول کرنے پر مجبور کیا جائیگا اور اسی طرح اگر اعلی
درجہ کا لایا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ادنی درجہ کا لایا تو مجبور نہ کیا جائیگا ولیکن اگر مولے نے قبول کر لیا تو غلام آزاد ہو جائیگا
اور اگر غلام ایک اوسط درجہ کے غلام کی قیمت لایا تو مولے اسکے قبول پر مجبور نہ کیا جائیگا اور اگر مولے نے اسکو پسند
کر کے قبول کر لیا تو غلام آزاد نہوگا۔ اور اگر کہا کہ جب تو نے مجھے ایک اوسط درجہ کا غلام دیدیا یا کہا کہ اوسط درجہ کا
ایک کر گیہوں دیا تو تو آزاد ہے پھر غلام اعلی درجہ کا غلام یا کر گیہوں لایا تو مولے اسکے قبول کرنے پر مجبور نہ کیا جائیگا اور
اگر قبول کیا تو غلام آزاد نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ اگر تو نے مجھے سپید تھیلی میں ادا کیے تو تو آزاد ہے پس غلام
نے سوائے سپید کے دوسری تھیلی میں ادا کیے تو آزاد نہوگا یہ سراجیہ میں ہے۔ اور اگر اپنی باندی سے کہا کہ جب تو نے مجھے
ہزار درم ماہواری سو درم کے ادا کر دیے تو تو آزاد ہے اور باندی نے قبول کیا تو یہ مکاتبت نہیں ہے اور جب تک
اسنے ادا نہیں کیے ہیں تب تک مولی کو اسکے فروخت کر دینے کا اختیار ہے اور اگر باندی نے ایک مہینہ خالی دیا
کہ کچھ ادا نہیں کیا پھر ادا کیا تو آزاد نہوگی۔ اور یہ ابو حفص کی روایت میں مذکور ہے اور یہی صحیح ہے اور اسکی صحت کی
دلیل یہ ہے کہ اگر باندی سے کہا کہ جب تو نے مجھے اس مہینہ میں ہزار درم ادا کر دیے تو تو آزاد ہے پھر اسنے اس مہینہ میں
ادا نہ کیے اور دوسرے مہینے میں ادا کیے تو آزاد نہوگی یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر مولے نے کہا کہ میں نے تجھے اس خیر پر
جو اس صندوق میں ہے درموں سے آزاد کیا اور غلام نے قبول کیا تو غلام آزاد ہو جائیگا اور اسپر اپنی قیمت واجب ہوگی
یہ سراجیہ میں ہے۔ اور اگر غلام سے کہا کہ میری و میرے پسر کی ایک سال تک خدمت کر دے تو تو آزاد ہے یا کہا کہ جب
تو نے میری اور میرے پسر کی ایکسال خدمت کر دی تو تو آزاد ہے پھر مولی سال گذرنے سے پہلے مر گیا تو غلام آزاد نہوگا
اور اسی طرح اگر پسر مر گیا تو بھی اسکے مرنے سے شرط عتق کیا باقی رہی پھر اسکے بعد وہ آزاد نہوگا یہ مبسوط میں ہے اور
اگر غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے اس شرط پر کہ تو چار برس میری خدمت کرے پس غلام نے قبول کر لیا تو آزاد ہو گیا مگر
اسپر چار برس اسکی خدمت کرنی واجب ہوگی اور اگر قبل خدمت کے مولی مر گیا تو خدمت باطل ہو گئی اور امام
اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک غلام پر اپنی قیمت واجب ہوگی الخ اور اگر ایک سال خدمت کے بعد مولے مرا
تو شیخین کے نزدیک غلام پر اسکی تین چوتھائی واجب ہوگی الخ اور اسی طرح اگر غلام مر گیا اور مال چھوڑا تو

شیخین کے نزدیک استحسان سے غلام کی قیمت مولی کو ادا کیجائیگی یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر کہا کہ اگر تو نے ایکسال
میری خدمت کردی تو تو آزاد ہے پس غلام نے ایکسال سے کم خدمت کی یا خدمت کے عوض کوئی مال دیدیا تو آزاد
نہوگا اور اگر کہا کہ اگر تو نے میری و میری اولاد کی سال بھر خدمت کردی تو تو آزاد ہے پھر سال میں اسکی اولاد میں سے
بعض مر گیا تو آزاد نہوگا یہ غایۃ السروجی میں ہے۔ اور اگر وصیت کے وقت اپنی باندی سے کہا کہ اگر تو نے میرے پسر و دختر کی
اسوقت تک خدمت کردی کہ وہ سب بڑا ہو جاویں تو تو آزاد ہے پس اگر دونوں صغیر ہوں تو مراد یہ ہوگی کہ اس
وقت تک خدمت کرے کہ وہ دونوں ادراک کو پہونچ جاویں اور اگر کبیر ہوں تو اسپر محمول ہوگا کہ دختر کی اُس
یعنی بالغ ہوجاویں ۱۲
وقت تک خدمت کرے کہ اُسکا نکاح ہو جاوے اور پسر کی اسوقت تک کہ اسکو ایک باندی کا ثمن حاصل ہو جائے
اور اگر دختر کا نکاح ہوگیا اور پسر باقی رہا تو دونوں کی خدمت کرے اور اگر دونوں میں سے ایک مر گیا خواہ دونوں
صغیر تھے یا کبیر تھے تو وصیت باطل ہوگئی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اپنی باندی سے کہا کہ جب تو نے مجھے ہزار درہم ادا کردیے
تو تو آزاد ہے پھر اُسکے ایک بچہ پیدا ہوا پھر اُسنے ہزار درہم ادا کیے تو اسکا بچہ اسکے ساتھ آزاد نہوگا۔ اور اگر اُسنے ہزار درہم
مال مولی سے ادا کیے تو بسبب وجود شرط کے آزاد ہو جائیگی اور مولی کو اختیار رہیگا کہ اسکے مثل اُس سے لے لے۔
اور اگر مولی اس قول کے کہنے کے وقت کہ جب تو ہزار درہم ادا کرے تو تو آزاد ہے بیمار ہو پس باندی نے کمائی
کرکے مال مذکور ادا کیا پھر مولی اسی مرض سے مر گیا تو قیاسًا مولے کے تہائی مال سے آزاد ہوگی اور استحسانًا اُسکے پورے
مال سے آزاد ہوگی اور اگر مولی نے کہا کہ ہرگاہ تو مجھے ہزار درہم ادا کردے تو تو آزاد ہے پھر قبل ادا کرنے کے مولی مر گیا تو یہ
قول باطل ہوگیا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ اپنی اس باندی کو آزاد کردے ہزار درہم پر بدین شرط
کہ مجھسے اسکا نکاح کردے پس مولی نے اُسکو آزاد کردیا پھر باندی آزاد شدہ نے اس مرد سے نکاح کرنے سے انکار کیا
تو عتق از جانب مولی واقع ہوگا اور مرد مذکور پر کچھ واجب نہوگا۔ اور اگر مرد مذکور نے یوں کہا کہ اپنی باندی کو میری
[illegible] ۱۲
طرف سے ہزار درہم پر آزاد کردے اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو ہزار درہم اُسکی قیمت اور اسکے مہر مثل پر تقسیم ہونگے پس جو کچھ
اُسکی قیمت کے پڑتے میں پڑیں وہ مرد مذکور پر واجب ہونگے اور جسقدر مہر مثل کے پڑتے میں پڑیں وہ اس سے ساقط
ہونگے اور اگر باندی مذکورہ نے اُسکے ساتھ نکاح کرلیا تو ہزار میں سے جو کچھ اُسکی قیمت کے پڑتے میں پڑیں وہ اول صورت
میں ساقط ہونگے اور دوسری صورت میں مولی کے ہونگے اور جسقدر مہر مثل کے پڑتے میں پڑیں وہ دونوں صورتوں میں
باندی کا مہر ہونگے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر اپنی ام ولد کو بدین شرط آزاد کیا کہ اُسکے ساتھ اپنا نکاح کرے پس ام ولد نے
قبول کیا تو آزاد ہو جائیگی پھر اگر مولے سے اپنا نکاح کرنے سے انکار کیا تو اسپر سعایت واجب نہوگی۔ اور اگر باندی
کو اس شرط پر آزاد کیا کہ اُسکے ساتھ نکاح کرے پھر اُسنے اُسکے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کیا تو باندی پر اپنی قیمت کے
واسطے سعایت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ ایک عورت نے اپنے غلام سے کہا کہ میں نے تجھے ہزار درہم پر آزاد کیا
بدین شرط کہ تو دس درہم پر مجھے اپنے نکاح میں لے لے پس اُسنے قبول کیا پھر اُس سے نکاح کرنے سے انکار کیا تو اسپر ہزار
درہم واجب ہونگے اور اگر اُسکی قیمت ہزار سے زیادہ ہو تو پوری قیمت کے واسطے سعایت کریگا۔ اور اگر عورت نے
کہا کہ میں نے تجھے آزاد کیا بدین شرط کہ تو مجھے اپنے نکاح میں لے اور ہزار درہم میرا مہر دے پس اُسنے قبول کیا پھر
نکاح کرلینے سے انکار کیا تو آزاد ہو جائیگا اور اسپر اپنی قیمت کے واسطے سعایت واجب ہوگی اور اگر عورت نے سو درہم

نکاح کر لیا اور وہ راضی ہوگئی تو غلام مذکور پر سعایت واجب ہوگی اور اگر غلام نے اُس سے ہزار درہم پر نکاح
کرنے کو کہا مگر عورت نے انکار کیا تو بھی غلام پر سعایت لازم نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر اپنے دو غلاموں سے
کہا کہ جب تم دونوں ہزار درہم ادا کرو تو تم آزاد ہو۔ تو دونوں کے ادا کرنے کا اعتبار ہے۔ اور اگر ایک نے سب مال
اپنے پاس سے ادا کیا باین طور کہ کہا کہ پانچ سو درہم میری طرف سے اور پانچ درہم میں بطور احسان کے اپنے
ساتھی کی طرف سے دیتا ہوں تو آزاد نہ ہونگے لیکن اگر اُسنے کہا کہ پانچ سو درہم میری طرف سے اور پانچ درہم
میرے ساتھی نے بھیجے ہیں تو اسوقت دونوں آزاد ہو جاوینگے۔ اور اگر کسی اجنبی نے ہزار درہم ادا کیے تو یہ دونوں
آزاد نہ ہونگے الا آنکہ یوں کہے کہ میں ان دونوں کی آزادی کے واسطے ہزار درہم دیتا ہوں یا کہا کہ بدین شرط
کہ وہ دونوں آزاد ہیں تو مولی کے قبول کر لینے سے وہ دونوں آزاد ہو جاوینگے اور اس ادا کرنیوالے کو یہ اختیار
ہوگا کہ مولی سے یہ مال لے لے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ تم میں سے ایک بعوض
ہزار درہم کے آزاد ہے تو جب تک دونوں اس مجلس میں قبول نہ کریں تب تک کوئی آزاد نہ ہوگا پس اگر دونوں
نے قبول نہ کیا یہانتک کہ کھڑے ہوگئے تو ایجاب مذکور باطل ہوگیا اور اگر دونوں میں سے ایک نے قبول کیا
اور دوسرے نے قبول نہ کیا تو آزاد نہ ہوگا اور اگر دونوں نے قبول کیا مگر اس طرح کہ ہر ایک نے کہا کہ بعوض پانچسو
درہم کے میں نے قبول کیا تو دونوں میں سے کوئی آزاد نہ ہوگا۔ اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ میں نے
بعوض ہزار درہم کے قبول کیا یا ہزار درہم کا لفظ نہ کہا یا ایک نے کہا کہ میں نے ہزار درہم کے عوض قبول کیا تو مولی
سے کہا جائیگا کہ تو بیان کر پس جب اُسنے ان دونوں میں سے ایک کا عتق بیان کیا تو وہ آزاد ہوگا اور اسپر
ہزار درہم لازم آوینگے اور اگر قبل بیان کے مرگیا تو یہ رقبہ ان دونوں میں برابر تقسیم ہوگا پس ہر ایک میں سے نصف
آزاد ہوگا بعوض پانچ سو درہم کے اور باقی نصف کے واسطے ہر ایک سعایت کریگا یہ شرح طحاوی میں ہے۔ ایک
مرد نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ تم میں سے ایک بعوض ہزار درہم کے آزاد ہے پس دونوں نے کہا کہ ہمنے قبول
کیا پھر کہا کہ تم دونوں میں سے ایک بعوض پانچ سو کے آزاد ہے پس دونوں نے کہا کہ ہمنے قبول کیا تو پہلا ایجاب
صحیح ہوا اور دوسرا باطل ہے اور جب کلام اول صحیح ہوا تو جب تک مولی زندہ ہے بیان کے واسطے اُسکی طرف
رجوع کیا جائیگا اور جب وہ قبل بیان کے مرگیا تو عتق ان دونوں میں شائع ہوگیا اور مال بھی عتق کی تبعیت
میں شائع ہو جائیگا پس ہر ایک کا نصف حصہ بعوض پانچ سو درہم کے آزاد ہوگا اور ہر ایک اپنی نصف قیمت کے
واسطے سعایت کریگا۔ اور اگر کہا کہ تم دونوں میں سے ایک بعوض ہزار درہم کے آزاد ہے ہنوز ان دونوں نے
قبول نہ کیا تھا کہ اُسنے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک بعوض سو دینار کے آزاد ہے پھر دونوں نے قبول کیا تو دونوں
ایجاب صحیح ہونگے۔ اور جب دونوں صحیح ہوئے اور دونوں نے قبول کیا تو انکا قبول ان دونوں کلاموں
کی طرف راجع کیا جائیگا اور مولی کو اختیار دیا جائیگا چاہے دونوں پر بعوض ہر دو مال کے عتق واقع کرے
اور چاہے دونوں میں سے ایک پر بعوض دونوں مالوں کے عتق واقع کرے اور بیان مولی کا اوپر جہلو چاہے
بیان کرے۔ اور اگر قبل بیان کے مرگیا تو ہر ایک کا تین چوتھائی حصہ بعوض نصف دونوں مالوں کے آزاد ہوگا
اور ہر ایک اپنی چوتھائی قیمت کے واسطے سعایت کریگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر اپنے غلام معین سے کہا کہ تو ہزار درہم پر

آزاد ہو پھر قبل اسکے کہ وہ قبول کرے اسکو اور ایک دوسرے اپنے غلام کو جمع کرکے کہا کہ تم میں ایک بعوض سو دینار
کے آزاد ہی پس دونوں نے کہا کہ ہم نے قبول کیا تو مولے کو اختیار ہی چاہے ہر دو کلام کو اول غلام معین کی طرف
راجع کرے اور وہ بعوض ہر دو مال کے آزاد ہوگا اور چاہے ہر دو کلام میں سے ایک کلام کو دوسرے غلام کی طرف راجع
کرے اور معین مذکور بعوض ہزار درم کے اور غیر معین بعوض سو دینار کے آزاد ہوگا اور اگر قبل بیان کے مولے
مرگیا تو معین مذکور پورا آزاد ہوگا اور غیر معین میں سے نصف حصہ بعوض پچاس دینار کے آزاد ہوگا۔ اور یہ حکم
اسوقت ہی کہ معین و غیر معین کی شناخت ہوا ور اگر معلوم نہوں اور ہر ایک نے دونوں میں سے دعوے کیا
کہ میں ہی اول معین ہوں تو ہر ایک میں سے تین چوتھائی حصہ بعوض ہر دو مال کے نصف کے آزاد ہوگا یعنی ہزار
درم کا نصف و سو دینار کا نصف ہر ایک پر واجب ہوگا اور ہر ایک اپنی باقی چوتھائی قیمت کے واسطے سعایت کریگا
اور اگر اپنے دو غلاموں سے کہا کہ تم میں سے ایک بعوض ہزار درم کے اور دوسرا بعوض پانچ سو درم کے
آزاد ہی پس اگر دونوں نے ساتھ کہا کہ ہمنے قبول کیا یا ہر ایک نے کہا کہ میں نے دونوں مالوں کے عوض قبول کیا
یا ہر ایک نے کہا کہ میں نے ہر دو مال میں سے زیادہ کے عوض قبول کیا تو دونوں آزاد ہو جاوینگے پس دونوں
میں سے ہر ایک کے ذمہ پانچ سو درم لازم آوینگے اور اگر دونوں میں سے ایک نے زیادہ مال اور دوسرے
نے کم مال کے عوض قبول کیا تو وہی آزاد ہوگا جس نے دونوں مالوں میں سے زیادہ کے عوض قبول کیا ہی پس
اسپر پانچ سو درم لازم آوینگے کذا فی البدائع اور اگر دونوں نے ہر دو مال میں سے کم کے عوض قبول کیا تو
کوئی آزاد نہ ہوگا یہ شرح طحاوی میں ہی۔ اور اگر دو غلاموں سے کہا کہ تم میں سے ایک بعوض ہزار درم کے
اور دوسرا بعوض دو ہزار درم کے آزاد ہی پس ایک نے کہا کہ میں نے قبول کیا یعنی مطلقاً کہا یا یوں کہا کہ میں نے
دو ہزار درم کے عوض قبول کیا تو وہ آزاد ہو جائیگا اور اگر کہا کہ بعوض ہزار درم کے قبول کیا تو آزاد نہوگا۔ اور اگر
ہر دو مال دو جنس کے مختلف ہوں مثلاً کہا کہ تم میں سے ایک بعوض ہزار درم کے اور دوسرا بعوض سو دینار
کے آزاد ہی پس ایک نے قبول کیا اس طرح کہ میں نے بعوض ہزار درم کے قبول کیا تو آزاد نہ ہوگا اور اگر
اسنے مطلقاً کہا کہ میں نے قبول کیا یا کہا کہ میں نے دونوں مالوں کے عوض قبول کیا تو آزاد ہو جائیگا اور غلام
کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جسکو چاہے اپنے ذمہ لازم کرلے یہ شرح زیادات عتابی میں ہی۔ اور اگر کہا
کہ تم میں سے ایک بعوض ہزار درم کے آزاد ہی اور دوسرا مفت آزاد ہی پس دونوں نے ایک ساتھ قبول کیا
تو دونوں مفت آزاد ہو جاوینگے اور اگر ایک نے بعوض ہزار درم کے قبول کیا تو مولے سے کہا جائیگا کہ تو نے
جو ایجاب بغیر بدل کیا ہی اسکو انمیں سے ایک کی طرف راجع کر پس اگر اسنے قبول کرنے والے کے سوائے دوسرے
کی طرف راجع کیا تو وہ مفت آزاد ہو گیا اور قبول کنندہ بعوض ہزار درم کے آزاد ہوا اور اگر اسنے قبول کرنیوالے
کی طرف راجع کیا تو وہ مفت آزاد ہو گیا اور دوسرا بعوض بدل ہزار درم کے آزاد ہوگا بشرطیکہ وہ اسی مجلس میں
قبول کرے۔ اور اسی طرح اگر دونوں میں سے کسی نے قبول نہ کیا یہانتک کہ مولی نے جو ایجاب مفت ہی
انمیں سے ایک کی طرف راجع کیا تو وہ مفت آزاد ہو جائیگا اور دوسرا معاوضہ سے آزاد ہوگا بشرطیکہ اسنے
مجلس میں قبول کیا ہو ورنہ آزاد نہیں ہوسکتا ہی اور اگر مولی قبل بیان کے مر گیا تو جس نے قبول کیا ہو وہ سب

آزاد ہو جائیگا اور اسپر پانچ سو درم لازم ہونگے اور دوسرے کا نصف حصہ آزاد ہوگا اور اپنی نصف قیمت کے واسطے
سعایت کریگا یہ ہدایہ میں ہی۔ اور اگر دونوں سے کہا کہ تم میں سے ایک بعوض ہزار درم کے آزاد ہی اور دوسرا
بعوض سو دینار کے ہیں دونوں نے ساتھ ہی قبول کیا تو دونوں آزاد ہو جاوینگے اور انپر کچھ لازم نہوگا۔ اور
اگر کہا کہ تم میں سے ایک مفت آزاد ہی تم میں سے ایک بعوض سو دینار کے آزاد ہی پس دونوں نے قبول کیا تو
دونوں میں سے ایک مفت آزاد ہو جائیگا اور مولے کو اختیار ہوگا کہ جسکو چاہے معین کرے اور دوسرا ایجاب
باطل ہوگیا۔ اور اسی طرح اگر کہا کہ تم میں سے ایک بعوض ہزار درم کے آزاد ہی پس دونوں نے قبول کیا پھر
کہا کہ تم میں سے ایک مفت آزاد ہی تو ایجاب اول صحیح ہوا اور مولے مختار ہوگا کہ جسکو چاہے معین کرے اور دوسرا
ایجاب باطل ہی۔ اور اگر کہا کہ تم میں سے ایک بعوض ہزار کے آزاد ہی تم میں سے ایک مفت آزاد ہی پس دونوں نے
قبول کیا تو مفت آزاد ہو جاوینگے اور کسی پر کچھ واجب نہوگا اسواسطے کہ جسپر بدل واجب ہوا وہ مجہول ہی یہ کافی
میں ہی۔ اور اگر اپنے دو غلام سے کہا کہ اے میمون تو آزاد ہی اے مبارک ہزار درم پر تو یہ مال اخیر پر واجب ہوگا اور
اگر کہا کہ اے مبارک میں نے تجھے مکاتب کیا ہزار درم پر اے میمون تو یہ کتابت اول پر ہوگی اسواسطے کہ دوسرے
کی ندا کرنے سے پہلے جملہ تمام ہوگیا ہی۔ ایک شخص کے تین غلام ہیں پس اسنے کہا کہ تم میں سے ایک آزاد ہی سو
درم پر اور دوسرا دوسو درم پر اور تیسرا تین سو درم پر پھر ان سب نے سو میں قبول کیا اور مولی قبل بیان کے
مرگیا اور یہ امر اسکی صحت میں واقع ہوا تھا تو سب آزاد ہو جاوینگے مگر ہر ایک اپنی دو تہائی قیمت اور سو کی تہائی
کے واسطے سعایت کریگا۔ اور اگر سب نے دو سو میں قبول کیا تو ہر ایک اپنی دو تہائی قیمت اور دو سو کی تہائی کے
واسطے سعایت کریگا اور اگر انھون نے فقط تین سو میں قبول کیا تو ہر ایک کا تہائی حصہ آزاد ہوگا اور اپنی دو
تہائی قیمت اور سو درم کے واسطے سعایت کریگا۔ اور اگر دو غلاموں میں سے ایک سے کہا کہ تو آزاد ہی ہزار میں سے
اپنے حصہ پر کہ حسب ہزار تیرا اور دوسرے کی قیمت پر تقسیم کیے جاوین پس اسنے قبول کیا تو آزاد ہوگا اور شیخین کے
نزدیک اسپر اسکی قیمت واجب ہوگی اور امام محمد رح کے نزدیک ہزار سے زیادہ نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اور
اگر کہا کہ تو آزاد ہی بعد میری موت کے ہزار درم کے عوض تو قبول کرنا اسکی موت کے بعد ہوگا اور جب اسنے بعد
موت مولی کے قبول کیا تو آزاد نہو جائیگا جبتک وارث یا وصی آزاد نہ کرے یا وارث کے انکار پر قاضی آزاد کرے
اور یہی اصح ہی اور اسکی ولا میت کی ہوگی اور اگر وارث نے اسکو کفارہ میت سے آزاد کیا تو کفارہ سے آزاد نہوگا
بلکہ میت کی طرف سے آزاد ہوگا یہ نہر الفائق میں ہی۔ پھر جاننا چاہیے کہ وصی کا اس غلام کا آزاد کرنا تحقیقا صحیح
ہی یعنے خالص بلا تعلیق آزاد کردے اور تعلیقا نہیں صحیح ہی چنانچہ اگر یون کہا کہ جب تو اس دار میں داخل ہو تو تو
آزاد ہی تو وہ آزاد نہ ہوگا اور وارث اسکو تحقیقا و تعلیقا دونوں طرح آزاد کرسکتا ہی چنانچہ اگر کہا کہ جب تو اس دار
میں داخل ہو تو آزاد ہی تو صحیح ہی اور دار میں داخل ہونے پر آزاد ہو جائیگا یہ غایۃ البیان میں ہی۔ اور اگر مولے
نے کہا کہ جب میں مرا تو تو ہزار پر آزاد ہی یا کہا کہ جب تو نے بعد میری موت کے ہزار درم مجھے ادا کیے تو تو آزاد
ہی پس اسنے مولی کی موت کے بعد ہزار درم اسکے وارث کو دیے تو وہ اعتاق کا مستحق ہوگا یہ تمرتاشی میں ہی۔ اور
اگر اپنے غلام سے کہا کہ میری موت کے بعد ایک حج میری طرف سے کر اور تو آزاد ہی اور اسکے سواے اسکا کچھ مال

نہین ہی تو مولی کی طرف سے ایک حج وسط ادا کرے پھر وارث اسکو آزاد کر دینگا اور وہ اپنی دو تہائی قیمت کے
واسطے سعایت کریگا۔ اور اگر با وجود اسکے میت نے کسی کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی ہو تو یہ تہائی
اس موصی لہ اور غلام کے درمیان چار حصے ہوگی جسمین سے تین حصے غلام کو ملینگے اور باقی ایک حصہ کے واسطے موصی لہ
کے لیے سعایت کریگا اور کل کی دو تہائی کے واسطے وارثون کے لیے سعایت کریگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر اپنے
غلام سے کہا کہ میری موت کے بعد میرے وصی کو ایک حج کی قیمت دے کہ وہ میری طرف سے اس سے حج ادا کرے
اور تو آزاد ہی تو درمیانی درجہ کے حج کی قیمت رکھی جائیگی یعنی اس کلام سے مراد یہ ہوگی اور جب اسنے درمیانی درجہ
کی قیمت ادا کر دی تو اسکا اعتاق واجب ہوا اور عتق کا نافذ کرنا حج ادا ہونے تک موقوف نہ رہیگا اور جب وہ
آزاد ہوگیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر درمیانی حج کی قیمت اسکی قیمت کے برابر یا زیادہ ہو تو اسپر سعایت واجب نہوگی پھر وصی
مذکور میت کی طرف سے اس قیمت سے تہائی سے حج کرا دیگا جہان سے ہوسکے۔ اور اگر با وجود اسکے اسنے کسی کے واسطے
تہائی مال کی وصیت بھی کی ہو تو دو تہائی قیمت حج وارثون کی اور تہائی درمیان موصی لہ اور حج کے چار حصے ہوگی
جسمین سے تین حصے حج کے واسطے اور ایک حصہ موصی لہ کو دیا جائیگا۔ اور اگر حج کی قیمت غلام کی دو تہائی قیمت ہو
تو تہائی غلام خود غلام کے واسطے وصیت بھی ہو گیا پس یہ تہائی اس غلام اور موصی لہ حج کے درمیان چار حصے ہوگی
جسمین سے ایک حصہ غلام کو وصیت مین ملیگا کہ جو آزاد ہو جائیگا اور ایک حصہ موصی لہ کو ملیگا اور دو حصے حج کے واسطے
ہونگے جہان سے پہونچ سکے یعنی غلام موصی لہ اور حج کے حصون کے واسطے سعایت کر کے ادا کریگا یہ شرح زیادات
عتابی مین ہی۔ اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ میرے وصی کو ایک حج کی قیمت دے پھر جب تو نے دی اور میری طرف
سے حج ادا کر دیا گیا تو تو آزاد ہی تو ایسی صورت مین حج ہو جانے تک اسکی تنفیذ عتق موقوف رہیگی اور اگر غلام حج وسط
کی قیمت لایا تو وصی اسکے قبول کرنے پر مجبور نہین کیا جائیگا اور جب اسنے ادا کر دی اور حج ہو گیا تو عتق کا نافذ
کرنا واجب ہوا اور جب وہ آزاد ہو گیا تو وارثون کے واسطے اپنی دو تہائی قیمت کے لیے سعایت کریگا خواہ حج کی قیمت
کم ہو یا زیادہ ہو اور جو کچھ غلام نے وصی کو دیا ہی اسمین سے وارث لوگ کچھ نہین لے سکتے ہین اور قیمت حج کے
اس سے سعایت نہین کرا سکتے ہین اور اگر با وجود اسکے میت نے کسی کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی
ہو تو جو کچھ غلام نے ادا کیا ہی وصی اس سے حج کرا دیگا پھر غلام کو آزاد کر دیگا پھر غلام اپنی دو تہائی قیمت کے
واسطے وارثون کے لیے اور تہائی کی چوتھائی قیمت کے واسطے موصی لہ کے لیے سعایت کریگا یہ کافی مین ہی۔ اور اگر
اپنے غلام سے کہا کہ بعد میری موت کے میری طرف سے ایک حج کر اور تو آزاد ہی پھر مولے شوال مین مر گیا پس
غلام نے حج کے واسطے جانا چاہا تو وارثون کو اختیار ہی کہ اس سال اسکو منع کرین بلکہ آئندہ سال تک تاخیر کرے
پس غلام مذکور دو تہائی خدمت سے اسکا حق پورا کر دیگا پھر اپنی ایک تہائی سے حج ادا کر دیگا چنانچہ اگر مولے حج کو
جانے کے وقت چار مہینے پہلے مر گیا اور حج کی آمد و رفت کی مسافت دو مہینہ ہی تو چار مہینے وارثون کی خدمت کریگا اور دو مہینے حج
کے واسطے صرف کریگا تاکہ تہائی و دو تہائی ٹھیک ہو جاوے اور اگر مولے شوال مین مرا اور وارثون نے غلام سے
کہا کہ تو حج کو جا ورنہ ہم تجھکو فروخت کرتے ہین پس وہ نہ گیا تو وصیت بدون اسکی رضامندی کے باطل نہوگی۔ اور
اگر مولی نے کہا کہ تو اسی سال میری طرف سے حج کر دے اور تو آزاد ہی پھر مولی شوال مین مر گیا تو وارثون کو اختیار ہی

کہ بسبب اپنے دو تہائی حق تدبیر کے اسکو اس سال جانے سے منع کریں پھر جب اُنھوں نے اُسکو روکا اور وقت گذر گیا تو اُسکی وصیت باطل ہوگئی بسبب شرط عتق جاتے رہنے کے یعنی اسی سال حج کر دیتا۔ اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ میری موت کے بعد پانچ برس حج کر دے اور تو آزاد ہے تو وہ برابر وارثوں کی خدمت کرتا رہیگا یہانتک کہ یہ سال آوے پھر جب یہ سال آیا تو جا کر حج کرے اور بعد فراغ کے اُسکا اعتاق واجب ہوا لیکن بعد آزادی کے وہ وارثوں کے لیے اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعایت کریگا۔ اور اگر غلام سے کہا کہ تجھے ہزار درم ادا کر دے میں اُس سے حج کرونگا پس تو آزاد ہے تو آزاد ہونا ادائے ہزار درم پر موقوف ہوگا نہ ادائے حج پر بخلاف اسکے اگر کہا کہ جب تو نے مجھے ہزار درم ادا کیے جس سے میں نے حج کر لیا تو تو آزاد ہے تو جب تک حج نہ کر لیگا تب تک آزاد نہوگا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔ فقیہ ابو جعفر رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ تو میری طرف سے ایک روزہ رکھ اور تو آزاد ہے یا کہا کہ میری طرف سے دو رکعت نماز پڑھ دے اور تو آزاد ہے تو فرمایا کہ غلام آزاد ہوگیا خواہ اُسنے روزہ رکھا ہو یا نہ رکھا ہو نماز پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر اپنے وارثوں سے کہا کہ جب تمکو میرے فلان غلام نے میری موت کے بعد ایک کر گیہوں ادا کر دیے تو وہ آزاد ہے یا کہا کہ تو اسکو آزاد کر دینا پھر غلام مذکور نے ایک کر گیہوں لا یا اور وارث نے قبول کر لیے تو آزاد نہوگا اور اگر درمیانی درجہ کے لایا تو بھی آزاد نہ ہوگا جب تک وارث یا وصی یا قاضی آزاد نہ کرے یہ کافی میں ہے۔

چھٹا باب تدبیر کے بیان میں

قال المترجم مراد تدبیر سے یہ ہے کہ غلام کی آزادی کو اپنی موت کے بعد پر معلق کرنا یعنی بعد مرنے کے آزاد ہے دلیر جع الی المقدمۃ۔ تدبیر دو نوع ہے مطلق و مقید تدبیر مطلق یہ ہے کہ غلام کا عتق فقط اپنی موت پر معلق کیا بدون انضمام کسی دوسری چیز کے کذا فی الینابیع مثلاً کہا کہ تو مدبر ہے اور اسکے واسطے چند الفاظ ہیں کہ کبھی بصریح لفظ ہوتا ہے مثلاً کہا کہ تو مدبر ہے یا میں نے تجھے مدبر کیا اور کبھی بلفظ تحریر و اعتاق ہوتا ہے جیسے کہا کہ تو حر ہے بعد میری موت کے یا میں نے تجھے محرر کیا بعد اپنی موت کے یا تو معتق یا عتیق ہے بعد میری موت کے اور کبھی بلفظ یمین ہوتا ہے مثلاً کہا کہ اگر میں مر گیا تو تو آزاد ہے یا کہا کہ جب میں مر گیا یا ہرگاہ کہ میں مر گیا یا کہا کہ اگر میرے واسطے حادثہ واقع ہوا یا ہرگاہ میرے واسطے حادثہ واقع ہوا تو تو آزاد ہے اور اسی طرح اگر ان الفاظ میں بجائے موت کے لفظ وفات یا ہلاک ذکر کیا تو بھی یہی حال ہے اور کبھی بلفظ وصیت ہوتی ہے اور اُسکی یہ صورت ہے کہ غلام کے واسطے اُسکے نفس کی وصیت کرے یا اُسکے رقبہ کی یا اسکی عنق یعنی گردن کی یا ایسی وصیت کی کہ منجملہ اسکے وہ اپنے رقبہ کل کا یا بعض کا مستحق ہوا مثلاً کہا کہ میں نے تیرے واسطے وصیت کی تیرے نفس کی یا تیرے رقبہ کی یا تیری گردن کی یا اور ایسا لفظ کہا کہ جس سے تمام بدن سے تعبیر کیجاتی ہے اور اسی طرح اگر اُس سے کہا کہ میں نے تیرے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو یہ بھی تدبیر ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر اپنے غلام کے واسطے اپنے مال سے ایک سہم کی وصیت کی تو آزاد ہوگا اور اگر ایک جزو کی وصیت کی تو نہیں یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ تو مدبر ہے بعد میری موت کے تو فی الحال سے مدبر ہو جائیگا اور اسی طرح اگر کہا کہ میں نے تجھے آزاد کیا پس تو بعد میری موت کے حر ہے یا میری موت کے پیچھے حر ہے یا میری موت میں یا میری موت کے ساتھ حر ہے تو یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور مدبر مطلق کا حکم یہ ہے کہ جب تک مولی زندہ ہے اُسکا بیع و ہبہ نہیں جائز ہے اور نہ اسکو مہر قرار دیکر

۱۵ آزاد شدہ یا بلفظ موت کے بعد ۱۲

نکاح جائز ہو اور نہ اُسکا صدقہ دینا اور نہ رہن کرنا جائز ہو اور اُسکا آزاد کر دینا یا مکاتب کر دینا جائز ہو یہ سراج وہاج میں ہو۔ اور اگر مدبر مطلق کو فروخت کیا اور قاضی نے جواز بیع کا حکم دیدیا تو اُسکی قضا نافذ ہو جائیگی اور یہ حکم قضا تدبیر کے فسخ کرنا قرار دیا جائیگا حتی کہ اگر بعد بیع کے کسی وجہ سے وہ کبھی اسکی ملک میں آگیا تو بعد اُسکی موت کے آزاد نہوگا یہ ظہیریہ میں ہو اور مولے کو اُس سے خدمت لینے اور اسکو مزدوری پر دینے کا اختیار ہو اور اگر باندی کو مدبرہ مطلقہ کیا تو اس سے وطی کر سکتا ہو اور اُسکا جس مرد سے چاہے نکاح کر دے سکتا ہو یہ کافی میں ہو۔ اور غلام کی کمائیاں اور مدبرہ کا مہر اور ارش سب مولی کا ہوگا یہ ینابیع میں ہو۔ اور جب مولی مرگیا تو مدبر اُسکے تہائی مال سے آزاد ہوگا حتی کہ اگر مولے کا کچھ مال سواے اس مدبر کے نہو تو اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعایت کریگا یہ کافی میں ہو۔ اور اگر مولی پر اسقدر قرضہ ہو کہ اُسکے تمام مال کو مع رقبہ اس مدبر کے محیط ہو تو قرضخواہان مولی کے واسطے مدبر مذکور اپنی تمام قیمت کے لیے سعی کریگا یہ غایۃ البیان میں ہو۔ اور مدبر کی ولاء اسی کی ہوگی جسنے اُسکو مدبر کیا ہو اور اُس سے منتقل نہوگی اگرچہ یہ غلام دوسرے کی طرف سے آزاد ہو گیا ہو اور اُسکی صورت یہ کہ مدبرہ باندی دو شریکوں میں مشترک ہو پھر اُسکے ایک بچہ پیدا ہوا اور اُسکے نسب کا ایک شریک نے دعوی کیا چنانچہ اس سے اس بچہ کا نسب ثابت ہوگیا اور اُسنے اپنے شریک کو تاوان دیدیا پھر یہ ام ولد اسکے شریک کی موت کے بعد آزاد ہوگئی تو اُسکی ولاء ان دونوں شریکوں کی ہوگی۔ اور اسی طرح اگر ایک غلام مدبر دو شریکوں میں مشترک تھا پس اُسکو ایک نے آزاد کر دیا اور وہ مالدار ہو پس اُسنے شریک کو تاوان دیا تو اُسکی ولاء دونوں کی ہوگی یہ ایضاح میں ہو۔ قسم دوم مدبر مقید اسطرح ہو کہ اپنے غلام کا عتق اپنی موت پر معلق کرے مگر موت موصوفہ یا موت اور کسی اور شرط پر معلق کرے مثلاً یوں کہا کہ اگر میں اپنے اس مرض میں مرجاؤں یا اپنے اس سفر میں مرجاؤں تو تو آزاد ہو یا مثل اسکے کوئی صفت بیان کی جسمیں احتمال ہو کہ اُسکی موت اس صفت کے ساتھ ہوگی یا نہوگی۔ یا موت کے ساتھ کوئی ایسی شرط ذکر کی جسکے واقع ہونے اور نہونے کا احتمال ہو تو اپنی تدبیر سے وہ مدبر مقید ہوگا یہ بدائع میں ہو۔ مدبر مقید کا یہ حکم ہو کہ اگر وہ اس صفت یا شرط کے ساتھ مرا تو مثل مطلق کے آزاد ہو جائیگا۔ اور مولی کو اپنی زندگی میں اختیار ہو کہ ایسے مدبر کے ساتھ تمام طرح تصرفات بیع و تملیک وغیرہ عمل میں لاوے یہ سراج وہاج میں ہو حسن نے امام اعظم رح سے روایت کی ہو کہ اگر مولی نے کہا کہ اگر میں مرگیا اور دفن کیا گیا یا غسل دیا گیا یا کفن دیا گیا تو تو آزاد ہو تو یہ مدبر نہیں ہو اور اگر وہ مرگیا درحالیکہ یہ اُسکی ملک میں تھا تو اُسکے حق میں مستحب ہو کہ تہائی مال سے آزاد کیا جاوے یہ ینابیع میں ہو۔ اور منجملہ تدبیر مقید کے یہ ہو کہ اگر میں ایکسال ختم ہونے پر مرگیا یا اس سال تک مرگیا تو تو آزاد ہو یہ ہدایہ میں ہو۔ اور اگر اتنی مدت کی قید لگائی کہ ایسے شخص سے اتنی مدت تک جینے کا احتمال نہیں ہو مثلاً ساٹھ برس کے مولے نے کہا کہ اگر میں سو برس کے بعد مرا تو تو آزاد ہو تو حسن بن زیاد کے نزدیک یہ مدبر مطلق ہو اور یہی مختار ہو یہ تبیین میں ہو۔ اور اگر غلام سے کہا کہ تو آزاد ہو جس دن میں مروں اور اُسنے دن ہی دن میں مرنے کی نیت نہیں کی تو مدبر مطلق ہوگا اور اگر یہ نیت کی کہ دن میں مروں نہ رات میں تو مدبر مقید ہوگا یہ ظہیریہ میں ہو۔ اور اگر کہا کہ تو آزاد ہو قبل میری موت کے ایک مہینہ پھر مہینہ گذرا اور وہ مرگیا تو بالاجماع آزاد ہو جائیگا ولیکن شیخ ابوبکر اسکاف کے نزدیک تہائی سے آزاد ہوگا اور فقیہ ابو القاسم نے کہا کہ تمام مال سے آزاد ہوگا اور یہی امام اعظم رح کا قول

ہو اور فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور اگر مہینہ گذرنے سے پہلے مر گیا تو آزاد نہوگا یہ شرح طحاوی
میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو آزاد ہے میری موت کے ایک روز بعد تو یہ مدبر نہوگا اور مولے کو اسکے فروخت کرنے کا اختیار
ہے اور اگر مولے ایسی حالت میں مرا کہ یہ غلام اسکی ملک میں تھا تو ایک روز کے بعد اسکے تہائی مال سے آزاد ہوگا
اور بدون وارث کے آزاد کرنے کے آزاد نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور استحساناً وارثوں کو اسکے
آزاد کر دینے کا حکم کیا جائیگا یہ تہذیب میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو میری موت اور فلان کی موت کے بعد آزاد ہے یا کہا
کہ بعد موت فلان و میری موت کے تو آزاد ہے تو یہ فی الحال مدبر مطلق نہوگا پس اگر فلان پہلے مر گیا اور ہنوز وہ
غلام اس مولے کی ملک میں ہے تو اب مطلق مدبر ہو جائیگا اور اگر مولے قبل موت فلان کے مر گیا تو وہ مدبر نہوگا اور
وارثوں کو اسکے فروخت کرنے کا اختیار رہیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ انت حر ساعۃ بعد موتی تو بعد موت کے آزاد ہوگا (تو آزاد ہے ایک ساعت بعد موت میری کے ۱۲)
یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ کسی کو بعد میری موت کے تجھ پر کوئی راہ نہوگی تو مشائخ نے فرمایا کہ وہ مدبر ہو جائیگا
یہ فتاوی قاضیخان میں ہے حسن رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ اگر کہا کہ تو فلان کی طرف سے مدبر ہے تو وہ اس
مولے کی طرف سے مدبر ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میں نے تیرے رقبہ کی تیرے واسطے وصیت کر دی پس غلام
نے کہا کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں تو وہ مدبر ہو گیا اور اسکا رد کر دینا کچھ نہیں ہے (اسواسطے کہ تدبیر رد نہیں ہوتی ۱۲) یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص
نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ تم میں سے ایک بعد میری موت کے آزاد ہے اور اسکے واسطے سو درم کی وصیت ہے پھر وہ مر گیا
تو وہ دونوں آزاد ہو جاوینگے اور سو درم کی وصیت دونوں کے واسطے نصفا نصف ہوگی اور اگر کہا کہ تم دونوں
میں سے ہر ایک کے واسطے سو درم کی وصیت ہے تو صورت مذکورہ میں سو درم کی وصیت باطل ہوگی اسواسطے کہ دونوں
میں سے ایک غلام ہے پس اسکے حق میں وصیت صحیح نہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ اگر میں تیرا مالک ہوا تو تو مدبر
ہے پھر اسکے حصہ کا مالک ہوا تو مدبر نہو جائیگا یہ عتابیہ میں ہے۔ اور اگر کسی باندی سے کہا کہ اگر میں نے تجھے خریدا تو تو
میری موت کے بعد آزاد ہے یا کہا کہ اگر میں نے تجھے خریدا پھر میں مر گیا تو تو آزاد ہے پھر اسکو خریدا تو وہ مدبرہ ہو جائیگی
پھر اگر اسکو آزاد کر دیا پھر وہ مرتد ہو کر دار الحرب میں چلی گئی پھر جہاد میں قید ہو کر آئی اور اس شخص نے اسکو خریدا تو اب
مدبرہ نہوگی چنانچہ اگر مولی مر گیا تو آزاد نہو جائیگی یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔ اور اگر کسی باندی سے کہا کہ اگر میں
تیرا مالک ہوا تو تو میری موت کے بعد آزاد ہے پھر اسکے بچہ پیدا ہوا پھر اس شخص نے اسکو خریدا تو باندی مدبرہ ہو جائیگی
نہ اسکا بچہ۔ اور اگر مولی نے کہا کہ تو قبل مدبرہ ہونے کے بچہ جنی ہے اور باندی نے کہا کہ نہیں بلکہ اسکے بعد تو مولی کا قول اسکے
علم پر قسم لیکر مقبول ہوگا اور گواہ باندی کے قبول ہونگے۔ اور اگر دو باندیوں سے کہا کہ اگر میں تم دونوں کا مالک ہوا تو تم
میری موت کے بعد آزاد ہو پھر ایک کا مالک ہوا اور وہ اسکے پاس بچہ جنی پھر دوسری کا مالک ہوا تو اسکی موت کے بعد
دونوں آزاد ہو جاوینگی اور پہلی باندی کا بچہ رقیق رہیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر غلام سے کہا کہ تو بعد میرے فلان سے کلام
کرنے کے اور بعد میری موت کے آزاد ہے پس اسنے فلان سے کلام کر لیا تو مدبر ہو جائیگا اور اسی طرح اگر کہا کہ جب تو نے
فلان سے کلام کیا تو تو میری موت کے بعد آزاد ہے پس اسنے فلان سے کلام کیا تو مدبر ہو جائیگا یہ بدائع میں ہے۔ ایک شخص
نے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے میری موت کے بعد اگر تو نے شراب نہ پی پھر مولے کی موت کے بعد چند مہینہ تک اسنے شراب
نہ پی پھر شراب پی لی اور ہنوز آزاد نہیں ہوا تھا تو عتق باطل ہو گیا اور اگر مولی کی موت کے بعد شراب پینے سے پہلے

قاضی کے یہاں مرافعہ کیا گیا اور قاضی نے اُسکے آزاد ہونے کا حکم نافذ کردیا پھر اُسنے شراب پی تو پھر وہ رقیق
نہیں کیا جائیگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ امام محمد رحمہ نے اصل میں فرمایا کہ اگر اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے بعد میری موت کے
اگر تو نے اسوقت چاہا پس غلام نے اُسی وقت چاہا تو مولی کی موت کے بعد وہ تہائی سے آزاد ہوگا اور اگر مرد مذکور
نے یہ مراد لی ہے کہ اسوقت یعنی موت کے بعد تو غلام کو چاہنے کا اختیار نہ ہوگا یہانتک کہ مولی مرجاوے پھر جب
مولی مرا اور اسکے مرنے کے وقت غلام نے چاہا تو بدون مدبر ہونے کے وہ تہائی مال سے آزاد ہوگا یہ ینابیع میں
ہے۔ اور شیخ ابوبکر رازی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ وہ بدون وارث کے یا وصی کے آزاد کرنیکے آزاد نہوگا اور حاکم رحمہ
نے بھی اپنے مختصر میں اسی پر جزم کیا ہے یہ نہر الفائق میں ہے۔ پھر بنا برظاہر جواب کے مولی کی موت کے بعد غلام کا
چاہنا اُسی مجلس میں معتبر ہوگا یہ غایۃ السروجی میں ہے۔ اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے اگر تو نے چاہا بعد میری موت
کے پھر مولی مرگیا اور جس مجلس غلام کو مولی کی موت کا علم ہوا ہے اُس سے اُٹھ کھڑا ہوا یا دوسرا کام شروع کردیا تو
اُس سے کوئی بات جو غلام کے اختیار میں دیگئی ہے باطل نہوگی یعنی بدستور اسکو چاہنے کا اختیار رہیگا باطل نہوگا یہ
بدائع میں ہے۔ اور اگر کسی دوسرے سے کہا کہ میرے غلام کو مدبر کردے پس مامور نے اسکو آزاد کردیا تو نہیں صحیح ہے۔
اور اگر کسی نے ایک طفل سے کہا کہ تیرا جی چاہے میرے غلام کو مدبر کردے پس اُسنے مدبر کردیا تو جائز ہے خواہ طفل
سمجھدار ہو یا نہو یعنی جانتا ہو کہ مدبر کرنے سے ایسا حکم ہوجاتا ہے یا نہیں یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دو شخصوں سے کہا کہ تم
میرا غلام مدبر کردو پس ایک نے اسکو مدبر کردیا تو جائز ہے اور اگر کہا کہ میرے غلام کے مدبر کرنیکا کام تم دونوں کے
حوالہ ہے پس ایک نے اسکو مدبر کیا تو نہیں جائز ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ ایک مرد نے کہا کہ تم آزاد کردو بعد میری موت
کے میرے غلام کو انشاء اللہ تعالی تو استثنا نہیں صحیح ہے اور اگر کہا کہ وہ بعد میری موت کے آزاد ہے انشاء اللہ تعالی
تو استحسانًا استثنا صحیح ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور زیادات میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے اپنے غلام کو ہزار درم
پر مدبر کیا اور اُسنے قبول کیا تو وہ مدبر ہوجائیگا اور اُسپر کچھ واجب نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک غلام دو شخصوں
میں مشترک ہے کہ انمیں سے ایک نے اسکو مدبر کیا اور دوسرا ساکت رہا تو بنا بر قول امام اعظم رحمہ کے فقط مدبر کنندہ کا
حصہ مدبر ہوگا اور شریک ساکت کو اپنے حصہ کی بابت پانچ طرح کا خیار ہوگا بشرطیکہ مدبر کنندہ مالدار ہو اور وہ
اختیارات یہ ہیں کہ چاہے اپنا حصہ وہ بھی مدبر کردے پس وہ مدبر دونوں میں مشترک ہوگا پس اگر دونوں میں سے
ایک مرگیا تو اُسکا حصہ اُسکے تہائی مال سے آزاد ہوجائیگا اور غلام مذکور دوسرے کیواسطے اپنی نصف قیمت کے
لیے سعایت کریگا لیکن اگر دوسرا ابھی قبل وصول سعایت کے مرگیا تو سعایت باطل ہوجائیگی۔ اور چاہے آزاد کردے
پس اگر اُسنے آزاد کردیا تو عتق صحیح ہوگا اور مدبر کنندہ کو اختیار ہوگا کہ آزاد کنندہ سے اپنے حصہ کی قیمت غلام مدبر کے
حساب سے لے لے اور اسکی ولاء دونوں میں مشترک ہوگی اور آزاد کنندہ کو اختیار رہیگا کہ جو اُسنے تاوان دیا ہے وہ
غلام سے لے لے اور خواہ مدبر کنندہ آزاد کردے اور خواہ غلام سے سعایت کرالے۔ اور چاہے شریک ساکت غلام
سے سعایت کراوے پس جب وہ سعایت کرکے نصف قیمت ادا کردیگا تو آزاد ہوجائیگا پھر مدبر کنندہ کو اختیار
ہوگا کہ غلام سے سعایت کراوے پس جب اُسکی سعایت بھی ادا کردی تو پورا آزاد ہوگا اور اگر مدبر کنندہ مال
سعایت لینے سے پہلے مرگیا تو سعایت باطل ہوگئی اور اسکا حصہ غلام اُسکے تہائی مال سے آزاد ہوجائیگا اور چاہے اُسکو

[illegible] کنندہ کی نصف قیمت بحساب غلام مدبر کی قیمت سے ہوگی پس دونوں میں فرق ہوگا

یون ہی چھوڑ دے پھر جب وہ مرگیا تو اُسکا حصہ میراث ہوگا کہ اُسکے وارثون کو ملیگا پس اُسکے وارثون کو اس حصہ کی بابت عتق و سعایت وغیرہ کا خیار حاصل ہوگا اور اگر مدبر کنندہ مرگیا تو اُسکا نصف حصہ اُسکے تہائی مال سے آزاد ہوجائیگا۔ شریک ساکت کو اختیار رہیگا کہ غلام سے اپنے حصہ کی نصف قیمت غلام کی سعایت کراوے اور جب وہ ادا کرکے پورا آزاد ہوگیا تو اُسکی ولا ان دونون مین مشترک ہوگی۔ اور چاہے شریک ساکت دوسرے مدبر کنندہ سے اپنے حصہ کی قیمت تاوان لے بشرطیکہ وہ مالدار ہو تو اُسکی پوری ولاء مدبر کنندہ کی ہوگی اور مدبر کنندہ کو اختیار ہوگا کہ جو کچھ اسنے تاوان دیا ہے وہ غلام مذکور سے لے اور اگر اُسنے نہ لیا یہان تک کہ مرگیا تو اُسکا نصف اُسکے تہائی مال سے آزاد ہوجائیگا اور وارثون کے واسطے غلام مذکور اپنی نصف قیمت کامل کی بمقابلہ حصہ دیگر کے سعایت کریگا۔ اور اگر مدبر کنندہ تنگدست ہو تو شریک ساکت کو اس مدبر کنندہ سے اپنے حصہ کا تاوان لینے کا اختیار نہوگا اور باقی چار طرح کا خیار حاصل رہیگا یعنی چاہے اپنا حصہ آزاد کردے چاہے مدبر کردے چاہے غلام سے سعایت کراوے چاہے یون ہی چھوڑ دے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک غلام دو شریکون مین مشترک ہے دونون نے ساتھ ہی اسکو مدبر کردیا چنانچہ ہر ایک نے کہا کہ مین نے تجھکو مدبر کیا یا تجھ مین سے میرا حصہ مدبر ہے یا جب مین مرون تو تو آزاد ہے یا جب مین مرون تو تو میری موت کے بعد آزاد ہے یا کہا کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے اور دونون کے کلام ایک ساتھ ہی زبان سے نکلے تو یہ غلام دونون کا مدبر ہوگیا یہ شرح طحاوی مین ہے پھر جب ایک مرگیا تو اسکا حصہ اُسکے تہائی سے آزاد ہوگا اور دوسرے کو اختیار حاصل ہوا چاہے اپنا حصہ آزاد کردے چاہے مکاتب کردے اور چاہے سعایت کراوے اور یہ اختیار نہین ہے کہ اُسکو اسی حال پر چھوڑ دے اور اگر دوسرا بھی قبل وصول سعایت کے مرگیا تو سعایت باطل ہوگئی اور اسکا حصہ بھی آزاد ہوگیا بشرطیکہ اسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو اور اگر دونون نے کہا کہ جب ہم دونون مرین تو تو آزاد ہے یا تو ہم دونون کی موت کے بعد آزاد ہے اور دونون کے کلام ساتھ ہی زبان سے نکلے تو وہ مدبر نہوگا الا آنکہ دونون مین ایک پہلے مرجاوے تو جو زندہ رہا ہے اُسکا حصہ مدبر ہوجائیگا اور جو مرگیا اُسکا حصہ اُسکے وارثون کی میراث ہوگا پس وارثون کو اختیارات حاصل ہونگے چاہین اپنا حصہ آزاد کردین اور چاہین مدبر اور چاہین مکاتب کرین اور چاہین سعایت کراوین اور چاہین شریک مدبر کنندہ سے تاوان لین اگر وہ مالدار ہو اور جب دوسرا بھی مرے گا تو اسکا حصہ اُسکے تہائی مال سے آزاد ہوجائیگا۔ ایک مدبرہ باندی دو شخصون مین مشترک ہے اُسکے ایک بچہ پیدا ہوا اور دونون مین سے کسی نے اس بچہ کا دعوی نہ کیا تو وہ بھی مثل اپنی مان کے دونون کا مدبر ہوگا اور اگر دونون مین سے کسی نے اُسکا دعوے کیا تو استحسانًا اُس سے اُسکا نسب ثابت ہوجائیگا اور نصف باندی اسکی ام ولد ہوجائیگی اور باقی نصف اپنے حال پر دوسرے شریک کی مدبرہ رہیگی اور مدعی اسکا نصف عقر دوسرے شریک کو تاوان دیگا اور بچہ کی مدبر ہونیکے حساب سے نصف قیمت دیگا اور باندی کی نصف نہ دیگا پھر اگر مدعی پہلے مرگیا تو اسکا نصف حصہ مفت آزاد ہوگیا اور شریک کے واسطے وہ کچھ ضامن نہوگا اور باندی مذکورہ اس شریک کے نصف حصہ کے لیے اپنی نصف قیمت کی سعایت کریگی مگر بسبب مدبرہ ہونے کے اور اس حکم مین اتفاق ہے پھر اگر وصول سعایت سے پہلے دوسرا بھی مرگیا تو سعایت باطل ہوئی اور باندی پوری آزاد ہوجائیگی بشرطیکہ اُسکے مال کی تہائی سے اسکا حصہ نصف برآمد ہوتا ہو یہ امام اعظم رح کا قیاس ہے اور اگر شریک غیر مدعی پہلے مرا تو اُسکے

تہائی مال سے اُسکا حصہ آزاد ہوگا اور امام اعظم رح کے قول میں شریک مدبر کے واسطے وہ سعایت نہ کریگی کذا فی
البدائع ۔ اور اگر دونوں میں سے کوئی نہیں مرا یہانتک کہ اُسکے دوسرا بچہ پیدا ہوا اور اُسکے نسب کا دعوے
دوسرے شریک نے کیا تو استحساناً نسب ثابت ہوگا اور وہ بچہ کی قیمت اپنے شریک کو تاوان نہ دیگا یہ قول
امام اعظم رح کا ہے اسوجہ سے کہ یہ شریک کی ام ولد کا بچہ ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک ام ولد کے بچہ کی کچھ قیمت نہیں
ہوتی ہے مگر باندی کے نصف عقر کا ضامن ہوگا اور اگر شریک اوّل ہی نے اس بچہ کے نسب کا بھی دعوی کیا تو اُسکی
نصف قیمت کا بحساب مدبر ہونے کے ضامن ہوگا اور اسپر دوسری وطی کی بابت نصف عقر دیگر واجب ہوگا
یہ محیط سرخسی میں ہے ۔ ایک مدبرہ دو شخصوں میں مشترک ہے اُسکے بچہ پیدا ہوا اور دونوں نے اُسکے نسب کا ساتھ ہی
دعوے کیا تو دونوں سے اُسکا نسب ثابت ہوگا اور یہ باندی دونوں کی ام ولد ہوجائیگی اور مدبر ہونا باطل
ہوجائیگا یہ بدائع میں ہے ۔ ایک مرد نے اپنے وصیت نامہ میں تحریر کیا کہ میرا فلان غلام بعد میری موت کے آزاد ہے
اور اُس سے کسی نے اسکو نہیں سُنا پھر وہ مرگیا پھر جو وصیت نامہ میں پایا گیا ہے اُس سے وارثوں نے انکار کیا
تو غلام مذکور مملوک رہیگا اسواسطے کہ وارثوں نے اُسکے آزاد کرنے سے انکار کیا ۔ اور اگر غلام نے دعوی کیا
کہ یہ وارث لوگ جانتے ہیں تو وارثوں سے اُنکے علم پر قسم لیگا انھیں کا قول قبول کیا جائیگا یہ فتاوی کبری میں
ہے ۔ اور اگر کسی نے جو اُسکی باندی کے پیٹ میں ہے مدبر کیا تو جائز ہے پس اگر اسکے بعد وہ چھ مہینہ سے کم میں بچہ
جنی تو بچہ مدبر ہوگا اور اگر اُس سے زیادہ میں جنی تو مدبر نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے ۔ اور اگر وہ جو اُسکی باندی کے پیٹ
میں ہے مدبر کیا تو جبتک وضع حمل نہو اُسکو فروخت نہ کریگا اور ہبہ نہ کریگا اور مہر قرار نہیں دیگا یہ محیط سرخسی میں ہے ۔
اگر ایسی باندی دو بچے جنی ایک چھ مہینہ سے کم میں اور دوسرا چھ مہینہ سے ایک روز زائد میں تو یہ دونوں مدبر ہونگے یہ
ینابیع میں ہے ۔ اور اگر کسی نے جو اُسکی باندی کے پیٹ میں ہے مدبر کیا پھر اس باندی کو مکاتب کردیا تو جائز ہے پس
اگر اسکے بعد چھ مہینہ سے کم میں بچہ جنی تو وہ مدبر ہوگا کہ مولی کی طرف سے بالقصد مدبر کیا ہوا ہے اور اپنی ماں کی
طرف سے بالتبع وہ بھی داخل کتابت ہوگا پس اگر اُسکی ماں نے بدل کتابت مولے کو ادا کردیا تو دونوں بحکم کتابت
آزاد ہوجاوینگے اور اگر ماں نے بدل کتابت ادا نہ کیا یہانتک کہ مولی مرگیا تو بچہ بسبب مدبر ہونے کے آزاد
ہوجائیگا اور اُسکی ماں اپنے حال پر مکاتبہ رہیگی اور اگر مولے نہیں مرا بلکہ اُسکی ماں مرگئی تو بچہ اپنی ماں کی قسطوں
پر مال سعایت ادا کرتا رہیگا اور اگر اسکے بعد مولے مرگیا اور یہ بچہ اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہے تو مدبر ہونے کی
وجہ سے آزاد ہوجائیگا اور بدل کتابت سے بری ہوجائیگا اور اگر اُسکے تہائی مال سے برآمد نہوتا ہو تو جسقدر اُسکے
تہائی مال سے نکلتا ہو اسقدر بوجہ مدبر ہونے کے آزاد ہوجائیگا اور اپنے باقی رقبہ کے واسطے اُسپر سعایت لازم ہوگی
بجہت مدبر ہونے کے پھر اسکے بعد اُسکو اختیار دیا جائیگا چاہے کتابت کو اختیار کرے اور اُسکو پورا کرے اور
چاہے مدبر ہونے کی جہت سے سعایت کو پورا کرے اگرچہ بدل کتابت زیادہ ہوا ور یہ امام اعظم رح کا قول ہے
اور اگر ایک باندی دو شخصوں میں مشترک ہو اور جو اُسکے پیٹ میں ہے اُسکو ایک نے مدبر کیا تو جائز ہے پس اگر اسکے
بعد چھ مہینہ سے کم میں وہ بچہ جنی تو اُس مدبر کنندہ کا حصہ مدبر ہوگا یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے یعنی مدبر کنندہ ہی کا فقط حصہ
مدبر ہونا امام اعظم رح کا قول ہے اور شریک ساکت کو اپنے حصہ کی بابت پانچ اختیارات حاصل ہونگے بشرطیکہ مدبر کنندہ

مالدار ہو۔ اور اگر چھ مہینہ یا زیادہ میں بچہ ہوا تو اُسکا حصہ مدبر نہوگا۔ ایک باندی دو شخصوں میں مشترک ہو ایک نے
کہا کہ جو تیرے پیٹ میں ہو وہ میری موت کے بعد آزاد ہو اور دوسرے نے باندی سے کہا کہ تو میری موت کے بعد
آزاد ہو پھر اس گفتگو کے بعد چھ مہینہ سے کم میں بچہ جنی تو پورا بچہ ان دونوں میں مشترک مدبر ہو جائیگا اور اُسکی
بابت دونوں میں سے کوئی دوسرے کے لیے ضامن نہیں ہو سکتا ہو اور رہی باندی تو جسنے باندی کو مدبر نہیں کیا
ہو اُسکو امام اعظم رح کے نزدیک باندی کی بابت پانچ قسم کے اختیارات مذکورہ بالا حاصل ہونگے بشرطیکہ مدبر کنندہ مالدار ہو۔
اور اگر اس گفتگو سے چھ مہینے سے زیادہ میں جنی تو امام اعظم رح کے نزدیک جسنے باندی کو مدبر کیا ہو اُسکا نصف حصہ
باندی مدبر ہو گیا اور اُسکی تبعیت میں نصف بچہ بھی مدبر ہو گیا۔ اور دوسرے شریک کو اختیارات حاصل ہونگے پھر اگر
دوسرے شریک ساکت نے اسکے بعد مدبر کنندہ سے اپنے حصہ باندی کا تاوان لینا اختیار کیا تو مدبر کنندہ پر بچہ کی
طرف سے کچھ تاوان دینا لازم نہوگا۔ اور اگر دوسرے شریک ساکت نے باندی سے اپنے حصہ کی بابت سعایت لینی
چاہی تو پھر وہ بچہ سے سعایت نہیں کرا سکتا ہو اگرچہ نصف بچہ بھی مدبر ہو گیا ہو اور وجہ یہ ہو کہ بچہ تبعاً مدبر ہو گیا ہو یعنی
جیسے تدبیر میں تابع ہوا ہو ویسے ہی سعایت میں بھی اپنی ماں کے تابع ہوگا یعنی ماں کی سعایت وہی اُسکی سعایت
ہوگی یہ محیط میں ہو۔ اور اگر ایک باندی حاملہ دو شریکوں میں مشترک ہو پس ایک نے جو اُسکے پیٹ میں ہو مدبر کیا
اور دوسرے نے باندی کو آزاد کر دیا تو مدبر کنندہ کو آزاد کنندہ سے باندی کی نصف قیمت تاوان لینے کا اختیار ہو
مگر مدبر کنندہ کو حمل کی بابت تاوان لینے کا اختیار نہیں ہو یہ ینابیع میں ہو۔ اور نابالغ آدمی کا اپنے غلام کو مدبر کرنا
نہیں صحیح ہو خواہ فی الحال مدبر کرے خواہ معلق بہ بلوغ خود چنانچہ اگر نابالغ نے کہا کہ جب میں بالغ ہوں تو تو میری موت
کے بعد آزاد ہو تو نہیں صحیح ہو اور اسی طرح مجنون و معتوہ مغلوب کہ انکی تدبیر بھی نہیں صحیح ہو اور جو شخص نشہ میں ہو اُسکا مدبر
کرنا صحیح ہو اور اسی طرح جو شخص مجبور کیا گیا اور اُسنے مدبر کیا تو صحیح ہو اور مکاتب نے اگر اپنی کمائی کے مملوک کو مدبر کیا
تو نہیں صحیح ہو اور اسی طرح غلام ماذون التجارۃ نے اگر مدبر کیا تو نہیں صحیح ہو یہ محیط میں ہو۔ اگر کسی نے اپنے غلام کو
مدبر کیا پھر اُسکی عقل جاتی رہی تو تدبیر اپنے حال پر صحیح رہیگی بخلاف اسکے اگر غلام کے رقبہ کی کسی کے واسطے وصیت کر دی
پھر مجنون ہو گیا پھر مر گیا تو وصیت باطل ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہو۔ ذمی نے اپنے غلام کو مدبر کیا پھر غلام مسلمان
ہو گیا تو بسعایت آزاد ہو جائیگا اور اگر سعایت سے فارغ ہونے سے پہلے مولی مر گیا تو وہ آزاد ہو جائیگا اور سعایت
باطل ہوگی۔ اور اگر مولی نے اُس سے اُسکی قیمت سے زیادہ مال پر بدون حکم قاضی صلح کر لی اور غلام عاجز آیا تو بقدر
زیادتی کے صلح ٹوٹ جائیگی اور بقدر اپنی قیمت کے سعایت کریگا۔ حربی ہمارے ملک میں امان لیکر داخل ہوا پس
اُسنے غلام کو مدبر کیا پھر حربی دار الحرب سے قید کر کے لایا گیا تو مدبر مذکور آزاد کیا جائیگا اور اگر دار الحرب میں مدبر
کیا اور ہمارے یہاں امان لیکر داخل ہوا پھر غلام یہاں مسلمان ہو گیا تو حربی مذکور اُسکے بیچ کرنے پر مجبور کیا جائیگا غلام
مدبر مرتد ہو کر دار الحرب میں چلا گیا یا کافران حربی اسکو قید کر لے گئے پھر مسلمانوں نے اسکو پکڑا اور لے آئے اور
وہ مسلمان ہو گیا تو وہ اپنے مولا سے سابق کو دیا جائیگا اور مدبر ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہو۔ ایک نے اپنے غلام سے کہا کہ
تو آزاد ہو یا مدبر ہو تو اسکو حکم دیا جائیگا کہ بیان کرے پس اگر اُسنے کہا کہ میں نے آزاد ہونا مراد لیا ہو تو غلام آزاد ہو جائیگا
اور اگر کہا کہ مدبر ہونا مراد لیا ہو تو مدبر ہو جائیگا اور اگر قبل بیان کے مر گیا اور صحت میں اُسنے یہ قول کہا تھا

تو نصف غلام اُسکے تمام مال سے مفت آزاد ہو جائیگا اور نصف بوجہ مدبر ہونے کے آزاد ہوگا اگر اُسکے تہائی مال سے برآمد ہو۔ اور اگر اسکے سوا اُسکا کچھ اور مال نہو تو نصف مفت آزاد ہوگا اور باقی نصف کی دو تہائی کے واسطے سعایت کریگا یعنی کل کی ایک تہائی کے واسطے سعایت کریگا۔ اور اگر دو غلام ہوں اور اُسنے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد یا مدبر ہی اور قبل بیان کے مرگیا اور ان دونوں کے سوا اُسکا کچھ مال نہیں ہی اور یہ قول حالت صحت میں کہا ہی تو ہر ایک غلام کا چہارم حصہ مفت تمام مال سے آزاد ہوگا اور ایک چہارم بوجہ تدبیر کے تہائی مال سے آزاد ہوگا اور ہر ایک اپنی نصف قیمت کے واسطے ہر حال میں سعایت کریگا۔ اور اگر اُسنے دونوں سے کہا کہ تم دونوں آزاد ہو یا مدبر ہو اور باقی صورت وہی ہو کہ جو مذکور ہوئی ہی تو ہر ایک کا نصف حصہ بوجہ عتق قطعی کے اور نصف بوجہ تدبیر کے آزاد ہوگا اور یہ سب اسوقت ہی کہ قول مذکور اُسنے صحت میں کہا ہو اور اگر مرض میں کہا تو فقط تہائی مال سے اُسکا اعتبار کیا جائیگا یہ شرح طحاوی میں ہی۔ اور اگر اپنی صحت میں اپنے ایک غلام اور ایک مدبر سے کہا کہ تم میں سے ایک مدبر اور دوسرا آزاد ہی اور ان دونوں کے سوا اُسکا کچھ مال نہیں ہی اور قبل بیان کے مرگیا تو جو محض غلام ہی وہ کل مال سے اور مدبر تہائی مال سے آزاد ہونگے اور اگر اسکے برعکس یوں کہا کہ تم میں سے ایک آزاد اور دوسرا مدبر ہی تو بھی امام اعظم رحکے نزدیک یہی حکم ہی اسواسطے کہ یہ خبر دینا ہی مقدم و موخر بیان میں ہونا یکسان ہی اور امام محمد رحکے نزدیک ہر ایک کا نصف حصہ کل مال سے اور باقی نصف حصہ بوجہ تدبیر کے تہائی مال سے آزاد ہوگا۔ اور اگر کہا کہ تم میں سے ایک آزاد ہی اور دیگر تو مدبر ہی یعنی یوں کہا کہ والآخر المدبر تو قن آزاد ہوگا اور مدبر بحال خود مدبر رہیگا اور یہ بالاتفاق ہی یہ کافی میں ہی۔ اور اگر اپنے دو مدبر غلاموں سے کہا کہ تم میں سے ایک آزاد ہی پھر ان دونوں مدبروں میں سے ایک باہر نکل گیا اور ایک موجود رہا اور اُسکا ایک تیسرا غلام آیا پس اُسنے اس مدبر موجود اور اس غلام سے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک مدبر ہی تو جو مدبر باہر نکل گیا ہی وہ اُسی وقت سے آزاد ہو گیا جسوقت اُسنے یہ کہا تھا کہ تم میں سے ایک آزاد ہی اور جو اُسکے پاس رہگیا تھا وہ ویسا ہی مدبر رہا اور جو غلام داخل ہوا تھا وہ غلام رہا اسمیں سے کچھ آزاد نہوگا۔ اور اگر اپنی صحت میں اپنے دو مدبروں اور ایک قن سے کہا کہ تم میں ایک مدبر ہی اور دونوں باقی میں سے ایک آزاد ہی اور قبل بیان کے مرگیا تو قن میں سے نصف بطور عتق قطعی آزاد ہوگا اور باقی نصف کے واسطے سعایت کریگا اور نصف عتق دونوں مدبروں میں مشترک ہوگا پس ہر مدبر میں سے چہارم حصہ بسبب عتق قطعی کے کل مال سے آزاد ہوگا اور تین چہارم بوجہ تدبیر کے تہائی مال سے آزاد ہوگا۔ اور اسی طرح اگر برعکس یوں کہا کہ تم میں سے ایک آزاد ہی اور باقی دونوں میں سے ایک مدبر ہی تو نصف عتق قطعی کا مستحق قن ہوگا اور نصف عتق دونوں مدبروں کے درمیان ہر ایک کے واسطے چہارم چہارم ہوگا اور یہ زیادات کی روایت ہی اور امام قاضی خان نے فرمایا کہ جو زیادات میں مذکور ہی وہی صحیح ہی یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہی۔ اور اگر تینوں سے کہا کہ تم میں سے ایک مدبر ہی اور دونوں باقی آزاد ہیں تو قن کل آزاد ہو جائیگا اور ہر دو مدبر میں سے نصف نصف بعتق قطعی آزاد ہوگا۔ اور اگر عتق کو مقدم کرکے یوں کہا کہ تم میں سے ایک آزاد اور دونوں باقی مدبر ہیں تو ہر ایک کا تہائی اس اعتاق سے آزاد ہوگا۔ اور اگر اُسنے ایک مدبر اور دو قن سے کہا کہ تم میں سے ایک مدبر ہی اور دونوں باقی آزاد ہیں تو دونوں قن مال سے آزاد ہونگے اور پہلا جملہ خبریہ قرار دیا جائیگا۔ اور اگر کہا کہ تم میں ایک آزاد ہی اور باقی دونوں مدبر

تم میں سے ایک مدبر ہی اور جملہ انشائیہ قرار دیا جائیگا ۱۲ منہ

ہین تو ہر ایک کی تہائی بسبب اعتاق کے آزاد ہو جائیگی۔ اور ہر ایک کی دو تہائی بسبب تدبیر کے تہائی مال سے
آزاد ہو گی۔ اور اسی طرح اگر سب مجھول غلام ہون اور اسنے کہا کہ تم مین سے ایک آزاد ہے اور دو نون باقی مدبر ہین
تو بھی ہر ایک کا تہائی حصہ کل مال سے بسبب اعتاق کے آزاد ہو جائیگا اور باقی دو تہائی حصہ تہائی مال سے بسبب
تدبیر کے آزاد ہوگا۔ اور اگر برعکس یون کہا کہ تم مین سے ایک مدبر ہے اور باقی دونون آزاد ہین تو ہر ایک کی دو تہائی کل
مال سے آزاد ہوگی اور باقی تہائی مال سے بسبب تدبیر کے آزاد ہو گی یہ کافی مین ہے۔ اور اگر اسنے تین غلامون سے جنمین سے
ایک مدبر ہے کہا کہ تم مین سے دو آزاد ہین یا دو مدبر ہین اور قبل بیان کے مرگیا اور یہ قول اسنے حالت صحت مین کہا ہے تو ہر ایک
مین سے ایک تہائی حصہ بسبب ایجاب قطعی کے آزاد ہوگا اور مدبر مین سے دو تہائی حصہ جیسا مدبر تھا ویسا ہی رہیگا اور ہر دو
غلام مین سے چہارم حصہ مدبر ہو جائیگا پس اگر اسکا کچھ مال ہو جسکی تہائی مین سے ایک رقبہ اور چھٹا حصہ رقبہ برآمد ہوتو
مدبر معروف پورا آزاد ہو جائیگا اور ہر دو غلام مین سے ہر ایک کے تین چھٹے حصے اور نصف چھٹا حصہ آزاد ہوگا یعنی ایک
تہائی بسبب عتق قطعی کے اور ایک چہارم بسبب مدبر ہونے کے قال المترجم یعنی بارہ حصون مین سے سات حصے آزاد
ہونگے۔ اور اگر اسکا کچھ اور مال نہو تو اسکا تہائی مال ان غلامون پر بحساب انکے سہام کے تقسیم ہوگا اور مدبر معروف کا
حق دو تہائی ہے اور ہر دو غلام کا حق نصف ہے اور کم سے کم ایسا عدد جسکا نصف و ثلث نکلتا ہے (۶) ہے اور مدبر معروف کا
حق (۴) اور ہر دو غلام کا حق (۳) ہے پس سہام وصیت کا مبلغ سات ہوا یہ تہائی مال رکھا گیا پس کل مال کے (۲۱) سہام ہوئے
پس ہر غلام کی دو تہائی (۱۴) ہوئے اسواسطے کہ عتق قطعی کی منہائی کے بعد ہر غلام مین دو تہائی رہی ہے اور جب دو تہائی سات ہے تو
تو کل غلام کے ساڑھے دس ہوئے پس کسر واقع ہوئی لہذا ہم نے دو چند کر دیا تو ہر غلام کے (۲۱) سہام ہوگئے۔ اب ہم کہتے ہین
کہ مدبر معروف مین سے بسبب عتق قطعی کے ایک تہائی یعنے سات سہام آزاد ہوئے اور بسبب تدبیر کے بعد دو چند کرنے کے
(۸) سہام آزاد ہوئے پس وہ (۶) سہام کے واسطے سعایت کریگا یعنی (۱۵) سہام مجموعہ آزاد ہوئے اور باقی (۲۱)
مین سے (۶) رہے جنکے واسطے سعایت کریگا۔ اور ہر ایک غلام مین سے بسبب عتق قطعی کے تہائی یعنی سات سہام آزاد
ہوئے اور بسبب تدبیر کے بعد نصف کے ہر ایک سے (۳) سہام آزاد ہوئے پس جملہ (۱۰) سہام نکال کر باقی (۱۱) سہام
کے واسطے ہر ایک سعایت کریگا پس جملہ سہام وصیت (۱۴) ہوئے اور سہام سعایت (۲۸) ہوئے پس تخریج ٹھیک
ہوئی۔ اور اگر مولی قبل بیان کے مرگیا پھر غلامون مین سے ایک مرگیا تو دیکھا جاوے کہ اگر مدبر معروف مرگیا تو وہ اپنی
وصیت کے آٹھون حصہ کا پورا لینے والا ہو گیا اور چھ حصے جو اسپر سعایت کے تھے وہ تلف ہوگئے اور یہ
ڈوب جانا وارثون کی حق تلفی اور جو موصی لہ ہین انکی حق تلفی مشترک ہوئی اور یہ اسطرح ہوگا کہ باقی ان سہامون پر تقسیم
ہو جو ڈوب جانے سے پہلے تھے چنانچہ ہم کہتے ہین کہ وارثون کا حق (۲۸) سہام تھا اور ہر دو غلام باقی کا حق (۶) سہام
کہ جملہ (۳۴) سہام ہوئے پس ہر دو غلام باقی ہین سے ہر ایک کی دو تہائی (۱۴) ہوئے جنمین سے ہر ایک مین سے
بسبب تدبیر کے (۳) سہام آزاد ہوئے اور باقی (۱۴) سہام کے واسطے سعایت کریگا اور مدبر معروف اپنا حق پورا لے چکا
ہے یعنے سہام وصیت کے (۸) سہام پس جملہ سہام وصیت (۱۴) ہوئے اور سہام سعایت (۲۸) ہوئے اور تہائی و دو
تہائی ٹھیک ہو گئی پس تخریج مستقیم ہے۔ اور اگر مدبر معروف نہین مرا بلکہ ہر دو غلام مین سے کوئی مرگیا تو وہ اپنی وصیت کے
(۳) سہام پورے لے گیا اور جو اسپر سعایت تھی وہ ڈوب گئی اور یہ نقصان وارثون و دونون باقیون پر مشترک ہوگا چنانچہ

باقی حق وارثان (۲۸) اور حق مدبر بعوض (۸) اور حق غلام باقی (۱۳) پر تقسیم ہوگا پس جملہ سہام (۴۹) ہوئے پس دو
ثلث ہر ایک غلام باقی اور مدبر دونوں ساڑھے انیس ۱۹½ ہوئے از انجملہ مدبر کے (۸) سہام نکل گئے اور باقی ساڑھے گیارہ سہام
کے واسطے سعایت کریگا اور غلام زندہ کے (۳) سہام نکل گئے اور باقی ساڑھے سولہ سہام کے لیے سعایت کریگا اور غلام
میت اپنے (۳) سہام وصیت لے گیا ہے لہذا مبلغ سہام وصیت (۱۴) ہوئے اور مبلغ سہام سعایت (۲۸) ہوئے پس تخریج
مستقیم ہوئی۔ اور اگر ہر دو غلام مرگئے اور مدبر رہگیا تو دونوں اپنے سہام وصیت پورے (۶) سہام لیگئے اور دونوں
پر جو سہام سعایت تھے ڈوب گئے پس یہ حق تہائی کل پر ہوگی پس باقی سہام وارثان (۲۸) اور حق مدبر (۸) پر تقسیم ہونگے
پس جملہ سہام (۳۶) ہوئے پس دو ثلث رقبہ مدبر (۲۴) رہے از انجملہ (۸) سہام وصیت مدبر آزاد ہوئے اور باقی (۱۶)
سہام کے واسطے سعایت کریگا اور چونکہ ہر دو غلام مردہ اپنا حصہ لے چکے ہیں یعنی (۶) سہام لہذا جملہ سہام وصیت (۱۴) ہوئے
اور سہام سعایت (۲۸) ہیں پس تہائی و دو تہائی ٹھیک نکلی و تخریج مستقیم ہوئی۔ اور اگر مولی نہ مرا بلکہ غلاموں میں سے ایک
مرگیا پھر اسکے بعد مولی مرا تو ہم کہتے ہیں کہ اگر مدبر قبل موت مولی کے مرگیا تو عتق قطعی میں اسکی مزاحمت باطل ہوگی اور
عتق قطعی ہر دو باقی میں رہگیا اور جب مولی مرگیا تو وہ ان دونوں میں شائع ہوگیا کہ جس سے نصف ہر ایک کا بحکم قطعی
آزاد ہوگیا اور ہر ایک کا چوتھائی حصہ بسبب تدبیر کے مدبر ہوگیا پس اگر مولی کا کچھ مال زائد ہو کہ اسکی تہائی سے نصف
رقبہ برآمد ہوتا ہو تو ہر ایک میں سے تین چوتھائی حصہ آزاد ہوجائیگا از انجملہ نصف بسبب عتق قطعی کے اور چہارم بسبب
تدبیر کے اور ہر ایک اپنی چوتھائی قیمت کے واسطے سعایت کریگا۔ اور اگر اسکا کچھ اور مال نہ ہو تو ایک تہائی ان دونوں
میں نصفا نصف تقسیم ہوگی اور اسکا مال وقت موت کے رقبہ چار حصہ ہوں پس تہائی مال تہائی رقبہ ہوگا جو دونوں میں
کیونکہ ایک آزاد کردیا ہوگا
نصفا نصف ہوگا چنانچہ ہر ایک میں سے دو تہائی حصہ آزاد ہوگا جس میں سے نصف رقبہ بسبب عتق قطعی کے اور چھٹا حصہ
بسبب مدبر ہونے کے اور ہر ایک اپنی تہائی قیمت کے واسطے سعایت کریگا۔ اور اگر مدبر نہیں مرا بلکہ ہر دو غلام میں
سے ایک مرگیا پھر مولی مرگیا تو غلام میت کی مزاحمت دور ہوگئی اور عتق قطعی اس غلام باقی اور مدبر معروف کے
درمیان رہا کہ ہر ایک کا نصف حصہ بسبب عتق قطعی کے آزاد ہوجائیگا اور ہر ایک کا نصف باقی مدبر ہوا چنانچہ اگر مولی
کا مال کچھ زائد ہو کہ اسمیں سے تہائی ایک رقبہ ہوتا ہو تو دونوں آزاد ہو جاوینگے اور اگر نہ ہو تو تہائی حق میت ان
دونوں میں نصفا نصف تقسیم ہوگی چنانچہ ہر ایک میں سے دو تہائی حصہ آزاد ہوگا اور ایک تہائی کے واسطے سعایت
کریگا جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔ اور اگر مولی نے کہا کہ تم میں سے دو آزاد ہیں یا مدبر ہیں اور یہ قول اسنے مرض میں کہا
تو اسکا کلام ان دونوں کے حق میں تہائی سے معتبر ہوگا پس تہائی ان سب پر بقدر انکے سہام کے تقسیم ہوگی پس مدبر معروف
کا حق تمام رقبہ کا ہے جسکے (۶) سہام مفروضہ ہیں اور حق ہر دو غلام بحکم تدبیر کے نصف یعنی (۳) ہیں اور بحکم عتق قطعی دو تہائی
یعنی (۴) ہیں کہ پس سہام وصیت ہر دو غلام سات ہوئے اور سہام وصیت مدبر (۶) ہوئے جنکا مجموعہ کل (۱۳)
سہام وصیت ہوئے اور یہ تہائی مال ہوا پس کل مال کے (۳۹) سہام ہوئے پس ہر غلام کے (۱۳) سہام ہوئے جنمیں سے
مدبر میں سے (۶) سہام آزاد ہوئے اور (۷) سہام کے واسطے سعایت کریگا اور ہر دو غلام میں سے سات سہام یعنی ہر ایک
سے ساڑھے تین سہام آزاد ہوئے تو ہر ایک ساڑھے نو سہام کے لیے سعایت کریگا پس جملہ سہام وصیت (۱۳) اور سہام سعایت
(۲۶) ہوئے پس تخریج تہائی و دو تہائی مستقیم ہے۔ اور اگر مدبر بعد موت مولی کے مرگیا تو اسپر سعایت باطل ہوگئی اور خسارہ کل پر ہوا ہے

اور اسکی صورت یہ ہوگی کہ باقی ہر دو غلام کو مقدار سہام (۷) پر اور مقدار سہام وارثان (۲۶) پر تقسیم ہوگی پس جملہ (۳۳) ہوئے کہ ہر غلام کے حصہ ساڑھے سولہ سہام ہوئے پس ہر ایک میں سے ساڑھے تین آزاد اور باقی (۱۳) کے واسطے سعایت کریگا اور مدبر میت اپنے سہام وصیت لے چکا ہے لہذا جملہ سہام وصیت (۱۳) اور سہام سعایت (۲۶) ہوئے پس تخریج مستقیم ہے اور اگر ہر دو غلام میں سے ایک مرگیا تو اسپر کی سعایت ڈوب گئی اور ڈوبنا سب پر رہا پس ہوگا کہ باقی مقدار حق سہام وارثان (۲۶) پر اور مقدار حق سہام غلام باقی ساڑھے تین اور مقدار حق سہام مدبر (۶) پر تقسیم ہو پس جملہ ساڑھے پینتیس سہام ہوئے پس ہر ایک کے مقابل ہیں (۱۷) سہام اور تین چوتھائی حصہ سہام ہوا جس میں سے مدبر سے (۶) سہام آزاد ہوئے اور باقی گیارہ سہام اور تین چوتھائی سہم کے واسطے سعایت کریگا اور غلام میں سے ساڑھے تین سہام آزاد ہوئے اور باقی (۱۴) سہام و چوتھائی سہم کے واسطے سعایت کریگا اور چونکہ غلام مردہ اپنا حق وصیت لے چکا ہے لہذا مبلغ سہام وصیت (۱۳) ہوا اور مبلغ سعایت (۲۶) ہوئے پس تخریج مستقیم ہوئی۔ اور اگر دونوں غلام مرگئے اور مدبر رہگیا تو سعایت جو دونوں پر تھی ڈوب گئی پس باقی حق سہام وارثان (۲۶) پر اور سہام مدبر چھ پر تقسیم ہوگی کہ جسکے جملہ (۳۲) سہام ہوئے جس میں سے مدبر کے (۶) سہام آزاد ہونگے اور باقی (۲۶) سہام کے واسطے سعایت کریگا اور چونکہ ہر دو غلام میت اپنے سہام وصیت پا چکے ہیں لہذا مبلغ سہام وصیت (۱۳) اور مبلغ سہام سعایت (۲۶) ہوئے پس تخریج مستقیم ہوئی اور اگر مدبر مع ایک غلام کے مرگیا تو اسپر جو کچھ سعایت تھی وہ ڈوب گئی تو باقی حق وارثان (۲۶) اور حق غلام باقی ساڑھے تین مجموعہ ۲۹½ پر تقسیم ہوگی ازانجملہ ساڑھے تین سہام غلام میں سے آزاد ہوگئے اور باقی (۲۶) کے واسطے سعایت کریگا اور چونکہ مدبر اور غلام میت نے اپنا اپنا حصہ لے لیا ہے یعنی ساڑھے نو سہام پس جملہ سہام وصیت (۱۳) ہوئے اور سہام سعایت (۲۶) ہیں پس تخریج مستقیم ہوئی۔ اور اگر مدبر قبل موت مولی کے مرگیا تو عتق قطعی میں اسکی مزاحمت جاتی رہی اور ایک رقبہ کامل اور نصف رقبہ باقی دونوں غلاموں میں رہا پس اگر مولی کا اسقدر مال ہو کہ اسکی تہائی سے ڈیڑھ رقبہ برآمد ہوتا ہو تو ہر غلام میں سے تین چوتھائی بوجہ عتق قطعی کے آزاد ہو جائیگا اور ایک چوتھائی کے واسطے ہر ایک سعایت کریگا اور اگر مولی کا کچھ اور مال نہو تو اسکا تہائی مال یعنے دو تہائی رقبہ ان دونوں میں مشترک ہوگا پس ہر ایک میں سے تہائی رقبہ آزاد ہو جائیگا اور اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعایت کریگا۔ اور اگر موت سے پہلے ایک غلام مرگیا تو اسکی مزاحمت عتق قطعی میں سے باطل ہوگئی اور ایجاب قطعی درمیان غلام اور مدبر کے رہا کہ ہر ایک کے واسطے نصف رقبہ ہوگا اور نصف غلام باقی بھی مدبر ہوگیا پس اگر مولے کا اسقدر مال ہو کہ اسکی تہائی سے یہ دونوں بقدر مملوکیت برآمد ہوتے ہوں تو دونوں مفت بلا سعایت آزاد ہو جاوینگے اور اگر اسکا کچھ اور مال نہو تو اسکا تہائی مال یعنی دو تہائی رقبہ ان دونوں کو مشترک پہونچے گا جس طرح کہ ہمنے بیان کیا ہے۔ اور اگر اسنے اپنی صحت میں کہا کہ تم سب آزاد ہو یا مدبر ہو اور قبل بیان کے مرگیا تو اسکا یہ قول کہ تم سب آزاد ہو ان سب کے حق میں صحیح ہے اور اسکا یہ قول کہ یا تم سب مدبر ہو اسکے مدبر معروف کے حق میں لغو ہوا اور ہر دو غلام کے حق میں صحیح ہے گویا اسنے کہا کہ یا یہ دونوں غلام مدبر ہیں پس بسبب ایجاب قطعی کے ڈیڑھ رقبہ آزاد ہوا جو ان سب میں مشترک ہوگا کہ ہر ایک میں سے نصف رقبہ آزاد ہوگا اور بسبب ایجاب ثانی کے ایک رقبہ مدبر ہوا جو ہر دو غلام میں مشترک ہوگا کہ ہر ایک میں سے نصف مدبر ہو جائیگا اور مدبر معروف کا نصف مدبر رہا اور اگر مولی کا اور مال ہو کہ جسکی تہائی سے نصف رقبہ مع ایک رقبہ کامل برآمد ہوتا ہو تو سب آزاد ہو جاوینگے

اور اگر کچھ اور مال نہو تو اُسکا تہائی مال تقسیم کیا جائیگا اور وقت موت کے اُسکا تہائی مال ڈیڑھ رقبہ ہو پس اُسکی تہائی نصف رقبہ ہوا جو ان سب مین مساوی تقسیم ہوگا پس ہر ایک کے حصہ مین چھٹا حصہ رقبہ کا پہونچا پس جملہ دو تہائی رقبہ ہر ایک مین سے آزاد ہوگا اسطرح کہ نصف بایجاب قطعی اور چھٹا حصہ بسبب تدبیر کے آزاد ہوگا اور باقی ایک تہائی کے واسطے ہر ایک سعایت کریگا اور اگر ایجاب مذکور حالت مرض مین واقع ہوا ہو تو تہائی مال سے سب اسی طرح آزاد ہونگے جیسے ہمنے بیان کر دیا ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ تم مین سے ہر ایک آزاد ہے یا تم سب مدبر ہو تو یہ بمنزلہ اس قول کے ہے کہ تم سب آزاد ہو یا تم سب مدبر ہو اور اسی طرح اگر کہا کہ تم سب آزاد ہو یا یہ و یہ و یہ سب مدبر ہین تو بھی یہی حکم ہے کہ یہ بمنزلہ اس قول کے ہے کہ یا تم سب مدبر ہو اور اگر ان مین سے کوئی مدبر نہو اور اُسنے کہا کہ تم سب آزاد ہو یا یہ و یہ و یہ مدبر ہین تو دونون ایجاب صحیح ہین پس ہر دو کلام مین سے ہر ایک کے مقتضی کا نصف ثابت ہوگا چنانچہ ہر ایک مین سے نصف بایجاب قطعی آزاد ہو جائیگا اور باقی نصف ہر ایک کا مدبر بھی ہوگا اور تدبیر کا اعتبار تہائی مین سے ہوگا۔ اور اگر ایجاب بحالت مرض واقع ہوا تو سب تہائی مال سے آزاد ہونگے جسقدر آزاد ہوسکین جیسے ہمنے بیان کیا ہے۔ اور اگر انمین سے ایک مدبر ہو اور اُسنے کہا کہ تم سب آزاد ہو یا تم مین ایک مدبر ہے تو یہ سب کلام باطل ہے اسواسطے کہ قول تم مین سے ایک مدبر ہے لغو ہے اور رہا ایجاب اول وہ ایجاب فی جانب و دونون جانب لغو ہے پس شک کے ساتھ ایجاب نہوگا اور اگر کہا کہ ہر ایک تم مین سے آزاد ہے یا مدبر ہے تو ہر دو کلام حق مدبر مین باطل ہین اور ہر دو غلام کے حق مین صحیح ہین اسواسطے کہ اُسنے ہر فرد کے حق مین علیحدہ ایجاب کیا ہے گویا اُسنے ہر ایک کے واسطے کہا کہ تو آزاد ہے یا مدبر ہے پس مدبر کے حق مین باطل ہوگا اور ہر ایک غلام کے حق مین صحیح ہوگا پس ہر کلام کے مقتضا کا نصف ثابت ہوگا پس ہر ایک غلام مین سے نصف بایجاب قطعی ثابت ہوگا اور نصف ہر ایک کا مدبر ہو جائیگا اور تدبیر کا اعتبار تہائی سے ہوگا اور اگر قول مذکور مرض مین صادر ہوا تو تہائی سے سب آزاد ہونگے اور اسی طرح حساب لگایا جائیگا جسطرح ہمنے بیان کیا ہے اور اگر اُسنے یون کہا کہ تم سب آزاد ہو یا یہ مدبر ہے اور مدبر اسی کو کہا کہ جو معروف مدبر ہے یا یہ ہے یا یہ ہے اور قول بیان کئے مر گیا تو سب مدبر ہو جاوینگے اسواسطے کہ ہر دو ایجاب مین سے ایک کا التزام ہے اور دلالت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اُسنے تدبیر کو اختیار کیا ہے اور دلالت اسطرح ہے کہ اُسنے ثانی و ثالث کو اول تدبیر پر عطف کیا ہے پس اختیار ثابت ہوا اسواسطے کہ عطف مقتضی شراکت ہے درمیان معطوف و معطوف علیہ کے ایسے وصف مین جو بیان ہوا ہے اور صفت تدبیر مین شراکت ثابت نہوگی الا ایسی صورت مین کہ معطوف علیہ مین ایجاب مین اسکا تدبیر کا اختیار کرنا اعتبار کیا جائے اور اگر ان غلامون مین کوئی مدبر نہو پس اُسنے کہا کہ تم سب آزاد ہو یا یہ مدبر ہے یا یہ ہے یا یہ ہے تو سب مدبر ہو جاوینگے اور اگر کہا کہ تم سب آزاد ہو یا یہ مدبر ہے اور یہ تو ایجاب اول باطل ہوگیا اور جس غلام کو تدبیر شامل ہے اور دوسرا جو اسکے ساتھ ملا ہوا ہے دونون مدبر ہو جاوینگے اور تیسرا فقط باقی رہیگا اور وجہ یہ ہے جو ہمنے بیان کر دی ہے اور اگر اُسنے کہا کہ تم سب آزاد ہو اور یہ دونون مدبر ہین حالانکہ انمین کوئی غلام پہلا مدبر نہ تھا تو دونون ایجاب ثابت ہونگے پس ایجاب اول سے ڈیڑھ رقبہ آزاد ہوگا جو ان سب مین مشترک ہوگا اور دوسرے ایجاب سے ایک رقبہ کا مدبر ہونا ثابت ہوگا مگر حاصل یہ کہ دونون کے حق مین جنکی طرف تدبیر کی نسبت کی ہے اور اس تدبیر کا اعتبار تہائی مال سے ہوگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہے اور اگر اپنے تین غلامون سے کہا کہ تم آزاد ہو یا یہ اور یہ دونون مدبر ہین تو ہر ایجاب کی تہائی ثابت ہوگی اور یہ عامہ مشائخ کا

یعنی مقتضا ہے ہر ایجاب مین سے تہائی ثابت ہوگی ۱۲

قول ہو پس کلام اول سے ایک رقبہ کا عتق ثابت ہوگا جو ان سب میں مشترک ہوگا اور دوسرے کلام سے تہائی عتق
ثابت ہوگا جو فقط اُنہی کے واسطے ہوگا جنکی طرف اشارہ کیا ہو پس اسکے واسطے دو تہائی رقبہ کا عتق ثابت ہوگا اور
تیسرے کلام سے دو تہائی رقبہ کی تدبیر انہیں دونوں کے واسطے جنکی طرف اشارہ کیا ہو ثابت ہوگی پس انمین سے
ہر ایک کا تہائی حصہ مدبر بھی ہو جائیگا یہ کافی میں ہو پس اگر اسکا کچھ اور مال ہو کہ جسکی تہائی سے دو تہائی رقبہ نکلتا ہو تو ہر ایک
میں سے دو تہائی آزاد ہو جائیگی اور اپنی ایک تہائی قیمت کے واسطے سعایت کریگا اور اگر کچھ اور مال نہو تو
وقت موت کے جسقدر مال اسکا تھا اسکی ایک تہائی دونوں کے درمیان نصفا نصف ہوگی اور موت کے وقت
اُسکا مال ایک رقبہ کامل اور ایک رقبہ کی دو تہائی تھا پس اسکی تہائی یعنی پانچ نویں (بجائے ساتویں - نویں)
حصے ان دونوں میں تقسیم ہونگے کہ ہر ایک کو دو ساتویں حصے اور نصف ساتواں حصہ پہنچیگا اور ہر ایک اپنے تین
ساتویں حصے اور نصف ساتویں حصے کے واسطے سعایت کریگا اور مفرد اپنے تہائی کے واسطے سعایت کریگا پس مجموعہ سہام
وصیت پانچ ہوئے اور سہام سعایت دس ہوئے کہ تہائی و دو تہائی ٹھیک رہی پس تخریج یہی ہو یہ تخریج زیادات میں ہو

ساتواں باب۔ استیلاد کے بیان میں۔ استیلاد یہ ہو کہ باندی مملوکہ تام۔ اپنے مولیٰ سے بچہ جنے خواہ ملک تام
تحقیقی ہو یا تقدیری ہکذا فی البدائع واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب جب باندی اپنے مولیٰ سے بچہ جنی تو وہ اسکی ام ولد ہو گئی
خواہ بچہ زندہ جنی یا مردہ یا ساقط ہو گیا ایسا کہ جسکی پوری خلقت ظاہر ہو گئی تھی یا کچھ خلقت جبکہ اقرار کیا کہ یہ میرا نطفہ ہو
تو باندی کے ام ولد ہو جانے کے واسطے یہ بچہ بمنزلہ زندہ کامل الخلقت جننے کے ہو اور اگر ایسا بچہ ساقط ہوا کہ
اسکی خلقت میں سے کچھ ظاہر نہیں ہوا ہو مثلاً لوتھڑا یا جمی ہوئی خون کا ٹکڑا ساقط ہوا اور مولیٰ نے دعوی کیا کہ یہ میرے
نطفہ سے ہو تو اس سے باندی اسکی ام ولد نہوگی یہ سراج وہاج میں ہو۔ ام ولد کی بیع جائز نہیں ہو اور اسی طرح ہر ایسا
تصرف روا نہیں ہو جس سے حق حریت جو بسبب استیلاد کے باندی کے واسطے ثابت ہوا ہو باطل ہوتا جیسے ہبہ و صدقہ
و وصیت و رہن کوئی جائز نہیں ہو اور جو تصرف کہ موجب بطلان حق مذکور نہو وہ جائز ہو جیسے اجارہ پر دینا اور خدمت
لینا اور کمائی کرانا اور کرایہ پر چلانا اور خود اُس سے وطی کرنا یا استمتاع کرنا روا ہو اور اجرت و کمائی و کرایہ مولیٰ کا ہوگا اور
اگر کسی نے اُس سے شبہہ سے وطی کی تو اُسکا عقر مولیٰ کا ہوگا اور اگر مولیٰ نے کسی سے اُسکا نکاح کر دیا تو مہر مولیٰ کا
ہوگا یہ بدائع میں ہو۔ اور اگر ایک قاضی نے ام ولد کی بیع کے جواز کا حکم دیدیا تو قضا نافذ نہوگی بلکہ دوسرے قاضی پر
موقوف رہیگی اگر دوسرے قاضی نے اُسکی قضا کو بحال رکھا تو نافذ ہوگی اور اگر باطل کر دیا تو باطل ہو گئی یہ ذخیرہ میں ہو
اور مولیٰ کو اختیار ہو کہ کسی سے اسکا نکاح کر دے مگر جب تک اُس سے ایک حیض سے استبراء نہ کرا لے تب تک نکاح
کر دینا نہیں چاہیے ہو یہ بدائع میں ہو اور اگر بدون استبراء کے اُسکا نکاح کر دیا پھر وہ چھ مہینہ سے کم میں بچہ جنی تو یہ بچہ
مولیٰ کا ہوگا اور نکاح فاسد ہو اور اگر چھ مہینہ سے زیادہ میں جنی تو بچہ کا نسب شوہر سے ثابت ہوا اور اگر مولیٰ نے اُسکے نسب
کا دعوی کیا تو نسب شوہر ہی سے ثابت رہیگا مگر مولیٰ کے دعوی کی وجہ سے وہ آزاد ہو گیا یہ مبسوط میں ہو۔ اور اگر مولیٰ نے
اسکا نکاح کر دیا اور نکاح سے اُسکے بچہ ہوا تو بچہ بھی اپنی ماں کے حکم میں ہوگا کہ مولیٰ کو اُسکی بیع و ہبہ و رہن وغیرہ جائز
نہیں ہو اور وہ کسی کے واسطے سعایت نکریگا اور مولیٰ کے مرنے پر اُسکے کل مال سے آزاد ہو جائیگا ہاں مولیٰ کو اُس سے
خدمت لینا و اسکا اجارہ پر دینا وغیرہ جائز ہو لیکن اگر بچہ لڑکی ہو تو مولیٰ کو اُس سے استمتاع جائز نہیں ہو

اور یہ مسئلہ اجماعی ہے اور اگر نکاح فاسد واقع ہوا ہو تو حق احکام میں یہ نکاح فاسد ملحق بہ نکاح صحیح کیا جائیگا یہ فتح القدیر
دونوں میں تفریق کر دی جائیگی ۱۲
میں ہے۔ اپنی باندی کا نکاح اپنے غلام سے کر دیا پھر اسکے بچہ پیدا ہوا پھر مولے نے اسکے نسب کا دعوے کیا تو نسب
ثابت نہ ہوگا بلکہ نسب غلام ہی سے ثابت ہوگا ولیکن مولے کے اقرار کی وجہ سے یہ بچہ آزاد ہوگا اور باندی
اسکی ام ولد ہو جائیگی اور جب ام ولد کا مولے مرا تو وہ آزاد ہو جائیگی خواہ مولے نے اسکو کسی مرد سے بیاہ دیا ہو یا نہ
بیاہا ہو اور نیز اسکا عتق تمام مال سے معتبر ہوگا یعنی آزاد ہو جائیگی خواہ تہائی مال سے برآمد ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو اور اسپر
اگرچہ تمام مال میں باندی بقدر آزاد نہ ہو جائیگی ۱۲
سعایت مولی کے وارث یا مولی کے قرضخواہ کسی کے واسطے کسی طرح واجب نہو گی یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اور یہ احکام
ام ولد کے واسطے بہر حال ثابت ہونگے خواہ مولی حقیقۃً مرگیا یا حکماً مرگیا بایں طور کہ مرتد ہوا اور دار الحرب میں چلا گیا
اسی طرح اگر حربی امان لیکر دار الاسلام میں آیا اور یہاں کوئی باندی خریدی اور اسکو ام ولد بنایا پھر دار الحرب کو
چلا گیا پھر تنہا وہیں قید ہوا تو یہ باندی آزاد ہو جائیگی یہ بدائع میں ہے۔ اور جب ام ولد مولی کے مرنے سے آزاد ہوئی تو
اسوقت جو کچھ مال اسکے پاس ہے وہ مولے کا ہوگا الا آنکہ مولے نے اسکے واسطے اس مال کی وصیت کر دی ہو یہ بحر الرائق
میں قاضیخان سے منقول ہے۔ اور ام ولد کا عتق بتکرار ملک متکرر ہوگا جیسے عتق محارم اور اسکی تفصیل یہ ہے کہ اگر ام ولد
کو اسکے مولے نے آزاد کر دیا پھر وہ مرتد ہو کر دار الحرب میں چلی گئی پھر قید ہو کر آئی اور مولی نے اسکو خریدا تو پھر ام ولد
ہو گی یعنی اسکا ام ولد ہونا عود کریگا اور اسی طرح اگر ذی رحم محرم کا کسی طور سے مالک ہوا اور وہ اسکی طرف سے
خواہ مذکر ہو یا مونث ۱۲
آزاد ہو گیا پھر وہ مرتد ہو کر دار الحرب میں چلا گیا پھر قید ہو کر آیا پھر اسنے خریدا تو آزاد ہو جائیگا اور اسی طرح دوبارہ
سہ بارہ جتنی دفعہ واقع ہووے یہی حکم ہے اور یہی حکم ام ولد میں ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر نصرانی کی
ام ولد مسلمان ہو گئی تو اسکے مولی پر اسلام پیش کیا جائیگا پس اگر اسنے انکار کیا تو قاضی اس باندی کو اسکی ولایت سے
نکال دیگا بایں طور کہ اسکی قیمت اندازہ کر کے اس باندی پر اقساط مقرر کر دیگا اور یہ مکاتبہ ہو جائیگی مگر فرق اسقدر
ہے کہ یہ عورت دوبارہ رقیق نہ کیجائیگی اگرچہ اپنے آپ کو عاجز کر دے۔ اور اگر اسلام پیش کرنے کے وقت نصرانی
مذکور مسلمان ہو گیا ہو تو یہ عورت اپنے حال پر اسکی ام ولد رہیگی بخلاف اسکے کہ اگر اسوقت کے بعد مسلمان ہو گیا تو
ایسا نہو گا۔ اور اگر اسکا مولائے نصرانی مر گیا تو آزاد ہو جائیگی اور اسکے ذمہ سے سعایت ساقط ہو جائیگی یہ فتح القدیر
میں ہے۔ اور اگر قاضی نے اسپر قیمت دینے کا حکم دیا ہو پھر وہ مر گئی اور اسکا ایک بچہ ہے جسکو وہ حالت سعایت میں جنی ہے
تو جو کچھ اسپر واجب ہے وہ اسکا بچہ سعایت کر کے ادا کریگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر زید کی باندی کے عمرو سے
ایک بچہ پیدا ہوا بنکاح یا بوطی بشبہہ پھر عمرو اس باندی کا مالک ہوا تو بچہ کا عمرو سے نسب ثابت ہوگا اور یہ
باندی اسکی ام ولد ہو جائیگی یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ مگر واضح رہے کہ ہمارے نزدیک اسکی ام ولد اسیوقت
سے ہو جائیگی جب سے اسکا مالک ہوا ہے نہ اسوقت سے کہ جب سے بچہ کا نطفہ قرار پایا ہے یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر
زنا سے کسی باندی سے استیلاد کیا پھر اسکا مالک ہو گیا تو استحساناً اسکی ام ولد نہو جائیگی اور یہ ہمارے علمائے ثلثہ
کا قول ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ مگر بچہ آزاد ہو جائیگا اور اسکی ماں کے فروخت کا اسکو اختیار ہے یہ اختیار شرح مختار
بسبب جزئیت کے ۱۲
میں ہے۔ اور اگر زید نے کہا کہ میں نے اس باندی سے نکاح کیا اور یہ مجھ سے بچہ جنی ہے اور یہ بات صرف اسکے قول
سے معلوم ہوتی ہے اور مولے جسکی وہ باندی ہے اس سے انکار کرتا ہے تو یہ بات ثابت نہو گی پھر جب زید اس باندی کا

مالک ہو جائیگا تو باندی اسکی ام ولد ہو جائیگی اور یہ ہمارے علمائے ثلثہ کا قول ہی اور اگر اپنی صحت مین اقرار کیا کہ
میری اس باندی کی مجھ سے اولاد ہوئی ہی تو ہمارے علمائے ثلثہ کے نزدیک اسکی ام ولد ہو جائیگی اور تمام مال سے
آزاد ہوگی خواہ اسکے ساتھ بچہ موجود ہو یا نہو یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر اپنے مرض مین اپنی باندی سے کہا کہ تو مجھ سے
جنی ہی پس اگر اسوقت اسکو حمل ہو یا اسکے ساتھ بچہ موجود ہو تو یہ باندی اسکے کل مال سے آزاد ہوگی ورنہ تہائی مال
سے آزاد ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی اگر حاملہ باندی کی نسبت مولی نے اقرار کیا کہ اسکا حمل مجھسے ہی تو وہ اسکی ام ولد
ہو جائیگی اسی طرح اگر کہا کہ اگر یہ حاملہ ہو تو اسکا حمل مجھ سے ہی پھر اسکے بچہ پیدا ہوا یا وہ پیٹ ڈال گئی جسکی
پوری خلقت یا بعض خلقت ظاہر ہوگئی تھی اور مولی نے اسکا اقرار کیا تو باندی اسکی ام ولد ہو جائیگی بشرطیکہ چھ مہینہ
سے کم مین پیدا ہوا ہو۔ اور اگر مولی نے ولادت سے انکار کیا پھر ولادت پر ایک قابلہ نے گواہی دی تو جائز ہی
اور مولے سے بچہ کا نسب ثابت ہوگا اور باندی اسکی ام ولد ہو جائیگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر باندی چھ مہینے یا
زیادہ مین جنی تو بچہ مولے کو لازم نہ ہوگا اور نہ باندی اسکی ام ولد ہو جائیگی یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر کہا کہ اس
باندی کا حمل مجھ سے ہی یا کہا کہ جو اسکے پیٹ مین ہی بچہ وہ میرا ہی پھر اسکے بچہ ہوا ... دعوی کیا کہ یہ ریاح تھی بچہ نہ تھا پس
باندی نے اسکی تصدیق کی یا تکذیب کی تو اسکی ام ولد ہو جائیگی اور اگر کہا کہ جو اسکے پیٹ مین ہی وہ میرا ہی اور حمل
و ولد کا نام نہ لیا پھر کہا کہ اسکے پیٹ مین ریاح تھی پس باندی نے اسکی تصدیق کی تو اسکی ام ولد نہو جائیگی یہ فتاوی
قاضی خان مین ہی۔ اور اگر باندی نے تکذیب کی اور کہا کہ نہین بلکہ بچہ تھا اور وہ ساقط ہوگیا اور اسکی خلقت ظاہر
ہوگئی تھی تو قول باندی کا قبول ہوگا اور وہ مولی کی ام ولد ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک مرد نے اقرار کیا کہ
میری یہ باندی مجھ سے حاملہ ہی پھر دو برس سے زیادہ مین اسکے بچہ پیدا ہوا اور ایک عورت نے ولادت پر گواہی دی اور
باندی نے دعوی کیا کہ یہ بچہ وہی حمل ہی اور مولے نے وہی حمل ہونے سے انکار کیا تو باندی اسکی ام ولد ہوگی اور
بچہ کا نسب اس سے ثابت نہ ہوگا اور اگر مولے نے اقرار کیا کہ یہ وہی حمل ہی اور یہ میرا ہی حالانکہ اقرار سے دو برس کے
بعد جنی ہی تو یہ بچہ مولی کی اولاد سے ہوگا اور مولے کا یہ قول کہ یہ وہی حمل ہی لغو و باطل قرار دیا جائیگا۔ اور اگر ایک مرد
پر دو گواہون مین سے ایک نے گواہی دی کہ اسنے اپنی اس باندی کی نسبت کہا کہ یہ مجھسے جنی ہی اور دوسرے نے گواہی
دی کہ اسنے اس باندی کی نسبت کہا کہ یہ مجھ سے حاملہ ہی تو وہ اسکی ام ولد ہوگی کیونکہ دونون نے اسپر اتفاق کیا
ہی اور اسی طرح اگر ایک نے کہا کہ اسنے اقرار کیا ہی کہ یہ مجھ سے پسر جنی ہی اور دوسرے نے کہا کہ اسنے اقرار کیا ہی کہ یہ مجھ سے
دختر جنی ہی تو بھی یہی حکم ہی کیونکہ دونون گواہون کی گواہی مین اس امر پر اتفاق ہی کہ یہ باندی اسکی ام ولد ہی یہ
محیط مین ہی۔ ایک مرد نے اپنی باندی سے کہا کہ اگر تیرے پیٹ مین لڑکا ہو تو وہ میرے نطفہ سے ہی اور اگر لڑکی ہو تو
مجھ سے نہین ہی تو بچہ کا نسب اس سے بہر حال ثابت ہوگا خواہ لڑکی جنی یا لڑکا اور اگر کہا کہ اگر تیرے پیٹ مین بچہ ہو تو
مجھسے ہی تا دو سال پھر وہ چھ مہینے سے کم مین جنی تو بچہ کا نسب اس سے ثابت ہوگا اور اگر چھ مہینہ سے زیادہ مین
جنی تو نسب اس سے ثابت نہوگا اور وقت مقرر کرنا باطل ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر ایک باندی خریدی
جسکے تین اولاد ہین پھر انمین سے ایک کے نسب کا دعوی کیا پس اگر یہ سب ایک ہی بطن سے پیدا ہوئے ہون
تو سب کا نسب اس سے ثابت ہوگا اور اگر مختلف بطنون سے پیدا ہوئے ہون تو فقط اسی کا نسب اس سے ثابت

ہوگا جسکا دعوےٰ کیا ہو اور باقی دونوں رقیق رہینگے کہ چاہے اُنکو فروخت کر دے۔ اور اگر اُسکی ملک میں پیدا اولاد
پیدا ہوئی ہو مثلاً ایک شخص کی باندی تین اولاد مختلف بطنوں سے جنی پس اگر مولے نے سب سے چھوٹے کے نسب
کا دعوےٰ کیا تو اسی کا نسب مولے سے ثابت ہوگا اور باقی دونوں رقیق ہیں چاہے اُنکو فروخت کر دے اور یہ
بالاتفاق ہے اور اگر اُس نے سب سے بڑے کے نسب کا دعوی کیا تو اُسکا نسب مولی سے ثابت ہوگا اور باقی
دونوں اپنی ماں کے تابع بمنزلہ اپنی ماں کے ہونگے کہ اُنکو فروخت نہیں کرسکتا ہے مگر مولے سے اُنکا نسب ثابت نہوگا
یہ مبسوط میں ہے ایک مرد کی ایک باندی ہے کہ اُس سے وطی کرتا ہے اور ہر بار عزل کر لیتا ہے پھر یہ باندی کہیں غائب ہو گئی
یعنی ایک زمانہ تک اُسکے حضور سے غائب رہی پھر لوٹ آئی اور وقت غائب ہونے سے چھ مہینے پر بچہ جنی ہے تو مشائخ نے
فرمایا کہ اگر ایسے شخص کی طرف گئی تھی جو اُس سے متہم تھا اور مولے کا غالب گمان یہ ہے کہ اس باندی نے فجور کیا ہے تو
مولے کو اُسکے بچہ کی نفی کر دینے کی گنجائش ہے کہ یہ بچہ اُسکا نہیں ہے۔ اور اگر اسکا فجور ظاہر نہ ہوا اور مولی کی غالب رائے یہ ہے
کہ یہ عفیفہ ہے تو مولی کو اُسکے بچہ کا نفی کرنا نہ چاہیے۔ اور چاہیے کہ گواہ کر دے کہ یہ میری ام ولد ہے تاکہ ایسا نہو کہ اُسکی موت
کے بعد اُسکا بچہ رقیق بنایا جاوے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر اپنی باندی سے وطی کرتا ہے اور عزل نہیں کرتا ہے
اور اُسکو محفوظ کر لیا ہے پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا تو دیانت کی راہ سے فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ مولی کو روا نہیں ہے کہ اس بچہ کو
فروخت کرے اور اُسپر واجب ہے کہ اعتراف کرے کہ یہ میرا ہے اور اگر اُس سے عزل کرتا ہو اور اُسکو محفوظ نہ کیا ہو تو
امام اعظم رح کے نزدیک مولے کو روا ہے کہ اُسکے بچہ کی نفی کرے یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر کسی کی ام ولد اُسپر ہمیشہ
کیواسطے حرام ہو گئی بایں طور کہ مولی کے پسر نے اس ام ولد سے وطی کر لی یا باپ نے وطی کر لی یا مولی نے اُسکی دختر یا
ماں سے وطی کر لی پھر چھ مہینہ سے زیادہ کے بعد اُسکے بچہ پیدا ہوا تو بعد تحریم کے جو بچہ اُسکا ہوا ہے بدون مولی کے
دعوی کے اُسکا نسب مولی سے ثابت نہوگا اور اگر مولی نے دعوی کیا تو نسب ثابت ہو جائیگا اسواسطے کہ حرام
ہو جانے سے ملک زائل نہیں ہوتی ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر کسی باندی نے کسی مرد کو دھوکا دیا اور کہا کہ میں حرہ ہوں
پس اُسنے نکاح کیا اور اُس سے اولاد ہوئی پھر باندی کے مولی نے اپنا استحقاق ثابت کیا تو مولی کے واسطے اس باندی
کے ملنے اور اولاد کی قیمت ملنے اور وطی کنندہ سے عقر ملنے کا حکم دیا جائیگا پھر جب وہ آزاد ہو جائیگی تو اولاد کا باپ
اس سے اولاد کی قیمت واپس لیگا اور اگر اولاد کے باپ نے نصف باندی اُسکے مولی سے خریدی تو اُسکی ام ولد ہو جائیگی
اور اُسکی نصف قیمت اُسکے مولی کو تاوان بھی دیدیگا یہ مبسوط میں ہے۔ زید نے بکر کی ام ولد کو عمرو سے خریدا اور زید کو اُسکا
علم نہیں ہے پھر زید سے اُسکے ایک بچہ پیدا ہوا پھر بکر نے اُسکا دعوی کیا اور اُسکے واسطے حکم ہو گیا تو زید پر بکر کے واسطے
بچہ کی قیمت بسبب دھوکے کے واجب ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر اپنے ایسے غلام کی نسبت کہا کہ یہ میرا لڑکا ہے کہ ایسی
عمر کا بیٹا ایسے شخص کے نہیں ہو سکتا ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکی طرف سے آزاد ہو گیا اور آیا اُسکی ماں اُسکی
ام ولد ہو گی یا نہیں تو اصح یہ ہے کہ یہ اقرار اُسکی ماں کے ام ولد ہونے کا اقرار ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔ اگر اپنے
باپ کے تصرف وطی میں آئی ہوئی باندی سے استیلاد کیا تو بچہ کا نسب اُس سے ثابت ہوگا یہ قنیہ میں ہے۔
اگر باپ نے اپنے بیٹے کی باندی سے وطی کی اور اُسکے بچہ پیدا ہوا اور باپ نے اسکا دعوی کیا تو باپ سے اُسکا نسب
ثابت ہوگا اور یہ باندی اُسکی ام ولد ہو جائیگی خواہ بیٹے نے اُسکی تصدیق کی ہو یا تکذیب کی ہو خواہ باپ نے شبہہ

کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور باپ پر اس باندی کی قیمت واجب ہوگی مگر عقر اور بچہ کی قیمت نہیں
واجب ہوگی یہ کافی میں ہے اور اس استیلاد کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ باندی وقت علوق سے تا وقت
دعوی نسب پسر کی ملک میں ہو اور باپ اسوقت سے اہلیت دعوی بھی رکھتا ہو چنانچہ اگر بیٹے نے باندی کو فروخت
کر دیا پھر خرید لیا یا اُسکو واپس دی گئی اور وقت بیع سے چھ مہینے سے کم میں جنی پس باپ نے دعوی کیا تو صحیح نہوگا الا اس
صورت میں کہ بیٹا اُسکے دعوی کی تصدیق کرے جیسے کوئی اجنبی دعوے کرے اور بیٹا تصدیق کرے تو یہی حکم ہے اور
نیز اگر باپ کافر ہو پھر مسلمان ہو گیا یا غلام ہو پھر آزاد ہو گیا یا مجنون ہو پھر اسکو افاقہ ہو گیا پھر وقت اسلام یا عتق یا افاقہ
سے چھ مہینہ سے کم میں تا وقت دعوی وہ جنی پس اُسنے دعوی کیا تو صحیح نہیں ہے کیونکہ باپ کو اہلیت دعوی حاصل نہ تھی
لیکن اگر بیٹا تصدیق کرے تو نسب ثابت ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے۔ پس اگر بیٹے نے تصدیق کر لی تو بچہ کا نسب اُسکے باپ سے
ثابت ہوگا مگر باپ اس باندی کا مالک نہوگا اور یہ بچہ اُسکے پسر یعنی باندی کے مولی کی طرف سے آزاد ہو جائیگا اسواسطے
کہ اُسکے زعم کے موافق وہ اپنے بھائی کا مالک ہوا ہے یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر معتوہ نے اپنے افاقہ کے وقت دعوے کیا حالانکہ وہ
وقت افاقہ سے چھ مہینے سے کم میں جنی ہے تو قیاساً نہیں صحیح ہے اسواسطے کہ علوق کے وقت وہ اہلیت نہیں رکھتا تھا اور استحساناً
صحیح ہے اسواسطے کہ عتہ مبطل حق ولایت نہیں ہے بلکہ عجز از عمل ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر پسر نے اپنی باندی اپنے باپ
کے نکاح میں دیدی اور اُس سے بچہ پیدا ہوا تو باندی اُسکی ام ولد نہو جائیگی اور باپ پر اس بچہ کی قیمت کچھ نہوگی ہاں
اُسپر مہر واجب ہوگا اور بچہ آزاد ہوگا یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور اگر باندی مذکورہ پسر کی مدبرہ یا ام ولد ہو کہ
قیمت سے باپ کی ملک میں منتقل نہو سکتی ہو تو باپ کا دعوے کرنا باطل ہوگا یہ کفایہ میں ہے۔ اور دادا نے اگر اپنے پوتے
کی باندی سے وطی کی پھر اُسکے بچہ کے نسب کا دعوی کیا تو نسب ثابت نہوگا اگر باپ موجود ہو اسواسطے کہ باپ کے
ہوتے ہوئے دادا کی ولایت منقطع ہے پھر جب باپ مر گیا اور اُسکے بعد دادا نے دعوی کیا تو اُس سے نسب ثابت ہوگا
اور اسی طرح اگر باپ موجود ہو مگر ایسا ہو کہ اُسکی ولایت کچھ نہیں ہے جیسے غلام یا کافر و مجنون وغیرہ ہو تو ولایت دادا
کی ثابت ہے پس اُسکا دعوے نسب صحیح ہوگا اور اگر باپ کی ولایت نے عود کیا مثلاً دادا کے دعوی سے پہلے وہ مسلمان
ہو گیا یا آزاد کر دیا گیا یا افاقہ ہو گیا تو پھر دادا کا دعوی قبول نہ ہوگا اور اگر باپ مرتد ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک
اسکا دعوی نسب موقوف رہیگا پس اگر باپ مسلمان ہو گیا تو دادا کا دعوے صحیح نہوا اور اگر حالت ارتداد پر مر گیا یا
دار الحرب میں چلا گیا اور اُسکے دار الحرب میں جا ملنے کا حکم دیدیا گیا تو دادا کا دعوے صحیح ہو جائیگا اور اگر مولے نے باندی
کو فروخت کیا اور وہ حاملہ ہے پھر دوبارہ خرید لینے سے اُسکی ملک میں واپس آئی یا بسبب عیب یا خیار شرط یا فساد بیع کے
اُسکو واپس دی گئی اور وقت بیع سے چھ مہینہ سے کم میں بچہ جنی تو دادا کا یا باپ کا دعوے صحیح نہوگا الا آنکہ بیٹا یا پوتا
تصدیق کرے تو اُس سے نسب ثابت ہو جائیگا اور باندی بقیمت اُسکی ام ولد ہوگی مگر فرزند آزاد ہوگا یہ غایۃ البیان میں ہے
اور اگر اپنی جورو یا باپ یا دادی کی باندی سے وطی کی اور وہ بچہ جنی اور بچہ کے نسب کا دعوی کیا تو نسب ثابت نہوگا مگر
اُسکے ذمہ سے حد بالشبہہ ساقط کیجائیگی اور اگر اُسنے دعوے کیا کہ میرے واسطے اُسکے مولی نے حلال کر دی تو نسب ثابت
نہوگا الا آنکہ حلال کر دینے کے دعوی میں مولی تصدیق کرے اور اس امر کی تصدیق کرے کہ بچہ اسی کا ہے پس اگر دونوں
باتوں کی تصدیق کی تو نسب ثابت ہوگا ورنہ نہیں اور اگر مولی نے تکذیب کی پھر کبھی کسی وقت اس باندی کا مالک ہوا تو

نسب ثابت ہو جائیگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر مولیٰ نے اپنے مکاتب کی باندی سے وطی کی اور اس سے
بچہ پیدا ہوا اور اُسکا دعویٰ کیا پس اگر مکاتب نے تصدیق کی تو نسب مولیٰ سے ثابت ہوگا اور مولیٰ پر اس باندی
کا عقر اور اس بچہ کی قیمت واجب ہوگی اور باندی اُسکی ام ولد نہو جائیگی اور اگر مکاتب نے تکذیب کی تو نسب
ثابت نہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور یہ بچہ جسکے نسب کا مولیٰ نے دعویٰ کیا ہے اور بسبب انکار مکاتب کے مولیٰ سے اُسکا
نسب ثابت نہیں ہوا ہے اگر کبھی مولیٰ اس بچہ کا مالک ہوا تو ملک کے وقت مولیٰ سے اُسکا نسب ثابت ہوگا اور
مبسوط میں مذکور ہے کہ درصورت تصدیق مکاتب کے اگر مولیٰ اس باندی کا کبھی مالک ہوا تو یہ اسکی ام ولد ہو جائیگی یہ
نہایہ میں ہے اور اگر کسی مرد نے اپنی باندی کو مکاتب کیا اور اُسکے بچہ پیدا ہوا جسکا نسب معروف نہیں ہے پس مولیٰ نے
اُسکے نسب کا دعوے کیا تو مولیٰ سے اُسکا نسب ثابت ہوگا خواہ مکاتبہ اُسکی تصدیق کرے یا تکذیب اور خواہ وقت
کتابت سے چھ مہینہ پر جنی ہو یا کم میں یا زیادہ میں بہر حال نسب مولیٰ سے ثابت ہوگا جبکہ وہ دعویٰ کرے اور بچہ
آزاد ہوگا اور مولیٰ پر اسکی بابت کچھ ضمان بھی واجب نہوگی پھر اگر مکاتبہ وقت کتابت سے چھ مہینہ سے
زیادہ پر جنی ہو تو مولیٰ پر اُسکا عقر واجب ہوگا پھر مکاتبہ کو اختیار ہے چاہے اپنی کتابت پر رہے اور چاہے عاجز ہوکر
ام ولد ہو جاوے یہ بدائع میں ہے۔ اور ماذون میں مذکور ہے کہ غلام ماذون نے اگر ایک باندی خریدی اور اُسکے بچہ ہوا
پس ماذون نے اُسکے نسب کا دعویٰ کیا تو نسب اُس سے ثابت ہوگا اور اگر محجور ہو تو ثابت نہوگا الا اس صورت میں
کہ تصدیق کا دعوے کرے یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اور اگر ایسی باندی خریدی جو اُس سے ایک بچہ جنی ہے مع اس بچہ کے اور مع
باندی کی ایک دختر کے جو کسی دوسرے مرد سے پیدا ہوئی ہے خریدی تو باندی اُسکی ام ولد ہو جائیگی اور اُسکو اس
باندی کے فروخت کا اختیار نہ رہیگا ہاں اسکی دختر کو جو دوسرے مرد سے ہوئی ہے فروخت کر سکتا ہے۔ اور اگر اس
ام ولد کو کسی دوسرے کے نکاح میں دیدیا اور اس سے ایک بچہ جنی تو اُسکو اس بچہ کے فروخت کا بھی اختیار نہیں ہے اور
اگر اُسنے ان سب کو آزاد کر دیا اور پھر بعد اُنکے مرتد ہو جانے اور مقید کر کے لائے جانے کے اُنکو خرید کیا تو امام ابو یوسفؒ
کے نزدیک یہ بھی حکم ویسے ہی عود کریگی کہ باندی اور اسکی دوسری دختر اخیرہ کے فروخت کا مختار نہوگا اور پہلی دختر
کو فروخت کر سکتا ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ باندی کو نہیں فروخت کر سکتا ہے اور ہر دو دختر کو فروخت کر سکتا ہے یہ ظہیریہ
میں ہے۔ اور اگر ایک باندی دو مردوں میں مشترک ہو پس دونوں کی ملک میں وہ حاملہ ہوئی پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا اور ایک نے
اُسکا دعویٰ کیا تو اُس سے نسب ثابت ہوگا اور پوری باندی اسکی ام ولد ہو جائیگی یعنے نصف قیمت شریک کو تاوان
دیدیگا خواہ یہ مدعی تنگ حال ہو یا مالدار ہو اور نصف عقر کا بھی ضامن ہوگا اور قیمت ولد میں کچھ ضامن نہوگا۔
اور اگر دونوں نے ساتھ ہی اسکا دعویٰ کیا تو وہ دونوں کا ولد قرار دیا جائیگا اور باندی دونوں کی ام ولد ہوگی ایک روز
ایک کی خدمت کریگی اور دوسرے روز دوسرے کی اور کوئی شریک دوسرے کے واسطے اس باندی کی قیمت میں سے
کچھ ضامن نہوگا ہاں ہر ایک دوسرے کے واسطے نصف عقر کا ضامن ہوگا تو وہ قصاص ہو جائیگا یہ بدائع میں ہے۔ اور یہ
بچہ ان دونوں میں سے ہر ایک سے پسر کی کامل میراث پاویگا مگر یہ دونوں اس سے ایک باپ کی کامل میراث پاوینگے یہ
ہدایہ میں ہے۔ اور اگر اس باندی کو ایک نے آزاد کر دیا یا مر گیا تو بالاتفاق کل باندی آزاد ہو جاویگی اور سعایت بھی لازم
نہ آویگی اور آزاد کنندہ پر امام اعظمؒ کے نزدیک ضمان بھی لازم نہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک باندی دو

شخصون میں مشترک ہو جسمین سے ایک کا نوان حصہ ہو اور دوسرے کا نو دسوان حصہ ہو پھر وہ ایک بچہ جنی اور دونون نے ساتھ ہی اُسکا دعوی کیا تو وہ دونون کا پسر ہوگا اور ہر ایک کا پورا پسر ہوگا پھر اگر وہ مرگیا تو دونون اُسکے وارث ہونگے اسطرح کہ ہر ایک کو نصف میراث پدر ملیگی اور اگر اُسنے کوئی جنایت کی تو دونون کی مددگار برادری اُسکے جرم کے جرمانہ کو نصفا نصف ادا کریگی اور اگر باندی نے جنایت کی تو دسوین حصہ کے مالک پر دسوان حصہ جرمانہ اور باقی دالے پر باقی جرمانہ واجب ہوگا اور اسی طرح اس باندی کی ولا بھی اسی حساب سے دونون کی ہوگی یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر ایک باندی تین یا چار یا پانچ مین مشترک ہو اور اُسکے بچہ کا ان سب نے ساتھ ہی دعوی کیا تو اُسکا نسب ان سب سے ثابت ہوگا اور باندی ان سب کی ام ولد ہو جائیگی یہ امام اعظم رح کا قول ہے اگرچہ ان سب کے حصص مختلف ہون مثلاً ایک کا چھٹا حصہ اور دوسرے کا چوتھائی اور تیسرے کا تہائی اور باقی چوتھے کا ہو بہر حال اُسکے بچہ کا نسب ان سب سے برابر ثابت ہوگا یعنی ہر ایک کا پورا بیٹا ہوگا اور باندی مین سے ہر ایک کے حصہ کے قدر باندی اُسکی ام ولد ہوگی اور وہ بعدی بحصہ شریک ہوگی حتی کہ اُسکی خدمت و کمائی وحاصلات ان سب مین بقدر انکے حصص کے ہر ایک کو ملیگی یہ بدائع مین ہے ایک باندی دو مردون مین مشترک ہے اُسکے دو بچہ ایک ہی پیٹ سے ہوئے پس دونون مین سے ایک نے بڑے کا یعنی جو پہلے پیدا ہوا ہے دعوی کیا اور دوسرے نے چھوٹے کا دعوی کیا تو دونون بڑے کے مدعی ہونگے اور اگر دونون دو بطن سے پیدا ہوئے تو بڑا اُسکے مدعی کا ہوگا اور باندی اُسی کی ام ولد ہو جائیگی اور اُسکا مدعی باندی کی نصف قیمت اور نصف عقر شریک کو تاوان دیگا اور بچہ کی قیمت مین کچھ تاوان نہ دیگا اسواسطے کہ اسکا علوق آزادی کے ساتھ ہوا ہے اور چھوٹے بچہ کا نسب اُسکے مدعی سے استحساناً ثابت ہوگا مگر وہ بچہ کی تمام قیمت کا شریک اول کے واسطے ضامن ہوگا یہ تتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر ایک باندی دو مردون مین مشترک ہو پس ایک نے کہا کہ جو تیرے پیٹ مین ہے اگر لڑکا ہو تو وہ مجھسے ہے اور اگر لڑکی ہو تو مجھ سے نہین ہے اور دوسرے نے کہا کہ جو تیرے پیٹ مین ہے اگر لڑکی ہو تو وہ میرا نطفہ ہے اور اگر لڑکا ہو تو وہ مجھ سے نہین ہے تو اس مسئلہ مین دو صورتین ہین اول آنکہ یہ دونون کلام ان دونون سے ساتھ ہی صادر ہوئے اور اس صورت مین اس بطن سے جو پیدا ہوا وہ ان دونون کا ہوگا خواہ لڑکی ہو یا لڑکا ہو اور اگر کسی سے ان دونون سے پہلے کلام صادر ہوا تو جو پیدا ہوا ہو وہ اُسی کا ہوگا خواہ لڑکی ہو یا لڑکا ہو بشرطیکہ ان دونون کلامون سے چھ مہینہ سے کم مین پیدا ہوا اور اگر کلام اول سے چھ مہینہ پر اور کلام ثانی سے چھ مہینہ سے کم مین پیدا ہوا تو وہ دوسرے کا ہوگا خواہ لڑکی ہو یا لڑکا ہو اور اگر دونون کلامون سے چھ مہینہ پر پیدا ہوا تو اُسکا نسب ان دونون مین سے کسی سے ثابت نہوگا الا آنکہ دعوے از سر نو پایا جاوے یہ محیط مین ہے۔ اگر دو شریکون کی مملوکہ مشترکہ باندی دونون کے مالک ہونے کے وقت سے چھ مہینہ پر بچہ جنی پس ایک شریک نے باندی کا دعوے کیا کہ یہ میری دختر ہے اور دوسرے شریک نے اس بچہ کے نسب کا دعوی کیا اور حال یہ ہے کہ ہر ایک نے جسکے نسب کا دعوے کیا ہے ایسا بچہ اُسکے پیدا ہو سکتا ہے اور دونون کلام ساتھ ہی خارج ہوئے تو بچہ کی دعوت اولی ہوگی اسواسطے کہ وہ باندی کی دعوت کے لیے استحقاق فی الحال سے بوجہ تقدم سابق ہے اور بچہ کے نسب کی دعوت استیلادی ہے اور باندی کے نسب کا دعوی دعوت تحریر ہے اور دعوت استیلاد مستند ہے اور دعوی تحریر مقتصر بقدر ضرورت ہوتا ہے پس بچہ کے نسب کا دعوی مستند ہوگا پس اُسکے مدعی پر باندی کی نصف قیمت اور نصف عقر دوسرے کیواسطے

واجب ہوگا اور یہ نہوگا کہ چونکہ مدعی نسب کنیز نے اُسکی دختر پر کا دعوی کیا ہو کہ یہ میری دختر ہو لہذا بچہ کا مدعی تاوان
سے بری ہو جائے اور اگر باندی دونون کی تاویر ہونے کے وقت سے چھ مہینہ سے کم مین بچہ جنی تو ہر ایک شریک کا
دعوی صحیح ہوگا کیونکہ کسی کے دعوی کا کوئی مرجح نہیں ہو اسواسطے کہ دونون کی ولدیت اس صورت مین دختر
پر ہو کہ نہیں پائی کہ دوسرے پر سبقت نہوگی پس بچہ کا نسب اُسکے مدعی سے اور باندی کا نسب اسکے مدعی سے ثابت
ہوگا پھر مدعی ولد اپنے شریک کو بابت ولد کے کچھ تاوان نہ دیگا اور اسپر اتفاق ہو اور باندی کے مدعی پر باندی کی
بابت بھی امام اعظم رح کے نزدیک کچھ تاوان نہوگا اسواسطے کہ وہ اس دعوی مین ایسا ہوا کہ گویا اُسنے شریک کی
ام ولد کو آزاد کر دیا اور ام ولد کی قیمت امام اعظم رح کے نزدیک کچھ متقوم نہیں ہوتی ہو یعنی قیمت دار ہونے مین اصل نہین
ہو۔ اور مدعی ولد پر کچھ عقر واجب نہوگا۔ اور اگر باندی دونون کی ملک مین آنے کے وقت سے چھ مہینہ پر ایک لڑکی
جنی پھر اس لڑکی نے اپنے وقت پر ایک لڑکی جنی پھر دونون مین سے ہر ایک نے ایک ایک لڑکی کا دعوی کیا تو ہر دو دعوی
صحیح ہونگے اور دختر اول کے مدعی پر باندی کی نصف قیمت اپنے شریک کے واسطے واجب ہوگی لیکن اگر یہ باندی قبل
ایسے دعوی کے واقع ہونے کے قتل کی گئی تو ایسی صورت مین اول دختر کا مدعی اپنے شریک کے واسطے اصل باندی یعنی دختر
اول کی ماں کی کچھ قیمت کا ضامن نہوگا اور نیز اسپر دختر اول کی کچھ قیمت جسکے نسب کا دعوی کرتا ہو واجب نہوگی یہ امام اعظم
کا قول ہو اور دوسری دختر کے مدعی پر دختر اول کے واسطے تمام عقر واجب ہوگا۔ اور اگر ہر دو کی تاویر ہونے سے چھ مہینے
سے کم مین لڑکی جنی پھر یہ لڑکی اپنے وقت پر ایک لڑکی جنی اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو جو دوسری ہی دختر کے نسب کا دعوی ہوگا
اور پہلی دختر کا دعوی نسب صحیح نہ ہوگا اسواسطے کہ دختر دوم کا دعوے نسب بدعوی استیلاد ہو پس بسبب استناد کے وہ مقدم ہو
اور دعوی دختر اول دعوی تحریر ہو اسواسطے کہ اُسکا علوق ان دونون کی ملک مین نہ تھا اور دوسری دختر کا مدعی اپنے
شریک کے واسطے دختر اول کی نصف قیمت اور نصف عقر کا ضامن ہوگا اور دختر اول کے مدعی پر اپنے شریک کے واسطے
اسکی ماں کی بابت کچھ تاوان واجب نہوگا جیسا کہ پہلی صورت مذکورہ بالا مین واجب ہوا تھا یہ شرح تلخیص جامع کبیر مین
ہو۔ زید و عمرو کے درمیان ایک باندی مشترک ہو پس خالد سے اُسکے بچہ پیدا ہوا اور خالد نے کہا کہ تم دونون نے میرے
ساتھ اسکا نکاح کر دیا تھا پس ہر دو شریک مین سے ایک نے مثلا زید نے اُسکی تصدیق کی اور عمرو نے کہا کہ نہیں بلکہ ہم دونون نے
اسکو تیرے ہاتھ فروخت کیا تھا تو نصف باندی ام ولد موقوفہ رہیگی اور وہ کسی کی خدمت نہ کریگی اور باقی نصف اُسکی قیمت ہوگی
جو مزوج کا مقر ہو یعنی زید کی مگر خالد کو اس باندی سے وطی حلال نہوگی اسواسطے کہ زید و خالد نے باہم نصف باندی کی
بابت نکاح مین اتفاق کیا ہو اور اسقدر مفید حلت نہین ہو اور نصف بچہ حصہ مقر بیع یعنی عمرو کا نصف حصہ دار آزاد ہوگا
اور باقی نصف کے واسطے سعایت کریگا اور جو مقر نکاح ہو اُسکو خالد سے تاوان لینے کا اختیار نہوگا اور نہ وہ مقر بیع
سے تاوان لے سکتا ہو اور خالد پر اسکا عقر کامل واجب ہوگا جو زید و عمرو دونون مین مشترک ہوگا پس مقر بیع یعنی عمرو
اُسمین سے نصف عقر بطریق ثمن لے لیگا اور مقر نکاح یعنی زید باقی نصف کو بطریق مہر لے لیگا اور مقر بیع سے کہا جائیگا
کہ تو اسکو اسی قیمت بطریق ثمن بابت حصہ کے لے جسکا تو مدعی ہو۔ اور اگر خالد مر گیا تو باندی مقر نکاح یعنی زید کے واسطے اپنی نصف
قیمت کے لیے سعایت کریگی۔ اور اگر زید و عمرو دونون نے کہا کہ ہم نے تیرے ہاتھ اسکو فروخت کیا ہو تو خالد ان دونون
کے واسطے اُسکی قیمت کا ضامن نہوگا ہاں اُسکے عقر کا دونون کے لیے ضامن ہوگا۔ اور اگر باندی مجہولہ ہو کہ اُسکا مولی

نہ معلوم ہوتا ہو پس خالد نے کہا کہ تم دونون نے اسکو میرے نکاح مین دیا ہو اور ان دونون نے کہا کہ ہم نے تیرے
ہاتھ اسکو فروخت کیا ہو تو باندی اُسکی ام ولد ہوگی اور بچہ آزاد ہوگا اور خالد پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اور بچہ
کی قیمت کا ضامن نہوگا اور آیا عقر کا ضامن ہوگا یا نہین سو کتاب مین اسکو ذکر نہین فرمایا اور مشائخ نے اسمین اختلاف
کیا ہو بعض نے کہا کہ ضامن ہوگا اور بعض نے کہا کہ نہین ضامن ہوگا اور خالد نے ہبہ کا دعوی کیا اور زید و عمرو نے
بیع کا دعوی کیا اور باندی مجہولہ ہو یا زید و عمرو نے کہا کہ تو نے اسکو غصب کر لیا ہو پس خالد نے کہا کہ تم دونون سچے
ہو تو باندی اُسکی ام ولد ہوگی اور اُسپر باندی و بچہ دونون کی قیمت واجب ہوگی اور اگر باندی نے ان سب کے
قول کی تصدیق کی تو اسکے قول کی اُسکے حق مین تصدیق کیجائیگی چنانچہ وہ رد کر کے زید و عمرو کی رقیق کر دی جائیگی اور
اگر خالد نے خریدنے کا دعوی کیا اور جو باندی کا مولی ہو اُسنے نکاح کر دینے کا دعوی کیا تو نسب ثابت ہوگا اگر بچہ
آزاد نہوگا اور یہ حکم اسوقت ہو کہ یہ معلوم ہو کر باندی اسی مقر کی ہو اور اگر یہ معلوم نہو تو بچہ آزاد کبھی ہوگا یہ محیط سرخسی
مین ہو۔ ایک باندی دو مردون مین مشترک ہو اُسکے ایک ہی بطن سے دو بچے پیدا ہوئے ایک زندہ اور دوسرا مردہ
پس دونون مین سے ایک نے مردہ کے نسب کا دعوی کیا اور زندہ کی نفی کی تو زندہ بھی اُسکے ساتھ لازم ہوگا اور بعد
اسکے نفی نہین کر سکتا ہو اور اسی طرح اگر ہر ایک نے مردہ کے نسب کا دعوی کیا یا ہر ایک نے ہر دو بچہ کا دعوی کیا
تو دونون کا نسب ان دونون سے ثابت ہوگا یہ مبسوط مین ہو۔ اگر باندی زید و اسکے پسر و اسکے پدر ان سب کے
درمیان مشترک ہو اُسکے بچہ پیدا ہوا اور ان سب نے اُسکے نسب کا دعوی کیا تو زید کا باپ اولی ہو یعنی اسی سے
نسب ثابت رکھا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہو۔ اور اگر باندی زید اور اُسکے پسر کے درمیان مشترک ہو اور اُسکے بچہ کا
ان دونون نے دعوی کیا تو استحسانا زید اولی ہو اور زید اُسکی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور رہا نصف عقر سو زید اُسکے نصف
عقر کا اپنے پسر کے واسطے اور پسر اُسکے نصف عقر کا زید کے واسطے ضامن ہوگا پس باہم قصاص کر لینگے یہ سراج وہاج
مین ہو اور اگر دو شریکون مین سے ایک مسلمان ہو اور دوسرا ذمی ہو پس مشترکہ باندی کے بچہ کا دونون نے ساتھ ہی
دعوی کیا تو مسلمان اولی ہو اور یہ اسوقت ہو کہ ذمی دعوی نسب سے پہلے مسلمان ہو گیا ہو اور اگر ذمی مسلمان ہوگیا
پھر باندی کے بچہ ہوا پھر دونون نے اُسکے نسب کا دعوی کیا تو دونون سے اُسکا نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ حالت
مین دونون یکسان ہین۔ اور اگر دعوی نسب درمیان مرتد و ذمی کے ہو تو بچہ مرتد کا ہوگا اور ہر ایک دونون سے
دوسرے کے لیے نصف عقر باندی کا ضامن ہوگا یہ غایۃ البیان مین ہو۔ اور اگر ایسا جھگڑا درمیان کتابی اور مجوسی
کے ہو تو کتابی اولی ہو اور اگر غلام و مکاتب کے درمیان ہو تو مکاتب اولی ہو اور اگر غلام مسلمان اور آزاد کافر کے درمیان
ہو تو کافر آزاد اولی ہو اور اگر دونون مین سے کسی کا دعوی نسب مقدم ہوا ہو تو جس نے پہلے دعوی کیا ہو وہی اولی
ہوگا چاہیے کوئی ہو یہ سراج وہاج مین ہو۔ امام محمد رح سے روایت ہو کہ دو مردون نے ایک کی زوجہ خریدی یعنی زید و عمرو
دونون نے زید کی زوجہ کو جو خالد کی باندی ہو خالد سے خرید کیا پھر ایک مہینہ کے بعد اُسکے بچہ پیدا ہوا تو شوہر سے
اُسکا نسب ثابت ہوگا اور وہ بچہ کی کچھ قیمت کا ضامن نہوگا۔ اور اگر دو بھائیون نے ایک حاملہ باندی خریدی اُسکے
بچہ پیدا ہوا پھر ایک نے اُسکا دعوی نسب کیا تو اُسپر بچہ کی نصف قیمت تاوان لازم ہوگی اور یہ بچہ بسبب قرابت کے
اپنے چچا کی طرف سے آزاد ہو جائیگا اسواسطے کہ دعوی نسب مقدم ہو چکا ہو پس علم مضاف بجانب دعوی ہوگا نہ بجانب

قرابت کذا فی الظہیریہ۔ اور اگر زید سے کوئی باندی بچہ جنی پھر زید نے اور عمرو نے ملکر اُسکو خرید کیا تو وہ زید کی ام ولد
ہو جائیگی اور زید اُسکی نصف قیمت کا عمرو کے واسطے ضامن ہوگا خواہ خوشحال ہو یا تنگدست ہو۔ اسی طرح اگر زید و
عمرو دونوں نے اسکو میراث میں پایا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر باندی کے ساتھ اُسکا بچہ بھی میراث میں پایا جو زید کا بیٹا
ہے اور دوسرا شریک عمرو اس بچہ کا ذی رحم محرم ہوتا ہے تو یہ بچہ ان دونوں سے آزاد ہو جائیگا اور اگر شریک عمرو اسکا
ذی رحم محرم نہو بلکہ اجنبی ہو تو حصہ زید اس ولد میں سے آزاد ہو جائیگا اور حصہ عمرو کے واسطے سعایت کریگا۔ اور اسی طرح اگر
دونوں نے اس بچہ کو خرید یا یا وہ انکو ہبہ کیا گیا تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہے خواہ شریک اجنبی کو خریدنے سے پہلے یہ بات
معلوم ہو کہ میرا شریک اسکا باپ ہے یا نہ معلوم ہو۔ زید و عمرو کی مشترکہ باندی خالد سے بچہ جنی پس خالد نے زید سے اسکا حصہ
باندی و بچہ خرید کیا حالانکہ زید مالدار ہے تو زید اپنے شریک عمرو کے حصہ باندی کا ضامن ہوگا اور عمرو کو بچہ کی بابت اپنے
حصہ میں اختیار ہے چاہے زید سے تاوان لے اور چاہے اُس سے سعایت کرا دے اور چاہے آزاد کر دے یہ بنا بر قول
امام اعظم رح ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ ایک باندی دو مردوں میں مشترک ہے دونوں نے اپنی صحت میں کہا کہ یہ باندی
ہم میں سے ایک کی ام ولد ہے پھر دونوں میں سے ایک مر گیا تو زندہ کو حکم دیا جائیگا کہ تو بیان کر اور مردہ کے وارثوں کو یہ
حکم نہ دیا جائیگا پس اگر اُسنے کہا کہ یہ میری ام ولد ہے تو وہ اسی کی ام ولد کر دیجائیگی اور اسکی نصف قیمت کا ضامن ہوگا
اور نصف عقر کا ضامن نہوگا اسواسطے کہ بعد ملک کے اسکے ساتھ وطی کا اُسنے اقرار نہیں کیا ہے پس احتمال ہے کہ شاید قبل
ملک کے بذریعہ نکاح کے اُس سے اولاد ہوئی ہو اور اگر اُس نے کہا کہ یہ میت کی ام ولد ہے تو آزاد ہو جائیگی خواہ وارثان
میت اُسکے قول کی تصدیق کریں یا نہ کریں اور اسپر زندہ کے واسطے سعایت لازم نہوگی اور نہ وارثان میت کے واسطے
سعایت کریگی۔ اور اگر یہ کلام دونوں سے حالت مرض میں صادر ہوا اور وارثان میت نے کہا کہ ہمارے مورث نے
تجھکو مراد لیا تھا تو اُسکی سعایت نہوگی اور اگر میت کے وارثوں نے کہا کہ ہمارے مورث نے اپنے آپ کو مراد لیا تھا مگر ہم
اُسکی تصدیق نہیں کرتے ہیں تو شریک زندہ کے واسطے اس باندی کی نصف قیمت ترکہ میت میں واجب ہوگی اور
باندی اُسکے تہائی مال سے آزاد ہو جائیگی یہ کافی میں ہے۔ اور اگر دو شریکوں کی ملک میں باندی مشترکہ بچہ جنی اور
ہر ایک نے اقرار کیا کہ ہم میں سے ایک کا یہ بچہ ہے یعنی ایک کا نطفہ ہے پھر دونوں میں سے ایک مر گیا تو بچہ آزاد ہوگا اور
بیان کرنا زندہ شریک پر ہے پس اگر اُسنے کہا کہ یہ میرا بچہ ہے تو اس سے نسب ثابت ہوگا اور باندی اسکی ام ولد ہو جائیگی
اور باندی کی نصف قیمت و نصف عقر کا شریک کے واسطے ضامن ہوگا اور اسمیں صحت و مرض یکسان ہے پس اگر اُسنے
صحت میں کہا کہ یہ میرے شریک کا ولد ہے تو اس بچہ کا نسب (جو مرگیا ہے ۱۲) ان دونوں میں سے کسی سے ثابت نہوگا اور بچہ مفت
آزاد ہو جائیگا اور اسی طرح باندی بھی مفت آزاد ہو جائیگی۔ اور اگر یہ قول ان دونوں کی طرف سے شریک میت
کے مرض میں واقع ہوا ہو پس وارثوں نے کہا کہ یہ زندہ شریک کی ام ولد ہے تو باندی و بچہ دونوں آزاد ہو جاوینگے
اور ضمان و سعایت کچھ نہوگی اور اگر وارثوں نے کہا کہ ہمارے مورث نے اقرار کیا کہ یہ میرا ولد ہے مگر ہم اسکی تصدیق
نہیں کرتے ہیں (شریک میت ۱۲) تو باندی اور بچہ دونوں آزاد ہونگے اور وارثوں پر واجب ہوگا کہ میت کے ترکہ سے باندی
کی نصف قیمت و نصف عقر شریک زندہ کو تاوان دیں اور باندی مذکورہ بوجہ ام ولد میت ہونے کے آزاد ہوگئی ہے
کسی کیواسطے سعایت واجب نہوگی اور بچہ کا نسب شریک میت سے استحساناً ثابت ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتاب الایمان

اسمیں بارہ باب ہیں

باب اوّل یمین کی تفسیر شرعی و اسکے رکن و شرط و حکم کے بیان میں۔ قال المترجم اور بعض نسخ میں یہی مذکور ہے کہ حالفون کے قسم دلانے اور تحلیف کی نسبت کے واسطے حالف کے قسم کھانے کے بیان میں۔ قال المترجم یمین قسم ایمان جمع یمین۔ حلف قسم۔ حالف قسم کھانے والا۔ استحلاف قسم لینے والا۔ تحلیف قسم دلانا۔ محلوف جسکو قسم دلائی ہو۔ تعلیق قسم یہ کہ اگر ایسا ہو تو آزاد ہے اور تنجیز یہ کہ واللہ میں تجھسے بات نہ کرونگا کہ وہ کسی امر پر معلق نہیں ہے۔ برّ جو قسم پر قرار دیا ہے اُسکا صدور یعنی سچی ہو جانا۔ حنث قسم میں جھوٹا ہو جانا مثلاً کہا کہ واللہ میں گوشت نہیں کھاؤنگا پھر کھایا تو حانث ہو گیا۔ برّ قسم کو پورا کرنا مثلاً مثال مذکور میں گوشت تا موت نہ کھایا تو بار رہا فاحفظ الجملۃ ولنرجع الی ترجمۃ الکتاب۔ شرع میں یمین اپنے عقد سے عبارت ہے کہ اُسکے ساتھ حالف کا عزم کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے پر قوی ہو جاوے یہ کفایہ میں ہے۔ اسکی دو قسمیں ہیں ایک قسم اللہ تعالیٰ یا اُسکی صفات کے ساتھ دوم قسم بغیر اللہ تعالیٰ و بغیر صفات اللہ تعالیٰ اور وہ اسطور پر ہے کہ جزا کو کسی شرط پر معلق کرے یہ کافی میں ہے۔ پھر واضح ہو کہ جو قسم بغیر اللہ تعالیٰ ہو اسمیں دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ اپنے باپ دادا وغیرہ یا انبیاء علیہم السلام یا ملائکہ علیہم السلام یا نماز و روزہ یا دیگر شرائع اسلام یا کعبہ و حرم و زمزم وغیرہ ایسی چیزوں کے ساتھ ہو تو انمیں سے کسی کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔ دوم آنکہ شرط و جزا کے طور پر ہو اور یہ قسم منقسم بدو نوع ہے ایک یمین بقرب دوم یمین بغیر قرب۔ پس یمین بقرب اسطرح ہے کہ مثلاً کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو مجھپر روزہ یا نماز واجب ہے یا حج یا عمرہ یا ہدی یا عتق رقبہ یا صدقہ یا مثل اسکے واجب ہے اور یمین بغیر قرب اسطرح ہے کہ مثلاً کہا کہ اگر ایسا کروں تو میری جورو پر طلاق یا میرا غلام آزاد ہے۔ یہ بدائع میں ہے۔ قسم باللہ تعالیٰ کا رکن یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام پاک ذکر کرے یا جس صفت سے قسم کھائی ہے وہ صفت قسم میں ذکر کرے۔ اور قسم بغیر اللہ تعالیٰ کا رکن یہ ہے کہ شرط صالح و جزاء صالح بیان کرے یہ کافی میں ہے اور شرط صالح سے یہ مراد ہے کہ بالفعل معدوم ہو مگر اُسکے وجود کا احتمال و خطر ہو اور جزاء صالح سے یہ مراد ہے کہ شرط پائی جانے پر اُسکا پایا جانا یقینی ہو یا بگمان غالب پائی جاوے اور اُسکی صورت یہ ہو کہ جزا مضاف بملک ہو یا بسبب ملک ہو اور یہ شرط ہے کہ جزا ایسی چیز ہو کہ اُسکے ساتھ قسم کھائی جاتی ہو حتیٰ کہ اگر ایسی نہو گی تو یہ قسم نہو گی چنانچہ اگر کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو زید میرا وکیل ہے یا میرا غلام ماذون التجارت ہے تو وکالت یا اذن تجارت کو جزا قرار دیکر قسم کھانے سے قسم نہو گی ایسا ہی امام خواہر زادہ نے ذکر فرمایا ہے یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے اور قسم باللہ تعالیٰ کے شرائط میں از انجملہ قسم کھانے والا عاقل و بالغ ہے پس مجنون کی قسم نہیں صحیح ہے اور طفل کی قسم بھی نہیں صحیح ہے اگرچہ عاقل ہو۔ از انجملہ یہ کہ مسلمان ہو پس کافر کی قسم نہیں صحیح ہے چنانچہ اگر کافر نے قسم کھائی پھر وہ مسلمان ہو گیا اور حانث ہوا تو ہمارے نزدیک اسپر کفارہ واجب نہوگا یہ بدائع میں ہے اور مرتد ہونے سے قسم باطل ہو جاتی ہے پھر اگر اسکے بعد وہ مسلمان ہوا تو قسم کا حکم اسکو لازم نہوگا یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور آزاد ہونا شرط نہیں ہے پس مملوک کی

قسم صحیح ہی مگر حانث ہونے سے اُسپر فی الحال کفارہ بمال لازم نہوگا اسواسطے کہ اُسکی کچھ ملک نہیں ہی ہان اسپر روزون سے کفارہ واجب ہوگا مگر مولے کو اختیار ہی کہ اُسکو روزہ رکھنے سے منع کرے اور اسی طرح ہر ایسے روزہ سے منع کر سکتا ہی جسکے سبب وجوب کا مباشر غلام ہو جیسے نذر کے روزے اور اگر مولی نے اس غلام کو قبل اسکے کہ وہ روزے سے کفارہ ادا کرے آزاد کردیا تو اسپر مال سے کفارہ دینا واجب ہوگا۔ اور نیز ہمارے نزدیک بطوع خود ہونا قسم کے واسطے شرط نہیں ہی پس جسپر قسم کھانے کے واسطے اکراہ و زبردستی کی گئی ہو اُسکی قسم صحیح ہی اور اسی طرح جد و ہزل بھی ہمارے نزدیک شرط نہیں ہی پس جسنے ہزل سے قسم کھائی یا خطاءً اُسکی قسم صحیح ہوجائیگی۔ اور جس بات پر قسم کھائی ہی اُسکے شرائط مین سے یہ ہی کہ وقت قسم کے اُسکا وجود متصور ہوسکتا ہو اور یہ انعقاد قسم کی شرط ہی پس جو حقیقۃً مستحیل الوجود ہوا اُسپر قسم منعقد نہوگی اور اگر متصور الوجود ہونے کے بعد ایسی حالت ہوگئی کہ وہ مستحیل الوجود ہوگیا تو قسم باقی نرہیگی اور یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہی۔ اور جو امر کہ حقیقۃً مستحیل الوجود نہیں ہی مگر عادت کی راہ سے مستحیل الوجود ہی تو ہمارے اصحاب ثلثہ نے فرمایا کہ متصور الوجود شرط نہیں ہی چنانچہ جو امر عادت کی راہ سے مستحیل الوجود ہی مگر حقیقت مین مستحیل الوجود نہیں ہی اُسپر قسم منعقد ہوجائیگی۔ اور نفس رکن مین یہ شرط ہی کہ استثنا سے خالی ہو مثلاً ایسے الفاظ نہون کہ انشاء اللہ تعالے اور الا ان یشاء اللہ تعالی اور ماشاء اللہ تعالی اور الا آنکہ مجھے اسکے سواے اور ظاہر ہو کہ قریب بمصلحت ہو اور الا آنکہ میری راے مین اسکے سواے دوسرا امر آوے یا اسکے سواے دوسرا امر مجھے پسند آوے یا یون کہا کہ اگر مجھے اللہ تعالے مدد دے یا اللہ تعالے مجھپر آسان کرے یا کہا کہ بمعونت الٰہی یا بتیسیر الٰہی یا مثل اسکے چنانچہ اگر ان سے کوئی لفظ اپنے قسم سے ملا کر کہا تو قسم منعقد نہوگی اور اگر جدا کرکے کہا تو قسم منعقد ہوگی۔ اور قسم بغیر اللہ کی صورت مین یعنی جملہ شرطیہ کی صورت مین قسم کھانے والے مین جو شرط جواز طلاق و عتاق کی ہی وہی سب ان دونون کے ساتھ قسم منعقد ہونے کی شرط ہی اور جو نہیں ہو وہ نہین ہی اور محلوف علیہ یعنی جسپر قسم کھائی ہی اسمین یہ شرط ہی کہ ایسا امر ہو کہ زمانہ آئندہ مین ہووے پس جو امر موجود ہی اسکی اُسپر قسم کھانے سے قسم نہ ہوگی بلکہ تنجیز ہوگی چنانچہ اگر اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ ہی اگر آسمان ہمارے اوپر ہو تو طلاق فی الحال واقع ہوجائیگی۔ اور جسکی طلاق یا عتاق کی قسم کھائی ہی اسمین یہ شرط ہی کہ ملک قائم ہو یا اضافت بجانب ملک یا بسبب ملک ہو۔ اور نفس رکن مین وہی شرط ہی جو اللہ تعالی کے ساتھ قسم کھانے مین مذکور ہوئی ہی۔ اور اگر یہ لفظ بھی زیادہ کیا کہ اگر اللہ تعالی میری مدد فرما دے یا بمعونت الٰہی پس اگر اس لفظ سے استثنا کی نیت ہو تو فیما بینہ و بین اللہ تعالی استثنا کنندہ ہوگا مگر قضاءً اسکے قول کی تصدیق نہوگی۔ اور ازانجملہ یہ ہی کہ شرط و جزا کے درمیان کوئی حائل ذکر نہ کرے اور اگر داخل ہوگیا تو قسم یعنی تعلیق نہوگی بلکہ تنجیز ہوجائیگی یہ بدائع مین ہی۔ اللہ تعالی کے ساتھ جو قسم ہوتی ہی وہ تین نوع کی ہی غموس و لغو و منعقدہ پس یمین غموس ایسی قسم ہی کہ کسی چیز کی اثبات یا نفی بزمانہ حال یا ماضی پر عمداً دروغ کے ساتھ ہووے اور ایسی قسم کھانے والا آدمی سخت گنہگار رہتا ہی اسکو چاہیے کہ توبہ و استغفار کرے اور اسپر کفارہ نہین ہوتا ہی اور قسم لغو یہ ہی کہ کسی چیز پر زمانہ ماضی یا حال مین قسم کھاوے درحالیکہ اُسکا گمان ہو کہ یہ بات یون ہی ہی جیسے کہتا ہی حالانکہ امر اُسکے برخلاف ہو مثلاً کہے کہ واللہ مین نے ایسا کیا ہی حالانکہ اُسنے درواقع نہین کیا ہی اُسکی یاد مین یون ہی ہی کہ اُسنے ایسا کیا ہی یا کہا کہ واللہ مین نے ایسا نہین کیا ہی حالانکہ اُسنے ایسا کیا ہی مگر اُسکا گمان یون ہی ہی کہ مین نے

نہین کیا ہی یا دور سے ایک شخص کو دیکھکر گمان کیا کہ وہ زید ہی ہی پس کہا کہ واللہ وہ زید ہی ہی حالانکہ وہ عمرو تھا یا کسی پرند کو دیکھکر کہا کہ واللہ وہ کوا ہی درحالیکہ اسکے گمان مین وہ کوا ہی لیکن درواقع وہ چیل تھی تو ایسی قسم مین امید ہی کہ قسم کھانے والا ماخوذ نہو۔ اور قسم زمانہ ماضی مین اگر بدون قصد ہو تو ہمارے نزدیک دنیا و آخرت مین اسکا کچھ حکم نہین ہی یعنی لغو ہی۔ اور قسم منعقدہ یہ ہی کہ زمانہ مستقبل مین کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے پر قسم کھاوے اور اسکا حکم یہ ہی کہ اگر حانث ہوا تو اسپر کفارہ لازم ہوگا یہ کافی مین ہی۔ پھر قسم منعقدہ باعتبار وجوب حفظ کے چار طرح کی ہوتی ہی یعنی واجب ہی کہ حفاظت کرے اور توڑنے نہ پاوے یا توڑ دینا مستحب یا واجب ہو پس انمین سے ایک قسم یہ ہی کہ اسمین پورا کرنا واجب ہی اور اسکی یہ صورت ہی کہ جب قسم منعقدہ ایسے فعل کے کرنے پر ہو جو طاعت الہی ہی کہ اسکے ساتھ مامور ہی یا ایسے فعل کے نہ کرنے پر جو معصیت ہی کہ جسکے نہ کرنے پر مامور ہی تو حفاظت قسم واجب ہی کہ یہ امر اسپر قبل قسم کے فرض تھا اور قسم سے زیادہ تاکید ہوگئی۔ دوم آنکہ اسکی حفاظت جائز نہین ہی اور اسکی یہ صورت ہی کہ ترک طاعت یا فعل معصیت پر قسم کھائی لیکن طاعت نہ کریگا اور معصیت کریگا تو اسکو توڑ دے اور کفارہ ادا کرے اور تیسری قسم یہ کہ اسکی حفاظت کرنے و نہ کرنے دونون مین مختار ہی مگر قسم کا توڑ دینا حفاظت کرنے سے اچھا ہی تو اسمین توڑ دینا مستحب ہی اور چہارم آنکہ اسمین پورا کرنا یا توڑ دینا مساوی ہی پس وہ دونون باتون مین مختار ہوگا اور ایسی قسم مین قسم کی حفاظت اولے ہی یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی مین ہی۔ اور رہی قسم بطلاق و عتاق اور اسکے مانند چیزون کے ساتھ سو انمین سے جو قسم ایسے امر پر ہو کہ مستقبل مین اسکا وجود ہووے یا نہووے تو وہ مثل قسم منعقدہ کے ہی اور جو امر متعلق زمانہ ماضی پر ہی پس اسمین لغو یا غموس تو متحقق نہوگا ولیکن جب اسکے برخلاف ہونا معلوم ہو یا کچھ معلوم نہو تو جزا مثلاً طلاق واقع ہوگی اور اسی طرح اگر نذر کے ساتھ قسم کھائی تو بھی یہی حکم ہی اسواسطے کہ یہ تعلیق و تنجیز ہی یہ ایضاح مین ہی چنانچہ اگر کہا کہ اگر یہ زید نہو تو مجھپر حج واجب ہی اور وہ زید نہ نکلا حالانکہ اسکو وقت کلام کے زید ہونے مین شک نہ تھا تو اسپر حج واجب ہوگا یہ خلاصہ مین ہی اور جس امر پر قسم کھائی تھی اسکو عمداً کیا یا نسیان سے کیا یا باکراہ کیا تو یہ سب یکسان ہین اور وہ حانث ہو جائیگا اور اسی طرح اگر اسپر بیہوشی طاری ہوئی یا مجنون ہوا پھر اُسنے کیا تو بھی حانث ہو جائیگا یہ سراج وہاج مین ہی اور جو شخص سوتا ہی خواب مین اسکی قسم صحیح نہین ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ اور اللہ تعالی کی قسم کھانا مکروہ تو نہین ہی ولیکن زیادہ قسم کھانے سے کم کھانا بہتر ہی اور قسم بغیر اللہ تعالی بعض کے نزدیک مکروہ ہی اور عامہ علما کے نزدیک مکروہ نہین ہی اسواسطے کہ اس سے وثیقہ بعہود حاصل ہوتا ہی خصوصاً ہمارے زمانہ مین یہ کافی مین ہی ٭

دوسرا باب اُن صورتون کے بیان مین جو قسم ہوتی ہین اور جو نہین ہوتی ہین ٭ قسم ہوتی ہی بنام اللہ تعالے یا اللہ تعالے کے دوسرے ناموں پاک مین سے کسی نام کے ساتھ جیسے رحمن یا رحیم اور اللہ تعالے کے سب نام پاک اس امر مین برابر ہین خواہ لوگون مین اس نام سے قسم کا رواج ہو یا نہو اور یہی ہمارے اصحاب کا ظاہر مذہب ہی اور یہی صحیح ہی یا اللہ تعالے کی صفتون مین سے کسی صفت کے ساتھ جسکے ساتھ قسم کھانے کا لوگون مین رواج ہو جیسے عزۃ اللہ و جلال اللہ و کبریاء اللہ اور یہ مشائخ ماوراء النہر کا مختار ہی کذا فی الکافی اور اصح یہ ہی کہ صفات مین اعتبار رواج کا ہی یہ شرح نقایہ شیخ ابو المکارم مین ہی۔ اور اگر کہا کہ قسم میرے رب کی یا کہا کہ قسم رب العرش کی یا قسم رب العالمین کی تو حالف ہو جائیگا یہ بدائع مین ہی اور اگر کہا کہ قسم حق کی مین ایسا نہ کرونگا تو بلا خلاف یہ قسم ہی اور اگر کہا بالحق مین ایسا نہ کرونگا تو یہ قسم ہوگی اور اگر کہا

کہ حقاً لا افعل کذا تو صحیح یہ ہو کہ اگر اُسنے حق کی لفظ سے اللہ تعالی کو مراد لیا تو قسم ہوگی اور اگر کہا کہ بحق اللہ میں ایسا نکرونگا تو قسم ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہو۔ اور اگر کہا کہ وحق اللہ لا افعل کذا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قسم نہوگی قال المترجم اگر ہماری زبان میں اسکا ترجمہ یون کیا کہ قسم حق اللہ تعالی کی میں ایسا نکرونگا تو قسم ہوگی واللہ اعلم اور امام ابو یوسف رح سے دو روایتون میں سے ایک روایت موافق قول طرفین رحمہما اللہ کے ہو اور یہی صحیح ہو اور اگر کہا کہ وحرمۃ اللہ تو شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ یہ بمنزلہ وحق اللہ کے ہو یہ خلاصہ میں ہو قال المترجم وحق اللہ میں واو قسم جارہ ہو لہذا اگر اُسکا ترجمہ بصریح لفظ قسم ہو تو قسم ہو جائیگی فتطہر ان الفاظ الباب اکثرہا یتعلق بالعربیۃ اور اگر کہا کہ وعظمۃ اللہ تعالی یا کہا وملکوتہ وقدرتہ تو یہ قسم ہوگی خواہ نیت قسم ہو یا نہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہو۔ اور اگر کہا وجبروت اللہ تو یہ قسم ہو یہ سراج وہاج میں ہو۔ اور اگر کہا کہ وقوۃ اللہ وارادتہ ومشیتہ ومحبتہ وکلامہ تو حالف ہوگا یہ بدائع میں ہو اور اگر کہا کہ وامانۃ اللہ تو قسم ہوگی اور طحاوی نے ذکر کیا کہ یہ قسم نہ ہوگی اور یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت ہو اور اگر کہا کہ وعہد اللہ یا ذات اللہ تو قسم ہوگی اور اگر کہا کہ گواہی دیتا ہون کہ ایسا نہ کرونگا یا کہا کہ گواہی دیتا ہون ساتھ اللہ کے کہ ایسا نہ کرونگا یا کہ قسم کھاتا ہون یا کہا کہ قسم اللہ کی کھاتا ہون یا کہا کہ حلف کرتا ہون یا حلف اللہ تعالی کی کرتا ہون یا عزم کرتا ہون یا ساتھ اللہ کے عزم کرتا ہون یا کہا کہ مجھپر عہد ہو یا مجھپر عہد اللہ ہو کہ ایسا نہ کرونگا یا کہا کہ مجھپر ذمۃ اللہ ہو کہ ایسا نہ کرونگا تو یہ قسم ہوگی۔ اور اگر کہا کہ مجھپر یمین ہو یا مجھپر یمین اللہ ہو یا کہا کہ لعمر اللہ یا کہا کہ مجھپر نذر ہو یا کہا کہ مجھپر نذر اللہ ہو کہ ایسا نہ کرونگا تو یہ قسم ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہو۔ اور اگر کہا کہ بسم اللہ میں ایسا نہ کرونگا تو قول مختار میں یہ قسم نہ ہوگی الا اُس صورت میں کہ اُس نے قسم کی نیت کی ہو یہ فتاوی غیاثیہ میں ہو اور اگر کہا کہ وبسم اللہ تو قسم ہوگی یہ خلاصہ میں ہو۔ اور اگر کہا کہ وایم اللہ میں ایسا نہ کرونگا تو قسم ہوگی و اسی طرح وایمن اللہ وایم اللہ بکسر ہمزہ ومن اللہ ومن اللہ ومُن اللہ بمیم قاعدہ بہر سہ حرکات واعرابات ثلثہ یہی حکم رکھتے ہیں یہ ظہیریہ میں ہو اور اگر کہا کہ ومیثاق اللہ تو قسم ہوگی یہ کافی میں ہو۔ اور اسی طرح اگر کہا کہ مجھپر یمین اللہ ہو یا کہا کہ مجھپر میثاق اللہ ہو تو بھی قسم ہوگی یہ ایضاح میں ہو اور اگر کہا کہ الطالب الغالب لا افعل کذا تو یہ قسم ہو مگر یہ رواج اہل بغداد کا ہو یہ محیط میں ہو۔ اور اگر عربی زبان میں کہا کہ باللہ لا افعل کذا یعنی لفظ اللہ کے آخر ہا ے ہوز کو ساکن کیا یا نصب دیا یا رفع دیا تو قسم ہوگی حالانکہ اعراب بکسرہ بوجہ جر کے چاہیے تھا۔ اور اگر کہا کہ اللہ افعلن کذا اور ہا ے ہوز کو ساکن کیا یا نصب دیا تو یمین نہوگی کیونکہ حرف قسم کوئی نہیں ہو لیکن اگر اعراب جری دیوے تو قسم ہوگی اسواسطے کہ کسرہ مقتضی ہو کہ سابق میں کوئی حرف جار رہی اور وہ حرف قسم ہو اور اگر کہا کہ بلہ لا افعل کذا تو مشائخ رح نے فرمایا کہ قسم نہ ہوگی اسواسطے کہ اُسنے نام خدا ذکر نہیں کیا ہو لیکن اگر اسکو کسرہ کا اعراب دیا اور قسم کا قصد کیا تو قسم ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہو اور اگر کہا کہ اللہ اللہ تو قسم ہو یہ عتابیہ میں ہو اور اگر کہا کہ للہ تو قسم ہوگی اور اجناس میں لکھا ہو کہ اگر کہا کہ واللہ ان دخلت الدار یعنی واللہ اگر میں دار میں داخل ہوا تو قسم ہوگی یہ محیط میں ہو۔ اور اگر کہا کہ میں مجوس سے بدتر ہون اگر ایسا کرون تو یہ قسم ہو اور اسی طرح اگر کہا کہ میں مشرک یا یہود یا نصرانی یا کافر ہون اگر ایسا کرون تو بھی قسم ہوگی یہ خلاصہ میں ہو۔ امام محمد رح سے مروی ہو کہ اگر کہا کہ میں نے ایلار کیا یا میں نے عزم کیا کہ ایسا نہ کرونگا تو یہ قسم ہو یہ ایضاح میں ہو تجرید میں ہو کہ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر شرط ایسی بات کی جسکے ساتھ قسم نہیں کھائی جاتی ہو مثلاً کہا کہ اگر میں کھڑا ہوا یا میں بیٹھا

تو تو بلا نیت ہی تو قسم ہوگی یہ خلاصہ مین ہی جیسی قسم سواے خدا تعالیٰ کے دوسرے کی قسم کھائی وہ حالف نہوگا چنانچہ
اگر نبی علیہ السلام یا کعبہ کی قسم کھائی تو قسم کھانے والا نہوگا یہ ہدایہ مین ہی لیکن اگر اُسنے بیزاری کی قسم کھائی یعنے
کہا کہ مین کعبہ سے بری ہون اگر مین ایسا کرون تو قسم ہوگی یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ امام محمد رح نے اصل مین فرمایا
کہ اگر کہا کہ والقرآن یا و قسم قرآن تو قسم نہ ہوگی اسکو امام محمد رح نے مطلقاً ذکر کیا ہی اور اسکے معنی یہ ہین کہ قرآن کی قسم کھانا
متعارف نہین ہی پس ایسا ہو گیا کہ وعلم اللہ اور بعض مشائخ نے فرمایا ہی کہ یہ اُنکے زمانہ کا عرف ہی اور ہمارے زمانہ
مین یہ قسم ہوگی اور ہم اسی کو لیتے ہین اور ایسا ہی حکم کرتے ہین اور یہی اعتقاد کرتے ہین اور اسی پر ہمارا اعتماد ہی
اور محمد بن مقاتل رازی رح نے فرمایا کہ اگر قرآن کی قسم کھائی تو قسم ہوگی اور اسی کو ہمارے جمہور مشائخ نے لیا ہی یہ ظہیریہ
مین ہی۔ اور اگر یون کہا کہ مین بری از نبی یا قرآن ہون تو یہ قسم ہوگی یہ کافی مین ہی شیخ عبد الکریم بن محمد رح سے
دریافت کیا گیا کہ ایک نے کہا کہ مین شفاعت نبی سے بری ہون اگر ایسا کرون تو فرمایا کہ یہ قسم ہوگی اور انکے سواے
دوسرون نے کہا کہ یہ قسم نہوگی اور یہی صحیح ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ اگر مین نے ایسا کیا تو مین بری ہون
قرآن یا قبلہ یا نماز یا روزہ رمضان سے تو یہ سب قسم ہونگی اور یہی مختار ہی۔ اور ایسے ہی توریت و انجیل و زبور
سے بریت مین بھی یہی حکم ہی اور ایسا ہی ہر امر شرعی جسکی برائت کفر ہو یہی حکم ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ مین
مصحف سے بری ہون تو یہ قسم نہوگی اور اگر کہا کہ مین بری ہون اُس چیز سے جو مصحف مین ہی تو قسم ہوگی یہ کافی مین ہی
اور اگر کتاب فقہ یا دفتر حساب جسمین بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہی اُٹھائی اور کہا کہ مین بری اس سے جو اسمین ہی
اگر مین ایسا کرون پس یہی فعل کیا تو اسپر کفارہ لازم ہوگا جیسے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سے بری ہونے کی قسم کھانے
اور حانث ہونے کی صورت مین حکم ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر کہا کہ مین بری ہون فلانہ سے یا جو فلانہ
مین ہی تو قسم نہین ہی الا اُس صورت مین کہ معلوم ہو جاوے کہ اسمین بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہی اور اُس سے برائت
کی نیت کی تو قسم ہو جائیگی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ مین بری ہون مومنین سے تو مشائخ نے فرمایا کہ قسم ہو جائیگی
یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر کہا کہ مین ان تیس دنون یعنی رمضان سے بری ہون اگر ایسا کرون پس اگر
فرضیت اس رمضان سے برائت کی نیت کی ہی تو قسم ہوگی جیسے کہا کہ مین بری ہون ایمان سے اگر ایسا کرون اور
اگر اُسکے اجر و ثواب سے بریت کی تو قسم نہ ہوگی اسواسطے کہ یہ امر غیب ہی اور اگر اُسکی کچھ نیت نہو تو بوجہ شک کے حکماً
قسم نہ ہوگی مگر احتیاطاً کفارہ دیدے اور اگر کہا کہ اگر مین ایسا کرون تو مین بری ہون اس حج سے جو مین نے کیا
ہی تو یہ قسم نہ ہوگی بخلاف اسکے اگر کہا کہ اگر مین ایسا کرون تو مین بری ہون اُس قرآن سے جسکو مین نے پڑھا ہی
تو یہ قسم ہوگی اور اگر کہا کہ مین بری ہون حج سے اور نماز سے تو قسم ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ مین بری ہون اپنے
روزہ و نماز سے یا جو مین نے نماز پڑھی ہی اور جو روزے رکھے ہین تو قسم نہ ہوگی یہ عتابیہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ اگر مین نے
ایسا کیا تو مین یہودی یا نصرانی یا مجوسی یا اسلام سے بیزار یا کافر یا غیر اللہ کا پرستش کرنے والا یا بندگان صلیب
سے یا مثل اسکے جسکا اعتقاد کفر ہی ہون تو استحساناً یہ قسم ہوگی یہ بدائع مین ہی۔ چنانچہ اگر اُسنے یہ فعل کیا تو اُسپر
کفارہ لازم ہوگا اور آیا وہ کافر ہو جائیگا یا نہین تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ
فتوی کے واسطے مختار یہ ہی کہ اگر اس قسم کھانے والے کے نزدیک یہ بات ہو کہ اگر مین ایسا کرونگا تو کافر ہو جاؤنگا

ہو یعنی شرط مذکور کو کیا تو کافر ہو جائیگا اسوجہ سے کہ وہ کفر پر راضی ہوا اور اسکا کفارہ یہ ہوگا کہ کہے لا الہ الا اللہ
محمد رسول اللہ۔ اور اگر اسکے نزدیک یہ بات ہو کہ وہ ایسا کرنے سے کافر نہو جائیگا تو کافر نہوگا۔ اور یہ اسوقت ہی
کہ جب اسنے ان الفاظ سے اپنے امر پر قسم کھائی جو زمانہ آئندہ مین ہو گا اور اگر ایسے امر پر جو زمانہ ماضی مین ہو چکا ہی
قسم کھائی مثلاً کہا کہ وہ یہودی یا نصرانی یا مجوسی ہی اگر اسنے کل گذرے ہوئے مین ایسا کیا حالانکہ وہ جانتا ہی کہ
مین ایسا کرچکا ہون تو بلاشبہ ہمارے نزدیک اسپر کفارہ لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ یہ یمین غموس ہی اور آیا کافر
ہو جائیگا یا نہین سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ فتوی کے واسطے مختار یہ ہی کہ اگر اسکے
نزدیک یہ بات ہو کہ یہ قسم ہی اسکے حانث ہونے سے کافر نہوگا تو کافر نہ ہوگا اور اگر اسکے نزدیک یہ بات ہو کہ اس طرح
قسم کھانے سے کافر ہو جائیگا تو بسبب کفر پر راضی ہونے کے کافر ہو جائیگا۔ اور اگر کہا کہ اللہ تعالی جانتا ہی کہ مین نے
ایسا کیا حالانکہ خود جانتا ہی کہ مین نے ایسا نہین کیا ہی یا کہا کہ اللہ تعالی جانتا ہی کہ مین نے ایسا نہین کیا حالانکہ خود
جانتا ہی کہ مین نے ایسا کیا ہی تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی عامہ مشائخ کے نزدیک کافر ہو جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر
کہا کہ بصفۃ اللہ لا افعل کذا تو یہ قسم نہوگی اور اگر کہا کہ وعلم اللہ لا افعل کذا تو ہمارے نزدیک قسم نہ ہوگی۔ اور اگر کہا
ورحمۃ اللہ لا افعل کذا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قسم نہ ہوگی۔ اور اگر کہا کہ وعذاب اللہ و سخط اللہ و غضب اللہ
یا کہا ورضاء اللہ وثواب اللہ یا کہا وعبادۃ اللہ تو قسم نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر کہا کہ شہد اللہ ان
لا الہ الا ہو اللہ تو یہ قسم نہ ہوگی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ وحمد اللہ تو بقول امام اعظم و امام محمد رحمہما اللہ کے قسم
نہوگی شیخ ابو شجاع نے امام اعظم رح سے ایک حکایت نقل کی اسمین یہی مذکور ہی کہ یہ جاہلون کی قسم ہی کہ جو اللہ تعالی
کے واسطے جوارح ذکر کرتے ہین اور یہ اس امر کی دلیل ہی کہ امام رح نے اسکو قسم نہین قرار دیا یہ مبسوط مین ہی اور اگر کسی قائل
نے کہا کہ اسپر اللہ تعالی کی لعنت ہو اگر ایسا کرے یا کہا کہ اسپر عذاب اللہ ہی یا اسپر اماتۃ اللہ ہی اگر ایسا کرے تو قسم نہوگی
یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر کہا کہ ایسا کرون تو مجھپر غضب اللہ یا سخط اللہ ہی تو حالف نہوگا یہ ہدایہ مین ہی
اور اگر کہا کہ وسلطان اللہ لا افعل کذا تو اس صورت مسئلہ مین صحیح جواب یہ ہی کہ اگر اسنے سلطان سے قدرت
مراد لی ہی تو یہ قسم ہی جیسے قولہ وقدرۃ اللہ کذا فی المبسوط اور اگر کہا کہ ودین اللہ تو قسم نہ ہوگی اسی طرح قولہ
وطاعۃ اللہ وشریعۃ اللہ بھی قسم نہین ہی ونیز اگر عرش اللہ وحدود اسکے کی قسم کھائی تو حالف نہ ہوگا اور اسی طرح
اگر کہا کہ وبیت اللہ یا بالحجر الاسود یا بالمشعر الحرام یا بالصفا یا بالمروہ یا بالمنبر یا بالقبر یا بالروضہ یا بالصلوۃ یا بالصیام یا بالحج تو ان
صورتون مین حالف نہوگا اور اسی طرح اگر کہا وحمد اللہ وعبادۃ اللہ تو قسم نہین ہی اور اسی طرح اگر آسمانون یا زمین
یا قمر یا ستارون یا سورج کی قسم کھائی تو حالف نہوگا یہ سراج وہاج مین ہی۔ اور اگر بحق الرسول یا بحق القرآن یا
بحق الایمان یا بحق المساجد یا بحق الصوم یا بحق الصلوۃ قسم کھائی تو قسم نہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اور اگر کہا بحق
محمد علیہ السلام تو قسم نہ ہوگی ولیکن حق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت ہی بڑا ہی یہ خلاصہ مین ہی اور اگر کہا کہ اگر ایسا کرون تو
اللہ مجھے عذاب دوزخ مین گرفتار کرے یا جنت سے محروم کرے تو یہ قسم نہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ لا الہ الا اللہ
البتہ مین ایسا کرونگا تو یہ قسم نہین ہی الا آنکہ اسنے قسم کی نیت کی ہو اور اسی طرح سبحان اللہ واللہ اکبر ضرور مین ایسا
کرونگا تو بھی یہی حکم ہی یہ سراج وہاج مین ہی اور اگر کہا کہ مین نے اللہ تعالی کی نافرمانی کی اگر ایسا کیا یا جو اسنے مجھپر
یعنی کرون

فرض کیا ہو اُسمین اللہ تعالی کی نافرمانی کی اگر ایسا کیا تو یہ قسم نہین ہو یہ ایضاح مین ہو۔ اور اگر کہا کہ ایسا کرون تو مین زانی یا چور یا شراب خوار یا سود خوار ہون تو یہ قسم نہین ہو یہ کافی مین ہو۔ اور ابن سلام رحمہ اللہ سے روایت ہو کہ اگر کسی نے کہا کہ اگر مین ایسا کرون تو مین نے اپنے اوپر زنار باندھی جیسی زنار نصاری باندھتے ہین تو فرمایا کہ یہ قسم ہوگی یہ ظہیریہ مین ہو اور اگر کہا کہ میرا غلام آزاد ہو اگر مین اپنی جورو کی طلاق کی قسم کھاؤن پھر اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ ہو اگر تو چاہے تو اُسکا غلام آزاد نہوگا اور یہ جو اُستے اپنی جورو سے کہا ہو قسم نہین ہو اور اسی طرح اگر کہا کہ جب تجھے کوئی حیض آجاوے تو بھی اُسکا غلام آزاد نہوگا یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر کہا کہ اگر مین ایسا کرون تو کوئی پروردگار آسمان مین نہین ہو تو یہ قسم ہو اور کافر نہوگا یہ عتابیہ مین ہو۔ اور اگر کسی نے کہا کہ اگر مین ایسا کرون تو جو اللہ تعالی نے فرمایا ہو وہ کذب ہو تو یہ قسم ہوگی اور اگر کہا کہ اللہ تعالی کذب ہو اگر مین ایسا کرون تو بھی قسم ہوگی اور اگر اُسنے کہا کہ اگر مین ایسا کرون تو مجھپر نصرانیت کی گواہی دو تو قسم ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ جو مین نے روزہ و نماز کیا وہ حق نہ تھا اگر مین ایسا کرون تو یہ قسم ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہو۔ اور اگر کہا کہ اے میرے پروردگار مین تیرا بندہ ہون تجھے گواہ کرتا ہون اور تیرے ملائکہ کو گواہ کرتا ہون کہ ایسا نہ کرونگا پھر اُس نے یہی فعل کیا تو اسپر کفارہ نہین ہو مگر اللہ تعالی سے استغفار کرے یہ خلاصہ مین ہو ایک نے دوسرے سے کہا کہ واللہ مین تیری ضیافت مین نہ آؤنگا پھر ایک تیسرے نے اس حالف سے کہا کہ اور میری ضیافت مین بھی نہ آویگا اُسنے کہا کہ ہان تو اُسکے حق مین بھی ہان کہنے سے حالف ہو جائیگا چنانچہ اگر اول یا دوم کی ضیافت مین گیا تو حانث ہو جائیگا۔ اور بقالی مین ہو کہ اگر طعام یا اُسکے مثل اپنے اوپر حرام کر لیا تو یہ قسم اُسی قدر پر ہوگی جسکو عادت کے موافق کھانے کی چیزون مین کھاتا ہو اور پہننے کی چیزون مین پہنتا ہو الا آنکہ اُسکی نیت مین اس مفہوم کے سوائے کچھ اور ہو اور فرمایا کہ اسی طرح اور اشیا کے تصرفات مین بھی اسی طرح اعتبار ہو اور فرمایا کہ طعام کا استیعاب کھانے کے ساتھ معتبر نہین ہو۔ اور اگر کہا کہ مجھے حلال نہین ہو کہ ایسا کرون پس اگر اپنے اوپر اُسکے حرام کر لینے کی نیت کی تو یہ قسم ہوگی۔ اور اگر کہا کہ یہ کپڑا مجھپر حرام ہو اگر مین اُسکو پہنون پھر اسکو پہنا اور اُتارا نہین تو قسم مین حانث ہوا۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو مجھپر حرام ہو یا کہا کہ مین نے تجھے اپنے اوپر حرام کیا تو یہ قسم ہو چنانچہ اگر عورت مذکور جماع مین اُسکی مطاوعت کریگی تو اُسپر کفارہ لازم ہوگا اور نیز اگر مرد نے باکراہ اُس سے جماع کر لیا تو عورت پر کفارہ لازم ہوگا اور اگر کسی مرد نے کہا کہ وہ مردار کھاتا ہو اگر ایسا کرے تو یہ قسم نہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ وہ مردار کو حلال جانتا ہو یا شراب یا سور کو حلال جانتا ہو اگر اُسنے ایسا کیا تو بھی قسم نہوگی۔ حالانکہ معلوم ہوتا ہو کہ یہ قسم ہو جاوے کیونکہ استحلال حرام کفر ہو ولیکن درواقع یمین نہین ہو اور حاصل یہ ہو کہ جو شی حرام بحرمت ابدی ہو کہ اُسکی حرمت کسی حال مین ساقط نہین ہوتی ہو جیسے کفر وغیرہ تو اُنکا استحلال معلق بشرط قسم ہو جائیگا اور جو شی اسطرح حرام ہو کہ کسی حال مین اُسکی حرمت بھی ساقط ہو جاتی ہو جیسے مردار و شراب وغیرہ تو اُنکا استحلال معلق بشرط قسم نہوگا یہ محیط مین ہو۔ اور اگر کہا کہ ہر حلال مجھپر حرام ہو تو یہ قسم کھانے اور پینے کی چیزون پر قرار دیجائیگی الا آنکہ اُستے اُسکے سوا ئے نیت کی ہو اور قیاس یہ چاہتا ہو کہ وہ فارغ ہوتے ہی حانث ہو جاوے۔ اور یہ قسم عورت کو شامل نہوگی الا آنکہ اُسنے نیت کی ہو پس اگر اُسنے عورت کی بھی نیت کی ہو تو اُس سے ایلا ہو جائیگا اور قسم سے کھانا پینا خارج نہوگا اور یہ سب ظاہر الروایۃ کے موافق جواب ہو اور فتوی اسی امر پر ہو کہ ایسی قسم سے طلاق بلا نیت واقع ہو جائیگی کیونکہ غالب استعمال اُسکا

ارادہ طلاق یمین ہوگیا ہے اور اسی طرح اگر اُسنے فارسی میں کہا کہ حلال بروے حرام یا حلال خدا یا حلال اللہ یا حلال المسلمین بروے حرام تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اُسنے کہا کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو قضاءً اُسکی تصدیق نہو گی اور اگر فارسی میں کہا کہ ہرچہ بدست راست گیرم برمن حرام یعنی جو داہنے ہاتھ سے لون وہ مجھپر حرام ہے تو بعض نے کہا کہ بلا نیت طلاق قرار دیا جائیگا اور یہی مشائخ سمرقند نے اختیار کیا ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مجھے اب تک لوگوں میں اسکا رواج ظاہر نہیں ہوا ہے پس صحیح یہ ہے کہ جواب میں تفصیل کیجاوے کہ اگر اُسنے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق ہوگی اور بدون دلالت کے احتیاط یہ ہے کہ آدمی اسمین توقف کرے اور خلاف متقدمین کے نکرے۔ اور اگر کہا کہ ہرچہ بدست چپ گیرم برمن حرام یعنی جو بائیں ہاتھ میں لون مجھپر حرام ہے تو یہ طلاق نہوگی الا نیت کے ساتھ اور اگر کہا ہرچہ بدست گیرم برمن حرام تو بعض نے فرمایا کہ بدون نیت کے طلاق نہوگی اور بعض نے کہا کہ بلا نیت طلاق ہوگی نیت شرط نہیں ہے اور اگر کہا کہ حلال خدا مجھپر حرام ہے حالانکہ اُسکی دو جورو ہیں تو اظہر قول کے موافق انمین سے ایک پر طلاق واقع ہوگی اور تعیین کرنیکا اختیار اُسکو ہوگا جسکو چاہے معین کرے یہ کافی میں ہے شیخ ابو بکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک نے کہا کہ یہ شراب مجھپر حرام ہے پھر اُسکو پی لیا تو فرمایا کہ اسمین امام اعظم رح و امام ابو یوسف کے درمیان اختلاف ہے چنانچہ ایک امام نے فرمایا ہے کہ حانث ہوگا اور دوسرے نے فرمایا کہ حانث نہ ہوگا اور فتوی کے واسطے مختار یہ ہے کہ اگر اُسنے اسکی حرمت کا ارادہ کیا ہو تو حانث ہوگا اور اُسپر کفارہ لازم آویگا اور اگر اُسکی کچھ نیت نہو یا اُسنے شراب کے حرام ہونے کی خبر بیان کرنیکی نیت کی ہو تو کفارہ لازم نہوگا اور اسی کو صدر شہید رح نے اختیار فرمایا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اللہ تعالے کے ساتھ قسم کھانی تحمل تعلیق ہے جیسے کہا کہ جب کل کا روز آوے تو واللہ میں اس دار میں داخل نہونگا اور محتمل تاقیت بھی ہے جیسے قسم بغیر اللہ ہے جیسے کہا کہ واللہ میں اس دار میں داخل نہونگا ایکسال تک پس سال بھر گذرنے پر قسم کی بھی انتہا ہو جائیگی۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ واللہ میں تجھ سے کلام نکرونگا ایک روز اور ایک روز تو مثل اسکے ہے کہ کہا کہ واللہ تجھ سے دو روز کلام نکرونگا یعنی دو روز گذرنے پر قسم منتہی ہو جائیگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور ان دونوں دنوں میں بیچ کی رات بھی داخل ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ واللہ تجھ سے کلام نہ کرونگا ایک روز اور دو روز تو مثل اسکے ہے کہا کہ واللہ تجھ سے تین روز تک کلام نکرونگا۔ اور اگر کہا کہ واللہ میں فلان سے کلام نہ کرونگا آج اور نہ کل اور نہ پرسون تو اسکو راتوں میں اُس سے کلام کرنا جائز ہے اسواسطے کہ یہ تین قسمیں ہیں اور اگر کہا کہ واللہ کلام نہ کرونگا فلان سے آج اور کل اور پرسون تو یہ ایک ہی قسم ہے گویا اُسنے کہا کہ اُس سے تین روز تک کلام نہ کرونگا پس بیچ کی راتیں قسم میں داخل ہونگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کسی شخص نے کہا کہ واللہ والرحمن میں ایسا نہ کرونگا تو یہ دو قسمیں ہیں چنانچہ اگر ایسا فعل کرنے سے وہ حانث ہوا تو اسپر دو کفارے لازم ہونگے یہ ظاہر الروایۃ کا حکم ہے اور اس جنس کے مسائل میں اصل یہ ہے کہ اللہ تعالے کی قسم کھانے والے نے اگر دو نام ذکر کیے اور دونوں پر نیا قسم نہیں پس اگر دوسرا نام صفت اسم اول ہو اور دونوں کے درمیان حرف عطف ذکر نہ کیا ہو تو باتفاق جملہ روایات پر ایک ہی قسم ہوگی جیسے واللہ الرحمن میں ایسا نہ کرونگا اور اگر دوسرا اسم پہلے اسم کی نعت ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو مگر اُسنے بیچ میں حرف عطف بیان کر دیا ہو تو ظاہر الروایۃ کے موافق دو قسمیں ہو جائینگی جیسے کہا کہ واللہ والرحمن ایسا نہ کرونگا کذا فی المحیط اور اکثر مشائخ اسی ظاہر الروایۃ پر ہیں یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور اگر دوسرا اسم پہلے نام کی نعت ہونے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو

یعنی یہی مختار ہوا انکے نزدیک ۱۲

پس اگر دونون کے درمیان حرف عطف بیان کیا جیسے واللہ واللہ مین ایسا نہ کرونگا تو ظاہر الروایۃ کے موافق دو قسمین ہونگی اور یہی صحیح ہو اور اگر دونون کے بیچ مین حرف عطف بیان نہ کیا تو بالاتفاق جملہ روایت پر ایک ہی قسم ہوگی ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہو یہ محیط مین ہو۔ اور اگر اُسنے اُس سے دو قسمون کی نیت کی ہو تو دو قسم ہونگی پس اُسکا قول اللہ بجہت حرف قسم ابتدائی ہوگی اور ایسی قسم صحیح ہو یہ بدائع مین ہو۔ اور اگر کہا کہ واللہ والرحمن ایسا نہ کرونگا پھر کیا اسپر بالاتفاق سب کے نزدیک دو کفارے لازم آوینگے یہ فتاوے قاضی خان مین ہو۔ اور اگر کسی نے ایک امر پر قسم کھائی کہ اسکو کبھی نہ کرونگا پھر اُسنے اسی امر پر اسی مجلس مین قسم کھائی کہ اسکو کبھی نہ کرونگا پھر کیا تو اُسپر دو کفارے دو قسمون کے واجب ہونگے اور یہ حکم اسوقت ہو کہ اُسنے دوسری قسم کی نیت کی ہو یا تغلیظ کی نیت کی ہو یا کچھ نیت نہ کی ہو اور اگر دوسرے کلام سے مراد پہلی قسم کی نیت کی ہو تو اُسپر ایک ہی کفارہ واجب ہوگا اور امام ابو یوسفؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہو کہ یہ حکم اسوقت ہو کہ اُسنے حج یا عمرہ یا نماز یا روزہ یا صدقہ کی قسم کھائی ہو اور اگر اُسنے اللہ تعالے کی قسم کھائی ہو تو اُسکی نیت کچھ صحیح نہ ہوگی اور اسپر دو کفارہ لازم ہونگے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ احسن اُسکا ہی جو ہمنے امام رحمہ سے سُنا ہو اور اگر اُسنے ایک قسم حج اور دوسری بنام اللہ تعالی کھائی تو حانث ہونے پر اسپر ایک حج و ایک کفارہ لازم ہوگا یہ مبسوط مین ہو۔ نوازل مین ہو کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ واللہ مین تجھ سے ایک روز کلام نہ کرونگا واللہ مین تجھسے ایک مہینہ کلام نہ کرونگا واللہ مین تجھسے ایکسال کلام نہ کرونگا پھر بعد ساعت کے اُس سے کلام کیا تو اُسپر تین قسمون کی جزا لازم ہوگی اور اگر ایک روز کے بعد کلام کیا تو اُسپر دو قسمون کا کفارہ لازم ہوگا اور اگر ایک مہینہ کے بعد کلام کیا تو اُسپر ایک ہی قسم ہوگی اور اگر ایکسال کے بعد کلام کیا تو اُسپر کچھ نہ ہوگا یہ خلاصہ مین ہو۔ اور اگر کہا کہ مین اللہ تعالی سے بیزار ہون اگر مین نے کل ایسا کیا ہووے حالانکہ اُسنے ایسا کیا تھا اور جانتا تھا تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہو اور مختار برائے فتوی یہ ہو کہ اگر اُسکے زعم مین ہو کہ یہ کفر ہو تو کافر ہوگا۔ اور اگر کہا کہ مین نے کل ایسا کیا ہو تو مین قرآن سے بری ہون حالانکہ ایسا کر چکا اور جانتا ہو تو جواب مختار اسمین بھی وہی ہو جو اللہ تعالی سے بیزاری کی صورت مین مذکور ہوا ہو یہ محیط مین ہو۔ اور اگر کہا کہ اگر ایسا کرون تو اللہ و اُسکے رسول سے بری ہون پھر حانث ہوا تو یہ ایک ہی قسم ہو کہ اُسپر ایک ہی کفارہ لازم ہوگا اور اگر کہا کہ اگر ایسا کرون تو اللہ تعا سے بری ہون اور رسول اللہ سے بری ہون تو یہ دو قسمین ہین کہ حانث ہونے پر اُسپر دو کفارہ لازم آوینگے۔ اور اگر کہا کہ اگر ایسا کرون تو اللہ تعا سے بری ہون اور رسول اللہ سے بری ہون اور اللہ و رسول تجھسے بری ہون پھر حانث ہوا تو اُسپر چار قسم کے کفارے لازم آوینگے اور امام محمدؒ سے روایت ہو کہ اگر کہا کہ مین یہودی ہون اگر ایسا کرون اور مین نصرانی ہون اگر ایسا کرون تو یہ دو قسمین ہین اور اگر کہا کہ مین یہودی ہون مین نصرانی ہون اگر ایسا کرون تو یہ ایک ہی قسم ہو یہ فتاوی قاضیخان مین ہو۔ اور اگر کہا کہ اگر ایسا کرون تو مین چارون کتابون سے بیزار ہون تو یہ ایک ہی قسم ہو اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر ایسا کرون تو مین قرآن و انجیل اور توریت و زبور سے بری ہون تو حانث ہونے پر ایک ہی کفارہ لازم آویگا اسلیے کہ یہ ایک ہی قسم ہو۔ اور اگر کہا کہ اگر ایسا کرون تو مین قرآن سے بیزار ہون اور مین انجیل سے بیزار ہون اور مین توریت سے بیزار ہون اور مین زبور سے بیزار ہون تو یہ چار قسمین ہین کہ اگر حانث ہوگا تو اسپر چار کفارے لازم آوینگے یہ محیط مین ہو۔ اور اگر کہا کہ مین بری ہون اُس چیز سے جو مصحفون مین اُتری تو یہ ایک ہی قسم ہو اور اسی طرح اگر کہا کہ مین

بیزار ہون ہر آیت سے جو مصحف مین ہے تو بھی ایک ہی قسم ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے شمس الاسلام سے دریافت کیا گیا
کہ اگر کسی نے کہا کہ واللہ اگر این کار کنم یعنی واللہ اگر یہ کام کرون تو ایسا تو شیخ نے فرمایا کہ میرے استاد نے یہ اختیار
کیا تھا کہ یہ قسم نہ ہوگی پھر رجوع کیا اور فرمایا کہ قسم ہوگی یہ خلاصہ مین ہے۔ ایک نے کہا کہ سوگند خورم کہ این کار نکنم یعنی قسم
کھاتا ہون یا کھاتا ہون کہ یہ کام نہ کرونگا تو بعض نے فرمایا کہ قسم ہوگی اور بعض نے کہا کہ نہوگی اور اگر کہا کہ سوگند بخورم کہ این کار
نہ کنم یعنی قسم کھاتا ہون کہ یہ کام نہ کرونگا تو قسم ہوگی اسواسطے کہ ایسا کلام تحقیق کے واسطے ذکر کیا جاتا ہے نہ وعدہ کے طور پر
جیسے کہا جاتا ہے گواہی میدہم یعنی گواہی دیتا ہون اور اگر کہا کہ سوگند خورم بطلاق کہ این کار نکنم تو قسم نہوگی اسواسطے کہ یہ
وعدہ و تخویف ہے اور اگر کہا کہ سوگند خورم تو قسم ہوگی بخلاف سوگند میخورم کے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر کہا کہ سوگند
بطلاق سہ تا کہ شراب نخورم یعنی مجھے قسم بطلاق ہے کہ شراب نہ پیونگا پھر شراب پی لی تو اسکی جورو طالقہ ہو جائیگی اور اگر کہا
کہ مین نے قسم نہین کھائی تھی بلکہ یہ جو مین نے کہدیا تھا کہ مجھے قسم بطلاق ہے اسواسطے کہدیا تھا کہ لوگ مجھسے اقرض نہ کرین تو
قضاء اسکے قول کی تصدیق نہ کی جائیگی یہ کافی مین ہے۔ اور اگر اسنے کہا کہ سوگند خوردہ ام یعنی مین نے قسم کھائی ہے اگر سچا ہے
تو قسم ہوگی اور اگر جھوٹا ہے تو اسپر کچھ نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اسنے کہا کہ مرا سوگند است کہ این کار نکنم پس
اگر اسی قدر کہا تو یہ خبر دینا ہے پس اسکی قسم کھانے کا اقرار قرار دیا جائیگا۔ اور اگر اس سے کچھ زیادہ کہا کہ یون کہا کہ مجھ پر قسم
بطلاق ہے تو طلاق لازم آویگی اور اگر اسنے دعوی کیا کہ مین نے یہ کلام دروغ کہدیا تھا کہ ہم جلیس لوگ تعرض نہ کرین یا مثل اسکے کوئی غرض
بیان کی تو قضاء اسکی تصدیق نہوگی اور اگر کہا کہ باللہ العظیم کہ بزرگ تر اللہ العظیم ہے کہ مین یہ کام کیونکر کرونگا تو قسم ہوگی جیسے باللہ العظیم
الاعظم کہنے مین ہوتا ہے اور ایسی زیادات واسطے تاکید کے ہوتی ہین پس فاصل قرار نہ دیجاویگی یہ فتاوے
قاضیخان مین ہے اور فتاوے مین لکھا ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ سوگند می خورم بطلاق تو قطعاً قسم نہین ہے اسواسطے کہ لوگون مین
قسم بطلاق کا اسطرح رواج نہین ہے اور تجرید مین لکھا ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ مرا سوگند خانہ است یعنی مجھے گھر کی قسم ہے تو اسکی
جورو طالقہ ہو جائیگی اور یہ شرط نہین ہے کہ خانہ سے اُس نے جورو کی نیت کی ہو اور یہی اصح ہے قال المترجم ہمارے
عرف مین قسم نہوگی اور یہی اصح ہے۔ اور فتاوے مین لکھا ہے کہ اگر کہا کہ باللہ کہ بزرگتر اس سے کوئی نام نہین اسکے
بزرگ تر اس سے قسم نہین ہے یا جو بزرگ ترین نام ہے کہ مین ایسا کرونگا یا نہ کرونگا تو یہ قسم ہے اور قول بزرگ تر یہ
فاصل قرار نہ دیا جائیگا اور مجموع النوازل مین لکھا ہے کہ شیخ الاسلام سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی نے اس صورت مین
دعوی کیا کہ مین نے کرنے یا نہ کرنے کی قسم نہین کھائی بلکہ میری مراد یہ تھی کہ باللہ یہ سب قسمون سے بڑی قسم ہے یا میرے
نزدیک اس سے بڑھکر قسم نہین ہے تو فرمایا کہ اسکی تصدیق نہ کی جائیگی اسواسطے کہ اسنے فعل کا کرنا یا نکرنا اس سے ملا دیا
ہے اور یہ جو اسنے دعوی کیا کہ کلام مذکور اول سے مقصود ہے یہ خلاف ظاہر ہے کذا فی الخلاصہ اور اگر کہا کہ شہادۃ شہد اللہ
بدستہا من سوختہ اگر این کار کنم یعنی مصحف خدا میرے ہاتھ مین سوختہ اگر یہ کام کرون تو قسم نہوگی اور اگر کہا کہ ہر امیدی
بخدا دارم ناامیدم اگر این کار کنم تو یہ قسم ہوگی قال المترجم ضرور ہے کہ یون ہو کہ ہر امید کہ بخدا دارم الی آخرہ ورنہ
ہمارے عرف مین قسم نہوگی واللہ اعلم اور اگر کہا کہ مسلمانی نکردہ ام خدا یہ را اگر این کار کنم یعنی مین نے خدا کے واسطے
اپنے کام مین مسلمانی نہین کی اگر یہ کام کرون پھر کیا تو فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ اگر اسنے اس سے یہ مراد لی ہے کہ
عبادات کی ہین وہ حق نہین تھین تو قسم ہوگی ورنہ نہین اور اگر کہا کہ ہر چہ مسلمانی کردہ ام بہ کافران دادم اگر این کار کنم پھر کیا
مین نے کافرون کو دی ۱۲

تو کافر ہوگا اور اُسپر کفارہ لازم نہ ہوگا اور اگر کہا کہ واللہ کہ فلان سخن نہ گویم نہ یکسال روز و نہ دو روز و نہ سہ روز تو یہ ایک ہی قسم ہے
(واللہ کہ فلان بات نہ کہونگا نہ ایک دن نہ دو روز نہ تین روز ۱۲)
کہ دو روز گذر جانے پر منتہی ہو جائیگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ حرام است با تو سخن گفتن یعنی تجھسے بات کرنی
حرام ہے تو قسم ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے قال المترجم ہمارے عرف میں جب ہے کہ اُسنے انشاء کی نیت کی ہو اور اگر نہیں تو
نہیں فافہم واللہ اعلم۔ اور قاضی علی بن حسین سغدی رح سے دریافت کیا گیا کہ پذیرفتم کہ چنین نہ کنم اور کچھ نیت نہیں
کی ہے تو فرمایا کہ قسم ہوگی یہ خلاصہ میں ہے کسی نے کہا کہ پذیرفتم خدای را کہ فلان کار نہ کنم تو یہ قسم ہوگی جیسے کہا کہ میں نے
نذر کر لی ہے کہ ایسا نہ کرونگا۔ اور اگر کہا کہ خدای را و پیغمبر را پذیرفتم کہ فلان کار نہ کنم تو یہ قسم نہ ہوگی اسواسطے کہ قولہ پیغمبر را
پذیرفتم یہ قسم نہیں ہے تو جب کہ اللہ تعالیٰ او شرط کے درمیان ایسی چیز متخلل ہو گئی جو قسم نہیں ہے تو فاصل ہو گئی پس قسم
نہ ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے شیخ نجم الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر فلان کام کرون تو
آتش پرست سے بدتر ہوں تو فرمایا کہ یہ قسم ہے کہ حانث ہونے پر اسکا کفارہ واجب ہوگا اور اگر کہا کہ تین سو ساٹھ
آیات قرآن سے بیزار ہو اگر یہ کام کرے تو یہ ایک ہی قسم ہے اور اگر یون کہا کہ اگر من این کار کنم فرامنع خوانیست و
جہود خوانیست و سنگسار کنیت پھر کیا تو اُسکے ذمہ کچھ لازم نہیں ہے۔ اور اگر کہا کہ ہرچہ مغان مغی کردہ اند و جہودان جہودی
کردہ اند در گردن من کہ این کار نہ کردہ ام یعنی جو کچھ آتش پرستون نے آتش پرستی کی ہے اور یہودیون نے یہودگی کی ہے وہ
میری گردن پر کہ مین نے یہ کام نہیں کیا ہے حالانکہ اُسنے یہ کام کیا ہے تو اُسپر کچھ لازم نہیں ہے اور اگر کہا کہ اگر میں یہ کام کرون
تو کافر مجھپر شرف رکھتا ہے تو قسم نہ ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ ہزار آتش پرست و بت پرست سے بدتر ہوں اگر
ایسا کرون تو یہ قسم ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو شطرنج کھیلنا چھوڑ دے اُسنے کہا کہ اچھا
پس عورت نے کہا کہ میں تجھ سے طالقہ ہوں اگر تو شطرنج کھیلا کرے پس شوہر نے کہا کہ اگر میں شطرنج کھیلا کرون پس عورت
نے کہا کہ پھر یہ کیا پس شوہر نے کہا ہے جو تو کہتی ہے پھر اسکے بعد اُسنے شطرنج کھیلی تو طلاق واقع نہ ہوگی یہ خلاصہ میں
ہے شیخ نجم الدین عمر نسفی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے کہا کہ ہرچہ بدست راست گیرم برمن حرام کہ فلان کار
نہ کنم یعنی جو میں نے داہنے ہاتھ سے لیا مجھپر حرام ہے کہ فلان کار نہ کرون پھر یہ کام کیا تو فرمایا کہ حانث نہ ہوگا اسواسطے
کہ اگرچہ عرف طلاق ہے تو اس قول میں ہے کہ ہرچہ بدست راست گیرم اور اسمین نہیں ہے کہ ہرچہ بدست راست گرفتم
یہ ظہیریہ میں ہے قال المترجم اور یہ بیان کر دیا گیا کہ ہمارے یہاں بالکل یہ عرف نہیں ہے وقد منا الاصل الی ہذا فافہم۔
اور اگر کہا کہ پذیرفتم یا خدا کہ از خریدۂ تو کہ بیاری نخورم یعنی میں نے خدا سے نذر کر لی ہے کہ تیری خریدی ہوئی چیز سے
کہ تو لاوے نہ کھاؤنگا تو بعض نے فرمایا ہے کہ اگر نیت کریگا تو قسم ہوگی اور اصح یہ ہے کہ بدون نیت کے قسم ہے یہ ذخیرہ
میں ہے

فصل

ظالمون کے قسم دلانے میں اور حالف کی غیر نیت استحلاف پر قسم کھانے کے بیان میں فتاوے
اہل سمرقند میں مذکور ہے کہ سلطان نے ایک شخص کو پکڑا پس اُس سے قسم دلائی کہ بانیزد یعنی قسم انیزد کی پس اُس شخص نے
مثل اسکے کہا یعنی اُسنے بھی کہہ لیا کہ قسم بانیزد پھر سلطان نے کہا کہ روز آدینہ بیائی یعنی پھر جمعہ کو آوے پس اُس
(یعنی خدا کی ۱۲)
شخص نے مثل اسکے کہہ لیا یعنی ظاہرا کہا کہ روز آدینہ بیایم پھر وہ جمعہ کے روز نہ آیا تو اسپر کچھ لازم نہ آئیگا کیونکہ جب
اُسنے کہا کہ بانیزد اور سکوت کیا اور یہ نہ کہا کہ بانیزد کہ اگر ایسا نہ کرون تو یہ ہو تو قسم منعقد نہ ہوئی۔ اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ
سے منقول ہے کہ انھون نے فرمایا کہ شخص مظلوم کی قسم اُسکی نیت پر ہوتی ہے اور اگر ظالم ہو تو قسم دلانے والے

کی نیت پر ہوتی ہے اور اسی کو ہمارے اصحاب نے لیا ہے مثال اول آنکہ ایک شخص ایک چیز معین کی بیع پر جو اُسکے
ہاتھ میں ہے مجبور کیا گیا پس اُسنے قسم کھائی کہ میں نے یہ چیز فلان کو دیدی ہے اور مراد یہ لی کہ اس سے مبایعت کی ہے تاکہ (صورت اول شد احالف مظلوم ۱۲)
مجبور کرنیوالے کے خیال میں آوے کہ جو اُسکے ہاتھ میں ہے وہ دوسرے کی ملک میں ہے تاکہ پھر اُسکو اُسکے بیع کرنے پر
مجبور نہ کرے تو قسم اسکی نیت پر ہوگی اور جو اُسنے قسم کھائی ہے یہ یمین غموس نہوگی نہ حقیقۃً اور نہ معناً۔ اور مثال دوم آنکہ
زید کے قبضہ میں مال معین ہے عمرو نے دعوی کیا کہ یہ چیز میں نے تجھ سے سو درم کو خریدی ہے۔ اور زید نے اُسکے فروخت سے (صورت دوم ۱۲)
انکار کیا اور عمرو نے اُس سے قسم لی کہ تو قسم کھا کہ واللہ مجھپر یہ چیز عمرو کو سپرد کرنا واجب نہیں ہے پس زید اسی طرح قسم
کھا گیا اور سپرد کرنے سے یہ نیت کی کہ بطور ہبہ یا صدقہ سپرد کرنا واجب نہیں ہے اور یہ نیت نہ کی کہ بطور بیع سپرد کرنا
واجب نہیں ہے تو اگرچہ وہ اپنی نیت کی قسم میں سچا رہا اور حقیقت میں یہ یمین غموس نہوئی اسلیے کہ اُسنے اپنی لفظ سے
وہ بات مراد لی جو اُسکی لفظ کے محتملات میں سے ہے ولیکن معنی یہ یمین غموس ہے اسواسطے کہ اُسنے اس قسم سے مرد مسلمان
کا حق کاٹ دیا پس اُسکی نیت معتبر نہ ہوگی اور شیخ امام زاہد معروف بخواہرزادہ نے فرمایا کہ یہ جو ہمنے ذکر کیا ہے یہ
اللہ تعالے کی قسم میں ہے اگر اُسنے طلاق یا عتاق کی قسم لی اور قسم کھانے والا ظالم یا مظلوم ہے پس اُسنے خلاف ظاہر
نیت کی مثلاً قید سے طلاق یعنی رہائی کی یا فلان کام سے عتاق یعنی چھٹکارے یا آزادی کی نیت کی یا دروغ
خبر دینے کی طلاق یا عتاق کے بارہ میں نیت کی تو فیما بینہ وبین اللہ تعالے سچا ہوگا حتی کہ فیما بینہ وبین اللہ تعالی
طلاق وعتاق واقع نہوگا لیکن درصورتیکہ وہ مظلوم ہوگا تو اُسپر یمین غموس کا گناہ بھی نہوگا اور درصورتیکہ ظالم ہوگا تو اُسپر
ایسی قسم سے وہ گناہ ہوگا جو یمین غموس میں ہوتا ہے اگرچہ حقیقت میں جو اُس نے نیت کی ہے اسمیں سچا ہے۔ امام
قدوری نے اپنی کتاب میں فرمایا کہ یہ جو ابراہیم نخعی رح سے منقول ہے کہ اگر حالف ظالم ہو تو قسم مستحلف کی نیت
پر ہوتی ہے یہ امر واقع شدہ قاضی کے حق میں صحیح ہے اسواسطے کہ واجب یمین کا فراہم ہو ہر گاہ وہ ظالم ہے تو وہ
اپنی قسم میں گنہگار رہیگا اگرچہ اُس نے اپنے لفظ کے محتملات میں سے ایک معنی مراد لیے ہیں بدینوجہ کہ اُس نے اس قسم سے غیر پر
ظلم کرنے کا مقصود حاصل کیا ہے اور یہ بات امر مستقبل کی قسم میں حاصل نہیں ہے پس اسمیں ہر حال حالف کی نیت معتبر ہوگی یہ
محیط میں ہے۔ فتاوی میں لکھا ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کی طرف گذرا پس اُسنے اُسکی تعظیم کے واسطے اُٹھنا چاہا پس اُسنے
کہا کہ واللہ کہ نخیزی یعنی واللہ آپ نہ اُٹھیے گا مگر وہ اُٹھ کھڑا ہوا تو گذرنے والے پر کچھ لازم نہوگا۔ نوادر بن سماعہ
میں امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو کل فلان کے گھر گیا تھا اُس نے کہا کہ ہاں پس پوچھنے والے
نے کہا کہ واللہ تو گیا تھا پھر اُسنے کہا کہ ہاں تو یہ قسم ہے وہ قسم کھانے والا ہوگیا اسی طرح اگر نجانے کا ذکر کیا ہو پھر کہا کہ واللہ تو
نہیں گیا تھا اُسنے کہا کہ ہاں تو بھی یہی حکم ہے۔ ابو بشر رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ زید نے عمرو سے کہا کہ اگر
تو نے خالد سے کلام کیا تو تیرا غلام آزاد ہے پس عمرو نے کہا الا بیری اجازت سے تو یہ مجیب قرار دیا جائیگا جیسا کہ اگر بغیر
اجازت زید کے خالد سے کلام کریگا تو حانث ہوجائیگا یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ واللہ (یعنی قسم کھانے والا ہوگا ۱۲)
تو ایسا وایسا ضرور کرے اور مخاطب نے قسم لینے کی نیت نہ کی اور نہ اپنے اوپر قسم قرار دینے کی تو دونوں میں سے
کسی پر کچھ لازم نہوگا درصورتیکہ مخاطب نے ایسا ایسا نہ کیا اور اگر کہنے والے نے اپنی قسم کی نیت کی ہو تو حالف ہوجائیگا اور
اسی طرح اگر کہا کہ باللہ تو ضرور ایسا وایسا کرے اور اگر کہا کہ واللہ تو ضرور ایسا وایسا کریگا اور مخاطب نے قسم لینے کی نیت

کی تو یہ اختلاف ہے اور دونوں میں سے کسی پر کچھ لازم نہوگا ورنہ اگر کچھ نیت نہوگی تو خود حالف ہو جائیگا یہ فتاوے
قاضی خان میں ہے ایک نے دوسرے سے کہا کہ مثلاً زید نے عمرو سے کہا کہ واللہ تو ضرور ایسا کریگا یا کہا کہ باللہ تو ضرور
ایسا کریگا پس عمرو نے کہا کہ ہاں پس اگر زید نے قسم کی نیت کی اور عمرو نے بھی قسم کی نیت کی تو دونوں میں سے ہر ایک
حالف ہو جائیگا اور اگر زید نے قسم لینے کی اور عمرو نے حلف کی نیت کی تو عمرو حالف ہوگا اور اگر دونوں میں سے
کسی نے کچھ نیت نہ کی تو در صورتیکہ اللہ تو ضرور ایسا کریگا کہا ہے عمرو حالف ہوگا اور در صورتیکہ واللہ یا والقسم کہا ہو
تو زید حالف ہوگا اور اگر زید نے قسم لینے کی نیت کی اور عمرو نے یہ نیت کی کہ اسپر قسم نہیں ہے اور ہاں کہنا یا ہاں یعنی یہ
کہ ایسا ایسا کرنے کا وعدہ کیا بدون قسم کے تو اپنی اپنی نیت پر ہوگا اور دونوں میں سے کسی پر قسم نہ ہوگی یہ خلاصہ
و ذخیرہ کبروی کی فصل شخصی میں ہے اور اگر زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے قسم رکھی کہ تو ضرور ایسا کریگا یا کہا کہ میں نے اللہ
کی قسم رکھی ہے یا کہا کہ میں نے شاہد کیا اللہ کو یا کہا کہ حلف رکھی میں نے اللہ کی کہ تو ضرور ایسا کریگا خواہ ان سب
صورتوں میں یہ کہا کہ تجھپر یا نہ کہا تو ان سب صورتوں میں قسم کھانے والا زید ہوگا اور عمرو پر قسم نہ ہوگی اور اگر دونوں
نے نیت کی ہو تو جواب دینے والا بھی حالف ہوگا یعنی عمرو الا آنکہ زید نے اپنے قول سے فقط استفہام کی نیت
کی یعنی کیا تو یہ قسم کھاتا ہے پس اگر زید کی یہ نیت ہو تو زید پر قسم نہ ہوگی۔ زید نے عمرو سے کہا کہ تجھپر اللہ کا عہد ہے اگر تو
ایسا کرے پس عمرو نے کہا کہ ہاں تو زید پر کچھ نہوگا اگرچہ اسنے قسم کی نیت کی ہو اور یہ قول کہنیوالا عمرو ہے قسم لینے پر ہے
ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ تو نے ایسا و ایسا کیا ہے اس نے کہا کہ میں نے نہیں کیا ہے پھر مرد نے کہا کہ اگر تو نے کیا ہو تو
تو طالقہ ہے پس عورت نے کہا کہ اگر میں نے کیا ہو تو میں طالقہ ہوں تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر مرد نے اس قول سے اگر
تو نے کیا ہے تو تو طالقہ ہے عورت کی قسم کی نیت کی ہو یعنی یہ مراد ہو کہ بھلا کیا اگر تو نے ایسا کیا ہو تو تو طالقہ تو عورت
پر طلاق واقع نہوگی چند فاسق لوگ باہم جمع ہوئے کہ بعض انہیں سے بعض کے ساتھ صفع کرتے تھے پس ایک نے
انہیں سے کہا کہ اب پھر جو کوئی کسی سے صفع کرے تو اسکی جورو کو تین طلاق ہیں پس ایک نے انہیں سے فارسی میں کہا
کہ ہلا یعنی بھلا پھر اسکے بعد ان میں سے ایک نے دوسرے کو صفع کیا اور اسنے بھی اسکو صفع کیا تو مشائخ نے فرمایا
کہ جسنے ہلا کہا ہے اسکی جورو طالقہ نہ ہوگی اسواسطے کہ یہ کلام فاسد ہے قسم نہیں ہے۔ ایک مرد نے کہا کہ تجھپر پیادہ
حج واجب ہے اور میرا ہر مملوک آزاد ہے اور میری ہر عورت طالقہ ہے اگر میں اس دار میں داخل ہوں پس دوسرے
نے کہا کہ تجھپر مثل اسکے ہے جو تو نے اپنے اوپر قرار دیا ہے اگر میں اس دار میں داخل ہوں پھر دوسرا اس دار میں
داخل ہوا تو اسپر پیادہ حج واجب ہوگا اور طلاق و عتاق کچھ واقع نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے ایک شخص
کو سرہنگان سلطان نے قسم دلائی کہ کل کوئی کام نہ کرے جب تک فلاں نہ آجاوے پھر اس قسم کھانیوالے
نے دوسرے روز اپنے موزے پہنے پھر ایک میت کے پاس گیا اور فلاں کے آنے سے پہلے اسکا سر اسکی جگہ سے ہٹا دیا
تو شیخ محمد بن سلمہ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ وہ حانث نہوگا پس اسکی قسم اس کام سے سوا نہ ہوگی ۔ ایک شخص
اپنے امیر کے ساتھ سفر کو نکلا پس امیر نے اس سے قسم لی کہ بدون میری اجازت کے واپس نہو پھر اسکا کپڑا یا تھیلی
گر گئی جسکے لینے کے واسطے وہ واپس ہوا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ ایسی واپسی پر اسکی قسم نہیں واقع ہوئی تھی
ایک مرد نے جو مشہور ہے کہ سلطان سے لگائی بجھائی کرکے لوگوں کو ضرر پہنچاتا ہے کہ سلطان سے چغلیاں کھاتا ہے اور ناحق کی جنایات

اپنے پیالی ہو پس اس نے قسم کھائی کہ اگر مین نے دس درم سے زیادہ کی بابت کسی کی لگائی بجھائی کی تو میری جورو
طالقہ ہو پھر اُسکی جورو نے دس درم سے زیادہ کی بابت لگائی بجھائی کی تو شیخ الاسلام نجم الدین رح نے ذکر فرمایا ہو
کہ اُسکی جورو طالقہ نہ ہوگی یہ ظہیریہ مین ہو سلطان نے ایک مرد سے کہا کہ تیرے پاس فلان امیر کا مال ہو اُسنے انکار کیا
پس سلطان نے اُس سے اُسکی جورو کی طلاق کی قسم لی کہ تیرے پاس فلان امیر کا مال نہین ہو پس اُس نے قسم کھائی حالانکہ
اس مرد حالف کے پاس بہت سا مال تھا جسکو امیر مذکور کی جورو نے اُسکے پاس بھیجا تھا اور جو اس مال کو لایا تھا اُسنے
یہی کہا تھا کہ یہ فلان امیر کی جورو کا مال ہو اور حالت یہ تھی کہ اس عورت کا بھی اسقدر مال ہوسکتا تھا - پھر عورت مذکورہ
نے اقرار کیا کہ یہ مال اُسکے شوہر کا ہو تو اُس سے حالف کی جورو طالقہ نہوگی تاوقتیکہ حالف اُسکی تصدیق نہ کرے
یا بعد دعوی صحیحہ کے قاضی بہ گواہی گواہان عادل اسکا حکم نہ دیدے تب البتہ حالف مذکور حانث ہو جائیگا ایک شخص
بیس بکریان ایک شہر سے دوسرے شہر کو فروخت کے واسطے لیگیا اور سب بکریان دوسرے شہر کے اندر داخل کردین
لیکن انہین سے دس بکریان اپنی دکان پر لایا ہر کسی پس خطرہ کے سبب واسطے اُس سے قسم لی کہ وہ فقط دس بکریان لایا
ہو اور شہر کے باہر کچھ نہین چھوڑ آیا ہو پس اُسنے قسم کھالی اور نیت یہ کی کہ فقط دس ہی بکریان لایا ہون یعنی بازار مین
فقط دس ہی لایا ہون اور باہر کچھ نہین چھوڑ آیا ہو یعنی بازار سے باہر تو مشائخ نے فرمایا ہو کہ یہ شخص حانث نہوگا اسواسطے
کہ اُسنے ایسی بات مراد لی ہو جو اُسکے لفظ سے نکلتی ہو مگر قضاءً اُسکے قول کی تصدیق نہوگی - ایک شخص مرگیا اور اُسنے
ایک وارث اور کسی پر اپنا قرضہ چھوڑا پس وارث نے قرضدار سے قرضہ کی بابت مخاصمہ کیا پس قرضدار نے قسم کھائی
کہ مدعی کا مجھپر کچھ نہین ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر قرضدار کو موت مورث کی خبر نہ تھی تو امید ہو کہ وہ حانث نہوگا
اور اگر اُسکو موت مورث سے آگاہی تھی تو صحیح یہ ہو کہ وہ حانث ہو جائیگا - ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو نے میرے کتنے
پھل کھائے ہین اُسنے کہا کہ مین نے پانچ پھل کھائے ہین اور قسم کھا گیا حالانکہ اُسنے دس پھل کھائے تھے تو جھوٹا
و حانث نہوگا اور اگر یہ قسم بطلاق و عتاق ہوگی تو طلاق و عتاق واقع نہوگا - اسی طرح اگر کسی سے کہا گیا کہ تو نے
یہ غلام کتنے کو خریدا ہو اُسنے کہا کہ سو درم کو حالانکہ اُسنے دو سو درم کو خریدا ہو تو جھوٹا نہوگا اور اگر اُسپر طلاق و عتاق
کے ساتھ قسم کھائی ہو تو کچھ جزا لازم نہوگی - اور یہ نظیر اسکی ہو جو جامع مین فرمایا ہو کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ اس کپڑے کو
دس درم کو خریدونگا پھر اُسکو بارہ درم کو خریدا تو قسم مین حانث ہو جائیگا - ایک مرد بھاگ کر دوسرے کے مکان
مین چھپا پس مالک مکان نے قسم کھالی کہ مین نہین جانتا ہون کہ وہ کہان ہو اور مراد یہ لی کہ مجھے نہین معلوم کہ میرے
مکان مین وہ کس جگہ ہو تو حانث نہوگا - ایک نے سلطان کے قسم دلانے سے قسم کھائی کہ مجھے یہ بات معلوم نہین ہو پھر اُسکو
یاد آئی کہ اُسکو معلوم تھی لیکن وقت قسم کے اُسکو فراموش تھی تو مشائخ نے فرمایا کہ امید ہو کہ وہ حانث نہوگا اسلیے
کہ وقت قسم کے وہ نہین جانتا تھا - ایک نے اپنی جورو کی طلاق کی قسم کھائی کہ اس رات مین میرے گھر مین شوربا
نہین ہو حالانکہ اُسکے گھر مین شوربا تھا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر شوربا اسقدر کم تھا کہ اگر اُسکو معلوم ہوتا تو وہ یہ کہتا
کہ میرے گھر مین شوربا ہو تو قسم مین حانث نہ ہوگا اور اگر شوربا زیادہ تھا مگر وہ خراب ہوگیا تھا ایسا کہ اُسکو
کوئی کھا نہین سکتا تھا تو بھی حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ قسم مین ایسا شوربا مراد نہین ہوسکتا ہو اور اگر ایسا بگڑا تھا
کہ بعض اُسکو نہین کھاسکتے تھے اور بعض کھاسکتے تھے تو وہ اپنی قسم مین حانث ہو جائیگا - ایک شخص نے اپنی جورو کی

جیسے فقیر محتاج وغیرہ ۱۲

زمین میں روئی بوئی پھر قسم کھائی کہ اگر اس زمین کی پیداوار میرے گھر میں داخل ہو تو حلال نہیں حرام ہے پھر اُسکی عورت نے
یہ روئی اپنے سر پر رکھکر دُھنیے کو دینے کے واسطے لے چلی اور راہ میں اپنے سر پر رکھے ہوئے اپنے شوہر کے گھر میں داخل
ہوئی پھر نکلکر دُھنیے کے یہاں لیگئی تو مرد مذکور اپنی قسم میں حانث ہو جائیگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص
کو سلطان نے طلب کیا تا کہ اسکو تہمت میں گرفتار کرے پھر ایک شخص کو پکڑ کر اس سے کہا کہ تو اُسکے فرزندوں یا
اقرباؤں کو بتلا تا کہ اُسکے فرزندوں سے یا اقرباؤں سے مال لے لیں پس اُس نے جاننے سے انکار کیا پس اُس سے
قسم لی کہ تو اُسکے فرزندوں یا اقرباؤں کو نہیں جانتا ہے حالانکہ اگر وہ بتلا دے تو اسمیں مسلمانوں پر ضرر کثیر ہے
پس اگر وہ جانتا ہے تو اُسکے قسم کھا لینے کی گنجائش نہیں ہے ولیکن حیلہ یہ ہے کہ اس مرد کا نام بیان کرے جسکو سلطان
نے طلب کیا ہے مگر اس نام کا دوسرا آدمی ارادہ کرکے قسم کھا لیوے اور ایسی قسم وحیلہ خصاف رحمہ اللہ کے نزدیک
صحیح ہے اگرچہ ظاہر الروایات کے موافق نہیں صحیح ہے پس اگر حالف مذکور مظلوم ہوگا تو امام خصاف کے قول پر
فتوی دیا جائیگا۔ طلاق الفتاوی میں مذکور ہے کہ زید نے عمرو پر مال کا دعوی کیا اور عمرو نے انکار کیا پس قاضی
نے عمرو سے قسم لی کہ تجھپر اسکا اسقدر ایسا مال نہیں ہے پس عمرو نے اپنی آستین کے اندر سے انگلی سے ایک دوسرے
شخص کی طرف اشارہ کرکے قسم کھائی کہ اسکا تجھپر نہیں ہے تو دیانۃً اُسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً یہ خلاصہ میں ہے۔
فصل کفارہ کے بیان میں۔ حانث ہونے پر قسم کا کفارہ واجب ہوتا ہے اور کفارہ تین چیزوں میں سے ایک
ہے کہ اگر قدرت رکھتا ہو تو ایک بردہ آزاد کر دے اور جو بردہ کفارہ ظہار میں جائز ہے وہ یہاں بھی روا ہے یا دس
مسکینوں کو لباس دیدے کہ ہر ایک کو ایک کپڑا یا زیادہ دے اور ادنی لباس اسقدر ہے کہ جسمیں نماز جائز ہو جاتی
ہے یا دس مسکینوں کو کھانا دے اور کفارہ قسم میں کھانا دینا ویسا ہی ہے جیسے کفارہ ظہار میں دیا جاتا ہے یہ فتاوے
حاوی قدسی میں ہے۔ اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ ادنی لباس اسقدر ہے کہ اُسکے اکثر بدن کو
چھپا دے حتی کہ خالی ایک پاجامہ دیدینا کافی نہیں ہے اور یہی قول صحیح ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر ان تینوں چیزوں میں سے
کسی کے دینے کی اُسکو قدرت نہ ہو تو پے درپے تین روز روزہ رکھے اور یہ تنگدست کا کفارہ ہے اور اولی کفارہ ویسا ہے
اور اس کفارہ کے واسطے خوشحالی اسی قدر معتبر ہے کہ اُسکی کفایت سے اسقدر بچا ہو کہ جس سے کفارہ قسم ادا کر دے
اور یہ حکم اسوقت ہے کہ جو منصوص علیہ ہے وہ اُسکی ملک میں نہو اور اگر عین منصوص علیہ اُسکی ملک میں ہو یعنی اُسکی ملک
میں کوئی غلام ہو یا دس مسکینوں کا لباس یا کھانا موجود ہو تو اُسکو روزے سے کفارہ دینا کافی نہوگا خواہ اسپر قرضہ
ہو یا نہو۔ اور اگر اُسکی ملک میں عین منصوص علیہ موجود نہو تو اسوقت تنگی وخوشحالی کا اعتبار ہوگا یہ سراج وہاج میں
ہے پھر واضح ہو کہ تنگی وخوشحالی کا اعتبار ہمارے نزدیک اُسوقت ہوگا جب کفارہ دینے کا قصد کرتا ہے چنانچہ اگر قسم
سے حانث ہونے کے وقت وہ خوشحال تھا پھر جب کفارہ دینے کا قصد کیا اسوقت تنگدست ہو گیا تو ہمارے نزدیک
روزے اُسکے حق میں کافی ہونگے اور اگر اسکے برعکس ہو تو کافی نہونگے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور یہ جو فرمایا ہے کہ خوشحالی
سے یہاں یہ مراد ہے کہ اُسکے کفاف سے کچھ زائد بچا ہو تو کفاف کی مقدار یہ ہے کہ رہنے کے مکان سے اور ستر عورت کے
قدر کپڑے سے اور روزینہ کھانے سے فاضل رہتا ہو یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر اسکا مال غائب ہو
یا لوگوں پر اسکا قرضہ ہو اور سردست وہ اسقدر نہیں پاتا ہے کہ اُس سے بردہ آزاد کرے یا مسکینوں کو لباس دے

یا کھانا دیوے تو اسکو روزے رکھنے کافی ہونگے ایسا ہی امام محمد رح نے ذکر فرمایا ہے - اور مشائخ نے فرمایا کہ لوگون
پر قرضہ ہونے کی صورت مین بھی روزے سے جواز کا حکم جو امام محمد رح نے دیا ہے اسکی تاویل یہ ہے کہ اسکا قرضہ تنگدست
لوگون پر ہو جو ادا کرنے پر قادر نہین ہین اور اگر اسکا قرضہ مالدارون پر ہو کہ اسکے ادا کرنے پر قادر ہین کہ اگر اسنے
تقاضا کر کے وصول کر لے تو کفارہ [illegible] ادا کرنے پر قادر ہو جاوے تو اسکو روزے کافی نہونگے ایسا ہی امام محمد رح
سے ابن سماعہ نے روایت کی ہے اور ایسا ہی مشائخ نے عورت کے حق مین کہا ہے کہ جب اسپر کفارہ لازم آیا اور
اسکے ہاتھ مین اسکا کچھ مال نہین ہے حالانکہ اسکا مہر اسکے شوہر پر ہے کہ اگر تقاضا کرے تو وہ ادا کر دے تو عورت
کو روزے سے کفارہ دینا روا نہوگا - اور اگر ایک شخص کے پاس مال ہو حالانکہ اسپر لوگون کا قرضہ بھی اسی قدر
ہے کہ جتنا مال ہے یا اس سے بھی زیادہ ہے تو اسکو یہ قرضہ اس مال سے ادا کرنے کے بعد روزے سے کفارہ
روا ہے ایسا ہی امام محمد رح نے اصل مین ذکر کیا ہے اور یہ ظاہر ہے اور قبل قضائے قرضہ مذکور کے آیا اسکو (یعنی ادائے قرضہ ۱۲)
روزے سے کفارہ دینا روا ہے یا نہین سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے کذا فی المحیط اور راجح یہ ہے کہ روزے
سے کفارہ دینا اس صورت مین بھی روا ہے یہ مبسوط مین ہے - اور اگر ہر مسکین کو نصف کپڑا دیا یا ایک کپڑا دس مسکینون
کو دیا بہ نیت کفارۂ قسم تو لباس سے کفارہ ادا نہوگا اور جب لباس سے کفارہ ادا نہوا پس اگر اسکی قیمت اسقدر
ہو کہ جس سے دس مسکینون کا کھانا دیا جاتا ہے تو کیا کھانے سے اعتبار کر کے کفارہ ادا ہو جائیگا یا نہین تو شیخ الاسلام
خواہر زادہ نے ذکر فرمایا ہے کہ ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایت کے موافق کافی ہو جائیگا خواہ اسنے نیت کی ہو کہ
یہ کپڑا طعام کے بدلے مین ہے یا یہ نیت نہ کی ہو یہ ظہیریہ مین ہے - اور ٹوپی اور موزہ لباس سے کفارہ دینے مین کافی
نہین ہے اور کھانے سے کافی ہے اور کپڑے مین قابض کا حال معتبر ہے کہ اگر وہ قابض کے واسطے صالح ہو تو جائز ہے
ورنہ نہین - اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اوسط درجے کے لوگون کے سر اسے ہو تو جائز ہے اور شمس الائمہ سرخسی
نے فرمایا کہ یہ قول اشبہ بالصواب ہے یہ خلاصہ مین ہے - اور اگر ہر مسکین کو ایک عمامہ دیدیا پس اگر اسقدر کپڑا ہے کہ
وہ ایک قمیص یا چادر تک پہونچتا ہے تو لباس سے کفارہ ادا ہو جائیگا ورنہ لباس سے کفارہ ادا نہین ہوگا مگر طعام
سے کفارہ ہو جائیگا بشرطیکہ اسکی قیمت اتنی ہو کہ طعام سے کفارہ کے مثل ہو یہ مبسوط مین ہے - اور اگر دس مسکینون کو
ایک کپڑا [illegible] قیمت کا سب مین مشترک ایسا دیا کہ اگر اوسط لباس واجبی کی قیمت کے مثل یا زیادہ اسمین سے
ہر ایک کے حصہ مین پہونچتا ہے تو یہ کپڑا انکے کفارہ لباس سے کافی نہوگا اسواسطے کہ لباس منصوص علیہ ہے پس وہ اپنے
نفس کا بدل نہوگا ہان غیر کا بدل ہوسکتا ہے چنانچہ اگر اس کپڑے مین سے ہر ایک کے حصہ مین طعام کی قیمت کے مثل
قیمت کا حصہ پہونچتا ہو تو طعام سے کفارہ ادا ہو جائیگا اور جیسے اسکے برعکس کہ اگر ہر مسکین کو چہارم صاع گیہون
دیے جو ایک صاع چھوہارے کے برابر ہین تو طعام سے کفارہ ادا نہوگا ہان اگر اس چہارم صاع گیہون کی قیمت
اسکے لباس کی قیمت کے مثل ہو تو لباس سے کفارہ ادا ہو جائیگا یہ بدائع مین ہے جسپر کفارۂ قسم واجب ہے اگر اسنے
ایک پرانا کپڑا مسکین کو دیا تو مشائخ نے فرمایا کہ قیمت کے عوض جائز نہین ہے ولیکن یہ دیکھا جائیگا کہ اگر ایسا ہو کہ اگر
نئے کپڑے کی نصف مدت تک انتفاع حاصل کیا جاوے تو نہین جائز ہے اور جدید کپڑے سے چھ مہینہ
انتفاع ہوسکتا ہے اور اس سے چار مہینہ یعنی نصف سے زائد مدت تک تو جائز ہے یہ فتاوے قاضی خان

میں ہے۔ اور اگر ایک ہی مسکین کو دس کپڑے ایک ہی دفعہ دیدیے تو اُسکے کفارہ کی طرف سے کافی نہونگے جیسے طعام
میں ہوتا ہے اور اگر اُسکو ہر روز کر کے ایک ایک کپڑا دیا یہانتک کہ دس کپڑے دس روز میں پورے کر دیے
تو کفارہ ادا ہوگیا جیسے طعام میں ہے۔ اور اگر مسکینوں کو ایک غلام یا چوپایہ جسکی قیمت دس مسکینوں کے کپڑے کے
برابر ہے دیدیا تو باعتبار قیمت کے اُسکا کفارہ لباس سے ادا ہوگیا جیسے درہم دینے میں ہوتا ہے اور اگر غلام یا چوپایہ
کی قیمت دس مسکینوں کے لباس کے برابر نہ پہونچی مگر دس مسکینوں کے طعام کے برابر پہونچی تو کفارہ
طعام سے ادا ہوگیا۔ اور اگر کسی مرد نے گواہ قائم کیے کہ یہ کپڑا میرا ہے یا یہ چوپایہ میرا ہے پس بعد ثبوت و حکم قاضی کے
اسکو لے لیا تو اُسپر واجب ہوگا کہ از سر نو کفارہ قسم ادا کرے۔ اور اگر زید کی طرف سے عمرو نے زید کے حکم سے
دس مسکینوں کو لباس دیدیا تو زید سے کفارہ ادا ہوگیا اگرچہ عمرو نے زید سے اُسکا ثمن نہ پایا ہو۔ اور اگر عمرو نے
بدون حکم زید کے اور بدون رضامندی زید کے ایسا کیا تو زید کی طرف سے جائز نہ ہوگا۔ اور اگر کسی نے اپنی قسم کے
کفارات میں سے میتوں کے کفنوں میں یا مسجد کی عمارت میں یا میت کے ادائے قرضہ میں یا عتق رقبہ میں دیا
تو جائز نہیں ہے اور اگر اسمین سے کسی ابن سبیل کو جسکا توشہ مسافرت میں نہیں رہا ہے دیدیا تو جائز ہے۔ اور اگر
ایک شخص نے جسپر دو قسموں کا کفارہ واجب ہے دو دو کپڑے دس مسکینوں کو دونوں قسموں کی طرف سے دیے
تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے قول میں اسکی ایک ہی قسم کی طرف سے ادا ہونگے۔ اور اگر کسی نے ایک
مسکین کو اپنے کفارہ قسم میں لباس دیا تھا پھر یہ مسکین مرگیا پس اُسکا ورثہ اُسکو ملا اور اُسنے وہی کپڑا میراث
میں پایا یا مسکین کی زندگی میں اُس سے خرید لیا یا مسکین نے اُسکو ہبہ کر دیا تو اُسکا کفارہ مذکور فاسد نہوگا
یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کسی نے کفارہ قسم میں کھانا دینا اختیار کیا تو وہ دو نوع پر ہے ایک طعام تملیک اور
دوم طعام اباحت پس طعام تملیک اس طرح ہے کہ دس مسکینوں میں سے ہر ایک کو نصف صاع گیہوں یا آٹا
یا ستو دے یا ایک صاع جو دے جیسے صدقہ فطر میں مذکور ہے اور اگر اُس صورت میں اُسنے دس مسکینوں
میں سے ہر ایک کو چہارم چہارم صاع دیا پس اگر دوبارہ انھیں کو چہارم چہارم صاع دیدیا تو جائز ہوگیا
اور اگر دوبارہ اُنکو نہ دیا تو از سر نو طعام دیوے اور اسی طرح اگر کسی نے وصیت کر دی کہ میرے کفارہ قسم
میں میری طرف سے دس مسکینوں کو طعام دیا جاوے پس وصی نے دس مساکین کو صبح کا کھانا کھلایا پھر
یہ مساکین مرگئے قبل اسکے کہ اُنکو شام کا کھانا کھلا دے تو اُسپر لازم آویگا کہ از سر نو کھانا دیوے مگر وصی
ضامن نہوگا۔ ایک شخص نے ایک ہی مسکین کو اپنے کفارہ قسم میں پانچ صاع گیہوں دیدیے تو کفارہ
ادا نہوگا الا آنکہ ایک ہی مسکین کو دس روز میں دے پس تعداد ایام مقام تعداد مساکین قائم ہوگی اور اگر ایک
مسکین کو گیہوں دیے یعنی نصف صاع اور دوسرے کو جو دیے یعنی ایک صاع تو ظاہر الروایۃ کے موافق جائز ہے۔
اور اگر کسی نے پانچ مسکینوں کو طعام دیا اور پانچ کو لباس دیا پس اگر اُسنے بطور تملیک کے دیا تو کفارہ ادا ہوگا
اور طعام و لباس دونوں میں سے جو بیش قیمت ہوگا وہ دوسرے کم قیمت کا بدل قرار پاویگا چاہے کوئی ہو۔
اور اگر اُسنے طعام بطور اباحت دیا ہے پس اگر طعام کم قیمت ہوگا بہ نسبت لباس کے تو کفارہ ادا ہو جاویگا اور
اگر یہ طعام بیش قیمت ہوگا تو جائز نہوگا اسواسطے کہ لباس میں تملیک ہے اور طعام بطور اباحت پایا گیا نہ بطور تملیک

اور اباحت میں تملیک نہیں ہے پس جب کہ طعام کم قیمت ہوگا تو لباس کو طعام کا بدل قرار دینا جائز ہوگا اور
اگر اسکے برعکس ہوگا تو نہیں ہو سکے گا - اور اگر کسی نے کفارۂ طعام بطور اباحت اختیار کیا تو ہمارے نزدیک
روا ہے اور طعام اباحت اس طرح ہے کہ دو وقت صبح و شام یا دو دن صبح کو یا دو دن شام کو یا شام و سحری کو
پیٹ بھر کے کھلا دے یعنی کھانے کو پیٹ بھر کے کھالو اور مستحب یہ ہے کہ صبح و شام دونوں وقت روٹی کے ساتھ سالن ہو
یعنی جو چیز روٹی کے ساتھ کھائی جاوے اور اس صورت میں انکا پیٹ بھر جانا معتبر ہے مقدار طعام معتبر نہیں ہے
چنانچہ اگر تین روٹیاں دس مسکینوں کے سامنے رکھیں اور انھوں نے کھایا کہ سیر ہو گئے تو جائز ہے یہ امام ابو حنیفہ
سے روایت کیا گیا ہے - اور اگر دس مسکینوں میں سے ایک کا پیٹ بھرا ہوا ہو تو اسمیں اختلاف ہے بعض نے کہا
کہ اگر پیٹ بھرنے سے پہلے اسکے طعام میں سے ایک مقدار رغبتاً اور دن نے کھایا ہو کھایا تو جائز ہو گیا اور بعضوں نے
کہا کہ نہیں جائز ہے اسواسطے کہ دس مسکینوں کا سیر کر دینا واجب تھا اور یہ نہیں پایا گیا - اور اگر دس مسکینوں کو
صبح و شام کھانا سیر ہو کر کھلا دیا مگر انہیں ایک دودھ چھوڑا بچہ ہو تو جائز نہ ہوا اور اسپر واجب ہے کہ بجاے
اسکے ایک دوسرے مسکین کو کھلا دے یہ فتاوے قاضیخان میں ہے - اور اگر دس مسکینوں کو روٹی کھلا کر سالن کے
کھانا دیا پس اگر روٹی گیہوں کی دی تو جائز ہے اور اگر دوسری چیز ہو تو سالن ضرور ہے اور اگر انکو روٹی و کھجور یا ستو
و کھجور یا خالی ستو کھلا دئے تو کفارہ ادا ہو گیا بشرطیکہ یہی اسکے اہل و عیال کا کھانا ہو - اور اگر اسنے ایک مسکین کو دس
روز تک صبح و شام کھلایا تو کفارہ ادا ہو گیا اگرچہ اسنے ہر روز کے کھانے میں ایک ہی روٹی کھائی ہو - اور اگر اسنے
صبح کو دس مسکینوں کو کھانا دیا پھر شام کو دوسرے دس مسکینوں کو انکے سواے کھانا کھلایا تو جائز نہیں ہے اور
اسی طرح اگر اسنے دس روز تک صبح کو ایک مسکین کو اور شام کو دوسرے مسکین کو کھلایا تو بھی نہیں جائز ہے اور
اگر اسنے حصہ ایک مسکین کا دو مسکینوں پر بانٹ دیا تو بھی نہیں جائز ہے - اور اگر صبح کو ایک مسکین کو کھانا کھلایا
اور شام کے کھانے کے اسکو دام و پیسے یا درم تو کافی ہے اور اسی طرح اگر دس مسکینوں کی صورت
میں اسنے ایسا ہی کیا کہ انکو صبح کا کھانا کھلا دیا اور انکے شام کے کھانے کے انکو پیسے یا درم دیدیے تو جائز
ہے اور اگر دس مسکینوں کو اس نے ایک وقت کھانا کھلایا اور پھر انھیں کو چہارم چہارم صاع گیہوں دیدیے
تو کفارہ ادا ہو گیا - اور ہشام نے بروایت امام محمد رح فرمایا کہ اگر ایک مسکین کو بیس روز تک صبح کو کھانا کھلایا
یا رمضان میں بیس رات اسکو کھانا کھلا دیا تو کفارہ ادا ہو گیا - اور اگر کسی نے کفارۂ قسم میں روزے رکھے حالانکہ اسکی
ملک میں غلام یا طعام تھا جسکو وہ بھول گیا تھا پھر بعد روزے پورے ہونے کے اسکو یاد آیا تو بالاجماع اسکے کفارہ
کے واسطے یہ روزے کافی نہونگے یہ سراج وہاج میں ہے - اور اگر کسی نے پانچ مسکینوں کو کھانا دیا پھر وہ فقیر
ہو گیا تو اسپر واجب ہوگا کہ اگر روزے سے کفارہ ادا کرنا چاہے تو از سر نو روزے سے کفارہ ادا کرے یہ مبسوط
میں ہے - اور اگر کسی نے دس مسکینوں میں سے ہر ایک کو چہارم چہارم صاع گیہوں اپنے کفارۂ قسم میں دیے پھر یہ
لوگ غنی ہو گئے پھر فقیر ہو گئے پھر اسنے انکو چہارم چہارم صاع دیا تو امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ یہ کفارہ
جائز نہوا جیسے مکاتب کو چہارم صاع دیا پھر وہ عاجز ہو کر رقیق کر دیا گیا پھر دوبارہ مکاتب کیا گیا پھر اسنے اسکو
چہارم صاع دیا تو یہ کفارہ ادا ہونے کے واسطے نہیں کافی ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے - اور اگر کسی شخص نے

اپنی قسموں کے کفارات میں دس مسکینوں میں سے ہر ایک کو ہزار ہزار من گیہوں اکٹھا کر کے دیدیئے تو امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک یہ ایک ہی قسم کے کفارہ سے جائز ہونگے یعنی ایک ہی کفارہ ادا ہوگا یہ خلاصہ میں ہے جس پر کفارۂ قسم ہو اگر اُس نے پانچ صاع گیہوں دس مسکینوں کے سامنے رکھے پس اُنھوں نے چھینا جھپٹی کر کے لوٹ لیا تو فقط ایک ہی مسکین کی طرف سے کافی ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور جن لوگوں کو زکوۃ دینی جائز نہیں ہے اُنکو کفارہ بھی دینا جائز نہیں ہے جیسے والدین و اولاد وغیرہ مگر کفارہ ذمی فقیروں کو دینا جائز ہے بخلاف زکوۃ کے اور یہ امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح کے نزدیک ہے اور حربی فقیروں کو دینا بالاجماع نہیں جائز ہے یہ سراج وہاج میں ہے اور روزہ کفارہ ایام تشریق میں نہیں روا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر تنگدست نے روزہ سے کفارہ دینا چاہا پس دو روزے رکھکر تیسرے روزہ بیمار ہوا کہ اسکو افطار کرنا پڑا تو از سر نو روزے رکھے اسی طرح اگر عورت تین ایام کے اندر حائض ہو گئی تو از سر نو ادا کرے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر متفرق قسموں کے کفارات لازم آئے ہیں اُس نے کفاروں کی گنتی پر بردے آزاد کیے کہ ہر قسم کے مقابلہ کوئی رقبہ معین نہیں کیا یا ہر رقبہ کو ان سب کی طرف سے کفارے کی نیت سے آزاد کیا تو استحساناً کفارات ادا ہو جاوینگے اور اسی طرح اگر ایک کفارہ کی طرف سے بردہ آزاد کیا اور دوسرے سے کھانا دیا اور تیسرے سے کپڑا دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ ان انواع میں سے ہر نوع سے کفارہ مطلقاً ادا ہو جاتا ہے پس ان سب میں حکم یکساں ہوگا۔ مملوک جب تک آزاد نہو اُسکا کفارہ روزے سے ہے اور اگر اُسکے مولیٰ نے اُسکی طرف سے کھانا دیا یا بردہ آزاد کیا یا کپڑا دیا تو کافی نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مملوک نے باجازت مولیٰ مال سے کفارہ ادا کر دیا تو جائز نہوا یہ سراجیہ میں ہے۔ اور اس حکم میں مکاتب و مدبر و ام ولد شامل کے ہیں اور جو سعایت کرتا ہو وہ بھی امام اعظم رح کے نزدیک اسی حکم میں شامل ہے اسواسطے کہ وہ مثل مکاتب ہے۔ اور اگر کسی نے کفارے میں دو روزے رکھے پھر تیسرے روز اسکو استطاعت ہوگئی کہ طعام یا لباس سے کفارہ ادا کر سکتا ہے تو روزہ جائز نہوگا اور اُسپر طعام یا لباس سے کفارہ دینا واجب ہو جائیگا۔ اور اگر تنگدست نے دو روزے رکھکر تیسرے روز استطاعت پائی کہ بردہ آزاد کر سکتا ہے تو اُسپر مال سے کفارہ دینا لازم ہوگا اور اس روزے کا روزہ بہتر ہے کہ تمام کر لے اور اگر اُسنے توڑ دیا تو اُسپر قضا لازم نہوگی یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی میں ہے عورت اگر تنگدست ہو اور اُس نے روزہ سے کفارہ دینے کا قصد کیا تو اُسکے شوہر کو اختیار ہے کہ اسکو روزے سے منع کرے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور اگر غلام نے کفارہ قسم کے روزے رکھے پھر قبل اس سے فارغ ہونے کے آزاد کر دیا گیا اور اُسنے مال پایا تو روزے اُسکو کافی نہونگے۔ اور اگر فقیر نے چھ روزے دو قسموں کے کفارہ میں رکھے تو اسکو کافی ہیں اگرچہ اُسنے تین دن کی ہر ایک کے واسطے نیت نہ کی ہو۔ اور اگر اُسکے پاس ایک کفارہ کا کھانا ہو پس اُسنے ایک کفارے سے روزے رکھ لیے پھر دوسرے کفارہ میں یہ کھانا دیا تو جائز ہوگا اور بعد کفارہ طعام دینے کے اسکو دوبارہ دوسرے کفارہ کے روزے رکھنے لازم آوینگے۔ اور کسی کا دوسرے کی طرف سے روزہ رکھنا خواہ زندہ ہو یا مردہ خواہ کفارہ میں ہو یا غیر کفارہ میں جائز نہیں ہے یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی میں ہے۔ اور اگر کسی پر کفارۂ قسم واجب ہوا اور اُسنے استطاعت نہ پائی کہ بردہ آزاد کرے یا دس مسکینوں کو کھانا یا کپڑا دیوے اور وہ ایسا بڈھا ہے کہ روزہ نہیں رکھ سکتا ہے اور نہ اُس سے اسکی کچھ امید ہے پس لوگوں نے چاہا کہ اُسکی طرف سے روزہ کے عوض ایک

مسکینوں کو کھانا دیدین یا وہ مرگیا اور وصیت کرگیا کہ میری طرف سے اسطرح ادا کردیا جاوے تو جائز نہیں ہی کہ اسکی طرف سے کھانا دیدین اور نہ اسکو کافی ہوگا الا آنکہ وہ خود دس مسکینون کو کھانا دیدے یا اسکی طرف سے دیا جاوے بشرط وصیت۔ اور اگر اسنے وصیت نہ کی اور لوگون نے خود چاہا کہ اسکی طرف سے کفارہ دیدین تو دس مسکینون کے کھانے یا کپڑے سے کم کافی نہ ہوگا اور یہ روا نہیں ہی کہ وہ لوگ اسکی طرف سے بردہ آزاد کرین یہ سراج وہاج مین ہی۔ ایک مرد نے ایک بردہ اپنے کفارۂ قسم مین آزاد کردیا اور نیت فقط اپنے دل مین کی اور زبان سے کچھ نہ کہا اور نہ بان سے آزاد کردینے کو کہا تو کافی ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے قسم کھائی کہ ایسا نہ کرونگا پھر بھول گیا کہ مین نے اللہ تعالے کی قسم کھائی تھی یا طلاق کی یا روزہ کی تو مشائخ نے فرمایا کہ اسپر کچھ نہیں ہی جب تک کہ اسکو یاد آوے یہ فتاوے قاضیخان مین ہی۔ شیخ محمد بن شجاع سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے قسم کھائی بطلاق اور یہ اسکو یاد ہی مگر وہ کہتا ہی کہ مجھے یہ معلوم نہین کہ مین اسوقت بالغ تھا یا نہ تھا تو فرمایا کہ اسپر حانث ہونے کی جزا کچھ نہوگی جب تک یہ نہ جانے کہ اسوقت وہ بالغ تھا جب قسم کھائی تھی ایک شخص نے اپنی جورو کو زنا کی تہمت دی پس شوہر نے کہا کہ وہ بسہ طلاق طالقہ ہی اگر آج کے روز اسکا زنا ظاہر نہوا پھر دن گذر گیا اور اسکا زنا ظاہر نہوا تو طلاق واقع ہوگی اور ظاہر ہونے کی یہی صورت ہی کہ چار مرد گواہی دین یا وہ عورت خود اقرار کرے۔ ایک مرد اپنی جورو کا کپڑا لیکر رنگریز کے پاس گیا تاکہ وہ رنگ کرے پس اسکی جورو نے کہا کہ تو اسکو اسواسطے لے گیا کہ اسکو فروخت کرے پس شوہر کو غصہ آیا اور کہا کہ اگر مین نے اسکو رنگا ہی تو تو طالقہ ہی پھر رنگریز نے اسکے بعد اسکو رنگا تو وہ حانث نہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر ایک شخص پر کفارۂ قسم ہی اور وہ اس حالت مین مرگیا یا قتل کیا گیا تو کفارہ مذکور ساقط نہوگا اور کفارۂ ظہار کا بھی یہی حکم ہی ایسا ہی فقیہ ابو بکر بلخی سے منقول ہی اور فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ کفارہ ظہار ساقط ہوجائیگا بخلاف کفارۂ یمین کے کہ ساقط نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر حانث ہونے سے پہلے کفارہ ادا کردیا تو کافی نہ ہوگا اگرچہ اسکو مسکین سے واپس نہیں لے سکتا ہی اسواسطے کہ یہ صدقہ ہوا ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اسکے متصلات مین **مسائل نذر** ہین جب کسی نے نذر مطلق کی اسپر اسکا وفا کرنا واجب ہی کذا فی الہدایہ اور اگر کسی نے کہا کہ اگر مین ایسا کرون تو مجھپر حج یا عمرہ یا نماز یا روزہ یا صدقہ وغیرہ کوئی امر طاعت واجب ہی پھر وہ فعل کیا تو یہ چیز جو اپنے اوپر واجب کرلی ہی اوا کرنی واجب ہوگی اور اس صورت مین ہمارے نزدیک موافق ظاہر الروایۃ کے اسپر کفارۂ قسم نہین واجب ہوگا اور امام محمد رح سے مروی ہی کہ جسنے نذر ایسی شرط پر معلق کی جسکا ہونا چاہتا ہی جیسے کہا کہ اگر اللہ تعالی میرے مریض کو شفا دیدے یا میرے غائب کو واپس پھیردے تو چندرہ فقیر کھلاؤن تو ایسی صورت مین کفارہ دیکر اس سے خارج نہین ہوسکتا ہی کذا فی المبسوط بلکہ بعینہ جو بیان کیا ہی اسپر واجب ہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہی۔ اور اگر نذر ایسی شرط پر معلق کی جسکا ہونا نہین چاہتا ہی جیسے زنا مین داخل ہونا وغیرہ تو ایسی صورت مین اسکو اختیار رہیگا کہ چاہے کفارۂ قسم دیدے یا جو بعینہ التزام کیا ہی وہ دیدے اور مروی ہی کہ امام اعظم رح نے بھی اسی قول کی طرف رجوع کیا ہی کہ اسکو اسی طرح کا اختیار حاصل ہوگا اور شیخ اسمعیل زاہد اسی پر فتوی دیتے تھے اور شیخ مؤلف رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ میرے نزدیک بھی یہی مختار ہی کذا فی المبسوط اور یہی تفصیل صحیح ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ اللہ کے واسطے مجھپر نماز واجب ہی تو اسپر دو رکعت

واجب ہونگی اور اسی طرح اگر کہا کہ اللہ کے واسطے مجھپر واجب ہو کہ مین نماز پڑھون یا کہا کہ نصف رکعت تو یہی حکم ہو
کہ دو رکعت واجب ہونگی اور اگر کہا کہ تین رکعت تو چار رکعتین واجب ہونگی یہ فتاوی حاوی قدسی مین ہو۔ اور
اگر نماز بغیر وضو کے نذر کی تو اسپر کچھ واجب نہین ہو اور اگر نذر کی کہ نماز بغیر قرارت کے یا ننگے پڑھیگا تو اسپر نماز واجب
ہوگی۔ اور اگر نذر کی کہ فریضہ ظہر آٹھ رکعتین پڑھون یا کہا کہ اگر خدا تعالی مجھے دو سو درم عطا فرماوے تو دس درم زکوۃ
مجھپر واجب ہی تو اسپر فقط چار رکعتین ظہر کی اور فقط پانچ درم زکوۃ کے واجب ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور اگر کسی
نے کسی خاص جگہ روزہ رکھنے یا نماز پڑھنے کی نذر کی تو ہمارے اصحاب نے اختلاف کیا ہو اور امام اعظم رح و امام محمد رح
نے فرمایا کہ اسکو اختیار ہو کہ جہان چاہے نماز پڑھے یا روزہ رکھے یہ سراج وہاج مین ہو اور اگر وقت کی
خصوصیت کی چنانچہ کل کے روز نماز پڑھنے کی نذر کی پھر اسنے آج ہی پڑھ دی تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح
کے نزدیک ادا ہوگئی اور اگر نذر کی کہ کل کے روز درہم صدقہ کریگا اور آج کے روز ہی انکو صدقہ کر دیا تو بالاتفاق
کافی ہو یہ حاوی قدسی مین ہو۔ ایک نے اپنے اوپر اسقدر سے زائد نذرین واجب کر لیے جتنے اسکی ملک مین نہین
تو اقول مختار اسقدر واجب ہونگے جو اسکی ملک مین ہین چنانچہ کسی نے کہا کہ اگر مین نے ایسا کیا تو مجھپر ہزار درم صدقہ
کرنے واجب ہین حالانکہ اسکی ملک مین فقط سو درم ہین تو سو درم صدقہ کرنے واجب ہونگے یہ وجیز کردری مین
ہو۔ اور اگر اسکے پاس مال و اسباب سو درم کا ہو تو فروخت کر کے انکو صدقہ کر دے اور اگر فقط دس درم کا ہو تو دس
درم صدقہ کر دے اور اگر اسکے پاس کچھ نہو تو اسپر کچھ نہین ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اور اگر کہا کہ اللہ کے
واسطے مجھپر واجب ہو کہ یہ بکری ہدی کیا بھیجون حالانکہ یہ بکری دوسرے کی ملک ہو تو نذر صحیح نہین ہو۔ اور اسپر کچھ لازم
نہوگا ہان اگر اسنے قسم کی نیت کی ہو تو قسم منعقد ہو جائیگی اور درصورت حانث ہونے کے اسپر کفارہ قسم لازم آویگا
اور اگر کہا کہ واللہ ضرور یہ بکری ہدی بھیجونگا تو ضرور قسم ہو جائیگی یہ محیط مین ہو۔ اور اسی طرح اگر عربی مین کہا لاہدین
ہذہ الشاۃ یعنی بلام قسم و نون تاکید بیان کیا تو قسم منعقد ہو جائیگی یہ وجیز کردری مین ہو۔ اور اگر ایسی چیز کی نذر کی
جو معصیت ہو تو نہین صحیح ہو اور اگر اسکو کیا تو اسپر کفارہ لازم آویگا۔ اور اگر اپنے فرزند کے ذبح کی نذر کی تو اسپر
بکری ذبح کرنی استحسانا لازم ہوگی اور اگر فرزند قتل کرنے کی نذر کی تو صحیح نہین ہو اور اگر غلام ذبح کرنے کی نذر کی
تو امام محمد رح کے نزدیک نذر صحیح ہو اور شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک نہین صحیح ہو اور اگر والد یا والدہ کے ذبح کی نذر کی
تو اسمین امام ابو حنیفہ رح سے دو روایتین ہین جنمین سے صحیح یہ ہو کہ ایسی نذر نہین صحیح ہو یہ محیط سرخسی مین ہو اور اگر اپنے
پوتے کے ذبح کی نذر کی تو امام اعظم رح سے دو روایتین ہین جنمین سے ایک روایت مین مذکور ہو کہ اسپر کچھ لازم
نہوگا اور یہی اظہر ہو۔ اور اگر نذر کے ساتھ قسم کھائی یعنی اگر حج یا عمرہ وغیرہ کی نیت کی تو جو اسنے نیت کی ہو اسپر
واجب ہوگا اور اگر اسکی کچھ نیت نہو تو اسپر کفارہ قسم واجب ہوگا۔ اور اگر نذر کے ساتھ کسی معصیت پر قسم
کھائی تو اسپر کفارہ قسم واجب ہوگا۔ اور اگر نذر کے ساتھ قسم کھائی اور اسکی نیت مین روزے ہین اور کسی عدد
کی نیت نہین کی تو حانث ہونے پر اسپر تین روزے واجب ہونگے۔ اور اسی طرح اگر صدقہ کی نیت
کی اور عدد کی نیت نہین کی تو اسپر دس مسکینون کا کھانا ہر مسکین کے واسطے نصف صاع گیہون واجب ہونگے
یہ مبسوط مین ہو۔ ایک شخص نے کہا کہ ہزار درم از مال من بدرویشان دادہ۔ اور اسکے آگے کہنا چاہتا تھا کہ

اگر ایسا کروں مگر کسی نے اُسکا مفہ بند کر لیا تو مشائخ نے فرمایا کہ احتیاطاً صدقہ کر دے اور اگر اس صورت میں طلاق یا عتاق کی نذر و قسم ہو تو واقع نہ ہوگی - ایک شخص نے کہا کہ اگر میں کفالت مالی یا جانی کروں تو اللہ تعالیٰ کے واسطے مجھپر ایک پیسہ صدقہ کرنا واجب ہو پھر اُسنے مال یا جان کی کفالت کی تو اُسپر ایک پیسہ صدقہ دینا واجب ہوگا ایک نے کہا کہ میرا مال فقراء مکہ پر صدقہ ہو اگر ایسا کروں پھر حانث ہوا اور اُسنے فقراء بلخ یا کسی اور شہر کے فقیروں پر صدقہ کر دیا تو جائز ہو اور نذر سے نکل گیا - ایک نے کہا کہ اگر میں نے اس غم سے نجات پائی تو مجھپر واجب ہو کہ دس درم نکال کر روٹی صدقہ کروں پس اُسنے دس درم کی روٹیاں صدقہ کر دیں یا اُنکا ثمن دس درم صدقہ کر دیے ہر طور جائز ہو - ایک نے کہا کہ اگر میں نے اپنی دختر کا نکاح کر دیا تو ہزار درم میرے مال سے صدقہ ہیں ہر مسکین کو ایک درم پھر اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا اور ہزار درم ایکبارگی ایک مسکین کو دیدیے تو جائز ہو ایک نے کہا کہ اگر میں اپنے اس مرض سے اچھا ہو گیا تو ایک بکری ذبح کرونگا پھر اچھا ہو گیا تو اُسپر کچھ لازم نہوگا الا آنکہ اسطور سے کہے کہ اگر میں اس مرض سے اچھا ہو گیا تو مجھپر اللہ کے واسطے ایک بکری ذبح کرنی واجب ہو تو ذبح کرنی واجب ہوگی - ایک نے کہا کہ اگر میں نے اپنے اس المال سے تجارت کی اور دو ہزار درم میں نے پیسے اللہ تعالیٰ نے مجھے اسمیں نفع دیا تو میں اللہ تعالیٰ کے واسطے حج کرنیکے لیے جاؤنگا پھر اُسنے تجارت کی اور اسکو کچھ بہت نہیں بڑھا تو مشائخ نے فرمایا کہ اس نذر سے اُسپر کچھ لازم نہوگا - ایک نے کہا کہ اگر میں نے ایسا کیا تو اللہ کے واسطے مجھپر واجب ہو کہ اپنے قرابت داروں کی ضیافت کروں پھر حانث ہوا تو اسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے مجھپر کذا و کذا کھانا دینا واجب ہو تو اسپر یہ لازم آجاویگا - ایک نے کہا کہ میرا مال مساکین کو ہبہ ہو تو یہ نہیں صحیح ہوا الا آنکہ صدقہ کی نیت کرے یہ فتاوی قاضیخان میں ہو - اگر کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے جو روسوافق نصیب کی تو مجھپر ہر مہینہ اللہ کا روزہ اللہ تعالیٰ کے واسطے واجب ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ موافق جورو وہ ہو کہ یہ جو اسکو نفقہ دے اس نفقہ پر راضی و قانع ہوا اور جو شی اُس سے چاہے اسمیں اُسکو دریغ نہ ہو یہ وجیز کردری میں ہو - ایک شخص نے نذر کی کہ ایک دینار کو غنی لوگوں پر صدقہ کرے تو صحیح نہ ہونی چاہیے اور بعض نے فرمایا کہ اگر ابن السبیل کی نیت کی ہو تو صحیح ہو یہ جواہر الاخلاطی میں ہو - ایک نے نذر کی کہ اللہ کے واسطے مجھپر مسکینوں کا کھانا ہو تو جتنے مسکین اور جسقدر کھانا اُسکی نیت ہو اسی قدر واجب ہوگا اور اگر کچھ نیت نہو تو دس مسکینوں کا ہر مسکین کے واسطے نصف صاع گیہوں واجب ہونگے یہ مبسوط میں ہو - اور اگر کہا کہ اللہ کے واسطے مجھپر مسکین کا کھانا ہو تو استحساناً اُسپر نصف صاع گیہوں یا ایک صاع چھوارے یا جو واجب ہوگا - اور اگر کہا کہ اللہ کے واسطے مجھپر دس مسکینوں کا کھانا ہو اور مقدار طعام بیان نہ کی پھر اُسنے پانچ مسکینوں کو کھلا دیا تو نہیں جائز ہو - اور اگر کہا کہ اللہ کے واسطے مجھپر اس مسکین کو یہ طعام دینا واجب ہو پھر دوسرے مسکین کو یہ طعام دیا تو نذر ادا ہو گئی - اور اگر کہا کہ اللہ کے واسطے مجھپر اس مسکین کو کچھ چیز کھلانا واجب ہو یعنی چیز معین نہ کی تو ضرور ہو کہ اسی مسکین کو کھلا دے - اور اگر کہا کہ اللہ کے واسطے مجھپر دس مسکین کا طعام واجب ہو حالانکہ اسکی نیت یہ نہیں ہو کہ متعدد دس فقیروں کو کھلاؤں بلکہ یہ نیت ہو کہ ایک کو اسقدر دوں کہ جو دس کو کافی ہوتا ہو تو ایک کو دینا کافی ہو - اور اگر کہا کہ اللہ کے واسطے مجھپر کھانا دینا دس کو واجب ہو تو جائز نہوگا جبتک کہ

دس کو نہ کھلاوے یہ سب منتقی مین مذکور ہی یہ محیط مین ہو۔ ایک نے ہزار مسکین پر صدقہ کرنے کی نذر کی پھر اُسنے جو مقدار ہزار
کو دینی اپنے اوپر واجب کر لی تھی وہ ایک ہی کو دیدی تو عہدہ سے نکل جائیگا یہ تاتارخانیہ مین تجرید سے منقول ہی
یعنی کافی ہوگیا ۱۲
اور اگر درم معین صدقہ دینے کی نذر کی پھر دوسرا درم نذر مین صدقہ دیا تو ادا ہوگئی یہ فتح القدیر مین ہو۔ اور اگر کہا
کہ اللہ کے واسطے مجھپر واجب ہو کہ مین اسکے رقبہ کو آزاد کرون اور وہ اُسکی ملک مین ہو تو اُسپر واجب ہو کہ نذر اسی طرح
وفا کرے اور اگر وفا نہ کی تو گنہگار رہیگا مگر قاضی کو یہ اختیار نہین ہو کہ اسپر جبر کرے یہ خلاصہ مین ہی منتقی مین ہو کہ
اگر کہا کہ اللہ کے واسطے مجھپر ایک نسمہ آزاد کرنا ہو پس ایک اندھا بردہ آزاد کیا تو نہین جائز ہو اور اگر کہا واللہ مین
ایک نسمہ آزاد کرونگا پس اندھا آزاد کیا تو قسم پوری ہوگئی یہ محیط مین ہو۔ اور اگر کہا کہ اللہ کے واسطے مجھپر واجب ہو کہ
ایک جزور ذبح کردن اور اُسکا گوشت صدقہ کردون پس بجاے اسکے سات بکریان ذبح کردین تو جائز ہو یہ خلاصہ
اونٹ نر یا مادہ
مین ہو شیخ عبد العزیز بن احمد حلوائی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین نے ایک رکعت نماز پڑھی تو
مجھپر اللہ کے واسطے واجب ہوا کہ ایک درم صدقہ کرون اور اگر مین نے دو رکعت نماز پڑھی تو اللہ کے واسطے مجھپر واجب
ہو کہ دو درم صدقہ کرون اور اگر مین نے تین رکعت نماز پڑھین تو اللہ کے واسطے مجھپر تین درم صدقہ کرنا واجب
ہو اور اگر چار رکعتین پڑھین تو اللہ کے واسطے مجھپر چار درم صدقہ کرنے واجب ہین پھر اُسنے چار رکعتین پڑھین تو
فرمایا کہ اُسپر دس درم صدقہ کرنے واجب ہین یہ ظہیریہ مین ہو۔ اور عیسی بن ابان نے اپنے نوادر مین اور ابن سماعہ
نے وصایا مین امام محمد رح سے روایت ذکر کی ہو کہ ایک نے اپنے غلام معین کے آزاد کرنے کی نذر کی اور اُسکو
فروخت کیا پس اگر اُسکے خرید لینے پر قادر ہو تو اُسپر واجب ہوگا کہ اسکو خرید کرکے آزاد کردے اور اگر اُسکے
خریدنے پر قادر نہ ہوا اور اُس سے اس مین کا آزاد کرنا ممکن نہو تو اُسپر کچھ نہین واجب ہو مگر اللہ تعالی سے استغفار
کرے اور اگر اُسکی قیمت یا ثمن صدقہ کردیا تو کافی نہوا۔ اور امام محمد رح نے جامع مین فرمایا کہ اگر کسی نے عربی زبان
مین کہا کہ ان کان ما فی یدی دراہم الا ثلثۃ فجمیع ما فی یدی صدقۃ فی المساکین یعنی جو کچھ میرے ہاتھ مین ہی اگر دراہم
ہون الا تین تو سب جو کچھ میرے ہاتھ مین ہی وہ مسکینون کو صدقہ ہو یعنی سواے تین کے اگر دراہم ہین تو
سب صدقہ ہین پھر دیکھا گیا تو اسکے ہاتھ مین کل پانچ درم یا چار درم ہین تو اُسپر کچھ صدقہ کرنا لازم نہ آویگا اور
اگر چھ درم یا زیادہ ہون تو اُسپر سب کا صدقہ کرنا لازم ہوگا اور اگر کہا کہ ان کان فی یدی من الدراہم الا ثلثۃ
فجمیع ما فی یدی صدقۃ فی المساکین یعنی اگر میرے ہاتھ مین درمون سے ہون الا تین تو سب جو کچھ میرے ہاتھ
مین ہی مسکینون پر صدقہ ہی پھر اُسکے ہاتھ مین پانچ یا چار درم نکلے تو اُسپر سب کا صدقہ کرنا لازم ہوگا۔ اور اگر کہا کہ ان
کان ما فی یدی من الدراہم الا ثلثۃ فجمیع ما فی یدی صدقۃ فی المساکین یعنی جو کچھ میرے ہاتھ مین اگر درمون سے ہون
الا تین وہ سب مسکینون پر صدقہ ہین پھر اُسکے ہاتھ مین پانچ یا چار نکلے تو اُسپر کچھ صدقہ کرنا واجب نہین ہو اور
اگر کہا کہ اگر میرے ہاتھ مین اکثر تین درم سے ہون تو یہ مسکینون کو صدقہ ہین پس اُسکے ہاتھ مین پانچ یا چار دراہم
نکلے تو سب صدقہ کرنے واجب ہونگے یہ محیط مین ہو۔ اور اگر کہا کہ ہر دانہ کہ تخم ریزی کی مین نے یا دریا مین
پھینکا یا وہ صدقہ ہی پس جو بویا ہو اگر بونے کے روز وہ اسکی ملک تھا تو نذر صحیح ہوگی اور اسکے مثل دانہ یا اُسکی
قیمت صدقہ کردیگا بخلاف اسکے اگر کہا کہ ہر کپڑا جسکو مین نے جلایا وہ صدقہ ہی تو ایسا حکم نہوگا اسواسطے کہ جلانے سے

وہ باقی نہین رہا ہی۔ اور اگر مین نے یہ غلام اپنا اجرت پر دیا تو اُسکی اجرت صدقہ ہی پھر اُسکی اجرت خود کہا لی تو
اُسکے مثل صدقہ کر دے اور اسمین حیلہ یہ ہی کہ اس غلام کو فروخت کر دے پھر بحکم مشتری اُسکو اجرت پر دیدے پس
قسم منحل ہو جائیگی پھر اسکو خرید لے پھر اپنے آپ اجرت پر دے تو اُسپر کچھ لازم نہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر
مین نے تیرے گھر مین یہ کپڑا پہنا یا کہا کہ جب تک تیرے پاس ہون یہ کپڑا پہنا یا یہ زیور پہنا تو یہ ہدیہ ہی تو اسمین
حیلہ یہ ہی کہ اسکو ہبہ کر دے پھر جب یہ قسم منحل ہو جائیگی پھر اپنے ہبہ سے رجوع کر لے یہ عتابیہ مین ہی۔ امام ابو یوسف رح
نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ اگر مین نے اپنا یہ غلام فروخت کیا تو اُسکی قیمت مسکینون پر صدقہ ہی پھر اسکو
فروخت کیا اور مشتری نے غلام مین کوئی عیب پاکر بائع کو واپس کر دیا اور یہ امر قبل یا بعد قبضہ کے واقع
ہوا تو بائع پر اسکا صدقہ کرنا واجب نہین ہی۔ اور اگر دونون نے باہم قبضہ کر لیا ہو پھر مشتری نے غلام کو بسبب
عیب کے واپس کر دیا اور ثمن درم یا دینار ہین تو بائع پر اُسکے مثل صدقہ کرنے واجب ہونگے۔ اور اگر ثمن کوئی
اسباب ہو پس اگر مشتری نے بحکم قاضی واپس کیا ہو تو بائع پر کچھ صدقہ واجب نہوگا اور اگر بغیر حکم قاضی واپس
کیا ہو تو اُسکی قیمت [illegible] صدقہ کریگا اور اگر مشتری نے غلام پر قبضہ کر لیا مگر ثمن اسکو نہین دیا یہانتک کہ غلام مذکور
بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس کیا تو بائع پر کچھ صدقہ کرنا واجب نہین ہی خواہ ثمن درم و دینار و عروض کسی قسم
سے ہو۔ اور اگر رد کر دینا بغیر حکم قاضی واقع ہوا ہو تو اُسکے مثل صدقہ کر دے۔ اور اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کر لیا اور
ثمن اسباب ہو اور مشتری کو غلام نہین سپرد کیا یہانتک کہ غلام اُسکے پاس ہلاک ہو گیا تو ثمن مشتری کو واپس کر دے
اور کچھ صدقہ کرنا اُسپر واجب نہین ہی اور اگر ثمن اس صورت مین درم یا دینار ہون تو اُسکے مثل صدقہ کر دے اور اگر غلام
مذکور قبل قبضہ کے یا بعد قبضہ کے استحقاق مین لے لیا گیا یعنی کسی نے اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو بائع ثمن کو واپس
کر دے خواہ کسی جنس سے ہو اور اسپر واجب نہین ہی کہ کچھ صدقہ کرے۔ اور اگر غلام معین کفارہ سے آزاد کرنے
کی نذر کی پھر کفارہ کہانا دیکر ادا کر دیا تو نذر باطل ہو گئی۔ اور اسی طرح اگر نذر کی کہ یہ بدنہ بعوض [illegible] کے
جو اسپر واجب ہی ہدی بھیجونگا پھر روزے رکھ لیے یا کھانا دیدیا تو نذر باطل ہو گئی اور اسی طرح اگر نذر کی کہ یہ گیہون
کفارہ مین دونگا پھر کھانا دیدیا تو نذر باطل ہو گئی اور اگر اناج کفارہ مین دیا مگر اناج اُسکی قیمت کو نہین پہونچتا ہی تو
بقدر زیادتی کے صدقہ کر دے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ اگر مین نے ان درمون کے عوض تیرے ہاتھ کچھ فروخت کیا
پس اگر کچھ عوض کچھ فروخت کیا تو یہ دونون صدقہ ہین پھر اُسکے عوض کچھ فروخت کیا تو کپڑ کو صدقہ کر دے جبکہ قبضہ کر لے
اور درمون کا صدقہ کرنا اُسپر واجب نہین ہی اسواسطے کہ ان درمون کا سبب ملک بیع نہین ہی الا اُس صورت مین
کہ یہ درم بائع کے ہاتھ مین ہون کہ بلفظ بیع انکا مالک ہو گیا تو اُنکا صدقہ کرنا بھی واجب ہوگا۔ اور اگر کہا
کہ اگر مین نے ان درمون کے عوض کچھ خرید لیا یا مین نے تجھے یہ درم ہبہ کیے تو صدقہ ہین پھر ان درمون کے عوض
کچھ خرید لیا یا ہبہ کیے درحالیکہ اُسکے ہاتھ مین تھے تو اُسپر اُنکا صدقہ کرنا واجب ہوگا اور اگر سپرد کر دیے ہون تو انکے
مثل صدقہ کرنا واجب ہوگا اسواسطے کہ وقت حانث ہونے کے اُسکے قبضہ ملک مین تھے حتی کہ اگر وقت خریدنے کے
بائع کے ہاتھ مین ہون یا وقت ہبہ کے موہوب لہ کے ہاتھ مین ہون تو اُسپر کچھ لازم نہوگا یہ عتابیہ مین ہی اور اگر کسی
نے کہا کہ اگر مین نے یہ غلام بعوض اُس کُر کے اور بعوض ان ہزار درم کے خرید کیا تو یہ دونون [illegible] صدقہ ہین

پھر ان دونون کے عوض غلام خرید اتو اُسپر ہزار درم کا صدقہ کرنا واجب ہوگا اور کُر کا صدقہ واجب نہوگا - اور منتقی مین لکھا ہو کہ اگر کسی نے چاہا کہ ایک غلام کسی شخص سے ہزار درم کو خریدے پس ہزار درم مالک غلام کو دیدیے پھر اسطرح قسم کھائی کہ اگر مین نے یہ غلام ان ہزار درمون کے عوض خرید ا اور انھین ہزار درم دیے ہوئے کی طرف اشارہ کیا تو یہ ہزار درم مسکینون پر صدقہ ہین اور مالک غلام نے کہا کہ اگر مین نے یہ غلام ان درمون کے عوض فروخت کیا تو یہ درم مسکینون پر صدقہ ہین اور اُسنے بھی اُنھین درمون کی طرف اشارہ کیا پھر مالک غلام نے انھین درمون کے عوض غلام مذکور فروخت کیا تو بائع پر واجب ہو کہ ان درمون کو صدقہ کرے نہ مشتری پر یہ محیط مین ہو

تیسرا باب - دخول و سکنی وغیرہ پر قسم کھانے کے بیان مین - اصل یہ ہو کہ قسمون مین جو الفاظ مستعمل ہون ہمارے نزدیک اُنکا مدار عرف پر ہو یہ کافی مین ہو - اگر کسی نے قسم کھائی کہ بیت مین داخل نہونگا قال المترجم بیت وہ ہو جہان شب باشی کی عادت ہو پھر وہ شخص مسجد یا بیعہ یا کنیسہ یا آتش خانہ یا کعبہ یا حمام یا دہلیز یا ظلہ دروازہ مین داخل ہوا تو حانث نہوگا - اور بعض نے فرمایا کہ دہلیز مین جو حکم مذکور ہوا وہ ایسی دہلیز کے حق مین ہو جو دروازہ سے خارج ہو اور اگر داخل دروازہ ہو اور وہان شب باشی ہوسکتی ہو تو حانث ہو جائیگا اور صحیح وہی ہو جو کتاب مین مطلقاً مذکور ہوا اسواسطے کہ دہلیز مین سونے کی عادت نہین ہو اگرچہ ممکن ہو خواہ وہ خارج در ہو یا داخل ہو یہ بدائع مین ہو - اور اگر صفہ مین داخل ہوا تو حانث ہو جائیگا اور بعض نے کہا کہ یہ اسوقت ہو کہ صفہ چہار دیواری کا ہو جیسے اماموں رحمہم اللہ کے وقت مین صفہ ہوتے تھے اور بعض نے کہا کہ یہ جواب علی الاطلاق ہو اور یہی صحیح ہو یہ ہدایہ مین ہو - اور اگر قسم کھائی کہ اس مسجد مین داخل نہ ہوگا پھر وہ مسجد منہدم ہوگئی اور وہان گھر بنایا گیا پھر گھر توڑکر مسجد بنائی گئی پھر وہ داخل ہوا تو حانث نہوگا بخلاف اسکے اگر قسم کھائی کہ اس مسجد مین داخل نہوگا پھر بعد اُسکے منہدم ہوجانے یا بعد وہان دوسری مسجد بنائی جانے کے داخل ہوا تو حانث ہو جائیگا یہ شرح جامع کبیر حصیری مین ہو - اور اگر قسم کھائی کہ پڑوسی کے گھر مین اس دار مین داخل نہونگا پھر اس دار مین اور بڑھایا گیا یعنی دوسرے دار کی زمین بڑھائی گئی اور وہ بڑھی ہوئی زمین مین داخل ہوا تو حانث ہو جائیگا اور بعض نے فرمایا کہ نہین حانث نہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ پڑوسی کے گھر مین داخل نہونگا تو ایسی صورت مین بالاجماع حانث ہو جائیگا اور اگر قسم کھائی کہ مسجد مین داخل نہونگا پھر اس مسجد مین اور بڑھائی گئی اور وہ بڑھائی ہوئی مین داخل ہوا تو حانث ہو جائیگا یہ عتابیہ مین ہو - ایک نے قسم کھائی کہ اس مسجد مین داخل نہونگا پھر اُسمین پڑوس کے گھر سے ایک ٹکڑا بڑھایا گیا پس وہ اُس بڑھائی ہوئی زمین مین داخل ہوا تو حانث نہوگا اور اگر قسم کھائی کہ فلان قوم کی مسجد مین داخل نہونگا پھر ایسی صورت مذکورہ مین بڑھائے ہوئے ٹکڑے مین داخل ہوا تو حانث ہو جائیگا - اور اسی طرح اگر کہا کہ اس دار مین داخل نہونگا پھر اُسمین زمین بڑھائی گئی اور وہ بڑھتی مین داخل ہوا تو حانث نہوگا اور اگر کہا کہ دار فلان مین داخل نہونگا پھر زمین بڑھائی گئی اور وہ بڑھتی مین داخل ہوا تو حانث ہو جائیگا یہ فتاوے قاضی خان وظہیریہ مین ہو - ایک نے قسم کھائی کہ مسجد مین داخل نہونگا پھر اُسکی چھت پر کھڑا ہوا تو فتوا یہ ہو کہ اسپر کھڑے ہونے سے حانث نہوگا بشرطیکہ قسم کھانے والا عجمی ہووے اور اسی پر فتوی ہو یہ جواہر اخلاطی مین ہو - اور اگر قسم کھائی کہ مین اس دار مین داخل نہونگا پھر اُسکے منہدم اور میدان ہوجانے کے بعد داخل ہوا تو حانث ہو جائیگا

اور اگر قسم کھائی کہ اس دار مین داخل نہونگا پھر وہ خراب ہوگیا اور وہان دوسرا دار بنا یا گیا پھر اسمین داخل ہوا تو حانث ہو جائیگا اور اگر وہ مسجد یا بستان یا حمام کردیا گیا یا بیت کردیا گیا پھر داخل ہوا تو حانث نہوگا اور اسی طرح بعد حمام وغیرہ کے منہدم ہوجانے کے داخل ہوا تو بھی یہی حکم ہے یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ دار مین داخل نہونگا پھر ایک منہدم شدہ دار مین داخل ہوا تو حانث نہوگا اور اگر دار کا مسجد یا حمام یا بستان بنا یا گیا پھر اسمین داخل ہوا تو بھی حانث نہوگا اور اگر دار صغیر تھا کہ اسکو بیت کیا یا راستہ اسکا شارع عام کی طرف نکال دیا یا کسی دوسرے دار کی طرف نکال دیا یا بعد بستان کرنے کے اسکو دار دیگر بنا یا یا وہ بحر یا نہر ہوگیا پھر داخل ہوا تو بھی حانث نہ ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس بیت مین داخل نہ ہونگا یا بیت مین داخل نہ ہونگا پھر ایک بیت یا بیت معین کے منہدم ہوجانے کے بعد جب کہ اسمین کوئی عمارت نہ تھی داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا اور اگر وہ دوسرا بیت کردیا گیا پھر وہ داخل ہوا تو بیت معین مین داخل نہ ہونے کی قسم کی صورت مین حانث نہوگا اور غیر معین کی صورت مین حانث ہو جائیگا۔ اور اگر چھت گر گئی اور دیوارین قائم ہین پھر داخل ہوا تو معین کی صورت مین حانث ہوگا اور غیر معین کی صورت مین حانث نہ ہوگا یہ بدائع مین ہے۔ ایک شخص نے قسم کھائی کہ اس دار مین داخل نہوگا پھر سوار ہو کر یا پیادہ اسمین داخل ہوا یا اسنے کسی کو حکم دیا کہ وہ لادکر اسکو اس دار مین لے گیا تو حانث ہو جائیگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر وہ جانور جسپر سوار تھا بدک گیا اور اسکے روکنے سے نہ رکا حتی کہ اس دار مین داخل ہوگیا تو یہ حانث نہوگا یہ محیط مین ہے اور اگر بدون اسکے حکم کے کوئی اسکو لادکر اندر لے گیا تو حانث نہ ہوگا خواہ اس امر سے دل سے راضی ہو یا نہ راضی ہوا اور خواہ اسکی امتناع پر قادر ہو یا نہ ہو یہ عامہ مشائخ کے نزدیک ہے اور یہی صحیح ہے اور خواہ اسکو اس دار کے دروازہ سے لے گیا ہو یا اور طرف سے یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس دار مین داخل نہ ہوگا پھر اسکی دیوارون مین سے کسی دیوار پر کھڑا ہوا تو اپنی قسم مین حانث ہو جائیگا اور اسی طرح اگر اسکی چھت پر کھڑا ہوا تو بھی یہی حکم ہے۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اماموں رحمہم اللہ کے عرف کے موافق ہے اور ہمارے عرف مین چھت پر چڑھنے یا دیوار پر چڑھنے کو دخول دار نہین کہتے ہین پس حانث نہ ہوگا مگر صحیح وہی ہے جو کتاب مین ہے کذا فی التبیین اور یہی ہے یہ شرح جامع صغیر قاضی خان مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس دار مین داخل نہ ہوگا پھر اسکی چھت سے اترا یا ایسے درخت پر چڑھا کہ اسکی شاخین اس دار مین ہین پس ایسی شاخ پر کھڑا ہوا کہ اگر وہان سے گرے تو اس دار مین گرے تو حانث ہو جائیگا اور اسی طرح اگر اسکی دیوار پر کھڑا ہوا تو بھی یہی حکم ہے شیخ ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر یہ دیوار اس دار اور پڑوسی کے مکان مین مشترک ہو تو حانث نہ ہوگا۔ اور یہ حکم اسوقت ہے کہ قسم عربی زبان مین ہو اور اگر فارسی یا اردو مین قسم کھائی پھر ایسے درخت پر چڑھا کہ اسکی شاخین اس دار مین ہین یا اسکی دیوار پر کھڑا ہوا یا چھت پر چڑھا تو اپنی قسم مین حانث نہوگا اور یہی مختار ہے اسواسطے کہ عجم مین اسکو دخول نہین شمار کرتے ہین یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ بالا خانہ کا راستہ اگر اپنے نیچے کے مکان سے نہ ہو بلکہ اسکا راستہ دوسرے دار مین سے ہو تو یہ بالا خانہ باعتبار راستہ کے دوسرے دار مین سے شمار ہوگا جسمین سے اسکا راستہ ہے یہ محیط مین ہے۔ قال المترجم یہ انکا عرف ہے اور ہماری زبان مین وہ جس دار مین حقیقۃً ہے اسمین شمار ہوگا فافہم واللہ اعلم۔ اگر طاق دروازہ مین بیٹھا یا کھڑا ہوا یا ایسی حالت

کہ اگر دروازہ بند کر لیا جاوے تو یہ دار سے باہر رہجاوے تو حانث نہوگا یہ کافی مین ہے۔ اور اگر اس دار کے پاخانہ
سرراہ یا پاخانہ سرراہ مین گیا حالانکہ پاخانہ و چھجے کا راستہ اسی دار سے ہے تو حانث ہو جائیگا اور اگر طاق دروازہ
کے نیچے دروازہ کی چوکھٹ پر کھڑا ہوا پس اگر چوکھٹ ایسی ہو کہ اگر دروازہ بند کر لیا جاوے تو باہر رہجاوے
تو حانث نہ ہوگا اور اگر دروازہ بند کرنے سے اندر داخل رہے تو حانث ہو جائیگا۔ اور اگر اپنے دونون پاؤن
مین سے ایک اندر داخل کیا تو حانث نہوگا۔ اور بعض نے فرمایا کہ یہ اسوقت ہے کہ دار کا داخل و خارج برابر سطح ہو
اور اگر داخل کی طرف نیچا ہو اور اس نے اپنا ایک پاؤن اندر داخل کیا تو حانث ہو جائیگا اسواسطے کہ ایسی
صورت مین اکثر جزو اسکا اندر داخل شدہ ہو جائیگا اور شیخ امام شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ وہ حانث
نہین ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور یہ حکم اسوقت ہے کہ وہ کھڑے کھڑے داخل ہوا اور اگر وہ لیٹ کر داخل
ہوا خواہ چت یا پٹ یا کروٹ اور ڈھنگ کر کچھ اندر داخل ہوا پس اگر اسکا اکثر بدن دار مین داخل ہو گیا ہے تو
وہ داخل ہونے والا ہو گیا اگرچہ اسکی پنڈلیان باہر ہون ایسا ہی امام محمد رح سے مروی ہے۔ اور اگر اپنا سر
داخل کر دیا اور دونون پاؤن داخل نکیے تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر خالی ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز لے لی
تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اپنا سر اور ایک قدم داخل کیا تو حانث ہو جائیگا اور اگر اس دار کے دروازہ
کی طرف دوڑتا ہوا چلا آیا اور ٹھوکر کھا کر پھسل کر اس دار مین داخل ہو گیا تو اسمین اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ
حانث نہ ہوگا اور اگر ہوا کے جھکورے نے اسکو پھینکا کہ وہ اس دار مین جا پڑا تو اسمین بھی اختلاف ہے اور صحیح یہ
ہے کہ وہ حانث نہ ہوگا بشرطیکہ رک نسکا ہو اور اگر کسی آدمی نے اسکو زبردستی مکان مذکور مین داخل کر دیا
پس وہ اسمین سے نکل آیا پھر خود اپنی خوشی سے اسمین داخل ہوا تو اسمین بھی اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ
حانث ہو جائیگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ مین اس دار مین داخل نہ ہونگا الا راہ گذر کے طور پر
تو ابن سماعہ نے کہا کہ امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ اگر وہ اسمین داخل ہوا اور حالیکہ اسکا ارادہ یہ نہین ہے
کہ وہان بیٹھے پھر بعد اسطرح داخل ہونے کے اسکی رائے مین ایسا امر ظاہر ہوا کہ وہان بیٹھنا چاہیے پس بیٹھ گیا
تو حانث نہ ہوگا۔ اور اگر اس دار مین کسی مریض کی عیادت کے واسطے داخل ہوا اور حالت ایسی ہے کہ اس عیادت
مین اسکو بیٹھنا چاہیے ہے تو حانث ہو جائیگا اور اگر اس ارادہ سے داخل ہوا کہ بیٹھونگا نہین پھر اسکی رائے مین
مصلحت ظاہر ہوئی کہ بیٹھے پس بیٹھ گیا تو حانث نہوگا اور اصل مین مذکور ہے کہ اگر قسم کھائی کہ اس دار مین داخل
نہونگا الا بطور گذر کے پھر اسمین بیٹھنے کی نیت سے یا اسمین کسی مریض کی عیادت کی نیت سے یا اسمین کھانا کھانے
کی نیت سے داخل ہوا اور وقت قسم کھانے کے اسکی کچھ نیت نہ تھی تو حانث ہو جائیگا لیکن اگر اسمین راہ روی
کے طور پر داخل ہوا اور بعد داخل ہو چکنے کے اسکی رائے مین کسی وجہ سے بیٹھنا مصلحت معلوم ہوا تو بیٹھنے سے
حانث نہوگا اسواسطے کہ راہ رو وہ ہے کہ وہان سے گذر جانے کی نیت سے داخل ہو پس بہ نیت مذکورہ داخل
ہونے سے حانث نہوگا ہان بغیر اس نیت کے اگر داخل ہو تو حانث ہو جائیگا۔ پھر فرمایا کہ اگر وقت قسم کھانے
کے داخل ہونے سے اسکی نیت یہ ہو کہ اسمین نہ رہونگا یعنی سکونت و نزول نہ کرونگا تو ایسی صورت مین اسکو ان
صورتوں مذکورہ بالا کی گنجائش ہے اور حانث نہ ہوگا یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس دار کے دروازہ سے

داخل نہونگا پس غیر دروازہ سے اسمین داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا اور اگر دوسرا دروازہ پھوڑ کر اسمین سے داخل
ہوا تو حانث ہو جائیگا اور اگر قسم مین اسی دروازہ کی تعیین کر دی ہو تو دوسرے دروازہ سے داخل ہونے سے
حانث نہ ہوگا اور یہ ظاہر ہے اور اگر لفظ مین اسکی تعیین نہ کی ہو ولیکن دل مین نیت یہی ہو تو قضاءً اسکے قول کی
تصدیق نہ ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ مین اس دار مین یا دار فلان مین داخل نہونگا پھر اس دار
کے نیچے سرداب کھودا اور اسمین داخل ہوا یا نیچے کا رستہ ہو جسمین داخل ہوا تو حانث نہوگا اور اگر کاریز مین سے
کوئی جگہ دار مین کھلی ہوئی ہو پس اگر زیادہ کھلی ہو یعنے اسقدر ہو کہ اہل دار اس کاریز سے اسقدر کشادگی سے
انتفاع حاصل کرتے ہون یعنی پانی لیتے ہون تو جب اس مقام پر پہونچیگا تو حانث ہو جائیگا اور اگر کم ہو یعنی ایسا
کہ اہل دار کو اس سے کچھ انتفاع حاصل نہ ہوتا ہو یہ فقط کاریز کی روشنی کے واسطے ہو تو حانث نہوگا یہ خلاصہ مین
ہے۔ اور اگر کسی مرد نے کہا کہ اگر مین اس دار مین داخل ہون الا آنکہ مین بھول جاؤن تو میرا غلام آزاد ہے پس
بھولے سے اس دار مین داخل ہوا پھر یاد کے ساتھ اسمین داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا اور اگر کہا کہ اگر مین اس دار
مین داخل ہون الا بھولے سے تو میرا غلام آزاد ہے تو یاد کے ساتھ داخل ہونے پر حانث ہو جائیگا یہ بدائع مین
ہے اور اگر قسم کھائی کہ اس دار مین داخل نہ ہونگا حالانکہ وہ اسمین موجود ہے پھر کئی روز اسمین رہا تو استحساناً
حانث نہوگا یہانتک کہ اسمین سے نکل کر پھر داخل ہووے یہ کافی مین ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے
روایت کی ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میرا غلام آزاد ہے اگر مین اس دار مین کوئی بار داخل ہون الا آنکہ مجھے فلان حکم
کرے پس فلان نے اسکو ایکبار حکم کر دیا پس اگر وہ اس بار کے حکم سے داخل ہوا تو حانث نہوگا اور بعد اسکے
اگر بلا حکم بھی داخل ہوا تو حانث نہوگا اور اسکی قسم ساقط ہو گئی۔ اور اگر کہا کہ اگر مین اس دار مین کوئی بار داخل ہوا
الا بحکم فلان تو میرا غلام آزاد ہے پھر فلان نے اسکو ایکبار داخل ہونے کا حکم دیدیا پھر دوسری بار بغیر حکم فلان داخل
ہوا تو حانث ہو جائیگا اور اس صورت مین ہر بار اجازت ضروری ہے یہ بدائع مین ہے۔ اور شرح کرخی مین مذکور ہے کہ ابراہیم
نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ واللہ تیرے اس دار مین آج کوئی داخل نہوگا تو
یہ قسم سوائے مالک مکان کے اور دون پر ہوگی چنانچہ اگر مالک مکان خود داخل ہوا تو قسم کھانے والا حانث نہ ہوگا
اور اگر سوائے اسکے دوسرا آگیا تو حانث ہو جائیگا اور اگر خود قسم کھانے والا آگیا تو بھی حانث ہو جائیگا یہ شرح
جامع کبیر حصیری مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس دار کو اپنے قدمون سے طے نہ کرونگا پھر سوار ہو کر اسمین گیا تو
حانث ہو جائیگا۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس دار مین اپنا قدم نہ رکھونگا پھر اسمین سوار ہو کر داخل ہوا تو حانث ہو جائیگا
اور اگر اسنے یہ نیت کی کہ حقیقت مین قدم نہ رکھونگا یعنی پیدل تو اسکی نیت پر ہوگا اور اسی طرح اگر اسمین جوتا پہنکر
گیا یا بغیر جوتا پہنے تو بھی یہی حکم ہے یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ اگر مین دار فلان مین قدم رکھون تو میرا غلام
آزاد ہے پس اسنے اپنے ایک پاؤن کو اسمین داخل کیا تو ظاہر الروایۃ کے موافق حانث نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔
قال المترجم ہمارے عرف مین حانث ہونا چاہیئے واللہ اعلم الا آنکہ روایت کتاب مین یون ہے کہ اگر مین اسمین
دونون قدم اسمین رکھون الی آخرہ تو ایسا نہ ہوگا فافہم۔ ایک شخص نے قسم کھائی کہ محلہ فلان مین داخل نہ ہونگا
پھر وہ ایسے دار مین داخل ہوا کہ اسکے دو دروازہ ہین جنمین سے ایک اس محلہ مین ہے اور دوسرا دوسرے

محلہ میں ہے تو اپنی قسم میں حانث ہوگا ایک شخص نے قسم کھائی کہ بلخ میں نہ جاؤنگا تو یہ قسم خاص شہر پر قرار دی جائیگی
نہ اُسکے گانون پر۔ اور اگر قسم کھائی کہ مدینۂ بلخ میں داخل نہ ہونگا تو قسم شہر بلخ اور اُسکے ربض پر ہوگی اسواسطے کہ ربض
بھی مدینہ میں شمار ہوتا ہے اور اگر قسم کھانے والے نے خاصۃً شہر کی نیت کی ہو تو اسکی نیت پر رکھا جائیگا اور اگر قسم
کھائی کہ فلان گانون میں نہ جاؤنگا پھر اُس گانون کی زمین میں گیا تو حانث نہ ہوگا اور قسم مذکور اس گانون کی آبادی
پر قرار دیجائیگی۔ اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ فلان بلد میں نجاؤنگا تو یہ قسم خاص اُسکی آبادی پر قرار دیجائیگی اسواسطے
کہ بلد اسی قدر کا نام ہے جو ربض کے اندر ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ بغداد میں داخل نہونگا تو اُسکے ہر دو جانب میں سے
جس جانب سے داخل ہوگا حانث ہو جائیگا اور اگر قسم کھائی کہ مدینۃ السلام میں داخل نہوگا تو حانث نہوگا
جب تک کہ ناحیہ کوفہ سے داخل نہو اسواسطے کہ نام بغداد شامل ہے ہر دو جانب کو اور مدینۃ السلام ایسا نہیں ہے
اور اگر قسم کھائی کہ رے میں داخل نہونگا تو شمس الائمہ سرخسی نے شرح اجارات میں ذکر کیا ہے کہ رے تنہا بڑا ہے اور رے
کے شہر و اسکے نواح سب کو شامل ہے امام محمد رح نے فرمایا کہ سمرقند و اوزجند خاص مدینہ کے نام ہیں اور بخارا و فرغانہ
و فرغانہ میں یہ شہرون مع نواح کے دیہات سب کو شامل ہیں۔ اور اگر کسی نے قسم کھائی کہ فرات میں داخل نہوگا
پس کشتی میں سوار ہو کر فرات سے گذرا یا فرات کے پل سے گذرا تو حانث نہ ہوگا جب تک کہ خاص پانی کے اندر
داخل نہووے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ بصرہ میں داخل نہوگا پھر اُسکے کسی گانون میں گیا تو
حانث ہو جائیگا۔ اور اگر کسی نے قسم کھائی کہ بغداد میں داخل نہ ہوگا پھر کشتی میں سوار ہو کر بغداد سے گذرا تو امام محمد رح
نے فرمایا کہ حانث ہو جائیگا اور امام ابو یوسف رح نے کہا کہ حانث نہوگا اور اسی پر فتوی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔
اور اگر قسم کھائی کہ فلان پرگنہ یا فلان دیہہ میں داخل نہوگا تو اسکی زمین میں جانے سے حانث ہوگا اور بعضون نے
کہا کہ اگر لفظ کورہ کہا یعنی کورہ میں داخل نہوگا تو کورہ کبھی خالی آباد کا نام ہے پس اُسکی زمین میں داخل ہونے سے
حانث نہوگا اور یہی اظہر ہے اور مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ بخارا آیا آبادی کا نام ہے یا شامل نواح ہے اور فتوی اسپر
ہے کہ وہ فقط آبادی کا نام ہے اور شام سو وہ ایک ولایت کا نام ہے اور ایسے ہی خراسان اور ایسا ہی ارمینیہ چنانچہ
اگر انمین سے کسی میں داخل نہونے کی قسم کھائی تو انمین سے کسی کے گانون میں داخل ہونے سے حانث ہو جائیگا
اور اسی طرح ترکستان بھی ولایت کا نام ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس کوچہ میں داخل نہوگا پھر اس
کوچہ کے کسی دار میں چھتون کی راہ سے داخل ہو گیا اور کوچہ میں قدم نہ رکھا تو فقیہ ابوبکر اسکاف نے فرمایا کہ یہ حانث
نہونے سے اقرب ہے اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ یہ حانث ہو جانے سے قریب تر ہے اور واقعات حسامیہ میں کہا کہ
اسی پر فتوی ہے اور ظہیریہ میں لکھا کہ صحیح یہ ہے کہ وہ حانث نہوگا جب کہ وہ کوچہ میں نہیں نکلا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور
اگر قسم کھائی کہ فلان کے کوچہ میں نجاؤنگا پھر وہ اس کوچہ کی مسجد میں داخل ہو گیا بدون اسکے کہ اس کوچہ میں داخل
ہو تو حانث نہ ہوگا اور یہی مختار ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلان کے دار میں داخل نہوگا اور کچھ نیت
نہیں کی ہے پھر ایسے دار میں داخل ہوا جسمین فلان مذکور کرایہ پر یا عاریۃً رہتا ہے تو ناطفی نے ذکر کیا ہے کہ وہ حانث
ہو جائیگا اور اگر فلان مذکور کے مملوکہ دار میں داخل ہوا حالانکہ فلان اسمین نہیں رہتا ہے تو بھی حانث ہو جائیگا اور اگر
قسم کھائی کہ فلان کے بیت میں داخل نہوگا پھر ایسے بیت میں داخل ہوا جسمین فلان مذکور کرایہ پر یا عاریۃً

رہتا ہو تو حانث ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر قسم کھائی کہ فلان کے دار مملوکہ مین داخل نہونگا پھر ایسے گھر مین داخل ہوا جسکو اُسنے دوسرے کو کرایہ پر دیدیا ہی تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ وہ حانث ہو جائیگا - اور اگر قسم سے کہا کہ فلان کی دوکان مین نہ جاؤنگا پھر اُسکی ایسی دکان مین داخل ہوا جسکو اُس نے دوسرے کو کرایہ پر دیا ہی پس اگر فلان کی کوئی اور دکان ہو جسمین وہ خود رہتا ہو تو وہ جس دکان مین داخل ہوا ہی اس کے داخل ہونے سے حانث نہ ہوگا اور اگر فلان مذکور دکان مین رہنے مین معروف نہ ہو تو حانث ہو جائیگا اسواسطے کہ ہم جانتے ہین کہ ایسی صورت مین حالف نے فلان کی دکان کہنے سے سکونت مراد نہین لی ہی بلکہ ملکیت مراد لی ہی - اگر قسم کھائی کہ مین فلان کے دار مین نہ جاؤنگا پھر ایسے گھر مین گیا جو فلان کے اور دوسرے کے درمیان مشترک ہی پس اگر فلان مذکور اسمین رہتا ہو تو حانث ہو جائیگا اور اگر نہ رہتا ہو تو حانث نہ ہوگا یہ بدائع مین ہی اور اگر قسم کھائی کہ بیت فلان مین داخل نہ ہونگا اور اُسکی کچھ بیت نہین ہی پھر اُسکے دار کے صحن مین گیا تو حانث نہ ہوگا جب تک کہ بیت مین داخل نہ ہوا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ عرف حضرات ائمہ رحمہم اللہ کے دیار کا ہی اور ہمارے عرف مین دار و بیت ایک ہی ہی پس جب صحن دار مین داخل ہوگا تو حانث ہو جائیگا اور اسی پر فتوی ہی - قال المترجم اگر بیت کی تفسیر موافق اسکی تعریف کے ہماری زبان مین کوٹھری ہو اور دار گھر ہو تو ہمارا عرف بھی موافق عرف ائمہ رحمہم اللہ تعالی ہوگا والحمد للہ علی ذلک وہذا ہو الاقرب عندی واللہ اعلم - ایک شخص ایک منزل کے کسی بیت مین بیٹھا ہی پس اُس نے قسم کھائی کہ مین اس بیت مین داخل نہونگا تو اُسکی قسم اسی بیت پر واقع ہوگی جسمین بیٹھا ہی اسواسطے کہ اسکے ما ورا کو دار و منزل کے نام سے بولتے ہین قال المترجم ہذا اذا لم یکن فی المنزل بیت آخر والا فلا فلیتفحص ہذا الاشکال فافہم - اور یہ حکم اسوقت ہی کہ قسم بزبان عربی ہوا اور اگر قسم بزبان فارسی ہو تو قسم اس منزل اور اس دار پر واقع ہوگی قال المترجم اور ہمارے عرف مین بنابر تفسیر مذکورہ بالا حکم موافق زبان عربی ہی واللہ اعلم اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے یہی بیت جسمین بیٹھا تھا مراد لیا تھا یعنی فارسی زبان مین قسم کھا کر یہ دعوی کیا تو دیانۃً اسکی تصدیق کیجائیگی نہ قضاءً اسواسطے کہ فارسی مین لفظ خانہ نام کل کا ہی اور بیت کے واسطے اسم خاص ہوتا ہی جیسے تابخانہ وکاشانہ وزمستانی وغیرہ - قال المترجم وفیہ نظر فان تابخانہ وغیرہ ذلک خاص بشانہ البیتوتہ فینبغی ان یکون بیتا لا بخصوص اسمہ بل بالمعنی الذی ذکرنا وان کان لکل من ذلک اسم خاص ایضا وذلک لا یوجب عدم صدق العام علیہ فالیتامل - اور یہ سب اسوقت ہی کہ اُسنے کسی بیت معین کی طرف اشارہ نہ کیا ہو اور اگر کسی بیت معین کی طرف اشارہ کیا ہو تو اعتبار اُسکے اشارہ کا ہوگا - ایک شخص نے قسم کھائی کہ ایسے دار مین نہ جاؤنگا جسکو فلان خریدے پھر فلان نے ایک دار خریدا اور حالف کے ہاتھ اُسکو فروخت کر دیا پھر حالف اُسمین گیا تو حانث نہ ہوگا - اور اگر فلان نے دار خرید کرکے حالف کو ہبہ کر دیا پھر حالف اسمین گیا تو حانث ہو جائیگا اسواسطے کہ خریداول کا حکم دوسری خرید سے مرتفع ہو گیا اور ہبہ سے مرتفع نہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی قال المترجم فاذا کانت الہبۃ بعوض ینبغی ان لا یحنث فانہا فی معنی البیع وفیہ مسامحۃ فافہم - قسم کھائی کہ دار فلان مین داخل نہونگا اور فلان کا ایک دار ایسا ہی کہ اسمین رہا کرتا ہی اور دوسرا دار کرایہ پر چلتا ہی تو کرایہ والے گھر مین داخل ہونے سے حانث نہ ہوگا بشرطیکہ کوئی دلیل ایسی اس مقام پر نہ ہو

کہ اسکی قسم کے عام یعنی دونون کو شامل ہونے پر دلالت کرتی ہو یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر یون کہا کہ واللہ مین اس دار فلان مین داخل نہونگا پھر فلان مذکور نے یہ دار کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر حالف اسمین داخل ہوا تو امام اعظم رحمہ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حانث نہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ ایک عورت نے قسم کھائی کہ اسکا شوہر اسکے دار مین داخل نہوگا پس اسنے اپنے دار کو فروخت کر دیا پھر اسکا شوہر اس دار مین آیا پس اگر اسنے یہ نیت کی تھی کہ ایسے دار مین داخل نہوگا جسمین وہ رہتی ہو تو بیع کرنے سے قسم باطل نہ ہوگی اور اگر اسکی کچھ نیت نہو تو قسم اسکے دار مملوکہ پر وارد ہوگی پھر جب اس نے بیع کر دیا تو قسم باقی نہ رہیگی یہ امام اعظم و امام ابو یوسفؒ کا قول ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ زید کے دار مین داخل نہونگا پھر زید نے اپنا مقصود دار فروخت کیا مگر زید اسمین رہتا ہے پس حالف داخل ہوا تو حانث ہو جائیگا اور اگر اس مکان کو بدل دیا ہو تو شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک داخل ہونے سے حانث نہوگا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ فلان کے دار مین داخل نہونگا پھر فلان نے اپنا دار فروخت کر دیا اور خود اس مکان کو چھوڑ کر دوسرے مکان مین چلا گیا پھر حالف مکان مذکور مین داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا اور یہ شیخین رحمہما اللہ کا قول ہے۔ اور اسیطرح اگر قسم کہائی کہ اپنی جورو کے گھر مین داخل نہوگا پس عورت نے اپنا گھر کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر حالف نے اسکو مشتری سے کرایہ پر لے لیا پس اگر قسم کھانا عورت کی طرف سے کسی بات پر ہو تو حانث نہوگا اور اگر قسم بسبب کراہیت اسی دار کے ہو تو حانث ہو جائیگا۔ ایک شخص نے فارسی مین قسم کھائی کہ در وائے فلان داخل نشود الا چیزی شگفت بود پھر اہل دار پر قتل یا ہدم یا آگ لگنے یا موت وغیرہ کی کوئی بلا نازل ہوئی پس حالف داخل ہوا تو حانث نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ دار زید مین داخل نہونگا پس زید نے عمرو سے ایک دار مستعار لیا بدین غرض کہ اسمین طعام ولیمہ کرے پھر حالف اسمین داخل ہوا تو حانث نہوگا لیکن اگر عمرو اس دار کو خالی کر کے دوسرے مکان مین چلا گیا اور زید کے سپرد کر دیا کہ وہ اپنا اسباب اسمین لے آیا تو پھر حالف کے داخل ہونے سے حالف حانث ہو جائیگا یہ محیط مین ہے۔ ابن رستم کہتے ہین کہ امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ایک شخص معین کے مشہور دار مین داخل نہونے کی قسم کھائی مثلاً قسم کھائی کہ عمرو بن حریث کے دار مین داخل نہونگا یا اور کسی دار مین جو ایسا ہی اپنے مالک کے نام سے مشہور ہے جیسے دار حسن بن الصباح وغیر ذلک پھر عمرو بن حریث نے یا حسن بن الصباح وغیرہ نے اس دار کو جو اسکے نام سے منسوب معروف ہے فروخت کر دیا پھر حالف اس دار مین داخل ہوا تو حانث ہو جائیگا قال المترجم توضیح آنکہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ فقیر محمد خان کے احاطہ مین یا کنوان کے محل مین داخل نہونگا پھر فقیر محمد خان نے اپنا احاطہ فروخت کر دیا یا کنوان نے یہ محل بیچ ڈالا پھر اسمین قسم کھانے والا داخل ہوا تو بھی حانث ہو جائیگا اسواسطے کہ ایسے مواضع مین فقیر محمد خان و کنوان وغیرہ کا ذکر فقط شناخت کے واسطے ہے اور منظور وہ جگہ ہے کہ وہان داخل نہوگا پس جب وہان داخل ہوگا خواہ وہ فقیر محمد خان یا کنوان کے قبضہ و ملک مین ہو یا نہو بہرحال حانث ہو جائیگا فافہم۔ اور اگر ان دارون مین سے کسی ایسے دار پر قسم کھائی جو کسی نسبت سے معروف نہین ہے یعنی فقط فقیر محمد خان کا احاطہ کہکے معروف نہین ہے اگرچہ وہ مکان جسکے اندر داخل نہونے کی قسم کھائی ہے وہ فقیر محمد خان کی ملک ہو پھر فقیر محمد خان کی ملک سے نکل جانے کے بعد اسمین داخل ہوا تو حانث نہوگا یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ

میں دار فلاں میں داخل نہونگا اور فلاں مذکور اپنے باپ کے ساتھ ایک کرایہ کے مکان میں رہتا ہو جسکو اسکے باپ نے
کرایہ پر لیا ہو تو حالف اسی مکان میں داخل ہونے سے حانث ہو جائیگا قیاسًا برینکہ اگر قسم کھائی کہ فلاں کے
دار میں داخل نہونگا پھر اس فلاں مذکور کی جورو کے گھر میں جسمیں یہ فلاں مذکور بھی رہتا ہو داخل ہوا پس اگر اُس
شخص کا کوئی اور دار سوا اس دار کے ایسا نہو کہ جو اُسکی طرف منسوب ہو یعنی رہنے و ملک وغیرہ کی اضافت
سے منسوب ہو تو حانث ہو جائیگا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ فلانہ عورت کے دار میں داخل نہونگا پھر ایسے دار
میں داخل ہوا کہ وہ اس عورت کے شوہر کا ہو اور یہ عورت بھی اسمیں رہتی ہو پس اگر اس عورت کا اور کوئی مکان
نہو تو حانث ہوگا اگر دوسرا مکان ہو تو حانث نہوگا یہ خلاصہ میں ہو۔ نوادر میں امام ابو یوسف سے روایت
ہو کہ اگر قسم کھائی کہ دار فلاں میں داخل نہ ہونگا پھر اس فلاں کے دار کی ایک دکان میں جسکا دروازہ شارع
عام پر ہو داخل ہوا حالانکہ اس دکان کا کوئی دروازہ اس دار میں نہیں ہو تو اپنی قسم میں حانث ہوگا۔ ایک نے
قسم کھائی کہ حمام میں سر دھونے کے واسطے داخل نہونگا پھر حمام میں اس غرض سے نہیں بلکہ حمامی وغیرہ کو سلام کرنے
کے واسطے داخل ہوا پھر وہاں اُسنے سر بھی دھو لیا تو حانث نہ ہوگا اور بعض مشائخ سے روایت ہو کہ اگر کسی نے
قسم کھائی کہ حمام میں داخل نہونگا پھر بسبب اسکے [illegible] داخل ہوا تو قسم میں حانث نہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہو۔ ایک
مرد کا ایک دار ہو اسمیں بستان ہو پس زید نے قسم کھائی کہ میں اس دار میں داخل نہونگا پھر اس دار کے بستان
میں داخل ہوا اور اس بستان کا دروازہ اسی دار کے گھروں کی طرف ہو اور کوئی دروازہ نہیں ہو اور ایک ہی
چہار دیواری اس دار و بستان کو محیط ہو تو امام محمد رح نے فرمایا کہ بستان میں داخل ہونے سے زید حانث نہوگا خواہ
بستان اس دار سے بڑا ہو یا چھوٹا ہو اور اگر یہ بستان وسط دار میں واقع ہو اور اسکے گرد اگرد اس دار کے
بیوت ہوں تو بستان میں داخل ہونے سے حانث ہو جائیگا اور امام ابو یوسف رح سے اس مسئلہ میں دو روایتیں
ہیں ایک روایت میں وہی حکم ہو جو امام محمد رح کا قول ہو اور دوسری روایت میں ہو کہ بستان میں داخل ہونے سے
حانث ہو جائیگا اگرچہ بستان وسط دار میں واقع نہو یہ ظہیریہ میں ہو۔ اور اگر کسی نے کہا کہ اگر میں نے فلاں کو اپنے
بیت میں داخل کیا تو میری جورو طالقہ ہو تو یہ قسم اسپر ہوگی کہ فلاں مذکور اسکی اجازت سے داخل ہو۔ اور اگر
قسم کھائی کہ اگر میں نے فلاں کو چھوڑ دیا کہ میرے بیت میں داخل ہو تو میری جورو طالقہ ہو تو یہ قسم اسکے علم پر ہوگی یعنی
ہرگاہ جانا اور منع نہ کیا تو اسنے چھوڑ دیا کہ داخل ہو جاوے پس حانث ہو جائیگا۔ اور اگر کہا کہ اگر فلاں میرے بیت
میں داخل ہووے تو میری جورو طالقہ ہو تو یہ فلاں مذکور کے داخل ہونے پر ہوگی خواہ حالف اسکو اجازت دے
یا نہ دے یا جانے یا نہ جانے یعنی اگر وہ کسی حال میں داخل ہوا تو یہ قسم کھانے والا حانث ہو جائیگا یہ محیط سرخسی میں
ہو اور اگر کہا کہ اگر میرے اس دار میں کوئی داخل ہوا تو میرا غلام آزاد ہو اور یہ دار اسی کا ہو یا دوسرے کا ہو پھر خود
اسمیں داخل ہوا تو حانث نہوگا۔ اور اگر یوں کہا کہ اگر اس دار میں کوئی داخل ہوا تو میرا غلام آزاد ہو تو اپنے داخل
ہونے سے بھی حانث ہو جائیگا خواہ دار مذکور اسی کا ہو یا دوسرے کا ہو۔ اور اگر کسی نے کہا کہ بقسم میں فلاں کو اپنے دار
میں داخل ہونے سے منع کرونگا پس اگر اسکو ایک مرتبہ بھی منع کر دیا تو قسم میں سچا ہو گیا پھر اگر دوسری دفعہ اسکو جاتے
دیکھا اور نہ منع کیا تو اسپر کچھ نہیں ہو یہ بحر الرائق میں ہو۔ ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں اس دار میں داخل نہونگا

پھر مالک دار نے اس دار کے پہلو میں ایک بیت خریدا اور بیت کا دروازہ اس دار میں کھول دیا اور اس بیت کا
راستہ اسی دار سے کر دیا اور وہ دروازہ جو پہلے اس بیت کا تھا بند کر دیا پھر قسم کھانے والا اس بیت میں بدون دار
کے اندر داخل ہونے کے داخل ہوا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ حانث ہو جائیگا اسواسطے کہ یہ بیت اب کہ بھی دار میں سے
ہو گیا۔ زید نے خالد بن عبد اللہ سے کہا کہ اگر خالد بن عبد اللہ اس دار میں داخل ہوا تو خالد بن عبد اللہ کی جورو
طالقہ ہے پس خالد بن عبد اللہ نے کہا کہ تم لوگ مجھپر اس امر کے گواہ رہو پھر خالد بن عبد اللہ اس دار میں داخل ہوا
تو اسپر اپنی جورو کی طلاق لازم ہوگی۔ ایک شخص نے کہا کہ میں اس دار میں اور اس حجرہ میں داخل نہونگا پھر دار سے
باہر نکلا پھر دار میں داخل ہوا اور حجرہ میں داخل ہوا تو جبتک حجرہ میں داخل نہو تب تک حانث نہ ہوگا اور قسم انہی دونوں
میں داخل ہونے پر واقع ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ زید کے دار میں نہ داخل ہونگا اور
یہ دونوں شخص سفر میں ہیں تو فرمایا کہ یہ قسم چھولداری و خیمہ و قبہ پر اور ہر منزل کہ جسمیں اترنا واقع ہو اسپر واقع ہوگی
لیکن اگر اسنے ان تینوں چیزوں میں سے کوئی خاص چیز مراد لی ہو تو دیانۃً کی راہ سے اسکی تصدیق ہوگی مگر
قضاءً نہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ قال المترجم ہمارے عرف کے موافق زید کے حضر کے گھر پر قسم واقع ہوگی الا آنکہ
یہ لوگ صحرائی ہوں فافہم واللہ اعلم۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس فسطاط میں داخل نہونگا حالانکہ یہ فسطاط ایک مقام
پر کھڑا ہوا ہے پھر وہاں سے اکھاڑ کر دوسرے مقام پر گاڑا گیا پھر اسمیں داخل ہوا تو حانث ہو جائیگا اور یہی حکم قبہ چوبین
کی صورت میں ہے۔ اور اسی طرح اگر لکڑی کی سیڑھی یا منبر ہو تو اسمیں بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ ان چیزوں کے
ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے سے انکے نام میں تغیر و زوال نہیں آتا ہے یہ بدائع میں ہے۔ قال خباء بدوں کا
خیمہ بالوں کا ہوتا ہے فاحفظہ۔ اگر قسم کھائی کہ اس خباء میں داخل نہ ہونگا تو اعتبار اسکی چوبوں و نمدے دونوں کا ہے
اور بعض نے فرمایا کہ اعتبار فقط چوبوں کا ہے اور بعض نے فرمایا کہ اعتبار فقط نمدے کا ہے پس بنا بر قول اول
کے اگر نمدا بدل دیا گیا اور چوبین وہی باقی ہیں پھر اسمیں داخل ہوا تو حانث ہو جائیگا اور اسکے برعکس کیا گیا تو
حانث نہوگا اور بنا بر تیسرے قول کے اگر نمدا بدل دیا گیا اور چوبین وہی ہیں تو اسمیں داخل ہونے سے
حانث نہوگا اور اگر اسکے برعکس کیا گیا تو حانث ہو جائیگا اور اصح وہی قول اول ہے یہ محیط میں ہے۔ اور
اگر قسم کھائی کہ فلاں کے پاس بیت میں نہ جاؤنگا پھر ایک بیت میں داخل ہوا اسمیں فلاں بھی موجود تھا مگر
اسنے داخل ہونے میں اسکے پاس جانے کی نیت نہیں کی تھی تو حانث نہوگا۔ دو شخصوں میں سے ہر ایک نے قسم کھائی
کہ میں اس دوسرے کے پاس نہ جاؤنگا پھر دونوں ساتھ ہی ایک منزل میں داخل ہوئے تو دونوں حانث نہونگے
یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر قسم کھائی کہ فلاں کے پاس نہ جاؤنگا تو شیخ الاسلام نے شرح میں ذکر فرمایا ہے کہ فلاں
کے پاس جانے سے عرف میں در صورت مطلق یہ لفظ ہونے کے یہ مراد ہوتی ہے کہ فلاں کے پاس اسکی زیارت و تعظیم کے
واسطے ایسے مکان میں جہاں وہ اپنے ملاقاتی و زیارت کنندہ لوگوں کے واسطے بیٹھا کرتا ہے نہ جاؤنگا۔ اور
امام قدوری نے بھی اپنی کتاب میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے کیونکہ امام قدوری نے ذکر فرمایا کہ اگر وہ اسکے پاس
کسی مسجد یا چھتے یا دہلیز میں گیا تو حانث نہوگا اور اسی طرح اگر فسطاط یا خیمہ میں اسکے پاس گیا تو بھی حانث
نہوگا لیکن اگر وہ بدوی ہو تو اسکے نشست کی جگہ یہی خباء و خیمہ ہوگی پس حانث ہو جائیگا اگر بہ نیت زیارت

گیا۔ اور حاصل یہ ہے کہ انہین عادت کا اعتبار رہا اور ہمارے عرف مین اگر وہ مسجد مین اُسکے پاس گیا تو حانث
ہو جائیگا ہان اگر وہ مسجد مین داخل ہوا اور اُسکے پاس جانے کی نیت نہین کی یا یہ نہین جانتا ہے کہ وہ اسمین
ہے تو حانث نہوگا۔ اور قدوری مین لکھا ہے کہ اگر ایک قوم کے پاس گیا جنمین فلان مذکور بھی ہے مگر اُسنے اُسکے
پاس جانے کا قصد نہین کیا تو فیما بینہ وبین اللہ تعالی حانث نہوگا مگر قضاءً تو اسکی تصدیق نہ کیجائیگی اور نیز قدوری
مین فرمایا کہ فلان کے پاس جانے کے یہ معنی ہین کہ جاتے وقت اُسکے پاس جانے کا قصد ہو خواہ وہ اپنے بیت مین
ہو یا کسی دوسرے کے بیت مین ہو۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلان کے پاس اس دار مین داخل نہونگا پھر وہ دار مین
داخل ہوا اور فلان اُس دار کے کسی بیت مین ہے تو حانث نہوگا اور اگر صحن دار مین ہوگا تو حانث ہو جائیگا اسواسطے
کہ وہ فلان کے پاس داخل ہونے والا کہا جائیگا کہ تبیین اُسکو مشابہ ہو کہ یہ وقال المترجم ہمارے عرف مین بھی حانث
ہونا چاہیے واللہ اعلم۔ اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ فلان کے پاس اس گانون مین داخل نہونگا تو گانون مین داخل
ہونے سے حانث نہوگا الا آنکہ گانون مذکور مین اُسکے پاس اُسکے گھر مین داخل ہو جاوے یہ محیط مین ہے ایک شخص نے
قسم کھائی کہ فلان کے پاس داخل نہونگا پس اسکی موت کے پیچھے اُسکے پاس گیا تو حانث نہوگا یہ سراجیہ مین ہے
اور اگر کہا کہ ہر بار کہ داخل ہوا مین ان دونون دارون مین سے کسی ایک دار مین تو واللہ مین تجھے نہ مارونگا
پھر دونون مین داخل ہوا پھر عورت کو مارا تو ایک ہی مرتبہ حانث ہوگا اور اگر یون کہا کہ تو مجھپر قسم ہے اگر
مین نے تجھے مارا پھر دونون مین داخل ہوا یا ایک مین داخل ہوا پھر عورت کو مارا تو ہر بار کے داخلہ کا کفارہ قسم
اسپر واجب ہوگا۔ ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ ہر بار کہ مین اس دار مین داخل ہوا تو واللہ مین تجھسے قربت
نہ کرونگا پھر دار مذکور مین داخل ہوا تو ایلا کرنے والا ہو جائیگا پس اگر بعد داخل ہونے کے عورت سے جماع کیا
تو حانث ہو جائیگا اور قسم باطل ہو جائیگی چنانچہ اگر دوسری بار داخل ہوا تو ایلا کنندہ نہوگا کہ دوسری بار جماع
کرنے سے اسپر دوسرا کفارہ لازم نہ آویگا۔ اور اگر دوسری بار کے داخل ہونے کے بعد چار مہینے بدون جماع کے
گذر گئے تو عورت اُس سے بائنہ ہوگی اور اگر پہلی بار داخل ہونے کے بعد عورت سے جماع نہ کیا یہان تک کہ
دوسری بار داخل ہوا تو وہ ایلا کنندہ رہیگا پس جب اول بار کے داخلہ سے چار مہینے بدون جماع کے
گذر جاوینگے تو عورت مذکور بائنہ ہو جائیگی اور پھر جب دوسری بار کے داخلہ سے چار مہینے پورے ہونگے
تو بعد کو بائنہ بطلاق دیگر ہو جائیگی بشرطیکہ وہ پہلی طلاق بائنہ کی عدت مین ہو۔ اور اگر یون کہا کہ تو مجھپر قسم ہے اگر
مین تجھسے قربت کرون پھر دار مذکور مین دو بار داخل ہوا تو دو ایلا سے مولی ہو جائیگا۔ اور اگر بعد ہر داخلہ کے
اُس سے جماع کر لیا ہو تو اُسپر دو کفارے لازم آوینگے۔ اور اگر جماع نہ کیا ویسے ہی چھوڑ دی تو پہلے داخلہ سے چار
مہینہ گذرنے پر ایک طلاق بائن ہو جائیگی اور جب دوسرے داخلہ سے چار مہینے پورے گذر جاوینگے اور ہنوز
وہ پہلی طلاق کی عدت مین ہے تو دوسری طلاق بائنہ بھی اسپر واقع ہوگی۔ اور اگر کہا کہ ہر بار کہ مین اس دار
مین داخل ہوا تو تو طالقہ ثلث ہے اگر مین نے تجھسے قربت کی۔ پھر دار مذکور مین دو بار داخل ہوا تو قسم بھی ہوئی
کے حق مین ہر بار کے داخلہ مین وہ مولی ہوگا چنانچہ اگر مدت کے اندر اُس سے قربت کی تو وہ بسہ طلاق طالقہ
ہو جائیگی اور اگر قربت نہ کی تو چار مہینے گذرنے پر وہ بیک طلاق بائنہ ہوگی اور جب دوسرے داخلہ سے بھی

چار مہینے گذر جائینگے تو دوسری طلاق سے طالقہ ہوگی ولیکن تین سے زیادہ اسپر لازم نہین ہونگی۔ اور اسی طرح اگر کہا کہ ہر بار
کہ مین اس دار مین داخل ہوا تو واسطے اللہ کے مجھپر اس غلام کا آزاد کرنا ہو اگر مین نے تجھسے قربت کی یا کہا کہ تو یہ
غلام آزاد ہو اگر مین نے تجھسے قربت کی پھر دو بار داخل ہوا تو ہر بار کے داخلہ پر وہ ایلاء کنندہ ہوگا پس اگر عورت سے
قربت کرلی تو ایک قسم مین حانث ہو جائیگا اسی طرح اگر اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ ثلاث ہو اگر مین نے تجھسے قربت کی
پھر عورت سے بعد ایک روز کے کہا کہ تو طالقہ ثلاث ہو اگر مین نے تجھسے قربت کی تو قسم سچی ہونے کے حق مین دو ایلاء
ہین اور اگر قربت کی تو ایک قسم مین حانث ہوگا پس تین طلاق واقع ہونگی۔ اور اگر کہا کہ ہر بار کہ مین اس دار مین داخل
ہوا پس اگر مین نے تجھسے قربت کی تو مجھپر ایک حج لازم ہو یا کہا کہ تو مجھپر قسم نذر ہو پھر اس دار مین دو بار داخل ہوا اور
پھر وقت گذرنے کے بعد عورت سے قربت کی تو اسپر دو حج یا دو قسم واجب ہونگی اور اسی طرح اگر لزوم حج کے بجائے شرط قربت
بیان کی ہو تو بھی یہی حکم ہو۔ اور اگر کہا کہ ہر بار کہ مین اس دار مین داخل ہوا پس مین نے تجھسے قربت کی تو مجھپر ایک حج
واجب ہو پھر دار مین داخل ہوا پھر عورت سے قربت کی تو اسپر دو حج لازم ہونگے۔ اور اگر دار مین داخل ہوا یا عورت سے
قربت کی ایکبار تو اسکے ذمہ لازم نہین ہو الا ایک ایلاء۔ اور اگر کہا کہ ہر بار کہ داخل ہوا مین اس دار مین تو واللہ مین
تجھسے قربت نہ کی تو یہ کہنا یا یہ کہنا کہ مین تجھسے قربت نہ کرونگا دونون برابر ہین کہ ایک ہی بار حانث ہوگا قال المترجم
یہ زبان عربی مین مستقیم ہو کہ کلما دخلت ہذہ الدار لم اقربک واللہ۔ اور ہماری زبان مین اس صورت مین تامل
ہو واللہ اعلم۔ اور اگر کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نہ کرونگا ہر بار کہ مین داخل ہوا اس دار مین تو یہ قول اور
قولہ ہر بار کہ مین داخل ہوا اس دار مین تو واللہ مین تجھسے قربت نہ کرونگا دونون یکسان ہین۔ اور اگر کہا کہ اگر مین نے
تجھسے قربت کی تو تو طالقہ ہو ہر بار کہ مین داخل ہوا اس دار مین تو وہ ایلا کرنے والا نہ ہو جائیگا اور اگر عورت
سے قربت کرنے کے بعد دار مذکور مین داخل ہوا تو ایک طلاق طالقہ ہو جائیگی یہ شرح جامع کبیر مین ہو۔ اور اگر دو نفیون
کے درمیان کلمہ یا داخل کیا مثلاً کہا کہ واللہ مین اس دار مین نہ داخل ہونگا یا اس دار دیگر مین نہ داخل ہونگا پھر ان
دونون مین سے کسی ایک مین داخل ہوا تو حانث ہو جائیگا اور اگر دونون مین سے کسی مین داخل نہوا یہان تک کہ
مرگیا تو حانث نہوگا۔ اور اگر کلمہ یا درمیان دو اثباتون کے داخل کیا مثلاً کہا کہ واللہ مین اس دار مین داخل ہونگا
یا اس دار دیگر مین داخل ہونگا پھر وہ انمین سے ایک مین داخل ہوا تو قسم مین سچا ہو گیا اور اگر دونون مین سے
کسی مین داخل نہوا یہان تک کہ مرگیا تو حانث ہو گیا۔ اور اگر کلمہ یا درمیان نفی اور اثبات کے داخل کیا مثلاً
کہا کہ واللہ مین اس دار مین داخل نہونگا یا اس دار دیگر مین آج ضرور داخل ہونگا پس اگر دوسرے دار مین
داخل ہو گیا تو قسم مین سچا ہو گیا اور قسم نفی ساقط ہو گئی اور اگر دونون دارون مین نہ داخل ہوا یہانتک کہ دن گذر
گیا تو قسم اثبات مین حانث ہو گیا اور قسم نفی ساقط ہو گئی اور اگر دار اول مین داخل ہوا تو قسم نفی مین
حانث ہو گیا اور یمین اثبات ساقط ہو گئی۔ اور ایسے مسائل مین ایک دفعہ اسکے حانث ہونے سے قسم منحل ہو جاتی
ہو چنانچہ اگر دوبارہ جس شرط سے حانث ہو گیا ہو اسکو بجا لایا تو مکرر حانث نہوگا اور اسی طرح جس قسم مین
اثبات سے ابتدا کی ہو یہی حکم ہو مثلاً کہا کہ واللہ مین اس دار مین آج ضرور داخل ہونگا یا اس دار دیگر
مین کبھی داخل نہونگا لیکن یہ ابتدا نفی ہو کہ قسم اثبات مین اگر آج نکلا اس دار مین تو داخل ہو گیا

تو قسم میں سچا ہوگا اور قسم نفی میں دوسرے دار میں داخل ہونے پر حانث ہوگا یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے۔ اور
اگر کہا کہ واللہ میں اس دار میں داخل نہونگا یا اس دار دیگر میں داخل ہونگا پس اگر دوسرے دار میں داخل
ہونے سے پہلے دار اول میں داخل ہوا تو حانث ہوجائیگا۔ اور اگر پہلے دار دیگر میں داخل ہوا تو قسم ساقط
ہوگئی اور اگر اس نے تخییر کی نیت کی ہو تو اصل میں مذکور ہے کہ قسم اسکی نیت پر ہوگی پس قسم کا انعقاد انہیں دونون
مین سے ایک پر ہوگا یعنی یا تو اول پر نہ داخل ہونے کے ساتھ یا دوسرے پر داخل ہونے کے ساتھ اور یہی
عامہ مشائخ کا قول ہے اور یہی مذہب شیخ ابو عبد اللہ زعفرانی کا ہے اور یہی اصح ہے۔ اور اگر کہا کہ واللہ میں
اس دار میں داخل نہونگا یا دو دارہائے دیگر میں سے ایک میں داخل ہونگا اور اسکی کچھ نیت نہیں ہے پس اگر
پہلے وہ دارہائے دیگر میں سے کسی میں داخل ہوا تو اپنی قسم میں سچا ہوگیا اور قسم ساقط ہوگئی اور اگر دونون دارہائے دیگر
مین سے کسی میں داخل ہونے سے پہلے وہ دار اول میں داخل ہوا تو اپنی قسم میں حانث ہوگیا یہ شرح جامع کبیر حصیری
میں ہے۔ اور اگر کہا کہ واللہ اس دار کا داخل ہونا آج ترک کرونگا یا کل کے روز اس دار دیگر میں داخل ہونگا
پھر آج کے روز اسنے اس دار کا داخل ہونا ترک کیا تو اپنی قسم میں سچا ہوگیا اور قسم ساقط ہوگئی اور اگر قسم کھائی
کہ میں اس دار میں داخل نہونگا پس اگر میں اس دار میں داخل نہ ہوا تو میں اس دار دیگر میں داخل ہونگا تو
یہ استثنا باطل ہے یہ عتابیہ میں ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ میں اس دار میں داخل نہونگا درحالیکہ زید اسمین ہے پھر
زید اسمین سے مع اپنے اہل و عیال کے نکل گیا پھر زید دوبارہ اسی مکان میں آگیا پھر حالف اسمین داخل
ہوا تو حانث نہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ درحالیکہ میرے تن پر یہ کپڑا ہے یا ... پر یہ کپڑا ہے تو بھی یہی حکم ہے
اور اگر یون کہا کہ واللہ میں اس دار میں داخل نہونگا درحالیکہ تو اسمین ساکن ہو یا درحالیکہ میرے تن پر یہ کپڑا ہو
پھر مخاطب اسمین سے نکل گیا یعنی اٹھ گیا پھر عود کرکے آگیا یا حالف نے یہ کپڑا اتار دیا پھر پہن لیا پھر داخل ہوا تو
حانث ہوجائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر قسم کھائی کہ میں اس دار میں سکونت نہ کرونگا پس اگر اسمین ساکن نہ ہوا
تو اسکے سکونت کرنے کے یہ معنی ہیں کہ خود اسمین رہے اور اثاث البیت اور اسباب ضرورت اسمین لاکر رکھے پس
جب ایسا کریگا تو اسوقت حانث ہوجائیگا یہ بدائع میں ہے۔ ایک شخص نے قسم کھائی کہ اس دار میں سکونت نہ رکھونگا
پھر خود نکل گیا اور اپنے اہل و متاع کو اسمین چھوڑ دیا پس اگر قسم کھانے والا کسی دوسرے کے عیال میں ہو مثل
پسر بالغ کے کہ باپ کے عیال میں ہووے یا جورو کے کہ خاوند کے ساتھ ہووے تو حالف حانث نہوگا اور اگر
حالف کسی کے عیال میں نہ ہو تو اپنی قسم میں سچا نہ ہوگا الا آنکہ اسی وقت سے منتقل کرنے میں مشغول ہوجاوے
اسواسطے کہ برابر اس طرح سے رہنا سکونت ہوگی پھر امام اعظم رح کے نزدیک قسم سچی ہونے کی شرط یہ ہے کہ اپنے
اہل و عیال اور سب متاع کو اٹھا لیجاوے حتی کہ اگر اسمین ایک کھونٹی یا جھاڑو رہگئی تو حانث ہوگا اور بنا بر
قول امام ابو یوسف کے اگر اپنے اہل و عیال اور اکثر اسباب کو لے گیا تو قسم میں سچا ہوگیا اور اسی قول پر
فتوے ہے اور امام محمد رح کے قول پر اگر اہل و عیال کو اور اسقدر اسباب کو کہ خانہ داری اس سے ہوسکتی ہے
لے گیا تو قسم میں سچا ہوگیا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ احسن ہے اور لوگوں کے
حق میں اسمین زیادہ آسانی ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ نہر الفائق میں ہے۔ اور اسمین اتفاق ہے کہ قسم میں

صحیح ہونے کی واسطے اہل وعیال و متاع و مویشی کا اٹھا لیجانا شرط ہی اور اگر سب کو کوچہ یا مسجد میں منتقل کر کے لیگیا اور مکان خالی کر کے کسی کو سپرد نہ کیا تو اسمین اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ وہ حانث ہوگا جب تک کہ دوسرا مسکن نہ کرلے اور اگر دار دوسرے کو بایں طور سپرد کیا کہ اپنا دار جسکو کہ تھا اسکو کسی دوسرے کو کرایہ پر دیدیا یا اس میں کرایہ یا عاریت پر رہتا تھا پس خالی کر کے اسکے مالک کو سپرد کر دیا اور اپنے واسطے مسکن نہیں کر لیا تو حانث نہوگا۔ ایک مرد نے قسم کھائی کہ میں اس دار میں نہ رہونگا پس اس نے اپنے اہل و متاع کو اٹھا لیجانا چاہا پس اسکی جورو نے اسمین سے نکلنے سے انکار کیا تو مرد پر واجب ہی کہ اسکے نکالنے میں کوشش کرے پھر اگر وہی غالب آئی اور مرد عاجز ہوگیا اور نکلکر دوسرے دار میں جا رہا تو اپنی قسم میں حانث نہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہی۔ ایک مرد نے قسم کھائی کہ میں اس دار میں نہ رہونگا پس جب نکلنا چاہا تو دروازہ اسطرح بند پایا کہ اس سے کھل نہیں سکتا ہی یا بیڑیاں ڈال کر نکلنے سے روک گیا تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ صورت اول میں حانث ہوگا اور دوسری میں نہیں اور صحیح یہ ہی کہ دونوں صورتوں میں حانث نہوگا یہ غیاثیہ میں ہی۔ اور اگر دیوار گرا کر نکلنے پر قادر ہو تو اسپر یہ نہیں واجب ہی حانث نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہی۔ اور اگر کسی نے کہا کہ اگر میں اس رات اس شہر میں رہوں تو ایسا ہی یعنے طلاق و عتاق کی قسم کھائی پھر اسکو بخار آکر ایسا حال ہوگیا کہ خود نہیں نکل سکتا ہی یہاں تک کہ صبح ہوگئی تو حانث ہوجائیگا اسواسطے کہ یہ ممکن تھا کہ وہ کسی کو اجارہ پر مقرر کر لیتا جو اسکو شہر سے باہر کر دیتا اور جو شخص مقید ہی اسکے ساتھ یہ حکم نہیں ہی اسواسطے کہ جس نے اسکو قید کیا ہی وہ اسکو نکل جانے سے روکے گا حتی کہ اگر اسکا عذر کیا ہو تو مقید بھی مثل مریض کے ہوگا اور یہی صحیح ہی یہ محیط میں ہی۔ ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو اسی دار میں ساکن رہی تو تو طالقہ ہی اور حال یہ ہی کہ مکان کی چہار دیواری ہی اور دروازہ بند مقفل ہی تو یہ عذر متعذر رہی یہاں تک کہ دروازہ کھولا جاوے اور بصورت بند یہ واجب نہیں ہی کہ وہ دیوار پھاند جاوے اور فقیہ نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں یہ غیاثیہ میں ہی۔ اور اگر اس گھر میں اپنا اسباب چھوڑ کر دوسرے گھر کی تلاش میں گیا تو صحیح قول کے موافق حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ دوسرے گھر کی تلاش بھی اٹھ جانے کے کاموں میں سے ایک کام ہی اور جب تک تلاش کرے تب تک کی مدت بحکم عرف اسمین سے مستثنی ہوگی بشرطیکہ تلاش کی مدت میں افراط نہ کردے یہ شرح مجمع البحرین میں ہی۔ ایک شخص نے قسم کھائی کہ اس دار میں نہ رہونگا پھر خود نکل کر دوسرے گھر کی تلاش میں گیا تاکہ اسمین اہل و عیال و اسباب کو منتقل کر لیجاوے پھر دوسرا مکان اسکو چند روز تک نہ ملا اور اسکو یہ ممکن ہی کہ اپنا اسباب اسمین سے نکال کر باہر رکھے تو حانث نہوگا اور اسی طرح اگر کوئی لادنے کا جانور تلاش کرنے میں مشغول ہوا کہ اسپر لاد کر لیجاوے یا آدھی رات میں ایسی قسم کھائی کہ صبح ہونے تک اسکو اٹھا لیجانا ممکن نہیں ہی یا اسباب بہت ہی اور خود نکل گیا اور آپ ہی اسباب منتقل کرتا ہی حالانکہ یہ ممکن ہی کہ وہ کرایہ پر منتقل کرا لے مگر ایسا نہیں کرتا ہی تو ان سب صورتوں میں وہ حانث نہ ہوگا اور یہ اسوقت ہی کہ وہ خود اسباب کو اسطرح منتقل کرتا ہو جیسے لوگ منتقل کر لیا کرتے ہیں اور اگر وہ ایسے منتقل نہ کرتا ہو جیسے لوگ منتقل کر لیتے ہیں تو حانث ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت کہ عربی زبان میں قسم کھائی ہو اور اگر فارسی میں قسم کھائی کہ و اللہ من بدین خانہ اندر نباشم پھر خود اس قصد سے نکل گیا کہ

عود نہ کریگا تو اپنی قسم مین حانث نہوگا اور اگر اس قصد سے نکل گیا کہ عود کریگا تو حانث ہو جائیگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہی - اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو اس دار مین ساکن رہی تو تو طالقہ ہی اور یہ قسم آدھی رات کو کھائی تو عورت معذور ہوگی اور اگر اسنے اسطرح کی قسم اپنے حق مین کھائی ہو تو وہ معذور نہ ہوگا اسواسطے کہ وہ رات مین نہین ڈرتا ہی حتی کہ اگر اسکے حق مین بھی خوف چورون وغیرہ کی طرف سے ثابت ہو تو وہ بھی معذور ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر قسم کھائی کہ اس دار مین ساکن نہ ہوگا حالانکہ اسمین رہتا ہی پھر اسپر متاع مذکور منتقل کر لیجانا اگر ان معلوم ہوا تو اُسکا حیلہ یہ ہی کہ متاع مذکور اپنے شخص کے ہاتھ فروخت کردے جسپر اسکو اعتماد ہو دے اور خود نکل کر دوسرے مکان مین چلا جاوے پھر جب اسکو آسانی معلوم ہوا اُسوقت اُس سے خرید لے یہ فتاوی سراجیہ مین ہے - اگر ایک شخص دوسرے شخص کے ساتھ ایک دار مین رہتا ہو پھر ان مین سے ایک نے قسم کھائی کہ اس دوسرے کے ساتھ نہ رہونگا پس اگر اسنے نقل کرنا شروع کردیا حالانکہ فی الحال ممکن بھی ہی تو خیر ورنہ حانث ہو جائیگا اور اگر حالف نے اپنا اسباب اس دوسرے کو ہبہ کردیا یا اسکے پاس ودیعت رکھوا یا عاریت دیا پھر مکان کی تلاش مین نکلا اور چند روز تک کوئی مکان نہ ملا لیکن اس دار مین جسمین دوسرا رہتا ہی نہ آیا تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر اسنے اپنا اسباب دوسرے کو ہبہ کیا اور اسنے قبضہ کرلیا ہی یا اسکو ودیعت دیا یا عاریت دیا اور اسی وقت باہر نکل گیا بایں ارادہ کہ پھر عود نہ کریگا تو اسکے ساتھ رہنے والا شمار نہ ہوگا یہ سراج وہاج مین ہی - ایک نے قسم کھائی کہ اس شہر مین نہ رہونگا پھر خود چلا گیا اور اپنے اہل و اسباب کو اسمین چھوڑ گیا تو حانث نہوگا اور اگر کسی گانون کی نسبت اس طرح کی قسم کھائی کہ اسمین نہ رہونگا تو وہ بمنزلہ شہر کے ہی اور یہی صحیح ہی اور کوچہ و محلہ اس حکم مین بمنزلہ دار کے ہی اور اگر قسم کھائی کہ اندرین دیہ نباشم پھر اپنے اہل و عیال و اسباب لیکر وہان سے نکل گیا پھر واپس ہو کر اسمین سکونت اختیار کی تو حانث ہو جائیگا اور اسی طرح جو فعل ممتد ہوتا ہی اسمین ایک وقت مین سچا ہونے سے قسم باطل نہین ہو جاتی ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہی کہ شخص مذکور بغرض رہنے و سکونت کرنے کے واپس آیا ہو اور اگر کسی کے دیکھنے کو آیا یا اپنے اسباب کو نقل کرنے کے واسطے آیا اور چند روز رہا اور اسکی نیت یہان سکونت کرنے کی نہین ہی تو اپنی قسم مین حانث نہوگا اور اگر رہنے کے واسطے آیا ہو تو ایک دم کا رہنا حانث ہونے کے واسطے کافی ہی دوام شرط نہین ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر کہا کہ اگر مین ایک سال یا امسال اس دیہ مین رہون تو میری جورو طالقہ ہی پس ایک روز بقیہ سال سے کم رہا یا یون قسم کھائی کہ اس دار مین مہینہ بھر نہین رہونگا پھر ایک ساعت رہا تو حانث نہوگا جب تک کہ مہینہ بھر نہ رہے یہ خزانۃ المفتین مین ہی اور اگر قسم کھائی کہ فلان کے ساتھ ساکن نہ ہونگا پھر حالف اپنے سفر مین فلان کے گھر اترا اور ایک یا دو روز تک رہا تو حانث نہوگا اور فلان کے ساتھ ساکن نہ ہوگا جب تک کہ اسکے ساتھ کم سے کم پندرہ روز تک رہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - ایک شخص نے قسم کھائی کہ کوفہ مین نہ رہونگا پس مسافرت مین وہان گذرا اور وہان چودہ روز ٹہرنے کی نیت کی تو حانث نہوگا اور اگر پندرہ روز کی نیت کی تو حانث ہو جائیگا - اور اگر قسم کھائی کہ فلان کے ساتھ سکونت نہ کرونگا پھر فلان مذکور اس حالف کے دار مین غصب کی راہ سے داخل ہوا اور رہنے لگا پس حالف اسکے ساتھ رہا تو حانث ہو جائیگا خواہ حالف کو یہ بات معلوم ہوئی ہو یا نہین اور اگر غاصب کے اترتے ہی حالف

دور یعنی دراز ہو سکتا ۱۲

اقول اگر نیت کی ہو کہ پندرہ روز تک نہ رہونگا تو بھی ایک دو روز مین بھی حانث ہو جائیگا ۱۲ مترجم

اپنے اُٹھ جانے کا بندوبست کیا اور منتقل کرنا شروع کیا تو حانث نہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر حالف نے سفر
کیا پھر فلان مذکور اُس حالف کے اہل وعیال کے ساتھ ساکن رہا تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ حالف حانث ہو جائیگا
اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ نہیں حانث ہوگا اور اسی پر فتوے ہے۔ اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر محلوف علیہ یعنی
جسکے ساتھ نہ رہنے پر قسم کھائی ہے تین روز یا زیادہ کی راہ پر سفر کر گیا پھر قسم کھانے والا اُسکے اہل کے ساتھ آ میں
رہا تو امام ابو یوسف رح کے قول پر حانث نہ ہوگا اور اگر اس سے کم دوری پر گیا ہو تو حانث ہوگا یہ ظہیریہ میں
ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلان کے ساتھ کوفہ میں ساکن نہونگا تو یہ قسم کوفہ کے دار واحد میں ساتھ رہنے پر واقع
ہوگی چنانچہ اگر حالف ایک گھر میں رہے اور محلوف علیہ دوسرے گھر میں رہے تو حانث نہ ہوگا لیکن اگر اُسنے نیت کی
ہو کہ میں اور محلوف علیہ کوفہ میں نہ رہونگا یعنی ایک گھر میں ہو یا دو گھروں میں تو اس صورت میں اسکی نیت پر قسم
ہوگی اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ فلان کے ساتھ اس گانوں میں نہ رہونگا تو یہ قسم ایک گھر میں اُسکے ساتھ رہنے پر واقع
ہوگی اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ فلان کے ساتھ خراسان میں نہ رہونگا تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ
فلان کے ساتھ دنیا میں نہ رہونگا تو بھی ایک گھر میں اُسکے ساتھ رہنے پر قسم واقع ہوگی اور اگر قسم کھائی کہ فلان
کے ساتھ نہ رہونگا پھر کشتی میں اُسکے ساتھ رہنا ہوا کہ ہر ایک کے ساتھ اُسکے اہل و متاع ہے اور اسکو اپنی منزل بنایا
تو اپنی قسم میں حانث نہوگا اور یہ ملاحوں کے حق میں مساکنت ہے اور یہی حکم جنگلی لوگوں کا ہے کہ جب وہ ایک
ہی خیمہ میں مجتمع ہوکر رہیں تو حانث ہوگا اور اگر خیمہ متفرق ہوں تو حانث نہوگا اگرچہ باہم نزدیک نزدیک ہوں
یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلان کے ساتھ نہ رہونگا پھر اُسکے ساتھ کسی دار کے یا بیت کے غرفہ کے یا دالان میں
ساکن رہا تو حانث ہو جائیگا یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلان کے ساتھ سکونت نکرونگا اور کچھ نیت
نہیں کی پھر احاطہ میں دونوں اسطرح رہے کہ ہر ایک علٰحدہ علٰحدہ قصر میں رہا تو حانث نہ ہوگا اور ساتھ رہنا جب
متحقق ہوگا کہ دونوں ایک ہی بیت میں رہیں یا دونوں ایک ہی دار کے علٰحدہ علٰحدہ بیت میں رہیں اور اگر اہل وعیال
ہوں تو اہل وعیال و مال و اسباب اسمیں رکھیں اور جب ایک دار میں علٰحدہ علٰحدہ قصر ہیں تو ہر قصر علٰحدہ مسکن ہے
لہذا حانث نہ ہوگا اور اگر اُسنے اپنی قسم میں یہ نیت کی ہو کہ اسطرح علٰحدہ علٰحدہ قصر میں بھی نہ رہونگا تو حانث
ہو جائیگا اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ احاطہ بہت بڑا ہو جیسے کوفہ میں دار ولید ہے یا
بخارا میں دار نوح ہے کیونکہ یہ بمنزلہ ایک محلہ کے ہے اور اگر دار ایسا نہو تو بدون نیت مذکور کے بھی حانث ہو جائیگا خواہ
اس دار میں بیوت ہوں یا قصر ہوں۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلان کے ساتھ سکونت نکرونگا پھر ایک ہی بیت یا
ایک ہی قصر میں اُسکے ساتھ بدون اہل و متاع کے ساکن رہا تو ہمارے نزدیک حانث نہوگا۔ اور اگر قسم کھائی
کہ فلان کے ساتھ ایک دار میں نہ رہونگا اور دار معین کا نام لیا پھر دونوں نے اُسکو بانٹ لیا اور بیچ میں دیوار کھڑی
کردی اور ہر ایک نے اپنا دروازہ علٰحدہ پھوڑ لیا پھر قسم کھانے والا ایک حصہ میں رہا اور دوسرا دوسرے حصہ
میں رہا تو قسم کھانے والا حانث ہو جائیگا اور اگر قسم کھائی کہ فلان کے ساتھ ساکن نہ رہونگا اور کسی دار معین کا
نام نہیں لیا اور نہ نیت کی پھر اسی طرح ایک دار کے دو حصے کر لیے اُنکے درمیان دیوار کردی گئی پھر قسم کھانے والا
ایک ٹکڑے میں اور دوسرا دوسرے ٹکڑے میں رہا تو حانث نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے

قسم کھائی کہ فلان کے ساتھ ساکن نہ ہوگا اور کوئی دار معین نہین بیان کیا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر اُسکے ساتھ بازار کی دُکان مین رہا حالانکہ دونون کوئی صنعت کا کام کرتے ہین یا تجارت کرتے ہین تو حانث نہوگا اور یہ قسم انھین مکانون پر واقع ہوگی کہ جسکو انھون نے گھر بنایا ہو کہ اسمین اہل و عیال کے ساتھ رہتے ہین لیکن اگر اُسنے اسطرح دکان مین رہنے کی نیت بھی کی ہو یا باہم قبل اس قسم کے دونون مین ایسی گفتگو ہو جو اسپر دلالت کرے تو اس صورت مین حانث ہوگا کہ قسم اُسکے کلام سابق و معنے پر ہوگی اور اگر اُسنے دوکان کو اپنا گھر بنا لیا چنانچہ کہا جاتا ہو کہ فلان شخص بازار مین رہتا ہو پس اگر قسم مذکور کے ساتھ کوئی امر اسپر دلالت کرتا ہو کہ اسنے قسم سے یہ مراد لی ہو کہ بازار مین فلان کے ساتھ رہنا ترک کریگا تو قسم اسی پر محمول ہوگی اور اگر ایسا قرینہ نہو مگر اُسنے کہا کہ مین نے بازار کی مساکنت کی نیت کی تھی تو اُسکا قول قبول ہوگا کہ اسنے اپنے نفس پر سختی کی ہو یہ بدائع مین ہو اور اگر قسم کھائی کہ فلان دار مین اُسکے ساتھ ساکن نہوگا پھر وہ منہدم کیا گیا اور دوبارہ دوسرا دار بنایا گیا پھر اسمین ساکن ہوا تو حانث ہوگا اور یہ بخلاف اسکے ہو کہ بیت معین مین اُسکے ساتھ نہ رہنے کی قسم کھائی پھر وہ منہدم کرکے میدان چھوڑ دیا گیا پھر اسی مقام پر دوسرا بیت بنایا گیا پھر اسمین اُسکے ساتھ رہا تو حانث نہوگا اور اگر قسم کھائی کہ اس دار مین یعنی حویلی مین اُسکے ساتھ نہ رہیگا پھر وہ بستان کر دیا گیا تو اسمین ساتھ رہنے سے حانث نہوگا اور اگر قسم کھائی کہ دار زید مین یا کسی دار زید مین نہ رہونگا اور کوئی دار اسمین بیان نہین کیا اور نہ نیت کی پھر زید کے ایسے دار مین رہا جسکو اُس نے بعد قسم کے فروخت کر دیا ہو تو اسمین رہنے سے حانث نہوگا اور اگر زید کے ایسے دار مین رہا جو وقت قسم سے وقت سکونت تک اُسکی ملک ہو تو بالاتفاق حانث ہو جائیگا اور اگر ایسے دار مین رہا جسکو زید نے بعد اپنی قسم کے خرید کیا ہو تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ زید کے کسی دار مین ساکن نہونگا پھر ایسے دار مین رہا جو زید کے اور دوسرے کے درمیان مشترک ہو تو حانث نہوگا خواہ دوسرے کا اسمین حصہ کم ہو یا زیادہ ہو یہ مبسوط مین ہو اور اگر قسم کھائی کہ زید کے اس دار مین ساکن نہونگا پھر زید نے اسکو فروخت کر دیا پھر حالف اسمین رہا تو اسمین دو صورتین ہین اگر اُسنے اس دار مین بالخصوص رہنے کی نیت کی ہو تو حانث ہوگا اور اگر یہ نیت کی ہو کہ زید کی ملکیت مین جب تک ہو نہ رہونگا تو حانث نہ ہوگا اور اگر اُسکی کچھ نیت نہ ہو تو امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ حانث نہوگا یہ ذخیرہ مین ہو اور اگر کسی نے قسم کھائی کہ ایسے دار مین نہ رہونگا جسکو فلان خریدے پھر فلان نے کسی دوسرے کے واسطے ایک دار خریدا اسمین یہ حالف ساکن ہوا تو حانث ہوگا اور اگر اُسنے دعوے کیا کہ میری یہ نیت تھی کہ فلان اپنے واسطے خریدے پس اگر قسم اللہ تعالی کی ہو تو اُسکی تصدیق کی جائیگی اور اگر قسم بطلاق یا عتاق ہو تو قضاءً اُسکی تصدیق نہ ہوگی یہ محیط مین ہو۔ اور اگر کسی نے قسم کھائی کہ بیت مین نہ رہونگا اور اسکی کچھ نیت نہین ہو پھر وہ بالون کی بیت یا فسطاط یا خیمہ مین رہا تو حانث نہ ہوگا بشرطیکہ آبادی کے رہنے والون مین سے ہو اور اگر بدوی ہو تو حانث ہوگا یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر قسم کھائی کہ لا ابیت مع فلان یا لا ابیت فی مکان کذا یعنی فلان کے ساتھ رات نہ گذارونگا تو رات بھر اسکے ساتھ رہنے پر قسم ہوگی پس اگر آدھی رات سے زیادہ اُسکے ساتھ یکجا رہا تو حانث ہوا اور اگر اس سے کم رہا تو حانث نہوگا خواہ وہ سویا ہو یا نہ سویا ہو یہ بدائع مین ہو۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس منزل مین رات

نہ گذارونگا پھر خود آمین سے نکل کر باہر سویا اور اپنے اہل وعیال واسباب کو وہین چھوڑا تو حانث نہوگا اور ایسی قسم اُسکی ذات پر ہوگی اہل واسباب پر نہوگی - اور اگر قسم کھائی کہ یہ رات اس بیت کی چھت پر نہ گذارونگا اور اس چھت پر ایک غرفہ ہے کہ اسکی زمین اور چھت ایک ہے تو وہان رات گذارنے سے حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ کسی چھت پر رات نہ گذارونگا پھر اس غرفہ کی زمین پر سویا تو حانث نہوگا - اور اگر کہا کہ واللہ مین منزل فلان مین رات نہ گذارونگا کل کے روز تو یہ باطل ہے الا آنکہ اُس نے دوسری آنے والی رات مراد لی ہو - اور اگر کہا کہ واللہ مین کل کے روز فلان کی منزل مین نہ ٹھہرونگا تو وہ کل کی کسی ساعت ٹھہرنے پر ہوگی یہ ظہیریہ مین ہے - اور اگر قسم کھائی کہ لا یاوی مع فلان او لا یاوی فی مکان او دار او بیت یعنی اوارت نہ کرونگا فلان کے ساتھ یا فلان مکان یا دار یا بیت مین تو اوارت یہ ہے کہ ٹھہر رہے کسی مقام مین فلان کے ساتھ خواہ تھوڑی دیر یا بہت دیر خواہ رات مین یا دن مین اور یہ امام ابو یوسف رح کا دوسرا قول ہے اور یہی امام محمد رح کا قول ہے لیکن اگر اُسنے اُس سے زیادہ ایک دو روز کی نیت کی ہو تو اسکی نیت پر ہوگی - اور ابن رستم نے امام محمد رح سے روایت کی کہ اگر کسی نے کہا کہ لا یاوینی وایاک بیت ابدا یعنی کوئی بیت کبھی مجھے اور تجھے ساتھ جگہ نہ دیگا تو امام ابو یوسف کے دوسرے قول اور میرے قول مین یہ قسم ظرف زمان پر واقع ہوگی الا آنکہ اُسنے اس سے زیادہ ایک دو روز کی نیت کی ہو تو اسکی نیت پر ہوگی - اور ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ اگر زید نے کہا کہ عمرو کو جگہ نہ دونگا حالانکہ عمرو زید کے عیال مین اسکے مکان مین موجود ہے تو زید حانث ہوگا الا آنکہ زید کی نیت عمرو کو ڈرانے کی ہو کہ جن حرکتوں مین گرفتار ہے انکو چھوڑ دے تو ایسا نہیں ہے - اور اگر عمرو اسکے عیال مین نہوا اور اُسکے مکان مین نہو تو یہ زید کی نیت پر ہے اگر یہ نیت کی ہو کہ عمرو کو اپنے عیال یعنی پرورش مین نہ رکھیگا تو قسم اُسکی نیت پر ہوگی - اور اگر نیت کی کہ اُسکو اپنے گھر مین داخل نہ کریگا پھر اگر عمرو بدون اسکی اجازت کے داخل ہوا اور زید اسکو دیکھکر چپ ہو رہا تو حانث نہ ہوگا یہ بدائع مین ہے - ایک مرد سفر کو نکلا اور اُسکے ساتھ دوسرا ہے اور اسکا ارادہ اپنے مقام پر جانے کا ہے کہ اسکو بیان کر دیا ہے پس قسم کھائی کہ اس شخص سے سوائے اس سفر کے ساتھ نہ رہونگا پھر جب تھوڑی راہ قطع کی تو دونون کی رائے مین دوسرے مقام کو جانا مصلحت معلوم ہوا پس دونون دوسرے مقام کی طرف لوٹ پڑے جو سوائے اس مقام کے ہے جسکا پہلے نام لیا تھا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ یہ اسی پہلے سفر مین ہے پس حانث نہوگا - ایک شخص نے قسم کھائی کہ مین آج پیدل نہ چلونگا الا ایک میل پھر اپنے گھر سے نکل کر ایک میل تک پیدل جاکر اپنے مکان کو پیدل واپس آیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اپنی قسم مین حانث ہوگا اسواسطے کہ وہ دو میل پیدل چلا ہے - زید نے کہا کہ واللہ عمرو کی مصاحبت نہ کرونگا پس اگر زید ایک قطار مین چلتا ہو اور عمرو دوسری قطار مین تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اسکا مصاحب نہوگا اور اگر دونون ایک ہی قطار مین ہون تو وہ مصاحب ہوگا اگرچہ ایک اس قطار کے اول مین ہوا اور دوسرا آخر مین ہو - اور اسی طرح اگر دونون ایک کشتی مین ہون اس طرح کہ ایک ایک درجہ مین اور دوسرا دوسرے درجہ مین ہو اور ہر ایک کا کھانا الگ الگ ہو تو بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ انکا آنا جانا ایک ہی راستہ سے ہوگا اور اگر کہا کہ واللہ مین فلان کی مرافقت نہ کرونگا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر دونون کا طعام ایک ہی ہو ایک مکان مین حالانکہ وہ دونون ایک جماعت کے ساتھ مین چلتے ہین تو ان دونون مین مرافقت ثابت ہوگی
پہلے حانث ہوگا ۱۲

اور اگر دونون ایک کشتی مین ہون اور دونون کا طعام یکجا نہو کہ ایک دسترخوان پر نہ کہاتے ہون تو مرافقت ثابت نہوگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر قسم کہائی کہ فلان کے ساتھ مرافقت نہ کرونگا پھر دونون سفر مین نکلے پس اگر دونون ایک محمل مین ہون یا دونون کا کرایہ ایک ہو یا قطار ایک ہو تو مرافقت ثابت ہوگی اور اگر کرایہ مختلف ہو تو مرافق نہوگا اگرچہ دونون کی منزل واحد ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔

چوتھا باب نکلنے اور آنے و سوار ہونے وغیرہ کی قسم کہانے کے بیان مین۔ اگر کسی نے قسم کہائی کہ مسجد یا دار یا بیت وغیرہ سے نہ نکلونگا پھر کسی کو حکم کیا کہ اسکو لادکر باہر لے گیا تو حانث ہو جائیگا جیسے جانور پر سوار ہوا ہو اسکو لیکر باہر نکل گیا تو حانث ہوگا یہ فتح القدیر مین ہے۔ ایک نے قسم کہائی کہ باہر نہ نکلونگا پھر کوئی زبردستی اسکو لادکر باہر لے گیا تو حانث نہوگا اور ایسا ہی داخل نہونے کی قسم مین بھی یہی حکم ہے یہ تمرتاشی مین ہے۔ اور جب زبردستی کوئی لادکر نکال لے گیا پس آیا قسم منحل ہو جائیگی کہ اگر اسکے بعد خود نکلے تو حانث نہو تو اسمین اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ قسم منحل نہوگی چنانچہ اگر اسکے بعد خود نکلا تو حانث ہوگا۔ اور اگر کسی نے بغیر حالف کے حکم کے اسکو لادکر نکالا حالانکہ حالف اسکے منع کرنے پر قادر ہے مگر اسنے منع نہ کیا بلکہ اپنے دل سے اسپر راضی رہا تو اسمین اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ حانث نہوگا یہ شرح جامع صغیر قاضی خان مین ہے۔ اور اگر کسی پر اکراہ و جبر کیا گیا کہ اسنے بیرون باہر نکلے یا اندر داخل ہو پس اسنے ایسا کیا تو حانث ہوگا یہ تمرتاشی مین ہے اور اگر قسم کہائی کہ باہر نہ نکلونگا تو جب تاک کہ جسم مین نہ نکلے حانث نہ ہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ ایک نے قسم کہائی کہ اپنے دار سے نہ نکلونگا پھر اپنے دروازہ دار سے نکلا پھر واپس ہو گیا تو حانث ہو جائیگا اور اگر دار کی کسی منزل مین بیٹھکر قسم کہائی پھر اس منزل سے نکلکر دار سے باہر نکلنے سے پہلے واپس ہو گیا تو حانث نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر قسم کہائی کہ اپنے دار سے باہر نہ نکلونگا الا جنازہ کی طرف پھر جنازہ کے ارادہ سے نکلا اور وہان کوئی اور ضرورت بھی پوری کرتا آیا تو حانث نہوگا یہ کافی مین ہے۔ اور اگر قسم کہائی کہ رَے سے کوفہ کی جانب نہ نکلونگا پھر رَے سے مکہ کا قصد کرکے نکلا اور اسکا راستہ کوفہ ہوکر ہے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ رے سے نکلنے کے وقت اگر اسنے نیت کی کہ کوفہ ہوکر جاونگا تو حانث ہوگا اور اگر نیت کی کہ کوفہ مین نہ گذرونگا پھر نکلنے کے بعد اسکی رائے مین آیا اور چلکر ایسی جگہ آیا کہ وہ نماز قصر کرتا ہے پھر کوفہ مین سے گذرا تو حانث نہوگا۔ اور اگر وقت قسم کے اسکی نیت یہ ہو کہ خاص کوفہ کے قصد سے کوفہ کو نجاؤنگا پھر اسنے حج کا قصد کیا اور رے سے نکلکر نیت کی کہ کوفہ ہوکر جاؤن تو فیما بینہ و بین اللہ تعا حانث نہوگا۔ اور اگر قسم کہائی کہ دار سے نہ نکلونگا الا بجانب مسجد پھر مسجد کے ارادہ سے نکلا پھر وہان سے غیر مسجد کی طرف بھی اسکی رائے ہوئی اور گیا تو حانث نہوگا یہ محیط مین ہے۔ امام قدوری نے فرمایا کہ دار سے نہ نکلنے کے یہ معنے ہین کہ خود مع اپنے متاع و عیال کے نکلے اور شہر و گانون سے نکلنے مین یہ اعتبار ہے کہ خود اپنے تن سے خاصۃً نکل جاوے اور منتقی مین زیادہ کیا کہ اگر اپنے بدن سے نکل گیا تو قسم مین سچا ہو گیا خواہ سفر کا قصد کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر کہا کہ واللہ مین نہ نکلونگا حالانکہ وہ دار کے کسی بیت مین بیٹھا ہے پھر وہان سے نکلکر صحن دار مین آیا تو حانث نہوگا الا آنکہ وہان نہ نکلنا بھی اسکی نیت ہو اور اگر اسنے یہ نیت کی ہو کہ نکلکر مکہ کو نجاؤنگا یا شہر سے نہ نکلونگا تو قضاءً و دیانۃً کسی طرح اسکی تصدیق نہوگی۔ یہ بحر الرائق مین ہے۔ اور اگر

قسم کھائی کہ اپنی بیت سے نہ نکلونگا یعنی جس بیت میں موجود ہی پھر صحن دار میں نکلا تو حانث ہو جائیگا اور ہمارے
متاخرین مشائخ نے فرمایا کہ یہ انکے عرف کے موافق اور ہمارے عرف میں صحن دار بھی بیت ہی پس جب تک کوچہ
میں نہ نکلے حانث نہوگا اور اسی پر فتوی ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس دار سے نہ نکلونگا پھر اپنا ایک پاؤن اس
دار سے نکالا تو اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے۔ اور ہمارے بعض مشائخ نے
فرمایا کہ اگر دار مذکور کا باہر نیچا ہو تو اپنی قسم میں حانث ہوگا اور بعضون نے کہا کہ اسکا سہارا نکلے ہوئے پاؤن پر
ہو تو حانث ہوگا اگرچہ دار کا باہر نیچا نہو ولیکن ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایۃ کے موافق کسی حال میں حانث
نہ ہوگا اور اسی کو شمس الائمہ سرخسی و حلوائی نے اختیار کیا ہے۔ اور یہ اسوقت ہے کہ کھڑے کھڑے قدمون کے
بل نکلا ہو اور اگر بیٹھکر اپنے دونون قدم باہر نکالے اور اسکا بدن اندر ہے تو اپنی قسم میں حانث نہوگا پھر اگر
کھڑا ہوگیا تو حانث ہو جائیگا۔ اور اگر چت یا پیٹ یا کروٹ لیٹا ہو پھر ڈھلکا یہانتک کہ اسکا بعض بدن باہر ہوگیا
پس اگر زیادہ بدن باہر ہوگیا تو حانث ہو جائیگا اگرچہ اسکی ساقین اندر رہی ہون۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس دار
سے خارج نہونگا اور اس دار میں ایک ایسا درخت ہے جسکی شاخین دار سے باہر ہین پھر اس درخت پر چڑھکر ان
شاخون پر آیا یہانتک کہ دار سے باہر پہنچ راستہ پر ہوگیا کہ اگر گرے تو راستہ میں گرے تو حانث نہوگا خواہ
کھانے والا بلاد عرب کا ہو یا بلاد عجم کا ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ میری جورو اس دار سے نہ نکلیگی
پھر وہ عورت دار کے دروازہ سے یا دیوار کے اوپر سے یا کوئی سوراخ کرکے نکلی بہرحال حانث ہوگیا اور قسم
کھائی کہ اس دار کے دروازہ سے باہر نہونگا تو کسی دروازہ سے نکلے خواہ دروازہ قدیم سے یا نیا دروازہ بناکر بہرحال
حانث ہوگا اور اگر دیوار کے اوپر سے یا سوراخ کرکے نکلے تو حانث نہوگا ایسا ہی بعض مشائخ نے شرح
ایمان الاصل میں ذکر کیا ہے اور نوازل میں ذکر فرمایا کہ اگر قسم کھائی کہ اس دار کے دروازہ سے نہ نکلونگا پھر چھت پر
چڑھکر کسی پڑوسی کے یہان اترکر نکلا یا اس دار کا کوئی دوسرا دروازہ نکالکر اس سے نکلا تو حانث نہ ہوگا اور شیخ
ابوالنصر دبوسی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ حانث ہو جائیگا اسواسطے کہ سب اسی دار کے دروازہ ہین۔ اور اگر قسم کھائی
کہ اس دار کے اس دروازہ سے نہ نکلونگا پھر دوسرے دروازہ سے سوائے دروازہ معین مذکور کے نکلا تو ایمان الاصل
مذکور ہے کہ حانث نہوگا قال المترجم ظاہر اسمین تصحیف ہوئی ہے اور صحیح یون ہے کہ قسم کھائی کہ اس دار کے اس
دروازہ سے نہ نکلونگا فافہم۔ فتاوی اہل سمرقند میں لکھا ہے کہ ایک نے قسم کھائی کہ اس دار کے دروازہ سے
نہ نکلونگا اور اسکی نیت لکڑی کا دروازہ ہے پھر یہ دروازہ گر گیا پھر اس مقام سے وہ شخص نکلا تو حانث نہ ہوگا اور اگر
لکڑی کا دروازہ مراد نہ تھا تو حانث ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر اپنی جورو کے حق میں قسم کھائی کہ نہ خارج ہوگی
منزل سے الا برائے زیارت پھر ایکبار وہ عورت اسی واسطے نکلی پھر دوسری بار اور کام کے واسطے نکلی تو حانث
ہوگیا اور اگر یہ نیت کی ہو کہ اس مرتبہ نہ نکلیگی الا برائے زیارت پھر وہ زیارت کے واسطے نکلی پھر دوسری بار اور کام کے واسطے
نکلی تو حانث نہوگا۔ اور اگر عورت پر قسم کھائی کہ فلان کے ساتھ منزل سے نہ نکلے گی پس وہ عورت کسی دوسرے
کے ساتھ نکلی یا تنہا نکلی پھر فلان مذکور جاکر اسکے ساتھ ہوگیا تو حانث نہوگا۔ اور اگر عورت پر قسم کھائی
کہ وہ اس دار سے خارج نہوگی پھر وہ اس دار کے بالاخانہ میں یا کوٹھے پر کے پاخانہ میں جسکا راستہ طریق اعظم

کی طرف ہو گئی تو یہ وارسے نکلنا نہ ہوا یہ مبسوط میں ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ مکہ کی جانب خارج نہوگا یا مکہ کی طرف نجاونگا پھر مکہ جانیکے ارادہ سے نکلا پھر واپس ہو آیا تو حانث ہو جائیگا اور حانث ہونیکے واسطے شرط یہ ہی کہ اپنے شہر کی آبادی سے مکہ کو جانے کی نیت سے خارج ہو جاوے اور اگر آبادی سے تجاوز کرنے سے پہلے لوٹ آیا تو حانث نہوگا اگرچہ وہ اسی نیت پر ہو یہ کافی میں ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ مکہ کی جانب پیدل نہ نکلونگا پھر اپنے شہر کی آبادی سے پیدل نکل گیا پھر سوار ہو لیا تو حانث ہوگا اور اگر سوار ہوکر آبادی سے نکلا پھر پیدل ہو لیا تو حانث نہوگا یہ خلاصہ میں ہی اور اگر کسی نے قسم کھائی کہ مکہ میں داخل ہونگا پھر داخل نہوا یہانتک کہ مر گیا تو آخر جزو اجزاے حیات میں حانث ہوگا۔ اور اگر قسم کھائی کہ اُسکے پاس کل کے روز آؤنگا اگر استطاعت ہوئی پھر اسکو مرض یا سلطان وغیرہ کوئی مانع وعارض پیش نہ آیا مگر وہ نہ آیا تو حانث ہوگا یہ کافی میں ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ بغداد میں پیدل نہ آؤنگا پھر سوار ہوکر بغداد تک آیا پھر پیدل ہوکر بغداد میں داخل ہوا تو حانث ہوگا یہ خلاصہ میں ہی۔ اور منتقے میں لکھا ہی کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میری جورو فلان کی شادی نکاح میں نہ آویگی پھر اسکی عورت قبل شادی نکاح کے گئی اور وہیں رہی یہانتک کہ شادی نکاح ہو گئی تو حانث نہوگا اور اگر کسی نے قسم کھائی کہ فلان کے پاس نہ آؤنگا تو یہ قسم اسپر ہی کہ اسکے مکان یا دوکان پر نہ آوے خواہ اُس سے ملاقات ہو یا نہو اور اگر اسکی مسجد میں آیا تو حانث نہوگا۔ اور منتقے میں لکھا ہی کہ ایک نے دوسرے کا ساتھ لازم پکڑا اپنے حق کی طلب کے واسطے ہر وقت اُسکے ساتھ رہنے لگا پس جسکا ساتھ پکڑا ہی اُسنے قسم کھائی کہ کل اُسکے پاس آؤنگا پھر جہان اسکا ساتھ پکڑا تھا وہان آیا تو قسم میں سچا نہوگا یہانتک کہ اُسکے مکان پر آوے اور اگر اسکے مکان پر اسکا ساتھ پکڑا ہی اور قسم کھائی کہ کل اُسکے پاس ضرور آونگا پھر طالب اس مکان سے دوسری جگہ اُٹھ گیا پھر قسم کھانے والا اسی مکان پر آیا جہان اسکا ساتھ پکڑا تھا اور اسکو نہ پایا تو قسم میں سچا نہوگا یہانتک کہ جس مکان میں اُٹھ گیا ہی وہان جاوے۔ اور اگر قسم کھائی کہ اگر میں تیرے پاس فلان مقام پر کل کے روز نہ آؤن تو میرا غلام آزاد ہی پھر وہین آیا مگر اسکو نہ پایا تو قسم میں سچا رہا بخلاف اسکے اگر یون کہا کہ اگر میں تجھ سے فلان مقام پر کل نہ ملون تو میرا غلام آزاد ہی پھر حالف اُس مقام پر آیا اور اُسکو نہ پایا تو حانث ہو جائیگا۔ اور منتقی میں مذکور ہی کہ اگر قسم کھائی کہ فلان کی عیادت کرونگا یا فلان کی زیارت کرونگا پس اُسکے دروازہ پر گیا مگر اُسکو اندر آنے کی اجازت نہ دی گئی پس بدون اُسکی ملاقات کے واپس گیا تو حانث نہوگا اور اگر اُسکے دروازہ پر آیا مگر اجازت نہ مانگی تو فرمایا کہ حانث ہو جائیگا جبتک کہ وہ طریقہ بجا نہ لاوے جو عیادت کرنے والا یا زیارت کرنیوالا کرتا ہی یہ محیط میں ہی اور اگر قسم کھائی کہ فلان کی زیارت اسکی زندگی اور مرے پر کرونگا پھر اُسکے جنازہ کی مشایعت کی تو حانث ہو جائیگا اور اگر اُسکی قبر پر آیا تو حانث نہوگا الا آنکہ اُسنے یہی نیت کی ہو تو حانث ہوگا۔ اور اگر قسم کھائی کہ رات تک یہان سے نہ جاؤنگا یہانتک کہ اس سے ملاقات کرون پھر وہ روپوش ہو گیا یہانتک کہ رات ہو گئی پھر حالف نے اُسکے دروازہ پر رات گذاری تو حانث نہوگا۔ اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ اگر میں اسکو فلان کی طرف نہ اُٹھا لیجاؤن تو میرا غلام آزاد ہی پھر اُٹھا لے گیا مگر اسکو نہ پایا تو حانث نہوگا یہ ظہیریہ میں ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ کسی دابہ پر سوار نہ ہونگا پھر گھوڑے یا گدھے یا خچر پر سوار ہوا تو حانث ہو جائیگا اور اگر اونٹ پر سوار ہوا حانث نہوگا

اور یہ استحسان ہو اور اگر اُسنے اسکی بھی نیت کی ہو یعنی اونٹ پر بھی سوار نہ ہونگا تو یہ قسم اسکی نیت پر ہوگی یعنی حانث
ہوگا اور اگر اُسنے کسی نوع خاص کی نیت کی ہو مثلاً گھوڑا یا گدہا وغیرہ تو دیانۃً اُسکی تصدیق ہوگی اور قضاءً
تصدیق نہوگی اسواسطے کہ اُسنے عام لفظ سے خاص کی نیت کی ہو۔ اور اگر قسم کھائی کہ سوار نہونگا تو اُسکی قسم ان
جانوروں پر ہوگی جن پر لوگ سوار ہوتے ہین جیسے گھوڑا و خچر وغیرہ اور اگر بعد قسم کے وہ کسی آدمی کی پیٹھ پر سوار ہوا
تو حانث نہوگا اور فتاوی ابو اللیث مین لکھا ہو کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ سوار نہ ہونگا اور گھوڑے یا گدھے کی نیت
کی کہ اسپر سوار نہونگا تو دیانت کی راہ سے فیما بینہ و بین اللہ تعالےٰ بھی اُسکی تصدیق نہوگی یہ محیط مین ہو اور اگر قسم
کھائی کہ فرس پر سوار نہونگا پھر برذون پر سوار ہوا تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ برذون پر سوار
نہونگا پھر فرس پر سوار ہوا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ فرس عربی گھوڑے کو کہتے ہین اور برذون عجمی گھوڑے کا نام ہو
قال المترجم مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہو کہ عربی زبان مین اُسنے قسم کھائی ہو اور اگر فارسی مین قسم کھائی کہ برا سپ
نہ نشینم یا اردو مین قسم کھائی کہ گھوڑے پر سوار نہونگا تو کسی گھوڑے پر سوار ہوا بہر حال حانث ہوگا یہ فتاوی
قاضی خان مین ہو اور اگر عربی زبان مین قسم کھائی کہ خیل پر سوار نہونگا تو فرس یا برذون کسی پر سوار ہو حانث ہوگا یہ
بدائع مین ہو اور اگر قسم کھائی کہ دابہ پر سوار نہونگا پھر زبردستی کسی دابہ پر لاد دیا گیا تو حانث نہ ہوگا یہ غایۃ البیان
مین ہو۔ اور اگر قسم کھائی کہ دابہ پر سوار نہونگا پھر گھوڑے و خچر وغیرہ پر زین پوش ڈال کر سوار ہوا یا اونٹ و گدھے
پر اکاف ڈال کر سوار ہوا یا ننگی پیٹھ پر سوار ہوا بہر حال حانث ہو جائیگا یہ محیط مین ہو۔ اور اگر قسم کھائی کہ مرکب پر سوار
نہونگا پھر کشتی مین سوار ہوا تو فتاوی مین بروایت ہشام مذکور ہو کہ حانث ہوگا اور حسن رحمہ اللہ نے مجرد مین فرمایا کہ
نہین حانث ہوگا اور اسی پر فتوی ہو یہ عتابیہ مین ہو۔ اور لفظ دستور کا اونٹ کو شامل نہین ہو الا ایسے مقام پر جہان
اونٹ پر بھی سوار ہوتے ہین یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس زین پر سوار نہونگا پھر اسمین کچھ کمی
یا زیادتی کر کے اسپر سوار ہوا تو حانث ہو جائیگا اور اگر خانۂ زین کو بدل دیا ہو تو حانث نہوگا کہ زین مین
معتبر وہی خانہ ہو یہ خلاصہ مین ہو اور اگر قسم کھائی کہ آج ضرور اس دابہ پر سوار ہونگا پھر اسکو مضبوط باندھا اور
جکڑا مگر اُسکے سوار ہونے پر قادر نہ ہوا تو آج کا دن گذر جانے پر حانث ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہو
ایک نے قسم کھائی کہ اس دابہ پر سوار نہونگا حالانکہ اسپر سوار ہو پس برابر اسپر سوار رہا تو حانث ہوگا۔ اور
اگر قسم کھائی کہ فلان کے اس دابہ پر سوار نہونگا پس فلان نے اپنا یہ دابہ فروخت کر دیا پھر حالف اسپر سوار
ہوا تو حانث نہوگا۔ اور اگر قسم کھائی کہ دابۂ فلان پر سوار نہوگا پھر ایسے دابہ پر سوار ہوا جو فلان و غیر کے
درمیان مشترک ہو تو حانث نہوگا۔ اگر قسم کھائی کہ دواب فلان پر سوار نہوگا پھر اسکے دواب مین سے تین
جانوروں پر سوار ہوا تو حانث ہوگا یہ سراجیہ مین ہو۔ اگر قسم کھائی کہ دابہ فلان پر سوار نہوگا پھر اسکے غلام
ماذون کے دابہ پر سوار ہوا خواہ وہ غلام مقروض ہو یا غیر مقروض ہو تو حانث نہ ہوگا یہ امام اعظم رح کا قول ہو
مگر فرق دونون صورتون مین اتنا ہو کہ اگر غلام مذکور پر اسقدر قرضہ ہو کہ اُسکے تمام رقبہ کو محیط ہو تو اُسکے جانور پر سوار
ہونے سے حانث نہوگا اگرچہ اسکی نیت ہو کہ فلان کے غلام کے جانور پر بھی سوار نہونگا اور اگر غلام مذکور پر اسقدر
قرضہ نہو کہ اسکی گردن کو بھی مستغرق ہو یا بالکل قرضہ نہ ہو تو جب تک نیت نہ کی ہو حانث نہوگا یعنی نیت کرنے کی
اپنے با دہ جو استغراق کل کے۱۲

۵ مترجم کے نزدیک اسمین بھی مثل مسئلہ اول کے تفصیل ہونی لائق ہے

صورت میں حانث ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ تا بغداد کشتی پر سوار نہ ہونگا پھر چند فرسخ یعنی چند کوس کشتی پر سوار ہوکر روانہ ہوا پھر اُتر پڑا تو حانث نہ ہوگا یہ حاوی میں ہے مجموع النوازل میں ہے کہ ایک نے کہا کہ ہر بار کہ میں کسی دابہ پر سوار ہوں تو اللہ کے واسطے مجھ پر واجب ہے کہ اسکو صدقہ کردوں پھر ایک دابہ پر سوار ہوا تو اسپر لازم آیا کہ اسکو صدقہ کرے پھر اگر صدقہ کرکے اُسکو خرید لیا پھر اسپر سوار ہوا تو پھر اُسکا صدقہ کردینا لازم آیا اسی طرح تیسری چوتھی بار جتنی بار ایسا کرے اسپر یہی لازم آویگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ اگر میں فلان قبر پہ میں گیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر اس گانون کی زمین میں گیا تو حانث نہ ہوگا یہ عتابیہ میں ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ بیٹھ کر چاشت کا کھانا میرے یہاں کھا لے نہیں اُسنے کہا کہ اگر میں نے چاشت کا کھانا کھایا تو میرا غلام آزاد ہے پھر وہاں سے اپنے گھر آکر چاشت کا کھانا کھایا تو حانث نہوگا بخلاف اسکے اگر کہا کہ اگر میں نے آج چاشت کا کھانا کھایا تو میرا غلام آزاد ہے تو ایسی صورت مذکورہ میں حانث ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ زمین پر نہ چلونگا پھر زمین پر جوتا یا موزہ پہنکر چلا تو حانث ہوگا اور اگر بچھونے پر چلا تو حانث نہوگا اور اگر اینٹ پر جوتا پہنکر یا ننگے پانوں چلا تو حانث ہوگا یہ خلاصہ میں ہے

پانچواں باب کھانے پینے وغیرہ پر قسم کھانے کے بیان میں۔ کھانے کے یہ معنی ہیں کہ جو چیز چبانے کا احتمال رکھتی ہے۔ اپنے منہ سے اپنے پیٹ میں پہونچانا خواہ اسکو شکستہ کرلیا ہو یا نہ کیا ہو خواہ چبایا ہو یا نہ چبایا ہو جیسے روٹی و گوشت و فواکہ وغیرہ۔ اور پینے سے یہ مراد ہے کہ جو چیز چبانے کی محتمل نہیں ہے سائل چیزوں سے اسکو اپنے پیٹ میں پہونچانا جیسے پانی و نبیذ و دودھ و دہی و شہد و ستو وغیرہ ذلک ہیں اگر یہ بات پائی جاوے تو پینا متحقق ہوگا اور وہ حانث ہوگا ورنہ نہیں الا آنکہ اسکو بھی عرف و عادت میں پینا بولتے ہوں تو یوں بھی حانث ہوجائیگا یہ بدائع میں ہے۔ اور ذوق کسی شی کا اپنے منہ سے پہچاننا بدون اس چیز کے اپنی حلق میں داخل کرنے کے یہ کافی میں ہے۔ اگر قسم کھائی کہ یہ اخروٹ یا یہ انڈا نہ کھاؤنگا پھر اسکو نگل گیا تو حانث ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ اگر کسی ایسی چیز کے نہ کھانے کی قسم کھائی جسمیں چبانا نہیں ہوسکتا ہے پھر اسکو دوسری چیز کے ساتھ کھایا پس اگر دوسری چیز ایسی ہے کہ اس طرح کھائی جاتی ہے تو قسم میں حانث ہوجائیگا مثلاً قسم کھائی کہ یہ دودھ نہ کھاؤنگا یا یہ شہد نہ کھاؤنگا پھر اسکو روٹی یا چھوارے کے ساتھ کھایا تو حانث ہوگیا اور اگر دودھ کو یوں ہی اور شہد میں پانی ڈال کر پی گیا تو حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے قسم کھائی کہ یہ دودھ نہ کھاؤنگا پس اسکو پی گیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ اسکو نہ پیونگا پھر اسکی کھیر بنائی یا اسمیں روٹی ملکر کھائی تو حانث نہ ہوگا اور یہی حکم ستو وغیرہ میں ہے کہ جو کھائے جا سکتے ہیں اور پئے بھی جا سکتے ہیں اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ قسم بزبان عربی ہو اور اگر فارسی میں ہو پھر اسکو کھایا یا پیا بہرحال حانث ہوگا اور اسی پر فتوے ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ یہ روٹی نہ کھاؤنگا پھر اسکو خشک کرکے کوٹ ڈالا اور پانی ڈالکر اسکو پی لیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر اسکو بھگو دیا ہو اور کھا لیا تو حانث ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ قال المترجم ہمارے عرف میں کھانے پینے میں وہی اعتبار ہے جو عرف زبان عرب کا ہے بخلاف زبان فارسی کے چنانچہ شرب التمر عربی ہے اور اُردو محاورہ میں بخلاف فارسی کے کہ شربت خوردن بولتے ہیں

سے نہ کھاؤنگا پھر جو چیز اُسکی پیداوار سے ہو (حاصل) یعنی اور اُسکے کھائی تو حانث ہو جاتا ہے یہ فتاوے قاضی خان
(یعنی پھل و مول وغیرہ کا کوئی ۱۲)
مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس درخت سے نہ کھاؤنگا اور یہ درخت ایسے ہے جیسے سرو وغیرہ تو قسم اسکے ثمن کیطرف
راجع ہوگی یعنی اسکے فروخت سے جو دام آوین اُنمین سے نہ کھاؤنگا یہ تبیین مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس درخت
سے نہ کھاؤنگا پھر اسکی شاخ لیکر دوسرے درخت مین پیوند لگائی جیسے قلم لگاتے ہین پھر یہ شاخ پھلی اور اسکے
پھل اُسنے کھائے تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ حانث نہوگا اور بعض نے فرمایا کہ حانث
ہوگا اور یہ مسئلہ سیر کبیر مین مذکور ہے قال المترجم الاول اصح والثانی احوط۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس درخت
سے نہ کھاؤنگا پھر اسمین دوسرے درخت کی شاخ لگائی یعنے پیوند کی جیسے قلم لگاتے ہین مثلاً سیب کے درخت
کی قسم کھائی اور اسمین امرود کی شاخ پیوند کی تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُس نے قسم مین اس درخت کا نام اسکے پھل کے
نام سے لیا اور ساتھ ہی اسکی طرف اشارہ کیا ہے مثلاً کہا کہ مین اس درخت سیب سے نہ کھاؤنگا تو امرود کی شاخ
کا امرود کھانے سے حانث نہوگا اور اگر فقط اشارہ و نام درخت پر اقتصار کیا یعنی پھل کا نام نہ لیا مثلاً کہا کہ مین اس
درخت سے نہ کھاؤنگا اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو حانث ہوگا اور ... اس مسئلہ سابقہ اسمین بھی اختلاف
مشائخ ہونا چاہئے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ یہ شگوفہ خرما نہ کھاؤنگا پھر وہ کیریان ہوگیا یا یہ کیریان
نہ کھاؤنگا پھر وہ رطب یعنی پختہ تر خرما ہوگئے یا یہ رطب نہ کھاؤنگا پھر وہ تمر یعنے خشک چھوارے ہوگئے یا یہ انگور
نہ کھاؤنگا یعنے تر و تازہ پختہ انگور نہ کھاؤنگا پھر وہ زبیب یعنی خشک ہوگئے یا دودھ کی نسبت کہا کہ یہ دودھ
نہ کھاؤنگا پھر وہ دہی یا مسکہ یا مکھن یا اقط یا مصل ہوگیا پھر اسکو کھایا تو حانث نہوگا یہ تمرتاشی مین ہے۔ اور
اگر قسم کھائی کہ اس حمل کا گوشت نہ کھاؤنگا پھر وہ کبش ہوگیا پھر اُسکو کھایا تو حانث ہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔
ایک شخص نے قسم کھائی کہ یہ دودھ نہ کھاؤنگا پھر اسکو پنیر بناکر کھایا تو حانث نہوگا الا اس صورت مین کہ اسکی نیت
یہ ہو کہ جو اُس سے بنایا جاوے وہ بھی نہ کھاوینگا تو حانث ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اس جنس کے
مسائل مین اصل یہ ہے کہ اگر اُسنے کسی چیز معین موصوف بصفت پر قسم منعقد کی پس اگر یہ صفت ایسی ہو کہ قسم
کی جانب داعی ہو تو قسم اس صفت کے باقی رہنے کے ساتھ مقید کی جائیگی ورنہ نہین یہ شرح جامع صغیر
قاضی خان مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس درخت کے شگوفہ سے نہ کھاؤنگا پھر لوزہ یا مشمش ہو جانے کے بعد اسکو
کھایا تو حانث نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ جوز نہ کھاؤنگا پھر اسمین سے تر یا خشک کھایا تو حانث
ہوگا اور یہی حکم بادام و پستہ و انجیر وغیرہ مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ خبیص نہ کھاؤنگا پھر خشک یا تر خبیص کھایا
تو حانث ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ نہ کھاؤنگا رطب اور نہ بسر یا نہ کھاؤنگا رطب یا بسر پھر مذنب
کھایا تو اپنی قسم مین حانث ہوگا اور اس مسئلہ مین چار صورتین ہین قسم کھائی کہ نہ کھاؤنگا بسر پھر بسر مذنب کھایا
جسمین اکثر تو بسر ہوتا ہے اور کچھ رطب ہو جاتا ہے یعنی گدر ہو جاتا ہے مگر کچا زیادہ ہوتا ہے تو بالاتفاق اپنی قسم مین
حانث ہوگا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ رطب نہ کھاؤنگا پھر رطب مذنب کھایا جسمین اکثر رطب ہوتا ہے اور کچھ
بسر بھی رہتا ہے یعنے گدر ہوتا ہے جسمین پکا زیادہ ہوتا ہے تو بھی بالاتفاق حانث ہوگا۔ اور اگر قسم کھائی کہ بسر نہ
کھاؤنگا پھر ایسا رطب کھایا جسمین کچھ ذرا سا بسر ہے یعنے کچا ہے تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک حانث ہوگا

اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک حانث نہوگا۔ اور اگر قسم کھائی کہ رطب نہ کھاؤنگا پھر بسر کھایا جسمین کچھ ذرا سا رطب ہو گیا ہی تو امام اعظم و امام محمد رحمہ کے نزدیک حانث ہو جائیگا اور حاصل یہ ہی کہ جس چیز کی قسم کھائی ہی اگر وہ غالب ہو تو بالاتفاق تینون اماموں کے نزدیک حانث ہوگا اور اگر غیر معقود علیہ غالب ہو تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک حانث ہوگا یہ شرح جامع صغیر قاضی خان مین ہی۔ اور اگر بسر مذنب یا رطب مذنب کھایا اور اس طرح کھایا کہ اسکے ٹکڑے علیحدہ علیحدہ کر ڈالے یعنے خام ٹکڑا الگ کر دیا اور پختہ الگ کر دیا پھر اسکے سب ٹکڑے ایک ایک کرکے کھا لیے تو بالاتفاق حانث ہو جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی اور اگر قسم کھائی کہ عسل نہ کھاؤنگا یعنی شہد صاف کیا ہوا جسمین سے موم کا میل نہو پھر اس نے شہد کھایا یعنی موم ملا ہوا تو حانث ہو جائیگا اور اگر قسم کھائی کہ شہد نہ کھاؤنگا یعنی موم ملا ہوا بدون صاف کیا ہوا پھر اس نے عسل کھایا تو حانث نہوگا یہ محیط مین ہی اور اگر قسم کھائی کہ بقل نہ کھاؤنگا تو یہ سب سبز پودوں پر جو ساگ سبز و تازہ ہوتے ہین واقع ہوگی اور اگر انمین سے کوئی خشک کیا ہوا کھایا تو حانث نہوگا اور اگر پیاز کھایا تو حانث نہوگا الا آنکہ اس نے اسکی نیت کی ہو یہ تاتارخانیہ مین حجہ سے منقول ہی۔ اور شیخ الاسلام ابو بکر محمد بن الفضل سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ مین عنب یعنی انگور نہ کھاؤنگا پس اسنے حِصرم کھایا تو شیخ نے فرمایا کہ حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ حصرم نہ کھاؤنگا پھر عنب کھایا تو حانث نہ ہوگا اور حصرم یعنے حصرم ہی کذا فی الظہیریہ اور اگر قسم کھائی کہ اس بکری سے نہ کھاؤنگا تو یہ قسم اسکے گوشت کی طرف راجع ہوگی نہ اسکی اس چیز کی طرف جو اس سے حاصل ہو اور یہی حکم ہر ایک کوئین مین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر کہا کہ جو اس بکری سے برآمد ہو یا اسکے نزل سے نہ کھاؤنگا تو اسکے دودھ و مخیض و مسکہ کھانے سے حانث ہوگا نہ شیراز سے یہ عتابیہ مین ہی۔ اور اسی طرح اگر کہا کہ اس گاے کے نزل سے نہ کھاؤنگا پھر اسکا مخیض کھایا جسکو فارسی مین دوغ زدہ کہتے ہین تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یہ بھی اسکا نزل ہی اور اگر وہ شوربا کھایا جو اسکے مخیض سے بنایا گیا ہی جسکو فارسی مین دوغ آبہ کہتے ہین تو حانث نہوگا اسواسطے کہ وہ دوسری چیز ہوگئی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ دہن نہ کھاؤنگا تو دہن الکارع کھانے سے حانث ہوگا۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس درخت انگور کے کھٹے و میٹھے نہ کھاؤنگا پھر اسکے گدر و پختہ انگور جیسے کھائے ہوں حانث ہوگا۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس مسلوخ سے نہ کھاؤنگا پھر اس مسلوخ یعنی کھال کھینچے ہوئے دنبہ یعنی چکتی گلائی گئی یہانتک کہ تیل ہو گئی یعنی پگل کر چربی مثل تیل کے ہوگئی اور اسکو کھایا تو حانث نہ ہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس سمسم یعنی تل سے نہ کھاؤنگا پھر اسکا تیل کھایا تو حانث نہ ہوگا قال المترجم ہمارے عرف مین حانث ہونا چاہیے یہ زبان عربی کی قسم پر ہی کہ لاآکل من ہذا السمسم کہ اسکے تیل کے واسطے علیحدہ نام ہی اور اگر قسم کھائی کہ اس مرغی سے نہ کھاؤنگا پھر اسکے انڈے یا چوزے کھائے تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ اس انڈے سے نہ کھاؤنگا پھر اسکا بچہ کھایا تو حانث نہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ لحم نہ کھاؤنگا یعنی گوشت تو جس حیوان کا گوشت کھا دیگا حانث ہو جائیگا سوا مچھلی کے اور گوشت خواہ پکایا ہوا کھاوے یا بھونا ہوا یا خشک کیا ہوا اور خواہ حلال ہو یا حرام ہو جیسے مرے ہوئے جانور کا گوشت یا ایسے جانور کا جسپر عمداً بسم اللہ اللہ اکبر کہنا ترک کرکے چھری پھیری ہو یا مجوسی نے اسکو ذبح کیا یا محرم کا شکار کیا ہوا ہی

اور مچھلی اور ان جانوروں کے گوشت سے جو پانی میں جیتے ہیں حانث نہوگا ہاں اگر اُسنے مچھلی کی بھی نیت کی ہو تو حانث ہوگا یہ اختیار شرح مختار میں ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر ایسی قسم کھانے والا مثلاً خوارزمی ہو اور اُسنے مچھلی کھائی تو حانث ہوگا اسواسطے کہ وہ لوگ اسکو بھی لحم بولتے ہیں یہ ہمارا کبیرا لسرخسی میں ہی اور اگر اُسنے سور یا آدمی کا گوشت کھایا تو بھی حانث ہوگا اور صحیح یہ ہی کہ سور وآدمی کے گوشت کھانے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ اسکا کھانا متعارف نہیں ہی اور قسمون کا مدار رواج پر ہی اور شیخ عتابی نے ذکر کیا ہی کہ وہ حانث نہوگا اور اسی پر فتوی ہی یہ کفایہ میں ہی اور کچے گوشت کھانے سے حانث نہوگا اور یہی شیخ ابوبکر اسکاف کا قول ہی اور یہی اظہر ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ وجیز کردری میں ہی۔ اور اگر حشو یعنے اوجھ وجگر وتلی کھائی تو حانث ہوجائیگا اور یہ حکم بر بنائے عرف اہل کوفہ ہی کیونکہ یہ چیزین اُنکے رواج میں گوشت کے ساتھ فروخت ہوتی تھیں وبمثل استعمال گوشت کے مستعمل ہوتی تھیں اور ہمارے عرف میں اُنکے کھانے سے حانث نہوگا یہ محیط میں ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ جواہر اخلاطی میں ہی قال المترجم ہمارے رواج میں مثل اہل کوفہ کے حکم ہوگا اور یہ اظہر ہی واللہ تعالی اعلم۔ اور اگر اُسنے سری یا پائے کھائے تو حانث ہوگا اور چربی ودُنبہ یعنی چکتی کے کھانے سے حانث نہوگا الا آنکہ اُسنے گوشت کی قسم میں انکی بھی نیت کی ہو بخلاف پیٹھ کی چربی کے کہ اسکے کھانے میں بلاشبہ حانث ہوگا یہ فتح القدیر میں ہی۔ اور اگر وہ شوربہ جسمین گوشت پکا ہو کھایا تو حانث نہوگا یہ خلاصہ میں ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ لحم شاۃ نہ کھاؤنگا پھر اُسنے لحم عنز کھایا تو حانث ہوگا اور فقیہ ابواللیث رحمہ نے فرمایا کہ حانث نہ ہوگا خواہ قسم کھانے والا شہری ہو یا دیہاتی ہو اور اسی پر فتوی ہی یہ فتح القدیر میں ہی قلت یہاں اختلاف اطلاق شاۃ وعنز ومعز وضان بعموم وخصوص چنانچہ مقدمہ میں مذکور ہو فاعتبرہ جیدا۔ امام محمد رحمہ نے جامع میں ذکر فرمایا کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ مرغی کا گوشت نہ کھاؤنگا جسکو دجاجہ کہتے ہیں پھر اُسنے دیک کا گوشت کھایا یعنی مرغ کا تو اپنی قسم میں حانث نہوگا اور اصل اس جنس کے مسائل میں یہ ہی کہ جب قسم کسی جنس کی طرف مضاف کی گئی تو اس قسم میں اس جنس کے نر و ماده دونون داخل ہونگے۔ اور اگر قسم کی اضافت خاص نر کے نام کی طرف ہو تو اُسکے تحت میں مادہ داخل نہوگی اور اسی طرح اگر اضافت خاص مادہ کے نام کی طرف ہو تو نر داخل نہونگے اور عربی زبان کے موافق علامت تا رہونے سے لامحالہ مادہ کا نام خاصۃً ہونے کی شناخت نہیں ہوسکتی ہی یعنے اگر نام کے آخر میں حرف تا موجود ہو تو اس سے یہ شناخت نہیں ہوسکتی ہی کہ لامحالہ مادہ کی خصوصیت ہی اسواسطے کہ یہ حرف مشترک ہی کہ کبھی نر کے ساتھ بھی بولتے ہیں بغرض افراد کے یعنے حرف تا کبھی تانیث کے واسطے آتا ہی اور کبھی افراد کے واسطے پس اسمین اعتبار فقط وضع کا ہی کہ یہ لفظ کس کے واسطے موضوع ہی اور یہ بات بذریعہ نقل کے معلوم کیجائیگی پس اگر قسم کھائی کہ دجاجہ کا گوشت نہ کھاؤنگا پھر اُسنے دیک کا گوشت کھایا تو حانث نہوگا اور اسیطرح اگر قسم کھائی کہ دیک کا گوشت نہ کھاؤنگا تو دجاجہ کے گوشت کھانے سے حانث نہوگا اور فرمایا کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ جمل کا گوشت نہ کھاؤنگا یا قسم کھائی کہ بعیر کا گوشت نہ کھاؤنگا یا لحم ابل نہ کھاؤنگا یا لحم جزور نہ کھاؤنگا تو قسم میں نر و مادہ دونون داخل ہونگی اور اسی طرح اس قسم میں بختی و عربی دونون داخل ہونگے اور اگر قسم میں تخصیص کی کہ بختی کا گوشت نہ کھاؤنگا پس عربی اونٹ کا گوشت کھایا یا عربی کا گوشت نہ کھاؤنگا پھر بختی کا گوشت کھایا تو قسم میں حانث نہوگا اور اگر قسم کھائی کہ ناقہ کا گوشت نہ کھاؤنگا یعنی اونٹنی کا پھر نر اونٹ کا گوشت کھایا خواہ بختی ہو یا عربی ہو تو حانث

نہوگا اور اگر قسم کھائی کہ گوشت بقر نہ کھاؤنگا پھر گائے کا گوشت کھایا یا بیل کا گوشت کھایا تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی
کہ گوشت بقرہ نہ کھاؤنگا پھر بھینس کا گوشت کھایا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ بقرہ اسم جنس ہی اور بھینس اسمین افراد جنس کی ہی -
اور اگر قسم کھائی کہ گائے کا گوشت نہ کھاؤنگا پھر گائے کا گوشت کھایا تو حانث نہوگا - اور اگر قسم کھائی کہ گوشت بقر نہ کھاؤنگا پھر
بھینس کا کھایا تو اپنی قسم مین حانث نہوگا ایسا ہی امام محمد رح نے جامع مین ذکر فرمایا ہی اور حاوی مین مذکور ہی کہ وہ حانث
ہوگا بلا اختلاف اسیطرح اگر قسم کھائی کہ گوشت جاموش نہ کھاؤنگا پھر گوشت بقر کھایا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ جاموش اسم نوع ہی
اور صحیح وہ ہی جو جامع مین مذکور ہی اور یہی ظاہر الروایۃ ہی اور بعض رح نے فرمایا کہ دونون صورتون مین حانث ہونا چاہئیے کیونکہ
لوگ ان دونون مین فرق کرتے ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہی قال المترجم ہمارے عرف مین اگر قسم کھائی کہ گائے
کا گوشت نہ کھاؤنگا تو گائے یا بیل بھینس کے گوشت کھانے سے حانث ہوگا الا آنکہ اسکی نیت تخصیص کی ہو کیونکہ یہ عرف ہوگیا
ہوگی یہ فقہ حانث ہونا اعلی خلاف المعہد ہی اور اسمین اتفاق ہی واللہ تعالی اعلم - اور اگر قسم کھائی کہ اس گوشت سے کچھ نہ کھاؤنگا
پھر اسکا شوربا کھایا تو حانث نہوگا لیکن اگر اسکی نیت شوربا کی بھی ہو تو حانث ہوگا یہ خلاصہ مین ہی اور ایک شخص نے قسم کھائی کہ جو گوشت فلان شخص لاویگا
مین اسمین سے نہ کھاؤنگا پھر شخص مذکور گوشت لایا اور اسکو بھونا اور اسکو روٹیون پر رکھکر جو ذاب کر کے لایا پھر حالف نے
جو ذاب سے جسمین گوشت کی دسومت پہونچی ہی کھایا تو حانث ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور اگر کہا کہ ہر بار کہ
مین نے گوشت کھایا تو ایک غلام میرے غلامون مین سے آزاد ہی پھر اسنے گوشت کھایا تو ہر لقمہ پر ایک غلام کا عتق لازم
آئیگا یہ ظہیریہ مین ہی - اگر قسم کھائی کہ چربی نہ کھاؤنگا پھر پیٹ کی چربی کھائی تو حانث ہوگا اور اگر پیٹھ کی چربی جسمین گوشت
ملا ہوا ہوتا ہی کھائی تو امام اعظم رح کے نزدیک حانث نہوگا اور یہی صحیح ہی یہ کافی مین ہی - اور اگر پیٹھ کی چربی الگ کر دی
اور اسکو کھایا تو امام اعظم رح سے اسکی کوئی روایت نہین ہی اور کہنے والا کہ سکتا ہی کہ امام اعظم رح کے نزدیک حانث نہوگا اور
علامہ الخانیہ مین لکھا ہی کہ یہ حکم اسوقت ہی کہ عربی زبان مین قسم کھائی ہو اور اگر فارسی زبان مین لفظ پیہ کے ساتھ قسم کھائی تو
مشایخ نے فرمایا کہ حانث ہوگا اسواسطے کہ لفظ پیہ پیٹھ کی چربی کو شامل نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور اگر قسم کھائی کہ چربی
نہ کھاؤنگا پھر پیہ شحم کیپر اسنے الیہ یعنی چکی کھائی تو حانث نہوگا - اسواسطے کہ از راہ لفظ و معنی و عرف کے الیہ غیر شحم ہی یعنی چکی
غیر گوشت و چربی ہی یہ کافی مین ہی - اور اگر قسم کھائی کہ طعام نہ کھاؤنگا تو یہ قسم تمام ان چیزون پر واقع ہوگی جو بطریق سالن روٹی
کے کھائی جاتی ہین اور مثل حلوہ و سمبوسا وغیرہ پر واقع ہوگی یہ بدائع مین ہی اور اگر قسم کھائی کہ مین یہ طعام کھاؤنگا پس اگر
اسکے ساتھ کوئی وقت بیان نہین کیا ہی پھر یہ طعام نیست ہوگیا یا کوئی دوسرا کھا گیا یا حالف خود مر گیا تو اپنی قسم مین حانث
ہوا اور اگر اسکے ساتھ کوئی وقت بیان کیا ہو مثلا قسم کھائی کہ آج مین اس طعام کو کھاؤنگا پھر دن گذرنے سے پہلے
حالف مرگیا تو بالاجماع حانث نہوگا اور اگر یہ روز گذرنے سے پہلے یہ طعام نیست ہوگیا تو دن گذرنے سے
پہلے بالاجماع وہ حانث نہوگا حتی کہ کفارہ اسکے ذمہ لازم نہ ہو جائیگا اور نیز اگر دن گذرنے سے پہلے اسنے کفارہ
ادا کر دیا تو جائز نہوگا اور جب یہ دن گذر گیا تو اختلاف ہی چنانچہ امام ابوحنیفہ و امام محمد رح نے فرمایا کہ اسپر کفارہ لازم
ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر قسم کھائی کہ طعام نہ کھاؤنگا حالانکہ اسنے کسی خاص طعام معین کی نیت کی ہو یا
قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاؤنگا اور نیت کسی خاص گوشت یعنی معین کی کی ہو پھر اسکے سوائے دوسرا کھایا تو حانث نہوگا
یہ مبسوط مین ہی قال المترجم یعنی ان لا یصدق فی القضاء واللہ اعلم اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ ایک شخص

قسم کھائی کہ طعام نہ کھاؤنگا پھر اسپر اتنے فاقہ گذرے کہ مردار اُسکو حلال ہو گیا اور وہ مردار کھانے پر قادر ہوا
پس اُسنے مردار کھایا تو حانث نہوگا اور شیخ کرخی نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ قول امام محمد رح کا ہے اور ابن سماعہ
نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ وہ حانث ہوگا یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ طعام نہ کھاؤنگا پھر تھوڑا سا
کوئی چیز طعام میں سے کھائی تو بھی حانث ہوگا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ پانی نہ پیونگا تو بھی تھوڑا سا پانی پینے
سے حانث ہوگا اور اگر اُسنے کل پانی یا کل طعام کی نیت کی ہو تو ایسی صورت میں حانث نہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے
اصل یہ ہے کہ ہر چیز کہ اسکو آدمی ایک مجلس میں کھاسکتا ہے یا ایکبار پینے میں پی سکتا ہے تو اس چیز پر قسم اُسکے کل پر
ہوگی اور اسمیں تھوڑے کے کھانے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ مقصود یہ ہے کہ اُسکے کل سے باز رہونگا اور یہ
حاصل ہے اور ہر چیز کہ اسکو آدمی ایک مجلس میں نہیں کھاسکتا ہے یا ایک گھونٹ میں نہیں پی سکتا ہے تو اسمیں سے
تھوڑے سے کے کھانے پینے سے بھی حانث ہوگا اسواسطے کہ قسم سے مقصود یہ ہوگا کہ اس چیز ہی سے باز رہونگا یہ مقصود
نہوگا کہ اسکے کل سے باز رہونگا اسواسطے کہ یہ خود ممکن نہیں ہے پس جو فعل ممتنع ہو وہ قسم سے مقصود نہیں ہوتا
ہے اور اگر قسم کھائی کہ اس باغ کا پھل نہ کھاؤنگا یا ان درختوں کا پھل نہ کھاؤنگا یا ان دونوں رغیفوں میں سے (مثلاً چپاتیاں)
نہ کھاؤنگا یا ان دونوں بکریوں کے دودھ میں سے نہ کھاؤنگا یا اس بکری سے نہ کھاؤنگا پھر اسمیں سے تھوڑا کھایا
تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ اس مٹکے کا گھی نہ کھاؤنگا پھر اسمیں سے کچھ کھایا تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ یہ انڈا
نہ کھاؤنگا تو حانث نہوگا جبتک کہ پورا انڈا نہ کھاوے اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ یہ طعام نہ کھاؤنگا پھر اگر اس طعام کو
ایک شخص ایک مجلس میں کھاسکتا ہے تو جبتک سب نہ کھاوے حانث نہوگا اور اگر سب کو اس طرح نہیں کھاسکتا ہے تو اسمیں سے
تھوڑا کھانے سے بھی حانث ہوگا۔ اور ایک روایت میں فاروہ یوں مروی ہے کہ اگر یہ چیز ایسی ہے کہ اسکو اپنی تمام عمر
میں کھا سکتا ہے تو جبتک کل نہ کھاوے حانث نہوگا مگر روایت اوّل اصح ہے اور یہی ہمارے مشائخ کے نزدیک مختار
ہے اور امام محمد رح سے مروی ہے کہ اگر قسم کھائی کہ اس اونٹ کا گوشت نہ کھاؤنگا تو یہ قسم اُسکے تھوڑے پر بھی ہوگی
اسواسطے کہ ایک دفعہ میں اس سب کو وہ نہیں کھاسکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ یہ کل انار نہ کھاؤنگا
پھر اسکے دو ایک دانہ چھوڑکر باقی سب کھا گیا تو یہ چھوڑنا کچھ نہیں ہوا استحساناً وہ حانث ہو جائیگا اور اگر اس سے
زیادہ چھوڑے تو دیکھا جائیگا کہ اگر اتنے دانے چھوڑے کہ عرف و عادت کے موافق کھانے والا اتنے چھوڑ دیا کرتا ہے اور
کہا جاتا ہے کہ اُسنے انار پورا کھالیا تو بھی حانث ہوگا اور اگر اتنے چھوڑے ہیں کہ عرف و رواج میں کھانے والا اتنے دانے
چھوڑتا نہیں ہے بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ اُسنے سب نہیں کھایا ہے تھوڑا چھوڑ دیا ہے تو وہ حانث نہوگا۔ اور اسی طرح اگر قسم
کھائی کہ یہ جو نہ کھاؤنگا یعنی پاؤ یا ڈیڑھ پاؤ کے قریب تھے پھر سب کھا گیا سوا ایک دو لقمون کے کہ انکو چھوڑ دیا
جیسے چھوڑ دیا کرتے ہیں تو وہ اپنی قسم میں حانث ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ یہ گردہ روٹی نہ کھاؤنگا
پھر کچھ قلیل چھوڑکر سب کھا گیا تو حانث ہوگا الا آنکہ اُسنے کل نہ کھانے کی نیت کی ہو تو حانث نہوگا مگر آیا قضاءً اُسکی اس
نیت کی تصدیق ہوگی یا نہیں تو اسمیں دو روایتیں ہیں یہ ذخیرہ کبریٰ میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ اگر میں اس
گردہ روٹی کو کھاؤں تو میری جورو طالقہ ہے پھر کہا کہ اگر میں اسکو نہ کھاؤں تو میرا غلام آزاد ہے تو اسکا حیلہ کہ جس سے
جورو طالقہ نہو اور غلام آزاد نہو یہ ہے کہ اسمیں سے نصف کھالیوے اور نصف چھوڑ دے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی

کہ پیشتر ویسے ہی اگر وہ روٹی کھا جاویگا پھر اسکو کھا گیا اگر ایک کور رہ گیا تو قسم میں سچا ہوگا الا آنکہ اسکی نیت یہ ہو کہ اسمیں سے کچھ نہ چھوڑونگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کسی نے قسم کھائی کہ یہ روٹی مجھپر حرام ہے تو بعض حصہ روٹی کھانے سے حانث نہوگا۔ اور اگر دوسرے سے کہا کہ واللہ میں تیرے طعام میں سے نہ کھاؤنگا پس اسکے بیٹے نے اسمیں سے کھایا تو وہ مجھپر حرام ہے پھر اسمیں سے ایک لقمہ کھایا تو اول قسم میں حانث ہوا پھر اگر اسنے دوبارہ کھایا تو دوسری قسم میں بھی حانث ہوگیا اور اسپر دو کفارے لازم آوینگے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور اگر اسنے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ جو غلام تم میں سے آج اس گردہ روٹی کو کھالے وہ آزاد ہے پھر دونوں نے اسکو کھا لیا تو کوئی آزاد نہوگا اور اگر وہ ایک روٹی اتنی بڑی ہو کہ انمیں سے اکیلا کوئی اسکو نہیں کھا سکتا تھا پھر دونوں نے اسکو کھا لیا تو بدلالۃ الحال دونوں آزاد ہو جاوینگے یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔ اور اگر اس نے اپنی دو عورتوں سے کہا کہ اگر تم ان دو گردہ روٹیوں کو کھا لیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر ہر ایک نے ایک ایک روٹی کھا لی تو اسکا غلام آزاد ہوگیا اور اسی طرح اگر ایک نے تھوڑی سی چھوڑ کر دونوں روٹیاں کھالیں پھر بچی ہوئی دوسری نے کھا لی تو بھی غلام آزاد ہوگیا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اصل میں مذکور ہے کہ اگر اپنی عورتوں سے کہا کہ تم میں سے جسنے اس طعام میں سے کھایا وہ طالقہ ہے پھر سبھوں نے اسمیں سے کھایا تو سب طالقات ہو گئیں اور اگر یوں کہا کہ تم میں سے جسنے یہ طعام کھا لیا وہ طالقہ ہے تو دیکھا جائیگا کہ اگر یہ طعام اسقدر زائد ہے کہ ایک عورت اسکو تنہا نہیں کھا سکتی ہے تو صورت مذکورہ میں سب طالقات ہو جاوینگی اور اگر طعام قلیل تھا کہ ایک عورت اسکو کھا سکتی تھی تو صورت مذکورہ میں جبکہ سبھوں نے اسکو کھایا تو کوئی طالقہ نہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی نے بطوع خود یا باکراہ کسی چیز کے نہ کھانے پر قسم کھائی اور اس چیز کا نام لے لیا ہے یعنی بیان کر دی ہے پھر اسپر اکراہ کیا گیا کہ اسکو کھاوے پس مجبوری اسنے کھائی تو حانث ہو گیا اسی طرح اگر حالت بیہوشی یا جنون میں اسکو کھایا تو بھی حانث ہو گیا اور اگر زبردستی اسکی حلق میں ٹھونس دی گئی یا اسکی حلق میں ٹپکا کر پلائی گئی حالانکہ اسکے نہ پینے کی قسم کھا چکا تھا تو حانث نہوگا لیکن اسکے بعد اگر اسنے بطوع خود پی لی تو حانث ہوگا یہ مبسوط میں ہے قسم کھائی کہ نمک نہ کھاؤنگا پھر اسنے طعام کھایا پس اگر یہ طعام نمکین تھا تو حانث نہوگا اور یہی مختار ہے اور اگر نمکین تھا تو حانث ہوگا جیسے قسم کھائی کہ مرچ نہ کھاؤنگا پھر مرچ پڑا ہوا طعام کھایا پس اگر مرچ کا ذائقہ اسمیں ہے تو حانث ہوگا ورنہ نہیں اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ جبتک خالی نمک کو روٹی وغیرہ کسی چیز کے ساتھ نکھاوے تبتک حانث نہوگا اور اسی پر فتوی ہے۔ قال المترجم یہ نہایت آسانی تھی جو امام بلکن نہایت افسوس ہے کہ ہمارے عرف کے خلاف ہے فلیتامل فیہ۔ اور اگر اسکی قسم میں کوئی ایسا امر ہو جو دلالت کرے کہ اسنے نمکدار طعام مراد لیا ہے تو اسکی قسم اسی پر واقع ہوگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ شیخ الاسلام زاہد رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاؤنگا اور دوسرے نے قسم کھائی کہ پیاز نہ کھاؤنگا اور تیسرے نے قسم کھائی کہ مرچ نہ کھاؤنگا پھر گوشت بنایا گیا اسمیں یہ سب چیزیں ڈالی گئیں اور اسکو ان سب قسم کھانے والوں نے کھایا تو فرمایا کہ سوا اسکے جسنے مرچ کی قسم کھائی تھی کوئی حانث نہوگا اسواسطے کہ مرچ اسی طرح کھائی جاتی ہے پس اسکی قسم اسی طرف راجع ہوگی۔ اور اگر قسم کھائی کہ اپنی عورت کے کھانے سے نہ کھاؤنگا پھر عورت اسکے پاس اپنی ملک کا کھانا لائی اور اس سے کہا کہ وار نجور یعنی رکھ کھا لیں شوہر نے اسکو لیلیا اور اسمیں سے کھایا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ یہ خود شوہر کی ملک ہو گیا اور اگر عورت مذکورہ نے وار نجور نہ کہا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو حانث ہوگا یہ

کی فالیز ہو اُسنے عمرو کو اُسکے بچانے کے واسطے مقرر کیا اور عمرو کو مباح کردیا کہ اسمین سے جو چاہے کھاوے پس
عمرو نے قسم کھائی کہ اگر اپنے فالیز مین سے کچھ کھاؤن تو میری جورو کو طلاق ہے حالانکہ خود عمرو کی کوئی فالیز نہین
ہے نہ بطور ملک نہ اجارہ پر نہ مستعار پھر اُسنے اُس فالیز مین سے اسکے بچانے کے واسطے مقرر کیا گیا ہے کھایا تو اُسکی
جورو طالقہ نہ ہوگی الا جب کہ یہ فالیز عرف مین اُسکی طرف مضاف ہو یعنی اُسکی فالیز کہلائی جاوے اور بدون اسکے
وہ حانث نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ تمر یعنی چھوہارا نہ کھاؤنگا تو چھوہارے کی قسمون مین سے جس قسم کو
کھائیگا حانث ہو جائیگا اور اگر حیس کھایا تو بھی حانث ہو جائیگا اسواسطے کہ حیس اُن چھوہارون کو کہتے ہین کہ
دودھ مین ڈالدیے جاوین تاکہ جب پھول جاوین تو کھائے جاوین اور اسی طرح اگر چھوہارون کا عصیدہ
کھایا تو بھی حانث ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ چھوہارا نہ کھاؤنگا پھر پتھیو بارا اور چھوہارون مین
رل ملگیا پھر وہ شخص یہ سب چھوہارے کھاگیا تو حانث ہو گیا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ مین تمر نہ کھاؤنگا اور
اُسکی کچھ نیت نہین ہے پھر اُسنے قسب کھایا تو حانث نہوگا اور اسی طرح اگر ایسے چھوہارے جو آگ سے پکائے گئے ہین یا رطب کھائے
تو حانث نہوگا اسواسطے کہ عرف مین انکو تمر نہین کہتے ہین الا آنکہ قسم کے وقت اُسکی نیت مین یہی ہون تو حانث
ہوگا یہ بدائع مین ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ اس آٹے سے نہ کھاؤنگا پھر اُسکی روٹی کھائی یا خبیص بنایا گیا وہ کھایا یا
جز الدقائق کھائین تو حانث ہوگا یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ اور اگر حالت مذکورہ مین بعینہ یہ آٹا پھانکا یا گوندھا
ہوا کھا لیا تو یہ کتاب مین مذکور نہین ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ اس صورت مین وہ حانث نہوگا یہ شرح جامع صغیر قاضیخان
مین ہے۔ اور اگر اُسنے قسم کے وقت بعینہ اُس آٹے کے کھانے کی نیت کی ہو یعنی بعینہ یہ آٹا جیسا آٹا ہے نہ کھاؤنگا تو اُسکی
روٹیان کھانے سے حانث نہ ہوگا یہ کافی مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس گیہون سے نہ کھاؤنگا اور اسکی نیت یہ ہے
کہ بعینہ اُسکے دانہ نہ کھاؤنگا تو اُسکی نیت صحیح ہے چنانچہ اگر اُسکی روٹیان کھائین تو حانث نہوگا اور اگر یہ
نیت ہو کہ جو اس سے تیار کیجائیگی اُس سے نہ کھاؤنگا تو بھی اُسکی نیت صحیح ہے کہ اگر اُسنے بعینہ یہ دانے کھائے تو
حانث نہوگا۔ اور اگر اُسکی کچھ نیت نہ ہو یعنی یہ الفاظ قسم بطور مذکور اُسکے زبان سے نکلے اور اسکی کچھ نیت
نہین ہے پھر اُسنے ان گیہون کی روٹی کھائی تو امام اعظم رح کے نزدیک حانث نہ ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک
حانث ہوگا اور اگر بعینہ یہ دانے کھائے تو امام اعظم رح کے نزدیک حانث ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر اُسنے ستو
کھائے تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک حانث نہ ہوگا اور امام محمد رح کے قول سے بھی یہی ظاہر ہے
یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ ان گیہون سے نہ کھاؤنگا پھر انکو بویا اور انکی پیداوار مین سے
کھایا تو حانث نہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ روٹی نہ کھاؤنگا اور اسکی کچھ نیت نہین ہے تو یہ قسم
جو و گیہون کی روٹی پر ہوگی اور کل اس اناج پر نہوگی جس سے اس شہر کے لوگ بطور متعارف روٹی پکاتے
ہین حتی کہ اگر ایسی جگہ کوئی ہو کہ وہان کے لوگ جو کی روٹی نہین پکاتے ہین یعنی انمین متعارف و رائج نہین ہے
تو وہان جو کی روٹی کھانے سے حانث نہ ہوگا اور اگر جوار کی روٹی پکائی پس اگر حالف ایسے شہر والون مین سے
ہو جنمین جوار کی روٹی متعارف ہے تو اُسکی قسم اس روٹی کی طرف بھی راجع ہوگی ورنہ نہین یہ محیط مین ہے۔ اور اگر
قسم کھائی کہ روٹی نہ کھاؤنگا پھر کلیچہ کھایا یا جوزینج کھایا تو شیخ محمد بن سلمہ نے فرمایا کہ تینون صورتون مین حانث نہوگا

اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا ہو کہ جوز بیج یعنی لوزینہ کی صورت میں حانث نہوگا اسواسطے کہ اسکو
مطلقاً چیز نہیں کہتے ہیں اور ایسا ہوگیا جیسے فارسی میں نان زردآلو کہا کرتے ہیں اور کلیچہ و بلیسر یعنی میوہ پڑی
ٹکیون کی صورت میں اسواسطے کہ کلیچہ تو مطلق روٹی ہو اور بلیسر روٹی کے ساتھ کچھ اور زیادہ کیا ہو یہ فتاوی کبری
مین ہو اور اگر خبز القطائف کھائی تو حانث نہوگا الا آنکہ اسکی نیت کی ہو یہ ہدایہ مین ہو۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلانہ
عورت کی روٹی نہ کھاؤنگا یعنی اسکی پکائی ہوئی تو خابزہ یعنے روٹی پکانے والی وہ عورت ہوگی جس نے تنور مین لگائی
ہو نہ وہ جس نے آٹا گوندھا اور روٹی کو لگانے کے لائق کردیا پس اگر اسکے ہاتھ کی روٹی لگائی ہوئی کھائی تو حانث
ہوگا ورنہ نہیں یہ ظہیریہ مین ہو۔ اگر کسی نے قسم کھائی کہ خبز نہ کھاؤنگا پھر اس نے ثرید کھایا تو اپنی قسم مین حانث نہوگا
اور اسی طرح اگر لاکشہ کھایا تو حانث نہوگا اور اگر قسم کھائی کہ شوربا نہ کھاؤنگا پس اسنے سکبوس آب یا لسیلہ کھایا تو
حانث نہوگا اور اگر قسم کھائی کہ یہ خبز نہ کھاؤنگا پھر چورچور کرڈالی جانے کے بعد اسکو کھایا تو حانث نہوگا یہ فتاوی
قاضی خان مین ہو اور اگر عصیدہ یا تتماج کھایا تو حانث نہوگا اور اگر قسم کھائی کہ خبز نہ کھاؤنگا پھر سنبوسہ کھایا تو امام
محمد رحمہ نے فرمایا کہ حانث ہونا چاہیے ہو یہ خلاصہ مین ہو شیخ خجندی رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک نے قسم کھائی کہ
روٹی و خرما نہ کھاؤنگا پھر اسنے انمین سے ایک چیز کھائی تو فرمایا کہ جب تک دونون نہ کھاوے حانث نہوگا یہ
یتیمیہ مین ہو۔ اور قسم کھائی کہ بھونا ہوا نہ کھاؤنگا تو یہ قسم خاصۃً گوشت پر واقع ہوگی اور بینگن و گاجر وغیرہ بھونی ہوئی
پر واقع نہوگی الا آنکہ اسکی نیت عام ہو کہ جو بھونی جاتی ہو مثل انڈے وغیرہ کے تو اسکی نیت پر عمل درآمد ہوگا اور
نیت صحیح ہوگی یہ کافی مین ہو۔ اور اگر کسی نے قسم کھائی کہ سر نہ کھاؤنگا پس اگر اسنے نیت کرلی کہ مچھلی و بکری وغیرہ کسی
کا سر ہو نہ کھاؤنگا تو جسکا سر کھاویگا حانث ہوجائیگا اور اگر اسکی کچھ نیت نہ ہو تو فقط بکری و گاے کی سری پر واقع
ہوگی یہ امام اعظم رحمہ کا قول ہو اور صاحبین نے فرمایا کہ اس زمانہ مین فقط بکری کی سری پر واقع ہوگی کذا فی البدائع
اور یہ اختلاف باعتبار عصر و زمانہ کے ہو اسواسطے کہ امام اعظم رحمہ کے وقت مین عرف دونون کی سری پر تھا اور
صاحبین کے زمانہ مین فقط بکری کی سری پر تھا اور ہمارے زمانہ مین بحسب عادت فتوی دیا جائیگا کذا فی الہدایہ
قال المترجم ہمارے زمانہ مین بھی یہی حکم ہو اور اقرب بقول صاحبین ہو واللہ اعلم اور سری کی قسم مین جبکہ بدون نیت
ہو تو بیڑی و مچھلی و گرگیون کا سر بالاجماع داخل نہین ہین اور اسی طرح اونٹ کی سری بھی بالاجماع نہین داخل ہو۔
اور اگر قسم کھائی کہ انڈا نہ کھاؤنگا تو یہ پرندون کے انڈے پر واقع ہوگی خواہ بط کا ہو یا مرغی یا کوئی اور پرند کا
اور مچھلی کے انڈے کھانے سے حانث نہوگا الا آنکہ اسنے اسکی نیت کرلی ہو یہ سراج وہاج مین ہو۔ اور اگر قسم کھائی کہ
طبیخ نہ کھاؤنگا پس اگر اسنے تمام مطبوخات کی نیت کی ہو تو اسکی نیت پر قسم واقع ہوگی اور اگر کچھ نیت نہ کی ہو
تو استحساناً مطبوخ گوشت پر واقع ہوگی قال المترجم یہ ہمارے رواج مین مستقیم نہین ہوسکتا ہو واللہ اعلم۔ مشائخ نے
فرمایا کہ یہ جب ہو کہ گوشت پانی مین پکایا گیا ہو اور اگر خشک قلیہ ہو تو اسکو طبیخ نہین کہتے ہین۔ اور اگر گوشت پانی
مین پختہ کیا گیا پس اسنے شوربا روٹی کے ساتھ کھایا اور گوشت نہ کھایا تو بھی حانث ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہو
اور اگر قسم کھائی کہ فلانہ عورت کا طبیخ نہ کھاؤنگا یعنے اسکے ہاتھ کا پکایا ہوا پس اس عورت نے اسکے واسطے ہانڈی
گرم کردی مگر گوشت کسی دوسری عورت نے پکایا تو اسکے کھانے سے حانث نہ ہوگا اور اگر فارسی مین کہا

کہ اگر از دیگ گرم کردہ تو بخوردم پس چنین وچنان است پس اگر عورت نے دیگ گرم کی مگر پکایا کسی دوسری عورت نے تو
اسکے کھانے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ قولہ دیگ گرم کردہ تو سے عرف کے موافق پختہ تو مراد ہوتا ہی یہ محیط مین ہی۔
اور اگر قسم کھائی کہ حلوا نہ کھاؤنگا تو اسمین اصل یہ ہی کہ فقہا کے نزدیک حلوا ہر ایسی شیرین چیز ہی جسکی جنس سے ترش
نہو اور جسکی جنس سے ترش بھی ہو وہ حلوا نہیں ہی پس اسکا مرجع عرف پر ہی پس خبیص وشہد صاف وشکر وناطف
ورب وخرما اسکے مانند چیزون کے کھانے سے حانث ہوگا اور منتقی مین امام محمد رح سے انجیر تر وخشک کے کھانے
سے حانث ہونا بھی روایت کیا ہی اسواسطے کہ انجیر کی جنس مین ترش نہیں ہوتا ہی پس اسمین خالص میٹھی حلاوت
متحقق ہوئے اور اگر اسنے انگور شیرین یا خربوزہ شیرین یا انار شیرین یا آلو شیرین کھایا تو حانث نہ ہوگا اسلیے
(جسکو آلو بخارا بولتے ہین ۱۲)
کہ اسکی جنس سے بعض شیرین نہیں ہوتا ہی پس اسمین خالص معنی حلاوت متحقق نہوئے اور ایسے ہی کشمش بھی حلوا نہیں
ہی کہ اسکی جنس مین ترش بھی ہوتی ہی اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ حلاوت نہ کھاؤنگا تو اسکا حکم مثل حلوا کے ہی
اور اگر قسم کھائی کہ دانہ نہ کھاؤنگا یعنی نہ چباؤنگا تو تل وغیرہ جو دانہ چبایا اور کھایا تو حانث ہوگا یعنی جسکو لوگ
عادت کے موافق چباتے ہون اور رواج ہو پس اسکے چبانے سے حانث ہوگا اور اگر اسنے اپنی قسم مین کوئی
خاص دانہ معین کی نیت کی ہو تو اسکے چبانے سے حانث ہوگا اور دوسرے کے چبانے سے حانث
نہوگا اور اگر موتی نگل گیا تو حانث نہوگا یہ بدائع مین ہی۔ فتاوے مین لکھا ہی ایک مرد نے قسم کھائی کہ حرام
(خواہ چباکر یا ویسے ہی ۱۲)
نہ کھاؤنگا پھر غصب کیے ہوئے درم سے طعام خرید کر کھایا تو حانث نہ ہوگا اور وہ گنہگار ہوا اور اگر غصب کیا ہوا
گوشت یا روٹی کھائی تو حانث ہوگا۔ اور اگر روٹی یا گوشت بعوض زیت کے فروخت کیا پھر اسکو کھایا تو حانث
نہوگا اور اگر کتے یا بندر یا چیل کا گوشت کھایا تو اسد بن عمرو نے کہا کہ حانث نہوگا اور شیخ نصیر نے کہا کہ
حانث ہوگا اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہین اور حسن نے فرمایا کہ سب حرام ہی اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ جسمین علماء
کا اختلاف ہو وہ حرام مطلق نہ ہوگی پھر صاحب کتاب نے فرمایا کہ قول فقیہ ابو اللیث کا بہت اچھا ہی۔ اور اگر
اسنے مضطر ہوکر حرام یا مردار کھایا تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور مختار یہ ہی کہ وہ حانث ہوگا اسواسطے کہ
حرمت باقی ہی لیکن اتنا ہی کہ گنہگاری دور کردی جاتی ہی اور فوائد شمس الائمہ حلوائی مین مذکور ہی کہ اگر ایسے باغ
انگور سے کھایا جسکو اسنے معاملہ پر دیدیا ہی یعنی بٹائی پر حالانکہ وہ قسم کھا چکا ہی کہ مین حرام نہ کھاؤنگا تو حانث
نہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اور گیہون غصب کرکے انکو بویا پس اسکے مالک کو اسکے مثل گیہون دیدیے قبل اسکے
کہ غصب کیے ہوئے گیہون کو کھاوے تو اپنی قسم مین حانث نہوگا اور اگر تاوان ادا کرنے سے پہلے کھایا حالانکہ
ہنوز اسپر قاضی نے تاوان کا حکم نہیں دیا ہی تو حانث ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ یہ
انگور نہ کھاؤنگا یا یہ انار نہ کھاؤنگا پھر اسکو چباکر اسکا رس چوسنا اور پھوک پھینکنا شروع کیا تو حانث نہوگا
اسواسطے کہ یہ اسکا کھانا نہیں ہی بلکہ چوسنا ہی۔ اور اگر انگور یا انار کا پانی نچوڑا اور اسکو نہیں پیا بلکہ اسکا پوست
وگودا وغیرہ کھا لیا تو قسم مین حانث ہو جائیگا اور اگر اسکو چباکر سب نگل گیا تو پوست وگودے وغیرہ کے نگلنے
سے حانث ہوگا اسکے عرق کے نگلنے سے حانث نہ ہوگا قال المترجم ہمارے عرف مین ہر طرح حانث ہوگا بلکہ
پوست وغیرہ مین تامل ہی واللہ تعالی اعلم اور عیون مین لکھا ہی کہ اگر قسم کھائی کہ یہ انگور نہ کھاؤنگا پھر اسکو چباکر

اُسکا پوست وغیرہ پھینکدیا اور اُسکا عرق پی گیا تو حانث نہوگا اور اگر اُسکا چھلکا پھینکدیا اور عرق و بیج نگل گیا تو
حانث ہوگا اور صدر شہید رحمہ نے واقعات میں اسکی تعلیل یون فرمائی ہے کہ بدینوجہ کہ انگور تین چیزون کا نام
ہے پس اول صورت میں اُسنے اقل کو کھایا پس اُسپر انگور کھا جانے والے کا اطلاق نہوگا اور دوسری صورت
میں اُسنے اکثر کھایا اور اکثر کے واسطے حکم کل ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ فاکہ نہ کھاؤنگا پھر اُسنے انگور یا
انار یا خرما سے تر کھایا تو امام اعظم رح کے نزدیک حانث نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک حانث ہوگا یہ
ہدایہ میں ہے اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ ہم فتوی کے واسطے صاحبین کے قول کو لیتے ہیں اسواسطے کہ انکا قول
اظہر ہے پھر یہ اختلاف ایسی صورت میں ہے کہ اُسنے کچھ نیت نہ کی ہو اور اگر ان چیزون کی بھی نیت کی ہو تو بالاتفاق
حانث ہوگا یہ شرح نقایہ ابو المکارم میں ہے۔ اور انجیر و مشمش و سیب و اخروٹ و پستہ و آلو بخارا و عناب و امرود
وہی یہ بالاجماع فواکہ ہیں خواہ تر و تازہ ہون یا خشک ہون خواہ خام ہون یا پختہ ہون اور کھیرا و ککڑی و گاجر
بالاجماع فواکہ میں سے نہیں ہیں اور شفتالو فواکہ میں سے ہے اور امام قدوری نے خربوزہ کو فواکہ میں سے شمار
کیا ہے اور شمس الائمہ حلوانی نے نہیں شمار کیا قال المترجم ہمارے یہان کے خربوزہ کو شاید امام قدوری
بھی شمار نہ کرینگے اور امام نے فرمایا کہ فل اور باقلا پھلون میں سے نہیں ہیں اور حاصل یہ ہے کہ جو عرف میں فاکہ شمار
ہوتا ہو اور تفکہا کھایا جاتا ہو وہ فاکہ ہے اور جو ایسا نہو وہ نہیں ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور بادام و اخروٹ
فواکہ میں سے ہے کہ اصل میں انکو خشک فواکہ میں شمار کیا ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ انکے عرف کے موافق ہے اور ہمارے
عرف میں اسکو فواکہ میں نہیں شمار کرتے ہیں اور امام محمد رح نے فرمایا کہ بسر سکر و بسر احمر فاکہ ہے یہ محیط سرخسی
میں ہے اور زبیب یعنی کشمش اور چھوہارے جیسے ہمارے یہان ملتے ہیں اور خشک دانہ انار فاکہ نہیں ہیں کذا فی
فتاوے قاضی خان۔ اور یہ بالاجماع ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اگر قسم کھائی
کہ میں امسال کسی فاکہ سے نہ کھاؤنگا پس اگر ان دنون فواکہ تازہ و تر ہون تو قسم انھیں پر واقع ہوگی پس خشک کے
کھانے سے حانث نہوگا اور اگر ان دنون تر و تازہ نہ ہون تو خشک پر واقع ہوگی اور یہ استحسان ہے اور اسی کو
شیخ ابوبکر محمد بن الفضل نے لیا ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور اگر کسی نے قسم کھائی کہ لا یاتدم یعنی ادام سے
نہ کھاؤنگا قال المترجم روکھی روٹی کا مقابل یعنی جس سے روکھی روٹی نہ کہلاوے فافہم تو جو چیز روٹی کے ساتھ
اسطرح کھائی جاوے کہ روٹی اُسکے ساتھ صبغ کی جاوے (یعنی ڈبوئی جاوے ۱۲) وہ ادام ہے جیسے سرکہ و زیت و عسل و دودھ و مکھن
و دہی و شوربا و نمک وغیرہ اور جو روٹی کو صبغ نہ کرے ان چیزون سے جنکا جرم مثل روٹی کے جرم کے ہے اور
وہ ایسی ہے کہ اکیلی کھائی جا سکتی ہے تو وہ ادام نہیں ہے جیسے گوشت و انڈا و چھوہارا و کشمش وغیرہ اور یہ تفصیل
امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ جو چیز روٹی کے ساتھ غالباً کھائی جاتی
ہو وہ ادام ہے اور یہی امام ابو یوسف رح سے بھی مروی ہے کذا فی فتح القدیر اور امام محمد رح کے قول کو
فقیہ ابو اللیث رح نے لیا ہے اور اختیار میں فرمایا کہ یہی مختار ہے بعلت عرف اور محیط میں لکھا ہے کہ یہی اظہر ہے اور
قدوری نے اپنی تہذیب میں فرمایا کہ اسی پر فتوے ہے یہ نہر الفائق میں ہے۔ اور حاصل یہ ہے کہ جس سے روٹی صبغ
کی جاتی ہے جیسے سرکہ وغیرہ جو ہم نے ذکر کی ہیں وہ بالاجماع ادام ہیں اور جو غالباً اکیلی کھائی جاتی ہیں جیسے

خربوزہ وانگور وچھوہارا وکشمش وغیرہ تو یہ بالاجماع ادام نہیں ہیں بنا بر قول صحیح کے انگور وخربوزہ دن میں اور رہے بقولات سو وہ بالاتفاق ادام نہیں ہیں یہ فتح القدیر میں ہے اور یہ اختلاف ایسی صورت میں ہے کہ اسکی کچھ نیت نہ ہو اور اگر اس نے نیت کی ہو تو بالاجماع اسکی نیت پر قسم ہوگی یہ تبیین میں ہے اور فاکہ بالاجماع ادام نہیں ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ زید کی کمائی سے نہ کھاؤنگا پھر زید کو میراث میں کچھ ملا اور اسکو حالف نے کھایا تو حانث نہ ہوگا اور اگر زید نے کوئی چیز خریدی یا اسکو ہبہ کی گئی یا اسکو صدقہ دی گئی اور اُسنے قبول کر لیا پھر حالف نے اسکو کھایا تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ زید کی کمائی سے نہ کھاؤنگا پھر زید نے اسکو کوئی چیز ہبہ کر دی یا حالف نے اُس سے خرید لی حالانکہ یہ چیز اُسکی کمائی کی ہے پھر حالف نے اسکو کھایا تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ زید کی کمائی سے نہ کھاؤنگا پھر زید نے بہت کچھ کمایا اور مر گیا اور عمرو اُسکا وارث ہوا پس حالف نے عمرو کے یہاں اس میراث میں سے کچھ کھایا تو حانث ہوگا اور اسی طرح اگر حالف خود اُسکا وارث ہوا پس اسمین سے کچھ کھایا تو حانث ہوگا بخلاف اسکے اگر کسی دوسرے کے پاس سوا میراث کے بطور خرید یا وصیت کے یہ مال منتقل ہو گیا پھر وہاں سے حالف نے کھایا تو حانث نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ زید کی میراث سے کچھ نہ کھاؤنگا پس زید مر گیا اور اُسکی میراث سے اُسنے کھایا تو حانث ہوگا اور اگر زید کی میراث عمرو کو ملی اور عمرو مر گیا اور اسکی میراث خالد کو ملی پھر اسمین سے حالف نے کھایا تو حانث نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ زید کی کمائی سے نہ کھاؤنگا پھر عمرو نے مرتے وقت زید کے واسطے کسی چیز کی وصیت کی اور پھر اُس چیز میں سے حالف نے کھایا تو حانث ہوگا اور اگر زید نے حالف کو طعام ہبہ کیا اور حالف نے بعد قبضہ کرنے کے اسمین سے کھایا تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر زید نے حالف کے واسطے وصیت کر دیا ہو تو بعد قبول کے اسمین سے کھانے سے حانث نہوگا اور واضح رہے کہ مال مہر عورت کی کمائی میں داخل ہے اور اسی طرح جراحتوں کا ارش مجروح کی کمائی میں داخل ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص کے پاس درم ہیں پس اُسنے قسم کھائی کہ انکو نہ کھاؤنگا پھر ان درموں کے عوض دینار یا پیسے بدل لیے پھر اُسکے بعد ان دیناروں یا پیسوں سے کوئی چیز خرید کر کھائی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ یہ درم یا دینار نہ کھاؤنگا پھر انکے عوض کوئی اسباب خریدا پھر اسباب کے عوض طعام خریدا اور اُسکو کھایا تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر ان درموں یا دیناروں کے عوض جو خریدے پھر جو کے عوض طعام خرید کر کھایا تو حانث نہوگا اور فرمایا کہ اگر ایسی چیز پر جو کھائی نہیں جاتی ہو قسم کھائی کہ میں اسکو نہ کھاؤنگا پھر اُسکے عوض طعام وغیرہ کھانے کی چیز خرید کرکے اسکو کھایا تو حانث ہوگا اور اگر ایسی چیز پر قسم کھائی جو کھائی جاتی ہے کہ اسکو نہ کھاؤنگا پھر اسکے عوض کھانے کی چیز خرید کر اُسکو کھایا تو حانث نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلان کو اپنے والد کی میراث سے طعام نہ کھلاونگا پھر اپنے والد کی میراث میں طعام پایا اور وہ فلان کو کھلایا یا درم پائے اور اُنکے عوض طعام خرید کرکے کھلایا تو حانث ہوگا اور اگر طعام میراث کے عوض دوسرا طعام بدل کر کے اسمین سے اسکو کھلایا تو حانث نہ ہوگا۔ اور اگر قسم کھائی کہ اپنے والد کی میراث سے کچھ نہ کھاؤنگا پھر اسکا باپ مر گیا اور یہ اُسکے مال کا وارث ہوا پس اس مال کے عوض طعام خریدا اور اسکو کھایا تو قیاساً حانث نہوگا اور استحسانا

حانث ہوگا اسواسطے کہ بسبب عادت میراث کھانے کی یہی صورتیں ہیں اور اگر مال میراث کے عوض کوئی چیز خرید کر
اس چیز کے عوض طعام خرید کرکے کھایا تو حانث نہ ہوگا۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلان کے کھیتوں سے نہ کھاؤنگا پھر
اسکی پیداوار میں سے جو کاشتکار کے پاس ہے یا فلان کے مشتری کے پاس ہے خرید کر کھایا تو حانث ہوگا اور اگر
فلان سے کسی شخص نے خرید کیا اور اسکو بویا پھر اسکی پیداوار میں سے حالف نے کھایا تو حانث نہوگا یہ ذخیرہ کبری
میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ مالک فلان سے یا جسکا فلان مالک ہوا ہے کچھ نہ کھاؤنگا پھر فلان کی ملک سے
کوئی چیز نکلکر دوسرے کی ملک میں داخل ہوگئی اور اسکو حالف نے کھایا تو حانث نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر
قسم کھائی کہ جو فلان نے خریدا یا جو فلان خریدے اسمیں سے نہ کھاؤنگا پھر فلان نے اپنے واسطے یا غیر کے واسطے
کوئی چیز خریدی اور اسمیں سے حالف نے کھایا تو حانث ہوگا اور اگر فلان نے خریدی ہوئی کو جسکے واسطے
خریدی تھی اسکے حکم سے کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کردی اور پھر اسمیں سے حالف نے کھایا
تو حانث نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ ایسا گوشت نہ کھاؤنگا کہ اسکو فلان نے خریدا پھر فلان
نے ایک بکری کا کچھ حصہ خرید کیا اور اسکو ذبح کیا پھر اسمیں سے حالف نے کھایا تو حانث نہوگا یہ محیط میں ہے۔
اور اگر کسی نے قسم کھائی کہ اس فلان کا یہ طعام نہ کھاؤنگا پھر فلان نے یہ طعام فروخت کردیا پھر حالف نے اسکو
کھایا تو حانث نہ ہوگا اور یہ شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک ہے اور امام محمد رح کے نزدیک حانث ہوگا یہ شرح زیادات
عتابی میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ میں ایسے طعام سے نہ کھاؤنگا جسکو فلان تیار کرے یا ایسی روٹی نہ کھاؤنگا جسکو
فلان پکاوے پس فلان نے اسکو تیار کرکے فروخت کردیا پھر حالف نے مشتری کے پاس اسکو کھایا تو حانث
ہوگا۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلان کے طعام سے نہ کھاؤنگا اور یہ فلان طعام فروش ہے پس حالف نے اس سے خرید
کرکے کھایا تو حانث ہوگا۔ اور اگر قسم کھائی کہ تیرا یہ طعام نہ کھاؤنگا پھر فلان نے اسکو یہ طعام ہدیہ دیدیا تو
بقیاس قول امام اعظم و امام ابو یوسف رح کے حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ فلان کی زمین کی پیداوار سے
نہ کھاؤنگا پھر اس پیداوار کے ثمن سے کھایا تو حانث ہوگا اور اگر اس نے نفس پیداوار کی نیت کی ہو تو فیما بینہ
و بین اللہ تعالی یعنے دیانۃً تصدیق ہوگی اور قضاءً تصدیق نہ ہوگی کذا فی الذخیرہ و قال المترجم بطور عربیت یعنی
زبان عرب صحیح ہے کہ بجاے پیداوار کے غلہ کا لفظ کہا اور ہمارے عرف میں ازانجاکہ پیداوار خود اسکے اناج وغیرہ
پر اطلاق ہوتا ہے نہ اس پیداوار کے داموں پر لہذا حکم برعکس ہوگا واللہ تعالی اعلم اور اگر قسم کھائی کہ طعام
فلان سے نہ کھاؤنگا اور اسکی کچھ نیت نہیں ہے پھر حالف نے اس طعام سے خریدا یا فلان نے کسی کو طعام ہبہ کیا
اور اس سے حالف نے خرید لیا تو اسکے کھانے سے حانث نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اصل میں مذکور ہے
کہ اگر قسم کھائی کہ ایسا طعام نہ کھاؤنگا کہ اسکو فلان خریدے پھر ایسا طعام کھایا کہ اسکو حالف کے واسطے فلان اور
ایک شخص دوسرے نے خرید دیا ہے تو حانث ہوگا الا آنکہ اسنے یہ نیت کی ہو کہ وہ نہ کھاویگا جسکو فلان اکیلا
خریدے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ طعام فلان سے نہ کھاؤنگا پھر ایسا طعام کھایا جو فلان و دوسرے
کے درمیان مشترک ہے تو حانث ہوگا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ فلان کی روٹی نہ کھاؤنگا پھر اسکے
و دوسرے کے درمیان مشترک روٹی کھائی تو بھی حانث ہوگا بخلاف اسکے اگر قسم کھائی کہ فلان کی

رغیف نہ کھاؤنگا پھر اُسکے اور دوسرے کے درمیان مشترک رغیف کھائی تو حانث نہوگا اسواسطے کہ رغیف کا ٹکڑا
رغیف نہیں کہلاتا ہی اور روٹی کا ٹکڑا روٹی کہلاتا ہی اور اگر قسم کھائی کہ اپنے بیٹے کے مال سے نہ کھاؤنگا پھر سرکہ
اپنے مشکیزہ سے جو اُسکے اور اُسکے بیٹے کے درمیان مشترک ہی کھایا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ اُسنے بیٹے کا مال
(یعنے سرکہ کا شرکا بھرا ہوا)
کھایا یہ محیط میں ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ طعام فلان نہ کھاؤنگا پھر ایسے طعام سے کھایا جو اُسکے و فلان کے
درمیان مشترک ہی تو حانث نہوگا یہ ظہیریہ میں ہی۔ قال المترجم اگر یہ طعام مساوی مشترک ہی مثلاً اور
اُسنے تہیں پاؤ کھا لیا تو ظاہر ہی کہ ضرور فلان کا طعام کھایا لہذا تاویل مسئلہ مذکور ملحوظ رہی کہ اسطرح وقوع نہیں ہوا
ہی فافہم۔ ایک شخص نے قسم کھائی کہ اپنے والد کی چیزوں میں سے کوئی چیز نہ کھاؤنگا پھر اپنے والد کے بیت
سے ایک کرچ روٹی کی تناول کی جو زمین پر پہینکی ہوئی تھی تو شیخ ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ حانث نہیں ہوا اور
شیخ ابو علی النسفی رح نے فرمایا کہ حانث ہوگیا اور فقیہ ابو بکر بلخی نے فرمایا کہ اگر یہ ٹکڑا ایسا تھا کہ اُسکو کسی فقیر کو
صدقہ میں دیسکتے ہیں یعنے از راہ عادت ایسا ٹکڑا دیا جاتا ہی تو حانث ہوا ورنہ نہیں یہ فتاوی قاضی خان
میں ہی۔ قال الاحوط قول النسفی رحمہ اللہ تعالی۔ اور اگر قسم کھائی کہ طعام فلان نہ کھاؤنگا تو یہ فلان کے طعام
موجودہ پر اور جو آیندہ اُسکی ملک میں آوے دونوں پر واقع ہوگی یہ سراجیہ میں ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ میں انار
میں سے جو فلان خریدے نہ کھاؤنگا پھر فلان اور ایک دوسرے نے خرید کیا اور آمیں سے اُسنے کھایا تو حانث
ہوگا اور اگر یون کہا کہ ایک انار سے جسکو فلان خریدے نہ کھاؤنگا تو حانث نہوگا۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلانہ
عورت کے سوت کے ثمن سے نہ کھاؤنگا پھر فلانہ کا کاتا سوت خرید لیا یا فلانہ نے اسکو ہبہ کر دیا پھر اسکو فروخت
کرکے اُسکے ثمن سے کھایا تو حانث نہوگا اور اگر فلانہ نے خود فروخت کیا اور اُسکا ثمن اسی حالف کو دیا اور اُسنے
اُسمیں سے کھایا تو حانث ہوگا اور اگر فلانہ نے یہ ثمن اپنے بیٹے یا کسی اجنبی کو ہبہ کیا پھر اُسنے حالف کو ہبہ کیا پھر اُسنے کوئی
چیز خرید کر کھائی تو حانث نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ طبیخ فلان سے نہ کھاؤنگا پھر فلان اور
دوسرے نے ملکر پکایا اور حالف نے اسکو کھایا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ اُسکا ہر جزو طبیخ کہلا دیگا اسی طرح اگر
کہا کہ خبز فلان یعنی فلان کی روٹی سے پس فلان اور ایک دوسرے نے روٹی پکائی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر کہا کہ
ہانڈی سے جسکو فلان پکاوے پھر دونوں کی پکائی ہانڈی سے کھایا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ ہر جزو ہانڈی کا
ہانڈی نہیں کہلاتا ہی یہ اختیار شرح مختار میں ہی۔ فارسی میں قسم کھائی کہ از چیز فلان نخورم پس اُسکی شہد کا پانی تناول
کیا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اوہام لوگوں کے اسطرف نہیں پہونچتے ہیں آیا تو نہیں دیکھتا ہی کہ اگر اُسکے
خربوزہ کا چھلکا یا ریزہ نان اُسکے دروازہ پر پایا اور کھا لیا تو حانث نہیں ہوتا ہی یہ فتاوی کبری میں ہی۔
اور اگر قسم کھائی کہ ایسی کوئی چیز نہ کھاونگا جسکو فلان اُٹھالاوے اور مراد یہ ہی کہ آوردہ فلان یعنی فلان کی لائی
ہوئی نہ کھاونگا پھر ایسی برف سے کھایا جسکو فلان اُٹھالایا ہی تو مشائخ نے فرمایا کہ حانث ہوگا یہ فتاوی قاضیخان
میں ہی اور اگر قسم کھائی کہ اپنے داماد کے مال سے کچھ نہ کھاؤنگا پھر اسکو خمیر دیا گیا جو اُسکے داماد کے خمیر میں سے
ہی پس اُسنے دلاہن کے خمیر میں ملاکر اسکو پکوایا اور کھایا تو حانث نہوگا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ اسکا پانی
نہ پیونگا یا اسکا نمک نہ کھاؤنگا پھر اُسکا پانی یا نمک لیکر اُسکو خمیر میں ملا دیا اور کھایا تو حانث نہوگا یہ خلاصہ میں ہی

قسم کھائی کہ اپنے داماد کی روٹی سے نہ کھاؤنگا پھر اُسکا داماد سفر کو چلا گیا اور اپنی جورو کے واسطے نفقہ چھوڑ گیا پس اسنے کھایا پس اگر داماد اس عورت کے واسطے نفقہ الگ کر گیا ہو تو حانث نہوگا اور اگر الگ نہ کر گیا ہو بلکہ چھوڑ گیا ہو کہ میرے طعام میں سے بقدر کفایت تو کھا پس حالف نے بھی کھایا تو حانث ہوگا یہ وجیز کردری میں ہو اور اگر قسم کھائی کہ اپنے باپ کے مال سے نہ کھاؤنگا پھر باپ مر گیا اور حالف وارث ہوا اور اُس نے کھایا تو حانث نہوگا اور یہی صحیح ہو یہ فتاوے قاضی خان میں ہو اور اگر قسم میں یہ لفظ بھی کہا ہو کہ باپ کے مال سے بعد اسکے مرنے کے نہ کھاؤنگا تو اس صورت میں حانث ہوگا یہ وجیز کردری میں لکھا ہو اور اگر کسی عورت نے قسم کھائی کہ اپنے پسر کے اطعمہ سے نہ کھاؤنگی حالانکہ قسم سے پہلے اُسکا بیٹا اسکو چند قسم کے اطعمہ بھیج چکا ہو پس انکو اسنے کھایا تو حانث نہ ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہو کہ عورت نے کچھ نیت نہ کی ہو اور اگر اسنے قسم میں اس طعام کی بھی نیت کی ہو تو حانث ہوگی اور اضافت باعتبار مجاز صحیح ہوگی یعنی جو پہلے پسر کا تھا یہ محیط میں ہو۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤنگا پس فلان نے ایک برتن سے اور حالف نے دوسرے برتن سے کھانا کھایا تو حانث نہوگا جبتک کہ دونون ایک ہی برتن سے نہ کھاوین یہ فتاوی قاضیخان میں ہو۔ اور اگر قسم کھائی کہ مال فلان سے نہ کھاؤنگا پھر دونون نے روپیہ ڈال کر کوئی چیز خریدی اور دونون نے کھائی تو قسم میں حانث نہوگا اسواسطے کہ عرف میں یہ اپنا مال کھانا کہلاتا ہی ایسا ہی فتاوے ابو اللیث میں مذکور ہی یہ کافی میں ہو۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلان کی چیز سے نہ کھاؤنگا پھر فلان کی مرچ اُسکی جورو نے اپنی ہانڈی میں ڈالی جسکو حالف نے کھایا تو شیخ ابو بکر محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ حانث ہوگا الا آنکہ فلان و حالف کے درمیان کوئی سبب قسم ایسا ہو کہ جو اس امر پر دلالت کرے کہ ایسی مرچ وغیرہ مراد نہین ہی اگر قسم کھائی کہ فلان کے باغ انگور سے اس سال کوئی چیز نہ کھاؤنگا تو مشائخ نے فرمایا کہ اُسکی قسم بارہ مہینہ پر واقع ہوگی اور ہمارے مولانا نے فرمایا کہ چاہیے یون ہو کہ اس سال کے جسقدر ایام باقی رہے ہین انھین پر واقع ہو یہ فتاوے قاضی خان میں ہو ایک نے کہا کہ واللہ جو فلان لاویگا اسکو نہ کھاؤنگا یعنی ایسی کھانے کی چیز جیسے گوشت و طعام وغیرہ پھر حالف نے اس فلان کو گوشت دیا کہ اُسکو پکا دے پس اُسنے پکانا شروع کیا اور اسمین گاجے کی اوجھ کا ایک ٹکڑا ڈال دیا جو ہانڈی کے جوش میں نکل گیا پھر حالف نے ہانڈی کا شوربا کھایا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ میری دانست میں وہ حانث نہوگا جبکہ اُسنے اسمین ایسا گوشت ڈال دیا جو تنہا پکا کر اس سے شوربا لینے کے لائق نہین ہو بسبب اسکے کہ قلیل ہو۔ اور اگر اسقدر ہو کہ تنہا پکا کر اس سے شوربا لیا جا سکتا ہی تو اس صورت میں حانث ہوگا حالانکہ امام محمد رح نے فرمایا ہو کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ جو فلان لاویگا میں اسکو نہ کھاؤنگا پھر فلان مذکور گوشت لایا اور اسکو بھونا اور بعد تیار ہونے کے اسکے نیچے حالف کے چاول پکے جنپر اُسکی چکنائی چوئی تو ان میں آئی جنکو حالف نے کھایا تو حانث ہوگا اسی طرح اگر فلان مذکور چنے لایا اور انکو پکایا پس حالف نے اسکا شوربا کھایا اور اسمین چنے کا مزہ آتا ہو تو حانث ہوگا اور اسی طرح اگر تازہ چھوہارے جنکو رطب کہتے ہین لایا جسمین سے رب بہا اور اسکو حالف نے کھایا یا زیتون لایا اور وہ پیلا گیا جسکا تیل حالف نے کھایا تو حانث ہوگا یہ بدائع میں ہو۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلان کے طعام سے کوئی طعام نہ کھاؤنگا

پھر اُسکا سرکہ یا روغن زیتون یا نمک کھایا یا اُنمین سے کوئی چیز لے کر اپنے کھانے کے ساتھ کھائی تو حانث ہوگا
اور اُسکا پانی یا نبیذ لیکر اُسکے ساتھ اپنی روٹی کھائی تو حانث نہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ
یہ گیہون نہ کھاؤنگا پھر انکو دوسرے اناج کے ساتھ ملاکر کھایا یا قسم کھائی کہ یہ جو نہ کھاؤنگا پھر انکو دوسرے اناج
مین ملاکر کھایا پس اگر پیون سے کھایا یعنی پھنکی مارکر کھایا پس اگر یہ گیہون یا جو غالب ہون تو حانث ہوگا اور
اگر دوسرے اناج کو غلبہ ہو تو حانث نہ ہوگا اور اگر مساوی ہون تو قیاس یہ ہے کہ حانث ہوگا اور استحساناً حانث
نہوگا اور اگر ایک ایک دانہ کرکے کھایا ہے تو بہرحال حانث ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ طعام نہ کھاؤنگا
یا کھاکر نہ پیونگا الا باجازت فلان پھر فلان نے اُسکو اجازت دی تو یہ اجازت ایک لقمہ اور ایک
گھونٹ پر ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ کوئی طعام نہ کھاؤنگا اور نہ پیونگا پھر کھانے پینے کی کوئی چیز رکھی اور
اسکو حلق مین داخل ہونے دیا تو حانث نہوگا۔ اور اگر اپنی قسم کسی فعل پر منعقد کی پھر اس سے گھٹ کر کیا تو حانث
نہوگا اور اگر اس سے بڑھ کر کیا تو حانث ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ کھانا پینا کچھ نہ چکھونگا پھر اسکو
اپنے منہ مین داخل کیا تو حانث ہوگا پھر اگر اُس نے دعوی کیا کہ میری مراد نہ چکھنے سے یہ تھی کہ نہ کھاؤنگا یا نہ پیونگا
تو دیانةً فیما بینہ وبین اللہ تعالی اُسکی تصدیق ہوگی اور قضاءً تصدیق نہ ہوگی یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر کہا کہ نہ
چکھونگا کھانا اور نہ پینا پھر ایک چکھا تو حانث ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ نہ کھاؤنگا کھانا اور نہ پینا اور اسی طرح
اگر حرف یا دونون کے بیچ مین لایا تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر کہا کہ واللہ طعام و شراب نہ چکھونگا پھر
اُسنے ایک کو چکھا تو حانث نہوگا اور شیخ ابو القاسم الصفار رح نے فرمایا کہ حانث ہوگا اور شیخ ابوبکر [illegible] الفضل رح
نے فرمایا کہ اُسکی نیت پر ہے اور اگر اُس نے کچھ نیت نکی ہوگی تو ایک کے چکھنے سے حانث نہوگا اور اسی پر
فتوی ہے۔ کسی نے قسم کھائی کہ خمر نہ چکھونگا پھر ایسی روٹی کھائی جسکا خمیر شراب سے کیا گیا ہے تو مشائخ نے فرمایا
کہ اپنی قسم مین حانث نہوگا جیسے قسم کھائی کہ زیت نہ چکھونگا پھر روٹی کھائی جسکا آٹا زیت مین گوندھا گیا ہے تو
حانث نہین ہوتا ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلان کے گھر مین طعام نہ چکھونگا اور نہ شراب یعنی پینے کی چیز پھر اسکے
گھر مین کوئی چیز چکھی اور اُسکو اپنے منہ مین داخل کیا مگر اُسکے پیٹ مین نہین پہونچی تو حانث ہوگا اور یہ قسم فقط نہ
چکھنے پر ہوگی۔ اور اگر اُس سے کسی نے کہا کہ میرے پاس آج کے روز کھانا کھا پس اُسنے قسم کھائی کہ [illegible]
پھر نہ چکھونگا طعام و نہ شراب تو یہ قسم کھانے پر ہوگی نہ چکھنے پر یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی
کہ پانی نہ چکھونگا پس اُس نے نماز کے واسطے کلی کی تو حانث نہوگا یہ خلاصہ مین ہے اور اگر قسم کھائی کہ یہ خمیر نہ چکھونگا
پھر وہ شراب سرکہ ہوگئی پس اسکو پیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر یہ بھی نیت ہو کہ جو اس سے ہوگا وہ بھی نہ چکھونگا تو
حانث ہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ تغدی نہ کرونگا تو غدا وہ کھانا ہے جو طلوع فجر سے وقت
ظہر تک ہو اور عشاء وہ کھانا ہے کہ نماز ظہر سے آدھی رات ہو یہ ہدایہ مین ہے پس اگر قسم کھائی کہ آج تغدی نہ کرونگا
پھر نصف نہار کے بعد کھایا تو حانث نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور شیخ خجندی رح نے فرمایا کہ یہ اُن کا
کا عرف تھا اور ہمارے عرف مین عشاء کا وقت بعد نماز عصر کے ہے۔ پھر واضح رہے کہ غدا و عشاء [illegible]
ایسے کھانے سے ہے جس سے عادت کے موافق پیٹ بھر کے کھانا لوگون کی غالب عادات کا مقصود ہوتا ہے

یعنے کھانا جو عادت کے موافق ہو ۱۲ — یعنے اُنکی غالب عادت مین یہی کھانا ہے ۱۲

پس قسم کھانے والے کے شہر میں جو غذا ہو اُسپر قسم منعقد ہو گی پس اگر وہ چیز غذا ہو گی تو اُسکے کھانے سے حانث ہو گا ورنہ نہیں اور اسی واسطے مشائخ نے کہا ہو کہ اگر شہر کے لوگوں نے غذا ترک کرنے پر قسم کھائی پس انھوں نے دودھ پی لیا تو چونکہ غالب عادت لوگوں کی اس سے تغدی نہیں ہو اسوجہ سے حانث نہونگے اور اگر بدوی نے ایسی قسم کھائی اور پھر دودھ پی لیا تو چونکہ غالبًا انکا ایک وقت اوّل کا کھانا یہی ہو لہذا حانث ہوگا اور شیخ ابو الحسن نے فرمایا کہ اگر قسم کھائی کہ تغدی نہ کرونگا پھر سوائے روٹی کے چھوہارا و چاول و فاکہ وغیرہ کوئی چیز کھائی یہانتک کہ سیر ہو گیا تو حانث نہوگا اور یہ غذا کھانا نہ ہوگا اور اسی طرح اگر گوشت بغیر روٹی کے کھایا تو بھی یہی حکم ہو اور غذا ہر شہر کی وہ ہو جو انمین متعارف ہو قال المترجم ہمارے یہاں دیار میں ایسا عرف ظاہر نہیں ہو لہذا قسم اپنے اصلی معنی پر ہو گی پس شیخ ابو الحسن کا قول اقرب ہو سوائے چاول و دیگر اناج و گوشت کے کہ اپنے ہمارے عرف غیر ظاہر کی وجہ سے اقرب الی الحنث ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم اور نیز سیر ہو جانے میں تامل ہو پس اولی یہ ہو کہ احتیاط ملحوظ رکھے فافہم۔ قال اور نیز ہمارے نزدیک شرط یہ ہو کہ آدھی سیری سے زیادہ ہو حتی کہ اگر اپنی باندی سے کہا کہ اگر تو نے آج کی رات تعشّی نہ کی یعنے عشاء کا کھانا نہ کھایا تو میرا غلام آزاد ہو پس اُسنے ایک لقمہ یا دو لقمہ کھا لیے تو یہ تعشّی نہیں ہوئی اور حالف اپنی قسم میں سچا نہ ہوگا یہانتک کہ باندی مذکورہ اپنی نصف سیری سے زیادہ کھا لیوے یہ سراج وہاج میں ہو۔ رمضان میں قسم کھائی کہ آج کی رات عشاء نہ کھاؤنگا پھر دو پہر رات جانے کے بعد کھایا تو حانث نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں ہو۔ اور اگر قسم کھائی کہ سحری نہ کھاؤنگا تو نصف رات سے فجر تک کھانے سے حانث ہوگا یہ شرح مجمع البحرین میں ہو۔ مساء اطلاق عرب میں دو میں ایک بعد زوال سے اور دوسری بعد غروب شمس سے پس ان دونوں میں سے قسم میں جسکی نیت کرے صحیح ہو گی اور علی ہذا اگر بعد زوال کے قسم کھائی کہ یہ کام نہ کرونگا یہانتک کہ مساء کرون اور اسکی کچھ نیت نہیں ہو تو یہ سورج ڈوبنے کی شام پر ہو گی اسواسطے کہ پہلے اول پر حمل کرنا ممکن نہیں ہو پس دوسری مساء یعنے دوسرے معنی شام پر محمول ہو گی یعنے مابعد غروب یہ فتح القدیر میں ہو۔ اور معلیٰ نے امام محمد رح سے روایت کی ہو کہ اگر قسم کھائی کہ لیا تینہ ضحوۃً یعنی وقت ضحوہ کے اسکے پاس آویگا تو ضحوہ بعد طلوع آفتاب کے جس وقت سے کہ نماز پڑھنی جائز ہو جاتی ہو تا نصف النہار ہو یہ محیط سرخسی میں ہو۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر قسم کھائی کہ لاتصبحنّ یعنی صبح کو نہ آؤنگا تو تصبیح میرے نزدیک ضحی اکبر اور ارتفاع آفتاب کے درمیان ہو اور جب ضحی اکبر ہو گئی تو تصبیح کا وقت جاتا رہا یہ بدائع میں ہو۔ اور اگر یوں کہا کہ لیغدینہ الیوم بالف یعنی اسکو آج غذا ہزار درم کی کھلاؤنگا یا اگر میں آزاد کرون اپنے غلام کو کہ اسکو ہزار کو خرید ون یا اگر آج تو روئی ہزار کی نہ کاتے تو ایسا ایسا پس اُسنے کوئی ایک درم کی چیز ہزار درم کو خریدی اور وہ اسکو غذا میں کھلائی یا اسی طرح غلام خرید کر آزاد کیا یا اسطرح روئی خریدی جسکو عورت نے کات دیا تو اپنے قسم میں سچا ہو گیا یہ وجیز کردری میں ہو۔ اور اگر کہا کہ اگر میں نے تغدی دو رغیفون سے کر لی تو میرا غلام آزاد ہو پھر آج صبح کو ایک رغیف کھائی اور کل صبح کو دوسری رغیف کھائی تو قیاسًا حانث ہوگا کیونکہ لفظ مطلق ہو خواہ آج ایک روز میں یا دو روز میں جیسے تعیین کی صورت میں ہو اور اگر کہا کہ اگر میں نے ان دو رغیفون سے تغدی کر لی تو میرا غلام آزاد ہو پس ایک سے اُس نے آج تغدی کی اور دوسری سے دوسرے روز تغدی کی تو حانث ہوگا

پس ایسا ہی بیان ہوا اور استحساناً حانث نہ ہوگا۔ اور اگر اُس نے اس صورت میں متفرق تغدی کرنے کی نیت کی
ہو تو اسکی نیت پر ہوگی۔ اور اگر اُسنے یوں کہا کہ اگر میں نے دو رغیف کھا لیں یا میں نے یہ دو رغیف میں کھا لیں تو
میرا غلام آزاد ہے پھر ان دونوں کو ایکبارگی یا متفرق کھا لیا تو قیاساً و استحساناً حانث ہوگیا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر
قسم غدا پر مقصود کی اور اس میں سے روٹی کو استثنا کر لیا تو جو چیز کہ روٹی کی تبعیت میں کھائی جاتی ہے وہ بھی
روٹی کی استثنا کے ساتھ مستثنیٰ ہوگی چنانچہ اگر کہا کہ تغدی نہ کرونگا سوائے روٹی کے تو روٹی کے ساتھ سالن و سرکہ
و زیتون وغیرہ جو بالمقصود نہیں کھائے جاتے ہیں مستثنیٰ ہونگے اور روٹی کے ساتھ انکے کھانے سے حانث
نہوگا اور جو چیز بمقصود کھائی جاتی ہے اور عادت کے موافق تنہا نہیں کھائی جاتی ہے جیسے خشکہ و چانول وغیرہ
اُسکے حانث ہوگا اور وہ مستثنیٰ نہوگی اور اگر ایسی چیز ہو کہ اُسمیں مقصود کھانے کی بھی عادت ہو جیسے کہ انکا خود ہوتا
ہے اور روٹی کے ساتھ اسکی تبعیت میں بھی کھانے کی عادت ہوتی ہے جیسے گوشت و مچھلی و دودھ وغیرہ تو امام ابو یوسف
نے فرمایا کہ روٹی کے استثناء کرنے میں اسکی تبعیت میں یہ بھی مستثنیٰ ہونگی اور انکے کھانے سے حانث نہوگا اور امام محمد
نے فرمایا کہ مستثنیٰ نہوگی اور وہ حانث ہوگا۔ یہی سبب اور ملازم ہوگیا تو ہم کہتے ہیں کہ امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر
کسی شخص نے کہا کہ اگر میں نے کھایا آج کے روز الا رغیف تو میرا غلام آزاد ہے پھر اُس نے رغیف کھائی اور پھر
اسکے بعد فواکہ یا چھوہارا یا خبیص یا چانول کھائے تو حانث ہوگا ہاں اگر اُس نے دعوی کیا کہ میں نے روٹی
سے استثناء کا قصد کیا تھا یعنے روٹی میں اگر سوائے رغیف کے کھاؤں تو ایسا ہے تو اس صورت میں اسکے
قول کی دیانۃً تصدیق ہوگی نہ قضاءً تصدیق نہ ہوگی۔ پھر واضح رہے کہ اگر مسئلہ مذکورہ میں بعد رغیف کے
کھانے کے فواکہ یا چھوہارے کھائے ہوں یا رغیف کے ساتھ ہی کھائے ہوں ہر حال حانث ہوگا اور اسی طرح
اگر کہا کہ اگر میں نے تغدی کی الا برغیف تو میرا غلام آزاد ہے پھر رغیف سے تغدی کی پھر فواکہ یا چھوہارے کھائے
تو حانث ہوگا اور اسی طرح اگر خبیص کھایا تو بھی حانث ہوگا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ تغدی کی صورت میں
ان چیزوں کے کھانے سے جبھی حانث ہوگا کہ بقدر رغیف کے کھانے کے اُس نے یہ چیزیں کھائی ہوں
اور اگر رغیف سے تغدی کرنے کے بعد جب کہ تغدی برغیف ہوچکی اور تغدی منقطع ہوگئی اور پھر کچھ تنہا کھایا
تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ اسکے ساتھ تغدی کرنے والا نہیں کہلائیگا اور تغدی کے طور پر اسکے کھانے کا رواج
نہیں ہے اور اگر اس صورت میں بھی اُس نے خاصۃً خبز یعنی روٹی سے استثناء کی نیت کی ہو تو دیانۃً تصدیق
کی جائیگی نہ قضاءً یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔ اور اگر قسم سے پہلے کوئی ایسا کلام واقع ہوا کہ اُس سے
اس امر پر استدلال کیا جائے کہ اس نے روٹی سے استثناء مراد لیا ہے مثلاً کہا گیا ہو کہ تو آج دو رغیف کھائیگا پس
اُسنے کہا کہ اگر میں آج کے روز کھاؤں الا ایک رغیف تو میرا غلام آزاد ہے تو اس صورت میں اسکی قسم خاصۃً رغیف پر
ہوگی چنانچہ اگر اُس نے رغیف کھانے کے بعد ہی چھوہارے وغیرہ کھائے تو حانث نہوگا اور اسکی قسم رغیفوں
کے ساتھ مقید ہوگی اور اگر کہا کہ اگر میں آج کے روز ایک رغیف سے زیادہ کھاؤں تو میرا غلام آزاد ہے تو یہ
قسم خاصۃً روٹی پر ہوگی چنانچہ اگر بعد ایک رغیف کے اُس نے چھوہارے و فواکہ کھائے تو حانث نہوگا اور تقدیر
کلام اس صورت میں یہ ہوگی کہ اگر میں آج کے روز جنس رغیف سے ایک رغیف سے زیادہ کھاؤں تو میرا غلام

آزاد ہی پس چونکہ اسطرح کہنے مین اُسکی قسم خاص روٹیون کے ساتھ مختص ہوتی ہی اسی طرح صورت مذکورہ مین بھی روٹیون کے ساتھ مخصوص ہوگی اور جو ہم نے الا رغیف کہنے کی صورت مین بیان کیا ہی وہی غیر رغیف سوا رغیف کہنے کی صورت مین بھی ہی یہ محیط مین مذکور ہی ایک مرد نے کہا کہ اگر مین نے کپڑا پہنا یا مین نے کھایا یا مین نے پیا تو میری جورو طالقہ ہی اور پھر دعوی کیا کہ مین نے اپنی قسم مین خاصۃً فلان طعام مراد لیا تھا اور فلان کھانا مراد نہین لیا تھا تو قضاءً و دیانۃً کسی طرح اسکے قول کی تصدیق نہوگی اور یہی صحیح اور یہی ظاہر الروایۃ ہی ۔ اور اگر کہا کہ ان لبست ثوبا او اکلت طعاما یعنی اگر پہنا مین نے کپڑا یا کھایا مین نے کھانا تو میرا غلام آزاد ہی پھر دعوی کیا کہ مین نے فلان کپڑا یا فلان کھانا خاصۃً مراد لیا تھا تو دیانۃً اُسکی تصدیق ہوگی مگر قضاءً تصدیق نہوگی یہ شرح جامع صغیر قاضی خان مین ہی ۔ اور اگر قسم کھائی کہ دار فلان سے نہ پیونگا پھر اسمین سے کوئی چیز کھائی تو صدر شہید نے اپنے واقعات مین فرمایا کہ مختار میرے نزدیک یہ ہی کہ وہ حانث نہوگا الا آنکہ تمام ماکولات مشروبات کی نیت کی ہو کذا فی المحیط قال المترجم ہمارے عرف کے موافق بالقطع وہ حانث نہوگا اور اگر اسنے تمام ماکولات کی نیت کی ہو تو خلاف محاورہ ہی لیکن جو لازم آوے اسکی نیت کا پھل ہوگا اسواسطے کہ کھانا پینا ہمارے اطلاق مین جدا جدا ہین واللہ تعالی اعلم ۔ فارسی مین کہا کہ از خانۂ فلان ہیچ چیز نہ خورم یعنی فلان کے گھر سے کچھ نہ کھاؤنگا تو یہ کھانے و پینے دونون کو شامل ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور یہ نوع استعمال ہی و ایسا ہی ہمارا عرف ہی واللہ اعلم ۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلان کے ساتھ مشروب نہ پیونگا پھر دونون نے ایک ہی مجلس مین ایک ہی مشروب سے پیا تو حانث ہوگا اگرچہ دونون کے پینے کے برتن مختلف ہون اور اسی طرح اگر ایک مجلس ہی اور دونون کے مشروب مختلف ہون تو بھی حانث ہوگا اور اگر اُس نے مشروب واحد یا ظرف واحد مین ساتھ نہ پینے کی نیت کی ہو تو قضاءً اُسکے قول کی تصدیق ہوگی یہ بدائع مین ہی ۔ ایک نے قسم کھائی کہ فلان کی ضیافت مین ایکبار سے زیادہ نہ پیونگا پس اُس نے ایک بار اُس کے مکان مین پیا اور دوسری بار اُسکے بستان مین پیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر ضیافت ایک ہی ہو تو حانث ہوگا ۔ ایک نے قسم کھائی کہ پانی نہ پیونگا پھر اُسنے آب قلیہ پیا تو حانث نہ ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی ۔ ایک نے قسم کھائی کہ فلان کی گاے کا دودھ نہ پیونگا پھر اسکی گاے مر گئی اور اسکی ایک بچھیا ہی جو بڑی ہوئی پھر اُسکا دودھ اُس نے پیا تو حانث نہوگا یہ خلاصہ مین ہی ایک نے قسم کھائی کہ لا اشرب الماء یعنی پانی نہ پیونگا اور اُسکی کچھ نیت نہین ہی تو جیسے کسی قدر پیے حانث ہوگا اور اور اگر اُسنے الماء سے کل الماء یعنی تمام پانی مراد لیا ہو تو کبھی حانث نہوگا اور نیت صحیح ہی یہ محیط مین ہی اور اگر قسم کھائی کہ لا اشرب شرابا یعنی کوئی پینے کی چیز نہ پیونگا اور اسکی کچھ نیت نہین ہی تو پانی وغیرہ کوئی پینے کی چیز پیے حانث ہوگا ایسا ہی ایمان الاصل مذکور ہی اور حیل اصل مین مذکور ہی کہ اگر قسم کھائی کہ لا اشرب الشراب یعنی شراب نہ پیونگا اور اُسکی کچھ نیت نہین ہی تو یہ قسم خمر پر واقع ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی ۔ اور امام سرخسی نے فرمایا کہ یہ زبان عربی مین قسم کھانے کی صورت مین ہی اور اگر فارسی مین قسم کھائی تو بہرحال خمر پر واقع ہوگی مولف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فتوے کے واسطے مختار وہ ہی جو حیل الاصل مین فرمایا ہی یہ خلاصہ مین ہی اور اگر قسم کھائی کہ آج نہ پیونگا تو جو چیز پیے حانث ہوگا جیسے کہ سرکہ اور گھی پینے سے بھی حانث ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی ۔ اور اگر قسم کھائی کہ دودھ نہ پیونگا

پھر دودھ مین پانی ڈال کر اُسکو پیا تو حاصل اس مسئلہ اور اُسکے جنس کے مسائل مین یہ ہے کہ جب حالف نے اپنی
قسم کسی سیال چیز پر معقود کی اور پھر اس چیز مین دوسری جنس کی سیال چیز خلط کر دی پس اگر وہ سیال چیز جسپر قسم
کھائی ہے غالب ہو تو حانث ہوگا اور اگر دوسری جنس کی سیال چیز غالب ہو تو حانث نہوگا اور اگر دونون برابر
ہون تو قیاساً حانث ہوگا مگر استحسان یہ ہے کہ حانث نہ ہوگا اور غالب ہونے کے معنی امام ابو یوسف رح نے
یون بیان کیے ہین کہ جسپر قسم کھائی ہے اگر اُسکا رنگ ظاہر ہوتا ہو اور اُسکا مزہ پایا جاتا ہو تو وہ غالب ہے اور
امام محمد رح نے فرمایا کہ غلبہ من حیث الاجزاء ہے قال المترجم ہذا ہو الاظہر لیکون الحکم الی الاکثر امین خروج الخلط
الی الاکثر احکم فلیتامل اور یہ اسوقت ہے کہ جسپر قسم کھائی تھی اُسکو غیر جنس مین ملا دیا اور اگر اسی جنس مین ملا یا مثلاً
دودھ کو دوسرے دودھ مین ملا دیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک یہ اور اول یکسان ہین یعنی اعتبار غالب کا
ہوگا پس براہ رنگ و مزہ کے یہان اعتبار ممکن نہین ہے اسواسطے بلحاظ مقدار کے غلبہ اعتبار کیا جائیگا اور امام محمد رح
کے نزدیک ایسی صورت مین ہر حال مین حانث ہوگا۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ اختلاف ان چیزون مین ہے جو
مختلط و ممتزج ہو جاتی ہین اور جو چیزین مختلط و ممتزج نہین ہوتی ہین جیسے تیل کہ دودھ مین ملا یا جاوے مثلاً
اور تیل نہ پینے کی قسم ہو تو بالاتفاق حانث ہوگا اور قدوری مین لکھا ہے کہ اگر کسی نے آب زمزم پر قسم کھائی کہ اسمین سے
کچھ نہ پیونگا پھر اسکو دوسرے پانی مین ڈال دیا یہان تک کہ وہ مغلوب ہو گیا پھر اسمین سے پیا تو امام محمد رح کے
نزدیک حانث ہوگا اور اگر اسکو کنوئین یا حوض مین ڈال دیا پھر اُسکا پانی پیا تو حانث نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے
اور اگر قسم کھائی کہ اس آب شیرین مین سے نہ پیونگا پھر اسکو کھاری پانی مین ڈال دیا کہ کھاری اسپر غالب
ہو گیا پھر اُسکو پیا تو حانث نہوگا اور اسی طرح اگر کھاری پر قسم کھائی اور اُسکو شیرین مین ملا دیا تو بھی صورت
مذکورہ مین یعنے شیرین غالب ہو جانے مین یہی حکم ہے کہ حانث نہ ہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہے ایک
نے قسم کھائی کہ خمر نہ پیونگا پھر اُسکو غیر جنس مین مزج کر دیا جیسے سرکہ و آخسمہ مین ملا دیا اور پھر اسمین سے پیا تو
غالب کا اعتبار کیا جاویگا یہ خلاصہ مین ہے اور اگر قسم کھائی کہ نبیذ نہ پیونگا تو مختار یہ ہے کہ قسم آب انگور ... پر واقع
ہوگی خواہ وہ خام ہو یا مطبوخ ہو یہ وجیز کردری مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ سیکی نخورم تو صحیح یہ ہے کہ سیکی کا لفظ
فقط آب انگور مسکر پر واقع ہوتا ہے خواہ خام ہو یا مطبوخ ہو یہ محیط مین ہے۔ اور فتاویٰ مین لکھا ہے کہ اسی پر فتوے
ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر فارسی مین قسم کھائی کہ می نخورم و بدست نگیرم پھر اُسکو اپنے ہاتھ مین لیکر ایک جگہ
سے دوسری جگہ لے گیا پس اگر قسم کے وقت اپنے کلام سے یہ نیت نہ کی تھی کہ نہین پیونگا یعنے قسم سے مراد یہی تھی
کہ اسکو نہ پیونگا تو صحیح یہ ہے کہ حانث ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ اور اسم خمر جسکی فارسی می ہے صحیح یہ ہے کہ یہ فقط
آب انگور خام پر واقع ہوتا ہے اور اگر فارسی مین کہا کہ مسکرہ نخورم یعنے قسم کھائی تو بعض نے فرمایا ہے کہ جو جو سے
بنائی جاتی ہے اُسپر اسکی قسم نہ واقع ہوگی اور صحیح یہ ہے کہ اسمین عرف کا اعتبار ہے کہ اگر عرف مین ان چیزون سے
بنائی ہوئی شراب کو مسکرہ کہتے ہین تو حانث ہوگا ورنہ جسکو نہین کہتے ہین اور اس سے حانث نہوگا۔ اور اگر قسم کھائی
کہ نبیذ زبیب نہ پیونگا پھر نبیذ کشمش پی تو اپنی قسم مین حانث ہوگا۔ اور اگر قسم کھائی کہ ایسی شراب نہ پیونگا کہ
اس سے مسکر ہوتا ہے پھر شراب مسکر کو دوسری شراب غیر مسکر مین ملا کر پی لیا تو فتاوے اہل سمرقند مین مذکور ہے کہ اگر یہ

ایسی ہو کہ اسمین سے بہت پینے سے نشہ ہو جاوے تو حانث ہوگا۔ اور اگر اپنی قسم ایسی چیز کے پینے پر منعقد کی جو پی نہیں جاتی ہے اور جو چیز اس سے نکلتی ہے وہ پی جاتی ہے تو اسکی قسم جو اس سے نکلتی ہے اسکے پینے پر واقع ہوگی اسکی مثال یہ ہے کہ منتقی مین مذکور ہے کہ اگر قسم کھائی کہ اس تمر یعنے چھوہارے سے نہ پیونگا پھر اسکی نبیذ پی تو اپنی قسم مین حانث ہوگا اور اس جنس کے مسائل کی تخریج مین یہی اصل ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ ایک نے اپنی جورو کی طلاق کی قسم اس امر پر کھائی کہ مسکر نہ پیونگا پھر کوئی چیز مسکر اسکے حلق مین ڈالی گئی جو اسکے پیٹ مین چلی گئی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر بدون اسکے فعل کے اندر چلی گئی تو حانث نہوگا ہان اگر اسکے بعد اسنے خود پی لی تو حانث ہوگا اور اگر اسکے منہ مین ڈالی گئی پس اس نے روک رکھی پھر اسکو پی گیا تو حانث ہوگیا یہ فتاوےٰ قاضی خان مین ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ فلان کے پیالے سے نہ پیونگا پھر حالف نے اسکے پیالے سے اپنے ہاتھ پر پانی ڈالکر اسپنے ہاتھ سے پی لیا تو حانث نہ ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ فلان کے پانی سے نہ پیونگا اور حالف اس فلان کی دکان مین بیٹھتا ہے پھر حالف نے ایک کوزہ خرید کر رات کو فلان مذکور کی دکان مین رکھ دیا پھر فلان کے اجیر نے اس کوزہ مین نہر سے پانی بھر کر رات مین دکان مین رکھدیا پھر جب صبح کو حالف اس دکان مین آیا تو پانی کا کوزہ مذکور مانگا کہ اسمین سے پی لیا پس اگر حالف نے یہ کوزہ اسی حیلہ کے واسطے خریدا ہو تا کہ حانث نہو تو مجھے امید ہے کہ وہ حانث نہوگا اسواسطے کہ اجیر مذکور اس صورت مین حالف کا عامل ہو جائیگا پس وہ اپنا پانی پینے والا ہوا یہ خلاصہ مین ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ اس قریہ مین شراب نہ پیونگا پھر اس قریہ کے باغہاے انگور یا کھیتون مین شراب پی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر گانون کی آبادی مین یا ان باغہاے انگور مین جو آبادی سے ملے ہوئے ہین شراب پی تو حانث ہوگا ورنہ نہین یہ ظہیریہ مین ہے اگر کہا کہ اگر مین نے شراب پی یا جوا کھیلا تو میرا غلام آزاد ہے تو ان دونون مین سے ایک کام کرنے سے حانث ہو جائیگا اور قسم منتہی ہو جائیگی اور اگر کہا کہ واللہ اگر شراب بخورم و قمار بکنم تو ان مین سے ایک فعل کرنے سے حانث ہوگا اور اگر کہا کہ تا گل سرخ نہ بینم شراب نخورم تو یہ قسم راجع ہوگی گل سرخ کے بہار پر یعنے گویا یون کہا کہ جب تک گلاب نہ پھولیگا مین شراب نہ پیونگا بشرطیکہ اس نے حقیقۃً گل سرخ دیکھنا مراد نہ لیا ہو۔ اور اگر قسم کھائی کہ ان دونون یارون سے نہ پیونگا پھر ایک کا دودھ پیا تو حانث ہوگا یہ سراجیہ مین ہے۔ ایک نے اپنی جورو کی طلاق کی قسم کھائی اسپر کہ مادام کہ بخارا مین ہون شراب نہ پیونگا پھر قصر المجوس کی طرف چلا گیا پھر وہان سے واپس آیا اور شراب پی تو شیخ ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر اسنے مادام کہ بخارا مین ہون اس قول سے بخارا کی سکونت مراد لی اور حال یہ کہ وہ قسم کے وقت بخارا کا ساکن تھا تو حانث ہوگا اور اگر قول مذکور سے اپنے بدن کا بخارا مین ہونا مراد لیا پھر قصر المجوس مین جاکر واپس آکر شراب پی تو قسم باقی نہ رہیگی اور اگر اسکی کچھ نیت نہ ہو پھر وہان جاکر واپس آیا تو کافی ہے حانث نہوگا یہ فتاوےٰ قاضی خان مین ہے۔ ایک نے کہا کہ اگر مین نے شراب پی تو میری عورت مطلقہ ہو جائیگی اور میرا غلام آزاد ہو جائیگا پھر اسنے شراب پی تو اسکی جورو طالقہ اور غلام آزاد ہو جائیگا اور اگر اس نے دعوی کیا کہ مین نے اس سے طلاق و عتاق کی نیت نہین کی تھی بلکہ میری غرض یہ تھی کہ میرے اصحاب میرا پیچھا چھوڑ دین تو تصدیق نہوگی۔ ایک نے قسم کھائی کہ تین مہینہ مسکر نہ

پیونگا پس اُسکی جورو نے کہا کہ چار مہینہ ہیں شوہر نے کہا کہ چار ماہ گیر تو بعض نے فرمایا کہ مدت چار مہینہ ہو جائیگی اور
بعض نے کہا کہ چار مہینہ نہ ہونگی۔ اور یہ بر بناے آنکہ اگر حالف نے بعد سکوت کے اپنی قسم پر ایسی بات کو عطف کیا
جس سے اُسکے نفس پر سختی زیادہ ہوئی جاتی ہو تو وہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکی قسم میں لاحق ہو جائیگی
اور اگر بعد سکوت کے ایسی بات عطف کی جس سے اسکے نفس پر آسانی ہوتی ہو تو اُسکی قسم میں ملحق نہ ہوگی پس مشائخ
نے اختلاف کیا ہو کہ صورت مذکورہ میں اُسکے نفس پر سختی ہوتی ہو یا آسانی پس بعض نے کہا کہ سختی ہو اس جہت
سے کہ طلاق چوتھے مہینہ کے بیتنے پر واقع ہوگی اور یہی اصح ہو یہ محیط و ذخیرہ میں ہو۔ امام محمد رح نے جامع کبیر میں
فرمایا کہ اگر کسی نے قسم کہائی کہ فرات سے کبھی نہ پیونگا پھر اُس نے چلوؤں میں بھر کر پیا یا برتن میں لیکر پیا تو امام اعظم رح
کے نزدیک حانث نہوگا جب تک کہ منہ لگا کر نہ پیے اور صاحبین رح کے نزدیک حانث ہوگا قال المترجم امام رح
کے نزدیک حقیقت جو ہوسکتی ہو وہ اولے ہو یعنی فرات میں سے منہ سے پی سکتا ہو اور صاحبین کے نزدیک مجاز
متعارف اولی ہو کہ عرف میں اس سے برتن وغیرہ سے پینا مراد ہوتا ہو پھر اگر اُسنے منہ سے پیا تو صاحبین کے
نزدیک کیا حکم ہو پس یہ مسئلہ کتاب میں مذکور نہیں ہو اور مشائخ رحمہم اللہ نے اسمیں اختلاف کیا ہو بعض نے کہا کہ نہیں
حانث ہوگا اور بعض نے کہا کہ حانث ہوگا۔ اور یہ استحسان ہو کہ اسکی کچھ نیت نہو اور اگر اُسنے یہ نیت کی ہو کہ
منہ لگا کر نہ پیونگا تو صاحبین رح کے نزدیک اسکی نیت قضاءً و دیانةً صحیح ہوگی اور اگر اُسنے چلوؤں یا برتن سے پینے
کی نیت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک دیانةً اُسکی تصدیق ہوگی مگر قضاءً تصدیق نہوگی اور یہ سب اُس وقت
ہو کہ اُسنے فرات سے چلو سے یا منہ لگا کر پیا ہو اور اگر اُسنے کسی دوسری نہر سے جو فرات سے پانی لیتی ہو چلو سے
یا منہ لگا کر پیا تو اپنی قسم میں سب کے نزدیک بالاتفاق موافق ظاہر الروایۃ کے حانث نہوگا یہ ذخیرہ میں ہو۔ اور اگر
قسم کہائی کہ آب فرات سے نہ پیونگا پھر اُسنے کسی نہر سے جو فرات سے پانی لیتی ہو چلو سے یا منہ لگا کر پیا یا خود
فرات سے چلو سے یا منہ لگا کر پیا تو بالاتفاق سب اماموں کے نزدیک حانث ہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں
ہو۔ اور اگر قسم کہائی کہ دجلہ سے پانی نہ پیونگا اور اُسکی کچھ نیت نہیں ہو پھر برتن میں لیکر پانی پیا تو حانث نہوگا
یہانتک کہ منہ لگا کر پیے اور اگر قسم کہائی کہ بارش کے پانی سے نہ پیونگا پھر دجلہ میں بارش کا پانی جاری ہوا تو
اُسکے پینے سے حانث نہ ہوگا اور اگر اُسنے کسی وادی سے جسمیں آب باران رواں ہو حالانکہ اسمیں اور پانی نہ تھا
پیا یا کسی میدان میں آب باران جمع ہوا اسمیں سے پیا تو حانث ہوگیا یہ سراج وہاج میں ہو۔ اور اگر کسی نہر
سے پانی نہ پینے کی قسم کہائی کہ یہ نہر دجلہ کی طرف جاتی ہو یعنی اسمیں ملتی ہو پھر دجلہ میں سے یہ پانی لیکر پیا تو حانث
نہوگا یہ بحر الرائق میں ہو۔ اور اگر قسم کہائی کہ آب فرات سے نہ پیونگا بترکیب صفت موصوف یا آب فرات
میں سے نہ پیونگا یعنے بترکیب صفت موصوف پھر اُسنے دجلہ وغیرہ میں سے شیرین پانی لیکر پیا تو حانث
ہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہو۔ اور اگر اپنے غلاموں سے کہا کہ جس نے تم میں سے اس نہر کا پانی پیا وہ
آزاد ہو پھر سب نے پیا تو سب آزاد ہو جاوینگے اور اگر کہا کہ جو تم میں سے اس کوزہ کا پانی پی جاوے
وہ آزاد ہو اور کوزہ میں اسقدر پانی تھا کہ اسکو انمیں سے ایک دفعہ یا دو دفعہ میں پی سکتا ہو پھر جماعت
نے اسکو پیا تو کوئی آزاد نہ ہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری ملتقط ہو۔ اور اگر قسم کہائی کہ اس کوزہ سے

نہ پیونگا پھر اسمین جو پانی تھا اُس نے دوسرے کوزہ مین کردیا اور اُس سے پیا تو بالاجماع حانث نہوگا اور اگر کہا ہو کہ اس کوزہ کے پانی سے نہ پیونگا پھر دوسرے کوزہ مین ڈال کر پیا تو بالاجماع حانث ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ اس مٹکے سے یا اس مٹکے کے پانی سے پھر دوسرے مٹکے مین انڈیل لیا تو یون ہی حکم ہے اور اگر کہا کہ اس مٹکے کے پانی سے نہ پیونگا پھر کسی برتن مین لیکر پیا تو بالاجماع حانث ہوگا یہ فتح القدیر مین ہے اور اگر قسم کھائی کہ اس برتن سے نہ پیونگا تو یہ بعینہٖ پینے پر ہے یہ اختیار شرح مختار مین ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ مین نے آج کے روز یہ پانی جو اس کوزہ مین ہے نہ پی لیا تو میری جورو طالقہ ہے حالانکہ اس کوزہ مین کچھ پانی نہین ہے تو حانث نہ ہوگا اور اگر اسمین پانی ہے مگر رات ہونے سے پہلے وہ بہا دیا گیا ہو تو حانث نہوگا اور یہ امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک ہے خواہ وقت قسم کے اسکو معلوم ہو کہ اسمین پانی ہے یا نہ معلوم ہو اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ان سب مین حانث ہوگا جبکہ یہ دن گذر جاوے اور اگر قسم باللہ ہو تو بھی ایسا ہی اختلاف ہے کذا فی فتح القدیر اور وقت مین کوئی خصوصیت امروز کی نہین ہے خواہ ایک روز معین بیان کرے یا ایک مہینہ معین یا ایک ہفتہ معین یہ بحر الرائق مین ہے۔ اور اگر قسم مطلق ہو یعنی جو بیان وقت تو اول صورت مین امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک حانث نہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک فی الحال حانث ہو جاویگا اور دوسری صورت مین بالاتفاق سبکے نزدیک حانث ہو جاویگا یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر کہا کہ اگر مین نے آج کے روز جو اس کوزہ مین پانی ہے یا جو اس دوسرے کوزہ مین پانی ہے نہ پیا تو میری جورو طالقہ ہے پھر دونون مین سے ایک کا پانی بہا دیا گیا تو اسکی قسم دوسرے پر باقی رہیگی اور یہ تینون اماموں کے نزدیک ہے اور جب سب کے نزدیک دوسرے پر قسم باقی رہی پس اگر اُسنے رات سے پہلے اُسکا پانی پی لیا تو بالاتفاق قسم مین سچا ہو گیا اور اگر نہ پیا تو بالاتفاق حانث ہو گیا۔ اور اگر ان دونون مین سے ایک کوزہ مین پانی نہو تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک اسکی قسم فقط اس کوزہ کے حق مین ہوگی جسمین پانی ہے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اسکی قسم دونون پر ہے یعنی دونون مین سے ایک کے پانی پی لینے پر ہے پھر اگر اُسنے پانی والے کوزہ کا پانی پی لیا تو قسم مین بالاتفاق سچا رہا اور اگر نہ پیا تو بالاتفاق حانث ہو گیا یہ شرح جامع کبیر حصیری مین ہے ہدایہ مین ہے کہ اگر اُس نے قسم کھائی کہ اس مٹکے سے پانی نہ پیونگا پس اگر وہ بھرا ہو لبریز ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک منہ لگا کر اُس سے پانی پی لینے پر واقع ہوگی اور بس اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک منہ لگا کر پینے یا برتن وغیرہ سے نکال کر پینے دونون طور پر قسم واقع ہوگی اور اگر وہ بھرا ہوا نہو تو چلو وغیرہ سے نکال کر پینے پر بالاتفاق واقع ہوگی اور اگر قسم کھائی کہ اس کنوئین سے نہ پیونگا یا اس کنوئین کے پانی سے نہ پیونگا تو یہ بالاتفاق نکال کر پانی پینے پر ہے چنانچہ اگر اسمین سے پانی نکال کر پیا تو حانث ہوگا کذا فی السراج الوہاج اور اگر اس صورت مین اُسنے تکلف کر کے کنوئین مین اتر کر منہ لگا کر پانی پیا یا مٹکے کے اندر منہ ڈال کر پانی پیا تو صحیح یہ ہے کہ وہ حانث نہوگا قال المترجم توضیح المقام من حیث الاصل ان الحقیقۃ متی امکن اولٰی عنده وعندہما المجاز ثم اذا اسکی بالحقیقۃ فیما یتعین المجاز فیہ عندہما اہل الحنث قال بعض المشائخ نعم وبعضہم لا علی التفصیل والتفصیل عند ہولاء ان الحقیقۃ اذا کانت بحیث یتکلف فیہا لم یحنث واذا اتی من غیر تکلف حنث و معنی التکلف ان یکون بحالۃ لا یتبادر الیہا الفہم علی العموم الا بخصوص النیۃ والعمق وانت خبیر بان ہذا الاخص بحال عند الامام

ایضاً لکن قضی کلامہ ما امکن ان یکون من غیر تکلف فتامل فیہ۔ ایک نے قسم کھائی کہ وسط دجلہ سے پیونگا پھر اُسنے
ایسی جگہ سے پانی پیا جو ٹھیک وسط دھار میں نہیں ہے مثلاً کنارہ سے تہائی یا چوتھائی ہے حالانکہ دھار کے بیچوں بیچ میں ہے تو
اپنی قسم میں سچا ہو گیا۔ اور دریافت کیا گیا کہ ایک نے قسم کھائی کہ نہ پیونگا خمر یعنی شراب اور نہ فلاں یعنے
شرابوں کے نام لیے پھر انمیں سے ایک پی لی تو فرمایا کہ حانث ہوا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ اس پانی
سے نہ پیونگا پھر وہ پانی جم گیا جسمیں سے اُس نے کھایا تو حانث نہ ہوگا اور اگر پھر پگھل گیا کہ اُسنے اسکو پیا تو
حانث ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ بلا اذن فلاں کے نہ پیونگا پس فلاں نے اپنے ہاتھ سے
اسکے ہاتھ میں دیدیا اور اسکو زبان سے اجازت نہ دی اور وہ پی گیا تو چاہیے کہ حانث ہو جاوے اسواسطے
کہ اُسنے اجازت نہیں دی ہے۔ ایک نے کہا کہ اگر میں تجھے آج کی رات فلاں کے گھر نہ لیجاؤں اور تجھے
شراب نہ پلاؤں تو میری جورو طالقہ ہے پس اُسکو فلاں کے گھر لے گیا مگر اسکو شراب نہ پلائی تو حانث ہوا اور
شیخ الاسلام نجم الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک نے کہا کہ میں اس فصل میں اس باغ کے انگوروں کی شراب
بناؤنگا اور اپنے یاروں کے ساتھ پیونگا اور اسکو اپنے گھر میں لیجاؤنگا اور اگر وہ میرے گھر پہنچائی گئی تو میری
جورو طالقہ ہے پس اُس نے سب انگور اُس باغ میں شراب بنا لی جسمیں سے تھوڑی سی اپنے یاروں کے ساتھ میں
پی اور باقی بدوں اُسکی اجازت کے اُسکے گھر اُٹھا لائی گئی جیسے کوئی اور اُٹھا لایا تو فرمایا کہ اگر اُسکی مراد یہ تھی
کہ سب آپ اپنے گھر لیجاؤنگا تو تھوڑی لیجانے سے خواہ خود اُٹھا لاوے یا کوئی دوسرا پہونچا دے بدوں
اسکے حکم کے وہ حانث نہ ہوگا اور اگر اسکی مراد یہ تھی کہ سب وہیں پیونگا اپنے گھر اُٹھا لانے کے واسطے کچھ نہ چھوڑونگا
تو حانث ہوگا اور اگر اُسکی کچھ نیت نہ ہو تو بھی حانث ہوگا۔ ایک شخص پر شراب خواری کا عتاب کیا گیا پس اُسنے
قسم کھائی کہ جو اس انگور کے درختوں سے نکلتی ہے وہ نہ پیونگا تو یہ قسم شراب پینے پر ہوگی بدین وجہ کہ لوگوں کے
معانی کلام پر اعتبار کیا جائیگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر کسی نے قسم کھائی کہ عصیر نہ پیونگا پھر دانہ انگور یا خوشہ انگور
اپنی حلق میں نچوڑ دیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر اپنی ہتھیلی وغیرہ پر نچوڑ کر پی گیا تو حانث ہوگا اور اگر اُس نے
یوں کہا ہو کہ عصیر شیرہ حلق میں نہ داخل ہوگا تو دونوں صورتوں میں حانث ہوگا قال مولانا رحمہ اللہ یہ
اماموں کا عرف تھا اور ہمارے عرف کے موافق وہ بہرحال حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ آب انگور اول نچوڑ
میں عصیر نہیں کہلاتا ہے قال المترجم ہماری زبان کے موافق بہرحال حانث ہوگا خواہ حلق میں نچوڑے یا برتن
میں نچوڑ کر پیے وہذا عندی واللہ تعالیٰ اعلم۔ ایک شخص کی جورو کے ہاتھ میں قدح پانی کا بھرا ہوا ہے اُسنے اپنی
جورو سے کہا کہ اگر تو نے یہ پانی پی لیا یا تو نے اسکو رکھ لیا یا بہا دیا یا کسی کو دیدیا تو تو طالقہ ہے تو مشائخ نے فرمایا
کہ اسمیں کوئی کپڑا یا روئی ڈال دے کہ وہ پانی کو چوس جاوے ہمارے مولانا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسوقت
ہو کہ اُسنے یہ بھی کہا ہو تو نے یہ پانی یا اسمیں سے کچھ پی لیا الی آخرہ اور اگر اُسنے اسمیں سے کچھ کو نہ کہا ہو پس
عورت نے تھوڑا پی لیا اور کچھ پھینک دیا تو وہ حانث نہ ہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی نے اپنی قسم
کسی مشروب یا طعام کے پینے پر قرار دی اور حال یہ ہے کہ وہ اس مشروب کو ایک دفعہ میں پی سکتا ہے تو اسمیں
سے تھوڑی سی کے پینے سے حانث نہ ہوگا اور اگر ایک دفعہ میں اسکو نہیں پی سکتا ہو تو اسمیں سے تھوڑی

پہنچنے پر قسم واقع ہوگی یہ محیط میں ہے ۔ اور اگر قسم کھائی کہ دوا نہ پیونگا پھر اُس نے دودھ یا شہد پیا تو حانث ہوگا یہ سراجیہ میں ہے اور شیخ نے بیان فرمایا کہ حاصل کلام یہ ہے کہ اسمیں لوگوں کے عرف اور نام رکھنے کو دیکھا جائیگا پس ہر ایسی چیز کہ جسکو لوگ دیکھکر کہتے ہوں کہ یہ دوا ہے اسپر اُسکی قسم واقع ہوگی اور جسکا لوگ دوا نام نہ رکھتے ہوں اسپر واقع نہ ہوگی اگرچہ صالحین نے اس سے دوا کی ہو یہ مبسوط میں ہے ۔ ایک نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی کہ ضرور میں آسمان کو چھوؤنگا یا ضرور میں اُڑونگا یعنے بطور دوا کے یا ضرور میں اس پتھر کو سونا کر دونگا تو قسم منعقد ہوگی ہی حانث ہو جائیگا اور وہ گنہگار بھی ہوگا اسواسطے کہ اُسنے اپنے فعل کی قسم کھائی کہ خدا اسکو نہیں کر سکتا ہے پس اپنے قسم کی ہتک حرمت کی جان بوجھ کر پس گنہگار ہوا یہ تتارخانیہ میں ہے اور اگر ایسی قسم میں وقت بیان کیا مثلاً کہا کہ کل کے روز آسمان پر چڑھ جاؤنگا تو جب تک یہ وقت گذر نہ جاوے تب تک حانث نہ ہوگا حتی کہ اگر اس سے پہلے مر گیا تو اسپر کفارہ نہیں ہوا اسواسطے کہ ہنوز وہ حانث نہیں ہوا ہے یہ فتح القدیر میں ہے

چھٹا باب کلام پر قسم کھانے کے بیان میں ۔ اگر کسی نے کہا کہ فلان سے کلام نہ کرونگا تو اسکے اس کلام قسم کے بعد سے کلام کرنے پر ہوگی جو کہ اسکے اس کلام قسم سے جدا ہو چنانچہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ اگر میں نے تجھ سے کلام کیا تو میرا غلام آزاد ہے پس تو میرے پاس سے چلا جا یا کہا پس او فلانے میرے پاس سے چلا جا ولیکن یہ اپنے کلام قسم سے ملا کر کہا تو حانث نہوگا یہ عتابیہ میں ہے اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ اگر میں نے تجھ سے کلام کیا تو تو طالقہ ہے پس تو چلی جا یا تو یہاں سے اُٹھ جا تو تو چلی جا یا تو یہاں سے اُٹھ جا کہنے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ یہ اُسکی قسم سے متصل ہے اسواسطے کہ اُس نے جو قسم کھائی ہے کہ اُس سے کلام نہ کرونگا یا اگر تجھ سے کلام کروں تو یہ اس کلام پر واقع ہوگی جو قسم سے مقصود ہے اور وہ ایسا کلام ہے جو کلام اوّل کے پس سے از سر نو جدید ہو اور اُسکا یہ کہنا کہ پس یہاں سے چلی جا یا یہاں سے اُٹھ جا یہ اگرچہ حقیقۃً کلام ہے ولیکن قسم سے مقصود نہیں ہے پس وہ اس سے حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر اُسنے یہ کہا کہ اور تو یہاں سے چلی جا یا اور تو یہاں سے اُٹھ جا تو بھی حانث نہوگا ۔ اور اگر اُسنے اس کلام سے کلام جدید از سر نو مراد لیا تو اُسکے قول کی تصدیق کی جائیگی اور اگر اُسنے اپنے اس قول سے کہ چلی جا طلاق مراد لی تو چلی جا سے ایک طلاق واقع ہوگی اور ایک طلاق دیگر بسبب کلام کرنے کے قسم کی وجہ سے واقع ہوگی اسواسطے کہ جب اُسنے اس کلام سے طلاق کی نیت کی تو یہ کلام مبتدا ہو گیا یعنے از سر نو پس وہ حانث ہوگا یہ بدائع میں ہے ۔ اور اگر فلان مذکور سے بعد قسم کے کہا کہ تو چلا جا تو حانث ہو گیا یعنے باوجودیکہ قسم سے ملا کر کہا ہے مگر چونکہ بلا حرف اتصال کہا ہے پس کلام منفصل ہو گیا اور اگر بعد قسم کے کہا کہ اور تو طالقہ ہے تو وہ حانث ہو گیا اور اگر لکھدیا یا ایلچی بھیجدیا یا اشارہ کر دیا تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر اُس نے نماز سے سلام پھیرا اور فلان مذکور اُسکے داہنے یا بائیں بیٹھا ہے تو بھی حانث نہ ہوگا یہ عتابیہ میں ہے ۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلان سے کلام نہ کرونگا الا اسکی اجازت سے پھر فلان نے اجازت دیدی مگر اسکو معلوم نہ ہوا یہاں تک کہ اُسنے فلان سے کلام کیا تو حانث ہو گیا یہ کافی میں ہے ۔ اور اگر قسم کھائی کہ کلام نہ کرونگا اور اسکی یعنے عربی زبان میں کچھ نیت نہیں ہے پھر اُسنے نماز پڑھی اور اسمیں قرات کی یا تسبیح یا تہلیل کی یعنے سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ کہا تو استحساناً حانث نہ ہوگا اور اگر اُس نے نماز سے باہر قرات کی ۔

یا تسبیح یا تہلیل کی تو ہمارے علماء کے نزدیک حانث ہو گیا یہ محیط میں ہے۔ فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر فارسی
میں قسم کھائی یعنی کلام نہ کرنے کی تو خارج نماز میں بھی قراءت و تسبیح و تہلیل سے حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ قاری یا
تسبیح کہلائیگا نہ متکلم اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الکافی قال المترجم ہماری زبان میں بھی یہی حکم ہے واللہ اعلم اور
اگر قسم کھائی کہ کلام نہ کرونگا پھر نماز میں تکبیر کہی یا دعا کی تو حانث نہ ہوگا اور اگر نماز سے باہر تکبیر کہی یا دعا کی تو
حانث ہو گیا لیکن واضح ہو کہ قسم عربی زبان میں ہو اور اگر فارسی میں ہو تو اس سے نماز میں یا غیر نماز میں کسی حال میں
حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلاں سے کلام نہ کرونگا پھر حالف نے نماز میں فلاں
مذکور کی اقتدا کی پھر فلاں مذکور نماز میں بھول گیا پس حالف نے اسکے جتانے کے واسطے سبحان اللہ کہا تو حانث
نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر حالف نے چند لوگوں کی امامت کی جنمیں محلوف علیہ یعنی جس سے کلام نہ کرنے کی قسم
کھائی ہے شامل ہے پس اس نے نماز ختم ہونے پر سلام پھیرا تو پہلے سلام سے حانث نہ ہوگا اور نہ دوسرے سلام
سے اور یہی مختار ہے اور یہ اسوقت ہے کہ حالف امام ہو اور اگر حالف مقتدی ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ بنا بر قول
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے حانث نہ ہوگا اور اگر محلوف علیہ امام ہوا اور حالف مقتدی ہو پس اس نے
امام کو لقمہ دیا تو اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا اور اگر نماز سے باہر اسکو قرآن پڑھایا یا تو ایسا ہوا کہ عرف کے موافق حانث
ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلاں سے کلام نہ کرونگا پس اسکو کوئی کتاب پڑھ کر سنائی
پس فلاں نے اسکو لکھا تو فرمایا کہ اگر اسکو لکھوانے کا قصد کیا تو مجھے خوف ہے کہ وہ حانث ہوگا یہ حاوی میں ہے۔
اور اگر قسم کھائی کہ فلاں سے کلام نہ کرونگا پھر حالف نے اسکو دور سے پکارا پس اگر اتنی دور ہو کہ وہ نہیں سنتا
ہو تو حانث نہ ہوگا اور اگر دوری اسقدر ہو کہ وہ اسکی آواز سنتا ہے تو حانث ہوگا اور اسی طرح اگر محلوف علیہ
سوتا ہو پھر حالف نے اسکو پکارا پس اگر اسکو جگا دیا تو حانث ہوا اور اگر نہ جگایا تو شیخ شمس الائمہ سرخسی نے
ذکر کیا کہ صحیح یہ ہے کہ وہ حانث نہ ہوگا یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے۔ اور اسی پر ہمارے مشائخ ہیں اور یہی
مختار ہے یہ نہر الفائق میں ہے۔ اور اگر حالف ایسی جماعت پر گذرا جسمیں محلوف علیہ بھی ہے پس اس نے اس جماعت پر
سلام کہا تو حانث ہو گیا اگرچہ محلوف علیہ نے نہ سنا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر اس نے سوائے
محلوف علیہ کے باقی لوگوں کو مراد لیا ہو تو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ حانث نہ ہوگا مگر قضاءً تصدیق نہ کیجائیگی یہ بدائع میں
ہے۔ اور اگر ایک قوم پر جنمیں محلوف علیہ بھی ہے سلام کیا تو حانث ہوا اگرچہ جانتا نہو کہ فلاں انمیں ہے اور اگر
اس نے استثنا کر لیا یعنی کہا کہ السلام علیکم الا علی فلان تو حانث نہ ہوگا اور اگر کہا کہ الا علی واحد اور اس سے فلان
مذکور کی نیت کی تو اسکی تصدیق کیجائیگی یہ عتابیہ میں ہے۔ قسم کھائی کہ فلاں سے کلام نہ کرونگا پھر فلاں نے دروازہ بجایا
پس حالف نے کہا کہ کون ہے یا کہا کہ یہ کون ہے یا کہا کہ وہ کون ہے تو بعض نے کہا کہ حانث نہ ہوگا الا آنکہ یوں کہے کہ تو
کون ہے اور یہی مختار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں سے کلام نہ کرونگا پھر محلوف علیہ نے
اسکو پکارا پس اس نے جواب دیا کہ لبیک یعنی جی حاضر ہوں یا کہا کہ جی یعنی میں حاضر ہوں تو قسم میں حانث ہوگا یہ
محیط میں ہے۔ تجرید میں لکھا ہے کہ اگر محلوف علیہ کے دروازہ کھٹکھٹانے کے بعد اس نے کہا کہ من ہذا یعنی کون ہے یہ
آدمی تو حانث ہوگا اور اگر اس سے کہا کہ تو تھک گیا ہے یا سست ہو گیا ہے پس اس نے کہا خوب است یعنی

اچھا ہے یا کہا کہ ہان یا کہا کہ اسے تو حانث ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ فتاوے میں لکھا ہے کہ قسم کھائی کہ فلان سے کلام
نہ کرونگا پھر فلان نے کسی دوسرے کو پکارا اور حالف نے کہا کہ مین حاضر ہون تو حانث ہوگا اور اسی طرح
اگر فارسی مین کہا کہ ہی تو بھی یہی حکم ہے یہ تتارخانیہ مین ہے۔ مجموع النوازل مین لکھا ہے کہ اگر قسم کھائی کہ کلام نہ کرونگا
پھر اسکی جورو آئی اور وہ کھانا کھاتا تھا پس جورو سے کہا کہ ہا ہتی تو بھی کہا تو حانث ہوگیا یہ محیط مین ہے۔ قسم
کھائی کہ اپنی جورو سے کلام نہ کرونگا پھر گھر کے اندر گیا اور اسمین سوائے جورو کے کوئی نہ تھا پس کہا کہ یہ چیز
کس نے رکھی یا یہ چیز کہان ہے تو حانث ہوگا اور اگر اس دار مین سوائے اس عورت کے کوئی دوسرا بھی ہو تو
حانث نہ ہوگا اور اگر یون کہا کہ مجھے نہین معلوم ہوتا کہ یہ کس نے کیا ہے تو حانث ہوگا اگرچہ گھر مین سوائے عورت
کے کوئی نہو یہ خلاصہ مین ہے۔ اگر کسی نے قسم کھائی کہ فلان سے کلام نہ کرونگا پھر اس سے ایسی عبارت مین بات
کی کہ فلان اسکو نہ سمجھا تو بھی حانث ہوگا یہ محیط مین ہے۔ قسم کھائی کہ فلان سے کلام نہ کرونگا پھر فلان نے کسی
کسی کو گالی دی اور حالف نے اسکو یعنی گالی دینے والے کو منع کرنا چاہا پھر یک ہی کہنے پایا تھا کہ اسکو قسم یاد آگئی کہ خاموش
ہوگیا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ اسقدر سے کچھ مفہوم نہین ہے پس کلام نہ ہوگا۔ فلان نے کسی حالف کے باپ کو گالی
دی پس حالف نے کہا کہ نہین بلکہ تو ہی ہے تو حانث ہوگیا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ
جس نے قسم کھائی ہے کہ فلان سے کلام نہ کرونگا اُسنے کسی دوسرے سے کلام کیا اور غرض یہ ہے کہ فلان کو سناوے
تو حانث نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ فلان سے کلام نہ کرونگا پھر دیوار سے کلام کیا اور
کہا کہ اے دیوار ایسا ایسا ہے تو حانث نہ ہوگا اگرچہ غرض اسکی یہ ہو کہ فلان سن لے اور اسی پر فتوی ہے
یہ فتاوے صغری مین ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک نے کہا کہ امرأتہ طالق ان تزوجت النساء او اشتریت
العبید او کلمت الرجال او الناس میری جورو طالقہ ہے اگر مین نے عورتون سے نکاح کیا یا غلامون کو خریدا
یا مردون سے کلام کیا یا لوگون سے کلام کیا پھر ایک عورت سے نکاح کیا یا ایک مرد سے کلام کیا یا ایک غلام
خریدا تو حانث ہوگا اور اگر کہا کہ مسکینون یا فقیرون سے کلام نہ کرونگا پھر انمین سے ایک سے کلام کیا تو حانث
ہوگا اور اسنے تمام مردون یا تمام عورتون کی نیت کی ہو تو اسکی تصدیق کیجائیگی اور کبھی حانث نہ ہوگا اور اگر
کہا کہ ان تزوجت نساء او اشتریت عبیدا او کلمت رجالا فکذا اگر مین نے عورتون کو نکاح مین لیا یا غلامون
کو خریدا یا مردون سے کلام کیا تو چنین وچنان ہے پس جب تک تین غلام نہ خریدے یا تین عورتون سے نکاح
نہ کرے یا تین مردون سے کلام نہ کرے تب تک حانث نہوگا اور اگر اسنے جنس مراد لی یعنی جنس عورت سے
نکاح نہ کرونگا تو ایک عورت سے نکاح کرنے اور ایک غلام خریدنے سے حانث ہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری
مین ہے۔ اور تین سے زیادہ کی نیت کی ہو تو ہوسکتا ہے اور اگر دو کی نیت کی تو نہین صحیح ہے یہ شرح تلخیص
جامع کبیر مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ بنی آدم سے کلام نہ کرونگا پھر کسی ایک آدمی سے کلام کیا تو حانث ہوگا
اور اگر اُسنے اس سے کل آدمیون کی نیت کی ہو تو کبھی حانث نہ ہوگا اور دیانۃ وقضاء اسکی تصدیق ہوگی یہ
بدائع مین ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلان کے اس غلام سے کلام نہ کرونگا پھر فلان نے اپنا غلام فروخت کردیا
پھر حالف نے اُس سے کلام کیا تو امام اعظم وامام ابو یوسف کے نزدیک حانث نہ ہوگا یہ شرح جامع صغیر قاضیخان

میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کے غلام سے کلام نہ کرونگا پس اگر کوئی غلام معین مراد لیا ہے تو یہ کلام اور قول
فلاں کے اس غلام سے دونوں یکساں ہیں اور اگر اسکی کچھ نیت نہ ہو پس اگر فلاں کے ایسے غلام سے کلام کیا جو وقت
قسم کے موجود تھا اور وقت حانث ہونے کے بھی موجود ہے تو بالاجماع حانث ہوگا اور اگر ایسے غلام سے کلام
کیا کہ وہ وقت قسم کے موجود تھا اور وقت کلام کرنے کے اُسکا غلام نہ تھا تو بالاتفاق حانث نہوگا اور اگر وقت
قسم کے اُسکا غلام نہ تھا اور وقت کلام کرنے کے اُسکا غلام تھا تو امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح کے نزدیک حانث
ہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے شیخ ابو بکر رح نے فرمایا کہ ایک نے قسم کھائی کہ فلاں کے غلام سے کلام نہ کرونگا پھر اُسکی
مضاربت کے غلام سے جنمیں اُسکا نفع شریک ہے یا اُنمیں کلام کیا تو بالاجماع حانث نہوگا یہ حاوی میں ہے۔ ایک
نے قسم کھائی کہ فلاں کے دوست یا فلاں کی زوجہ یا فلاں کے بیٹے یا نفس انکے سے جنکی اضافت فلاں کی طرف بحکم
ملک نہیں ہے کلام نہ کرونگا پھر فلاں مذکور نے بیوی اس قسم کے نکاح کیا یا بعد قسم کے اسکا بیٹا پیدا ہوا پھر حالف نے
اُس سے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور جامع صغیر میں مذکور ہے کہ ایک نے قسم کھائی کہ
فلاں کی جورو سے کلام نہ کرونگا حالانکہ فلاں کی کوئی جورو نہیں ہے پھر اُسنے ایک نکاح کیا اور اس عورت سے
حالف نے کلام کیا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک حانث ہوگا اور امام محمد رح اسکے خلاف فرماتے
ہیں کہ حانث نہ ہوگا اور منتقی میں لکھا ہے کہ فتوے شیخین کے قول پر ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر حالف نے ایسی
عورت سے کلام کیا جسکو فلاں مذکور نے بعد اُسکی قسم کے بائن کر دیا یا ایسے شخص سے جس سے فلاں مذکور نے بعد
اُسکی قسم کے دشمنی کر لی ہے تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک حانث نہوگا اور اگر حالف نے اپنی
قسم میں یوں کہا ہو کہ فلاں کی زوجہ یہ عورت یا فلاں کا دوست یہ شخص پھر حالف نے زوجیت یا دوستی دور
ہو جانے کے بعد اُس سے کلام کیا تو بالاتفاق حانث ہوگا۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کے غلاموں سے کلام نہ
کرونگا تو موافق ظاہر الروایت کے یہ قسم کم سے کم ادنے مرتبہ جمع پر ہوگی یعنی عربی زبان کی قسم میں تین پر اور
فارسی و اردو میں دو پر ہوگی پس عربی زبان کی قسم میں اگر اسکے تین غلاموں سے بشمار دس غلاموں کے کلام کیا
تو حانث ہوگا اور اگر دو سے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا کہ جمع کا ہونا ضرور ہے جیسے فارسی و اردو میں کم سے کم دو
ہونا ضرور ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے بزیادۃ من المترجم۔ اور اگر اُسنے فلاں کے کل غلام مراد لیے ہوں تو اُسکی
تصدیق کیجائیگی اور یہی صحیح ہے یہ عتابیہ میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کی زوجات سے کلام نہ کرونگا یا فلاں
کے اصدقاء سے کلام نہ کرونگا تو جب تک سب سے کلام نہ کرے حانث نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلاں
کے بھائیوں سے کلام نہ کرونگا حالانکہ اسکا ایک ہی بھائی ہے پس اگر وہ جانتا تھا تو اس ایک سے کلام کرنے
سے حانث ہوگا اور نہیں جانتا تھا تو نہیں حانث ہوگا یہ فتاوے کبرے میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس چادر والے
سے کلام نہ کرونگا پھر اُس سے اسوقت کلام کیا کہ وہ اس چادر کو فروخت کر چکا ہے تو بالاجماع حانث ہوگا اور
اگر چادر مذکور خریدنے والے سے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا یہ شرح جامع صغیر قاضیخان میں ہے قسم کھائی کہ اگر
میں نے فلاں سے کلام کیا تو مجھ پر قسموں سے اسقدر ہیں کہ جسقدر کہ فلاں چاہے پس اُس سے کلام کیا اور فلاں
نے چاہا کہ اسپر تین قسمیں ہوں یا کم یا زیادہ تو اسپر اسطرح نہیں لازم آوینگی یعنی وہی ایک کفارہ شرعی

جو شرع سے واجب ہوا لازم آ دیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ البتہ ضرور فلان یعنی بکر و دسکے نگروم یعنی
اسکے آس پاس کبھی نہ جاؤنگا تو بہتر ہے اس قول سے ہو کہ فلان سے کلام نہ کرونگا یہ خلاصہ میں ہے اور امام محمد رح
سے روایت ہو کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر میں نے فلان سے کلام کیا تو وہ آزاد ہے پھر فلان سے کلام کیا تو امام
محمد رح نے فرمایا ہو کہ مولی کو اختیار ہے دونوں میں سے جسپر چاہے عتاق واقع کرے۔ اور اگر کہا کہ اگر میں نے فلان
سے کلام کیا تو ہر غلام جسکا میں مالک ہوں یا ہر باندی جسکا میں مالک ہوں آزاد ہے پھر فلان سے کلام کیا تو
فرمایا کہ یہ دونوں کے عتق پر واقع ہوگی چنانچہ ہر غلام کہ اسکا مالک ہو وے اور ہر باندی کہ اسکا مالک
ہو وے آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ اگر میں نے فلان سے کلام کیا تو مجھپر حج ہے یا عمرہ تو اسکو دونوں میں سے
اختیار ہے جو چاہے ادا کرے یہ محیط میں ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ اپنی ساس سے کلام نہ کرونگا پھر وہ اپنی جورو
کے پاس اسکے میکے گیا اور اس سے جھگڑے کی باتیں باہم واقع ہوئیں پس اسکی ساس نے اس سے کہا کہ تجھے
کیا ہوا ہے تو ایسا ایسا نہیں کرتا ہے پس اسنے کہا کہ اسکو کھانا دیتا ہوں اسکے واسطے کپڑا لاتا ہوں پھر دعوی
کیا کہ میں نے ساس کو جواب دینے کی نیت نہیں کی تھی بلکہ جورو کو مراد لیا تھا تو فرمایا کہ اس قول کی تصدیق
ہوگی اور صحیح یہ ہو کہ قضاءً اسکی تصدیق نہ کیجائیگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر قسم کھائی کہ اگر میں نے اپنے باپ سے کلام
کیا تو سب جو کچھ میری ملک میں ہے صدقہ ہے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ اپنی سب املاک کسی معتمد کے ہاتھ بعوض کپڑے
میں لپٹی ہوئی چیز کے فروخت کر دے پھر اپنے باپ سے کلام کرے کہ اسپر کچھ لازم نہ آویگا پھر بیع کو بحکم خیار رویت
کے رد کر دے یعنی کپڑے میں لپٹی ہوئی چیز جو ثمن ہے دیکھکر ناپسند کرکے بیع رد کر دے یہ خلاصہ میں ہے بشر رحمہ اللہ
نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو نے فلان سے کلام کیا تو میرا
غلام آزاد ہے پھر دوسرے نے کہا کہ الا تیری اجازت سے تو اسی طور سے حانث ہوگا کہ بدون اسکی اجازت
کے فلان سے کلام کرے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلان سے کلام نہ کرونگا پھر فلان مذکور گوشت
بیچتا ہوا نکلا پس حالف نے اسکو پکارا کہ اے گوشت والے تو حانث ہوگیا اور اگر فلان مذکور نے چھینکا پس حالف
نے کہا کہ یرحمک اللہ یعنی اللہ تعالی تجھپر رحم کرے تو حانث ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر حالف بازار میں
گذرا پس کہا کہ پوشت اور فلان مذکور وہاں ہے تو حانث نہ ہوگا یہ چیز کر دری میں ہے۔ اگر کہا کہ ہر بار کہ کلام
کیا میں نے ان دونوں مردوں میں سے کسی ایک سے تو میری جورو ان میں سے ایک جورو طالقہ ہے پھر دونوں
سے ایک ہی کلام کیا تو دو طلاق واقع ہونگی کہ انکو چاہے دو عورتوں پر ڈالے یا ایک ہی پر ڈالے یہ کافی
میں ہے۔ ایک نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر میں نے تیری طلاق کے ساتھ کلام کیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر جورو
سے کہا کہ اگر تو چاہے تو تو طالقہ ہے پس جورو نے کہا کہ میں نہیں چاہتی ہوں تو بعض نے فرمایا ہے کہ اسکا غلام آزاد
ہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر میں نے تکلم بشرک کیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر
کہا کہ ان الشرک لظلم عظیم تو یہی حکم ہے قال المترجم بنا بر ہمارے عرف میں اس سے یہ ہے کہ بات ایسی کہے
جو شرک ہے یا کلام ایسا کرے جو طلاق ہے وفیما ذکرہ مع بعدہ فالثانی ابعد من الاول اور حسن رح نے فرمایا کہ ان
سب میں نیت اسکی درست ہے پس جو اسکی نیت ہوگی اسکے موافق حکم ہوگا اور اگر اس نے کہا کہ میری کچھ

نیت نہ تھی تو میرے نزدیک وہ حانث نہیں ہوگا اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ قول اوّل احسن ہے اور بعض نے
قول حسن رح کو اختیار کیا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے و قال المترجم قول حسن رح نہایت عرف ہمارے نزدیک ماخوذ ہے
واللہ تعالیٰ اعلم شیخ اسد بن عمرو سے دریافت کیا گیا کہ ایک نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر میں نے تیرے [illegible] کا کلام کیا
تو میرا غلام آزاد ہے پھر اس عورت سے کہا کہ تو زانیہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ تو حانث ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر نکاح
کرکے قبل وطی کے اپنی جورو سے تین مرتبہ کہا کہ اگر میں نے تجھ سے کلام کیا تو تو طالقہ ہے تو دوسری بار یہ کلام قسم کہنے پر
پہلی قسم میں حانث ہوا اور دوسری قسم امام کے نزدیک منعقد ہوگی اور تیسری بار اسطرح قسم کھانے سے دوسری قسم
منعقدہ بلا جزا منحل ہوگی اور تیسری منعقد ہوگی اور اگر اس نے تیسری قسم نہ کھائی یہاں تک کہ اس عورت سے دوبارہ
نکاح کیا پھر اس سے کلام کیا تو دوسری قسم کی وجہ سے ہمارے نزدیک طالقہ ہو جائیگی یہ کافی میں ہے۔ اپنی جورو سے کہا کہ اگر
تو نے فلاں و فلاں سے کلام کیا تو تو طالقہ ہے پس اس نے دونوں میں سے ایک سے کلام کیا نہ دوسرے سے پس اگر اسکی نیت یہ
ہو کہ جب تک دونوں سے کلام نہ کرے حانث نہ ہو تو اسکی نیت یہ ہوگی کہ وہ حانث نہ ہوگا یا کچھ نیت نہ کی ہو تو بھی
حانث نہ ہوگا اور اگر یہ نیت ہو کہ ایک سے بھی کلام کرے تو حانث ہو تو حانث ہوگا اور اگر کسی مقام میں یہ کلام
میں یہ عرف ہو کہ انفراد مقصود ہوتا ہے یعنی ایک کسی سے کلام نہ کرے اجتماع نہیں مقصود ہوتا ہے کہ حانث جب ہو
جب دونوں سے کلام کرے تو اس مقام کے عرف کے موافق حالف کی یہی نیت قرار دیجائیگی قسم کھائی کہ
فلاں و فلاں سے کلام نہ کرونگا پس اگر اسکی کچھ نیت نہ ہو یا یہ نیت ہو کہ حانث نہ ہووے الا دونوں سے کلام
کرنے سے تو انمیں سے ایک سے کلام کرنے سے حانث نہ ہوگا اور اگر یہ نیت ہو کہ ایک سے کلام کرنے سے
حانث ہو تو اسکی نیت پر حکم ہوگا اور شیخ ابو القاسم صفار نے فرمایا کہ اگر کچھ نیت نہ ہو تو بھی ایک سے کلام کرنے
سے حانث ہوگا لیکن مختار یہ ہے کہ نہیں حانث ہوگا یہ فتاوے کبری میں ہے قال المترجم شیخ ابو القاسم رحمہ اللہ کے
دیار میں عرف ہوگا کہ تنہا ایک سے کلام نہ کرنا مقصود ہوتا ہوگا جیسے ہمارے عرف میں ہے لہذا یہ حکم نظر بعرف صحیح اور
وہاں کے عرف کے موافق مختار رہیگا جیسے ہمارے یہاں ہے واللہ اعلم اور اگر کہا کہ ان دونوں آدمیوں سے کلام نکرونگا
یا فارسی میں کہا کہ باین دو تن سخن نگویم تو انمیں سے ایک سے کلام کرنے سے حانث نہوگا اور اگر اسنے ایک سے
کلام نہ کرنے کی بھی نیت کی ہو تو اسکی نیت صحیح نہوگی یہ مشائخ کا قول ہے اور مولف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نیت صحیح ہونی
چاہیے اسواسطے کہ تثنیہ ذکر کرکے ایک مراد لیا جاتا ہے پس جبکہ وہ کہتا ہے کہ میری نیت ایسی تھی اور حال یہ ہے کہ اس سے
اسکے نفس پر سختی ہوتی ہے تو تصدیق کیجائیگی یہ فتاوے قاضی خان و خلاصہ میں ہے قال المترجم یہی صحیح ہے [illegible] اگر
کہا کہ اس قوم کے لوگوں سے یا اہل بغداد سے کلام کرنا مجھپر حرام ہے پھر ان میں سے ایک آدمی سے کلام کیا تو حانث
ہوگا اور یہ برخلاف اسکے ہے کہ جو ہم نے بیان کیا اس صورت میں کہ اسنے کہا کہ واللہ میں ان دو آدمیوں سے
کلام نہ کرونگا یا فارسی میں کہا کہ واللہ باین دو تن سخن نگویم پھر کہ ہم نے اس صورت میں بیان کیا کہ بالاتفاق
ایک سے کلام کرنے سے حانث نہوگا اور فتوے کے واسطے یہی مختار ہے پس ایسا ہی اس مقام پر ہے یہ فتاوے
کبرے میں ہے قال ہمارے نزدیک دونوں صورتوں میں حانث ہوگا کما قدمنا ذکرہ [illegible] فافہم۔ اور اگر کہا کہ
کلام فلاں و فلاں مجھپر حرام ہے پھر دونوں میں سے ایک سے کلام کیا تو حانث ہوگا اور بعض نے کہا حانث نہوگا الا

اُس نے ہر ایک سے کلام نہ کرنے کی نیت کی ہو اور یہی مختار ہے کذا فی الظہیریہ اور اگر قسم کھائی کہ لا اکلم فلانا او فلانا یعنی فلان یا فلان سے کلام نہ کرونگا پھر ایک سے کلام کیا تو حانث ہوگا قال المترجم ہمارے عرف کے موافق یہ مفہوم مردود ہے کہ اسکی مراد یہ ہوگی کہ ان دونوں میں سے ایک سے کلام نہ کرونگا پس جب کسی ایک سے کلام کر لیا تو دوسرا کلام نہ کرنے کے واسطے متعین ہو گیا کہ جب اُس سے کلام کریگا حانث ہوگا واللہ اعلم اور اسی طرح اگر کہا کہ میں کلام نہ کرونگا فلانے سے اور نہ فلان سے تو ایک سے کلام کرنے سے حانث ہوگا یہ خلاصہ میں ہے قال المترجم یہ ہمارے عرف کے بھی موافق ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ واللہ کلام نہ کرونگا فلانے یا فلانے و فلانے سے تو پہلے سے کلام کرنے سے اور باقی دونوں سے کلام کرنے سے حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ واللہ کلام نہ کرونگا فلانے و فلانے یا فلانے سے تو پہلے دونوں سے یا پچھلے ایک سے کلام کرنے سے حانث ہوگا اور اگر پچھلے اول سے یا دوسرے سے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا یہ کافی میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ ان خرجت من ہذہ الدار حتے اکلم الذی ہو فیہا فامراتہ طالق یعنی اگر میں نے اس شخص سے جو دار میں ہے کلام نہ کیا یہاں تک کہ میں اس دار سے نکل گیا تو میری جورو طالقہ ہے اور اس دار میں کوئی آدمی نہیں ہے پس وہ باہر نکل گیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک حانث نہ ہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر اپنی باندیوں سے کہا کہ ہر بار کہ میں نے کلام کیا تم میں سے کسی ایک سے تو تم میں سے ایک سوا اسکے آزاد ہے پھر اُسنے اپنی صحت میں چاروں سے کلام کیا اور قبل بیان کے مرگیا تو سب آزاد ہونگی یہ کافی میں ہے قال المترجم میرے نزدیک یہ مراد نہیں ہے کہ اگر سب دس ہوں مثلاً تو سب کی سب مفت آزاد ہو جاوینگی بلکہ مراد یہ ہے کہ آزاد تو سب ہونگی مگر سعایت لازم آویگی یعنے جسقدر مال سعایت کرکے ادا کرنا واجب ہو بعد منہا ئی اسقدر حصہ کے جو آزاد ہوا ہے ادا کریگی فافہم۔ اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو نے یہ بات فلان سے کہی تو تو طالقہ ہے پھر عورت نے وہ بات فلان مذکور سے کہی ولیکن ایسی عبارت میں کہی کہ فلان مذکور نہ سمجھا تو عورت مذکورہ طالقہ ہوگی جیسے کسی نے قسم کھائی کہ فلان سے کلام نہ کرونگا پھر ایسی عبارت میں کلام کیا کہ فلان اسکو نہ سمجھا تو حانث ہوتا ہے پس ایسا ہی یہاں ہے یہ محیط میں ہے۔ حجہ میں لکھا ہے کہ قسم کھائی کہ کسی چیز سے کلام نہ کرونگا پھر کسی جماد سے یا ایسے حیوان سے جو ناطق نہیں ہے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر گونگے یا بہرے سے کلام کیا تو حانث ہوگا اور اگر اطفال سے کلام کیا پس اگر سمجھتے ہوں تو حانث ہوا اور اگر نہ سمجھتے ہوں تو حانث نہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے شمس الاسلام اوزجندی سے دریافت کیا گیا کہ ایک نے قسم کھائی کہ کسی سے کلام نہ کرونگا پھر ایک کافر اسکے پاس اسلام لانے کے واسطے آیا تو شیخ رحمہ نے فرمایا کہ صفت اسلام بیان کردے اور وہ سب بیان کردے جس سے کافر مسلمان ہو جاتا ہے اور اُس سے بات نہ کرے پس حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے مترجم کہتا ہے کہ اگر ایسی صورت میں یہ دیکھے کہ میرے کلام نکرنے سے اسکے اسلام میں تاخیر ہوگی بدینوجہ کہ اسکی خاطر کو انقباض ہوتا ہے تو لازم ہے کہ قسم توڑ دے اور کفارہ ادا کرے اور اسکو خوشی خاطر سے مسلمان کرے واللہ تعالیٰ اعلم ایک نے اپنی جورو کو دیکھا کہ کسی اجنبی مرد سے باتیں کرتی ہے پس اسکو غصہ آیا اور عورت سے کہا کہ اگر تو نے اسکے بعد کسی مرد اجنبی سے بات کی تو تو طالقہ ہے پھر اسکے بعد اسکی عورت نے شوہر کے شاگرد پیشہ سے بات کی جو اس عورت کا ایسا ناتے دار نہیں ہے جس سے

نکاح حرام ہو یا کسی ایسے مرد سے جو اسی دار میں رہتا ہو جس سے شناسائی ہو مگر وہ اس عورت کا ذی محرم محرم نہیں
ہو یا عورت نے اپنی کسی ذوی الارحام یعنی ناتے والے سے بات کی حالانکہ وہ بھی ایسا نہیں ہو کہ اس سے نکاح
حرام ہو تو وہ عورت طالقہ ہو جائیگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر قسم کھائی کہ لا یکلم رجلا ایک مرد سے بات نکرونگا پھر
اپنے ایک مرد سے بات کی اور کہا کہ میں نے اسکے سوا دوسرے کو مراد لیا ہو تو حانث نہ ہوگا بخلاف اسکے
اگر کہا کہ لا یکلم الرجال یعنی مردوں سے بات نہ کرونگا تو جنس مرد پر قسم ہوگی یا تعیین درست ہوگا کہ کسی مرد سے بات
کرنے سے حانث ہوگا یہ محیط میں ہے اگر قسم کھائی کہ اس جوان سے بات نکرونگا پھر اسکے بوڑھے ہوجانے کے
بعد اس سے بات کی تو حانث ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ اگر قسم کھائی کہ طفل سے بات نکرونگا پھر کسی بوڑھے سے
بات کی تو حانث نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ مرد سے بات نکرونگا پھر طفل سے بات کی تو حانث ہوگا یہ
ظہیریہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اگر میں نے عورت سے بات کی تو میرا غلام آزاد ہے پھر لڑکی چھوٹی سے بات کی تو حانث نہوگا
اور اگر کہا کہ اگر میں نے عورت سے نکاح کیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر لڑکی سے نکاح کیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ
بچپن کلام کرنے سے مانع ہے پس عورت کے حق میں جو قسم منعقد ہوئی اس میں لڑکی کا مراد لینا عادت کی راہ سے نہوگا اور
نکاح کرنا ایسا نہیں ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ کلام نہ کرونگا مرد سے یا طفل سے یا غلام سے یا
شاب سے یا کہل سے یعنی ان میں سے کسی سے کلام نہ کرنے کی قسم کھائی تو ہم کہتے ہیں کہ شرع میں غلام نام ایسی عمر کے
مرد کا ہے جو بالغ نہوا ہو پھر جب بالغ ہوا تو شاب ہو گیا اور اسکو فتی بھی کہتے ہیں اور امام ابو یوسف رح سے
روایت ہے کہ شاب پندرہ برس سے تینتیس برس تک ہے جب تک اسپر شمط (بالوں کی کھچڑی ۱۲) غالب نہ ہوا اور کہل تینتیس برس سے
پچاس برس تک ہے اور پچاس برس سے زیادہ کا شیخ کہلاتا ہے اور پندرہ برس سے کم شاب نہیں ہے اور تینتیس برس
سے کم کا کہل نہیں کہلاتا ہے اور پچاس برس سے کم کا شیخ نہیں کہلاتا ہے اور اسکے درمیان میں جو عمر ہے اسمیں شمط
معتبر ہے اور قدوری میں امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ شاب پندرہ برس سے پچاس برس تک ہے الا آنکہ
شمط اسپر اس سے پہلے غالب ہو جاوے اور کہل تیس برس سے آخر عمر تک ہے اور شیخ پچاس برس سے زیادہ عمر
کا ہوتا ہے پس بنا بر اس روایت کے پچاس برس سے زیادہ عمر والے کو امام ابو یوسف رح نے شیخ بھی قرار دیا
اور کہل بھی۔ اور روضہ یا النوازل میں امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ تیس برس کا کہل ہے اور نیز امام ابو یوسف رح
سے مروی ہے کہ جو چونتیس برس کا یا اس سے زیادہ کا ہووے وہ کہل ہے پھر جب پچاس برس کا ہو گیا تو وہ
شیخ ہے اور نوادر بن سماعہ میں لکھا ہے کہ کہل تیس برس سے چالیس برس تک ہے اور شیخ وہ ہے کہ پچاس سے اسکی عمر
زیادہ ہو اگرچہ اسکے بال سفید نہ ہوئے ہوں اور اگر چالیس برس سے عمر زیادہ ہوئی اور اسکے سفید بال بہت
ہو گئے تو وہ شیخ ہے اور اگر سیاہ زیادہ ہوں تو شیخ نہیں ہے اور امام محمد رح سے مروی ہے کہ غلام وہ ہے کہ پندرہ
برس سے عمر میں کم ہو اور شاب و فتی وہ ہے کہ پندرہ برس یا زیادہ کا ہو اور جب چالیس برس کا ہوا تو اسوقت
سے ساٹھ برس تک کہل ہے الا آنکہ بالوں کی سفیدی اسپر غالب ہو جاوے تو وقت غلبہ سے شیخ ہوگا۔
اگرچہ پچاس برس تک کی عمر نہ ہوئی ہو مگر کہل جب تک چالیس برس کا نہو نہوگا اور جب تک چالیس سے تجاوز
نکرے تب تک شیخ نہوگا۔ قال المترجم یہی ہمارے عرف کے موافق ہے و لکن لا دخل للرائی فی الشرع فی مثل ذلک فاتبعنا

[illegible] یعنی ۸ کسی مجلس سے بات نکرونگا تو ایک سے حانث ہوگا ۱۲ منہ

یا افقوا رحمہم اللہ تعالی - اور اگر قسم کھائی کہ یتامی بنی فلان یا قسم کھائی کہ ارامل بنی فلان سے یا قسم کھائی کہ شیب بنی فلان یا قسم کھائی کہ ایامی بنی فلان سے کلام نہ کرونگا تو ہم کہتے ہیں کہ یتیم وہ کہلاتا ہے کہ اُسکا باپ مرگیا اور ہنوز وہ صغیر ہے کہ بالغ نہیں ہوا ہے تو جب بالغ ہوگیا تو ہم اسکو یتیم نہیں کہتے ہیں ایسا ہی امام محمد رح نے کتاب میں ذکر فرمایا ہے اور امام محمد رح کا قول لغات میں حجت ہے اور ارامل جمع ارملہ ہے وہ ہر ایسی عورت بالغہ فقیرہ محتاجہ ہے کہ اسکو اُسکے شوہر نے جدا کردیا ہو خواہ اسکے ساتھ دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو اور یہ نام مخصوص عورت کے ساتھ ہے اور اسی بالغہ پر بولا جاتا ہے جبکو اُسکے شوہر نے جدا کردیا ہو خواہ طلاق یا موت سے اور اسی پر بولا جاتا ہے جو فقیرہ محتاجہ ہو ایسا ہی امام محمد رح نے کتاب میں ذکر فرمایا ہے اور انکا قول لغات میں حجت ہے اور ایامی ہر ایسی عورت کو کہتے ہیں جس سے جماع کیا گیا ہو خواہ بنکاح جائز یا فاسد یا بطور زنا اور حال یہ ہو کہ اسکو اُسکے شوہر نے جدا کردیا ہو خواہ وہ فقیرہ ہو یا غنیہ ہو یا صغیرہ ہو یا کبیرہ ہو ایسا ہی امام محمد رح نے کتاب میں ذکر کیا ہے اور ثیب ہر ایسی عورت ہے کہ اس سے حلال یا حرام طور پر جماع کرلیا گیا ہو خواہ اُسکا شوہر ہو یا نہ ہو صغیرہ ہو یا کبیرہ ہو یا غنیہ ہو یا فقیرہ ہو ایسا ہی امام محمد رح نے ذکر فرمایا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے - اور اگر کہا کہ ان کلمتک الا ان تکلمنی او الا ان تکلمنی او حتی تکلمنی فلانا یعنے اگر میں نے تجھ سے کلام کیا الا آنکہ تو مجھ سے کلام کرے یا تا آنکہ تو مجھ سے کلام کرے یا یہانتک کہ تو مجھ سے کلام کرے تو چنین و چنان پھر دونوں نے ایک دوسرے کو ساتھ ہی سلام کیا تو امام محمد رح کے قول میں حالف حانث ہوگا اور امام ابو یوسف رح کے قول میں حانث نہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور اگر دونوں مکہ کو جانے کو نکلے پھر ایک نے قسم کھائی کہ میں اس سے کلام نہ کرونگا یہانتک کہ مکہ سے لوٹوں پھر دونوں راستہ سے لوٹ آئے پھر حالف نے اُس سے کلام کیا تو حانث ہوگا اور یہ قسم کہ میں جاکر لوٹ آنے پر ہوگی الا آنکہ دونوں میں مرافعت یا کوئی اور بات ہو یہ عتابیہ میں ہے - اور اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ میرا غلام آزاد ہے اگر میں نے تجھ سے ابتدا کی کلام میں یا تنوع میں پھر دونوں میں ملاقات ہوئی پھر دونوں نے ایک دوسرے پر ساتھ ہی سلام کیا یا دونوں نے ساتھ ہی نکاح کیا تو حانث نہ ہوگا یہ کافی میں ہے اور حالف سے بعد اس واقعہ کے قسم ساقط ہوجائیگی حتی کہ اس قسم سے اب کبھی حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ ابتداے کلام اسکی طرف سے واقع ہونے سے یاس ہوگئی اسواسطے کہ جو کلام اسکے بعد حالف سے پایا جائیگا وہ ایسا ہی ہوگا کہ بعد کلام محاورین علیہ کے ہے اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ اگر میں نے تجھ سے کلام کرنے میں پہل کی تو تو طالقہ ہے اور عورت نے کہا کہ اگر میں تجھ سے کلام کرنے میں پہل کی تو میری باندی آزاد ہے پھر شوہر نے اس عورت سے کلام کیا تو مرد اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا اور جورو بھی اپنی قسم میں حانث نہ ہوگی کیونکہ اُسنے پہل نہیں کی ہے اور اگر دونوں نے ساتھ ہی ایسے ہی قسم کھائی ہو تو چاہیے کہ دونوں میں سے ہر ایک دوسرے سے ساتھ ہی کلام کرے کہ دونوں میں سے کوئی حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر کسی دوسرے سے کہا کہ اگر میں تجھ سے کلام کروں قبل اسکے تو مجھ سے کلام کرے تو میرا غلام آزاد ہے پھر دونوں سے ملاقات ہوئی پس ہر ایک نے دوسرے کو ایک ساتھ ہی سلام کیا حالف اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے چند لوگ ایک مجلس میں بیٹھے باتیں کرتے تھے پھر انمیں سے ایک نے کہا کہ جس نے اسکے بعد کلام کیا اُسکی جورو طالقہ ہے پھر اسی کہنے والے نے کلام کیا تو اُسکی جورو طالقہ ہوگی

۵ یتیمان فرزندان فلان یعنے فلان کی اولاد میں جو یتیم ہیں ۱۲ منہ
۲ اس سے کہ جو دوقسم کھانے کی میں اس سے پہلے کلام کریگا ۱۲ منہ

یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ خزانہ میں لکھا ہے کہ ایک نے کہا کہ جسنے غلام عبداللہ سے کلام کیا اسکی جورو طالقہ ہے اور
عبداللہ ہی قسم کھانے والا ہے اور اسی کا غلام یہ غلام ہے پس اُسنے خود اپنے غلام سے کلام کیا تو حانث ہوگیا یہ
خلاصہ میں ہے۔ ایک نے کہا کہ واللہ میں فلاں سے کلام نہ کرونگا استغفر اللہ انشاء اللہ تعالیٰ تو امام ابو یوسف نے
فرمایا کہ استثناء صحیح ہے اور حانث نہ ہوگا اور یہ حکم از راہ دیانت ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ امام محمدؒ نے
فرمایا کہ ایک نے کہا کہ واللہ کلام نہ کرونگا کسی سے الا فلاں یا فلاں سے تو اُسکو اختیار ہے چاہے دونوں سے کلام
کرے یا ایک سے یعنی ان دونوں سے کلام کرنے میں منفرداً یا مجموعاً حانث نہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے
اور اگر کہا کہ کسی سے کلام نہ کرونگا الا شخص بصری یا کوفی سے پھر اُس نے بصرہ کے رہنے والے سے یا کوفہ کے
رہنے والے سے کلام کیا یا دونوں سے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر کوفہ کے تمام آدمیوں سے
یا بصرہ کے تمام آدمیوں سے یا کوفہ و بصرہ کے تمام آدمیوں سے کلام کیا تو بھی حانث نہوگا اور اگر کہا کہ واللہ
کسی آدمی سے کلام نہ کرونگا الا ان دو آدمیوں میں سے ایک آدمی سے تو اس صورت میں یعنی ان دونوں
میں سے ایک آدمی ہے پس اگر ان میں سے ایک سے کلام کیا تو حانث نہوگا اور اگر دونوں سے کلام کیا تو حانث
ہوگا۔ اور اگر کہا کہ کلام نہ کرونگا کسی سے بجز الا دو مردوں میں کے ایک سے کوفی ہو یا بصری ہو یا کہا کسی
سے کلام نہ کرونگا الا ان دو میں سے ایک سے کوفی ہو یا بصری ہو پھر اُسنے ایک کوفی یا بصری سے کلام کیا
یا دونوں سے کلام کیا تو اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے قال المترجم ہماری زبان کے موافق آمین
تامل ہے واللہ اعلم۔ اور اگر قسم کھائی کہ واللہ کسی سے کلام نہ کرونگا الا مرد واحد از اہل کوفہ سے پھر اُس نے
کوفہ کے دو مردوں سے کلام کیا تو حانث ہوگیا اور اگر کہا کہ الا مرد کوفی سے تو کوفہ کے تمام مردوں سے کلام
کرنے سے حانث نہ ہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔ زید و عمرو نے اپنے درمیان مشترک باندی کے
بچہ کے نسب کا دعویٰ کیا اور قاضی نے دونوں سے اُسکے نسب کا حکم دیا پھر خالد نے کہا کہ اگر میں نے زید
کے بچہ سے کلام کیا تو میرا غلام آزاد ہے اور بکر نے کہا کہ اگر میں نے عمرو کے بچہ سے کلام کیا تو میرا غلام آزاد ہے
پھر دونوں نے اُسی بچہ مذکور سے کلام کیا تو دونوں حانث ہوگئے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے شیخ نجم الدین
سے دریافت کیا گیا کہ زید نے کہا کہ اگر میں نے عمرو سے کلام کیا تو میں کفار کا شریک ہوں ان باتوں میں جو وے
اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتے ہوں جو اسکے لائق نہیں ہیں پھر اُسنے عمرو سے کلام کیا تو کیا واجب ہوگا فرمایا کہ اسپر
کفارۂ قسم واجب ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے قال المترجم مشائخ کے نزدیک ایسی قسم عربی زبان میں قسم ہوتی ہے
اور اردو و فارسی میں واللہ اعلم کیا حکم ہے اسکا بیان کذلک فافہم۔ زید نے قسم کھائی کہ عمرو سے کلام نہ کرونگا
پھر عمرو نے اسکو خوشخبری دی تو اُسنے کہا کہ الحمد للہ یا بری خبر سنائی تو اُسنے کہا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون
تو اس سے حانث نہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر یہ خبر کی صورت میں زید نے عمرو سے کہا کہ اللہ تعالیٰ
مجھے و تجھے دونوں کو محفوظ رکھے تو حانث ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر زید نے عمرو سے کہا کہ اگر میں نے
تجھسے کلام کیا تو گھر جانا مجھپر حرام ہے اور کلام کیا پھر وہ دار میں داخل ہوا اور بکر سے کلام کیا تو اسپر ایک کفارہ قسم
واجب ہوگا اور اگر یوں کہا ہو کہ اور کلام بکر حرام ہے تو ایسی صورت میں اسپر دو قسموں کے دو کفارے واجب ہونگے یہ

تاتارخانیہ میں ہو قال المترجم ان مسائل سے ثابت ہوا کہ ہمارے زمانہ میں جو قسمین مثل اردو کی زبان میں ہیں جیسے کہ زید نے کہا کہ واللہ لا اکلمک اور لا اکلمک و اٹھنیت وغیرہ میں اور انہیں لوغنت لا یلزمک الکفارة الا بیمین فاحسب بالذکر ناسن قولہ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ اگر میں نے تجھسے کلام کیا اسلیے آخر قسم ہے اگر اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو نے فلانہ عورت سے کلام کیا تو تو طالقہ ہے پھر اسکی جورو نے ایک روز کپڑے وغیرہ پہنے پھر اسنے ہیں فلانہ مذکورہ آئی اور اس سے کہا کہ تو تھک گئی ہے اسنے یہ جانکر کہ یہ فلانہ ہے یا نہیں جانتے جواب دیا کہ نہیں اچھی ہوں یا کہا کہ ہاں تو یہ سب کلام ہے پس وہ طالقہ ہو جائیگی یہ ظہیریہ میں ہے اصل یہ ہے کہ کلام و حدیث یعنی بات وخطاب یہ سب باہم مساوی ہوتے ہیں جیسا یا مشافہہ ہوں یہ عتابیہ میں ہے۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ اگر تو نے مجھے خبر دی کہ فلان آگیا ہے تو میری جورو طالقہ ہے یا میرا غلام آزاد ہے پس عمرو نے اسکو فلان کے آجانے کی جھوٹ خبر دی تو زید حانث ہو گیا یعنی اسکی جورو طالقہ ہو گئی اور غلام آزاد ہو گیا بخلاف اسکے اگر کہا کہ اگر تو نے مجھے فلان کی آمد کی خبر دی تو میرا غلام آزاد ہے پس عمرو نے اسکی جھوٹ خبر دی تو اسکا غلام آزاد نہوگا اور اگر کہا کہ اگر تو نے مجھے خبر دی کہ میری جورو گھر میں ہے تو میرا غلام آزاد ہے پس عمرو نے اسکو جھوٹ خبر دی کہ تیری جورو گھر میں ہے تو حانث ہوا اور اسکا غلام آزاد ہو گیا اور اگر کہا کہ اگر تو نے میری جورو کے گھر مین ہونے کی خبر دی تو میرا غلام آزاد ہے پس عمرو نے اسکو جھوٹ خبر دی تو آزاد نہوگا۔ اور اگر کہا کہ اگر تو نے مجھے بشارت دی کہ فلان آیا ہے یا کہا کہ اگر تو نے مجھے فلان کے آنے کی بشارت دی پس مخاطب نے اسکو جھوٹ آنے کی خوشخبری دی تو حالف اپنی قسم مین حانث نہوگا اور اگر کہا کہ اگر تو نے مجھے آگاہ کیا کہ فلان آیا ہے یا تو نے مجھے فلان کے آنے کی آگاہی دی پس مخاطب نے اسکو جھوٹ اسکی آگاہی دی تو حانث نہوگا اور اگر حالف کے آگاہ ہو جانے کے بعد فلان نے اسکو اس امر کی سچی خبر دی یا آگاہ کیا تو بھی حانث نہوگا بخلاف اسکے اگر اس نے یوں قسم کھائی ہو کہ اگر تو نے مجھے خبر دی پھر اس نے حالف کے آگاہ ہونے کے بعد اسکو خبر دی تو اپنی قسم مین حانث ہو جائیگا اور اگر حالف نے اس صورت مین اپنے اس قول سے کہ تو نے مجھے آگاہی دی یہ نیت کی ہو کہ خبر دیدی تو بعد آگاہ ہونے کے مخاطب کے آگاہ کرنے سے بھی حانث ہو جائیگا اور چاہیے کہ حالف کی نیت دیانةً وقضاءً دونوں طرح صحیح ہووے۔ اور اگر قسم کھائی کہ اگر تو نے مجھے لکھا کہ فلان آیا ہے تو میرا غلام آزاد ہے پس مخاطب نے اسکو دروغ ایسا لکھا تو وہ حانث ہو گیا خواہ اسکا خط پہونچا ہو یا نہ پہونچا ہو اور اگر کہا کہ اگر تو نے مجھے فلان کے آنے کو لکھا تو میرا غلام آزاد ہے پس اسنے جھوٹ لکھا تو حانث نہوگا اور اگر اس صورت مین مخاطب نے اسکو لکھا کہ فلان آیا ہے اور حال یہ ہے کہ واقعی فلان نامکورا اسکے لکھنے سے پہلے آگیا تھا مگر مخاطب کو معلوم نہ تھا تو حالف حانث ہو جائیگا۔ زیادات مین امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر زید نے قسم کھائی کہ عمرو کا سر کبھی اظہار نہ کرونگا پس زید نے عمرو کے ایک خط کی جو اسنے زید کو لکھا تھا خبر دی یا اسکے کسی کلام کی خبر دی یا کسی نے پوچھا کہ آیا عمرو کا بھید یہ ہے پس زید نے سر ہلایا یعنی ہان تو اپنی قسم مین حانث ہو گیا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ فلان کے بھید کا افشا نہ کرونگا یا فلان سے افشا نہ کرونگا یا قسم کھائی کہ فلان کے بھید سے فلان کو آگاہ نہ کرونگا یا فلان کے ہونے کی جگہ سے فلان کو آگاہ نہ کرونگا یا قسم کھائی کہ فلان کا بھید ضرور پوشیدہ کرونگا یا خفیہ رکھونگا یا چھپا رکھونگا یا فلان کو اسپر راہ نہ بتلاؤنگا پھر اسمین سے کوئی بات کی

تو اپنی قسم مین حانث ہوگا اور اگر اُسنے ان سب صورتون مین یہ نیت کی ہو کہ کلام یا تحریر یا ایلچی سے آگاہ نکرونگا
اور اشارہ کی نیت نہ ہو تو کتاب الاصل مین مذکور ہے کہ اسکی تصدیق یعنی معتبر رکھا جائیگا اور اس سے زیادہ کچھ نہین مذکور
ہے اور اسمین شک نہین ہے کہ فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ اُسکے قول کی تصدیق ہوگی اور رہا یہ کہ اُسکے قول کی قضاءً
تصدیق ہوگی یا نہین سو عامہ مشائخ کے نزدیک قضاءً تصدیق نہوگی - پھر واضح ہو کہ اگر اُسنے ایسی چیزون
کی قسم کھائی پھر اُس نے اسکا حیلہ اور اس سے نکلنے کی راہ تلاش کی تو اُسکا حیلہ یہ ہے کہ اُس سے یون کہا جاوے
کہ ہم ایسی باتون کے نام لیتے ہین یا بھیدون کو بیان کرتے ہین پس جو جگہ یا بھید فلان کا نہو اسپر تو انکار کرتا جا
اور جب ہم فلان کی جگہ یا بھیدون کو بیان کرین تو خاموش ہو جانا پس جب اُس نے ایسا کیا اور وہ لوگ
فلان کی جگہ یا بھیدون سے واقف ہوگئے تو یہ اپنی قسم مین حانث نہوگا - اور اگر قسم کھائی کہ فلانہ عورت سے اپنی
خدمت نہ چاہونگا پھر اسکو اپنی خدمت کے واسطے اشارہ کیا تو اُس سے خدمت چاہی یعنی حانث ہوا
اسواسطے کہ اشارہ سے خدمت چاہنا متعارف ہے خصوصاً بادشاہون مین اور بڑے لوگون مین پس وہ حانث
ہوگیا خواہ فلانہ مذکورہ نے اسکی خدمت کردی ہو یا نہ کی ہو - اور اگر قسم کھائی کہ فلان کو فلان کے بھید سے خبر
نہ کرونگا یا فلان کو فلان کے موجود ہونے کی جگہ سے خبر نہ کرونگا پھر خط یا ایلچی کے ذریعہ سے ایسا کیا تو
حانث ہوگیا اگر قسم کھائی کہ فلان کو ایسی بشارت نہ دونگا پھر خط یا ایلچی کے ذریعہ سے ایسا کیا تو اپنی قسم مین
حانث ہوگیا اور اگر اس سے کہا گیا کہ آیا یہ بات ایسی ہے یا فلان شخص فلان جگہ ہے پس اُسنے اپنے سر سے
اشارہ کیا یعنی ہان تو یہ فعل خبر دینا یا بشارت دینا نہین ہے پس اپنی قسم مین حانث نہوگا ولیکن اگر اُس نے خبر
دینے یا بشارت دینے سے اعلام مراد لی ہو کہ خواہ سر کے اشارہ سے ہو یا اور طور پر تو دیانۃً وقضاءً اُسکی
تصدیق کیجائیگی - اور اگر زید نے قسم کھائی کہ عمرو کے واسطے مال کا اقرار نکرونگا پس زید سے کہا گیا کہ آیا
تجھپر عمرو کا اسقدر ہے پس اُس نے سر کے اشارہ سے کہا کہ ہان تو اپنی قسم مین حانث نہوگا اور اگر قسم کھائی کہ
فلان کے بھید کی بات نہ کرونگا تو خط لکھنے و ایلچی بھیجنے اور سر سے اشارہ کرنے سے حانث نہ ہوگا اور اگر
اس سے پوچھا گیا کہ آیا فلان کا بھید چنین وچنان ہے یا فلان شخص فلان جگہ ہے پس اُس نے کہا کہ ہان تو قسم
مین حانث ہوگیا اور مثل بات نہ کرنا کہنے کے تحدیث نہ کرنا یا گفتگو نہ کرنا بھی ہے اور اگر کسی نے ایسی سب
قسمین کھائین یعنی مع سب مذکورہ بالا قسمون کے کلام کرنے اور زبان سے نہ نکالنے کی پھر حالت گونگا ہوگیا کہ
وہ زبان سے کلام کرنے پر قادر نہین ہے تو اسکی قسم اشارہ و تحریر پر ہو جائیگی الا ایک بات مین اور وہ یہ ہے کہ اگر
قسم کھائی ہے کہ فلان کے بھید کی بات نہ کرونگا یا فلان کے بھید کی تحدیث نہ کرونگا تو اس قسم کی صورت مین وہ
اشارہ کرنے و تحریر کرنے سے حانث نہ ہوگا اگرچہ اُس نے بعد گونگے ہو جانے کے اشارہ یا تحریر کی ہو اور
باقی سب صورتون مین حانث ہوگا - اور ہر جس صورت مین کہ ہم نے اشارہ سے حانث ہو جانے کو
بیان کیا ہے اگر اُسنے دعوے کیا کہ مین نے اشارہ کیا ولیکن اس حال مین میرے اس امر کی نیت نہ تھی جسپر مین نے
قسم کھائی ہے تو دیکھا جاوے اگر یہ جواب ایسی بات کا ہو جو اُس سے دریافت کی گئی ہے تو قضاءً اسکی تصدیق
نہوگی اور دیانۃً تصدیق کیجائیگی - اور اگر کسی نے کہا کہ لا اقول لفلان کذا یعنی فلان سے ایسا نہین

لکھونگا اور نیز یہ صیغہ مشترک ہو واسطے حال کے یعنی فلان سے ایسا نہیں کہتا ہون اور میرا اول ہو سو یہ مسئلہ امام محمد رح نے جامع و زیادات مین ذکر نہین فرمایا اور نوادر مین امام محمد رح سے مروی ہو کہ یہی مثل خبر دونگا و بشارت دونگا کے ہو حتیٰ کہ تحریر کرنے اور ایلچی بھیجنے سے حانث ہوگا اور اشارہ کرنے سے حانث نہوگا۔ اور اگر قسم کھائی کہ لا ادعو فلانا یعنی فلان کو نہ بلاؤنگا پھر اسکو خط یا ایلچی کے ذریعہ سے بلایا تو ظاہر الروایہ مین حانث ہوگا اور امام محمد رح سے نوادر مین مذکور ہو کہ اگر لفظ تبلیغ کہا کہ فلان کو تبلیغ نہ کرونگا تو یہ بمنزلہ اخبار کے ہو کہ بذریعہ خط و ایلچی کے حاصل ہوسکتی ہو پس خط و ایلچی سے تبلیغ کرنے سے حانث ہوگا اور اصطلاح لفظ ذکر ہو بعبارت عربی کہ وہ بھی بذریعہ ایلچی و خط حاصل ہو جاتا ہو اور اگر کہا کہ ای عبیدی بشرنی بکذا فھو حر یعنی میرے غلامون مین سے جس کسی نے مجھے اسکی بشارت دی وہ آزاد ہو پس سب نے ایک ساتھ اسکو بشارت دی تو سب آزاد ہو جاوینگے اور اگر ایک بعد دوسرے کے بشارت دے تو فقط پہلا ہی آزاد ہوگا اور اگر غلامون مین سے ایک نے اسکے پاس ایلچی بھیجا پس اگر ایلچی نے جو بات بشارت مذکورہ کی بیان کی ہو وہ اپنے بھیجنے والے کی طرف سے پیغام دیا تو بھیجنے والا غلام آزاد ہوگیا اور اگر ایلچی نے اسکو خود خبر دی اور بھیجنے والے کی طرف اضافت نہ کی تو وہ آزاد نہ ہوگا یہ محیط مین ہو۔ اور اگر کسی نے کہا کہ اگر تو نے مجھے خبر دی کہ یہ پتھر سونا ہو یا یہ مرد عورت ہو تو ایسا پس مخاطب نے اسکو ایسی خبر دی تو وہ حانث ہوگیا کیونکہ شرط پائی گئی اور اگر کہا ہو کہ اگر تو نے آگاہ کیا یا بشارت دی تو حانث نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلان کو نہ لکھونگا پس دوسرے کو حکم کیا کہ اسنے لکھا تو ہشام نے امام محمد رح سے روایت کی ہو کہ امام محمد رح کہتے تھے کہ ہارون الرشید نے مجھسے یہ مسئلہ پوچھا پس مین نے جواب دیا کہ اگر قسم کھانے والا سلطان ہو یعنی ایسا ہو کہ وہ خود مع اپنے رواج نہیں لکھا کرتا ہو تو وہ حانث ہوگا یہ بدائع مین ہو۔ اور اگر قسم کھائی کہ قرآن سے سورہ نہ پڑھونگا پھر اسنے نگاہ سے اسکو اول سے آخر تک دیکھا تو بالاتفاق حانث نہوگا یہ فتاوی کبریٰ مین ہو اور اگر قسم کھائی کہ فلان کا خط نہ پڑھونگا یا فلان کی کتاب نہ پڑھونگا پھر اسکی کتاب کو اول سے آخر تک دیکھا اور جو اسمین ہو سمجھ لیا تو امام ابو یوسف رح کے قول مین حانث نہوگا کیونکہ پڑھنا نہیں پایا گیا اور اسی پر فتوی ہو قال المترجم یہ بزبان عربی ٹھیک ہو اور ہماری زبان مین تامل ہو بسبب عرف عام کے الا آنکہ بنا بر اصل امام اعظم کلام کیا جاوے واللہ تعالی اعلم۔ اور اگر قسم کھائی کہ کتاب فلان کو نہ پڑھونگا پھر کتاب فلان سے ایک سطر پڑھی تو حانث ہوا اور آدھی سطر مین حانث نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اور اگر قسم کھائی کہ سورہ نہ پڑھونگا پھر اس سورہ مین سے ایک حرف چھوڑ دیا تو حانث ہوگیا اور اگر بڑی آیت چھوڑ دی تو حانث نہوگا یہ بدائع مین ہو و فیہ نظر واللہ اعلم اور اگر قسم کھائی کہ یہ شعر نہ پڑھونگا پس اسنے نصف بیت پڑھی تو حانث نہوگا اگرچہ یہ نصف بیت کسی دوسرے شعر کی ایک بیت ہو۔ اور امام محمد رح سے مروی ہو کہ فارسی آدمی نے قسم کھائی کہ سورہ الحمد لله نہ پڑھونگا پھر اسکو لحن سے پڑھی تو حانث نہوگا اور اگر وہ فصیح ہو تو حانث ہوگا۔ اور منتقی مین لکھا ہو کہ اگر قسم کھائی کہ کتاب نہ پڑھونگا تو یہ قسم ہر ایسی تحریر پر ہوگی جو سپیدی مین سیاہی ظاہر ہو یا اور طور پر ہو اور اگر اسنے کاغذ مین تحریر پر مراد لی جیسے لوگون مین ہوتی ہو تو دیانۃً اسکی تصدیق ہوگی اور قضاءً تصدیق نہوگی یہ محیط مین ہو

اور اگر کسی نے قسم کھائی کہ آج کے روز قرآن نہ پڑھونگا پس اُس نے نماز وغیرہ مین پڑھا تو حانث ہوا اور
اسی طرح اگر قسم کھائی کہ رکوع نہ کرونگا یا سجدہ نہ کرونگا پس اُس نے نماز وغیرہ مین ایسا کیا تو حانث
ہوا اور اگر اُسنے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی پس اگر وہ پڑھی جو سورۂ نمل مین ہی تو حانث ہوا اور اگر وہ نیت کی
ہو جو سورۂ نمل مین ہی یا غیر اُسکی نیت کی تو حانث نہوگا اسواسطے کہ لوگ بسم اللہ الرحمن الرحیم تبرک
کیواسطے پڑھا کرتے ہین نہ بطریق قراءت کے اور اُسکا پڑھنا نہ بطریق قراءت کے جائز ہی یہ فتاوی قاضیخان
مین ہی۔ اور اگر اس طور سے کسی نے قسم کھائی تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ فرائض نماز مین جماعت سے پڑھے اور
اپنی قسم مین حانث نہ ہوگا اور اگر کوئی رکعت اُس سے جاتی رہی کہ جسکو اُسنے تنہا پڑھا تو حانث ہوگا
اور اگر عورت نے ایسی قسم کھائی تو وہ اپنے شوہر کے پیچھے نماز پڑھ لے یا اور اپنے کسی محرم کے پیچھے پڑھے
یہ محیط مین ہی۔ اور اگر سوائے رمضان کے وتر ادا کرنے چاہے تو چاہیے کہ جو وتر پڑھتا ہو اسکی اقتدا کرلے
تاکہ حانث نہ ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر اُسنے قسم کھائی کہ قراءت قرآن نہ کرونگا پھر اُسنے
سورۂ فاتحہ بطور دعا وثنا کے پڑھی تو حانث نہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر اُسنے قسم کھائی کہ اگر مین نے
ہر سورۂ قرآن کی پڑھی تو مجھے ایک درم صدقہ کرنا واجب ہی تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ یہ پورے قرآن پر ہوگی
یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اگر کسی نے کہا کہ مجھپر قسم ہی اگر تو چاہے پس اُسنے کہا کہ مین نے چاہی تو قسم
لازم آویگی اور یہ مثل اس قول کے ہی کہ مجھپر قسم ہی اگر مین نے فلان سے کلام کیا یہ محیط مین ہی شیخ نجم الدین
سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص سے اُسکی جورو کے ناتے واروں نے اسکی جورو کی طلاق کی قسم لی کہ
عورت پر جرم نہ رکھے اور اسپر کسی چیز کی تہمت نہ رکھے پس اُس نے یہ قسم کھائی پھر عورت سے کہا کہ خدا جانتا
ہی کہ تو نے کیا کیا ہی پس آیا اس سے اسکی جورو پر طلاق ہو جائیگی فرمایا کہ نہین یہ ظہیریہ مین ہی ایک
نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر فلان کے گھر جاؤن اور اس سے کلام کرون تو تو طالقہ ہی پھر اُسکے گھر نہین گیا
مگر کہین اور اُس سے باتین کین تو اپنی قسم مین حانث نہوگا اور اگر کہا کہ اگر فلان کے گھر نجاؤن اور
اس سے کلام نہ کرون تو تو طالقہ ہی اور باقی صورت مسئلہ بطور مذکورہ بالا واقع ہوئی تو حانث ہو جائیگا
اور اسکی جورو طالقہ ہو جائیگی ایسا ہی فتوے شمس الائمہ حلوائی اور فتوی رکن الاسلام علی سغدی منقول
ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک نے قسم کھائی کہ اپنے بھائی کو کسی کام کا حکم نہ دونگا اور اگر اسکو کسی کام کا حکم دون
تو ایسا پھر کسی آدمی کے ہاتھ اپنے بھائی کے پاس کوئی مال بھیجا اور اُس سے کہا کہ تو میرے بھائی سے
کہنا تاکہ وہ اسکو فروخت کردے تو دیکھا جائیگا کہ اگر اس آدمی نے اُسکے بھائی سے جاکر کہا کہ تیرا بھائی
کہتا ہی کہ تو اسکو فروخت کردے یا تجھے اسکے فروخت کرنے کا حکم دیتا ہی تو حانث ہو جائیگا۔ ایک نے
اپنی جورو سے کہا کہ اگر آج تو نہ کہے گی کہ فلان نے تجھسے کیا کیا ہی تو تو طالقہ ہی پس عورت نے ایسے طور پر
کہا کہ سنائی نہین دیتا ہی یا مرد نے نہین سنا تو عورت مذکورہ طالقہ نہوگی اور اگر یون کہا ہو کہ اگر تو نے آج
کے روز مجھسے نہ کہا تو صورت مذکورہ مین طالقہ ہو جائیگی یہ خلاصہ مین ہی۔ زید نے عمرو کے سامنے گفتگو مین
اپنی جورو کی طلاق کی قسم کھائی کہ مین نے تیرا عیب کسی سے نہین کہا ہی حالانکہ اپنی جورو سے کہہ چکا ہی کہ عمرو

شامل ہی یہ خلاصہ مین ہی ابن مقاتل سے مروی ہی کہ ایک نے قسم کھائی کہ اپنی مان سے تین برس کلام نکرونگا
یعنی اگر کلام کرون تو میری جورو طالقہ ہی تو فرمایا کہ اسکو چاہیے کہ ان کے پاس کسیکو بھیج کر درخواست کرے کہ وہ
راضی ہو جاوے اور اسکو اجازت دیدے کہ پھر کلام نہ کرے کہ یہ شخص حلت مین ہو جاوے یہ حاوی مین ہی ۔
فتاوی نسفی مین لکھا ہی کہ اگر فارسی مین کہا کہ اگر با فلان گویم خدا یے را برمن یک سالہ روزہ تو اوس سے کلام کرنے
سے کچھ نہین لازم آویگا اور اگر کہا کہ یکسال روزہ تو کلام کرنے سے ایکسال کے روزے اسپر لازم آوینگے یہ
خلاصہ مین ہی تجرید مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک نے کہا کہ لا اکلم الیوم سنتہ او شہرا یعنی اس روز سال بھر یا
مہینہ بھر کلام نکرونگا تو اسپر واجب ہوگا کہ سال یا ماہ مین ہلی دفعہ یہ دن آوے اسمین کلام ترک کرے یہ تاتارخانیہ
مین ہی ۔ اور اگر کسی نے قسم کھائی کہ مین فلان سے اپنے اس سال کلام نہ کرونگا تو وقت قسم سے تا غرۂ محرم کلام نکرنے
پر قسم ہوگی اور وقت قسم سے ایکسال کامل پر نہ ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اور مجموع النوازل مین لکھا ہی کہ ایکشخص نے
اپنی جورو سے کہا کہ ان کلمتک الی سنتہ فانت طالق انہی یا عدوۃ اللہ یعنی اگر مین نے تجھسے ایکسال تک کلام کیا
تو تو طالقہ ہی چلی جا ای دشمن خدا کی تو وہ طالقہ ہو جائیگی یہ محیط مین ہی نسفی مین لکھا ہی کہ اگر کہا کہ واللہ لا اکلمک
شہرا بعد شہر یعنی تجھسے مہینہ بھر بعد مہینہ کے کلام نہ کرونگا تو یہ بمنزلہ اس قول کے ہی کہ دو مہینہ کلام نہ کرونگا اور اسیطرح
اگر کہا کہ سال بھر بعد سال کے کلام نہ کرونگا تو یہ بمنزلہ اسکے ہی کہ دو برس تجھسے کلام نہ کرونگا اور اگر کہا کہ واللہ تجھسے
کلام نکرونگا ایک مہینہ بعد اس مہینہ کے تو اسکو اختیار ہوگا کہ اس مہینہ کلام کرے یہ ذخیرہ مین ہی ۔ جامع مین ہی
اگر قسم کھائی کہ تجھسے اس روز کلام نہ کرونگا جس دن مین کہ فلان آویگا پھر اوس روز کے اول مین اس سے
کلام کیا اور فلان مذکور اس روز کے آخر مین آیا تو اپنی قسم مین حانث ہوگیا اور اگر فلان مذکور اول روز مین
آگیا پھر اس روز کے آخر مین حالف نے اس سے کلام کیا تو عامہ مشائخ کے نزدیک حانث نہوگا کذا فی المحیط
اور یہی صحیح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور اگر کہا کہ اس مہینہ مین جو فلان کے قدوم سے پہلے ہی تجھسے کلام
نہ کرونگا پھر حالف نے اس سے ایک مہینہ کے شروع مین کلام کیا اور فلان مذکور اس مہینہ کے آخر مین آیا
تو اپنی قسم مین حانث ہوگیا اور اگر کہا کہ واللہ لا اکلمک شہرا قبل قدوم فلان یعنی واللہ قدوم فلان سے مہینہ
قبل تجھسے کلام نہ کرونگا پھر اس سے کلام کیا جسکے پانچ روز بعد فلان مذکور آگیا تو اپنی قسم مین حانث نہوگا
یہ محیط مین ہی ۔ اور اگر قسم کھائی کہ واللہ تجھسے ایک مہینہ کلام نہ کرونگا الا ایک روز یا سوا ایک روز کے
تو یہ اسکی نیت پر ہی اور اگر اسکی کچھ نیت نہو تو اسکو اختیار ہوگا کہ جس ایک روز کو چاہے کلام کرنے کے واسطے
اختیار کرے اسواسطے کہ اس نے ایک روز نکرہ مستثنی کیا ہی اور اگر اسنے یون استثنا کیا کہ الا نقصان ایک روز
تو اسکی قسم (۲۹) روز پر واقع ہوگی اسواسطے کہ کسی شی کا نقصان نہین ہوتا ہی الا اسکے آخر سے یہ شرح جامع کبیر
حصیری مین ہی ۔ اور آخر ایمان القدوری مین ہی کہ اگر قسم کھائی کہ فلان و فلان سے اس سال کلام نہ کرونگا
الا ایک روز پس اگر اس نے ان دونون سے ایک ہی روز کلام کیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر ایک سے ایک روز
اور دوسرے سے کسی دوسرے روز کلام کیا تو حانث ہوا اور اگر اسنے ایک ہی روز پہلے ایک سے کلام کیا پھر دونون
سے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر اسنے ایک روز معرفہ استثنا کیا یعنی الا الیوم کہا پس اسمین اس نے ایک سے

کلام کیا اور دوسرے دن دوسرے روز کلام کیا تو حانث نہوگا اور اگر قسم کھائی کہ نہ کلام کرونگا دونون سے ایک
مہینہ الا ایک روز پس اگر اُسنے کسی روز معین کی نیت کی ہو تو اُسکی نیت پر ہوگی اور اگر اُسکی کچھ نیت نہو تو
جس روز کو چاہے اختیار کرے یہ محیط مین ہے اور اگر کہا کہ جس روز کہ کلام کرون مین فلان سے تو تو طالقہ ہے تو یہ قسم
رات و دن دونون پر واقع ہوگی حتے اگر رات مین کلام کریگا یا دن مین تو حانث ہوگا اور اگر اُس نے خاصۃً دن
کی نیت کی ہو تو اُسکے قول کی قضاءً بھی تصدیق ہوگی یہ کافی مین ہے۔ اور اگر کہا کہ جس رات فلان سے مین کلام
کرون یا جس رات کہ فلان آوے تو تو طالقہ ہے پس اُسنے دن مین فلان سے کلام کیا یا دن کو فلان آیا تو اُسکی
جورو طالقہ نہوگی اسواسطے رات لغت مین سیاہی شب کا نام ہے اور آئین کوئی ایسا عرف نہین ہے کہ لفظ کو اُسکی
مقتضاے لغوی سے پھیر دے حتی کہ اگر اُسنے بجاے رات کے راتون کا لفظ ذکر کیا تو مطلق وقت پر یہ کلام محمول ہوگا
اسواسطے کہ اُنکے عرف مین اسکا استعمال مطلق وقت مین ہے یہ بدائع مین ہے قال المترجم یعنی یون کہا کہ جن راتون
مین کہ زید آویگا پس تو طالقہ ہے و اقول یہ عربی زبان کی قسم مین تقسیم ہے یعنی قولہ لیالی یقدم فلان اور ہماری زبان
مین تامل ہے واللہ اعلم۔ اور اگر کہا کہ اگر کیا مین نے فلان سے کلام تو تو طالقہ ہے الا آنکہ فلان آجاوے یا حتی کہ
فلان آجاوے یا الا آنکہ فلان اجازت دے پھر اُسنے قبل فلان کے آجانے یا اجازت دینے کے کلام کیا تو حانث
ہوگیا اگر بعد فلان کے آجانے یا اجازت دینے کے کلام کیا تو حانث نہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اگر
مین نے فلان سے کلام کیا الا آنکہ فلان آجاوے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر فلان مرگیا تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک
یہ قسم ساقط ہوجائیگی یہ کافی مین ہے۔ اور اگر کسی شخص سے کسی روز معین مین کلام نہ کرنے پر قسم کھائی تو اسکی قسم خاصۃً
اسی روز کے دن ہی دن پر واقع ہوگی اسکے ساتھ رات داخل نہوگی یہ شرح طحاوی مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی
کہ لا اکلمہ الایام تو امام اعظم رح کے نزدیک دس روز پر واقع ہوگی کذا فی الہدایہ قال المترجم اگر ہماری زبان مین کہا کہ
اس سے روز و دن کلام نہ کرونگا تو دس روز پر واقع ہوگی واللہ اعلم۔ اور اگر قسم کھائی کہ لا اکلمہ ایاما تو جامع مین ذکر
ہے کہ تین روز پر قسم واقع ہوگی اور اسمین اختلاف ذکر نہین فرمایا اور یہی صحیح ہے اور اگر قسم کھائی کہ لا اکلمہ ایاما کثیرۃ
یعنی بہت دنون اس سے کلام نہ کرونگا تو برقیاس قول امام اعظم رح دس روز پر قسم واقع ہوگی یہ بدائع مین ہے
اور اگر کہا کہ ہر روز کہ مین تجھ سے کلام کرون پس مجھپر ایک درم صدقہ واجب ہے پس اُس سے دو روز کلام کیا تو دو
مرتبہ حانث ہوا اور اگر کہا ہو کہ ہر دو روز کہ مین تجھ سے کلام کرون تو ایک ہی مرتبہ حانث ہوگا یہ تاتارخانیہ مین
ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ لا اکلم فلانا ایام ہذہ الجمعۃ تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ تین روز پر واقع ہوگی اور اگر قسم کھائی
کہ لا اکلم ایام الجمعۃ تو یہ قسم تمام جمعہ پر واقع ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ تجھسے اس دن اس
روز مین کلام نہ کرونگا اور یہ روز سنیچر کا ہے جس دن اُسنے قسم کھائی ہے تو یہ قسم دس سنیچر دن پر واقع ہوگی اسواسطے
کہ دس روز مین پس ایک ہی سنیچر آتا ہے دس نہین ہوسکتے ہین اور اسی طرح اگر کہا کہ مین تجھ سے بروز سنیچر دو روز
کلام نہ کرونگا تو یہ قسم دو سنیچر دن پر واقع ہوگی اسواسطے کہ سنیچر دو روز نہین ہوتا ہے اور دو روز مین دو سنیچر
کا دورہ بھی نہین ہوسکتا ہے پس معلوم ہوا کہ مراد یہ ہے کہ دو مرتبہ دو سنیچر دن مین کلام نہ کرونگا اور اسیطرح اگر کہا کہ
تجھسے بروز سنیچر تین روز کلام نہ کرونگا تو یہ قسم تین سنیچر دن مین کلام کرنے پر واقع ہوگی جیسے کہ ہمنے بیان کردیا ہے

یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ نہ کلام کرونگا اس سے ایک روز سال بھر یا سال بھر ایک
روز پس اگر اُسنے کوئی روز خاص مراد لیا ہے تو تمام سال میں اُسی روز کلام نہ کرنے پر قسم واقع ہوگی یعنی جسدن چاہے
روزہ آوے کلام نہ کرے اور اگر کچھ نیت نہو تو ہر جمعہ میں سے ایک روز کلام نہ کرے حتی کہ اگر ہر سے کوئی جمعہ
کے ہر روز کلام کریگا حانث ہوگا یہ عتابیہ میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ لا اکلمک ایاما یا الا ایاما کثیرۃ یا ایاما اتو
اسکو اختیار ہے کہ جو روز چاہے قرار دے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلان سے دس روز تک کلام نہ کرونگا
تو دسوان روز قسم میں داخل ہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر یون قسم کھائی کہ تجھ سے آج یا کل کلام
نہ کرونگا پھر اُس سے آج یا کل کلام کیا تو حانث ہوا اور اگر کہا کہ اُس سے کلام کرنا آج یا کل ترک کرونگا پس آج اگر
سے کلام ترک کیا تو قسم میں سچا ہو جائیگا اور قسم ساقط ہو جائیگی کہ کل کلام ترک کرنا اُسپر لازم ہوگا یہ عتابیہ
میں ہے اور اگر کہا کہ واللہ نہ کلام کرونگا اس سے آج اور نہ کل تو قسم آج باقی دن اور کل پر واقع ہوگی
اور جو رات ان دونون کے درمیان ہے وہ قسم میں داخل نہوگی یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ نہ کلام کرونگا
اس سے آج و کل و پرسون تو یہ ایک ہی کلام ہے کہ تین روز تک کسی وقت اس سے کلام نہ کرے خواہ رات ہو
یا دن ہو اور اگر کہا کہ آج کے دن میں اور کل کے دن میں اور پرسون کے دن میں تو حانث نہوگا یہانتک کہ
اُس سے ہر روز جسکو بیان کیا ہے کلام کرے اور اگر اُس سے رات میں کلام کیا تو حانث نہوگا یہ ذخیرہ میں
میں ہے ایک نے کہا کہ کلام نہ کرونگا فلان سے ایک روز درمیان دو روز کے اور اسکی کچھ نیت نہیں ہے تو امام
محمد رح سے مروی ہے کہ یہ بمنزلہ اس قول کے ہے کہ واللہ فلان سے ایک روز کلام نہ کرونگا یہ محیط میں ہے۔ اور
اگر رات میں کہا کہ نہ کلام کرونگا اُس سے ایک روز تو اسوقت سے تا غروب آفتاب ہوگی یہ عتابیہ میں ہے۔ اور
بعد اس قسم کے قبل طلوع فجر کے اس سے کلام کیا تو صحیح یہ ہے کہ حانث ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دن میں کہا کہ
اس سے ایک رات کلام نہ کرونگا تو قسم کے وقت سے طلوع فجر تک ہوگی یہ عتابیہ میں ہے اور اگر تھوڑا دن گذرے
قسم کھائی کہ فلان سے ایک روز کلام نہ کرونگا تو یہ باقی دن اور پوری رات اور دوسرے روز اسی ساعت
تک جسوقت قسم کھائی ہے کلام نہ کرے اور اسی طرح اگر رات میں قسم کھائی کہ اس سے ایک رات کلام
نہ کرونگا تو باقی یہ رات اور دوسرا دن اور دوسری رات کی اسی ساعت تک کلام نہ کرنے پر قسم واقع ہوگی
پس جو دن بیچ میں آگیا ہے وہ بھی قسم میں داخل ہو جائیگا یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر کہا کہ واللہ میں تجھ سے ایک روز
اور ایک روز کلام نہ کرونگا تو یہ قسم اور واللہ میں تجھ سے دو روز کلام نہ کرونگا دونون یکسان ہیں حتی کہ رات
ان دونون کے درمیان ہے قسم میں داخل ہوگی اور اگر قسم کھائی کہ تجھ سے ایک روز اور دو روز کلام نہ کرونگا تو
تیسرا روز گذرنے پر قسم پوری ہوگی اور اگر قسم کھائی کہ نہ کلام کرونگا تجھ سے ایک روز اور نہ دو روز تو قسم دو روز پر
ہوگی حتی کہ اگر تیسرے روز اُس سے کلام کیا تو حانث نہوگا اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے آدھی رات
یا دوپہر دن کو قسم کھائی کہ واللہ تجھ سے دو رات کلام نہ کرونگا تو اُس سے پرسون اسی وقت تک کلام ترک
کرے اور اگر کسی نے قسم کھائی کہ فلان سے تیس روز کلام نہ کرونگا اور رات میں قسم کھائی تو اُس ساعت سے
تیسوین روز کے آفتاب غروب ہونے تک کلام ترک کرے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر درمیان دن کے کسی وقت قسم کھائی

کہ واللہ آج مین اس سے کلام نہ کرونگا تو اُس دن باقی مین تا غروب کلام نکرے اور اگر رات مین قسم کھائی کہ اس روز اُس سے کلام نہ کرونگا تو باقی یہ رات اور دوسرے روز غروب آفتاب تک کسی وقت کلام کرنے سے حانث ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر دن مین قسم کھائی کہ اس رات کلام نکرونگا تو باقی روز اس قسم مین داخل نہوگا اور اُسکی قسم خاصۃً اس رات پر واقع ہوگی اور اگر اول رات مین قسم کھائی کہ آج کے روز اس سے کلام نکرونگا اور اُسکی کچھ نیت نہین ہے تو یہ باطل ہے اور اگر آخر رات مین ایسی قسم کھائی تو اگلے دن پر واقع ہوگی یہ منتقی مین مذکور ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ واللہ لا کلم احد یومی یا کہا کہ واللہ لاخرجن احد یومی او احد الیومین او احد ایامی یعنی واللہ ضرور کلام کرونگا فلان سے اپنے دو روز کے ایک مین یا سفر کو جاؤنگا اپنے دو روز کے ایک مین یا دو روز کے ایک مین یا ایام کے ایک روز مین تو یہ دس روز سے کم پر ہوگی اور اسمین دن و رات دونون داخل ہین حتی کہ اگر دس روز گذرنے سے پہلے رات یا دن مین کلام کیا یا سفر کو چلا گیا تو اپنی قسم مین سچا رہا اور اگر کلام نہ کیا یا سفر کو نہ گیا یہانتک کہ دس روز گذر گئے تو حانث ہوگیا اور اگر کہا کہ اپنے ان دونون مین سے ایک مین تو یہ قسم اسی روز اور اُسکے دوسرے روز پر واقع ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس سے کلام نہ کرونگا تین روز الا اُس روز اور باخلا اُس روز کے تو یہ قسم اس روز کے بعد کے دو دونون پر واقع ہوگی اور اگر کہا کہ غیر اس یوم کے یا سوائے اس یوم کے تو یہ قسم اس روز کے بعد تین روز پر واقع ہوگی یہ عتابیہ مین ہے عیون مین لکہا ہے کہ اگر قسم کھائی کہ فلان سے کلام نہ کرونگا مادامیکہ وہ اس دار مین ہے پھر اپنے اسباب و اثاثہ سمیت اس دار سے نکل گیا پھر دوبارہ اس دار مین آکر رہا پھر حالف نے اس سے کلام کیا تو حانث نہوگا یہ محیط مین ہے اور اسی طرح اگر یون کہا کہ ماکان فیہا یعنے جب تک کہ وہ اسمین ہے یہ ایضاح مین ہے۔ اور اگر کہا کہ مین تجھسے کلام نہ کرونگا مادامیکہ بغداد مین ہون پھر خود تنہا بغداد سے نکل گیا تو قسم باقی نہ رہیگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے قدوری مین لکہا ہے کہ اگر قسم کھائی کہ واللہ کلام نہ کرونگا اُس شخص سے جب تک اُسپر یہ کپڑا ہے یا مادامیکہ اسپر یہ کپڑا ہے یا برابر تا وقتیکہ اسپر یہ کپڑا ہے پھر مذکور نے اُسکو اُتارکر پھر پہنا اور حالف نے اس سے کلام کیا تو حانث نہوگا اور اگر قسم کھائی کہ اُس سے کلام نہ کرونگا درحالیکہ اسپر یہ کپڑا ہے پھر مذکور نے اُسکو اُتارکر پہنا اور حالف نے اُس سے کلام کیا تو حانث ہوگیا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ واللہ مین تجھسے کلام نہ کرونگا مادامیکہ تیرے ماں و باپ دونون زندہ ہین پھر ان دونون مین سے ایک کے مرجانے کے بعد عورت سے کلام کیا تو حانث ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ زید نے عمرو سے جو کھڑا ہے کہا کہ واللہ مین اس شخص سے کلام نہ کرونگا اور اُسکی نیت یہ ہے کہ جب تک کھڑا ہے ولیکن لفظ مین کھڑے ہونے کو ذکر نہین کیا ہے تو اُسکی نیت باطل ہوگی اور اگر قسم کھائی کہ واللہ اس قائم سے کلام نہ کرونگا یعنے مادامیکہ قائم ہے تو اس نیت کی دیانۃً تصدیق ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس سے ہمیشہ کلام کرونگا تو یہ قسم اسپر ہوگی کہ جب اُس سے ملاقات ہو تو اُسکے ساتھ کلام کرنے سے باز نہ رہے اور اگر قسم کھائی کہ اس سے ہمیشہ کو کلام نہ کرونگا پس اگر اس سے کبھی کلام کیا تو حانث ہوگا اور اگر دعوی کیا کہ میری نیت تھی کہ اس سے لفظ ہمیشہ کو نہ کہونگا تو قضاءً اُسکی تصدیق نہوگی یہ ایضاح مین ہے قال المترجم یہ تلفظ

خوبیت زیادہ واضح ہو یعنے واللہ لا یکلمہ الا بدفافہم۔ فتاوے ابو اللیث رح مین مذکور ہو کہ اگر کسی نے کہا کہ واللہ فلان سے کلام نہ کرونگا تا قدوم حاجیان پھر حاجیون مین سے ایک آگیا تو اُسکی قسم منتہی ہوگئی اور اسی طرح اگر کہا کہ واللہ اُس سے کلام نہ کرونگا تا درو زراعت یعنے کھیتی کاٹنا پس اُسکے شہر والون مین سے ایک نے اپنی کھیتی کاٹ لی تو قسم منتہی ہوگئی اور اگر قسم کھائی کہ واللہ فلان سے کلام نہ کرونگا جب تک برف نہ گرے پس اگر اُسنے حقیقۃً برف گرنے کی نیت کی ہو تو اُس سے کلام نہ کرے جب تک کہ حقیقۃً برف زمین پر نہ گرے اور شرط یہ ہو کہ اُس شہر مین گرے جہان حالف ہو نہ دوسرے شہر مین حتی کہ اگر حالف اپنے شہر مین ہو کہ وہان حقیقۃً برف نہین گرتا ہو تو یہ قسم ہمیشہ باقی رہیگی اور حقیقۃً برف زمین پر گرنے کی یہ صورت ہو کہ اُسکے ہٹانے پہاڑنے کی ضرورت پیش آوے اور اُسکا اعتبار نہین ہو جو ہوا مین اُڑتا ہو اور جو زمین پر ہوتا ہو مگر ظاہر نہین ہوتا ہو الا کسی دیوار کی چوٹی یا گھانس پر۔ اور اگر اُسنے برف گرنے کا وقت اپنی نیت مین لیا ہو تو جب تک برف گرنے کا مہینہ نہ آوے تب تک کلام نہ کرے اور وہ اول ماہ آذر ہو اور اگر اُسکی کچھ نیت نہ ہو تو یہ صورت اس مسئلہ مین ذکر نہین فرمائی یہان فتاوے مسئلہ مین ذکر فرمائی ہو کہ اُسکی قسم برف گرنے کے وقت پر ہوگی۔ اور اگر قسم کھائی کہ لا یکلم فلانا الی الموسم یعنے تا موسم اُس سے کلام نہ کرونگا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ ذی الحجہ کی دسوین تاریخ روز قربانی کی صبح کو اُس سے کلام کر سکتا ہو اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ بروز عرفہ دوپہر ڈھلے سے کلام کر سکتا ہو یہ محیط مین ہو۔ ایمان الواقعات مین مذکور ہو کہ فلان سے کلام نہ کرونگا تا گرمی یا تا جاڑا تو جاڑا و گرمی پہچاننے مین مشائخ نے کلام کیا ہو اور مختار یہ ہو کہ اگر حالف ایسے شہر مین ہو کہ وہان کے لوگون مین گرمی و جاڑے کا حساب ہو کہ برابر اس سے پہچانتے ہین اور معروف ہو تو قسم اسی طرف منصرف ہوگی ورنہ اول جاڑا وہ ہو کہ لوگون کو حشو دار پوشین پہننے کی حاجت ہو اور آخر جاڑا وہ ہو کہ لوگ اُس سے بے پروا ہون اور جاڑے و گرمی کے درمیان فاصل وہ وقت ہو کہ لوگون پر جاڑون کے کپڑے بوجھ ہو جاوین اور گرمی کے ہلکے کپڑے خفیف ہون پس موسم ربیع آخر جاڑون سے اوّل گرمیون تک ہو اور خریف آخر گرمیون سے اوّل جاڑون تک ہو اسواسطے کہ انکا پہچاننا لوگون پر آسان ہو اور اگر اُسنے فارسی مین نوروز کا لفظ ذکر کیا تو وہ مسلمانون کے نوروز پر قرار دیجائیگی یہ فتاوے کبرے مین ہو۔ اور لیلۃ القدر کی قسم ستائیسوین ماہ رمضان پر واقع ہوتی ہو بشرطیکہ قسم کھانے والا عامی ہو یعنے مذاہب اماموں سے واقف نہ ہو اور اگر اماموں کے اختلاف سے واقف ہو کہ امام رح کے نزدیک یہ مقدم و متاخر ہوتی ہو اور صاحبین رح کے نزدیک نہین تو ایسا حکم نہین ہو اور اس اختلاف کا ثمرہ ایسی صورت مین ظاہر ہوتا ہو کہ ایک دانشمند نے قسم کھائی کہ فلان سے کلام نکرونگا یہانتک کہ لیلۃ القدر گذر جاوے اور حالیہ ہو کہ ایک روز رمضان کا گذر گیا ہو تو اُس سے کلام نہ کرے یہانتک کہ دوسرے سال کا پورا رمضان گذر جاوے اور صاحبین کے نزدیک جب دوسرے رمضان کا ایک روز گذرے تو اُس سے کلام کر سکتا ہو اور اگر اُسنے رمضان سے قبل قسم کھائی تو اُسی رمضان کے گذرنے پر کلام کر سکتا ہو اور فتوے امام اعظم رح کے قول پر ہو یہ وجیز کردری مین ہو۔ اگر قسم کھائی کہ اگر مین نے فلان سے کلام کیا تو ہر مملوک کہ مین اُسکا مالک ہون بروز جمعہ یا بروز جمعرات وہ آزاد ہو تو یہ قسم ہر مملوک پر جسکا وہ ان دونون دنون مین مالک ہو واقع ہوگی یہ محیط مین ہو

اور اگر کہا کہ لا یکلمہ جمعۃ یعنے اس سے ایک جمعہ کلام نہ کرونگا اور اسکی کچھ نیت نہیں ہی تو یہ ایام جمعہ پر واقع ہوگی اور
اگر کہا کہ دو جمعہ تو دو جمعون کے ایام پر واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تین جمعہ تو اسپر واجب ہی کہ روزہ قسم سے اکیس
روز پورے کرے اور اگر اُسنے فقط روز جمعہ کی نیت کی ہو تو قضاءً اسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی یہ فتاوے
قاضی خان میں ہی۔ اور اگر کہا واللہ میں تجھ سے جمعون میں کلام نہ کرونگا تو اسکو روا ہی کہ سواے روز جمعہ کے اور
دنون میں اُس سے کلام کرے جیسے کہ واللہ لا اکلمک الاخمسۃ او الآحاد والاثانین یعنی واللہ تجھسے جمعرات ون
یا سنیچرون یا اتوارون کو کلام نہ کرونگا تو یہی حکم ہی اور یہ اسوقت ہی کہ اُسکی کچھ نیت نہو اور اگر اُسنے ایام جمعہ
مراد لیے ہون یعنی ہفتے تو اُسکی نیت پر ہوگی یہ محیط میں ہی۔ جامع میں ذکر کیا ہی کہ اگر کہا کہ واللہ لا اکلمک
الجمعۃ واللہ میں تجھ سے بروز جمعہ کلام نہ کرونگا تو اسکو اختیار ہی کہ غیر روز جمعہ میں اُس سے کلام کرے اسواسطے
کہ الجمعہ نام ایک روز مخصوص کا ہی پس ایسا ہوگیا کہ گویا اُسنے یون کہا کہ لا اکلمک یوم الجمعہ اور اسی طرح اگر
کہا کہ جمعًا تو اُسکو غیر جمعہ میں کلام کرنے کا اختیار ہی پس جبکہ اُسنے یون کہا کہ واللہ لا اکلمک جمعًا تو یہ تین روز جمعہ پر
قسم واقع ہوگی یہ بدائع میں ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ لا یکلم فلانا الی کذا پس اگر لفظ کذا سے ایک سے دس تک
ساعات یا ایام یا مہینے یا سالون کسی کی نیت کی ہو تو اسکی نیت پر ہوگی اور اگر کچھ نیت نہ کی ہو تو ایک روز
پر قرار دیجائیگی اور اگر کہا کہ لا اکلمہ الے کذا کذا پس لفظ کذا سے یا مہینون وغیرہ کسی وقت کی نیت کی ہو تو یہ اسکی
نیت والی چیز کے گیارہ پر واقع ہوگی اور اگر کچھ نیت نہ کی ہو تو ایک دن ورات پر واقع ہوگی اور اگر کہا
کہ لا یکلمہ الے کذا و کذا پس اگر نیت ہو تو نیت والے وقت کے اکیس پر واقع ہوگی اور اگر نیت نہ ہو تو ایک
دن ورات پر واقع ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہی۔ اگر قسم کھائی کہ فلان سے ابد کلام نکرونگا یا لفظ ابد نہ کہا
تو یہ قسم ابد پر واقع ہوگی کہ جب کبھی اُس سے کلام کریگا حانث ہوگا اور اگر اُسنے نیت میں خصوصیت کی ہو مثلاً
ایک روز یا دو روز کی یا کسی شہر یا مکان کی یا اُسکے اشباہ کی نیت کی ہو تو قضاءً اسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی
اور نیز دیانۃً فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ بھی تصدیق نہ کیجائیگی یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلان سے ابداً
کلام نہ کرونگا پھر اسکے مرجانے کے بعد اُس سے کلام کیا تو قسم میں حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہی۔ اور اگر قسم
کھائی کہ لا اکلمہ ملیا او طویلا پس اگر کسی وقت کی نیت کی ہو تو اسکی نیت پر ہوگی اور اگر کچھ نیت نہ کی ہو تو
ایک مہینہ ایک روز پر واقع ہوگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہی۔ اور اگر کہا کہ لا اکلمک قریبا تو یہ ایک مہینہ
سے ایک دن کم پر ہوگی یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور اسمین اختلاف کسی دوسرے کا ذکر نہیں فرمایا اور اگر اُسنے
اس صورت میں ایک مہینے سے زیادہ کی نیت کی ہو تو ایمان الاصل میں امام اعظم رح سے روایت مذکور ہی کہ قضاءً
اسکی تصدیق ہوگی اور اگر کہا کہ لا اکلمہ الے بعید تو امام اعظم رح کے قول میں یہ ایک مہینہ سے زیادہ پر ہوگی اور
امام ابو یوسف رح سے نوادر معلی میں مذکور ہی کہ اگر کہا کہ بعیدًا یعنی بکلمہ اولا یکلمہ قریبًا تو یہ ایکدن ایک مہینہ پر ہوگی
بشرطیکہ اسکی کچھ نیت نہ ہو اور اگر نیت ہو تو اُسکی نیت پر ہوگی اور اگر کہا کہ عاجلاً تو مہینہ بھر سے کم پر ہوگی
اور اگر کہا کہ آجلاً تو ایک مہینہ یا زیادہ پر ہوگی یعنے ایک مہینہ سے کم پر نہوگی ہان پورا ایک مہینہ ہو جائے
یا اُس سے زیادہ گذر جائے پھر جس طرح قسم کھائی ہی اسکے خلاف کرسکتا ہو اور حانث نہوگا اور اگر کہا کہ

بزنجۃ عشر یوماً تو یہ تیرہ روز پر ہوگی اور جامع الجوامع میں مذکور ہے کہ اگر اُس نے اس صورت میں (۱۹) روز سے
زیادہ کی نیت کی ہو تو اسکی تصدیق کیجائیگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ لا اکلم مولاک یعنی میں تیرے موالات
کی ہو اُس سے کلام نہ کرونگا حالانکہ اُسکے دو مولی الموالات ہیں ایک اعلیٰ ہے اور دوسرا اسفل ہے اور اُسکی کچھ
نیت نہیں ہے تو اِن میں سے جس سے کلام کریگا حانث ہوگا قال المترجم اسکی توضیح کتاب الولاء سے معلوم کرنی
چاہیے فافہم۔ اور اسی طرح اگر کہا کہ میں تیرے جد سے کلام نہ کرونگا اور اسکے جد دو ہیں ایک باپ کی طرف
اور دوسرا ماں کی طرف سے تو بھی اس صورت میں یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے منتقی میں مذکور ہے کہ اگر کہا کہ تجھے
قریب سال بھر کے کلام نہ کرونگا تو اُس سے چھ مہینہ و ایک روز کلام نہ کرے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر ایک
نے دوسرے سے کہا کہ اور فلانے تجھ سے دس روز کلام نہ کرونگا واللہ تجھ سے نو روز کلام نہ کرونگا واللہ تجھسے
(۱۸) روز کلام نہ کرونگا تو وہ دو بار حانث ہوا یعنی دو قسموں میں حانث ہو چکا اور تیسری قسم اسپر رہی پس اگر
آٹھ روز کے اندر اُس سے کلام کرلیا تو اسمیں بھی حانث ہوا اور اگر کہا کہ واللہ تجھسے آٹھ روز کلام نہ کرونگا واللہ
تجھسے نو روز کلام نہ کرونگا واللہ تجھسے دس روز کلام نہ کرونگا تو دو قسموں میں ابھی دو مرتبہ حانث ہوا اور
اس پر تیسری قسم رہی پس اگر دس روز کے اندر اُس سے کلام کرلیا تو اسمیں بھی حانث ہوگیا یہ مبسوط میں ہے۔
امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایک نے کہا کہ ہر بار کہ میں نے فلان سے ایک روز کلام کیا پس اللہ تعالیٰ کے واسطے
مجھپر واجب ہے کہ ایک درم صدقہ کروں ہر بار کہ میں نے فلان سے دو روز کلام کیا پس واسطے اللہ کے مجھپر
واجب ہے کہ دو درم صدقہ کروں ہر بار کہ میں نے فلان سے تین روز کلام کیا تو واسطے اللہ کے مجھپر واجب ہے
کہ تین درم صدقہ کروں ہر بار کہ میں نے فلان سے چار روز کلام کیا تو اللہ کے واسطے مجھپر واجب ہے کہ
چار درم صدقہ کروں ہر بار کہ میں نے فلان سے پانچ روز کلام کیا تو اللہ کے واسطے مجھپر واجب ہے کہ پانچ
درم صدقہ کروں پھر اُسنے چوتھے و پانچویں روز کلام کیا تو اسپر تیئیس (۲۳) درم صدقہ کرنے واجب ہیں اور اگر
اُس نے اوّل روز میں یا اورکسی ایام میں دو بار کلام کیا تو اسپر تیئیس (۲۳) درم صدقہ کرنے واجب ہونگے۔ اور
اگر کہا کہ ہر دن میں کہ میں اُسمیں فلان سے کلام کروں تو واسطے اللہ کے مجھپر واجب ہے کہ ایک درم صدقہ
کروں ہر دو دن کہ میں انمیں فلان سے کلام کروں تو اللہ کے واسطے مجھپر واجب ہے کہ دو درم صدقہ کروں الی
پانچ قسم تک پہونچایا پھر اُس سے چوتھے و پانچویں روز کلام کیا تو اسپر اکیس (۲۱) درم واجب ہونگے اسواسطے
کہ اُسنے پانچ قسمیں کھائی ہیں اور پہلی قسم کی جزا ایک درم صدقہ مقرر کی اور دوسری کی دو درم اور ہر قسم
کے واسطے مدت قرار دی ہے اور فقہا رحمہم اللہ نے ہر مدت کا نام دور رکھا ہے پس اول قسم کی مدت ایک روز ہے اور
اسکا دور و تجدد ہر روز ہوتا ہے اور دوسرے کی مدت دو روز ہے کہ اسکا دور و تجدد ہر دو روز میں ہوتا ہے اور
تیسری کا دور تین روز ہے اور چوتھی کا دور چار روز ہے اور پانچویں کا پانچ روز ہے اور ہر دور میں وہ ایک ہی
مرتبہ حانث ہوگا کیونکہ اُسنے بلفظ ہر قسم قرار دی ہے اور یہ لفظ موجب تکرار نہیں ہے اسلیے کہ تکرار قضیہ عموم افعال
ہے نہ قضیہ عموم الوقت پس جو دن کہ بعد قسم کے پایا گیا وہ پوری مدت اوّل قسم کی ہوگی اور کچھ تھوڑی مدت دیگر
قسموں کی ہوگی یعنے پوری مدت دیگر قسموں کی ہوگی پس جب کہ اُسنے چوتھے روز کلام کیا تو چوتھا دور پہلی قسم کا

چوتھا دور ہی اور وہ بعینہ دوسری قسم کا تتمہ دور ثانی ہے اور وہ بعینہ تیسری قسم کے دوسرے دور کا پہلا روز ہے اور
وہ بعینہ چوتھی قسم کا تتمہ دور اوّل ہے اور وہ بعینہ پانچوین قسم کے دور اول کا چوتھا روز ہے اور ان دو روزون
مین وہ بالکل حانث نہین ہوا ہے اور ایک ہی شرط کئی قسمون کے واسطے شرط ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے
پس وہ سب قسمون مین حانث ہوا پس اُسکے ذمہ بوجہ قسم اوّل کے ایک درم اور بوجہ دوسری کے دو درم اور
بوجہ تیسری کے تین درم اور بوجہ چوتھی کے چار درم اور بوجہ پانچوین کے پانچ درم واجب ہوئے کہ اُنکا مجموعہ
پندرہ درم ہوئے پھر جب پانچوین روز اس سے کلام کیا تو اوّل و دوم و چہارم مین حانث ہوا اور تیسری و پانچوین
قسم مین حانث نہوا اسواسطے کہ پانچوان روز پہلی قسم کا پانچوان دور ہے اور اس دور مین وہ حانث نہین ہوا ہے
پس اب حانث ہوگا اور دوسری قسم کے تیسرے دور کا اول روز ہے اور اسمین بھی وہ حانث نہین ہو چکا اور چوتھی
قسم کے دور دوم کا پہلا روز ہے اور اسمین بھی وہ حانث نہین ہو چکا ہے پس حانث ہوگا پس اور سات درم اسپر لازم
آوینگے کہ مجموعہ کل بائیس درم ہوئے اور تیسری و پانچوین قسم مین اسوجہ سے حانث نہ ہوگا کہ تیسری قسم کے دوسرے
دور کا دوسرا روز ہے کہ جسمین وہ حانث ہو چکا ہے اور پانچوین قسم کے اوّل دور کا تتمہ ہے اور پانچوین کے اول ہی
دور مین وہ پہلے حانث ہو چکا ہے لہذا اب دوبارہ حانث نہوگا پس حاصل یہ ہے کہ تجدد دور و عدم تجدد دور کا
کچھ اثر کلام کرنے مین بار اول مین نہین ہوتے کہ اگر اُسنے بعد ان قسمون کے فلان مذکور سے کلام کیا چاہے جس روز
اپنی عمر مین کلام کرے اُسپر پندرہ درم لازم آوینگے ہان اُسکا اثر کلام کرنے مین دوسری بار مین ہے حتی کہ اگر اُس سے
روز اول و روز دوم کلام کیا تو اول روز کے عوض اسپر پندرہ درم لازم آوینگے اور دوسری بار کے عوض
فقط ایک ہی درم لازم آویگا اسواسطے کہ اس صورت مین پہلی قسم کے سوا کسی قسم کا دور جدید نہین ہوا ہے
اور اگر اس سے روز اول اور روز ثالث مین کلام کیا اور دوسرے روز کلام نہین کیا یا دوسرے اور تیسرے
روز اُس سے کلام کیا تو اوّل کے واسطے اس پر پندرہ درم لازم آوینگے اور دوسرے بار کے عوض فقط
تین ہی درم لازم آوینگے اسواسطے کہ تجدد فقط قسم اوّل و دوم کا ہوا ہے۔ اور یہ سب اسوقت ہے کہ فلان مذکور کو مخاطب
نہ کیا ہو۔ اور اگر فلان مذکور کو مخاطب کرکے کہا کہ ہر بار کہ مین نے تجھ سے کلام کیا تو واسطے اللہ کے مجھپر
واجب ہے کہ ایک درم صدقہ کرون۔ ہر بار کہ مین نے تجھ سے کلام کیا تو اللہ کے واسطے مجھپر واجب ہے کہ
دو درم صدقہ کرون اسی طرح پانچ قسمین کھائین تو اُسپر بیس درم واجب ہونگے اسواسطے کہ اول قسم کی جزاء
ایک درم ہے اور اُسکی شرط یہ ہے کہ فلان کے ساتھ کلام کرے پس جب دوسری قسم سے اُسکے ساتھ کلام کیا تو حانث
ہوگیا اور اُسکی جزاء کا ایک درم لازم آیا اور نیز قسم بھی ویسی ہی باقی رہی اسواسطے کہ لفظ ہر بار کے ساتھ
ہے اور دوسری قسم منعقد ہوئی پھر جب تیسری قسم مین اسکو مخاطب کیا تو شرط یعنی کلام کرنا اُسکے ساتھ پایا گیا
پس قسم اوّل کی جزاء کا ایک درم اور دوسری کے جزاء کے دو درم اور اُس پر واجب ہوئے اور نیز دونون
قسمین بھی ویسی ہی باقی رہین اور تیسری قسم منعقد ہوئی پھر جب چوتھی قسم مین اُسکو مخاطب کیا تو پہلی دوسری
و تیسری مین حانث ہوا پس جزاء اول کا ایک درم اور جزاء دوم کے دو درم اور جزاء سوم کے تین درم اُسپر
واجب ہوئے اور یہ سب قسمین بھی ویسی ہی باقی رہین اور چوتھی قسم منعقد ہوئی پھر جب پانچوین قسم مین اسکو

خیار طلب کیا تو اگلی سب قسمیں منحل ہو گئیں پس اول کی جزا کا ایک درم اور جزاء دوم کے دو درم اور جزاء سوم کے تین درم اور جزاء چہارم کے چار درم اسپر واجب ہوئے اور قسمیں بھی قوی ہی رہیں اور پانچویں قسم منعقد ہوئی پس ان سب کا مجموعہ دس درم ہوئے اور پانچویں میں ہنوز حانث نہیں ہوا ہے کیونکہ شرط یعنی کلام کرنا ابھی نہیں پایا گیا ہے حتی کہ اگر بعد پانچویں قسم کے بھی اس سے کلام کیا تو ان سب میں حانث ہوگا پس مجموعہ (۲۵) درم اسپر واجب ہونگے اور اگر یوں کہا کہ ہر روز کہ میں نے تجھ سے کلام کیا تو اللہ کے واسطے مجھپر واجب ہے کہ ایک درم صدقہ کروں اسی طرح پانچ قسمیں کھائیں پھر سکوت کیا تو اسپر دس درم واجب ہونگے پھر اگر دوسرے روز اس سے کلام کیا تو اسپر چھ درم واجب ہونگے اور اگر فقط تیسرے روز کلام کیا ہو تو فقط تین درم واجب ہونگے اور اگر فقط چوتھے روز کلام کیا تو اسپر چار درم واجب ہونگے اور اگر پانچویں روز کلام کیا ہو تو سات درم اسپر واجب ہونگے اور اگر چھ قسمیں کھائیں اور اول روز کلام کیا تو اسپر فقط پانچ درم یعنی پانچویں قسم کے واجب ہونگے یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے

ساتواں باب طلاق وعتاق کی قسم کے بیان میں ہے۔ اگر کہا کہ اول غلام کہ میں اسکو خریدوں تو وہ آزاد ہے تو اول وہ ہوگا جو اکیلا تنہا خریدے کہ اس سے پہلے کوئی دوسرا نہ ہو یعنی اگر اس نے یہ بات قسم کھا کر ایک غلام خریدا تو وہ آزاد ہوگا اور اگر ایک غلام پورا اور نصف غلام خریدا تو پورا غلام آزاد ہوگا اور اگر دو غلام خریدے تو کوئی آزاد نہ ہوگا پھر اسکے بعد بھی جو کوئی خریدیگا وہ بھی آزاد نہ ہوگا اور اگر کہا کہ آخر غلام جسکو میں خریدوں وہ آزاد ہے تو آخر وہ ہے جو اکیلا ہو کہ دوسرے سے باعتبار زمانہ کے پیچھے ہوا اور اسکا ثبوت جب ہی ہوگا کہ خریدار مرجائے پس اگر اسنے کئی غلام خریدے پھر مرگیا تو جسکو سب سے اخیر میں خریدا ہے وہ آزاد ہوگا پھر اسمیں اختلاف ہے کہ یہ اخیر کا غلام کس وقت سے آزاد قرار دیا جائیگا سو امام اعظم رحمہ نے فرمایا کہ اسی وقت سے کہ جب خریدا ہے یہانتک کہ اسکا آزاد ہونا اسکے ترکہ کے تمام مال سے اعتبار ہوگا یعنی ضرور کل بلا سعایت آزاد ہو جائیگا بشرطیکہ اُسنے حالت صحت میں خریدا ہو اور اگر کہا کہ درمیانی غلام جسکو میں خریدوں وہ آزاد ہے تو درمیانی وہ ہے جو ایسا تنہا ہو کہ اسکے دونوں طرف عدد مساوی ہوں اور یہ بھی بدون حالف کے مرنے کے معلوم نہیں ہو سکتا ہے پس [illegible] حالف مر جاوے تو دیکھا جاویگا کہ اگر اسنے جفت عدد کے غلام چھوڑے تو انمیں کوئی درمیانی نہوگا اور اگر پانچ یا سات وغیرہ طاق عدد چھوڑے تو دونوں طرف مساوی عدد جفت کے درمیان جو ایک تنہا ہوگا وہی اوسط ہے اور جو اپنے سے نصف اول میں آگیا وہ درمیانی ہونے سے خارج ہو گیا یہ ایضاح میں ہے قال المترجم یعنی باوجود [illegible] کا درمیانی ہو لیکن اگر اسکو مولی نے تنہا نہ خریدا ہو بلکہ تیسرے کے ساتھ خریدا ہو تو یہ نصف اول میں چلا گیا پس درمیانی نہ رہا پس حاصل یہ رہا کہ حالف کے مرنے پر طاق عدد کے باوجود ترتیب خرید میں بھی جو درمیانی پڑتا ہے وہ تنہا خریدا گیا ہو فافہم فانہ توضیح اجمال الایضاح بما لا مزید علیہا ان کنت خبیرا [illegible]
اگر کہا کہ اول غلام کہ میں اسکا مالک ہوں درحالیکہ وہ منفرد ہو یا کہا کہ اول غلام کہ میں اسکو خریدوں درحالیکہ وہ منفرد ہو تو وہ آزاد ہے پھر وہ دو غلام کا مالک ہوا پھر اکیلے ایک غلام کا مالک ہوا تو تیسرا آزاد ہوگا اور اگر اسنے کہا کہ اول غلام کہ اسکا مالک ہوں درحالیکہ وہ اکیلا ہو تو تیسرا آزاد نہ ہوگا الا اسی صورت میں کہ اپنے اکیلے سے منفرد ہونا مراد لیا ہو یہ کافی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ اول غلام کہ اسکو بعوض دینار کے خریدوں تو وہ آزاد ہے پس ایک غلام

بعوض دو سو درہمون کے یا کسی اسباب کے خریدا پھر ایک غلام بعوض دینارون کے خریدا تو یہ آزاد ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ اول غلام کہ اسکو خریدون درحالیکہ حبشی ہو تو وہ آزاد ہے پھر اُسنے چند غلام گورے رنگ کے خریدے پھر ایک حبشی خریدا تو وہ آزاد ہوگا یہ بحر الرائق مین ہے۔ اور اگر کہا کہ ہر غلام کہ جسنے مجھے فلانہ عورت کے جننے کی بشارت دی وہ آزاد ہے پس اسکو آگے پیچھے تین غلامون نے اُسکے بچے کی بشارت دی تو اول آزاد ہوگا بخلاف اُسکے اگر سب نے ساتھ ہی اسکو یہ خوشخبری سنائی تو سب آزاد ہونگے حاکم شہید رح نے فرمایا کہ اگر اُسنے کہا کہ مین نے ایک کو مراد لیا تھا تو قضاءً اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی اور فیما بینہ وبین اللہ تعالی اسکو گنجائش ہے کہ انمین سے ایک جسکو چاہے آزاد ہونے کے واسطے اختیار کرے اور باقیون کو اپنی ملک مین رکھے یہ فتاویٰ الیبان مین ہے۔ اگر زید نے قسم کھائی کہ اگر اس دار مین داخل ہون تو میری جورو طالقہ ہے اور میرا غلام آزاد ہے پھر قسم کھائی کہ طلاق نہ دونگا اور آزاد نکرونگا پھر وہ دار مین داخل ہوا تو اُسکی جورو طالقہ ہوگی اور غلام آزاد ہوگا اور وہ دوسری قسم مین حانث نہوگا۔ اور اگر قسم کھائی کہ طلاق نہ دونگا اور آزاد نہ کرونگا پھر قسم کھائی کہ اگر دار مین داخل ہون تو میری جورو طالقہ اور غلام آزاد ہے پھر وہ دار مذکور مین داخل ہوا تو دونون قسمون مین حانث ہوا۔ اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ تو اپنے نفس کو طلاق دیدے یا غلام سے کہا کہ تو اپنے نفس کو آزاد کردے یا کسی آدمی کو اس کام کے واسطے وکیل کیا پھر قسم کھائی کہ طلاق نہ دونگا یا آزاد نکرونگا پھر جورو و غلام و وکیل نے وہ کام کیا تو یہ شخص حانث ہوا اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو چاہے یا تو آزاد ہے اگر تو چاہے پھر قسم کھائی کہ مین آزاد نہ کرونگا یا طلاق نہ دونگا پھر اُسکی جورو اور اُسکے غلام نے طلاق و عتق چاہی تو یہ حانث نہ ہوگا یہ کافی مین ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ تزوج نہ کرونگا یا طلاق نہ دونگا یا آزاد نہ کرونگا پھر اس کام کے واسطے کسی کو وکیل کردیا تو وکیل کے کرنے سے یہ حانث ہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ میری مراد یہ تھی کہ اپنی زبان سے ایسا نہ کرونگا تو فقط قضاءً اُسکی تصدیق نہ ہوگی یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میرا غلام آزاد ہے اگر مین اس دار مین داخل ہوا پس دوسرے نے بھی کہا کہ مجھپر اُسکے مثل ہے اگر مین اس دار مین داخل ہون پھر دوسرا اس دار مین داخل ہوا تو اُسکا غلام آزاد نہ ہوگا اور اگر اول نے یون کہا کہ اللہ کے واسطے مجھپر ایک غلام آزاد کرنا واجب ہے اگر مین اس دار مین داخل ہون پھر دوسرے نے کہا کہ پس مجھپر اُسکے مثل ہے اگر مین اسمین داخل ہون تو یہ قسم اول ودوم دونون پر لازم آویگی یہ ایضاح مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میرا غلام آزاد ہے اگر اس بیت مین ہوا لا ایک مرد کے دیکھا تو بیت مذکور مین ایک مرد اور ایک لڑکا نکلا یا ایک مرد اور ایک عورت تھی تو قسم کھانے والا حانث ہوگیا اور اگر بیت مذکور مین ایک مرد اور ایک جانور چوپایہ ہو یا اسباب ہو تو حانث نہوگا۔ اور اگر کہا کہ میرا غلام آزاد ہے اگر بیت مین ہوا لا ایک بکری پھر دیکھا تو اسمین کوئی اور چوپایہ نکلا بکری نہ تھی تو حانث ہوگیا اور اگر کہا کہ اگر بیت مین ہوا لا ایک کپڑا پھر اسمین کوئی آدمی یا چوپایہ یا ظروف نکلے تو حانث ہوگا یہ کافی مین ہے۔ اگر کہا کہ کل مملوک میرے آزاد ہین تو اُسکی امہات اولاد و مدبر باندیان و غلام و محض غلام و باندیان سب آزاد ہوجائینگی یعنی باندیان و غلام سب کو شامل ہوگا لیکن اگر اُسنے خالی مذکرون کی نیت کی ہو تو دیانةً اُسکی تصدیق ہوگی لیکن قضاءً تصدیق نہ ہوگی اور اگر خالی حبشیون کی نیت کی ہو تو قضاءً و دیانةً کسیطرح تصدیق نہ ہوگی اور اگر خالی مونثون کی نیت کی ہو تو بھی قضاءً و دیانةً کسی طرح تصدیق نہ ہوگی اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے مدبرون کی نیت نہین کی تھی تو ایک روایت مین دیانةً تصدیق ہوگی نہ قضاءً اور دوسری روایت

مین کسی طرح تصدیق نہوگی یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور اس قسم کے تحت مین اُسکے ایسے مملوک بھی داخل ہونگے جو رہن ہون یا کسی کے پاس ودیعت ہون یا بھاگ گئے ہون یا جنکو کسی نے غصب کرلیا ہو خواہ ایک ہو یا کئی ہون خواہ مسلمان ہون یا کافر ہون ولیکن اس قسم مین مکاتب داخل نہونگے الا آنکہ انکی نیت کی ہو پس اگر مکاتبون کی نیت کی ہو تو وہ بھی آزاد ہو جاوینگے اور اسی طرح اس قسم مین وہ مملوک بھی داخل نہوگا جسمین سے کچھ آزاد ہوا ہی اور جس غلام کو اُسنے تجارت کی اجازت دی ہو وہ داخل ہوگا خواہ اُسپر قرضہ ہو یا نہو اور رہے اُسکے غلام یا ذون کے غلام درصورتیکہ اُسکے غلام یا ذون پر قرضہ نہو آیا داخل ہونگے یا نہین سو امام اعظم و امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اگر انکی نیت کی ہو تو داخل ہونگے اور آزاد ہو جاوینگے اور جو مملوک مشترک ہو یعنی اُسکے اور دوسرے کے درمیان مشترک ہو وہ داخل نہوگا ایسا ہی امام ابو یوسف رح نے فرمایا ہی اسواسطے کہ جس مملوک مین سے تھوڑے حصہ کا مالک ہی وہ حقیقۃ اُسکا مملوک نہین کہلاتا ہی اور اگر اُسکی بھی نیت کی ہو تو استحساناً آزاد ہوگا اور رہا یہ کہ آیا حمل داخل ہوگا یا نہین پس اگر حمل کی ماں اُسکی ملک مین ہو تو داخل ہوگا اور اپنی ماں کے آزاد ہونے کے ساتھ وہ بھی آزاد ہو جائیگا اور اگر اُسکی ملک مین خالی حمل ہو اُسکی ماں نہو مثلاً کسی نے اپنے مرتے وقت اُسکے واسطے اپنی باندی کے حمل کی وصیت کی ہو تو ایسا حمل آزاد نہوگا یہ بدائع مین ہی۔ ایک نے قسم کھائی کہ اپنے غلام کو مکاتب نکرونگا پھر کسی اجنبی نے اسکے غلام کو بدون اسکے حکم کے مکاتب کردیا پھر اُسنے اُسکے مکاتب کرنے کو جائز رکھا اور اجازت دیدی تو حانث ہوگیا جیسے وکیل کرنے مین ہوتا ہی۔ ایک نے قسم کھائی کہ اپنے غلام کو آزاد نہ کرونگا پھر اُسکے غلام نے مال کتابت ادا کیا اور آزاد ہوگیا پس اگر ہر وندکورنے بعد قسم کھانے کے اُسکو مکاتب کیا ہو تو حانث ہوا اور اگر قبل قسم کے مکاتب کیا تھا تو حانث نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر قسم کھائی کہ اگر مین کسی جاریہ کو اپنے تصرف وطی مین لایا تو وہ آزاد ہی پھر ایسی باندی کو اپنے تصرف وطی مین لایا جو اُسکی ملک مین موجود تھی تو وہ آزاد ہوگی اور اگر کسی باندی کو خرید کر اُسکو اس طرح تصرف مین لایا تو آزاد نہ ہوگی یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ اگر مین امینی کسی باندی کو اپنے تصرف مین لایا تو تو طالقہ ہی یا میرا غلام آزاد ہی پھر کسی باندی کو جو اسکی ملک مین ہی یا جسکو بعد قسم کے خریدا ہی اپنے تصرف وطی مین لایا تو عورت یعنی اُسکی جورو پر طلاق پڑجائیگی اور اُسکا غلام آزاد ہو جائیگا۔ اور اگر کسی باندی سے کہا کہ اگر مین نے تجھے اپنے تصرف وطی مین کرلیا تو میرا غلام آزاد ہی پھر اسکو خرید کر تصرف وطی مین کرلیا تو اُسکا وہ غلام آزاد ہوگا جو قسم کے وقت اُسکی ملک تھا اور جسکو بعد قسم کے خریدا ہی وہ آزاد نہوگا یہ بحر الرائق مین ہی۔ اور اگر اپنی باندی سے کہا کہ جب تجھکو فلان نے فروخت کیا تو تو آزاد ہی پھر اُسکو فلان مذکور کے ہاتھ فروخت کیا پھر فلان سے خرید کیا تو آزاد نہ ہوگی اسواسطے کہ شرط یہ ہی کہ فلان اسکو فروخت کرے اور فلان کا اسکو فروخت کردینا اُسکی زوال ملک کا سبب ہی اور حالت کی ملک حاصل ہونا اپنے خرید نے سے ہی نہ فلان کی بیع سے۔ اور اگر کہا کہ اگر تجھکو فلان نے مجھے ہبہ کیا تو تو آزاد ہی پھر فلان نے اپنے قبضہ کی حالت مین اسکو ہبہ کردی اور اُسنے قبضہ کیا تو آزاد ہوگی اسی طرح اگر کہا کہ جب فلان نے تجھکو میرے ہاتھ فروخت کیا تو تو آزاد ہی تو اس صورت مین یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی۔ زید نے عمرو سے کہا کہ اگر مین نے تیرے پاس بلانے کو بھیجا پس تو نہ آیا تو میرا غلام آزاد ہی پھر زید نے عمرو کو آدمی بھیج کر بلایا اور وہ خود چلا آیا پھر دوسرے روز آدمی بھیج کر

بلایا اور وہ نہ آیا تو زید کا غلام آزاد ہوگا اور ایک دفعہ قسم پوری ہونے سے یہ قسم باطل نہ ہوجائیگی باقی رہیگی
یہانتک کہ وہ ایک بار حانث ہو جاوے پس جب ایکبار حانث ہوگیا تو اب یہ قسم مذکور باطل ہوگئی۔ اسی طرح اگر یوں
کہا کہ اگر تو نے مجھے آدمی بلانے کو بھیجا اور میں تیرے پاس نہ آیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اگر یوں کہا کہ اگر تو میرے پاس
آیا پس میں تیرے پاس نہ آیا یا اگر تو نے میری زیارت کی اور میں تیری زیارت کو نہ آیا تو میرا غلام آزاد ہے تو یہ
قسم ایک دفعہ حانث ہو جانے سے باطل نہ ہوگی بلکہ ہمیشہ کے واسطے باقی رہیگی۔ ایک نے اپنی جورو سے کہا کہ
اگر تو نے اپنے نفس کو طلاق نہ دی تو میرا غلام آزاد ہے تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ یہ اسی مجلس پر ہے اور یہ
عورت کو اختیار دینا ہے پس اگر عورت نے اسی مجلس میں اپنے آپ کو طلاق دی تو اسپر واقع ہوگی اور اسکا غلام
آزاد نہوگا۔ اور اگر اس مجلس میں اسنے طلاق نہ دی تو یہ حانث ہوگیا ہے اور مجلس میں وہ اپنے آپکو طلاق
دے یا نہ دے اور دوسری مجلس میں اگر وہ اپنے آپ کو طلاق دیگی تو طالقہ نہوگی۔ اور کسی نے اگر دوسرے سے
کہا کہ اگر تو نے میرا یہ غلام نہ فروخت کیا تو وہ میرا غلام دیگر آزاد ہے تو یہ اسکو اجازت بیع ہے اور یہ قسم و اجازت دونا
ہمیشہ کے واسطے ہے یعنی اگر اس مجلس میں اس نے فروخت نہ کیا تو کہنے والا حانث نہوگا۔ اور اگر زید نے کہا کہ اگر
میں کوفہ میں داخل ہوا اور میں نے نکاح نہیں کیا ہے تو میرا غلام آزاد ہے تو یہ قسم اسطرح پر واقع ہوگی کہ کوفہ میں
داخل ہونے سے پہلے نکاح کرلے اور اگر یوں کہا ہو کہ پس میں نے نکاح نہ کیا تو اسطرح پر واقع رہیگی کہ داخل
ہونے کے وقت نکاح کرلے یعنی داخل ہونے پر نکاح کرلے اور اگر کہا کہ پھر میں نے نکاح نہ کیا تو یہ داخل ہونے
کے بعد ہمیشہ تک نکاح کرنے پر واقع ہوگی۔ ایک سے کہا گیا کہ فلانہ عورت سے نکاح کرلے پس اسنے کہا کہ اگر میں نے
کبھی نکاح کیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر اسنے اس عورت کے سوائے دوسری سے نکاح کیا تو حانث ہوگا۔ ایک نے
کہا کہ اگر میں نے ترک کیا یہ کہ آسمان کو چھوؤں تو میرا غلام آزاد ہے تو وہ کبھی حانث نہ ہوگا۔ ایک نے کہا کہ
میرا غلام آزاد ہے اگر میں نے آسمان کو نہ چھوا تو اسی وقت حانث ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے

آٹھواں باب

خرید و فروخت و نکاح وغیرہ میں قسم کھانے کے بیان میں۔ اگر قسم کھائی کہ خرید ونگا یا نہ
بیچ کرونگا یا نہ اجارہ دونگا پھر اس نے کسی شخص کو وکیل کیا جس نے فعل کیا تو حانث نہوگا الا آنکہ اسنے نیت کی ہو
کہ دوسرے کو بھی اس کام کے کرنے کا حکم نہ دونگا تو ایسی نیت بیان کرنے کی صورت میں اسکے قول کی تصدیق
کیجائیگی کیونکہ اس نیت سے اسنے اپنے اوپر سختی زیادہ کرلی ہے یا یہ صورت ہو کہ قسم کھانے والا ایسا شخص معزز
ہو کہ وہ خود یہ کام نہ کرتا ہو تو وکیل کرنے و تفویض کرنے سے بھی حانث ہوگا اور اگر ایسا شخص ہو کہ خود کبھی
کرتا ہو اور کبھی دوسرے کے سپرد کرتا ہو تو دیکھا جائیگا کہ اکثر کیونکر کرتا ہو پس اسی کا اعتبار ہوگا یہ کافی میں ہے
اور اگر قسم کھائی کہ نہ خریدونگا یا بیع نہ کرونگا تو بشرط فاسد میں حانث ہو جائیگا اگرچہ قبضہ نہ ہوا اور ایسی بیع سے
بھی جس میں بائع یا مشتری کے واسطے خیار رہا ہو اور ایسی بیع سے بھی جو بطریق تعاطی کے ہو اور ایسی بیع سے بھی جو بشرط
عوض مگر یہ بشرط عوض میں وقت دونوں کے باہمی قبضہ کے حانث ہوگا اور جو بیع باطل ہوتی ہو اس سے حانث
نہوگا اور یہ مدبر و ام ولد و مکاتب کی خرید و فروخت کرنے سے حانث نہوگا اور بعد بیع واقع ہونیکے اگر ایسی قسم کے بعد
اسنے بیع کا اقالہ کرلیا تو بھی حانث نہوگا و لیکن اگر ابتداے بیع بلفظ اقالہ کی تو حانث ہوگا اور اگر باہمی رضامندی سے

بسبب عیب کے مبیع کو واپس کیا یا لیا تو بھی حانث نہوگا اور اگر اُسنے بیع کرنے کا ایجاب کیا تو بدون مشتری کے
قبول کرنے کے حانث نہوگا یہ عتابیہ مین ہے - اور اگر قسم کھائی کہ بیع نہ کرونگا پھر کسی فضولی نے اسکا مال فروخت
کیا اور اُسنے اجازت دیدی تو حانث نہوگا الا اس صورت مین کہ یہ شخص ایسا ہو کہ خود بیع نہین کیا کرتا ہو یہ
فتاوے قاضی خان مین ہے - اور اگر قسم کھائی کہ خرید نہ کرونگا پھر فضولی سے کوئی چیز خریدی یا شراب خریدی تو حانث
ہوگا یہ شرح تلخیص جامع کبیر مین ہے - شیخ ابو بکر رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک نے قسم کھائی کہ اپنا غلام فروخت کرونگا
پھر وہ اُسکے پاس سے چرا لیا گیا تو فرمایا کہ حانث نہوگا جبتک اُسکو غلام مذکور کے مرنے کا یقین حاصل نہو جاوے یہ
خلاصہ مین ہے - امام محمد رح نے جامع صغیر مین فرمایا کہ اگر کسی نے کہا کہ اگر مین نے یہ غلام فروخت نہ کیا تو ایسا ہے پھر
اُسنے یہ غلام آزاد یا مدبر کر دیا تو اپنی قسم مین حانث ہوگیا اور اگر اپنی گفتگو باندی کے حق مین کی اور باقی
مسئلہ بحالہا ہے تو صحیح یہ ہے کہ وہ حانث نہوا یہ تاتارخانیہ مین ہے - اپنی باندی سے کہا کہ اگر مین نے تجھے فروخت
نہ کیا تو تو آزاد ہے پھر اس سے وطی کی کہ اُسکے بچہ پیدا ہوا تو امام اعظم رح کے نزدیک وہ آزاد ہوگئی یہ خلاصہ مین ہے
ایک نے قسم کھائی کہ یہ غلام فروخت نہ کرونگا اور نہ اُسکو ہبہ کرونگا تو شیخ نصیر رح نے فرمایا کہ اگر اسکا نصف فروخت
یا ہبہ کیا تو حانث نہوگا اور شیخ رازی سے دریافت کیا گیا کہ ایک نے قسم کھائی کہ اپنی باندی ضرور فروخت کرونگا
اور اسکا کوئی وقت نہین بیان کیا پھر وہ باندی اُس سے بچہ جنی تو فرمایا کہ استحساناً مولی حانث نہوگا اور
شیخ ابو نصر الدبوسی سے دریافت کیا گیا کہ ایک نے اپنی باندی سے کہا کہ اگر مین نے تجھے ایک مہینہ تک فروخت
نہ کیا تو تو آزاد ہے پھر اس باندی کو اُس سے حمل ظاہر ہوا تو فرمایا کہ مولی کو حلال ہے کہ اس باندی سے ایک مہینہ
تک وطی کرے جبکہ چھ مہینے سے کم مین بچہ پیدا ہوا اور بنا بر قول امام ابو یوسف کے مولی حانث ہوگیا اور اسکو حلال نہین
ہے کہ بعد مہینہ کے اُس سے وطی کرے اور اگر چھ مہینے سے زیادہ مین بچہ جنی تو بالاجماع مولی کو حلال نہین ہے کہ بعد مہینہ
کے اُس سے وطی کرے یہ حاوی مین ہے - زید نے قسم کھائی کہ واللہ مین عمرو کی ام ولد کو ضرور فروخت کرونگا یا کہا کہ
واللہ مین اس عمرو کو فروخت کرونگا - حالانکہ عمرو آزاد ہے تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ یہ قسم بیع فاسد پر واقع ہوگی
چنانچہ اگر ان دونون کو بطور بیع فاسد کے فروخت کر دیا تو اپنی قسم مین سچا ہوگیا یہ فتاوے قاضی خان مین
ہے - اور اگر کسی نے کہا کہ اگر مین نے اپنا یہ غلام کسی زید کے ہاتھ فروخت کیا تو وہ آزاد ہے پس زید نے کہا کہ مین نے
اُسکی اجازت دیدی یا مین راضی ہوا پھر زید نے اُسکو خریدا تو وہ آزاد نہ ہوگا اور اگر کہا کہ اگر زید نے مجھسے یہ
غلام خریدا تو وہ آزاد ہے پھر زید نے کہا کہ ہان پھر اسکو خرید کیا تو زید کی طرف سے وہ غلام آزاد ہوگیا یہ ایضاح مین
ہے - ہشام نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ ایک نے کہا کہ واللہ نہ فروخت کرونگا مین تیرے ہاتھ یہ کپڑا
بعوض دس درم کے یہان تک کہ تو مجھے زیادہ دے پھر اُسکے ہاتھ نو درم کو فروخت کر دیا تو قیاساً حانث نہ ہوگا
اور استحساناً حانث ہوگا اور ہم قیاس ہی کو لیتے ہین یہ بدائع مین ہے قال المترجم ہمارے عرف کے موافق
استحسان اظہر ہے واللہ اعلم اور اگر قسم کھائی کہ اسکو دس درم کو فروخت نہ کرونگا الا بعوض اس سے زیادہ کے
یا بعوض زیادہ کے پھر اُسکے ہاتھ گیارہ درم کو فروخت کیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر دس کو فروخت کیا تو حانث ہوا اور
اسیطرح اگر نو درم کو فروخت کیا تو بھی یہی حکم ہے - اور اگر نو درم اور ایک دینار کو فروخت کیا تو قیاساً حانث ہوگا اور استحساناً

حانث نہ ہوگا اور اگر مشتری نے بھی قسم کھائی کہ میرا غلام آزاد ہے اگر مین بعوض دس درم کے اسکو خریدون حتی کہ اسکو کم کرے پس اگر مشتری نے اسکو دس درم کو خریدا تو حانث ہوا اور اگر گیارہ کو خریدا تو بھی حانث ہوا اور اگر نو درم کو خریدا تو حانث نہ ہوگا اور اگر نو درم اور ایک دینار کو خریدا تو حانث نہوا پس بعض نے فرمایا ہے کہ یہ حکم بدلیل قیاس ہے اور بحکم استحسان حانث ہوا اور اگر مشتری نے کہا کہ میرا غلام آزاد ہے اگر مین نے اسکو خریدا بعوض دس درم کے الا با قل یا بانقص پھر اسکو دس درم یا زیادہ کو خریدا تو حانث ہوگا اور اگر اسکو نو درم اور ایک دینار کو خریدا یا نو درم اور ایک کپڑے کے عوض خریدا تو قیاساً حانث نہوگا اور استحساناً حانث ہوگا اور اگر بائع نے قسم کھائی کہ مین تیرے ہاتھ دس درم کو فروخت نہ کرونگا یہانتک کہ تو مجھے زیادہ کردے پھر اسکے ہاتھ نو درم و ایک دینار کو جسکی قیمت پانچ درم ہین فروخت کیا تو حانث نہ ہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری مین ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ اپنا دار فروخت نہ کرونگا پھر اپنی جورو کو اسکے مہر مین دیدیا تو حانث ہوگیا۔ شیخ صدر الشہید رح نے فرمایا کہ یہ اسوقت ہے کہ عورت سے درمون پر نکاح کیا پھر ان درمون کے عوض اسکو یہ دار دیدیا اور اگر عورت سے اسی دار پر نکاح کیا تو حانث نہ ہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ یہ گھوڑا نہ بیچونگا پھر کسی نے یہ گھوڑا لے لیا اور اسکا بدل دیدیا اور گھوڑے کا مالک اسپر راضی ہوگیا تو حانث نہ ہوگا اور اسی پر فتوے ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ ایک نے دوسرے سے کوئی چیز بطور تعاطی کے لے لی پھر قسم کھائی کہ مین نے یہ چیز نہین خریدی ہے تو شیخ علم الہدے ماتریدی نے جواب دیا کہ وہ حانث ہوگا اور اسی کو شیخ ظہیر الدین نے اختیار کیا ہے اور اسی طرح اگر بطور تعاطی فروخت کی پھر قسم کھائی کہ مین نے اسکو فروخت نہین کیا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور یہی امام ابو یوسف رح سے بھی مروی ہے اور شیخ فضلی نے فرمایا کہ جو شخص جانتا ہو کہ وہ بیع تعاطی تھی تو اسکو حلال نہین ہے کہ بیع پر گواہی دے بلکہ تعاطی ہونے پر گواہی دیوے یہ ذخیرہ مین ہے الاصل جس شخص نے اپنی قسم کو کسی محل مین کسی فعل پر منعقد کیا اور حرف لام کو جو بمعنی واسطے و مالک کے عربی مین آتا ہے ذکر کیا تو دیکھنا چاہیے کہ اگر اسنے لام کو محل الفعل سے مقرون ذکر کیا تو اسکی قسم جسپر کھائی ہے اسکے محلوف علیہ کی ملک مین ہونے کی حالت مین فعل صادر کرنے پر ہوگی چنانچہ اگر حالف نے یہ فعل ملک محلوف علیہ مین کیا تو حانث ہوگا خواہ اسکے حکم سے کیا ہو یا بغیر اسکے حکم کے کیا ہو اور خواہ یہ فعل ایسا ہو کہ اسمین وکالت جاری ہوتی ہے یا جاری نہوتی ہو اور اگر لام کو مقرون بہ فعل ذکر کیا پس اگر فعل ایسا ہو کہ اسمین وکالت جاری ہوتی ہے اور اسکے حقوق ہین کہ اسکے عہدہ کی وجہ سے جو وکیل کو لاحق ہوا اسکے واسطے موکل کی طرف وکیل رجوع کر سکتا ہے جیسے بیع وغیرہ تو اسکی قسم وکالت و حکم پر ہوگی چنانچہ اگر یہ فعل اسکے محل مین بحکم محلوف علیہ کیا تو حانث ہوگا خواہ محل الفعل محلوف علیہ کی ملک ہو یا دوسرے کی ملک ہو اور اگر ایسا فعل ہو کہ اسمین وکالت بالکل جاری نہین ہوتی ہے جیسے کھانا پینا وغیرہ یا اسمین وکالت جاری تو ہوتی ہے مگر اسمین ایسے حقوق نہین ہین کہ انکے واسطے وکیل اپنے موکل کی طرف رجوع کرے جیسے مارنا وغیرہ تو اسکی قسم جسپر قسم کھائی ہے بملک محلوف علیہ مین اپنے فعل کے صادر کرنے پر ہوگی چنانچہ اگر یہ فعل محلوف علیہ کی ملک مین کیا تو حانث ہوگا خواہ اسکے حکم سے کیا ہو یا بغیر اسکے حکم کے کیا ہو اور اگر یہ فعل غیر محلوف علیہ کی ملک مین کیا تو حانث نہوگا اگرچہ یہ فعل محلوف علیہ کے حکم سے کیا ہو قال المترجم توضیح اس

اصل شریعت کی اپنی زبان مین ہمکو منظور ہو پس ہم کہتے ہین کہ اگر کسی نے کسی محل مین مثل کپڑے وغیرہ کے اپنا فعل
بیع وغیرہ کرنے پر قسم کھائی ہو اور کپڑا کسی دوسرے کا ہو پس اگر ایسا لفظ جو ملک پر دال ہو یا واسطے کے معنی مین
ہو مثلاً تیرا کپڑا یا فروخت واسطے تیرے وغیرہ ذلک محل فعل سے مقرون کرکے ذکر کیا اور محل فعل مثلاً بیع فعل
کا محل کپڑا ہو پس یون کہا کہ مین نے فروخت کیا یہ کپڑا تیرا یا تیری ملک کا یا جو تیری ملک ہو تو اسکی قسم کپڑے
کے فروخت کی اس حالت تک ہوگی کہ یہ کپڑا اس مخاطب کی ملک مین ہو علی العموم والاطلاق چنانچہ اوپر
مذکور ہوا۔ اور اگر ایسا لفظ موصوفہ بالا مقرون بفعل ذکر کیا نہ بمحل فعل مثلاً یون کہا کہ فروخت کیا مین نے تیرے
واسطے یہ کپڑا یعنی یہ فعل تیرے واسطے کیا تو اسمین فعل کو دیکھنا چاہیے کہ کیسا فعل ہو پس اگر فعل ایسا ہو کہ اسمین
وکالت جاری ہوتی ہو الی آخرہ اور جب اصل مذکور کی توضیح ہوگئی تو ہم پھر کتاب کی طرف رجوع کرتے ہین۔
امام محمد رح نے فرمایا اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر مین نے تیرے واسطے فروخت کیا کوئی کپڑا تو میرا غلام آزاد ہو
اور اسکی کچھ نیت نہین ہو پس محلوف علیہ یعنی مخاطب نے اپنا کپڑا کسی کو دیا تاکہ اسکو حالف کو دے تاکہ حالف اسکو
فروخت کردے پس درمیانی آدمی یہ کپڑا حالف کے پاس لایا اور کہا کہ یہ کپڑا واسطے فلان کے فروخت
کردے یعنی محلوف علیہ کے واسطے فروخت کردے یا کہا کہ یہ کپڑا فروخت کردے اور یہ نہ کہا کہ فلان کے واسطے لیکن
حالف جانتا ہو کہ یہ محلوف علیہ کا ایلچی ہو پس حالف نے اسکو فروخت کیا تو اپنی قسم مین حانث ہوا اور اگر درمیانی
آدمی نے کہا کہ یہ کپڑا میرے واسطے فروخت کردے یا کہا کہ اسکو فروخت کردے اور حالف کو یہ معلوم نہوا کہ یہ
محلوف علیہ کا ایلچی ہو پس حالف نے اسکو فروخت کیا تو حانث نہوگا اور اگر حالف نے یون قسم کھائی کہ اگر مین نے تیرا
کپڑا فروخت کیا یا جو تیری ملک ہو فروخت کیا یا فروخت کیا ایسا کپڑا جو تیرا ہو یا تیری ملک ہو اور باقی مسئلہ
بدستور ہو تو ہر حال مین حانث ہوگا خواہ درمیانی نے اس سے کہا ہو کہ فلان کے واسطے فروخت کردے یا کہا ہو
کہ میرے واسطے فروخت کردے یا کہا ہو کہ اسکو فروخت کردے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا ہو ہر صورت مین حانث
ہوگا بشرطیکہ اسکا فروخت کرنا ایسی حالت مین واقع ہوا ہو کہ یہ کپڑا محلوف علیہ کی ملک مین ہو اور اگر حالف نے اول
صورت مین یہ نیت کی کہ ایسا کپڑا فروخت کرون جو محلوف علیہ کی ملک ہو اور دوسری صورت مین اسطرح قسم کھائی کہ اگر
مین نے فروخت کیا کپڑا واسطے تیرے یہ نیت کی کہ محلوف علیہ کے حکم سے فروخت کیا تو فیما بینہ وبین اللہ تعالی اسکی قسم نیت
پر ہوگی لیکن اول صورت مین قاضی بھی اسکی نیت کی تصدیق کریگا اور دوسری صورت جسکو موافق ہمارے ذکر
کے بدون تصریح ملک کے اسنے اپنی نیت ظاہر کی تو قاضی اسکی تصدیق نہ کریگا اور جس صورت مین کہ ملک کی تصریح
کردی اس صورت مین کسی طور پر تصدیق نہ کیجائیگی کذا فی الذخیرہ مع زیادۃ من المترجم عصمہ اللہ تعالی المنتقی مین ابن سماعہ
کی روایت سے امام محمد رح سے مروی ہو کہ ایک نے قسم کھائی کہ نہ فروخت کرونگا واسطے فلان کے کوئی کپڑا پس حالف
نے محلوف علیہ کا کوئی کپڑا فروخت کردیا پس محلوف علیہ نے اس بیع کی اجازت دیدی تو حالف حانث ہوگیا اور اگر حالف
نے اسکو اپنے واسطے فروخت کیا تو حانث نہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری مین ہو۔ اور اگر قسم کھائی کہ مین کوئی چیز تیرے
اسباب مین سے تیرے واسطے فروخت نہ کرونگا پھر ایک تکیہ فروخت کیا جسمین محلوف علیہ کا صوف بھرا ہوا ہو تو حانث نہوگا
یہ عتابیہ مین ہو۔ زید نے عمرو سے ایک غلام خریدا اور بائع نے اسکے دام ہزار درم مانگے اور مشتری نے پانچ سو کہے

میں بائع نے کہا کہ یہ آزاد ہے اگر میں نے تجھسے ہزار درم سے کچھ حط کیا پھر اسکے بعد کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اسکو
پانچسو درم کو فروخت کیا پس مشتری نے بیع قبول کر لی یا نہیں قبول کی تو بائع حانث ہو گیا اور غلام آزاد ہو گیا
اور اگر بائع نے پہچاننے کے وقت کہا ہو کہ اگر میں نے اسکے ثمن سے کچھ حط کیا تو یہ آزاد ہے اور باقی مسئلہ بحالہ واقع ہو
تو غلام آزاد نہ ہوگا اور اگر اسکے ثمن سے اسکے بعد کچھ حط کر دیا تو قسم منحل ہو گئی ولیکن غلام آزاد نہ ہوگا اسواسطے
کہ وہ بائع کی ملک سے باہر ہو چکا ہے اور اگر اسی صورت میں بائع نے جزا قسم اپنی جورو کی طلاق یا کسی دوسرے
غلام کی آزادی قرار دی ہو تو اسکی جورو پر طلاق پڑ جائیگی اور دوسرا غلام آزاد ہو جائیگا اور اسی طرح اگر اس صورت میں
پورا ثمن مشتری کو ہبہ کر دیا خواہ پورا ثمن وصول کرنے کے بعد یا اس سے پہلے تو بھی اپنی قسم میں حانث
ہو گیا اور اگر تمام ثمن مشتری کے ذمہ سے حط کر دیا یا اسکو تمام ثمن ہبہ کر دیا تو حانث نہوگا اور اگر مشتری کو بعض ثمن سے
بری کر دیا پس اگر ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے ایسا کیا تو اپنی قسم میں حانث ہوگا اسواسطے کہ یہ حط قرار دیا جائیگا اور اگر قبضہ
ثمن کے ایسا کیا تو اپنی قسم میں حانث نہوگا یہ محیط میں ہے امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک شخص دوسرے سے ایک کپڑا
چاہا اور بائع نے بارہ سے کم کو دینے سے انکار کیا پس مشتری نے کہا کہ میرا غلام آزاد ہے اگر میں اسکو بارہ کو خریدوں
پھر اسکو تیرہ کو یا بارہ و ایک دینار کو یا بارہ اور ایک کپڑے کے عوض خریدا تو اپنی قسم میں حانث ہوگا اور اگر اسکو
گیارہ اور ایک دینار کے عوض یا گیارہ اور ایک کپڑے کے عوض خریدا تو حانث نہوگا اور اگر بائع نے کہا کہ میرا
غلام آزاد ہے اگر میں نے اسکو دس کو فروخت کیا پھر اسکو گیارہ کے عوض یا دس و ایک دینار کے عوض یا نو اور
ایک دینار کے عوض فروخت کیا تو حانث نہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے کسی نے کوئی چیز بعوض درموں کے
فروخت کی پھر قسم کھائی کہ اسکا ثمن نہ لونگا پھر ان درموں کے عوض گیہوں لے لیے تو حانث ہو گیا یہ ذخیرہ میں
ہے اور اگر قسم کھائی کہ یہ چیز کسی کے ہاتھ فروخت نہ کرونگا پھر اسکو دو آدمیوں کے ہاتھ فروخت کیا تو حانث ہوا
یہ عتابیہ میں ہے قسم کھائی کہ کپڑا نہ خریدونگا اور اسکی کچھ نیت نہیں ہے پھر اسنے ریشمی چادر یا طیلسان یا پوستین یا قبا خریدی
تو حانث ہوا اور اگر اسنے بچھونا یا ٹوپی یا نمالی خریدی تو حانث نہوگا یہ وجیز کردری میں ہے قال المترجم ہمارے
عرف کے موافق اسمیں یہ ہے کہ کپڑے سے جو قبا ور ہوتا ہے اسی پر محمول ہو واللہ تعالی اعلم قال فی الوجیز و اسی طرح اگر کوئی
کپڑا خریدا جو نصف کپڑے کے برابر نہیں ہے تو بھی حانث نہ ہوگا اور اگر نصف کپڑے کے برابر یا زیادہ ہو تو حانث
ہوگا اور اگر اسقدر خریدا جس سے نماز جائز ہو جاتی ہے تو حانث ہوگا انتہی قلت و ہذا ظاہر ایک نے قسم کھائی کہ
اس عورت کے واسطے تو نہ خریدونگا پھر اسکے واسطے اوڑھنی خریدی تو حانث نہوگا یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور
اگر قسم کھائی کہ کتان نہ خریدونگا تو ہمارے عرف میں یہ قسم کتان کے کپڑے پر واقع ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے
زید نے قسم کھائی کہ عمرو سے کچھ نہ خریدونگا پھر اس سے ایک کپڑے کی بیع سلم ٹھہرائی تو حانث ہوا کذا فی الظہیریہ قسم
کھائی کہ اپنی باندی کے لیے کپڑا نہ خریدونگا تو عرف میں بنا وہ کپڑا ہے جو [illegible] یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور اگر
قسم کھائی کہ لا یشتری طعاما (طعام نہ خریدونگا) پھر اسنے گیہوں خریدے تو ہمارے علما کے قول میں حانث ہوگا یہ حاوی میں ہے قال المترجم
یہ عرف اہل عرب کا ہے اور ہمارے عرف کے موافق الطعام فی الحال کھانے قابل پر واقع ہوگا کما صرحنا فی کتاب البیوع اور اگر قسم کھائی
کہ ان درموں کی روٹی نہ خریدونگا تو جب تک یہ درم پہلے نانبائی کو دیکر پھر اس سے نہ کہے کہ مجھے ان درموں کی روٹی

دیدیے تب تک حانث نہ ہوگا چنانچہ اگر نانوائی کو یہ درم دینے سے پہلے روٹی خریدنے کو اسطرح کہا تو حانث نہوگا اور جامع میں فرمایا کہ اگر اُسنے عقد بیع کو انھیں درموں کی طرف مضاف کیا تو حانث ہوگا خواہ یہ درم دیے ہوں یا ہنوز نہ دیے ہوں یہ وجیز کردری میں ہی اور مترجم کہتا ہو کہ یہی اصح ہو واللہ اعلم اور اگر قسم کھائی کہ جَو نہ خریدونگا پھر اُسنے گیہوں خریدے جنمیں جو کے دانہ موجود ہیں تو حانث نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہی اور اگر قسم کھائی کہ لکھوری اینٹ یا لکڑی یا نرکل نہ خریدونگا پھر اُسنے کوئی پختہ مکان خریدا تو حانث نہوگا اور اگر قسم کھائی کہ خرما کے پھل نہ خریدونگا پھر اُسنے ایک زمین خریدی جسمیں خرما کے درخت ہیں اور درختوں پر پھل موجود ہیں اور مشتری نے شرط کرلی کہ پھل میرے ہونگے تو حانث ہوگا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ نقل نہ خریدونگا پھر ایسی زمین خریدی جسمیں نقل موجود ہی اور مشتری نے شرط کرلی کہ یہ نقل میری ہوگی تو بھی حانث ہوگا اسواسطے کہ اس صورت میں نقل بیع میں بالمقصود داخل ہوگی نہ بالتبع - اور اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ خریدونگا پھر زندہ بکری خریدی تو حانث نہوگا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ کڑوا تیل نہ خریدونگا پھر سرسوں خریدی تو حانث نہوگا اور علی ہذا اگر کسی نے قسم کھائی کہ نرکل نہ خریدونگا اور نہ خرما کے پتے پھر ایک بوریا خریدا یا خرما کے پتوں کی زنبیل خریدی تو مشائخ نے فرمایا کہ حانث نہوگا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ بکری کا بچہ نہ خریدونگا پھر گابھن بکری خریدی یا قسم کھائی کہ کوئی مملوک نہ خریدونگا پھر حاملہ باندی خریدی تو حانث نہوگا یہ بدائع میں ہی - اور اگر قسم کھائی کہ کوئی درخت نہ خریدونگا پھر ایک زمین خریدی جسمیں درخت ہیں تو حانث نہوگا یہ ظہیریہ میں ہی قال المترجم اس قسم کے مسائل میں اصل یہ ہی کہ اگر کسی چیز کے نہ خریدنے کی قسم کھائی تو اسمیں تین صورتیں ہیں کہ اگر یہ چیز دوسری چیز کے خریدنے میں آئی اور ایسی چیز ہی کہ اسکی تبعیت میں بدون ذکر و شرط کے داخل ہو جاتی ہی تو حانث نہوگا اور اگر بدون شرط کے داخل نہیں ہوتی ہی اور شرط کرنے سے داخل ہوسکتی ہی پس شرط کی تو حانث ہوگا اور اگر مستقل بعد کہ بیع میں آئی ہو تو بھی حانث ہوگا اگر خرید کیا ہو فلیتامل اور اگر قسم کھائی کہ دیوار نہ خریدونگا پھر ایک دار خریدا جسکی چہار دیواری قائم ہی تو استحسانًا حانث ہوگا ایک نے قسم کھائی کہ درخت خرما نہ خریدونگا پھر ایک باغ چہار دیواری کا خریدا جسکے اندر درختان خرما ہیں تو حانث ہوا اور اگر قسم کھائی کہ صوف نہ خریدونگا پھر ایک بکری خریدی جسکی پشت پر صوف موجود ہی تو حانث نہوگا اور اسی طرح اگر بکری کو بعوض صوف تراشیدہ خریدا تو بھی یہی حکم ہی یہ ظاہر الروایہ ہی کذا فی فتاوی قاضی خان اور صوف نہ خریدنے کی قسم میں اگر کھال خریدی جسپر صوف موجود ہی تو حانث نہ ہوگا اور امام محمد رح سے مروی ہی کہ ایسی کھال خریدنے سے حانث ہوگا یہ عتابیہ میں ہی - اور اگر قسم کھائی کہ دودھ نہ خریدونگا پھر ایک بکری خریدی جسکے تھنوں میں دودھ ہی تو حانث نہوگا اور اسی طرح اگر بکری کو اسکی جنس کے دودھ کے عوض خریدا تو بھی حانث نہوگا یہ ظاہر الروایہ کے موافق ہی اور یہ صورت اور بکری کو بعوض گوشت کے خریدنا امام ابو حنیفہ رح اور ابو یوسف کے نزدیک یکسان ہیں کہ ہر حال میں بیع جائز ہی اور اگر دودھ نہ خریدنے کی قسم کھائی ہوگی تو اس صورت میں حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ چکتی نہ خریدونگا پھر ایک دنبہ ذبح کیا ہوا خریدا تو حانث نہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہی - اور اصل یہ ہی کہ جسپر قسم کھائی ہی اگر وہ دوسری چیز کی تبعیت میں بیع میں داخل ہوگئی ہو تو اُس سے حانث نہ ہوگا اور اگر مقصود داخل ہوئی ہو تو حانث ہوگا یہ ذخیرہ میں ہی - قال المترجم انما عثرت علیہ بعد

ما ذکرت الاصل فلیقبل ہذا فانما ہا تیہ اتقان فالحمد للہ علی ذلک حمدا کثیرا طیبا مبارکا وصلی اللہ علی سیدنا الصادق الامین
محمد وآلہ اجمعین۔ اور اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ خریدونگا پھر سری خریدی تو حانث نہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر
قسم کھائی کہ سری نہ خریدونگا تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ قسم بکری و دنبہ و گائے کی سری پر واقع ہوگی۔ اور
صاحبین کے نزدیک فقط بکری و دنبہ کی سری پر واقع ہوگی اور یہ اختلاف عصر و زمانہ ہے یعنی باعتبار رواج
کے ہے قال المترجم ہمارے عرف کے موافق بھی صاحبین رح کے قول پر فتویٰ ہونا چاہیے ہے واللہ اعلم۔ اور اگر قسم
کھائی کہ شحم نہ خریدونگا یعنی چربی پھر اُسنے پیٹ کی چربی خریدی تو حانث ہوگا اور اگر پیٹھ کی چربی جسمیں گوشت کا
میل ہوتا ہے خریدی تو یہ مسئلہ امام محمد رح نے اصل میں نہیں ذکر فرمایا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہے کہ حانث نہوگا یہ
محیط میں ہے۔ ایک نے کہا کہ واللہ نہ خریدونگا ان درمون کے عوض الا گوشت پھر اس نے ان درمون میں سے
تھوڑے کے عوض گوشت خریدا اور باقی کے عوض کوئی اور چیز سواے گوشت کے خریدی تو حانث نہوگا جبتک کہ ان
سب کے عوض دوسری چیز سواے گوشت کے نہ خریدے اور اگر قسم کھائی کہ ان درمون کے عوض سواے گوشت کے
نہ خریدونگا پھر اُسنے تھوڑے ان درمون کے عوض کوئی اور چیز سواے گوشت کے خریدی تو قیاساً حانث نہوگا اور
استحساناً حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ اون یا بال نہ خریدونگا تو یہ قسم سادے اون و بال پر واقع ہوگی اور ان چیزون
پر واقع نہوگی جو اون و بال سے بنائی گئی ہون چنانچہ کمل اور بالون کی تھیلی خریدنے سے حانث نہوگا یہ فتاوے
قاضی خان میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ دہن نہ خریدونگا تو ایسے دہن پر واقع ہوگی جس سے تدہین کرنے کا لوگون میں
رواج و عادت ہے اور جس سے تدہین کی عادت نہیں ہے جیسے روغن زیتون والسی وانڈی و پائے تو ان سے حانث نہوگا
قال المترجم اگر ہماری زبان میں کہا کہ تیل نہ خریدونگا تو سواے پالنے کے سب تیلون پر واقع ہوگی اور اگر یون کہا کہ
لگانے کا تیل نہ خریدونگا تو حکم موافق مذکورہ کتاب ہے واللہ اعلم اور اگر اُسنے زیت مطبوخ خریدا اور قسم کے وقت
اسکی کچھ نیت نہیں ہے تو حانث ہوگا یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ بنفشہ یا خطمی نہ خریدونگا تو کتاب میں مذکور ہے کہ
یہ قسم روغن بنفشہ پر واقع ہوگی بیج پر واقع نہوگی اور مشائخ نے فرمایا کہ ہمارے عرف میں روغن بنفشہ خریدنے
سے حانث نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ قال المترجم ہمارے عرف میں عام لوگون کے اطلاق میں بنفشہ
و خطمی اسکے گل و تخم یعنے گل بنفشہ اور تخم یعنے تخم خطمی پر ہے اور خواص فرق کرتے ہیں پس حکم میں تامل ہے اور ضرور
اجتہاد فافہم۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلان کے واسطے نہ خریدونگا پھر فلان کے پسر صغیر یا اُسکے غلام یا نوکر کے واسطے
اُسکی اجازت سے خریدا کیا تو حانث نہوگا یہ عتابیہ میں ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ فلان کے واسطے یہ چیز ضرور خریدونگا
پھر اُسکے واسطے خریدی پھر اُسنے یہ چیز بائع کو دیدی تو اپنی قسم میں سچا رہا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر زید نے کہا
کہ اگر میں نے فلان غلام کو خریدا تو وہ آزاد ہے پھر عمرو کے واسطے اس غلام کو خریدا تو اسکو امام محمد رح نے کسی کتاب
میں ذکر نہیں فرمایا ہے اور فقیہ ابو بکر بلخی سے منقول ہے کہ انھون نے فرمایا کہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ قسم محمول ہوگی اور
یہی اشبہ ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلان کا غلام نہ خریدونگا پھر اپنا مکان فلان کو بعوض اس غلام
کے کرایہ پر دیا تو حانث نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ یہ غلام نہ خریدونگا اور نہ کسی کو حکم دونگا
کہ میرے واسطے اسکو خریدے پس اُسکو منظور ہوا کہ اسکو کسی طرح خریدون تو اسکی صورت یہ ہے کہ کوئی دوسرا غلام

خرید کر کے اسکو تجارت کی اجازت دیدے پھر وہ ماذون اس غلام کو خرید کرے پھر اپنے غلام ماذون کو مجبور
کرے پھر یہ غلام اسکا ہو جائیگا اور حانث کبھی نہ ہوگا اسواسطے کہ شرط حانث ہونے کی نہیں پائی گئی یہ خلاصہ
میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ امراۃ نہ خریدونگا یعنی عورت نہ خریدونگا پھر ایک جاریہ صغیرہ خریدی یعنی چھوٹی لڑکی
خریدی تو حانث نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے دس باندیوں کو دیکھکر کہا کہ اگر میں نے کوئی باندی ان
باندیوں میں سے خریدی تو وہ آزاد ہے پھر کسی دوسرے کے واسطے انمیں سے کوئی باندی خریدی پھر اپنے واسطے
خرید لی تو وہ آزاد ہوگی اور اگر انمیں سے دو باندیاں ایک اپنے واسطے اور دوسری دوسرے کے واسطے ایک ہی
صفقہ میں خریدیں تو انمیں سے کوئی آزاد نہ ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ جاریہ
نہ خریدونگا پھر بوڑھی باندی یا دودھ پیتی لڑکی خریدی تو حانث ہوگا اور اگر کہا کہ لا اشتری غلاما [illegible]
نہ خریدونگا کوئی غلام [illegible] تو [illegible] غلام نہ خریدنے پر واقع ہوگی اور اگر کہا کہ نہ خریدونگا غلام از خراسان
یعنی خراسانی غلام کو سوائے خراسان کے دوسرے مقام پر خرید کیا تو حانث نہ ہوگا جبتک اسکو خراسان میں نہ خریدے
یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک نے [illegible] ایک سو یا پچاس درم کو خریدنے پر قسم کھائی کہ میں نے ان میں سے ایک [illegible] درم کو خریدا
ہو تو حانث ہوگا۔ دو آدمیوں کے درمیان اسی بکریاں مشترک ہیں پھر جو شخص کہ زکوۃ وصول کرنے کے واسطے مقرر ہے
اسنے زکوۃ کا مطالبہ کیا پس انمیں سے ایک نے قسم کھائی کہ میں چالیس بکریوں کا مالک نہیں ہوں تو حانث ہوگا اور
اسپر زکوۃ واجب ہوگی۔ اور اگر ایک غلام خریدا پھر قسم کھائی کہ میں چالیس کا مالک نہیں ہوں تو حانث ہوگا اور
زکوۃ لازم نہ آویگی یہ وجیز کردری میں ہے منتقی میں لکھا ہے کہ اگر زید نے عمرو سے ایک غلام خریدنا چاہا اور ہزار درم [illegible]
پس زید نے ہزار درم عمرو کو دیئے پھر قسم کھائی کہ اگر میں نے ان ہزار درم کے عوض یہ غلام خریدا تو یہ ہزار درم مسکینوں
پر صدقہ ہیں اور انھیں دیئے ہوئے ہزار درم کی طرف اشارہ کیا اور عمرو نے کہا کہ اگر میں نے یہ غلام ان ہزار درم کے
عوض فروخت کیا تو یہ ہزار درم مسکینوں پر صدقہ ہیں اور انھیں دیئے ہوئے ہزار درموں کی طرف بائع نے بھی
اشارہ کیا پھر عمرو نے انھیں درموں کے عوض یہ غلام زید کے ہاتھ فروخت کیا تو عمرو پر لازم آئیگا کہ یہ ہزار درم
صدقہ کرے زید پر لازم نہ آویگا یہ تاتارخانیہ میں ہے قال المترجم اور اگر جزا یہ قرار دی ہو کہ یہ غلام آزاد ہے تو
مشتری کی طرف سے غلام آزاد ہوگا نہ بائع کی طرف سے فلیتامل۔ اور اگر کہا کہ اگر میں کسی غلام کا مالک ہوا تو وہ
آزاد ہے پھر نصف غلام خریدا اور اسکو فروخت کر دیا پھر باقی نصف خریدا تو یہ نصف اسکی طرف سے آزاد نہ ہوگا
اور اگر یوں کہا کہ اگر میں نے کوئی غلام خریدا تو وہ آزاد ہے اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو یہ نصف آزاد ہو جائیگا۔ اور
یہ غیر معین غلام کی صورت میں ہے اور معین غلام کی صورت میں یوں کہا کہ اگر میں اس غلام کا مالک ہوا تو وہ آزاد ہے تو
اسکا حکم مثل اس صورت کے ہے کہ اگر میں نے یہ غلام خریدا تو آزاد ہے یعنی یہ نصف اسکی طرف سے آزاد ہو جائیگا۔ اور یہی
حکم درموں کی صورت میں ہے یعنی اگر یوں کہا کہ اگر میں دو سو درم کا مالک ہوا تو [illegible] اللہ تعالیٰ کے واسطے ان کا
کر دینا واجب ہے پھر سو درم کا مالک ہوا پھر اور سو درم کا مالک ہوا تو اسپر انکا صدقہ کر دینا واجب نہ ہوگا اور اگر
درہم معین ہوں یعنی اشارہ کر کے کہا ہو کہ اگر ان دو سو درم کا مالک ہوا تو پھر انکا صدقہ کرنا واجب ہوگا [illegible]
سے اسپر صدقہ کرنا واجب ہوگا اور خرید کی صورت میں اگر اسنے یہ دعوی کیا کہ میری نیت یہی تھی کہ اگر [illegible]

ہین سے خریدا تو آزاد ہی تو قضاءً اسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی اور دیانۃً تصدیق ہوگی یہ خلاصہ مین ہی ایک نے
عمرو و بکر سے کہا کہ اگر تم نے کسی غلام کو خریدا یا تم کسی غلام کے مالک ہوئے تو میرے غلام ہین پس اگر ان دونون نے
ہی پھر دونون ایک غلام کے مالک ہوئے جو دونون مین ساوی مشترک ہی یا ایک نے خرید کر دوسرے کے ہاتھ
فروخت کر دیا تو زید حانث ہوا۔ اور اگر کسی نے کہا کہ مین نہین مالک ہوا الا پچاس درم کا یعنی زکوۃ مجھپر نہین
نہین ہی کہ مین دوسو درم کا مالک نہین رہا ہون حالانکہ وہ فقط دس ہی درم کا مالک ہوا ہی تو حانث نہوگا اور اگر وہ
پچاس درم کے ساتھ دس دینار کا یا سوائم کا یا اور کسی تجارتی چیز کا مالک ہوا تو حانث ہوگا اور اگر پچاس درم کے ساتھ
غیر تجارتی اسباب کا یا خدمت کے واسطے غلامون کا یا رہنے کے دار وغیرہ کا مالک ہوا ہو تو حانث نہوگا اسواسطے کہ
عرف کے موافق اسکی مراد یہ ہی کہ وہ کسی مال کا مالک نہین ہوا ہی الا پچاس درم کا اور مطلق لفظ مال راجع بجانب مال
زکوۃ ہوتا ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ ایک نے قسم کھائی کہ سونا یا چاندی نہ خریدونگا تو اسمین سونے و چاندی کے زیور اور
ڈھلی ہوئی چیزین برتن و زیور وغیرہ و درم و دینار یہ سب داخل ہین یہ امام ابو یوسف کا قول ہی اور امام محمد رح نے فرمایا
کہ اسمین درم و دینار داخل نہونگے اور اگر چاندی کی انگوٹھی خریدی تو حانث ہوگا اور اسی طرح اگر تلوار جسپر چاندی
کا حلیہ ہی خریدی تو بھی حانث ہوگا اور مشایخ یہ سونے و چاندی کے ماسوائے ان دونون کے نہین ہی جبکہ سونا و
چاندی تلوار یا پیٹی مین ہو تو اسکو تلوار کے ساتھ خریدا ہی اگر اسکا ثمن سونا و چاندی ہو اور اگر اسکا ثمن گیہون وغیرہ
ہون تو حانث نہوگا۔ ایک نے قسم کھائی کہ لوہا نہ خریدونگا تو امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق اسمین لوہا اور
لوہے کی بنائی ہوئی چیز و ہتھیار سب داخل ہونگے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اسمین وہ چیزین داخل ہونگی جسکا فروخت
کرنے والا حداد کہلاتا ہی اور اسمین ہتھیار داخل نہونگے جیسے تلوار اور چھرا اور خود و زرہ وغیرہ اور نیز اسمین سوئی اور
سوجا بھی داخل نہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ ہمارے دیار کے عرف کے موافق کہیں قفل بھی داخل نہونگے قال المترجم
ہمارے عرف کے موافق حانث ہوگا واللہ اعلم۔ اور پیتل و کانسہ بمنزلہ لوہے کے ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ پیتل یا تانبا نہ
خریدونگا تو اسمین خود یہ چیز اور اس سے بنائی ہوئی چیزین اور پیسے امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق داخل ہونگے
اور امام محمد رح نے فرمایا کہ پیسے داخل نہونگے۔ اور اگر قسم کھائی کہ لوہے کے عوض نہ خریدونگا پھر ایک دروازہ خریدا بعوض
اسقدر لوہے کے جو مقدار مین اس لوہے سے کم ہی جو دروازہ مین ہی تو نوادر مین مذکور ہی کہ یہ جائز نہین ہی اور اگر
بعوض اسقدر لوہے کے خریدا جو اس لوہے سے جو دروازہ مین ہی زیادہ ہی تو بیع جائز ہوگی اور وہ اپنی قسم مین
حانث ہوگا۔ ایک نے قسم کھائی کہ نگینہ نہ خریدونگا پھر ایک انگوٹھی جسمین نگینہ ہی خریدی تو حانث ہو جائیگا اگرچہ
نگینہ کی قیمت حلقہ سے کم ہو۔ ایک نے قسم کھائی کہ یاقوت نہ خریدونگا پھر ایک انگوٹھی خریدی جسکا نگینہ یاقوت کا
ہی تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ آبگینہ نہ خریدونگا پھر چاندی کی انگوٹھی خریدی جسکا نگینہ آبگینہ کا ہی پس اگر
نگینہ کے دام اسکے حلقہ کے دام سے زائد ہون تو حانث نہوگا اور اگر زائد ہون تو حانث ہوگا یہ فتاوی قاضیخان
مین ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ ساکھو کا دروازہ نہ خریدونگا پھر ایک دار خریدا جسمین چار دیواری موجود ہی اور
اُسکا دروازہ ساکھو کا ہی تو حانث ہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ **فصل** اگر قسم کھائی کہ اس عورت کو اپنے نکاح مین نہ
لونگا پھر بطور فاسد اُس سے نکاح کیا اور فاسد نکاح خواہ اسوجہ سے تھا کہ بغیر گواہون کے تھا یا عورت کسی

دوسرے کی طلاق یا موت کی وراثت مین تھی یا مثل اسکے اور کوئی وجہ تھی تو حالف حانث نہوگا یہ سراج وہاج مین ہو۔ ایک شخص نے قسم کھائی کہ میرا غلام آزاد ہو اگر مین نے کسی عورت سے نکاح کیا ہو حالانکہ اُسنے ایسا کیا ہو خواہ نکاح جائز یا نکاح فاسد تو حانث ہوگا اور یہ استحسان ہو اور اگر اُس نے یہ نیت کی کہ نکاح صحیح زمانہ ماضی مین کسی عورت سے نکاح نہین کیا ہو تو قضاءً و دیانۃً دونون طرح اُسکے قول کی تصدیق ہوگی اگرچہ اس صورت مین حالف کے حق مین تخفیف ہو اور اگر نکاح فاسد کی زمانہ مستقبل مین نیت کی ہو تو قضاءً اُسکے قول کی تصدیق ہوگی اگرچہ یہ امر جو اُس نے نیت کیا ہو اسکی عبارت کا مدلول مجاز ہو ولیکن چونکہ اُسکے حق مین تغلیظ ہو لہذا اُسکا قول قبول ہوگا اور نکاح جائز سے بھی حانث ہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری مین ہو۔ اور اگر حالف کا نکاح کسی فضولی نے کر دیا پس اگر قسم سے پہلے فضولی کا عقد قرار پایا پھر حالف نے بعد قسم کے اجازت دیدی خواہ بقول اجازت دی یا بفعل تو وہ حانث نہوگا اور اگر فضولی نے بعد اسکی قسم کے عقد قرار دیا تو حالف حانث نہوگا جبتک کہ اجازت نہ دے اور جب اجازت دیدی تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُسنے بقول اجازت دی مثلاً کہا کہ مین نے اس نکاح کی اجازت دی تو وہ حانث ہوا اور یہی مختار ہو اور اگر بفعل اجازت دی مثلاً مہر بھیجا یا مثل اسکے کوئی امر کیا تو ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہو کہ وہ حانث نہوگا اور اکثر مشائخ اسی پر ہین اور اسی پر فتوی ہو اور اگر حالف کا نکاح بعد قسم کے فضولی نے بطور فاسد کر دیا پھر حالف نے بقول یا بفعل اُسکی اجازت دیدی تو حانث نہوگا اور قسم منحل نہوگی حتی کہ اگر اسکے بعد بطور جائز نکاح کیا تو اپنی قسم مین حانث ہوگا۔ اور اسی طرح اگر حالف نے کسیکو وکیل کیا کہ نکاح کرا دے پس وکیل نے بطور فاسد کسی عورت سے نکاح کرا دیا تو موکل حانث نہوگا اور اگر قسم کھائی کہ کسی عورت سے نکاح نکرونگا پھر حالف پر نکاح کرنے کے واسطے اکراہ کیا گیا پس اُسنے نکاح کیا تو اپنی قسم مین حانث نہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہو۔ نوادر ہشام مین امام محمد رح سے مروی ہو کہ ایک نے قسم کھائی کہ اپنی جورو پر تین طلاق کی اس شرط پر کہ اس دختر صغیرہ کا نکاح کر دے پھر حالف کی موجودگی مین کسی فضولی نے اُسکا نکاح کر دیا اور حالف خاموش ہو۔ اور شوہر نے قبول کر لیا پھر حالف نے یعنی دختر کے باپ نے اجازت دیدی تو حانث نہوگا اور اسی طرح اگر اپنی باندی کے نکاح کی بابت اسطرح قسم کھائی تو اس صورت مین یہی حکم ہو۔ اور منتقی مین امام محمد رح سے روایت ہو کہ ایک شخص نے ایک عورت سے بواسطہ فضولی کے بدون اجازت عورت مذکورہ کے نکاح کیا پھر قسم کھائی کہ اس عورت سے نکاح نہ کرونگا پھر عورت مذکورہ راضی ہوئی یعنے نکاح فضولی کی اجازت دی تو وہ حانث نہوگا۔ اور اگر عورت نے قسم کھائی کہ اپنے نفس کو کسی کے نکاح مین نہ دونگی پھر کسی فضولی نے بدون اسکی اجازت کے یا وکیل نے اُسکی اجازت سے اسکو کسی مرد کے نکاح مین دیدیا پھر اُسنے اجازت دیدی یا باکرہ تھی کہ اُسکے ولی نے اُسکا نکاح کر دیا پس یہ خاموش رہی تو حانث ہوگی اور یہ روایت مخالف روایت منتقی ہو یہ محیط مین ہو۔ اور اگر باکرہ عورت نے قسم کھائی کہ کسی کو اجازت نہ دونگی کہ وہ میرا نکاح کر دے پھر ایک مرد نے اسکا نکاح کر دیا اور اُسکو خبر پہونچی پس وہ خاموش رہی تو اسکی کوئی روایت امام محمد رح سے نہین ہو اور ہمارے مشائخ کے حق مین روایت موجود ہو کہ اگر کسی مرد نے قسم کھائی کہ اپنے غلام کو تجارت کی اجازت نہ دونگا پھر غلام کو خرید و فروخت کرتے دیکھکر سکوت کیا تو حانث ہوگا اور امام ابو یوسف رح سے دونون قولون مین روایت ہو کہ وہ حانث نہوگا کذا فی المحیط مین ہو

مجموع النوازل مین لکہا ہی کہ اگر عورت نے قسم کہائی کہ اپنے تزویج کے بارہ مین اجازت نہ دونگی حالانکہ یہ عورت باکرہ ہی پہر اُسکے باپ نے اُسکا نکاح کردیا اور یہ خاموش رہی تو نکاح پورا ہوگیا اور یہ حانث نہوگی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر اپنی رضاعی بہن سے یا اور کسی ایسی عورت سے جسکے ساتھ اُسکا نکاح کبہی حلال نہین ہی اور یہ شخص اُسکو جانتا ہی یون کہا کہ اگر مین نے تجہسے نکاح کیا تو میرا غلام آزاد ہی پہر اس عورت سے نکاح کیا تو حانث ہوگیا یہ جامع کبیر مین ہی۔ اور اگر قسم کہائی کہ نکاح نکرونگا پہر مجنون ہوگیا پہر اُسکے باپ نے اُسکا نکاح کردیا تو حانث نہوگا۔ اور منتقیٰ مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر قسم کہائی کہ نکاح نکرونگا پہر معتوہ ہوگیا پہر اُسکے باپ نے اُسکا نکاح کردیا تو حانث ہوا یہ خلاصہ مین ہی۔ ایک نے قسم کہائی کہ عورتون سے نکاح نہ کرونگا پہر ایک عورت سے نکاح کیا تو حانث ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ قال المترجم ہمارے عرف مین تو یہ صورت ایسی ظاہر ہی کہ زبان عربی قول لاانزوج النساء اور لنساء جمع ہی اسپر الف لام محتمل استغراق ہی جیسے لفظ عورتون سے استغراق مراد ہوسکتا ہی لہذا ذکر کردیا کہ یہان جنس مراد ہی فتامل۔ ایک نے قسم کہائی کہ ایسی عورت سے نکاح نہ کرونگا جسکا شوہر تھا پہر اپنی جورو کو طلاق بائن دیدی پہر اُس سے نکاح کرلیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اپنی قسم مین حانث نہوگا اسواسطے کہ اُسکی قسم اس عورت کے سواے اور عورتون کی طرف منصرف ہوگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک نے قسم کہائی کہ نکاح نہ کرونگا الا چار درم پر پہر اُسنے چار ہی درم پر ایک عورت سے نکاح کیا پہر قاضی نے عورت کا مہر پورے دس درم کردیے تو وہ حانث نہوگا اور اسی طرح اگر بعد عقد کے خود اُسکا مہر بڑہا دیا تو بہی حانث نہوگا یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور اگر قسم کہائی کہ ایک دینار سے زیادہ پر نکاح نہ کرونگا پہر چاندی کے عوض نکاح کیا جو ازراہ قیمت ایک دینار سے زیادہ ہی مثلاً سو درم نقرہ پر نکاح کیا تو حانث نہ ہوگا یہ خلاصہ مین ہی قال المترجم ینبغی ان یکون الجواب علی قول الامام واما علی قولہما فینبغی عرفنا ینبغی ان یحنث واللہ اعلم۔ ایک نے قسم کہائی کہ بنت فلان سے نکاح نہ کرونگا پہر فلان مذکور کے ایک دوسری دختر پیدا ہوئی پہر اس سے نکاح کرلیا تو حانث نہوگا اور اگر قسم کہائی کہ فلان کی دخترون مین سے کسی دختر سے نکاح نہ کرونگا یا فلان کی کسی دختر سے نکاح نہ کرونگا تو امام اعظم رح کے نزدیک اس صورت مین حانث ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ فتاوے مین لکہا ہی کہ زید نے کہا کہ واللہ اس دار کے رہنے والون مین سے کسی عورت سے نکاح نہ کرونگا یا عمرو کی دخترون مین سے نکاح نہ کرونگا حالانکہ دار مذکور مین کوئی نہین رہتا ہی پہر اُسمین کوئی لوگ آکر رہے یا عمرو کی ایک دختر پیدا ہوئی پہر دار مذکور کی کسی عورت سے یا عمرو کی اس دختر سے نکاح کیا تو حانث نہ ہوگا ولیکن یہ امام محمد رح کا قول ہی اور مختار یہ ہی کہ حانث ہوگا اور یہ شیخین رح کا قول ہی۔ اور اگر قسم کہائی کہ اہل کوفہ مین سے کسی عورت سے نکاح نہ کرونگا پہر ایک کوفی عورت سے نکاح کیا جو اُسکی قسم کے روز پیدا نہین ہوئی تہی بلکہ بعد پیدا ہوئی ہی تو بالاتفاق حانث ہوگا۔ اور اگر قسم کہائی کہ نژاد فلان سے کوئی عورت اپنے نکاح مین نہ لونگا پہر اسکی دختر کی دختر سے نکاح کیا تو حانث ہوا اور اگر اس صورت مین یہ لفظ کہا ہو کہ اہل بیت فلان سے یعنی فلان کے گہر سے تو منکوحہ کو نکاح مین لانے سے حانث نہوگا الا آنکہ اسکے پسر کی دختر سے نکاح کرے یہ خلاصہ مین ہی قال المترجم اگر اسکا مدار عرف پر ہو تو حکم باعتبار عرف کے مختلف ہوگا والظاہر انہ لیس کک فافہم۔ اور اگر قسم کہائی کہ زنان اہل کوفہ یا بصرہ سے نکاح مین نہ لاؤنگا پہر ایسی عورت سے نکاح کیا جو بصرہ مین پیدا ہوئی اور اُسنے کوفہ مین نشوونما پایا

اور وہیں توطن اختیار کیا ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ کے قول میں حانث ہوگا اسواسطے کہ ایسا قول مولود پر کہا جاتا
ہے یعنی اپنے مقام پر کہتے ہیں کہ یہاں یہ مرد پیدا ہوا ہے کہ فلاں جگہ کی پیدائش ہے اور یہی مختار ہے اسواسطے کہ
معتبر اسمیں پیدائش ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ لا اتزوج امراۃ بالکوفۃ یعنی کوفہ میں کسی عورت
سے نکاح نہ کرونگا پھر اسنے کوفہ میں ایک عورت سے نکاح کیا بدون اجازت اس عورت کے یعنی کسی فضولی
نے اسکے ساتھ اس عورت کا نکاح کردیا اور یہ عورت بصرہ میں ہے پھر اسنے جب بصرہ پہنچا تو بصرہ میں اس نکاح کی اجازت
دیدی تو یہ شخص اپنی قسم میں حانث ہوا اگرچہ نکاح کا پورا ہونا اجازت سے ہے اور اجازت بصرہ میں پائی گئی یہ محیط
میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ روئے زمین پر کسی عورت سے نکاح نہ کرونگا اور اس نے ایک خاص عورت کی نیت کی ہے
تو فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ اسکی تصدیق ہوگی مگر قضاءً اسکی تصدیق نہ ہوگی اور اگر اسنے کوفہ یا بصرہ کی عورت کی نیت کی
ہو تو دیانۃً یا قضاءً کسی طرح اسکی تصدیق نہ ہوگی اسی طرح اگر کالی یا اندھی کی نیت کا دعویٰ کیا تو بھی یہی حکم
ہے کہ بالکل تصدیق نہ ہوگی اور اگر اسنے عربیہ یا حبشیہ عورت کی نیت کا دعویٰ کیا تو دیانۃً اسکے قول کی تصدیق ہوگی
یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک غلام نے قسم کھائی کہ کسی عورت سے نکاح نہ کرونگا پھر مولی نے کسی عورت سے اسکا نکاح
کردیا درحالیکہ غلام اس سے ناخوش تھا تو حانث نہ ہوگا اور اگر مولی نے غلام پر اکراہ کیا کہ غلام نے مجبور ہو کر کسی
عورت سے نکاح کرلیا تو حانث ہوگا اور یہ بلا تردد ظاہر ہے اور یہی صحیح ہے یہ واقعات ناطفی میں ہے۔ اور اگر کسی نے قسم
کھائی کہ اپنے غلام کا نکاح نہ کرونگا پھر اسکے سوا کسی اور نے اس غلام کا نکاح کردیا پھر مولی نے زبان سے اجازت
دیدی تو حانث ہوگیا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ پوشیدہ نکاح کرونگا پس اگر اسنے دو
گواہوں کو گواہ کیا تو یہ پوشیدہ ہے اور اگر تین گواہوں کو گواہ کیا تو یہ علانیہ ہوگیا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر قسم
کھائی کہ یہ مکان کرایہ پر نہ دونگا حالانکہ قبل قسم کے اسکو کرایہ پر دے چکا ہے پس اسکو اسی حال پر چھوڑ دیا اور
ہر ماہ اسکا کرایہ وصول کرتا رہا تو حانث ہوگا اور اگر اسنے مستاجر سے ہر مہینہ کا کرایہ مانگا اور ہنوز وہ اسمیں نہیں آیا ہے
تو جب مستاجر اسکو دیگا تو وہ حانث ہو جائیگا اور اگر وہ کرایہ پر چلانے کے واسطے رکھا گیا ہو پس اسکو اسی حال
پر چھوڑ دیا تو حانث نہ ہوگا شیخ نجم الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک نے قسم کھائی کہ لا اتجر مع فلان یعنی فلاں کے
ساتھ تجارت نہ کرونگا پھر فلاں مذکور نے اسکے پاس اپنا غلام لایا اور اسکو اجارہ پر مقرر کیا تا کہ غلام مذکور کو فلاں
پیشہ سکھلا دے اور اسنے قبول کیا تو فرمایا کہ حانث نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ زید نے قسم کھائی کہ عمرو سے فلاں
حق سے جسکا عمرو اسپر دعویٰ کرتا ہے صلح نہ کرونگا پھر زید نے خالد کو وکیل کیا پس خالد نے عمرو سے صلح کی تو
امام محمد کے نزدیک زید حانث ہوگا اسواسطے کہ صلح میں کچھ عہدہ نہیں ہوتا ہے اور امام ابو یوسف سے دو
روایتیں ہیں اور پچھلی آخروں کی صلح میں وکیل کی صلح سے موکل حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ فلاں سے خصومت
نہ کرونگا پھر فلاں کے ساتھ خصومت کرنیکے واسطے ایک وکیل مقرر کیا تو حانث نہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے
شمس الاسلام اوزجندی سے دریافت کیا کہ زید نے نشہ کی حالت میں کوئی چیز عمرو کو ہبہ کردی اور قسم کھائی کہ
اپنی ہبہ سے رجوع نہ کرونگا اور نہ اس سے واپس لونگا پھر عمرو نے یہ چیز خالد کو ہبہ کردی پھر زید نے خالد سے یہ چیز
لے لی تو شیخ نے فرمایا کہ زید حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر قسم کھائی کہ فلاں کو کچھ چیز ہبہ نہ کرونگا پھر اسکو ہبہ کی اور

اُسنے قبول نہ کی یا قبول کی مگر اسپر قبضہ نہ کیا تو ہمارے نزدیک قسم کھانے والا حانث ہوگا اور اسی طرح اگر ہبہ غیر مقسوم
کیا تو بھی ہمارے نزدیک حانث ہوگا اور اسی طرح اگر عمری دیا یا نحلہ دیا یا ایلچی کے ہاتھ اُسکے پاس بھیجدیا یا
کسی دوسرے کو حکم کیا کہ اُسنے فلان مذکور کو ہبہ کردیا تو بھی حانث ہوگا اور ہبہ نہ کرنے کی قسم مین صدقہ دینے
سے ہمارے نزدیک حانث نہوگا اور اگر قسم کھائی کہ ہبہ نہ کرونگا پھر عاریت دی تو حانث نہوگا اور اگر قسم
کھائی کہ صدقہ نہ دونگا یا قرض نہ دونگا پھر فلان مذکور کو صدقہ دیا یا قرض دیا مگر اُسنے قبول نہ کیا تو یہ شخص اپنی
قسم مین حانث ہوگیا اور اگر قسم کھائی کہ قرض نہ مانگونگا پھر قرض مانگا مگر فلان نے اسکو قرض نہ دیا تو اپنی قسم مین
حانث ہوا اور اگر قسم کھائی کہ فلان کو اپنا غلام ہبہ نہ دونگا پھر اُس غلام کو دوسرے نے بغیر اسکی اجازت کے ہبہ
کردیا پھر اُس نے اجازت دیدی تو حانث ہوگیا جیسے غیر کو ہبہ کرنے کا وکیل کرنے مین حانث ہوتا ہے اور اگر قسم
کھائی کہ فلان کو ہبہ نہ دونگا پھر اسکو عوض پر ہبہ دیا تو اپنی قسم مین حانث ہوگا۔ ایک نے قسم کھائی کہ اپنے
غلام کو مکاتب نہ کرونگا پھر کسی اور نے اُسکے غلام کو بدون اسکی اجازت کے مکاتب کیا پھر اُسنے اُسکی کتابت
کی اجازت دیدی تو حانث ہوا جیسے مکاتب کرنے کے لیے وکیل کرنے مین حانث ہوتا ہے یہ فتاوی قاضیخان
مین ہے فتاوے مین ہے کہ اگر قسم کھائی کہ فلان سے کچھ مستعار نہ لونگا پھر فلان مذکور نے اسکو اپنے گھوڑے پر اپنی
ردیف مین سوار کرلیا تو حانث نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلان کے ساتھ کندی کرنے مین
کام نکرونگا پھر فلان کے اس کام مین شریک کے ساتھ کندی کا کام کیا تو حانث ہوا اور اگر فلان کے غلام ماذون
کے ساتھ کام کیا تو حانث نہوگا اور اگر قسم کھائی کہ فلان کے ساتھ اس شہر مین شرکت نکرونگا پھر دونون اس
شہر سے نکلے اور باہر دونون نے شرکت کا عقد قرار دیا پھر دونون داخل ہوئے اور شرکت مین کام کیا پس اگر قسم
کھانے والے نے یہ نیت کی ہو کہ اس شہر کے اندر شرکت کا عقد اسکے ساتھ قرار نہ دونگا تو حانث نہوگا اور اگر یہ
نیت ہو کہ فلان کی شرکت مین کام نہ کرونگا تو حانث ہوگا اور اگر ان دونون مین سے ایک نے دوسرے کو مضاربت
کا مال دیا کہ اُس سے مضاربت کرے تو یہ اور اول دونون یکسان ہین یعنی قسم مین اسکی نیت جیسی ہوگی اسی تفصیل سے حکم
ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ فلان کے ساتھ مشارکت نکرونگا پھر اسکو اپنے پسر صغیر کے مال مین شریک کیا تو حانث
نہوگا۔ اور اگر زید نے قسم کھائی کہ عمرو سے مشارکت نکرونگا پھر زید نے خالد کو مال بضاعت دیا اور حکم کیا کہ
اسمین اپنی راے سے کام کرے پھر خالد نے اس مال مین عمرو کو شریک کرلیا تو زید حانث ہوگا۔ ایک نے اپنے بھائی
سے کہا کہ اگر مین نے تجھے شریک کیا تو حلال اللہ تعالی مجھپر حرام ہے پھر دونون کی راے مین آیا کہ باہم شرکت کرین تو
مشائخ نے فرمایا کہ اسکے واسطے یہ صورت نکلتی ہے کہ اگر قسم کھانے والے کا کوئی بیٹا بالغ ہو تو قسم کھانے والا مال کو
اپنے اس بیٹے کو مضاربت پر دے اور اس بیٹے کے واسطے نفع مین سے بہت خفیف حصہ قرار دے اور اپنے بیٹے کو
اجازت دیدے کہ اس تجارت مین اپنی راے سے عمل کرے پھر یہ پسر اپنے چچا سے مشارکت کرلے پھر جب اُسنے
ایسا کیا تو پسر کے واسطے جسقدر شرط کیا گیا ہے وہ ہوگا اور جو کچھ بچے گا وہ آدھون آدھ اسکے باپ و چچا کے
درمیان مشترک ہوگا اور وہ حانث نہوگا اور اگر بجاے پسر کے کوئی اجنبی ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ ظہیریہ مین ہے
اور اگر قسم کھائی کہ فلان سے ہروی کپڑا نہ لونگا پھر اس سے ایک ہروی تھیلی لی جسمین ایک ہروی کپڑا ہے جسکو

کی مٹھی کے اندر ٹھونس دیا ہے اور یہ شخص اس سے واقف نہ تھا تو قضاءً حانث ہوگا اور اسی طرح اگر قسم کھائی
کہ فلان سے درم نہ لونگا پھر اُسنے حالف کو پیسے ایک تھیلی میں بھر کر دیے اور اُنکے درمیان ایک درم ڈالدیا ہو
پس حالف نے اُن پیسوں پر قبضہ کر لیا حالانکہ وہ درم ہونے کو نہیں جانتا تھا تو قضاءً حانث ہوگا یہ خلاصہ میں
ہے اور اگر حالف نے اس سے ایک تھیلا لیا جسمین درم بھی تھے اور یہ آگاہ نہوا تو حانث نہوگا اور اسی طرح اگر اُس
کوئی کپڑا لے لیا جسمین درم بندھے ہوئے ہیں اور اُسکو معلوم نہوا تو بھی حانث نہوگا اور اگر اُسنے یہ قسم کھائی ہو کہ
فلان سے درم بطور ہبہ نہ لونگا تو ان سب صورتوں میں حانث نہوگا خواہ اسکو معلوم ہوا ہو کہ اسمین درم ہیں یا نہ معلوم
ہوا ہو اور اگر قسم کھائی ہو کہ فلان سے درم بطور ردو بیعت کے نہ لونگا اور ان صورتوں میں جو پہلے بیان کی ہیں کوئی
درم لیا تو یہ بمنزلہ ہبہ کے ہے اور اسی طرح اگر صدقہ کا لفظ کہا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور اگر
قسم کھائی کہ کوئی کفالت نکرونگا پھر اُسنے آزاد یا غلام کی کفالت نفس یا کپڑے یا چوپایہ کی کفالت یا درک بیع
کی کفالت کی تو وہ حانث ہوگا یہ مبسوط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ کسی آدمی کی طرف سے کسی چیز کی کفالت نہ
کرونگا پھر کسی شخص کے نفس کی کفالت کی یعنے جب تو مانگیگا میں ضامن ہوں کہ میں اسکو حاضر کرونگا تو حانث
ہوگا قال المترجم یہ حکم زبان عربی میں اسطرح قسم کھانے میں ظاہر ہے یعنی کہا کہ لا یکفل عن انسان بشی اور وجہ یہ ہے
کہ کفالت بصلہ عن کفالت مالی ہی میں مستعمل ہوتا ہے چنانچہ ظہیریہ میں مذکور ہے اور ہماری زبان میں بھی باعتبار
متبادر کے امید ہے کہ یہی حکم ہو واللہ تعالی اعلم فلیتامل فیہ اور اگر قسم کھائی کہ فلان کے واسطے کفالت نہ کرونگا پھر سوائے
فلان کے دوسرے کے واسطے کفالت کی اور جن درموں کی ضمانت کی ہے وہ اصل میں اُسی فلان کے ہیں تو حانث نہوگا
اور اسی طرح اگر فلان مذکور کے غلام کے واسطے کفالت کر لی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر فلان کے واسطے کفالت کر لی حالانکہ
یہ دراہم اصل میں کسی اور کے ہیں فلان کے نہیں ہیں تو حانث ہوگا۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلان کی طرف سے کفالت
نہ کرونگا پھر اسکی طرف سے ضمانت کر لی تو حانث ہوا اور اگر لفظ کفالت سے یہ نیت کی ہو کہ کفالت نہ کرونگا یعنی میں
کفیل ہوں یہ نہ کرونگا ولیکن ضمانت کرونگا تو فیما بینہ و بین اللہ تعالی اُسکی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ اُسنے
اپنے منہ سے جو لفظ نکالا ہے اُسکے حقیقی معنے کی نیت کی ہے ولیکن اُسنے ضمانت و کفالت میں فرق کی نیت کی ہے
اور یہ خلاف ظاہر ہے پس قضاءً اُسکے قول کی تصدیق نہوگی اور اگر قسم کھائی کہ فلان کی طرف سے کفالت نکرونگا
پس فلان نے اس حالف پر کسی کو اپنے مال کی جو فلان کا اس حالف پر آتا ہے اُترائی کر دی یعنی حوالہ کر دیا تو یہ
حانث نہوگا بشرطیکہ محتال لہ کا محیل پر کچھ قرضہ نہوا اور اگر محتال لہ کا محیل پر قرضہ ہو تو حالف اُس حوالہ کے قبول
کرنے سے کفیل ہو جائیگا پس حانث ہوگا اور اسی طرح اگر اُسکے واسطے قرضہ مذکور کا ضامن ہو گیا تو بھی یہی حکم
ہے اور اگر محتال لہ کا محیل پر مال ہو اور محیل کا محتال علیہ پر کچھ مال نہو تو حانث ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور
اگر قسم کھائی کہ فلان کے واسطے کچھ ضامن نہوگا پھر اُسکے واسطے نفس یا مال کی ضمانت کر لی تو حانث ہوگا اور
اسی طرح اگر فلان کے واسطے کفالت کر لی یا حوالہ قبول کر لیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر فلان کے حکم سے اُسکے
لیے کوئی چیز خریدی تو یہ ضمانت نہیں ہے اور اگر اُسکے غلام یا وکیل یا مضارب یا شریک مفاوضہ یا
شریک عنان کے واسطے ضمانت کر لی تو حانث نہوگا۔ اور اگر فلان کے واسطے ضمانت نہ لی تا کسی دوسرے کے واسطے

ہماری زبان میں ظاہر قاضی ... میں ۱۲ منہ

ضمانت کرلی پھر دوسرا مرگیا اور فلان مذکور اُسکا وارث ہوا تو قسم کھانے والا حانث نہو جائیگا۔ اور اگر قسم کھائی کہ کسی کے واسطے کسی چیز کا ضامن نہونگا پھر ایک شخص کے واسطے ایک وارث کے درک کا یا ایک غلام کے درک کا جسکو اُسنے خریدا ہو ضامن ہوا تو حانث ہوگا اور اگر کسی غائب کے واسطے ضامن ہوا اگر اُسکی طرف سے کسی نے خطاب کیا یعنی رضامندی اسکی ضمانت پر اور قبول کا کسی نے جواب نہ دیا تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک حانث نہوا اور اسمیں امام ابو یوسف رح نے خلاف کیا ہے اور اگر اس غائب کی طرف سے کسی نے خطاب کیا اور قبول کیا تو بالاتفاق حانث ہوگا۔ اور اسی طرح اگر غلام مجور نے قسم کھائی کہ کسی کی ضمانت نہ کرونگا پھر بدون اجازت اپنے مولے کے ضمانت کی تو حانث ہوا یہ ظہیریہ میں ہے

نوان باب حج و روزہ میں قسم کھانے کے بیان میں

اگر قسم کھائی کہ حج و نماز نکرونگا تو یہ قسم حج صحیح پر ہوگی نہ حج فاسد پر۔ اور اگر قسم کھائی کہ حج نکرونگا یا حج نکرونگا یعنی کہا کہ لا یحج حجۃ پھر اُسنے حج کا احرام باندھا تو حانث نہوگا یہانتک کہ وقوف عرفہ ادا کرے اسکو ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کیا ہے اور بشر نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ حانث نہ ہوگا یہانتک کہ طواف زیارت میں سے زیادہ ادا کرے یعنی سات پھیرون میں سے تین سے زیادہ پھیرے تب حانث ہوگا۔ اور اگر قسم کھائی کہ عمرہ نہ کرونگا یا لا یعتمر عمرۃ پھر احرام عمرہ باندھا تو حانث نہوگا یہانتک کہ کم سے کم طواف کے چار پھیرے پھیرے اسکو بشر نے امام ابو یوسف رح سے روایت کیا ہے یہ محیط میں ہے منتقی میں ابن سماعہ رح کی روایت سے امام محمد رح سے مروی ہے کہ ایک نے کہا کہ واللہ حج نکرونگا یہانتک کہ عمرہ ادا کرون پھر اُسنے عمرہ و حج کا احرام باندھا اور دونون کے افعال پورے ادا کیے تو وہ حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ اُسنے حج سے پہلے عمرہ ادا کردیا پس قسم میں سچے ہونے کی شرط پائی گئی یہ محیط سرخسی میں ہے ایک نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر میں نے امسال حج نہ کیا تو تو آزاد ہے پھر اُس شخص نے کہا کہ مین نے حج ادا کیا اور دو گواہون نے گواہی دی کہ اُسنے امسال کوفہ مین قربانی کی ہے تو گواہی قبول نہوگی اور غلام مذکور آزاد نہ ہوگا یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ مجھپر واجب ہے پیدل جانا طرف مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یا طرف مسجد اقصی کے تو اُسپر کچھ لازم نہ آویگا اور اگر اُسنے کہا کہ مجھپر واجب ہے پیدل جانا طرف بیت اللہ کے حالانکہ اسکی نیت میں بیت المقدس یا کوئی دوسری مسجد ہے تو اُسپر کچھ لازم نہ آویگا اور اگر کہا کہ مجھپر احرام واجب ہے اگر میں نے ایسا فعل کیا پھر اُسنے ایسا فعل کیا کہ وہ حانث ہوا تو اُسپر حج یا عمرہ واجب ہوگا اور اسپر ائمہ کا اتفاق ہے۔ اور اگر کہا کہ میں احرام باندھونگا یا میں محرم ہون یا ہدی بھیجونگا یا پیدل بجانب بیت اللہ جاؤنگا اگر میں نے ایسا کیا تو اسمیں تین صورتین ہیں ایجاب و وعدہ و عدم نیت پس اگر اسکی نیت یہ ہو کہ ایسا فعل کرنے کی صورت میں مجھپر واجب ہے یا کچھ نیت نہو تو ان دونون صورتون میں جو اُسنے کہا ہے وہ اسپر واجب ہوگا اور اگر اسکی نیت فقط وعدہ ہے یعنے اگر ایسا کرون تو مین وعدہ کرتا ہون کہ احرام باندھونگا مثلاً تو اُسپر کچھ لازم نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھونگا پھر نماز فاسد پڑھی مثلاً بغیر طہارت کے نماز پڑھی تو استحساناً حانث نہوگا اور اگر اُسنے یہ نیت کی ہو کہ نماز فاسد بھی نہ پڑھونگا تو دیانۃً و قضاءً دونون طرح اُسکے قول کی تصدیق ہوگی۔ اور اگر اُسنے اپنی قسم زمانہ ماضی پر منعقد کی باین طور کہ کہا کہ اگر مین نے نماز پڑھی ہو تو میرا غلام آزاد ہے تو یہ نماز فاسد و جائز دونون پر ہوگی اور اگر اس نے زمانہ ماضی میں خاصۃً صحیح نماز کی نیت کی تو دیانۃً قضاءً اسکی نیت کی تصدیق ہوگی

یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھونگا پھر کھڑا ہوا اور قراءت کی اور رکوع کیا تو یہاں تک حانث
نہوگا اور اگر اُسکے ساتھ سجدہ کیا پھر قطع کی تو حانث ہو گیا یہ ہدایہ میں ہے۔ پھر امام محمد رح نے یہ نہیں ذکر فرمایا کہ
وہ کب حانث ہوگا اور مشائخ نے اسمیں اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ رکعت میں سجدہ سے سر اُٹھانے کے
بعد ہی حانث ہوگا یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ کوئی ایک نماز نہ پڑھونگا تو حانث نہوگا یہاں تک کہ دو رکعت
پوری پڑھے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ میں ایک نماز نہ پڑھونگا پھر دو رکعتیں پڑھیں اور بقدر تشہد کے نہ بیٹھا
پس اگر اُسنے اپنی قسم نفل پر معقود کی ہو تو حانث نہوگا اور اگر اپنی قسم فرض پر معقود کی اور وہ نماز دو رکعتی ہے تو بھی یہی
حکم ہے اور اگر یہ فرض چار رکعتی ہے تو اپنی قسم میں حانث ہوگا اور یہی اظہر و اشبہ ہے اور اگر قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھونگا
پھر کھڑا ہوا اور رکوع اور سجدہ کیا مگر قراءت نہ کی تو بعض نے کہا ہے کہ حانث نہوگا اور بعض نے کہا ہے کہ حانث ہوگا اور
اگر قسم کھائی کہ ظہر کی نماز نہ پڑھونگا تو حانث نہوگا یہانتک کہ بعد چار رکعت کے تشہد پڑھے اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ
فجر کی نماز نہ پڑھونگا تو حانث نہوگا یہانتک کہ بعد دو رکعت کے تشہد پڑھے اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ نماز مغرب نہ
پڑھونگا تو حانث نہوگا یہان تک کہ بعد تین رکعتوں کے تشہد پڑھے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میرا غلام آزاد ہے کہ اگر میں
ظہر کو امام کے ساتھ پایا پھر امام کو تشہد میں پایا اور اُسکے پیچھے نیت کر کے داخل ہو گیا تو حانث ہو گیا۔ اور اگر قسم کھائی کہ
جمعہ کو امام کے ساتھ نہ پڑھونگا پھر اُسنے ایک رکعت امام کے ساتھ پائی اور وہ پڑھی پھر امام نے سلام پھیرا اور اُسنے اپنی دوسری
رکعت پڑھکر تمام کی تو حانث نہوگا اور اگر اُسنے امام کے ساتھ شروع تکبیر کہی پھر سو گیا یا اسکو حدث ہو گیا پس وضو کرنے
چلا گیا پھر وضو کر کے آیا اور حال یہ ہے کہ امام سلام پھیر چکا ہے پس اُسنے جہان سے نماز چھوڑی تھی اسی پر امام کی تبعیت میں
بنا کی تو حانث ہوگا اگرچہ ادا سے نماز میں مقارنت نہیں پائی گئی اسواسطے کہ لفظ ساتھ سے یہان حقیقۃً قران
مراد نہیں ہوتا ہے بلکہ اسکا امام کا تابع و مقتدی ہونا مراد ہوتا ہے اور اگر اُسنے حقیقۃً قران کی نیت کی ہو تو دیانۃً
فیما بینہ و بین اللہ تعالی اُسکی تصدیق ہوگی اور قضاءً بھی تصدیق ہوگی یہ بدائع میں ہے اور اگر اُسنے اس صورت
میں یہ نیت کی ہو کہ بدون مقارنت کے بطور متابعت کے نہ پڑھونگا تو قضاءً اُسکے قول کی تصدیق نہوگی محیط میں
ہے نوازل میں لکھا ہے کہ اگر قسم کھائی کہ سجدہ نہ کرونگا یا قسم کھائی کہ رکوع نہ کرونگا پھر نماز یا غیر نماز میں ایسا کیا تو
حانث ہوگا اور فتاوی آہو میں لکھا ہے کہ اگر قسم کھائی کہ آج کے روز جماعت سے نہ پڑھونگا پھر اُسنے ایک کے
پیچھے اقتدا کی یا ایک کا امام ہوا تو حانث ہوگا اگرچہ اُسکا مقتدی طفل ہو یہ تاتارخانیہ میں ہے ایک نے قسم
کھائی کہ کسی کی امامت نہ کرونگا پھر اُس نے تنہا اپنی نماز شروع کی اور نیت کی کہ کسی کی امامت نہ کرونگا پھر چند
لوگ آئے اور اُنھوں نے اُسکے پیچھے اقتدا کی تو قضاءً حانث ہوگا نہ دیانۃً جب کہ وہ رکوع و سجدہ کرے اور اسی طرح
اگر حالف نے بروز جمعہ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی اور نیت یہ ہے کہ خود جمعہ پڑھتا ہوں تو حالف کا اور ان لوگوں کا
جمعہ استحسانًا جائز اور حالف قضاءً حانث ہوگا نہ دیانۃً اور اگر اُسنے جمعہ کے اور نماز میں نماز شروع کرنے سے پہلے
ایسے گواہ کر لیے ہوں کہ میں تنہا اپنے واسطے نماز پڑھتا ہوں اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو دیانۃً و قضاءً دونوں طرح
حانث نہوگا اور اگر اُس نے نماز شروع کر لی پھر اُسکو حدث ہوا پس اُسنے ایک شخص کو آگے کر دیا تو حانث ہوا
یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت میں لوگوں کی امامت کی تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اُسکی قسم شروع

بجانب مطلق نماز ہوتی اور وہ فریضہ و نافلہ ہو اور جنازے کی نماز مطلق نماز میں نہیں داخل ہے ۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلان
کی امامت نہ کرونگا یعنی ایک شخص معین کو کہا پس اسنے نماز پڑھی اور لوگون کی امامت کی نیت کی پس فلان مذکور
نے بھی اُسکے پیچھے نماز پڑھی تو حالف مذکور حانث ہوگیا اگرچہ اسکو یہ معلوم نہوا ہو یہ فتاوے قاضی خان
مین ہے قسم کھائی کہ فلان کے پیچھے نماز نہ پڑھونگا پھر اُسکے پہلو مین کھڑے ہوکر نماز پڑھی تو حانث ہوگا
اور اگر اُسنے یہ نیت کی کہ حقیقۃً پیچھے کھڑے ہوکر نہ پڑھونگا تو قضاءً اسکی تصدیق نہوگی اور اگر قسم کھائی کہ فلانے
تیرے ساتھ نماز نہ پڑھونگا پھر دونون نے ایک امام کے پیچھے نماز پڑھی تو حانث ہوا الا آنکہ اُسنے یہ نیت کی
ہو کہ تیرے ساتھ اس طور سے کہ ہم دونون کے ساتھ تیسرا نہو ایسے تو ایسی صورت مین حانث نہوگا یہ وجیز کردری
مین ہے ۔ ایک نے قسم کھائی کہ ضرور آج کے روز پانچون نمازین بجماعت پڑھونگا اور اپنی عورت سے جماع
کرونگا دن مین اور غسل نہ کرونگا پس اگر اُس نے یون کیا کہ فجر و ظہر و عصر جماعت سے پڑھکر اپنی عورت
سے جماع کیا پھر بعد غروب آفتاب کے نہا کر مغرب و عشا کو جماعت سے پڑھ لیا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اسکا
غسل رات مین واقع ہوا نہ دن مین یہ فتاوی کبری مین ہے ۔ اور مجموع النوازل مین مذکور ہے کہ ایک نے قسم کھائی
کہ مین اس مسجد والون کے ساتھ نماز نہ پڑھونگا مادام کہ فلان زندہ ہے اسمین نماز پڑھتا ہے پھر فلان مذکور بیمار رہا
کہ تین روز تک اسمین نماز نہ پڑھی یا تندرست تھا اور اسمین تین روز تک نماز نہ پڑھی پس اگر حالف نے ان
لوگون کے ساتھ نماز پڑھی تو حانث نہوگا یہ خلاصہ مین ہے ۔ ایک نے قسم کھائی کہ اس مسجد مین نماز نہ پڑھونگا
پھر یہ مسجد بنائی گئی اور حالف نے بڑھے ہوئے مقام پر نماز پڑھی تو حانث نہوگا اور اگر قسم کھائی کہ بنی فلان کی
مسجد مین نماز نہ پڑھونگا پھر اسمین جگہ بڑھائی گئی اور اُسنے بڑھی ہوئی جگہ پر نماز پڑھی تو حانث ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے ۔
اور اگر قسم کھائی کہ مین نے کسی نماز کو اُسکے وقت سے تاخیر نہین کیا ہے حالانکہ ایک دفعہ وہ سوگیا تھا یہان تک کہ نماز کا
وقت نکل گیا پھر اُسکو قضا کیا تو صحیح یہ ہے کہ اگر وقت آنے سے پہلے سویا تھا اور بعد وقت نکل جانے کے جاگا تو حانث
نہوگا اور اگر وقت آجانے کے بعد سویا تھا تو حانث ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے ۔ ایک نے قسم کھائی کہ نہ سوونگا
یہانتک کہ اتنی رکعتین پڑھ لون پھر بیٹھے بیٹھے سو گیا تو حانث نہوگا یہ سراجیہ مین ہے ۔ اور اگر اپنے غلام سے
کہا کہ اگر تو نے نماز پڑھی تو تو آزاد ہے پس غلام نے کہا کہ مین نے نماز پڑھی اور مولی نے انکار کیا تو وہ آزاد نہوگا
یہ محیط سرخسی مین ہے ۔ ایک نے قسم کھائی کہ نکسیر سے وضو نہ کرونگا پھر نکسیر پھوٹی پھر اُسنے پیشاب کیا پھر وضو
کیا یا پیشاب کیا پھر نکسیر پھوٹی پھر اُسنے وضو کیا تو وضو ان دونون سے ہوگا اور وہ اپنی قسم مین حانث ہوگا یہ
محیط مین ہے منتقی مین ہے کہ کہا کہ واللہ نہ غسل کرونگا اپنی اس عورت سے جنابت سے پھر اسکی عورت سے جماع کیا
یعنی جماع کرونگا اپنی اس عورت سے
پھر دوسری عورت سے جماع کیا یا اسکے برعکس واقع ہوا تو قسم مین حانث ہوا اسواسطے کہ اسکی قسم جماع پر واقع ہوئی
تھی اور اگر اُسنے حقیقۃً غسل ہی کی نیت کی ہو تو بھی اس صورت مین یہی حکم ہے اسواسطے کہ غسل اس عورت سے
بھی واقع ہوا یہ فتاوے کبرے مین ہے ۔ عورت نے اگر قسم کھائی کہ جنابت سے غسل نہ کرونگی یا حیض سے غسل نکرونگی
پھر اُسکے شوہر نے اس سے جماع کیا اور وہ حائضہ ہوگئی پھر اُسنے غسل کیا تو یہ غسل دونون سے ہوگا اور وہ
اپنی قسم مین حانث ہوگی یہ ظہیریہ مین ہے ۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلان کو غسل نہ دونگا یا فلان کے سر کو نہ دھوونگا پھر

بعد موت کے اسکو غسل دیا تو حانث ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ حرام سے غسل نکرونگا تو یہ جماع پر
واقع ہوگی چنانچہ اگر اسنے اجنبیہ عورت سے بطور حرام جماع کیا اور غسل نہ کیا یا کیا تو حانث ہوگا اور اگر اجنبیہ
عورت سے معانقہ کیا کہ اسکو انزال ہوگیا پس اسنے غسل کیا تو حانث نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے قال المترجم یہ عرف پر
مبنی ہے فافہم۔ اور اگر قسم کھائی کہ اپنی عورت سے قربت نہ کرونگا پھر چت لیٹ گیا اور عورت نے اسپر آکر اپنی
حاجت روائی کی تو صدر واالنوازل میں مذکور ہے کہ وہ حانث ہوگا حتی کہ اگر دونوں اجنبی ہوں تو دونوں پر حد
زنا واجب ہوگی اور اسی پر فتوی ہے ہاں اگر وہ سوتا ہو پس عورت نے ایسا کیا تو حانث نہ ہوگا یہ محیط سرخسی
میں ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ فلانہ عورت سے جماع نہ کرونگا یا اسکا بوسہ نہ لونگا تو یہ قسم زندگی بھر پر واقع ہوگی نہ موت
کے بعد یہ سراجیہ میں ہے۔ اور اگر عربی میں کہا کہ ان باضعتک او جامعتک فعبدی حر یعنے اگر میں نے تجھ سے مباضعت
کی یا مجامعت کی تو میرا غلام آزاد ہے تو یہ قسم فرج میں جماع کرنے پر واقع ہوگی اور اگر کہا کہ ان اتیتک یعنی اگر میں
تیرے پاس آیا تو یہ جماع پر واقع ہوگی بشرطیکہ اسکی نیت ہو پس اگر اسنے جماع کی نیت کی تو صحیح ہے اور اگر زیارت
کی نیت کی تو صحیح ہے پس اگر اسنے زیارت کی نیت کی ہو پھر عورت سے وطی کی تو حانث ہوگا بخلاف اسکے اگر جماع کی
نیت کی ہو پھر زیارت کی تو حانث نہوگا اور اگر اسکی کچھ نیت نہو تو حاکم نے تفسیر حسن بن عمرو سے منقول ہے کہ انھوں
نے فرمایا کہ اگر عورت کے پاس اسکے دیکھنے کو آیا اور اس سے جماع نہ کیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر باوجود اسکے
جماع بھی کیا تو حانث ہوگا اور اگر کہا کہ ان اتیتک یعنی میں تجھ تک پہنچا تو بدون نیت کے یہ قسم جماع پر واقع
نہوگی اور اگر اسکی کچھ نیت نہو تو اسکا حکم اسی پر ہوگا جیسے حاکم سے منقول ہوا ہے یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے۔
اگر قسم کھائی کہ میں آج کے روز یا ایک روز ایک روزہ نہ رکھونگا پھر صبح کو روزہ دار اٹھا پھر اسکو توڑ ڈالا تو حانث
نہوگا اور اگر کہا کہ لاافطرن صوم روزہ نہ رہونگا پھر اسنے ایسا کیا تو حانث ہوگا یہ جامع کبیر میں ہے۔ قال المترجم ہمارے عرف
میں تبا ور اس سے یہی ہے کہ تمام دن صائم نہ رہونگا پس امید ہے کہ تھوڑی دیر صائم رہنے سے حانث نہو واللہ اعلم
امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک شخص نے کہا کہ واسطے اللہ کے مجھپر لازم ہے کہ میں اس روز روزہ رکھوں جسمیں کہ فلان
سفر سے آوے پھر فلان مذکور ایسے روز آیا کہ جس دن یہ شخص کچھ کھا چکا تھا یا بعد زوال کے آیا تو حالف پر
کچھ واجب نہیں ہے اور اگر یوں قسم کھائی کہ البتہ روزہ رہونگا میں جس روز کہ فلان سفر سے آویگا پھر فلان
اسکے کھانے اور زوال سے پہلے آیا تھا پس اگر اسنے اس روز روزہ رکھا تو اسپر کفارہ لازم نہ آویگا
اور اگر اس روز صائم نہ رہا تو کفارہ قسم لازم آویگا اور درصورتیکہ فلان ایسے وقت آیا کہ یہ کھا چکا تھا تو
بہرحال اسپر کفارہ قسم لازم آجائیگا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔ اور اگر کسی روز بعد کھانے کے یا بعد
زوال قسم کھائے کہا کہ واللہ میں آج کے روز روزہ رہونگا تو باقی روز کھانے و پینے و جماع کرنے سے باز رہنے
سے قسم میں سچا ہوجائیگا اور اسی طرح اگر قسم کو رات کی طرف مضاف کیا اور کہا کہ واللہ اس رات روزہ رہونگا
تو اس رات محض اسی طور سے باز رہنے سے قسم میں سچا ہوجائیگا یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے۔ اور اگر کسی نے
قسم کھائی کہ لاصومن حینا یعنے واللہ تا حین روزہ رکھونگا پس اگر اسنے حین سے کسی قدر معلوم کی نیت کی
ہو تو قسم اسکی نیت پر واقع ہوگی اور اگر اسکی کچھ نیت نہو تو چھ مہینے پر واقع ہوگی اور تقدیر یہ مسئلہ یہ ہوگی کہ واللہ

چھ مہینہ روزہ رکھونگا اسی طرح اگر اُسنے لیصومن الحین یعنے حین کو با لف ولام ذکر کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر یون کہا کہ ان صمت حینا فکذا یعنے اگر روزہ رکھا مین نے تا حین تو چنین وچنان یا ان صمت الحین با لف ولام پس اگر کوئی نیت کی ہو تو اسکی نیت پر ہوگی ورنہ چھ مہینہ پر واقع ہوگی پس جب تک چھ مہینے روزے نرکھیگا تب تک حانث نہ ہوگا جیسے اسطرح کہنے مین ہوتا ہے کہ اگر مین چھ مہینے روزے رکھون تو ایسا ہے اور واضح رہے کہ یہ ضرور نہین ہے کہ انہین چھ مہینے پر ہو جو متصل قسم ہین بلکہ جب کبھی چھ مہینے روزے رکھیگا حانث ہوگا اور اگر کہا ان صمت زمانا او الزمان اگر روزے رکھے مین نے زمانہ ایسا اگر اُسنے کچھ نیت کی ہو تو اسکی نیت پر ہوگی اور اگر نیت نہو تو حین اور زمان کا ایک ہی حکم ہے ایسا ہی جامع صغیر مین مذکور ہے کہ حین وزمان کا حکم یکسان ہے اور جامع کبیر مین لکھا ہے کہ اگر اُسنے دو مہینہ یا اس سے زیادہ مہینے تک نیت کی تو قسم اسکی نیت پر ہوگی اور جو جامع کبیر مین ذکر فرمایا ہے وہی صحیح ہے کیونکہ اہل لغت نے اجماع کیا ہے کہ زمانہ دو مہینے سے چھ مہینہ تک ہوتا ہے اور اگر اسکی کچھ نیت نہ ہو تو قسم چھ مہینے پر واقع ہوگی اور اگر کہا کہ عمرا یعنی تا عمر تو یہ مثل حین وزمان کے ہے اسکو قدوری نے ذکر فرمایا ہے یہ محیط مین ہے اور اگر کہا کہ للہ علی صوم العمر یعنی اللہ کے واسطے مجھپر عمر کا روزہ واجب ہے اور اسکی کچھ نیت نہین ہے تو ہمیشہ عمر بھر روزہ رکھنے پر قسم ہوگی یہ خلاصۃ الفتاوی مین ہے اور اگر اُسنے کہا کہ ان صمت الابد او ان صمت الدہر فکذا یعنے اگر روزہ رکھا مین نے ہمیشہ یا روزہ رکھا مین نے دہر بھر تو ایسا ہے تو اسطرح حانث ہوگا کہ اپنی تمام عمر روزہ رکھے یا مین ولد کہ کبھی روزہ افطار نہ کرے اور اگر کسی روز افطار کر لیا تو اپنی قسم مین بانتہ ہوا اور اگر کسی وقت بھی افطار نہ کیا یہان تک کہ مرگیا تو اپنی حیات کے آخر جزو مین حانث ہوگا پس اگر قسم کسی غلام کی آزادی ہو تو تہائی مال سے اسکی آزادی معتبر ہوگی اور اگر کہا کہ ان صمت ابدا بدون الف ولام کے تو ایک ساعت کے صوم سے حانث ہوگا یہ شرح تلخیص جامع کبیر مین ہے اور اگر کہا کہ ان صمت دہرا یعنی دہر پس اگر کسی قدر وقت معلوم کی نیت کی ہو تو قسم اسکی نیت پر واقع ہوگی اور اگر کچھ نیت نہ کی ہو تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ مین نہین جانتا ہون کہ دہر کیا ہے اور ہمارے صاحبین کے نزدیک اگر اُسنے اپنی عمر مین چھ مہینہ مجتمع یا متفرق روزے رکھے تو اپنی قسم مین حانث ہوگا اور اگر مرگیا اور اُس نے چھ مہینے روزے نہ رکھے ہون تو حانث نہین ہوا اور اگر اُسنے یون کہا کہ ان صمت ازمنۃ او دہورا او احیانا فکذا یعنے اگر مین نے روزے رکھے تا زمانہا یا دہرہا یا حینہا تو ان تین سے ہر ایک سے تین پر واقع ہوگی یعنے جملہ اٹھارہ مہینہ پر لیکن روزے مین استیعاب شرط ہے یہ شرح جامع کبیر حصیری مین ہے اور اگر کہا کہ ان صمت الشہر یعنے اس مہینہ روزہ رکھے تو جب تک پورا مہینہ روزہ نہ رکھیگا تب تک حانث نہ ہوگا یہ محیط مین ہے اور اگر کہا کہ اگر مین نے ایک مہینہ روزے رکھے تو میرا غلام آزاد ہے تو قسم ایک مہینہ روزے پر ہوگی خواہ متفرق رکھے یا پے درپے اور وہی مہینہ متعین نہ ہوگا جو قسم سے متصل ہے پس اگر ایک مہینہ روزے رکھنے سے پہلے مرگیا تو حانث ہوا اور اگر کہا کہ ان ترکت الصوم شہرا یعنے اگر مین نے ایک مہینہ روزہ ترک کیا تو یہ قسم اس مہینہ کی طرف راجع ہوگی جو اسکی قسم سے متصل ہے اور اگر قبل اس مہینہ کے گذرنے کے اسنے ایک روز یا ایک ساعت روزہ رکھ لیا تو حانث نہوگا جبتک کہ پورا مہینہ روزہ ترک نہ کریگا یہ شرح جامع کبیر حصیری مین ہے اور اگر کہا کہ ان ترکت صوم شہر یا صوما فیہ یا اس نے یون کہا کہ ان

صحت شرط ہے اگر ترک کیا مین نے روزہ ایک ماہ کا یا روزہ رکھا مین نے ایک مہینہ تو یہ قسم اسکے تمام پر
واقع ہوگی کہ اپنی تمام عمر مین ایک مہینہ روزہ ترک کرے یا مہینہ بھر روزہ رکھے یہ بحرالرائق مین لکھا ہے ایک
نے اپنے غلام سے کہا کہ روزہ رکھ میری طرف سے ایک روز اور تو آزاد ہے یا نماز پڑھ میری طرف سے دو رکعت
اور تو آزاد ہے تو غلام آزاد ہوگیا خواہ روزہ رکھے یا نہ رکھے نماز پڑھے یا نہ پڑھے اور اگر کہا کہ حج کر میری طرف
سے ایک حج اور تو آزاد ہے تو جبتک اسکی طرف سے حج نکرے آزاد نہوگا اور دونون مین فرق یہ ہے کہ حج مین
نیابت جاری ہوتی ہے اور نماز و روزہ مین نیابت نہین جاری ہوتی ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ روزے
ماہ رمضان کے کوفہ مین نہ رکھونگا تو اسکی قسم ماہ رمضان کے پورے روزے کوفہ مین رکھنے پر واقع ہوگی چنانچہ اگر
اُس نے ایک روزہ کوفہ مین رکھا پھر وہان سے باہر چلا گیا یا کوفہ مین بیمار پڑا رہا کوئی روزہ نہ رکھا تو حانث نہوگا
اور اگر قسم کھائی کہ کوفہ مین افطار نہ کرونگا تو اسکی قسم کوفہ مین بروز فطر اسکے ہونے پر واقع ہوگی پس اگر
بروز فطر کوفہ مین ہوگا تو حانث ہوگا اگرچہ اُسنے کچھ کھایا نہو یہ شرح تلخیص جامع کبیر مین ہے۔ اور کتاب مین
مذکور نہین ہے کہ اگر اُسنے رات سے یوم فطر کے روزہ کی نیت کی ہو اور کچھ نہ کھایا پس آیا حانث ہوگا تو اسمین
مشایخ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ حانث ہوگا اسواسطے کہ یہان مراد افطار سے دخول در یوم الفطر تھا
اور وہ پایا گیا تو واجب ہے کہ وہ حانث ہو جائے یہ شرح جامع کبیر حصیری مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلان کے
پاس افطار نہ کرونگا تو حقیقۃً اُسکے پاس افطار کرنے پر واقع ہوگی چنانچہ اگر اُس نے اپنے گھر افطار کر لیا پھر فلان
کے پاس عشا کا کھانا کھایا تو حانث نہوگا اور اگر قسم کھائی کہ رمضان کا چاند کوفہ مین نہ دیکھونگا تو اسکی قسم رویت ہلال
کے وقت کوفہ مین ہونے پر واقع ہوگی چنانچہ اگر اسوقت کوفہ مین ہوا تو حانث ہوگا اگرچہ اُسنے اپنی آنکھ سے چاند
نہ دیکھا ہو الا آنکہ وہ مسئلہ افطار و رویت ہلال مین اپنے لفظ کو مطلق رکھے یا جس طور کہ افطار نہ کرونگا یا ہلال رمضان
نہ دیکھونگا یعنی بدون اضافت کے تو ایسی صورت مین اسکی قسم حقیقۃً افطار اور حقیقۃً چاند دیکھنے پر واقع ہوگی
اور نیز اگر اُسنے مطلق لفظ ہونے کی صورت مین با وجود اضافت کے اپنی نیت یہ کی ہو کہ کوفہ مین کسی چیز سے
کھانے پینے کی افطار نہ کرونگا حقیقۃً یا کوفہ مین اپنی آنکھ سے چاند نہ دیکھونگا تو دونون مسئلون مین اسکی اس
نیت کی تصدیق ہوگی لیکن فرق یہ ہے کہ اگر چاند دیکھنے کے مسئلہ مین اُسنے حقیقۃً آنکھ سے چاند دیکھنے کی نیت کی
تو قضاءً و دیانۃً دونون طرح سے اسکی نیت کی تصدیق کیجائیگی بخلاف فطر کے کہ اگر اُسنے حقیقۃً افطار کی نیت
کی تو دیانۃً اسکی تصدیق کیجائیگی مگر قاضی اسکی تصدیق نہ کریگا یہ شرح تلخیص جامع کبیر مین ہے۔ اور اگر وہ
چاند نکلنے کے وقت کوفہ مین تھا لیکن اسکو معلوم نہ تھا پس آیا حانث ہوگا یا نہوگا تو بعض نے کہا ہان وبعض نے
نہین۔ اگر کہا کہ میرا غلام آزاد ہے اگر مین نے امسال کوفہ مین قربانی کی پھر دسوین ذی الحجہ کو وہ کوفہ مین تھا مگر
اُسنے قربانی نہین کی تو حانث نہوگا اور اگر اسکی یہ نیت ہو کہ اُسوقت یعنی بروز قربانی کوفہ مین موجود ہون تو میرا غلام
آزاد ہے تو قسم اسکی نیت پر ہوگی یہ شرح جامع کبیر حصیری مین ہے۔ عورت نے اپنے شوہر کو لونڈی سے بازی کی لگا
کی پس شوہر نے قسم کھائی کہ لا یا ئی حرام یعنی حرام نہ کرونگا تو بوسہ لینے و چھونے سے اگرچہ شہوت ہو حانث نہوگا
اور فرج کے سوائے دوسری جگہ جماع کرنے سے حانث ہوگا اور اگر لونڈی یا عورت سے لواطت کی تو [illegible]

اسپر ہی کہ وہ حانث ہوگا۔ ایک نے قسم کھائی کہ زنا نہ کرونگا پھر لواطت کی تو حانث ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی۔
ایمان القدوری مین لکھا ہی کہ اگر قسم کھائی کہ کسی عورت سے وطی حرام نہ کرونگا پھر اپنی عورت سے حالت حیض مین یا
ایسی حالت مین کہ اس سے ظہار کیا تھا وطی کر لی تو حانث نہ ہوگا الا آنکہ اُسنے اسکی بھی نیت کی ہو اور اگر عورت نے
قسم کھائی کہ واللہ کہ حرام نکیا ہی زنا کو اور مراد یہ لی کہ مین نے زنا کو حرام نہین کیا ہی بلکہ زنا کو حرام کرنے والا وہی اللہ عزوجل ہی کہ اُسی نے
زنا کو حرام کر دیا ہی حالانکہ عورت مذکورہ نے زنا کیا ہی تو وہ حانثہ نہ ہوگی اور اگر کوئی مرد ایسی قسم کھانے والا ہو اور
اُس نے اللہ تعالی کی ایسی قسم کھائی تو اسمین بھی یہی حکم ہی اور اگر اُسنے طلاق یا عتاق کے ساتھ ایسی قسم کھائی تو دیانۃً
اُسکی تصدیق ہوگی مگر قضاءً تصدیق نہو گی۔ اور اگر قسم کھائی کہ مرتکب حرام نہونگا تو یہ قسم زنا پر ہوگی اور اگر قسم
کھانے والا خصی یا مجبوب ہو تو یہ قسم حرام بوسہ یا اسکے مثل پر ہوگی یہ ظہیریہ مین ہی

دسوان باب کپڑے پہننے پوشش و زیور وغیرہ کی قسم کھانے کے بیان مین

اگر اپنی جورو سے کہا کہ اگر مین نے
تیرے کاتے سوت سے پہنا تو وہ ہدی ہی پھر عورت نے اس مرد کی مملوکہ روئی سے جو وقت قسم کے اسکی ملک تھی
سوت کاتا جسکا کپڑا وغیرہ اُسنے پہنا تو یہ بالاتفاق ہدی ہوگا اور اگر اس مرد کی ملک روئی یا کتان نہو یا ہو مگر
عورت نے اُس سے نہ کاتا بلکہ ایسی روئی سے کاتا جسکو مرد مذکور نے بعد قسم کے خریدا ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک وہ
ہدی ہوگا یہ فتح القدیر مین ہی اور ہدی کے معنی یہ مین کہ وہ مکہ مین صدقہ کر دیا جاوے یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر قسم کھائی
کہ غزل فلانہ سے نہ پہنونگا اور اُسکی کچھ نیت نہین ہی پھر ایک کپڑا پہنا جو فلانہ مذکورہ کے کاتے سوت سے بنا گیا ہی تو
اپنی قسم مین حانث ہوگا اور اگر اُس نے عین سوت کی نیت کی ہو تو کپڑا پہننے سے حانث نہ ہوگا اور در صورتیکہ کچھ
نیت نہین ہی اگر خالی سوت پہن لیا تو حانث نہوگا الا آنکہ اُسنے نیت کی ہو یہ محیط مین ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ غزل
فلانہ سے کوئی کپڑا نہ پہنونگا پھر ایسا کپڑا پہنا جو فلانہ مذکورہ اور دوسری عورت کے سوت سے بنا گیا ہی تو حانث ہوگا
اگرچہ دوسری عورت کا سوت اسمین سوان حصہ ہو خواہ ان دونون کا سوت مختلط ہو یا ہر ایک کا سوت الگ
الگ ایک ایک طرف ہو اور یہ ایسا ہی جیسے قسم کھائی کہ فلان کا کپڑا نہ پہنونگا پھر ایسا کپڑا پہنا جو فلان مذکور و دوسرے
کے درمیان مشترک ہی تو حانث نہوگا۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلان کے بنے ہوئے سے نہ پہنونگا پھر ایسا کپڑا پہنا جسکو فلان
نے کسی دوسرے کے ساتھ بنا ہی تو حانث ہوگا اور اگر کہا کہ کپڑا فلان کی بنائی کا نہ پہنونگا پھر ایسا کپڑا پہنا جسکو فلان نے
دوسرے کے ساتھ بنا ہی پس اگر ایسا کپڑا ہو کہ اسکو ایک ہی بنتا ہی مگر اسکو دو نے بنا تو حانث نہوگا اور اگر ایسا ہی
کہ اسکو دو ہی بنتے ہین تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ غزل فلانہ سے نہ پہنونگا پھر فلانہ کے سوت کا کپڑا پہنا اور
اسمین دوسری عورت کا کاتا ہوا سوت ملا ہوا ہی تو حانث ہوگا اگرچہ فلانہ کا سوت کاتا ہوا اسمین مثلاً ایک ہی تار
ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ نسج فلان سے کوئی کپڑا نہ پہنونگا پھر اُسکے غلامون کی بنائی کا
کپڑا پہنا پس اگر فلان مذکور اپنے ہاتھ سے بننے کا کام کرتا ہو تو حانث نہوگا اور اگر نہ کرتا ہو تو حانث ہوگا یہ ایضاح
مین ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ کوئی کپڑا غزل فلان سے نہ پہنونگا پھر ایک کپڑا جو فلان کے سوت و روئی سے بنا ہوا
جو وقت قسم کے اسکی ملک مین تھی پہنا تو حانث ہوگا اور اسی طرح اگر اسوقت اسکی ملک مین نہ تھی جبکا کپڑا پہنا
تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک حانث ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ غزل فلانہ سے نہ پہنونگا پھر ایسا کپڑا

پہنا جو فلانہ کے سوت کاتے ہوئے سے سیا گیا ہے تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر ایسا کپڑا پہنا جسمین فلانہ کے
سوت کا سلک ہو تو بھی حانث نہ ہوگا اور اگر اُسکے سوت کا ازار بند ہو تو امام ابو یوسف رح کے قول مین حانث ہوگا
اور امام محمد رح کے قول مین حانث نہوگا اور اسی پر فتوی ہے اور اگر تکمہ یا گھنڈی اُسکے سوت سے ہو تو پہننے کی
قسم مین حانث نہوگا اور اگر لبنہ اُسکے سوت کا ہو تو حانث نہوگا اور یہی حکم زلق کا بھی بعض کے نزدیک ہے اور نیز
رقعہ کا جسکو فارسی مین سیان تین کہتے ہین بعض کے نزدیک یہی حکم ہے جبکہ اس عورت کے سوت سے ہو اور امام محمد رح
سے مروی ہے کہ حانث ہوگا اور جبکہ رقعہ مین حانث ہوگا تو لبنہ و زلق مین بھی حانث ہوگا اور یہی حکم اس رقعہ کا ہوگا
جو جیب پر ہوتا ہے اور اگر اُسنے ایک پارہ اُسکے سوت سے بقدر دو بالشت کے لیکر اپنی ستر عورت پر رکھا تو حانث نہوگا
اور اگر اس عورت کے سوت سے بنی ہوئی ٹوپی یا شکیہ جسکو فارسی مین کلاہ کہتے ہین پہنی تو حانث ہوگا اور یہی حکم جورب
کا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ غزل فلانہ سے بنا ہوا کوئی کپڑا نہ پہنونگا پھر اسمین سے تھوڑا
قطع کیا پھر اسکو پہنا پس اگر یہ اسقدر ہو کہ ازار یا چادر کے برابر ہو تو حانث ہوگا ورنہ نہین اور اُسکو قطع کر کے سراویل
بنا کر پہنا تو حانث ہوگا اور اسی طرح اگر عورت نے قسم کھائی کہ کپڑا نہ پہنونگی پھر اُسنے خمار یا مقنعہ پہنا تو حانث
نہوگی جبتک کہ یہ بقدر ازار کے نہ پہونچتا ہو اور اگر اسقدر ہوتا ہو تو حانث ہوگی اگرچہ اس سے ستر عورت ہوسکتا
ہو اور اسی طرح اگر حالف نے عمامہ پہنا تو حانث نہوگا الا آنکہ اسکے پیچ لپیٹے کہ وہ قدر ازار یا رداء کے ہو جاوے
یا اسقدر ہو جاوے کہ اس سے قمیص یا سراویل قطع کیا جا سکتا ہو تو حانث ہوگا یہ ایضاح مین ہے۔ اور اگر اُسنے کپڑا
نہین کہا تھا پھر عورت مذکورہ کے سوت سے عمامہ باندھا تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ فلانہ عورت کے سوت
سے نہ پہنونگا پھر کپڑا ناف کے نیچے تک پہونچایا اور ہنوز اپنے دونون ہاتھ آستینون مین داخل نہ کیے اور اُسکے
پانون ہنوز اُسکے لفافہ کے نیچے ہین تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ پائجامہ یا موزے نہ پہنونگا پھر اپنی ایک
ٹانگ سراویل مین داخل کی یا ایک پانون موزے مین داخل کیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ یہ کپڑا نہ
پہنونگا پھر سوتے مین اُسکے اوپر ڈالدیا گیا اور سوتے ہی مین اُسکے اوپر سے اُتار لیا گیا تو فقیہ بلخی رح نے فرمایا کہ وہ
حانث نہ ہوگا اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ یہ قیاس ہے اور ہم اسی کو لیتے ہین اور اگر سوتے مین اُسکے اوپر ڈالدیا
گیا پھر جب وہ سوتے سے ہوشیار ہوا تو اُسنے اُتار پھینکا تو بھی حانث نہوگا اور اگر چھوڑ دیا کہ وہ اُسکے اوپر پڑا رہا
تو حانث ہوگا اور اگر نیند سے ہوشیاری کے بعد اُسکے اوپر ڈال دیا گیا تو حانث ہوگا خواہ وہ جانتا ہو یا نہ
جانتا ہو ایسا ہی شیخ ابو نصر رح نے فرمایا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ غزل فلانہ سے کوئی
کپڑا نہ پہنونگا پھر فلانہ مذکورہ اور دوسری عورت دونون کے سوت سے ایک کپڑا بنا گیا لیکن دوسری عورت کا سوت
اس تھان کے اوّل مین ہے یا آخر مین ہے پس اُسی مقام سے اسکا سوت کاٹ کر الگ کر دیا گیا یعنی کپڑا الگ ہو گیا
پھر اُسنے باقی کپڑا جو خالص فلانہ کے سوت کا ہے پہنا پس اگر وہ اسقدر ہو کہ مقدار ازار یا چادر کو پہونچتا ہو تو حانث
ہوگا اور اگر اسقدر نہ پہونچتا ہو تو حانث نہوگا اور اگر اسکی سراویل قطع کر کے پہنی تو حانث ہوگا اور اگر یہی کپڑا قبل
اسکے کہ اسمین سے دوسری عورت کا کپڑا قطع کر دیا جاوے پہنا تو حانث نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ
فلانہ کے غزل کا کپڑا نہ پہنونگا پھر اس عورت کے غزل سے بنی ہوئی کملی اوڑھی تو حانث ہوگا اگرچہ صوف

کی ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ کپڑا نہ پہنونگا تو اُسکی قسم ہر ایسے کپڑے پر واقع ہوگی کہ ستر عورت
کو چھپاتا ہو اور اس سے نماز جائز ہوتی ہو حتے کہ اگر ٹاٹ یا بساط یا طنفسہ اوڑھ لیا تو حانث نہوگا اور اگر
کساء خز یا طیلسان اوڑھی تو حانث ہوگا اسواسطے یہ بھی انہین سے ہی کہ پہنی جاتی ہین اور اسی طرح اگر پوستین پہنی تو بھی
حانث ہوگا اور اگر ٹوپی اوڑھی تو حانث نہ ہوگا کذا فی المحیط اور یہی حکم کھال و بوریا و موزے و جورب کا ہی یہ تاتارخانیہ
مین ہی اور اگر بعینہ کسی کپڑے کی نہ پہننے کی قسم کھائی پھر اسمین سے بقدر نصف سے زائد پہنا تو حانث ہوا یہ مبسوط مین
ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ سراویل نہ پہنونگا پھر کسی دراز قد آدمی کا لباس پہنا جو اسپر سراویل ہوگیا اور یہ کپڑا سراویل
کی تراش پر ہو تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ ثیاب نہ پہنونگا پھر سراویل پستہ قد آدمی کی پہنی جو اسپر ثیاب ہوگئی
تو حانث نہ ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی اور خلاصہ مین لکھا ہی کہ جو کپڑا ستر عورت کے لائق نہین ہوتا ہی وہ ثوب نہین
کہلاتا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ قمیص نہ پہنونگا پھر بے آستینون کی قمیص پہنی اور وقت قسم کے
اسکی کچھ نیت نہین ہی تو حانث ہوگا یہ محیط مین ہی۔ ملتقط مین لکھا ہی کہ اگر قسم کھائی کہ نہ پہنونگا پھر زبردستی وہ
پہنایا گیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر اسکے اتارنے پر قادر ہوا مگر نہ اتارا تو حانث ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور
اگر قسم کھائی کہ قمیص نہ پہنونگا تو قسم اسطور پر واقع ہوگی جیسے عادت کے موافق پہنتا ہی اور گریبان سے
سر نکلنے کے بعد اکثر کا اعتبار کیا جائیگا یہ عتابیہ مین ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ نہ پہنونگا سراویل یا قمیص یا چادر
پھر اُسنے سراویل یا قمیص یا چادر کی لنگی باندھی تو حانث نہوگا اور اسی طرح اگر انمین سے کسی چیز کا عمامہ باندھا
تو بھی حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ یہ قمیص یا یہ سراویل یا یہ چادر نہ پہنونگا تو چاہے جس طور سے
پہنے حانث ہوگا اگر یہ چادر کی لنگی باندھی یا قمیص کو چادر بنایا یا مثلاً کرنے مین قمیص کو سر سے باندھا اور
اسی طرح اگر قسم کھائی کہ یہ عمامہ نہ پہنونگا پھر اسکو اپنے کندھے پر ڈالا تو بھی حانث ہوگا۔ اور اگر قسم کھائی
کہ دو قمیص نہ پہنونگا پھر ایک قمیص پہنکر اتار ڈالی پھر دوسری پہنی تو حانث نہ ہوگا یہانتک کہ وہ دونون
کو ساتھ ہی پہنے۔ اور اگر کہا کہ واللہ ان دونون قمیصون کو نہ پہنونگا پھر ایک کو پہنکر اتارکر دوسری پہنی تو حانث
ہوگا اسواسطے کہ اس صورت مین قسم اسکے عین پر واقع ہوئی پس اسمین اعتبار اسم کا کیا گیا نہ موافق عادت کے
پہننے کا یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلانے کو نہ پہناؤنگا پھر اسکو کوئی کپڑا عاریت دیا یا اُسکی موت کے
بعد اسکو کفن دیا تو حانث نہوگا الا اس صورت مین کہ پہنانے سے اسکی ستر پوشی کی نیت کی ہو نہ مالک
کر دینے کی قسم کھائی کہ یہ کپڑا نہ پہنونگا یہانتک کہ مجھکو فلان اجازت دے پھر فلان مرگیا تو قسم ساقط ہوگئی
اور اگر کہا کہ الا آنکہ فلان مجھکو اجازت دے پھر فلان نے اسکو ایکمرتبہ اجازت دیدی تو یہ قسم منتہی ہوگئی
یہ سراجیہ مین ہی۔ ایک نے قسم کھائی کہ اپنی جورو کے غزل سے نہ پہنونگا پھر ایسی قبا پہنی جسکا ابرہ اسکی جورو
کے غزل کا ہی اور استر دوسری عورت کے کاتے سوت کا ہی تو حانث ہوا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔
اور اگر قسم کھائی کہ فلان کو کپڑا نہ پہناؤنگا پھر فلان کو درم دیے اور اُسنے کپڑا خرید کر پہن لیا تو حانث نہ ہوگا
اور اگر اسکو پہننے کا کپڑا بھیجا تو حانث ہوگا اور اگر یہ نیت کی ہو کہ اپنے ہاتھ سے نہ دونگا تو حانث نہوگا یہ
مبسوط مین ہی۔ امام ابو یوسف رحمہ سے مروی ہی کہ ایک نے قسم کھائی کہ سیاہ نہ پہنونگا تو یہ قسم خالص کپڑون

ثیاب پر واقع ہوگی اور اگر اُسنے سیاہ ٹوپی یا موزے یا جوتے پہنے یا پوستین سیاہ پہنی تو حانث نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ سیاہ سے کچھ نہ پہنونگا تو ٹوپی سیاہ و موزے سیاہ وغیرہ و سیاہ پوستین وغیرہ سے حانث ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ حریر نہ پہنونگا پھر مضمن پہنا تو پانے کا اعتبار ہے نہ تانے کا۔ اور اگر قسم کھائی کہ روئی نہ پہنونگا تو روئی کا کپڑا پہننے سے حانث ہوگا اور اگر قبا پہنی جسکا بانا سوت روئی کا نہیں ہے اور اندر روئی بھری ہے تو حانث ہوگا الا آنکہ اسکی نیت ہو کذا فی الایضاح قال المترجم ہمارے نزدیک یمین روئی پر واقع ہونا اور روئی کی بھری ہوئی قبا پہننے سے حانث ہونا اظہر ہے واللہ اعلم اور اگر قسم کھائی کہ ابریشم نہ پہنونگا پھر ایسا کپڑا پہنا کہ اسکا بانا خز ہے اور تانا ابریشم ہے تو حانث نہوگا اور اگر قسم کھائی کہ کتان کا کپڑا نہ پہنونگا پھر کتان و روئی کا ملا ہوا کپڑا پہنا تو حانث نہوگا خواہ کتان کا تانا ہو یا بانا ہو۔ اور اگر قسم کھائی کہ ابریشم کا کپڑا نہ پہنونگا پھر روئی اور ابریشم کا پہنا پس اگر ابریشم پود ہو یعنے بانا تو حانث ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ خز نہ پہنونگا پھر خالص خز کا کپڑا پہنا یا ایسا کپڑا کہ اسکا تار ابریشم یا روئی کا تھا اور پود خز کا تھا تو حانث ہوگا۔ اور اگر قسم کھائی کہ خز کا کپڑا جسکا سوت فلانہ عورت کا کاتا ہو نہ پہنونگا پھر ایسا کپڑا پہنا جسکا تانا ابریشم کا اور پود خز کا فلانہ مذکورہ کا کاتا ہوا تھا تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ طیلسان صوف نہ پہنونگا پھر ایسی طیلسان اوڑھی جسکا لحمہ یعنی بانا صوف کا اور تانا ابریشم یا روئی کا تھا تو اپنی قسم میں حانث نہوگا اور طیلسان مثلاً یہ اوڑھنے کا کپڑا وہاں کے لوگوں میں ہے یہ فتاویٰ قاضیخان میں ہے منتقی میں بروایت ہشام کے امام محمد رح سے مروی ہے کہ اگر قسم کھائی کہ اس کپڑے کی دو قمیصیں قطع کرا دونگا پھر اسکی ایک ہی قمیص قطع کرائی اور سلائی پھر ادھیڑ کر دوبارہ سلائی تو فرمایا کہ حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ دو قمیصیں سلا دونگا تو اس صورت میں حانث نہوگا۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس سے دو قمیصیں قطع کرا دونگا پھر ایک ہی قطع کرا کر سلائی پھر ادھیڑ کر اسکی دوسری تراش کی قمیص قطع کرائی تو فرمایا کہ حانث نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ اس سے قبا و سراویل قطع کراؤنگا پھر اس سے قبا قطع کرائی اور اسکو پہنا یا نہ پہنا پھر اسکی قبا کی سراویل قطع کرائی تو وہ اپنی قسم میں اسی وقت حانث ہو گیا جب اسنے فقط قمیص ہی قطع کرائی تھی اور یہ بات میں لکھا ہے کہ قسم کھائی کہ میرا غلام آزاد ہے اگر میں نے اس کپڑے کی قبا و سراویل نہ بنائی اور اسکی کچھ نیت نہیں ہے پھر اس کی فقط قبا ہی بناکر سلائی پھر قبا کو فتق کر کے اسکی سراویل سلوائی تو حانث نہوگا الا آنکہ اسکی مراد یہ ہو کہ یہ جیسا موجود ہے اس میں سے بعض کی قبا بعض کی سراویل بناؤنگا تو حانث ہوگا یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس جبہ کو نہ پہنونگا پھر اسکو ادھیڑ کر دوبارہ قمیص سلوا کر پہنی تو قدوری نے ذکر کیا کہ حانث ہوگا اور ایسا ہی نوادر میں مذکور ہے اور یہی قبا و جبہ کا حکم ہے اسواسطے کہ سلائی ادھیڑ دینے سے قبا و جبہ کا نام نہیں ٹوٹتا ہے بلکہ کہا جاتا ہے کہ ادھیڑی ہوئی قمیص ہے۔ اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ اس کشتی پر سوار نہ ہونگا پھر وہ توڑ دی گئی اور تختے الگ کر دیئے گئے پھر ان تختوں سے کشتی بنائی گئی اور اسمیں وہ سوار ہوا تو نوادر میں مذکور ہے کہ وہ حانث ہوگا اور بدائع میں مذکور ہے کہ حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ وہ بعینہ وہی قبا و قمیص و کشتی نہو جائیگی الا اسمی ساخت سے۔ اور اگر قسم کھائی کہ یہ جبہ نہ پہنونگا اور اسمیں حشو بھرا ہوا ہے پھر اسنے یہ حشو نکلوا کر اسمیں دوسرا حشو بھرایا اور اسکو پہنا تو حانث ہوگا اور اسی طرح اگر جبہ استر دار ہے پس اُس نے استر نکلوا ڈالا اور دوسرا استر لگا کر پھر پہنا تو حانث ہوگا

کہ حشو و استر دور کرنے اور بدلنے سے جبہ کا نام نہ ہٹے گا۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس بچھونے پر نہ سوؤنگا پھر اسکی روئی جو
بھرا تھا وہ نکال ڈالا اور پھر اسپر سویا تو مشائخ نے فرمایا کہ وہ حانث نہوگا اسواسطے کہ جس فراش پر سویا جاتا ہے
وہ بدون حشو کے نہیں ہوتا ہے قال المترجم ہذا فی عرفہم واما فی عرفنا یکون حانثا۔ اور اگر اُسکا بھراؤ نکالکر جو اُسکا حشو
ہو یا روئی وغیرہ اس بھراؤ پر سویا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ خالی بھراؤ کو فراش نہیں کہتے ہیں یہ فتاویٰ قاضیخان
میں ہے ایک عورت نے قسم کھائی کہ یہ مقنعہ نہ پہنونگی پھر اس سے فازیوں کا نشان بنایا گیا پھر نشان سے الگ
کرکے اسی عورت کو واپس دیا گیا پھر اُسنے اُس سے مقنعہ بنایا تو وہ حانث ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے جامع میں
مذکور ہے کہ اگر عورت نے قسم کھائی کہ یہ ملحفہ نہ پہنونگی پھر اسکے دونوں جانب سی دیے گئے اور درع کر دی گئی اور
اُسکے گریبان اور آستینیں کر دی گئیں پھر اسکو عورت نے پہنا تو حانث نہوگی اور اگر اسکی دونوں جانب جوڑ لاکر
سی گئی تھی سیون توڑ دی گئی اور پھر وہ آستینیں اور گریبان اس سے نکال ڈالا گیا پھر اُسنے اُسکو پہنا تو حانث
ہوگی اسواسطے کہ اسم ملحفہ کسی دوسرے سبب جدید سے نہیں بلکہ اوّل ہی سے قائم یعنی تھا پھر عود کر آیا اور یہ بخلاف
اسکے ہے کہ ملحفہ قطع کرکے اسکی قمیص سلائی گئی پھر سلائی اور ترکیب وغیرہ توڑ دی گئی اور ٹکڑے اسطرح جوڑ دیے گئے کہ
پھر وہ ملحفہ ہوگئی اور اسکو عورت نے پہنا تو حانث نہوگی۔ قدوری میں ہے کہ اگر معین ایک شقہ خز پر قسم کھائی کہ اسکو نہ
پہنونگا پھر وہ نوچ دی گئی اور کاتی گئی اور دوسرا شقہ کر دی گئی پھر اسکو پہنا تو حانث نہوگا۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس
بساط پر نہ بیٹھونگا پھر اُسکی دونوں جانب ملاکر سلائی گئی اور خرج بنائے گئے پھر اسپر بیٹھا تو حانث نہوگا پھر اگر سیون
توڑ کر بساط کر دیا گیا تو اسپر بیٹھنے سے حانث ہوگا اور اگر بیچ سے قطع کرکے دو خرج کر دیے گئے پھر انکی سیون توڑ کر جہاں
قطع کیا سیا گیا اور بساط کر دیا گیا اور اسپر بیٹھا تو حانث نہ ہوگا اگرچہ اسم بساط اسپر بولا جاتا ہے اور اس نام نے عود کیا
ہے۔ اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ ہر دو خرج ایسے ہوں کہ اگر دونوں الگ کر دیے جاویں تو
ہر ایک کو تنہا بساط نہ کہہ سکتے ہوں اور اگر ہر ایک انمیں سے بساط کہا جا سکتا ہو تو جب دونوں کو اُدھیڑ کر ایک
کو دوسرے میں سی دیا اور اسپر بیٹھا تو حانث ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ زمین پر نہ بیٹھونگا تو جب ہی
حانث ہوگا کہ خالی زمین پر بیٹھے کہ اسکے اور زمین کے درمیان سوائے اسکے کپڑوں کے کچھ نہو اور اگر اسکے اور
زمین کے درمیان چٹائی یا بوریا یا کرسی یا فرش وغیرہ ہوگا تو حانث نہوگا اور اگر قسم کھائی کہ اس چٹائی یا اس بچھونے
یا اس فرش پر نہ بیٹھونگا پھر اسکے اوپر اسکے مثل دوسرا بچھایا گیا اور اسپر بیٹھا تو حانث نہوگا یہ بدائع میں ہے اور
اگر قسم کھائی کہ اس بچھونے پر نہ سوؤنگا پھر اُسکے اوپر اسکے مثل دوسرا بچھایا گیا اور اسپر سویا تو حانث ہوگا یہ بحر الرائق
میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس بچھونے پر نہ سوؤنگا پھر اسپر چادر پلنگ پوش بچھا دیا گیا تو سونے سے حانث ہوگا
اور یہ بالاجماع ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس تخت پر یا اس دکان پر نہ بیٹھونگا یا اس چھت پر نہ سوؤنگا پھر اسکے
اوپر ایک مصلے یا بچھونا یا فرش بچھا دیا گیا پھر اسپر بیٹھا تو حانث ہوگا اور تخت پر دوسرا تخت بچھا دیا گیا یا
دکان پر دوسری دکان یا چھت پر دوسری چھت بنا دی گئی اور اسپر بیٹھا یا سویا تو حانث نہوگا یہ بدائع میں ہے
اور اگر کسی نے قسم کھائی کہ زیور نہ پہنونگا پھر سونے کی انگوٹھی پہنی تو حانث ہوگا اور اگر موتی کی لڑی غیر مرصع پہنی
تو صاحبین رح کے نزدیک حانث ہوگا اور امام اعظم رح کے نزدیک حانث نہوگا اور اگر وہ مرصع ہو تو بالاتفاق

حانث ہوگا اور زبرجد و زمرد کی لڑی غیر مرصع مین بھی ایسا ہی اختلاف ہی اور صاحبین رح کا قول ہمارے عرف و دیار سے اقرب ہی پس صاحبین رحمہما کے قول پر فتوی دیا جائیگا اسواسطے کہ بدون مرصع کرنے کے انکا زیور پہننا ہمارے دیار مین عادت ہی اور اگر خلخال یا دملوج یا کنگن پہنے تو حانث ہوگا خواہ سونے کے ہون یا چاندی کے یہ کافی مین ہی۔ اور اگر عورت نے قسم کھائی کہ زیور نہ پہنونگی پھر چاندی کی انگوٹھی پہنی تو حانث نہوگی اور یہ ظاہر الروایہ ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم جب ہی کہ یہ انگوٹھی مردون کی انگوٹھیون کی ساخت پر بنی ہوئی ہوا اور اگر عورتون کی انگوٹھیون کی ساخت پر ہو کہ اسکا نگینہ ہو تو حانث ہوگی اور یہی اصح ہی یہ محیط مین ہی۔ اور بادشاہون کا تاج زیور نہین ہی اور عورتون کا تاج زیور ہی اور کنگن اور کنٹھا زیور ہی یہ تمرتاشی مین ہی عورت نے قسم کھائی کہ مکعب نہ پہنونگی پھر اُسنے لالک پہنا تو کہا گیا ہی کہ اگر لالک کو عرف و عادت مین مکعب بولتے ہین تو حانث ہونا اُسکے ذمہ لازم ہوگا ورنہ نہین یہ محیط مین ہی۔ ایک نے قسم کھائی کہ زیور نہ پہنونگا پھر اُسنے تلوار لٹکائی یا مفضض پٹکا باندھا تو حانث نہوگا اور یہ قسم عورتون کے زیور پر ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ فورّع نہ پہنونگا اور اُسکی کچھ نیت نہین ہی پھر اُس نے لوہے کی ورع یا عورت کی ورع پہنی تو حانث ہوگا اور اگر اُس نے ان دونون مین سے ایک کی نیت کی ہو تو دوسری سے حانث نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ ہتھیار نہ پہنونگا پھر تلوار لٹکائی یا بازو پر کمان یا ڈھال لٹکائی تو حانث نہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر فارسی مین قسم کھائی کہ سلاح نہ پوشم تو ان چیزون سے حانث ہوگا پس اگر لوہے کی زرہ پہنی تو حانث ہوگا یہ محیط مین ہی۔ لباس مین اصل یہ ہی کہ ثوب کا لفظ ازار سے کم کو شامل نہین ہی و سلاح کا لفظ زرہ و تلوار و کمان کو شامل ہی نہ چھری اور بے پیشہ ہوئے لوہے کو یہ عتابیہ مین ہی واللہ تعالے اعلم مترجم کہتا ہی کہ اس فصل مین اگر زبان اُردو کی رعایت سے بہت بڑا اختلاف ہوگا یہ سب عربی زبان کے موافق قسم کھانے مین حکم ہی جو اوپر مذکور ہوا ہی ہان اکثر مقام پر ہماری زبان کے بھی موافق ہوگا اور اسکا اصل حکم اس ضمیمہ کے جزو و مفرد

در باب قسم سے واضح ہوگا انشاء اللہ تعالے وہو حسبی و نعم الوکیل و منہ الاستعانۃ والتوفیق

گیارھوان باب۔ ضرب و قتل وغیرہ کی قسم کے بیان مین

قال المترجم ضرب جان سے مار ڈالنے سے کم جسکو مارنا کہتے ہین اور قتل مار ڈالنا فاحفظہ۔ اگر قسم کھائی کہ فلان مرد کو نہ مارونگا پھر اُسکے مرجانے کے بعد اسکو مارا تو حانث نہوگا یہ شرح طحاوی مین ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ اپنے غلام کو نہ مارونگا پھر دوسرے کو حکم کیا کہ اُسنے اس غلام کو مارا تو حانث ہوگا اور اگر حالف نے کہا کہ میری یہ نیت تھی کہ خود اپنے ہاتھ سے ایسا نہ کرونگا تو قضاءً اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی اور حانث نہوگا اور اگر کسی آزاد کے نہ مارنے پر قسم کھائی پھر ایک شخص دیگر کو حکم کیا جسنے اسکو مارا تو حانث نہوگا الا آنکہ قسم کھانے والا سلطان یا قاضی ہو یعنی جو خود اپنے ہاتھ سے نہین مارا کرتا تو حانث ہوگا ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ اپنے فرزند کو نہ مارونگا پھر دوسرے کو حکم کیا جسنے اسکو مارا تو باپ حانث نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر زید نے قسم کھائی کہ اپنے غلام کو سو کوڑے مارونگا اور اسکی کچھ نیت نہین ہی پھر اسکو سو کوڑے ہلکے ہلکے مارے تو قسم مین سچا ہوگیا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہی کہ اسکو ایسی مار سے مارا ہو کہ اس سے کچھ الم اسکو ہوا ہو اور اگر ایسی مار ماری کہ اسکو کچھ الم نہ ہوا تو سچا نہ ہوگا اور اگر

دو شاخہ کوڑے سے پچاس کوڑے اسکو مارے اور ہر بار کی مار میں دونوں شاخیں اُسکے بدن پر پڑی تھیں تو قسم میں سچا ہو گیا اور اگر ان سب کوڑوں کو یکجا جمع کر کے سب سے ایک چوٹ یا چوٹیں انکے عرض سے ماردیں تو قسم میں سچا نہ ہو جائیگا اور اگر انکے سروں سے مارا ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُسنے مارنے سے پہلے انکے سرے برابر کر دیے ہوں کہ چوٹ مارنے سے ہر ایک کوڑے کا سرا اُسکے بدن پر پہونچا ہو تو وہ اپنی قسم میں سچا ہو جائیگا اور اگر بعض کوڑا دوسرے کے درمیان گھس گیا ہو تو اُسی قدر میں سچا ہوگا جتنے اُسکے بدن پر پہونچے اور جتنے ایک دوسرے کے اندر گھس رہے ہیں انکی بابت سچا نہ ہوگا اور عامہ مشائخ اسی پر ہیں اور اسی پر فتوی ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک نے اللہ تعالی کی قسم کھائی کہ اپنی دختر صغیرہ کو بیس سوٹا ماروں گا تو یہ کر سکے کہ اس صغیرہ کو بیس قمچیاں مارے یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک نے کہا کہ واللہ اگر میں نے فلاں کو پکڑا تو اُسکو سو کوڑے ماروں گا پھر اسکو پکڑا اور ایک کوڑا یا دو کوڑے مارے تو فرمایا کہ فی الحال حانث نہ ہوگا یہ قسم ہمیشہ کے واسطے ہے کہ اگر تا آخر سوت سب سو مارے تو حانث ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ اپنی جورو کو نہ ماروں گا پھر اُسکے چٹکی کاٹی یا دانت سے کاٹا یا گلا گھونٹ دیا یا بال پکڑ کر کھینچے کہ جس سے کہ اُسکو اذیت ہوئی تو اپنی قسم میں حانث ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ اسوقت ہے کہ ایسی حرکتیں اُسنے ملاعبت میں نہ کی ہوں اور اگر کھیلنے ملاعبت میں ایسا کیا تو حانث نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے اور اسی طرح اگر اُسکے سر میں اپنے سر سے ٹکر ماری کہ اُسکے خون نکل آیا مگر بلا عبت میں ایسا کیا تو حانث نہ ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ یہ اسوقت ہے کہ قسم عربی زبان میں ہوا اور اگر فارسی میں ہو تو ان سب صورتوں میں حانث نہ ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ اگر بطور غضب کے ایسا کیا تو حانث ہوگا اور اگر اسکے بال اُکھاڑ لیے تو اسمیں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اگر غصہ میں ایسا کیا تو حانث ہوگا اور اگر اسکو دفع کیا یعنی ہٹا دیا یا یوں طور کہ اُسکے تن کو کچھ تکلیف نہ پہونچی تو حانث نہ ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر عربی نے فارسی میں قسم کھائی کہ اپنی عورت کو نہ ماروں گا تو اُس سے پوچھا جائیگا کہ تو نے اس سے کیا مراد لی ہے پس اگر اُسنے ضرب مراد لی ہو گویا ضرب کی جگہ زدن کہہ دیا ہے تو ایسا ہی ہے جیسے عربی میں قسم کھانے کا حکم ہے اور اگر وہ مراد لی جو فارسی مراد لیتا ہے تو ایسا ہی جیسے فارسی میں قسم کھانے کا حکم ہے اور اگر معلوم نہ ہوا تو اسوقت جس زبان میں قسم کھائی ہے اُسکے موافق حکم دیا جائیگا اور اسی طرح اگر فارسی نے عربی میں قسم کھائی تو بھی اسی تفصیل سے حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے قال المترجم اردو زبان کا حکم موافق فارسی کے ہے نہ عربی کے واللہ تعالی اعلم۔ اور اگر عورت سے کہا کہ اگر میں نے تجھے مارا تو تو طالقہ ہے پھر اس عورت کی پابندی کو مارا جسمیں اُسکے چوٹ لگ گئی تو مجموع النوازل میں مذکور ہے کہ وہ حانث ہو گیا اور ایسا ہی شیخ ظہیر الدین مرغینانی فتوے دیا کرتے تھے اور بعض نے فرمایا کہ وہ حانث نہوگا اور ایسا ہی بقالی نے اپنے فتاوے میں ذکر کیا ہے اور یہی اظہر و اشبہ ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ اپنی جورو کو نہ ماروں گا پھر اُس نے اپنا کپڑا جھاڑا کہ وہ عورت کی آنکھ میں لگا جس سے اسکے درد ہوا تو فتاوے ابو اللیث رح میں مذکور ہے کہ وہ حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک نے اپنی عورت سے کہا کہ ان لم اضربک حتی اترکک لاحیۃ ولامیتۃ فعبدی حر یعنے عورت سے کہا کہ اگر میں تجھے یہاں تک نہ ماروں کہ تجھے ڈال رکھوں نہ زندہ نہ مردہ تو میرا غلام آزاد ہے تو امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ یہ قسم اسپر ہوگی کہ اسکو سخت درد ناک مارنا مارے پس اگر ایسا کیا تو اپنی قسم میں سچا رہا۔ ایک نے قسم کھائی کہ اپنے غلام کو

کوڑون سے یہانتک مارونگا کہ مرجاوے یا قتل ہوجاوے تو یہ مارنے کا مبالغہ ہے یعنی بہت مارونگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ یہانتک اُسکو مارونگا کہ بیہوش ہوجاوے یا موت مارے یا روے یا فریاد کرے تو جبتک یہ امور حقیقۃً نہ پائے جاوین تبتک قسم مین سچا نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ اسکو تلوار سے یہانتک مارونگا کہ مرجاوے تو جبتک مر نہ جاوے تبتک قسم مین سچا نہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ قال المترجم پس قسم مین جھوٹا ہوجاوے ورنہ سخت گنہگار ہوگا الا آنکہ جہاد مین کفار کو اس طرح مارنے کی قسم کھائی ہو فافہم۔ اور اگر قسم کھائی کہ واللہ مین ضرور تجھے تلوار سے مارونگا اور اُسکی کچھ نیت نہین ہے پھر اسکو تلوار کے عرض سے مارا تو اپنی قسم مین سچا ہوگیا اور اگر اُسکی نیت دھار سے مارنے کی ہو تو دھار سے مارنے پر قسم ہوگی اور اگر اسکو نیام سے مارا تو اپنی قسم مین سچا نہوا اور اگر نیام تلوار اُسکی دھار سے کٹ گیا ہو کہ دھار نکل آئی اور اسکو چھیکے مارنے کی قسم کھائی ہو زخمی کیا تو اپنی قسم مین سچا ہوگیا اور اگر قسم کھائی کہ فلانے کو تیر سے نہ مارونگا پھر اسکو تیر کے بلفیٹ سے مارا تو حانث نہ ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ مین تجھے کوڑے یا تلوار سے نہ مارونگا پھر اسکو کوڑے یا تلوار سے مارا پھر دعوے کیا کہ مین نے اس کوڑے وتلوار کے سوا دوسرے کوڑے کی نیت کی تھی تو قضاءً اُسکے قول کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ اُسنے دو معنی مین سے ایک کلام کے نکلتے مین اور حقیقت حال اسکی اللہ عزوجل کے درمیان ہے کہ وہی عالم الغیب ہے یہ محیط سرخسی مین ہے منتقی مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر اپنے غلام سے کہا کہ اگر مین نے تجھے سو کوڑے نہ مارے تو تو آزاد ہے پھر قبل اسکے کہ اسقدر کوڑے اسکو مارے غلام مرگیا تو آزاد مرا اور نیز امام محمد رح سے مروی ہے کہ البتہ فلان کو آج پچاس مارونگا اور اُسکی نیت مین ایک معین کوڑا ہے پھر اس کوڑے کے سوا دوسرے کوڑے سے پچاس اسکو مار دیئے اور وقت گذر گیا تو فرمایا کہ جس کوڑے سے مارے اپنی قسم سے نکل گیا اور اُسکی نیت باطل ہے یہ محیط مین ہے اور اگر کوڑے سے مارنے کی قسم کھائی پھر اسکو کپڑے مین لپیٹ کر اس سے مارا تو قسم مین سچا نہوگا قسم کھائی اس چھری کے پھل سے یا اس نیزہ کے پھل سے اُسکو نہ مارونگا پھر یہ پھل نکال کر دوسرا پھل اُسپر چڑھایا اور اُس سے مارا تو حانث نہوگا۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلان کے بال نہ چھوؤنگا پھر اسنے سر منڈایا اور دوسرے بال نکلے اور انکو چھوا تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ اسکے دانت نہ چھوؤنگا پھر دوسرے دانت جمے جنکو اُسنے چھوا تو حانث ہوا یہ وجیز کردری مین ہے۔ اور اگر کہا کہ ان ضربتک الابدا وابداً والدہر کہ پھر ایک ساعت ایسا کیا تو حانث ہوا۔ اور اگر کہا کہ ان لم اضربک شہراً تمہاری ہر یعنی اگر مین نے تجھے ایکماہ نہ مارا تو میرا غلام آزاد ہے تو جب حانث ہوگا کہ قسم کے وقت سے برابر ایک مہینہ گذرنے تک کبھی اسکو نہ مارے اور اگر اتنی مدت مین کسی ساعت اسکو مارا تو حانث نہوا یہ شرح جامع کبیر حصیری مین ہے۔ اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ اگر مین نے تجھے آج نہ مارا تو تو طالقہ ہے اور چاہا کہ اسکو مارے پس عورت نے کہا کہ اگر تیرا عضو میرے عضو سے چھوا تو میرا غلام آزاد ہے پس مرد نے اسکو ایک لکڑی سے مارا بدون اسکے کہ اپنا ہاتھ عورت کے بدن پر پہونچاوے تو دونون مین کوئی حانث نہوا اور اگر عورت نے یون کہا کہ اگر تو نے مجھے مارا تو میرا غلام آزاد ہے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ عورت مذکورہ اپنا غلام کسی کے ہاتھ جسپر اسکو اعتماد ہو فروخت کرے پھر

[illegible] یعنی جس دن [illegible] مارین ۱۲ منہ

شوہر اسکو اُسی روز نہ مار سکا یہانتک کہ رات ہوگئی پس شوہر حانث نہوگا اور عورت کی قسم منحل ہو جائیگی مگر بارون جزاء کے پھر جیسے یا تھ
غلام سچا ہی اُس سے مول لے لے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ اگر نہ مارا مین نے آج کے روز تیرے فرزند کو زمین پر
حتے کہ دو ٹکڑے ہو جاوے تو ایسا پھر اسکو بمبالغہ مار ماری تو اصح یہ ہی کہ وہ حانث نہوگا یہ ینابیع مین ہی۔
ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر مین مرگیا پس نہ مارا مین نے تجھے تو میرا ہر مملوک آزاد ہی پھر مرگیا اور اسکو
نہ مارا تو غلام و مملوک آزاد نہ ہونگے اور اگر کہا کہ اگر مین نے تجھے نہ مارا تو ایسا پھر مارنے سے پہلے مرگیا تو آخر جزو
اجزاے حیات مین حانث ہوا اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ اگر مین نے تجھے نہ مارا حتے کہ مین مرون یا درمیان
اپنے اور درمیان اُسکے کہ مین مرون تو تو آزاد ہی پھر اسکو نہ مارا حتے کہ مرگیا تو غلام آزاد نہوگا ایک نے چاہا
کہ اپنے فرزند کو مارے پس قسم کھائی کہ مجھکو اُسکے مارنے سے کوئی مانع نہو پھر اسکو ایک دو قمچیان مارین
تھین کہ کسی نے اسکو منع کیا حالانکہ وہ اس سے زیادہ مارنا چاہتا تھا تو مشایخ نے فرمایا کہ وہ حانث ہوا اسواسطے
کہ اسکی مراد یہ ہی کہ دل بھرکے اسکو مارنے تک کوئی مانع نہو پس جب بیچ مین کسی نے منع کیا تو حانث ہو گیا یہ
فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اصل یہ ہی کہ حتے واسطے انتہاے غایت کے ہوتا ہی پس جہانتک ممکن ہو اسی
معنی پر محمول ہوگا بایں طور کہ جو اُسکے ماقبل ہی وہ قابل امتداد ہو اور اُسکا مدخول مقصود اور موثر در انتہاء
محلوف علیہ ہوا اور اگر یہ متعذر ہو تو حتے محمول بلام سبب ہوگا بشرطیکہ ممکن ہو بایں طور کہ انعقاد قسم ایسے دو
فعلون پر ہو کہ ان مین سے ایک اسکی طرف سے اور دوسرا دوسرے کی طرف سے ہوتا کہ ایک فعل صالح
جزاے دیگر ہوا اور اگر یہ بھی متعذر ہو تو عطف پر حمل کیا جائیگا۔ اور غایت کے حکم مین سے یہ ہی کہ قسم مین سچا
ہونے کے واسطے اس غایت کا وجود شرط ہی پس اگر قبل غایت کے فعل سے باز رہا تو حانث ہوا۔ اور لام
سبب کے حکم سے یہ ہی کہ جو صالح سبب ہی اسکا وجود شرط ہی نہ وجود مسبب۔ اور حکم عطف سے یہ ہی کہ
سچے ہونے کے واسطے معطوف و معطوف علیہ دونون کا وجود شرط ہی یہ محیط مین ہی۔ قال المترجم یہ مخصوص
بزبان عربی ہی ولم اجد لی مسلکا الی توفیق الالسنۃ فی ذلک الا ان یوفقنی اللہ عزوجل فانہ تعالیٰ خیر موافق
و معین ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر مین نے فلان کو خبر نہ دی اسکی جو تو نے کیا ہی حتے کہ تجھکو مارے تو
میرا غلام آزاد ہی پھر اسکو خبر دی مگر اُسنے نہ مارا تو یہ اپنی قسم مین سچا ہو گیا اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر مین تیرے
پاس نہ آیا حتے کہ تو طعام چاشت مجھے کھلاوے یا کہا کہ اگر مین نے تجھے نہ مارا حتے کہ تو مجھے مارے تو میرا غلام
آزاد ہی پھر اُسکے پاس آیا مگر اُسنے طعام چاشت نہ کھلایا یا اسکو مارا مگر اُسنے اسکو نہ مارا تو یہ حانث نہوا بلکہ قسم
مین سچا رہا اور اگر کہا کہ اگر مین نے اسکے ساتھ ساتھ ملازمت نہ کی یہانتک کہ وہ میرا قرضہ ادا کردے یا اگر مین نے
اسکو نہ مارا حتے کہ رات داخل ہو جاوے یا حتے کہ صبح ہو جاوے یا حتے کہ زید دوگانہ ادا کرلے یا حتی کہ مجھے
منع کرے یا حتے کہ میرا ہاتھ تھک جاوے تو ایسا تو ایسی قسم مین سچے ہونے کی شرط یہ ہی کہ ملازمت و مارنا
اسوقت تک پایا جاوے کہ جب غایۃ کا وجود متحقق ہوا اور اگر غایۃ پائی جانے سے پہلے وہ اس فعل سے باز رہا
مثلاً اداے قرضہ سے پہلے اُس نے ملازمت یعنی ساتھ ساتھ رہنا چھوڑدیا یا امور مذکورہ کے پائے جانے
سے پہلے مارنا چھوڑدیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ حتے اس مقام پر غایۃ کے واسطے ہی کیونکہ ملازمت

امر مقصود ہو اور اسی طرح بالیقین تکرار کے محتمل ہوتی ہو اور اگر اُسنے تکرار کی نیت کی ہو تو دیانۃً اسکے قول کی تصدیق ہوگی مگر قضاءً تصدیق نہ ہوگی اسواسطے کہ اُسنے مجازی معنے مراد لیے ہیں اور اگر دونون فعل ایک ہی شخص کی طرف سے ہون باین طور کہ کہا کہ اگر مین نہ آیا آج تیرے پاس حتی کہ طعام چاشت تیرے پاس کھاؤن یا حتی کہ تجھے مارون یا کہا کہ اگر تو آج میرے پاس نہ آیا حتی کہ تو میرے پاس طعام چاشت کھاوے تو میرا غلام آزاد ہو تو قسم مین سچے ہوجانے کے واسطے دونون فعلون کا پایا جانا شرط ہے یعنے حتی عاطفہ ہوگا حتے کہ اگر اُسکے پاس آیا اور طعام چاشت نہ کھایا پھر اسکے بعد بلا تراخی طعام چاشت کھایا تو وہ اپنی قسم مین سچا ہوگیا اور اگر بالکل طعام چاشت نہ کھایا تو وہ حانث ہوا اسواسطے کہ غایت پر حمل کرنا متعذر ہے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ ہر بار کہ مین نے تجھے مارا تو تو طالقہ ہے پھر اسکو ہتھیلی سے مارا کہ عورت پر اُسکی انگلیان متفرق واقع ہوئی ہین تو وہ عورت ایک ہی بار طالقہ ہوگی اور اگر اُسکے دونون ہاتھون سے مارا تو دو بار طالقہ ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر کسی نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر مین تجھ سے ملاقی ہوا ایسا کہ مین نے تجھے نہ مارا تو میری جورو طالقہ ہے پھر غلام کو ایک میل سے دیکھا یا چھت پر دیکھا کہ اُس تک پہونچ نہین سکتا ہے تو حانث نہ ہوگا یہ فتاوے کبری مین ہے۔ اگر مین نے فلان کو دیکھا تو قسم ہے کہ اسکو مارونگا تو دیکھنا نزدیک و دور دونون پر ہے اور مارنا جس وقت چاہے الا آنکہ اُسنے یہ مراد لی ہو کہ بفور دیکھنے کے مارونگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کہا کہ اگر مین نے تجھے دیکھا اور مین نے تجھے نہ مارا تو میرا غلام آزاد ہے پھر اسکو دیکھا مگر ایسی حالت مین ہے کہ بیماری کی وجہ سے اُٹھنے کی طاقت و مارنے کی قوت نہین رکھتا ہے تو حانث ہوا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر زید کی جورو نے ایک باندی کی بابت اُس سے جھگڑا کیا یعنے تو اُس سے وطی کرتا ہے پس زید نے قسم کھائی کہ اگر مین نے اپنا ہاتھ اُسکے سر پر رکھا تو میرا غلام آزاد ہے پھر غصہ کی حالت مین اُسکے سر پر چپت ماری تو حانث نہ ہوگا یہ عتابیہ مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ اپنے غلام کو ہر حق و باطل پر مارونگا اور اُسکی کچھ نیت نہین ہے تو اُسکے معنی یہ ہین کہ جب وہ اُس سے حق یا باطل کی شکایت کرے تو اُسکو مارے اور اس صورت مین وجود شکایت کی حالت مین مارنا نہین لیا جائیگا اور اگر اُسنے یہ نیت کی ہو تو اُسکی نیت پر ہوگی اور اگر اُسنے شکایت کی پس اسکو مارا پھر اُسنے اُسی بابت مین دوبارہ اُس سے شکایت کی تو دوبارہ اسپر واجب نہین ہے کہ اسکو مارے یہ محیط مین ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ فلان کو ہزار بار مارونگا تو یہ زیادہ بار بار مارنے پر واقع ہوگی اور اگر قسم کھائی کہ فلان کو ہزار بار قتل کرونگا تو یہ قسم شدت قتل پر ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلان کو مارونگا یا فلان سے کلام کرونگا حالانکہ فلان مرگیا ہے پس اگر اُسکی موت سے آگاہ نہوا ہو تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک حانث نہ ہوگا اور اگر اُسکی موت سے آگاہ ہوا تھا تو اُسکی قسم منعقد ہوگی اور اسی وقت حانث ہوگا اور یہ بالاجماع ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو نے مجھے مارا اور مین نے تجھے نہین مارا تو میرا غلام آزاد ہے تو یہ قسم اسپر ہوگی کہ قسم کھانے والا محلوف علیہ سے پہلے مارے اور اگر اُسکے بعد مارنے کی نیت کی ہو تو دوسرے کے مارتے ہی اسکو مارنے پر قسم ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ قال المترجم ہمارے نزدیک دوم اظہر ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میرے جس غلام کو تو نے مارا ہو تو فلان وہ آزاد ہے پھر اُسنے ان سب کو مارا تو ان مین سے سوائے ایک کے اور کوئی آزاد نہوگا اور اگر کہا کہ میرے جس غلام نے تجھے مارا سو فلان

تو وہ آزاد ہی پھر سبھون نے اسکو مارا تو سب آزاد ہونگے پھر مسئلہ اولی مین جب ان سب مین ایک آزاد ہوا تو
انہین سے کسی ایک کو عتق کے واسطے پسند کرنے کا اختیار مولی کو ہی کہ جسکو چاہے معین کرے۔ اور اگر کہا کہ کل عبیدی
ضربتہ فھو حر پھر اُس نے سب کو مارا تو سب آزاد ہو جاوینگے اور اگر اُسنے بعض کو مارا تو بعض ہی آزاد ہونگے یہ محیط
مین ہی۔ اور اگر کہا کہ جسکو کہ مارا تو نے میرے غلامون مین سے پس وہ آزاد ہی پھر اُسنے سب کو مارا تو صاحبین رح
کے نزدیک سب آزاد ہو جاوینگے اور امام اعظم رح کے نزدیک سواے ایک کے سب آزاد ہونگے یہ شرح
تلخیص جامع کبیر مین ہی قال المترجم یہ قسم بزبان عربی کی صورت مین ہی کہ من ضربتہ من عبیدی فھو حر و ہمارے
نزدیک یہ اور اول یکسان ہی فافہم۔ اور اگر کہا کہ اگر مارا اس غلام کو کسی نے تو اسکی جورو طالقہ ہی یعنی کہنے والے کی
تو یہ قسم سب پر واقع ہوگی یعنے اگر خود حالف نے مارا تو اُسکی جورو طالقہ ہوگی اور اگر کسی نے اسکو مارا تو بھی اُسکی جورو
طالقہ ہوگی۔ اور اگر کہا کہ اگر میرے اس سر کو کسی نے مارا تو میری جورو طالقہ ہی تو سواے اسکے اور کسی آدمی کے
مارنے پر قسم ہوگی۔ زید نے عمرو کو مارنے کا قصد کیا پس خالد نے اُس سے کہا کہ اگر تو نے اسکو مارا تو میرا غلام
آزاد ہی پھر اُسکے مارنے سے باز رہا پھر اُسکے بعد اسکو مارا تو خالد حانث نہ ہوگا اور یہ قسم فی الفور مارنے پر واقع
ہوگی یہ سراجیہ مین ہی۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر زید نے اپنے دو غلامون سے کہا کہ اگر مارا مین نے تم دونون
کو الا ایک روز یا الا ایک دن مین یا الا ایک روز کہ اسمین مین تم کو مارونگا یا الا روزے یا الا بروزے تو میرا غلام
آزاد ہی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ انکو جس روز چاہے مارے خواہ دونون کو اکٹھا مارے یا متفرق پھر اگر انمین سے
ایک کو بروز جمعرات مارا اور دوسرے کو بروز جمعہ تو حانث نہ ہوگا یہانتک کہ بروز جمعہ آفتاب غروب
ہو جاوے اسواسطے کہ اُس نے دونون کو بروز استثنار مارا اسواسطے کہ روز استثنار وہ ہی کہ اُسدن دونون کا مارنا
مجتمع ہو گیا اور اگر آفتاب غروب نہ ہوا یہانتک کہ اُسنے عود کرکے پھر اول کو مارا تو حانث نہوگا پھر اگر اسکے بعد
ان دونون کو ایک روز مین مارا یا دو روز مین مارا یا اسی کو مارا جسکو بروز جمعہ مارا ہی تو جسوقت مارے اُسی وقت
حانث ہوگا اسواسطے کہ اُس نے ان دونون کو روز استثنا کے سواے دوسرے روز مارا کیونکہ اُسنے اول کو بروز
جمعرات اور دوسرے کو بروز جمعہ مارا ہی پس دونون کی مار غیر یوم الاستثنا مین پائی گئی اور اگر دونون کو ایک ہی
روز مارا تو اسوجہ سے کہ مستثنی روز واحد ہی کہ اسمین دونون کو مارے اور اُس نے دونون کو ایک ہی روز مارا پس
مستثنی گذر گیا پس اب جو اسکے سواے ایام ہین وہ غیر مستثنی ہین اور اگر اسکے بعد نہ مارا مگر اسی کو جسکو بروز
جمعرات مارا ہی تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ یہ تکرار نصف شرط کی ہی۔ اور اگر کہا کہ اگر مارا مین نے تم دونون کو
الا در روز یکہ اسمین مین تم دونون کو مارونگا یا الا روزیکہ اسمین تم دونون کو مارونگا یا الا یوما اضربکما فیہ پس جسدن
دونون کا مارا جانا مجتمع ہووے وہی دن مستثنی ہی اور وہ حانث نہوگا اور اگر دونون کو متفرق دنون مین مارا تو وہ حانث
ہوگا جب کہ دوسرے روز آفتاب غروب ہو جاوے اور اگر اُسنے آفتاب غروب ہونے سے پہلے اول کو پھر
دوسرے کو مارا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ یہی روز مستثنی ہو گیا اور اگر اسی کو مارا جسکو اخیر مین مارا ہی تو
آفتاب غروب ہونے پر حانث ہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری مین ہی۔ اور اگر کہا کہ اگر مین نے فلان کو قتل نہ کیا تو میری
جورو طالقہ ہی حالانکہ فلان مذکور مرچکا ہی اور وہ اسکو جانتا ہی تو اسکی قسم منعقد ہوگی کیونکہ یہ متصور ہی پھر فی الحال

حانث ہوگا اسواسطے کہ عادت کے موافق عجز متحقق ہو جیسے مسئلہ صعود آسمان ہو۔ اور اگر وہ اسکی موت سے آگاہ نہ تھا
تو امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک حانث نہوگا جیسے مسئلہ مذکورہ میں ہو مگر فرق اسقدر ہو کہ مسئلہ مذکورہ میں
دونوں طرح ایک ہی حکم ہو چاہے جانتا ہو کہ کوزہ میں پانی نہیں ہو یا نجانتا ہو اور یہی صحیح ہو یہ کافی میں ہو
ایک نے قسم کھائی کہ فلان کو کل قتل کرونگا پھر وہ آج ہی مرگیا تو حانث نہوگا یہ تبیین میں ہو۔ اور اگر قسم کھائی کہ اگر میں نے
فلان کو قتل کیا یا اسکو چھوا تو میرا غلام آزاد ہو پھر کسی دوسرے کی طرف قصد کیا لیکن ہاتھ خطا کر گیا کہ فلان کو لگ کر
قتل ہوگیا یا اسکو چھو لیا تو حانث ہوگیا یہ محیط سرخسی میں ہو۔ اگر دوسرے سے کہا کہ اگر میں نے تجھکو بروز جمعہ قتل
کیا تو میرا غلام آزاد ہو پھر بعد قسم کے اسکو بروز پنجشنبہ اسطرح مارا کہ بروز جمعہ وہ مرگیا تو یہ اپنی قسم میں حانث ہوا
اور اگر اسکو بروز جمعہ ایسا مارا کہ وہ سنیچر کے روز مرگیا تو حانث نہوا اور اگر اسکو مارنا قبل قسم کے واقع ہوا مثلاً
اسکو چہارشنبہ کے روز مارا پھر پنجشنبہ کے روز قسم کھائی کہ اگر میں نے تجھکو بروز جمعہ قتل کیا تو میرا غلام آزاد ہو پھر
وہ بروز جمعہ مرگیا تو اپنی قسم میں حانث نہوگا یہ محیط میں ہو۔ اور اگر قسم کھائی کہ قتل نہ کرونگا فلان کو کوفہ میں
پھر اسکو سواد کوفہ میں مارا اور وہ کوفہ میں مرا تو حانث ہوگا اور اسمیں موت کی جگہ و زمانہ کا اعتبار ہو مجروح کرنیکی
جگہ و زمانہ کا اعتبار نہیں ہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہو۔ اگر دوسرے سے کہا کہ اگر میں نے تجھکو مسجد میں شتم کیا
تو میرا غلام آزاد ہو پھر حالف نے درحالیکہ خود مسجد میں تھا اور دوسرا محلوف علیہ مسجد سے باہر تھا اسکو شتم کیا تو حانث
ہوگا اور اگر اسکے برعکس ہو تو حانث نہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہو۔ اور اگر دوسرے سے کہا کہ اگر میں
نے تجھکو قتل کیا مسجد میں یا میں نے تیرے سر کو زخمی کیا مسجد میں یا میں نے تجھے مارا مسجد میں تو میرا غلام آزاد ہو
پھر اسکو قتل کیا یا سر زخمی کیا یا مارا درحالیکہ حالف خود مسجد کے اندر رہا اور محلوف علیہ مقتول و مشجوج و مضروب مسجد
سے باہر ہو تو حانث نہوگا اور اگر اسکے برعکس واقع ہوا تو حانث ہوا۔ اور اگر دوسرے سے کہا کہ اگر تو اس
زخم سے مرگیا تو میرا غلام آزاد ہو پھر وہ اس زخم اور دوسری کسی علت سے مرگیا تو حانث ہوا یہ محیط میں ہو
اور اگر قسم کھائی کہ فلان کو پتھر نہ مارونگا پھر اسنے کسی اور کو پتھر مارا مگر وہ اس سے بہکر فلان مذکور کے لگا تو وہ
حانث نہوگا اور اگر اسنے فلان کو پھینک مارا مگر وہ فلان کے نہیں لگا تو حانث ہوگا الا آنکہ اسنے لگجانے کی نیت
کی ہو یہ عتابیہ میں ہو۔ اور اگر دوسرے سے کہا کہ اگر میں نے تیری طرف پتھر یا تیر پھینکا مسجد میں تو میرا غلام آزاد
ہو تو مسجد میں ہونا حالف کے حق میں معتبر ہوگا اور اگر یوں کہا کہ اگر میں نے پھینک مارا مسجد میں تو میرا غلام آزاد
ہو تو مسجد میں ہونا محلوف علیہ کا معتبر ہو یہ ذخیرہ میں ہو۔ اگر قسم کھائی کہ اگر میں نے کل فلان کو ننگا چھوڑا نہ قید
رکھا تو میرا غلام آزاد ہو پھر کل کے روز اسکو ننگا بھوکا قید کیا پھر کسی اور نے آکر اسکو کھانا کھلایا تو یہ حانث ہوگیا
یہ فتاوی کبری وخلاصہ میں ہو۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلان کی تعذیب نہ کرونگا پھر اسکو زندان میں رکھا تو حانث
نہوگا الا آنکہ اسنے یہی نیت کی ہو ایسا ہی فتاوی میں مذکور ہو اور اسکی وجہ یہ ہو کہ قید خانہ میں رکھنا تعذیب
قاصر ہو پس وہ قسم کے تحت میں داخل نہوگی اور نیز فتاوی میں مذکور ہو کہ اگر اپنی جورو کو بستر پر بلایا پس اسنے
انکار کیا اور کہا کہ تو مجھے عذاب دیتا ہو پس شوہر نے کہا کہ اگر میں نے تجھے عذاب دیا تو تو طالقہ ہو پھر وہ عورت
بستر پر آئی اور شوہر نے اس سے جماع کیا پس اگر ایسی حالت میں جماع کیا کہ عورت اسکو گران گذرتی تو شوہر

نے اسکو شراب دی پس وہ طالقہ ہوگئی اور اگر عورت طاعۃً بخوشی خاطر گئی تو طالقہ نہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک
مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر مین نے تجھے ضرر نہ دیا یا کہا کہ اگر مین نے تجھے رنج نہ دیا تو تو طالقہ ثلث ہے پھر اُسکے
پاس سے کئی مہینہ غائب رہا کہ اُسکو کچھ نفقہ نہ دیا اور اُسکے اوپر دوسری عورت سے نکاح کر لیا پس عورت سے اُسکے
لوگون نے کہا کہ تیرے شوہر نے ضرر دیا یا تجھے رنج دیا پس عورت نے کہا کہ مجھے ضرر نہین دیا اور مجھے رنج نہین دیا
تو قول عورت کا قبول ہوگا اور شوہر حانث نہ ہوگا اور اگر شوہر نے کہا کہ اگر مین نے تجھے ضرر نہ پہنچایا یا تجھے
رنج نہ پہونچایا تو تو طالقہ ثلث ہے پھر ایسا فعل بقصد اُسکی ضرر رسانی کے کیا تو حانث ہوگیا یہ محیط سرخسی مین ہے۔
اور اگر کہا کہ اگر مین اسپر سرزنش نکی فانذا انو بر یو بملامت کرنے سے حانث ہوگا اور اگر کہا کہ اگر مین اسپر سرزنش نکی تو ملامت کی طرف
راجع کیجائیگی اسپر علیکہ کوئی قرینہ مختلف ہو ورنہ سر پر مارنے پر محمول ہوگی۔ قسم کھائی کہ اپنی جورو کو ایذا نہ دونگا پھر
اُسکے کپڑے مین نجاست بھر گئی پس عورت سے کہا کہ اُسکو دھو دے پس اُسنے انکار کیا پس اُس سے کہا کہ زہر دوران
بشوی تو بعض نے کہا کہ حانث نہوگا اور قاضی نے فرمایا کہ حانث ہوگا اور اسی پر فتوی دیا جاتا ہے یہ جواہر کردری مین
ہے۔ قدوری مین امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اگر اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ ہے یا واللہ مین آج خادم کو مارونگا پھر خادم
کو اسی روز مارا تو اپنی قسم مین سچا رہا اور طلاق واقع نہوگی اور اگر یہ دن گذر گیا اور اُسنے خادم کو نہ مارا تو حانث ہوگا
پس وہ مختار کیا جائیگا چاہے عورت پر طلاق واقع کرے یا چاہے اپنے اوپر قسم لازم کرے اور اگر اُسنے اسی روز یہ کہدیا
کہ مین نے اپنی جورو پر طلاق واقع کرنی اختیار کی تو مین اُسکے ذمہ پر لازم کرونگا اور قسم باطل ہوگئی اور اگر اُسنے اُس
روز یون کہا کہ مین نے قسم کو اپنے اوپر لازم کیا اور طلاق کو باطل کیا تو طلاق باطل نہ ہوگی اور اگر خادم قبل اسکے
کہ اسکو مارے مرگیا تو اُسکو اختیار رہیگا چاہے طلاق دے اور چاہے قسم کا کفارہ ادا کرے اور اگر قسم کھانے والا
خود مر گیا تو حانث ہونا یا طلاق ایک چیز واقع ہوگی ولیکن چونکہ قبل بیان کے مر گیا ہے لہذا طلاق واقع نہوگی
اور عورت کو میراث ملیگی۔ اور در صورتیکہ خادم مر گیا ہے اس صورت مین فرمایا کہ یہ تخییر از راہ تدین ہے اور قاضی
اُسپر اُسکے واسطے جبر نہ کریگا اسواسطے کہ جب وہ کفارہ و طلاق کے درمیان مخیر کیا گیا اور ایک امین سے
داخل حکم مین ہے تو قاضی اُسپر یہ لازم نہ کریگا حتی کہ اگر بجائے کفارہ کے کسی دوسری عورت کی طلاق ہو تو قاضی
اسپر جبر کریگا کہ بیان کرے اسواسطے کہ یہ دونون اختیار کریگا وہ خواہ مخواہ طلاق واقع ہوگی اور وہ داخل حکم ہے یہ محیط
مین ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین نے تجھے شتم کیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر اس سے کہا کہ اللہ تجھ مین برکت نہ دے تو
اُسکا غلام آزاد نہ ہوگا اور اگر کہا کہ نہ تو اور نہ تیرے اہل اور نہ تیرا مال تو اُسکا غلام آزاد ہو جائیگا اسواسطے
کہ یہ شتم ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ اپنی جورو کو کسی بات مین متہم نہ کرونگا پھر اُس سے کہا کہ خدا جانے
تو نے کیا کیا ہے تو حانث نہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ فلان کو قذف نکرونگا پھر اس سے کہا کہ
اے چنال کے بچے تو اپنی قسم مین حانث ہوگا اور یہی فتوے کے واسطے مختار ہے اسواسطے کہ ہمارے دیار و زمانہ
مین اسکو قذف شمار کرتے ہین اور اگر قسم کھائی کہ نہ قذف کرونگا یا نہ شتم کرونگا کسی کو پھر مردے کو قذف کیا یا
مردہ کو شتم کیا تو حانث ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر زید نے قسم کھائی کہ مین عمرو سے بہتر ہون حالانکہ
زید چور یا شراب خوار ہے اور عمرو لوگون کے نزدیک پرہیزگار و اہل علم سے ہے تو قضاءً وہ حانث ہوگا یہ

پہنتا پہرتا ہین ہی۔ ایک شخص نے اپنا مال اپنے گھر مین دفن کیا پھر اسکو ڈھونڈھا تو نپایا پس قسم کھا گیا کہ میرا مال جاتا رہا پھر اسکے بعد اسکو پایا پس اگر اس مال کو کسی آدمی نے نہ لیا ہو کہ دوبارہ وہین رکھ دیا ہو تو حانث ہوگا الا آنکہ اس نے اپنے قول سے یہ مراد لی ہو کہ مین نے اسکو تلاش کیا اور نہ پایا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر کسی چیز کا نام بیان کر کے یون قسم کھائی کہ مین نے فلان چیز نہین چرائی اور نہ دیکھی ہی حالانکہ اُس سے پہلے اُس چیز کو دیکھ چکا ہی تو مختار یہ ہی کہ اگر وہ سچا ہی تو حانث نہ ہوگا یہ فتاوے کبرے مین ہی۔ کاشتکار یا وکیل نے قسم کھائی کہ نہ چراؤنگا اور حال یہ ہی کہ وہ مالک باغ انگور کے اور کاشتکار کے درمیان مشترک انگورون و فواکہ کو اپنے گھر لاتا ہی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر کاشتکار یا وکیل جو کچھ لاتا ہی وہ کھانے کے واسطے لاتا ہی تو یہ چوری نہین ہی ولیکن جو چیز بسیار ہوتے ہین اگر انمین سے کچھ بدون غرض لیا کہ مین اسکو تنہا لے لون نہ بغرض حفاظت کے رکھا تو یہ چوری ہی اور سوا اسکے کاشتکار و وکیل کے اگر کسی اور نے کچھ بطور تفضیح لے لیا تو یہ چوری ہی۔ اور اگر کاشتکار و وکیل نے ایسی چیز لے لی کہ اگر مالک اسکو دیکھتا تو اُسکا تاوان نہ لیتا بلکہ راضی ہوتا تو بھی یہی حکم ہی کہ سرقہ نہین ہی حانث نہوگا اور اگر ایسا نہ ہو تو حانث ہونا چاہیے ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک شخص کا گھوڑا سراے سے غائب ہوگیا پس اُسنے کہا کہ اگر یہ گھوڑا میرا لیگئے ہون تو واللہ مین یہان نہین رہونگا تو مشائخ نے فرمایا کہ قسم کھانے والے سے دریافت کیا جائیگا کہ تیری کیا مراد ہی پس اگر اُسنے سراے یا حجرہ یا شہر مین رہنے کی نیت کی ہو تو قسم اُسکی نیت پر ہوگی اور اگر اُسنے کچھ نیت نہ کی ہو تو اسکے اس سراے مین نہ رہنے پر قسم ہوگی۔ ایک عورت کا ایک پسر ہی کہ وہ کسی اجنبی کے ساتھ رہتا ہی پس اُس عورت سے اُسکے شوہر نے کہا کہ اگر تیرا پسر فلان نام بیان کر کر ہمارے محل مین نہ رہا تو ہر گاہ تو اسکو کوئی چیز میرے مال سے قلیل ہی دے گی تو تو طالقہ ہی پھر اُسکا بیٹا آکر دونون کے ساتھ ایک سال تک رہا پھر غائب ہو گیا پھر عورت نے کہا کہ مین نے اپنے پسر کو تیرے مال سے کچھ دیا ہی اور تو حانث ہو گیا پس اگر شوہر نے اُسکے قول کی تکذیب کی تو قول شوہر کا قبول ہوگا اور اگر شوہر نے اُسکی تصدیق کی پس اگر عورت نے اس پسر کے آکر اُنکے محل مین رہنے سے پہلے کوئی چیز دی ہی یعنے بعد قسم شوہر کے تو طالقہ ہو جائیگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ اُسنے میرا کپڑا چرا لیا ہی پھر عمرو نے زید کا کپڑا لیکر کہا کہ میری جورو طالقہ ہی کہ مین نے تیرا کپڑا نہین اٹھایا ہی تو بعض نے فرمایا کہ اگر عمرو نے اُسکا کپڑا نہین چرایا ہی تو اُسکی جورو طالقہ نہ ہوگی اور بعض نے کہا کہ قضاءً اُسکی جورو طالقہ نہ ہوگی اور یہ قول باعتبار ظاہر صورت کے ہی اور اول اظہر ہی۔ زید نے عمرو کا کپڑا چرا لیا پھر زید نے عمرو کو دراہم دیے پھر عمرو اُسکا انکار کر گیا اور قسم کھالی تو فقیہ ابو القاسم صفار نے فرمایا کہ اگر کپڑا زید کے ہاتھ سے جاتا رہا تو بیشک عمرو حانث نہوگا اور اگر قائم ہو تو مین نہین کہتا ہون کہ وہ حانث ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر کپڑا اُسکے پاس موجود ہو تو بے شک عمرو حانث ہوگا اور اگر اُسکے ہاتھ سے جاتا رہا ہو تو فقیہ نے جو جواب دیا ہی اُسمین ایک نوع کا اشکال ہی۔ زید نے قسم کھائی کہ عمرو نے میرے کپڑے چرا لیے ہین یا کہا کہ عمرو نے میرے کپڑے پہاڑ ڈالے ہین حالانکہ عمرو نے فقط ایک کپڑا اُسکا چرایا یا ایک ہی کپڑا پہاڑا ہی تو فرمایا کہ وہ حانث نہوگا اور بعض نے فرمایا کہ حانث ہوگا اور اول اظہر ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نشہ مین تھا اُسکو ہوش آیا پس

اُسنے اپنے ساتھیون سے کہا کہ میری جیب مین (۴۵) درم تھے کہ تم نے مجھسے لے لیے ہین پس اُنھون نے انکار کیا پس وہ قسم کھا گیا اور کہا کہ اگر آج میری جیب مین چالیس و پانچ درم نرہے ہون (۴۰) غطریفیہ و پانچ عدالی تو میری جورو طالقہ ہے حالانکہ اس روز اسکی جیب مین چالیس عدالی اور پانچ غطریفیہ تھے پس اگر اسنے مجمل تو ٹھیک کہے مگر تفصیل مین خطا کی تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر اُسنے تفصیل کو قسم مین ملا کر کہا تو حانث ہوگا اور اگر تفصیل کو جدا کرکے کہا ہے تو حانث نہوگا۔ اور اگر اسکی جیب مین عدالی و غطارفہ ہون کہ اگر عدالی کی قیمت غطارفہ مین ملائی جاوے تو چالیس غطارفہ ہون پس اُسنے جمع کرکے کہا کہ اگر میری جیب مین چالیس غطریفی نرہے ہون جسنے غطریفی اور اسنے عدالی یعنی مجمل تعداد ٹھیک بیان کی اور تفصیل مین خطا کی تو میری جورو طالقہ ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اسنے بعینہ غطارفہ مراد لیے تو حانث ہوگا خواہ تفصیل ٹھیک بیان کی ہو یا خطا کی ہو خواہ ملا کر بیان کی ہو یا جدا یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اور اگر زید نے قسم کھائی کہ عمرو سے کچھ غصب نہ کرونگا پھر زید رات مین عمرو کے پاس داخل ہوا اور اسکا مال چورا لیا اور محلوف علیہ یعنی عمرو کو معلوم نہوا یا جنگل مین عمرو کے پاس آیا اور اُسکے سر کے نیچے سے اسکی چادر نکال لی اور عمرو کو معلوم نہوا یا اسکی آستین کے اندر سے درہمون کی تھیلی کاٹ لی یا رات مین عمرو کے پاس داخل ہوا اور اُس سے مکابرہ کیا اور مارا اور اسکی متاع نکال لایا اور لے گیا تو وہ غاصب نہوگا بلکہ چور ہوا کہ اُسکی وجہ سے اسکا ہاتھ کاٹا جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ عمرو سے چوری نہ کرونگا پھر اس سے مکابرہ کرکے رات مین اسکے مکان مین گھسکر اسکے مال سے لے لیا تو حانث ہوا اور اگر قسم کھائی کہ عمرو سے غصب نہ کرونگا یا اُس سے چوری نہ کرونگا پھر راہ مین اُس سے رہزنی کرکے لے لیا تو غصب کی قسم مین حانث ہوگا سرقہ کی قسم مین حانث نہ ہوگا یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے مال مین خیانت نہین کی ہے حالانکہ اسکی جورو نے اسکی اجازت یا رضامندی سے خیانت کر لی ہو تو حانث نہوگا ایک ساعی نے یعنی بادشاہون کے حضور مین لوگون کے مال لٹوانے کے واسطے سعایت کرنے والے نے قسم کھائی کہ اگر اس سے آگے کسی کا دس درم سے زیادہ زیان کرون تو میری جورو طالقہ ہے پھر اپنی جورو کا اس سے زیادہ زیان کیا تو صحیح یہ ہے کہ اسکی جورو طالقہ نہوگی یہ جواہر کبری مین ہے

بارھوان باب۔ تقاضا و دراہم مین قسم کھانے کے بیان مین۔

اگر کسی نے قسم کھائی کہ فلان سے اپنا حق لے لونگا یا فلان سے اپنا حق قبض کر لونگا پھر خود لے لیا یا اسکے وکیل نے لے لیا تو اپنی قسم مین سچا ہوگیا اور اگر اُسنے یہ مراد لی ہو کہ خود اپنے آپ ہی ایسا کرونگا تو قضاءً و دیانۃً اسکی تصدیق ہوگی اور اسی طرح اگر فلان مذکور کے وکیل سے اپنا حق لے لیا تو بھی قسم مین سچا رہا اور اسی طرح اگر ایسے شخص سے لے لیا جسنے مدیون کے حکم سے اس مال کی کفالت کر لی تھی یا ایسے شخص سے لے لیا جسنے مدیون کے حوالہ کرنے سے اترائی قبول کر لی تھی تو بھی قسم مین سچا رہا یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر کسی شخص سے بغیر حکم مطلوب وصول کیا یا بکفالت یا حوالہ بغیر حکم مطلوب تھا تو وہ اپنی قسم مین حانث ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر اپنے قرضہ کے عوض مطلوب سے ایک غلام بطور بیع فاسد کے خرید کرکے اسپر قرضہ کر لیا پس اگر اُسکی قیمت اسی قدر ہو جسقدر حق ہے تو وہ اپنے قرضہ کا وصول پانے والا ہوگا اور حانث نہ ہوگا اور اگر پورا نہ ہو تو حانث ہوگا اور اگر حالف نے اپنے حق کے مثل اسکا

مال غصب کر لیا تو بھی قسم میں سچا ہو گیا اور اسی طرح اگر اسکے دنانیر یا متاع عوض تلف کر دیے تو بھی یہی حکم ہے
یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر طالب نے قسم کھائی کہ ضرور وصول کر لونگا اور کوئی وقت نہیں مقرر کیا پھر مطلوب کو
اپنے حق سے بری کر دیا یا ہبہ کر دیا تو اپنی قسم میں حانث ہو گیا اور اگر اسکے واسطے کوئی وقت مقرر کر دیا ہو پھر
قبل وقت کے مطلوب کو مال سے بری کر دیا تو قسم ساقط ہو گئی اور حانث نہ ہوگا اور یہ امام اعظم و امام محمد رح کا
قول ہے اور اگر اپنا قرضہ وصول کر لیا پھر اسکو زیوف یا نبہرہ پایا تو اس سے قبضہ کرنا متحقق ہوا اور وہ اپنی قسم
میں سچا ہو گیا خواہ لینے والے نے اپنے لینے کی قسم کھائی ہو یا دینے والے نے دینے کی قسم کھائی ہو۔ اور اگر یہ
دراہم ستوقہ ہوں تو یہ اپنے حق کا وصول پانا نہ ہوگا اور اگر بجائے اپنے حق کے کوئی کپڑا لے لیا پھر اسمیں عیب
پاکر اسکو واپس کر دیا یا کسی نے اسپر اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو بھی وہ اپنے وصول کر لینے کی قسم میں سچا
ہو چکا ہے یہ ایضاح میں ہے۔ اور اگر زید نے قسم کھائی کہ جو میرا عمرو پر آتا ہے اسکو قبض نہ کرونگا پھر زید نے خالد
کو جسکا زید پر کچھ نہیں آتا ہے عمرو پر حوالہ کر دیا اور خالد نے عمرو سے وصول کیا تو زید حانث ہو گیا ہو اسواسطے کہ
خالد اسکا وکیل بقبض ہے اور اگر حوالہ قبل قسم کے ہوا ہو پھر خالد نے عمرو سے بعد زید کی قسم کے وصول کر لیا تو زید
حانث نہ ہوگا اور علے ہذا اگر کسی نے مدیون سے وصول کرنے کا وکیل کر دیا پھر قسم کھائی کہ مدیون پر جو کچھ میرا
ہے وصول نہ کرونگا پھر بعد قسم کے وکیل نے وصول کیا تو حانث نہ ہوگا اور بعض نے فرمایا ہے کہ چاہیے کہ حانث
ہو جاوے یہ محیط میں ہے۔ اصل میں فرمایا ہے کہ اگر قسم کھائی کہ اپنے قرضدار سے جدا نہونگا یہانتک کہ جو کچھ میرا
اسپر ہے اس سے وصول کر لوں پھر قرضدار اسکے ساتھ سے بھاگ گیا حالانکہ یہ اسکے ساتھ سے جدا نہیں ہوا
تھا تو وہ حانث نہوگا اور اگر قسم کھائی ہو کہ اپنے قرضدار سے جدا نہونگا اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو حانث
ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ اپنے قرضدار سے جدا نہونگا یہانتک کہ جو کچھ میرا اسپر ہے اس سے وصول کر لوں
پھر ایسی جگہ اونچے نیچے بیٹھا کہ اسکو دیکھتا رہا تاکہ اسکے ہاتھ سے گم نہو جاوے اور اسکی نگہبانی کرتا رہا تو
اس سے جدا ہونے والا نہوگا و اگر انکے درمیان میں کوئی ستون یا مسجد کا کوئی عمود حائل ہو گیا تو بھی اس سے جدا
ہونے والا نہ ہوگا اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک مسجد کے اندر بیٹھا اور دوسرا مسجد سے باہر اور دروازہ مسجد کا
کھلا ہوا ہے کہ اسکو دیکھتا ہے تو اس سے جدا ہونے والا نہوا اور اگر بیچ میں دیوار مسجد حائل ہوا اور ایک اندر اور
دوسرا باہر ہو تو جدا ہونے والا ہوگا اور اسی طرح اگر دونوں کے درمیان دروازہ بند ہوا اور کنجی حالف کے ہاتھ
میں ہو اور حالف باہر ہو کر دروازہ پر بیٹھا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ سب منتقے سے منقول ہے اور حیل میں مذکور ہے کہ اگر
طالب سو گیا یا مطلوب سے غافل ہو گیا یا کسی نے اسکو باتوں میں لگا لیا کہ مطلوب بھاگ گیا تو اپنی قسم میں حانث
نہوگا اور اگر نہ سویا اور نہ غافل ہوا پھر وہ چلا اور طالب اسکے ساتھ نہ گیا اور باوجود امکان کے اسکو منع کیا
تو اپنی قسم میں حانث ہوگا اور نیز حیل میں مذکور ہے کہ اگر ملازمت سے اسکو مانع ہوا حتی کہ مطلوب بھاگ گیا تو
اپنی قسم میں حانث نہوگا اور اگر قسم کھائی کہ اپنے قرضدار سے جدا نہونگا یہانتک کہ اس سے اپنا کل حق وصول
کر لوں پھر اس سے رہن یا کفیل لے لیا اور جدا ہو گیا تو حانث ہوا الا آنکہ رہن قبل جدا ہونے کے
تلف ہو گیا اور اسکی قیمت مثل قرضہ کے یا زیادہ ہو تو ایسی صورت میں حانث نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایسا

اپنے مدیون کے دروازہ پر آیا اور قسم کھائی کہ یہاں سے نہ جاؤنگا یہانتک کہ اُس سے اپنا حق لے لوں پھر مدیون نے آکر اُسکو اس مقام سے دور کر دیا پھر اپنا حق لینے سے پہلے خود چلا گیا تو بعض نے فرمایا کہ حانث ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ اگر اسکو دور کر دیا بایں طور کہ وہ اپنے قدم سے نہیں چلا اور دوسری جگہ جا پڑا پھر خود چلا گیا تو حانث نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر قرضدار نے قسم کھائی کہ قرضخواہ کو اُسکا حق دیدونگا پھر دوسرے کو ادا کر دینے کا حکم دیا یا قرضخواہ کو اُترائی کر دی اور اُسنے وصول کر لیا تو اپنی قسم میں سچا ہو گیا اور اگر مدیون کی طرف سے کسی نے براہ احسان ادا کر دیا تو وہ اپنی قسم میں سچا نہو گا اور اگر اُسنے یہ نیت کی ہو کہ یہ امر خود اپنے ہاتھ سے کرونگا تو دیانۃً و قضاءً اُسکے قول کی تصدیق ہوگی اور اگر مطلوب نے قسم کھائی ہو کہ اسکو اُسکا حق نہ دونگا پھر ان دونوں میں سے کسی صورت سے اسکو دیا تو حانث ہوا اور اگر اُسنے یہ نیت کی ہو کہ اپنے ہاتھ سے نہ دونگا تو قضاءً اُسکی تصدیق نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ زید نے عمرو سے کہا کہ واللہ تیرا مال تجھے نہ دونگا یہانتک کہ مجھپر کوئی قاضی حکم کرے پھر ایک وکیل کیا جسنے عمرو سے خصومت بحضور قاضی کی اور قاضی نے وکیل پر ادائی کا حکم دیدیا تو یہ حکم مدیون پر ہوگا حتے کہ بعد اسکے ادا کرنے سے حانث نہ ہوگا۔ ایک شخص نے اپنے قرضدار سے کہا کہ واللہ تجھ سے جدا نہ ہونگا یہانتک کہ تجھ سے اپنا حق وصول کر لوں پھر اُسنے اپنے قرضدار سے بعوض اس قرضہ کے قبل جدا ہونے کے ایک غلام خریدا اور اسپر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ اس سے جدا ہو گیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ جو عالم اسکو ایسی صورت میں حانث نہیں قرار دیتا ہے کہ جب قبل جدا ہونے کے اسکو قرضہ ہبہ کیا اور مدیون نے قبول کیا پھر اُس سے جدا ہو گیا ہو تو وہ اس صورت میں بھی اسکو حانث نہیں قرار دیگا اور یہی امام اعظمؒ کا قول ہے اور جو اُسکو صورت ہبہ مذکورہ میں حانث قرار دیتا ہے اُسکے نزدیک اس صورت میں بھی حانث ہوگا اور یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے اور یہ اسوقت ہے کہ بیع پر قبضہ کرنے سے پہلے اس سے جدا ہو گیا اور اگر جدا نہوا یہانتک کہ غلام بائع کے پاس مر گیا پھر اس سے جدا ہو گیا تو حانث ہو گیا اور اگر مدیون نے کسی دوسرے کا غلام اُسکے ہاتھ بعوض اُسکے قرضہ کے فروخت کیا اور اُس نے غلام پر قبضہ کر لیا پھر جدا ہو گیا پھر غلام مذکور کے مولے نے اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لیا اور بیع کی اجازت نہ دی تو حانث نہوگا۔ اور اگر مدیون نے اُسکے ہاتھ اپنا غلام فروخت کیا بدیں شرط کہ بائع کو اس بیع میں خیار ہے اور حالف نے بیع پر قبضہ کر لیا پھر جدا ہو گیا تو حانث ہو گیا۔ اور اگر قرضہ کسی عورت پر ہو پس قسم کھائی کہ اُس سے جدا نہ ہونگا یہانتک کہ اس سے اپنا قرضہ بھر پاؤں پھر حالف نے اس عورت سے اس قرضہ پر جو اُسکا عورت مذکورہ پر آتا ہے نکاح کر لیا تو اپنا قرضہ بھر پایا۔ اور اگر مدیون نے جو قرضہ اُسپر آتا ہے اُسکے عوض طالب کے ہاتھ غلام یا باندی فروخت کی پھر بیع مذکور ام ولد یا مکاتب یا مدبر نکلی یا کسی دوسرے کی ام ولد یا مدبر نکلی پھر طالب نے اسپر قبضہ کرنے کے بعد مدیون کا ساتھ چھوڑا تو حالف یعنی طالب مذکور حانث نہوگا اور اگر طالب نے ہزار درم جو اُسکے اُسپر جو کچھ قرضہ تھا مطلوب کو ہبہ کر دیے پس مطلوب نے اسکو قبول کر لیا یا طالب نے اپنے کسی قرضخواہ کو اُسپر اُترائی کرا دی کہ جو کچھ اسپر ہے وہ میرے اس قرضخواہ کو دیدے یا مطلوب نے طالب کو کسی اور پر اُترا دیا اور طالب نے مطلوب اوّل کو بری کر دیا پھر طالب اُس سے جدا ہو گیا تو ان

مسئلہ بقسم دکالت کی صورت میں وکیل ...

اُس سے پچاس درہم لے لیے اور باقی پچاس آخر روز لیے تو حانث ہوگا۔ اور اگر اُسنے دراہم مقبوضہ میں زیوف
یا نبہرہ پائے ہوں تو حانث نہوگا بحالہ باقی رہیگا ورنہ ہوگا خواہ اُس نے واپس کرکے بدل لیے ہوں یا نہ واپس
کیے اور بدل لیے ہوں یا واپس کیے اور بدلے نہ لیے ہوں۔ اور اسی طرح اگر ان درموں کو مستحقہ پایا یعنی کسی اور
نے اپنا استحقاق ثابت کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر یہ درم ستوقہ یا رصاص ہوں اور اُسنے اُسی روز واپس کرکے
بدل لیے تو بدل لینے کے وقت حانث ہوگا اور اگر اُسنے بدل نہ لیے ہوں تو حانث نہوگا۔ اور اگر قسم کھائی کہ میرا
غلام آزاد ہے اگر میں نے تجھ سے آج کے روز ان سو درموں میں سے کوئی درم لیا پھر اس روز اُس سے پچاس درم لیے
تو لینے کے وقت حانث ہوگا اور یہ استحسان ہے اور اگر اُسنے اس روز کچھ نہ لیا تو حانث نہوگا اور اگر کوئی وقت قسم
میں بیان نہ کیا یعنی قسم کو مطلق رکھا بایں طور کہ میرا غلام آزاد ہے اگر میں نے سو درموں میں سے تجھ سے درم دون
درم کرکے لیا پھر اُس سے پچاس درم وصول کر لیے تو لیتے ہی حانث ہوگا اور اگر کہا کہ اگر میں نے متفرقہ کیا درم دون
درم کرکے تو میرا غلام آزاد ہے پس قرضدار نے اُسکے واسطے پچاس درم وزن کر دیے اور اسکو دیے پھر اسی
مجلس میں اُسکے واسطے اور پچاس درم وزن کرکے دیے تو استحساناً حانث نہوگا تاوقتیکہ وزن کرنے کے کام میں
مشغول ہو اور اگر باقی وزن کرنے سے پہلے وہ کسی اور کام میں مشغول ہوگیا تو حانث ہوگا اور یہی استحسان ہمارے
علماے ثلثہ رحمہم اللہ تعالے کا قول ہے اور اگر کہا کہ واللہ جو میرا تجھ پر ہے نہ لونگا الا ایک ایک درم یا الا ایک قفیز
میں پھر اُسکے واسطے ایک ایک درم کرکے وزن کیا اور ہر ایک درم کے وزن سے فارغ ہوکر اسکو دیتا گیا تو حانث نہوگا اور
اگر وہ اس مجلس میں سواے وزن کے اور کام میں درمیان میں مشغول ہوگیا ہو تو حانث ہوگا یہ شرح جامع کبیر میں
ہے۔ اور اگر کہا کہ اگر میں نے اپنے اس مال پر جو میرا فلان پر ہے کچھ کچھ کرکے قبضہ کیا تو وہ مساکین پر صدقہ ہے یعنی تمام وہ مال
جو فلان پر ہے پھر اسنے دس درم میں سے نو درم پر قبضہ کرکے اسکو کسی کو ہبہ کر دیا پھر اُسنے باقی درم پر قبضہ کیا تو باقی درم کا
صدقہ کر دینا اُسپر واجب ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر میں نے قبض نہ کیا جو میرا مال تجھ پر ہے تو کل اس صورت میں یہی حکم
ہے۔ اور اگر یوں کہا کہ اگر میں نے قبض نہ کیے وہ دراہم جو میرے تجھ پر ہیں تو وہ مسکینوں پر صدقہ ہیں پھر اُسکے عوض درم
یا کوئی اسباب پر قبضہ کیا یعنی لیا بطور وصول حق کے تو حانث نہوگا۔ اور جو اُسنے ہبہ کیا ہے اُسکے مثل کا ضامن ہوگا
پس مال ضمان کو صدقہ کریگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کہا کہ اگر میں نے قبض نہ کیے تجھ سے دراہم کہ ظرف ہیں ادا سے اس مال
کے جو میرا تجھ پر ہے تو میرا غلام آزاد ہے پھر اُس سے اُن دراہم کے عوض اسباب یا دینار قبض کیے تو اپنی قسم میں
حانث ہوا یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ ان لم اتزن مالی علیک فکذا یعنی اگر اپنا مال جو تجھ پر ہے وزن کرکے نہ لیے لون تو
میرا غلام آزاد ہے پھر اُسنے کوئی چیز اپنی جنس حق کے خلاف قبض کی خواہ ایسی چیزوں میں سے ہے کہ وزن کیجاتی ہے
یا نہیں تو وہ اپنی قسم میں سچا نہ ہوگا اسواسطے کہ جب اُسنے وزن کی قید لگائی تو عموم لفظ کا اعتبار ساقط ہوا پس
راجع بجانب اصل مخصوص ہوا کہ وہ قبض عین حق ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر قبض نہ کیا میں نے اپنا مال جو تجھ پر ہے تھیلی میں
تو میرا غلام آزاد ہے پھر مدیون نے اسکو بجاے درم کے دینار یا اسباب ادا کیا تو حالف حانث ہوگا کیونکہ جب عموم
لفظ باطل ہوا تو راجع بجانب تعین الحق ہوا جیسا کہ ہم نے ذکر کر دیا ہے اور اگر اُس نے وزن سے اپنا بھرپور قرضہ وصول
کر لینا مراد لیا ہو تو فیما بینہ و بین اللہ تعالے اُسکی تصدیق ہوگی مگر قضاءً تصدیق نہ ہوگی یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں

ہو۔ اگر کہا کہ اگر میں نے تجھ سے قبض نہ کیے دراہم بطریق ادائے اس مال کے جو میرا تجھ پر ہے تو میرا غلام آزاد ہے پھر
مطلوب نے طالب سے ایک درہم قرض لیا اور اسکو قرضہ میں ادا کیا پھر دوبارہ اُس سے قرض لیا اور ادا کیا اسی طرح
برابر ایک ہی درہم کو قرض لے کر ادا کرتا گیا یہاں تک کہ اُسکے کل درم اسی ایک درم سے قرضہ لیکر دینے سے پورے
ادا کر دیئے تو طالب حانث ہوا اور اگر اُسنے تین درم قرض لیکر وہ طالب کو اُسکے قرضہ سابق میں ادا کیے پھر دوبارہ
سہ بارہ اسی طرح اُنھیں تین درمون کو قرض لے کر ادا کرتا گیا یہاں تک کہ اُسکا سب قرضہ سابق ادا کر دیا تو
طالب اپنی قسم میں سچا رہا۔ اور اگر قسم کھائی کہ زید پر جو میرا مال ہے وزن کر کے لونگا پھر زید سے اسکو بغیر وزن
کیے ہوئے دیدیا اور اُس سے لے لیا تو حانث ہوا اور اگر وکیل قرضخواہ نے وزن کر کے لیا تو قرضخواہ سچا رہا اور
[یعنی اسنے وزن کر کے نہ لیا ۱۲]
اسی طرح اگر قرضدار نے قسم کھائی کہ تیرا جو اُسکا ہے وزن کر کے دونگا پھر قرضدار کے وکیل نے وزن کرکے دیدیا
تو وہ اپنی قسم میں سچا رہا اور اسی طرح اگر طالب ومطلوب دونوں نے اسی طرح قسم کھائی جیسے ہم نے بیان کیا ہے
پھر ہر ایک نے اس کام کے واسطے جسپر قسم کھائی ہے وکیل کیا تو وکیل کا فعل مثل انکے خود فعل کے ہوگا اور اسی طرح
اگر ہر ایک نے قبل قسم کے وکیل کیا ہو پھر ہر ایک کے وکیل نے بعد انکے موکلون کی قسم کے موافق قسم کے کیا تو ہر ایک
کی قسم پوری ہوگئی اسواسطے کہ توکیل ہر ایک کی طرف فعل سے مستدام ہے پس بعد قسم کے اسکی استدامت ہر ایک سے
بمنزلہ اسکے ہے کہ بعد قسم کے از سر نو وکیل کیا یہ سب آخر جامع میں مذکور ہے اور یہ مسئلہ بعض کے قول کا موید ہے
اور قول بعض یہ ہے کہ اگر قرضخواہ نے کسی کو وکیل کیا کہ زید سے میرا قرضہ قبض کر لے پھر قسم کھائی کہ اس قرضہ کو قبض
نہ کرونگا پھر اسکی قسم کے بعد وکیل نے اسپر قبضہ کیا تو چاہیے کہ حالف اپنی قسم میں حانث ہو جاوے اور وجہ اسکی
یہ ہے کہ توکیل فعل مستدام ہے پس بعد قسم کے گویا جدید توکیل بقبضہ ہوئی اور فعل وکیل مثل اسکے فعل کے ہے پس گویا
اُسنے قبضہ کیا اور حانث ہوا کذا فی المحیط وجہ التائید من المترجم۔ قرضدار نے اپنے قرضخواہ سے کہا کہ واللہ
تیرا قرضہ پنجشنبہ تک ادا کر دونگا پھر ادا نہ کیا یہانتک کہ روز پنجشنبہ کی فجر طلوع ہو گئی تو اپنی قسم میں حانث ہوا
اسواسطے کہ اُسنے پنجشنبہ کو غایت قرار دیا ہے اور غایت اسمیں داخل نہیں ہوتی ہے جسکی غایت قرار دی گئی ہے
جب کہ غایت اخراج نہو اور اگر کہا کہ واللہ تیرا قرضہ پانچ روز تک ادا کر دونگا تو جب تک پانچویں روز کا
آفتاب غروب نہو جاوے تب تک حانث نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر قرضخواہ نے قسم کھائی
کہ اپنے قرضدار سے آج اپنا قرضہ قبض نہ کرونگا پھر طالب نے قرضدار زید سے اسی روز کوئی چیز اُس قرضہ کے
عوض خریدی اور اسی روز مبیع پر قبضہ کیا تو حانث ہوگا اور اگر مبیع پر کل کے روز قبضہ کیا تو حانث نہوگا اور اگر
بعد قسم کے اُسی روز قرضدار سے کوئی چیز بطور بیع فاسد کے خریدی اور اُسپر اسی روز قبضہ کر لیا پس اگر اُسکی قیمت
مثل قرضہ یا زیادہ ہو تو حانث ہوگا ورنہ حانث نہوگا اور اگر اس روز قرضدار کی کوئی چیز تلف کر دی پس اگر تلف کی ہوئی
چیز مثلی ہو یعنی اسکا تاوان اُسکے مثل دینا ہوتا ہے نہ اُسکی قیمت تو حانث نہوگا اور اگر قیمتی ہو پس اگر اُسکی قیمت مثل قرضہ
کے یا زیادہ ہو تو حانث ہوگا ولیکن یہ شرط ہے کہ پہلے غصب کر کے پھر تلف کی ہو اور اگر بدون غصب کیے ہوئے تلف
کی ہو مثلاً جلا دیا تو حانث نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ قرضدار نے اپنے قرضخواہ سے کہا کہ میں نے تیرا مال کل کے روز ادا
نہ کیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر قرضخواہ غائب ہو گیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اُسکا قرضہ قاضی کو دیدے پس اگر دیدیا تو حانث نہوگا

تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک حانث نہوگا اور اگر قرضخواہ مرگیا اور قرضدار نے اسکو میت کے وارث یا وصی
کو ادا کردیا تو قسم مین سچا رہا ورنہ حانث ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ ایک نے اپنی جورو کے حق مین قسم کہائی کہ اگر
مین ہر روز اسکو ایک درم نہ دون تو اسکو طلاق ہے پس کبھی اسکو غروب کے وقت دیتا ہے اور کبھی عشا کے وقت دیتا ہے تو
فرمایا کہ اگر درمیان مین ایک رات و دن خالی نہ گذر جاوے کہ اسمین درم نہ دے تو اپنی قسم مین سچا رہیگا یہ بحر الرائق
مین ہے۔ زید نے قسم کہائی کہ نہ تاخیر کرونگا عمرو سے اپنے مال کی جو زید کا اسپر آتا ہے پھر اسکے تقاضے سے خاموش رہا
یہانتک کہ مہینہ گذر گیا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ اسنے تاخیر نہین دی یہ فتاوی کبرے مین ہے۔ فتاوی نسفی
مین لکھا ہے کہ اپنے قرضدار سے قسم لی کہ مجھ سے منہ نہ چھپا وے اور اسکا کوئی وقت مقرر نہین کیا پس جب اسنے
اسکو طلب کیا اور اسکو طلب کرنا معلوم ہوا اور ظاہر نہوا تو حانث ہوجائیگا اور اگر وہ پوشیدہ بازار مین گیا تو حانث
نہوگا اور اگر قرضخواہ نے طلب کیا اور اسکو معلوم نہوا پس ظاہر نہوا تو حانث نہوگا اور اگر قرضخواہ دو آدمی ہون اور
دونون نے قرضدار سے اسطرح قسم لی پھر اسنے انمین سے ایک کا قرضہ ادا کردیا تو اسکے حق مین قسم باقی نرہیگی یہ خلاصہ
مین ہے ادب شیخ ابو حنیفہ سے دریافت کیا گیا کہ قرضدار نے اپنے قرضخواہ سے کہا کہ اگر مین نے تیرا قرضہ بروز عید
ادا نہ کیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر عید کا روز آیا لیکن اس شہر کے قاضی نے کسی دلیل سے جو اسکے پاس ہے اس دن
کو عید نہین قرار دیا ہے اور اسمین نماز عید نہین پڑہی اور دوسرے شہر کے قاضی نے اسکو عید قرار دیا ہے اور
اسمین نماز پڑہی ہے تو فرمایا کہ اگر کسی شہر کے قاضی نے اس روز کے عید کا روز ہونے کا حکم دیا تو یہ دوسرے
شہر والون کے واسطے بھی لازم ہوگا جبکہ مطالع مختلف نہون جیسے رمضان کا روزہ ہونے مین حکم ہے یہ محیط مین
ہے اور اگر قسم کہائی کہ ہر ماہ اسکو ایک درم دونگا اور اسکی کچھ نیت نہین ہے اور اسنے اول ماہ مین قسم کہائی
ہے تو یہ مہینہ بھی اسکی قسم مین داخل ہوگا اور چاہیے کہ اس مہینہ نکل جانے سے پہلے اسکو ایک درم دیدے اور
اسی طرح اگر آخر ماہ مین قسم کہائی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر یون کہا ہو کہ ہر مہینہ مین تو بھی یہی حکم ہے اور اسیطرح
اگر قسم کہانے والے پر مال قسط وار ہو کہ ہر مہینہ کے انسلاخ پر اسپر ایک قسط کا ادا کرنا آتا ہو پس اسنے قسم کہائی
کہ اسکو ہر مہینہ مین قسط ادا کرونگا تو اسی مہینہ مین اسپر قسط لازم ہوگئی کہ اسکی میعاد آچکی ہے پس اگر اسنے اس
مہینہ کے آخر ہونے تک ادا کردی یعنے اس مہینہ کی قسط کو تو اپنی قسم مین سچا رہا یہ مبسوط مین ہے۔ ایک نے قسم
کہائی کہ جو کچھ مجھپر ہے ضرور اسکے ادا کرنے مین کوشش بلیغ کرونگا تو وہ اس مال کو بھی فروخت کرے جو ورثہ
قاضی کے یہان نالش ہونے کے قاضی اسکو اسکی طرف سے فروخت کرتا یہ ظہیریہ مین ہے

مسائل متفرقہ۔ ایک نے اس طرح قسم کہائی کہ میرا غلام آزاد ہے اگر مین مالک ہون الا سو درم کا حالانکہ وہ
اس سے کم کا مالک تھا تو حانث نہوگا اور اسی طرح اگر وہ فقط سو درم ہی کا مالک ہو تو بھی حانث نہوگا اور
اسکا غلام آزاد نہوگا اور اگر وہ سو درم سے زیادہ کا مالک ہو تو حانث ہوگا اور اگر اسکی ملک مین سو درم نہون
مگر اسکی ملک مین دینار ہون جو سو درم سے زائد ہین تو حانث ہوگا اور اسیطرح اگر اسکے پاس تجارت کے
غلام ہون یا اسباب تجارت یا ایسے سوا کہ جنمین زکوۃ واجب ہوتی ہے تو حانث ہوگا خواہ پورا نصاب ہو یا
نہو اور اگر اسکی ملک مین غلام خدمت ہون یا ایسا مال جو جنس زکوۃ سے نہین ہے مثل دور و عقار و اسباب جو واسطے

تجارت کے نہیں ہے تو حانث نہ ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ ایک شخص مرگیا اور اُسنے وارث چھوڑا اور میت کا ایک
شخص پر قرضہ ہے پس وارث مذکور اس قرضدار کے پاس آیا اور اُس سے مخاصمہ کیا پس قرضدار نے قسم کھائی
کہ اس شخص کا میرے اوپر کچھ نہیں ہے پس اگر وہ اُسکے مورث کی موت سے آگاہ نہ تھا تو مجھے امید ہے کہ حانث نہوگا
اور اگر آگاہ تھا تو حانث ہوگا اور یہی مختار ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اصل میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ
میرے لیے کچھ مال نہیں ہے حالانکہ اُسکا قرض کسی مفلس یا تونگر پر ہے تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر
کسی نے اسکا مال غصب کر لیا ہو اور اسکو تلف کر ڈالا اور اُسکا اقرار کرتا ہو یا وہ مال معینہ موجود ہو مگر وہ
انکار کرتا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مال مغصوب بعینہ موجود ہو اور غاصب اقرار کرتا ہو کہ میں نے فلاں سے
غصب کر لیا ہے تو اسمیں مشائخ نے اختلاف کیا ہے۔ اور اگر کسی کے پاس اُسکی ودیعت ہو اور مستودع مقر ہو تو
حانث ہوگا اور اگر اُسکے پاس قلیل یا کثیر سونا یا چاندی ہوگی تو حانث ہوگا اور اسی طرح اگر اُسکے پاس مال
تجارت یا مال سوائم ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اُسکے پاس اسباب و حیوان غیر سائمہ ہوں تو استحساناً حانث نہوگا
یہ محیط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ زید سے جس حق کا دعوی کرتا ہے اُس سے صلح نہ کرونگا پھر کسی کو وکیل کیا جسنے
زید سے اُسکی بابت صلح کر لی تو حانث نہوگا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ زید سے مخاصمہ نکرونگا پھر کسی کو اُسکے
ساتھ خصومت کیواسطے وکیل کیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ زید سے مصالحہ نکرونگا پھر اُس سے صلح کرنے کے
واسطے وکیل کیا کہ اُس نے صلح کر لی تو قضاءً حانث ہوگا اسواسطے کہ صلح میں عہدہ بذمہ وکیل نہیں ہے یہ مبسوط سرخسی میں ہے
اور اگر قسم کھائی کہ یہ ہزار درم خرچ نہ کرونگا پھر اُن سے اپنا قرضہ ادا کیا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ عرف میں
یہ خرچ کرنا نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ حانث ہوگا اور اگر اسطرح بھی نہ دینے کی نیت کی ہو تو بالاتفاق حانث
ہوگا اسواسطے کہ اُسنے اپنے اوپر سختی کی نیت بیان کی ہے ولیکن صرف میں اُسکی تصدیق نہوگی یہ وجیز کردری میں ہے
اور اگر قسم کھائی کہ قرضہ اپنے ذمہ نہ لونگا پھر کسی عورت سے نکاح کیا تو بلحاظ دین مہر کے حانث نہوگا اور اگر بیع سلم
میں درم لیے تو حانث ہوا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ ایسا فعل نہ کرونگا تو اُسکو ہمیشہ کے واسطے ترک
کرے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ ضرور ایسا کرونگا تو ایکبار کرنے سے قسم پوری ہو جائیگی خواہ اُسنے باکراہ
اسکو کیا ہو یا خوشی سے خواہ یاد سے یا بھول سے خواہ خود اپنے واسطے یا غیر کی طرف سے وکیل ہو کر۔ اور اگر
اُسنے اس فعل کو نہ کیا تو اُسکے حانث ہونے کا حکم نہ دیا جائیگا یہاں تک کہ اُسکی طرف سے اُس فعل سے یاس
ہو جاوے اور اسکی یہ صورت ہے کہ وہ بدون اس فعل کے کرنے کے مر جاوے پس اسپر واجب ہے کہ کفارہ
ادا کرنے کی وصیت کر جاوے یا یہ صورت ہے کہ محل فعل فوت ہو جاوے جیسے قسم کھائی کہ زید کو
مارونگا یا یہ کہ یہ روٹی کھاؤنگا پھر زید اسکے فعل سے پہلے مرگیا یا روٹی کسی نے کھالی تو حانث ہوگا اور
یہ اسوقت ہے کہ قسم مطلق ہو اور اگر مقید ہو مثلاً قسم کھائی کہ اس روٹی کو آج کے روز کھا جاؤنگا تو قبل وقت گذرنے
کے فوت محل فعل سے امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قسم ساقط ہوگی اور امام ابو یوسف رح نے اسمیں خلاف کیا ہے
یہ فتح القدیر میں ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ حرام نہ کرونگا تو نکاح فاسد سے حانث نہوگا اور اسیطرح چوپایہ بہائم
کے ساتھ وطی کرنے سے بھی حانث نہوگا الا آنکہ کوئی بات ایسی ہو کہ وہ اس امر پر دلالت کرے کہ یہی مراد تھی

جیسے مثلاً قسم کھانے والا گانوؤن کے جاہل گنوارون مین سے ہو جو بہائم وچوپایون کے پیچھے چلتے ہین یہ سراجیہ
مین ہو ایک نے قسم کھائی کہ کچھ وصیت نہ کرونگا پھر اُسنے مرض الموت مین ہبہ کیا تو حانث نہوگا اور اسی طرح اگر اپنے
مرض الموت مین اپنے باپ کو خریدا کہ وہ اُسکی طرف سے آزاد ہوگیا تو بھی یہی حکم ہو۔ اور اگر قسم کھائی کہ آج اسکو
سو درم ہبہ کرونگا پھر اسکو ایسے سو درم ہبہ کیے جو واہب کے کسی دوسرے پر قرضہ ہین اور اسکو اُنکے وصول
کر لینے کا وکیل کر دیا تو اپنی قسم مین سچا ہوگیا اور اگر ہبہ کرنے والا قبل موہوب لہ کے قبضہ کرنے کے مرگیا تو
موہوب لہ اُسپر قبضہ نہ کر سکیگا اسواسطے کہ وہ وارثون کی ملک ہوگئی یہ فتح القدیر مین ہو۔ ایک نے قسم کھائی کہ زید
جس امر کا حکم کریگا اور جس سے منع کریگا اسمین اُسکی اطاعت کرونگا پھر اسکے بعد زید نے اُسکو اُسکی جورو سے
جماع کرنے سے منع کیا پھر اُسنے اپنی جورو سے جماع کیا تو حانث نہوگا بشرطیکہ یہان کوئی ایسی بات نہو جو
اسپر دلالت کرے کہ ایسے اوامر ونواہی بھی مراد تھے۔ قسم کھائی کہ فلان کی خدمت نکرونگا پھر اجرت پر اُسکی
قمیص سی دی تو حانث نہوگا اور اگر بلا اجرت سی دی تو حانث ہونے کا خوف ہو یہ فتاوی کبریٰ مین ہو۔
اور اگر کہا کہ کل مال جو میری ملک ہو ہدی ہو پس دوسرے نے کہا کہ اور مجھپر اسکے مثل ہو تو دوسرے پر لازم
ہوگا کہ اپنا تمام مال خواہ مال اول سے کم ہو یا زیادہ ہو یا برابر ہو ہدی کر دے لیکن اگر اسکی یہ نیت ہو کہ اول کے
مال کے برابر ہدی ہو تو قسم اُسی قدر پر ہوگی قال المترجم ہدی سے مراد وہ مال کہ فقراے مکہ معظمہ کو صدقہ دیا
جاوے۔ اور اگر کہا کہ کل مال کہ مین اُسکا مالک ہون سال بھر تک پس وہ ہدی ہو پس دوسرے نے کہا مثل
اسکے تو دوسرے پر کچھ لازم نہوگا یہ ایضاح مین ہو۔ اور اگر ایک نے قسم کھائی کہ مین اس آدمی کو نہین پہچانتا
ہون حالانکہ وہ اسکو صورت سے پہچانتا ہو مگر نام سے نہین پہچانتا ہو یعنی نام نہین جانتا ہو تو حانث نہوگا
اسی طرح یہ مسئلہ اصل مین مذکور ہو اور فرمایا کہ لیکن اگر اُسنے صورت سے بھی نہ پہچاننے کی نیت کی ہو تو حانث
ہوگا پس اگر اُسنے ایسی نیت کی تو اُسنے اپنے اوپر سختی کر لی اور لفظ اس مراد کو محتمل ہو۔ اور یہ اسوقت ہو کہ
محلوف علیہ کا کچھ نام ہو اور اگر اسکا کچھ نام نہو مثلاً ایک شخص کے یہان فرزند پیدا ہوا اور پڑوسی نے دیکھکر قسم
کھائی کہ مین اس فرزند کو نہین پہچانتا ہون حالانکہ ہنوز اُسکا نام نہین رکھا گیا ہو تو وہ حانث ہوگا اسواسطے کہ وہ
اُسکو صورت سے پہچانتا ہو اور نام اُسکا کوئی خاص نہین ہو تاکہ اسکی شناخت شرط کیجاوے یہ محیط وظہیریہ مین ہو۔
اور اگر قسم کھائی کہ یہ فعل نہ کرونگا مادامیکہ فلان اس شہر مین ہو پھر فلان مذکور یہان سے چلا گیا پس اُسنے یہ کام کیا
پھر وہ لوٹ آیا پھر اُسنے دوبارہ یہ فعل کیا تو حانث نہوگا یہ فتح القدیر مین ہو۔ اور اگر قسم کھائی کہ بروز جمعہ کوئی
عمل نکرونگا یعنی کوئی کام نہ بناؤنگا اور اس شخص کے پاس کپڑا تھا جسکی قمیص تیار کرانی منظور تھی پس اسکو درزی
کے پاس لے گیا اور اسکو امر کیا اسکی قمیص سی دے تو حانث نہوگا یہ فتاوی کبریٰ مین ہو۔ مجموع النوازل مین لکھا ہی
کہ زید نے عمرو کے پاس کوئی چیز ہدیہ بھیجی پس عمرو نے کہا کہ اگر مین نے تجھے اس ہدیہ کے عوض یہ قبا نہ دی تو میرا
غلام آزاد ہو پھر کچھ زمانہ گذرا پھر عمرو نے اسکو دس درم دیے اور اُس سے باہم صلح کر لی تو حانث ہوگیا اور
امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ جب تک قبا باقی ہو اور وہ زندہ ہو تب تک حانث نہین ہوگا چنانچہ اگر اسکے بعد
قبا ویدی تو اپنی قسم مین سچا ہوگیا یہ خلاصہ مین ہو۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس قلم سے نہ لکھونگا پھر اسکو توڑ ڈالا پھر دوبارہ

اسکو درست کر کے اُس سے لکھا تو حانث نہوگا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ اُس چھری سے نہ کاٹونگا پھر اسکو
توڑ کر دوبارہ بنوا کر اُس سے تراشنے کا کام لیا تو حانث نہ ہوگا یہ حاوی میں ہے قسم کھائی کہ فلانہ عورت کی صورت
نہ دیکھونگا پھر نقاب کے ساتھ اسکی صورت پر نظر کی تو حانث نہ ہوگا جب تک کہ آدھے سے زیادہ چہرہ نہ دیکھا ہو یہ
امام محمد رح نے فرمایا ہے قسم کھائی کہ فلاں کی صورت نہ دیکھونگا پھر اسکی صورت باریک پردہ یا شیشہ کے پیچھے سے دیکھی تو پیچھے
سے اسکی صورت ظاہر ہوتی تھی تو حانث ہوا بخلاف اسکے اگر آئینہ پر نظر ڈالی اور اسمیں اسکا چہرہ نظر آیا تو
حانث نہ ہوگا یہ فتاوی کبریٰ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اگر میں نے فلاں کو دیکھا پس میں نے اسکو نہ مارا
تو میرا غلام آزاد ہے پھر اسکو بقدر ایک میل یا زیادہ دوری سے دیکھا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ حانث نہ ہوگا
اسواسطے کہ اُس نے اسکو نہیں دیکھا ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تجھ سے ملاقی ہوا پس میں نے تجھکو
سلام نہ کیا تو میرا غلام آزاد ہے تو چاہیے کہ ملاقات ہونے کی ساعت میں سلام کرے اور اگر ایسا نہ کیا
تو حانث ہو جائیگا۔ اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر میں نے تیرا گھوڑا تجھ سے عاریت مانگا پس تو نے مجھکو نہ دیا تو
میرا غلام آزاد ہے تو اس صورت میں بھی چاہیے کہ دینے سے انکار کرنا اسکے فعل یعنی مانگنے کے ساتھ ملا ہوا ہو اور
اگر اسکے سوا ہے اور نیت کی ہو تو قضاءً اسکی تصدیق نہ ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے [illegible] میں لکھا ہے کہ
اگر قسم کھائی کہ فلاں کی جانب نہ دیکھونگا پھر اسکے پاؤں یا ہاتھ یا سر کی طرف نظر کی تو امام محمد رح نے
فرمایا کہ اگر پاؤں یا ہاتھ کی طرف دیکھا تو اسکو نہ دیکھا اور اسکا دیکھنا یہی ہے کہ اسکے منہ یا سر یا بدن کی طرف نظر
ڈالے اور اگر اسکے سر کے اوپر کی طرف نظر ڈالی تو بھی اسکو نہ دیکھا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر اسکو دیکھا اور
درحالیکہ اسکو نہیں پہچانتا ہے تو [illegible] دیکھنا متحقق ہوا اور اگر اسکو سر سے پاؤں تک مثل کفن کے کپڑے میں لپٹا ہوا
دیکھا اور اسکا سر و بدن الگ الگ ظاہر ہوتا ہے مگر کپڑا ایسا ہے کہ اسکی سب صورت ظاہر کرتا ہے یعنی مثلاً ایسا باریک
کپڑا ہے کہ جسکے اندر سے اسکے سر یا بدن کی شکل و ہیات کھلتی ہے تو اسکو دیکھنا ثابت ہوا اور اگر ایسی کپڑے میں سے اسکا
بدن معلوم نہ ہوتا ہو تو اسکو نہیں دیکھا اور اگر اسکی پیٹھ کو دیکھا تو اسکو دیکھا اور اگر اسکے سینہ و پیٹ کو دیکھا تو اسکو
دیکھا اور اگر اسکے سینہ و پیٹ میں سے اکثر حصہ دیکھا تو اسکو دیکھا اور اگر تھوڑا نصف سے کم دیکھا تو اسکو نہ دیکھا
اور کسی عورت کی نسبت قسم کھائی کہ اسکو نہ دیکھونگا پھر عورت مذکورہ کو نقاب ڈالے ہوئے کی حالت میں بیٹھے ہوئے
یا کھڑے ہوئے دیکھا تو اسکو دیکھا الا آنکہ اسکی نیت یہ ہو کہ اسکے چہرہ کو نہ دیکھونگا تو دیانۃً فیما بینہ وبین اللہ تعالی
اسکے قول کی تصدیق ہوگی مگر قضاءً تصدیق نہ ہوگی لیکن اگر قسم مذکور سے پہلے ایسی گفتگو ہو کہ جو اس مراد پر دلالت
کرے تو قضاءً بھی تصدیق ہوگی اور اگر اُس نے کہا کہ اگر میں نے فلاں کو دیکھا تو میرا غلام آزاد ہے پھر اسکو مردہ
یا کفن پہنایا ہوا دیکھا حالانکہ اسکا منہ ڈھانک دیا گیا ہے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ حانث ہوگا کیونکہ دیکھنا زندگی
و مرگ دونوں پر ہے یعنی خواہ زندہ دیکھا تو اسکا دیکھنا کہلا دیکھا خواہ مردہ دیکھا تو بھی ایسا ہی ہے کہ بعد موت
کے دیکھ لینا ایسا ہے جیسے زندگی میں دیکھنا یہ محیط میں ہے زید نے عمرو سے کہا کہ اگر میں نے خالد کو دیکھا پس
تجھکو آگاہ نہ کیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر خالد کو عمرو کے ساتھ دیکھا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک
زید حانث نہ ہوگا اور اسکا غلام آزاد نہوگا اور اگر زید نے کہا ہو کہ اگر میں خالد کو دیکھوں پس اسکو خبر

پاس نہ لاؤں تو میرا غلام آزاد ہی اور باقی مسئلہ مثل مذکورۂ بالا واقع ہوا تو بھی اُسکا غلام آزاد نہ ہوگا یہ فتاوے
قاضی خان میں ہی ہشام نے امام محمد رح سے روایت کی ہی اگر کسی نے کہا کہ واللہ فلانے کی موت و زندگی میں حاضر
نہونگا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ زندگی میں حاضر ہونا یہ ہوگا کہ اُسکے غم و شادی میں حاضر ہوا اور موت میں حاضر ہونا
یہ ہی کہ اُسکے مرگ و جنازے پر حاضر ہو۔ اگر زید نے کہا کہ اگر میں نے عمرو کو حرام پر نہ دیکھا تو میری جورو طالقہ ہی پھر
عمرو کو دیکھا کہ وہ اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت میں ہی تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ وہ حانث ہوگا اسواسطے کہ
یہ حرام نہیں ہی مگر وہ ہی یہ ظہیریہ میں ہی۔ ایک نے فارسی میں کہا کہ ہزار درم از مال من بدرویشان دادہ اور وہ اشتہاء
کھنے پایا تھا کہ کسی نے اُسکا مُنہ بند کر لیا حالانکہ وہ چاہتا تھا کہ آگے یوں کہے کہ اگر چنین کنم تو مشائخ نے فرمایا ہی کہ
احتیاطاً ہزار درم صدقہ کر دے اور اگر طلاق یا عتاق کے ساتھ قسم منعقد کرنے کا قصد تھا اور ایسا واقع ہوا تو طلاق و
عتاق کچھ واقع نہ ہوگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہی۔ اور فوائد شمس الاسلام میں ہی کہ ایک نے اپنا کپڑا دھوبی کو
دیا پھر دھوبی انکار کر گیا پھر اس شخص نے قسم کھائی کہ اگر میں نے تجھے نہ دیا ہو تو میرا غلام آزاد ہی حالانکہ اصل میں
اس شخص نے اسکے پسر یا شاگرد پیشہ کو دیا تھا تو فرمایا کہ اگر پسر یا شاگرد پیشہ مذکور اُسکے عیال میں سے ہو تو یہ شخص
حانث نہوگا الا اُسی صورت میں کہ اُسکی یہ نیت ہو کہ دھوبی ہی کو دیا تھا یہ خلاصہ میں ہی۔ ایک نے اپنی جورو کی
جورو کی طلاق کی قسم اس امر پر کھائی کہ لا یدع فلانا یمر علی ہذہ القنطرۃ یعنی نہ چھوڑونگا فلان کو کہ اس پل پر سے
گذرے پھر اُسکو فقط زبان سے منع کیا تو قسم میں سچا ہو جائیگا۔ ایک نے اپنے پسر سے کہا کہ اگر
کہ تو فلان کے ساتھ کلام کرے تو میری جورو طالقہ ہی پس اگر پسر مذکور بالغ ہو کہ بقول اُسکے روکنے کے
قدرت حاصل نہو پس اسکو زبان سے منع کر دیا تو قسم میں سچا ہو گیا اور اگر پسر صغیر ہو تو قسم میں سچا ہونے کے
واسطے شرط ہی کہ قول و فعل دونوں سے منع کرے۔ ایک نے اپنے صہر کی مقبوضہ زمین کا دعوے کیا اور قسم
کھائی کہ اگر میں نے یہ دعوے چھوڑ دیا یہانتک کہ اس زمین کو لے لوں تو میری جورو طالقہ ہی تو مشائخ نے
فرمایا کہ اگر ہر ماہ میں اس سے ایکبار مخاصمہ کیا اور پورا مہینہ کبھی خصومت کو ترک نہ کیا تو حانث نہوگا اور
اگر قسم کھائی کہ واللہ نہ چھوڑونگا اسکو کہ اس قصبہ سے نکل جاوے پھر وہ نکل گیا اور حالف کو یہ معلوم ہوا تو
حانث نہ ہوگا اور اگر اسکو نکلتے دیکھا اور چھوڑ دیا منع نہ کیا تو حانث ہوگا اور اگر اُسکے ساتھ ہو گیا مگر اسپر قدرت
نہ پائی یہانتک کہ وہ چلا گیا تو حانث نہ ہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ اگر یہ گیہوں
ہوں تو میری جورو طالقہ ہی پھر دیکھا تو وہ گیہوں اور چھوہارے نکلے تو حانث نہوگا اور یہ صاحبین کا قول
ہی اور اگر کہا کہ ان کانت ہذہ الجملۃ الاحنطۃ یعنے اگر ہو یہ تمام الا گیہوں تو میری جورو طالقہ ہی پھر وہ گیہوں و
چھوہارے نکلے تو وہ حانث ہوا اور اگر وہ سب گیہوں ہوں تو امام ابو یوسف رح کے قول میں حانث نہوگا
اور امام محمد رح نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں حانث نہ ہوگا یہ ایضاح میں ہی۔ اسی طرح اگر کہا کہ اگر ہو سب یہ
جملہ سوائے گندم یا غیر گندم کے تو یہ مثل الا گندم کہنے کے ہی یعنی حکم صاحبین میں باہم اختلاف بمثل اختلاف مذکور ہی یہ
بدائع میں ہی اور منتقے میں بروایت ابراہیم مذکور ہی کہ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کسی نے کہا کہ اگر میں نے سفر روانہ
نکیا تو فلانہ باندی آزاد ہی تو فرمایا کہ اگر اسکی نیت تین روز یا زیادہ دور کے سفر کی ہو تو قسم اُسکی نیت پر ہوگی

ورنہ اگر کچھ نیت نہ کی تو یہ قسم ایک ہی سفر پر ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور فتاوی ماوراء النہر میں مذکور ہے کہ شیخ
ابو نصر دبوسی سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی نے قسم کھائی مگر یہ بھول گیا کہ میں نے اللہ تعالی کی یا روزے رکھنے کی یا جورو
کے طلاق کی انہیں سے کسی کی قسم کھائی تھی تو فرمایا کہ اسکی قسم طلاق پر ہوگی الا آنکہ اسکو یاد ہو جاوے یہ تاتارخانیہ
میں ہے قال المترجم اس سے ظاہر ہے کہ ان تینوں میں طلاق کو ترجیح ہوگی نظر بر فقہ و حفظ دین اللہ تعالی فافہم۔ اگر
کسی نے ایک خادم کی نسبت جو اسکی خدمت کرتا تھا قسم کھائی کہ اس سے خدمت نہ چاہونگا تو اس مسئلہ میں
دو وجہیں ہیں اوّل آنکہ خادم مذکور اسکا مملوک ہوا اور اسمیں چار صورتیں ہیں ایک یہ کہ بعد قسم کے اس سے ظاہر و صریح
خدمت چاہی مثلاً کہا کہ میری خدمت کر دے تو وہ حانث ہوگا اور یہ ظاہر ہے دوسری صورت یہ کہ قسم کے بعد اُسنے بدون
حکم مولی کے مولی کی خدمت کی اور مولی نے اسکو خدمت کرنے دی حالانکہ وہ قسم سے پہلے خدمت مولی کے حکم سے کیا
کرتا تھا تو اس صورت میں بھی حانث ہوگا اور تیسری صورت یہ ہے کہ اُسنے بغیر حکم مولی کے اسکی خدمت کی اور پہلے
بھی بغیر حکم مولی کے خدمت کیا کرتا تھا تو اس صورت میں بھی حانث ہوگا اور چوتھی صورت یہ ہے کہ بعد قسم کے
اُسنے مولی کی خدمت بدون اسکے حکم کے کی اور قسم سے پہلے اُسکی خدمت بالکل نہیں کرتا تھا تو اس صورت میں بھی
حانث ہوگا۔ اور رہی وجہ دوم وہ یہ ہے کہ خادم مذکور کسی دوسرے کا مملوک ہوا اور اسمیں بھی وہی چار صورتیں
ہیں جو ہمنے اوپر بیان کی ہیں مگر اسوجہ میں پہلی دونوں صورتوں کے وقوع سے حانث ہوگا اور پچھلی دونوں
صورتوں کے وقوع سے حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ خادم مملوک زید سے خدمت نہ چاہونگا پھر خادم
مذکور سے صریح نہیں بلکہ اشارہ سے وضو کا پانی چاہا پس اسنے اسکے واسطے پانی مانگا اور قسم کھانے کے وقت اسکی
کچھ نیت نہ تھی کہ کیونکر یا کسی خدمت نہ چاہونگا تو یہ شخص حانث ہوگا خواہ خادم فلان اسکو بجا لاوے یا نہ
لاوے اور اگر اُسنے قسم میں یہ نیت کی ہو کہ اسطرح خدمت نہ چاہونگا کہ میں اس سے خدمت کو کہوں تب وہ
خدمت کر دے تو دیانۃً فیما بینہ و بین اللہ تعالی اسکے قول کی تصدیق ہوگی مگر قضاءً تصدیق نہ ہوگی۔ اور اگر
قسم کھائی کہ زید کا خادم میری خدمت نہ کریگا پھر قسم کھانے والا اور زید مذکور ساتھ دسترخوان پر کھانے کو بیٹھے اور
یہی خادم ان لوگوں کے کھانے و پانی کی خبر گیری کرتا ہے تو حالف مذکور حانث ہوگا۔ اور واضح ہو کہ اندر گھر کے
ہر کام کاج کو خدمت بولتے ہیں اور باہر کے کام کاج مثل خرید و فروخت وغیرہ کو تجارت بولتے ہیں اور وہ خدمت
میں شمار نہیں ہے۔ اور واضح ہو کہ خادم کا اطلاق غلام و باندی دونوں پر ہے خواہ بڑا ہو یا اتنا چھوٹا کہ خدمت
کر سکتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ قال المترجم ہمارے عرف میں گھر کے کام کاج کے ساتھ بازار کے ضروری خرید و فروخت
بھی خدمت میں داخل ہے اور یہی اسکے عرف میں بھی بنا بر صحیح مراد ہے اور رہا لفظ خادم سو ہمارے عرف میں
غلام پر بولا جاتا ہے اور نیز نوکر ماہواری و سالانہ پر بھی اور باندی پر خادم نہیں بلکہ خادمہ کا اطلاق ہوتا ہے
اور اسیطرح ماہانہ یا سالانہ پر جو عورت نوکر ہو خادمہ کہلاتی ہے بنا بریں مسائل کی تخریج میں فرق ملحوظ رکھنا چاہیے
ہے فافہم۔ واللہ تعالی الملہم للصدق والصواب۔ واضح ہو کہ مزارعت میں کاشتکار و مالک زمین جہاں مذکور
ہوتے ہیں اُن سے پتہ دار مالک زمین مراد نہیں ہے بلکہ تہائی پر جو بیج بونے والے کاشتکار ہیں اور نیز بٹائی پر باغ
بچانے والے عامل ہیں و مالک باغ و زمین سے انکا معتمد مزارعت و مخابرت وغیرہ ہوتا ہے جو تحقیق اقسام

کتاب المزارعۃ سے مع تفصیل و اختلاف دریافت ہوگا وہاں سے معلوم کرنا چاہیے جب یہ معلوم ہوا تو ہم
کہتے ہیں کہ کتاب میں مذکور ہے کہ ایک نے قسم کھائی کہ میں فلان کے کاشتکاروں میں سے نہونگا حالانکہ ہنوز
وہ فلان کا کاشتکار رہی یا کہا کہ میں فلان کا جوتا نہونگا حالانکہ اُسکی زمین اُسکے پاس ہے اور فلان مذکور غائب
ہے اسی ساعت وہ اس عقد کو جو دونوں کے درمیان ہے نہیں توڑ سکتا ہے تو حانث ہو جائیگا اسواسطے کہ حانث ہونے کی
شرط یہی ہے کہ وہ فلان کے کاشتکاروں میں سے ہوا اور یہ بات پائی گئی اور وہ اسمین معذور بعذر شرعی نہیں ہے
اور اگر وہ مالک زمین کے پاس عقد مزارعت توڑنے کے واسطے چلا تو حانث نہوگا اگرچہ مالک زمین شہر میں
نہ ہو کہیں باہر ہو اسوجہ سے کہ اتنی دیر ہی قسم سے مستثنیٰ ہوتی ہے پس ایسا ہوا کہ جیسے کسی نے قسم کھائی کہ اس گھر
میں نہ رہونگا اور نکلنا چاہا مگر اُسنے کنجی نہ پائی الا بعد ساعت کے تو جب تک وہ کنجی کی تلاش میں ہے حانث نہیں
ہوتا ہے پس ایسا ہی یہاں بھی ہے اور اگر وہ بعد قسم کے مالک زمین کے پاس جاکر اُسکو اُسکی زمین واپس کردینے
کے کام کے واسطے سوائے اور کام میں مشغول ہوا تو حانث ہوگا جیسے کہ مسئلہ مکان میں سوائے کنجی کی جستجو کے اور
کام میں مشغول ہونے سے حانث ہوتا ہے اسواسطے کہ یہ کام قسم سے مستثنیٰ نہیں ہے اور اگر مالک زمین کے پاس
باہر جانے سے اسکو کسی آدمی نے روکا یا مالک زمین شہر میں موجود ہے مگر اُسکے پاس پہنچنے سے کسی نے اُسکو
روکا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ فلان کا کاشتکار رہنا ہی اُسکے حانث ہونے کی شرط ہے اور بوجہ منع کے
اسکا تحقق نہوگا چنانچہ اسکا بیان اوپر گذرا ہے حتی کہ اگر اُسنے یون کہا کہ اگر میں نے فلان کی کاشتکاری نہ چھوڑی
تو ایسا تو واجب ہے کہ مسئلہ دو قولون پر ہو یعنے اختلاف ہو جیسے مکان کی سکونت کے مسئلہ میں ہمنے بیان کیا ہے یہ فتاوی کبرے
میں ہے شیخ نجم الدین سے دریافت کیا گیا کہ اہل حرفہ میں سے ایک نے اپنے کاریگر اوزارون سے کام
نہ بنانے پر یون قسم کھائی کہ اگر دست بر آنہا نہم فکذا یعنی اگر انکو ہاتھ سے چھوؤں تو میرا غلام آزاد ہے مثلاً پھر
اُسنے انکو ہاتھ سے چھوا مگر کام بنانے کے واسطے نہیں یون ہی چھوا پس آیا حانث ہوگا یا نہیں تو شیخ نے فرمایا
کہ نہیں یہ خلاصہ میں ہے - ایک نے فارسی میں کہا کہ اگر من کشت کنم درین دہ زن من طالقہ است یعنے اگر
میں اس گانون میں کھیتی کرون تو میری جورو طالقہ ہے پس اگر اُسنے خربوزہ یا کپاس کی کھیتی کی تو حانث ہوگا
اور اگر کسی دوسرے کی بوئی ہوئی کھیتی کو پانی دیا یا زمین گوڑی یا ہل چلائی کی یا کھیتی کاٹی تو حانث نہوگا اور
اگر دوسرے کو مزارعت پر دیدی یا زراعت کے واسطے کوئی شخص اجرت پر مقرر کیا جسنے زراعت کی تو بھی حانث نہوگا
بشرطیکہ یہ شخص ایسا ہو کہ خود اپنے آپ اس کام کو کرتا ہو کیونکہ اُسنے اپنے آپ کھیتی نہیں کی اور اگر اُسنے یہی نیت
کی ہو کہ دوسرے کو حکم نہ کرونگا تو اُسکی تصدیق ہوگی کہ وہ حانث ہوگا اسواسطے کہ اسکے لفظ سے یہ معنی بھی نکل سکتے
ہیں اور اسمین اُسکے اوپر سختی زائد ہوتی ہے نہ آسانی - اور اگر اُسکے غلام یا مزدور نے اُسکے واسطے کھیتی کی
حالانکہ قبل قسم کے اسکو حکم دیتا تھا تو وہ حانث ہوگا الا آنکہ اُسنے خاصۃً اپنے ہاتھ سے کھیتی نکرنے کی نیت
کی ہو یہ فتاوی کبرے میں ہے - اور اگر مالک زمین یا کاشتکار نے کہا کہ اگر این کشت مرا بکار آید زن من طالقہ
یعنی اگر یہ کھیتی میرے کام آوے تو میری جورو طالقہ ہے پھر اپنا حصہ پیداوار فروخت کردیا یا کسی کو قرضہ میں
دیدیا یا ہبہ کردیا تو حانث ہوگا اور اگر اسکو کسی نے تلف کردیا پس مالک نے اُس سے تاوان لیا اور لیکر اپنے

نفقہ مین خرچ کیا تو حانث نہ ہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ اگر مین نے فلان کے لیے ایک عدلیہ یا نصف عدلیہ
کی ضمانت کر لی تو میری جورو طالقہ ہی پھر اُسکے واسطے کسی کی طرف سے دس درم غطریفیہ کی ضمانت قبول کر لی تو
حانث نہوگا اور اگر قسم کھائی کہ فلان کے واسطے کام نہ بناؤنگا اور وہ موزہ دوز ہی پس اُسنے دوکاندار سے موزہ دوزی
کے اوزار خریدے اور موزہ بنایا پھر فلان مذکور کے ہاتھ فروخت کر دیا تو حانث نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی شیخ الاسلام
سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد کے پاس کرایہ پر چلانے کی چیزین ہین اُسنے قسم کھائی کہ اگر چیزون
کو کرایہ پر دون تو میری جورو پر طلاق ہی پھر اُسکی جورو نے ان چیزون کو اجارہ پر دیا اور انکی اجرت خود وصول
کی خواہ خود خرچ کی یا اپنے شوہر کو دیدی تو شوہر مذکور حانث نہوگا۔ اور اگر مرد مذکور نے مستاجرون سے کہا ہو
کہ تم ان مکانون مین رہو تو شیخ الاسلام سے یہ صورت منقول نہین ہی اور بعض نے فرمایا کہ چاہیے کہ یہ صورت
بھی اجارہ پر ہوا اور وہ اپنی قسم مین حانث ہو جاوے اور اسی طرح اگر اُسنے مستاجرون سے ایسے
مہینہ کی اجرت کا تقاضا کیا جسمین وہ لوگ مکانون مین نہین رہے ہین تو بھی یہ امر اُسکی طرف سے اجارہ
ہی اور وہ اپنی قسم مین حانث ہوگا اور اگر اُسنے ایسے مہینہ کی اجرت کا تقاضا کیا جسمین وہ رہ چکے ہین یعنی
چڑھا ہوا پچھلا کرایہ مانگا تو یہ اجارہ نہین ہی اور وہ اپنی قسم مین حانث نہ ہوگا یہ محیط مین ہی اور اگر قسم
کھائی کہ سونا یا چاندی نہ چھوؤنگا پھر اسمین سے مضروب یعنی سکہ زدہ چھوا تو حانث ہوگا یہ محیط سرخسی مین
لکھا ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ لکڑی نہ چھوؤنگا پھر کسی درخت کی یا لو چھوئی تو حانث نہ ہوگا بخلاف اسکے اگر
کہا کہ جذع یا عود نہ چھوؤنگا تو ایسی صورت مین حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ بال نہ چھوؤنگا پھر کل چھوا
تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ صوف نہ چھوؤنگا پھر نمدہ چھوا تو حانث نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر
قسم کھائی کہ وبر نہ چھوؤنگا پھر ریشمی چھوئی تو حانث نہ ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ زمین پر نہ چلونگا پھر
موزہ یا جوتہ پہنکر زمین پر چلا تو حانث ہوگا اور اگر زمین پر فرش وبچھونا بچھا ہوا تھا اسپر چلا تو حانث نہ ہوگا یہ
ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر کسی نعل کی نسبت قسم کھائی کہ اسکو نہ پہنونگا پھر اُسکا شراک یعنی تسمہ کاٹ کر اسمین دوسرا
تسمہ لگا کر اسکو پہنا تو حانث ہوا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر اپنے طرف اشارہ کرکے اس طرح کہا کہ اگر
میرے اس سر کو کسی نے چھوا یا اپنی طرف اضافت نہ کی یون ہی کہا کہ اگر اس سر کو کسی نے چھوا تو میری باندی
آزاد ہی پھر قسم کھانے والے نے خود چھوا تو حانث نہ ہوگا۔ امام محمد رح نے رقیات مین بیان فرمایا کہ اگر قسم کھائی
کہ آج کے روز بال نہ چھوؤنگا پھر اُس نے اپنا سر چھوا تو حانث نہ ہوگا اور اگر دوسرے کا سر چھوا تو حانث ہوگا
یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ قمار بازی نہ کرونگا پھر اُسنے یہ کہا کہ دست عاریت داد تو حانث ہوگا اور
اگر مجاہری کی تو بنا بر قول مختار کے حانث نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر قسم کھائی کہ شفعہ سپرد نہ
کرونگا یعنی نہ دیدونگا پھر خاموش رہا اور مخاصمہ نہ کیا یہانتک کہ شفعہ باطل ہو گیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر
شفعہ سپرد کرنے کے واسطے کسی کو وکیل کیا تو حانث ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک شخص مزدورون کو مزدوری پر
لیتا ہی کہ وہ اُسکے واسطے کام بناتے ہین پھر کسی کاریگر نے قسم کھائی کہ اُسکے ساتھ کام نہ بناؤنگا پھر اُسکی
راے مین آیا کہ اچھا اسکا کام بناؤن تو فرمایا کہ اسکو چاہیے کہ جس چیز مین اسکا کام بنایا کرتا تھا وہ چیز

اس سے خریدلے اور اسکو تیار کرکے پھر اُسی کے ہاتھ فروخت کردے اور اسی طرح اگر جولاہے نے قسم کھائی کہ اگر ایک سال تک کسی کا سوت لون اور اسکو اُسکا کپڑا بُن کردون تو میری جورو طالقہ ہی تو اگر وہ اس سے سوت خریدکرکے بُن بُنکے اُسی کے ہاتھ فروخت کردے تو حانث نہ ہوگا اور اگر خمار بدون سوت خریدنے کے بُن دی تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ خمار مختص باسم علیحدہ ہی اور فتاوے نسفیہ مین لکھا ہو کہ ایک نے قسم کھائی کہ اس بلیس کہ خدائی فلان نکنم و کیلی و سے نہ کنم اگر کار سے فرما یدبکنم پس اسپر قسم کھائی پھر موکل نے کسی اور کو جسپر حالف نے قسم کھا کر معین کیا ہو مقرر کیا پھر موکل نے اسکو حکم کیا کہ اُسکے واسطے یہ کام کردے پس اگر یہ کام اُسکے واسطے کریگا تو کبھی حانث ہوگا یہ فتاوی صغریٰ مین ہی اور اگر قسم کھائی کہ اگر مین نے اس بیت مین کوئی عمارت تعمیر کی تو میری جورو طالقہ ہی پھر اُسکی دیوار جو اُسکے اور پڑوسی کے درمیان مشترک ہی خراب ہوگئی پھر اُسنے یہ دیوار بنوائی اور اس سے قصد یہ کیا کہ پڑوسی کے بیت کی تعمیر کرتا ہون تو اپنی قسم مین حانث ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ شیخ الاسلام اوزجندی سے پوچھا گیا کہ کسی نے کہا کہ اگر مین نے کل کے روز فلان کے گھر کو خراب نہ کیا تو میرا غلام آزاد ہی پھر وہ قید کیا گیا اور روکا گیا حتی کہ اُسنے فلان کا گھر کل کے روز خراب نہ کیا تو فرمایا کہ اسمین مشائخ کا اختلاف ہی اور فتوے کے واسطے مختار یہ ہی کہ وہ حانث ہوجائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی واللہ اعلم بالصواب

کتاب الحدود

اور اسمین چھ باب ہین

باب اوّل حد کی تفسیر شرعی و اسکے رکن و شرط و حکم کے بیان مین

شریعت مین حد ایسی عقوبت مقدرہ ہی جو اللہ تعالیٰ کے حق کے واسطے ہو پس قصاص کو حد نہ کہینگے کہ وہ حق العبد ہی اور تعزیر کو حد نہ کہینگے اسواسطے کہ وہ مقدر نہین ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اُسکا رکن یہ ہی کہ امام المسلمین اُسکو قائم کرے یا جو قائم کرنے مین امام کا نائب ہو بلکہ امام المسلمین کی اُسکے نائب کی اور شرط یہ ہی کہ جسپر حد قائم کیجاوے وہ صحیح العقل سلیم البدن ہو اور ایسا ہو کہ عبرت پکڑے اور ڈرے پس مجنون و جو نشہ مین ہو و مریض و ضعیف الخلقۃ پر حد قائم نہ کیجائیگی الا بعد صحت و افاقہ کے یہ محیط سرخسی مین ہی اور اُسکا اصلی حکم یہ ہی کہ جس سے بندگان خدا کو ضرر پہونچتا ہی اس سے انزجار ہو اور دار الاسلام فساد سے محفوظ رہے۔ اور رہا گناہون سے پاک ہوجانا سو اسکا اصلی حکم نہین ہی بخوف کشی فعل سے باز رہنا اسواسطے کہ گناہون سے پاک ہونا توبہ سے حاصل ہوتا ہی نہ حد قائم کرنے سے اور اسی واسطے کافر پر حد قائم کیجاتی ہی حالانکہ اُسکے واسطے گناہون سے طہارت نہین ہوتی ہی یہ تبیین مین ہی

دوسرا باب۔ زنا کے بیان مین۔ اور زنا اسکو کہتے ہین کہ پوری کرے مرد اپنی شہوت بصورت محرم ہونے کے ایسی عورت کے قُبل مین جو دونون طرح کی ملک اور دونون کے شبہہ اور شبہہ اشتباہ سے خالی ہو اور یہ اپنے اوپر ایسے ہی فعل کا قابو دے یہ نہایہ مین ہی پس مجنون و طفل غافل کی وطی زنا نہوگی اسواسطے کہ ان دونون کا فعل بصفت حرمت موصوف نہین ہوتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اسی طرح اگر مرد نے اپنے پسر یا مکاتب کی

باندی یا اپنے غلام ماذون مدیون کی باندی سے وطی کی یا جہاں وہین لوٹ کی باندی سے بعد دارالاسلام مین احراز
کرنے کے غازی نے وطی کی تو زنا نہوگا کیونکہ شبہہ ملک یہان ہر اسی طرح اگر ایسی عورت سے وطی کی جس سے بغیر
گواہون کے نکاح کیا ہو یا ایسی باندی سے وطی کی جس سے بدون اجازت اُسکے مولی کے نکاح کیا ہو یعنی باندی
نے اپنے مولی سے اجازت نہین لی تھی یا غلام نے ایسی عورت سے وطی کی جس سے بدون اجازت اپنے مولی کی
نکاح کیا ہو یا مرد نے ایسی باندی سے وطی کی جسکو اپنی آزاد عورت کے اوپر بیاہ لایا ہو تو یہ زنا نہین ہو بسبب
شبہہ ملک نکاح کے ۔ اسی طرح اگر پسر نے اپنے باپ کی باندی سے اس شبہہ پر وطی کی کہ میرے واسطے حلال ہو تو
زنا نہین ہو کیونکہ شبہہ اشتباہ ہو یہ نہایہ مین ہو ۔ اور رکن زنا یہ ہو کہ التقائے ختانین و مواراۃ حشفہ پایا جاوے
اسواسطے کہ اسی قدر سے ایلاج و وطی متحقق ہو جائیگی ۔ اور اُسکی شرط یہ ہو کہ تحریم سے واقف ہو حتی کہ اگر اُسنے تحریم
کو نہ جانا تو بسبب شبہہ واقع ہونے کے حد قائم نہ کیجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہو ۔ اور زنا حاکم کے نزدیک بطور ظاہر
اسطرح ثابت ہوگا کہ چار گواہ اسکی بلفظ زنا گواہی دین نہ بلفظ وطی و جماع یہ تبیین مین ہو ۔ اور جب چار گواہون
نے ایک مرد پر زنا کی مجلس واحد مین گواہی دی تو قاضی انسے دریافت کریگا کہ زنا کیا چیز ہو اور اُسنے کہان زنا کیا
پس جب اُنھون نے بیان کیا جو حقیقۃً زنا ہو اور کہا کہ اُسنے اسطرح داخل کر دیا جیسے سرمہ دانی کے اندر سلائی تو اب
اُنسے دریافت کریگا کہ کیفیت زنا کیا ہو پھر جب اُنھون نے کیفیت زنا بیان کر دی تو اُنسے وقت دریافت کریگا پھر
جب اُنھون نے ایسا وقت بیان کیا کہ اسکو زمانہ دراز نہین گذرا ہو یعنی ایسا وقت بیان کیا کہ یہ لازم نہین آتا ہو
کہ زمانہ دراز گذرنے پر گواہی ادا ہوئی ہو تو پھر جس عورت سے زنا کیا ہو اُسکو پوچھے گا پھر اُنسے مکان دریافت کریگا پھر
جب اُنھون نے مکان بیان کیا اور قاضی اُنکی عدالت کو جانتا ہو تو مشہود علیہ سے اُسکا احصان دریافت کریگا پس
اگر اُسنے کہا کہ مین محصن ہون یا اُسکے انکار احصان پر گواہون نے اُسکی محصن ہونے کی گواہی دی تو حاکم اس سے احصان
کی تعریف دریافت کریگا کہ کسکو کہتے ہین پس اگر اُسنے ٹھیک ٹھیک بیان کر دیا تو اسکو رجم کریگا ۔ اور اگر اُسنے ٹھیک ٹھیک
نہ بیان کیا مگر گواہون سے اسکا محصن ہونا ثابت ہوا تو گواہون سے احصان کو دریافت کریگا پس اگر اُنھون نے ٹھیک
ٹھیک بیان کر دیا تو اسکا رجم کرنا واجب ہوگا ۔ اور اگر مشہود علیہ نے کہا کہ مین محصن نہین ہون اور گواہون نے
اُسکے محصن ہونے پر گواہی نہ دی تو اُسکو درّے مارے جاوینگے ۔ اور اگر قاضی ان گواہون کی عدالت نہ جانتا ہو تو
مشہود علیہ کو اُنکی عدالت ظاہر ہونے تک قید رکھے گا یہ محیط مین ہو ۔ اگر چار گواہون نے کسی مرد پر زنا کی گواہی دی
پس اُنسے زنا کی کیفیت و ماہیت دریافت کی گئی تو اُنھون نے کہا کہ ہم اس سے زیادہ کچھ نہین بیان کرینگے تو اُنکی
گواہی قبول نہوگی مگر اُنپر حد بھی واجب نہوگی کیونکہ جتنے عدد اسکی گواہی مین چاہیے ہین اُتنی تعداد اُنکی ہو کیونکہ
گواہون کی تعداد کامل ہونا وجوب حد سے (یعنی حد قذف ۱۲) مانع ہو جیسے کہ مشہود علیہ پر چار عورتون نے گواہی دی تو اُنپر حد قذف نہین
ماری جائیگی اور اسی طرح اگر بعض گواہون نے کیفیت و ماہیت بیان کی اور بعض نے بیان نہ کی تو مرد مشہود علیہ
پر حد قائم نہ کیجائیگی اور نیز گواہون پر بھی حد قذف لازم نہ آویگی یہ مبسوط مین ہو اور زنا کا ثبوت مرد کے اقرار سے بھی
ہوتا ہو یہ بحر الرائق مین ہو اور اگر اُسنے سوائے قاضی کے کسی دوسرے کے سامنے جسکو اقامت حدود کا اختیار نہین حاصل
ہو اقرار کیا تو اُسکا کچھ اعتبار نہین ہو اگرچہ چار مرتبہ اقرار کیا ہو پس اُسکے ایسے اقرار پر گواہی قبول نہوگی یہ تبیین مین ہو

اور ضرور ہی کہ اقرار صریح ہوا اور اسکا کذب ظاہر نہو لیس گونگے کو اقرار پر حد نماری جائیگی اگرا پنی تحریر کے
ذریعہ سے یا اشارہ سے اقرار کیا اسی طرح اسپر گواہی بھی مقبول نہوگی اسواسطے کہ شاید وہ شبہہ کا مدعی ہو یہ
نہر الفائق میں ہی۔ اور اگر مرد نے اقرار کیا کہ مین نے گونگی عورت سے زنا کیا یا عورت نے اقرار کیا کہ مین نے گونگے مرد
سے زنا کیا تو دونون مین سے کسی پر حد واجب نہوگی یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور اسی طرح اگر مرد نے زنا کا اقرار کیا پھر ظاہر کیا کہ
وہ مجبوب ہی یا عورت نے اقرار کیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ رتقا ہی بایں طور کہ عورتون نے اُسکے رتقاء ہونے کی گواہی دی
قبل اسکے کہ حد ماری جاوے تو حد واجب نہوگی اور یہ بھی ضرور ہی کہ دونون مین سے ایک دوسرے کی تکذیب نکرے
چنانچہ اگر مرد نے زنا کا اقرار کیا اور عورت نے جسکے ساتھ اس فعل کا اقرار کرتا ہی انکار کیا یا عورت نے اقرار کیا اور مرد
نے انکار کیا تو امام رحمہ اللہ کے نزدیک دونون مین سے کسی پر حد واجب نہوگی یہ نہر الفائق مین ہی۔ اور ضرور ہی کہ اقرار
حالت ہوش مین ہو حتی کہ اگر اُسنے نشہ مین اقرار کیا تو اسکو حد نماری جائیگی یہ بحر الرائق مین ہی۔ اور اکراہ مانع صحت
اقرار ہی اور موجب شبہہ ہی عورت کے حق مین یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اقرار کی یہ صورت ہی کہ اقرار کنندہ عاقل
بالغ اپنی ذات پر چار مرتبہ اپنی چار مجلسون مین زنا کرنے کا اقرار کرے یہ ہدایہ مین ہی۔ اور بعضون نے کہا کہ
مجالس قاضی کا اعتبار ہی اور اول اصح ہی کذا فی السراج الوہاج اور یہی صحیح ہی یہ شرح طحاوی مین ہی اور زنا کے اقرار کنندہ
کی مجلسون کا مختلف ہونا ہمارے نزدیک شرط ہی کذا فی التبیین پس اگر اُسنے مجلس واحد مین چار مرتبہ اقرار کیا تو یہ
بمنزلہ ایک دفعہ اقرار کے ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ اور اگر اُسنے ہر روز ایک مرتبہ یا ہر مہینہ ایک مرتبہ اقرار کیا یہانتک
کہ چار مرتبہ اقرار ہو گیا تو اُسکو حد کی سزا دیجائیگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور مجالس اقرار کے اختلاف کی یہ صورت ہی کہ ہر بار کہ وہ
اقرار کرے قاضی اسکو رد کر دے پس چلا جاوے یہانتک کہ قاضی کی نظر سے غائب ہو جاوے پھر آوے اور اگر اقرار کرے
یہ کافی مین ہی۔ اور امام المسلمین کو چاہیے کہ اقرار کنندہ کو اقرار سے زجر کرے اور کراہت ظاہر کرے اور اُسکے ایک
طرف دور کرنے کا حکم کرے یہ محیط مین ہی پس جب اُسنے چار مرتبہ اقرار کیا تو اُسکی حالت پر نظر کرے پس اگر معلوم ہو کہ یہ
صحیح العقل ہی اور یہ ایسا ہی کہ اُسکا اقرار جائز ہی تو اس سے دریافت کریگا کہ زنا کیا ہی اور کیونکر ہوتا ہی اور کسکے ساتھ زنا
کیا ہی اور کہان زنا کیا ہی کیونکہ اسمین شبہہ کا احتمال ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور رہا یہ سوال کہ کب زنا کیا ہی تو بعض نے
فرمایا کہ زمانۂ زنا دریافت نکریگا اسواسطے کہ زمانہ دراز ہو جانا گواہی سے مانع ہی نہ اقرار سے اور اصح یہ ہی کہ زمانہ بھی
دریافت کریگا اسواسطے کہ احتمال ہی کہ شاید اُسنے ایام نابالغی مین زنا کیا ہو پس جب اسکو بھی دریافت کر لیا اور ظاہر ہوا
کہ اُسنے زنا کیا ہی تو اس سے دریافت کریگا کہ وہ محصن ہی پس اگر اُسنے کہا کہ وہ محصن ہی تو دریافت کریگا کہ احصان کیا ہی
پس اگر اُسنے احصان کو بھی ٹھیک ٹھیک اُسکے شرائط سے بیان کیا تو اُسکے رجم کا حکم دیگا یہ تبیین مین ہی۔ اور اگر
اقرار کنندہ نے کہا کہ مین محصن نہین ہون اور گواہون نے اُسکے محصن ہونے کی گواہی دی تو امام اسکو رجم کر دیگا یہ
محیط مین ہی اور اسکو تلقین کرنا مندوب ہی یعنی یون کہے شاید تو نے بوسہ لیا ہوگا یا شاید تو نے چھوا ہوگا یا شاید
تو نے شبہہ سے وطی کی اور اصل مین فرمایا کہ شاید تو نے اُس سے نکاح کر لیا ہی یا شبہہ سے وطی کر لی ہی یا مجملہ مقصود یہ
ہی کہ اسکو ایسی بات تلقین کرے جس سے حد دور ہو جاوے کوئی لفظ کیون نہو یہ بحر الرائق مین ہی۔ اور اگر چار گواہون نے
ایک شخص پر زنا کرنے کی گواہی دی پس اُسنے ایک مرتبہ اقرار کر لیا تو امام محمد رح کے نزدیک اسکو حد ماری جائیگی اور امام ابو یوسف رح

کے نزدیک حد نہ ماری جائیگی اور یہی اصح ہے یہ کافی مین ہے۔ اور یہ اسوقت ہے کہ اُسنے بعد قضا کے اقرار کیا ہو اور اگر قبل قضا کے اقرار کیا تو بالاتفاق ساقط ہو جائیگی یہ فتح القدیر مین ہے۔ چار گواہون نے ایک شخص پر زنا کی گواہی دی پھر اس شخص نے بعد انکی گواہی کے اقرار کیا پھر انکار کر گیا اور چار مرتبہ اُسنے اقرار نہین کیا ہے تو اُسپر حد واجب نہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر ایک شخص پر چار آدمیون نے زنا کی گواہی دی اور اُسکے ثبوت کا اُسپر حکم دیا گیا پھر اُسنے چار مرتبہ اقرار کیا تو اُسپر حد قائم کیجائیگی یہ حاوی قدسی مین ہے۔ اور اگر اُسنے رجوع کر لیا تو اُسکا رجوع کرنا صحیح ہوگا اور اسی کو امام طحاوی نے اختیار کیا ہے یہ ینابیع مین ہے۔ اور اگر گواہون کی گواہی کے بعد اسنے زنا کا اقرار کیا تو یہ گواہ حد قذف کی سزا نہ دیے جاوینگے اگرچہ چار سے کم ہون یہ عتابیہ مین ہے۔ اگر اقرار کنندہ نے حد قائم کیے جانے سے پہلے یا حد قائم کیے جانے کے بیچ مین اپنے اقرار سے رجوع کر لیا تو اُسکا رجوع کرنا قبول کیا جائیگا اور اُسکی راہ چھوڑ دیجائیگی یہ ہدایہ مین ہے اور رجوع کرنا خواہ مرد کی طرف سے یا عورت کی طرف سے ہو دونون یکسان ہین دونون سے قبول کیا جائیگا یہ سراج وہاج مین ہے اور ایسا ہی اگر قاضی کے نزدیک گواہی و اقرار سے زنا ظاہر ہوا تو بھی یہی حکم ہے یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور اگر ایک شخص بھاگا اور رجوع نہ کیا تو اُس سے تعرض نہ کیا جائیگا اور اگر زنا پر ثابت رہا مگر محصن ہونے سے رجوع کیا تو اُس سے قبول کیا جائیگا اور سنگسار نہ کیا جائیگا بلکہ دُرّے مار کر چھوڑ دینگے یہ ایضاح مین ہے۔ اور اگر کسی شخص پر حد زنا ثابت ہوئی بہ گواہی گواہان حالانکہ وہ محصن ہے یا محصن نہین ہے پھر جب اُسپر حد قائم کی گئی تو تھوڑی حد جاری ہونے کے بعد وہ بھاگ گیا اور داروغہ وحاکم نے اسکو تلاش کرایا پس وہ اُسی وقت پکڑا گیا تو اُسپر باقی حد بھی قائم کیجائیگی یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر بعد چند روز کے ہاتھ آیا تو حد ساقط ہوگی یہ عتابیہ مین ہے۔ اور اقرار زنا مین ذمی وغلام مثل مسلمان آزاد کے ہین خواہ غلام ماذون ہو یا محجور ہو یہ مبسوط مین ہے اور اگر غلام نے خود زنا کا اقرار کیا تو اقرار مین اُسکے مولی کا حاضر ہونا شرط نہین ہے اور اگر لوگون نے غلام پر زنا کی گواہی دی تو مولے کا حاضر ہونا شرط ہے کیونکہ مولی کو گواہون مین طعن کا اختیار ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر خصی نے زنا کا خود اقرار کیا یا گواہون نے اسپر گواہی دی تو اسپر حد جاری کیجائیگی اور یہی حکم عنین کا ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اندھے نے اگر زنا کا اقرار کیا تو اسپر حد جاری کیجائیگی۔ اور اگر مرد نے اقرار کیا کہ مین نے مجنونہ یا ایسی عورت نابالغہ سے جو قابل جماع ہے زنا کیا تو اسپر حد جاری کیجائیگی اور اگر عورت نے اقرار کیا کہ مین نے مجنون یا طفل سے جماع کیا تو اسپر حد واجب نہوگی یہ ایضاح مین ہے۔ اور اگر مرد نے اقرار کیا کہ اسنے ایسی عورت سے زنا کیا ہے کہ اسکو پہچانتا نہین ہے تو اسپر حد جاری کیجائیگی اور اسی طرح اگر اُسنے اقرار کیا کہ مین نے فلانہ عورت سے زنا کیا حالانکہ یہ عورت غائب ہے تو استحساناً اسپر حد جاری کیجائیگی یہ فتح القدیر مین ہے۔ امام محمد رح نے جامع صغیر مین فرمایا کہ ایک مرد نے چار مرتبہ اقرار کیا کہ مین نے فلانہ عورت سے زنا کیا اور فلانہ کہتی ہے کہ مجھ سے اس نے نکاح کیا ہے یا عورت نے چار مرتبہ اقرار کیا کہ مین نے فلان مرد سے زنا کیا اور فلان کہتا ہے کہ مین نے اس سے نکاح کیا تو دونون مین سے کسی پر حد واجب نہوگی اور مرد پر اسکا مہر لازم آویگا یہ محیط مین ہے اور قاضی کا جاننا حدود مین حجت نہین ہوتا ہے اسپر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے اگرچہ قیاس اسکے اعتبار کا مقتضی ہے یہ کافی مین ہے

فصل حدود و انکی اقامت کی کیفیت کے بیان مین۔ جب حد واجب ہوگی اور مرد زانی محصن ہے

تو اسکو پتھروں سے رجم کیا جاوے یہاں تک کہ وہ مر جاوے اور یہ شہرت باہر میدان میں لیجا کر کیا جاوے
یہ ہدایہ میں ہے۔ اور واضح رہے کہ رجم کے واسطے جو احصان معتبر ہے وہ یہ ہے کہ آزاد عاقل بالغ مسلمان ہو کہ
جسنے کسی عورت آزادہ سے بنکاح صحیح نکاح کیا اور اس سے دخول کر لیا ہو اور وہ دونوں صفت احصان پر
موجود ہوں یہ کافی میں ہے پس بہ لحاظ قیود مذکورہ اگر مرد نے اپنی جورو سے ایسی خلوت کی جس سے مہر
واجب ہوتا ہے اور عدت لازم ہوتی ہے تو محصن نہ ہو جائیگا اور جماع سے بھی محصن نہوگا اگر نکاح فاسد ہو اور
نیز جماع سے نکاح صحیح میں بھی محصن نہ ہوگا اگر اس عورت سے قبل نکاح کے یہ کہدیا ہو کہ اگر میں تجھ سے نکاح
کروں تو تو طالقہ ہے اسوجہ سے کہ وہ نفس عقد سے طالقہ ہو جائیگی پس اسکے بعد اس سے جماع کرنا زنا ہوگا و
لیکن اس سے حد واجب نہ ہوگی کیونکہ بسبب اختلاف علماء کے اسمیں شبہہ واقع ہو گیا ہے اور اسی طرح اگر
مرد مسلمان نے مسلمان عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا اور اس سے دخول کر لیا تو محصن نہ ہو جائیگا پس ایسی
بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے اور دخول میں ایسا ایلاج معتبر ہے جو قبل کے اندر ہو اور ایسا ہو کہ اس پر غسل واجب
ہو جاوے اور شرط ہے کہ صفت احصان دونوں میں دخول کے وقت موجود ہو چنانچہ اگر دو مملوکوں کے درمیان وطی بنکاح
صحیح حالت رقیت میں واقع ہوئی پھر دونوں آزاد ہو گئے تو وطی مذکورہ کی وجہ سے محصن نہونگے اور یہی حکم دو کافروں
کا ہے اور اسی طرح اگر مرد آزاد نے کسی باندی یا صغیرہ یا مجنونہ سے نکاح کر کے اس سے وطی کر لی تو وہ محصن
نہوگا اور اسی طرح اگر مسلمان نے کتابیہ عورت سے نکاح کر کے وطی کی تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر مرد میں ان باتوں
میں سے کوئی بات ہو حالانکہ عورت آزادہ عاقلہ بالغہ مسلمہ ہو تو بھی یہی حکم ہے چنانچہ اگر شوہر کافر کے وطی کرنے
سے پہلے عورت مسلمان ہو گئی پھر دونوں میں تفریق کیے جانے سے پہلے کافر نے اس سے وطی کر لی تو عورت اس
دخول کی وجہ سے محصنہ نہو جائیگی یہ کافی میں ہے۔ اور اگر مرد نے بعد اسلام یا عتق یا افاقہ کے اپنی عورت سے دخول
کر لیا تو وہ محصن ہو جائیگا اور اس احصان میں زنا سے عفت شرط نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مرد مسلمان کے
تحت میں حرہ مسلمہ ہو اور دونوں محصن ہوں پھر دونوں ساتھ مرتد ہو گئے نعوذ باللہ منہا تو دونوں کا احصان باطل
ہو گیا پھر اگر دونوں مسلمان ہو گئے تو انکا احصان عود نہ کریگا یہاں تک کہ بعد اسلام کے اس عورت سے دخول کرے
یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر بعد وجوب حد کے مرتد ہو گیا پھر مسلمان ہو گیا تو اسکو دُرّے مارے جاوینگے اور رجم نہیں
کیا جائیگا اور اگر درے ہی واجب ہوں تو اسکو درے نہ مارے جاوینگے یہ عتابیہ میں ہے۔ اور اگر احصان ثابت
ہونے کے بعد بسبب معتوہ یا مجنون ہونے کے احصان زائل ہو گیا تو جب افاقہ حاصل ہوگا تب طرفین کے نزدیک
احصان عود کریگا کہ وہ محصن ہو جائیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک عود کریگا جب تک کہ بعد افاقہ کے اپنی
جورو سے دخول نہ کرے یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور احصان کا ثبوت یا اقرار سے ہوتا ہے یا دو مردوں کی گواہی سے یا ایک مرد و دو
عورتوں کی گواہی سے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر اسنے باوجود شرائط موجود ہونے کے دخول واقع ہونے سے
انکار کیا پھر اگر اسکی جورو کے ایسی مدت میں بچہ پیدا ہوا کہ اسکا ہونا متصور ہو سکتا ہے تو شرعاً وہ وطی کنندہ قرار دیا جائیگا
یہ تبیین میں ہے اور احصان پر گواہی مثل مال پر گواہی کے ہے کہ شہادت علی الشہادۃ سے ثابت ہو سکتا ہے یہ ایضاح میں ہے
اگر زنا کنندہ کسی ذمی کا مسلمان غلام ہو پھر دو ذمیوں نے گواہی دی کہ اسنے اس غلام کو قبل زنا کے آزاد کیا ہے حالانکہ اس نے

مین سب شرائط احصان موجود ہین تو ان دونون کی گواہی مقبول نہوگی یہ کافی مین ہو۔ اگر کسی مرد کی جورو نے
اقرار کیا کہ مین اسکی باندی ہون پھر مرد نے زنا کیا تو رجم کیا جائیگا اور اگر اُسنے قبل اسکے ساتھ دخول کرنے کے
رقیت کا اقرار کیا پھر مرد نے زنا کیا تو استحسانا وہ رجم نکیا جائیگا۔ ایک مرد نے ایک عورت سے بغیر ولی کے نکاح
کیا اور اس سے دخول کیا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اُس سے یہ دونون محصن نہو جاوینگے اسواسطے کہ یہ
نکاح غیر صحیح ہی قطعا بسبب اختلاف علماء کے اور ان اخبار کے جو اس مسئلہ مین وارد ہوئے ہین یہ محیط سرخسی
مین ہو۔ اور قاضی کو چاہیے کہ گواہون سے دریافت کرے کہ احصان کیا ہو پس اگر اُنھون نے اپنے بیان مین
کہا کہ اسنے آزاد عورت سے نکاح کیا اور اس سے دخول کیا ہو تو امام اعظم رح کے قول ثانی پر گواہون کے
اس کہنے پر کہ اس سے دخول کیا ہو اکتفا کیا جائیگا اور اسمین امام محمد رح نے خلاف کیا ہو اور اگر
گواہون نے کہا کہ اسکو مس کیا یا مس کیا ہو تو بالاجماع اس قول پر اکتفا نہ جائیگا اور اگر کہا کہ اس سے جماع
کیا یا مباضعہ کیا تو بالاجماع اسپر اکتفا کیا جائیگا یعنی کافی ہو اور بقالی مین لکھا ہو کہ اگر اُنھون نے کہا کہ غسل نہا
یعنی اس سے غسل کیا جیسے بولتے ہین کہ اسنے اپنی جورو سے نہان کر لیا تو اسپر اکتفا کیا جائیگا یہ محیط مین ہو اور اگر گواہون
نے کہا کہ اپنی جورو سے لقا کیا یا قربت کی ہو تو اسپر اکتفا نہ کیا جائیگا یہ مبسوط مین ہو منتقی مین امام محمد رح سے بروایت
ابراہیم مذکور ہو کہ اگر کسی مرد نے اپنی جورو سے خلوت کر لی پھر اسکو طلاق دیدی پھر شوہر نے کہا کہ مین نے اس سے
وطی کی ہو اور عورت نے کہا کہ اسنے مجھ سے وطی نہین کی ہو تو شوہر اپنے اقرار سے محصن ہو جائیگا اور
عورت بسبب اپنے انکار کے محصنہ نہ ہوگی اور اسی طرح اگر اس سے دخول کیا اور طلاق دیدی اور کہا کہ یہ
حرہ مسلمہ تھی اور عورت نے کہا کہ مین اسوقت نصرانیہ تھی تو بھی یہی حکم ہو یہ محیط مین ہو۔ اور اگر اپنی جورو سے
دبر مین وطی کر لی تو اس سے وہ محصن نہوگا یہ مضمرات مین ہو۔ اور امام المسلمین کے واسطے مستحب ہو کہ جماعت
مسلمانون کو حکم دے کہ اقامت رجم کے واسطے حاضر ہون یہ تمرتاشی مین ہو اور لوگون کو چاہیے کہ رجم کے وقت
مثل نماز کے صف بستہ ہو جاوین ہر گاہ جو ایک قوم رجم کر دے تو وہ پیچھے چلی جاوے اور انکے سواے دوسر
آگے بڑھین اور رجم کرین یہ بحر الرائق وسراج وہاج مین ہو۔ اور مضائقہ نہین ہو کہ زناکار کو جو شخص پتھر
مارے وہ عمداً اسکے قتل کا قصد کرے لیکن اگر مرجوم اسکا ذی رحم محرم ہو تو اسکے حق مین عمداً قتل کرنے کی
نیت سے مارنا مستحب نہین ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہو۔ اور جب رجم کرنا گواہون کی گواہی سے ثابت
ہو تو واجب ہو کہ پہلے گواہ رجم کرین پھر امام پھر اور لوگ حتے کہ اگر گواہون نے ابتدا کرنے سے انکار کیا تو
مشہود علیہ کے ذمہ سے حد ساقط ہو جائیگی مگر گواہون پر حد واجب نہ ہوگی اسواسطے کہ انکا رجم شروع کرنے
سے انکار کرنا صریح رجوع از شہادت نہین ہو یہ فتح القدیر مین ہو۔ اور اسی طرح اگر گواہون مین سے ایک
نے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہو یہ تبیین مین ہو۔ اور اگر گواہ لوگ سب مر گئے یا ایک تو حد ساقط ہو جائیگی اور
اسی طرح اگر سب یا ایک غائب ہو گیا تو بھی ظاہر الروایہ کے موافق یہی حکم ہو اسی طرح اگر گواہون مین یا ایک
مین ایسی بات ہو گئی جس سے وہ اہلیت شہادت سے خارج ہو گیا مثلاً کوئی مرتد ہو گیا یا اندھا یا گونگا یا فاسق
ہو گیا یا کسی کا قذف کیا اور حد ماری گئی تو بھی حد ساقط ہو جائیگی۔ اور اسمین کچھ فرق نہین ہو کہ یہ امر گواہون مین

یا ایک میں قبل قضا کے پیدا ہوا یا بعد قضا کے قبل حد قائم کرنے کے پیدا ہوا بہر حال یہی حکم ہے کہ حد ساقط ہو جائیگی۔ اور اگر ان گواہوں میں سے بعض کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہوں یا ایسا مریض ہو کہ پتھر نہ مار سکتا ہو اور سب گواہ حاضر ہوئے تو قاضی پتھر ماریگا اور اگر بعد ادائے گواہی کے اُسکے ہاتھ کاٹ ڈالے گئے تو اقامت حد ممتنع ہو جائیگی یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ گواہوں کی موت وغیبت سے حد ساقط و باطل نہوگی اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہ حاوی قدسی میں ہے۔ اور اگر مشہود علیہ محصن نہو تو حاکم شہید نے کافی میں فرمایا کہ موت و غیبت کی صورت میں اسپر حد قائم کیجائیگی اور ماسوائے ان دونوں صورتوں کے باطل ہوگی یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اور اسپر اجماع ہے کہ سوائے رجم کے باقی حدود میں گواہوں اور امام المسلمین کسی پر ابتدا کرنی واجب نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ قاضی نے اگر لوگوں کو رجم کا حکم دیا تو انکو رجم کرنے کی گنجائش ہے اگرچہ اُنھوں نے ادائے شہادت کو معائنہ نہ کیا ہو۔ اور ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ اسوقت ہے کہ قاضی فقیہ عادل ہو اور اگر فقیہ غیر عادل ہو یا عادل غیر فقیہ ہو تو لوگوں کو رجم کرنا روا نہیں ہے جب تک ادائے شہادت کو خود معائنہ نہ کریں یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر اس شخص نے خود اقرار کیا ہو تو امام المسلمین ابتدا کرے پھر عام مسلمان رجم کریں اور مرجوم کو غسل دیا جائیگا اور کفن پہنایا جائیگا اور اسپر نماز پڑھی جاویگی اور اگر غیر محصن ہو تو اسکی حد سو کوڑے ہیں بشرطیکہ آزاد ہو اور اگر غلام ہو تو پچاس کوڑے ہیں کہ بحکم امام ایسے درے سے اسکو ماریگا جسپر گھنڈی نہو اور چوٹ اوسط لگائی جاوے کہ درمیانی درجہ کی ہو نہ ایسی کہ زخم سخت پہونچا وے اور نہ ایسی کہ الم نہو۔ اور جو حد شارع نے مقرر فرمائی ہے اس سے زیادتی نہیں جائز ہے یہ کافی میں ہے۔ اور چاہیئے کہ حدود قائم کرے جو عقل رکھتا ہو اور دیکھتا ہو یہ ایضاح میں ہے۔ اور اسمیں مرد و عورت یکسان ہیں پس اگر دونوں محصن ہوں تو دونوں رجم کیے جاوینگے یا دونوں محصن نہوں تو ہر ایک پر سو درے مارے جاوینگے اور اگر ایک محصن اور دوسرا غیر محصن ہو تو محصن پر رجم اور دوسرے پر درے لازم ہونگے اور اسی طرح اگر قاضی کے نزدیک گواہوں یا اقرار سے زنا ظاہر ہو جاوے تو یہی حکم ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور حد و تعزیر کی سزا میں مرد ننگا کر دیا جاویگا فقط ایک ازار اسپر رہیگی اور اسی حالت میں اسکو سزا دیجاویگی و شراب خواری کی سزا میں بھی ظاہر الروایۃ کے موافق یہی حکم ہے اور حد قذف کی سزا میں ننگا نہ کیا جائیگا ولیکن حشو و فروہ اُتار لیا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور عورت کسی صورت میں ننگی نہ کیجائیگی مگر حشو و فروہ اُسپر سے کبھی اتار لیا جائیگا کذا فی الاختیار شرح المختار اور اگر عورت کے بدن پر سوا حشو و فروہ کے اور کچھ نہو تو یہ نہ اُتارے جاوینگے یہ عتابیہ میں ہے۔ اور عورت کو بٹھلا کر حد ماری جاویگی اور اگر رجم کی صورت میں اُسکے واسطے گڑھا کھودا گیا تو بھی روا ہے اور اگر نہ کھودا گیا تو کچھ مضر نہیں ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے لیکن گڑھا کھود دینا احسن ہے اور سینہ تک گڑھا گہرا کھودا جائیگا اور مرد کے واسطے گڑھا نہ کھودا جاوے اور یہی ظاہر الروایہ ہے یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اور مرد کو تمام حدود میں کھڑے ہونے کی حالت میں سزا دیجاویگی یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور کسی حد میں ممدود نہ کیا جائیگا اور نہ پکڑا اور نہ باندھا جائیگا بلکہ کھڑا چھوڑ دیا جائیگا الا آنکہ وہ لوگوں کو عاجز کرے تو باندھ دیا جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور ضرب دو کی یہ صورت

بیان کی گئی ہو کہ زمین پر ڈالدیا جاوے اور کھینچا جاوے جیسا ہمارے زمانہ میں کیا جاتا ہے اور بعض نے کہا کہ
مار کی یہ صورت ہے کہ مارنے والا کوڑے کو کھینچے اور اپنے سر پر بلند کرے اور بعض نے کہا کہ مار یہ ہے کہ بعد مارنے
کے کھینچے اور یہ سب اسواسطے نہ کیا جاوے کہ یہ مستحق سے زیادہ ہے یہ ہدایہ میں ہے اور کوڑے سوائے چہرہ اور
فرج و آلہ تناسل اور سر کے اور تمام بدن پر متفرق مارے جاوینگے یہ عتابیہ میں ہے اور محصن کے حق میں کوڑے
مارنا و سنگسار کرنا دونوں نہ کیا جائیگا اور بکر کے حق میں یہ کیا جاوے کہ کوڑے مارے جاویں اور اسکے
ساتھ وہ ایک سال کے واسطے غریب یعنی شہر بدر بھی کیا جاوے ہاں اگر امام المسلمین کی رائے میں تغریب یعنی شہر بدر
کرنے میں مصلحت معلوم ہو تو اپنی رائے سے جسقدر مدت کے واسطے چاہے ازراہ سیاست و تعزیر شہر بدر کردے
نہ ازراہ حد اور یہ کچھ زنا کی صورت سے مختص نہیں ہے بلکہ ہر جرم میں جائز ہے اور یہ امام المسلمین کی رائے پر ہے یہ
کافی میں ہے اور ہمارے زمانہ میں تغریب کے یہ معنے بیان کیے ہیں کہ قید کیا جاوے اور یہ تفسیر احسن ہے کہ دوسرے اقلیم میں
نکال دینے کی بہ نسبت قید کرنے میں زیادہ فتنہ دور ہوتا ہے یہ بحر الرائق و تبیین میں ہے - اور اگر مریض پر حد
واجب ہوئی پس اگر رجم کی حد واجب ہوئی تو فی الحال قائم کردیجاویگی اور اگر درّے واجب ہوئے ہوں تو
فی الحال نہ مارے جاوینگے یہانتک کہ وہ اچھا چنگا ہو جاوے لیکن اگر ایسا مریض ہو کہ اسکی زندگی سے مایوسی
ہو گئی ہو تو حد قائم کردیجاویگی یہ ظہیریہ میں ہے - اور اگر ایسا مرض ہو کہ اسکے زوال کی امید نہو جیسے سل وغیرہ
یا یہ شخص ناقص ضعیف الخلقت ہو تو اسکو ایک ایسا عثکال مارا جاوے جسمیں سو شاخیں ہوں یعنی سو تسمہ کا ایک گٹھا
بنا ہوا ایک بار مار دیا جاوے اور ضرور ہے کہ ہر تسمہ اسکے بدن پر پہونچ جاوے اور اسیواسطے کہا گیا ہے کہ
ایسی صورت میں تسموں کا کشادہ ہونا چاہیے یہ فتح القدیر میں ہے - اور جو عورت نفاس میں ہو وہ حد قائم کرنے میں بمنزلہ
مریضہ کے ہے اور جو عورت حیض میں ہو وہ بمنزلہ صحیح کے ہے کہ فوراً اسپر حد قائم کیجا سکتی ہے اور حیض سے خارج ہونے کا
انتظار نہ کیا جائیگا یہ ظہیریہ میں ہے - حاملہ نے اگر زنا کیا تو حالت حمل میں اسکو حد نہ ماریجائیگی خواہ اسکی حد کوڑے
ہوں یا رجم ہو لیکن اگر اسکا زنا بذریعہ گواہوں کے ثابت ہو گیا ہو تو قید کیجاویگی یہانتک کہ وہ بچہ جنے پھر
جب بچہ پیدا ہو گیا تو دیکھا جاوے کہ اگر محصنہ تھی تو وضع حمل کے بعد اسکو رجم کیا جائیگا یہ ظاہر الروایہ ہے اور
اگر غیر محصنہ تھی تو چھوڑ رکھی جاویگی یہانتک کہ وہ نفاس سے خارج ہو پھر اسپر حد قائم کیجاویگی یہ غایۃ البیان
میں ہے اور اگر اسکے اقرار سے حد زنا ثابت ہوئی ہے تو قید نہ کیجاویگی لیکن اس سے کہا جائیگا کہ جب تو وضع حمل کرے
تو ہمارے پاس حاضر ہو پس اگر بعد وضع حمل کے وہ آئی تو وہ رجم کردیجائیگی بشرطیکہ ایسا کوئی ہو کہ اسکے بچہ کی پرورش و دودھ
پلائی کرے اور اگر ایسا کوئی نہو تو انتظار کیا جائیگا یہانتک کہ وہ بچہ کا دودھ چھڑا دے یہ ظہیریہ میں ہے اور
اگر بچہ اسنے تاخیر میں طول دیا اور کہے جاتی ہو کہ میں ابھی نہیں جنی ہوں - گواہوں نے ایک عورت پر زنا
کی گواہی دی پس اسنے کہا کہ میں حاملہ ہوں تو اسکا قول قبول نہ ہوگا بلکہ عورتوں کو دکھلائی جاویگی پس اگر
عورتوں نے کہا کہ یہ حاملہ ہے تو اسکو دو سال کی مہلت دیگا پس اگر وہ نہ جنی تو اسکو رجم کردیگا یہ فتح القدیر میں ہے
اگر گواہوں نے ایک عورت پر زنا کی گواہی دی پس اسنے دعوی کیا کہ میں عذرا یا رتقاء ہوں تو عورتوں
کو دکھلائی جاویگی اگر انھوں نے کہا کہ یہ ایسی ہی ہے تو اسکے ذمہ سے حد دور کیجائیگی اور گواہوں پر بھی حد واجب

نہ ہوگی اور اسی طرح اگر مرد کی صورت میں اُسنے مجبوب ہونے کا دعوی کیا تو بھی یہی حکم ہے اور عذرا ہونے اور رتقا وغیرہ جن چیزون کے ثبوت مین عورتون کے قول پر عمل ہوتا ہے اُنکے ثبوت مین ایک عورت کا قول قبول ہوگا کذا فی الولوالجیہ اور اگر دو عورتین ہون تو احوط ہے یہ غایۃ البیان مین ہے۔ اور مولے اپنے غلام پر خود حد نہین قائم کرسکتا ہے الا باجازت امام المسلمین یہ ہدایہ مین ہے۔ اور سخت گرمی یا سخت جاڑے مین حد نہین قائم کیجائیگی یہ تاتارخانیہ مین ہے اسی طرح شدت گرمی یا شدت جاڑے مین ہاتھ نہین کاٹا جائیگا یہ سراج وہاج مین ہے۔ ایک مرد نے فعل فاحشہ مثل زنا کے کیا پھر اُسنے توبہ کرکے اللہ تعالی کی طرف رجوع کیا تو وہ قاضی کو اپنے اس فعل منکر سے خبردار نہ کرے یہ ظہیریہ مین ہے

تیسرا باب جو وطی موجب حد ہے اور جو نہین ہے اسکے بیان مین

جو وطی کہ موجب حد ہوتی ہے وہ زنا ہے کذا فی الکافی پس اگر محض حرام ہو تو حد واجب ہوگی اور اگر اسمین کوئی شبہہ پہنچ گیا تو حد واجب نہ ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور شبہہ یہ ہے کہ مشابہ ثابت کے ہو حالانکہ ثابت نہین ہے اور وہ چند انواع ہین ایک شبہہ در فعل اور اسکو شبہہ اشتباہ کہتے ہین اور اسکی یہ صورت ہے کہ غیر دلیل الحل کو دلیل گمان کرے اور اسکا تحقق ایسے شخص کے حق مین ہوگا کہ جسپر شبہہ ہوا ہو اور نہ ایسے شخص کے حق مین جسپر مشتبہ نہوا اور گمان ہونا ضروری ہے تاکہ اشتباہ متحقق ہو پس اگر اُسنے دعوی کیا کہ میرا گمان تھا کہ یہ میرے واسطے حلال ہے تو حد نہ ماری جاویگی اور اگر یہ دعوی نہ کیا تو حد ماری جاویگی دوم شبہہ در محل اور اسکو شبہہ حکمیہ کہتے ہین اور اسکی یہ صورت ہے کہ محل مین کوئی دلیل حلیت کی قائم ہو مگر اُسکا عمل بسبب کسی مانع کے ممتنع ہوگیا پس بسبب دلیل کے حق مین شبہہ اعتبار کیا جائیگا اور مجرم کے گمان پر اور اُسکے دعوی حل پر اُسکا ثبوت موقوف نہوگا پس حد دونون طرح مین ساقط ہوگی مگر بچہ کا نسب دوسری طرح مین ثابت ہوگا اگر دعوے کرے اور اول صورت مین ثابت نہ ہوگا اگرچہ دعوے کرے اور نوع اول مین مہر مثل واجب ہوگا سوم شبہہ در عقد کہ جب عقد پایا گیا خواہ حلال ہو یا حرام ہو خواہ ایسا حرام ہو کہ اُسکی تحریم پر اتفاق ہے یا اسمین اختلاف ہے خواہ وطی کنندہ حرام ہونے کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو بہر حال امام اعظم رح کے نزدیک اسکو حد نہ ماری جائیگی اور صاحبین کے نزدیک اگر اُسنے ایسا نکاح کیا جسکی حرمت پر اجماع و اتفاق ہے تو یہ کچھ شبہہ نہین ہے پس اگر وہ تحریم کو جانتا تھا تو اسکو حد ماری جاویگی ورنہ حد نہین ماری جاویگی یہ کافی مین ہے۔ اور امام اسبیجابی نے فرمایا کہ اصل یہ ہے کہ ہر گاہ اُسنے شبہہ کا دعوی کیا اور اسپر گواہ قائم کیے تو حد ساقط ہوگی پس مجرد دعوی بھی حد ساقط ہوگی مگر دعوی اکراہ مسقط حد نہین ہے جبتک کہ اکراہ واقع ہونے پر گواہ قائم نہ کرے یہ بحر الرائق مین ہے۔ اگر تین طلاق دی پھر عدت مین وطی کی تو یہ شبہہ در فعل ہے۔ اور اگر تین طلاق دیدین پھر رجعت کی عدت گذر جانے کے بعد اس سے وطی کی تو بالاجماع اسکو حد ماری جاویگی۔ اور اگر مولی نے اپنی ام ولد کو آزاد کردیا یا مرد نے اپنی جورو کو خلع دیا یا جورو کو مال پر طلاق دی تو اس سے عدت مین وطی کرنا بمنزلہ تین طلاق دی ہوئی سے عدت مین وطی کرنے کے ہے کیونکہ حرمت بالاجماع ثابت ہوگئی ہے اور اگر اپنے باپ یا مان کی باندی سے وطی کی کذا فی الکافی یا اپنی جدہ یا جد کی باندی یا اونچے درجے کی ہو اُسکی باندی سے وطی کی تو بھی یہی حکم ہے یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور اگر اپنی زوجہ کی باندی سے یا اپنے مولے کی باندی سے وطی کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مرتہن نے مرہونہ باندی سے وطی کی تو بھی بروایت کتاب الحدود یہی حکم ہے کذا فی الکافی اور یہی مختار ہے یہ تبیین مین ہے اور جو مستعیر رہن ہے اگر اُسنے ایسا کیا تو وہ بھی اس بات مین بمنزلہ مرتہن کے ہے یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور اگر دونون مین سے

یا بسبب گمان کا دعوی کیا اور دوسرے نے دعوی نہ کیا تو دونوں کو حد نہ ماریجائیگی جبتک کہ دونوں اسکا
اقرار نہ کریں کہ ہم حرمت سے واقف تھے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک غائب ہو پس حاضر نے کہا کہ میں نے گمان کیا تھا
کہ وہ مجھپر حرام ہے تو حاضر کو حد ماریجائیگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر اپنے بھائی یا چچا کی لونڈی سے زنا کیا اور کہا
کہ میرا گمان تھا کہ وہ مجھپر حلال ہے تو اسکو حد ماریجاویگی اور یہی حکم باقی محارم میں ہے سوائے قرابت اولاد کے یہ کافی میں ہے۔ اور اسی طرح
اگر اپنی جورو کے کسی محرم کی باندی سے وطی کی تو بھی یہی حکم ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر مستاجرہ باندی سے وطی کی تو اسپر
حد لازم آویگی اگرچہ دعوی کرے کہ میرا گمان تھا کہ یہ مجھپر حلال ہے کذا فی محیط السرخسی اسیطرح اگر مستاجرہ باندی سے خدمت
کے لیے نوکر رکھی ہو یا ودیعت کی باندی سے وطی کی تو بھی حد لازم آویگی یہ سراج الوہاج میں ہے شبہہ در محل کی یہ صورتیں ہیں کہ اپنے
ولد کی باندی یا ولد الولد کی باندی سے وطی کی کذا فی الکافی خواہ اسکا ولد زندہ ہو یا مرگیا ہو یہ غایۃ البیان میں ہے پھر اگر وہ حاملہ
ہوگئی اور بچہ پیدا ہوا تو باپ سے اسکا نسب ثابت ہوگا اور عقر واجب نہوگا اور اگر حاملہ نہوئی تو باپ پر عقر واجب ہوگا اور باپ
کی ملک اس باندی میں ثابت نہوگی اور دادا مثل باپ کے ہے لیکن باپ کے ہوتے دادا کا نسب ثابت نہوگا۔ یا ایسی جورو سے عدت
میں وطی کی جسپر کنایہ سے طلاق واقع ہوئی ہو یا بائع نے قبل سپرد کرنے کے بیعہ باندی سے وطی کی یہ کافی میں ہے۔ یا اپنے مکاتب کی
باندی سے وطی کی یا اپنے غلام ماذون کی باندی سے وطی کی جسپر اسقدر قرضہ ہے کہ اسکے رقبہ و مال کو محیط ہے یا شوہر نے ایسی باندی سے
قبل زوجہ کے سپرد کرنے کے وطی کر لی جسکو مہر میں دیا ہے یا ایسی باندی سے وطی کی جو اسکے اور دوسرے کے درمیان مشترک ہے یہ تبیین
میں ہے۔ اور اگر دو شریکوں میں سے ایک نے باندی کو آزاد کر دیا پس اگر شریک کو تاوان دیدیا پھر اس سے وطی کی تو حد ماریجائیگی
اور اگر شریک نے اس سے وطی کی تو حد ماریجائیگی اور اگر وہ باندی سعایت کرتی ہو پس اگر آزاد کنندہ نے اس سے وطی کی تو
اسکو حد ماریجائیگی اور اگر دوسرے شریک نے اس سے وطی کی تو اسکو حد نہ ماری جائیگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اسیطرح
اگر پوری باندی ایک شخص کی ہو اور اسمیں سے نصف آزاد کر دیا پھر اس سے وطی کی تو بالاتفاق اسپر حد لازم نہوگی کذا فی المحیط
اور اگر اپنی باندی کو جس سے وطی کر رہا تھا اسی حالت میں آزاد کر دیا پھر اس سے جدا ہو گیا پھر اسی مجلس میں اس سے
وطی کر لی تو اسکو حد نہ ماریجائیگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر جورو مرتد ہو گئی نعوذ باللہ منہا اور شوہر پر حرام ہو گئی یا بایں وجہ
حرام ہو گئی کہ شوہر نے اسکی ماں یا بیٹی سے وطی کر لی یا بایں وجہ کہ عورت نے شوہر کے پسر کی مطاوعت کی پھر شوہر نے اس سے جماع کیا
اور کہا کہ میں جانتا تھا کہ وہ مجھپر حرام ہو گئی ہے تو اسپر حد واجب نہوگی اور اسی طرح اگر پانچ عورتوں سے ایک عقد میں نکاح کیا یا چار
کے نکاح میں پانچویں کا نکاح کیا یا اپنی جورو کی بہن یا ماں سے نکاح کیا پس اس سے جماع کیا اور کہا کہ میں جانتا تھا کہ یہ مجھپر حرام
ہے یا عورت سے بلا گواہوں کے تزویج کیا تو ان صورتوں میں وطی کنندہ پر حد واجب نہوگی اگرچہ اسنے کہا کہ میں جانتا تھا کہ وہ مجھپر
حرام ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر غنائم جہاد دار الحرب سے دار الاسلام میں آگئے پھر قبل تقسیم کے کسی غازی نے
لوٹ کی باندیوں میں سے کسی سے وطی کی تو اسپر حد واجب نہوگی اگرچہ وہ کہے کہ میں جانتا تھا کہ وہ مجھپر حرام ہے اور اسی طرح
اگر دار الحرب میں بھی اسنے ایسا کر لیا تو بھی یہی حکم ہے یہ سراج وہاج میں ہے شبہہ در عقد کی صورت یہ ہے کہ اپنی کسی محرمہ سے
نکاح کر کے وطی کرے تو امام اعظم رح کے نزدیک اسپر حد واجب نہوگی ولیکن اگر وہ جانتا ہو کہ یہ حرام ہے تو اسکو کوئی سزا
دردناک دیجائیگی اور صاحبین رح کے نزدیک اگر وہ حرمت کو جانتا ہو تو اسکو حد ماری جائیگی اور اگر نہ جانتا ہو تو اسپر
حد نہوگی کذا فی الکافی اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رح نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ مضمرات میں ہے۔ اور اسبیجابی نے کہا کہ صحیح

قول امام اعظم رح کا ہو یہ ظاہر الفاظ میں ہو۔ اور اگر غیر کی منکوحہ سے یا اسکی معتدہ سے یا اپنی مطلقہ ثلثہ سے
نکاح کر لیا تو بعد تزوج کے وہ مثل محرمہ کے ہو۔ اور اگر نکاح مختلف فیہ ہو مثلاً بلا گواہوں کے کسی عورت سے
نکاح کیا یا بلا ولی کے عورت سے نکاح کیا تو بالاتفاق اسپر حد واجب نہ ہوگی کیونکہ اسمین شبہہ کل کے نزدیک
متمکن ہو۔ اسی طرح اگر آزادہ جورو پر ایک باندی سے نکاح کرکے وطی کی یا مجوسیہ سے نکاح کیا یا باندی سے بدون
اجازت اسکے مولی کے نکاح کیا یا غلام نے کسی باندی سے بدون اجازت اپنے مولی کے نکاح کیا تو بالاتفاق اس وطی
کنندہ پر حد واجب نہوگی یہ کافی میں ہو۔ اور اگر وطی بملک نکاح یا بملک یمین ہوا اور حرمت کسی امر کے عارض ہونے
سے ہو گئی تو اُس سے وطی کرنا موجب حد نہیں ہو جیسے جورو حائضہ یا نفساء یا صائمہ ہو یا احرام باندھے ہوئے ہو
یا اشتبہہ (اُسکی بہن جس سے کسی نے وطی کی ہو یا جورو سے ظہار کیا ہو یا ایلاء کیا ہو۔ اور اسی طرح اگر اسکی مملوکہ باندی اسکی
رضاعی بہن یا صہری بیٹی ہو کہ حرام ہو یا یہ وجہ ہو کہ اس باندی کی ایسی ذی رحم محرم اسکے نکاح میں ہو کہ جس سے یہ
باندی اسپر حرام ہو یا یہ باندی مجوسیہ یا مرتدہ ہو تو اُسکے وطی کرنے سے مولی پر حد واجب نہ ہوگی اگرچہ حرمت سے
آگاہ ہونے کا اقرار کرے یہ محیط میں ہو اگر ایک عورت کو اجارہ پر لیا تاکہ اس سے زنا کرے یا اس سے وطی کرے یا کہا کہ
تو یہ درہم لے تاکہ میں تجھ سے وطی کروں یا کہا کہ تو مجھے اپنے اوپر اسقدر درہموں کے عوض قابو دے پس عورت نے
منظور کیا اور ایسا واقع ہوا تو اُسکو حد نہ ماری جائیگی اور نظم میں اس بیان پر اسقدر زیادہ فرمایا کہ اس عورت کو
اسکا مہر مثل ملیگا اور دونوں کو سزا دیجائیگی اور قید کیے جاوینگے یہانتک کہ دونوں توبہ کریں۔ اور صاحبین رح نے فرمایا
کہ دونوں کو حد ماری جائیگی جیسے کہ اگر مرد نے عورت کو بلا شرط مال دیا اور ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہو بخلاف اسکے اگر
یوں کہا کہ تو یہ درہم لے تاکہ میں تجھ سے تمتع حاصل کروں تو یہ حکم نہیں ہو اسواسطے کہ متعہ ابتداے اسلام میں مباح
تھا پس شبہہ باقی رہا یہ مضمرات میں ہو۔ اور اگر کہا کہ میں نے تجھے اسقدر مہر دیا تاکہ تجھ سے زنا کروں تو حد واجب ہوگی
یہ کافی میں ہو۔ زید کی باندی نے اگر کوئی جنایت عمداً کی پھر ولی جنایت نے اس عورت سے زنا کیا تو ولی جنایت پر
بالاتفاق حد زنا واجب نہ ہوگی۔ اور اگر براہ خطا ہوا اور ولی جنایت نے اس باندی سے زنا کیا تو امام ابوحنیفہ رح نے
فرمایا کہ ولی جنایت پر حد واجب ہوگی خواہ مولے اس باندی کا دینا اختیار کرے یا اسکا فدیہ دینا اختیار کرے اور
صاحبین رح نے فرمایا کہ اگر مولے نے ولی جنایت کو یہ باندی اس جرم میں دینی اختیار کی تو اسکو حد نہ ماری جائیگی
اور اگر فدیہ دینا اختیار کیا تو اسپر حد واجب ہوگی۔ اور اگر کسی مرد نے ایک اجنبیہ کا شہوت سے بوسہ لیا یا شہوت سے
اُسکی فرج کو دیکھا پھر اسکی ماں یا بیٹی سے نکاح کرکے دخول کیا تو اسپر حد واجب نہوگی اگرچہ اُسنے کہا کہ میں جانتا تھا
کہ یہ مجھپر حرام ہو اور یہ امام اعظم رح کا قول ہو اور ایسی وطی سے اسکا احصان باطل نہ ہوگا حتی کہ اسکا قذف کرنیوالا
حد قذف مارا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہو۔ اگر کسی مرد نے اپنی جورو کی ماں یا بیٹی کا بوسہ لیا یا جورو نے شوہر کے
پسر یا باپ کا بوسہ لیا حتی کہ اپنے شوہر پر حرام ہو گئی پھر شوہر نے اس سے وطی کر لی تو اسپر حد واجب نہوگی اگرچہ شوہر
کہے کہ میں جانتا تھا کہ وہ مجھپر حرام ہو یہ تاتارخانیہ میں ہو۔ اور اصل میں مذکور ہو کہ گونگا حد زنا یا کسی حد کے واسطے ہرگز
ماخوذ نہ ہوگا اگرچہ وہ باشارت یا بکتابت اقرار کرے یا اسپر گواہ گواہی دیں اور جو شخص کبھی مجنون ہو جاتا ہو اور
کبھی اُسکو افاقہ ہوتا ہو پس اگر اُسنے حالت افاقہ میں زنا کیا تو حد زنا کے واسطے ماخوذ ہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ میں نے

اپنے جنون کی حالت مین زنا کیا ہو تو اسپر حد جاری ہوگی جیسے بالغ نے اگر کہا کہ مین نے حالت نابالغی مین زنا کیا ہو
تو یہ خود نہین ہوتا ہو یہ محیط مین ہو۔ اور جسنے دار الحرب یا دار البغی مین زنا کیا پھر وہ ہمارے یہان آگیا تو اسپر حد جاری
نہ کیجائیگی یہ ہدایہ مین ہو۔ اور اگر کوئی سریہ دار الحرب مین داخل ہوا اور انہین سے کسی مرد نے وہان زنا کیا تو اسپر
حد جاری نہوگی اور اسی طرح امیر لشکر حدود و قصاص کو قائم نہ کریگا یہ کافی مین ہو۔ اور اگر خلیفہ نے بذات خود جہاد
کیا یا امیر شہر نے خود جہاد کیا جو اپنی ولایت کے لوگون پر حدود قائم کرتا تھا تو وہ دار الحرب مین بھی حدود و قصاص
قائم کریگا اور یہ اسوقت ہو کہ اسنے لشکر مین ہوکر زنا کیا اور اگر وہ اہل حرب سے جا ملا اور زنا کیا تو اسپر حد قائم نہ
کیجائیگی اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ امیر اپنے لشکر مین حد اسی صورت مین قائم کریگا کہ جسپر حد قائم کرنا چاہتا ہو اسکی طرف سے
مرتد ہو جانے اور اہل حرب سے مل جانے سے بیخوف ہو اور اگر مرتد ہو جانے اور اہل حرب سے جا ملنے کا خوف ہو تو حد
قائم نہ کریگا یہان تک کہ دار الحرب سے جدا ہو کر دار الاسلام مین آجاوے یہ ظہیریہ مین ہو۔ اگر ذمی نے ایسی عورت
حربیہ سے جو امان لیکر دار الاسلام مین آئی ہو زنا کیا تو بالاجماع ذمی پر حد واجب ہوگی یہ عتابیہ مین ہو۔ اور اسیطرح
اگر ایسی عورت سے مسلمان نے زنا کیا تو اسپر حد جاری کیجائیگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہو۔ اور جو عورت یا مرد
اہل حرب مین سے امان لیکر یہان داخل ہوا ہو اسپر امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک حد نہین ہو سوائے حد قذف
کے اور اگر مسلمان عورت یا ذمیہ عورت نے حربی مستامن کو اپنے اوپر قابو دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک مسلمہ اور ذمیہ کو
حد ماریجائیگی اور امام محمد رح کے نزدیک دونون مین سے کسی پر حد نہ ہوگی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک دونون پر
حد جاری کیجائیگی یہ عتابیہ مین ہو۔ ذمی نے اگر زنا کیا پھر مسلمان ہوا پس اگر یہ امر اسپر اسکے اقرار سے یا مسلمان گواہون
کی گواہی سے ثابت ہوا ہو تو اسکے سر سے حد دور نہ کیجائیگی اور اگر ذمی گواہون کی گواہی سے اسپر ثابت ہوا پھر وہ
مسلمان ہوگیا تو اسپر حد قائم نہ کیجائیگی یہ بحر الرائق مین ہو۔ اور اگر مرد تندرست نے مجنونہ عورت یا ایسی صغیرہ سے جو
جماع کے قابل ہو زنا کیا تو بالاجماع خاصة مرد پر حد قائم کیجائیگی یہ ہدایہ مین ہو اور اگر سوتی ہوئی عورت سے زنا کیا
تو مرد پر حد واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور اگر نابالغ یا مجنون نے عورت بالغہ عاقلہ سے زنا کیا اور عورت مذکورہ
نے بخوشی قابو دیا تو بلا خلاف طفل و مجنون پر حد واجب نہ ہوگی اور رہی عورت سو ہمارے علماء کے قول پر اسکو حد کی سزا
نہ دیجائیگی اور اگر صغیرہ نابالغہ سے زنا کیا تو دونون پر حد نہوگی اور زانی پر اسکا مہر واجب ہوگا اور اگر طفل نے اس امر کا اقرار کیا
تو اسکے اقرار سے اسپر کچھ لازم نہ ہوگا۔ اور اگر طفل نے بالغہ عورت سے زنا کیا اور اسکا پردہ بکارت زائل کردیا اور یہ عورت
باکراہ و مجبوری اس فعل مین مبتلا ہوئی ہو تو طفل مذکور اسکے مہر کا ضامن ہوگا بخلاف اسکے اگر عورت مذکورہ خوشی سے اس
بات پر راضی ہوئی ہو تو ایسا نہین ہو۔ اور اگر نابالغہ لڑکی نے طفل کو اپنی طرف بلایا جسنے زنا کیا اور اسکا پردہ
جاتا رہا تو طفل مذکور پر مہر واجب ہوگا اور باندی نے اگر طفل سے زنا کرایا تو وہ اسکے مہر کا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین
ہو۔ اور اگر سوتے ہوئے مرد سے عورت نے خود وطی کی اور اپنے نفس پر قابو دیدیا تو دونون پر حد واجب نہوگی یہ محیط سرخسی
مین ہو۔ اور جس مرد کو سلطان نے مجبور کیا ہے کہ اسنے زنا کیا تو اسپر حد نہین ہو اور امام ابو حنیفہ رح پہلے فرماتے تھے کہ حد ہو لیکن
رجوع کیا اور فرمایا کہ اسپر حد نہین اور اگر سوائے سلطان کے دوسرے نے اکراہ کیا تو امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا
کہ اسپر حد نہین ہو کذا فی فتح القدیر اور اسی پر فتوی ہو یہ سراجیہ مین ہو۔ اور اگر عورت پر اکراہ کیا گیا یہانتک کہ اسنے

تیرے پاس ہدیہ بھیجا ہے تو اُسکے قول پر اعتماد کر کے اس سے وطی کر لینی حلال ہے پھر جو عورت شب زفاف میں
بھیجی گئی تھی اگر اُسکے بچہ پیدا ہوا تو اُسکا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا اور اس عورت پر عدت واجب ہوگی مگر
اس عورت پر تہمت لگانے والے کو حد قذف کی سزا نہ دیجائیگی یہ غایۃ البیان میں ہے۔ ایک مرد نے اندھیری رات
میں اپنے بچھونے پر ایک عورت کو پایا اور حال یہ ہے کہ اُسکی ایک جورو پرانی ہے پس جسکو بستر پر پایا ہے اس سے وطی
کر لی اور کہا کہ میں نے گمان کیا کہ وہ میری جورو ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اُسکا قول قبول نہ ہوگا اور اسپر حد واجب ہوگی
یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ اگر کسی مرد نے اپنی کوٹھری میں کسی عورت کو پایا اور اس سے وطی کر لی
اور کہا کہ میں نے اسکو اپنی جورو گمان کیا تھا تو اس مرد پر حد واجب ہوگی اگرچہ وہ اندھا ہو یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر
اندھے نے اپنی عورت کو بستر پر بلایا پس غیر عورت نے جواب دیا اور آ گئی پس اُس سے جماع کر لیا تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اسپر
حد واجب ہوگی اور اگر غیر عورت نے جواب میں یوں کہا کہ میں فلانہ ہوں یعنی اُسکی جورو کا نام لیا پس اندھے نے اس سے جماع
کر لیا تو اسکو حد نہ ماری جائیگی اور اگر آنکھوں والا ہے تو ایسی صورت میں اُسکی تصدیق نہ ہوگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہے
ایک مرد نے اپنی باندی کسی دوسرے کے واسطے حلال کر دی پس دوسرے نے اس باندی سے وطی کی تو اسپر حد نہ ہوگی یہ محیط سرخسی
میں ہے۔ اور جو شخص نشہ میں ہے اگر اُسنے زنا کیا تو اسکو حد ماری جائیگی جب وہ ہوش میں آجاوے یہ سراجیہ میں ہے۔ اور اگر بیع
فاسد ہوا اور مشتری نے مبیع باندی سے قبل قبضہ کے یا بعد قبضہ کے وطی کی تو اسپر حد واجب نہ ہوگی۔ اور اگر بائع نے اپنے واسطے
خیار کی شرط کر کے باندی فروخت کر دی پس مشتری نے اس سے وطی کی یا خیار مشتری کا تھا اور بائع نے اس سے وطی کی
تو اسپر حد جاری کیجائیگی خواہ وہ حرام ہونے کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو یہ فتاوی قاضیخان میں ہے امام محمد رحمہ نے اصل میں فرمایا کہ اگر
کوئی باندی غصب کر کے اس سے زنا کیا پھر اُسکی قیمت تاوان دیدی تو بالاتفاق اسپر حد نہ ہوگی اور اگر اس سے زنا کر کے
پھر اسکو غصب کیا اور اسکی قیمت تاوان دیدی تو امام ابوحنیفہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک حد ساقط نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص
مرد چت لیٹا پھر ایک عورت اجنبیہ آئی اور مرد کے اوپر بیٹھی یہانتک کہ اپنی حاجت پوری کر لی تو دونوں پر حد واجب ہوگی یہ
ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر باندی سے زنا کیا پھر اسکو خرید لیا تو ظاہر الروایہ میں مذکور ہے کہ بالاتفاق اسکو حد کی سزا دیجائیگی۔ اور
اسی طرح اگر کسی آزاد عورت سے زنا کیا پھر اس سے نکاح کر لیا تو بھی یہی حکم ہے ایسا ہی شیخ الاسلام نے شرح کتاب الحدود میں ذکر
کیا ہے۔ اور اگر ایک عورت سے زنا کیا پھر کہا کہ میں اسکو خرید کر چکا تھا تو اسپر حد واجب نہ ہوگی خواہ یہ عورت آزاد ہو یا باندی
ہو۔ اور اگر باندی سے زنا کیا پھر دعوی کیا کہ میں نے اسکو خرید لیا بدین شرط کہ اُسکے مولی کو خیار حاصل ہے اور اسکے مولی نے کہا کہ یہ
جھوٹا ہے میں نے اس باندی کو فروخت نہیں کیا تو فرمایا کہ واطی پر حد واجب نہ ہوگی اور اسی طرح اگر دعوی کیا کہ میں نے اسکو بوعدہ
الی اجل خریدا یعنی کسی مدت کے وعدہ پر جسکو بیان کرتا ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ آزاد عورت نے اگر ایک غلام سے زنا کیا پھر
اسکو خرید لیا تو ان دونوں کو حد کی سزا دیجائیگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ ایک مرد نے ایک باندی سے زنا کیا پھر دعوی کیا کہ میں نے
اسکو بطور فاسد خرید لیا تھا یا مولے نے اسکو مجھے ہبہ کر دیا تھا حالانکہ مولی نے اسکی تکذیب کی یا گواہوں نے گواہی دی کہ اُسنے
زنا کرنے کا اقرار کیا اور اُسنے قاضی کے سامنے خرید یا ہبہ کا دعوی کیا تو حد اُسکے ذمہ سے دور کیجائیگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر
کبیرہ عورت سے زنا کیا پس اسکا پاخانہ و پیشاب کا سوراخ ایک کر دیا پس اگر اس عورت نے اسکی مطاوعت بدون دعوی شبہہ کے کر لی تھی
تو دونوں پر حد واجب ہوگی اور زانی پر اسی افضا یعنی ہر دو سوراخ ایک کر دینے کے جرم میں کچھ لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ عورت مذکورہ خود

راضی ہوئی تھی اور چونکہ حد واجب ہوئی ہے اسوجہ سے اسکے واسطے کچھ مہر ہی ثابت نہوگا۔ اور اگر شبہہ کا دعوی پایا گیا
تو زانی پر حد نہوگی اور نیز اس جرم افضا کی بابت بھی کچھ لازم نہوگا مگر اسپر عقر واجب ہوگا۔ اور اگر عورت سے
زبردستی ایسا کیا گیا بدون دعوی شبہہ کے تو مرد پر حد واجب ہوگی نہ عورت پر اور عورت کے واسطے مہر ثابت نہوگا پھر افضا کو
دیکھا جائیگا کہ اگر اسطرح سوراخ ایک ہوگیا کہ عورت اپنا پیشاب نہیں تھام سکتی ہے تو زانی مذکور پر عورت کی پوری دیت
واجب ہوگی اور اگر پیشاب تھام سکتی ہو تو زانی کو حد ماری جائیگی اور اسپر تہائی دیت واجب ہوگی اور اگر باوجود
اسکے دعوے شبہہ بھی ہو تو دونوں پر حد واجب نہ ہوگی پھر اگر عورت اپنا پیشاب تھام سکتی ہو تو اس مرد پر تہائی
دیت واجب ہوگی اور پورا مہر لازم ہوگا یہ ظاہر الروایۃ ہے اور اگر وہ پیشاب نہ تھام سکتی ہو تو مرد پر تمام دیت واجب ہوگی
اور امام ابو حنیفہ رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک مہر واجب نہوگا۔ اور اگر عورت ایسی صغیرہ ہو کہ لائق جماع کے ہو تو وہ
سب احکام مذکورہ میں مثل کبیرہ کے ہے سوا ایک بات کے کہ اسکی رضامندی سے ارش جنایت ساقط نہ ہوگا۔ اور اگر
ایسی صغیرہ ہو کہ لائق جماع نہیں ہے لیکن اگر زخم ایسا ہو کہ وہ اپنا پیشاب روک سکتی ہے تو اس مرد پر اسکی تہائی دیت اور پورا مہر
واجب ہوگا اور حد واجب نہ ہوگی اور اگر نہ روک سکتی ہو تو پوری دیت کا ضامن ہوگا اور امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے
نزدیک مہر کا ضامن نہوگا یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر زانی نے کسی باندی سے وطی کی کہ وطی سے اسکی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی
تو زانی پر بلا خلاف حد نہ ہوگی اور اگر وطی سے اسکی ران توڑ دی تو حد اور نصف قیمت واجب ہوگی۔ اور اگر عورت آزاد ہو تو
بلا خلاف زانی پر حد و دیت واجب ہوگی یہ عتابیہ میں ہے۔ ایسا امام مسلمین نے جسکے اوپر امام نہیں ہے اگر ایسی بات کی
جس سے حد واجب ہوتی ہے جیسے زنا و سرقہ و شراب خواری و قذف تو اس سے مواخذہ نہ کیا جائیگا سوائے قصاص و جرم
مالی کے چنانچہ اگر اسنے کسی آدمی کو قتل کیا یا کسی کا مال تلف کیا تو اسکے واسطے ماخوذ ہوگا اور اگر منعہ کی ضرورت
پڑے تو تمام اہل ایمان مظلوم کے واسطے منعت ہونگے پس وہ اپنا حق لے پانے پر قادر ہوگا اور یہ فیصلہ وجوب ہی پر کافی میں ہے

چوتھا باب زنا پر گواہی دینے اور اس سے رجوع کرنے کے بیان میں۔ زنا پر گواہی نہیں قبول ہوتی ہے الا چار
مسلمان آزاد مردوں کی یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اور اگر زنا پر چار سے کم ایک یا دو یا تین مردوں آزادوں نے گواہی
دی تو گواہی مردود اور گواہ کو حد قذف ماری جائیگی یہ ہمارے علمائکا مذہب ہے اور اگر قاضی کی مجلس میں چار گواہ حاضر
ہوئے تاکہ ایک مرد پر زنا کی گواہی دیں پھر ایک یا دو یا تین نے گواہی دی اور باقی نے انکار کیا تو ہمارے علماء کے نزدیک
جنھنے گواہی دی ہے انکو حد قذف ماری جائیگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر چار مردوں میں سے تین نے اسکے زنا پر گواہی دی اور
چوتھے نے کہا کہ میں نے ان دونوں کو ایک لحاف میں دیکھا تو مشہود علیہ کو حد نہ ماری جائیگی اور تینوں گواہوں کو حد قذف
ماری جائیگی اور چوتھے گواہ پر حد نہ ہوگی الا اگر اسنے اول یوں کہا ہو کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اسنے زنا کیا پھر زنا کرنے کی تفسیر
اسطرح بیان کی جیسے ذکر ہوا تو اب اسکو بھی حد ماری جائیگی یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اور ہمارے نزدیک شہادت کے
صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ مجلس شہادت متحد ہو حتی کہ اگر گواہوں نے مختلف مجلسوں میں گواہی دی تو انکی گواہی مقبول
نہوگی اور سب کو حد قذف کی سزا دیجائیگی یہ کافی میں ہے۔ اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر گواہ لوگ گواہوں کی جگہ
کھڑے ہوں پس ایک بعد دوسرے کے اٹھا اور گواہی دی تو گواہی جائز ہے اور اگر سب مجلس سے باہر ہوں پھر ایک داخل ہوا
اور اسنے گواہی دی پھر باہر چلا گیا پھر دوسرا آیا اور گواہی دیکر باہر چلا گیا اسی طرح ایک نے بعد دوسرے کے یوں ہی گواہی

دی تو انکی گواہی مقبول ہوگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر دو گواہوں نے ایک مرد کے زنا کرنے پر گواہی دی
اور دو گواہوں نے اُسکے اقرار زنا پر گواہی دی تو مشہود علیہ پر حد نہ ہوگی اور گواہوں پر بھی حد قذف
واجب نہ ہوگی اور اگر تین گواہوں نے اُسکے زنا کرنے پر اور چوتھے نے اُسکے اقرار زنا پر گواہی دی تو تین گواہان
اول پر حد قذف واجب ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر گواہوں نے کہا کہ اُسنے ایسی عورت سے زنا کیا کہ جسکو ہم نہیں
پہچانتے ہیں تو مشہود علیہ کو سزا سے حد نہ دیجائیگی یہ ہدایہ میں ہے اور اگر مشہود علیہ نے کہا کہ جس عورت کو تم نے
میرے ساتھ دیکھا تھا وہ میری جورو یا باندی نہ تھی تو بھی حد نہ ماری جائیگی اسواسطے کہ گواہی ایسی واقع ہوئی کہ
وہ موجب حد نہیں ہے اور یہ کلام مذکور اُسکی طرف سے اقرار نہیں ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ چار گواہوں نے ایک مرد پر
گواہی دی کہ اُسنے ایک عورت سے زنا کیا جسکو ہم نہیں پہچانتے ہیں پھر کہا کہ وہ عورت فلانہ ہے تو مشہود علیہ کو سزا سے
حد نہ دیجائیگی اور گواہوں پر بھی حد قذف لازم نہ ہوگی۔ چار مردوں نے ایک مرد پر گواہی دی کہ اُسنے اس عورت سے زنا
کیا ہے مگر انہیں دو گواہوں نے اسطرح گواہی دی کہ اُسنے اس عورت سے بصرہ میں زنا کیا ہے اور دو نے اسطرح کہ اس
عورت سے اُسنے کوفہ میں زنا کیا ہے تو بالاتفاق سب کے قول کے موافق مرد پر یا عورت کسی پر حد واجب نہ ہوگی اور ہمارے
نزدیک گواہوں پر بھی استحسانا حد لازم نہ ہوگی۔ اور اگر چار مردوں نے ایک مرد پر گواہی دی کہ اُسنے اس عورت سے زنا کیا مگر
دو نے گواہی دی کہ اُسنے اس عورت سے دار کے اس بیت میں زنا کیا اور دو نے اسطرح کہ اُسنے اس عورت سے اس بیت دیگر
میں زنا کیا ہے تو انکی گواہی مقبول نہ ہوگی۔ اور اگر چار مردوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی باین طور کہ دو نے کہا کہ
اُسنے اس عورت سے بروز جمعہ زنا کیا اور دو نے گواہی دی کہ اُسنے اس عورت سے بروز پنجشنبہ زنا کیا یا دو نے اسطرح
گواہی دی کہ اُسنے اس عورت سے اس دار کے بالاخانہ پر زنا کیا اور دو نے گواہی دی کہ اُسنے اس دار کے سفل میں زنا
کیا ہے یا دو نے گواہی دی کہ اُسنے اس عورت سے اس فلان کے دار میں زنا کیا اور دو نے گواہی دی کہ اُسنے اس
عورت سے اس فلان دیگر کے دار میں زنا کیا تو ان مسائل میں مشہود علیہ پر حد نہیں ہے اور گواہوں پر بھی ہمارے نزدیک
حد قذف لازم نہ آویگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر چار گواہوں نے گواہی دی کہ اس مرد نے اس عورت سے بصرہ
میں وقت طلوع شمس کے بروز فلان از ماہ فلان از سنہ فلان زنا کیا اور چار گواہوں نے اُسی پر گواہی دی کہ اُسنے اس
عورت سے کوفہ میں بعینہ اسوقت مذکور میں زنا کیا تو دونوں میں سے کسی پر حد واجب نہ ہوگی یہ نہر الفائق میں ہے۔ اور
اگر چار گواہوں میں سے دو مردوں نے کہا کہ اُسنے اس عورت سے اس بیت کے اس گوشہ میں زنا کیا اور دو دوسرے دو
مردوں نے گواہی میں کہا کہ اُسنے اس عورت سے اس بیت کے اس گوشہ دیگر میں زنا کیا ہے تو مرد مشہود علیہ و عورت
مشہود علیہا کو استحسانا سزا سے حد دیجائیگی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ ابتداے زنا ایک گوشہ میں ہوا ہو اور انتہاے زنا
دوسرے گوشہ میں ہو۔ اور یہ حکم اسوقت ہے کہ بیت چھوٹا ہو کہ اُس میں اس امر کا جو ہمنے بیان کیا ہے احتمال ہو اور اگر بڑا
ہوگا تو یہ حکم نہ ہوگا اور اگر چار مردوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی کہ ہر ایک نے ان میں سے گواہی دی کہ اُسنے
اس فلانہ عورت سے زنا کیا ہے تو انکی گواہی مقبول ہوگی اور ہر ایک کی گواہی اسی زنا پر محمول ہوگی جسکی نسبت
دوسرے ساتھی نے گواہی دی ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر چار گواہوں میں سے دو گواہوں نے ایک مرد پر گواہی دی
کہ اس مرد نے فلانہ عورت سے فلان ساعت روز میں زنا کیا اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے

فلانہ عورت سے دن کی فلان ساعت میں زنا کیا ہو تو ایسی گواہی مقبول نہوگی اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم
اسوقت ہے کہ جب دوسرے دو گواہون نے ایسی ساعت بیان کی ہو کہ ساعت اوّل و ثانی مین کوئی فرق نہو جیسے کہ
مثلاً دو گواہون نے گواہی دی کہ اسنے اس عورت سے روز پنجشنبہ کی ساعت مین زنا کیا اور دوسرے دو گواہون نے
اس سے روز جمعہ کی ساعت مین زنا کرنے کی گواہی دی یا دوسرے دو گواہون نے روز پنجشنبہ ہی کی ایسی ساعت بیان
کی کہ اس ساعت تک زنا ممتد نہین ہو سکتا ہے تو گواہی مقبول نہین ہے اور اگر دوسرے گواہون نے ایسی ساعت بیان
کی ہو کہ اسوقت تک زنا ممتد ہو سکتا ہے تو مقبول ہوگی - امام محمدؒ نے اصل مین فرمایا کہ چار مردون نے ایک شخص پر زنا کی گواہی
دی پس ان مین سے دو گواہون نے کہا کہ اس مرد نے اس عورت کو باکراہ مجبور کر کے زنا کیا ہے اور دوسرے دو گواہون نے کہا کہ اس
عورت نے خود اسکی مطاوعت کی ہے تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ حد ان سب سے دور کر دیجائیگی یعنی مرد و عورت و گواہون سے
دفع کیجائیگی - اور اگر چار مردون نے ایک مرد پر گواہی دی کہ اسنے اس عورت سے زنا کیا ہے مگر انہین سے تین مردون نے گواہی
مین کہا کہ اس عورت نے اسکی مطاوعت کی اور چوتھے نے گواہی مین کہا کہ اس مرد نے اس سے باکراہ مجبور کر کے ایسا کیا ہے
بنا بر قول امام اعظمؒ کے انمین سے کسی پر حد قائم نہ کیجائیگی یہ تبیین مین ہے - اور اگر تین گواہون نے باکراہ مجبور کرنے پر اور ایک نے
عورت کی مطاوعت پر گواہی دی تو امام اعظمؒ کے نزدیک انمین سے کسی پر حد نہ ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے - اور اگر چار مردون
نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی مگر جس عورت سے زنا کیا ہے اسمین اختلاف کیا یا زنا کی جگہ مین اختلاف کیا یا زنا کے
وقت مین اختلاف کیا تو انکی گواہی باطل ہوگی لیکن ہمارے نزدیک گواہون پر حد واجب نہوگی یہ مبسوط مین ہے - اور اگر گواہون
نے اس لباس مین اختلاف کیا جو زنا کے وقت مرد پر یا عورت پر تھا یا اسکے رنگ مین اختلاف کیا یا جس عورت سے زنا کیا ہے
اسکے طول و قصر مین یا اسکی موٹائی و دبلائی مین اختلاف کیا تو کچھ ضرر نہین ہے اسواسطے کہ انکا اختلاف ایسے امر مین ہے جسکے ذکر
کے ویسے محتاج نہ تھے (یعنی انکے ذکر کی حاجت نہ تھی ۱۲) اور اسی طرح اگر دو گواہون نے کہا کہ اسنے سپید رنگ عورت سے زنا کیا اور دو گواہون نے کہا کہ اسنے
گندم گون عورت سے زنا کیا ہے تو بھی کچھ ضرر نہین ہے اسواسطے کہ ہر دو رنگ باہم متشابہ مین بس یہ اختلاف درمیان اہل شہادت
کے نہوگا اور ایسے متخالف نہین جیسے کالی و گوری مین اختلاف ہے اور اگر دو نے کہا کہ حبشیہ سے اور دو نے کہا کہ خراسانیہ سے یا دو نے کہا کہ کوفیہ
سے اور دو نے کہا کہ بصریہ سے یا دو نے کہا کہ آزاد عورت سے اور دو نے کہا کہ باندی سے یا دو نے کہا کہ بالغہ سے اور دو
نے کہا کہ ایسی تھی کہ ہنوز بالغہ نہ تھی تو گواہی مقبول نہوگی یہ [illegible] مین ہے - اگر چار گواہون نے گواہی دی کہ اس مرد نے یوم النحر
کو مکہ مین فلانہ عورت سے زنا کیا اور چار گواہون نے گواہی دی کہ اسنے یوم النحر کو کوفہ مین فلان کو قتل کیا تو ہر دو فریق کی گواہی
مین سے کوئی قبول نہوگا اور گواہان زنا پر حد بھی واجب نہوگی - اور اگر ہر دو فریق مین سے ایک فریق حاضر ہوا اور اسنے
گواہی دی اور اسکی گواہی پر حاکم نے حکم دیدیا پھر دوسرے فریق کے گواہون نے گواہی دی تو دوسرے فریق کی گواہی باطل ہے
اور گواہان زنا پر حد قائم نہ کیجائیگی اگرچہ فریق ثانی کے گواہ وہی ہون یہ مبسوط مین ہے - اگر گواہون نے ایک مرد پر گواہی دی کہ
اسنے فلانہ عورت سے زنا کیا ہے حالانکہ یہ عورت غائب ہے تو مرد مذکور کو حد کی سزا دیجائیگی یہ فتح القدیر مین ہے - اور اگر چار مردون نے
ایک عورت پر زنا کی گواہی دی پھر اسکو عورتون نے دیکھکر کہا کہ یہ باکرہ ہے تو دونون پر حد نہوگی اور گواہون پر بھی [illegible]
یہ کافی مین ہے اور اسی طرح اگر عورتون نے کہا کہ یہ رتقاء یا قرناء ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ فتح القدیر مین ہے - اگر گواہون نے ایک مرد پر
زنا کی گواہی دی حالانکہ وہ مجبوب ہے تو اسکو سزاے حد نہ دیجائیگی اور گواہون کو بھی حد شرعی ماری جائیگی یہ تبیین مین ہے اگر گواہون

ایک مرد پر زنا کی گواہی دی پھر بعد رجم کیے جانے کے معلوم ہوا کہ یہ مجبوب تھا تو اُسکی دیت گواہوں پر ہوگی اور حد نہوگی اور اگر عورت پر اسطرح گواہی دی کہ پھر بعد رجم کے عورتوں نے اسکو دیکھکر کہا کہ یہ باکرہ یا رتقا ہے تو گواہوں پر ضمان نہوگی اور نہ انپر حد واجب ہوگی - اگر چار مردوں نے ایک مرد پر ایک عورت سے زنا کرنے کی گواہی دی پھر چار مردوں نے ان گواہوں پر گواہی دی کہ انھین نے اس عورت سے زنا کیا ہے تو انمین سے کسی کی گواہی قبول نہوگی اور کسی پر حد قائم نہوگی کیونکہ شبہہ پیدا ہوگیا یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک پہلے گواہوں پر حد قائم کیجائیگی بسبب اسکے کہ انکا زنا کرنا حجت سے ثابت ہوا اور حجت چار گواہوں کی گواہی ہے پس وہ لوگ فاسق ٹھہرے - اور اگر فریق ثانی نے کہا کہ ان لوگوں نے اس عورت سے زنا کیا ہے اور پس خاموش رہے تو ان لوگوں پر حد واجب ہوگی اسواسطے کہ انھوں نے دوسرے زنا کی گواہی دی ہے نہ اس زنا کی جسکی فریق اول نے گواہی دی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے - اگر چار مردوں نے ایک مرد پر ایک عورت سے زنا کرنے کی گواہی دی اور دوسرے چار گواہوں نے فریق اوّل گواہوں پر گواہی دی کہ انھین نے اس عورت سے زنا کیا ہے اور تیسرے فریق چار مردوں نے دوسرے فریق گواہوں پر گواہی دی کہ انھین نے اس عورت سے زنا کیا ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک سب پر حد نہوگی اور صاحبین کے نزدیک مرد و عورت و درمیانی فریق گواہوں پر حد زنا واجب ہوگی یہ تبیین میں ہے - اور اگر گواہوں میں سے بعض فریق نے بعض پر زنا کرنے کی گواہی نہ دی بلکہ بعض پر محدود القذف ہونے کی گواہی دی اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو مرد و عورت پر بسبب اول گواہی کے حد زنا واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے - اور اگر زنا کرنے پر گواہی دی حالانکہ گواہ غلام یا کافر یا محدود القذف ہیں یا اندھے ہیں تو مشہود علیہ پر حد واجب نہ ہوگی مگر گواہوں پر حد قذف واجب ہوگی یہ شرح طحاوی میں ہے - اور اگر چار مردوں نے کسی پر زنا کی گواہی دی حالانکہ ایک انمین سے غلام ہے یا محدود القذف ہے تو مشہود علیہ پر حد واجب نہ ہوگی مگر گواہوں پر حد قذف واجب ہوگی یہ ہدایہ میں ہے - اور اگر غلام آزاد کیا گیا پھر ان لوگوں نے گواہی کا اعادہ کیا تو دوبارہ انکو حد قذف کی سزا دیجائیگی اور اسی طرح اگر سب گواہ غلام ہوں اور انھوں نے گواہی دی اور انکو حد قذف کی سزا دی گئی پھر وہ آزاد کیے گئے پھر انھوں نے گواہی کا اعادہ کیا تو انکو دوبارہ حد قذف کی سزا دیجائیگی بخلاف کافروں کے کہ اگر انھوں نے کسی مسلمان پر زنا کی گواہی دی پھر بعد محدود القذف ہونے کے مسلمان ہوکر انھوں نے گواہی کا اعادہ کیا تو یہ حکم نہوگا (یعنی دوبارہ حد نہ ماری جائیگی ۱۲) اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر تھوڑی حد ماری گئی پھر انمین سے ایک گواہ غلام نکلا پس دوسرے چار گواہوں نے گواہی دی تو مشہود علیہ کو حد نہ ماری جائیگی اسواسطے کہ یہ حد باطل ہوچکی یہ عتابیہ میں ہے اور اگر چاروں گواہوں میں سے ایک گواہ مکاتب یا طفل یا اندھا ہو تو سوائے طفل کے سب گواہوں کو حد قذف ماریجائیگی اور اگر یہ امر بعد مشہود علیہ کے رجم کیے جانے کے معلوم ہوا تو گواہوں کو حد نہ ماری جائیگی اور مرجوم کی دیت بیت المال سے دیجائیگی اور اگر مشہود علیہ کو حد میں درے مارے گئے ہوں تو گواہوں کو درے ماریجاوینگے بشرطیکہ مشہود علیہ اسکی درخواست کرے اور درے مارنے کا ارش ضرب (یعنی چوٹ کا تاوان ۱۲) ہو وہ ہدر ہوگا یہ امام اعظم رح کا قول ہے یہ ایضاح میں ہے اور معتق البعض امام اعظم کے نزدیک مثل مکاتب کے ہے اور مکاتب اہل شہادت میں نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے - اور اگر چار گواہوں نے گواہی دی حالانکہ وہ فاسق ہیں یا ظاہر ہوا کہ وہ فاسق ہیں تو انکو حد قذف نہ ماری جائیگی یہ کافی میں ہے اور اگر مشہود علیہ نے دعوی کیا کہ انمین سے ایک گواہ غلام ہے تو قول اسی کا قبول ہوگا یہانتک کہ ثابت کیا جاوے

ف۱ اشارہ ہے کہ مشہود علیہم اول یعنی سبقت مردوں سے

کہ وہ آزاد ہو یہ تاتارخانیہ مین ہے- ایک مرد نے دوسرے کو زنا کی تہمت لگائی پھر اس قاذف نے اور تین مردون کے ساتھ گواہی دی کہ یہ زانی ہے تو دیکھا جائیگا کہ اگر مقذوف اس قاذف کو قاضی کے یہان لایا پھر قاذف نے ان گواہون کے ساتھ اسکے زانی ہونے کی گواہی دی تو قبول نہ ہوگی اور اگر ہنوز اسکو قاضی کے پاس نہین لایا تھا تو گواہی مقبول ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے- امام محمدؒ نے جامع صغیر مین فرمایا کہ چار گواہون نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی حالانکہ یہ مرد غیر محصن ہے اور امام نے اسکو حد مین مارا پھر ظاہر ہوا کہ یہ گواہ غلام یا کفار یا محدود القذف تھے حالانکہ مشہود علیہ ان درون کی سزا سے مرگیا ہے یا درون سے اسکا بدن مجروح ہوگیا ہے تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ قاضی پر یا بیت المال پر اسکا تاوان لازم نہوگا یہ محیط مین ہے اگر کوئی شخص گواہون کی گواہی پر حد زنا مین درے مارا گیا پس درون کی چوٹ سے وہ مرگیا یا مجروح ہوگیا پھر ظاہر ہوا کہ بعض گواہ غلام یا محدود القذف یا کافر ہین تو ان گواہون کو بالاتفاق حد قذف کی سزا دیجائیگی اور امام اعظمؒ نے فرمایا کہ ان گواہون پر اور نہ بیت المال پر کچھ تاوان واجب ہوگا یہ فتح القدیر مین ہے- چار گواہون نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی اور وہ محصن ہے یا گواہون نے اسپر زنا و احصان دونون کی گواہی دی پس امام المسلمین نے اسکو رجم کیا پھر ایک گواہ غلام یا مکاتب یا محدود القذف پایا گیا تو مرجوم کی دیت قاضی پر واجب ہوگی اور قاضی اسکو بیت المال سے لے سکتا ہے اسپر اجماع ہے اور اگر یہ ظاہر ہو کہ یہ گواہ فاسق تھے تو قاضی پر ضمان واجب نہوگی- چار مردون نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی اور ان گواہون کا چند نفر نے تزکیہ کیا اور کہا کہ یہ لوگ آزاد مسلمان عادل ہین ولیکن پیچھے ظاہر ہوا کہ یہ غلام یا کفار یا محدود القذف ہین پس اگر تزکیہ کرنیوالے اپنے تزکیہ پر قائم رہے اور اس سے رجوع نکیا ولیکن یہ کہا کہ ہمسے خطا ہوئی تو بالاتفاق انپر ضمان واجب نہوگی اور ضمان بیت المال سے بالاتفاق واجب ہوگی اور اگر مزکون نے تزکیہ سے رجوع کیا اور کہا کہ ہم انکو غلام یا کافر یا محدود القذف جانتے تھے مگر ہمنے باوجود اسکے عمداً تزکیہ و تعدیل کی تو اس مین اختلاف ہے امام اعظمؒ کے نزدیک ضمان ان تزکیہ کرنے والون پر واجب ہوگی اور بیت المال سے واجب نہوگی اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ تزکیہ کرنے والون پر ضمان نہوگی اور بیت المال سے واجب ہوگی اور یہ حکم اسوقت ہے کہ گواہون کا غلام یا کفار یا محدود القذف ہونا ظاہر ہوا اور اگر یہ ظاہر ہوا کہ یہ گواہ فاسق ہین اور تزکیہ کرنے والون نے اپنی تعدیل سے رجوع کیا یعنی کہا کہ ہمنے جان بوجھ کر جھوٹی تعدیل کی تو وہی ضامن ہونگے اور یہ اسوقت ہے کہ مزکین نے یون کہا کہ یہ لوگ آزاد مسلمان عدول ہین اور اگر مزکین نے فقط اتنا کہا کہ یہ عدول ہین پھر ظاہر ہوا کہ گواہ لوگ غلام ہین تو مزکین پر ضمان واجب نہوگی یہ محیط مین ہے- اور اگر معدلین نے بلفظ شہادت کہا کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ یہ احرار ہین یا بلفظ خبر کہا کہ یہ لوگ احرار ہین تو ان دونون مین فرق نہین ہے یہ نہایہ مین ہے اور گواہون پر ضمان واجب نہوگی اور نہ انکو حد قذف کی سزا دیجائیگی یہ کافی مین ہے- چار مردون نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی پھر گواہون نے قاضی کے حضور مین اقرار کیا کہ ہمنے باطل کی گواہی دی ہے تو انپر حد واجب ہوگی اور اگر قاضی نے انکو حد نہ ماری یہانتک کہ دوسرے چار گواہون نے اسی مشہود علیہ پر زنا کی گواہی دی تو انکی گواہی جائز ہوگی اور مشہود علیہ پر حد کی سزا واجب ہوگی اور فریق اول سے حد قذف دور کیجائیگی یہ مبسوط مین ہے- اور اگر گواہون نے مشہود علیہ کے کوڑون سے مجروح ہوجانے کے بعد یا مرجانے کے بعد رجوع کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک کچھ ضامن نہونگے نہ تاوان ارش و نہ تاوان النفس کے اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر وہ کوڑون سے نہین مرا ہے تو ارش جراحت کے ضامن ہونگے اور اگر مرگیا تو دیت کے ضامن ہونگے یہ غایۃ البیان مین ہے- چار مردون نے غیر محصن پر زنا کی گواہی دی پس قاضی نے اسکو کوڑے مارے کہ درون نے اسکو مجروح کر دیا پھر گواہون مین سے ایک نے رجوع کیا تو وہ ارش

جراحت کا ضامن نہ ہوگا۔ اور اسی طرح اگر وہ درون سے مرگیا ہو تو بھی ضامن نہ ہوگا نہ گواہ رجوع کرنے والا اور نہ
بیت المال کسیطرح دیت نہ ہوگی اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک جنہوں نے رجوع کیا ہے وہ ضامن ہونگے یہ
سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر اسکی حد جلد یعنی درہ ہو پس گواہوں کی گواہی سے اسکو حد ماری گئی پھر گواہوں میں سے ایک نے
رجوع کیا تو بالاجماع اسی اکیلے کو حد قذف ماری جائیگی یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر مشہود علیہ کو حد ماری گئی اور ہنوز ایک درہ
باقی رہا ہے کہ گواہوں میں سے ایک نے رجوع کیا تو سب گواہوں کو حد قذف ماری جائیگی اور مشہود علیہ سے باقی حد ساقط کیجائیگی
اور اگر لوگوں نے اور گواہوں نے مشہود علیہ کو رجم کیا اور ہنوز وہ مرا نہ تھا کہ بعضے گواہوں نے رجوع کیا تو گواہوں کو حد قذف
ماری جائیگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اگر فرع چار مردوں گواہوں نے اصل چار گواہوں کی گواہی پر ایک مرد پر زنا کی گواہی
دی تو اسکو حد نہ ماری جائیگی پھر اگر اصل گواہ بھی آئے اور انھوں نے اس مرد پر بعینہ اسی زنا کی بابت گواہی دی تو بھی
اسکو حد کی سزا نہ دی جائیگی اور گواہان فرع و اصول کو بھی حد قذف کی سزا نہ دی جائیگی کذا فی الکافی اور اسی طرح سوائے
انکے اوروں کی گواہی بھی مقبول نہ ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر چار مردوں نے ایک مرد پر فلانہ عورت سے زنا
کرنے کی گواہی دی اور دوسرے چار گواہوں نے اس مرد کے دوسری عورت سے زنا کرنے کی گواہی دی پس مشہود علیہ
سنگسار کیا گیا پھر دونوں فریق گواہوں نے رجوع کیا تو بالاجماع اسکی دیت کے ضامن ہونگے اور امام ابو حنیفہ رح
و امام ابو یوسف کے نزدیک انکو حد قذف کی سزا بھی دیجائیگی یہ کافی میں ہے۔ اگر چار گواہوں نے ایک مرد پر زنا کی
اور اسکے محصن ہونے کی گواہی دی پھر قبل حکم قضا کے ایک نے یا بعض نے رجوع کیا تو بالاتفاق رجوع کرنے والے کو
حد قذف ماریجائیگی اور باقیوں کو ہمارے نزدیک حد قذف ماری جائیگی۔ اور اگر بعض نے بعد حکم قضا ہونے کے قبل
حد جاری کیے جانے کے رجوع کیا تو بالاتفاق رجوع کرنے والے کو حد قذف کی سزا دیجائیگی اور باقیوں کو امام اعظم رح کے
نزدیک اور موافق دوسرے قول کے امام ابو یوسف رح کے نزدیک حد قذف کی سزا دیجائیگی۔ اور اگر بعد حکم قضا اور
حد جاری ہونے کے بعض نے رجوع کیا تو بالاجماع رجوع کرنے والے پر حد قذف واجب ہوگی اور باقیوں پر نہ ہوگی اور
نیز بالاتفاق اس رجوع کرنے والے پر چہارم دیت خاص اسکے مال سے ایک سال میں ادا کرنی واجب ہوگی یہ فتاوی
قاضیخان میں ہے۔ اور اسیطرح ہر بار جب کوئی رجوع کریگا تو اسکو حد قذف ماریجائیگی اور چہارم دیت کا ضامن ہوگا
یہ کافی میں ہے۔ اور اگر بعد قضا و امضا کے سب گواہوں نے رجوع کیا تو ہمارے نزدیک سب کو حد قذف ماریجائیگی اور
اسکی دیت ان سب کے مال سے واجب ہوگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر ایسے مرجوم کو جسکے گواہ نے رجوع کیا ہے کسی
نے قذف کیا تو قاذف کو حد قذف نہ ماریجائیگی اور وجہ یہ ہے کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے کہ بعد حکم قضا ہو جانے کے گواہ
کا رجوع کرنا دوسرے کے حق میں [illegible] گواہوں نے ایک مرد پر [illegible] آزاد ہو جانے
اور زنا کرنے کی گواہی دی پس اسکو رجم کیا گیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو گواہوں کو حد قذف ماریجائیگی اور اسکی قیمت انکے
[illegible] کو تاوان دینگے اور اسکی دیت اسکے وارثوں کو تاوان دینگے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر گواہوں نے اسکے [illegible]
کی گواہی سے رجوع کیا تو کچھ ضامن نہ ہونگے اسواسطے کہ احصان کے گواہ اگر رجوع کریں [illegible]
یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر گواہان زنا پانچ ہوں پس ایک نے رجوع کر لیا تو باقیوں کی گواہی [illegible]
یہ السراج میں ہے۔ اگر پانچ گواہوں نے ایک مرد پر زنا کرنے اور اسکے محصن ہونے کی گواہی دی پس وہ رجم کیا گیا پھر ان میں سے

ایک نے رجوع کیا تو اسپر کچھ نہیں ہے پھر اگر اور ایک نے رجوع کیا تو دونوں چہارم دیت کے ضامن ہونگے اور دونوں
کو حد قذف کی سزا دیجائیگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور نیز بعد ان دونوں کے جو کوئی جب رجوع کریگا چہارم دیت کا ضامن
ہوگا اور اگر پانچوں گواہوں نے ایکبارگی رجوع کر لیا تو سب کے سب پوری دیت کے پانچ حصے کر کے ضامن ہونگے کہ
ہر ایک پانچویں حصے کا ضامن ہوگا یہ حاوی قدسی میں ہے۔ اور منتقی میں لکھا ہے کہ پانچ گواہوں نے ایک مرد پر زنا کی
گواہی دی اور وہ غیر محصن ہے پس قاضی نے اسکو درہ مارے پھر ان پانچ گواہوں میں سے ایک گواہ محدود القذف یا غلام
نکلا پھر ان باقی چاروں گواہوں نے رجوع کیا تو انھیں چاروں کو حد قذف کی سزا دیجائیگی اور جو محدود القذف یا غلام نکلا
ہے اسکو حد قذف کی سزا نہ دیجائیگی اسواسطے کہ وہ ایسی حالت میں قاذف ہوا کہ جسکو تہمت دیتا ہے اسپر چار مردوں نے زنا
کی گواہی دی ہے اور اسکو حد ماری گئی ہے۔ اور نیز منتقی میں مذکور ہے کہ ایک مرد پر چار مردوں اور چار عورتوں نے زنا کی گواہی
دی حالانکہ وہ غیر محصن ہے پس اسکو حد میں درے مارے گئے پھر ان سب گواہوں نے رجوع کیا تو مردوں کو حد قذف ماری جائیگی
نہ عورتوں کو اور اگر ان گواہوں نے قبل مشہود علیہ کے حد مارے جانے کے رجوع کیا ہو تو مردوں و عورتوں سب کو حد
ماری جائیگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر محصن گواہوں کی گواہی سے کسی کو رجم کیا گیا پھر دو گواہوں نے ان میں سے رجوع کیا تو ان پر
کچھ نہ ہوگا اور اگر تیسرے نے بھی رجوع کیا تو یہ تینوں چہارم دیت کے ضامن ہونگے اور امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے
نزدیک ان سب کو حد قذف ماری جائیگی اور اگر ان رجوع کرنے والوں نے باقیوں میں سے ایک کے رقیق ہونے کی گواہی
دی تو اور چہارم دیت بیت المال پر واجب ہوگی اور اگر چھ میں سے دو نے رجوع کیا اور باقیوں میں سے دو کے رقیق
ہونے کی گواہی دی تو جائز ہے اور چہارم دیت ان دونوں رجوع کرنے والوں پر ہوگی اور چہارم دیت بیت المال پر ہوگی
اور اگر ان دونوں نے تین باقی کے رقیق ہونے کی گواہی دی تو جائز نہ ہوگی۔ اور اگر آٹھ گواہوں نے ایک غیر محصن پر زنا
کی گواہی دی خواہ سبھوں نے ایک ہی زنا پر یا ہر چار گواہوں نے علیحدہ علیحدہ زنا پر گواہی دی اور اسکو رجم کیا گیا پس
اگر چار گواہوں نے انمیں سے رجوع کیا تو انپر ضمان و حد کچھ واجب نہ ہوگی پھر اگر پانچویں نے بھی رجوع کیا تو چہارم دیت
سب باہم حصہ رسد تاوان دینگے اور امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ان سب کو حد قذف ماری جائیگی
یہ خزانۃ المفتین و عتابیہ میں ہے۔ اور اگر قاضی نے تین گواہوں کی گواہی پر یا ایک مرد و دو عورتوں کی گواہی پر مشہود علیہ
کو رجم کیا پس اگر قاضی نے کہا کہ مجھے گمان ہوا کہ یہ جائز ہے تو اسکی دیت بیت المال پر واجب ہوگی اور اگر قاضی نے
کہا کہ مجھے معلوم تھا کہ یہ نہیں جائز ہے تو دیت اسپر واجب ہوگی اور اگر قاضی نے اسکے ایک مرتبہ کے اقرار پر اسکو رجم
کر دیا تو بہر حال ضامن نہ ہوگا یہ عتابیہ میں ہے۔ اور اگر گواہوں نے مرد و عورت سے غیر مجلس قاضی میں کہا کہ ہم گواہی
دیتے ہیں کہ تم دونوں زانی ہو اور پھر دونوں کو مجلس قاضی میں لائے اور نیز اس امر کی گواہی دی اور ان دونوں
نے کہا کہ ان گواہوں نے ہمسے یہ بات پہلے اس سے کہ آپکے حضور میں لاویں کہی ہے اور ہمارے پاس اسکے گواہ
موجود ہیں تو اس امر پر ان دونوں کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور اس سے گواہوں کی گواہی ساقط نہ ہوگی اور بدوں
ثبوت کے مرد و عورت مذکورہ کو حد کی سزا دیجائیگی یہ مبسوط میں ہے۔۔ امام محمد رح نے جامع صغیر میں فرمایا کہ ایک مرد پر اسکی
اولاد میں سے چار مردوں نے یا اسکے چار بھائیوں نے یا اسکے چچا کی اولاد میں سے چار مردوں نے زنا کی گواہی دی اور یہ
مرد محصن ہے اور یہ گواہ عادل ہیں پس قاضی نے اسپر رجم کا حکم دیدیا پس جب رجم کا ارادہ کرے تو گواہوں کو حکم کریگا کہ پہلے تم

اچھا کر دیں پس اگر ان اولاد نے اپنے باپ کو رجم کیا مگر ایسا پتھر نہ پڑا کہ وہ مر جاوے اور بعد انکے لوگون نے رجم کیا
کہ وہ مرگیا پھر ان گواہون مین سے ایک نے رجوع کیا تو رجوع کرنے والا چہارم دیت کا ضامن ہوگا اور خاص اپنے
مال سے دیگا اور یہ تین برس مین ادا کریگا اور یہ مال اُس مرجوم کے وارثون اور اس رجوع کرنے والے کے درمیان
میراث مشترک ہوگا پس اس مال مین سے بقدر حصہ اس رجوع کنندہ کے اسکے ذمہ سے ساقط کیا جائیگا اور باقی کا وہ
ضامن رہیگا کہ جسکو تین سال مین ادا کریگا بشرطیکہ اُسکا حصہ چہارم دیت کو وافی نہو اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ رجوع
کرنیوالا چہارم دیت کا اسی وقت ضامن ہوگا کہ جنھون نے رجوع نہین کیا ہے انھون نے اُس سے کہا کہ ہمارے باپ
نے ضرور زنا کیا ہے جیسے ہمنے گواہی دی ہے ہمنے اسکو دیکھا ہے اور تونے نہین دیکھا پس تونے باطل گواہی دی اس اس
صورت مین تاوان سب اماموں کے نزدیک واجب ہے اور اگر باقیون نے اُس سے کہا کہ تونے ہمارے ساتھ ہمارے
باپ کو زنا کرتے دیکھا اور تو رجوع کرنے مین جھوٹا ہے تو رجوع کرنے والا ضامن نہ ہوگا اور ہمارے علماء ثلثہ کے نزدیک اس
رجوع کرنے والے پر حد قذف واجب ہوگی الا آنکہ جن لوگون نے اُسکے ساتھ گواہی دی ہے وہ اُسپر حد قذف واجب
ہونے سے منکر ہون پس انکو یہ اختیار نہوگا کہ اس سے دربارہ اقذف کے مخاصمہ کرین۔ ہان یہ دیکھا جائیگا کہ اس مرجوم
کا باپ یا دادا یا کوئی اور بیٹا جسنے اسپر گواہی نہین دی ہے موجود ہے یا نہین پس اگر ہوگا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اس رجوع کنندہ
سے دربارۂ قذف مخاصمہ کرے اور اگر مرجوم کا کوئی بیٹا یا باپ یا دادا نہو مگر ان گواہون مین سے بعض کی اولاد ہو تو
دیکھا جاوے کہ اگر وہ اسی رجوع کرنے والے کا بیٹا ہے تو اسکو اختیار نہ ہوگا کہ اپنے باپ سے دربارۂ قذف اپنے دادا کے
مخاصمہ کرے اور اگر بیٹا انھین میں سے کسی کا ہے جنھون نے رجوع نہین کیا ہے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اس رجوع کرنے والے سے حد
قذف کا دعوے کرکے بدلے لے اور یہ سب اسوقت ہے کہ جب ان گواہون نے مشہود علیہ کو سنگسار کیا اور وہ انکی ضرب سے
مرا نہین۔ اور اگر انھون نے پتھر مارے کہ وہ مرگیا پھر ان گواہون مین سے ایک نے اپنی گواہی سے رجوع کیا اور سوائے ان
گواہون کے میت کا کوئی وارث نہین ہے تو اس مسئلہ مین تین صورتین ہین ایک یہ کہ باقیون نے اس رجوع کرنیوالے
سے کہا کہ تو اپنے رجوع کرنے مین جھوٹا ہے اور گواہی دینے مین سچا ہے۔ دوم آنکہ انھون نے کہا کہ ہمارا پدر زانی تھا ولیکن تونے
اُسکا زنا کرنا نہین دیکھا یا کہا کہ نہین معلوم کہ تونے اسکا زنا کرنا دیکھا یا نہین اور تونے باطل کے ساتھ گواہی دی سوم
آنکہ انھون نے کہا کہ ہمارے باپ نے کبھی زنا نہین کیا اور تونے جو کہا کہ وہ زانی ہے تو تونے جھوٹ کہا پس صورت اول مین
رجوع کرنیوالا کچھ ضامن نہوگا اور میراث سے بھی محروم نہ ہوگا اور دوسری صورت مین رجوع کرنے والا چہارم دیت کا
ضامن ہوگا اور میراث سے محروم ہوگا اور اسپر حد قذف واجب نہوگی اگرچہ اُسنے اپنے اوپر حد قذف کا اقرار کیا ہے
لیکن چونکہ باقیون نے قذف مین اُسکی تصدیق کی اور حق حد قذف انھین کا ہے اُسنے تجاوز نہین کرتا ہے پس اسپر حد نہوگی حتی
کہ اگر انکے سوائے کوئی اور وارث مستحق حد موجود ہو انہین سے کہ جنکو ہمنے اوپر ذکر کیا ہے تو وہ اُس سے حد قذف لیگا اور باقی
گواہون پر بھی دیت مین سے کچھ ضمان نہوگی اور باقی تینون گواہ ایسی گواہی کی وجہ سے مستحق حد قذف نہ ہونگے۔ اور تیسری صورت
مین سب کے سب ضامن ہونگے اور سب میراث سے محروم ہونگے اور مقتول مذکور کی دیت ان لوگون کے سوائے پھر جو شخص کہ
مقتول سے سب سے زیادہ قریب ہو اسکو ملیگی اور ان لوگون کو حد قذف کی سزا دیجائیگی۔ ایک شخص کی دو عورتین ہین اور انھین سے ایک سے
اسکے پانچ بیٹے ہین پھر انھین سے چار بیٹون نے اپنے بھائی پر جو پانچوان بیٹا ہے گواہی دی کہ اسنے ہمارے باپ کی جورو سے زنا کیا ہے
سوتیلی ماں ۱۲

تو یہ امر خالی نہین ہی کہ انکے باپ نے اس عورت سے وطی کی ہوگی یا نہین - اور نیز ان گواہون کی مان زندہ ہوگی یا
مرگئی ہوگی - اور نیز انکے باپ نے انکی تصدیق کی ہوگی یا تکذیب کی ہوگی اور نیز انھون نے گواہی دین یا کہا ہوگا کہ اس
عورت نے اس مرد کی مطاوعت کی زنا کرنے مین یا یون گواہی دی ہوگی کہ برادر مشہود علیہ کی طرف سے زنا مین اسکے اوپر
زبردستی واقع ہوئی پس اگر انھون نے گواہی دی کہ ہمارے بھائی نے اس عورت سے زنا کیا اور اس عورت نے بھی اسکی
مطاوعت کی ہو اور حال یہ ہو کہ اس عورت سے انکے باپ نے دخول نہین کیا ہو پس اگر ان گواہون کی مان زندہ موجود ہو تو
انکی گواہی مقبول نہوگی خواہ انکا باپ انکی تصدیق کرتا ہو یا تکذیب اور انکی مان خواہ منکرہ ہو یا مدعیہ ہو اور اگر انکی مان
مرگئی ہو پس اگر انکا باپ اسکا مدعی ہو تو بھی انکی گواہی مقبول نہوگی اور اگر باپ اس سے منکر ہو تو گواہی مقبول ہوگی -
اور اگر اس عورت سے انکے باپ نے دخول کرلیا ہو پس اگر اس عورت نے اس مشہود علیہ کی زنا کرنے مین مطاوعت کی ہو اور
گواہون کی مان زندہ ہو تو انکی گواہی مقبول نہوگی خواہ انکا باپ انکی تصدیق کرتا ہو یا تکذیب اور خواہ انکی مان
اسکی مدعیہ ہو یا منکرہ ہو اور اگر انکی مان مرگئی ہو پس اگر باپ اسکا مدعی ہو تو گواہی قبول نہوگی اور اگر منکر ہو تو مقبول
ہوگی - اور یہ سب اس صورت مین ہو کہ گواہون نے گواہی دی کہ اس مرد نے اس عورت سے زنا کیا در حالیکہ وہ مطاوعہ
تھی - اور اگر یہ گواہی دی کہ اس مشہود علیہ نے اس سے زبردستی زنا کیا ہو پس اگر انکی مان مرگئی ہو تو انکی گواہی ہر حال
مین مقبول ہوگی خواہ باپ مدعی ہو یا منکر ہو خواہ باپ نے اس سے دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو - اور اگر انکی مان زندہ ہو
پس اگر باپ انکا اس امر کا مدعی ہو تو انکی گواہی مقبول ہوگی اور اگر منکر ہو تو مقبول نہوگی خواہ انکی مان اسکی مدعیہ
ہو یا منکرہ ہو اور جس صورت مین انکی گواہی مقبول ہوئی ہو تو حد زنا انکے بھائی پر قائم کیجائیگی اور عورت پر بھی اگر اپنی
راضی سے زنا کیا ہو قائم کیجاویگی یہ محیط مین ہو - اور اگر چار نصرانیون نے دو نصرانیون پر زنا کرنے کی گواہی دی اور قاضی
نے انکی گواہی پر حکم دیدیا پھر مرد یا عورت مسلمان ہوگئی تو فرمایا کہ دونون سے حد ساقط ہوجائیگی اور پھر اگر اسکے بعد گواہ
لوگ بھی مسلمان ہوگئے تو کچھ نہ ہوگا خواہ وے گواہی کو اعادہ کرین یا نہ کرین - اور اگر انھون نے دو مردون اور دو
عورتون پر زنا کی گواہی دی پھر حاکم نے انکے اوپر حد کا حکم دیدیا تو دونون مردون یا دونون عورتون مین سے ایک
مسلمان ہوگیا تو جو مسلمان ہوا ہو اس سے اور اسکے ساتھی سے حد ساقط ہوگی اور جو نہین مسلمان ہوا ہی اسپر اسی طرح
حد سے کی ساقط نہ ہوگی یہ مبسوط مین ہو - اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر مشہود علیہ بزنا یعنی جسپر زنا کی گواہی دی گئی ہو دو گواہ
لایا کہ جنھون نے ان گواہون مین سے ایک گواہ پر جسنے اسپر زنا کی گواہی دی ہو یہ گواہی دی کہ یہ گواہ محدود القذف
ہو تو قاضی ان دونون گواہون سے دریافت کریگا کہ اس گواہ پر حد قذف کیونکر قائم ہوئی ہو یعنی کسنے قائم کی ہو اور
اسکی وجہ یہ ہو کہ اگر حد قذف از جانب سلطان یا نائب سلطان قائم ہوئی ہو تو ایسے گواہ کی گواہی باطل ہوگی اور اگر
رعایا مین سے کسی نے بغیر اجازت امام المسلمین کے اسپر حد قذف قائم کردی ہو تو اسکی گواہی اس طرح محدود ہونے سے باطل
نہوگی لہذا ضرور ہوا کہ یہ دریافت کیا جاوے کہ کسنے اسپر حد قائم کی ہو - اور اگر اسکے دونون گواہون نے کہا کہ اس گواہ کو
قاضی پرگنہ فلان نے حد قذف کی سزا دی ہو اور اس قاضی کا نام بیان کردیا پس اس گواہ نے جسپر محدود القذف
ہونے کی گواہی دی گئی ہو کہا کہ مین گواہ پیش کرتا ہون اس قاضی کے اقرار کی کہ اسنے [illegible] اور دونون
فریق گواہون نے اسکی کوئی تاریخ و وقت نہین بیان کیا تو قاضی اسکے محدود القذف ہونے کا حکم دیگا [illegible]

گواہی گواہان اقرار مذکور سے کہ محدود القذف ہونے کا حکم دینے سے باز نہ رہیگا۔ اور اگر گواہوں نے اسکی حد مار‌ی جانے کا کوئی وقت بھی بیان کیا ہو مثلاً کہا کہ قاضی کوفہ فلان نے اسکو حد قذف سنہ چارسوستاون میں ماری ہو پھر مشہود علیہ نے گواہ قائم کیے کہ یہ قاضی سنہ چارسوپچپن میں مرگیا ہو یا اس امر پر گواہ قائم کیے کہ یہ قاضی سنہ چارسوستاون میں فلان ملک دیگر کو گیا تھا تو قاضی اسکے محدود القذف ہونے کا حکم دیدیگا اور اسکے گواہوں کی طرف التفات نکریگا الا آنکہ انمیں سے کوئی بات مشہور ہو مثلاً قاضی مذکور کا مرنا اسوقت سے جو گواہان مشہود علیہ کے شاہد کے محدود ہونے کا بیان کیا ہو پہلے واقع ہونا تمام میں عام مشہور ہو گیا ہو کہ ہر صغیر و کبیر و عالم و جاہل اسکو جانتا ہو یا مثلاً جس سال میں گواہوں نے اسپر حد قذف قائم کی جانی بیان کی ہو اس سال قاضی مذکور کا دوسرے ملک میں ہونا مشہور معروف ہو کہ اسکو ہر صغیر و کبیر و عالم و جاہل جانتا ہو تو ایسی صورت میں قاضی اسکے محدود القذف ہونے کا حکم نہ دیگا اور مشہود علیہ پر حد زنا کا حکم دیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مشہود علیہ نے یعنی جسپر زنا کی گواہی دی گئی ہو دعوی کیا کہ یہ گواہ محدود القذف ہو اور میرے پاس اسکے گواہ ہیں تو اسکے اور مجلس سے اٹھنے کے درمیان مہلت دیجائیگی بدون اسکے کہ وہ کفیل بالطبع کیا جاوے پس اگر وہ گواہ لایا تو اسپر حد قائم کیجائیگی پس اگر اسنے اقرار کیا کہ میرے گواہ شہر میں موجود نہیں ہیں اور درخواست کی کہ چند روز مجھے مہلت دیجاوے تو قاضی اسکو مہلت نہ دیگا۔ اور اگر مشہود علیہ نے کچھ دعوی نہ کیا بلکہ کسی شخص دیگر نے گواہوں میں سے کسی پر دعوی کیا کہ اسنے مجھے قذف کیا ہو تو مشہود علیہ قید رکھا جائیگا اور مقذوف کے گواہوں کا حال دریافت کیا جائیگا پس اگر انکی تعدیل کی گئی تو حد قذف پہلے ماری جائیگی پس مشہود علیہ سے حد زنا ساقط کیجائیگی۔ اور اسی طرح اگر گواہان زنا میں کسی نے قاضی کے سامنے کسی کو قذف کیا پس اگر مقذوف یعنی جسکو تہمت لگائی ہو آیا اور اسنے حد قذف کا مطالبہ کیا تو اسپر حد قذف قائم کیجائیگی اور حد زنا ساقط ہو جائیگی اور اگر مقذوف نہ آیا تاکہ اپنے حد قذف کا مطالبہ کرے تو حد زنا قائم کر دیجائیگی اور اگر حد زنا قائم کی جانے کے بعد مقذوف نے آکر حد قذف کا مطالبہ کیا تو اسکے واسطے حد قذف بھی ماری جائیگی۔ اور اسی طرح اگر بجائے قاذف کے چور ہو یا گواہی اور کسی حق کی حقوق العباد میں سے ہو تو بھی یہی حکم ہو یہ مبسوط میں ہو اور اگر چار مردوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی اور ہنوز تعدیل گواہوں کی نہ ہوئی تھی کہ مشہود علیہ کو کسی نے قتل کر ڈالا تو عمداً قتل کرنے میں قصاص اور خطاءً قتل کرنے میں دیت قاتل کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اسی طرح اگر بعد تعدیل گواہوں کے اسکو قتل کیا اور ہنوز حکم رجم نہیں ہوا ہو تو بھی یہی حکم ہو یہ کافی میں ہو اور جیسے ان دونوں صورتوں میں اسکی ضمان نفس واجب ہوتی ہو یعنی بالکل قتل کر دیا تو دیت یا قصاص واجب ہوتا ہو اسی طرح اگر اسکے اطراف میں سے کوئی عضو کاٹ ڈالا یا ضائع کیا تو اسکی ضمان بھی واجب ہوگی جیسے اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا یا آنکھ پھوڑ دی تو ضامن ہوگا یہ محیط میں ہو۔ اور اگر اسکے رجم کا حکم دیا گیا ہو پھر اسکو کسی نے عمداً یا خطاءً قتل کیا تو اسپر کچھ نہیں ہو یہ کافی میں ہو اور جس طرح اس صورت میں اسکے نفس کی ضمان واجب نہیں ہوتی ہو ویسے ہی اس صورت میں اسکے اطراف کی ضمان بھی واجب نہوگی اور اگر قاتل کے قتل کرنے کے بعد اس صورت میں گواہوں نے رجوع کیا تو قاتل پر کچھ واجب نہوگا یہ محیط میں ہو۔ اور اگر بعد حکم ہو جانے کے اسکو عمداً قتل کر دیا پھر گواہ غلام یا کفار پائے گئے یا محدود القذف نکلے تو قیاس چاہتا ہو کہ قصاص واجب ہو اور استحساناً مقتول کی دیت قاتل کے مال سے تین سال میں واجب ہوگی۔ اور اگر قاتل نے اسکو بطریق رجم قتل کیا ہو پھر گواہان مذکور غلام نکلے تو اسکی دیت بیت المال سے واجب ہوگی اسواسطے کہ قاتل نے

جو کچھ کیا وہ با مر امام المسلمین کیا ہی بخلاف اسکے اگر اسکو تلوار سے قتل کیا تو بسبب امام کی فرمان برداری نہین کی پس
یہ حکم نہوگا یہ کافی مین ہی۔ اور اگر گواہون نے ایک مرد پر گواہی دی کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ اسنے اس عورت سے
وطی کی اور یہ نہ کہا کہ اس سے زنا کیا تو انکی گواہی باطل ہی اور اسی طرح اگر کہا کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ اسنے اس عورت
سے جماع کیا یا مباضعت کی تو بھی یہی حکم ہی اور گواہون پر حد نہ واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر گواہون نے
ایک مرد پر زنا کی گواہی دی اور کہا کہ ہمنے عمداً نظر ڈالکر دیکھا ہی تو انکی گواہی مقبول ہوگی یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر
گواہون نے کہا کہ ہمنے تلذذ کے واسطے عمداً نظر ڈالی تو بالاجماع قبول نہ ہوگی یہ فتح القدیر مین ہی چار گواہون نے ایک
مرد پر زنا کی گواہی دی پس امام نے اسکو حد مارنی چاہی پھر ان گواہون مین سے ایک نے دوسرے کو تہمت لگائی
یعنے قذف کیا پس بخوف اس امر سے ڈر کہ اگر مین حد قذف کا مطالبہ کرتا ہون تو گواہی باطل ہو جائیگی پس اسکا مطالبہ
نہ کیا تو فرمایا کہ انکی گواہی جائز ہی اور مشہود علیہ کو سزا سے حد دیجاویگی یہ مبسوط مین ہی۔ چار گواہون نے ایک مرد
پر زنا کی گواہی دی اور دو گواہون نے اسپر محصن ہونے کی گواہی دی پس قاضی نے رجم کا حکم دیدیا اور وہ رجم کیا
گیا کہ اسی درمیان مین گواہان احصان نے رجوع کر لیا یا وہ غلام نکلے اور [illegible] نے زخمی کیا ہی مگر
وہ مرا نہین ہی تو قیاس چاہتا ہی کہ اسپر سو کوڑے کی حد قائم کیجاوے اور یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہی اور
استحساناً اس سے سزاے جلد اور باقی رجم سب دور کیے جاوینگے اور پھر دو گواہ لوگ بھی جراحت کی بابت کچھ ضامن
نہونگے اور نہ تاوان بیت المال پر ہوگا چار گواہون نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی اور اسکے احصان پر کسی نے گواہی
نہ دی پس قاضی نے اسکے درے مارنے کا حکم دیدیا پھر دو گواہون نے اسپر بعد پورے سو درے مارے جانے کے محصن
ہونے کی گواہی دی تو بر قیاس اول اس صورت مین بھی یہ حکم ہوگا کہ رجم کیا جاوے اور استحسان یہ ہی کہ رجم نہ کیا جائیگا
اور اس مسئلہ مین ہمارے علماء نے استحسان ہی کو لیا ہی اور صورت اولی مین قیاس کو اختیار کیا ہی اور [illegible]
بیان کیا اس صورت مین ہی کہ اسپر پورے درے مارے گئے ہون اور اگر ہنوز پورے درے نہین مارے گئے کہ دو گواہون
نے اسپر محصن ہونے کی گواہی دی تو رجم جاری کرنے سے مانع نہ ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر چار مردون نے ایک مرد
پر زنا کی گواہی دی پس اسنے شبہہ کا دعوے کیا کہ مین نے اسکو اپنی جورو یا باندی گمان کیا تھا تو اسکے ذمہ سے حد
ساقط نہوگی اور اگر کہا کہ یہ میری جورو یا باندی ہی تو اسپر حد نہ ہوگی اور گواہون پر بھی نہ ہوگی یہ سراج وہاج مین
ہی۔ اور اگر گواہون نے گواہی دی کہ اسنے اس باندی سے زنا کیا پس اسنے کہا کہ مین اسکو خرید کر چکا تھا بخرید
فاسد یا بشرط خیار البائع یا صدقہ یا ہبہ کا دعوی کیا یا کہا کہ مین نے اس سے نکاح کر لیا تھا اور گواہون نے کہا کہ اسنے
اقرار کیا ہی کہ یہ مین میری کوئی مالک نہین تو حد اسکے ذمہ سے دفع کیجائیگی اسواسطے کہ شبہہ موجود ہی اور اسی طرح حرہ کی
صورت مین بھی روایت ہی کہ اگر مشہود علیہ نے کہا کہ مین اسکو خرید چکا تھا تو اس سے حد دور کیجائیگی۔ اور اسی طرح اگر
گواہون نے کہا کہ یہ اسکو آزاد کر چکا تھا پھر اس سے زنا کیا ہی اور وہ آزاد کرنے سے انکار کرتا ہی تو بھی یہی حکم [illegible]
ہی۔ اور اگر گواہون نے ایک مرد اور ایک عورت پر گواہی دی پس عورت نے دعوی کیا کہ اسنے مجھسے زبردستی
ایسا کیا ہی اور گواہون نے اسکی گواہی نہین دی بلکہ یہ کہا کہ اس عورت نے اسکی موافقت کی تو عورت پر بھی حد [illegible]
ہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر گواہون نے ایسی حد کی گواہی دی جسکا عہد متقادم ہو گیا ہی یعنے زنا کو زیادہ گذرا ہی تو [illegible]

سزا نہ دیجائیگی سواے حد قذف کے یہ کنز میں ہے۔ اور اگر زنا متقادم کی گواہی دی تو اسمین اختلاف ہے بعض نے کہا کہ
گواہوں کو حد قذف ماریجائیگی اور بعض نے کہا کہ انکو بھی حد نہ ماریجائیگی یہ فتاوے قاضیخان میں ہے اور تقادم میں یہ شرط ہے کہ
بغیر عذر دیر کی گئی ہو اور اگر بعذر ہو جیسے مرض یا دوری مسافت یا خوف راہ وغیرہ تو گواہی مقبول ہوگی اور مشہود علیہ کو
حد ماری جائیگی یہ نہر الفائق میں ہے۔ اور تقادم جیسے ابتداءً قبول شہادت سے مانع ہے ویسے ہی بعد قضا کے اقامت
سے مانع ہے اور یہ حکم ہمارے نزدیک ہے چنانچہ اگر تھوڑی حد قائم کیے جانے کے بعد وہ بھاگ گیا پھر تقادم عہد کے بعد گرفتار ہو کر
آیا تو اسپر باقی حد قائم نہ کیجائیگی۔ اور تقادم میں اختلاف ہے کسقدر مدت میں تقادم ہوتا ہے تو امام محمد رحمہ سے مروی ہے
کہ انھوں نے تقادم کی مدت ایک مہینہ مقرر کیا ہے اور یہی روایت امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح سے ہے اور یہی اصح ہے
یہ ہدایہ میں ہے۔ اور شرا بخواری کے سواے حدود میں تقادم کی تقدیر ایک مہینہ ہے بالاتفاق۔ اور رہی شرا بخواری سو
امام محمد رح کے نزدیک اسمین بھی یہی تقدیر ہے اور شیخین کے نزدیک اسمین بو شراب کی زائل ہو جانے تک کی تقدیر ہے
یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر اُس نے حد متقادم کا اقرار کر لیا تو اسکو حد کی سزا دیجائیگی سواے شرا بخواری کے
یہ شرح وقایہ میں ہے جسنے کسی عورت معین یا غیر معین سے زنا کرنے کا اقرار چار مرتبہ کیا پھر عورت حاضر ہوئی
تو وہ حال سے خالی نہیں یا تو مرد پر حد قائم کیے جانے سے پہلے حاضر ہوئی یا بعد مرد پر حد قائم کیے جانے کے حاضر
ہوئی پس اگر مرد پر حد قائم کیے جانے کے بعد حاضر ہوئی اور اسنے بھی مثل مرد کے اقرار کیا تو اسپر بھی حد قائم
کی جائیگی اور اگر اسنے انکار کیا اور مرد مذکور پر قذف کرنے کا دعوے کیا تو مرد مذکور کو حد قذف نہ ماری جائیگی
کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ مرد پر دو حدیں واجب نہ ہونگی ایک حد تو ہم اسپر قائم کر چکے ہیں پس دوسری اسپر قائم
نہ ہوگی اور اگر مرد پر حد قائم کیے جانے سے پہلے حاضر ہوئی پس اگر اسنے زنا سے انکار کیا اور نکاح کا دعوی کیا تو حد
دونوں سے ساقط ہوگی اور مرد پر عقر واجب ہوگا اور اگر اسنے نکاح کا دعوی نہ کیا اور زنا سے انکار کیا اور مرد پر
حد قذف کا دعوے کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک مرد سے حد زنا ساقط ہوگی اور اسی طرح اگر عورت مقر ہوئی اور
مرد غائب ہو تو مرد کا حکم بھی اس باب میں مثل حکم عورت کے ہے یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر مرد مذکور پر حد قائم
کیے جانے کے بعد عورت حاضر ہوئی اور اسنے نکاح کا دعوی کر کے اپنے مہر کا مطالبہ کیا تو اسکے واسطے کچھ مہر نہوگا یہ مبسوط
میں ہے منتقی میں لکھا ہے کہ ایک مرد نے زنا کا اقرار کیا اور وہ محصن ہے پس قاضی نے اسکے رجم کا حکم دیا پس لوگ اسکو رجم
کرنے کو لے گئے پس اسنے اپنے اقرار سے رجوع کیا پس اسکو ایک شخص نے قتل کر ڈالا یعنی بطور رجم کے تو قاتل پر کچھ
نہوگا جبتک کہ قاضی اس سے رجم کو باطل نکرے اور اگر قاضی نے اُس سے حکم رجم باطل کیا پھر اسکو کسی نے قتل کیا تو
اُسکے قصاص میں قتل کیا جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اصل میں امام ابو حنیفہ رح سے مذکور ہے کہ ایک شخص نے زنا کا اقرار کیا
اور عورت نے اکراہ کا دعوی کیا کہ اسنے مجھ سے زبردستی ایسا کیا ہے تو امام نے فرمایا کہ مرد کو حد کی سزا دیجائیگی اور عورت
پر حد نہیں قائم کیجائیگی یہ ایضاح میں ہے جو شخص کہ دار الحرب میں مسلمان ہوا ہے اگر اسنے اقرار کیا کہ میں نے دار الحرب میں زنا
کیا قبل مسلمان ہونے کے تو اسپر حد نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مرد مسلمان دار الحرب میں امان لیکر داخل ہوا اور
وہاں کسی مسلمان عورت یا ذمیہ عورت سے زنا کیا پھر وہاں سے دار الاسلام میں آیا اور زنا کرنے کا اقرار کیا تو ہمارے نزدیک
اسکو حد نہ ماری جائیگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر غلام نے بعد آزاد ہونے کے اقرار کیا کہ میں نے غلام ہونے کی حالت میں زنا

کیا تھا تو اُسپر غلامون کی حد قائم کیجائیگی اور غلام پر حد اُسکے اقرار سے اور سوائے اقرار کے اور امور جو موجب ہوتے ہین پائے جانے سے بھی قائم ہوتی ہو اگرچہ اُسکا مولے غائب ہو اور چوری کے ہاتھ کاٹے جانے اور قصاص کا بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین ہو۔ اور اگر دو مرتبہ زنا کا اقرار کیا اور دو گواہون نے زنا پر گواہی دی تو اسکو حد نہ ماری جائیگی یہ تتارخانیہ مین ہو۔

پانچوان باب شرابخواری کی حد مین ۔ ایک شخص نے شراب پی اور پکڑا گیا اور ہنوز اُسکی بدبو موجود ہی یا اُسکو پکڑ لائے درحالیکہ وہ نشہ مین مست تھا پس گواہون نے اسپر شرابخواری کی گواہی دی تو اسپر حد واجب ہوگی قال المترجم یعنے اسی درے۔ اسی طرح اگر اُسنے خود اقرار کیا اور بدبو موجود ہو تو بھی یہی حکم ہو خواہ اُسنے تھوڑی شراب پی ہو یا بہت۔ اور اگر اُسنے بدبو جاتی رہنے کے بعد اقرار کیا تو امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اسکو حد نہ ماری جائیگی اور اسی طرح اگر بدبو جاتی رہنے کے بعد اور نشہ زائل ہونے کے بعد اسپر گواہون نے گواہی دی تو بھی شیخین کے نزدیک اسکو حد نہ ماری جائیگی۔ اور اگر گواہون نے اسکو ایسی حالت مین پکڑا کہ اُسکے منہ سے بدبو آتی ہو یا نشہ مین ہو پس اسکو یہان سے اس شہر کو لے چلے جہان امام موجود ہو پس اسکے پاس پہونچنے سے پہلے بدبو و نشہ جاتا رہا تو مرد مذکور کو بالاجماع حد ماری جائیگی یہ سراج وہاج مین ہو۔ اور اگر نشہ کی بیہوشی نے اپنے اوپر شرابخواری کا اقرار کیا تو اُسکے اقرار پر اُسکو حد نہین ماری جائیگی یہ ہدایہ مین ہو۔ اور نشہ شراب کے بیان مین اختلاف ہو چنانچہ امام ابو حنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ نشہ شراب کا مست وہ ہو کہ زمین کو آسمان سے نہ پہچانتا ہو اور مرد کو عورت سے نہ شناخت کرتا ہو اور صاحبین رحمہما اللہ نے کہا کہ سکران وہ ہو کہ اسکا کلام مختلط ہو کہ غالب کلام اسکا ہذیان ہو جاوے تو وہ سکران یعنی نشہ شراب کا مست ہی اور صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہو۔ اور اگر قاضی کے پاس گواہون نے ایک مرد پر شرابخواری کی گواہی دی تو قاضی انسے دریافت کریگا کہ شراب کیا چیز ہو پھر دریافت کریگا کہ اُسنے کیونکر پی ہو اسواسطے کہ احتمال ہو کہ اُسنے مجبوری زبردستی پی ہو پھر دریافت کریگا کہ کب پی ہو کیونکہ احتمال تقادم ہو پھر دریافت کریگا کہ کہان پی ہو اسواسطے کہ احتمال ہو کہ اُسنے دارالحرب مین پی ہو یہ فتاوے قاضیخان مین ہو پس اگر گواہون نے ان سب کو ٹھیک بیان کیا تو قاضی اس مشہود علیہ کو قید کر رکھیگا تاکہ گواہون کی عدالت دریافت کرے اور ظاہر عدالت پر حکم نہ کریگا اور جسپر شرابخواری کی گواہی دی ہو ضرور ہو کہ وہ عاقل بالغ مسلمان و ناطق ہو پس طفل پر ایسی حد نہین ہو اور نہ مجنون اور نہ کافر پر ہو اور خانیہ مین لکھا ہو کہ گونگے کو بھی حد شرابخواری نہ ماری جائیگی خواہ گواہون نے اسپر گواہی دی ہو یا اُسنے خود ایسے اشارہ سے بتلایا کہ جو اسکی طرف سے معاملات مین اقرار شمار کیا جاتا ہو۔ اور راندے کو ایسی حد ماری جائیگی یہ بحر الرائق مین ہو۔ اور اگر دارالاسلام مین مسلمان نے شراب پی اور کہا کہ مین نے اسکے حرام ہونے کو نہین جانا تھا تو اسکو حد ماری جائیگی یہ سراجیہ مین ہو اور اگر ایک شخص پر شرابخواری کی گواہی دی گئی اور اُسنے دعوی کیا کہ مین دودھ سمجھکر پی گیا تھا یا کہا کہ مین اسکو شراب نہین جانتا تھا تو یہ قول اسکا مقبول نہوگا اور اگر کہا کہ مین اسکو نبیذ سمجھتا تھا تو یہ قول اُسکا قبول ہوگا یہ بحر الرائق مین ہو۔ شراب کا پینا دو مردون کی گواہی سے یا خود ایک مرتبہ اقرار کرنے سے ثابت ہو جاتا ہو اور اسمین مردون کے ساتھ عورتون کی گواہی نہین قبول ہوتی ہو یہ ہدایہ مین ہو۔ اور جو شخص حالت نشہ مین ہو اور گواہون نے اسپر شرابخواری کی گواہی دی تو اسپر حد نہین قائم کیجائیگی یہان تک کہ اُسکو ہوش ہو جاوے اور نشہ اُتر جاوے پھر جب فاقہ ہوگیا تو اسپر حد قائم کیجائیگی خواہ شراب کی بدبو اس سے جاتی رہی ہو یا نہ گئی ہو مسلمان نے اگر شراب قے کی تو اسکو حد نہین

ماری جائیگی کیونکہ جائز ہے کہ زبردستی اسکو پلائی گئی ہو اور بسبب ان کے منہ سے شراب کی بدبو پائی جانے سے اسکو حد نہ ماری جائیگی تا وقتیکہ گواہ اسکی شراب خواری کی گواہی نہ دیں با وجودیکہ ایک مرتبہ اقرار نہ کرے۔ اور اگر دو گواہوں میں سے ایک نے گواہی دی کہ اسنے شراب پی ہے اور دوسرے نے کہا کہ اسنے شراب قے کی ہے تو اسکو حد نہ ماری جائیگی اور اسی طرح اگر دونوں نے اسکے شراب پینے پر گواہی دی اور بدبو اس سے پائی جاتی ہے لیکن دونوں گواہوں نے وقت میں اختلاف کیا تو بھی حد نہ ماری جائیگی اور اسی طرح اگر ایک نے اسکے شراب پینے کی اور دوسرے نے اسکے اقرار شرابخواری کی گواہی دی تو بھی حد نہ ماری جائیگی اور اسی طرح اگر ایک نے گواہی دی کہ یہ خمر سے نشہ میں ہوا ہے اور دوسرے نے کہا کہ سکر سے نشہ میں ہوا ہے تو بھی اسکو حد نہ ماری جائیگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر بنج سے نشہ میں ہو گیا تو اسپر حد واجب ہونے میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اسکو حد نہ ماری جائیگی اور سوائے خمر کے جو ہاسے وہ انگور تر و خشک وغیرہ سے جو شرابیں بنائی جاتی ہیں اگر اسنے بیہوش ہو تو اسکو حد نہ ماری جائیگی۔ انگور کا آب خام اگر اسمیں غلیان و جوش شدید ہوا مگر جھاگ نہیں نکلے اور اسکو کوئی پی گیا اور نشہ میں ہو گیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اسپر حد نہیں ہے اور وہ اسکی مثل شیرۂ انگور کے ہے۔ اور جو اشربہ کہ چھوہارے و منقہ کے مثل گیہوں و جو و جوار و آلو بخارا وغیرہ سے بنائی جاتی ہیں جبتک کہ وہ شیریں ہوں تو اسکا پینا حلال ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور جو شخص کہ نبیذ سے نشہ میں ہوا اسکو حد ماری جائیگی مگر بیہوش کو اسوقت تک ماری نہ جائیگی جبتک یہ معلوم نہ ہو جاوے کہ یہ نبیذ سے نشہ میں ہوا اور اسنے بلا جبر کے بطوع خود پی ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور جس نے دردی خمر پی تو اسکو حد نہ ماری جائیگی جبتک کہ وہ نشہ میں ہو جاوے اگر نشہ ہو جاوے تو حد ماری جائیگی ورنہ نہیں اور جو شخص کہ منصف یا مثلث پی کر نشہ میں ہو گیا تو اسکو حد ماری جائیگی اور اگر نبیذ شہد یا مرز یا جو یا شیر یا وہ خمر سے نشہ میں ہو گیا تو اسکو حد نہ ماری جائیگی یہ سراجیہ میں ہے۔ اور اگر خمر کو پانی یا دودھ یا تیل وغیرہ مائعات میں سے کسی کے ساتھ مخلوط کر دیا پس اگر خمر غالب ہو اور اسمیں سے کوئی قطرہ پی لیا تو اسکو حد ماری جائیگی اور اگر خمر مغلوب ہو گی تو اسکا پینا حلال نہیں ہے مگر جبتک نشہ نہ ہو جاوے تب تک حد واجب نہ ہو گی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور سکر و خمر کی حد اگر چہ ایک ہی قطرہ پیا ہو اسی (۸۰) کوڑے ہیں یہ کنز میں ہے اور مثل زنا کے کوڑوں کے اسکے بدن پر متفرق جگہ مارے جاوینگے اور چہرہ و سر مثل حد زنا کے بچایا جائیگا اور مشہور روایت کے موافق جسکو یہ حد ماری جاویگی وہ سوائے ستر کے ننگا کر دیا جائیگا۔ اور اگر غلام ہو گا تو اسپر چالیس ہی کوڑے ہیں اور جسنے خمر و سکر پینے کا اقرار کیا پھر رجوع کیا تو اسکو حد نہ ماری جائیگی یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور ذمی پر کسی شراب پینے میں حد نہیں ہے اور امام المسلمین کے پاس اگر ایک شخص لایا گیا جس نے شراب پی ہے اور دو گواہوں نے اسپر اسامر کی گواہی دی پس اس نے کہا کہ میں خمر خواری پر مجبور کیا گیا تھا تو عذر نامقبول ہو کر اسپر حد قائم کیجائیگی اور اسمیں و جسپر زنا کی گواہی دی گئی اور اسنے یوں دعوی کیا کہ میں نے نکاح کر لیا تھا ان دونوں میں فرق ہے اسوجہ سے کہ جسپر زنا کی گواہی دی گئی ہے وہ اس سبب کے پائے جانے سے جو موجب حد ہے انکار کرتا ہے اسواسطے کہ یہی فعل وطی بسبب نکاح کے زنا ہونے سے خارج ہو گا اور جسپر شراب خواری کی گواہی دی گئی ہے اسکے اکراہ کے عذر سے بسبب حد منعدم نہیں ہوتا ہے کیونکہ شراب کا پینا درحقیقت منعدم نہیں ہوتا ہے ہاں یہ ایک عذر ہے کہ جس سے حد ساقط ہو سکتی ہے بشرطیکہ ثابت ہو جاوے لہذا بدون اکراہ پر گواہ قائم کیے اسکا عذر مذکور ثابت نہ ہو گا یہ ظہیریہ میں ہے

چھٹا باب حد القذف اور تعزیر کے بیان میں۔ واضح ہو کہ شرع میں قذف کرنا زنا کرنا کسی کے ذمہ لگانے کو کہتے ہیں۔ اور اگر کسی مرد نے دوسرے مرد محصن یا عورت محصنہ کو صریح زنا کے ساتھ قذف کیا یعنی مثلاً کہا کہ تو نے زنا کیا یا اے زانی پس اگر مقذوف نے نالش کر کے مطالبہ کیا تو قاذف کو حاکم اسی کوڑے ماریگا اگر آزاد ہوا اور اگر غلام ہو گا تو چالیس کوڑے ماریگا یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور سوائے پوستین و حشو کے اُسکے کپڑے اُسکے بدن سے نہ اُتارے جاوینگے اور کوڑے اُسکے بدن پر متفرق جگہوں پر مارے جاوینگے جیسے زنا کی حد میں ہے یہ شرح نقایہ ابو المکارم میں ہے۔ اور قذف کا ثبوت قاذف کے خود ایک مرتبہ اقرار کرنے سے یا دو مردوں کی گواہی سے ہو جاتا ہے جیسے اور سب حقوق میں حکم ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور مردوں کے ساتھ عورتوں کے گواہ ہونے سے نہیں ثابت ہوتا ہے اور گواہی پر گواہی ہونے سے نہیں ثابت ہوتا اور اگر ایک قاضی کا خط بنام دوسرے قاضی کے دربارۂ ثبوت قذف ہو تو دوسرے قاضی کے نزدیک ثبوت نہ ہو گا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر اُسنے قذف کا اقرار کیا پھر رجوع کر لیا تو رجوع مقبول نہ ہو گا یہ کافی میں ہے۔ اور قاذف پر حد قذف واجب ہونے کی شرط یہ ہے کہ مقذوف محصن ہو اور محصن ہونے کی پانچ شرطیں ہیں یعنی آزاد و عاقل و بالغ و مسلمان و عفیف ہو کہ اُسنے تمام عمر میں کسی عورت سے زنا یا وطی بشبہہ یا بنکاح فاسد نہ کی ہو یہ شرح طحاوی میں ہے پس اُسکا احصان ہر وطی حرام سے جو غیر ملک میں واقع ہو باطل ہو جائیگا خواہ عورت صغیرہ ہو یا کبیرہ ہو خواہ ایسی باندی ہو جو استحقاق میں لے لی گئی ہو یا کسی مرد کی تین طلاق دی ہوئی معتدہ ہو یا بائنہ ہو یا کسی باندی سے وطی کی پھر اسکی خرید کا دعوے کیا یا اُس سے نکاح کا دعوے کیا یا اپنے اور دوسرے کے درمیان مشترکہ باندی سے وطی کی یا ایسی عورت سے وطی کی جو وطی کرانے پر مجبور کی گئی یا ایسی عورت سے وطی کر لی جو شبہ زفاف میں اسکی جورو کی جگہ بھیجی گئی یا اُسنے اپنے کفر کی حالت میں یا دار الحرب میں یا حالت جنون میں وطی کی یا اپنی ایسی باندی سے وطی کی جو ہمیشہ کے واسطے بسبب رضاعت کے حرام ہو گئی ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور یہی صحیح ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر ایسی باندی خریدی جس سے اسکا باپ وطی کر چکا ہے یا خود اسکی ماں سے وطی کر چکا ہے پھر اس سے وطی کی پھر اسکو کسی نے قذف کیا تو بالاجماع قاذف پر حد نہ ہو گی۔ اور اگر ایسی باندی خریدی جسکی ماں کو یا بیٹی کو شہوت سے چھوا ہے یا اسکی ماں یا بیٹی کی فرج کو بنظر شہوت دیکھا ہے یا اُسکے باپ یا بیٹے نے اُسکی فرج کو شہوت سے دیکھا ہے پھر اُس سے وطی کر لی تو امام ابو حنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ اُسکا احصان زائل نہ ہو گا اور اُسکے قاذف کو حد ماری جائیگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ اسکا احصان زائل ہو گا اور اُسکے قاذف کو حد نہ ماری جائیگی اور اسی طرح اگر ایسی صورت کی عورت سے نکاح کر کے اس سے وطی کی تو اسمیں بھی ایسا ہی اختلاف ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر ایسے مرد کو قذف کیا جس نے اپنی ماں سے وطی کی درحالیکہ اسکی ماں مجوسیہ ہے یا نکاح کی ہوئی ہے یا باندی بطور خرید فاسد کے خریدی ہوئی ہے یا اسکی جورو ہے جس سے حالت حیض میں وطی کی یا اُس سے ظہار کیا تھا یا فرض روزے سے تھی حالانکہ یہ اسکے روزہ دار ہونے کو جانتا تھا یا باندی حالت کتابت میں تھی تو اُسکے قاذف کو حد قذف کی سزا دیجائیگی یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور نوادر میں لکھا ہے کہ چار جورو نکاحی موجود ہیں پھر پانچویں سے نکاح کر کے اُس سے بھی وطی کر لی تو اُسکے قاذف کو حد قذف نہ ماری جائیگی۔ اور اگر مسلمان نے اپنی مرتدہ باندی سے وطی کی تو اُسکا احصان زائل نہ ہو گا اور اُسکے قاذف کو حد ماری جائیگی اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر اپنی ایسی باندی سے وطی کی جو اپنے کسی شوہر کی عدت میں ہے تو میرے نزدیک

اسکا احصان زائل نہ ہوگا اور نہین اُسکے قاذف کو حد ماری جائیگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر آزاد نے جورو پر ایک باندی سے
نکاح کیا یا دو بہنون سے ایک عقد مین نکاح کیا یا ایک عورت اور اس عورت کی پھوپھی سے ایک عقد مین نکاح کیا
تو ایسے عقود فاسدہ سے جو وطی واقع ہو وہ احصان کو زائل کر دیتی ہے اور اسی طرح اگر ایک عورت سے نکاح کرکے
اس سے وطی کر لی پھر معلوم ہوا کہ یہ عورت اسپر بسبب مصاہرت کے حرام تھی تو بھی یہی حکم ہے یہ امام اعظم رح و امام محمد رح
کا قول ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے اپنے پسر کی باندی سے وطی کی کہ جس سے وہ حاملہ ہو گئی یا نہوئی تو اسکا احصان
ساقط نہ ہوگا چنانچہ اُسکے قاذف کو حد قذف ماری جائیگی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ہر وطی کرنے والا جسکے ذمہ سے
حد دور کیجاتی ہے اور اسپر مہر قرار دیا جاتا ہے اور بچہ کا نسب اس سے ثابت کیا جاتا ہے تو ایسے وطی کرنے والے کا احصان
ساقط نہین ہوتا ہے چنانچہ مین اُسکے قاذف کو حد مارونگا اور اسی طرح اگر کسی کی باندی سے بغیر اجازت اُسکے مولی کے
نکاح کیا اور اس سے دخول کیا تو مین ایسے شخص کے قاذف کو حد مارونگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر کسی عورت سے بغیر
گواہون کے نکاح کر لیا یا ایسی عورت سے نکاح کیا کہ جسکو جانتا ہے کہ اسکا شوہر موجود ہے یا کسی دوسرے کی عدت مین ہے
یا کسی اپنے ذی رحم محرم سے جان بوجھ کر نکاح کیا پھر اُس سے وطی کی تو ایسے شخص کے قاذف پر کچھ حد واجب نہ ہوگی اور
اگر ان دونون مین سے کوئی صورت بغیر علم کے کی تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اسکے قاذف کو حد ماری جائیگی یہ
جوہرہ نیرہ مین ہے۔ ذمی نے اگر ایسی عورت سے نکاح کیا جس سے اسکے دین مین نکاح کرنا حلال تھا جیسے اپنی
ذی رحم محرم سے نکاح کیا پھر مسلمان ہو گیا پھر اسکو کسی نے قذف کیا پس اگر اُسنے بعد مسلمان ہونے کے اس عورت سے
وطی کی ہے تو اُسکے قاذف پر حد نہ ہوگی اور اگر بحالت کفر مین دخول کر چکا ہے تو بھی صاحبین رح کے قول پر یہی حکم ہے اور
امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے قاذف پر حد واجب ہوگی یہ شرح طحاوی مین ہے۔ اور اگر کوئی شخص ایسی دو باندیون کا مالک
ہوا جو آپس مین بہنین ہین پھر ان دونون سے وطی کر لی تو اُسکے قاذف کو حد قذف کی سزا دیجائیگی یہ مبسوط مین ہے
اور اگر ایسی عورت کو قذف کیا جسکو زنا کی وجہ سے پہلے حد ماری گئی ہے تو اُسکے قاذف پر حد نہ ہوگی اور اگر ایسی
عورت ہو کہ اُسکے ساتھ علامت زنا کی ہو اور وہ یہ ہے کہ قاضی نے اسکے اور اُسکے شوہر کے درمیان لعان کرا کے
اُسکے بچہ کا نسب اسکے شوہر سے قطع کر کے اسکے ساتھ لاحق کیا ہو یا ایسی عورت ہو کہ اُسکے ساتھ
ایک بچہ ہو کہ اُسکا باپ معلوم نہین ہوتا ہے تو ایسی عورت کے قاذف پر حد نہین ہے اور اگر اُسکے بچہ کو قذف کیا تو
اسکے قاذف پر حد واجب ہوگی اور اگر جورو و مرد کے درمیان بغیر ولد کے لعان ہوا ہو یا لعان بولد ہو مگر ولد کا نسب
اُسکے شوہر سے قطع نہین کیا گیا یا قطع بھی کیا گیا مگر شوہر نے پھر اپنی تکذیب کی اور بچہ کا نسب اسکے ساتھ لاحق کیا گیا پھر
کسی مرد نے ایسی عورت کو قذف کیا تو اُسکے قاذف پر حد واجب ہوگی یہ شرح طحاوی مین ہے۔ اگر اپنی جورو سے کہا کہ اے
زانیہ پس عورت نے کہا کہ نہین بلکہ تو ہے تو عورت کو حد قذف ماری جائیگی اور دونون مین لعان نہ کرایا جائیگا اور اگر
اجنبیہ سے کہا کہ اے زانیہ پس اُس نے کہا کہ مین نے تجھ سے زنا کیا تو مرد کو حد نہ ماری جائیگی اور عورت کو حد
ماری جائیگی اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ اے زانیہ پس اسنے کہا کہ مین نے تجھ سے زنا کیا تو مرد پر حد نہین ہے اور نہ لعان اور
نیز عورت پر بھی حد نہین ہے۔ اور اسی طرح اگر عورت نے ابتداءً کہا کہ مین نے تجھ سے زنا کیا پس مرد نے اسکو قذف
کیا تو بھی ان دونون مین سے کسی پر حد نہ ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اجنبیہ عورت سے کہا کہ تیرے ساتھ تیرے

شوہر نے تجھ سے نکاح کرنے سے پہلے زنا کیا تو وہ قاذف ہوگا اور اگر کہا کہ تجھ سے اپنی انگلی سے زنا کیا تو اسپر حد قذف نہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر زید نے عمرو سے کہا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ تو زانی ہی اور خالد نے کہا کہ مین بھی گواہ ہون تو خالد پر حد نہ ہوگی الا آنکہ یون کہے کہ مین بھی گواہی دیتا ہون جسکی تو نے گواہی دی یہ عتابیہ مین ہی۔ زید نے عمرو و خالد سے کہا کہ تم مین سے ایک زانی ہی پس زید سے کہا گیا کہ یعنی عمرو یا خالد کسی خاص کو دریافت کہا گیا کہ یہ ہی تو زید نے کہا کہ نہین تو زید پر حد نہ ہوگی۔ اور اگر زید نے عمرو سے کہا کہ او زانی پس خالد نے کہا کہ تو نے سچ کہا تو زید پر حد ہوگی جسنے پہلے کہا ہی اور خالد جسنے تصدیق کی ہی اسپر نہ ہوگی اور اگر خالد نے یون کہا کہ تو نے سچ کہا وہ ایسا ہی ہی جیسا تو نے کہا تو خالد بھی قاذف ہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہی اور اسی طرح اگر خالد نے فقط یون کہا کہ وہ ایسا ہی ہی جیسا تو نے کہا تو خالد کو بھی حد قذف ماریجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر کسی مرد سے کہا کہ او قحبہ کے بچے یا عورت سے کہا کہ او فلان کی آشنا یا کہا کہ او دشتی یا او وسپیہ کے بچے تو حد واجب نہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ بطور حرام تیرے ساتھ فلان نے مجامعت کی یا تجھ سے فلان نے فجوری کیا یا کہا کہ ... یا تو زنا کرتی ہی یا کہا کہ مین نے تجھے اچھا زنا کرنے والا نہین دیکھا یا تو لوگون سے بڑھ کر زنا کرنے والا ہی یا تو مجھسے بڑھ کر زانی ہی یا تو انہین سے بڑھکر زانی ہی یا تو نے ماسوا فرج کے زنا کیا یا تیری ران یا ... نے زنا کیا یا کہا کہ او لوطی یا تو نے کار قوم لوط کیا یا فلانہ تجھے زبردستی یا سوتے مین یا جنون کی حالت مین زنا کیا گیا تو حد قذف واجب نہوگی اور اسی طرح تعریض کرنے سے بھی حد قذف واجب نہوگی اور اسی طرح قذف اخرس اور کفار و غلامون کے قذف سے اور دار الحرب مین زنا کرنے کے ساتھ یا مجنون کے لشکر مین زنا کرنے کے ساتھ قذف کرنے سے بھی حد قذف واجب نہین ہوتی ہی۔ اور طفل کو یا ایسے مجنون کو جسکا جنون مطبق ہی قذف کرنے سے حد قذف واجب نہین ہوتی ہی اور اگر مجنون کبھی حالت جنون مین ہوتا ہو اور کبھی افاقہ مین تو حد قذف واجب ہوگی اور اسی طرح مجبوب کی قذف سے بھی حد مین واجب ہوتی اور خصی و عنین کی قذف سے حد قذف واجب ہوتی ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر کہا کہ او ولد الزنا یا ابن الزنا حالانکہ اسکی ماں مر چکی ہی تو کہنے والے کو حد ماری جائیگی اسواسطے کہ اسکی ماں کو قذف بزنا کیا ہی یہ تمرتاشی مین ہی۔ اور اگر طفل مراہق نے قریب بہ بلوغ کو قذف کیا پس طفل مذکور نے بلوغ بسن کا یا احتلام کا دعوی کیا تو اسکے قول سے قاذف کو حد قذف نہ ماری جائیگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کسی مرد کو کہا کہ او زانیہ تو اسپر حد واجب نہ ہوگی اور یہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کا قول ہی کذا فی شرح الطحاوی اور یہی استحسان ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کسی عورت سے کہا کہ او زانی بدون ہا تانیث کے تو بالاجماع قاذف پر حد واجب ہوگی۔ اور اگر کسی مرد سے کہا کہ زنات تو قاذف پر حد واجب ہوگی یہ شرح طحاوی مین ہی اور اگر کسی نے دوسرے مرد سے کہا کہ زنات فی الجبل اور کہا کہ میری مراد صعود جبل تھی اور جس حالت مین کہا ہی وہ حالت غضب تھی تو اسکی تصدیق نہ کی جائیگی اور امام اعظم و امام ابو یوسف رح کے نزدیک قاذف کو حد ماری جائیگی یہ فتح القدیر مین ہی اور اگر اسنے لفظ زنات فی الجبل سے پہاڑ پر چڑھنا مراد نہ لیا ہو تو بالاجماع حد واجب ہوگی یہ تبیین مین ہی۔ اور اگر کہا کہ زنات علی الجبل تو بالاجماع حد واجب ہوگی یہ مضمرات مین ہی اور اگر زنات علی الجبل حالت غضب مین کہا ہو تو بعض نے کہا کہ حد واجب نہوگی اور بعض نے کہا کہ واجب ہوگی اور یہی اوجہ ہی یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور اگر کہا کہ زنیت فی الجبل تو بالاتفاق اسکو حد ماریجائیگی یہ شرح طحاوی مین ہی۔ اور اگر کہا کہ یا زانی ہمزہ تو اصل مین مذکور ہی کہ اگر اسنے دعوی کیا کہ مین نے

کسی پر چڑھ جانے والا مراد لیا ہے تو اسکی تصدیق نہ ہوگی اور اسکو حد ماری جائیگی اور اسمیں کوئی اختلاف ذکر نہیں کیا ہے
یہ محیط میں ہے۔ ابراہیم نے امام محمد رحمہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرد نے اپنی باندی کو پکارا پس اسکو ایک آزاد عورت
نے جواب دیا پس مرد مذکور نے کہا کہ او چھنال حالانکہ اسکو دیکھتا نہیں ہے پھر عذر کیا کہ میں نے اپنی باندی گمان کیا تھا
تو فرمایا کہ میں اسکے قول کی تصدیق نہ کرونگا اور اسکو حد قذف مارونگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ زنیت و فلان
معک یعنی تو نے زنا کیا اور فلاں تیرے ساتھ تو دونوں کا قذف کرنے والا ہو جائیگا اور اگر کہا کہ میری مراد یہ تھی کہ اور
فلاں تیرے ساتھ شاہد تھا تو اسکے قول کی تصدیق نہ ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ او لسپر زانیہ اور یہ
مرد ساتھ اس عورت کے تھا تو وہ دوسرے کا قذف کرنے والا ہوگا اور اسی طرح اگر دوسرے سے کہا کہ اور تو ساتھ اس عورت
کے تھا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ او لسپر زانیہ و فلاں ساتھ اس عورت کے تھا تو یہ اسکی ماں و فلاں مرد
دونوں کا قذف ہے اور اگر کہا کہ فلاں تیرے ساتھ تھا تو یہ قذف نہ ہوگا اور اگر کہا کہ زنیت و ہذا معک یعنی تو نے زنا کیا
اور یہ تیرے ساتھ تھا یا تیرے ساتھ کا لفظ نہ کہا تو یہ دونوں کا قذف ہے قال المترجم یہ عربی زبان میں ہے ہماری زبان میں
امید ہے کہ دوسرے کا قذف نہ ہو واللہ اعلم یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رحمہ سے روایت کی ہے کہ
اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ یا ابن الزانیہ و ہذا معک ای ابن الزانیہ اور یہ تیرے ساتھ۔ اور یہ کلام ایک ہی دفعہ لگاتار کہا
تو وہ دوسرے کا قذف کرنے والا نہ ہوگا۔ اور اگر کسی مرد سے کہا کہ یا زانی و ہذا معک یعنی ای زانی و یہ تیرے ساتھ تو
دوسرے کا قذف کرنے والا بھی ہوگا۔ اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ اگر دوسرے سے کہا کہ یا ابن الزانیہ و ہذا
(ای لسپر زانیہ و دیگرا)
اور لفظ معک نہ کہا تو وہ دوسرے کا قذف کرنے والا بھی ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی نے زانی کو زنا کے ساتھ
قذف کیا تو اسپر حد نہیں ہے خواہ بعینہ اسی زنا کے ساتھ قذف کرے یا دوسرے زنا سے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو نے
(جس سے وہ زنا یہ معلوم ہوا)
ایک کے ساتھ ان دونوں عورتوں یا ان دونوں عورتوں سے زنا کیا تو قاذف کو حد ماری جائیگی یہ عتابیہ میں ہے۔ ایک
مرد نے دوسرے سے کہا کہ تو فلاں سے کہہ کہ ای زانی پس اگر ایلچی نے اس شخص کو جسکے پاس بھیجا گیا ہے یہ کہا کہ فلاں تجھکو کہتا ہے
کہ ای زانی تو کسی پر حد نہ ہوگی نہ ایلچی پر اور نہ بھیجنے والے پر اور اگر ایلچی نے یوں کہا بلکہ جسکے پاس بھیجا گیا تھا اس سے جا کر کہا کہ
ای زانی تو ایلچی کو حد ماری جائیگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر دوسرے سے کہا کہ یا ابن ماء السماء یعنی ای برساتی پانی
کے بچہ تو اسکو حد نہ ماری جائیگی اور اگر عربی آدمی سے کہا کہ او نبطی یا تو عربی نہیں ہے تو اسکو حد قذف نہ ماری جائیگی یہ
کافی میں ہے اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو بنی فلاں میں سے نہیں ہے یعنی ایسے قبیلہ کا نام لیا جسمیں سے وہ مشہور ہے تو اسپر
حد نہ ہوگی۔ ایک نے ایک مسلمان سے جسکے ماں باپ دونوں کافر ہیں کہا کہ لست لابیک تو اپنے باپ کے واسطے
نہیں ہے تو اسکو حد نہیں ماری جائیگی۔ ایک نے اپنے غلام سے جسکے ماں باپ مسلمان ہیں کہا کہ تو اپنے باپ کے واسطے
نہیں ہے حالانکہ اسکے والدین آزاد ہو گئے ہیں تو مولے پر حد نہ ہوگی اگرچہ غلام اسکے بعد آزاد ہو جاوے یہ فتاوی
قاضیخان میں ہے۔ اور اگر کسی سے کہا کہ تو اپنی ماں کے واسطے نہیں ہے تو وہ قاذف نہیں ہے اسی طرح اگر کہا کہ تو اپنے
والدین کے واسطے نہیں ہے تو بھی قاذف نہ ہوگا اور اگر کہا کہ تو اپنے باپ کا نہیں ہے حالانکہ اسکی ماں آزادہ ہے اور باپ
کسی کا غلام ہے تو کہنے والے پر حد واجب ہوگی یعنی اسکی ماں کے واسطے اور اگر اسکا باپ آزاد ہو اور ماں باندی ہو تو
حد نہ ماری جائیگی لیکن تعزیر دیجائیگی اور اگر کسی دوسرے سے کہا کہ تو اپنے باپ کا نہیں ہے یا تو ابن فلاں نہیں ہے اور یہ حالت

غضب میں کہا تو کہنے والے کو حد قذف ماری جائیگی یہ کنز میں ہے اور اگر کسی سے کہا کہ تو ابن فلان نہیں ہے اور
فلان نے اسکے دادا کا نام لیا تو اسکو حد نہ ماری جائیگی یہ کافی میں ہے۔ ایک شخص کو اسکے باپ کے سوائے دوسرے
کی طرف منسوب کیا بدون غضب کے (حالت غصہ ۱۲) تو حد نہ ماری جائیگی اور اگر حالت غصہ میں ایسا کیا ہو تو حد ماری جائیگی اور
اگر اسکو اسکے دادا کی طرف منسوب کیا تو اسکو حد نہ ماری جائیگی اسواسطے کہ دادا بھی باپ ہے اور اسی طرح اگر اسکو
اسکے چچا یا ماموں کی طرف منسوب کیا یا اسکی ماں کے شوہر یعنی سوتیلے باپ کی طرف منسوب کیا تو بھی یہی حکم ہے اسواسطے
کہ یہ لوگ بھی مجازاً باپ کہلاتے ہیں یہ تمرتاشی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو ولادت فلان سے نہیں ہے تو یہ قذف نہیں ہے اور اگر
کہا کہ تو اپنے باپ کا نہیں ہے یا تجھے تیرے باپ نے نہیں پیدا کیا ہے تو یہ اسکی ماں کا قذف ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ تو شیخ کا
نہیں ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اور اگر کسی دوسرے سے کہا کہ تیرا جد (دادا یا نانا) زانی ہے تو قاذف پر حد نہ ہوگی یہ ایضاح
میں ہے۔ اور اگر کہا کہ اے زانی کے بھائی تو اسکے بھائی کے حق میں قذف ہے پس اگر اسکا بھائی ایک ہی ہو تو حق خصومت اسکو
حاصل ہوگا۔ اور اگر زید نے عمرو سے کہا کہ اے زانی کے بھائی پس عمرو نے کہا کہ نہیں بلکہ تو ہے تو عمرو کو حد ماری جائیگی اور زید کے ساتھ
عمرو کے بھائی کی بابت قذف کی خصومت ہوگی یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کسی سے کہا کہ اے ابن الزانیتین یعنی دو زانیہ عورتوں
کے بیٹے اور حال یہ ہے کہ اسکی سگی حقیقی ماں مسلمان ہے تو قاذف پر حد واجب ہوگی خواہ اسکی دوسری ماں یعنی جدہ مسلمان ہو یا نہو اور
اگر نانی مسلمان ہو اور ماں کافرہ ہو تو قاذف پر حد نہیں ہے اسواسطے کہ ولادت کی طرف جو اضافت ہو وہ سب سے نزدیک پر
شامل ہونا شروع ہوتی ہے اور اگر کسی سے کہا کہ اے ابن ہزار زانیہ تو قاذف کو حد ماری جائیگی یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر کسی سے
کہا کہ اے ابن الزانی والزانیہ یعنی اے زانی و زانیہ کے بیٹے تو یہ اسکی ماں و باپ دونوں کا قذف ہے پس اگر وہ دونوں زندہ ہوں تو
حد قذف کے مطالبہ کا اختیار انکو ہے اور اگر مر گئے ہوں تو مطالبہ حد کا اختیار اسکو ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ ایک مرد
نے ایک اجنبیہ عورت سے کہا کہ تو نے اونٹ یا بیل یا گدھے کے ساتھ زنا کیا تو اسپر حد نہوگی اور اگر کہا کہ تو نے زنا کیا بناقہ یا
ببقرہ یا بجامہ یا بدرہم تو قاذف پر حد واجب ہوگی اور اگر کسی مرد سے کہا کہ تو نے زنا کیا ببقرہ یا بناقہ یا اسکے مانند تو اسپر حد
نہیں ہے اور اگر کہا کہ بکنیز یا بجامہ یا بدار تو اسپر حد واجب ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر دوسرے سے کہا کہ انت تزنی (تو زنا کرتا ہے)
تو کہنے والے پر حد نہیں ہے اسواسطے کہ یہ استقبال کے واسطے ہے اور اگر کہا کہ انت تزنی واضرب انا (تو زنا کرے اور میں مارا جاؤں ۱۲) تو کہنے والے پر حد نہیں ہے اسواسطے
کہ یہ بطریق استفہام و تعبیر ذکر کیا جاتا ہے اور اسکے معنی یہ ہیں کہ فاعل کے سوائے دوسرے کا سزایاب ہونا کیونکر جائز ہے یہ ایضاح میں
لکھا ہے۔ اور اگر کسی آزادہ عورت سے کہا کہ تو نے زنا کیا قبل اسکے کہ تو مخلوق ہووے یا قبل اسکے کہ تو پیدا ہووے تو اسپر حد نہیں ہے
یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی ایسی عورت یا مرد کو قذف کیا جسنے حالت نصرانیت میں زنا کیا ہے تو قاذف کو حد نہ ماری جائیگی اور
مراد یہ ہے کہ بعد اسلام کے ایسے زنا سے قذف کیا جو اس سے حالت نصرانیت میں واقع ہوا ہے مثلاً یوں کہا کہ تو نے زنا کیا در حالیکہ
تو کافرہ تھی اور اسی طرح اگر کسی آزاد شدہ سے کہا کہ تو نے غلام ہونے کی حالت میں زنا کیا تو قاذف پر حد نہوگی جیسے
قاذف نے اقرار کیا کہ میں نے زنا کے ساتھ قذف کیا در حالیکہ تو کتابیہ یا باندی تھی تو قاذف پر حد نہیں ہے یہ فتح القدیر میں ہے
اور اگر کسی شخص سے کہا کہ اے ہنڈے یا لینجے یا حجام کے بیٹے حالانکہ اسکا باپ ایسا نہیں ہے تو کہنے والے پر حد نہیں ہے اور اگر کسی سے
کہا کہ اے کہنچے یا اشقر یا اسود کے بیٹے حالانکہ اسکا باپ ایسا نہیں ہے تو بھی حد نہوگی اور اگر کہا کہ اے سندھی یا حبشی کے بچہ تو یہ اسکے
حق میں قذف نہوگا اور کہنے والا قاذف نہوگا اور اگر عربی آدمی سے کہا کہ اے نبطی یا اے موالی تو کہنے والے پر حد نہیں ہے۔ اور اسیطرح

اگر عربی سے کہا کہ اے دہقان تو اسپر حد نہیں ہی اور اگر کسی سے کہا کہ اے میرے بیٹے تو اسپر حد نہیں ہی۔ اور اسیطرح اگر کسی سے
کہا کہ تو میرا غلام یا میرا آزاد کردہ ہی تو یہ اسپر رقیت کا یا ولاء کا دعوی ہی اور قذف بالکل نہیں ہی اور اگر کسی سے کہا کہ اے یہودی
یا اے نصرانی یا اے مجوسی یا اے بچہ یہودی تو اسپر حد نہیں ہی مگر اسکو تعزیر دیجائیگی یہ مبسوط میں ہی۔ اور اگر کسی سے کہا کہ اے حرامی کے
بچے تو کہنے والے پر حد نہ ہوگی یہ فتح القدیر میں ہی۔ اور اگر کسی سے کہا کہ تو عربی نہیں ہی یا اے درزی کے بیٹے یا اے حجام کے بیٹے
حالانکہ اسکا باپ ایسا نہیں ہی تو یہ قذف نہیں ہی اور اگر کہا کہ تو آدم کا بیٹا نہیں ہی یا تو انسان نہیں ہی یا تو مرد نہیں ہی یا تو آدمی نہیں
ہی تو یہ قذف نہیں ہی اور اگر کہا کہ تو حلال نہیں ہی تو یہ قذف نہیں ہی یہ جوہرہ نیرہ میں ہی۔ اور اگر کسی سے کہا کہ اے ابن الاحمر حالانکہ اسکا
باپ ایسا نہیں ہی تو کہنے والے پر حد نہ ہوگی یہ شرح طحاوی میں ہی۔ ذکر آیا کہ فلان شخص سے مروی تھا کہ اسنے شراب پی اور زنا کیا
پس دوسرے نے کہا کہ کیا سب یا کہا کہ کیا اسنے سب تو یہ قذف نہیں ہی۔ اور اگر کہا کہ اسنے سب کیا تو یہ قذف ہی یہ ذخیرہ کبری
میں ہی۔ اور آثار میں امام ابو حنیفہ رح سے مروی ہی کہ اگر دوسرے سے کہا کہ یا ابغل تو اسپر حد ہوگی اسواسطے کہ یہ لفظ ہمارے عرف میں
یا زانی ہی اور مختصر جصاص میں حضرت ابراہیم نخعی سے مروی ہی کہ اگر کسی نے اپنی جورو سے کہا کہ اے روسپی تو حد واجب ہوگی
اور اسیطرح اگر کہا کہ اے سیاہ یا کہا کہ اے غرپا یا کہا کہ اے جلب یا اور اسکے مثل کوئی لفظ کہا تو حد واجب ہوگی اسواسطے کہ یہ
الفاظ عرفا اسکے زانیہ ہونے سے خبر ہیں ایسا ہی اصل میں مذکور ہی یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور اگر کسی کو قذف کیا اور کہا کہ اے زانیہ کے بچے
پھر قاذف نے دعوی کیا کہ اسکی ماں باندی یا نصرانیہ ہی اور مقذوف کہتا ہی کہ میری ماں آزادہ مسلمان ہی تو قول قاذف
کا قبول ہوگا اور مقذوف پر واجب ہی کہ گواہ لاوے اور اسیطرح اگر اسکی ذات کو قذف کیا ہو اور دعوی کیا کہ مقذوف
غلام ہی تو قول قاذف کا قبول ہوگا اور مقذوف پر واجب ہی کہ اپنے گواہ پیش کرے اور ظاہر الحال حریت کافی نہیں
ہی۔ اور اسیطرح اگر قاذف نے کہا کہ میں غلام ہون اور مجھپر غلامون کی حد واجب ہی اور مقذوف نے کہا کہ تو
آزاد ہی تو قول قاذف کا قبول ہوگا یہ ایضاح میں ہی۔ اور اگر اپنے پسر یا ماں یا باپ یا بہن یا انہیں سے کسی کی باندی
سے وطی کی پھر دعوی کیا کہ اسکے مالک نے اسکو میرے ہاتھ فروخت کیا تھا حالانکہ اسکے پاس بیع کے گواہ نہیں ہیں تو
اسکے قاذف پر نہیں اگر ایسے شخص کو کسی نے قذف کیا تو قاذف پر حد نہ ہوگی اور اسیطرح اگر خریدنے پر ایسے ہی گواہ قائم کیا ہو تو بھی
یہی حکم ہی یہ مبسوط میں ہی۔ اور اگر زید نے عمرو کو قذف کیا حالانکہ عمرو کے پاس اس امر کے گواہ نہیں ہیں کہ زید نے اسکو
قذف کیا ہی اور عمرو نے چاہا کہ زید سے قسم لے کہ واللہ میں نے اسکو قذف نہیں کیا ہی تو ہمارے نزدیک حاکم اس سے قسم
نہ لیگا یہ جوہرہ نیرہ میں ہی۔ اور اگر کسی نے دوسرے پر قذف کا دعوی کیا پس اگر قاذف نے اسکا اقرار کیا یا اسپر
اس امر کے گواہ قائم ہوئے تو قاذف سے کہا جائیگا کہ جو امر تو نے کیا ہی اسکو ثابت کر کہ یہ صحیح ہی پس اگر اسنے ثابت کیا تو خیر
ورنہ اسپر حد قائم کیجائیگی یعنی حد قذف۔ اور فرمایا کہ اگر اسکو تھوڑی حد ماری گئی پھر قاذف نے اپنے سچے ہونے پر گواہ
قائم کیے تو اسکے گواہون کی سماعت ہوگی اور جب گواہون کی سماعت ہوئی تو تھوڑے کوڑے جو باقی رہے ہیں انکی ضرب
سے ساقط کیے جاوینگے پھر اس شخص کی شہادت ساقط نہ ہوگی یعنی وہ اہل شہادت میں سے رہیگا اور کوئی نشان فسق اسکے ساتھ
لازم نہ ہوگا یہ ایضاح میں ہی۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایک مرد نے دوسرے مرد پر دعوی کیا کہ اسنے مجکو قذف کیا ہی پھر دو گواہ لایا
کہ یہ گواہی دیتے ہیں کہ اسنے اسکو قذف کیا ہی تو قاضی ان گواہون سے دریافت کریگا کہ قذف کیا چیز ہی اور کیونکر ہوئی ہی پس اگر
گواہون نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اسنے اس مرد کو کہا کہ اے زانی تو دونون کی گواہی مقبول ہوگی اور قاذف کو حد قذف ماریگی

بشرطیکہ ہر دو گواہ عادل ہوں۔ اور اگر قاضی ان گواہوں کی عدالت نہ جانتا ہو تو قاذف کو قید کریگا یہانتک کہ
گواہوں کی عدالت دریافت کرے اور عدالت یہ ہے کہ اپنے امور کے کام میں لانے سے باز رہے جسکو آدمی اپنے دین میں
ناموس و حرام جانتا ہی پس اگر ایک شخص نے کہا کہ اسنے اسکو کہا کہ اے زانی اور یہ دن جمعہ کے کہا اور دوسرے نے کہا کہ اسنے اسکو
جمعرات کے روز کہا کہ زانی تو امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ ایسی گواہی قبول ہوگی اور قاذف کو حد ماری جائیگی اور صاحبین
نے کہا کہ قبول نہوگی یہ ظہیریہ میں ہے اور قول امام اعظم رح کا اولی ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دو گواہوں نے کسی پر دوسرے کو
قذف کرنے کی گواہی دی مگر جس جگہ قذف کیا ہے اسمیں اختلاف کیا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ حد واجب ہوگی اور صاحبین نے
فرمایا کہ حد نہیں واجب ہوگی۔ اور اگر ایک گواہ نے گواہی دی کہ اس نے اسکو جمعرات کے روز قذف کیا اور دوسرے نے
گواہی دی کہ اس قاذف نے اقرار کیا کہ میں نے اسکو جمعرات کے روز قذف کیا ہے تو بالاتفاق سب کے نزدیک قاذف پر
حد نہوگی یہ فتاوے کبریٰ میں ہے۔ اور اگر گواہوں نے جس زبان میں قذف واقع ہوا ہے اختلاف کیا یعنی مثلاً کسی نے
کہا کہ عربی میں قذف کیا اور دوسرے نے کہا کہ فارسی میں یا اردو میں تو انکی گواہی باطل ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر
ایک جماعت نے کہا کہ ہمنے زید کو دیکھا کہ وہ فلانہ عورت سے ماسوائے فرج کے زنا کرتا تھا تو انہیں سے کسی پر حد واجب
نہوگی نہ زید پر اور نہ جماعت مذکورہ پر۔ اور اگر جماعت نے کہا کہ ہمنے زید کو دیکھا کہ وہ فلانہ سے زنا کرتا تھا پھر اتنا
کہکر خاموش رہے پھر کہا کہ ماسوائے فرج کے تو ان لوگوں پر حد قذف واجب ہوگی یہ فتاوے قاضیخان میں ہے اور اگر کسی
پر قذف کا دعوے کیا اور پھر ایک گواہ قائم کیا تو قاذف کو قاضی حد نہ ماریگا اور رہا یہ کہ قید کریگا یا نہیں سو اگر گواہ
مذکور فاسق ہو تو قید نہیں کریگا اور اگر عادل ہوا اور مدعی نے کہا کہ میرا دوسرا گواہ بھی شہر میں ہے تو قیاس یہ ہے کہ اسکو قید
نہ کریگا اور استحساناً اسکو دو یا تین روز تک قید کریگا اور اگر اسنے دعوی کیا کہ شہر سے باہر میرا گواہ ہے تو اسکو قید نہ رکھیگا اور یہ
حکم اسوقت ہے کہ جس مقام پر دوسرے گواہ کے ہونے کو کہتا ہے وہ شہر سے اتنا دور ہو کہ تین روز میں اسکو حاضر نہ لاسکتا ہو اور
اگر اتنا فاصلہ ہو کہ تین روز میں اسکو حاضر لاسکتا ہے تو قاذف کو قید رکھیگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور تجنیس الناصری میں لکھا
ہے اگر قاذف نے دعوے کیا کہ جسکو میں نے قذف کیا ہے یہ زانی ہے۔ اور میرے پاس اسکے گواہ ہیں تو اسکو گواہ قائم کرنے
کے واسطے مہلت دیجائیگی پس اگر اسنے گواہ قائم کیے تو خیر ورنہ اسکو حد قذف ماری جائیگی اور اگر اسنے کوئی ایسا نہ پایا جسکو گواہوں
کے پاس بھیجے تو وہ خود کوتوال کے ساتھ روانہ کیا جائیگا کہ جو اسکی حفاظت کریگا پس اگر اسنے گواہ نہ پائے تو اسکو حد
ماری جائیگی اور اگر اسکے بعد اسنے گواہ قائم کیے تو انکی گواہی قبول ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر کسی کو قذف
کیا پھر قاذف چار گواہ فاسق لایا کہ یہ مقذوف ایسا ہی ہے جیسا میں نے کہا تو اسکے سر سے حد دور ہو جائیگی اور
مقذوف اور گواہوں سے بھی دور ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے جسکو قذف کیا ہے اگر وہ زندہ ہو تو حق خصومت اسکے سوا
کسی کو نہیں ہے خواہ وہ حاضر ہو یا غائب ہوا اور اگر مرد مقذوف قبل مطالبہ کے یا بعد مطالبہ کے یا قاذف پر تھوڑی حد
قائم کیے جانے کے بعد مر گیا تو قاذف سے حد باطل ہوگی اور بعض حد باقی رہی ہوئی بھی باطل ہوگی اگرچہ ایک ہی
کوڑا رہا ہو یہ فتاوے کبریٰ میں ہے۔ اور اگر مرد مقذوف جو غائب تھا حاضر آیا اور قاذف کو قاضی کے پاس لایا پھر قاذف
کو تھوڑی حد ماری گئی تھی کہ پھر وہ غائب ہو گیا تو حد پوری نہ کیجائیگی الا اسی صورت میں کہ پورے ہونے تک حاضر رہے
اسواسطے کہ پوری حد میں مطالبہ شرط ہے یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اور اگر میت محصن کو قذف کیا تو اسکے والدین کو اگرچہ وہ نیچے درجہ

کے ہون یا دادا پر دادا وغیرہ اور اُسکی اولاد کو اگرچہ نیچے درجہ کے ہون پوتے پر پوتے وغیرہ اُنکی حد قذف کے مطالبہ کا اختیار ہی اور اس مطالبہ مین خصوصیت وارث کی نہین ہی خواہ وہ وارث ہو یا نہو مثلاً کافر ہو یا ہو رشتہ کا قاتل ہو یا خود رقیق ہو کہ اس صورت مین وارث نہوگا مگر مطالبہ حد قذف کا مستحق ہی اور نیز اقرب و ابعد دونون یکسان ہین اور اگر بعض نے مطالبہ ترک کیا تو باقیون کو مطالبہ کا اختیار ہی یہ تمرتاشی مین ہی۔ قال المترجم رحمہ اللہ اذا ثبت الا اختیار والاستحقاق اور حد قذف میت کا مطالبہ نہین کر سکتا ہی الا اسی صورت مین کہ اس قذف سے اسکی نسبت مین قدح واقع ہوتا ہو یہ ہدایہ مین ہی اور اس مطالبہ مین پسر کا بیٹا اور دختر کا بیٹا ظاہر الروایہ کے موافق یکسان ہین یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور ماں کے باپ یا ماں کو اس مطالبہ کا اختیار نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اور بھائیون بہنون چچاؤن وپھوپھیون و ماموون و خالاؤن کو مطالبہ حد قذف کا اختیار نہین ہی یہ شرح طحاوی مین ہی۔ اور اولاد کو مطالبہ حد قذف کا اختیار اسوقت نہین حاصل ہوتا ہی کہ قاذف اُسکا باپ یا دادا وغیرہ کتنے ہی اوپنچے درجہ کا ہو یا ماں و نانی وغیرہ ہو یہ ایضاح مین ہی۔ اور اگر اپنے باپ یا ماں یا بھائی یا چچا کو قذف کیا تو قاذف کو حد ماری جائیگی۔ ایک نے اپنے بیٹے کو کہا کہ اوابن الزانیہ اور اُسکی ماں مر چکی ہی اور اس عورت کا ایک اور بیٹا کسی دوسرے خاوند سے ہی پس اُسنے حد قذف کا مطالبہ کیا تو قاذف کو حد ماری جائیگی اور اسی طرح اگر میت مقذوفہ کے دو بیٹے ہون پس ایک نے قاذف کے قول کی تصدیق کی تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ حد قذف کا مطالبہ کرے اور اگر مقذوفہ کا ایک ہی بیٹا ہو اور اُسنے قذف مین قاذف کی تصدیق کی پھر چاہا کہ حد قذف کا مطالبہ کرے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ امام محمد رح نے جامع صغیر مین فرمایا کہ ایک مرد کا ایک غلام ہی اور اس غلام کی ماں آزاد مسلمان تھی اور وہ مر چکی تھی پھر مولے نے اس غلام کی ماں کو قذف کیا تو غلام کو اپنے مولی سے اسکے حد قذف کے مواخذہ کا اختیار نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر دو مردون نے باہم گالی گلوج کی پس ایک نے کہا کہ مین تو زانی نہین ہون اور نہ میری ماں زانیہ ہی تو فرمایا کہ ایسے واقعہ مین حد نہین ہی اور اگر کہا کہ جسنے ایسا ایسا کہا وہ زانیہ کا بیٹا ہی پس ایک نے کہا کہ یہ مین نے کہا ہی تو ابتدا کرنے والے پر حد نہین ہی یہ فتاوے کبرے مین ہی۔ اور اگر کسی غلام سے کہا کہ او زانی پس اُسنے کہا کہ نہین بلکہ تو ہی تو غلام کو حد ماری جائیگی نہ آزاد کو اور اگر دونون آزاد ہون تو اس صورت مین دونون کو حد ماری جائیگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر اجنبی نے کسی اجنبیہ کو قذف کیا جو محصنہ ہی پس قاذف پر حد قائم کی گئی پھر اس عورت کو دوسرے نے قذف کیا تو دوسرے پر بھی حد قائم کیجائیگی یہ محیط مین ہی۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے رقیات مین روایت کیا ہی کہ چار مردون نے ایک مرد پر گواہی دی کہ اُسنے فلانہ بنت فلان مخزومیہ سے زنا کیا اور یہ عورت جسکا نام لیا ہی عورت معروفہ ہی اور اسکا نام و نسب ٹھیک بیان کیا اور زنا کو بھی بیان کر دیا کہ زنا اسکو کہتے ہین اور اسکو ثابت کیا اور یہ عورت غائبہ ہی پس مرد مذکور کو رجم کیا گیا پھر ایک مرد نے اس عورت غائبہ کو قذف کیا پس عورت نے اپنے حد قذف کا مطالبہ اسی قاضی کے یہان کیا جسنے مرد مذکور پر رجم کا حکم دیا ہی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ قیاس یہ ہی کہ اُسکے قاذف کو حد ماری جاوے مگر مین استحسانًا حکم دیتا ہون کہ اس عورت کے قاذف کو حد نہ ماری جاوے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور منتقی الجوامع مین لکھا ہی کہ اگر عورت مذکورہ نے اپنی حد قذف کا مطالبہ کسی دوسرے قاضی کے یہان کیا تو وہ قاذف کو حد ماریگا الا آنکہ وہ قاضی اوّل کے حکم قضا پر گواہ قائم کرے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر کسی نے چند بار قذف کیا یا چند بار زنا کیا یا چند بار شراب پی پھر وہ ایک بار حد سے محدود ہوا تو وہ ان سب کیواسطے

ہو جائیگی یہ کافی میں ہے۔ اور اگر ایک جماعت کو کلام واحد سے قذف کیا یا ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ کلام سے قذف
کیا یا ایام متفرقہ میں قذف کیا پھر ان سب نے اسپر حد قذف کا دعوے کیا تو ان سب کے واسطے اسکو حد واحد
ماری جائیگی اور اسی طرح اگر انمیں سے بعض نے دعوی کیا اور بعض نے نہ کیا پس اسکو حد ماری گئی تو یہ حد ان سب کے
واسطے ہو جائیگی اور اسی طرح اگر انمیں سے ایک حاضر ہوا تو قاذف پر ایک ہی حد ہوگی اور بس پھر اگر اسکے بعد جسنے مطالبہ
نہیں کیا ہے وہ آیا تو اسکے حق کی حد قذف باطل ہوگی کہ اسکے واسطے دوسری بار اسکو حد نہ ماریجائیگی۔ اور اگر قاذف
کو سزا سے حد دی گئی پھر بعد فارغ ہونے کے اسنے دوسرے کو قذف کیا تو دوسرے کے واسطے اسکو دوسری حد ماریجائیگی
اور جو حد قذف جاری کردیجاتی ہے وہ اپنے ماقبل کے حدود قذف کو باطل کردیتی ہے اور جو اسکے مابعد لازم آوین انکو
ساقط نہیں کرتی ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر زنا یا شرابخواری کی وجہ سے اسکو تھوڑی حد ماری گئی پھر وہ بھاگ گیا پھر
اسنے دوبارہ زنا کیا یا شراب پی تو اسکو از سر نو حد ماری جائیگی اور اگر قذف میں ایسا ہوا تو دیکھا جائیگا کہ اگر اول مقذوف
حاضر ہوا تو اسکے واسطے حد پوری کردیجائیگی اور دوسرے مقذوف کے واسطے کچھ سزا نہ دیجائیگی اور اگر فقط دوسرا
حاضر ہوا تو قاذف کو دوسرے قذف کے واسطے از سر نو حد ماریجائیگی اور اول کی باقی حد باطل ہوگی۔ اور اگر ایک
شخص پر اجناس مختلفہ کی حدود مجتمع ہوئیں مثلاً اسنے قذف کیا و زنا کیا و چوری کی اور شراب پی تو اسپر کل یہ حدود
قائم کیے جاوینگے ولیکن پے در پے قائم نہ کیے جاوینگے اس وجہ سے کہ اسکے ہلاک ہو جانے کا خوف ہو بلکہ انتظار کیا جائیگا
یہانتک کہ اول سے اچھا ہو جاوے پس پہلے پہل اسپر حد قذف جاری کیجاویگی اسواسطے کہ اسمین حق العبد ہے پھر اسکے
بعد امام المسلمین کو اختیار ہے چاہے پہلے حد زنا جاری کرے اور چاہے پہلے ہاتھ کاٹے اور شرابخواری کی حد موخر کیجائیگی اور
اگر باوجود اسکے اسنے کسی کو مجروح کیا ہو جسکا بدلا بھی اسپر واجب ہو تو پہلے جراحت کا بدلا لیا جائیگا پھر حد قذف جاری کیجائیگی
پھر جو باقیوں میں سے اقوی ہو علی الترتیب پوری کیجائیگی یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تم سب زانی ہو الا ایک تو اسکو
حد ماریجائیگی اسواسطے کہ اسکا کلام مستثنی منہ یعنی اہل قذف موجب حد صادر ہوا پس ہر ایک کو حد قذف کے دعوے کا
اختیار رہیگا وقتیکہ وہ مستثنی کو معین نکرے یہ فتاوی کبری میں ہے۔ ایک غلام نے ایک آزاد کو قذف کیا پھر آزاد کیا گیا پھر دوسرے
کو قذف کیا پھر دونوں نے باجماع دعوی کیا تو اسکو اسی (۸۰) درے مارے جاوینگے اور اگر پہلے اول مقذوف آیا اور اسکے
واسطے چالیس درے مارے گئے پھر دوسرے نے دعوی کیا تو اسکے واسطے اسی (۸۰) پورے کردیے جاوینگے یعنی فقط چالیس اور
مارے جاوینگے اور اگر قبل اسکے کہ دوسرا مقذوف اسکو لادے اسنے ایک اور آزاد کو قذف کیا تو اسی ان دونوں کے واسطے
ہونگے مگر از سر نو اسے نہیں مارے جاوینگے اسواسطے کہ جسقدر باقی ہے وہ تتمہ حد الاحرار ہے پس اسمین آزاد مدعی کی داخل
ہو سکتے ہیں یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر مسلمان حد قذف میں سزایاب ہوا تو ہمارے نزدیک اسکی گواہی ہمیشہ کے واسطے ساقط
ہوگئی یعنی کبھی کسی معاملہ میں اسکی گواہی مقبول نہ ہوگی اگرچہ وہ توبہ کرلے الا عبادات میں قبول ہوسکتی ہے یہ شرح طحاوی میں ہے۔
اور اگر کوئی کافر حد قذف میں سزایاب ہوا تو اسکی گواہی دیگر اہل ذمہ پر جائز نہ ہوگی پھر اگر مسلمان ہوگیا تو اسکی گواہی ذمی
کافروں و مسلمانوں سب پر مقبول ہوگی اور اگر قذف میں اسکو ایک کوڑا مارا گیا پھر باقی حد ماری گئی تو اسکی گواہی جائز ہوگی
اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ اسکی گواہی رد کردیجائیگی اور اقل تابع اکثر ہے ولیکن قول اول اصح ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر کسی نے
حالت کفر میں قذف کیا اور حالت اسلام میں اسکو حد ماری گئی تو ہمیشہ کے واسطے اسکی گواہی باطل ہو جائیگی اور اگر غلام کو حد قذف

ماری گئی پھر وہ آزاد کیا گیا اور اسنے توبہ کی تو بھی اسکی گواہی ہمیشہ کے واسطے مقبول نہ ہوگی۔ اور اگر اسنے حالت رقیت
مین قذف کیا پھر آزاد کیا گیا پھر اسپر حد جاری کی گئی تو غلامون کی حد جاری کیجائیگی یہ شرح طحاوی مین ہے۔ اور اگر مسلمان
کو تھوڑی حد قذف ماری گئی یعنی قبل اسی کوڑے پورے ہونے کے وہ بھاگ گیا تو ظاہر الروایۃ کے موافق اسکی گواہی
مقبول ہوگی جب تک اسکو پوری حد نہ ماریجاوے یہ سراج وہاج مین ہے اور مبسوط مین لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک صحیح مذہب
یہ ہے کہ جبپر پوری حد قذف جاری کی گئی پھر چار گواہ قائم ہوئے کہ اسنے قذف مین سچ کہا ہے تو اسکی گواہی مقبول ہوگی
یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور اگر مقذوف نے قبل اسکے کہ اسکے قاذف پر حد قائم کیجاوے زنا کیا یا کوئی وطی حرام غیر مملوک
کی تو اسکے قاذف سے حد ساقط ہوگئی اور اسی طرح اگر مقذوف مرتد ہوگیا تو بھی اسکے قاذف سے حد ساقط ہوگئی پھر
اسکے بعد اگر مسلمان ہوگیا تو اسکے قاذف پر حد عود نکریگی اور اسی طرح اگر معتوہ ہو کہ اسکی عقل جاتی رہی ہو تو بھی یہی
حکم ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور قاذف کے ذمہ سے اسطرح حد ساقط ہوجاتی ہے کہ مقذوف اسکے قول کی تصدیق کرے یا
قاذف اسکے زنا کرنے پر چار گواہ قائم کرے خواہ اپنے محدود ہونے سے پہلے قائم کرے یا مارے جانے کے درمیان مین قائم
کرے اور یہ بنابر ایک روایت کے روایات مین سے ہے یہ سراج وہاج مین ہے۔ اور چار گواہون سے کم مقذوف کے زنا
کرنے پر اسکی طرف سے مقبول نہونگے پھر اگر وہ چار گواہ لایا جنھون نے مقذوف کے زنا متقادم کی گواہی دی تو قاذف
کے ذمہ سے استحسانًا حد دور کیجائیگی اور اگر وہ تین گواہ لایا جنھون نے مقذوف کے زنا پر گواہی دی اور قاذف نے کہا
کہ مین چوتھا ہون تو اسکے کلام پر التفات نہ کیا جائیگا اور اسکے ساتھ ہی باقی تینون گواہون پر بھی حد قذف جاری کیجائیگی
اور اگر دو مردون نے یا دو عورتون اور ایک مرد نے گواہی ادا کردی کہ اس مقذوف نے اپنے زنا کا اقرار کیا ہے تو قاذف
اور تینون گواہون سب کے ذمہ سے حد دور کردیجائیگی یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر مکاتب اسقدر مال چھوڑ کر مرگیا کہ اسکے
ادائے کتابت کے واسطے کافی ہے پس اسکا مال کتابت ادا کرکے آخر جزو اجزائے حیات مین اسکی آزادی کا حکم دیا گیا اور
اسکا باقی ترکہ وارثان احرار کے درمیان تقسیم کیا گیا پھر اس مکاتب میت کو کسی نے قذف کیا تو اسپر حد جاری نہ کیجائیگی یہ
محیط مین ہے۔ اور اگر حربیون مین سے کوئی امان لیکر ہمارے یہان آیا اور اسنے کسی مرد مسلمان کو قذف کیا تو اسپر حد
واجب ہوگی اور یہ اخیر قول امام اعظم رح کا ہے اور یہی قول صاحبین رح کا ہے یہ شرح طحاوی مین ہے۔ حد قذف اور حد زنا
مین فرق ہے کہ حد قذف بسبب تقادم (زمانہ گذر جانے سے) کے ساقط نہین ہوتی ہے اور حد زنا و شراب خواری بسبب تقادم کے ساقط ہوجاتی
ہے اور حد قذف بدون مطالبہ مقذوف کے قائم نہین کیجاتی ہے اور حد قذف پر گواہی بھی جب ہی مقبول ہوتی ہے
کہ جب پہلے دعوے ثابت ہوجاوے اور حد قذف ثابت ہوجانے کے بعد عفو کرنے اور بری کرنے سے ساقط نہین
ہوتی ہے اور اسی طرح اگر قاضی کے حضور مین مرافعہ ہونے سے پہلے عفو کیا تو بھی ساقط نہ ہوگی۔ اور اسی طرح اگر قاذف
سے کسی قدر مال پر صلح کرلی تو باطل ہے مال صلح واپس کردے اور مقذوف کو اختیار رہیگا کہ اسکے بعد حد قذف کا
مطالبہ کرے اور یہ ہمارے نزدیک ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور ایسی حد تو قاضی اپنے علم پر قائم کرسکتا
ہے جبکہ اپنے ایام قضا مین آگاہ ہوا ہو اور اسی طرح اگر قاضی کے سامنے قذف کیا تو اسکو حد ماریگا اور اگر قاضی
مقرر ہونے سے پہلے قاضی نے اسکو جانا پھر قاضی مقرر ہوا تو قاضی کو اختیار نہین ہے کہ اپنے علم پر اس حد کو جاری
کرے جب تک اسکے پاس اسکی گواہی نہ گذرے یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور اگر مقذوف نے مطالبہ چھوڑ دیا تو یہ بہتر ہے اور اسیطرح

حاکم کے واسطے مستحسن ہے کہ جب اسکے پاس اسکا مرافعہ ہو تو اسکے اثبات سے پہلے مدعی سے کہے کہ تو اس سے درگذر کر یہ ایضاح میں ہے۔ اور امام اعظم و امام محمد رحمہ کے قول میں غائب کی طرف سے حدود ثابت کرانے کے لیے وکیل مقرر کرنا جائز ہے اور رہا حد بھر پانے کے لیے جاری کرا لینے اور پورا کرا لینے کے واسطے بالاجماع وکیل مقرر کر دینا نہیں جائز ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔

فصل در بیان تعزیر واضح ہو کہ تعزیر ایسی تادیب ہے جو حد نہیں ہوتی ہے اور ایسے جرم میں واجب ہوتی ہے جو موجب حد نہیں ہے یہ نہایہ میں ہے۔ اور اسکی دو قسمیں ہیں ایک بوجہ حق اللہ اور دوم بوجہ حق العباد اور اول یعنے تعزیر بحق اللہ تعالی کا جاری کرنا امام المسلمین پر واجب ہے اور اسکا ترک کرنا امام کو جائز نہیں ہے الا اسی صورت میں کہ امام کو معلوم ہو جاوے کہ یہ فاعل جرم قبل تعزیر کے منزجر ہو گیا ہے۔ اور اسپر متفرع ہوتا ہے کہ اسکا ثابت کرنا ایسے مدعی سے جائز ہے جسنے اسکی گواہی دی یعنے اگر ایک شخص نے دعوے کیا کہ زید نے مثلاً ایسا ایسا جرم کیا جو حق اللہ ہے اور اسکے ساتھ ایک شخص گواہ ہے پس ممکن ہے کہ امام المسلمین مدعی ہو جاوے اور جو مدعی تھا وہ گواہ ہو جاوے پس دوسرے گواہ کے ساتھ ان دونوں گواہوں سے جرم مذکور ثابت کرنا جائز ہے یہ نہر الفائق میں ہے۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص ارتکاب جرم کرتا ہو تو ہر مسلمان کو ایسی حالت میں تعزیر جاری کرنا جائز ہے اور اگر وہ اس گناہ کے کرنے سے فارغ ہو گیا تو بعد اسکے حاکم کے سوائے دوسرے کو اسپر تعزیر جاری کرنا نہیں روا ہے اور قنیہ میں مذکور ہے کہ اگر ایک نے دوسرے کو کوئی گناہ موجب تعزیر کرتے دیکھا پھر بدون اجازت محتسب کے اسکو تعزیر دی تو محتسب کو اختیار ہوگا کہ ایسی تعزیر دینے والے کو تعزیر دے بشرطیکہ مجرم کے گناہ سے فارغ ہونے کے بعد اسنے تعزیر دی ہو یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور شیخ ابوجعفر رحمہ ہندوانی سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے اپنی جورو کے ساتھ دوسرے مرد کو دیکھا پس آیا اسکا قتل کر دینا اسکو روا ہے فرمایا کہ اگر وہ جانتا ہو کہ یہ چیخنے یا ہتھیار کے سوا دوسری چیز سے مارنے سے منزجر ہوگا اور باز رہیگا تو اسکا قتل کرنا حلال نہیں ہے اور اگر جانتا ہو کہ سوائے قتل کے وہ منزجر نہ ہوگا تو اسکو اسکا قتل کر دینا حلال ہے اور اسکی جورو نے اسکی مطاوعت کی ہو تو جورو کا قتل کر دینا بھی روا ہے یہ نہایہ میں ہے۔ اور جو شخص ظلم کے ساتھ مکابرہ کرتا ہو یا ڈاکو ہو یا ٹکس والا ہو اور نیز سب ظالموں اور انکے مددگاروں اور ساعیوں کا قتل کرنا حلال ہے کہ انکے قاتل کو ثواب حاصل ہوگا یہ نہر الفائق میں ہے اور تمرتاشی و مجتبی میں ہے۔ اور مولے کو اختیار ہے کہ اپنی باندی و غلام کو وقت بے ادبی کرنے اور ضرورت کے تعزیر دے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور جو تعزیر بوجہ حق العبد کے مثل قذف وغیرہ کے واجب ہوتی ہے تو چونکہ دعوی پر موقوف ہوتی ہے یعنی جب مدعی ہوگا تو البتہ تعزیر دیجائیگی لہذا اسکو سوائے حاکم کے کوئی قائم نہیں کر سکتا ہے الا آنکہ دونوں حکم کر لیں یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اسمیں بری کرنا و عفو کرنا اور گواہی پر گواہی اور قسم جاری ہوتی ہے جیسے اور حقوق العباد میں ہوتا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور تعزیر کا ثبوت دو مردوں یا ایک مرد و دو عورتوں کی گواہی سے ہوتا ہے کیونکہ یہ مثل حقوق العباد کے ہے یہ تبیین و کافی و محیطین میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر شتم فاحش کا دعوی کیا یا یہ دعوی کیا کہ اسنے مجھے مارا ہے اور کہا کہ میرے گواہ شہر میں موجود ہیں اور مدعا علیہ سے کفیل نفس مانگا تو مدعا علیہ سے تین روز کے واسطے کفیل بالنفس لیا جائیگا پس اگر اسنے اپنے دعوے پر دو مرد یا ایک مرد و دو عورتیں یا دو گواہوں کی گواہی پر دو گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ سے کفیل بالنفس اسوقت تک کے واسطے لیا جائیگا کہ ان گواہوں کا حال دریافت ہو پس اگر گواہوں کی تعدیل کی گئی تو اسکو تعزیر دیجائیگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور تعزیر کبھی جیسر کرنے

ساتھ ہوتی ہے اور کبھی صفع و گوشمالی کے ساتھ ہوتی ہے اور کبھی سخت کلامی سے اور کبھی مارنے سے اور کبھی باینطور کہ قاضی اسکی طرف نظر ترش سے دیکھے یہ نہایہ میں ہے- اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک تعزیراً سلطان کو روا ہے کہ اسکا مال لے لے اور امام اعظم و امام محمد رح اور باقی تینوں اماموں کے نزدیک یہ ہرگز نہیں جائز ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور بر قول امام ابو یوسف رح کے مال لے لینے کے ساتھ تعزیر دینے کے معنے یہ ہیں کہ اسکے مال میں سے کچھ مال لیکر اپنے پاس کسی مدت تک رکھ چھوڑے تاکہ وہ منزجر ہو پھر حاکم اسکو واپس کر دے اور یہ معنی نہیں ہیں کہ حاکم اس مال کو اپنے واسطے یا بیت المال کے واسطے بالکل لے لیوے جیسے ظالم لوگوں کا وہم ہے اسواسطے کہ کسی مسلمان کو نہیں روا ہے کہ کسی کا مال بغیر سبب شرعی کے لے لے یہ بحر الرائق میں ہے- اور شافی میں لکھا ہے کہ تعزیر کے چند مراتب ہیں تعزیر اشراف الاشراف کہ علماء اور سادات علویہ ہیں باعلام ہوتی ہے یعنے قاضی اُس سے کہے کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم ایسا کرتے ہو پس وہ اسی سے منزجر ہو جائیگا دیگر تعزیر اشراف کہ امرا و زمیندار ہیں بایں طور کافی ہے کہ اعلام کرے اور اسکو دروازہ قاضی پر کھینچ لایا جاوے اور اسکے ساتھ اسمیں خصومت واقع ہو پس وہ منزجر ہو جائیگا- دیگر تعزیر اوساط کہ بازاری ہیں بایں طور کافی ہے کہ اعلام و در قاضی پر کھینچ لائے جانے کے ساتھ محبوس کر دیا جاوے- دیگر تعزیر خسیس و کمینگان کہ ان سب باتوں کے ساتھ اسکو مار بھی دی جاوے یہ نہایہ میں ہے- اور زیادہ سے زیادہ تعزیر انتالیس کوڑے ہیں اور کم سے کم تین کوڑے ہیں اور ہمارے مشائخ نے ذکر فرمایا کہ ادنیٰ مقدار سپرد رائے امام ہے کہ جسقدر سے وہ منزجر ہوتا نظر آوے اسی قدر مقدر کرے یہ ہدایہ میں ہے اور قاضی کو چاہئیے کہ اسکے سبب پر نظر کرے پس اگر اُس جنس سے ہو کہ اسمیں حد واجب ہوتی ہے حالانکہ اس صورت میں کسی عارض کی وجہ سے واجب نہیں ہوئی تو ایسی صورت میں انتہا درجہ کی تعزیر جاری کرے اور اسکی مثال یہ ہے کہ مثلاً کسی غیر کی باندی یا ام ولد کو کہا کہ او زانیہ تو اسپر انتہا درجہ کی تعزیر جاری کرے اسواسطے کہ حد قذف اس صورت میں اسوجہ سے واجب نہوئی کہ مقذوف میں احصان نہیں ہے حالانکہ یہ کلام اس جنس سے ہے کہ اسمیں حد واجب ہوتی ہے یعنے قذف ہے اور اگر ایسی جنس سے ہو کہ اسمیں حد نہیں واجب ہوتی ہے مثلاً کسی دوسرے سے کہا کہ او خبیث اور اسمیں تعزیر واجب ہوئی تو مقدار تعزیر امام کی رائے پر ہے یہ محیط میں ہے اور بعد ضرب التعزیر کے محبوس کرنا بھی جائز ہے اگر اسمیں کوئی مصلحت ہو یہ عینی شرح کنز میں ہے اور حبس کی مدت امام کی رائے کے سپرد ہے یہ بحر الرائق میں ہے اور جن صورتوں میں کہ درے مارے جاتے ہیں انمیں سے تعزیر کے درے سب سے سخت و زور سے مارے جاوینگے پھر اُس سے کم حد زنا کے درے پھر شراب خواری کے پھر حد قذف کے یعنی حد قذف کے درے سب سے ہلکے آسانی سے مارے جاوینگے اور جس شخص کو حد ماری گئی یا تعزیر پھر وہ اس سبب سے مر گیا تو اسکا خون ہدر ہے بخلاف اسکے اگر شوہر نے اپنی زوجہ کو بسبب ترک زینت و سنگار کے یا بسبب ترک اجابت کے یعنی شوہر نے اسکو اپنے بستر پر بلایا اور وہ نہ آئی یا بسبب ترک نماز کے یا بسبب بے مرضی شوہر کے گھر سے باہر نکلنے کے تعزیر دی پس وہ عورت اس تعزیر سے مر گئی تو شوہر اسکا ضامن ہوگا یہ نہر الفائق میں ہے اور تعزیر مارنے میں کھڑا کر کے کپڑے پہنے ہوئے اسکو درے مارے جاوینگے مگر اسپر سے پوستین و حشو اتار لیے جاوینگے اور تعزیر دینے کی حالت میں وہ ممدود نہ کیا جائیگا اور ضرب درہ اسکے سب اعضا پر متفرق لگائی جاویگی سواے سر اور فرج کے اور یہ امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح کا قول ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور ایسا ہی حدود الاصل میں مذکور ہے اور

اسفر یعنی الاصل میں لکہا ہی کہ تعزیر ایک ہی جگہ ماری جاویگی پس جاننا چاہیے کہ اس مسئلہ میں اختلاف روایات نہیں
ہی بلکہ اختلاف جواب بسبب اختلاف موضوع کے ہی یعنی متفرق سب اعضا پر مارنے کا حکم اس صورت میں ہی کہ
تعزیر انتہا درجہ کی ہو یعنے (۳۹) کوڑے اور ایک ہی جگہ مارنے کا حکم ایسی صورت میں ہی کہ تعزیر انتہا درجہ تک نہ ہوگی
ہو یہ تبیین میں لکہا ہی اور وجوب تعزیر میں اصل یہ ہی کہ جو شخص کسی منکر کا مرتکب ہوا یا کسی مسلمان کو ناحق اپنے قول یا فعل سے
ایذا دی تو تعزیر واجب ہوگی الا انکہ دروغ گوئی اسکے قول سے خود ظاہر ہو جیسے کسی آدمی کو کہا کہ او کتے او سور وغیرہ
تو تعزیر واجب نہ ہوگی یہ شرح طحاوی میں ہی اور یہی صحیح ہی یہ فتاوے قاضیخان میں ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ اگر ایسا لفظ
ہر کسی اشراف کو کہا جیسے فقہا میں سے کوئی فقیہ ہو یا کوئی علوی ہو تو کہنے والے کو تعزیر دیجائیگی اور اگر عوام میں سے
ہو تو تعزیر نہ دیجائیگی اور یہ قول احسن ہی یہ ہدایہ میں ہی۔ اگر کسی نے کسی مسلمان کو کہا کہ او فاسق حالانکہ وہ فاسق
نہیں ہی یا کہا کہ او فاسق کے بچہ یا کافر یا یہودی یا نصرانی یا نصرانی کے بچہ یا خبیث یا چور حالانکہ وہ چور نہیں ہی یا او فاجر یا
منافق یا لوطی یا قوم لوط کا کام کرنے والے یا لونڈے باز یا سود خوار یا شراب خوار یا دیوث یا مخنث یا خائن یا او
کسبی کے بچہ یا زندیق یا قرطبان یا ماوی الزانی یا ماوی اللصوص تو کہنے والے کو تعزیر دیجائیگی اور اگر کہا کہ [illegible]
او بھیڑیے او حجام او بیطار او مواجر او ولد الحرام او عیار او ناکس او منکوس او سخرہ او کشخان او ضحکہ او موسوس
او ابن موسوس او ابن اسود حالانکہ اسکا باپ ایسا نہیں ہی او دیہاتی حالانکہ ایسا نہیں ہی او بچے تو کہنے والے کو تعزیر
نہ دیجائیگی یہ کافی میں ہی۔ اور اگر کہا کہ او ابن الفاجرہ یا او ابن الفاسقہ تو اسپر تعزیر واجب ہوگی اسواسطے کہ اُسنے اسکو
ایک طرح کا عیب لگایا یہ غایۃ البیان میں ہی۔ اور اگر فاسق سے کہا کہ او فاسق یا شراب خوار سے کہا کہ او شراب خوار
یا ظالم سے کہا کہ او ظالم تو اسمین کچھ واجب نہوگا یہ عتابیہ میں ہی اور اگر کسی مرد صالح ذی مروت سے
کہا کہ او چور یا او مشرک یا او کافر تو اسکو تعزیر دی جائیگی یہ غایۃ البیان میں ہی۔ اور اگر کہا کہ او پلید تو اسکو تعزیر دیجائیگی یہ
واقعات میں ہی۔ اور اگر کہا کہ او سفلہ تو تعزیر دیجائیگی یہ جوہرہ نیرہ میں ہی قال المترجم اما الاطلاق فی عرفنا ففیہ تامل
اور اگر کہا کہ او بے نماز تو تعزیر دیا جائیگا یہ سراجیہ میں ہی۔ اور اگر کسی مرد صالح سے کہا کہ او سفیہ تو تعزیر دیجائیگی یہ
تمرتاشی میں ہی۔ اور اگر مرد صالح سے کہا کہ او مفتوح او ابن قرطبان تو ناطفی نے ذکر فرمایا کہ اسپر تعزیر واجب ہوگی اور
اگر کہا کہ او بندریا او جلاد او جواری تو اسمین تعزیر واجب نہ ہوگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہی۔ اور صدر الشہید نے
فرمایا کہ جواری کہنے میں تعزیر واجب ہوگی یہ خلاصہ میں ہی۔ اور اگر کہا کہ او مفتوح تو تعزیر دیجائیگی اور حد واجب
نہ ہوگی یہ امام ابو یوسف و امام محمد کا قول ہی اور اگر کہا کہ یا مفتوح السبیل تو حد واجب ہوگی اور امام ابو حنیفہ کے
نزدیک کسی صورت میں قاذف نہوگا ولیکن اسپر تعزیر واجب ہوگی اسواسطے کہ اُسنے اسکو ایک طرح کا عیب لگایا
اور قولہ مفتوح بمعنی بدفعل یعنی جسکو گانڈو کہتے ہیں یہ ظہیریہ میں ہی۔ اور اگر کہا کہ او ابلہ یا او لاشی یا او بیقوف
تو اسپر کچھ لازم نہ آویگا اور اگر کہا کہ او قذر تو اسمین تعزیر واجب ہوگی یہ فتاوے کبری میں ہی۔ اور اگر کسی مرد نے کسی [illegible]
علما کا فتوی لیکر اپنے خصم کے سامنے پیش کیا پس خصم نے کہا کہ میں اسپر نہیں عمل کرتا ہوں یا کہا کہ جو انھوں نے فتوی دیا ہی
ایسا نہیں ہی حالانکہ یہ شخص جاہل ہی اور اسنے اہل علم کو تحقیر کے ساتھ یاد کیا ہی تو اسپر تعزیر واجب ہی اور اگر کسی نے تعریض کے
ساتھ قذف کیا یعنی اسکو زنا کاری کے ساتھ تعریض کی تو تعزیر واجب ہی یہ حاوی قدسی میں ہی۔ آدمی کے واسطے اولی ہی

کہ جب اُس سے ایسی بات کہی جاوے جو موجب حد و تعزیر ہو تو اسکو جواب نہ دیوے اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر کہا کہ اے خبیث تو احسن یہ ہو کہ اُس سے باز رہے اور اگر باز نہ رہا اور قاضی کے حضور میں مرافعہ کیا تا کہ کہنے والے کو تادیب دے تو جائز ہو اور اگر باوجود اسکے کہنے والے کو جواب دیا کہ نہیں بلکہ تو ہی تو کچھ مضائقہ نہیں ہو یہ بحر الرائق میں ہو ہمارے اصحاب سے مروی ہو کہ اگر کسی نے طرح طرح کے گناہ و فساد کرنے کی عادت پکڑ لی تو اسپر اسکا گھر گرا دیا جائیگا یہ سراجیہ میں ہو۔ اور فخر الاسلام نے فرمایا کہ اگر کسی نے تجاروں کے دروازے چرانے کی عادت کر لی تو واجب ہو کہ اسکو تعزیر دیجائے اور مبالغہ کیا جاوے یعنی بڑھ کر تعزیر دیجاوے اور قید کیا جاوے یہانتک کہ توبہ کرے یہ بحر الرائق میں ہو۔ اور دروغ و فریب کے قبالے و خطوط لکھنا موجب تعزیر ہو اور نیز موجب تعزیر یہ بھی ہو کہ احکام شریعت کے ساتھ ممانعت کرے یہ فصول۔ اور منجملہ موجبات تعزیر کے وہ ہو جو ابن رستم نے ذکر کیا ہو کہ اگر کسی نے دوسرے کی دم کاٹ ڈالی یعنی سر سے کاٹ ڈالی یا باندی کے بال سر کے مونڈ ڈالے تو تعزیر واجب ہوگی۔ از انجملہ اگر سلطان نے کسی کو کسی مسلمان کے قتل پر ناحق باکراہ مجبور کیا یعنی اسطرح اکراہ کیا کہ تجھکو قتل کرونگا اگر تو اسکو قتل نہ کریگا پس اسنے اسکو قتل کیا تو اُسکا قصاص سلطان پر ہوگا اور تعزیر قاتل پر ہوگی یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہو اور از انجملہ یہ ہو کہ اگر کسی نے دوسرے کو زنا کرنے پر اکراہ کیا پس اُسنے زنا کیا تو جسنے اکراہ کیا ہو اسپر تعزیر واجب ہوگی اور منجملہ موجبات تعزیر کے زیادہ دہی ہو یہ تاتارخانیہ میں ہو۔ اور اگر بہیمہ سے وطی کی یا شبہہ میں وطی کی یا کسی مسلمان کو تھپیڑا مارا یا بازار میں اپنے سر سے مندیل اُتار ڈالی یعنی ننگے سر پھرا تو اسکو تعزیر دیجائیگی یہ سراجیہ میں ہو۔ اور اگر گواہان تعزیر بعد مشہود علیہ کے تعزیر دیے جانے کے معلوم ہوا کہ غلام ہیں یا کافر ہیں حالانکہ مشہود علیہ تعزیر دیے جانے سے مر گیا ہو یا دُرّوں سے مجروح ہو یا گواہوں نے بعد گواہی کے رجوع کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک بیت المال پر ضمان نہیں ہو اور صاحبین نے اسمیں اختلاف کیا ہو یہ محیط سرخسی میں ہو۔ قنیہ میں لکھا ہو کہ اگر کسی سے کہا کہ یا فاسق پھر چاہا کہ گواہوں سے اُسکا فسق ثابت کرے تا کہ اپنی ذات سے تعزیر دفع کرے تو اسکے گواہوں کی سماعت نہ ہوگی اور اگر اُسکے فسق کا اثبات ضمناً چاہا تو اسمیں خصوصیات نہیں صحیح ہو مثل جرح گواہوں کے کہ کہا کہ میں نے اسکو اتنی رشوت دی ہو کہ اسپر رشوت کا مال واپس کر دینا واجب ہوگا اور گواہی قبول ہوگی ایسا ہی اس مقام پر ہو۔ اور یہ اسوقت ہو کہ گواہوں نے اسکے فسق کی گواہی دی اور کچھ تفصیل نہ بیان کی اور اگر فسق کی تفصیل کر کے ایسی بات بیان کی جو متضمن حق اللہ تعالیٰ یا حق العباد ہو تو ایسی گواہی قبول ہوگی مثال اسکی یہ ہو کہ زید نے مثلاً کسی سے کہا کہ او فاسق پھر جب وہ زید کو قاضی کے حضور میں لے گیا تو زید نے دعوی کیا کہ میں نے اسکو دیکھا کہ اُسنے اجنبیہ عورت کا بوسہ لیا یا اسکو چپٹا لیا یا اُس سے خلوت کی یا مثل اسکے کوئی امر فسق بیان کیا پھر دو گواہ قائم کیے کہ جنھوں نے گواہی دی کہ ہم نے اسکو ایسا کرتے دیکھا ہو تو شک نہیں کہ ایسی گواہی قبول ہوگی اور زید کی ذات سے تعزیر دور ہو جائیگی یہ بحر الرائق میں ہو۔ اگر ایک نے دوسرے پر ایسا دعوی کیا جو موجب تکفیر ہو اور مدعی اپنے دعوی کے اثبات سے عاجز رہا تو اسپر کچھ واجب نہ ہوگا بشرطیکہ یہ کلام اسکی طرف سے بطریق دعوے نزد حاکم شرع صادر ہوا ہو اور اگر اُسکا صدور بطریق بدگوئی یا انتقاص کے صادر ہوا ہو تو اپنے لائق سزا دیا جائیگا یہ نہر الفائق میں سراجیہ سے منقول ہو۔ ایک شخص حنفی مذہب کا شافعی المذہب ہو گیا تو اسکو تعزیر دیجائیگی یہ جواہر اخلاطی میں ہو۔ زید نے عمرو کو ناحق مارا پھر عمرو نے زید کو بھی ناحق مارا تو دونوں کو تعزیر دیجائیگی اور تعزیر جاری کرنے میں پہل اس سے کیجائیگی جسنے مارنے میں پہل کی ہو یہ بحر الرائق میں ہو۔ اور جو شراب خواروں کے مجمع میں بیٹھا یا جو لوگ شراب خواروں کی ہیئت پر جمع ہوئے

شبہہ شراب خواروں کا پڑتا ہے اگرچہ شراب نہ پی ہو تو ہر ایک کو تعزیر دیجائیگی اور جسکے ساتھ رکوہ خمر ہو اسکو تعزیر دیجائیگی
اور محبوس کیا جائیگا اور جو مسلمان شراب بیچتا ہو یا سود کھاتا ہو اسکو تعزیر دیجائیگی اور قید کیا جائیگا یہانتک کہ توبہ کرے
اور ایسا ہی مغنی و مخنث و نائحہ ان سب کو تعزیر دیجائیگی اور قید کیے جاوینگے یہانتک کہ توبہ کریں یہ نہر الفائق میں ہے۔ خانیہ میں
لکھا ہے کہ مسلمان مقیم نے عمداً اگر رمضان میں افطار کیا تو اسکو تعزیر دیجائیگی اور بعد اسکے قید کیا جائیگا اگر اسکی طرف سے دوبارہ
افطار کر ڈالنے کا خوف ہو یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک مرد نے اجنبیہ عورت آزادہ یا باندی کا بوسہ لیا یا اُس سے معانقہ کیا یا چھوا
اور شہوت سے کیا تو اسکو تعزیر دیجائیگی اور اسی طرح اگر فرج کے سوائے میں اس سے جماع کیا تو اسکو تعزیر دیجائیگی یہ فتاوے
قاضیخان میں ہے۔ اگر کسی عورت نے بندر کو اپنے اوپر قابو دیدیا یعنی جماع کرنے دیا تو اسکا حکم وہی ہے کہ مرد نے چوپایہ سے
وطی کی یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اور جو شخص قتل کرنے یا چوری کرنے یا لوگوں کے مارنے میں متہم ہوا ہو وہ قید کیا جائیگا اور ہمیشہ برابر
قید رہیگا یہانتک کہ اپنی توبہ ظاہر کرے یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کا
دوسرے پر دعوے تھا مگر جسپر دعوی ہے وہ اسکو نہ ملا آخر اُسنے یہ کیا کہ اسکے اہل و عیال وغیرہ کو ظالموں کے ہاتھ میں
ڈال دیا اور ناحق ایسا کیا اور بدون کفالت کے یہ فعل کیا پس ظالموں نے انکو قید کیا اور بیڑیاں ڈالیں اور انکو خوب
مارا اور بہت سا مال بھی انسے ناحق غصب کر لیا پس اگر ان لوگوں نے یہ امور قاضی کے حضور میں ثابت کیے تو اسطرح
بلا میں ڈالنے والے پر آیا تعزیر واجب ہوگی تو فرمایا کہ ہاں وہ تعزیر دیا جائیگا یہ تاتارخانیہ میں تتمہ سے منقول ہے۔ کسی
شخص نے ایک مرد کی جورو یا دختر کو جو صغیرہ ہے مکر و فریب سے نکال کر کسی مرد کے ساتھ بیاہ دیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ ایسا
کرنے والے کو برابر ہمیشہ قید رکھونگا یہانتک کہ وہ اس عورت کو واپس کرے یا خود مر جاوے یہ فتاوی کبری میں ہے۔ ایک نے
اپنے بچہ صغیر کو خمر پلائی یعنی شراب تو اسکو تعزیر دیجائیگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ہاتھ سے جلق لگانا حرام ہے اور اسمیں تعزیر لازم آتی ہے اور
اپنی جورو یا باندی کو اپنے ذکر سے عبث کرنے کا قابو دیا حتی کہ اسکو انزال ہوا تو یہ مکروہ ہے اور ایسے مرد پر کچھ واجب نہیں ہے
یہ سراج وہاج میں ہے۔ شیخ ابو نصر الدبوسی رح نے فرمایا کہ اگر کسی مرد نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا یا اسکو قتل کیا تو اُسپر تعزیر واجب
ہوگی یہ حاوی میں ہے۔ ایک غلام اپنے مولے سے اپنے ذات کی بیع اپنے ہاتھ طلب کرتا ہے حالانکہ مولی مقر ہے کہ یہ میری صحبت
و ساتھ میں اچھی طرح رہا مگر اسکی درخواست قبول نہیں کرتا ہے تو اسکو تعزیر دیجائیگی کیونکہ وہ متعنت ہے یہ فتاوی کبری میں ہے۔

کتاب السرقہ

اسمیں چار باب ہیں

باب اول۔ سرقہ اور اسکے ظہور کی صورت کے بیان میں

شرع میں سرقہ کی یہ تعریف ہے کہ آدمی عاقل بالغ کا
نصاب محرز کو یا جسکی قیمت نصاب تک پہونچتی ہو در حالیکہ وہ بلا شبہہ غیر کی ملک ہو بطور خفیہ لے لینا سرقہ ہے یہ اختیار
شرح مختار میں ہے۔ اور خفیہ لیا جانا آیا ابتدا میں معتبر ہے یا ابتدا و انتہا دونوں میں معتبر ہے پس فرمایا کہ اگر سرقہ دن میں ہو تو
خفیہ کا اعتبار ابتدا میں ہے اور انتہا میں بھی ہے اور اگر سرقہ رات میں واقع ہوا تو خفیہ کا اعتبار فقط ابتدا میں ہے یہ نہر الفائق
میں ہے حتی کہ اگر رات میں خفیہ مکان میں سیند لگائی پھر مال بطریق مغالبہ مکابرہ جہاراً اسکے مالک سے لیا یا نیز اگر مالک
جاگ گیا اور چور ہتھیار لیکر اندر داخل ہوا اور جب مالک نے اسکو اپنے مال کے لینے سے روکا تو اسنے مالک سے مقاتلہ کیا

تو ایسی صورت میں بھی چور کا ہاتھ ہی کاٹا جائیگا اور اگر دون میں اُسنے مالک سے دغا کیا مثلاً مکان میں پوشیدہ ہو رہا گیا
اور بیت میں داخل ہو گیا پھر مال کو مالک سے بطور دغا کے دغا لیا تو اسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ سرقہ
کا کم سے کم نصاب دس درم مضروبہ ہونگے سبعہ کہ کھرے ہوں یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر اُسنے ایسا نقرہ جسکا وزن دس درم غیر مضروبہ
ہے چورایا یا ایسی متاع جسکی قیمت دس درم غیر مضروبہ ہے چورالی تو بقول صحیح اسمین ہاتھ کاٹنا نہیں لازم آتا ہے اور اگر
نصف دینار جسکی قیمت نصاب ہے چرایا تو ہمارے نزدیک ہاتھ کاٹنا لازم آتا ہے اور اگر ایسا دینار چرایا جسکی قیمت نصاب
سے کم ہے تو قطع نہیں ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور اگر دس درم کھوٹے جنکی چاندی غالب ہے چرائے تو ظاہر الروایہ کے موافق
اسمین قطع نہیں ہے اور یہی اصح ہے یہ عتابیہ میں ہے۔ اور اگر زیوف یا نبہرہ یا ستوقہ دس درم چرائے تو اسمین قطع نہیں آتی ہے
الا آنکہ ایسے درم بہت ہوں کہ جنکی قیمت کھرے دس درم یا زیادہ ہو تو البتہ ہاتھ کاٹا جائیگا یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور جب
مال مسروق کی تقویم واجب آئی پس آیا ایسے نقد سے قیمت اندازہ کیجا دیگی جو غریز الوجود ہے یعنی بہت کم ہے یا ایسے نقد
سے جو شہر میں لوگوں کے درمیان بہت رائج ہے تو امام ابو یوسف رحمہ نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ ایسے دس درم سے
اندازہ کیا جائیگا جو شہر میں لوگوں میں زیادہ رائج ہے اور حسن نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ وہ اعز الوجود دس درموں سے
اندازہ کیجاوے حتی کہ شک کے ساتھ کاٹنا نہ واجب ہوگا یہ محیط میں ہے اور یہی بعض کے نزدیک مختار ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے
اور ایک کے اندازہ کرنے پر نہ کاٹا جائیگا اور نہ اندازہ کرنے والوں کے اختلاف کرنے کی صورت میں یعنی اگر اندازہ کرنیوالا
ایک ہو یا اندازہ کرنے والے اگرچہ زیادہ ہوں مگر باہم اختلاف کریں اسطرح کہ کوئی اُسکی قیمت نصاب اندازہ کرے اور
کوئی نصاب سے کم تو بھی ہاتھ نہ کاٹا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور قیمت ایسے دو مرد عادل کی کہنے سے ثابت ہوگی جنکو معرفت
قیمت میں مہارت ہے یہ تبیین میں ہے۔ اور نصاب کا پورا ہونا چور کے حق میں معتبر ہے یعنے اُسی کی طرف اعتبار کیا جائیگا
کہ اُسنے چوری کسقدر کی ہے نہ مالکوں کی طرف اور اسی وجہ سے اگر چور نے دس آدمیوں کے مال سے ایک بیت سے
دس درم ہر ایک سے ایک ایک درم چرایا تو اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا یہ محیط میں ہے مگر یہ شرط ہے کہ حرز ایک ہی ہو چنانچہ اگر وہ منزل
مختلف ہے تو اگر ایک شخص نے پورا نصاب چرایا یعنی مثلاً ہر ایک منزل سے پانچ پانچ درم کھرے چرائے تو اسمین قطع نہیں ہے اور
ایک دار کے بیوت بمنزلہ بیت واحد کے ہیں چنانچہ اگر ایک دار میں دس بیت ہوں اور ہر بیت میں ایک ایک آدمی رہتا
ہو پس چور نے ہر بیت سے ہر رہنے والے کا ایک ایک درم کھرا چرایا تو اسکا ہاتھ کاٹا جائیگا بشرطیکہ اگر دار بڑا
ہو اور اسمین حجرے مختلف متعدد ہوں تو ایسا حکم نہیں ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور یہی شرط ہے کہ اس سب کو ایک ہی بار نکال لاوے
اور اگر بعض کو نکال لایا پھر داخل ہو کر باقی کو نکال لایا تو ہاتھ نہ کاٹا جائیگا یہ نہر الفائق میں ہے اور یہ بھی ضرور ہے کہ اسکو ظاہر نکال
لاوے چنانچہ اگر حرز میں ایک ہی بینا نکل گیا اور باقی کو نکال لیا تو اُسکا ہاتھ قطع نہ کیا جائیگا اور اُسکا انتظار نہ کیا جائیگا کہ
چور اُسکو پاخانہ میں پھرے بلکہ اُسکے مثل کا ضامن ہوگا یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور جو شخص کہ مباشر فعل چوری کے ساتھ اسکا رفیق ہو
ظاہر الروایہ میں اسکا بھی ہاتھ کاٹا جائیگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر ایک جماعت ہو اور چوری کرنے کا مباشر اسمین فقط بعض ہو تو
ان سب کا ہاتھ کاٹا جائیگا بشرطیکہ ہر ایک کے حصہ میں بقدر نصاب آوے اور یہ استحسان ہے خواہ مکان حرز سے سب
اس چوری کے مباشر کے ساتھ نکلے ہوں یا اسکے بعد فی الفور نکلے ہوں یا وہ انکے بعد فی الفور نکلا ہو۔ اگر ان چوروں میں
کوئی صغیر یا مجنون یا معتوہ ہو یا جسکا مال چرایا ہے اسکا ذی رحم محرم ہو تو کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا یہ نہر الفائق میں ہے۔ اور اگر ایک

شخص نے دوسرے کے دس درم چرائے پھر جسکا مال چرایا ہے وہ مرگیا پھر اس میت کے وارث دس آدمی ہوئے تو
انکو اختیار ہوگا کہ چوری مذکور کی بابت چور کا ہاتھ کٹوا دین اور اگر انمین سے بعض غائب ہون تو چور کا ہاتھ نہ
کاٹا جائیگا یہانتک کہ سب حاضر ہون۔ اگر زید نے عمرو کو وکیل کیا کہ تو میرے ہر حق کے مطالبہ کا وکیل ہے پس عمرو
نے خالد کو پکڑا جسنے زید کے دس درم چرانے کا اقرار کیا ہے تو عمرو کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ دس درم مال کا جسکی نسبت
خالد نے اقرار کیا ہے مطالبہ کرے مگر مین اسکا ہاتھ نہ کاٹونگا اور اگر وکیل کے واسطے خالد پر دس درم کی ڈگری کردی گئی
پھر موکل خود حاضر ہوا تو بھی مین خالد کا ہاتھ نہ کاٹونگا یہ محیط سرخسی مین ہے سرقہ کی علت مین ہاتھ کاٹے جانے مین غلام
و آزاد برابر ہین یہ ہدایہ مین ہے۔ سرقہ کا ظہور دو باتون مین سے ایک بات پائی جانے پر ہوتا ہے یعنے گواہ گواہی دین یا
مجرم خود اقرار کرے پس اگر سرقہ کا ظہور اقرار کے ساتھ ہوا تو قاضی اُس سے دریافت کریگا کہ سرقہ کیا ہے پس اگر اُسنے
سرقہ کی ماہیت بیان کردی تو قاضی اُس سے دریافت کریگا کہ کیا چیز چرائی ہے کیونکہ اگر مسروق مال نہوگا تو اُسکا
ہاتھ کاٹنا لازم نہ آویگا پس اگر اُسنے جنس مال بیان کی تو اُس سے مقدار مال دریافت کریگا اور یہ اسوقت ہے کہ جبکہ
اُسنے چرائی ہے وہ مجلس قضا مین حاضر نہ ہو بلکہ غائب ہو اور اگر مجلس قضا مین حاضر ہو اور جسکی یہ چیز چرائی ہے وہ اُسکا
مدعی ہو پس چور نے چوری کا اقرار کیا تو قاضی کو مسروق واسطے مقدار کے دریافت کرنے کی کچھ حاجت نہین ہے بلکہ
اسی مسروق کو دیکھے گا کہ اگر اسکے چرانے سے ہاتھ کاٹا جاسکتا ہو تو ہاتھ کاٹنے کا حکم دیدیگا ورنہ نہین پھر اُس سے
دریافت کریگا کہ تو نے کیونکر چرائی پھر اُس سے مکان و جگہ دریافت کریگا مگر وقت دریافت نہ کریگا اگرچہ اسمین تقادم
عہد کا احتمال ہو پھر اُس سے دریافت کریگا کہ کسکا مال چرایا ہے پھر جب اُسنے اس سب کو ٹھیک بیان کیا تو اب اسپر
قاضی ہاتھ کاٹے جانے کا حکم دیدیگا اور امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک ایک مرتبہ اقرار کرنا کافی ہے یہ محیط مین ہے۔ اور
امام المسلمین کیواسطے مستحب ہے کہ اسکو تلقین کرے تاکہ وہ چوری کا مقر نہ ہو یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور نیز چاہیے کہ مقر کو اقرار سے
پھر جانے کی تلقین کرے کہ حیلہ اُسپر سے حد دور ہوجانے کا حاصل ہو پس اگر وہ اقرار سے پھر گیا تو ہاتھ کاٹے جانے کے حق مین صحیح
ہے یعنی ہاتھ نہ کاٹا جائیگا مگر مال تاوان واجب ہونے کے حق مین صحیح نہین ہے یہ اختیار شرح مختار مین ہے۔ اور اگر اقرار کیا
کہ مین نے اس سے سو درم اسکے چرائے پھر کہا کہ مجھے وہم ہوا ہے بلکہ مین نے فلان شخص کے سو درم چرائے ہین تو ان دونون
مین سے کسی کے واسطے ہاتھ نہین کاٹا جائیگا مگر اول مقرلہ کو مال واپس دے اور اسی کے مثل دوسرے کو واپس دے
یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر اُسنے چوری کا اقرار کیا پھر رجوع کیا پھر بعض مال کا اقرار کیا تو اسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا یہ
عتابیہ مین ہے۔ اور قدوری مین لکھا ہے کہ اگر کسی نے اقرار کیا کہ مین نے یہ دراہم چرائے ہین اور مین نہین جانتا ہون کہ
کسکے ہین یا کہا کہ مین اسکے مالک کو نہین پہچانتا ہون تو اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ امام محمد رح نے جامع صغیر
مین فرمایا کہ دو مردون نے اقرار کیا کہ ہمنے یہ سو درم چرائے ہین پھر انمین سے ایک نے کہا کہ یہ میرا مال ہے تو انمین سے
کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا خواہ انمین سے ایک نے یہ مقولہ حکم قضا ہونے سے پہلے کہا ہو یا بعد حکم قضا ہونے کے قبل ہاتھ
کاٹے جانے کے کہا ہو اسی کی امام محمد رح نے اصل مین تصریح کردی ہے اسواسطے کہ باب حدود مین استیفاء کے لیے بمنزلہ
قضا کے ثابت ہے۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے اقرار کیا کہ مین نے و فلان نے فلان شخص سے یہ کپڑا جو دونون کے ہاتھ
مین ہے چرایا ہے تو امام محمد رح نے یہ مسئلہ کتاب الاصل مین ذکر فرمایا اور اسکی دو صورتین قرار دین ایک یہ کہ دوسرے شخص

اسکے اقرار کی تصدیق کی پس اس صورت مین بالاجماع دونون کا ہاتھ کاٹا جائیگا دوم آنکہ دوسرے نے اسکی تکذیب کی تو
اسکی دو صورتین ہین اول آنکہ دوسرا یہ کہے کہ مین نے چرایا نہین ہے یہ کپڑا میرا ہے پس ایسی صورت مین بالاجماع ان دونون مین
سے کسی پر قطع واجب نہ ہوگا دوم آنکہ دوسرے نے کہا کہ مین نے نہین چرایا اور مین نہین پہچانتا کیسا کپڑا اور اس صورت
مین اختلاف ہے کہ امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اقرار کرنے والے کا ہاتھ کاٹا جائیگا اور رہا انکار کرنے والا سو
بالاجماع اسکا ہاتھ نہین کاٹا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر دوسرے نے اسکی تصدیق کی پھر اس سے پھر گیا تو بالاتفاق
اقرار کرنے والے سے قطع ساقط ہو جائیگا یہ عتابیہ مین ہے۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے کہا کہ ہم نے یہ کپڑا فلان سے
چرایا پس دوسرے نے کہا کہ تو جھوٹ بولا ہم نے نہین چرایا ہے ولیکن یہ کپڑا فلان کا ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک مقر کا ہاتھ
کاٹا جائیگا اور منکر کا ہاتھ نہین کاٹا جائیگا۔ اور ایک شخص نے دوسرے پر سرقہ کا دعوے کیا اور اس نے انکار کیا تو
اس سے قسم لیجائیگی پس اگر اسنے قسم سے انکار کیا تو اسکا ہاتھ نہین کاٹا جائیگا ولیکن مال کا ضامن ہوگا اور اگر اس نے
اقرار کر لیا پھر اپنے اقرار سے پھر گیا اور انکار کیا تو ہاتھ نہ کاٹا جائیگا ولیکن مال کا ضامن ہوگا یہ سراج وہاج مین ہے
اور اگر زید نے سرقہ کا اقرار کیا پس عمرو نے کہا کہ نہین بلکہ مین نے چرایا ہے نہ اسنے تو جسکا مال چرایا ہے وہ جسکی تصدیق کرے
اسکا ہاتھ کاٹا جائیگا پس اگر اسنے اول کی تصدیق کی پھر دوسرے کی تو ہاتھ کاٹنا و مال کی ضمانت کچھ واجب نہ ہوگی
اسواسطے کہ دوسرے کی تصدیق کرنا اسکی تکذیب ہے یہ عتابیہ مین ہے۔ اور اگر مسروق منہ نے اول کی تصدیق کرنے کے بعد
کہا کہ اسکو اول نے نہین چرایا اور اسکو دوسرے نے چرایا ہے تو دونون مین سے کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اور اول پر مال
بھی واجب نہ ہوگا اور دوسرا مال کا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر اول کی تصدیق کی پھر دوسرے نے اقرار کیا
پس اسکی بھی تصدیق کی تو دوسرا مقر مال کا ضامن ہوگا اور اگر سرقہ کا اقرار کیا پھر مالک نے غصب کا دعوی کیا یا اسکے
برعکس واقع ہوا تو ہاتھ نہ کاٹا جائیگا مگر مال کا ضامن ہوگا یہ عتابیہ مین ہے۔ اور اگر کہا کہ نہین اور سکوت کیا پھر کہا کہ بلکہ
تو نے مجھ سے غصب کر کے لے لیا ہے تو مال کا حکم نہ دیا جائیگا اور اگر اقرار کیا کہ مین نے اس طفل کے ساتھ چرایا ہے یا اس
گونگے کے ساتھ چرایا ہے تو اسکا ہاتھ نہین کاٹا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر چار نے سرقہ کا اقرار کیا پھر دو نے رجوع
کیا تو ہاتھ کاٹا نہین جائیگا اور اسی طرح اگر دو نے اقرار کیا پھر ایک نے رجوع کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ عتابیہ مین ہے۔
اور اگر زید نے اقرار کیا کہ مین نے یہ کپڑا عمرو کا چرایا ہے اور عمرو نے اقرار کیا کہ اسمین سے نصف کپڑا زید کا ہے یعنے کہا کہ اسمین
سے نصف کپڑا تیرا ہے اور زید نے اس سے انکار کیا تو اسکا ہاتھ نہین کاٹا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر چور نے کہا کہ مین نے
اسکو فلان سے چرایا اور اسکو اس شخص کے پاس جسکے ہاتھ مین ہے ودیعت رکھا یا اسکو ہبہ کر دیا یا اسنے مجھ سے غصب
کر لیا ہے اور قابض نے اس سے انکار کیا تو اسکا ہاتھ کاٹا جائیگا مگر قابض پر اسکے قول کی تصدیق نہ ہوگی یہ عتابیہ مین ہے اور
اگر زید نے اقرار کیا کہ مین نے اور عمرو نے خالد سے ہزار درم چرائے تو آخر قول مین امام اعظم رح کے مقر کا ہاتھ
کاٹا جائیگا اور یہی صاحبین رح کا قول ہے اور اسکے شریک کا انتظار نہ کیا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہے اور نوادر بشر رح مین
امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اگر اسنے اقرار کیا کہ مین نے چرائے نو درم نہین بلکہ دس درم تو امام اعظم رح کے قیاس قول پر
اسکا ہاتھ کاٹنا لازم نہین آتا ہے یہ محیط مین ہے منتقے مین لکھا ہے کہ ایک نے کہا کہ مین نے مال فلان سے سو درم چرائے نہین بلکہ دس
دینار تو دس دینار کی وجہ سے اسکا ہاتھ کاٹا جائیگا اور سو درم کا وہ ضامن ہوگا اور مراد اس سے یہ ہے کہ یہ اس صورت مین ہے

کہ مقرلہ نے دونون مالون کا دعوے کیا ہو پس یہ امام اعظم رح کا قول ہو اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے چرائے سو درم
نہین بلکہ دوسو درم تو اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا اور دو ضامن نہ ہوگا اور مراد اس سے یہ ہو کہ یہ اس صورت مین ہو کہ
جب مقرلہ نے فقط دوسو درم کا دعوی کیا ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے چرائے دوسو درم نہین بلکہ
سو درم تو اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اور دوسو درم کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ اُسنے دوسو درم چرانے کا اقرار کیا پھر اُس سے پھر گیا
پس ضمان واجب ہوئی اور ہاتھ کاٹنا واجب نہ ہوگا اور سو درم کا اقرار صحیح نہ ہوگا اسواسطے کہ مقرلہ اسکا دعوی نہین
کرتا ہو اور اگر سو درم پر رجوع کرنے مین مسروق منہ نے اسکی تصدیق کی تو ضمان بھی واجب نہ ہوگی یہ فتح القدیر مین
ہو۔ اور اگر کہا کہ مین نے اس سے دس درم چرالیے نہین بلکہ اُس سے تو تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ مین اول کے واسطے
دس درم کی ضمان دلواؤنگا اور دوسرے کے واسطے ہاتھ کاٹنے کا حکم دونگا۔ اور امام ابو یوسف فرماتے تھے کہ دوسرے
کے واسطے اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا یہان تک کہ دوسرے کے واسطے ایکبار اور اقرار کرے پھر انھون نے امام اعظم رح
کے قول کی طرف رجوع کیا یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور منتقی مین لکھا ہو کہ اگر اقرار کیا کہ مین نے اس سے دس درم چرائے نہین
بلکہ مین نے انکو اس سے چرائے تو فرمایا کہ مین ان دونون کے واسطے دس درم کا ضامن کرونگا اور ہاتھ نہین کاٹونگا
یہ ظہیریہ مین ہو اور اگر کہا کہ مین نے چرایا یہ کپڑا اُس سے اور وہ سو درم قیمت کا ہو پھر کہا کہ نہین بلکہ مین نے اس شخص
کو چرایا ہو تو امام اعظم کے نزدیک اول کی بابت ہاتھ نہین کاٹا جائیگا اور دوسرے کی بابت ہاتھ کاٹا جائیگا یہ
محیط سرخسی مین ہو۔ اور لڑکا یا لڑکی اقرار سرقہ کرے تو صحیح نہین ہو اور اگر لڑکا محتلم ہوا یا اُسکے جماع کرنے سے حمل رہا
یا لڑکی حائضہ یا حاملہ ہوئی پھر اُسنے اقرار کیا تو اقرار صحیح ہو یہ محیط مین ہو۔ اور اگر کسی نے سرقہ کا بطوع خود اقرار کیا پھر کہا
کہ یہ متاع میری متاع ہو یا کہا کہ مین نے اسکو ودیعت دی تھی یا کہا کہ مین نے اسکو اس سے بطور رہن کے بعوض اس
دین کے جو میرا اسپر ہی لیا ہو تو اس مرد کے ذمہ سے ہاتھ کاٹنا دور کیا جائیگا جیسے اگر گواہون سے سرقہ ثابت ہوا ہو
پھر اُسنے ایسا کہا تو یہی حکم ہو۔ اور اگر قاضی نے کسی چور پر ہاتھ کاٹنے کا حکم بہ گواہی یا باقرار دیدیا پھر جسکی چیز چرائی تھی اُسنے
کہا کہ یہ میری متاع نہین ہو اسکی متاع ہو اُسنے مجھسے چرائی نہین ہو یہ میرے پاس ودیعت تھی یا کہا کہ میرے گواہون نے جھوٹی
گواہی دی یا اُسنے جھوٹ اقرار کیا یا مثل اسکے تو اسکے ذمہ سے ہاتھ کاٹنا ساقط ہو جائیگا یہ محیط مین ہو۔ اور اگر کسی نے بکراہ
چوری کا اقرار کیا تو اُسکا اقرار باطل ہو اور بعضے متاخرین نے اُسکے صحیح ہونے کا فتوی دیا ہو یہ ظہیریہ مین ہو جسپر سرقہ کا
دعوی کیا گیا ہو اگر اُسنے سرقہ کا انکار کیا تو فقیہ ابوبکر الاعمش سے مروی ہو کہ اس صورت مین امام المسلمین اپنی غالب رائے پر
عمل کریگا پس اگر اسکی غالب رائے مین آوے کہ یہ چور ہی اور مال اُسکے پاس ہو تو اسکو تعزیر دے اور امام المسلمین کو ایسا
کرنا جائز ہو اور عامہ مشائخ کے نزدیک امام المسلمین کو اسکے تعزیر دینے کا اختیار ہو جیسے کہ اسکو چورون کے ساتھ جاتے
دیکھے تو ایسا کرسکتا ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ زید نے عمرو پر سرقہ کا دعوے کیا تو مدعی پر گواہ لانے لازم ہین اور مدعا علیہ پر قسم عائد
ہوگی اور مارنا خلاف شرع ہو اسکا فتوے نہ دیا جائیگا اسواسطے کہ مفتی کا فتوی مطابق شرع ہونا چاہیے پھر زید نے عمرو پر
چوری کا دعوی کرکے عمرو کو سلطان کے حضور مین پیش کیا اور درخواست کی کہ سلطان اسکو سزا دے تاکہ یہ اقرار کرے
پھر اسکو سلطان نے ایک یا دو مرتبہ پٹواکر قیدخانہ مین واپس بھیجدیا پس عمرو کو پھر پٹنے سزا پانے کا خوف ہوا اور وہ قیدخانہ
پر چڑھا پس وہان سے گرا اور مرگیا اور زیدکو اس قیدخانہ مین ناحق ڈال دینے کا خسارہ بھی اُٹھانا پڑا ہو پھر چوری مذکور عمرو کے

سوائے خالد کے ہاتھ سے ظاہر ہوئی تو وارث شان عمرو کو اختیار ہوگا کہ زید سے اپنے مورث کی قیمت اور جو کچھ اسکو مالی
خسارہ لاحق ہوا ہے سب لے لیوے اسواسطے کہ یہ سب اسی زید کے سبب سے پہونچا ہے اور زیادہ اس سبب کے کہ ...
میں ظاہر ہے یہ فتاوے کبریٰ میں ہے۔ اور اگر چوری کا اقرار کیا پھر پھر جاگا تو کبھی اسکا پیچھا نہ کیا جائیگا نہ فی الفور نہ بعد زمانہ بخلاف
اسکے اگر گواہوں کی گواہی سے اسپر چوری ثابت ہوئی پھر پھر جاگا تو فی الفور اسکا پیچھا کیا جائیگا اور ہاتھ کاٹا جائیگا یہ محیط
میں ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ انا سارق ہذا الثوب یعنی قاف کو تنوین دی اور باء موحدہ کو زیر دیا تو اسکا ہاتھ نہیں کاٹا
جائیگا اور اگر اسنے سارقُ ہذا الثوب کہا یعنی باضافت تو اسکا ہاتھ کاٹا جائیگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ زید کے
غلام کے ہاتھ میں دس درم ہیں اسنے اقرار کیا کہ میں نے یہ درم عمرو کے چرائے ہیں پس اگر ایسا غلام ہو کہ اسکو تجارت کرنے
کی اجازت ہے یا مکاتب ہو اور اسنے ایسے مال کے سرقہ کا جسکو وہ تلف کر چکا ہے یا موجود ہے اقرار کیا تو اسکا اقرار ہاتھ
کاٹنے اور ضمان مال دونوں کے حق میں صحیح ہے پس اسکا ہاتھ کاٹ دیا جائیگا اور مال مسروقہ اگر موجود ہو تو واپس
دیا جائیگا۔ اور اگر غلام محجور ہو یعنی تصرفات سے ممنوع ہو پس اگر اسنے ایسے سرقہ کا اقرار کیا جسکو وہ تلف کر چکا ہے تو اسکا
اقرار ہاتھ کاٹے جانے کے حق میں صحیح ہے اور اگر اسنے ایسے مال کے سرقہ کا جو بعینہ اسکے ہاتھ میں موجود ہے اقرار کیا پس
اگر مولی نے اسکی تصدیق کی تو اسکا ہاتھ کاٹا جائیگا اور مال مسروقہ اسکے مالک کو واپس دیا جائیگا اور اگر مولی نے
مال کے حق میں اسکی تکذیب کی کہ یہ مال میرا ہے تو بنا بر قول امام اعظم رح کے اس صورت میں بھی اسکا اقرار حق قطع و مال دونوں
میں صحیح ہے پس غلام کا ہاتھ کاٹا جائیگا اور مال مذکور اسکے مالک کو واپس دیا جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر سرقہ کا ثبوت گواہی سے
ہو تو شرط ہے کہ دو مرد عادل گواہ ہوں۔ اور عورتوں کی گواہی اسمیں مقبول نہ ہوگی نہ حق مال میں اور نہ حق قطع میں اور
مردوں کے ساتھ عورتوں کی گواہی حق مال میں ہمارے نزدیک مقبول ہے اور حق قطع میں نہیں مقبول ہوگی۔ اور ایسا ہی
اگر گواہی پر گواہی ہو تو وہ بھی ہمارے نزدیک حق مال میں مقبول ہے اور ہاتھ کاٹے جانے کے حق میں نہیں مقبول ہے جب
دو مرد عادل نے سرقہ کی گواہی دی تو قاضی مال و قطع دونوں کے حق میں یہ گواہی قبول کریگا پھر دونوں گواہوں سے
دریافت کریگا کہ سرقہ کیا چیز ہے پھر مال مسروق کی جنس و مقدار دریافت کریگا بشرطیکہ مال مسروق کچہری قاضی میں
حاضر نہ ہو اور اگر مجلس قضا میں حاضر ہو تو ان سے مال مسروق کی جنس و مقدار دریافت نکریگا ولیکن سرقہ پر نظر کریگا
جیسے ہم نے فصل اقرار میں بیان کیا ہے پھر دونوں سے دریافت کریگا کہ کیونکر چوری کی اور گواہوں سے مکان و وقت
و مسروق منہ کو بھی دریافت کریگا پس جب انھوں نے اس سب کو ٹھیک بیان کیا اور قاضی ان گواہوں کی عدالت
سے آگاہ ہو تو سارق پر ہاتھ کاٹے جانے کا حکم دیدیگا اور اگر وہ گواہوں کی عدالت سے واقف نہو تو اسپر ہاتھ کاٹے
جانیکا حکم نہ دیگا جب تک کہ گواہوں کا حال دریافت نہ کرلے اور عدالت ظاہر ہونے تک سارق کو قید رکھے گا اور اس
حالت میں کہ وہ قید ہے اگر گواہوں کی عدالت ظاہر ہوگئی پس اگر مسروق منہ حاضر ہو تو قاضی چور پر ہاتھ کاٹے جانیکا
حکم دیگا اور اگر وہ غائب ہو تو سارق کے ہاتھ کاٹے جانے کا حکم نہ دیگا۔ اور اگر مسروق منہ حاضر ہوا اور قاضی نے
چور پر ہاتھ کاٹے جانے کا حکم دیدیا پھر استیفاء قطع سے پہلے مسروق منہ غائب ہوگیا تو امام محمد رح نے اس صورت
کو کتاب میں ذکر نہیں کیا ہے اور مشائخ نے اسمیں اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ واجب ہے کہ اسمیں امام اعظم کے دو قول
ہوں کہ بر قول اول ہاتھ کاٹ دیا جائیگا اور بر قول دوم نہیں کاٹا جائیگا اور اسمیں سے بعض نے فرمایا کہ استیفاء قطع امام اعظم

کے اول و آخر دونون قولون کے موافق ممنوع ہی۔ اور اگر دو گواہون نے چوری پر گواہی دی پھر ان دونون کی عدالت
ظاہر ہونے کے بعد دونون غائب ہو گئے یا مر گئے اور ہنوز قاضی نے حکم نہین دیا یا جاری نہین ہوا ہی تو ان دونون صورتون
مین امام اعظم رح کے اول قول کے موافق قاضی کچھ حکم نہ دیگا اور نہ نافذ کریگا اور دوسرے قول کے موافق حکم دیکر نافذ
کردیگا۔ اور اگر دونون گواہ فاسق یا مرتد یا اندھے ہو گئے یا دونون کی عقل جاتی رہی پس اگر ایسا امر قبل حکم قضاء کے
واقع ہوا تو حکم قضا ہونے سے مانع ہی اور اگر یہ امور بعد حکم ہونے کے قبل جاری ہونے کے پیش آئے تو جاری ہونے سے
مانع ہونگے اور اگر دو گواہون نے دو مردون پر گواہی دی کہ فلان و فلان دونون نے فلان شخص کی چوری کی اور دونون
گواہون نے سرقہ بیان کیا اور جن دونون پر گواہی دی ہی انمین سے ایک غائب ہی نہین ملا اور ہاتھ نہین آیا تو بنا بر آخر
قول امام ابو حنیفہ کے اور وہی صاحبین رح کا قول ہی یہ حکم ہی کہ جو حاضر ہی اُسکا ہاتھ کاٹ دیا جائیگا پھر جو غائب ہی جب
حاضر ہوا اور مالک مال اسکو قاضی کے حضور مین لیگیا تو قاضی اسکو حکم دیگا کہ دوبارہ گواہ پیش کرے یہ محیط مین ہی۔ اور
اگر امام المسلمین نے کسی چور کے ہاتھ کاٹے جانے کا حکم دیدیا پھر مسروق منہ نے اسکو عفو کردیا تو اُسکا عفو کرنا باطل ہی یہ
ایضاح مین لکھا ہی اگر دو کافرون نے ایک کافر و ایک مسلمان پر سرقہ کی گواہی دی تو کافر کا ہاتھ کاٹا جائیگا اور
مسلمان کا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا۔ اگر دو گواہون نے ایک آدمی پر گواہی دی کہ اسنے گائے چرائی ہی اور دونون نے اسکے رنگ
مین اختلاف کیا کہ دونون مین سے ایک نے کہا کہ وہ سپید تھی اور دوسرے نے کہا کہ سیاہ تھی تو امام اعظم رح کے نزدیک
گواہی مقبول ہوگی اور صاحبین رح نے اسمین خلاف کیا ہی۔ اور کرخی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ اختلاف ایسے دو رنگون مین
ہی کہ جو باہم مشابہ ہون جیسے سرخی و زردی اور جو باہم مشابہ نہین ہین جیسے سپیدی و سیاہی تو یہ گواہی بالاجماع مقبول
نہوگی اور صحیح یہ ہی کہ سب مین اختلاف ہی اور اگر دونون مین سے ایک نے گواہی دی کہ اسنے بیل چرایا اور دوسرے
نے گواہی دی کہ اسنے گائے چرائی تو بالاجماع گواہی قبول نہوگی۔ اور اگر دونون نے گواہی دی کہ اسنے کپڑا چرایا ہی مگر
ایک نے کہا کہ کپڑا ہروی تھا اور دوسرے نے کہا کہ وہ مروی تھا تو شیخ ابی سلیمان مین مذکور ہی کہ اسمین بھی اختلاف ہی اور
شیخ ابو حفص مین مذکور ہی کہ بالاجماع ایسی گواہی قبول نہوگی جسپر سرقہ کی گواہی دی گئی ہی اگر اُسنے کہا کہ یہ میرا اسباب
ہی کہ مین نے اسکے پاس رکھوایا تھا اور یہ منکر ہوگیا تھا یا مین نے اس سے خریدا تھا یا کہا کہ اُسنے اقرار کیا تھا کہ یہ میرا ہی تو
ان سب صورتون مین چور کے ذمہ سے حد ساقط کیجائیگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ یہ مال اس زید
نے چرایا ہی اور دوسرے دو گواہون نے گواہی دی کہ یہ مال اس عمرو نے چرایا اور مسروق منہ یعنی جسکا مال چرایا ہی
دعوی کرتا ہی کہ زید نے چرایا ہی تو زید کا ہاتھ نہین کاٹا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر گواہون نے ایک غلام ماذون پر
دس درم یا زیادہ کے سرقہ کی گواہی دی اور غلام منکر ہی پس اگر اُسکا مولے حاضر ہو تو بالاتفاق سب اماموں کے
نزدیک غلام کا ہاتھ کاٹا جائیگا اور مال مسروق کی نسبت یہ حکم ہی کہ اگر غلام نے اسکو تلف کردیا ہو تو ضامن نہ ہوگا
اور اگر بعینہ قائم ہو تو مسروق منہ کو واپس کردیگا اور اگر مولے غائب ہو تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک غلام کا ہاتھ
نہ کاٹا جائیگا اور مال مسروق کا ضامن ہوگا اور اگر گواہون نے دس درم سے کم چرانے کی گواہی دی تو قاضی مال مذکور دینے کا
حکم کریگا اور ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ کریگا خواہ مولی حاضر ہو یا غائب ہو۔ اور اگر گواہون نے غلام ماذون کے دس درم چرانے کے اقرار
کی گواہی دی تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قاضی اسپر مال کا حکم دیدیگا اور ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ دیگا۔ اور اگر کسی غلام مجور پر دلیل

درہم یا زیادہ چرانے کی گواہی دی تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قاضی اسپر کچھ حکم نہ دیگا نہ ہاتھ کاٹنے کا اور نہ مال کا
اور اگر گواہوں نے غلام مجور کے اقرار سرقہ کی گواہی دی تو قاضی ایسی گواہی کو کسی طرح قبول نہ کریگا خواہ مولی حاضر ہو
یا غائب ہو حتی کہ غلام کا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اور نہ مال کے واسطے مولی اسکے فروخت کرنے کے لیے ماخوذ ہوگا مگر غلام بعد
اپنے آزاد ہونے کے مال کے واسطے ماخوذ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے چور اگر کسی کے گھر میں داخل ہوا جہان متاع محفوظ ہے اور
اسنے متاع کو لے لیا اور اسکو باہر نکالا تو مالک کو اختیار ہے کہ اسکو قتل کر دے اور نوادر ابن سماعہ میں ہے کہ امام محمد رح نے
فرمایا کہ اگر چور سیندھ دیتا ہو کوٹھری میں اور مالک نے اسکو دیکھ کر چلانا شروع کیا پس اگر وہ بھاگ گیا تو خیر ورنہ اسکو روا ہے
کہ چور کو قتل کر دے اور نوادر ابن رستم میں قول امام محمد رح اسطرح مذکور ہے کہ امام محمد رح نے کہا کہ اگر چور مکان میں سیندھ دیتا ہو
اور مالک نے اسکو قتل کر دیا تو کیا اسکی دیت کا ضامن ہوگا پس (امام اعظم رح نے) فرمایا کہ اسکو قتل کرنا روا ہے اور دیت کا ضامن
نہ ہوگا اور مجرد اور نوادر بن سماعہ میں امام محمد رح سے مروی ہے کہ اگر چور کسی کے دار میں داخل ہوا اور مالک مکان کو معلوم
ہوا اور یہ بھی جانا کہ میں اسکو پکڑ نہیں سکتا ہون تو اسکو روا ہے کہ قتل کر دے خواہ وہ مکابرہ سے داخل ہوا یا بغیر مکابرہ سے لیکن حال
یہ ہو کہ اسکے مال چرا لیجانے کا ارادہ رکھتا ہو پس اگر اسکو قتل کر دیا تو قاتل پر قصاص و دیت کچھ لازم نہ ہوگی یہ محیط سرخسی
میں ہے فتاوی اہل سمرقند میں لکھا ہے کہ چور نے ایک شخص کی دیوار میں سیندھ لگانی شروع کی اور ہنوز سوراخ نہ ہونے
پایا تھا کہ مالک نے اسکو دیکھا اور سے ایک پتھر ڈال دیا کہ وہ مرگیا تو مالک کی مددگار برادری پر اسکی دیت واجب ہوگی
اور مالک مذکور پر کفارہ قتل لازم آویگا یہ ذخیرہ میں ہے فتاوی ابو اللیث رح میں مذکور ہے کہ ایک شخص دوسرے کی
دیوار پر چڑھا بغرض چوری کے اور دیوار پر چادر پڑی ہے پس مالک دیوار کو خوف ہوا کہ اگر میں چلایا تو یہ چادر لیکر چل دیگا
پس آیا مالک کو حلال ہے کہ اسکو پھینک مارے تو فرمایا کہ ہان اسکو روا ہے بشرطیکہ چادر دس درم یا زیادہ کی ہو اور
فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب نے اس مقدار کی شرط نہیں لگائی ہے بلکہ مطلقاً فرمایا ہے کہ اسکو تیر وغیرہ
مار دینے کا اختیار ہے جنایات الجامع الصغیر میں مذکور ہے کہ ایک شخص دوسرے کے یہان رات کو داخل ہوا اور مال
چرا کر اسکو دار سے باہر نکال لایا پھر مالک مال اسکے پیچھے دوڑا اور اسکو قتل کر ڈالا تو مالک پر کچھ نہیں ہے اور مشایخ
نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ ایسی صورت میں ہے کہ سوائے قتل کرنے کے اور کسی طرح اس سے مال واپس نہ
لے سکتا ہو پس جب کہ ایسی صورت ہو تو اسکو قتل کرنا روا ہے اور قاتل پر ضمان واجب نہوگی اور منتقے میں لکھا
ہے کہ اگر کسی کے پاس ایک گروہ روٹی ہو اور دوسرے نے اس سے چھین لینی چاہی تو مالک کو روا ہے کہ اس سے تلوار
سے مقاتلہ کرے جبکہ اپنے نفس پر بھوک سے خائف ہو اور اسی طرح اگر اسکے پینے کا پانی ہو تو اسمین بھی یہی حکم ہے محیط میں
ہے قال المترجم جب اپنے نفس پر خائف ہو بھوک یا پیاس سے یہ عام ہے خواہ ملک ایسا ہو جہان کثرت سے پانی ملتا ہے
یا جنگل عرب وغیرہ کے ہو فافہم۔ ایک چور معروف ہے یعنی مشہور چور ہے اسکو کسی نے ایسی حالت میں پایا کہ وہ چوری میں
نہیں مشغول تھا بلکہ اپنی اور ضرورت میں مشغول تھا تو اسکو قتل کرنا روا نہیں ہے ہان اسکو پکڑ کر امام المسلمین کے پاس لاوے
تاکہ امام اسکو قید کر کے توبہ کراوے یہ ظہیریہ میں ہے اگر مالک مال چور پر چلایا کہ وہ بھاگ گیا تو مالک کو پیچھا کر کے اسکو
مارنا روا نہیں ہے الا آنکہ اسکا کچھ مال لیے جاتا ہو تو حلال ہے کہ اسکا پیچھا کر کے اسکو ہتھیار سے مارے یہانتک کہ اسکا
مال ڈالدے یہ محیط میں ہے۔ مدعی کے حق میں مستحب ہے کہ جب چور پر دعوے کرے تو باین لفظ دعوے کرے کہ اسنے لے لیا نہ

بلفظ سرقہ اسی طرح گواہون کے حق مین مستحب ہی کہ چرانے کی لفظ سے گواہی نہ دین بلکہ لے لینے کی گواہی دین یا یون
کہین کہ یہ مال اس طالب کا ہی تاکہ ہاتھ کاٹنے کی حد چور کے ذمہ سے ساقط ہوجاوے۔ ایک نے دوسرے پر دعوے
کیا کہ اسنے مجھ سے یہ مال مدعی ۱۲ چرا لیا ہی پس چور نے کہا کہ ہان مین نے لے لیا ہی تو وہ مال کا ضامن ہوگا اور اسکا
ہاتھ نہین کاٹا جائیگا اگرچہ اسکے بعد وہ چرا لینے کا بھی اقرار کرے یہ سراجیہ مین ہی۔ ایک نے دوسرے پر سرقہ کا دعوی کیا
اور مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ اس سے قسم لیجائیگی پس اگر اسنے قسم سے انکار کیا تو اسپر مال
کا حکم دیا جائیگا اور ہاتھ کاٹنے کا حکم نہین دیا جائیگا کذا فی الظہیریہ اور اسی طرح اگر اسنے اقرار سے رجوع کر لیا تو
بھی یہی حکم ہی اور اسی طرح گواہی کی صورت مین اگر ایسا ہوا تو یہی حکم ہی کہ مال کا ضامن ہوگا اور ہاتھ نہین کاٹا
جائیگا یہ عتابیہ مین ہی۔ دو گواہون نے ایک شخص پر چوری کی گواہی دی اور اسکا ہاتھ کاٹ دیا گیا پھر گواہون نے
رجوع کیا کہ یہ نہین بلکہ فلان دوسرا ہی تو اسکا ہاتھ نہین کاٹا جائیگا اور اول کی دیت کے دونون گواہ ضامن
ہونگے اور اگر دوسرے دو گواہون نے اول گواہون کے رجوع کر لینے پر گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی اور اسکا
ہاتھ کاٹا جائیگا۔ دو گواہون نے چور کے اقرار سرقہ پر گواہی دی اور وہ منکر ہی یا خاموش ہی تو اسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا۔
اور اگر چار نے گواہی دی پھر دو نے رجوع کیا اور دوسرے شخص پر چوری کی گواہی دی تو ان دونون شخصون
مین سے کسی کا ہاتھ نہین کاٹا جائیگا اور مال کا حکم اول پر دیا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی

دوسرا باب ان صورتون کے بیان مین جنمین ہاتھ کاٹا جائیگا اور جنمین ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اور اسمین فصلین ہین

فصل اول جنمین ہاتھ کاٹا جائیگا۔ جو چیز تافہ مباح دار الاسلام مین پائی جاتی ہو اسکی چوری مین ہاتھ کاٹنا
نہین آتا ہی جیسے جلانے کی لکڑیان و گھاس و نرکل و مچھلیان و زرنیخ و مغرہ و نورہ و چونہ اور مچھلی مین نمکین سوکھی ہوئی
اور تازی دونون داخل ہین یہ ہدایہ مین ہی۔ اور ساکھو و قنا و آبنوس و صندل و سنبل [illegible] و یاقوت و زبرجد مین ہاتھ
کاٹا جائیگا کذا فی الکافی حاصل آنکہ جملہ جواہر مین ہاتھ کاٹا جائیگا یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور سونا و چاندی و موتی و فیروزہ
ان چیزون مین ہشام نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ اگر اسنے ان چیزون کو ایسی صورت پر چرایا کہ جیسی باج
پائی جاتی ہین یعنے مٹی مین ملی ہوئی اور پتھر مین مخلوط تو ہاتھ کاٹنا واجب نہ ہوگا اور ظاہر الروایت کے موافق
بہر حال ہاتھ کاٹنا واجب ہوگا۔ اور جس لکڑی سے ہاتھ نہین کاٹا جاتا ہی اگر اسکا تختہ یا کرسی یا دروازہ بنا یا
پھر اسکو کسی نے چرایا تو ہاتھ کاٹا جائیگا اور رنگا ہوا نرکل و تنکے [illegible] جیسے قبل عمل کے ہاتھ نہین کاٹا جاتا تھا ویسے
ہی اگر اسکی چٹائی وغیرہ بنائی تو بھی ہاتھ نہ کاٹا جائیگا یعنے مثلاً اسکا بوریا بنایا جسکو کسی نے چرا لیا تو اسکا ہاتھ
نہین کاٹا جائیگا یہ محیط مین ہی اور اگر بوریے کے اصل مال پر دستکاری غالب ہو جیسے بغدادی وجرجانی چٹائیان
ہوتی ہین کہ انکی بناوٹ ہی کی قیمت کہلاتی ہی تو مشائخ نے فرمایا کہ اسمین بھی ہاتھ کاٹا جائیگا یہ کافی مین ہی اور
دروازون کے سرقہ مین جب ہی ہاتھ کاٹا جائیگا کہ جب وہ حرز مین ہون اور خفیف ہون کہ ایک آدمی پر اسکا اٹھا
لیجانا بھاری نہو اسواسطے کہ بھاری دروازون کی چوری پر رغبت نہین کیجاتی ہی اور اگر دروازے مرکب ہون تو انکے سرقہ
مین ہاتھ نہین کاٹا جائیگا یہ تبیین مین ہی۔ اور جو چیزین جلد فاسد و بگڑ جاتی ہین جیسے دودھ و گوشت و فواکہ تر انکی چوری
سے ہاتھ نہین کاٹا جائیگا یہ ہدایہ مین ہی۔ اور فواکہ خشک تو دونون [illegible] مین جیسے اخروٹ و بادام تو انکے چرانے مین

ہاتھ کاٹا جائیگا بشرطیکہ وہ محرز میں ہوں اور جو فواکہ درخت پر ہوں اور جو کھیتی ہنوز کاٹی نہ گئی ہو تو اُسکی چوری میں ہاتھ
نہیں کاٹا جائیگا اور اگر فواکہ بعد استحکام کے توڑا گیا اور کھیتی کاٹ کر کسی احاطہ میں جسکا دروازہ مقفل ہو رکھی گئی تو اسکی
چوری سے ہاتھ کاٹا جائیگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور گوشت سے جو ہاتھ نہیں کاٹا جاتا ہے تو یہ عام ہے خواہ گوشت نمک
دیا ہوا ہو یا غیر اسکا ہو یہ فتح القدیر میں ہے۔ اگر ایک نے دوسرے سے طعام چرایا حالانکہ ایسے سال میں چرایا کہ قحط ہے
تو اسکی چوری سے ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا خواہ ایسا طعام ہو کہ جلد بگڑ جاتا ہے یا جلد نہ بگڑتا ہو خواہ محرز ہو یا نہ ہو اور اگر
سال فراخی ہو پس اگر طعام ایسا ہو کہ جلد بگڑ جاتا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر طعام ایسا ہو کہ جلد نہیں بگڑتا ہے اور وہ محرز
ہو تو چور کا ہاتھ کاٹا جائیگا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ پھلوں میں بھی اسی تفصیل سے یہی حکم ہے یعنی اگر سال قحط ہو تو پھلوں
کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا خواہ ایسے پھل ہوں کہ جلد بگڑ جاتے ہوں یا جلد نہ بگڑتے ہوں خواہ پھل درخت پر
سے چرائے ہوں یا محرز ہوں۔ اور اگر سال آسودگی ہو تو جلد بگڑنے والے پھلوں کی چوری سے ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا
خواہ درخت پر سے لیے ہوں یا اور جگہ محرز ہوں اور اگر پھل ایسے ہوں کہ جلد نہ بگڑتے ہوں اور محرز ہوں تو انکی چوری
سے ہاتھ کاٹا جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور تمام حبوب میں اور روغنوں میں اور طیب و عود و مشک میں ان سب کی چوری میں ہاتھ
کاٹا جائیگا اور اسی طرح اگر روئی یا کتان یا صوف کو چرایا تو بھی ہاتھ کاٹا جائیگا اور اسی طرح اگر گیہوں یا جو یا آٹا
یا ستو یا گھی یا چھوہارے یا منقی یا روغن زیتون کو چرایا تو ہاتھ کاٹا جائیگا اور اسی طرح پہننے کی چیزوں اور فرش اور نیز
لوہے و پیتل و جست کے برتنوں اور لکڑی اور چمڑے کمائے ہوئے اور کاغذ و چھریاں و خیمے و ترازو میں و رسیاں چرانے
میں بھی ہاتھ کاٹا جائیگا اور پتھروں کے چرانے میں ہاتھ کاٹنا نہیں آتا ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور رخام کی چوری میں
ہاتھ نہیں کاٹا جاتا ہے اور نیز پتھروں کی ہانڈیاں چرانے سے بھی ہاتھ نہیں کاٹا جاتا ہے اور نمک چرانے سے بھی ہاتھ نہیں کاٹا جاتا
ہے یہ تبیین میں ہے۔ اور امام اعظم رح نے فرمایا کہ سینگوں کی چوری میں ہاتھ کاٹنا نہیں ہے خواہ معمولہ ہوں یا غیر معمولہ ہوں
یعنی بنائے ہوئے ہوں یا کمائے ہوئے نہ ہوں۔ اور اگر کوئی درخت جڑ سمیت باغ سے چرایا حالانکہ وہ دس درم کا ہے تو
اسمیں ہاتھ کاٹنا نہیں آتا ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور سرکہ و شہد کی چوری میں بالاتفاق ہاتھ کاٹا جاتا ہے یہ شرح
مجمع البحرین میں ہے تاجر اہل عدل سے کسی باغی نے کچھ چرایا درحالیکہ وہ انکے درمیان تھا تو اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا یہ تاتارخانیہ
میں ہے۔ اور مشک چرانے سے بالاجماع کاٹا جائیگا یہ ہدایہ میں ہے۔ امام محمد رح سے مروی ہے کہ ہاتھی دانت چرانے میں جبتک اُس سے
کوئی چیز نہیں بنائی گئی ہے ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا اور ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ ہاتھی دانت خواہ معمولہ ہو یا غیر معمولہ
واجب ہے کہ اسمیں ہاتھ نہ کاٹا جاوے اسواسطے کہ اُسکے مال ہونے میں اختلاف ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم جو امام محمد رح نے
ذکر فرمایا ہے واجب ہے کہ ایسے ہاتھی دانت میں ہو جو باستخوانہائے حال ہے اور ہاتھی دانت غیر معمولہ میں اسواسطے ہاتھ
نہ کاٹا جائیگا کہ وہ مباح میں سے ہے اور معمولہ میں اسواسطے ہاتھ کاٹا جاتا ہے کہ اسمیں صنعت غالب ہے پس ایسا ہو گیا جیسے
معمولہ لکڑی کذا فی الایضاح یعنی جیسے لکڑی مباح ہوتی ہے مگر جب اسکے تخت وغیرہ بنائے گئے تو انکے چرانے سے ہاتھ کاٹا جاتا
ہے ویسا ہی یہاں ہے فافہم۔ اور ظاہر الروایہ کے موافق آبگینہ کی چوری سے ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا یہ فتح القدیر میں ہے اور صید
کے چرانے میں ہاتھ کاٹنا نہیں آتا ہے خواہ صید وحشی ہو یا غیر وحشی ہو خواہ خشکی کی ہو یا تری کی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور حناء کی چوری
میں ہاتھ کاٹنا نہیں آتا ہے اور نہ ریحان رطب یعنی تر و تازہ میں اور نیز انجیر و پانی و خربا کی گٹھلیاں

چرانے سے ہاتھ کاٹنا نہیں آتا ہے اور اگر درندہ جانوروں کو ذبح کیا گیا ہو اور انکی کھال کسی نے چورائی تو ہاتھ
کاٹنا نہیں آتا ہے الا اس صورت میں کہ اس کھال کا بچھونا یا مصلے بنا یا گیا ہو اور نیز ایسے برتن وہانڈی کے
چرانے میں جسمیں طعام ہو ہاتھ کاٹنا نہیں آتا ہے یہ عتابیہ میں ہے اور اگر ذمی سے شراب یا سور چرائی تو اسمیں ہاتھ کاٹنا
نہیں آتا ہے اور باز یا صقر وغیرہ تمام پرندوں کے چرانے میں ہاتھ کاٹنا نہیں آتا ہے اور نیز وحوش کے چرانے میں ہاتھ کاٹنا
نہیں آتا ہے اور کتے اور چیتے کے چرانے سے ہاتھ کاٹنا نہیں آتا ہے اور مرغی اور بط اور کبوتر کے چرانے میں ہاتھ کاٹنا نہیں
آتا ہے یہ تمرتاشی میں ہے اور مشروبات تین درجے کے ہوتے ہیں اول حلال جیسے فقاع کے مانند چیزیں پس انکی چوری
سے ہاتھ کاٹنا لازم آتا ہے اور دوم شراب نقیع التمر والزبیب چھوہارے و منقے کو بھگو کر انکا آب لال لیتے ہیں اور
صحیح یہ ہے کہ اسکے چرانے میں ہاتھ کاٹا جائیگا اور سوم خمر وغیرہ مسکرات پس انکے چرانے میں ہاتھ کاٹنا نہیں آتا ہے اور
دوشاب انگور میں ہاتھ کاٹا جائیگا اور طنبور و دف و مزمار اور ہر شی ملاہی کے چرانے میں قطع نہیں ہے یہ سراج وہاج میں
ہے۔ اور طبل و بربط میں قطع نہیں ہے اور یہ حکم اسوقت ہے کہ اسنے طبل لہو چرایا ہو اور اگر غازیوں کا طبل چرایا تو اسمیں
مشائخ نے اختلاف کیا ہے جبکہ اسکی قیمت دس درم ہو اور صدر شہید نے اختیار کیا ہے کہ ہاتھ کاٹنا نہیں واجب ہوتا ہے
یہ محیط میں ہے اور یہی اصح ہے اور ولوالجیہ میں ہے کہ یہی مختار ہے یہ نہر الفائق میں ہے اور ثرید و روٹی کے چرانے میں ہاتھ کاٹنا
نہیں آتا ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور نوادر ابو یوسفؒ میں ہے کہ رب و جلاب میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا ہے یہ شرح
کنز میں ہے۔ اور اگر ذمی نے ذمی کی خمر یعنی شراب انگوری چرائی تو چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا یہ ایضاح میں ہے۔ اور شطرنج چرانے میں
ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اگرچہ سونے کی ہو اور نرد کا بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اور مصحف مجید کے چرانے میں ہاتھ کاٹنا نہیں آتا
ہے اگرچہ اسپر ہزار درم کا حلیہ چڑھا ہوا ہو اور اسی طرح کتب فقہ و لغت و نحو و شعر کی کتابوں کے چرانے میں بھی ہاتھ نہ کاٹا
جائیگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر کسی نے سادے مجلد اوراق کو قبل اسکے کہ انمیں کچھ لکھا جاوے چرایا تو چور کا ہاتھ
کاٹا جائیگا جبکہ نصاب پورا ہو یہ محیط سرخسی میں ہے اور دفتر ہائے حساب کے چرانے میں چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے یہ محیط میں
ہے۔ اور دفتر ہائے حساب سے وہ دفتر مراد ہیں جنکا حساب کتاب ہو چکا ہے اور اگر وہ ہنوز حساب میں ہوں انکا حساب
نہ گذر گیا ہو تو ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اور دفتر ہائے تجار کے چرانے میں ہاتھ کاٹا جاتا ہے اسواسطے کہ انسے مقصود ورق ہیں یہ
سراج وہاج میں ہے اور تیروں کی ڈنڈیاں چرانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا اور اگر اسکو خدنگ یعنی تیر بنا لیا پھر چور نے
چرایا تو ہاتھ کاٹا جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور سونے یا چاندی کی صلیب یا سونے و چاندی کے بت چرانے سے ہاتھ کاٹنا
نہیں لازم آتا ہے اور جن درموں پر تصاویر ہیں انکے چرانے سے قطع لازم آویگا اسواسطے کہ وہ عبادت کے واسطے نہیں
رکھے گئے ہیں یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور زعفران و شہد و ورس و وسمہ و کسم کی چوری سے قطع دست ہوگا یہ عتابیہ میں ہے۔ اور
اگر غلام اتنا بڑا ہو کہ تمیز اپنے نفس کا معبر ہو تو اسکے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا اگرچہ وہ سوتا ہوا یا مجنون یا اعجمی
ہو اسواسطے کہ یہ چوری نہیں ہے بلکہ غصب ہے یا فریب ہے وہ بہکاتا ہے یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر غلام غیر ممیز ہو کہ اپنے
نفس سے تعبیر نہ کر سکے تو بالاجماع اسکے چرانے سے ہاتھ کاٹا جائیگا یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر غلام صغیر
پانچ درم قیمت کا جسکے کان میں پانچ درم کا موتی ہے کسی نے چرا لیا تو میں اسکے ہاتھ کاٹنے کا حکم دونگا یہ محیط میں ہے۔
اگر زید کے عمرو پر دس درم قرضہ ہوں پس زید نے عمرو کے بیت سے اسکے مثل چرا لیے پس اگر اسکا قرضہ ایسا ہو کہ فی الحال

اداکرنا چاہیے ہو تو اس صورت میں اسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اور اگر قرضہ میعادی ہو تو قیاس یہ ہے کہ ہاتھ کاٹا جاوے اور
استحسانًا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا خواہ جو کچھ اسنے لیا ہے وہ بقدر اسکے مال کے ہو یا زیادہ ہو یا کم ہو اور اگر زید نے اسکا عوض
میعادی دس درم کے چرایا ہو تو ہاتھ کاٹا جائیگا ولیکن اگر زید نے کہا کہ میں نے اسکو اپنے حق کے عوض رہن لیا ہے یا اپنے حق کی ادائی
میں لیا ہے اور اسکی تصریح کردی تو بالاجماع اسکے ذمہ سے حد دور کیجائیگی اور اگر اسنے اپنے حق سے جید قسم کے دراہم لیے یا اس
کھوٹے لیے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر اپنے حق کی جنس کے خلاف جنس کو نقد لیا ہو تو صحیح
یہ ہے کہ ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر چاندی کا زیور چرالیا حالانکہ قرضدار پر درم قرضہ ہیں یا سونے کا زیور
چرالیا حالانکہ قرضدار پر دینار ہیں تو ہاتھ کاٹا جائیگا اور اگر متاع یا زیور کو چور نے تلف کردیا اور اسپر اسکی قیمت واجب
ہوئی اور وہ مثل اسی قسم کے ہے جو قرضدار پر قرضہ آتا ہے تو بھی ہاتھ کاٹا جائیگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر مکاتب
یا غلام نے مولی کے قرضدار سے کچھ چرالیا تو ہاتھ کاٹا جائیگا الا آنکہ انکے مولی نے انکو اپنا مال وصول کرنے کا وکیل
کیا ہو تو ایسی صورت میں ہاتھ کا کاٹنا واجب نہ ہوگا اور اگر کسی نے اپنے باپ کے قرضدار یا بالغ پسر یا اپنے مکاتب
کے قرضدار سے چرایا تو ہاتھ کاٹا جائیگا اور اگر اپنے صغیر پسر کے قرضدار سے چرایا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا یہ غایۃ البیان
میں ہے۔ اور اگر اپنے غلام ماذون مدیون کے قرضدار سے کچھ چرایا تو ہاتھ کاٹا جائیگا اور اگر غلام مذکور مدیون نہ ہو یعنی
قرضدار نہ ہو تو اسکا قرضہ خود مولے کا مال ہوگا پس چوری سے ہاتھ نہ کاٹا جائیگا بشرطیکہ چوری کا مال اسکی جنس حق
سے ہو یہ ایضاح میں ہے۔ اور اگر چوری ایسی دو چیزوں کی واقع ہوئی جنمیں سے ایک ایسی ہے کہ اسکے چرانے سے ہاتھ کاٹا
جاتا ہے اور دوسری ایسی ہے کہ اسکے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جاتا ہے تو اصل یہ ہے کہ جو چیز مقصود بدزدی ہے اگر ایسی ہے کہ
اسکے چرانے میں ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور وہ نصاب کو پہونچی ہو تو بالاجماع ہاتھ کاٹا جائیگا اور اگر مقصود بدزدی دوسری چیز ہو کہ
جسکے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جاتا ہے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا اگرچہ اسکے ساتھ ایسی چیز بھی ہو جسکے سبب سے ہاتھ کاٹا جاتا
ہے اور وہ پورے نصاب تک پہونچی ہو یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہے کذا فی المحیط قال المترجم حاصل اصل یہ ہے کہ چوری
کا مقصود ملحوظ ہوگا کہ چوری کرنے سے کیا چیز مقصود تھی اسی پر حکم کا مدار ہوگا فتامل۔ اور اگر چاندی کا برتن چرایا جسکی قیمت
سو درم ہے اور اسمیں نبیذ یا طعام ہے جو باقی نہیں رہ سکتا ہے یا دودھ ہے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا اور اس صورت میں اس چیز کو
مقصود قرار دیا جائیگا جو برتن کے اندر ہے۔ اور اگر طفل آزاد کو چرایا تو ہاتھ کاٹنا نہیں آتا ہے اگرچہ طفل مذکور پر زیور ہو اور یہ
امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہے اور امام ابو یوسف رح نے کہا کہ ہاتھ کاٹا جائیگا جبکہ طفل پر زیور ہو اور وہ نصاب کو پہونچ گیا ہو
اور یہ اختلاف ایسے طفل میں ہے جو چلتا اور بولتا نہیں ہے کہ وہ خود اپنے قابو میں نہیں ہے اور اگر بولتا و چلتا ہو تو بالاجماع اسکے
چرانے والے پر ہاتھ کاٹنا نہیں آتا ہے اگرچہ اسپر کثرت سے زیور ہو یہ سراج وہاج میں ہے تبیین میں لکھا ہے کہ اگر ایک کتا چرایا
جسکی گردن میں سو درم کا طوق ہے تو میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹونگا اور اگر گدھا چرایا جسکی قیمت نو درم ہے اور اسپر اکاف ایک درم
قیمت کا ہے تو چور کا ہاتھ کاٹا جائیگا اور اگر کوزہ جسمیں شہد ہے چرایا جسمیں سے شہد کی قیمت ایک درم اور کوزے کی قیمت نو درم ہے
تو ہاتھ کاٹا جائیگا اور اصل میں مذکور ہے کہ اگر خم شراب چرایا جسمیں سے خم کی قیمت دس درم ہے تو ہاتھ کاٹنا نہیں آتا ہے اور
شمس الائمہ سرخسی نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ اگر حرز میں شراب کو پی لیا اور برتن باہر نکالا اور ظرف ایسا ہے کہ اسکی چوری سے
ہاتھ کاٹا جاتا ہے تو چور کا ہاتھ کاٹا جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر قمقمہ چرایا جسمیں پانی بھرا ہوا ہے اور وہ دس درم کا ہے

تو ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا اور اگر تھیلہ کا پانی اُسنے وہاں کے اندر ہی پی لیا ہو پھر خالی تھیلہ باہر نکال لایا تو ہاتھ کاٹا جائیگا یہ
عتابیہ میں ہے قدوری میں فرمایا کہ اگر ایسی منڈیل چرائی جس میں درموں کی تھیلی ہو تو اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا و منڈیل سے
وہ منڈیل مراد ہے کہ عادت کے موافق اُسمیں درہم باندھتے ہیں یہ ینابیع میں ہے اور اگر ایسا کپڑا چرایا جسکی قیمت دس درم نہیں
ہے اور اُسکی جیب میں دس درم سکہ زدہ پائے گئے حالانکہ چور اِسکو نہیں جانتا تھا تو میں اُسکا ہاتھ نہیں کاٹونگا اور اگر
وہ اُنکو جان کر کپڑا چُرا لایا ہو تو اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا اور اگر جراب چرائی جسمیں مال ہے یا جوال جسمیں مال ہے یا کیسہ جسمیں مال ہو تو اُسکا ہاتھ
کاٹا جائیگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر کسی نے فسطاط چرایا پس اگر وہ کھڑا ہوا تھا اُس حالت میں اُسکو چرایا ہو تو ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اور
اگر کہیں لپٹا رکھا ہوا تھا اس حالت میں چرایا تو ہاتھ کاٹا جائیگا یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر کسی مرد یا عورت سے
دغل بازی کر کے مال لے لیا ہو یا لوٹ لیا یا اچک لے بھاگا تو اسپر ہاتھ کاٹنا نہیں آتا ہے اور کفن چور پر ہاتھ کاٹنا نہیں
آتا ہے یہ امام اعظم و امام محمد رحمہ کے نزدیک ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر کسی نے قبر میں سے درہم یا دینار یا اور کوئی چیز سوا
کفن کے چرائی تو بالاجماع اسپر ہاتھ کاٹنا نہیں آتا ہے یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر قبر کسی بیت مقفل میں ہو تو ہمارے
مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور اصح یہ ہے کہ ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا خواہ اُسنے کفن کھود کر قبر سے چرایا ہو یا کوئی دوسرا
مال اس بیت سے چرایا ہو اور اسی طرح اگر تابوت سے جو قافلہ میں ہے کفن چرایا تو صحیح یہ ہے کہ ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا یہ کافی
میں ہے اور اگر مشتری نے جو چیز بائع سے بشرط خیار بائع خریدی ہے مدت خیار کے اندر بائع سے چرالی تو اسپر ہاتھ کاٹنا نہیں آتا
ہے اور اگر کسی نے دوسرے کے واسطے کسی چیز کی وصیت کی پھر موصی کی موت سے پہلے اُسنے موصی کے پاس سے چرالی تو اسکا
ہاتھ کاٹا جائیگا اور اگر موصی کی موت کے بعد قبل اُسکے قبول کے چرائی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر
کسی نے مال غنائم میں سے یا بیت المال میں سے چرایا تو قطع نہیں آتا ہے خواہ آزاد ہو یا غلام ہو یہ نہایہ میں ہے اور ایسے
مال کے چرانے میں بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا جسمیں چور کی شرکت ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر چور کا ہاتھ کسی متاع کی چوری میں
کاٹا گیا اور یہ متاع اسکے مالک کو واپس دی گئی پھر چور نے دوبارہ اسکو چرا لیا تو استحساناً ہمارے نزدیک ہاتھ نہیں
کاٹا جائیگا یہ مبسوط میں ہے اور اسی طرح اگر چور کے پاس سے کسی دوسرے نے متاع سرقہ کو چرا لیا تو چور اول کو اور مالک کو
دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہوگا کہ دوسرے چور کا ہاتھ کاٹے یہ محیط سرخسی میں ہے اصل ہمارے نزدیک یہ ہے کہ جب تک
مال عین مسروقہ میں کچھ تبدل نہیں آیا ہے اور بحالہ اسکو دوبارہ چور نے چرایا تو ہمارے نزدیک دوبارہ اُسکا ہاتھ نہیں
کاٹا جائیگا اور اگر اُسکی عینیت میں دوبارہ تبدل ہو گیا ہو تو اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا مثلاً پہلے روئی چرائی کہ چور کا ہاتھ
کاٹ کر مالک کو واپس دی گئی پھر جب اسکا سوت کات لیا گیا تو سوت کو دوبارہ چور نے چرایا یا سوت تھا کہ وہ بنکر کپڑا ہو گیا
تو بالاجماع اسکا ہاتھ کاٹا جائیگا یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر سو درم چرائے پس اسکی وجہ سے چور کا ہاتھ کاٹا گیا اور
دراہم مذکورہ اسکے مالک کو واپس دیے گئے پھر دوبارہ اُنہیں درموں کو اُسنے چرایا تو اسکا ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا اور اگر
اُنکو مع اور سو درم کے چرایا ہو تو اُسکا پاؤں کاٹا جائیگا خواہ یہ دونوں سیکڑے درموں کے باہم مخلوط ہوں یا جدا جدا
متمیز ہوں یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر سونا یا چاندی چرائی اور چور کا ہاتھ اسکی وجہ سے کاٹا گیا اور مال مذکور اُسکے مالک کو
واپس کیا گیا پھر مالک نے اسکا برتن بنوایا یا برتن تھا کہ اسکے درم سکہ دار بنوائے پھر چور نے اسکو دوبارہ چرایا تو امام اعظم
کے نزدیک ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا اور صاحبین رحمہ نے فرمایا کہ ہاتھ کاٹا جائیگا یہ شرح طحاوی میں ہے کفایۃ الشعبی میں مذکور ہے

کر ایک کپڑا چرایا اور اسکو سلایا پھر اسکو پھر کر دیا یعنی پھر اُسمین نقصان آگیا پھر اُسی پھٹے ناقص کو چرایا تو ہاتھ نہین
کاٹا جائیگا یہ نہر الفائق مین ہے اور اگر گائے چرائی کہ جسکے جرم مین اُسکا ہاتھ کاٹا گیا اور گائے مذکور اُسکے مالک کو واپس
دی گئی پھر مالک کے پاس وہ بچہ جنی پھر چور نے اسکا بچہ چرایا تو اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا اور اگر کسی مال مین کی چوری مین
اُسکا ہاتھ کاٹا گیا اور مین مذکور اُسکے مالک کو واپس دی گئی اور مالک نے کسی کے ہاتھ فروخت کر دی پھر اسکو خرید لیا
پھر دوبارہ چور نے اُسکو چرایا تو امام محمدؒ نے یہ مسئلہ کسی کتاب مین ذکر نہین فرمایا اور مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہے چنانچہ
ہمارے عراقی مشائخ فرماتے ہین کہ اُسکا ہاتھ نہین کاٹا جائیگا اور مشائخ ماوراء النہر فرماتے ہین کہ ہاتھ کاٹا جائیگا یہ محیط
مین ہے اور اسی طرح اگر مالک نے وہ چیز چور کے ہاتھ فروخت کر دی پھر اُس سے خرید لی پھر دوبارہ چور نے اسکو
چرایا تو بھی ایسا ہی حکم ہے یہ نہر الفائق مین ہے۔ ایک نے اپنے مال کی زکوۃ نکالی اور الگ کر کے رکھی تاکہ فقیرون
کو بانٹ دے پھر اسکو کسی غنی یا فقیر نے چرا لیا تو اسکا ہاتھ کاٹا جائیگا اسواسطے کہ ہنوز وہ اسکی ملک مین باقی تھی اور
یہی مختار ہے یہ ینابیع مین ہے اور اگر کسی چور نے حربی مستامن کا مال چرا لیا تو اُسکا ہاتھ نہین کاٹا جائیگا اور یہ ہمارے نزدیک
بدلیل استحسان ہے۔ اہل عدل کے کسی آدمی نے اہل بغی کے لشکر مین رات کے وقت غارت کی اور انمین سے کسی آدمی کا کچھ
مال چرا لیا اور اسکو امام اہل عدل کے پاس لایا تو فرمایا کہ مین اسکا ہاتھ نہین کاٹونگا اسواسطے کہ اہل عدل کو روا
ہے کہ جس طور سے انکو قدرت حاصل ہو اہل بغاوت کا مال لے لین اور اسکو رکھ چھوڑین یہانتک کہ باغی لوگ
توبہ کرین یا مرجاوین پھر یہ مال انکے وارثون کو دیدیا جائیگا پس اسطرح چوری کرنے مین شبہہ ہو گیا کہ اُسنے اسی طرح
سے لے لیا ہوا اور اسیطرح اگر باغیون مین سے کوئی آدمی اہل حق و عدل کے لشکر مین غارت کر کے مال لیگیا تو اُسکا ہاتھ
بھی نہین کاٹا جائیگا اسواسطے کہ اہل بغاوت مال اہل عدل کا حلال جانتے ہین اور انکی تاویل اگرچہ فاسد ہے لیکن جب
اسکے ساتھ منعہ کا انضمام کیا گیا تو وہ بمنزلہ تاویل صحیح کے ہو گئی اور اگر اہل عدل کے ملک مین سے کسی آدمی نے دوسرے کا
مال چرا لیا حالانکہ چور اسکو کافر کہتا ہے اور اسکا مال لینا و خون بہانا روا رکھتا ہے تو مین اُسکا ہاتھ کاٹونگا اسواسطے
کہ تاویل یہان منعہ سے خالی ہے اور بدون منعہ کے تاویل کا کچھ اعتبار نہین ہے اسواسطے اُسکی ضمان ساقط نہین ہوتی ہے پس
ایسا ہی ہاتھ کاٹنا بھی ساقط نہ ہوگا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ اہل عدل کے تحت مین ہے پس امام اہل عدل کو اسپر دسترس
ہے کہ ہاتھ کاٹنے کی حد اسپر پوری جاری کر دے بخلاف اس شخص کے کہ جو اہل بغاوت کے لشکر مین ہے کہ اسپر امام اہل عدل
کا ہاتھ نہین پہونچتا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ فصل دوم حرز اور حرز سے لینے کے بیان مین ہے۔ حرز دو طرح کا ہوتا ہے ایک حرز جسمین
کوئی بات حفاظت کی خود موجود ہے جیسے بیوت و دور اور ایسے حرز کو حرز بمکان کہتے ہین اور یہی فسطاط و دوکان و خیمون کا حکم
ہے کہ یہ سب چیزین حرز ہوتی ہین اگرچہ انمین کوئی شخص حافظ نہ ہو وے خواہ انمین سے چور نے ایسی حالت مین چرایا کہ اُنکا
دروازہ کھلا ہوا تھا یا دروازہ ہی نہ تھا اسواسطے کہ عمارت سے غرض احراز ہوتی ہے لیکن واضح رہے کہ ہاتھ اسوقت تک
نہین کاٹا جائیگا جبتک کہ باہر نہ نکال لاوے بخلاف احراز بحافظ کے کہ اگر حافظ ہو اور چور نے لے لی تو اُسکا ہاتھ کاٹا
جائیگا خواہ وہ باہر لایا ہو یا نہ لایا ہو۔ دوسم حرز بحافظ جیسے کوئی شخص راستہ پر یا جنگل مین یا مسجد مین بیٹھا اور اپنے پاس اپنی
متاع رکھ لی تو وہ اس متاع کا محرز ہے۔ اور یہ حکم اسوقت ہے کہ حافظ مذکور اس متاع سے قریب ہو اور اگر اس سے دور ہو تو وہ اُسکا
حفاظت کرنیوالا نہین ہے اور قریب اسکو کہتے ہین کہ اتنے فاصلہ پر ہو کہ اسکو دیکھتا اور حفاظت کر سکتا ہو اور اسمین کچھ فرق نہین

ہے کہ حافظ سوتا ہو یا جاگتا ہو اور متاع اُسکے نیچے ہو یا پاس رکھی ہو اور یہی صحیح ہے یہ سراج وہاج میں ہے - اور اگر اپنے
متاع کو صحرا میں جمع کیا اور اپنے متاع پر نہیں سویا بلکہ قریب اُسکے سویا اور وہ چوری گئی تو چور کا ہاتھ کاٹا جائیگا
بشرطیکہ ایسی جگہ سویا ہو کہ اُسکو دیکھتا اور اُسکی حفاظت کرسکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے - ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ ہر نوع کا
حرز علیحدہ ہے پس جو حرز جسکے واسطے معتبر ہے اگر اسمیں سے یہ چیز چرائی تو ہاتھ کاٹا جائیگا جیسے مثلاً دابہ کو اصطبل سے یا بکری
کو حظیرہ سے چرا لیا تو چور کا ہاتھ کاٹا جائیگا اور اگر ان مقاموں سے اُس نے درہم یا دینار چرائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا
اور فتاوے کرخی میں ہے کہ جو چیز ایک نوع کے واسطے حرز ہے وہ ہر نوع کے واسطے حرز ہے حتی کہ علماء نے شریحہ بقال اور
قوصرہ ہائے خرما کو درہم و دینار و سوتی کے واسطے حرز قرار دیا ہے اور فرمایا کہ یہی صحیح ہے یہ سراج وہاج میں ہے اور شمس الائمہ
سرخسی نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک یہی مذہب ہے یہ ظہیریہ میں ہے - اور حرز بمکان میں احراز بحافظ کا اعتبار نہیں ہے
اور یہی صحیح ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر حمام میں سے رات کو چرایا تو ہاتھ کاٹا جائیگا اور اگر دن کو چرایا تو نہیں اور یہ
جو لوگوں کی عادت حمام میں تھوڑی رات گئے تک جانے کی ہے اسقدر بمنزلہ دن کے ہے یہ انتخاب شرح مختار میں ہے
اور امام ابو حنیفہ رح سے روایت ہے کہ اگر حمام میں کسی کے نیچے سے کسی نے کپڑا چرا لیا تو اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا جیسے مسجد
میں سے کسی کی متاع چرائی حالانکہ اُسکا مالک اسکے پاس موجود ہے تو ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور صاحبین کے نزدیک ہاتھ نہیں
کاٹا جائیگا اور یہی ظاہر المذہب ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ کافی میں ہے - اور اگر حرز بمکان ہو اور اُسکو اندر آنے کی اجازت
دی گئی پھر اُسنے اجازت سے داخل ہو کر کوئی چیز چرائی تو اُسکا ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا اور اسکے حق میں یہ حرز نہ ہوگا اگرچہ یہاں
کوئی نگہبان ہو اور اگرچہ مالک متاع اُسپر سوتا ہو اور ان عمارات میں جو ایسی ہوں کہ اُنمیں بلا اجازت جب چاہے داخل ہوسکتا
ہو اور منع نہ کیا جاتا ہو تو یہ اور جنگل کا میدان یکسان ہے کہ نگہبان بٹھالنے سے وہ محرز ہو جائیگا جیسے مسجد و راستہ کا حکم ہے یہ
ایضاح میں ہے - اور اگر کسی نے کوٹھڑی کو پھاڑ کر اسمیں سے کچھ چرا لیا یا صندوق میں ہاتھ ڈالکر مال لے لیا تو اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا
یہ تبیین میں ہے - اور اگر اونٹ کو راستہ سے مع اُسکے بوجھ کے چرا لیا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا خواہ اُسکا مالک اُسپر ہو یا نہو
اسواسطے کہ یہ مال ظاہر غیر محرز ہے اور اسی طرح اگر جوالق بعینہ چرالی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا اور اگر جوالق کو چاک کر کے اسمیں سے مال
نکال لیا پس اگر اسکا مالک وہاں ہو تو ہاتھ کاٹا جائیگا ورنہ نہیں اور اگر جوالق زمین پر پڑی ہوں پس جوالق مع متاع کے چرالیں
پس اگر اُسکا مالک وہاں ہو اسطرح کہ اُنکی حفاظت کرسکتا ہو تو اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا خواہ سوتا ہو یا جاگتا ہو یہ سراج وہاج میں
ہے اور اگر کسی نے قطار میں سے اونٹ چرا لیا تو اُسکا ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا خواہ اُسکے ساتھ قائد یا سائق ہو جو اُسکو کھینچتا یا ہانکتا
ہو یا نہ ہو پس امام محمد رح نے قطار کو سائق و قائد سے محرز نہیں کہا اگرچہ دونوں اُسکے حافظ ہوں اسواسطے کہ مال جبھی نگہبان
سے محرز ہوتا ہے کہ جب اُسکا قصد حفظ ہو اور جب اُسکا قصد کوئی اور امر ہو اور حفاظت کرنا اسکی تبعیت میں حاصل ہوتا ہے
تو ایسا نہیں ہے حتی کہ اگر قطار کے ساتھ کوئی ایسا آدمی بھی ہو جو محض نگہبانی کرتا ہو تو چور کا ہاتھ کاٹا جائیگا یہ فتح القدیر میں
ہے - اور اگر چور نے حرز میں اُسکو لے لیا اور ہنوز باہر نہیں لایا خواہ اسکو لادلیا ہو یا نہیں تو اُسکا ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا اور
اگر اُسنے حرز میں سے باہر پھینک دیا یا جہاں اُسکا ایک ساتھی ہے پس ساتھی نے اُسکو لے لیا تو دونوں میں سے کسی پر ہاتھ کاٹنا
نہیں آتا ہے اور اگر اُسنے دیوار کے پیچھے سے اپنے ساتھی کو دیدی اور خود اس چیز کے ساتھ نہیں نکلا تو امام اعظم رح نے
فرمایا کہ ان دونوں میں سے کسی پر ہاتھ کاٹنا نہیں آتا ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ جو اندر ہے اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا اور باہر والے

کا ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا بشرطیکہ اُسنے اندر یا ہاتھ نہ ڈالا ہو۔ اور اگر باہر والے نے اپنا ہاتھ حرز میں داخل کر کے اندر والے سے یہ چیز لے لی تو امام اعظم رح کے قول میں ان دونوں میں سے کسی پر ہاتھ کاٹنا نہیں آتا ہے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دونوں کا ہاتھ کاٹا جائیگا یہ فتاوے کرخی میں ہے۔ اور اگر اندر والے نے مال کو سینہ کے منھ پر رکھدیا پھر باہر نکل کر اسکو لے لیا تو اسکو امام محمد رح نے ذکر نہیں فرمایا اور صحیح یہ ہے کہ ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا اور اگر دار میں کوئی نہر جاری ہو اور چور نے متاع کو لیکر نہر میں ڈال دیا پھر وہاں سے نکلکر اسکو لے لیا پس اگر متاع مذکور خود پانی کے زور سے باہر نکل آئی تو اُسکا ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا اور اگر اُسنے پانی کو حرکت دی جس سے وہ متاع باہر آگئی تو اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا اسکو امام قمرتاشی نے ذکر کیا ہے لیکن مبسوط میں ہے کہ اگر خود پانی کے زور سے بھی نکل آئی ہو تو اصح یہ ہے کہ اسکا ہاتھ کاٹا جائیگا یہ نہایہ میں ہے۔ اور اگر چور نے اندر سے اسکو راستہ میں پھینکدیا پھر نکل کر اسکو لے لیا تو اسمیں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اُسکو ایسی جگہ پھینکا کہ اسکو دیکھتا ہے پھر نکل کر اسکو لے لیا تو ہاتھ کاٹا جائیگا اور اگر ایسی جگہ پھینکدیا کہ اسکو نہیں دیکھتا ہے تو اسپر ہاتھ کاٹا جانا نہیں لازم آتا ہے اگرچہ نکل کر اُسکو لے لیا ہو اور اگر اسکو گدھے پر لادکر ہانک کر باہر نکال لایا تو ہاتھ کاٹا جائیگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر مال چرایا اور اسکو دار سے باہر نہیں نکالا ہے تو اُسکا ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا اور یہ حکم اسوقت ہے کہ دار چھوٹا ہو کہ اہل بیوت اُسکے صحن سے بے پروا نہ ہوں یعنی صحن سے انتفاع کے حاجتمند ہوں۔ اور اگر دار کبیر ہو کہ اسمیں مقاصیر ہوں یعنی حجرے و منازل ہوں اور ہر مقصورہ میں رہنے والے ہوں اور اہل منازل اس دار کبیر کے صحن سے بے پروا ہوں کہ اس سے انتفاع حاصل نہ کرتے ہوں یا اسی قدر انتفاع حاصل کرتے ہوں جیسے کوچہ سے نفع اُٹھاتے ہیں پھر مقصورہ میں سے چرا کر صحن دار میں لایا تو اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا اور اگر بعض مقصورہ کے رہنے والے نے دوسرے مقصورہ کی کوئی چیز چرائی تو اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر بیت میں نقب لگایا پھر نکلا اور کوئی چیز نہیں لی پھر دوسری رات میں آیا اور داخل ہو کر کوئی چیز چرا لایا پس اگر مالک بیت کو نقب کا علم ہو گیا مگر اُسنے اسکو بند نہیں کیا یا نقب مذکور ظاہر ہو کہ راہ گیر اور رہرو اسکو دیکھتے ہوں پھر وہ ایسی ہی پڑی رہی تو اس چور پر ہاتھ کاٹا جانا نہیں لازم آتا ہے ورنہ اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ چور ایک گدھے کو لیکر ایک مکان میں داخل ہوا اور کپڑے جمع کر کے گدھے پر لادکر منزل سے باہر آیا اور اپنے گھر چلا گیا پھر اسکے بعد گدھا وہاں سے نکل کر اُسکے گھر کو آیا تو اُسکا ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا اور اسی طرح اگر کسی کبوتر وغیرہ کے پاؤں وغیرہ میں کوئی چیز باندھ دی اور چھوڑ دیا پس طائر مذکور اسکے گھر میں چلا آیا اور اُسنے اس طائر سے وہ چیز کھول لی تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاوے سراجیہ میں ہے اور اگر چور نے حرز میں سے مال چرا لیا پھر دوسرا اس حرز میں داخل ہوا اور چور کو مع مال کے اپنے اوپر لادکر باہر نکال لایا تو خاصتہ جسکو لادلایا ہے اُسی کا ہاتھ کاٹا جائیگا اور اگر چور نے نصاب دو دفعہ یا زیادہ میں نکالا پس اگر ان دفعات کے درمیان میں مالک کو اطلاع ہو گئی کہ اُسنے نقب کو درست کر دیا اور دروازہ بند کر دیا تو دوسری بار نکالنا دوسری چوری ہے اور ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا درصورتیکہ ہر بار جو کچھ نکالا ہے وہ مقدار نصاب سے کم ہو اور اگر بیچ میں اطلاع مالک وغیرہ واقع نہ ہوئی ہو تو ہاتھ کاٹا جائیگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ ایک نے چھت پر سے بقدر نصاب کے چرایا تو اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا۔ ایک نے بدون اجازت مالک کے دیوار کو پھوڑا پھر وہ غائب ہو گیا پھر ایک نے اس راہ سے بیت میں داخل ہوا اور کچھ چرایا تو مختار یہ ہے کہ جس چور نے چرایا ہے نقب لگانے والا اُسکا ضامن نہ ہوگا

۵ مقاصیر جمع مقصورہ جسکو ہمارے عرف میں حجرہ یا کوٹھری کہتے ہیں

یہ خلاصہ میں ہے اور اگر ایسا کپڑا چرا لیا جو کوچہ میں بچھایا گیا ہے تو اسکا ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا اور اگر فرش میں بچھا ہوا
ہو کہ کوچہ کی جانب ہے چرا لیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دیوار کے جانب دار پر یا فرش بجانب سطح پر بچھایا ہے چرا لیا تو ہاتھ
کاٹا جائیگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور چور نے بیت کو نقب لگا کر اسمیں ہاتھ ڈال کر کوئی چیز لے لی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا
اور یہ امام اعظم رح وامام محمد رح کے نزدیک ہے اور بعضے ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ یہ مسئلہ ایسے بیت کبیر پر محمول ہے
جسمیں نقب سے داخل ہونا ممکن ہے اور اگر بیت اسقدر چھوٹا ہو کہ نقب سے اسمیں داخل نہ ہوسکے لیکن اسمیں ہاتھ
ڈالکر مال لے لیا تو بالاجماع ہاتھ کاٹا جائیگا اور اگر صراف کے صندوق میں یا دوسرے کی آستین میں ہاتھ ڈال کر
مال لے لیا تو اسکا ہاتھ کاٹا جائیگا یہ سراج وہاج میں ہے چند لوگ ایک سرا میں یا ایک بیت میں اترے پھر انمیں
کسی نے دوسرے کا مال چرا لیا اور مالک مال اسکی حفاظت کرتا تھا یا اسکے سر کے نیچے تھی تو اسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا
یہ سراجیہ میں ہے۔ اور اگر آستین کے باہر درموں کی تھیلی لٹکتی ہوئی کو کاٹ کر درم لے لیے تو اسکا ہاتھ کاٹا نہ جائیگا اور اگر
آستین میں ہاتھ ڈال کر تھیلی کو چاک کر کے درم لے لیے تو ہاتھ کاٹا جائیگا اور اگر بندش کو کھول کر لیے تو اول صورت
میں ہاتھ کاٹا جائیگا اور دوسری صورت میں نہیں کاٹا جائیگا یہ کافی میں ہے ملتقی میں حسن کی روایت سے امام اعظم رح سے مذکور
ہے کہ امام رح نے فشاش کے حق میں فرمایا اور فشاش اس شخص کو کہتے ہیں جو دروازہ کی غلق کے واسطے ایسی چیزیں اپنے
پاس رکھتا ہو کہ جس سے اسکو کھول لے کہ اگر فشاش نے دن میں دروازہ بند کھول لیا اور دار و بیت میں کوئی نہیں
ہے اور متاع لے لی تو اسکا ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا اور اگر دار یا بیت میں کوئی اہل دار و بیت میں سے ہو اور فشاش
نے متاع اسمیں سے لے لی حالانکہ وہ نہیں جانتا ہے تو ہاتھ کاٹا جائیگا اور اسی طرح اگر فشاش نے بازار کا کوئی
دروازہ کھولا تو بھی اسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اور طرّاف کا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اور طرّاف وہ ہے جو درم پرکھنے کو دیے
جاتے ہیں پس وہ اسمیں سے لے لیتا ہے اور مالک کو علم نہیں ہوتا ہے اور رجاوی میں لکھا ہے کہ اگر دار کا دروازہ کھڑا ہوا ہو
اور مغلق نہ ہو یعنے تالا نہ دیا ہو پھر چور اسمیں خفیہ داخل ہوا اور خفیہ اسباب لے لیا تو اسکا ہاتھ
کاٹا جائیگا اور اگر دروازہ دار کھلا ہوا ہو پس وہ دن میں داخل ہوا اور چرا لیا تو ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اور اگر رات میں
دروازہ دار سے داخل ہوا اور دروازہ مقفل نہ تھا بھڑا ہوا تھا اور اسوقت داخل ہوا کہ لوگ عشا کی نماز پڑھ چکے تھے
اور خفیہ یا مکابرہ کے ساتھ مال لے لیا اور اسکے ساتھ ہتھیار ہے یا نہیں ہے اور مالک مکان اس سے آگاہ ہوا یا
آگاہ نہ ہوا تو اسکا ہاتھ کاٹا جائیگا۔ اور اگر کوئی شخص کسی کے دار میں شام و عشا کے درمیان داخل ہوا اور لوگ ہنوز آتے
جاتے ہیں تو یہ وقت بمنزلہ دن کے ہے۔ اور اگر مالک دار کو چور کا آنا معلوم ہوا اور چور نہیں جانتا ہے کہ مالک مکان
اسمیں ہے یا چور جانتا ہے کہ مالک مکان ہے اور مالک مکان اسکے آنے سے آگاہ نہ ہوا تو چور کا ہاتھ کاٹا جائیگا اور اگر
دونوں کو علم ہے تو ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اور اگر دونوں نہ جانتے ہوں تو بھی ہاتھ کاٹا جائیگا اور اگر رات میں کسی سے
مکابرہ کیا جسکے کہ اسکا مال لے لیا تو اسکا ہاتھ کاٹا جائیگا اور اگر دن میں اس سے مکابرہ کیا اور خفیہ اسکے گھر میں
سیندھ لگا کر اسکی متاع کو زبردستی لے لیا تو ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اور قیاس چاہتا ہے کہ دونوں صورتوں میں نہ کاٹا
جاوے لیکن ہمنے اول صورت میں استحسان کو لیا اور کہا کہ ہاتھ کاٹنا واجب ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر حرز میں سے
ایک بکری نکال لایا اور دوسری اسکے پیچھے چلی آئی اور پہلی بکری نصاب تھی تو چور پر ہاتھ کاٹنا نہیں آویگا یہ سراج وہاج

مین ہی۔ اور اگر چراگاہ سے کوئی بکری یا گائے یا اونٹ چرا لیا تو اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا ایسا ہی امام محمد رحمہ نے ذکر فرمایا ہی اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ الا اس صورت مین ہاتھ کاٹا جائیگا کہ انکے ساتھ کوئی چرواہا نگاہبان ہو اور بدائع مین مذکور ہی کہ چراگاہ سے مویشی چرانے مین ہاتھ کاٹا نہین آتا ہی اگرچہ انکے ساتھ چرواہا ہو اسواسطے کہ چرواہا چرانے کے واسطے مقرر ہوتا ہی نہ حفاظت کے واسطے پس وہ چرواہے کے ہونے سے حرز مین نہ ہونگے اور اگر سواے چرواہے کے انکے ساتھ کوئی اور نگہبان ہو تو ہاتھ کاٹنا واجب ہوگا اور اسی پر فتوے ہی اور اگر بکریان کسی گھر مین رات کو آکر رہا کرتی ہون جو انھین کے واسطے بنایا گیا ہی اور اس گھر کا دروازہ مقفل ہوتا ہی پس چور نے دربند کو توڑ کر داخل ہوکر کوئی بکری چرا لی تو اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا اور بقالی مین لکھا ہی کہ اگر دروازہ بھڑا ہو تو قفل کا اعتبار ضروری نہین ہی الا آنکہ یہ گھر جنگل مین کیا گیا ہو یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر چھپرون یا کانٹون کا خطیرہ بنا لیا اور اسمین بکریان جمع کین اور وہ خود انھین کے پاس سوتا ہو تو انکے چور کا ہاتھ کاٹا جائیگا امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر بکریون کو غیر خطیرہ مین جمع کیا اور نیز کوئی نگہبان ہو یا نہین ہی حالانکہ وہ انکو ایک مقام پر جمع کر چکا ہی تو پھر انکے چرانے والے کو سزاے جانیتی ہاتھ کاٹنے کی دیجائیگی یہ حاوی مین ہی۔ اور ہمارے مشائخ کے نزدیک اگر اُسنے بکریون کو ایسے مقام پر جمع کیا جو اُسنے انکی حفاظت کے واسطے مقرر و مہیا کیا ہی پھر انمین سے چور نے چُرایا تو اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا خواہ انکے ساتھ نگہبان ہو یا نہ ہو یہ محیط مین ہی۔ اور یہی صحیح ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر کسی نے اپنے مان و باپ سے اگرچہ کتنے ہی اونچے درجے کے ہون یا فرزند سے اگرچہ کتنے ہی نیچے درجے کے ہون یا ذی رحم محرم سے مثل بھائی و بہن و چچا و ماموون و پھوپھی و خالہ کے کوئی چیز چرا لی تو اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اور اگر اُسنے اپنے ذی رحم محرم کے گھر سے غیر کی متاع چرا لی تو ہاتھ نہین کاٹا جائیگا اور اگر غیر کے گھر سے اپنے ذی رحم محرم کا مال چرایا تو ہاتھ کاٹا جائیگا یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور اگر رضاعی مان یا بہن کی کوئی چیز اُسکے پاس سے چرا لی تو ہاتھ کاٹا جائیگا یہ کافی مین ہی۔ اور اگر جورو و مرد مین سے کسی نے دوسرے کا مال چرا لیا تو اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اور اسی طرح اگر جورو و مرد مین سے ایک نے دوسرے کی حرز خاص سے جسمین دونون رہتے نہین ہین کوئی چیز چرائی تو بھی یہی حکم ہی یہ غایۃ البیان مین ہی۔ اور اگر جورو نے اپنے شوہر سے یا شوہر نے اپنی جورو سے مال چرا لیا پھر اس جورو کو طلاق دیدی اور ہنوز اُس سے دخول نہین کیا تھا پس وہ بغیر عدت کے بائنہ ہوگئی تو بھی دونون مین سے کسی کا ہاتھ نہین کاٹا جائیگا اور اگر اپنی مبتوتہ یا مختلعہ سے یعنی جسکو طلاق قطعی دے چکا ہی یا جسکو خلع دے چکا ہو کوئی مال چرا لیا پس اگر وہ عدت مین ہو تو اُسکا ہاتھ نہین کاٹا جائیگا خواہ ایک طلاق دی ہو یا دو طلاق یا تین طلاق اور اسی طرح اگر عورت نے طلاق دینے والے شوہر کے گھر سے چرایا اور یہ عدت مین ہی تو عورت کا بھی ہاتھ نہین کاٹا جائیگا یہ سراج وہاج مین ہی۔ اور اگر چوری کر لینے کے بعد جورو کو طلاق بائن دیدی اور اُسکی عدت گذر گئی پھر چوری کا مقدمہ قاضی کے حضور مین پیش ہوا تو اُسکا ہاتھ نہین کاٹا جائیگا یہ تبیین مین ہی۔ اور اگر مرد نے کسی اجنبیہ عورت سے اُسکا مال چرا لیا یا عورت نے کسی اجنبی مرد سے اُسکا مال چرا لیا پھر ہنوز قاضی کے حضور مین یا امام المسلمین کے حضور مین مرافعہ نہین ہوا تھا کہ دونون نے باہم نکاح کر لیا پھر اُس مقدمہ کا مرافعہ ہوا اور چور نے اقرار کیا تو قاضی اُسکا ہاتھ نہین کاٹیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر قاضی نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیدیا مگر ہنوز جاری نہ ہوا تھا کہ دونون نے باہم نکاح کر لیا تو امام اعظم و امام محمد رحمہ کے نزدیک چور کا ہاتھ نہین کاٹا جائیگا یہ سراج وہاج مین ہی۔ اور اگر ایسی جورو سے چرایا جو اسپر اسوجہ سے حرام ہوگئی ہی کہ اُسنے

اسکی مان یا بیٹی کا بوسہ لے لیا تو اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر صہر یا ختن کے یہان سے چرایا تو امام اعظم
کے نزدیک ہاتھ نہین کاٹا جائیگا۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک ہاتھ کاٹا جائیگا۔ اور یہ اختلاف ایسی صورت مین ہے
کہ گھر داماد کا ہوا اور اگر گھر اسکی دختر کا ہو تو بالاتفاق ہاتھ نہین کاٹا جائیگا اسی طرح اگر صہر کا مال چرایا مگر اپنی زوجہ کے
یہان سے چرایا تو بالاتفاق ہاتھ نہین کاٹا جائیگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہے ختن وہ فرد رشتہ دار ہے جو اُسکی ذات رحم محرم
عورت کا شوہر ہو جیسے دختر کا شوہر یا سگی بہن کا شوہر وغیرہ اور ختن کے ہر ذات رحم محرم کا اور صہر وہ ہے جو اسپر
بمصاہرہ حرام ہو جیسے جورو کی مان و اُسکی بیٹی یا جیسے باپ کی جورو اور اُسکی اولاد سے ہر ذی رحم محرم بھی صہر مین شمار ہے
اور اگر غلام نے اپنے مالک کا مال چرایا تو اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اور اسی طرح اگر مولے کے باپ یا مان یا کسی ذی رحم محرم کا
مال چرایا تو بھی یہی حکم ہے اور نیز اگر مولی کی جورو کا مال چرایا تو بھی ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اور جن لوگون کا مال چرانے سے مولی کا
ہاتھ نہین کاٹا جاتا ہے مولی کے غلام کا ہاتھ بھی اُنکے مال چرانے سے نہ کاٹا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور غلام خواہ قن غلام ہو
یا مدبر یا مکاتب یا ماذون یا ام ولد ہو کہ اُسنے اپنے مولی کا مال چرایا سب کا حکم یکسان ہے یہ سراج وہاج مین ہے اور اسی طرح
اگر مولے نے اپنے مکاتب یا غلام ماذون سے مال چرایا تو اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اور جس غلام سے چرانے مین مولی کا ہاتھ
کاٹا جائیگا اسواسطے کہ وہ بمنزلہ مستودع کے ہے یعنی اُسکے پاس امانت رکھی ہوئی ہے اور جو شخص ودیعت رکھنے والے کے
پاس سے چراتا ہے اسکا ہاتھ کاٹا جاتا ہے محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر مہمان نے میزبان کے یہان سے کچھ چرایا تو اسپر ہاتھ کاٹنا لازم
نہین آتا ہے یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر ایک قوم کا ایک خادم ہو اور اُسنے اُنکی متاع چرالی تو اسپر ہاتھ کاٹنا نہین آتا ہے
اور اگر اجیر نے کسی ایسی جگہ سے جہان جانے کی اسکو اجازت دی گئی تھی کوئی چیز چرالی تو اسپر بھی ہاتھ کاٹنا نہین آتا ہے
اور اگر کسی نے اپنا گھر دوسرے کو اجارہ پر دیا پھر دینے والے اور لینے والے دونون مین سے کسی نے دوسرے کا کچھ مال چرا لیا
اور ہر ایک علیحدہ منزل مین ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک اُنمین سے چور کا ہاتھ کاٹا جائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک اگر
موجر نے مستاجر سے چرالیا تو ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اور اگر مستاجر نے موجر سے چرا لیا اور حال یہ ہے کہ بیت مفرد مین ہے تو بالاتفاق
مستاجر کا ہاتھ کاٹا جائیگا یہ سراج وہاج مین ہے **فصل سوم کیفیت قطع و اُسکے اثبات کے بیان مین ہو۔** قال المترجم یعنی اس
فصل مین اوّل یہ بیان ہے کہ ہاتھ کیونکر کاٹا جاتا ہے چنانچہ ذکر فرمایا کہ چور کا داہنا ہاتھ گٹے کے جوڑ سے کاٹ کر الگ کر دیا جاوے
اور تیل مین تل دیا جاوے اور تیل کے داغ اور حسم کرانا یعنی تیل تل کر خون بند کرنا یہ ہمارے نزدیک چور پر لازم ہے یہ
بحر الرائق مین ہے۔ اور اگر اُسنے دوبارہ چرایا تو اُسکا بایان پاؤن کاٹا جائیگا اور اگر اُسنے تیسری بار چرایا تو باقی
ہاتھ پاؤن کوئی نہین کاٹا جائیگا مگر وہ برابر قیدخانہ مین رکھا جائیگا یہان تک کہ توبہ کرے اور یہ استحسان ہے اور اسکو
تعزیر بھی دیجائیگی اسکو مشائخ نے ذکر فرمایا ہے یہ ہدایہ مین ہے۔ اور امام المسلمین کو روا ہے کہ براہ سیاست اسکو قتل
کروے اسواسطے کہ وہ زمین مین فساد کرتا پھرتا ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ اور اگر چور کا بایان ہاتھ شل ہو یا کٹا ہوا ہو یا داہنا
پاؤن کٹا ہوا ہو تو سزائے چوری مین داہنا ہاتھ یا بایان پاؤن نہ کاٹا جائیگا اور اگر اُسکا بایان پاؤن شل ہو تو بھی یہی حکم
ہے اور اسی طرح اگر اُسکا بایان انگوٹھا کٹا ہو یا شل ہو اور اُنمین کی دو انگلیان سوائے انگوٹھے کے ایسی ہون تو بھی یہی حکم ہے اور
اگر انگوٹھے کے سوائے ایک ہی انگلی ایسی ہو تو ہاتھ کاٹا جائیگا یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر اُسکا داہنا ہاتھ شل ہو یا اُسمین انگلیان کم ہوگئی
ہون تو ظاہر الروایۃ کے موافق ہاتھ کاٹا جائیگا یہ تبیین مین ہے۔ اور اگر چور کے ایک ہی معصم مین دو ہتھیلیان ہون تو بعض نے

فرمایا کہ دونون کاٹی جاوینگی اور بعض نے کہا کہ اگر اصلی ہتھیلی متمیز ہوا ور اُسی کے کاٹنے پر اقتصار ممکن ہو تو زائدہ نہ کاٹی جاویگی اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو دونون کاٹی جاوینگی اور یہی مختار ہے اور اگر وہ ان دونون مین سے ایک ہی سے گرفت کرتا ہو تو جس سے گرفت کرتا ہے وہی کاٹی جاویگی یہ جوہرۃ نیرہ مین ہے اور اگر اُسکا داہنا پانون ایسا ہو کہ اُسکی انگلیان کٹی ہوئی ہون پس اگر اس پانون پر کھڑا ہو سکتا ہو اور چل سکتا ہو تو اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا اور اگر اس پانون کے بل چل نہین سکتا ہے تو ہاتھ نہ کاٹا جائیگا یہ مبسوط مین ہے جسپر چوری کی وجہ سے قطع واجب ہوا اور ہنوز اُسکا ہاتھ نہین کاٹا گیا تھا کہ کسی شخص نے اُسکا داہنا ہاتھ کاٹ ڈالا پس اگر قبل خصومت کے ایسا ہوا تو اُسکے ہاتھ کاٹنے والے پر عمداً کاٹنے کی صورت مین قصاص ہے اور خطا کی صورت مین ارش واجب ہے اور چور کا چوری مین بایان پانون کاٹا جائیگا اور اگر بعد خصومت کے قبل حکم قضا کے ایسا ہوا تو بھی یہی حکم ہے لیکن اتنا فرق ہوگا کہ چوری مین چور کا بایان پانون نہ کاٹا جائیگا اور اگر بعد حکم قضا کے ایسا ہوا تو کاٹنے والے پر ضمان واجب نہ ہوگی اور اُسکا کاٹنا چوری مین کاٹے جانے کا قائم ہو جائیگا جسکے چور نے جو مال سرقہ مین سے تلف کردیا ہوا سپر اُسکی ضمان واجب نہ ہوگی یہ شرح طحاوی مین ہے اور اگر کسی اجنبی نے داہنا ہاتھ نہین بلکہ بایان ہاتھ کاٹا تو چوری کی وجہ سے اُسکا داہنا ہاتھ نہین کاٹا جائیگا تاکہ جنس منفعت گرفت کا بالکل فوت کردینا لازم نہ آوے اور اگر اُسکا بایان ہاتھ بھی نہ کاٹا گیا بلکہ داہنا پانون کاٹا گیا تو چوری کی وجہ سے جو قطع اسپر واجب تھا وہ ساقط ہو گیا اور اگر اُسکا داہنا پانون بھی نہ کاٹا گیا بلکہ بایان پانون کاٹا گیا ہو تو چوری کی وجہ سے اُسکا داہنا ہاتھ کاٹا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اگر حاکم نے جلاد سے کہا کہ اس مرد کا داہنا ہاتھ کاٹ دے بوجہ سرقہ جسکا یہ مرتکب ہوا ہے پس جلاد نے عمداً اُسکا بایان ہاتھ کاٹ دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک جلاد پر کچھ واجب نہوگا ولیکن اسکو بطور تادیب کے کچھ سزا دیجائیگی یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور سیر مین اشارہ ہے کہ اس صورت مین اختلاف ہے اور یہ اختلاف ایسی صورت مین ہے کہ جلاد نے عمداً اُسکا بایان ہاتھ کاٹا ہو اور اگر خطا ً اُس نے ایسا کیا تو بالاجماع وہ ضامن نہ ہوگا خواہ جلاد نے اپنے اجتہاد مین خطا کی باین طور کہ اُس نے اجتہاد کیا کہ نص قرآنی مین مطلق ہاتھ مذکور ہے خواہ داہنا ہو یا بایان ہو پس اُسنے بایان ہاتھ کاٹ دیا خواہ اُس سے فقط شناخت مین خطا ہوئی کہ اُسنے بایان ہاتھ کاٹ دیا اور یہی صحیح ہے یہ مصفے مین ہے۔ اور اگر حاکم نے یون کہا کہ اسکا ہاتھ کاٹ دے پس اُسنے بایان ہاتھ کاٹ دیا تو بالاتفاق ضامن نہ ہوگا اور اگر چور نے اپنا بایان ہاتھ پیش کیا اور کہا کہ میرا داہنا ہاتھ ہے پس جلاد نے اسکو کاٹ دیا تو ضامن نہ ہوگا اگرچہ جانتا ہو کہ یہ اسکا بایان ہاتھ ہے اور یہ حکم بالاتفاق ہے کذا فی فتح القدیر اور اگر جلاد کے سوائے دوسر نے اسکا بایان ہاتھ کاٹ دیا تو بھی ضامن نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر چور کا ہاتھ کاٹے جانے کا حکم ہو گیا پھر کسی نے اُسکا داہنا ہاتھ بدون اجازت امام المسلمین کے کاٹ دیا تو اسپر کچھ نہین ہے ولیکن امام اسکو اس فعل پر تادیب کریگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر جلاد نے اُسکا داہنا پانون کاٹ دیا تو جلاد اس پانون کی دیت کا ضامن ہوگا اور چور مال سرقہ کا ضامن ہوگا اور اگر جلاد نے چور کا بایان پانون کاٹا تو جلاد اس پانون کی دیت کا ضامن ہوگا اور چور کا داہنا ہاتھ کاٹا جائیگا اور اگر جلاد نے اُسکے دونون ہاتھ کاٹے تو اُسکا داہنا ہاتھ چوری کے سبب سے کٹا ہوا قرار دیا جائیگا اور بایان ہاتھ کا جلاد ضامن ہوگا کہ اُسکی دیت چور کو ادا کریگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر جلاد نے دونون ہاتھ اور دونون پانون کاٹ دیے تو چور کے واسطے جلاد اُسکے بایان ہاتھ اور دونون پانون کا ضامن ہوگا اور اگر چور کا داہنا

ہاتھ معدوم ہو تو اسکا بایاں پاؤں کاٹا جائیگا یہ فتاوے عتابیہ میں ہے اور اگر چوری کے گواہوں سے چور پر سزا سے قطع کا حکم دیا گیا پھر چھوٹ بھاگا یا ہنوز حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ چھوٹ بھاگا پھر زمانہ کے بعد پکڑا گیا تو اسکا ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا اور اگر کوتوال وغیرہ اسکے پیچھے دوڑ کر اسی وقت اسکو پکڑ لائے تو اسکا ہاتھ کاٹا جائیگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر چور نے دو شخصوں سے چرایا ہو تو ایک کی غیبت میں چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا یہ عتابیہ میں ہے۔ اگر کسی چور نے جوزجانیات سے چرایا اور مرافعہ قاضی بلخ کے حضور میں ہوا تو قاضی مذکور کو بعد ثبوت کے اسکے ہاتھ کاٹنے کا اختیار ہے اور اگر جوزجانیات پر باغیوں میں سے کوئی شخص براہ بغاوت بدون تقلید از جانب الی خراسان کے غالب ہوا تو قاضی بلخ کو جوزجانیات کے چور پر حد سرقہ قائم کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور یہ نظیر اسکی ہے کہ خوارزم میں سے کسی نے چرایا اور قاضی بخارا کے پاس مرافعہ کیا گیا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر سرقہ سخت سردی یا گرمی میں ثابت ہوا کہ اس حالت میں اسکے ہاتھ کاٹنے سے اسکی موت کا خوف ہے تو قید رکھا جائے یہاں تک کہ سختی سردی یا گرمی کی فرو ہو جائے اور اگر اسقدر شدت نہ ہو کہ کاٹے جانے سے چور کی موت کا خوف ہو تو تاخیر نہ کیجائیگی بلکہ قطع کر دیا جائیگا اور اگر سردی یا گرمی میں کمی آنے تک قید رکھا گیا پھر وہ قیدخانہ میں مر گیا تو مال مسروقہ کی ضمانت اس چور کے ترکہ میں واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا تاآنکہ جس سے چرایا ہے وہ حاضر ہو اور سرقہ کا مطالبہ کرے اور امام ابو یوسف رح فرماتے ہیں کہ میں حد میں کاٹ دونگا اور صحیح وہی ہے جو ظاہر روایہ ہے یہ زاد الفقہا میں ہے۔ اور ہمارے نزدیک چوری کا گواہی سے ثابت ہونا یا خود چور کے اقرار سے ثابت ہونا دونوں یکساں ہیں کچھ فرق نہیں ہے اور اسی طرح اگر وقت قطع کے غائب ہو گیا تو بھی ہمارے نزدیک یہی حکم ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور ستودع یعنے ودیعت رکھنے والے سے اگر مال ودیعت چرا لیا یا غاصب سے مال مغصوب چرا لیا یا صاحب ربوا سے مال ربوا یا مستعیر سے مال مستعار یا مستاجر سے مال اجارہ یا مضارب سے مال مضاربت یا مستبضع سے مال بضاعت یا جسنے خریدنے کے واسطے کسی چیز پر قبضہ کر لیا اس سے یہ چیز یا مرتہن سے مال مرہون چرا لیا تو انمیں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ چور کا ہاتھ کٹوا دے اور نیز ہر ایسا شخص جسکے ہاتھ میں دوسرے کی چیز حفاظت کے واسطے ہو جیسے باپ یا وصی وغیرہ اسکو اختیار ہے کہ چور اگر اس سے چرا دے تو چور کا ہاتھ کٹوا دے اور نیز حد سرقہ جب بھی جاری کی جاویگی کہ جب ان لوگوں چرانے کی صورت میں مال مسروقہ کے اصل مالک نے نالش کی لیکن راہن کی خصومت سے جب ہی حد سرقہ چور پر جاری کی جائیگی جب ادا ہو اداے قرضہ کے مال مرہون قائم ہو یہ کافی میں ہے۔ اور اگر کسی مال مسروقہ کے سرقہ میں چور کا ہاتھ کاٹا گیا پھر دوسرے چور نے اس چور سے یہ چیز چرالی تو اول چور کو یا اصل مالک کو کسی کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ دوسرے چور کا ہاتھ کٹوا دے اور ایک روایت کے موافق اول چور کو یہ اختیار ہے کہ اس سے واپس لیوے اور اگر دوسرے چور نے قبل اول چور کے ہاتھ کاٹے جانے کے یا کسی شبہہ کی وجہ سے اسکے ذمہ سے حد سرقہ دور کیے جانے کے بعد چرایا تو اول چور کی خصومت کرنے سے دوسرے چور کا ہاتھ کاٹا جائیگا یہ ہدایہ میں ہے۔ نوادر ہشام میں ہے کہ میں نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ ایک نے دوسرے سے ہزار درم چرائے پھر ایک اور شخص نے جسکے ہزار درم اس مسروق منہ پر آتے ہیں یہ ہزار درم مسروقہ اس چور سے غصب کر لیے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ میں چور اول سے سزا سے قطع دور کر دونگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی چور نے مال چرا لیا اور قبل اسکے کہ مقدمہ حاکم کے پاس جائے مال مسروقہ اسکے مالک کو واپس دیا تو چور کو سزا سے قطع نہ دیجائیگی اور اگر

گواہ سنے جائے اور حکم ہو جانے کے بعد واپس کیا تو قطع کیا جائیگا اور قبل حکم قضا ہونے کے واپس کرنے میں استحساناً سزا قطع جاری کیجائیگی اور اگر چور نے مالک مال کے فرزند یا کسی ذی رحم کو واپس دیا پس اگر وہ مالک مال کے عیال میں ہو تو چور کو سزائے قطع دیجائیگی اور اگر اسکے عیال مین ہو تو نہ دیجائیگی۔ اور اسی طرح اگر اسکی جورو یا غلام یا اجیر کو جو ماہواری یا سالانہ پر نوکر ہو واپس کیا تو یہی حکم اسی تفصیل سے ہے۔ اور اگر اسکے والد یا جد یا والدہ یا جدہ کو واپس دیا حالانکہ یہ لوگ اسکے عیال مین نہیں ہین تو سزائے قطع نہ دیجائیگی اور اگر انکے عیال مین جو شخص ہو اسکو دیا تو سزائے قطع دیجائیگی اور اگر اسکے مکاتب کو واپس دیا تو سزائے قطع نہ دیجائیگی کیونکہ مکاتب اسکا غلام ہے۔ اور اگر کسی مکاتب کا مال چرایا اور اسکے مولی کو واپس دیا تو سزائے قطع نہ دیجائیگی اور اگر عیال مین سے کسی سے چرایا اور اپنے شخص کو واپس دیا جسکے عیال مین یہ عیال ہے تو سزائے قطع دی جائیگی یہ کافی مین ہے۔ اور اگر کسی چور پر مال چوری کی بابت سزائے قطع کا حکم ہوگیا پھر مالک نے یہ مال اسکو ہبہ کر کے سپرد کر دیا یا اسکے ہاتھ فروخت کر دیا تو ہاتھ کاٹا جائیگا یہ فتح القدیر مین ہے اور اگر چور سے کسی نے یہ مال غصب کر لیا اور مالک نے غاصب سے ضمان اختیار کی تو چور سے سزائے قطع ساقط ہوگئی یہ عتابیہ مین ہے۔ اور سرقہ دس درم کا ہو نے مین یہ معتبر ہے کہ مال مسروقہ کی قیمت اور سرقہ دس درم ہوا ور نیز بروز سزائے قطع دس درم ہو چنانچہ اگر روز سرقہ اسکی قیمت دس درم ہو اور اسکے بعد اسمین نقصان آگیا پس اگر نقصان بدین وجہ آیا کہ اس مال کے عین مین سے کچھ کمی ہو گئی ہے تو سزائے قطع دیجائیگی اور اگر بوجہ نقصان نرخ کے قیمت مین نقصان آیا ہو تو سزائے قطع نہ دیجائیگی یہ ظاہر الروایۃ کا حکم ہے کذا فی المحیط اور اگر کسی غلام نے دس درم کی چوری کا اقرار کیا پس اگر یہ غلام ماذون ہو تو اسکا اقرار صحیح ہے اور اسکا ہاتھ کاٹا جائیگا اور یہ مال مسروق منہ کو یعنی جس سے چرا لیا ہے واپس دیا جائیگا اگر قائم ہو اور اگر تلف ہوگیا ہو تو غلام مذکور پر ضمان واجب نہ ہوگی خواہ اسکے مولی نے اسکے اقرار کی تصدیق کی ہو یا تکذیب کی ہو یہ سراج وہاج مین ہے۔ اور اگر یہ غلام محجور ہو اور مال ویسا ہی موجود ہے پس اگر اسکے مولیٰ نے اسکے اقرار کی تصدیق کی تو اسکا ہاتھ کاٹا جائیگا اور مسروق منہ کو مال سرقہ واپس دیا جائیگا اور اگر مولیٰ نے اسکی تکذیب کی اور کہا کہ یہ مال میرا ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک ہاتھ کاٹا جائیگا اور مال مذکور مسروق منہ کو واپس دیا جائیگا اور اگر مال مذکور تلف ہوگیا ہو تو ہمارے سب اصحاب کے نزدیک غلام مذکور کا اقرار بابت حد شرعی یعنی سزائے قطع کے صحیح ہے اور غلام مذکور پر ضمان واجب نہ ہوگی خواہ اسکے مولیٰ نے اسکی تکذیب کی ہو یا تصدیق کی ہو۔ اور یہ سب اسی وقت ہے کہ غلام وقت اقرار کے کبیر ہو اور اگر وقت اقرار کے صغیر ہو تو اسپر سزائے قطع بالکل لازم نہیں آتی ہے و لیکن مال کی نسبت یہ حکم ہے کہ اگر صغیر ماذون ہو تو مال مسروقہ مسروق منہ کو واپس دیا جائیگا بشرطیکہ ویسا ہی قائم ہو اور اگر تلف ہوگیا ہو تو وہ ضامن ہوگا۔ اور اگر غلام محجور ہو پس اگر مولیٰ نے اسکے اقرار کی تصدیق کی ہو تو مال مسروقہ منہ کو واپس دیا جائیگا اگر ویسا ہی قائم ہو اور اگر تلف ہوگیا ہو تو اسپر ضمان نہ ہوگی نہ فی الحال اور نہ بعد آزاد ہونے کے یہ غایۃ البیان مین ہے۔ اور اگر غلام نے دس درم سے کم کی چوری کا اقرار کیا تو اسپر سزائے قطع نہ ہوگی پھر مال کی بابت یہ دیکھا جائیگا کہ اگر یہ غلام ماذون ہو تو اسکا اقرار صحیح ہوگا اور مال مذکور مسروق منہ کو واپس دیا جائیگا اور اگر تلف ہوگیا ہو تو ضامن ہوگا خواہ غلام مذکور کبیر ہو یا صغیر ہو۔ اور اگر غلام مذکور محجور ہو پس اگر اسکے مولیٰ نے اسکے اقرار کی تصدیق کی تو یہی حکم ہے اور اگر تکذیب کی تو یہ مال مولیٰ کا ہوگا اور غلام کو دیکھا جائیگا کہ اگر وقت اقرار کے کبیر ہو تو بعد عتق کے مال اقراری کا ضامن ہوگا اور اگر صغیر ہو تو ضامن نہ ہوگا یہ سراج وہاج مین ہے

عیال مراد وہ لوگ جو ساتھ اسکے رہتے ہین اور پرورش پاتے ہین ۱۲ منہ

غلام محجور وہ ہے جسکو تجارت وغیرہ کی اجازت نہیں ۱۲

اور اگر چور کو سزائے قطع دی گئی اور مال مسروقہ بعینہ اسکے پاس موجود ہی تو وہ مال اسکے مالک کو واپس دیا جائیگا کیونکہ مال مذکور اپنے مالک کی ملک مین باقی ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر تلف ہوگیا ہو تو سارق مذکور اسکا ضامن نہوگا اور اسی طرح اگر اُسنے تلف کرڈالا ہو تو بھی بنا بر مشہور کے یہی حکم ہی کہ ضامن نہوگا اسواسطے کہ ہمارے نزدیک سزائے قطع و ضمان مال کے درمیان جمع نہین کی جاتی ہی یہ سراج وہاج مین ہی۔ اور یہ اسوقت ہی کہ سزائے قطع واقع ہوگئی ہو اور اگر اُس نے سزائے قطع دیے جانے سے پہلے تلف کر دیا یا تلف ہوگیا پس اگر مالک نے کہا کہ مین اس سے اپنے مال کی ضمان لونگا تو پھر ہمارے نزدیک اُسکا ہاتھ نہین کاٹا جائیگا اور اگر مالک نے کہا کہ مین سزائے قطع کو اختیار کرتا ہون تو چور کو سزائے قطع دیدی جائیگی اور اُسپر ضمان نہ ہوگی یہ ہمارے نزدیک ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر چور کا داہنا ہاتھ کاٹ دیا گیا پھر چور کے سوائے کسی دوسرے نے مال مسروقہ کو جو بعینہ موجود ہی تلف کر دیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ تلف کرنے والے سے اُسکی قیمت تاوان لے اور اگر چور نے وہ مال کسی دوسرے کے پاس ودیعت رکھا ہو اور وہ اسکے پاس تلف ہوگیا تو مستودع ضامن نہوگا یہ سراج وہاج مین ہی۔ اور اگر چور نے مال مسروق کسی دوسرے کو اپنی طرف سے بذریعہ بیع یا ہبہ یا اسکے مانند وجہ کے مالک کر دیا اور یہ امر قبل چور کے ہاتھ کاٹے جانے کے واقع ہوا یا اسکے بعد واقع ہوا تو یہ تملیک باطل ہی اور مال مسروق مسروق منہ کو واپس دیا جائیگا اور مشتری اپنا ثمن چور سے واپس لے گا۔ اور اگر وہ مال مشتری یا موہوب لہ کے پاس تلف ہوگیا ہو تو مشتری یا چور کسی پر ضمان نہوگی ایسا ہی امام ابو یوسف رح سے مروی ہی اور اگر مشتری یا موہوب لہ نے اسکو تلف کر دیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ اس سے تاوان لے پھر مشتری نے اپنا ثمن جو ادا کیا ہی چور سے واپس لیگا اور چور سے اس مال کی قیمت واپس نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کسی آدمی نے چور سے غصب کر لی اور چور کا ہاتھ کاٹے جانے کے بعد وہ غاصب کے پاس تلف ہوگئی تو چور کے واسطے اُسپر ضمان نہ ہوگی اور مالک کے واسطے بھی ضمان نہوگی یہ ایضاح مین ہی۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے کئی بار چوری کی اور پھر اسکو ایک ہی حد کی سزا دی گئی تو یہ سزا اس سب کے واسطے ہوگی اسواسطے کہ جو حدود خالص اللہ تعالی کے واسطے ہوتے ہین جب وہ کئی مجتمع ہو جاتے ہین تو متداخل ہو جاتے ہین بشرطیکہ سب ایک ہی جنس کے ہون اسلیے کہ مقصود اقامت حد سے یہ ہوتا ہی کہ سبب جرم کے ارتکاب سے منزجر ہو بخلاف اسکے اگر اُسنے ایک بار چوری کی اور اسپر حد قائم کی گئی پھر اسنے دوسری بار چوری کی تو ایسا نہین ہی بلکہ دوسری حد قائم کی جاویگی کیونکہ ہمکو یقین معلوم ہوا کہ وہ حد اوّل سے منزجر نہین ہوا ہی اور اس امر پر اجماع ہی کہ اگر چوری کے مالون کے مالک حاضر ہوئے اور انھون نے مخاصمہ کر کے چور پر سرقہ ثابت کیا پس اگر مالہائے سرقہ چور کے پاس تلف ہوگئے ہون یا اسنے تلف کر دیے ہون تو وہ انکے واسطے کچھ ضامن نہوگا اور اگر ان مین سے ایک یا دو حاضر ہوئے اور انھون نے مخاصمہ کیا اور باقی لوگ غائب ہون لیکن جو حاضر ہوا اسکے واسطے قاضی نے چور کا ہاتھ کاٹا پھر باقی لوگ حاضر ہوئے پس اگر چور کے پاس مالہائے سرقہ تلف ہوگئے ہون یا اسنے تلف کر دیے ہون بہرحال امام اعظم رح کے نزدیک وہ باقیون کے واسطے انکے مال کا ضامن نہوگا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ غائبون کے سرقات کی قیمت کا ضامن ہوگا اور جو شخص وقت خصومت کے حاضر تھا اسکے سرقہ کا بالاجماع ضامن نہوگا اور اگر مالہائے مسروقہ قائم ہون تو امام انکو انکے مالکون کو واپس کر دیگا اور یہ واپس کرنا سزائے قطع سے مانع نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک ہی شخص نے کئی بار سرقہ کا نصاب کامل چرایا اور بعض سرقہ نصاب کامل مین آئی

مخاصمہ کیا گیا حتی کہ بعد ثبوت کے اسکا ہاتھ کاٹا گیا تو باقی نصابون کا امام اعظم رح کے نزدیک ضامن نہوگا اور اسمین صاحبین رح کا خلاف ہی یہ غایۃ البیان مین ہی۔ اور اگر چوری کا اقرار کیا اور جس سے چرایا ہی وہ غائب ہی پس حاکم نے اپنا اجتہاد کیا پس اسکا ہاتھ کاٹ دیا تو مسروق منہ کے واسطے چور کچھ ضامن نہوگا اگرچہ مسروق منہ بعد حاضر آنے کے اسکے اقرار کی تصدیق کرے یہ مبسوط مین ہی

تیسرا باب

سارق مال سرقہ مین جو شی پیدا کردے اسکے بیان مین ہی اگر کسی دار مین کوئی کپڑا چرایا اور دار کے اندر ہی اسکو پھاڑ کر دو ٹکڑے کر دیے پھر اسکو باہر نکالا پس اگر یہ کپڑا بعد پھاڑ کر دو ٹکڑے کر دینے کے مساوی دس درم کے نہو تو بالاتفاق اسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا بخلاف اسکے اگر باہر نکال لانے کے بعد اسنے پھاڑا کہ جس سے اسکی قیمت نصاب سرقہ سے کم ہوگئی۔ اور اگر اسنے حرز کے اندر چاک کر دیا پھر اسکو باہر نکال لایا حالانکہ وہ مساوی دس درم کے ہی پس اگر اسطرح علیحدہ کر دینے سے نقصان یسیر آگیا ہو تو بالاتفاق چور پر سزا ے قطع ہوگی اور اگر نقصان فاحش ہو پس اگر کپڑے کے مالک نے یہ اختیار کیا کہ کپڑا پھٹا ہوا لیکر اس سے اپنے نقصان کا تاوان لے لے تو چور پر سزا ے قطع ہوگی اور اگر یہ اختیار کیا کہ یہ کپڑا چور کو دیدے اور اس سے اپنے صحیح سالم کپڑے کی قیمت لے لے تو چور پر سزا ے قطع نہ ہوگی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ہر دو صورت مین اسپر سزا ے قطع نہین ہی یہ مبسوط مین ہی اور علماء نے فاحش و یسیر کے فرق مین اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ نقصان فاحش اسقدر نقصان ہی کہ جس سے عین مال و کچھ منفعت فوت ہو جاوے اور یسیر وہ ہی کہ اس سے کچھ منفعت زائل نہ ہو بلکہ فقط عیب آگیا ہو یہ بحر الرائق مین ہی۔ اور اگر کپڑا پھاڑ دینے سے اسکا اتلاف ہو یعنی وہ کپڑا بیکار ہو گیا ہو تو مالک کو اختیار ہوگا کہ اس کپڑے کی پوری قیمت اس چور سے تاوان لے اور اس سے زیادہ کچھ اختیار نہین ہی اور چور اس پھٹے ہوئے کپڑے کا مالک ہو جائیگا اور اسکو سزا ے قطع نہ دیجائیگی اور اتلاف یعنی بیکار کر ڈالنے کی یہ تعریف ہی کہ اس کپڑے کی قیمت نصف سے زیادہ گھٹ جاوے یعنی اگر نصف قیمت کا بھی نہ رہے تو اتلاف ہی کذا فی التبیین۔ اور اگر بکری چرائی پس اسکو ذبح کر ڈالا پھر اسکو حرز سے باہر نکال لایا تو چور کو سزا ے قطع نہ دیجائیگی اگرچہ بعد ذبح کے وہ مساوی دس درم یا زیادہ کی ہو لیکن مسروق منہ کے واسطے اسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور اگر ایسی چاندی یا سونا چرایا جسمین قطع واجب ہی پھر اسکے درم یا دینار بنا لیے تو اسکو سزا ے قطع دیجائیگی اور امام اعظم رح کے نزدیک یہ درم یا دینار مسروق منہ کو واپس ملیگا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ مسروق منہ کو ان درمون یا دینار لینے کی کوئی راہ نہین ہی کذا فی الہدایہ اور اسی طرح اگر اس چاندی یا سونے کے برتن یا زیور بنا لیا تو بھی ایسا ہی اختلاف ہی یہ تبیین مین ہی۔ اور اگر اسنے لوہا یا تانبا یا پیتل یا مشابہ اسکے کوئی چیز چرائی پھر اسکے برتن بنائے پس اگر بنا لیے جانے کے بعد وہ وزن سے فروخت ہوتے ہوں تو بھی ایسا ہی اختلاف ہی اور اگر بعد اسکے وہ عدد و گنتی سے فروخت ہوتے ہوں تو وہ بالاجماع چور کے ہو جاوینگے اور اگر کوئی کپڑا چرا کر قطع کر کے سلایا تو سزا ے قطع دیجانے کے بعد بالاجماع وہ چور کا ہوگا اور کچھ ضامن نہوگا کذا فی الغیاثیہ و لیکن چور کو اس سے کسی طرح انتفاع حاصل کرنا حلال نہین اور فیما بینہ و بین اللہ تعالی چور اسکا ضامن ہی یہ تمرتاشی مین ہی اور اگر چور نے مسروقہ کپڑے کی قمیص قطع کرا کر ہنوز نہین سی ہی کہ اسکو ہاتھ کاٹے جانے کی سزا دی گئی تو یہ کپڑا قطع کیا ہوا مسروق منہ کو واپس دیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر کپڑا چرا کر اسکو سرخ رنگا پس چور کا ہاتھ کاٹا گیا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک یہ کپڑا اس سے نہ لیا جائیگا اور نہ وہ ضامن ہوگا کذا فی الکافی اور اگر بعد ہاتھ کاٹے جانے کے اسنے رنگا ہو

تو واپس دیگا یہ بحرالرائق و اختیار شرح مختار مین ہی - اور اگر چور نے اسکو سیاہ رنگا پھر اُسکا ہاتھ کاٹا گیا یا ہاتھ کاٹے جانے کے بعد اُسنے سیاہ رنگا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک اُس سے لے لیا جائیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوّل صورت میں لے لیا جائیگا اور یہ دونون یکسان ہین یہ فتح القدیر مین ہی - نوادر بن سماعہ مین امام محمد رح سے مروی ہی کہ اگر چور کا ہاتھ کاٹا گیا حالانکہ وہ چوری کا کپڑا رنگ چکا تھا یا کرتہ قمیص سی چکا تھا جسکے مالک کو اسکے واپس لینے کا اختیار نہین رہا تو مین چور کے حق مین یہ فتوے دونگا کہ اسکو فروخت کرکے جو کچھ اُسنے رنگنے و سینے مین بڑھایا ہی اسقدر اسکے ثمن سے لے لے اور باقی کو صدقہ کردے اور اسی طرح قمیص کو فروخت کرکے اسکے ثمن سے سلائی بھر لیکر باقی کو صدقہ کردے اور اسیطرح اگر گیہون چرا کر انہین ستو یا آٹے بنانے کا تصرف کیا تو اسمین بھی یہی حکم ہی کہ اسکے ثمن سے بقدر اپنے خرچ کے لیکر باقی کو صدقہ کردے یہ محیط مین ہی - اور اگر اُسنے درہم چرا کر انکو گداختہ کیا یا کنگن ڈھال لیا تو مسروق منہ کو اختیار ہی کہ انکو واپس لے لے اور اگر مال مسروقہ پیتل ہو کہ اُسکے قمقمہ بنا لیے یا لوہا ہو کہ اُسکی زرہ بنا لی تو مسروق منہ اسکو نہین لے سکتا ہی اور اسی طرح سوا اُسکے عروض مین ہے اگر کوئی چیز چرائی اور اسکو اُسکی حالت سے متغیر کردیا پس اگر تغیر بنقصان ہو تو مسروق منہ اسکو لے سکتا ہی - اور اگر مال مسروقہ بکری ہو جو بچہ جنی تو مسروق منہ ان دونون کو واپس لے لیگا یہ مبسوط مین ہی - اور اگر گیہون چرا کر انکو پیسا تو سزا سے قطع دیجانے کے بعد وہ آٹا چور کا ہوگا اور یہ اگر ستو چرا کر انکو شہد یا روغن مین لت کیا تو آئمہ سے روایت ہی اختلاف ہو جیسا رنگنے مین ہی یہ شرح طحاوی مین ہی - اور ایک شخص نے کسی ایسے کا مال چرایا جس سے اسکا ہاتھ کاٹا جانا واجب ہوا اور اُسنے عمداً کسی ایسے کا ہاتھ کاٹا ہی کہ قصاص مین اُسکا ہاتھ کاٹا جانا واجب ہوا اور اسکے ہاتھ پر چوری و قصاص دونون طرح سے ہاتھ کاٹا جانا مجتمع ہوا تو قصاص مقدم رکھا جائیگا یعنی پہلے قصاص مین اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا پس وہ مال مسروقہ کا ضامن ہوگا یعنی تاوان دیدیگا اور اگر قصاص کا حکم دیے جانے کے بعد ہی صاحب قصاص نے اسکو عفو کردیا یا اُس سے صلح کرلی تو چوری مین اسکا ہاتھ کاٹا جائیگا اور اگر صلح نہ کی یہانتک کہ زمانہ گذر گیا حالانکہ وہ دونون اس قصاص سے صلح باہمی کی رضامندی ظاہر کرتے ہین پھر بعد زمانہ گذرنے کے دونون نے صلح کرلی تو پھر بسبب تقادم عہد کے سرقہ کی وجہ سے اُسکا ہاتھ نہین کاٹا جائیگا اور اگر چوری کی وجہ سے ہاتھ کاٹا جانا اور قصاص مین بایان پاؤن کاٹا جانا دونون مجتمع ہوئے تو پہلے اُس سے قصاص لیا جائیگا پھر قیدخانہ مین رکھا جائیگا یہان تک کہ اچھا ہوجاوے پھر چوری کی بابت اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا اور اسیطرح اگر قصاص اسکے سوا مین زخم کا ہوا اور چوری کی بابت ہاتھ کاٹنا تو بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی ۔

چوتھا باب قطاع الطریق یعنی رہزنون کے بیان مین - جاننا چاہیے کہ راہزنون کے واسطے چند احکام خاص ہین مثل سولی دیے جانے وغیرہ کے لیکن ایسے راہزن جنکے واسطے احکام مخصوصہ ہین شرطین بھی ہین ایک یہ کہ ایسے لوگ ہون کہ انکے واسطے شوکت و منعت ایسی حاصل ہو کہ راہ سے گذرنے والے انکا مقابلہ نہ کرسکین اور سامنے نہ ٹھہر سکین اور راہگیرون پر انھون نے رہزنی کی ہو خواہ ہتھیار سے یا لٹھ سے یا پتھر وغیرہ سے دوم آنکہ رہزنی شہر سے باہر شہر سے دور ہوا اور ینابیع مین لکھا ہی کہ دو قصبے اور دو قصبہ اور دو مدینہ کے درمیان رہزنی نہین ہوتی ہی اور اگر ان لوگون اور قصبہ کے درمیان مین رات دن کی راہ ہو تو وہان رہزنی ہوگی ایسا ہی ظاہر الروایہ مین ہی - اور امام ابو یوسف سے مروی ہی کہ اگر ان لوگون اور قصبہ کے درمیان راہ سفر سے کم ہی ہو یا قصبہ مین انھون نے رات کو رہزنی کی ہو تو بھی احکام راہزنون کے جاری کیے جاوینگے اور اسی پر فتوی ہی سوم آنکہ یہ امر دارالاسلام مین اُنسے صادر ہوا ہو چہارم آنکہ تمام وہ شرائط جو چوری

چوری میں مذکور ہوئے ہیں پائے جاوین اور یہ شرط ہے کہ راہزن سب کے سب اجنبی ہون صاحبان اموال کے حق میں اہل وجوب قطع ہون۔ حکم آنکا ان راہزنون نے توبہ کر لینے اور مالکون کو مال واپس کر دینے سے پہلے امام المسلمین نے انپر قابو پایا ہو ویسے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر ایک جماعت روک ٹوک کی قدرت رکھنے والی پائی گئی ایک ہی شخص لیا کہ روکنے اور باز رکھنے پر قادر ہے پھر انھون نے راہزنی کا قصد کیا مگر ہنوز نہ کچھ مال لیا تھا نہ کسی جان کو قتل کیا تھا کہ گرفتار ہوئے تو امام انکو قیدخانہ میں قید کریگا یہانتک کہ وہ توبہ کرین مگر پہلے انکو تعزیر دیدی جائیگی۔ اور اگر انھون نے مال معصوم لے لیا یعنے کسی مسلمان یا ذمی کا مال لیا اور اسقدر مال ہے کہ درصورتیکہ اس جماعت پر تقسیم کیا جاوے ہر ایک کو دس درم یا زیادہ پہونچتے ہین یا ایسی چیز پہونچتی ہے جسکی قیمت اسقدر ہوتی ہے تو امام ان لوگون کے داہنے ہاتھ اور اُلٹے طرف کے پاؤن قطع کریگا اور اگر حربی مستامنون کی راہزنی کی ہو تو راہزنون پر حد جاری نہ کیجائیگی اور اگر راہزنون نے قتل کیا اور مال نہ لیا ہو تو امام المسلمین انکو بسزائے حد شرعی قتل کریگا حتے کہ اگر اولیائے مقتول نے انکو عفو کر دیا تو انکی عفو کی طرف التفات نہ فرماویگا۔ اور اگر راہزنون نے مال بھی لیا اور قتل بھی کیا تو انکی سزا دینے مین امام کو اختیار ہے چاہے انکے داہنے ہاتھ اور بائین پاؤن قطع کرکے پھر انکو قتل کرے اور سولی دے اور چاہے بدون قطع انکو قتل کرے اور چاہے انکو سولی دیدے اور جب سولی دینا چاہا تو ظاہر الروایہ کے موافق زندہ سولی دیکر نیزہ سے انکا پیٹ پھوڑ دے تاکہ مر جاوین اور امام طحاوی سے مروی ہے کہ زندہ سولی نہ دیگا بلکہ قتل کرکے پھر سولی دیگا اور اول اصح ہے اور یہی امام کرخی کا قول ہے پھر صحیح یہ ہے کہ تین روز تک انکو سولی دیا ہوا چھوڑ رکھیگا پھر روک دور کر دیگا تاکہ ان لوگون کے جو کوئی وارث وغیرہ ہون وہ اناؤ تارکر دفن کرین یہ کافی میں ہے۔ اور جب راہزن قتل کیا گیا یا قطع کیا گیا تو جو اسپر مال کی ضمان نہیں ہوتی ہے کذا فی المحیط اور نیز جو اسنے قتل یا مجروح کیا ہے اسکا بھی ضامن نہیں ہوتا ہے یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر مباشر قتل انمین سے ایک ہی ہوا ہو تاہم حد شرعی ان سب پر جاری کی جاویگی یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور اگر راہزن نے قتل نہ کیا اور نہ مال لیا مگر مجروح کیا ہے تو جسکے مجروح کرنے میں قصاص آتا ہے اُسکی بابت اُس سے قصاص لیا جا سکتا ہے اور جسمین ارش ہے اُسکا ارش لیا جا سکتا ہے اور لینے کا اختیار اولیائے قصاص کو ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر راہزنون نے مال لیا اور مجروح کیا تو داہنے طرف کے ہاتھ اور بائین طرف کے پاؤن قطع کیے جاوینگے اور جراحات کا حکم باطل ہو جائیگا خواہ عمداً مجروح کیا ہو یا خطا سے یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر راہزن نے توبہ کر لی پھر پکڑا گیا حالانکہ اُسنے راہگیر کو عمداً قتل کیا ہے تو اولیائے مقتول کو اختیار ہے چاہیں اسکو قتل کرین اور چاہیں اسکو عفو کرین اور جو مال لے لیا ہے اگر اسکے پاس تلف ہو گیا یا اُسنے تلف کر دیا اسکی ضمان اسپر واجب ہوگی یہ ہدایہ میں ہے اور اگر گروہ رہزنان قبل توبہ کرنے کے گرفتار ہوا اور اُنھون نے عمداً مقتول و مجروح کیا ہے ولیکن جو کچھ مال اُنھون نے لیا ہے وہ لوٹ پیٹ ہے اور ہر ایک کے حصہ میں قدر نصاب نہیں پہونچتی ہے تو امر قصاص میں خواہ قصاص نفس ہو یا قصاص جرح اولیائے قصاص کو اختیار ہے چاہے قصاص لے لین اور چاہین عفو کر دین یہ نہایہ میں ہے۔ اور اگر اُسنے فقط مال لے لیا اور کچھ نہیں کیا پس اگر توبہ کرکے حاضر ہوا قبل اسکے کہ گرفتار کیا جاوے تو اسپر واجب ہے کہ جو کچھ اُسنے لیا ہے واپس کر دے اور اگر تلف ہو گیا ہو تو اُسکی ضمان دے یہ سراجیہ میں ہے۔ اور اگر رہزنی کرکے مال لے لیا پھر اس فعل کو ترک کرکے اپنے اہل و عیال میں زمانہ تک مقیم رہا تو امام المسلمین استحساناً اُسپر حد جاری نہ کریگا یہ مبسوط میں ہے

مطلب ظاہرا توبہ کر لی ۱۲

اگر چہ وہ مال کا ضامن ہوگا ۱۲

مسئلہ بعد توبہ چورون کا مال لوٹانا [illegible]

اور اگر رہزنون مین کوئی طفل ہو یا مجنون ہو یا جس آدمی کی رہزنی کی ہے اسکا کوئی ذو رحم محرم ہو تو باقیون
کے ذمہ سے حد ساقط ہو جائیگی یہ کافی مین ہے۔ اور اسی طرح اگر ان مین کوئی گونگا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین ہے
اور اگر رہزنون نے ایک بڑے قافلہ کی جسمین مسلمان اور حربی مستامن بھی ہین رہزنی کی تو ان رہزنون پر حد جاری کیجائیگی
الا آنکہ قتل کرنا اور مال لے لینا خاصۃً حربیون کے ساتھ واقع ہوا ہے تو ایسی صورت مین انپر حد واجب نہوگی جیسے کہ
جب خالی حربی ہون انکے ساتھ مسلمان و ذمی کوئی نہ ہو تو رہزنی سے حد واجب نہین ہوتی ہے یہ نہایہ مین ہے۔ اور اگر
قافلہ والون مین سے بعض نے بعض کی رہزنی کی تو حد واجب نہین ہوتی ہے یہ ہدایہ مین ہے۔ اور ابراہیم نے امام محمد رح سے
روایت کی ہے کہ رہزنون نے ایک قافلہ کی رہزنی کی اور ایک آدمی کو قتل کیا پھر پیٹھ پھیر کر چل دیے تو امام محمد رح نے فرمایا
کہ اگر ان لوگون مین ولی مقتول موجود ہوا اور اسنے ان رہزنون کا پیچھا کیا تو قافلہ والون کو بھی انکا پیچھا کرنا روا ہے ورنہ
نہین اور اگر ان رہزنون نے کسی شخص کا مال لے لیا تو قافلہ والون کو انکا پیچھا کرنا روا ہے اگرچہ مالک مال نے انکا پیچھا نہ کیا
ہو اور اگر یہ مال تلف کر دیا گیا ہو تو قافلہ والون کو پیچھا کرنا روا نہین ہوا اسواسطے کہ یہ مال ان تلف کرنے والون کے
ذمہ قرضہ ہو گیا ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر انمین کوئی غلام ہو تو وہ مثل مردان آزاد کے ہے [illegible] کا بھی یہی حکم ہے یہ ظاہر الروایہ
ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر راہزنی کرنے مین مرد و عورتین مشترک ہوئی ہون تو ظاہر الروایہ کے موافق [illegible]
قطع کی حد نہین واجب ہوگی۔ اور اگر رہزنون مین عورت ہو جسنے قتل کیا اور مال لے لیا اور مردون نے نہین کیا تو
عورت قتل نہ کیجائیگی بلکہ مرد قتل کیے جاوینگے اور یہی مختار ہے۔ دس عورتون نے راہزنی کی اور انھون نے قتل کر کے مال
لے لیا تو سب قتل کیجاوینگی اور سب مال کی ضامنہ ہونگی یہ سراجیہ مین ہے۔ اور اگر رہزنون نے اقرار کیا تو رہزن کے ایکبار
اقرار کرنے سے قطع طریق ثابت ہو جاتا ہے ولیکن سرقہ صغری کے مثل اسمین بھی اقرار کنندہ کا پھر جانا مقبول ہے پس
اگر اقرار سے رجوع کیا تو قبول ہوگا پس حد ساقط ہو جائیگی اور مال کا اس سے مواخذہ کیا جائیگا بشرطیکہ اسنے اقرار
مذکور کے ساتھ مال لینے کا اقرار کیا ہو۔ اور نیز قطع طریق کا ثبوت دو گواہون کی گواہی سے ہوتا ہے بشرطیکہ دونون
رہزنی معائنہ کرنے کی یا رہزنون کے اقرار کرنے کی گواہی دین اور اگر ایک نے رہزنی کے معائنہ کی اور دوسرے نے
رہزنون کے اقرار رہزنی کی گواہی دی تو قبول نہ ہوگی۔ اور اگر گواہ نے اپنے باپ پر رہزنی کی گواہی دی تو خواہ باپ
ہو یا دادا ہو یا پردادا وغیرہ کتنے ہی اونچے درجہ کا ہو گواہی قبول نہ ہوگی اور اسی طرح اگر اپنے بیٹے یا پوتے یا پرپوتے وغیرہ
کتنے ہی نیچے درجہ کے فرزند پر رہزنی کی گواہی دی تو قبول نہ ہوگی۔ اور اگر دونون گواہون نے کہا کہ قطعوا علینا وعلی
اصحابنا واخذوا المال تو گواہی قبول نہ ہوگی۔ اور اگر گواہون نے رہزنون پر عام لوگون مین سے کسی کے رہزنی کرنے کی گواہی
دی اور اس شخص کا کوئی ولی معلوم ہوتا ہے یا نہین معلوم ہوتا ہے تو بدون کسی خصم کے حاضر ہونے کے انپر حد نہین قائم کیجائیگی
اور اگر رہزنون نے امان لیکر داخل ہونے والے تاجرون کی رہزنی دار الحرب مین کی یا دار الاسلام مین ایسے مقام پر کی جہان
باغی لوگ غالب ہین پھر یہ لوگ گرفتار کر کے امام المسلمین کے پاس لائے گئے تو انپر حد نافذ نہ کریگا اور اگر راہزن لوگ ایسے
قاضی کے پاس پہونچائے گئے جسکا یہ مذہب ہے کہ انسے قاتل کی ضمان لیلیوے اور مال کی ضمان لیکر اولیاء مقتولین کے سپرد
کر دیا یعنی ان رہزنون کو اولیاء مقتولین کے سپرد کر دیا پس ان لوگون نے اولیاء مقتولین سے دیت اور [illegible] سے صلح
کر لی پھر ایک زمانہ کے بعد یہ لوگ کسی دوسرے قاضی کے سامنے پیش کیے گئے تو وہ انپر حد قائم نہ کریگا۔ اور جبکہ رہزنون کی نسبت قاضی نے
جسکے نزدیک عفو کرنا کچھ موثر نہین ہے بلکہ حد شرعی ہے [illegible] انکو سزا [illegible] قتل و سولی دیجانیکی جیسا کہ [illegible] بیان ہوا ہے ۱۲

اور آخرت میں سعادت و ثواب عظیم حاصل ہوتا ہے جیسے اور عبادات میں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے بعض نے فرمایا کہ جہاد
قبل نفیر کے نفل ہے اور بعد نفیر کے فرض عین یعنی ہر فرد پر فرض ہو جاتا ہے اور عامہ مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک جہاد
ہر حال میں فرض ہے مگر بات اتنی ہے کہ قبل نفیر کے فرض کفایہ ہے اور بعد نفیر کے فرض عین ہے اور یہی قول صحیح ہے۔ اور نفیر
کے معنی یہ ہیں کہ کسی شہر کے لوگوں کو خبر دیجاوے کہ دشمن آگیا چاہتا ہے جان و مال و اہل و اولاد کا قصد رکھتا ہے پس جب
اس طور پر انکو خبر دی گئی تو اس شہر میں سے جو جو شخص جہاد پر قادر ہے اسپر واجب ہوگا کہ جہاد کے واسطے نکلے اور قبل ایسی
خبر کے انکو جہاد کیواسطے نہ نکلنے کی گنجائش تھی پھر نفیر عام آجانے کے بعد تمام اہل اسلام پر شرقاً و غرباً جہاد فرض عین
نہیں ہو جاتا ہے اگرچہ انکو نفیر عام پہونچ گئی ہے اور فرض عین انھیں پر ہوگا جو دشمن سے قریب ہیں اور وہ جہاد
کرنے پر قادر ہیں اور انکے سوائے اوروں پر جو دشمن سے دور ہیں تو انپر بعد فرض کفایہ فرض ہوتا ہے نہ بفرض عین حتی کہ
انکو ترک جہاد کی گنجائش ہے پھر جب انکی طرف حاجت پیش آوے بایں طور کہ جو دشمن سے قریب ہیں وہ دشمن سے مقابلہ
کرنے سے عاجز ہوں یا تکاسل کرکے جہاد نہ کریں تو ان عاجزوں یا کاہلوں سے جو قریب ہیں انپر فرض عین ہو جائیگا
کہ وہ نکلیں اور اگر وہ بھی عاجز یا کسلمند ہو جاویں تو جو انسے قریب ہیں انپر فرض عین ہوگا علی ہذا القیاس تمام اہل زمین
پر شرقاً و غرباً اسی ترتیب سے فرض عین ہوگا پھر واضح ہو کہ نفیر دینے والا خواہ عادل ہو یا فاسق ہو اس معاملہ میں
اسکی خبر مقبول ہوگی اور یہی حکم سلطانی منادی کا ہے کہ اسکی خبر بھی مقبول ہوگی خواہ عادل ہو یا فاسق ہو۔ اور شیخ
ابو الحسن کرخی نے اپنی مختصر میں فرمایا کہ نہ چاہیئے کہ ثغور مسلمین سے کوئی ثغر ایسے لوگوں سے جو دشمنوں کا مقابلہ لڑائی میں
کریں خالی چھوڑا جاوے اور اگر کسی ثغر کے لوگ دشمن کے مقابلہ سے ضعیف ہو گئے اور انپر خوف ہوا تو انکے ادھر والے
مسلمانوں پر واجب ہوگا کہ گروہا گروہ انکی طرف جاویں اور پہلے انپر جو سب سے قریب ہیں پھر جو ان سے قریب ہیں
اسی ترتیب سے واجب ہوتا جاویگا اور نیز واجب ہے کہ ہتھیاروں و سواری سے انکی مددگاری کریں تاکہ جہاد ہمیشہ قائم
رہے یہ محیط میں ہے۔ قال المترجم واضح رہے کہ مشرکان عرب سے سوائے اسلام کے جزیہ قبول نہیں کیا جائیگا اور سوائے عرب
کے اور ممالک کے کفار سے اگر یہ اسلام نہ لاویں بلکہ جزیہ دینا قبول کریں تو قبول کیا جائیگا قال فی الکتاب و مشرکان عرب
سے جو اسلام نہیں لائے ہیں اور غیر عرب سے جو مسلمان نہیں ہوئے اور نہ انھوں نے جزیہ دینا قبول کیا ہے قتال کرنا واجب
ہے اگرچہ وہ لوگ ہمپر پہل نہ کریں یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور ہر مرد آزاد عاقل تندرست پر جو جہاد پر قادر ہے جہاد کرنا واجب
ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور طفل پر جہاد واجب نہیں ہے اور نہ غلام پر اور نہ عورت پر اور نہ اندھے پر اور نہ لنجے پر اور
نہ اقطع پر یہ ہدایہ میں ہے۔ اور جب کسی مرد نے جہاد کے واسطے نکلنا چاہا حالانکہ اسکا باپ یا ماں زندہ موجود ہے تو بدون
اسکی اجازت کے اسکو نکلنا نہ چاہیئے الا نفیر عام کے وقت یعنی جب جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اور اگر اسکے ماں و باپ
دونوں ہوں اور ایک نے اجازت دی اور دوسرے نے جانے کی اجازت نہ دی تو اسکو دوسرے کے حق کی وجہ سے نکلنا
روا نہیں ہے پس جب ہر دو مادر و پدر نے یا دونوں میں سے ایک نے نکلنا مکروہ رکھا تو اسکو نکلنا مباح نہیں ہے خواہ
یہ حالت ہو کہ انکے ضائع ہو جانے کا خوف ہو مثلاً دونوں تنگدست ہوں کہ انکا نفقہ اسی کے ذمہ ہے یا انکے ضائع ہونیکا
خوف نہو۔ اور یہ جو ہمنے ذکر کیا ہے اسوقت ہے کہ اسکے والدین مسلمان ہوں اور اگر اسکے والدین کافر ہوں یا دونوں میں
ایک کافر ہو اور دونوں نے اسکے جہاد کو جانا مکروہ رکھا یا کافر نے مکروہ رکھا تو اسپر لازم ہے کہ اسمیں اپنے قلب سے تحری کرے

پس اگر اسکی تحری مین یہ بات آوے کہ انھون نے سیر نکلنا اسی وجہ سے مکروہ رکھا ہی کہ سیر سے قتل ہو جانے کے
خوف سے انکے دل پر گھبراہٹ و صدمہ ہو تو نہ نکلے اور اگر اسکی تحری مین یہ بات آوے کہ انھون نے سیر جہاد کا جانا
اسی وجہ سے مکروہ رکھا کہ ہمارے دین ملت والون سے قتال کریگا تو اسکو اختیار ہوگا کہ بدون انکی رضامندی کے چلا جاوے
الا آنکہ انکے ضائع ہو جانے کا خوف ہو تو ایسی صورت مین نہ نکلے گا اور اگر اسنے تحری کی اور اسکی تحری ایسی کسی بات پر
واقع نہ ہوئی بلکہ اسکو شک رہا اور کوئی جانب گمان دوسرے پر مرجح نہوئی تو یہ کتاب مین مذکور نہین ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ
چاہیے کہ نہ نکلے اور اگر دونون کو اسکا نکلنا اسوجہ سے گوارا نہ ہوا کہ ہمارے اہل دین سے قتال کریگا اور نیز اسکے قتل کے خوف
سے بھی انکو بے صبری اور صدمہ ہو تو جہاد کو نہ جاوے- اور اگر اسکے مادر و پدر زندہ ہین انھون نے اسکو جہاد کو جانے کے واسطے
اجازت دیدی اور اسکے جدین و جدتین بھی زندہ ہین انھون نے اسکا جانا مکروہ رکھا تو جد و جدہ کے اکراہ کی طرف التفات
نکرے جہاد کے واسطے چلا جاوے اور اگر اسکے والدین مرگئے ہون مگر دادا اور نانی زندہ ہون یعنی باپ کا باپ اور ماں کی ماں
تو بدون ان دونون کی اجازت کے نہین جاسکتا ہی اور اگر اسکا سگا دادا اور سگا نانا اور سگی دادی اور سگی نانی موجود
ہون تو اجازت کا اختیار سگی نانی اور سگے دادا کو ہی- اور یہ اسوقت ہی کہ اپنے جہاد کے واسطے نکلنا چاہا اور اگر یہ چاہا کہ
تجارت کے واسطے دشمن کی ملک مین امان لیکر جاوے پس والدین نے اسکے نکلنے کو مکروہ رکھا پس اگر دشمنون کے ملک کا
امیر ایسا ہو کہ اسکی طرف سے اسکو اپنے اوپر خوف نہ ہو اور یہ لوگ ایسی قوم ہون کہ اپنے عہد کو وفا کرنے مین معروف ہین
اور اسکو وہان تجارت کے لیے جانے مین منفعت ہو تو مضائقہ نہین ہی کہ یہ انکی نافرمانی کر کے چلا جاوے اور اگر دشمنون
کے ملک کے تاجرون مین مسلمانون کے لشکرون مین سے کسی لشکر کے ساتھ جاتا ہی پس اسکے والدین نے یا ایک نے اسکو مکروہ
رکھا پس اگر یہ لشکر بڑا ہو کہ غالب رائے سے دشمنون کی طرف سے اسپر خوف نہو تو بھی نکلنے مین کچھ مضائقہ نہین ہی اور اگر
غالب رائے کے موافق اس لشکر کے حق مین دشمنون کی طرف سے خوف ہو تو نہ نکلے اور اسی طرح اگر سیر یا جریدہ
ہو تو بھی بدون والدین کی اجازت کے نہ نکلے اسواسطے کہ غالب اس صورت مین ہلاکت ہی ہی- اور یہ جو ہمنے ذکر کیا یہ
والدین اور اجداد و جدات کی صورت مین تھا اور رہا انکے سوا سے اور ذوی الرحم مثل بیٹے و بیٹیاں و بھائی و بہن و پھوپھیان
و ماموں و خالائین وغیرہ ہر ذی رحم محرم کہ اسنے اسکا جہاد کے واسطے نکلنا مکروہ رکھا اور یہ امر اسپر شاق ہو پس اگر انکے
ضائع ہو جانے کا خوف ہی مثلاً انکے ملک مین کچھ مال نہین ہی اور وہ صغیر یا صغیرہ ہین یا کبیرہ عورتین ہین مگر انکے ازواج
نہین ہین یا کبیر مرد ہین مگر اپاہج ہین کہ کسی صرف کے لائق نہین ہین اور انکا نفقہ اسی پر ہی تو بدون انکی اجازت کے
نہ جاوے اور اگر انکے حق مین ضائع ہونے کا خوف نہین ہی بایں طور کہ انکا نفقہ اسپر نہین ہی مثلاً انکا مال ہی یا مال
نہین ہی مگر وہ لوگ بالغ تندرست ہین یا عورتین بالغہ ہین کہ جنکے شوہر موجود ہین تو بدون انکی اجازت کے جاسکتا ہی اور
یہی اسکی جورو پس اگر اسکے ضائع ہو جانے کا خوف ہو تو بدون اسکی اجازت کے نہ جاوے اور اگر اسکے ضائع ہونے کا خوف
نہو تو بدون اسکی اجازت کے چلا جاوے اگرچہ یہ امر اسپر شاق گذرے یہ ذخیرہ مین ہی- عورت نے اگر اپنے پسر کو جہاد سے
منع کیا پس اگر اس عورت کا قلب اسکے صدمہ فراق کا متحمل نہین ہی اور چھوڑنے سے اسکو ضرر پہونچتا ہی تو اسکی منع کرنے
کا اختیار ہی اور گنہگار نہ ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی- امام محمد رح نے فرمایا کہ مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا ہی کہ مسلمان
عورتین مردون کے ساتھ ہو کر قتال کرین الا اس صورت مین کہ مسلمان لوگ مضطر ہون اور مدد کی جانب محتاج ہو جاوین پس

اگر مسلمان اسکی طرف مضطر ہون باین طور کہ خبر نفیر آئی اور عورتون کے نکلنے کی حاجت و ضرورت تھی تو قتال
کے واسطے عورتون کے نکلنے مین کچھ مضائقہ نہین ہے اور عورتون کو ایسی حالت مین روا ہے کہ بدون اجازت اپنے آبا
اور شوہرون کے نکلین اور آبا و شوہرون کو ایسی حالت مین انکی ممانعت کا اختیار نہین ہے اور اگر نکلنے سے منع کرینگے
تو گنہگار ہونگے اور اسی طرح اگر مسلمان لوگ انکی مدد کی طرف مضطر ہون ولیکن ان عورتون کو دور سے تیر اندازی
کرکے قتال کرنا ممکن ہو تو بھی اسطرح قتال کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہے اور غازیون کے واسطے روٹی وکھانا پکانے و
پانی پلانے اور مجروحون کی دوا کرنیکے واسطے جوان عورتین نہ جاوین اور رہین بجوزہ یعنی بڑھیان عورتین جنکا سن زیادہ
دراز ہوگیا ہے تو مضائقہ نہین ہے کہ وہ صفوف وغیرہ کے پیچھے ہوکر بڑے لشکر کے ساتھ نکلین اور مریضون و مجروحون کی
مدارات کرین اور پانی پلاوین و روٹی کھانا پکاوین ولیکن قتال نہ کرین یعنی حکم طفل کا اور اس مرد کا جو مراہق ہے یعنے
قریب بہ بلوغ ہے اگر قتال کی طاقت رکھتا ہو تو مثل حکم بالغ کے ہے جبتک کہ نفیر عام نہ ہوگئی ہو بیٹے کو بدون
اجازت والدین کے نہ نکلنا اور باپ اسکو اجازت دینے سے گنہگار نہ ہوگا جیسے بالغ کو اجازت دینے سے گنہگار نہین
ہوتا ہے اگرچہ جانتا ہو کہ اکثر اسمین قتل ہو جاتا ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مدیون نے جہاد کرنا چاہا حالانکہ قرضخواہ
غائب ہے پس اگر مدیون کا مال اسقدر ہو کہ جو کچھ اسپر قرضہ ہے اسکے ادا کے واسطے وافی ہو تو اسکے جہاد کے لیے جانے مین
کچھ مضائقہ نہین ہے اور کسی کو وصی کردے کہ اگر مجھے حادثۂ موت پیش آوے تو میرے ترکہ مین سے میرا قرضہ ادا کردے اور اگر اسکے
پاس وفائے قرضہ کے لائق نہ ہو تو اولے یہ ہے کہ ٹھہرا رہے یہانتک کہ متحمل اسکا قرضہ ادا کردے اور اگر باوجود اسکے بدون اجازت
قرضخواہ کے اسنے جہاد کیا تو یہ مکروہ ہے اور اگر قرضخواہ نے اسکو جہاد کرنے کی اجازت دیدی مگر قرضہ سے بری نہ کیا تو بھی حکم
یہی ہے کہ ادا سے قرضہ کے واسطے تحمل کرے اور اگر ایسی حالت مین اسنے جہاد کیا تو بھی مضائقہ نہین ہے۔ اور اسی طرح اگر قرضہ
میعادی ہو اور قرضدار بطریق ظاہر جانتا ہو کہ مین میعاد آنے سے پہلے واپس آجاؤنگا تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الذخیرہ اور اگر زید
نے اپنے قرضخواہ کو عمرو پر اترائی کراکے جہاد کا قصد کیا پس اگر زید کا عمرو پر مثل اس قرضہ کے قرض ہو تو اسکے جہاد
مین جانے مین کچھ مضائقہ نہین ہے اور اگر زید کا عمرو پر مثل اسکے مال نہو تو مستحب یہ ہے کہ نہ نکلے اور اگر عمرو نے زید کو جہاد مین
جانے کی اجازت دی اور قرضخواہ نے نہ دی تو جانے مین کچھ مضائقہ نہین ہے جبکہ حوالہ تمام ہوگیا ہے۔ اور اگر اسنے قرضخواہ کے لیے
کسی پر اترائی نہین کرائی ولیکن اسکی طرف سے بدون اسکی اجازت کے کسی شخص نے اسکے قرضخواہ کے واسطے بدین طور کفالت
کر لی کہ وہ قرضدار کو بری کردے اور اسنے قبول کیا تو ایسی صورت مین قرضدار کو روا ہے کہ جہاد کو چلا جاوے اور ان دونون
مین سے کسی سے اجازت لینے کی حاجت نہین ہے۔ اور اگر اسکی طرف سے کسی کفیل نے اسکے حکم سے کفالت کر لی ہو اور مدیون کی
براءت کی شرط نہین کی تو اسکو اختیار نہین ہے کہ جہاد کو جاوے جبتک کہ قرضخواہ و کفیل سے اجازت حاصل نہ کرے اور اگر
کفالت بغیر اسکے حکم کے کر لی ہو تو اسپر بھی واجب ہے کہ فقط طالب یعنی قرضخواہ سے اجازت حاصل کرے اور کفیل سے اجازت لینے کی
ضرورت نہین ہے اور یہی حال کفالت بالنفس مین ہے کہ اگر کفیل نے اسکے حکم سے اسکے نفس کی کفالت کی ہے یعنے باین طور کہ
جب قرضخواہ اسکو طلب کریگا تو مین اسکو حاضر کر دونگا اسطرح کفالت بالنفس کر لی مگر اسکے حکم سے تو اسکو بدون اجازت
کفیل کے جانے کا اختیار نہین ہے اور اگر بدون اسکے حکم کے کفالت بالنفس کر لی ہو تو بدون اجازت لینے کفیل کے اسکے
چلے جانے مین کچھ مضائقہ نہین ہے۔ اور اگر قرضدار مفلس ہو اور اسکو ادائے قرضہ کے لیے کوئی حیلہ نہین ہے سوا اسکے کہ غازیون کے

ساتھ دار الحرب میں تجارت کے واسطے جاوے تو مضائقہ نہیں ہے کہ چلا جاوے اور قرضخواہ سے اجازت نہ لے اور اگر اُسنے کہا کہ جہاد کے واسطے جاتا ہوں شائد مجھے قتل یا اسہام میں سے ایسا کچھ پہونچ جاوے کہ میں اس سے اپنا قرضہ ادا کر دوں تو مجھے پسند نہیں ہے کہ بدون اجازت قرضخواہ کے جاوے۔ اور یہ سب جو مذکور ہوا اسوقت ہے کہ نفیر عام نہ ہوا اور جب نفیر عام ہو تو مضائقہ نہیں ہے کہ قرضدار چلا جاوے خواہ اُسکے پاس وفا کے قرضہ کے لائق مال ہو یا نہ ہو خواہ قرضخواہ نے اسکو جانے کی اجازت دی ہو یا منع کیا ہو پھر جب اس مقام پر پہونچا جہاں مسلمانوں نے قرار پکڑا ہو پس اگر ایسا امر نظر آوے جس سے مسلمانوں کے حق میں خوف ہو تو ضرور قتال کرے اور اگر ایسا امر ہو کہ اُس سے مسلمانوں کے حق میں خوف نظر نہ آوے تو اسکو روا نہیں ہے کہ مقابلہ کرے الا با جازت اپنے قرضخواہ کے یہ محیط میں ہے۔ ایک شہر میں ایک عالم ہے کہ اُس سے بڑھکر کوئی فقیہ وہاں نہیں ہے تو اسکو جہاد نہ کرنا چاہئے کہ وہاں کے لوگوں کو اسکے ضائع ہونے سے نقصان ہو جائیگا یہ سراجیہ میں ہے۔ قال المترجم یہ روایت فتاوی ہے اور مجھے نہیں ہے اور مذہب میں کسی فقیہ معتمد کے قول کو دیکھا جسنے اسکی تصریح کی ہو بلکہ بعض نے تشنیع کی ہے اور اصح یہی ہے کہ جہاد محافظ الدین ہے و قد غزا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولیس یکون وجود احد مثلہ فی العلمین من الاولین والآخرین من الملائکۃ والرسل والجن والانس کلہم اجمعین واللہ تعالی اعلم۔ اور اگر کسی شخص کے پاس ودیعتیں ہوں جنکے مالک غائب ہوں پس اگر اُسنے کسی کو وصی کر دیا کہ یہ ودیعتیں انکے مالکوں کو واپس کر دے تو اسکو اختیار ہوگا کہ جہاد کے واسطے چلا جاوے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور غلام کو نہ چاہیے کہ بدون اجازت اپنے مولے کے جہاد کے واسطے نکلے جب تک کہ نفیر عام نہ ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور جب نفیر اہل روم کی جانب سے واقع ہو تو ہر شخص پر جو قتال کر سکتا ہے واجب ہے کہ جہاد کے واسطے نکلے اگر زاد و راحلہ کا مالک ہو اور پیچھے رہنا نہیں جائز ہے الا انکہ کوئی عذر کھلا ہوا ہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر مشرک لوگ مسلمانوں کی زمین میں داخل ہوئے اور مال لیکر اور اولاد و عورتیں گرفتار کر کے لے گئے پھر مسلمانوں کو اسکا علم ہوا اور انکو ان مشرکوں پر قوت حاصل ہے تو ان پر واجب ہوگا کہ ان کافروں کا پیچھا کریں یہانتک کہ ان سب چیزوں کو انکے ہاتھ سے چھوڑا لاویں جبتک کہ کافر لوگ دار الاسلام میں ہیں اور جب وہ زمین حرب میں اپنے داخل ہوگئے تو بھی یہی بچوں و عورتوں کے حق میں یہی حکم ہے کہ پیچھا کر کے انکو چھوڑا لاویں جبتک کہ وہ انکو لیکر اپنے قلعوں و حفاظت گاہ میں نہیں داخل ہوئے ہیں۔ اور اگر کافروں نے فقط مال ہی لے لیا ہو اور دار الحرب میں پہونچ گئے تو مسلمانوں کو گنجائش ہے کہ انکا پیچھا نہ کریں۔ اور جب کافر لوگ ان چیزوں کو لیکر اپنے دار الحرب کے قلعوں و حفاظت گاہ میں پہونچ گئے پس مسلمان لوگ انکے پیچھے وہاں پہونچے تاکہ انکے ساتھ مقابلہ کریں تو یہ افضل ہے اور اچھا کام انھوں نے اختیار کیا اور اگر انھوں نے پیچھا نہ کیا چھوڑ دیا تو مجھے امید ہے کہ اُسکی گنجائش شرعًا ہو۔ اور ایسی صورتوں میں قیدیوں کے بچے و عورتیں و مال اس حکم میں بمنزلہ کہ مسلمانوں کے بچے و عورتوں و مال کے ہیں پھر واضح رہے کہ ہر ایک مسلمان پر انکا پیچھا کرنا واجب ہی فرض ہے کہ جب انکو امید ہو کہ کافروں کے اپنے قلعوں میں گھس جانے سے پہلے اُن تک پہونچ جاوینگے اور اگر انکی غالب رائے میں یہ امر ہو کہ نہ پہونچینگے تو انکو گنجائش ہوگی کہ اپنے مقام پر ٹھہرے رہیں انکا پیچھا نہ کریں یہ محیط میں ہے۔ امام محمد رح کہتے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ جبتک مسلمانوں کے واسطے قوت ہو تب تک جعائل مکروہ ہے اور جب نہو تو مضائقہ نہیں ہے کہ بعضے بعضوں کو تقویت دیں یعنی جب تجہیز لشکر کی حاجت پڑے تو اسوقت دیکھا جاوے کہ اگر مسلمانوں کے واسطے قتال کی قوت ہو یعنی بیت المال میں مال ہو تو امام کو سزاوار نہیں ہے کہ مالداروں پر ایسا حکم جاری کرے کہ جس سے بدون انکی خوشی خاطر کے انکا کچھ مال لے لے ہاں

اگر صاحبان مال نے خود اپنی خوشی خاطر سے جعل دینا چاہا تو یہ مکروہ نہیں ہے بلکہ یہ طریقہ بہتر و مرغوب فیہ ہے خواہ
بیت المال میں مال ہو یا نہو۔ اور اگر مسلمانوں کو قوت قتال حاصل نہ ہو باین طور کہ بیت المال میں مال نہ ہو تو مضائقہ
نہیں ہے کہ امام المسلمین مالداروں پر اسقدر مال دینے کا جو جہاد کے واسطے جانے والوں کے لیے کافی ہو حکم کرے پھر
جو شخص اپنی جان و مال سے جہاد کرنے پر قادر ہو اُسپر اپنی جان و مال سے جہاد کرنا واجب ہے۔ اور جو شخص اپنی ذات
سے جانے سے عاجز ہے اور اسکے پاس مال ہے تو اُسپر واجب ہے کہ اپنے مال سے بجائے اپنے کسی دوسرے کو جہاد کے
واسطے روانہ کرے پس ان دونوں میں سے ایک اپنی جان سے اور دوسرا اپنے مال سے جہاد کرنے والا ہو جائیگا۔
اور جو شخص اپنی ذات سے جانے پر قادر ہے ولیکن اُسکے پاس مال نہیں ہے پس اگر بیت المال میں مال ہو تو امام پر
اسکو بقدر کفایت کے بیت المال سے دیدیگا اور جب امام نے اسکو بیت المال سے قدر کفایت دیدیا تو پھر اُسکو
روا نہیں ہے کہ کسی دوسرے سے بھی جعل لے۔ اور اگر بیت المال میں مال نہ ہو یا ہو مگر امام نے اسکو نہیں دیا تو اسکو
روا ہے کہ دوسرے سے جعل لیکر جہاد کو جاوے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر زید نے عمرو کو جعل دیا کہ میری طرف سے جہاد کرے
پس اگر زید نے جعل دینے کے وقت یہ لفظ کہا ہو کہ اس مال سے میری طرف سے جہاد کر تو عمرو کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ سوا
جہاد کے اور جگہ اس مال کو صرف کرے حتی کہ اسکو یہ اختیار حاصل نہ ہوگا کہ اس سے اپنا ذاتی قرضہ ادا کرے یا جہاد کو جاتے
اور اپنے بال بچوں کا نفقہ انمیں سے چھوڑ جاوے۔ اور اگر زید نے اس سے یوں کہا ہو کہ یہ تیرے واسطے ہے تو اس سے
جہاد کر تو عمرو کو روا ہوگا کہ اس مال کو غیر جہاد میں بھی صرف کرے جیسے اسکو جہاد میں صرف کر سکتا ہے یہ حکم شیخ الاسلام
نے شرح سیر کبیر میں اور شمس الائمہ سرخسی نے شرح سیر صغیر میں ذکر فرمایا ہے اور شیخ الاسلام نے شرح سیر صغیر میں ذکر فرمایا
کہ عمرو کو دونوں صورتوں میں اختیار ہے کہ اس مال میں سے کچھ اپنے بال بچوں کے نفقہ کے واسطے چھوڑ جاوے
اسواسطے کہ اسکا جہاد کو جانا بدون اسکے بن نہیں پڑیگا پھر یہ بھی منجملہ جہاد کے اعمال میں سے ہے۔ اگر زید نے عمرو کو اپنی
طرف سے جہاد کے واسطے جعل دیا پھر عمرو کو از قسم مرض وغیرہ کوئی ایسا عذر پیش آیا جس سے وہ خود نہ جا سکا اور اُسنے چاہا
کہ بجائے اپنے کسی دوسرے کو جسقدر مال لیا ہے اُس سے کم دیکر جہاد کرنے کے لیے روانہ کرے تو اسمیں کچھ مضائقہ نہیں ولیکن
جو کچھ مال بچا لیا ہے اسکی نسبت اگر اسکی یہ مراد ہے کہ اسکو اپنی ذات کے واسطے نہیں بچا رکھتا ہوں بلکہ بیت المال میں
داخل کر دونگا تو بچا لینے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر اسکی مراد یہ ہے کہ اسکو اپنی ذات کے واسطے بچا لوں تو دیکھا جاوے
کہ اگر زید نے جعل دینے کے وقت عمرو سے یوں کہا تھا کہ اس مال سے میری طرف سے جہاد کر تو عمرو کو یہ اختیار نہ ہوگا
کہ بچے ہوئے مال کو اپنی ذات کے واسطے رکھ لے اور اگر یوں کہا ہو کہ یہ مال تیرا ہے تو اس سے جہاد کر تو عمرو کو اختیار
ہوگا کہ بچے ہوئے کو اپنی ذات کے واسطے رکھ لے اور یہ ظاہر ہے کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اس صورت میں تو اسکے واسطے
یہ جائز ہے کہ سب مال اپنی ذات کے واسطے رکھ لے جہاد نہ کرے۔ اور اگر کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان کے واسطے کسی قدر
جعل کی شرط کی باینطور کہ کسی کافر حربی کو قتل کرے پس اُسنے قتل کر دیا تو اسمیں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور امام محمد رح نے فرمایا
کہ شرط کر دینے والے کو لازم ہے کہ اُسنے جو شرط کر دی ہے یعنی دینے مال کی وہ پوری کر دے ولیکن حکم قضا میں اسکے ادا
کرنے کے واسطے جبر نہ کیا جائیگا۔ اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ جو کتاب میں مذکور ہے یہ خاصۃً امام محمد کا قول ہے اور امام اعظم
و امام ابو یوسف رح کے نزدیک یہ شرط جائز نہیں ہے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ بالاجماع جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر امیر لشکر

نے کسی مزدور کو اسکے اجر المثل سے اسقدر زیادہ پر کہ لوگ اپنے اندازے میں اتنا نقصان نہیں اٹھاتے ہیں مقرر کیا پس
اجیر نے کام کیا اور مدت پوری ہو گئی تو اجر المثل سے جسقدر مزدوری زیادہ قرار دی ہے وہ زیادتی باطل ہے اور اگر
امیر لشکر یا قاضی نے کہا کہ میں نے اسکو اسطرح مقرر کیا حالانکہ میں جانتا تھا کہ نہیں چاہیے تو پوری اجرت اس مقرر
کرنے والے کے مال میں سے ہوگی اور اگر امیر لشکر نے کسی مسلمان یا ذمی سے کہا کہ اگر تو نے اس سوار کو قتل کیا تو تیرے
واسطے سو درم ہیں پس اُسنے قتل کیا تو اسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر حربی کفار مقتول پڑے ہوں پس امیر لشکر نے کہا کہ جو انکے سر کاٹ
لائے اُسکے واسطے دس درم اجرت ہے تو یہ جائز ہے۔ کافروں کے سروں کا دار الاسلام میں لا ڈالنا مکروہ ہے یہ مضمرات میں ہے۔
امام المسلمین پر واجب ہے کہ ثغور مسلمین کو قلعہ بند کرے اور دروازہ ہائے ثغور پر لشکر متعین کرے تاکہ کفار کو بلاد مسلمین
میں وقوف سے مانع ہوں اور انکو مقہور کریں یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر امام کوئی لشکر روانہ کرے تو چاہیے کہ ان پر
کوئی شخص امیر مقرر کر دے اور ایسے ہی آدمی کو اپنا امیر مقرر کرے جو اسکے واسطے صالح و لائق ہو یعنی لڑائی کے کام
میں ہوشمند مدبر ہو اور پرہیزگار ہو اور لشکریوں پر شفقت کرنے والا ہو اور سخی ہو اور شجاع ہو اور جب اسطور پر
کوئی امیر مقرر کیا تو چاہیے کہ ان مجاہدین کے واسطے اسکو وصیت کر دے یہ مبسوط میں ہے۔ اور جب شہر کا سردار مرا اور شہر
کے آدمی میں جمع ہوں تو امام المسلمین کو چاہیے کہ اسکو امیر مقرر کرے خواہ وہ قریشی ہو یا اور قبیلہ عرب سے ہو
یا نبطی از موالی ہو یہ محیط میں ہے۔ اور یہ روا ہے کہ اگر امام کسی فاسق کو تدبیر لڑائی میں زیادہ لائق پاوے تو اسکو
امیر مقرر کر دے یہ عتابیہ میں ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ جب امیر لشکر نے لشکر کو کسی بات کا حکم دیا تو لشکر پر واجب
ہے کہ اس بات میں اسکی اطاعت کریں الا آنکہ بالیقین یہ بات گناہ ہو اور واضح ہو کہ اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں
ایک یہ کہ اہل لشکر یقین سے جانتے ہوں کہ امیر نے جس بات کا حکم کیا ہے اس میں ہمکو نفع پہونچیگا مثلاً امیر لشکر نے
انکو حکم کیا کہ ابھی قتال شروع نہ کرو اور انکو یقین معلوم ہوا کہ ابھی قتال شروع نہ کرنے میں ہمارا نفع ہے بایں طور کہ
یقین معلوم ہے کہ فی الحال ہم اہل حرب سے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہمارے پیچھے دوسرا لشکر
ہے کہ وہ ثانی الحال میں ہمارے ساتھ ملجائیگا اور قوت بڑھ جائیگی پس جب ایسی صورت ہے تو بالیقین فی الحال قتال کا
ترک کرنا اہل لشکر کے حق میں نافع ہے تو اس صورت میں امیر لشکر کی اطاعت کریں۔ دوم آنکہ انکو یقین معلوم ہو کہ جس امر
کا حکم دیتا ہے اس سے ہمارا ضرر ہے مثلاً مثال مذکورہ میں دیکھتے ہوں کہ اہل حرب ہمسے فی الحال نہیں لڑسکتے ہیں
اور تاخیر قتال میں عنقریب انکی مدد آجائیگی جس سے ہمارا اُنسے مقابلہ کرنا دشوار ہو جائیگا اور ہمکو ضرر پہونچیگا اور
یقین ہو تو امیر لشکر کی اطاعت نہ کریں۔ اور سوم آنکہ اہل لشکر کو شک ہو کہ جس امر کا حکم دیتا ہے کہ اسمیں ضرر ہوگا یا
نفع ہوگا دونوں طرف احتمال یکساں ہے کسی امر کا انکو یقین نہ ہو تو اہل لشکر پر اُسکے قول کی اطاعت واجب ہے۔
اور اسی طرح اگر امیر لشکر نے انکو قتال کرنے کا حکم دیا اور وہ جانتے ہیں کہ یقین ہمکو نفع پہونچیگا یا اسمیں انکو شک ہے
کہ نفع ہوگا یا ضرر ہوگا دونوں طرف احتمال برابر ہو تو امیر کے حکم کی اطاعت کریں اور اگر یقین جانتے ہوں کہ ہمکو نفع
حاصل نہ ہوگا بلکہ ضرر پہونچیگا تو اسمیں اسکے قول کی اطاعت نہ کریں۔ اور اگر اہل لشکر باہم مختلف ہوں بعض کہتے
ہوں کہ اسمیں ہلاکت ہے اور بعض کہتے ہوں کہ اسمیں نجات ہے اور کسی گمان کو دونوں گمانوں میں سے دوسرے پر ترجیح نہو بلکہ
شک ہو تو اہل لشکر پر امیر کی اطاعت واجب ہے۔ اگر امیر لشکر نے لشکر کو کسی بات کا حکم دیا اور لشکر میں سے ایک نے نافرمانی کی تو

اسکو اوّل باری مین تادیب نہ کریگا یعنی سزا نہ دیگا بلکہ اُسکو نصیحت و فہمائش کر دیگا تاکہ پھر ایسا نہ کرے پھر اگر اسکے بعد اُسنے دوبارہ ایسی حرکت کی تو اُسکو تادیب کریگا الا آنکہ وہ کوئی عذر بیان کرے تو البتہ اُسکو چھوڑ دیگا و لیکن اُس سے خدا کی قسم لیگا کہ مین نے ایسی حرکت بعذر کی ہی اسواسطے کہ وہ ایسی بات کا دعوی کرتا ہی جو اسپر وجوب تعزیر سے مانع ہی اور اُسکا ثبوت اُسی کے قول سے ہوتا ہی پس وہ اپنے قول مین بدون قسم کے سچا نہین قرار دیا جائیگا اور اگر امیر لشکر نے لشکر کی ترتیب صف بندی مین یون کیا کہ ساقہ مین اقوام معین کی خصوصیت کر دی اور میمنہ اور میسرہ مین بھی یون ہی کیا کہ میمنہ چیندا اقوام خاص کے واسطے اور میسرہ چیندا اقوام خاص دیگر کے واسطے معین کر دی پھر دشمن نے ساقہ پر حملہ کیا اور بہت سختی سے مقابلہ کیا اور میمنہ و میسرہ والون کو اہل ساقہ کے حق مین سختی و شکست کا خوف لاحق ہوا تو مضائقہ نہین ہی کہ وہ لوگ ساقہ کی مدد کے واسطے ساقہ مین چلے جاوین۔ اور یہ اسوقت ہی کہ اُس سے انکے مراکز مین خلل نہ پڑتا ہو اور اگر اُس سے انکے مراکز مین خلل پڑتا ہو تو اہل ساقہ کو مدد دینا نہ چاہیے اور اگر امیر لشکر نے انکو حکم دیا ہو کہ اپنے مرکزون سے جنبش کر کے نہ جاوین اور منع کر دیا کہ کوئی دوسرے کو مدد نہ دیوے تو انکو نہ چاہیے کہ اہل ساقہ کو مدد دین اگرچہ وہ اپنی جانب سے بےخوف ہون اور اہل ساقہ کے حق مین خوف کرتے ہون۔ اور اگر امام نے اہل لشکر کو منع کر دیا کہ چار پایون کے چارہ کے واسطے نہ نکلین تو انکو نکلنا نہ چاہیے خواہ اہل منعت ہون یا نہ ہون یعنی ایسے لوگ کہ اگر دشمن کو دور کر سکتے ہون یا ایسے نہون تو دونون یکسان ہین و لیکن امام نے جب انکو چارہ کے واسطے جانے سے منع کیا تو امام کو چاہیے کہ لشکر مین سے ایک قوم کو چارہ کے واسطے روانہ کرے اور انپر ایک شخص امیر مقرر کر دے کہ وہ تمام لشکر کے واسطے چارہ لاوین اور اگر امام نے کسی کو نہ بھیجا اور لشکر کو چارہ کی ضرورت لاحق ہوئی اور انکو اپنی جانون اور اپنی سواریون کے حق مین خوف لاحق ہوا اور انکے پاس اسقدر نہین ہی کہ جس سے چارہ خریدین تو مضائقہ نہین ہی کہ وہ چارہ کے واسطے جاوین اگرچہ اسمین امیر لشکر کی نافرمانی ہی اور اگر امیر لشکر نے حکم دیدیا کہ کوئی شخص چارہ کے واسطے نہ جاوے الا فلان شخص کے جھنڈے کے نیچے ہو کر تو اہل لشکر کو چاہیے کہ اُسکی شرط کا لحاظ رکھین کہ اُسی کے جھنڈے کے نیچے جاوین اور اسی طرح اگر امیر لشکر نے بایں عبارت کہا کہ جو شخص چارہ کے واسطے جانا چاہیے تو اسکو چاہیے کہ فلان کے جھنڈے کے نیچے ہو کر جاوے تو بھی چاہیے کہ اُسی کے جھنڈے کے نیچے جاوین یہ محیط مین ہی۔ ماہہاے حرام مین قتال کرنا روا ہی اور ان مہینون مین قتال سے جو ممانعت کی گئی تھی وہ منسوخ ہو گئی ہی۔ اور اگر مسلمانون کی تعداد کافرون کی تعداد سے نصف ہو تو مسلمانون کو انکی لڑائی سے بھاگ جانا حلال نہین ہی۔ اور یہ حکم اسوقت ہی کہ ان لوگون کے ساتھ ہتھیار ہون اور اگر ہتھیار نہ ہون تو جنکے پاس ہتھیار نہ ہون اس کو مضائقہ نہین ہی کہ وہ ایسے کافر کے روبرو سے جسکے پاس ہتھیار ہین دور بھاگ جاوے اور اسی طرح اگر اسکے پاس تیراندازی کا آلہ نہ ہو یعنی تیراندازی سے لڑائی نہین کر سکتا ہی تو مضائقہ نہین ہی کہ جو کافر تیراندازی کرتا ہی اُسکے سامنے سے فرار کر جاوے اور علی ہذا مضائقہ نہین ہی کہ ایک آدمی تین کافرون کے مقابلہ سے فرار کرے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور جب مسلمانون کی تعداد بارہ ہزار یا زیادہ ہو تو انکو کافرون کے مقابلہ سے بھاگنا حلال نہین ہی اگرچہ تعداد کافرون کی کئی گونہ ہو اور یہ حکم اسوقت ہی کہ ان سب کا کلمہ ایک ہی ہو اور اگر انکا کلمہ متفرق ہو تو ایک کے مقابلہ مین دو کا اعتبار کیا جائیگا اور ہمارے زمانہ مین طاقت کا اعتبار ہی۔ اور جو شخص ایسے مقام سے فرار کر گیا جہان اہل قلعہ منجنیق وغیرہ مار کر ضرر رسانی کر سکتے ہین یا ایسی جگہ سے جہان تیرون یا پتھرون سے صدمہ پہونچاتے ہین تو کچھ مضائقہ نہین ہی یہ محیط میں ہی جیسے بندوق و توپ وغیرہ ۱۲

امام محمدؒ نے فرمایا کہ مضائقہ نہیں ہے کہ امام المسلمین ایک مرد کو یا دو کو یا تین کو سریہ بنا کر روانہ کرے بشرطیکہ اگر ایک یا دو
یا تین اسکی طاقت رکھتا ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور جہاد کے توابع سے رباط ہے یعنی ایسے مقام پر اقامت کرنا جہاں سے ہمیشہ دشمن کا
کھٹکا ہو بدین غرض کہ اگر وہ ناگاہ ہجوم کرے تو اسکو دفع کریں۔ اور اسمیں اختلاف ہے کہ وہ اول جگہ ہے اسواسطے کہ یہ جگہ
متحقق نہیں ہوتا ہے اور مختار یہ ہے کہ وہ ایسی جگہ ہے کہ اسکے ورے اسلام نہو اور محیط میں بھی اسی قول پر جزم کیا ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔

دوسرا باب – قتال کی کیفیت کے بیان میں۔ جب امام المسلمین دار الحرب میں جانے کا قصد کرے تو اسکو چاہیے
کہ لشکر کا معائنہ کرے تاکہ انکی تعداد اور سواروں اور پیادوں کو معلوم کرے پس انکے نام لکھ لے یہ شرح طحاوی میں ہے
اور جب مسلمان لوگ دار الحرب میں داخل ہو کر کسی شہر یا قلعہ کا محاصرہ کریں تو پہلے انکو اسلام کی طرف بلاویں پس اگر
وہ قبول کریں یعنے اسلام لاویں تو انکے ساتھ قتال سے باز رہیں اور اگر انکار کریں تو انکو ادائے جزیہ کی طرف
بلاویں یعنی کہیں کہ تم لوگ اپنے دین پر رہو مگر بیستا ہو کر جزیہ دیا کرو کذا فی الہدایہ پس اگر قبول کریں تو جو ہمارے
واسطے ہے وہ انکے واسطے اور جو ہم پر پڑیگا وہ انپر بھی پڑیگا کذا فی الکافی لیکن جزیہ کے واسطے کہنا انھیں سے ہوتا ہے
جنسے جزیہ قبول کیا جاسکتا ہے اور جنسے جزیہ نہ قبول کیا جائیگا انکو جزیہ دینے کی طرف نہ بلاویں یہ تبیین میں ہے۔
واضح ہو کہ کفار چند صنف کے ہیں۔ ایک صنف یہ ہے کہ انسے جزیہ لینا نہیں جائز ہے اور نہ انکو ذمی بنانا جائز ہے
اور وہ عرب کے ایسے مشرک ہیں جو کسی کتاب آسمانی کے قائل نہیں ہیں پس جب اہل اسلام انپر غالب ہوں تو
انکو یا تو اسلام لاویں ورنہ قتل کر دیے جاویں اور انکی عورتیں و بچے سب فی ہونگے اور دوسری صنف وہ ہیں
کہ بالاجماع انسے جزیہ لینا جائز ہے اور وہ یہود و نصاریٰ ہیں خواہ عرب کے ہوں یا کہیں اور کے ہوں اسی طرح
مجوس سے بھی بالاجماع جزیہ لینا جائز ہے خواہ عرب کے ہوں یا کہیں اور کے ہوں۔ اور تیسری صنف وہ مشرکین
ہیں کہ انسے جزیہ لینے کے جواز میں اختلاف ہے اور وہ سوائے عرب اور سوائے اہل کتاب اور سوائے مجوس کے قوم
مشرک ہیں پس ہمارے نزدیک انسے جزیہ لینا روا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور جسکو دعوت اسلام نہیں پہونچائی گئی ہے اس سے
قتال کرنا نہیں جائز ہے الا بعد اسکے کہ اسکو اسلام کی دعوت کرے کذا فی الہدایہ اور اگر انسے بغیر دعوت اسلام کے
قتال کیا تو سب گنہگار ہونگے ولیکن جو کچھ انھوں نے انکی جان و مال تلف کیے ہیں اسکے ضامن نہونگے جیسے انکی
عورتوں و بچوں کے تلف کرنے میں ضامن نہیں ہوتے ہیں یہ مبسوط میں ہے اور جسکو دعوت اسلام پہونچ گئی ہے اسکو
بغرض مبالغہ انذار کے دعوت اسلام کر دینا مستحب ہے لیکن واجب نہیں ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور واضح ہو کہ تاکید کے واسطے دوبارہ
دعوت اسلام کرنا دو شرطوں سے مستحب ہے ایک یہ کہ پہلے دوبارہ دعوت اسلام پہونچانے میں مسلمانوں کے حق میں ضرر نہو اور
اگر تقدیم دعوت اسلام میں مسلمانوں کے حق میں ضرر ہو مثلاً معلوم ہو کہ اگر تقدیم دعوت کیجائیگی تو وہ قتال کے واسطے
سامان تیار کر کے مستعد ہو جاوینگے یا کوئی حیلہ برپا کرینگے یا اپنے قلعوں کی درستی و مضبوطی کرینگے تو تقدیم دعوت اسلام
دوبارہ مستحب نہیں ہے اور دوسری شرط یہ ہے کہ اس دعوت سے طمع و امید ہو کہ شاید وہ لوگ قبول کریں اور اگر انکو اس سے
ناامیدی ہو تو دوبارہ دعوت میں بیکار مشغول نہوں یہ محیط میں ہے۔ اور مضائقہ نہیں ہے کہ رات یا دن میں کافروں
پر یکبارگی تاخت کریں بدون دعوت اسلام کے اور ایسی زمین کے واسطے کہ انکو دعوت اسلام پہونچ گئی ہے یہ محیط سرخسی
میں ہے پس جب کافروں نے اسلام اور ادائے جزیہ سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ عزوجل سے مدد و استعانت کی دعا کر کے

کافرون سے جہاد و قتال کرین کذا فی الاختیار شرح المختار اور روا ہو کہ انکے قلعون کے نیچے منجنیقین نصب کرین اور
انکو جلا دین اور انپر پانی سے سیل بہا دین اور انکے درخت کاٹ ڈالین اور انکی کھیتی خراب کردین یہ ہدایہ مین ہو
اور مضایقہ نہین ہو کہ انکے قلعہ خراب کرکے خاک مین ملا دین اور پانی مین اسکو غرق کردین اور عمارتین ڈھا دین اور
شیخ حسن بن زیاد کہتے تھے کہ یہ حکم اسوقت ہو کہ جب یہ معلوم ہو کہ اس قلعہ مین کوئی مسلمان قیدی نہین ہو اور جب یہ
بات معلوم نہو تو جلانا و غرق کرنا روا نہین ہو لیکن ہم کہتے ہین کہ اگر ہم نے اس امر سے انکو منع کیا تو مشرکین کے
ساتھ انکو قتال کرنا و غالب ہونا متعذر ہو جائیگا اور قلعے تو بہت کم کسی قیدی سے خالی ہوتے ہین ولیکن یہ لوگ
اس جلانے و غرق کرنے مین کافرون کا قصد کرینگے یہ مبسوط مین ہو اور مشرکون کو تیر مارنے مین کچھ مضایقہ نہین ہو
اگرچہ ان مین مسلمان قیدی یا مسلمان تاجر ہون اور اگر انھون نے مسلمانون کے بچے یا قیدیون کو ڈھال بنایا
تو انکو تیر مارنے سے اہل اسلام باز نہ رہین مگر تیر سے کفارون کے قتل کا قصد کرین پھر اسطرح لڑائی مین جو
مسلمان قیدی یا تاجر یا بچہ مسلمان تلف ہوا اسکی دیت ان مجاہدون پر نہ ہوگی اور نہ انپر کفارۂ قتل لازم آویگا
اور جب لشکر بہت بڑا ہو جسپر بے خوفی و امن کے ساتھ اطمینان ہو تو اسکے ساتھ عورتون اور قرآن مجید لیجاتے مین
مضایقہ نہین ہو اور سریہ یعنی چھوٹے لشکر کے ساتھ جسپر اطمینان نہ ہو کہ نہین ہو اُسکے ساتھ عورتون و مصاحف کا لیجانا مکروہ
ہو۔ اور اگر کوئی مسلمان امان لیکر دار الحرب مین گیا تو مضایقہ نہین ہو کہ وہ اپنے ساتھ قرآن مجید لیجاوے بشرطیکہ یہ قوم
کفار ایسی ہون کہ اپنا عہد وفا کرتے ہون یہ ہدایہ مین ہو۔ اور جب لشکر بڑا ہو تو خدمت کے واسطے بوڑھی عورتون کو
ساتھ لیجانے مین مضایقہ نہین ہو اور جوان عورتون کا اپنے گھرون مین رہنا اسلم ہو اور اولی یہ ہو کہ کچھ بھی عورتین
بالکل نہ جاوین اور اگر بغرض مجامعت عورتون کا لیجانا ضروری ہو تو باندیون کو لیجاوین نہ آزادون کو یہ محیط مین ہو۔
ایک قوم پرہیزگار لوگون کی جہاد کے واسطے جانا چاہتی ہو اور اگر انکے ساتھ فاسقون کی ایک قوم بھی جہاد کو جاتی ہو
جنکے ساتھ مزامیر ہین پس اگر پرہیزگارون سے یہ ممکن ہو کہ بدون ان فاسقون کے بیجا جاوین یعنے جہاد مین اسقدر
کافی ہون تو ان فاسقون کے ساتھ نہ جاوین اور اگر بدون ان فاسقون کے جانا ممکن نہو تو انکے ساتھ جاوین
یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اور مسلمانون کو چاہیے کہ غدر نہ کرین اور غلول یعنی خیانت نہ کرین اور مثلہ نکرین کذا فی الہدایہ
اور عورتون کو قتل نہ کرین اور نہ بچون کو اور نہ مجنون کو اور نہ شیخ فانی کو اور نہ اندھے کو اور نہ لنجے کو الا اس صورت
مین کہ انمین سے کسی کو تدبیر جنگ مین مداخلت ہو یا عورت ملکہ ہو یعنی انکی بادشاہ ہو تو اسکو قتل کردین اور اسیطرح
اگر انکا بادشاہ کوئی طفل صغیر ہو اور اسکو میدان حرب مین اپنے ساتھ لائے ہون اور اسکے قتل کرنے مین انکی جماعت
پریشان ہوئی جاتی ہو تو اسکے قتل کرنے مین مضایقہ نہین ہو یہ جوہرۂ نیرہ مین ہو۔ اور اگر عورت مال والی ہو کہ لوگون کو
لڑائی پر اپنے مال سے برانگیختہ کرتی ہو تو وہ قتل کردیجائیگی یہ محیط مین ہو۔ اور اسیطرح ان لوگون مین سے جو مقابلہ کرتا ہو وہ
بھی قتل کیا جاوے مگر اتنی بات ہو کہ طفل و مجنون اسی وقت تک قتل کیے جا سکتے ہین جب تک لڑائی کرتے ہین اور ان
دونون کے سواے باقیون کو قید کیے جانے کے بعد بھی قتل کردینے مین مضایقہ نہین ہو اور اگر مجنون کبھی اچھا ہو جاتا ہو اور
کبھی پھر مجنون ہو جاتا ہو تو وہ افاقہ کی حالت مین مثل صحیح کے ہو کذا فی الہدایہ اور جسکا ایک ہاتھ ایک طرف سے اور
دوسری طرف سے دوسرا پاؤن کٹا ہو ایا جسکا خاصۃً داہنا ہاتھ کٹا ہوا ہو وہ قتل نہ کیا جائیگا بشرطیکہ ایسے لوگ اپنے مال

سے یا اپنی رائے سے لڑائی مین شریک ہون یہ محیط مین ہے۔ اور جسکا ایک طرف کا بدن خشک ہوگیا ہو وہ قتل کیا جائیگا اور اگر باوجود اسکے وہ قتال مین شریک ہو تو اسکے قتل کرنے مین مضائقہ نہین ہے اور اسی طرح اندھا و لنجا و بوڑھا ہو مین اگر ایسے لوگ قتال مین حاضر ہون اور کافرون کو لڑائی مین برانگیختہ کرین تو انکے قتل مین مضائقہ نہین ہے۔ اور اگر کسی نے ایسے لوگون مین سے کسی کو قتل کر دیا تو اسپر کچھ لازم نہ ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اور جسکا بایان ہاتھ کٹا ہوا ہو یا دونون پاؤن مین سے ایک پاؤن کٹا ہو تو وہ لڑائی کرنے والون مین ہے پس وہ قتل کر دیا جائیگا اور اسی طرح گونگا و بہرا بھی قتل کیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور طفل و معتوہ جب تک لڑائی پر انگیختہ کرتے ہون تب تک انکے قتل کر ڈالنے مین مضائقہ نہین اور جب وہ مسلمانون کے ہاتھ مین آگئے تو پھر مسلمانون کو انکا قتل کرنا نہین چاہیے اگرچہ انھون نے کئی آدمیون کو قتل کیا ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور مضائقہ نہین ہے کہ مرد مسلمان اپنے ہر ذی رحم محرم کو جو مشرک ہو پہل کر کے اسکو قتل کرے سوائے والد و والدہ کے اور اپنے اجداد و جدات کے خواہ باپ دادا وغیرہ مردون کی طرف سے ہون یا مان و نانی وغیرہ عورتون کی طرف سے ہون۔ اور یہ حکم اسوقت ہے کہ اسکے والدین نے اسکو اس کام کے کرنے پر مضطر نہ کیا ہو اور اگر باپ نے بیٹے کو اپنے قتل کرنے پر مضطر کیا مثلاً بیٹا اس سے بھاگ نہین سکتا ہے تو مضائقہ نہین ہے کہ اسکو قتل کر دے اور اگر صف جنگ مین بیٹے نے اپنے باپ پر قابو پایا تو نہ چاہیے کہ قصد کر کے اسکو قتل کرے اور یہ بھی نہ چاہیے کہ اسکو لوٹ جانے کا قابو دے تاکہ وہ جرأت حاصل کر کے مسلمانون پر لوٹ کر آوے بلکہ اسکو کسی گوشہ مین یا کسی مقام پر جگہ تنگ کر کے لیجاوے اور مضبوطی سے رکھے تاکہ کوئی دوسرا مسلمان آکر اسکو قتل کر دے یہ محیط مین ہے۔ اور جب تک راہب صومعہ مین منزوی ہو تب تک قتل نہ کیا جائیگا الا آنکہ لوگون مین مخالط ہو جاوے فتاوے قاضیخان مین ہے پس اگر مسلمانون کو ایسے لوگون کے جو قتل نہین کیے جاتے ہین لا دلانے اور دار الاسلام مین نکال لانے کی قوت حاصل ہو تو انکو دار الحرب مین چھوڑ آنا نہ چاہیے نہ عورت کو اور نہ طفل کو اور نہ معتوہ کو اور نہ اندھے کو اور نہ لنجے کو اور نہ داہنی و بائین جانب سے ایک ہاتھ و ایک پاؤن کٹے ہوئے کو اور نہ داہنے ہاتھ کٹے ہوئے کو اسواسطے کہ انسے اولاد پیدا ہوگی پس انکے وہان چھوڑ آنے مین مسلمانون پر سختی و مدد ہو جائیگی اور رہا بڈھا پھوس جس سے نطفہ نہین قرار پاسکتا ہے تو چاہین اسکو وہان چھوڑ آوین اور چاہین نکال لاوین اور یہی حکم راہبون اور صومعہ والون کا ہے بشرطیکہ وہ سب ایسے ہون کہ عورتون سے جماع نہین کر سکتے ہین اور یہی حکم ایسی بڈھی عورتون کا ہے جن سے اولاد ہونے کی امید نہین ہے یہ ہدایہ سے بحر الرائق مین منقول ہے۔ امام قدوری نے اپنی کتاب مین فرمایا کہ کفار دو قسم کے ہین بعضے ان مین سے وہ ہین جو اللہ عزوجل کے منکر ہین اور بعضے وہ ہین جو اللہ عزوجل کا اقرار کرتے ہین مگر اسکی وحدانیت کے منکر ہین جیسے بت پرست پس جو منکر اللہ عزوجل ہے جب اسکا اقرار کرلے تو اسکے اسلام کا حکم دیا جائیگا اور جو شخص مقر اللہ عزوجل ہے اور منکر اسکی وحدانیت کا ہے جب اسکی وحدانیت کا مقر ہو جاوے بایں طور کہ کہے لا الٰہ الا اللہ تو اسکے اسلام کا حکم دیا جائیگا اور جو مقر بوحدانیت اللہ عزوجل ہو اور اسنے رسالت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا ہو جب وہ رسالت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار کرلے تو اسکے اسلام کا حکم دیا جائیگا یہ محیط مین ہے بت پرست یا ذمی جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار نہین کرتا ہو اگر اسنے کہا اللہ تو وہ مسلمان نہوگا اور اگر کہا کہ مین مسلم ہون تو وہ مسلمان ہو جائیگا پھر اگر اسنے کہا کہ میری یہ مراد تھی کہ مین حق پر ہون تو مسلمان نہوگا۔ اور

یہودی یا نصرانی نے اگر کہا کہ لا الٰہ الا اللہ تو وہ مسلمان نہ ہوگا جبتک یہ نہ کہے محمد رسول اللہ۔ اور مشائخ نے فرمایا
کہ جو یہود و نصاری آجکل مسلمانوں کے روبرو موجود ہیں اگر انہیں سے کسی نے کہا کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و ان
محمداً رسول اللہ تو اسکے اسلام کا حکم نہ دیا جائیگا یہانتک کہ اپنے دین سے بیزاری کا اقرار کرے چنانچہ اگر نصرانی ہے تو کہے
کہ میں نصرانیت سے بیزار ہوں اور اگر یہودی ہے تو کہے کہ میں یہودیت سے بیزار ہوں اور باوجود اسکے یوں کہے کہ میں
دین اسلام میں داخل ہوا۔ اور اگر یہودی یا نصرانی نے کہا کہ انا مسلم یعنی میں مسلم ہوں یا کہا کہ اسلام لایا میں تو اسکے اسلام
کا حکم نہ دیا جائیگا اسواسطے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ مسلم وہ ہے جو تابع حق ہو گردن جھکائے ہوئے ہو اور ہم حق پر ہیں پس اگر اسنے کہا کہ
میں مسلم ہوں تو اس سے دریافت کیا جائیگا اگر اسنے کہا کہ اس سے میری یہ مراد ہے کہ میں نے دین نصرانیت یا یہودیت کو چھوڑا
اور میں دین اسلام میں داخل ہوا تو اسکے اسلام کا حکم دیا جائیگا حتے کہ اگر اسکے بعد اسنے رجوع کیا یعنی اسلام سے پھر گیا تو قتل کیا جائیگا اور
اگر اسنے کہا کہ میری مراد یہ ہے کہ میں حق کے واسطے گردن جھکائے ہوں اور میں حق پر ہوں تو مسلمان نہ ہوگا۔ اور اگر اس سے
دریافت نہ کیا گیا یہانتک کہ اسنے مسلمانوں کے ساتھ جماعت کی نماز پڑھی تو مسلمان ہوگا اور اگر وہ قبل دریافت کیے جانے
یا قبل مسلمانوں کے ساتھ جماعت میں نماز پڑھنے کے مر گیا تو مسلمان ہونے کی حالت میں مرنے کا حکم نہ دیا جائیگا۔ اور اگر نصرانی یا
یہودی نے کہا کہ لا الٰہ الا اللہ میں یہودیت یا نصرانیت سے بیزار ہوا اور اسکے ساتھ یوں نہ کہا کہ میں اسلام میں داخل ہوا تو اسکے اسلام کا حکم
نہ دیا جائیگا حتے کہ اگر مر گیا تو اسپر نماز نہ پڑھی جاویگی اور اگر اسنے اسکے ساتھ یہ کہا ہو کہ میں اسلام میں داخل ہوا تو اسکے
اسلام کا حکم دیا جائیگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر یہودی یا نصرانی نے کسی شخص کے جواب میں جسنے اس سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو دریافت کیا تھا یوں کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں
تو اسکے اسلام کا حکم دیا جائیگا۔ اور بعض مشائخ سے مروی ہے کہ اگر نصرانی سے کہا گیا کہ محمد اللہ کے رسول برحق ہیں اسنے کہا کہ ہاں تو
مسلمان نہ ہوگا ہمارے زمانہ میں یہ واقعہ ہوا کہ ایک نصرانی سے کہا گیا کہ کیا دین اسلام حق ہے پس اسنے کہا کہ ہاں پھر اس سے
کہا گیا کہ کیا دین نصرانیت باطل ہے پس اسنے کہا کہ ہاں پس بعض مفتیوں نے فتوی دیا کہ وہ مسلمان نہ ہوا اور بعض نے فتوی دیا کہ
مسلمان ہو گیا۔ اور اسیطرح اگر نصرانی یا یہودی نے کہا کہ میں دین حنیفیہ پر ہوں تو وہ مسلمان نہو جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور
بعض مشائخ سے مروی ہے کہ اگر یہودی نے کہا کہ میں اسلام میں داخل ہوا تو اسکے اسلام کا حکم دیا جائیگا اگرچہ اسنے یہ نہ کہا
ہو کہ میں یہودیت سے بیزار ہوا اور مجوسی نے اگر کہا کہ میں اسلام لایا یا کہا کہ میں مسلم ہوں تو اسکے اسلام کا حکم دیا جائیگا اسواسطے
کہ یہ لوگ اپنی ذات کے واسطے وصف اسلام کا دعوی نہیں کرتے ہیں بلکہ ایک گونہ بدگوئی شمار کرتے ہیں یہ فتاوی
قاضی خان میں ہے۔ اگر اہل کتاب میں سے یا کسی اہل شرک نے ہماری جماعت کے ساتھ نماز پڑھی تو ہمارے نزدیک اسکے
اسلام کا حکم دیدیا جائیگا اور اگر اسنے اکیلے نماز پڑھی تو امام اعظم رح کے قول پر اسکے اسلام کا حکم نہ دیا جائیگا اور بربنائے قول
صاحبین رحمہما اللہ کے اسکے اسلام کا حکم دیا جائیگا۔ اور ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ حقیقت میں کچھ اختلاف نہیں ہے کیونکہ
امام اعظم رحمہ اللہ سے جو منقول ہے اسکی یہ تاویل ہے کہ اسنے بدون اذان و اقامت کے تنہا نماز پڑھی پس ایسی صورت میں اسکے
اسلام کا حکم نہ دیا جائیگا و صاحبین سے جو منقول ہے اسکی تاویل یہ ہے کہ اسنے اذان و اقامت کے ساتھ تنہا نماز پڑھی پس
ایسی صورت میں اسکے اسلام کا حکم دیا جائیگا جسطرح ہمنے ذکر کیا ہے اسپر اتفاق ہے کچھ اختلاف نہیں ہے۔ اور اجناس میں لکھا
ہے کہ اگر گواہوں نے کہا کہ رأیناہ یصلی لسنۃ یعنی ہم نے اسکو دیکھا کہ سنت نماز پڑھتا تھا اور یہ نہ کہا کہ جماعت نماز پڑھتا تھا ایسی

کہا کہ میں نے اپنی نماز پڑھی ہے تو یہ اسلام نہ ہوگا یہانتک کہ وہ کہیں کہ اسنے ہماری سی نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کا استقبال کیا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر گواہوں نے گواہی دی کہ یہ اذان دیتا اور اقامت کرتا تھا تو مسلمان ہوگا خواہ اذان سفر میں ہو یا حضر میں اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہمنے اسکو سنا کہ مسجد میں اذان دیتا تھا تو یہ کچھ نہیں ہے جبتک یہ نہ کہیں کہ یہ موذن ہے چنانچہ جب انھوں نے یہ کہا کہ یہ موذن ہے تو وہ مسلمان ہوگا اسواسطے کہ جب انھوں نے اسکو موذن کہا تو یہ عادۃ ہوگا پس وہ مسلمان ہوگا یہ نہایہ سے بحر الرائق میں منقول ہے۔ اور اگر اسنے روزہ رکھا یا حج کیا یا زکوۃ ادا کی تو ظاہر الروایہ کے موافق اسکے اسلام کا حکم نہ دیا جائیگا۔ اور داؤد بن رشید نے امام محمد سے روایت کی ہے کہ اگر اسنے اس طور پر حج کیا جیسے مسلمان کرتے ہیں بایں طور کہ لوگوں نے اسکو دیکھا کہ اسنے احرام کے واسطے تہیہ کیا اور تلبیہ کہا اور مسلمانوں کے ساتھ مناسک حج میں حاضر رہا تو مسلمان ہوگا اور اگر وہ مناسک میں حاضر نہوا یا مناسک میں حاضر ہوا مگر حج نہ کیا تو مسلمان نہ ہوگا۔ اور اگر ایک گواہ نے کہا کہ میں نے اسکو دیکھا کہ بڑی مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا تھا اور دوسرے گواہ نے کہا کہ میں نے اسکو دیکھا کہ فلاں مسجد میں نماز پڑھتا تھا تو دونوں کی گواہی قبول کی جائیگی اور وہ اسلام کے واسطے مجبور کیا جائیگا کذا فی فتاوی قاضیخان لیکن وہ قتل نہ کیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور حسن بن زیاد سے مروی ہے کہ اگر کسی ذمی نے کہا کہ اسلام لایا پس اسنے کہا کہ میں اسلام لایا تو اسلام نہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ امام محمد رح نے سیر کبیر میں فرمایا کہ اگر مسلمان نے کسی مشرک پر حملہ کیا تاکہ اسکو قتل کر دے پس جب اسکو تنگ پاؤں میں کر لیا تو اسنے کہا کہ اشہد ان لا الہ الا اللہ پس اگر کافر ایسی قوم میں سے ہو کہ وہ لوگ اس کلمہ کو نہیں کہتے ہیں تو مسلمان پر واجب ہے کہ اس سے باز رہے اور اگر اسکو پکڑ کر امام مسلمین کے پاس لایا تو وہ آزاد مسلمان ہے بشرطیکہ اسنے یہ کلمہ توحید قبل مسلمان کے اسکو مقہور کرنے کے کہا ہو اور اگر مسلمان نے اسکو مقہور کر لیا پھر اسنے یہ کلمہ کہا تو وہ فی ہوگا لیکن قتل نہ کیا جائیگا پس اگر اسنے کہا کہ میں نے جو کہا تھا اس سے اسلام کی نیت نہیں کی تھی بلکہ یہودیت میں داخل ہونے کی نیت کی تھی یا میں نے چاہا تھا کہ مجھے پناہ ملے تاکہ تو مجھے قتل نہ کرے تو اسکے قول پر التفات نہ کیا جائیگا۔ اور اگر ایسا ہوا کہ جب اسنے لا الہ الا اللہ کہا اور مسلمان نے اسکے قتل سے ہاتھ روک لیا پس وہ بھاگ گیا اور مشرکوں میں جا ملا پھر لڑتا ہوا آیا پھر اسپر مسلمان نے حملہ کیا پھر جب اسکو تنگ جا دبایا تو اسنے کہا کہ لا الہ الا اللہ پس اگر اسکا گروہ ہو کہ وہاں وہ پناہ میں جا سکتا ہو تو اسکے قتل کر ڈالنے میں مضائقہ نہیں ہے اور اگر اسکا گروہ پریشان متفرق ہو گیا ہو تو مسلمان کو اسکا قتل کر دینا روا نہیں ہے لیکن اسکو تادیب کرے اس فعل پر جو اس سے صادر ہوا ہے۔ اور اگر یہ مشرک ایسے لوگوں میں سے ہو جو لا الہ الا اللہ کہتے ہیں لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کے مقر نہیں ہیں اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو اسکے قتل کر دینے میں مضائقہ نہیں ہے اگرچہ اسنے یہ کلمہ کہا ہے۔ اور اگر اسنے یوں کہا کہ اشہد ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا عبدہ و رسولہ تو مسلمان پر واجب ہے کہ اسکے قتل سے ہاتھ روک لے اور جب کوئی کافر اسلام پر مجبور کیا گیا اور وہ اسلام لایا تو استحسانا اسکا اسلام صحیح ہوگا اور نوادر بن رستم میں مذکور ہے کہ جو شخص نشہ میں اسلام لایا تو اسکا اسلام قبول کیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر بت پرست نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو وہ مسلمان ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ میں دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوں یا میں حنیفیہ پر ہوں یا اسلام پر ہوں تو اسکے اسلام کا حکم دیا جائیگا اور اگر وہ مر گیا تو اسپر نماز پڑھی جائیگی۔ اور اگر کسی کافر نے دوسرے کافر کو اسلام تلقین کیا تو وہ مسلمان نہوا اور اسی طرح اگر اسکو قرآن سکھایا یا قرآن پڑھایا تو وہ مسلمان نہوا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔

تیسرا باب مصالحہ اور امان کے بیان اور اس بیان میں کہ کسکی امان روا ہی۔ اگر امام المسلمین کی راے مین آیا کہ اہل حرب سے مصالحہ کرے یا بعض فریق اہل حرب سے مصالحہ کرے اور اسمین مسلمانون کے حق مین بھلائی ہو تو کچھ مضائقہ نہین ہی اور اگر امام المسلمین کی راے مین آیا کہ اہل حرب سے موادعہ کرلے اور اسپر کچھ مال انسے لے یعنی کچھ مال لیکر انسے موادعہ کرے تو مضائقہ نہین ہی و لیکن یہ حکم اسوقت ہی کہ مسلمانون کو مال کی حاجت ہو اور اگر حاجت نہو تو اسطرح موادعت جائز نہین ہی اور جسقدر مال اس موادعت سے لیا ہی وہ جزیہ کے مصارف کے طور پر صرف کیا جائیگا بشرطیکہ مسلمانان مجاہدین نے انکے ملک مین جاکر نزول کرکے اسطرح موادعت سے مال نہ لیا ہو بلکہ اہل حرب نے اپنا ایلچی بھیجکر اسطرح صلح کی درخواست کی ہو اور اگر مسلمانون کے لشکر نے انکو گھیر لیا انھون نے مال دیکر صلح کر لی تو یہ مال غنیمت ہی کہ اسکا خمس یعنی پانچوان حصہ نکالکر باقی کو باہم مسلمانون مین تقسیم کردے یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر اہل حرب سے کسی ایک فریق مسلمانون نے موادعت کرلی بدون اجازت امام کے تو موادعت جائز ہی اور یہ سب مسلمانون پر جائز ہو گی یعنی کوئی اسکو توڑ نہین سکتا ہی اسواسطے کہ یہ امان ہی اور ایک کا امان دینا مثل سب کے امان دینے کے ہی یعنی سب کی طرف سے امان ہو گی یہ سراج وہاج مین ہی۔ اور اگر کسی سلطان نے اہل حرب سے ہزار دینار پر ایکسال کی شرط پر صلح کر لی تو ایسی صلح جائز ہی پس اگر امام کو یہ بات معلوم نہوئی یہانتک کہ سال گذر گیا تو وہ مال لیکر اسکو بیت المال مین داخل کرے اور اگر امام کو انکی صلح کا حال معلوم ہوا اور سال نہین گذرا ہی تو امام غور فرمائیگا پس اگر اسکے باقی رکھنے مین مصلحت ہو تو اس صلح کو باقی رکھیگا اور مال لے لیگا اور اگر اسکے توڑ دینے مین مصلحت معلوم ہو تو مال انکو واپس دیگا پھر انکی صلح انکی طرف پھینکدیگا اور انکے ساتھ قتال کریگا اور اگر نصف سال گذر گیا ہو تو بھی کل مال استحساناً واپس کر دیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر سلطان نے اہل حرب سے کہا کہ دو ہزار دینار یعنی ہم تم سے بعوض ہزار دینار کے بمقابلہ ایکسال کے صلح کی پھر سال مین سے تھوڑا گذر گیا اور تھوڑا باقی ہی کہ امام نے انکی صلح انکو رد کر دی یعنے رد صلح کی اطلاع کر دی تو امام کو مال مین سے بقدر گذری ہوئی مقدار سال کے حساب سے مال مین سے ملیگا یعنی اسقدر لے لے اور باقی کے مقابلہ مین جسقدر مال رہا وہ واپس کر دے مثلاً نصف سال گذرا ہی تو نصف مال کا استحقاق ہی اور نصف مال واپس کر دے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اہل حرب سے تین سال کے واسطے ہر سال کی بعوض ہزار درم کے صلح کی ہو اور کل مال وصول کر لیا پھر امام نے موادعہ مذکورہ کو توڑ دینے و رد کر دینے کا قصد کیا حالانکہ ایکسال گذرا ہی تو انکو دو تہائی مال واپس کرے اسواسطے کہ تسمیہ متفرق ہونے سے عقود متفرق ہوگئے بخلاف صورت اول کے کہ اسمین مال مذکور بشرط موادعت ایکسال کامل ہی اور عقد ایک ہی ہی اور مال بحرف شرط یعنی لفظاً پر مذکور ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور موادعت دس برس سے زیادہ کے واسطے روا ہی بشرطیکہ امام المسلمین کو اس موادعت مین مسلمانون کے حق مین بہتری نظر آوے یہ اختیار شرح مختار مین ہی اور اگر دشمن نے مسلمانون کا محاصرہ کیا اور کہا کہ اگر مال دیکر صلح کرو تو ہمکو منظور ہی تو امام المسلمین اسکو نامنظور فرمائیگا الا اسی صورت مین کہ خوف ہلاکت ہو تو روا ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر اہل حرب نے امام المسلمین سے چند سال معلومہ کے واسطے بدین شرط صلح کی درخواست کی کہ ہم ہر سال مسلمانون کو اسقدر مال معلوم بدین شرط ادا کرینگے کہ ہمارے ملک مین ہمپر احکام اسلام جاری نہ ہون تو امام اسکو منظور نہ فرماویگا الا اسی صورت مین کہ مسلمانون کے واسطے اسمین بہتری ہو پس اگر یہ امر مسلمانون کے واسطے بہتر ہوا اور صلح اس امر پر واقع ہوئی کہ ہر سال مسلمانون کو سو راس الغنم دینگے تو اسمین وصورتین نہین

ایک یہ کہ انھون نے سو راس غیر معین پر صلح کی دوم آنکہ سو راس معین پر صلح کی پس اگر سو راس غیر معین پر صلح ہو تو دیکھا
جائیگا کہ اگر یہ سو راس جو شرط کیے ہین خود اہل حرب اور انکی اولاد مین سے ہون تو یہ صلح جائز نہ ہوگی اور اگر یہ سو راس شرط
انکے غلامون و مملوکون مین سے ہون تو صلح جائز ہوگی اور اگر صلح سو راس معین پر جو انکے خود نفوس و اولاد مین ہین واقع
ہوئی مثلاً انھون نے شروع سال مین کہا کہ ہمکو امن دو بدین شرط کہ یہ لوگ تمھارے واسطے مالک ہونگے اور ہم تمسے
تین سال کے واسطے جواب سے آوینگے اس شرط سے صلح کرتے ہین کہ ہر سال ہم تمکو سو راس اپنے مملوکون سے دینگے تو یہ
جائز ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کافرون نے موادعت مین یہ شرط کی کہ امام انکو وہ شخص واپس کر دے جو انمین سے مسلمان ہو کر
ہمارے پاس آجاوے تو موادعت جائز اور شرط باطل ہے کہ اسکا وفا کرنا واجب نہین ہے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر امام نے
ان سے صلح کر لی پھر صلح کا توڑ دینا مصلحت معلوم ہوا تو انکی صلح انپر پھینکدے پھر انسے قتال کرے۔ اور نبذ یعنی صلح کا رد
کرنا بھی اسی طور سے ہوگا جسطور سے امان دینا واقع ہوا تھا یعنی اگر امان دینا منتشر و شہرت کے ساتھ تھا تو رد صلح بھی
اعلان و انتشار کے ساتھ ہونی واجب ہے اور اگر امان دینا منتشر نہ تھا مثلاً ایک مسلمان نے انکو پوشیدہ امان دیدی تھی
تو اسی ایک شخص کا رد صلح کر دینا کافی ہے۔ پھر بعد رد صلح کے انسے قتال کرنا اتنی مدت تک روا نہین ہے کہ انکا بادشاہ اس
مدت مین اپنے اطراف مملکت مین خبر پہونچا سکے یعنی اتنے عرصہ تک اسکو مہلت دے کہ اس مدت مین وہ اپنے اطراف مملکت
مین خبر پہونچا سکے خواہ پہونچاوے یا نہ پہونچاوے۔ اور اگر وہ لوگ اپنے قلعون سے نکلکر شہرون مین منتشر ہو گئے ہون اور
مسلمانون کے لشکر مین بھی آگئے ہون یا اپنے قلعے انھون نے بے مرمت کر ڈالے ہون بسبب امان و صلح ہونے کے تو انکو
مہلت دے یہانتک کہ سب لوگ اپنے اپنے مامن مین واپس جاوین اور اپنے قلعون کو اسطرح بنا لین جیسے وہ تھے اور یہ
مہلت اسواسطے ہے کہ غدر کرنا ثابت نہو اور یہ حکم نقض صلح کی اطلاع دہی اور مہلت دہی وغیرہ کا اسوقت ہے کہ امام
نے کسی قدر مدت کیواسطے انسے صلح کی ہو پھر قبل اس مدت کے گذرنے کے صلح توڑ دی ہو اور اگر مدت مذکور گذر گئی تو اسکے
گذرنے پر خود ہی صلح ٹوٹ جائیگی پس انکو اطلاع دہی نہ کریگا یہ تبیین مین ہے۔ اور مسلمانون کو ہرگز نہ چاہیے کہ اہل حرب پر انکے
اطراف ملک پر جب تک صلح باقی ہے لوٹ مار کرین یہ سراج وہاج مین ہے۔ اور اگر انھون نے عہد مین خیانت کی اور دغل کی
تو انکو نقض صلح کی اطلاع نہ دے اور انسے قتال کرے بشرطیکہ یہ امر انکے اتفاق کے ساتھ ہو یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر اہل حرب
مین سے جنکے ساتھ موادعت و صلح ہے ایک جماعت ایسی جنکے واسطے منعت و قوت حاصل نہین ہے دار الحرب سے نکلکر انھون نے
دار الاسلام مین رہزنی کی تو یہ امر انکی طرف سے نقض عہد نہین ہے اور اگر ایسی قوم نکلی جنکو منعت و قوت حاصل ہے مگر بدون
اجازت اپنے بادشاہ یا اپنے اہل مملکت کے نکلی ہے تو انکا بادشاہ و انکے اہل مملکت اپنی موادعت پر باقی رہینگے اور یہ
لوگ جنھون نے رہزنی کی ہے انکے قتل کرنے اور مملوک بنانے مین کچھ مضائقہ نہین ہے اور اگر یہ لوگ اپنے بادشاہ یا اپنے
اہل مملکت کی اجازت سے نکلے ہین تو یہ امر سب کے حق مین نقض عہد ہوگا یہ فتاوی کبری مین ہے۔ اور اگر اہل اسلام اور کسی
اہل حرب سے صلح قائم ہو پھر انمین سے ایک شخص ایسے کافرون کے ملک مین داخل ہوا جنسے مسلمانون سے صلح نہین ہے پھر
مسلمانون نے اس ملک پر جہاد کیا اور اس شخص کو گرفتار کیا تو وہ امن مین ہے اسپر کوئی راہ نہین ہے اور نہ اسکے مال پر
اور نہ اسکے رقیق وغیرہ پر کسی پر کوئی راہ نہین ہے اور جن کافرون سے ہم نے صلح کر لی ہے وہ جہان چاہین جاوین اور
جس ملک مین چاہین داخل ہون بہر حال وہ مامون ہین کہ ہماری طرف سے انکو امان ہے اور اگر مسلمانون نے کسی ملک پر

جہان اہل حرب میں جہاد کیا جنسے ہمسے مصالحہ نہین ہوا ور وہان کسی ایسے شخص کو گرفتار کیا جو ایسے ملک کا رہنے والا ہو جنسے ہمسے مصالحہ ہو مگر وہ اس ملک کے کافرون کے بیچ مین جنپر مسلمانون نے جہاد کیا ہو اسیر تھا تو اس صورت مین وہ ہماری لوٹ کا مال ہوگا یہ سراج وہاج مین ہو۔ واضح ہو کہ ذمی اسکو کہتے ہین کہ اسنے عہد کیا کہ ہم مسلمانون سے مقابلہ نہ کرینگے جزیہ ادا کرینگے اور اپنے دین پر مسلمانون کے تابع ہو کر رہینگے قال فی الکتاب اور اگر ذمیون نے اپنا عہد توڑا تو وہ مثل اُن مشرکون کے ہین جنھون نے اپنی صلح کا عہد توڑا اور انکا مال لے لینا جائز ہو اسواسطے کہ بیچ کے ساتھ انکا باقی رکھنا روا ہو یہ اختیار شرح مختار مین ہو۔ اور جو لوگ اسلام سے مرتد ہو گئے اور انھون نے غلبہ کیا اور جس ملک مین رہتے ہین وہ دار الحرب ہو گیا تو خوف کی حالت مین اُنسے بلا مال لیے صلح کر لینا روا ہو بشرطیکہ اسمین مسلمانون کے حق مین بہتری ہو اور اگر اُنسے مال لیکر صلح کی تو جب اُنپر فتحیاب ہون یہ مال انکو واپس نہ دیا جاوے اسواسطے کہ یہ مال مسلمانون کے واسطے غنیمت ہو بخلاف باغیون کے یعنے وہ گروہ مسلمان جو امام برحق کی اطاعت سے سرکشی کر کے باغی ہو جاوین تو جب لڑائی ختم ہو جاوے اور باغی لوگ تابع ہون تو اُنکا مال جو لیا گیا ہو وہ ان لوگون کو واپس کر دینا واجب ہو اسواسطے کہ وہ مال غنیمت نہوگا ہان قبل لڑائی ختم ہونے کے انکا مال انکو واپس نکریگا اسواسطے کہ اسمین اُنکے حق مین اعانت ہو یہ نہر الفائق و فتح القدیر مین ہو۔ اور عرب کے بت پرست لوگ مثل مرتدون کے ہین حکم مذکور مین اسواسطے کہ عرب کے بت پرستون سے مثل مرتدون کے سواے اسلام کے اور کچھ قبول نہ کیا جائیگا پس یا وہ اسلام لاوین یا تلوار حکم ہو اور سردار لشکر اسلام کو یا اور کوئی فائدہ ہو اسکو یہ مکروہ ہو کہ اہل حرب کا ہدیہ قبول کرے بخصوص اپنے واسطے کہ لے بلکہ یون کرنا چاہیے کہ اسکو مسلمانون کے واسطے مال غنیمت قرار دیوے۔ اور اہل حرب کے ہاتھ ہتھیار و گھوڑون و کراع کا فروخت کرنا مکروہ ہو خواہ اُنسے صلح ہو گئی ہو یا نہ ہوئی ہو اور نیز انکے پاس یہ سامان بھیجنا بھی مکروہ ہو اور اسیطرح لوہا وغیرہ جو چیز اصل آلات حرب ہو انکے یہان بھیجنا یا انکے ہاتھ فروخت کرنا مکروہ ہو اور ذمیون کے یہان ان چیزون کا بھیجنا مکروہ نہین ہو یہ اختیار شرح مختار مین ہو۔ اور اگر حربی ایک تلوار لایا اور بجاے اسکے کمان یا نیزہ یا ڈھال خریدی تو دار الاسلام سے باہر نہ لیجانے پاوے یہ مبسوط مین ہو اور اگر اسکو درمون کے عوض فروخت کر کے پھر دوسری خریدی تو مطلقاً منع کیا جائیگا یہ تبیین مین ہو۔ اور اگر اہل حرب کے کسی بادشاہ نے درخواست کی کہ مین تمھارا ذمی ہوتا ہون بدین شرط کہ جزیہ ادا کرونگا اور اپنی مملکت مین جسطرح چاہونگا قتل و ظلم وغیرہ سے حکم کرونگا تو اسلام مین یہ امر روا نہین ہو اور اسکی درخواست قبول نہ کیجاویگی۔ اور اگر کوئی قطعہ زمین اسکا ہو جسمین اسکے اہل مملکت سے ایک قوم ساکن ہو جو اسکے غلام ہون کہ جسکو ان مین سے چاہتا ہو فروخت کرتا ہو پھر اُسنے مسلمانون سے ذمی ہو کر صلح کر لی تو بعد صلح کے بھی وہ لوگ اُسکے غلام ہونگے جیسے پہلے تھے کہ جسکو چاہے فروخت کر دے یہ فتح القدیر مین ہو۔ اور اگر اسپر اسکا دشمن غالب آیا پھر مسلمانون نے اپنے ذمی ہونے کی وجہ سے اس دشمن کو زیر کر کے ان غلامون کو اس سے چھین لیا تو قبل تقسیم غنیمت کے یہ سب مملوک اس ذمی بادشاہ کو مفت واپس دیے جاوینگے اور اگر تقسیم غنیمت ہو چکی ہو تو بعد قیمت واپس دیے جاوینگے جیسے دیگر اموال اہل ذمہ کا حکم ہو اور علی ہذا اگر بادشاہ مذکور مسلمان ہو گیا اور جو لوگ اسکی مملوکہ زمین مین اسکے غلام ہین وہ بھی مسلمان ہو گئے یا اسکی زمین والے مسلمان ہوئے اور بادشاہ مسلمان نہوا تو یہ لوگ جو اسکی زمین مین ہین اسکے غلام رہینگے۔ جیسے پہلے تھے یہ مبسوط مین ہو۔ فصل امان کے بیان مین۔ اگر کسی مرد مسلمان

آزاد نے یا عورت مسلمہ آزادہ نے کسی کافر یا ایک جماعت کفار کو یا اہل قلعہ کو یا ایک شہر والون کو امان دی تو اسکا
ان لوگون کو امان دینا صحیح ہے اور مسلمانون مین سے کسی کو روا نہ ہوگا کہ پھر ان لوگون سے قتال کرے لیکن اگر اسکا
اسطرح امان دینا خلاف مصلحت ہو کر اسمین مفسدہ نظر آوے تو امام المسلمین انکی امان توڑنے سے انکو اطلاع دیدیگا
جیسے کہ اگر خود امام نے امان دی پھر مصلحت اس امان کے توڑ دینے مین ظاہر ہوئی تو انکو امان توڑ دینے کی اطلاع کریگا
اور اگر امام نے کسی قلعہ کا محاصرہ کیا اور لشکر اسلام مین سے کسی آدمی نے انکو امان دیدی حالانکہ اسمین خرابی ہے تو امام
ان لوگون کو امان توڑ دینے سے مطلع کر دیگا اور اس شخص کو جسنے امان دیدی تھی تادیب کریگا یہ ہدایہ مین ہے - اور ذمی کا
امان دینا باطل ہے لیکن اگر امام نے ذمی کو حکم کیا کہ ان حربیون کو امان دیدے پس اسنے دیدی تو جائز ہے یہ تبیین مین ہے
اور مکاتب کا امان دینا روا ہے اور جو مسلمان کہ اہل حرب کے ملک مین تاجر ہے یا جو مسلمان کہ انکے ہاتھ مین مقید ہے اسکا
امان دینا روا نہین ہے اور جو شخص دار الحرب مین مسلمان ہوا ہے اور وہان موجود ہے اور اسنے اہل حرب کو امان دیدی
تو اسکی امان روا نہین ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - اور اگر غلام نے امان دی پس اگر وہ جہاد و قتال کرنے مین اپنے
مولے کی طرف سے اجازت یافتہ ہے تو بلا خلاف اس غلام کا امان دینا روا ہے اور اگر وہ قتال سے ممنوع ہو تو امام اعظم رح
کے نزدیک اسکا امان دینا نہین صحیح ہے اور امام محمد رح کے نزدیک صحیح ہے اور امام ابو یوسف رح کا قول اس مسئلہ مین مضطرب
ہے - اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ غلام محجور کی امان مین یہ اختلاف مذکور اس صورت مین ہے کہ یہ جہاد بدون نفیر عام
پہونچنے کے واقع ہوا ہو اور اگر جہاد کے واسطے نفیر عام پہونچی ہو کہ جس سے ہر فرد بشر پر جہاد کرنا فرض عین ہو جاتا ہے
تو ایسی صورت مین اس غلام کی امان بلا خلاف صحیح ہوگی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ نہین بلکہ ہر صورت مین اختلاف
ہے یہ محیط مین ہے اور باندی کے امان دینے مین بھی وہی تفصیل ہے جو غلام مین مذکور ہوئی یعنے اگر باندی اپنے مولی کی
اجازت سے قتال کرتی ہو تو اسکا امان دینا صحیح ہے اور اگر وہ قتال نہ کرتی ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اسکی امان نہین
صحیح ہے یہ ذخیرہ مین ہے - اور اگر کسی طفل نے امان دی حالانکہ غیر عاقل ہے یعنے اسکے نفع و ضرر کو نہین سمجھتا ہے تو اسکی
امان نہین صحیح ہے جیسے مجنون کا حکم ہے اور اگر وہ اسلام کو سمجھتا ہو اور وصف اسلام بیان کرتا ہو یعنی اسلام کسکو کہتے
ہین پس وہ ٹھیک ٹھیک بیان کرتا ہو حالانکہ وہ قتال سے ممنوع ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک نہین صحیح ہے اور امام محمد رح
کے نزدیک صحیح ہے اور اگر وہ قتال کے واسطے اجازت یافتہ ہو تو اصح یہ ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک اسکی امان بالاتفاق صحیح
ہے یہ فتح القدیر مین ہے - اور جو شخص مختلط العقل ہو مگر وہ اسلام کو جانتا ہو اور اسکا وصف بیان کرتا ہو تو وہ بمنزلہ
طفل عاقل کے ہے یہ تبیین مین ہے - اور اگر طفل بالغ ہوا مگر وہ اسلام کے ارکان و اوصاف نہین بیان کرسکتا ہے یعنی بسبب
سمجھ نہ ہونے کے اور امر معیشت کو نہین سمجھتا ہے تو اسکی امان نہین صحیح ہے اسلیے کہ وہ بمنزلہ معتوہ کے ہے اور یہی حکم لڑکی کا ہے خواہ
لڑکی آزادہ ہو یا باندی ہو یہ محیط مین ہے - اور اگر مسلمانون مین سے کسی مرد نے ایک گروہ مشرکون کو امان دیدی
پھر دوسرے گروہ مسلمانون نے انپر تاخت کی اور مردون کو قتل کیا اور عورتون و اموال کو لوٹ لیا اور انکو آپس مین
تقسیم کر لیا اور ان عورتون سے انکی اولاد ہوئی پھر اس گروہ مسلمانون کو جنھون نے تاخت کی ہے امان دیے جانے کا حال معلوم ہوا
تو قتل کرنے والون پر جسکو انھون نے قتل کیا ہے اسکی دیت واجب ہوگی اور عورتین اور مال انکے اہل کو واپس دیے جائینگے
اور ان عورتون سے چونکہ انھون نے وطی کی ہے انکا مہر تاوان دینگے اور انسے جو اولاد پیدا ہوئی ہے وہ بغیر قیمت آزاد

ہونگے اور اپنے والد کے مسلمان ہونے کی وجہ سے انکی تبعیت میں مسلمان ہونگے کہ انکے واپس دیے جانے کی کوئی راہ نہیں ہے اور واضح ہو کہ عورت تین تین حیض گذر جانے کے بعد واپس دیجاویگی اور اس عدت کے زمانہ میں عورتیں کسی عادل کے پاس چھوڑی جاوینگی اور عادل اس معاملہ میں بوڑھی پرہیزگار عورت ہوگی نہ مرد یہ محیط میں ہے اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر مسلمانوں نے اہل حرب کو امان کی ندا پکار دی تو سب اہل حرب انکی امان دہی کی آواز سنکر امن میں ہو جاوینگے چاہے کسی زبان میں انکو ندا دی ہو خواہ انھوں نے اس کلام کو سمجھکر امان معلوم کرلی ہو یا اس زبان کو نہ سمجھے اور اس سے امان کو نہ معلوم کیا ہو صرف آواز سنی ہو جیسے مثلاً عربی زبان میں انکو امان دینے کی منادی کر دی حالانکہ وہ لوگ رومی ہیں کہ عربی نہیں سمجھتے ہیں یا نبطی زبان میں انکو ندا سے امان دی حالانکہ یہ لوگ ایسی قوم ہیں کہ نبطی نہیں سمجھتے ہیں و در مثل اسکے تو ایسی صورت میں آواز سنکر وہ مامون ہو جاوینگے اور اگر کافروں نے مسلمانوں کے امان دہی کی آواز نہیں سنی تو انکے واسطے امان حاصل نہ ہوگی پس انکا قتل کرنا اور گرفتار کرنا روا ہے۔ اور اگر مسلمانوں نے ایسے مقام سے انکو منادی کی کہ وہاں سے آواز سن سکتے ہیں مگر دیگر قرائن سے ہر جہت سے یہ معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے آواز نہیں سنی ہے مثلاً یہ لوگ خواب میں تھے یا قتال میں مشغول تھے تو یہ امان ہوگئی آواز معلوم ہونے سے یہاں یہ مراد ہے کہ غالب رائے سے یہ امر معلوم ہوا نہ بعلم حقیقی۔ اور واضح رہے کہ سب کو امان حاصل ہونے کے واسطے یہ شرط نہیں ہے کہ آواز امان کو سب لوگ سنیں بلکہ اکثروں کا سن لینا کافی ہے اور یہ سب کے سن لینے کے قائم مقام رکھا جائیگا اور اگر مسلمانوں نے کسی حربی سے کہا کہ لاتخف مت خوف کر یا اس سے کہا کہ تو امان یافتہ ہے یا اس سے کہا کہ لا باس علیک تو اندیشہ سختی مت کر تو یہ سب امان ہے اور اگر اس سے کہا کہ لک امان اللہ تو امان ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ لک عہد اللہ (تیرے واسطے امان اللہ ۱۲) یا لک ذمۃ اللہ یا اس سے کہا کہ بڑھ آ اور اللہ تعالی کا کلام سن یا اس سے کہا کہ جب تک ہمنے سچا قول دیا تو بھی اسکو امان حاصل ہوگئی۔ اور اگر سردار لشکر اسلام نے کسی جماعت معین سے جو قلعہ میں محصور ہیں کہا کہ تم نکل کر ہماری طرف آؤ ہم تم سے صلح کی بابت مراوضت کریں اور تم امان یافتہ ہو یا بلفظہ کہا کہ تم امان یافتہ ہو پس وہ لوگ نکلکر آئے تو وہ سب امان یافتہ ہونگے۔ (بدائع ہندیہ ۱۲) اور اگر انہنے کہا کہ تم ہماری طرف نکلو اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو وہ امان یافتہ نہ ہونگے اور اگر انہنے کہا کہ ہمارے پاس اتر آؤ تو یہ امان ہے اور اگر اسنے کہا کہ ہماری طرف نکلو اور ہم سے خرید فروخت کرو تو یہ امان ہے۔ اور اگر اہل حرب کسی قلعہ میں یا کسی مضبوط جگہ میں جہاں انکو پناہ و قوت حاصل ہے موجود ہوں پس کسی مسلمان نے کسی حربی کو اشارہ سے کہا کہ ہمارے پاس چلا آ یا اہل قلعہ کو اشارہ سے کہا کہ تم دروازہ کھول دو اور آسمان کی طرف اشارہ کیا پس انھوں نے دروازہ کھول دیا اور گمان کیا کہ یہ امان ہے اور جو فعل اس مرد مسلمان نے کیا ہے وہ مسلمانوں اور ان حربیوں کے درمیان معروف ہے کہ جب ایسا کیا جاتا ہے تو امان ہوتی ہے یا یہ امر اسطرح ان میں معروف نہ ہو بہرحال ان مشرکوں کو امان ہوگی اور اگر دشمن کی طرف اپنی انگلی سے اسطرح اشارہ کیا کہ جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ میرے پاس آ حالانکہ یہ اشارہ کرنے والا اپنی زبان سے کہہ رہا ہے کہ اگر تو آویگا تو میں تجھے قتل کرونگا پس دشمن مذکور چلا آیا تو وہ امان یافتہ ہے اسکا قتل کرنا روا نہیں ہے۔ اور یہ حکم اسوقت ہے کہ مشرک نے اسکے اشارہ کو سمجھا اور اسکو امان خیال کیا اور اشارہ کرنے والے کے اس قول کو کہ اگر آویگا تو تجھے قتل کرونگا نہیں سنا یا سنا مگر نہ سمجھا ہو۔ اور اگر اشارہ کرنے والے کا یہ قول سنکر سمجھ لیا ہے پھر بھی چلا آیا تو یہ امان نہ ہوگی۔ اور علی ہذا اگر مسلمان نے کافر سے کہا کہ چلا آ تاکہ میں تجھے قتل کردوں پس کافر نے

اوّل کلام سنا اور سمجھ لیا اور آخر کلام نہیں سُنا یا سُنا مگر نہیں سمجھا پس چلا آیا تو اسکو امان ہے اور اگر اُسنے آخر کلام سُنکر
سمجھ لیا ہے تو امان نہوگی اور علی ہذا اگر مسلمان نے مشرک سے کہا کہ چلا آ اگر قتال کرنا چاہتا ہے اگر تو مرد ہے پس اُسنے
اوّل کلام سُنکر سمجھ لیا اور آخر کلام کو نہیں سُنا یا آخر کلام کو سُنا اور اسکو نہیں سمجھا پس چلا آیا تو اسکو امان ہوگی اور اگر اُسنے اوّل و
آخر کلام سب سُنا اور سمجھ لیا ہے پھر چلا آیا تو اسکو امان نہوگی اور علی ہذا اگر حربی سے کہا کہ یہاں آ دیکھ تو میں تیرے ساتھ
کیا کرتا ہوں تو بھی ایسا ہی حکم ہے یہ ذخیرہ و محیط میں ہے۔ اور اگر ایک جماعت کفار نے مسلمانوں سے کہا کہ امنونا علی ذرارینا یعنی
ہمکو امان دو بشرط آنکہ ہمارے ساتھ ہماری ذریات بھی امن میں ہوں پس مسلمانوں نے انکو اسطرح پر امان دی تو وہ لوگ اور
انکی اولاد اور انکی اولاد کی اولاد اگرچہ کتنے ہی نیچے درجہ کی ہو سب امن میں داخل ہوگی و لیکن اولاد پسران امان
میں داخل ہوگی اولاد دختران اسمیں داخل نہوگی یہ سیر کبیر میں ہے کذا فی الظہیریہ اور اگر حربی نے کہا کہ امنونی علی اولادی
یعنی امان دو مجھکو بشرط آنکہ اسمیں میری اولاد بھی داخل ہو پس مسلمانوں نے اسکو اسطرح امان دی تو وہ اور اسکی اولاد صلبیہ
سب اولاد میں سے مردوں کی اولاد سب داخل ہونگی اور عورتوں کی طرف سے جو اسکی اولاد ہو وہ داخل نہوگی۔ اور اگر اُسنے کہا کہ (بیٹے اور بیٹیوں ۱۲) (دختروں کی اولاد ۱۲)
امنونی علی اولاد اولادی یعنی مجھے امان دو بشرط آنکہ میری اولاد کی اولاد اسمیں داخل ہو تو شیخ الاسلام اور قاضی رکن الاسلام
علی سغدی نے ذکر کیا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ اس صورت میں دختروں کی اولاد
از روے ظاہر روایت داخل ہونگی۔ اور اگر اُسنے کہا کہ امنونی علی آبائی یعنی مجھے امان دو بشرط آنکہ میرے آبا اسمیں داخل ہوں
اور اسکے مادر و پدر دونوں موجود ہیں تو امان میں داخل ہوجاوینگے اور اگر اسکے مادر و پدر نہوں بلکہ جد و جدہ موجود ہوں تو
ان دونوں کے واسطے امان حاصل نہوگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر انکی زبان میں جسمیں وہ باتیں کرتے ہیں جد کو بھی
باپ بولتے ہوں جیسے پسر کے پسر کو بیٹا بولتے ہیں تو جد بھی بمنزلہ پسر کے پسر کی امان میں داخل ہوگا یہ محیط میں ہے۔
اور اگر حربیوں نے کہا کہ امنونا علی ابنائنا یعنی ہمکو امان دو بایں شرط کہ ہمارے ابنا اسمیں داخل ہوں حالانکہ انکے بیٹے
و بیٹیاں موجود ہیں تو سب امان میں داخل ہونگے۔ اور اگر انکی اولاد نرینہ نہوں بلکہ خاصةً لڑکیاں ہوں تو وہ کوئی امن
میں داخل نہونگی بلکہ سب مال غنیمت ہونگی۔ اور اگر انہوں نے کہا کہ امنونا علی بناتنا و اخواتنا یعنی ہمکو امان دو بشرطیکہ
ہماری بیٹیاں و بہنیں امان میں داخل ہونگی تو یہ امان خاصةً مونثوں کے واسطے ہوگی اسمیں کوئی مذکر انکی اولاد وغیرہ
میں سے داخل نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ امنونی علی اخوتی حالانکہ اسکی بھائی اور بہنیں موجود ہیں تو سب کی سب امان
میں داخل ہونگی اور اگر اسکی بہنیں ہوں اور انکے ساتھ کوئی مذکر نہو تو بھی سب کی سب امان میں داخل ہونگی یہ محیط میں ہے
اور اگر حربیوں نے کہا کہ امنونا علی ابنائنا حالانکہ انکے صلبی فرزند و پسروں کے پسر موجود ہیں تو صرف فرزند امان میں داخل
ہونگے اور اگر انکے صلبی پسر نہوں بلکہ پسروں کے پسر ہوں تو وہ بھی امان میں ہونگے۔ اور اگر حربیوں نے کہا کہ امنونا علی آبائنا
حالانکہ انکے باپ نہیں ہیں بلکہ اجداد موجود ہیں تو اجداد اس امان میں داخل نہونگے اور اسیطرح اگر انہوں نے کہا کہ ہمکو امان دو بشرط
آنکہ ہماری مائیں اسمیں داخل ہوں حالانکہ انکی مائیں جنھوں نے انکو جنا ہے نہیں موجود ہیں بلکہ انکے جدات موجود ہیں تو یہ
عورتیں اس امان میں داخل نہونگی۔ اور اگر حربی نے کہا کہ مجھے امان دو بدیں شرط کہ میرے موالی اسمیں داخل ہوں حالانکہ
اسکے موالی یعنے غلام کوئی نہیں ہے فقط باندیاں ہیں تو استحسانًا یہ باندیاں اُسکے ساتھ امان میں داخل ہونگی یہ ظہیریہ میں
ہے اور اگر کسی حربی نے قلعہ کے اندر سے امیر لشکر اسلام سے کہا کہ امنونی علی متاعی مجھے امان دو بشرط آنکہ میری متاع

اسمین داخل ہو پس اسطرح اسکو امان دی تو وہ امن مین ہوگا اور اسکی متاع اسکے ساتھ امن مین ہوگی کہ اسکو سپرد
کی جائیگی ولیکن متاع مین درم و دینار و سونا و چاندی و زیور و جواہر و جانوران سواری و ہتھیار داخل نہونگے
اور انکے سواے باقی چیزین کپڑے و فروش و تمام متاع بیت یہ سب چیزین متاع مین داخل ہونگی اور استحسانًا متاع کے
تحت مین سونا بھی داخل ہونگے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر حربی نے کہا کہ مجھے امان دو مع دس نفر کے تو یہ دس سواے اسکی
ذات کے قرار دیے جاوینگے اور ان دس کی تعیین کا اختیار امام کو ہوگا۔ اور اگر اسنے کہا کہ امنونی عشرۃ من اہل بیتی او فی
عشرۃ من اہل حصنی یعنی میری اہلبیت کے دس آدمیون مین یا میرے قلعہ کے دس آدمیون کے ساتھ مین مجھے امان دو تو اسکو اور
اسکے سوا اور نو نفر کو امان حاصل ہوگی۔ اور اگر اسنے کہا کہ مجھے امان دو میرے دس بھائیون کے ساتھ مین تو اسکو
اور اسکے سواے اسکے دس بھائیون کو امان حاصل ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ فی عشرۃ من ولدی یعنی میری دس اولاد کے ساتھ
مین تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر کہا کہ امان دو مجھے میرے دس بھائیون کے ساتھ مین جنمین مین بھی ہون یا میری دس اولاد کے ساتھ مین
جنمین مین بھی ہون تو اسکے سوا اسکے بھی دس نفر کو امان ملیگی۔ اور اگر کہا کہ میرے دس اہل بیت کو جنمین مین بھی ہون یا میرے دس
اہل قلعہ کو جنمین مین بھی ہون تو دس نفر کو امان ملیگی جنمین سے ایک یہ ہوگا۔ اور اگر اسنے کہا کہ امان دو مجھکو میرے موالی کے
ساتھ مین حالانکہ اسکے موالی ایسے ہین کہ انھون نے اسکو آزاد کیا ہے اور موالی ایسے ہین کہ جنکو اسنے آزاد کیا ہے تو یہ امان دونون
فریق کو شامل نہوگی بلکہ ایک ہی فریق کو انمین سے شامل ہوگی اور جسکو استامن نے مراد لیا ہے اسی فریق کو شامل ہوگی
یعنے بیان تعیین استامن کو ہوگا اور اگر اس نے کہا کہ مین نے کسی کی تعیین کی نیت نہین کی تھی تو ہر دو فریق استحسانًا اس
امان مین شامل ہونگے۔ اور اگر مسلمانون نے کسی قلعہ کا محاصرہ کیا اور سردار قلعہ نے قلعہ پر سے ظاہر ہوکر کہا کہ مجھے مع میرے
دس اہل قلعہ کے امان دو بدین شرط کہ مین قلعہ کو تمھارے واسطے کھولے دیتا ہون پس مسلمانون نے کہا کہ تیرے واسطے
ایسا ہی ہے پس اسنے کھول دیا تو وہ مع دس اہل قلعہ کے امن مین ہوگا پھر دس آدمیون کے معین کرنیکا اختیار اسی سردار قلعہ
کو ہوگا اور اگر اسنے کہا کہ میرے واسطے مع میرے اہل قلعہ کے امان کا عقد کرو بدین شرط کہ تم اس قلعہ مین داخل ہو پس اسمین تھانہ
ٹہرو پس اسی پر اسکے ساتھ عقد امان قرار دیا تو مسلمانون کے لیے اس قلعہ مین سے نفوس و اموال مین سے قلیل و کثیر کچھ نہین
ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر اہل حرب مین سے کسی مرد نے اہل اسلام سے امان طلب کی اور اسکو امان دی گئی پھر اپنے
ساتھ ایک عورت کو لایا اور کہا کہ یہ میری جورو ہے اور اپنے ساتھ چھوٹے چھوٹے اطفال لایا اور کہا کہ یہ میری اولاد ہے
حالانکہ انکو اپنی امان مین ذکر نہین کیا تھا بلکہ یہی کہا تھا کہ مجھے امان دو تاکہ مین تمھارے پاس آؤن یا دار الاسلام مین
آؤن یا تمھارے لشکر مین آؤن جو دار الحرب مین موجود ہے تو ایسی صورت مین قیاس یہ ہے کہ سواے اسکے باقی جملہ مین سب
مال فئی ہون ولیکن یہ امر قبیح ہے پس اسکے ساتھ ہم انکو بھی استحسانًا امان مین داخل کرتے ہین اور اسی طرح اگر اسکے ساتھ
سے مرد و عورت ہون پس اسنے کہا کہ یہ میرے رفیق ہین اور انھون نے اسکے قول کی تصدیق کی یا وہ لوگ ایسے ہین کہ
اپنے حال سے تعبیر نہین کر سکتے ہین حتی کہ انمین اسکے تصدیق کرنے کی احتیاج نہین ہے تو انمین بھی ایسا ہی قیاس و
استحسان جاری ہے چنانچہ بحکم استحسان ہم اس سے قسم لیکر اسکے قول کی تصدیق کرینگے اور اسکے ساتھ انکو بھی مامون قرار
دینگے حالانکہ قیاس یہ ہے کہ یہ سب سواے اسکی ذات کے فئی ہوون۔ اسی طرح سواری کے جانورون اور اسباب خورد و جو
اسکے ساتھ آوین انمین بھی ایسا ہی حکم بقیاس و باستحسان ہے۔ اور اگر اسکے ساتھ چند مرد ہون جنکی نسبت وہ کہتا ہے کہ یہ لوگ

میری اولاد ہین اور انھون نے اُسکی تصدیق کی تو یہ لوگ قیاساً و استحساناً دونون طرح سے فیئی ہونگے اور اگر اطفال
صغیر اُسکے ساتھ ہون اور وہ ایسے ہین کہ اپنے نفس سے تعبیر کرسکتے ہین یعنی بیان کرسکتے ہین کہ کون ہین پس اس حربی نے کہا
کہ یہ میری اولاد ہین اور انھون نے اُسکی تصدیق کی تو بحکم قیاس وہ فیئی ہونگے اور استحساناً وہ فیئی نہونگے اور اگر ان اطفال نے اُسکی
تکذیب کی تو وہ مسلمانون کے لیے فیئی ہونگے اور اگر اسکے ساتھ بالغہ عورتین ہون اور اُسنے دعوی کیا کہ یہ میری بیٹیان ہین اور ان
عورتون نے تصدیق کی تو قیاساً فیئی ہونگی اور استحساناً مامون ہونگی بالجملہ اس قسم کے مسائل مین اصل یہ قرار پائی کہ جو شخص
اپنے نفس کے واسطے اپنے آپ امان طلب کرسکتا ہو بلحاظ غالب اکثر کے تو وہ امان مین دوسرے کا تابع نہین قرار دیا جائیگا اور
جو شخص بلحاظ غالب اکثر کے اپنے واسطے امان اپنے آپ نہین لیتا ہو تو وہ امان مین دوسرے کا تابع کیا جائیگا پس علی ہذا اگر حربی
نے اپنے واسطے امان لی تو اُسکی مان و جدہ و بہنین و پھوپھیان و خالائین و ہر عورت جو اسکی ذات رحم محرم ہو امان مین
اسکے تابع کیجاوینگی اور اس حربی کا باپ و جد و بھائی وغیرہ جو خود امان لیتا ہو ایسے لوگ اس حربی کے ساتھ اسکی تبعیت مین اہل
امان نہونگے۔ اور جو شخص کہ مستامن کے امان کی تبعیت مین داخل امان ہوتا ہو اگر مستامن کے ساتھ دار الاسلام مین داخل ہوا
پس معلوم ہوا کہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اُسنے کہا یعنی مستامن کے ساتھ داخل امان ہونے والے لوگون مین سے ہو یا مستامن نے دعوی کیا
کہ یہ ایسا ہی ہو اور جو ساتھ آیا ہو اُسنے اسکے قول کی تصدیق کی تو بہر حال دونون صورتون کا حکم یکسان ہو اور وہ اس مستامن
کی امان کی تبعیت مین داخل امان ہوگا اور اگر اُسنے اس مستامن کی تکذیب کی تو وہ فیئی ہوگا اور اگر پہلے تکذیب کی پھر تصدیق کی تو
بھی فیئی ہوگا۔ اور اگر پہلے اسکی تصدیق کی پھر تکذیب کی تو اسمین تفصیل ہو کہ اس مستامن حربی کے مملوک رقیق اور اُسکی اولاد صغار
جو اپنے نفس سے تعبیر کرسکتے ہین اس مین سے نہ ہونگے اور اُسکا اجیر و عورت بالغہ اگر انھون نے اول مرتبہ اسکی تصدیق کی تو اپنی ذات پر
اُسکے رقیق ہونے کا اقرار نہ کیا کیونکہ مستامن نے خود ہی ان پر رقیت کا دعوی نہین کیا ہو پس وے آزاد باقی رہے پھر اسکے بعد
انھون نے اسکی تکذیب کی تو انھون نے اپنی ذاتون پر رقیت کا اقرار کرلیا اور حربی اگر اپنی ذات پر رقیت کا اقرار کرے تو اُسکا اقرار
رقیت صحیح ہوتا ہو اور مسئلہ محصورین بیان فرمایا کہ اگر محصورین نے مسلمانون سے امان طلب کر لی بدین شرط کہ ہم مسلمانون کے پاس حاضر
آوینگے تو امان مین اُسکا لباس اور جو ہتھیار پہنے ہوئے ہو اور جانور سواری اور جو کچھ روپیہ و اشرفی وغیرہ اپنے ساتھ نکال لایا
ہو داخل ہوگا یہ استحسان ہو اور ما سوا اسکے جو کچھ ہو وہ فیئی ہوگا پھر واضح ہو کہ اسکے ہتھیارون و کپڑون مین سے اسی قدر
داخل امان ہونگے جو ہتھیار اُسکے مثل آدمی با عادت رکھتا ہو یا پہنتے کپڑے اُسکے مثل آدمی پہنتا ہو حتی کہ اگر اُسنے چند کمانین اپنے
مونڈھے پر لگائین یا چند تلوارین لٹکائین یا چند قبائین پہنین یا چند عمامہ اپنے سر پر باندھ لیے ہین کہ کوئی ایسا چیز لادے ہوئے
ہو تو بقدر زیادتی کے اُسکے نہ ہونگے بلکہ فیئی ہونگے جیسا کہ محیط مین ہے۔ اور اگر سردار لشکر اسلام نے امیر قلعہ کے پاس کسی ضرورت سے کوئی ایلچی
بھیجا پھر ایلچی وہان گیا اور وہ مسلمان ہو پھر جب اُسنے پیغام پہونچایا تو کہا کہ امیر لشکر اسلام نے میری زبانی کہلا بھیجا اور تیرے
اہل مملکت کے واسطے امان بھیجی ہو پس تو دروازہ کھول دے یا امیر قلعہ کے پاس دروغ بنایا تھا سردار لشکر اسلام کی طرف سے
خط لے گیا نہ زبانی یہ امر بیان کیا اور اس بیان کے وقت چند آدمی مسلمان بھی حاضر تھے پس جب امیر قلعہ نے دروازہ
کھول دیا اور مسلمان اُسمین گھس پڑے اور انھون نے لوٹنا و گرفتار کرنا شروع کیا تو امیر قلعہ نے کہا کہ تمھارے ایلچی نے
ہمسے بیان کیا کہ تمھارے سردار لشکر نے ہمکو امان دی ہو اور ان مسلمانون نے جو وقت بیان کے حاضر تھے گواہی دی تو یہ
لوگ امان مین ہونگے کہ جو کچھ اُنسے لیا گیا ہو وہ سب انکو واپس دیا جائیگا اور اگر یون واقع ہوا کہ جو شخص امیر قلعہ کے

پاس گیا ہی وہ سردار لشکر اسلام کا ایلچی نہین ہی بلکہ اُسنے اپنی طرف سے ایک خط جعلی بنایا اور اُسکو لیکر سردار
قلعہ کے پاس گیا اور زبانی اُسنے یہ بات بیان کی اور کہا کہ مین سردار لشکر اسلام کا ایلچی اور مسلمانون کا ایلچی ہون
پھر ایسا واقع ہوا تو یہ سب لوگ مسلمانون کے واسطے فئی ہونگے ولیکن امام کو جائز ہی کہ ان لوگون کا قول قبول کرے
یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر سردار لشکر اسلام کے ایلچی نے بعد سردار کے پیغام پہونچانے کے کہا کہ فلان قائد لشکر نے تمکو امان
دی ہی اور مجھے اسی امر کے واسطے بھیجا ہی اور مسلمانون نے تا دروازہ امیر لشکر تمکو امان دی ہی اور مین نے بھی تمکو قبل اپنے
تمہارے پاس داخل ہونیکے تمکو امان دی تھی اور تمکو آواز و ندا کر دی تھی اور اسکی اس گفتگو پر قوم حاضرین مسلمان گواہ ہوئی تو اس
صورت مین یہ سب فئی ہونگے بشرطیکہ جو کچھ اُسنے بیان کیا ہی وہ دروغ خبر دہی ہو۔ اور اگر کسی مسلمان نے اُسکو کسی
حاجت کے واسطے بھیجا ہو پس ایلچی نے اُسکی ضرورت پوری کر کے کہا کہ جسنے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہی اُسنے تمکو امن دی
ہی تو یہ باطل ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر امام نے یا کسی مسلمان نے کسی ذمی کو حکم کیا کہ تو ان حربیون کو امان دیدے
پس اگر ذمی سے یون کہا کہ انکو امان دیدے پس ذمی نے حربیون سے کہا کہ مین نے تمکو امان دی یا کہا کہ فلان نے
تمکو امان دی تو دونون یکسان ہین اور وہ سب امان یافتہ ہو جاوینگے اور اگر ذمی سے کہا کہ تو کہہ کہ فلان نے تمکو امان
دی پس ذمی نے ایسے کہا کہ فلان نے تمکو امان دی تو بھی وہ سب امان یافتہ ہو جاوینگے اور اگر ذمی نے کہا کہ مین نے تمکو امان
دی تو یہ باطل ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر مسلمانون نے کسی قلعہ کا محاصرہ کیا پس امیر لشکر نے اہل قلعہ سے کہا کہ اگر کبھی کسی وقت
مین تمکو امان دون تو میری امان باطل ہی یا تو تمہارے واسطے امان حاصل نہ ہوگی یا تو مین نے وہ امان تمہارے سپاری
یعنی رد کر دی پھر اسی امیر لشکر نے انکو امان دی تو اُسکی امان باطل ہوگی اور اگر امیر لشکر نے کسی منادی کو حکم کیا کہ لشکر مین
پکار دے کہ جسنے تم مین سے اہل قلعہ کو امان دی تو اسکی امان باطل ہی پھر کسی مسلمان نے اہل قلعہ کو امان دی تو اسکی امان
جائز ہوگی اور اگر منادی کو حکم دیا کہ اہل قلعہ کو پکار کر مطلع کر دے یا خط لکھ کر بھیجا یا ایلچی بھیجا کہ اگر کسی مسلمان نے
تمکو امن دیا تو اسکی امان پر اعتماد نہ کرنا کہ اسکی امان باطل ہی پھر کسی مسلمان نے انکو امان دی اور اہل قلعہ اسکی
امان پر قلعہ سے اُتر آئے تو وہ لوگ فئی ہونگے اور اگر امیر لشکر نے اہل قلعہ سے کہا کہ اگر تمکو کوئی مسلمان امان دے
تو تمکو امان حاصل نہوگی یہانتک کہ مین تمکو امان دون پھر انکے پاس کوئی مسلمان آیا اور کہا کہ مین سردار لشکر کی طرف
سے تمہارے پاس ایلچی آیا ہون کہ تمکو سردار لشکر نے امان دی پس اہل قلعہ اس خبر پر قلعہ سے اُتر کر حاضر ہوئے تو وہ
امان یافتہ ہونگے اگرچہ مخبر کو اس خبر مین کاذب ہو اور اگر اہل قلعہ سے امیر لشکر نے کہا یا ہو کہ تمکو امان حاصل
نہوگی اگر کسی مسلمان نے تمکو امان دی یا میری طرف سے ایلچی بنکر آیا یہانتک کہ مین خود تمکو امان دون اور باقی مسئلہ
بحالہ واقع ہوا تو یہ سب لوگ فئی ہونگے اور اگر امیر نے انکے پاس ایلچی بھیجا ہوا اُسنے انکو پیغام امان امیر کا پہونچایا ہو
تو وہ لوگ امان یافتہ ہونگے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ جب مین تمکو امان دون تو میری امان باطل ہی پھر انکو امان دی تو یہ
امان صحیح ہوگی یہ سرخسی مین ہی۔ اگر مسلمانون نے اہل حرب کے کسی قلعہ یا شہر کا محاصرہ کیا پس انھون نے مسلمانون سے
درخواست کی کہ تم ہمکو اللہ تعالی کے حکم پر اتار دو یعنی ہم تمہارے پاس آتے ہین جو اللہ تعالی ہمپر حکم کرے اس شرط سے
ہمکو بلاؤ تو مسلمانون کو اسطرح پر بلانا نہین چاہیے یہ محیط مین ہی اور اگر مسلمانون نے انکو حکم اللہ تعالی پر اُتارا باوجودیکہ
انکو ایسا نہ چاہیے تو امام کو چاہیے کہ انپر اسلام پیش کرے پس اگر وہ لوگ مسلمان ہو گئے تو سب آزاد ہونگے کہ انکو انکا مال

وعورتین واولاد سب اسپر دکر دیے جاوینگے اور انکا ملک دار الاسلام ہو جائیگا اور انکی اراضی مین سے عشر لیا جائیگا
اور اگر انھون نے اسلام سے انکار کیا تو امام انکو ذمی بناویگا اور انپر جزیہ مقرر کریگا اور انکی زمین پر خراج باندھیگا اور یہ لوگ رقیق
نہین بنائے جائینگے اور نہ قتل کیے جاوینگے اور نہ وہ اور نہ وہ لوگ اپنی محفوظ جگہ مین واپس کیے جاوینگے اور
اگر مسلمانون مین سے کسی ایک معین کے حکم پر اُترے تو یہ جائز ہے پس اگر اس مسلمان نے انپر قتل کا یا رقیق بنائے جانے کا یا ذمی
بنائے جانے کا حکم دیا تو یہ حکم جائز ہوگا اور اگر اُسنے یہ حکم دیا کہ اپنی جگہ پر واپس کردیے جاوین تو یہ حکم نہین جائز ہے اور اگر
فلان مذکور قبل اسکے کہ انکے حق مین کچھ حکم کرے مر گیا یا قتل کیا گیا تو وہ لوگ ایسے ہو جاوینگے جیسے اللہ تعالیٰ کے حکم پر
اُترے یعنی انکے ساتھ وہی معاملہ کیا جائیگا جو حکم اللہ تعالیٰ پر اُترنے کی صورت مین مذکور ہوا ہے۔ اور اگر اس مسلمان نے
اپنے آپکو حکومت سے خارج کیا یعنی کہا کہ مین انکے حق مین حکم ہونے سے خارج ہوتا ہون تو وہ خارج ہو جائیگا
اور اگر اُسنے پہلے یہ حکم کیا کہ واپس کردیے جاوین پھر انکے قتل کیے جانے کا حکم کیا تو استحسانا نہین صحیح ہے یہ محیط سرخسی مین
ہے۔ اور اگر انھون نے کسی مسلمان کو بطور مذکور حکم قرار دیا و لیکن یہ مسلمان بسبب اپنے فسق کے یا بسبب محدود القذف
ہونے کے ایسا ہے کہ اسکی گواہی رد ہے تو انکے حق مین اسکا حکم جائز ہوگا خواہ انکے قتل کیے جانے کا یا رقیق بنائے جانے
کا یا سواے اسکے اور حکم کرے یہ محیط مین ہے۔ اور نوادر مین لکھا ہے کہ اگر اہل حرب کسی ایسے شخص کے حکم پر اُترے جو محدود القذف
ہے یا اندھا ہے تو یہ جائز نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر انھون نے کسی غلام یا طفل آزاد کو جو عاقل ہو گیا ہو حکم بنایا
تو اسکا حکم جائز نہ ہوگا۔ اور اگر باوجود اسکے وہ اسکے حکم پر اُترے تو ذمی بنائے جاوینگے جیسے حکم اللہ تعالیٰ پر اُترنے کی
صورت مین ہے۔ اور اگر وہ کسی ذمی کے حکم پر اُترے پس اُس ذمی نے قتل کیے جانے و انکی عورتین و بچہ رقیق بنائے
جانے کا یا اسکے سواے اور حکم کیا تو جائز ہے ایسا ہی امام محمد رح نے سیر کبیر مین ذکر کیا ہے اور اگر قبل اسکے کہ ذمی کو اپنے
اوپر حکم بناوین وہ لوگ مسلمان ہو گئے تو پھر انکے حق مین ذمی کا کوئی حکم مثل قتل کیے جانے یا رقیق بنائے جانے وغیرہ
کا جائز نہوگا بلکہ اس صورت مین امام المسلمین انکو آزاد مسلمان قرار دیگا کہ انکے اوپر کوئی راہ نہ ہوگی۔ اور اگر
انھون نے کسی عورت کو حکم قرار دیا تو اس عورت کا حکم انمین سب طرح کا روا ہے سواے حکم قتل کے کہ اگر عورت مذکورہ
انکے حق مین قتل کیے جانے کا حکم کرے تو قبول نہ ہوگا ایسا ہی زیادات مین مذکور ہے۔ اور جو مسلمان انکے ہاتھ مین مقید
ہے وہ حکم ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا ہے اور اسیطرح جو مسلمان انکے ملک مین تاجر ہے وہ بھی حکم نہین ہو سکتا ہے اور اسیطرح
اگر انمین سے کوئی شخص مسلمان ہو کر وہین رہا ہے وہ بھی حکم نہین ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ان مین کا جو شخص لشکر اسلام
مین ہے وہ بھی حکم نہین ہو سکتا ہے۔ اور سیر کبیر مین لکھا ہے کہ اگر اہل حرب نے یہ شرط کی کہ ہم لوگ فلان کے حکم پر اُترتے
ہین بدین شرط کہ اگر اُسنے ہمارے حق مین کچھ حکم کیا تو یہ حکم پورا ہوگا اور اگر اُسنے کچھ حکم نہ کیا تو ہمکو ہمارے مقام
حفاظت مین واپس کردو یا یہ شرط کی کہ ہم فلان کے حکم پر بدین شرط اُترتے ہین کہ اگر اُسنے ہمارے حق مین حکم
کیا کہ یہ لوگ اپنے مقام محفوظ مین واپس پہونچا دیے جاوین تو تم لوگ اسکو پورا کرو تو مسلمانون کو چاہیے
کہ انکو اس شرط پر اُتارین اور اگر انھون نے اس شرط پر انکو اُتارا تو حاکم کو نہ چاہیے کہ انکے حق مین یہ حکم کرے
کہ اپنے مقام محفوظ مین واپس کردیے جاوین اور اگر مسلمانون نے انکو اس شرط پر اُتارا اور حاکم نے انکے حق مین یہی
حکم کیا کہ اپنے مقام محفوظ مین واپس کردیے جاوین تو ہم اسکے حکم کو پورا کرینگے اور اہل حرب کو انکے مقام

محفوظ میں واپس کر دینگے۔ نوادر ابن سماعہ میں امام محمد رح سے مروی ہے کہ اگر امیر لشکر نے اہل قلعہ میں سے کسی قوم کو امان دی بدین شرط کہ وہ فلان کے غلام ہوں اور وے اس امر پر راضی ہوئے اور فلان کی طرف اتر گئے تو مسلمانوں میں سے جو انکو لوٹ لے انھی کے واسطے فئی ہونگے اور فلان کے مخصوص غلام نہ ہونگے۔ اور اگر کافرون نے امان کی درخواست کی بدین شرط کہ ہمپر ایمان پیش کیا جاوے پس اگر ہم قبول کر لیں تو خیر ورنہ ہم اپنی جائے محفوظ میں واپس کر دیے جاویں تو امام المسلمین پر اسکا قبول کرنا واجب ہے اور اگر اس شرط پر کہ انپر اسلام پیش کیا جاوے وہ لوگ اتر ے پس انپر اسلام پیش کیا گیا مگر انھوں نے قبول نہ کیا تو انکو اختیار ہوگا کہ وہ اپنے قلعہ میں چلے جاویں اور مسلمانوں کو روا نہیں ہے کہ انکو قتل کریں اور انکی عورتوں و بال بچوں کو گرفتار کر لیں۔ اور اگر ان لوگوں نے بعد انکار اسلام کے ادائے خراج پر رضامندی ظاہر کی تو یہ امر انکے ذمہ لازم ہو جائیگا اور اسکے بعد پھر وہ لوگ رہا نہ کیے جاوینگے کہ اپنے مقام محفوظ میں جا کر جنگ کریں اور اگر بعض اہل قلعہ اس شرط پر اتر آئے کہ فلان جو کچھ ہمارے حق میں حکم کرے ہمکو منظور ہے پھر ان لوگوں کے قلعہ سے جدا ہونے کے بعد قلعہ مذکور فتح کیا گیا اور جو شخص مقاتل قلعہ میں تھا قتل کیا گیا تو یہ لوگ جو اس شرط سے نکل آئے تھے اپنی شرط مذکور پر ہونگے۔ اور اگر ان لوگوں نے یہی شرط کی ہو کہ بشرط عدم رضامندی کے ہم لوگ اپنے قلعہ کو واپس کیے جاویں اور حال یہ گذرا ہے کہ قلعہ منہدم کیا گیا ہے تو یہاں سے جو اقرب مقام ایسا ہو کہ اسمیں محفوظ ہو سکیں وہان پہنچا دیے جاوینگے۔ اور اگر تمام اہل قلعہ کے اتفاق سے اتنے لوگ اسطرح صلح کے واسطے نکلے ہوں تو مسلمان لوگ اہل قلعہ کو قتل نہیں کرینگے اور اگر انھوں نے قتل کیا تو انپر کچھ کفارہ وغیرہ لازم نہ آویگا ولیکن انھوں نے اساءت کی۔ اور اگر وہ لوگ اس شرط سے نکلے کہ ہمارے حق میں والی بلادت حکم کرے تو والی مثل لشکر کے ایک سپاہی مسلمان کے ہے پس ویسا ہی اسکا حکم بھی ہوگا۔ اور اگر وہ لوگ علی حکم اللہ تعالی وحکم فلان اتر آئے تو یہ مثل اسکے ہے کہ علی حکم اللہ تعالی اترے اور اگر وہ لوگ علی حکم فلان و فلان اتر آئے پھر ان دونوں میں سے ایک مر گیا تو اسکے بعد اکیلے دوسرے کا حکم انکے حق میں روا نہ ہوگا اور منتقی میں فرمایا کہ ہاں اسوقت روا ہوگا کہ ہر دو فریق یعنی کفار و مسلمان اسکے حکم تنہا پر رضامند ہو جاویں۔ اور نیز اسی مقام پر فرمایا کہ اور اسی طرح اگر ہر دو زندہ ہیں مگر دونوں نے حکم میں اختلاف کیا تو بھی یہی حکم ہے کہ کسی کا حکم تنہا روا نہ ہوگا الا آنکہ ہر دو فریق کسی ایک کے حکم پر رضامند ہو جاویں اور اگر ہر دو حکم میں سے ایک نے حکم کیا کہ انمیں سے لڑنے والے قتل کیے جاویں اور انکے بال بچے رقیق بنائے جاویں اور دوسرے نے یہ حکم کیا کہ انمیں سب کے سب رقیق بنائے جاویں تو انمیں سے کوئی قتل نہ کیا جائیگا اور سب کے سب مرد و عورت و بچے مسلمانوں کے واسطے فئی ہونگے۔ اور اگر دونوں نے حکم کیا کہ انمیں سے لڑنے والے قتل کیے جاویں اور انکے بال بچے رقیق بنائے جاویں تو امام المسلمین کو انکے حق میں اختیار ہے چاہے یہی کرے کہ لڑنے والوں کو قتل اور انکی عورتوں و بچوں کو رقیق کرے اور چاہے سب کو فئی قرار دے۔ اور اگر اہل حرب کسی مسلمان کے حکم پر اتر آئے اور کسی کو معین نہیں کیا تو معین کرنا امام المسلمین کے اختیار میں ہوگا کہ مسلمانوں میں سے جو شخص افضل ہوگا اسکو مختار کریگا اور اگر بعد حکم قرار دینے کے قبل حکم جاری ہونے کے وہ لوگ مسلمان ہوگئے تو وہ آزاد مسلمان ہونگے اور اگر حکم نے انکے ذمی ہونے کا حکم قبل انکے مسلمان ہونے کے دیدیا تو اراضی انکے واسطے خراجی رہیگی اور اگر حکم نے انکے حق میں یہ حکم دیا کہ انمیں سے جتنے سرگروہ ہیں کہ انکے غدر کا خوف ہے قتل کیے جاویں اور باقی مرد و عورتیں رقیق بنائے جاویں

تو ایسا حکم جائز ہوگا۔ اور اگر حاکم نے انکے حق مین یہ حکم دیا کہ انکے مرد قتل کیے جاوین اور عورتین و بچے رقیق بنائے
جاوین پس انہین سے مرد قتل کیے گئے اور عورتین و بچے رقیق بنائے گئے تو یہ زمین فئی ہوگی چاہے امام المسلمین اسکو پانچ
حصے کرکے ایک حصہ رکھکر چار حصے مجاہدین کے درمیان تقسیم کردے اور چاہے اسکو اپنے حال پر والی کے قبضہ مین
چھوڑ دے اور اس زمین کی آبادی کے واسطے ایسے لوگون کو بلا دے جو اسکو تعمیر کرین اور اسکا خراج ادا کرین
جیسے ذمیون کی زمین بیکار افتادہ کی نسبت حکم ہے۔ اور اگر اہل حرب کے اتر آنے کے بعد قبل حاکم کے حکم کے حاکم مر گیا
تو یہ لوگ اپنے مقام محفوظ مین واپس کردیے جاوین ماسواے مسلمانون کے یعنی جو مسلمان ہوگئے ہین کہ انہین سے جو
آزاد ہین وہ مفت الگ کردیے جاوینگے اور ساتھ لیے جاوینگے اور جو لوگ مملوک ہین وہ قیمت دیکر انہین سے
نکال لیے جاوینگے اسی طرح جو ہمارا ذمی انکے پاس ہوا اور کبھی جو انکا زیردست مسلمان ہو کیونکہ اعانت چاہیے پھر واضح
رہے کہ جس صورت مین بموجب شرائط وغیرہ کے یہ واجب ہوا کہ وہ اپنے مقام مین واپس کردیے جاوین تو اسی مقام پر
واپس دیے جاوینگے جہانسے نکلکر ہمارے پاس آئے تھے اور جو مقام اس سے زیادہ مضبوط ہو یا جہان لشکر زیادہ موجود
ہو وہان واپس نہ کیے جاوینگے یہ محیط مین ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر مسلمانون نے اہل قلعہ مین سے کسی شخص سے کہا کہ اگر
تو نے ہمکو چنین و چنان رہنمائی کی تو تو امن دادہ شدہ ہے یا کہا کہ تجھکو ہمنے امان دی پھر اسنے اسطرح رہنمائی نہ کی تو
امام کو اختیار ہے چاہے اسکو قتل کردے اور چاہے اسکو رقیق بنادے۔ اور اگر اس سے یون کہا کہ ہم نے تجھکو امان دی
بدین شرط کہ تو ہماری چنین و چنان رہنمائی کرے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا پس اسنے رہنمائی نہ کی تو امام محمد رح نے اس
صورت کو کتاب مین ذکر نہین فرمایا اور اسمین یہ حکم ہے کہ وہ اپنی امان پر ہوگا کہ امام کو اسکا قتل کرنا یا رقیق بنانا روا
نہین ہے۔ اور اگر مسلمانون مین سے کوئی لشکر دار الحرب مین داخل ہوا اور اہل حرب کے کسی ایسے قلعہ یا شہر کے نزدیک
انکا گذر ہوا کہ ان مسلمانون کو انسے لڑنے کی طاقت نہین ہے اور مسلمانون نے چاہا کہ ان لوگون کے سواے دوسرون
کی طرف جاوین پس اہل شہر نے انسے کہا کہ تم ہمکو اس بات کا عہد دو کہ ہماری اس نہر سے پانی نہ پیو یہانتک کہ
ہمارے یہانسے کوچ کر جاؤ بدین شرط کہ ہم تم سے قتال نہ کرینگے اور نہ تمہارا پیچھا کرینگے جبوقت تم کوچ کر جاؤگے پس اگر ایسا
معاہدہ دینے مین مسلمانون کے واسطے منفعت ہو تو انسے یہ معاہدہ کرلین اور جب انسے یہ معاہدہ کرلیا تو انکو نہ چاہیے
کہ اس نہر سے خود پانی پیین یا اپنے جانورون کو پلاوین بشرطیکہ بالیقین معلوم ہو کہ یہ ان لوگون کے
پانی کے واسطے مضر ہوگا یا مضرت و عدم ضرر کچھ نہ معلوم ہو۔ اور اگر مسلمان اس پانی کی طرف محتاج ہون تو انکو چاہیے
کہ یہ معاہدہ انکے سر پھینکدین یعنی توڑ دین اور انکو مطلع کردین۔ اور اگر بالیقین انکے پانی مین اسوجہ سے ضرر نہ پہونچتا ہو
مثلاً پانی بہت کثرت سے ہو تو بدون رد معاہدہ کے مسلمانون کو روا ہے کہ خود پیین اور اپنے جانورون کو پلاوین۔ اور جیسا حکم
پانی کے حق مین مذکور ہوا ہے ویسا ہی گھاس و چارہ کے حق مین بھی ہے۔ اور اگر ان لوگون نے مسلمانون سے یہ معاہدہ لیا ہو کہ
ہمارے کھیتون و درختون و پھلون سے کچھ متعرض نہ ہون اور مسلمانون نے انسے یہ عہد کرلیا پھر مسلمانون کو اسکی حاجت لاحق
ہوئی تو مسلمانون کو روا نہین ہے کہ انہین سے کسی چیز سے کچھ متعرض ہون جبتک کہ انکو عہد رد کردینے کے بعد اسکی اطلاع
نہ دیدین خواہ یہ امر ان کفارون کے حق مین مضر ہو یا نہو۔ اور اگر کفارون نے عہد لیا کہ ہمارے کھیتون و گھاس کو نہ جلاؤ
پس مسلمانون نے انسے یہ عہد کرلیا تو مسلمانون کو واجب ہے کہ اسکو وفا کرین پس انکے کھیتون و گھاس مین سے کچھ نہ جلاوین

اور اسکا مضائقہ نہیں ہے کہ اسمین سے اپنے کھانے کی چیز کھاوین اور جانورون کو چارہ دین۔ اور اگر اُنھون نے
یہ عہد لیا کہ ہمارے کھیتون مین سے نہ کھاؤ اور نہ ہماری گھاس سے چارہ دو اور مسلمانون نے اُنسے یہ عہد کر لیا تو
مسلمانون کو نہ چاہیے کہ اسمین سے کچھ کھاوین یا جلاوین یا اپنے جانورون کو چارہ دین۔ اور اس جنس کے مسائل مین
اصل یہ ہے کہ جس چیز سے امان واقع ہو تو اس چیز کے مثل مضر اور اس سے زیادہ مضر دونون سے امان ہوگی اور جو
بات اس سے کم مضر ہے اس سے امان نہوگی اور اسی وجہ سے اگر کافرون نے معاہدہ لیا کہ ہماری کھیتیان نہ جلاؤ اور
مسلمانون نے یہ عہد دیا تو مسلمانون کو روا نہیں ہے کہ ان کھیتون کو غرق کر دین وغیرہ مین ہے۔ اور اگر کفار نے یہ معاہدہ لیا
کہ اس راہ سے نہ گذرو بدین شرط کہ ہم تم مین سے کسی کو قتل نہ کرینگے اور نہ قید کرینگے پس اگر یہ عہد دینا مسلمانون کے حق مین
بہتر ہو تو عہد دینے مین مضائقہ نہیں ہے پس مسلمان لوگ دوسری راہ اختیار کرین اگرچہ دوسری راہ مسلمانون پر دور دراز
پُرمشقت ہو۔ اور اگر اسکے بعد مسلمانون نے اسی راہ سے گذرنا چاہا و دوسری راہ سے نہین جانتے ہین تو مسلمانون کو یہ اختیار
نہیں ہے جب تک کہ عہد توڑ کر انکو اطلاع نہ دیدین۔ اور مسلمان بھی انہین کسی کو قتل یا قید نہ کرینگے اور اس راہ سے
گذرنے سے امان ہو نا قتل اور قید سے بھی امان ہوگی۔ اور اگر کافرون نے ہم سے عہد لیا کہ ہم انکے دیہات کو خراب
نہ کرین یعنی انکی عمارت برباد نہ کرین تو مضائقہ نہیں ہے کہ انکے دیہات مین جو متاع وغیرہ از قسم عمارت نہین ہے ہم یا وین اور
لیلین۔ اور تخریب کرنے سے امان دینا متاع وغیرہ سے امان نہ ہوگی۔ اور اگر انھون نے یہ شرط کی کہ جو شخص
ہم انکا قید کرین اسکو قتل نہ کرین تو اسکو اسیر کر لینے مین مضائقہ نہیں ہے اور اگر انھون نے شرط کی کہ ہم انہین سے کوئی قید
نہ کرین تو ہم کو نہ چاہیے کہ انکو قتل کرین یا قید کرین یعنی دونون باتین ہمکو نہین کرنی چاہیے ہین یہ محیط مین ہے۔
اور اگر اہل حرب نے کہا کہ ہمکو امان دو حتے کہ ہم تمھارے لیے دروازہ قلعہ کھولدین اور تم داخل ہو بدین شرط کہ تم ہمپر اسلام
پیش کرو پس ہم مسلمان ہو جاوین۔ پھر انھون نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا تو وہ لوگ امن مین ہونگے اور مسلمانون
پر واجب ہے کہ انکے قلعہ سے نکل آوین پھر انکا عہد انکو رد کر کے اطلاع دیدینگے۔ اور اگر مسلمانون نے بھی ان پر شرط کر لیا ہو
کہ اگر تم لوگ اسلام سے انکار کر جاؤ گے تو ہمارے تمھارے درمیان امان نہیں ہے اور وہ لوگ اسیر راضی ہوگئے اور باقی
مسئلہ بحالہا ہے تو اگر انھون نے اسلام سے انکار کیا تو مضائقہ نہیں ہے کہ ان مین سے لڑنے والے قتل کیے جاوین اور وہ
رقیق بنائے جاوین اور اگر انہین سے بعض نے اسلام قبول کیا اور بعض نے انکار کیا تو جو مسلمان ہوا وہ آزاد ہے
اور جسنے انکار کیا وہ فئی ہے اور اگر امام المسلمین نے اسیر اسلام پیش کیا اور اُسنے انکار کیا اور وہ فئی قرار دیا گیا پھر وہ
مسلمان ہو گیا تو اسکو قتل نہین کر سکتا ہے ولیکن وہ فئی رہیگا۔ اور اگر امام نے اسیر اسلام پیش کیا اور اُسنے انکار کیا اور
ہنوز اُسکے فئی ہونے کا حکم نہین دیا ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا تو استحسانًا آزاد ہوگا۔ اور اگر حربی نے حاضر ہونے کے ارادہ پہ
یہ شرط کی ہو کہ مجھے تم امان دو بدین شرط کہ تم مجھپر اسلام پیش کرو پس اگر مین تین روز تک مین مسلمان ہو گیا تو خیر ورنہ
میرے واسطے امان نہ ہوگی پس مسلمانون نے اسپر اسلام پیش کیا تو اسکو اسوقت سے تین رات دن تک مہلت ہوگی
پس اگر مدت گذری اور وہ مسلمان نہ ہوا تو بدون حکم کے وہ فئی ہوگا اور اگر اُسنے کہا یہ شرط کی ہو کہ اگر مین تین
روز تک مسلمان ہو گیا تو خیر ورنہ مین تمھارا غلام ہونگا یا تمام اہل قلعہ نے یہی شرط کی تو وہ لوگ جیسے انھون نے شرط کے
ساتھ التزام کیا ہے سب مسلمانون کے اہل ذمہ ہونگے۔ اور اگر مسلمان نے کافر سے کہا کہ تو امان یافتہ ہے بزبانگی تو اگر آزاد ہے

پس تو ایمان لا دے تو وہ بعد پہنچنے آنے کے قبل اسلام لانے کے امان یافتہ ہوگا پس اسکو اسکی حفاظت گاہ میں
پہونچا دینا واجب ہوگا اگر مسلمان نہ ہو جاوے - اور اسی طرح اگر کہا کہ تو امان یافتہ ہے بشرطیکہ اُتر آوے پس تو ہمکو سو دینار
دے پس اُسنے قبول کیا اور چلا آیا پھر اُسنے دینار دینے سے انکار کیا تو بھی اسکا اسکے مامن میں پہونچا دینا واجب
ہے اسواسطے کہ اول صورت میں یہ امان معلق بشرط قبول اسلام اور دوم میں معلق با داے دینار ہے پس جب وہ چلا آیا
اور قبول کیا تو وہ امان یافتہ ہوگا اور دینار اُسکے ذمہ ہونگے پس جب اُسنے دینار دینے سے انکار کیا تو قید خانہ میں
رکھا جائیگا تاکہ انکو ادا کرے مگر وہ فئی نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ اسکے حق میں امان ثابت ہوگئی ہے پس جب اُسنے کسی وقت
دینار ادا کر دیے تو اُسکی راہ چھوڑ دینی واجب ہوگی تاکہ وہ اپنے مامن میں پہونچ جاوے اور یہ دینار اُسکے ذمہ سے
ساقط نہونگے الا اسلام لانے سے یا ذمی بن جانے سے - اور اسی طرح اگر اُسنے صلح کی ہو بدین شرط کہ تمکو ایک راس
دیگا تو اُسپر واجب ہوگا کہ اوسط درجہ کا ادا کرے یا اُسکی قیمت ادا کرے - اور اگر حربی نے مسلمانوں سے کہا کہ مجھے
امان دو بدین شرط کہ میں تمہارے پاس آؤں پس میں تمکو سو دینار دونگا اور اگر تم کو نہ دوں تو میرے واسطے
امان نہیں ہے یا یوں کہا کہ اگر میں قلعہ سے اُترکر تمہارے پاس آیا اور میں نے تمکو سو دینار دیدیے تو میں امان یافتہ
ہوں پھر وہ اُترکر چلا آیا اور مسلمانوں نے اس سے دینار طلب کیے پس اُسنے دینے سے انکار کیا تو قیاساً وہ فئی ہوگا
مگر استحساناً فئی نہ ہوگا یہانتک کہ وہ امام المسلمین کے حضور میں پیش کیا جاوے پس امام اسکو حکم کریگا کہ یہ مال ادا کرے
پس اگر اُسنے ادا کیا تو خیر ورنہ اُسکو فئی قرار دیگا - اور اگر محصور لوگوں میں سے کسی شخص نے کہا کہ تم مجھے امان دو حتی کہ میں
(وہ تو امان یافتہ ہوگا)
تمہارے پاس اُتر آؤں بدین شرط کہ میں تمکو سو نفر قیدیوں کی طرف کسی مقام پر رہنمائی کرونگا پس مسلمانوں نے اسی شرط
پر اسکو امان دی پھر جب وہ اُتر آیا تو اسکو اس مقام پر لے آیا مگر دیکھا تو وہاں کوئی قیدی نہیں ہے پس اُسنے کہا کہ قیدی یہاں
تھے مگر کہیں چلے گئے بلکہ میں نہیں جانتا ہوں کہ کہاں چلے گئے تو یہ شخص اپنے قلعہ میں یا جہاں سے وہ آیا ہے وہیں
پہونچا دیا جائیگا اور جو شخص حربی ہمارے قبضہ میں اسیر ہے اگر اُسنے کہا کہ مجھے امان دو بدین شرط کہ میں تمہیں سو
نفر کی طرف رہنمائی کروں اور باقی مسئلہ بحال خود ہے پھر اُسنے مسلمانوں کو رہنمائی نہ کی تو امام کو اختیار ہوگا کہ اسکو
قتل کر دے یعنے وہ امان یافتہ نہو جائیگا - اور اگر محصور نے کہا کہ مجھے امان دو کہ میں تمہارے پاس آؤں بدین شرط کہ
میں تمکو سو راس نفر قیدیوں کی طرف کسی مقام پر رہنمائی کرونگا بدین شرط کہ اگر میں سو نفر کی طرف رہنمائی نہ کروں تو میں
تمہارے واسطے فئی یا رقیق ہونگا پھر اُسنے شرط وفا نہ کی تو وہ مسلمانوں کے واسطے فئی ہوگا مگر مسلمانوں کو اُسکا قتل کرنا
روا نہ ہوگا - اور اگر اُسنے کہا کہ تم مجھے امان دو بدین شرط کہ میں تمہارے پاس آؤں پس تم کو ایسے گانوں
کی رہنمائی کروں جسمیں سو راس بردے ہیں اور حال یہ ہے کہ انکو مسلمان پہلے پا چکے تھے یا اسکی رہنمائی سے پہلے
وہ جانتے تھے اگرچہ پائے نہ تھے تو اسکی رہنمائی کچھ نہ ہوگی اور وہ فئی ہوگا - اور اگر وہ مسلمانوں کو راہ سے لیگیا
اور مسلمان اس راہ چلے پھر قبل وہاں تک پہونچنے کے مسلمان پہچان گئے یا مرد مذکور نے مسلمانوں کو اس جگہ کا
پتا بتا دیا اور خود انکے ساتھ نہ گیا پس مسلمان اسکے پتے پر گئے یہانتک کہ انھوں نے یہ قیدی پائے تو یہ اسکی رہنمائی میں داخل
ہے - اور اگر اُسنے کہا کہ مجھے امان دو بدین شرط کہ میں تمہیں ایسے بطریق کی رہنمائی کروں کہ تم اسکے عیال و اولاد تک
پہونچ جاؤ اور یہ اگر ایسا نہ کروں تو میرے واسطے امان نہیں ہے پھر جب وہ اُتر آیا تو دیکھا کہ مسلمانوں نے بطریق پالیا ہے پس

کہا کہ یہی راستہ ہے جسکے بتلانے کا مین نے قصد کیا تھا تو کچھ نہین ہے۔ اور اگر اُس نے کہا کہ بدین شرط کہ اُنکو اس قلعہ کے بطریق کی رہنمائی کرون اور وہ قلعہ سے رہنمائی کرتا ہوا اُتر آیا یہان آکر دیکھا کہ مسلمان لوگ اس راستے کو پا گئے تھے تو وہ امن یافتہ ہوگا اور اسی طرح اگر اُس نے کسی قلعہ یا شہر کی یا اس قلعہ یا اس شہر کی رہنمائی کا التزام کر لیا ہو تو ایسی صورت مین یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی مین ہے

باب چہارم غنائم اور اسکی تقسیم کے بیان مین۔ اور اسمین تین فصلین ہین فصل اوّل غنائم کے بیان مین

واضح ہو کہ غنیمت اس مال کا نام ہے جو کافرون سے بقہر و غلبہ لیا گیا درحالیکہ لڑائی قائم ہے۔ اور فئی اس مال کو کہتے ہین جو کافرون سے بغیر قتال کے لیا گیا جیسے خراج و جزیہ وغیرہ۔ اور غنیمت سے پانچوان حصہ لیا جاتا ہے اور فئی مین سے نہین لیا جاتا ہے یہ غایۃ البیان مین ہے۔ اور جو مال کہ کافرون سے بطور ہدیہ یا سرقہ یا اچک لینے یا ہبہ کے حاصل ہوتا ہے وہ غنیمت نہین ہے بلکہ وہ خاصکر لینے والے کا ہوتا ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر کافران اہل حرب کے شہرون مین سے کسی شہر کے لوگ مسلمان ہوگئے قبل اسکے کہ مسلمان لوگ انپر لڑائی مین غالب آوین تو وہ سب آزاد مسلمان ہونگے کہ اُنپر یا اُنکی اولاد و عورتون پر یا اُنکے اموال پر کوئی راہ نہین ہے اور اُنکی اراضی پر مثل اراضی اسلام کے عشر مقرر کیا جائیگا نہ خراج یعنی پیداوار مین سے دسوان حصہ لیا جائیگا اور اسی طرح اگر قبل مسلمانون کے غالب ہونے کے وہ لوگ ذمی ہوگئے تو بھی یہی حکم ہے ولیکن اسقدر فرق ہے کہ اس صورت مین اُنکی اراضی پر خراج مقرر کیا جائیگا اور نیز انپر ہر نفر پر جزیہ موافق قاعدہ کے مقرر کیا جائیگا۔ اور اگر مسلمان انپر غالب ہوگئے اور بعد مسلمانون کے غالب ہوجانے کے وہ اسلام لائے تو امام المسلمین کو انکے حق مین اختیار ہے چاہے اُنکو اور انکے مالون کو مجاہدین کے درمیان تقسیم کردے اور اس صورت مین پہلے پانچوان حصہ اُنمین سے نکال لیگا اور وہ واسطے یتیمون اور مسکینون اور ابناء السبیل وغیرہ کے رکھے گا اور چار پانچوین حصے ان مجاہدین مین تقسیم کردیگا جیسے مال غنیمت تقسیم ہوتا ہے اور اس اراضی پر عشر مقرر کریگا اور اگر چاہے انپر احسان کرے کہ اُنکی گردنین اور بال بچے اور اموال سب اُنکو واپس کردے اور اُنکی اراضی پر عشر مقرر کردے اور اگر چاہے خراج مقرر کردے۔ اور اگر ان لوگون پر مسلمان غالب آگئے پس وہ مسلمان نہ ہوئے تو امام کو اختیار ہے چاہے اُنکو رقیق بنا دے پس اُنکو اور اُنکے اموال کو مجاہدین کے درمیان تقسیم کردے پس اگر اُسنے تقسیم کا قصد کیا تو اس کل غنیمت مین سے پانچوان حصہ نکالکر جہان اسکو رکھنا و صرف کرنا چاہیے رکھے گا اور باقی کو ان مجاہدون کے درمیان تقسیم کردیگا اور اس اراضی پر عشر مقرر کریگا اور چاہے انمین سے مردون کو قتل کرکے عورتون و بچون و مالون کو جسطرح ہمنے بیان کیا ہے تقسیم کردے اور چاہے اُنکی جانون و اُنکے بال بچون کے ساتھ احسان کرے پس اُنکو اور انکے مالون کو انھین کے سپرد کردے اور موافق دستور شرعی انپر جزیہ مقرر کرے اور اُنکی اراضی پر خراج باندھے کذا فی المحیط خواہ اس زمین کا پانی عشری ہو جیسے بارش کا پانی و چشمون و نالون و کنوون کا اور چاہے خراجی ہو جیسے ان نہرون کا پانی جنکو اہل عجم نے کھودا ہے یہ غایۃ البیان مین ہے اور اگر کفار اہل حرب پر مسلمان غالب ہوئے ہین اسطرح احسان کیا کہ اُنکی جانین و اراضی اُنکو سپرد کردی اور عورتین و بچے و باقی اموال مسلمانون کے درمیان تقسیم کیے تو یہ جائز مگر مکروہ ہے الا اس صورت مین کہ اُنکے پاس اتنا مال چھوڑ دیا ہو جس سے زراعت کرسکین۔ اسیطرح اگر یون احسان کیا کہ اُنکی جانین و اراضی و عورتین و بچے

انکے سپرد کیے اور باقی تمام اموال مجاہدین میں تقسیم کر دیے تو یہ جائز ہے لیکن مکروہ ہے الا آنکہ انکے قبضہ میں اسقدر
مال بھی چھوڑ دیا جس سے وہ زراعت کر سکتے ہیں تو بغیر کراہت جائز ہے اور اگر فقط ان ذمیون کی جانین انکو بخشدین
اور باقی اراضی مع سب اموال دیگر کے غانمین کے درمیان تقسیم کر دین تو نہیں جائز ہے۔ اور اسی طرح اگر ان لوگون کی اراضی
نہ دی اور امام نے چاہا کہ انپر انکو بخشش دینے کے ساتھ احسان کرے تو نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اور چاہیے ان سب کو تقسیم کرے
فقط اراضی رہنے دے اور اراضی کو بمنزلہ مجاہدین پر وقف کی ہوئی کے رکھے اور اگر چاہے اراضی میں ان سے لئے دیگر اقوام
کو لا کر بسا دے اور اسکو خراجی قرار دے خواہ خراج مقاسمہ مقرر کرے یا خراج مقاطعہ اور یہ سب خراج انھین مجاہدین کو حاصل ہوگا
یہ شرح طحاوی سے تاتارخانیہ میں نقل ہے۔ اور اگر کسی اہل ذمہ نے اپنا عہد توڑ کر غدر کیا اور اپنی اراضی پر غالب ہو گئے یا مسلمانون
کے ملکون میں سے کسی شہر وغیرہ پر قابض ہوئے اور یہ دار بالاتفاق دار الحرب ہو گیا پھر مسلمانون نے انکو مغلوب کیا اور امام المسلمین کو ان
لوگون کے حق میں اختیار حاصل ہوا تو امام چاہے انپر احسان کرے کہ انکی جانین و اموال و بال بچے و اراضی انکو تسلیم کر دے اور انکی
اراضی پر خراج مقرر کر دے اور چاہے عشر مقرر کرے اور یہ نام کسواسطے عشر ہو در حقیقت یہ خراج ہی ہے اور اسی وجہ سے ایسا عشر مصارف
خراج کی جگہ صرف ہوتا ہے اور چاہے دو چند عشر مقرر کرے جیسے حضرت امام عادل عمر رضی اللہ عنہ نے بنی تغلب کے اوپر مقرر کیا تھا اور اگر امام نے
انمین سے مردون کو قتل اور عورتون و بچون کو تقسیم کر دیا اور اراضی بلا مالک خالی رہ گئی پس انمین کوئی قوم مسلمان لا کر بسائی کہ وہ مسلمانان
غانمین کی مددگار رہا کرین اور یہ اراضی انکے واسطے کر دی تاکہ ان سے مؤنت ادا کرین تو جائز ہے لیکن یہ فعل برضامندی انہین لوگون
کے کریگا کہ جنکو اس اراضی میں منتقل کر کے لانا چاہتا ہے۔ اور جب اس اراضی میں کسی قوم مسلمان کو منتقل کر کے لایا اور یہ اراضی انکی
ملک ہو گئی تو چاہے اس اراضی پر عشر مقرر کرے اور چاہے خراج مقرر کرے۔ اور اگر مسلمانون میں سے کوئی قوم مرتد ہو گئی اور وہ
اپنے دیار پر یا مسلمانون کے دیار میں سے کسی دار پر غالب ہو گئی اور یہ دار بالاتفاق دار الحرب ہو گیا پھر مسلمان لوگ انپر غالب ہوئے تو
انکے مردون سے سوائے تلوار یا اسلام کے کچھ قبول نہ کیا جائیگا چنانچہ اگر انھون نے اسلام سے انکار کیا تو وہ قتل کر دیے جاوینگے اور انکی
عورتین و بچے غانمین میں تقسیم کر دیے جاوینگے اور انپر اسلام لانے کے واسطے جبر کیا جائیگا اور انکی اراضی و اموال بھی درمیان غانمین کے تقسیم کر دیے
جاوینگے اور اس اراضی پر عشر مقرر کیا جائیگا۔ اور اگر امام المسلمین کی رائے میں یہ بہتر معلوم ہوا کہ مرد سب قتل کر دیے جاوین اور عورتین و بچے
ان مجاہدون کے درمیان تقسیم کر دیے جاوین اور اراضی تقسیم نہ کیجاوے اور اسنے اہل مسلمانون کے حق میں بہتر دیکھا تو ایسا کر سکتا ہے پھر اسکے
بعد اگر انکی رائے میں بہتر معلوم ہو کہ اس زمین میں کوئی ذمی قوم لا کر بسانے کہ وہ اپنی ذات اور اس اراضی کا خراج ادا کیا کرین تو ایسا کر سکتا
ہے پھر جب اسنے ایسا کر دیا تو یہ اراضی ان ذمیون کی ملک ہو جائیگی کہ انکی ذریات نسلاً بعد نسل انکے وارث ہونگے اور اس اراضی کا خراج
ادا کرتے رہینگے پس جاننا چاہیے کہ اس مقام پر ذمیون کا منتقل کر کے لانا ذکر فرمایا بخلاف مسئلہ ماتقدم کے اسوجہ سے کہ ذمیون کو
مرتدون کے قتل کیے جانے سے کچھ غیظ و غضب لاحق نہوگا اور ماتقدم میں ایسا نہیں ہے۔ اور اگر امام المسلمین کے غالب ہو جانے کے بعد
مرتد لوگ مسلمان ہو گئے تو وہ آزاد ہونگے انپر کوئی راہ نہوگی ولیکن انکی عورتین بچے و اموال کے حق میں امام کو اختیار ہے چاہے انکو غانمین
کے درمیان تقسیم کر دے اور اراضی پر عشر مقرر کرے اور چاہے انھین مرتدین مسلمان شدہ کو انکی عورتین بچے و اراضی بطور احسان پھیر دے اور
اراضی پر چاہے عشر مقرر کرے اور چاہے خراج باندھے اور اگر امام نے چاہا کہ انکی جو اراضی عشری تھی اسکو عشری رہنے دے اور جو خراجی
تھی اسکو خراجی اپنے حال سابق پر رکھے تو اسکو یہ بھی اختیار ہے۔ اور اگر ایسے ذمیون پر جنہون نے اپنا عہد توڑ دیا تھا یا اہل حرب پر
امام غالب آیا اور امام نے چاہا کہ انکو ذمی بنا دے کہ خراج ادا کیا کرین اور حال یہ ہے کہ قبل انپر غالب ہونے کے لڑائی کی حالت میں

انکا مال حاصل ہوا ہی تو یہ مال اُن لوگون کو واپس نہ دیا جائیگا الا بسبب عذر کے اور عذر فقط یہ ہی کہ یہ لوگ تعمیر اراضی و اُسکی زراعت پر بدون اس مال کے قادر نہ ہون ۔ اور رہا وہ مال جو ان لوگون کے قبضہ مین موجود رہا ہی پس اگر عمارت اراضی و اُسکی زراعت کے واسطے اس مال کی طرف محتاج ہون تو امام اُسکو اُنسے نہ لیگا اور اگر اسکے محتاج نہون تو امام کو اختیار ہی چاہے اسکو اُنسے لیکر غانمین کے درمیان تقسیم کر دے اور چاہے نہ لے مگر اولی یہ ہی کہ یہ مال انھین کے قبضہ مین چھوڑ دے بغرض انکی تالیف قلوب کے تاکہ اسلام کی بھلائیون پر واقف ہو کر مسلمان ہو جاوین ۔ اور اسی طرح اگر غالب آنے سے پہلے انکی عورتین یا بچون مین سے جو کوئی گرفتار کر لیا ہو وہ بھی واپس نہ کیا جائیگا اور بعد اپنے غالب آنے کے جو انکے پاس ہین انھین سے کوئی اُنسے نہ لیگا ۔ اور جب امام نے بلاد اہل حرب سے کوئی بلد فتح کر لیا اور اس بلد اور اسکے لوگون کو مجاہدین فتح کرنے والون کے درمیان تقسیم کر دیا پھر چاہا کہ ان لوگون پر انکی گردنون و اراضی کے ساتھ احسان کرے یعنی انکی جانین انکو سپرد کرے کہ ذمی رہین اور انکی اراضی انکے ملک مین دیدے با دائے خراج تو امام کو یہ اختیار نہین ہی اور اسی طرح اگر اپنے اسطرح احسان کر دیا پھر چاہا کہ تقسیم کرے تو یہ اختیار نہوگا یہ محیط مین ہی ۔ اور جو لوگ اسیر ہون انکے حق مین امام کو اختیار ہوتا ہی چاہے انکو قتل کر دے اور چاہے مملوک بنا دے سوائے ایسے اسیرون کے جو مشرکان عرب سے یا مرتدان اسلام سے ہون کہ اُنسے سوائے اسلام یا تلوار کے اور کچھ قبول نہین کیا جائیگا اور چاہے انکو مسلمانون کا ذمی بنا کر آزاد چھوڑ دے مگر سوائے مشرکان عرب و مرتدان اسلام کے کہ یہ لوگ ذمی بھی نہین ہو سکتے ہین اور جو شخص ان اسیرون مین سے مسلمان ہو گیا اُسکے حق مین اور کوئی اختیار نہین ہو سوائے استرقاق کے کہ اسکو رقیق قرار دے سکتا ہی یہ تبیین مین ہی ۔ اور یہ جائز نہین ہی کہ انکو دار الحرب مین واپس کر دے اور واضح ہو کہ اگر مسلمانون مین سے اہل حرب کے ہاتھ مین اسیر ہون تو اہل حرب کے اسیرون سے مفادات کر لینا یعنی ان اسیرون کو اہل حرب کو دیکر اپنے اسیرون کو اُنسے لے لینا امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہی کذا فی الکافی والمتون لیکن اسمین اختلاف ہی بنا برین کہ ادین مذکور ہی کہ صحیح قول امام اعظم رح کا ہی انتہی اور امام محمد رح نے سیر کبیر مین فرمایا کہ کافرون کی قیدی عورتین یا مرد جو مسلمانون کے قبضہ مین ہین دیکر مسلمان قیدی سے جو کافرون کے قبضے مین ہین مفادات کر لینے مین کچھ مضائقہ نہین ہی اور یہ امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کا قول ہی اور امام اعظم رح سے اس مسئلہ مین دو روایتین ہین انمین سے اظہر روایت یہی ہی کذا فی المحیط اور یہی عامہ مشائخ کا قول ہی یہ نہر الفائق مین ہی پھر واضح ہو کہ مفادات کرنے مین اہل لشکر کی رضامندی شرط ہی اسواسطے کہ اسمین مال غنیمت سے انکے حق کا ابطال ہی اور اگر ما سوائے مردون کے اس مفادات سے اہل لشکر نے انکار کیا تو امیر لشکر کو یہ اختیار نہین ہی کہ دیگر مفادات کر لے اور رہے رجال یعنی قیدی مردان کفار پس اگر ہنوز تقسیم واقع نہ ہوئی ہو تو امیر کو اختیار ہی کہ ان مردون کو دیکر مسلمان قیدیون کو چھڑا لے اور اگر تقسیم واقع ہو چکی ہو تو امام کو یہ اختیار نہین ہی الا برضامندی لشکر ۔ اور اگر بادشاہ کفار کا ایلچی آیا کہ وہ کسی مقام پر اسیران سے مفادات کرنا چاہتا ہی اور انھون نے مسلمانون سے عہد لیا کہ تم ہمکو امان دو ان قیدیون کے لانے پر یہانتک کہ فدیہ کر لینے سے فارغ ہون اور اگر فدیہ کر لینے پر اتفاق نہو تو ہم ان مسلمان قیدیون سمیت جو ہمارے ساتھ ہین واپس آوین تو مسلمانون کو چاہیے کہ اپنا عہد وفا کرین اور جیسے اُنسے مفادات شرط کی ہی مفادات کرین خواہ مفادات مین مال دینا شرط کیا ہو یا اور قیدی وغیرہ لیکن اگر مفادات پر باہم رضامندی نہ ٹھہری اور کافرون نے مسلمان قیدیون کو لیکر واپس جانا چاہا

حالانکہ مسلمانون کو ایسی قوت حاصل ہو تو مسلمانون کو روا نہین ہو کہ ان کافرون کو چھوڑ دین کہ وہ مسلمان قیدیون
کو اپنے ملک مین واپس لیجاوین اور ایسی لازم ہو کہ معاہدہ کی اس شرط کا وفا ترک کرین اور قیدیون کو انکے ہاتھون سے
چھڑا لین مگر سوا اسکے اس چھڑا لینے کے اور کسی چیز کا انسے تعرض نہ کرین یہ محیط مین ہو۔ اور کافرون سے اس طرح مال کے
عوض مفادات کرنا کہ کافرون سے مال لیکر انکے قیدی رہا کرین تو یہ امر مذاہب مشہورہ مین سے کسی مذہب کے موافق
نہین جائز ہو۔ اور اگر کافرون کا قیدی جو ہمارے پاس ہو مسلمان ہو گیا تو روا نہین ہو کہ جو مسلمان انکے قید مین ہین انکے عوض
اس سے مفادات کیجاوے الا اس صورت مین کہ اسکا دل اس امر سے خوش ہو اور یہ اپنے اسلام پر مامون ہو۔ اور
اسیرون پر احسان کرنا یعنی انکو مفت چھوڑ دینا روا نہین ہو یہ کافی مین ہو۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ جب مشرکون کے
لڑکے اسیر کیے گئے اور انکے ساتھ انکی مائین اور باپ بھی اسیر ہین تو ان اطفال سے مفادات کر لینے مین مضائقہ نہین
ہو اور اگر اکیلا طفل اسیر کرکے دارالاسلام مین نکال لایا گیا تو بعد اسکے اسکے ساتھ مفادات کر لینا نہین جائز ہو
اور اسی طرح اگر دارالحرب مین غنیمت تقسیم کر دی گئی کہ طفل کسی مسلمان غازی کے حصہ مین آیا یا اموال غنیمت فروخت کر دیے
گئے یعنی کسی مسلمان نے یہ مال غنیمت خرید لیا تو بھی اس سے مفادات نہین روا ہو کہ یہ طفل اس شخص کی تبعیت مین جسکے ملک
مین بوجہ تقسیم کے یا خرید کے آیا ہو محکوم باسلام ہو گیا ہو یہ محیط مین ہو۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر مسلمانون نے گھوڑے و ہتھیار
کفار سے لیکر کافرون نے انکے عوض مفادات کی درخواست کی بایں طور کہ مال لیکر یہ چیزین ہمکو دیدی جاوین
تو ایسا کرنا نہین جائز ہو اور اگر انھون نے درخواست کی کہ ہمارا قیدی ہمکو دیدو اور اسکی مفادات مین یہ ہر دو مشرک لو
یا دو مشرک لے لو تو مسلمانون کو ایسا کرنا نہین جائز ہو۔ اور جو مسلمان دارالحرب مین اسیر ہون انکی مفادات کر لینا
بعوض درہم یا دینارون کے یا ایسی چیزون کے جن سے امر جنگ مین تقویت نہین ہوجاتی ہو جیسے کپڑے وغیرہ سے جائز ہو مگر
ہتھیار یا گھوڑے دیکر چھڑانا نہین جائز ہو یہ سراج وہاج مین ہو امام محمد رح نے سیر کبیر مین فرمایا کہ اگر آزاد مسلمان یا ذمی
آدمی نے جو حربی کافرون کے پنجہ مین دارالحرب مین قید ہو کسی مسلمان یا ذمی سے جو امان لیکر دارالحرب مین گیا ہو کہا کہ مجھے فدیہ
دیکر انسے چھڑا لے یا مجھے انسے خرید لے پس اسنے ایسا ہی کیا اور اسکو دارالاسلام مین نکال لایا تو وہ یہان آزاد ہوگا
اسیر پر مالک کی کوئی راہ نہین ہو ولیکن جسقدر مال اس قیدی کے فدیہ مین اسنے دیا ہو وہ اس اسیر رہا شدہ کے ذمہ
قرضہ ہوگا پس تمام جو کچھ اس نے فدیہ مین دیا ہو اس سے واپس لیگا بشرطیکہ مقدار دیت سے زائد نہ ہوا اور اگر اسنے
مقدار دیت سے زائد مال اسکے فدیہ مین دیا ہو تو اسیر رہا شدہ سے فقط بقدر دیت کے واپس لے سکتا ہو اور جو کچھ اس
سے زیادہ ہو وہ نہین لے سکتا ہو۔ قال المترجم یعنی جب اسیر مسلمان یا ذمی نے اپنے خرید لینے کا حکم دیا تو یہ حقیقتاً خرید
نہین بلکہ تفدیہ ہو پس مالک نہوگی ہان جو کچھ فدیہ دیا ہو واپس لیگا مگر جو مقدار دیت یعنی دس ہزار درہم سے زائد ہو وہ نہین
لے سکتا کیونکہ خرید کا حکم ہو پس زائد دیت سے غبن فاحش ناجائز ہوگا بخلاف حکم تفدیہ کے فافہم۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ
قول امام اعظم رح چاہیے کہ جسقدر اسنے اسکے فدیہ مین دیا ہو سب واپس لیوے خواہ مقدار دیت سے کم ہو یا زیادہ ہو اور اصح یہ ہو کہ
امام اعظم رح و امام ابو یوسف و امام محمد رح سب کے نزدیک یہی حکم ہو جو اول مذکور ہوا ہو اور علی ہذا اگر اسیر مذکور نے اس سے کہا کہ
ہزار درہم فدیہ دیکر مجھے انسے چھوڑا لے اور مامور کو اتنے کے عوض چھڑا لینا ممکن نہوا حتی کہ اسنے زیادہ دیکر چھڑا لیا تو مامور مذکور اس سے فقط
ہزار درہم واپس لے سکتا ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور اگر اسیر نے مامور سے یعنی جس سے اپنے چھڑانے کے واسطے کہا ہو یون کہا کہ مجھے ان لوگون سے

فدیہ کرالے بعوض اُس چیز کے جو تیری راے مین آوے یا جسکے عوض تو چاہے یا یون کہا کہ مجھے تو اپنے فدیہ کرالے اور
میرے فدیہ کرالینے مین جو تو کریگا جائز ہوگا تو اس صورت مین جو کچھ وہ اُسکے فدیہ مین دے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو
سب واپس لیگا اور اگر یہ قیدی غلام ہو یا باندی ہو اور اُسنے کسی مسلمان یا ذمی مستامن سے کہا کہ مجھے اپنے خرید لے
یا فدیہ کرالے پس اُسنے اُسکی قیمت کے مثل یا کم یا زیادہ پر ایسا کر لیا تو یہ جائز ہے اور وہ اس مشتری کا غلام ہوگا۔ اور اگر
غلام نے کہا کہ مجھے میرے واسطے خرید دے پس اگر اسکو اسکے مثل قیمت یا بغبن یسیر خرید دیا اور انکو خبر دی کہ مین اسکو اسکی ذات
کے واسطے خریدتا ہون تو یہ غلام آزاد ہوگا کہ اسپر ملک کی کوئی راہ نہ ہوگی پھر مامور کو اختیار ہوگا کہ جو کچھ اُسنے اس غلام کے
فدیہ مین دیا ہے وہ اُس سے واپس لے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مکاتب نے کسی شخص کو حکم دیا کہ مجھے فدیہ کرادے پس اُسنے فدیہ کرا دیا
تو جسقدر اُسنے فدیہ مین دیا ہے مکاتب سے واپس لیگا اور اگر مکاتب مذکور ادائے کتابت سے عاجز ہو گیا تو یہ مال مذکور اسکی
گردن پر قرضہ ہوگا یعنی اُسکے عوض وہ مولے کے پاس سے فروخت کرایا جا سکتا ہے۔ اور اگر مکاتب نے اسکو حکم دیا کہ مجھے
پانچ ہزار درم کے عوض فدیہ کرادے حالانکہ اُسکی قیمت ہزار درم ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کے قول کے
موافق نہین جائز ہے الا بقدر ہزار درم کے لیکن یہ اسوقت تک ہے کہ وہ آزاد نہین ہوا ہے۔ اور اگر غلام ماذون نے کسی کو حکم
کیا کہ مجھے فدیہ کرادے تو یہ اس ماذون کے مولی پر جائز نہوگا یعنی اگر اُسنے فدیہ کرا دیا تو جو مال دیا ہے وہ اس ماذون کے
مولی سے نہین لے سکتا ہے اور نہ اس ماذون کے رقبہ سے وصول پا سکتا ہے بلکہ وہ ماذون جب آزاد ہو جاوے تو
یہ مال اسپر ادا کرنا لازم ہوگا۔ اور اگر کسی اجنبی نے دوسرے کو حکم کیا کہ جو دار الحرب مین اسیر ہے اُسکو خرید لے پس اگر مامور سے
یون کہا کہ اسکو میرے واسطے خرید لے یا کہا کہ اسکو میرے مال سے خرید لے تو مامور اس مال کو جسکے عوض خریدا ہے اس حکم دینے
والے سے لیگا اور اگر اُسنے یہ لفظ کہ میرے واسطے یا میرے مال سے نہ کہا ہو تو وہ اس حکم دینے والے سے واپس نہین لے سکتا ہے
الا اُس صورت مین کہ اسکا خلیط ہو یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور فتاوے مین مذکور ہے کہ اگر قیدی نے کسی شخص کو وکیل کیا کہ مجھے فدیہ
کرادے پھر وکیل نے کسی دوسرے سے کہا کہ اسکو میرے واسطے خرید دے تو جائز ہے اور اسی طرح اگر وکیل نے اس سے کہا
کہ اسکو میرے واسطے میرے مال سے خرید دے تو بھی جائز ہے اور وکیل کو اختیار ہوگا کہ اس اسیر موکل سے یہ مال واپس لے
اور اگر وکیل نے دوسرے وکیل سے یون کہا کہ اسکو خرید اور یہ نہ کہا کہ میرے واسطے یا میرے مال سے پھر دوسرے وکیل نے
خریدا تو وہ متطوع یعنی احسان کنندہ ہو جائیگا حتے کہ وکیل دوم کسی سے یہ مال نہین لے سکتا ہے اور وکیل اول بھی
اپنے موکل سے کچھ نہین لے سکتا ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایک گروہ مسلمانون نے اپنے چندہ سے مال جمع کیا اور
ایک شخص کو دیا کہ وہ دار الحرب مین جا کر حربیون سے مسلمان قیدیون کو خریدے تو یہ شخص اس ملک کے تاجرون سے
دریافت کریگا پس جسکی نسبت اسکو خبر دیجاوے کہ یہ آزاد ہے اور ان لوگون کے قبضہ مین اسیر ہے تو شخص مذکور اسکو خرید لیگا
مگر اسی قدر قیمت دیگا کہ اگر یہ واقع مین غلام ہوتا تو اس مقام پر اُسکی کیا قیمت ہوتی پس اسی قدر قیمت سے تجاوز نہ کریگا
یعنی بعوض اسکی مثل قیمت کے یا خفیف زیادتی کے ساتھ خرید سکتا ہے اور اگر شخص مامور نے کسی اسیر کو خریدنا چاہا پس
اسیر نے اس سے کہا کہ میرے واسطے مجھے خرید لے پس مامور نے اُسی مال سے جو اُسکو دیا گیا ہے خرید دیا تو مامور اس مال کا ضامن
ہوگا اور اسیر مذکور سے جسکو خرید دیا ہے یہ مال واپس لیگا اور اگر شخص مامور مذکور نے اس اسیر سے جسنے اس سے وقت ارادہ خرید
کے یہ کہا تھا کہ مجھے میرے واسطے خرید دے یون کہا کہ مین تجھے بعوض اس مال کے جو مجھے دیا گیا ہے بغرض حصول ثواب خریدونگا

پھر اسکو خریدا تو ان کا ن مال کے واسطے خریدا ہوا ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے - اور اگر زید نے عمرو کو حکم کیا کہ دار الحرب مین سے ایک اسیر یعنی آزاد یعنی مثلاً خالد کو بعوض مال مسمی کے یعنی مثلاً بعوض ہزار درم کے خریدے پس عمرو نے خالد کو خریدا تو خالد پر عمرو کے واسطے اس مال سے کچھ واجب نہوگا - ہان عمرو کو یہ اختیار رہوگا کہ زید سے یہ مال واپس لے بشرطیکہ زید نے اسکے واسطے اس مال کی ضمانت کر لی ہو یا یہ کہا ہو کہ اسکو میرے واسطے خرید دے - اور اگر زید نے عمرو سے کہا ہو کہ تو خالد کو خالد کی ذات کے واسطے خرید اور اسکے ثواب کی اللہ تعالی سے امید رکھ تو عمرو زید سے کچھ نہین لے سکتا ہے یہ محیط مین ہے ایک شخص دار الحرب مین داخل ہوا اور اسکے پاس اسقدر مال ہے کہ اس سے فقط ایک قیدی خرید سکتا ہے تو عالم اسیر کو خریدنے سے جاہل قیدی کا خریدنا افضل ہے یہ سراجیہ مین ہے - اور جب امام المسلمین نے دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف عود کرنا چاہا اور حال یہ ہے کہ اسکے ساتھ اس کثرت سے مواشی ہین کہ انکو دار الاسلام مین لانے پر قدرت نہین ہے تو یہ نہ کرے کہ انکی کونچین کاٹ کر وہان چھوڑ دے بلکہ انکو ذبح کر کے جلا دے اور ہتھیارون کو بھی جلا دے اور جو ہتھیار ایسے ہون کہ سوختہ نہو سکین مثلاً لوہے کے ہین تو انکو ایسی جگہ دفن کر دے جہان کفار واقف نہون یہ کافی مین ہے اور کفار کے ظروف اسباب مین سے ہر چیز کو اسطرح توڑ دے کہ بعد شکستہ ہونے کے وہ نفع لینے کے لائق نہ رہین اور روغنون اور تمام سیال چیزون کو اسطرح بہا دے کہ پھر اہل کفر اس سے انتفاع حاصل نہ کرسکین اور یہ سب امور اسواسطے کرے کہ اہل کفر گھٹ کر جلین - اور جو قیدی پس جب ایسے ہون کہ انکو دار الاسلام مین منتقل کر لانا متعذر ہو تو ان مین سے مردون کو قتل کر دے اور اگر وہ اسلام نہ لاوین اور عورتون و بچون کو اور بوڑھون کو ایسی زمین مین چھوڑ دے کہ وہان بھوک پیاس سے مر جاوین اسواسطے کہ انکا قتل کرنا تو متعذر ہے کیونکہ ممانعت ہے اور انکا باقی رکھنا غیر موجہ ہے اور اسی واسطے جب مسلمان لوگ دار الحرب مین سانپ یا بچھو پاوین تو یہ کرینگے کہ بچھو کی دم کاٹ دینگے اور سانپ کے دانت توڑ دینگے اور انکو بالکل قتل نہ کرینگے تاکہ جب تک مسلمان وہان ہین تب تک مسلمانون سے انکا ضرر دفع ہو اور پیچھے انکی نسل باقی رہے تاکہ موجب ایذاے کفار رہو یہ سراج وہاج مین ہے - واضح ہو کہ اصل یہ ہے کہ جب تک غنائم دار الاسلام مین نہ آجاوین کہ جس سے محرز ہو جاتے ہین تب تک وہ مملوک نہین ہو جاتے ہین کذا فی محیط السرخسی اور اس اصل پر چند مسائل بنی ہین ازانجملہ یہ ہے کہ اگر مجاہدین غانمین سے کسی شخص نے غنیمت کی باندیون مین سے کسی باندی سے وطی کی پس اسکے بچہ پیدا ہوا اور وطی کرنے والے نے اسکے نسب کا دعوی کیا تو نسب ثابت نہوگا اور عقر واجب ہوگا اور یہ باندی اور بچہ اور یہ عقر ان سب غانمین کے درمیان تقسیم کیا جائیگا اور ازانجملہ یہ ہے کہ اگر مال غنیمت امام نے دار الحرب مین تقسیم کر دیا پھر کوئی مجاہد جسکو غنیمت کا حصہ ملا ہے دار الحرب ہی مین مر گیا قبل اسکے کہ اسکا حصہ غنیمت دار الاسلام مین جاوے تو اس مال کی اسکے ورثہ میراث نہ پاوینگے - اور ازانجملہ یہ ہے کہ اگر غنیمت مین سے کوئی چیز کسی غازی نے تلف کر دی تو ہمارے نزدیک وہ ضامن نہوگا - اور ازانجملہ یہ ہے کہ اگر امام نے بدون اپنے اجتہاد کے اور بدون حاجت غازیون کے مال غنیمت تقسیم کر دیا تو ہمارے نزدیک صحیح نہین ہے یہ تبیین مین ہے - اور یہ حکم اسوقت ہے کہ متصل بدار الاسلام نہوا اور جس صورت مین کہ متصل بدار الاسلام ہوا اور امام نے اسکو فتح کر لیا اور اسپر احکام اسلام جاری کیے تو تقسیم کرنے مین مضائقہ نہین ہے یہ شرح طحاوی مین ہے - اور اگر امام نے غنیمت کو دار الحرب مین اپنے اجتہاد سے یا بسبب حاجت غازیون کے تقسیم کر دیا تو قسمت صحیح ہے اور دار الاسلام مین غنیمت نکال لانے جانے کے بعد جو غازی مرا ہے اسکا حصہ اسکے وارثون

کیونکہ واسطے میراث ہوگا یہ ہدایہ مین ہے - اور جو مدد مسلمانون کی دار الحرب مین جا ملی ہے پس لشکر مددی بھی اس غنیمت مین انکا
شریک ہوگا - اور انکی شرکت جب ہی منقطع ہوگی کہ جب غنیمت دار الاسلام مین محرز ہو چکی ہو یا دار الحرب مین تقسیم
ہو گئی ہو یا امام نے غنیمت کو فروخت کر دیا ہو - اور اگر لشکر نے دار الحرب مین سے کوئی شہر فتح کیا اور اسپر غالب ہوگئے پھر
ان لوگون سے مددی لشکر جا ملا تو مدد والے ان لوگون کے ساتھ غنیمت مین شریک نہ ہونگے اسواسطے کہ یہ شہر بلاد اسلام مین
سے ہو گیا - اور بالغ آزاد آدمیون کے واسطے سہم نہین ہوتا ہے الا اُس صورت مین کہ وہ قتال کرین پس اگر وہ قتال کرین
تو انکو حصہ غنیمت ملیگا اور سوار و پیادہ کی حالت اسوقت کی معتبر ہے جسوقت اُسنے قتال کیا ہے پس اگر سواری کی حالت
مین قتال کیا ہے تو اُسکو حصہ سوار ملیگا اور اگر پیادہ قتال کیا ہے تو حصہ پیادہ ملیگا یہ اختیار شرح مختار مین ہے - اور اسیطرح
جو شخص دار الحرب مین مسلمان ہوا تھا اور لشکر اسلام داخل ہونے پر وہ لشکر مین آگیا اور جو تاجر ہو کر دار الحرب مین چلا گیا تھا
تو یہ کہ لشکر مین آگیا اور جو امان لیکر دار الحرب مین تجارت کے واسطے گیا تھا اور لشکر اسلام مین ملحق ہو گیا تو انکا بھی یہی حکم
ہے کہ اگر انھون نے شامل ہو کر قتال کیا تو مستحق حصہ غنیمت ہونگے ورنہ انکو کچھ نہ ملیگا یہ فتح القدیر مین ہے - اور واضح رہے
کہ ردء اور مقاتل دونون یکسان ہین یہ ہدایہ مین ہے - اور اگر لشکر اسلام کے ساتھ اجیر ہون یعنی مسلمان مزدور ہون کہ
انکو کسی نے خدمت کے واسطے مزدور کر لیا ہو تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر اُس نے خدمت ترک کر کے کفار سے قتال کیا
تو وہ مستحق سہم ہوا اور اگر اُسنے خدمت ترک نہین کی ہے تو اسکے واسطے کوئی استحقاق نہین ہے اصل یہ ہے کہ جو شخص قتال
کے واسطے داخل ہوا وہ مستحق سہم ہے خواہ اُسنے قتال کیا ہو یا نہ کیا ہو اور جو شخص غیر قتال کے واسطے داخل ہوا وہ
مستحق نہ ہوگا الا اس صورت مین کہ وہ قتال کرے اور قتال کی اہلیت بھی رکھتا ہو اور جو شخص لشکر کے ساتھ قتال
کے واسطے داخل ہوا پھر اُسنے قتال کیا یا مرض وغیرہ کی وجہ سے قتال نہ کیا تو اسکے واسطے اسکا سہم غنیمت ہوگا اگر پیادہ
ہے تو پیادہ کا حصہ اور اگر سوار ہے تو حصہ سوار کا اور جو شخص قتال کے واسطے داخل ہوا پھر کفار کے ہاتھ مین اسیر ہو گیا
پھر قبل اسکے کہ غنیمت دار الاسلام مین منتقل لائی جاوے وہ رہا ہو گیا تو اسکے واسطے اسکا سہم غنیمت ہوگا یہ سراج وہاج
مین ہے اور اگر امام کو ضرورت ہوئی کہ غنیمت بار کر کے دار الاسلام مین منتقل کیجاوے اور مال غنیمت مین جانوران بار برداری
ہین تو امام اس مال غنیمت کو انپر لاد کر دار الاسلام مین منتقل کرائیگا اور اگر مال غنیمت مین جانوران بار برداری نہ ہون
ولیکن امام کے ساتھ بیت المال مین سے جانور وغیرہ بار برداری فاضل ہین تو انپر لاد کر منتقل کراوے اور اگر امام
کے ساتھ فاضل بار برداری نہ ہون ولیکن غنیمت حاصل کرنے والون مین سے ہر ایک کے ساتھ فاضل بار برداری ہے پس
اگر انکی خوشی ہو تو اجرت پر انکی بار برداری پر مال غنیمت لاد دلاوے اور اگر انکی خوشی نہو تو اجرت سے انپر لادنے کے
واسطے ان مالکون پر جبر و اکراہ نہین کریگا یہ سیر صغیر مین ہے اور سیر کبیر مین لکھا ہے کہ امام ان لوگون کو انکی بار برداریون پر
اجر المثل کے عوض اس مال کے لادنے پر مجبور کریگا اور اگر غانمین مین سے ہر ایک کے واسطے فاضل بار برداری نہو بلکہ
بعض کے ساتھ فاضل بار برداری ہو پس اگر مالک خوشی سے راضی ہوا کہ اجرت پر مال غنیمت اسکی بار برداری پر لاد دیا جاوے
تو جائز ہے اور اگر وہ خوشی نہ ہو تو بنابر روایت سیر صغیر کے اسکو مجبور نہین کر سکتا اور بنابر روایت سیر کبیر کے اسکو اس
کام پر مجبور کریگا یہ محیط مین ہے - اور مضائقہ نہین ہے کہ دار الحرب مین لشکر کو علوفہ دیوے اور جو طعام اہل لشکر پاوین
وہ کھاوین اور ہر قسم کی روٹی و گوشت اور اس چیز کے جو طعام مین مستعمل ہوتی ہے جیسے گھی اور شہد اور روغن زیتون ہر کہ

اور نیز مضائقہ نہیں ہے کہ تدہین کریں ایسے دہن سے جو کھایا جاتا ہے مثل گھی و روغن زیتون و سرکہ کے اور مضائقہ نہیں
ہے کہ خود اس سے تدہین کرے اور اپنے جانور کی۔ اور جو ادہان کہ نہیں کھائے جاتے ہیں مثل روغن بنفشہ و خیری
اور روغن ورد اور اسکے مانند کے تو اسکو روا نہیں ہے کہ اس سے تدہین کرے۔ اور جو شی کہ نہ کھائی جاتی ہے اور نہ
پی جاتی ہے تو اہل لشکر میں سے کسی کو روا نہیں ہے کہ اس سے کچھ انتفاع حاصل کرے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر ہو۔ اور اگر
لشکر کے ساتھ تاجر لوگ دار الحرب میں داخل ہوئے جنکا ارادہ قتال کا نہیں ہے تو انکو روا نہیں ہے کہ طعام میں سے
کوئی چیز کھاویں یا اپنے جانوروں کو کھلاویں الا اس صورت میں کہ خرید کر کے دام دیویں اور اگر ایسے تاجر نے
اسمیں سے کوئی چیز خود کھائی یا اپنے جانور کو کھلائی تو اسپر ضمان واجب نہ ہوگی اور اگر اسکے پاس اسمیں سے کوئی
چیز باقی ہو تو اس سے وہ لے لیجاوینگی اور رہا لشکر مجاہدین کا تو انکو مضائقہ نہیں ہے کہ اپنے غلاموں کو جو انکے
ساتھ داخل ہوئے ہیں بدین غرض کہ سفر میں انکے کاموں میں اعانت کریں ایسے کھانے پینے کی چیزوں سے انکو
کھلاویں اور یہی حکم ان مجاہدوں کی عورتوں اور بچوں کا ہے ہاں جو شخص ان مجاہدوں کے ساتھ مزدور و خدمتگاری
کے واسطے مقرر ہو کر گیا ہے وہ نہیں کھا سکتا ہے۔ اور جب بڈھی عورتیں بدین غرض لشکر کے ساتھ داخل ہوئیں کہ لشکر کے
بیماروں اور زخمیوں کا علاج کریں تو یہ عورتیں خود کھاوینگی اور اپنے جانوروں کو کھلاویں اور اپنے رفیقوں کو کھلاویں
یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور کچھ فرق نہیں ہے ایسے طعام میں کہ جو کھانے کے واسطے مہیا ہوا اور ایسے طعام میں جو کھانے
کے واسطے مہیا نہ ہو یعنی دونوں طرح کا طعام کھا سکتے ہیں حتی کہ اہل لشکر کو روا ہے کہ گائے بکریاں اونٹ وغیرہ مویشی کو ذبح کر کے
کھاویں اور انکی کھالیں مال غنیمت میں داخل کر دیں اور اسی طرح حبوبات شکر و فواکہ تر و خشک اور ہر شی جو عادت کے موافق
کھائی جاتی ہے کھاویں اور یہ اطلاق ایسے شخص کے حق میں ہے جسکے واسطے سہم غنیمت ہو یا وہ رضخ کے طور پر غنیمت سے پانے
(یعنی حبوب جو تھا وغیرہ ۱۲)
کی لیاقت رکھتا ہو خواہ وہ غنی ہو یا فقیر ہو اور تاجر و مزدور و خدمت کو ایسا کھانا نہ دیا جائیگا الا آنکہ گیہوں کی روٹی پکائی ہو
گوشت ہو تو ایسی صورت میں تاجر و مزدور کو بھی کھلا دینے میں مضائقہ نہیں ہے یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر لشکر نے چارہ اپنے
جانوروں کے واسطے اور طعام اپنے کھانے کے واسطے اور لکڑیاں استعمال کے واسطے اور روغن استعمال کے لیے اور ہتھیار
لڑائی کے واسطے دار الحرب سے لیئے تو انکو یہ روا نہیں ہے کہ انمیں سے کوئی چیز فروخت کریں اور نہ ان چیزوں سے مول
حاصل کرنا روا ہے یعنی انکو ذخیرہ کر کے اپنے وقت حاجت کے واسطے نگاہ نہ رکھیں اور اگر انہوں نے اسمیں سے کوئی چیز فروخت
کی تو اسکا ثمن مال غنیمت میں داخل کر دیں یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اور اگر انہوں نے تل یا پیاز یا ساگ یا مرچ وغیرہ ایسی
چیزیں پائیں جو عادت کے موافق بطور تعیش کھائی جاتی ہیں تو انمیں سے تناول کرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور دواؤں و
خوشبوؤں میں سے کچھ استعمال کرنا روا نہیں ہے۔ اور واضح ہو کہ یہ حکم جواز اسی وقت ہے کہ امام المسلمین نے انکو کھانے پینے کی
چیزوں سے انتفاع حاصل کرنے سے منع نہ کیا ہو اور اگر امام نے انکو اس سے منع کر دیا ہو تو انکو ایسی چیزوں سے انتفاع حاصل
کرنا مباح نہیں ہے اور اگر اہل لشکر کو آگ روشن کرنے کی حاجت ہوئی خواہ پکانے کے واسطے یا اصطلاء یعنی گرمی حاصل کرنے کی غرض سے
تو مضائقہ نہیں ہے کہ اہل حرب کی لکڑیاں نرکل وغیرہ جو پاویں وہ جلا دیں بشرطیکہ یہ جلانے کے واسطے رکھی گئی ہوں اور اگر اسکے سوا
اور کام کے واسطے رکھی گئی ہوں یعنی عادت کے موافق ظاہر ہو کہ ایسی چیز جلانے کی نہیں ہے مثلاً لکڑی کے کھونٹے اور کھونٹیاں بنانے کے
واسطے رکھی گئی ہوں اور حال یہ کہ انکی قیمت ہے تو اسکا استعمال کرنا روا نہیں ہے اور اگر گھوڑوں کے واسطے چوب ملیں تو مضائقہ نہیں ہے کہ

گیہون دے اور اگر اُسنے دار الحرب مین صابون یا حرض جو اشنان کی ہوتی ہے پائی تو اُس سے انتفاع حاصل نہین کر سکتا ہے الا بوقت ضرورت اور اگر دار الحرب کی زمین مین حرض لگی ہو اور اُسنے اسمین سے کچھ کاٹ لی پس اگر اُس کاٹ لی ہوئی کی کچھ قیمت ہو تو اُس سے انتفاع نہین جائز ہے الا بوقت ضرورت اگر اُسکی کچھ قیمت نہ ہو تو اُسکو بدون ضرورت لاحق ہونے کے بھی استعمال کر سکتا ہے ۔ اور اگر اہل لشکر مین سے ایک شخص نے کسی آدمی کو اپنے لیئے چارہ لانے کیواسطے مزدور مقرر کیا اور وہ کسی مطمورہ کو گیا اور وہان سے چارہ لا یا پھر کہا کہ میری رائے مین یون آیا ہے کہ مین یہ چارہ تجھے نہ دون اور اپنے واسطے رکھون اور تجھکو تیری اجرت واپس کر دون اور مستاجر لے ہٹ کی کہ نہین مین یہ چارہ ہی لونگا پس اگر اجیر نے یہ اقرار کیا کہ مین یہ چارہ بربناے اجارہ لایا ہون تو تسیر چہ کیا جائیگا کہ مستاجر کو دیدے درصورتیکہ دونون اس چارہ کے حاجتمند ہون یا دونون اُس سے بے پروا ہون اور اگر اجیر کو اُسکی حاجت ہو اور مستاجر اُس سے بے پروا ہو تو اجیر کو اختیار ہے کہ اسکو نہ دے لیکن اجیر کے واسطے اجرت بھی نہ ہوگی اور اگر اسکو اسواسطے اجارہ پر مقرر کیا ہو کہ میرے واسطے خشک گھاس کاٹ لا دے اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو مستاجر کو اختیار رہوگا کہ اس سے لے لے اگرچہ مستاجر اُس گھاس سے بے پروا ہو اور اجیر کو اسکی ضرورت ہو مگر یہ حکم اس صورت مین ہے کہ اجیر نے اقرار کیا کہ مین اسی کے واسطے کاٹ لایا ہون یہ ظہیریہ مین ہے ۔ اور اگر دار الحرب مین کوئی درخت پایا اور اسمین سے لکڑی لی پس اگر اس جگہ اسکی کچھ قیمت ہو تو اُس سے انتفاع حاصل کرنا نہین روا ہے الا اس صورت مین کہ کھانا پکانے یا صدمہ سردی دفع کرنے کے واسطے جلا دین اور اگر اس جگہ اس لکڑی کی کچھ قیمت نہ ہو ولیکن اہل لشکر نے اسمین کوئی ایسی دستکاری کی ہے جس سے اسکی قیمت ہو گئی ہے تو اُس سے انتفاع حاصل کرنے مین مضائقہ نہین ہے ۔ اور اگر اسکو دار الاسلام مین نکال لائے اور امام نے تقسیم مال غنیمت کا قصد کیا پس اگر اس مقام پر جہان امام نے تقسیم غنائم کا قصد کیا ہے اس لکڑی مین سے بے بنی ہوئی کی کچھ قیمت ہو تو امام کو اس ساختہ کے حق مین اختیار ہے چاہے اُسنے ساختہ کو لیکر انکو اسقدر قیمت جو بسبب دستکاری کے اسمین بڑھ گئی ہے دیکر اس ساختہ کو غنائم مین داخل کر لے اور چاہے اس ساختہ کو فروخت کر کے اسکا ثمن ایک ساختہ و غیر ساختہ دونون قیمتون پر تقسیم کرے پس جسقدر ساختہ کے حصہ مین بنسبت غیر ساختہ کے حصہ ثمن کی زیادتی ہو اسقدر حصہ دستکاری ہوگا وہ اس دستکار کو دیدے جسنے اس لکڑی مین دستکاری کی ہے اور جو باقی رہا وہ غنیمت مین داخل کر دے پس غنیمت پانے والون کا حق دستکاری سے منقطع نہ ہوگا ۔ اور اگر اس لکڑی کی دار الحرب مین کچھ قیمت نہ ہو اور دار الاسلام مین بھی جہان امام نے تقسیم غنائم کا قصد کیا ہے کچھ قیمت نہ ہو تو وہ لکڑی اسی کو مسلم ہوگی جو اپنے ساتھ لے آیا ہے یہ محیط مین ہے ۔ اور اگر اہل لشکر مین سے کسی آدمی نے کسی مقام پر طعام کثیر پایا اسمین سے تھوڑا اسکی حاجت سے بچا اور اسنے چاہا کہ اسکو دوسرے مقام پر لا دیجاؤن مگر دیگر حاجتمندان لشکر مین سے کسی نے اُس سے اس طعام کو طلب کیا پس اگر وہ جانتا ہے کہ مجھے اس دوسرے مقام پر طعام نہ ملیگا تو مضائقہ نہین ہے کہ اس طلب کرنے والے کو دینے سے انکار کرے اور اپنے ساتھ اسکو دوسرے مقام پر لیجاوے اور اگر ایسا نہو تو اسکا انکار کرنا حلال نہین ہے ۔ اور اگر بادجود شخص اول کی حاجت کے دوسرے طالب نے اُس سے یہ طعام لے لیا اور ہنوز اسمین سے کھایا نہین ہے کہ شخص اول نے امام سے نالش کی اور امام کو شخص اول کی حاجت بجانب اس طعام کے معلوم ہوئی تو امام اسکو واپس کرا دیگا اور اگر اول بھی اسکا محتاج نہین اور دوسرا اسکا محتاج معلوم ہوا تو امام اسکو دوسرے سے واپس نہ لیگا اور اگر امام نے کچھ [illegible]

ثابت ہوا کہ دونون اس سے جیسے بے پروا ہین تو ایسی خصوصیت مین امام اُسکو دوسرے سے لے لیگا مگر اوّل کو واپس دیگا
بلکہ ان دونون کے سوا کسی دوسرے کو دیگا۔ اور یہ حکم جو ہم نے بیان کیا ہی ہر ایسی چیز مین جاری ہی جسمین مسلمان لوگ
بحق شرعی یکسان ہین جیسے رباطات مین اُترنا کسی مقام پر یا مسجدون مین انتظار نماز کے واسطے بیٹھنا یا منٰی مین یا
عرفات مین حج کے واسطے کسی جگہ اُترنا چنانچہ اگر مسجد مین کسی جگہ کوئی بیٹھا تو وہ اس مقام کا بہ نسبت دوسرے
شخص کے مستحق ہی۔ اور اگر کسی نے بوریا بچھایا اگر اسکو کسی دوسرے کے حکم سے بچھا دیا ہی تو بچھوانے والے کے خود
بچھانے کے مانند ہی یعنی اس جگہ کا مستحق وہی ہی جسنے بچھوایا ہی اور اگر بچھانے والے نے خود بدون حکم دوسرے کے
بچھایا ہی تو بچھانے والا اُسکا مستحق ہی اسکو اختیار ہی کہ یہ جگہ جسکو چاہے دیدے۔ اور اسی طرح اگر کسی نے منٰی یا عرفات
پہنچکے کسی مقام پر اپنا خیمہ کھڑا کر لیا حالانکہ اس سے پہلے اس مقام پر ایک شخص دیگر اُترا کرتا تھا اور یہ امر معروف ہی تو
یہ شخص ایکی مرتبہ اس مقام پر پہلے آن کر اُترا ہی وہی اُسکا مستحق ہی اور دوسرا جسکا اس مقام پر اُترنا معروف ہی اسکو
یہ اختیار نہوگا کہ اسکو اس مقام سے اُٹھا دے۔ اور اگر اُسنے اس مقام مین سے بہت جگہ وسیع اپنی حاجت سے زیادہ
لی تو غیر کو اختیار ہی کہ اُس سے اُسکی جگہ کا وہ گوشہ جسکی اسکو حاجت نہین ہی لیکر وہان اسکے برابر آپ اُترے اور
اگر اُسکی جگہ کو اُس سے ایسے دو آدمیون نے طلب کیا کہ ہر ایک کو انمین سے اس جگہ کی ضرورت ہی اور جو شخص پہل کرکے
وہان اُتر چکا ہی اُسنے چاہا کہ مین انمین سے ایک کو دون دوسرے کو نہ دون تو اسکو یہ اختیار ہوگا اگر ان دونون
مین سے ایک نے پیش قدمی کرکے وہان اُتر پڑا پھر اس شخص نے جو پہل کرکے اس مقام وسیع مین اُتر چکا ہی اور وہ بے پرواہ ہی
یہ چاہا کہ اسکو وہان سے ہانک کر کے دوسرے ایسے شخص کو جو اس جگہ کا محتاج ہو وہان اُتارے تو اسکو یہ اختیار نہوگا اور
اگر اس شخص نے جو وہان پہل کرکے اُترا تھا یہ کہا کہ مین نے بمقدار زائد گوشہ مقام کو فلان کے واسطے اسکے حکم سے لے لیا تھا
سو اُسکو یہان اُتارونگا اپنے واسطے نہین لیا تھا تو اس سے اس امر پر قسم لیجائیگی اور بعد قسم کھانے کے اسکو یہ اختیار ہوگا کہ جو
یہان اُترا ہی اُسکو اُٹھا دے اور یہی حکم طعام و چارہ کا ہی کہ اگر اُسنے کہا کہ مین نے اسکو فلان کے حکم سے اسکے واسطے لیا تو قسم لیکر
اُسکا قول مسلم ہوگا۔ اور اگر اہل لشکر مین سے دو آدمیون نے ایک نے جَو پائے اور دوسرے نے ترکل پھر دونون نے باہم
اسکا مبادلہ کیا اور جسنے جو چیز خرید لی ہی اُسکا حاجتمند ہی تو دونون مین سے ہر ایک کو اختیار ہی کہ جو کچھ اُسنے دوسرے سے
خریدا ہی اُسکو استعمال مین لاوے اور یہ دونون کے درمیان مین بیع نہوگی اسواسطے کہ ان دونون چیزون مین سے ہر ایک کو
یہ اختیار تھا کہ بقدر اپنی حاجت کے لے لے ولیکن چونکہ لانے والے کی حاجت مقدم مانع تھی کہ بغیر اسکے رضامندی کے نہین
لے سکتا تھا پس باہم مبادلہ ہر ایک نے دوسرے کو راضی کر لیا پھر جو استعمال کیا تو اصلی مباح ہونے پر نہ باہم مبادلہ کرکے
اور یہ صورت بمنزلہ اسکے ہی کہ چند مہمان ایک دسترخوان پر مجتمع ہوئے کہ ہر مہمان اس امر سے منع کیا گیا کہ اپنا ہاتھ اس طعام
کی طرف دراز کرے جو دوسرے کے سامنے ہی بغیر رضامندی دوسرے کے اور اگر دوسرے کی طرف سے رضامندی پائی گئی
تو ہر ایک کو دونون مین سے اختیار ہوگا کہ جو طعام چاہے کھاوے مگر بایں کہ مہمانی کرنے والے کی ملک ہی جو اُسنے مباح کردی
ہی نہ اسکی کہ دوسرے مہمان نے مباح کردی۔ اور اگر یہ صورت ہو کہ دونون مین سے ہر ایک نے جو کچھ دوسرے کو مبادلہ مین دیا ہی
جیسے دوسرے سے لی ہوئی چیز کا حاجتمند تھا ویسے ہی اپنی دی ہوئی چیز کا حاجتمند ہی پس ان دونون مین سے ایک نے چاہا
کہ جو دونون نے باہم مبادلہ کیا ہی اُسکو توڑ دے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر یہ صورت ہو کہ جو کچھ بائع نے دیا ہی بائع اُسکا

حاجتمند ہوا اور مشتری اس سے بے پروا ہو تو بائع کو اختیار ہو کہ جو دیا ہو وہ لے لے اور جو لیا ہو واپس کر دے اور
اگر یہ ہوا کہ جب بائع نے واپس کر لینے کا قصد کیا تو مشتری نے وہ چیز جو خریدی ہو کسی دوسرے شخص کو جو اس چیز کا
حاجتمند ہو دیدی تو بائع کو اُس سے واپس لینے کا اختیار نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہو۔ اور اگر دونون نے باہم مبایعت کر لی
حالانکہ دونون اس سے بے پروا ہین یا دونون کو اسکی حاجت ہو یا ایک بے پروا اور دوسرا حاجتمند ہو اور ہنوز
دونون مین باہمی قبضہ نہ ہوا تھا کہ ایک کی راے مین آیا کہ اس مبایعت کو توڑ دے تو اسکو اختیار ہوگا کہ ترک کر دے
اور اگر ایک نے دوسرے کو کوئی چیز قرض دی بدین شرط کہ لینے والا اُسکے مثل ادا کر دیگا پس اگر دونون مین سے ہر ایک
اس چیز سے بے پروا ہو یا ہر ایک اُسکا حاجتمند ہو تو قرض لینے والے پر کچھ بھی واجب نہ ہوگا اگر اُسنے اس چیز کو تلف کر دیا ہو
اور اگر ہنوز تلف نہین کیا ہو موجود ہو تو قرض دینے والا اُسکا مستحق ہو اگر اُسنے چاہا کہ مین واپس کر لون تو واپس لے سکتا ہو
اور اگر لینے والا حاجتمند ہوا اور اُسکا دینے والا اُس سے بے پروا ہو تو دینے والا اس سے واپس نہین لے سکتا ہو۔ اور اگر
یہ صورت ہو کہ قرض کے دین لین کے وقت دونون اُس سے بے پرواہ ہون پھر قبل اسکے کہ لینے والا اسکو تلف کر دے
دونون اسکے حاجتمند ہو گئے تو دینے والا اسکا مستحق ہو اور اگر لینے والا پہلے حاجتمند ہوا پھر دینے والا حاجتمند ہوا یا
نہوا بہر حال لینے والے پر دینے والے کو کوئی راہ نہین ہو۔ اور اگر ایسے گیہون مین سے جو داخل غنیمت مین کسی کے پاس ہو
دوسرے نے اپنے ذاتی درمون کے عوض خرید ے اور درم دیدیے اور گیہون پر قبضہ کر لیا تو یہی مشتری ان گیہون کا مستحق
ہوا بشرطیکہ انکا حاجتمند ہو۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے بیع توڑ دینے کا قصد کیا اور گیہون ہنوز بعینہ قائم ہین تو
اسکو یہ اختیار ہو پس مشتری گیہون کو واپس کر دیگا اور اپنے درم لے لیگا اور یہ اُس صورت مین ہو کہ دونون ان گیہون سے بے پروا
ہون یا مشتری بے پروا ہو اور بائع انکا حاجتمند ہو اور اگر مشتری ہی اسکا حاجتمند ہو تو بائع پر واجب ہوگا کہ مشتری کا
درم واپس کر دے اور گیہون مشتری کو مسلم رہینگے۔ اور اگر مشتری نے وہ گیہون تلف کر دیے ہون تو بائع پر واجب ہوگا کہ مشتری
کا ثمن واپس کر دے اور جو کچھ مشتری نے تلف کر دیا ہو وہ بہر حال اسکو مسلم رہا۔ اور اگر مشتری چلا گیا اور بائع کو یہ قدرت
حاصل نہ ہوئی کہ اسکو اسکا ثمن واپس کر دے تو یہ درم اُسکے پاس بمنزلہ لقطہ کے ہونگے مگر فرق یہ ہو کہ یہ درم اسکے پاس مال غنیمت
ہین۔ اور اگر اُسنے غنائم کے جمع و تقسیم کرنے والے حضور مین یہ امر پیش کیا پس اُسنے کہا کہ مین نے تیری بیع کی اجازت دی
اور ثمن داخل کر تو اسکو جائز ہوگا کہ ثمن مذکور صاحب غنائم کے حضور مین پیش کر دے یعنی دیدے پھر اگر اسکے بعد مالک
درا ہم آیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُسنے گیہون قبل اسکے کہ صاحب غنائم بیع کی اجازت دے تلف کر دیے ہون تو دراہم مذکورہ
اُسکو واپس دیے جاوینگے اور اگر اُسنے بعد اجازت بیع کے تلف کیے ہون قبل اسکے تلف نہ کیے ہون تو دراہم مذکورہ مال غنیمت
مین داخل ہونگے اور اگر مشتری نے کہا کہ قبل تیری اس بیع کی اجازت دینے کے مین نے گیہون کھا لیے تھے پس مجھے درم واپس
کر دے اور اسنے اس امر پر قسم کھائی تو اُسکی تصدیق نہ کی جائیگی اور اسکو درم واپس نہ کیے جاوینگے یہانتک کہ اسکے
گواہ قائم کرے کہ مین نے اجازت بیع سے پہلے گیہون کھا لیے تھے۔ اور اگر دو آدمیون مین سے ایک نے گیہون پائے اور دوسرے
نے کپڑا پھر دونون نے باہم مبایعت کا قصد کیا تو دونون کو یہ اختیار نہین۔ اور اگر دونون نے ایسا کیا اور ہر ایک نے
جو کچھ دوسرے سے لیا تھا وہ دار الحرب مین تلف کر دیا تو دونون مین سے کسی پر ضمان واجب نہوگی مگر اتنی بات ہو کہ
کپڑے کا فروخت کرنے والا بیع کرنے مین گنہگار ہوا اور اسیطرح اُسکا مشتری بھی۔ اور اگر دونون نے تلف نہ کیا یہانتک کہ دار الاسلام

پہلے مسلمان ہوگیا اور اگر اوسکے گرفتار ہونے کے مسلمان ہوا تو وہ غلام ہو اور اسی طرح اگر اوسکا مال و اولاد پکڑ لیے گئے اور وہ نہیں پکڑا گیا پھر وہ مسلمان ہوگیا تو مسلمان ہونے سے اوسنے فقط اپنے نفس کو محفوظ کیا اور نیز جو مال اسکے پاس ہو یا اسکی ودیعت کسی مسلمان یا ذمی کے پاس ہو اوسکے ساتھ محفوظ ہوئی اور اسکی اولاد کبیر یعنی بالغ اور اسکی زوجہ و زوجہ کا حمل اور اسکے اموال غیر منقولہ اور اسکا غلام جو حربیوں کی طرف سے قتال کرتا ہو اور جو اسکا مال کسی حربی کے پاس غصب یا ودیعت ہو انہیں سے کوئی محفوظ نہ ہونگے بلکہ یہ سب فئی ہونگے۔ اور اسی طرح جو چیز اسکی کسی مسلمان یا ذمی کے پاس غصب ہو وہ بھی امام اعظم رح کے نزدیک فئی ہوگی۔ اور اگر کوئی مسلمان یا ذمی دار الحرب میں امان لیکر داخل ہوا اور وہاں اوس نے مال پایا پھر مسلمان لوگ اس دار الحرب پر غالب ہوئے تو اس مال کا حکم بھی ویسا ہی ہو جیسا کہ اس شخص کا ہو جو دار الحرب میں مسلمان ہوا چنانچہ سب صورتوں میں وہی حکم ہو سوائے ایسے مال کے جو اسکا کسی حربی کے پاس ہو کہ روایت ابو سلیمان کے موافق یہ مال اسی مسلمان یا ذمی مستامن کا ہوگا اور روایت ابو حفص کے موافق اسمیں بھی وہی حکم ہو کہ فئی ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ روایت ابو سلیمان اصح ہو۔ اور یہ سب اسوقت ہو کہ مسلمان لوگ اس دار الحرب پر غالب آئے ہوں اور اگر مسلمانوں نے اس دار الحرب پر غارت کی اور غالب نہیں ہوئے تو بھی امام محمد رح کے نزدیک یہی حکم ہو مگر امام اعظم رح کے نزدیک اسکا تمام مال فئی ہو جائیگا سوائے اسکی جان اور اسکی اولاد صغار کے اور جو شخص کہ دار الحرب میں مسلمان ہوکر دار الاسلام میں چلا آیا تو اسکا حکم بھی اسی تفصیل سے ہو جیسا محیط میں ذکر فرمایا ہو یہ تبیین میں ہو۔

فصل دوم در کیفیت قسمت۔ امام المسلمین غنیمت کو تقسیم کریگا پس پانچواں حصہ نکال کر باقی چار پانچویں حصے غانمین کے درمیان تقسیم کریگا پھر امام اعظم رح کے نزدیک سوار کے واسطے دو سہام اور پیدل کے واسطے ایک سہم ہو اور صاحبین رح نے فرمایا کہ سوار کے واسطے تین سہام ہیں یہ ہدایہ میں ہو۔ اور جو شخص لشکر پر امیر مقرر کیا گیا ہو وہ اس حکم میں بمنزلہ ایک لشکری کے ہو یہ سراجیہ میں ہو۔ اور اسبیجابی نے شرح طحاوی میں فرمایا کہ اگر سوار کے پاس کئی گھوڑے ہوں تو ظاہر الروایہ کے موافق فقط ایک ہی گھوڑے کا حصہ لگایا جائیگا اور گھوڑوں میں کچھ فرق نہیں ہو چنانچہ عربی و بختی و برذون و ہجین وغیرہ جنپر گھوڑے کا اطلاق ہوتا ہو سب یکساں ہیں مگر جسکے پاس سواری میں اونٹ یا خچر یا گدھا ہو تو وہ اور پیدل یکساں ہو یہ غایۃ البیان میں ہو۔ اور جو شخص دار الحرب میں سوار داخل ہوا پھر اسکا گھوڑا مر گیا تو وہ سوار کے حصہ کا مستحق ہو۔ اور اگر کسی نے گھوڑا استعار لیا یا اجارہ پر لیا اور قتال کے واسطے لیا ہو پس وقت تقسیم غنیمت کے اسکو لیکر حاضر ہوا تو اسکے واسطے سوار کا حصہ لگایا جائیگا یعنی اس گھوڑے کا حصہ اسکو دیا جائیگا اور اگر اسنے گھوڑا جسپر قتال کیا ہو غصب کرکے لیا ہو اور اسکو حاضر لایا تو بطریق حرام اوسکے حصہ کا مستحق ہوا پس چاہیے کہ اس گھوڑے کا حصہ صدقہ کردے۔ واضح رہے کہ اگر اسکا گھوڑا اسکے ساتھ رہا یہاں تک کہ غنیمت حاصل ہوئی یا جب وہ داخل ہوا اسکا گھوڑا مر گیا یا دشمن اسکو پکڑ لے گیا یا ٹانگ توڑ دی یا لنگڑا ہوگیا خواہ قبل حصول غنیمت کے یا بعد حصول غنیمت کے تو اسمیں کچھ فرق نہ ہوگا بلکہ وہ سوار کے حصہ کا مستحق ہوگا خواہ وہ شخص شہر میں سواروں میں لکھا ہو یا پیادوں میں مرقوم ہو یہ سراج وہاج میں ہو۔ اور اگر دار الحرب میں پیدل داخل ہوا پھر اسنے گھوڑا خرید یا استعار لیا یا اسکے واسطے باستحقاق واجب ہوا اور اسنے سوار ہوکر قتال کیا تو اسکو پیدل کا حصہ ملیگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہو۔ اصل یہ قرار پائی ہو کہ معتبر ہمارے نزدیک وہ حالت ہو کہ جب اسنے دار الاسلام سے تجاوز کرکے دار الحرب کی حد میں...

حال سے وہ دار الاسلام سے پار ہوا ہے۔ اور اگر اُسنے سوار یہان سے تجاوز کیا اور دار الحرب مین سوار داخل ہوا
پھر اُسنے اپنا گھوڑا فروخت کر دیا یا رہن کر دیا یا اجارہ پر دیا یا ہبہ کیا یا عاریت دیا تو ظاہر الروایہ کے موافق گھوڑے
کا حصہ باطل ہو جائیگا اور پیدل کا حصہ پاویگا یہ سراج وہاج مین ہے۔ اور اگر اُسنے قتال سے فراغت کے بعد گھوڑا
فروخت کر دیا تو اُسکا سوار کا حصہ ساقط نہوگا اور اسمین اتفاق ہے کچھ اختلاف نہین ہے یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور اگر اُسنے
حالت قتال مین اسکو فروخت کر دیا تو اصح قول کے موافق اُسکا حصہ سوار ساقط ہو جائیگا یہ کافی مین ہے اور اگر کسی غاصب
نے اُسکا گھوڑا غصب کر لیا اور اسکو قیمت تاوان دیدی تو وہ پیادہ رہگیا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر دار الحرب
مین سوار داخل ہوا مگر قتال کی حالت مین اُسنے بسبب تنگی مقام یا جہاڑ درختون کے پیادہ قتال کیا تو ایسے لوگون کو
سوارون کا حصہ ملیگا ہے اور اگر وہ دار الحرب مین ایسے گھوڑے پر سوار ہوکر داخل ہوا جسپر قتال کرنے کی استطاعت
نہین رکھتا ہے خواہ بسبب اسکے کہ یہ گھوڑا بہت بوڑہا ہے یا بسبب اسکے کہ یہ بہت بچہ ہے کہ سواری لینے کے لائق نہین ہے
تو وہ سوار کے حصہ کا مستحق نہوگا۔ اور اگر یہ گھوڑا ایسا مریض ہو کہ اُسپر سوار ہوکر قتال نہین کرسکتا ہے مثلاً پتھر وغیرہ سے
اُسکا سُم گِھس گیا یا اسکو صلع کی بیماری پیدا ہو گئی پس اسی حال سے آپ وہ حد دار الاسلام سے تجاوز کرکے دار الحرب مین
داخل ہوا پھر اسکی بیماری زائل ہو گئی اور ایسا ہو گیا کہ اُسپر قتال کرسکتا ہے اور یہ غنائم حاصل ہونے سے پہلے واقع ہوا تو
استحساناً اُسکا سوارون کا حصہ لگایا جائیگا۔ اور اگر اُسنے غصب کیے ہوئے یا مستعار یا اجارہ لیے ہوئے گھوڑے پر درب سے
تجاوز کیا پھر مالک نے اُس سے واپس کر لیا پس وہ جنگ مین پیدل حاضر ہوا تو اُسکے حق مین دو روایتین ہین یہ فتح القدیر
مین ہے اور جو شخص بحر مین کشتی پر سوار ہوکر قتال کرتا ہے وہ دو سہام کا مستحق ہے اگرچہ کشتی مین گھوڑے پر سوار ہوکر قتال نہین
کرسکتا ہے یہ بحر الرائق مین ہے۔ اور اگر اُس نے اپنا گھوڑا کسی شخص کو ہبہ کر دیا اور اسکو سپرد کر دیا اور جسکو ہبہ کیا ہے وہ اس
گھوڑے پر سوار ہوکر دار الحرب مین بقصد قتال داخل ہوا اور اس لشکر کے ساتھ اس گھوڑے کا ہبہ کرنے والا بھی گیا پھر اُسنے
اپنی ہبہ سے رجوع کرکے اپنا گھوڑا لے لیا تو استحساناً غنائم قبل اسکے اپنی ہبہ سے رجوع کرنے کے حاصل ہوئے ہین انمین اس
موہوب لہ کا حصہ سوار کا لگا دیا جائیگا اور جسقدر غنائم اسکے رجوع کر لینے کے بعد حاصل ہوئے ہین انمین اُسکا پیدل کا حصہ
لگایا جائیگا اور ہبہ کرنیوالا جسنے ہبہ سے رجوع کر لیا ہے جملہ غنائم مین اُسکا حصہ پیدل کا لگایا جائیگا اور اگر اپنا گھوڑا دار الاسلام
مین بطور بیع فاسد کے فروخت کیا اور اسکو مشتری کے سپرد کر دیا جسکو مشتری لشکر کے ساتھ دار الحرب مین لے گیا اور گھوڑا
بیچنے والا بھی انکے ساتھ داخل ہوا ہے پھر اُسنے بوجہ بیع فاسد ہونے کے اپنا گھوڑا واپس کر لیا تو جو کچھ غنائم حاصل ہون انمین
بائع کا حصہ پیدل کا لگایا جائیگا خواہ واپس کر لینے سے پہلے حاصل ہوئے ہون یا اسکے بعد اور مشتری ان غنائم کے حصہ مین جو واپس کر لینے
سے پہلے حاصل ہوئے ہین سوار قرار دیا جائیگا اور جو اسکے بعد حاصل ہوئے ہین انمین پیدل قرار دیا جائیگا۔ ایک شخص اپنا گھوڑا
دار الحرب مین لے گیا تاکہ اسپر سوار ہوکر قتال کرے پھر کسی نے گواہ قایم کرکے اپنا استحقاق ثابت کرکے اسکے ہاتھ سے یہ
گھوڑا لے لیا تو استحقاق ثابت کرکے لینے والا جملہ غنائم مین پیدل قرار دیا جائیگا اور جسپر استحقاق ثابت کرکے لیا ہے وہ
ان غنائم مین جو قبل واپس لینے کے حاصل ہوئی ہین سوار قرار دیا جائیگا اور جو اسکے بعد حاصل ہوئی ہین انمین پیدل قرار پاویگا
دو مردون مین سے ایک کے پاس گھوڑا ہے اور دوسرے کے پاس خچر ہے پس دونون نے باہم بیع کر لی اور دونون ملکر دار الحرب
مین داخل ہوئے پھر ایک نے اپنے خریدے ہوئے مین عیب پاکر واپس کرکے جو دیا تھا وہ واپس کر لیا تو خچر خریدنے والا جملہ غنائم مین

پیدل ہوگا اور گھوڑا خرید نے والا ان غنائم میں جو قبل یا بعد بیع کے حاصل ہوئی ہیں سوار قرار دیا جائیگا اور جو بعد
اسکے حاصل ہوئی ہیں انمیں پیدل قرار دیا جائیگا۔ اور اگر اپنا گھوڑا دارالاسلام میں ایک شخص کے پاس جسکا اسپر قرضہ
آتا ہو بعوض اس قرضہ کے رہن کردیا پھر راہن و مرتہن دونوں دارالحرب میں داخل ہوئے اور مرتہن گھوڑا بھی
اپنے ساتھ لیگیا تاکہ اسپر قتال کرے پھر راہن نے مرتہن کو اُسکا قرضہ دارالحرب میں ادا کرکے اس سے اپنا گھوڑا لے لیا تو رہن کرنیوالا
جملہ غنائم میں جو فک رہن سے پہلے یا بعد حاصل ہوئی ہیں پیدل قرار دیا جائیگا اور اسی طرح مرتہن بھی جملہ غنائم میں پیدل
ہوگا اور اگر اُسنے اپنا گھوڑا دارالحرب میں فروخت کردیا پھر دوسرا گھوڑا خرید لیا تو وہ استحسانا جیسا سوار تھا ویسا ہی رہیگا
اور اگر کسی مسلمان نے کسی مسلمان دیگر کا گھوڑا قتل کردیا اور مالک فرس کو قیمت دیدی اور اُسنے لے لی اور اسکے عوض
دوسرا گھوڑا خریدا تو جو غنائم حاصل ہوئی ہیں انمیں اسکے واسطے سواروں کا حصہ لگایا جائیگا اور جسنے اپنا گھوڑا
دارالحرب میں باکراہ فروخت کیا تو اسکے گھوڑے کا حصہ ساقط نہ ہوگا۔ اور اگر غازی نے اپنا گھوڑا دارالحرب میں دوسرے گھوڑے
کے عوض فروخت کردیا حالانکہ اس سے پہلے غنائم حاصل ہوچکی ہیں پھر اُس نے دوسرا گھوڑا استعارہ لیا یا اجارہ پر لیا یا ہبہ
اور غنائم حاصل ہوئیں تو جو غنائم بعد بیع کے حاصل ہوئی ہیں ان میں پیدل قرار دیا جائیگا اور اجارہ لینے یا عاریت
لینے والا بجائے مشتری کے قرار نہ دیا جائیگا بخلاف اسکے اگر اُسنے دوسرا گھوڑا خرید لیا تو بنا بر حکم استحسان کے وہ سوار ہی
قرار پاویگا۔ اور اگر کسی نے اپنا گھوڑا فروخت کردیا پھر اسکو دوسرا گھوڑا ہبہ کیا گیا اور اسکو سپرد کردیا گیا تو وہ سوار
قرار دیا جائیگا اسواسطے کہ جو چیز ہبہ کردی گئی ہے وہ اپنی ذات سے اسکی ملک میں آگئی پس وہ مثل مشتری کے ہوا اور اگر
پہلا گھوڑا اسکے پاس باجارہ یا بعاریت ہو پس اسکے ہاتھ سے لے لیا گیا پھر اُسنے دوسرا خریدا تو دوسرا بجائے اول کے قائم ہوگا اور اگر
پہلا اجارہ ہوا اور دوسرا بھی باجارہ ہو یا پہلا بعاریت ہوا اور دوسرا بھی بعاریت ہو تو دوسرا بجائے اول کے قائم ہوگا اور
اگر اول باجارہ ہوا اور دوسرا بعاریت ہو تو دوسرا بجائے اول کے نہوگا اور اگر اول عاریت ہوا اور دوسرا باجارہ ہو تو
دوسرا بجائے اول کے قائم ہوگا پھر دارالحرب میں عاریت لینے والے نے اگر پہلا گھوڑا اسکے ہاتھ سے واپس لیے جانے کے بعد
دوسرا گھوڑا استعارہ لیا تو بعد اسکے جو غنائم ہوں انمیں وہ سوار قرار دیے جانے اور سواروں کے حصہ پانے کا بسبب قیام دوسرے کے
مقام اول میں جب ہی مستحق ہوگا کہ جب دوسری عاریت والے کا کوئی اور گھوڑا سوائے اس گھوڑے کے ہو جو اسنے عاریت
دیا ہے اور اگر عاریت دہندہ کا دوسرا گھوڑا سوائے اسکے نہو تو جو غنائم اسکے بعد حاصل ہوں انمیں عاریت لینے والا سواروں کے
حصہ کا مستحق نہوگا پس عاریت دینے والا بسبب اپنے اس گھوڑے کے سواروں کے حصہ کا مستحق ہوگا پس اگر عاریت لینے والا بھی
حصہ سوار کا مستحق ہو تو لازم آوے کہ دونوں میں سے ہر ایک بسبب ایک ہی گھوڑے کے ایک ہی غنیمت میں سے حصہ کامل کا مستحق
ہوا اور یہ جائز نہیں ہے۔ اور اگر دارالاسلام میں اُسنے ایک گھوڑا خریدا اور ہنوز باہمی قبضہ واقع نہ ہوا تھا کہ وہ دارالحرب میں داخل
ہوا پھر مشتری نے اس گھوڑے پر قبضہ کیا اور ثمن ادا کردیا تو بائع و مشتری دونوں پیدل قرار پاوینگے اور اگر ثمن میعادی ہو یا فی الحال ادا
کرنا ٹھہرا ہو کہ مشتری نے دارالحرب میں داخل ہونے سے پہلے اسکو ادا کردیا پھر دونوں دارالحرب میں داخل ہوئے اور مشتری نے گھوڑے پر قبضہ
کیا تو استحسانا مشتری سوار قرار دیا جائیگا۔ اور اگر دو آدمی ایک گھوڑے کو جو انکے درمیان شرکت میں ہے لیکر دارالحرب میں بدین غرض داخل
ہوئے کہ کبھی اسپر سوار ہوکر یہ قتال کرے اور کبھی وہ تو یہ دونوں پیدلوں میں شمار ہونگے اور اسی طرح اگر دو گھوڑے لیکر داخل ہوئے اور
دونوں میں سے ہر ایک گھوڑا دونوں کے درمیان نصفا نصف مشترک ہے تو بھی وہ دونوں پیدلوں میں شمار ہیں لیکن اگر دونوں میں سے

ایک نے دوسرے کو اپنا حصہ اجارہ پر دیدیا قبل اسکے کہ وہ دارالحرب میں داخل ہوں تو اس صورت میں اجارہ لینے والا سوار ہوگا
اور اگر دونوں نے باہم بخوشی خاطر یہ قرار دیا کہ ہر ایک دونوں گھوڑوں میں سے جس گھوڑے پر چاہے سوار ہو تو دیکھا جاوے
کہ اگر دارالحرب میں داخل ہونے سے پہلے دونوں میں ایسی رضامندی باہمی ہوگئی ہے تو دونوں سوار ہونگے اور اگر دارالحرب
میں داخل ہونے کے بعد ایسا کیا ہے تو دونوں پیدل ہونگے۔ اور بقصد قتال اسطرح سواری لینے کے بٹوارے پر دونوں میں
سے کسی پر جبر نہ کیا جائیگا ہاں اگر یہ بٹوارہ بقصد قتال ہو تو بنا بر قول امام محمد رح کے اور یہی قول امام ابو یوسف کا ہے
دونوں اسپر مجبور کیے جاوینگے اور بنا بر قول امام اعظم رح کے مجبور نہیں کیے جاوینگے ولیکن اگر دونوں اپنی خوشی خاطر سے
اسپر راضی ہوئے تو قاضی اسکو نافذ کردیگا یہ محیط میں ہے۔ مملوک کے واسطے حصہ نہ لگایا جائیگا اور نہ عورت کے واسطے
اور نہ طفل کے واسطے اور نہ ذمی کے واسطے ولیکن بررائے امام المسلمین انکو رضخ کے طور پر دیا جاسکتا ہے اور [illegible]
بمنزلہ [illegible] کے ہے اور غلام کو رضخ جب ہی دیا جائیگا کہ جب اسنے قتال کیا ہو اور عورت اگر مریضوں کی پرداخت کرتی
ہو اور مجروحوں کی مداوات کرتی ہو تو اسکو رضخ دیا جائیگا اور ذمی کو جب ہی رضخ دیا جائیگا کہ جب اسنے قتال کیا یا راہ
بتائی و قتال نہ کیا ولیکن واضح رہے کہ جب اسنے قتال کیا تو اسکو رضخ اسقدر نہ دیا جائیگا کہ سہم کے برابر پہونچ جاوے
ولیکن اگر راہ بتائی کہ جسمیں منفعت عظیم ہے تو اسکو سہم سے زیادہ بھی دیا جاسکتا ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور طفل مراہق جو قریب
بہ بلوغ پہونچا ہے اور بالغ نہیں ہوا ہے اور معتوہ اگر انھوں نے قتال کیا تو انکو رضخ دیا جائیگا یہ نہایۃ البیان میں ہے
پھر واضح رہے کہ ہمارے نزدیک رضخ غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکال لینے سے پہلے دیا جاتا ہے۔ یہ فتح القدیر میں ہے اور
پانچواں حصہ جو امام المسلمین نے غنائم میں سے نکال لیا ہے وہ تین سہام پر تقسیم کیا جائیگا جسمیں سے ایک حصہ یتیموں کے واسطے
ہوگا اور ایک حصہ مسکینوں کے واسطے اور ایک حصہ ابن السبیل کے لیے کہ فقراء ذوی القربی انھیں میں داخل ہونگے اور
وہ لوگ مقدم رکھے جاوینگے اور ذوی القربی میں سے تونگروں کو نہ دیا جائیگا۔ اور قرآن مجید کی آیت میں خمس کے بیان
میں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے واسطے بھی ذکر کیا یعنے اپنا نام پاک بھی ذکر فرمایا سو یہ بدین فائدہ کہ تبرکاً افتتاح کلام بنام
پاک او تعالیٰ عز اسمہ ہووے اور اسی آیت میں بعد اپنے نام پاک کے نام شریف اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا
ہے سو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حصہ بسبب انکی وفات کے ساقط ہوگیا جیسے کہ صفی ساقط ہوگیا اور صفی وہ شی ہے کہ جو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غنیمت میں سے مثل زرہ یا تلوار یا باندی وغیرہ کے اپنے واسطے چن لیتے تھے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر
پانچواں حصہ ان تینوں اصناف مذکورہ میں سے ایک ہی صنف کے صرف میں کردیا تو بھی ہمارے نزدیک روا ہے یہ فتاوے
قاضی خان میں ہے۔ اور اگر امام نے غنائم کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کردیا اور غنائم رقیق و متاع وغیرہ تھی پس امام نے بعضوں
کو رقیق بانٹ دیے اور بعضوں کو چوپائے جانور بانٹ دیے اور بعضوں کو درم یا دینار دیے اور بعضوں کو گھوڑے
یا ہتھیار دیے مگر سوار و پیادہ میں سے ہر ایک کو اسکا حصہ جو شرعی مقرر ہے دیا تو یہ جائز ہے خواہ برضامندی غانمین
ہو یا بغیر رضامندی غانمین اور خواہ اسطرح تقسیم دارالحرب میں کی ہو یا دارالاسلام میں۔ اور اگر امام نے غنائم کو تقسیم کیا اور
ہر حقدار نے اپنا حق لے لیا اور مسلمانوں میں کسی کے حصہ میں ایک باندی آئی اور اہل لشکر اپنے اپنے گھروں میں متفرق ہوکر
چلے گئے پھر جو باندی اس شخص کے حصہ میں آئی ہے اسنے دعوی کیا کہ میں آزادہ باندی اہل ذمہ میں سے ہوں مجھکو مشرک لوگ
گرفتار کرکے لے گئے تھے اور اسنے اس دعوی پر دو گواہ عادل مسلمان قائم کیے تو امام اسکے آزاد ہونے کا حکم دیدیگا اور جب امام نے

اسکے آزاد ہونے کا حکم دیدیا تو آیا تقسیم ٹوٹ جائیگی یا نہیں پس بنا بر قیاس کے ٹوٹ جائیگی اور استحساناً جب وہ چیز جو
استحقاق میں جاتی رہی ہو قلیل ہو مثلاً ایک باندی یا دو باندیان یا تین باندیان ہون اور اہل لشکر اپنے اپنے گھرون میں
متفرق ہو گئے ہون تو تقسیم نہ ٹوٹیگی۔ اور اگر اہل لشکر اپنے اپنے گھرون میں متفرق نہوئے ہون یا متفرق ہوئے ہون
مگر جو چیز استحقاق میں جاتی رہی ہو وہ کثیر ہو پس اگر تین سے زیادہ باندی ہون مثلاً تو قیاساً و استحساناً تقسیم ٹوٹ جائیگی
اور علی ہذا اگر امام نے غنائم کو لشکریون کے درمیان تقسیم کر دیا اور ہر ایک نے اپنے اپنے حصہ پر قبضہ کر لیا اور اپنے گھرون
مین متفرق ہو گئے پھر ایک شخص آیا اور اسنے دعوی کیا کہ مین بھی واقعہ قتال میں ان لوگون میں موجود تھا اور اسپر دو گواہ قائم
کیے اور اسکے واسطے اس امر کا حکم دیدیا گیا تو قیاساً تقسیم ٹوٹ جائیگی اور استحساناً نہ ٹوٹیگی اور اسکو بیت المال سے اسکے حصہ
کی قیمت دیدیجائیگی۔ اور دو صورتیکہ وہ چیز استحقاق میں جاتی رہی ہو کثیر ہو اور تقسیم ٹوٹنے کا حکم دیا گیا تو پھر اسکے بعد روایات
مختلف ہین بعض مین مذکور ہی کہ جسکے حصہ مین ایسا استحقاق ثابت ہوا ہو امام اس سے کہیگا کہ اہل لشکر مین سے جسپر تجھکو قدرت
حاصل ہو اسکو یہان لے آ اور بعض مین مذکور ہی کہ امام خود انکے جمع کرنے کا متولی ہوگا اور امام نے دونون باتون مین سے جو
اختیار کی وہ جائز ہی پھر اسکے بعد غنیمت کو دیکھے گا پس اگر مال غنیمت کوئی عروض یا کیلی یا وزنی اصناف مختلفہ مین سے ہو تو امام
اس شخص کو جسکے حصہ مین استحقاق پیدا ہوا ہو حکم دیگا کہ جن لشکریون پر تجھکو قدرت حاصل ہوئی ہو جو تجھکو مل گئے ہین انمین سے جو
انکے پاس حصہ ہو اسمین سے جتنا تیرا مخصوص حصہ پہونچتا ہو وہ لے لے بایں حساب کہ اگر تمام لشکر پر جو کچھ اسکے پاس اسکا
حصہ ہو تقسیم کیا جائے تو ہر ایک کو جو کچھ پہونچے وہی تیرا حق انمین سے ہو اسقدر انمین سے ہر ایک کے حصہ سے لے لے
گویا جو اسکے ہاتھ مین موجود ہی اسکے ساتھ مال غنیمت کچھ اور تھا ہی نہیں اور اگر تمام مال غنیمت کیلی یا وزنی چیز ہو اور
ایک ہی صنف کی ہو تو جس شخص پر وہ قادر ہوا ہو جو کچھ اسکے ہاتھ مین ہو اس سے نصف لے لیگا۔ امام محمد رحمہ نے
فرمایا کہ اگر مسلمانون نے غنائم حاصل کیے اور ان غنائم مین ایک مصحف ہو جسمین یہود یا نصاری کی کتابون مین سے کچھ ہو کہ نہین
معلوم ہوتا ہی کہ یہ توریت ہی یا زبور ہی یا انجیل ہی یا کوئی کفر کی چیز ہی تو امام کو نہ چاہیے کہ اسکو مسلمانون پر تقسیم کرے اور یہ
بھی نہ چاہیے کہ اسکو آگ سے جلا دے اور جب کہ اسکا جلانا مکروہ ٹھہرا تو اسکے بعد دیکھے کہ اگر اسکے ورق کے واسطے کچھ قیمت ہو
اور بعد محو کرنے کے اور دھو ڈالنے کے اس سے انتفاع حاصل کیا جا سکتا ہی مثلاً وہ باغذ کی ہوئی کھال پر لکھا ہوا ہو
یا اسکے مثل ہو تو امام اس تحریر کو محو کر کے ان اوراق کو غنیمت مین داخل کر دے اور اگر اسکے ورق کی کچھ قیمت نہ ہو اور
بعد محو کرنے کے اس سے انتفاع حاصل نہین کیا جا سکتا ہو مثلاً کاغذ پر لکھا ہوا ہو تو اسکو دھو ڈالے۔ اور یا یہ کر سکتا ہو کہ
بدون محو کیے اسی طرح اسکو دفن کر دے پس اگر ایسا مقام ہو کہ وہان اس تک کافرون کا ہاتھ پہونچنے کا وہم نہو
تو دفن کر دے اور اگر ایسا مقام ہو کہ وہان اس تک کافرون کا ہاتھ پہونچنے کا وہم ہو تو دفن نکرے۔ اور اگر امام
نے کسی مسلمان کے ہاتھ اسکے فروخت کرنے کا ارادہ کیا پس اگر وہ شخص جو خریدنا چاہتا ہی ایسا ہو کہ اسکے حال سے اسکی طرف
سے یہ خوف ہو کہ مال کے لالچ سے وہ اس کتاب کو مشرکون کے ہاتھ فروخت کر دیگا تو اسکے ہاتھ فروخت کرنا مکروہ ہی اور اگر
یہ شخص معتمد علیہ ہو اور معلوم ہو کہ وہ مشرکون کے ہاتھ نہین فروخت کریگا تو اسکے ہاتھ فروخت کرنے مین مضائقہ نہین ہی اور ہمارے
مشائخ نے فرمایا کہ کلام کی کتابون کے فروخت کرنے مین بھی اسی تفصیل سے حکم ہی کہ جو شخص اسکو خریدنا چاہتا ہی اگر اسکے حال سے
خوف ہو کہ یہ گمراہی مین ڈالیگا اور فتنہ ظاہر ہوگا تو امام کو اسکے ہاتھ فروخت کرنا نہ ... وہ ... معتمد علیہ ہو ... ۱۵

کرنے اور فتنہ کا خوف نہو تو اسکے ہاتھ فروخت کرنے مین مضائقہ نہین ہی - اور اگر مسلمانون نے مال غنیمت مین سونے یا
چاندی کی کلسی جسمین صلیب ہو و تماثیل پڑے ہین پائی تو قبل تقسیم غنائم کے انکا شکستہ کر دینا مستحب ہی اور اگر کسی
مسلمان کے ہاتھ اسکو فروخت کرنا چاہا اگر یہ خریدار ایسا معتمد ہو کہ اس سے یہ خوف نہین ہی کہ مشرکون کے ہاتھ فروخت
کر دیگا تو اسکے ہاتھ بیچ ڈالنے مین مضائقہ نہین ہی اور اگر اسپر اعتماد نہو بلکہ خوف ہو کہ شاید مشرکون کے ہاتھ لالچ سے
بیچ ڈالے تو اسکے ہاتھ فروخت کرنا مکروہ ہی اور اگر سکہ دار درم و دینار پر صلیب یا تماثیل ہون اور شکستہ کرنے سے پہلے انکا
تقسیم کرنا یا کسی کے ہاتھ بیچ کرنا چاہا تو کچھ مضائقہ نہین ہی اور جو ایسی چیزین غنیمت مین آئی ہین جنکی قیمت ہی جیسے شکاری کتا
و دیگر جانور و پرندے تعلیم یافتہ مثل باز و شکرہ وغیرہ کے تو مثل اور اموال کے یہ مال بھی غنیمت ہین کہ غانمین کے درمیان تقسیم
کیے جاوینگے اور اسی طرح خشکی کے شکار و سونے چاندی وغیرہ کی کانین اور گڑے ہوے خزانہ جو کچھ حاصل ہوئے یا
انکے سمندر سے غوطہ خور مسلمانون نے جو کچھ نکالا ہی وہ سب فئی ہی کہ انہین سے پانچوان حصہ نکالکر باقی غانمین کے درمیان تقسیم
کر دیا جائیگا اور مچھلیان اور باقی سب جانور شکار جو کھائے جاتے ہین اور شکار کر کے پکڑے جاتے ہین انکا حکم مثل دیگر ماکولات
کے یعنی کھانے کی چیزون کے ہی اور غنیمت کے شکاری کتے و باز و صقر سے شکار کرنا مکروہ ہی اور سبھون کا تقسیم کر دینا جائز
ہی - اور اگر مسلمانون نے ایسا گھوڑا پایا جسپر یہ لکھا ہی کہ یہ اللہ تعالے کی راہ مین وقف ہی تو پایا جسپر کچھ نہین لکھا ہی
دونون یکسان ہین رہا یہ امر کہ ایسا گھوڑا مسلمانون کا قرار دیا جائیگا یا حربیون کا یعنی کس نے اسکو اسطرح وقف کیا ہی تو
جس مقام پر وہ پایا گیا ہی اس سے استدلال کیا جائیگا پس اگر ایسی جگہہ پایا گیا کہ بیشتر اسمین مسلمان ہین یا مسلمانون کے
قریب ہو تو وہ مسلمانون کا قرار دیا جائیگا اور لقطہ ہوگا پس اسکے ساتھ وہی کیا جائیگا جو اور لقطون کے ساتھ کیا جاتا ہی
اور اگر ایسی جگہہ پایا گیا کہ غالب وہان مشرک ہین یا قریب مشرکین کے ہی تو وہ اہل حرب کا قرار دیا جائیگا اور غنیمت مین شمار
ہوگا پس اسکے ساتھ وہی برتاؤ ہوگا جو اور غنائم کے ساتھ ہوتا ہی - اور اگر مسلمانون نے اسکو مشرکون سے لیا اور
مسلمانون کے ایک قوم نے گواہی دی کہ یہ لشکر اسلام کے گھوڑون مین سے ہی اور امام غنائم کو تقسیم کر چکا ہی یا اس گھوڑے کو
فروخت کر چکا ہی یا ہنوز نہین تقسیم کر چکا اور نہین فروخت کیا ہی اور یہ گھوڑا جسکے قبضہ مین تھا وہ حاضر ہوا تو وہ اس گھوڑے کو
مفت لے لیگا خواہ قبل تقسیم کے پاوے یا بعد تقسیم کے اور اسکا حکم وہی ہوگا جو مدبر و ام ولد کے حق مین ہی اور یہ امام ابو یوسف
و امام محمد رح کا قول ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر مسلمانون نے غنیمت حاصل کی اور اسکو احراز نہین کیا ہی یہانتک کہ دشمن پھر
غالب آیا اور انھون نے مسلمانون سے یہ اموال غنیمت لے لیے پھر دوسرا لشکر مسلمانون کا آیا اور اسنے غالب ہو کر
دشمنون سے یہ غنیمت لے لی تو یہ غنیمت ان دوسرون کے واسطے ہوگی پہلون کے واسطے نہ ہوگی اور اگر پہلون نے اسکو
دار الاسلام مین لا کر احراز کر لیا ہو پھر ایسا واقع ہوا تو دوسرون پر واجب ہوگا کہ یہ اموال غنیمت پہلون کو واپس کر دین
اور جب امام نے پانچوان حصہ نکال کر باقی چار پانچوین حصے لشکر کو دیدیے اور پانچوان حصہ اسکے پاس تلف ہو گیا تو
اہل لشکر کے ہاتھ مین جو کچھ ہی وہ انکو مسلم رہیگا اور اسی طرح اگر اسنے پانچوان حصہ نکال کر اسکے مستحقین کو دیا اور باقی چار
پانچوین حصے اسکے ہاتھ مین تلف ہو گئے تو پانچوان حصہ اپنے مستحقین کو مسلم رہیگا - اور اگر امام نے کچھ غنیمت لشکریون مین
سے بعض کے پاس ودیعت رکھی قبل اسکے کہ اموال غنائم تقسیم ہون اور اسنے بیان نہ کیا جو کچھ اسنے کیا ہی یہانتک کہ مر گیا
تو وہ کچھ ضامن نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - امام محمد رح نے سیر کبیر مین فرمایا کہ اگر ایک یا دو تین مسلمان یا اسقدر

مسلمان یا ذمی جنکو قوت منعت حاصل نہین ہی بدون اجازت امام کے دار الحرب مین داخل ہوئے اور وہان انھون نے غنائم حاصل کیے اور اسکو دار الاسلام مین نکال لائے تو یہ سب انھین کے واسطے ہوگا انمین سے پانچوان حصہ نہین نکالا جائیگا اور اگر امام نے اپنے داخل ہونے والے کو اجازت دی ہو تو جو کچھ حاصل کرین انمین سے پانچوان حصہ نکال لیا جائیگا اور جو باقی رہے وہ مثل سہام غنائم کے انمین تقسیم ہوگا یہ غایۃ البیان مین ہی۔ اور اگر ایسی جماعت نے جنکو قوت ومنعت حاصل ہی دار الحرب مین داخل ہوکر غنیمت حاصل کی تو انمین پانچوان حصہ ہی کہ امام لے لیگا اگرچہ امام نے انکو اجازت نہ دی ہو یہ ہدایہ مین ہی۔ امام ابو الحسن کرخی نے فرمایا کہ اگر دار الحرب مین دو فریق آپس مین متفق ہوئے ایک وہ فریق ہی کہ امام کی اجازت سے داخل ہوا ہی اور دوسرا بغیر اجازت گیا ہی حالانکہ باوجود انکے اجتماع کے بھی انکو قوت منعت حاصل نہین ہی پھر انھون نے کچھ غنیمت حاصل کی تو جو کچھ ایسے لوگون کو ملا ہی جنکو امام نے اجازت دی ہی انمین سے پانچوان حصہ نکال کر باقی انھین کے درمیان تقسیم ہوگا کہ انمین دوسرے فریق والے شرکت نہین کر سکتے ہین اور جو کچھ ایسے لوگون نے پایا ہی جنکو اجازت حاصل نہ تھی تو انمین سے ہر ایک نے جو کچھ پایا ہی وہ اسکا ہی کہ انمین اسکے ساتھیون مین سے کوئی اور دوسرے فریق مین سے کوئی شرکت نہین کر سکتا ہی۔ اور اگر فریق اجازت یافتہ وغیر اجازت یافتہ دونون ایک چیز کے لینے مین شریک ہوئے تو وہ انمین لینے والون کی تعداد پر تقسیم ہوگی پھر جو فریق اجازت یافتہ لینے والون کے حصہ مین آئی ہی انمین سے پانچوان حصہ لیکر باقی انھین مین بحساب سہام غنیمت کے تقسیم کردیا جائیگا چنانچہ اس فریق کے سب لوگ لینے والے اور غیر لینے والے انمین سے حصہ رسد پاوینگے اور جو کچھ اس فریق کے حصہ مین آوے جو اجازت یافتہ نہین ہین وہ انکے لینے والون کے درمیان انہین کی تعداد پر تقسیم ہوگی اور اس فریق مین سے جو شخص لینے مین شریک نہ تھا اسکو کچھ نہ ملیگا اور اسمین سے پانچوان حصہ بھی نہین ہی۔ اور اگر فریق اجازت یافتہ وغیر اجازت یافتہ دونون مجتمع ہوگئے کہ انکے اجتماع سے انکو قوت منعت حاصل ہوگئی تو ایک جماعت نے جو کچھ غنیمت حاصل کی وہ ان سب کے درمیان بعد پانچوان حصہ نکالنے کے بحساب سہام غنیمت کے تقسیم ہوگی اور اسی طرح ہر گروہ نے قبل اکٹھا ہونے کے یا بعد اکٹھا ہونے کے جو کچھ حاصل کیا ہی دونون کا حکم یکسان ہی چنانچہ انمین سے پانچوان حصہ نکال لیا جائیگا اور باقی ان سب کے درمیان بحساب سہام غنیمت کے تقسیم ہوگا۔ اور اگر وہ جماعت جو با اجازت امام داخل ہوئی ہی اسکو قوت منعت حاصل ہی اور انھون نے غنائم حاصل کیے پھر ایسے ایک یا دو آدمی جنکو منعت نہین حاصل ہی بغیر اجازت امام کے دار الحرب مین چورون کی طرح داخل ہوئے اور لشکر مذکور کے غنائم حاصل کرنے کے بعد انسے ملنے کے بعد انھون نے غنائم حاصل کیے اور ایک دو جو بطور چورون کے داخل ہوئے ہین انھون نے بھی لشکر سے ملنے سے پہلے غنیمت حاصل کی اور اسکے بعد بھی حاصل کی تو ان چورون نے جو کچھ حاصل کیا ہی انمین سے پانچوان حصہ نکالا جائیگا اور باقی انکے درمیان بحساب سہام غنیمت کے تقسیم ہوگا ولیکن جو غنیمت ان ایک دو کے ملنے سے پہلے اہل لشکر نے حاصل کی ہی انمین اہل لشکر کے ساتھ یہ ایک دو آدمی جو بطور چورون کے داخل ہوئے ہین شریک نہ ہونگے مگر یہ ایک دو جو بطور چورون کے داخل ہوئے ہین انھون نے جو کچھ حاصل کیا ہی انمین اہل لشکر شریک ہونگے [illegible] ہی۔ اور اگر امام نے غنائم کو تقسیم کر دیا اور ہر حقدار کو اسکا حق دیدیا اور غنیمت مین سے کچھ شی باقی رہ گئی کہ بسبب کثرت لشکر وقلت اشیاء کے تقسیم نہین بن پڑتی ہی تو امام اسکو مساکین پر صدقہ کردے اور اگر صدقہ [illegible] مسلمانون کے لیے کسی وقت واجب [illegible]

وسکینون کے واسطے بیت المال مین داخل کیا تو اسکو یہ بھی اختیار ہے۔ اور اگر اہل لشکر مین سے ایک قوم امیر لشکر کے پاس
آئی اور انھون نے کہا کہ ہمارے گھر دور ہین ہم یہان زیادہ نہین ٹھہر سکتے پس غنائم مین سے ہمارے حق ہمکو تخمینہ و انداز سے
دیدیجیے اور تمپر کوئی گناہ نہین ہے تم ہماری طرف سے حلت مین ہو پس امیر لشکر نے انکو اسی انداز سے دیدیا اور وہ چلے
گئے پھر جب باقیون کو اسی انداز سے انکا حصہ دیا تو جو لوگ چلے گئے تھے انکے حصے سے باقیون کا حصہ زیادہ پڑا تو
امیر المسلمین اسکو صدقہ نہ کریگا بلکہ ایک سال اسکو رکھ چھوڑیگا اور ان مسلمانون کو خبر کریگا اور یہ بقیہ مال انہین کا ہے انکے
قول سے کہ تم حلت مین ہو اس امیر کا نہین ہو جائیگا۔ اور اگر امیر نے یہ مال صدقہ کر دیا پھر اسکے حقدار آئے تو انکو اختیار ہوگا
کہ اسکے مال سے اپنا حق تاوان لین اور امیر اس تاوان کو بیت المال سے نہ لے سکیگا اور نہ خمس مین سے لے سکیگا۔ اور یہی حکم
امام المسلمین کے حق مین ہے کہ اگر امام المسلمین نے یعنی جو سب سے بڑا سردار مسلمانون کا ہے اسنے بذات خود جہاد کیا اور اسطرح
تقسیم غنیمت واقع ہوئی اور اسنے بقیہ کو صدقہ کر دیا پھر اسکے حقدار آئے تو انکو اختیار ہوگا کہ امام سے اس حق کا تاوان لین
اور یہ تاوان اس امام کے مال سے ہوگا کہ اسکو کہین سے اور کسی سے واپس نہین لے سکتا ہے جیسے امیر لشکر کی صورت مین مذکور
ہوا ہے لیکن اگر امام نے یہ مصلحت دیکھی کہ یہ مال مسکینون کو قرضہ دے اور قرضہ کے طور پر انہین تقسیم کر دیا بسبب انکی حاجت
کے پھر جب اسکے حقدار آئے اور انھون نے صدقہ کی اجازت نہ دی تو امام انکو مال ہائے فقرا و مساکین مین سے اسی قدر دیدیگا
اور مشائخ نے ذکر کیا کہ اس مقام پر تین نفر سردار ہین اول امام اکبر دوم امیر لشکر سوم صاحب مقاسم یعنی وہ شخص کہ جسکو تقسیم
غنائم کا کام سپرد کر دیا گیا ہے پس صاحب مقاسم کو یہ اختیار ہی نہین ہے کہ زیادتی کو صدقہ کر دے۔ اور امیر لشکر کو یہ اختیار ہے
کہ زیادتی کو صدقہ کر دے مگر یہ اختیار نہین ہے کہ بیت المال فقرا و مساکین پر فقیرون و مسکینون کو قرضہ دیدے اور امام اکبر
کو یہ اختیار ہے کہ زیادتی کو صدقہ کرے اور چاہے بیت المال مساکین پر مسکینون کو قرضہ دیدے اور اگر ایک لشکر عظیم نے
غنائم حاصل کیا اور اسکو دار الاسلام مین نکال لائے اور وہ تقسیم نہین کیے گئے یہان تک کہ لوگ متفرق ہوکر اپنے اپنے
گھر چلے گئے اور انکے گھرون کا پتہ معلوم نہین ہے مگر بعضے اس لشکر مین سے رہ گئے تو امام المسلمین ان باقیون کو انکے
حصے دیدیگا اور غائبون کے حصے رکھ چھوڑیگا پھر اگر ایک سال گذر گیا اور کوئی طالب حاضر ہوا تو انکو صدقہ کر دیگا اور
اگر غنائم مین سے کسی شخص نے کوئی چیز بطور غلول لے لی اور اسکو نہ لایا یہان تک کہ غنائم تقسیم کر دی گئین اور مستحقان
غنائم متفرق ہوگئے پھر اسکو لایا تو امام کو روا ہے کہ اسکے قول کی تصدیق کرے اور اس سے لیکر اسمین سے پانچوان حصہ
نکال کر فقیرون و مسکینون کو دیدے اور باقی کو رکھ چھوڑے یہانتک کہ اسکے مستحقین حاضر آوین اور جب اسکے مستحقون
کے آنے سے نا امید ہو جاوے تو اسکو صدقہ کر دے اور یہ بھی روا ہے کہ اسکے قول کی تکذیب کرے اور جو کچھ لایا ہے
اسمین سے پانچوان حصہ اس سے لے لے اور باقی چار پانچوین حصے اسکے پاس چھوڑ دے کہ اسکا مواخذہ اسی پر رہے۔ اور
اگر غلول کرنے والا اسکو امام کے پاس نہ لایا بلکہ اسنے خود اس فعل سے توبہ کی تو اسکو رکھ چھوڑے اسوقت تک کہ اسکے مستحق
کے آنے کی امید رکھتا ہو اور جب اسکی یہ امید منقطع ہو جاوے تو اسکو اختیار ہے چاہے صدقہ کر دے مگر یہ بشرط ضمان ہوگا کہ اگر مستحق
نے اسکے صدقہ کی اجازت نہ دی تو یہ ضامن ہوگا ولیکن احسن یہی ہے کہ امام کو دیدے کذا فی المحیط السرخسی **فصل تنفیل کے بیان مین**
امام اور امیر لشکر کو مستحب ہے کہ تنفیل کرے۔ اگر امام یا امیر لشکر نے تنفیل کی اور کسی کے واسطے غنیمت مین سے جو غازیون کے
ہاتھ آئی ہے کچھ قرار دیا تو اسکی تنفیل نہین جائز ہے اور تنفیل اسی مال کی جائز ہے جو ہنوز ہاتھ نہین آیا چنانچہ اگر امام نے کہا کہ جو

شخص جو کچھ پاوے وہ اُسکی ہی پھر انمین سے کسی ایک نے دار الحرب مین کوئی چیز پائی تو وہ خاصۃً اُسی کی ہوگی کہ
اسمین خمس یعنے پانچوان حصہ نہ ہوگا اور نہ اس مین کوئی دوسرا مشارک ہوگا اور اگر وہ دار الحرب مین مر گیا تو جو کچھ اُسنے
پایا ہی وہ اُسکی میراث ہوگا یعنی اُسکے وارثون کو جو دار الاسلام مین ہین ملیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور امام کو یہ
نہ چاہیے کہ کل ماخوذ کی تنفیل کرے باین طور کہ لشکر سے کہے کہ جو کچھ تم حاصل کرو وہ تمھارا ہی۔ اور اگر امام دار الحرب مین لشکر
کے ساتھ داخل ہوا اور کسی ٹکڑے لشکر پر کوئی امیر کرکے سریہ روانہ کیا اور اُنسے کہدیا کہ جو کچھ تم حاصل کرو وہ تمھارا ہی تو یہ جائز
ہی اور اگر دار الاسلام سے اسطرح سریہ روانہ کیا اور اُنکے لیے کل غنیمت کی جو حاصل کرین تنفیل کردی تو نہین چاہیے اور
دار الاسلام مین غنیمت احراز کر لینے کے بعد غنیمت مین سے تنفیل نہین کر سکتا ہی الا خمس یعنی پانچوین حصہ مین سے تنفیل ہوگی
یہ کافی مین ہی اور بعد غنیمت حاصل ہونے کے قبل تقسیم کے بعض ایسے مجاہدین کے واسطے جنکو سختی و مشقت زیادہ پہونچی تھی اپنے
اجتہاد سے تنفیل کی پھر ایسے امام کے پاس مقدمہ پیش ہوا جو بعد حصول غنیمت کے تنفیل روا نہین جانتا ہی تو دوسرے
امام کو یہ اختیار نہین ہی کہ جو اول نے کیا اسکو توڑ دے۔ اور امام محمد رح نے فرمایا کہ قاتل اسباب مقتول کا بغیر تنفیل مستحق
نہین ہوتا ہی تاوقتیکہ امام پہلے قتل کرنے کے اسکے واسطے تنفیل نہ کر دے یعنی یون کہدے کہ جس مجاہد نے کسی کافر کو قتل کیا
تو اُسکا اسباب اُسی قاتل کا ہی اور یہ ہمارے سب علماء کا مذہب ہی۔ اور اگر پانچوان حصہ نکال لینے کے بعد تنفیل کی باینطور
کہ امام نے سریہ روانہ کیا اور اُنسے کہا کہ جو کچھ تم حاصل کرو اُسمین سے بعد پانچوان حصہ نکال لینے کے تمھارے واسطے
تہائی یا چوتھائی ہی پھر باقی مین تم لوگ لشکر کے شریک ہو تو یہ مطلقاً جائز ہی اسی طرح یہ بھی جائز ہی کہ امام نے کوئی سریہ
روانہ کیا اور اُنسے کہا کہ جو کچھ تم حاصل کرو اُسمین سے تمھارے واسطے تہائی ہی یا کہا کہ تمھارے واسطے چوتھائی ہی پھر باقی
مین تم لوگ لشکر والون کے ساتھ شریک ہو پس یہ روا ہی اگرچہ اسمین خمس مین جو فقیرون کا حق ہی اُنکے حق کا ابطال لازم
آتا ہی کہ بعد خمس لے لینے کے تنفیل باقی مین سے نہین کی ہی۔ پھر بعد اسکے دیکھا جائیگا کہ اگر اُنکے واسطے تہائی یا چوتھائی
مطلقاً نفل کی ہو تو اُنکو تہائی یا چوتھائی تمام غنیمت مین سے پہلے دیدیگا پھر باقی مین سے پانچوان حصہ نکالکر باقی کو تمام
لشکر پر تقسیم کریگا اسی طریقہ سے کہ جو تقسیم غنیمت مین مشروع ہی اور سریہ والے جنکو نفل مل چکی اُن لوگون مین شامل ہونگے
اور اگر اہل سریہ کے واسطے تہائی یا چوتھائی کی نفل بعد پانچوان حصہ نکالنے کے کی ہو تو پہلے تمام غنیمت مین سے پانچوان
حصہ نکال کر باقی مین سے اہل سریہ کو اُنکا حصہ نفل دیدیگا پھر باقی کو تمام لشکر پر مع اہل سریہ کے حساب سہام غنیمت
تقسیم کر دیگا۔ اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر امام نے اہل لشکر سے کہا کہ جو کچھ تم حاصل کرو اُسمین سے پانچوان حصہ نکال لینے کے بعد
باقی تم سب پر مساوی نفل ہی تو یہ باطل ہی یہ محیط مین ہی۔ اور جبکہ اسباب مقتول کا قاتل کے واسطے نفل نہ قرار دیا گیا تو وہ
منجملہ غنیمت کے ہوگا کہ اسمین قاتل و غیر قاتل سب برابر ہونگے اور اسباب مقتول اُسکا گھوڑا ہی یا جو سواری ہو اور جو اُسکے
کپڑے و ہتھیار ہون اور جو مرکب پر کاٹھی و زین وغیرہ آلات ہون اور جو اُسکا مال اُسکے ساتھ گھوڑے پر اسکے حقیبہ یا کمر مین ہو
مگر اُسکا غلام اور جو کچھ غلام کے ساتھ ہو اور غلام کی سواری کا جانور اور جو کچھ اُس جانور پر ہو اور جو کچھ مقتول کے گھر مین ہو وہ
اسباب مقتول مین داخل نہین ہی یہ کافی مین ہی۔ اور اگر امیر لشکر نے کہا کہ جس کسی نے کافر کو قتل کیا تو مقتول کا گھوڑا اُسیکا ہی پھر ایک
ایک کافر کو پیادہ قتل کیا حالانکہ اس کافر کے ساتھ اُسکا غلام اُسکا گھوڑا لیے اُسکے پہلو مین ایک جانب دونون صفون کے درمیان
کھڑا ہی تو یہ گھوڑا اس قاتل کا ہوگا اسواسطے کہ مقصود امام یہ ہی کہ ایسے کافر کو قتل کرے جو سوار ہو کر لڑنے پر قادر ہو اور

اس مقتول پر صادق ہے کہ وہ سوار ہو کر لڑتے پڑتا ور تھا بخلاف اسکے اگر اسکا غلام اُسکا گھوڑا اُسکے پہلو میں ایک
جانب لیے ہوئے کھڑا ہوتا تو ایسا نہ ہوتا یہ بھی یاد رہے پھر جاننا چاہیے کہ تنفیل سے صرف اسقدر ہوتا ہے کہ باقی
مجاہدین کا حق اس مال نفل سے منقطع ہو جاتا ہے اور رہا یہ امر کہ جسکے واسطے نفل کر دیا ہے اسکی ملک میں آجانا سو جب ہی
ہوتا ہے کہ جب یہ مال دار الاسلام میں آجانے سے احراز میں ہو جاوے جیسے اور غنائم میں حکم ہے پس اگر امام نے لشکر سے کہا کہ
جسنے کوئی باندی پائی وہ اسی کی ہے پھر کسی مسلمان نے ایک باندی پائی اور اسکا استبرا کر لیا اور ہنوز وہ دار الحرب میں
ہے تو امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک اس باندی سے اسکو وطی کرنا یا اسکو فروخت کر دینا روا نہیں ہے یہ کافی میں ہے اور
امام کو نہ چاہیے کہ کافرون کی ہزیمت و اسلام کی فتح کے روز تنفیل کرے اور اسی طرح یہ بھی نہ چاہیے کہ قبل ہزیمت و فتح کے
تنفیل مطلقا کرے بدون استثنا و روز ہزیمت و فتح کے یعنی یون کہے کہ جسنے جس کافر کو قتل کیا اسکا اسباب اسی کا ہے یا جسنے
کوئی قیدی گرفتار کیا وہ اسی کا ہے بلکہ یون کہنا چاہیے کہ جسنے جو کافر قتل کیا قبل ہزیمت کفار و فتح اسلام کے تو اسکا اسباب
قاتل ہی کا ہے اور باوجود اسکے کہ یہ چاہیے نہیں اگر امام نے اس طرح مطلقا تنفیل کی کہ روز فتح کو استثنا نہ کیا تو تنفیل مذکور بروز
فتح و ہزیمت بھی باقی رہیگی چنانچہ بروز فتح و ہزیمت جو غازی جس کافر کو قتل کریگا اسکا اسباب اسی غازی کا ہوگا یہ محیط میں ہے
امام محمد نے فرمایا کہ اگر امام نے کہا کہ جسنے جس کافر کو قتل کیا اسکا اسباب اسی قاتل کا ہے پھر ایک غازی نے ایک کافر کو زخمی
کیا اور دوسرے غازی نے اسکو قتل کر دیا پس اگر اول نے اس کافر کو ایسا مجروح کیا ہو کہ اپنے زخم سے زندہ نہیں رہ سکتا ہے اور
مجروح کو اتنی قوت نہیں رہی ہے کہ قتل میں مدد کر سکے یا ہاتھ سے یا کلام مشورہ سے اہل کفر کو مدد دے سکے تو اسکا اسباب
پہلے غازی کا ہوگا اور اگر اول کے زخم سے یہ زندہ رہ سکتا ہو یا باوجود اس زخم کے اسمین ہاتھ یا کلام مشورہ سے مدد دینے
کی قوت ہو تو اسکا اسباب دوسرے غازی کا ہوگا پھر جاننا چاہیے کہ اگر امام نے تنفیل بعد خمس کی یعنی مثلا یون کہا کہ جسنے
کسی کافر کو قتل کیا تو پانچوان حصہ لینے کے بعد اسکا اسباب اسی قاتل کا ہے تو پانچوان حصہ اس اسباب میں سے لیا جائیگا
اور اگر مطلقا اسکے اسباب کو نفل کر دیا یعنی یون کہا کہ جسنے جس کافر کو قتل کیا اسکا اسباب اسی قاتل کا ہے تو اس صورت میں
اسباب میں سے پانچوان حصہ نہ لیا جائیگا اور یہی ہمارے علماء کا مذہب ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر امیر نے لشکر سے دار الحرب میں
جبکہ گروہ بمقابلہ دشمن صف آراستہ تھے کہا کہ جسنے جس دشمن کو قتل کیا اسکا اسباب اسی قاتل کا ہے پھر امیر لشکر نے خود کسی کافر کو قتل کیا
تو استحسانا مقتول کا اسباب امیر لشکر کا ہوگا اور اگر یون کہا کہ جس کافر کو میں نے قتل کیا تو اسکا اسباب میرا ہی ہوگا تو امیر
اس اسباب کا مستحق نہوگا اور اگر امیر نے یون کہا کہ جسنے تم میں سے کسی کافر کو قتل کیا تو اسکا اسباب قاتل ہی کا ہے پھر امیر لشکر نے
کسی کافر کو قتل کیا تو امیر کو کچھ نہ ملیگا اور اگر امیر نے کہا کہ جسکو میں نے قتل کیا اسکا اسباب میرا ہی ہے پھر کسی کو قتل نہ کیا
یہانتک کہ کہا کہ تم میں سے جسنے کسی کو قتل کیا تو اسکا اسباب اسی قاتل کا ہے پھر امیر نے خود کسی کافر کو قتل کیا تو امیر کو اسکا اسباب
ملیگا۔ اور اگر امیر نے لشکر سے کہا کہ اگر تم میں سے کسی مرد نے کسی کافر کو قتل کیا تو مقتول کا اسباب اسی کا ہے پھر دو آدمیون نے ایک
کافر کو قتل کیا تو استحسانا اسکا اسباب ان دونون کا ہوگا اور اسی طرح اگر یون کہا کہ جسنے قتل کیا کسی کافر کو تو مقتول کا اسباب
اسی کا ہے تو بھی صورت مذکورہ میں مقتول کا اسباب ان دونون کا ہوگا اور اگر تین آدمیون نے ایک کو قتل کیا تو استحسانا انکے
واسطے کچھ نہوگا قال المترجم یہ باسلوب عربیت ہے فی قولہ ان قتل رجل منکم و قولہ من قتل قتیلا اور ہماری زبان میں ترجمہ میں یہ گمان ہے
کہ ہر صورت میں سوائے ایک کے قاتل ہونے کے اس استحسان کے موافق اسباب کا استحقاق نہوگا واللہ تعالی اعلم۔ اور اگر امام نے کہا کہ جسنے

جسس کا فرکو قتل کیا تو اسکا اسباب اسی کا ہی پھر ایک مسلمان نے ایک کافر کو تیر یا نیزہ مارکر اسکو گھوڑے سے گرا دیا اور اپنے لشکر
میں کھینچ لایا اور کافر مذکور یہان چند روز رہکر اس زخم سے مرگیا اور ہنوز مال غنیمت تقسیم نہیں ہوا ہی تو اس مقتول کا اسباب اسکے
قاتل غازی کو ملیگا اور اگر کافر مذکور دارالاسلام میں آکر غنیمت تقسیم ہونے کے بعد مرگیا تو قاتل کو اس اسباب میں بانی خصوصیت کچھ
نہ ملیگا اور اگر غازی نے اسکو مجروح کیا اور مشرکون نے اس مجروح کو چھین لیا اور اپنے لشکر میں لے بھاگے اور غازی نے اسکا اسباب
لے لیا پھر اس غازی اور باقی غانمین میں اختلاف ہوا چنانچہ غازی نے کہا کہ مجروح مذکور قبل تقسیم غنیمت کے مرگیا اور غانمین نے کہا کہ نہیں
بلکہ بعد تقسیم غنیمت مرا ہی تو قول غانمین کا قبول ہوگا اور غازی کے گواہ ان لوگون پر قبول نہ ہونگے الا آنکہ گواہ مسلمان ہون اور
اگر کوئی مرد غازی ہی کافر کو اسکے گھوڑے کی زین سے اٹھا لایا اور صف یا لشکر کی طرف لاکر اسکو ذبح کر ڈالا تو اسکے اسباب
میں سے اس غازی کے واسطے کچھ نہ ہوگا اور ایسا کرنا مکروہ ہی اور اگر اسکو صف میں اٹھا لانے کے بعد اس سے قتال کر کے
اسکو قتل کیا تو وہ مستحق اسباب ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہی - اور اگر امیر لشکر نے کہا کہ جس نے کہ تم میں سے کسی کافر کو قتل کیا تو
اسکے اسباب کا مستحق ہی پھر دو غازیوں نے کسی کو قتل کیا تو اسکے اسباب کے مستحق نہ ہونگے - اور نوادر ابن سماعہ میں امام
ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر امیر نے کسی مسلمان سے کہا کہ اگر تو نے اس کافر کو قتل کیا تو اسکا اسباب تیرے ہی واسطے ہی پس
اس مسلمان اور ایک دوسرے مسلمان دونون نے اسکو قتل کیا تو پورا سامان اسی مسلمان کو ملیگا اور دوسرے کے واسطے
اسمین سے کچھ نہ ہوگا - اور منتقی میں مذکور ہی کہ اگر امام نے دس مسلمانون سے کہا کہ اگر تم نے قتل کیا ان دس کو فلانہ یا دس
مسلمانون سے کہا کہ اگر تم نے فلان قریہ کے لوگون کو اسیر کیا یا قتل کیا تو تمہارے واسطے چنین و چنان ہی یعنی کوئی چیز معین
چیز کی تنفیل کی پھر ان لوگون کے ساتھ سوائے انکے اور لوگ بھی شریک ہوگئے بدون اجازت امام مسلمین کے تو یہ سب کے
سب مال غنیمت میں شریک ہونگے اور فرمایا کہ یہ صورت مشابہ تنفیل شی معین کے نہیں ہی یہ محیط میں ہی - اور اگر امیر نے ایک
غازی سے کہا کہ اگر تو نے ایک کافر کو قتل کیا تو تیرے واسطے اسکا اسباب ہوگا پس اسنے دو کافرون کو قتل کیا تو اسکے واسطے
خاصۃً اول مقتول کا اسباب ہوگا اور اگر امیر نے تمام اہل لشکر سے کہا کہ اگر تم میں سے کسی مرد نے کسی کافر کو قتل کیا تو اسکے
واسطے اسکا اسباب ہوگا پھر انمین سے ایک نے دس کافرون کو قتل کیا تو ان سب کے اسباب کا مستحق ہوگا اور یہ استحسان ہی
اور اگر کسی مرد معین سے کہا کہ اگر تو نے کافر کو قتل کیا تو تیرے واسطے اسکا اسباب ہی پس اسنے دو کافرون کو ساتھ ہی قتل کیا تو اسکے
واسطے انمین سے ایک کا اسباب ہی پس دونون میں سے ایک سباب جسکو چاہے اختیار کرے اور اختیار کرنے کا کام اس قاتل کو
سپرد ہوگا نہ امام کو کذا فی الظہیریہ اور اسی طرح اگر امیر نے کہا کہ اگر تو نے کوئی قیدی حاصل کیا تو وہ تیرا ہوگا پس اسنے آگے پیچھے
دو قیدی پکڑے تو پہلا قیدی اسی کا ہوگا اور اگر اسنے ساتھ ہی دو قیدی پکڑے تو انمین سے ایک چھانٹ لینے کا اختیار
اسی کو ہوگا - اور اگر مشرکون کی صف میں سے دس مشرک نکل کر میدان میں قتال کرنے کو آئے اور مبارز طلب کیے پس امیر
نے دس مسلمانون سے کہا کہ انکی جانب نکل کر جاؤ اگر تم نے انکو قتل کیا تو انکے سامان تمہارے واسطے ہونگے پس مسلمان
نکلے اور ہر مسلمان نے اپنے مقابل کو قتل کیا تو استحسانا ہر قاتل کے واسطے اپنے مقتول کا اسباب ہوگا - اور اگر انھون نے
نو مشرکون کو قتل کیا اور دسوان بھاگ گیا تو استحسانا انکے اسباب کے مستحق ہونگے یہ محیط سرخسی میں ہی - اور اگر امیر نے کہا
کہ جسنے کافر کو قتل کیا تو اسکے واسطے اسباب ہی پھر ایک ذمی نے جو مسلمانون کے ساتھ ہوکر قتال کرتا تھا کسی کافر کو قتل کیا
تو اسکے اسباب کا مستحق ہوگا اور اسیطرح اگر کسی تاجر نے کسی کافر کو قتل کیا تو وہ بھی اسکے اسباب کا مستحق ہوگا خواہ قبل اسکے وہ

قتال کرتا ہو یا نہ کرتا ہو اور اسی طرح اگر مسلمان عورت یا ذمیہ عورت نے قتل کیا تو وہ بھی اپنے مقتول کے اسباب کی مستحق ہوگی۔ اور اسی طرح اگر غلام نے کسی کافر کو قتل کیا تو اسکے اسباب کا مستحق ہوگا خواہ وہ اسوقت مسلمانوں کے ساتھ ہوکر قتال کرتا ہو یا نہ کرتا ہو بہرحال یہ لوگ اپنے مقتول کے اسباب کے مستحق ہونگے۔ اور اگر امیر نے کہا کہ جسنے کسی کافر کو قتل کیا اسکے واسطے اسکا اسباب ہے پس اس کلام کو بعض نے سُنا اور بعض دیگر نے نہ سُنا پھر کسی نے ایک کافر کو قتل کیا تو مقتول کا اسباب اسکو ملیگا اگرچہ اُسنے کلام امام کو نہ سُنا ہو۔ اور اگر امام نے کوئی سریّہ روانہ کیا اور اپنے اہل لشکر میں کہا کہ میں نے اس سریّہ کے واسطے ہر غنیمت نفل کر دی حالانکہ اہل سریّہ میں سے کسی نے نہ سُنا تو استحساناً اہل سریّہ کو نفل ملیگی اور اگر امیر نے کہا کہ جسنے قیدی پکڑا وہ اُسی کا ہے پھر ایک نے دو یا تین قیدی پکڑے تو سب اُسی کے ہونگے۔ اور اگر امیر نے کہا کہ جو شخص تم میں سے کچھ چیز لایا اُسکے واسطے اس چیز میں سے تھوڑا ہوگا پھر ایک شخص کپڑے یا برتن لایا تو جسقدر اُن میں سے امیر کی رائے میں آوے اُسکو دیدے کہ یہ اختیار امیر کے ہاتھ ہے۔ اور اگر امیر نے کہا کہ جسنے کوئی کافر قتل کیا اسکے واسطے اسکا اسباب ہوگا پس اُسنے کسی اجیر کو جو مشرکوں کا مزدور تھا اور اُنکے ساتھ ہوکر لڑتا نہ تھا قتل کیا یا اُنکے ساتھ کے تاجر کو یا غلام کو جو اپنے مولی کے ساتھ خدمت گذارتا تھا یا ایسے شخص کو جو نعوذ باللہ مرتد ہوکر دار الحرب میں چلا گیا تھا یا ایسے ذمی کو جو عہد توڑ کر مشرکوں حربیوں کے ساتھ مل گیا تھا قتل کیا تو قاتل کو انکا اسباب ملیگا اور اگر اُسنے کسی عورت مشرکہ کو قتل کیا پس اگر وہ قتال کرتی تھی تو اُسکے اسباب کا مستحق ہوگا اور اگر قتال نہ کرتی تھی تو اُسکا اسباب قاتل کو نہ ملیگا اور اگر ایسے طفل کو جو ہنوز بالغ نہیں ہوا ہے قتل کیا تو اسباب نہ پاویگا اور اگر حربیوں میں سے کسی مریض یا مجروح کو قتل کیا تو اسکے اسباب کا مستحق ہوگا خواہ اس مریض یا مجروح کو استطاعت قتال ہو یا نہو۔ اور اگر بڈھے پھوس کو قتل کیا جس سے خود قتال کرنے یا رائے دینے کا وہم نہیں ہوتا ہے اور نہ اس سے نسل کی امید ہے تو اسکے اسباب کا مستحق نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر امیر نے کہا کہ جسنے کسی بطریق کو قتل کیا تو اُسکا اسباب اُسی قاتل کا ہے پھر بطریقوں میں سے نہیں بلکہ اُنکے فرزندوں میں سے ایک کو قتل کیا تو اسکے اسباب کا مستحق نہوگا اور اگر کہا کہ جسنے ادھیڑ کو قتل کیا اُسکا اسباب اسکے قاتل کا ہے پس اُسنے جوان کو قتل کیا تو اسکے اسباب کا مستحق ہوگا اور اگر امیر نے کہا کہ جو جوان قتل کرے پھر اُسنے بوڑھے کو قتل کیا تو اسباب کا مستحق نہوگا۔ اور اگر امیر نے کہا کہ جو اسیر کو لایا اسکے واسطے اسقدر نفل ہے پھر ایک شخص وصیف کو پکڑ لایا تو اُسکے واسطے کچھ نہ ہوگا اسواسطے کہ اسیر اسم بالغ مذکر کا ہے اور وصیف اسم صغیر کا ہے پس اُسنے جنس میں خلاف کیا اور اسی طرح اگر اُسنے کہا کہ جو وصیف لاوے اُسکے واسطے اسقدر ہے پھر ایک شخص اسیر یعنے بالغ مذکر کو یا دودھ پیتے ہوئے کو گرفتار کرکے لایا تو کچھ مستحق نہوگا اسواسطے کہ اُسنے جنس میں خلاف کیا۔ اور اگر امیر نے کہا کہ جسنے مشرکین کے صعلوکوں میں سے کسی صعلوک کو قتل کیا تو اسکے واسطے اُسکا اسباب ہوگا پھر کسی غازی نے ایک بطریق کو قتل کیا تو اسکے اسباب کا مستحق نہوگا اسواسطے کہ بطریق کے اسباب کی قیمت بہ نسبت اسباب صعلوک کے زیادہ ہوتی ہے۔ اور اگر کہا کہ جو شخص ہزار درم قیمت لایا اسکے واسطے اسقدر ہے پھر ایک شخص ہزار دینار لایا تو کچھ مستحق نہ ہوگا اسواسطے کہ خلاف جنس لایا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر لشکر اسلام دار الحرب میں داخل ہوا اور قبل ازانکہ قتال کی نوبت پہونچے امیر لشکر نے کہا کہ جسنے کسی کافر کو قتل کیا اسکے واسطے اُسکا اسباب ہوگا تو یہ حکم تنفیل کا ہر قتیل کے حق میں جسکو دار الحرب میں اپنے اسی جہاد میں قتل کریں برابر جاری رہیگا یہانتک کہ یہ لوگ دار الاسلام میں واپس آویں اور اگر اسی روز باہم مسلمانوں و مشرکوں کے درمیان لڑائی ہوئی اور کوئی فریق دوسرے سے منہزم نہوا حتی کہ پھر دوسرے روز لڑائی ہوئی اور کسی مسلمان نے کسی کافر کو قتل کیا تو اسکے اسباب کا مستحق ہوگا اسواسطے کہ جنگ اول باقی ہے تو تنفیل بھی باقی رہیگی اور

اگر کافرون نے شکست کھائی اور مسلمانون نے اُنکا پیچھا کیا تو حکم تنفیل مذکور باقی رہیگا اور اسی طرح اگر کافران حربی شکست کھا کر بھاگے اور اپنے قلعون مین داخل ہوئے اور مسلمان اُنکے تعاقب مین ہین ہنوز دار الحرب مین ہوئے حتی کہ کافرون نے اپنے قلعون مین قرار پکڑا اور مسلمانون نے اُنکا محاصرہ کر لیا اور برابر لڑائی جاری ہے تو تنفیل مذکور کا حکم برابر باقی رہیگا اور اگر کافران حربی نے شکست کھا کر اپنے شہرون و قلعون مین پناہ لی اور مسلمانون نے اُنکا پیچھا نہ کیا تو مسلمان لوگ ان شہرون و قلعون مین سے کسی شہر یا قلعہ کی طرف گذرے اور اُنکا محاصرہ کیا پھر کسی مسلمان نے کسی ایسے کافر کو قتل کیا جو شکست کھا کر یہان پناہ گزین ہوا ہے تو اسکے اسباب کا مستحق نہ ہوگا اور اسی طرح اگر مسلمانون نے منہزم شدہ کافرون کا پیچھا کیا اور راہ مین ایک قلعہ کی طرف گذر ہوا جسمین سوائے ان منہزم شدہ کافرون کے جنکا تعاقب کیا ہے ایک جماعت کفار با قوت و منعت ہے انمین سے کسی کافر کو کسی مسلمان نے قتل کیا تو اسکے اسباب کا مستحق نہ ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کوئی بطریق قتل کیا گیا پس امیر نے کہا کہ جو شخص اسکا سر لاوے اُسکے واسطے اسقدر نفل ہے پس اگر یہ بطریق مقتول و اُسکا سر ایسے مقام پر ہو کہ اُسپر قدرت نہین ہو سکتی ہے الا بقتال و خوف تو سر لانے والا مستحق نفل ہوگا اور اگر ایسے مقام پر ہو کہ بغیر قتال و خوف کے اسکا سر حاصل ہو سکتا ہے تو لانے والا کچھ مستحق نہ ہوگا اور اگر امیر نے میدان مین چند لوگون سے کہا ہو کہ جو شخص تم مین سے اسکا سر لاوے اسکے واسطے اسقدر ہے تو یہ تنفیل نہین بلکہ اجارہ فاسدہ ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر مسلمانون نے کافرون سے قتال کے واسطے صف بندی کی اور اسوقت مین امیر لشکر نے مسلمانون سے کہا کہ جو شخص کسی کافر کا سر لایا اسکے واسطے غنیمت مین سے پانچ سو درم ہین تو یہ مردون کے سرون پر ہوگی نہ لڑکون کے سرون پر چنانچہ جو شخص کسی مرد کافر کا سر لایا وہ مستحق پانچ سو درم کا ہوگا ورنہ نہین اور بخلاف اسکے اگر ایسی حالت مین کہ کفار شکست کھا کر بھاگ گئے اور لڑائی ختم ہوگئی ہے امیر لشکر نے کسی سے زبان عربی مین کہا کہ من جاء برأس فله کذا یعنی جو کوئی راس لاوے یعنی سر لایا اسکے واسطے پانچ سو درم ہین تو یہ قید یون پر ہوگی نہ مردون کے سر کاٹ لانے پر۔ اور اگر زید ایک مرد کافر کا سر لایا اور کہا کہ مین نے اسکو قتل کیا ہے اور اسکا سر لایا ہون اور عمرو نے کہا کہ مین نے اسکو قتل کیا مگر اسکا سر اس زید نے لے لیا ہے تو جو شخص اس مقتول کا سر لایا ہے وہی پانچسو درم کا مستحق ہوگا اور اسی کا قول قسم سے کہ مین نے اسکو قتل کیا ہے قبول ہوگا اور دوسرے پر اپنے دعوی کے گواہ لانا لازم ہین چنانچہ اگر اسنے مسلمان گواہ پیش کیے کہ اسی نے اسکو قتل کیا ہے تو اسکے واسطے پانچسو درم کا حکم دیا جائیگا اور اگر ایک شخص ایک سر لایا اور مسلمانون مین سے ایک نے کہا کہ یہ سر دشمنون مین سے ایک شخص کا ہے جو مر گیا تھا اور اُسنے اُسکا سر کاٹ لیا اور جو شخص سر لایا ہے وہ کہتا ہے کہ مین نے اسکو قتل کیا ہے تو قول اُسی کا قبول ہوگا جو سر لایا ہے ولیکن اُس سے قسم لیجائیگی۔ اور یہ اسوقت ہے کہ یہ معلوم ہو کہ یہ سر کسی مشرک کا سر ہے اور اگر شناخت نہ ہوتی ہو کہ یہ مسلمان کا سر ہے یا مشرک کا سر ہے اور معلوم نہین ہوتا ہے تو علامت سے شناخت کی جاویگی پھر اگر اسپر علامت مشرکان ہو مثلاً اسکے بال کترے ہوئے ہون تو وہ مستحق نفل ہوگا اور اگر اسپر علامت اسلام ہو مثلاً داڑھی مین خضاب سرخ ہو تو وہ مستحق نفل نہ ہوگا اور اگر اسطرح بھی شناخت نہین ہو سکتی اور اشتباہ موجود رہا یہ نہ کھلا کہ مسلمان کا سر ہے یا کافر کا تو لانے والا مستحق نفل نہ ہوگا اور اگر زید ایک سر لایا کہتا ہے کہ مین نے اسکو قتل کیا ہے اور اسکے ساتھ عمرو ہے وہ کہتا ہے کہ اسکو مین نے قتل کیا ہے اور زید سے قسم طلب کی پس زید نے قسم سے نکول کیا تو قیاساً دونون مین سے کوئی مستحق نفل نہ ہوگا اور استحساناً عمرو کو مال نفل دیا جائیگا۔ اور اگر دو آدمی ایک سر لائے کہتے ہین کہ ہم دونون نے اسکو قتل کیا ہے اور یہ مذکور دونو ان کے لئے

میں ہے تو مال نفل ان دونوں کے درمیان تقسیم کیا جائیگا اور اسی طرح اگر تین آدمی یا زیادہ ہوں تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط
میں ہے۔ اور اگر امیر لشکر نے کہا کہ جو اس شہر کے دروازہ سے یا اس قلعہ کے دروازہ سے یا اس مطمورہ کے دروازہ سے داخل
ہوا اسکے واسطے ہزار درم ہیں پھر مسلمانوں میں سے ایک قوم ہجوم کر کے ایکبارگی آئیں داخل ہو گئی پھر آگے گئے انکا ایک
دوسرا دروازہ بند نظر آیا تو ان لوگوں کے واسطے نفل کا استحقاق ہو گا اور ان میں سے ہر ایک ہزار درم کا مستحق ہو گا بخلاف
اسکے اگر امیر نے کہا کہ جو آئیں داخل ہوا اسکے واسطے چہارم غنیمت ہے پھر دس آدمی ایکبارگی داخل ہوئے تو انکے واسطے فقط ایک
چوتھائی غنیمت ملیگی جس میں سب شریک ہونگے اور اگر ایک داخل ہوا پھر دوسرا داخل ہوا تو برابر ایسے ہی داخل ہونے والے اس
مقدار نفل میں شریک ہوتے جاوینگے یہانتک کہ دشمن ملتجی ہو وے۔ اور اگر امیر لشکر نے کہا کہ جو دروازۂ مطمورہ میں داخل ہوا
اسکے واسطے اس مطمورہ کا بطریق ہے یعنی بطریق مذکور اسکو دیا جائیگا پھر ایک جماعت داخل ہوئی تو انکے واسطے فقط یہی
بطریق ہوگی بخلاف اسکے اگر امیر نے مطلقاً کہا کہ اسکے واسطے بطریق ہے پھر چند لوگ داخل ہوئے تو ہر ایک کو ایک ایک بطریق
علیحدہ علیحدہ ملیگا اور اگر قلعہ کے اندر فقط تین بطریق پائے گئے تو ان لوگوں کے واسطے یہی تین بطریق ہونگے اور کچھ
نہ ملیگا بخلاف اسکے اگر کہا کہ جو شخص آئیں داخل ہوا اسکے واسطے ایک باندی ہے پھر لوگ داخل ہوئے اور قلعہ فتح ہونے پر
دیکھا گیا کہ آئیں فقط دو یا تین باندیاں ہیں تو ہر ایک داخل ہونے والے کے واسطے اوسط درجہ کی باندی کی قیمت ہوگی اسواسطے
کہ یہ کہنا کہ اسکے واسطے ایک باندی ہے اسکے یہ معنی ہیں کہ اسکے واسطے اوسط درجہ کی باندی کی قیمت ہوگی اور اگر یوں کہا
کہ تو اسکے واسطے انکی باندیوں میں سے ایک باندی ہوگی پھر دیکھا گیا تو آئیں فقط دو یا تین باندیاں ہیں تو مثل مذکورہ
سابق ان سب داخل ہونے والوں کو یہی باندیاں ملینگی اور کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر امام نے کہا کہ جو آئیں داخل ہوا اسکے واسطے
ہزار درم ہیں پس کچھ لوگ جانب دروازہ سے داخل ہوئے اور کچھ لوگ چھت کی طرف سے اس طرح اترے کہ اوروں نے انکو انکی
اجازت سے لٹکا کر اتار دیا پس ان سب نے قلعہ مذکور فتح کر لیا تو یہ لوگ مال کے مستحق ہونگے یعنی ہر ایک ہزار درم کا مستحق ہوگا
مگر یہ حکم اسوقت ہے کہ لٹکا کر ایسی جگہ پہونچ گئے ہوں کہ اہل قلعہ سے مقابلہ کر سکتے ہوں اور اگر ایسی جگہ ہوں کہ مقابلہ نہیں کر سکتے
مثلاً دیوار سے ایک ہاتھ یا زیادہ ہاتھ لٹکے ہوئے ہوں تو یہ لوگ نفل کے مستحق نہ ہونگے اور اگر لٹکانے والوں نے انکو لٹکایا حتی
کہ جب بیچ تک پہنچے تو رسی ٹوٹ گئی اور یہ لوگ قلعہ میں گر گئے تو ایسی صورت میں بھی مستحق نفل ہونگے۔ اور اگر امیر نے کہا کہ جو
اول داخل ہوا اسکے واسطے تین راس بردے ہیں اور جو دوم داخل ہوا اسکے واسطے دو راس اور جو سوم داخل ہوا اسکے واسطے
ایک راس ہے پس اگر ایک داخل ہوا پھر ایک اور داخل ہوا تو ہر ایک اسیقدر کا مستحق ہوگا جو اسکے واسطے بیان کر دیا ہے اور اسی طرح
اگر کہا کہ تم میں جو داخل ہوا اسکے واسطے تین راس بردے ہیں اور دوم کے واسطے دو راس اور سوم کے واسطے ایک راس ہے تو بھی یہی
حکم ہے اور اگر تینوں ساتھ ہی داخل ہوئے تو اول و ثانی کی نفل باطل ہوگئی اور ثالث کی نفل میں یہ لوگ سب مشترک ہونگے اور
اگر اول مرتبہ دو ایک ساتھ داخل ہوئے تو اول کی نفل باطل ہوئی اور دوم کی نفل میں یہ دونوں شریک ہونگے۔ اور اگر کسی
کو سے کہا کہ اگر تو اولاً داخل ہوا تو میں تجھے کھانا نہ دونگا اور اگر تو دوبارہ داخل ہوا تو تیرے واسطے دو راس بردے ہیں پھر وہ
اولاً داخل ہوا تو قیاساً اسکے واسطے کچھ نہیں ہے مگر استحساناً وہ نفل مشروط یعنی دو بردے کا مستحق ہوگا اور اگر اس سے پہلے
ایسی گفتگو نہ ہوئی ہو تو وہ کچھ مستحق نہ ہوگا۔ اور اگر امیر نے تین مخصوص شخصوں سے کہا کہ جو تم میں سے اس قلعہ کے دروازہ سے اولاً
داخل ہوا اسکے واسطے تین راس بردے ہیں اور دوم کے واسطے دو راس اور سوم کے واسطے ایک راس ہے پھر ان تینوں میں سے

ایک مرد اس قلعہ کے دروازہ سے داخل ہوا تھا لا کر اسکے ساتھ مسلمانوں میں سے ایک جماعت ہو تو تین حصے اسی
کے واسطے ہونگے اسواسطے کہ امیر نے ان کی طرف سے اس نفل میں اضافت کر دی ہے چنانچہ یہ کہدیا کہ تم میں سے پس
مراد اسکی اول سے یہ ہوئی کہ تم میں سے جو اول داخل ہو خواہ تنہا یا جماعت کے ساتھ آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر امیر نے یوں
کہا کہ آدمیوں میں سے جو اول داخل ہو پھر ایک مرد داخل ہوا اور اسکے ساتھ چند بہائم گھس گئے یا کہا کہ مردوں میں سے
جو اول داخل ہو پھر ایک مرد داخل ہوا اور اسکے ساتھ چند عورتیں گھس گئیں تو یہ اول داخل ہونے والا مستحق نفل مشروط
ہوتا ہے پس ایسا ہی صورت مذکورہ میں بھی ہے اور اگر امیر نے تینوں سے یوں کہا کہ تم میں سے جو شخص کہ لوگوں سے قبل اولاً
داخل ہوا تو اسکے واسطے اسقدر نفل ہے پھر ان میں ایک داخل ہوا اور اسکے ساتھ دوسرا شخص بھی انہیں میں سے یا اور لوگوں
مسلمانوں یا کافروں میں سے داخل ہوا تو اسکے واسطے کچھ استحقاق نہ ہوگا اور اگر امیر نے کہا کہ مسلمانوں میں سے جو شخص
اولاً اس قلعہ میں داخل ہوا اسکے واسطے تین پانچویں ہیں پھر اس قلعہ میں پہلے ایک ذمی داخل ہوا پھر ایک مسلمان داخل ہوا
تو وہ نفل مذکور کا مستحق ہوگا بخلاف اسکے اگر کہا کہ لوگوں میں جو شخص اولاً اس میں داخل ہوا اسکے واسطے تین پانچویں ہیں
پھر ایک ذمی پہلے داخل ہوا پھر ایک مسلمان داخل ہوا تو مسلمان مذکور مستحق نفل نہ ہوگا اور اگر امیر نے کہا کہ کل جو شخص کہ تم میں
سے اولاً اس قلعہ میں داخل ہوا اسکے واسطے ایک بردہ ہے پھر پانچ آدمی ایک ساتھ داخل ہوئے تو ہر ایک داخل ہونے والا ایک غلام
کا مستحق ہوگا بخلاف اسکے اگر یوں کہا کہ جو داخل ہوا یا کوئی مرد کہ داخل ہوا تو یہ حکم نہیں ہے اسواسطے کہ یہ کلمہ ایک فرد کے
واسطے ہے اور اگر امیر نے کہا کہ جو شخص تم میں پانچواں داخل ہوا اسکے واسطے ایک راس ہے پھر پانچ آدمی ایک ساتھ داخل ہوئے
تو انہیں ہر ایک داخل ہونے والا پانچویں کی نفل کا مستحق ہوگا جیسا مبسوط میں ہے اور اگر امیر نے کہا کہ جسنے سونا پایا وہ اسکا
ہے یا کہا کہ جسنے چاندی پائی وہ اسکی ہے پھر ایک شخص نے تلوار جس میں چاندی یا سونے کا حلیہ ہے پائی تو یہ حلیہ اسکا ہوگا اور تلوار
غنیمت میں ہوگی پس دیکھا جائیگا کہ اگر حلیہ الگ کرنے میں ضرر فاحش نہ ہو تو تلوار میں سے الگ کر کے اس شخص کو دیا جائیگا اور اگر حلیہ
الگ کرنے میں ضرر فاحش ہو تو قیمت حلیہ اور قیمت شمشیر پر نظر کیجائیگی پس اگر حلیہ کی قیمت زیادہ ہو تو اس شخص کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے
تلوار کی قیمت دیکر تلوار مع حلیہ لیلے اسی طرح حلی سے لے اور اگر تلوار کی قیمت زیادہ ہو تو امام کو اختیار ہوگا چاہے اس شخص کو حلیہ کی
قیمت خلاف جنس حلیہ کے نقد سے جو ساختہ ہو دیدے یعنی اگر حلیہ چاندی کا ہے تو دیناروں سے اسکی قیمت یا سونے کا ہے تو دراہم سے
اسکی قیمت دیدے اور تلوار مع حلیہ کے غنیمت میں داخل کرے اور چاہے حلیہ اسکے پاس چھوڑ دے اور اگر دونوں میں سے کسی نے قبول
تو تلوار فروخت کر دی جائیگی اور اسکا ثمن اس تلوار کے پھل اور حلیہ کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا پس ثمن میں سے جو حصہ قیمت حلیہ کے
پڑتے میں پڑے وہ اس شخص کا ہوگا جسکے واسطے نفل کی گئی تھی اور باقی داخل غنیمت ہوگا - اور کتاب میں یہ مذکور نہیں ہے کہ
اگر تلوار کی اور حلیہ کی قیمت مساوی ہو تو کیا حکم ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اس صورت میں امام کو اختیار حاصل ہونا چاہیے کچھ شک
نہیں ہے اور اگر شیخ منقش یا لگام منقش یا جلد منقشی ہوئی مفضض ہیں وہ اپنی کتاب میں لکھتے تھے اس شخص نے پائی جسکی
نسبت امام نے سونا و چاندی نفل کر دی ہے تو اسکو فقط چاندی ملیگی اور اصل شی داخل غنیمت ہوگی اور اسی طرح اگر سونے یا چاندی
کا زیور جسمیں نگینے جڑے ہیں یا انگوٹھی جس پر نگینہ ہو پائی تو زیور اسکا ہوگا اور اس میں سے سب نگینے نکال کر غنیمت میں داخل کیے
جاوینگے - اور اگر اسنے کواڑ پائے جسمیں چاندی کی کیلیں اس طرح جڑی ہیں کہ اگر انکو جدا کیجاویں تو دروازہ تباہ ہو جاتا ہے یا
دروازہ نہ باقی رہے تو ایسی حالت میں اسکو کچھ نہ ملیگا اور اسی طرح اگر زین میں اس طرح کی کیلیں جڑی ہوں یا اسپر ایک یا دو

چہلیاں اسطرح ہو گئی ہوں کہ اکھاڑ لینے کی صورت میں زینت نہیں رہتی ہے تباہ ہو جاتی ہے تو بھی اسکو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر اسنے
مشرکوں میں سے کوئی شخص گرفتار کیا جسنے اپنے دانت سونے سے باندھ رکھے تھے تو اسکو یہ سونا نہ ملیگا بخلاف اسکے اگر اسنے انگوٹھی پائی
سونے کی ... تو اسکو یہ نہ ملیگی۔ اور اگر امیر نے کہا کہ جسنے زیور پایا وہ اسی کا ہے پھر ایک نے کافروں کے بادشاہ کا تاج پایا
تو یہ اسکا نہ ہوگا ... اگر تاج ہمارے زمانہ میں سے ہو تو اسکا ہوگا اور اگر اسنے موتی پایا یا یاقوت یا زمرد پایا جسمیں کچھ سونا نہیں ہے
تو امام اعظمؒ ... کے نزدیک یہ اسی کے ہونگے۔ اور اگر امیر نے کہا کہ جسنے لوہا پایا وہ اسی کا ہے اور
... سونا ... اور کچھ پایا تو اسکو اسکا نصف ہے تو لوہا سب اسی کو ملیگا خواہ تیر ہو یا برتن یا ہتھیار وغیرہ اور رہا
جوشن تلوار و تیر کی ... سے نصف اسکا ہوگا کیونکہ وہ غیر حدید ہے اور اگر کہا کہ جسنے سونا یا چاندی پائی وہ اسی کی ہے
پھر ایک نے سونے کی بافت کا کپڑا پایا پس اگر سونا اسکا تار ہو تو اسکو کچھ نہ ملیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر امیر نے اہل لشکر
سے کہا کہ جس نے تم میں سے سونا پایا تو اسمیں سے اسکے واسطے اسقدر ہے تو اس تنفیل کی تحت میں درہم مضروب و سونے کا
زیور و تیر سب داخل ہونگے اور اسی طرح اگر کہا کہ جسنے چاندی پائی تو تنفیل کے تحت میں درہم مضروب و چاندی کا زیور و
چاندی کا تیر سب داخل ہونگے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ جسنے قز پائی وہ اسی کی ہے پھر ایک شخص نے قبا یا جبہ پایا جسکی تہ
میں قز بھری ہے تو اسکے واسطے کچھ نہ ہوگا اور اگر کہا کہ جس نے قز کا کپڑا پایا وہ اسی کا ہے پھر ایک شخص نے ایک جبہ پایا جسکا استر قز
کا اور ابرہ اور کپڑا ہے تو اسکو قز کا کپڑا ملیگا اور دوسرا کپڑا داخل غنیمت ہوگا پس یہ جبہ فروخت کر دیا جائیگا اور اسکا
ثمن اسکے استر کی قیمت اور باقی کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا چنانچہ جسقدر بمقابلہ قیمت استر ہے وہ اس شخص کو دیا جائیگا
اور باقی داخل غنیمت ہوگا اور اگر کہا کہ جسنے جبہ حریر پایا وہ اسی کا ہے پھر ایک نے جبہ پایا جسکا ابرہ یا استر حریر ہے پس اگر
اسکا ابرہ حریر ہو تو پورا جبہ اسی کا ہوگا اور اگر استر حریر ہو تو اسکے واسطے اسمیں سے کچھ نہ ہوگا اور اگر کہا کہ جسنے جبہ خز پایا
وہ اسی کا ہے پھر ایک نے ایک جبہ پایا جسکا ابرہ خز ہے اور استر سمور یا قز تو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ جبہ کی نسبت سمور یا فنک
کی طرف ہوتی ہے نہ خز کی طرف یعنی سمور کا جبہ کہلائیگا خز کا نہ کہلائیگا اور اگر کہا کہ جسنے خز کا کپڑا پایا وہ اسی کا ہے پھر ایک نے جبہ
خز پایا کہ اسکا استر سمور یا فنک ہے تو اسمیں فقط ابرہ اسکا ہوگا اور اگر کہا کہ جسنے فنک پایا وہ اسی کا ہے پھر ایک نے جبہ خز پایا جسکا
استر فنک ہے تو استر اسی کا ہوگا اسواسطے کہ استر کپڑا کہلاتا ہے۔ اور اگر معین کر کے کہا کہ جسنے یہ جبہ خز پایا وہ اسی کا ہے پھر ایک
نے اسکو پایا پھر دیکھا گیا تو اسکا استر فنک وغیرہ کسی دوسرے کپڑے کا ہے تو پورا جبہ اسی کا ہوگا۔ اور اگر کہا کہ جسنے تم میں سے
قبا ... پائی وہ اسی کی ہے پھر ایک نے اس صنف کی قباء بھری پائی جسکا استر خز نہیں ہے یا ابرہ خز نہیں ہے تو اسکو
فقط ابرہ ملیگا۔ اور اگر کہا کہ جو جزور لایا وہ اسی کے واسطے ہے پھر ایک جزور یا گائے یا بیل لایا تو اسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر کہا
کہ جو جزور لایا وہ اسی کے واسطے ہے پھر ایک شخص ناقہ یا اونٹ لایا تو اسی کے واسطے ہوگا اور اگر کہا کہ جو شخص بقرہ لایا وہ
اسی کے واسطے ہے پھر ایک شخص بھینس لایا تو اسکے واسطے کچھ نہ ہوگا اور اگر کہا کہ جو شخص کبش لایا وہ اسی کے واسطے ہے پھر ایک
شخص ... لایا تو اسکو کچھ نہ ملیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ جسنے بز حاصل کیا تو یہ لفظ روئی کے اور کتان کے
کپڑے ... کو شامل ہوگا ایسا ہی امام محمدؒ نے سیر کبیر میں ذکر فرمایا ہے اور مشائخ نے کہا کہ یہ اہل کوفہ کے عرف پر ہے کیونکہ اہل کوفہ
کے عرف میں بز کا لفظ روئی و کتان کے کپڑے پر واقع ہوتا ہے اور اسکا بیچنے والا بزاز کہلاتا ہے اور ہمارے دیار کے عرف
میں بز کا لفظ روئی و کتان پر واقع نہیں ہوتا ہے اور اسکا بائع بزاز نہیں کہلاتا ہے بلکہ کرباسی کہلاتا ہے اور ہمارے عرف میں

بز کا لفظ فقط ریشمی کپڑوں پر واقع ہوتا ہے اور روئی کے بائع کو بزاز بولتے ہیں قال المترجم ہمارے عرف میں بزاز
ہر قسم کے کپڑے فروخت کرنے والے کو کہتے ہیں کچھ خصوصیت ریشمی و روئی و کتان کی نہیں ہے اور لفظ بز کا استعمال
بطور عرف نہیں ہے اور ثوب کا اطلاق شامل ہے دیباج کو و ریشموں کو یعنی سندس و قز و کمسار اور اسکے مانند کو اور نہیں
شامل ہے فرش و ٹاٹ و کمل و پردہ وغیرہ کے مانند کو اور اس لفظ کے تحت میں ٹوپی و عمامہ داخل نہیں ہے اور لفظ متاع کا
اطلاق کپڑوں و قمیص و فرش و پردوں پر ہوتا ہے پس اگر ثوب کی نفل کر دی اور اسنے انہیں سے کوئی چیز پائی تو اسکا مستحق
ہوگا اور اگر ظروف و چھاگلیں و قمقمے و پتیلیاں تانبے یا پیتل کی پائیں تو اسکو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر امیر لشکر اسلام نے
دار الحرب میں داخل ہونے کا قصد کیا اور اسنے دیکھا کہ مسلمانوں کے پاس زرہیں کم ہیں حالانکہ انکو اسنے قتال میں انکی
ضرورت ہے پس اسنے کہا کہ جو شخص زرہ کے ساتھ داخل ہوا اسکے واسطے غنیمت میں سے اسقدر نفل ہے یا کہا کہ اسکے واسطے فلان
حصہ غنیمت کا حصہ ہے تو اسمیں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ جو شخص دو زرہ کے ساتھ داخل ہوا اسکے واسطے
اسقدر ہے تو اسمیں بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اور اگر کہا کہ جو شخص تین زرہوں کے ساتھ داخل ہوا اسکے واسطے تین سہم ہیں اور
جو چار زرہوں کے ساتھ داخل ہوا اسکے واسطے چار سہم ہیں تو انمیں سے دو زرہوں کی نفل جائز ہے اور اس سے زیادہ جو ہے
اسکی نفل نہیں روا ہے یعنی ابتدا سے منعقد ہی نہ ہوگی اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر تین زرہوں کا پہننا ممکن ہے اور انکو پہن کر
قتال کر سکتا ہے اور اسمیں مسلمانوں کے حق میں کچھ زیادہ نفع ہے تو تین کے ساتھ بھی نفل جائز ہوگی۔ اور اگر امیر نے کہا کہ جو شخص
گھوڑے کے ساتھ داخل ہوا اسکے واسطے اسقدر ہے تو اسکی تنفیل نہیں روا ہے بخلاف اسکے اگر کہا کہ جو شخص زرہوں کے ساتھ
داخل ہوا اسکے واسطے اسقدر ہے کہ یہ جائز ہے اور تلوار میں نیزوں ڈھالوں کے ساتھ داخل ہونے کی صورت ذکر کرکے جواب دیا
کہ اسکی تنفیل بھی جائز ہے اور اسی طرح اگر امیر نے گھوڑے سواروں سے کہا کہ جو شخص تم میں سے داخل ہوا اور اسکے گھوڑے
پر ایک تجفاف ہے تو اسکے واسطے اسقدر ہے اور جو اسطرح داخل ہوا کہ اسکے گھوڑے پر دو تجفاف ہیں تو اسکے واسطے اسقدر
نفل ہے تو جاننا چاہیے کہ یہ مسئلہ بعض نسخوں میں مذکور ہے اور اسکی صورت میں ذکر کیا کہ ایک شخص دو تجفاف کے ساتھ داخل
ہوا اور اسکے ساتھ دو گھوڑے ہیں تو دونوں کے واسطے جو نفل قرار دی ہے وہ جائز ہے اور بعضے نسخوں میں ہے کہ ایک شخص دو
تجفاف کے ساتھ داخل ہوا اور اسمیں دو گھوڑوں کے ساتھ ہونے کا ذکر نہیں ہے اور جواب یہی مذکور ہے کہ دونوں کی تنفیل
جائز ہے اور حکم دونوں حال میں صحیح ہے۔ اور اگر امیر نے کہا کہ جو شخص تم میں سے تین تجفاف کے ساتھ داخل ہوا تو اسکے واسطے
اسقدر ہے تو دو تجفافوں کی نفل جائز ہوگی اور اس سے زیادہ کی جائز نہ ہوگی اور شیخ الاسلام نے کہا کہ اس صورت میں اس سے
زیادہ کی بھی جائز ہوگی کیونکہ تین تجفاف میں اسکے حق میں اور مسلمانوں کے حق میں منفعت ہو جیسے تین زرہوں کی صورت میں مذکور
ہوا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر امیر نے کسی کو دیوار قلعہ پر دیکھا جو مسلمانوں سے قتال کرتا ہے پس کہا کہ جو شخص چڑھ کر
اسکو پکڑ لائے تو وہ اسی کے واسطے اور پانچسو درم ہیں پھر ایک شخص چڑھکر پکڑ لایا تو بھی پوری نفل پاویگا اور اگر یہ شخص دیوار
قلعہ سے باہر کی طرف گر پڑا حالانکہ امیر نے اسکی گرفتاری کیواسطے نفل مذکور مقرر کر دی تھی پھر اسکو کسی مسلمان نے گرفتار کر کے
قتل کر دیا تو اسکو کچھ نفل نہ ملیگی اور اگر دیوار قلعہ سے اسکو کسی مسلمان نے تیر مارکر گرا دیا تو وہ نفل کا مستحق ہوگا اور اگر کوئی شخص
دیوار پر چڑھ گیا اور اسکا قصد کیا حالانکہ وہ دیوار سے اندر قلعہ کی جانب گر پڑا ہے پس اسکو قتل کر دیا تو نفل کا مستحق ہوگا اور اگر امیر نے
دیوار قلعہ پر کسی کو دیکھکر کہا کہ جس نے اسکو گرفتار کیا اسی کا ہے پھر وہ مذکور دیوار سے باہر کی جانب گر پڑا اور کسی نے اسکو پکڑا تو

دیکھا جائیگا کہ اگر ایسے مقام پر گرا ہو کہ مسلمانوں کی گرفتاری سے رکا جاتا ہو تو گرفتار کرنے والے کا ہوگا اور اگر ایسے مقام
پر گرا ہو کہ مسلمانوں کے گرفتار کرنے سے رکا نہیں جاتا ہو تو اُسکا نہ ہوگا۔ اور اگر امیر نے کہا کہ جو قلعہ پر چڑھکر اہل قلعہ پر اترا
اسکے واسطے اسقدر ہے پھر ایک شخص دیوار قلعہ پر چڑھ گیا مگر اندر نہیں اتر سکتا ہو تو اسکے واسطے کچھ نہوگا۔ اور اگر امیر نے ایک ثلمہ دیکھکر کہا
کہ جو ثلمہ سے داخل ہوا اسکے واسطے اسقدر ہے پھر ایک شخص دوسرے ثلمہ سے داخل ہوا تو دیکھا جائیگا کہ اگر دوسرا ثلمہ سختی و تکلیف میں
مثل اول کے ہو تو وہ نفل کا مستحق ہوگا اور اگر اس سے کم ہو تو کچھ مستحق نہوگا۔ اور اگر امیر نے کہا کہ جو شخص ہمکو راہ بتا دے دس نفر قیدی
پر اسکے واسطے ایک نفر ہے پھر ایک نے بتائی اور اسکے راہ بتانے کے پتہ ونشان پر مسلمان لوگ گئے اور یہ راہ بتانے والا انکے
ساتھ نہ گیا اور انھوں نے رستہ پائے تو راہ بتانے والے کے لیے کچھ نہوگا بخلاف اسکے اگر امیر نے حربی قیدیوں سے کہا کہ تم
میں سے جسنے دس نفر پر رہنمائی کی وہ آزاد ہے پھر انمیں سے ایک نے دس نفر پر راہ بتائی اور خود ساتھ نہ گیا اور مسلمان لوگ
پتہ ونشان بتائے ہوئے پر گئے اور وہاں انھوں نے دس نفر اسیر کیے تو راہ بتانے والا آزاد ہوگا لیکن چھوڑ نہ دیا جائیگا کہ دار الحرب
میں واپس جاوے لیکن اگر قیدی مذکور نے یہ شرط کر لی ہو کہ جب میں تمکو راہ بتا دوں اور پہونچا دوں تو میں آزاد ہوں کہ مجھے
چھوڑ دو کہ میں اپنے شہر کو چلا جاؤں تو اس صورت میں کہ اسنے راہ بتائی اور مسلمان اسطرح پہونچ گئے تو اسکی راہ چھوڑ دیجائیگی
اور اگر اسیر نے کہا کہ میں تمکو دس لڑنیوالوں پر راہ بتا دونگا اور میں آزاد ہوں پس امام نے کہا کہ ہاں پھر وہ گیا اور اسنے راہ بتائی
یعنی دس ملگئے تو وہ آزاد نہوگا۔ اور اگر امام نے اہل حرب سے کہا کہ ہمکو سو نفر دیدو بشرطیکہ تم لوگ اپنے قلعوں میں امن سے رہو
پس انھوں نے نوے نفر دیے تو امام کو روا ہے کہ انسے مقاتلہ کرے ولیکن جسقدر لیے ہیں انکو واپس کر دیگا اور اگر یہ لوگ سب
مسلمان ہو گئے یا بعض مسلمان ہو گئے تو انکی قیمت واپس کر دیگا اور اگر امام نے سردار اہل قلعہ سے کہا کہ تمہارے پاس جو سو نفر مسلمان قیدی
ہیں ہمکو دیدو اس بنا پر کہ تم امن میں ہو پھر اسنے نوے نفر دیے تو انسے مقاتلہ کرے اور یہ نہیں ہے کہ کوئی بھی واپس دیگا اور نہ کچھ معاوضہ میں لیگا۔
اور اگر امیر نے کسی قیدی سے کہا کہ جسنے ہمیں دلالت کی دس قتال کرنے والوں پر یعنی ایسے دس آدمیوں حربیوں پر جو قتال کرنے کی قدرت رکھتے
ہیں تو وہ آزاد ہے پھر ایک قیدی نے انکو لیجا کر ایسے دس حربیوں پر دلالت کی جو ایک قلعہ کے اندر ہیں کہ انپر دسترس نہیں ہے تو وہ آزاد
نہوگا اور اگر اُسنے ایسے دس حربیوں پر دلالت کی جنپر دسترسی بوجہ قلعہ وغیرہ کے ممتنع نہیں ہے ولیکن وہ مسلمانوں سے
بھاگ گئے تو دیکھا جائیگا کہ اگر وہ مسلمانوں کے قریب پہنچ جانے سے پہلے بھاگ گئے تو مقہور کر لینے و غالب ہو جانے کی دلالت اسکے
طرف سے نہ پائی گئی پس وہ آزاد نہ ہوگا اور اگر مسلمانوں کے قریب ہو جانے کے بعد وہ بھاگ گئے تو وہ آزاد ہوگا اور اگر امیر لشکر نے
قیدیوں سے کہا کہ جس نے ہمکو فلان قلعہ یا اپنے جنگل یا لشکرگاہ دشمن کی دلالت کی تو وہ آزاد ہے پھر انمیں سے ایک نے انکو اسطرح
رہنمائی کی مگر اہل اسلام ظفر یاب نہ ہوئے تو قیدی مذکور آزاد ہوگا اور اگر امیر نے دار الحرب میں غنائم حاصل کیے اور دار الاسلام
کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ جو شخص ہمکو دار الاسلام کے سیدھے راستہ پر دلالت کرے اسکے واسطے ایک نفر ہے پھر ایک مسلمان
نے اسکو پتہ ونشان بتا کر راہ دار الاسلام کی رہنمائی کی اور خود ساتھ نہ گیا تو وہ کچھ مستحق نہ ہوگا اور اگر انکے ساتھ گیا اور راستہ کی
دلالت کی تو اسکو اسکا اجر المثل ملیگا کہ مسمی سے تجاوز نہ ہوگا یعنے اگر ایسے رہنمائی کرنے والے کی اجرت ایک نفر بردہ ہے تو اسکو بردہ ملیگا
اور اگر کم ہو تو کم ملیگی اور اگر زیادہ ہو تو بردہ سے زیادہ نہ ملیگی۔ اور اگر کہا کہ جسنے ہمکو راہ کی دلالت کی تو اسکے واسطے اسکی اہل و اولاد
ہوگی پھر ایک قیدی نے اسکو راہ بتلائی تو یہ لوگ یعنی قیدی و اسکے اہل و اولاد اپنے قیدی ہونے میں بمثل سابق اسیر ہونگے
اور اگر کہا کہ تو اسکے واسطے اسکی جان اور اسکے اہل و اولاد و سو درہم از غنیمت ہونگے پھر اسنے رہنمائی کی تو اسکے واسطے یہ سب ہونگے

اور اگر کہا کہ اگر کسی نے ہمکو فلان حصن کے راہ کی رہنمائی کی تو وہ آزاد ہے پھر ایک قیدی نے انکو اس قلعہ کی کئی راہوں مین سے
جو سب سے دور کی راہ تھی وہ بتلائی تو وہ آزاد ہو جائیگا بشرطیکہ لوگ یہ راہ چلتے ہوں اور اگر لوگ اس راہ سے وہاں
نجاتے ہوں تو وہ آزاد نہوگا۔ اور اگر امیر نے کہا کہ جسنے ہمکو فلان قلعہ کی فلان راہ بتلائی تو وہ آزاد ہے پھر ایک قیدی نے ہمکو
سوائے اس راہ کے دوسری راہ کی دلالت کی تو دیکھا جائیگا کہ جس راہ کو امیر نے بیان کیا ہے یہ دوسری راہ فراخی اور رفاہیت
مین اُسکے مثل ہو تو وہ آزاد ہوگا اور اگر اس دوسری راہ مین بنسبت راہ مذکورہ امیر کے مشقت زیادہ ہو تو آزاد نہ ہوگا
یہ محیط سرخسی مین ہے۔ امیر لشکر نے اگر دار الحرب مین اہل لشکر کو تنفیل کی اور کہا کہ جسنے کراع و سلاح و متاع وغیرہ ایسی
چیزون سے کچھ حاصل کیا تو اُسکے واسطے اُس مین سے چہارم ہے تو اس تنفیل کے تحت مین ہر وہ آدمی داخل ہوگا جسکو مال غنیمت مین سے حصہ
بطور سہم یا بطور رضخ کے کچھ ملتا ہو اور جسکو سہم یا رضخ کسی طرح کچھ غنیمت سے نصیب نہین ملتا ہو وہ اس تنفیل مین داخل نہوگا
پس عورتین و لڑکے و غلام و اہل ذمہ کہ جنکو غنیمت مین سے بطور رضخ ملتا ہے وہ اس نفل کے مستحق ہونگے یہ محیط مین لکھا ہے
ولیکن اگر امام نے آزاد و بالغ مسلمانون کی تخصیص کر دی ہو تو ایسی صورت مین عورتون و لڑکون و غلامون و اہل ذمہ کو
اس تنفیل مین کچھ استحقاق نہ ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور تاجر لوگ اہل استحقاق غنیمت سے ہین پس وہ مستحق نفل بھی ہونگے
اور جو حربی کہ اُسنے ہم سے امان کر لی ہے اگر بدون اجازت امام کے اُسنے قتال کیا تو اُسکے واسطے غنیمت سے کچھ نہین ہے پس
وہ مستحق نفل بھی نہ ہوگا اور اگر اُسنے باجازت امام قتال کیا ہو تو بطور رضخ کے وہ مستحق غنیمت ہے پس وہ مستحق نفل بھی ہوگا
یہ محیط مین ہے۔ اور اگر امام نے کہا کہ جسنے تم مین سے کسی کو قتل کیا تو اسکا اسباب اسی کے واسطے ہے پھر اہل حرب مین سے کوئی
قوم مسلمان ہو گئی اور انہین سے کسی نے کسی مشرک کو قتل کیا یا لشکر کے بازاریون مین سے کسی نے کسی مشرک کو قتل کیا
تو قیاساً وہ مستحق اسباب مقتول نہوگا اور استحساناً اُسکے اسباب کا مستحق ہوگا۔ اور اگر کہا کہ جسنے کسی کو قتل کیا تو اُسکا اسباب اسی کے
واسطے ہے پھر اس لشکر کی مدد کے واسطے دوسرا لشکر دار الاسلام سے داخل ہوا اور انہین سے کسی نے کسی مشرک کو قتل کیا تو اسکے
واسطے اُسکا اسباب ہوگا بشرطیکہ سردار اول ہی دونون لشکرون کا سردار ہو۔ اور اصل یہ ہے کہ جسکا قتل فی الجملہ مباح ہے تنفیل
مین اسکے قتل کر ڈالنے سے اسکے اسباب کا مستحق ہوتا ہے۔ اور ہر اسباب کہ اگر اسمین تنفیل نہو تو بذریعہ غنیمت کے اسکا استحقاق
ثابت ہو تو اُسکی تنفیل صحیح ہے اور جس اسباب کا استحقاق بذریعہ غنیمت نہین ہوتا ہے اُسکی تنفیل بھی صحیح نہین ہے پس اگر امیر نے کہا
کہ جس نے تم مین سے کسی کافر کو قتل کیا اُسکا اسباب اسی کا ہے پھر ایک غازی نے کسی اجیر اہل حرب کو جسنے مسلمانون سے
قتال نہین کیا ہے یا کسی تاجر حربی کو جو انکے لشکر مین ہے یا کسی ذمی کو جو عہد توڑ کر حربیون کی طرف چلا گیا ہے یا کسی حربی
مریض کو جو قتال کرنے پر قادر نہین ہے قتل کر دیا تو اسکے اسباب کا مستحق ہوگا اسواسطے کہ ان لوگون کا قتل مباح ہے اور
اگر کسی عورت یا طفل کو قتل کیا تو اسکے اسباب کا مستحق نہ ہوگا الا اس صورت مین کہ یہ دونون مقاتل ہون اور اگر
کسی بڈھے پھوس کو قتل کیا تو اسکے اسباب کا مستحق نہ ہوگا اور اگر کسی مسلمان نے کفارون کے ساتھ ہو کر مسلمانون سے قتال
کیا اور اس مسلمان کو کسی غازی نے قتل کر دیا تو نفل مین اسکے اسباب کا مستحق نہ ہوگا اسواسطے کہ مسلمان اور جو اسکے
اسباب ہے وہ غنیمت نہین ہو سکتا ہے اور اگر یہ اسباب جو اُسکے پاس ہے مشرکون نے اسکو عاریت دیا ہو پس مسلمانون نے اُسکو
قتل کیا تو اس اسباب کا مستحق ہوگا اور اگر حربیون کی عورت یا طفل نے کسی مشرک کو اپنا اسباب عاریت دیا ہو جو
اسکے پاس ہے پس کسی غازی نے اس مشرک کو قتل کیا تو یہ اسباب ایسا ہی ہے کہ جیسے اہل حرب مین سے بالغ کا اسباب

اسکے پاس عاریت ہو یعنی یہ اسباب نفل و غنیمت ہوگا۔ اور اگر مسلمان یا ذمی نے اپنے ہتھیار کسی حربی کو عاریت دیے
اور اُسنے مسلمانوں سے قتال کیا اور کسی غازی نے اس حربی کو قتل کیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر یہ مسلمان منجملہ اہل حرب ہیں
مسلمان ہوا اور ہنوز ہمارے یہاں ہجرت کرکے نہیں آیا تو اس حربی مقتول کا اسباب اُسکے قاتل کا ہوگا اور یہ
امام اعظم رح کا قول ہو اور صاحبین رح نے اسمین خلاف کیا ہو اور یہ اختلاف اس بنا پر ہو کہ ایسے مسلمان کا مال امام اعظم رح کے
نزدیک غنیمت ہوتا ہو اور صاحبین رح کے نزدیک نہیں ہوتا ہو اور اگر یہ عاریت دینے والا مسلمان دارالاسلام کا ہو تو حربی
مذکور مقتول کا ایسا اسباب نفل نہ ہوگا کیونکہ ایسے مسلمان کا مال بالاتفاق غنیمت نہیں ہوتا ہو۔ اور اگر کوئی مسلمان دارالحرب
میں مسلمان ہوا اور دارالاسلام میں ہجرت کرکے نہیں آیا ہو پھر کسی حربی نے براہ غصب اسکے ہتھیار لیکر انسے قتال کیا اور کسی
مسلمان نے اسکو قتل کیا تو قاتل اسکے اسباب کا مستحق نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی مسلمان امان لیکر دارالحرب میں داخل ہوا
اور کسی مشرک نے اسکے ہتھیار غصب کرلیے اور انھیں ہتھیاروں سے لشکر اسلام سے قتال کیا اور کسی غازی نے اسکو قتل
کیا تو اسکے اسباب کا مستحق ہوگا۔ اور اگر کسی مسلمان نے کسی مشرک کو درحالیکہ وہ اپنی صف میں ہو تیر مارکر قتل کیا اور
مشرکوں نے اس مقتول کا اسباب اتار لیا پھر کافروں نے شکست کھائی اور یہ اسباب مال غنیمت میں پایا گیا تو وہ غنیمت ہی
ہوگا اور قاتل کو نہ ملیگا اور اگر کافروں نے شکست کھائی اور بھاگے اور یہ معلوم نہیں کہ انھوں نے اسکا اسباب اتار لیا ہو
یا نہیں اتارا ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر انھوں نے اسکے تن سے اسباب اتارا ہو اور پایا گیا تو وہ غنیمت ہوگا اور اگر مقتول کے
تن سے کچھ نہیں اتارا ہو تو وہ سب قاتل کا ہوگا۔ اور اسی طرح اگر اسکے مقتول ہونے پر مشرک لوگ اسکو کھینچ لے گئے
اور ہنوز اسکا اسباب اسکے تن پر ہو اسمین سے کچھ نہیں اتارا گیا ہو کہ کافروں نے شکست کھائی اور بھاگے تو اسکا اسباب
قاتل کا ہوگا۔ اور اگر لشکر ایک مرحلہ یا دو مرحلہ چلا گیا تھا کہ لوگوں نے اسکا اسباب کو کسی جانور پر لدا ہوا پایا اور یہ معلوم نہیں
کہ کسی شخص کے ہاتھ میں تھا یا نہیں تو قیاساً یہ اسباب قاتل کا ہوگا اور استحساناً نہ ہوگا۔ اور اگر مشرکین نے اسکا جانور
پکڑ لیا اور اسپر مقتول کو لاد لیا تھا لا کہ اسباب مقتول اسکے تن پر موجود ہو پھر مسلمانوں نے اسکو پکڑا تو اسباب مذکور قاتل
کا ہوگا اور اگر کافروں نے مقتول کے جانور پر مقتول کو اور اسکے ہتھیاروں اور اپنے ہتھیاروں اور متاع کو لاد لیا پھر گرفتار
کیا گیا تو یہ غنیمت ہوگا الا اس صورت میں کہ اسباب دیگر بہت خفیف مثل لوٹے وغیرہ کے ہو تو اسباب مذکور قاتل کا ہوگا اور اگر
وارثان مقتول نے اسکا جانور پکڑ لیا اور اسپر مقتول و اسکے ہتھیاروں کو لاد لیا تو یہ غنیمت ہوگا اور اسی طرح اگر وصی ہو تو بمنزلہ وارث
کے ہو۔ اور اگر امیر نے کہا کہ جسنے کسی مشرک کو قتل کیا تو اسکے واسطے اسکا فرس ہو پھر ایک نے ایسے مشرک کو جو برذون پر سوار
تھا قتل کیا تو قاتل اسکے اسباب کا مستحق ہوگا۔ اور اگر گدھے یا خچر یا اونٹ پر سوار ہو تو اسکے سلب کا مستحق نہ ہوگا اور اگر
کہا کہ جسنے کسی مشرک کو قتل کیا تو قاتل کے واسطے اسکا برذون ہو پھر کسی مشرک کو جو فرس پر سوار ہو قتل کیا تو اسکے فرس کا مستحق
نہ ہوگا اسواسطے کہ ٹٹو ایسا چیز ہو کہ نفل سے وہ بڑھیا چیز کا مستحق نہ ہوگا اور اگر کہا کہ جسنے کسی کافر کو قتل کیا تو مقتول کا داہنی
جانور سواری قاتل کے واسطے ہو پھر کسی کافر کو جو گدھے یا خچر یا فرس پر سوار تھا قتل کیا تو اس جانور کا مستحق ہوگا اور اگر
اونٹ پر سوار تھا تو اونٹ کا مستحق نہ ہوگا اور اگر کہا کہ جسنے کسی مشرک کو خر مادہ پر قتل کیا وہ اسی کے واسطے ہو پھر نر گدھے پر
کسی کافر کو قتل کیا تو قاتل نر گدھے کا مستحق نہ ہوگا اسواسطے کہ جو لفظ مادہ کے واسطے ہو وہ نر کو شامل نہیں ہو اور اسی طرح اونٹنی اونٹ
میں ہو بخلاف بغل و بغلہ کہ یہ دونوں اسم جنس ہیں کہ خچر و خچری دونوں پر بولتے ہیں پس نر و مادہ دونوں کو شامل ہیں

یہ محیط سرخسی میں ہے

پانچواں باب استیلاء کفار کے بیان میں۔ کفار ترک اگر کفار روم پر غالب ہوئے اور انکو قید کر کے لے گئے اور
انکے اموال لوٹ لیے تو انکے مالک ہو جاوینگے پھر اگر ہم لوگ ترک پر غالب آئے تو جو کچھ وہ روم سے لے گئے ہیں اس میں
سے بھی جو کچھ ہمکو ملیگا وہ ہمارے واسطے حلال ہوگا اگرچہ ہمارے اور روم کے درمیان موادعت ہو اور ہم سے اور ان سے جو گروہ
میں سے ہر ایک سے موادعت ہو اور اگر ہر دو فریق باہم لڑے اور ایک فریق غالب ہوا تو ہمکو روا ہے کہ فریق غالب
سے دوسرے فریق کا مال جو انھوں نے لوٹا ہے خرید کریں اور غلام میں ذکر کیا ہے کہ دار الحرب میں احراز کر لینا شرط ہے
اور یہ شرط نہیں ہے کہ وہ لوگ اپنے دیار میں اس مال غنیمت کا احراز کر لیں اور اگر ہم سے ہر دو فریق سے موادعت ہو اور
دونوں فریق ہمارے دیار میں باہم لڑے تو ہمکو فریق غالب سے کچھ خرید لینا روا نہیں ہے اور اگر ہر دو فریق اپنے دیار میں
لڑے اور مسلمان امان لیکر وہاں گیا ہے اسکو فریق غالب سے فریق مغلوب کا لوٹا ہوا مال خرید لینا جائز ہے خواہ آدمی ہو یا
اور مال ہو یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر حربی لوگ ہمارے اموال پر غالب ہوگئے اور اسکو اپنے دیار میں لیجا کر احراز کر لیا
تو ہمارے مذہب کے موافق اسکے مالک ہو جاوینگے پھر اسکے بعد اگر مسلمان لوگ ان پر غالب ہوئے اور لوٹ کے مال میں
مالک سابق نے اپنی چیز جسکو کافر لوٹ لے گئے تھے پائی اور ہنوز غنیمت تقسیم نہیں ہوئی ہے تو اسکو مفت لے لیگا اور اگر بعد
تقسیم غنیمت کے ایسے شخص کے پاس پائی جسکے حصہ میں آئی ہے پس اگر قیمتی چیزوں میں سے ہو تو قیمت دیکر اسکو لے لیگا اگر چاہے
اور اگر مثلی چیزوں میں سے ہو تو بعد تقسیم ہو جانے کے اسکو نہیں لے سکتا ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ ابن سماعہ نے
امام ابو یوسف رح کے امام اعظم سے روایت کی کہ اگر غنیمت کے مال میں کوئی لونڈی یا غلام آیا جسکو کفار مسلمانوں کے
یہاں سے قید کر لے گئے تھے اور وہ تقسیم غنیمت سے کسی شخص کے حصہ میں آیا پھر اسکا مولائے قدیم آیا تو اس شخص سے جسکے حصہ
میں پڑا ہے اسکے لینے کے روز کی قیمت دیکر لے سکتا ہے اور جس روز خود لینا چاہتا ہے اس روز کی قیمت پر نہیں لے سکتا ہے
یہ محیط میں ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ کافر لوگ مسلمانوں کے مالوں پر غالب ہو کر اسکو دار الحرب میں لے جا کر احراز میں
لے گئے ہوں اور اگر انھوں نے ان اموال کا احراز نہ کیا ہو یہاں تک کہ مسلمان لوگ پھر غالب ہو گئے اور اموال
مذکورہ ان سے چھین لیے پھر کسی مال کا مالک آیا تو اسکو مفت لے لیگا اسواسطے کہ بسبب عدم احراز کے کافر لوگ اسکے مالک
نہیں ہوئے تھے اور اسی طرح اگر کافروں نے ان اموال کو دار الاسلام میں تقسیم کر لیا تو انکی تقسیم نہیں جائز ہے تو جب
مسلمان لوگ ان پر غالب ہو گئے اور یہ اموال ان سے لیے تو ہر مال کا مالک اسکو مفت لے لیگا۔ اور اگر کسی مسلمان نے
ایک غلام جسکو حربی قید کر کے لیگئے تھے دار الحرب میں ان سے خرید کر کے لایا اور اسکا مولائے قدیم آیا تو اسکو اختیار ہے کہ
چاہے ثمن دیکر اس سے لے لے یا چھوڑ دے اور اگر مولائے قدیم اسکو لینے سے پہلے مر گیا پھر اسکا وارث اس غلام کے لینے کا
مطالبہ کرتا ہوا آیا تو امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ وارث مذکور نہیں لے سکتا ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اسکو بھی لینے
کا اختیار رہے یہ سراج وہاج میں ہے۔ ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ اگر ایک مسلمان نے ایک غلام فروخت
کیا اور ہنوز مشتری کو سپرد نہ کیا تھا کہ دشمن اسکو قید کر کے لے گیا پھر بائع مر گیا پھر کوئی مسلمان اسکو خرید لایا تو بائع کے
وارث کو اختیار ہوگا کہ اسکو اس مسلمان سے ثمن دیکر لے لے اور مشتری اول کو یہ اختیار ہوگا کہ چاہے ہر دو ثمن دیکر اسکو وارث
بائع سے لے لے لیکن اگر مشتری اول کا حق آمیں نہ ہو تو وارث بائع کو خرید لانے والے مسلمان سے لے لینے کا اختیار ہوتا ہے

چھوڑا نہیں ہے۔ اور جبکہ دشمن گرفتار کر کے لے گیا ہو اُس سے کسی تاجر نے خریدا اور دار الحرب سے یہاں لایا تو مالک قدیم اُسکو تاجر کو
سے بعوض اُس ثمن کے لے سکتا ہے جسکے عوض تاجر مذکور نے اُس سے خریدا ہے اور اگر تاجر نے اُسکو کسی اسباب کے عوض خریدا ہو تو
اُس اسباب کی قیمت کے عوض لے سکتا ہے اور اگر تاجر نے اسکو حربی سے بہ بیع فاسد خریدا ہو تو اس غلام کی قیمت کے عوض
لے سکتا ہے اور اگر حربی نے کسی مسلمان کو یہ غلام ہبہ کر دیا ہو تو بھی مالک قدیم اسکو اسکی قیمت کے عوض لے سکتا ہے کذا فی التبیین
وہی حکم مثلی چیز کا ہے کہ اگر مثلی چیز کو دشمن نے کسی مسلمان کو ہبہ کیا اور وہ لایا تو اسکے مثل دیکر مالک قدیم اسکو نہ لیگا اسواسطے کہ اسمین
کچھ فائدہ نہیں ہے اور نیز اگر ایسی چیز کو حربی سے کسی مسلمان نے قدر و صفت میں اسکے مثل دیکر خریدا ہو تو بھی مالک قدیم اسکو
نہ لیگا کیونکہ بے فائدہ ہے لیکن اگر مشتری نے کم مقدار یا کھوٹی چیز دیکر خریدا ہو تو ایسی صورت میں مالک قدیم کو اختیار ہے
کہ جو کچھ اُس نے دیکر لی ہے اسی کے مثل دیکر لے لے کیونکہ اسمین فائدہ ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ ایک مسلمان نے اپنے دو
غلاموں سے کہا کہ تم میں سے ایک آزاد ہے اور بیان نہ کیا یہانتک کہ ان دونوں کو دشمن قہر کر کے لے گیا پھر مسلمان لوگ غالب
ہوئے اور یہ دونوں غلام ہاتھ آئے اور انکو دار الاسلام میں نکال لائے تو دونوں اپنے مولی کو دیے جاوینگے اور اگر ان دونوں
کے قید ہو کر دار الحرب میں محرز ہو جانے کے بعد مالک مذکور نے ان دونوں میں سے ایک کو جو متعین کر کے عتق بیان
کر دیا ہو تو اُسکا بیان صحیح ہوگا اور اہل کفر دوسرے غلام کے مالک ہو جاوینگے اور اگر اہل کفر ان دونوں میں سے ایک ہی
کو اپنے احراز دار الحرب میں لے گئے ہوں تو دوسرا جو باقی رہا ہے وہی عتق کے واسطے متعین ہو جائیگا یہ کافی میں ہے۔ اور
اگر حربی کوئی غلام گرفتار کر کے لے گئے اور اُسکو کوئی شخص خرید کر کے دار الاسلام میں نکال لایا پھر اُسکی آنکھ پھوڑ دی گئی
اور اُسکا ارش اس آنکھ پھوڑنے والے سے لیا گیا تو غلام کا مولاے قدیم اسکو اس ثمن کے عوض لے سکتا ہے جسکے عوض
خریدنے والے نے دشمن سے خریدا ہے اور ارش مذکور اُس سے نہیں لے سکتا ہے اور ثمن میں سے بھی کچھ گھٹایا نہ جائیگا۔ اور اگر
اہل حرب کسی غلام کو گرفتار کر کے لے گئے اور ایک شخص نے اُسکو ہزار درہم کو خریدا پھر دوبارہ اہل حرب اسکو گرفتار کر کے
دار الحرب میں لے گئے پھر اُسکو دوسرے شخص نے اُسنے ہزار درہم کو خریدا تو مولاے اول کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دوسرے
مشتری سے اسکو لے لے مگر مشتری اول کو اختیار ہے کہ چاہے دوسرے مشتری سے اُسکا ثمن دیکر لے لے پھر مولاے اول
اس مشتری سے چاہے تو دو ہزار درہم دیکر لے لے اور اسی طرح اگر وہ شخص جسکے پاس سے دوبارہ قید کر لیا تھا غائب ہو تو
مولاے اول کو اسکے لینے کا اختیار نہ ہوگا جیسے اسکی حالت حضور میں ہے کذا فی الہدایہ اور اگر مشتری اول نے اُسکے لینے سے انکار
کیا تو مولاے اول اسکو دوسرے مشتری سے نہیں لے سکتا ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر مشتری اول نے اُسکو دوسرے مشتری
سے خرید لیا تو مالک قدیم کو اس سے لینے کا اختیار نہ رہیگا اسواسطے کہ مشتری اول کی ملک عود کرنے کے ضمن میں مالک قدیم کے لیے
لینے کا حق ثابت ہوا تھا اور اس صورت میں اُسکی ملک سابق نے عود نہ کیا تھا بلکہ بتجرید جدید ملک جدید حاصل ہوئی ہے یہ تبیین
میں ہے۔ اور اگر کسی شخص نے دشمن سے گرفتار کردہ شدہ غلام خرید کیا اور اُسکو دار الاسلام میں نکال لایا پھر اُسکا مالک قدیم حاضر
نہوا یہانتک کہ اس مشتری نے اسکو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر مالک قدیم حاضر ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ دوسرے مشتری
سے ثمن دیکر لے لے اور اول سے مطالبہ کی اسکو کوئی راہ نہیں ہے اول مشتری سے جبھی لے سکتا ہے کہ جبتک غلام مذکور اسکی ملک میں
باقی ہو اور اسمین کوئی ایسی بات نہ پیدا ہوئی ہو کہ جسکی وجہ سے وہ مولاے قدیم کی ملک میں کر دینے سے ممنوع ہو اور اگر مالک قدیم
نے چاہا کہ بیع ثانی کو توڑ دے پھر مشتری اول سے اس ثمن کو دیکر لے لے جو اُسنے دشمن کو دیا ہے تو امام اعظم و امام ابو یوسف کے

نزدیک اسکو یہ اختیار نہیں ہی یہ سراج وہاج میں ہی۔ امام محمد رحمہ نے سیر صغیر میں فرمایا کہ اگر حربی سے خرید لانے والے
نے اسکو اجارہ پر دیا یا رہن کیا اور مولاے قدیم نے لینا چاہا تو مولاے قدیم کو اختیار ہی کہ اسکا عقد اجارہ توڑدے اور
یہ اختیار نہیں ہی کہ عقد رہن توڑدے یہ محیط میں ہی۔ اور اگر مشتری اول نے یہ غلام کسی کو ہبہ کردیا ہو تو مولاے قدیم
اس عقد ہبہ کو توڑ نہیں سکتا ہی مگر موہوب لہ سے اس غلام کی قیمت اسکو دیکر لے سکتا ہی۔ اور اسی طرح اگر غلام
مذکور نے جنایت کی اور مشتری اول نے اولیاے جنایت کو یہ غلام دیدیا تو ولی جنایت سے بھی مولاے قدیم اسکی قیمت
دیکر لے سکتا ہی۔ اور اسی طرح اگر مشتری اول نے عمداً جنایت کی پھر ولی جنایت سے اس غلام کے دینے پر صلح کرلی
تو بھی مولاے قدیم اس صلح کو توڑ نہیں سکتا بلکہ اسکی قیمت دیکر ولی جنایت سے لے سکتا ہی اور اگر جنایت عمداً نہ ہو بلکہ
خطا ہو تو مولاے قدیم اس جنایت کا ارش کو دیکر ولی جنایت سے لے سکتا ہی۔ اور اگر حربی نے کسی مسلمان کو ایسا غلام
ہبہ کردیا پھر کسی شخص نے اسکی آنکھ پھوڑ دی اور اس مسلمان نے یہ غلام اسی کے ذمہ ڈالکر اس سے اسکی قیمت لے لی تو
مالک قدیم کو اختیار ہی کہ اس آنکھ پھوڑنے والے سے اس غلام کو قیمت دیکر لے لے جو کانے کے حساب سے ہی یہ امام اعظم رح
کا قول ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ سلامت دونوں آنکھوں کی صورت میں جو قیمت تھی وہ دیکر لے سکتا ہی اور یہ وہ
قیمت ہی جو اسنے موہوب لہ کو دی۔ اور اگر بجاے غلام کے باندی ہو اور باندی کے بچہ پیدا ہوا اور اس بچہ کو کسی نے
قتل کیا تھے کہ موہوب لہ نے قاتل سے اسکی قیمت لے لی پھر مالک قدیم حاضر آیا تو اسکو بچہ کی قیمت لینے کی کوئی راہ نہیں
ہی ولیکن باندی کو چاہے وہ قیمت دیکر جو موہوب لہ کے قبضہ کے روز تھی لے لے یا چھوڑ دے اور اگر ماں مر گئی یا قتل
کی گئی اور بچہ موجود ہو تو مالک قدیم اس بچہ کو بعوض اسکے حصہ کے لے سکتا ہی یعنے قیمت کو بچہ اور اسکی ماں پر اسطرح
تقسیم کیا جاوے کہ ماں کی وہ قیمت اعتبار کی جاوے جو بروز ہبہ و قبضہ تھی اور بچہ کی وہ قیمت جو اس روز ہی جس دن مالک
لینا چاہتا ہی پس اس تقسیم میں جو حصہ قیمت بمقابلہ قیمت ولد آوے اسی کے عوض بچہ کو لے سکتا ہی اور اگر دارالاسلام میں ایک
دوسرے سے ایک غلام بعوض ہزار درم کے جو فی الحال ادا کرنا قرار پائے میں خرید کیا اور ہنوز اسپر قبضہ نہ کیا تھا کہ دشمن اسکو گرفتار
کرکے لیگیا پھر کوئی شخص اسکو پانچسو درم کو خرید لایا تو بائع اسکو پانچ سو درم دیکر لے سکتا ہی پھر جب بائع نے اسکو لے لیا تو
مشتری بائع سے دونوں ثمن ایک ہزار پانچ سو درم کے عوض لے سکتا ہی اور اگر بائع نے اسکے لینے سے انکار کردیا تو مشتری کو
اختیار ہوگا کہ چاہے خریدنے والے سے پانچسو درم دیکر لے لے۔ اور اگر بائع نے اسکو ہزار درم ادھار کو فروخت کیا ہو تو
مشتری اسکے واپس لینے کا مستحق ہوگا بنسبت بائع کے اور اگر اسنے انکار کیا تو بائع سے کہا جائیگا کہ یا پانچ سو درم کے عوض
لے لے کہ تیرے ہی سپرد کیا جائیگا اور اگر دشمن کسی غلام کو گرفتار کرکے لے گیا اور کسی نے اس سے ہزار درم کو خرید کیا اور دارالاسلام
میں لایا پھر دوبارہ اسکو دشمن قید کرکے لے لیا پھر دوسرے نے دشمن سے پانچ سو درم کو خریدا پھر مالک قدیم اور مشتری اول
دونوں محکمۂ قاضی میں حاضر ہوئے اور قاضی کو اول مشتری کی خرید کا حال معلوم ہی یا نہیں معلوم ہی پس قاضی نے مالک قدیم
کے واسطے مشتری سے لینے کا حکم دیا تو یہ حکم نافذ ہوگا پس غلام مذکور دوسرے مشتری کو واپس دیا جائیگا تا کہ مشتری
اول اس سے لے لے پھر مشتری اول سے مالک قدیم ہر دو ثمن دیکر لے سکتا ہی۔ اور اگر مالک قدیم نے مشتری دوم سے
بدون حکم قضا کے لے لیا یا اس سے خرید لیا پھر مشتری اول حاضر ہوا تو اسکو مالک قدیم سے ہزار درم دیکر لے سکتا
ہی پھر مالک قدیم اس سے ہر دو ثمن دیکر لے سکتا ہی۔ اور اسی طرح اگر مشتری دوم نے غلام مذکور اسکے مالک قدیم کو ہبہ کردیا

تو مشتری اول اس سے لے سکتا ہے مگر اسکی قیمت دیکر لے سکتا ہے اسواسطے کہ وہ اس صورت میں مثل اجنبی کے ہوا ہے اور
مالک قدیم اس سے یعنی مشتری اول سے ثمن اور یہ قیمت دونوں دیکر لے سکتا ہے۔ اور اگر مرتہن کے پاس سے غلام
مرہون گرفتار کر لیا گیا اور اسکو کوئی شخص ہزار درم کو خرید لایا اور راہن و مرتہن دونوں حاضر ہوئے تو لینے کا
استحقاق مرتہن کو ہے پس اگر اس نے یہ ثمن دیکر لے لیا تو احسان کرنے والا ہے یعنی یہ ثمن محسوب نہ ہوگا اور راہن نہیں لے سکتا کہ
اور اس سے نہیں لے سکتا ہے جیسے کہ غلام نے اسکے پاس جنایت کی اور اس نے فدیہ دیکر بچا لیا تو اس فدیہ میں وہ
متطوع ہوتا ہے۔ اور اگر مرتہن نے اسکے لینے سے انکار کر دیا تو راہن اسکو ثمن دیکر لے سکتا ہے اور جب راہن نے اسکو
لے لیا تو قرضہ مرتہن ساقط ہو گیا اور فدیہ ان دونوں پر آدھا آدھا ہوگا اگر مرہون کی قیمت دو ہزار اور قرضہ ایک ہزار
ہوا اور اسطرح وہ رہن تھا ویسا ہی رہیگا اور اگر مرتہن نے اسکا فدیہ دینے سے انکار کیا پس راہن نے اسکا فدیہ دیدیا تو
مرتہن اسکو لے لیگا اور اسکے پاس بعوض نصف قرضہ کے رہن رہیگا۔ اور اگر راہن نے اسکا فدیہ دینے سے انکار کیا اور
مرتہن نے فدیہ دیکر اسکو لے لیا تو مثل سابق کے اسکے پاس رہن رہیگا اور مرتہن مذکور فدیہ کے حصہ راہن میں سے
نصف فدیہ حصہ راہن دینے میں احسان کنندہ ہوگا اور اگر راہن غائب ہو اور مرتہن نے اسکا فدیہ دیدیا تو امام اعظم رح
کے نزدیک نصف فدیہ کو راہن سے لے لیگا احسان کنندہ قرار نہ دیا جائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک اس صورت
میں بھی احسان کنندہ ہوگا اور اگر مال مرہون کوئی مثلی چیز ہو اور مرتہن نے فدیہ نہ دیا تو راہن ہمکو فدیہ دیکر لینے کے
بعد مرتہن اسکو راہن سے نہیں لے سکتا ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر کسی غلام نے جنایت کی پھر کفار غالب ہوئے اور
اس غلام کو بھی قید کر کے دار الحرب میں لے گئے پھر لشکر اسلام ان پر غالب آیا اور غلام مذکور کو دار الاسلام میں نکال
لائے اور مالک قدیم نے اسکو نہ لیا چھوڑ دیا اور ولی جنایت نے اسکو بجرم جنایت سے لینا چاہا تو اگر غنیمت تقسیم
ہو چکی ہے تو اسکو یہ اختیار نہ ہوگا اسواسطے کہ ولی جنایت کے واسطے مالی حق ثابت ہوا ہے اور اس سے ملک [illegible]
جاتی ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایسا غلام جسکو کفار قید کر لے گئے تھے اور پھر لشکر اسلام کے دار الاسلام میں غنیمت
تقسیم ہونے میں وہ کسی شخص کے حصہ میں آیا اور اسکا مولائے قدیم حاضر نہ ہوا یہانتک کہ اس شخص نے اسکو آزاد یا مدبر کر دیا
تو روا ہے۔ اور اگر بجائے غلام کے باندی تھی کہ اسکو اس شخص نے کسی کے ساتھ بیاہ دیا اور شوہر سے اولاد ہوئی تو مالک قدیم کو
حاضر ہو کر اختیار رہیگا کہ باندی اور اسکی اولاد کو لے لے اور نکاح توڑنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر اس شخص نے جسکے حصہ
میں پڑی ہے اسکا عقر لیا یا کسی نے اس باندی پر جنایت کی تھی اسکا جرمانہ لیا ہو تو مولائے قدیم کو اس باندی کے ساتھ
اس عقر و جرمانہ کے لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک شخص کی ملک میں ایک کر فارسی
جید چھوہارے ہیں اسکو کفار نے لیا اور دار الحرب میں لے گئے پھر کوئی مسلمان امان لیکر دار الحرب میں داخل ہوا اور انسے
یہ چھوہارے بعوض دو کر فارسی ردی چھوہارے کے خرید لئے اور انکو دار الاسلام میں لے آیا پھر مالک قدیم حاضر ہوا تو اسکو
یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس خریدنے والے سے لیوے ایسا ہی زیادات میں مذکور ہے اور سیر کبیر میں امام محمد رح نے ذکر فرمایا کہ
دو کر ردی چھوہارے دیکر لے سکتا ہے اسواسطے کہ اس نے دشمن سے یہ کر خرید لیا ہے اسنے یہ خرید صحیح خریدا ہے اسواسطے
کہ دار الحرب میں مسلمان و حربی کے درمیان ربوا جاری نہیں ہوتا ہے پس جب خرید صحیح ہوئی تو جتنے کو مشتری کو پڑی ہے وہ دیکر
لے لینے کا استحقاق اسکو حاصل ہوگا جیسے دونوں کے عوض خریدنے کی صورت میں اسقدر درم دیکر لے سکتا ہے اور زیادات میں حکم

مذکور ہو کہ نہیں لے سکتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ جسنے دشمن سے بطور خرید لیا ہے اُسنے بخرید فاسد خریدا ہے اسواسطے کہ اللہ تعالے
نے ربوا کو مطلقاً حرام کر دیا ہے پس چونکہ اس بیع میں ربوا واقع ہوا بیع فاسد ہوئی اور جو چیز بہ بیع فاسد خریدی گئی ہے وہ
مشتری کے پاس مضمون بالقیمۃ ہے یعنے اسکے تاوان میں مشتری پر قیمت واجب ہے ثمن نہیں واجب ہے اور اس صورت میں
اس خریدی ہوئی چیز کی قیمت یہ ہے کہ اسکے مثل چھوہارے دیوے اور اسکے مثل چھوہارے دیکر لینے میں کچھ فائدہ نہیں ہے
اور جب واپس لینے میں فائدہ نہ ہو تو بیع ناروا ہے اور ہمارے مشائخ میں سے محققین نے فرمایا کہ جو حکم سیر کبیر میں مذکور ہے وہ امام
اعظم و امام محمد رح کا قول ہے اور جو حکم زیادات میں مذکور ہے وہ امام ابو یوسف رح کا قول ہے اسواسطے کہ امام ابو یوسف رح کے
نزدیک مسلمان و حربی کے درمیان دار الحرب میں ربوا جاری ہوتا ہے۔ اور اگر صورت مذکورہ میں مسلمان نے حربی سے کر مذکور کے
برابر ردی چھوہارے ہاتھوں ہاتھ دیکر لیے ہوں اور اُنکو دار الاسلام میں نکال لایا تو سب روایات کے موافق مالک قدیم کو
اختیار رہیگا کہ اس سے ایک کر ردی دیکر لے لے۔ اور اگر مشتری نے حربیوں سے کر مذکور بعوض شراب یا سور کے خریدا ہو اور
دار الاسلام میں لے آیا تو مالک قدیم کو سب روایات کے موافق لینے کا اختیار نہ ہوگا لیکن اگر مشتری ذمی ہے تو مالک قدیم کو
اختیار رہیگا کہ اسکو سور یا شراب کی قیمت دیکر اس سے لے لے اور اگر حربیوں سے خریدنے والے نے اسکو اسی کے مثل دیکر
خرید کیا ہو اور دار الاسلام میں لے آیا تو مالک قدیم کو سب روایات کے موافق اُس سے لینے کا اختیار نہ ہوگا۔ اور اگر مشتری
مذکور نے اُس کر کے مثل ادھار پر خریدا ہو اور دار الاسلام میں لے آیا تو بھی مالک قدیم کو اس سے لینے کا اختیار نہ ہوگا۔ اور اگر
کافروں نے کسی مسلمان کے ہزار درہم ان درہموں میں سے جو بیت المال میں قبول کیے جاتے ہیں اچھی کھرے درہم لیے اور انکو
دار الحرب میں لے گئے پھر کوئی مسلمان وہاں داخل ہوا اور اسنے غلہ کے ہزار درہم دیکر اُنسے یہ ہزار درہم خریدے اور باہمی قبضہ کے
بعد دونوں متفرق ہوئے پھر دار الاسلام میں لے آیا تو مالک قدیم کو سب روایات کے موافق اختیار رہیگا کہ جیسے درہم اُس نے دیے
ہیں اُنہیں کے مثل دیکر درہم مذکورہ لے لے اور اگر انکو دیناروں کے عوض بطریق صحیح خرید کیا اور دار الاسلام میں لے آیا
تو مالک قدیم کو اختیار ہوگا کہ اُنہیں دیناروں کے مثل دیکر اس سے لے لے۔ اور اسی طرح اگر اس مسلمان نے انکے ہاتھ ہزار درہم
غلہ کے بعوض ہزار درہم بیت المال کے نقد کے فروخت کیے اور حربیوں نے نقد بیت المال میں سے یہی درہم دیے جنکو وہ لوگ ہمارے
لوٹ لے گئے ہیں اور مسلمان مذکور انکو دار الاسلام میں لے آیا تو مالک قدیم کو اختیار رہیگا کہ مثل دراہم غلہ دیکر اس سے
یہ دراہم لے لے۔ اور اگر کافر لوگ دار الاسلام سے مسلمان کا کر لے گئے اور اُسکو دار الحرب میں لیجا کر احراز کر لیا پھر امان لیکر
کوئی مسلمان دار الحرب میں داخل ہوا اور ایک کر گیہوں کی بیع سلم میں انکو سو درہم دیے اور یہ بیع سلم صحیح قرار پائی ہے
پھر جب مسلم فیہ ادا کرنے کی میعاد آئی تو انہوں نے یہی کر جو دار الاسلام سے لے گئے ہیں اسکو ادا کیا پس اسنے قبضہ کر لیا اور
اسکو دار الاسلام میں نکال لایا تو مالک قدیم کو اختیار ہوگا کہ اس سے سو درہم دیکر لے لے اور اگر مسلمان نے حربیوں کے ہاتھ
کوئی اسباب اپنے ہزار درہم کو فروخت کیا جو نقد بیت المال ہوں پھر انہوں نے اسکو وہی ہزار درہم نقد بیت المال دیے جو
دار الاسلام میں سے کسی مسلمان کے لے گئے ہیں اور اپنے احراز میں کر چکے ہیں پس اسنے قبضہ کیا اور انکو دار الاسلام میں لایا تو مالک قدیم
کو اختیار نہ ہوگا کہ اس سے یہ دراہم لیوے اور اگر اہل حرب کسی مسلمان کا ایک کر گیہوں لے گئے اور دار الحرب میں لیجا کر اپنا احراز
میں کر لیا پھر کوئی مسلمان امان لیکر دار الحرب میں داخل ہوا اور اسنے انکے ہاتھ کوئی اسباب بعوض ایک کر گیہوں کے جو معین نہیں
ہیں بلکہ مشتری کے ذمہ قرار پائے ہیں فروخت کیا پھر مشتری نے وہی کر جسکو دار الاسلام سے لے گئے ہیں ادا کیا پس بائع نے قبضہ کر لیا

اور اسکو دار الاسلام میں نکال لایا تو مالک قدیم کو یہ اختیار نہوگا کہ اسکو لے لے۔ اور اگر حربیوں نے کسی مسلمان کو اپنے
دار میں احراز کر لیا پھر کوئی مسلمان امان لیکر انکے دار میں داخل ہوا اور اسنے ان لوگوں کو ایک کر گیہوں قرضہ دیے پھر
انھوں نے اسکو اسکے قرضہ میں وہی کر ادا کیا جسکو وہ دار الاسلام سے اپنی حرز دار الحرب میں لیگئے ہیں پس قبضہ کرکے اسکو
دار الاسلام میں نکال لایا تو مالک قدیم کو اس کے لینے کی کوئی راہ نہوگی جو کر اسنے قرضہ میں پایا ہے اور جو حربیوں نے لیا ہو وہ اسکی
کر کے جو وہ اپنی حرز میں لے گئے ہیں مثل ہوئیگا گھٹ گئے ہوں یا اس سے کھرا ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دشمن نے مسلمان سے دس
کپڑے لیلئے تو منتقی میں لکھا ہے کہ کسی مسلمان کے دس کپڑے لوٹ کر دار الاسلام سے دار الحرب میں نکال لیگیا پھر کوئی مسلمان
دار الحرب میں امان لیکر داخل ہوا اور اسنے کوئی اسباب دشمن کے ہاتھ دس کپڑوں کے عوض فروخت کیا جسکا وعدہ ادا
کرنے کی میعاد ہو گئی اور یہ بیع بہمہ وجوہ صحیح ہے پھر دشمن نے اسکو وہی دس کپڑے ادا کیے جنکو لوٹ کر اپنے احراز میں لیگیا
تھا پھر مسلمان مذکور ان کپڑوں کو دار الاسلام میں نکال لایا تو مالک قدیم کو اختیار ہوگا کہ اسکو اسکی متاع کی قیمت دیکر یہ
کپڑے لے لے۔ اور اگر گیہوں کا کر جسکو اہل حرب لوٹ کر اپنے احراز میں لے گئے ہیں دو مسلمانوں نے اہل حرب سے خرید لیا اور باہم
تقسیم کر لیا پھر ایک نے اپنا حصہ تلف کر ڈالا تو مالک قدیم کو اختیار ہے کہ نصف باقی کو نصف ثمن مذکور دیکر لے لے اور اگر بجائے
کر کے اس مسئلہ میں کپڑے ہوں تو باقی نصف کپڑوں کو مالک قدیم اگر چاہے تو چوتھائی ثمن اور تالف شدہ کی نصف قیمت
دیکر لے سکتا ہے۔ اور اگر اہل حرب کسی مسلمان کی چاندی کی چھاگل لے گئے ہوں جسکی قیمت ہزار درم اور وزن پانسو مثقال ہو
پھر کسی مسلمان نے دشمن سے اسکے وزن سے زیادہ یا کم کے عوض اسکو خرید لیا تو مالک قدیم اسکی قیمت کے عوض اسکو لے سکتا
ہے جسقدر تک پہونچے مگر قیمت اسکی جنس کے خلاف سے ہوگی یعنی اگر چاندی کی چھاگل ہے تو سونے سے قیمت اور اگر
سونے کی چھاگل ہے تو چاندی سے قیمت ادا کریگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر اسکے وزن کے مثل درم یا دینار دیکر خرید کرکے
دار الاسلام میں لایا ہے تو مالک قدیم کو اختیار ہوگا کہ اسی قدر درم دیکر اس سے لے لے یہ سب روایات کے موافق حکم ہے اور اگر اسکے
مثل وزن کے درہم ادھار پر خرید کرکے دار الاسلام میں لایا تو یہ صورت اور وہ صورت کہ اسنے اسکے وزن سے زیادہ یا کم درموں کے
عوض خریدا ہے سب یکساں ہیں یعنی مالک قدیم قیمت دیکر لے سکتا ہے اور اگر تاجر مذکور نے ابریق کو حربیوں سے بعوض
شراب یا سور کے خرید لیا ہو تو مالک قدیم کل روایات کے موافق مختار ہے کہ چاہے اسکے خلاف جنس سے اسکی قیمت دیکر لے لے
اور اگر کوئی ذمی اسکو شراب یا سور کے عوض خرید کرکے دار الاسلام میں لایا ہے تو مالک قدیم اس ابریق کو بعوض قیمت شراب یا سور
کے جو اسنے دیے ہیں لے سکتا ہے۔ اور سیر کبیر میں مذکور ہے کہ کسی غلام کو اہل حرب گرفتار کرکے لے گئے اور کوئی مسلمان اس غلام
کو بعوض ہزار درم اور ایک رطل شراب کے خرید کرکے دار الاسلام میں لایا تو دیکھا جائیگا کہ اگر اسکی قیمت ہزار درم یا ہزار سے
کم ہو تو مولاے قدیم اسکو ہزار درم دیکر لے سکتا ہے اور اگر ہزار سے زیادہ ہو تو پوری قیمت دیکر لے سکتا ہے مگر شراب جسقدر کو
ہوا ہو اسکے سبب سے ہزار سے کمی یا ہزار سے زیادتی نہ کیجائیگی۔ اور اگر مسلمان نے اُنسے یہ غلام بعوض ہزار درم اور مردار جانور یا خون کے
خریدا ہو تو مالک قدیم اسکو ہزار درم دیکر لے سکتا ہے اور مردار یا خون کی وجہ سے ہزار پر کچھ بڑھایا نہ جائیگا اگرچہ غلام کی قیمت ہزار سے
زیادہ ہو۔ اور اگر زید نے عمرو سے ایک غلام غصب کیا اور غاصب کے ہاتھ سے حربیوں نے غلبہ کرکے لیا اور اسکو اپنی حرز دار الحرب میں
لیگئے پھر مسلمانوں نے اس دار الحرب میں فتح پاکر غنیمت حاصل کی پھر عمرو نے یہ غلام غنیمت میں دیکھا اور ہنوز غنیمت تقسیم نہیں ہوئی ہے تو
اسکو مفت لے سکتا ہے اور غاصب پر ضمان نہوگی اور اگر بعد تقسیم غنیمت کے جس غازی کے حصہ میں آیا ہے اسکے پاس دیکھا

تو مذکور ہی کہ عمرو کو اختیار ہی کہ چاہے اس شخص سے جسکے حصہ مین آیا ہی اُس غلام کی اس روز کی قیمت جس روز لینا چاہتا
ہو اسکو دیکر لے لے اور اگر چاہے اس سے غلام نہ لے اور غاصب سے غلام کی اس روز کی قیمت جسدن اُسنے غصب کیا تھا تاوان
لے لے پھر اگر مالک قدیم نے یہ اختیار کیا کہ غازی سے لینے کے روز کی غلام کی قیمت دیکر غلام لے لیا تو غاصب سے کچھ نہیں
لے سکتا ہی بلکہ اس قیمت اور غاصب کے غصب کرنے کے روز کی غلام کی قیمت دونون مین سے جو کم ہو وہ لے لیگا مثلاً غلام مذکور
کی قیمت بروز غصب ہزار درم تھی اور جس غازی کے حصہ مین پڑا ہی اُس سے لینے کے روز کی قیمت دو ہزار درم ہی پس مالک
قدیم نے دو ہزار درم دیکر اُس سے لے لیا تو وہ غاصب سے وہی قیمت لیگا جو بروز غصب تھی یعنی ہزار درم اور اگر روز غصب کی
قیمت ہزار درم ہو پھر نرخ گھٹ جانے کی وجہ سے غازی سے لینے کے روز پانچ سو درم تھے کہ اُسنے پانچسو درم دیکر لے لیا تو
غاصب سے بھی پانچسو درم واپس لیگا - یہ سب اس صورت مین ہی کہ مالک قدیم نے غازی سے جسکے حصہ مین آیا ہی غلام لینا
اختیار کیا اور اگر اُسنے غازی سے نہ لیا بلکہ غاصب سے اُسکے غصب کرنیکے روز کی قیمت تاوان لینی اختیار کی پھر
غاصب نے تاوان دیدیا تو اسکا حکم بعد تاوان دینے کے مثل مالک قدیم کے ہی یعنی جس سے غصب کر لیا تھا چنانچہ اگر
اُسنے غلام کو غنیمت مین قبل اسکی تقسیم کے پایا تو بغیر کچھ دیے ہوئے مفت لے لیگا اور اگر بعد تقسیم غنیمت کے کسی غازی کے
پاس جسکے حصہ مین پڑا ہی پایا تو اُسکی قیمت دیکر اسکو لے سکتا ہی - اور اسی طرح اگر مسلمانون نے چھڑا وین غاصب
ہو کر یہ غلام غنیمت مین حاصل نہین کیا بلکہ کوئی مسلمان جو دار الحرب مین داخل ہوا ہی اُسکو خرید لایا پس اگر مالک قدیم نے
غاصب سے بعوض اسکی قیمت روز غصب تاوان نہ لی ہو تو اسکو دو طرح کا اختیار ہی چاہے خرید لانے والے کو اُسکا ثمن دیکر
اُس سے غلام لے لے اور چاہے اس سے نہ لے اور غاصب سے روز غصب کی قیمت غلام لے لے پس اگر اُسنے خرید لانیوالے سے اُسکا
ثمن دیکر غلام لے لیا تو غاصب سے قیمت روز غصب و ثمن مذکور جو اُسنے مشتری کو ادا کیا ہی دونون مین سے جو کم ہو وہ تاوان
لے سکتا ہی اور اگر اُسنے خرید لانے والے سے غلام نہ لیا اور غاصب سے روز غصب کی قیمت تاوان لے لی تو اسکے بعد مالک قدیم
کو غلام پر ہاتھ لگانے کی کوئی راہ نہوگی اور غاصب مذکور بجائے مالک قدیم کے قائم ہوگا پس غاصب مذکور کو اختیار ہوگا
کہ چاہے خرید لانیوالے سے اُسکا ثمن دیکر غلام لے لے اور چاہے چھوڑ دے - پھر اگر غاصب نے خرید لانے والے کو اسکا ثمن
دیدیا یا جس غازی کے حصہ مین پڑا ہی اُسکو اُسکی قیمت دیدی اور غلام اُس سے لے لیا پھر مالک قدیم نے چاہا کہ غاصب سے
جو قیمت تاوان لی ہی وہ غاصب کو واپس کر کے غلام اس سے لے لے تو اسمین دو صورتین ہین ایک یہ کہ اگر مالک قدیم
نے غاصب سے اپنے زعم کے موافق قیمت حاصل کی ہو بایں طور کہ دونون نے روز غصب کی قیمت مین اختلاف کیا چنانچہ
غاصب نے کہا کہ جس روز مین نے غصب کیا ہی اس روز غلام کی قیمت ہزار درم تھی اور مالک نے کہا کہ دو ہزار درم تھی اور
مالک نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے اور غاصب سے دو ہزار درم قیمت پائی یا گواہ نہ تھے پس غاصب سے قسم طلب
کی اور غاصب نے قسم کھانے سے انکار کیا پس غاصب سے دو ہزار درم حاصل کیے یا دونون نے مالک کے دعوی کے موافق
مقدار پر باہمی رضامندی سے صلح کر لی تو ان تینون صورتون مین مالک قدیم کو یہ اختیار نہوگا کہ چاہے غاصب کو اُسکی قیمت
واپس کر کے غلام لے لے یا چھوڑ دے - دوم یہ کہ اگر مالک نے غاصب کے زعم کے موافق قیمت پائی ہی بایں طور کہ مالک کے پاس گواہ
نہ تھے اُسنے غاصب سے قسم طلب کی پس غاصب نے قسم کھائی اور مالک نے اس سے ہزار درم موافق اسکے دعوی کے پائے
پھر غلام مذکور غاصب کے ہاتھ مین آیا جیسے کہ ہمنے بیان کیا ہی تو مالک قدیم کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے غاصب سے جو قیمت

اختیار رہیگا کہ ثمن مذکور اس غلام کی قیمت کے برابر ہو یہ محیط سرخسی مین ہے۔ منتقی مین ہے کہ کسی مسلمان کے غلام کو اہل حرب
قید کرکے اپنے حیز دار الحرب مین لیگئے پھر کسی مسلمان نے دار الحرب مین داخل ہوکر انسے یہ غلام خریدا اور دار الاسلام مین
نکال لایا اور یہان کسی عورت سے اس غلام کے رقبہ پر نکاح کیا اور نکاح مین اس غلام کا رقبہ مہر قرار دیا ہے پھر اسکا مولا
قدیم حاضر آیا تو اسکو اختیار رہیگا کہ چاہے اس غلام کو اسکی قیمت دیکر لے لے۔ اور اگر مشتری نے بغیر مہر کسی عورت کو
اپنے نکاح مین لیا پھر اس عورت سے اس مہر پر صلح کی کہ اسکے مہر کے عوض جو واجب ہوا ہے یہ غلام سپرد کریگا تو مولاے
قدیم سے کہا جائیگا کہ چاہے اس عورت کے مہر مثل کے عوض اس غلام کو لے لے یا چھوڑ دے۔ اور اگر کسی شخص نے مشتری پر
کسی مال کا دعوی کیا اور وہ دعوی بیان نہ کیا پھر مشتری نے اس سے اسکے اسی دعوی سے اس غلام پر صلح کر لی تو
مولاے قدیم اس سے یہ غلام اسکی قیمت دیکر لے سکتا ہے اور اگر دونون نے مقدار دعوی مین اختلاف کیا تو صلح کنندہ کا قول
قبول ہوگا۔ اور اگر غلام مسلمان کو دشمن اسیر کرکے لے گئے اور اپنے دار الحرب مین لیجا کر اپنے احراز مین کر لیا پھر وہ انسے
چھوٹ گیا اور انکا کچھ مال بھی لے آیا اور دار الاسلام کی طرف بھاگا پھر کسی مسلمان نے اسکو پکڑ لیا پھر اسکا مولاے
قدیم آیا تو پکڑ لینے والے سے یون ہی لے سکتا ہے کہ اسکی قیمت دیدے اور یہ امام محمد رح کا قول ہے اور جو کچھ مال اس
غلام کے پاس تھا وہ اسی کا ہے جسنے اسکو گرفتار کیا چنانچہ مولاے قدیم کو اسکے لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی اور بقول
امام اعظم رح کے مولاے قدیم اسکو مفت بغیر کچھ دیے ہوئے لے لیگا کیونکہ جب وہ دار الاسلام مین داخل ہوا تو وہ جماعت
مسلمانون کے واسطے فیء ہو گیا کہ امام المسلمین اسکو لے لیگا اور اسکا پانچوان حصہ لیکر باقی چار پانچوین حصے تمام مسلمانون
مین تقسیم کر دیگا اور امام محمد رح نے اپنے اس قول سے رجوع کیا ہے اور کہا کہ جب اسکو پکڑ لیا تو وہ غنیمت ہوا اور اسکے پانچ
حصے مین سے ایک حصہ لے لیا جائیگا اگر اسکا مولاے قدیم حاضر نہ آیا اور باقی پانچوین حصے اور جو مال اسکے پاس ہے سب
پکڑ لینے والے کا کر دیا جائیگا پھر اگر اسکے بعد اسکا مولاے قدیم حاضر ہوا تو اسکی قیمت دیکر لے سکتا ہے اور اگر پانچ حصے کیے جانے
سے پہلے حاضر آیا تو اسکو مفت لے لیگا۔ اور اگر کسی مسلمان کے غلام کو اہل حرب قید کرکے لیگئے اور اسکے مولاے مسلمان نے
اسکو آزاد کر دیا پھر مسلمان لوگ ان پر غالب ہوئے اور یہ غلام ہاتھ آیا تو اسکا مولاے قدیم اسکو مفت لے لیگا اور عتق مذکور باطل ہے
اور اگر مسلمان لوگ اسکو دار الحرب سے نکال لائے پھر مولاے قدیم نے قبل اسکے تقسیم کیے جانے کے آزاد کر دیا تو اسکا آزاد کرنا
جائز ہے۔ ایک حربی دار الاسلام مین امان لیکر داخل ہوا اور یہان کسی کا کچھ طعام یا کوئی متاع چرا لی اور اسکو لیکر دار الحرب
مین داخل ہوا پھر اس سے کوئی مسلمان خرید کرکے اسکو دار الاسلام مین نکال لایا تو اسکا مالک اسکو مفت لے سکتا ہے
اسواسطے کہ حربی مذکور اس مال کا دار الاسلام سے نکال لیجانے سے پہلے ضامن تھا پس دار الحرب مین لیجانے سے اسکا احراز
کر لینے والا نہوگا اور اگر کسی مسلمان نے اس حربی کے پاس کچھ مال ودیعت رکھا کہ حربی وہ دار الحرب مین لیکر گیا تو حربی
مذکور اس مال کا احراز کر لینے والا ہو جائیگا پھر اگر اہل حرب سب مسلمان ہو گئے یا ذمی ہو گئے یا کسی شخص مسلمان نے یا ذمی نے
تو مال مذکور اسی کا ہوگا اسواسطے کہ وہ دار الاسلام مین اس مال کا ضامن نہ تھا۔ کوئی حربی ہمارے یہان امان لیکر داخل
ہوا اور اسکے ساتھ کوئی ایسا غلام ہے جسکو اسنے مسلمانون سے دار الحرب مین لیجا کر اپنے احراز مین کر لیا ہے پھر اسکو حربی
مذکور سے کسی مسلمان نے خرید لیا تو مالک قدیم کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ مشتری کو اسکا ثمن دیکر اس سے یہ غلام لے لے۔ بشر رح نے
امام ابو یوسف رح سے املا مین روایت کی ہے کہ اگر اسیر کی ہوئی باندی کو اہل حرب سے کسی مسلمان نے خرید لیا اسکے

حصہ قیمت مین آئی اور اُس سے اس باندی کو اسکے مولاے قدیم نے بحکم حاکم لے لیا یعنی قبل گرفتار ہونے کے جو کوئی جنایا
یا قرضہ اس باندی کے ذمہ ہو وہ اس باندی کے ساتھ لگیگا اور جس بائع سے مالک قدیم نے اسکو خرید اہو اگر اسمین
کسی عیب قدیم ہونے سے واقف ہو تو بائع اول کو بسبب اس عیب کے واپس کر سکتا ہو اور اگر اسمین کوئی ایسا عیب
پیدا ہو گیا ہو کہ جس سے واپس نہین کر سکتا ہو تو عیب قدیم کا نقصان بائع اول سے لے سکتا ہو اور مولاے مذکور
کو ان امور کے مطالبہ کی اہل حرب سے خرید لانے والے یا جسکے حصہ مین پڑی ہو اسکی طرف کوئی راہ نہین ہو لیکن اگر
اسمین کوئی ایسا عیب نکلا جو اہل حرب کے پاس پیدا ہو گیا ہو یا اسکے خرید لانیوالے کے پاس یا جسکے حصہ مین پڑی ہو
اسکے پاس پیدا ہو گیا ہو تو اس عیب کی وجہ سے اسکو واپس کر سکتا ہو اور اگر وہ اسکے پاس مر گئی یا اسمین کوئی عیب
اسکے پاس پیدا ہو گیا تو نقصان عیب نہین لے سکتا ہو اور اگر مالک قدیم نے اس سے باندی کو بدون حکم حاکم کے لیا ہو تو
جو کچھ قرضہ اس باندی پر ہوگا وہ اسکے ساتھ آویگا اور جنایت جو اسکے گرفتار ہونے پر ہوگی وہ اس باندی پر ہو گی وہ اس
باندی کے پیچھے ساتھ نہ لگے گا اور مالک مذکور اس باندی کو کسی عیب قدیم کے پانے سے اسکے بائع اول کو واپس نہ
کر سکیگا مگر جس سے لیا ہو اسکو بسبب عیب قدیم یا جدید کے واپس کر سکتا ہو اور اگر باندی مذکورہ اسکے پاس مر گئی ہو یعنی
واپس نہ کر سکتا ہو تو جس سے لیا ہو اُس سے اسکے نقصان عیب قدیم یا جدید کو لے سکتا ہو اور اگر اس شخص کے پاس سے جسنے
اسکو بقیمت لے لیا ہو کسی نے استحقاق ثابت کر کے لیا یعنی یہ ثابت کر دیا کہ یہ باندی میری ملک ہو پس اگر اس لینے والے
نے اسکو بحکم حاکم کے ساتھ لیا ہو تو جس سے یہ باندی لی ہو اسی کو واپس کر دے پھر یہ استحقاق ثابت کرنے والا اُس سے قیمت
یا ثمن لے لیگا اور اگر اُسنے بغیر حکم حاکم لی ہو تو جسنے گواہون سے اپنا استحقاق ثابت کیا ہو وہ اُسی قدر دیکر لے لیگا جسقدر دیکر
لینے والے نے لی ہو اور ہر دو صورت مین اس استحقاق ثابت کرنے والے کو اختیار ہوگا کہ اگر اسمین کوئی عیب قدیم پایا جاوے
تو جس بائع سے اسکو خرید اہو اس سے رجوع کرے اور اگر اس شخص نے جسنے باندی مذکورہ کو اول مرتبہ ثمن دیکر لے لیا ہو
باندی مذکورہ کو آزاد کر دیا یا باندی مذکورہ اُس سے بچہ جنی پس اگر اُسنے بحکم قاضی اسکو لیا ہو تو جب اس مستحق نے اپنا استحقاق
ثابت کیا تب قاضی اُسکے آزاد کرنے کو باطل کر دیگا اور قیاساً وہ شخص اُس بچہ کو بھی مثل اُسکی ماں کے اس مستحق کی ملک مین
رقیق واپس کر دیگا و لیکن مین استحساناً یہ حکم دیتا ہون کہ جسنے اول مرتبہ لیا ہو وہ اپنے اس بچہ کو مستحق اُسکی قیمت دیکر آزاد
اپنے پاس رکھے۔ اور اگر دو غلامون کو اہل حرب گرفتار کر کے لے گئے اور ان دونون کو ایک شخص ایک ہی ثمن میں خرید لایا
تو انکے مولی کو اختیار ہوگا کہ چاہے ان دونون مین سے ایک ہی کو اسکا حصہ ثمن مشتری کو ادا کر کے لے لے اور دوسرے کو
چھوڑ دے۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی کہ ایک شخص کے غلام کو اہل حرب گرفتار کر کے لے گئے پھر مولے نے ایک
شخص کو حکم کیا کہ غلام مذکور میرے واسطے بعوض ہزار درم کے اُن سے خرید کر پھر وہ مذکور نے اسکو اپنے واسطے خرید ا تو غلام
مذکور اُسی حکم دینے والے یعنی مولاے قدیم کا ہوگا اور اسی طرح اگر مولی نے اس شخص کو حکم کیا کہ میرے واسطے ان لوگون
سے ہبہ مانگ لے پس مرد مذکور نے اپنے واسطے ہبہ مانگ لیا تو بھی وہ مولاے مذکور کا ہوگا اور اسی طرح اگر مولی
نے اسکو حکم کیا کہ اہل حرب سے غلام مذکور اسکے مولی کے واسطے مانگ لے پھر مرد مذکور نے اسکو اہل حرب سے خرید کیا اور یہ
خرید بعوض شراب کے واقع ہوئی تو بھی یہ غلام اپنے مولی کے واسطے ہوگا اور یہ غلام حربیون کی طرف سے مولاے مذکور کے
لیے ہبہ ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر مولے کو آگاہی حاصل ہوئی کہ میرا مملوک دارالحرب سے نکالا گیا ہے پھر اُسنے ایک مہینہ تک

اسکو طلب نہ کیا تو دوسری سے اُسکا حق ساقط نہو جائیگا اور امام محمدؒ سے روایت کیا گیا ہے کہ ساقط ہو جائیگا اور اگر غلام اسیر شدہ کا وہ مولی جسکے پاس سے غلام مذکور اسیر کیا گیا تھا مشتری کے دار الحرب سے نکال لانے کے بعد مر گیا تو امام محمد رح کے قول پر اُسکے وارثون کو اختیار رہوگا کہ مشتری مذکور سے لے لین مگر فقط بقدر حصے وراثت اگر چاہین تو نہین لے سکتے ہین اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ وارثون کو لینے کا اختیار نہین ہے اور اگر کافر حربی کسی مسلمان کا غلام مسلمان اسیر کرکے دار الحرب مین لے گیا اور اپنے احراز مین کر لیا پھر اسکو آزاد یا مدبر یا مکاتب کر دیا یا بجائے غلام کے باندی تھی کہ اُس سے استیلاد کر لیا کہ اُس سے اولاد پیدا ہوئی پھر اہل اسلام نے غالب ہو کر ان اسیر شدہ مملوکون کو مع اولاد کے پایا تو یہ سب آزاد ہونگے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ کسی مسلمان کے غلام کو اہل حرب گرفتار کر کے لے گئے پھر انسے کسی شخص نے یہ غلام خرید کیا اور دار الاسلام مین لایا پھر اہل حرب دوبارہ اسکو گرفتار کر کے لے گئے پھر اہل حرب نے غلام مذکور اس مشتری کو ہبہ کر دیا تو مولائے قدیم کو یہ اختیار ہوگا کہ چاہے مشتری سے مشتری کا ثمن اور غلام کی قیمت دونون دیکر لے لے اور یہی قول ہمارے ائمہ اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک غلام غصب کیا اور غاصب سے اہل حرب گرفتار کر کے لیگئے پھر غاصب نے غلام مذکور ایک شخص کے ہاتھ مین پایا جسنے اسکو اہل حرب سے خرید کیا ہے تو اس غاصب کو اس غلام کی جانب کوئی راہ نہین ہے یہانتک کہ اُسکا مولی حاضر ہو اور املاء مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر مشرکون نے کسی نابالغ کا غلام اسیر کر لیا اور دار الحرب مین لے گئے پھر مسلمانون نے اُس ملک پر جہاد کیا اور غلام مذکور غنیمت مین آیا اور ایک غازی کے حصہ مین پڑا پھر اس صغیر کے باپ نے قیمت دیکر لے لیا یا غازی مذکور نے سپرد کیا پھر نابالغ مذکور بالغ ہوا تو آیا اُسکا غلام لے لینے کا حق جاتا رہا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ نہین اور وہ غلام کی نسبت اپنا حق رکھتا ہے چاہیے لے لے یہ محیط مین ہے۔ واضح رہے کہ اگر اہل حرب ہمارے آزاد مرد و عورتین یا مدبر یا مکاتب یا ہماری ام ولد باندیان گرفتار کر کے لیجاوین تو ہمارے استحقاق کی رو سے وہ انکے مالک نہو جاوینگے اور اگر ہم لوگ انکے ان مذکورین کو گرفتار کر لاوین تو ہم ان سب کے مالک ہو جاوینگے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر اہل حرب کسی مسلمان کا مملوک مدبر یا مکاتب یا ام ولد گرفتار کر لے گئے اور مسلمانون نے جہاد کر کے غنیمت مین اسکو حاصل کیا اور تقسیم ہو کر وہ کسی کے حصہ مین آیا تو اسکا مولائے قدیم اُسکو بعد قسمت واقع ہونے کے بھی مفت بغیر کچھ دیے ہوئے لے لیگا اور جسکے حصہ مین پڑا تھا اسکو امام المسلمین اسکی قیمت بیت المال سے دیدیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر اسکو اہل حرب سے کوئی شخص تاجر خرید لایا ہو تو مولائے قدیم کو اختیار ہوگا کہ اس مشتری سے مفت لے لے اور اگر یہ شخص جسکو حربی گرفتار کر کے لے گئے ہین محض آزاد ہو پھر اسکو کوئی شخص حربیون سے خرید کر کے دار الاسلام مین نکال لایا تو آزاد مذکور واپس ہی آزاد ہوگا مشتری کا اسپر کچھ نہین ہے الا اس صورت مین کہ اُسنے مشتری مذکور کو اسطرح حربیون سے خالص خرید کرنے کا حکم کیا ہو تو ایسی صورت مین ثمن مذکور اسپر قرضہ ہوگا۔ اور اگر مسلمان کا غلام دار الاسلام سے حربیون کی طرف بھاگ گیا اور انہون نے پکڑ لیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اسکے مالک ہونگے۔ اور اگر غلام مذکور کی جگہ مکاتب یا مدبر یا ام ولد یا ایسا معتق البعض ہو جو قیمت ادا کرنے کے واسطے سعایت مین ہو بھاگ گیا اور حربیون نے اسکو گرفتار کر لیا تو بالاتفاق اسکے مالک نہونگے اور جب یہ ثابت ہوا کہ امام اعظم رح کے نزدیک بھاگے ہوئے غلام کو پکڑ لینے سے اہل حرب اسکے مالک نہین ہوتے ہین پس اگر ایسے غلام کو حربیون سے کوئی شخص خرید لایا یا انھون نے اسکو ہبہ کیا یا غنیمت مین آیا خواہ قیمت تقسیم کر دی گئی ہو یا نہو

مالک قدیم نے اسکو پایا تو جہان پاوے مفت لے لیگا لیکن درصورتیکہ غنیمت تقسیم ہو گئی اور یہ غلام کسی کے حصہ میں آ گیا
پھر اس سے مالک قدیم نے بنا بر استحقاق مذکور لے لیا تو اس شخص کو جسکے حصہ میں آیا تھا اسکا عوض بیت المال سے دیا جاویگا
اور جسکے حصہ میں تھا اسکے لیے غلام مذکور واپس لانے کا حیلہ نہیں ہے مالک مذکور پر واجب نہوگا۔ اور فقہا نے فرمایا کہ اگر
غلام بھاگ گیا اور اسکے پاس مولیٰ کا مال ہے تو حربی لوگ اس مال کے جو اسکے پاس ہے مالک ہو جاوینگے اور خود اس
غلام کے مالک نہونگے۔ اور اگر کوئی اونٹ چھوٹ کر وحشیانہ انکے یہان بھاگ گیا اور انھوں نے پکڑ لیا تو اسکے مالک ہو جاوینگے
اور اگر کوئی آدمی خرید کر کے اسکو دار الاسلام میں نکال لایا تو اسکے مالک قدیم کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ چاہے ثمن دیکر اسکو
لے لے۔ اور اگر کوئی غلام اپنے ساتھ ایک گھوڑا و متاع لیکر حربیوں کی جانب بھاگ گیا اور انھوں نے یہ سب پکڑ لیا اور کسی
شخص نے ان سے یہ سب خرید لیا اور دار الاسلام میں نکال لایا تو مولائے قدیم کو اختیار ہے کہ غلام کو مفت اور گھوڑے و متاع کو
مشتری کا ثمن دیکر لے لے اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے کذا فی السراج الوہاج۔ اور اگر حربیوں میں سے کسی کا غلام مسلمان ہو گیا
پھر ہمارے یہاں نکلکر چلا آیا یا اس کے مالک پر مسلمان غالب ہو گئے تو وہ آزاد ہے اور اسی طرح اگر حربیوں کے غلام ہمارے لشکر میں نکلکر
چلے آئے تو وہ آزاد ہیں یہ ہدایہ میں ہے اور اگر حربی ہمارے یہاں امان لیکر داخل ہوا اور ایک مسلمان غلام خرید لیا اور کسی طور سے
اسکو دار الحرب میں لے گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک غلام مذکور اسکی ملک سے آزاد ہو جاویگا اور صاحبین کے نزدیک آزاد نہ ہوگا
اور امام ابو یوسف سے ایک روایت مثل قول امام اعظم رح کے بھی مروی ہے اور اسی طرح اگر غلام مذکور ذمی ہو تو بھی یہی حکم
ہے۔ اور اگر حربی کا غلام دار الحرب میں مسلمان ہو گیا تو بالاتفاق وہ اس حربی کا غلام ہوگا جبتک کہ اس حربی نے اسکو کسی
مسلمان یا حربی کے ہاتھ فروخت کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک آزاد ہو جاویگا اور صاحبین کے نزدیک آزاد نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی
حربی دار الحرب میں مسلمان ہو گیا اور وہاں اسکے مملوک موجود ہیں پھر وہ ہمارے یہاں نکلکر چلا آیا پھر اسکے پیچھے اسکا کوئی غلام
بھی مسلمان ہو کر دار الاسلام میں چلا آیا تو وہ مثل سابق کے اپنے مولائے مذکور کا غلام ہوگا اور اسی طرح اگر وہ حالت کفر ہی
میں نکل آیا تو بھی یہی حکم ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر اہل حرب کسی مال پر جسکو انھوں نے مسلمانوں سے لیا تھا مسلمان ہو گئے
یا سب ذمی ہو گئے تو مال مذکور انھیں کا ہوگا کہ مسلمانوں کو اسکے لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی اور اسی طرح اگر کوئی حربی
دار الحرب سے نکلکر ہمارے یہاں چلا آیا یعنی یہیں کی سکونت اختیار کی اور اسکے ساتھ ایسے مال مذکور میں سے کچھ ہو تو بھی
اس مال کی نسبت تعرض نہیں ہو سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر مسلمانوں نے اہل حرب میں سے کچھ لوگ گرفتار کیے اور ہنوز انکو
باہم تقسیم نہ کیا اور نہ انکو دار الاسلام میں نکال لائے یہانتک کہ یہ قیدی انکے ہاتھوں سے چھوٹ کر اپنے مامن میں بھاگ گئے
یا اہل حرب نے غلبہ کیا اور انکو چھوڑا کر اپنے مامن میں لے گئے پھر مسلمانوں میں سے دوسری قوم غالب ہوئی اور خاص ان
قیدیوں کو بھی گرفتار کر کے دار الاسلام میں نکال لائے خواہ باہم تقسیم کر لیا یا ہنوز تقسیم نہیں کیا پھر اول فریق اور دوم
فریق نے ان اسیروں کی بابت قاضی کے حضور میں مخاصمہ کیا تو فریق دوم ہی ان قیدیوں کا مستحق ہے اور اگر مسئلہ مذکورہ
میں فریق اول نے دار الحرب میں ان قیدیوں کو باہم تقسیم کر لیا ہو مگر انکو دار الاسلام میں نکال کر نہیں لائے اور باقی مسئلہ بحال خود واقع
ہوا تو ایسی صورت میں فریق اول ہی ان اسیروں کا مستحق ہوگا پس اگر فریق اول نے ان اسیروں کو دوسرے فریق کے پاس قبل تقسیم
کے پایا تو مفت بغیر کچھ دیے ہوئے لے لینگے اور اگر تقسیم ہونے کے بعد پایا تو انکو یہ اختیار ہوگا کہ چاہیں قیمت دیکر اس سے لے لیں
جیسے انکو دینی اور املاک کی نسبت بھی اختیار حاصل ہے اور اسی طرح اگر فریق اول انکو دار الاسلام میں نکال لایا اور باہم تقسیم کر لیا

پھر دوسرے بھاگ گئے یا اہل حرب غالب ہوکر انکو چھوڑا لیگئے اور باقی مسئلہ بحال خود واقع ہوا تو بھی فریق اوّل ہی انکا
مستحق ہوگا اور اگر فریق اول ان اسیرون کو دارالاسلام مین نکال لایا اور ہنوز باہم تقسیم نہ کیا تھا کہ یہ لوگ چھوٹ کر
بھاگ گئے یا حربی لوگ غالب ہوکر انکو چھڑا لے گئے پھر باقی مسئلہ بحال خود واقع ہوا تو اس صورت مین اگر فریق دوم کے
باہم تقسیم کر لینے کے بعد فریق اول حاضر آیا تو فریق دوم ہی ان قیدیون کا مستحق ہوگا چنانچہ اسی طرح یہ مسئلہ زیادات
مین مذکور ہی۔ اور اگر فریق دوم کے باہم تقسیم کرلینے سے پہلے فریق اوّل حاضر ہوا تو اسمین دو روایتین ہین ایک روایت مین
مذکور ہی کہ فریق اوّل ہی مستحق ہوگا اور دوسری روایت مین ہی کہ فریق دوم مستحق ہوگا۔ اور اگر فریق اوّل انکو اپنے احراز مین
دارالاسلام مین نکال لائے اور باہم تقسیم نہ کیا یہان تک کہ حربیون نے غالب ہو کر انکو چھوڑا لیا اور ہنوز انکو دارالحرب مین
اپنے احراز مین نہین لیجانے پائے تھے کہ مسلمانون مین سے دوسری قوم نے دارالاسلام مین آ کر غالب ہوکر ان اسیرون کو
ان سے لے لیا تو فریق دوم ان اسیرون کو فریق اول کو واپس کردینگے خواہ باہم تقسیم کر لیا ہو یا نہ کیا ہو لیکن اگر فریق دوم
کے درمیان انکا بانٹنا ویسے نہ الا ایسا امام ہو جسکے نزدیک مشرکون کا اسطرح سے لینا انکا ایک احراز ہی تو ایسی صورت
مین فریق دوم ہی انکا مستحق رہیگا یہ محیط مین ہے۔ جاننا چاہیے کہ دارالحرب ایک ہی شرط سے دارالاسلام ہوجاتا ہی اور وہ
شرط یہ ہی کہ اس ملک مین احکام اسلام کا اظہار ہو۔ اور امام محمدؒ نے زیادات مین بیان فرمایا کہ دارالاسلام امام اعظمؒ
کے نزدیک جبھی دارالحرب ہوجاتا ہی کہ تین شرطین پائی جاوین ایک یہ کہ اسمین احکام کفار کے بسبیل اشتہار جاری
ہون اور حکم اسلام کے موافق اسمین حکم نہ دیا جاوے دوم یہ کہ یہ ملک دارالحرب سے اسطرح متصل ہو کہ ان دونون کے
درمیان بلاد اسلام مین سے کوئی بلاد نہ ہو اور سوم یہ کہ اسمین کوئی مسلمان اور کوئی ذمی اپنی امان اوّل پر جو اسکو قبل
غلبہ کفار کے حاصل تھی باقی نہ رہے یعنے جو امان مسلمان کو اپنے اسلام سے اور ذمی کو اپنے عقد ذمہ سے حاصل تھی باقی نہ رہے
اور صورت اس مسئلہ کی تین وجہ سے ہی ایک یہ کہ اہل حرب ہمارے کسی دیار پر غالب ہوجاوین اور دوم یہ کہ کسی شہر کے لوگ
اسلام سے مرتد ہو کر غالب ہوجاوین اور احکام کفر وہان جاری کرین سوم یہ کہ کسی شہر کے ذمی اپنا عقد ذمہ توڑ دین اور
بسبیل تغلب اس شہر پر قابض ہوجاوین تو ان سب صورتون مین سے ہر صورت مین یہ شہر یا ملک جبھی دارالحرب
ہوجائیگا کہ سب تینون شرطین مذکورہ بالا پائی جاوین اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ ایک ہی شرط سے
دارالاسلام بھی دارالحرب ہوجاتا ہی اور وہ یہ ہی کہ اسمین احکام کفر جاری و ظاہر ہون اور یہ قول موافق قیاس کے ہی۔
پھر اگر کوئی ملک بسبب تینون شرائط مذکورہ بالا پائی جانے کے دارالحرب ہوگیا پھر اسکو امام نے فتح کیا اور غنیمت لوٹ
مین آئی پھر قبل تقسیم غنیمت کے وہان کے لوگ حاضر ہوئے تو اسکو بلا قیمت بغیر کچھ دیے لے لینگے یعنے ویسے ہی پا جائینگے اور اگر بعد تقسیم
ہوجانے کے حاضر ہوئے تو ہر ایک اپنی اپنی چیز اسکی قیمت دیکر لے سکتا ہی اور رہی زمین پس بعد فتح کر لینے امام المسلمین کے
وہ اپنے حکم اول کی طرف عود کریگی یعنی اگر وہ زمین خراجی تھی تو خراجی ہوجائیگی اور اگر عشری تھی تو عشری ہوجائیگی
لیکن اگر قبل اسکے امام نے انپر خراج باندھ دیا ہو تو وہ عود کرنے مین عشری نہ ہوگی یہ سراج الوہاج مین ہی۔

چھٹا باب مستامن یعنی امان لیکر داخل ہونے والے کے بیان مین۔ اور اسمین تین فصلین ہین۔ **فصل اوّل**
مسلمان کی امان لیکر دارالحرب مین داخل ہونے کے بیان مین۔ اگر کوئی مسلمان تاجر امان لیکر دارالحرب مین
داخل ہوا تو اسپر حرام ہی کہ حربیون کی جانون یا مالون سے کچھ تعرض کرے لیکن اگر ان تاجرون کے ساتھ حربیون نے

بادشاہ نے جان بوجھکر غدر کیا یا بدین طور کہ انکے مال لے لیے یا قید کیا یا اور کسی نے ظلم کیا اور بادشاہ نے جان بوجھکر
منع نہ کیا تو ایسی حالت میں ان تاجرون کو انکی جانون و مالون سے تعرض کرنا مباح ہے مانند اس شخص کے
جسکو اہل حرب قید کرکے لے گئے یا اسلامی چور ہون کہ وہ انکے ملک مین پوشیدہ داخل ہوا کہ اسکو یہ امور مباح ہوتے ہین
پس اسی طرح ان تاجرون کو بھی روا ہے کہ انکا مال لے لے اور انکو قتل کرے مگر یہ نہین روا ہے کہ وہان کی کسی عورت
سے حلال جانکر وطی کرے اسواسطے کہ فرج کی حلت سواے ملک کے نہین ہوتی ہے اور جبتک کہ اپنے دار الاسلام مین
حربیہ عورت کو لاکر اپنے احراز مین نہ کرلے تب تک ملک متحقق نہین ہوتی ہے لیکن اگر اسنے دار الاسلام مین اپنی منکوحہ
عورت کو جسکو اہل حرب قید کرکے لے گئے ہین پایا یا اپنی ام ولد یا مدبرہ کو پایا اور حال یہ ہے کہ اہل حرب نے ان عورتون
سے وطی نہین کی ہے تو یہ عورتین اسکی ملک مین باقی ہین پس انسے وطی کرسکتا ہے مگر ان عورتون سے اگر اہل حرب نے وطی کی ہے تو
ان عورتون کے حق مین شبہہ پیدا ہوگا پس ان عورتون پر عدت واجب ہوگی لہذا جبتک انکی عدت منقضی نہو جاوے
تب تک انسے وطی کرنا اسکو روا نہین ہے بخلاف اسکے اگر شخص مذکور کی باندی کو اہل حرب قید کرکے لے گئے ہون اور اسکو اسنے
وہان پایا تو اسکے ساتھ اسکو وطی کرنا جائز نہین ہے اگرچہ اہل حرب نے اس سے وطی نہ کی ہو اسواسطے کہ حربی اس
باندی کے مالک ہوگئے ہین اور یہی وجہ ہے کہ اسکو جائز نہین ہے کہ اس باندی سے کسی طرح کچھ تعرض کرے بشرطیکہ انکے دیار مین امان
لیکر داخل ہوا اور امان توڑی نہین گئی اور اپنی زوجہ و ام ولد و مدبرہ سے اسکو تعرض جائز ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر
تاجر مذکور نے خود غدر کیا اور حربیون کی کوئی چیز لیکر دار الاسلام مین نکال لایا تو اسکا مالک ہو جاویگا مگر بطور ملک خبیث
یعنی حرام طور پر مالک ہوگا پس اسکو حکم دیا جائیگا کہ یہ چیز صدقہ کر دیوے۔ اور اگر اس تاجر کے ہاتھ کسی حربی نے کوئی چیز قرض
بیچی یا اسنے کسی حربی کے ہاتھ قرض بیچی یا اس تاجر و حربی مین سے کسی نے دوسرے سے غصب کرلی پھر تاجر مذکور دار الاسلام
مین چلا آیا اور حربی مذکور بھی امان لیکر دار الاسلام مین داخل ہوا یا کسی حربی نے دوسرے حربی کے ہاتھ کوئی چیز قرض بیچی یا
ایک حربی نے دوسرے حربی کی کوئی چیز غصب کرلی پھر دونون امان لیکر دار الاسلام مین داخل ہوئے اور یہان کے حاکم کے
حضور مین نالش پیش کی تو ان دونون مین سے کسی کے واسطے دوسرے پر کچھ حکم کسی چیز کا نہ دیا جائیگا اور اگر دونون حربی
مذکور مسلمان ہوکر دار الاسلام مین آگئے ہون تو جسکا قرضہ چاہیے ہے اسکے واسطے قرضدار پر اسکے قرضہ کا حکم دیدیا جائیگا
اور رہی غصب کی صورت سو بسبب وجوہ مذکورہ بالا مین غصب کی بابت قضاءً کچھ تعرض نہ کیا جائیگا لیکن جس صورت مین
کہ مسلمان حربیون کے یہان امان لیکر داخل ہوا اور حربی کی کوئی چیز غصب کرلی ہے اور حربی مسلمان ہوکر یہان آیا اور
نالش پیش کی ہے تو غاصب کو ازراہ دیانت مال غصب اسکو واپس کر دینے کا حکم دیا جائیگا مگر قضاءً اسپر حکم نہ دیا جائیگا۔
اور اگر دو مسلمان امان لیکر دار الحرب مین داخل ہوئے پھر انمین سے ایک نے دوسرے کو عمدًا یا خطاءً قتل کیا تو قاتل پر
اسکے مال سے مقتول کی دیت واجب ہوگی اور خطاءً قتل کرنے کی صورت مین اسپر کفارہ بھی واجب ہوگا اور رہا قصاص
سو ظاہر الروایہ کے موافق قصاص واجب نہین ہوتا ہے۔ اور اگر یہ دونون قیدی ہون یعنے کفار انکو دار الاسلام سے قید
کرکے لے گئے ہون پھر ایک نے دوسرے کو قتل کیا یا مسلمان تاجر نے کسی مسلمان اسیر کو قتل کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک
قاتل پر کچھ واجب نہین ہے سواے اسکے کہ خطاءً قتل کرنے کی صورت مین کفارہ قتل ادا کرنا واجب ہے یہ کافی مین ہے۔ امام
محمد رح نے فرمایا کہ مضائقہ نہین ہے کہ مسلمان تاجر اہل حرب کے یہان جاوے جو چیز لیجاوے سواے کراع و سلاح و سبی کے

اور اگر حربیون کے یہان کچھ نہ لیجاوے تو میرے نزدیک پسندیدہ تر ہے شیخ شمس الائمہ سرخسی نے شرح سیر کبیر مین
فرمایا کہ کراع سے مراد ہر طرح کے گھوڑے اور خچر و گدھے و اونٹ و مال لادنے کے بیل ہین۔ اور سلاح سے مراد یہ ہے
کہ جو قتال کے واسطے مہیا کیا ہوا اور لڑائی مین استعمال کیا جاتا ہے خواہ اسکے ساتھ وہ سوائے لڑائی کے اور کام مین
استعمال کیا جاتا ہو یا نہ کیا جاتا ہو اور تمام جنس سلاح ہے خواہ خرد ہو یا کلان ہو چنانچہ سوئی و سوجا تک انکے
یہان بھر لیجانا کراہیت مین یکسان ہین۔ اسی طرح جس لوہے سے ہتھیار بنائے جاتے ہین اسکا بھری کرکے دار الحرب مین لیجانا
مکروہ ہے اور اسی طرح حریر و دیباج اور قز جو غیر معمول ہے یعنے ساختہ ہووے تو اسکا لیجانا بھی مکروہ ہے۔ اور اگر
ابریشم یا قز کے باریک کپڑے ہون تو انکو لیجانے مین مضائقہ نہین ہے اور قتل وکالشہ اہل حرب کے یہان لیجانے مین
مضائقہ نہین ہے اور یہی حکم قافی کا ہے اسواسطے کہ غالبا اسکا استعمال ہتھیارون مین نہین ہوتا ہے۔ اور اگر وہ لوگ غالب
ہتھیار ایسے چیز اس سے بناتے ہون تو انہین سے کسی چیز کا انکے یہان لیجانا حلال نہین ہے اور زندہ یا ذبح کیا ہوا بازو
کے اہل حرب کے یہان لیجانا روا نہین ہے اسواسطے کہ غالبا انکے بازو کے پرون سے تیر کی ڈنڈی لگائی جاتی ہے
اور اگر عقاب کے بازو کے پرون سے ایسا کیا جاتا ہو تو اسکا بھی اسطور سے داخل کرنا روا نہین ہے۔ اور اگر وہ شکاری ہو کیونکہ
اس ملک مین جاتے ہون تو اسکا وہان لیجانا روا ہے اور باز و صقر کا بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر مسلمان نے امان لیکر دار الحرب مین
تجارت کے واسطے جانے کا قصد کیا حالانکہ اسکے ساتھ اسکا گھوڑا و ہتھیار ہین کہ جنکو اہل حرب کے ہاتھ فروخت کرنے کا ارادہ
نہین رکھتا ہے تو اسکے ساتھ لیجانے سے منع نہ کیا جائیگا ولیکن یہ اسوقت ہے کہ یہ معلوم ہو کہ اہل حرب اس سے ان چیزون کے
واسطے کچھ متعرض نہونگے اور اسی طرح باقی جانوران سواری کا بھی یہی حکم ہے ولیکن اگر یہ تاجر ان چیزون مین سے کسی چیز کی
نسبت متہم ہو کہ انکے ہاتھ بیچنے کے واسطے لیے جاتا ہے تو اس سے اللہ تعالی کی قسم لیجائیگی کہ مین بیچ کے واسطے ان چیزون کو
نہین لیے جاتا ہون اور فروخت نہ کرونگا یہانتک کہ اسکو دار الحرب سے دار الاسلام مین نکال لاؤن الا بوجہ ضرورت کے
سختی پیش آنے کے پس اگر اسنے اسطور پر قسم کھالی تو تہمت مذکورہ اسکے ذمہ سے دور ہو جائیگی اور دار الحرب مین لیجانے دیا جائیگا
اور اگر اسنے قسم نہ کھائی تو انہین سے کوئی چیز دار الحرب مین نہ لیجانے پاویگا اور روکا جائیگا۔ اور اسی طرح اگر دریا کی راہ سے
مال تجارت کشتی مین بھر کر لیجانا چاہا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک یا دو غلام لیجانے کا قصد کیا تاکہ اسکی خدمت کیا کرین تو اسکو
ممانعت نہ کیجاویگی اسواسطے کہ اسکو خدمت کی حاجت ہے مگر ایسے غلامون کے لیجانے سے منع کیا جائیگا جنکی تجارت
کا ارادہ رکھتا ہے پس اگر متہم ہوا کہ بیچنے کے واسطے لیے جاتا ہے تو اس سے قسم لیجائیگی۔ اور اگر ذمی نے تجارت کے واسطے امان
لیکر جانے کا قصد کیا تو وہ گھوڑا و بردون و ہتھیار ساتھ لیجانے سے منع کیا جائیگا لیکن اگر ذمی مذکور اہل حرب کے
ساتھ عداوت رکھنے مین معروف ہوا اور مامون ہو کہ ایسا نہ کریگا تو اسکا حال مثل مسلمان تاجر کے ہے۔ اور اگر اسنے اپنی تجارت
کے واسطے خچر یا گدھے یا گاڑی یا اونٹ پر سوار ہو کر یا لادکر دار الحرب مین جانا چاہا تو منع نہ کیا جائیگا مگر اس سے قسم
لیجائیگی کہ خچر و کشتی و رقیق جو وہان ساتھ لیے جاتا ہے انکے ہاتھ فروخت کرنے کا قصد نہین رکھتا ہے اور انکو فروخت نہ کریگا
یہانتک کہ انکو دار الاسلام مین نکال لاویگا الا بسبب ضرورت پیش آنے کے۔ اور اگر حربی مستامن نے دار الاسلام سے
دار الحرب کی طرف لوٹ جانے کا ارادہ کیا ہو اور ان چیزون مین سے جو ہمنے ذکر کی ہین کسی چیز کو ساتھ لیجانا چاہا تو اسکو
اس سے منع کیا جائیگا اور روکا جائیگا لیکن اگر حربی مذکور کسی مسلمان یا ذمی کو کشتی یا کوئی جانور سواری کرایہ پر دیکر ساتھ لا کر لایا ہو

اور یہان سے یہ چیز واپس لیے جاتا ہو تو ایسی صورت مین وہ منع نہ کیا جائیگا۔ اور اگر اہل حرب ایسے لوگ ہون کہ جب
کوئی تاجر مسلمان یا ذمی انکے یہان ان چیزون مین سے کوئی چیز لیجاتا ہو تو پھر واپس نہین لانے دیتے ہین مگر اسکا ثمن
اسکو دیدیتے ہین تو تاجر مسلمان یا ذمی کو انکے یہان ہر قسم کے گھوڑے و ہتھیار و رقیق لیجانے سے ممانعت کیجائیگی مگر خچر
وگدھے و بیل و اونٹ لیجانے سے نہ روکا جائیگا اور اسی طرح ایک کشتی لیجانے سے جسپر سوار ہوتا ہو اور اسباب لاتا ہو
منع نہ کیا جائیگا۔ اور اگر اُسنے دوسری کشتی اُسکے ساتھ لیجانے کا قصد کیا تو اس سے روک دیا جائیگا۔ اور یہ سب حکم استحسان
ہو۔ اور ایسی حالت مین وہ اپنے ساتھ کوئی خادم خواہ مسلمان ہو یا کافر ہو نہین لیجانے پاویگا۔ اور اگر کوئی حربی ہمارے یہان
امان لیکر کراع و سلاح و رقیق کے ساتھ داخل ہوا تو جو کچھ ساتھ لایا ہو اسکو لیکر لوٹ جانے سے منع نہ کیا جائیگا۔ اور اگر اُسنے
یہ چیزین دارالاسلام مین یعنی نقد کے عوض بیچ ڈالین پھر اس نقد کے عوض یہان سے بھی دوسری چیزین خریدین خواہ ویسی ہی کہ
جیسی اُسکی تھین یا اُس سے افضل یا اُس سے بدتر تو وہ اُن چیزون مین سے کسی کو دارالحرب مین نہ لیجانے پاویگا۔ اور اسی طرح اگر
اُسنے وہی بعینہ خریدین جنکو فروخت کیا ہو یا مشتری سے درخواست کی کہ تجھسے اقالہ کرے پس مشتری نے اس بیع کا قبل قبضہ
مبیع کے یا بعد قبضہ مبیع کے اقالہ کر دیا یا مشتری نے ان خریدی ہوئی چیزون کو بسبب خیار رویت کے یا بسبب خیار شرط کے
جو مشتری نے اپنے واسطے شرط کیا تھا حربی مذکور کو واپس کر دیا تو بھی یہی حکم ہو کہ حربی مذکور ان چیزون کو یہان سے نہ لیجانے
پاویگا۔ اور اگر حربی مذکور نے بیع مین اپنے واسطے خیار شرط کر لیا ہو پھر اس خیار کی وجہ سے بیع کو توڑ دیا تو اُسکو اختیار
رہیگا چاہے ان چیزون کو اپنے ساتھ واپس لیجاوے یہ محیط مین ہو۔ اور اگر حربی کوئی تلوار لایا اور بجاے اسکے کمان یا
نیزہ یا ڈھال خریدی تو یہان سے دارالحرب مین نہ لیجانے پاویگا اور اسی طرح اگر اپنی تلوار سے بہتر دوسری تلوار اپنی
تلوار سے بدل لی تو بھی یہی حکم ہو اور اگر دوسری تلوار اُسکی تلوار کے مثل یا خراب ہو تو اسکو ساتھ لیجانے سے منع نہ کیا جائیگا
یہ مبسوط مین ہو۔ اور اس قسم کے مسائل مین اصل یہ ہو کہ ہرگاہ اُسنے اپنے ہتھیار کے عوض دوسری جنس کا ہتھیار بدل لیا تو
اسکو نہ لیجانے پاویگا اور اسپر جبر کیا جائیگا کہ اسکو دارالاسلام مین فروخت کر دے خواہ یہ ہتھیار جو اُسنے بدل لیا ہو اسکے ہتھیار
کی نسبت فائدہ مین بہتر ہو یا بدتر ہو اور اگر اُسنے اپنے ہتھیار کے بدل مین اسی جنس کا ہتھیار لیا ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر اسکے ہتھیار
کے مثل یا اس سے خراب ہو تو اُسکو لیکر دارالحرب مین لوٹ جاسکتا ہو روکا نہ جائیگا اور اگر اس ہتھیار سے اچھا ہو تو لیجانے
نہ پاویگا اور اگر اُسنے اپنے ہتھیار کے مثل بدل لیا پھر دونون نے باہم بیع کا اقالہ کر لیا ہو تو جو ہتھیار اسکو ملا ہو یعنی اسی کا
پہلا ہتھیار کہ بعد اقالہ کے ملا ہو اسکو لیکر دارالحرب مین لوٹ جاسکتا ہو اور اگر اُسنے بیع مبادلہ مین اپنے ہتھیار سے اچھا یا
خراب بدل لیا ہو پھر دونون نے بیع کا اقالہ کر لیا تو جو اقالہ کے ہتھیار اسکا اُسکے ہاتھ آیا ہو اسکو دونون صورتون مین ساتھ لیکر
واپس نہین جاسکتا ہو۔ اور کراع کا مبادلہ کرنا سب صورتون مین وہی حکم رکھتا ہو جو ہتھیار کے مبادلہ مین ہمنے بیان کیا ہو۔ اور
اگر اُسنے اپنے نر گھوڑے کے عوض مادہ گدھی بدل لی یا نر گھوڑے کے عوض مادہ گھوڑی بدل لی تو اُسکو دارالحرب مین لیجانے سے
روکا جائیگا اگرچہ جسکو لیے جاتا ہو قیمت مین اس سے کم ہو جسکو بدل کو چھوڑے جاتا ہو۔ اور اگر اُسنے اپنے نر خچر کے عوض مادہ خچری
بدل لی خواہ قیمت مین اُسکے مثل ہو یا کم ہو تو چھوڑ دیا جائیگا کہ اسکو لیجاوے۔ اور اگر اُسنے اپنی مادیان کے عوض نر بدل لیا
تو نہین لیجانے پاویگا اور اگر اُسنے اپنے اصیل گھوڑے کے عوض برذون یعنی دوغلا گھوڑا یا برذون کے عوض اصیل گھوڑا بدل لیا
تو اسکے ساتھ لیجانے سے روکا جائیگا اور نہ لیجانے پاویگا۔ اور اگر اُسنے اپنی مادہ گھوڑی کے عوض دوسری مادہ گھوڑی جو اُسکی

گھوڑی سے دوڑ مین کم ہو بدل لی ولیکن بارلی ہوئی گھوڑی اسکی گھوڑی کے بہ نسبت مضبوط زیادہ ہو اور اس مین نسل
کی امید زیادہ ہو تو لیجانے سے روکا جائیگا اور اسپر جبر کیا جائیگا کہ اسکو یہان فروخت کردے لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ جو
گھوڑی اُسنے دیدی ہو اُسکی بہ نسبت یہ گھوڑی جسکو لیے جاتا ہو استقرار حاصل کرنے مین سب طرح سے کم یا برابر ہو
تو لیجا سکتا ہو اور رہی باندی و غلام یعنے رقیق سو انکو کسی طرح بعد تبدیل کر لینے کے نہین لیجا سکتا ہو اسپر جبر
کیا جائیگا کہ فروخت کردے خواہ جو رقیق بدلے مین لیا ہو اُسی جنس کا ہو جو اُسنے دیا ہو یا غیر جنس ہو خواہ اُس سے گھٹکر
ہو یا بڑھکر ہو یا برابر ہو۔ اور اگر روم کے دو شخص حربی امان لیکر ہمارے یہان داخل ہوئے اور ان دونون مین سے
ایک کے ساتھ رقیق اور دوسرے کے ساتھ ہتھیار ہین پھر دونون نے آپس مین رقیق اور ہتھیارون کا مبادلہ کر لیا یا
ہر ایک نے اپنا مال دوسرے کے ہاتھ درمون کے عوض بیچ ڈالا پھر ہر ایک نے اس چیز کو جو اس نے اس طرح
حاصل کی ہو دار الحرب مین لیجانا چاہا تو منع نہ کیا جائیگا۔ اور اگر روم کا کوئی حربی یہان امان لیکر داخل ہوا اور
اپنے ساتھ کراع یا سلاح یا رقیق لایا پھر یہان سے اُسنے چاہا کہ تاتار یا دیلم وغیرہ کسی ایسے کافرون کے ملک مین
جو مسلمانون کے دشمن ہین ان چیزون کو لیکر جاوے تاکہ انکے ہاتھ فروخت کرے تو اسکو اس سے منع کیا جائیگا اور
اسی طرح اگر ان چیزون کو اپنے دار الحرب مین داخل کرنا چاہا جسکے مسلمانون سے موادعت ہو تو بھی منع کیا جائیگا اور
اگر ایسے ملک مین لیجانا چاہا جہان کے لوگ مسلمانون کے اہل ذمہ ہین تو منع نہ کیا جائیگا اور اگر دو حربی مستامن ہمارے
یہان آئے ایک روم کا ہو اور دوسرا تاتار کا ہو اور انمین سے ایک کے ساتھ رقیق اور دوسرے کے ساتھ کراع یا سلاح
ہین پھر دونون نے باہم ان چیزون کا مبادلہ کر لیا یا ہر ایک نے دوسرے کی متاع کو درمون کے عوض خریدا تو دونون
مین سے کسی کو نہ چھوڑا جائیگا کہ وہ اپنی خریدی ہوئی اس چیز کو اپنے ملک مین لیجاوے۔ اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے
یکسان صنعت کے ہتھیار بدل لیے تو ہر ایک کو اختیار دیا جائیگا کہ اپنی خریدی ہوئی چیز کو اپنے ملک مین لیجاوے
اور اگر دونون مین سے ایک نے بہ نسبت دوسرے کے بہتر لیا ہو تو جسنے دونون مین سے خراب لیا ہو وہ اپنے خراب
ہتھیار کو اپنے ملک مین لیجا سکتا ہو اور جسنے بہتر لیا ہو وہ نہین لیجا سکتا ہو بلکہ اسپر جبر کیا جائیگا کہ اسکو فروخت کردے
بمنزلہ اسکے جیسے کہ حربی نے مسلمان سے ایسا مبادلہ کیا چنانچہ اسمین بھی یہی حکم ہوتا ہو اور اسی طرح اگر دونون مین سے فقط
ہتھیار کے بائع کو مشتری نے بسبب خیار رویت یا اپنے خیار شرط یا بسبب عیب کے خریدا ہوا ہتھیار واپس کر دیا ہو
تو بھی وہ اسکو دار الحرب مین واپس نہین لیجا سکتا ہو بخلاف اسکے اگر دونون نے باہم رقیق کو رقیق سے مبادلہ کر لیا
اور یہ دونون رقیق یکسان ہین یا ان مین سے ایک بہ نسبت دوسرے کے افضل ہو تو اس صورت مین ان دونون
کا مبادلہ بمنزلہ مبادلہ مسلمان یا ذمی و مستامن کے قرار نہ دیا جائیگا۔ پس درصورتیکہ ہر دو رقیق مین مساوات متحقق
ہو تو جسکی ملک مین اس بیع سے جو رقیق آگیا ہو اسکو اپنے ملک مین لیجانے سے ممانعت نہ کیجائیگی اور اگر دونون مین
سے ایک افضل ہو اور دوسرا گھٹیا ہو تو جسنے گھٹیا لیا ہو وہ منع نہ کیا جائیگا اور جسنے افضل لیا ہو اسکو ممانعت کیجائیگی
اور اگر دونون نے باہم باندی و غلام کا مبادلہ کیا ہو تو دونون مین سے کسی کو اجازت نہ ہوگی کہ جو اُسنے لیا ہو اسکو
اپنے ملک مین لیجاوے اسواسطے کہ نر و مادہ کا اختلاف جنسی ہو کذا فی المحیط **فصل دوم** حربی کے امان لیکر دار الاسلام
مین داخل ہونے کے بیان مین۔ اگر حربی امان لیکر دار الاسلام مین داخل ہوا تو اسکو یہ قدرت نہ دیجائیگی کہ یہان سال

بھر تک رہے اور امام المسلمین اُس سے فرما دیگا کہ اگر تو سال بھر تک یہاں رہیگا تو ہم تجھ پر جزیہ باندھ دینگے پھر اگر امام کے اسطرح اُس سے فرمانے کے بعد وہ سال تمام ہونے سے پہلے اپنے ملک کو واپس گیا تو اُسپر کوئی راہ نہیں ہے اور اگر نہ گیا یہیں رہا تو وہ ذمی ہے اور جزیہ کے واسطے سال اسوقت سے شمار ہوگا جسوقت سے امام نے اُس سے کہدیا ہے نہ اسوقت سے کہ جسوقت سے وہ دارالاسلام میں داخل ہوا ہے اور امام کو یہ بھی روا ہے کہ اگر مصلحت دیکھے تو اسکے واسطے اس سے کم مدت مقرر کردے مثلاً مہینہ یا دو مہینہ چنانچہ اسکے بعد اگر وہ رہا تو ذمی ہوجائیگا پھر جو مدت مقرر کردی ہے اگر اسکے بعد گذر جانے کے وہ ذمی ہوگیا تو از سر نو اس سے اُسوقت کے بعد سے آئندہ سال کے واسطے جزیہ لیگا لیکن اگر اسکے واسطے یہ شرط کردی ہو کہ اگر تو سال بھر تک رہا تو تجھ سے جزیہ لونگا تو ایسی صورت میں سال تمام ہونے پر جزیہ لے لیگا کذا فی التبیین پھر اسکے بعد وہ نہ چھوڑا جائیگا کہ دارالحرب میں لوٹ جاوے یہ کفایہ میں ہے۔ اور اگر کوئی حربی ہمارے ملک میں امان لیکر آیا اور اُسنے یہاں کوئی زمین خراجی خریدی پھر جب اُسپر خراج باندھا گیا تب ہی سے وہ ذمی ہوگیا اور اسی طرح اگر اُسنے زمین عشری خریدی تو وہ زمین بنا برقول امام محمد رحمہ کے عشری رہیگی اور بنا برقول امام اعظم رحمہ کے خراجی ہوجائیگی پس خراج باندھے جانے کے وقت سے اُس سے آئندہ سال کا جزیہ لیا جائیگا اور اُسکے حق میں ذمیوں کے احکام ثابت ہونگے چنانچہ دارالحرب میں جانے سے منع کیا جائیگا اور اسکے و مسلمان کے درمیان قصاص جاری ہوگا اور اگر کسی مسلمان نے اُسکی شراب یا سور کو تلف کردیا تو اُسکی قیمت تاوان دیگا اور اگر وہ خطا سے قتل کیا گیا تو اُسکی دیت واجب ہوگی اور واجب ہوگا کہ جو چیز اُسکو تکلیف دہ ہو وہ اُس سے دور کیجاوے چنانچہ اُسکی غیبت حرام ہوگی جیسے مسلمان کی غیبت حرام ہے اور خراج باندھنے سے یہ مراد ہے کہ اُسپر خراج لازم کردیا جائیگا اور جب سے اُسنے سبب خراج کو کیا ہے اسوقت سے وقت خراج کی میعاد پوری ہوجانے پر اُس سے لے لیا جائیگا اور سبب خراج اس اراضی کی زراعت ہے یا اُسکو اس زمین میں زراعت کی قدرت حاصل ہو اگرچہ اُسنے بیکار چھوڑ رکھا ہو بشرطیکہ اُسکی ملک میں ہو یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور خالی خریدنے ہی سے ظاہر الروایۃ کے موافق ذمی نہیں ہوجاتا ہے۔ اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر اُسنے اس اراضی کو فروخت کردیا قبل اسکے کہ اُسکا خراج واجب ہووے تو اسکے خرید کی وجہ سے ذمی نہ ہوجائیگا۔ اور اگر خراجی زمین کو اجارہ پر لیکر اُسمیں زراعت کی تو ذمی ہوجائیگا اور اگر ایسی زمین خراجی ہو کہ جسکا خراج موظف نہیں ہے بلکہ بٹائی ہے اور حربی نے اپنے بیجوں سے اُسمیں زراعت کی پھر جو کچھ پیداوار ہوئی اُسمیں سے امام نے خراج لیا اور خراج کا حکم اس مزارع یعنی حربی پر جاری کیا نہ مالک زمین پر تو امام اُس حربی کو ذمی قرار دیگا اور اُسپر اسکی جان کا خراج بھی مقرر کریگا یعنی جزیہ مقرر کریگا۔ اور اگر حربی مستامن نے ایسی اراضی کو خریدا جسکا خراج بٹائی پر ہے اور اُسکو کسی مسلمان کو اجارہ پر دیدیا اور امام نے اُسکا خراج اس مسلمان مستاجر سے لے لیا اور اُسکا مذہب یہ ہے کہ خراج مذکور زراعت پر ہوتا ہے تو مستامن مذکور ذمی نہ ہوجائیگا۔ اور اگر مستامن نے خریدی ہوئی زمین میں زراعت کی اور یہ زمین خراجی ہے پھر اسکی کھیتی جو بعد زراعت کو ایسی آفت پہونچی کہ وہ جاتی رہی تو زمین مذکور پر اُس سال خراج نہ ہوگا اور حربی مذکور ذمی نہ ہوجائیگا۔ اور اگر حربی مستامن ایک زمین کا مالک ہوا اور مالک ہونے کے وقت سے چھ مہینے سے کم میں اس اراضی پر خراج واجب ہوا تو جسوقت سے اُسکی زمین پر خراج واجب ہوا ہے جسکا ادا کرنا اُسپر واجب ہوا ہے اُسیوقت سے وہ ذمی ہوجائیگا اور اُسپر اسکے نفس کا جزیہ واجب ہوگا کہ جس روز سے اُسکی زمین پر خراج واجب ہوا ہے اسکے بعد سے ایک سال گذرنے پر اُس سے یہ جزیہ لے لیا جائیگا۔ اور اگر حربیہ عورت امان لیکر ہمارے یہاں داخل ہوئی اور اُسنے

کسی ذمی یا مسلمان نے نکاح کر لیا تو وہ ذمیہ ہوگئی اور اگر کوئی حربی ہمارے یہاں امان لیکر داخل ہوا اور اُسنے کسی
ذمیہ عورت سے نکاح کیا تو اس عورت سے نکاح کرنے کی وجہ سے یہ مرد حربی ذمی نہو جائیگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور
اگر حربی مستامن اپنے دار الحرب میں لوٹ گیا اور کسی مسلمان یا ذمی کے پاس کچھ ودیعت چھوڑ گیا یا انپر کچھ قرضہ چھوڑ گیا
تو حربی مذکور کا خون بعد دار الحرب میں داخل ہونے کے حلال ہو گیا ولیکن جو مال اُسکا مسلمانوں یا ذمیوں کے
پاس دار الاسلام میں ہے وہ ویسا ہی باقی رہیگا کہ اسکا تصرف میں لانا حرام ہے پھر اگر حربی مذکور وہان سے گرفتار کر کے لایا گیا
یا لشکر اسلام اس دار الحرب پر غالب ہوا اور حربی مذکور قتل کیا گیا تو اسکا قرضہ ساقط ہو گیا اور جو مال اُسکا ودیعت تھا
وہ فئی ہو گیا اور اگر اُسکا کچھ مال یہاں رہن تھا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُسکو مرتہن اپنے قرضہ میں لے لیگا اور امام محمدؒ
نے فرمایا کہ یہ مال مرہون فروخت کیا جائیگا اور اُسکے ثمن سے مرتہن کا قرضہ پورا ادا کر کے جو کچھ باقی بچے گا وہ بیت المال
کا ہے یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر اہل اسلام اس دار الحرب پر غالب نہوے مگر حربی مذکور قتل کیا گیا تو اُسکا قرضہ و مال ودیعت
اُسکے وارثوں کا حق ہے اور اسی طرح اگر وہ اپنی موت سے مر گیا تو بھی یہی حکم ہے اور جو مال ہمارے اہل حرب کا مسلمانوں کو بغیر قتال
حاصل ہوئے ہیں وہ مثل خراج کے مسلمانوں کی مصلحتوں میں صرف کیے جاوینگے۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ مراد اس مال سے مثل اہل
اراضی کے ہے جس سے وہان کے کافروں کو جلا وطن کر دیا اور مثل جزیہ کے ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ ایسے مالوں میں پانچواں حصہ
نہیں ہوتا ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر حربی مستامن دار الاسلام میں اپنا مال چھوڑ کر مر گیا اور اُسکے وارث دار الحرب میں ہیں تو
اسکا مال اُسکے وارثوں کے واسطے رکھ چھوڑا جائیگا پھر جب وہ لوگ یہاں آویں تو ضرور ہوگا کہ اپنی وراثت پر گواہ قائم کریں تا کہ
مال پاویں پھر اگر انھوں نے اہل ذمہ میں سے گواہ قائم کیے تو استحساناً مقبول ہونگے پھر اگر ان گواہوں نے اسطرح بیان کیا کہ
حربی مذکور کا ہم کوئی وارث سوائے انکے نہیں جانتے ہیں تو مال مذکور ان لوگوں کو دیدیا جائیگا مگر ان لوگوں سے کفیل
لے لیا جائیگا بنظر اسکے کہ مال مذکور کا کوئی مستحق ظاہر ہو تو کفیل مذکور ضامن رہے۔ اور اگر حربیوں کے بادشاہ نے انکی وراثت
کا خط لکھ دیا تو مقبول نہوگا اگرچہ یہ ثابت ہو جاوے کہ یہ خط انکے بادشاہ کا ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر حربی نے اپنا
غلام تاجر دار الاسلام میں امان لیکر بھیجا پھر غلام مذکور یہاں مسلمان ہو گیا تو فروخت کر دیا جائیگا اور اسکا ثمن حربی مذکور
کا ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر حربی امان لیکر ہمارے یہاں داخل ہوا اور دار الحرب میں اُسکی جورو اور نابالغ و بالغ اولاد اور
مال ہے کہ جس میں سے کچھ کسی ذمی کے پاس ودیعت ہے اور کچھ کسی حربی کے پاس ودیعت ہے اور کچھ کسی مسلمان کے پاس ودیعت ہے پھر حربی
مذکور یہاں مسلمان ہو گیا حتی کہ وہ آزاد مسلمان رہا پھر اس دار الحرب پر لشکر اسلام غالب آیا تو یہ سب جو مذکور ہوا ہے فئی
ہوگا یعنی اُسکی جورو و اولاد صغار و کبار و جملہ مال ودیعت سب فئی ہوگا اور اسی طرح اگر اسکی جورو حاملہ ہو تو جو لڑکا یا لڑکی
اسکے پیٹ میں ہے وہ بھی فئی ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر اس مسئلہ میں اُسکی اولاد میں سے کوئی بچہ گرفتار ہو کر دار الاسلام میں آیا
تو وہ اپنے باپ کی تبعیت میں مسلمان ہوگا مگر وہ ویسا فئی یعنی مال غنیمت تھا ویسا ہی رہیگا اور اسکا مسلمان ہونا اسکے رقیق
ہونے کی منافی نہیں ہے یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر وہ دار الحرب ہی میں مسلمان ہو کر دار الاسلام میں چلا آیا پھر اس دار الحرب پر لشکر اسلام
نے غلبہ پایا تو اُسکی اولاد صغار جو دار الحرب میں ہیں وہ اپنے باپ کی تبعیت میں آزاد مسلمان ہونگے اور جسقدر مال اُسنے
کسی مسلمان یا ذمی کے پاس وہان ودیعت رکھا تھا وہ سب اُسی کا ہوگا اور باقی جو کچھ مال سوائے اسکے ہے وہ سب فئی ہوگا یہ کافی
میں ہے۔ اور اگر کوئی حربی دار الحرب میں مسلمان ہوا پھر اسکو کسی مسلمان نے عمداً یا خطاءً قتل کیا اور اس مقتول کے وارث وہان مسلمان

ہو جو ہین تو اس قاتل پر کچھ واجب نہ ہوگا سواے کفارہ کے کہ قتل خطا سے قتل کرنے کی صورت مین کفارہ قتل
واجب ہوگا یہ ہدایہ مین ہی اور اگر کسی نے خطا سے ایسے مسلمان کو قتل کیا جسکا کوئی ولی نہین ہی یا ایسے حربی کو قتل کیا
جو امان لیکر دارالاسلام مین داخل ہوکر پھر مسلمان ہوگیا تھا تو ایسے مقتول کی دیت اس قاتل کی مددگار برادری پر واجب
ہوگی اور اس دیت کو امام المسلمین وصول کر لیگا اور اس قاتل پر کفارہ قتل واجب ہوگا اور اگر عمداً ایسے مسلمان کو قتل
کیا جسکا کوئی وارث نہین ہی یا ایسے حربی مستامن کو قتل کیا جو مسلمان ہوگیا تھا اور حال یہ ہی کہ اس مستامن مسلمان
ہو جانے والے کے ساتھ مین اسکا کوئی وارث قصداً مسلمان نہین ہوا ہی اور نہ تنہا مسلمان ہوا بایں طور کہ اپنے ساتھ اپنا
کوئی صغیر لڑکا لایا ہوتا تو ایسی صورت مین امام المسلمین کو اختیار ہی کہ چاہے قاتل کو قصاص مین قتل کرے اور چاہے قاتل سے
مقتول مذکور کی دیت بطور صلح کے نہ بطور جبر کے لے لے لیکن اگر قاتل کو عفو کر دینا چاہے تو اسکو یہ اختیار نہین ہی۔ اور اگر
مقتول لقیط ہو اور اسکو ملتقط نے یا کسی دوسرے نے قتل کیا پس اگر خطا سے قتل کیا ہو تو کوئی شبہہ نہین ہی کہ اسکی دیت
قاتل کی مددگار برادری پر واجب ہوگی کہ بیت المال مین داخل ہوگی اور قاتل پر کفارہ قتل واجب ہوگا اور اگر عمداً قتل کیا
تو امام کو اختیار ہی چاہے قاتل کو قصاص مین قتل کرے اور چاہے اس سے دیت پر صلح کر لے اور یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کے
نزدیک ہی یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور اصل یہ ہی کہ جو شخص جس دار مین ہی وہ اسکے اُسی دار کے اہل ہونے کے واسطے دلیل ظاہری
ہی یعنی جس مقام پر جو شخص پایا گیا وہ مقام اس امر کی دلیل ظاہری ہی کہ یہ شخص وہین کا ہی اور علامات نسبت مکان کے
اقوی ہوتے ہین اور گواہ نسبت علامات وغیرہ سب کے اقوی ہین چنانچہ اگر کسی چھوٹے لشکر اسلام نے جو بلا حکم کسی سردار کے
سواے امام المسلمین کے ہو جہاد کر کے کسی قوم کو اسیر کیا اور انکو لے آئے پس اس قوم نے دعوی کیا کہ ہم اہل اسلام سے ہین
یا مسلمانون کے ذمیون مین سے ہین اور ان لوگون نے ہمکو دارالاسلام سے اسیر کیا ہی اور اس لشکر والون نے کہا کہ یہ لوگ
اہل حرب ہین ہمنے انکو دارالحرب مین گرفتار کیا ہی تو قول ان اسیرون کا قبول ہوگا اور اگر قیدیون نے کہا کہ انھون نے ہمکو
دارالحرب مین قید کیا ہی ولیکن ہم اہل اسلام یا ذمی ہین اور ہم دارالحرب مین امان لیکر تجارت کے لیے یا ملاقات کے واسطے داخل
ہوے تھے یا ہم لوگ اہل حرب کے پنجہ مین اسیر تھے تو ان لوگون کا قول قبول نہ ہوگا اور یہ لوگ رقیق قرار دیے جاوینگے لیکن
اگر ان لوگون مین اسلام کی علامتین مثل ختنہ و خضاب کے بعضون کثرت ہونے و قرأت قرآن و فقہ وغیرہ کے پائی جاوین
اور انھون نے اسلام کا دعوی کیا تو اپنے گرفتاری و رقیق ہونا دور کیا جائیگا۔ اور اسی طرح اگر دارالحرب پر غالب آجانے
کے بعد دارالحرب مین کسی قیدی مین ایسی علامات پائی گئین تو اُسکا بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر اس لشکر مین سے بعض نے ان
قیدیون پر گواہی دی تو قبول نہ ہوگی اسواسطے کہ یہ گواہی اپنی ذات کے نفع کے واسطے ہی اور اگر تاجرون نے ان قیدیون پر
گواہی دی تو مقبول ہوگی اسواسطے کہ انکی ان قیدیون مین شرکت نہین ہی اور سیر کبیر مین لکھا ہی کہ اہل لشکر مین سے
بعض کی گواہی اپنے غیر پر مقبول ہوگی۔ اور یہ اختلاف اس جہت سے ہی کہ وضع مسئلہ مختلف ہی یعنی سیر کبیر مین صورت مسئلہ مین یہ
ہی کہ بڑا لشکر جہاد کر کے انکو اسیر کر کے لایا پھر ایسی صورت مین شرکت عام ہوگی اور ایسی عام شرکت ایسی گواہی قبول ہونے سے
مانع نہین ہی جیسے دو فقیرون کی گواہی بیت المال کے واسطے ہوتی ہی کہ شرکت تمام فقیرون کی علی العموم ہی اور یہان
وضع مسئلہ چھوٹے لشکر مین ہی اور ایسی شرکت خاص ہی پس یہ قبول گواہی سے مانع ہوگی۔ اور اگر اہل ذمہ نے ان قیدیون
کے نفع کی گواہی دی بایں طور کہ یہ لوگ مسلمان یا ذمی ہین تو ایسی گواہی قبول نہ ہوگی اسواسطے کہ یہ ذمیون کی گواہی مسلمانون پر

پس کافی ہیں ہے **فصل سوم** ایسے ہدیہ کے بیان میں جو بادشاہ اہل حرب مسلمانوں کے سردار لشکر پاس بھیجے امام
محمد رحمہ نے فرمایا کہ دشمنوں کا بادشاہ جو ہدیہ لشکر اسلام کے سردار کے پاس یا امام المسلمین کے پاس جو لشکر کے ہمراہ
ہو بھیجے تو اسکے قبول کر لینے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور یہ مال ہدیہ مسلمانوں کے واسطے فیئ ہو جائیگا اور اسی طرح اگر
حربیوں کے بادشاہ نے مسلمانوں کے قائدین میں سے کسی قائد کے پاس جسکو قوت منعت حاصل ہے ہدیہ بھیجا تو اُسکا
بھی یہی حکم ہے اور اگر مسلمانوں میں سے کسی ایک بزرگ مسلمان کے پاس جسکو قوت منعت حاصل نہیں ہے ہدیہ بھیجا
تو یہ ہدیہ خاص اُسی کا ہوگا۔ اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر کوئی گروہ لشکر دار الحرب میں داخل ہوا اور اہل حرب نے اس لشکر میں
سے کسی لشکری یا قائد کو ہدیہ بھیجا تو وہ غنیمت ہوگا لیکن اگر اسطرح تفصیل کر دی گئی ہو کہ جو چیز جسکو ہدیہ بھیجی جاوے
وہ اُسی کی ہوگی تو ایسا ہی ہوگا اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اسی طرح اگر خلیفہ کے عاملوں میں سے کسی عامل کو جسکو خلیفہ نے اسکو
کسی کام کے واسطے بھیجا ہے کوئی چیز ہدیہ دی گئی تو خلیفہ کو چاہیے کہ یہ مال ہدیہ اس عامل سے لیکر مسلمانوں کے بیت المال
میں داخل کر دے بشرطیکہ ہدیہ دینے والے نے اپنی خوشی خاطر سے اسکو ہدیہ بھیجا ہو اور اگر بالکراہ و مجبوری بھیجا ہو تو چاہیے کہ ہدیہ
دینے والے کو واپس کر دے اگر اسپر قادر ہوا اور اگر نہ قادر ہو تو اسکو بیت المال میں رکھ دے اور اسپر یہی قصہ جو اسکی
بابت گذرا ہے تحریر کر دے اور اُسکا حکم مثل مال لقطہ کے ہوگا۔ اور اگر مسلمانوں کا کوئی لشکر دار الحرب میں داخل ہو
پھر اس لشکر کے سردار نے دشمن کے بادشاہ کو کچھ ہدیہ بھیجا تو اسمیں کچھ مضائقہ نہیں ہے پھر اگر اسکے بعد دشمنوں کے
بادشاہ نے بھی ہدیہ بھیجا تو دیکھا جائیگا کہ دشمنوں کے بادشاہ نے جو کچھ ہدیہ بھیجا ہے اگر اسکی قیمت اس ہدیہ کی قیمت
کے برابر ہو جو سردار لشکر نے دشمنوں کے بادشاہ کو بھیجا تھا یا اس سے خفیف زیادہ ہو کہ لوگ اپنے اندازہ میں ایسا
نقصان اُٹھاتے ہیں تو وہ خاصۃً سردار لشکر کے واسطے ہوگا۔ اور اگر ہدیہ بادشاہ دشمنان اسقدر زیادہ ہو کہ لوگ
ایسے نقصان کو اپنے اندازہ میں نہیں اُٹھاتے ہیں تو اسمیں سے بقدر ہدیہ امیر لشکر کے امیر کا ہوگا اور جسقدر زیادہ ہو وہ
غنیمت ہوگا قال المترجم قولہ لوگ اپنے اندازہ میں ایسا نقصان اُٹھاتے ہیں اسکے یہ معنی ہیں کہ جو لوگ بصیر ہیں انمیں سے
ایک نے مثلاً دس روپیہ قیمت اندازہ کی اور دوسرے نے ساڑھے دس روپیہ اندازہ کی اور باقی اندازہ کرنے والے اسی
دس اور ساڑھے دس میں اندازہ کرتے ہیں تو یہ آدھا درہم زیادتی ایسی زیادتی شمار کیجاتی ہے کہ جو لوگ اپنے اندازہ میں اُٹھا جاتے
ہیں بلکہ گویا یہ زیادتی ہی نہیں ہے اور اگر مثلاً ہدیہ بادشاہ حربیان بارہ یا پندرہ روپیہ یا زیادہ ہو تو ساڑھے دس روپیہ
سے جسقدر زائد ہے وہ ایسی زیادتی قرار دیجائیگی کہ لوگ اپنے اندازہ میں نہیں اُٹھاتے ہیں اور تامل سے یہ مقام سمجھ لینا
چاہیے اور جہاں کہیں یہ عبارت مذکور ہے اسکا یہی مطلب ہے۔ اور اسی طرح اگر امیر لشکر نے حربیوں کے بادشاہ کو ہدیہ بھیجا اور
بادشاہ مذکور نے اس سے دو چند یا زیادہ ہدیہ بھیجا تو اسمیں بھی یہی حکم ہے یعنے اسمیں سے بقدر ہدیہ سردار موصوف کے سردار
موصوف کا ہوگا اور باقی جسقدر زائد ہے وہ سب بیت المال میں داخل ہوگا۔ اور اگر مسلمانوں نے اہل حرب کے قلعوں
میں سے کسی قلعہ کا یا شہروں میں سے کسی شہر کا محاصرہ کیا اور اس حالت میں امیر لشکر نے حربیوں کے ہاتھ اپنا کوئی اسباب
وغیرہ فروخت کیا تو اسکے ثمن کو دیکھا جائیگا کہ جو ثمن حربیوں نے دیا ہے اگر اس چیز کی قیمت کے برابر ہو جو امیر نے اسکے ہاتھ
فروخت کر دی ہے یا اسکی قیمت سے فقط اسقدر زیادہ ہو جسقدر لوگ اپنے اندازہ کرنے میں نقصان اُٹھا جاتے ہیں تو پورا ثمن
امیر مذکور کا ہوگا اور اگر ثمن مذکور مبیع مذکور کی قیمت سے اسقدر زائد ہو کہ لوگ اپنے اندازہ کرنے میں ایسی زیادتی دیگر خسارہ نہیں

اٹھاتے ہیں تو اُنہیں سے قیمت اسباب سے جتنا زیادہ ہو وہ داخل غنیمت ہوگا۔ رہا یہ امر کہ ایسی حالت میں حربیوں کے ہاتھ فروخت کرنا کیسا ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ مکروہ ہے خواہ کوئی چیز ہو سب چیزوں کا حکم یکساں ہے یہ محیط میں ہے۔

ساتواں باب عشر و خراج کے بیان میں

اگر زمین سے مالگذاری مقاسمہ یا موظف لیجاوے یعنی خراج تو وہ زمین خراجی ہے اور اگر دسواں حصہ لیا جاوے تو وہ زمین عشری ہے لہٰذا قال المترجم تفہیماً للناس۔ اراضی دو قسم کی ہوتی ہے عشری و خراجی پس زمین عرب سب عشری ہے اور یہ زمین تہامہ و حجاز و مکہ و یمن و طائف و عمان و بحرین کی ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ زمین عرب کی عذیب سے تا مہرہ و عدن تا اقصائے حجر اور سواد عراق کی بھی زمین ایسی ہی ہے پس جو زمین انہیں سیحون کی نہروں سے سینچی جاوے وہ خراجی ہوگی اور سواد عراق کی حد طولی تحریم حلوان سے تا زمین عبادان اور حد عرضی زمین حلوان کی منقطع الجبل سے تا اقصائے زمین قادسیہ ہے جو متصل ہے عذیب از اراضی عرب ہے اور ماسوائے اسکے ہر ملک جو بعنوہ و بقہر فتح کیا گیا اور وہاں کے لوگ مسلمان نہ ہوئے اور امام نے ان لوگوں پر احسان کیا تو یہ زمین خراجی ہوگی اگر اس زمین کو خراجی پانی پہونچتا ہو۔ اور جو ملک بہ صلح فتح کیا گیا اور اسکے لوگوں نے خراج قبول کیا تو یہ زمین خراجی ہوگی اور جو ملک کہ بعنوہ فتح کیا گیا اور امام نے اس ملک کو فتح کرنے والے مجاہدین کے درمیان تقسیم کر دیا تو وہ عشری اراضی ہوگی اور جو ملک بعنوہ فتح کیا گیا اور قبل اسکے کہ امام انکے حق میں کچھ حکم کرے وہ لوگ مسلمان ہوگئے تو امام کو اس اراضی کی بابت اختیار ہے چاہے اسکو غانمین کے درمیان تقسیم کر دے پس وہ عشری ہوگی اور چاہے وہاں کے لوگوں پر احسان کر کے انھیں کے پاس رہنے دے پھر اسکے بعد امام کو اختیار ہوگا چاہے اس اراضی پر خراج باندھے بشرطیکہ خراجی پانی سے سینچی جاتی ہو اور چاہے عشر مقرر کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور جس ملک کے لوگ طوع خود مسلمان ہوگئے وہ اراضی عشری ہوگی اور اسی طرح اراضی عرب میں سے اگر کوئی زمین قہر و غلبہ سے فتح کی گئی حالانکہ وہاں کے لوگ بت پرست تھے پھر وہ لوگ بعد فتح ہو جانے کے مسلمان ہوگئے اور امام نے اراضی مذکورہ انکے پاس چھوڑی تو انکے پاس وہ اراضی عشری رہیگی۔ اور اسی طرح بلاد عجم میں سے جو ملک کہ امام نے قہر و غلبہ سے فتح کیا اور اسمیں متردد ہوا کہ آیا ان لوگوں پر انکی جانوں اور اراضی کے ساتھ احسان کرے کہ انکو آزاد کر کے انکی زمین انکے پاس چھوڑے اور اراضی پر خراج باندھے یا اراضی کو غانمین کے درمیان تقسیم کر کے اسپر عشر باندھے پھر کہا کہ میں نے اس اراضی کو عشری کر دیا پھر اسکی رائے میں آیا کہ اس اراضی کے لوگوں پر انکی گردنوں اور اراضی کے ساتھ احسان کرے تو احسان مذکور کے بعد یہ اراضی عشری باقی رہیگی۔ ایسا ہی امام محمدؒ نے اپنے نوادر میں اور کرخی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ اور اسی طرح اگر زمین خراجی سے خراج کا پانی منقطع ہو گیا اور وہ عشری پانی سے سینچی جانے لگی تو وہ بھی عشری ہو جاویگی یہ محیط میں ہے اور اگر کسی نے ارض موات کو زندہ کیا پس اگر یہ زمین تحت اراضی خراجی سے ہو تو خراجی ہوگی اور اگر تحت عشری سے ہو تو عشری ہوگی اور یہ حکم اسوقت ہے کہ اس زمین کا زندہ کرنے والا یعنے آباد و مزروع کرنے والا مسلمان ہو۔ اور اگر ذمی ہوگا تو اسپر خراج باندھا جائیگا اگرچہ وہ تحت عشری سے ہو۔ اور اراضی بصرہ ہمارے نزدیک عشری ہے بسبب اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور خراج دو قسم کا ہوتا ہے خراج مقاسمہ و خراج وظیفہ پس خراج مقاسمہ یہ ہے کہ زمین کی پیداوار میں سے مثل پانچواں حصہ یا چھٹا حصہ وغیرہ کے باندھ دیا جاوے اور خراج وظیفہ یہ ہے کہ مالک زمین کے ذمہ کچھ واجب کر دیا جاوے کہ جب اسکو اراضی سے انتفاع کرنے پر قابو حاصل ہو تو خراج مذکور اسکے ذمہ متعلق ہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے

اور خراج مقاسمہ متعلق بہ پیداوار ہی اور زراعت پر قابو پانے سے متعلق نہین ہی حتے کہ اگر اُسنے باوجود قدرت زراعت
کے اراضی کو معطل چھوڑ دیا تو خراج مذکور مثل عشر کے واجب نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ظہیریہ سے منقول ہی اور خراج
وظیفہ اس تفصیل سے ہی کہ امام محمد رح نے فرمایا کہ اراضی خراجی کی ہر جریب پر جو زراعت کی صلاحیت رکھتی ہو ایک
قفیز و ایک درم ہی اور جریب رطبہ پر پانچ درم ہین اور جریب کرم یعنی پھلواری انگور پر دس درم ہین کذا فی المحیط اور
ماسواے مذکورہ کے دیگر اصناف مثل زعفران و روئی و بستان وغیرہ کے بحساب طاقت خراج باندھا جائیگا اور انتہاے طاقت
یہ ہی کہ خراج اسکی نصف پیداوار تک پہونچے اور بستان ہر ایسی اراضی ہی کہ دیوار ون سے گھری ہو اور اسمین درختان خرما
اور درختان انگور و دیگر اشجار ہون اور ایسی طرح ہون کہ درختون کے درمیان کشادہ مین زراعت ممکن ہو اور اگر اشجار باہم
ایسے گنجان ہون کہ اراضی مین زراعت ممکن نہو تو وہ کرم یعنے چہار دیواری کا باغ انگور ہوگا کذا فی الکافی۔ اور جریب بلحاظ
ملک ساٹھ ہاتھ در ساٹھ ہاتھ مربع رقبہ کا نام ہی اور ذراع ملک سات مٹھی کا ہوتا ہی جو عام لوگون کے ذراع سے ایک مٹھی زیادہ
ہوتا ہی یہ بسبب کتاب العشر والخراج کی عبارت ہی اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ امام محمد رح نے کہا کہ جریب ساٹھ ہاتھ
مربع زمین کا نام ہی یہ قول امام محمد رح کا اپنی اراضی کی جریبون کا بیان ہی اور یہی تقدیر تمام اراضی کے حق مین لازم نہین
ہی بلکہ شہر والون کے اختلاف سے اراضی کی جریب بھی مختلف ہوتی ہی پس ہر شہر مین وہان کے لوگون کا رواج معتبر ہوگا اور قفیز سے
مراد صاع ہی پس وہ آٹھ رطل عراقی ہوتے ہین جسکے چار من شرعی ہوے اور یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہی اور یہی پہلا
قول امام ابو یوسف رح کا ہی۔ اور یہ قفیز گیہون سے ہوگی چنانچہ کتاب العشر والخراج کے ایک مقام پر یون ہی لکھا ہی اور دوسرے
مقام پر اس کتاب مین لکھا ہی کہ جو اس زمین مین بویا جاوے اس اناج سے یہ قفیز ہوگی اور یہی صحیح ہی اور چاہیے کہ یون
کہا جاوے کہ یہ قفیز مع دولپ اناج کے ہوگی اور دولپ کی تفسیر مین گفتگو ہی بعضون نے کہا کہ دولپ زائد کے یہ
معنے ہین کہ ناپنے والا ڈھیری مین سے ناپنے کے وقت قفیز کے دونون جانب اپنے ہاتھ کشادہ رکھے اور جس قدر اناج
اُسکے ہاتھ مین گرے اسکو ناپتے رہے اور قفیز مع اس اناج کے عاشر کی تھیلی مین ڈالدے اور بعضون نے کہا کہ اسکے یہ
معنی ہین کہ ناپنے والا قفیز کو بھر کر کے پھر قفیز کی چوٹی پر ہاتھ پھیرے حتے کہ جو دانہ اسکی چوٹی پر ہین وہ گر پڑین پھر اس
قفیز کو عاشر کی تھیلی مین ڈالدے پھر ڈھیری سے دولپ بھرکے زائد اسکی تھیلی مین ڈالدے۔ اب جاننا چاہیے کہ یہ مقدار ذکر کی
جو خراج موظف قرار دی گئی ہی سال مین فقط ایکمرتبہ واجب ہوتی ہی خواہ مالک نے اس زمین مین ایکمرتبہ زراعت کرے
یا کئی مرتبہ زراعت کرے۔ بخلاف خراج مقاسمہ و عشر کے اسواسطے کہ خراج مقاسمہ و عشر مین پیداوار کا کوئی حصہ واجب
ہوتا ہی پس مکرر پیداوار سے مکرر واجب ہوگا۔ پھر یہ مقدار خراج جو ہمنے بیان کی ہی یہ جبھی واجب ہوگی کہ اراضی کو
اسکی ادائی کی طاقت ہو یعنی اسکی پیداوار اسقدر ہو کہ اسپر ایسا خراج باندھا جاوے اور اگر اراضی اسکی طاقت نرکھتی ہو
باینطور کہ اسکی پیداوار کم ہو تو جس مقدار تک اسکی طاقت ہو وہان تک گھٹا دیا جائیگا پس جو وظیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے مقرر کیا ہی اگر اراضی کو اسکی برداشت کی طاقت نہو تو اس سے گھٹا دینا بالاجماع جائز ہی اور رہا یہ امر کہ اس وظیفہ
سے بڑھا دینا جبکہ اراضی کو اس بڑھتی کی طاقت ہو باینطور کہ اسکی پیداوار بہت کثرت سے ہو تو اسکا کیا حکم ہی سو
جس اراضی پر وظیفہ مقرر کر دینا حضرت عمر رض سے صادر ہوگیا ہی اسپر زیادہ کر دینا بالاجماع نہین جائز ہی اور اسی طرح
اگر کسی اور امام نے کسی اراضی پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وظیفہ کے مثل وظیفہ مقرر کرنا صادر ہوگیا ہو تو اسپر بڑھانا

بھی بالاجماع نہیں جائز ہی اگرچہ یہ اراضی اس زیادتی کی طاقت رکھتی ہوں اور اگر اسی امام نے اس اراضی پر حضرت عمر رضہ کے وظیفہ کے برابر وظیفہ مقرر کردیا پھر اس وظیفہ پر بنظر طاقت اراضی بڑھانے کا قصد کیا تو اسکو یہ روا نہیں ہی اگرچہ اراضی کو زیادہ خراج موظف برداشت کرنے کی طاقت ہو۔ اور اسی طرح اگر اسی امام نے چاہا کہ اس وظیفہ سے تحویل کرکے دوسرا وظیفہ مقرر کرے یعنی مثلاً پہلے درہموں سے اُسکا خراج تھا اب اُسکو تحویل کرکے خراج مقاسمہ باندھنا چاہا یا خراج مقاسمہ بندھا تھا اُسکو تحویل کرکے خراج درہم باندھنا چاہا تو یہ بھی اسکو روا نہیں ہی۔ اور اگر اُسنے وظیفہ مذکورہ سے بڑھاکر مالکان اراضی پر زیادہ باندھ دیا یا تحویل کرکے اُنپر دوسرا وظیفہ مقرر کیا اور اُنپر اسکا حکم دیدیا اور یہ اُسنے اپنی رائے سے کیا پھر اُسکے بعد دوسرا شخص والی ہوا اور دوسرے کی رائے اسکے خلاف ہی تو دیکھا جائیگا کہ اگر والی اوّل نے جو کچھ اُنپر کیا ہی وہ اُنکی خوشی خاطر سے کیا ہی تو جو کچھ اول نے کیا ہی دوسرا بھی اُسکو جاری رکھے اور اگر اول والی نے اس امر کو بغیر اُنکی خوشی خاطر کے کیا ہو تو اراضی کو دیکھا جاوے کہ اگر یہ اراضی قہر وغلبہ سے فتح کی گئی ہوں پھر امام نے ان لوگوں پر احسان کرکے اُنکے سپرد کی ہوں تو بھی جو کچھ اول نے کیا ہی دوسرا اسکو جاری رکھے اور اگر غلبہ اسلام سے پہلے صلح ہوکر یہ اراضی فتح ہوئی ہوں اور باقی مسئلہ بحالہا ہی تو دوسرا امام اس فعل کو جو اول نے کیا ہی توڑ دیگا۔ اور رہیں وہ اراضی جنپر پہلے پہل امام المسلمین خراج باندھنا چاہتا ہی اور اُسنے وظیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ باندھنا چاہا تو امام ابو یوسف رح سے دو روایتوں میں سے ایک روایت کے موافق و بنا بر قول امام محمد رح کے جائز ہی اور بنا بر دوسری روایت کے امام ابو یوسف سے اور بنا بر قول امام اعظم رح کے نہیں جائز ہی اور یہی صحیح ہی اور رہا خراج مقاسمہ سو خراج مقاسمہ کی تقدیر امام المسلمین کی رائے کے سپرد ہی و لیکن نصف پیداوار سے زائد مقدار نہوگی جو شخص زمین خراجی کا مالک ہوا اُس سے خراج لیا جائیگا چاہیے وہ کافر ہو یا مسلمان ہو صغیر ہو یا بالغ ہو آزاد ہو یا غلام ماذون یا مکاتب ہو مرد ہو یا عورت ہو یہ محیط میں ہی۔ اگر اراضی وقف ہو تو اُسپر بھی عشر یا خراج جیسی زمین ہو واجب ہوگا یہ وجیز کردری میں ہی۔ اگر کسی اراضی کو جسکا خراج موظف ہی کسی غاصب نے غصب کرلیا پس اگر غاصب مذکور منکر ہو اور مالک کے پاس گواہ نہوں تو دیکھا جائیگا کہ اگر غاصب نے اسمیں زراعت نہیں کی تو اُسکا خراج کسی پر نہ ہوگا اور اگر غاصب نے اسمیں زراعت کی ہی اور زراعت نے اُسکو کچھ نقصان نہیں پہونچایا تو اُسکا خراج غاصب پر ہوگا اور اگر غاصب غصب کرلینے کا اقرار کرتا ہو یا مالک کے پاس گواہ ہوں اور زراعت نے زمین مذکور کو نقصان نہیں پہونچایا تو اُسکا خراج مالک زمین پر ہوگا اور اگر زراعت نے اُسکو نقصان پہونچایا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکا خراج مالک زمین پر ہوگا خواہ نقصان قلیل ہو یا کثیر ہو گویا مالک نے مقدار نقصان کے عوض جسکو غاصب تاوان لیگا اسکو اجارہ پر دی ہی۔ اور بیع الوفا کی صورت میں اگر مشتری نے اُسپر قبضہ کرلیا تو مشتری بمنزلہ غاصب کے قرار دیا جائیگا۔ اور اگر اپنی خراجی زمین کسی کو اجارہ پر دی یا عاریت دی تو اُسکا خراج مالک زمین پر ہوگا جیسے مزارعت پر دینے کی صورت میں ہی لیکن اگر اراضی مذکور چہار دیواری دار باغ انگور ہو یا رطاب ہو یا اسکے درخت باہم بہت گنجان ہوں کہ درمیانی زمین قابل زراعت نہو تو یہ حکم نہیں ہی اور اگر اپنی زمین عشری کو اجارہ پر دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اسکا عشر مالک پر ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک مستاجر پر ہوگا اور اگر اپنی زمین عشری کسی کو عاریت دی اور مستعیر نے اُسمیں زراعت کی تو اسمیں امام اعظم رح سے دو روایتیں ہیں یعنی ایک روایت میں عشر مالک پر اور دوسری میں عشر مستعیر پر ہوگا۔ اور اگر قابل زراعت کو اجارہ پر یا عاریت

لیا پھر مستاجر یا مستعیر نے اُسمین انگور کے پیڑ لگائے یا اُسکو رطاب لگا یا تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک اُسکا
خراج مستاجر یا مستعیر پر ہوگا۔ اور اگر عشری زمین غصب کر کے اسمین زراعت کی اور زراعت نے زمین کو نقصان نہین
پہونچایا تو مالک زمین پر اُسکا عشر واجب نہ ہوگا اور اگر زراعت نے اسمین نقصان پہونچایا ہو تو مالک زمین پر
اُسکا عشر واجب ہوگا گویا مقدار نقصان کے عوض مالک نے غاصب کو اجارہ پر دی ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔
اگر کسی نے اپنی خراجی زمین کسی کے ہاتھ فروخت کردی درحالیکہ وہ زمین فارغہ ہے یعنی اسمین کھیتی وغیرہ موجود نہین ہے
پس اگر سال مین سے اسقدر مدت باقی ہو کہ اسمین مشتری اراضی مذکور مین زراعت کرسکتا ہو تو مشتری مذکور پر خراج
واجب ہوگا خواہ زراعت کی ہو یا نہ کی ہو۔ اور اگر سال مین سے اسقدر مدت کہ جسمین مشتری زراعت کر سکے باقی
نہ رہی ہو تو اُسکا خراج بائع کے ذمہ ہوگا۔ اور اسمین گفتگو ہے کہ اس باب مین فقط گیہون جو کی کھیتی کا اعتبار ہے
یا چاہیے کوئی زراعت ہو عام ہے اور نیز معتبر اسقدر مدت ہے کہ کھیتی اسمین تیار ہو کر کاٹنے کے لائق ہو جاوے یا اتنی
مدت کہ کھیتی اسمین خراج سے دوچند قیمت پر پہونچ جاوے چنانچہ ان سب مین اختلاف ہے اور فتوی اسپر ہے کہ مقدار
مدت تین مہینہ ہے پس اگر تین مہینہ باقی ہون تو مشتری پر خراج واجب ہوگا ورنہ بائع پر واجب ہوگا یہ فتاوی کبری
مین ہے۔ اور اگر کسی نے زمین خراجی خریدی اور مشتری کو اتنا وقت نہ ملا کہ جسمین زراعت کرسکے اور سلطان نے ظلماً
پر مشتری سے اُسکا خراج لے لیا تو مشتری کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ بائع سے اسکو واپس لے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔
اور اگر مالک نے کاشتکار سے اپنی زمین نکال لی حالانکہ اُسکے قبضہ مین کھیتی اور وہ رکھنے پر قادر نہین ہے پھر سلطان نے
سال تمام پر کاشتکار سے خراج لے لیا تو وہ مالک سے خراج مذکور کے مثل واپس لیگا اور ظاہر الروایۃ کے موافق واپس
نہین لے سکتا ہے اور یہی صحیح ہے یہ جواہر کبری مین ہے۔ اور اگر زمین مین دو فصلین ربیع و خریف پیدا ہوتی ہون اور
ان دونون مین سے ایک بائع کو ملی ہو اور دوسری مشتری کو سپرد کی گئی ہو یا بائع و مشتری دونون مین سے ہر ایک
اپنے واسطے ایک ایک پیداوار کو حاصل کرسکتا ہے تو اس زمین کا خراج ان دونون پر ہوگا ایسا ہی صدر الاسلام نے
شرح کتاب العشر والخراج مین ذکر کیا ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے زمین خراجی فروخت کی پھر مشتری نے ایک مہینہ
کے بعد دوسرے کے ہاتھ فروخت کردی پھر دوسرے نے تیسرے کے ہاتھ اسی طرح فروخت کی یہانتک کہ سال گذر گیا
اور زمین مذکور انمین سے کسی کے ہاتھ مین تین ماہ نہین رہی تو اُسکا خراج کسی پر نہ ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ اس مسئلہ مین
صحیح حکم یہ ہے کہ دیکھا جاوے کہ اگر اخیر مشتری کے قبضہ مین ہونے کی حالت مین تین ماہ باقی رہے ہون تو زمین مذکور کا
خراج اسی پر ہوگا کسی نے ایسی زمین فروخت کی جسمین کھیتی ہے کہ جو ہنوز تیاری پر نہین پہونچی ہے پس زمین کو مع اس کھیتی کے
فروخت کیا تو بہرحال اسکا خراج مشتری پر ہوگا اور اگر کھیتی مین دانہ بستہ ہو کر کھیتی تیار ہو جانے کے بعد فروخت کی ہو
تو فقیہ ابو اللیث نے ذکر فرمایا کہ یہ حکم ایسی صورت کے ہے کہ جب زمین فارغہ یعنی کھیتی وغیرہ سے خالی فروخت کی اور جبکہ
ساتھ کٹے ہوئے گیہون یعنی کٹی ہوئی کھیتی فروخت کی۔ اور یہ سب اسوقت ہے کہ جب خراج لینے والے آخر سال پر خراج
لیتے ہون اور اگر شروع سال مین خراج لے لیتے ہون بطور تعجیل کے تو یہ محض ظلم ہے کہ نہ بائع پر واجب ہوتا ہے اور نہ مشتری
پر۔ اور اگر کسی شخص کی زمین خراجی ہے اُسکا ایک قریہ ہے جسمین بہوت منازل ہین جنکو وہ کرایہ پر چلاتا ہے یا نہین چلاتا ہے
تو اس قریہ کی بابت کچھ واجب نہ ہوگا۔ اور اگر کسی شخص کی مالک مین مسلمانون کے شہرون مین سے کسی شہر مین کوئی دار خطہ ہو جسکو

اُسنے بستان بنایا یا اسمین درختان خرما لگائے اور اسکو اپنی منزل سے خارج کردیا تو اُسپر کچھ واجب نہ ہوگا اسواسطے کہ مابقی زمین بھی تابع دار مذکور ہوا اور اگر اُسنے کل دار کو بستان بنایا پس اگر وہ اراضی عشری مین سے ہو تو اُسپر عشر اور اگر اراضی خراجی کے تحت مین ہو تو اُسپر خراج واجب ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ ایک شخص نے زمین خراجی خریدی اور اسمین مکان بنایا تو اُسپر خراج واجب ہوگا اگرچہ اسمین زراعت کرنے پر قدرت نہین باقی رہی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر سلطان نے خراج زمین کو مالک زمین کے واسطے کردیے بدون اس سے وصول کرنے کے اسکو ہبہ کے اسی پر چھوڑ دیا تو امام ابو یوسف کے قول پر جائز ہے بخلاف قول امام محمد رح کے اور فتوی امام ابو یوسف کے قول پر ہے بشرطیکہ مالک زمین خراج لینے پانے کی اہلیت رکھتا ہو۔ اور یہی جواز مذکور پس قاضیون اور عاملون کے واسطے بھی اسطرح جائز ہے۔ اور جبکہ خراج واجب ہوا اگر سلطان نے اس سے طلب نہ کیا تو مالک زمین پر واجب ہے کہ اسکو صدقہ کردے اور اگر بے طلب کیے اسنے بطور خود صدقہ کردیا تو اسکے ذمہ سے بری و خارج نہ ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر عامل نے بدون علم سلطان کے کاشتکار پر خراج چھوڑ دیا تو حلال نہین ہے اگرچہ یہ کاشتکار مذکور خراج مین سے پانے کی اہلیت رکھتا ہو یہ وجیز کردری مین ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر سلطان نے عشر کو مالک زمین کے واسطے کردیا تو یہ جائز نہین ہے اور یہ حکم بالاتفاق ہے اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ اگر سلطان نے عشر کو مالک زمین پر چھوڑ دیا تو اسمین دو صورتین ہین اول یہ کہ غفلت سے چھوڑا یا بطور کہ بھول گیا تو ایسی صورت مین جس پر عشر واجب ہوا ہے اسپر واجب ہے کہ اسقدر عشر کے فقیر پر صدقہ کردے اور دوم یہ کہ قصداً اور جو اپنے علم کے چھوڑا اور اسمین بھی دو صورتین ہین اول آنکہ جسپر عشر واجب ہوا ہے وہ غنی ہو تو ایسی صورت مین یہ مال اسکے واسطے سلطان کی طرف سے جائزہ ہوگا اور سلطان اسکے برابر مال کو بیت المال خراجی سے نکال کر بطور تاوان کے بیت المال صدقہ مین داخل کریگا اور دوم آنکہ جسپر واجب ہوا ہے وہ فقیر ہو یعنی عشر کی طرف حاجتمند ہو تو اسپر اسکا چھوڑ دینا جائز ہے اور یہ اسپر صدقہ ہوگا پس جائز ہوگا جیسے کہ اگر اس سے لیکر پھر اسکو بطور صدقہ دیدیا تو جائز ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ امام محمد رح نے جامع صغیر مین ذکر فرمایا کہ اگر کسی کی ملک مین زمین خراجی ہو اور اس نے زمین کو معطل رکھا تو اسپر خراج واجب ہوگا کذا فی المحیط اور یہ حکم اسوقت ہے کہ خراج موظف ہو اور اگر خراج مقاسمہ ہو تو کچھ واجب نہ ہوگا یہ سراج وہاج مین ہے۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ جس کاشتکار نے ادنیٰ و اعلیٰ دو کاشتون مین سے اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ کی طرف بلا عذر انتقال کیا تو اسپر اعلیٰ کا خراج واجب ہوگا مثلاً کسی کے پاس زعفران کی کاشت کے لائق زمین ہو اُسنے زعفران چھوڑ کر کوئی اناج بویا تو اسپر زعفران کا خراج واجب ہوگا اور اسی طرح اگر کسی پاس چہاردیواری وار باغ انگور ہو اور اُسنے کاشتکاری مین اسکے اناج بویا تو اسپر باغ انگور مذکور کا خراج واجب ہوگا۔ اور یہ مسئلہ ایسا ہے کہ خود جان لینا چاہیے اور فتوی نہ دینا چاہیے تاکہ حکام ظالم بہانہ عبث پر طمع کا ہاتھ نہ پھیلاوین یہ کافی مین ہے۔ اور جسپر خراج بندھا ہے اگر وہ مسلمان ہوگیا تو بدستور سابق اس سے خراج لیا جائیگا اور یہ روا ہے کہ مسلمان کسی ذمی سے خراجی زمین خریدے اور مشتری سے خراج لیا جاوے یہ ہدایہ مین ہے۔ اور ایک ہی زمین پر عشر و خراج جمع نہ کیا جائیگا چاہیے زمین عشریہ ہو یا خراجیہ ہو۔ اور اگر تجارت کے واسطے کوئی زمین عشری یا خراجی خریدی تو زمین مذکور کا عشر یا خراج واجب ہوگا اور زکوٰۃ تجارت لازم ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کسی ذمی کافر نے زمین عشری خریدی تو امام اعظم رح و امام زفر رح نے فرمایا کہ اس سے خراج لیا جائیگا یہ زاد مین ہے۔ اور اگر ایسی قوم جسپر خراج بندھا ہے اپنی اراضی کے آباد کرنے و پیداوار کرنے و حاصلات اٹھانے سے عاجز ہوگئے اور انکے پاس اسقدر نہین ہے کہ اس سے خراج ادا کرین تو امام کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ انکی اراضی انکے ہاتھ سے نکالکر دوسرے کی ملک

ہیں و پہلے یہ ذخیرہ میں ہے۔ کتاب العشر و الخراج میں فرمایا کہ اگر اراضی خراجیہ میں سے کسی زمین کا مالک اسکی کمائی سے
عاجز ہوا اور اسکو معطل چھوڑ دیا تو امام کو اختیار ہے کہ اسکے قبضہ سے نکال کر ایسے شخص کے قبضہ میں دیدے جو اسکی پرداخت
کرے اور اسکا خراج ادا کرے۔ اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں صحیح حکم یہ ہے کہ پہلے اس زمین کو اجارہ پر دیکر
اور اجرت میں سے بقدر خراج کے لیکر باقی کو مالک کے واسطے رکھ چھوڑے ایسا ہی امام محمد رحمہ نے زیادات میں ذکر فرمایا ہے اور اگر
اجارہ پر لینے والا کوئی نہ ملے تو کسی کو تہائی یا چوتھائی وغیرہ حصہ کی بٹائی پر جیسے حصہ بٹائی پر ایسی زمین دیجاتی ہے دیدے
پھر مالک زمین کے حصہ میں سے بقدر خراج کے لیکر باقی کو مالک زمین کے واسطے رکھ چھوڑے اور اگر بٹائی پر لینے والا بھی کوئی نہ ملے
تو ایسے شخص کو دیدے جو اسکی پرداخت کرے اور اسکا خراج ادا کرے اور اسکے جواز کی وجہ دو باتوں میں سے ایک بات ہے یا تو یہ کہ
جسکو دی ہے وہ زراعت کرنے و خراج ادا کرنے میں قائم مقام مالک کا ہے یا اسکے پاس بمقدار خراج کے عوض اجارہ میں ہے گویا کچھ
اس سے لیا گیا وہ امام کے حق میں خراج ہے اور جسکو دیا ہے اسکے حق میں مال اجارہ ہے یعنی اسنے گویا اجرت ادا کی ہے۔ پھر
فرمایا کہ اگر امام کو ایسا شخص بھی نہ ملا جو اسکو خراج پر لیوے تو امام اسکو فروخت کر کے اسکے ثمن سے بقدر خراج کے نکالکر
باقی کو مالک زمین کے واسطے رکھ چھوڑے اور بعض نے فرمایا کہ یہ جو ذکر فرمایا ہے کہ امام اس اراضی کو فروخت کرے یہ امام
ابو یوسف و امام محمد رحمہ کا قول ہے اور بنا بر قول امام اعظم رحمہ کے چاہیے کہ اسکو فروخت نہ کرے اسواسطے کہ اسکے مال کو فروخت
کر ڈالنے میں اسپر حجر یعنی منع از تصرف لازم آتا ہے حالانکہ امام رحمہ اللہ کے نزدیک مرد آزاد پر حجر روا نہیں ہے اور بعض نے
فرمایا کہ نہیں یہ سب اماموں کا قول ہے اور یہی صحیح ہے اسواسطے کہ امام اعظم رحمہ ایسے موقع پر آزاد کے حق میں بھی حجر
روا رکھتے ہیں جسکا نفع عائد بجانب عام ہو۔ اور بعض کتابوں میں اس مسئلہ میں مذکور ہے کہ امام المسلمین دواب زراعت
و بیل خرید کر کے کسی آدمی کو دیدے تاکہ وہ اس سے زراعت کرے پھر جب حاصلات آوے تو اسمیں سے جو کچھ خرچ پڑا ہے
اور خراج لیکر باقی کو مالک زمین کے واسطے رکھ چھوڑے۔ اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ امام المسلمین مالک زمین کو بیت المال
سے اسقدر قرضہ دے کہ جس سے وہ بیل اور ادوات کاشتکاری خریدے اور مضبوطی کرے اور کوئی تحریر کرالے تاکہ وہ
زراعت کرے پھر جب حاصلات ظاہر ہو تو اسمیں سے خراج لے لے اور جو کچھ قرض دیا ہے وہ مالک زمین پر ادھار ہوگا
اور فرمایا کہ اگر بیت المال میں کچھ نہو تو زمین مذکور ایسے شخص کو دیدے جو اسکی پرداخت کرے اور اسکا خراج ادا
کیا کرے۔ پھر در صورتیکہ مالک زمین زراعت سے عاجز ہوا اور امام نے اراضی مذکورہ کے ساتھ ایسا فعل کیا جیسے بیان
کیا ہے پھر مالک زمین کو قدرت زراعت و کام کی قوت حاصل ہو گئی تو جسکے قبضہ میں ہے امام اس سے لیکر مالک زمین کو
واپس کر دیگا سوائے ایک صورت بیع کے کہ اگر کسی کے ہاتھ فروخت کر دی ہو تو اس سے واپس نہ لیگا یہ محیط میں ہے۔ اور
اگر اہل خراج اراضی چھوڑ کر بھاگ گئے تو حسن نے امام اعظم رحمہ سے روایت ذکر کی ہے کہ امام کو اختیار ہے چاہے اس اراضی کی
پرداخت بیت المال سے کرے اور جو غلہ حاصل ہوگا وہ مسلمانوں کا ہوگا اور چاہے اور لوگوں کو مقاطعہ پر دیدے اور جو
اسنے لیگا وہ بیت المال کا ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ اگر اہل خراج مر گئے تو امام المسلمین انکی اراضی مزارعت پر
دیدے اور چاہے اس اراضی کو اجارہ پر دیدے اور اسکی اجرت بیت المال میں داخل کرے اور اگر اہل خراج چھوڑ کر بھاگ گئے تو
امام اس اراضی کو اجارہ پر دیدے اور اجرت میں سے بقدر خراج کے لے لے اور باقی کو مالکان اراضی کے واسطے رکھ چھوڑے
پھر جب وہ لوگ واپس آویں تو یہ باقیات انکو دیدے اور جس سال وہ لوگ بھاگے ہیں جب تک وہ سال نہ گذر جاوے تب تک

اجارہ پر دیویگا یہ سراج وہاج مین ہے۔ اور اگر اہل ذمہ اپنی اراضی سے دوسرے ملک مین منتقل کیے گئے تو بعذر صحیح ہے اور
بدون عذر نہین صحیح ہے اور عذر یہ ہے کہ ان لوگون کو قوت و شوکت حاصل ہو پس اہل حرب کی طرف سے ان پر خوف ہو
یا انکی طرف سے یہہ خوف ہو بایں طور کہ مسلمانون کے پوشیدہ حالات سے اہل حرب کو آگاہ کردین اور ان لوگون کو انکی
اراضی کی قیمت ملیگی یا اس ملک سے جہان منتقل کیے گئے ہین انکو اراضی کے مثل اراضی ملیگی اور انپر اس اراضی کا جہان منتقل کیے گئے
ہین خراج واجب ہوگا اور ایک روایت مین ہے کہ جہانسے منتقل کیے گئے ہین اس اراضی کا خراج انپر واجب ہوگا
مگر اول اصح ہے اور انکی اراضی سابقہ خراجیہ ہوگی اور اگر کسی مسلمان نے اسمین توطن اختیار کیا تو اسپر اس اراضی کا
خراج واجب ہوگا یہ کافی مین ہے کسی گانؤن مین اراضی ہے جسکے مالکان مرگئے یا غائب ہوگئے اور اہل قریہ اسکے خراج
ادا کرنے سے عاجز ہوئے اور چاہا کہ اسکو سلطان کے سپرد کردین تو سلطان اس اراضی کے حق مین وہی کریگا جو ہمنے بیان
کیا ہے۔ اور اگر سلطان نے چاہا کہ اس اراضی کو اپنی ذات کے واسطے لے لے تو اسطرح ہوسکتا ہے کہ کسی مشتری کے ہاتھ فروخت
کرکے پھر اس سے خود خرید لے۔ ایک قوم نے ایک قطعہ زمین خریدا جسمین چہار دیواری کے باغہاے انگور اور کھیت ہین
تو کل کا خراج یکجائی مشترک ادا کرین اور اگر انمین سے ایک نے باغہاے انگور اور دوسرے نے اراضی خریدی اور خراج کی
تقسیم چاہی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر باغہاے انگور کا خراج معلوم ہوا اور نیز خراج اراضی معلوم ہو تو حکم وہی رہیگا جو قبل
خرید کے تھا۔ اور اگر خراج باغہاے انگور معلوم نہوا اور تمام قطعہ مذکورہ کا خراج یکجائی ہو تو اگر یہ معلوم ہوجاوے کہ یہ باغہاے
انگور درحقیقت باغہاے انگور ہی تھے کہ سواے باغ انگور ہونے کے انکا کچھ اور ہونا ثابت و معلوم نہین ہوتا ہے یعنی کوئی نہین
کہتا ہے کہ یہ درحقیقت اراضی تھی پھر باغ انگور ہوگئی بلکہ سب یہی کہتے ہین کہ درحقیقت یہ باغہاے انگور ہی تھے اور اس اراضی کا
بھی یہی حال ہے تو خراج باغہاے انگور اور خراج اراضی پر نظر کیجاوے پس جب انمین سے ہر ایک کا خراج معلوم ہوجاوے
تو پورے قطعہ زمین کا خراج ان دونون پر تقسیم کردیا جاوے پس جسقدر ہر ایک کے پڑتے مین پڑے وہی اسپر واجب
ہوگا کسی گانؤن کی اراضی کا خراج علی التفاوت ہے یکسان نہین ہے پھر جسکی اراضی کا خراج زیادہ ہے اس نے درخواست
دی کہ میری اراضی کا خراج اورون کے برابر کردیا جاوے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر یہ معلوم نہو کہ خراج ابتدا مین برابر تھا
یا علی التفاوت تھا تو جیسا قبل اسکے ہوتا رہا ہے اسی حال پر چھوڑا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور فتاوی
مین لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی خراجی زمین کو مقبرہ یا مجاورے کی کاروان سراے یا فقیرون کا مسکن بنا دیا تو خراج
ساقط ہوجائیگا۔ اگر خراج اراضی کسی سلطان پر متوالی دو سال کا چڑھ گیا تو امام ابو یوسف و امام محمد رحمہ کے نزدیک اس
سے گذشتہ ایام کا خراج لیا جائیگا اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک نہین بلکہ اسی سال کا لیا جائیگا جسمین وہ اب ہے ایسا ہی
شیخ الاسلام نے شرح سیر کبیر مین ذکر کیا ہے۔ اور صدر الاسلام نے کتاب العشر والخراج مین امام اعظم رحمہ اللہ سے دو روایتین
ذکر کی ہین اور صدر الاسلام نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ اس سے پورا گذشتہ کا خراج لے لیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اسکی زمین
پر پانی چڑھ آیا یعنی غرق ہوگئی یا اس سے پانی منقطع ہوگیا یعنی ٹوٹ گیا یا وہ زراعت کرنے سے باز رکھا گیا تو اسپر خراج
واجب نہوگا یہ نہر الفائق مین ہے۔ اور امام محمد نے نوادر مین ذکر کیا ہے کہ اگر زمین خراجی ڈوب گئی پھر دوسرا سال شروع
ہونے سے اسقدر مدت پہلے اسکا پانی خشک ہوگیا کہ اتنی مدت مین وہ دوبارہ زراعت کرنے پر قادر ہے مگر اسنے زراعت
نہ کی تو اسپر خراج واجب ہوگا اور اگر دوسرا سال شروع ہونے سے پہلے اتنی مدت پانی خشک ہوا کہ اتنے دنون مین زراعت کرلینے

قادر نہیں ہے تو اُس پر خراج واجب نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کھیتی کو کوئی آفت آسمانی ایسی پہونچی کہ اس سے احتراز ناممکن ہے مثل غرق و سوختگی و شدت پالا و اولا وغیرہ تو اس پر خراج واجب نہ ہوگا۔ اور اگر غیر آسمانی آفت ایسی پہونچی کہ اس سے احتراز ممکن ہے جیسے کھا لینا بندروں یا درندوں یا چوپاؤں وغیرہ کا یا اسکے مثل کوئی آفت پہونچی تو خراج ساقط نہ ہوگا اور یہی اصح ہے اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ اگر کاٹنے سے پہلے کھیتی تلف ہوگئی تو خراج ساقط ہوگا اور اگر کاٹے جانے کے بعد تلف ہوئی تو ساقط نہ ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور جو زمین عشری ہے اگر اسکی کھیتی قبل کاٹے جانے کے تلف ہوئی تو عشر ساقط ہوگا اور اگر بعد کاٹے جانے کے تلف ہوئی تو جو کچھ نصیب مالک زمین تھا وہ اسکے ذمہ سے ساقط ہوگا اور جو کاشتکار کے حصہ رسدی پر حصہ عشر تھا وہ بذمہ مالک زمین باقی رہیگا۔ اور خراج مقاسمہ بھی بمنزلہ عشر کے ہے اسواسطے کہ اس میں بھی اسی پیداوار میں سے کچھ حصہ واجب ہوتا ہے جیسے عشر میں اور ان میں فقط یہی فرق ہے کہ دونوں کا مصرف جدا جدا ہے اور یہ سب اُس وقت ہے کہ کل پیداوار تلف ہوگئی اور اگر اکثر حصہ تلف ہوگیا اور کچھ باقی رہگیا تو باقی کو دیکھا جاوے کہ اگر اتنا رہگیا ہو کہ دو قفیز و دو درہم تک پہنچتا ہو تو ایک قفیز و ایک درہم خراج واجب ہوگا اور بالکل ساقط نہ ہوگا اور اگر اس سے کم باقی رہا تو نصف حاصلات واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ صواب اس صورت میں یہ ہے کہ پہلے دیکھا جاوے کہ اس شخص نے اس زمین میں کیا خرچ کیا ہے پھر حاصلات کو دیکھا جاوے پھر پہلے اس حاصلات میں سے جو کچھ اُسنے خرچ کیا ہے وہ اُسکو محسوب دیا جاوے پھر اگر کچھ باقی رہے تو اس میں اسی طور سے کیا جاوے جیسے ہمنے بیان کیا ہے یہ سراج وہاج و محیط میں ہے۔ اور حاصل پیداوار تلف ہو جانے سے خراج جب ہی ساقط ہو جاتا ہے کہ سال میں سے اتنی مدت نہ باقی رہی ہو کہ اس میں وہ دوبارہ کھیتی کرلینے پر قادر ہوسکے اور اگر ایسی مدت باقی رہی ہو تو خراج ساقط نہ ہوگا اور ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا اول تھا ہی نہیں اور ایسا ہی حکم کرم یعنی باغ انگور کا ہے کہ اگر اسکے پھل آسمانی آفت سے جاتے رہیں پس اگر کچھ جاتے رہے اور کچھ باقی رہیں پس اگر باقی اتنے ہیں کہ بیس درہم تک پہونچ جاتے ہیں یا اس سے زیادہ ہیں تو اس پر دس درہم واجب ہونگے اور اگر بیس درہم تک نہیں پہونچتے ہیں تو باقی میں سے نصف مقدار واجب ہوگی اور یہی حکم رطاب کا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اکاسرہ یعنے شاہان کسری جو مجوسی تھے اُنکے افعال پسندیدہ میں سے ایک یہ بات تھی کہ جب کاشتکار کی کھیتی کو کوئی آفت آسمانی اُنکے عہد میں پہونچتی تھی تو اُسکا خرچ و بیج اپنے خزانہ سے اُسکو تاوان دیتے تھے اور کہتے تھے کہ کاشتکار کھیتی میں ہمارا شریک ہے پس نقصان میں ہم اُسکے شریک کیونکر نہوں اور مسلمان سلطان اس خلق کے اختیار کرنے میں بدرجہا اولی لائق ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اگر کسی نے خراجی زمین میں باغ انگور لگایا تو جبتک باغ انگور پھل نہ دیوے تب تک اُسپر زمین زراعت کا خراج واجب ہوگا اور اسی طرح اگر دیگر پھلدار درخت لگائے تو بھی درختان مذکورہ کے پھل دینے تک اُسپر زمین زراعت کا خراج واجب ہوگا اور جب درختان انگور پورے ہوکر پھل لائے پس اگر انگوروں کی قیمت بیس درہم یا زیادہ تک پہونچی تو اسپر دس درہم واجب ہونگے اور اگر بیس درہم سے کم پہونچتی ہو تو اسپر نصف پیداوار حاصلات واجب ہوگی اور اگر نصف حاصلات مذکورہ بقدر ایک قفیز و ایک درہم کے بھی نہ پہونچی ہو تو ایک قفیز و ایک درہم سے کم نہ کیا جائیگا اسواسطے کہ وہ زراعت کرنے پر قادر تھا۔ اور اگر کسی کے ملک میں ایسا قطعہ زمین ہے کہ وہ اجمہ ہے حالانکہ اسمیں کثرت سے [illegible] ہے تو اسپر خراج واجب نہیں ہے اور اگر کسی کی زمین میں نرکل کھڑا ہے یعنی نیستان ہے یا جھاؤ کا جنگل ہے یا درختان صنوبر یا بید مجنون یا دیگر اشجار ایسے لگے ہیں کہ پھل نہیں دیتے ہیں تو دیکھا جاوے کہ اگر مالک زمین اسکو قطع کرکے اُسکے مزروعہ کرنے پر قادر تھا مگر اُسنے ایسا نہ کیا تو اسپر خراج واجب ہوگا اور اگر

اسکے درست کرنے پر قادر نہیں ہی تو اُسپر خراج بھی واجب نہ ہوگا۔ اور اگر زمین خراجی مین ایسی زمین ہو کہ اُسمین سے قلیل
یا کثیر نمک نکلتا ہو تو اُسکا حکم بھی ایسا ہی ہو کہ اگر مالک زمین اسکے اصلاح کرنے اور مزروعہ کر دینے اور خراجی پانی
پانی پہونچانے پر قادر تھا تو اُسپر خراج واجب ہوگا اور اگر وہان خراجی پانی نہیں پہونچ سکتا تھا یا وہ پہاڑ پر واقع ہو
کہ وہان پانی نہیں پہونچ سکتا ہو تو خراج واجب نہ ہوگا۔ اور اگر زمین خراجی کے درمیان کوئی قطعہ زمین ایسا واقع
ہو کہ مزارعت کے لائق نہیں یا اسکو پانی نہیں پہونچتا ہو پس اگر مالک زمین مذکورہ اُسکی اصلاح کرسکتا تھا مگر نہ کی تو اُسپر
اُسکا خراج واجب ہوگا۔ اور اگر اصلاح نہیں کرسکتا تھا تو اُسپر خراج بھی واجب نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔
قال المترجم واضح ہو کہ یہان دو وقت ہین ایک وقت وجوب خراج اور دوسرا وقت ادائے خراج واجب فافہم۔ اور امام
اعظم رح کے نزدیک وقت وجوب خراج کا اوّل سال ہی یعنے شروع سال مگر بدین شرط کہ زمین نامی حقیقتہً یا اعتباراً اُسکے
قبضہ مین ایک سال باقی رہے یہ ذخیرہ کی کتاب العشر والخراج مین ہی۔ اور والی ملک کو چاہیے کہ خراج کے واسطے ایسے
شایستہ آدمی کو مقرر کرے جو لوگون کے ساتھ نرمی سے پیش آوے اور اُسنے خراج لینے مین انصاف و عدل کو پیش نظر رکھے
اور ہر بار جب غلہ پیدا ہو تب اُسنے بقدر اسکے خراج لے لے یہان تک کہ آخر غلہ پر پورا خراج حاصل ہو جاوے اور اس
کلام سے مراد یہ ہی کہ بقدر غلہ کے خراج مقرر کرے چنانچہ اگر کسی زمین مین ربیع و خریف دو فصلین پیدا ہوتی ہون تو غلہ ربیع
حاصل ہونے کے وقت شایستہ متولی مذکور اندازہ و تخمینہ سے یہ نگاہ کرے کہ اس زمین مین غلہ خریف کتنا پیدا ہوگا پس
اگر اسکی خاطر مین جم جاوے کہ مثل غلہ ربیع کے پیدا ہوگا تو خراج کے دو حصہ کر ڈالے پس غلہ ربیع مین سے نصف خراج لے لے
اور باقی نصف خراج مین تاخیر کرے یہانتک کہ غلہ خریف پیدا ہووے پس نصف خراج اُسمین سے لے لے۔ اور ایسا ہی بقول
مین کرے کہ دیکھے کہ اگر یہ ایسی چیزون مین سے ہی جو پانچ مرتبہ توڑی جاتی ہین یعنی ایک مرتبہ توڑنے کے بعد پھر ہری ہو کر
دوبارہ و سہ بارہ اسی طرح پانچ مرتبہ تک نوبت پہونچتی ہو تو خراج کے پانچ ٹکڑے کرکے ہر مرتبہ سے پانچوان حصہ خراج
لے لے اور اگر ایسی نباتات سے ہو کہ چار مرتبہ توڑی جاتی ہین تو ہر مرتبہ سے چہارم خراج وصول کرے اور اسی قیاس پر
سمجھ لینا چاہیے یہ محیط مین ہی۔ اور جسپر خراج یا عشر واجب ہوگیا ہو اگر وہ مرگیا تو یہ اُسکے ترکہ سے وصول کر لیا جائیگا اور خراج
بلاد کے موافق غلہ کی پختگی کا وقت بھی مختلف ہی پس پیداوار غلہ کی ادراک کے وقت خراج لیا جائیگا اور مالک اراضی کو
حلال نہیں ہی کہ جب تک خراج ادا نہین کیا ہو تب تک اُس پیداوار مین سے کھاوے ہان بعد ادا کرنے کے کھانا حلال ہی یہ
فتاوی قاضیخان مین ہی اور نیز جسمین سے عشر دینا چاہیے ہو اُسمین سے بھی کھانا حلال نہین ہی یہان تک کہ عشر ادا کر دے اور
اگر کھا جائیگا تو ضامن ہوگا اور سلطان کو اختیار ہی کہ زمین خراجی کی پیداوار روک رکھے یہانتک کہ خراج وصول کر لے یہ ظہیریہ
مین ہی۔ اور امام محمد رح نے اپنی نوادر مین ذکر فرمایا ہی کہ اگر کسی نے خوشی سے اپنی زمین کا خراج سال یا دو سال کا پیشگی بطور تعجیل
ادا کر دیا تو یہ جائز ہی۔ اور منتقی مین ہی کہ اگر کسی نے اپنی زمین کا خراج پیشگی دیا پھر اسی سال زمین غرق ہو گئی تو فرمایا کہ جو کچھ
خراج اُسنے ادا کیا ہی وہ اسکو واپس کر دیا جاوے پھر اگر اُسکے قبضہ مین نہ دیا گیا اور اُسنے دوسرے سال اُسمین زراعت کی تو
اُس سال کے خراج مین محسوب کر دیا جائیگا۔ اور امام محمد رح سے مروی ہی کہ اگر ایک شخص نے اپنی زمین کا دو سال کا خراج ادا کر دیا
یعنی پیشگی پھر اس زمین پر پانی چڑھ آیا اور غرق آب ہو کر دجلہ ہوگئی تو فرمایا کہ جو کچھ امام نے وصول کیا ہی وہ اسکو واپس کرنے
بشرطیکہ بعینہ موجود ہو اور اگر امام نے اس خراج کو دیدیا ہو یعنی مجاہدین کے صرف مین لایا ہو تو اُسپر کچھ واجب نہیں ہی

آٹھواں باب جزیہ کے بیان میں۔ جزیہ اُس مال کا نام ہے جو اہل ذمہ سے لیا جاتا ہے کذا فی النہایہ اور جزیہ
فقط اسی ذمی پر واجب ہوتا ہے کہ مرد بالغ ہو لیاقت قتال رکھتا ہو عاقل ہو محترف ہو اگرچہ اپنے حرفہ کو اچھی طرح
نہ جانتا ہو یہ سراجیہ میں ہے۔ اور جزیہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک وہ کہ صلح و تراضی سے اسپر مقرر کیا گیا ہو پس اُسکی مقدار وہی
رہیگی جسپر باہم اتفاق ہوا ہے اُسی حساب سے ہر ایک پر مقرر ہوگا یہ کافی میں ہے پس اس مقدار سے زیادہ نہ کیا جائیگا اور
کم بھی نہ کیا جائیگا۔ یہ نہر الفائق میں ہے۔ اور دوم جزیہ وہ کہ جب امام المسلمین کافروں پر غالب ہوا اور احسان کر کے انکو
انکی املاک پر باقی رکھکر ابتدا از سر نو جزیہ اپنی رائے سے مقرر کیا کذا فی الکافی پس یہ جزیہ قدر مقرر معلوم ہے خواہ چاہیں یا انکار کریں
راضی ہوں یا ناراض ہوں پس تونگر پر ہر سال میں ظاہر وزن سے اڑتالیس درہم مقرر کیے جاوینگے چنانچہ ماہواری چار درہم وصول
کرے گا اور جو شخص متوسط الحال ہے اسپر سالانہ چوبیس درہم یعنی ماہواری دو درہم ہونگے اور جو شخص فقیر معتمل ہے اسپر سالانہ بارہ
درہم یعنے ماہواری ایک درہم مقرر ہوگا کذا فی فتح القدیر و الہدایہ و الکافی۔ اور معتمل کے معنی میں گفتگو ہے اور اسکے صحیح معنی یہ ہیں
کہ معتمل وہ ہے جو کام کرنے پر قادر ہو اگرچہ اپنا حرفہ اچھی طرح نہ جانتا ہو اور علما نے تونگر اور متوسط الحال اور فقیر ان تینوں
کی شناخت میں گفتگو کی ہے چنانچہ شیخ امام ابو جعفر نے فرمایا کہ ہر بلاد میں وہاں کا عرف معتبر ہوگا پس جس بلاد والے
اپنے شہر میں جسکو تونگر شمار کرتے ہوں یا متوسط یا فقیر شمار کرتے ہوں وہ ایسا ہی ہوگا اور یہی اصح ہے جیسا کہ ... میں ہے
اور امام کرخی نے فرمایا کہ فقیر وہ ہے جو دو سو درہم یا اسکم کا مالک ہو اور متوسط وہ ہے جو دو سو درہم سے زائد دس ہزار درہم تک کا
مالک ہو اور تونگر وہ ہے جو دس ہزار درہم سے زائد کا مالک ہو اور شیخ ... رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اعتماد اس باب میں کرخی
کے قول پر ہے یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ اور معتمل میں یہ ضرور ہے کہ وہ تندرست ہو اور سال میں زیادہ مدت اسکی تندرستی میں ہونا
کافی ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور ایضاح میں مذکور ہے کہ اگر ذمی تمام سال بیمار رہا اور اپنے کام کرنے پر قدرت نہ پائی حالانکہ
وہ خوشحال ہے تو اسپر جزیہ واجب نہ ہوگا اور اسی طرح اگر نصف سال یا زیادہ بیمار رہا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر باوجود قدرت و
تندرستی کے اپنے کام کرنا چھوڑا تو وہ معتمل کے حکم میں ہوگا یہ نہایہ میں ہے۔ اور جزیہ ہمارے نزدیک ابتداے سال سے واجب
ہوتا ہے اور جزیہ اہل کتاب پر ہے خواہ وہ عرب کے ہوں یا عجم کے اور مجوس بت پرستان عجم پر ہے یہ کافی میں ہے پھر جزیہ لینے
کا وقت سال کا آخر زمانہ ہے قبل اسکے کہ دوسرا سال شروع ہو جاوے اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ہر دو مہینہ ختم
کر کے لیا جائیگا اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ ماہواری یعنے ہر مہینہ لیا جائیگا اور اصح وہی قول اول ہے یہ مبسوط میں
ہے۔ اور یہودیوں میں سامری داخل ہیں اور نصاریٰ میں فرنگ و ارمنی داخل ہیں۔ اور اگر لشکر اسلام نے اہل کتاب و
مجوس و بت پرستوں پر جو عجم کے ہوں غلبہ پایا قبل اسکے کہ انپر جزیہ مقرر کیا جاوے یعنی بغیر صلح کے تو وہ لوگ و انکی عورتیں
و بچے سب غنیمت ہونگے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور رہے صابی لوگ سو امام اعظم رح نے فرمایا کہ ان سے جزیہ لیا جائیگا اور صاحبین رح
نے فرمایا کہ نہیں لیا جائیگا۔ اور رہے بعض مشائخ نے فرمایا کہ دیکھا جاوے کہ اگر وہ جدید پیدا ہوئے ہیں تو وہ لوگ
مرتد ہیں کہ ان سے جزیہ نہ لیا جائیگا بلکہ وہ لوگ قتل کیے جاوینگے۔ اور اگر وہ لوگ پرانے ہوں یعنی قدیمی یہ فرقہ چلا آتا ہو
تو ان سے جزیہ لیا جائیگا۔ اور رہے زندیق لوگ سو ان سے جزیہ لیا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور عرب کے
بت پرستوں پر جزیہ نہ باندھا جائیگا اور نہ مرتد لوگوں پر جزیہ ہوگا بلکہ اسلام لاویں یا قتل کیے جاویں اور اگر ان لوگوں
پر غلبہ حاصل ہوا تو انکی عورتیں و بچے فئی ہونگے۔ اور انکے مردوں میں سے جو شخص مسلمان نہ ہوا وہ قتل کیا جاوے۔ ا ...

واضح ہو کہ عورت و بچہ و اندھے پر جزیہ نہیں ہے اور نیز مفلوج اور بڈھے کھوسٹ اور فقیر غیر مشغول پر بھی جزیہ نہیں ہے یہ ہدایہ میں ہے اور نیز مجنون اور اپاہج پر بھی جزیہ نہیں ہے یہی اختیار شیخ مختار ہے اور معتوہ سے بھی نہ لیا جائیگا یہ محیط میں ہے اور جن لوگون کے ہاتھ و پاؤن کٹے ہوئے ہون انپر جزیہ واجب نہیں ہوتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور مملوک و مکاتب و مدبر و ام ولد پر جزیہ نہیں باندھا جائیگا اور نہ انکے موالی انکی طرف سے ادا کرینگے اور ایسے راہبون پر بھی نہیں باندھا جائیگا جو لوگون سے الگ رہتے ہین مخالطت نہیں کرتے ہین یہ ہدایہ مین ہے اور ولوالجی نے اپنے فتاوی مین ذکر فرمایا کہ نصاریٰ نجران پر انکے رؤس و اراضی پر سالانہ دو ہزار حلہ کہ ہر حلہ پچاس درہم کا ہووے باندھا جائیگا جس مین سے ہزار حلہ ماہ صفر مین اور ہزار حلہ ماہ رجب مین واجب ہونگے اور یہ انکے رؤس یعنی ہر ہر نفر پر اور انکی اراضی پر تقسیم کیا جائیگا پس جو کچھ انکے رؤس کے مقابلہ مین آوے وہ جزیہ ہوگا اور جو انکی اراضی پر پڑے وہ خراج ہوگا اور یہ جو ولوالجی نے فرمایا ہے یہی صحیح ہے بسبب اسکے کہ حدیث کے موافق ہے مگر اسکی اتنی بات کہ ہر حلہ پچاس درہم کا ہو اور امام ابو یوسف نے کتاب الخراج مین فرمایا کہ یہ حلہ بیان کردہ شدہ دو ہزار حلہ مین جو انکی اراضی اور انکے رؤس پر باندھے جاوینگے اور انکے مردون کی تعداد پر ہر نفر پر جو مسلمان نہین ہوئے ہین اور نجران کی ہر ہر زمین پر تقسیم کیے جاوینگے اگرچہ بعض نے اپنی زمین پوری یا تھوڑی کسی مسلمان کے ہاتھ فروخت کر دی ہو یا کسی ذمی یا تغلبی کے ہاتھ فروخت کر دی ہو اور اراضی کے خراج مذکور مین عورت و بچہ سب کی اراضی مثل مردون کی اراضی کے ہین مگر جزیہ رؤس سو وہ مردون پر ہے عورتون و بچون پر نہیں ہے کذا فی غایۃ البیان مین ہے۔ اور امام ابو یوسف نے کتاب الخراج مین حلہ کو بیان کیا ہے چنانچہ فرمایا کہ ہر حلہ ایک اوقیہ ہے یعنی اسکی قیمت اسقدر ہے فلت واوقیہ چالیس درم وزن کا ہوتا ہے اور شاید اسپر پچاس درم چڑھتے ہون پس قول ولوالجی اسکے موافق ہوگا ولیکن ظاہر الفاظ مین نقلاً از فتح القدیر اسپر اعتراض کیا کیس قول ولوالجی کہ ہر حلہ پچاس درم ہو صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ اوقیہ چالیس درم ہے انتہی وقد اشرت الی الجواب فافہم اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اگر انکے سب مرد مر گئے یا مسلمان ہو گئے تو دو ہزار حلہ مین سے کچھ کم نہوگا اور یہ سب مقدار یعنی دو ہزار درم انکی اراضی سے وصول کیا جائیگا یہ حاوی قدسی مین ہے اور جو مرد انمین سے مسلمان ہو گیا اسکے راس کا جزیہ ساقط ہو جائیگا اور وہ مقدار ان لوگون پر ڈالی جائیگی جو مسلمان نہیں ہوئے ہین۔ اور نجرانی کا آزاد کیا ہوا غلام جسکو مولے کہتے ہین وہ مثل ذمی کے غلام آزاد کیے ہوئے کے ہے کہ اسپر اسکی ذات کا جزیہ باندھا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ولوالجیہ سے نقل ہے۔ اور واضح ہو کہ جاسکتے ہین نہ بندھا در کو اور یہی مختار ہے اور جب تک وہ کپڑے نہون تب تک حلہ نہ کہلائیگا یہ کفایہ مین ہے۔ اور محیط مین لکھا ہے کہ اگر نصرانی کمانا ہو وے مگر اسکے خرچ سے نہیں بچتا ہے تو اُس سے جزیہ اس نہ لیا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے اور اگر مسلمان کا آزاد کیا ہوا غلام مرد نصرانی ہو تو اسپر جزیہ باندھا جائیگا یہ ہدایہ مین ہے اور قریشی نے اگر کافر غلام آزاد کر دیا تو اُس سے جزیہ لیا جائیگا یہ کافی مین ہے۔ اور اگر ذمیون مین سے کوئی لڑکا شروع سال مین قبل اسکے کہ ان لوگون پر جزیہ باندھا جاوے محتلم ہوا یعنی اسکو احتلام ہوا جو علامت بلوغ ہے اور حال یہ ہے کہ وہ تونگر ہے تو اسپر جزیہ باندھا جائیگا اور اس سے اس سال کا جزیہ لیا جائیگا اور اگر ان لوگون یعنی ذمی مردون پر جزیہ باندھے جانے کے بعد وہ محتلم ہوا ہے تو اسپر جزیہ نہ باندھا جائیگا یہانتک کہ یہ سال گذر جاوے۔ اور اگر شروع سال مین کوئی غلام آزاد کیا گیا حالانکہ اسکے پاس مال اسقدر ہے کہ ملک ہے لیکن اگر ان لوگون پر جزیہ باندھے جانے سے پہلے آزاد کیا گیا تو اسپر بھی جزیہ باندھا جائیگا اور اس سال کا جزیہ اُس سے لیا جائیگا اور اگر مردون پر جزیہ باندھے جانے کے بعد وہ آزاد کیا گیا تو اسپر جزیہ نہ باندھا جائیگا

یہان تک کہ سال گذر جاوے۔ اور اگر حربی قبل اسکے کہ ذمی مردون پر جزیہ باندھا جاوے ذمی ہوگیا تو اُسپر جزیہ
باندھا جائیگا اور اس سال کا جزیہ اُس سے لیا جائیگا اور اگر ذمی مردون پر جزیہ باندھے جانے کے بعد وہ ذمی ہوا
تو اسپر جزیہ نہ باندھا جائیگا یہانتک کہ یہ سال گذر جاوے۔ اور جو شخص کسی ایسے مرض وغیرہ مین گرفتار ہو کہ قابل جزیہ کے
نہین ہو اگر اسکو افاقہ ہوگیا تو جب تک یہ سال نہ گذر جاوے اُسپر جزیہ نہ باندھا جائیگا خواہ ذمی مردون پر جزیہ باندھے
جانے سے پہلے اسکو افاقہ ہوگیا ہو یا اُسکے بعد ہوا ہووے اور خواہ وہ بعد وضع جزیہ کے غنی ہوگیا یا اس سے پہلے غنی ہوگیا اور
جسپر جزیہ واجب الادا ہو اگر وہ مرگیا یا مسلمان ہوگیا حالانکہ اُسپر گذشتہ کا جزیہ باقی ہو تو ہمارے نزدیک یہ باقی اُس سے
نہ لیجائیگی اور اسی طرح اگر وہ اندھا ہوگیا یا اپنجا یا لولا یا بڈھا بیبس ہوگیا کہ کسی کام کرنے پر قادر نہین ہو یا فقیر ہوگیا کہ
اسکو کچھ دسترس نہین ہو حالانکہ اسپر پچھلا جزیہ بنفسہ باقی ہو تو یہ باقی ساقط ہو جائیگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہو اور تتمہ
مین لکھا ہو کہ اگر ذمی سال مین کچھ دنون غنی رہا اور کچھ دنون فقیر رہا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر زیادہ دنون غنی رہا ہو تو اُس سے
توانگرون کا جزیہ لیا جائیگا اور اگر اسکے برعکس ہو تو فقیرون کا جزیہ لیا جائیگا اور اگر آدھے سال توانگر اور آدھے سال فقیر
رہا تو اس سے متوسط الحال والون کا جزیہ لیا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ اور اگر امام کے جزیہ مقرر کرنے سے پہلے وہ چنگا ہوگیا تو
اسپر جزیہ باندھا جائیگا اور جزیہ باندھے کے بعد اگر وہ چنگا ہوا تو اسپر جزیہ اُس سال کا نہ باندھا جائیگا۔ اور جزیہ کا پیشگی
دو سال یا زیادہ کے واسطے ادا کرنا جائز ہو۔ اور اگر ذمی نے دو سال کے واسطے پیشگی جزیہ ادا کیا پھر اسلام لایا تو آیندہ ایک
سال کا خراج واپس کردیا جائیگا مگر سال اوّل کا خراج واپس نہ کیا جائیگا جبکہ یہ سال شروع ہو جانے کے بعد وہ مسلمان ہوا
یا مرگیا ہو یہ اختیار شرح مختار مین ہو اور یہ مسئلہ اس امام کے قول پر ہو جو شروع سال سے جزیہ واجب ہونے کو فرماتا ہو اور
جامع صغیر مین اسی پر تنصیص کردی ہو اور اسی پر فتوی بھی ہو یہ فتاوی کبری مین ہو۔ اور اگر پورے چند سال ذمی پر
چڑھ گئے اور اُس سے جزیہ نہ لیا گیا یہانتک کہ وہ مسلمان ہوگیا تو ہمارے نزدیک اُس سے جزیہ کا مطالبہ نہ کیا جائیگا۔ اور
اگر ذمی مذکور مسلمان نہ ہوا بلکہ اپنے کفر پر بحال رہا تو امام اعظم رحمہ نے فرمایا کہ اُس سے گذشتہ سالون کے جزیہ کا مطالبہ نہ کیا
جائیگا اور نیز اس سال کے جزیہ کا جسمین وہ ہو مطالبہ نہ کیا جائیگا یہانتک کہ یہ سال پورا ہووے یہ فتاوی قاضی خان مین
ہو اگر ذمی نجرانی و تغلبی کے درمیان ایک باندی ہو اور اُسکے لڑکا پیدا ہوا پس دونون نے ساتھ ہی اُسکے نسب کا دعوے
کیا پھر وہ بچہ بڑا یعنی بالغ ہوا تو اُسپر نصف خراج نجرانیون کا سا اور نصف خراج تغلبیون کا سا ہوگا یہ سراجیہ مین ہو۔
اور اگر نجرانی و تغلبی کے درمیان مشترک باندی سے لڑکا پیدا ہوا اور دونون نے ساتھ ہی اُسکے نسب کا دعوی کیا پھر
اسکے ہر دو باپ مرگئے اور یہ لڑکا بالغ ہوا تو سیر مین مذکور ہو کہ اگر پہلے تغلبی مرا تو اُس سے اہل نجران کا جزیہ لیا جائیگا اور
اگر پہلے نجرانی مرگیا تو اُس سے بنی تغلب کا جزیہ لیا جائیگا اور اگر دونون ساتھ ہی مرگئے تو نصف تغلبیون کا سا اور
نصف نجرانیون کا سا لیا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہو۔ اور اگر ذمی نے مال جزیہ اپنے غلام یا نائب کے ہاتھ بھیجا
تو یہ قدرت اسکو نہ دیجائیگی چنانچہ سب روایات مین سے اصح روایت یہی ہو بلکہ اسکو تاکید کیجائیگی کہ جزیہ کو خود حاضر کرے
اور کھڑا ہو کر ادا کرے اور اُس سے وصول کرنے والا بیٹھا ہوگا اور ایک روایت مین آیا ہو کہ اسکی سیلیت کو پکڑ کر
خوب جنبش دیگا اور کہیگا کہ اے ذمی لا اپنا جزیہ دے یہ تبیین مین ہو اور ادا کرنے والے کا ہاتھ نیچے رہیگا اور لینے والا
کا ہاتھ اوپر ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ امام المسلمین کو اختیار ہو چاہے اراضی و جاجم کو جمع کرکے دونون کا

خراج یکجائی درہمون یا دیناروں یا کیلی یا وزنی یا کپڑون سے مقرر کرنے اور چاہے ہر ایک کو الگ الگ کردے یعنی
ہر ایک کے واسطے علیحدہ علیحدہ خراج مقرر کرے پس اگر امام نے جمع کر کے ایک ہی خراج مقرر کیا تو بقدر رجال جماجم وانکی
تعداد کے و بقدر اراضی کے دونون پر یہ جزیہ مجموعی عدل وانصاف سے تقسیم کیا جائیگا پس جسقدر جماجم کے حصہ مین پڑے
وہ جزیہ ہے کہ رؤس فیسون پر بترتیب مذکورہ بالا مقرر ہوگا اور جسقدر اراضی کے حصہ مین پڑے وہ خراج ہوگا کہ ہر اراضی
پر بقدر اسکی پیداوار کے بترتیب مذکورہ بالا مقرر کیا جائیگا۔ پھر اگر جماجم مین سے بسبب موت یا اسلام لانے کے تعداد
کم ہوگئی تو جماجم کے حصہ مین سے اسی قدر حصہ گھٹا کر اراضی پر منتقل کیا جائیگا بشرطیکہ اراضی اسکو برداشت کرسکے اور اسیطرح
اگر کل جماجم ہلاک ہوگئے تو انکا حصہ منتقل کرکے اراضی پر بڑھا دیا جائیگا بشرطیکہ اراضی برداشت کرسکے اور اگر اراضی
برداشت نہ کرسکے تو یہ مقدار مذکورہ تمام مجموعی خراج سے طرح دیجائیگی۔ اور اگر جماجم اسکے بعد کثرت سے ہوگئے تو جماجم کا حصہ
انکی طرف رد کردیا جائیگا اور اگر اراضی کی پیداوار مین کمی ہوگئی تو بقدر نقصان کے اسمین سے حصہ کم کرکے جماجم پر ڈالا جائیگا
بشرطیکہ جماجم اسکو برداشت کرسکین پھر اگر اسکے بعد اراضی اپنے حال کمال پر ہوگئی تو حصہ مذکورہ پھر اراضی پر رد کردیا جائیگا
اور اگر اس حصہ کو جماجم نہین برداشت کرسکتے ہین تو ساقط ہوجائیگا ولیکن جب پھر اراضی مذکورہ اپنی طاقت پر
آجاوے اور برداشت کرسکے تو پھر پورا کردیا جائیگا۔ اور اگر اراضی تمام تلف ہوگئین بایندطور کہ غرق ہوگئین یا نمناک
ہوگئین یعنی انمین سے پانی چھوٹنے لگا اور وہ ایسی شورمٹی ہوگئی کہ قابل زراعت نہین ہے اور جماجم باقی رہے تو حصہ اراضی
بجانب جماجم منتقل نہ کیا جائیگا اور اگر امام نے علیحدہ علیحدہ جماجم واراضی کا خراج مقرر کیا پس جماجم پر کسی قدر حصہ معلوم
مقرر کیا اور اراضی پر بھی کسی قدر حصہ معلومہ بیان کیا تو کمی وبیشی کی صورت مین یہ نہ ہوگا کہ ہر دو مین سے کوئی دوسرے کا
حصہ برداشت کرے بلکہ وہ حصہ جو بسبب شکست نہین اٹھا سکتا ہے اس مقدار سے جو اسپر مقرر کی گئی ہے طرح دیا جائیگا یہانتک
کہ پھر انکی ایسی حالت ہوجاوے کہ جو طرح دیا گیا ہے اسکو برداشت کرے پس پھر اسپر عائد کیا جائیگا۔ اور اگر امام نے ان
لوگون سے اسطور پر صلح کی کہ انکی اراضی سے کل مال لیگا اور جماجم سے کچھ نہ لیگا یا جماجم سے کل لیگا اور اراضی سے کچھ
نہ لیگا تو یہ صحیح نہین ہے بلکہ کل مال جماجم واراضی پر بترتیب مذکورہ سابق تقسیم کیا جائیگا یہ کافی مین ہے۔ اور اگر کسی
ملک کے لوگ جیسے امام نے کسی قدر مال معلوم پر صلح کی ہے کہ جسکو وہ اپنے جماجم واراضی سے ادا کرینگے سب مسلمان ہوگئے تو
انکا خراج رؤس ساقط ہوجائیگا اور خراج اراضی ساقط نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے واللہ اعلم **فصل** اگر ذمیون نے جدید
بیعون یا کنیسون کا بنانا چاہا یا مجوس نے آتشخانہ بنانا چاہا پس اگر انھون نے مسلمانون کے شہرون مین سے کسی شہر یا فنائے
شہر مین اسکا بنانا چاہا تو بالاتفاق سب کے نزدیک منع کیے جاوینگے اور اگر انھون نے سواد شہر اور دیہات مین اسکا بنانا
چاہا تو اسمین روایات مختلف ہین اور روایتون کے خلاف کی وجہ سے مشائخ نے اسمین بھی اختلاف کیا ہے چنانچہ مشائخ
بلخ نے فرمایا کہ اس سے بھی منع کیے جاوینگے مگر ایسے گانوؤن مین جہان کے اکثر رہنے والے ذمی ہون منع نہ کیے جاوینگے
اور مشائخ بخارا نے جنمین سے امام ابوبکر محمد بن الفضل بھی ہین فرمایا کہ منع نہ کیے جاوینگے اور شمس الائمہ سرخسی نے
فرمایا کہ میرے نزدیک اصح یہ ہے کہ وہ لوگ سواد شہر مین بھی بنانے سے منع کیے جاوینگے یہ فتاوے قاضیخان مین ہے
اور زمین عرب مین شہرون و دیہاتون سب جگہ اس سے منع کیے جاوینگے یہ ہدایہ مین ہے۔ اور جیسے جدید بیعہ و کنیسہ
کا بنانا نہین روا ہے ایسے ہی جدید صومعہ کا بنانا بھی نہین روا ہے کہ جسمین تنہا ایک شخص انمین سے اپنے طریقہ پر عبادتگاہ

بخلاف اسکے اگر کسی نے اپنے گھر مین کوئی جگہ نماز کے واسطے بنائی کہ اسمین نماز پڑھے تو اُس سے منع نہ کیا جائیگا یہ
غایۃ البیان مین ہی۔ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ سواد شہر و دیہات مین جو بیعے و کنائس قدیمی بنے ہوئے ہون وہ نہ
ڈھائے جاوینگے اور نہ شہرون مین سوا امام محمد رح نے اجارات مین ذکر کیا ہی کہ شہر مین جو ہون وہ نہ ڈھائے جاوینگے اور
کتاب العشر والخراج مین ذکر کیا کہ مسلمانون کے شہرون مین جو ہون وہ ڈھائے جاوینگے اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ میرے
نزدیک اصح اجارات کی روایت ہی یہ فتاوے قاضیخان مین ہی۔ اور اگر انکی بیعون مین سے یا کنیسون مین سے کوئی بیعہ
یا کنیسہ قدیمی منہدم ہوگیا تو انکو اختیار ہوگا کہ اسی مقام پر جیسا تھا ویسا ہی بنالین اور اگر انھون نے کہا کہ ہم اسکو یہان سے
تحویل کرکے دوسری جگہ بنا دینگے تو انکو یہ اختیار نہوگا بلکہ اسی مقام پر اسیقدر عمارت کا جیسا پہلے تھا بنا سکتے ہین
اور پہلی عمارت سے زیادہ کرنے سے منع کیے جاوینگے یہ فتاوے قاضیخان مین ہی اور واضح رہے کہ قدیمی سے یہ مراد ہی کہ جب
امام اسلام نے انکے شہر کو فتح کیا یا انسے مصالحہ کر لیا کہ جزیہ دیا کرین اور تابع اسلام ہو کر اپنے دین پر اپنے مکانات پر قائم
رہین اس سے پہلے کا بنا ہوا ہو اور یہ شرط نہین ہی کہ لامحالہ زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کے زمانہ کے موجود
ہو یہ غایۃ البیان مین ہی اور اگر انکا کوئی کنیسہ کسی گانون مین ہو پھر اس کنیسہ والون نے اسمین بہت عمارت بنائی پھر یہ
گانون بھی منجملہ امصار کے ہوگیا تو بنابر روایت کتاب العشر کے انکو حکم دیا جائیگا کہ اسکو گرا دین اور بنابر جامع روایات
کے انکو یہ حکم نہ کیا جائیگا اور اسیطرح اگر انکا کوئی کنیسہ کسی شہر سے قریب ہو پھر انھون نے اسکے گرد عمارات بنانی شروع کین
اور یہان تک بڑھائین کہ یہ موضع اس شہر سے متصل ہوگیا اور ایسا ہوگیا کہ گویا شہر کے محلون مین سے ایک محلہ ہی تو بھی انکو
اس کنیسہ کے ڈھا دینے کا حکم کیا جائیگا اور صحیح وہی حکم ہی جو عامہ روایات مین مذکور ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر
اہل حرب کی کسی قوم نے درخواست صلح اس شرط پر کی کہ ہم لوگ مسلمانون کے اہل ذمہ اس شرط سے ہوتے ہین کہ اگر مسلمانون
نے ہمارے ملک مین کوئی شہر اپنے واسطے بنایا یا اختیار کیا تو ہمکو اسمین جدید بیعہ یا کنیسہ بنانے سے اور علانیہ شراب و سور
فروخت کرنے سے منع نہ کرین تو مسلمانون کو اس شرط پر انسے مصالحہ نہ کرنا چاہیے اور اگر اس شرط پر انسے صلح کر لی تو
انکو اس صلح کے توڑنے کا اختیار ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر کسی قوم اہل حرب نے مسلمانون سے صلح کی بدین شرط کہ ہم اپنے
گانون و اراضی سے مسلمانون کے اہل ذمہ بدین شرط ہوتے ہین کہ ہم سے مسلمان لوگ یہ شرط کرلین کہ ہمارے ساتھ ہمارے
گھرون و گانون و قصبون و شہرون مین مقاسمہ کرین حالانکہ اسمین کنیسے و بیعے و آتشخانہ ہین اور اسمین شراب و سور علانیہ
فروخت کیجاتی ہی اور علانیہ ماؤن و بیٹیون و بہنون سے نکاح کیا جاتا ہی۔ اور مجوس کا ذبیحہ و مردار علانیہ فروخت کیا جاتا ہی
تو ایسی صلح مین جو چھوٹا یا بڑا شہر کہ وہ مسلمانون کا شہر ہو جائیگا کہ اسمین نماز جمعہ قائم کیجائیگی اور حدود شرعی جاری
کیے جاوینگے تو ایسے شہر مین ان آدمیون کو ان سب امور کے اظہار سے ممانعت کیجائیگی اور انکو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اسمین
کوئی جدید بیعہ یا کنیسہ یا آتشخانہ بناوین جو قبل صلح کے نہ تھا اور اسمین علانیہ شراب نہ بیچنے پاوینگے اور نہ سور اور
نہ مردار اور نہ مجوسیون کا ذبح کیا ہوا جانور۔ اور نیز یہ بھی اختیار نہوگا کہ اسمین علانیہ ماؤن و دیگر محارم عورتون کے
ساتھ نکاح ظاہر کرین اور انکے لیے کچھ بھی روا نہوگا الا الخصلت واحدہ۔ اور کنائس و بیعے و آتشخانہ جو کہ اس مقام کے
شہر اسلام ہو جانے سے پہلے کے تھے وہ اسی حال پر چھوڑ دیے جاوینگے جسطرح شہر اسلام ہو جانے سے پہلے اہل ذمہ وہان
کیا کرتے تھے ولیکن یہ لوگ اپنی صلیبین اپنے کنائس سے باہر نہ نکالینگے۔ اور اگر انکے ایسے کنیسون مین سے کوئی کنیسہ منہدم

ہوگیا تو اسکو ویسا ہی بنا لینگے جیسا وہ پہلے تھا اور اگر اُنھون نے کہا کہ ہم اسکو یہان سے تحویل کر کے شہر مین دوسرے مقام
پر بنا دینگے تو انکو یہ اختیار رہیگا۔ اور اگر امام کسی قوم اہل حرب پر غالب آیا پھر اسکو مصلحت معلوم ہوا کہ انکو ذمی بناکر
اپیر اور انکی اراضی پر خراج باندھے اور اس ملک کو غانمین کے درمیان تقسیم نہ کرے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سواد کوفہ والون
کے ساتھ کیا تھا تو یہ جائز ہے پس جب ایسا کیا تو یہ لوگ ذمی ہوجاوینگے اور منع نہ کیے جاوینگے کنیسہ بنانے سے اور
بیعہ بنانے سے اور نہ آتشخانہ بنانے سے اور نہ بیچ خمر سے اور نہ بیچ خنزیر سے اور نہ اظہار ان تمام افعال سے جو بیچ انکی
ملت کے بیان کیے ہین یہ سراج وہاج مین ہے۔ اور اگر امام نے بلاد اہل شرک مین سے کوئی شہر قہر و غلبہ سے فتح کیا پھر ان
لوگون سے اس شرط پر صلح کی کہ انکو ذمی بناوے حالانکہ اس شہر مین قدیمی بیعے و کنائس و آتشخانہ ہین یا اہل شرک کے
گانؤن مین سے کوئی گانؤن ایسا ہے پھر یہ گانؤن مسلمانون کے شہرون مین سے ایسا شہر ہوگیا کہ اسمین نماز جمعہ قائم کیجاتی
ہے اور حدود شرعی جاری ہین تو امام ان اہل ذمہ کو ان کنیسون و بیعون مین اپنی ملت کی نماز پڑھنے سے ممانعت کردیگا
اور انکو حکم کریگا کہ ان مکانون کو اپنے رہنے کے گھر بنالین کہ انمین رہا کرین اور امام کو یہ نہ چاہیے کہ انکو منہدم کردے۔
اور اگر اہل حرب مین سے کسی قوم نے ذمی ہوجانے پر اس شرط سے صلح کی کہ اپنے ذمی ہوجانے کے بعد ہم اپنے دیہاتون یا
شہرون مین کنیسے و بیعے و آتشخانہ بناوینگے پھر بعد صلح کے ایسا موضع جہان انھون نے بنایا ہے مسلمانون کے شہرون مین سے ایک
شہر ہوگیا تو مسلمانون کو روا نہین ہے کہ انمین سے کچھ ڈھا دین اور یہ حکم بنا بر عامہ روایت کے ہے اور بنا بر روایت
کتاب العشر والخراج کے مسلمانون کو انکے ڈھا دینے کا اختیار ہے۔ اور اسی طرح اگر انکے شہرون مین سے کوئی شہر مسلمانون کے
واسطے ایسا شہر ہوگیا کہ اسمین جمعہ قائم کیا جاتا ہے اور حدود شرعی جاری ہین پھر مسلمانون نے اس شہر کو چھوڑ دیا اور دوسرے
مقام پر چلے گئے اور یہان کوئی مسلمان نہ رہا سوائے پانچ سات مسلمانون کے یعنی بہت کم پھر اہل ذمہ نے ازسرنو اسمین کنیسے بنا
پھر مسلمانون نے اپنی مصلحت دیکھکر عود کیا اور اسی شہر مین آکر رہے اور یہ شہر ایسا ہوگیا کہ اسمین نماز جمعہ و عیدین قائم کیجاتی ہے
اور حدود شرعی جاری ہین تو جو کنائس انھون نے جدید بنالیے تھے وہ منہدم نہ کیے جاوینگے۔ اور شیخ رکن الاسلام علی سغدی نے
فرمایا کہ اسی طرح اگر اس شہر کے مسلمانون کا شہر ہوجانے سے پہلے اہل ذمہ نے اسمین کوئی جدید کنیسہ بنا لیا اور مسلمانون نے اسکو منہدم
نہ کیا یہانتک کہ اسکو چھوڑ کر چلے گئے پھر مصلحت دیکھکر مسلمان لوگ یہان عود کر کے چلے آئے اور وہ مسلمانون کا شہر ہوگیا
تو بھی کنیسہ مذکورہ منہدم نہ کیے جاوینگے اور جو شہر ایسا ہو کہ وہ مسلمانون کا شہر بنایا ہوا ہے اور قبل اسکے شہر بنانے
کے اسمین بیعے و کنیسے تھے پھر مسلمانون نے چاہا کہ ذمیون کو انمین نماز پڑھنے سے منع کرین پس ذمیون نے کہا کہ ہم لوگ
ایسی قوم اہل ذمہ ہین کہ ہم نے امام المسلمین سے اپنے بلاد پر صلح کر لی ہے پس تمکو یہ روا نہین ہے کہ ہمکو ان کنیسون
مین نماز پڑھنے سے منع کرو اور مسلمانون نے کہا کہ نہین بلکہ ہم نے تمھارے بلاد کو بزور شمشیر غالب کر کے فتح کیا ہے پس
ہم نے تمکو اہل ذمہ کر دیا پس ہمکو روا ہے کہ ہم تمکو ان کنائس مین نماز پڑھنے سے منع کرین پس یہ مقدمہ اس امام کے حضور
مین پیش کیا گیا جو اسوقت مین امام ہے اور اس ملک کے فتح کا زمانہ دراز گذرا ہے اور یہ معلوم نہین ہوتا ہے کہ ابتدا مین یہ
بات کیونکر ہوئی تھی تو امام موصوف دریافت کراویگا کہ فقہا و اہل خبر کے پاس اس باب مین کوئی اثر ہے پس اگر فقیہون
نے کوئی خبر بیان کی تو اسکو لیکر اسکے موافق کاربند ہوگا اور اگر فقیہون کے پاس کوئی خبر نہ ہو یا اخبار مختلف ہون
تو امام اس دیار کو بطریق صلح فتح کیا ہوا قرار دیگا اور قول انھین اہل ذمہ کا قبول کریگا مگر انسے قسم لیگا اور اگر ایک خبر مین

بیان ہوا کہ یہ صلح سے فتح ہوا ہے اور دوسری خبر میں مذکور ہے کہ یہ قہر و غلبہ سے فتح ہوا ہے تو بھی قول اہل ذمہ مقبول ہوگا اور اگر کسی قوم نے دوسری قوم کی شہادت پر شہادت یعنی گواہی دی کہ اس دیار والوں سے صلح کرکے فتح کیا گیا ہے اور دوسری قوم نے دوسری قوم کی شہادت پر شہادت دی کہ یہ دیار قہر و غلبہ سے فتح کیا گیا ہے تو قہر و غلبہ سے فتح کیے جانے کی گواہی اولی یعنی مقبول ہوگی۔ اور اگر کوئی اثر کسی ثقہ سے روایت کیا ہوا ملا کہ یہ دیار صلح سے لیا گیا ہے اور شہادت پر شہادت گذری کہ یہ دیار صلح سے فتح کیا گیا ہے تو جو امر اس گواہی میں مذکور ہے وہی حق یعنی وہی مقبول ہوگا ولیکن اس شرط سے کہ گواہان اصل و گواہان فرع ہر دو فریق مسلمان ہوں۔ اور اگر اثر کسی ثقہ سے روایت کیا گیا کہ یہ دیار صلح سے لیا گیا ہے اور شہادت پر شہادت گذری کہ قہر و غلبہ سے فتح کیا گیا ہے تو بھی گواہی مذکور مقبول ہوگی بلکہ یہی صورتیں عام ہیں خواہ گواہ لوگ مسلمانوں میں سے ہوں یا ذمیوں میں سے ہوں یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور یہ مراد ہے کہ کوئی ذمی اس اختیار پر نہ چھوڑ دیا جاوے کہ وہ مسلمان سے مشابہت پیدا کرے یعنی ذمی مسلمان سے مشابہت کرنے پاوے نہ لباس میں اور نہ سواری میں اور نہ وضع و ہیأت میں۔ اور ذمیوں کو گھوڑے کی سواری سے منع کیا جاوے الا اسوقت سوار ہونے پاویں کہ آپکی حاجت ہووے کذا فی المحیط پھر جب اہل ذمہ بسبب ضرورت کے سوار ہوئے مثلاً امام کو محاربہ اور مسلمانوں سے برائی دور کرنے میں انکی مدد کی حاجت ہوئی پس سوار ہوکر دشمن سے لڑنے کو گئے تو چاہیے کہ جہاں مسلمانوں کا مجمع ہووے وہاں سواری سے اتر پڑیں پھر اگر ضرورت برابر باقی رہے تو انکو حکم کیا جاوے کہ اکاف کی ہیأت کی زین بنواویں کذا فی الکافی قال المترجم اکاف پالان خر کذا فی اللغات اور خچر پر سوار ہونے سے منع نہ کیے جاوینگے اور نیز گدھے کی سواری سے بھی منع نہ کیے جاویں ولیکن اس سے ممانعت کیجاوے کہ مسلمانوں کے زین کے طور کی زین بناویں اور چاہیے کہ انکے قربوس زین پر مثل انار کے ہو اور شیخ ابوجعفر نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انکی قربوس زین مثل مقدم اکاف کے جو مثل انار کے ہوتا ہے ہوتی چاہیے ہے اور بعضے مشائخ نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ انکی زین مثل مسلمانوں کی زین کے ہو ولیکن اسکے آگے کی طرف ایک چیز مثل انار کے بنی ہووے ولیکن قول اول صحیح ہے اور منع کیے جاویں یاویں پہننے اور عماموں اور رداء پہننے سے جسکو علمائے دین پہنتے ہیں اور چاہیے کہ وے لوگ کلاہ ہائے مضربہ اوڑھیں اور اسی طرح اس سے منع کیے جاویں کہ انکی نعلین کی شراک مثل شراک مسلمانوں کی نعلین کے ہوں اور ہمارے دیار میں مرد لوگ نعلین نہیں پہنتے ہیں بلکہ مکاعب پہنتے ہیں پس واجب ہے کہ انکے مکاعب مثل ہمارے مکاعب کے نہوں بلکہ اسکے خلاف ہوں اور چاہیے کہ جو کپڑے موٹے بدرنگ ہوں اور زینت دار نہوں۔ اور نیز چاہیے کہ وہ تنگ پکڑے جاویں تاکہ انمیں سے ہر شخص موٹے ڈورے کے مثل بناکر اپنی کمر میں باندھے اور چاہیے کہ یہ کستیج یا صوف کے ہو اور ابریشم سے نہو اور چاہیے کہ گنارہ غلیظ ہو ایسا رقیق نہو کہ بدون نگاہ کرنے کے اسپر نظر نہ پڑے اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ چاہیے کہ اسکو اپنی کمر میں گرہ دیکر باندھے اور اسکے واسطے حلقہ نہ بناوے جیسے مسلمان پیٹی باندھتا ہے بلکہ دائیں بائیں اسکے چھور لٹکائے رہے۔ اور نیز موزہ ہائے زینت دار نہ پہننے پاوینگے اور چاہیے کہ انکے موزے کھر کھرے موٹے بدرنگ ہوں اور اسی طرح وہ لوگ قباہائے زینت دار و قمیص ہائے زینت دار نہ پہننے پاویں بلکہ کرباس کی موٹی قبائیں جنکے تکمے لانبے لانبے اور دامن کوتاہ ہوں پہنیں اور اسی طرح کرباس کی موٹی قمیص جنکے گلے کے چاک سینہ پر ہوں مثل عورتوں کے ایسی قمیصیں پہننے پاوینگے۔ اور یہ سب اسوقت ہے کہ جب مسلمانوں نے انپر بزور شمشیر غلبہ پایا ہو و

اور اگر انکے ساتھ بعض ان چیزون پر صلح واقع ہوئی ہو تو وہ لوگ موافق صلح کے رکھے جاوینگے پھر مشائخ نے اختلاف
کیا ہی کہ ایسی صورت مین ہمارے اور انکے درمیان مخالفت و تمیز فقط ایک علامت کے ساتھ شرط ہی یا دو علامتون
یا تین علامتون سے اور حاکم امام ابو محمد رح فرماتے تھے کہ اگر امام نے انکے ساتھ صلح کی اور ایک علامت پر انکو ذمہ
دیدیا ہی تو اس علامت پر اور نہ بڑھائی جاوینگی۔ اور اگر کسی ملک کو بزور شمشیر غلبہ و قہر سے فتح کیا تو امام کو اختیار
ہوگا کہ ایسی بہت سی علامات مذکورہ لازم کرے یہی صحیح ہی یہ محیط مین ہی۔ اور واجب ہی کہ انکی عورتون سے بھی مسلمان
عورتون سے تمیز کردی جاوے راہ چلنے کی حالت اور حمامون مین داخل ہونے کی حالت مین چنانچہ اس غرض سے انکی
عورتون کی گردنون مین لوہے کے طوق ڈلوائے جاوین اور مسلمان عورتون کی ازار سے انکی ازار مخالف رہے
اور انکے گھرون کے دروازون وغیرہ پر ایسے علامات مقرر کردیے جاوین جنسے مسلمانون کے گھرون سے تمیز ہو جاوے
تاکہ یہ نہو کہ انکے دروازون پر سائل کھڑا ہو کر انکے واسطے مغفرت کی دعا کرے پس قائل یہ ہی کہ ایسے امور سے انکی تمیز
کردینی واجب ہی کہ وہان کے لوگون مین یہ امور حسب رواج و زمانہ کے ذلت و حقارت و مقہوریت پر دلالت کرین
تاکہ انکے ذلیل و حقیر و مقہور ہونے پر اشعار ہو جاوے یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ اگر کسی ذمی نے کسی مسلمان سے بیعہ کا
راستہ پوچھا تو مسلمان کو نہ چاہیے کہ اسکو بیعہ کی راہ بتادے اسواسطے کہ یہ معصیت پر راہ بتلانی ہوگی۔ اگر کسی مسلمان کا
باپ یا ماں ذمی ہو تو مسلمان کو نہ چاہیے کہ اسکو گھر سے بیعہ کو پہونچا دے اور یہ روا ہی کہ اسکو بیعہ سے ہاتھ پکڑ کر گھر کو پہونچا دے یہ
فتاوی قاضیخان مین ہی اور ذمی لوگ ہتھیار نہ اُٹھانے پاوینگے اور جب راستہ مین چلین تو مسلمان لوگ متفق ہو کر اسطرح چلین کہ ذمی
راستہ مین دبکر چلین اور کوئی مسلمان انسے سلام کرنے مین پہل نہ کرے ہان اگر وہ لوگ پہلے سلام کرین تو جواب مین فقط
علیکم کہے یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور ذمیون کے غلام اسواسطے تنگ نہ پکڑے جاوینگے کہ زنار باندھین اور یہی مختار ہی یہ فتاوی
کبری مین ہی۔ اور نصرانی کو اختیار نہین ہی کہ اپنے گھر مین مسلمانون کے شہر مین ناقوس بجاوے اور اختیار نہین ہی کہ نصرانیون
کو اپنے گھر مین نماز کے واسطے جمع کرے ہان اسکو یہ اختیار ہی کہ خود تنہا نماز پڑھ لے اور نصرانیون کو یہ اختیار نہین ہی کہ اپنے
کنیسون سے صلیب وغیرہ نکالین اور اگر انھون نے زبور یا انجیل پڑھنے مین اپنی آواز بلند کی پس اگر انہین اظہار شرک ہو تو
اس سے منع کیے جاوینگے اور اگر اس سے اظہار شرک واقع نہ ہو تو ممانعت نہ کیجائیگی اور مسلمانون کی بازارون مین انکے
شہر پناہ سے منع کردیے جاوینگے اور اسی طرح اسلام کے شہر و فنائے شہر مین شراب و سور کے فروخت کرنے اور شراب و سور ظاہر کرنے
سے منع کیے جاوینگے اور اگر فناہائے شہر سے دور ہو گئے تو وہان صلیب نکالنے و ناقوس بجانے مین مضائقہ نہین ہی۔ اور
ہر ایسے موضع مین جو شہرہائے اسلام سے نہو وہان ایسے امور سے منع نہ کیے جاوینگے اگرچہ اس مقام مین گنتی کے مسلمان
رہا کرتے ہون ایسا ہی امام محمد رح نے سیر کبیر مین فرمایا ہی اور بہت سے ائمہ بلخ نے فرمایا کہ یہ قول امام محمد رح نے فقط بخصوص
دیہات کوفہ فرمایا ہی اسواسطے کہ وہان ان دیہات کے تمام رہنے والے ذمی و روافض ہین اور ہمارے دیار کے دیہاتون
مین کسی اہل ذمہ ایسے امور سے منع کیے جاوینگے جیسے شہرون مین منع کیے جاتے ہین۔ اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ دیہات
مین ایسے امور کے اظہار و اعلان سے کسی حال مین منع نہ کیے جاوینگے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور تجنیس خواہر زادہ
مین لکھا ہی کہ اگر اہل ذمہ نے مسلمانون کے شہرون مین سے کسی شہر مین یا مسلمانون کے گاؤن مین سے کسی گاؤن مین پیدا کوئی
ایسا فسق ظاہر کیا جو داخل صلح نہین ہی مثل زنا و فواحش و مزامیر و طبل و گانا اور نوحہ سے رونا اور کبوتر بازی

وغیرہ تو اس سے منع کیے جاوینگے جیسے مسلمان منع کیے جاتے ہیں اور تجرید میں لکھا ہے کہ مسلمانون کو نہ چاہیے کہ انکے یہان
انکے مکانون میں اترین اور نہ چاہیے کہ انکے گھرون و اراضی میں سے کوئی چیز لیوین الا انکی جانب سے تجارت کے ساتھ
یعنی جب وہ لوگ بخوشی اجازت دین و مالک کردین تو لے سکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر مسلمانون نے اراضی
موات میں جسکا کوئی مالک نہیں ہے کسی شہر کی بنیاد ڈالی اور اس اراضی کے قریب میں اہل ذمہ کے گاؤن ہیں پھر شہر
انکو بہت بڑھ گیا یعنی آبادی بہت بڑھی یہانتک کہ ان گاؤن تک پہونچگئی اپنے متجاوز ہوگئی تو یہ دیہات اس شہر میں
سے ہو جاوینگے کیونکہ شہر نے انکے اطراف سے انکو گھیر لیا ہے پھر اگر ان ذمیون کے قدیم بیعے و کنائس ان دیہاتون میں
ہون تو وہ اپنے حال پر چھوڑ دیے جاوینگے اور اگر مسلمانون کے شہر ہو جانے کے بعد انھون نے ان دیہاتون میں جو
شہر میں سے ہوگئے ہیں کوئی بیعہ یا کنیسہ یا آتشخانہ جدید بنانا چاہا تو اس سے منع کر دیے جاوینگے شہرہاے اسلام
میں سے جو شہر ایسا ہو کہ اسمین نماز جمعہ ہوتی ہو اور حدود شرعی قائم ہوتی ہون وہان کسی مسلمان یا ذمی کو نہ چاہیے کہ علانیہ
شراب یا سور داخل کرے۔ اور اگر کسی مسلمان نے اپنے شہر میں شراب یا سور داخل کی اور کہا کہ میں اس شہر سے ہو کر جاتا
تھا اور شراب کو میں سرکہ بنانے کو لیے جاتا ہون یا کہا کہ میری نہین ہے بلکہ دوسرے کی ہے اور یہ جتلایا کہ کسکی ہے تو دیکھا
جائیگا کہ اگر یہ شخص مرد متدین ہو کہ اسپر شراب خواری کا شبہہ و اتہام نہو تو اسکی راہ چھوڑ دی جائیگی اور حکم دیا جائیگا کہ اسکو
سرکہ کرے اور اگر مرد بدکار شراب خواری میں متہم ہو یعنی اسپر شبہہ ہو تو اسکی شراب بہادی جائیگی اور اسکے سور ذبح کر کے آگ سے
جلا دیے جاوینگے۔ اور اگر امام نے دیکھا کہ بغیر تعزیر کے باز نہ آویگا اور قصد کیا کہ اسکو کوڑے مار کر قید کرکے تعزیر دیجاوے
یہانتک کہ اسکی توبہ ظاہر ہو تو ایسا کر سکتا ہے اور اگر اسنے فقط کوڑے مارنے یا قید کرنے پر اقتصار کیا تو بھی کر سکتا
ہے مگر اسکو یہ نہ چاہیے کہ جس مشک یا کپے یا ظرف میں شراب تھی اسکو پھاڑ ڈالے یا توڑ ڈالے اور اگر اس مشک وغیرہ کو
پھاڑ ڈالا یا ظرف کو توڑ ڈالا تو اسکا ضامن ہوگا۔ ہان اگر امام نے مصلحت دیکھی کہ یہ بات اس شخص کے حق میں عقوبت کے
طور پر کرے پس خود کیا یا کسی دوسرے کو ایسا کرنے کا حکم دیا پس اسنے کیا تو ضمان لازم نہوگی۔ اور اگر امام نے شراب کی مشک
یا برتن اور وہ جانور جسپر یہ لادے تھے پکڑ کر اس سب کو فروخت کر دیا تو بیع باطل ہے۔ اور اگر شہرہاے اسلام سے کسی شہر کے
اندر شراب لانے والا کوئی ذمی ہو پس اگر یہ شخص جاہل ہو تو امام اسکی متاع اسکو واپس کرکے اسکو شہر سے نکال دیگا اور
اسکو آگاہ کر دیگا کہ اگر پھر ایسی حرکت کی تو تجھکو سزا دونگا۔ اور جاہل ہونے سے یہ مراد ہے کہ ذمی مذکور یہ نہ جانتا ہو کہ
ایسا کرنا نہیں چاہیے ہے یعنی شراب اپنے شہر کے اندر نہیں لانا چاہیے ہے۔ اور اگر ذمی مذکور نے یہ جانکر ایسا کیا تو
امام سو صورت اسکی شراب نہیں بہادیگا اور نہ اسکے سورون کو قتل کریگا لیکن اگر مصلحت معلوم ہو کہ اسکو ادب و سزا دے
خواہ کوڑے مارنے یا قید کرنے سے تو ایسا کر سکتا ہے اور اگر کسی مسلمان نے اسکو تلف کر دیا تو وہ ضامن ہوگا لیکن جو
شخص امام ہے اگر اسکا مذہب یہ ہو کہ ایسے بے ادب ذمی کے ساتھ بطریق عقوبت ایسا کرنا جائز ہے پس اسنے خود کیا یا دوسرے
کو ایسا کرنے کا حکم دیدیا تو ایسی صورت میں اسپر ضمان نہوگی۔ اور اگر ذمیون میں سے کوئی شخص کشتی میں شراب لادکر دجلہ
و بغداد وغیرہ دریا میں روانہ ہوا اور دریا کی راہ میں اسکو لیے ہوئے ابلہ اور مدائن یا اسکے اندر ہوکر گذرا تو اس سے منع نہ
کیا جائیگا اور اسیطرح اگر شہر اسلام کے اندر راہ سے شراب لیکر گذرنا چاہا اور حال یہ ہے کہ سواے اسی راہ کے دوسرا راستہ نہیں
ہے تو بھی ممانعت نہ کیجائیگی امام کو چاہیے کہ انکے ساتھ کوئی مرد امین بھیجے تاکہ مسلمانون میں سے کوئی انسے تعرض نہ کرے اور تاکہ یہ

لوگ مسلمانوں کے مسکنوں میں سے کسی مسکن میں جہاں کے مسلمان شراب خواری سے متہم ہیں نقل نہ کرنے پاوین۔ اور اگر ذمیوں نے اپنے گاؤں میں سے کسی گاؤں یا اپنے شہروں میں سے کسی شہر میں فسق و فجور کی ایسی باتوں میں سے جن پر صلح واقع نہیں ہوئی ہے کوئی بات اظہار کرنی اور علانیہ کرنی چاہی مثل زنا وغیرہ فواحش کے جنکو اپنے دین کے موافق حرام جانتے ہیں تو وہ لوگ اس سے منع کیے جاوینگے جیسے مسلمان منع کیے جاتے ہیں اور اسی طرح سکہ بیچنے سے بھی منع کیے جاوینگے اسواسطے کہ وہ اسکو حلال نہیں جانتے بلکہ اصل شراب خواری کو حلال جانتے ہیں اور اسی طرح علانیہ اظہار سے مزامیر و طنبورہ لہو وغیرہ فروخت کرنے سے منع کیے جاوینگے اور جسنے انہیں سے کوئی چیز توڑ ڈالی تو اسپر ضمان نہوگی جیسے مسلمان کی ایسی کوئی چیز توڑ ڈالنے سے ضمان نہیں ہوتی ہے اور یہ بنا بر قول صاحبین رح کے ہے اور بنا بر قول امام اعظم رح کے توڑنے والا اسکی قیمت کا اس حساب کہ یہ تراشیدہ و خراشیدہ لکڑی ہے ضامن ہوگا اور لہو کے واسطے ہونے کے حساب سے جو قیمت ہے اسکا ضامن نہوگا جیسے مسلمان کی ایسی چیز توڑ ڈالنے کی صورت میں حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی مسلمان کی جورو ذمیہ ہو تو مسلمان کو یہ اختیار نہوگا کہ اسکو شراب پینے سے منع کرے اسواسطے کہ یہ اسکے نزدیک حلال ہے ہاں اسکو یہ اختیار ہے کہ اپنے مکان میں اسکو شراب لانے سے منع کرے اور اسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ عورت مذکورہ پر غسل جنابت کے واسطے جبر کرے اسواسطے کہ یہ اسپر واجب نہیں ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور کتاب العشر والخراج میں فرمایا کہ انہیں سے کسی کو نہ چھوڑا جائیگا کہ مسلمانوں کے شہروں میں سے کسی شہر میں کوئی گھر یا حویلی خریدے اور نہ کسی کو یہ اختیار دیا جائیگا کہ شہر اسلام میں رہنے پاوے اور اسی روایت کو حسن بن زیاد نے اختیار کیا ہے اور بنا بر عامہ کتب کے روایات کے انکو دار الاسلام میں رہنے کی گنجائش دیجائیگی سوائے زمین عرب کے کہ اگر کوئی شہر یا صوبہ عرب ہو مثل حجاز وغیرہ کے تو وہاں انکو رہنے کا قابو نہ دیا جائیگا کذا فی المحیط اور شیخ شمس الائمہ حلوائی فرماتے تھے کہ بنا بر روایات عامہ کتب کے انکے رہنے پانے کا حکم جب ہی ہے کہ جب یہ لوگ تھوڑے ہوں کہ انکے یہاں رہنے کی وجہ سے تعطل لازم نہ آوے اور مسلمانوں کی کوئی جماعت برقرار ہے اسکے قلیل نہ سمجھی جاوے اور اگر کثرت سے ذمیوں نے سکونت شہر اسلام چاہی کہ جس سے تعطل لازم آتا ہے اور مصالح خراج میں خلل پڑتا ہے یا انکی وجہ سے مسلمانوں کی کوئی جماعت قلیل سمجھی جاتی ہے تو انکو منع کیا جائیگا کہ مسلمانوں کے درمیان نہ رہیں اور کہا جائیگا کہ ایسی طرف جا کر رہو جہاں مسلمانوں کی کوئی جماعت نہو اور یہ حکم امام ابو یوسف رح سے امالی میں محفوظ ہے اور اگر ایسے شہروں میں سے کسی شہر میں ان لوگوں نے گھر خریدے پھر چاہا کہ ان گھروں میں سے کسی کو بیعہ یا کنیسہ یا آتشخانہ بنا دیں کہ اپنی عبادت کے واسطے وہاں جمع ہوا کریں تو انکو اس سے ممانعت کیجائیگی اور اگر انھوں نے مسلمانوں سے اس کام کے واسطے کوئی گھر یا کوٹھری اجارہ پر لی تو مسلمان کے حق میں مکروہ ہے کہ انکو اجارہ پر دیوے۔ اور اگر مسلمانوں نے انکو گھر یا حویلی اجارہ پر دی تاکہ اسمیں اتریں پھر انھوں نے اس مکان میں ایسی کوئی بات ظاہر کی کہ جو ہمنے ذکر کی ہے تو مالک مکان اور غیر مالک مکان سب کو اختیار ہے کہ انکو اس سے منع کریں اور عقد اجارہ فسخ نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر ذمیوں میں سے کسی نے ادائے جزیہ سے انکار کیا یا کسی مسلمان کو قتل کیا یا کسی مسلمان عورت سے زنا کیا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بدگوئی سے یاد کیا تو ایسے ذمی کا عہد ذمہ نہیں ٹوٹیگا۔ اور اگر قبول جزیہ سے انکار کیا تو اسنے اپنا عہد توڑا۔ اور ذمی کا عہد جب ہی ٹوٹیگا کہ جب وہ دار الحرب میں جا ملے۔ یا کسی گاؤں میں کہ جو تمام پر یا کسی قلعہ یا گڈھی میں یہ لوگ غالب ہوں کہ مسلمانوں سے قتال کریں پس جب ایسا کرینگے تو بالکل عہد ذمہ ٹوٹ جائیگا اور جب عہد ٹوٹ گیا تو اسکا

حکم مثل مرتد کے ہے یعنی جو اسلام سے پھر گیا اور اسکے معنی یہ ہین کہ جب وہ دار الحرب مین جا ملا تو جا ملنے کا حکم ہونے سے اسکی موت کا حکم ہوگا یعنی گویا وہ حکماً مر گیا اور اگر اُسنے توبہ کی تو اُسکی توبہ قبول کیجائیگی اور اُسکا عہد ذمہ پھر عود کریگا اور ذمی کے عہد توڑنے سے اسکی ذریات کی امان باطل نہ ہوگی مگر اسکی ذمیہ جورو جسکو وہ دار الاسلام مین چھوڑ گیا ہے اُس سے وہ بائنہ ہو جائیگی اور اسپر اجماع ہے اور اُسکا مال اسکے وارثون کے درمیان تقسیم کر دیا جائیگا۔ اور نیز ذمی مذکور عہد توڑکر جو مال اپنے ساتھ دار الحرب مین لے گیا ہے اُسمین بھی اُسکا حکم مثل مرتد کے ہے اور اگر اس دار الحرب پر مسلمانون نے غلبہ پایا تو ذمی تمام مسلمانون کے واسطے فئی ہوگا اور اگر وہ دار الحرب مین جا ملا پھر دار الاسلام مین واپس آکر یہان سے اپنا مال لیکر اُسکو دار الحرب مین لیگیا پھر اس دار الحرب پر اسلام غالب آیا تو اس ذمی مذکور کے وارث اس مال کے جسکو ذمی مذکور لوٹ کر لے گیا ہے غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے مفت حقدار ہین اور بعد تقسیم کے قیمت دیکر لے سکتے ہین اور اگر ذمی مذکور قید کیا گیا تو وہ رقیق بنایا جائیگا بخلاف مرتد کے کہ اگر اسلام سے پھر کر دار الحرب مین جا ملا پھر دار الحرب پر مسلمانون نے غلبہ پایا اور مرتد مذکور قید کیا گیا تو قتل کر دیا جائیگا بشرطیکہ مسلمان نہ ہو جاوے اور اسیطرح اگر ذمی مذکور بعد عہد توڑنے کے واپس آیا یا قبل اسکے تو اسپر جزیہ مقرر کرنا روا ہے بخلاف مرتد کے کہ اُس سے سوائے اسلام کے کچھ قبول کیا جائیگا کذا فی فتح القدیر

نوان باب مرتدون کے احکام کے بیان مین

مرتد عرف مین اُسی کو کہتے ہین جو دین اسلام سے پھرنے والا ہو یہ نہر الفائق مین ہے۔ اور مرتد ہونے کا حکم یہ ہے کہ بعد وجود ایمان کے کلمہ کفر اپنی زبان پر جاری کرے۔ اور ردت صحیح ہونے کی شرطون مین سے یہ ہے کہ عاقل ہو پس مجنون کا مرتد ہونا نہین صحیح ہے اور نہ ایسے طفل کا جو عقل نہین رکھتا ہے مگر جو مجنون ایسا ہو کہ کبھی صحیح ہو جاتا ہو اور کبھی مجنون تو دیکھا جاوے کہ اگر اُسنے حالت افاقہ مین ارتداد کیا ہے تو صحیح ہے اور اگر حالت جنون مین مرتد ہوا ہے تو نہین صحیح ہے۔ اور اسیطرح جو شخص نشہ مین ایسا چور ہے کہ اُسکی عقل جاتی رہی ہے تو اسکا ارتداد بھی نہین صحیح ہے۔ اور بالغ ہونا صحت ارتداد کے واسطے شرط نہین ہے۔ اور مذکر ہونا بھی صحت ارتداد کے واسطے شرط نہین ہے اور طوع صحت ارتداد کے واسطے شرط ہے یعنی خوشی خاطر سے ہو پس جو شخص باکراہ مرتد ہونے پر مجبور کیا گیا اُسکا ارتداد نہین صحیح ہے یہ بحر الرائق مین ہے۔ اور جو طفل کہ سمجھدار ہو تو وہ ہے ایسا لڑکا جو یہ جانتا ہو کہ اسلام سبب نجات و فرح ہے اور حرام و ناپاک کو پاک حلال سے تمیز کرتا ہو اور شیرین کو تلخ سے تمیز کرتا ہو یہ سراج وہاج مین ہے۔ اور فتاوے قاری ہدایہ مین اسکی تقدیر کہ جب ایسا سمجھدار ہو جاتا ہے یہ بیان کی ہے کہ سات برس کا ہو جاوے یہ نہر الفائق مین ہے۔ اور جسکو مرض برسام لاحق ہوا یا ایسی کوئی چیز کھلا دی گئی کہ عقل جاتی رہی اور ہذیان بکنے لگا پس مرتد ہو گیا تو یہ ارتداد نہوگا اور اسی طرح اگر معتوہ ہو یا موسوس یا کسی وجہ سے اُسکی عقل مغلوب ہو گئی ہو تو اُسکا بھی یہی حال ہے یہ سراج وہاج مین ہے۔ اور جب مسلمان اسلام سے پھر گیا نعوذ باللہ منہ تو اسپر اسلام پیش کیا جائیگا پس اگر اسکو کوئی شبہہ پیش ہووے کہ اسکو اُسنے ظاہر کیا تو وہ شبہہ صاف صاف کھولکر دور کیا جاوے ولیکن بنابر قول مشائخ کے جاننا چاہیے کہ اسپر اسلام پیش کرنا واجب نہین ہے بلکہ مستحب ہے یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور تین روز تک قید خانہ مین محبوس رکھا جائیگا پس اگر اُسمین مسلمان ہو گیا تو خیر ورنہ قتل کر دیا جائیگا اور یہی اسوقت ہے کہ اُسنے کچھ مہلت مانگی ہو اور اگر اُسنے مہلت طلب نہ کی تو اُسی وقت قتل کر دیا جائیگا اور اس حکم مین غلام و آزاد کے درمیان کچھ فرق نہین ہے یہ سراج وہاج مین ہے اور اسکے مسلمان ہونے کی یہ صورت ہے کہ کلمہ شہادت ادا کرے اور سوائے اسلام کے باقی تمام دینون سے بیزاری کرے

اگر اس دین سے جسکی طرف منتقل ہوا ہے بیزاری کی تو یہی کافی ہے یہ محیط میں ہے۔ اور ناطفی نے حسن کی کتاب الارتداد
سے اجناس میں نقل کیا ہے کہ اگر مرتد نے توبہ کی اور اسلام کی طرف عود کیا پھر کافر ہو گیا یہانتک کہ اُسنے تین
مرتبہ ایسا ہی کیا اور ہر بار امام سے مہلت مانگی تو امام اُسکو تین روز کی مہلت دیگا پھر اگر چوتھی بار اُسنے کفر کی
طرف عود کیا پھر مہلت کی درخواست کی تو امام اسکو مہلت نہ دیگا چنانچہ اگر مسلمان ہو گیا تو خیر ورنہ اُسکو قتل
کر دیگا اور شیخ کرخی نے اپنے مختصر میں فرمایا کہ اگر تیسری بار کے بعد بھی اسلام سے پھر گیا اور امام کے پاس لایا گیا تو
بھی اُس سے توبہ کر لینے کو کہیگا پس اگر اُسنے توبہ نہ کی تو اُسکو قتل کر دیگا اور اسکو مہلت نہ دیگا۔ اور اگر توبہ کی تو اسکو
تکلیف دہ مار ماریگا مگر اسقدر نہ ہو کہ حد شرعی کے درجہ تک پہنچ جاوے پھر اسکو قید کریگا اور قید خانہ سے نہیں
نکالیگا یہانتک کہ اسپر توبہ کی علامتوں کے آثار ظاہر ہوں اور اُسکے ظاہر حال سے ایسے شخص کا سا حال ظاہر ہو کہ جو
اخلاص سے کام کرتا ہے پھر جب اُسنے ایسا کیا تو اُسکی راہ چھوڑ دیجائیگی پھر جب ایسا کیا پھر اُسنے ارتداد اختیار کیا تو ہمیشہ اُسکے
ساتھ ایسا ہی کیا جائیگا یہانتک کہ وہ اسلام کی طرف رجوع کرے اور قتل نہ کیا جائیگا الا یہ کہ اسلام لانے سے انکار کرے اور
شیخ ابو الحسن کرخی نے فرمایا کہ یہ ہمارے سب اصحاب کا قول ہے کہ مرتد سے ہمیشہ توبہ کرنے کو کہا جائیگا یہ غایۃ البیان میں ہے اور اگر
قبل اسکے کہ اُسپر اسلام پیش کیا جاوے کسی نے اسکو قتل کر دیا یا اُسکا کوئی عضو کاٹ ڈالا تو یہ مکروہ بکراہت تنزیہی ہے یہ
فتح القدیر میں ہے۔ اور چونکہ کراہت تنزیہی ہے پس اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قاتل یا قاطع پر ضمان واجب نہو گی لیکن اگر
اُسنے بغیر اجازت امام کے ایسا کیا ہے تو اُسکے اس فعل پر اُسکو تادیب کیجائیگی یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اور اگر طفل مرتد ہوا
حالانکہ وہ سمجھدار ہے تو اسکا مرتد ہونا امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک ارتداد ہے یعنی معتبر و صحیح ہے کہ اسپر اسلام لانے کے
واسطے جبر کیا جائیگا مگر وہ قتل نہ کیا جائیگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر لڑکا قریب بلوغ جسکو مراہق کہتے ہیں مرتد ہوا تو
اسکا بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور مرتدہ عورت قتل نہ کی جائیگی بلکہ قید خانہ میں محبوس رکھی جائیگی اور ہر تیسرے روز میں
ایکبار اُسپر مار پڑیگی تاکہ اسلام لاوے لیکن اگر کسی نے اُسکو قتل کر دیا تو قاتل پر کچھ نہ ہوگا اسواسطے کہ اسمیں شبہہ ہے کہ قاتل پر
بالیقین قصاص وغیرہ واجب ہوگا کہ نہیں یا مرتدہ عدم قتل میں مشتبہ ہے۔ باندی مرتدہ پر اسلام کے واسطے جبر کرنے کا کام اُسکے
مولی کو دیا جائیگا کیونکہ اسمیں دونوں حق جمع ہو جاتے ہیں بایں طور کہ مولے کا مکان اس مرتدہ کے واسطے قید خانہ کر دیا
جاوے اور اسلام لانے کے واسطے اسکو تادیباً مار دینا اسکے مولے کو سونپا جاوے اور باوجود اسکے مولا مذکور
اُس سے اپنی خدمت بھی لیا کریگا اور اصل میں ذکر فرمایا کہ باندی مرتدہ اسطرح پر اپنے مولی کو جب سپرد کیجائیگی کہ مولی کو اُسکی
خدمت وغیرہ کی حاجت ہو اور صحیح یہ ہے کہ بدون قید مذکورہ اُسکے مولی کو سپرد کیجائیگی خواہ مولی کو حاجت ہو یا نہ ہو خواہ وہ
درخواست کرے یا نہ کرے یہ تبیین میں ہے۔ مگر واضح رہے کہ اسکا مولی اس سے وطی نہ کریگا۔ اور عورت صغیرہ جو سمجھدار ہو وہ
مثل بالغہ کے ہے اور خنثی مشکل مثل عورت کے ہے یہ نہر الفائق میں ہے۔ اور حرہ مرتدہ جبتک دار الاسلام میں موجود ہے تب تک
گرفتار کر کے رقیقہ نہیں بنائی جائیگی اور اگر وہ دار الحرب میں جا ملی پھر وہاں سے گرفتار کر کے لائی گئی تو رقیقہ بنائی جاویگی۔
اور امام اعظم رح سے نوادر میں یہ روایت بھی ہے کہ وہ دار الاسلام میں بھی رقیقہ بنائی جائیگی۔ بعضے مشائخ نے کہا کہ اگر اس
روایت کے موافق ایسی مرتدہ باندی کے حق میں فتوی دیا جاوے جسکا شوہر موجود ہے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور چاہیے
کہ اسکا شوہر اسکو امام سے رقیق بنوا لے یا امام اس مرتدہ مذکورہ کو اسکے شوہر کو ہبہ کر دے بشرطیکہ وہ مصرف ہو یعنی ایسا ہو کہ

اسکو بیت المال سے لگسکتا ہو پس وہ اس باندی مرتدہ کا مالک ہو جائیگا اور ایسی حالت میں وہی اسکے قید
کرنے اور مارنے کا متولی ہوگا تاکہ اسلام لاوے یہ فتح القدیر میں ہے۔ بشر بن الولید نے امام ابو یوسفؒ سے
روایت کی ہے کہ اگر مرتد نے ردت سے یعنی مرتد ہو جانے سے انکار کیا کہ میں مرتد نہیں ہوا ہوں اور توحید باری عز اسمہ
کا اور شناخت حضرت رسول اللہ صلعم کی رسالت کا اور دین اسلام کی حقیقت کا اقرار کیا تو یہ امر اسکی جانب سے توبہ
قرار دیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور مرتد کی ارتداد سے اسکی ملک اسکے مال سے بزوال موقوف زائل ہو جاتی ہے یعنی اگر وہ
پھر مسلمان ہو گیا تو اسکی ملکیت کا حکم عود کریگا اور اگر مر گیا یا حالت ردت میں قتل کیا گیا تو اسکی حالت اسلام کی
کمائی کا اسکا وارث بعد ادائی اسکے قرضہ اسلام کے میراث پاویگا اور جو کچھ اسنے حالت ارتداد میں کمایا ہے وہ اسکی
ردت کا قرضہ دینے کے بعد فی ہوگا اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک مرتد کی ملک اسکے مال سے
زائل نہیں ہوتی ہے پھر اس شخص کے حق میں جو مرتد کا وارث ہوگا امام اعظم رح سے روایات مختلف آئی ہیں چنانچہ امام محمد رح
نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ مرتد کی موت یا قتل کیے جانے کے وقت یا اسکے دار الحرب میں جا ملنے کا حکم دیے جانے کے
وقت وہ وارث ہو ویسے یعنی اسکے وارث ہونے میں یہ امر معتبر ہے اور یہی اصح ہے اور اگر مرتد مر گیا یا قتل کیا گیا یا اسکے دار الحرب
میں جا ملنے کا حکم دیا گیا تو اسکی مسلمان بیوی اسوقت تک کہ عورت مذکورہ عدت میں ہو اسکی وارث ہوگی اسواسطے کہ وہ ردت
سے حکم فار میں ہو گیا اسواسطے کہ ردت بمنزلہ مرض کے ہے اور مرتدہ کا وارث اسکا شوہر نہ ہوگا الا اسکہ عورت مرتدہ مریضہ ہو تو
وارث ہوگا اور اس عورت کے تمام اقارب تحقیق اسکے تمام مال کے وارث ہونگے یہانتک کہ اسکی حالت ردت کی کمائی
کے بھی وارث ہونگے یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر دار الحرب میں لاحق ہوا بحالت ارتداد یا حاکم نے اسکی لحاق کا حکم دیا تو اسکے
مملوک مدبر و ام ولد سب آزاد ہو جاوینگے اور اسکے تمام قرضے جو میعادی تھے فی الحال واجب الادا ہو جاوینگے اور جو
مال اسنے حالت اسلام میں کمایا ہے وہ اسکے مسلمان وارثوں کو دیا جائیگا اسمیں ہمارے علماء ثلثہ کا اتفاق ہے اور حالت اسلام
میں جو اسنے وصیت کی ہے اسکی نسبت مبسوط وغیرہ میں مذکور ہے کہ ظاہر الروایہ کے موافق یہ وصیت مطلقاً باطل ہو جائیگی خواہ
وصیت ایسی ہو کہ وصیت قربت ہو یعنی طاعت و عبادت ہو یا ایسی ہو کہ قربت نہو کچھ فرق نہیں ہے اور اسمیں کوئی
اختلاف ذکر نہیں کیا ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور جب تک کہ مرتد دار الاسلام میں پریشان پھرتا ہو تب تک قاضی ان احکام
مذکورہ میں سے کوئی حکم نہ دیگا یہ محیط میں ہے۔ اور مرتد نے حالت ردت میں اگر کچھ تصرف کیا تو اسکے تصرف میں چار وجہیں ہیں
اول وہ تصرف جو باتفاق اماموں کے نزدیک نافذ ہوگا جیسے قبول ہبہ و استیلاد چنانچہ اگر اسکی باندی کے بچہ پیدا ہوا اور اسنے
بچہ کے نسب کا دعویٰ کیا تو بچہ کا نسب اس سے ثابت ہوگا اور یہ بچہ بھی اسکے وارثوں کے ساتھ میراث پاویگا اور یہ باندی اسکی
ام ولد ہو جائیگی اور اگر مرتد نے شفعہ مشتری کو سپرد کر دیا تو صحیح ہے و نافذ ہوگا اور اگر اسنے اپنے غلام ماذون کو مجبور کر دیا تو نافذ ہوگا
دوم اسکے بالاتفاق وہ تصرف باطل ہے جیسے نکاح چنانچہ مرتد کے واسطے جائز نہیں ہے کہ کسی عورت سے نکاح کرے نہ مسلمان عورت سے
نہ مرتدہ سے نہ ذمیہ عورت سے خواہ آزاد ہو یا مملوکہ ہو اور اگر نکاح کیا تو باطل ہوگا اور مرتد کا ذبیحہ اور اسکا تیر یا کتے یا باز سے شکار کیا
ہوا حرام ہے سوم وہ تصرف جو سب کے نزدیک بالاتفاق موقوف رہیگا جیسے شرکت مفاوضہ چنانچہ اگر اسنے کسی مسلمان سے شرکت
مفاوضہ کی تو بالاتفاق ابھی یہ شرکت موقوف رہیگی پس اگر وہ مسلمان ہو گیا تو یہ شرکت مفاوضہ نافذ ہو جائیگی اور اگر مر گیا یا حالت
ردت پر قتل کیا گیا یا دار الحرب میں چلا گیا اور قاضی نے اسکے چلے جانے کا حکم دیدیا تو شرکت مذکورہ باطل ہو جائیگی اور یہ شرکت مفاوضہ

باطل ہو کر شرکت عنان ہو جائیگی یہ صاحبینؒ کا قول ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک شرکت سے باطل ہو گی۔ چہارم ایسا تصرف جسکے موقوف رہنے یا نہ رہنے میں اختلاف ہے جیسے خرید و فروخت، اجارہ، اعتاق، تدبیر، کتابت، وصیت، قبضہ دیون چنانچہ امام اعظمؒ کے نزدیک یہ تصرفات موقوف رہینگے کہ اگر پھر مسلمان ہو گیا تو نافذ ہو جاوینگے اور اگر مر گیا یا قتل کیا گیا یا دار الحرب میں جاملنے کا حکم دیا گیا تو باطل ہو جاوینگے۔ اور اگر مکاتب نے اپنی ردت کی حالت میں تصرف کیا تو بالاتفاق اُسکا تصرف نافذ ہو گا بقیاس قول امام اعظمؒ کے اسکا تصرف موقوف رہیگا۔ اور اگر کسی شخص نے اپنے مرتد غلام یا مرتدہ باندی کو فروخت کیا تو بیع جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مرتد تو بہ کر کے دار الاسلام میں عود کر کے آیا پس اگر قاضی نے ہنوز اسکے دار الحرب میں جاملنے کا حکم نہیں دیا یعنی ایسا حکم دیے جانے سے پہلے وہ تائب ہو کر عود کر آیا ہے تو اُسکے مال سے حکم ردت باطل ہو جائیگا پس ایسا ہو گا کہ گویا وہ برابر مسلمان ہی رہا ہے اور اسکے مملوک مدبر وام ولد ان میں سے کوئی خود اسکی طرف سے آزاد شدہ نہ ہو گا اور اگر قاضی کے حکم مذکور دینے کے بعد وہ تائب ہو کر واپس آیا ہے تو جو کچھ مال وہ اپنے وارثوں کے ہاتھ میں پاوے اسکو لے لے اور جو کچھ وارث نے اپنی ملک سے زائل کر دیا ہو خواہ ایسے سبب سے زائل کیا ہے جو قابل فسخ ہوتا ہے جیسے بیع وہبہ وغیرہ یا ایسے سبب سے جو قابل فسخ نہیں ہوتا ہے جیسے اعتاق وتدبیر واستیلاد تو اس مال کو کسی طرح نہیں پاسکتا ہے اور وارث کا تصرف مذکور بجائے خود صحیح رہیگا اور وارث پر تاوان بھی لازم نہ ہو گا یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اور اگر مرتد نے نصرانیہ باندی سے وطی کی جو حالت اسلام میں اسکی ملک تھی پھر اسکے مرتد ہونے کے وقت سے چھ مہینے سے زیادہ کے بعد وہ بچہ جنی اور مرتد مذکور نے اسکے نسب کا دعوی کیا تو یہ باندی اُسکی ام ولد ہو جائیگی اور بچہ مذکور آزاد ہو گا اور اُسکا فرزند ہو گا یہ ہدایہ میں ہے پھر اگر مرتد مذکور مر گیا یا قتل کیا گیا تو اُسکا فرزند اُسکا وارث نہ ہو گا اور اگر مسئلہ مذکورہ میں بجائے نصرانیہ کے مسلمہ باندی ہو تو یہ فرزند اُسکا وارث ہو گا خواہ مرتد مذکور مر گیا یا قتل کیا گیا یا دار الحرب میں چلا گیا ہو۔ اگر کوئی مرتد اپنا مال لیکر دار الحرب میں چلا گیا پھر غلبہ پاکر یہ مال لے لیا گیا تو وہ فئی ہو گا اور مرتد مذکور کے وارثوں کو اس مال کی طرف کوئی راہ نہ ہو گی۔ اور اگر مرتد دار الحرب میں جاملا پھر لوٹ کر دار الاسلام میں آکر یہاں سے اپنا مال لے گیا اور اسکو دار الحرب میں داخل کر لیا پھر یہ مال غلبہ پاکر لے لیا گیا تو یہ مال اسکے وارثوں کو جو دار الاسلام میں ہیں واپس دیا جائیگا لیکن ہمیں دو صورتیں ہیں کہ قبل تقسیم کے انکو مفت دیا جائیگا اور بعد تقسیم ہو جانے کے بقیمت واپس دیا جاسکتا ہے۔ اور اگر مرتد دار الحرب میں جاملا اور یہاں اسکا ایک غلام تھا پس اسکے بیٹے کے واسطے اس غلام کا حکم دیا گیا پس اسکے بیٹے نے اس غلام کو مکاتب کر لیا پھر مرتد مذکور تائب ہو کر مسلمان واپس آیا تو کتابت مذکور اپنے حال پر درست رہیگی اور مال کتابت اور ولاء اسی شخص کی ہو گی جو مسلمان ہو کر واپس آیا ہے یہ کافی میں ہے۔ اور یہ اسوقت ہے کہ ہنوز مکاتب مذکور مال ادا کر کے آزاد نہیں ہوا ہے اور اگر مکاتب مذکور مال ادا کر کے آزاد ہو جانے کے بعد وہ واپس آیا تو اس آزاد شدہ کی ولاء اسکے بیٹے کی ہو گی یہ نہایہ میں ہے۔ امام محمدؒ نے جامع صغیر میں فرمایا کہ اگر مرتد نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر دار الحرب میں جاملا یا مر گیا یا حالت ارتداد پر قتل کیا گیا یا وہ دار الاسلام میں زندہ موجود ہے بہرحال بالاتفاق اس مقتول کی دیت اس مرتد کے مال سے ہو گی پس اگر اسکی کمائی فقط حالت اسلام کی یا فقط حالت ردت کی ہووے تو اسی سے پوری دیت دیجائیگی اور اگر حالت اسلام و ردت کی کمائیاں ہوں تو بقول صاحبینؒ دیت دونوں سے دیجائیگی اور دونوں کمائیاں ہوں تو بنابر قول صاحبینؒ کے دونوں کمائیوں سے مقتول کی دیت پوری کیجائیگی اور بنابر قول

امام اعظم رح پہلے اُسکی اسلام کی کمائی سے ادا کیجائیگی پھر اگر کچھ کمی رہی اور پوری ادا نہ ہوئی تو باقی اُسکی ردت کی کمائی
سے پوری کر دیجائیگی یہ محیط میں ہے۔ اور یہ اسوقت ہے کہ مرتد مذکور قبل مسلمان ہو جانے کے قتل کیا گیا یا مرگیا ہو اور
اگر وہ بعد مرتد ہونے کے پھر مسلمان ہو کر مرا یا نہیں مرا تو بالاتفاق دیت مذکورہ اُسکی دونوں کمائیوں سے دیجائیگی یہ
تبیین میں ہے اور اگر مرتد نے کچھ مال غصب کر لیا یا کوئی چیز تلف کر دی تو بالاتفاق اُسکی ضمان اس مرتد کے مال سے
دیجائیگی اور یہ حکم اسوقت ہے کہ غصب کرنا یا مال تلف کر دینا بالمعائنہ ثابت ہوا ہو اور اگر فقط مرتد کے اقرار سے ثابت
ہوا تو صاحبین رح کے نزدیک یہ مال تاوان اُسکی دونوں حالتوں کی کمائیوں سے دیا جائیگا اور امام اعظم رح
کے نزدیک اُسکی ارتداد کی کمائی سے دیا جائیگا ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے۔ اور یہ سب صورت ہے کہ خطا کا ذکر
مرتد ہو وے اور اگر یہ صورت ہو کہ مرتد پر کسی نے جنایت کی بایطور کہ اُسکے مرتد ہو جانے کے بعد کسی نے اسکا ہاتھ یا پاؤں عمداً
کاٹ ڈالا تو امام محمد رح نے اصل میں بیان فرمایا ہے کہ یہ جنایت کرنیوالا کچھ ضامن نہوگا خواہ مرتد مذکور اس قطع کی وجہ سے حالت ردت
پر مرگیا یا مسلمان ہو کر مرا ہو۔ اور یہ حکم جب ہے کہ اُسکے مرتد ہونے کی حالت میں قطع کیا ہو اور اگر اسطرح ہوا کہ اسکے مسلمان ہونے کی
حالت میں کسی مسلمان نے اسکا ہاتھ کاٹا خواہ عمداً یا خطا سے پھر جسکا ہاتھ کاٹا ہے وہ مرتد ہو گیا اور اسی زخم قطع کی وجہ سے حالت ردت
پر مر گیا تو کاٹنے والے پر اس عضو کی دیت واجب ہوگی خواہ خطا سے کاٹا ہو یا عمداً کاٹا ہو اور وہ جان تلف شدہ کا ضامن نہوگا
پس اگر کاٹنے والے نے عمداً کاٹا ہو تو ضمان مذکور اُسکے مال سے واجب ہوگی اور اگر خطا سے کاٹا ہو تو اُسکی مددگار برادری پر واجب
ہوگی۔ اور یہ حکم اسوقت ہے کہ جسکا عضو قطع کیا وہ اس قطع کی وجہ سے حالت ردت پر مرا ہو اور اگر وہ مسلمان ہو گیا پھر حالت اسلام
پر اس قطع کی وجہ سے مرگیا پس اگر وہ شخص دار الحرب میں نہیں گیا ہو یا جا ملا مگر حکم لحاق سے پہلے مسلمان ہو کر عود کر آیا ہو تو استحساناً
اُسکی جان کی دیت پوری پوری واجب ہوگی خواہ عمداً کاٹا ہو یا خطا سے قطع کیا ہو مگر فرق اسقدر ہے کہ خطا سے قطع کرنے کی
صورت میں دیت مذکور اس قطع کرنے والے کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور عمداً کی صورت میں خاص اسی کے مال پر
واجب ہوگی اور عمداً قطع کی صورت میں قطع کرنیوالے پر قصاص واجب نہوگا اور یہی امام اعظم و امام ابو یوسف رح نے استحساناً
کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر وہ دار الحرب میں جا ملا اور قاضی نے اُسکے لحاق کا حکم دیدیا پھر تائب ہو کر مسلمان واپس آیا
پھر بسبب قطع مذکور کے مرگیا تو قاطع پر نصف دیت واجب ہوگی یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اور اگر ہاتھ کاٹنے والا مرتد ہو گیا
اور جسکا ہاتھ کاٹا ہے وہ مسلمان باقی رہا اور ہاتھ کاٹنے والا اپنی ردت پر قتل کیا گیا پھر مقطوع الید یعنے جسکا ہاتھ کاٹا گیا
ہے وہ بھی مر گیا تو اصل میں مذکور ہے کہ اگر اُسنے عمداً قطع کیا ہو تو اُسکے واسطے کچھ نہوگا اور اگر خطا سے قطع کیا ہو پس اگر اس
زخم سے اچھا ہو گیا ہو وے تو اسکی مددگار برادری پر اس مقطوع کے ہاتھ کی ضمان واجب ہوگی اور اگر مر گیا ہو تو قاطع کی
مددگار برادری پر جان کی دیت کاملہ واجب ہوگی اور اگر مدبرہ باندی یا ام ولد مرتد ہو گئی اور دار الحرب میں چلی گئی پھر اُسکا مولی
دار الاسلام میں مرگیا پھر وہ گرفتار ہو کر پکڑی آئی تو فئی ہوگی بخلاف اسکے اگر ایسی باندی مولی کے [illegible] میں
آگئی ہو پھر وہ اسیر ہو کر آئی تو مولی کو واپس کر دیجائیگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مکاتب مرتد ہو گیا اور دار الحرب میں جا ملا
اور اُسنے کچھ مال کمایا پھر وہ مع اس مال کے گرفتار کیا گیا اور اُسنے اسلام لانے سے انکار کیا پس قتل کیا گیا تو اس مال سے
اُسکے مولی کو مال کتابت ادا کر دیا جائیگا اور جو باقی رہا وہ وارثان مکاتب کا ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر ایسا ہو کہ جو کچھ
مکاتب مذکور کا مال رہا ہے وہ اسکی ادائے کتابت کے واسطے کافی نہو تو جو کچھ ہے وہ اُسکے مولی کا ہوگا یہ کافی میں ہے۔

ایک غلام مع اپنے مولیٰ کے مرتد ہو کر دونوں دار الحرب میں جا ملے پھر مولیٰ وہیں مر گیا اور غلام مذکور اسیر ہو کر دار الحرب
سے دار الاسلام میں لایا گیا تو وہ فئی ہوگا پھر اگر مسلمان نہوا تو قتل کر دیا جائیگا۔ اور اگر غلام مرتد ہو کر مولیٰ کا مال لیکر
دار الحرب میں چلا گیا پھر مع اس مال کے گرفتار ہو کر آیا تو وہ فئی نہ ہوگا بلکہ اسکے مولیٰ کو واپس کر دیا جائیگا ایک قوم اسلام
سے مرتد ہو کر مسلمانوں سے لڑے اور اپنے شہروں میں سے کسی شہر پر غالب ہوئے جو انکی زمین حرب میں ہے اور انکے ساتھ انکی
عورتیں و بچے ہیں پھر مسلمان لوگ ان پر غالب آئے تو انکے مرد قتل کیے جاوینگے اور عورتیں بچے اسیر کر کے رقیق بنائے جاوینگے
یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر جورو و مرد دونوں مرتد ہو کر دار الاسلام سے دار الحرب میں چلے گئے پس عورت وہاں حاملہ ہوئی اور
اسکے بچہ پیدا ہوا اور یہ بچہ جب بالغ ہوا تو اسکے بھی فرزند ہوا پھر مسلمان لوگ ان پر غالب ہوئے تو ہر دو فرزند فئی ہونگے مگر
انمیں سے فرزند اول پر اسلام لانے کے واسطے جبر کیا جائیگا اور دوسرے فرزند پر اسلام کے واسطے جبر نہ کیا جائیگا۔ اور اگر
عورت مذکورہ دار الاسلام میں حاملہ ہوگئی ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ کافی میں ہے۔ اور نوادر میں مذکور ہے کہ اگر جورو و مرد دونوں
مرتد ہو کر مع اپنے فرزند صغیر کے دار الاسلام سے دار الحرب میں چلے گئے پھر اس فرزند کے بالغ ہونے پر اسکے بھی فرزند پیدا ہوا
پھر اس دوسرے فرزند کو مسلمانوں نے فتح پا کر گرفتار کیا تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک اسپر اسلام کے واسطے جبر کیا جائیگا
یہ محیط میں ہے۔ اور جس شخص کا اسلام بتبعیت اسکے والدین کے قرار پایا ہے اگر وہ مرتد بالغ ہوا تو در صورت انکار
اسلام کے قیاساً قتل کیا جائیگا اور استحساناً قتل نہیں کیا جائیگا۔ اور اگر صغرسنی میں مسلمان ہوا اور مرتد بالغ ہوا تو قیاساً قتل
کیا جائیگا اور استحساناً قتل نہ کیا جائیگا۔ اور جو شخص کہ باکراہ اسلام لایا ہے اگر مرتد ہو گیا تو استحساناً قتل نہ کیا جائیگا مگر واضح
رہے کہ ان تینوں صورتوں میں اسپر اسلام لانے کے واسطے جبر کیا جائیگا اور اگر اسلام لانے سے پہلے کسی نے اسکو قتل کیا تو
قاتل پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ اور جو کہ دار الاسلام میں لقیط پایا گیا ہے وہ محکوم باسلام ہوگا یعنی اسکے مسلمان ہونے کا حکم
بتبعیت دار الاسلام دیا جائیگا پھر اگر وہ کافر بالغ ہوا تو اسپر اسلام لانے کے واسطے جبر کیا جائیگا اور قتل نہ کیا جائیگا
یہ فتح القدیر میں ہے موجبات کفر چند انواع ہیں ازانجملہ وہ ہیں جو متعلق بایمان و اسلام ہیں چنانچہ اگر کسی نے کہا کہ
مجھے نہیں معلوم کہ میرا ایمان صحیح ہے یا نہیں تو یہ خطائے عظیم ہے لیکن اگر اسکی یہ مراد ہے کہ میرے دل سے شک رفع ہے یا نہیں تو
خیر۔ اور جسنے اپنے ایمان میں شک کیا اور کہا کہ میں مومن ہوں انشاء اللہ تعالیٰ تو وہ کافر ہے لیکن اگر اسنے یہ مراد بیان
کی کہ مجھے یہ نہیں معلوم کہ دنیا سے ایمان کے ساتھ نکلونگا تو ایسی صورت میں اسکے کافر ہونے کا حکم نہ دیا جائیگا۔ اور جس
شخص نے قرآن یعنی کلام اللہ تعالیٰ کی نسبت کہا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام مخلوق ہے تو وہ کافر ہے اور جسنے ایمان کے مخلوق ہونے کو کہا وہ
بھی کافر ہے اور جسنے اعتقاد کیا کہ ایمان و کفر ایک ہے تو وہ کافر ہے اور جو ایمان سے راضی نہوا وہ کافر ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور
جو شخص اپنی ذات کے کفر پر راضی ہوا وہ کافر ہے اور جو دوسرے شخص کے کفر پر راضی ہوا اسکے حق میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور
کتاب التخییر میں کلمات کفر کے بیان میں لکھا ہے کہ جو دوسرے کے کفر پر راضی ہوا تاکہ وہ شخص عذاب دیا جاوے تو اسکے کفر کا حکم نہ
دیا جائیگا اور اگر دوسرے کے کفر پر راضی ہوا تاکہ اللہ عزوجل کی شان کے حق میں وہ بات کہے جو اسکی صفات کے لائق نہیں ہے تو
اسکے کافر ہونے کا حکم دیا جائیگا اور اسی پر فتوی ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور جسنے کہا کہ میں صفت اسلام نہیں جانتا ہوں تو
وہ کافر ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے یہ مسئلہ بہت مبالغہ کے ساتھ ذکر فرمایا اور کہا کہ ایسے شخص کا نہ کچھ دین ہے اور نہ نماز اور نہ روزہ
اور نہ کوئی طاعت اور نہ نکاح اور اسکی اولاد ولد الزنا ہوگی۔ اور جامع میں مذکور ہے کہ اگر کسی مسلمان نے صغیرہ نصرانیہ سے

نکاح کیا اور اس دختر کے والدین نصرانی ہین پھر وہ بالغ ہوئی در حالیکہ وہ دینون مین سے کسی دین کو نہین سمجھتی اور
نہ اسکو وصف کر سکتی ہو کیونکہ ہو حالانکہ یہ عورت معتوہہ نہین ہو تو وہ اپنے شوہر سے بائنہ ہو گی۔ اور امام محمدرح کے
اس قول کے کہ کسی دین کو نہین سمجھتی ہو یہ معنے ہین کہ اپنے دل سے نہین جانتی پہچانتی ہو اور اس قول کے کہ نہ اسکو
وصف کر سکتی ہو یہ معنی ہین کہ زبان سے اسکو بیان نہین کر سکتی ہو قال المترجم یعنی مثلاً اسلام کو بیان نہین کر سکتا ہو کہ کیا ہو
اور نہ دل سے جانتا ہو تو وہ کافر ہو اور اگر یون بیان کیا کہ اسلام یہ ہو کہ گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہو اسکا کوئی شریک نہین
ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول و بندے ہین اور قیامت و حشر و جزا وغیرہ سب حق ہو تو یہ اسلام کے واسطے کافی
ہو۔ فافہم اور اسی طرح اگر صغیرہ مسلمہ سے نکاح کیا پھر جب وہ بالغ ہوئی تو وہ اسلام کو نہین سمجھتی ہو اور نہ وصف کر سکتی ہو حالانکہ
وہ معتوہہ نہین ہو تو وہ بھی اپنے شوہر سے بائنہ ہو جائیگی۔ اور فتاوی نسفی مین لکھا ہو کہ شیخ سے دریافت کیا گیا کہ اگر ایک عورت
سے کہا گیا کہ توحید بیان کر تو توحید کو جانتی ہو اُسنے کہا کہ نہین۔ تو فرمایا کہ اگر اُسکی مراد یہ ہو کہ جس بیان سے مکتب مین
لڑکے کہتے ہین وہ مجھے یاد نہین ہو تو یہ اسکے حق مین مضر نہین ہو اور اگر اُسکی یہ مراد ہو کہ مین اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو پہچانتی
ہی نہین ہون تو ایسی عورت مومنہ نہین ہو اور اُسکا نکاح صحیح نہ ہوا اور حماد بن ابی حنیفہ رح سے روایت ہو کہ جو شخص مر گیا
اور اُسنے یہ نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ میرا خالق اور اللہ عز وجل نے کوئی اور گھر سوا اس گھر کے رکھا ہو اور ظلم حرام ہو تو وہ مسلمان نہین
مرا یہ محیط مین ہو۔ ایک شخص گناہ کر رہا ہو اور کہتا جاتا ہو کہ مسلمانی ظاہر کرنا چاہیے تو اسکے کفر کا حکم دیا جائیگا۔ ایک نے
دوسرے سے کہا کہ بھائی مین مسلمان ہون اُسنے کہا کہ تجھپر و تیری مسلمانی پر لعنت ہو تو ایسا کہنے والا کافر کہا جائیگا یہ خلاصہ مین
ہو۔ ایک نصرانی مسلمان ہو گیا پھر اسکا مالدار باپ مر گیا پھر اُسنے کہا کہ کاش مین اُسوقت تک مسلمان نہ ہوا ہوتا تاکہ اُسکا مال
میراث لیتا تو اُسکے کافر ہونے کا حکم دیا جائیگا یہ فصول عمادیہ مین ہو۔ ایک نصرانی کسی مسلمان کے پاس آیا اور کہا کہ مجھپر اسلام
پیش کر تاکہ مین تیرے پاس مسلمان ہو جاؤن پس اُسنے کہا کہ تو فلان عالم کے پاس جا تاکہ وہ تجھپر اسلام پیش کرے پس تو اُسکے پاس
مسلمان ہو تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہو اور شیخ ابو جعفر نے فرمایا کہ اصلح درنگ کرنیوالا کافر نہ ہو جائیگا یہ فتاوی قاضیخان مین
ہو۔ ایک کافر مسلمان ہو گیا پس اُس سے ایک شخص نے کہا کہ تجھے اپنے دین کیطرف سے کیا بلا پیش آئی تھی تو یہ کہنے والا کافر ہو گا
یہ خلاصہ مین ہو۔ یہانتک تو بیان ایسی صورتون کا ہوا جو متعلق با یمان و اسلام ہین اور قسم دیگر وہ کلمات کفر ہین جو ذات
اللہ تعالیٰ و اُسکی صفات وغیرہ سے متعلق ہین۔ چنانچہ اگر کسی نے وصف کیا اللہ تعالیٰ کو ایسے وصف سے جو لائق شان الٰہی
نہین ہو یا اللہ تعالیٰ کے نامون مین سے کسی نام سے تمسخر کیا یا اُسکے اوامر مین سے کسی امر یعنی حکم سے تمسخر کیا یا اُسکے وعدہ ثواب
یا عتاب و عقاب کا انکار کیا یا اُسکا کوئی شریک گردانا یا فرزند یا جورو قرار دی یا اللہ تعالیٰ کو جہالت یا عاجزی یا نقص کیطرف
منسوب کیا تو وہ کافر ہو گا یعنے حکم دیا جائیگا کہ وہ کافر ہو اور اگر کسی نے کہا کہ روا ہو کہ اللہ تعالیٰ ایسا فعل کرے جسمین کچھ حکمت
نہین ہو تو کافر کہا جائیگا اور اگر یہ اعتقاد کیا کہ اللہ تعالیٰ کفر سے راضی ہوتا ہو تو کافر ہو یہ بحر الرائق مین ہو۔ اور اگر کسی نے کہا کہ
اگر خدا مجھے اُسکا حکم کریگا یا اگر خدا بھی اسکا حکم کریگا تو نہ کرونگا تو اُسنے کفر کیا یہ محیط مین ہو۔ اور تخییر مین لکھا ہو کہ قرآن مجید
مین جو ید و وجہ کا اطلاق اللہ تعالیٰ کیواسطے آیا ہو حالانکہ وہان ہرگز یہ جوارح جو ظاہر مین سمجھے جاتے ہین مراد نہین ہین پس آیا
فارسی مین یا اُردو مین اللہ تعالیٰ شانہ پر ان الفاظ کا اطلاق جائز ہو یا نہین پس بعضے مشائخ نے فرمایا کہ جائز ہو بشرطیکہ اُسنے اس
لفظ سے عضو کے معنی نہ سمجھ لیے ہون اور اکثر مشائخ نے فرمایا کہ نہین صحیح ہو اور اسی پر اعتماد ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ قال المترجم

جن بعض مشائخ نے یہ اطلاق جائز کیا ہو انکے قول کے یہ معنے ہیں کہ ہم بالیقین جانتے ہیں کہ تحقیق آیہ لیس کمثلہ شیء اسکے
مثل کوئی چیز کسی طرح کبھی نہیں ہے بالضرورۃ ہاتھ وچہرہ سے ایسا عضو مراد نہیں ہے پس کوئی کیفیت نہیں معلوم ہے کہ وجہ
الٰہی یا اللہ تعالیٰ کا ہاتھ کیا اور کیونکر ہے جیسے خود ذات الٰہی جل شانہ بالکل مجہول الکیفیۃ ہے پس ہم ایمان لاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
کا ہاتھ یعنی صفت ہے جسکی کیفیت ہمکو بالکل نہیں معلوم ہے اور یقین سے معلوم ہے کہ ایسا ہاتھ جو عضو معروف ہے ہرگز نہیں
ہے اور یہ امام اعظم رح و دیگر ائمہ و علماء متقدمین سے منقول ہے واللہ اعلم۔ اور اگر کہا کہ فلان نے مجھی کا یہودی میں اللہ
یعنے فلان میری آنکھ ونگاہ میں ایسا ہے جیسے یہودی اللہ تعالیٰ کی آنکھ میں تو کافر کہا جائیگا اور اسی پر جمہور مشائخ
ہیں اور بعض نے کہا کہ اگر اس سے مراد اس شخص کے فعل کو زیادہ قبیح جاننا ہو تو کافر نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اور اگر
کوئی آدمی مر گیا پس ایک نے کہا کہ خدا کو وہ چاہیے تھا تو تکفیر کیا جائیگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر یوں کہا کہ این کار بست
خدای را افتادہ است یعنی یہ کام ہے کہ خدا کو کرنا پڑ گیا ہے تو تکفیر نہ کی جائیگی ولیکن یہ کلمہ زشت ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور
اگر کسی نے اپنے ساتھ جھگڑا کرنے والے سے کہا کہ میں تیرے ساتھ شرع کے حکم کے موافق کام کرتا ہوں پس اسکے خصم نے
کہا کہ میں حکم خدا کو نہیں جانتا ہوں یا کہا کہ یہاں حکم نہیں چلتا ہے یا کہا کہ یہاں نہیں حکم ہے یا کہا کہ خدا کے حکم کی راہ نشاید یا
کہا کہ یہاں شیطان ہے کہ حکم کرتا ہے تو یہ سب کفر ہے۔ اور شیخ حاکم عبد الرحمٰن سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی نے کہا کہ بہ رسم
کار کنم نہ بشرع یعنی رسم سے کام کرتا ہوں حکم شرع نہیں پس آیا یہ کفر ہے تو فرمایا کہ اگر اسکی مراد فساد و حق و ترک شرع و اتباع رسم ہے
در حکم تو تکفیر نہ کی جائیگی یہ محیط میں ہے۔ ایک نے اپنے کپڑے ایک مقام پر رکھے اور کہا کہ میں نے انکو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا
پس دوسرے نے کہا کہ تو نے انکو ایسے کے سپرد کیا جو چور کو منع نہیں کرتا ہے اگرچہ ادنی ہے تو شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا
کہ اسکی تکفیر نہ کی جائیگی اور وہ کافر نہ ہو جائیگا۔ ایک نے کہا کہ اگر یا دروغ می گویم خدا دروغ می گوید تو اسکی تکفیر کی جائیگی
ایک نے اپنی جورو سے غصہ میں کہا کہ آن روسپی کہ ترا زاد و آن کہ ترا کشت و آن خدائے کہ ترا آفرید تو بعض نے فرمایا
کہ کفر ہوگا۔ اور شیخ ابو نصر دبوسی سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا پس انہوں نے چند روز اسمیں غور و فکر کی اور کچھ جواب نہ دیا
اور مولف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ کفر ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کسی شخص کی نسبت کہا کہ یہ شخص
مریض نہیں ہوتا ہے یا اللہ تعالیٰ کا بھولا ہوا ہے یا کہا کہ یہ اس جنس سے ہے کہ جسکو اللہ تعالیٰ بھول گیا ہے تو یہ بعض کے نزدیک
کفر ہے اور یہی اصح ہے۔ اور اگر کہا کہ خدائے یا زبان تو بس بیا یدن چگونہ بسر آیم تو اسکی تکفیر کی جائیگی۔ اور اگر اپنی جورو سے کہا
کہ تو میرے نزدیک دوست تر ہے اللہ تعالیٰ سے تو اسکی تکفیر کی جائیگی یہ خلاصہ میں ہے قال المترجم وفیہ نظر۔ اور اگر کہا کہ فلان کو قضائے
موت بھی تو خطائے عظیم ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کسی سے کہا کہ البتہ خدا تعالیٰ نے تجھپر احسان کیا ہے پس تو بھی لوگوں سے
احسان کر جیسے خدا نے تیرے ساتھ کیا اسنے کہا کہ جا خدا سے لڑائی کر کہ تو نے اسکو یہ ثروت کیوں دی ہے تو اصح قول کے موافق اسکی
تکفیر نہیں کی جائیگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ دو مردوں کے درمیان خصومت ہے پس ایک نے انمیں سے کہا کہ جا اور سیڑھی لگا اور
آسمان پر جا اور خدا سے لڑائی کر تو اکثر مشائخ نے کہا کہ یہ کفر نہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور صاحب جامع اصغر نے فرمایا
کہ ہمارے نزدیک یہی صحیح ہے اور ذخیرہ میں لکھا ہے کہ اسی پر فتوی ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ شو با خدا جنگ کن تو
بعضوں نے کہا کہ یہ کفر ہوگا اور اسی طرح شیخ ابو بکر محمد بن الفضل نے میلان کیا ہے اور شیخ امام نے فرمایا کہ احوط یہ ہے کہ نکاح کی تجدید
کر لے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کے واسطے مکان ثابت کیا تو اسکی تکفیر کی جائیگی چنانچہ اگر کہا کہ خدا سے کوئی جگہ

خالی نہیں ہی تو اُسکی تکفیر کیجائیگی اور اگر کہا کہ اللہ تعالی آسمان میں ہی پس اگر اس قول سے یہ قصد کیا جو ظاہر اخبار
میں وارد ہوا ہی اسکی حکایت ہی تو تکفیر نہ کیجائیگی اور اگر مراد مکان ثابت کرنا ہی تو تکفیر کیجائیگی اور اگر اسکی کچھ نیت
نہو تو اکثر کے نزدیک تکفیر کیجائیگی اور یہی اصح ہی اور اسی پر فتوی ہی۔ اور اگر کہا کہ اللہ تعالی انصاف کے واسطے بیٹھا ہی
یا انصاف کے واسطے کھڑا ہوا ہی تو اُسکی تکفیر کیجائیگی کیونکہ اُسنے اللہ تعالی کو فوق و تحت سے موصوف کیا یہ بحر الرائق میں
ہی۔ اور اگر کہا کہ میرا آسمان پر خدا ہی اور زمین پر فلان تو اُسکی تکفیر کیجائیگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہی۔ اور اگر کہا کہ خدا
فرو می نگرد از آسمان یا کہا کہ می بیند یا کہا کہ از عرش تو یہ اکثر کے نزدیک کفر ہی الا آنکہ عربی میں کہے کہ یطلع تو ایسا نہیں ہی۔
اور اگر کہا کہ خداے از بر عرش می داند تو یہ کفر نہیں ہی اور اگر کہا کہ از بر عرش مے داند تو یہ کفر ہی اور اگر کہا کہ اری اللہ تعالی
فی الجنۃ تو یہ کفر ہی اور اگر کہا کہ من الجنۃ تو یہ کفر نہیں ہی یہ محیط میں ہی۔ اور شیخ ابو حفص نے فرمایا کہ جسنے اللہ تعالی کو منسوب بجور کیا یعنی
مثلاً کہا کہ ظالم ہی تو وہ البتہ کافر ہوا۔ یہ فصول عمادیہ میں ہی۔ ایک نے کہا کہ یا رب این ستم مپسند ... اگر تو ظلم
پسند نکر تو بعض نے فرمایا کہ تکفیر کیا جائیگا اور اصح یہ ہی کہ تکفیر نہ کیجائیگی اور اگر کہا کہ خداے عز و جل بر تو ستم کنا دینا نکہ تو بر من
ستم کردی تو اصح یہ ہی کہ اُسکی تکفیر نہ کیجائیگی۔ اور اگر کسی نے کہا کہ کاش اگر اللہ تعالی فردا قیامت کے انصاف کیا تو میں تجھسے
اپنی داد پاؤنگا تو اُسکی تکفیر کیجائیگی۔ اور اگر یہ کہا کہ کاش اگر یہ یون کہا کہ جس وقت اللہ تعالی نے الی آخرہ تو تکفیر نہ کیجائیگی یہ
ظہیریہ میں ہی۔ اور اگر کہا کہ اگر اللہ تعالی نے قیامت کے روز حق و انصاف سے فیصلہ کیا تو میں تجھسے اپنا حق لے لینا خوب
کرونگا تو یہ کفر ہی یہ محیط میں ہی۔ شیخ سے دریافت کیا گیا کہ بولتے ہیں کہ یہ جگہ ایسی ہی کہ یہان اللہ ہی اور نہ رسول تو فرمایا
کہ اس محاورہ سے یہ مراد ہوتی ہی کہ اس جگہ خدا و رسول کے حکم کے موافق کام نہیں کیا جاتا ہی پھر پوچھا گیا کہ اگر ایسی جگہ کے
یہ کہا گیا جہان کے لوگ زاہد متقی ہین تو فرمایا کہ اگر وہان بحکم خدا و رسول کار بند ہوتے ہین تو اُس نے ان کاموں کے دین ہونے
انکار کیا مثل نماز ہاے پنجگانہ کے پس اُسکی تکفیر کیجائیگی یہ تتمہ میں ہی۔ اور اگر ظالم کے ظلم کرتے وقت کہا کہ یارب اس سے ظلم پسند نکر اور
اگر تو پسند کریگا تو میں پسند نکرونگا تو یہ کفر ہی گویا اُسنے یون کہا کہ اگر تو راضی ہوا تو میں راضی نہونگا یہ خلاصہ میں ہی۔ اور اگر کسی نے کہا کہ
اے خدا روزی مجھپر کشادہ کر دے یا میری تجارت چلتی کر دے یا مجھپر ظلم نکر تو شیخ ابو نصر دبوسی نے فرمایا کہ یہ شخص کافر ہو جائیگا یہ
فتاوی قاضیخان میں ہی ایک نے دوسرے سے کہا کہ جھوٹ مت بول اُسنے کہا کہ جھوٹ ہی کسواسطے اسیواسطے کہ اسکو بولین تو
فی الحال کافر ہو جائیگا اور اگر کسی سے کہا گیا کہ رضاے خدا طلب کر اُسنے کہا کہ مجھے نہین چاہیے ہی یا کہا کہ اگر خدا مجھے بہشت میں
کریگا تو اُسکو غارت کرونگا یا کسی سے کہا گیا کہ خدا تعالی کی نافرمانی مت کر کہ تجھے دوزخ میں ڈال دیگا پس اُسنے کہا کہ میں
دوزخ سے نہین ڈرتا ہون یا اُس سے کہا گیا کہ بہت نہ کھا یا کر کہ خدا تجھے دوست نہ رکھیگا پس اُسنے کہا کہ میں تو کھاؤنگا خواہ مجھے
دوست رکھے یا دشمن تو ان سب کی تکفیر کیا جائیگا۔ اور اسی طرح اگر کہا گیا کہ بہت مت ہنس یا بہت مت سو یا بہت مت کھا پس
اُسنے کہا کہ اتنا کھاؤنگا اور اتنا سوؤنگا اور اتنا ہنسونگا جتنا میرا جی چاہے تو اُسکی تکفیر کیجائیگی۔ ایک شخص سے کہا گیا کہ
گناہ مت کر کہ خدا کا عذاب سخت ہی پس اُسنے کہا کہ میں عذاب کو ایک ہاتھ سے اُٹھا لونگا تو اُسکی تکفیر کیجائیگی۔ اور اگر فاسق سے
کہا گیا کہ ماں و باپ کو آزار مت دے پس اُسنے کہا کہ ان دونون کا مجھپر کچھ حق نہین ہی تو اُسکی تکفیر نہ کیجائیگی لیکن گنہگار ہوگا
ایک نے کہا کہ اے شیطان میرا کام کر دے تاکہ جو تو کہے کرونگا ماں باپ کو آزار دونگا اور جو کچھ تو نہ کہیگا نہ کرونگا تو اُسکی
تکفیر کیجائیگی یہ تجنیس سے تاتارخانیہ میں منقول ہی۔ اگر کسی سے کہا کہ اگر تو دونون جہان کا خدا ہو جائیگا تو بھی تجھسے اپنا حق

جے دیگا تو اُسکی تکفیر کیجائیگی یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک نے جھوٹ بات کہی جسکو کسی نے سنکر کہا کہ میرا خدا اس تیرے جھوٹ کو
سچ کر دے یا کہا کہ میرا خدا تیرے اس دروغ میں برکت کرے تو بعض نے فرمایا کہ یہ قریب بہ کفر ہے اور مصباح میں لکھا ہے کہ ایک نے
جھوٹ کہا پس دوسرے نے کہا کہ اللہ تیرے جھوٹ میں برکت دے تو اُسکی تکفیر کیجائیگی۔ اور شیخ نجم الدین سے دریافت کیا گیا کہ
ایک نے کہا کہ فلان تیرے ساتھ سیدھا نہیں چلتا ہے پس اُسنے کہا کہ اللہ تعالی بھی اسکے ساتھ سیدھا نہ چلے تو شیخ نے فرمایا کہ اُسکی
تکفیر کیجائیگی قال المترجم وفیہ نظر اور تجنیس میں لکھا ہے کہ میں نے صدر الاسلام جمال الدین سے دریافت کیا کہ ایک نے کہا کہ
خدا تعالی زر کو دوست رکھتا ہے کہ مجھے نہیں دیا ہے تو فرمایا کہ اگر اس کلام سے اُسکا قصد یہ ہے کہ خدائے عزوجل کی طرف نسبت بخل
کی کی تو تکفیر کیا جاوے مگر جبکہ اس قول سے کہ زر کو دوست رکھتا ہے تکفیر نہ کیجائیگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ انشاء اللہ تو
یہ کام کریگا پس اُسنے کہا کہ میں بغیر انشاء اللہ تعالی یہ کام کرونگا تو اُسکی تکفیر کیجائیگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے ظالم نے کسی پر ظلم کیا
پس مظلوم نے کہا کہ یہ تقدیر الٰہی ہے پس ظالم نے کہا کہ میں بغیر تقدیر الٰہی کرتا ہوں تو اُسکی تکفیر کیجائیگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اور
اگر کہا کہ اگر خدا اپنی رحمت تجھے دریغ مست کرے تو یہ الفاظ کفریات سے ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اور اگر جورو و خصم کے درمیان جھگڑا
طول کھینچا اور دیر تک باہم جھگڑے و سخت کلامی کے ساتھ باتیں رہیں پس مرد نے جورو سے کہا کہ خدا سے ڈر اور اپنے آپ کو
اسکی نافرمانی سے بچا پس عورت نے اسکو جواب دیا کہ میں نہیں اُس سے ڈرتی ہوں تو شیخ ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا
کہ اگر شوہر نے اسکو معصیت ظاہرہ پر عتاب کرکے اسکو اللہ تعالی سے خوف دلایا ہے پس اُسنے یہ جواب دیا تو اس سے
مرتدہ ہوجائیگی اور اپنے شوہر سے بائنہ ہوجائیگی اور اگر شوہر نے اسکو ایسے امر پر عتاب کیا ہے جسمیں خدا کی طرف سے
خوف کا مقام نہیں ہے تو وہ کافرہ نہوگی لیکن اگر اُس نے اپنے اس کلام سے استخفاف کیا تو اپنے شوہر سے بائنہ ہوجائیگی
ایک نے دوسرے کو مارنا چاہا پس اُس سے اس بیچارہ نے کہا کہ آیا تو خدائے تعالی سے نہیں ڈرتا ہے اُسنے کہا کہ نہیں تو
امام محمد سے مروی ہے کہ اُنسے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا تھا پس جواب میں فرمایا کہ تکفیر نہ کیا جائیگا اسواسطے کہ وہ کہ سکتا ہے کہ
تقوی اسی میں ہے جو میں کرتا ہوں اور اگر کوئی آدمی گناہ کرتا ہوا دیکھا گیا پس دوسرے نے اس سے کہا کہ آیا تو خدا سے نہیں ڈرتا
ہے پس اُسنے کہا کہ نہیں تو کافر ہوجائیگا اسواسطے کہ اسکی تاویل ممکن نہیں ہے۔ اور اسی طرح اگر کسی سے کہا گیا کہ تو خدا سے نہیں ڈرتا
ہے پس اُسنے حالت غصہ میں کہا کہ نہیں تو کافر ہوجائیگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر کسی نے کہا کہ تا ما می شویم بدتر خدا
بابا میشود بدتر تا ما می شویم نیکوتر خدا بابا میشود نیکوتر یعنی جتنا میں بدتر ہوتا جاتا ہوں خدا میرے ساتھ بدتر ہوتا جاتا ہے
اور جتنا میں نیک تر ہوتا ہوں اتنا خدا میرے ساتھ نیک تر ہوتا ہے تو اُسکی تکفیر کیجائیگی یہ خلاصہ میں ہے قال المترجم وہذا اصح۔
اور تتمہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی حکم خدا یا شریعت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند کرے مثلاً کسی سے کہا گیا کہ خدا تعالی نے
چار عورتیں حلال کر دی ہیں پس وہ کہے کہ میں اس حکم کو نہیں پسند کرتا ہوں تو یہ کفر ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر عورت
نے اپنے پسر سے کہا کہ تو نے ایسا کیوں کیا پس پسر نے کہا کہ واللہ میں نے نہیں کیا پس اس عورت نے غصہ میں کہا کہ سو تو
واللہ تو [illegible] نے اس عورت کی تکفیر میں اختلاف کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور جسنے کہا کہ خدائے عزوجل ہووے اور کوئی
چیز نہووے تو اُسکی تکفیر کیجائیگی یہ ظہیریہ میں ہے وفیہ نظر۔ اور اگر کسی نے کہا کہ خدائے عزوجل نے میرے حق میں سب نیکی کی ہے
بدی میری طرف سے ہے تو اُسنے کفر کیا یہ محیط میں ہے وفیہ نظر۔ ایک شخص سے کہا گیا کہ باری باز ان پس نیامدی پس اُسنے کہا کہ
خدا [illegible] باز ان پس نیامدی [illegible] تو اُسکی تکفیر کیجائیگی یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور اگر کسی نے کہا کہ از خدا نمی ترسم

واز تو یا کہا کہ از خدا اے امید میدارم و بتو تو اسطرح کہنا قبیح ہے اور اگر یون کہتا کہ از خدا امی بیم وبسبب تو امیدام تو یہ اچھا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر نالش مین اپنے خصم سے قسم طلب کی پس خصم نے شروع کیا کہ مین قسم کھاتا ہون اللہ تعالی کی پس اس طالب نے کہا کہ مین اللہ کی قسم نہین چاہتا ہون بلکہ چاہتا ہون کہ تو طلاق یا عتاق کی قسم کھاوے تو ہمارے بعضے اصحاب کے نزدیک کافر ہو گیا اور عامہ مشائخ کے نزدیک کافر نہ ہوگا اور تجنیس ناصری مین لکھا ہے کہ یہی اصح ہے۔ اور اگر کسی سے کہا کہ سوگند تو ہمان است و گہ خورہ ہمان یعنی ہر دو یکسان ہے تو اُس نے کفر کیا۔ اور اگر کسی سے کہا کہ ایزد خدا جانتا ہے کہ مین تجھکو ہمیشہ دعا مین یاد رکھتا ہون تو مشائخ نے اُسکے کفر مین اختلاف کیا ہے قال المترجم اثبت اکثر کے نزدیک یہ ہے کہ اگر دروغ پر شاہد کیا یا وا ما گروانا ہے تو کافر کیا جائیگا واللہ اعلم اور اگر بطریق مزاح کے کہا کہ مین خدایم یعنی خود آیم تو اُسنے کفر کیا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک نے اپنی جورو سے کہا کہ تیرا حق ہمسایہ کی یا پڑپیٹی یعنی تجھے حق ہمسایہ نہین چاہیے اُسنے کہا کہ نہین پس کہا کہ تیرا حق شوہر کی یا پدرانے کہا کہ نہین پس کہا کہ تیرا حق خدائی یا ہے پس اُس نے کہا کہ نہین تو عورت مذکورہ نے کفر کیا کسی شخص نے اپنی بیماری کی شدت عیش مین کہا کہ بار بی بدامی کہ خدا تعالی مرا چرا آفریدہ است چون از لذتہائے دنیا مرا ہیچ نصیبست یعنی مجھے معلوم تو ہوتا کہ خدا تعالی نے مجھے کیون پیدا کیا ہے حالانکہ دنیا کی لذتون سے میرے لیے کچھ بھی نہین ہے تو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اسکی تکفیر نہ کیجائیگی ولیکن ایسا کلام کرنا خطائے عظیم ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ اللہ تعالی تجھے تیرے گناہون پر ضرور عذاب کریگا پس اُس نے کہا کہ خدا سے را انشاندہ کہ تا خدا سے ہمہ آن کند کہ تو میگوئی یعنے تو نے خدا کو بٹھا دیا ہے تا کہ جو تو کہے وہی سب خدا کرے تو اُسکی تکفیر کیجائیگی یہ محیط مین ہے۔ اور تجنیس مین مذکور ہے کہ کسی نے کہا کہ خدا سے چہ تواند کرد بتر سے و بگذشتو از تو؟ دوزخ یعنی خدا کیا کر سکتا ہے کچھ اور نہین کر سکتا سوائے دوزخ کے تو اُس نے کفر کیا اور اسی کے مثل یہ ہے کہ کسی نے ایک حیوان قبیح کو دیکھکر کہا کہ ہیچ کار نماندہ است خدا سے کہ چنین آفریدہ یعنی اب خدا کو کوئی اور کام نہین رہگیا تھا کہ تو نے اسکو پیدا کیا تو اسکی تکفیر کیجائیگی۔ ایک فقیر نے اپنی محتاجی کی حالت مین کہا کہ فلان ہم بندہ است با چندین نعمت ومن ہم بندہ و چندین رنج باری این چنین عدل باشد یعنی وہ بھی خدا کا بندہ ہے کہ اسقدر نعمت کے ساتھ ہے اور مین بھی بندہ ہون کہ اتنے رنج و مشقت مین گرفتار ہون بھلا یہی عدل ہے تو اُس نے کفر کیا کسی نے دوسرے سے کہا کہ خدا سے نہ ڈر اُسنے کہا کہ خدا کہان ہے تو اُسکی تکفیر کیجائیگی اور اگر کہا پیغمبر قبر مین نہین ہے یا کہا کہ خدا کا علم قدیم نہین ہے یا کہا کہ جو معدوم ہے وہ اللہ تعالی کو معلوم نہین ہے تو اسکی تکفیر کیجائیگی یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر عبداللہ نام کسی شخص کو پکارنے مین اللہ کے آخر کا ف اقتصار کیا اگر یہ پکارنے والا عالم ہو تو اسکی تکفیر کیجائیگی اور اگر عبد الخالق کی تصغیر کی خویلق کیا تو بھی اگر عالم ہے تو تکفیر کیجائیگی یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ خدا تیرے دل پر رحمت کرے میرے دل پر نہین۔ پس اگر اُسنے رحمت سے بے پروائی کا قصد کیا ہے تو کافر ہوا اور اگر یہ قصد کیا کہ میرا دل اثبات الٰہی سے ثابت ہے اُسمین کوئی اضطراب نہین ہے تو تکفیر نہ کیجائیگی۔ ایک طفل اپنے باپ کو پکارتا ہے حالانکہ اُسکا باپ نماز پڑھ رہا ہے پس ایک شخص نے اس طفل سے کہا کہ ٹھہر بے لونڈے کہ تیرا باپ اللہ اللہ کر رہا ہے تو یہ کفر نہین ہے اسلیے کہ اسکے معنے یہ ہین کہ ضرور اللہ کی تعظیم کرتا ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے کسی اندھے یا مریض کو دیکھکر کہا کہ خدا نے تجھے دیکھا اور مجھے دیکھا اور تجھکو ایسا پیدا کیا پھر میرا کیا گناہ ہے تو صحیح یہ ہے کہ اسکی تکفیر نہ کیجائیگی یہ خلاصہ مین ہے۔ اور اگر کہا کہ بخدائے و بجان کہ پائے تو یعنی

قسم خدا و قسم میرے پاؤں کی خاک کی کہ میں ایسا کرونگا تو یہ شخص کافر ہوا اور فارسی زبان کے محاورہ کے موافق قسم بخدا و بخاک پاے تو کرونگا تو اسکی تکفیر کیجائیگی اور اگر کہا کہ بخداے و بجان و سر تو یعنی قسم خدا کی و قسم تیرے جان کی تو اسمین مشائخ کا اختلاف ہے یہ ذخیرہ مین ہے قال المترجم مگر اول سے بہت قریب ہے اگرچہ استخفاف صریح نہیں کرتا ہے فافہم اب ان الفاظ کفر کا بیان ہے جو متعلق بانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہین واضح ہو کہ جس نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات مین سے بعض کا اقرار نہ کیا یا سنن مرسلین مین سے کسی سنت کو ناپسند کیا تو وہ کافر ہوا۔ اور شیخ ابن مقاتل سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی نے حضرت خضر علیہ السلام یا حضرت ذوالکفل علیہ السلام کی نبوت سے انکار کیا تو شیخ نے فرمایا کہ جس بزرگ کے نبی ہونے کی تمام امت بالاتفاق قائل نہین ہے اسکی نبوت سے انکار کرنے والا ایسا ضرر نہ پاویگا اور اگر یون کہا کہ اگر فلان نبی ہوتا تو مین اسپر ایمان نہ لاتا تو اسنے کفر کیا یہ محیط مین ہے۔ اور شیخ جعفر سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی نے کہا کہ مین تمام انبیاء اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور مین یہ نہیں جانتا ہون کہ آدم علیہ السلام نبی تھے یا نہ تھے تو اسکی تکفیر کیجائیگی یہ عتابیہ مین ہے۔ اور شیخ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ جو شخص فواحش کی جانب مثل زنا کا قصد کرنے وغیرہ کی جانب انبیاء علیہم السلام کو منسوب کرتا ہے کہ جیسے حشویہ فرقہ کے لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کی نسبت بکتے ہین تو فرمایا کہ ایسے شخص کی تکفیر کیجائیگی اسواسطے کہ ایسا قول ان حضرات علیہم السلام کی نسبت انکی توہین وشتم ہے اور استخفاف ہے۔ اور حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا کہ جو قائل ہے کہ ہر گناہ کفر ہے اور باوجود اسکے کہتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے گناہ کیا ہے تو وہ کافر ہے اسلیے کہ اسنے شتم کہا۔ اور اگر اسنے کہا کہ انبیاء علیہم السلام نے عصیان نہین کیا ہے نبوت کی حالت مین اور نہ قبل اسکے تو اسکی تکفیر کیجائیگی اسواسطے کہ یہ نصوص قرآنی کا رد ہے اور یتیمہ مین ہے کہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص یہ نہ جانے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء یعنی خاتم النبیین ہین کہ سب سے آخر مین تشریف لائے اور نبوت ختم ہو گئی ہے تو وہ مسلمان نہین ہے یہ یتیمہ مین ہے۔ قال المترجم بعض مشائخ کی قید بایں معنے ہے کہ گویا انہین بعض سے ہے ورنہ بالاتفاق جو شخص اسکا قائل نہو وہ کافر ہے اور جو نہ جانتا ہو اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہے تو وہ ناقص ہے فافہم۔ شیخ ابو حفص کبیرؒ نے فرمایا کہ جس کسی نے خواہ کوئی ہو اگر اپنے دل مین کسی نبی کا بغض رکھا تو وہ کافر ہے اور اسی طرح اگر یون کہا کہ اگر فلان نبی ہوتا تو مین اسکو پسند نہ کرتا اور اس سے راضی نہ ہوتا تو بھی کفر ہے۔ اور اگر کہا کہ اگر فلان پیغمبر ہوتا تو مین اسکی طرف نہ گرویدہ ہوتا پس اگر پیغامبر سے اسکی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہوتا تو اس صورت مین اسکی تکفیر کیجائیگی جیسے اس کہنے مین کہ اگر خداے تعالیٰ مجھے کسی کام کا حکم دیتا تو مین نہ کرتا تکفیر کیجاتی ہے۔ اور جامع صغیر مین مذکور ہے کہ اگر ایک شخص اور اسکی جورو کے درمیان جھگڑا اور گفتگو پیش آئی پس داماد نے کہا کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی مجھے بشارت دینگے تو مین تیرے حکم کی پابندی نہ کرونگا تو اسکی تکفیر کیجائیگی۔ اور اگر کسی نے کہا کہ جو انبیاء علیہم السلام نے فرمایا ہے اگر وہ راست و عدل ہو تو ہمنے نجات پائی تو یہ کافر ہوا۔ اور اسی طرح اگر کہا کہ انا رسول اللہ یا فارسی مین کہا کہ من پیغمبرم یا اردو مین کہ مین پیغمبر ہون اور مراد یہ ہے کہ مین پیغام لیجاتا ہون تو اسکی تکفیر کیجائیگی۔ اور اگر ایسا ہوا کہ جس وقت اسنے یہ کلام کیا ہے اسوقت ایک شخص دیگر نے اس سے معجزہ طلب کیا تو یہ دوسرا بھی بنا بر قول بعض کے تکفیر کیا جائیگا اور متاخرین مشائخ نے فرمایا کہ اگر دوسرے کی غرض معجزہ طلب کرنے سے اسکو عاجز و فضیحت کرنا ہو تو تکفیر نہ کیا جائیگا اور اگر آنحضرت صلعم کے موے مبارک کو بلفظ تصغیر کہا مثلاً عربی مین شعیر کہا تو بعضون کے نزدیک تکفیر کیا جائیگا مطلقاً اور دوسرون

کے نزدیک مطلقاً نہیں بلکہ جب اسکی نیت میں اہانت ہو۔ اور اگر کسی نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم آدمی تھے یا جن تو اسکی تکفیر کیجائیگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ اگر فلان پیغمبر ہست حق خویش از وی ستانم
یعنی اگر فلان پیغمبر ہو تو بھی اُس سے اپنا حق لے لونگا تو یہ کفر نہ ہوگا یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ محمد درویشکی بود
یا کہا کہ جامۂ پیغمبر ریمناک بود یا کہا کہ پیغمبر کے ناخون بڑے بڑے تھے تو بعض نے فرمایا کہ مطلقاً اُسکی تکفیر کیجائیگی قال المترجم موافق
زبان اردو کے یہی اصح ہے اور بعض نے کہا کہ اگر اُسنے بطریق اہانت کے کہا ہو تو تکفیر کیا جائیگا اور اگر آنحضرت صلعم کی نسبت
کہا کہ اس مرد نے ایسا و ایسا کہا ہے تو بعض نے فرمایا کہ تکفیر کیا جائیگا قال المترجم یہی اصح ہے ہمارے نزدیک واللہ اعلم۔ اور
اگر ایسے شخص کو بدزبانی سے یاد کیا جسکا نام محمد یا احمد اور اُسکی کنیت ابو القاسم ہے چنانچہ اسکو کہا اے چھنال کے بچے تو اور یہ
اور کہ خدا کا اس نام یا اس کنیت کا بندہ ہے تو بعض مقام پر ذکر فرمایا کہ اگر وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس وقت یاد کرتا تھا
پھر بھی اُسنے ایسا کہا تو اُسکی تکفیر کیجائیگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کسی نے کہا کہ ہر معصیت گناہ کبیرہ ہے الا معاصی انبیاء علیہم السلام
کہ انکے معاصی سب صغیرہ ہیں تو اُسکی تکفیر نہ کیجائیگی اور اگر کہا کہ ہر معصیت جو نبیوں سے ہوئی وہ کبیرہ ہے اور اُسکا کرنے والا فاسق ہے اور
ساتھ اسکے یہ بھی کہا کہ انبیاء علیہم السلام کے معاصی عمداً تھے تو اُسنے کفر کیا اسواسطے کہ یہ تشنیع ہے اور اگر کہا کہ معاصی انبیاء علیہم السلام
کے عمداً نہ تھے تو یہ کفر نہ ہوگا یہ تتمہ میں ہے۔ اور رافضی اگر حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو گالی دیتا ہو یا مثل انکے بدزبانی سے
یاد کرتا ہو اور انکی لعنت کرتا ہو نعوذ باللہ منہ تو وہ کافر ہے اور اگر فقط اتنی بات ہو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابو بکر پر فضیلت
دیتا ہو تو وہ کافر نہوگا بلکہ بدعتی ہے اور معتزلی مبتدع ہوتا ہے لیکن اگر اُسنے دیدار الٰہی کا محال ہونا کہا تو اب کافر ہوگا یہ خلاصہ میں
ہے۔ اور اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تہمت زنا لگائی تو وہ کافر ہوا اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی بیبیوں کو رضی اللہ عنہن
ایسی تہمت لگائی نعوذ باللہ منہ تو کافر نہ کہا جائیگا لیکن مستحق لعنت ہوگا اور اگر کہا کہ عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم اصحاب نہ تھے تو اُسکی
تکفیر نہ کیجائیگی ولیکن مستحق لعنت ہوگا یہ خزانۃ الفقہ میں ہے۔ اور جسنے امامت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے انکار کیا تو وہ بعض کے
نزدیک کافر ہے اور بعض نے کہا کہ مبتدع ہے کافر نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ کافر ہے اور اسی طرح جسنے خلافت عمر رضی اللہ عنہ سے انکار
کیا وہ بھی اصح قول کے موافق کافر ہے اگرچہ اصلی قول اختلافی کہی ہیں کذا فی الظہیریہ اور جو لوگ حضرت عثمان و حضرت علی و طلحہ و
زبیر و عائشہ رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرتے ہیں انکی تکفیر کرنا واجب ہے ایسے کا کافر کہنا واجب ہے۔ اور سب یزیدیوں کو کافر کہنا واجب ہے
انکے اس اعتقاد پر کہ وہ عجم میں سے ایک نبی ظاہر ہونے کا انتظار کرتے ہیں کہ انکے اس ناپاک اعتقاد کے موافق وہ ہمارے
حضرت رسول اللہ خاتم النبیین محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دین پاک کو منسوخ کریگا یہ جو کچھ پوری ہیں ہے۔ اور روافض کو کافر کہنا
واجب ہے انکے اس قول پر کہ مُردے لوٹ کر دنیا میں آوینگے اور ارواح میں تناسخ ہوتا ہے یعنی آواگون ہوتا ہے اور اللہ کی روح
اماموں میں منتقل ہوئی اور اس قول پر کہ ائمہ اطہار میں سے ایک امام پوشیدہ ہو گئے ہیں وہ آخر میں نکلینگے اور اس قول
پر کہ شرعی امر و نہی جبتک امام موصوف نکلے معطل ہے اور اس قول پر کہ جبرئیل علیہ السلام نے غلطی سے وحی انکی حضرت محمد صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کو پہونچائی نہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اور ایسے سب لوگ ملت اسلام سے خارج ہیں اور انکے احکام وہی ہیں
جو مرتدون کے احکام ہیں یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اور اکراہ الاصل میں مذکور ہے کہ اگر کسی پر اکراہ کیا گیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کو شتم کرے پس اُسنے کیا تو اسمیں تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ کہتا ہے کہ میرے دل میں کچھ نہیں گذرا میں نے محمد کو شتم
کیا جیسے اکراہ کرنے والوں نے مجھ سے چاہا تھا حالانکہ میں اسپر راضی نہیں ہوں تو ایسی صورت میں اسکی تکفیر نہ کیجائیگی

جیسے کوئی شخص کلمۂ کفر کہنے پر مجبور کیا گیا پس اُسنے کہا حالانکہ اُسکا دل ایمان سے مطمئن ہے تو وہ کافر نہ ہوا اور دعویٰ کرکے
وہ کہتا ہے کہ میری نیت اسوقت ایک نصرانی محمد نام تھا پس میں نے اُسکو شتم کیا تو اس صورت میں بھی اسکی تکفیر نہ کیجائیگی
اور وجہ سوم یہ کہ اُس نے کہا کہ میرے دل میں ایک شخص نصرانی محمد نام کا خیال آیا مگر میں نے اسکو شتم نہیں کیا بلکہ محمد صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کو شتم کیا تو اس صورت میں وہ قضاءً و دیانۃً تکفیر کیا جائیگا - اور جس نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجنون
ہوگئے تھے تو اسکی تکفیر کیجائیگی اور جس نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بیہوشی طاری کی گئی تھی اسکی تکفیر نہیں کیجائیگی
یہ محیط میں لکھا ہے - اور اگر کسی نے کہا کہ کاش اگر آدم گیہوں نہ کھاتے تو ہم لوگ شقی نہ ہوتے تو اسکی تکفیر کیجائیگی یہ خلاصہ
میں ہے - اور جسنے خبر متواتر کا انکار کیا تو وہ کافر ہوا یعنی جو حدیث یا جو امر شرعی اسطور پر روایت کیا گیا اور چلا آتا ہے
کہ عقل میں نہیں آتا کہ غلطی و سہو یا دروغ ہو تو اسکا انکار کرنے والا کافر ہے جیسے پنجگانہ نمازوں کی تعداد رکعات مثلاً
اور جو شخص خبر مشہور کا انکار کرے بعض کے نزدیک اسکی بھی تکفیر کیجائیگی اور عیسیٰ بن ابان نے فرمایا کہ کہا جائیگا کہ گمراہ ہوگیا
ہے اور تکفیر نہ کیجائیگی اور یہی صحیح ہے اور جسنے خبر واحد سے انکار کیا تو البتہ انکار کرنے والے کی تکفیر نہ کیجائیگی مگر ایسا شخص
اسکے قبول نہ کرنے سے گنہگار ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے - اور اگر کسی شخص نے کسی نبی کی نسبت یہ تمنا کی کہ کاش یہ نبی نہوتا تو
مشائخ نے فرمایا کہ اگر یہ مراد ہے کہ اگر وہ مبعوث نہ ہوتا تو حکمت سے خارج نہ تھا تو اسکی تکفیر نہ کیجائیگی اور اگر اسنے اس
بزرگ نبی کی نسبت استخفاف و عداوت دل میں کہی ہے تو کافر ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے قال المترجم میں نہیں
سمجھتا ہوں کہ اس روایت کے ٹھیک کیا معنی ہیں اور نہ اسکی وجہ معنی مفہوم ہوئی ہے بالجملہ اگر کسی نبی کے لفظ سے
عام مراد ہے یعنے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شامل ہے تو میرا اعتقاد ہے کہ ایسا شخص کافر ہے اور عجب کہ اگر
کوئی کہے کہ اگر فلاں پیغمبر کو نہ بھیجتا تو خارج از حکمت نہ تھا تو علی الاختلاف اسکی تکفیر کیجائیگی کہ نسبت بعبث ہے
تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا فلیتامل فیہ - اور اگر کسی نے کہا کہ اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تو موافقت
نہ چھوڑوں تو اسکی تکفیر کیجائیگی اور اگر کہا کہ میں بھی کہوں تو تکفیر کیجائیگی یہ ظہیریہ میں ہے - اور اگر ایک نے دوسرے
سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس چیز کو پسند کرتے تھے مثلاً کہا کہ کدو دراز کو پسند فرماتے تھے پس اس دوسرے
نے کہا کہ میں اسکو نہیں پسند کرتا ہوں تو یہ کفر ہے اور ایسا ہی امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے اور بعض متاخرین
نے کہا کہ اگر اسنے یہ قول بطور اہانت کے کہا ہے تو کفر ہے اور بدون اسکے کفر نہیں ہے - ایک نے دوسرے سے کہا کہ حضرت
آدم علیہ السلام نے کپڑا بنا ہے پس ہم سب جولاہے کی اولاد ہوئے تو یہ کفر ہے - ایک نے دوسرے سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم جب کھانا کھاتے تھے تو اپنی تین انگلیاں چاٹتے تھے پس دوسرے نے کہا کہ یہ بے ادبی ہے تو یہ کفر ہے - اگر
کسی نے کہا کہ دہقانوں کی کیا پاکیزہ رسم ہے کہ کھانا کھاتے ہیں اور ہاتھ نہیں دھوتے ہیں تو شیخ نے فرمایا کہ اگر یہ قول
طریقہ مسلمانوں کی اہانت کے طور پر کہا ہے تو کافر کہا جائیگا - اگر کسی نے کہا کہ یہ کیا رسم ہے کہ مونچھیں کترواکر یا منڈواکر
پست کر دینا اور دستار زیر گلو لانا پس اگر اسنے قول مذکور سنت رسول اللہ صلعم میں طعن کرنے کے طور پر کہا ہے تو اسنے
کفر کیا یہ محیط میں ہے - اگر عاشوراء کے روز کسی سے کہا کہ سرمہ لگا کہ سرمہ لگانا اس روز سنت ہے اسنے کہا کہ عورتوں و مخنثوں
کا کام ہے تو کافر ہوجائیگا اور تجنیس میں لکھا ہے کہ ایک نے کوئی بات کہی پس دوسرے نے کہا کہ دروغ ہی گویا اگر پیغمبر
بھی کہتا ہو اگر بالکل پیغمبر ہی ہو تو اسپر کفر لازم ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ اسکی بات پر گرویدہ نہونگا اگر بالکل پیغمبر ہو تو بھی

یہی حکم ہے اور اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ گران خوری ست اگر ہمہ پیغمبر ست یعنی بہ فلوس ہے اگرچہ بالکل پیغمبر ہے یا کہ اگر رسول یا ہمہ
فرشتہ مقرب است یا کہا کہ اگر رسول ست یا ہمہ فرشتہ مقرب است گران جان ست تو فی الحال کافر ہوگا۔ ایک فقیہ یا کہ
اپنے غلام کو مارتے تھے دوسرے نے اُس سے کہا کہ اسکو مت مار پس اُس نے جواب دیا کہ اگر محمد مصطفیٰ فرماویں کہ مت مارنا
تو بھی نہ چھوڑونگا یا کہا کہ اگر آسمان سے آواز آوے کہ مت مار تو بھی ماروں تو اسپر کفر لازم ہوگا۔ اور شیخ رحمہ اللہ نے
کہا کہ میں نے صدر الاسلام جمال الدین سے دریافت کیا کہ اگر کسی نے احادیث نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں سے کوئی
حدیث پڑھی پس دوسرے نے اُس سے کہا کہ ہر روز غلغلہا خوانند تو شیخ نے فرمایا کہ اگر کہنے والے نے اُسکی اضافت
پڑھنے والے کی طرف کی نہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف تو دیکھا جائیگا کہ اگر ایسی حدیث ہے جو متعلق بدین و احکام شرع
ہے تو اُسکی تکفیر کیجائیگی اور اگر ایسی حدیث ہے جو اس سے متعلق نہیں ہے تو اُسکی تکفیر نہ کیجائیگی اور اُسکی گفتگو اسطرح محمول
کیجائیگی کہ اُسکی مراد یہ ہے کہ اسکے سوائے دوسری چیز کا پڑھنا اولی ہے۔ قال المترجم ینبغی ان یعزر بالضرب بالموجع اگر کسی
نے کہا کہ محمد ست جوان عربی تو یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم تو اسکی تکفیر کیجائیگی۔ اور اگر کسی نے کہا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم
ایک وقت پیغمبر تھے اور ایک وقت ایسا تھا کہ پیغمبر نہ تھے یا کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم قبر میں مومن ہیں
یا کافر ہیں تو اُسکی تکفیر کیجائیگی غرر المعانی میں مذکور ہے کہ ایک نے اپنی جورو سے کہا کہ خلاف است کہ اُس نے کہا کہ پیغمبران
خلاف گفتند یعنی پیغمبروں نے خلاف کہا ہے تو شیخ نے فرمایا کہ یہ کلمہ کفر ہے چاہیے کہ عورت توبہ کرے اور نکاح کی تجدید کرے یہ
تاتارخانیہ میں ہے اور اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ مجھے تیرا دیکھنا جیسے ملک الموت کا دیکھنا ہے تو یہ خطاء عظیم ہے اور اسکی
تکفیر میں مشایخ کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ اُسکی تکفیر کیجاوے اور اکثروں نے فرمایا کہ نہیں تکفیر کی جائیگی یہ محیط میں
ہے اور خانیہ میں لکھا ہے کہ بعض نے فرمایا کہ اگر اُسنے یہ قول بسبب عداوت ملک الموت کے کہا ہے تو کافر ہوجائیگا
اور اگر اُسنے یہ لفظ بسبب کراہت موت کے کہا ہے تو کافر نہ ہوجائیگا۔ اور اگر کہا کہ روے فلاں دشمن میدارم چون
روے ملک الموت تو اکثر مشائخ کے نزدیک اُسکی تکفیر کیجائیگی۔ اور تجنیس میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میں فلاں کی گواہی کی
سماعت نہ کرونگا اگرچہ جبرئیل ومیکائیل ہوں تو اُسکی تکفیر کیجائیگی۔ اور اگر کسی نے فرشتوں میں سے کسی کو عیب لگایا تو تکفیر
کیجائیگی۔ ایک نے کہا کہ مجھے ہزار درم دے تاکہ میں ملک الموت کو بھیجوں کہ وہ روح فلاں کو رفع کرے تاکہ اُسکو قتل
کرے پس آیا ایسے قائل کی تکفیر کیجاویگی یا نہیں تو شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شیخ ابوبکر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ فرشتوں
کے ساتھ استخفاف کرنا کفر ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں تیرا فرشتہ ہوں فلاں مقام میں تیرے کام میں مدد
کرونگا تو بعض نے فرمایا کہ اُسکی تکفیر نہ کیجائیگی اور اسی طرح اگر مطلقاً کہا کہ میں فرشتہ ہوں تو بھی یہی حکم ہے بخلاف اسکے اگر
کہا کہ میں نبی ہوں یا پیغمبر ہوں تو اُسکی تکفیر کیجائیگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک نے ایک عورت سے نکاح کیا اور گواہ
حاضر نہ ہوئے پس اُسنے کہا کہ خدا اور رسول کو میں نے گواہ کیا یا کہا کہ خدا و فرشتوں کو گواہ کیا تو اُسکی تکفیر کیجائیگی۔ اور اگر اُسنے
کہا کہ دائیں ہاتھ کے فرشتہ اور بائیں طرف کے فرشتہ کو گواہ کیا تو تکفیر نہ کیجائیگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ باب ان الفاظ
کا بیان جو متعلق بہ قرآن ہیں۔ جو شخص قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہو وہ کافر ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اور جسنے
آیت قرآن میں سے کسی آیت کا انکار کیا یا اُس سے تسخر کیا اور خزانہ میں لکھا ہے کہ یا عیب لگایا تو کافر ہوا یہ تاتارخانیہ
میں ہے۔ اور اگر قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس کے قرآن کا جزو ہونے سے انکار کیا تو اُسکی تکفیر نہ کیجائیگی۔

اور بعض متاخرین نے فرمایا کہ تکفیر کیجائیگی کیونکہ بعد صدر اوّل کے اس امر پر اجماع ہوگیا ہے کہ یہ دونوں صورتیں قرآن میں
سے ہیں اور صحیح وہی قول اول ہے اسواسطے کہ اجماع متاخر اختلاف متقدم کو رفع نہیں کرتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر دف
بجانے پر یا بانسری بجانے پر قرآن کو پڑھا تو اسنے کفر کیا۔ ایک نے قرآن پڑھا پس کسی نے کہا کہ اینچہ بانگ طوفان انگیختی
تو یہ کفر ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ قرآن تو نے بہت پڑھا مگر بہت سی آیت کو دور نہ کیا تو اسکی تکفیر کیجائیگی یہ خلاصہ میں ہے
اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ قل ہو اللہ احد را پوست باز کردی یعنی تو نے قل ہو اللہ احد کی کھال کھینچ لی یا کہا کہ الم نشرح
را گریبان گرفتہ یعنی الم نشرح کا تو نے گریبان پکڑا ہے یا جو شخص مریض کے پاس یٰس پڑھتا تھا اس سے کہا کہ یٰس مردہ کے منہ
میں مت رکھ یا کسی سے کہا کہ اے کوتاہ تر از انا اعطیناک یعنی اے انا اعطیناک سے بھی زیادہ کوتاہ۔ یا جو شخص قرآن پڑھاتا
اور کوئی کلمہ اسکو یاد نہیں آتا تھا اس سے کہا کہ والتفت الساق بالساق یا کسی کے پاس قدح بھر کے لایا اور کہا کہ کاساً دہاقاً
یا کسی سے بطریق مزاح کے کہا کہ فکانت سراباً یا ناپ تول کے وقت بطریق مزاح کے کہا کہ واذا کالوہم او وزنوہم یخسرون یا کسی
کہا کہ تو نے الم نشرح کی پگڑی باندھی ہے اور اسکی مراد یہ ہے کہ تو نے علم کو ظاہر کیا ہے یا کسی … کو جمع کیا اور کہا
فجمعناہم جمعاً یا کہا وحشرناہم فلم نغادر منہم احداً یا کسی سے کہا کہ تو والنازعات نزعاً کیونکر پڑھتا ہے … یا زیر سے
اور اسکی مراد طنز ہے یا کسی شخص نے کہا کہ اقرأوا … قال اللہ تعالیٰ کلا بل ران یعنی تو … کہ … کرون
کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کلا بل ران۔ تو یہ بھی سخت گستاخی و کفر ہے یا کسی نے دوسرے کو جماعت سے نماز ادا کرنے میں بلایا اسنے
کہا کہ میں تنہا نماز پڑھتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان الصلوٰۃ تنہیٰ یا کسی دوسرے سے کہا کہ … فان الفشل
یذہب بالریح قال اللہ تعالیٰ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذہب ریحکم یعنی الفشیلہ جائز ہے کیونکہ وہ باد … کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
ولا تنازعوا فتفشلوا وتذہب ریحکم تو ان سب صورتوں میں اسکی تکفیر کیجائیگی۔ اور اگر دوسرے سے کہا کہ گویا تو نے ایسا پاک کیا ہے جیسے
والسماء والطارق تو بعض نے فرمایا کہ تکفیر کیا جائیگا اور شیخ ابوبکر بن الفضل نے فرمایا کہ اگر کہنے والا جاہل ہو تو تکفیر نہ کیجائیگی اور اگر
عالم ہو تو تکفیر کیجائیگی اور اگر کہا کہ قاعاً صفصفاً شدہ است تو اسمیں خطر عظیم ہے یعنی شاید تکفیر تک پہنچے اور اسی طرح اگر ہانڈی
کی کھرچن یا بقیہ کی نسبت کہا کہ والباقیات الصالحات تو اسمیں بھی خطر عظیم ہے اور اگر کہا کہ قرآن اعجمی ہے تو تکفیر کیا جائیگا اور اگر کہا
کہ قرآن میں کلمہ عجمی ہے تو اسکے حق میں تامل ہے ایسا ہی شیخ ابوالقاسم صفار نے ذکر کیا ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے اور خزانۃ الفقہ میں لکھا
ہے کہ اگر کسی سے کہا گیا کہ تو قرآن کیوں نہیں پڑھتا ہے اسنے کہا کہ قرآن سے میں بیزار ہوا تو تکفیر کیا جائیگا اور رسالہ صدر الصدور
و رسالہ قاضی القضاۃ کمال الدین میں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن شریف سے کوئی سورہ یاد رکھتا ہے اور وہی سورہ پڑھتا
ہے پس دوسرے نے کہا کہ این سورہ را زبون گرفتہ یعنی اس سورہ کو تو نے کمزور دبا پایا ہے تو کافر ہو جائیگا اور تجنیس میں لکھا ہے کہ اگر کسی
نے قرآن کو فارسی میں نظم کیا تو قتل کیا جائیگا اسواسطے کہ وہ کافر ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اب ان الفاظ کفر کا بیان ہے جو نماز
و روزہ و زکوٰۃ سے متعلق ہیں کسی نے ایک بیمار سے کہا کہ نماز پڑھ لے اسنے جواب دیا کہ کبھی نہیں پڑھونگا پھر اسنے نہ پڑھی
یہاں تک کہ مر گیا تو کہا جائیگا کہ وہ کافر مرا ہے اور اگر کسی نے کہا میں نہیں پڑھونگا تو اسمیں احتمال چار صورتوں کا ہے اول یہ کہ
نہیں پڑھونگا کیونکہ میں پڑھ چکا ہوں دوم یہ کہ تیرے حکم سے نہیں پڑھونگا کیونکہ ایسے بزرگ نے حکم کیا ہے جو تجھ سے بہتر ہے سوم یہ کہ
نہیں پڑھونگا از راہ فسق و مجانت کے تو یہ تینوں صورتیں کفر نہیں ہیں اور چہارم یہ کہ نہیں پڑھونگا اسواسطے کہ نماز مجھ پر نہیں واجب
ہے اور مجھے اسکے کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہوں تو اسکی تکفیر کیجائیگی پس اگر کسی نے اسی قدر کہا کہ نہیں پڑھونگا تو اس سے اسکی

تکفیر نہین کیجا سکتی ہی اسواسطے کہ اسمین انھین چارون صورتون کا احتمال ہی۔ اور اگر کسی سے کہا گیا کہ نماز پڑھ پس اُس نے
کہا کہ بھڑوا ہو جو نماز پڑھے اور اپنے اوپر مفت کا کام بڑھا دے یا یون کہا کہ مارت ہوئی جب سے مین نے بیگار نہین کی
ہی یا کہا کہ یہ کام کون آخر تک پورا کرسکتا ہی یا کہا کہ عقلمند کو ایسے کام مین نہ پڑنا چاہیے جسکو آخر تک نباہ نہ سکے
یا کہا کہ اور لوگ میرے واسطے کر لیتے ہین یا کہا کہ نماز پڑھتا ہون تو کچھ سرفرازی مجھے نہین ملجاتی ہی یا کہا کہ تونے نماز
پڑھی تو کیا سرفرازی پائی یا کہا کہ نماز کسکی پڑھون میرے مان و باپ تو مرچکے ہین یا کہا کہ نماز پڑھی و نہ پڑھی دونون یکسان ہین
یا کہا کہ اتنی نماز پڑھی کہ میرا دل اکتا گیا یا کہا کہ نماز ایسی چیز نہین ہی کہ بگڑیگی تو سڑجائیگی تو یہ سب کفر ہی یہ نہایۃ المفتین مین ہی
ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس حاجت کے واسطے آؤ نماز پڑھین پس اُسنے کہا کہ مین نے بہت نماز پڑھی میری کوئی حاجت
نہین بر آئی اور یہ بطور استخفاف و طنز کے کہا تو کافر ہو جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر نمازیون سے ایک فاسق نے
کہا کہ آؤ اور سامانی دیکھو اور اپنی مجلس فسق و فجور کی طرف اشارہ کیا تو کافر ہو جائیگا۔ اور اگر کہا کہ بے نمازی کیا اچھا
کام ہی تو یہ کفر ہی۔ اور اگر کسی شخص سے کہا کہ نماز پڑھ تا طاعت کا مزہ تجھکو حاصل ہو یا فارسی مین کہا کہ نماز کن تا حلاوت نماز
کردن بیابی پس اس شخص نے کہا کہ تو نماز نہ پڑھ تا بے نمازی کا مزہ تجھکو حاصل ہو تو تکفیر کیا جائیگا۔ اور اگر کسی غلام سے
کہا گیا کہ تو نماز پڑھ اس نے کہا کہ نہین پڑھونگا اسواسطے کہ ثواب میرے مولی کا ہوگا تو اُسکی تکفیر کیجائیگی۔ اور اگر کسی شخص سے
کہا گیا کہ نماز پڑھ اُسنے کہا کہ اللہ تعالی نے میرے مال مین نقصان کر دیا ہی پس مین اُسکے حق مین نقصان کرونگا تو یہ کفر ہی
ایک شخص فقط رمضان بھر نماز پڑھتا ہی اور کہتا ہی کہ یہی بہت ہی یا کہتا ہی کہ اسی قدر بڑھ جاتی ہی اسواسطے کہ رمضان کی
ہر نماز ستر نمازون کے برابر ہی تو اُسکی تکفیر کیجائیگی۔ اور اگر کسی نے عمداً قبلہ رخ کے سوائے دوسرے رخ ہوکر نماز پڑھی مگر
اتفاقاً یہی رخ قبلہ کا نکلا تو امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ کافر ہی اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رح نے اختیار کیا ہی اور اسی طرح
اگر بغیر طہارت کے پڑھی یا نجس کپڑے سے پڑھی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر عمداً بغیر وضو پڑھی تو اُسکی تکفیر کیجائیگی اور صدر الشہید رح نے فرمایا
کہ ہم اسی کو لیتے ہین۔ اور کتاب التحری مین مذکور ہی کہ اگر کسی نے قبلہ رخ کے واسطے اپنا دلی قصد کیا پس اُسکی تحری کسی جانب
پر واقع ہوئی کہ یہ رخ ہی پھر اُسنے اس جہت کو چھوڑ کر دوسری طرف رخ کرکے نماز پڑھی تو امام اعظم رح سے مروی ہی کہ
مین ایسے شخص کے حق مین کفر کا خوف کرتا ہون کہ اُسنے قبلہ سے روگردانی کی ہی اور مشائخ نے اسکے کفر مین اختلاف
کیا ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اظہر یہ ہی کہ اگر اُسنے قبلہ رخ کے سوائے دوسری طرف بطور استہزاء و استخفاف کے
نماز پڑھی تو کافر ہو جائیگا۔ اور اگر کوئی شخص ایسی صورت مین کسی وجہ سے مبتلا ہو گیا مثلاً چند لوگون کے ساتھ نماز پڑھتا
تھا اور درمیان مین اُسکو حدث ہو گیا یعنی بائی نکلگئی یا قطرہ آگیا اور ظاہر کرنے سے اسکو شرم مانع ہوئی پس اُسنے چھپایا
اور اسطرح نماز پڑھلی یا دشمن کے نزدیک تھا پس کھڑے ہوکر اُسنے نماز پڑھی حالانکہ اسکو طہارت نہ تھی تو ہمارے بعضے مشائخ
نے کہا کہ کافر نہ ہو جائیگا اسواسطے کہ اُسنے بطور استہزاء ایسا نہین کیا ہی ولیکن جو شخص بسبب ضرورت یا حیا کے اسمین مبتلا
ہو اسکو چاہیے کہ قیام سے قیام نماز کا قصد نہ کرے اور قراءت مین کچھ نہ پڑھے اور جب جھکے تو رکوع کا قصد نہ کرے اور رکوع
کی تسبیح نہ پڑھے تاکہ بالاجماع کسی کے نزدیک کافر نہ ہووے اور اگر نجس کپڑے پر نماز پڑھی تو بعض نے فرمایا کہ کافر ہو جائیگا
اور اگر کسی طفل کا مقتدی بنا یعنی کسی طفل کے پیچھے نماز پڑھی یا کسی مجنون یا عورت یا جنبی یا جسکو حدث ہوا ہو اور اُسنے
طہارت نہین کی ہی اُسکے پیچھے نماز پڑھی یا وقتیہ نماز پڑھی حالانکہ اسپر فائتہ یعنی قضا نماز کا ادا کرنا واجب تھا اور وقت [illegible]

ایسی طاعات اللہ تعالی نے ہمپر عذاب کردی ہیں پس اگر اسنے اسکی تاویل کی تو تکفیر نہ کیا جائیگا اور اسی طرح اگر کہا کہ
کاش اگر اللہ تعالی ایسی طاعات کو ہمپر فرض نہ فرماتا تو ہمارے واسطے بہتر ہوتا پس اگر اسنے اسکی تاویل کی تو تکفیر نہ
کیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ نماز مجھے موافق نہیں آتی ہے یا راست نہیں آتی ہے یا ملال نہیں کرتی
ہے یا نماز کسواسطے پڑھوں کہ جورو نہیں رکھتا و بچہ نہیں رکھتا ہوں یا کہا اگر نماز کرنی ہے طاق پر رکھدیا ہے تو ان سب
صورتوں میں تکفیر کیا جائیگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اب ان الفاظ کفر کا بیان ہے جو علم و عالموں سے متعلق ہیں
نصاب میں مذکور ہے کہ جو کسی عالم سے بغیر کسی سبب ظاہر کے بغض رکھے تو اسپر کفر کا خوف ہے۔ اور اگر کسی شخص مصلح کے
حق میں کہا کہ اسکا دیکھنا میرے نزدیک ایسا ہے جیسے سور کا دیکھنا تو اسپر کفر کا خوف ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر بغیر سبب
کسی عالم یا فقیہ کو شتم کیا یعنی بدگوئی سے یاد کیا تو اسپر کفر کا خوف ہے اور اگر کسی عالم سے کہا کہ تیرے علم کی دم میں
گدھے کا عضو یا کہا کہ دم کے کون ومقعد وغیرہ الفاظ فحش استعمال کیے اور علم سے علم دین مراد لی تو اسکی تکفیر کیجائیگی
یہ بحر الرائق میں ہے کسی جاہل نے کہا کہ جو لوگ علم سیکھتے ہیں وہ داستانیں ہیں کہ انکو سیکھ لیتے ہیں یا کہا کہ باد است آنچہ
میگویند یعنی جو کچھ کہتے ہیں بیہودہ ہے یا کہا تزویر ہے یعنی فریب ہی ہے یا کہا کہ میں علم حیلہ سے منکر ہوں تو یہ سب کفر ہے یہ
محیط میں ہے۔ ایک شخص ایک اونچی جگہ بیٹھ جاتا ہے و دیگر جماعت واسطے اسکے بطریق استہزاء و مسخرہ پن کے مسائل پوچھتے
ہیں پھر اسکو تکیوں سے مارتے ہیں اور یہ سب ہنستے ہیں تو یہ سب کافر ہو جائینگے اور اسی طرح اگر وہ مقام بلند پر نہ
بیٹھا اور یہ صورت واقع ہوئی تو بھی یہی حکم ہے۔ ایک شخص مجلس علم سے آتا تھا اس سے کسی نے کہا کہ تو بتخانہ سے آتا ہے تو تکفیر
کیا جائیگا اور اسی طرح اگر کہا کہ مجھے مجلس علم سے کیا کام ہے یا کہا کہ جو کچھ وہ لوگ کہتے ہیں اسکو کون ادا کر سکتا ہے تو تکفیر کیا جائیگا
یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کہا کہ علم کو کاسہ و کیسہ میں نہیں رکھ سکتے ہیں یعنی پیالہ طعام و کیسہ زر میں رکھنے کے قابل نہیں ہے
حالانکہ غرض انھیں دونوں سے ہے یا کہا کہ مجھے جیب میں روپیہ چاہیئے ہے میں علم کو کیا کروں تو تکفیر کیا جائیگا یہ عتابیہ میں ہے اور
اگر کہا کہ مجھے اپنی جورو بچوں میں ایسی مشغولی ہے کہ مجلس علم میں نہیں پہونچتا ہوں پس اگر اسنے اس کلام سے علم کی اہانت کا قصد
کیا تو مخاطرہ عظیم ہے اور مجموع النوازل میں مذکور ہے کہ اگر کسی عالم سے کہا کہ جا اور علم کو پیالہ میں رکھکر اپنے کھانے میں لا تو
تکفیر کیا جائیگا۔ اور اگر فقیہ عالم کی کوئی بات یا کوئی حدیث صحیح بیان کرتا ہو پس دوسرے نے کہا کہ یہ کچھ نہیں ہے اور اسکو
رد کر دیا یا کہا کہ یہ بات کس کام آویگی روپیہ چاہیئے کہ آج کل لوگوں کی آبرو ہے علم کس کے کام آتا ہے تو یہ کفر ہے اور
اگر کسی نے کہا کہ رند بننا و خلاف شرع کرنا عالم بننے سے اچھا ہے تو یہ کفر ہے۔ اگر کسی عورت نے اپنے خاوند عالم کی نسبت
کہا کہ لعنت بر شوہر عالم باد تو اسکی تکفیر کیجائیگی۔ اور اگر کسی نے کہا کہ عالموں کے افعال جیسے کافروں کے افعال تو اسکی
تکفیر کیجائیگی اور یہ اسوقت ہے کہ اسنے تمام افعال مراد لیے ہوں کہ اس صورت میں اسکے قول سے حق و باطل برابر
ہو جائیگی اور یہ کفر ہے۔ اور اگر کسی عالم سے کسی واقعہ میں جھگڑا کیا اور عالم نے اسکو کوئی وجہ شرعی بتلائی پس اسنے کہا کہ
یہ دانشمندی ہے یعنی عالم بنانہ کرد کہ پیش نہیں جائیگا تو اسپر کفر کا خوف ہے۔ اور اگر کسی فقیہ سے کہا کہ اے دانشمندک یا کہا کہ اے
علویک تو تکفیر نہ کیجائیگی بشرطیکہ اسکا قصد استخفاف دین نہو۔ حکایت کی گئی ہے کہ ایک فقیہ نے اپنی کتاب ایک
شخص کی دوکان میں رکھدی اور چلا گیا پھر اس دوکان کی طرف سے گذرا پس دوکاندار مذکور نے اس سے کہا کہ
دستره فراموش کردی یعنی دستره اپنا بھول گئے ہیں فقیہ نے کہا کہ میری کتاب تمھاری دوکان میں ہے دستره تو نہیں

ہے پس وہ دوکاندار مذکور نے کہا کہ تمہاری دستیرہ سے لکڑی کاٹتا ہوں اور تم کتاب سے لوگوں کی گردن کاٹتے ہو پس فقیہ
موصوف نے اس امر کی شکایت بحضور شیخ محمد بن الفضل رحمۃ اللہ کے پیش کی پس شیخ موصوف نے اس دوکاندار کے قتل کا حکم دیا
یہ محیط میں ہے۔ شیخ عبد الکریم و شیخ ابو علی سغدی رح سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنی جورو پر خفا ہوا کرتا تھا اور اسکو
اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے کو کہا کرتا تھا اور خدائے تعالیٰ کی معصیت سے منع کیا کرتا تھا پس عورت نے
اس سے کہا کہ میں خدا کو کچھ نہیں جانتی اور علم کو کچھ نہیں سمجھتی میں نے اپنے تئیں دوزخ میں رکھ دیا ہے پس ہر دو
شیخ نے فرمایا کہ اس عورت نے کفر کیا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص سے کہا گیا کہ طالب علم لوگ فرشتوں کے
پروں پر چلتے ہیں پس اسنے کہا کہ یہ تو جھوٹ ہے تو تکفیر کیا جائیگا قال المترجم ظاہرا یہ محمول اس صورت پر ہے کہ قائل
مذکور جو حق احادیث مرویہ میں وارد ہے کہ فرشتے طالب علم دین کے واسطے بازو بچھاتے ہیں سن چکا ہو اور نیز اسنے علم دین کے
طالب علموں کے واسطے ایسا کہا ورنہ اگر طالب علم فضول مثل منطق و فلسفہ وغیرہ سیکھتا پھرتا ہو تو تکفیر نہیں کی جائیگی یا قائل مذکور
اس خبر سے واقف نہ تھا پس اسنے اس طرح کہا تو امید ہے کہ وہ لائق تکفیر نہ ہوگا واللہ اعلم۔ اگر کسی نے کہا کہ قیاس امام اعظم رح
کا حق نہیں ہے تو تکفیر کیا جائیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے قال المترجم ظاہرا اسنے مطلقا قیاس کی نسبت کہا تو خطا اس سے خالی
نہیں ہے ورنہ عامل ہے واللہ اعلم۔ اور اگر کسی نے کہا کہ ایک پیالہ پلاؤ کا علم سے بہتر ہے تو تکفیر کیا جائیگا۔ اور اگر کہا کہ ایک پیالہ
پلاؤ کا اللہ سے بہتر ہے تو تکفیر نہ کیا جائیگا یہ فصول عمادیہ میں ہے قال المترجم ظاہرا اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ سے بہتر کہنے کی
صورت میں یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ایک پیالہ پلاؤ کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہتر نعمت ہے بخلاف وجہ اول کے کہ اس میں
یہ احتمال نہیں ہو سکتا اور یہی تاویلی کی وجہ ہے بخلاف صورت دوم کے کہ ظاہر بہتر و گمان نیک یہ ہے جو کہا جاتا ہے کہ
اللہ تعالیٰ عزوجل کی نسبت ایسا بہتر تصور کرے کیونکہ کوئی احمق بھی ایسا نہیں سمجھ سکتا ہے اور نیز مشائخ متاخرین نے اسکے معنی
اور وار جو میں بیان کی ہیں مگر بے تکلف راستہ یہی وجہ ہے جو فقیر نے اپنی وسعت پر بیان کی ہے اگرچہ کسی بزرگ سے نہیں پائی
ہے لہذا اگر سہو ہو تو اللہم عفو فرمائے واللہ غفور رحیم۔ کسی نے اپنے مخاصم سے کہا کہ اذہب معی الی الشرع یا فارسی
میں کہا کہ با من بشرع رو یعنی میرے ساتھ شرع کی طرف چل پس اسکے مخاصم نے کہا کہ کوئی پیادہ لے آ تا کہ چلوں بے جبر نہیں
جاؤنگا تو اسکی تکفیر کیجائیگی اسواسطے کہ اسنے شرع سے عناد کیا اور اگر اسنے کہا کہ میرے ساتھ قاضی کے حضور میں چل پس
اسنے ایسا جواب دیا تو تکفیر نہ کیا جائیگا کیونکہ قاضی کی عناد سے تکفیر نہ ہوگی اور اگر کسی نے کہا کہ میرے ساتھ شریعت و
حیلے فائدہ نہ دینگے یا کہا پیش نہ جاوینگے یا کہا کہ میرے واسطے داؤ پیچ ہے شریعت کو کیا کروں تو یہ سب کفر ہے اور اگر
کسی نے کہا کہ جسوقت روپیہ لیا تھا اسوقت شریعت و قاضی کہاں تھا تو بھی تکفیر کیا جائیگا اور بعضے متاخرین نے
فرمایا کہ اگر قاضی سے مراد اس شہر کا قاضی لیا ہے تو تکفیر نہ کیا جائیگا اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ اس واقعہ میں حکم
شرع یوں ہے پس دوسرے نے کہا کہ میں رسم پر چلتا ہوں نہ شرع پر تو بعض مشائخ کے نزدیک تکفیر کیا جائیگا اور مجموع النوازل
میں مذکور ہے کہ ایک نے اپنی جورو سے کہا کہ تو کیا کہتی ہے کہ حاکم شرع کیا چیز ہے پس عورت نے ایک بڑی سی ڈکار لی اور
کہا کہ اینک شرع یعنی اس شرع کو تو وہ کافرہ ہوگئی اور اپنے شوہر سے بائنہ ہوگئی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کے سامنے
کسی نے اماموں کا فتوی پیش کیا پس اسنے رد کر دیا اور کہا کہ یہ کیا بکر انبار فتوے لیا ہے تو بعض نے فرمایا کہ تکفیر کیا جائیگا
اسوجہ سے کہ اسنے حکم شرع کو رد کر دیا اور اسی طرح اگر اسنے کچھ نہ کہا فقط فتوی زمین پر ڈال دیا اور کہا کہ یہ کیا شرع ہے

تو بھی یہی حکم ہی ایک شخص نے کسی عالم کے پاس ایک صورت پیش کی کہ اس سے میری جورو پر طلاق ہوئی یا نہین پس عالم موصوف نے فتوی دیا کہ واقع ہوگئی پس فتوے پوچھنے والے نے کہا کہ مین طلاق ولاق کیا جانون بچون کی مان میرے گھر مین رہنا چاہیے تو قاضی امام علی سغدی نے اسکے کفر پر فتوے دیا ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی اور اگر مدعی و مدعا علیہ مین سے یعنے جن دونون مین باہم جھگڑا ہی ان مین سے ایک شخص عالمون سے حکم شرع کا فتوے لکھا کر اپنے مخاصم کے پاس آیا اور کہا کہ یہ فتوی ہی پس اُسنے کہا کہ ایسا نہین ہی جو انھون نے فتوی دیا ہی یا کہا کہ مین اسپر عمل نہ کرونگا تو اُسپر تعزیر واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اب اُن کلمات کفر کا بیان ہی جو حلال و حرام فاسقون فاجرون وغیرہ کے کلام سے متعلق ہین۔ اگر کسی نے حرام کو حلال یا حلال کو حرام اعتقاد کر لیا تو اُسکی تکفیر کیجائیگی لیکن اگر اُسنے کسی حرام کو یہ غرض کہ اس چیز کی ترویج ہو یعنے اچھی فروخت ہو جاوے حلال کہا یا نہایت سے اُسکو حلال کہا کہ خود جانتا نہ تھا تو یہ کفر نہ ہوگا۔ اور اعتقاد کرنے کی صورت مین ہم نے جو حکم ذکر کیا ہی وہ ایسی چیزون کے ساتھ ہی جو بعینہ حرام ہون اور اسنے اس بعینہ حرام کو حلال اعتقاد کر لیا جسے کہ کفر ہوگیا اور اگر یہ چیز حرام لغیرہ ہو تو اسکے اعتقاد حلت سے کافر نہ ہوگا اور نیز حرام بعینہ کی صورت مین بھی جبھی ہی تکفیر کیجائیگی کہ جب اُسکا حرام ہونا قطعی دلیل سے ثابت ہو اور اگر اخبار آحاد سے ثابت ہوا تو تکفیر نہ کیجائیگی یہ خلاصہ مین ہی۔ قال المترجم حرام چیزین باعتبار اپنی ذات کے دو طرح کی ہوتی ہین ایک وہ جو بعینہ حرام ہین جیسے سور و کتا وغیرہ اور دیگر وہ ہین کہ لغیرہ حرام ہین پھر باعتبار حرمت بھی دو قسمین ہین ایک وہ جو قطعی دلیل سے انکا حرام ہونا ثابت ہی جیسے شراب انگوری وغیرہ اور دوم وہ کہ اُنکے حرام ہونے پر اخبار آحاد وغیرہ ظنی دلیلین ہین اور نیز حلال کو حرام یا حرام کو حلال کہنا دو طرح پر ہی ایک یہ کہ جان بوجھ کر کہتا ہی دوم یہ ہی کہ جاہل ہی نہین جانتا ہی پھر جان بوجھ کر بھی دو طرح پر ہی ایک یہ کہ اعتقاد ویسے کہے دوم یہ کہ دل سے اعتقاد نہین ہی منہ سے کسی اپنے مطلب کے واسطے کہتا ہی پس اگر بعینہ حرام کو جان بوجھ کر حلال اعتقاد کیا تو کافر ہوا اور باقی صورتین اوپر کی عبارت مذکورہ سے سمجھ لینا چاہیے کسی شخص سے کہا گیا کہ تیرے نزدیک ایک حلال پسند ہی یا دو حرام پس اسنے کہا کہ دونون مین سے جو جلد حاصل ہو جاوے تو اسپر کفر کا خوف ہی اور اسی طرح اگر کہا کہ ہان چاہیے خواہ حلال خواہ حرام تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر کہا کہ جب تک حرام پاؤن حلال کے گرد نہ پھرون تو تکفیر نہ کیا جائیگا۔ اور اگر کسی فقیر کو مال حرام مین سے کچھ دیکر ثواب کی امید رکھی تو اسکی تکفیر کیجائیگی۔ اور اگر فقیر نے یہ بات جان لی پھر دینے والے کو دعا دی اور دینے والے نے اُسکی دعا پر آمین کہی تو کافر ہوا۔ ایک شخص سے کہا گیا کہ تو حلال سے کھا یا کر پس اُسنے کہا کہ میرے نزدیک حرام اُس سے پسند ہی تو تکفیر کیا جائیگا۔ اور اگر اُسکے جواب مین یون کہا کہ تو اس جہان مین ایک ہی حلال کھانے والا لے آتا کہ مین اسکو سجدہ کرون تو تکفیر کیا جائیگا۔ اور اگر کسی سے کہا گیا کہ حلال کھا پس اُسنے کہا کہ مجھے حرام چاہیے ہی تو تکفیر کیا جائیگا یہ محیط مین ہی کسی فاسق شرابخوار کے لڑکے نے شراب پی پس اُسکے اقارب نے آکر اسپر درم نثار کیے تو سب کافر ہو جاوینگے اور اگر اُسکو بشارت نہ دی لیکن کہا کہ مبارک باد تو بھی کافر ہو جاوینگے۔ اور اگر کسی نے کہا کہ خمر یعنی شراب حرام کی حرمت قرآن سے نہین ثابت ہوئی ہی تو اُسکی تکفیر کیجائیگی۔ اور اگر کسی نے کہا کہ شراب کی حرمت قرآن شریف سے ثابت ہی اور باوجود اسکے وہ شراب پیتا ہی پس اس سے کہا گیا کہ تو کیون توبہ نہین کرتا ہی اسنے کہا کہ مان کے دودھ سے کوئی صبر کر سکتا ہی تو تکفیر نہ کیجائیگی اس لیے کہ یہ استفہام ہی یا یہ ہی کہ اُسنے دودھ شراب کو کہا ان

پینہ کہا اور کتاب الحیض مصنفہ امام سرخسی مین مذکور ہو کہ اگر کسی نے اپنی جورو سے حالت حیض مین وطی کرنے کو حلال اعتقاد کیا تو اُسکی تکفیر کیجائیگی - اور اسی طرح اگر اپنی عورت سے لواطت یعنی کون مین جماع کرنے کو حلال اعتقاد کیا تو بھی یہی حکم ہو - اور نوادر مین امام محمد رح سے روایت ہو کہ ان دونون مسئلون مین تکفیر نہ کیجائیگی اور یہی صحیح ہو - ایک نے شراب پی اور کہا کہ خوشی اُسکی کو ہو جو میری خوشی کے ساتھ خوش ہو اور نقصان و ٹوٹا اُسکو ہو کہ میری خوشی کے ساتھ خوش نہین ہو تو یہ کفر ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہو - اور اگر کسی نے افعال خلاف شرع مثل شراب خواری و قمار بازی وغیرہ شروع کرتے کے وقت اپنے دوستون سے کہا کہ آؤ تو کچھ دیر ابھی زندگی کرلین تو اسکی تکفیر کیجائیگی - اور اسی طرح اگر شراب مین مشغول ہوا اور کہا کہ مسلمانی آشکارا کرتا ہون یا کہا کہ مسلمانی آشکارا ہوئی تو تکفیر کیجائیگی - اور اگر فاسقون مین سے ایک نے کہا کہ اگر اس شراب مین سے کچھ گر پڑے تو جبرئیل علیہ السلام اپنے پرون پر اسکو اُٹھالین تو تکفیر کیا جائیگا - اگر کسی فاسق سے کہا گیا کہ تو ہر روز صبح اُٹھتا ہو کہ اللہ تعالی و خلق خدا کو ایذا دیتا ہو پس اُسنے کہا کہ اچھا کرتا ہون تو تکفیر کیا جائیگا - اگر کسی نے خلاف شرع گناہ ہون پر چلنے کو کہا کہ یہی ایک راہ و مذہب ہو تو تکفیر کیا جائیگا یہ محیط مین ہو - اور تجنیس ناصری مین مذکور ہو کہ اصح یہ ہو کہ تکفیر نہ کیا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہو کوئی شخص کسی صغیرہ گناہ کا مرتکب ہوا پس اُس سے کہا گیا کہ اللہ تعالی سے توبہ کر پس اُسنے کہا کہ مین نے کیا کیا ہو جو مجھے توبہ کرنی چاہیے تو تکفیر کیا جائیگا یہ محیط مین ہو - اور اگر طعام حرام کھانے کے وقت کہا کہ بسم اللہ تو امام خواہر زادہ نے ذکر کیا کہ تکفیر کیا جائیگا اور اگر بعد فراغت کے الحمد للہ کہا تو بعض متاخرین نے کہا کہ تکفیر نہ کیا جائیگا - اور اگر شراب کا پیالہ ہاتھ مین لیکر بسم اللہ کہکر پی جاوے تو بالاتفاق کافر ہو جائیگا اور اسی طرح اگر زنا کرنے کے وقت یا جوا کھیلنے کے وقت پانسے ہاتھ مین لیکر بسم اللہ کہکر شروع کرے تو کافر ہو جائیگا یہ فصول عمادیہ مین ہو - اور اگر دو آدمیون مین باہم سخت کلامی ہوئی پس ایک نے اُنمین سے کہا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ پس دوسرے نے کہا کہ لاحول کچھ کار آمد نہین ہو یا کہا کہ لاحول کو کیا کرون یا کہا کہ لاحول لا یغنی اس جوع یا کہا کہ لاحول کو ثرید کے پیالہ مین نہین چور کرسکتے ہین یا کہا کہ بجاے روٹی کے لاحول کچھ فائدہ نہین دیتی ہو تو ان سب صورتون مین اُسکی تکفیر کیجائیگی یہ ظہیریہ مین ہو - اور اسیطرح اگر تسبیح و تہلیل کے وقت کسی نے ایسی باتین کہین یعنی کسی نے تہلیل یا تسبیح کہی اور دوسرے نے اُسکی نسبت ایسے کلمات کہے تو بھی یہی حکم ہو اور اسی طرح اگر کسی نے کہا سبحان اللہ پس دوسرے نے کہا کہ تو نے سبحان اللہ کی آبرو کھوئی یا کہا کہ کھال کھینچ ڈالی تو یہ کفر ہو اور اگر کسی سے کہا کہ تو کہہ لا الہ الا اللہ پس اُسنے کہا کہ مین نہین کہونگا تو بعض مشائخ نے کہا کہ یہ کفر ہو اور بعض نے کہا کہ اگر اس سے اُسکی یہ مراد ہو کہ تیرے حکم سے نہین کہونگا تو تکفیر نہ کیجائیگی اور بعض نے کہا کہ مطلقاً تکفیر نہ کیجائیگی اور اگر کہا کہ اس کلمہ کے کہنے سے تو نے کیا سرفرازی پائی تا کہ مین بھی کہون تو اُسکی تکفیر کیجائیگی - ایک شخص نے چند مرتبہ چھینک لی پس حاضرین مین ایک شخص نے ہر بار جب اُسنے چھینک لی تو یرحمک اللہ کہا پھر اُسنے ایک چھینک لی پس اُسنے کہا کہ اس یرحمک اللہ کہنے سے میرا ناک مین دم آگیا یا کہا کہ میرا جی اُکتا گیا یا کہا کہ مین ملول ہو گیا تو بعض نے کہا کہ جواب صحیح کے موافق اُسکی تکفیر نہ کیجائیگی یہ محیط مین ہو سلطان کو چھینک آئی پس ایک نے کہا کہ یرحمک اللہ پس کسی دوسرے نے کہا کہ سلطان کے واسطے ایسا مت کہہ تو یہ دوسرا تکفیر کیا جائیگا یہ فصول عمادیہ مین ہو - اب اُن کلمات کفر کا بیان ہو جو احوال قیامت و روز قیامت سے متعلق ہین - اور جسنے انکار کیا روز قیامت کا یا جنت کا یا دوزخ کا یا میزان کا یا پل صراط کا یا اُن صحیفون کا

جنہیں ہندوؤں کے اعمال لکھے ہیں تو تکفیر کیا جائیگا اور اگر قبروں وغیرہ سے مردے اٹھائے جانے یعنی بعث کا انکار
کیا تو بھی تکفیر کیا جائیگا اور اگر کسی شخص نے بعث کا اقرار کیا مگر اُس سے انکار کیا کہ بعینہ فلاں شخص نہیں اٹھایا جائیگا
تو اُسکی تکفیر نہ کیجائیگی ایسا ہی شیخ زاہد ابو اسحق کلاباذی نے ذکر کیا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور ابن سلام سے مروی ہے
کہ اگر کسی نے کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ یہود و نصاری جب اٹھائے جاوینگے تو عذاب دوزخ میں ڈالے جاوینگے
تو ہمارے سب مشائخ و مشائخ بلخ نے فتوی دیا کہ اُسکی تکفیر کی جاوے یہ عتابیہ میں ہے۔ اور اگر جنت میں داخل ہوکر
دیدار الٰہی کے ہونے سے انکار کیا تو تکفیر کیا جائیگا۔ اور اگر عذاب القبر سے انکار کیا تو تکفیر کیا جائیگا اور اگر بنی آدم
کے حشر ہونے سے انکار کیا تو تکفیر کیا جائیگا اور اگر سواے بنی آدم کے اور دون کے حشر ہونے سے انکار کیا تو تکفیر نہ
کیا جائیگا اور اسی طرح اگر کہا کہ ثواب عقاب فقط روح کو دیا جائیگا تو اُسکی بھی تکفیر نہ کیجائیگی یہ بحر الرائق میں ہے۔ ایک نے
دوسرے سے کہا کہ گناہ مت کر کیونکہ دوسرا جہان بھی ہے پس اُسنے کہا کہ اُس جہان کی کس نے خبر دی تو تکفیر کیا جائیگا۔ ایک شخص کا
دوسرے پر قرضہ آتا ہے پس قرضخواہ نے کہا اگر نہ دیگا تو قیامت میں لونگا پس اُسنے کہا کہ قیامت پر بھی تا بہ پس اگر اُسنے
روز قیامت کی اہانت کی نیت سے کہا تو تکفیر کیا جائیگا۔ ایک نے دوسرے پر ظلم کیا پس مظلوم نے کہا کہ آخر قیامت ہے
پس ظالم نے کہا کہ فلاں خر بقیامت اندر یعنی قیامت میں گدھے کا خایہ تو اُسکی تکفیر کیجائیگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک نے
اپنے قرضدار سے کہا کہ میرے درم دنیا میں دیدے کہ قیامت میں درم نہیں ہونگے پس قرضدار نے کہا کہ لا دے مجھے دس دے
اور اُس جہان میں لے لینا یا کہا کہ میں بدونگا تو شیخ فضلی نے جواب دیا کہ اُسکی تکفیر کیجائیگی اور ہمارے اکثر مشائخ کا یہی قول
ہے اور یہی اصح ہے۔ اور اگر کسی نے کہا کہ مجھے محشر سے کیا کام ہے یا کہا کہ میں قیامت سے نہیں ڈرتا ہوں تو اُسکی تکفیر کیجائیگی یہ
خلاصہ میں ہے۔ اگر کسی نے اپنے خصم سے کہا کہ میں تجھ سے اپنا حق قیامت میں لے لونگا پس خصم نے کہا کہ تو اس انبوہ میں
مجھے کہاں پاویگا تو مشائخ نے اُسکی تکفیر میں اختلاف کیا ہے اور فتاوے ابو اللیث میں مذکور ہے کہ تکفیر نہ کیا جائیگا یہ محیط
میں ہے اور اگر کسی نے کہا کہ ہمہ نیکوئی بدین جہان باید بدان جہان ہرچہ خواہی باش یعنی تمام بھلائی اس جہان میں چاہیے
اور وہاں اُس جہان میں جو چاہیے ہو تو تکفیر کیجائیگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک نے کسی زاہد سے کہا کہ منشین تا از
بہشت ازان سو نیفتی یعنے مت بیٹھ تاکہ تو بہشت سے اُس طرف نہ جا پڑے تو اکثر اہل علم نے کہا کہ تکفیر کیا جائیگا۔ اگر ایک
شخص سے کہا گیا کہ دنیا کو آخرت کی غرض سے چھوڑ دے اُسنے کہا کہ میں نقد کو ادھار کے واسطے نہیں چھوڑتا تو تکفیر کیا جائیگا
تجواسے کے نسخہ میں موجود ہے کہ کسی نے کہا کہ ہر کہ درین جہان مجرد بود بآن جہان چون کیسہ دریدہ بود یعنی جو شخص اس
جہان میں مجرد ہوگا وہ اُس جہان میں ایسا ہوگا جیسے کسی کی ہمیانی کٹ گئی ہو تو شیخ ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ
یہ امر آخرت پر طنز اور اُسکا ٹھٹھول ہے پس کہنے والے کے حق میں موجب کفر ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ تیرے
ساتھ دوزخ کو جاؤنگا مگر اندر نہ جاؤنگا تو تکفیر کیا جائیگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ قیامت میں جب تک آدمی
کے سامنے کچھ رشوت نہ لیجائیگا وہ بہشت کا دروازہ نہ کھولیگا تو کافر ہوجائیگا یہ عتابیہ میں ہے جو امور شرع میں
ہیں اگر ایسے امور کے حکم دینے والے کی نسبت کہا کہ چہ غوغا آمد یعنی اگر اُسنے بطریق رد و انکار کے کہا تو اسپر کفر کا خوف
ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو فلاں شخص کے گھر جا کر اسکو امر معروف کر یعنے امور شرعی کرنے کا حکم کر اور منہیات سے
منع کر پس اُسنے جواب دیا کہ اُسنے میرا کیا کیا ہے یا کہا کہ مجھے اُس سے آزار کی کیا وجہ ہے یا کہا کہ میں نے عافیت اختیار کی ہے

تجھے اس فضول حرکت سے کیا کام ہے تو یہ سب الفاظ کفر ہیں یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اور اگر کسی نے کہا کہ فلان کو مصیبت پہونچی یا جسکا کوئی مرگیا ہے اُس نے کہا کہ تجھے بڑی مصیبت پہونچی تو بعض مشائخ بلخ نے فرمایا کہ کہنے والی کی تکفیر کیجائیگی اور بعض مشائخ نے کہا کہ تکفیر نہ کیجائیگی ولیکن یہ خطائے عظیم ہے اور بعضوں نے فرمایا کہ نہ کفر ہے اور نہ خطا ہے اور اسی طرف حاکم عبدالرحمن اور قاضی ابوعلی سغدی نے میل کیا ہے اور اسی پر فتوے ہے قال المترجم یہی اصح ہے وقد روی فی الصحیح الاثر جاء ما فی مثل طفو السراج فلیسترجع فہی مات لمیت وقد قال تعالی وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ و انا الیہ راجعون فہم لولم یسترجع لم یحق لہم الثواب من قولہ اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ فلما قالوا انما یحمل علی ما اوقال ذلک زعما منہ الظلم فیہا وقع ولکن ہذا الکفر صریح لا ینبغی ان یختلف فیہ فلیتامل۔ اور اگر کسی نے کہا کہ ہرچہ از جان فلان بکاست بجان تو زیادت باد جو کچھ اُسکی جان سے گھٹا ہے تیری جان پر بڑھ جاوے تو کہنے والے کے کفر کا خوف ہے یا کہا کہ زیادت کناد تیری جان پر زیادتی کرے تو یہ خطا وجہل ہے۔ اور اسیطرح اگر کہا کہ از جان فلان بکاست بجان تو پیوست یعنے فلان کی جان سے گھٹی و تیری جان کو ملی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ وہ مرا اور جان تجھے سپرد کر دی تو تکفیر کیا جائیگا۔ ایک شخص اپنے مرض سے اچھا ہو گیا پس دوسرے نے کہا کہ فلان ہر بار ترسا تو یہ کفر ہے۔ اور اگر کوئی بیمار ہوا اور اُسکا مرض سخت ہو گیا اور برابر بیمار رہا اسی سے اُسنے خدائے تعالی سے کہا کہ اگر چاہے تو مجھے مسلمان وفات دے اور چاہے تو مجھے کافر وفات دے تو اللہ تعالی سے کافر ہو اپنے دین سے مرتد ہو جائیگا قال المترجم عبارت اصل یہ ہے فقال المریض ان شئت توفنی مسلما وان شئت توفنی کافرا یعنی کافر ایا لنصب ہے یا اعتن بہ و الحول ہذا کا نہ تصحیف واصل العبارۃ ہذا کہ اے خدا تو مجھے وفات دے چاہے مسلمان و چاہے کافر اے توفنی ان شئت مسلما وان شئت کافرا سو اسواسطے کہ صورت اوّل میں احتمال ہے کہ خاتمہ علی مشیت اللہ تعالی ہے خواہ باسلام یا بکفر اگرچہ اللہ تعالی کی رضا بر کفر نہیں ہے وہذا کما قالوا فی قولہ تعالی ولو شاء اللہ لجمعہم علی الہدی ونحوہ وما الثانی فا نہ یحکم بہذا الحکم جدا فافہم۔ اور اسی طرح اگر کوئی شخص طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہوا پس اُسنے کہا کہ تو نے میرا مال لیا اور میری اولاد لی اور چنین و چنان لیا پس وہ کیا ہے کہ اسکو کریگا یا وہ کیا باقی رہا ہے کہ تو نے اسکو نہ لیا یا مثل اسکے اور الفاظ کہے تو وہ کافر ہوا یہ محیط میں ہے۔ اب اُن الفاظ کفر کا بیان ہے جو متعلق بہ تلقین کفر وحکم یا بارتداد و تعلیم کفر ہیں اور متعلق تشبیہ کفار وغیرہ از اقرار صریح و کنایہ ہیں۔ اگر کسی نے دوسرے کو کلمہ کفر تلقین کیا تو مرد تلقین کرنیوالا کافر ہو جائیگا اگرچہ بطور لعب کے ہو۔ اور اسیطرح اگر کسی مرد نے دوسرے کی عورت کو حکم دیا کہ مرتد ہو کر اپنے شوہر سے بائنہ ہو جا تو یہ حکم دینے والا کافر ہو جائیگا ایسا ہی امام ابو یوسف رح سے مروی ہے اور امام اعظم رح سے مروی ہے کہ جس نے دوسرے کو کافر ہونے کا حکم کیا تو خود کافر ہو جائیگا خواہ مامور نے کفر کیا یا نہ کیا۔ فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ اگر کسی نے دوسرے کو کلمہ کفر سکھلایا تو بعضے کہتے ہیں کہ اسکو کلمہ کفر سکھلایا اور ارتداد کا حکم کیا تو کافر ہو جائیگا اور اسی طرح اگر کسی عورت کو کلمہ کفر سکھلایا تو جبھی کافر ہوگا کہ جب اسکو مرتد ہو جانے کا حکم کیا ہو یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے پر قتل یا قطع عضو یا جان یا عضو تلف کرنے کی تخویف کے ساتھ اکراہ کیا کہ کلمہ کفر زبان سے کہے پس اُسنے کلمہ کفر زبان سے نکالا تو اسمیں کئی صورتیں ہیں اوّل آنکہ اُسنے زبان سے کلمہ کفر کہا حالانکہ اسکا دل ایمان سے مطمئن ہے اور اُسکی خاطر میں کوئی شے سوائے اس چیز کے جس پر اکراہ کیا ہے نہیں گذری یعنے زبان سے کلمہ کفر کہے تو اس صورت میں اُسکے کفر کا حکم نہ کیا جائیگا نہ قضاءً اور نہ فیما بینہ و بین اللہ تعالی اور وجہ دوم یہ کہ اُسنے شخص مکرہ نے

بیان کیا کہ میرے دل مین یہ خیال آیا تھا کہ مین اسکو گذشتہ زمانہ مین اپنے کفر سے دروغ خبر دون پس مین نے
اسی ارادہ سے زبان سے کلمہ کفر نکالا اور اسکے جواب سے بتجدید سے بارادۂ کفر مستقبل کے زبان سے کلمہ کفر نہین نکالا
تو ایسی صورت مین قاضی قضاءً اسکے کفر کا حکم دیگا حتی کہ اسکے اور اسکی جورو کے درمیان تفریق کر دیگا اور وجہ سوم
یہ کہ اسنے کہا کہ میرے دل مین گذرا تھا کہ دروغ اسکو اپنے زمانہ گذشتہ کے کفر سے خبر دون ولیکن مین نے زبان سے
نکالنے مین زمانہ ماضی کے اپنے کفر کی بطور دروغ خبر دینے کی نیت نہین کی بلکہ اسکے جواب کلام پر کفر مستقبل کی نیت
کی تو ایسی صورت مین یہ شخص قضاءً اور فیما بینہ وبین اللہ تعالی دونون طرح کافر ہو جائیگا۔ اور اگر کسی پر اکراہ کیا
گیا کہ اس صلیب کی طرف نماز پڑھے پس اسنے صلیب کے رخ نماز پڑھی تو اسمین تین صورتین ہین اول آنکہ اسنے کہا
کہ میرے خاطر مین کچھ نہین گذرا مگر مین نے صلیب کی طرف اکراہ کی وجہ سے مجبور ہو کر نماز پڑھی تو اس صورت
مین قضاءً و فیما بینہ وبین اللہ تعالی اسکی تکفیر نہ کیجائیگی اور اگر اسنے کہا کہ میرے دل مین گذرا کہ مین اللہ تعالی
کے واسطے نماز پڑھتا ہون اور مین نے صلیب کے واسطے نماز نہین پڑھی تو اس صورت مین بھی قضاءً و نہ فیما بینہ
وبین اللہ تعالی کسی صورت سے تکفیر نہ کیا جائیگا اور اگر اسنے کہا کہ میرے دل مین گذرا کہ اللہ تعالی کے واسطے نماز پڑھون
مگر مین نے اسکو ترک کیا اور صلیب کے واسطے نماز پڑھی تو اس صورت مین اسکی تکفیر کیجائیگی قضاءً اور فیما بینہ وبین اللہ تعالی
دونون طرح سے تکفیر کیجائیگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کسی سے کہا گیا کہ بادشاہ کو سجدہ کر ورنہ ہم تجھکو قتل کرینگے تو افضل یہ ہے کہ
قتل ہو جاوے اور سجدہ نہ کرے یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اور اگر عمداً کوئی شخص کلمہ کفر بولا ولیکن اسکے کفر کا اعتقاد نہین
کیا تو بعض نے فرمایا کہ تکفیر نہ کیا جائیگا اور بعض نے فرمایا کہ تکفیر کیا جائیگا اور میرے نزدیک یہی صحیح ہے یہ بحر الرائق مین
ہے۔ اور جو شخص کلمہ کفر بولا حالانکہ وہ نہین جانتا ہے کہ یہ کلمہ کفر ہے مگر اسنے اپنے اختیار سے یہ لفظ کہا ہے تو عامہ علماء نے کہا کہ
اسکی تکفیر کیجائیگی اور نادانستگی کا عذر مقبول نہ ہوگا مگر بعض علماء نے اسکی تکفیر کیے جانے مین اختلاف کیا ہے و خلاصہ
مین ہے ہزل کرنے والے اور استہزاء کرنے والے نے اگر براہ استخفاف و استہزاء و مزاح کے کلمہ کفر کہا تو سب کے نزدیک
کفر ہوگا اگرچہ اسکا اعتقاد اسکے خلاف ہو اور اگر کوئی شخص خطا سے کلمہ کفر بولا مثلاً اسکا ارادہ تھا کہ ایسا لفظ بولے
جو کفر نہین ہے پھر اسکی زبان خطا کر گئی اور اسکی زبان سے کلمہ کفر نکل گیا تو سب کے نزدیک یہ کفر نہ ہوگا یہ فتاوی
قاضی خان مین ہے۔ اور اگر مجوس کی ٹوپی اپنے سر پر رکھی تو صحیح قول کے موافق اسکی تکفیر کیجائیگی الا آنکہ بضرورت
بغرض گرمی یا سردی دفع کرنے کے ایسا کیا ہو تو تکفیر نہ ہوگی۔ اور اگر اپنی کمر مین زنار باندھی تو بھی تکفیر کیا جائیگا لیکن اگر
لڑائی مین مسلمانون کے واسطے بھید لانے گیا اور باندھ لیا تاکہ کافر لوگ دھوکا کھاوین تو تکفیر نہ کیا جائیگا۔ اور اگر کسی نے کہا کہ
مجوس بہتر ہین اس چیز سے جسمین ہم ہین یعنی ہمارے فعل سے فعل مجوس اچھا ہے یا کہا کہ مجوسیت سے نصرانیت بہتر ہے تو تکفیر
کیا جائیگا اور اگر کہا کہ نصرانیت سے مجوسیت بدتر ہے تو تکفیر نہ کیا جائیگا۔ اور اگر کہا کہ یہودیت سے نصرانیت بہتر ہے تو تکفیر
کیا جائیگا یا کسی عامل سے کہا کہ جو تو کرتا ہے اس سے کفر بہتر ہے تو بعض کے نزدیک مطلقاً تکفیر کیا جائیگا اور فقیہ ابو اللیث
نے کہا کہ جب ہی تکفیر کیا جائیگا کہ اسنے تحسین کفر کا قصد کیا ہو اور اگر اس شخص کے فعل کی تقبیح بیان کرنی منظور ہو تو تکفیر
نہ کیا جائیگا اور اگر مجوسیون کے نوروز مین نکلا تاکہ جو وہ لوگ اس روز کرتے ہین اسمین انکے ساتھ موافقت کرے تو تکفیر
کیا جائیگا اور اگر نوروز کے دن کوئی چیز ایسی خریدی جسکو عادت کے موافق اور دنون مین نہین خریدتا تھا آج اخرض

تعظیم نوروز کے نہ بغرض کھانے پینے کے اسکو خریدا تو تکفیر کیا جائیگا اور اگر کسی نے نوروز کے دن مشرکون کو بغرض
تعظیم نوروز کچھ ہدیہ بھیجا اگرچہ ایک انڈا ہو تو تکفیر کیا جائیگا اور اگر ایسے مجوسی کی دعوت قبول کی جسنے اپنے
لڑکے کا سر منڈایا ہو تو تکفیر نہ کیا جائیگا اور اگر امر کفار کی تحسین کرتا ہو تو بالاتفاق تکفیر کیا جائیگا حتی کہ مشائخ نے فرمایا
کہ اگر کسی نے کہا کہ کھانے کے وقت مجوس کا خاموش رہنا کلام ترک کرنا اچھا ہے یا حالت حیض میں مجوسیوں کا عورت
کے ساتھ نہ لیٹنا اچھا ہے تو وہ کافر ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور اگر کسی انسان کے واسطے تعظیماً بروقت خلعت جانور ذبح کیا
یا حلوا وغیرہ بنایا تو شیخ الاسلام ابو بکر رحمہ نے فرمایا کہ یہ کفر ہے اور ذبح کیا ہوا جانور مردار ہے کہ اسکا کھانا حلال نہیں ہے
اور شیخ اسمعیل زاہد نے فرمایا کہ اگر گائے یا اونٹ جوڑا اسپ میں حاجیوں یا نمازیوں کی آمد کے واسطے ذبح کیا تو علماء کی
ایک جماعت نے فرمایا کہ یہ کفر ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک عورت نے اپنی کمر میں ڈورا باندھا اور کہا کہ یہ زنار ہے
تو تکفیر کیجائیگی یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک نے دوسرے سے فارسی میں کہا کہ گبری بہ از ین کار کہ تو می کنی یعنی کافر ہونا اس کام سے
جو تو کرتا ہے بہتر ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اس شخص کے فعل کی تقبیح کا قصد کیا ہے تو کفر نہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔
ایک نے کہا کہ کافری کردن بہ از خیانت کردن یعنے چوری کرنے سے کافری کرنا بہتر ہے تو اکثر علماء کے نزدیک اسکی تکفیر
کیجائیگی کذا فی المحیط اور شیخ ابو القاسم صفار نے بھی اسی پر فتوی دیا ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک نے اپنی جورو کو مارا پس اسکی
جورو نے کہا کہ تو مسلمان نہیں ہے پس مرد نے کہا کہ ہبہ ای لست مسلم یعنی مانا کہ میں مسلمان نہیں تو شیخ ابو بکر محمد بن الفضل
نے فرمایا کہ اس سے کافر ہو جائیگا۔ اور ہمارے بعضے اصحاب سے منقول ہے کہ اگر کسی سے کہا گیا کہ کیا تو مسلمان نہیں ہے اسنے کہا کہ
نہیں تو یہ کفر ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تجھے حمیت نہیں ہے اور نہ دین اسلام ہے
کہ تو اجنبیوں کے ساتھ مجھے خلوت میں چھوڑنے پر راضی ہوتا ہے پس شوہر نے کہا کہ مجھے حمیت نہیں ہے اور نہ دین اسلام ہے
تو بعض نے فرمایا کہ اسکی تکفیر کیجائیگی۔ ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ او کافرہ او یہودیہ او مجوسیہ پس عورت نے کہا کہ
میں ایسی ہی ہوں یا کہا کہ میں ایسی ہی ہوں مجھے طلاق دیدے یا کہا کہ اگر میں ایسی نہ ہوتی تو تیرے ساتھ کیوں رہتی یا
کہا کہ اگر میں ایسی نہ ہوتی تو تیرے ساتھ صحبت نہ رکھتی یا کہا کہ تو مجھے نہ رکھتا تو اسکی تکفیر کیجائیگی اور اگر یوں کہا کہ اگر میں ایسی
ہوں تو تو مجھے مت رکھ تو اسکی تکفیر نہ کیجائیگی اور بعضوں نے کہا کہ اس صورت میں بھی تکفیر کیجائیگی مگر اول اصح ہے اور اسی پر شیخ
جمال الدین نے فتوی دیا ہے۔ اور علی ہذا اگر عورت نے شوہر کو کہا کہ ای کافر ای یہودی ای مجوسی پس شوہر نے کہا کہ میں ایسا ہی
ہوں تو مجھ سے الگ ہو یا کہا کہ اگر میں ایسا نہ ہوتا تو تجھے نہ رکھتا تو اسکی تکفیر کیجائیگی۔ اور اگر یوں کہا کہ اگر میں ایسا ہوں
تو تو میرے ساتھ مت رہ تو اسمیں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اسکی تکفیر نہ کیجائیگی اور اگر یوں کہا کہ یکراہ کہ چنین باشم
میباش تو اظہر یہ ہے کہ اسکی تکفیر کیجائیگی اور بعض نے فرمایا کہ نہیں تکفیر کیجائیگی۔ اور اگر کسی اجنبی نے کہا کہ ای کافر ای یہودی
پس اسنے کہا کہ ایسا ہی ہوں میرے ساتھ صحبت نہ رکھ یا کہا کہ اگر میں ایسا نہ ہوتا تو تیرے ساتھ صحبت نہ رکھتا خلاصہ آنکہ
آخر تک وہی الفاظ بیان کیے جو پہلے اوپر بیان کیے ہیں تو انکا حکم بھی اسی طرح ہوگا جیسا بیچ جورو و مرد کے درمیان ایسے
الفاظ جاری ہونے کی صورت میں بیان کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے کسی فعل کا ارادہ کیا پس اسکی جورو نے کہا کہ تو
کافر ہے اگر ایسا فعل کرے مگر مرد نے نہ مانا اور وہ فعل کیا تو تکفیر نہ ہوگی اور اگر اپنی جورو سے کہا کہ ای کافرہ پس عورت نے
کہا کہ نہیں بلکہ تو ہے یا عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ او کافر پس شوہر نے کہا کہ نہیں بلکہ تو ہے تو ان دونوں میں تفریق

واقع نہ ہوگی ایسا ہی فقیہ ابو اللیثؒ نے اپنے فتاوی میں ذکر کیا ہے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ
چون مغ بچہ آگندہ شدہ پس شوہر نے کہا کہ تو اتنا تک اتنی مدت آتش پرست کے ساتھ رہی یا کہا کہ تو اتنی مدت
آتش پرست کے ساتھ کیوں رہی تو یہ شوہر کی طرف سے کفر ہے اور اگر شوہر نے عورت سے کہا کہ او مغزادہ پس عورت نے کہا
کہ پھر تو نے اتنی مدت مغزادہ کو رکھا ہے یا کہا کہ مغزادہ کو کیوں رکھا ہے تو یہ عورت کی طرف سے کفر ہے۔ اور اگر اجنبیہ عورت سے یا کافرہ
یا اجنبی مرد سے کہا کہ او کافر اور جس سے کہا ہے اُسنے کچھ نہ کہا یا اپنی جورو سے کہا کہ او کافرہ اور عورت نے کچھ نہ کہا یا جورو نے اپنے
شوہر سے کہا کہ او کافر اور شوہر نے کچھ نہ کہا تو فقیہ ابو بکر اعمش بلخی فرماتے تھے کہ کہنے والے کی تکفیر کیا جائیگا اور دیگر مشائخ نے فرمایا
کہ تکفیر نہ کیا جائیگا۔ اور فتوی کے واسطے اس جنس کے مسائل میں مختار یہ ہے کہ ایسے کلمات کے کہنے والے نے اگر اُسکو برا کہنے
کی نیت کی اور در واقع اسکو کافر اعتقاد نہیں کیا ہے تو اسکی تکفیر نہ کیجائیگی اور اگر در واقع اسکو کافر اعتقاد کر کے اپنے اعتقاد
کے موافق اسکو ان کلمات سے مخاطب کیا تو اسکی تکفیر کیجائیگی یہ ذخیرہ میں ہے ایک عورت نے اپنے فرزند سے کہا کہ اے مغ بچہ
یا اے کافر بچہ یا اے یہودی بچہ تو اکثر علماء نے فرمایا کہ یہ کفر نہ ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ کفر ہوگا اور اگر جورو نے اپنے فرزند کے واسطے ایسے
الفاظ کہے اور آپس میں اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ اگر مرد نے گویا کہ اپنے نفس کا ارادہ نہیں کیا ہے تو تکفیر نہ کیجائیگی یہ فتاوی قاضیخان
میں ہے۔ اور اگر اپنے جانور کی نسبت کہا کہ اے کافر خدا ہو یا بالاتفاق تکفیر نہ کیا جائیگا۔ اور اگر کسی دوسرے سے کہا کہ اے کافر اے
یہودی اے مجوسی پس اسنے کہا کہ لبیک یعنی جی ہاں تو وہ تکفیر کیا جائیگا اور اسی طرح اگر کہا کہ آرے ہمچنین گیر یعنی ہاں ایسا ہی
جان لے تو اسکی تکفیر کیجائیگی۔ اور اگر اس دوسرے نے کہا کہ خود تو ہی ہے یا کچھ نہ کہا بلکہ خاموش رہا تو تکفیر نہ کیا جائیگا۔ اور اگر
کسی نے کہا کہ مجھے اپنے کافر ہو جانے کا خوف تھا تو تکفیر نہ کیا جائیگا اور اگر یوں کہا کہ تو نے مجھے یہاں تک تنگ کیا ہے یا کہ میں نے
چاہا کہ کافر ہو جاؤں تو تکفیر کیا جائیگا۔ ایک نے کہا کہ یہ زمانہ مسلمانی اختیار کرنے کا نہیں ہے زمانہ کافری ہے تو بعض نے
فرمایا کہ تکفیر کیا جائیگا اور صاحب محیط نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ کلمہ تکفیر نہیں ہے قال المترجم ہمارے زمانہ میں
اگر کسی نے ایسا کہا تو اسپر کفر کا خوف ہے جیسے ہمارے زمانہ میں جو شخص اپنے دل و اعتقاد سے راست اسلام پر وفا
حق عزوجل کے موافق زندگی بسر کر جاوے اور اللہ تعالی اُسکا خاتمہ بخیر کرے تو امید ہے کہ مستحق ثواب جمیل و جزاء جزیل
ہوگا ثبتنا اللہ تعالی وایانا اہل الاسلام برحمتہ ورأفتہ منہ تعالی علی الصراط القویم بتوفیق الخیر وہو علی کل شیء قدیر اور
واقعات ناطفی میں لکھا ہے کہ مسلم و مجوسی دونوں کسی مقام پر یکجا جمع تھے پس کسی نے مجوسی کو پکارا کہ اے مجوسی پس مسلمان نے اسکو
جواب دیا تو شیخ نے فرمایا کہ اگر اس پکارنے والے کے کسی ایک ہی کام میں دونوں لگے ہوئے ہوں پس مسلمان نے یہ
گمان کر کے کہ وہ اس کام کے واسطے پکارتا ہے جواب دیا ہو تو مسلمان مذکور پر کفر لازم نہ آویگا اور اگر دونوں ایک ہی
کام میں لگے نہ ہوں تو اسپر کفر کا خوف ہے۔ اگر کسی مسلمان نے کہا کہ میں ملحد ہوں تو تکفیر کیا جائیگا اور اگر اس نے عذر
کیا کہ میں نہ جانتا تھا کہ یہ کفر ہے تو اسکا یہ عذر قبول نہ ہوگا۔ ایک نے کوئی بات کہی کہ قوم نے یہ زعم کیا کہ یہ کفر ہے حالانکہ
در حقیقت وہ کفر نہیں ہے پس اس سے کہا گیا کہ تو کافر ہوا اور تیری جورو پر طلاق واقع ہو گئی پس اسنے کہا کہ کافر شدہ گیر و
طلاق شدہ گیر یعنی کافر ہوا سہی سمجھ لے تو کافر ہو جائیگا اور اُسکی جورو اس سے بائنہ ہو جائیگی یہ فصول عمادیہ میں ہے یتیمہ
میں ہے کہ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے کہا کہ میں فرعون ہوں یا ابلیس ہوں تو فرمایا کہ ایسی صورت
میں کافر کہا جائیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک محض نصیحت کنندہ نے کسی فاسق کو نصیحت کی اور اسکو توبہ کی طرف رجوع

کرنے کو چاہا پس اس فاسق نے کہا کہ اُن پس انہیں کلاہ مغان بر سر نہم یعنی ان سب کے بعد آتش پرستوں کی ٹوپی اپنے
سر پر رکھونگا تو تکفیر کیا جائیگا۔ ایک استانی نے دختر سے کہا کہ تیرے ساتھ بہشت سے کافر ہونا بہتر ہے تو اس عورت کی تکفیر کیجائیگی اگر
کسی نے کہا کہ ہر چہ مسلمانی کردہ ام ہمہ بکافران دادم یعنی جو کچھ میں نے مسلمانی کی ہے وہ سب کافروں کو دیدی بشرطیکہ
فلان کام کروں پھر اُس شخص نے فلان کام کیا تو اسکی تکفیر نہ کیجائیگی اور اسپر کفارہ قسم بھی لازم نہ آویگا۔ ایک عورت نے
کہا کہ میں کافر ہوں اگر ایسا کام کروں تو شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ فی الحال کافر ہو کر اپنے شوہر سے
بائنہ ہو جائیگی اور شیخ علی سغدی نے فرمایا کہ یہ تعلیق صحیح ہے اور کفر نہیں ہے قال المترجم قول شیخ علی سغدی رح اصح ہے
اور اگر کسی عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ اگر تو نے اسکے بعد مجھ پر جفا کی یا ایذا دی یا کہا کہ اگر تو نے میرے واسطے فلان چیز نہ
خریدی تو میں کافرہ ہو جاؤنگی تو فی الحال کافرہ ہو جائیگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک نے کہا کہ کنت مجوسیا الا انی اسلمت
اور یہ اُسنے بسبیل تمثیل کہا اور اُسکا اعتقاد نہیں کیا تو اُسکے کفر کا حکم دیدیا جائیگا۔ اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اگر
کسی کے واسطے تحیہ کا سجدہ کیا یعنے عبادت کا سجدہ نہیں کیا تو اُسکی تکفیر نہ کیجائیگی قال المترجم یعنے کبیرہ کا مرتکب ہے اگرچہ تکفیر نہ
کیجائیگی یہ سراجیہ میں ہے اور خزانہ میں لکھا ہے اگر زید نے عمرو سے کہا کہ اللہ تعالی عز وجل تجھ سے مسلمانی الگ کرے اور بکر نے
کہا کہ آمین تو یہ دونوں کافر ہو جاوینگے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایذا دی پس اُس نے کہا کہ میں مسلمان ہوں مجھ کو ایذا نہ دے
پس اس ایذا دینے والے نے کہا کہ چاہے مسلمان رہ چاہے کافر تو تکفیر کیا جائیگا اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر کافر ہونگا تو میرا
کیا نقصان ہے تو بھی اسپر کفر لازم ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ کوئی کافر مسلمان ہوا اور مسلمانوں نے اسکو چیزیں اور بہت
مال و متاع دیا پس کسی مسلمان نے کہا کہ کاش میں کافر ہوتا تاکہ مسلمان ہو جاتا اور لوگ مجھے بھی چیزیں دیتے یا فقط دل سے
اس امر کی تمنا کی تو وہ کافر ہو جائیگا ایسا ہی بعض مشائخ سے منقول ہے۔ اگر کسی نے تمنا کی کہ کاش اللہ تعالی نے شراب
حرام نہ کی ہوتی تو اسکی تکفیر نہ کیجائیگی اور اگر یہ تمنا کی کہ کاش اللہ تعالی نے حرام نہ کیا ہوتا ظلم یا زناکاری یا ناحق
قتل کر دینا تو کافر ہو جائیگا اسواسطے کہ یہ چیزیں کسی وقت میں حلال نہیں تھیں پس اول صورت میں اُسنے ایسی چیز کی
تمنا کی جو تحلیل نہیں ہے اور دوسری صورت میں ایسی چیز کی تمنا کی جو تحلیل ہے اور علی ہذا اگر یہ تمنا کی کہ بھائی و بہن کا نکاح
حرام نہ ہوتا تو تکفیر نہ کیا جائیگا اسواسطے کہ ابتدا میں یہ حلال تھا تحلیل نہیں ہے اور حاصل یہ ہے کہ جو چیز کسی وقت میں حلال
تھی پھر وہ حرام ہوگئی ہے پس اسکی نسبت تمنا کی کہ کاش حرام نہ ہوتی تو تکفیر نہ کیا جائیگا۔ اگر کسی مسلمان نے کوئی نصرانیہ
خوبصورت دیکھکر تمنا کی کہ کاش میں نصرانی ہوتا تاکہ اس سے نکاح کر لیتا تو اسکی تکفیر کیجائیگی یہ محیط میں ہے۔ ایک
نے دوسرے سے کہا کہ حق کے ساتھ تو میری مددگاری کر پس اس دوسرے نے کہا کہ حق کے ساتھ تو ہر کوئی مددگاری
کرتا ہے میں ناحق کے ساتھ تیری مددگاری کرونگا تو تکفیر کیا جائیگا یہ فصول عمادیہ میں ہے قال المترجم اصل عبارت
یہ ہے مرا حق یاری دہ فقال ذلک الغیر بحق ہر کس یاری دہد من ترا بناحق یاری دہم تکفیر کذا فی الفصول مگر
میں اسکی وجہ نہیں سمجھتا ہوں الا آنکہ مراد بواسطہ حق یا یہ قسم مراد ہو واللہ اعلم۔ ایک شخص نے دوسرے سے
جس سے جھگڑا کر رہا ہے کہا کہ تو ہر روز اپنے مثل اور دس مٹی سے بنالے یا مٹی کے نہ کہا پس اگر اسکی مراد مثل سے مثل
من حیث الخلقۃ ہو تو تکفیر کیا جائیگا اور اگر یہ مراد ہے کہ اپنے سے کسی کو نفع کہ مجھ کو ضرر نہیں ہے مثلاً تو اسکی
تکفیر نہ کیجائیگی اور ہمارے زمانہ میں اسی جنس کا ایک واقعہ ہوا کہ کسی کسان یا مالی نے کہا کہ میں نے یہ درخت

پیدا کیا ہے پس بالاتفاق سب مفتیوں نے جواب دیا کہ اسکی تکفیر نہ کیجائیگی اسواسطے کہ پیدا کرنے سے اس مقام پر عادت
کے موافق پیٹ بنانا مراد ہوتی ہے کہ اگر اُسنے حقیقت پیدائش مراد لی ہو تو تکفیر کیا جائیگا قال یہ ہمارے عرف کے
خلاف ہے ہان اگر یہ کہا کہ میرا بنایا ہوا ہے یا اُگایا ہوا ہے تو البتہ یہ جواب ہو سکتا ہے کیونکہ پیدا کیا ہوا جننے لگایا ہوا
ہمارے عرف میں نہیں ہے فافہم واللہ اعلم - اور اگر کسی نے کہا کہ رہنے دار کار کلیم و آزاد وار جو یعنی مسافروں کیطرح
کار کرونگا اور آزادون کی طرح کھاؤنگا تو بعض نے فرمایا کہ یہ خطاے کلام ہے اور یہی ایسا کلام بولتا ہے جو اپنا نذر اپنی
کمائی سے جانتا ہے قال المترجم ہمارے نزدیک آمین کہ شرط ہے ہاں اگر اسکی یہ نیت ہو کہ روزی میری کمائی سے
ہے تو تکفیر کیا جائیگا - اور اگر کسی نے کہا جب تک فلان بچارے خود موجود ہے یا جب تک کہ میرا یہ روپیہ کا بازو سلامت
ہے تجھے روزی کی کچھ کمی نہیں ہے تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ تکفیر کیا جائیگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اسپر کفر کا خوف
ہے - اور اگر کسی نے کہا کہ روزی پر تحقیق ہے تو یہ خطاے عظیم ہے - اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ ایک سجدہ خدا کو کر اور ایک
سجدہ مجھکو تو بعض نے کہا کہ اسکی تکفیر کیجائیگی قال المترجم یعنی کمال تحقیق یہ ہے کہ اگر ہو و لیکن تکفیر نہ کیجائیگی - الامام شیخ
ابو بکر محمد بن الفضل سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص شطرنج کھیلتا ہے پس اسکی جورو نے کہا کہ تو شطرنج نہ کھیلا کر اسواسطے کہ مرا ہوا
عالموں نے منع کیا ہے کہ اُسنے جواب دیا کہ جو شطرنج کھیلے وہ دشمنان خداے تعالیٰ سے ہے پس شوہر نے فارسی میں کہا کہ
ایدون کہ من دشمن خدایم تسلیم و نیا را حجم پس شیخ نے دریافت کرنیوالے سے کہا کہ یہ شخص لفظاً ہمارے علماء
کے قول پر جاہل ہے کہ اپنی جورو سے نکاح کی تجدید کرے اور اسکی جورو بائنہ ہو گئی اور دیگر مشائخ نے فرمایا کہ اسکی
تکفیر نہ کیجائیگی - اور شیخ عبد الکریم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص ایک قوم سے جھگڑا کرتا تھا پس کہا کہ میں دس آتش
پرستوں سے بدتر گنہگار ہوں یا کہا کہ میں دس مجوسیوں سے بدتر ہوں تو فرمایا کہ اسکی تکفیر نہ کیجائیگی اور اسپر لازم
ہے کہ توبہ و استغفار کرے - اور شیخ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص سے کہا گیا کہ یا ایک درم دے تاکہ مسجد کی عمارت
ہو یا جو کچھ کیا جاوے یا مسجد میں نماز کے واسطے حاضر ہو پس اُسنے کہا کہ میں مسجد میں آؤنگا اور نہ درم دونگا مجھے یہ
سے کیا کام ہے اور وہ اسی پر مصر ہے یعنی عمداً ایسا ہی کرتا ہے تو فرمایا کہ اسکی تکفیر نہ کیجائیگی لیکن اسکو تعزیر دیجاوے یہ محیط میں
ہے - اور اگر کسی نے چاند کے گرد ہالہ دیکھکر دعوے کیا کہ پانی برسیگا تو دعوی علم غیب سے تکفیر کیا جائیگا یہ بحرالرائق میں
ہے اور اگر منجم نے کہا کہ تیری جورو کے پیٹ رہا ہے پس اُسنے اُسکے قول کا اعتقاد کیا تو کافر ہوا یہ فصول عمادیہ میں ہے اور
اگر کہا مرغ نے آواز کی پس کہا کہ مریض مر جاویگا یا کہا کہ بازار گران ہونے والا ہے یا عقعق نے آواز کی پس سفر سے لوٹ آیا تو
مشائخ نے ایسے شخص کے کفر میں اختلاف کیا ہے یہ خلاصہ میں ہے - امام فضلی سے دریافت کیا گیا کہ ایک نے دوسرے سے کہا
کہ یا احمر یعنی اے سرخ پس اس شخص نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے سپید گوہر سے پیدا کیا ہے اور تجھکو مٹی سے پیدا کیا ہے اور مٹی
ایسی نہیں ہوتی ہے پس آیا تکفیر کیا جائیگا تو فرمایا کہ ہان اور نیز دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایسا قول کہا جو شرع میں ممنوع
ہے پس اُس سے ایک نے کہا کہ تو کیا کرتا ہے تجھپر کفر لازم آگیا اُس نے کہا کہ میں کیا کرونگا جب تجھپر کفر لازم آگیا پس آیا تکفیر
کیا جائیگا تو فرمایا کہ ہان - اور نیز دریافت کیا گیا کہ ایک شخص ہنادی کی جگہ زادہ پڑھتا ہے اور اصحاب النار کی جگہ اصحاب
الجنۃ پڑھتا ہے تو فرمایا کہ اسکی امامت جائز ہے اور اگر عمداً اُسنے ایسا کیا تو تکفیر کیا جائیگا - اور جامع اصغر میں مذکور
ہے کہ شیخ علی رازی فرماتے تھے کہ جو شخص اسطرح قسم کھایا کرتا ہے کہ مجھے اپنی زندگی کی قسم یا تیری زندگی کی قسم یا تیری [illegible]

سر وغیرہ ایسے الفاظ کا استعمال کرتا ہے مین اُسکے حق مین کفر کا خوف کرتا ہون اور اگر کہا کہ رزق اللہ کی طرف سے ہے مگر بندہ کی طرف سے جنبش چاہتا ہے تو بعض نے کہا کہ یہ شرک ہے ایک نے کہا کہ مین ثواب عذاب سے بری ہون تو بعض نے فرمایا کہ اُسکی تکفیر کیجائیگی۔ اور نوازل مین مذکور ہے کہ ایک نے کہا کہ جو فلان کہیگا وہی کرونگا اگرچہ سراسر کفر کہے تو اُسکی تکفیر کیجائیگی ایک نے فارسی مین کہا کہ از مسلمانی بیزارم یا مثلاً اردو مین کہا کہ مین مسلمانیت سے بیزار ہون تو بعض نے فرمایا کہ اُسکی تکفیر کیجائیگی۔ اور نقل ہے کہ مامون رشید بادشاہ کے وقت مین ایک فقیہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک جولاہہ کو قتل کرڈالا اسپر کیا واجب ہے اُسنے جواب دیا کہ تفارتین واجب ہے مامون رشید نے حکم دیا کہ اس فقیہ کو مارو چنانچہ اُسکے حکم سے یہان تک مارا گیا کہ مرگیا اور مامون نے کہا کہ یہ علم شرع کے ساتھ استہزا ہے اور احکام شرعی سے استہزا کرنا کفر ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر درویشی را گوید یہ تکلم نسبت عمل است تو یہ کفر ہے یہ مضمرات مین ہے۔ اور اگر کسی نے ہمارے زمانہ کے سلطان کو کہا کہ عادل ہے تو اُسنے اللہ تعالی سے کفر کیا چنانچہ امام علما لمسہ سے ابو منصور ماتریدی نے ایسا ہی فرمایا ہے اور بعض نے کہا کہ تکفیر نہ کیا جائیگا قال المترجم اگر ہمارے زمانہ کے بادشاہ کو بمعنی شرعی عادل قرار دیا تو بدرجہ اولی تکفیر کیا جاوے وہو الاصح۔ اور اگر جابرون مین سے کسی کو فارسی مین کہا کہ ای خدای تو تکفیر کیا جاوے اور اگر کہا کہ ای بار خدای تو تکفیر کیا جاوے بنا بر قول اکثر مشائخ کے اور یہی مختار ہے کذا فی الخلاصہ قال المترجم ہماری زبان مین ان دونون سے تکفیر کیا جائیگا واللہ اعلم ولم احد فیہا النص۔ تاتارخانیہ مین مذکور ہے کہ شیخ رحمہ اللہ تعالی سے دریافت کیا گیا کہ جمعہ کے روز منبرون پر خطیب جو الفاظ نسبت بادشاہ وقت کے پڑھا کرتے ہین مثلاً العادل الاعظم شہنشاہ اعظم مالک رقاب الامم سلطان ارض اللہ مالک بلاد اللہ معین خلیفۃ اللہ سو آیا یہ الفاظ علی الاطلاق وبلا تحقیق جائز ہین یا نہین تو فرمایا کہ نہین جائز ہین اسواسطے کہ ان مین سے بعض الفاظ کفر ہین اور بعض معصیت و دروغ ہین چنانچہ شہنشاہ کے بدون وصف اعظم کے خدا کے اسماء اللہ تعالی سے ہے اور کسی بندہ کا وصف اس لفظ سے جائز نہین ہے اور مالک رقاب الامم محض دروغ ہے اور سلطان ارض اللہ و معین وغیرہ اسکے امثال سو یہ علی الاطلاق محض دروغ ہین یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور امام ابو منصور رحمہ نے فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے کے روبرو زمین کو بوسہ دیا یا اسکے واسطے مثل رکوع کے پشت خم کرکے جھک گیا یا اپنا سر آگے ڈالدیا تو اُسکی تکفیر نہ کیجائیگی اسواسطے کہ اُسکی غرض اُسکی عبادت نہین ہے بلکہ تعظیم ہے اور دیگر مشائخ نے فرمایا کہ اگر کسی نے ان ظالمون مین سے کسی کے واسطے سجدہ کیا تو یہ کبیرہ گناہون مین ایک بڑا کبیرہ گناہ ہے اور آیا اُسکی تکفیر کیجاویگی تو بعض نے فرمایا کہ مطلقاً تکفیر کیجائیگی اور اکثرون نے فرمایا کہ اسمین چند صورتین ہین اول آنکہ اگر اُسنے عبادت کا قصد کیا تو تکفیر کیا جائیگا اور اگر تحیت کا قصد کیا تو تکفیر نہ کیا جائیگا بلکہ اسپر ایسا کہنا حرام ہے بشرطیکہ اُسکا ارادہ کفر کا نہو یہ اکثر عالمون کے نزدیک ہے اور رہا زمین کا بوسہ دینا تو یہ قریب سجدہ ہے فرق اتنا ہے کہ زمین کو بوسہ دینے مین اسقدر رخ و پیشانی کا زمین پر رکھنا نہین ہوتا ہے جیسے سجدہ مین ہے بلکہ کم ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ قال المترجم اصح یہ ہے کہ جو افعال کمال تعظیم کے واسطے موضوع ہین اور وہ وہی ہین جو مخصوص بہ عبادت الٰہی ہین اگر انکو کسی بندہ کے ساتھ برتے تو کفر کا حکم دیا جائیگا واللہ تعالی اعلم۔ اور اگر کسی نے اعتقاد کیا کہ خراج سلطان کی ملک ہے تو کافر کہا جائیگا یہ بحر الرائق مین ہے۔ اور رسالہ حسامیہ مین ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے بدی کی پس اُسنے کہا کہ مین یہ بدی تیری طرف سے جانتا ہون نہ بجانب خدا کے تو کافر ہو جائیگا اور نیز اسی رسالہ مین مذکور ہے کہ تتمہ النوازل مین لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص شاہی خلعت پہننے وسکی تہنیت کے وقت بغرض رضامندی بادشاہ کے اسکی قربانی

کرے تو کافر ہو جائیگا اور یہ بکری مردار ہوگی اور اسکا کھانا روا نہ ہوگا۔ اور ہمارے زمانہ میں ایک بات شائع ہوگئی
ہے اور بہت سے مسلمانوں کی عورتیں اسمیں مبتلا ہیں اور وہ یہ ہے کہ جب بچوں کے چیچک نکلتی ہے تو اس چیچک کا نام بیبی
یا بھوانی ماتا ایک صورت مقرر کی ہے کہ اسکو پوجتے ہیں اور بچوں کے اچھے ہو جانے کی اس سے دعا کرتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتی
ہیں کہ یہ پتھر انکو اچھا کر دیتا ہے تو یہ عورتیں اس فعل و اس اعتقاد سے کافر ہو جاتی ہیں اور انکے شوہر جو انکے فعل سے
رضامند ہیں وہ بھی کافر ہو جاتے ہیں قال اور جو نہیں رضامند ہیں انکا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ اور دوسرے یہ بات آتی ہے
یہ ہے کہ پانی کے کنارے جاتی ہیں اور اس پانی کو پوجتی ہیں اور جو منتیں رکھتی ہیں اسکے سوا قبول اس پانی کے کنارے
بکرے کو ذبح کرتی ہیں یہ پانی کے پوجنے والی اور بکرے کے ذبح کرنے والی سب کافر ہیں اور یہ بکری مردار ہو جاتی ہے
اسکا کھانا روا نہیں ہے اور اسی طرح جو گھروں میں ایک صورت بنا لیتی ہیں جیسے بت پرستوں کے پوجا کا معمول ہے کہ اسکی
پرستش کرتی ہیں اور بچہ پیدا ہونے کے وقت شکرانے سے نقش کرتی ہیں اور روغن ڈالتی ہیں اور اسکو بنام بھوانی
کہتی ہیں اور پوجتی ہیں اور مثل اسکے جو باتیں کرتی ہیں ان سب سے کافر ہو جاتی ہیں اور اپنے شوہروں سے بائن
ہو جاتی ہیں۔ اور اگر کوئی کہے کہ اس زمانہ میں جب تک خیانت نہ کروں اور جھوٹ نہ بولوں تب تک گذران نہیں ہوتا
ہے یا کہے کہ جبتک تو خرید و فروخت میں جھوٹ نہ بولے تب تک کھانے کو روٹی نہ پاویگا۔ یا کسی سے کہا کہ تو کیوں
خیانت کرتا ہے یا کیوں جھوٹ بولتا ہے وہ کہے کہ بغیر اسکے چارہ نہیں ہے تو ایسے تمام الفاظ سے کافر ہو جاتا ہے۔ اور اگر
کسی سے کہا کہ جھوٹ نہ بولا کر اور وہ کہے کہ یہ بات لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے بھی زیادہ سچی ہے تو کافر ہو جائیگا
اور اگر کوئی غصہ میں ہو جاوے اور دوسرا کہے کہ کافر ہونا اس سے بہتر ہے تو کافر ہو جائیگا۔ اور اگر کوئی شخص ایسی بات
کہے جو شرع میں ممنوع ہے اور دوسرا کہے کہ تو کیا کہتا ہے کہ تجھپر کفر لازم ہوتا ہے وہ کہے کہ تو کیا کریگا اگر مجھپر کفر لازم آئے تو کافر ہو جائیگا
یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور جس شخص کے دل میں ایسے امر کا خطرہ گذرا جو موجب کفر ہے پس اگر اسکو اپنے زبان سے کہا حالانکہ وہ اسکی
بہت کراہیت کرتا ہے تو یہ محض ایمان ہے۔ اور اگر کسی نے کفر کا مصمم ارادہ کیا اگرچہ سو برس کے بعد کفر کرنے کا ارادہ کیا ہو تو فی الحال
کافر ہو جائیگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر کسی نے بطوع خود اپنی زبان سے کفر کہا حالانکہ اسکا دل ایمان پر ہے تو کافر ہو جائیگا اور اللہ
کے نزدیک وہ مومن نہ ہوگا یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ قال المترجم جن صورتوں میں بالاتفاق تکفیر کیجاتی ہے وہاں واجب
ہے کہ توبہ کر کے رجوع کرے اور از سر نو نکاح کرے اور واضح ہو کہ جن صورتوں میں کفر ہونے میں اختلاف ہے ان میں اسکے
مرتکب کو حکم کیا جائیگا کہ وہ تجدید نکاح کرے اور توبہ کرے اور اس سے رجوع کرے اور یہ بطریق احتیاط کے کہا جائیگا
اور جن الفاظ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ خطا ہیں اور موجب کفر نہیں ہے تو اسکے کہنے والے کو تجدید نکاح اور اس سے
پھر جانے کا حکم نہ کیا جائیگا اگرچہ یہ کہا جائیگا کہ پھر ایسا نہ کہے کیونکہ گنہگار ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کوئی مسئلہ ایسا پیش
آوے کہ اسمیں کئی وجہیں ایسی ہیں کہ انکے لحاظ سے یہ حکم ہوتا ہے کہ تکفیر کیجاوے اور ایک وجہ ایسی بھی نکلتی ہے کہ تکفیر
نہ کیجاوے یعنی شرعاً اس وجہ سے تکفیر سے بچ سکتا ہے تو مفتی کو لازم ہے کہ اسی وجہ کی طرف میل کرے جس سے تکفیر نہیں ہوتی ہے یہ
خلاصہ میں ہے اور بزازیہ میں لکھا ہے کہ صورت تاویل کی طرف جس سے تکفیر سے بچ سکتا ہے جب ہی میل کریگا کہ جب تصریح نہ کی
ہو اور اگر کہنے والے نے تصریح کر دی اور صریح ایسا ارادہ بیان کر دیا جو موجب کفر ہے تو ایسی صورت میں تاویل کچھ فائدہ
نہ دیگی یہ بحر الرائق میں ہے پھر اگر کہنے والے کی نیت بھی وہی صورت تاویل ہو جس سے تکفیر سے بچتا ہے تو وہ مسلمان رہا اور اگر

کہنے والے کی نسبت ایسی وجہ ہو کہ وہ موجب تکفیر ہو تو اسکو اس مفتی کا فتوے کچھ مفید نہ ہوگا بلکہ اسکو اپنی دیانت
کی راہ سے لازم ہوگا کہ ایمان کی راہ ڈھونڈھے اور وہ یہ ہے کہ اسکو حکم کیا جائیگا کہ توبہ کرے اس سے رجوع کرے اور
اپنی جورو سے از سر نو اپنا نکاح کرے یہ محیط مین ہے مسلمان کو چاہیئے کہ ہر صبح و شام اس دعا کے پڑھنے کو وظیفہ کرے
کہ یہ ایسے وبال مین پڑنے سے بچاؤ کا سبب ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو ہر صبح و شام
پڑھے وہ محفوظ رہیگا اور دعا یہ ہے اللھم انی اعوذ بک من ان اشرک بک شیئا وانا اعلم واستغفرک لما لا اعلم انک انت علام الغیوب

دسوان باب ۔ باغیون کے بیان مین ۔ اہل بغی ہر ایسے فرقہ کو کہتے ہین جو کہ قوت و شوکت رکھتے ہون کہ اپنا سپہ
کرلین اور مجتمع ہوجاوین اور تاویل کے ساتھ اہل عدل کے ساتھ قتال کرین اور کہین کہ حق ہمارے ساتھ ہے اور
اپنے والی ہونے کا دعوے کرین پس اگر چوروں مین سے کوئی قوم کسی شہر پر غالب ہوگئی اور انھون نے مال لے لیا
تو یہ لوگ باغی نہ کہلاوینگے یہ خزانۃ المفتین مین ہے ۔ اور جب کوئی قوم اطاعت امام المسلمین سے منحرف ہوگئی اور
وہ کسی شہر پر غلبہ کرکے قابض ہوگئی تو امام موصوف پہلے انکو جماعت مین ملجانے اور بغاوت سے باز آنے کی جانب
بلا دیگا اور انکا شبہہ رفع کردیگا اور انسے کہیگا کہ توبہ کرلو یہ کافی مین ہے مگر واضح رہے کہ اصلح بلانا انکو واجب
نہین ہے اور جب امام المسلمین کو خبر پہونچی کہ وہ لوگ ہتھیار خریدتے ہین اور قتال کے واسطے سامان کرتے ہین تو چاہیئے
کہ انکو گرفتار کرکے قید کرے یہانتک کہ وہ اپنے اس ارادہ سے باز آوین اور از سر نو توبہ کرینگے تو حقوق اسلام کی
رعایت کے ساتھ جماعت مین شامل رہین اور یہ بہین غرض کرے کہ بقدر امکان شر دفع ہو وے یہ ہدایہ مین ہے ۔ اور
امام اہل عدل کو روا ہے کہ انسے قتال شروع کردے اگرچہ انھون نے قتال مین پہل نہ کی ہووے اور یہ ہمارا مذہب ہے کہ
اور مبسوط مین ثابت ہوا کہ ایسے گروہ باغی کا قتل کرنا جسکو منعت حاصل ہو مباح ہے اگرچہ حقیقۃ انکی جانب سے قتال
نہ پایا جاوے تو ایسے شخص کا بھی قتل مباح ہوگا جو انکی قوت بازو ہونا چاہتا ہے اور انکی طرف جاتا ہے اور اگر امام المسلمین
نے اسی گروہ کو ہزیمت دی تو مسلمانون کو نہ چاہیئے کہ ان بھاگے ہوئے باغیون کا پیچھا کرین یعنے قتل کرتے جاوین بشرطیکہ
انکے واسطے کوئی ایسا گروہ صاحب شوکت نہ رہا ہو کہ اسکی طرف جاملین اور اگر ان بھاگے ہوئے باغیون کے واسطے کوئی
ایسا گروہ ہو کہ جس سے جاملینگے تو اہل عدل کو روا ہوگا کہ ان بھاگے ہوئے باغیون کا پیچھا کرین ۔ اور جو شخص ان
باغیون مین سے اسیر ہوگیا ہے تو امام المسلمین کو یہ روا نہین ہے کہ اسکو قتل کرے بشرطیکہ یہ معلوم ہو کہ اگر قتل نہ کیا
جائیگا تو ایسے گروہ کو نہین پہنچ جائیگا جسکو قوت منعت حاصل ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ اگر نہ قتل کیا گیا تو ایسے باغیون کے
گروہ سے ملجائیگا جنکو قوت منعت حاصل ہے تو امام اسکو قتل کرسکتا ہے کذا فی المحیط اور چاہیے اسکو قید مین رکھے
یہ ہدایہ مین ہے ۔ اور جب باغیون کی کوئی جماعت باقی نہ رہی ہو اور قتال مین باغیون مین سے بعض بعض
مجروح ہین تو اہل عدل کو روا نہین ہے کہ باغی مجروح کو اجہاز کرین یعنے اسکے بدن پر اور زخم ایسا لگادین
کہ وہ مر جاوے اور اگر باغیون کے واسطے کوئی اور جماعت باقی رہ گئی ہو تو انکا اجہاز کردیوے ۔ اور
باغیون کی عورتین و بچے گرفتار کرکے رقیق نہ بنائے جاوینگے اور انکے اموال جو ہاتھ آئے ہین وہ ملک مین نہ
آوینگے اور اہل عدل نے باغیون کے لشکر مین جو کراع و ہتھیار وغیرہ پائے وہ فی الحال انکو واپس نہ دیے جاوینگے لیکن
اگر اہل عدل کو انسے قتال کرنے مین انکے ان ہتھیارون و کراع کی حاجت ہو تو انسے نفع حاصل کرین یعنے ہتھیار اپنے

جو قطع ہو رکھے جاوینگے جیسے دیگر اموال کا حکم ہی اور کراع فروخت کیے جاوین اور انکا ثمن رکھ چھوڑا جائیگا
کیونکہ کراع کو دانہ چارہ دینے کی ضرورت پڑیگی اور بیت المال سے امام انکو دانہ چارہ نہ دیگا اسوجہ سے کہ
اسمین باغیون پر احسان ہی۔ اور اگر امام نے بیت المال سے انکو دانہ چارہ دیا تو جس باغی کا جانور ہو اسپر قرض
ہوگا۔ پھر جب لڑائی مین ہتھیار رکھ دیے اور باغیون کی منعت زائل ہو گئی تو یہ اموال اُن باغیون کی
واپس کر دیگا۔ اور جو مال بغاوت کی لڑائی مین باغیون نے جو ہمارے لوگون کی جانین و مالین تلف کی ہین اُنکے
یا انکی منعت زائل ہو جانے کے بعد تو یہ کرلین تو ضامن نہ ہونگے اور اسی طرح مرتدون نے جو ہماری جانین و مال حالت لڑائی
مین تلف کیے ہون انکے ضامن نہ ہونگے جبکہ مسلمان ہو جاوین اور قبل قتال کے جو ہمارے مال و جانین تلف
کی ہین انکے ضامن نہ ہونگے جبکہ انکو قوت منعت حاصل ہو ولیکن جو مال انکے پاس قائم و موجود ہوگا وہ اسکے
مالک کو واپس کر دیا جائیگا جب کہ انھون نے توبہ کرلی اگرچہ اُن لوگون نے ان اموال کی نسبت اپنی تاویل فاسد کے
موافق مالک ہو جانے کا اعتقاد کیا تھا اور اس تاویل فاسد کے ساتھ منعت بھی موجود تھی۔ اور اسی طرح اہل عدل نے
بھی جو انکی جانین و مال تلف کیے ہین انکے مسلمان ہو جانے کے سبب سے انکے لیے اسکے ضامن ہونگے کذا فی الذخیرہ۔ اور
جو انھون نے قبل اسکے لیا ہو وہ انکے ضامن ہونگے یہ نہایہ مین ہی۔ اور اگر کسی ایسی جماعت نے جو خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے خدا
کی پرستش کرتے ہین کوئی رائے ظاہر کی اور لوگون کو اس رائے کی جانب بلایا اور اس رائے پر قتال کیا اور انکے
واسطے منعت و قوت و شوکت حاصل ہو گئی پس اگر یہ امر اسوجہ سے ہو کہ سلطان نے انکے حق مین ظلم کیا ہی تو سلطان
کو چاہیے کہ انپر ظلم نہ کرے اور اگر سلطان انکے حق مین ظلم کرنے سے باز نہ آیا اور اس گروہ نے سلطان سے قتال کرنا شروع
کیا تو لوگون کو انکی مدد نہ کرنی چاہیے اور نہ یہ چاہیے کہ سلطان کی مدد کرین۔ اور اگر یہ امر اس سبب سے نہو کہ سلطان نے
انپر ظلم کیا ہی بلکہ وہ لوگ کہتے ہین کہ حق ہمارے ساتھ ہی اور اپنے واسطے ولایت کا دعوی کرتے ہین تو سلطان کو روا ہی
کہ ان سے قتال کرے اور لوگون کو روا ہی کہ سلطان کی مددگاری کرین یہ سراجیہ مین ہی۔ اور انکے ساتھ قتال کرنا ہر ایسے
طریقہ و ہتھیار سے روا ہی جس سے اہل حرب کے ساتھ قتال کرنا روا ہی مثل تیرون سے مارنے اور منجنیق لگانے اور پانی بہا کر
غرق کر دینے یا آگ لگا دینے اور منجنون مارنے وغیرہ کے یہ نہایہ مین ہی۔ اور تجنیس مین لکھا ہی کہ باغیون کے ساتھ
عورتون و بچون و بوڑھون و اندھون مین سے جو کوئی ہووے قتل نہ کیا جائیگا۔ اور اگر باغیون مین سے کسی کا غلام
جو اپنے مولے کے ساتھ لڑتا تھا گرفتار کیا گیا تو وہ قتل کر دیا جائیگا اور اگر اسکی خدمت کیا کرتا تھا قتال نہین کرتا تھا تو
قتل نہین کیا جائیگا مگر قید رکھا جائیگا یہانتک کہ بغاوت زائل ہو جاوے۔ اور اگر باغیون کی عورتین بھی قتال کرتی
ہون تو وہ بھی قتل کیجاوینگی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر معرکۂ قتال مین کوئی باغی کسی اہل عدل کا قریبی ایسا ہو کہ اسکا
ذی رحم محرم ہو تو اہل عدل مین سے شخص خود اسکے قتل کا مرتکب ہو لیکن اگر وہ اس شخص عادل کو ضرر قتل وغیرہ پہونچانا
چاہتا ہو تو اپنی جان سے ضرر دور کرنے کے واسطے اسکو قتل کر سکتا ہی ہان عادل کو یہ روا ہی کہ اسی ذی رحم محرم باغی کا
جانور سواری قتل کر دے تاکہ باغی مذکور منزجر ہو جاوے پس کوئی دوسرا اسکو قتل کر دے یہ سراجیہ مین ہی۔ اور اگر باغیون نے
اہل عدل کے ساتھ لڑائی کے واسطے ذمیون کے کسی گروہ سے مدد مانگی پس ذمیون نے ان باغیون کے ساتھ ہو کر اہل عدل
سے قتال کیا تو یہ امر ذمیون کی طرف سے نقض عہد نہوگا اور ذمیون نے اس قتال مین جو کچھ ہمارا مال یا کر تلف کیا یا جان تلف

کی یا زخمی کیا یا چھینا انکے ساتھ کیا تو کسی پر اُسکی ضمان واجب نہ ہوگی جیسے باغیوں کے حق میں حکم ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر باغی لوگ اپنے لشکر میں ہوں اور وہاں انہیں سے کسی نے دوسرے کو قتل کیا تو قاتل پر قصاص لازم نہ ہوگا اور امام محمد رحمہ اللہ نے جامع صغیر میں فرمایا کہ اگر باغی لوگ اہل عدل کے کسی شہر پر غالب ہوئے پھر باغیوں میں سے کسی شخص نے اہل شہر میں سے کسی شخص کو عمداً قتل کر ڈالا پھر اہل عدل اس شہر پر غالب ہوئے تو قاتل سے قصاص لیا جائیگا اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہیں کہ باغی لوگ کسی اہل عدل کے شہر پر غالب ہوئے اور ہنوز باغیوں کا حکم اس شہر میں جاری نہیں ہوا تھا کہ پھر امام اہل شہر نے ان باغیوں کو پس پا کر لیا تو یہ حکم مذکور ہوگا۔ اور اگر اس شہر میں باغیوں کا حکم جاری ہوگیا تو اہل عدل کی ولایت منقطع ہوگئی پس شہر والوں میں سے کسی کے قتل کرنے سے قاتل پر کچھ واجب نہوگا اور نیز امام محمد رحمہ اللہ نے جامع صغیر میں ذکر فرمایا کہ اگر اہل عدل میں سے کسی نے باغی کو قتل کیا حالانکہ قاتل اُسکا وارث ہے تو وارث رہیگا اور اگر باغی نے اسکو قتل کیا حالانکہ اُسکا وارث ہے پھر باغی نے کہا کہ جب میں نے اسکو قتل کیا میں حق پر تھا اور میں اب تک حق پر ہوں تو مقتول کا وارث ہوگا۔ اور اگر باغی مذکور نے کہا کہ جسوقت میں نے اسکو قتل کیا ہے میں جانتا تھا کہ میں باطل پر ہوں تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک اُسکا وارث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور باغیوں میں سے جو شخص قتل کیا جاوے نہ اسکو غسل دیا جائیگا اور نہ اسپر نماز پڑھی جائیگی۔ اور اہل عدل میں سے جو شخص قتل کیا گیا تو اسکے ساتھ وہی معاملہ کیا جائیگا جو شہیدوں کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اُسکا حکم بھی وہی ہے جو شہید کا ہے یہ شرح طحاوی میں ہے اگر باغیوں نے عشر و خراج وصول کر لیا تو دوبارہ نہ لیا جائیگا پھر جو کچھ باغیوں نے وصول کیا ہے اگر اسکو جس طرح صرف کرنا چاہیے اور جہان جہان صرف کرنا چاہیے ہے صرف کیا ہو وے تو جن سے وصول کیا ہے انپر قضاءً اعادہ لازم نہیں ہے و لیکن جن سے وصول کیا ہے یعنی مالکان اموال کو فتوی دیا جائیگا کہ دیانۃً یعنی فیما بینہ و بین اللہ تعالی اُسکا اعادہ کر دیں یعنی خود فقیروں کو دیدیں و لیکن ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ خراج میں انپر دیانت کی راہ سے بھی اعادہ لازم نہیں ہے۔ اور اسی طرح عشر میں بھی اگر اہل بغاوت فقیر لوگ ہوں تو اعادہ واجب نہیں ہے یہ غایۃ البیان میں لکھا ہے۔ اور اہل فتنہ کے ہاتھ انکے لشکر میں ہتھیار فروخت کرنا مکروہ ہے اور اگر انکے لشکر میں نہیں بلکہ مثلاً کوفہ میں کسی کے ہاتھ ہتھیار فروخت کیے پس اگر یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ اہل فتنہ میں ہے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور یہ حکم نفس سلاح میں ہے یعنی جو ہتھیار بنے بنائے عرف میں ہتھیار کہلاتے ہیں انکے فروخت کرنے میں یہ حکم ہے اور جو چیز ایسی ہے کہ ابھی اس سے قتال نہیں کیا جا سکتا ہے الا بعد ساخت کے یعنی جو چیز ایسی ہے کہ بدون اسکے بنانے و ڈھالنے کے قتال نہیں کر سکتے ہیں جیسے محض لوہا وغیرہ تو اُسکے فروخت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ کافی میں ہے۔ قال المترجم یہ ظاہر کلام دلالت کرتا ہے کہ محض لوہا وغیرہ مطلقاً انکے لشکر میں لیجا کر فروخت کرنا بھی مکروہ نہیں ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے

کتاب اللقیط

لقیط شرع میں ایسے زندہ بچہ کو بولتے ہیں جسکو اسکے اہل نے درویشی کے خوف سے یا تہمت زنا سے بھاگ بچنے کی غرض سے پھینک دیا ہو پس اُسکا اسطرح ضائع چھوڑنے والا بڑا گنہگار ہے اور اسکا حفاظت میں لے لینے والا اجر ثواب پاتا ہے (یعنے راستہ یا جنگل وغیرہ میں) ۱۲

مسلمان ہو تو یہ تحسین ہی پس اگر ایسا ہو کہ مدعی نسب ذمی ہو تو لقیط اسکا بیٹا قرار دیا جائیگا مگر وہ مسلمان ہوگا اور
اگر مسلمان و ذمی نے اسکے نسب کا دعوی کیا تو مسلمان کے واسطے حکم دیا جائیگا اور اگر دونوں مسلمان ہوں تو جسکے گواہ
قائم ہوں اسکے واسطے حکم دیا جائیگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو دونوں کا فرزند قرار دیا جائیگا اور اگر
دونوں میں سے کسی نے گواہ قائم نہ کیے لیکن ایک نے اسکے بدن کے علامات ٹھیک ٹھیک بیان کیے اور دوسرے نے
نہ بیان کیے تو علامات بیان کرنے والے کے واسطے حکم دیا جائیگا یہ سراجیہ میں ہے - اور اگر دونوں میں سے کسی نے علامات
بیان نہ کیے تو دونوں کا فرزند قرار دیا جائیگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے - اور اگر ایک ہی نے علامات بیان کیے مگر بعضے ٹھیک کہے
اور بعض میں خطا کی تو بھی دونوں کا فرزند قرار دیا جائیگا اور اگر دونوں نے علامات بیان کیے مگر ایک نے ٹھیک کہا اور
دوسرے نے غلط تو ٹھیک والے کے واسطے حکم ہوگا اور اسی طرح اگر ایک نے کہا کہ لڑکا ہے اور دوسرے نے کہا کہ لڑکی ہے تو جسکا
قول مطابق ہو اسی کے نام حکم ہوگا اور اگر تنہا ایک ہی مدعی نسب ہوا اور اسنے کہا کہ لڑکا ہے حالانکہ وہ لڑکی ہے یا کہا کہ وہ لڑکی ہے
حالانکہ وہ لڑکا ہے تو اسکے واسطے بالکل حکم فرزندی نہوگا - اگر لقیط کہ دو آدمیوں نے دعوی کیا ایک نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اور دوسرے
نے کہا کہ وہ میری بیٹی ہے پھر وہ خنثی نکلا پس اگر خنثی مشکل ہو تو دونوں کے واسطے اسکے فرزند کا حکم دیا جائیگا اور اگر مشکل
نہو بلکہ حکم دیا گیا کہ یہ لڑکا ہے تو اسکے نام حکم ہوگا جو اپنا لڑکا ہونے کا مدعی ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے - اور اگر نسب
کے دعوے کرنے والے دو آدمیوں سے زیادہ ہوں تو امام اعظم رح سے مروی ہے کہ انہوں نے پانچ مدعیوں تک
جواز کا حکم دیا ہے یہ سراجیہ میں ہے - ایک عورت نے لقیط کی نسبت دعوے کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے پس اگر اسکے شوہر نے
اسکی تصدیق کی یا قابلہ نے اسکی گواہی دی یا گواہ قائم ہوئے تو عورت کا دعوی صحیح ہوگا ورنہ نہیں اور فقط
قابلہ کی گواہی پر جب ہی اکتفا کیا جائیگا جب عورت مذکورہ کا شوہر موجود ہو ولادت سے منکر ہوا اور اگر عورت کا
شوہر ہی نہو تو دو مردوں کی گواہی ضرور ہے یہ بحرالرائق میں ہے - اور اگر عورت نے یوں دعوی کیا کہ یہ زنا سے میرا بیٹا
ہے تو اسکے نام حکم دیا جائیگا یہ سراجیہ میں ہے - اور اگر دو عورتوں نے لقیط کا دعوے کیا تو بنا بر قول صاحبین رح کے
دونوں میں سے کسی سے اسکا نسب ثابت نہ ہوگا اور بنا بر قول امام اعظم رح کے ہر دو عورت سے اسکا نسب ثابت ہوگا و
لیکن تعارض و تنازع کے وقت کسی حجت کا ہونا ضرور ہے پس بنا بر روایت ابوحفص کے ایک عورت کی گواہی ہے اور بنا بر روایت
ابوسلیمان کے دو مرد درکار ہیں یا ایک مرد و دو عورتوں کی گواہی ہے پس اگر دونوں نے ایسی حجت قائم کی تو دونوں سے اسکا نسب
ثابت ہوگا ورنہ نہیں - اور خانیہ میں لکھا ہے کہ اگر ایک نے دو مرد اور دوسری نے دو عورتیں گواہ دیے تو جسکے دو مرد
گواہ ہیں اسکا فرزند قرار دیا جائیگا اور شرح طحاوی میں ہے کہ اگر ایک نے گواہ دیے اور دوسری نے نہیں تو گواہ والی
کا فرزند قرار دیا جائیگا - اور اگر دو عورتوں نے لقیط کا دعوی کیا اور ہر ایک عورت علیحدہ علیحدہ ایک ایک مرد
معین سے اسکو جنتی ہے گواہ لاتی ہے تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ لقیط مذکور ان دونوں عورتوں کا دونوں مردوں سے فرزند قرار
دیا جائیگا اور صاحبین نے فرمایا کہ نہ دونوں کا اور نہ دونوں مردوں کا کسی کا فرزند نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے - اور اگر ایک
مرد نے دعوی کیا کہ یہ لقیط میرا بیٹا اس آزاد عورت سے ہے اور دوسرے مرد نے دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور
دونوں نے گواہ قائم کیے تو جو اسکے فرزندی کا مدعی ہے اسکے واسطے حکم دیا جائیگا اور اگر ایک نے دعوی کیا کہ یہ میرا بیٹا
آزاد عورت سے ہے اور دوسرے نے کہا کہ یہ میرا بیٹا اس باندی عورت سے ہے تو آزاد عورت والے مدعی کے واسطے حکم ہوگا اور اگر دونوں نے

علاحدہ علاحدہ ایک ایک آزادہ عورت معینہ سے اپنا بیٹا ہونے کا لقیط کی نسبت دعوی کیا تو دونوں کا بیٹا قرار دیا جائیگا اور آیا ہر دو عورت سے اسکا نسب ثابت ہوگا یا نہیں پس بنا بر قول امام اعظم رح کے ثابت ہوگا اور بنا بر قول صاحبین رح کے نہیں یہ محیط میں ہے۔ دو مردون نے ایک لقیط کے نسب کا دعوی کیا اور دونون نے گواہ قائم کیے اور ہر ایک کے فریق گواہون نے تاریخ بیان کی ہے تو جسکی تاریخ کا لقیط کا سن شاہد ہوا اسکے نام حکم دیا جائیگا اور اگر لقیط کا سن مشتبہ ہو کہ ہر دو تاریخ مین سے کسی کے ساتھ موافق نہ ہو تو بنا بر قول صاحبین رح کے موافق تمام روایتون کے تاریخ کا اعتبار ساقط اور دونون کا فرزند ہونے کا حکم دیا جائیگا اور بنا بر قول امام اعظم رح کے شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر کیا کہ روایت ابو حفص مین دونون کا فرزند ہونے کا حکم دیا جائیگا اور روایت ابو سلیمان مین جسکی تاریخ مقدم ہے اسکے نام حکم دیا جائیگا اور تاتارخانیہ مین ہے کہ تمام روایات کے موافق دونون کا مشترک فرزند ہونے کا حکم دیا جائیگا اور یہی صحیح ہے یہ بحر الرائق و محیط مین ہے۔ اور اگر کسی شخص کے قبضہ مین ایک طفل ہے وہ دعوی کرتا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور اسپر گواہ قائم کرتا ہے اور دوسرا شخص دعوی کرتا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور اسپر گواہ قائم کرتا ہے تو قابض کے واسطے حکم ہوگا۔ ایک عورت کے قبضہ مین ایک طفل ہے وہ دعوی کرتی ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور اسپر گواہ پیش کرتی ہے اور دوسری عورت نے دعوی کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور اسپر گواہ لائی ہے تو جسکے ہاتھ مین ہے اسی کے واسطے حکم دیا جائیگا اور اگر قابضہ کے واسطے ایک عورت نے گواہی دی اور خارجہ کے واسطے دو مردون نے گواہی دی تو خارجہ کے واسطے حکم دیا جائیگا۔ ایک طفل ایک شخص کے ہاتھ مین ہے اور دوسرے مرد کے تحت مین ایک آزادہ عورت ہے اس نے دعوی کیا کہ یہ طفل مذکور میرا بیٹا اس عورت مذکورہ سے ہے اور اسپر گواہ قائم کیے اور قابض نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا بیٹا ہے مگر اسنے کسی عورت کی طرف نسبت نہ کی تو مدعی کے نام حکم دیا جائیگا۔ اور اگر ذمی نے لقیط کے نسب کا دعوی کیا تو اس سے لقیط کا نسب ثابت ہوگا اور لقیط خود مسلمان ہوگا بشرطیکہ مسلمون کے مقام مین نہ پایا گیا ہو اور یہ استحسان ہے یہ تبیین مین ہے۔ اور جس لقیط کی نسبت ذمی نے اپنے پسر ہونے کا دعوی کیا حتی کہ اس سے نسب ثابت کر دیا گیا کہ وہ لقیط اسکا پسر ہوا تو یہ پسر جب ہی مسلمان قرار دیا جائیگا کہ ذمی مذکور نے گواہ قائم کر کے اپنا نسب ثابت نہ کیا ہو اور اگر اسنے دو مسلمان گواہ قائم کر کے اپنا نسب ثابت کیا ہو تو لقیط کا اسکے نام حکم ہوگا اور وہ ذمی مذکور کا دین مین تابع ہوگا ولیکن اگر اسنے ذمی گواہ دیے ہون تو اسکی تبعیت مین ذمی نہ ہوگا یہ بحر الرائق مین ہے۔ اور مبتغی مین ہے اور اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ جسکا حاصل یہ نکلتا ہے کہ مسئلہ مین چار صورتین پیدا ہوتی ہین ایک یہ کہ اسکو کوئی مسلمان مسلمانون کے مقام مثل مسجد یا مسلمانون کے گانون یا مسلمانون کے شہر مین پاوے پس اس صورت مین لقیط مسلمان ہوگا اور دوم یہ کہ کافر اسکو اہل کفر کے مقام مثل بیعہ و کنیسہ و اہل کفر کے کسی گانون مین پاوے پس وہ کافر ہوگا سوم یہ کہ کافر اسکو مسلمانون کے مقام مین پاوے اور چہارم آنکہ مسلمان اسکو کافرون کے مقام مین پاوے پس ان دونون صورتون مین اختلاف روایت ہے چنانچہ کتاب اللقیط کی روایت مین مذکور ہے کہ پانے والے کا اعتبار نہین بلکہ مقام کا اعتبار کیا جائیگا کذا فی التبیین اور قدوری مین اسی پر اعتماد کر کے احکام کو جاری کیا اور یہی ظاہر الروایہ ہے یہ نہر الفائق مین ہے۔ اور اگر لقیط کو کسی کافر نے پایا پس اگر مسلمانون کے شہرون مین سے کسی شہر مین پایا تو وہ تنہا مسلمان قرار دیا گیا پس اگر اسنے اس حکم کے برخلاف کفر ظاہر کیا تو قید کیا جائیگا اور اسپر اسلام کے واسطے جبر کیا جائیگا کذا فی خزانۃ المفتین یعنے جس لقیط کی نسبت تنہا مسلمان ہونے کا حکم دیا گیا اگر وہ بالغ ہو کر کافر ہو گیا تو اسپر اسلام کے واسطے جبر کیا جائیگا

یا گمشدہ جسکا پایا ہو یا میرے پاس کچھ چیز ہو سو جسکی ہو تم لوگ اوسکو میری طرف راہ بتا دو یہانتک کہ فلان کے پاس لیجاوے
فتاوی قاضیخان میں ہے اور ملتقط لقطہ کی شناخت بطور مذکور بازارون و راستون پر اتنی مدت تک کراوے کہ اسکے غالب
گمان میں آجاوے کہ اسکا مالک اب اسکی بجائے جستجو نہیں کریگا اور یہی صحیح ہے یہ مجمع البحرین میں ہے اور جو حکم لقطہ کا ہے وہی
حکم ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے پھر اس مدت مذکورہ تک شناخت کرانے کے بعد ملتقط کو اختیار ہے چاہے اسکو بجنسہ لقطہ اپنی
حفاظت میں رکھے اور چاہے مسکینون کو صدقہ دیدے پھر اگر اسکے بعد اسکا مالک آیا اور اسنے صدقہ مذکورہ کو برقرار
رکھا تو اسکو اسکا ثواب ملیگا اور اگر برقرار نہ رکھا تو اسکو اختیار ہے چاہے ملتقط سے تاوان لے اور چاہے مسکین سے بشرطیکہ
مسکین کے ہاتھ سے وہ مال تلف ہو چکا ہو پس اگر اسنے ملتقط سے تاوان لیا تو ملتقط مال تاوان کو مسکین سے واپس نہیں
لے سکتا ہے اور اگر اسنے مسکین سے تاوان لیا تو وہ اس تاوان کو ملتقط سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر مال لقطہ ملتقط یا مسکین
کے ہاتھ میں قائم ہے یعنی ویسا ہی موجود ہے تو اپنا مال جسکے پاس ہو اس سے لے لے یہ شرح مجمع البحرین میں ہے اور جس لقطہ
کی نسبت یہ معلوم ہو کہ کسی ذمی کا تھا اسکا صدقہ کر دینا نہیں چاہیے بلکہ وہ بیت المال میں دیا جاوے تاکہ مسلمانون
کی حاجات میں صرف ہو یہ سراجیہ میں ہے۔ پھر جسکو بطور لقطہ پاوے وہ دو نوع کا ہے ایک نوع وہ کہ جسکی نسبت
یہ معلوم ہو کہ اسکا مالک طلب نہ کریگا جیسے جا بجا چھٹکی ہوئی خرما کی گٹھلیان یا میں یا انار کے چھلکے جابجا پھینکے پاوے
اور اس قسم کے لقطہ کو ملتقط کو لے لینا اور اپنی حاجت میں صرف کرنا روا ہے لیکن بعد اسکے جمع کر لینے کے اگر مالک نے
اسکے ہاتھ میں اسکو دیکھا تو اسکو اختیار ہے کہ لے لے اور وہ جمع کر لینے سے لینے والے کی ملک نہ ہو جائیگا ایسا ہی
شیخ الاسلام خواہر زادہ و شمس الائمہ سرخسی نے شرح کتاب اللقطہ میں ذکر کیا ہے اور ایسا ہی قدوری نے اپنی شرح میں ذکر
کیا ہے دوم نوع دیگر آنکہ اسکی نسبت معلوم ہو کہ اسکا مالک اسکو طلب کریگا جیسے چاندی سونا و اسباب وغیرہ اور ایسے لقطہ
کی نسبت یہ حکم ہے کہ اسکو روا ہے کہ اٹھا لے اور اسکی حفاظت کرے اور شناخت کراوے یہانتک کہ اسکے مالک کو پہنچا دے
اور انار کے چھلکے یا خرما کی گٹھلیان اگر یکجا جمع کی ہوئی ہون تو وہ بھی اس دوسری نوع میں سے ہونگی۔ اور [illegible]
میں مذکور ہے کہ اگر ایک اخروٹ پایا پھر دوسرا پایا اسی طرح پاتا گیا یہانتک کہ دس عدد ہوئے یعنی اسکی کچھ قیمت ہو گئی پھر اگر
اسنے یہ اخروٹ ایک ہی مقام پر پائے ہون تو وہ بلا خلاف دوسری نوع میں سے ہین اور اگر اسنے مواضع متفرقہ میں
پائے ہون تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور صدر شہید نے فرمایا کہ مختار یہ ہے کہ نوع ثانی میں سے ہونگے۔ اور
فتاوائے اہل سمرقند میں لکھا ہے کہ جو لکڑی پانی میں پائی جاوے اسکے لے لینے اور اس سے نفع اٹھانے میں کچھ مضائقہ
نہیں ہے اگرچہ اسکی کچھ قیمت ہو قال المترجم ظاہر مراد یہ ہے کہ جس لکڑیان جلانے کے کام کی ما لا شہتیر وغیرہ میں
ٹوٹ گری ہین واللہ اعلم اسی طرح سیب و انار وغیرہ اگر نہر جاری میں پائے تو انکو لیکر اپنے کام میں لانے میں کچھ مضائقہ
نہیں ہے اگرچہ بہت ہون۔ اور اگر گرمی کے ایام میں درختون کی طرف گذرا اور درختون کے نیچے پھل گرے ہوئے پائے
تو اس مسئلہ میں کئی صورتین ہین چنانچہ اگر یہ امر شہرون میں واقع ہوا تو اسکو ان میں سے تناول کرنا روا نہیں ہے الا اس صورت
میں کہ یہ بات معلوم ہو کہ اسکے مالک نے اسکو مباح کر دیا ہے خواہ صریحاً یا دلالۃً بحسب عادت۔ اور اگر چہار دیواری کے
باغ میں اسطرح پایا اور پھل ایسے ہین کہ باقی رہتے ہین جیسے اخروٹ وغیرہ تو اسکو انمین سے لینا روا نہیں ہے تاوقتیکہ
یہ معلوم نہو کہ اسکے مالک نے مباح کر دیے ہین اور بعض مشائخ نے کہا کہ جب تک ممانعت کرنا صریحاً یا دلالۃً معلوم نہو تب تک

کے لینے میں مضائقہ نہیں ہے اور یہی مختار ہے۔ اور اگر رستاتیق میں جسکو فارسی میں بیراستہ کہتے ہیں ایسا واقعہ ہوا
اور یہ پھل باقی رہنے والوں میں سے ہیں تو لے لینا روا نہیں ہے الا آنکہ مباح کر دینا معلوم ہوا اور اگر پھل ایسے
ہیں کہ باقی نہیں رہتے ہیں تو بلا خلاف اسکو لے لینا روا ہے جبتک کہ ممانعت معلوم نہ ہو اور یہ سب جو ہمنے ذکر کیا ہے اس صورت
میں ہے کہ پھل درخت کے نیچے گرے ہوئے پائے اور اگر اسنے درختوں پر لگے ہوئے پائے تو افضل یہ ہے کہ کسی مقام پر کیوں نہوں
بدون اجازت مالک کے نہ لیوے الا آنکہ یہ مقام ایسا ہو کہ یہاں ایسی کثرت سے پھل پیدا ہوتے ہوں کہ مالکوں پر لے لینا
شاق نہ گذرنا معلوم ہو پس ایسی صورت میں اسکو کھا لینا روا ہوگا مگر باندھ لانا روا نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر لقطہ ایسی
چیز ہو کہ ایک دو روز گذرنے سے وہ خراب ہو جائیگی جیسے دانہ انار وغیرہ پس اگر قلیل ہوں تو انکو اسی وقت کھا لے خواہ فقیر
ہو یا غنی ہو اور اگر بہت ہو تو قاضی کی اجازت لیکر اسکو فروخت کر کے اُسکا ثمن رکھ چھوڑے اور اگر لقطہ ایسی چیز ہو کہ
اُسکے واسطے نفقہ و خرچ کی ضرورت ہے پس اگر اسکو اجارہ پر دینا ممکن ہو تو قاضی کے حکم سے اسکو اجارہ پر دیکر اُسکی اجرت سے
اُسکو نفقہ دے کذا فی فتاوی قاضیخان اور اگر وہ کسی کام کی چیز نہ ہو یا اُسنے کوئی کرایہ پر لینے والا نہ پایا اور قاضی کو خوف ہوا
کہ اگر اُسکو نفقہ بطور ضمان جاری رکھا جاتا ہے تو اُسکی قیمت کو مستغرق ہو جائیگا تو اسکو فروخت کر دے اور ملتقط کو حکم دے کہ اُسکا
ثمن حفاظت سے رکھے یہ فتح القدیر میں ہے پھر جب اُسکا مالک آوے اور مانگے حالانکہ اُسنے بحکم قاضی اُسکو نفقہ دیا ہے تو اُسکو
اختیار ہے کہ اسکو نہ دے یہانتک کہ اپنا سب نفقہ وصول کر لے یہ تبیین میں ہے۔ اور جو کچھ نفقہ لقطہ کو ملتقط نے بغیر حکم قاضی
دیا ہے اسمیں وہ احسان کرنیوالا قرار دیا جائیگا کذا فی الکافی اور اگر بحکم قاضی دیا ہے تو اس چیز پر قرضہ ہوگا اور حکم قاضی
کی یہ صورت ہے کہ اُسنے ملتقط سے کہا کہ اُسکو نفقہ دے بدین شرط کہ تو واپس لیوے اور اگر یہ نہ کہا کہ بدین شرط کہ تو واپس لیوے
تو نفقہ اسپر قرضہ نہ ہوگا اور یہی اصح ہے یہ بحر الرائق میں ہے اور قاضی اسکو نفقہ دینے کا حکم نہ دے جبتک کہ وہ گواہ
قائم نہ کرے کہ یہ لقطہ ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر ملتقط نے گواہ نہ پائے تو قاضی اُسکو یوں حکم کرے کہ ثقہ لوگوں کی جماعت
کے سامنے کہے کہ یہ ملتقط یوں کہتا ہے کہ یہ لقطہ ہے مگر میں نہیں جانتا ہوں کہ یہ سچا ہے یا جھوٹا ہے اور اُسنے مجھسے درخواست کی
کہ میں اسکو حکم دوں کہ تو اُسکو بطور ضمان نفقہ دے پس تم لوگ گواہ رہو کہ میں اسکو اس شرط سے نفقہ دینے کا حکم دیتا ہوں کہ
یہ بات ایسی ہی ہو کہ جیسی یہ کہتا ہے اور ملتقط کو یہی دو تین روز تک لقطہ کو نفقہ دینے کا حکم کریگا جتنے روز تک کے واسطے
اسکو دل میں یہ آوے کہ اگر اُسکا مالک حاضر ہوگا تو ظاہر ہوگا یہ تبیین میں ہے پھر اگر اتنے روز میں ظاہر نہ ہوا تو اُسکے فروخت
کرنے کا حکم دیگا اور اُسکے ثمن سے ملتقط کو دو تین روز جتنے دن تک اُسنے نفقہ دیا ہے دیدیگا یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر
قاضی نے یا قاضی کے حکم سے ملتقط نے لقطہ کو فروخت کیا پھر اُسکا مالک حاضر آیا تو اُسکو یہی ثمن ملیگا اور اگر ملتقط نے بدون حکم
قاضی اسکو فروخت کر ڈالا ہے پھر مالک آیا اور وہ مشتری کے ہاتھ میں موجود ہے تو اُسکے مالک کو اختیار ہے چاہے بیع کی
اجازت دیکر ثمن لے لے اور چاہے بیع باطل کر کے اپنی چیز واپس کر لے اور اگر وہ مشتری کے پاس تلف ہو چکی ہو تو مالک کو
اختیار ہے چاہے بائع سے ضمان لے اور اس صورت میں بیع مذکور نافذ ہو جائیگی از جانب بائع بنا بر ظاہر روایت کے اور
اسی کو عامہ مشائخ نے لیا ہے کذا فی المحیط لیکن بائع یعنی ملتقط پر لازم ہوگا کہ مال تاوان یعنی اُسکی قیمت سے جسقدر زائد حصہ ثمن
اسکو ملا ہو وہ صدقہ کر دے کذا فی فتح القدیر اور چاہے اسکا مالک اسکے مشتری سے اپنی چیز کی قیمت تاوان لے پھر مشتری اپنا ثمن بائع
سے واپس لیگا یہ محیط میں ہے ایک شخص نے ایک بکری یا اونٹ پکڑا اور قاضی نے اسکو حکم کیا کہ اسکو نفقہ دے پھر یہ چوپایہ مرگیا پھر اسکا

لیا ہو تو ضامن ہوگا جب کہ اُسکا مالک یوں کہے کہ مین نے اسکو وہان رکھ دیا تھا تاکہ لوٹ کر لے لونگا اور اصل مین
مذکور ہو کہ اگر مالک نے کہا کہ تو نے اسکو مجھ سے غصب کرکے لیا ہو اور ملتقط نے کہا کہ وہ لقطہ تھا اور مین نے اسکو تیرے
واسطے لیا ہو تو ملتقط ضامن ہو اور اسمین کوئی تفصیل نہین فرمائی ہو۔ اور اگر کسی مسلمان کے قبضہ مین لقطہ ہوا اور اسکا کسی
نے دعوی کیا اور اسپر گواہ قائم کیے اور ملتقط نے اسکا اقرار کیا یا نہین اقرار کیا ولیکن یہ کہا کہ مین تجھے اسکو نہین دونگا
الا قاضی کے حضور مین تو اسکو ایسا اختیار ہو اور اگر ایسی حالت مین اسکے پاس وہ تلف ہوگیا تو اسپر ضمان واجب نہوگی
اور اگر کسی مسلمان کے قبضہ مین لقطہ ہو اور کسی نے اسکا دعوی کرکے دو کافر گواہ قائم کیے تو ایسی گواہی قبول نہوگی
اور اگر لقطہ کسی کافر کے قبضہ مین ہو اور باقی مسئلہ بحالہا رہے تو بھی قیاساً یہی حکم ہو اور استحساناً گواہی قبول ہوگی اور اگر
کافر و مسلمان کے قبضہ مین ہو۔ الا دونون کافرون کی گواہی قیاساً انمین سے کسی پر جائز نہوگی اور استحساناً کافر پر
جائز ہوجائیگی اور جو کچھ کافر کے قبضہ مین ہو اسکی نسبت مدعی کے واسطے حکم دیا جائیگا یہ محیط مین ہو۔ اور اگر زید نے لقطہ کا
اقرار عمرو کے واسطے کیا پھر خالد نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا ہو تو اس لقطہ کی ڈگری خالد کے نام ہوجائیگی یہ فتاوی قاضیخان
مین ہو۔ اور اگر کسی نے لقطہ کا دعوی کیا اور اسکے علامات ٹھیک بیان کردیے تو ملتقط کو اختیار ہو چاہے اسکو دیکر اس سے
کفیل لے لے اور چاہے اس سے گواہ طلب کرے یہ سراجیہ مین ہو۔ اور اگر علامات بیان کرنے پر ملتقط نے اسکو دیدیا
پھر دوسرے نے آکر گواہ قائم کیے کہ وہ میرا مال ہو پس اگر وہ لقطہ شخص اول کے ہاتھ مین ویسا ہی موجود ہو تو
مدعی یعنی گواہ قائم کرنے والا جو اسکا مالک ہو اول سے اسکو لے لیگا اگر قادر ہوا اور کسی پر ضمان نہوگی اور اگر وہ
اول کے پاس تلف ہوگیا ہو یا مالک کو اس سے لے لینے کی قدرت نہوئی تو مالک کو اختیار ہو چاہے ملتقط سے
تاوان لے یا اس لینے والے سے ضمان لے اور کتاب مین مذکور ہو کہ اگر ملتقط نے بحکم قاضی شخص اول کو دیا ہو تو اسپر ضمان
نہوگی اور اگر بغیر حکم قاضی دیا ہو تو ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہو۔ اور اگر ملتقط نے کسی کے واسطے لقطہ کا
اقرار کیا اور بغیر حکم قاضی اسکو دیدیا پھر دوسرے نے گواہ قائم کیے کہ وہ میرا ہو تو اسکو اختیار ہوگا کہ دونون مین
جس سے چاہے تاوان لے اور اگر بحکم قاضی دیا ہو تو ایک روایت کے موافق ضامن نہوگا اور [illegible] نے کہا ہو کہ یہ
امام ابو یوسف رح کا قول ہو اور اسی پر فتوی ہو یہ سراجیہ مین ہو۔ ایک نے شناخت کرانے کے واسطے لقطہ اٹھایا پھر اسکو
جہان سے اٹھایا تھا وہین ڈال دیا تو کتاب مین مذکور ہو وہ ضمان سے بری ہوجائیگا اور یہ تفصیل نہین ہو کہ آیا [illegible]
اٹھاکر دوسری جگہ لے گیا پھر وہین لاکر ڈال دیا یا وہین اٹھایا اور بدون اس جگہ سے تحویل کے وہین ڈال دیا اور فقیہ
ابو جعفر رح نے فرمایا کہ تاوان سے بری جب ہی ہوگا کہ بدون اس جگہ سے تحویل کے وہین ڈالدیا ہو اور اگر بعد اسکے جگہ سے
تحویل کرنے کے وہین لاکر ڈال دیا ہو تو ضامن ہوگا اور حاکم شہید رح نے بھی مختصر مین اسی طرف اشارہ کیا ہو اور یہ حکم اسوقت
ہو کہ اس نے شناخت کرانے کے واسطے اٹھایا ہو یعنی مالک کو دینے کے واسطے لیا ہو اور اگر اپنے کھا جانے کے واسطے
لیا تو ضمان سے بری نہوگا تاوقتیکہ اُسکے مالک کو نہ دیدے اور یہ ایسا ہو جیسے وہ لقطہ کوئی گھوڑا تھا کہ اسپر سوار ہوا
پھر اس سے اتر کر اسکی جگہ اسکو چھوڑ دیا تو بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے ضامن ہوگا اور اسی طرح اگر لقطہ کوئی کپڑا ہو
کہ اسکو پہنا پھر اسکو اتار کر جہان سے لیا ہو وہین رکھدیا تو بھی ایسا ہی اختلاف ہو اور یہ اسوقت ہو کہ کپڑے کو اسطرح پہنا
ہو کہ جیسے عادت کے موافق پہنا کرتے ہین اور اگر ایسا نہ کیا مثلاً قمیص تھی کہ اسکو اپنے کندھے پر ڈال لیا پھر اسکو جہان [illegible]

جنگل کے راستہ مین ایک اونٹ ذبح کیا ہوا پایا پس اگر اسکے گمان مین یہ بات آئی کہ اسکے مالک نے اسکو لوگون کے واسطے مباح کر دیا ہی تو اسکے لینے اور کھانے مین کچھ مضائقہ نہین ہی۔ ایک شخص نے اپنا اونٹ ذبح کرکے اسکے لوٹ لینے کی اجازت دیدی تو یہ جائز ہی۔ ایک نے شکر لٹائی اور وہ دوسرے کی گود مین گری اور اسکی گود سے ایک نے لے لی تو اسکو لینا روا ہی جبکہ اس شخص نے اپنی گود اسواسطے نہ پھیلائی ہو کہ اسمین شکر آکر گرے اور اگر اسنے اپنی گود اس غرض سے پھیلائی ہو کہ اسمین شکر آکر گرے تو دوسرا اسکے لے لینے سے اسکا مالک نہ ہوگا۔ ایک نے دوسرے کو درم دیے کہ عروسی شادی وغیرہ مین لٹاوے پس اسنے لٹائے تو لٹانے والے کو روا نہین ہی کہ خود بھی لوٹے اور اگر مامور نے دوسرے کو دیدیے کہ تو لٹاوے تو مامور دوم کو نہین روا ہی کہ تیسرے کو دیوے اور نہ یہ روا ہی کہ اپنے واسطے کچھ رکھ لیوے اور شکر کی صورت مین مامور کو روا ہی کہ لٹانے کے واسطے دوسرے کو دیدے اور یہ بھی روا ہی کہ اپنے واسطے کچھ رکھ لے اور جب مامور دوم نے اسکو لٹایا تو مامور اول کو روا ہی کہ خود لوٹ لے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے چھت پر ایک طشت رکھا اور اسمین بارش کا پانی جمع ہوگیا اور دوسرے شخص نے آکر اس پانی کو نکال لیا پھر دونون نے جھگڑا کیا پس اگر مالک طشت نے اپنا طشت اسی واسطے رکھا تھا تو پانی اسی کا ہوگا کیونکہ اسکے ظرف مین وہ محرز ہوگیا اور اگر اسنے طشت اسواسطے نہین رکھا تھا تو پانی اس لے لینے والے کا ہوگا اسواسطے کہ آب غیر محرز مباح ہی۔ زید وعمرو ہر ایک کے پاس مثلجہ ہی پس زید نے عمرو کے مثلجہ سے برف لیکر اپنے مثلجہ مین داخل کیا پس اگر عمرو نے یہ جگہ برف جمع ہونے کے واسطے بنائی ہو بدون اسکے کہ اسمین جمع کرنے کی حاجت ہو تو عمرو کو اختیار ہوگا کہ زید سے مثلجہ سے یہ برف واپس لے بشرطیکہ اسنے دوسری برف سے خلط نہ کر دیا ہو یا اسکی قیمت اس روز کی لیوے جس روز اسنے دوسری برف مین خلط کیا ہی اور اگر عمرو نے یہ مقام برف جمع ہونے کے واسطے نہ بنایا ہو بلکہ یہ مقام ایسا ہو کہ اسمین خود برف جمع ہو جاتا ہو پس زید نے عمرو کے اس مقام سے نہ اسکے مثلجہ سے یہ برف لے لیا تو یہ برف زید کا ہو جائیگا اور اگر اسکو عمرو کے مثلجہ سے لیا ہو تو غاصب ہوگا پس عمرو کو اسکا برف بعینہ واپس کر دیا جائیگا بشرطیکہ زید نے اسکو دوسری برف مین خلط نہ کیا ہو اور اگر دوسری برف مین خلط کر دیا ہو تو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ فتاوی کبری مین ہی۔ زید ایک قوم کی اراضی مین داخل ہوا کہ وہان سے گوبر وکانٹے جمع کرتا ہی تو اسمین کچھ مضائقہ نہین ہی۔ اسی طرح اگر کسی کی زمین مین گھاس حاصل لینے کے واسطے داخل ہوا یا بالیان چننے کے واسطے جبکہ صاحب اراضی چھوڑ گیا ہی اور اسکا چھوڑ دینا مثل اباحت کے ہوگیا تو یہی حکم ہی اور بعض نے فرمایا کہ اگر یہ اراضی یتیمون کی ہوا ور حالت یہ ہو کہ اگر وہ اس کام کے واسطے اجرت پر مقرر کیا جاتا تو بعد ادا اجرت کے یتیم کے واسطے کچھ باقی رہتا ہوا ور یہ ظاہر ہو تو ان بالیون کا اسطرح چھوڑ دینا روا نہین ہی اور اگر اسمین سے کچھ بچتا نہ ہو یا بہت کم بچت ہو کہ اسکے واسطے قصد نہین کیا جاتا ہی تو اس کے چھوڑ دینے مین مضائقہ نہین ہی اور دوسرے کو انکے چن لینے مین بھی مضائقہ نہین ہی۔ تختہ زمین بلا زراعت وعمارت خالی پڑا ہی جسمین اہل کوچہ مٹی وگوبر وراکھ وغیرہ ڈالتے ہین چنانچہ اسکا ایک ڈھیر وہان جمع ہوگیا پس اگر اصحاب کوچہ نے ان چیزون کو بطور پھینکنے کے ڈال دیا ہو اور اس زمین کے مالک نے یہ زمین اسی واسطے مقرر کردی ہو تو یہ کھاد سب اسی کی ہوگی اور اگر مالک زمین نے اسواسطے مقرر نہ کی ہو تو جو شخص اسکو پہلے اٹھالے اسی کی ہوجائیگی جنگلی کبوتر ایک شخص کے دار مین رہنے لگا اور وہان اسنے بچے دیے اور ایک شخص نے پکڑ لیے اگر یہ بچے لے لیے پس اگر مالک دار نے دروازہ

بند کر دیا اور سوراخ دیوار چھوپ دیا ہو تو یہ بچے مالک مکان کے ہونگے اور اگر مالک مکان نے ایسا نہ کیا ہو تو جسنے
لے لیے اُسی کے ہو گئے۔ اور اگر کسی کے پاس کبوتر ہوں اور انہین ایک اور کبوتر آیا اور بچے ہوئے تو یہ بچے اسکے
ہونگے جسکی مادہ یعنی کبوتری ہے۔ اور کبوتروں کا رکھنا مکروہ ہے اگر لوگوں کو مضرت پہونچاتے ہوں اور جسنے کسی آبادی
مین برج کبوتران بنائے یعنے خانوں مین پالے ہوں تو چاہیے کہ انکی حفاظت کرے اور انکو دانہ دیے جاوے اور بغیر
دانہ نہ چھوڑے حتی کہ وہ لوگوں کو ضرر پہونچانے پاوین۔ اور اگر انہین کسی دوسرے کے پالو کبوتر ملگئے تو اسکو نہ چاہیے
کہ انکو پکڑے اور اگر پکڑ لیا تو اُنکے مالک کو تلاش کرے اور اگر اُسنے نہ پکڑے لیکن یہ اسکے یہاں رہتے اور بچے دیے پس اگر غیر کی
کبوتری ہو تو ان بچوں سے انتفاع حاصل نہ کرے اسواسطے کہ یہ غیر کے ہین اور اگر کبوتری اُسی کی ہو اور نر غیر کا ہو تو بچے اُسی کے
ہونگے۔ اسواسطے کہ انڈے بچے اُسکے ہوتے ہین جسکی کبوتری ہو اور اگر اُسنے نہ جانا کہ میرے کبوتروں کے بیچ مین کوئی اجنبی کبوتر
ہے تو اسپر کوئی گناہ نہین ہے یہ مضمرات مین ہے۔ اور جسنے باز یا جرہ وغیرہ کے مانند کسی پرند کو شہر یا سواد شہر
مین پکڑا اور اُسکے پانوؤن مین چھلے یا گھنگرو وغیرہ ایسی چیز ہے اور وہ سمجھا جاتا ہے کہ پالو ہے تو چاہیے کہ اُسکی شناخت
کرا دے تاکہ اُسکے مالک کو واپس کر دے اور اسی طرح اگر ہرن پکڑا جسکی گردن مین پٹہ پڑا ہے تو اسکا یہی حکم ہے محیط
مین ہے۔ ایک نے ایک رباط یا چند سال اسواسطے کے واسطے مقام طلب پر لیا اور اسمین سکونت اختیار کی اور اُسمین بہت سا گوبر
جمع ہو گیا اور اسکو [illegible] جمع کیا ہے تو شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ گوبر اسکا ہوگا جسنے مکان مذکور
اسی واسطے رکھا ہے اور اگر اُسنے ایسا نہین کیا ہے تو جسنے پہلے اسکو لے لیا اُسی کا ہوگا اور امام ابوعلی سغدی نے فرمایا
کہ یہ اُسی کا ہوگا جسنے پہلے اسکو لے لیا اگرچہ اُسنے یہ مقام اپنے واسطے اسلیے نہ مہیا کیا ہو حتی کہ فرمایا کہ اگر کسی نے ایک چہار
دیواری بنا دی اور ایسی جگہ تیار کر دی کہ جہاں جانور جمع ہوا کرتے ہین تو اُسکا گوبر اُسی شخص کا ہوگا جسنے پہلے لے لیا ایک
شخص کا ایک دار ہے کہ اسکو اجارہ پر دیا کرتا ہے پھر کوئی آدمی آیا اور اُسمین وارد ہو اپنا اونٹ باندھ دیا اور وہان اُسکی لید
کثرت سے جمع ہو گئی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر مالک دار نے بروجہ اباحت اسکو چھوڑ دیا ہے اور یہ اسکی رائے نہین تھی کہ یہان
گوبر [illegible] جمع ہو تو جسنے اسکو لے لیا ہو وہی اسکا مستحق ہوگا اسواسطے کہ وہ مباح ہے اور اگر مالک دار کی رائے یہ تھی کہ
گوبر ولید جمع کرے تو اسکا مستحق وہی مالک دار ہے۔ ایک عورت نے اپنی چادر ایک مقام پر رکھدی پھر دوسری عورت آئی
اور اسنے بھی اپنی چادر وہان رکھی پھر پہلی عورت آئی اور دوسری عورت کی چادر اٹھا لے کر چلی گئی تو دوسری عورت کو
روا نہین ہے کہ پہلی عورت کی چادر سے جو بجاے اسکی چادر کے وہان ہے انتفاع حاصل کرے اسواسطے کہ یہ انتفاع بملک
غیر ہے اور اگر اسکو منظور ہوا کہ اُس سے انتفاع حاصل کرے تو مشائخ نے فرمایا کہ اسکا طریقہ یہ ہے کہ عورت مذکورہ اس چادر
کو اپنی دختر کو بشرطیکہ فقیرہ ہو اس نیت سے صدقہ دیدے کہ اُسکا ثواب اسکی مالکہ عورت کو ہووے بشرطیکہ وہ اس صدقہ پر
راضی ہو جاوے پھر دختر مذکورہ اس چادر کو اپنی اس ماں کو ہبہ کر دے پھر اُس سے انتفاع حاصل کر سکتی ہے اور اگر دختر
مذکورہ تونگر ہو تو اسکو انتفاع حاصل کرنا حلال نہ ہوگا اور اسی طرح اگر کسی کا جوتا اس طرح بدل گیا اور بجاے اسکے دوسرا
چھوڑ گیا تو اسمین بھی ایسا ہی حکم ہے کسی شخص نے کوئی چیز یعنے لقطہ پایا پھر وہ اسکے پاس سے بھی ضائع ہو گیا پھر اسنے کسی دوسرے
کے پاس اسکو پایا تو اسکو اس دوسرے کے ساتھ کچھ خصومت کا اختیار نہین ہے۔ کوئی مسافر کسی شخص کے مکان مین
مر گیا اور اسکا کوئی وارث معروف نہین ہے اور مرنے پر اسنے اپنا اسقدر مال چھوڑا کہ پانچ درہم کے مساوی ہے اور مالک

مکان مرد فقیر ہی تو مالک مکان کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس مال کو اپنی ذات پر صدقہ کرے اسواسطے کہ یہ مال بمنزلہ لقطہ کے نہیں ہے ایک شخص کہیں چلا گیا حالانکہ وہ اپنا مکان کسی شخص کے قبضہ میں اس غرض سے دے گیا کہ اسکی تعمیر کرے اور اسکو مال دے گیا کہ اسکو حفاظت سے رکھے پھر یہ شخص جو دے گیا ہے مفقود ہو گیا تو جسکو دے گیا ہے اسکو یہ اختیار ہے کہ اس مال کو حفاظت سے رکھے اور یہ اختیار نہیں ہے کہ مکان مذکور کی تعمیر کرے الا باجازت حاکم یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور فقیہ ابو اللیث رح نے عیون میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر کسی نے اپنا جانور بطور سانڈ کے چھوڑ دیا پس اسکو کسی شخص نے پکڑ لیا اور اسکی اچھی طرح اصلاح کی پھر چھوڑنے والا آیا اور اسکو لینا چاہا تو دیکھا جاوے کہ اگر اسنے چھوڑنے کے وقت یوں کہا کہ یہ جانور میں نے اس شخص کا کر دیا جو اسکو پکڑ لے تو یہ شخص اسکو اب نہیں لے سکتا ہے اور اگر اسنے یہ نہیں کہا تھا یعنے ایسا لفظ نہیں کہا تھا جس سے پکڑنے کی ملک اسکی طرف سے ثابت ہو جاوے تو اسکو یہ اختیار ہوگا کہ اس سے لے لے اور اسی طرح اگر کسی نے اپنا گدھا چھوڑ دیا تو بھی یہی حکم ہے ایسا ہی بعض مشایخ نے ذکر فرمایا ہے اور اگر دونوں نے اختلاف کیا یعنی چھوڑنے والے نے کہا کہ میں نے کچھ نہیں کہا تھا اور پکڑنے والے نے کہا کہ اسنے کہا تھا کہ جو پکڑے میں نے اسی کا کر دیا تو اس صورت میں قسم کے ساتھ قول مالک کا قبول ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے

کتاب الاباق

قال المترجم اباق غلام کا مولے کے پاس سے بھاگ جانا ایسا غلام آبق کہلاتا ہے اور جو شخص اس غلام کو پکڑ لاوے بدیں غرض کہ اسکے مالک کو واپس کر دے اسکا یہ فعل اچھا ہے اور نیز مولے پر لازم ہے کہ ایسے لانے والے کو مال دیا رہے جسکو جعل کہتے ہیں اور تفصیل آگے آتی ہے فانتظر۔ جو شخص غلام آبق کو پاوے اگر اسکو پکڑ سکے تو پکڑ لینا افضل ہے کذا فی السراجیہ۔ پھر پکڑنے والے کو اختیار ہے چاہے اسکو اپنی حفاظت میں رکھے بشرطیکہ اسپر قادر ہو اور چاہے اسکو امام کو دیدے پس اگر اسنے امام کو دینا چاہا تو امام اس غلام کو اس سے قبول نہ کریگا تاوقتیکہ وہ گواہ قائم کرے اور جب اسنے گواہ قائم کر دیے اور امام نے قبول کر لیا تو امام اس غلام کو بغرض تعزیر کے قید خانہ میں رکھیگا اور بیت المال سے اسکو نفقہ دیگا یہ تبیین میں ہے اور اگر پکڑنے والے نے اسکو بسبب اختیار حاصل کے موافق قول بعض مشایخ کے اپنے پاس رکھا اور سلطان کو نہ دیا اور اپنے پاس سے اسکو نفقہ دیا تو جب اسکا مالک حاضر آوے تو اس سے اپنا نفقہ واپس لیگا بشرطیکہ قاضی کے حکم سے اسکو نفقہ دیا ہو ورنہ واپس نہیں لے سکتا ہے اور یہی مختار ہے قنیہ میں ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ جو راہ بھول گیا ہو اور پھرتا ہو اسمیں اختلاف ہے چنانچہ بعض نے کہا کہ اسکا پکڑ لینا بھی افضل ہے اور بعض نے کہا کہ اسکا نہ پکڑنا افضل ہے۔ اور اگر وہ امام کے پاس لایا جائے تو امام اسکو قید نہ رکھیگا اور اگر اسکی ذات سے کوئی منفعت ہوتی ہو تو اسکو اجارہ پر دیدے اور اسکی اجرت میں سے اسکی ذات پر خرچ کرے کذا فی التبیین اور اسکو فروخت نہ کریگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور حاکم شہید رح نے کافی میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایک غلام آبق کو پکڑ لایا اور سلطان نے اسکو لیکر قید رکھا پھر کسی نے دعوی کیا اور گواہ قائم کیے کہ یہ غلام اسی کا ہے تو فرمایا کہ سلطان اس سے قسم لیکر کہ میں نے اسکو فروخت نہیں کیا ہے اور نہ ہبہ کیا ہے اسکو دیدے اور میں پسند نہیں کرتا ہوں کہ اس سے کفیل مانگے ولیکن اگر قاضی نے اس سے کفیل لے لیا تو قاضی اس فعل سے بدکردار بھی نہ ہوگا

یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اور یہ امر امام محمد رح نے ذکر نہیں فرمایا کہ آیا قاضی اس مدعی کے مقابلہ میں کوئی خصم قائم
کریگا یا نہیں اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے کہ مشائخ نے اسمیں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ قاضی اسکے
مقابلہ میں ایک خصم قائم کرکے اسکے روبرو گواہوں کی سماعت کریگا اور بعضوں نے کہا کہ بدون اسکے کہ قاضی اسکے
مقابلہ میں خصم قائم کرے اس گواہی کی سماعت کریگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں اور غلام نے
خود اقرار کیا کہ میں اسکا غلام ہوں تو فرمایا کہ قاضی اس مدعی کو دیکر اس سے کفیل لے لیگا۔ اور اگر غلام مذکور کا کوئی
خواستگار نہ آیا تو فرمایا کہ اگر زمانہ دراز گذر جاوے تو امام اسکو فروخت کردے اور اسکا ثمن رکھ چھوڑے یہانتک کہ
اسکا خواستگار آوے اور گواہ قائم کرے کہ یہ میرا غلام ہے پس امام اس ثمن کو اسکو دیدیگا اور امام نے جو بیع کردی ہے وہ نہ توڑی جائیگی
اور جب تک امام اسکو قید رکھے تو بیت المال سے اسکا نفقہ دے پھر جب اسکا مالک آوے تو اس سے لے لے یا اگر فروخت
کردے تو اسکے ثمن سے نکال لے یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اور بھاگنے والا غلام بسبب خوف اباق کے اجارہ پر نہ دیا جاوے
یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر غلام آبق بغیر حکم قاضی کے بوجہ اقرار غلام کے یا بسبب بیان علامات کے کسی
خواستگار کو دیدیا گیا پھر کوئی دوسرا اسکا مستحق ثابت ہوا تو مستحق مذکور دیدینے والے سے تاوان لیگا پھر دینے والے
نے جسکو دیا ہے اس سے واپس لیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور آبق کا پھیر لانے والا ہمارے نزدیک استحساناً جعل کا مستحق
ہوتا ہے کذا فی الکافی پس جو شخص کہ آبق غلام کو مدت سفر یعنی تین روز کی راہ سے پھیر لایا وہ چالیس درم جعل کا مستحق ہے
اگرچہ غلام کی قیمت چالیس درم سے کم ہو اور یہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہے یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر
کوئی شخص شہر میں یا شہر سے باہر سے مدت سفر سے کم مسافت سے آبق کو پکڑ لایا تو بقدر مشقت مقام کے جعل کا مستحق
ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ رضخ واجب ہوگا یہ فتاوے عتابیہ میں ہے پھر جب کہ رضخ واجب ہوا پس اگر پھیر لانے والا اور
جسکے پاس پھیر لایا ہے دونوں نے کسی قدر پر باہم رضامندی سے قرارداد کرلی تو پھیر لانے والے کو اسی قدر ملیگا
اور اگر دونوں نے قاضی کے پاس جھگڑا پیش کیا تو قاضی بقدر دوری مقام کے رضخ کی مقدار مقرر کریگا ایسا ہی ہمارے
بعض مشائخ نے فرمایا ہے اور اسکی تفسیر یہ ہے کہ تین روز کی راہ سے پھیر لانے والے کے واسطے چالیس درم واجب ہوتے ہیں
پس بمقابلہ ہر روز مسافت کے تیرہ درم و ایک تہائی درم ہوا پس اگر ایک روز کی راہ سے لایا ہے تو اسی قدر واجب ہونگے
اور کتاب میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور ینابیع میں مذکور ہے کہ ہم اسی کو لیتے ہیں اور بعض نے فرمایا کہ یہ امام کی رائے
پر ہے اور یہ آسان ہے بحسب اعتبار اور ابانہ میں مذکور ہے کہ یہی صحیح ہے اور عتابیہ میں ہے کہ اسی پر فتوے ہے یہ تاتارخانیہ
میں ہے امام محمد رح نے اصل میں فرمایا کہ غلام صغیر کے واپس لانے کا حکم مثل غلام بالغ کے واپس لانے کے ہے کہ اگر صغیر کو
سفر کی دوری سے واپس لایا تو چالیس درم واجب ہونگے اور اگر سفر سے کم دوری سے لایا تو رضخ واجب ہوگا لیکن
اگر غلام بالغ کے لانے میں مشقت زیادہ ہو تو بالغ کا رضخ بہ نسبت صغیر کے زیادہ ہوگا۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ جو حکم
صغیر میں مذکور ہے یہ ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب صغیر ایسا ہو کہ اباق کو سمجھتا ہو اور اگر ایسا صغیر ہو کہ اباق کو نہیں سمجھتا
ہے تو راہ بھولا ہوا ہوگا اور راہ بھولے ہوئے کا واپس لانے والا مستحق جعل نہیں ہوتا ہے۔ اور اگر ایسی باندی واپس لایا
جسکے ساتھ صغیر بچہ ہے تو وہ اپنی ماں کے تابع قرار دیا جائیگا پس جعل میں کچھ بڑھایا نہ جائیگا اور اگر یہ بچہ قریب بلوغ
ہو تو اسی درم واجب ہونگے یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر آبق دو شخصوں میں مشترک ہو تو اسکا جعل ان دونوں پر بقدر حصہ کے

فصل

کے حصہ کے ہوگا پس اگر دونوں مالکوں میں سے ایک حاضر ہوا اور دوسرا غائب ہو تو جو حاضر ہے جب تک وہ پورا
جعل داخل نہ کرے تب تک غلام مذکور کو نہیں لے سکتا ہے اور جب حاضر نے پورا جعل دیدیا تو اپنے شریک کے حصہ میں
متطوع نہ ہوگا بلکہ اُس سے واپس لیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر غلام آبق ایک ہی شخص کا ہووے مگر پھیر لانے والے دو آدمی ہوں تو اُسکا
جعل ان دونوں میں برابر تقسیم ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مالک ایک ہوا اور غلام دو ہوں تو اسپر دو جعل واجب ہونگے
یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اور اگر غلام آبق کسی شخص کے پاس رہن تھا تو جعل مرتہن پر واجب ہوگا خواہ راہن کی حیات میں
واپس لایا گیا ہو یا اُسکی موت کے بعد پکڑ آیا ہو اور یہ حکم اسوقت ہے کہ غلام مذکور کی قیمت قرضہ کے برابر ہو یا اس سے
کم ہو اور اگر اُسکی قیمت بہ نسبت قرضہ کے زیادہ ہو تو بقدر قرضہ کے مرتہن پر اور باقی راہن پر ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔
اور اگر غاصب سے جو غلام غصب کر لیا ہے اُسکے پاس سے بھاگ گیا اور کوئی اُسکو پکڑ کر واپس لایا تو اُسکا جعل غاصب
پر ہوگا اور اگر آبق ایسا غلام ہو کہ اُسکی خدمت کا استحقاق ایک شخص کے واسطے اور رقبہ کی ملکیت دوسرے کے
کے واسطے ہو تو اُسکا جعل اُسی پر ہوگا جو مستحق خدمت ہے پھر جب مدت خدمت گذر جاوے تو مستحق خدمت اس جعل
کو اُس شخص سے جو رقبہ غلام مذکور کا مالک ہے واپس لیگا یا غلام مذکور اس مال جعل کے واسطے فروخت کیا جائیگا۔ اور جو شخص
غلام آبق کو پکڑ کر واپس لایا ہے اُسکو اختیار ہے کہ غلام مذکور کو روک رکھے یہاں تک کہ تمام جعل کو وصول کر لے اور اگر غلام
مذکور اس پھیر لانے والے کے پاس بعد ازانکہ قاضی نے اُسکو جعل حاصل کرنے تک روک رکھنے کا حکم دیدیا ہے یا قاضی تک
مرافعہ کرنے سے قبل ہلاک ہوگیا تو اسپر ضمان واجب نہ ہوگی اور اُسکا جعل بھی واجب نہ ہوگا۔ اور اگر آبق کے
پھیر لانے والے نے مولاے غلام سے بیس درہم پر جعل سے صلح کر لی تو جائز ہے اور اگر پچاس درہم پر صلح کی حالانکہ وہ نہیں
جانتا ہے کہ جعل چالیس درہم ہے تو بقدر چالیس کے جائز اور زیادتی باطل ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی نے ایک غلام اپنا
کسی دوسرے کو بطور تملیک ہبہ کیا پھر وہ موہوب لہ کے پاس سے بھاگ گیا پھر کوئی شخص اسکو گرفتار کر کے واپس لایا تو اُسکا
جعل موہوب لہ پر ہوگا اگرچہ ہبہ کرنے والا بعد ازانکہ پھیر لانے والے نے غلام مذکور موہوب لہ کو واپس دیا ہے اپنے ہبہ میں
رجوع کرے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر کوئی شخص مدبر یا ام ولد کو گرفتار کر کے واپس لایا تو جعل واجب ہوگا بشرطیکہ مولی کی
حیات میں واپس لایا ہو اور اگر پہونچنے سے پہلے مولی مر گیا تو واپس لانے والے کے واسطے کچھ نہ ہوگا۔ اور غلام ماذون کے
واپس لانے میں بھی جعل واجب ہوگا اور اگر مکاتب بھاگ گیا اور کوئی شخص اُسکو اُسکے مولی پاس واپس لایا تو اسکو کچھ نہ ملیگا
یہ جوہرہ نیرہ میں ہے جامع الفصولین میں مذکور ہے کہ دو شخص ایک غلام کو واپس لائے پس ایک نے گواہ قائم کیے کہ میں نے
اسکو تین روز کی راہ سے گرفتار کیا ہے اور دوسرے نے گواہ دیے کہ میں نے اسکو دو روز کی راہ سے گرفتار کیا ہے تو مولی
پر واجب ہوگا کہ روز اول و دوم کا جعل پورا کر دے جو دونوں میں مساوی تقسیم ہوگا اور ینابیع میں مذکور ہے کہ اگر ایسا
غلام کوئی جنایت کر کے بھاگا ہوا ہو تو انتظار کر کے دیکھا جائیگا کہ مولی کیا اختیار کرتا ہے پس اگر مولی نے فدیہ دینا اختیار کیا
تو اُسکا جعل مولی پر واجب ہوگا اور اگر مولی نے تاوان جنایت میں ہی غلام اُس کی جنایت کو دیدیا تو جعل مذکور ولی
جنایت پر ہوگا۔ اور اگر غلام آبق ایسا ہو کہ مولی نے اسکو تجارت کی اجازت دی ہے حالانکہ حالت اجازت کے تجارتی
قرضہ میں ڈوبا ہوا ہے تو اسکا جعل اُسکے مولی پر واجب ہوگا ولیکن اگر مولی نے اُس سے انکار کیا تو جعل کے واسطے غلام
مذکور فروخت کیا جائیگا پھر جو کچھ جعل سے بچے وہ قرضخواہوں کو ملیگا۔ اور جامع میں مذکور ہے کہ اگر زید نے اپنا غلام عمرو کے

پاس ودیعت رکھا اور اسکے پاس سے بھاگ گیا پھر کوئی گرفتار کرکے لایا اور عمرو نے اسکا جعل ادا کردیا تو احسان کنندہ
ہوگا یعنی زید سے واپس نہیں لے سکتا ہے۔ اور نیز جامع میں ہے کہ ایک غلام بھاگ گیا پھر اُسنے عمداً کسی کو قتل کیا یا اسپر کچھ
قرضہ پڑ گیا پھر اسکو کوئی شخص گرفتار کرکے لایا اور اُسی کے پاس غلام مذکور قتل کیا گیا تو وہ جعل کا مستحق نہ ہوگا۔ اور نیز جامع
میں مذکور ہے کہ اگر آبق نے گرفتار کرنیوالے کے قبضہ میں جنایت کی یا کسی کا مال تلف کردیا پس اگر غلام مذکور قتل کیا گیا یا
ولی جنایت کو دیدیا گیا یا مال تلف کرنے میں فروخت کیا گیا تو گرفتار کرنے والا کچھ مستحق جعل نہ ہوگا۔ اور نیز جامع میں ہے کہ
اگر گرفتار کرنے والے کے پاس آبق نے جنایت کی مگر خطا سے یا کسی کا مال تلف کردیا پھر مولی نے گرفتار کرنے والے کو بغیر اس
امر سے آگاہی کے جعل دیدیا پھر غلام مذکور کو جنایت کے عوض دیدیا پس اگر ارش جنایت اس غلام کی قیمت کے مساوی
ہو تو پورا جعل واپس لیگا اور اگر ارش جنایت سے قیمت زیادہ ہو تو جعل میں سے بقدر حصہ جنایت کے واپس لیگا خواہ
ادا کیا اُسکے ثمن یا دین یا جنایت سے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر کوئی شخص اپنے باپ یا بھائی یا اور اقربا میں سے کسی کا
غلام واپس لایا تو اسکے واسطے جعل واجب نہ ہوگا جب کہ وہ مولاے غلام کے عیال میں سے ہو۔ اور اگر مولاے غلام کے عیال
میں سے نہ ہو تو جعل واجب ہوگا سواے اسکے کہ اگر بیٹا اپنے باپ کا غلام واپس لایا یا جورو و مرد میں سے کوئی دوسرے کا
غلام واپس لایا تو اسکے واسطے استحساناً جعل واجب نہ ہوگا۔ اور اسی طرح اگر یتیم کا غلام آبق اسکا وصی واپس لایا تو
مستحق جعل نہ ہوگا یہ تبیین میں ہے۔ اور سلطان نے اگر غلام آبق کو گرفتار کرکے تین روز کی راہ سے اُسکے مولی کو واپس دیا
تو اُسکے واسطے جعل نہ ہوگا اور فقیہ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور اسی طرح اگر راہدار و شحنہ و کاروان نے
راہزنوں سے مال چھین لیا اور مالک کو واپس کردیا تو یہی حکم ہے یہ عتابیہ میں ہے۔ اور اگر کسی کے غلام آبق کو اُسکا
وارث تین روز کی راہ سے لایا تو وارث تین حال سے خالی نہیں اول آنکہ اسکا فرزند ہوگا دوم آنکہ فرزند نہیں مگر اسکے
عیال میں سے ہوگا سوم آنکہ اُسکا فرزند نہ ہوگا اور نہ اُسکے عیال میں ہوگا پس اگر تیسری صورت ہو تو اجماع ہے کہ اگر
ایسے وارث نے آبق کو گرفتار کرکے مورث کی حیات میں اسکو واپس پہونچا دیا تو اسکے لیے جعل واجب ہوگا اور اجماع
ہے کہ اگر اسنے بعد وفات مورث کے اسکو گرفتار کرکے پہونچایا تو مستحق جعل نہوگا۔ اور اگر اُسنے مورث کی حیات میں
اسکو گرفتار کیا اور اُسکے حیات ہی میں اسکو شہر میں لایا مگر مورث کی وفات کے بعد سپرد کیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح
نے فرمایا کہ اسکے واسطے دیگر وارثان کے شریک ہونے کے حصہ میں جعل واجب ہوگا اور صورت اول و دوم میں یہی حال ہے جعل
کا مستحق نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ میرا غلام بھاگ گیا ہے اگر تجھکو کہیں ملے تو اسکو پکڑ لینا پس
مامور نے کہا کہ اچھا پس مامور نے اُسکو تین روز کی راہ سے گرفتار کیا اور اسکے مولی کے پاس لایا تو جعل کا مستحق ہوگا
اور اگر کسی آبق کو تین روز کی راہ سے پکڑ کر اُسکے مولی کو واپس کرنے کے واسطے لایا یہاں تک کہ جب اس شہر میں پہونچا
تو ہنوز اسکے مولی تک نہیں پہونچا تھا کہ پایا گیا کہ غلام مذکور اُسکے پاس سے بھاگ گیا پس کسی اور شخص نے اسکو اسی شہر میں
گرفتار کیا اور اسکے مولی کو واپس دیا تو اول کے واسطے کچھ جعل نہ ہوگا اور دوسرا بقدر اپنی مشقت کے [illegible] کا مستحق
ہوگا۔ اور منتقی میں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص ایک آبق غلام کو تین روز کی راہ سے پکڑ لایا تاکہ اسکے مولی کو واپس کرے پھر
اسی سے [illegible] لیا اور اگر اسکے مولی کو واپس [illegible] جعل لے لیا پھر اول گرفتار کرنے والے نے گواہ قائم کیے کہ
[illegible] تین روز کی راہ سے گرفتار کیا [illegible] دوبارہ جعل لے لیگا پھر مولاے مذکور [illegible] اسکو دیا

واپس لیگا۔ اور نیز منتقی مین مذکور ہی کہ اگر کسی نے آبق کو تین روز کی راہ سے گرفتار کیا اور اُسکے مولی کو واپس کرنے کے واسطے لیکر ایک روز چلا تھا کہ غلام مذکور اُسکے پاس سے بھاگا اور اسی شہر کی راہ جسمین اُسکا مولی موجود ہی چلا اگر اسکی نیت یہ نہین ہی کہ اپنے مولی کے پاس لوٹ جاؤن حتی کہ ایک وقت اس راہ پر چلا آیا پھر دوبارہ اسکو پہلے گرفتار کرنیوالے نے گرفتار کیا اور تیسرے روز راہ چلکر اُسکے مولی تک لاکر مولی کو سپرد کیا تو لانے والا روز اول اور روز سوم کے جعل کا مستحق ہوگا یعنی تمام جعل مین سے دو تہائی حصہ کا مستحق ہوگا۔ اور اگر ایسا ہوا کہ غلام مذکور گرفتار کرنے والے کے ہاتھ سے بھاگ گیا پھر اُسکو اُسکے مولی نے گرفتار کر لیا یا غلام مذکور کی راہ مین خود ہی آ پاکر اپنے مولی کے پاس واپس آیا تو گرفتار کرنے والے کو کچھ جعل نہ ملیگا۔ اور اگر غلام مذکور گرفتار کرنے والے سے جدا ہو گیا اور اپنے مولی کی طرف رخ کر کے آیا کہ اسکا ارادہ اباق کا نہ تھا تو اوّل گرفتار کرنے والے کو ایک روز کا جعل ملیگا۔ اور نیز منتقی مین ہی کہ اگر کسی نے غلام آبق کو گرفتار کر کے ایک شخص کو دیا اور حکم کیا کہ اسکو لیجا کر اسکے مولی کو واپس دیکر اُس سے جعل وصول کر لیتا تو یہ جعل اس گرفتار کرنے والے کا ہوگا۔ اور اصل مین مذکور ہی کہ اگر کوئی غلام کسی شہر کو بھاگ گیا اور کسی نے اسکو گرفتار کیا پھر اُس سے کسی شخص نے خرید ا اور اُسکو اُسکے مولی کے پاس لایا تو کچھ جعل کا مستحق نہ ہوگا۔ و لیکن اگر اُسنے خرید کے وقت گواہ کر لیے ہون کہ مین اُسکو اسواسطے خریدتا ہون کہ اُسکے مولی کو واپس دیدون تو وہ جعل کا مستحق ہوگا و لیکن جو کچھ اُسنے ثمن دیا ہی خواہ قلیل یا کثیر اسکو مولی سے واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر گرفتار کنندہ نے اسکو ہبہ کر دیا ہو یا اسکے واسطے اس غلام کی وصیت کر دی ہو یا اُسنے میراث مین پایا ہو پھر اسکے مولی کے پاس واپس کرنے لایا تو اسمین وہی حکم ہی جو صورت خرید مین مذکور ہوا ہی یعنی مستحق جعل نہ ہوگا۔ اگر کسی نے ایک غلام آبق گرفتار کیا اور اُسکے مولی کو واپس کرنے لایا پھر جب ہی مولی کی نظر اُسپر پڑی تو مولی نے اسکو آزاد کر دیا پھر وہ لانے والے کے ہاتھ سے بھاگ گیا تو لانے والا اُسکے جعل کا مستحق ہوگا اور اگر اُسی مسئلہ مین مولی نے اسکو بیع کر دیا ہو تو لانے والا مستحق جعل نہ ہوگا۔ اور اگر گرفتار کرنے والا اُسکو تین روز راہ قطع کر کے لایا اور ہنوز مولی کے پاس نہ پہونچا تھا کہ غلام مذکور اُسکے پاس سے بھاگ گیا پھر مولی نے اس غلام کو آزاد کر دیا تو گرفتار کرنے والے کے ہاتھ سے اپنے قبضہ مین لانے والا نہ ہوجائیگا اور اگر گرفتار کرنے والا اُسکو اُسکے مولی کے پاس لایا اور مولی نے بعد قبضہ کرنے کے پھر گرفتار کرنے والے کو ہبہ کر دیا تو مولی پر جعل واجب ہیگا اور اگر قبل قبضہ کرنے کے اُسکو ہبہ کر دیا ہو تو گرفتار کرنے والے کے واسطے جعل نہ ہوگا۔ اور اگر قبل قبضہ کرنے کے لانے والے کے ہاتھ فروخت کر دیا تو مولی پر جعل واجب ہوگا۔ شیخ شمس الائمہ حلوائی نے بیان فرمایا ہی کہ واپس لانے والا جب ہی جعل کا مستحق ہوتا ہی کہ جب گرفتار کرنے کے وقت اُسنے گواہ کر لیے ہون کہ مین اسکو اسواسطے گرفتار کرتا ہون کہ اُسکے مولی کو واپس کر دون۔ اور اگر اُسنے اسطرح گواہ کر لینا ترک کیا ہو تو جعل کا مستحق نہ ہوگا اگرچہ اُسکے مالک کو لاکر واپس دے یہ محیط مین ہی۔ اگر غلام آبق گرفتار کرنے والے کے پاس قبل اسکے کہ اُسکے مولی کو واپس کرے مر گیا یا بھاگ گیا پس اگر گرفتار کرنے والے نے گرفتار کرنے کے وقت گواہ کر لیے ہون کہ مین اسکو اُسکے مولی کو واپس دینے کے واسطے گرفتار کرتا ہون تو گرفتار کنندہ پر ضمان نہوگی اور اسی طرح اگر یون کہا ہو کہ یہ بھاگا ہوا غلام ہی مین اسکو گرفتار کرتا ہون پس جس شخص کو تم اپنا بھاگا ہوا غلام جستجو کرتا ہوا پاؤ اُسکو میرے پاس راہ بتا دینا تو یہ بھی گواہ کر لینا ہی اور وہ ضامن نہوگا اور شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ

گواہ کر لینے مین یہ شرط نہین ہو کہ مکرر کئی بار اشہاد کرے بلکہ ایک مرتبہ اگر ایسا کر دیا تو کافی ہو اگر استطاع ہو کہ جب دریافت کیا جاوے تو اسکے پوشیدہ کرنے پر قادر نہ ہو اور یہی حکم لقطہ مین ہو۔ اور اگر اُسنے اشہاد کیا تھا یا وجودیکہ گواہ کر لینا ممکن تھا تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک اُسپر ضمان واجب ہوگی اور یہ اسوقت ہو کہ جب یہ معلوم ہو کہ یہ آبق تھا اور اگر یہ معلوم نہوا اور مولے نے اپنے غلام کے آبق ہونے سے انکار کیا تو قول مولی کا قبول ہوگا اور گرفتار کرنیوالا بالاجماع ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور اگر کسی نے غلام آبق گرفتار کیا پھر کسی نے دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہو اور غلام نے اُسکا اقرار کیا اور گرفتار کرنے والے نے بغیر حکم قاضی کے اسکو دیدیا پس اُسکے پاس ہلاک ہو گیا پھر کوئی دوسرا شخص بذریعہ گواہوں کے اسکا مستحق ثابت ہوا یعنے اُس نے دعوی کیا اور گواہ دیئے اور مستحق ثابت ہوا تو اسکو اختیار ہوگا کہ دونون مین سے جس سے چاہے تاوان لے یعنے چاہے اُس شخص سے تاوان لے جس نے گرفتار کیا تھا اور چاہے اُس شخص سے جسکو غلام کے اقرار پر دیدیا ہو پس اگر اُسنے گرفتار کرنے والے سے تاوان لیا تو وہ لینے والے سے واپس لیگا اور اگر پکڑنے والے نے اوّل کو نہ دیا یہانتک کہ دو گواہوں نے اسکے پاس گواہی دی کہ یہ اُسی کا غلام ہو پس اُسنے بغیر حکم قاضی کے طالبگار کو دیدیا پھر دوسرے نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام ہو تو دوسرے کا غلام ہونیکا حکم دیدیا جائیگا پھر اگر اوّل نے اپنے گواہون کا اعادہ کیا تو حکم قضا رد نہ ہوگا۔ واگر کوئی غلام آبق گرفتار کیا اور بغیر حکم قاضی کے اسکو فروخت کر دیا حتے کہ بیع صحیح نہ ہوئی اور مشتری کے پاس غلام مذکور مر گیا پھر ایک شخص نے آکر اُسکا دعوی کیا اور گواہ قائم کرکے ثابت کیا کہ یہ میرا غلام ہو تو مستحق کو اختیار ہو چاہے مشتری سے تاوان لے پس مشتری اپنا ثمن بائع سے واپس لیگا اور چاہے بائع سے قیمت تاوان لے اور اس صورت مین بائع کی طرف سے بیع نافذ ہو جائیگی اور ثمن اُسکا ہو جائیگا ولیکن اگر ثمن مین قیمت کی بہ نسبت زیادتی ہو تو زیادتی کو صدقہ کر دے۔ اور اگر مولے نے انکار کیا کہ میرا غلام بھاگا نہ تھا تو واپس لانے والا مستحق جعل نہ ہوگا الا اُس صورت مین کہ گواہ گواہی دین کہ اُسکا غلام بھاگا ہو یا یہ گواہی دین کہ مولے نے اقرار کیا کہ میرا یہ غلام بھاگا ہو اور اگر کوئی غلام بھاگا اور اپنے ساتھ مولی کا مال لے گیا پھر اسکو کوئی شخص پکڑ لایا اور کہا کہ مین نے اسکے ساتھ اور کوئی چیز نہین پائی ہو تو قول اسی کا قبول ہوگا اور اُسپر کچھ واجب نہ ہوگا۔ غلام آبق کا فروخت کرنا اجنبی کے ہاتھ یا اپنے فرزند صغیر کے ہاتھ نہین جائز ہو اور جسکے قبضہ مین ہو اسکے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہو اور اجنبی کے واسطے اُسکا ہبہ کر دینا نہین جائز ہو اور اجنبی سے مراد وہ شخص ہو جسکے پاس یہ بھاگا ہوا غلام نہ ہووے وہذا من التتمہ اور اگر مولے نے اپنے فرزند صغیر کو ہبہ کیا پس اگر غلام مذکور دار الاسلام ہی مین ہنوز سرگردان ہو تو جائز ہو اور اگر دار الحرب مین ہو پہنچ گیا ہو تو اسمین مشائخ رح نے اختلاف کیا ہو اور قاضی الحرمین نے امام اعظم رح سے روایت کی ہو کہ نہین جائز ہو۔ اور اپنے کفارہ ظہار سے اُسکا آزاد کر دینا روا ہو۔ اور اگر مولے نے کسی کو غلام آبق کی جستجو کرکے پکڑ لینے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے اُسکو پکڑ پایا پھر مولی نے اسکو کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا حالانکہ بائع و مشتری دونون مین سے کوئی یہ نہین جانتا ہو کہ وکیل نے اسکو پا لیا ہو تو بیع باطل ہو یہانتک کہ معلوم ہووے کہ وکیل نے اسکو پا لیا ہو۔ اور اگر غلام آبق کو کسی نے گرفتار کیا اور اسکو اجارہ پر دیدیا تو اجرت اُسی گرفتار کنندہ کی ہوگی مگر اسکو صدقہ کر دے اور اگر اُسنے رکھ چھوڑی اور غلام کے ساتھ یہ اجرت بھی اُسکے مولی کو واپس کر دی اور کہا کہ یہ تیرے غلام کی کمائی ہی اور مین نے تجھے ہبہ کر دی تو وہ مولی کی ہوگی مگر مولی کو

قیاساً اسکا کھانا روا نہیں ہے اور استحساناً کھانا حلال ہے یہ محیط میں لکھا ہے

کتاب المفقود

مفقود اُس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے اہل یا شہر سے غائب ہوگیا یا اُسکو دشمنون یعنی حربی کافرون نے گرفتار کر لیا پھر یہ نہیں معلوم کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا ہے اور نہ اُسکا ٹھکانا معلوم ہے اور اسپر ایک زمانہ گذر گیا پس وہ اس اعتبار سے معدوم ہے اور ایسے شخص کا حکم یہ ہے کہ اپنی ذات کے حق میں زندہ ہے اور حق غیر میں مردہ ہے چنانچہ اپنی ذات کے حق میں زندہ قرار دیے جانے کی وجہ سے اُسکی جورو کسی سے نکاح نہیں کر سکتی ہے اور اُسکا مال تقسیم نہیں کیا جا سکتا ہے اور اُسکا اجارہ فسخ نہ ہوگا اور حق غیر میں میت قرار دیے جانے سے جو شخص اسکے مورثون میں سے اُسکے پیچھے مرا اُسکی میراث نہ پاویگا یہ خزانۃ المفتیین میں ہے - اور قاضی اُسکی طرف سے ایسا شخص مقرر کر دیگا جو اُسکے مال کی حفاظت کریگا اور اُسکی پیداوار کو قبضہ کریگا اور اُسکی واجبات وصول کریگا اور اُسکے ایسے قرضے وصول کریگا جنکا قرضدار خود اقرار کرتے ہیں مگر جنکا اقرار نہ کرتے ہون اُنکی بابت کسی سے مخاصمہ نہیں کر سکتا ہے اور نہ اُسکے ایسے عروض یا عقار کی نسبت جو دوسرے کے قبضہ میں ہے مخاصمہ کر سکتا ہے یعنی یہ بھی نہیں کر سکتا ہے اسواسطے کہ یہ شخص نہ خود مالک ہے اور نہ مالک کا نائب ہے بلکہ فقط وکیل بالقبض ہے جانب قاضی مقرر ہے اور ایسا وکیل بالاتفاق نالش و خصومت کا اختیار نہیں رکھتا ہے کیونکہ یہ متضمن ہے کہ غائب پر حکم ہو وے پس جب غائب پر حکم ہونے کو متضمن ہے تو ہمارے نزدیک نہیں جائز ہے ہان اگر کسی قاضی نے جو غائب پر حکم کو جائز رکھتا ہے ایسا حکم دیدیا تو جائز ہو جائیگا اسواسطے کہ یہ صورت مجتہد فیہ ہے یہ محیط میں ہے کہ اُسکی قضا بالاتفاق نافذ ہو جائیگی پھر واضح ہو کہ جس شخص کو قاضی نے وکیل مقرر کیا ہے اگر اسکے معاملہ و عقد سے کوئی قرضہ کسی پر واجب ہوا تو بلا خلاف اسکے واسطے مخاصمہ کریگا اور مفقود کے مال سے جس چیز کے خراب و فنا ہو جانے کا خوف ہوگا اُسکو فروخت کر سکتا ہے یہ تبیین میں ہے - اور پھر ایسی چیز جو جلد بگڑتی نہیں ہے اسکو فروخت نہ کریگا نہ نفقہ میں اور نہ غیر نفقہ میں خواہ یہ منقول مال ہو یا غیر منقول عقار ہو یہ غایۃ البیان میں ہے - اور اسکے مال سے ایسے لوگون کو جنکا نفقہ اُسکی موجودگی میں بغیر حکم قاضی کے اسپر واجب تھا اُنکو نفقہ دیدیا جاوے جیسے اُسکی زوجہ و اسکی اولاد و اسکے والدین اور جو لوگ اُسکی موجودگی میں اُس سے اپنے نفقہ کے بغیر حکم قاضی کے مستحق نہ تھے تو پھر اسکا مال خرچ نہ کیا جائیگا جیسے بھائی و بہن وغیرہ اور مال سے ہماری مراد مال نقد ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے اور پھر چاندی و سونے کے ڈلے بغیر سکہ کے اس حکم میں بمنزلہ نقد درم و دینار کے ہیں اور یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ مال مذکور قاضی کے قبضہ میں ہو اور اگر ودیعت یا قرضہ ہو تو ان دونون میں سے ہر ایک سے ان لوگون پر خرچ کیا جائیگا جبکہ ودیعت رکھنے والا اور قرضدار دونون ودیعت و قرضہ و نسب و نکاح کا اقرار کریں اور یہ جب ہی ہے کہ یہ ہر دو امر قاضی کے نزدیک ظاہر نہون اور اگر دونون ظاہر ہون تو ان دونون کے اقرار کی ضرورت نہیں ہے اور اگر دونون میں سے ایک ظاہر ہو اور دوسرا ظاہر نہو تو صحیح قول کے موافق جو ظاہر نہیں ہے اُسکے اقرار کی ضرورت ہے اور اگر مستودع نے بطور خود یا قرضدار نے بطور خود بغیر حکم قاضی کے ان لوگون کو دیا تو مستودع ضامن ہوگا اور قرضدار بری نہ ہوگا اور اگر مستودع یا قرضدار نے سرے سے اپنے مستودع و مقروض ہونے سے انکار کیا یا فقط نسب یا نکاح سے انکار کیا تو اسکے اثبات میں کوئی جو مستحق نفقہ ہے اسکے مقابلہ میں خصم نہ قرار دیا جائیگا اور مفقود و اسکی جورو

کے درمیان تفریق نہ کیجائیگی ۔ اور جب نوے برس گذر جاویں تو اُسکی موت کا حکم دیا جائیگا اور اسی پر فتوی ہے اور
ظاہر الروایہ کے موافق جب اُسکے ہمجولی مر جاویں اور کوئی اسکے ہمجولیوں میں سے زندہ نہ رہے تو اُسکی موت کا حکم
دیا جائیگا اور واضح ہو کہ اسکے شہر کے اسکے ہمجولیوں کی موت کا اعتبار ہے یہ کافی ہے اور مختار یہ ہے کہ یہ امر امام
کی رائے کے سپرد ہے یہ تبیین میں ہے پھر جب اُسکی موت کا حکم دیا جاوے تو اسوقت سے اُسکی جورو وفات کی عدت میں بیٹھے
اور اسوقت میں جو لوگ اُسکے وارثوں میں موجود ہوں انکے درمیان اُسکا مال تقسیم کیا جاوے اور جو اُس سے پہلے مر گیا
وہ اُسکا وارث نہ ہوگا یہ ہدایہ میں ہے پھر اگر اس مدت کے گذر جانے کے بعد اس عورت کا شوہر یعنی مفقود واپس آیا
تو وہ اُسی عورت کا حقدار ہے لیکن اگر اس عورت نے کسی اور سے نکاح کر لیا ہو تو اُسکو اُسکے لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی
یہ تتارخانیہ میں ہے ۔ مفقود اپنے مال کے حق میں زندہ قرار دیا جائیگا اور مال غیر کے حق میں وہ اُسی روز سے مردہ
قرار دیا گیا جب سے مفقود ہوا قرار دیا گیا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے ۔ اور جو شخص مفقود کے غائب
و مفقود ہونے کی حالت میں مر گیا تو مفقود اُسکا وارث نہ ہوگا اور یہ جو ہم نے کہا کہ مفقود کسی کا وارث نہ ہوگا اسکے یہ معنی ہیں کہ
مفقود کا حصہ میراث اس مفقود کی ملک میں شامل نہ کیا جائیگا اور رہا یہ کہ حصہ موقوف رکھا جائیگا پھر اگر مفقود زندہ ظاہر ہوا تو
وہ اُسکا مستحق ہوگا اور اگر زندہ ظاہر نہ ہوا یہانتک کہ نوے برس پورے ہوگئے تو جو حصہ اس مفقود کے واسطے رکھا گیا تھا وہ
جس میت کی میراث میں سے تھا اُسکی موت کے روز کے وارثوں کو واپس دیا جائیگا یعنی قرار دیا جائیگا کہ اسمیں سے فلان کو
جو اسوقت زندہ تھا اتنا اور فلان کو اتنا چاہیے اگرچہ بعض اُنمیں سے مر چکے ہوں یہ کافی میں ہے ۔ اور اگر کسی میت نے
وقت وفات کے مفقود کے واسطے کسی چیز کی وصیت کر دی ہو تو یہ چیز بھی موقوف رکھی جائیگی یہانتک کہ مفقود کی موت کا
حکم دیا جاوے پس جب اُسکی موت کا حکم دیا جائیگا تو یہ چیز اس وصیت کنندہ کی اسوقت کے وارثوں کو بحصہ رسد دیجائیگی
یہ تبیین میں ہے ۔ اور اگر کوئی مرتد مفقود ہو گیا کہ یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ دار الحرب میں پہونچ گیا ہے یا نہیں تو اُسکی میراث بھی
موقوف رکھی جائیگی یہانتک کہ ظاہر ہو جاوے کہ وہ دار الحرب میں پہونچ گیا اور اگر مرتد کی اولاد میں سے کوئی مر گیا تو
اُسکی میراث اُسکے وارثوں میں تقسیم کر دیجائیگی اور مرتد کے واسطے کچھ بھی موقوف نہ رکھا جائیگا یہ ظہیریہ میں ہے ۔ اور اگر مفقود
کے ساتھ کوئی ایسا وارث ہو کہ وہ مفقود کے ہوتے ہوئے بالکل محروم تو نہیں ہوتا مگر اُسکے حصہ میں نقصان ہوتا ہے تو ایسے
شخص کو ہر دو حصہ میں سے کم حصہ دیا جائیگا یعنی مجتہد کہ جو اُسکا حصہ ہوتا ہے وہ دیا جائیگا اور بلا نقصان حصہ کی مقدار
تک جسقدر رہا وہ موقوف رکھا جائیگا اور اگر کوئی ایسا وارث ہو جو مفقود کے ہوتے ہوئے بالکل محروم ہوتا ہو تو
اسوقت اُسکو بالکل نہ دیا جائیگا ۔ اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ زید مرا اور دو دختر و ایک پسر مفقود و ایک پسر کا پسر و
ایک پسر کی دختر وارث چھوڑے اور مال ترکہ کسی اجنبی کے پاس ہے اور سب نے باتفاق اقرار کیا کہ زید کا پسر مفقود ہے اور
ہر دو دختر نے اپنا حصہ میراث طلب کیا تو ورصورت پسر نہ ہونے کے اُنکا حصہ میراث دو تہائی مال ہے اور ہونے کی صورت میں
ہر ایک کا چہارم چہارم یعنی نصف کل مال ہے کہ نقصان کے ساتھ ہے پس ہر دو حصہ میں سے کمتر حصہ یعنی نصف انکو اسوقت دیا جائیگا
اور پسر کے پسر یعنی پوتے کو جو پسر کے ہوتے ہوئے محروم ہوتا ہے کچھ نہ دیا جائیگا بلکہ باقی سب مال رکھ چھوڑا جائیگا اور جسکے
پاس ہے اُسکے قبضہ سے کبھی نہ نکالا جائیگا الا آنکہ اُس سے خیانت ظاہر ہو کہ اسکی طرف سے مامون نہ ہوں تو وہ امانتدار
نہ رکھا جائیگا پھر جب مدت مذکور گذر جاوے اور مفقود کی موت کا حکم دیا جاوے تو باقی میں سے ایک چھٹا حصہ کل مال کا

بھی ہر دو وغیرہ کو دیدیا جائیگا تاکہ انکی دو تہائی پوری ہو جاوے اور اگر وہ زندہ نہ ہوں تو انکے وارث بحسب فرائض مستحق ہونگے اور جو کچھ مال باقی رہا وہ پسر کے پسر کا ہی اور اسکی نظیر حمل ہی یعنے مفقود کی نظیر میت کا وہ بچہ ہی جو ہنوز پیٹ میں ہو اور پیدا نہیں ہوا ہی کہ اُسکے واسطے ایک پسر کا حصہ رکھ چھوڑا جائیگا چنانچہ ہی فتوے کے واسطے مختار ہی اور اگر اُسکے ساتھ ایسا دوسرا وارث ہو کہ وہ کسی حال میں ساقط نہیں ہوتا ہی اور حمل کی وجہ سے اُسکا حصہ متغیر بھی نہیں ہوتا ہی تو اُسکا حصہ اسکو پورا دیدیا جائیگا اور اگر ایسا وارث ہو کہ حمل کے ہونے سے اسکا حصہ متغیر ہوا جاتا ہی تو اسکو ہر دو حصہ میں سے کم حصہ دیا جائیگا یہ کافی میں ہی۔ اور اگر مفقود جنگل میں مر گیا تو اُسکے ساتھی کو اختیار ہی کہ اُسکا جانور سواری و اسباب فروخت کرکے دراہم اُسکے لوگوں کو پہونچا دے اور اگر کسی شخص نے مفقود پر قرضہ یا ودیعت یا شرکت یا عقار یا طلاق یا عتاق یا نکاح یا رد بعیب یا مطالبہ یا استحقاق میں سے کسی حق کا دعوی کیا تو اُسکے دعوی پر التفات نہ کیا جائیگا اور اُسکے گواہ مقبول نہ ہونگے اور جسکو قاضی نے وکیل مقرر کر دیا ہی یعنی وکیل بالقبض یا کوئی اُسکے وارثوں میں سے بھی کے مقابلہ میں خصم قرار نہ دیا جائیگا ولیکن اگر قاضی کے نزدیک جائز ہو یعنی قضا علی الغائب کو جائز جانتا ہو اور اسنے گواہوں کی سماعت کرکے حکم دیدیا تو بالاجماع اُسکا حکم نافذ ہو جائیگا یہ تاتارخانیہ میں ہی

کتاب الشرکۃ

اسمیں چھ باب ہیں

باب اوّل شرکت کے اقسام و ارکان و شرائط و احکام و متعلقات کے بیان میں۔ اور اسمیں چند فصلیں ہیں

فصل اوّل انواع شرکت کے بیان میں

شرکت کی دو قسمیں ہیں اوّل شرکت ملک اور وہ یہ ہی کہ دو شخص مثلاً ایک چیز کے مالک ہو جاویں بدون اسکے کہ دونوں میں عقد شرکت واقع ہوا ہووے یہ تہذیب میں ہی دوم شرکت عقد اور وہ اسطرح ہی کہ مثلاً دو آدمیوں میں سے ایک نے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ اس امر میں شراکت کی اور دوسرا اسکو کہ میں نے قبول کی یہ کنز الدقایق میں ہی۔ پھر شرکت ملک کی دو قسمیں ہیں اوّل آنکہ شرکت جبر ہو دوم آنکہ شرکت اختیار ہو پس شرکت جبریہ یہ ہی کہ دو شخصوں کے دو مال بغیر اختیار مالکوں کے اسطرح مخلوط ہو جاویں کہ حقیقۃً دونوں میں تمیز ممکن نہ ہو بایں طور کہ ہر دو مال کی جنس واحد ہو پس اختلاط سے تمیز نہ ہو سکے یا تمیز ممکن تو ہو مگر بڑی کلفت و مشقت سے جیسے گیہوں اور جو مختلط ہو جاویں یا دونوں کسی ایک مال کے حصہ رسد وارث ہوں اور شرکت اختیار یہ ہی کہ دونوں کو ایک مال ہبہ کیا جاوے یا دونوں ایک ہی مال کے باستیلاء مالک ہوں یا اپنے اختیار سے ہر دو اپنا اپنا مال باہم خلط کر دیں کذا فی الذخیرہ یا بطریق خرید کے یا بوجہ صدقہ کے دونوں ایک مال کے مالک ہوں کذا فی فتاوی قاضی خان یا دونوں کے واسطے ایک مال کی وصیت کیجاوے پس دونوں اس وصیت کو قبول کر لیں یہ اختیار شرح مختار میں ہی اور شرکت اختیار کا رکن ہر دو حصہ کا مجتمع ہونا ہی۔ اور حکم شرکت اختیار یہ ہی کہ مال مشترک میں جو زیادتی ہو وہ بھی شرکت پر باندازہ ملک ہوگی یعنی جتنی جسکی ملک ہی زیادتی میں بھی اسی حساب سے ہر ایک کی شرکت ہوگی اور یہ ہی کہ دونوں میں سے کسی کو روا نہیں ہی کہ دوسرے کے حصہ میں تصرف کرے الا اُسکے حکم سے اور دونوں میں سے ہر ایک اپنے شریک کے حصہ میں مثل اجنبی کے ہی اور ہر ایک کے لیے اپنا حصہ اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کرنا

تمام صورتوں میں جائز ہے اور کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کرنا بغیر اجازت شریک کے جائز ہے باستثنا ء صورت خلط
و اختلاط کے یہ کافی میں ہے۔ اور شرکت عقود کی تین قسمیں ہیں ایک شرکت بالمال و دوم شرکت بوجوہ و سوم شرکت
باعمال۔ اور ان تینوں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں شرکت مفاوضہ و شرکت عنان یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور شرکت عقد
کا رکن ایجاب و قبول ہے اور یہ اسطرح ہے کہ ایک کہے کہ میں نے تجھے شارک کیا چنین و چنان میں اور دوسرا کہے کہ میں نے
قبول کیا کذا فی الکافی اور اسپر گواہ کر لینا مندوب ہے یہ نہر الفائق میں ہے۔ اور ان شرکتوں کے جواز کی شرط یہ ہے
کہ جس چیز پر عقد شرکت قرار دیا گیا ہے وہ قابل وکالت ہو کذا فی المحیط اور یہ شرط کہ نفع کی مقدار معلوم ہو پس اگر مجہول
ہوگی تو شرکت فاسد ہو گی اور یہ شرط ہے کہ جزو نفع ایک ایسا جزو قرار دیا جاوے جو تمام میں شائع ہو ایسا نہو کہ معین ہو مثلاً آدھا یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ
چنانچہ اگر مانند دس یا بیس یا سو وغیرہ کے معین کر دیا تو شرکت فاسد ہوگی یہ بدائع میں ہے۔ اور شرکت عقد کا حکم یہ ہے کہ
معقود علیہ اور جو اس عقد کے ذریعہ سے مستفاد ہوگا وہ سب دونوں میں مشترک ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ واضح ہو کہ
شرکت بالمال اسطرح ہے کہ دو آدمی کسی قدر راس المال کو ملا کر دونوں یوں کہیں کہ ہم دونوں نے آپس میں باہم شرکت کر لی
اس شرط پر کہ ہم دونوں اس سے ایک ساتھ یا جدا جدا خرید و فروخت کریں یا یہ شرط بیان کریں مطلق چھوڑ دیں کہ ہمنے
باہم آپس میں شرکت کر لی بشرط آنکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ ہمکو آپس میں نفع روزی کرے وہ ہم دونوں کے درمیان اسی شرط پر مشترک ہوگا
یا دونوں میں سے ایک اسطرح کہے اور دوسرا کہے کہ ہاں کذا فی البدائع **فصل دوم** ان الفاظ کے بیان میں جنسے شرکت
صحیح ہے اور جنسے نہیں صحیح ہوتی ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر دو آدمیوں نے بغیر مال کے اس شرط سے شرکت کی کہ جو کچھ ہم
دونوں آج کے روز خریدیں وہ ہم دونوں میں مشترک ہوگا خواہ کسی صنف یا عمل کی خصوصیت بیان کر دی یا مطلق
چھوڑ دیا تو یہ جائز ہے اور اسی طرح اگر بجائے آج کے روز کے اس مہینہ میں کہا تو بھی روا ہے اور اسی طرح اگر شرکت کیواسطے
کوئی وقت نہ بیان کیا بایں طور کہ ہم دونوں نے شرکت کی اس شرط سے کہ جو کچھ ہم دونوں خریدیں وہ ہمارے درمیان
میں مشترک ہوگا تو بھی جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر شرکت کے واسطے کوئی وقت مقرر کیا تو بنابر مذکورہ بالا جائز ہے لیکن
جاننا چاہیئے کہ بشر نے امام ابو یوسف رح کے واسطہ سے امام اعظم رح سے روایت کی کہ یہ جائز ہے مگر طحاوی رح نے اس توقیت
کو ضعیف کہا اور سوائے طحاوی کے دیگر مشائخ نے اس روایت کی تصحیح کی ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر دونوں نے لفظ
شرکت کا نہ کہا ولیکن ایسا لفظ کہا جس سے استعمال میں شرکت سمجھی جاتی ہے مثلاً ایک نے دوسرے سے کہا کہ جو کچھ
میں نے آج خریدا وہ میرے تیرے درمیان ہے اور دوسرے نے اسکی موافقت کی مثلاً کہا کہ اچھا تو آیا شرکت ہوگی یا نہوگی
سو امام محمد رح نے اسکو اصل میں ذکر نہیں فرمایا اور ابو سلیمان نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ جائز ہے اور اسقدر سے شرکت
ثابت ہو جائیگی آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر وے دونوں لفظ خرید کو جانبین سے ذکر کرتے تو روا تھا اور شرکت ثابت ہوتی
باعتبار ذکر حکم شرکت کے اگرچہ لفظ شرکت نہیں کہا پس یہاں بھی ثابت ہوگی اور یہی صحیح ہے اور یہ شرکت فقط خرید میں
جائز ہوگی پس دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہوگا کہ دوسرے نے جو خریدا ہے اسکے حصہ میں سے کچھ فروخت کرے الا اسکی
اجازت سے فروخت کر سکیگا یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ جو کوئی چیز میں نے خریدی پس وہ میرے تیرے
درمیان ہے یا کہا وہ ہمارے درمیان ہے اور دوسرے نے کہا کہ ہاں اچھا پس اگر اسکی مراد یہ ہو کہ ہم دونوں بمنزلہ دو شریک
تجارت ہو ویں تو یہ شرکت ہوگی حتے کہ بدون بیان جنس خریدکردہ شدہ یا نوع یا مقدار ثمن کے صحیح ہوگی جیسے صریح لفظ خرید و فروخت

کہنہیں ہوتا ہی اور اگر یہ مراد لی ہو کہ خریدکردہ شدہ بعینہ خاصۃً دونون مین مشترک ہوا ور اس چیز مین دونون مانند دو
شریک تجارت کے نہو وین بلکہ خریدی ہوئی چیز بعینہ دونون مین مشترک ہوئے جیسا کہ دونون نے میراث پائی یا دونون
کو ہبہ کی گئی تو اس صورت مین وکالت ثابت ہوگی نہ شرکت پس اگر وکالت صحیح ہونے کی شرط پائی گئی تو وکالت صحیح
ہوگی ورنہ نہین اور وکالت دو وجہ سے ہوتی ہی ایک وکالت خاصہ دوم عامہ پس وکالت خاصہ صحیح ہونے کی شرط یہ ہی
کہ خریدکردہ شدہ چیز کی جنس بیان ہوا ور اسکی نوع اور مقدار ثمن بیان ہوا اور وکالت عامہ صحیح ہونے کی شرط یہ ہی کہ
موکل تمام رائے وکیل کے سپرد کرے یا وقت یا مقدار ثمن یا جنس مبیع بیان کرے کذا فی البدائع۔ اور منتقی مین امام
ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر دو شخصون نے کہا کہ جو کچھ ہم دونون نے خریدی وہ ہم دونون کے درمیان نصفا نصف
ہی تو یہ جائز ہی۔ اور نیز منتقی مین امام اعظم رح سے بروایت حسن بن زیاد مذکور ہی کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ جو
چیز مین نے اصناف تجارت سے خریدی وہ میرے اور تیرے درمیان ہی پس اسکو دوسرے نے قبول کیا تو یہ جائز ہی
اور اسی طرح اگر کہا کہ آج کے روز خریدی تو بھی یہی حکم ہی کہ جائز ہی اور جو چیز اسنے اُس روز خریدی وہ دونون مین
نصفا نصف ہوگی قال المترجم لفظ بینی و بینک علی الاطلاق بمعنی مشترک نصفا نصف ہوتا ہی اور مترجم نے میرے
تیرے درمیان ہی اسی معنی مین لیا ہی پس محفوظ رکھنا چاہیے۔ اور اسی طرح اگر دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے
سے کہا اور کوئی وقت بیان نہ کیا تو بھی روا ہی۔ اور اسی طرح اگر کہا کہ مین نے جسقدر آٹا خریدا وہ میرے و تیرے
درمیان ہی تو بھی روا ہی اور ان دونون مین سے کسی کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ دوسرے نے جو خریدا ہی اسکے حصہ میں
فروخت کرے بدون اُسکی اجازت کے اسواسطے کہ دونون نے خریدنے مین شرکت کی ہی نہ فروخت کرنے مین
ہان اگر دوسرے سے اجازت لیکر فروخت کیا تو جائز ہی یہ محیط مین ہی اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ اگر مین نے
غلام خریدا تو وہ میرے و تیرے درمیان ہی تو یہ فاسد ہی الا آنکہ نوع بیان کرے مثلاً کہے کہ غلام خراسانی یا ہروی خریدا
کذا فی فتاوے قاضی خان اور اگر کہا کہ مین نے جو کوئی چیز خریدی وہ میرے و تیرے درمیان ہی تو امام اعظم رح نے فرمایا
کہ نہیں جائز ہی اور یہی امام ابو یوسف رح کا قول ہی کذا فی البدائع اور منتقی مین امام ابو یوسف رح سے بروایت بشر بن الولید
مذکور ہی کہ ایک نے کہا کہ مین نے آجکے روز جو کوئی چیز خریدی وہ میرے و تیرے درمیان ہی تو یہ جائز ہی اور اسیطرح اگر ایکسال
کا وقت بیان کیا تو بھی جائز ہی اور اگر وقت بیان نہ کیا ولیکن خریدی چیز کی مقدار بیان کی مثلاً کہا کہ گیہون سو من تک
جسقدر خریدے وہ میرے و تیرے درمیان ہین تو یہ جائز ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ جو چیز مین نے شہر بصرہ مین
خریدی وہ میرے و تیرے درمیان ہی حالانکہ جسطرف وہ گیا ہی اسی طرف نکلکر چلا یا کہا کہ جو چیز مین نے بصرہ مین
خریدی تو یہ باطل ہی جب تک ثمن یا مبیع یا ایام بیان نہ کرے جائز نہ ہوگی یہ محیط مین ہی۔ ایک نے دوسرے کو حکم کیا
کہ فلان غلام معین میرے و اپنے درمیان مشترک خریدے پس اُس نے کہا کہ اچھا پھر خریدنے کے وقت گواہ کر لیے کہ مین نے اسکو
خاص اپنے ہی واسطے خریدا ہی تو غلام مذکور دونون مین مشترک ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی اور مجرد مین ہی کہ امام اعظم رح نے فرمایا
کہ جب اُسنے اسکو خریدنے کا حکم کیا تھا اسوقت اُسنے اگر سکوت کیا ہان نہ کہا اور نہ نہین کہا یہان تک کہ خریدنے کے وقت
گواہ کر لیے کہ مین نے اُسکو خاص اپنے ہی واسطے خریدا ہی تو اُسی کا ہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ مین نے اسکو فلان
یعنی حکم دہندہ کے واسطے خریدا پھر اسکو خرید کیا تو وہ حکم دہندہ کا ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر اُسنے خریدنے کے وقت سکوت کیا

پھر بعد خریدنے کے کہا کہ تم گواہ رہو کہ میں نے اسکو فلان کے واسطے خریدا ہی تو فلان حکم دہندہ کے واسطے ہوگا بشرطیکہ غلام مذکور اسوقت صحیح سالم ہو اور اگر غلام میں کوئی عیب پیدا ہوجانے یا مرجانے کے بعد اُسنے ایسا کہا تو اُسکا قول قبول نہ ہوگا الا اس صورت میں کہ حکم دہندہ اُسکی تصدیق کرلے یہ تاتارخانیہ میں ہی۔ زید نے عمرو سے کہا کہ خالد کا غلام میرے اور اپنے درمیان یعنی مشترک خرید کر پس عمرو نے کہا کہ اچھا پھر خریدنے چلا پھر بکر نے اُس سے کہا کہ خالد کا غلام میرے اور اپنے درمیان خرید کر پس اُس نے کہا کہ اچھا پھر اسکو خرید کیا تو وہ زید و بکر کے درمیان مشترک ہوگا کذا فی الخلاصہ اور مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہی کہ بکر کی وکالت اُسنے بغیر حضوری زید کے قبول کی ہو اور اگر زید کی حضوری میں قبول کی تو یہ غلام بکر و عمرو کے درمیان نصفا نصف ہوگا کذا فی المحیط اور اگر اس درمیان میں عمرو کو شعیب ملا اور اُسنے بھی یہی کہا کہ خالد کا غلام میرے اور اپنے درمیان خرید کر پھر عمرو نے اسکو خریدا تو دیکھا جائیگا کہ اگر عمرو نے بغیر حضوری زید و بکر کے شعیب سے کہا کہ اچھا تو غلام مذکور زید و بکر کے درمیان مشترک ہوگا اور عمرو و شعیب کے واسطے کچھ نہ ہوگا اور اگر دونوں کی حضوری میں اچھا کہا تو غلام مذکور عمرو و شعیب کے درمیان نصفا نصف مشترک ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اور منتقی میں مذکور ہی کہ ہشام رح نے فرمایا کہ میں نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ زید نے عمرو کو حکم دیا کہ ایک کپڑا جسکا وصف بیان کردیا ہی بیس درم کو میرے اور اپنے درمیان خرید کر بدین شرط کہ میں ہی درم نقد دونگا تو فرمایا کہ یہ جائز ہی اور یہ کپڑا دونوں کے درمیان مشترک ہوگا اور شرط مذکور باطل ہی یعنی ثمن عمرو ہی ادا کریگا اور نیز منتقی میں ابراہیم کی روایت سے امام محمد رح سے مذکور ہی کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ فلان کی باندی میرے و اپنے درمیان خرید کر بدین شرط کہ میں ہی اسکو فروخت کرونگا تو فرمایا کہ شرط فاسد ہی اور شرکت جائز ہی اور فرمایا کہ شرکت میں ہر شرط فاسد کا یہی حکم ہی یعنی شرکت جائز ہوگی اور شرط باطل و بیکار رہیگی اور اگر اُسنے کہا کہ بدین شرط کہ ہم اسکو فروخت کریں تو یہ جائز ہی اور باندی مذکورہ دونوں میں مشترک ہوگی کہ دونوں اپنی تجارت میں اسکو فروخت کرینگے یہ محیط میں ہی۔ اور اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ ہم دونوں میں سے جس نے اس غلام کو خریدا تو دوسرا اُسمیں اُسکا شریک ہوا یا دوسرا اُسکا اُسمیں شریک ہی تو یہ جائز ہی یعنی دونوں میں سے جو اُسکو خریدیگا نصف اپنے واسطے اور اُسمیں دوسرے کے واسطے خریدنے والا ہوگا پس جب اُسپر قبضہ کریگا تو وہ گویا دونوں کے قبضہ کے ہوگا حتی کہ اگر اتفاق سے وہ غلام مرگیا تو دونوں کا مال گیا۔ اور اگر دونوں نے اسکو ساتھ ہی خریدا یا ایک نے اُسمیں سے نصف پہلے خریدا پھر دوسرے نے باقی نصف خریدا تو بھی دونوں میں مشترک ہوگا اور اگر اس صورت میں دونوں میں سے ایک نے اگرچہ بغیر حکم دوسرے کے پورا ثمن ادا کردیا تو نصف ثمن دوسرے سے واپس لیگا یہ فتح القدیر میں ہی۔ اور اگر ہر ایک نے دوسرے سے اسکی بیع میں وکالت حاصل کی پھر ایک نے اسکو کسی کے ہاتھ اس شرط سے فروخت کیا کہ اُسکا فقط نصف ہی تو وہ حصہ شریک کا بعوض نصف ثمن کے فروخت کرنے والا ہوگا اور اگر فروخت کیا یہ غلام الا نصفہ یعنی باستثناء نصف غلام کے تو جو کچھ ثمن حاصل ہوا ہی وہ پورا ثمن اور نصف غلام نزدیک امام اعظم رح کے دونوں میں مساوی مشترک ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک بیع خالص حصہ بائع کی طرف راجع ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اور منتقی میں ہی کہ ہشام نے فرمایا کہ میں نے امام ابو یوسف رح سے سنا کہ فرماتے تھے کہ اگر ایک نے دوسرے ایک شخص سے جسکی ملک میں کچھ نہیں ہی یوں کہا کہ اور میرے پاس دس ہزار درم ہیں پس انکو میری اور اپنی شرکت مساوی میں لے تو فرمایا کہ یہ جائز ہی اور نفع اور نقصان دونوں پر ہوگا یہ محیط میں ہی

ف اس تجارت میں [illegible]

ایک نے ایک غلام خریدا کر اُسپر قبضہ کر لیا پھر دوسرے نے اس غلام میں شرکت کی درخواست کی پس مشتری نے اسکو اس غلام میں شریک کر لیا تو شریک کو نصف غلام بعوض نصف ثمن مذکور کے یعنی جتنے کو خریدا ہی ملیگا اس بنا پر کہ مطلق شرکت مساوات کو چاہتی ہی الا آنکہ اُسکے برخلاف بیان کریگے ظاہر کر دے تو البتہ شرکت موافق بیان ہوگی یہ فتح القدیر میں ہی اور اسی طرح اگر ایک شخص نے دو شخصوں کو شریک کر لیا تو وہ چیز ان تینوں میں مساوی تین تہائی مشترک ہوگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہی زید نے ایک غلام خرید کر کے اُسپر قبضہ کر لیا پھر عمرو نے اُس سے کہا کہ مجھے اسمین اپنا شریک کر لے پس اُسنے شریک کر لیا پھر خالد اسکو ملا اور اُسنے بھی یہی درخواست کی اور زید نے منظور کیا پس اگر خالد کو عمرو کی مشارکت کا علم ہو تو خالد کے واسطے چہارم غلام ہوگا اور چہارم زید کا اور نصف عمرو کا ہوگا اور اگر یہ علم نہ ہو تو عمرو کے واسطے نصف اور خالد کے واسطے نصف ہوگا اور زید درمیان سے خارج ہو جائیگا کذا فی المحیط اور اسی طرح اگر ایک غلام خریدا پس عمرو نے اُس سے کہا کہ مجھے اسمین شریک کر دے پس مشتری نے اسکو شریک کیا پھر نصف غلام مذکور کسی اور نے استحقاق ثابت کر کے لیا تو عمرو کو نصف باقی ملیگا اور مشتری درمیان سے خارج ہو جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اور اگر زید نے نصف غلام خرید کر کے قبضہ حاصل کیا پھر عمرو نے اُس سے کہا کہ مجھے اسمین شریک کر لے حالانکہ عمرو جانتا ہی کہ اسنے کل غلام خریدا ہی پس زید نے اسکو شریک کر لیا تو عمرو کو پورا نصف جسکو زید نے خریدا ہی ملیگا اور اگر عمرو جانتا ہو کہ زید نے نصف ہی خریدا ہی تو اسکو نصف کا نصف ملیگا یہ محیط میں ہی قال المترجم یہ مسئلہ نوادر سے معلوم ہوتا ہی اور اگر وجہ منظور ہی تو آگے کے مسئلہ پر غور کرنا چاہیے حیث قال اور اگر کسی نے کوئی چیز خریدی پس دوسرے نے کہا کہ مجھے اپنی شریک کر لے پس اُسکو شریک کر لیا تو یہ بمنزلہ بیع کے ہی پس اگر مشتری نے اس چیز پر قبضہ کر لینے سے پہلے ایسا کیا تو شرکت صحیح نہوگی اور اگر بعد قبضہ کے شریک کیا اور شریک کو سپرد نہ کیا یہانتک کہ مشتری کے قبضہ میں تلف ہو گئی تو شریک پر ثمن لازم نہ آویگا۔ اور جاننا چاہیے کہ خواستگار شرکت کی درخواست کے بعد جب مشتری نے کہا کہ اچھا میں نے تجھے اپنی شریک کیا تو ضرور ہی کہ پھر خواستگار شرکت قبول کرے اسواسطے کہ میں نے تجھے شریک کیا یہ لفظ ایجاب ہی یہ فتح القدیر میں ہی۔ اور منتقی میں مذکور ہی کہ اگر مشتری نے نصف پر قبضہ کیا اور نصف پر قبضہ نہیں کیا ہی کہ کسی اور کو اسمیں نصف کا شریک کیا اور یہ شرکت شائع مقبوضہ و غیر مقبوضہ دونوں میں واقع ہوئی تو مقبوضہ میں صحیح ہی اور شریک کو اختیار ہوگا چاہے لیوے چاہے نہ لیوے کیونکہ اُسکے حق میں صفقہ متفرق ہو گیا ہی یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اور اگر کسی کے گھر میں گیہوں ہوں اور وہ مدعی ہو کہ یہ سب میرے ہیں پھر دوسرے کو اُسکے نصف کا شریک کر لیا اور شریک نے ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ اُسمیں سے نصف جل گئے تو شریک کو اختیار ہی چاہے باقی نصف کو لے یا شرکت کو ترک کر دے اور اگر بیع کر دیے ہوں تو ایسی صورت میں بیع میں بھی یہی حکم ہی اور اگر کوئی شخص اُسمیں سے نصف گیہوں کا مستحق ثابت ہوا تو بیع و شرکت دونوں میں یہاں اختلاف حکم ہوگا چنانچہ اگر بیع واقع ہوئی ہو تو بیع مذکور باقی نصف پر رہیگی اور شریک کرنے کی صورت میں باقی نصف میں دونوں شریک رہینگے مگر شریک ہونے والے کو اختیار حاصل ہوگا یہ سراج وہاج میں ہی۔ اور اگر زید و عمرو نے ایک غلام مساوی نصف نصف خریدا پھر دونوں نے خالد کو اُسمیں شریک کیا تو دیکھا جاوے کہ اگر دونوں نے آگے پیچھے اسکو علیحدہ علیحدہ شریک کیا تو خالد کو اُسمیں سے نصف اور ان دونوں کو چہارم چہارم ملیگا کذا فی محیط السرخسی اور اگر دونوں نے اسکو ساتھ ہی شریک کیا بایں طور کہ اکٹھا دونوں نے اُس سے کہا کہ ہم دونوں نے تجھکو اس غلام میں شریک کیا تو استحسانا تہائی

کو انمین سے ایک تہائی ملیگا کذا فی المحیط اور اگر دونون مشتریون مین سے ایک نے اسکو اپنے حصہ اور دوسرے کے
حصہ مین شریک کیا پھر دوسرے نے اُسکی اجازت دیدی تو خالد کو نصف ملیگا اور دونون مشتریون کو باقی نصف یعنی چہارم
چہارم ملیگا کذا فی محیط السرخسی اور اگر دوسرے شریک نے اجازت نہ دی تو خالد کو شریک کرنے والے کے حصہ کا نصف
یعنی چہارم غلام ملیگا کذا فی المحیط اور اگر ایک مشتری نے دوسرے مشتری کی اجازت سے خالد کو شریک کیا ہو تو غلام
مذکوران سب کے درمیان تین تہائی ہوگا کذا فی المبسوط اور اگر خالد نے درخواست کی کہ تو مجھے اس غلام مین اپنے ساتھ
اور اپنے شریک کے ساتھ شریک کرلے پس اُس نے ایسا کیا تو دیکھا جاویگا کہ اگر شریک نے اجازت دیدی تو خالد کو
تہائی غلام ملیگا اور اگر اجازت نہ دی تو اسکو چوتھا حصہ ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر دونون مشتریون مین سے ایک نے
خالد سے کہا کہ مین نے تجھے اس غلام کے نصف مین شریک کیا تو ابن سماعہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ اس
صورت مین شریک کرنے والا اسکو اپنے پورے حصہ کا شریک کردینے والا ہوگا بخلاف اس قول کے کہ مین نے تجھے اسکے
نصف کا شریک کیا آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر مشتری ایک ہی ہوتا اور وہ کسی شخص سے کہتا کہ مین نے تجھے اسکے نصف مین
شریک کیا تو شریک ہونے والے کو نصف غلام ملتا جیسے اس قول مین کہ مین نے تجھے اسکے نصف کا شریک کرلیا بخلاف اسکے
اگر کہا کہ مین نے تجھے اپنے حصہ مین شریک کیا تو اس لفظ سے یہ ممکن نہین ہے کہ اپنے پورے حصہ کا دیدینے اور مالک کردینے والا
قرار دیا جاوے اسواسطے کہ اُسنے بجاے اپنے حصہ کا کہنے کے اپنے حصہ مین کہا ہے اور اگر وہ یون کہتا کہ مین نے تجھے
اپنے حصہ کا اپنے ساتھ شریک کرلیا تو باطل ہوتا پس اسواسطے شریک ہونے والے کو اس شریک کرنے والے کے حصہ کا
نصف ملیگا یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور اگر زید نے ایک غلام ہزار درم کو خریدکرکے اُسپر قبضہ کرلیا پھر عمرو سے کہا کہ مین نے
تجھے اسمین شریک کرلیا مگر عمرو نے کچھ جواب نہ دیا یہانتک کہ زید نے خالد سے کہا کہ مین نے تجھے اسمین شریک کیا پھر دونون
نے کہا کہ ہمنے قبول کیا تو یہ غلام عمرو و خالد کے درمیان نصفا نصف ہوگا اور مشتری درمیان سے خارج ہوجائیگا یہ
محیط مین ہے۔ اور اگر مشتری سے ایک نے کہا کہ تو مجھے اسمین شریک کرلے پس اُسنے شریک کیا مگر خواستگار نے ابھی نہ کہا کہ مین نے
قبول کیا یہانتک کہ مشتری نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھے اسمین شریک کرلیا پھر دونون نے قبول کیا تو اول خواستگار
کے واسطے کچھ نہوگا اور دوسرے شخص کے واسطے جسکو ثانیا شریک کیا ہے نصف غلام ہوگا اور اسی طرح اگر مشتری نے
ایک سے کہا کہ مین نے تجھے اسمین شریک کیا پھر دوسرے سے اسی طرح کہا پھر تیسرے سے یون ہی کہا اور ان مین سے کسی
نے قبول نہین کیا ہے پس اگر ایک نے قبول کیا تو غلام مذکور مشتری اور اس قبول کرنے والے کے درمیان ہوگا اور اگر مشتری
نے کہا کہ مین نے تم سب کو اسمین شریک کیا پھر انمین سے ایک نے قبول کیا تو اسکو چہارم ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہے ایک نے
دوسرے سے کہا کہ میرے پاس دس دینار ہین پس تجھے تو سونا دے کہ مین سب کا کوئی ساتھ مشترک خریدون اور کوئی
مقدار بیان نہ کی پس دوسرے نے اُسکو پانچ دینار دیے اور اُسنے پندرہ دینار وان کا کوئی ساتھ خرید کیا تو یہ ان مین
تین تہائی مشترک ہوگا گویا اُسنے کہا کہ پندرہ دینار کا ایک ساتھ شرکت مین خریدونگا اور اسطرح کہنے کی صورت
مین تین تہائی ہوتا ہے پس یہا ہی اس صورت مین ہوگا۔ اور لفظ شرکت محتمل شرکت املاک ہے پھر فرمایا کہ یہ اسوقت ہے
کہ مانگنے والے نے جنس بیان کی ہو مثل گیہون وغیرہ کے معین کردی ہو اور اگر معین نہ کی ہو تو پورا ساتھ مشتری کا ہوگا
اور مشتری پر پانچ دینار اس شخص کے جسنے دیے ہین ادا کرنے واجب ہونگے اسوجہ سے کہ توکیل صحیح نہین ہوئی اسواسطے

کہ جنس مجہول ہی یہ قنیہ مین ہی۔ امام اعظم رح نے فرمایا کہ اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو یہ غلام خرید کر اور مجھے اسمین شریک کر
پس اُسنے کہا کہ اچھا پھر اسکو خرید کیا تو وہ دونون مین مشترک ہوگا اور یہی قول امام ابو یوسف رح کا ہی اور یہ استحسان
ہی یہ محیط مین ہی قال المترجم اور قیاس یہ ہی کہ مشتری کا ہو کیونکہ شریک کر لینا بعد خرید کے ہوگا وجہ الاستحسان العرف
و ہو الظاہر ایک شخص نے ایک گاے بعوض دس دینار کے خریدی پھر قبضہ کرنے کے بعد ایک شخص سے کہا کہ مین نے تجھے
اسمین بعوض قدر دو دینار کے شریک کیا اور اُسنے قبول کیا تو اسکو پانچوان حصہ گاے کا ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہی پچاس
دینار کو ایک قالین فروخت کی پھر بائع نے اُس سے کہا کہ مین اسمین تیرا شریک ہونگا پس مشتری نے کہا کہ ہان پھر اُسی ہی
بات پر دونون خاموش ہو رہے پھر بائع اسمین سے تربوزے لایا کرتا تھا اور مشتری بھی انکو بازار مین بیچا کرتا تھا یہانتک کہ
تمام تربوزے ہو چکے تو بائع کی محنت رائیگان ہی وہ مشتری کا شریک نہو جائیگا یہ قنیہ مین ہی۔ ایک نے گیہون خرید کے
اور انکی پسوائی ایک درہم دیا پھر اُسکی پکوائی ایک درہم دیا پھر اسمین ایک شخص کو شریک کر لیا تو شریک ہونے والا
گیہون کا نصف ثمن اور مشتری کا نصف خرچ دیگا۔ اور اسی طرح اگر روئی لی اور اُسکی کتائی اور کپڑے بنائی مین خرچ کیا یا کہ
اور انکے پرو اسمین خرچ کیا تو ایسی صورت مین یہی حکم ہی اور اگر مشتری نے بذات خود پیسا پکایا اور کاتا اور بنا ہو اور
اسکی کچھ اجرت نہ دی ہو اور باقی مسئلہ بحالہ واقع ہوا تو شریک ہونے والے پر نصف ثمن کے سوا اسکے کام کے مقابلہ
مین اور کچھ لازم نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ جو مین نے آج کے روز خریدا وہ میرے اور
تیرے درمیان ہی پس اُسنے کہا کہ ہان اچھا پھر اُس نے کسی اور شخص سے کہا کہ میرے واسطے یہ غلام میرے اور اپنے درمیان
خرید کر پس اُسنے کہا کہ اچھا پھر یہ غلام خریدا تو اسمین سے نصف اس دوسرے کا ہوگا جسنے خریدنے کا حکم دیا ہی اور باقی نصف
مشتری اور اول کے درمیان نصفا نصف ہوگا۔ اور اگر پہلے ایک نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے یہ غلام میرے اور
اپنے درمیان خرید کر پس اُسنے کہا کہ اچھا پھر اُسنے دوسرے سے کہا کہ جو آج مین نے خریدا وہ میرے تیرے درمیان ہوگا اور
اُس نے قبول کیا پھر اُس نے غلام مذکور خریدا تو اسمین سے نصف حکم دہندہ اوّل کا ہوگا اور باقی نصف مابین
مشتری اور دیگر نصفا نصف کے شریک ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ **فصل سوم** جو چیز راس المال ہو سکتی ہی اور جو نہین
ہو سکتی ہی اسکے بیان مین۔ واضح ہو کہ جب شرکت بالمال ہو تو خواہ شرکت بطریق مفاوضہ ہو یا بطریق عنان ہو تو جب ہی
جائز ہوگی کہ جب راس المال ایسے ثمنون مین سے ہو جو بیاعات کے عقدون مین متعین نہین ہوتے ہین جیسے درہم و دینار وغیرہ
اور اگر ایسے ہون جو متعین ہوتے ہین جیسے عروض و حیوان وغیرہ تو اُنسے شرکت صحیح نہین ہی خواہ دونون کا راس المال
یہی ہو یا فقط ایک کا ہو یہ محیط مین ہی۔ اور شرکت کے عقد کے وقت یا خرید کے وقت انکا حاضر و سامنے موجود ہونا شرط
ہی یہ خزانۃ المفتین و فتاوی قاضی خان مین ہی پس اگر ہزار درہم ایک شخص کو دیے اور کہا کہ اسکے مثل یعنی برابر تو اپنے
نکال کر ان سب سے خرید و فروخت کر پس اُسنے نکالے تو شرکت صحیح ہوگی یہ فتاوی صغری مین ہی۔ اور اگر مال غائب
ہو یا قرضہ ہو تو ہر دو حال مین ایسے مال سے شرکت صحیح نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور وقت عقد کے مقدار راس المال
سے آگاہی ہونا ہمارے نزدیک شرط نہین ہی یہ بدائع مین ہی اور ہر دو مال کا سپرد کرنا شرط نہین ہی اور نیز دونون
کا خلط کرنا بھی شرط نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی اور اگر دونون مین سے ایک کے پاس ہزار درہم و دوسرے کے پاس سو دینار
ہون یا ایک کے درم سفید اور دوسرے کے سیاہ درم ہون پس دونون نے شرکت کر لی تو یہ شرکت جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔

اور سونے و چاندی کے تبر یعنی بغیر سکہ زدہ ظاہر الروایہ کے موافق مثل عروض کے ہیں یعنی شرکت مالی کا راس المال نہیں ہو سکتے
ہیں کذا فی فتاوی قاضیخان اور صحیح یہ ہے کہ اگر وہاں کے لوگ آپس میں ان تبروں سے معاملہ کرتے ہوں تو جائز ہے ورنہ
نہیں یہ تمرتاشی میں ہے اور اگر سونے و چاندی کی ڈھالی ہوئی چیز مثل زیور وغیرہ کے ہو یعنی بغیر سکہ زدہ ہو تو وہ جملہ
روایات کے موافق بمنزلہ عروض کے ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور رہے پیسے پس اگر ایسے پیسے ہوں جنکا
چلن جاتا رہا ہے تو ایسے شرکت و مضاربت نہیں جائز ہے اسواسطے کہ یہ عروض ہیں اور اگر چلن باقی ہو تو امام اعظم رح و امام
ابو یوسف سے مشہور روایت کے موافق آپس میں بھی یہی حکم ہے اور امام محمد رح کے نزدیک ایسے پیسوں سے شرکت جائز ہے
کذا فی البدائع اور اسی پر فتوی ہے کذا فی السراجیہ والمضمرات اور مبسوط میں لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ چلن دار پیسوں سے
عقد شرکت سب اماموں کے قول کے موافق جائز ہے یہ کافی میں ہے قال المترجم ہمارے دیار میں اسی پر فتوی دیا جاوے
فتامل۔ اور رہی شرکت کیلی و وزنی چیزوں سے سو جب ایک جنس کی ہوں تو خلط کرنے سے پہلے اور جب دو جنس مختلف کی ہوں
تو قبل خلط کے اور بعد خلط کے بالاتفاق نہیں جائز ہے کذا فی المحیط اور اگر شرکت کر لی تو فاسد ہوگی اور ہر ایک کو اپنی اپنی
متاع ملیگی اور اسکا نفع اسی کو اور اسکا نقصان اسی پر ہوگا یہ کافی میں ہے اور اگر ایک ہی جنس کی ہوں اور دونوں نے خلط
کر کے شرکت کی تو شرکت عقد فاسد ہے اور شرکت ملک ثابت ہوا اور جو کچھ دونوں کو نفع ہو وہ دونوں کا ہوگا اور جو کچھ
بعد دونوں پر ہوگی کذا فی محیط السرخسی اور یہی ظاہر الروایہ ہے یہ کافی میں ہے یہ جنس مختلف ہونے کی صورت میں جب
دونوں نے اس مخلوط کو فروخت کر دیا تو اسکا ثمن ان دونوں کے درمیان بقدر قیمت متاع ہر ایک کے جو خلط کرنے کے روز
بلحاظ متاع مخلوط کے تھی شریک ہوگا کذا فی المبسوط اور عامہ مشائخ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ یوں کہا جاوے کہ بیع کرنے کے
روز متاع مخلوط کے لحاظ سے شریک ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر دونوں کی متاع میں سے ایک کی متاع ایسی ہو کہ خلط
سے اس میں بہتری آگئی ہے یعنی بلحاظ مخلوط اسکی قیمت لگانے میں بڑھتی ہے اور بغیر خلط کے اتنی نہیں پہونچتی ہے تو ثمن بانٹنے
کے روز اسکی متاع غیر مخلوط کے انداز سے جو قیمت ہوتی ہو اسکے حساب سے شریک کیا جائیگا یہ محیط و فتح القدیر میں ہے
اور اگر دونوں نے کوئی متاع ایک من گیہوں و ایک من جو کے عوض خریدی پس ایک نے گیہوں نا پئے اور دوسرے
نے اپنے جو نا پئے پھر دونوں نے اس متاع کو درموں کے عوض فروخت کیا تو اس ثمن کو جس روز تقسیم کرتے ہیں
اس روز جو قیمت ایک من گیہوں و ایک من جو کی ہو اس حساب سے شریک کیے جاوینگے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور جس صورت
میں نفع شرط کیا ہے اسکے واسطے ہر ایک کے راس المال کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو وقت شرکت کے تھی اور مشتری کی ملک
واقع ہونے کے واسطے دونوں کے راس المال کی وقت شرکت والی قیمت معتبر ہوگی اور دونوں کے حصہ میں یا ایک کے
حصہ میں نفع ظاہر ہونے کیواسطے وقت تقسیم والی قیمت معتبر ہوگی اسواسطے کہ جب تک راس المال نہ ظاہر ہوگا تب تک
نفع نہیں ظاہر ہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ اور عروض میں ہر ایسے مال میں جو تعیین سے متعین ہو جاتا ہے عقد شرکت جائز ہونے کا حیلہ
یہ ہے کہ ہر ایک اپنا نصف مال دوسرے کے نصف مال کے عوض فروخت کر ڈالے حتی کہ ہر ایک کے مال میں ہر ایک کا نصف
نصف ہوگا پس دونوں میں شرکت ملک حاصل ہو جائیگی پھر اسکے بعد دونوں عقد شرکت قرار دیں پس بلا خلاف عقد شرکت جائز
ہوجائیگا کذا فی البدائع اور اگر دونوں کے عروض میں تفاوت ہو مثلاً ایک کے عروض کی قیمت سو درم اور دوسرے کے
عروض کی چار سو درم ہوں تو جسکے کم قیمت کا مال ہے اپنے عروض کے چار پانچویں حصہ بعوض دوسرے کے عروض کے پانچویں حصہ کے فروخت

کرے پس پوری متاع پانچ حصہ ہوکر دونون مین مشترک ہوگی کہ کم والے کا ایک پانچوان حصہ اور دوسرے کے چار پانچوین حصہ ہونگے یہ کافی مین ہے۔ اور اسی طرح اگر ایک کے پاس عروض اور دوسرے کے پاس درم ہون تو چاہیے کہ عروض والا اپنے نصف عروض کو دوسرے کے نصف درمون کے عوض فروخت کردے اور باہمی قبضہ کرنے کے بعد پھر عقد شرکت قرار دین چاہین شرکت مفاوضہ وچاہین شرکت عنان یہ محیط مین ہے۔ اور منتقی مین ہشام کی روایت سے امام محمد رح سے مروی ہے کہ ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہے دونون نے اسمین شرکت مفاوضہ یا شرکت عنان قرار دی تو جائز ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور منتقی مین مذکور ہے کہ دو شخصون مین سے ہر ایک کے پاس نلج ہے ایک جنس کا یا گیہون ہین پس دونون نے خلط کرکے شرکت قرار دی حالانکہ ایک کے گیہون کھرے اور دوسرے کے کھوٹے ہین تو شرکت جائز ہے اور ثمن دونون کے درمیان نصفا نصف ہوگا اسواسطے کہ ہرگاہ انھون نے خلط کردیا بدین قرار داد کہ یہ ہم دونون مین مشترک ہے تو اس شرط کے لحاظ سے یہ مثل بیع کے ہوگیا اور دوسرے مقام پر اسی کتاب مین صریح بیان کیا کہ ثمن دونون کے درمیان فروخت کرنے کے روز کی قیمت کھرے وکھوٹے کے حساب سے تقسیم ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور قول ثانی جو اس کتاب منتقی مین صریح مذکور ہے بنظر اصول الیق ہے یہ نہر الفائق مین ہے

دوسرا باب مفاوضہ کے بیان مین اور اسمین آٹھ فصلین ہین فصل اوّل مفاوضہ کی تفسیر و شرائط کے بیان مین

پس شرکت مفاوضہ یہ ہے کہ دو شخص باہم شرکت کرین کہ دونون اپنے مال مین وتصرف مین و دین مین مساوی ہون اور جیسے ہر ایک دوسرے کی طرف سے وکیل ہے ویسے ہی ہر ایک دوسرے کیطرف سے ہر عہدہ کا جو اسکو خریدی چیز مین لازم آیا ہے کفیل ہوے یہ فتح القدیر مین ہے پس مفاوضہ دو آزادون بالغون کے درمیان کہ دونون مسلمان ہون یا دونون ذمی ہون جائز ہوگا کذا فی الہدایہ اور ذمیون مین ہم ملت ہونا شرط نہین ہے خواہ دونون ہم ملت ہون یا ایک کتابی مثلاً نصرانی یا یہودی ہو اور دوسرا مجوسی ہو یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور آزاد و مملوک کے درمیان طفل و بالغ کے درمیان نہین جائز ہے کذا فی النافع اور دو مکاتب کے درمیان نہین جائز ہے یہ جوہرہ نیرہ مین ہے اور نیز مجنون و عاقل کے درمیان نہین جائز ہے یہ عینی شرح کنز مین ہے۔ اور درمیان دو غلامون یا دو لڑکون یا دو مکاتبون کسی کے درمیان نہین صحیح ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر آزاد مسلمان نے کسی مرتد مرد یا مرتدہ عورت سے یا کسی ذمی سے مفاوضہ کیا تو مفاوضہ نہین صحیح ہے پھر اگر مرتد کے دارالحرب مین جا ملنے کا حکم دیے جانے سے پہلے مرتد مسلمان ہوگیا تو مفاوضہ صحیح ہوجائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور شرکت مفاوضہ کی صورت جیسے مبسوط صدر الاسلام مین مذکور ہے یہ ہے کہ دو شخص شرکت کرین اور کہین کہ ہم نے باہم شرکت مفاوضہ ہر قلیل و کثیر مین اس شرط پر کی کہ ہم یکجا اور متفرق خرید و فروخت نقد یا اُدھار کرین اور ہر ایک ہم مین سے اپنی رائے سے کام کرے بدین شرط کہ جو کچھ اللہ تعالے ہم کو نفع روزی کرے وہ درمیان مساوی مشترک ہوگا اور کمی مال پر ہوگی یہ مضمرات مین ہے۔ اور اسکے واسطے چند شرائط ہین چنانچہ محیط مین ہے از انجملہ یہ ہے کہ مفاوضہ پر تنصیص ہو وے یعنی مفاوضہ کھلا ظاہر ہو خواہ لفظاً یا معنی چنانچہ مضمرات مین ہے کہ اگر مفاوضہ کے معنی جاننے والے نے عقد مفاوضہ بغیر بیان لفظ مفاوضہ قرار دیا اسطرح کہ معنی مفاوضہ کے پورے پورے آگئے تو عقد مفاوضہ صحیح ہوگا۔ اور یہ شرط ہے کہ ان دونون مین سے ہر ایک کفالت کی اہلیت رکھتا ہو بایں طور کہ دونون آزاد عاقل بالغ دین مین متفق ہون یہ ذخیرہ مین ہے اور یہ شرط ہے کہ شریک مال نقود تجارت مین ہے کچھ الخ

ہی اور یہ شرط ہی کہ اگر راس المال جنس واحد و نوع واحد سے ہو تو مقدار کی راہ سے مساوی ہوا ور اگر دو جنس مختلف سے
مثل درم و دینار کے یا جنس واحد ہو مگر نوع مین مختلف ہو جیسے درہم کسور و دراہم صحاح تو مساوات مقدار کے ساتھ
قیمت مین برابر ہونا بھی شرط ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور یہ شرط ہی کہ دونون مین سے کسی کے واسطے سوائے راس المال کے
جسپر عقد قرار دیا ہی کچھ اور ایسا مال جسپر عقد مفاوضہ جائز ہو سکتا ہی ابتداءً یا انتہاءً نہ ہووے کذا فی المحیط پس اگر
ہر دو مال وقت شرکت کے مساوی ہون حتی کہ مفاوضہ صحیح ہوا پھر دونون مین سے ایک مال مین قبل اسکے کہ دونون
خرید کرین زیادتی ہو گئی مثلاً قبل خرید کے ہر دو نقدین سے ایک کی قیمت نرخ بدلنے سے بڑھ گئی تو مفاوضہ ٹوٹ گیا اور
شرکت عنان ہو گئی اور اسی طرح اگر ایک سے خرید کی اور ہنوز دوسرے سے خرید نہین کی ہی کہ اسمین زیادتی ہو گئی تو بھی
یہی حکم ہی اور اگر دونون مالون سے خرید ہونے کے بعد زیادتی ہوئی تو مفاوضہ اپنے حال پر رہیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی اور
اگر ہر دو شریک مین سے ایک کی ملک مین ایسا مال زیادہ ہی جسپر عقد مفاوضہ نہین صحیح ہی جیسے عروض و عقار و مکانات تو
مفاوضہ جائز ہی اور اسی طرح اگر کسی کی ملک مین مال غائب یا دَین ہو تو بھی مفاوضہ مین فساد نہین ہوگا یہ بدائع مین ہی اور
اگر دونون مین سے ایک کی ودیعت نقد کسی کے پاس رکھی ہو تو مفاوضہ صحیح نہ ہوگا اور اگر ایک کا قرضہ نقد کسی پر ہو تو
جبتک اسکو وصول نہ کرے تب تک مفاوضہ صحیح رہیگا پھر جب قبضہ کر لیا تو مفاوضہ فاسد ہو کر شرکت عنان
ہو جائیگی۔ اور اسی طرح تصرف مین بھی مساوات شرط ہی پس اگر دونون مین سے ایک شریک ایسے تصرف کا مالک ہی
جسکا دوسرا مالک نہین ہی تو مساوات باقی نہ رہیگی یہ فتح القدیر مین ہی **فصل دوم** احکام مفاوضہ کے بیان مین ہر دو
متفاوضین یعنی دو شریک مفاوضہ مین سے ہر ایک جو چیز خریدیگا وہ شرکت پر ہو گی سوائے اپنے اہل و عیال کے طعام و
لباس کے یا اپنے لباس کے یا روٹی کے ساتھ کھانے کی چیز سالن وغیرہ کے اور یہ استحسان ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اسی طرح
مکان رہنے کا بھی یہی حکم ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اسی طرح رہنے کے واسطے اجارہ پر لینا اور حاجت ذاتی مثل حج
وغیرہ کے لیے سواری کرایہ پر لینا بھی ایسا ہی ہی یہ تبیین مین ہی پس اہل و عیال کے واسطے اناج و کپڑا وغیرہ مذکورہ بالا
چیزیں خریدی ہوئی مخصوص مشتری کی ہونگی اور باوجود اسکے بھی اسکا شریک اسکی طرف سے کفیل ہوگا حتی کہ
جس چیز اناج و کپڑا وغیرہ اپنی ذات یا اپنے اہل و عیال کے واسطے خریدا ہی اُسکے بائع کو اختیار ہوگا کہ اسکے شریک
دوسرے سے ثمن کا مطالبہ کرے پھر اگر شریک نے اسکی طرف سے بائع کو ثمن دیدیا تو جو کچھ ادا کیا ہی وہ مشتری سے واپس لیگا یہ
فتح القدیر مین ہی۔ اور اگر مشتری نے ادا کیا تو اسکا شریک اُس سے اُسکا نصف ثمن واپس لیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔
اور مفاوض کو یہ اختیار نہین ہی کہ بغیر اجازت شریک کے وطی یا خدمت کے واسطے کوئی باندی خریدے اور اگر خریدی
تو اسکو اختیار نہ ہوگا کہ اُس سے وطی کرے اور اسکے شریک کو بھی یہ اختیار نہ ہوگا اسواسطے کہ یہ باندی دونون کی شرکت
میں آئی ہی پس کسی ایک کی نہ ہو گی بلکہ دونون میں مشترک ہو گی یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر شریک کی اجازت سے کوئی باندی
واسطے وطی کے خریدی تو یہ خاصۃً اُسی کی ہو گی اور بائع کو اختیار ہوگا کہ ثمن کے واسطے دونون مین سے جسکو چاہے ماخوذ
کرے اور صاحبین کے نزدیک شریک اُس سے اُسکا نصف ثمن واپس لیگا اور امام اعظم رح کے نزدیک کچھ نہین لیگا یہ
جامع صغیر مین بیان کر دیا ہی کذا فی محیط السرخسی اور اگر مفاوض نے اپنے شریک کی اجازت سے وطی کے واسطے کوئی
باندی خریدی اور اُس سے استیلاد کیا پھر کسی نے اپنا اس باندی پر استحقاق ثابت کیا تو وطی کرنے والے پر اُسکا عقر

واجب ہوگا اور مستحق مذکور اس عقد کے واسطے دونوں میں سے جسکو چاہے ماخوذ کرے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر دونوں
میں سے کسی نے کچھ میراث پائی یا سلطان کی طرف سے کسی نے کچھ جائزہ پایا یا ہبہ پایا یا کسی نے صدقہ دیا تو یہ
خاص اُسی کا ہوگا اور دوسرا اُسمیں اسکا شریک نہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور اگر کسی نے ہدیہ دیا تو بھی یہی
حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ہر دو شریکوں میں سے ایک کی ملک کسی چیز میں ایسے سبب سے ثابت ہوئی جو شرکت سے
پہلے واقع ہو چکا ہے تو دوسرا اُسمیں شریک نہوگا مثلاً کوئی غلام بائع کے واسطے خیار شرط کر کے خریدا ہے پھر مشتری نے کسی
شخص کے ساتھ شرکت مفاوضہ کر لی پھر بائع نے اپنا خیار ساقط کر دیا تو اُسکے شریک کے واسطے اس غلام میں شرکت
ثابت نہ ہوگی یہ کافی میں ہے۔ اور جو مال ودیعت کہ ان دونوں میں سے ایک کے پاس رکھا ہو وہ دونوں کے پاس ودیعت
قرار پائیگا چنانچہ اگر ودیعت رکھنے والے نے بدون بیان کے انتقال کیا تو دونوں کے ذمہ لازم ہوگا پھر اگر زندہ شریک نے
بیان کیا کہ جس شریک نے رکھی تھی اُسکے پاس قبل موت کے ضائع ہو گئی تھی تو اُسکی تصدیق نہ کیجائیگی ہاں اگر ودیعت
رکھنے والا بھی زندہ ہووے تو اسکے قول کی تصدیق کیجائیگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر زندہ نے کہا کہ اپنے شریک کے مرنے سے پہلے
میں اسکو کھا گیا ہوں تو اسکی ضمان خاص اُسی پر لازم ہوگی لیکن اگر اُسنے اپنے قول پر گواہ قائم کر دیے تو ضمان ان دونوں پر
ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر ہر دو شریکوں میں سے ایک کے پاس مال مضاربت ہو جس سے اُسنے نفع کمایا ہو یا مال ودیعت
ہو کہ خلاف اُسکے مال مذکور کو اپنے کام میں لا کر نفع اُٹھایا ہو تو منافع ان دونوں کا ہوگا کذا فی المبسوط قال المترجم
کذا فی النسخۃ الموجودۃ واللہ اعلم بتصحیحہ فصل ان امور کے بیان میں جو دونوں میں سے ہر ایک پر بحکم کفالت
از جانب دیگر لازم آتے ہیں۔ اگر ہر دو متفاوضین میں سے ایک نے ایسے شخص کے واسطے جسکی گواہی اسکے حق میں جائز ہوتی
ہے کچھ مال کا اقرار کیا تو اس مال کے واسطے دوسرا شریک بھی ماخوذ ہوگا اور حقدار کو اختیار ہے کہ چاہے ہر ایک سے
علیحدہ مطالبہ کرے یا دونوں سے اکٹھا مطالبہ کرے یہ مضمرات میں ہے۔ اور اگر ہر دو متفاوضین میں سے ایک نے ایسے شخص
کے واسطے جسکی گواہی اسکے حق میں روا نہیں ہے کچھ مال کا اقرار کیا مثلاً اپنے باپ یا بیٹے یا ماں یا انکے مانند کسی کے واسطے اپنے
اوپر قرضہ کا اقرار کیا تو اُسکا اقرار اسکے شریک کے حق میں روا نہوگا حتی کہ اُسکا شریک اس مال کے واسطے ماخوذ نہیں ہوسکتا
ہے یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور یہی اظہر ہے کذا فی المحیط اور اسی طرح اگر اپنی جورو کے واسطے جو اسکی طرف سے طلاق بائنہ کی عدت
میں ہے اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر ایک شریک نے نکاح فاسد کر کے عورت سے دخول کیا اور اُسکے واسطے مہر کا
اقرار کیا تو اُسکے شریک پر لازم نہوگا اور اگر کسی دوسرے قرضہ کا اقرار کیا تو دونوں کے ذمہ لازم ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر
ایک شریک نے اپنی جورو کی ماں کے واسطے یا اپنی جورو کے ایسے فرزند کے واسطے جو اسکے سوائے دوسرے کے نطفہ سے ہے
کچھ مال کا اقرار کیا تو دونوں شریکوں پر لازم ہوگا بوجہ اسکے کہ اقرار کا اعتبار گواہی کے ساتھ ہے۔ اور اگر شرکت مفاوضہ میں
ایک شریک کوئی عورت ہے پس اُسنے اپنے شوہر کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا تو چونکہ اس عورت کی گواہی اپنے شوہر کے
حق میں نہیں جائز ہے اسکا اقرار قرضہ بھی اسکے شریک مفاوض پر روا نہوگا۔ اور ایسی عورت مفاوضہ کا اقرار اپنے شوہر کے
والدین اور اپنے شوہر کے ایسے فرزند کے واسطے جو اس عورت کے سوائے اُسکی دوسری جورو کے پیٹ سے ہے اس عورت پر
اور اُسکے شریک پر دونوں پر جائز ہے چنانچہ ان لوگوں کی گواہی اس عورت کے حق میں جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کسی
شریک نے اپنی ام ولد کو آزاد کیا پھر اُسکے واسطے کچھ قرضہ کا اقرار کیا تو دونوں شریکوں پر لازم ہوگا اگرچہ ام ولد مذکورہ

اس اقرار کنندہ کی عدت میں ہو یہ محیط سرخسی میں ہے اور جو قرضہ کہ انمیں سے ایک شریک پر بوجہ تجارت کے مثل بیع و خرید
اور اجارہ وغیرہ اسکے مانند مثل غصب و استہلاک کے کفالت بالمال بحکم مکفول عنہ و اعادہ ودیعت کے لازم آیا تو دوسرا اسکا
ضامن ہوگا اور اگر مفاوض نے بغیر حکم مکفول عنہ کے اسکی طرف سے کفالت کر لی تو شریک اسکے واسطے سب اماموں
کے نزدیک ماخوذ نہ ہوگا یہ کافی میں ہے اور یہی حکم بیع فاسدہ میں ہے یہ محیط میں ہے اور حق والے کو اختیار ہے کہ چاہے
ہر ایک سے علیحدہ مطالبہ کرے اور چاہے دونوں سے اکٹھا مطالبہ کرے یہ مضمرات میں ہے لیکن یہ واضح رہے کہ یہ مال ضمان
خالصۃً اسی پر ہوگا جو اس تاوان کے فعل کا کرنیوالا ہو حتی کہ اگر دوسرے نے مال شرکت میں سے ادا کیا تو دوسرے سے نصف
واپس لیگا یہ مبسوط میں ہے بخلاف خرید فاسدہ کے کہ خرید فاسد کی صورت میں تاوان فقط مشتری ہی پر نہ پڑیگا بلکہ دونوں پر
ہوگا۔ اور اگر انمیں سے ایک نے کفالت بالنفس کر لی تو بالاجماع اسمیں اسکا شریک ماخوذ نہ ہوگا اور اگر دونوں میں سے
ایک مفاوض نے کسی شخص کی طرف سے مہر یا ارش جنایت کی کفالت کر لی تو یہ بمنزلہ قرضہ کی کفالت کرنے کے ہے یہ محیط
میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے خریدی ہوئی باندی سے وطی کی پھر کسی نے اس باندی کا استحقاق ثابت کیا تو
مستحق کو اختیار ہوگا کہ عقر کے واسطے دونوں میں سے جسکو چاہے ماخوذ کرے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور اگر دونوں
میں سے ایک کے ذمہ ایسا تاوان لاحق ہوا جو مشابہ ضمان تجارت نہیں ہے تو اسکے واسطے اسکا شریک ماخوذ نہ کیا جائیگا
جیسے جنایتوں کے جرمانہ اور نفقہ اور بدل خلع اور قصاص سے صلح کا معاوضہ وغیرہ اور علی ہذا اگر جنایت کنندہ شریک
کے فعل سے دوسرے شریک نے انکار کیا تو ولی جنایت کو اختیار نہ ہوگا کہ شریک منکر سے قسم لیوے بخلاف اسکے اگر مدعی
نے دونوں میں سے ایک پر بیع فلاں کا دعوی کیا اور دوسرے نے اس سے انکار کیا تو مدعی کو اختیار ہوگا کہ مدعا علیہ سے
قطعی قسم لے اور دوسرے شریک سے اسکے علم پر قسم لے اسواسطے کہ یہاں دونوں میں سے ہر ایک ایسا ہے کہ اگر مدعی کے دعوی کا
اقرار کرے تو دونوں پر لازم آتا ہے بخلاف جنایت مذکورہ کے کہ اگر ایک اقرار کرے تو دوسرے پر لازم نہ آویگی یہ فتح القدیر میں ہے
اور اسی طرح ہر عمل جو اعمال تجارت سے ہو اگر اسکا کسی مدعی نے انمیں سے ایک شریک پر دعوی کیا اور قاضی نے مدعا علیہ سے
اسپر قسم لی تو مدعی کو یہ پہنچتا ہے کہ دوسرے سے بھی قسم لے کذا فی المحیط پس اگر کسی نے اعمال تجارت میں سے کسی عمل کا ان دونوں
پر دعوی کیا تو مدعی کو یہ پہنچتا ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک سے قطعی قسم لے پھر دونوں میں سے جو شخص قسم سے انکار کریگا
تو دعوی مدعی دونوں پر لازم ہوگا۔ اور اگر یہ دعوی انمیں سے ایک پر کیا حالانکہ وہ غائب ہے تو مدعی کو اختیار
ہوگا کہ دوسرے سے اسکے علم پر قسم لے پس اگر اس نے قسم کھا لی پھر غائب مذکور آگیا تو مدعی کو اختیار ہوگا کہ اس سے
قطعی قسم لے جیسے دونوں کے حاضر ہونے کی صورت میں ہوتا ہے کہ مدعی علیہ سے قطعی قسم لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر ہر دو
متفاوضین میں سے ایک نے کسی شخص پر اعمال تجارت میں سے کسی عمل کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا اور قاضی نے
اس سے اس امر پر قسم لے لی پھر دوسرے مفاوض نے چاہا کہ اس سے اسی امر پر قسم لے تو اسکو یہ اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے
اور اگر کسی نے ایک مفاوض پر بوجہ کفالت کے مال کا دعوی کیا اور اس سے اسپر قسم لی تو امام اعظم رح کے نزدیک مدعی کو
یہ پہنچتا ہے کہ اسکے شریک سے بھی اسپر قسم لے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ہر دو متفاوضین میں سے ایک نے کوئی چیز فروخت کی
یا کسی کے ہاتھ قرض کوئی چیز فروخت کی یا اسکے واسطے کسی نے دوسرے کی طرف سے مال کی کفالت کر لی یا اس سے کسی نے
غصب کیا تو دوسرے شریک کو اختیار ہے کہ اس سے مطالبہ کرے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر ایک متفاوض نے ایک غلام

اجارہ پر دیا تو دوسرے شریک متفاوض کو اختیار ہے کہ مستاجر سے اُجرت کا مطالبہ کرے اور مستاجر اس سے غلام
سپرد کرنے کا مطالبہ کر سکتا ہے اور اگر مفاوض نے اپنا میراث پایا ہوا غلام یا خاصۃً اپنی کوئی چیز اجارہ پر دی تو دوسرے
شریک کو اُجرت کے مطالبہ کا اختیار نہیں ہے اور نہ مستاجر کو اس سے غلام مذکور سپرد کرنے کا مطالبہ پہونچتا ہے یہ محیط سرخسی
میں ہے اور اسی طرح اگر مفاوض نے اپنی ذاتی مخصوص کوئی چیز فروخت کی تو شریک کو مشتری سے ثمن کے مطالبہ کا اختیار
نہیں ہے اور نہ مشتری اس سے مبیع سپرد کرنے کا مطالبہ کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر ہر دو متفاوض
علیحدہ ہو گئے پھر ایک نے کہا کہ میں نے اس غلام کو شرکت میں مکاتب کیا تھا تو حق شریک میں اسکے قول کی تصدیق
نہوگی ولیکن اپنے حق میں تصدیق کیا جائیگا اور شریک کے حق میں ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا فی الحال اسنے عقد کتابت
قرار دیا ہے پس اسکے شریک کو اختیار ہوگا کہ اس عقد کتابت کو رد کر دے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ہر دو متفاوضین میں
سے ایک نے اپنے آپ کو کسی شخص کو کوئی چیز حفاظت کرنے یا کپڑے سینے یا اور کسی کام کے واسطے اجارہ پر دیا تو جو اُجرت
ہوگی وہ دونوں میں مشترک ہوگی اور اسی طرح جس مزدوری سے ایک نے کچھ کمایا تو اجرت دونوں میں مشترک ہوگی
سوائے اسکے کہ اگر ایک نے اپنے آپ کو کسی کی خدمت میں اجرت پر دیا تو اجرت خاصۃً اسی کی ہوگی یہ تاتارخانیہ
میں ہے اور اگر ایک مفاوض نے کوئی مزدور یا جانور اجرت پر لیا تو اجرت پر دینے والے کو اختیار ہوگا کہ اجرت کے
واسطے دونوں میں سے جس سے چاہے مطالبہ کرے ولیکن اگر مفاوض مذکور نے اپنی ذاتی ضرورت یا حج کے سفر کے واسطے
اجارہ پر لیا ہے تو شریک جو کچھ ادا کریگا اسکو حصہ رسدی دوسرے سے واپس لیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ فصل چہارم جس سے
مفاوضت باطل ہوتی ہے اور جس سے نہیں باطل ہوتی ہے اسکے بیان میں۔ اگر ہر دو متفاوضین میں سے ایک کو ایسا
مال جس پر عقد شرکت مفاوضہ جائز ہے بسبب میراث یا ہبہ یا صدقہ یا وصیت وغیرہ کے حاصل ہوا اور اسنے قبضہ کر لیا
تو شرکت مفاوضہ باطل ہو کر شرکت عنان ہو جائیگی کذا فی السراجیہ اور اگر وہ عروض کا وارث ہوا یا دیون کا
وارث ہوا تو شرکت مفاوضہ باطل نہوگی جب تک کہ دیون پر قبضہ نہ پاوے کذا فی محیط السرخسی قال المترجم اور
عروض میں بعد قبضہ پانے کے بھی باطل نہ ہوگی اور ہدایہ میں ہے کہ عقار کا بھی یہی حکم ہے یعنی انکے میراث پانے سے
مفاوضت باطل نہیں ہوتی ہے خواہ قبضہ پاوے یا نہ پاوے اور اگر دونوں نے دونوں مالوں میں سے ایک سے کوئی چیز خریدی تھی تو
قیاساً شرکت مفاوضہ باطل ہوگی مگر استحساناً نہیں باطل ہوگی۔ اور اگر بروز شرکت دونوں کا مال مساوی تھا حتی کہ
مفاوضت صحیح ہوگئی پھر قبل اسکے کہ دونوں کچھ خریدیں ایک مال میں زیادتی ہوگئی یا بدیں طور کہ جن دو نقدوں پر
عقد مفاوضہ قرار دیا ہے ایک کے نقد میں قبل خریدے کے ازراہ قیمت یعنی نرخ بازار کے زیادتی ہوگئی تو مفاوضت ٹوٹ جائیگی
قال المترجم مثلاً ہزار درہم ایک کے اور سو دینار دوسرے کے وقت عقد کے مساوی تھے پھر سو دینار کے بارہ سو درہم ہوگئے
بسبب زیادتی بھاؤ اشرفی کے قبل اسکے کہ اس سے خرید واقع ہووے تو مفاوضت ٹوٹ جائیگی اور امام محمدؒ نے
فرمایا کہ اسی طرح اگر ہر دو مال میں سے ایک سے کوئی چیز خریدی پھر دوسرے میں زیادتی ہوگئی تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں
ہے۔ اور اگر ایک نے اپنے مال سے کوئی چیز خریدی پھر خریدی ہوئی چیز ازراہ قیمت کے بڑھ گئی تو قیاساً مفاوضت
باطل ہو جائیگی مگر استحساناً باطل نہ ہوگی یہ مضمرات میں ہے۔ اور اگر ہر دو مال سے خرید واقع ہونے کے بعد ایک میں
زیادتی ہوگئی تو مفاوضت اپنے حال پر رہیگی۔ اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک مال سے خرید واقع ہوئی اور جس سے

خرید واقع ہوئی ہے اُسمین بعد وقوع خرید کے زیادتی ہوگئی تو مفاوضت نہ ٹوٹیگی یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر ہر دو
متفاوضین مین سے کسی ایک نے ایک اجنبی ثالث سے کہا کہ مجھے ایک درم ہبہ کردے اُسنے ہبہ کر کے سپرد کر دیا تو مفاوضت
باطل ہوجائیگی اگرچہ اُسکا شریک غائب ہووے پس اگر ہر دو متفاوضین مین سے ایک نے اپنے شریک مفاوض کے غائب
ہونے کی صورت مین مفاوضت کا توڑنا چاہا تو اُسکا یہی حیلہ ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے اپنا
ذاتی مخصوص غلام اجارہ پر دیا یا فروخت کر دیا تو جبتک اُجرت وصول نہ پاوے یا ثمن پر قبضہ نہ پاوے تب تک
مفاوضت باطل نہ ہوگی یہ محیط مین ہے اور جب ہر دو متفاوضین مین سے ایک نے انکار کیا تو مفاوضت فسخ ہوجائیگی اور یہی
حکم تمام شرکتون مین ہوتے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور جس سے شرکت عنان فاسد ہوتی ہے اُس سے شرکت مفاوضہ بھی
فاسد ہوجاتی ہے یہ بدائع مین ہے **فصل پنجم** ہر دو متفاوضین مین سے ایک کے مال مفاوضہ مین تصرف کرنے کے بیان مین
امام محمدؒ نے فرمایا کہ متفاوضین مین سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ کیلی یا وزنی چیز بعوض اس جنس کے جو اُسکے قبضہ مین ہے
خرید کرے پس اگر اُسنے اس جنس کے عوض خریدی تو جائز ہے یعنی شرکت پر ہوگی۔ اور اگر ایسی جنس کے عوض خریدی جو اُسکے
قبضہ مین نہین ہے مثلاً درمون یا دینارون کے عوض خریدی حالانکہ مال شرکت مین سے اُسکے پاس درم یا دینار نہین ہین
تو خریدی ہوئی چیز خاصۃً اُسی مشتری کی ہوگی اور شرکت پر اُسکی خرید جائز نہ ہوگی۔ اور متفاوضین مین سے ہر ایک کو
روا ہے کہ دونون کی شرکتی تجارت کے غلام کو مکاتب کر دے اور نیز اختیار ہے کہ غلام کو تجارت کی یا واسطے کمائی کی اجازت
دے یہ محیط مین ہے۔ اور تجارتی باندی کا بیاہ کر دے اور غلام کا نکاح نہین کر سکتا ہے اور نہ غلام کو کسی قدر مال پر آزاد کر سکتا
ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر متفاوضین مین سے ایک نے اپنے دونون کی تجارت کے ایک غلام کو تجارت کی ایک
باندی سے بیاہ دیا تو قیاساً جائز ہے اور استحساناً نہین جائز ہے اور یہی ہمارے علماء کا قول ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور متفاوضین
مین سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ نقد و اُدھار جسطرح چاہے فروخت کرے یہ خلاصہ مین ہے۔ اور متفاوضین مین سے ہر ایک
کو اختیار ہے کہ قلیل یا کثیر ثمن کے عوض فروخت کرے الا اسقدر کمی سے نہین فروخت کر سکتا ہے کہ لوگ اپنے اندازہ مین
ایسا خسارہ فاحش نہین اُٹھاتے ہین یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر متفاوض نے شرکت مفاوضہ کی چیز ایسے شخص کے ہاتھ فروخت
کر دی جسکی گواہی اُسکے حق مین غیر مقبول ہوتی ہے تو بالاجماع یہ بیع شرکت مفاوضہ پر نافذ ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور
اگر دونون مین سے ایک نے اُدھار اناج خریدا تو اُسکا ثمن ان دونون پر ہوگا بخلاف شرکت عنان کے کہ اگر اُسکے ایک شریک
نے ایسا کیا تو یہ حکم نہین ہے۔ اور اگر متفاوضین مین سے ایک نے اناج کی بیع سلم قبول کی تو یہ دوسرے شریک پر بھی جائز
ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر ایک نے اناج لینے کی بیع سلم مین درم دیے تو یہ دونون پر جائز ہوگا۔ اور اسیطرح
اگر دونون مین سے ایک نے عینہ کر لیا تو بھی دونون پر روا ہوگا اور عینہ کی صورت یہ ہے کہ کوئی مال عین اُسکی قیمت سے
زیادہ دامون کو اُدھار بدین غرض خریدا کہ اُسکو نقد اُسکی قیمت کے برابر دامون کے فروخت کر کے سردست نقد مال
حاصل کرے یہ مبسوط مین ہے۔ اور دونون مین سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ مفاوضت کا مال بعوض قرضہ مفاوضت کے
یا اپنے ذاتی قرضہ مین بدون اجازت اپنے شریک کے رہن کرے اسواسطے کہ رہن چونکہ اداے قرضہ ہے اور اداے قرضہ مفاوضہ
کا یا اپنے ذاتی قرضہ مثل مہر وغیرہ ادا کرنے کا دونون مین سے ہر ایک بدون اجازت اپنے شریک کے اختیار رکھتا ہے کذا فی محیط السرخسی
پس اگر اُسکے شریک نے مرتہن سے مال مرہون واپس کر لینا چاہا تو واپس نہین کر سکتا ہے یہ محیط مین ہے۔ پھر اگر قرضہ مذکور دونون

کی شرکت مین سے ہو تو راہن پر ضمان نہ ہوگی اور اگر خاصۃً راہن کا قرضہ ہو تو شریک اسکے نصف کو راہن سے واپس لیگا اور اگر مال مرہون کی قیمت بنسبت قرضہ کے زیادہ ہو تو مقدار زیادہ مین اُسپر ضمان نہوگی یہ مبسوط مین ہی اور اسی طرح اگر مفاوض نے قرضہ مفاوضت مین اپنی خاص ذاتی متاع کو رہن کیا تو تبرع کرنے والا نہوگا بلکہ اپنے شریک سے نصف قرضہ واپس لے سکتا ہی اگرچہ مال مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوگیا ہو یہ محیط مین ہی - اور اگر قرضہ تجارت کے عوض دونون مین سے کسی نے رہن لیا تو جائز ہی کذا فی محیط السرخسی خواہ بیع کرنے والا ہی ہو جسنے رہن کیا ہی یا دوسرا ہو یہ مبسوط مین ہی - اور دونون مین سے ہر ایک کو اختیار ہی کہ رہن دینے یا رہن لینے کا اقرار کرے یعنی اُسکا اقرار صحیح اور دونون پر نافذ ہوگا اور اگر ایسا اقرار اپنے شریک کے مرنے کے بعد یا شرکت مفاوضت سے دونون کے الگ ہو جانے کے بعد کیا تو اُسکا اقرار شریک کے حق مین جائز نہوگا یہ سراج وہاج مین ہی - اور ہر مفاوض کو روا ہی کہ کسی کے پاس ودیعت رکھے اور اختیار ہی کہ حوالہ قبول کرے یہ بدائع مین ہی اور یہ اختیار ہی کہ مال مفاوضت مین سے ہدیہ بھیجے اور اسمین سے دعوت تیار کرے اور اُسکی کوئی مقدار نہین بیان کی گئی ہی کہ کسقدر تک ہدیہ و دعوت مین صرف کر سکتا ہی اور صحیح یہ ہی کہ یہ عرف پر راجع ہوگا اور وہ اسقدر ہی کہ جسکو تاجر لوگ عرف مین اسراف نہین قرار دیتے ہین یہ غیاثیہ مین ہی - اور دوسرون کو روا ہی کہ مفاوض سے ہدیہ قبول کرین اور اُسکا کھانا کھاوین اور اُس سے مستعار لین اگرچہ انکی دانست مین اُسنے بغیر اجازت شریک کے ایسا کیا ہو اور جسنے کھایا یا جسکو اُسنے صدقہ دیا ہی اُسپر تاوان لازم نہوگا اور یہ استحسان ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - مگر واضح رہے کہ مفاوض کو ہدیہ دینے مین یہی کھانے کی چیزون کا ہدیہ مثل گوشت روٹی و فواکہ کا اختیار ہی اور سونے و چاندی کے ہدیہ دینے کا اختیار نہین ہی یہ محیط مین ہی اور اگر مفاوض نے کسی کو کپڑا دیا یا جانور ہبہ کیا یا سونا و چاندی و متاع و اناج ہبہ کیا تو اسکے شریک کے حصہ مین روا نہوگا اور شریک کے حصہ مین جب ہی روا ہوگا کہ جب ہدیہ مثل فواکہ و گوشت و روٹی کے مانند چیزون سے ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور ہر ایک مفاوض کو اختیار ہی کہ مال کے ساتھ بدون اجازت اپنے شریک کے سفر کرے اور یہی صحیح ہی یہ مبسوط امام محمد رحمہ کا ہی یہ ذخیرہ مین ہی - پھر بس امام کے قول پر مسافرت مفاوض بطریق مذکور جائز ہی اگر اُسکے شریک نے اُسکو اُسکی اجازت دیدی ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ تنہا راس المال کے اپنے کرایہ و کھانے مین صرف کرے اسکو حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کیا ہی پھر اگر اُسنے نفع کمایا تو یہ خرچہ اُس نفع مین سے محسوب ہوگا ورنہ راس المال مین سے محسوب ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی اور مفاوضین مین سے ہر ایک کو اختیار ہی کہ مال کو مضاربت پر دیوے کذافی البدائع اور یہ اصل کی روایت ہی اور یہی اصح ہی یہ نہر الفائق و ہدایہ مین ہی اور اسی طرح اسکو روا ہی کہ دوسرے سے مال کو مضاربت پر لے اور اسمین جو نفع ہوگا وہ خاصۃً اُسی کا ہوگا یہ بدائع مین ہی - اور نیز ہر ایک کو اختیار ہی کہ مال کو بضاعت پر دے یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر کچھ مال بضاعت پر دیا پھر دونو متفاوضین الگ ہو گئے پھر لینے والے نے بضاعت سے کوئی چیز خریدی پس اگر بضاعت لینے والے کو دونون کا الگ ہو جانا معلوم ہی تو جو چیز اُسنے خریدی ہی وہ خاصۃً اُسی کی ہوگی جسنے بضاعت دی ہی اور اگر اسکو دونون کے جدا ہونے کا حال نہین معلوم ہی پس اگر ثمن اس بضاعت قبول کرنیوالے کو دیدیا ہی تو اُسکی خرید اس حکم دینے والے اور اُسکے شریک دونون پر روا ہوگی اور اگر ثمن اُسکو نہین دیا گیا ہی تو خاصۃً حکم دینے والے کے واسطے خریدنے والا ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی - اور اگر وہ شریک مر گیا جسنے بضاعت کے واسطے نہین کہا ہی پھر بضاعت پر کام کرنیوالا قبول کرنیوالے نے متاع خریدی تو وہ خاصۃً زندہ شریک کو لازم ہوگی اگر مستبضع نے یعنی جسنے بضاعت پر کام کرنا قبول کیا ہی دیے ہوئے مال سے ثمن ادا کر دیا ہو تو مفاوض میت کے وارثون کو اختیار ہی

چاہیں مستبضع سے ثمن کی ضمان لیں اور چاہیں مبضع یعنی بضاعت کا حکم دینے والے سے تاوان لیں پس اگر انھوں نے مستبضع سے
تاوان لینا اختیار کیا تو وہ مبضع سے واپس لیگا اور چاہیں بائع سے اپنا ثمن بطریق ضمان وصول کریں پس اگر انھوں نے
بائع سے ضمان لیا تو وہ مستبضع سے رجوع کریگا پھر مستبضع اپنے مبضع سے رجوع کریگا۔ اور اگر متفاوضین میں سے ایک نے
ہزار درم جدا اپنے اور اُسکے شریک عنان کے ہیں برضامندی شریک عنان کے کسی کو بضاعت پر دئیے تاکہ مستبضع ان
دونوں کے واسطے کوئی متاع خریدے پھر ان تینوں میں سے ایک مرگیا پس اگر مبضع مرگیا پھر مستبضع نے متاع خریدی
تو وہ متاع اس مشتری کی ہوگی اور وہ مال کا ضامن ہوگا جسمیں سے نصف مال شریک عنان کا ہوگا اور نصف دوسرے
مفاوض زندہ و وارثان مفاوض میت کے درمیان مشترک ہوگا۔ اور اگر شریک عنان مرگیا پھر مستبضع نے کوئی متاع خریدی تو خریدی ہوئی
چیز پوری انھیں دونوں متفاوضین کی ہوگی پھر شریک عنان میت کے وارثوں کو اختیار ہوگا کہ چاہیں اپنے حصہ کے واسطے
ان متفاوضین سے رجوع کریں دونوں میں سے جس سے چاہیں اور چاہیں مستبضع سے رجوع کریں پھر مستبضع ان دونوں میں
جس سے چاہے گا لے لیگا۔ اور اگر وہ مفاوض مرگیا جسنے بضاعت میں قرار دی ہی پھر مستبضع نے متاع خریدی تو اسمیں نصف
شریک عنان کی ہوگی اور نصف دوسرے مفاوض زندہ کی جسنے حکم کیا ہی اور مفاوض زندہ مفاوض میت کے وارثوں کو انکے
حصہ کی ضمان دیگا اور وارثوں کو اختیار ہی کہ چاہیں مستبضع سے اپنے حصہ کی ضمان لیں پھر مستبضع اُسکو حکم دہندہ سے واپس لیگا
یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اور متفاوضین میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہی کہ قرض دے یہ ظاہر الروایہ ہی اور یہی صحیح ہی یہ ذخیرہ میں ہی۔
ولیکن اگر اُسکا شریک اسکو بتصریح اجازت قرض دینے کی دیدے تو دے سکتا ہی ولیکن اگر اسقدر کہا کہ اپنی رائے سے عمل کر تو
اسمیں قرض دینے کا اختیار حاصل نہوگا یہ سراج وہاج میں ہی اور اگر اُسنے بغیر اجازت شریک کے قرض دیا تو اُسکے نصف کا
ضامن ہوگا اور مفاوضت باطل نہوگی یہ محیط سرخسی میں ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ جس قرض دینے میں لوگوں کو خطر نہیں ہی ویسا
قرض دینے کا اختیار رہنا چاہیے یہ محیط میں ہی۔ اور متفاوضین میں سے ہر ایک کو اختیار ہی کہ مال شرکت میں سے بعض مال سے
کسی دوسرے کے ساتھ شرکت عنان کرلے کذا فی المبسوط خواہ عقد مفاوضت میں دونوں نے شرط کی ہو کہ ہر ایک اپنی رائے سے
کام کرے یا ایسی شرط نہ کی ہو کذا فی الذخیرہ پس اگر کسی سے شرکت عنان کرلی تو یہ شرکت اُسپر اور اُسکے شریک مفاوض دونوں
پر جائز ہوگی خواہ شریک کی اجازت سے اُسنے شرکت کی ہو یا بغیر اجازت کذا فی المحیط اور اگر اُس نے شرکت مفاوضہ کرلی
اپنے شریک کی اجازت سے تو دونوں پر جائز ہوگی جیسے دونوں کسی ثالث سے شرکت مفاوضہ کرلیں تو روا ہی اور اگر بدون
اجازت شریک کے کی ہو تو مفاوضہ نہوگی مگر شرکت عنان ہوگی اور جس سے شرکت کی ہی چاہے وہ اُسکا باپ یا بیٹا ہو یا کوئی
اجنبی ہو کچھ فرق نہیں ہی یہ مبسوط میں ہی اور منتقی میں امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ اگر متفاوضین میں سے ایک نے کسی سے بردون
کی تجارت میں شرکت عنان کرلی تو جائز ہی اور یہ شرکت جو رقیق خریدیگا اُسمیں سے نصف اس مشتری کے ہونگے اور باقی نصف عنان
دونوں متفاوضین کے درمیان نصفانصف ہونگے اور اگر متفاوضین میں سے جسنے شرکت عنان نہیں کی ہی اُسنے کوئی غلام خریدا
تو اسمیں سے بھی نصف اُسکے شریک عنان کا ہوگا اور باقی نصف ان دونوں متفاوضین کے درمیان نصفانصف ہوگا
یہ محیط میں ہی اور ہر مفاوض کو اختیار ہی کہ وکیل مقرر کرے کہ اسکو مال شرکت سے مال دیکر حکم کرے کہ اسکو ہماری شرکت کی
چیزوں میں سے کسی میں خرچ کرے پھر اگر دوسرے شریک نے اسکو وکالت سے خارج کیا تو خارج ہوجائیگا اگر خرید یا فروخت یا اجارہ
کا وکیل ہو یہ بدائع میں ہی اور اگر اُسنے اسکو اسواسطے وکیل کیا کہ جو چیز میں نے قرضہ اور ادھار فروخت کیا ہی وہ دام تقاضا

ف برخلاف قرض مخصوص

کرکے وصول کرلاوے تو دوسرے شریک کے خارج کرنے سے خارج نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور مفاوض کو اختیار ہے کہ عاریت دیوے اور یہ استحسان ہے حتی کہ اگر مفاوض نے مال مفاوضت سے کوئی جانور سواری عاریت دیا اور وہ مستعیر کے پاس تلف ہوگیا تو استحساناً اپنے شریک کے واسطے ضامن نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر ایک مفاوض نے اپنے دونوں کی شرکت کا جانور سواری مستعار دیا اور مستعیر اُسپر سوار ہوکر روانہ ہوا پس جانور نا کور تھک کر مر گیا پھر دونوں نے اُس مقام میں اختلاف کیا جہاں تک وہ سوار ہوکر گیا ہے پس دونوں میں سے جس کسی نے اس مقام تک کے لیے اسکے عاریت دینے کی تصدیق کی تو مستعیر اُسکے تاوان سے بری ہوجائیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور جو امر کہ ہر دو شریک عنان میں سے ہر ایک کرسکتا ہے وہی ہر دو مفاوض میں سے ہر ایک کرسکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ **فصل** ہر دو متفاوضین میں سے ایک نے جو عقد کیا اور جو اُسکے عقد سے واجب ہوا اسمیں دوسرے کے تصرف کے بیان میں۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے دوسرے کی فروخت کی ہوئی مبیع کے بیع کا اقالہ کردیا تو وہ اقالہ دوسرے پر بھی جائز ہوگا اور اسی طرح اگر ایک نے دوسری کی بیع سلم قرار دی ہوئی کا اقالہ کردیا تو یہ اقالہ دونوں پر جائز ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ہر دو متفاوضین میں سے ایک نے اپنی مشترک تجارت کی باندی کسی کے ہاتھ ادھار فروخت کی تو قبل تمام ثمن وصول پانے کے دونوں میں سے کسی کو جائز نہوگا کہ اسکو مشتری سے ثمن سے کم داموں کو خرید لے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے کوئی چیز ادھار فروخت کی پھر مر گیا تو دوسرے کو یہ اختیار نہوگا کہ مشتری سے اپنے حصہ کے واسطے ثمن کا مطالبہ کرے پھر اگر مشتری نے اسکو نصف ثمن دیدیا تو اُس سے بری ہوجائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے کوئی چیز فروخت کی پھر ثمن مشتری کو ہبہ کردیا یا مشتری کو بری کردیا تو امام اعظم و امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے اور اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر دوسرے نے مشتری کو ثمن ہبہ کیا یا بری کردیا تو اُسکا حصہ میں جائز ہوگا اور اُسکے شریک کے حصہ میں جسنے بیع قرار دی تھی بالاجماع جائز نہ ہوگا کذا فی المحیط۔ اور اگر متفاوضین میں سے ایک نے ایسے قرضہ میں جو دونوں کے واسطے کسی پر واجب ہوا ہے تاخیر دیدی تو بالاجماع دونوں کے حق میں تاخیر جائز ہوگی کذا فی الذخیرہ خواہ یہ قرضہ اسی متفاوض کے فعل سے واجب ہوا جسنے تاخیر دیدی ہے یا دوسرے کے فعل سے یا دونوں کے فعل سے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر دونوں متفاوضین پر مال میعادی اُدھار ہو یعنی قرضہ ہو جسکے ادا کرنے کی مدت مقرر ہو پھر دونوں میں سے ایک نے اس میعاد کو ساقط کردیا یعنے مدت باطل کردی تو باطل ہوجائیگی اور مال فی الحال دونوں پر واجب الادا ہوجائیگا اور اگر دونوں میں سے ایک مر گیا تو میت پر بقدر اُسکے حصہ کے قرضہ فی الحال واجب الادا ہوجائیگا اور دوسرے کا اپنی میعاد پر رہیگا اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص کا متفاوضین پر مال ہو پس اُس نے ایک کو اسکے حصہ سے بری کردیا تو دونوں متفاوضین پورے مال سے بری ہوجائینگے یہ محیط میں ہے۔ اور جس عقد کا متولی ایک ہی ہوا ہے اُسکے حقوق دونوں کی طرف راجع ہونگے حتی کہ اگر ایک نے کوئی چیز فروخت کی تو جیسے بائع سے سپرد کرنے کا مطالبہ ہوگا ویسے ہی دوسرے شریک سے بھی تسلیم مبیع کا مطالبہ ہوگا اور اگر دوسرے شریک نے جو بائع نہیں ہوا ہے مشتری سے ثمن کا مطالبہ کیا تو مشتری پر اسکو ثمن دینے کے واسطے اسی طرح جبر کیا جائیگا جیسے بائع کو دینے کے واسطے جبر کیا جاتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے کوئی چیز خریدی تو جیسے مشتری سے ثمن کا مطالبہ ہوگا ویسے ہی اُسکے شریک سے مطالبہ ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ مبیع پر قبضہ

کرلے جیسے مشتری کو اختیار ہے۔ اور اگر مشتری نے اس مبیع میں کوئی عیب پایا تو اسکے شریک کو واپس کر دینے کا اختیار
ہے جیسے مشتری کو اختیار ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے اپنی تجارت کی کوئی چیز خریدی اور دوسرے
نے اسمیں عیب پایا تو دوسرے کو اسکے واپس کر دینے کا اختیار ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر خریدی ہوئی چیز کسی نے استحقاق
ثابت کر کے لے لی تو دونوں یعنی مشتری و دوسرے شریک دونوں کو اختیار ہے کہ بائع پر ثمن کے واسطے رجوع کریں یہ سراج وہاج
میں ہے۔ اور جسنے ان دونوں میں سے ایک سے انکی شرکتی تجارتی چیز کوئی خریدی اور اسمیں عیب پایا تو اسکو اختیار ہے کہ
بسبب عیب کے دونوں میں سے جسکو چاہے واپس کر دے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر اسنے عیب سے انکار کیا پس اگر بائع ہے تو اس سے
خواہی قسم لے سکتا ہے اور اگر دوسرا شریک ہے تو اس سے علم پر قسم لے سکتا ہے اور اگر دونوں میں سے کسی نے عیب کا اقرار کر لیا تو
اسکا اقرار اسپر اور اسکے شریک پر دونوں پر نافذ ہوگا۔ اور اگر متفاوضین میں سے ہر ایک نے نصف نصف غلام اپنے
شرکتی تجارت کا کسی کے ہاتھ فروخت کیا پھر مشتری نے مبیع میں عیب پایا تو مشتری کو اختیار ہے کہ ہر ایک سے قسم لے اسطرح کہ
جس نصف کو اسنے فروخت کیا ہے اسکی قطعی قسم اور جسکو اسکے شریک نے فروخت کیا ہے اسکی علمی قسم ایک ہی قسم میں جمع
کر کے اس سے قسم لے اور یہ امام محمد رح کا قول ہے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ہر ایک سے جو نصف اسنے فروخت کیا ہے
اسکی قطعی قسم لے اور ہر ایک کے ذمہ سے باقی نصف کی علمی قسم ساقط ہوگی یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر متفاوضین میں سے ایک نے
کوئی متاع شرکت مفاوضت میں سے کسی کے ہاتھ فروخت کی پھر دونوں شرکت سے جدا ہوگئے مگر مشتری کو معلوم نہ تھا کہ
دونوں جدا ہو گئے ہیں تو مشتری کو روا ہوگا کہ ثمن دونوں میں سے جسکو چاہے دیدے یہ محیط میں ہے اور اگر مشتری کو دونوں
کے الگ ہو جانے کا حال معلوم تھا تو فقط اسی کو دیوے جسنے اسکے ساتھ بیع قرار دی ہے اور اگر اسکے شریک کو دیگا تو بیع
کرنے والے کے حصہ سے بری نہوگا اور اسی طرح اگر مبیع میں عیب پایا تو اسی سے مخاصمہ کر سکتا ہے جسنے اسکے ہاتھ فروخت کی ہے
یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مشتری نے قبل دونوں کی جدائی کے بائع کے شریک کو بسبب عیب کے واپس کر دی اور
مشتری کے واسطے ثمن کا حکم یا بسبب واپسی متعذر ہونے کے نقصان عیب کے پانے کا حکم ہو گیا پھر دونوں الگ ہوئے
تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جسکو چاہے ماخوذ کرے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر غلام خریدا اور قبل اسکے کہ
متفاوضین الگ ہوں مشتری نے سب ثمن ادا کر دیا پھر غلام مذکور استحقاق ثابت کر کے لے لیا گیا تو مشتری کو روا ہے کہ
ثمن کے واسطے دونوں میں سے جسکو چاہے ماخوذ کرے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر دو متفاوضین جدا ہو گئے تو قرضخواہوں کو
اختیار ہے کہ اپنے تمام قرضہ کے واسطے دونوں میں سے جسکو چاہیں ماخوذ کریں اور دونوں میں سے کوئی شریک دوسرے سے
کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے جب تک کہ اسنے نصف سے زائد ادا نہ کیا ہو پس اگر زائد ادا کیا تو اس زائد کو واپس لے سکتا ہے یہ
جامع صغیر میں ہے۔ اور اگر ہر دو متفاوضین میں سے ایک نے کسی کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک باندی خواہ معین ہو یا
غیر معین بعوض اسقدر ثمن معین کے عوض خریدے پھر دوسرے شریک نے وکیل کو ممانعت کر دی تو ممانعت جائز ہوگی پھر اگر اسکے
بعد وکیل نے یہ باندی خریدی تو اپنی ذات کے واسطے خریدنے والا ہوگا اور اگر دوسرے نے اسکو منع نہ کیا یہاں تک کہ
وکیل نے خرید لی تو دونوں کے واسطے خریدنے والا ہوگا اور ثمن کو دونوں میں سے جس سے چاہے واپس لیگا یہ محیط میں ہے۔
ساتویں فصل متفاوضین کے اختلاف کرنے کے بیان میں۔ اگر زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ میں نے اس سے شرکت مفاوضہ کی
تھی اور عمرو نے انکار کیا اور مال اسی کے پاس ہے تو قسم کے ساتھ قول اسی عمرو کا قبول ہوگا اور زید پر لازم ہے کہ گواہ پیش کرے

فتح القدیر میں ہے۔ پھر اگر مدعی اپنے گواہ لایا جو اسکے دعوی پر گواہی دیتے ہیں تو اسمیں چند صورتیں ہیں اوّل آنکہ
گواہوں نے بیان کیا کہ یہ زید اس عمرو کا مفاوض ہے اور مال جو عمرو کے پاس ہے ان دونوں کے درمیان ہے یعنی نصفا نصف
ہے۔ دوم آنکہ گواہی دی کہ یہ اسکا مفاوض ہے اور مال جو اسکے پاس ہے وہ ان دونوں کی شرکت کا ہے اور ان دونوں صورتوں میں
مدعی کے گواہ مقبول ہونگے اور حکم دیا جائیگا کہ مال دونوں کے درمیان نصفا نصف ہے سوم آنکہ گواہوں نے گواہی دی کہ یہ
اسکا مفاوض ہے اور مال اسکے قبضہ میں ہے۔ اور اس صورت میں دونوں کے درمیان مال نصفا نصف ہونے کا حکم دیا جائیگا خواہ
گواہوں نے مجلس دعوی میں ایسی گواہی ادا کی ہو یا مجلس دعوی سے دونوں کے متفرق ہونے کے بعد ادا کی ہو۔ اور چہارم یہ کہ
انھوں نے یہ گواہی دی کہ یہ اسکا مفاوض ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا اور اس صورت کی نسبت شمس الائمہ سرخسی نے اپنی شرح
میں ذکر کیا ہے کہ اسکے گواہ مقبول ہونگے اور مال دونوں کے درمیان نصفا نصف ہونے کا حکم دیا جائیگا اور امام محمد رح نے بھی کتاب
میں بعد اس مسئلہ کے اسی طرف اشارہ کیا ہے اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ ان لوگوں نے اگر مجلس دعوی میں ایسی گواہی دی تو گواہی معطل
ہوگی اور مال دونوں کے درمیان مساوی ہونے کا حکم نہ دیا جائیگا جب تک گواہ یوں گواہی نہ دیں کہ یہ مال دونوں کے درمیان
نصفا نصف ہے یا گواہی دیں کہ یہ دونوں کی شرکت کا ہے یا منکر اس امر کا اقرار کرے کہ امروز مال میرے پاس ہے یا گواہ لوگ اس منکر
کے ایسے اقرار کی گواہی دیں یہ محیط میں ہے۔ پھر جب قاضی نے دونوں کے درمیان مال نصفا نصف ہونے کا حکم دیا پھر جسکے پاس
مال ہے اُسنے اپنی مقبوضہ چیزوں میں سے کسی چیز کی نسبت دعوی کیا کہ یہ میری ذاتی مخصوص ملک بوجہ میراث یا ہبہ یا صدقہ
کے از جانب غیر مدعی ہے تو اس مسئلہ میں بھی چند صورتیں ہیں اوّل آنکہ اگر مدعی مفاوضہ کے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ اسکا
مفاوض ہے اور یہ مال دونوں کے درمیان نصفا نصف ہے یا یوں گواہی دی تھی کہ یہ اسکا مفاوض ہے اور یہ مال دونوں کی شرکت
کا ہے تو ایسی دونوں صورتوں میں یعنی قابض کا دعوی مذکور مسموع نہ ہوگا اور گواہ قبول نہ ہونگے۔ دوم آنکہ اگر مدعی مفاوضہ کے
گواہوں نے یوں گواہی دی تھی کہ یہ اسکا مفاوض ہے اور مال اس مدعا علیہ کے پاس ہے یا یوں گواہی دی کہ یہ اسکا مفاوض ہے
اور اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا تو ان دونوں صورتوں میں مدعی قابض کا دعوی مذکور مسموع ہوگا اور گواہ قبول ہونگے یہ امام محمد رح کے
نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رح اسمیں خلاف کرتے ہیں اور اگر قابض مال نے مقبوضہ چیزوں میں سے کسی چیز کا از جانب مدعی مفاوضت
اپنی ملک میں آنے کا اقرار کیا تو سب صورتوں میں اسکا دعوی مسموع اور گواہ مقبول ہونگے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ
یہ میرا شریک بشرکت مفاوضت ہے اور عمرو نے اسکا اقرار کرلیا اور عمرو پر اسکے مقبوضہ مال کی نسبت شرکت کا حکم دیا گیا پھر
مدعا علیہ نے اپنے مقبوضہ مال میں سے کسی چیز کی نسبت اپنی ذاتی مخصوص ملک بوجہ میراث یا ہبہ ہونے کے دعوی کیا اور گواہ قائم کیے تو
مقبول ہونگے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مال دو شخصوں کے قبضہ میں ہے اور دونوں مفاوضت کا اقرار کرتے ہوں پھر دونوں میں سے
ایک نے اس مال سے کسی چیز کا اپنی مخصوص ملک کا بوجہ اپنے باپ کی میراث پانے کے دعوی کیا اور گواہ قائم کیے تو قبول ہونگے یہ فتاوی
قاضی خان میں ہے۔ اور اگر دونوں متفاوضین میں سے ایک مرگیا اور مال باقی کے قبضہ میں ہے پھر وارثان میت نے مفاوضت
کا دعوی کیا اور زندہ نے انکار کیا پھر انھوں نے گواہ قائم کیے جنھوں نے یہ گواہی دی کہ انکا باپ اس مدعا علیہ کے
ساتھ شریک بشرکت مفاوضت تھا تو مدعا علیہ کے مقبوضہ مال سے انکے واسطے کچھ حکم نہ دیا جائیگا الا اس صورت میں کہ یہ لوگ
گواہ پیش کریں جو یہ گواہی دیں کہ یہ مال متفاوضت انکے مورث میت کی زندگی میں اسکے پاس تھا یا یوں نہیں کہیں کہ یہ
مال اس شرکت کا ہے جو دونوں کے درمیان تھی تو اسی صورت میں انکے واسطے نصف مال مذکور کا حکم دیا جائیگا یہ مبسوط میں ہے۔

اور اگر مدعا علیہ مذکور پر ایسا حکم ہو جانے کے بعد اُسنے گواہ پیش کیے کہ یہ اسکے باپ کی میراث سے اسکو ملا ہی تو اسمین دو
صورتین ہین اول آنکہ اگر گواہان وارثان میت نے یہ گواہی دی تھی کہ یہ مال ان دونون کی شرکت کا ہی تو گواہ مدعا علیہ
مقبول نہونگے دوم اگر انھون نے یہ گواہی دی تھی کہ یہ مال اس مدعا علیہ کے پاس وقت شرکت کے تھا تو امام ابو یوسف رح
کے نزدیک مثل اول کے اسکے گواہ مقبول نہونگے اور امام محمد رح کے نزدیک مقبول ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر
مال مذکور وارثون کے قبضہ مین ہوا اور انھون نے شرکت سے انکار کیا پس مفاوض زندہ نے اپنے گواہ قائم کیے کہ مفاوضت
تھی اور وارثون نے گواہ دیے کہ انکا باپ مرا اور یہ مال انکے واسطے سوائے اس شرکت کے جو انکے باپ و مدعی کے درمیان تھی
اور چھوڑ گیا ہی تو وارثون کے گواہ مقبول نہ ہونگے اور شمس الائمہ نے تصحیح کی ہی کہ یہ بالاجماع سب اماموں کا قول ہی
اور اگر وارثان میت نے کہا کہ ہمارا دادا مرا تھا اور یہ مال ہمارے باپ کے واسطے میراث چھوڑ گیا تھا اور اسپر گواہ قائم کیے تو
امام ابو یوسف رح کے نزدیک مقبول نہونگے اور امام محمد رح کے نزدیک مقبول ہونگے یہ فتح القدیر مین ہی - اگر متاع و اسباب
دونون مین سے ایک کے قبضہ مین ہو پس اُسنے مفاوضت سے انکار کیا تو اسکے انکار سے شرکت مفاوضت ٹوٹ گئی اور دونون جدا ہو گئے
پھر جب مفاوضت پر گواہ قائم ہونگے تو یہ انکار کرنے والا اس تمام مال کے نصف کا جو اسکے قبضہ مین ہی ضامن ہوگا
اسواسطے کہ وہ امین تھا پس انکار کرنے سے ضامن ہو جائیگا اور اسی طرح اگر قابض مر گیا اور اسکے بعد اسکے وارث نے اسطرح انکار
کیا تو وہ بھی اس صورت مین ضامن ہوگا - اور اگر دونون متفاوضین مر گئے اور ہر ایک نے اپنا اپنا وصی کر دیا ہی تو ہر ایک
کے وصی کو اختیار رہیگا کہ جس خرید و فروخت کا انجام دینے والا خود اُسکا موصی ہوا ہی اُسکے مطالبہ کو پورا کرے پھر جب اپنے سب
وصول کر لیا تو اسپر ضمان نہین ہی اور وارثون پر بھی کچھ ضمان نہین ہی مگر یہ اسوقت ہی کہ یہ سب مفاوضت کا اقرار کرتے ہون
جیسے خود موصی کی صورت مین ہی کہ اگر اُسنے بذات خود سب وصول کیا اور وہ مفاوضت کا اقرار کرتا ہی تو اپنے شریک کے حصہ
کی بابت اُسپر ضامن نہ ہوگا یہ مبسوط مین ہی - دو متفاوضین مین سے ایک نے دعوی کیا کہ دوسرا جو میرے ساتھ شریک
ہی وہ ایک تہائی کا شریک ہی اور مدعا علیہ دعوی کرتا ہی کہ یہ میرے ساتھ ایک تہائی کا شریک ہی یعنی ہر ایک اپنے واسطے دو تہائی
کا دعوی کرتا ہی اور حال یہ ہی کہ دونون مفاوضت کا اقرار کرتے ہین تو تمام مال خواہ عقار ہو یا اور ہو سب بحکم مفاوضت ان
دونون کے درمیان نصفا نصف ہوگا سوائے پہننے کے کپڑون و اسباب خانہ داری و روزینہ کھانے پینے کی چیزون و ایسی باندی کے
جس سے وطی کیا کرتا ہی یہ چیزین خاصۃً اُسکی ہونگی جسکے قبضہ مین ہین اور یہ استحسان ہی اور یہ حکم اسوقت ہی کہ شرکت سے جدائی کے بعد
قبل تقسیم مال کے اسطرح اختلاف واقع ہوا ہو اور اگر دونون متفرق نہوئے ولیکن دونون مین سے ایک مر گیا پھر زندہ اور وارثون
نے مقدار شرکت مین اختلاف کیا تو بھی اس صورت مین ویسا ہی حکم ہی جیسا دونون کے الگ ہونے کے بعد مقدار شرکت مین اختلاف
کرنے کی صورت مین مذکور ہوا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی - اور اگر زید نے بکر پر دعوی کیا کہ مین اسکا شریک بشرکت مفاوضت
ہون اور جو مال اسکے قبضہ مین ہی وہ تین تہائی ہی اسطرح کہ اسمین سے دو تہائی میرا ہی اور ایک تہائی اسکا ہی اور مدعا علیہ شرکت
سے مفاوضت سے منکر ہی پھر مدعی نے اپنے گواہ قائم کیے جنھون نے ایسی ہی گواہی دی جیسے مدعی کا دعوی بیان کیا ہی تو
قیاساً ایسی گواہی قبول نہو گی اور استحساناً مفاوضت پر قبول ہوگی یہ محیط مین ہی اور اگر مدعی نے مفاوضت کا دعوی
کیا اور دعوی مین شرکت نصفا نصف بیان کی اور جو گواہ پیش کیے انھون نے تین تہائی کی شرکت بیان کی تو ایسی گواہی
نا مقبول ہوگی - مدعی نے مفاوضت کا دعوی کیا اور پس پھر اسکے گواہون نے تین تہائی کی شرکت کی گواہی دی پھر مدعی نے کہا

کہ شرکت یون ہی تھی تو گواہی استحساناً قبول ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر ہر دو متفاوضین شرکت سے الگ ہو گئے پھر دونون مین سے ایک نے گواہ قائم کیے کہ کل مال اُسکے شریک کے قبضہ مین تھا اور فلان شہر کے قاضی نے اُسکے شریک پر اسکا حکم دیدیا ہے اور ان گواہون نے مال بیان کر دیا اور گواہی دی کہ قاضی مذکور نے اس مال کا دونون کے درمیان نصفا نصف ہونے کا حکم دیا ہے پھر دوسرے نے اُسی کے مثل بعینہ اسی قاضی کے حکم کے یا دوسرے قاضی کے گواہ قائم کیے پس اگر ایک ہی قاضی کا دونون نے حوالہ دیا اور ہر دو احکام قضا کی تاریخ معلوم ہو گئی تو اخیر حکم کو لیا جائیگا اور اگر نہ معلوم ہوئی یا حکم قضاء دو قاضیون کا ہے تو ہر ایک پر وہ حکم قضا لازم ہوگا جو اسپر نافذ کیا گیا ہے اسواسطے کہ ظاہر یہی ہے کہ دونون مین سے ہر ایک صحیح ہے پس ہر ایک مدعی دوسرے سے جو اسپر ہے حساب کر کے محسوب کرے اور جو کچھ بڑھے وہ باہم ایک دوسرے سے لے یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور اگر ہر دو متفاوض مر گئے پھر جمیع وارثون نے جو کچھ دونون نے چھوڑا تھا باہم تقسیم کر لیا پھر ان لوگون نے مال کثیر پایا پھر ہر دو فریق مین سے ایک نے کہا کہ یہ ہمارے حصہ تقسیم مین کا ہے تو بدون گواہون کے انکے قول کی تصدیق نہ کی جائیگی اور دوسرے فریق پر قسم عائد ہوگی پھر اگر انھون نے قسم کھالی تو مال مذکور دونون مین نصفا نصف کیا جائیگا اور اگر مال مذکور انھین مدعیون کے قبضہ مین ہو پس اگر انھون نے فریق ثانی سے بعد تقسیم کے برات کے اقرار کے گواہ کر لیے ہون تو انکے دعوی کی تصدیق کیجائیگی اور اگر انھون نے برات کے گواہ نہ کر لیے ہون تو فریق دیگر سے قسم لیجائیگی کہ واللہ یہ مال اس فریق کے حصہ تقسیم مین نہین داخل ہوا ہے پس اگر انھون نے یہ قسم کھالی تو یہ مال ان دونون مین نصفا نصف کیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر یہ مال مذکور ایک فریق کے قبضہ مین ہو پس انھون نے کہا کہ یہ مال ہمارے باپ کا مفاوضت سے پہلے کا ہے اور فریق دیگر نے تکذیب کی تو مال مذکور دونون فریق مین نصفا نصف ہوگا اگرچہ مال شرکت سے اپنا حق تمام وصول پانے کے اقرار برات کے گواہ کر لیے ہون اور اگر انھون نے شرکت و غیر سبب سے برات کا اقرار کیا اور انھون نے اُسکے گواہ کر لیے ہون تو وہ خاصۃً انھین کا ہوگا۔ اور اگر مال مذکور ہر دو فریق کے سوائے کسی دوسرے کے قبضہ مین ہو تو وہ ان دونون کے درمیان نصفا نصف ہوگا الا آنکہ کسی فریق کے واسطے گواہ قائم ہون یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر گواہون نے دس برس سے مفاوضت کے اقرار کرنے کی گواہی دی اور قاضی نے یہ گواہی قبول کر لی تو مفاوضت دس برس سے اور اُسکے پہلے سے ثابت ہوگی حتی کہ جو کچھ اُسکے قبضہ مین ہے دس برس سے یا پہلے سے سب کی نسبت دونون مین نصفا نصف ہونے کا حکم دیا جائیگا۔ اور اگر گواہون نے دس برس کی ابتدا سے مفاوضت شروع و قرار پانے کی گواہی دی تو فقط دس برس سے مفاوضت کا حکم دیا جائیگا اور اُس سے پہلے سے مفاوضت کا حکم نہ دیا جائیگا پس جس مال کی نسبت یقین معلوم ہو کہ یہ ان دونون مین سے اسی کا قبل مفاوضت کا ہے وہ اُسی کے ساتھ مخصوص ہوگا اور جس مال کی نسبت دونون احتمال ہون کہ قبل کا ہے یا مفاوضت کا ہے وہ مفاوضت مین قرار دیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر متفاوضین مین سے ایک نے دو شخصون کو حکم دیا کہ تم دونون ہم دونون کے واسطے ایک غلام خرید دو اور جنس غلام و اسکا ثمن بیان کر دیا پھر دونون نے ایسا غلام خریدا اور حال یہ ہے کہ دونون متفاوض شرکت سے جدا ہو گئے ہین پس حکم دہندہ نے کہا کہ بیچنا ہے وہ چونکہ انھون نے خریدا ہے پس یہ خاصۃً میرا ہے اور دوسرے نے کہا کہ دونون نے اسکو قبل ہمارے جدا ہونے کے خریدا ہے پس ہم دونون مین مشترک ہے تو قسم سے حکم دہندہ کا قول قبول ہوگا اور گواہ دوسرے کے قبول ہونگے یعنی اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ دوسرے کے قبول ہونگے اور واضح رہے کہ اگر ہر دو وکیل نے گواہی دی تو قبول نہ ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر

شریک نے جو جدا ہوگئے ہیں کہا کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ وکیلون نے اسکو کب خریدا ہی تو وہ حکم دہندہ کے واسطے مخصوص ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اور اگر حکم دہندہ نے کہا کہ دونون نے اسکو قبل جدا ہونے کے خریدا ہی اور دوسرے نے کہا کہ ہمارے جدا ہونے کے بعد خریدا ہی تو قول دوسرے کا اور گواہ حکم دہندہ کے قبول ہونگے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر متفاوضین مین سے ایک نے اپنی شرکت کا غلام آزاد کر دیا تو جیسے غیر مفاوض کا قول ہی ویسے مفاوض کا قول ہوگا۔ اور اگر متفاوضین جدا ہوگئے پھر ایک نے کہا کہ مین نے اس غلام کو حالت شرکت مین مکاتب کیا تھا تو اسکی تصدیق نہ کی جائیگی ولیکن اسکا اقرار اسکے ذاتی حصہ کی نسبت صحیح ہی اور اسکے شریک کو اختیار ہوگا کہ اسی وقت اس کتابت کو رد کر دے ولیکن اس سے پہلے اسکے علم پر قسم لیجائیگی اور یہ اختیار اسکو اسوجہ سے ہی کہ اسکی ذات سے ضرر دفع ہو اور اسی طرح اگر ایک نے اقرار کیا کہ مین نے اس غلام کو حالت شرکت مین آزاد کر دیا ہی یعنی اس صورت مین بھی اسکا اقرار فقط اپنے ذاتی حصہ کی نسبت صحیح ہوگا اور اس صورت مین دوسرے سے قسم لینے مین مشغول نہ ہونا چاہئیے بخلاف صورت کتابت کے یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر متفاوضین جدا ہوگئے اور ہر ایک نے دوسرے سے ہر شرکت سے برارت کے گواہ کر دیے پھر ایک نے کہا کہ مین نے اس غلام کو حالت شرکت مین آزاد کیا تھا پس نصف قیمت جو مجھپر آئی وہ مین نے تجھ سے برارت کرالی پس دوسرے نے اسکے قول اعتاق مین تصدیق کی ولیکن یہ کہا کہ مین نے اسی وقت غلام سے تاوان لینا اختیار کیا تھا تو قول اسی کا مقبول ہوگا جس نے آزاد نہین کیا ہی مگر اس سے قسم لیجائیگی اور اسکو اختیار ہوگا کہ غلام سے نصف قیمت تاوان لے مگر شریک سے نہین لے سکتا ہی اور یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور اگر شریک دیگر نے کہا کہ مین نے تجھ سے تاوان لینا اختیار کیا تھا تو آزاد کنندہ اس ضمان سے بسبب برارت واقع ہونے کے بری ہوگیا اور غلام پر بھی کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر اس نے کہا کہ مین نے کچھ اختیار نہین کیا تھا تو اسکو اختیار ہوگا کہ غلام سے ضمان لے مگر شریک سے نہین لے سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر اقرار کنندہ نے گواہ قائم کیے کہ اسنے اسوقت اس مقر سے تاوان لینا اختیار کیا تھا تو گواہون سے ثابت مثل معائنہ سے ثابت قرار دیا جائیگا پس یعنے آزاد کنندہ مقر مذکور تاوان سے بری ہوگا اور غلام پر بھی کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر شریک نے کہا کہ اس نے جدا ہونے کے بعد ہی آزاد کیا ہی حالت شرکت مین نہین آزاد کیا ہی تو اسمین بھی قول اسی کا قبول ہی پھر اگر آزاد کنندہ نے گواہ قائم کیے کہ اس نے حالت شرکت مین آزاد کیا تھا اور اس شریک نے آزاد کنندہ سے نصف قیمت تاوان لینی اختیار کی تھی اور شریک نے گواہ دیے کہ اس نے بعد جدا ہونے کے آزاد کیا اور شریک نے غلام سے سعایت کرانی اختیار کی تھی تو گواہ آزاد کنندہ کے مقبول ہونگے اور آزاد کنندہ اور غلام دونون نصف قیمت غلام سے بری ہونگے یہ مبسوط مین ہی اور اگر ان دونون متفاوضون مین سے ایک نے اقرار کیا کہ مین نے اس غلام کو حالت شرکت مین ہزار درم پر مکاتب کر دیا تھا اور یہ مال کتابت اس سے وصول پایا اور غلام مر گیا پس یہ برارت مین داخل ہوگیا ہی اور دوسرے نے کہا کہ تو نے اسکو بعد جدا ہونے کے مکاتب کیا ہی تو قول اسی کا قبول ہوگا جسنے مکاتب نہین کیا تھا اور اگر غلام مذکور مر گیا اور مال چھوڑ گیا پس اُسنے کہا کہ مین نے اسکو بعد جدا ہونے کے مکاتب کیا ہی اور مین ہی اسکا وارث ہون اور دوسرے نے کہا کہ تو نے حالت مفاوضت مین مکاتب کیا پس ہم دونون اسکے وارث ہین اور حال یہ ہی کہ مکاتب مذکور نے کچھ ادا نہین کیا تھا تو بھی قول اسکا قبول ہوگا جس نے مکاتب نہین کیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر مفاوضین مین سے ایک نے مال مفاوضہ مین سے کچھ مال کسی کے پاس ودیعت رکھا پھر مستودع نے دعوی کیا کہ مین نے تجھے یا تیرے ساتھی کو واپس دیا ہی تو قسم سے اسی کا

قول قبول ہوگا یہ مبسوط مین ہی پھر اگر اس شخص نے جسپر ایسا دعوی کیا ہی اس امر سے انکار کیا تو وہ ودیعت کے امانت دار
کے کہنے سے ایک دوسرے شریک کے واسطے اسکے حصہ کا ضامن نہ ہوگا ولیکن اُس سے قسم لیجائیگی کہ واللہ مین نے وصول
نہین پایا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اسی طرح اگر دونون مین سے ایک مر گیا پھر مستودع نے میت کو دیدینے کا دعوی کیا تو بھی
یہی حکم ہی مگر یہان وارثان میت سے انکے علم پر قسم لیجائیگی کہ واللہ ہم نہین جانتے ہین کہ ہمارے مورث نے یہ مال ودیعت
وصول پایا ہی۔ اور اگر مستودع نے وارثان میت کو دینے کا دعوی کیا اور انھون نے قسم کھالی کہ ہم نے نہین وصول پایا ہی
تو مستودع مذکور حصہ شریک زندہ کا ضامن ہوگا جو شریک زندہ و وارثان میت کے درمیان بساوی مشترک ہوگا یہ
محیط سرخسی مین ہی اور اگر مستودع نے کہا کہ جو مال مجھے اسنے ودیعت دیا تھا وہ مین نے اس شریک کے مرنے کے بعد جسنے مجھے
ودیعت نہین دیا تھا واپس کر دیا ہی اور اسپر قسم کھالی تو وہ ضمان سے بری ہو گیا ولیکن زندہ شریک کے ذمہ مال مذکور لازم
ہونے کے واسطے اسکی تصدیق نہ کیجائیگی اگر شریک زندہ قسم کھالیوے کہ مین نے اس مال کو وصول نہین پایا ہی یہ مبسوط مین ہی
اور اگر مودع مر گیا پھر جسکے پاس ودیعت تھی اُس نے کہا کہ مین نے اسمین سے نصف مال شریک زندہ کو اور نصف مال وارثان
میت کو واپس دیا اور اسپر قسم کھالی تو وہ ضمان سے بری ہو گیا پس اگر ہر دو فریق مین سے ایک نے اقرار کیا کہ مین نے نصف وصول
پایا ہی تو دوسرا فریق اسمین شریک ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر دونون شریک زندہ ہون پس مستودع نے کہا کہ مین نے
مال ودیعت دونون کو واپس دیا ہی پس ایک نے اُسکا اقرار کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو مستودع بری ہوگا اور اسپر قسم
بھی عائد نہوگی اور اگر دونون شریک جدا ہوگئے ہون پھر مستودع نے کہا کہ مین نے اسکو واپس دیا جس نے میرے پاس ودیعت
رکھا تھا تو وہ بری ہی اور اگر کہا کہ مین نے دوسرے کو واپس دیا ہی اور اُسنے تکذیب کی تو وہ نصف اس مال کا جو ودیعت
دیا ہی ضامن ہوگا پھر جو کچھ مودع نے وصول پایا ہی وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا اور اگر شریک مذکور نے مستودع
کی تصدیق کی تو مودع کو اختیار ہی چاہے اپنے شریک سے ضمان لے اور چاہے مستودع سے ضمان لے یہ مبسوط مین ہی۔

فصل ہفتم متفاوضین پر ضمان واجب ہونے کے بیان مین۔ اگر متفاوضین مین سے ایک نے کوئی جانور سواری
کسی مقام معلوم تک جانے کے واسطے مستعار لیا پھر اُسکا شریک اُسپر سوار ہو گیا اور جانور مذکور تھک کر مر گیا تو دونون
اُسکے ضامن ہونگے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک نے کوئی جانور اپنا مخصوص طعام لانے کے واسطے مستعار لیا پھر اسپر اُسکے
شریک نے اپنا اسیقدر طعام یا اُس سے ہلکا بوجھ لادا تو وہ ضامن نہ ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ پھر واضح ہو کہ سوار ہونے
کے مسئلہ مذکورہ بالا مین جب دونون پر ضمان واجب ہوئی اور سوار ہونے والے نے مال شرکت مین سے یہ ضمان ادا کی
پس آیا اُسکا شریک اُسکا نصف اُس سے واپس لے سکتا ہی یا نہین تو اسمین دو صورتین ہین اول آنکہ وہ دونو کے کام
کے واسطے سوار ہو کر گیا تھا اور اس صورت مین وہ واپس نہین لے سکتا ہی دوم آنکہ سوار ہونے والا صرف اپنے ذاتی کام کیواسطے
سوار ہو کر گیا تھا تو جو شریک سوار نہین ہوا تھا وہ اُس سے نصف مال ضمان واپس لے سکتا ہی اور جانور کے مالک کو اختیار ہی
کہ دونون مین سے جس سے چاہے مال ضمان وصول کرلے یہ محیط مین ہی۔ اور اسیطرح اگر متفاوضین مین سے ایک نے کوئی جانور زطی
کپڑون کی گٹھری بار کرنے کے واسطے مستعار لیا پھر اُسکے شریک نے اتنے بوجھ کی دوسری گٹھری اُسپر لادی اور مستعار لینے والے
نے کچھ نہین لادا تو بھی وہ ضامن نہوگا اور اگر شریک نے اُسپر پوستین و چادرین وغیرہ اور خاص کے کپڑے لادے تو وہ ضامن ہوگا
کیونکہ جنس مختلف ہوگئی اور اسوجہ سے جانور کے حق مین ضرر متفاوت ہو گیا ہی پس اس صورت مین اگر مستعار لینے والا اس طرح

مختلف الجنس ومتفاوت الضرر بار کرتا تو ضامن ہوتا پس ایسا ہی اُسکا شریک بھی ضامن ہوگا پھر اس تاوان کو
دیکھا جائیگا کہ اگر مال مذکور دونوں کی تجارت کا ہو تو لزوم تاوان دونوں پر ہوگا اور اگر مال مذکور لادنے والے کے پاس
بضاعت ہو تو ضمان اگرچہ دونوں پر لازم ہوگی اسوجہ سے کہ لادنے والا غاصب ہے اور دوسرا اُسکی طرف سے ضامن ہے
لیکن جس شریک نے مال نہیں لادا ہے وہ دوسرے سے اُسکا نصف واپس لیگا اگر یہ مال تاوان مال شرکت سے ادا کیا ہو یہ
مبسوط میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے دس گون گیہوں لادنے کے واسطے مستعار لیا پھر دوسرے نے اُسپر دس گون
جو لادے اور یہ مال ان دونوں کی شرکت کا ہے تو ضامن نہ ہوگا۔ اور اسی طرح اگر دونوں کے درمیان شرکت عنان ہوے اور
دونوں میں سے ایک نے مستعار لیا تھا تو اسمیں بھی جواب اسی طرح ہوگا جیسے شرکت مفاوضت میں مذکور ہے یہ فتاوے قاضیخان
میں ہے۔ اور اگر ہر دو شریک میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو بخارا سے آگے نجانا پھر شریک مذکور آگے نکل گیا اور مال
تلف ہو گیا تو وہ ضامن ہوگا یہ سراجیہ میں ہے۔ اور اگر ہر دو متفاوضین میں سے ایک مر گیا حالانکہ جو مال اُسکے پاس تھا
اُسکا حال نہیں بیان کیا ہے تو وہ اپنے شریک کے واسطے اُسکے حصہ کا ضامن نہ ہو جائیگا یہ فتح القدیر میں ہے۔

تیسرا باب۔ شرکت عنان کے بیان میں۔ اسمیں تین فصلیں ہیں **فصل اوّل** عنان کی تفسیر و شرائط و احکام کے
بیان میں۔ شرکت عنان یہ ہے کہ دو آدمی ایک نوع تجارت مثل گیہوں یا اناج میں شرکت کریں یا عموم تجارات میں
شرکت کریں مگر خاصۃً کفالت کو ذکر نہ کریں اور نہ مفاوضت کو ذکر کریں کہ جو متضمن معنی وکالت ہے تاکہ یہ شرکت تمام
ایسے لوگوں کے درمیان جائز ہو جو تجارت کی اہلیت رکھتے ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے اور جائز ہے ایسی شرکت درمیان
مردوں و عورتوں و بالغ و طفل ماذون و آزاد و غلام ماذون و مسلمان و کافر کے کذا فی فتاوی قاضیخان فی التجرید اور یہ
کا تتمہ کے تہذیب میں ہے۔ اور اگر کفالت کو ذکر کیا اور باقی شروط مفاوضت کے پورے پورے پائے جاتے ہیں تو مفاوضت
منعقد ہوگی اور اگر پورے نہ پائے جاتے ہوں تو چاہیئے کہ شرکت عنان منعقد ہو جاوے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور شرکت عنان
جائز ہونیکی شرط یہ ہیں کہ مال عین ہو حاضر ہو یا مجلس عقد سے غائب ہو مگر مشار الیہ ہو اور اس حال میں مساوات ہونا
شرط نہیں ہے اور نیز باوجود راس المال مساوی ہونے کے نفع میں ایک کے واسطے بہ نسبت دوسرے کے زیادتی شرط کرنی
جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ امام محمد رحمہ نے اسکی تحریر کی کیفیت یوں بیان فرمائی ہے ہذا ما اشترک علیہ فلان و فلان یعنے
وہ چیز ہے کہ اشتراک کیا اسمیں فلان و فلان نے کہ دونوں نے اشتراک کیا تقوی اللہ تعالیٰ وادائے امانت پر پھر ہر ایک
کے راس المال کی مقدار بیان کر دے اور تحریر کرے کہ یہ سب مال ان دونوں کے قبضہ میں ہے کہ اس سے دونوں خریدینگے
و فروخت کرینگے ہر دو اکٹھا اور نیز علیحدہ علیحدہ اور ہر ایک دونوں میں سے اپنی رائے سے کام کریگا اور نقد و ادھار
جیسا چاہیگا فروخت کریگا پھر تحریر کرے کہ پس جو کچھ نفع حاصل ہوگا وہ ان دونوں کے درمیان بقدر ہر ایک کے
راس المال کے دونوں میں مشترک ہوگا اور جو کچھ گھٹی یا تلف ہو وہ بھی دونوں پر اسی حساب سے ہوگی۔ اور اگر دونوں نے
نفع و نقصان میں تفاوت شرط کیا ہو تو اسی طرح لکھیں جسطرح شرط کیا ہے اور آخر میں تحریر کرے کہ دونوں نے اس قرارداد پر
بروز فلاں ماہ فلاں سنہ فلاں اشتراک کیا یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور حکم عنان یہ ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک اپنے شریک کی
طرف سے عقود تجارات میں وکیل ہو جاتا ہے لیکن جو کچھ اُسکے شریک کے عقد سے واجب ہوا ہے اسکے استیفا کے واسطے
اپنے شریک کی طرف سے وکیل نہیں ہوتا ہے یہ محیط میں ہے اور شرکت عنان میں ہر ایک دوسرے کی طرف سے

کفیل نہیں ہوتا ہے جب کہ کفالت کو بیان نہ کیا ہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہے **فصل دوم** نفع و نقصان مال و گھٹی کی شرط کے بیان میں ۔ اگر دونوں کی جانب سے مال شرکت عنان میں ہوا اور کام کرنا ایک کے ذمہ ہو پس اگر دونوں نے نفع میں اپنے اپنے راس المال کی مقدار پر شرط کی تو جائز ہے اور اسکا نفع اُسی کا اور نقصان اُسی پر ہوگا ۔ اور اگر دونوں نے کام کرنے والے کے واسطے اُسکے راس المال کی مقدار سے زائد نفع شرط کیا تو شرط کے موافق جائز ہے اور کام کرنے والے کے پاس دینے والے کا مال بطور مضاربت ہوگا اور اگر دینے والے کے واسطے اسکے راس المال سے زیادہ نفع شرط کیا تو شرط نہیں صحیح ہے اور کام کرنے والے کے پاس دینے والے کا مال بضاعت ہوگا اور ہر ایک کے واسطے اُسکے مال کا نفع ہوگا یہ سراجیہ میں ہے ۔ اور اگر دونوں پر کام کرنے کی شرط کی گئی تو شرکت صحیح ہوگی ۔ اور اگر ایک کا راس المال قلیل اور دوسرے کا کثیر ہو اور نفع کی شرط یہ کی کہ دونوں میں مساوی ہو یا ایک کے واسطے کم اور دوسرے کے واسطے زیادہ حصہ ہو تو نفع دونوں میں موافق شرط کے ہوگا اور گھٹی ہمیشہ ہر ایک پر دونوں میں سے بقدر دونوں کے راس المال کے ہوگی یہ سراج وہاج میں ہے ۔ اور اگر باوجود شرط اعمل دونوں کے ایک نے کام کیا اور دوسرے نے بلا عذر یا بعذر کام نہ کیا تو مثل معًا دونوں کے کام کرنے کے ہوگا یہ مضمرات میں ہے ۔ اور اگر پورا نفع دونوں نے ایک ہی کے واسطے شرط کیا تو یہ نہیں جائز ہے یہ بہ اتفاق میں ہے ۔ دو شخصوں نے شرکت کی پس ایک ہزار درم اور دوسرا دو ہزار درم لایا اور شرط یہ قرار دی کہ نفع و گھٹی دونوں میں نصفا نصف ہو تو عقد جائز ہے اور شرط مذکور گھٹی کے حق میں باطل ہے پس اگر دونوں نے کام کیا اور نفع اُٹھایا تو دونوں میں موافق شرط کے نصفا نصف ہوگا اور اگر گھٹی اُٹھائی تو گھٹی دونوں میں سے ہر ایک پر بقدر راس المال کے ہوگی یعنے دو حصہ دو ہزار والے پر اور ایک حصہ ایک ہزار والے پر ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے ۔ اور شرکت عنان میں جائز ہے کہ ہر ایک اپنے کل مال میں سے تھوڑے مال پر قرار دے اور تھوڑے سے بے قرار دیئے یہ عتابیہ میں ہے ۔ اور اگر مال شرکت یا دونوں میں سے ایک کا مال قبل اسکے کہ دونوں اس سے خرید کریں تلف ہو گیا تو شرکت باطل ہو جائیگی یہ ہدایہ میں ہے اور ہر دو مال میں سے جو مال قبل خرید واقع ہونے کے تلف ہوا وہ اپنے مالک کا مال گیا خواہ مالک کے ہاتھ میں تلف ہوا ہو یا دوسرے کے قبضہ میں سے ضائع گیا ہو یہ محیط میں ہے ۔ اور اگر دونوں میں سے ہر ایک ہزار درم لایا اور عقد شرکت عنان قرار دیکر دونوں مالوں کو خلط کر دیا پھر اس مال مخلوط میں سے قبل خرید کے تلف ہوا تو جسقدر تلف ہوا ہے دونوں کا مال گیا اور جو باقی رہا ہے وہ دونوں میں مشترک ہوگا لیکن اگر تلف شدہ میں یا باقی میں سے کچھ پہچانا جاوے کہ وہ ان دونوں میں سے خاص اسکا ہے تو تلف شدہ میں سے یہ پہچانا ہوا اسی کا مال گیا اور باقی میں پہچانا ہوا اُسی کا ہوگا یہ مبسوط میں ہے ۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے اپنے مال سے خریدا اور دوسرے کا مال تلف ہو گیا تو جو کچھ خریدا ہے وہ دونوں میں دونوں کی باہمی شرط کے موافق مشترک ہوگا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے ۔ اگرچہ دونوں نے وقت عقد کے وکالت کی کہ ہر ایک دوسرے کی طرف سے وکیل ہو تصریح نہ کی ہو یہ مضمرات میں ہے پھر جسنے خریدا ہے وہ دوسرے سے اس خریدی چیز کی ثمن سے جسقدر حصہ اُسپر پڑتا ہے اُس سے واپس لیگا یہ اختیار شرح مختار میں ہے ۔ پھر واضح ہو کہ اس خریدی ہوئی چیز میں جو دونوں کی شرکت بیان کی گئی یہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک شرکت عقد ہوگی پس دونوں میں سے ہر ایک کو اسمیں تصرف کرنیکا اختیار ہوگا یہ بنا بر اتفاق میں ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور یہ اسوقت ہے کہ ایک شریک کے اپنے مال سے خریدنے کے بعد دوسرے کا مال تلف ہو گیا اور اگر قبل خرید

واقع ہونے کے ایک کا مال تلف ہوا پھر دوسرے نے اپنے مال سے خریدا کیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر دونوں نے عقد شرکت
میں وکالت کی تصریح کر دی ہو تو خریدی چیز دونوں میں بحکم وکالت مفردہ مشترک ہوگی اور خریدنیوالا دوسرے سے
اُسکا حصہ ثمن واپس لیگا اور اگر فقط عقد شرکت ہی بیان کیا ہوا ور عقد شرکت میں وکالت کی تصریح نہ کی ہو تو خریدی چیز
فقط مشتری کی ہوگی یہ تبیین میں ہے۔ نوادر میں مذکور ہے کہ زید نے عمرو کو ہزار درم اس شرط پر دیئے کہ اُن سے کار تجارت کرے
بدین شرط کہ نفع کام کرنے والے کا اور گھٹی بھی اُسی پر ہوگی پھر یہ درم قبل خرید واقع ہونے کے تلف ہوگئے تو عمرو
اُسکا ضامن ہوگا اور اگر زید نے اُس سے کہا کہ ان سے کام کر بدین شرط کہ نفع ہم دونوں میں اور گھٹی ہم دونوں پر ہوگی پھر
قبل اسکے کہ وہ ان درموں سے کام کرے یہ تمام تلف ہوگئے تو امام محمد رح کے نزدیک عمرو نصف مال مذکور کا ضامن ہوگا اور
امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسپر ضمان نہ ہوگی۔ اور اگر عمرو نے اُس سے کچھ خریدا مگر ہنوز ادا نہ کیا تھا کہ یہ مال تلف ہوگیا
تو زید پر نصف مال کی ضمان اور عمرو پر نصف مال دیگر کی ضمان ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک کا راس المال
(یعنی بائع کے واسطے ۱۲ منہ)
درم اور دوسرے کا راس المال دینار ہوں اور ان دیناروں کی قیمت ان درموں کے برابر ہے پھر درموں والے نے درموں کے
عوض ایک غلام خریدا اور دیناروں والے نے دیناروں کے عوض کوئی باندی خریدی اور ہر دو مال ادا کر دیئے گئے اور
یہ خرید دو صفقوں میں واقع ہوئی پھر غلام و باندی ان دونوں کے قبضہ میں تلف ہوگئے تو دونوں میں سے ہر ایک
(الکافی ۱۲)
اپنے شریک دیگر سے اپنا نصف راس المال واپس لیگا۔ اور اگر دونوں نے دونوں مبیع کو ایک ہی صفقہ میں خریدا اور
باقی مسئلہ بحالہ ہے تو دونوں میں سے کوئی اپنے شریک دیگر سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر دونوں نے
درموں کے عوض ایک متاع خریدی پھر اسکے بعد دیناروں سے ایک متاع خریدی پھر دونوں نے ایک میں نفع کمایا اور
دوسرے میں گھٹی کھائی تو خریدی چیزیں خرید کرنے کے روز جسقدر دونوں میں سے ہر ایک کی ملک تھی اسیقدر اُسکا نفع
یا گھٹی ہر ایک کے حق میں ہوگی اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی و مبسوط میں ہے۔ اور اگر دونوں نے عروض یا کیلی چیز سے
شرکت کی پھر اُس سے کوئی چیز خریدی تو خریدی چیز میں سے ہر ایک کے واسطے بقدر قیمت اسکی متاع کے ہوگی پھر
اگر دونوں نے خریدی چیز کو فروخت کر کے ثمن باہم تقسیم کر لینا چاہا پس اگر شرکت ایسی چیز سے واقع ہوئی جو مثلی نہیں ہے تو اُسکی
وہ قیمت معتبر ہوگی جو خرید کے روز تھی اور اگر اسکے واسطے مثل ہو یعنی کیلی یا وزنی یا عددی متقارب ہو تو اصل میں مذکور
(مثل انڈے و اخروٹ و غیرہ ۱۲)
ہے کہ اسکی وہ قیمت معتبر ہوگی جو تقسیم کا قصد کرنے کے روز اُسکی قیمت ہے اور املا میں مذکور ہے کہ خرید کے روز کی قیمت
(اگرچہ اسکے قبضہ میں نہیں ہے ۱۲)
معتبر ہوگی اور قدوری نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور دونوں شریک عنان میں سے ہر ایک کو اختیار
ہے چاہے نقد بیچے یا اُدھار بیچے اور اسی طرح امام اعظم رح کے نزدیک اسکو اختیار ہے کہ چاہے ایسی چیز کے عوض فروخت کرے
جو تعین کیا ہوا اور جس ملک کے عوض فروخت کرے یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور ہر شریک عنان کو اختیار ہے کہ [illegible]
کرا دے یا اُجرائی قبول کرے اور چاہے اجارہ پر دے یہ تہذیب میں ہے۔ اور نہیں اختیار ہے کہ دوسرے اجنبی سے
شرکت کرے الا بشرطیکہ عنان میں صریح یہ شرط نہیں کر لی تھی کہ دونوں میں سے ہر ایک اپنی رائے سے عمل کرے اور یہی صحیح ہے یہ
ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے کسی سے شرکت عنان کر لی تو جو شریک سوم نے خریدا اسمیں سے نصف
مشتری کا ہوگا اور باقی نصف ہر دو شریک اول کے درمیان مشترک ہوگا اور جو اُسکے اس شریک نے خریدا جسنے تیسرے سے
شرکت عنان نہیں کی تھی وہ فقط اسکا اور اسکے شریک کے درمیان مشترک مساوی ہوگا اور شریک ثالث کو اسمیں سے

کچھ نہ ملیگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور امام اعظم رح سے روایت ہو کہ ہر دو شریک عنان میں سے اگر ایک نے کسی ثالث کے ساتھ اپنے شریک کی حضوری میں شرکت مفاوضہ کر لی تو مفاوضت صحیح ہوگی اور اول کہ جو تھی شرکت باطل ہو جائیگی اور اگر بغیر حضوری شریک کے ثالث سے مفاوضت کر لی تو مفاوضت صحیح نہوگی یہ ظہیریہ میں ہو۔ اور دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہو کہ شرکت کے غلام کو مکاتب کر دیوے اور یہ بلا خلاف ہو کذا فی المحیط اور نہ غلام شرکت کو مال پر آزاد کر سکتا ہو خواہ عقد شرکت میں یہ شرط قرار پائی ہو کہ اپنی رائے سے عمل کرے یا نہ قرار پائی ہو اور نیز یہ اختیار نہیں ہو کہ تجارتی شرکت کے غلام کا نکاح کر دیوے اور یہ بالاجماع ہو اور اسی طرح تجارتی باندی کا بھی نکاح نہیں کر سکتا ہو یہ امام اعظم رح وامام محمد رح کا قول ہو یہ بدائع میں ہو۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے ایک تجارتی شرکتی باندی کی نسبت جو اسکے قبضہ میں ہو اقرار کیا کہ یہ فلان کی ملک ہو تو اُسکا اقرار اُسکے شریک کے حصہ میں درست نہ ہوگا اگرچہ دوسرے کی طرف سے اُسکو اجازت ہو کہ اپنی رائے سے عمل کرے یہ فتاوی قاضی خان میں ہو۔ اور دونوں میں سے کوئی شخص شرکت کی کوئی چیز بعوض اس قرضہ کے جو آتا ہو رہن نہیں کر سکتا ہو الا شریک کی اجازت سے یہ محیط سرخسی میں ہو اور اگر ایک نے ایسے قرضہ کے عوض جو دونوں پر آتا ہو تجارتی شرکت کی کوئی چیز رہن کی تو جائز نہیں ہو اور مال مرہون کا ضامن ہوگا کذا فی فتاوی قاضی خان لیکن اگر وہ جو قرضہ کا عاقد ہی ہو یا شریک نے اسکو ایسا کرنے کی اجازت دیدی ہو تو یہ حکم نہیں ہو یہ سراج وہاج میں ہو۔ اور اسی طرح اگر قرضہ شرکت کے عوض قرضدار سے رہن لیا تو حصہ شریک کے حق میں نہیں جائز ہو الا اس صورت میں کہ موجب قرضہ اُسی کے عقد سے ہو یا متولی عقد نے اسکو اجازت دیدی ہو۔ پھر اگر مال مرہون اُسکے پاس تلف ہو گیا اور اُسکی قیمت اور قرضہ دونوں مساوی ہیں تو حصہ مرتہن یعنی نصف قرضہ ساقط ہو گیا اور دوسرے شریک کو اختیار ہو چاہے قرضدار سے اپنا حصہ یعنی نصف قرضہ لے پس قرضدار مذکور مرتہن سے رہن کی نصف قیمت لے لیگا اور چاہے شریک سے جو اُسنے وصول پایا ہو اُسمین سے اپنا حصہ لے لے یہ محیط سرخسی میں ہو۔ اور اگر شریک عنان نے رہن دینے یا لینے کا اقرار کیا پس اگر وہ بذات خود متولی عقد ہوا ہو یعنی جس عقد کی وجہ سے قرضہ واجب ہوا کہ جسکے عوض رہن دیا یا لیا ہو تو اقرار جائز ہوگا اور اگر خود متولی عقد نہیں ہوا تھا تو اقرار جائز نہ ہوگا یہ سراج وہاج میں ہو۔ اور اگر ہر دو میں سے ایک شریک عنان نے بعد ٹوٹنے شرکت کے رہن دینے یا لینے کا اقرار کیا پس اگر اسکے شریک نے تکذیب کی تو اُسکا اقرار صحیح نہوگا یہ محیط میں ہو۔ اور اگر ہر دو شریک میں سے ایک نے تجارت کے واسطے مال قرض لیا تو دونوں کے ذمہ لازم ہوگا یہ فتاوی قاضیخان وبدائع ومحیط سرخسی میں ہو۔ اور شرح قدوری میں لکھا ہو کہ اگر ہر ایک نے اپنے شریک سے کہدیا کہ تو اسمین اپنی رائے سے کام کر تو دونوں میں سے ہر ایک کو روا ہوگا کہ رہن دینا و لینا اور دوسرے کے مال سے اپنا مال بطریق شرکت ملا دینا وغیرہ جو امور کہ تجارت میں واقع ہوتے ہیں عمل میں لاوے اور رہا ہبہ و قرض دینا اور جو امور کہ اتلاف مال و بلا عوض دوسرے کی ملک میں دیدینا ہوتے ہیں سو ایسے امور نہیں کر سکتا ہو الا اس صورت میں کہ شریک نے صریح اسکو اجازت دی اور صاف کہدیا ہو اور نیز اسی مقام پر فرمایا کہ اگر شریک نے اُس سے یہ نہ کہا ہو کہ اپنی رائے سے کام کر تو اُسکو یہ اختیار نہ ہوگا کہ مال شرکت کو اپنے خاصۃً ذاتی مال میں مخلوط کرے یہ ذخیرہ میں ہو۔ اور شریک عنان اور بضاعت لینے والے اور جسکے پاس ودیعت ہو اور مضارب ان سب کو اختیار ہو کہ مال کے ساتھ سفر کریں اور یہی امام اعظم وامام محمد رح کا صحیح مذہب ہو یہ خلاصہ میں ہو۔ اور اگر دو شخصوں میں شرکت بطریق خلط مال کے ہو گئی ہو یعنی دونوں نے مال کو

خلط کر دیا ہو تو دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ بدون اجازت شریک کے سفر کرے پس اگر اُسنے اس مال کو لیکر
سفر کیا اور وہ تلف ہوگیا پس اگر اسقدر ہو کہ اُسکے واسطے بار برداری و خرچہ ہو تو ضامن ہوگا اور اگر اسکے واسطے
بار برداری و خرچہ نہو تو ضامن نہ ہوگا یہ فتاوے قاضیخان میں ہی۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے مال کیساتھ سفر
کیا اور حال یہ ہو کہ اسکے شریک نے مال لیکر سفر کرنے کی اجازت دی ہی یا کہدیا ہو کہ اپنی راے سے کام کرے یا بحالت شرکت
مطلقہ ہونے کے موافق قول امام اعظم و امام محمد رح کے بنا بر روایت صحیح کے تو اسکو اختیار ہوگا کہ جملہ مال میں سے اصل مال
سے اپنے کھانے و کرایہ و ضروری خرچ میں صرف کرے اور حسن نے فرمایا کہ امام اعظم رح سے یہی روایت کی ہی اور امام محمد رح
نے فرمایا کہ یہ استحسان ہی یہ بدائع میں ہی۔ پھر اگر اُسنے نفع اُٹھایا تو نفقہ مذکور نفع میں سے محسوب ہوگا اور اگر نفع
نہ پایا تو نفقہ راس المال میں سے ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہی۔ اور اگر اتنی دور گیا کہ وہاں سے اپنے گھر آکر شب گذاری
کر سکتا ہوتا تو اُسکا نفقہ مال شرکت سے محسوب نہ ہوگا یہ تہذیب میں ہی۔ فصل سوم شریک عنان کا مال شرکت میں
اور دوسرے شریک کے حق میں اور جو شریک کو عقد سے واجب ہوا اسمیں تصرف کرنے کا اور متعلقات کے بیان میں
دونوں شریک عنان میں سے ہر ایک کو روا ہی کہ کسی کو خرید یا فروخت یا اجارہ لینے کے واسطے وکیل کرے اور دوسرے
کو اختیار ہو کہ اس وکیل کو وکالت سے خارج کر دے اور اگر ایک نے کسی کو اسواسطے وکیل کیا کہ جن کے ہاتھ اُسنے اُدھار
فروخت کیا ہی اُنسے دام تقاضا کرکے وصول کر لاوے تو دوسرے کو ایسے وکیل کے خارج کرنے کا اختیار نہیں ہی یہ ظہیریہ
میں ہی اور دونوں میں سے عاقد کو یہ اختیار ہی کہ جو مبیع اُس نے خریدی اُس پر قبضہ کر لیا جو بیچی ہی اُسکے دام
وصول کرنے کے واسطے کسی کو وکیل کرے یہ بدائع میں ہی اور ماسوا اسکے جو تصرفات ہیں انمیں ہر شریک عنان مثل
ایک شریک مفاوضت کے ہی کہ جو تصرفات ہر دو شریک مفاوضت میں سے ایک کر سکتا ہی وہی ہر شریک عنان کر سکتا ہی
یہ محیط میں ہی مگر واضح رہے کہ جو تصرف دونوں میں سے ہر ایک کر سکتا تھا جب اُس تصرف سے اُسکے شریک نے اسکو منع کر دیا
پھر اُسنے کیا تو حصہ شریک کا ضامن ہوگا اور اسی واسطے اگر شریک نے اسکو میعاد سے آگے بڑھنے سے منع کر دیا اور یہ
کہدیا کہ میعاد تک جا پھر اُسنے مال لیکر میعاد سے تجاوز کیا اور مال تلف ہوگیا تو حصہ شریک کا ضامن ہوگا۔ اور اسیطرح
اگر شریک کو اُدھار بیچنے کی اجازت دینے کے بعد پھر اسکو اُدھار بیچنے سے منع کر دیا تو بھی حصہ شریک کا ضامن ہوگا یہ
فتح القدیر میں ہی۔ اور قدوری میں لکھا ہی کہ اگر ایک نے کوئی چیز فروخت کی پھر دوسرے نے اُس بیع کا اقالہ کر لیا تو
اقالہ کرنا جائز ہی یہ محیط میں ہی۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے کوئی متاع فروخت کی پھر بسبب عیب کے اسکو واپس دیگئی
اور اُسنے بغیر حکم قاضی کے قبول کر لی تو دونوں پر واپسی جائز ہوگی اور اسی طرح اگر بسبب عیب کے اُسنے ثمن میں سے
کچھ گھٹا یا یا ثمن دینے میں تاخیر و مہلت دیدی تو بھی دونوں پر جائز ہی یہ خلاصہ میں ہی۔ اور اگر اُسنے بغیر علت یا بغیر
ایسے امر کے جس سے خوف کرتا ہو ثمن میں سے گھٹا دیا تو اُسکے حصہ میں جائز اور شریک کے حصہ میں جائز نہ ہوگا
یہ بدائع میں ہی۔ اور اسی طرح اگر مشتری کو ثمن ہبہ کر دیا تو بھی یہی حکم ہی یہ سراج وہاج میں ہی۔ اور اگر کسی متاع
میں عیب کا اقرار کر لیا تو اُسپر و دوسرے شریک دونوں پر جائز ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہی۔ اور اگر علی العموم
شرکت عنان کے دو شریک ہوں پس ایک نے دوسرے کو دس من گیہوں کی تجارتی شرکت کی بیع سلم میں دیئے
تو صحیح نہیں ہی یہ قنیہ میں ہی۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے بعوض ثمن حال کے کوئی چیز فروخت کی پھر

دوسرے نے ثمن کے واسطے تاجیل دیدی یعنی مہلت دیدی کہ فلان وقت معلوم پر ادا کرے تو مہلت دینا دونون
حصون مین سے کسی مین جائز نہ ہوگا الا اس صورت مین کہ دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے سے کہدیا ہو کہ جو
تیری راے مین آوے اُسپر کام کر اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ تاجیل و مہلت دینے والے
کے حصہ مین جائز ہوگا دوسرے کے حصہ مین جائز نہ ہوگا۔ اور اگر اُس شخص نے جو متولی عقد بیع ہوا ہے مشتری کو
مہلت دیدی تو بالاجماع دونون کے حصون مین جائز ہوگی یہ مضمرات مین ہے۔ اور اگر دونون نے مجتمع ہو کر کسی
کے ہاتھ اُدھار فروخت کیا پھر دونون مین سے ایک نے مشتری کو تاخیر دیدی تو امام اعظم رح کے نزدیک اسکی تاخیر
جائز نہوگی نہ اُسکے حصہ مین اور نہ اُسکے شریک کے حصہ مین۔ اور صاحبین رح کے نزدیک اُسکے حصہ مین جائز اور
شریک کے حصہ مین ناجائز ہوگی اور اگر دونون مین سے ایک ہی نے عقد قرار دیا پھر اُسی عاقد نے تاخیر دیدی تو
امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک اُسکا تاخیر دینا دونون حصون مین جائز ہوگا یہ سراج وہاج مین ہے۔ اور مضمرات مین لکھا
ہے کہ اُسکا تاخیر دینا بالاجماع جائز ہوگا انتہی جس صورت مین تاخیر صحیح ہوتی ہے وہان تاخیر دینے والا ضامن نہ ہوگا یہ
فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے اپنے دونون کی تجارت مین قرضہ کا اقرار کیا اور دوسرے نے انکار
کیا تو پورا قرضہ اقرار کرنے والے پر لازم ہوگا بشرطیکہ اُسنے بذات خود متولی عقد ہونے کا اقرار کیا ہو مثلاً یون کہا
کہ مین نے فلان شخص سے ایک غلام اُسنے درہمون کو خریدا ہے یہ محیط مین ہے اور اگر اُسنے اسطرح اقرار کیا کہ ہم دونون نے ایسا
کیا تو اُسکے ذمہ نصف قرضہ لازم ہوگا اور اگر اُسنے یون اقرار کیا کہ میرے شریک نے موجب قرضہ کو متولی کیا ہے مثلاً یون کہا
کہ میرے شریک نے فلان سے ہزار درہم کو غلام خریدا ہے تو تمام نسخہا ے کتاب الاقرار مین مذکور ہے کہ اسپر کچھ لازم نہوگا اور
یہی صحیح ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر ہر دو شریک عنان مین سے ایک نے اقرار کیا کہ ہمارا قرضہ ایک شخص کی میعاد پر ادھار ہے
تو اُسکا اقرار اُسکے حصہ مین بالاجماع جائز ہے اور اسی طرح اگر ایک نے قرضدار کو بری کر دیا تو اُسکے حصہ مین بری کرنا بھی
جائز ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر دونون کی تجارت کی مشترک باندی کی نسبت جو انمین سے ایک کے قبضہ مین
ہے قابض نے اقرار کیا کہ یہ فلان شخص کی ملک ہے تو اُسکے شریک کے حصہ مین اُسکا اقرار جائز نہوگا اور اُسکے حصہ مین
جائز ہوگا یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر ہر دو شریک عنان مین سے ایک نے اقرار کیا کہ مین نے ہم دونون کی تجارت کے واسطے
فلان سے ہزار درہم قرض لیے ہین تو یہ مال خاصۃً اُسی کے ذمہ لازم ہوگا کذا فی المحیط ولیکن اگر اُسنے گواہ قائم کیے اور
ثابت ہوا تو قرض دینے والا اصل اقرار کنندہ سے لے لیگا پھر اقرار کنندہ اپنے شریک سے بقدر حصہ لے لیگا یہ تاتارخانیہ
مین ہے اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے کو اپنے بہر قرضہ لینے کا اختیار دیدیا تو خاصۃً اُسی پر
لازم ہوگا جسنے کہ قرض دینے والے کو اختیار ہوگا کہ اُس سے لے لے اور اُسکو اپنے شریک سے واپس لینے کا اختیار نہوگا اور
یہی صحیح ہے یہ مضمرات و محیط و فتاوی قاضیخان مین ہے اور جس عقد کا متولی دونون مین سے ایک ہوا ہے اُسکے حقوق اُسی
عاقد کی طرف راجع ہونگے حتی کہ اگر ایک نے کوئی چیز فروخت کی تو دوسرے کو اختیار نہ ہوگا کہ ثمن مین سے کچھ وصول کرے
اور اسی طرح ہر قرضہ جو کسی شخص پر ان دونون مین سے ایک کے عقد کرنے سے لازم آیا تو دوسرے کو اختیار نہوگا کہ اسکو
وصول کر لے اور قرضدار کو بھی روا ہے کہ شریک دیگر کو دینے سے انکار کرے جیسے وکیل بیع سے خریدنے والے کا حکم ہے کہ ایسے
خریدنے والے کو اختیار ہوتا ہے کہ موکل کو ثمن دینے سے انکار کرے اور اگر اسطرح یون نے شریک نے کہ یہ قرضہ دیدیا حالانکہ دونون

مین سے ایک دوسرے کا وکیل یا جسکو دیا ہو وہ دوسرے کی طرف سے وکیل نہین ہو تو قرضدار فقط اُسکو جسکو دیا ہو اُسکے حصہ
سے بری ہو جائیگا اور جسنے اُسکے ساتھ اُدھار عقد کیا تھا اُسکے حصہ سے بری ہوگا اور یہ بحکم استحسان ہو یہ بدائع مین ہو
اور اگر دونون مین سے ایک نے شرکتی تجارت کی کوئی چیز خریدی پھر اسمین عیب پایا تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ
اسکو بسبب عیب کے بائع کو واپس کر دے یہ مبسوط مین ہو۔ اور اسی طرح اگر دونون مین سے ایک نے تجارت کی کوئی چیز
کسی مشتری کے ہاتھ فروخت کر دی تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ دوسرے شریک کو واپس دے یہ ظہیریہ مین ہو۔ اور دونون
مین سے کسی کو یہ اختیار نہین ہو کہ جو اُدھار معاملہ ایک نے کیا یا فروخت کیا ہو اسمین دوسرا مخاصمہ کرے بلکہ خصومت
کرنے والا وہی ہوگا جسنے معاملہ کیا ہو اور نیز اگر نالش کیجاوے تو اُسی پر ہوگی جسنے معاملہ کیا ہو اور جسنے معاملہ نہین کیا ہو اُسپر
اُسمین سے کوئی بات نہین ہو سکتی ہو اور اس معاملہ مین اُسپر گواہ بھی نہ سُنے جائینگے اور نہ اُس سے قسم لیجائیگی بلکہ وہ اور
اجنبی اُسمین یکسان ہین یہ سراج وہاج مین ہو۔ اور اگر ہر دو شریک عنان مین سے ایک نے کوئی چیز اجارہ پر لی تو اجارہ پر
دینے والے کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ دوسرے شریک سے اجرت کا مطالبہ کرے یہ محیط مین ہو۔ پھر اگر مستاجر نے مال شرکت سے اجرت
ادا کی تو اُسکا شریک اُس سے اُسکا نصف واپس لیگا بشرطیکہ اُسنے اپنی ذاتی حاجت کے واسطے اجارہ پر لی ہو اور اگر
دونون مین شرکت خاص کسی چیز مین شرکت ملک ہو تو دوسرا شریک اُس سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہو یہ مبسوط مین ہو
اور اسی طرح اگر دونون مین سے ایک نے اپنی تجارت مین سے کوئی چیز اجارہ پر دی تو دوسرے شریک کو یہ اختیار نہوگا
کہ مستاجر سے اجرت کا مطالبہ کرے یہ محیط مین ہو۔ دو شخصون نے کسی تجارت مین شرکت عنان قرار دی بدین شرط کہ ہم
دونون نقد و اُدھار خرید و فروخت کرین پھر دونون مین سے ایک نے سوائے اُس چیز تجارت کے دوسری خریدی تو
وہ خاصۃً اُسی کی ہوگی اور اگر اس نوع تجارت کی چیز ہو تو دونون مین سے ہر ایک کی بیع یا خرید خواہ نقد ہو یا اُدھار ہو
اُسکے شریک پر نافذ ہوگی ولیکن اگر دونون مین سے کسی نے کیلی یا وزنی یا نقد کے عوض اُدھار خریدی اور حال یہ ہو کہ اس
جنس کا مال شرکت اُسکے پاس موجود ہو تو اُسکی خریداری شرکت پر جائز ہوگی اور اگر موجود نہین ہو تو اسکی خرید اُسکی ذات کے
واسطے ہوگی اور اگر اُسکے پاس نقد مین درہم موجود ہین اور اُسنے دیناروں سے اُدھار خریدی تو قیاساً وہ اپنی ذات
کے واسطے خریدنیوالا ہوگا مگر استحساناً شرکت پر خرید جائز ہوگی یہ فتاوے قاضیخان مین ہو۔ اگر ہر دو شریک عنان
مین سے ایک نے اپنے آپکو ایسے کام مین اجارہ پر دیا جو دونون کی تجارت مین سے ہو تو اجرت دونون کے درمیان مشترک ہوگی
اور اگر ایسے کام مین جو دونون کی تجارت مین سے نہین ہو یا اپنا ذاتی غلام اجارہ پر دیا تو اجرت خاصۃً اُسکی ہوگی یہ ذخیرہ مین
ہو۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے مضاربت پر مال لیا تو نفع خاص اُسی کا ہوگا چنانچہ کتاب مین اسیطرح علی الاطلاق مذکور ہو مگر
اسمین تفصیل ہو کہ اگر اُسنے مال مضاربت ایسے تصرف کے واسطے لیا جو دونون کی تجارت مین سے نہین ہو تو نفع خاصۃً اُسی کا ہوگا
اور اگر مال مضاربت کو ایسے تصرف کے واسطے لیا جو دونون کی تجارت مین سے ہو آیا شریک کے غائب ہونے کی
حالت مین مطلقاً لیا تو نفع دونون کے درمیان مشترک ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور منتقی مین مذکور ہو کہ اگر کسی
دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھے ان رقیقون مین شریک کیا جنکو مین اس سال خریدونگا پھر اُسنے اپنے کفارۂ ظہار یا اسکے
مانند کے واسطے کوئی بردہ خریدنا چاہا اور وقت خرید کے گواہ کر لیے کہ مین اسکو اپنی ہی ذات کیواسطے خریدتا ہون تو جائز نہوگا اور شریک
کیواسطے اُسکا نصف ہوگا الا اس صورت مین کہ شریک نے اسکے واسطے اسکی اجازت دیدی ہو اور اسیطرح اگر دوسرے سے طعام کی بابت کہا

کہ جو میں خریدون اُسمین میں نے تجھے شریک کیا پھر اپنی ذات کے واسطے اناج خریدا تو اسمین بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے
اور جو کچھ دونون میں سے کسی کو دونون کی شرکت کے علاوہ میں لاحق ہو وہ خاصۃً اُسی پر ہوگی اور علی ہذا اگر دونو
میں سے ایک نے دوسرے پر سوائے معاملہ شرکتی کے اور معاملہ میں گواہی دی تو جائز ہوگی یہ مبسوط میں ہے اور منتقی میں
ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر دو شخص بشرکت عنان شریک ہوں کہ انکا راس المال مساوی ہو اور دونون میں سے
ہر ایک اپنی رائے پر دوسرے کی اجازت سے عمل کرتا ہو اور تنہا اُسکی خرید و فروخت اُسپر اور اُسکے شریک پر جائز ہو پس ایسے
دونون شریکون میں سے ایک نے اپنا حصہ متاع فروخت کیا اور اسپر گواہ کر لیے تو بیع مذکور اسکے اور اسکے شریک کے
حصہ سے ہوگی اور اسی طرح اگر اپنے شریک کا حصہ بیچا اور اسپر گواہ کیے تو بھی دونون کے حصہ سے بیع ہوگی یہ محیط میں ہے
اور جو مال شرکت دونون میں سے ایک کے ہاتھ سے ضائع ہوگیا تو اُسپر اُسکے شریک کے حصہ کی ضمان نہوگی اور جو مال اُسکے
قبضہ میں تلف ہوا ہے اسمین قسم سے اسی کا قول قبول ہوگا یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر ہر دو شریک عنان میں سے ایک نے کسی کی
کوئی چیز غصب کر لی یا اُسکا مال تلف کر دیا تو اُسکے تاوان میں اُسکا شریک ماخوذ نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی چیز بطریق بیع
فاسد خریدی اور وہ اُسکے قبضہ میں تلف ہوگئی تو قیمت کا ضامن ہوگا مگر اپنے شریک سے بقدر اسکے حصہ کے واپس لیگا
یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ہر دو شریک عنان میں سے ایک مر گیا اور مال اُسی کے قبضہ میں تھا اور اُسنے بیان و اظہار نہیں کیا
تو ضامن ہوگیا کہ اُسکے ترکہ سے وصول کیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دونون میں سے ایک شریک عنان نے کسی سے کوئی
جانور اپنا ذاتی اناج لادنے کے واسطے مستعار لیا تھا کہ اُسکے شریک نے اس جانور پر اپنا اناج مثل اسکے یا اس سے
ہلکا اناج لادا اور وہ مر گیا تو شریک ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر دونون میں سے ایک نے تجارتی شرکت
کا اناج لادنے کے واسطے کسی سے جانور مستعار لیا پھر اس جانور پر اسکے شریک نے باہمی تجارت کا اناج مثل اسکے جتنے
کو مستعیر نے کہا ہے یا اس سے ہلکا لادا اور جانور مر گیا تو ضامن نہ ہوگا لیکن حاصل یہ ہے کہ مستعار لینے کی صورت میں جب
عاریت کی منفعت مخصوص دونون میں سے ایک ہی کی طرف راجع ہو تو عاریت مخصوص اسی سے قرار دیجائیگی جسنے مستعار
لیا ہے اور جب عاریت کی منفعت دونون کی طرف راجع ہو تو ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا معیر نے دونون کو عاریت دی ہے
یہ محیط میں ہے دو شریک عنان نے چند طرح کی متاع دونون نے خریدین پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں تیرے ساتھ
شرکت میں کام نہیں کرونگا اور غائب ہوگیا یعنی چلا گیا پھر دوسرے نے اس متاع کی تجارت کی تو جو کچھ جمع ہوا وہ سب
اسی تجارت کنندہ کا ہوگا اور وہ اپنے شریک کے حصہ کی قیمت کا ضامن ہوگا کذا فی فتاوی قاضیخان

چوتھا باب شرکت وجوہ و شرکت اعمال کے بیان میں۔ شرکت وجوہ اُسکو کہتے ہیں کہ دو شخص باہم شرکت کریں
حالانکہ دونون کے پاس مال نہیں ہے ولیکن لوگون میں انکی وجاہت ہے پس دونون یون کہیں کہ ہم دونون نے
شرکت کی بدین شرط کہ ہم دونون اُدھار خریدین اور نقد فروخت کرین اس شرط سے کہ جو کچھ اللہ عزوجل ہمکو اسمین
نفع روزی کرے وہ ہم دونون میں اسی شرط سے ہوگا یہ بدائع و مضمرات میں ہے اور یہ شرکت مذکورہ مفاوضت ہوگی
باین طور کہ دونون کفالت کی اہلیت رکھتے ہون اور جو چیز خریدی وہ دونون میں نصفا نصف ہوگی اور دونون
میں سے ہر ایک پر اُسکا نصف ثمن واجب ہوگا اور نفع میں دونون مساوی مشترک ہونگے خواہ دونون مفاوضت
کا لفظ ذکر کرین یا دونون اسکے مقتضیات ذکر کرین پس دونون میں باہم وکالت و کفالت متحقق ہو جائیگی اور اگر ان میں

ہے کوئی چیز شرط پائی گئی تو شرکت عنان ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر علی الاطلاق رکھی گئی یعنی مطلق شرکت
تو بھی عنان ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے اور ایسے دونوں شریکوں سے شرکت عنان باوجود اشتراط التفاضل کے ملک خریدکردہ
میں جائز ہوگی اور رہا یہ کہ ایسی شرکت میں دونوں نفع کو بقدر خریدکردہ چیز کی ملک مشروط کے شرط کردیں یعنی جس قدر خریدکردہ
میں ہر ایک کی ملک شرط ہوئی اس حساب سے نفع مشروط ہو حتی کہ اگر خریدکردہ چیز میں ملک کی بیشی کے ساتھ مشروط کی اور نفع
میں مساوات شرط کی یا اسکے برعکس کیا تو یہ شرط باطل ہوگی اور نفع دونوں میں اسی مقدار پر مشروط ہوگا جو انھوں نے
خریدکردہ کی ملک میں شرط لگائی ہے یہ محیط میں ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر دو شخصوں نے اپنے مالوں و وجوہ سے
شرکت عنان قرار دی پھر دونوں میں سے ایک نے کوئی متاع خریدی اس جس شریک نے نہیں خریدی ہے اسنے کہا کہ یہ متاع ہم
دونوں کی شرکت کی ہے اور مشتری نے کہا کہ یہ میری ہی ہے اور میں نے اسکو اپنے مال سے اپنی ذات کے واسطے خریدا ہے پس اگر
بعد شرکت واقع ہونے کے مشتری اپنی ذات کے واسطے خریدنے کا دعوی کرتا ہو تو وہ دونوں کے درمیان شرکت پر ہوگی
بشرطیکہ متاع مذکور دونوں کی تجارت کی جنس سے ہو و اگر وہ قبل شرکت کے اپنے واسطے خریدنے کا مدعی ہوا اور دوسرا کہتا
ہے کہ نہیں بلکہ تونے بعد شرکت واقع ہونے کے خریدی ہے تو دیکھا جاوے کہ اگر تاریخ شرکت اور تاریخ خرید معلوم ہوا اور
تاریخ خرید قبل تاریخ شرکت کے ہو تو مشتری کی ہوگی مگر اس سے قسم لیجائیگی کہ واللہ یہ ہمارے دونوں کی شرکت کی نہیں
ہے اور اگر تاریخ شرکت مقدم ہو تو وہ شرکت پر ہوگی۔ اور اگر تاریخ خرید معلوم ہوئی کہ اس جھگڑے سے ایک مہینہ
پہلے کی خرید ہے اور تاریخ شرکت معلوم نہ ہوئی تو وہ مخصوص مشتری کی ہوگی اور اگر تاریخ شرکت معلوم ہوئی کہ اس
جھگڑے سے ایک مہینہ پہلے واقع ہوئی اور تاریخ خرید بالکل معلوم نہ ہوئی تو وہ شرکت پر ہوگی اور اگر شرکت و خرید
دونوں میں سے کسی کی تاریخ معلوم نہ ہوئی تو مشتری کی ہوگی مگر اس سے قسم لیجائیگی کہ واللہ یہ ہمارے دونوں کی
شرکت کی نہیں ہے اسواسطے کہ جب دونوں کی تاریخ معلوم نہ ہوئی تو ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا یہ دونوں معاً واقع ہوئی ہیں
اور اگر دونوں معاً واقع ہوتیں تو خریدی چیز شرکت پر نہ ہوتی پس ایسا ہی یہاں ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے
ایک نے کہا کہ میں نے ایک متاع خریدی پس مجھپر نصف ثمن واجب ہوا اور اسکے شریک نے تکذیب کی پس اگر متاع مذکور
قائم ہو تو قول مدعی کا مقبول ہوگا اور اگر موجود نہ رہی ہو تو اسکے قول کی تصدیق نہ کی جائیگی اور اسی طرح اگر اسکے
شریک نے اقرار کیا کہ اس نے خریدی مگر قبضہ سے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہے مگر اسکے شریک سے اسکے علم پر قسم لیجائیگی اور
اگر مدعی نے گواہ قائم کیے کہ اسنے خریدی اور قبضہ کیا تو اسکا قول قبول ہوگا مگر تلف ہو جانے پر اس سے قسم لیجائیگی یہ
محیط سرخسی میں ہے۔ منتقی میں لکھا ہے کہ اگر دو شخصوں نے چاہا کہ شرکت مفاوضہ قرار دیں اور حال یہ ہے کہ دونوں میں سے
ایک کے پاس مکان و خادم یا عروض ہے اور دوسرے کے پاس کچھ نہیں ہے پس دونوں نے شرکت مفاوضہ اس طرح قرار دی
کہ مفاوضت پر دونوں اپنے وجوہ سے کام کرتے تھے اور جو عروض کہ دونوں میں سے ایک کے واسطے ہیں اسکا
اپنی شرکت میں کچھ بیان نہیں کیا تو شرکت جائز ہوگی اور شرکت مفاوضہ ہوگی اور یہ عروض مذکورہ مخصوص اپنے
مالک کے ہونگے اور یہ شرکت وجوہ ہے اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک کے واسطے سونے کے تبر یا سکہ کے ہوں
اور باقی مسئلہ بحالہا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اور رہی شرکت اعمال تو جیسے دو درزی ہوں یا دو سونار
ہوں یا ایک درزی اور دوسرا سونار ہو یا موچی ہو کہ دونوں بغیر مال کے شرکت کریں اس شرط پر کہ دونوں شریک ہوکر لوگوں

کام لیوینگے پھر کمائی دونوں میں مشترک ہوگی تو یہ جائز ہے یہ مضمرات میں ہے۔ اور اس شرکت کا حکم یہ ہے کہ کام
قبول کرنے میں ہر ایک دوسرے کی طرف سے وکیل ہوگا اور قبول اعمال کی توکیل جائز ہے خواہ وکیل اس کام کو
بخوبی انجام دے سکتا ہو یا نہ دے سکتا ہو یہ ظہیریہ میں ہے۔ پھر یہ شرکت کبھی مفاوضت ہوتی ہے اور کبھی عنان ہوتی ہے چنانچہ
اگر شرکت میں لفظ مفاوضت کا یا معنی مفاوضت کے بیان کیے بایں طور کہ دو سونار درزی شرکت اس شرط سے کریں کہ دونوں
اعمال کو قبول کریں اور دونوں کے دونوں ان اعمال میں یکساں ضامن ہوں اور نفع اور گھٹی میں دونوں مساوی ہوں اور دونوں پر بسبب
شرکت کے جو کچھ دونوں میں سے کسی پر لاحق ہوا اُسکا دوسرا کفیل ہوا تو یہ مفاوضت ہے اور اگر کام اور اجرت میں باہم کمی بیشی شرط
کی بایں طور کہ دونوں نے کہا کہ اس ایک پر دو تہائی کام اور اس دوسرے پر ایک تہائی کام ہے اور اجرت اور گھٹی بھی دونوں پر اسی
حساب سے ہے تو یہ شرکت عنان ہے اور اسی طرح اگر صریح لفظ عنان ذکر کر دیا تو بھی شرکت عنان ہے اور اسی طرح اگر شرکت کو مطلق کر دیا
تو بھی شرکت عنان ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ پھر واضح ہو کہ اگر دونوں نے مفاوضت نہ کی و لیکن مطلق شرکت قرار دی تو بعض احکام
کے حق میں شرکت عنان کہی جائیگی چنانچہ اگر دونوں میں سے ایک نے صابون یا اشنان وغیرہ کہ جو تلف ہو چکے ہیں انکے ثمن کا
اپنے اوپر اقرار کیا یا کسی اور کام نقارہ کے یا کسی مزدور کی مزدوری کا یا کرایہ مکان کا جسکی مدت گذر چکی ہے اقرار کیا تو وہ اپنے شریک
کے حق میں تصدیق نہ کیا جائیگا الا بگواہی اور بدون گواہی کے تمام اُسی پر لازم ہوگا اور بعض احکام میں مفاوضت اعتبار
کیجائیگی چنانچہ اگر کسی شخص نے ان میں سے ایک کو یا دونوں کو کوئی کام دیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جسکو چاہے
ماخوذ کرے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ اُس سے کام کی اُجرت کا مطالبہ کرے اور اُسنے دونوں میں سے
جسکو دیدی اجرت سے بری ہو جائیگا اور دونوں میں سے جسپر کام کی ضمان واجب ہوئی اُسکو اختیار ہوگا کہ دوسرے
شریک سے اُسکا مطالبہ کرے پس یہ شرکت ان احکام کے حق میں استحساناً مفاوضہ اعتبار کی گئی اگرچہ سوائے اسکے
اور صورت میں ظاہر الروایہ کے موافق مفاوضہ نہیں اعتبار کی گئی ہے ایسا ہی امام قدوری نے اپنی شرح میں ذکر کیا
ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک کے ہاتھ سے کام میں چیز کو نقصان پہونچا تو اُسکا تاوان دونوں پر واجب
ہوگا بدیں طریق کہ صاحب عمل کو اختیار ہے کہ اس تمام ضمان کے واسطے دونوں میں سے جسکو چاہے ماخوذ کرے یہ محیط
میں ہے۔ اور ہر گاہ یہ شرکت عنان ہو تو اُس ضمان کے واسطے وہی ماخوذ ہوگا کہ جسنے سبب ضمان کیا ہے نہ اُسکا شریک بوجہ
قضیہ وکالت کے اور عدم کفالت کے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے کام کیا دوسرے نے نہ کیا تو کمائی
دونوں میں نصفا نصف ہوگی خواہ شرکت مفاوضہ ہو یا عنان ہو اور اگر حال تقبل اعمال میں باہم نفع میں کمی بیشی شرط کر لی
تو جائز ہے اگرچہ دونوں میں سے ایک بہ نسبت دوسرے کے زیادہ کام کرنے والا ہو یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور امام ابو یوسف رح
سے روایت ہے کہ اگر دونوں میں سے ایک شریک بیمار ہو گیا یا سفر کو گیا یا بیکار اوقات گذاری اور دوسرے نے کام کیا تو اجرت
دونوں میں مساوی ہوگی اور دونوں میں سے ہر ایک کو کام لینے والے سے مطالبہ اجرت کا اختیار ہوگا اور دونوں جسکو دیگا
بری ہو جائیگا اگرچہ دونوں کی شرکت بمفاوضہ نہ ہو اور یہ استحسان ہے کذا فی فتاوی قاضیخان اور اسی طرح جو کام سفر
کرنے والے نے کیا اُسکی اجرت کا بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ دونوں میں سے ہر ایک نے جو کام قبول کیا ہے اسکا کرنا دونوں پر
واجب ہے پس جب تنہا ایک نے یہ کام کر دیا تو دوسرے کے واسطے مددگار ہوا یہ سراج وہاج میں ہے۔ باپ اور بیٹا
ایک ہی صنعت کا کام انجام دیا کرتے ہیں اور دونوں میں سے کسی کا مال نہیں ہے تو پوری کمائی باپ کی ہوگی جبکہ

بیٹا اُسکے عیال میں سے ہوا سواسطے کہ بیٹا اُسکا معین ہوا آیا تو نہیں دیکھتا ہو کہ اگر بیٹے نے درخت جما یا تو وہ باپ کا ہوتا ہو
اور اسی طرح جورو و مرد میں ہو کہ اگر دونوں کے پاس مال نہ تھا پھر دونوں کی کوشش و کام سے بہت مال جمع ہو گیا تو یہ شوہر
کا ہوگا اور جورو اُسکی معینہ ہوگی لیکن اگر عورت کا کام و کمائی علیحدہ ہو تو وہ اُسی کا ہوگا یہ قنیہ میں ہو۔ اور جورو نے جسقدر شوہر
کی روئی کاتی اور شوہر مذکور اُسکا کپڑا بنتا ہو وہ بالاجماع شوہر کا ہوگا یہ فتاوے عمادیہ میں ہو۔ اور اگر دونوں نے کام برابر بشرط
کیا اور مال میں تہائی تو استحساناً جائز ہو عینی شرح کنز میں ہو اور یہی تبیین و ہدایہ و کافی میں ہو اور یہی صحیح ہو یہ سراج وہاج میں
ہو اور اگر دونوں نے باہم ایک کے واسطے زیادہ نفع کی شرط کی حالانکہ کام اُسکے ذمہ کم ہو تو صحیح یہ ہو کہ جائز ہو یہ نہر الفائق و ظہیریہ
میں ہو۔ اور اگر دونوں نے شرکت کی اور کمائی باہم اپنے درمیان تہائی کی شرط کر لی اور کام کو بیان نہ کیا تو یہ جائز ہو اور
کمائی کی کمی بیشی کی تصریح کر دینا ہی کام کی کمی بیشی کے واسطے بیان ہوگا یہ مضمرات میں ہو۔ اور رہی درحقیقت سو دونوں کے
درمیان ضمان ہی کے قدر سے ہوگی یہ بدائع میں ہو اور اگر دونوں نے یہ شرط کر لی ہو کہ جو کچھ دونوں قبول کریں پس اُسکا
دو تہائی کام دونوں میں سے خاص اُسپر اور ایک تہائی اس دوسرے پر ہوگا اور وضیعت دونوں پر نصفا نصف ہوگی تو شرکت
عمل دونوں کی شرط کے موافق ہوگی مگر شرط وضیعت باطل ہو اور وضیعت اُسی حساب سے ہوگی جسقدر دونوں نے قبول
کام میں شرط کی ہو یہ سراج وہاج میں ہو۔ ایک نے اپنا کپڑا ایک درزی کو دیا کہ اُسکو خود سی دے اور اُس درزی کا
درزی گری میں ایک شریک مفاوض ہو تو کپڑے کے مالک کو اختیار ہو کہ جب تک دونوں میں مفاوضت باقی ہو دونوں
میں سے جس سے چاہے کام کا مطالبہ کرے اور جب دونوں جدا ہو گئے یا وہ مر گیا جسنے کپڑا لیا تھا تو دوسرا کام کے واسطے ماخوذ نہوگا
کذا فی المبسوط بخلاف اسکے اگر کپڑے کے مالک نے اُسپر یہ شرط نہ کی ہو کہ خود سیئے اور پھر دونوں جدا ہو گئے تو دوسرا
شریک اُسکے سینے کے واسطے ماخوذ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہو۔ اور نوادر میں امام ابو یوسفؒ سے مذکور ہو کہ اگر دونوں میں سے
ایک پر ایک شخص نے ایک کپڑے کا جو دونوں کے پاس ہو دعوے کیا پس ایک نے دونوں میں سے
اقرار کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو اُسکا اقرار اُسکے شریک پر بھی جائز ہوگا اور کپڑا و کرایہ اجرت لیگا یہ استحسان ہو کذا فی محیط السرخسی
اور اسی طرح اگر کپڑے میں شگاف ہو کہ جسکی نسبت دونوں میں سے ایک نے اقرار کیا کہ یہ ہماری کندی کرنے کی وجہ سے ہوا اور
دوسرے نے سرے سے طالب کے واسطے کپڑا ہی ہونے سے انکار کیا اور کہا کہ یہ کپڑا ہمارا ہو تو اقرار کرنے والے کے اقرار
کی تصدیق کیجائیگی اسواسطے کہ اگر وہ طالب مذکور کے لیے اقرار کرتا کہ یہ کپڑا اُسکا ہو تو تصدیق کیجاتی۔ اور اگر اقرار کرنیوالے
نے بعد انکار اول کے جو ذکر کیا گیا ہو کسی دوسرے مدعی کے واسطے اقرار کیا کہ یہ کپڑا اُسکا ہو تو وہ دوسرے کے واسطے اُسکا
اقرار طالب اول کیواسطے کپڑے کا اقرار ہوگا اور کپڑے کے حق میں دوسرے کے واسطے اُسکے اقرار کی تصدیق نہ کیجائیگی
مگر اپنی ذات پر تاوان کے حق میں اُسکی تصدیق کیجائیگی یعنی دوسرے مدعی کے واسطے ضامن ہوگا ولیکن آپس سے کچھ اپنے
شریک سے واپس نہیں لے سکتا ہو اور اگر دونوں میں سے ایک نے کسی تلف شدہ کپڑے کی نسبت کسی شخص کے واسطے اقرار کیا کہ اُسکا
کپڑا تھا کہ ہم دونوں کے فعل سے تلف ہوا ہو اور دوسرا اُس سے منکر ہو تو ضمان خاصۃً اسی مقر پر واجب ہوگی اور اسی طرح
اگر دونوں میں سے ایک نے ثمن صابون یا اشنان تلف شدہ کے قرضہ ہونے کا یا مزدور کی اجرت یا اجارہ مکان کی اجرت
جسکی مدت گذر چکی ہو قرضہ ہونے کا اقرار کیا تو بدون گواہوں کے اُسکے اقرار کی تصدیق اُسکے شریک کے حق میں نہ کیجائیگی اور
یہ ضمان خاصۃً اسی پر واجب ہوگی اور اگر اجارہ گذرا نہ ہوا اور بیع تلف نہوگئی ہو تو یہ دونوں پر لازم ہوگا اور اُسکا اقرار اُسکے شریک پر

بھی نافذ ہوگا الا اس صورت مین کہ شریک مذکور یہ دعوے کرے کہ یہ چیزین بغیر خریدکے ہماری تھین تو قول اُسی کا قبول ہوگا یہ محیط مین ہے۔ دو پیکون نے حاجیون کی کتابین منتقل کرلانے مین اس شرط سے شرکت کی جو کچھ اللہ تعالے ہمکو اسمین روزی کرے وہ ہم دونون مین مساوی مشترک ہو تو ایسی شرکت جائز ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اور اگر دو معلمون نے لڑکون کو حفظ کرانے یا تحریر سکھلانے یا قرآن پڑھانے مین شرکت کی تو صدر شہید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مختار یہ ہے کہ یہ جائز ہے کذا فی الخلاصہ اور اسی طرح اگر فقہ سکھلانے مین شرکت کی تو بھی جائز ہے یہ نہر الفائق مین ہے۔ اور اگر دونون نے ایسے کام مین شرکت کی جو حرام ہے تو شرکت صحیح نہ ہوگی یہ خزانۃ الفتاوی مین ہے اور دلالون کی شرکت کا روائی مین اور جو لوگ مجالس و تعزیتون مین زمزمہ سے پڑھا کرتے ہین انکی شرکت نہین جائز ہے یہ قنیہ مین ہے اسواسطے کہ یہ فعل ناجائز ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ اگر تین شخصون نے جو ناپنے کا کام کرتے ہین باہم اس شرط پر شرکت کی کہ لوگون سے اناج ناپنے کا کام قبول کرین اور ناپین پس جو کچھ انکو حاصل ہو وہ انمین مساوی مشترک ہو پھر انھون نے اجرت معلومہ پر اناج ناپنے کے واسطے قبول کیا پھر انمین سے ایک مریض ہوکر بیکار ہو گیا اور باقی دونون نے کام کیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اجرت مذکورہ ان سب کے درمیان مساوی تقسیم ہوگی۔ اور اگر ایسا ہوا کہ جسوقت انمین سے ایک بیمار ہوا ہے باقی دونون نے اسکا کام کر دینے کو گوارا نہ کیا پس اسکی حضوری مین دونون نے شرکت توڑدی یا دونون نے کہا کہ ہم لوگ گواہ رہو کہ ہمنے شرکت توڑدی پھر دونون نے پورا اناج ناپ دیا تو دونون کو اجرت مین سے دو تہائی ملیگی اور باقی تہائی کے واسطے انکو کچھ اجرت نہ ملیگی اور وہ اُسکے ناپنے مین متطوع یعنی مفت احسان کرنے والے ہونگے اور جو کچھ اجرت دونون نے پائی ہے اسمین تیسرا شریک نہوگا۔ اور اسی طرح اگر تین شخصون نے جو باہم شرکت پر نہین ہین کسی شخص سے ایک کام بعوض کچھ اجرت معلومہ کے قبول کیا پھر انمین سے ایک نے تنہا یہ کام پورا کر دیا تو اُسکو تہائی اُجرت ملیگی اور دو تہائی باقی مین وہ متطوع ہوا اس جہت سے کہ کام لینے والے کو یہ اختیار نہین ہے کہ انمین سے ایک ہی سے پورے کام کا مواخذہ کرے یہ ظہیریہ مین ہے۔ تین نفر دن نے جنھون نے باہم شرکت تقبل نہین قرار دی ہے کسی سے کچھ کام لیا پھر انمین سے ایک ہی نے آکر یہ پورا کام انجام دیدیا تو اسکو تہائی اُجرت ملیگی اور باقی دونون کے واسطے کچھ استحقاق نہ ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ خیاط اور اُسکے شاگرد دونون نے سلائی مین اس شرط سے شرکت کی کہ استاد کپڑے قطع کردے اور شاگرد سیا کرے اور اجرت دونون مین نصفا نصف ہو یا دو جولا ہون نے اس شرط سے کہ ایک تانا یا نا درست کردیا کرے اور دوسرا بُن دیا کرے تو چاہیے کہ یہ شرکت صحیح ہو جیسے درزی و رنگریز کی شرکت صحیح ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اور اگر کسی کاریگر نے اپنی دوکان پر ایک شخص کو بٹھلایا کہ آدھے پر اسکو کام دیتا ہے تو استحسانًا جائز ہے کذا فی الخلاصہ اور علی ہذا مشائخ نے فرمایا کہ اگر شاگرد نے کام لیا تو جائز ہے اور اگر صاحب دکان نے کام کیا تو جائز ہے حتی کہ اگر دکان والے نے یون کہا کہ قبول مین ہی کیا کرونگا اور تو قبول مت کر اور مین تجھے کام دیا کرونگا کہ تو اسے کام کر دینا تو یہ نہین جائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہے

پانچوان باب۔ شرکت فاسدہ کے بیان مین۔ شرکت فاسدہ وہ ہے کہ جسمین شرائط صحت مین سے کوئی شرط نہ پائی جاوے یہ بدائع مین ہے۔ جلانے کی لکڑیان لانے اور شکار کرلانے اور پانی لانے مین شرکت کرنا نہین جائز ہے کذا فی الکافی اور اسی طرح خشک گھانس لانے مین اور گدا گری کرنے مین بھی شرکت نہین جائز ہے اور جو کچھ

دونوں میں سے ایک نے شکار کیا یا لکڑیاں جمع کرکے لایا یا گھاس اگر ہی سے پایا وہ اسی کا ہوگا دوسرے کی اسمیں کچھ
شرکت نہ ہوگی اور اسی طرح ہر ایسی چیز میں جو شرعاً مباح ہے مثل ہری گھانس لانے یا پہاڑوں سے انجیر و امرود
و پستہ وغیرہ پھل لانے میں بھی شرکت نہیں روا ہے اور اسی طرح مباح زمین سے مٹی لانے اور اسکے فروخت کرنے یا نمک
یا برف یا سرمہ یا جاہلیت کے دفینہ وغیرہ میں شرکت نہیں جائز ہے جبکہ یہ چیزیں بطور مباح ہوں اور اسیطرح
اگر دو شخصوں نے شرکت کی کہ غیر مملوک مٹی سے عمارت بناویں یا پختہ اینٹیں پکاویں تو بھی یہی حکم ہے یہ فتح القدیر میں
ہے اور اگر مٹی یا چونا وغیرہ کسی کی مملوک ہو اور دو آدمیوں نے شرکت کی اس قرار داد پر کہ دونوں خرید کر پکا کر اسکو فروخت
کریں تو جائز ہے اور یہ شرکت صنائع ہے یہ خلاصہ میں ہے اور مباحات میں سے جو جسکے ہاتھ آگئی ہے وہ اسی کی ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے
اور اگر دونوں نے ساتھ ہی اسکو لیا تو دونوں میں نصفا نصف ہوگی - اور اگر دونوں میں سے ایک نے لی اور دوسرے نے کچھ کام
نہ کیا تو سب کام کرنے والے کی ہوگی یہ کافی میں ہے اور اگر دوسرے نے اسکو کسی چیز کے لینے میں مدد دی تو مددگار کو اسکا اجر المثل
ملیگا مگر امام ابو یوسف رح کے نزدیک اس چیز کے نصف ثمن سے تجاوز نہ کریگا اور امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک جہاں تک پہنچے
پورا اجر المثل ملیگا یہ محیط سرخسی میں ہے - اگر جال وغیرہ مانند پھیلانے اور قائم کرنے میں مدد کی مگر جال میں ایسا کوئی
جانور نہ ملا جسکی کچھ قیمت ہو تو مددگار کو بلا خلاف اجر المثل ملیگا چاہے جسقدر ہو یہ سراج وہاج میں ہے - اور اگر دونوں
نے اپنے لیے ہوئے کو خلط کر دیا تو جس قرار داد پر دونوں متفق ہوئے اسی پر مخلوط ہوگا اور اگر دونوں کسی پر متفق نہیں
ہوسکے تو ایک نصف تک میں ہر ایک کا قول اپنے ساتھی کے دعوی پر قسم کھانے کے ساتھ قبول ہوگا یہ مضمرات میں
ہے - اور اگر دونوں نے اسکو خلط کرکے دونوں نے اسکو فروخت کر دیا پس اگر یہ چیز ناپی یا تولی جاتی ہے تو جسقدر ہر ایک کا حصہ
کیل یا وزن سے تھا اسی حساب سے ثمن دونوں میں تقسیم کیا جائیگا اور اگر یہ چیز قیمتی ہو یعنی ہر ایک کی قیمت علیحدہ ہوا کرتی
ہے و مثلی نہیں ہے تو جسقدر ہر ایک کے حصہ کی قیمت تھی اسی حساب سے ثمن تقسیم ہوگا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اور اگر پیمانہ یا وزن
یا قیمت معلوم نہ ہوئی تو اس چیز کے نصف تک میں ہر ایک کا قول جسقدر وہ دعوی کرتا ہے مع قسم کے اپنے ساتھی کے دعوی
پر قبول ہوگا یہ بدائع میں ہے اور نصف سے زائد میں دعوی شریک پر قسم کے ساتھ بھی اسکا قول قبول نہ ہوگا الا آنکہ اپنے
دعوی پر گواہ لائے یہ نہر الفائق میں ہے - اور اگر دونوں نے شکار کرنے میں باہم شرکت کی اور دونوں کا ایک کتا ہے
کہ اسکو دونوں نے چھوڑا یا جال ہے جسکو دونوں نے اسکو پھیلایا تو اسکا شکار دونوں میں مشترک ہوگا یہ محیط میں ہے -
اور اگر کتا فقط ایک ہی کا ہو اور وہ اسکے قبضہ میں ہو پھر اسکو دونوں نے رہا کیا تو جو شکار اس کتے نے پکڑا وہ کتے کے
مالک کا ہوگا لیکن اگر کتے کے مالک نے اپنے کتے کی منفعت دوسرے کے واسطے کر دی ہو یعنی عاریت دیا ہو پس کتے نے شکار
کیا تو پورا شکار اسکا ہوگا جسکو عاریت دیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے - اگر دونوں میں سے ہر ایک کا ایک ایک کتا ہو اور
ہر ایک نے اپنا کتا چھوڑا اور دونوں کتوں نے ایک شکار پکڑا تو یہ شکار دونوں میں نصفا نصف ہوگا اور اگر ہر ایک کے
کتے نے علیحدہ علیحدہ ایک ایک شکار پکڑا تو جسکے کتے نے جو شکار پکڑا ہے وہ خاصۃً اسی کا ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے -
اور اگر ایک کے کتے نے ایک شکار پکڑا اور اسکو زخم کاری سے مجروح کر دیا پھر دوسرے کے کتے نے آکر اس کتے کی مدد کی تو
شکار اسکا ہوگا جسکے کتے نے اول گھائل کر دیا ہے اور اگر اول کتے نے گھائل نہ کیا ہو یہاں تک کہ دوسرا کتا پہونچا اور
دونوں نے شکار کو گھائل کیا تو دونوں میں نصفا نصف ہوگا یہ مبسوط میں ہے - اور اگر دو آدمیوں نے شرکت کی اور ایک کے پاس

بیل یا خچر ہے اور دوسرے کے پاس پکھال ہے بدین قرار داد کہ اس پکھال مین بھر کر اس بیل پر لاد کر پانی لاوین اور جو
کمائی ہو وہ دونون مین مشترک ہو تو شرکت صحیح ہو گی اور کمائی کل اسی کی ہو گی جو پانی لایا ہے اور اسپر واجب ہو گا کہ
ایسے پکھال کی جو اجرت ہوتی ہو وہ پکھال والے کو دے بشرطیکہ پانی لانے والا وہ ہو جو بیل کا مالک ہے اور اگر پکھال والا پانی
لایا اور یہ کام کیا ہے تو اسپر واجب ہو گا کہ بیل والے کو بیل کا اجر المثل دے یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر ایک کے پاس خچر اور
دوسرے کے پاس اونٹ ہے اور دونون نے باہم شرکت کی بدین شرط کہ دونون کو اجارہ پر دین اور جو کچھ اجرت آوے وہ
دونون مین مشترک ہو تو نہیں صحیح ہے اور اگر دونون کو اجارہ پر دیدیا تو یہ مال اجارہ دونون مین خچر کے اجر المثل و اونٹ کے
اجر المثل کے حساب سے دونون پر تقسیم کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور اسی طرح اگر فقط خچر کو اجرت پر دیا تو پوری اجرت خچر والے کی ہو گی
اونٹ والے کو کچھ نہ ملیگا اور اگر دوسرے نے اجارہ دہندہ کی لادنے اور منتقل کرنے مین مدد کی تو جسنے مدد کی ہے اسکو اسکا
اجر المثل ملیگا مگر نصف مقدار اجرت سے جو قرار پائی ہے امام ابو یوسف رح کے نزدیک زیادہ نہ دیا جائیگا اور امام محمد رح نے فرمایا
کہ اجر المثل جا ہے جس مقدار تک پہونچے دیا جائیگا یہ سراج وہاج مین ہے۔ اور اگر دونون نے جانور کے ساتھ اپنا کام کرنا
مثل اسکو ہانکنے ولادنے وغیرہ کے شرط کیا تو تمام اجرت مذکورہ دونون کے جانورون کے اجر المثل اور خود دونون کے
اجر المثل پر تقسیم کیجائیگی یہ محیط مین ہے۔ قال المترجم مین ایک مثال ذکر کرتا ہون اسی پر اس قسم کے مسائل کی تقسیم قیاس کرنی چاہئے
زید کا خچر بکر کا اونٹ دونون نے شرکت فاسدہ پر بشرائط مذکورہ بالا کے (۱۰۲) روپیہ کو اجارہ پر دیا اور کام اپنے اپنے ذمہ
شرط کیا پس زید نے لادا بکر نے ہانکا اور کام پورا کیا اور اجرت مذکورہ حاصل کی تو نصفا نصف موافق شرکت کے نہ ہو گی
اسواسطے کہ شرکت فاسدہ ہے بلکہ خچر کے اجر المثل۔ اونٹ کے اجر المثل۔ زید کے کام کے اجر المثل بکر کے کام کے اجر المثل پر تقسیم ہو گی پس
فرض کرو کہ ایسے خچر کی مزدوری اتنی دور تک و وزن بار پہونچانے کی (۸) روپیہ ہے اور اونٹ کی بدین نظر (۱۰) روپیہ ہے اور
زید نے جیسا کام کیا ہے اسکی مزدوری (۶) روپیہ ہوا کرتی ہے اور بکر نے جیسا کام کیا ہے اسکی مزدوری (۱۰) روپیہ ہوتی ہے
پس زید کے جانور کا اور اُسکا اجر المثل ملا کر (۱۴) روپیہ اور بکر کے جانور کے اور اُسکے اجر المثل کا مجموعہ (۲۰) ہوئے کہ
تمام مجموعہ (۳۴) ہوا پس اگر اجرت کل (۳۴) ہوتی تو زید کو (۱۴) اور بکر کو (۲۰) ملتے چونکہ اجرت کل (۱۰۲) روپیہ ہے لہذا زید
کے (۴۲) ہوئے اور بکر کے (۶۰) ہوئے فافہم۔ اور اگر دونون نے کچھ بار معلومہ کا باجرت معلومہ کسی مقام پر پہونچانا قبول کیا
اور خچر و اونٹ کو اجارہ پر نہیں دیا پھر دونون نے اسی خچر و اونٹ پر لادکر پہونچایا جنکی طرف عقد شرکت کو مضاف کیا ہے
تو اجرت دونون مین نصفا نصف ہو گی اسواسطے کہ وجوب اجرت کا سبب اس مقام پر بار مذکور پہونچانے کا قبول کرنا ہے
اور اسمین دونون برابر ہین چنانچہ اگر بار پہونچانا قبول کرکے اپنی اپنی گردنون پر لادکر پہونچاتے تو اجرت دونون مین
نصفا نصف ہوتی اور مضمون پر مقدار اجر المثل نہ ہوتی پس ایسا ہی اس مقام پر ہو گا یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اور اگر دو
آدمیون مین سے ایک کے پاس جانور بار برداری اور دوسرے کے پاس اُسکا پالان اور گون ہے اور دونون نے اس شرط سے
شرکت قرار دی کہ دونون اس جانور کو اجارہ پر دین بدین شرط کہ مزدوری دونون کے درمیان نصفا نصف ہو گی تو یہ شرکت
فاسدہ ہے یہ مبسوط مین ہے پھر اگر جانور مذکور کسی مقام تک اناج پہونچانے کے واسطے اجارہ دیا پھر انھین دونون آلات کے ذریعہ
سے دونون نے اناج مذکور وہان پہونچایا تو پوری اجرت مالک جانور کی ہو گی اور جانور کے اجر المثل و پالان و
گون کے اجر المثل پر تقسیم نہ ہو گی اور اگر دونون نے اس شرط سے شرکت کی کہ دونون اناج پہونچانے کی مزدوری قبول کرین پھر

کہ یہ اپنے ادوات سے کام کرے اور وہ اپنے ادوات سے کام کرے تو اسمیں یہ اجرت دونوں کے درمیان نصفا نصف ہوگی اور اُسکے جانور اور دوسرے کی اکافِ وگون کے واسطے کچھ اجرت نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اپنا جانور ایک شخص کو دیا تاکہ وہ اجارہ پر دیا کرے بدین شرط کہ اجرت دونوں کے درمیان نصفا نصف ہوگی تو یہ شرکت فاسد ہو پس اگر اس شرکت پر اُسنے جانور کو کرایہ پر دیا تو پوری اجرت مالک جانور کی ہوگی اور دوسرے کے واسطے اُسکا اجرالمثل ہوگا۔ اور اگر کسی کو اپنا جانور دیا کہ اُسپر کپڑا یا اناج لادکر فروخت کیا کرے بدین شرط کہ منافع دونوں مین نصفا نصف ہوگا تو شرکت فاسد ہوگی بمنزلہ شرکت بعروض کے اور جب شرکت فاسد ہوئی تو نفع تمام اُسی کا ہوگا جسکا اناج وکپڑا ہو اور جانور والے کو اُسکا اجرالمثل ملیگا اور مکان وکشتی اس معاملہ شرکت مین مثل جانور کے ہین یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اسی طرح اگر دوسرے کو جال دیا کہ اُس سے مچھلیاں شکار کرے بدین شرط کہ مچھلیاں دونوں مین نصفا نصف ہونگی تو تمام مچھلیاں شکار کرنے والے کی ہونگی اور جال والے کو اُسکا اجرالمثل ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر دو کندی کرنے والون مین سے ایک کے پاس ادوات کندی گری ہون اور دوسرے کے پاس مکان ہو پس دونون نے شرکت کی کہ دونون اس ایک کے ادوات سے دوسرے کے مکان مین کار کندی گری انجام دین بدین شرط کہ کمائی دونون کے درمیان نصفا نصف ہوگی تو یہ جائز ہوگا یہ سراج وہاج مین ہے۔ اور اسی طرح ہر حرفہ مین یہی حکم ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر دونون مین سے ایک کی طرف سے کام اور دوسرے کی طرف سے کندی گری کے ادوات ہونے پر شرکت کی تو شرکت فاسد ہے اور جو کمایا ہے وہ کام کرنے والے کا ہوگا اور اُسپر ان ادوات کا اجرالمثل واجب ہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ اور یتیمہ مین مذکور ہے کہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ تین یا پانچ حمّال ہین انھون نے شرکت کی بدین شرط کہ بعض انمین سے گون بھرین اور بعضے گون اُنکے مالک کے گھر پہونچا دین اور بعضے گون کا مُنھ پکڑ کر سیدھا پکڑا دین اس شرط سے کہ جو کچھ اُس سے حاصل ہو وہ ان سب کے درمیان برابر مشترک ہو تو فرمایا کہ یہ شرکت نہین صحیح ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ امام محمد بن الحسن نے فرمایا کہ اگر کرم پیلہ کے انڈے اور شہتوت کے پتے ایک کی طرف سے اور کام دوسرے کی طرف سے ہو بدین شرط کہ پیلے دونون کے درمیان نصفا نصف ہون یا کمی بیشی کے ساتھ ہون تو یہ نہین جائز ہے اور نیز اگر کام بھی دونون کے ذمہ شرط ہو تو بھی نہین جائز ہے اور جب جائز ہے کہ انڈے دونون کی طرف سے ہون اور کام اور پرداخت بھی دونون کے ذمہ ہو پھر اگر اس شخص نے جس نے پتے دیے ہین کام نہ کیا تو کچھ مضر نہین ہے یہ قنیہ مین ہے۔ فتاوے مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے کرم پیلہ کے انڈے دوسرے کو دیے کہ وہ انکی پرداخت کرتا رہے اور شہتوت کے پتے کھلاتا رہے بدین شرط کہ جو حاصل ہو وہ دونون مین مشترک ہوگا پس اس شخص نے برابر پرداخت کی یہانتک کہ انڈے پک کر بچے نکلے تو سب کرم پیلہ اُسی کے ہونگے جسکے انڈے ہین اور جسنے پرداخت کی ہے اُسکے واسطے دوسرے پر کام کا اجرالمثل اور شہتوت کے پتون کی قیمت جو اُسنے کھلائے ہین واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر انڈے اور پتے ایک کی طرف سے اور کام دوسرے کی طرف سے ہو تو کرم پیلہ اُسی کے ہونگے جسکے انڈے تھے اور دوسرے کو اُسکے کام کا اجرالمثل ملیگا یہ سراجیہ مین ہے اور اسی طرح اگر کام دونون کی طرف سے ہو تب بھی شرکت روا نہ ہوگی اور یہ جب ہی جائز ہے کہ جب انڈے دونون کے اور کام دونون پر ہو پھر اگر پتے دینے والے نے کام نہ کیا تو کچھ مضر نہین ہے چنانچہ شیخ خجندی نے تصریح بیان کیا ہے

یہ قنیہ مین ہے۔ اور علی ہذا اگر اپنی گائے کسی آدمی کو دی کہ اسکو اپنے پاس سے چارہ دیا کرے بدین شرط کہ جو پیدا ہوگا وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا تو شرکت روا نہین ہے اور جو کچھ پیدا ہوا وہ گائے کے مالک کا ہوگا اور اس شخص کو اسکے چارہ کا مثل اور اسکی پرداخت کا اجر المثل ملیگا اور علی ہذا اگر مرغی یعنے ماکیان کسی شخص کو دی کہ دانہ دیا کرے اور شرط کر لی کہ انڈے دونون مین نصفا نصف ہونگے یعنی کہا کہ تو یہ مرغی لیجا اور اسکو اپنے پاس سے دانہ دیا کر بدین شرط کہ اسکے انڈے دونون کے درمیان نصفا نصف ہونگے تو بھی یہی حکم ہے اور اسمین حیلہ یہ ہے کہ نصف گائے یا نصف مرغی یا نصف کرم پیلہ کے انڈے اس شخص کے ہاتھ بعوض ثمن معلوم کے فروخت کرے حتی کہ گائے یا مرغی یا پیلہ کے انڈے دونون مین مشترک ہو جاوین پھر جو کچھ حاصل ہوگا وہ دونون مین شرکت پر ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے اور ہر شرکت جو فاسد ہو وے اسمین نفع بحساب مقدار راس المال کے ہوگا چنانچہ اگر ہزار ایک کے اور دو ہزار دوسرے کے ہون تو نفع دونون کے درمیان تین تہائی ہوگا اور اگر دونون نے باہم نصفا نصف منافع شرط کیا ہو تو یہ شرط باطل ہوگی اور اگر دونون مین سے ہر ایک کے واسطے مثل اسکے ہو جو دوسرے کے واسطے ہے پھر باہم مین تہائی نفع شرط کیا تو نفع کی کمی بیشی کی شرط باطل ہوگی بلکہ نفع دونون کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا اسواسطے کہ نفع کا وجود تابع مال کے ہے یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور واضح ہو کہ بعضی شروط فاسدہ سے شرکت باطل ہو جاتی ہے اور بعض سے نہین باطل ہوتی ہے چنانچہ اگر کمی بیشی کا دی باہم شرط کی تو شرکت باطل نہوگی اور اگر ایک کے واسطے دس درم نفع زائد شرط کیا تو شرکت باطل ہوگی اگرچہ درواقع یہ دونون شرطین فاسد ہین یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور ہر دو شریک مین سے ایک کے مرنے سے شرکت باطل ہو جاتی ہے خواہ دوسرے شریک کو اسکا علم ہوا ہو یا نہوا ہو اور موت کا لفظ یہان اس صورت کو بھی شامل ہے جو حکم مین مثل موت کے ہے جیسے مرتد ہو کر دار الحرب مین چلا گیا اور اسکے چلے جانے کا حکم دیدیا گیا تو یہ حکم موت مین ہے اور اگر اسکے چلے جانے کا ہنوز حکم نہین دیا گیا ہے تو بالاجماع ابھی شرکت منقطع ہو جانے مین توقف ہوگا چنانچہ اگر قبل حکم ہونے کے ہی وہ واپس آیا تو شرکت باقی رہیگی اور اگر مر گیا یا قتل کیا گیا تو منقطع ہو جائیگی یہ نہر الفائق مین ہے اور اگر وہ دار الحرب مین نہین گیا تو شرکت مفاوضہ بطور توقف منقطع ہوگی چنانچہ اگر قاضی نے باطل ہو جانے کا حکم نہ دیا یہانتک کہ وہ دوبارہ مسلمان ہو گیا تو شرکت مفاوضہ عود کریگی اور اگر وہ مر گیا تو شرکت مفاوضہ اسکے مرتد ہونے کے وقت سے باطل قرار دیجائیگی پھر جب شرکت مفاوضہ بطور توقف منقطع ہوئی تو پھر آیا عنان ہو کر باقی رہیگی یا نہین سو اسمین اختلاف ہے امام اعظم رح نے فرمایا کہ نہین اور صاحبین کے نزدیک عنان ہو کر باقی رہیگی چنانچہ اسکو ولوالجی نے ذکر فرمایا ہے یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور اگر دونون مین سے کوئی مرا نہین بلکہ دونون مین سے ایک نے شرکت کو فسخ کر دیا مگر دوسرے شریک کو اسکے فسخ کا علم نہوا تو شرکت فسخ نہو جائیگی اور اگر اسکو علم ہو گیا تو دو صورتین ہین کہ اگر شرکت کا راس المال نقد درم و دینار ہون تو شرکت فسخ ہو جائیگی اور اگر اسباب عروض ہو گیا ہو تو طحاوی نے ذکر کیا کہ وقت فسخ سے فسخ نہوگی کذا فی الخلاصہ اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ فسخ ہو جائیگی اگرچہ راس المال اسباب عروض ہو اور یہی مختار ہے یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور اگر ایک شریک نے شرکت ہونے سے انکار کیا حالانکہ مال شرکت اسباب عروض ہے تو یہ انکار شرکت کا فسخ ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر شریک تین شخص ہون جنمین سے ایک مر گیا حتی کہ اسکے حق مین شرکت فسخ ہو گئی تو باقیون کے حق مین فسخ نہوگی یہ محیط مین ہے اور اگر دو شریکون مین سے ایک نے اپنے شریک سے کہا کہ مین تیرے ساتھ شرکت سے کام نکرونگا تو یہ بمنزلہ اسکے ہے کہ کہا کہ مین نے تجھ سے شرکت فسخ کر دی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر تین شخص باہم شریک متفاوض ہون جنمین سے ایک غائب ہو گیا اور باقی دونون نے یہ چاہا کہ باہم شرکت کو توڑ دین تو بدون موجودگی غائب کے انکو ایسا اختیار

شرکت کو توڑ دینا ۱۲ منہ

نہین ہوا اور بعض بدون بعض کے نہین توڑ سکتا ہو یہ ظہیریہ مین ہی

چھٹا باب متفرقات کے بیان مین ہی۔ دو شریکون مین سے کسی کو یہ اختیار نہین ہی کہ دوسرے کے مال کی زکوٰۃ بدون اُسکی اجازت کے ادا کرے یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے کو اجازت دیدی کہ میری طرف سے زکوٰۃ مال ادا کردے پھر دونون نے ایک ہی وقت مین اپنی و اپنے شریک کی زکوٰۃ ادا کی تو دونون مین سے ہر ایک اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا خواہ اسکو دوسرے کے خود ادا کرنے کا حال معلوم تھا یا نہ تھا یہ امام اعظم رح کا قول ہی کذا فی الکافی اور اگر دونون نے آگے پیچھے ادا کی تو پچھلا ادا کرنے والا ضامن ہوگا خواہ اسکو اپنے شریک کے خود ادا کرنے کا حال معلوم تھا یا نہ تھا یہ امام رضی اللہ عنہ کا قول ہی کذا فی النہر الفائق اور اسمین اشارہ ہی کہ صاحبین رح کے نزدیک اسکے خلاف ہی اور اسی اختلاف پر وکیل باداے زکوٰۃ و کفارات کا حکم ہی یعنی کسی کو ادای زکوٰۃ یا کفارات ادا کرنیکا وکیل کیا پھر موکل نے وکیل کے ساتھ وقت مین یا اس سے پہلے خود ادا کردی پھر وکیل نے ادا کی تو امام اعظم رح کے نزدیک وکیل ضامن ہوگا خواہ جانتا تھا کہ موکل نے ادا کردی ہی یا نجانتا تھا بخلاف قول صاحبین رح کے یہ تبیین مین ہی مگر جو شخص کہ احصار حج سے قربانی کرنے کے واسطے وکیل کیا گیا اور اُسنے احصار دور ہو جانے اور موکل کے حج کر لینے کے بعد ذبح کیا تو وکیل مذکور بالاجماع ضامن نہوگا خواہ اُسکو یہ حال معلوم ہوگیا تھا یا نہین ہوا تھا یہ سراج وہاج مین ہی۔ اور اگر دو شریک دو شخصون کا ایک شخص پر کچھ قرضہ بسبب واحد سے واجب ہوا وہ دونون کے درمیان مشترک ہوگا چنانچہ اگر ایک نے اُسمین سے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ وصول شدہ مین اسکا شارک ہو جاوے یہ محیط مین ہی۔ اور جب کوئی قرضہ ہو دو شخصون کا مشترک کسی شخص پر ہو خواہ کسی ایسے غلام کے دام ہین جو دونون مین مشترک تھا اور اُسکو دونون نے فروخت کیا ہو یا دونون نے اُسکو نقد اپنے مشترک ہزار درم قرض دیے ہین یا اُس شخص نے ان دونون کا مشترک تھان کپڑے کا تلف کر دیا جسکا تاوان واجب ہی یا کسی میت کا قرضہ اُس شخص پر تھا جسکو ان دونون نے میراث پایا ہو پھر ان مین سے ایک نے اس قرضہ سے اپنا حصہ یا تھوڑا قرضہ وصول کیا تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ اسکے ساتھ وصول شدہ مین شریک ہو کر بعینہ وصول کیا اُس سے نصف بٹالے خواہ جو وصول کیا ہی یہ مال قرضہ کے مثل ہو یا اس سے کھرا ہو یا کھوٹا ہو یہ سراج وہاج مین ہی اور اگر وصول کرنیوالے نے چاہا کہ شریک دیگر کو وصول کردہ کے سوا دوسرے مال سے دیدے تو اسکو یہ اختیار نہین ہی الا اُسوقت کہ شریک مذکور دوسرے مال سے لینے پر راضی ہو جاوے اور اسی طرح اگر شریک مذکور نے چاہا کہ وصول کرنیوالے سے اپنا حصہ دوسرے مال سے سواے مقبوضہ کے لیلون تو اسکو بھی یہ اختیار نہوگا الا برضامندی وصول کنندہ کذا فی الذخیرہ لیکن جبتک وصول نہین کیا ہی اسکو یہ اختیار ہی کہ چاہے مقدار مال کو جسکو وصول کرنیوالے شریک نے وصول کیا ہی [illegible] اور اپنے حصہ کے واسطے قرضدار کا دامن گیر ہو کر اُس سے وصول کرے [illegible] قرضدار کا دامنگیر ہونا اختیار کیا تو جو کچھ شریک نے وصول کیا ہی اُسکا نصف اُس سے نہین لے سکتا ہی [illegible] باقی ہو وہ یا تلف ہو گیا ہو یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر قرضدار پر قرضہ ڈوب گیا تو وہ اختیار رکھتا ہوگا کہ جو کچھ شریک نے وصول کیا تھا اُس [illegible] وصول شدہ سے لے لیکن یہ اختیار نہوگا کہ جو اُسنے وصول کیا تھا اسمین اُسکا نصف لے [illegible] یہ اختیار ہوگا کہ چاہے بقدر اسکے حصہ کے اسکو دوسرے مال سے دے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر جو کچھ شریک نے وصول کیا ہی [illegible] شریک کی ضمان [illegible] ہوگا کہ اُسنے اپنا حصہ قرض [illegible]

قرضدار پر رہا ہے وہ اُسکے شریک کا حصہ ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اور اسی طرح اگر ایک نے کسی کو وصول کرنے کا وکیل کیا
اور وکیل نے وصول کیا اور موکل کے پاس تلف ہوا تو موکل کا حصہ گیا اور اگر وہ قائم رہا تو دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ
اُسمین شرکت کر کے اپنا حصہ بٹا لیوے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر وصول کرنے والے نے جو کچھ وصول کیا ہے وہ اپنے قبضہ سے
باینطور خارج کیا کہ کسی کو ہبہ کر دیا یا اپنے قرضخواہ کو اداے قرضہ میں دیدیا یا اور کسی وجہ سے اسکو تلف کر دیا تو اسکے
شریک کو اختیار ہوگا کہ جو کچھ اُسنے وصول کیا تھا اُسکے نصف کی اُس سے ضمان لے اور یہ اختیار نہ ہوگا کہ وہ مال اب
جسکے پاس بعینہٖ موجود ہے اُسکے قبضہ سے لے یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور جسقدر شریک نے اپنے شریک وصول کرنیوالے
کے وصول کیے ہوئے میں سے لے لیا اسی قدر قرضدار پر اس وصول کنندہ کا قرضہ رہیگا اور جو کچھ قرضدار پر باقی ہے
وہ دونوں میں اُسی قدر کے حساب سے مشترک ہوگا چنانچہ اگر قرضدار پر دونوں کے ہزار درم مساوی ہوں اُن میں ایک نے
پانچسو درم اُس سے وصول کیے پھر شریک نے اس وصول کرنے والے سے اُس میں سے دوسو پچاس درم اسکے حصہ
نے لیا تو وصول کرنے والے کا قرضدار پر باقی کا نصف ہوگا یعنی دوسو پچاس درہم اور باقی قرضہ میں جیسے شرکت پہلے
تھی اب بھی باقی رہیگی یہ بدائع میں ہے۔ اور ہر قرضہ کہ دو آدمیوں کے واسطے ایک شخص پر دو سببوں سے جو حقیقۃً و حکماً
مختلف ہیں یا حکماً مختلف ہیں حقیقۃً میں مختلف نہیں ہیں واجب ہوا تو وہ دونوں میں مشترک نہ ہوگا حتی کہ اگر دونوں
میں سے ایک نے قرضدار سے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو اسمین شرکت کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دو آدمیوں
نے اپنا ایک غلام جو دونوں میں مساوی مشترک ہے بعوض ثمن معلوم کے ایک شخص کے ہاتھ دونوں نے فروخت کیا پھر
دونوں میں سے ایک نے مشتری سے ثمن میں سے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو اس وصول شدہ میں شرکت سے بٹا لینے کا اختیار
ہوگا اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے حصہ کا ثمن علیحدہ بیان کیا پھر ایک نے ثمن میں سے کچھ وصول کیا تو ظاہر الروایۃ
کے موافق دوسرے کو اسمین بٹا لینے کا اختیار نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر زید کا غلام اور بکر کی باندی ہے دونوں نے
ان دونوں کو بعوض ہزار درم کے فروخت کیا تو جو کچھ وصول کرین اُسمین دونوں شریک ہونگے کذا فی السراجیہ اور اگر
دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے مملوک کا ثمن علیحدہ بیان کیا ہو پھر ایک نے کچھ وصول کیا تو دوسرا اُسمین شارکت
نہیں ہو سکتا ہے یہ ظاہر الروایۃ ہے یہ خزانۃ المفتین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے دو شخصوں کو حکم کیا کہ دونوں میرے
واسطے ایک باندی خرید دیں پس دونوں نے اُسکے واسطے باندی خرید دی اور اُسکا ثمن ایسے مال سے جو دونوں میں مشترک
ہے ادا کیا یا اپنے اپنے علیحدہ مال سے ادا کیا تو جو کچھ موکل سے وصول کرین اُسمین کوئی دوسرے کا شریک نہوگا یہ محیط
میں ہے۔ اور اگر زید کا بکر پر ہزار درم قرضہ ہے پھر بکر کی طرف سے عمرو و خالد نے کفالت کی اور مال ادا کر دیا پھر دو کفیل
میں سے ایک نے بکر سے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو اسمین مشارکت کا اختیار ہوگا بشرطیکہ دونوں نے اپنے مال مشترک
سے ادا کیا ہو یہ خزانۃ المفتین و ظہیریہ میں ہے اور اگر ہر دو کفیل میں سے ایک نے اپنے حصہ کے عوض مکفول عنہ
سے ایک کپڑا خرید لیا تو شریک کو اختیار ہوگا کہ اُس سے کپڑے کے داموں کا آدھا تاوان لے مگر کپڑے میں شرکت کرنے
کی اسکو کوئی راہ نہیں ہے ہان اگر دونوں نے باہمی رضامندی سے کپڑے میں شرکت کرنے پر اتفاق کر لیا تو یہ جائز ہے یہ
یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر اُس نے اپنے حصہ کے عوض کوئی کپڑا نہ خریدا بلکہ مکفول عنہ سے اپنے حصہ کے عوض
ایک کپڑے پر صلح کر لی اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر شریک دیگر نے جو اُسنے وصول کیا ہے اسکا مطالبہ کیا تو وصول کرنے

والے کو اختیار ہے چاہے اسکو نصف کپڑا دیدے اور چاہے اسکے نصف حق کے مثل دینار دیدے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر
دونوں میں سے ایک نے چاہا کہ میں جو کچھ قرضدار سے وصول کروں اسمیں دوسرے کو شرکت کا اختیار نہو تو اسکا
حیلہ یہ ہے کہ قرضدار اسکو بقدر اُسکے حصہ کے مال ہبہ کر کے دیدے پھر یہ شخص اس قرضدار کو اپنے حصہ قرضہ سے بری کر دیوے
پس جو کچھ اُسنے بطریق ہبہ وصول کیا ہے اسمیں دوسرے شریک کو مشارکت کا اختیار نہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان
میں ہے اور دوسرا طریق حیلہ کا اسطرح مذکور ہے کہ دو شخصوں کا ایک شخص پر ہزار درم قرضہ ہے اور ایک قرضخواہ نے
چاہا کہ اپنا حصہ اسطرح وصول کرے کہ اسمیں دوسرے کو شرکت کا اختیار حاصل نہ ہو تو شیخ نصیر نے فرمایا کہ قرضدار
اسکو پانچ سو درم ہبہ کر کے دیدے پھر وہ قرضدار کو اپنے حصہ قرضہ سے بری کر دے اور شیخ ابو بکر نے فرمایا کہ قرضدار کے
ہاتھ ایک تھوڑی کشمش مثلاً ایک مٹھی اسقدر ثمن کو کہ جتنا اُسکا اُسپر قرضہ ہے فروخت کرے اور کشمش اسکے قبضہ میں دیدے پھر جو
کچھ اُسکا حصہ اُسپر قرضہ ہے اُس سے قرضدار کو بری کر دے پھر قرضدار مذکور سے اس کشمش کے دام کا مطالبہ کرے تو قرضہ
کا کذا فی المحیط۔ قال المترجم حیلہ اول اولے و اسلم ہے کیونکہ بیع کی صورت میں اگر مشتری کو بائع نے اپنے حصہ قرضہ سے
بری نہ کیا تو دونا قرضدار ہو گیا بخلاف ہبہ کے کہ اس سے رجوع کر سکتا ہے ولیکن اگر بیع بشرط اختیار للمشتری ہو تو
نظر بحق قرضخواہ باطل ہے ولیکن نظر بمدیون ہر دو یکسان ہیں فافہم۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے قرضدار کو اپنے حصہ
قرضہ سے بری کر دیا یا اپنا حصہ اسکو ہبہ کر دیا تو جائز ہے اور اپنے شریک کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا اور اگر دونوں میں سے
ایک نے قرضدار کو سو درم ہبہ کر دیئے حالانکہ اُسپر دونوں کا مساوی مشترک قرضہ ہزار درم ہے پھر قرضہ میں سے کچھ وصول ہوا
تو اُسمیں سے دونوں بقدر اپنے اپنے قرضہ کے بانٹ لینگے یعنی وصول شدہ مقدار کے نو حصہ کر کے چار حصے بری کرنیوالے
کو اور پانچ حصے دوسرے کو ملینگے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور منتقیٰ میں لکھا ہے کہ اسطرح اگر کچھ قرضہ وصول کر لینے کے بعد
اور اسمیں تقسیم کر لینے کے قبل ایک نے اسطرح یعنی سو درم سے مثلاً اسکو بری کر دیا تو بھی وصول شدہ کو بطور مذکورہ بالا
تقسیم کرینگے اور اگر تقسیم کر لینے کے بعد دونوں میں سے ایک نے قرضدار کو بری کیا ہو تو تقسیم مذکور پوری ہو گئی ہے وہ
باقی سے نہیں ٹوٹے گی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے اپنے حصہ کی بابت قرضدار کو تاخیر دیدی
تو اسمیں اختلاف ہے چنانچہ امام اعظم رح کے نزدیک اسکا تاخیر دینا نہیں روا ہے اور اسمیں اختلاف نہیں ہے کہ اُسکا تاخیر دینا
اُسکے شریک کے حصہ میں روا نہیں ہے یہ بدائع میں ہے قال المترجم پس صاحبین رح کے نزدیک اگر اُسنے اپنے حصہ میں تاخیر دی تو
روا ہے اور اسی پر متفرع ہوتا ہے کہ اگر اس شریک نے جس نے نہیں تاخیر دی ہے کچھ وصول کیا تو تاخیر دینے والے کو اسمیں
شرکت و بٹائی کرنے کا اسوقت تک اختیار نہوگا کہ جبتک اُسکی میعاد آوے پھر جب اُسکے قرضہ کی بھی میعاد آئی تو شریک
مذکور سے بٹائی کر لیگا اگر وصول شدہ اُسکے پاس بعینہ قائم ہو اور اگر اس نے تلف کر دیا ہو تو بقدر اپنے حصہ کے اُس سے
تاوان لے لیگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر دوسرے نے کچھ وصول نہ کیا یہانتک کہ تاخیر دینے والے کی میعاد بھی گذر گئی
اور میعاد آگئی تو جو حال قبل مہلت دینے کے تھا وہی اب پھر ہو جائیگا چنانچہ اگر دونوں میں سے کسی نے کچھ اُس سے وصول
کیا تو دوسرا اسمیں شرکت کر لیگا یہ بدائع میں ہے۔ اگر قرضدار نے اس شریک کو جسنے اپنے حصہ میں تاخیر دیدی ہے سو درم
بطور تعجیل پیشگی کر دیئے تو دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ اسمیں سے نصف اُس سے لے لے یعنی پچاس درم پھر جب دوسرے
شریک نے پچاس درم لے لیے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ جو کچھ اُس سے لیا گیا ہے اُسکا مثل قرضدار سے بوجہ قرار داد

تعجیل سو درم کے پھر لے لے یعنی پچاس درم اُسکے حصہ سے جسنے تاخیر نہیں دی ہے لے تاکہ سو درم پیشگی ہو جاویں اس
جہت سے کہ جسنے تاخیر نہیں دی ہے جب اُسنے تاخیر دینے والے سے لیا تو اسکے حصہ میں سے اُسکے مثل تاخیر دینے والے
کے واسطے ہو گیا تو ہمیں دیکھتا ہے کہ اگر قرضدار نے تاخیر دینے والے واسطے اُسکے پورے حق کی تعجیل کر دی پھر جسنے
تاخیر نہیں دی اُسنے اُسمیں سے نصف لے لیا تو تاخیر دینے والے کو اختیار رہوتا ہے کہ جسقدر اُس سے لیا گیا ہے اسقدر
اپنے شریک کے حصہ سے قرضدار سے لے پس ایسا ہی یہاں بھی ہے یہ ذخیرہ میں ہے پھر جب اُسکو وصول کیا تو وہ اور
اُسکا شریک دونوں اُسکو دس حصہ کر کے اسطرح تقسیم کرینگے کہ نو حصہ اُسکا شریک لیگا اور ایک حصہ یہ لیگا یہ ظہیریہ میں ہے
دو شخصوں کا ایک شخص پر میعادی قرضہ ہے پھر قرضدار نے دونوں میں سے ایک کا حصہ قبل میعاد آنے کے ادا کر دیا
پس دونوں شریکوں نے اسکو بانٹ لیا تو جو باقی رہا وہ دونوں کے واسطے میعاد پر ملیگا یہ سراجیہ میں ہے اور اگر
دو مردوں کا قرضہ ایک عورت پر ہے پھر دونوں میں سے ایک نے اپنے حصہ کو مہر قرار دیکر اس عورت سے نکاح کر لیا تو
اُسکا شریک اس شریک سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر شریک
مذکور نے عورت مذکورہ سے پانسو درم پر مطلقاً نکاح کیا یعنی یہ قید نہ لگائی کہ ان پانسو درم پر جو میرے حصہ کے قرضہ
قرضہ میں تو اُسکے شریک کو اختیار ہوگا کہ نکاح کرنے والے سے اُسکا نصف یعنی دو سو پچاس درم لے لے یہ محیط میں ہے
اور اگر ہر دو شریک میں سے ایک نے اپنے حصہ کے بدلے قرضدار سے کوئی چیز اجارہ پر لی تو دوسرے شریک کو اختیار ہوگا
کہ اس شریک سے بقدر اپنے حصہ کے واپس لے اور یہ بالاجماع ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر ہر دو شریک قرضخواہ
میں سے ایک پر قرضدار کا قرضہ ایسے سبب سے واجب ہوا جو ان دونوں کا اسپر قرضہ واجب ہونے سے پہلے واقع ہوا
ہے اور اس شریک کا قرضہ اس قرضہ سے جو قرضدار کا اس شریک پر پہلا واجب ہے تقاص ہو گیا تو دوسرے شریک کو
اختیار نہ ہوگا کہ جس شریک کا حصہ قصاص ہو گیا ہے اُس سے بقدر اپنے حصہ کے واپس لے اور اگر شریک پر قرضدار کا قرضہ ایسے
سبب سے واجب ہوا جو ان دونوں کا اسپر قرضہ واجب ہونے کے بعد واقع ہوا ہے اور پھر بطور مذکور قصاص ہو گیا تو دوسرے
شریک کو اختیار ہوگا کہ اپنے شریک مذکور سے رجوع کرے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر ہر دو شریک میں سے ایک نے اقرار کیا
کہ اس قرضدار کا مجھپر میرے حصہ قرضہ کے برابر قرضہ اسوقت کا ہے کہ جب ہم دونوں کا قرضہ اسپر واجب نہوا تھا تو قرضدار
مذکور اُسکے حصہ سے بری ہو جائیگا اور اُسکا شریک بھی اُسکی طرف رجوع نہیں کر سکتا ہے اور اسیطرح اگر ایک شریک
نے قرضدار پر ایسی کوئی جنایت کی جسکا ارش یعنی جرمانہ پانسو درم ہے اور شریک کا حصہ قرضہ بھی پانسو درم ہے پس
قصاص میں ساقط ہوا تو بھی اُسکے شریک کو اُس سے کچھ رجوع کرنے کا اختیار نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے بشر نے امام
ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ اگر ہر دو شریک قرضخواہ میں سے ایک نے قرضدار کو عمداً موضحہ زخم پہونچایا پھر اس سے
اپنے حصہ قرضہ پر صلح کر لی تو اُسپر اپنے شریک کے واسطے کچھ نہیں لازم ہوگا اسواسطے کہ شریک مذکور کو کوئی ایسی چیز حاصل
نہیں ہوئی جسمیں مشارکت ممکن ہو یہ بدائع میں ہے۔ اور قدوری میں مذکور ہے کہ اگر ایک شریک نے قرضدار کا ایسا
مال تلف کیا جسکی قیمت اسکے حصہ قرضہ کے مثل تھی پس باہم قصاص ہو گیا تو دوسرے شریک کو اختیار رہوگا کہ اس شریک
سے بقدر اپنے حصہ رسدی کے لے لے اور منتقی میں امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر ایک شریک قرضخواہ نے قرضدار کی کوئی
متاع تلف کر دی یا اُسکے غلام کو قتل کیا یا اُسکے جانور کی کونچیں کاٹ ڈالیں پھر جو کچھ اسپر تاوان واجب ہوا وہ اُسکے

حصہ قرضہ میں قصاص ہو گیا تو اُسکے شریک کو اختیار نہ ہوگا کہ اُس شریک سے اپنے حصہ رسدی کو لے لے کذا فی المحیط و
حال المترجم وہذا ہو الاظہر واللہ اعلم اور اگر شریک مذکور نے لیکر پھر علاوہ بھی یا اُس سے غصب کر لی تو ایسی صورت میں بالاجماع
دوسرے شریک کو اُس سے لے لینے کا اختیار ہوگا اور اسی طرح اگر بطریق خرید فاسد کے اُس سے خرید کر قبضہ کے بعد اسکو کسی کے
ہاتھ فروخت کر دیا یا آزاد کر دیا یا اُسکے پاس مر گیا یا دونوں میں سے ایک نے قرضدار سے اپنے حصہ کے عوض کچھ میں
لیا جو اُسکے پاس تلف ہو گیا تو ایسی صورت میں دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ جو کچھ اس شریک کو وصول ہوا ہے
اُس میں سے اپنے حصہ رسدی کی اُس سے ضمان لے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر ضمان غصب میں غاصب کے پاس یا خرید
فاسد میں مشتری کے پاس یا رہن کی صورت میں مرتہن کے پاس اُتنی شریک قرضخواہ کے پاس غلام کی ایک آنکھ کسی
آسمانی آفت سے جاتی رہی تو وہ اپنے شریک کے واسطے کچھ ضامن نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ
سے مذکور ہے کہ اگر دونوں قرضخواہ شریکوں میں سے ایک نے قرضدار کا غلام عمداً قتل کیا اور اُسپر قصاص واجب
ہوا پس قرضدار نے اس قاتل سے پانچ سو درہم یعنی اتنی مقدار پر جسقدر اُسکا حصہ قرضہ ہے صلح کر لی تو یہ جائز ہے
اور قرضدار مذکور اس قاتل کے حصہ قرضہ سے بری ہو جائیگا پس شریک دیگر کو جو قاتل نہیں ہے اختیار ہوگا کہ قاتل سے
شرکت کر کے اُس سے اس مقدار کا نصف یعنی دو سو پچاس درہم لے لے یہ بدائع میں ہے منتقی میں امام ابو یوسفؒ
سے روایت ہے کہ اگر ہر دو شریک میں سے ایک نے قرضدار کے لیے اُسکے قرضدار کی طرف سے کفالت کر لی تو اُسکا
حصہ قرضہ اس کفالت میں قصاص ہو جائیگا اور اُسکے شریک دیگر کو بھی اُس سے شرکت کرنے کا اور ضمان لینے کا
اختیار نہ ہوگا پھر اگر اس کفیل نے اپنے مکفول عنہ سے مال کفالت جو اُسکی طرف سے اُسکے حکم سے ادا کیا ہے وصول پایا
تو بھی اُسکے شریک کو اُسکی طرف رجوع کر کے اُسمیں مشارکت کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قرضدار
نے ایک شریک کو اُسکے حصہ کے عوض کوئی کفیل دیا یا کسی پر اُترائی کرا دی تو جو کچھ اس شریک کو کفیل سے یا
اُترائی قبول کرنے والے سے وصول ہوگا اُسمیں دوسرے شریک کو اُسکے ساتھ شرکت کرنے کا اختیار ہوگا یہ ذخیرہ میں
ہے۔ دو شخصوں کے ایک شخص پر ہزار درہم قرضہ میں پھر دونوں میں سے ایک نے قرضدار سے ان پورے ہزار درموں سے
سو درہم پر صلح کر لی اور انکو وصول کر کے قبضہ کر لیا پھر شریک دیگر نے جو کچھ اُسنے کیا ہے سب کی اجازت دیدی تو یہ جائز ہوا اور
اسکو سو درہم کا نصف ملیگا اور اگر وصول کنندہ نے کہا کہ یہ درہم تلف ہو گئے تو وہ امانت دار تھا کہ اُسپر ضمان واجب نہ ہوگی
اور قرضدار بھی بری ہو گیا اور اگر شریک دیگر نے فقط صلح کی اجازت دیدی اور یہ نہ کہا کہ جو کچھ اُسنے کیا سب کی میں نے
اجازت دیدی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ چاہے قرضدار سے پچاس درہم وصول کرے پھر قرضدار مذکور اس وصول کرنیوالے
سے پچاس درہم واپس لیگا اور یہ اسوجہ سے ہے کہ صلح کی اجازت دینا قبضہ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور اگر دو شخصوں
کا تیسرے شخص کے قبضہ میں غلام یا مکان ہے پس دونوں میں سے ایک نے اُس سے اس مال سے سو درہم پر صلح کر لی تو
امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر تیسرا شخص جسکے قبضہ میں غلام ہے وہ اقرار کرتا ہو کہ غلام انہی دونوں کی ملک ہے تو دوسرا
شریک اس صلح کرنیوالے کے ساتھ سو درہم میں شرکت نہ کریگا اور اگر وہ اُس سے منکر ہو تو شرکت کر سکتا ہے اور امام محمدؒ نے
فرمایا کہ دونوں صورتیں یکساں ہیں کہ دونوں صورتوں میں صلح کرنے والے کے ساتھ اس مال صلح میں مشارکت نہیں کر سکتا
ہے الا اس صورت میں کہ غلام مذکور تلف ہو گیا ہو یہ محیط میں ہے منتقی میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے ایک

شخص سے ایک باندی خریدی اسطرح کہ ایک نے نصف باندی ہزار درم کو اور دوسرے نے نصف باقی باندی ہزار درم کو خریدی پھر دونوں نے اسمین عیب پاکر دونوں نے اسکو واپس کیا پھر ایک نے اپنا ثمن جو اپنے حصہ کی بابت دیا تھا وصول کر لیا تو اسمین اسکا دوسرا ساتھی حصہ بٹائی نہین کر سکتا ہے خواہ ابتدا مین دونوں نے ثمن کو ملا کر دیا ہو یا علیحدہ علیحدہ ہر ایک نے دیا ہو اور اسی طرح اگر باندی مذکورہ کسی شخص نے اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لی تو بھی اس صورت مین یہی حکم ہے کہ ایک نے جو اپنا حصہ وصول کیا ہے اسمین دوسرا شرکت نہین کر سکتا ہے اور اگر وہ باندی آزاد نکلی اور حال یہ ہے کہ ابتدا مین دونوں نے ثمن ملا کر دیدیا تھا تو اس صورت مین جو کچھ وصول کرنے والے نے وصول کیا ہے اسمین دوسرا شریک شرکت کر سکتا ہے۔ اور نیز منتقے مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ زید نے اقرار کیا کہ عمرو و بکر ان دونوں کا مجھپر قرضہ ہزار درم ایک باندی کا ثمن ہے جو مین نے ان دونوں سے خریدی تھی پس ان مین سے ایک نے کہا کہ تو نے سچ کہا اور دوسرے نے کہا کہ تو نے یہ جھوٹ کہا بلکہ تو نے مجھ مین پانچسو درم کا اقرار کیا ہے یہ پانچسو درم میرے تجھپر گیہون کے دام ہین جو تو نے مجھ سے خریدے تھے پھر قرضدار نے اسکو پانچسو درم ادا کیے تو دوسرے کو یہ اختیار نہوگا کہ جو اسنے وصول کیا ہے اسمین شرکت کرے اور قرضدار کا یہ قول کہ یہ مال دونوں مین مشترک ہے تصدیق نہ کیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ دو شریکوں کا تیسرے پر ہزار درم قرضہ ہو ان دونوں مین سے ایک نے دوسرے شریک کے واسطے قرضدار کی طرف سے ضمانت کر لی تو ضمانت باطل ہے اور اگر اسنے اسی ضمانت پر دوسرے شریک کو ادا کر دیا تو اسکو رجوع کر کے واپس لیگا اور اگر اسنے اپنے شریک کے واسطے کچھ ضمانت نہ کی ولیکن بغیر کفالت کے شریک کا حصہ شریک کو ادا کر دیا تو ادائی صحیح ہے اور جب ہر ایک شریک سے دوسرے کو ادا کرنا صحیح ہوا تو جو کچھ شریک دیگر نے ادا کرنے والے سے وصول پایا ہے اسمین ادا کرنے والا شرکت نہین کر سکتا ہے پھر اگر وہ قرضہ جو قرضدار پر تھا ڈوب گیا تو جو کچھ شریک نے اپنے شریک کی ادائی سے وصول کیا ہے اسکی طرف اس ادا کرنے والے شریک کو کوئی راہ نہ ہوگی بخلاف اسکے اگر قرضدار یا اجنبی نے ایک شریک کا حصہ اسکو ادا کیا اور دوسرے شریک نے اسمین بٹائی نہ کی بلکہ اسی کے پاس مسلم رکھا پھر جو کچھ قرضدار پر رہا تھا وہ ڈوب گیا تو شریک کو اختیار ہوگا کہ دوسرے نے جو وصول پایا ہے اسکی طرف رجوع کر کے اسکے وصول کردہ مین سے حصہ بٹا لے یہ ذخیرہ مین ہے۔ علی بن الجعد نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ اگر قرضدار مر گیا اور دونوں قرضخواہ دونوں شریکون مین سے ایک اسکا وارث ہے اور میت مذکور نے اسقدر مال نہین چھوڑا جس سے ادائے قرضہ کامل ہو سکے تو دونوں اس مقدار متروکہ مین حصہ رسد شریک ہو جاوینگے یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر تین شخصوں کا مشترک قرضہ ایک شخص پر ہو پھر ان مین سے دو قرضخواہ غائب ہو گئے اور تیسرا قرضخواہ حاضر آیا اور اسنے قرضدار سے اپنا حصہ طلب کیا تو قرضدار اسکو دینے پر مجبور کیا جائیگا یہ مضمرات مین ہے۔ اگر دو آدمیون مین ایک اونٹ مشترک تھا جسپر انمین سے ایک شریک نے بہاری سے کوئی چیز یا جا فروخت لیکے شریک ... لاد کر شہر کو لیچلا اور راہ مین یہ اونٹ گر پڑا پس شریک نے اسکو ذبح کر ڈالا تو دیکھا جائیگا کہ اگر اس اونٹ کی زندگی کی امید تھی تو ضامن ہوگا اور اگر امید زندگی نہ تھی تو ضامن نہوگا اور اگر شریک مذکور کے سوائے کسی اور نے ذبح کر ڈالا تو بہر حال ضامن ہوگا خواہ اسکی زندگی کی امید ہو یا نہو اور یہی اصح ہے کذا فی محیط السرخسی اور اسیطرح اگر گاے یا بکری کے چرواہے نے گاے یا بکری کو ذبح کر ڈالا پس اگر اسکی زندگی کی امید نہ تھی تو استحسانًا ضامن نہ ہوگا اور اگر امید زندگی تھی تو ضامن ہوگا اور اگر سوائے چرواہے کے کسی اجنبی نے ذبح کی تو بہرحال ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ ایک مکان دو شخصوں مین مشترک ہو جسمین

ایک کہیں چلا گیا اور غائب ہوگیا تو دوسرے کو روا ہوگا کہ اُسکے حصہ میں بھی سکونت رکھے پس پورے دار میں سکونت کر سکتا
ہی اور اسی طرح اگر خادم یعنے غلام یا باندی دو شخصوں میں مشترک ہو پھر دونوں میں سے ایک غائب ہوگیا تو دوسرے
کو اختیار ہوگا کہ خادم سے حصہ شریک کی بھی خدمت لے کذا فی خزانۃ المفتین اور اسپر حصہ شریک کی بابت کوئی اُجرت
واجب نہوگی اگرچہ یہ مسئلہ مکان میں یہ مکان کرایہ پر چلانے کے واسطے رکھا گیا ہو اور اگر اراضی دونوں میں مشترک
ہو تو مفتی بہ قول کے موافق اُسکو پوری اراضی میں زراعت کا اختیار ہی بشرطیکہ اس زمین کے حق میں زراعت نافع ہو
پھر جب اُسکا شریک آجائیگا تو وہ بھی اتنی مدت تک اُسمیں تنہا زراعت کریگا اور اگر زراعت سے اُسمیں نقصان پہونچتا ہو یا یعنے اگر چھوڑ
خالی چھوڑ دینا اسکو نفع دیتا ہو تو اسکو یہ اختیار نہوگا کہ تمام زمین میں زراعت کرے یہ بحر الرائق میں ہی۔ اور جانور مشترک کی
صورت میں بغیر اجازت شریک کے اُسپر سوار نہوگا اسواسطے کہ سواری کا ضرر بسبب اختلاف سوار کے مختلف ہوتا ہی ہاں سوا
سواری کے اور کام مثل ہل جوتنے یا پانی دینے وغیرہ کے کام میں بلا اجازت استعمال کر سکتا ہی کیونکہ اُسمیں تفاوت نہیں ہی
چنانچہ عقد الفرائد میں مذکور ہی۔ اور اگر ایک باندی دو شریکوں میں مشترک ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ ایک روز ایک کی خدمت
کرے اور دوسرے روز دوسرے کی اور اگر دونوں میں سے ایک کو اپنے شریک کی طرف سے یہ خوف ہوا کہ شاید یہ اُسکو
اپنے تصرف میں لاوے اور اُسنے درخواست کی کہ کسی ثقہ آدمی کے پاس رکھی جاوے تو یہ درخواست قبول نہ کیجائیگی یہ نہر الفائق
میں ہی۔ اور اگر چار دیواری کے اندر باغ انگور یا اراضی دو آدمیوں میں مشترک ہو جنمیں سے ایک غائب ہی یا اراضی ایک بالغ و
طفل یتیم کے درمیان مشترک ہو تو وہ قاضی کے حضور میں مرافعہ کرے۔ اور اگر حاضر نے قاضی سے مرافعہ نہ کیا اور غائب کے
حصہ زمین میں بھی زراعت کرلی تو پیداوار اُسکے واسطے حلال ہوگی اور رہا باغ انگور پس جو حاضر ہی اُسکی پرداخت کرے
پھر جب پھل تیار ہو وے تو اُنکو فروخت کرکے اُسکے ثمن سے اپنا حصہ لے لے اور غائب کا حصہ ثمن رکھ چھوڑے لیکن جب
غائب حاضر آیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ چاہے یہ ثمن لے لے اور چاہے اُس سے اپنے حصہ کی قیمت کی ضمان لے یہ فتاوی قاضیخان
میں ہی فتاوی میں مذکور ہی کہ اناج یا درہم دو آدمیوں میں مشترک تھے جنمیں سے ایک غائب ہوگیا اور جو حاضر ہی اسکو
احتیاج پیش آئی ایسی حالت میں اُسنے اسمیں سے اپنا حصہ لے لیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ مجھے امید ہی کہ اسمیں کچھ مضائقہ نہوا اور فقیہ
ابو اللیث رح نے کہا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں یہ فتاوی غیاثیہ میں ہی اور کپڑی وزنی چیز دونوں میں سے شریک کو اختیار ہی کہ
دوسرے شریک کی غیبت میں اپنا حصہ اسمیں سے نکال لے اور اسپر کچھ لازم نہ ہوگا بشرطیکہ باقی سالم رہا اور اگر باقی تلف
ہوگیا تو اسکی بربادی دونوں پر پڑیگی یہ نہر الفائق میں ہی۔ ایک مکان دو شخصوں کے درمیان مقبوض اس طرح ہی کہ ہر ایک
کا حصہ جدا کیا ہوا تقسیم کیا ہوا ہی اور انمیں سے ایک حاضر اور دوسرا غائب ہی تو دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہی کہ دوسرے
شریک کے حصہ میں سکونت کرے اور نہ اُسکو اجارہ پر بدون حکم قاضی دے سکتا ہی ہاں قاضی اگر دیکھے کہ وہ صورتیکہ اسمیں
کوئی نرہیگا یہ خراب ہو جائیگا تو اسکو اجارہ پر دیدے اور اسکی اُجرت اسکے مالک غائب کے واسطے رکھ چھوڑے یہ خزانۃ المفتین
میں ہی ایک مکان دو بھائیوں اور انکی دو بہنوں کے درمیان مشترک ہی اور بھائیوں کی جوروین اور بہنوں کے شوہر موجود
ہیں تو بھائیوں کو اختیار ہی کہ اگر بہنوں کے شوہر انکی جوروں کے ایسے قرابتی رشتہ دار نہوں جنکے ساتھ انکی جوروں کا
نکاح ناجائز ہی تو انکو اندر آنے سے منع کریں۔ اور اگر ایک مکان دو شخصوں میں مشترک ہی جسمیں وہ دونوں رہتے ہیں تو
دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہی کہ دوسرے کو اُسکی حصہ میں تصرف سے منع کرے اسواسطے کہ یہ تصرف اُسکا اپنی چیز میں ہی

اُسکا حق ہی یہ قنیہ میں ہی - ایک کوچہ غیر نافذہ دس آدمیوں میں مشترک ہی جنمیں سے ہر ایک کا اس کوچہ میں مکان
ہی مگر انمیں سے ایک کا مکان دوسرے کوچہ میں ہی جسکا راستہ اس کوچہ میں نہیں ہی تو اُسکو یہ اختیار نہیں ہی کہ اس
کوچہ میں اپنے مکان کا دروازہ پھوڑے چنانچہ شیخ ابو القاسم و شیخ ابو جعفر و فقیہ ابو اللیث رح نے اسی پر فتوی دیا اور
یہی صحیح ہی یہ فتاوے غیاثیہ میں ہی - ایک طاحونہ دو آدمیوں میں مشترک ہی ایک نے اُسکی عمارت میں خرچ کیا تو وہ مفت بطور
احسان خرچ کرنیوالا نہ ہوگا بخلاف اسکے اگر غلام مشترک کو ایک شریک نے نفقہ دیا یا باغ انگور مشترک کا خراج ایک ہی
نے ادا کیا تو مفت احسان کرنے والا ہوگا یہ سراجیہ میں ہی - ایک مکان دو شخصوں میں مشترک ہی جنمیں سے ایک غائب
ہی اور دوسرے نے اسکو کرایہ پر دیدیا اور کرایہ وصول کیا تو جو غائب ہی وہ حاضر ہو کر کہتا ہی کہ انمیں اُسکے ساتھ حصہ
بٹائی کر لے یہ قنیہ میں ہی شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ ایک زمین چند لوگوں کے درمیان مشترک غیر مقسوم ہی بعض نے
اس اراضی میں تھوڑی زمین میں اپنے بیجوں سے زراعت کی اور اسکو ایسے پانی سے سینچا جو ان سب میں مشترک ہی
اور چند سال تک بدون اجازت اپنے شریکوں کے زمین کا اشتراک کیا تو فرمایا کہ اگر عہایات کے بعد اسکو اپنے حصہ میں
اسی قدر حاصل ہوئی ہی اور قبل اسکے یہ سب شریک باری باری کی عہایات کرتے ہوں تو اسپر کچھ ضمان نہ ہوگی اور
مشترک میں اُسکے شریکوں کو استحقاق شرکت بھی حاصل نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہی - اور جو راہن پر واجب ہی اگر اسکو
مرتہن نے بدون اجازت راہن کے ادا کر دیا تو متطوع ہوگا یعنی مفت احسان کرنیوالا ہوگا اور اسی طرح جو مرتہن
پر واجب ہوا اگر راہن نے اسکو اسطرح ادا کیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر دونوں میں سے کسی نے جو دوسرے پر واجب ہوا
ہی دوسرے کی اجازت سے یا قاضی کے حکم سے ادا کیا تو اس سے واپس لے سکتا ہی - اور امام ابو یوسف رح نے امام اعظم رح
سے روایت کی ہی کہ اگر راہن غائب ہوا اور مرتہن نے قاضی کے حکم سے خرچ کیا تو راہن سے یہ خرچہ واپس لیگا اور اگر راہن
حاضر ہو تو واپس نہیں لے سکتا ہی - مگر فتوی اُسپر ہی کہ اگر راہن حاضر ہوا اور اُسنے خرچہ دینے سے انکار کیا پھر قاضی
نے مرتہن کو خرچ کرنے کا حکم دیا پس اُسنے خرچ کیا تو راہن سے واپس لے سکتا ہی اور شرکت کے مسائل اسی قیاس پر
ہونے چاہییں یہ فتاوی قاضی خان میں ہی - امام محمد رح نے جامع میں بیان فرمایا کہ ایک شخص پر دوسرے کے
ہزار درم ہیں اُسنے تیسرے و چوتھے دو شخصوں کو حکم دیا کہ میری طرف سے قرضخواہ کو ہزار درم اُسکا قرضہ جو مجھپر ہی ادا کرو
پس دونوں نے ادا کیے پھر انمیں سے ایک نے حکم دہندہ سے پانسو درم وصول کیے پس اگر دونوں نے اسکو اپنے
مشترک مال سے ادا کیا ہو تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ وصول کرنیوالے سے شرکت کر کے حصہ بانٹ لے اور اگر دونوں
نے مشترک مال سے ادا نہ کیا ہو بایں طور کہ ہر ایک نے جو کچھ دیا ہی وہ حقیقت میں الگ اپنا ذاتی مال لایا تھا مگر ادا
اسطور سے کیا کہ دونوں نے ساتھ ہی ادا کر دیا تو ایسی صورت میں جو ایک نے وصول پایا ہی اُسمیں دوسرا شرکت نہیں کر سکتا
ہی کذا فی المحیط اور اسی طرح اگر دونوں نے ایک ہی صفقہ میں ایک نے اپنا غلام دوسرے نے اپنی باندی کسی کے ہاتھ
فروخت کیے یا دونوں نے اجارہ پر دیے تو بھی جو کچھ وصول ایک کریگا اُسمیں دوسرا شرکت کر سکتا ہی یہ کافی میں ہی اور نیز
جامع میں مذکور ہی کہ اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اُسنے اپنا غلام بعوض دو ہزار درم کے مکاتب کیا ہی
کہ ایک سال میں یہ مال کتابت ادا کرے اور غلام کی قیمت ہزار درم ہی پھر دونوں گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع
کیا تو مولی کو اختیار ہی چاہے ہر دو گواہ سے غلام کی قیمت ہزار درم فی الحال لے لے اور چاہے مکاتب سے بدل کتابت لینا

اختیار کرے کہ وہ ایک سال کی مدت پر دو ہزار درم اُس سے لیگا پھر اگر اُسنے گواہون سے ہزار درم فی الحال لے لیے تو ہزار دو گواہ مذکور بجاے مولی کے بدل کتابت کی ملک مین قائم ہونگے یعنے دو ہزار درم بدل کتابت دونون گواہون کی ملک بجاے مولی کے ہو جاینگے پھر دونون نے مکاتب سے دو ہزار درم وصول کیے تو انمین سے ایک ہزار درم انکو حلال ہین اور باقی ہزار درم صدقہ کردین اور مکاتب آزاد ہو جائیگا اور اُسکی ولاء اُسکے مولی کے واسطے ہوگی پھر اگر مکاتب نے ہزار درم ان دونون گواہون مین سے ایک کو ادا کیے تو آزاد نہ ہوگا اور جو کچھ اُس نے وصول کیا ہے اُسمین دوسرے گواہ کو شرکت کرنے کا بھی اختیار نہ ہوگا خواہ جو مال قیمت گواہون نے مولی کو ادا کیا ہے وہ اپنے مشترک مال سے ادا کیا ہو یا غیر مشترک سے دیا ہو اور یہی حکم بیع کا بھی ہے چنانچہ اگر دو گواہون نے زید پر یہ گواہی دی کہ اسنے غلام اس بکر کے ہاتھ دو ہزار درم کو بوعدہ ایک سال کے فروخت کیا اور غلام کی قیمت ہزار درم ہے اور بکر اسکا مدعی ہے اور زید منکر ہے پس گواہون کی گواہی پر حکم دیدیا گیا پھر دونون گواہون نے اپنی گواہی سے رجوع کر لیا تو مولی یعنے زید کو اختیار ہے چاہے مشتری سے ایک سال کی مدت پر دو ہزار درم اُسکا ثمن لینا اختیار کرے اور چاہے گواہون سے اُسکی قیمت ایک ہزار درم فی الحال لے لے پس اگر زید نے گواہون سے ضمان لینا اختیار کیا تو دونون گواہ بجاے زید کے ملک ثمن مین نہ ملک غلام مین قائم ہونگے پس ان دو ہزار درم ثمن مین سے انکو ایک ہزار درم حلال ہونگے اور باقی ہزار درم صدقہ کردین پھر اگر انمین سے ایک گواہ نے مشتری سے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو اُسکے ساتھ شرکت کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ محیط مین ہے اور اگر مکاتب مذکور ادا ے کتابت سے عاجز ہوگیا اور کتابت فسخ ہوگئی یا بیع فسخ ہوگئی تو جو کچھ مولاے غلام نے گواہون سے بطور ضمان وصول کیا ہے وہ انکو واپس دیگا اور جو کچھ انھون نے مکاتب سے وصول کیا ہے اسکو مولی ان سے واپس لے لیگا یا مشتری اسنے جو ثمن انھون نے وصول کیا ہے واپس لیگا یہ کافی مین ہے دو شخصون مین ایک باندی مشترک تھی جسکو کسی غاصب نے غصب کر کے زید کے ہاتھ فروخت کردیا اور زید نے اسکو ام ولد بنایا یعنی اُس سے بچہ پیدا ہوا پھر نالش ہونے پر قاضی نے دونون مالکون کے واسطے باندی و اسکے عقر و بچے کی قیمت کا معًا حکم دیدیا تو دونون مالکون مین سے ایک جو کچھ وصول کریگا اُسمین دوسرے کو شرکت کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر دونون مین سے ہر ایک کے واسطے الگ الگ حکم حاصل ہوا تو قیمت باندی و عقر مین دونون ایک دوسرے کی شرکت کرسکتے ہین اور بچہ کی قیمت مین نہین کرسکتے ہین چنانچہ اگر دونون مین سے ایک نے بچہ کی قیمت مین سے اپنا حصہ وصول کیا تو دوسرا اُسمین شرکت و بٹائی نہین کرسکتا ہے اور اگر دونون مین سے ایک نے بائع یعنی غاصب سے تاوان لینا اختیار کیا اور دوسرے نے مشتری سے ضمان یعنی قیمت لی تو ایک کے کچھ وصول کیے ہوئے مین دوسرا شریک نہین کرسکتا ہے اور اگر ایک کے واسطے بچہ کی نصف قیمت کا حکم دیا گیا پھر یہ بچہ مرگیا بعد دوسرا شریک حاضر ہوا تو اسکے واسطے کچھ نہ ہوگا اور اگر مشتری کے پاس باندی مرگئی تو مولی کو اختیار ہے چاہے بائع سے باندی کی قیمت تاوان لے اور چاہے مشتری سے لے اور ہر دو صورت مین انکو اختیار ہوگا کہ مشتری سے عقر کی اور بچہ کی قیمت کی ضمان لے۔ اور اسی طرح اگر دونون نے کسی سے ایک مکان خریدا اور اُسمین کچھ عمارت بنائی پھر کسی نے اُس مکان کو اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لیا پھر دونون کے واسطے بائع پر عمارت مذکورہ کی قیمت کا حکم دیا گیا تو جو کچھ ایک وصول کریگا اُسمین دوسرا شرکت کرسکتا ہے اور اگر دونون مین سے ہر ایک مالک کے واسطے علیحدہ علیحدہ حکم دیا گیا تو ایک کے ساتھ دوسرا اُسمین شرکت نہین کرسکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور

امام محمد رح نے جامع مین فرمایا کہ دو شخصون نے ایک شخص سے ایک غلام جسکی قیمت ہزار درم ہی غصب کر لیا پھر اُسکی قیمت
دو ہزار درم ہوگئی پھر ایک اور شخص نے آکر ان دونون سے یہ غلام غصب کر لیا پھر دوسرے غاصب کے پاس مرگیا پھر اس
غلام کا مولی حاضر ہوا تو اسکو اختیار ہوگا چاہے ہر دو غاصب اوّل سے اُسکی قیمت ایک ہزار درم تاوان لے اور
چاہے دوسرے غاصب سے دو ہزار درم تاوان لے پھر اگر اُسنے اولین سے تاوان لینا اختیار کیا تو دونون دوسرے
غاصب سے دو ہزار درم لے لینگے مگر اُسمین سے ایک ہزار درم انکو حلال ہین اور باقی ایک ہزار درم صدقہ کردین اور
اگر ان دونون مین سے ایک نے دوسرے غاصب سے ہزار درم وصول کیے تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ اُسمین اُسکے ساتھ
شرکت کرے اور نیز جامع مین مذکور ہی کہ دو شخصون نے ایک شخص سے ایک غلام غصب کیا پھر اسکو کسی کے ہاتھ فروخت کیا
پھر مشتری کے پاس یہ غلام مرگیا تو مولے کو اختیار ہوگا چاہے دونون غاصبون سے اُسکی ضمان لے اور چاہے مشتری
سے تاوان لے۔ پھر اگر اُس نے دونون غاصبون سے ضمان لی تو انکی بیع تمام ہوگئی اور جو ثمن مشتری سے ملیگا وہ ان دونون
کا ہوگا پھر اگر دونون مین سے ایک نے مشتری سے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو اُسمین مشارکت کا اختیار ہوگا۔ اور اگر مولے
نے ہر دو غاصب مین سے ایک کو پاکر اُس سے نصف قیمت تاوان لے لی تو اسکے حصہ کی بیع تمام ہوجائیگی اور اسکے واسطے
نصف ثمن واجب ہوگا پھر اُس غاصب نے جس نے نصف قیمت تاوان ادا کی ہی مشتری سے کچھ ثمن وصول نہ کیا تھا کہ
مالک نے دوسرے غاصب سے بھی نصف قیمت تاوان لے لی حتی کہ اُسکے حصہ کی بیع بھی نافذ ہوگئی پھر ان دونون
غاصبون مین سے ایک نے مشتری سے اپنا حصہ ثمن وصول کیا تو دوسرے کو اُسمین مشارکت کا اختیار ہوگا۔ اور اگر اُس
غاصب نے جس سے مولے غلام نے پہلے نصف قیمت تاوان لے لی ہی مشتری سے اپنا حصہ ثمن وصول کیا پھر مالک
غلام نے دوسرے غاصب سے بھی نصف قیمت تاوان لے لی حتی کہ اسکے حصہ کی بیع بھی نافذ ہوگئی پھر دوسرے
نے یہ چاہا کہ اوّل نے جو کچھ وصول کیا ہی اُسمین شرکت کرے تو اسکو یہ اختیار نہوگا پھر جب دوسرے کو اوّل کے مقبوضہ
مین شرکت کا اختیار نہ ہوا تو دوسرے کو یہ اختیار ہوگا کہ مشتری کا دامنگیر ہوکر اپنا حصہ ثمن وصول کرلے پھر جب دونون
نے بطریق مذکورہ بالا اپنا اپنا حصہ ثمن مشتری سے وصول کیا پھر اول نے جو وصول کیا ہی اسکو رصاص یا ستوق پایا تو اسکو
اختیار ہوگا چاہے اپنے حصہ ثمن کے واسطے مشتری کا دامنگیر ہو اور چاہے دوسرے نے جو وصول کیا ہی اُسمین شرکت کرے پھر
باقی کے واسطے دونون مشتری مذکور کے دامنگیر ہونگے اور اگر اوّل نے جو وصول کیا ہی اُسکو نبہرہ یا زیوف پایا اور مشتری کو واپس
دیا تو اسکو اختیار نہ ہوگا کہ جو دوسرے نے وصول کیا ہی اُسمین شرکت کرے بلکہ مشتری سے لیگا۔ اور اگر دوسرے نے جو
وصول کیا ہی اُسکو رصاص یا ستوق یا زیوف پاکر مشتری کو واپس دیا تو اسکو اوّل کے مقبوضہ مین شرکت کا اختیار نہوگا یہ
محیط مین ہی۔ اور اگر مکاتب نے کسی کو خطا سے قتل کیا اور مقتول کے دو ولی ہین پس ایک نے اُسکو قاضی کے پاس پیش کیا اور گواہ
قائم کیے اور قاضی نے مکاتب قاتل پر پورے خون کا تاوان یعنے قیمت کا حکم دیدیا کہ اس قاتل کی قیمت اس مقتول کے دونون ولی
لے لین تو جو ولی غائب ہی وہ حاضر کے مقبوضہ مین شرکت کرلیگا اور اگر قاضی نے حاضر کے واسطے نصف قیمت کا حکم دیا اور اُسنے قاتل سے
نصف قیمت وصول کرلی تو اُسمین دوسرا شریک نہوگا۔ اور اگر مقتول دو ہون تو ہر دو ولی مین سے جو کچھ ایک نے وصول کیا
اُسمین دوسرا شریک نہوگا خواہ حکم قضا دونون کے واسطے ساتھ ہی واقع ہوا ہو یا جدا جدا یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر قتل
کرنیوالا مدبر ہو تو دونون ولی اُسکی قیمت مین سے ایک کے وصول کردہ مین شریک ہونگے خواہ حکم قضا دونون کے واسطے

معاً واقع ہوا ہو یا آگے پیچھے اور اگر قتل کرنے والا غلام ہو اور مقتول کے دو ولی ہون اور مولا نے غلام نے یہ اختیار
کیا کہ ایک کو نصف غلام دیدے یا ہر دو ولی میں سے ایک کو اُسکا حصہ قیمت فدیہ غلام میں دیا تو یہی دوسرے کے حق
مین بھی اختیار کرنا ہو جائیگا اور ہر دو آپس ایک کے مقبوضہ مین شریک ہونگے - اور اگر اُسنے دو آدمیون کو قتل کیا پس مولی
نے ایک کے ولی کو نصف غلام دیا یا اُسکے نصف کا فدیہ دیا تو دوسرا اُسمین شریک نہ ہوگا - اور اگر اُسنے عمداً ایک شخص کو قتل کیا
اور مقتول کے دو ولی ہین پس مولے نے ان دونون مین سے ایک کے ساتھ ہزار درم پر صلح کر لی تو اُسمین دوسرا شریک نہوگا
اسواسطے کہ اصل مین دونون کا حق قصاص ہے اور اس قصاص کی تحویل ہزار درم کی طرف بسبب صلح کے ہو گئی اور یہ
مختلف ہے حتی کہ اگر دونون کا اتفاق ہو کر دونون مولا سے قاتل سے صلح کرین تو مقبوضہ صلح مین دونون شریک ہو سکتے
ہین یہ کافی مین ہے - اگر ایک غلام مشترک دو آدمیون کے درمیان ہو اور اسکو دونون مین سے ایک نے دوسرے سے
غصب کر لیا اور کسی مشتری کے ہاتھ اُسکو ہزار درم کو فروخت کر دیا تو اُسکے حصہ کی بیع جائز ہوگی اور اگر ہنوز اُسنے ثمن
وصول نہ کیا ہو یہان تک کہ دوسرے شریک نے اُسکی بیع کی اجازت دیدی تو بائع کو روا ہوگا کہ مشتری سے تمام ثمن
وصول کر لے پھر اگر مشتری سے تھوڑا ثمن وصول کیا تو دونون مین مشترک ہوگا حتے کہ اگر تلف ہو گیا تو دونون کا مال گیا
بخلاف اسکے اگر ہر دو شریک مین سے ایک نے قرضہ مشترک مین سے اپنا حصہ وصول کیا تو اُسکا اپنے حصہ پر قبضہ کرنا صحیح
ہوگا حتی کہ اگر دوسرے کی اُسمین شرکت کرنے سے پہلے وہ قابض کے پاس تلف ہوا تو قابض کا مال گیا یہ محیط مین منتقی سے
منقول ہے - اور اگر زید و عمرو کے مشترک غلام مین سے دونون مین سے ایک کا مثلاً زید کا حصہ خالد نے غصب کر لیا
اور دوسرے شریک کے ساتھ دونون نے اسکو ایک ہی صفقہ مین فروخت کیا پھر زید نے بیع کی اجازت دیدی تو دونون
مین سے جو کچھ ایک وصول کرے اُسمین دوسرا اُسکے ساتھ شریک ہو سکتا ہے اور اگر عمرو کے اپنا حصہ وصول کر لینے کے بعد
زید نے اجازت دی تو عمرو کے مقبوضہ مین شرکت نہین کر سکتا ہے یہ کافی مین ہے اور اسی طرح اگر دو شخصون نے ایک غلام کو
اس شرط پر فروخت کیا کہ دونون کو تین روز تک اختیار ہے پھر دونون مین سے ایک نے بیع کی اجازت
دیدی پھر دوسرے نے اجازت دیدی پھر دونون مین سے ایک نے ثمن مین سے کچھ وصول کیا تو دوسرا اُسمین اُسکا شریک
ہوگا اور اگر جس نے پہلے اجازت دی ہے اپنا حصہ وصول کر لیا پھر دوسرے نے بیع کی اجازت دی تو اول کے مقبوضہ مین
شرکت نہین کر سکتا ہے یہ محیط مین ہے - نوازل مین مذکور ہے کہ شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا ایک نے دوسرے کو مال دیا
کہ اس سے کام کرے برین شرط کہ نفع دونون کے درمیان مساوی ہوگا اور کہا کہ مین اُسپر راضی نہین ہون کہ تو میرے
سوا دوسرے کی شرکت مین کام کرے پھر اگر تو نے میرے سوا دوسرے کی شرکت مین کام کیا تو مین بھی اُسمین سے
حصہ چاہتا ہون پس دونون اس امر پر رضامند ہو گئے پھر جسکو مال دیا ہے اُسنے کسی دوسرے کو مضاربت پر دیا اور مضارب
نے نفع کمایا تو شیخ نے فرمایا کہ رب المال کو جسنے اولاً مال دیا ہے اسکو سوا اپنے مال کے اور مال سے جو دوم نے اپنے مضارب
کو دیا ہے کچھ نفع نہ ملیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے - اور اگر وارثون مین سے ایک نے ترکہ مشترکہ مین تصرف کیا اور نفع کمایا
تو تمام نفع اسی تصرف کرنے والے کا ہوگا یہ فتاوی غیاثیہ مین ہے اور اگر دو شریک مفاوضت مین سے ایک نے ایک شخص
کو ہزار درم کے عوض ایک غلام خریدنے کا وکیل کیا اور اسکو ثمن دیدیا ہے پھر دونون نے عقد مفاوضت کو توڑ دیا اور
ہر ایک نے اُسمین سے اور ایک ایک آدمی سے مفاوضت کر لی پھر وکیل مذکور نے ایک غلام خریدا اور حالیکہ وکیل مذکور کو دونون کی

مفاوضت کا حال معلوم ہو یا نہین معلوم ہو تو یہ خرید خاصۃً اُسکے موکل کے واسطے ہوگی اور پہلے شریک کے واسطے اسمین
سے کچھ نہ ہوگا اسواسطے کہ شریک اوّل کی توکیل اس وکیل پر بسبب مفاوضت کے ضمناً ثابت ہوئی تھی پس جب
متضمن یعنی مفاوضت باطل ہوئی تو جو اُس سے ضمناً ثابت ہوئی تھی یعنی توکیل وہ بھی بلا شرط آگاہی باطل ہوگئی
اسلیے کہ یہ عزل حکمی ہے اور موکل کا اب جو شریک ہے یعنی مفاوض دوم اُسکے واسطے بھی اسمین سے کچھ نہ ہوگا اسواسطے کہ موکل
مذکور کے واسطے اس خریدی چیز یعنی غلام مین جو ملک ثابت ہوئی ہے وہ مفاوضت سے پہلے ایک سبب یعنی توکیل سے ثابت
ہوئی ہے چنانچہ اگر یہ توکیل نہوتی تو موکل مذکور کی ملک اس غلام مین ثابت نہ ہوتی اور یہ قاعدہ ہے کہ ہر دو شریکان مین سے
جب ایک کے واسطے کسی چیز کی ملک ایسے سبب سے ثابت ہو جو شرکت سے پہلے واقع ہوا ہے تو دوسرا شریک اسمین اُسکا
شریک نہوگا جیسے اگر کوئی غلام بائع کے واسطے خیار کی شرط دیکر خریدا پھر مشتری نے کسی سے مفاوضت کرلی پھر بائع نے اپنا
خیار ساقط کیا اور بیع لازم ہوگئی پھر دیا تو شریک کے واسطے اس غلام مین شرکت ثابت نہوگی ولیکن وکیل کو اختیار رہیگا چاہے مال ثمن کے واسطے
اپنے موکل کی طرف رجوع کرے اور چاہے اُسکے شریک سے رجوع کرے پھر شریک اُسکے موکل مذکور سے لے لیگا یہ کافی مین ہے
اور اس مسئلہ مین اگر موکل نے وکیل کو ایک کر گیہون دیے اور کہا کہ اسکے عوض میرے واسطے ایک غلام خریدے اور باقی مسئلہ موافق
مذکورۂ بالا ہے پھر وکیل نے اُس کُر کے مثل کے عوض خریدا تو قیاساً وکیل مذکور خلاف کرنے والا ہوا اور استحساناً مخالف نہوگا
پھر اگر وکیل نے دونون کے مفاوضت توڑ لینے سے آگاہ ہوکر خریدا ہے تو یہ اور اوّل دونون یکسان ہین اور اگر نجانتا تھا تو
غلام مذکور اُسکے موکل اور موکل کے شریک اول کے درمیان مشترک ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور نوازل مین ہے کہ شیخ ابو القاسم سے
دریافت کیا گیا کہ دو آدمیون نے باہم شرکت کی پس ایک نے کام کیا اور دوسرا غائب ہوگیا پھر وہ حاضر آیا تو حاضر نے اسکا حصہ
اسکو دیا پھر حاضر غائب ہوگیا اور غائب نے جو حاضر ہے کام کیا اور نفع کمایا اور غائب ہو جانیوالے کو نفع مین سے اسکا
حصہ دینے سے انکار کیا تو شیخ نے فرمایا کہ اگر دونون کی شرکت بطور صحیح واقع ہوئی اور باہم دونون کے کام کرنے کی شرط کرلی
تھی کہ اکٹھا یا متفرق کام کرین تو جو نفع ان دونون کی تجارت سے حاصل ہو خواہ دونون کے اکٹھا کام کرنے سے یا متفرق کام
کرنے سے وہ سب دونون مین موافق باہمی شرط کے مشترک ہوگا اور نیز شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ دو شخصون نے باہم شرکت
کی اس شرط پر کہ دونون خریدین اور دونون فروخت کرین اور نفع دونون مین نصفا نصف ہوگا اور ہر ایک کیواسطے ایسے درم
ہین جو اس تجارت سے علاوہ ہین پھر ایک شریک نے دوسرے سے کہا کہ ہم مال تقسیم کرینگے اور شرکت توڑینگے اسواسطے کہ مجھے
اسمین کچھ منفعت نہین ہے پھر اُسنے متاع کا بٹوارہ کرلیا پھر دونون مین سے ایک نے اپنا حصہ پورا دوسرے کے ہاتھ فروخت
کردیا اور کچھ درم وصول کرلیے اور کام شروع کردیا اور دونون نے باہم یہ نہ کہا کہ ہم دونون الگ ہوگئے تو شیخ نے فرمایا کہ پہلا
کلام کہ ہم شرکت کو قطع کرینگے اس پچھلی بیع کے ساتھ قطع شرکت ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ دو شخصون نے کپڑے کے سوت مین
اس طرح شرکت کی کہ ایک کا تانا اور دوسرے کا بانا ہو پس دونون نے کپڑا بنا تو یہ کپڑا دونون مین بحساب قیمت تانے و بانے
کے مشترک ہوگا یہ محیط مین ہے اور شیخ خجندی نے فرمایا کہ باپ کو اور وصی کو روا ہے کہ طفل صغیر کے مال کو اپنے مال کے ساتھ
شرکت مین لاوین اور اگر صغیر کا راس المال بہ نسبت اسکے راس المال کے زائد ہو اور نفع مین مساوات وغیرہ شرط کی پس
اگر گواہ کرلیے تو نفع دونون مین موافق شرط کے ہوگا اور اگر گواہ نہ کرلیے ہوں تو نفع مشروط فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ باپ یا وصی
کو حلال ہوگا ولیکن قاضی اسکے قول کی تصدیق نکریگا بلکہ نفع کو بمقدار راس المال قرار دیگا یہ سراج وہاج مین ہے منتقی مین امام

ابو یوسفؒ سے روایت ہی کہ اگر مفاوض نے کسی کو ہبہ کیا تو جائز نہیں ہی اور اُسکے شریک کو اختیار ہوگا کہ موہوب لہ سے نصف
مال ہبہ واپس لے لے پھر جب لے لیا تو یہ دونوں شریکوں میں نصفا نصف ہوگا اور جو باقی رہگیا ہی اُسکا ہبہ بھی ٹوٹ جائیگا
اور دونوں کی طرف نصفا نصف واپس آ دیگا اور کبھی منتقی میں مذکور ہی کہ اگر دو شریک عنان میں سے ایک خرید فروخت کیا
کرتا تھا پس اُسنے کچھ قرضہ کر لیا پھر دوسرے نے شرکت کو توڑ کر نصف متاع وصول کر لینی چاہی اور کہا کہ جب تجھ سے قرضہ لیا جاو
تب تو مجھسے واپس لینا تو اُسکو یہ اختیار نہیں ہی یہ محیط میں ہی ایک نے باغ انگور کے پھل خرید ے پھر دوسرے سے
کہا کہ میں نے تجھے اسمیں تہائی کا شریک کیا پس اگر پھلوں کے اور اک سے پہلے ایسا کیا تو یہ فاسد ہی یہ قنیہ میں ہی۔ اور اگر زید نے
عمرو سے کہا کہ تو مجھے ہزار درم قرضہ دے کہ میں اُس سے تجارت کرونگا اور نفع میرے تیرے درمیان مشترک
ہوگا پس عمرو نے اسکو ہزار درم قرضہ دیے اور زید نے تجارت کر کے نفع کمایا تو تمام نفع زید کا ہوگا اور عمرو کے واسطے اسمیں کچھ
شرکت نہوگی یہ ذخیرہ میں ہی شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ زید نے عمرو سے سو دینار قرض لیے پھر قبضہ کر کے عمرو کو
دیے پھر عمرو نے سو دینار اور نکالے اور دونوں مالوں کو خلط کر دیا پھر زید سے کہا کہ یہ مال لیجا اور اُس سے شرکت پر تجارت کر
پس زید نے ایسا ہی کیا اور نفع اُٹھایا تو شیخ نے فرمایا کہ یہ محتمل و ناقص ہی شرط زائد ہونا ضرور ہی تاکہ شرکت صحیح ہو وے اور
نیز شیخ سے دریافت کیا گیا کہ زید نے عمرو کے پاس گیہوں ودیعت رکھے اور کہا کہ یہ گیہوں تو اپنے گیہوں میں ملا دے پھر انکو کھتے
میں بھر دے پس عمرو نے ایسا کیا اور دفن کر دیا پھر اسمیں سے دو تہائی چوری گئے پھر زید آیا اور عمرو نے اسکو
بقیہ گیہوں دیدیے پھر اسکے بعد عمرو نے دعوی کیا کہ اس گیہوں میں سے مجھے میرا حصہ دیدے تو شیخ نے فرمایا کہ یہ دعوی کر سکتا
ہی اسواسطے کہ جب زید کے حکم سے اُسنے خلط کیے پھر وہ چوری گئے تو جسقدر چوری گئے ہیں وہ دونوں کے حصوں سے شرکت
پر گئے یہ تاتارخانیہ میں ہی۔ اگر دو شخصوں کے درمیان ایک من گیہوں مشترک ہوں اور ایک من جو مشترک ہوں اور
دونوں میں سے کسی نے دوسرے کو اُسکے بیچ کی اجازت نہ دی پھر دونوں میں سے ایک نے ایک جانور مستعار لیا تاکہ
اُسپر گیہوں لا دیجاوے پھر بغیر اُسکے حکم کے دوسرے نے اُسپر جو لا دے تو یہ لادنے والا اُس جانور کا اور اپنے
شریک کے حصہ شعیر کا ضامن ہوگا اور یہ ویسا نہیں ہی جیسے شریک عنان یا شریک مفاوض میں مذکور ہوا ہی یہ مبسوط
میں ہی۔ اور فتاوی میں مذکور ہی کہ شیخ ابوبکر سے دریافت کیا گیا کہ دو شریکوں میں سے ایک مجنون ہو گیا اور دوسرے
نے مال سے تجارت کر کے نفع اُٹھایا یا کمی پائی تو فرمایا کہ شرکت دونوں میں قائم ہی یہانتک کہ جنون کا مطبق ہونا اُسپر ثابت
ہو وے پھر جب یہ حکم اسپر دیا گیا تو دونوں میں شرکت فسخ ہو جائیگی پھر جب اسکے بعد اُسنے مال سے کام کیا تو پورا نفع کام کرنیوالے
کا اور سب گھٹی اسی پر ہوگی اور یہ مثل مال مجنون کے غصب کرنے کے ہی پس شریک مذکور کو اپنے حصہ مال کا نفع حلال
ہوگا اور مال مجنون کے حصہ کا نفع اسکو حلال نہ ہوگا پس اسکو صدقہ کر دے یہ محیط میں ہی۔ اور شریک کے قبضہ میں جو اُسکے
شریک کا مال ہو اُسپر اسکا قبضہ امانت کا قبضہ ہوگا پس اگر اُسنے دعوی کیا کہ میں نے شریک کو دیا ہی اور شریک نے
انکار کیا تو قسم لیجائیگی اور رب المال و مضارب دونوں کا بھی یہی حال ہی یہ بزازیہ میں ہی۔ اور اگر شریک قابض نے
اپنے شریک کی موت کے بعد دعوی کیا کہ میں نے اسکو دیدیا ہی تو بحر الرائق میں فرمایا کہ ولوالجیہ کی کتاب الوکالت سے
ظاہر ہوتا ہی کہ اسمیں بھی وہی حکم ہی۔ اور فرمایا کہ دو صورتیں واقع ہوئیں اوّل یہ کہ شریک نے دوسرے کو اُدھار فروخت
کرنے سے منع کیا تھا مگر شریک نے اُدھار فروخت کیا تو میں نے اسکے جواب میں کہا کہ بائع کے حصہ کی بیع نافذ ہوئی اور

حصہ شریک کی بیع متوقف ہے پس اگر اُسنے بھی اجازت دی تو نفع دونون مین تقسیم ہوگا - دوئم یہ کہ شریک نے دوسرے
شریک کو مال باہر لیجانے سے منع کیا تھا پھر وہ لے گیا اور نفع کمالایا تو مین نے جواب دیا کہ وہ حصہ شریک کا بسبب
باہر نکال لیجانے کے غاصب ہوا پس چاہیے کہ نفع مذکور دونون مین موافق شرط کے مشترک نہو انتہی اور اسکا مقتضا
فساد شرکت ہی اور اسکو بھی قبضہ شریک کی امانت ہونے پر تفریع کیا ہی یہ فتاوی تاری الہدایہ مین ہے - اور
شیخ سے سوال کیا گیا کہ اپنے شریک سے یا مضارب سے جو اُسنے فروخت کیا اور صرف کیا ہی اُسکا حساب مانگا پس اُسنے کہا کہ
مجھے نہین معلوم ہی پس آیا محاسبہ مذکور اُسپر لازم کیا جائیگا تو فرمایا کہ مقدار نفع و نقصان مین قسم کے ساتھ شریک یا مضارب
کا قول قبول ہوگا اور اُسپر یہ لازم نہ کیا جائیگا کہ تمام مفصل ذکر کرے اور ضائع ہونے اور شریک کو واپس دینے مین بھی
اُسکا قول قبول ہوگا یہ نہر الفائق مین ہی - شریک نے کہا کہ مین نے دس نفع کمائے پھر کہا کہ نہین بلکہ تین نفع کمائے تو دوسرے
کو اختیار ہوگا کہ اُس سے قسم لے کہ دس نفع نہین کمائے ہین یہ قنیہ مین ہی - اور ناطفی رح نے ذکر فرمایا کہ جملہ امانات تجہیل کے
ساتھ بدون بیان چھوڑ کر مرجانے سے مستاب ہو کر مضمونات ہو جاتے ہین سوا تین صورتون کے اوّل یہ کہ متولی مسجد
نے اگر حاصلات جو مسجد کے واسطے ہی وصول کی اور بدون بیان کے مرگیا تو ضامن نہ ہوگا - دوئم یہ کہ اگر سلطان جہاد کے واسطے
نکلا اور لشکریون نے غنیمت حاصل کی اور سلطان نے کچھ غنیمت بعضے لشکریون کے پاس ودیعت رکھی پھر سلطان مرگیا اور یہ
بیان نہ کیا کہ کس کے پاس ودیعت رکھی ہی تو ضامن نہ ہوگا - سوئم آنکہ قاضی نے اگر مال یتیم حفاظت کے واسطے لیکر کسی کے پاس
ودیعت رکھا پھر مرگیا اور یہ بیان نہ کیا کہ کس کے پاس ودیعت رکھا ہی تو اُسپر ضمان نہین ہی - اور اگر دو متفاوضین مین
سے ایک کے پاس مال شرکت ہو اور وہ مرگیا اور اس مال کا حال جو اُسکے پاس تھا بیان نہ کیا تو بعض فقہا نے ذکر کیا ہی
کہ وہ ضامن نہوگا اور اصل کی کتاب الشرکۃ کا حوالہ دیا ہی حالانکہ یہ غلط ہی بلکہ صحیح یہ ہی کہ وہ اپنے شریک کے حصہ کا
ضامن ہوگا کذا فی فتاوی قاضیخان فی الوقف اور اسی سے ظاہر ہو گیا کہ جو فتح القدیر و دیگر فتاوی مین مذکور ہی وہ ضعیف
ہی اور صحیح یہی ہی کہ شریک اس تجہیل کے ساتھ مرنے سے ضامن ہوگا خواہ شرکت عنان ہو یا مفاوضہ ہو یہ بحر الرائق مین مذکور
ہی - اگر شریک مرگیا اور مال شرکت لوگون پر قرضہ ہی اور اسکو بیان نہ کیا بلکہ مجہول چھوڑ کر مرگیا تو ضامن ہوگا جیسے مال عین
کو مجہول چھوڑ کر مرجانے مین ضامن ہوتا ہی یہ قنیہ مین ہی - اگر شریک مفاوض نے ایک شخص سے ایک مال عین بعوض ہزار درم
کے خریدا اور ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع مذکور مشتری کے دوسرے شریک سے ملا جسنے بائع سے بھی مال مذکور بعوض ڈیڑھ ہزار
درم کے خریدا تو خرید یہی دوسری ہوگی اور اوّل خرید ٹوٹ جائیگی اور ہر دو متفاوض بمنزلہ شخص واحد کے ہین یہ محیط مین
ہی - دو شخصون نے ایک غلام بعوض ہزار درم کے خریدا اور دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے کی طرف سے کفالت کرلی تو
جب تک دونون مین سے کوئی نصف سے زائد ادا نہ کرے تب تک دوسرے سے رجوع نہین کرسکتا ہی - دو شخصون نے ایک
شخص کی طرف سے مال کی کفالت اس شرط سے کی کہ دونون مین سے ہر ایک شخص دوسرے کی طرف سے کفیل ہی یعنی
دونون مین سے ہر ایک نے اصیل کی طرف سے پورے مال کی کفالت کرلی پھر اپنے ساتھی کفیل کی طرف سے بھی کفالت
کرلی پس دونون مین سے جو کچھ دوسرا ادا کریگا اُسکا نصف دوسرے کفیل سے واپس لے سکتا ہی اور ادا کرنے والے
کو یہ بھی اختیار ہی کہ چاہے اصیل سے جو کچھ ادا کیا ہی سب واپس لے اور اگر رب المال نے یعنی طالب مال نے دونون
مین سے ایک کو بری کردیا تو دوسرا پورے مال کے واسطے ماخوذ ہوسکتا ہی بسبب آنکہ اصیل کی طرف سے بھی اُسنے کفالت کی ہی

دو مکاتب ہیں کہ دونوں ایک ہی کتابت میں مکاتب ہوئے ہیں ان دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کی طرف سے پورے مال کی کفالت کر لی تو جو کچھ دونوں میں سے ایک ادا کرے اسکا نصف دوسرے سے واپس لے سکتا ہے۔ اور اگر دونوں نے کچھ ادا نہ کیا ہو یہانتک کہ مولی نے دونوں میں سے ایک کو آزاد کر دیا تو عتق جائز ہے اور نصف مال کتابت سے دونوں بری ہو جائینگے اور حصہ باقی کے واسطے مولی کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جس سے چاہے مواخذہ کرے اس لیے کہ آزاد شدہ سے بحکم کفالت کے اور دوسرے سے بحکم اصالت کے مواخذہ کرسکتا ہے پس اگر مولے نے آزاد شدہ سے لے لیا تو وہ دوسرے سے واپس لیگا اور اگر دوسرے سے لیا تو وہ آزاد شدہ سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ جامع صغیر میں ہے۔ اگر جانور مشترک علیل ہوگیا اور دونوں شریک میں سے ایک غائب ہے اور بیطاروں نے کہا کہ اسکو داغ دینا ضرور ہے پس حاضر نے اسکو داغ دلایا پھر وہ مر گیا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر ان دونوں کی مشترک متاع کسی جانور پر لدی ہوئی ہو پس راستہ میں یہ جانور گر گیا پس ایک نے دوسرے کی غیبت میں ایک جانور اس خوف سے کرایہ کر لیا کہ متاع تلف نہو جاوے یا ناقص نہو جاوے تو جائز ہے اور جو کچھ کرایہ ہووے اسکا حصہ شریک سے نہیں لے لیگا یہ قنیہ میں ہے۔ اور اگر دو شریکوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ باندی خاص اپنے واسطے خریدوں پس شریک خاموش ہو رہا پھر اسنے وہ باندی خریدی تو اسی کے واسطے خاص نہو گی جب تک کہ شریک نے یہ نہ کہا ہو کہ اچھا یہ خلاصہ میں ہے۔ منتقی میں لکھا ہے کہ اگر دو شخصوں نے شرکت کر لی کام کرنے میں اس شرط پر کہ انمیں سے ایک کے واسطے دس درم ماہواری ہونگے جو مال شرکت سے نہیں ہیں تو شرط باطل اور شرکت جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر شرکت مفاوضہ میں ایک شریک پر کام کرنا شرط کیا گیا ہو تو شرکت باطل ہے یہ تہذیب میں ہے۔ اور دونوں شریک عنان میں سے اگر ایک نے کسی شخص پر اپنی دونوں کی شرکت کی کسی چیز کا دعوی کیا اور مدعا علیہ قسم کھا گیا تو دوسرے شریک کو مدعا علیہ سے دوبارہ قسم لینے کا اختیار نہ ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ عیون میں لکھا ہے کہ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ اگر ایک مفاوض نے کسی سے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع اسکے دوسرے شریک سے ملا اور غلام اس سے ڈیڑھ ہزار درم پر اجارہ پر لیا تو اجارہ جائز ہے اور پہلی خرید ٹوٹ جائیگی خواہ غلام کو شناخت کیا ہو یا نہیں یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

کتاب الوقف

اسمین چودہ باب ہیں

باب اول۔ وقف کی تعریف ورکن وسبب وحکم وشرائط کے بیان میں اور جن الفاظ سے وقف پورا ہو جاتا ہے اور جن سے پورا نہیں ہوتا ہے انکے بیان میں۔ امام اعظم رح کے نزدیک وقف شرع میں حبس کرنا مال عین کا ملک وقف کنندہ پر اور تصدق کرنا اسکی منفعت کا فقیروں پر یا اور کسی وجہ خیر پر اور یہ بمنزلہ عواری کے ہے کذا فی الکافی پس یہ لازم نہوگا کہ اس سے رجوع نہ کر سکے بلکہ وقف کنندہ کو اختیار ہوگا کہ وقف سے رجوع کرے اور اس مال کو فروخت کرے یہ مضمرات میں ہے اور کسی طریقہ سے سواے دو طریقوں کے وقف لازم نہیں ہو جاتا ہے۔ اور وہ دو طریقے یہ ہیں اول آنکہ کوئی قاضی اسکے لازم ہو جانے کا حکم دیدے اور دوم آنکہ خارج بمخرج وصیت ہو پس یوں کہے کہ میں نے اپنے اس دار کی آمدنی کی وصیت کر دی تو اسی صورت میں وقف لازم ہوگا یہ نہایہ میں ہے۔ اور صاحبین رح کے نزدیک شرع میں وقف یہ ہے کہ مال عین کا حبس کرنا

ملک اللہ تعالیٰ پر اسی وجہ سے کہ اس مال عین کی منفعت بندوں کی طرف عود کرتی رہے پس صاحبین رح کے موافق وقف
لازم ہوتا ہے اور مال وقف فروخت وہبہ نہیں کیا جا سکتا اور نہ وہ میراث ہو سکتا ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور عیون و یتیمہ
میں مذکور ہے کہ فتوی صاحبین رح کے قول پر ہے یہ شرح نقایہ شیخ ابو المکارم میں ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک وقف کرنے والے
کی ملک مال وقف سے قاضی کے حکم سے زائل ہو جاتی ہے پس لازم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ وقف کرنے والا متولی کو مال
وقف سپرد کر دے پھر یہ حجت کرے کہ وقف لازم نہیں ہوا ہے وقف سے رجوع کرے پس قاضی اسکے لازم ہونے کا حکم دیدے
پس یہ وقف بالاتفاق لازم ہو جائیگا اگر وقف کنندہ اور متولی نے کسی کو حکم مقرر کیا اور حکم نے وقف کے لازم ہونے
کا حکم دیدیا تو صحیح یہ ہے کہ حکم کے حکم سے اختلاف مذکور مرتفع نہ ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر وقف کرنے والے کو اپنے
وقف کے باطل کیے جانے کا خوف ہوا اور اسکو قاضی سے حکم لزوم حاصل کرنا میسر نہوا تو وقفنامہ میں تحریر کر دے کہ اگر
اس وقف کو کوئی قاضی یا کوئی والی باطل کر دے تو یہ اراضی بتمام اصل اراضی مذکور مع تمام اس چیز کے جو اسمیں ہے میری
طرف سے وصیت ہے کہ فروخت کیا جاوے اور اسکا ثمن فقیروں پر تقسیم کیا جاوے جبکہ مثلاً کسی نے ایسا کیا پھر ایسی صورت میں
وارث کو قاضی کے پاس مرافعہ کرنا اور وقف کا ابطال کرنا کچھ مفید نہ ہوگا اور وصیت تعلیق بالشرط کو محتمل ہے یہ خلاصہ
میں ہے۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہ جو ہمارے زمانہ میں رسم جاری ہوئی ہے کہ لوگ وقفنامہ میں فروخت کرنیوالے
کا اقرار اسطرح تحریر کرتے ہیں کہ قاضیوں میں سے ایک قاضی نے اس وقف کے لازم ہونے کا حکم دیدیا ہے تو یہ کچھ نہیں ہے
اور بعض متاخرین مشائخ نے کہا کہ جب آخر وقفنامہ میں یوں تحریر کیا کہ اس وقف کے صحیح ہونے اور لازم ہونے کا
قاضیان اسلام میں سے ایک قاضی نے حکم دیدیا ہے اور قاضی کا نام نہ لیا تو جائز ہے اور مولانا رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ
صحیح وہی ہے جو شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ وقف کی تعلیق بموت سے وقف
کرنے والے کی ملک اس سے زائل نہوگی مگر وہ بالاجماع لازم ہو جائیگا ولیکن امام اعظم رح کے نزدیک اصل مال عین کا رقبہ وقف
کرنیوالے کی ملک یا اسکے وارثوں کی ملک رہیگا اور صاحبین رح کے نزدیک وہ دونوں میں سے کسی کی ملک نہوگا جیسے اعتاق و مسجد
میں ہوتا ہے یہ کفایہ میں ہے۔ اور اگر وقف کو اپنی موت پر معلق کیا بایں طور کہ کہا کہ جس وقت میں مرا تو میں نے اپنا مکان
ان وجوہ خیر پر معلق کیا پھر مر گیا تو وقف صحیح ہوا پس اگر اسکے ترکہ کی تہائی ہوا یا تہائی سے برآمد ہوا تو لازم ہوگیا اور اگر
تہائی سے برآمد نہوا تو بقدر تہائی کے جائز ہوا اور باقی ابھی باقی رہیگا یہانتک کہ میت کا کچھ اور مال ظاہر ہو یا وارث
لوگ اجازت دیدیں پھر اگر میت کا کچھ اور مال ظاہر نہوا اور نہ وارثوں نے اجازت دی تو اسکا غلہ تین تہائی تقسیم ہوگا
جسمیں سے ایک تہائی واسطے وقف کے اور باقی دو تہائی وارثوں کے واسطے اور اگر ایسی حالت میں اپنی موت پر معلق
کر کے وقف کیا کہ جب وہ مرض الموت کا مریض تھا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اسنے حالت مرض الموت میں وقف تنجیزی کر دیا
یعنی اسکو اپنی موت پر معلق نہ رکھا بلکہ کہا کہ میں نے ابھی اسکو وقف کر دیا تو امام طحاوی کے بیان سے معلوم ہوتا
ہے کہ یہ بمنزلہ تعلیق بموت کے ہے اور صحیح یہ ہے کہ امام اعظم رح کے نزدیک یہ وقف بمنزلہ حالت صحت کے وقف تنجیزی کے
ہے پس لازم ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک تہائی سے لازم ہوگا یہ تبیین میں ہے پھر واضح ہو کہ جب صاحبین رح کے نزدیک
ملک زائل ہو جاتی ہے تو دونوں میں یہ اختلاف ہے کہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک فقط قول سے زائل ہو جاتی ہے اور یہی امام شافعی
و امام مالک و امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور یہی اکثر اہل علم کا قول ہے اور مشائخ بلخ اسی پر ہیں اور قنیہ میں لکھا ہے کہ اسی پر

فتوی ہو کذا فی فتح القدیر اور سراج وہاج مین بھی ہو کہ اسی پر فتوے ہو اور امام محمد رح نے فرمایا کہ جبتک وقف کرکے اُسکا
متولی کرکے اُسکے سپرد نہ کردے تب تک ملک زائل نہین ہوتی ہو اور اسی پر فتوی ہو یہ سراجیہ مین ہو اور خلاصہ مین لکھا
ہو کہ امام محمد رح کے قول پر فتوی دیا جائے پس امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق مشاع یعنی غیر مقسوم و مفرز کا وقف
صحیح ہو اور امام محمد رح کے نزدیک صحیح نہ ہوگا اور اسی طرح وقف کی ولایت یعنی متولی ہونا اپنی ذات کے واسطے شرط کرنا
امام ابو یوسف رح کے نزدیک صحیح ہو اور یہی ظاہر المذہب ہو اور امام محمد رح کے نزدیک نہین صحیح ہو اور اسیطرح واقف کا شرط
کرنا کہ جب چاہے دوسری اراضی سے استبدال کرے امام ابو یوسف رح کے نزدیک استحسانًا صحیح ہو یہ خلاصہ مین ہو۔ اور
اسی پر فتوی ہو یہ شرح نقایہ ابو المکارم مین ہو۔ اور جب امام اعظم رح کے قول کے موافق بعد حکم قاضی کے اور امام ابو یوسف رح
کے موافق مجرد وقف کرنے سے اور امام محمد رح کے قول کے موافق وقف کرنے اور متولی کے سپرد کرنے کے بعد یہ زمین وقف
کرنے والے کی ملک سے نکل گئی تو جسپر وقف کی گئی ہو اُسکی ملک مین داخل نہو جائیگی کذا فی الکافی اور یہی مختار ہو یہ
فتح القدیر مین ہو۔ اور وقف کا رکن وہی الفاظ خاصہ ہین جو وقف پر دلالت کرین یہ بحر الرائق مین ہو۔ اور سبب وقف
خواہش تقرب بجناب باری عز و جل ہو یہ عنایہ مین ہو۔ اور رہا حکم وقف کا سو صاحبین رح کے نزدیک یہ ہو کہ وقف کا مال
عین اپنے وقف کرنے والے کی ملک سے خارج ہو کر اللہ تعالیٰ کی ملک حقیقی مین داخل ہوتا ہو اور امام اعظم رح کے نزدیک وقف کا حکم
مال عین کا محبوس ہونا اُسکے وقف کنندہ کی ملک پر اسطرح سے کہ ایک ملک سے دوسری ملک مین منتقل نہ ہوسکے اور غلہ معدومہ
کا صدقہ ہونا مبشر طیکہ وقف صحیح ہو باین طور کہ اُسنے کہا کہ مین نے اپنی یہ اراضی صدقہ موقوفہ موبدہ کردی یا مین نے
اپنی موت کے بعد کے واسطے اُسکی وصیت کردی پس یہ وقف صحیح ہو حتی کہ اسکی بیع کا مالک نہین ہو اور نہ اُسکی میراث ہو سکتا ہو و
لیکن یہ دیکھا جائیگا کہ اگر اُسکے تہائی ترکہ سے بر آمد ہوا تو جائز ہو اور وقف انہین بقدر تہائی کے ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔
اور سببے شرائط وقف پس از انجملہ وقف کنندہ کا عاقل ہونا چاہیئے یعنی سمجھتا ہو کہ وقف سے ایسا ہوتا ہو اور بالغ ہونا چاہیئے
پس طفل و مجنون کا وقف صحیح نہین ہو یہ بدائع مین ہو اگر ایسے طفل نے جو تصرفات سے ممنوع ہو اپنی اراضی وقف کی تو
فقیہ ابوبکر نے فرمایا کہ اُسکا وقف باطل ہو الا آنکہ باجازت قاضی ہوا اور فقیہ ابو القاسم نے فرمایا کہ اسکا وقف ہر طرح
باطل ہو اگرچہ قاضی نے اسکو اجازت دی ہو اسواسطے کہ تبرع ہو یہ محیط مین ہو۔ از انجملہ آزادی ہو کہ وقف کنندہ آزاد ہو
مسلمان ہونا کچھ شرط نہین ہو اور اگر ذمی نے اپنے فرزند اور اُسکی نسل پر وقف کیا اور آخر مین مساکین کو داخل کیا
تو جائز ہو کہ مسلمان مسکینون و ذمی مسکینون کو دیا جاوے اور اگر اُسنے وقف مین ذمی مسکینون کی تخصیص کردی ہو تو
جائز ہو اور نصرانی و یہودی و مجوسی سب مسکینون پر بانٹا جائیگا الا اگر اُسنے انمین سے کسی صنف کی خصوصیت کردی ہو تو
اسی صنف کے مسکینون کو تقسیم ہوگا۔ پھر اگر قیم نے ان مسکینون کے سوا دوسرون کو دیا تو ضامن ہوگا اگرچہ ہمارا قول
ہو کہ کفر سب ایک ملت ہو۔ اور اگر اُسنے اپنی اولاد و اُسکی نسل پر پھر فقیرون کے واسطے وقف کیا اس شرط سے کہ جو اُسکی
اولاد سے مسلمان ہو جاوے وہ خارج از صدقہ ہو تو اُسکی شرط معتبر لازم ہوگی اور اسی طرح اگر یہ کہا کہ جو نصرانیہ سے کسی
دوسری ملت کی طرف منتقل ہو جائے تو بھی اُسکی شرط معتبر ہوگی چنانچہ امام خصاف نے صاف صریح اسکو بیان فرمایا
ہو یہ فتح القدیر مین ہو۔ فتاوے ابو اللیث رح مین مذکور ہو کہ ایک نصرانی نے اپنی زمین اپنی اولاد و اولاد اولاد کے واسطے نسلاً بعد نسل
ہمیشہ کے واسطے وقف کی اور آخر مین واسطے فقیرون کے کردی جیسے کہ رسم ہو پھر اسکی اولاد مین سے بعض مسلمان ہوگئے

تو انکو بھی دیا جائیگا یہ محیط میں ہے - ازانجملہ یہ ہے کہ فی ذاتہ قربت ہو اور وقت تصرف کے قربت ہو پس اگر
مسلمان یا ذمی نے بیعہ یا کنیسہ پر یا حربی فقیروں پر وقف کیا تو نہیں صحیح ہے یہ نہر الفائق میں ہے - اور اگر ذمی نے اپنا
گھر کسی بیعہ یا کنیسہ یا آتشخانہ پر وقف کیا تو یہ باطل ہے کذا فی المحیط اور اسی طرح اگر اسکی درستی یا اسکے چراغ کے تیل کے واسطے وقف
کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ بیت المقدس کی درستی یا اسکی روشنی کے واسطے وقف کیا تو جائز ہے اور اگر کہا کہ اسکی آمدنی سے ہر سال
غلام خرید کر آزاد کیے جاویں تو اسکی شرط کے موافق جائز ہے یہ حاوی میں ہے اور اگر کہا کہ اسکا غلہ فلاں بیعہ پر جاری کیا جاوے
پھر اگر وہ بیعہ خراب ہو جاوے تو اسکا غلہ فقیروں و مسکینوں کے واسطے ہووے تو اسکی آمدنی فقیروں و مسکینوں پر جاری
رکھی جائیگی اور بیعہ مذکورہ پر کچھ خرچ نہ کیا جائیگا یہ محیط میں ہے - اور اگر اسنے کہا کہ ابواب خیر پر وقف کیا تو ابواب خیر اسکے
نزدیک بیعوں کی عمارت یا آتشخانہ کی تعمیر اور مسکینوں پر صدقہ کرنا ہے پس انمیں سے مسکینوں پر صدقہ کرنا جاری رہیگا
اور باقی باطل کیے جاوینگے یہ حاوی میں ہے - اور اگر اسنے کہا کہ آمدنی اسکی میرے پڑوسیوں کو بانٹ دیجاوے اور اسکے
پڑوسیوں میں مسلمان و یہودی و نصرانی و مجوسی ہیں اور آخر میں واسطے فقیروں کے کر دیا ہے تو وقف جائز ہے اور اسکی آمدنی
اسکے پڑوسی مسلمان و نصاری وغیرہ سب پر بانٹ دیجائیگی - اور اگر ذمی نے کہا کہ اسکی آمدنی میتوں کے کفنوں یا انکی
قبریں کھودنے میں صرف کیجاوے تو یہ جائز ہے اور اسکی آمدنی انھیں میں سے فقیروں کے کفنوں اور انکے فقیر مردوں کی
قبریں کھودنے میں صرف کیجائیگی یہ محیط میں ہے - اور اگر کسی ذمی نے اپنا دار مسلمانوں کے واسطے مسجد کر دیا اور مثل مسلمانوں کے
عمارت مسجد کی اسکی عمارت بنائی اور مسلمانوں کو اسمیں نماز پڑھنے کی اجازت دی پس انہوں نے نماز پڑھی پھر مر گیا تو یہ مکان اسکے
وارثوں کے واسطے میراث ہوگا اور یہ کل اماموں کا قول ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے - اور اگر کسی ذمی نے اپنا مکان بیعہ
یا کنیسہ یا آتشخانہ کر دیا اور یہ اپنی صحت میں کیا پھر مر گیا تو یہ اسکے وارثوں کی میراث ہو جائیگا ایسا ہی خصاف نے اپنے وقف
میں اور ایسا ہی امام محمد رح نے زیادات میں ذکر فرمایا ہے یہ محیط میں ہے - اور اگر کوئی حربی امان لیکر دار الاسلام میں آیا
اور یہاں اسنے کچھ وقف کیا تو اسمیں سے اسی قدر جائز ہوگا جو ذمیوں سے جائز ہوتا ہے یہ حاوی میں ہے - ازانجملہ یہ ہے
کہ وقف کرنے کے وقت وقف کرنے والے کی ملک ہو حتی کہ اگر کوئی اراضی غصب کر کے وقف کر دی پھر اسکے مالک سے
اسکو خرید لیا اور بخش دیا یا جو دیا ہے اسپر مالک سے صلح کر لی تو یہ اراضی وقف نہ ہوگی یہ بحر الرائق میں ہے اگر زید نے
عمرو کی اراضی کسی کار خیر میں جو بیان کر دیا ہے وقف کر دی پھر اس زمین کا مالک ہو گیا تو وقف جائز نہ ہوا اور اگر مالک نے
اجازت دیدی تو ہمارے نزدیک وقف ہو گیا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور اگر زید نے عمرو کے واسطے ایک اراضی
کی وصیت کی پس عمرو نے اسکو فی الحال وقف کر دیا پھر اسکے بعد زید مر گیا تو یہ زمین وقف نہ ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے - اور اگر کوئی
زمین خریدی بدین شرط کہ بائع کو بیع میں خیار ہے پھر اسکو وقف کر دیا پھر بائع نے بیع کو پورا کر دیا اور اجازت دیدی تو
وقف جائز نہ ہوا یہ بحر الرائق میں ہے - اور اگر زمین اس شرط سے کہ مجھے خیار رہیگا ہے خرید کر وقف کر دی پھر اپنا خیار
ساقط کر کے بیع لازم کی تو وقف صحیح ہے اور اگر کسی نے دوسرے کو اراضی ہبہ کی اور جسکو ہبہ کی ہے اسنے اسپر قبضہ کرنے سے پہلے
اسکو وقف کیا پھر اسپر قبضہ کیا تو وقف صحیح نہیں ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کسی کو بطور ہبہ فاسدہ کے اراضی ہبہ کی گئی
پس اسنے قبضہ کر کے وقف کر دی تو صحیح ہے اور اسپر اسکی قیمت واجب ہوگی یہ بحر الرائق میں ہے - اور اگر کسی نے بطور خرید
فاسد کے کوئی مکان خرید کر قبضہ کر کے اسکو فقیروں و مسکینوں پر وقف کیا تو جائز ہے اور جب وقف کیا ہے اسپر وقف ہو جائیگا

اور اُسپر اُسکی قیمت بائع کے واسطے واجب ہوگی یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اور اگر اراضی مذکور پر قبضہ کرنے سے
پہلے اُسکو وقف کیا تو وقف جائز نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کسی شخص نے بطریق بیع جائز کوئی اراضی خریدی
اور اُسکو قبل قبضہ و نقد ثمن کے وقف کر دیا تو وقف ابھی متوقف رہیگا پھر اگر اُسکا ثمن ادا کر کے اُسپر قبضہ کر لیا تو وقف
جائز ہے اور اگر مر گیا اور کچھ مال نہ چھوڑا تو یہ زمین فروخت کیجائیگی اور وقف باطل کیا جائیگا اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے
فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہین یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر مال وقف کا کسی نے اپنا استحقاق ثابت کیا تو وقف باطل ہوا اور اگر
مشتری کے وقف کرنے کے بعد اس اراضی یا مکان کا جسکو خرید کر وقف کیا ہے شفیع آیا اور شفعہ طلب کیا تو وقف باطل ہو جائیگا
یہ نہر الفائق مین ہے۔ اور وقف کے واسطے وقت وقف کے مالک ہونا شرط کیے جانے سے مسائل ذیل بھی متفرع ہوتے ہین۔ اگر
اقطاع کو وقف کیا تو اقطاع کا وقف نہین جائز ہے الا جب کہ ارض موات ہو یا یہ قطعہ زمین امام کی ملک ہو پس امام نے اسکو
کسی کو عطا کیا اور اگر ارض الحوز کو امام نے وقف کیا تو نہین جائز ہے اسواسطے کہ امام اُسکا مالک نہین ہے اور ارض الحوز اُس زمین
کو کہتے ہین کہ اُسکا مالک اُسکی زراعت کرنے اور اُسکا خراج ادا کرنے سے عاجز ہوا پس اُسنے امام کو دیدی تاکہ اُسکے منافع
اس خراج کے نقصان کو پورا کرین یہ بحر الرائق مین ہے۔ اور اسی طرح اگر مرتد نے اپنے روشت کے زمانہ مین اپنی جائداد کو وقف
کیا تو جائز نہین ہے بشرطیکہ وہ اس حالت ردت پر قتل کیا گیا یا مر گیا ہو اسواسطے کہ اس چیز سے اُسکی ملک بزوال موقوف
زائل ہوگئی تھی یہ نہر الفائق مین ہے اور اسی طرح اگر دار الحرب مین چلا گیا اور قاضی نے اُسکے چلے جانے کا حکم دیدیا تو بھی
یہی حکم ہے یہ محیط مین ہے۔ اور بحر الرائق مین لکھا ہے کہ اگرچہ مرتد مذکور مسلمان بھی ہو جاوے تو بھی وقف مذکور جائز نہ ہوگا
قال المترجم والوجہ عدم الملک التام واللہ اعلم اور اگر مسلمان مرتد ہو گیا تو اُسکا وقف باطل ہو جائیگا یہ امام خصاف
نے ذکر کیا ہے کذا فی النہر الفائق اور یہ مال میراث ہو جائیگا خواہ وہ اپنی ردت پر قتل کیا گیا ہو یا مر گیا ہو یا اسلام مین
لوٹ آیا ہو ہان اگر اُسنے اسلام کی طرف عود کرنے کے بعد دوبارہ وقف کیا تو جائز ہوگا جیسے کہ خصاف نے اپنی کتاب
مین تصحیح کر دی ہے اور مرتدہ عورت کا وقف صحیح ہے اسواسطے کہ وہ قتل نہین کی جاتی ہے یہ بحر الرائق مین ہے اور
اگر وقف کیا اپنی نسل پر پھر مساکین پر پھر مرتد ہو گیا تو اُسکا وقف باطل ہو گیا اسواسطے کہ جہت مساکین باطل ہوگئی
اور وہ اُسکی نسل پر صدقہ ہو جائیگا بغیر اسکے کہ آخر اُسکا مساکین کے واسطے قرار دیا جاوے یہ حاوی مین ہے قال المترجم
تو صحیح یہ ہے کہ یہ مال اُسکی اولاد پر وقف ہے پھر بعد انکے مساکین پر صدقہ ہے اسطرح وقف کیا پھر مرتد ہو گیا تو وقف
باطل ہوا اسواسطے کہ یہ ایسا صدقہ رہگیا کہ جو بغیر جہت مساکین ہے کیونکہ مساکین کے واسطے جو قرار دیا ہے وہ جہت باطل
ہوگئی ہے فافہم اور رہا یہ کہ جس مال کو وقف کرنا چاہتا ہے اُس سے حق غیر کا تعلق نہ ہونا مثل اسکے کہ وہ رہن نہ ہو یا اجارہ
پر نہ ہووے یہ شرط نہین ہے پس اگر ایک زمین کو دو برس کے واسطے اجارہ پر دیا پھر قبل اس مدت گذرنے کے اسکو وقف
کر دیا تو اس شرط سے وقف لازم ہوگا اور عقد اجارہ باطل نہوگا پھر جب مدت اجارہ گذر گئی تو زمین مذکور ان جہات پر راجع جائیگی
جنکے واسطے وقف کیا ہے اور اسی طرح اگر اپنی اراضی کو رہن کیا پھر فک رہن کرانے سے پہلے اُسکو وقف کر دیا تو وقف لازم ہوگا اور
اُسکی وجہ سے رہن سے خارج نہ ہوگی اور اگر چند سال تک وہ مرتہن کے پاس رہی پھر راہن نے فک رہن کرایا تو وہ جہات
وقف کی جانب راجع ہو جائیگی اور اگر فک رہن کرانے سے پہلے مر گیا اور اسقدر مال چھوڑا جس سے فک رہن ہو سکے تو فک رہن
کرائی جائیگی اور وقف لازم ہوگا اور اگر اسقدر مال نہ چھوڑا تو زمین مذکور فروخت کیجائیگی اور وقف باطل کیا جائیگا اور اجارہ کی صورت

ف امام نے کسی کو قطعہ زمین دیدی ... اپنی ...

مین اگر مستاجر یا موجر دونون مین سے ایک مرگیا تو اجارہ باطل ہو کر اراضی مذکور وقف ہو جائیگی یہ فتح القدیر مین ہی از انجملہ
یہ ہی کہ وقف کرنے والا بسبب سفاہت یا قرضہ کے مجور نہو چنانچہ امام خصاف نے اسی طرح مطلقاً بیان فرمایا ہی یہ نہر الفائق
مین ہی۔ اور اگر سفاہت کی وجہ سے مجور ہونے کی حالت مین اپنے اوپر وقف کیا پھر ایسی جہت پر وقف کیا جو منقطع
نہین ہوتی ہی تو چاہیے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صحیح ہووے اور یہی محققین کے نزدیک ہی اور اگر کسی حاکم نے اسکے صحیح
ہونے کا حکم دیدیا تو کل اماموں کے نزدیک صحیح ہوگا یہ فتح القدیر مین ہی۔ از انجملہ عدم جہالت ہی یعنی جو چیز وقف کرتا ہی وہ وقت
مجہول نہ ہو لیس اگر اپنی اراضی وقف کی اور اسکو بیان نہ کیا تو وقف باطل ہی اور اگر اس دار مین سے اپنا تمام حصہ وقف
کیا اور اپنے سہام بیان نہ کیے تو استحساناً جائز ہی۔ اور اگر یہ زمین یا وہ زمین وقف کی یعنی کہا کہ مین نے یہ زمین یا وہ زمین
وقف کی اور وجوہ خیر بیان کردین تو باطل ہی یہ بحر الرائق مین ہی۔ امام خصاف نے فرمایا کہ اسطرح وقف کہ مین نے کردیا
یہ مال صدقہ موقوفہ اللہ تعالی کے واسطے ہمیشہ کے یہ یا اپنی قرابت پر تو وقف باطل ہی اسواسطے کہ اسنے شک پر وقف
کیا ہی اور اسی طرح اگر کہا کہ مین نے اسکو اللہ تعالی کے واسطے صدقہ موقوفہ ہمیشہ کے لیے زید پر یا عمرو پر اور بعد اسکے
مساکین پر کردیا تو یہ بھی باطل ہی یہ محیط مین ہی اگر کسی نے اپنی زمین جسمین درخت ہین وقف کی اور استثنا کر لیے تو وقف
نہین جائز ہی اسواسطے کہ استثنا درخت مین مع مواضع درختان مستثنی ہونے سے باقی اراضی جو وقف کرتا ہی مجہول رہگئی یہ
محیط سرخسی مین ہی۔ از انجملہ یہ ہی کہ وقف منجز ہو یعنی کسی شرط پر معلق نہو پس اگر کہا کہ اگر میرا بیٹا آگیا تو میرا یہ دار واسطے مسکینون
کے صدقہ موقوفہ ہی پھر اسکا بیٹا آیا تو وقف نہ ہوگا یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور خصاف نے اپنی کتاب الوقف مین فرمایا کہ اگر
یون کہا کہ اگر کل کا روز ہووے تو میری زمین صدقہ موقوفہ ہی تو یہ باطل ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ
موقوفہ ہی اگر تو چاہے یا پسند کرے تو وقف باطل ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر کہا کہ اگر مین چاہون پس خود کہا کہ مین نے
چاہا تو باطل ہی اور اگر کہا کہ مین نے چاہا اور اسکو صدقہ موقوفہ کردیا تو اس کلام متصل سے وقف صحیح ہوا یہ فتح القدیر مین ہی
اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہی اگر فلان نے چاہا اور فلان نے کہا کہ مین نے چاہا تو باطل ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر
ایک نے کہا کہ اگر یہ دار میری ملک ہی تو صدقہ موقوفہ ہی تو دیکھا جائیگا کہ اگر اس کلام کے وقت اسکی ملک تھا تو صدقہ و وقف صحیح ہی
اسواسطے کہ موجودہ شرط سے معلق کرنا تنجیز ہی ہوتا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ ایک شخص کا مال جاتا رہا اسنے کہا کہ اگر
مین نے اسکو پایا تو اللہ تعالی کے واسطے مجھپر واجب ہی کہ اپنی زمین وقف کرون پھر اسکو پایا تو اسپر واجب ہوا کہ اپنی زمین ایسے
لوگون پر وقف کرے جنکو زکوۃ کا مال دینا جائز ہی اور اگر ایسے لوگون پر وقف کیا جنکو زکوۃ دینی نہین جائز ہی تو وقف صحیح ہوگا
مگر نذر ادا نہوگی بلکہ اسپر نذر واجب رہیگی یہ سراجیہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ جب فلان آیا یا جب مین نے فلان سے کلام کیا تو میری یہ
زمین صدقہ ہی تو اسپر لازم آویگا اور یہ بمنزلہ قسم و نذر کے ہی اور جب شرط پائی گئی تو اسپر واجب ہوگا کہ زمین کو صدقہ کردے
اور وہ وقف نہوگی یہ محیط مین ہی۔ ایک نے کہا کہ اگر مین اپنے اس مرض سے مرگیا تو ضرور مین اپنی یہ زمین وقف کر گیا تو وقف نہین
صحیح ہی خواہ مرے یا اچھا ہو جاوے اور اگر کہا کہ اگر مین مرگیا اس مرض سے تو تم اس میری زمین کو وقف کردو تو یہ جائز ہی اور
فرق دونون مین یہ ہی کہ اخیر صورت مین وقف کے واسطے وکیل کیا اور توکیل کو اپنی موت پر مشروط کیا ہی اور یہ جائز ہی یہ
جوہرہ نیرہ مین ہی۔ از انجملہ یہ ہی کہ وقف کے ساتھ اشتراط اسکی بیع کا اور اپنی حاجت مین اسکا ثمن صرف کرنے کا ذکر نکرے
اور اگر کہا تو وقف صحیح نہوگا اور یہی مختار ہی چنانچہ بزازیہ مین مذکور ہی یہ نہر الفائق مین ہی۔ از انجملہ یہ کہ وقف کے ساتھ خیار شرط نہو

پس اگر وقف کیا اس شرط سے کہ مجھے خیار ہے تو امام محمد رح کے نزدیک یہ صحیح ہے خواہ وقت معلوم ہو یا مجہول ہو اور اسی کو ہلال رح نے اختیار کیا ہے یہ بحر الرائق میں ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک وقف کنندہ کے واسطے تین روز کا خیار جائز ہے یہ شرح نقایہ ابو المکارم میں ہے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ میں نے اپنا خیار باطل کردیا تو امام محمد رح کے نزدیک وقف مذکور منقلب ہوکر جائز نہوگا چنانچہ ہلال رح نے اپنی وقف میں ذکر کیا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور نوازل میں مذکور ہے کہ اسمیں اتفاق ہے کہ اگر کسی نے مسجد بنا دیا اس شرط سے کہ مجھے تین روز تک خیار ہے تو مسجد ہونا جائز ہے اور شرط باطل ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور ازانجملہ یہ ہے کہ تابید ہو اور یہ شرط بالاجماع کل کے نزدیک ہے ولیکن اُسکا بیان کرنا امام ابو یوسف رح کے نزدیک شرط نہیں ہے اور یہی صحیح ہے یہ کافی میں ہے اور اگر کسی نے اپنا مکان ایک روز یا ایک مہینہ یا کسی وقت معلوم کو وقف کیا اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو وقف جائز ہے اور یہ وقف ہمیشہ کے واسطے ہوگا اور اگر یوں کہا کہ میری یہ زمین ایک مہینہ کے واسطے وقف ہے پھر جب مہینہ گذر جاوے تو وقف باطل ہوگا تو وقف ابھی سے ہلال رح کے نزدیک باطل ہوگا اسواسطے کہ وقف نہیں جائز ہوتا ہے الا جبکہ ہمیشہ کے واسطے ہو پس جب ہمیشہ کے واسطے ہونا شرط ہوا تو کسی خاص وقت تک کیواسطے روا نہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ یہ زمین بعد میری موت کے سال تک صدقہ موقوفہ ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو یہ وقف ہمیشہ کے واسطے فقیروں پر جائز ہے اسواسطے کہ اسمیں وصیت کے معنے موجود ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ زمین بعد میری موت کے فلان پر ایکسال تک وقف ہے پھر جب سال گذر جاوے تو وقف باطل ہے تو یہ زمین اُسکی موت کے بعد سال تک کے واسطے فلان کی وصیت رہیگی اسکے بعد وہ مساکین کے واسطے وصیت ہو جائیگی پس اُسکا غلہ وآمدنی مساکین کو تقسیم ہوگی اور اگر کہا کہ میری یہ زمین میری موت کے بعد فلان پر سال بھر وقف کی گئی ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو فلان مذکور کے واسطے سال بھر تک اُسکی آمدنی ہوگی اور بعد اسکے یہ اراضی وغلہ واسطے وارثوں کے ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے ازانجملہ یہ ہے کہ آمدنی وغلہ واصلاحی اُجرت جو کچھ ہو وہ ایسی جہت کے واسطے ہو جو کبھی منقطع نہو اور یہ امام اعظم رح وامام محمد رح کے نزدیک شرط ہے اور اگر اسکو ذکر نہ کیا تو امام اعظم وامام محمد رح کے نزدیک وقف صحیح نہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکا ذکر کرنا شرط نہیں ہے بلکہ اگر ایسی جہت بیان کی جو منقطع ہوجاتی ہے تو بھی وقف صحیح ہے اور بعد اس جہت کے منقطع ہوجانے کے وہ فقیروں کے واسطے ہوجائیگی اگرچہ ان فقیروں کو بیان نہ کیا ہو اسواسطے کہ وقف کرنے والے کا قصد یہ ہوتا ہے کہ اسکی اُجرت فقیروں کے واسطے ہو اگرچہ انکو بیان نہ کیا پس اس شرط کا بیان ہونا از روے دلالت ثابت ہے یہ بدائع میں ہے اور ازانجملہ یہ ہے کہ جو چیز وقف کی ہے وہ عقار یا دار ہو پس مال منقول کا وقف صحیح نہیں ہے الا کہ تابع ہو یہ اصطلاح کا یہ نہایہ میں ہے

فصل جن الفاظ سے وقف پورا ہوجاتا ہے اور جن سے نہیں پورا ہوتا ہے انکے بیان میں۔ اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ محرمہ موبدہ میری حالت حیات میں بعد وفات کے ہے یا کہا کہ میری یہ زمین صدقہ محبوسہ موقوفہ موبدہ میری حیات میں وبعد وفات کے ہے یا موقوفہ کا لفظ نہ کہا تو سب اماموں کے نزدیک یہ وقف فقیروں پر جائز لازم ہوجائیگا یہ محیط میں ہے ولیکن بنا بر قول امام اعظم رح کے جبتک وہ زندہ ہے یہ اُسکی طرف سے آمدنی اراضی مذکورہ تصدق کرنے کی نذر ہوگی پس سپرد واجب ہوگا کہ اسکو وفا کرے اور یعنی وصیت سے اسکو رجوع کا اختیار ہوگا اور وہ قول یہ ہے کہ میری وفات کے بعد ولیکن اگر اُسنے رجوع نہ کیا تو یہ اُسکی تہائی ترکہ سے جائز ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ صدقہ موقوفہ موبدہ ہے تو عامہ علماء کے نزدیک جائز ہو ولیکن امام محمد رح کے نزدیک احتیاج سپرد کرنے کی باقی ہے اور بنا بر قول امام اعظم رح کے آمدنی اراضی کی تصدق کرنے کی نذر ہوگی اور وقف

کرنے والے کی ملک اپنے حال پر باقی رہیگی چنانچہ بعد اسکے مرنے کے اُسکی طرف سے میراث ہوگی یہ فتاوی قاضیخان
مین ہی اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ یا صدقہ محبوسہ یا صدقہ حبیسہ ہی اور یہ نہ کہا کہ ہمیشہ کے واسطے تو عام علما
کے نزدیک جو وقف کو جائز رکھتے ہین وقف ہوجائیگا اسواسطے کہ صدقہ ثابت ہوتا ہی ہمیشہ کے واسطے کہ احتمال فسخ
کا نہین رکھتا ہی اور امام خصاف واہل بصرہ نے فرمایا کہ وقف نہوگا اسواسطے کہ وقف متعلق بتابید ہی اور اگر کہا کہ
میری یہ اراضی مساکین پر صدقہ موقوفہ ہی تو بالاجماع وقف ہوجائیگا اسواسطے کہ مساکین کا ذکر بھی تابید کا ذکر ہی یہ
محیط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ راہ خیر پر یا راہ ثواب پر یا راہ نیکی پر ہی یا راہ نیکی وثواب پر ہی تو یہ وقف
جائز ہوگا یہ وجیز مین ہی۔ اور اگر صدقہ کا لفظ ذکر نہ کیا لیکن وقف کا لفظ ذکر کیا اور کہا کہ میری زمین وقف ہی یا مین نے اپنی یہ
زمین وقف کردی یا میری یہ زمین موقوفہ ہی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک فقیرون پر وقف ہوجائیگی اور شیخ صدر شہید رح
ومشائخ بلخ بقول امام ابو یوسف رح فتوی دیتے ہین اور ہم بھی بسبب عرف کے امام ابو یوسف رح کے قول پر فتوی دیتے ہین۔ یہ
اسوقت ہی کہ اُسنے فقیرون کا لفظ بیان نہ کیا اور اگر بیان کیا اور کہا کہ یہ میری زمین فقیرون پر موقوف ہی یا وقف کی یا مین نے
وقف کی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک وقف ہوگی اور اسی طرح ہلال رح کے نزدیک بھی اسوجہ سے کہ فقیرون کے کہنے کی تصریح کرنے سے
احتمال جاتا رہا یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ یہ موقوفہ ہی اللہ تعالی کے واسطے ہمیشہ تو جائز ہی اگرچہ صدقہ کا ذکر نہ کیا اور
مساکین پر صدقہ ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اور اگر فقط وقف کا ذکر کیا یا اسکے ساتھ حبس کا بھی ذکر کیا تو بنابر مختار کے
اُس سے وقف ثابت ہوجائیگا اور یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ حرمت ارضی ہذہ او ہی محرمۃ
مین نے اپنی یہ زمین حرام کردی یا میری یہ زمین حرام کی ہوئی ہی تو فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ بنابر قول امام ابو یوسف رح کے یہ
قول مثل موقوفہ کہنے کے ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور فتاوی مین مذکور ہی کہ اگر کہا کہ موقوفۃ محرمۃ حبیسۃ ہی یا موقوفۃ حبیسۃ محرمۃ
ہی تو بیع نہین کیجاسکتی اور نہ میراث اور نہ ہبہ ہوسکتی ہی اور یہ سب اسی اختلاف پر ہی یعنی اسمین بھی اختلاف مذکور جاری ہی اور مختار وہی
قول امام ابو یوسف رح کا ہی جو ذکر ہوا یہ غیاثیہ مین ہی اور اگر کہا کہ میری یہ زمین حبیسہ صدقہ ہی تو شیخ ابو جعفر نے فرمایا کہ چاہیئے کہ بمنزلہ
قول صدقہ موقوفہ کے ہو یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اور اگر کہا کہ میری یہ زمین موقوفہ ہی فلان پر یا میری اولاد پر یا میرے قرابتی فقیرون پر
حالانکہ یہ لوگ گنے ہوئے ہین یعنی اگر شمار کیے جاوین تو انکا احصاء ممکن ہی [illegible]
جو درواقع وقف ہی تو وہ امام محمد رح کے نزدیک وقف نہو جائیگی اسواسطے کہ اُسنے ایسی چیز پر وقف کیا جو منقطع اور ختم ہوجائیگی
نہ ہوگی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک وقف صحیح ہوجائیگا اسواسطے کہ جس چیز پر وقف کیا ہی اسکا ہمیشہ جاری رہنا انکے نزدیک شرط نہین
ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی یا یہ میرا دار صدقہ موقوفہ ہی فلان پر یا اولاد فلان پر تو اُسکی حاصلات جبتک
یہ لوگ زندہ ہین انکو ملیگی اور انکی موت کے بعد وہ فقیرون پر صرف ہوا کریگی یہ وجیز کردری مین ہی اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی
صدقہ ہی واسطے اللہ تعالی کے یا موقوفہ ہی واسطے اللہ تعالی کے یا اللہ تعالی کے واسطے صدقہ موقوفہ ہی تو وقف ہوجائیگی خواہ ہمیشگی
کا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اسی طرح اگر کہا کہ صدقہ موقوفہ بوجہ اللہ تعالی یا صدقہ موقوفہ لطلب ثواب اللہ تعالی
ہی تو بھی یہی حکم ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی موقوفہ بوجہ خیر وثواب ہی تو جائز ہی گویا اُسنے کہا کہ صدقہ موقوفہ ہی
یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری زمین برائے سبیل ہی پس اگر ایسے شہر مین ہو جہان کے لوگون مین یہ لفظ وقف کیواسطے
متعارف ہی تو زمین مذکور وقف ہوجائیگی اور اگر وہان کے لوگون مین متعارف بمعنی وقف نہو تو اُس سے اسکی مراد دریافت

وقف جائز ہی یہ حاوی میں ہو۔ اور اسی طرح منقولات میں سے جو اس عقار کی تبعیت میں ہوں اُنکا وقف بھی بالتبع جائز ہوجائیگا مثلاً کسی اراضی کے ساتھ کارکن غلام و بیل و آلات کاشتکاری وقف کیے تو سب وقف ہوجاوینگے یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اور امام خصاف نے فرمایا کہ اگر کوئی زمین وقف کی اور اسکے ساتھ غلام ہیں جو اس زمین میں کام کرتے ہیں تو چاہیے کہ ان غلاموں کا نام بیان کردے اور انکی تعداد بیان کرے اور اسی طرح اگر اُسکے ساتھ بیل ہوں تو انکو بیان کردے اور انکی تعداد بیان کرے اور چاہیے کہ صدقہ میں شرط کردے کہ رقیقوں و بیلوں کا نفقہ اس زمین کی آمدنی سے ہوگا اور اگر یہ شرط کرے تو اس زمین کی آمدنی میں انکا نفقہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور اسعاف میں ہی کہ اگر انکا نفقہ اس زمین کی آمدنی و حاصلات سے شرط کیا پھر بعضے اُنمیں سے بیمار ہوگئے تو وہ اپنے نفقہ کا اس زمین کی حاصلات سے مستحق ہوگا اور برابر انکا نفقہ اسکی حاصلات سے اُنپر برابر جاری رہیگا جبتک وہ زندہ ہیں اور اگر اُسنے یہ کہا کہ اس زمین میں انکے کام پر انکا نفقہ اسکی حاصلات سے ہو تو جو رقیق اُنمیں سے کام سے بیکار رہا اُسکو حاصلات زمین سے نفقہ نہ ملیگا یہ بحر الرائق میں ہی اور اگر رقیق کام سے ضعیف ہوگیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ اُسکو فروخت کرکے اسکے ثمن سے دوسرا خریدے جو بجاے اسکے کام کرے پھر اگر اُسکے ثمن سے دوسرا غلام نہ ملا اور چاہا کہ اسکے ثمن میں حاصلات زمین سے کچھ بڑھا کر دوسرا غلام خریدے تو کچھ مضائقہ نہیں ہی اسی طرح جو جانور و آلات زراعت کہ اراضی کے ساتھ وقف کیے گئے اور انمیں سے کوئی نکما ہوا تو بجاے اُسکے دوسرا قائم کرنے کیواسطے بھی یہی حکم ہی اور جو شخص صدقہ کا متولی ہو وہ ایسا کرسکتا ہی یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور اگر غلامان وقف میں سے کوئی قتل کیا گیا اور اسکی دیت وصول کرلی گئی تو قیم کو اختیار ہوگا کہ اُس دیت سے بجاے اسکے دوسرا خریدے یہ فتح القدیر میں ہی اور اسعاف میں مذکور ہی کہ اگر انمیں سے کسی نے جنایت کی اور ولی جنایت خواستگار ہوا تو اس غلام مجرم کو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے دونوں میں سے جو بات بہتر ہو وہ متولی پر واجب ہی اور اگر اُسنے غلام کے فدیہ میں جرمانہ جنایت سے زائد مال دیا تو زائد میں متطوع قرار دیا جائیگا یعنی اپنے مال سے اُسکا ضامن ہوگا اور اگر جن لوگوں پر وقف ہی اُنہوں نے اس غلام جرم کنندہ کا فدیہ ادا کردیا تو وہ متطوع ہونگے اور غلام مذکور جسطرح وقف میں کام کرنے کے واسطے تھا ویسا ہی باقی رہیگا یہ بحر الرائق میں ہی اور مال منقول کے وقف بالمقصود میں دو صورتیں ہیں اگر یہ مال منقول کراع یا سلاح ہو تو وقف جائز ہی اور اگر سواے اسکے ہو تو پھر دو صورتیں ہیں کہ اگر یہ ایسی چیز ہو جسکے وقف کرنے کا تعارف جاری نہیں ہی جیسے کپڑے و حیوانات تو ہمارے نزدیک نہیں جائز ہی اور اگر اُسکا وقف متعارف ہو جیسے آرہ و بسولا جنازہ و جنازے کے کپڑے اور دیگر چیزیں جنکی حاجت پڑتی ہی مثل ظروف و دیگچہ واسطے غسل میت کے و مصاحف وغیرہ تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ نہیں جائز ہی اور امام محمدرحؒ نے فرمایا کہ جائز ہی اور ائمہ مشایخ جنمیں سے امام سرخسی بھی ہیں اسی طرف گئے ہیں کذا فی الخلاصہ اور یہی مختار ہی اور فتوی بھی امام محمدرحؒ کے قول پر ہی یہ شمس الائمہ حلوائی نے بیان فرمایا ہی کذا فی مختار الفتاوی اور اگر جنازہ و سارت و مغتسل جسکو فارسی میں حوض مسین کہتے ہیں ایک محلہ میں وقف کیا پھر اُس محلہ والے سب کے سب مرگئے تو وقف کرنیوالے کے وارثوں کو واپس نہ دیا جائیگا بلکہ اس محلے سے جو جگہ سب سے قریب ہو وہاں منتقل کردیا جائیگا یہ خلاصہ میں ہی اور اگر مصحف کو اہل مسجد پر وقف کیا کہ اُسکو پڑھا کریں یا حفظ کریں تو جائز ہی اور اگر مسجد پر وقف کیا تو بھی جائز ہی اور اسی مسجد میں پڑھا جائیگا اور بعضے مقام پر مذکور ہی کہ اسی مسجد پر مقصور نہوگا یہ ذخیرہ میں ہی اور لوگوں نے کتابوں کے وقف میں اختلاف کیا ہی اور فقیہ ابو اللیثؒ نے اسکو جائز نکالا ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ فتاوی قاضیخان

ہیں ہے اور اگر اپنے جانور سواری کی پیٹھ یعنی سواری لینا اُسکی پشت پر اور اپنے غلام کی کمائی کی آمدنی مسکینوں میں
وقف کی تو ہمارے علماء کے قول میں نہیں صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک گاے وقف کی اس شرط پر کہ اُسکا
دودھ دوہکر وہی سقاے راہی مسافروں کو دیا جائے پس اگر ایسے مقام پر ہو جہاں کے لوگوں میں یہ متعارف ہے تو جائز ہوگا
جیسے سقایہ کا پانی جائز ہوتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور بیل یا بکرا وغیرہ نر جانور کا اسواسطے وقف کرنا کہ اُس سے مادہ
گابھن کرائی جایا کرین نہیں جائز ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اور واقعات میں مذکور ہے کہ ہلال بصری رحمۃ اللہ نے اپنے وقف میں
ذکر فرمایا ہے کہ اگر کسی نے فقط عمارت کو بدون اصل کے وقف کیا تو نہیں جائز ہے اور یہی صحیح ہے اور اسی طرح وقف دار بدون
عقار نہیں جائز ہے اور یہی مختار ہے یہ محیط میں ہے۔ اور وقف عمارت کا ایسی زمین میں جو عاریت پر ہے یا اجارہ پر ہے نہیں
جائز ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور خصاف نے بیان فرمایا کہ بازار کی دکان کا وقف جائز ہے بشرطیکہ زمین اجارہ
پر ایسے لوگوں کے قبضہ میں ہو جنہوں نے ان دکانوں کو بنایا ہے کہ سلطان انکے ہاتھ سے نکال نہ سکتا ہو اور اس سے
ثابت ہوا کہ جو عمارت کہ زمین محتکرہ میں ہو اُسکا وقف جائز ہے یہ نہر الفائق میں ہے۔ اگر قطعہ زمین وقف کی ہوئی
میں کسی نے عمارت بنائی اور اسکو اسی جہت پر وقف کیا جسپر قطعۂ زمین وقف ہے تو اُسکی تبعیت میں اُسکا وقف بھی
بلا خلاف جائز ہوگا اور اگر قطعہ مذکورہ کی جہت وقف کے سوائے دوسری جہت پر وقف کیا تو اُسکے جواز میں اختلاف ہے اور
اصح یہ ہے کہ جائز نہ ہوگا یہ عتابیہ میں ہے۔ اور اگر کوئی درخت تھا پھر اُسکو وقف کر دیا پس اگر اُسکو ایسی زمین میں لگایا ہے
جو وقف کی ہوئی نہیں ہے اور اس درخت کو مع اُسکے موضع زمین کے وقف کیا یا [illegible] بایں طور کہ اُسکا قیام ہے تو زمین کی
تبعیت میں بحکم اتصال کے یہ درخت بھی وقف ہو جائیگا اور اگر فقط درخت کو بدون اصل زمین کے وقف کیا تو صحیح نہیں
ہے اور اگر وقف کی زمین میں لگایا ہے تو اگر اسی جہت پر وقف کیا جسپر یہ زمین وقف ہے تو جائز ہے جیسا عمارت میں جائز ہے اور
اگر اس جہت کے سوائے دوسری جہت پر وقف کیا تو اسمیں بھی ویسا ہی اختلاف ہے جیسا عمارت میں مذکور ہوا ہے یہ ظہیریہ میں
ہے۔ اور برنا[illegible] کے کام کاج کے واسطے غلام و باندیوں کا وقف کرنا جائز ہے اور اگر حاکم نے اس وقف کی باندی کا نکاح کر دیا
تو جائز ہے اور اگر اسکے غلام کا بیاہ دیا تو نہیں جائز ہے اسواسطے کہ غلام پر مہر و نفقہ لازم ہو جائیگا اور اگر وقف کے غلام
کو وقف کی باندی سے بیاہ دیا تو نہیں جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور جو چیزیں ایسی ہیں کہ بدون انکے عین تلف کرنے کے
اُنسے انتفاع نہیں حاصل ہو سکتا ہے جیسے کھانے پینے کی چیزیں و سونا چاندی وغیرہ تو عامہ فقہا کے نزدیک نہیں جائز ہے اور مراد
چاندی و سونے سے درہم و دینار ہیں اور جو زیور نہ ہو ویسے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر درہم یا کیلی چیزیں یا کپڑے وقف کیے تو
نہیں جائز ہے اور بعض نے فرمایا کہ جہاں اسکا رواج ہو وہاں جواز کا فتوی دیا جائیگا اور دریافت کیا گیا کہ کیونکر تو فرمایا
کہ درم فقیروں کو قرض دیے جائینگے پھر اُنسے وصول کر لیے جائینگے یا مضاربت پر دیے جاوینگے اور انکا نفع صدقہ
کیا جائیگا اور گیہوں فقیروں پر قرض دیے جاوینگے کہ اس سے زراعت کریں پھر اُنسے لیے جاوینگے اور کپڑے
و لباس فقیروں کو دیے جاوینگے کہ اپنی ضرورت کے وقت انکو پہنیں پھر اُنسے لیے جاوینگے یہ فتاوی عتابیہ
میں ہے۔ اور نہیں صحیح ہے وقف ادویہ کا الا جبکہ اُسنے کہا کہ فقیروں و تونگروں سب پر تو جائز ہوگا اور تونگر لوگ
فقیروں کی تبعیت میں داخل ہو جاوینگے یہ معراج الدرایہ میں ہے اور ناطفی نے کہا کہ اگر مسجدوں کی اصلاح کے واسطے
مال وقف کیا تو جائز ہے اور اگر بادیوں کے بنانے اور مسافروں کی بستی اور قبروں کے کھودنے اور مسلمانوں کے لیے سقایہ کا [illegible]

یا مسلمان مردون کے واسطے کفن خریدنے کے لیے وقف کیا تو نہیں جائز ہی اور فتوی اُسپر دیا جاوے کہ جائز ہی یہ
فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور متصلات اِس بیان سے ان چیزون کا بیان ہی جو بدون ذکر کے داخل ہو جاتی ہین
اور جو ذکر ہی سے داخل ہوتی ہین۔ امام خصاف رحمہ نے اپنی کتاب الوقف مین بیان فرمایا ہی کہ اگر کسی نے اپنی صحت
مین اپنی اراضی بعض وجوہ پر جنکو بیان کیا ہی وقف کی اور بعد ان وجوہ کے فقرا پر وقف بیان کیا تو اس وقف
مین جو عمارات و درختان خرما و دیگر اشجار ہونگے سب داخل ہو جاوینگے یہ محیط مین ہی۔ اور خصاف نے بیان کر دیا ہی
کہ درختون کے وقف کرنے مین جو پھل اسپر اسوقت موجود ہین وہ داخل نہین ہو جاتے ہین اور یہی اکثر مشایخ کا قول
ہی اور یہی صحیح ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر کسی نے کہا کہ مین نے اپنی یہ زمین مع اُسکے حقوق و تمام اُس چیز کے جو اُسمین یا اُس سے ہی
صدقہ موقوفہ کر دیا اور وقف کی حالانکہ وقف کے روز اُس اراضی کے درختون مین پھل موجود ہین تو ہلال رحمہ اللہ نے فرمایا
کہ استحساناً اسپر لازم ہی کہ ان پھلون کو فقیرون مسکینون پر صدقہ کر دے نہ بطور وقف کے بلکہ بطور نذر کے پھر اسکے بعد جو
پھل اسمین پیدا ہونگے وہ انھین وجوہ پر صرف کیے جاوینگے جنکو اُسنے وقف مین بیان کیا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین
ہی۔ اور اگر کسی نے کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہی بعد میری وفات کے اسوجہ پر کہ جو اللہ تعالی اسکی حاصلات کو
پیدا اور فرما وے وہ واسطے عبد اللہ کے ہی پھر وقف کرنے والا مرا اور حال یہ ہی کہ اس اراضی کے درختون مین پھل موجود
ہین تو فرمایا کہ یہ پھل عبد اللہ کے واسطے نہ ہونگے اسواسطے کہ اُسکے لیے اب وقف واجب ہوا ہی پس ایسا ہو گیا کہ اُسنے
ایک زمین وقف کی جسکے درختون مین پھل موجود ہین پس وصیت وقف مین جو پھل موجود ہین داخل نہ ہونگے پھر مشایخ
نے فرمایا کہ اس مقام پر موجودہ پھل بدلیل قیاس اُسکے وارثون کے ہونگے اور استحسان یہ ہی کہ فقیرون پر صدقہ کر دیے
جاوین اور ہم استحسان ہی کو اختیار کرتے ہین۔ اور فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ اگر وقف کرنے والے کے الفاظ اسی قدر ہون
جو بیان ہوئے ہین تو قیاس و استحسان ہر دلیل سے یہ پھل وارثون کے ہونے چاہیئے ہین اس جہت سے کہ اُسنے وقف کو
اپنی وفات کے بعد پر رکھا ہی پس زمین مذکور اُسکی حیات مین وقف نہین ہوئی اور جب ایسا ہی تو جو پھل پیدا ہوئے
ہین وہ میت کی ملک پر پیدا ہوئے ہین پس یہ اُسکے وارثون کی ملک ہونگے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر کوئی زمین وقف
کی اور اُسمین زراعت ہی تو وہ وقف مین داخل نہ ہوگی خواہ زراعت کے واسطے قیمت ہو یا نہ ہو یہ مضمرات مین ہی اور
فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہین یہ ذخیرہ مین ہی۔ خصاف نے فرمایا کہ اگر اس اراضی مین بقول یا کھلے پھول
خوشبودار ہون تو وہ وقف مین داخل نہ ہونگے اور اگر اسمین نرکل و بنفشہ و خلاف ہون تو جو اسمین سے ہر سال کاٹے جاتے
ہین وہ داخل نہ ہونگے اور جو ایسے ہین کہ ہر دو برس یا تین برس بعد کاٹے جایا کرتے ہین وہ داخل ہو جاوینگے یہ محیط
مین ہی۔ اور اسیطرح جو زمانہ آیندہ مین پیدا ہون وہ بھی داخل وقف ہونگے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔
اور ریاحین مین سے جو رطبہ اُگا ہوا ہو سو وہ وقف کرنے والے کا ہوگا اور جو اُسی کے اصول و جڑین ہین وہ وقف مین
داخل ہونگے اسیطرح بادنجان و قطن ہی لیکن اگر روئی کے درخت ہر سال جھاڑے جاتے ہون تو وقف مین داخل
نہ ہونگے یہ ظہیریہ مین ہی۔ پیاز نرگس و زعفران وقف مین داخل ہونگے اور بنفشہ نہین داخل ہوگا اور [illegible]
کے درخت زمین کی وقف مین داخل ہو جاوینگے یہ ذخیرہ مین ہی لیکن گلاب و چنبیلی اور [illegible] وقف کرنے والے کے ہونگے
یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر ایسی زمین وقف کی جسمین چکی [illegible] تو وہ چکی داخل وقف ہوگی خواہ چکی ہو یا نہ کی

چکی ہوا اور اسی طرح کنوین کے چرخ داخل ہونگے اور چرس داخل نہ ہونگے یہ محیط مین ہے۔ اور حمام کے وقف مین دیگین داخل
ہونگی اور وہ مقام بھی جہان اُسکا گوبر و راکھ ڈالی جاتی ہے اور پانی بہنے کی نالی جو زمین مملوکہ مین ہوا ور راستہ آمد رفت
کا داخل نہ ہوگا یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور اگر کسی نے کہا کہ میری زمین فقیرون پر صدقہ موقوفہ ہے اور اس زمین کے حصہ
پانی اور راستہ کا ذکر نہ کیا تو استحسانًا اُسکا حصہ پانی اور راستہ داخل ہوگا اسواسطے کہ زمین اسی واسطے وقف کی جاتی ہے
کہ اُس سے پیداوار و حاصلات ملے اور یہ بدون پانی و راستہ کے نہین ہوسکتا ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور دار کے
وقف مین اگر اسطرح بیان نہ کیا کہ دار مع اپنے حقوق کے اور نہ یہ ذکر کیا کہ مع قلیل و کثیر کے ساتھ جو اس دار کے واسطے
اسمین یا اس سے اُسکے حقوق سے ہے تو وہی چیزین داخل ہونگی جو دار کی بیع مین بدون بیان کیے داخل ہو جاتی ہین اور
دوکان کے وقف مین وہ چیزین داخل ہونگی جو اسکے بیع کرنے مین داخل ہو جاتی ہین اور دلیں بنانے والون کے خم اور
چھڑا کمانے والون کی دیگین وقف مین داخل نہ ہونگی خواہ یہ عمارت مین بنی ہون یا نہ بنی ہون یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور شیخ ابو نصیر رح
سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنا دار وقف کیا جسمین حمامات ہین یعنی ایسے کبوتر ہین جو اڑ جاتے ہین اور پھر چلے آتے
ہین تو فرمایا کہ دار کے وقف مین پالو کبوتر داخل ہو جاتے ہین چنانچہ فتاوی ابواللیث رح مین ہے کہ اگر کبوترون کے برج
وقف کیے تو مجھے امید ہے کہ جائز ہو اسواسطے کہ کبوتر اگرچہ مال منقولہ مین سے ہین۔ لیکن وہ اس مکان وقف کی تبعیت
مین داخل ہو جائینگے جیسے اگر کوئی زمین مع ان چیزون کے جو اسمین بیلون و غلامون سے وقف کی تو بیلون و غلامون کا
وقف جائز ہے اور اسیطرح اگر ایسا مکان وقف کیا جسمین شہد کی مکھیون کے چھتے ہین تو جائز ہے اور شہد کی مکھیان تابع
مکان و شہد کے ہو جائینگی۔ اور واضح ہو کہ یہان تابع وقف ہو جانے کی تاویل اسی طرح واجب ہے کہ مراد یہ ہے کہ مکان کو
مع شہد کی مکھیون کے جو اسمین ہین یا کبوترون کے بدون کو مع ان کبوترون کے جو اسمین ہین وقف کیا جیسے زمین کی صورت
مین ہے کہ زمین کو مع اسکے بیلون و غلامون کے وقف کیا یہ محیط مین ہے۔ **فصل وقف مشاع کے بیان مین** قال المترجم مشاع سے
مراد یہ ہے کہ تمام چیز وقف پھیلا ہوا غیر منقسم و نہین کسی حصہ مین شہود۔ اور واضح ہو کہ محتمل قسمت یا لفظ قابل تقسیم سے یہ مراد ہے کہ
بعد تقسیم کے اُس سے وہی فائدہ ہوسکے جو قبل بانٹنے کے حاصل تھا اور غیر قابل تقسیم سے یہ مراد ہے کہ بعد تقسیم کے وہ فائدہ جو قبل
تقسیم کے حاصل تھا حاصل نہوسکے فاحفظہ اب ہم بیان کتاب کو شروع کرتے ہین۔ جو چیز کہ غیر قابل تقسیم ہے اگر اسمین سے کوئی حصہ وقف
کیا جو تقسیم کیا ہوا سب طرح علیحدہ نہین ہے بلکہ یہ حصہ تمام مین شائع ہے تو یہ وقف بلا خلاف جائز ہے آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ
اگر آدھا حمام وقف کیا تو وقف جائز ہے اگرچہ مشاع ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور جو چیز قابل تقسیم ہے اسمین وقف مشاع امام محمد رح
کے نزدیک جائز نہین ہے اور اسی کو مشائخ بخارا نے لیا ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ سراجیہ مین ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک
جائز ہے اور متاخرین مشائخ نے اسی پر فتوی دیا ہے اور یہی مختار ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اسپر اتفاق ہے کہ غیر مقسوم کو
مسجد یا مقبرہ کر دینا مطلقًا جائز نہین ہے خواہ ایسی چیز ہو جو قابل تقسیم ہے یا ایسی ہو جو قابل تقسیم نہین ہے یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور اگر کسی
قاضی نے غیر مقسوم وقف کے صحیح ہونے کا حکم دیا تو اسکا حکم نافذ ہو جائیگا اور وہ اتفاقی ہو جائیگا جیسے اور مسائل مختلفہ مین حکم ہے یہ
شرح نقایہ ابوالمکارم مین ہے۔ پھر جو چیز قابل تقسیم ہے اسمین مشاع وقف کے صحیح ہونے کا کسی قاضی نے حکم دیدیا پھر بعض
شریکون نے درخواست کی تو امام اعظم رح کے نزدیک بٹوارہ نامنظور ہوگا ہان وہ لوگ باری باری مقرر کر لین اور صاحبین رح
کے نزدیک بٹوارہ کر دیا جائیگا یہ خلاصہ مین ہے۔ اور اس امر پر اتفاق ہے کہ اگر کل چیز وقف ہے اور بعضون نے یا سب نے

بٹوارہ چاہا تو تقسیم نہ کیجائیگی اور نیز باری بھی نہیں کرسکتے ہیں یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر عقار میں دو شریک ہوں پھر ایک نے اپنا حصہ وقف کیا تو خود ہی اپنے شریک سے بٹوارہ کرے اور اسکی موت کے بعد اُسکے وصی کو بٹوارہ کرانے کا حق پہونچتا ہے اور اگر اُسنے اپنے عقار میں سے نصف کو وقف کردیا تو اُس سے بٹوارہ کرانے والا قاضی ہوگا یا یہ باقی اپنا حصہ کسی کے ہاتھ فروخت کردے پس مشتری اُس سے بٹوارہ کرا لیگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر دو شخصوں کے درمیان ایک اراضی مشترک ہے پس ہر ایک نے اپنا حصہ ایک قوم پر جو معلوم ہیں وقف کردیا تو یہ جائز ہے اور دونوں کو اختیار ہوگا کہ باہم اُس زمین کا بٹوارہ کرین پس ہر ایک اپنا اپنا حصہ جو وقف کیا جدا کرکے اپنے قبضہ میں رکھیگا جسکا خود متولی ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر کل کو وقف کردیا پھر اُسمین سے ایک جزو کا کوئی شخص مستحق ثابت ہوا تو امام محمدؒ کے نزدیک باقی کا وقف باطل ہوگیا اسواسطے کہ وقت وقف کے شیوع موجود تھا اور اگر اسمین سے کسی جزو معین کا کوئی مستحق ثابت ہوا تو باقی کا وقف باطل نہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر کسی نے اپنی تمام اراضی وقف کردی پھر اُسمین سے نصف غیر معین کا کوئی مستحق ثابت ہوا اور قاضی نے مستحق کے واسطے نصف کا حکم دیدیا اور باقی نصف امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بحال خود وقف رہی تو وقف کرنے والے کو اختیار ہوگا کہ مستحق سے بٹوارہ کرے یہ محیط میں ہے پس واضح ہو کہ بنا بر قول امام محمدؒ کے اگر ایک اراضی دو شخصوں میں مشترک ہو پس دونوں نے اُسکو صدقہ موقوفہ خواہ مسکینوں پر یا جن راہ خیر پر وقف جائز ہے انہیں سے کسی راہ پر وقف کردیا اور دونوں نے اُسکو قیم کے سپرد کردیا جو اُسکے امور کی پرداخت پر قائم رہتا ہے تو یہ جائز ہے اسواسطے کہ امام محمدؒ کے نزدیک وہ شیوع جواز وقف سے مانع ہے جو قبضہ کے وقت ہو یا وہ شیوع جو عقد کے وقت ہو اور اس صورت میں شیوع کسی وقت نہیں پایا گیا نہ وقت وقف کے کیونکہ دونوں نے زمین کو ساتھ ہی وقف کیا ہے اور نہ وقت سپردگی قیم کے کیونکہ دونوں نے اسکو ساتھ ہی سپرد کیا ہے یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ اور اسی طرح اگر ہر ایک نے اپنا اپنا حصہ علیحدہ وقف کیا اور صدقہ موقوفہ مسکینوں پر کردیا اور دونوں نے ایک ہی قیم کو مقرر کیا پس قیم مذکور نے دونوں کے حصہ پر ایک ساتھ یا جدا جدا قبضہ کرلیا تو بھی روا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اسی طرح اگر دونوں نے ساتھ ہی دو شخصوں کو متولی مقرر کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الذخیرہ۔ اور اسی طرح اگر وقف کی جہت مختلف ہو مثلاً ایک نے اپنی اولاد پر نسلاً بعد نسل وقف کیا اور کہا کہ جب یہ لوگ کوئی نہ رہیں تو مساکین پر وقف ہے اور دوسرے نے حج پر کہ اُس سے ہر سال حج کیا جاوے پھر دونوں نے ساتھ ہی ایک متولی کو سپرد کی تو جائز ہے اور اسی طرح اگر وقف کرنے والا ایک ہی ہو پس اُسنے آدھی غیر مقسوم و معین فقیروں و مسکینوں پر وقف کی اور باقی نصف دوسرے امر پر وقف کی تو بھی جائز ہے یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ اور اگر متولی نے دونوں میں سے ایک کے حصہ پر قبضہ کیا اور دوسرے کے حصہ پر قبضہ نہ کیا تو وقف صحیح نہ ہوگا حتی کہ جسکے حصہ پر قبضہ کیا ہے اُسکو اُس سے رجوع کرنے کا اختیار رہوگا کہ واپس لیکر چاہے اسکو فروخت کردے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر دو شریکوں میں سے ہر ایک نے نصف زمین مشاع غیر مقسوم حالت میں صدقہ موقوفہ کردی اور ہر ایک نے اپنے وقف کے واسطے جدا جدا دو متولی مقرر کیے تو جائز نہیں ہے کیونکہ وقت عقد کے شیوع پایا گیا ہے اسواسطے کہ ہر ایک علیحدہ عقد کا مباشر ہوا ہے اور وقت قبضہ کے بھی شیوع متمکن تھا اسلیے کہ ہر ایک متولی نے نصف مشاع پر قبضہ کیا اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے متولی سے قبضہ کے وقت کہا کہ تو میرے حصہ پر مع میرے شریک کے حصہ کے قبضہ کر تو وقف جائز ہوگا اور یہ سب امام محمدؒ کا قول ہے اور بنا بر قول امام ابو یوسفؒ کے ان سب صورتوں میں وقف جائز ہے اسواسطے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بغیر قبضہ کرانے کے وقف جائز ہے پس غیر مقسوم کا وقف بھی روا ہے یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ اور اگر اپنے مکان یا زمین

ہزار گز وقف کیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہے پس تمام دیار زمین ناپا جائیگا پس اگر وہ ہزار گز یا کم نکلا تو سب
وقف ہوگا اور اگر دو ہزار گز ہو تو اسمین سے نصف وقف ہوگا اور اگر ڈیڑھ ہزار گز نکلا تو دو تہائی حصہ وقف ہوگا اور اگر
اسمین سے بعض ٹکڑے ہیں درختان خرما ہوں اور بعض میں نہ ہوں تو وقف کے واسطے درختان خرما سے حصہ ہوگا یہ محیط میں
ہے۔ ایک شخص نے ایک زمین سے ایک جریب مشاع وقف کی پھر تقسیم واقع ہوئی اور بٹوارہ میں وقف میں ایک جریب سے
کم پڑا اسوجہ سے کہ وقف کے ٹکڑے کی زمین عمدہ تھی بہ نسبت دوسرے ٹکڑے کے گزون یعنی رقبہ میں بڑھا دیا گیا ہے یا اسکے
برعکس واقع ہوا تو جائز ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میں نے اپنا حصہ اس دار میں سے وقف کر دیا اور یہ تمام دار کی
تہائی ہے۔ پھر پیچھے اسکا حصہ اس تمام دار کا آدھا یا دو تہائی نکلا تو سب وقف ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور
اگر زمینین و مکانات دو شخصوں میں مشترک ہوں پھر انمیں سے ایک نے اپنا حصہ وقف کر دیا پھر چاہا کہ اپنے شریک سے
بٹوارہ کرے اور تمام وقف کو ایک زمین یا ایک دار میں مجتمع کر دے تو قیاس قول امام ابو یوسف رح و شیخ ہلال رح میں یہ
جائز ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر دو شخصوں میں ایک زمین مشترک ہے پس ایک نے اسمین سے اپنا حصہ وقف کر دیا ہے تو امام ابو یوسف رح
کے نزدیک جائز ہے پھر اگر وقف کرنے والے نے اپنے شریک سے بٹوارہ کرایا اور بٹوارہ میں کسی قدر درم معدود معلوم
داخل کیے تو اسمیں دو صورتیں ہیں کہ اگر وقف کرنے والے نے زمین کا ایک ٹکڑا مع ان درموں کے لیا تو نہیں جائز ہے اسواسطے
کہ وہ وقف میں سے کچھ بعوض درموں کے فروخت کرنیوالا ہوا اور یہ فاسد ہے اور اگر وقف کرنیوالے نے درم دیے ہیں تو جائز
ہے اور ایسا ہو جائیگا کہ گویا اسنے حصہ وقف لیا اور اسکے ساتھ ایک ٹکڑا اور درموں کے عوض حصہ شریک میں سے خرید
لیں جائز ہوگا پھر جو حصہ وقف کا ہے وہ وقف ہوگا اور جو اسنے درموں سے لیا ہے وہ اسکی ملک ہے یہ فتاوی قاضیخان
میں ہے۔ اگر تقسیم میں کچھ درم بڑھائے گئے ہوں بایں طور کہ دو حصوں میں سے ایک حصہ کی زمین عمدہ تھی اور دوسرا حصہ زمین
اس سے خراب تھا پس بمقابلہ عمدگی کے کچھ درم بڑھائے گئے تو دیکھا جائیگا کہ اگر وقف کنندہ نے درم لیے ہیں تو جائز نہیں ہے اور
اگر شریک نے لیے ہیں تو جائز ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ ایک دکان دو شریکوں میں مشترک ہے انمیں سے ایک نے اپنا حصہ وقف
کیا پھر وقف کرنے والے نے چاہا کہ اس حصہ کے دروازہ پر وقف کا تختہ لگا دے اور دوسرے شریک نے اسکو روکا تو وہ وقف
کا تختہ نہیں لگا سکتا ہے الا اس صورت میں کہ قاضی نے اسکو بغرض حفاظت وقف کے اسکی اجازت دیدی ہو اور یہ مسئلہ
امام ابو یوسف رح کے قول پر ٹھیک پڑتا ہے جسکو مشائخ بلخ نے اختیار فرمایا ہے یہ مضمرات میں ہے۔ ایک گاؤن میں سے کچھ
وقف ہے اور کچھ بادشاہت کی زمین ہے اور کچھ دوسروں کی ملک ہے پھر انھوں نے اسمین سے تھوڑی زمین کا بٹوارہ
بدین غرض چاہا کہ اسکو مقبرہ بنا دیں تو انکو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر کل کی تقسیم چاہی تو جائز ہے یہ وجیز میں ہے

باب سوم مصارف کے بیان میں یعنی جہاں جہاں مال وقف صرف کیا جاوے اور اسمین آٹھ فصلیں ہیں۔ فصل اول

کس صورت میں وقف کا مصرف ہوگا اور کون شخص مصرف ہو سکتا ہے کہ اسپر وقف صحیح ہووے اور کون نہیں ہو سکتا
ہے کہ اسپر وقف صحیح نہ ہووے۔ حاصلات وقف میں سے پہلے وقف کی تعمیر میں صرف کیا جائیگا خواہ وقف کرنے والے
نے یہ شرط کی ہو یا نہ کی ہو پھر جو اس عمارت سے قریب ہو اور مصلحت میں سب سے عام ہو جیسے مسجد کے واسطے اسکا امام
اور مدرسہ کے واسطے اسکا مدرس پس انکو بقدر انکی کفایت کے دیا جائیگا پھر چراغ و بوریے فرش وغیرہ میں صرف کیا جاوے
پھر اسی طرح آخر تک مصلحتوں میں لحاظ رکھا جائیگا اور یہ اسوقت ہے کہ وقف کا کوئی مصرف معین نہ ہو اور اگر کسی چیز پر

معین کیا گیا ہو وا اس وقف کی تعمیر و اصلاح میں صرف کرنے کے بعد اسی مصرف معین کی طرف خرچ کیا جائیگا یہ
حاوی قدسی میں ہے اور اگر وقف کی آمدنی اُسنے ایک سال یا دو سال تک فلان شخص کے واسطے پھر بعد اسکے فقیرون کیواسطے
کردی ہو اور آمدنی سے اسکی تعمیر شرط کردی ہو تو ایسی صورت میں فلان مذکور کے حق سے وقف کی تعمیر پیچھے کردیجائیگی
لیکن اگر تعمیر میں دیر کرنے سے وقف کو کوئی کھلا نقصان پہونچتا نظر آوے تو تعمیر مقدم رکھی جائیگی یہ حاوی میں ہے۔
اور جن وجہون پر وقف ہے وقف کی سب آمدنی ان وجہون پر ٹکڑے ٹکڑے کردیجائیگی لیکن اگر تاخیر عمارت میں کھلا ضرر
پہونچتا ہو تو پہلے تعمیر مقدم کیجائیگی اور رہا ناظر پس اگر اسکے واسطے وقفنامہ میں کچھ شرط کردیا گیا ہو تو وہ گویا مستحقون
میں سے ایک مستحق ہے اور اگر ایسا نہو پس اگر وہ کام کرتا ہو تو اپنی اجرت کی قدر لے لیگا اور اگر کچھ کام نہ کرتا ہو تو کچھ
نہ دیا جائیگا یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر وقف ایک شخص معین یا کئی شخصون معلوم پر ہوا اور آخر میں واسطے فقیرون کے ہو تو
یہ وقف کرنیوالے کے مال سے ہے کہ اپنی زندگی میں جس پر چاہے بنا دیوے یا کہ جب مر گیا تو یہ مال انکو اس وقف کی آمدنی
سے دیا جائیگا پھر وقف کی تعمیر اسی قدر لازم ہے کہ جس سے وقف کی ہوئی چیز ویسی ہی باقی رہے جیسے وقف کی تھی اور
اصل سے بڑھانا واسطے واجب نہیں ہے لیکن بدون انکی رضامندی کے متولی اس سے زیادہ عمارت میں خرچ نہ کریگا اور
اگر وقف فقیرون پر ہو تو بعض کے نزدیک متولی کسی حال میں اس سے زیادہ تعمیر نہ بڑھائیگا جس وصف پر وقف
کرنیوالے نے وقف کیا ہے اور یہی اصح ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر کسی نے اپنا مکان اپنی اولاد کی سکونت کے لیے
وقف کیا تو جو اسمین رہے اسی پر اسکی تعمیر و مرمت واجب ہے پھر اگر اسنے اس سے انکار کیا یا وہ فقیر ہے تو قاضی اسکو
اجارہ پر دیکر اسکی اجرت سے مرمت و تعمیر کا حکم دیگا پھر جب اسکی مرمت ہو جائیگی تو جسپر وقف تھا پھر اسی کو واپس
دیا جائیگا اور انکار کرنے والے پر تعمیر کے واسطے جبر نہیں کیا جائیگا اور اگر اسی نے اجارہ پر دیا جسکو حق سکونت حاصل
ہے تو اسکا اجارہ نہیں صحیح ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر سکونت کے حقدار نے اپنے خالص مال سے وقف میں عمارت بنائی
پس اگر اس عمارت میں سے کچھ بعینہٖ قائم ہو تو وہ اس بنانے والے کے وارثون کی ہوگی چنانچہ ان لوگون کو اختیار ہوگا
کہ اسکو لے لیں بشرطیکہ اس سے واقف کو کوئی ضرر نہ پہونچے کذا فی الحاوی اور اسکے وارثون سے کہا جائیگا کہ
اپنی اس عمارت کو یہانسے دور کر لیجاؤ پس اگر وہ لے گئے تو خیر ورنہ انپر جبر کیا جائیگا اور اگر انھون نے عمارت کا اس شخص
کو مالک کر دیا جسپر انکے مورث کے بعد وقف ہے اور قیمت اسکے عوض لے لی تو دونون فریق کی باہمی رضامندی سے
جائز ہے اور اگر دونون فریق میں سے ایک نے اس سے انکار کیا تو دوسرا اسکے واسطے جبر نہیں کیا جائیگا یہ محیط میں ہے
اور اگر اس عمارت میں سے بعینہٖ کچھ قائم نہو تو بنانے والے کے وارثون کو کچھ نہ ملیگا یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر اس شخص نے
جسکے واسطے سکونت شرط کیگئی تھی مکان موقوفہ کی دیوار میں پکی اینٹیں لگائیں اور اسپر گچ کی یا اس مکان میں شہتیر ڈالے
یا دھنیان پھر وہ مر گیا اور انمیں سے کوئی چیز بغیر ضرر عمارت وقف کے جدا نہیں ہوسکتی ہے تو اسکے وارثون کو انمیں سے
کوئی چیز جدا کر لینے کا اختیار نہوگا لیکن اب جسکو سکونت کا استحقاق بوجہ شرط وقف کے حاصل ہوا ہے اس سے
کہا جائیگا کہ وارثون کو انکی عمارت کی قیمت دیدے اور تجھکو سکونت کا استحقاق حاصل ہوگا پھر اگر اسنے انکار کیا تو مکان مذکور
اجارہ پر دیدیا جائیگا اور اسکا کرایہ ان وارثون کو اسوقت تک دیا جائیگا کہ جب تک انکی عمارت کی پوری قیمت انکو ملجاوے
پھر جب انکو پوری قیمت پہونچ گئی تو مکان مذکور اس شخص کو دیدیا جائیگا جسکو سکونت کا استحقاق حاصل ہے اور ایسی صورت میں

جسکو اب استحقاق سکونت حاصل ہی یہ اختیار نہیں ہی کہ ان وارثون کے ساتھ اس امر پر راضی ہو جاوے کہ اپنی عمارت کو کھود کر
توڑ لیجاوے یہ ظہیریہ مین ہی اور عمارت وقف مین سے جو چیز منہدم ہو گئی اور ٹوٹ گری تو قاضی اسکو عمارت وقف مین صرف
کریگا اگر وقف مین اسکی ضرورت ہو ورنہ اسکو رکھ چھوڑیگا تاکہ جب وقف مین اسکی ضرورت پیش آوے تو اسکی عمارت مین
صرف کرے اور اگر بعینہ اسکا عمارت مین صرف کرنا متعذر ہو تو اسکو فروخت کر کے اسکا ثمن مرمت مین صرف کریگا اور یہ روا
نہیں ہی کہ مستحقان وقف مین تقسیم کر دے یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر رباط کی کوئی چھت گر پڑی یا اسکی کوئی دیوار منہدم ہو گئی
اور مستحقان وقف نے اس سے نفع لینا چاہا تو انکو یہ اختیار نہیں ہی الا جب کہ اسکی تعمیر سے یاس ہو جاوے تو بعض نے
فرمایا کہ انکو ایسی اجازت حاصل ہو جائیگی بشرطیکہ حاجتمند محتاج ہون اور یہ بقیاس قول امام ابو یوسف رح ہی اور بعض نے فرمایا
کہ وقف کرنے والے کے وارثون کو ملیگی اور یہ قیاس قول امام محمد رح ہی یہ تہذیب مین ہی۔ ایک رباط کے دروازہ پر
ایک بڑی نہر کا پل ہی کہ اس رباط سے کوئی نفع حاصل نہیں ہو سکتا ہی جب تک کہ اس پل پر سے اُس پار نجاوین اور اس
پل کی کوئی آمدنی نہیں ہی تو رباط کی آمدنی سے اس پل کی تعمیر مین خرچ کرنا روا ہی بشرطیکہ وقف کرنے والے نے یہ شرط کی
ہو کہ وقف کی آمدنی ایسے امور مین صرف کیجاوے جنمین رباط کے واسطے بہتری ہو اور اگر اُسنے یہ شرط نکر دی ہو بلکہ فقط رباط کی
مرمت کا ذکر کیا ہو تو جائز نہیں ہی اسواسطے کہ یہ رباط کی مرمت نہیں ہی حتے کہ اگر رباط کی حالت ایسی ہو کہ اگر اسکی آمدنی
سے پل کی مرمت نکیجاوے تو رباط خراب و شکستہ ہو جائیگی تو علماء نے استحسانًا فرمایا کہ پل کی مرمت ایسی حالت مین رباط
کی آمدنی سے جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتیون پر اگر وقف کیا تو مختصر الفتاوی
مین مذکور ہی کہ یہ مسئلہ جائز ہی اور اسی پر سید امام ابو القاسم نے فتوی دیا ہی کذا فی السراجیہ اور مختار یہ ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے قرابتیون پر وقف جائز ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اکیلے تونگرون پر وقف نہین روا ہی اور اگر تونگرون پر جو گنتی
کے ہین اور بعد انکے فقیرون پر وقف کیا تو جائز ہی اور حق تونگرون کا ہوگا پھر فقیرون کا یہ محیط سرخسی مین ہی اور مسافرون پر
وقف کیا تو جائز ہی اور یہ فقیر مسافرون پر ہوگا نہ تونگر مسافرون پر یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر وقف کرنے والے نے کہا کہ [illegible]
کہ اسکی آمدنی سے ہر سال میری طرف سے حج کیا جاوے یا عمرہ کیا جاوے یا میرا قرضہ ادا کیا جاوے تو یہ جائز ہی اور اگر کار
خیر پر وقف کیا چنانچہ وقفنامہ مین بیان کیا کہ اسکی سالانہ آمدنی سے مٹکے خرید کر کے انمین پانی بھروا دیا جایا کرے یا اس سے
بیوہ عورتون و یتیمون کا سامان کر دیا جاوے یا اس سے کپڑے خرید کر فقیرون کو پہنا دیے جایا کرین یا ہر سال صدقہ کیا جایا کرے
بجاے اُن گناہون کے جنمین حد سے تجاوز کر کے نافرمانی کی ہی تو یہ جائز ہی بشرطیکہ اسکے آخر مین ایسا مصرف مقرر کر دیا ہو
جو ہمیشہ فقیرون کے واسطے ہو۔ اور اگر ایک شخص نے اپنی زمین وقف کی بدین شرط کہ ہر سال میری طرف سے ایک پورا حج
پانچ ہزار درم سے کیا جاوے اور سواری کے ساتھ حاجی کا خرچ فقط ایک ہزار درم پڑتے ہین تو انمین سے ہزار درم حج مین صرف
کیے جاوینگے اور باقی مسکینون کو دیے جاوینگے یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہی واسطے غازیون
پر ہی یا مردون کے کفنون پر یا قبرون کے کھودنے پر یا اور اسی کے مشابہ ہے پر تو جائز ہی کذا فی الذخیرہ اور امام خصاف نے
باب الوقف مین فرمایا کہ اور وہ وقف کہ جو نہین جائز ہی اسطرح کہ میری یہ اراضی اللہ تعالی کے واسطے صدقہ موقوفہ ہی
لوگون پر ہمیشہ کے واسطے تو وقف باطل ہی اسی طرح اگر کہا کہ بنی آدم پر یا اہل بغداد پر یعنی جب تک لوگ بسا کریں پھر ختم ہو جاوین تو وہ
مسکینون پر ہی تو وقف باطل ہی اور اسی طرح اگر کہا کہ لنجون اندھون پر تو وقف باطل ہی اور امام خصاف نے لنجون و اندھون پر وقف کا

مسئلہ ایک اور مقام پر ذکر کیا اور فرمایا کہ اس وقف کی آمدنی مسکینون کو ملیگی اور وہ لنجون و اندھون کے واسطے مخصوص
نہوگی اور اسیطرح اگر قرآن شریف کے قاریون پر وفقیہون پر وقف کیا تو بھی باطل ہی اور ہلال رح کی کتاب الوقف مین
مذکور ہی کہ لنجون و اندھون و منقطع لوگون پر وقف صحیح ہی پس انمین سے محتاجون کو ملیگا تو انگرون کو نہ ملیگا اور ہمارے مشائخ
نے فرمایا کہ مسجد کے معلم پر جو مسجد مین لڑکے پڑھایا کرتا ہی نہین جائز ہی اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ جائز ہی۔ اور
شیخ شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ قاضی امام استاد نسفی فرماتے تھے کہ علی ہذا القیاس اگر طالبعلمان شہر فلان پر وقف
کیا تو جائز ہی اگرچہ انمین سے محتاجون کی شرط نہ کردی ہو۔ اور شیخ شمس الائمہ سرخسی نے شرح کتاب الوقف مین بیان فرمایا کہ
اس جنس کے مسائل مین حاصل قاعدہ یہ ہی کہ جب وقف کرنیوالے نے ایسا مصرف ذکر کیا جسمین ظاہر صاف معلوم ہوتا ہی کہ
فقیرون ومحتاجون پر وقف ہی تو وقف صحیح ہوگا خواہ یہ لوگ گنتی وشمار سے حصر مین آسکتے ہون یا حصر مین نہ آتے ہون اور جب اسنے ایسا
مصرف بیان کیا کہ اسمین تونگر وفقیر یکسان ہین پس اگر یہ لوگ حصر مین آتے ہون تو یہ انکے واسطے صحیح ہی باعتبار انکے اعیان کے یعنی
گویا ہر فرد معین کو تملیک کردی اور اگر یہ لوگ شمار مین نہ آتے ہون تو وقف باطل ہی اور فرمایا کہ لیکن اگر ایسے لفظ سے
باعتبار لوگون کے استعمال کے نہ باعتبار حقیقت لفظ کے یہ دلالت پائی جاتی ہو کہ محتاجی ہونے کے ساتھ انکو دیا جاوے جیسے
یتیمون کا لفظ کہا کہ لوگون کے استعمال مین محتاج بیکس پر دلالت پائی جاتی ہی تو ایسی حالت مین دیکھا جائیگا کہ اگر یہ لوگ
داخل شمار ہین تو انمین تونگر وفقیر سب یکسان ہین اور اگر داخل شمار نہ ہون تو بھی وقف صحیح ہی مگر انمین سے فقیرون کو دیا جائیگا
تونگرون کو نہ ملیگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر اصحاب حدیث پر وقف کیا تو وقف مین کوئی شافعی مذہب والا جبکہ وہ حدیث کی
طالبعلمی مین مشغول ہے داخل نہ ہوگا اور حنفی مذہب والا اگر حدیث کی طلب وتحصیل مین ہو تو داخل ہوگا یہ خلاصہ مین
ہی۔ اور اگر کسی نے اپنی زمین یا مکان ہر اس شخص کے واسطے جو اس خاص مسجد کے واسطے موذن مقرر ہووے یا امام مقرر ہووے
وقف کیا تو شیخ اسمعیل زاہد نے فرمایا کہ ایسا وقف نہین جائز ہی اور اگر موذن فقیر ہو تو بھی نہین جائز ہی اور اسمین حیلہ جواز
کا یہ ہی کہ وقفنامہ مین یون تحریر کرے وقفت ہذا المنزل علی کل موذن یوذن فیکون فی ہذا المسجد او المحلۃ فاذا خرب المسجد
ولم یبق من اہل تصرف لغلۃ بعد ذلک الی فقراء المسلمین ومحاویجہم تو جائز ہوگا اور اگر کہا کہ مین نے ہر موذن فقیر پر وقف کیا
تو یہ مجہول ہی یہ ظہیریہ مین ہی اور زمین کا وقف کرنا ایسے شخص پر کہ وقف کرنے والے کی قبر کے پاس قرآن پڑھا کرے نہین
صحیح ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور شیخ ابوبکر رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک نے اپنی اراضی کو مصاحف مجید پر جو وقف کیے ہوئے ہین
اس شرط سے وقف کیا کہ ان مصاحف مین سے جو پڑھا پڑھایا جاوے اسکی درستی اس اراضی کی آمدنی سے ہوا کرے تو فرمایا کہ
وقف باطل ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر صوفی لوگون پر وقف کیا تو بعض نے فرمایا کہ نہین جائز ہی اور بعض نے فرمایا کہ جائز ہی اور زاہدین
سے فقیرون پر صرف کیا جائیگا اور یہی اصح ہی یہ قنیہ مین ہی۔ فصل دوم اپنی ذات واپنی اولاد وانکی نسل پر وقف کرنیکے
بیان مین۔ اگر ایک نے کہا کہ میری یہ اراضی میری ذات پر وقف ہی تو قول مختار کے موافق یہ وقف جائز ہی یہ خزانۃ المفتین
مین ہی۔ اور اگر کہا کہ مین نے وقف کی اپنی ذات پر بعد اپنے فلان پر پھر بعد اسکے فقیرون پر تو امام ابویوسف کے نزدیک
جائز ہی یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری اراضی وقف ہی فلان پر و بعد اسکے مجھ پر یا کہا کہ مجھ پر و فلان پر یا کہا کہ میرے غلام پر
وفلان پر تو مختار یہ ہی کہ صحیح ہی یہ غیاثیہ مین ہی اور اگر کسی نے اپنی زمین اپنے فرزند پر اور بعد اسکے مسکینون پر وقف صحیح
کی تو وقف مین اسکا وہی فرزند داخل ہوگا جو آمدنی پائے جانے کے روز موجود ہو خواہ وہ وقف کے روز موجود تھا

یا بعد اسکے پیدا ہوا ہو اور یہ شیخ ہلال رحمہ اللہ کا قول ہے اور اسی کو مشائخ بلخ نے اختیار کیا ہے کذا فی المحیط اور یہی مختار ہے
یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور اسی طرح اگر یوں کہا کہ میرے فرزند پر اور جو میرا فرزند بعد اسکے پیدا ہو اُسپر وقف ہے پھر جب یہ سب
گذر جاویں تو بعد اُسکے مسکینوں پر وقف ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہے میرے
اس فرزند پر جو میرا فرزند پیدا ہو جاوے الا یہ کہ اسوقت اُسکا کوئی فرزند موجود نہیں ہے تو یہ وقف صحیح ہے پھر جب حاصلات آویگی
تو فقیروں کو تقسیم کردیجاینگی پھر اگر بعد تقسیم کے اسکا فرزند پیدا ہوا تو اُسکے بعد جو حاصلات آویگی وہ اُسکے فرزند کو
دیجایا کریگی جب تک کہ وہ زندہ رہے پھر جب اُسکا کوئی فرزند باقی نہ رہیگا تو اُسکی حاصلات فقیروں پر تقسیم ہوا کریگی
یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میں نے اپنی اولاد پر وقف کیا تو اسمیں مذکر و مونث و خنثی سب داخل ہونگے اور اگر پسران پر
وقف کی تو اسمیں خنثی داخل نہ ہونگے اور اگر دختروں پر وقف کی تو بھی خنثی داخل نہ ہونگے اسواسطے کہ ہم یہ نہیں جانتے
ہیں کہ یہ خنثی درحقیقت لڑکا ہے یا لڑکی ہے اور اگر لڑکوں و لڑکیوں پر وقف کی تو خنثی داخل ہوجاینگے یہ سراج وہاج
میں ہے۔ پھر جہاں اولاد کے واسطے استحقاق ثابت ہو وہاں وہی اولاد داخل ہونگی جنکا نسب اس وقف کنندہ سے
معروف ہے اور جنکا نسب معروف نہیں ہے اور صرف وقف کنندہ کے قول سے معلوم ہوا ہے تو وہ استحقاق میں ان لوگوں کے
ساتھ داخل نہوگا اسکی مثال یہ ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میری یہ اراضی میری اولاد پر وقف ہے پھر وقف کرنیوالے کی ایک
باندی ایک بچہ لائی یعنی اسکے بچہ پیدا ہوا اور وقت حاصلات سے چھ مہینے سے کم میں ہوا پس وقف کرنیوالے نے اسکے
نسب کا دعوی کیا تو اُس سے نسب ثابت ہوجائیگا ولیکن اس حاصلات میں سے اُسکا حصہ نہوگا اور اگر اسکی جورو یا ام ولد کے
وقت غلہ سے چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا تو اس صورت میں اُسکے واسطے اس آمدنی سے حصہ ہوگا یہ حاوی میں ہے اور
اگر چھ مہینہ یا زیادہ میں پیدا ہوا تو اُسکے ساتھ شریک نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر آمدنی غلہ حاصل ہونے کے وقت وقف
کرنیوالا مرگیا پھر اُسکی جورو اسوقت سے کہ غلہ تیار ہوا ہے دو برس تک کے درمیان میں بچہ جنی تو یہ بچہ پہلی اولاد کے ساتھ
مشارک ہوگا اور اسی طرح اگر اسنے موت سے طلاق بائن دیدی ہو اور عدت طلاق میں عدت گذرجانے کا اقرار نہ کیا ہو تو
اس صورت میں بھی یہی حکم ہے اور اگر طلاق رجعی ہو تو اسمیں بھی ویسا ہی حکم ہے جیسا کہ منکوحہ کی صورت میں ہے یہ ظہیریہ
میں ہے اور اگر وقف کنندہ غلہ حاصل ہونے کے بعد وقت زندہ رہا اور ایسا ہے کہ جورو کے پاس جاسکتا ہے پھر مرگیا اور غلہ
کے حاصل ہونے کے وقت سے دو برس تک کے درمیان میں جورو کے بچہ پیدا ہوا تو اس بچہ کا اس غلہ میں کچھ حق نہ ہوگا
کیونکہ یہ نہیں معلوم ہے کہ غلہ حاصل ہوجانے کے بعد اُسکا نطفہ قرار پایا ہو لیکن اگر وجود غلہ سے چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا ہو تو
پہلی اولاد کے ساتھ یہ بچہ بھی شریک ہوگا اور اگر غلہ حاصل ہونے کے ایک یا دو روز بعد وقف کرنیوالا مرگیا پھر اُسکی
جورو اسوقت وجود غلہ سے دو برس کے درمیان میں بچہ جنی تو اس بچہ کو اس غلہ سے حصہ ملیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے
پھر مشائخ نے اس دن کی شناخت میں کہ جس روز آمدنی میں استحقاق واجب ہوتا ہے اختلاف کیا ہے پس شیخ ہلال نے
ایسے بیان کیا ہے کہ وہ روز ہے کہ جس روز یہ حاصلات ایسی ہوگئی کہ اُسکی کچھ قیمت ہے اور یہ شرط نہیں ہے کہ خرچہ سے زائد کچھ
قیمت ہو اور بعضوں نے فرمایا کہ وہ روز ہے جس روز اُسکی قیمت ہوگئی مگر اس حیثیت سے کہ خرچہ و خراج کی و نوائب قاہرہ
مثل قرضہ کے جو غلہ پر واجب ہوا ہے ان سب کو محسوب کرکے اُسکی قیمت ہوشے کذا فی محیط السرخسی اور اسی کو متاخرین مشائخ
بخارا نے اختیار کیا ہے یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ یہ میری زمین میری اولاد کا لونڈیوں و غلاموں پر وقف صدقہ ہے تو وقف

ایسی ہی اولاد کے لیے ہوگا اور دوسرے کے لیے نہ ہوگا اور کانا و اندھا ہونا اسوقت سے معتبر ہوگا جسوقت وقف کیا ہے
اور حاصلات آنے کے روز کا کانا و اندھا ہونا شرط معتبر نہیں ہے اور اگر کہا کہ میری زمین میری اولاد صغار پر صدقہ موقوفہ ہے تو
صدقہ خاصۃً اولاد صغار کے واسطے ہوگا اور استحقاق کے واسطے وہ معتبر ہوگا جو وقف کے وقت صغیر تھا یہ شرط نہیں ہے کہ
غلہ حاصل ہونے کے وقت بھی نابالغ ہو یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر کسی نے کہا کہ میری زمین میری اس اولاد پر صدقہ موقوفہ
ہے جو بصرہ میں سکونت پذیر ہوں تو آمدنی انھیں کو ملیگی جو ساکن بصرہ ہوں اور دوسروں کو نہ ملیگی اور بصرہ کی سکونت
غلہ حاصل ہونے کے روز کی معتبر ہوگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور حاصل یہ ہے کہ استحقاق اگر ایسی صفت سے ہو جو
زائل نہیں ہوتی ہے یا زائل ہوتی ہے مگر بعد زوال کے عود نہیں کرتی ہے تو استحقاق کے لیے وقف کے وقت اس صفت کا ہونا
معتبر ہے۔ اور اگر استحقاق ایسی صفت سے ہو جو زائل ہو جاتی ہے اور پھر عود کر آتی ہے تو استحقاق غلہ کے واسطے غلہ موجود
ہونے کے وقت اس صفت کا پایا جانا معتبر ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اپنی زمین فرزندان نرینہ پر وقف کی تو آئندہ نرینہ اولاد
داخل ہوگی اور لڑکیاں داخل نہ ہونگی اس لیے کہ آئندہ اولاد کو ایسی صفت سے بیان کیا جو زائل نہیں ہو سکتی ہے یہ محیط سرخسی
میں ہے۔ اور اگر کہا کہ لڑکے میری اولاد سے یا میری اولاد کے لڑکوں پر تو اسکی شرط کے موافق ہوگا اور وہی لوگ داخل ہونگے
جو وقف کے روز اس صفت پر موجود تھے یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ جو شخص میری اولاد میں سے مسلمان ہو جاوے
یا جو شخص نکاح کرے اسپر وقف ہے تو وہ شخص داخل ہوگا جو وقف کے بعد مسلمان ہو جاوے یا نکاح کرے اور وہ داخل نہ ہونگے
جو وقف کے روز مسلمان تھے یا انکا نکاح ہو گیا تھا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میری فقیر اولاد پر اور اس سے زیادہ نہ کہا
تو غلہ آنے کے وقت جو فقیر ہو وہ داخل ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ جو میری اولاد میں سے فقیر ہوا تو امام محمدؒ نے
فرمایا کہ جو تونگری کے بعد محتاج ہوا وہی داخل ہوگا اور سوائے امام محمدؒ کے اور علما نے فرمایا کہ غلہ آنے کے وقت جو محتاج ہو
وہ داخل ہوگا خواہ وہ تونگر تھا کہ اب محتاج ہوا یا بالکل غنی تھا ہی نہیں کذا فی فتاوے قاضیخان اور یہی صحیح ہے یہ فتح القدیر میں
ہے۔ اور اگر کہا کہ جو میری اولاد سے محتاج ہوئے تو غلہ آنے کے وقت جو ایسا ہو وہ داخل ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر اپنی زمین
اپنی عالم اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر اگر عالم ہوویں وقف کی پھر انمیں سے کوئی ایک صغیر پسر چھوڑ کر مر گیا جو چند سال کے بعد
عالم ہوا تو اسکا حصہ پہلے سے نہیں رکھ چھوڑا جائیگا اور اس صفت کے پائے جانے سے پہلے وہ کچھ مستحق نہ ہوگا یہ تتمہ میں ہے۔ اور اگر
کہا کہ میری یہ اراضی میرے فرزند پر صدقہ موقوفہ ہے تو اسکی حاصلات اسکی پشت کے فرزندوں پر تقسیم ہوگی خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں یا
دونوں ہوں سب یکساں ہیں اور جب ایسا وقف جائز ہو گیا تو جب تک اسکی پشت کے فرزندوں میں سے ایک بھی پایا جائیگا تب تک
آمدنی اسی کی ہوگی اور کسی کو نہ ملیگی اور جب کوئی اسکی پشت کا نہ رہا تو آمدنی فقیروں پر تقسیم ہوگی اور فرزند کی اولاد کو صرف
نہ کیا جائیگا اور اگر وقف کے وقت اسکی پشت سے کوئی فرزند نہ ملا بلکہ اسکے پسر کی اولاد ہو تو پسر کی اولاد کو ملیگا اور انکے نیچے جو پشت
ہے انکو کچھ نہ ملیگا اور اسکے نطفہ سے فرزند نہ ہونے کے وقت پسر کی اولاد مثل اسکی پشت کی اولاد کے ہوگی اور اس میں دختر کی
اولاد موافق ظاہر الروایہ کے داخل نہ ہوگی اور اسی کو ہلال نے لیا ہے اور ظاہر الروایہ یہی صحیح ہے یہ فتاوے قاضیخان میں ہے پھر
اگر اسکے بعد اگر اسکی پشت کے نطفہ سے اسکا کوئی فرزند لڑکا یا لڑکی پیدا ہوئی تو آئندہ جو حاصلات آوے گی وہ اسکے
صلبی فرزند کو دیجائیگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور اگر پشت اول و دوم دونوں معدوم ہوں اور تیسری و چوتھی پشت پائی گئی
اور انکے نیچے بھی اور پشت موجود ہیں تو تیسری پشت اور اسکے نیچے کی پشتیں سب اس حاصلات میں شریک ہونگی اگرچہ کثرت سے ہوں

یہ محیط میں ہے اور جو حکم اپنے فرزند پر وقف کرنے کی صورت میں فصل مذکور ہوا ہے ویسا ہی اگر فلان کے فرزند پر
وقف کیا تو اسکی تفصیل سے یہ حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ میرے فرزند پر اور میرے فرزند
کی اولاد پر ہے تو اسمیں اسکی پشت کی اولاد اور اولاد کی اولاد جو وقف کے روز موجود ہیں اور جو بعد کو پیدا ہوویں سب
داخل ہونگی اور ہر دو پشت میں اس آمدنی میں شریک ہونگی اور جو ان دونوں پشتوں سے نیچے ہیں وہ انکے ساتھ شریک نہونگی
اور اسمیں دختروں کی اولاد ظاہر الروایہ کے موافق داخل نہوگی اور اسی پر فتوی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میرے
فرزند پر و میرے فرزند کی اولاد پر اور فرزند کی اولاد کی اولاد پر وقف ہے یعنی تیسری پشت کو بھی ذکر کیا تو وقف کی آمدنی
ہمیشہ اسکی اولاد پر نسلاً بعد نسل تقسیم ہوگی اور فقیروں پر صرف نہ کیجائیگی جب تک کہ ان لوگوں میں سے جسپر وقف کا نام لیا
ہے اور جو انکے نیچے پشت میں ہوں ایک بھی باقی رہے اور انمیں اقرب و ابعد یعنی نزدیک والے اور دور والے سب برابر ہیں
لیکن اگر وقف کرنے والے نے وقف میں کہا کہ الاقرب فالاقرب یعنی نزدیک پہلی پشت والے پھر انکے بعد جو سب سے نزدیک ہے
ہیں یعنی دوسری پشت والے علی ہذا القیاس یا کہے کہ میرے فرزند پر پھر بعد انکے میرے فرزند پر یا کہا بطناً بعد بطن
یعنی پشت بعد پشت کے تو ایسی صورت میں جس سے وقف کرنے والے نے شروع کیا ہے اس سے شروع کیا جائیگا یہ فتاوی
قاضیخان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہے میری اولاد پر تو سب پشتیں داخل ہو جائینگی کیونکہ اولاد کا لفظ
عام ہے لیکن کل آمدنی پہلی پشت والوں کو ملیگی جبتک انمیں سے کوئی باقی رہے پھر جب سب گذر گئے تو دوسری پشت والوں
کو ملیگی پھر جب گذر گئے تو تیسری پشت والے و چوتھی و پانچویں یعنی موجود ہوں سب کو ساتھ ہی ملیگا اور تیسری سے لیکر باقی سب
شریک ہونگے اور دور و نزدیک اسمیں برابر ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کسی نے کہا کہ میں نے اپنی اولاد پر وقف کیا حالانکہ
غلہ کے وقت اسکا ایک فرزند موجود ہے تو نصف غلہ اسکو ملیگا اور نصف فقیروں کو ملیگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر کہا
کہ یہ صدقہ موقوفہ ایک فرزند پر ہے اور اسکا ایک فرزند ہے تو پورا وقف اسی کا ہوگا اور اسی طرح اگر اسکے اولاد تھی مگر سب مر گئے فقط
ایک باقی رہا تو اسی کو ملیگا یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ یہ اراضی میری ہر دو اولاد پر صدقہ موقوفہ ہے پھر جب دونوں گذر جاویں تو
ان لوگوں کی اولاد و اولاد کی اولاد پر نسلاً بعد نسل صدقہ موقوفہ ہے پس ان دونوں پر آمدنی صرف کیجائیگی پھر اگر انمیں سے ایک
مر گیا اور ایک فرزند چھوڑا تو فقط ایک فرزند وقف کنندہ کو نصف ملیگا اور نصف فقیروں پر تقسیم ہوا کریگا یہانتک کہ وہ بھی
مر جاوے پھر جب وہ بھی مر گیا تو ان دونوں بیٹوں کی اولاد و اولاد کی اولاد پر جسقدر نسل ہو نسلاً بعد نسل ہمیشہ کے واسطے
صدقہ جاری رہیگا یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے میری محتاج اولاد پر اور اسکی اولاد میں
کوئی محتاج نہیں ہے سوائے ایک کے تو نصف آمدنی اس محتاج کو دیجائیگی اور باقی نصف فقیروں کو صدقہ دیجائیگی یہ
خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر کہا کہ یہ میری اراضی صدقہ موقوفہ میرے بیٹوں پر ہے اور اسکے دو بیٹے یا زیادہ ہیں تو آمدنی
ان سب کے واسطے ہوگی اور اگر پیدا ہونے غلہ کے وقت اسکا ایک ہی بیٹا ہو تو نصف غلہ اسکا اور نصف فقیروں کا ہوگا
اور اگر اسکے بیٹے و بیٹیاں ہوں تو شیخ ہلال رح نے فرمایا کہ غلہ ان سب کو مساوی ملیگا اور یہی صحیح ہے جیسے اگر کہا کہ اراضی ہذا
صدقہ موقوفہ علی اخوتی حالانکہ اسکے بھائی بہن و بہنیں ہیں تو سب مساوی شریک ہونگے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میری
یہ اراضی بنی فلان پر صدقہ موقوفہ ہے حالانکہ فلان کے بیٹے و بیٹیاں ہیں تو امام ابو یوسف رح نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی
کہ یہ صدقہ خاصۃ اسکی نرینہ اولاد پر ہوگا عورتوں پر نہوگا اور یوسف بن خالد سمتی نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ اولاد

مذکر ومونث سب داخل ہونگی اور اگر فلان مذکور کی اولاد ایک بڑا قبیلہ ہوکر داخل شمار نہون توسب روایات کے موافق یہ
صدقہ مذکر ومونث سب اولاد پر ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ یہ اراضی صدقہ وقف ہے میرے بیٹون
پر حالانکہ اُسکے بیٹے نہین ہین بیٹیان ہین توساری حاصلات فقیرون پر صدقہ ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ میری بیٹیون پر
حالانکہ بیٹیان نہین بیٹے ہین تو آمدنی فقیرون پر صدقہ ہوگی اور بیٹیون کو کچھ نہ ملیگا یہ وجیز مین ہے۔ اور اگر اپنے کوئی
ایک بیٹے اور اُسکی اولاد واولاد اولاد پر نسلاً بعد نسل وقف کیا توان سب کے درمیان آمدنی تقسیم ہوگی یعنی جو اُسکے بیٹے کی
اولاد ہو انکی تعداد پر مساوی تقسیم ہوگا جسمین مذکر ومونث سب برابر ہونگے اور دختر کی اولاد اسمین داخل ہوگی یہ خزانۃ المفتین
مین ہے اور اگر اپنی نسل یا اپنی ذریت پر وقف کیا تو اسمین بیٹون کی اولاد و بیٹیون کی اولاد خواہ نزدیک کی ہون یا دور کی
ہون سب داخل ہونگی اور اگر اپنی عترت پر وقف کیا تو ابن الاعرابی و ثعلب نے فرمایا کہ عترت وہی ذریت ہین اور علی نے
فرمایا کہ وہ عشیرہ ہین اور اگر کہا کہ میرے ان لوگون پر وقف ہے جو نسب مین میری طرف نسبت دیے جاوین تو اسمین اُسکی دخترون
کی اولاد داخل نہ ہوگی یہ سراج وہاج مین ہے۔ ایک نے کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ میری اولاد و میری نسل پر ہے
تو وقف صحیح ہے اور اسمین اُسکی اولاد اور اولاد کی اولاد مذکر ہون یا مونث ہون خواہ نزدیک کی قرابت سے ہون یا دور کے
نسب سے ہون سب داخل ہونگی اور بیٹون و بیٹیون کی اولاد برابر داخل ہونگی خواہ آزاد ہون یا مملوک ہون اور
مملوکون کا حصہ انکے مولی کا ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ میری نسل پر و میری ذریت پر تو یہ جائز ہے اور اُسکا حکم مثل اول کے
ہے یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر کہا کہ مین نے اپنی اولاد و اپنی نسل پر وقف کیا اور اُسکے فرزند کا فرزند ہے پھر بعد وقف کے اُسکا
فرزند اُسکی پشت سے پیدا ہوا توسب استحقاق مین داخل ہو جاوینگے اور اگر کہا کہ میرے فرزندون پر جو پیدا ہوگئے ہین
اور میری نسل پر وقف ہے تو جو اُسکا فرزند بعد اُسکے پیدا ہوا وہ نسل کے کہنے کی وجہ سے داخل استحقاق ہوگا یہ فتاوی
قاضی خان مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے میری ان اولاد پر جو مخلوق ہوگئی ہے اور انکی نسل پر تو
اسمین اُسکی وہی اولاد جو پیدا ہوگئی ہے اور انکی نسل داخل ہوگی خواہ مخلوق ہوئی ہو یا ہنوز نہ ہوئی ہو اور جو اُسکے فرزند پیدا
نہین ہوئے ہین وہ داخل نہ ہونگے اور نہ انکی نسل داخل ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے اور اسیطرح اگر کہا میری ان اولاد پر جو
پیدا ہوگئی ہین اور انکی اولاد پر صدقہ ہے پھر اُسکے بعد اُسکی پشت سے کوئی فرزند پیدا ہوا تو اُسکو کچھ استحقاق نہوگا یہ فتاوی
قاضیخان مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میری اولاد پیدا شدہ اور انکی اولاد کی اولاد و انکی نسل پر صدقہ ہے تو اُسکی اولاد جو پیدا ہوگئی
ہے اور اولاد اولاد ہمیشہ نسلاً بعد نسل استحقاق مین داخل ہونگی اور اگر کہا کہ میری اولاد جو پیدا ہوگئی ہے اور انکی اولاد اولاد
پر صدقہ ہے اور پھر اُسکے فرزند ہوا تو اُسکے فرزند کو کچھ نہ ملیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میری اولاد پر جو مخلوق ہوگئے ہین اور انکی
نسل پر اور میری اس اولاد کی نسل پر جو آئندہ پیدا ہو تو جو اُسکی پشت سے اُسکی اولاد آئندہ پیدا ہووے وہ استحقاق مین شامل
نہونگی ہان انکی اولاد شامل ہوگی۔ اور اگر کہا کہ میری اولاد پر اور انکی اولاد پر اور انکی اولاد کی اولاد پر جب تک نسل ہے صدقہ
موقوفہ ہے اور حال یہ ہے کہ قبل وقف کے اُسکی بعض اولاد تھی جو مرچکی مگر اپنی اولاد چھوڑ گئی ہے تو یہ لوگ استحقاق مین شامل ہونگے
اور اگر کہا ہو کہ میری اولاد پر اور میری اولاد کی اولاد پر اور انکی اولاد پر تو صورت مذکورہ مین یہ لوگ وقف کے استحقاق مین
داخل ہونگے یہ حاوی مین ہے۔ اگر اپنی صحت مین کہا کہ مین نے یہ اراضی اللہ تعالی کے واسطے ہمیشہ کے لیے صدقہ موقوفہ کردی اپنی
اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر اور انکی اولاد کی اولاد پر اور انکی نسل پر جبتک انکی نسل رہے تو ایسے صدقہ کی آمدنی مین اسکا ہر فرزند

جو وقف کے روز موجود تھا اور ہر فرزند جو وقت کے بعد غلہ پیدا ہونے سے پہلے پایا گیا اور اولاد کی اولاد ہمیشہ سب داخل ہونگی اور جو شخص انہین سے غلہ کے وجود سے پہلے مرگیا اُسکا حصہ ساقط ہو جائیگا اور جو غلہ موجود ہونے کے بعد مرا ہے اسکے حصہ کے اسکے وارث مستحق ہونگے کیونکہ وہ اپنے حصہ کا مستحق ہو چکا ہے اور اس صدقہ مین نیچے اور اوپر کی پشتین سب برابر ہونگی لیکن اگر اُسنے اپنے وقف مین کہدیا ہو کہ پہلے یہ صدقہ انہین سے اوّل پشت سے شروع کیا جائے پھر اس پشت کو جو انکے نیچے متصل ہے علی ہذا الترتیب تو یون ہی کیا جائیگا پھر اگر اُسنے اسطور پر کہدیا ہو پھر اوّل پشت کے سب گذر گئے سوائے ایک کے تو تمام آمدنی اسی اکیلے باقی کو ملیگی اور دوسری پشت والون مین کسی کو کچھ نہ ملیگا - اور اگر یون کہا کہ انکی آمدنی پہلے اوّل پشت سے شروع کیجاوے پھر انکے گذر جانے کے بعد دوسری پشت والون کو دیجاوے مگر اس شرط پر کہ انہین سے مذکر کو مؤنث سے دو چند دیا جایا کرے پھر اس وقف کی آمدنی حاصل ہوئی اور اوّل پشت مین سب مذکر ہی مذکر ہین انکے ساتھ کوئی مؤنث نہین ہے یا سب مؤنث ہین کوئی مذکر نہین ہے تو سب غلہ انکے درمیان مین مساوی تقسیم ہوگا یہ ذخیرہ و محیط مین ہے - اور اگر وقف کنندہ نے کہا ہو کہ میری اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر ہمیشہ جب تک نسل باقی رہے یہ صدقہ موقوفہ ہے اور یہ نہ کہا کہ بطنا بعد بطن مگر یہ کہا کہ ہرگاہ انہین سے ایک مرگیا تو حاصل آمدنی مین سے اُسکا حصہ اسکی اولاد کا ہوگا تو انہین سے کسی کے مرنے سے پہلے وہی حکم ہے جو بیان ہوا کہ آمدنی اسکی سب اولاد و اولاد کی اولاد و نسل کے درمیان مساوی ہوگی پھر اگر اسکی پشت کا کوئی فرزند مرا اور کوئی فرزند چھوڑا پھر آمدنی آئی تو ان سب کی تعداد پر یعنی اولاد و اولاد کی اولاد جا ہے جسقدر بھی پشت کے ہون اور اس فرزند صلبی پر جو مرگیا ہے سب کی تعداد پر مساوی تقسیم ہوگی پھر جو حصہ اس میت کے پرتے مین پڑا ہے وہ اسکی اولاد کو دیدیا جائیگا پس اولاد میت کے واسطے دو حصہ ہوئے ایک تو انکا خود حصہ جو وقف کرنے والے کی شرط پر انکو ملا اور دوسرا انکے والد کا حصہ یہ خلاصہ مین ہے اور اگر اُسنے کہا کہ میری اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر اور انکی نسل پر اور انکی اولاد پر جبتک تناسل رہے بدین شرط کہ پہلے یہ اوّل پشت سے دینا شروع کیا جاوے پھر انکے گذرنے کے بعد دوسری پشت جو انکے متصل نیچے ہے انکو دیا جاوے علی ہذا الترتیب بطنا بعد بطن ملے اور ہرگاہ کہ انہین سے کوئی مرجاوے اور فرزند چھوڑے تو میت کا حصہ اسکے فرزند کو اور اسکے فرزند و نسل کو ہمیشہ جبتک تناسل رہے ملا کرے بدین شرط کہ اعلی بطن مقدم کیا جاوے اور ہرگاہ انہین سے کوئی مرے اور کوئی فرزند نہ چھوڑے اور نہ فرزند کا فرزند اور نہ نسل چھوڑے تو اس صدقہ مین سے اُسکا حصہ اس صدقہ والون پر رد کیا جاوے پس غلہ چند سال تک بطن اعلی پر تقسیم کیا گیا پھر اسکے بعد انہین سے بعض کا انتقال ہوگیا اور اُسنے فرزند و فرزند کا فرزند چھوڑا تو وقف کی آمدنی وقف کرنیوالے کی اولاد پر جو وقف کے وقت موجود تھی یا اسکے بعد پیدا ہوئی سب پر تقسیم کیا جائیگا پھر جسقدر انہین سے زندون کو ملا ہے وہ انکا ہوگا کہ اسکو لینگے اور جو کچھ مردون کو پہونچا تو موافق شرط وقف کنندہ کے اسکے فرزند کو ملیگا مگر اسکے فرزند و فرزند کے فرزند مین بطن اوّل مقدم کیا جائیگا موافق شرط وقف کنندہ کے اور اگر پہلی پشت سے جو شخص مرا ہے اُسنے اپنی پشت کا کوئی فرزند نہ چھوڑا بلکہ فرزند کا فرزند چھوڑا تو آمدنی مین سے میت کا حصہ اسکے فرزند کے فرزند کو ملیگا جو وقف کنندہ کی اولاد مین تیسری پشت سے ہے اور اسی طرح اگر تیسری سے نیچی ہو تو وہ بھی پاویگا اسواسطے کہ وقف کنندہ نے یون ہی شرط کردی ہے اور اگر اول پشت کی تعداد دس نفر ہون پھر انہین سے دو مرگئے اور کوئی فرزند یا فرزند کا فرزند وغیرہ نہ چھوڑا پھر اسکے بعد دو نفر اور مرگئے اور ہر ایک نے فرزند اور فرزند کا فرزند چھوڑا پھر ان دونون کے بعد دو اور مرے اور کوئی فرزند نہ چھوڑا اور نہ فرزند کا فرزند چھوڑا پھر چارون باقیون نے اور اولاد ہر دو میت نے تنازع کیا تو جسوقت غلہ آئے سو وقت اسطرح

تقسیم کیا جائیگا کہ سب غلہ ان چارون باقیون اور ان دونون بیٹون پر جو اولاد چھوڑ مرے ہین چھ حصہ پر تقسیم کیا جائیگا پھر جو چارون باقیون کے حصہ مین پڑا وہ انکو ملجائیگا اور جو ان دونون بیٹون کے پڑے ہین آیا جنھون نے اولاد چھوڑی ہی تو یہ ان دونون کی اولاد کو ملیگا اور باقی جا بیٹے جنھون نے اولاد نہین چھوڑی ہی ساقط ہوگئے یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی زمین اپنی اولاد پر وقف کی اور آخر مین اسکی آمدنی فقیرون کیواسطے کی پھر اولاد مین سے بعض مر گئے تو شیخ ہلال نے فرمایا کہ تمام آمدنی باقیون پر صرف کی جائیگی پھر جب باقی بھی مر جاوین تو آمدنی فقیرون پر صرف کیجائیگی اور ان اولاد کی اولاد کو نہ ملیگی اور اگر اسنے اپنی اولاد پر اسطرح وقف کیا کہ ہر ایک کا نام لے لیا کہ فلان پر و فلان پر اور آخر وقف فقیرون پر کیا پھر ان مین سے کوئی مرا تو اسکا حصہ فقیرون پر صرف ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر یون کہا کہ عبد اللہ و زید و عمرو اور انکی نسل پر تو استحقاق غلہ مین عبد اللہ و زید و عمرو اور انکی اولاد و اولاد کی اولاد ہمیشہ جب تک نسل ہو شامل ہونگی اور اگر کہا کہ عبد اللہ و زید و عمرو اور عمرو کی نسل پر تو استحقاق مین عبد اللہ و زید و عمرو اور جو شخص کہ اولاد عمرو سے خاصۃً ظاہر ہوں شامل ہونگے اور اگر کہا کہ عبد اللہ و زید و عمرو اور ان دونون کی نسل پر تو استحقاق مین عبد اللہ و زید و عمرو اور جو اولاد زید و عمرو سے ہون شامل ہونگے۔ اور اگر کہا کہ اولاد عبد اللہ پر اور اولاد زید پر حالانکہ زید کا کوئی فرزند نہین ہی تو پوری آمدنی اولاد عبد اللہ کیواسطے ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر وارثان زید پر وقف کیا اور زید زندہ موجود ہی تو اسکے وارثون کیواسطے کچھ نہوگا اور کل غلہ فقیرون کیواسطے ہوگا پھر جب وہ مر گیا تو غلہ مذکور اسکے وارثون کے درمیان انکی تعداد پر حصہ کر دیا جائیگا کہ عورت و مرد برابر ہونگے پھر اگر ان مین سے بعض مر گئے تو انکا حصہ ساقط ہو گیا اور جو لوگ غلہ حاصل ہونے کے روز موجود ہون انہین پر تقسیم ہوگا اور اگر ان مین سے ایک باقی رہ گیا تو نصف اسکا ہوگا اور باقی نصف فقیرون پر تقسیم ہوگا اور اگر کہا کہ اولاد زید پر اور وہ فلان و فلان و فلان و فلان یعنی پانچ کو شمار کیا تو ان پانچ کے سوائے اورون کو خواہ اسوقت موجود ہون یا اسکے بعد پیدا ہون اس غلہ سے کچھ نہ ملیگا یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی مساکین پر صدقہ موقوفہ ہی اس شرط پر کہ پہلے اسمین سے میری پشت کی اولاد پر شروع کیا جائے پس اس وقف کا غلہ انپر جاری رکھا جائے پھر اسکے بعد انکی اولاد اور انکی نسل پر جاری رکھا جاوے تو غلہ اسکی پشت کی اولاد کیواسطے ہوگا اور اسکی اولاد کی اولاد کے واسطے تمام اسکی شرط کے موافق رہیگا پھر مسکینون پر تقسیم ہوا کریگا اور اسی طرح اگر کہا کہ میرے اس صدقہ کا غلہ واسطے مساکین کے ہی کہا اسنے فایح نہ ہوگا اور باوجود اسکے یہ کہا کہ اور اس شرط سے کہ اس وقف کا غلہ میرے قرابتی پر جاری رکھا جائے جبتک کہ انمین سے ایک بھی باقی رہے تو بھی اس وقف کا غلہ برابر اسکے قرابتی کیواسطے رہیگا پھر جب ایک بھی نرہے تو پھر مسکینون پر جاری ہو جائیگا **قال المترجم** میرے نزدیک یہ طریقہ وقف کا بہت مستحسن ہی یعنی تقدیم بشرط مساکین فافہم واللہ اعلم۔ اور اگر اسنے کہا کہ اس شرط پر کہ اسکا غلہ اسکے عبد اللہ بن جعفر اور واسطے اولاد زید کے ہی جبتک انمین سے ایک بھی باقی رہے پھر جب سب گذر جاوین تو مساکین پر ہی تو غلہ مذکور اولاد زید کی تعداد اور عبد اللہ بن جعفر پر تقسیم کیا جائیگا پس اگر اولاد زید پانچ نفر ہون تو غلہ چھ حصہ پر تقسیم کیا جائیگا یہ محیط مین ہی اور اگر کہا کہ میری یہ زمین بعد میری وفات کے صدقہ موقوفہ ہی میری اولاد اور اولاد کی اولاد اور انکی نسل پر پھر مر گیا تو اسکی پشت کی اولاد پر وقف مذکور جائز نہوگا اور اولاد کی اولاد پر جائز ہوگا مگر جب تک پشت کی اولاد مین سے کوئی زندہ ہی تب تک کل غلہ اولاد کی اولاد کے واسطے نہوگا بلکہ تقسیم ہر سال اسطرح ہوگی کہ سالانہ غلہ سب کی تعداد پر حصہ لگایا جائیگا پس جو کچھ اولاد کی اولاد کے پڑتے مین پڑا وہ انکے واسطے وقف تصور ہوگا اور جو کچھ واقف کی پشت کے فرزندون کے پڑتے مین پڑے وہ وارثون کے درمیان میراث ہوگا حتی کہ شوہر و زوجہ کی بھی شرکت ہوگی جیسے اور وارثون کی شرکت ہوگی۔ اور اگر اسکی پشت کے فرزندون مین سے بعض مر گئے تو غلہ مذکور اسکی پشت کے باقی فرزندون اور اولاد کی

اولاد کی تعداد پر تقسیم ہوگا پھر جو کچھ پشت کے باقی فرزندوں کے پرتے میں پڑا ہے وہ سب وارثوں کے درمیان حصہ رسد
تقسیم ہوگا خواہ یہ وارث زندہ ہوں یا مر چکے ہوں بشرطیکہ وہ وقف کرنے والے کی موت کے وقت زندہ تھے یہ خلاصہ میں
ہے۔ اور وقف ہلال میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے اپنی اولاد پر وقف کیا اور وقف میں ذکر کیا کہ یہ وقف میری حیات میں اور
بعد میری وفات کے تو اسکا یہ قول کہ بعد میری وفات کے یہ بوجہ سبب فساد نہ ہوگا اور یہی اصح ہے اور یہ نہ ہوگا کہ اس قول
سے یہ وقف وارثوں کے واسطے وصیت ہونا قرار دیا جاوے بلکہ اسپر محمول ہوگا کہ اسنے تابید یعنی ہمیشہ ایسا رکھنے کا قصد
کیا ہے یہ وجیز میں ہے۔ فصل سوم قرابت پر وقف کرنے اور قرابت کی شناخت کے بیان میں۔ قال المترجم چونکہ اس فصل و باب
میں مسائل کی بنا خصوصاً زبان عرب پر ہے لہذا اعتماد ہے کہ اسکو زبان عرب پر محمول کریں ہاں جا بجا میں اپنی زبان کے
موافق تصریح و اشارہ کر دونگا واللہ الموفق والمعین۔ امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ نے فرمایا کہ قرابت ہر ایسے شخص پر صادق ہوگی
جو اسلام میں اسکے ساتھ اعلیٰ انتہائی باپ کی وجہ سے اسکی طرف منسوب ہو۔ خواہ یہ اعلیٰ از جانب اسکے باپ کے ہو یا
از جانب اسکی ماں کے ہو اور محرم و غیر محرم و قریب و بعید و جمع و مفرد اسمیں یکساں ہیں اگر اپنی قرابت پر یا صاحبان
قرابت پر وقف کیا تو دونوں صورتوں میں امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک یہ سب جو مذکور ہوئے بطور استحقاق
وقف میں داخل ہونگے۔ اور امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اگر اسنے بلفظ المفرد وقف کیا جیسے میری قرابت پر یا میرے
صاحب قرابت پر تو استحقاق وقف میں وہی قرابت والے داخل ہونگے جو وقف کنندہ سے اقرب و اسکے محارم میں سے ہوں
اور اگر بلفظ الجمع وقف کیا جیسے میرے صاحبان قرابت پر یا میرے اقرباؤں پر تو باوجود اقرب ہونے و محارم ہونے کے یہ
بھی معتبر ہوگا کہ جمع ہوں کہ اقل جمع دو یا زیادہ کی طرف راجع ہوگا۔ اور مشائخ رح نے صاحبین رح کے اس قول کے معنی میں
کہ اسلام میں اسکے ساتھ سب سے اعلیٰ انتہائی باپ کے اسکی تفسیر میں اختلاف کیا ہے چنانچہ بعضوں نے کہا کہ اسکے یہ معنی ہیں کہ سب سے اول
اسکے اجداد میں سے جو مسلمان ہوا ہے اور بعض نے فرمایا کہ اسکے اجداد میں سے سب سے اونچا جسنے اسلام کا زمانہ پایا خواہ مسلمان
ہو گیا ہو خواہ نہ ہوا ہو اور اس اختلاف کا ثمرہ جب ظاہر ہوتا ہے کہ ایک علوی نے اپنی قرابت پر وقف کیا تو بنا بر قول ثانی کے
اولاد عقیل بن ابی طالب و جعفر بن ابی طالب داخل وقف ہونگے اور بنا بر قول اول کے فقط اولاد علی کرم اللہ وجہہ داخل ہونگی۔
اور اگر وقف کنندہ کے دو چچا و دو ماموں ہوں اور اسنے بلفظ جمع وقف کیا تو بر قول امام اعظم رح وقف کی آمدنی اسکے دونوں
چچا کی ہوگی اسواسطے کہ امام رحمہ اللہ اقرب کو بترتیب اعتبار کرتے ہیں اور صاحبین رح کے نزدیک آمدنی مذکور ہر دو چچا اور ہر دو
ماموں کے درمیان چار حصے ہوگی اسواسطے کہ صاحبین رحمہما اللہ اقرب کا کچھ اعتبار نہیں کرتے ہیں۔ اور اگر وقف کنندہ کے
ایک چچا و دو ماموں ہوں تو امام کے نزدیک آمدنی میں سے نصف چچا کو اور باقی نصف ہر دو ماموں کو برابر ملیگی یہ محیط میں ہے
اور قرابت کے استحقاق میں سب اماموں کے نزدیک بالاتفاق مذکر و مونث و مسلمان و کافر و آزاد و مملوک سب یکساں ہیں و لیکن جو کچھ
مملوک کے واسطے واجب ہوگا وہ اسکے اس مولی کو ملیگا جو غلہ پیدا ہونے کے روز اسکا مالک تھا مگر قبول کا اختیار اسی غلام
کو ہوگا مولی کو نہ ہوگا اور اگر غلام آزاد ہو جاوے کہ اسکا حصہ اسی کا ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ اور قرابت پر وقف ہونے
کی صورت میں قرابت داروں کی تعداد پر غلہ تقسیم ہوگا جسمیں صغیر و کبیر و مذکر و مونث و فقیر و تونگر سب یکساں ہیں کیونکہ اسم قرابت
سب پر یکساں صادق ہے یہ وجیز میں ہے۔ اور وقف کرنے والے کا باپ اور اسکی پشت کی اولاد اسمیں داخل نہ ہوگی اور
دادا [illegible] چنانچہ ایک میں ہے کہ داخل ہوگا اور ظاہر الروایہ میں ہے کہ نہیں داخل ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے

ایک نے اپنے قرابت کے محتاجوں پر کچھ وقف کیا پھر مر گیا پس آیا قیم کو یہ اختیار ہے کہ واقف کے پوتے کو جبکہ وہ فقیر ہو تو اسمیں سے دیوے یا نہیں ہے تو امام اعظم و امام ابو یوسف کے قول پر نہیں دے سکتا ہے اسواسطے کہ پوتا ان دونوں اماموں کے نزدیک قرابت میں سے نہیں ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور اپنے صاحبان قرابت و اقربا کے الفاظ سے وقف کرنے میں جو حکم ہمنے بیان کیا ہے وہی اپنے ارحام اور صاحبان ارحام اور اپنے انساب و صاحبان انساب کے لفظ سے وقف کرنے میں ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ میرے صاحب قرابت پر وقف ہے تو قیاس سے یہ لفظ ایک پر واقع ہونا چاہیے حتی کہ اگر اسکا ایک چچا و دو ماموں ہوں تو آمدنی تمام اُس ایک چچا کو ملیگی اسواسطے کہ لفظ مذکور باعتبار صیغہ کے مفرد ہے اور استحسانًا یہ سب مساوی ہونگے اسواسطے کہ اُس سے جنس مراد لیجاتی ہے یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر اپنے قرابتیوں یا اپنے اقرباؤں یا اپنے انساب یا اپنے ارحام پر اس شرط سے کہ پہلے اقرب کو پھر اُنکے بعد جو اقرب ہوں اسی ترتیب سے وقف کیا تو جو سب سے زیادہ قریب ہے اُسی پر وقف ہوگا اگرچہ وہ ایک ہو اور اسمیں لفظ جمع کا اعتبار نہ کیا جائیگا اور یہ بالاتفاق ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے قرابت میں یا قرابت پر اور یہ نہ کہا کہ میری قرابت پر تو فرمایا کہ یہ دونوں لفظ یکساں ہیں پس اسکی قرابت پر وقف ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ اقارب کے واسطے یا انساب کے واسطے یا ذوی الارحام کے واسطے اور اپنی ذات کی طرف نسبت نہ کی تو یہ وقف اُسکی قرابت پر ہوگا بوجہ اسکے کہ عرف میں ایسا بولتے ہیں یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ ماں و باپ کی جانب سے میری قرابت پر یا ماں کی جانب سے میری قرابت پر وقف ہے تو اسکے قول کے موافق ہوگا اور آمدنی ایسے ہی قرابتیوں پر انکی تعداد پر مساوی تقسیم ہوگی اور اگر کہا کہ ماں و باپ کی جانب سے میری قرابت پر اور باپ کی جانب سے میری قرابت پر یا کہا کہ باپ و ماں کی جانب سے میری قرابت پر اور ماں کی جانب سے میری قرابت پر وقف ہے تو آمدنی اُن سب کی تعداد پر تقسیم ہوگی اور اسمیں ماں و باپ کی جانب کے قرابت دار اور فقط باپ کی جانب کے یا فقط ماں کی جانب کے قرابت دار دونوں یکساں ہونگے کہ ماں و باپ دونوں کی جانب والے قرابتیوں کو ترجیح نہ ہوگی۔ اور اگر کہا کہ درمیان میرے باپ کی جانب والے قرابتیوں اور درمیان میری ماں کے جانب والے قرابتیوں کے وقف ہے تو نصف آمدنی باپ کی جانب والوں کے واسطے ہوگی اور نصف آمدنی اُسکی ماں کے جانب والے قرابتیوں کی ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے میری قرابت پر اقرب پھر اقرب کے تو وقف کی آمدنی انھیں لوگوں کے واسطے واجب ہوگی جو اسکے قرابتیوں میں سب سے زیادہ اُس سے قربت رکھتے ہیں پھر اگر سب سے قریب ایک ہی شخص ہو تو پورا غلہ اُسی کا ہوگا اگرچہ دو سو درم سے زائد ہو اور اگر ایک جماعت ہو تو سب غلہ اُنکے درمیان مساوی تقسیم ہوگا اسمیں مرد و عورتیں برابر حقدار ہونگی پھر جب یہ لوگ گذر جاویں تو پھر جو لوگ میت سے سب سے زیادہ قریب ہوں اگرچہ ان گذرے ہوؤں کی نسبت ایک درجہ دور ہونگے وہ اس غلہ کے مستحق ہونگے اسی طرح ترتیب وار پہنچتے پہنچتے ایسے لوگوں کو پہنچیگا جو دور کے قرابتدار تھے اگرچہ اپنے وقت میں باقیوں کی نسبت میت سے سب سے زیادہ قریب ہونگے اور یہ امام محمد رحمہ کا قول ہے اور اسی کو ہلال رحمہ اللہ نے لیا ہے اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ قرابتیوں میں سے وقف کرنیوالے سے قریب اعلے و ادنے والے سب کے واسطے آمدنی یکساں واجب ہوگی جو انمیں مساوی تقسیم ہوگی۔ اور اسی طرح اگر اسنے کہا کہ میری قرابت ادنی فادنی پر تو بھی ایسا ہی حکم اختلافی ہے پھر اگر بعض نے فرمایا کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں تو اسکا حصہ ساقط ہو جائیگا اور غلہ باقیوں کے واسطے ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ اس شرط پر کہ جو اللہ تعالی نے پیدا کیا اُسکی آمدنی سے دیا جائے

اقرب کو پھر اقرب کو تمام غلہ اسی کو ملیگا جو سب سے زیادہ وقف کنندہ سے قریب ہو یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کوئی اراضی اپنی قرابت پر وقف کی پھر ایک شخص نے دعوی کیا کہ مین اسکی قرابت سے ہون تو اسکو تکلیف دیجائیگی کہ گواہ قایم کرے اور اسکے گواہ بدون خصم کے قبول نہونگے پس خصم یعنی مدعا علیہ وقف کرنے والا ہوگا بشرطیکہ زندہ ہو اور اگر مرگیا ہو تو اسکا وہ وصی جسکے قبضہ مین یہ زمین ہے خصم ہوگا اور اگر وصی نے کسی کے واسطے اقرار کیا کہ یہ اسکی قرابت سے ہے تو اسکا اقرار صحیح نہوگا مگر وہ مدعی کی جانب سے گواہ قایم کرنے کی صورت مین فقط خصم ہوسکتا ہے یہ حاوی مین ہے اور اگر وقف کنندہ کے دو وصی ہون یا زیادہ ہون پھر مدعی نے انمین سے ایک پر دعوی کیا تو جائز ہے اور ان سب وصیون کا مجتمع ہونا شرط نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور وقف کرنے والا میت کا وارث اس مقدمہ مین مدعی کا خصم نہوگا الا اسی صورت مین کہ وہ متولی ہووے اور اسیطرح جن لوگون پر وقف کیا ہے وہ بھی مدعی کے خصم نہونگے یہ محیط مین ہے پس اگر مدعی نے متولی کے مقابلہ مین یہ امر ثابت کرایا کہ یہ وقف کنندہ کا قریب ہے تو اسی قدر قبول نہوگا یہانتک کہ وہ گواہون سے ثابت کرا دے کہ اسکا نسب معلوم ہے مثلاً مادر و پدر کی جانب سے یا فقط باپ کی جانب سے یا فقط ماں کی جانب سے واقف میت کا بھائی ہے اور اگر صرف بھائی ہونے کو ثابت کرایا تو قبول نہوگا اور اسی طرح اگر چچا ثابت کرایا تو بھی قبول نہوگا پھر اگر گواہون نے کہا کہ ہم اسکے سوائے دوسرا وارث نہین جانتے ہین تو قاضی اسکو دیدیگا اور اگر گواہون نے اسطرح نہ کہا تو جبتک ٹھہر کر اسکو دیگا یہ وجیز مین ہے اور امام اعظم کے نزدیک بیٹے کے وقت اس سے کفیل نہ لیا جائیگا جیسے میراث مین ہوتا ہے یہ محیط مین ہے اور اگر گواہون نے کہا کہ وقف کنندہ کے قرابتی غائب ہین تو قاضی انکے حصون کو تقسیم کرکے علیحدہ رکھ چھوڑیگا اور اگر گواہون نے کہا کہ ہم انکی تعداد نہین جانتے ہین کہ وہ کتنے ہین تو قاضی کو چاہیئے کہ ان سے کہے کہ تم لوگ احتیاط کرو اور گواہی نہ دو الا اسی کی جسکا تمکو یقین ہو پس کہو کہ ہم کوئی قرابتی نہین جانتے ہین سواے کذا و کذا کے یہ ذخیرہ مین ہے پس اگر ایک شخص نے گواہ پیش کیے کہ قاضی شہر فلان نے حکم دیا ہے کہ یہ وقف کنندہ کا قریب ہے تو شیخ ہلال نے فرمایا کہ قاضی اسکو دریافت کریگا کہ وہ کیا قرابت ہے جسکا حکم دیا گیا ہے پس اگر انھون نے ایسی قرابت بیان کردی کہ اس سے وقف کا مستحق ہوتا ہے تو اسکو دیگا ورنہ نہین۔ اور قبل اس بیان کے گواہ غائب ہوگئے یا مرگئے تو مدعی سے دریافت کیا جائیگا پس اگر اسنے ایسی قرابت بیان کردی جس سے مستحق ہوتا ہے تو دیا جائیگا ورنہ نہین اور نہ دینے کے حکم سے قاضی اول کا حکم توڑنا نہین لازم آتا ہے اسلیے کہ اسنے فقط یہ حکم دیا تھا کہ اسکا قریب ہے اور ہر قریب مستحق وقف نہین ہوتا ہے ہان اگر اسنے یہ حکم دیا ہو کہ اسکو غلہ مین سے دیا جاوے یا یہ موقوف علیہ ہے تو یہ قاضی بھی اسکو نافذ کریگا اور اسکو دیگا یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر مدعی نے قرابت کی تفسیر نہ کی یا وہ غائب ہے تو شیخ ہلال رح نے فرمایا کہ یہ قاضی اسکو وقف کا غلہ دیگا اور قاضی اول کا حکم صحت پر محمول کریگا یعنی اسنے ایسی قرابت کا حکم دیا ہے جس سے وقف کا مستحق ہوتا ہے یہ محیط مین ہے ایک شخص نے اپنی قرابت کو قاضی کے سامنے ثابت کیا اور قاضی نے اسکی قرابت ہونے کا حکم دیا پھر دوسرا آیا اور دعوی کیا کہ مین وقف کنندہ کا قریب ہون مگر اسنے قاضی کو نہ پایا پس چاہا کہ جسکے لیے قاضی نے حکم دیدیا ہے اس سے مخاصمہ کرے تو دیکھا جائیگا کہ اگر اسنے غلہ مین سے کچھ لیا ہے تو وہ دوسرے مدعی کا خصم ہوگا اور اگر نہین لیا ہے تو خصم نہوگا خواہ اول کو اسی قاضی کے پاس لاوے جسنے اسکے نام حکم دیا ہے یا دوسرے قاضی کے پاس لاوے اور یہی استحسان ہے کہ جسکی طرف شیخ ہلال رح گئے ہین یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر اقربا میں سے کسی نے اپنی قرابت وقف کنندہ سے ثابت کرائی پھر دوسرے نے گواہ دیے کہ یہ اسکا بیٹا ہے جسنے اپنی قرابت ثابت کرائی ہے یا اسکا پوتا ہے تو اسی پر اکتفا کیا جائیگا اور اسکو بھی

اپنی قرابت کی تفسیر کرنے کی حاجت نہو گی جیسے کہ اوّل کو اس تفسیر کی حاجت ہوئی تھی اور اسی طرح اگر گواہ کہے کہ یہ اسکا
مادر و پدر کی طرف سے بھائی ہو تو بھی یہی حکم ہو کذا فی الحاوی اور اسیطرح اگر وہ شخص جسکے واسطے اول حکم دیا گیا ہو کوئی عورت
ہو اور باقی مسئلہ موافق مذکورہ بالا واقع ہوا تو بھی یہی حکم ہو یہ ذخیرہ میں ہو۔ اور اگر دوسرے نے گواہ دیے کہ یہ اوّل مرد کا
جسکے واسطے حکم ہو چکا ہو باپ کی طرف سے بھائی ہو پس اگر قاضی نے اوّل کے واسطے یہ حکم دیا ہو کہ وہ وقف کنندہ کا باپ کی طرف سے
بھائی ہو تو دوسرے کے واسطے بھی قرابت کا حکم دیدیگا اور اگر اول کی نسبت وقف کنندہ کا ماں کی جانب سے بھائی ہونے کا
حکم دیا ہو تو دوسرا مدعی وقف کنندہ سے اجنبی ہوگا اور اسی سے اس جنس کے مسائل کو نکال لینا چاہیے یہ محیط میں ہو۔ اور اگر
وقف کنندہ کے دو بیٹوں نے ایک مدعی کی نسبت گواہی دی کہ یہ ہمارے باپ کا قرابت دار ہو اور قرابت بیان کر دی تو گواہی
قبول ہوگی یہ ذخیرہ میں ہو۔ اور اگر دو مردوں نے دو مردوں کے واسطے قرابت کی گواہی دی اور ان دونوں نے ان دونوں
کے واسطے قرابت کی گواہی دی پس ہر ایک فریق نے دوسرے فریق کے واسطے گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی یہ فتاوی میں ہو اور اگر
قاضی نے پہلے دونوں گواہوں کی گواہی پر دونوں مدعیوں کے واسطے حکم دیا پھر دونوں مدعیوں نے دونوں گواہوں کے واسطے
گواہی دی تو مدعیوں کی گواہی ان گواہوں کے حق میں قبول نہ ہوگی مگر پہلے مدعیوں کے حق میں گواہان اوّل کی گواہی بحال خود
صحیح باقی رہیگی یہ ذخیرہ میں ہو۔ اور اگر دو اہل قرابت نے ایک شخص کے واسطے قرابتی ہونے کی گواہی دی مگر گواہوں کی ثقاہت
ثابت نہوئی یعنے تعدیل نہ کی گئی تو ان اہل قرابت گواہوں کے پاس غلہ جو وقف ہوگا اُسمیں یہ شخص جسکے واسطے گواہی
دی ہو شرکت کریگا یہ حاوی میں ہو۔ اور اگر اپنی زمین اپنی قرابت پر وقف کی پھر ایک شخص آیا اور اُسنے دعوی کیا کہ میں
وقف کنندہ کی قرابت سے ہوں اور وقف کرنیوالے نے اقرار کیا اور اُسکی قرابت کو بنسب معلوم بیان کیا اور کہا کہ یہ انہیں
میں سے ہو جنمیں میں نے وقف کیا ہو پس اگر وقف کنندہ کے کوئی قرابت والے معروف لوگ ہوں اور یہ انہیں سے معروف نہ ہو تو
اُسکا اقرار صحیح نہوگا اور یہ اسوقت ہو کہ وقف کرنیوالے نے بعد وقف کرنے کے ایسا اقرار کیا اور اگر اُسنے وقف میں ایسا اقرار
کیا بایں طور کہ کہا کہ یہ انہیں لوگوں میں ہو جنمیں میں نے وقف کیا ہو تو یہ اقرار اُسکی طرف سے قبول ہوگا۔ اور اگر وقف کنندہ کے
قرابتی معروف لوگ نہ ہوں تو استحسانا اُسکا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہو۔ اور اگر گواہوں نے گواہی دی کہ وقف کرنیوالے
نے اسکی نسبت اقرار کیا ہو کہ میرا یہ قرابت دار ہو اور حالانکہ وقف کرنیوالے کے قرابتی لوگ معروف ہیں تو یہ گواہی قبول
نہ ہوگی اور اگر اُسکے قرابت والے معروف نہوں تو استحسانا میں کہتا ہوں کہ اسکو وقف کے غلہ میں سے دیا جاوے
بشرطیکہ گواہوں نے اقرار میت کی مع تفسیر قرابت کے گواہی دی ہو یہ حاوی میں ہو۔ اور اگر اپنی اولاد و اپنی نسل پر
وقف کیا پھر ایک مرد کے واسطے اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہو تو آمدنیہائے گذشتہ کی بابت تصدیق نہ کیا جائیگا اور آمدنیہائے
پیوستہ یعنی آئندہ میں تصدیق کیا جائیگا یہ ذخیرہ میں ہو۔ اور اگر ایک نے اپنی قرابت پر وقف کیا پھر ایک مرد آیا
اور دعوی کیا کہ میں اسکی قرابت سے ہوں اور گواہ قائم کیے جنہوں نے گواہی دی کہ وقف کرنیوالا اپنی زندگی میں
قرابت کے ساتھ اس شخص کو بھی ہر سال کچھ دیا کرتا تھا تو ایسی گواہی سے یہ مستحق نہ ہوگا اور اسی طرح اگر یہ گواہی دی کہ
فلاں قاضی اسکو قرابت والوں کے ساتھ ہر سال کچھ دیا کرتا تھا تو بھی یہ مستحق نہ ہوگا یہ محیط میں ہو۔ اور اگر وقف کیا
ایسوں پر جو سب لوگوں سے زیادہ اُسکا قریب ہو پھر بعد اسکے مساکین پر۔ اور اُسکا بیٹا یا باپ ہو تو استحقاق وقف انہیں کا
ہوگا اور اگر قرابتیوں میں سے سب سے زیادہ قریب پر وقف کیا تو یہ دونوں داخل استحقاق نہونگے۔ اور اگر اُسکا بیٹا اور

والدین ہوں تو غلہ بیٹے کا ہوگا اور اسی طرح اگر بجائے بیٹے کے دختر ہو تو بھی ایسا ہی ہے پھر جب بیٹا یا بیٹی مر گئی
تو غلہ مساکین کا ہوگا اور والدین کے لیے کچھ نہ ہوگا اور اگر فقط اسکے والدین ہوں تو آمدنی دونوں میں
نصفا نصف ہوگی پھر اگر دونوں میں سے ایک مر گیا تو باقی کے واسطے نصف ہوگا اور نصف مساکین پر صدقہ ہوگا اور اسی طرح
اگر اولاد ہوں اور دس ہوں پھر ایک مر گیا تو اسکا حصہ مساکین پر صدقہ ہوگا اور اگر وقف کنندہ کی ماں اور بھائی
ہوں تو غلہ ماں کا ہوگا نہ بھائیوں کا اور اسی طرح اگر اسکا سگا دادا یا نانا اور ماں ہو تو ماں ان دونوں سے قریب تر ہے اور
بھائیوں سے بھی قریب تر ہے اور مثل ماں کے باپ کا بھی حکم ہے اور اگر دادا یعنی باپ کا باپ ہو اور بھائی ہوں تو امام کے
نزدیک دادا بجائے باپ کے ہے اسکی رائے میں غلہ دادا کا ہوگا اور دیگر علماء کے قول میں بھائیوں کا ہوگا دادا کا نہ ہوگا یہ ذخیرہ
میں ہے۔ اور اگر وقف کنندہ کے دو بھائی ہوں ایک سگا ایک ماں و باپ سے اور دوسرا فقط باپ کی طرف یا فقط ماں کی
طرف سے تو جو ماں و باپ دونوں کی طرف سے ہے وہ اولی و مقدم ہوگا۔ اور یہی حکم بھائیوں و بہنوں کی اولاد و چچا اور
پھوپھیاں اور ماموں و خالائیں اور انکی اولاد جو کہ ایک ماں باپ کی طرف سے ہوں وہ اُن سے جو فقط ماں کی طرف یا فقط
باپ کی طرف سے ہوں اولی ہیں اور اگر اسکے تین ماموں ہوں تین میں سے ایک ماں و باپ دونوں سے اور دوسرا باپ کی
طرف اور تیسرا ماں کی طرف سے اور ایک چچا باپ کی طرف سے تو پہلے وہ ماموں یا وہ جو ماں و باپ دونوں کی طرف سے ہے
اور اگر اسکا ایک بھائی باپ کی طرف سے اور ایک بھائی ماں کی طرف سے ہو تو امام اعظم کے اول قول کے موافق باپ کی
طرف والا بھائی مقدم ہوگا اور امام اعظم کے دوسرے قول کے موافق اور یہی صاحبین کا قول ہے کہ یہ دونوں یکساں برابر
ہیں اور علی ہذا تمام اقارب میں جو باپ کی طرف سے ہو وہ ماں کی طرف والے سے امام اعظم کے اول قول کے موافق مقدم
ہوگا اور دوسرے قول کے موافق دونوں برابر ہیں اور یہی صاحبین کا قول ہے یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر وقف کرنے والے
کا باپ ہو اور پسر کا پسر ہو تو غلہ وقف باپ کا ہوگا پوتے کا نہ ہوگا۔ اور اگر اسکا ایک سگا بھائی ماں و باپ کی طرف سے
ہو اور پوتا اپنے بیٹے کا بیٹا ہو تو غلہ پوتے کا ہوگا اور اگر اسکی دختر کی دختر ہو اور پسر کے پسر کا پسر یعنی ایک درجہ دختر
مذکور سے نیچا ہو تو وقف کا غلہ دختر کی دختر کا ہوگا۔ اور واضح ہو کہ اگر بجائے وقف کے وصیت ہو تو وصیت میں بھی یہی تمام
صورتوں میں یہی حکم ہے۔ اور اگر ایک ماں و باپ سے سگی بہن ہو اور دختر کی دختر کی دختر ہو تو دختر کی دختر کی دختر مقدم
ہوگی کذا فی المحیط اس کا حاصل یہ ہے کہ پہلے وقف کنندہ کی اولاد سے شروع کیا جائیگا اور وہ مقدم رکھی جاوینگی پھر جب وہ
نہوں تو باپ کی اولاد پھر دادا کی اولاد سے ابتدا ہوگی۔ اور اگر نانا یعنی ماں کا باپ ہو اور سگے بھائی کی دختر یا فقط ماں
کی جانب والے بھائی کی ہو تو امام اعظم کے نزدیک نانا مقدم ہوگا اور صاحبین کے نزدیک بھائی کی دختر مقدم ہوگی اور
اگر بجائے بھائی کے دختر کی دختر کی دختر ہو تو یہ دختر بالاتفاق مقدم ہوگی۔ اور اگر اسکا باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف سے
بھائی ہو اور ماں باپ کی طرف سے سگے بھائی کا بیٹا ہو تو وقف کی آمدنی بھائی کی ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور ماں کی
طرف والے بھائی کا بیٹا بالاتفاق وقف میں باپ کی طرف والے چچا سے مقدم ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر کسی نے اپنے اقارب پر
جو مقیم شہر فلاں ہیں ہمیشہ آخر تک وقف کیا پس اگر یہ لوگ اہل شمار ہوں تو وہ جہاں جاویں انکا حصہ انکے ساتھ جائیگا
اور اگر یہ لوگ اہل شمار نہ ہوں تو جو لوگ ان میں سے دوسرے شہر و مقام میں وطن منتقل کر لیگا وہ خارج ہو جائیگا اور اگر ان میں سے
کوئی باقی نہ رہا تو غلہ فقیروں پر صرف کیا جائیگا اور اگر وہ پھر اسی شہر میں پلٹ آیا تو آئندہ غلہ اسکو ملا کریگا اور گذشتہ کا مستحق نہ ہوگا یہ

فتاوے غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر اپنی اراضی وقف کی اور حکم کیا کہ میرے اقربا کو بقدر انکی کفایت کے دیا جاوے اور حال
یہ ہی کہ اُسکے اقربا کثرت سے ہین کہ داخل شمار نہین ہین پس اگر اُسنے اولاد کا ذکر نہ کیا تو اولاد اقربا و انکی اولاد سب داخل
ہونگی اسلیے کہ وہ بھی وقف کرنیوالے کے قریبون مین سے ہین اور اگر اُسنے ذکر کیا اور یون کہا کہ پھر ان اقرباؤن کے بعد انکی
اولاد کو ملے تو یہ اولاد اپنے باپون کی زندگی مین داخل استحقاق نہ ہونگے۔ پھر قدر کفایت کی حد یہ ہی کہ اُسکی ذات و اسکے اہل و
اولاد اور ایک خادم کی حاجت کے لائق دیا جاوے یہ مضمرات مین ہی۔ ایک وقف اپنے وقف کرنے والے کے قبضہ مین ہی اور
وہ آمدنی و حاصلات کو اپنے اقرباؤن اور اپنے آزاد کیے ہوئے غلامون پر صرف کرتا ہی اور بعضون کو بہ نسبت دوسرون
کے زیادہ دیتا ہی اور جہان چاہتا ہی صرف کرتا ہی پھر وہ مرا اور اُسنے دوسرے کو وصی مقرر کیا اور یہ بیان نہ کیا کہ وقف
مذکور کا صرف کیونکر تھا تو مشائخ نے فرمایا کہ جنکو وقف کنندہ دیا کرتا تھا انھین کو وصی بھی دیا کرے اور اگر وصی پر یہ امر
مشتبہ و مشکل ہو کہ وقف کنندہ اپنے اقرباؤن اور آزاد کیے ہوئے غلامون مین سے کس کو زائد دیتا تھا تو وہ زیادتی کو فقیرون
پر تقسیم کیا کرے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ فصل چہارم فقرائے قرابت پر وقف کرنے کے بیان مین (قرابت کے فقیرون پر ۱۲)۔ اگر کسی نے کہا کہ میری
یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہی میرے قرابتی فقیرون پر یا کہا کہ میری اولاد کے فقیرون پر اور اُسکے بعد مساکین پر تو یہ وقف
صحیح ہی اور وقف کا مستحق وہ ہوگا جو غلہ پائے جانیکے روز فقیر ہو اور یہ ہلال رح کے نزدیک ہی اور ہم اسی کو لیتے ہین
کذا فی المضمرات اور اسی پر فتوی ہی اور اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ ہی میری قرابت مین سے مسکینون یا میری
قرابت کے محتاجون پر تو بھی وہی حکم ہی جو قرابتی فقیرون پر صدقہ کرنے کی صورت مین بیان ہوا ہی اور اگر کہا کہ میری اراضی
صدقہ موقوفہ ہی واسطے میرے قرابتی فقیرون کے یا میرے قرابتی فقیرون مین تو ایسا ہی جیسے کہا کہ میرے قرابتی فقیرون پر اسوا
کہ حروف صلات ایک دوسرے کے قائم مقام ہوتے ہین اور اگر کہا کہ میری قرابت کے یتیمون پر تو بھی یہی حکم ہی اور اگر ان یتیمون
مین سے غلہ حاصل ہو جانے کے بعد کوئی محتلم ہوا یعنی بالغ ہو گیا تو اُسکو اس غلہ مین سے حصہ ملیگا اور آئندہ غلہ سے نہ ملیگا اور
اگر اسکے اور دوسرے مستحقون مین سے کسی کے درمیان خصومت واقع ہوئی پس دوسرے مستحق نے کہا کہ تو غلہ حاصل ہونے سے پہلے
بالغ ہوا ہی پس تیرے واسطے حصہ نہ ہوگا اور اُسنے کہا کہ نہین بلکہ مین غلہ حاصل ہونے کے بعد محتلم ہوا ہون تو قسم سے قول اسی کا قبول
ہوگا اور اسی طرح اگر یتیم لڑکی کو حیض آیا اور اسمین ایسی خصومت واقع ہوئی تو قسم سے لڑکی کا قول قبول ہوگا اور اگر اہل قرابت
سے کوئی شخص غلہ حاصل ہونے کے بعد مرا اور صغیر اولاد چھوڑی کہ یتیم ہو گئی تو انکو آئندہ غلہ سے ملیگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہی اور
اپنی قرابت کے محتاجون پر وقف کیا اور آخر اس وقف کا فقیرون کے واسطے قرار دیا پھر خود مرا اور اسکا ایک بیٹا فقیر ہی
تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ قرابت کی لفظ مین داخل نہ ہوگا اور یہی صحیح ہی یہ فتاوی غیاثیہ مین ہی اور اگر کہا کہ میرے
قرابتی فقیرون مین سے صالحون پر وقف ہی تو صالح ہر وہ شخص ہی کہ مستور ہو یعنی کوئی برائی اُسکی ظاہر نہ ہو اور اسکا چال چلن
سیدھی راہ پر ہو سلیم الناحیہ ہو کہ ادھر والے لوگون مین سلیم ہو اور کاسن لاذی ہو کہ اسکا کسی کو رنج پہونچانا ظاہر ہو قلیل الشر
ہو کہ شر اسکا گھٹا ہوا قلیل ہو اور حرمت شرع کی ہتک کرنے والا نہ ہو اور صاحب ریبہ نہ ہو کہ فسق ظاہر ہوا ور شیر خصلت نہ ہو
پاک دامنون کا زنا کی طرف نسبت دینے والا نہ ہو اور جھوٹ بولنے مین معروف نہو پس جو ایسا شخص ہو وہ صالح ہی لیکن ایسے
لوگون کو جو اسکی قرابت سے فقیر ہون ملیگا اور اگر اُسنے کہا کہ اہل عفاف پر یا اہل الخیر یا اہل فضل پر وقف ہی تو مثل اہل الصلاح
کہنے کے ہی یہ حاوی مین ہی اور اگر کہا کہ میری قرابت کے فقیرون پر وقف ہی اور اسکی قرابت مین ایسے فقیر ہین جو اس شہر کے سوا جنھین

وقف کرنیوالا ہے دوسرے شہر مین رہتے ہین تو یہان سے ایک شہر مین نہ بھیجا جائیگا بلکہ اُس شہر مین جو اُسکے قرابتی فقیر ہین
اُنھین پر تقسیم کیا جائیگا اور اگر قیم نے یہان سے اس شہر مین اُنکو بھیجدیا تو اُسپر ضمان لازم نہ ہوگی یہ محیط مین ہے اور اگر کہا کہ
وقف ہے میری قرابت کے فقیرون پر اسطرح کہ شروع اُن لوگون سے کیا جاوے جو سب سے زیادہ قریب ہین پھر اُنکے بعد جو سب سے
زیادہ قریب ہون علی ہذا القیاس تو حسب غلہ حاصل ہو تو جو اُنمین سے وقف کرنیوالے سے سب سے زیادہ قریب ہون اُنسے
شروع کیا جائیگا ہر ایک کو دوسو درم دیے جاوینگے اس سے زیادہ نہ دیا جائیگا پھر جو نزدیکی مین اُنکے متصل ہین اُنکو دوسو درم دیے
جاوینگے اسی طرح آخر تک تقسیم ہوگا پس اگر غلہ تین سو درم ہون تو اوّل کو دوسو درم دیے جاوینگے اور دوم کو سو درم ملینگے اور اگر کچھ
غلہ ضائع ہوگیا تو اسمین سے اول کو پورا دیا جائیگا اور ضائع شدہ کی کمی دوسرے درجہ والون کے حصہ مین رہیگی یہ حاوی مین ہے پھر
اگر اُسنے انمین سے ہر ایک کو دوسو درم دیے اور آمدنی سے کچھ باقی رہا تو استحساناً مساوی تقسیم کر دیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر
اُسنے کہا کہ وقف ہے میرے فقرا قرابت پر اس شرط سے کہ پہلے تمام غلہ سب سے قریب والون کو دیدیا جایا کرے پھر جو اُنکے بعد سب سے قریب
ہون علی ہذا الترتیب تو ایسی صورت مین تمام آمدنی اُسکے سب سے قریب والون کو دیجائیگی اور اگر کہا کہ میری قرابت کے فقیرون پر
وقف ہے کہ اُنمین سے سب سے قریب والون کو دیا جاوے پھر جو اُنکے بعد سب سے قریب ہون اسی ترتیب سے تو آمدنی مین سے سب سے
قریب کو دوسو درم ملینگے اور پوری آمدنی نہ دیجائیگی یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور واضح ہو کہ جو شخص باب زکوٰۃ مین فقیر قرار دیا گیا ہے
ویسا ہی باب وقف مین بھی قرار دیا گیا ہے اور یہی مشہور ہے کذا فی الحاوی پس جس شخص کی ملک مین فقط رہنے کا ٹھکانا ہے
اور کچھ نہین ہے۔ یا جسکی ملک مین رہنے کا ٹھکانا اور ایک باندی یا غلام ہے اور کچھ نہین ہے وہ زکوٰۃ و وقف دونون مین فقیر
قرار دیا گیا ہے اور اسی طرح اگر باوجود رہنے کے مکان و غلام کے اسکے ملک مین بقدر کفایت لباس ہو اسپر زیادتی نہو تو بھی
فقیر ہے اور اسی طرح اگر باوجود مسکن و غلام و لباس قدر کفایت کے اسکے ملک مین متاع خانہ داری مین سے ایسی چیزین ہون
جنکے بغیر چارہ نہین ہے تو بھی فقیر ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر کسی قرابتی کی ملک مین دوسو درم یا بیس مثقال سونا ہو تو اسکے
لیے وقف سے کچھ حصہ نہ ہوگا یہ محیط مین ہے اور اگر اسکی ملک مین متاع خانہ داری یا کپڑون مین قدر کفایت سے زائد ہو
اور زائد اسقدر ہو کہ کم سے کم اُسکی قیمت دوسو درم ہے تو وہ شخص تونگر ہے کہ اُسکو زکوٰۃ اور وقف لینا حلال نہین ہے یہ فتاوی قاضیخان
مین ہے اور اگر اُسکی ملک مین دو مسکن اور دو خادم ہون اور جو مسکن و خادم کہ اُسکی حاجت سے فاضل ہے وہ دوسو درم قیمت
کے ہوتے ہین تو وہ تونگر ہے کہ اُسکو زکوٰۃ و وقف لینا حلال نہین ہے اگرچہ وہ اس معنی کر کے تونگر نہین ہے کہ اُسپر زکوٰۃ ادا کرنی
واجب ہو اور یہ ہمارے اصحاب کا مذہب ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اُسکی ملک مین کپڑون مین سے کچھ حاجت سے زائد ہو
اور کچھ متاع بیت مین سے زائد ہوا اور کچھ مسکن حاجت سے زائد ہوا اور ان زیادتیون مین سے ہر ایک زیادتی دوسو درم
قیمت کو نہین پہونچتی ہے مگر سب کا مجموعہ کم سے کم دوسو درم کا ہے تو وہ اس باب مین تونگر ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر
اُسکی ملک مین دوسو درم قیمت کی زمین ہو حالانکہ اُسمین سے غلہ اسقدر حاصل نہوتا ہو جو اُسکے واسطے کافی ہو تو بنابر مختار کے وہ غنی
ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے اور اگر اُسکی ملک مین مال کثیر ہو مگر وہ سب غائب ہو یا اُسکا مال لوگون پر قرضہ ہو جسکے وصول کرنے پر
قادر نہو تو اُسکو زکوٰۃ و وقف دونون سے دیا جائیگا اسواسطے کہ وہ بمنزلہ ابن السبیل کے ہے اور اگر اُسکا مال اس سے غائب ہو یا
لوگون پر قرضہ ہو جسکو وصول کرنے پر قادر نہین ہے مگر وہ قرض لے سکتا ہے تو نہ لے ... قبول کرے ... اُسکو قرضہ لے لینا بہتر ہے
لیکن اگر اُسنے قرضہ نہ لیا اور زکوٰۃ لی تو ... نہین ہے اور وقف کا مال ایسے فقیر کو دیا جاسکتا ہے جو کمائی کرتا ہے اور کچھ ...

نہیں ہے مگر اُسکو زکوۃ لینا مکروہ ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر اُسکا مال کسی مفلس پر ہو تو وہ اس قرضہ کی وجہ سے غنی
نہ ہوگا بلکہ فقیر ہے اور اگر اسکا مال کسی مالدار پر ہو جو اقرار کرتا ہو تو یہ غنی ہے اور اگر وہ انکار کرتا ہو اور اُسکے گواہ موجود ہوں تو بھی
ایسا ہی ہے اور اگر گواہ نہ ہوں تو فقیر ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی اراضی اپنے احفاد میں سے اُنپر جو فقیر ہوں وقف کی
حالانکہ اُسکے بعض احفاد ایسے ہیں کہ اُنکے پاس گھوڑا ہے تو دیکھا جائے کہ اگر حفید نے اس گھوڑے کو جہاد کے واسطے رکھا ہے یا اپنی سواری
کے لیے بسبب ضعیف ہونے کے رکھا ہے تو اُسکو وقف میں سے دیا جائیگا اور اگر اپنی بڑائی کے واسطے باندھا ہے تو اُسکو نہ دیا جائیگا
بشرطیکہ یہ گھوڑا دوسو درم کا ہو اور اسپر قرضہ وغیرہ نہو یہ مضمرات میں ہے۔ اور ہر ایسا شخص جسکا نفقہ کسی دوسرے کے مال میں واجب
ہوا اور خود اسکو بغیر حکم قاضی اور بغیر رضامندی اس دوسرے کے لے سکتا ہے اور دوسرے کی غیبت میں قاضی اسکے واسطے دوسرے
کے مال سے نفقہ کا حکم دیتا ہے اور املاک کے منافع دونوں کے درمیان متصل ہیں حتے کہ ان دونوں میں سے کسی کی گواہی دوسرے
کے حق میں قبول نہ ہوگی تو نفقہ دینے والے کی مالداری کی وجہ سے یہ بھی وقف کا مال نہ جائز ہونے کے حق میں تونگر قرار دیا جائیگا
اور اُسکی مثال مثل والدین و اولاد و اجداد کے ہے۔ اور ہر ایسا شخص جسکا نفقہ دوسرے کے مال میں قاضی کے فرض کرنے سے
واجب ہوا اور یہ خود اُسکو اسکے مال سے بدون حکم قاضی یا بدون اُسکی رضامندی کے نہیں لے سکتا ہے اور اس مال والے
کے غائب ہونے کی صورت میں قاضی اسکے مال سے نفقہ کا حکم نہ دیگا اور املاک کے منافع جدا جدا ہیں حتے کہ دونوں میں
سے ہر ایک کی گواہی دوسرے کے حق میں مقبول ہے تو وقف کا مال لینے کے حق میں یہ شخص اپنے نفقہ دینے والے کی
تونگری سے تونگر شمار نہ ہوگا اور مثال اسکی جیسے بھائی و بہنیں و دیگر محارم ہیں اور اسی اصل پر اس جنس کے مسائل دائر
ہیں یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اپنی زمین اپنے قرابتی فقیروں پر وقف کی اور حال یہ ہے کہ اُسکا ایک قریب ایک
شخص غنی ہے جسکی اولاد فقیر ہیں پس اگر یہ اولاد صغیر ہوں یا ذکر ہوں یا مونث ہوں یا بالغ عورتیں ایسی ہوں جنکے
شوہر نہیں ہیں یا بالغ مرد ایسے ہوں جو اپاہج یا مجنون ہیں تو انکو اس وقف سے حصہ نہ ملیگا اور اگر اس تونگر مذکور کے
بھائی یا بہنیں فقیر ہوں یا کوئی اولاد بالغ فقیر کمائی کرتی ہو تو انکو اس وقف سے حصہ ملیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور
اگر عورت فقیرہ ہو مگر اُسکا شوہر تونگر ہو تو اس عورت کو وقف سے نہ دیا جائیگا اور اگر شوہر فقیر ہو تو اسکو دیا جائیگا
اگرچہ اسکی عورت تونگر ہو اگر وقف کرنے والے کے قریب کا فرزند بالغ ہوا اور وہ اپاہج نہیں ہے مگر وہ فقیر ہے اور اس
فرزند کی اولاد نابالغ موجود ہیں کہ وہ بھی فقیر ہیں تو اس فرزند کی اولاد کو اس وقف سے حصہ نہ دیا جائیگا اسواسطے
کہ قاضی اُنکا نفقہ اُنکے دادا کے مال میں فرض کریگا اور ان اولاد کا باپ یعنی انکے دادا کا پسر پس اسکو وقف میں سے
حصہ ملیگا اسواسطے کہ اُسکا نفقہ اُسکے باپ پر نہیں ہے کیونکہ وہ بالغ ہے اور اپاہج نہیں ہے اور اگر قرابتیوں میں سے کسی کا پسر
تونگر ہوا اور خود وہ فقیر ہو تو اسکو اس وقف سے نہ دیا جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی میرے قرابتی فقیروں پر
وقف ہے اور انمیں ایک مرد فقیر ہے اور جب غلہ حاصل ہوا تب بھی فقیر تھا مگر تھوڑا اپنا حصہ لینے نہ پایا تھا کہ وہ تونگر ہو گیا
تو اپنے حصہ کا مستحق ہوگا اور اگر اسکی قرابت میں سے کوئی عورت بعد حصول غلہ کے چھ مہینہ سے کم میں بچہ جنی تو اس غلہ میں
اس بچہ کا حصہ نہوگا یہ محیط میں ہے اور آیندہ حاصلات میں سے یہ بچہ بھی مستحق ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ
میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہر اس شخص پر ہے جو نسل فلان یا آل فلان میں سے فقیر ہو حالانکہ فلان مذکور کی نسل یا آل میں
سے ایک کے سوا کوئی فقیر نہیں ہے ایک ہی فقیر ہو تو تمام غلہ اسی کا ہوگا بخلاف اسکے اگر کہا کہ صدقہ موقوفہ فقرا اسکے

اہل فلان پر ہو تو اس صورت میں اسکو نصف ملیگا یہ ظہیریہ میں ہے اور یادہ میں المترجم - ایک مال باپ و بیٹے کی جائیں
نے اپنے فقراء قرابت پر وقف کیا پھر قرابت میں سے ایک فقیر آیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر دونوں نے اپنے درمیان
مشترک اراضی کو وقف کیا ہے تو اس فقیر کو ایک ہی قوت یعنی ایک روزینہ بقدر کفایت دیا جائیگا اور اگر ہر ایک نے اپنی
علیحدہ اراضی وقف کی تو ہر ایک میں سے اسکو بقدر قوت دیا جائیگا اور قوت سے اس قسم کے مسائل میں مراد قدر کفایت
ہے اگر وقف اراضی ہو تو اسکو ایک سال کا قوت بغیر اسراف و بدون تقتیر کے دیا جائیگا اور اگر وقف دوکان ہو تو مہینہ
کی قدر کفایت پائیگا یہ محیط میں ہے - اور اگر اپنی اراضی اپنے فقراء قرابت پر وقف کی پھر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ وہ فقیر ہے
اور وقف کنندہ کا قریب ہے تو ضرور ہے کہ وہ اپنی قرابت ہونا اور فقیر ہونا ثابت کرے اور اگرچہ یہ باعتبار اصل و ظاہر کے ثابت
ہے ولیکن ظاہر حال تو دفع کے واسطے حجت ہے استحقاق کیواسطے حجت نہیں ہے پس اگر اسنے اپنی قرابت کے گواہ قائم کیے تو جبتک
گواہ اسکی قرابت کو بہ نسب معلوم بیان نہ کریں تب تک گواہی قبول نہ ہوگی یعنی اسکا ناتا وقف کنندہ سے کیا ہے اور اگر اسنے
اپنے فقیر ہونے پر گواہ قائم کیے تو چاہیے کہ گواہ یوں تفسیر کریں کہ یہ فقیر معدوم ہے ہم اسکی ملک میں کچھ مال نہیں جانتے ہیں اور کسی
ایسے کو نہیں جانتے ہیں جسپر اسکا نفقہ لازم ہے پھر جب قاضی نے اسکے معدوم ہونے کا حکم دیدیا تو یہ حکم اسکے قرضخواہ کے حق میں معدوم
ہونے کا حکم نہ ہوگا اور اگر قاضی نے مدالبہ قرضخواہ کے حق میں اسکے نادار ہونے کا حکم دیا پھر وہ وقف میں سے مانگنے آیا تو اسکو
دیا جائیگا ایسا ہی ہلال رح نے ذکر کیا ہے اور فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ باوجود اسکے یہ واجب ہے کہ ثابت ہووے کہ اسکا کوئی ایسا
نہیں ہے جسپر اسکا نفقہ لازم ہوگا اسواسطے کہ یہ امر طلب نفقہ میں فقیر کے حکم میں داخل نہیں ہوا ہے حالانکہ استحقاق وقف کیواسطے
اسکا اثبات ضرور ہے یہ محیط سرخسی میں ہے - اور اگر اسنے گواہ قائم کیے کہ یہ شخص فقیر اور اس وقف کیطرف محتاج ہے اور اسکا کوئی ایسا
نہیں ہے جسپر اسکا نفقہ لازم ہو تو قاضی اسکو وقف میں شامل کریگا اور ہلال رح نے استحسانا فرمایا ہے اسکو داخل نہ کریگا تاوقتیکہ
پوشیدہ دریافت کریگا کہ ایسا ہی ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ اچھا ہے اور نیز ہلال نے فرمایا کہ اگر اسنے گواہ جیسے ہم نے
بیان کیے ہیں قائم کیے اور قاضی نے پوشیدہ بھی دریافت کیا اور پوشیدہ خبر بھی گواہوں کی گواہی کے موافق ہوئی کہ یہ فقیر ہے اور
اسکا کوئی ایسا نہیں ہے کہ جسپر اسکا نفقہ لازم ہو تو قاضی اسکو وقف میں شامل نہ کریگا یہانتک کہ اس سے قسم لیگا کہ واللہ تیری ملک
میں کچھ مال نہیں ہے اور تو فقیر ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ بھی اچھا ہے اور اسی طرح بقول ہلال رحمہ اللہ اس سے یہ بھی قسم لیگا
کہ واللہ تیرا کوئی ایسا نہیں ہے کہ جسپر تیرا نفقہ لازم ہو اور یہی اچھا ہے یہ ذخیرہ میں ہے پس اگر اسنے امور مذکورہ بالا پر گواہ پیش کیے
جیسے ہمنے ذکر کیا ہے اور دو عادلوں نے خبر دی کہ یہ تو انگر ہے تو ان دونوں عادلوں کی خبر گواہی سے اولیٰ ہوگی اور وہ فقیر
نہ کیا جائیگا اور شیخ ہلال رح نے فرمایا ہے کہ اس باب میں خبر اور گواہی دونوں یکساں ہیں اسواسطے کہ گواہی مذکورہ کچھ درحقیقت
گواہی نہیں بلکہ خبر ہے اور اگر دونوں نے کہا کہ ہم ایسے کسی کو نہیں جانتے ہیں جسپر اسکا نفقہ واجب ہو تو اسکے واسطے کافی ہے اور اسکی
ضرورت نہ ہوگی کہ دونوں قطعی طور سے کہیں کہ اسکا کوئی ایسا نہیں ہے جسپر اسکا نفقہ واجب ہے کیونکہ یہ امر انکا [illegible] ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور
واضح ہو کہ اگر کوئی شخص اپنے فرزندوں کے وقف کنندہ سے قرابت ثابت کرنے اور انکا فقیر ہونا ثابت کرنے کا حاجتمند ہوا تو
ایسا کر سکتا ہے بشرطیکہ فرزندان مذکور نابالغ ہوں نہ بالغ ہوں اسکے اگر بالغ ہوں تو وہ خود اپنا فقر ثابت کریں اور باپ کا دعویٰ
بدون انکی تابعیت میں نہیں ہو باپ کیطرح ہے اور اگر ان نابالغوں کا باپ نہ ہو اور نہ باپ کا مقرر کیا ہوا وصی ہو مگر بھائی یا ماں یا چچا یا ماموں
ہو تو استحسانا ان لوگوں کو بھی صغیر کی قرابت و فقر ثابت کرنیکا اختیار حاصل ہے بشرطیکہ صغیر انکی پرورش میں ہو پھر بعد اسکے اگر ماں یا چچا یا

بھائی ایسا شخص ہو کہ ان نابالغون کا حصہ غلہ جو وقف سے انکو ملیگا اُسکے پاس رکھا جا سکتا ہو تو صغیر کو جو غلہ ملیگا وہ
اُنکو دیا جائیگا اور حکم کیا جائیگا کہ اُسمین سے اسکے نفقہ مین خرچ کرین اور اگر ایسے لائق نہ ہون تو یہ غلہ کسی مرد ثقہ کے
پاس رکھدیا جائیگا اور اسکو حکم دیدیا جائیگا کہ اُس صغیر پر خرچ کرے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی اراضی اپنی قرابت کے
فقیرون پر وقف کی پھر اسکی قرابت کے بعضے فقیرون نے بعض دیگر سے قسم لینی چاہی کہ یہ لوگ تونگر نہین ہین تو اگر ان
لوگون نے دوسرون پر صحیح دعوی کیا بایطور کہ اپنے ایسے مال کا دعوی کیا کہ جسکے سبب سے وہ تونگر ہوجاتے ہین تو انکو اختیار ہوگا
کہ دوسرون سے قسم لے لین اور اگر یہ لوگ جن سے قسم لینا چاہتے ہین انکی طرف قسم کا میلان ہو ان لوگون نے قسم سے لینی چاہی کہ
واللہ تو نہین جانتا ہو کہ یہ لوگ غنی ہین تو انکو یہ اختیار نہین ہے یہ واقعات حسامیہ مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے واقف کے ساتھ اپنی قرابت
و فقر کو گواہون سے ثابت کردیا اور قاضی نے حکم دیدیا پھر اُسنے ایک دوسرے وقف مین سے جو قرابت کے فقیرون پر وقف ہوا ہے
قرابت و فقر کے ذریعہ سے اپنا استحقاق طلب کیا تو اسکو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی ضرورت نہ ہوگی اسواسطے کہ یہ شخص ایک وقف
مین فقیر ہے وہ سب نقدون مین فقیر ہے۔ اسی طرح اگر اُسنے گواہون سے اپنی قرابت واقف کے ساتھ ثابت کرکے حکم
لیا پھر اُس وقف کنندہ کے ایک ماں باپ سے اُسکے بھائی کے وقف مین سے جو قرابت پر وقف ہوا اپنا حصہ طلب کرنے آیا تو اسکو
دوبارہ گواہ پیش کرنے کی ضرورت نہوگی اور اسیطرح اگر اُس شخص کا جسکے واسطے قرابت کا حکم دیا گیا ہے ایک ماں و باپ سے سگا
بھائی آیا تو اسکو بھی قرابت ثابت کرنے کی ضرورت نہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے قاضی کے سامنے گواہ پیش کیے کہ
مجھ سے پہلے جو قاضی تھا اُسنے اس شخص کے قرابت و فقر کا حکم اس مدت سے پہلے دیدیا تھا تو قیاساً یہ شخص غلہ وقف کا مستحق ہوگا
اگرچہ مدت دراز گذر گئی ہو و لیکن ہم استحسان کو لیتے اور کہتے ہین کہ اگر مدت زیادہ گذری ہو تو اُس سے فقیر ہونے کے گواہ دوبارہ
مانگیگا کہ اب بھی فقیر ہے اسواسطے کہ ہر سال غلہ پائے جانے کے وقت مستحق کا فقیر ہونا شرط ہے پس جو قبل اسکے فقیر تھا وہ اس سال
کے اس غلہ سے مستحق ہوگا اور جو بعد اسکے فقیر ہوا وہ اس غلہ سے مستحق نہوگا ہان آیندہ دوسرے غلہ سے مستحق ہوگا۔ پھر اگر قاضی نے
اسکے فقیر ہونے کا حکم دیدیا پھر اسکے بعد وہ غلہ مانگتا ہوا آیا حالانکہ وہ غنی ہے اور اُسنے کہا کہ مین غلہ پیدا ہوجانے کے بعد غنی ہوگیا
ہون اور اسکے شریکون نے کہا کہ نہین بلکہ تو غلہ پیدا ہونے سے پہلے غنی ہوا ہے تو قیاس یہ ہے کہ اُسکا قول قبول ہو ولیکن استحساناً
اسکے شریکون کا قول قبول ہوگا اور اگر قاضی نے اُسکے فقیر ہونے کا حکم نہ دیا ہو پھر وہ غلہ مانگتا ہوا آیا حالانکہ وہ غنی ہے اور کہا
کہ مین غلہ حاصل ہونے کے بعد غنی ہوا ہون تو قیاساً و استحساناً اسکا قول قبول نہوگا۔ اور اگر غلہ مانگتا ہوا آیا اور دعوی کرتا ہے
کہ مین فقیر ہون اور شریکون نے کہا کہ یہ تونگر ہے اور اس سے قسم لینی چاہی تو انکو یہ اختیار حاصل ہے اور قاضی اُس سے قسم
لیگا کہ واللہ وہ آج کے روز اس وقف کے فقیرون کے ساتھ داخل ہونے سے اور اُس وقف کا کچھ غلہ لینے سے بے نیاز نہین ہے
اور اگر گواہون نے اسکے فقیر ہونے پر گواہی دی اور یہ غلہ پیدا ہوجانے کے بعد واقع ہوا تو وہ اس غلہ مین شریکون کے ساتھ
داخل نہوگا ہان آیندہ غلہ مین داخل کیا جائیگا لیکن اگر گواہون نے اسکے فقیر ہونے کا وقت بھی بیان کردیا ہو کہ فلان وقت
سے فقیر ہے اور یہ وقت بھی اس غلہ کے پیدا ہوجانے سے پہلے واقع ہوا تھا تو ایسی صورت مین اس غلہ مین اُسکا حق ثابت
ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر فقراے قرابت پر وقف کیا گیا اور قرابت کے بعضے لوگون نے بعض دیگر کے واسطے گواہی دی
پس اگر ان دونون فریقون مین سے ہر ایک نے دوسرے فریق کے واسطے گواہی دی ہے تو قبول نہوگی۔ اور اگر گواہ لوگ
غنی ہون اور انھون نے اپنی قرابت مین سے ایک شخص کے واسطے گواہی دی کہ وقف کنندہ کا قریبی اور فقیر ہے اور سب

وہان کے اسکے پڑوسیون کے واسطے ہوگی اور اگر وہ حج یا عمرہ ادا کرنے کو نکلا تھا تو غالباً اسکے شہر والے پڑوسیون کے واسطے ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے اور اگر اسکے دو مکان ہون جنمین سے ایک مین رہتا ہو اور دوسرا کرایہ پر چلتا ہو تو جس مکان مین رہتا ہو غلہ اسی کے پڑوسیون کے واسطے ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اسکے دو مکان ہون جنمین سے ہر ایک مین اسکی ایک ایک جورو رہتی ہو تو غلہ دونون مین دو مکانون کے پڑوسیون کو ملیگا اگرچہ وہ ان دونون مین سے جا ہے کسی مکان مین مرا ہو کذا فی الحاوی اور اسی طرح اگر اسکا ایک مکان کوفہ مین ہو اور دوسرا بصرہ مین ہو اور ان دونون مین سے ہر ایک مین اسکی ایک ایک جورو ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر اپنے پڑوسی فقیرون پر وقف کیا اور مر گیا پھر اسکے وارثون نے یہ مکان فروخت کر دیا اور کسی دوسرے محلہ مین اٹھ گئے تو جہان وہ مرا ہے وہین کے پڑوسی فقیر غلہ کے مستحق ہونگے اور وارثون کے فروخت کروانے کا کچھ اعتبار نہین ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے اور اگر پڑوسی فقیرون پر وقف کیا اور یہ نہ کہا کہ میرے پڑوسی فقیرون پر یعنی اپنی طرف نسبت نہ کی تو یہ ایسا ہے جیسے اپنے پڑوسی فقیرون پر وقف کیا یہ ظہیریہ مین ہے اور اگر مریض ہوتے پر اسکا بیٹا اسکو دوسرے محلہ یا گانوٴن مین اٹھا لے گیا اور وہان وہ مر گیا تو غالباً وقف کے مستحق اسکے پہلے پڑوسی ہین اور یہ سکونت منتقل کر لینے کے مانند نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک عورت کسی مکان مین رہا کرتی تھی اور اپنے پڑوسیون پر کچھ وقف کیا پھر اسنے کسی مرد سے نکاح کر لیا اور شوہر کے مکان مین گئی اور وہین اسکا انتقال ہوا تو وقف کے مستحق اسکے پڑوسی وہ ہونگے جو اسکے شوہر کے پڑوسی ہین اور اسی طرح اگر مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا حالانکہ اپنے پڑوسیون پر وقف کر چکا ہے پھر اسنے عورت مذکورہ اپنی جورو کے یہان سکونت اختیار کر لی تو اسکا پہلا پڑوس منتقل ہو گیا یہ ظہیریہ مین ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر اسکا اسباب پہلے گھر مین ہو تو اسی گھر کے پڑوسی غلۂ وقف کے مستحق ہونگے یہ محیط مین ہے اور اگر وہ اپنے مکان سے عورت جورو کے مکان مین اٹھ نہ گیا ہو کہ وہین رہنا اختیار کر لیا بلکہ جاتا آتا ہو تو اسکے پڑوسی اسکے مکان کے پڑوسی ہونگے جورو کے پڑوسی نہونگے یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر پڑوسی فقیرون پر وقف کیا تو پڑوسی شوہر عورتین اس استحقاق مین داخل ہونگی اگر پڑوسی ہون اور شوہر دار ایامیٰ داخل نہونگی یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر یہ معلوم نہو کہ کون اسکے پڑوسی ہین تو غالباً تقسیم نہ کیا جائیگا یہانتک کہ گواہ لوگ گواہی دین کہ وہ فلان مکان مین مرا ہے پس اسی مکان کے پڑوسیون کو تقسیم ہوگا اور اگر کسی پڑوسی نے دعوی کیا کہ مین فقیر ہون اور پڑوسی ہون یعنی شناخت نہین ہے کہ ہو یا نہین ہے تو اسکو تکلیف دیجائیگی کہ اپنے فقیر ہونے پر گواہ قائم کرے اور اگر وقف کرنے والے یا وصی نے کہا کہ مین نے غلہ پڑوسی فقیرون کو دیا ہے تو قسم سے قول اسی کا قبول ہوگا اگرچہ پڑوسی فقیر اس سے انکار کرین یہ حاوی مین ہے۔

فصل ششم اہل بیت و آل و جنس و عقب پر وقف کرنے کے بیان مین۔ قال المترجم اہل بیت گھر والے و کنبہ والے۔ آل یعنی اولاد و اہل بیت و پیر و وہ ارادہ کنبہ والے و جنس معروف ہے اور عقب پیچھے چھوڑے ہوئے یعنی بعد موت کے اگر کسی نے اپنی اراضی اپنے اہل بیت پر وقف کی تو اس وقف مین ہر وہ شخص داخل ہے جو اس سے اسکے اجداد کی طرف نسب سے اوپر باپ تک جو اسلام مین تھا متصل ہوتے جسمین مسلمان کا قریب بار مونث مذکر و غیر محرم وغیرہ سب داخل ہین مگر سب سے اونچا باپ اسمین شامل نہوگا اور آپ خود وقف کرنیوالے کی اولاد و اسکا باپ بھی داخل ہوگا مگر اسکی دختر و بہنون کی اولاد داخل نہوگی اور انکے سوائے دیگر عورتون کی اولاد بھی داخل نہوگی لیکن اگر ان عورتون نے ایسے شوہر سے نکاح کیا جو انکے چچا کے بیٹے ہون یعنی اسی کے چچا دادا وغیرہ کی اولاد سے ہون تو ان عورتون کی اولاد بھی داخل ہوگی یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور

شمس الائمہ سرخسی نے شرح سیر الکبیر میں فرمایا کہ اگر وقف کرنے والے نے وقف میں اہل بیت کا لفظ ذکر کیا مثلاً ایک
وقف کرنیوالے نے کہا کہ میں نے اپنی یہ زمین محدودہ اپنے اہل البیت پر اور آخر فقرا پر وقف کی ہے تو اس سے پوچھا جاوے
پھر اگر اسنے بیت السکنی مراد لیا ہے یعنے گھر میں ساتھ رہنے والے تو اسکے اہل بیت وہ ہیں جنکی یہ پرورش کرتا ہے اور انکو اپنے گھر میں
نفقہ دیتا ہے اگرچہ اُنسے قرابت نہو اور اگر اُسنے بیت النسب مراد لیا ہے یعنی میرے نسب کے لوگ تو اسکے اہل بیت تمام اولاد اسکے
باپ کی جو دادا سے معروف ہیں اور قاضی علی سعدی نے ذکر کیا کہ اگر وقف کرنے والا کسی نسبتی گھرانے کا ہو جیسے عرب کے خاندان
ہیں تو اسکے اہل بیت اسکے باپ کی تمام اولاد ہیں اگرچہ اسکے عیال میں نہوں اور اگر اسکا نسبتی خاندان نہو تو اسکے اہل بیت وہ
لوگ ہیں جنکو اپنے گھر میں ساتھ رکھتا اور انکو نفقہ دیتا ہو اور انکے سوائے اور لوگ اسمیں داخل نہونگے اگرچہ اُنسے قرابت ہو یہ
اور یہی مختار ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور اگر اپنے اہل بیت پر وقف کیا تو وقف کے تحت میں جو اسکے اہل بیت سے موجود ہیں اور جو
آیندہ ان لوگوں کے بعد پیدا ہوں اُنکی اولاد اور اولاد کی اولاد سب داخل ہونگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اپنی آل پر وقف کیا
یا اپنی جنس پر وقف کیا تو مثل اہل بیت پر وقف کرنے کے ہے اور اسمیں فقیروں کی خصوصیت نہوگی لیکن اگر اسنے خود فقیروں کی
تخصیص کر دی ہو تو خاص فقیروں ہی کو ملیگا پس اگر اُسنے کہا کہ علی الفقراء منہم یعنے انہیں سے فقیروں پر یا کہا کہ من افتقر منہم
یعنے جو انہیں سے فقیر ہوا تو یہ دونوں یکسان ہیں کیونکہ غلہ اُسی کے واسطے ہوگا جو وقت نزول غلہ کے فقیر ہو اگرچہ وقف کے وقت غنی
ہو اور یہ قید نہوگی کہ غنی ہوکر پھر فقیر ہو گیا ہو اور یہی صحیح ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر کسی عورت نے اپنے اہل بیت پر یا اپنی جنس
پر وقف کیا تو اس عورت کی والدہ اور اُسکی اولاد اسمیں داخل نہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میں نے اہل عبداللہ
پر وقف کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ خاصۃً اسکی جورو پر ہوگا قال المترجم ہمارے عرف کے موافق ایسا ہونا چاہیے
اور شیخ ہلال رح نے فرمایا کہ لیکن ہم استحسان کو لیکر یہ کرتے ہیں کہ اسکے وقف کو تمام ان لوگوں پر قرار دیتے ہیں جو
اسکے گھر میں اسکے عیال میں آزاد لوگ ہیں کذا فی الحاوی اور یہی مختار ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور وقف کے تحت میں اسکے
مملوک لوگ داخل نہونگے کذا فی المحیط اور خود عبداللہ بھی اسمیں داخل نہوگا اور اسی طرح جو اسکو دوسرے مکان
میں اپنے عیال میں رکھتا ہو وہ بھی داخل ہوگا یہ حاوی میں ہے اور عیال ہر وہ شخص ہے جو کسی آدمی کے نفقہ میں
پرورش پاتا ہو خواہ اسکے مکان میں ہو یا دوسری جگہ ہو اور ... عیال کے ہیں یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر
عقب فلان یعنے فلان شخص کے عقب پر وقف کیا تو جاننا چاہیئے کہ اگر کسی شخص کے عقب وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنے
باپوں سے اس شخص کی طرف راجع ہوں اور اسمیں دختروں کی اولاد داخل نہوگی لیکن اگر دختروں کے شوہر بھی فلان
شخص مذکور کی اولاد میں سے ہوں تو داخل ہونگے اور اسی طرح سوائے دختروں کے اور بہنوں وغیرہ دیگر عورتوں کی
اولاد بھی اس وقف میں داخل نہوگی الا جبکہ اُنکے شوہر اس شخص کی اولاد میں سے ہوں اور اگر کسی نے زید اور اُسکے
عقب پر وقف کیا اور زید کی اولاد ہے اور زید زندہ موجود ہے تو اسکی اولاد کے واسطے کچھ نہوگا اسواسطے کہ کسی شخص کی اولاد عقب اسی
وقت کہلاتی ہے جبکہ وہ شخص مرجاوے یہ محیط میں ہے ساتویں فصل موالی و مدبرین و امہات الاولاد پر وقف کرنے کے
بیان میں۔ قال المترجم موالی جمع مولی اور مراد غلام یا باندی آزاد کی ہوئی اور مدبرہ وہ باندی یا غلام جسکا آزاد ہونا
مالک نے اپنے مرنے کے بعد پر رکھا ہو اور امہات الاولاد جمع ام ولد وہ باندی جسکے مالک سے اسکے بچہ پیدا ہوا ہو
اگر کسی اصلی آزاد شخص نے کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے میرے موالی پر اور پھر فقیروں پر ہے اور

اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو یہ وقف ان لوگوں پر ہوگا جنکو اُسنے آزاد کیا ہو بشرطیکہ اُسکے آزاد کیے ہوئے حملہ کون سے موجود ہوں اور اس وقف میں وہ لوگ داخل ہونگے جنکو اُسنے وقف کے وقت آزاد کیا ہو اور وہ لوگ جو اُسکی طرف سے بعد وقف کے آزاد ہو جاویں اور جو لوگ اُسکی موت سے آزاد ہو جاویں یعنے امہات اولاد و مدبروں کی اور جو بسبب وصیت کے اُسکی موت کے بعد آزاد ہو جاویں خواہ مسلمان ہوں یا کافر ہوں مذکر ہوں یا مونث ہوں اور اُسکے آزاد کیے ہوؤں کی اولاد بھی داخل ہوگی اسواسطے کہ سواے وقف کرنے والے کے اُنکا کوئی مولی نہیں ہو کذا فی الحاوی لیکن آزاد کی ہوئی عورتوں کی اولاد اگر اپنے باپوں کی اولاد سے وقف کرنے والے کی طرف راجع ہوں تو وہ داخل ہونگی اور اگر اُنکے باپوں کی ولاء کسی اور قوم کے واسطے ہو تو داخل نہونگی یہ خزانۃ المفتین میں ہو اور اُسکے مولاؤں کے آزاد کیے ہوئے اس وقف میں داخل نہونگے و لیکن اگر اُسکے موالی مرگئے تو استحساناً یہ غلہ اُسکے موالی کے آزاد کیے ہوؤں پر صرف کیا جائیگا اور اگر وقف کرنے والے کا ایک ہی مولی ہو تو اُسکو آدھا غلہ ملیگا اور باقی آدھا فقیروں کے واسطے ہوگا اور اُسکے موالی کے آزاد کیے ہوؤں کے واسطے کچھ نہوگا اور اگر اُسکے آزاد کیے ہوئے دو موجود ہوں تو کل غلہ ان دونوں کو دیا جائیگا یہ حاوی میں ہو اور اگر اُسکے آزاد کیے ہوئے غلام و باندیاں دونوں ہوں تو غلہ ان سب پر برابر تقسیم ہوگا اور اگر سب آزاد کی ہوئی عورتیں ہوں کوئی مرد اُنکے ساتھ نہو تو سب غلہ ان آزاد کی ہوئی عورتوں کو ملیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہو۔ اور اگر اُسکے موالی عتاقہ یعنے آزاد کیے ہوئے اور موالی موالات یعنے جنسے موالات کی ہو دونوں موجود ہیں تو غلہ وقف اُسکے موالی عتاقہ کو ملیگا اور اگر فقط موالات ہی ہوں تو استحساناً غلہ اُنکو دیا جائیگا یہ محیط میں ہو۔ اور اگر وقف کرنے والے کے موالی ہوں اور اسکے پسر کے بھی موالی موجود ہوں اور پسر مذکور باپ کے آزاد کیے ہوؤں کی ولاء کا اپنے باپ سے وارث ہوا ہو تو وقف کی آمدنی وقف کنندہ کے موالی کی ہوگی اور پسر کے موالی کے واسطے نہوگا اور اگر وقف کنندہ کا کوئی مولی یعنی آزاد کیا ہوا نہو بلکہ فقط اُسکے پسر کے آزاد کیے ہوئے موجود ہیں تو امام ابو یوسف سے روایت ہو کہ غلہ اسکے پسر کے موالی پر صرف کیا جائیگا اور یہی شیخ ہلال رح کا قول ہو اور یہ استحسان ہو یہ ظہیریہ میں ہو۔ اور اگر کہا کہ میرے آزاد کیے ہوؤں اور میرے والد کے آزاد کیے ہوؤں پر وقف ہو تو اُسکے دادا کا آزاد کیا ہوا اُسمیں داخل نہوگا۔ اور اگر کہا کہ میرے اہل بیت کے موالی پر وقف ہو تو اُسکی جورو اور اُسکے ماموؤں کے آزاد کیے ہوئے اُسمیں داخل نہونگے الا اُس صورت میں کہ جورو اور ماموں اسکے اہل بیت سے ہوں اور اگر کہا کہ آل عباس کے آزاد کیے ہوؤں پر وقف ہو تو آل عباس کے آزاد کیے ہوؤں نے جنکو آزاد کیا ہو وہ اسمیں داخل نہونگے یہ حاوی میں ہو۔ اور اگر یوں کہا کہ میرے آزاد کیے ہوؤں اور اُنکی اولاد و اُنکی نسل پر وقف ہو تو اسمیں اُسکے آزاد کیے ہوئے اور اُنکی اولاد اور اولاد کی اولاد مرد و عورتیں سب داخل ہونگی اور اسمیں اُسکے آزاد کیے ہوئے کی دختر کی اولاد بھی داخل ہوگی اگرچہ اُنکی ولاء کسی اور قوم کے واسطے ہووے اور اسی طرح اگر فرزند کی ماں اس وقف کنندہ کے آزاد کیے ہوؤں میں سے ہوا اور اسکا باپ آزادان عرب سے ہو تو بھی یہی حکم ہو اسواسطے کہ یہ فرزند اُسکے موالی کی اولاد میں سے ہو اور نسل کی لفظ میں مردوں و عورتوں سب کی اولاد داخل ہو۔ پھر اگر انہیں سے کوئی عورت مرگئی اور اولاد چھوڑی اور وقف کرنے والے نے یہ شرط نہیں لگائی تھی کہ اگر انہیں سے کوئی مر جاوے تو اُسکا حصہ اُسکی اولاد کو دیا جاوے تو اس عورت کا حصہ باقی حسب رسد آزاد کیے ہوئے موجودین اُنکو رد کر دیا جاوے ایسا ہی شیخ ابو القاسم نے فتوی دیا ہو اور اگر وقف کرنے والے نے یہ کہا ہو کہ میرے آزاد کیے ہوؤں و اُنکی اولاد و اُنکی نسل سے اُن لوگوں پر جنکی ولاء میری طرف رجوع کرتی ہووے وقف ہو تو اس وقف میں اُسکے آزاد کیے ہوؤں

کی دختر ون کی وہ اولاد جنکی ولا اور قوم کی طرف راجع ہوتی ہو داخل نہوگی - اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے یہ وقف کیا ان لوگون پر جنکو مین نے آزاد کردیا ہو یا میری طرف سے انکو آزادی حاصل ہوئی ہو تو اسمین اس مولی کی اولاد جسکو اُسکی طرف سے آزادی ملی ہو داخل نہوگی یہ حاوی مین ہے - ایک شخص نے اپنی اراضی یا مکان کو اپنے موالی اور انکی اولاد پر وقف کیا پھر موالی مین سے کسی کے بچہ پیدا ہوا تو ولادت سے چھ مہینے سے کم مدت پہلے مکان کا جو کرایہ و آمدنی حاصل ہوئی ہو اسمین اس بچہ کا حصہ ہو اور جو اُس سے قبل حاصل ہوگیا ہو اسمین اُسکا حصہ نہین ہو اور زمین کی آمدنی مین سے ولادت سے چھ مہینے سے کم مدت پہلے جو غلہ حاصل ہوا ہو اسمین اس بچہ کا حصہ ہو یہ واقعات حسامیہ مین ہے - اور اگر کسی نے کہا کہ میرے آزاد کیے ہوؤن پر وقف ہو پھر کسی کو اُسنے اور اُسکے بھائی نے آزاد کیا ہو تو وہ وقف مین داخل نہوگا اور اگر کہا کہ ان مولاؤن پر جنکی ولا میری طرف رجوع کرے اور حال یہ ہو کہ اُسکے باپ نے ایک غلام آزاد کیا تھا لیکن اُسکی ولا لڑکا پیدا اور اسکا بھائی وارث ہوا تو یہ آزاد شدہ غلام اس وقف مین داخل ہوگا اور اگر کہا کہ ان آزاد کیے ہوؤن پر جو میرے فرزند کے ساتھ لازم رہین تو آزاد کیے ہوؤن مین سے جو اُسکے فرزند کے ساتھ رہین انکو ملیگا اور جسنے ساتھ رہنا چھوڑ دیا کچھ مستحق ہوگا پھر اگر پھر کر ساتھ دینا شروع کیا تو اُسکا استحقاق عود کریگا یہ حاوی مین ہے - اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے وقف کیا اپنے موالی پر اور موالی کے موالی پر اور موالی کے موالی پر یعنے تیسرے فریق کو بھی ذکر کیا تو مسئلہ فرزند پر قیاس کیا جاوے یعنی ... وغیرہ جسقدر نیچے ہون سب داخل ہونگے یہ محیط مین ہے شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی اراضی اپنے آزاد کیے ہوؤن و انکی اولاد پر بطنًا بعد بطن اور کسی شخص کی اولاد و اولاد کی اولاد پر وقف کیا پس اُن دو فریقون مین سے ایک مر گیا اور اولاد چھوڑی تو اُسکا حصہ کسکو ملیگا آیا اُسکی اولاد کو یا پہلے بطن مین سے جو لوگ زندہ ہین انکو تو شیخ رحمہ نے فرمایا کہ اولی یہ ہو کہ اُسکا حصہ اُسکی اولاد کو دیا جاوے یہ تاتارخانیہ مین ہو اور اگر وقف کرنے والے نے ایک شخص مجہول النسب کی نسبت اقرار کیا کہ یہ میرا آزاد کیا ہوا ہو اور اُسنے بھی تصدیق کی اور یہ حال یہ ہو کہ اس تصدیق کرنے والے کا کوئی نسب معروف نہین اور نہ کسی کی طرف اُسکی ولا معروف ہو تو وہ وقف کا مستحق ہوگا کذا فی فتاوی قاضیخان اور یہ حکم ذکر فرمایا ہو یہ وقف کی اُن حاصلات مین ٹھیک ہو جو آیندہ یعنے بعد اس اقرار کے حاصل ہوان و جو پہلے حاصل ہو چکی ہین انمین ٹھیک نہین ہو اور نیز جو قبل اس اقرار کے پیدا ہوکر ہنوز تقسیم نہین ہوئی ہین اُسکی بابت بھی ٹھیک نہین ہو یہ محیط مین ہو قال المترجم یعنی یہ حکم آیندہ پیدا ہونے والے غلات کی بابت مراد ہو اور یہ غرض نہین ہو کہ صاحب کتاب سے غلطی ہوئی ہو فافہم - اور اگر کسی نے اپنے موالی پر وقف کیا تو مولی اُنکو بھی کہتے ہین جسنے آزاد کیا اور اُسکو بھی جسکو آزاد کیا ہو پھر اگر وقف کرنے والے کے موالی ایسے ہون جنہون نے اُسکو آزاد کیا ہو اور ایسے بھی ہون جنکو اُسنے آزاد کیا ہو اور وقف کنندہ مر گیا ہو تو ان دونون فریقون مین سے کسی فریق کو کچھ نہ دیا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہو اور اُسکی آمدنی فقیرون پر تقسیم ہوگی یہ محیط مین ہے - اور اگر کہا کہ اللہ تعالی کے واسطے یہ صدقہ موقوفہ ہمیشہ میری ام ولد باندیون و میری مدبرہ باندیون پر ہے تو وقف جائز ہے اسیطرح اسکے وہ غلام و باندیان ہین جنکو مکاتب کیا ہو یا جنکو مالک نے آزاد کیا ہو پھر جب وقف صحیح ہوا تو استحقاق مین ام ولد و مدبرہ داخل ہونگی جو اسکے پاس ہون اگرچہ اُسنے انکا نکاح کر دیا ہو اور رہین وہ ام ولد باندیاں جنکو اس وقف سے پہلے اپنی زندگی مین آزاد کر دیا ہو تو انکا ... کچھ حق نہوگا کیونکہ ان باندیون کو نام سو بیان کیا تو وہ اسمین داخل نہین ہونگی ... صورت مین کہ وقف کرنے والا ... سے بیان کرے یہ سراج وہاج مین ہے اور اگر اسکی کوئی ام ولد ہو ... اسکی حیات مین آزاد ہو گئی ... اور اُسکی حیات مین آزاد

ہوگئی تو اسکو وقف سے ملیگا یہ حاوی مین ہی اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے وقف کیا زید کی ام ولد باندیون پر اور اسکی آزاد
کی ہوئی باندیون پر اور حال یہ ہی کہ زید کی باندیون مین سے کچھ اسکی ام ولد باندیان موجود ہین اور کچھ ام ولد باندیون
کو اُسنے آزاد کر دیا ہی تو وقف کی آمدنی اُسکی ام ولد باندیون اور اسکی آزاد کی ہوئی باندیون کے درمیان تقسیم ہوگی اور
جن باندیون کو اُسنے آزاد کیا ہی وہ بھی استحقاق وقف مین داخل ہونگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ
بعد میری وفات کے میرے آزاد کیے ہوئے مملوکون پر ہی تو اس وقف مین سے اُسکی ام ولد باندیون اور مدبر غلام و باندیون
کو جو اُسکے مرنے پر آزاد بھی ہو چکے ہون حصہ ملیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ اراضی میری صدقہ موقوفہ
زید کے مملوک سالم نام پر ہی پھر زید نے اُسکو اپنی ملک سے نکال دیا بایں طور کہ اُسکو فروخت کر دیا تو وقف مذکور کی
آمدنی اس سالم کی ہوگی جہان جاوے اُسکے ساتھ ہوگی اور قبول کرنے کا اختیار اس سالم کا ہوگا سالم کے مالک کا نہوگا
پس جو غلہ پیدا ہونے کے وقت سالم کا مالک ہووے یہ غلہ اُسی کا ہوگا یہ حاوی مین ہی اور اگر کسی نے کہا کہ میری یہ اراضی
سالم غلام زید پر اور بعد اسکے مسکینون پر وقف ہی پھر زید نے سالم کو وقف کر دیا تو غلہ مذکور سالم کا ہی جا ہے جہان
رہے اور اگر وقف کرنیوالا اس سالم کا مالک ہوگیا تو سالم پر جو وقف کیا تھا وہ باطل ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر کہا کہ سالم
میرے مملوک پر اور بعد اسکے مسکینون پر وقف ہی تو آمدنی مسکینون کی ہوگی سالم کی کچھ نہوگی اور نہ وقف کنندہ کی ہوگی
اور اگر اُسنے اس سالم کو کسی کے ہاتھ فروخت کیا تو بھی سالم یا اسکے مالک کے واسطے وقف سے کچھ نہوگا پس واضح ہو کہ وقف
کنندہ کی ام ولد باندیون و مدبر باندیون پر وقف جائز ہی اور جو اسکے محض مملوک ہون انپر جائز نہین ہی اور امام محمد
نے اسکے فرق کی طرف اشارہ کیا ہی کہ ام ولد و مدبر مین ایک طرح کا عتق ہی اور محض مملوک مین یہ بات نہین ہی یہ ظہیریہ
مین ہی۔ اور شیخ ابو حامد سے دریافت کیا گیا کہ اگر ایک اراضی کسی نے اپنے آزاد کیے ہوؤن پر وقف کی پھر ان لوگون نے اس
اراضی کی تعمیر و اصلاح کیواسطے اسکی تقسیم کا ارادہ کیا تو شیخ نے فرمایا کہ ہان اگر حفاظت تعمیر و اصلاح کے واسطے تقسیم کا قصد کیا تو
تقسیم جائز ہی اور اگر مالک ہو جانے کے واسطے بٹوارہ چاہا تو نہین جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ آٹھوین فصل اگر فقیرون
پر وقف کیا پھر جو دریا اسکی بعض اولاد یا قرابت محتاج ہوگئی جنکو اس وقف کی حاجت ہوئی تو ایسی صورتون کے احکام کے
بیان مین فتاوی مین مذکور ہی کہ اگر کوئی زمین فقراء و مساکین پر صدقہ موقوفہ کر دی پھر اُسکے بعض قرابتی یا وہ خود محتاج ہوا
پس اگر وہ خود محتاج ہوا تو اسکو اس وقف کے غلہ سے سب اماموں کے نزدیک کچھ نہ دیا جائیگا یہ خلاصہ مین ہی اور اگر
اُسنے اپنی صحت مین کہا کہ میری اراضی میرے بعد فقیرون پر صدقہ موقوفہ ہی اور حال یہ ہی کہ یہ اراضی اسکی تہائی سے نکلتی ہی
یا اُسنے اپنے مرض مین ایسا کہا کہ پھر مر گیا اور اسکی ایک لڑکی صغیرہ ہی تو اُسکا غلہ اس لڑکی کے صرف مین لانا نہین جائز ہی
اور یہ تفصیل شیخ ابو القاسم سے مروی ہی اور صدر شہید حسام الدین نے فرمایا کہ اسی پر فتوی ہی یہ غیاثیہ مین ہی اور اگر اُسکی
قرابت مین سے بعض یا اسکے بعض فرزند اسکے محتاج ہوئے اور وقف مذکور حالت صحت مین واقع ہوا ہی تو اسمین چند احکام
ہین ایک یہ کہ وقف کا غلہ قرابتی فقیرون پر صرف کرنا اولی ہی پھر اگر کچھ باقی رہے تو اجنبی فقیرون پر تقسیم ہو دوم یہ کہ
غلہ پیدا ہونے کے روز محتاج ہونے پر نظر نہ کیجائیگی بلکہ جس روز غلہ تقسیم ہوتا ہی اس روز والے محتاجون پر نظر ہوگی اور سوم یہ کہ وقف
کرنیوالے سے قرابت مین ترتیب وار سب سے قریب پھر سب سے قریب اسطرح دیکھا جائیگا جو اسکے نسب سے پیدا ہو وہ اول ہوگا
پھر اسکے فرزند کی اولاد پھر تیسری پشت پھر چوتھی پشت اور چوتھی کے ساتھ پانچوین چھٹی جسقدر نیچے تک ہون سب داخل ہونگی

پھر اگر انہین سے کوئی نہ ہو یا ہوا ور بعد اسکے غائب ہو گیا رہا تو وہ قرابت کے فقیرون پر تقسیم ہوگا اور انہین بھی قرابت کی راہ
سے سب سے قریب کا اعتبار ہوگا پس پہلے اسی کو دیا جائیگا جو ان سب مین سے وقف کرنے والے سے قرابت مین قریب ہو
یہ حاوی مین ہے۔ پھر اسکے بعد وقف کرنے والے کے آزاد کیئے ہوؤن کا مرتبہ ہے پھر انکے بعد وقف کرنے والے کے پڑوسیون
کا مرتبہ ہے پھر انکے بعد وقف کنندہ کے شہر والون کا مرتبہ ہے مگر انہین بھی وہ مقدم ہونگے جو اپنی سکونت کی راہ سے
وقف کنندہ سے سب سے زیادہ نزدیک ہون یہ محیط سرخسی و محیط و فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اور جبکہ یہ رقم ہے کہ جن لوگون کو
دیا جائیگا انہین سے ہر ایک کو دو سو درم سے کم دیا جائیگا اور یہ شیخ ہلال رح کا قول ہے یہ حاوی مین ہے۔ اور یہ اسوقت
ہے کہ اسنے فقیرون پر وقف کیا اور اسکے بعضے قرابتی محتاج ہوئے ہین اور اگر اسنے اپنی قرابت کے فقیرون پر وقف کیا تو سب
آمدنی انہین پر تقسیم ہوگی اگرچہ انمین سے ہر ایک کو دو سو درم سے زیادہ پہونچے اور اگر اسنے فقراے قرابت مین ترتیب محتاجی
کی کردی ہو کہ اول سب سے فقیر کو پھر جو اسکے بعد سب سے زیادہ فقیر ہو علی ہذا الترتیب تو ایسی صورت مین کل اسکو دیا جائیگا
بلکہ اسکو دو سو درم سے کم دیے جاوینگے یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر فقیرون پر وقف کیا تھا پس ان مین سے قاضی نے بعض قرابتیون کو
کچھ دیا تو اسمین دو مسئلے ہین ایک یہ کہ قاضی نے اسکے دینے کا حکم نہین دیا کہ انکے واسطے کچھ واجب ہو جانے کا سبب ہو تو
واجب نہوگا حتے کہ اگر اسکے بعد دوسرا قاضی آیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ یہ طریقہ توڑ دے اور ان قرابتیون کو کچھ نہ دے
دوم یہ کہ اول قاضی نے اسکا حکم دیدیا اور قیم سے کہا کہ مین نے اسکا حکم دیدیا اور یہ انکے واسطے وظیفہ مقرر کر دیا تو وقف
سے برابر تو یہ لوگ بہ نسبت اور فقیرون کے زیادہ حقدار ہو جاوینگے اور دوسرے قاضی اسکے بعد آوے تو اسکو یہ اختیار نہوگا
کہ اسکو توڑ دے یہ حاوی مین ہے اور اگر اپنی اراضی اس شرط پر وقف کی کہ اسمین سے آمدنی واسطے مسکینون کے اور وقف
واسطے تو اپنی فقیرون کے پھر اسکے قرابتی فقیرون کو احتیاج لاحق ہوئی اور جسقدر انکو ملتا ہے وہ انکے واسطے کافی
نہین ہے تو جو حصہ اسنے مسکینون کے واسطے شرط کیا ہے اسمین سے انکو دیا جاوے یا نہین تو شیخ ہلال رح نے فرمایا کہ نہین
اور یہی یوسف بن خالد سمتی کا قول ہے اور شیخ ابراہیم بن یوسف بلخی اور علی بن احمد فارسی اور فقیہ ابو جعفر ہندوانی نے
کہا کہ انکو مساکین کے حصہ سے دیا جائیگا اسواسطے کہ وہ لوگ اسکے قرابت کے مساکین ہین کہ دونون جہت سے مستحق ہین
جیسے ایکنے اپنی ایک اراضی اپنی قرابت پر اور دوسری اراضی اپنے پڑوسیون پر وقف کی اور پڑوسیون مین بعضے اسکے
قرابت والے ہین تو یہ لوگ دونون وقفون مین سے دونون حصون کی جہت سے مستحق ہونگے۔ اور امام ابو یوسف سے روایت
ہے کہ اگر وقف کرنے والے نے وقف مین شرط کی ہو کہ اسکی قرابت کے فقیرون کے واسطے اتنا اور مساکین و فقراء کے واسطے
اتنا تو قرابت والے فقیرون کو فقراء کے حصہ سے دیا جائیگا اور اگر اسنے یہ شرط کی ہو کہ اسکے قرابتی فقیرون کے واسطے
اسقدر اور باقی مساکین و فقراء کے واسطے ہے تو قرابتی فقیرون کو حصۂ فقراء مین سے نہ دیا جائیگا اور اسی کو محمد بن سلمہ و ابو نصر محمد بن
سلام بلخی نے اختیار کیا ہے یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر وقف کرنے والے نے وقف کی آمدنی اسواسطے مشروط کردی ہو کہ مرد مسلمان جو
قرضداری مین پھنسا ہو اسکے چھٹکارے مین یا مسافرون کے لیے یا فی سبیل اللہ یعنی جہاد کے واسطے یا حج یا مسلمان غلامون کی
گردنین آزاد کرانے کے لیے صرف کیا جاوے پھر اسکی بعض اولاد یا قرابتی فقیر اسکے حاجتمند ہوئے تو انکو اسمین سے کچھ نہ دیا جائیگا
لیکن اگر اولاد یا قریبی ایسے لوگون مین سے ہوں جو قرضداری کے بوجھ مین پھنسا ہو یا مسافر ہو تو ایسی صورت مین پہلے
انہی کو دیا جائیگا یہ حاوی مین ہے اور اگر کسی نے اپنی ایک اراضی اپنے قرابتی فقیرون پر وقف کی اور دوسری اراضی مساکین پر

وقف کی اور حال یہ ہو کہ جو قرابتی فقیرون پر وقف کی ہو وہ اُنکے حق مین کافی نہین ہوتی ہو پس اگر یہ وقف الگ الگ دو عقد مین واقع ہوا تو قرابت والے فقیرون کو مساکین کے وقف سے بقدر کفایت دیا جائیگا اور اگر ایک ہی عقد مین اُسنے دونون کو وقف کیا ہو تو نہ دیا جائیگا یہ جو حکم کہ ایک عقد مین وقف ہونے کی صورت مین بیان فرمایا کہ قرابتیون کو مساکین کے وقف سے نہ دیا جائیگا پس ضرور ہو کہ شیخ ہلال و یوسف بن خالد کے قول پر یہ حکم ہو یہ محیط مین ہو اور اگر اسکے قرابتی فقیرون مین سے ایک کو دو سو درم سے کم دیا گیا پس اُسنے یہ سب خرچ کر ڈالے اور حال یہ ہو کہ غلہ وقف مین سے ابھی باقی رکھا ہو تو اُسکو دوبارہ دیا جائیگا بشرطیکہ اُسنے برے کام مین نہ خرچ کیا ہو یہ حاوی مین ہو۔ اور اس فصل کے متعلقات سے یہ ہو کہ اگر کسی نے کہا کہ مین نے اپنی یہ اراضی ہمیشہ کے واسطے صدقہ موقوفہ کردی زید پر اور اسکی اولاد اور اولاد اولاد پر برابر جب تک انکی نسل ہوتی رہے کردی اور انکے بعد مسکینون پر کردی اس شرط سے کہ میری قرابت مین سے جو اُسکا حاجتمند ہو یہ وقف اُسپر رد کیا جائیگا اور اُسکا غلہ انکلین کا ہوگا۔ اور حال یہ ہو کہ اُسکی قرابت مین ایک جماعت ہو جنمین سے بعضے محتاج اور بعضے تونگر ہین تو جو حاجتمند ہوا اُسپر رد کیا جائیگا اور اسی طرح اگر اُسنے کہا کہ اس شرط سے کہ میرے آزاد کیے ہوؤن سے جو حاجتمند ہو اُسپر رد کیا جائے پھر اسکے بعضے آزاد کیے ہوئے حاجتمند ہوئے تو اُنپر رد کیا جائیگا اور اگر اُسنے کہا کہ اولاد زید پر پھر جب وہ مرجاوین تو فقیرون پر وقف ہو پھر زید کی بعضی اولاد مری اور بعض باقی ہین تو غلہ وقف فقیرون پر نہ دیا جائیگا یہانتک کہ کل اولاد زید مرجاوین ایسا ہی امام خصاف نے بیان فرمایا ہو یہ ذخیرہ مین ہو شیخ ہلال نے اپنے وقف مین ذکر کیا کہ اگر کسی نے کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ بعد میری موت کے فقیرون پر ہو پھر اگر میرے فرزند یا میرے فرزند کے فرزندین سے کوئی اُسکی طرف حاجتمند ہوا تو قدر کفایت اسکو دیا جائے تو جیسا اُسنے کہا ہو ویسا ہی ہوگا پس اگر اُسکی پشت کے فرزندون مین سے کوئی حاجتمند ہوا تو بقدر اسکو دیا جاوے تو جیسا اُسنے کہا ہو ویسا ہی ہوگا پس اگر اُسکی پشت کے فرزندون مین سے کوئی حاجتمند ہوا تو جسقدر اسکو کفایت کرے اسیقدر اسکو دیا جائیگا پس یہ مقدار تمام وارثون کے درمیان میراث مشترک ہو جائیگی اور اگر فرزندون کے فرزندین سے کوئی حاجتمند ہوا تو اُسکو بقدر اُسکی کفایت کے دیا جائیگا جو اُسی کا ہوگا اور اگر اسکے نسب کے فرزندون مین سے کوئی فرزند اور اسکے فرزندون کے فرزندین سے کوئی حاجتمند ہوا تو دونون کو انکا قدر کفایت دیا جائیگا پھر جو کچھ اسکے نسب کے فرزند کو پہونچا ہو تو تمام وارثون کے درمیان میراث ہوگا اور جو فرزند کے فرزند کو ملا ہو وہ اُسی کا ہوگا اور اگر اسکے فرزند کے فرزند و فرزند سب محتاج ہوئے تو غلہ وقف ان سب کی تعداد پر تقسیم ہوگا پھر جو کچھ اسکی پشت کے فرزندون کو ملا ہو وہ وقف نہین بلکہ میراث ہوگا کہ جسمین سب وارث شریک ہونگے اور جو فرزندون کے فرزندون کو ملا ہو وہ خاص انہین کا ہوگا پھر اگر وہ شخص جو محتاج تھا غنی ہوگیا تو اُسکو نہ دیا جائیگا اور یہ ظاہر ہو اور اگر غلہ وقف مذکور ہر دو فریق کی قدر کفایت سے کم پڑا اور حال یہ ہو کہ ہر دو فریق محتاج ہین ولیکن ایک فریق کیواسطے کافی ہوتا ہو تو پہلے فرزندون کے فرزندون کو دیا جائیگا یہ محیط مین ہو۔

باب چہارم۔ وقف مین شرط کرنے کے بیان مین۔

ذخیرہ مین ہو کہ اگر اراضی یا اور کوئی چیز وقف کی اور کل اپنے واسطے شرط کرلی یا بعض اپنے واسطے شرط کرلی جبتک کہ زندہ ہو اور بعد اسکے فقیرون کے واسطے کردی تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ وقف صحیح ہوا اور مشائخ بلخ نے امام ابو یوسف کا قول لیا ہو اور اسی پر فتوی ہو تا کہ لوگ وقف کرنے مین رغبت کرین اور ایسا ہی فتاوے صغری و نصاب و مضمرات مین ہو۔ اور اپنی ذات کے واسطے شرط کر لینے کی صورتون مین سے یہ بھی ہو کہ یون کہا کہ اس شرط سے کہ میرا قرضہ اس وقف کی آمدنی سے ادا کیا جائے یا کہا کہ جب مین مرون اگر مجھپر قرضہ ہو تو پہلے اس وقف کی آمدنی سے جو مجھپر قرضہ ہو ادا کیا جائے پھر جو باقی رہے وہ وقف کی راہ پر صرف ہو تو یہ سب جائز ہو اور اسیطرح اگر

کہا کہ جب فلان یعنی خود وقف کنندہ پر حادثہ موت پیش آوے تو اس وقف کی آمدنی سے ہر سال دس سہام مین سے ایک سہم کے برابر نکال کر اسکو فلان یعنی وقف کنندہ کی طرف سے حج مین یا اسکی قسمون کے کفارات مین خرچ کرے یا فلان کارخیر یا فلان کار و فلان کار مین چند امور کا نام لیا انمین خرچ کرے یا کہا کہ تو اس صدقہ کی آمدنی سے ہر سال اتنے اتنے درم نکالکر ان امور مذکورہ مین صرف کر اور باقی اسی راہ مین جسپر وقف کیا ہے صرف ہوتے تو بھی جائز ہے یہ فتح القدیر مین ہے اور اگر کہا کہ یہ صدقہ موقوفہ خدا تعالی کے واسطے ہے کہ جبتک مین زندہ ہون اسکا غلہ مجھپر جاری رکھا جائے۔ اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو جائز ہے اور جب وہ مر جائیگا تو اسکی آمدنی فقیرون پر صرف ہوگی۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے کہ جبتک مین زندہ ہون تو اسکی آمدنی مجھپر جاری رہیگی پھر بعد میری موت کے میرے فرزند و میرے فرزند کے فرزند اور انکی نسل پر جبتک انکی نسل رہے جاری رہیگی پھر جب یہ سب گذر جاوین تو مساکین پر صدقہ ہوگی تو یہ بھی جائز ہے یہ خزانۃ المفتیین مین ہے اور اگر یہ شرط کی کہ مجھے اختیار ہے کہ اسمین سے اپنی ذات پر اور اپنے فرزند پر خرچ کرون اور اپنا قرضہ اسکی آمدنی سے ادا کرون پھر جب مجھے حادثہ موت پیش آوے تو اسکی آمدنی واسطے فلان بن فلان کے اور اسکے فرزند اور فرزند کے فرزند و اسکی نسل و اسکے عقب کی ہوگی یا جو اسنے فلان مذکور کے واسطے شرط کیا ہے وہ پہلے بیان کیا ہے اور جو اپنے واسطے شرط کیا ہے وہ پیچھے بیان کیا تو امام خصاف نے فرمایا کہ یہ اسکی شرط پر جائز ہے اور تقدیم و تاخیر بھی بنا بر قول امام ابو یوسف کے یکسان ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک نے فقیرون پر کچھ وقف کیا اور اسمین شرط کی کہ وقف کنندہ کو اختیار ہے کہ جب تک زندہ ہے خود کھاوے و کھلاوے پھر جب مر جاوے تو اسکے فرزند کی ہے اور اسی طرح اسکے فرزند کے فرزند کے واسطے برابر جبتک نسل باقی ہے رہے اور اس شرط پر وقف جائز ہے کذا فی المضمرات اور اسی کو شیخ شمس الائمہ حلوائی اور صدر حسام الدین نے لیا ہے یہ سراجیہ مین ہے اور اگر وقف مین سے کچھ آمدنی اپنی ام ولد باندیون کے واسطے جو اسکے وقف کرنے کی حالت مین موجود ہین اور جو بعد کو ام ولد ہو جاوین شرط کیا اور اپنی حالت حیات و بعد ممات انمین سے ہر ایک کے واسطے کچھ قسط مقرر کر دی تو بلا خلاف جائز ہے یہ جنیس و مسوط و ذخیرہ و فتاوی قاضی خان مین ہے اور یہی اصح ہے یہ فتح القدیر مین ہے اور اسی طرح اگر اپنی مدبرہ باندی و غلامون کے واسطے بیان کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین ہے اور اگر اپنی محض باندی و غلامون کے واسطے آمدنی شرط کی تو بمثل اپنے واسطے شرط کرنے کے ہے یعنی امام ابو یوسف کے نزدیک جائز اور امام محمد رح کے نزدیک نہین جائز ہے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر ہمیشہ کے واسطے کچھ وقف کیا اور اپنی ذات کے واسطے استثنا کیا کہ اس وقف کی آمدنی سے جبتک زندہ ہے اپنے اوپر و اپنے عیال و باندی و غلامون پر خرچ کریگا تو امام ابو یوسف کے نزدیک وقف اور شرط دونون جائز ہین پھر جب یہ لوگ گذر گئے تو غلہ مذکور مساکینون کے واسطے ہو جائیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر کچھ وقف کیا اور اپنے واسطے کہ جب تک زندہ ہے استثنا کیا اسمین سے کھاویگا پھر جب وہ مر گیا تو اسکے پاس اس وقف مین سے خوشہاے خرما یا انگور یا منقی نکلے تو یہ سب لیکر وقف مین داخل کر دیے جاوینگے اور اگر اسکے پاس اس وقف کے گیہون کی روٹی ہو تو وہ میراث ہوگی اسواسطے کہ درحقیقت یہ وقف مین سے نہین ہے یہ ظہیریہ مین ہے اور وقف الخصاف مین کو ہے کہ اگر شرط کی کہ اپنی ذات و عیال و اولاد و باندی غلامون پر اس وقف کے غلہ سے خرچ کریگا پھر اس وقف کا غلہ آیا پس اسنے اس غلہ کو فروخت کیا اور اسکا ثمن وصول کر لیا پھر قبل اسکے کہ اسکو خرچ کرے وہ مر گیا تو فرمایا کہ یہ ثمن اسکے وارثون کا ہوگا وقف کے مستحقون کا نہ ہوگا اسواسطے کہ اسکو اسنے حاصل کیا ہے اور اسی کا تھا یہ فتح القدیر مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی جورو و اولاد پر وقف کیا پھر یہ عورت مر گئی تو اس عورت کا حصہ اس عورت کے اسپر کے واسطے مخصوص ہو گا بشرطیکہ وقف کرنیوالے نے

یہ شرط نہ کی ہو کہ جو مرے اُسکا حصہ اُسکی اولاد کا ہوئیگا پس اس صورت مین اُسکا حصہ سب وارثون کی طرف رد کر دیا
جاویگا یہ کبریٰ مین ہے۔ ایک نے اپنی اراضی وقف کی بانیطور کہ اُسمین سے نصف اپنی جورو پر اور نصف اپنے ایک معین فرزند
پر باین شرط کہ اگر جورو مر جاوے تو اُسکا حصہ میری اولاد پر صرف کیا جاوے اور آخر یہ وقف واسطے فقیرون کے ہے پھر
اُسکی جورو مر گئی تو اسکے حصہ مین سے یعنی اس فرزند معین کا بحسب نصف زمین وقف ہے حصہ ہوگا یہ مضمرات مین ہے ایک
نے اپنی اراضی ایک مرد پر اس شرط سے وقف کی کہ اسکی آمدنی مین سے اسکو بقدر کفایت ماہواری دیا جایا کریگا اور حال
یہ ہے کہ اس مرد کے عیال نہیں ہین پھر اسکے عیال ہو گئے تو اُسکو اور اسکے عیال دونون کی قدر کفایت اسمین سے
دیا جایا کریگا یہ فتاوی کبریٰ مین ہے۔ اور اگر زید نے عمرو پر اس شرط سے وقف کیا کہ عمرو تو اسکو کچھ درم معلوم قرض دے
تو وقف جائز اور شرط باطل ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر اصل وقف مین یہ شرط کی کہ جب چاہیگا اس
اراضی کی جگہ دوسری اراضی بدل لیگا جو بجاے اسکے وقف ہوگی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک وقف اور شرط دونون جائز
ہین اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ اسکو فروخت کریگا اور اُسکے ثمن سے دوسری زمین خرید لیگا جو اسکی جگہ وقف ہوگی تو بھی
جائز ہے اور واقعات قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ مین امام ابو یوسف کے قول کے ساتھ شیخ ہلال کا قول بھی مذکور ہے اور یہی
پر فتوی ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ اور ایک مرتبہ اُسکی استبدال کے بعد اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ دوبارہ بدل لے اسوجہ سے کہ اسکی شرط
ایک مرتبہ استبدال کر لینے سے منتہی ہوگئی لیکن اگر اُسنے ایسی عبارت بیان کی ہو جو ہمیشہ اسکے واسطے اسکے استبدال کے اختیار کو
مقید ہو تو اختیار حاصل ہوگا یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور اگر وقف کرنے والے نے اصل وقف مین یون کہا ہو کہ اس شرط پر
کہ مین اس وقف کو جسقدر قلیل یا کثیر ثمن کے عوض میری راے مین آوے فروخت کرونگا یا کہا کہ اس شرط پر کہ مین اسکو فروخت
کرون اور اسکے ثمن کے عوض غلام خریدون یا کہا کہ اس شرط پر کہ مین اسکو فروخت کرون اور اس سے زیادہ نہ کہا تو
شیخ ہلال رح نے فرمایا کہ یہ شرط فاسد ہے اس سے وقف فاسد ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ
اراضی صدقہ موقوفہ ہمیشہ کے واسطے اس شرط پر ہے کہ اسکی جگہ مین دوسری بدل سکتا ہون تو استحسانًا وقف جائز ہوگا
اگر پہلی اراضی کے ثمن سے دوسری کی خرید واقع ہووے یہ محیط سرخسی مین ہے اور دوسری اراضی کو جیسے ہی خریدا ویسے ہی
بجاے اول کے اسی شرائط کے ساتھ وقف ہوجائیگی اور دوسری کے وقف کرنے اور شرائط وقف بیان کرنے کی حاجت
نہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر اُسنے فقط استبدال کی شرط کی اور یہ بیان نہ کیا کہ بدل کر زمین یا دار کر لیگا اور
اُسنے اول وقف کو فروخت کیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ جنس عقار سے جو چاہے خواہ زمین یا مکان بجاے اسکے بدل لے
اور اسی طرح اگر اسی شہر کی قید نہ لگائی ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ چاہے جس شہر مین استبدال کرلے یہ خلاصہ مین ہے۔ اور اگر
کہدیا کہ اس شرط سے کہ مین بجاے اسکے دوسری زمین بدل سکتا ہون تو اسکو یہ اختیار نہوگا کہ بجاے اسکے مکان بدل لے
اور اسی طرح اسکے برعکس بھی نہین جائز ہے یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور یہ اسکو اختیار ہوگا کہ اسکے ثمن کے عوض خراجی زمین بدلے
یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر کہا باین شرط کہ بجاے اسکے بصرہ کی اراضی سے بدل سکتا ہون تو اسکو یہ اختیار
نہوگا کہ سواے بصرہ کے دوسری جگہ سے بدل کرلے مگر چاہیے یہ ہے کہ اگر دوسری جگہ کی زمین اسکے بدلے مین بہتر کی
ہو تو جائز ہووے اسواسطے کہ یہ خلاف کرنا بہتری کی جانب ہے یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور قنیہ مین مذکور ہے کہ مکان وقف
کا دوسرے مکان سے مبادلہ کرنا جبھی جائز ہے کہ جب محلہ ایک ہی ہو یا جو محلہ مین آتا ہے اُسکا محلہ بنسبت وقف کے

محلہ کے بہتر ہو اور اگر اسکے برعکس ہو تو نہیں جائز ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور اگر اپنے واسطے اُسنے استبدال کا اختیار شرط
کیا پھر استبدال کے واسطے کسی کو وکیل کیا تو جائز ہے اور اگر اسواسطے کسی کو اپنی موت کے وقت وصیت کر دی تو وصی کو
یہ اختیار حاصل نہوگا۔ اور اگر استبدال کا اختیار اپنے واسطے مع دوسرے شخص کے اسطرح شرط کیا کہ دونوں ساتھ ہی استبدال
کریں پھر اس دوسرے نے تنہا استبدال کیا تو نہیں جائز ہے اور اگر وقف کنندہ نے تنہا استبدال کر دیا تو جائز ہے یہ
فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر وقف کرنے والے نے استبدال کا اختیار ایسے شخص کے واسطے شرط کر دیا جو اُسکا متولی ہو تو
صحیح ہے اور جو شخص اسکا متولی ہوگا اسکو اس وقف کی جگہ دوسرا بدل لینے کا اختیار ہوگا اور اگر وقف کرنے والے نے یہ
کہا کہ اس شرط پر کہ فلاں کو اسکی جگہ دوسرا بدل لینے کا اختیار ہے پھر وقف کرنے والا مر گیا تو بعد اسکے فلاں مذکور کو اختیار
استبدال حاصل نہوگا الا اس صورت میں کہ وقف کنندہ نے بعد اپنی وفات کے اُسکا اختیار شرط کیا ہو یہ فتاوے
قاضی خان میں ہے اور کسی قیم کو اختیار استبدال نہیں حاصل ہے الا اس صورت میں کہ صریح اسکے واسطے یہ شرط کیا جاوے اور
اگر وقف کنندہ نے قیم کے واسطے اختیار شرط کیا اور اپنے واسطے شرط نہ کیا تو وقف کنندہ کو اختیار ہوگا کہ خود استبدال کرے
یہ فتح القدیر میں ہے پھر جب وقف جائز ہوا اور اُسمیں اُسنے بیع و استبدال بثمن کی شرط کی پھر اسکو اسقدر ثمن کے عوض بیچا
جتنے میں لوگ اپنے اندازہ میں خسارہ نہیں جانتے ہیں تو بیع جائز ہے اور اگر اُسنے ثمن کو بیچا کہ اپنے اندازہ سے لوگ اسمیں
خسارہ جانتے ہیں تو بیع باطل ہے یہ محیط میں ہے اور اگر اسکو عروض کے عوض فروخت کیا تو بقیاس قول امام رحمہ اللہ صحیح
ہے پھر اس عروض کو بعوض عقار کے فروخت کرے اور امام ابو یوسف و ہلال نے فرمایا کہ فقط نقد ہی کے عوض فروخت کر سکتا
ہے کذا فی البحر الرائق یا بعوض کسی زمین کے فروخت کرے تو بجائے اسکے وقف ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر وقف
کی زمین فروخت کر کے اُسکا ثمن وصول کیا پھر مر گیا اور ثمن کا حال بیان نہ کیا تو یہ ثمن اُسکے ترکہ پر قرضہ ہوگا کذا فی فتاوے
قاضی خان اور اسی طرح اگر اُسنے ثمن کو تلف کر دیا ہو تو بھی اسکے اوپر قرضہ ہوگا جو وصول کیا جائیگا یہ فتح القدیر میں
ہے اور اگر اُسنے مال وقف کو فروخت کیا اور ثمن اُسکے پاس سے جاتا رہا تو ضامن نہوگا اور وقف باطل ہو گیا یہ
محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر اُسنے ثمن کے عوض اسباب عروض میں سے کوئی ایسی چیز خریدی جو وقف نہیں ہو سکتی ہے تو وہ
اُسی کی ہوگی اور ثمن اُسپر قرضہ ہوگا اور اگر اُسنے ثمن مشتری کو ہبہ کر دیا تو یہ صحیح ہے اور وہ ضامن ہوگا اور یہ امام اعظم رح کا
قول ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک نہیں کر سکتا ہے اور اگر اُسنے ثمن وصول کر کے مشتری کو ہبہ کیا تو بالاتفاق یہ ہبہ
باطل ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر اُسنے وقف کو فروخت کیا پھر اُسکے پاس ایسے سبب سے واپس آیا جو ہر طرح سے فسخ ہے
تو اسکو دوبارہ فروخت کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر اسکے پاس بطور عقد جدید واپس آیا تو پھر دوبارہ اسکی بیع نہیں کر سکتا ہے الا
اس صورت میں کہ اُسنے اپنے واسطے استبدال کی شرط بتعمیم کر لی ہو یعنی ہر بار اختیار ہے تو دوبارہ بھی بیع کر سکتا ہے
اور اگر بسبب عیب کے بحکم قاضی یا بغیر حکم قاضی بعد قبضہ مشتری کے یا قبل قبضہ مشتری کے اسکے پاس واپس آیا تو وقف واپس
ہوگا اور اسی طرح اگر اُسنے مشتری سے قبل قبضہ کے یا بعد قبضہ ہو جانے کے اقالہ کر لیا تو بھی وقف واپس ہوگا یہ فتح القدیر
میں ہے۔ اور بعد اقالہ کے اسکو یہ اختیار نہ رہیگا کہ اس وقف کو دوبارہ فروخت کرے الا اسی صورت میں کہ اُسنے دوبارہ
کی یا ہر بار کے اختیار کی شرط کر لی ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اُسنے زمین وقف کو فروخت کیا اور اُسکے ثمن سے دوسری
زمین خریدی پھر پہلی زمین بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس دیگئی تو بھی وقف ہوگی اور دوسری کے ساتھ جو چاہے

کرے۔ اور اگر پہلی زمین اُسکو بغیر حکم قاضی دیگئی اور اُسنے واپس کر لی تو اوّل کی بیع فسخ نہ ہوگی پس دوسری زمین بجائے
اوّل کے بدلا باقی رہی اپس دوسری زمین سے وقف ہونے کی صفت باطل نہوگی اور پہلی زمین کا اپنے واسطے خریدنیوالا
ہوجائیگا اور دوسری زمین کا خریدنے والا اور اپنے واسطے وقف کرنیوالا نہوجائیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور اگر
پہلی زمین کو بیچا اور دوسری خریدی پھر پہلی زمین استحقاق میں لیلیگئی تو قیاس یہ ہے کہ دوسری زمین کا وقف باطل نہو
اور استحسانًا دوسری زمین وقف نہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر وقف مرسل ہو یعنے اسمیں استبدال کی شرط نہ کی ہو کہ
مجھے بجائے اسکے دوسری زمین مثلاً بدل لینے کا اختیار ہے تو اسکو اس وقف کے بیچ کرنے اور اسکی جگہ دوسرا بدلنے کا اختیار
حاصل نہوگا اگرچہ زمین مذکور جو وقف کی ہے ایسی ہوگئی ہو کہ اس سے انتفاع حاصل نہیں ہوسکتا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے
مگر قاضی کے بارہ میں امام قاضی خان کا کلام مختلف ہے چنانچہ ایک مقام پر فرمایا ہے کہ قاضی اگر مصلحت دیکھے تو بدون
وقف کنندہ کی شرط کے قاضی کو استبدال جائز ہے اور دوسرے مقام پر اس سے منع فرمایا ہے اگرچہ زمین ایسی ہوجاوے
کہ اس سے نفع حاصل نہیں ہوسکتا ہے اور اعتماد اسپر ہے کہ قاضی کو بدل ڈالنا روا ہے بشرطیکہ زمین قابل انتفاع ہونے
سے بالکلیہ نکلجاوے اور وہاں مال وقف سے کچھ مال بھی نہو کہ اس سے اس زمین کی اصلاح ہوسکے اور نیز اسکی
بیع غبن فاحش کے ساتھ نہو یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور اسعاف میں یہ شرط لگائی کہ بدلنے والا قاضی الجنۃ ہو اور
قاضی الجنہ کی یہ تفسیر ہے کہ قاضی عالم ہو اور مقتضاے علم پر عمل کرتا ہو یہ نہر الفائق میں ہے اور شمس الائمہ محمود اوزجندی
سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی اولاد پر وقف کیا اور یہ لکھا کہ اگر اُسکے رکھنے سے عاجز ہوں تو اسکو فروخت کرو پس شیخ
نے فرمایا کہ اگر وقف میں یہ شرط ہو تو وقف باطل ہے اور واجب ہے کہ یہ جواب امام محمد رح کے قول پر ہو۔ اور امام ابو یوسف کے
قول پر وقف جائز ہے اور شرط باطل ہے۔ اور اگر کہا کہ میری زمین صدقہ موقوفہ ہے اس شرط پر کہ اصل زمین مذکور میری یا اس
شرط پر کہ میری ملک اسکی اصلی سے زائل نہوگی یا اس شرط پر کہ میں اصل زمین کو فروخت کروں اور اُسکے ثمن کو صدقہ کردوں
تو وقف باطل ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر یہ شرط کی کہ اسکو فروخت کروں اور اسکا ثمن اسکے عوض وقف میں کردوں
تو اگر حاکم اُسکی فروخت میں بہتری دیکھے تو اسکی اجازت دیگا کہ ایسا کرے یہ جیز میں ہے اور امام خصاف نے اپنی وقف میں بیان
فرمایا ہے کہ اگر یہ شرط کی کہ مجھے اختیار ہے کہ اسکو فروخت کرکے اُسکا ثمن کار ہاے خیر میں جہاں چاہوں صرف کردوں تو وقف باطل
ہے اور اگر اصل وقف میں اُسکی بیع کے اختیار کی شرط کرلی تھی مگر اُسنے فروخت نہ کیا تو جو شخص اسکے بعد متولی ہوا اسکو اختیار
نہوگا کہ وقف مذکور کو فروخت کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے اس شرط پر کہ مجھے اس صدقہ
کو باطل کردینے کا اختیار ہے تو ہلال کے نزدیک وقف باطل ہے اور یوسف بن خالد کے نزدیک وقف جائز ہے اور شرط باطل
ہے اور امام ابو یوسف سے اسمیں کوئی روایت نہیں ہے اور انکے مذہب کے موافق کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ایسا وقف انکے
نزدیک جائز ہوگا اسواسطے کہ یہ بمنزلہ شرط بیع کے اختیار کے اپنے واسطے ہے اور دوسرا کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ یہ وقف انکے نزدیک
جائز نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ امام خصاف نے امام ابو یوسف رح کے قول پر اپنی کتاب الوقف میں چند مسائل فرع کرکے بیان
چنانچہ فرمایا کہ اگر وقف کنندہ نے وقفنامہ میں تحریر کیا کہ یہ وقف فروخت نہ کیا جائیگا اور نہ ہبہ کیا جائیگا اور نہ ملک میں
آویگا پھر لکھا کہ اس شرط پر کہ فلان کو اسکے بیع کرنے اور اسکی جگہ اُسکے ثمن سے ایسی چیز جو وقف ہوسکتی ہے خرید کر قائم
کرنے کا اختیار ہے تو یہ جائز ہے اور اگر اُسنے اول میں یہ تحریر کیا کہ اس شرط سے کہ فلان کو اسکی بیع کرنے اور اسکی جگہ دوسری چیز

ہے وقف ہو لی ہے اُسکے بدلے تحریر کرکے قائم کرنے کا اختیار رہے پھر آخر میں لکھا کہ اس شرط پر کہ فلان کو اُسکی بیع کا اختیار نہین ہے
تو اسکو یہ اختیار نہوگا کہ اُسکا فروخت کرے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر اُسنے اپنی ذات کے واسطے یہ شرط کی کہ مجھے اختیار ہے جب
چاہون اُسکی معالیم مین سے گھٹاؤن اور جسمین چاہون بڑھاؤن اور جسکو چاہون خارج کردون اور اُسکے بدلے دوسرا داخل کردون
تو اسکو یہ اختیار ہوگا مگر اسکے قیم کو یہ اختیار نہوگا الا اس صورت مین کہ اسکے واسطے بھی یہ اختیار شرط کیا ہو یہ فتح القدیر
مین ہے اور امام خصاف نے اپنی وقف مین فرمایا کہ جب اُسنے ایکبار ایسا تغیر کیا تو اسکو پھر دو بارہ اس قسم کے تغیر کرنے کا اختیار
نہوگا اور اگر اُسنے چاہا کہ جبتک زندہ رہون مجھے گھٹانے و بڑھانے و نکالنے اور بجاے اسکے دوسرا لانے کا اختیار برابر
بار بار جتنی دفعہ چاہون حاصل رہے تو فرمایا کہ اُسکی صریح شرط کرلے اور اگر وقف کرنے والے نے ان امور کو کسی شخص معین دیگر کے
واسطے جبتک وہ زندہ رہے شرط کیا تو اسکو یہ اختیارات حاصل ہو جاوینگے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اپنے واسطے جبتک زندہ
ہے پھر اسکے متولی کے واسطے یعنی اپنے ایسے اختیارات شرط کیے تو صحیح ہے اور اگر جبتک آپ زندہ ہے تب تک متولی کیواسطے
ایسے اختیارات شرط کیے تو جبتک وہ زندہ رہے متولی کو ایسے اختیارات حاصل ہونگے پھر جب وہ وقف کنندہ مرگیا تو متولی کے
یہ اختیارات باطل ہو جاوینگے اور جسکے واسطے وقف کنندہ نے یہ اختیارات شرط کیے ہین اسکو یہ اختیار نہین ہے کہ دوسرے کے
واسطے یہ اختیارات روا کرے یا ان امور کی بابت دوسرے کو اپنا وصی کرے یہ بحر الرائق مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ زمین
اللہ تعالے کے واسطے صدقہ موقوفہ ہے اس شرط پر کہ اسکی آمدنی و غلہ مین جہان چاہونگا صرف کرونگا تو جائز ہے اور اسکو اختیار ہوگا کہ
جہان چاہے اسکا غلہ صرف کرے پس اگر اُسنے مساکین پر یا حج کے واسطے یا کسی شخص معین کے واسطے قرار دیا تو اسکو یہ اختیار نہوگا
کہ پھر اُس سے رجوع کرے اور اسی طرح اگر کہا کہ مین نے یہ غلہ فلان کے واسطے قرار دیا یا اُسکو عطا کیا تو اس سے رجوع نکریگا اور
اگر اُسنے ایک فریق کے بعد دوسرے فریق کے واسطے قرار دیا تو جائز ہے اور اگر اُسنے اپنے نفس کے واسطے قرار دیا تو وقف
باطل ہوا اور یہ حکم شیخ ہلال کے قول پر ٹھیک ہو سکتا ہے بخلاف اسکے اگر اُسنے کہا کہ اس شرط پر کہ اُسکا غلہ جسکو چاہونگا دونگا
یا جسکو چاہونگا عطا کرونگا تو یہ حکم نہین ہے۔ اور اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ ہے اس شرط پر کہ اُسکا غلہ مین اپنے فرزندون
مین جسکو چاہونگا دونگا تو وقف صحیح ہے اور اسکو اختیار ہے کہ اپنے فرزندون مین جسکو چاہے دیوے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اپنی
اراضی اس شرط پر وقف کی کہ اُسکا غلہ جسکو چاہیگا عطا کریگا تو وقف جائز ہے اور اُسکو اختیار ہوگا کہ جسکو چاہے اُسکو
غلہ دیوے پھر جب وہ مرگیا تو یہ خواہش باطل ہوگئی یہ محیط سرخسی مین ہے اور وقف کرنے والے کو یہ اختیار نہوگا کہ غلہ کو
خود کھاوے یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر وقف کنندہ نے غلہ کسی آدمی کے واسطے نہین قرار دیا تھا کہ وہ مرگیا تو غلہ فقیرون کا
ہوگا یہ محیط مین ہے اور جب یہ شرط کی کہ اُسکا غلہ جسکو چاہے دیوے یا کہا کہ جہان چاہے صرف کرے تو اسکو اختیار ہوگا کہ
چاہے تو تونگرون کو دیوے یہ قنیہ مین ہے۔ اور اگر چاہا کہ کسی شخص معین تونگر پر صرف کرے تو اسکی مشیت جائز ہے اور اگر فقیر
معین پر صرف کرنا چاہا تو بھی جائز ہے پس جبتک یہ تونگر یا فقیر زندہ ہے تب تک غلہ اسی تونگر یا فقیر کا ہوگا جسکو اُسنے
چاہا ہے اسکو یہ اختیار نہوگا کہ اُس سے پھیر کر دوسرے پر صرف کرے پھر جب یہ شخص جسکو چاہا ہے مرگیا تب وقف کنندہ کو اختیار ہوگا
پھر جسکو چاہے اُسکے واسطے قرار دے اور اگر اُسنے تونگرون پر صرف کرنا چاہا نہ فقیرون پر یعنے فقیرون کو نہین یا تو یہ خواہش
باطل ہے اور اگر اُسنے فقیرون پر صرف کرنا چاہا نہ تونگرون پر تو مشیت جائز ہے اور اگر اُسنے تونگرون و فقیرون دونون کو دینا چاہا
تو قیاساً وقف باطل ہوگا مگر استحساناً وقف نہین باطل ہوگا بلکہ اُسکی خواہش باطل ہوگی پس تمام غلہ فقیرون کے واسطے

قال المترجم عندی کی علی قول محمد رحمہ اللہ ۱۲ منہ

ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر ایک سال تک اسکا غلہ کسی شخص معین کے واسطے کر دیا تو جائز ہے اور اُسکے بعد اُسکو
اختیار ہوگا کہ جسکے واسطے چاہے کر دے اور اگر اُسکا غلہ دو شخصون کے واسطے کر دیا تو جبتک دونون زندہ رہین غلہ مذکور
دونون مین نصفا نصف ہوگا پھر اگر دونون مین سے ایک مرگیا تو زندہ کے واسطے نصف غلہ ہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ
مین نے اسکا غلہ اپنے والدین کے واسطے کر دیا تو صحیح ہے جیسا ابتدا سے اگر اُسنے والدین کے واسطے اُسکا غلہ وقف کیا تو
صحیح ہوتا ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اُسنے وقف کا غلہ اپنے فرزند کے واسطے کر دیا تو جائز ہے یہ حاوی مین ہے۔ ایک شخص نے
اپنی زمین وقف کی اور یہ شرط کی کہ قیم اُسکا غلہ جسکو چاہے دیا کرے تو جائز ہے او قیم کو اختیار رہیگا کہ تونگرون کو اور
فقیرون کو دیوے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر اپنے مرض مین وقف کیا اس شرط پر کہ فلان اسکا غلہ جسکو چاہے دیدے
پس وصی مذکور نے یہ چاہا کہ وقف کنندہ کے فرزند کو دیا کرے تو نہین جائز ہے اور قیاساً وقف باطل ہوگا مگر استحساناً وقف
صحیح رہیگا اسواسطے کہ اصل وقف تو فقیرون کے واسطے صحیح واقع ہوا ہے مگر وقف کنندہ نے غلہ کی بابت فلان کو اختیار
دیدیا ہے پس اگر اُسنے ایسا امر اختیار کیا جس سے وقف صحیح رہتا ہے تو اُسکا اختیار بھی صحیح ہوگا ورنہ اُسکا اختیار باطل ہوگا
یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کہا کہ اس شرط پر کہ فلان اُسکا غلہ جسکو چاہے دے تو یہ جائز ہے اور فلان مذکور کو اختیار رہیگا کہ وقف
کنندہ کی زندگی مین اور بعد اُسکی موت کے اُسکا غلہ جسکو چاہے دے پس گویا اُسنے کہا کہ میری زندگی مین و بعد میری وفات
کے جسکو چاہے دے اور قیاس یہ ہے کہ اُسکی وفات کے بعد فلان کو یہ اختیار نہ رہے پھر اگر وہ شخص جسکو اختیار دیا تھا مرگیا
تو غلہ مذکور فقیرون کے واسطے ہوگا اور جسکو اختیار دیا ہے کہ جسکو چاہے دے اُسکو اختیار ہے کہ چاہے اپنی اولاد و نسل کو دے
چاہے وقف کنندہ کی اولاد و اُسکی نسل کو دے لیکن اُسکو یہ روا نہین ہے کہ اپنے آپ کو دے اور اگر اُسنے یون کہا کہ مین نے اپنے
آپ کو دیا تو اس کہنے سے اُسکا اختیار اُسکے ہاتھ سے خارج نہ ہوگا اور اگر اُسنے وقف مذکور کا غلہ وقف کرنیوالے کے واسطے
کر دیا تو جو امام فرماتا ہے کہ آدمی کا وقف اپنی ذات پر نہین جائز ہے اُسکے قول پر یہ جائز نہ ہوگا اور اسی طرح اگر ایک
سال تک غلہ مذکور وقف کنندہ کے واسطے کر دیا تو بھی نہین جائز ہے یہ حاوی مین ہے بخلاف اسکے اگر وقف کنندہ نے اسکے غلہ
دینے کا اختیار اپنے ہاتھ مین لیا پس اُسنے اپنے آپ کو دیا تو وقف باطل نہ ہوگا اور اگر فلان مذکور جسکے اختیار مین غلہ
دینے کی مشیت رکھی تھی اُسنے کہا کہ مین نے اسکا غلہ تونگرون کے واسطے کر دیا تو وقف باطل ہوگیا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اپنی
زمین بنی فلان پر وقف کی اس شرط پر کہ مجھے اختیار ہے کہ اُسکا غلہ جسکو چاہون یا کرون پھر اُسنے بنی فلان مین سے ایک
معین کو دینا چاہا تو اُسکا چاہنا جائز ہے اور اگر اُسنے ان سب پر صرف کرنا چاہا تو بھی اسکا چاہنا جائز ہے اور غلہ مذکور ان
سب پر مساوی تقسیم ہوگا اسواسطے کہ اسکا یہ قول کہ جسکو چاہون کلمہ عام ہے پس کل کو شامل ہوگا اور اگر سوائے بنی فلان کے اور
کسی کے صرف مین کرنا چاہا تو اُسکا چاہنا باطل ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی بنی فلان پر صدقہ موقوفہ ہے اس
شرط پر کہ مجھے اختیار ہے کہ انہین سے جسکو چاہون غلہ دون تو اُسکو اختیار ہے کہ انہین سے جسکو چاہے دیوے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ مین
انہین سے کسی کو دینا نہین چاہتا ہون تو غلہ ان سب کا ہوگا اور اُسکی مشیت باطل ہوگئی پس ایسا ہوگیا کہ گویا اُسنے اپنے
واسطے کوئی مشیت شرط نہین کی تھی اور اگر وقف کنندہ مرگیا یا اُسنے فقط اسی قدر کہا کہ میری یہ اراضی بنی فلان پر صدقہ موقوفہ
ہے اور خاموش رہا تو غلہ مذکور سب بنی فلان کے واسطے ہوگا۔ اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے اُسکا غلہ ابن فلان کے واسطے کر دیا اُسکے
بھائیون کے واسطے تو جائز ہے اور وہ اس سے پھر نہین سکتا ہے اور اُسکو اختیار ہے کہ انہین سے بعض کو زیادہ دے اور بعض کو کم

اور یہ بھی اختیار ہو کہ چاہے بعض کو محروم رکھے اور استحساناً یہ بھی اختیار رہے کہ چاہے سب بنی فلان کو دیوے پھر اگر وہ شخص جسکے واسطے غلہ مذکور کر دیا تھا مر گیا تو اُسکے مرنے کے بعد پھر اُسکو اختیار ثابت ہوگا کہ اور جسکے واسطے چاہے مقرر کر دے یہ حاوی میں ہے اور اگر اُسنے کل بنی فلان کے واسطے چاہا تو اُسکی مشیت باطل ہوگی اور غلہ فقیرون کے لیے ہوگا اور یہ امام اعظم رح کا قول بدلیل قیاس ہے اور صاحبین کے نزدیک بدلیل استحسان جائز ہے اور غلہ بنی فلان کا ہوگا اور اس اختلاف کی بنا اس پر ہے کہ لفظ منہم یعنی انہین سے ان واسطے تبعیض کے ہے امام کے نزدیک اور واسطے بیان کے ہے صاحبین کے نزدیک یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور اگر وقف کنندہ نے انہین سے بعض پر صرف کرنا چاہا پھر وقف کنندہ مر گیا اور یہ بعض جنپر اُسنے صرف کرنا اختیار کیا تھا مر گئے اور باقی بنی فلان موجود ہین تو انکا حصہ فقیرون پر صرف کیا جائیگا اور اگر اُسنے بنی فلان کے سوائے اورون کو اختیار کیا تو اُسکا چاہنا باطل ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے یہ غلہ بنی فلان اور انکی نسل مین قرار دیا تو اُسکا چاہنا فقط بنی فلان کے حق مین جائز ہوگا اور انکی اولاد و نسل کو کچھ نہ ملیگا یہ حاوی میں ہے اور اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ ہے بنی فلان پر اس شرط پر کہ مجھے اختیار ہے کہ انہین سے جسکو چاہون تفضیل دون تو یہ جائز ہے اور اُسکو اختیار حاصل ہوگا کہ بنی فلان میں سے جسکو چاہے تفضیل دے اور اگر اُسنے اپنے چاہنے کو ذکر کیا پس کہدیا کہ مین نہین چاہتا ہون یا وہ مر گیا تو غلہ مذکور بنی فلان کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اور اگر اُسنے انہین سے بعض کو محروم رکھا تو اسکو یہ اختیار نہین ہے اور اسی طرح اگر اُسنے بنی فلان پر اس شرط سے وقف کیا کہ زید کو مثلاً یعنی ایک شخص معین فلان کو یہ اختیار ہے کہ انہین سے جسکو چاہے تفضیل دے تو فلان مذکور کو اختیار ہوگا کہ انہین سے جسکو چاہے تفضیل دے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اُسنے نصف غلہ خاص ایک معین کے واسطے کر دیا اور باقی نصف دیگر باقیون کے واسطے کیا تو جائز ہے پس نصف اس اکیلے کا ہوگا اور باقی نصف اسکے اور باقیون کے درمیان مساوی حصہ سے مشترک ہوگا اسلیے کہ اُسنے اس اکیلے کو ایک نصف غلہ کے ساتھ تفضیل دی ہے اور نصف کے ساتھ تفضیل دینا اُسکا مقتضی ہے کہ نصف باقی مین باقیون کے ساتھ اسکی شرکت ہے۔ اور اگر اُسنے یون کہا کہ اس شرط سے کہ مجھے اختیار ہے کہ اُسنے نما مین سے جسقدر کے ساتھ جسکو چاہون مخصوص کرون پس اُسنے نصف غلہ کے ساتھ ایک کی خصوصیت کی تو جائز ہے اور باقی مین اُسکی کچھ شرکت نہ ہوگی اور اگر اُسنے ان سب کو چاہا تو سب کا چاہنا بھی روا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ ہے اس شرط پر کہ مجھے اختیار ہے کہ انہین سے جسکو چاہون مخصوص کرون تو ایسا ہی ہوگا جیسا اُسنے کہا ہے اور اُسکو اختیار ہوگا کہ انہین سے جسکو چاہے مخصوص کرے اور اگر اُسنے کل غلہ ایک ہی کو دیا تو جائز ہے اور اگر اُسنے کل غلہ کل کو دیا تو بنظر اسکے کہ اُسنے انہین سے کہا تھا قیاساً جائز نہین ہے مگر استحساناً جائز ہے اور اگر اُسنے کہا کہ اس سال کے غلہ مین انہین سے کسی کی تخصیص نہ کرونگا تو جائز ہے اور سب مین مساوی تقسیم ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اُسنے اس شرط سے بنی فلان پر وقف کیا کہ انہین سے جسکو چاہون محروم رکھون پس اُسنے سوا ایک کے سب کو محروم کیا تو جائز ہے اور اگر اُسنے سب کو محروم کیا تو قیاساً نہین جائز ہے اور استحساناً ایسا کر سکتا ہے پس یہ وقف فقیرون کے واسطے ہو گیا اور پھر اسکو یہ اختیار نہ رہیگا کہ بنی فلان پر وہ باردہ رد کرے اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے انکو اس سال کے غلہ سے محروم کیا تو انکو اس سال کے غلہ مین کچھ استحقاق نہ ہوگا اور یہ غلہ فقیرون کا ہوگا اور آئندہ کے غلہ مین وقف کنندہ کیواسطے مشیت یعنی چاہنا ثابت رہیگا پھر اگر انہین سے کسی کو محروم کرنے سے پہلے مر گیا تو غلہ ان سب پر مساوی مشترک ہوگا اور اگر اُسنے یہ شرط کی کہ مجھے اختیار ہے کہ بنی فلان مین سے جس شخص کو مین چاہون اس وقف سے خارج کرون پھر اُسنے ایک کو یا سب کو خارج کیا تو جائز ہے اور غلہ مذکور فقیرون کے واسطے ہو جائیگا اور اگر اُسنے ایک کو خارج کیا پھر اسکو داخل کرنا چاہا تو ایسا نہین کر سکتا ہے اور یہ سب وقف باقیون پر ہو گیا اسوقت

کہ اسکو نکال لینے کا اختیار حاصل ہوا داخل کرنے کا اختیار نہیں ملا تھا یہ حاوی میں ہے پھر اگر نکال لینے کے وقت وقف میں غلہ
موجود تھا تو ہلال نے ذکر فرمایا ہے کہ وہ مخصوص اسی غلہ سے خارج ہوگا اور جو وصایا و اصل وصایا مع صدقہ میں مذکور ہے اسپر
قیاس کرنے سے یہ حکم ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ کے غلہ سے خارج ہو جائیگا چنانچہ اگر اُسنے اپنے باغ کے حاصلات کی کسی کے لیے
وصیت کر دی اور وصیت کنندہ کی موت کے روز باغ میں غلہ موجود ہے تو جسکے لیے وصیت کی ہے اسکو یہ موجودہ غلہ
اور جو آئندہ ہمیشہ پیدا ہوا کرے سب ملیگا اور بنا بر روایت ہلال کے اسکو غلہ موجودہ ملیگا نہ وہ غلہ جو آئندہ پیدا ہوگا
اور یہی ہمارے بعض اصحاب سے روایت کیا گیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر اُسنے اس کلام سے نکالا کہ میں نے فلان کو یا
فلان کو اس وقف سے خارج کیا تو جائز ہے اور بیان کا اختیار رہیگا کہ ان دونون میں سے کس کو نکالا ہے اسی کو ہوگا پھر اگر
اُسنے بیان نہ کیا یہاں تک کہ مر گیا تو غلہ مذکور باقیون کی تعداد پر مساوی حصہ لگایا جائیگا اور ان دونون کے واسطے
ایک حصہ لگایا جائیگا پھر اگر دونون نے باہم صلح کر لی تو اس حصہ کو دونون آدھا آدھا لے لیں اور اگر دونون نے انکار کیا
یا ایک نے انکار کیا تو یہ حصہ رکھ چھوڑا جائیگا کسی کو نہ ملیگا یہاں تک کہ دونون کسی امر پر اتفاق کریں اور باہم صلح کر لیں
بحر الرائق میں ہے۔ اور اگر وقف کرنے والے نے یون کہا کہ میں نے فلان کو خارج کیا نہیں بلکہ فلان کو تو دونون خارج
ہو جاوینگے۔ اور اگر وقف کنندہ نے شرط لگائی کہ مجھے اختیار ہے کہ میں جسکو چاہوں داخل کر لوں تو اسکو اختیار رہیگا کہ جسکو
چاہے داخل کر لے اور یہ اختیار نہوگا کہ انمیں سے جسکو چاہے خارج کر دے۔ پھر اگر قبل اسکے کہ کسی کو داخل کرے مر گیا تو غلہ
ان سب کا ہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ میں نے فلان کو اسکے غلہ میں ہمیشہ کے واسطے داخل کیا تو جیسا اُسنے کہا ویسا ہی ہوگا
اور اگر اُسنے کہا کہ میری یہ اراضی اولاد عبد اللہ پر صدقہ وقف ہے اس شرط پر کہ مجھے اختیار ہے کہ میں انمیں ولد زید کو داخل کر لوں
تو اسکو سواے اولاد زید کے کسی اور کے داخل کرنے کا اختیار نہوگا ہان یہ اختیار رہیگا کہ چاہے اولاد زید سب کو داخل
کر لے اور یہ سب اولاد عبد اللہ کے ساتھ مساوی شریک ہونگے پھر اگر اُسنے کہا کہ میں نہیں چاہتا ہوں کہ انکو داخل کروں تو
اسکی مشیت یعنی انکے داخل کرنے کے چاہنے کا اختیار منقطع ہو گیا اور یہ وقف مخصوص اولاد عبد اللہ کے واسطے ہو گیا یہ حاوی میں
ہے۔ ایک نے اپنی ام ولد یا باندیون پر کچھ وقف کیا یا استثنا اسکے جسنے نکاح کر لیا کہ اسکے واسطے کچھ نہوگا پھر انمیں سے بعض
نے نکاح کر لیا پھر اسکے شوہر نے اسکو طلاق دیدی تو اسمیں دو صورتین ہیں اول آنکہ وقف کرنے والے نے یہ شرط نہیں کی
کہ انمیں سے جسنے نکاح کیا اور اسکے شوہر نے اسکو طلاق دیدی پھر اسکو بھی ملے دوم یہ کہ اُسنے یہ شرط کر دی تھی پس اگر اول صورت
ہو تو ایسی ام ولد کو جو بعد نکاح کے مطلقہ ہو گئی ہے کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ وقف کنندہ نے ہر ایسی ام ولد کو جو نکاح کر لے
مستثنی کر دیا ہے اور دوم صورت ہو تو اسکو ملیگا اسواسطے کہ اس مستثنی میں سے بھی اُسنے ایسی ام ولدون کو جو نکاح کریں پھر
طلاق دیجاوین استثنا کر دیا ہے اور نفی سے استثنا اثبات ہوتا ہے۔ اور اسی طرح اگر ایک نے بنی فلان پر وقف کیا اور انمیں
سے اسکو استثنا کیا جو شہر سے خارج ہو جاوے پھر انمیں سے بعضے یہ شہر چھوڑ کر چلے گئے پھر اسی شہر میں واپس آکر رہے تو انمیں
بھی انہیں دو وجہ مذکورہ بالا کے لحاظ سے یہ حکم ہوگا اور اسی طرح اگر بنی فلان میں سے اسپر جو علم سیکھنے میں وقف کیا پھر بعض
نے علم سیکھنا چھوڑ دیا پھر علم سیکھنے میں مشغول ہوا تو اسمیں بھی دونون مذکورہ بالا صورتون کے لحاظ سے حکم ہوگا یہ واقعات
حسامیہ میں ہے۔ اور وقف الخصاف میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے اپنی اراضی اپنی اولاد و نسل و عقب پر ہمیشہ کے واسطے جبتک
انکی نسل ہوتی رہے اور پھر انکے بعد فقیرون و مساکین پر صدقہ موقوفہ کر دی اور وقف میں یہ شرط کی کہ جو انمیں سے مذہب حنفی

چھوڑ کر شافعی مذہب ہو جاوے وہ وقف سے خارج ہوا تو اُسکی شرط کے موافق عمل ہوگا چنانچہ جو شخص مذہب حنفی چھوڑ کر
شافعی مذہب ہو جائیگا وہ وقف سے خارج ہوگا۔ اور اگر انمین سے بعض نے دوسرے بعض پر یہ دعوی کیا کہ یہ شخص مذہب
حنفی چھوڑ کر شافعی مذہب مین چلا گیا ہی اور مدعا علیہ نے اُس سے انکار کیا تو قول مدعا علیہ کا قبول ہوگا اور مدعی پر
اُسکے گواہ پیش کرنے واجب ہونگے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر اپنی اولاد پر وقف کیا اور یہ شرط کی کہ جو شخص مذہب معتزلہ
اختیار کریگا وہ وقف سے خارج ہوا تو جو شخص انمین سے معتزلی ہوا وہ خارج ہو گیا اور اسیطرح اگر وقف کنندہ معتزلی مذہب
ہوا اور اُسنے شرط کی کہ جو معتزلہ مذہب چھوڑ کر اہل سنت کا مذہب اختیار کریگا وہ وقف سے خارج ہو جائیگا تو اسکی شرط کی پابندی
کیجائیگی اور اگر یہ شرط کی کہ جو شخص اہل سنت کے مذہب سے اسکے سواے اور کسی کی طرف انتقال کریگا یس خارجی یا رافضی
ہو جائیگا تو وہ وقف سے خارج ہوگا پھر اگر انمین سے کوئی شخص دین اسلام سے پھر کر مرتد ہو گیا نعوذ باللہ تعالی منہ وہ وقف
سے خارج ہو جائیگا اور واضح رہے کہ اسمین عورت و مرد دونون کا حکم یکسان ہی اور اگر شرط کی کہ جو شخص مذہب قدریہ چھوڑ کر
دوسرے مذہب کیطرف منتقل ہوا وہ وقف سے خارج ہوا پھر انمین سے کوئی مذہب قدریہ چھوڑ کر دوسرے مذہب مین گیا
پھر اسکو ترک کر کے قدریہ مذہب مین آگیا تو استحقاق وقف عود نہ کریگا الا اسی صورت مین کہ وقف کنندہ نے شرط
کر دی ہو جس سے ثابت ہو کہ اگر پھر لوٹ آوے تو پھر مستحق ہوگا اور اسی طرح اگر وقف کنندہ نے مذہبون مین سے کسی مذہب
کو معین کر دیا کہ جو اس مذہب سے دوسرے مین منتقل ہوا وہ وقف سے خارج ہوگا تو اسکی شرط کا اعتبار کیا جائیگا اور
اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ میری قرابت مین سے جو شخص شہر بغداد سے رہنا چھوڑ کر کے دوسرے شہر مین جا بسیگا وہ وقف
سے خارج ہوگا کہ اسکا کچھ حق نہوگا تو بھی اسکی شرط کا اعتبار کیا جائیگا ولیکن اتنا فرق ہی کہ اس صورت مین اگر واپس
ہو کر اُسنے بغداد مین سکونت اختیار کی تو اُسکا استحقاق وقف ابھی عود کریگا اور وقف مین شامل کیا جائیگا یہ بحر الرائق مین
ہی۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی اللہ تعالے کے واسطے زید پر و عمرو پر جبتک دونون زندہ رہین اور ان دونون کے بعد
مسکینون پر ہمیشہ کے واسطے صدقہ موقوفہ ہی اس شرط پر کہ زید سے پہل کیجاوے کہ اسکو ہر سال اسکے غلہ سے ہزار
درہم دیے جاوین اور عمرو کو سالانہ قوت دیا جاوے تو یہ اسکے قول کے موافق جائز ہی پھر اگر ایسا کرنے کے بعد آمدنی مین
سے کچھ بچا تو وہ دونون کے درمیان نصفا نصف ہوگا اور اگر اسکی آمدنی فقط ہزار درہم ہون تو وہ سب زید کو دیے جاوینگے
اسی طرح اگر ہزار درہم سے بھی کم ہون تو سب زید کو دیے جاوینگے پھر اگر زید مر گیا اور وقف کی سالانہ آمدنی آئی تو اسمین سے
عمرو کو ایک سال کا قوت دیا جائیگا پھر اگر آمدنی تین ہزار درہم ہوا اور عمرو کا سالانہ روزینہ ایک ہزار درہم ہون تو اسکو
ایک ہزار درہم دیے جاوینگے۔ اور نصف آمدنی سالانہ یعنی ڈیڑھ ہزار درہم تک جو اسکی قوت سے اور زیادہ ہو یعنی پانچسو درہم سو وہ
بھی دیے جاوینگے اور باقی ڈیڑھ ہزار درہم مسکینون پر تقسیم ہونگے اور اگر زید زندہ رہا اور عمرو مر گیا تو زید کو وہ ہزار درہم جو اسکے واسطے
بیان کیے ہین دیے جاوینگے اور نصف آمدنی تک جسقدر اور اس سے زیادہ ہو وہ بھی دیجاوے اور باقی نصف آمدنی مسکینون پر
تقسیم ہوگی۔ اور اگر کسی نے کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہی زید و خالد و عمرو پر کہ زید سے شروع کیا جاوے پس جبتک زید زندہ
رہے اسکو صدقہ کی آمدنی دیجاوے پھر اسکے بعد عمرو کو جبتک زندہ رہے اس صدقہ کی آمدنی دیجاوے پھر بعد اسکے خالد کو جبتک
زندہ رہے اسکی آمدنی دیجاوے پھر بعد اسکے مسکینون پر صدقہ ہی تو جس طرح اُسنے بعض کو بعض پر مقدم کیا ہی اسی طرح ان پر
معاملہ رائد ہوگا پھر جب زید و عمرو و خالد سب مر جاوین تو اسکی آمدنی فقیرون پر صدقہ ہوگی یہ محیط مین ہی سیر العیون

مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے اپنا گھوڑا دس برس کے واسطے اللہ تعالی کی راہ مین یعنی جہاد کے واسطے محبوس کر دیا بشرطیکہ بعد دس برس کے اپنے مالک کو واپس ملے تو یہ باطل ہی اور شیخ ہلال کے استاد یوسف بن خالد سمتی سے روایت ہی کہ وقف جائز ہی اور شرط باطل ہی یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر ایک شخص نے اپنا گھوڑا جہاد مین یا راہ خدا مین کر دیا اس شرط پر کہ جبتک زندہ ہی اپنے پاس رکھیگا تو یہ جائز ہی اسواسطے کہ اگر وہ شرط نہ کرتا تو بھی اسکے واسطے یہ اختیار رہتا اور راہ خدا مین کر دینے کے یہ معنی ہین کہ اسپر سوار ہوکر جہاد کیا جاوے اور اگر اسنے چاہا کہ سوا اسکے اور راہ مین اسپر سوار ہونے کا نفع لیا جاوے تو ایسا نہین کر سکتا ہی اور اگر اسکو کرایہ پر دیا تو صحیح نہین ہی الا اس صورت مین کہ اسکے نفقہ کی ضرورت ہو یہ وجیز مین ہی اور معتبر شرطون مین سے یہ بھی ہی جو خصاف نے بیان فرمائی کہ متولی اصل اراضی کو اجارہ پر نہ دیوے تو یہ شرط معتبر ہی پس اگر متولی نے اسکو اجارہ پر دیا تو اجارہ باطل ہی اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ جو اسمین درخت خرما یا وغیرہ ہین وہ بٹائی پر نہ دیے جاوین جسکو عربی مین معاملۃ الاشجار کہتے ہین تو اس شرط کا اعتبار کیا جائیگا اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ اگر متولی نے اصل اراضی کو اجارہ پر دیا تو وہ متولی ہونے سے خارج ہوا تو جب متولی اسکے خلاف کریگا تو خارج ہو جائیگا اور قاضی اسکا متولی ایسے شخص کو مقرر کریگا جسکی امانت داری پر بھروسا ہو۔ اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ اگر اس وقف والون مین سے کسی نے ایسی بات اس وقف کی بابت کی کہ جس سے اس وقف کے باطل کرنے کا قصد کرتا تھا تو وہ اس وقف کے مستحقون مین سے خارج ہوگا تو یہ شرط بھی معتبر ہی۔ پھر اگر بعضون نے اس وقف کی بابت نزاع کیا مثلاً یا بین معنی کہ یہ وقف صحیح یا لازم نہین ہوا ہی پھر اسنے کہا کہ میری مراد یہ تھی کہ یہ وقف بالاتفاق صحیح ہو جاوے پس مین نے اسکی تصحیح کا قصد کیا تھا اور باقی اہل وقف نے کہا کہ تونے اسکے باطل کرنے کا ارادہ کیا تھا تو قاضی ملاحظہ و نظر فرمائیگا کہ جن لوگون نے اسمین نزاع کیا ہی انکا کیا حال تھا پس اگر وہ لوگ اسکی تصحیح کا قصد رکھتے تھے تو قاضی کو ایسا اختیار ہی یعنی انکو باقی رکھے اور اگر وہ لوگ اس وقف کو باطل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے تو انکو وقف سے خارج کر دے اور انکے خارج کر دینے پر گواہ کر دے یعنی تم لوگ گواہ رہو کہ مین نے انکو خارج کر دیا تاکہ بوقت ضرورت انکے نکالے جانے کا ثبوت موجود رہے اور اگر اسنے یہ شرط لگائی کہ جو شخص اسمین سے وقف کے متولی سے نزاع کرے اور اس سے تعرض کرے وہ وقف سے خارج ہی اور یہ نہ کہا کہ نزاع و تعرض اس ارادہ سے کرے کہ وقف کے باطل کرنے کا قصد رکھتا ہو پھر انمین سے بعض نے متولی سے نزاع کیا اور کہا کہ اسنے مجھے میرے حق سے رد کیا ہی تو خارج ہو جائیگا یعنی وقف کے استحقاق سے نکل جائیگا اگرچہ وہ اپنے حق کا مانگنے والا تھا اور یہ نکلجانا بوجہ پابندی شرط وقف کنندہ کے ہی جیسے اسنے یون شرط کی کہ جو شخص متولی سے اپنے حق کا مطالبہ کرے متولی کو اسکے خارج کر دینے کا اختیار ہی پس ایسا ہی اسمین بھی ہی اور متولی کو بعد اسکے خارج ہونے کے یہ اختیار نہین ہی کہ دوبارہ اسکو وقف کے استحقاق مین داخل کر لے ولیکن اگر وقف کرنے والے نے یہ شرط کر دی ہو کہ بعد خارج ہونے کے جو شخص براہ پر آجاوے وہ پھر داخل ہو جاوے یا ہو سکتا ہی تو ایسی صورت مین متولی دوبارہ اسکو داخل کر سکتا ہی یہ بحر الرائق مین ہی

حاشیہ: ... مطابق رکھا تھا تو اسی کی پابندی ہوگی ۱۲

پانچوان باب ولایت وقف وتصرف قیم در اوقاف وکیفیت تقسیم غلہ کے بیان مین

اور اس بیان مین جب بعض نے قبول کیا اور بعض نے نہ قبول کیا یا بعض زندہ ہین اور بعض مر گئے تو کیونکر حکم ہوگا۔ اصلاح و درستی کی نظر کے لائق وہ شخص ہوگا جسنے وقف کی ولایت کے واسطے خود درخواست نہ کی ہو اور اسمین کوئی فسق معروف نہ ہو یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور اسعاف مین مذکور ہی کہ وقف پر وہی متولی کیا جاوے جو امین ہو اور بذات خود یا اپنے نائب سے اسکے سر انجام پر قادر ہو خواہ
(یعنی وقف کا متولی مقرر کیا جا کر ۱۲)

مرد ہو یا عورت ہو خواہ آنکھوں والا ہو یا اندھا ہو اور اسی طرح اگر محدود فی القذف ہو بشرطیکہ توبہ کر چکا ہو تو بھی مضائقہ
نہیں ہے اور متولی وقف ہونے کی صحت کے واسطے یہ شرط ہے کہ عاقل و بالغ ہو یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر کسی وقف
کنندہ نے یہ شرط کر دی ہو کہ اس وقف کی ولایت میری اولاد میں سے جو میرے پیچھے رہے اسکو ہے تو قاضی اس وقف
کنندہ کے فرزند صغیر کا ایک شخص خلیفہ مقرر کریگا بشرطیکہ وہ لائق ولایت ہو پس اصل ولایت اسکے فرزند کو ہوگی اور یہ
استحسان ہے اگرچہ قیاساً باطل ہے اور اسی طرح اگر وقف کنندہ نے کسی طفل کو اپنے وقف کا وصی مقرر کیا تو قیاساً باطل ہے مگر
استحساناً میں حکم دیتا ہوں کہ ولایت اسکو حاصل ہوگی جب بالغ ہو جاوے۔ اور اگر کسی غائب کو وصی مقرر کر دیا تو قاضی اپنی طرف
سے ایک شخص کو چندے اسکے واسطے مقرر کر دیگا یہاں تک کہ جب یہ شخص غائب آ جائیگا تو اسکو سونپ دیگا یہ حاوی میں ہے۔ اور ولایت
وقف صحیح ہونے کے واسطے آزاد ہونا اور مسلمان ہونا شرط نہیں ہے جیسے اسعاف میں مذکور ہے اور اگر غلام ہو تو قیاساً و استحساناً جائز
ہے اور ذمی حکم بمثل غلام کے ہے ولیکن اگر قاضی نے غلام یا ذمی متولی کو ولایت وقف سے خارج کر دیا پھر غلام آزاد کیا گیا یا ذمی مسلمان
ہو گیا تو ان دونوں کی ولایت عود نکریگی یہ بحر الرائق میں ہے۔ فتاوی ابی اللیث میں مذکور ہے کہ شیخ سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی
وقف کنندہ نے اصل وقف میں اپنے اور اپنی اولاد کے واسطے ولایت شرط کر دی ہو تو فرمایا کہ بالاجماع جائز ہے یہ تاتارخانیہ
میں ہے۔ اگر کسی نے کچھ وقف کیا اور ولایت کا کسی کے واسطے ذکر نہ کیا تو بعض نے فرمایا کہ ولایت وقف کنندہ کے لیے ہوگی اور یہ
بنابر قول امام ابو یوسف رحمہ کے ہے اسواسطے کہ انکے نزدیک سپرد کر دینا شرط نہیں ہے اور امام محمد رحمہ کے نزدیک یہ وقف صحیح نہ ہوا اور اسی
پر فتوی ہے یہ سراجیہ میں ہے کسی شخص نے ایک اراضی از روئے وقف کے اپنے قبضہ سے نکال کر کسی قیم کے قبضہ میں دیدی
پھر چاہا کہ اسکے قبضہ سے نکال کر اپنے قبضہ میں لے لے پس اگر اس نے اصل وقف میں یہ شرط کر لی ہو کہ قیم کو معزول
کرنے اور اسکے قبضہ سے نکال لینے کا اختیار رہیگا تو اسکو یہ اختیار رہیگا اور اگر یہ شرط نہ کی ہو تو بنابر قول امام
محمد کے اسکو یہ اختیار نہیں ہے اور بنابر قول امام ابو یوسف کے اسکو اختیار ہے اور مشائخ بلخ بقول امام ابو یوسف کے فتوی
دیتے ہیں اور اسی کو فقیہ ابو اللیث نے لیا ہے اور مشائخ بخارا بقول امام محمد کے فتوی دیتے ہیں اور اسی پر فتوی پایا گیا
یہ مضمرات میں ہے۔ اور اگر وقف کنندہ نے اپنے واسطے ولایت شرط کر لی ہو حالانکہ وقف کنندہ اس وقف کے حق میں امین
نہیں سمجھا جاتا ہے تو قاضی کو اختیار ہے کہ اسکے قبضہ سے نکال لے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر متولی نے تعمیر وقف ترک کی حالانکہ اسکے
پاس حاصلات وقف سے بمقدار ہے کہ اس سے تعمیر و اصلاح وقف کر سکتا ہے تو قاضی اسکو تعمیر و اصلاح پر مجبور کریگا پس اگر اس نے
کیا تو خیر ورنہ اسکے ہاتھ سے نکال لیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر وقف کرنے والے نے اپنے واسطے ولایت شرط کی اور یہ شرط کی کہ
سلطان یا قاضی کو اسکے معزول کرنے کا اختیار نہوگا پس اگر وہ شخص لائق ولایت وقف کے واسطے امانتدار نہو تو یہ شرط باطل ہوگی
اور قاضی کو اختیار رہیگا کہ اسکو معزول کر دے اور دوسرے کو متولی مقرر کرے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور نیز قاضی کو
اختیار رہیگا کہ اگر وقف کے حق میں بہتر معلوم ہو تو جسکو واقف نے مقرر کیا ہے اسکو معزول کر کے دوسرا لائق مقرر کر دے یہ
فصول عمادیہ میں ہے۔ اور اگر یہ شرط قرار دی کہ فلاں اسکا متولی ہو اور مجھے اسکے خارج کرنے کا اختیار نہوگا تو متولی کرنا جائز ہے مگر
شرط عدم اختیار اخراج باطل ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر واقف نے کسی شخص کے واسطے شرط کی کہ میری حیات میں اور بعد وفات کے یہ
متولی ہو تو جائز ہے پس اسکی حیات میں اسکی طرف سے وکیل ہوگا اور بعد موت کے وصی ہوگا۔ اور اگر کہا کہ میں نے تجھے اس وقف
کا متولی کیا تو اسکی حیات تک اسکی ولایت رہیگی اور بعد موت وقف کرنے والے کے نہ رہیگی۔ اور اگر کہا کہ میں نے

تجھے اپنے اس صدقہ پر اپنی زندگی میں اور بعد موت کے وکیل کیا تو یہ جائز ہے اور یہ شخص اُسکی زندگی میں وکیل ہوگا
اور بعد موت کے وصی ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر واقف نے وقف کا کوئی قیم مقرر نہ کیا یہاں تک کہ اسکی وفات
کا وقت آگیا پس اُسنے وفات کے وقت ایک شخص وصی مقرر کیا تو اُسکے اموال کے واسطے وصی ہوگا اور اسکے اوقاف کے
واسطے قیم ہوگا اور اگر اسکے بعد دوسرے کو وصی کیا تو یہ دوسرا اسکے اموال کیواسطے ہوگا یعنی اموال کیواسطے دو وصی
ہوجاوینگے مگر دوسرا اسکی اوقاف کے واسطے قیم نہوگا اور اگر وقف کنندہ نے کسی کو قیم نہ کیا یہانتک کہ قاضی نے ایک شخص
کو قیم مقرر کیا اور اسکے قیم ہونے کا حکم جاری کردیا تو واقف کو اختیار نہوگا کہ اسکو معزول کرکے اپنے آپ متولی ہووے یہ
فتاوی غیاثیہ میں ہے۔ اور اگر کسی کو خاصۃً وقف کا وصی کرگیا تو یہ شخص اسکے جملہ اموال کا وصی ہوگا یہ [illegible] کے موافق قول
امام اعظمؒ و امام ابویوسفؒ کا قول ہے اور یہی صحیح ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور علی ہذا اگر ایک شخص کو خاصۃً وقف کے واسطے وصی کیا
اور دوسرے کو اپنی اولاد کیواسطے وصی کیا یا ایک کو ایک وقف خاص کا وصی کیا اور دوسرے کو دوسرے وقف میں کا وصی
کیا تو دونوں ان دونوں چیزوں کے واسطے وصی ہونگے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر اپنی اراضی وقف کی اور اسکی ولایت اپنی
زندگی و بعد وفات کے ایک شخص کو دی پھر اپنی وفات کے وقت اُسنے ایک اور شخص کو وصی مقرر کیا تو ہلال رحمۃ اللہ نے امام محمدؒ
سے روایت کی ہے کہ وصی مذکور قیم مذکور کے ساتھ امر وقف میں شریک ہوگا گویا اُسنے اُن دونوں کو وقف کا متولی کیا ہے یہ ذخیرہ
میں ہے۔ اور اگر دو اراضی وقف کیں اور ہر ایک کیواسطے ایک متولی مقرر کیا تو انمیں سے کوئی دوسرے کے ساتھ شریک نہ ہوگا
اور اگر اپنی وقف کی ولایت ایک شخص کیواسطے کردی پھر ایک شخص کو اپنا وصی مقرر کیا تو وصی مذکور امر وقف میں قیم کا شریک
ہوگا لیکن اگر اُسنے اس طور سے کہا کہ میں نے اپنی زمین جسکی حدود یہ ہیں وقف کی کہ اسکا متولی فلاں کو مقرر کیا اور فلاں کو
میں نے اپنے اموال ترکہ اور جمیع امور کے واسطے وصی مقرر کیا تو اس صورت میں دونوں میں سے ہر ایک فقط اسی چیز کا تنہا متولی
ہوگا جو اسکو سپرد کی گئی ہے یہ بحرالرائق میں ہے۔ اور اگر یہ شرط قرار دی کہ میری موت کے بعد فلاں متولی ہو پھر اسکے بعد فلاں
متولی ہو پھر اسکے بعد فلاں متولی ہو تو ایسی شرط جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کسی نے کہا کہ میں نے فلاں کو وصی کیا اور
ہر وصیت جو میں نے کی تھی اس سے رجوع کیا تو وقف کا متولی بھی یہی ہوگا اور جو متولی تھا وہ متولی ہونے سے خارج ہوجائیگا۔ اور جب وقف
کنندہ نے دو شخصوں کی ولایت کردی یا وصی و متولی دونوں کے اختیار میں وقف کی ولایت ہے تو ان دونوں میں سے
ایک کو اختیار نہ ہوگا کہ غلہ وقف کو فروخت کرے اور بنا بر قول امام اعظمؒ کے چاہیے کہ اسکو یہ اختیار نہو۔ اور اگر دونوں
میں سے ایک نے غلہ وقف فروخت کیا اور دوسرے نے اجازت دیدی یا ایک نے دوسرے کو اپنی طرف سے اسکا وکیل کیا تو
بیع جائز ہوگی یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر کسی نے وقف میں ایک شخص کو متولی کیا اور اسپر یہ شرط لگا دی کہ اسکو یہ اختیار نہیں
ہے کہ دوسرے کو اپنی طرف سے وصی کرے تو شرط جائز ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر دو وصیوں میں سے ایک مرگیا اور
اُسنے ایک جماعت کو وصی مقرر کیا تو انمیں سے کوئی تنہا تصرف کا مختار نہوگا اور نصف تمام اس جماعت کے قبضہ میں رہیگا
جو بجائے وصی فوت شدہ کے قائم ہوئی ہے یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر وقف کرنیوالے نے قرار دیا کہ میری موت کے بعد فلاں و
فلاں دو شخص اسکے متولی ہیں پھر دونوں میں سے ایک مرا اور دوسرے متولی کو اپنی طرف سے امر وقف کا وصی کرگیا تو زندہ کا
تصرف دونوں کیطرف سے تمام وقف میں جائز ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر دو وصیوں کو اپنا وصی کرگیا پس ایک نے
قبول کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو قاضی بجائے اسکے دوسرا شخص مقرر کردیگا تاکہ دونوں میں جیسے ہو جاویں کہ جو وقف کنندہ

کی غرض تھی اور اگر قاضی نے تمام ولایت اسی ایک کو جسنے قبول کیا ہے دیدی تو جائز ہے اور چاہیے کہ یہ بلا خلاف ہووے
یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر واقف نے ایک مرد اور ایک طفل کو وصی کیا تو قاضی بجائے طفل کے ایک مرد مقرر کر دیگا یہ حاوی
میں ہے۔ اور اگر ولایت وقف اسطرح قرار دی کہ فلاں شخص تنہا اسکا متولی ہے یہاں تک کہ میرا فرزند بالغ ہو پھر جب بالغ ہو گیا
تو اسکا شریک ہوگا تو جو اسنے اپنے فرزند کے واسطے قرار دیا ہے وہ حسن رح کی روایت کے موافق نہیں جائز ہے اور امام ابو یوسف رح
نے فرمایا کہ جائز ہے۔ اور اگر کسی شخص کو وصی کیا بایں طور کہ اسقدر مال معلوم کے عوض ایک زمین خرید کر کے اسکو ان
وجوہ پر وقف کر دے اور اس وصیت پر گواہ کر دیے تو جائز ہے اور یہ شخص متولی ہو جائیگا اور اسکو یہ بھی اختیار رہیگا کہ دوسرے
کو وصی کر دے۔ اور اگر وقف پر ایک شخص کو متولی کر دیا پھر دوسرا وقف کیا اور اسپر کوئی شخص متولی نہ کیا تو پہلا متولی
اس وقف دوم کا متولی نہوگا الا اس صورت میں کہ واقف نے اس سے یوں کہا ہو کہ تو میرا وصی ہے یہ بحر الرائق
میں ہے اور اگر اسنے ولایت وقف کی شرط اپنی اولاد کے واسطے اس شرط سے کی کہ اولاد میں سے جو افضل ہو وہ متولی
ہو پھر اسکے بعد جو افضل ہو وہ متولی ہو اسی ترتیب سے تو اسکی ولایت واقف کی اولاد میں سے افضل کو ہوگی پھر اگر
افضل مذکور فاسق ہو گیا تو ولایت اس شخص کو حاصل ہوگی جو فضیلت میں اسکے مثل یا قریب قریب ہے پھر اگر افضل نے
فسق چھوڑ کر توبہ کر لی اور دوسرے کی بہ نسبت اعدل و افضل ہو گیا تو ظاہر الروایت کے موافق ولایت اسکی طرف منتقل
ہو جائیگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر واقف نے کہا کہ اس وقف کی ولایت میری اولاد میں سے افضل کو ہے پھر اسکے بعد جو
افضل ہو اسی ترتیب سے پھر افضل نے اسکے قبول سے انکار کیا تو استحسانا ولایت وقف اسکو ملیگی جو فضیلت میں اس سے ملتا ہوا ہے
اسواسطے کہ افضل کا انکار کرنا اس باب میں بمنزلہ اسکے نہونے و مر جانے کے قرار دیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی نے ولایت
وقف اپنی افضل اولاد کے واسطے قرار دی اور یہ سب فضیلت میں مساوی ہیں تو یہ ولایت اس شخص کو حاصل ہوگی جو سن میں
ان سب سے بڑا ہو خواہ مذکر ہو یا مونث ہو اور اگر ان سب میں کوئی ولایت کے واسطے لائق نہو تو قاضی کسی اجنبی کو متولی
مقرر کر دیگا یہاں تک کہ انہیں سے کوئی اسکے لائق ہو جاوے پس اسکو واپس کر دیگا اور اگر واقف نے ولایت وقف اپنی
اولاد میں سے دو آدمیوں کے واسطے قرار دی حالانکہ انہیں ایک مذکر و ایک مونث دو لائق ولایت ہیں تو مونث اسکے
ساتھ ولایت میں مشارک ہوگی کیونکہ فرزند کا اطلاق دختر پر بھی ہے بخلاف اسکے اگر کہے کہ میری اولاد میں سے دو لڑکوں
یا مردوں کو تو ایسی صورت میں دختر کا کچھ حق نہوگا یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور اگر قاضی نے انہیں سے افضل کو متولی کیا پھر واقف
کی اولاد میں کوئی بچہ ایسا نکلا کہ وہ اول سے بھی افضل ہو تو ولایت اسی کو حاصل ہوگی اور اگر اولاد میں سے دو شخص باقیوں
سے افضل مگر آپس میں دونوں برابر ہوں تو انہیں سے جو شخص امر وقف سے زیادہ دانا ہو وہ متولی ہوگا اور اگر دو میں سے
ایک پرہیزگاری و صلاحیت میں زیادہ ہو اور دوسرا امور وقف میں بڑھکر ہو تو دانا تر با مور وقف مستحق ہوگا بشرطیکہ
اسکی جانب سے امن حاصل ہو۔ یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور حاوی میں لکھا ہے کہ نوادر بن سماعہ میں امام محمد رح سے روایت ہے
کہ اگر کسی نے اپنے پسر صغیر کو وصی مقرر کیا پس قاضی نے اسکا ایک وصی مرد بالغ مقرر کر دیا تو جب یہ پسر صغیر بالغ ہو تو
اسکو یہ اختیار نہوگا کہ وصی مذکور کو خارج کر دے لا بحکم قاضی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر ولایت وقف واسطے عبداللہ
کے قرار دی یہاں تک کہ زید آ جاوے تو ایسا ہی ہوگا جیسا اسنے کہا ہے پھر جب زید آ جائیگا تو امام اعظم رح کے نزدیک
دونوں متولی ہونگے کذا فی الظہیریہ ولیکن اگر اسنے یہ بھی کہا کہ پھر جب زید آ جاوے تو ولایت وقف اسی کو ہوگی پس

اس صورت مین زید کے آنے پر عبداللہ کو ولایت وقف نرہیگی اور ہلال و امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اول صورت
مین بھی ولایت وقف زید کی طرف منتقل ہو گی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ ولایت وقف عبداللہ کے واسطے
ہے جبتک وہ بصرہ مین ہے تو اُسکی شرط کے موافق رکھا جائیگا اسی طرح اگر کہا کہ میری جورو کو ہے جبتک وہ کسی سے نکاح
نہ کرے پھر جب نکاح کر لے تو اسکے واسطے ولایت نہ ہو گی تو اُسکے قول کے موافق ہوگا اور اگر کہا کہ ولایت وقف عبداللہ کے
واسطے ہے پھر اسکے بعد زید کے واسطے ہووے پھر عبداللہ مر گیا اور ایک شخص وصی مقرر کیا تو ولایت وقف زید ہی کو حاصل ہو گی
یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر متولی مر گیا اور وقف کرنے والا زندہ ہے تو دوسرے متولی مقرر کرنے کی راے واقف کے اختیار
مین ہے قاضی کو نہ ہوگی اور اگر واقف مر گیا ہو تو متولی مقرر کرنے کا اختیار درجہ اوّل مین اسکے وصی کو ہوگا کہ وہی قاضی
سے اولی ہوگا اور اگر میت نے کسی کو وصی نہ کیا ہووے تو اُسکا اختیار قاضی کو ہوگا یہ فتاوی صغری مین ہے اصل
مین مذکور ہے کہ جب واقف کے گھرانے مین سے کوئی شخص متولی وقف ہونے کے لائق موجود ہو تب تک قاضی کسی اور
اجنبی کو متولی مقرر نہ کریگا اور اگر واقف کے گھرانے مین کوئی اس لائق نہو پس قاضی نے کسی اجنبی کو متولی مقرر کر دیا
پھر اسکے گھرانے مین کوئی ایسا پایا گیا جو متولی ہونے کے لائق ہے تو اجنبی سے منتقل کر کے اسکو دیدیگا یہ وجیز مین ہے
حاوی مین مذکور ہے کہ انصاری نے اپنی کتاب وقف مین ذکر فرمایا کہ اگر حاکم نے وقف کنندہ کے مقرر کیے ہوئے
متولی کو بسبب اسکے فساد کے خارج کر دیا پھر اسکے بعد وہ صالح ہو گیا تو کیا آپکے نزدیک یہ ہے کہ حاکم اسکو پھر متولی کرے
فرمایا کہ ہان۔ اور اگر وقف کنندہ کے قرابتیون یا پڑوسیون مین سے کوئی ایسا نہین ہے کہ بغیر روزینہ لیے متولی وقف
ہووے اور دیگر اجنبیون مین بعضے ایسے لوگ ملتے ہین کہ بغیر روزینہ لیے ہوئے کار وقف انجام دینے کو قبول کرتے ہین
تو فرمایا کہ یہ قاضی کی راے پر ہے کہ وقف اور جن لوگون کو وقف کا نفع پہونچتا ہے انکے حق مین جو بہتر دیکھے وہ کرے یہ
تاتارخانیہ مین ہے۔ جامع الفصولین مین مذکور ہے کہ اگر واقف نے یہ شرط کی کہ متولی میری اولاد یا اولاد کی اولاد مین سے
ہو پس آیا قاضی کو اختیار ہے کہ بلا ظہور خیانت دوسرے کو متولی کر دے اور اگر کر دیا تو متولی ہوگا یا نہوگا تو شیخ الاسلام
برہان الدین نے اپنے فوائد مین فرمایا کہ نہین یہ نہر الفائق مین ہے۔ اور اگر قاضی مر گیا یا معزول کیا گیا تو جسکو وقف پر متولی
مقرر کیا ہے وہ اپنے حال پر متولی رہیگا یہ قنیہ مین ہے۔ اور متولی وقف کو اختیار ہے کہ اپنی موت کے وقت دوسرے کو ولایت
وقف سپرد کر دے جیسے وصی کو روا ہے کہ اپنی موت کے وقت دوسرے کو وصی کر جاوے ولیکن اگر واقف نے متولی مذکور کے
واسطے کچھ مال مسمی (مثلاً سو روپیہ سالانہ یا مثل اسکے) مقرر کیا ہوگا تو وہ اس شخص کے واسطے جسکو متولی نے مقرر کیا ہے نہوگا بلکہ اس امر کا مرافعہ قاضی
کے حضور مین کرے جبکہ اُسنے تبرع سے کام لیا ہو تاکہ قاضی اُسکے واسطے اجر المثل مقرر کر دے ولیکن اگر وقف کرنیوالے
نے یہ اختیار ہر متولی کو دیدیا ہو تو متولی مذکور کے مقرر کرنے ہی سے اسکے واسطے مال مسمی و اجرت معلومہ جو متولی اول
کے واسطے تھی اس دوسرے کے واسطے مقرر ہو جائیگی اور قاضی سے مرافعہ کی ضرورت نہو گی اور قاضی کو نہین پہونچتا
ہے کہ جسکو متولی نے داخل کیا ہے اُسکے واسطے وہی قرار دے جو وقف کرنیوالے نے اپنے مقرر کیے ہوئے کے لیے قرار دیا تھا یہ
فتح القدیر مین ہے۔ اور اگر متولی نے چاہا کہ اپنی صحت و حیات مین بجاے اپنے دوسرے کو مقرر کر دے تو نہین جائز ہے الا
اس صورت مین کہ ولایت اسکو بسبیل تعمیم سپرد کی گئی ہو یہ محیط مین ہے۔ اور اگر چند گنتی کے معلوم لوگون پر وقف ہو
پس اُنھون نے بدون علم قاضی کے اپنا ایک متولی مقرر کر دیا تو اسمین بہت گفتگو ہے چنانچہ صدر الشہید حسام الدین نے فرمایا

اگر یہ معزول کیا گیا اور دوسرا بجاے اسکے مقرر کیا گیا تو مقرر شدہ کو اس بیع کے اقالہ کا اختیار ہی اور اسمین کچھ
اختلاف نہین ہی یہ بحر الرائق مین ہی اگر وقف کنندہ نے وقف کے واسطے کوئی قیم مقرر کیا پھر قیم مذکور مر گیا تو اسکو اختیار
ہی کہ بجاے اسکے دوسرا مقرر کرے اور اسکی موت کے بعد قاضی کو اختیار ہوگا کہ قاضی مقرر کرے اور افضل یہ ہی
کہ جسپر وقف ہی اسکی اولاد یا اقارب مین سے جبتک کوئی ایسا پایا جاوے جو اس کام کے لائق ہی تب تک اسی کو مقرر
کرے یہ تہذیب مین ہی۔ اور اگر اراضی موقوفہ مین کوئی درخت خرما ہو اور قیم کو خوف ہوا کہ یہ تلف ہو جائیگا تو قیم کو
اختیار ہوگا کہ وقف کی آمدنی مین سے فصیل خرید کر کے اسکو جما دے تاکہ وہ منقطع نہو جاوے یہ فتاوے قاضیخان مین ہی
اور یہ مسئلہ نظیر اسکی ہی کہ اگر کوئی دار وقف کیا گیا تو اسکو حکم دیا جائیگا کہ لکڑیان اور اینٹین جو اسکی مرمت کے واسطے
درکار ہون داخل کرے تاکہ وہ خراب نہو یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر اصل اراضی مین سے کوئی قطعہ ایسا ہو کہ اسمین کچھ پیدا نہوتا ہو
بس اسکی کچھ اصلاح کی ضرورت ہو تاکہ اسمین پیدا وار ہو تو قیم کو اختیار ہوگا کہ جملہ اراضی کی حاصلات سے پہلے اس قطعہ زمین
کی اصلاح کرے یہ محیط مین ہی پھر واضح ہو کہ تعمیر بھی آمدنی وقف سے ہوگی کہ جب خرابی کسی شخص کے فعل سے نہوا ور اسی
وجہ سے ولوالجیہ مین فرمایا کہ ایک شخص نے وقف وارکو اجارہ دیا پس مستاجر نے اسکے رواق کو جانورون کا مربط بنا یا کر
وہان باندھا کرتا تھا پس اسکو خراب کیا تو وہ ضامن ہوگا یہ بحر الرائق مین ہی۔ اگر اراضی موقوفہ کے قیم نے چاہا کہ اس
اراضی مین کوئی قریہ آباد کرے کہ اسمین لوگ زیادہ ہون اور حفاظت کرین اور اسمین غلہ کی پیداوار بڑھے کیونکہ اسکی ضرورت
ہی تو اسکو ایسا اختیار ہوگا اور یہ مثل اسکے ہی کہ ایک کاروان سرا فقیرون پر وقف ہی اور وہان ایک خادم کی ضرورت
ہی کہ کاروان سرا کو جھاڑ بہار کر صاف رکھے اور دروازہ کھولے اور بند کرے پس متولی نے اسمین سے ایک کوٹھڑی کسی
شخص کو رہنے کے واسطے دیدی اور اسکی اُجرت کا عوض یہ ہی کہ ایسا کیا کرے اور اسکی پرداخت مین مشغول رہے تو جائز
ہی یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر اراضی موقوفہ متصل آبادی شہر ہو کہ لوگ اسکے مکانات کرایہ پر لینے پر رغبت رکھتے ہون اور
اسی طرح کرایہ سے آمدنی بہ نسبت پیداواری زراعت و درختون کے زیادہ ہو تو قیم کو اختیار ہوگا کہ اسمین مکانات بنوا دے
کہ انکو اجارہ پر دیا کرے بخلاف اسکے اگر زمین موقوفہ عمارات شہر سے دور ہو تو ایسی صورت مین قیم کو اختیار نہوگا کہ اسمین
مکانات بنوا کر انکو اجارہ پر دے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر غلہ اراضی کی مشروط لہ ایک جماعت ہو جنمین سے
بعضے اس امر پر راضی ہوئے کہ متولی اسکی مرمت مال وقف سے کرے اور بعض نے انکار کیا پس جو راضی ہوے متولی اسکا
اسکے حصہ آمدنی سے تعمیر کریگا اور جو انکار کرتا ہی اسکا حصہ اجارہ پر دیگا اور اسکی آمدنی اُسکی عمارت مین صرف کریگا یہانتک
کہ تعمیر پوری ہو جاوے پھر بحال سابق اسکی طرف عود کریگی یہ خزانۃ المفتین و حاوی مین ہی۔ اور فتاوی ابو اللیث مین
مذکور ہی کہ ایک دوکان فقیرون پر وقف کی گئی ہی اور اُسکا ایک قیم ہی پھر ایک شخص نے بغیر اجازت قیم کے اسمین کوئی عمارت
بنائی تو اسکو یہ اختیار نہوگا کہ اسکا خرچہ قیم سے واپس لے پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ اگر بنانے والا اپنی عمارت اسطرح
رفع کر کے لیجا سکتا ہی کہ بناے قدیم کو ضرت نہ پہونچے تو اسکو اختیار ہوگا کہ رفع کر لیجاوے اور اگر بدون مضرت
بناے قدیم کے رفع کر لیجا نا ممکن نہین ہی تو نہین لیجا سکتا ہی ولیکن یہانتک اسکو انتظار دیا جائیگا کہ اسکا مال تحت عمارت
سے خلاص ہو کر نکل آوے پھر اسکو وہ لے لیگا اگر وہ اس امر پر راضی نہوا کہ قیم مذکور قیمت دیکر وقف کے واسطے اسکا
مالک ہو جاوے اور اگر دونون نے اس امر پر اتفاق کر لیا کہ قدر عمارت دیکر وقف کے واسطے قیم اسکا مالک ہو جاوے

تو جائز ہی ولیکن یہ دیکھا جائیگا کہ بنے ہوئے ہونے کی حالت میں اسکی کیا قیمت ہو اور ٹوٹی ہوئی حالت میں اسکی کیا قیمت ہو پس جو قیمت دونوں میں سے کم ہو اُس سے زیادہ معاوضہ دینے پر روا ہوگا یہ محیط میں ہی۔ اور اگر ایک شخص نے اپنا گھر اس شرط سے وقف کیا کہ فلاں شخص اپنی زندگی بھر اسمین رہے یا دس برس یا زیادہ مدت معلومہ تک اسمین رہے پھر بعد اسکے یہ گھر مسکینوں پر وقف ہو تو یہ جائز ہی۔ اور فلاں مذکور کو یہ اختیار رہیگا کہ اس دار کو کرایہ پر دے ہاں یہ اختیار ہوگا کہ خود اسمین مع اپنے اہل و عیال و خادمون کے رہے پھر جن لوگون پر وقف کیا ہو اگر وہ ایک جماعت ہو جنمین سے بعض اسمین رہنا چاہتے ہین اور بعضے اسکو اجرت پر دیا چاہتے ہین تو قاضی انکو حکم دیگا کہ تم باہم کرلین یعنی چند روز کی باری کرلین پھر جو شخص رہنا چاہتا ہو وہ باری کے ایام بھر اسمین رہے اور جو شخص اجارہ پر دینا چاہتا ہو وہ اپنی باری پر اسکو کرایہ پر دیدے یہ حاوی میں ہی اور اگر وقف کنندہ نے یہ شرط کی کہ اسکی آمدنی فلاں شخص کیواسطے ہو تو اسکی کوئی روایت متقدمین سے نہین پائی جاتی ہو اور اگر ایک شخص کے واسطے کرایہ مکان کی وصیت کی گئی ہو اور اُسنے چاہا کہ میں اسمین رہا کرون تو متاخرین نے اسمین اختلاف کیا ہو چنانچہ بعض نے کہا کہ اسکو یہ اختیار نہین ہی پس کرایہ کی وصیت کی صورت مین اختلاف ہونے سے بطریق دلالت وقف مین بھی اختلاف ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ احتیاط یہ ہی کہ قیم اسکو سوائے اس شخص کے جسپر وقف کیا گیا ہی دوسرے کو اجارہ پر دیکر اسکا کرایہ وصول کرکے جسپر کرایہ وقف کیا گیا ہو اسکو دیدے یہ محیط سرخسی میں ہی اور اگر وقف کنندہ نے یہ شرط لگائی کہ بدین شرط کہ وہ لوگ اسکو کرایہ پر چلاوین اور انکو اسمین رہنے کا اختیار نہین ہی تو اسکی شرط کے موافق عملدرآمد ہوگا یہ حاوی میں ہی۔ اور قیم کو یہ اختیار نہین ہی کہ جو وقف برائے تعمیر مدرسہ تھا اور باقی بوجہ فقرا اسکی آمدنی سے تعمیر مدرسہ کی جو فاضل بچا ہو اسکو بطور دین کے فقیہون پر صرف کرے اگرچہ وہ لوگ اسکے حاجتمند ہون یہ قنیہ میں ہی۔ اور اگر اراضی وقف کی آمدنی سے قیم کے پاس مال جمع ہوگیا ہو اور اسکو کوئی وجہ خیر نظر آئی مگر وقف مین بھی بتعمیر و اصلاح کی ضرورت ہو اور قیم کو خوف ہوا کہ اگر میں وقف کی تعمیر و اصلاح مین صرف کرتا ہون تو یہ نیکی ہاتھ سے جاتی ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر اراضی وقف کی اصلاح و درست مین دوسری آمدنی وصول ہونے تک تاخیر کرنے مین کھلا ہوا ایسا ضرر نہو کہ جس سے وقف کے خراب ہوجانے کا خوف ہو تو وہ درست و اصلاح وقف مین تا حصول آمدنی دیگر تاخیر کرے اور موجودہ مال کو اس وجہ خیر کی طرف صرف کرے اور وجہ خیر سے یہان یہ مراد ہی کہ ایسی وجہ خیر ہو کہ ایک نوع فقیرون پر آمدنی صرف ہوتی ہو جیسے کافرون کے ہاتھ مین مسلمان قید ہوگئے ہون انکی رہائی مین یا جو شخص جہاد سے منقطع ہوگیا ہو اسکی دستگیری مین صرف کرے اور رہی تعمیر مسجد یا رباط یا اسکے مانند ایسی وجوہ خیر جنمین اہلیت تملیک نہین ہی یعنی ایسی نہین ہین کہ صدقہ انکے ملک مین کردیا جائے تو ایسے وجوہ کی جانب غلۂ وقف کا صرف کرنا اُسکو نہین روا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر متولی نے وقف کی آمدنی مستحقین مین صرف کردی حالانکہ وقف مین تعمیر و اصلاح کی ایسی ضرورت ہی کہ تاخیر روا نہین ہی تو متولی مذکور ضامن ہوگا اور جب اُسنے ضمان ادی تو چاہیے کہ جو مستحقین کو دیا ہی اسکو مستحقین سے واپس نہ لے سکے بر قیاس مودع یعنی جیسے پسر کا مال اگر کسی کے پاس ودیعت ہو اور اُسنے بغیر اجازت پسر کے یا قاضی کے پسر کے والدین کو انکے نفقہ مین دیا تو مشائخ نے فرمایا ہی کہ وہ ضامن ہوگا اور پسر کے والدین سے واپس نہین لے سکتا ہی یہ بحر الرائق مین ہی۔ وقف کی ایک دوکان بازار مین اپنے قریب کی دوسری دوکان پر جھکی پڑی اور دوسری دوکان تیسری دوکان پر جھک پڑی اور قیم نے دوکان وقف کی تعمیر سے انکار کیا تو مشائخ نے فرمایا ہی کہ اگر وقف کی

آمدنی اسقدر موجود ہو کہ اُس سے دوکان وقف کی تعمیر ہو سکے تو دوکانون دوکانون کے مالکون کو اختیار ہوگا کہ وہ قیم
کو ماخوذ کریں کہ آمدنی وقف سے اس دوکان کو درست و تعمیر کرائے اور اپنے موقع پر کرا دے اور انکے مکانات اس
شاغل کو دور کرے اور اگر وقف میں اتنی آمدنی نہو کہ اُس سے اُسکی تعمیر و اصلاح ممکن ہو تو دوکان والون کو چاہیے
کہ قاضی کے حضور میں مرافعہ کریں پس قاضی اس قیم کو اس تعمیر کیواسطے قرضہ لینے کا حکم دیگا جو آمدنی وقف سے ادا کیا
جائیگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور وقف کے ٹرے ہوے میدان میں اگر متولی نے کوئی عمارت بنائی تو وہ وقف کی
ہوگی اگر اسکو وقف کے مال سے بنایا ہو یا اپنے ذاتی مال سے بنایا اور وقف کیواسطے نیت کی یا کچھ نیت نہ کی ہو اور اگر
اُسنے اپنے واسطے بنائی اور گواہ کر لیے ہیں تو اسی کی ہوگی اور اگر کسی اجنبی نے کوئی عمارت بنائی اور کچھ نیت نہ کی تو اسی کی ہوگی
اور یہی حکم درخت لگانے میں ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اور اگر وقف کے درہم اپنی حاجت میں صرف کر لیے اور اُسکے مثل وقف کی عمارت
ودرستی میں خرچ کر دیے تو ضمان سے بری ہو جائیگا۔ اگر وقف کے مکان میں قیم نے کوئی شہتیر داخل کیا اس قصد سے کہ اسکی
آمدنی سے اسکو لے لونگا تو اُسکو اختیار ہے۔ اور اگر متولی نے اپنے مال سے وقف پر خرچ کیا اور واپس لینے کی شرط کر لی تو
واپس لے سکتا ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اور اگر قیم نے یا مالک نے مکان کے مستاجر سے کہا کہ مین نے تجھے اسکی تعمیر کی اجازت
دی پس اُسنے اسمین کوئی تعمیر باجازت قیم یا مالک بنائی تو اُسکا خرچہ مالک یا قیم سے واپس لیگا اور یہ اسوقت
ہے کہ جو عمارت بنائی ہے اُسکا نیرا فائدہ مالک کی طرف راجع ہوا اور اگر مستاجر کی طرف راجع ہوا اور مکان کے حق میں
اُس سے ضرر ہو جیسے چولھا یا کچھ مکان اس تعمیر میں بخفس جاوے جیسے تنور تو واپس نہیں لے سکتا ہے تاوقتیکہ اُسنے واپس
لینے کی شرط نہ کر لی ہو یہ قنیہ میں ہے شیخ ابوالفضل سے دریافت کیا گیا کہ ایک وقف کی چوتھائی آمدنی تعمیر مدرسہ میں
اور تین چوتھائی فقیرون پر وقف تھی پس اُسنے آمدنی اسی طرف صرف کی گر مدرسہ کی تعمیر کی اسسال کوئی ضرورت نہ تھی پس
وہ بچا ہوا رکھا ہے پس آیا قیم کو جائز ہے کہ اسکو فقیہون یعنی مدرسین مدرسہ کو بطور قرضہ کے دیدے کہ آیندہ سال کی انکی
آمدنی سے وضع کر لے اور حال یہ ہے کہ ان لوگون کو حاجت ہے تو شیخ نے فرمایا کہ نہیں اور شیخ ابوحامد سے دریافت کیا گیا
تو انھون نے بھی یہی جواب دیا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص نے اراضی مذکورہ اس طور پر وقف کی کہ میرے قرابتی محتاجون
کو اور میرے گانون کے محتاجون کو پھر جو بچے وہ مسکینون کو دیا جاوے تو جائز ہے خواہ وہ لوگ داخل شمار ہون یا
نہون۔ اور اگر متولی نے چاہا کہ انمین سے بعض کو تفضیل دے تو اس مسئلہ میں چند صورتین ہین اول آنکہ وقف اسکے قرابتی
محتاجون اور گانون کے محتاجون پر ہوا اور ہر دو فریق داخل شمار نہین ہین دوم آنکہ ہر دو فریق داخل شمار ہین
سوم آنکہ ہر دو فریق مین سے ایک داخل شمار ہے اور دوسرا داخل شمار نہین ہے پس صورت اول مین نصف آمدنی واسطے
فقراے قرابت کے اور نصف واسطے فقراے گانون کے الگ کرے پھر ہر فریق کے حصہ مین سے جسکو چاہے دے اور جسطرح تفضیل
کے ساتھ چاہے دے اسواسطے کہ وقف کرنیوالے کا مقصود صدقہ ہے اور صدقہ مین یون ہی حکم ہے اور دوسری صورت مین
اسکی آمدنی ان سب کی تعداد پر مساوی تقسیم کر کے بانٹ دے اور اسکو تفضیل دینے کا اختیار نہیں ہے اسواسطے کہ واقف کا
وقف وصیت ہے اور وصیت کا حکم یون ہی ہوتا ہے اور تیسری صورت مین پہلے اسکی آمدنی کے دو حصے کرے پھر جس فریق
کے لوگ داخل شمار ہین انکو مساوی انکی تعداد پر بلا تفضیل تقسیم کرے اور جو فریق داخل شمار نہین ہے اُسکا حصہ مجموعی طور سے
پھر انمین سے جسکو چاہے اور جسطرح چاہے اس مجموعہ مین سے دے پس تفضیل کا مختار ہے جیسے کہ ہم نے بیان کیا اور یہ تفریع

بنا بر قول امام اعظم و امام ابو یوسف کے ہے اور بنا بر قول امام محمد رح کے محال نہیں ہو سکتی ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور
اگر وقف کنندہ نے فقرائے اس شہر پر وقف کیا پس اگر یہ لوگ داخل شمار نہ ہوں تو قیم کو اختیار ہے کہ ان میں سے جسکو
چاہے دیدے اور اگر داخل شمار ہوں تو انکی تعداد پر مساوی تقسیم کر دے کہ جسمیں مرد و عورت سب برابر ہونگے اور
اگر قیم نے انمیں سے جو داخل شمار ہیں کسی ایک کا حصہ اپنی ذات پر خرچ کر لیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ چاہے قیم سے ضمان لے
یا اپنے شریکوں سے اپنا حصہ وصول کرے پھر وہ لوگ قیم سے لے لینگے۔ اور اگر وقف کنندہ نے شرط کی ہو کہ محتاج کو
اسکا قوت دیا جاوے تو اسکی آمدنی سے جیسا کھانا اور کپڑا اور رہنے کا مکان ممکن ہوگا دیگا پھر اگر اراضی وقف ہو تو
ہر ایک کو شہر والا اسکا سالانہ قوت دیدے اور دیگر اوقاف جو کہ انہیں پہنچایا جاتے ہیں انہیں ماہواری قوت دیگا یہ
فتاوی غیاثیہ میں ہے۔ اور اگر اراضی وقف خراب ہو گئی اور متولی نے چاہا کہ اسمیں سے تھوڑی زمین فروخت کر کے
اسکے ثمن سے باقی کی مرمت کرے تو اسکو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر متولی نے ہاں اسمیں سے کوئی [illegible]
ہوئی ہے فروخت کی تاکہ مشتری گرالے یا پھلدار درخت بیچا تاکہ مشتری کاٹ لے تو بیع باطل ہے پھر اگر مشتری نے عمارت
کو گرا لیا یا درخت کو کاٹ لیا تو قاضی کو لازم ہے کہ اس قیم کو اس وقف سے خارج کر دے اسواسطے کہ وہ خائن ہو گیا پھر قاضی
کو اختیار ہے چاہے اس بیع کی قیمت اس بائع سے تاوان لے اور چاہے مشتری سے تاوان لے پس اگر بائع سے تاوان
لے تو اسکی بیع نافذ ہو گئی اور اگر مشتری سے تاوان لی تو بیع باطل ہو گئی مشتری اپنا ثمن اس سے واپس لے یہ ذخیرہ میں
ہے ایک اراضی وقف ہے جسکا متولی کو وقف کنندہ کے وارثوں سے یا ظالم سے خوف ہے تو اسکو اختیار ہے کہ اراضی مذکور کو
فروخت کر کے اسکا ثمن صدقہ کر دے ایسا ہی نوازل میں مذکور ہے اور فتوی اس امر پر ہے کہ یہ نہیں جائز ہے یہ مضمرات
میں ہے۔ وقفی درخت اگر پھلدار ہوں تو انکا فروخت کر دینا نہیں جائز ہوا الا جبکہ وہ اکھڑ گئے ہوں اور اگر ایسے درخت ہوں
کہ پھل نہیں دیتے ہیں تو قبل اکھڑنے کے انکی بیع جائز ہے یہ مضمرات میں ہے۔ اور درختان وقف یعنی جو باغ انگور کے
اندر ہیں انکی بیع کرنے میں یہ حکم ہے کہ دیکھا جاوے اگر انگوروں کے پھل انکے سایہ سے ناقص نہوتے ہوں تو انکی بیع نہیں
جائز ہے اور اگر انگوروں کے پھل انکے سایہ سے ناقص ہوتے ہوں تو دیکھا جائے کہ اگر ان درختوں کے پھل بنسبت
انگوروں کے زائد ہوں تو متولی کو روا نہیں ہے کہ انکو فروخت کرے اور قطع کرے۔ اور اگر بنسبت انگوروں کے
کم ہوتے ہوں تو متولی کو انکی بیع کا اختیار ہے۔ اور اگر یہ درخت ایسے ہوں کہ پھل نہ دیتے ہوں اور انگوروں کے
پھل انکے سایہ کی وجہ سے کم ہوتے ہوں تو متولی کو اختیار ہے کہ انکو فروخت کر کے قطع کرا دے اور اگر انگوروں کے
پھل انکے سایہ سے کم نہ ہوتے ہوں تو متولی کو اختیار نہیں ہے کہ انکو فروخت کر کے قطع کرا دے اور اگر یہ درخت مثل لب
و بید وغیرہ کے ہوں تو انکی بیع جائز ہے اسواسطے کہ یہ درخت بمنزلہ پھلوں کے ہیں اسلیے کہ بید و لب جب قطع کیے جاتے
ہیں تو دوبارہ اگتے ہیں اور پھر کاٹے جاتے ہیں تو پھر اگتے ہیں اسی طرح جب کاٹے جاتے ہیں پھر اگتے ہیں اور اسی طرح
اگر درختان توت کے پتے فروخت کر دیے تو جائز ہے۔ اور اگر مشتری نے ان درختوں کے پاؤ قطع کرنی چاہی تو متولی
اسکو ممانعت کرے اور اگر متولی نے مشتری کو پاؤ کاٹنے سے ممانعت کرنے سے انکار کیا تو یہ فعل اسکا خیانت ہوگا یہ
وسیط السرخسی میں ہے اور اگر گھر کا [illegible] درخت ہو پھر یہ مکان خراب ہو گیا تو قیم کو روا نہیں ہے کہ مکان کی تعمیر کے
واسطے اس درخت کو فروخت کرے لیکن دار کو کرایہ پر دے اور کرایہ سے اسکی تعمیر کرے اور درخت مذکور کے پھلوں تو

فروخت کر کے تعمیر مکان میں لگاوے مگر یہ نہیں کر سکتا ہے کہ خود درخت کو بیچ کر ایسا کرے یہ سراجیہ میں ہے متولی مسجد
نے اگر مال مسجد کے عوض کوئی دوکان یا مکان خریدا پھر اسکو فروخت کر دیا تو جائز ہے بشرطیکہ متولی مذکور کو خرید کرنیکا
اختیار و ولایت حاصل ہووے اور یہ مسئلہ بربنای مسئلہ دیگر ہے اور وہ یہ ہے کہ متولی مسجد نے اگر ایسی حاصلات سے جو
مسجد کیواسطے وقف ہے کوئی مکان یا دوکان خریدی تو یہ مکان یا دوکان آیا اُن دوکانوں سے ملحق ہوگی جو مسجد کیواسطے
وقف ہیں یا نہیں اور اسکے معنی یہ ہیں کہ آیا یہ بھی وقف ہو جائیگی یا نہوگی اور مشائخ نے اسمیں اختلاف کیا ہے اور
صدر شہید رح نے فرمایا کہ مختار یہ ہے کہ وہ وقف نہو جائیگی ولیکن مسجد کے واسطے کرایہ پر چلائی جائیگی یہ مضمرات میں ہے اور
اگر وقف مسجد کے مال سے ایسا کپڑا خرید کر مساکین کو دیدیا تو جو ثمن اُسنے مال وقف سے دیا ہے اُسکا ضامن ہوگا اسواسطے
کہ یہ خرید اُسکی ذات کیواسطے واقع ہوئی تھی یہ اسعاف سے بحر الرائق میں نقل ہے اور اگر فقیروں پر ایک دار وقف کیا تو
قیم اسکو کرایہ پر دیگا اور اسکی اُجرت سے پہلے اسکی تعمیر میں لگا دے اگر حاجت ہو اور قیم کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس دار میں کسی کو
بغیر اجرت کے ساکن کرے یہ محیط میں ہے۔ جامع الجوامع میں مذکور ہے کہ اگر منہدم ہوکر وہ دوبارہ بنایا گیا تو اسکے ساکنین ہی
احق ہونگے الا اس صورت میں کہ اسطرح منہدم ہو گیا ہو کہ اُسمیں سے کوئی بیت بھی باقی نہ رہا ہو یہ تاتارخانیہ میں ہے اور
اگر قیم اجارہ پر دینے کے بعد مر گیا تو ظاہرا اجارہ نہ ٹوٹیگا اور اگر وقف کنندہ نے خود اجارہ پر دیا پھر مر گیا تو اسمیں قیاس
یہ ہے کہ اجارہ باطل ہو جائے اور اسی کو ابوبکر اسکاف رح نے اختیار فرمایا ہے اور استحسان یہ ہے کہ اجارہ نہ ٹوٹیگا یہ ذخیرہ
میں لکھا ہے۔ فتاوی محمد بن الفضل میں مذکور ہے کہ متولی نے زمین وقف کو اجارہ پر دیا پھر متولی و مستاجر قبل انقضائے مدت کے
مر گیا تو زراعت اس مستاجر کے وارثوں کی ہوگی جیسے اپنے بیجوں سے کھیتی بوئی ہے اور زراعت سے جو کچھ اراضی کو نقصان
پہونچا وہ نقصان ان وارثوں پر واجب ہوگا اور یہ تاوان نقصان اصل اراضی وقف کے کاموں میں صرف کیا جائیگا اور حصہ
اراضی وقف ہی انکو نہ دیا جائیگا یہ حاوی حصیری میں ہے۔ اور اگر قاضی نے وقف کے دار کو اجارہ پر دیا پھر قبل مدت اجارہ گذرنے
کے معزول کیا گیا تو اجارہ باطل نہوگا یہ مضمرات میں ہے۔ اور اگر ایسا ہو کہ جسپر وقف ہے وہی متولی بھی ہو اور اُسنے اجارہ پر دیا پھر
مر گیا تو اجارہ نہ ٹوٹیگا اگرچہ مال اجارہ اُسی کا ہے یہ حاوی میں ہے۔ اور اسی طرح اگر مدت اجارہ تمام ہونے سے پہلے ان لوگوں میں
جنپر وقف ہے بعضے مر گئے تو بھی اجارہ باطل نہوگا پھر جاننا چاہیے کہ اس صورت میں اس بعض موقوف علیہ کے مرنے تک جو کچھ
اُجرت واجب ہوئی ہے اسمیں سے ہر ایک کو اُسکا حصہ دیا جائیگا اور میت کا حصہ اسکے وارث کو دیا جائیگا اور بعد ان بعض کے مرنے
کے جو کچھ کرایہ تا آخر مدت واجب ہوا وہ مخصوص انھیں لوگوں کا ہوگا جو زندہ باقی ہیں اور اسیطرح اگر اول بعض کے مرنیکے بعد
تھوڑی مدت پیچھے اور بعض بھی مر گئے تو اسمیں بھی اسی طریقہ و قیاس سے آمدنی تقسیم ہوگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور اگر اجرت
پیشگی لے لیگئی ہو اور جن لوگوں پر وقف ہے انھوں نے باہم تقسیم کر لی پھر انمیں سے بعض مر گئے تو قیاس یہ ہے کہ قسمت
ٹوٹ جائیگی اور جو مرا ہے اسکے مرنے کے وقت تک جتنی اجرت واجب ہوئی اُسمیں سے جو کچھ اُسکا حصہ ہووے دیا جائیگا
ولیکن ہم استحسان کو لیتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ تقسیم نہ ٹوٹیگی اور اسی طرح اگر تعجیل اجرت شرط کی گئی ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ ظہیریہ
میں ہے۔ فرمایا کہ اگر مکان وقف کو سال بھر کے واسطے سو درم پر اجارہ دیا اور جنپر یہ مکان وقف کیا گیا ہے وہ تین نفر ہیں دو تہائی
سال گذرنے کے بعد انمیں سے ایک مر گیا پھر اور ایک تہائی گذرنے کے بعد دوسرا بھی مر گیا اور تیسرا باقی رہ گیا تو سال میں سے اول تہائی
سال کی اُجرت درمیان وارثان میت اول و درمیان وارثان میت ثانی اور درمیان ثالث کے مساوی تین تہائی تقسیم ہوگی اور دوسری

تہائی سال کی اُجرت درمیان وارثان میت ثانی اور درمیان ثالث کے مساوی تقسیم ہوگی اور تیسری تہائی پوری
شخص ثالث کو ملیگی پس مسئلہ کی تخریج اٹھارہ سے ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور جامع الفتاوی میں مذکور ہے کہ اگر واقف نے
اپنا مقرر کیا ہوا وصی چھوڑ کر مرگیا تو وصی کو اختیار ہوگا کہ وقف کو اجارہ پر دیدے اور اگر وصی نے اسکو اجارہ فاسدہ
پر دیا تو مستاجر پر اُسکا اجر المثل واجب ہوگا در صورتیکہ مستاجر نے اُس سے نفع اُٹھایا ہو مگر اجر المثل اس مقدار سے جسپر
وصی راضی ہوا تھا زائد نہ کیا جائیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر متولی وقف نے ایسے دار کو جو فقیروں و مسکینوں پر وقف
ہے ایکسال سے زیادہ مدت کیواسطے اجارہ پر دیا تو نہیں جائز ہے اور اگر وقف کنندہ نے کوئی شرط نہ کردی ہو تو مختار یہ ہے کہ
اراضی موقوفہ کی صورت میں تین سال تک کیواسطے اجارہ دینے کے جواز کا حکم دیا جاوے الا اُس صورت میں کہ قاضی کے نزدیک
عدم جواز کے واسطے کوئی مصلحت ظاہر ہو پس عدم جواز کا حکم دے اور سواے اراضی کے دیگر چیزوں میں جب ایکسال سے زائد مدت
مقرر کی ہو تو عدم جواز کا حکم دیا جاوے الا آنکہ جواز کے واسطے کوئی مصلحت نظر آوے تو جواز کا حکم دے اور یہی بات ہے کہ باختلاف
مواضع و اختلاف زمانہ سے اسکا حکم مختلف ہوگا کذا فی السراجیہ اور یہی فتوی کیواسطے مختار ہے اور زراعت و معاملات میں بھی
ایسا ہی حکم ہے یہ محیط میں ہے اور قاضی امام ابو علی نسفی فرماتے تھے کہ متولی کو تین سال سے زیادہ کیواسطے اجارہ پر نہ دینا چاہیے
اور اگر اُسنے تین سال کی مدت سے زیادہ کیواسطے اجارہ پر دیا تو اجارہ جائز ہوگا اور یہ قول حکم مختار سے قریب ہے اسواسطے کہ
متولی کا فعل کسی مصلحت دیکھ لینے پر دلالت کریگا یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور اگر وقف کرنیوالے نے یہ شرط کردی ہو کہ ایکسال سے زیادہ کے
واسطے اجارہ پر نہ دیا جاوے حالانکہ لوگ ایک سال کیواسطے اُسکے اجارہ لینے پر رغبت نہیں کرتے ہیں اور ایکسال سے زیادہ کیواسطے
اُسکا اجارہ پر دینا وقف کے حق میں آمدنی کی راہ سے بہت بہتر ہے اور فقیروں کے حق میں زیادہ نافع ہے تو متولی کو روا نہیں ہے کہ وقف کنندہ
کی شرط سے خلاف کرے اور اسکو سال بھر سے زیادہ کیواسطے اجارہ پر دیدے مگر ہاں یہ کریگا کہ قاضی کے حضور میں یہ امر پیش کریگا
تاکہ قاضی اُسکو سال بھر سے زیادہ کیواسطے اجارہ پر دیدے۔ اور اگر وقف کرنیوالے نے وقفنامہ میں بیان کردیا ہو کہ یہ ایکسال سے
زیادہ کیواسطے اجارہ پر نہ دیا جاوے الا جبکہ زیادہ مدت کیواسطے اجارہ پر دینا فقیروں کے حق میں زیادہ نافع ہو تو ایسی صورت
میں متولی کو خود اختیار ہوگا کہ اسکی بھلائی دیکھکر سال بھر سے زیادہ کے واسطے اجارہ پر دیدے اور قاضی کے پاس مرافعہ کرنے کا
محتاج نہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اگر کسی بڑے مکان میں سے ایک کوٹھری کی جگہ وقف ہو اور اسکو کوئی سالانہ اجارہ
پر نہ لیتا ہو ہاں اجارہ طویلہ پر مانگی جاتی ہو تو اسمین دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ کوئی راہ اسکے شارع عام سے ملی ہو تو وہ اجارہ
طویلہ پر نہ دیجائیگی اور دوم یہ کہ ایسا نہو تو اجارہ طویلہ پر دیدیجاویگی یہ وجیز میں ہے اور واضح ہو کہ وقف کا اجارہ دینا اسکے
اجر المثل سے کم پر نہیں جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے وقف کی دوکان بعوض اجر المثل کے کرایہ پر لی پھر کسی دوسرے
نے آکر زیادہ اجرت دینی قبول کی تو پہلا اجارہ فسخ نہ کیا جائیگا یہ سراجیہ میں ہے۔ اور اگر وقف کی اراضی تین برس کیواسطے بعوض
اُجرت معلومہ کے جو اُسکے اجر المثل کے برابر ہے اجارہ پر لی حتی کہ اجارہ جائز ہوگا پھر ایسی زمین کی اُجرت ارزان ہوگئی تو اجارہ فسخ
نہ کیا جائیگا یہ محیط میں ہے اور فتاوی کبری میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے زمین وقف کو تین برس کیواسطے اُجرت معلومہ پر جو اسکے اجر المثل
کے برابر ہے اجارہ پر لی پھر جب دوسرا سال شروع ہو گیا تو لوگوں کی رغبتیں زیادہ ہوگئیں اور زمین کی اجرت کا نرخ بڑھ گیا تو
متولی کو اختیار نہیں ہے کہ اجر المثل سے کم ہونے کی وجہ سے اجارہ کو توڑ دے یہ مضمرات میں ہے۔ اور اگر وقف کی اراضی میں
کسی کی دوکان بنی ہو اور مالک دوکان نے وقف کی اراضی کو اجر المثل یعنی ایسی اجرت پر جو ایسی زمین کی ہوتی ہے لینے سے انکار

کیا تو دیکھا جاوے کہ اگر بقدر یکہ یہ عمارت یہان سے دور کردیجاوے تو یہ زمین اُس سے زیادہ کرایہ پر لیجاویگی جتنا یہ
دیتا ہی تو اُسکو حکم دیا جائیگا کہ اپنی عمارت یہان سے دور کرکے لیجاوے ورنہ اُسی اُجرت پر اُسکے پاس چھوڑی جائیگی
یہ سراجیہ مین ہی۔ اگر کسی نے زمین وقف کی اراضی جو میدان پڑی ہوئی ہی کسی قدر مدت معلومہ تک کے واسطے اجرت
معلومہ پر جو ایسی زمین کی اجرت کے برابر ہی متولی سے اجارہ پر لی اور اسمین متولی کی اجازت سے عمارت بنائی پھر جب مدت
گذر گئی تو دوسرے شخص نے اصل اراضی کا آئندہ اسی قدر مدت تک کے لیے زیادہ کرایہ پر منظور کیا پس پہلا مستاجر اسقدر زیادہ
دینے پر راضی ہوگیا پس آیا پہلا مستاجر بہ نسبت اس دوسرے بڑھانے والے کے اولی ہوگا تو جواب دیا گیا ہی کہ ہان وہ اولی ہی
یہ فصول عمادیہ مین ہی وقف الخصاف مین مذکور ہی کہ اگر وقف کرنیوالے نے وقف کو اجارہ طویلہ پر اجارہ دیا پس اگر اسقدر
طویل اجارہ دینے سے اصل رقبہ وقف کے تلف ہونیکا خوف ہو تو حاکم کو اختیار رہیگا کہ اس اجارہ کو باطل کردے یہ ذخیرہ مین
ہی۔ فتاوی اہل سمرقند مین مذکور ہی کہ اگر کوئی سراے یا رباط فی سبیل اللہ بسبب شکستگی کے کہ نازل ہونے کو آگئی تو وہ کرایہ پہ
چلائی جاوے اور کرایہ سے اُسکی مرمت کیجاوے پھر جب اُسکی تعمیر ودرستی پوری ہوجاوے تو آئندہ اجارہ پر نہ دیجاوے یہ
محیط مین ہی اور اگر وقف خراب ہوگیا اور متولی اُسکی تعمیر سے عاجز ہوا تو قاضی اُسکو کرایہ پر دیدے اور اسکے کرایہ سے اُسکی تعمیر
ودرست کرے پھر جب تعمیر سے درست ہوجاوے تو متولی کے قبضہ مین واپس کردے یہ تتارخانیہ مین ہی اور اگر متولی نے وقف کی
مرمت کے واسطے ساڑھے پانچ آنہ پر ایک مزدور مقرر کیا حالانکہ ایسے مزدور کی اُجرت پانچ آنہ ہوا و متولی نے مال وقف
سے اسکی مزدوری دی تو جو کچھ دیا ہی سب کا ضامن ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور وقف کا عاریت دینا اور اسمین کسی کو
بسانا نہین جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ وقف کے متولی نے اگر کسی کو وقف کے مکان مین بلا اجرت بسایا تو شیخ ہلال رحمہ نے
فرمایا کہ رہنے والے پر کچھ اجرت نہ ہوگی اور متاخرین عامہ مشائخ کے نزدیک رہنے والے پر اجر المثل واجب ہوگا خواہ
یہ مکان کرایہ پر چلانے کے واسطے رکھا گیا ہو یا ایسا نہو اور یہ بغرض وقف کی نگاہداشت کے ہی اور اسی پر فتوی ہی اور ایسا
ہی ان مشائخ نے فرمایا کہ جو شخص وقف کے مکان مین بدون حکم قیم کے رہا تو اسپر اجر المثل واجب ہوگا چاہیے جسقدر ہو یہ
مضمرات مین ہی۔ اور اگر متولی نے وقف کو بعوض قرضہ کے رہن کیا تو نہین صحیح ہی اور اسی طرح اگر مسجد کے وقف کو اہل محلہ
نے یا انمین سے ایک نے رہن کیا تو نہین صحیح ہی پھر اگر مرتہن نے اس دار مین سکونت رکھی تو اسپر اجر المثل واجب ہوگا چاہیے
جسقدر ہو خواہ یہ مکان کرایہ چلانے کے واسطے رکھا گیا ہو یا نہین اور شیخ صدر شہید حسام الدین نے فرمایا کہ فتوی کیواسطے
یہی مختار ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور متولی مسجد نے اگر ایسے مکان کو جو مسجد پر وقف ہی فروخت کیا اور مشتری نے اسمین سکونت
رکھی پھر یہ متولی معزول کیا گیا اور دوسرا متولی مقرر ہوا پس دوسرے متولی نے مشتری پر اس مکان کا دعوی کیا اور قاضی
نے پہلے متولی کی بیع باطل کردی اور مکان مذکور دوسرے متولی کو سپرد کیا تو مشتری پر جو ایسے مکان کا کرایہ اسقدر مدت کا
ہووے واجب ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر وقف کے متولی نے وقف کا مکان اسکے اجر المثل سے اسقدر کم کرایہ پر
جسقدر لوگ اپنے اندازہ مین خسارہ نہین اٹھاتے ہین کرایہ پر دیدیا یہانتک کہ اجارہ جائز نہوا پھر مستاجر اسمین رہا کیا تو بنابر اختیار
متاخرین مشائخ کے مستاجر پر پورا اجر المثل واجب ہوگا چاہیے جسقدر ہو اور اسی طرح اگر اسکو اجارہ فاسدہ پر دیا تو بھی یہی حکم
ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اور اگر قیم نے وقف کی اراضی کسی کو اجارہ پر دی پھر اصل اراضی پر پانی چڑھ آیا تو اجرت ساقط ہوجاتی
اور اگر مستاجر نے اُسپر قبضہ کرکے اسمین زراعت نہ کی تو مستاجر پر اجرت واجب ہوگی۔ اور اگر اجارہ فاسدہ ہوا اور مستاجر نے

اراضی جنپر وقف ہو وہ دو ہون یا تین ہون اور ان لوگون نے باہم باری باری کرلی اور ہر ایک نے ایک ایک زمین لی تاکہ اسمین خود زراعت کرے تو نہین جائز ہی اور امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ اگر اراضی عشری ہو تو انکی اسطرح کی باری باندھنا جائز ہی اور اگر خراجی زمین ہو تو نہین جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور فقیہ ابو جعفر ہندوانی کی حکایت کی گئی ہی کہ فرماتے تھے کہ چونکہ فتوی اسپر ہی کہ وقف کا اجارہ زیادہ سالون کے واسطے نہین جائز ہی تو بعضے وقفنامہ لکھنے والون نے وقفنامون مین اجارہ وقف کے واسطے ایک حیلہ نکالا کہ وقفنامہ مین تحریر کیا کہ وقف کرنے والے نے فلان شخص کو یہ اراضی فلان شخص کو اجارہ دینے کے واسطے وکیل کیا کہ ہر سال اسی کو سو درم پر مثلاً اجارہ پر دے اور ہر گاہ اسکو وہ وکالت سے خارج کرے تو وہ اسکا وکیل ہوا اور اس سے انکی غرض یہ ہی کہ وقف مذکور اس مستاجر کے پاس ایکسال سے زیادہ رہے پھر فقیہ ابو جعفر نے فرمایا لیکن ہم وقف کی بہتری دیکھکر اور اسکی بھلائی کے قصد سے وقف مین ایسی وکالت کو باطل کرتے ہین اگر چہ اس ... جائز ہونا ... ہی چاہئے کہ ہم اجارہ طویلہ کو بھی بنظر قصد بہتری وقف کے باطل کرتے ہین اور ہر گاہ کہ وقف کی حفاظت و نگہداشت کی غرض سے ایسی وکالت کا باطل کرنا جائز ہوا تو ایسے عقود مختلفہ کا باطل کرنا بھی بغرض حفاظت و نگہداشت وقف کے جائز ہی اسی پر فتوی ہی یہ مضمرات مین ہی - ایک نے وقف کی زمین اجارہ پر لیکر اسمین دوکان بنائی اور اسمین ... پھر وہ مدت ... چاہا کہ اسکا کرایہ بڑھا کر اس مستاجر کو اسمین سے نکال دے تو دیکھا جاوےگا کہ اگر قیم نے اسکو ایسا ہو اسی کرایہ پر دیا ہی تو ... مقرر ہو تو قیم کو اجارہ فسخ کرنے کا اختیار ہوگا پھر اسکے بعد اگر اس عمارت کے دور کرلیجانے مین وقف کو ضرر ... ہو تو بنانے والے کو اختیار ہوگا کہ اپنی عمارت کو یہان سے دور کرکے لیجاوے اور اگر وقف کو مضرت پہونچتی ہو تو وہ نہین لیجا سکتا ہی پھر اسکے بعد دیکھا جاوے کہ اگر مستاجر اس امر پر راضی ہوا کہ اس عمارت کی ... حساب سے اور ٹوٹے ہوئے اور ... ہوئے کے حساب سے دونون حسابون سے جسمین اسکی قیمت کم ہو اس کم قیمت کے عوض قیم کو وقف کے واسطے اسکا مالک کر دے اور یہ کم قیمت لے لے تو ایسا کرسکتا ہی ورنہ وہ اپنی عمارت یہان چھوڑ جاوے یہانتک کہ اسکی ملک کسی طرح خلاص ہو وے جسمین وقف کو مضرت نہ پہونچے یہ سراجیہ مین ہی اور یہ حکم اسوقت ہی کہ بنانے والے نے بدون اجازت و حکم متولی کے عمارت بنائی ہو اور اگر اسنے متولی کے حکم سے عمارت بنائی ہو تو یہ عمارت وقف کی ہوگی اور بنانے والے نے جو کچھ خرچ کیا ہی وہ متولی سے واپس لے گا یہ ذخیرہ مین ہی - مجموع النوازل مین مذکور ہی کہ شیخ نجم الدین نسفی سے دریافت کیا گیا کہ ایک زمین وقف پر مخلوکہ عمارت ہی اور عمارت والے نے اس اراضی کو کچھ اجرت معلومہ پر جو آج اسکے اجرالمثل کے برابر ہی اجارہ پر لیا ہی پھر ایک زمانہ کے بعد اس عمارت کا مالک اور ہوگیا اور متولی بھی جدید مقرر ہوا اور عمارت کا مالک چاہتا ہی کہ اسکا کرایہ اسی قدر ادا کرے جو اگلے گذرے ہوئے وقت مین تھا اور متولی جدید اسپر راضی نہین ہوتا ہی اور کہتا ہی کہ اب جو اسکا اجرالمثل ہی وہی دیوے پس آیا متولی کو یہ اختیار ہی تو شیخ نے فرمایا کہ ہان کذا فی الفصول العمادیہ۔ متولی وقف نے اگر مکان وقف کو اجارہ پر دیا تو اسکو اختیار ہی کہ مستاجر کے قرضدار پر کرایہ کی اترائی قبول کرلے بشرطیکہ قرضدار مذکور مالدار ہو اور اگر متولی نے کرایہ کی بابت کوئی کفیل قبول کیا تو یہ بدرجۂ اولی جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور آخر اجارات فتاوے ابو اللیث مین مذکور ہی کہ اگر متولی نے وقف کے درخت کسی کے ہاتھ فروخت کردیے پھر زمین مشتری کو اجارہ پر دی پس اگر درخت مع جڑون کے بدون زمین کے فروخت کیے تو جائز ہی بشرطیکہ اجارہ طویلہ نہو اور اگر درختون کو زمین کے اوپر سے فروخت کیا ہو یعنی زمین کے اوپری سطح پر سے فروخت کیے تو زمین کا اجارہ نہین جائز ہی اور اگر درختان مذکور اس شخص کو سال یا دو سال

وغیرہ کے واسطے بٹائی پر دیوے پھر اراضی اسی کو اجر المثل کے عوض اجارہ پر دیدی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے قول پر نہیں جائز ہوا اور صاحبین رحمہما اللہ کا معاملہ یعنی بٹائی جائز ہو پس اجارہ بھی جائز ہوا اور احتیاط یہ ہو کہ درختوں کو مع جڑوں کے فروخت کر دے پھر زمین اسکو اجارہ پر دیدے تاکہ بالاتفاق جائز ہو وے یہ محیط میں ہے۔ اور جو شخص وقف کا قیم ہوا اسکو روا ہی کہ اراضی وقف میں کاموں کرنے اور اسکے پشتہ و نالیاں بنانے و دیگر امور درستی کے واسطے مزدور کرے بشرطیکہ اراضی مذکور میں اسکی حاجت ہو یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر وقف کی اراضی مزارعت پر دیدی تو جائز ہو بشرطیکہ اسمیں اسقدر رکھی ہو کہ جسقدر لوگ اپنے اندازہ میں خسارہ نہیں اٹھاتے ہیں۔ اور اسی طرح جو اسمیں درخت کے درخت ہیں اگر ان کو بٹائی پر دیا تو بھی اسی شرط سے جائز ہو پھر اگر مزارعت یا بٹائی کی مدت گذرنے سے پہلے قیم مرگیا تو مزارعت و معاملہ باطل نہ ہوگا اور اگر کاشتکار یا بٹائی پر کام کرنے والا مرگیا تو مزارعت و معاملات باطل ہو جائینگی۔ اور اگر قیم نے اراضی وقف کو سالہا سے معلومہ کے واسطے مزارعت پر دیا تو یہ جائز ہو بشرطیکہ یہ امر فقیروں کے حق میں زیادہ نافع و بہتر ہو پس اس سے ظاہر ہوا کہ بدون تین سال کی تعداد مقرر کرنے کے مزارعت کو مطلقاً یا سالہاے معلومہ کے واسطے جائز رکھا اور یہی صحیح ہو پس بمعنی کی وجہ سے مشائخ نے استحساناً یہ حکم دیا ہو کہ وقف میں اجارہ طویلہ نہیں جائز ہو اور وہ معنی یہ ہیں کہ مودی یا بطال وقف ہو جاوے سو مزارعت میں یہ معنی نہیں پائے جاسکتے ہیں۔ اور اگر وقف کی اراضی کو مزارعت پر یا وقف کے درختوں کو معاملت پر دیدیا حالانکہ اسمیں وقف کے واسطے کوئی حصہ نہیں رکھا ہو تو یہ مزارعت و معاملت کا دینا وقف پر جائز نہ ہوگا اور وہ زمین کا غصب کر لینے والا قرار دیا جائے گا پس اگر زمین مذکور نقصان سے بچی رہی تو ضمان واجب نہوگی اور اگر نقصان آیا تو ضمان واجب ہو جائیگی دینے والے سے وصول لیجاوے اور چاہے لینے والے سے لیجاوے مگر جو غلہ زمین میں پیدا ہوا ہو اس میں سے وقف کے مستحقوں کا کچھ نہوگا لیکن معاملہ کی صورت میں درختوں سے جو پھل پیدا ہوئے ہیں وہ سب وقف کے مستحقوں کے ہیں انمیں سے بٹائی پر لینے والے کا کچھ نہ ہوگا ہاں اس کو اسکے کام کا اجر المثل ملنا چاہیے مگر یہ اجرت بھی دینے والے کے خالص مال سے ہوگی پھر وہ اسکے لینے والے سے واپس نہیں لے سکتا ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک اراضی وقف کی کسی نواح میں تھی اسکو وہاں کے حاکم سے کسی نے کچھ معلوم دروں پر اجارہ پر لیا پھر اسمیں زراعت کی پھر جب غلہ حاصل ہوا تو متولی نے وہاں کی مزارعت کے رواج کے موافق آدھا یا تہائی غلہ طلب کیا اور لینے والے نے کہا کہ مجھپر اجرت واجب ہو تو متولی کو اختیار ہوگا کہ اس سے غلہ لے لے یہ خزانۃ المفتین و فتاوے قاضی خان میں ہو فرمایا کہ اگر وقف کی زمین عشری ہوا اور اسکو قیم نے مزارعت یا معاملت پر دیا تو تمام حاصلات کا عشر انکے دینے والے کے حصہ میں سے ہوگا اور یہ بنا بر قول امام اعظم رحمہ اللہ کے ہو کہ انکے نزدیک ایسا درمیوں کے عوض اجارہ پر دینے کی صورت میں زمین کا عشر یا خراج کے دینے والے کے اوپر ہوتا ہو اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک زمین کی پیداوار پر ہوتا ہو پس ایسا ہی مزارعت میں بھی تمام پیداوار پر ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور وقف الہلال میں مذکور ہو کہ اگر وقف میں مرمت کی حاجت پیش آئی اور قیم کے پاس غلہ وقف موجود نہیں ہو کہ جو مرمت کے واسطے کافی ہو تو قیم کو یہ اختیار نہیں ہو کہ وقف پر قرضہ کرے اور فقیہ ابو جعفر سے مروی ہو کہ ہاں قیاس سے یہی حکم ہو ولیکن جس صورت میں ضرورت پیش آوے تو قیاس چھوڑ دیا جائیگا مثلاً زمین وقف میں کھیتی ہو جسکو ٹیڑیاں کھائے جاتی ہیں اور قیم کو خرچ کی ضرورت ہو کہ اس ضرر کو دفع کرے یا سلطان نے خراج کا مطالبہ کیا تو ایسی صورت میں اسکو وقف پر قرضہ لینا روا ہو اور ایسی ضرورتوں میں زیادہ احتیاط اسمیں ہو کہ حاکم سے حکم لیکر قرضہ لیوے ولیکن اگر حاکم وہاں سے دور ہو اور اسکے پاس حاضر نہیں ہو سکتا ہو تو ایسی حالت میں مضائقہ نہیں ہو کہ خود ہی قرضہ لے لے

یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور یہ اسوقت ہی کہ اس سال وقف مین غلہ نہوا اور اگر غلہ تھا مگر قیم نے تمام غلہ مستحقون کو بانٹ دیا اور خراج کا
حصہ نرکھا تو وہ حصہ خراج کا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر وقف کے قیم سے خراج و دیگر جو اس وقف پر باندھے
گئے ہین طلب کیے گئے حالانکہ قیم کے پاس وقف کے مال سے کچھ نہین ہی پس اُسنے قرضہ لینا چاہا تو اگر وقف کنندہ نے وقف
پر قرضہ لینے کی اجازت دی ہو تو اسکو یہ اختیار ہوگا اور اگر اجازت نہ دی ہو تو اسمین اختلاف ہی اور اصح یہ ہی کہ اگر قیم کو چار
ہو جاوے تو یہ امر قاضی کے حضور مین پیش کرے تاکہ وہ اسکو قرضہ لینے کا حکم دیدے ایسا ہی فقیہ ابو جعفر نے فرمایا ہی
پھر جب غلہ حاصل ہو تو اسمین سے یہ قرضہ ادا کر دے گا یہ مضمرات مین ہی۔ اور جب تعمیر کی ضرورت پیش آوے کہ ناچاری
ہو تو قاضی کے حکم سے قرضہ لے اور سوائے تعمیر و مرمت کے اور امر کے واسطے پس اگر مستحقون پر صرف کے واسطے لینا چاہا
تو نہین جائز ہی اگرچہ قاضی کے حکم سے ہو یہ بحر الرائق مین ہی۔ اور اگر قیم نے وقف پر قرضہ اس غرض سے لینا چاہا کہ اسکی
کاشتکاری کے بیجون کے دام دے تو قاضی کے حکم سے بالاتفاق جائز ہی اور اگر اُسنے بدون حکم قاضی کے خود ایسا کیا تو
اسمین دو روایتین ہین یہ فتاوی تتمہ و ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر متولی نے وقف پر قرضہ لینا اس غرض سے چاہا کہ رہن کا ثمن ادا
کرے یعنی جسکے عوض رہن ہی پس اگر قاضی نے حکم دیا تو ایسا کر سکتا ہی ورنہ نہین یہ سراجیہ مین ہی اور قرضہ لینے کی تفسیر یہ ہی
کہ وقف کا غلہ نہو پس اسکو قرضہ لینے کی ضرورت ہوئی اور اگر وقف کا غلہ ہوا اور اُسنے اپنے مال سے وقف کی بہتری مین
صرف کیا تو یہ مال غلہ وقف سے واپس لے سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ وقف کی اراضی ایک کاشتکار کے پاس
ہی جو اسمین بٹائی پر زراعت کرتا ہی اور اس زمین مین روئی تھی پھر وہ روئی چوری گئی پھر کاشتکار نے یہ روئی کسی آدمی
کے مکان مین پائی پس کاشتکار نے اسکو مواخذہ مین پکڑا اور اُس سے مخاصمہ کیا پس مکان والے نے کہا کہ مین تیرے
لیے ضامن ہوا کہ مین تجھے پانچ من روئی دونگا پس آیا قیم کو حلال ہی کہ یہ اس سے لے تو اسمین تین صورتین ہین اول یہ کہ
یہ معلوم ہو کہ مکان والا اپنی بدنامی و بے آبروئی کے خوف سے اسکو دیتا ہی دوم آنکہ یہ معلوم ہو گیا کہ اُسنے اسقدر یا زیادہ
چرائی یا اُسنے اقرار کر دیا ہو کہ مین نے اس مقدار روئی چرائی ہی سوم آنکہ معلوم ہو کہ اُسنے چرائی و لیکن جسقدر دیتا ہے
اُس سے کم چرائی تھی۔ تو اول صورت مین اسکو لینا نہین جائز اور دوسری صورت مین جائز ہی اور تیسری صورت
مین جسقدر کا چرانا یقینی معلوم ہی اُسی قدر کا لینا جائز ہی اور زیادہ نہین جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر کاشتکار نے مال وقف سے
کچھ کھا لیا اور متولی نے اُس سے کسی چیز پر صلح کر لی پس اگر متولی کے پاس اُسکے دعوی کے جو کاشتکار پر کرتا ہی گواہ ہون یا کاشتکار مقر
ہو تو متولی کو روا نہین ہی کہ اسمین سے کچھ چھوڑ کر صلح کرے بشرطیکہ کاشتکار تونگر ہو اور اگر کاشتکار فقیر ہو تو گھٹانا جائز ہے
بشرطیکہ جو کاشتکار پر ہی اسکی نسبت کر کے جسپر صلح ہوئی ہی غبن فاحش نہو یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر وقف کرنیوالے نے
وقف کے کارپرداز کے واسطے اُسکی کارپردازی کے عوض سالانہ کچھ مال معلوم مقرر کیا ہو تو جائز ہی اور اُس کارپرداز کو ان
کامون کی جو اسکے مثل آدمی کرتا ہی اور کرنے کی عادت چلی آئی ہی تکلیف دیجائیگی جیسے وقف کی تعمیر و مرمت کرانا اور اُس کا
کرایہ پر چلانا اور اسکی آمدنی وصول کرنا اور جن وجوہ پر وقف ہی انپر تقسیم و صرف کرنا کذا فی الحاوی۔ اور اسکو نچاہیے کہ
ان کامون مین کچھ تقصیر کرے اور وہ جو وکیل لوگ یا مزدور لوگ کرتے ہین تو اسکو ایسا کرنا نہین پہونچتا ہی یہ محیط مین ہی
حتی کہ اگر اُسنے کسی عورت کو متولی کیا اور اسکے واسطے کوئی اجرت معلوم مقرر کی تو اسکو ویسی ہی تکلیف دیجائیگی جیسے رواج
کے موافق عورتین کر سکتی ہین۔ اور اگر وقف کے مستحقون نے قیم سے نزاع کیا اور حاکم سے کہا کہ وقف کنندہ نے یہ مال اسکے واسطے

بمقابلہ اسکے کام کے قرار دیا ہو اور یہ شخص کام نہین کرتا ہو تو حاکم اسکو ایسے کام کرنے کی تکلیف نہ دیگا جو متولی لوگ نہین کیا کرتے
ہین یہ بحر الرائق مین ہے - اور متولی کو کوئی مرض مثل جنون یا اندھے ہو جانے یا گونگے ہو جانے کے لاحق ہوا پس اگر باوجود اسکے
وہ کام کرنے کا حکم دے سکتا اور ممانعت کر سکتا ہو تو اجرت قائم رہیگی اور اگر اس سے یہ نہو سکے تو اسکو اجرت نہ ملیگی - اور
اگر متولی مین کسی نے طعن کیا تو قاضی اسکو متولی ہونے سے خارج نہ کریگا الا جبکہ اس سے کوئی خیانت ظاہر ہوئی ہو جب اسکو
خارج کیا تو اس سے وہ اجرت جو وقف کرنے والے نے اسکے واسطے وقف کا کام انجام دینے کے مقابلہ مین مقرر کی تھی قطع
کر دیگا اور جب متولی کو قاضی نے خارج کیا اگر وہ پھر صالح ہو جاوے تو پھر اسکو ولایت وقف دیدیگا یہ حاوی مین ہے - اور
اگر چاہا کہ اسکے ساتھ دوسرا آدمی کار وقف مین داخل کرے یعنے دونون آدمی کام انجام دین اور اس مال مین سے تھوڑا اسکے
واسطے ہو تو اسکا مضائقہ نہین ہے اور اگر یہ مال جو اُسنے بیان کیا ہے وہ قلیل ہو مثلاً اول کے لیے تنگی ہو پس حاکم کی راے
مین آیا کہ اس دوسرے کے واسطے جسکو داخل کیا ہے وقف کے غلہ مین سے کچھ مقرر کر دے تو اسکا کچھ مضائقہ نہین ہے - اور
اگر وقف کرنیوالے نے اس متولی کے واسطے جو وقف کا کام کرتا ہے اسکے کام کے مقابلہ مین سالانہ کچھ مال معلوم مقرر کیا اور یہ
مال جو وقف کرنے والے نے اسکے واسطے مقرر کیا ہے اسکے اجر المثل سے زائد ہو تو یہ جائز ہے اور ایسی صورت مین اسکے اجر المثل کو
نہ دیکھا جائیگا اور جو شخص وقف کا نگہبان مقرر کیا گیا ہو اسکو اختیار ہے کہ وقف کے امور مین سے جو کام اسکے اختیار مین ہے
اسکے واسطے کسی کو وکیل کر دے جو چاہے اسکے اس کام کو انجام دے اور وقف مین سے جو اسکو ملتا ہے اسمین سے اس وکیل
کے واسطے کچھ مقرر کر دے - اور اسکو اختیار رہیگا کہ جب چاہے اس وکیل کو معزول کر دے اور چاہے اسکی جگہ دوسرا
بدل دے یہ فتح القدیر مین ہے - اور اگر وقف کرنے والے نے امر وقف کے کام سرانجام دینے والے قیم کے واسطے مال مقرر
کر دیا پھر اس قیم نے کسی دوسرے کو قیم مقرر کیا اور یہ مال اسی کے واسطے کر دیا تو یہ جائز نہین ہے الا اس صورت مین کہ وقف
کرنے والے نے اسکو ایسا اختیار دیدیا ہو یہ حاوی مین ہے اور اگر اس قیم نے کسی کو وقف کے کام مین وکیل کیا یا کسی کو اسکے لیے
اپنا وصی کر دیا اور جو کچھ وقف کرنے والے نے اسکے لیے مقرر کیا تھا وہ سب یا اسمین سے کچھ اس وکیل یا وصی کے واسطے
کر دیا پھر اسکو جنون مطبق ہو گیا تو اسکی توکیل و وصیت باطل ہو جائیگی اور مال مین سے جو کچھ اُسنے وصی یا وکیل کے واسطے
مقرر کیا ہے وہ وقف کے غلہ مین واپس جائیگا لیکن اگر واقف نے یہ شرط کر دی ہو کر جب یہ مال قیم کی طرف سے
منقطع ہو تو فلان راہ مین صرف کیا جاوے تو یہ مال اسی راہ مین صرف کیا جائیگا اور وقف کے غلہ مین واپس داخل
نہ کیا جائیگا یہ بحر الرائق مین ہے اور قاضی کی طرف رجوع کیا جائیگا کہ وہ کسی قیم کو مقرر کر دے یہ فتح القدیر مین ہے اور واضح
ہو کہ جنون مطبق ایسا جنون ہے جو ایک سال کامل برابر رہے یہ حاوی مین ہے - اور اگر ایک سال اسکی عقل زائل رہی اور
کار وقف کے سرانجام سے عاجز رہا پھر اسکی عقل اسکی طرف عود کر آئی اور وہ چنگا ہو گیا تو مثل سابق کے وہ اس وقف کے
انجام مین مقرر ہوگا یہ محیط مین ہے اور اگر حاکم کے نزدیک یہ بات صحیح ٹھیری کہ متولی اس وقف کے کام کے لائق نہین ہے پس
اسکو حاکم نے خارج کر دیا اور بجاے اسکے دوسرا متولی مقرر کیا پھر حاکم کی جگہ دوسرا حاکم آیا پس معزول شدہ متولی نے دعوی کیا
کہ پہلا حاکم بے وجہ [illegible] کوئی بات ثابت ہو جس سے مین خارج کیے جانے کا مستوجب ہوا مجھے اس وقف
سے خارج کیا ہو تو اسکا دعوی مسموع نہ ہوگا اور قول قبول نہ ہوگا ولیکن دوسرا حاکم اس سے فرماوے گا کہ تو میرے سامنے یہ امر
ثابت کر کہ تو اس وقف کے کام سرانجام دینے کے لائق ہے تاکہ مین تجھے اس کے قیام مین واپس مقرر کر دون پھر اگر

اس حاکم کے نزدیک صحیح ہوا کہ یہ اُسکے لائق ہے تو اُسکو دوبارہ اُسکی جگہ پر مقرر کردے اور جب مقرر کیا تو اس وقف کی آمدنی سے اُسکے واسطے جو مال مقرر تھا وہ جاری کردے یہ ذخیرہ میں ہے اور اسیطرح اگر حاکم نے اسکو بسبب فاسق ہونے و خائن ہونے کے خارج کیا پھر اُسنے ایک مدت کے بعد اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اور گواہ قائم کیے کہ یہ شخص اب اس کام کی اہلیت رکھتا ہے تو حاکم اسکو اُسکی جگہ پر دوبارہ مقرر کردے گا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر قاضی نے اس قیم کو جسکو وقف کنندہ نے مقرر کیا ہے اور اُسکے واسطے وقف سے اسکے کام سے زائد مال مقرر کردیا ہے کسی وجہ سے خارج کردیا اور بجائے اسکے دوسرا مقرر کیا تو قاضی کو چاہیے کہ اس مقرر شدہ کیواسطے وقف میں سے جسقدر قیم سابق کو ملتا تھا اُسمیں سے بطور معروف یعنی بقدر اجر المثل کے اسکو دیوے اور باقی کو وقف کی حاصلات میں داخل کردے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر وقف کنندہ نے کہا ہو کہ قیم کے واسطے اسقدر مال جو میں نے اسکے واسطے مقرر کیا ہے وقف سے برابر جاری رہے گا اگرچہ قاضی اُسکو وقف کے متولی ہونے سے خارج کردے یا کہا کہ جب یہ مرجاوے تو اُسکی اولاد و اولاد کی اولاد کا بھی برابر جاری رہے گا تو یہ شرط صحیح ہے یہ حاوی میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے آزاد کیے ہوئے غلاموں پر کوئی وقف صحیح کیا پھر وقف کرنے والا مرگیا اور قاضی نے یہ وقف کسی قیم کے قبضہ میں دیا اور وقف کی آمدنی کا دسواں حصہ اسی قیم کیواسطے مقرر کیا اور وقف میں سے ایک طاحونہ ہے جو ایک مستاجر کے قبضہ میں بمقاطعہ پر ہے اور اسمیں قیم کی کچھ حاجت نہیں ہے اور جو طاحونہ بغیر وقف ہے وہ لوگ خود اسکی آمدنی وصول کرتے ہیں تو اس طاحونہ کی آمدنی کا دسواں حصہ اس قیم کیواسطے واجب نہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر قاضی معزول کیا گیا اور قیم نے دعوی کیا کہ اُسنے میرے واسطے اسقدر ماہواری یا سالانہ مقرر کیا تھا اور قاضی معزول نے اُسکی تصدیق کی تو بدون گواہوں کے قبول نہ ہوگا پھر جو کچھ اسکے واسطے مقرر کیا تھا اگر اسکے کام کا اجر المثل ہے یا کم ہے تو دوسرا قاضی اُسکو دیا کرے گا ورنہ بقدر زیادتی کے کم کرکے باقی اسکو دینے کا حکم دے گا اور قیم فقط اپنے کام کے اجر المثل کا مستحق ہوگا خواہ قاضی یا اہل محلہ نے اسکے واسطے کچھ اجرت کی شرط کی ہو یا نہ کی ہو اسواسطے کہ غالبا ہر وہ قیم ہوتا بدون اجرت کے قبول نہ کرے گا اور جو امر معہود ہوتا ہے وہ مثل مشروط کے ہوتا ہے یہ قنیہ میں ہے۔ مجموع النوازل میں مذکور ہے کہ جو شخص قاضی کی جانب سے متولی ہو اگر خود ہی اُسنے اس کام سے انکار کیا اور باز رہا اور یہ امر قاضی کے سامنے پیش نہ کیا تا کہ اسکو معزول کرکے دوسرے کو اسکی جگہ مقرر کرے پس آیا وہ متولی ہونے سے خارج ہوگا یا نہ ہوگا تو شیخ نجم الدین نے فرمایا کہ خارج نہ ہوگا اور اگر وہ مال وقف جو وقف کی زمین وغیرہ قبول کرنے والوں پر چاہیے ہے اسکو تقاضا کرکے وصول کرنے سے ایک زمانہ تک باز رہا ہے آیا اسمیں وہ گنہگار ہوگا یا نہ ہوگا تو شیخ نجم الدین نے فرمایا کہ نہیں۔ پھر اگر بعضے قبول کرنے والے پر مال کثیر بقیہ قبالہ چڑھ گیا تھا یا بھاگ گئے ہیں تو متولی اُسکا ضامن ہوگا یا نہ ہوگا تو شیخ نجم الدین نے فرمایا کہ نہیں یہ ظہیریہ میں ہے۔ متولی وقف نے اگر غلہ وقف وصول کرلیا پھر مرگیا اور بیان نہ کیا کہ اُسنے یہ غلہ کیا کیا ہے تو ضامن نہ ہوگا یہ مضمرات میں ہے۔ اور اگر کسی نے اپنی اراضی عبداللہ و زید پر صدقہ موقوفہ کی تو اُسکا غلہ انہیں دونوں کے لیے ہوگا پھر جب دونوں مرگئے تو سب غلہ فقیروں کے لیے ہوجائے گا اور اگر ان دونوں میں سے ایک مرگیا تو نصف غلہ فقیروں کے لیے ہوگا اور اگر اُسنے عبداللہ و زید وغیرہ ایک جماعت کا نام لیا تو غلہ ان سب میں انکی تعداد پر مساوی تقسیم ہوگا پھر اگر انمیں سے ایک مرگیا تو اُسکا حصہ فقیروں کا ہوگا اور جو باقی رہا وہ ان باقیوں پر مساوی تقسیم ہوگا اور اگر اُسنے اولاد عبداللہ پر وقف کیا اور انکا نام بتعداد بیان نہ کیا تو جبتک عبداللہ کی اولاد میں سے ایک بھی رہیگا تب تک فقیروں کو کچھ نہ ملیگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر اُسنے زید و عمرو کو بیان کیا اور نصف زید کے واسطے اور دو تہائی عمرو کے واسطے قرار دیا اور خاموش رہا تو تمام غلہ بطریق عول کے سات حصوں پر تقسیم ہوگا جنمیں سے تین حصے زید کو اور چار حصے عمرو کو ملینگے اور اگر کہا کہ زید کیواسطے

نصف اور عمرو کے واسطے ایک تہائی ہو اور خاموش رہا تو جو کچھ ہر ایک کے واسطے بیان کیا ہو وہ اسکو دیکر باقی دونون مین نصفا نصف تقسیم کر دیا جائیگا یہ خزانۃ المفتیین مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی زید و عمرو پر صدقہ موقوفہ ہو اور عمرو کے واسطے اسمین سے تہائی غلہ ہو یا کہا کہ عمرو کے واسطے اسمین سے سو درم ہین تو عمرو کو اسی قدر ملیگا جو اسکے واسطے بیان کیا ہو اور باقی دوسرے کو جس سے سکوت کیا ہے دیا جائیگا اور اسی طرح ہر چیز مین جسمین بیان کر دیا ہو یہی طریقہ ہے کہ جسکے واسطے کچھ بیان کر دیا ہے اسکو اسی قدر جو بیان کیا ہے دیا جائیگا اور باقی دوسرے کو جسکے واسطے کچھ بیان نہین کیا ہے ملیگا۔ اور اگر کہا کہ زید کیواسطے اسمین سے سو درم اور عمرو کے واسطے دو سو درم ہین حالانکہ مجموعہ آمدنی تین سو درم سے کم ہے تو جو کچھ حاصلات ہے وہ دونون کے درمیان تہائی تقسیم ہوگی۔ اور اگر غلہ اس سے زیادہ ہو تو جو کچھ ہر ایک کے واسطے بیان کیا ہے وہ اسکو دیکر باقی دونون مین نصفا نصف تقسیم ہوگا یعنے سب پر مساوی بانٹ دیا جائیگا اور جو کچھ ہر ایک کے واسطے بیان کیا ہے اسکے حساب سے باقی تقسیم نہوگا اور اگر کہا کہ یہ صدقہ موقوفہ ہے جسمین سے زید کے واسطے سو درم اور عمرو کے واسطے دو سو درم ہین تو انمین سے ہر ایک کو اسی قدر دیا جائیگا جو اسکے واسطے بیان کیا ہے اور باقی سب فقیرون کے واسطے ہوگا یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر کہا کہ صدقہ موقوفہ ہو اس شرط پر کہ اسمین زید کے واسطے سو درم اور عمرو کے واسطے باقی ہے پھر حاصلات مین فقط سو درم آئے تو زید کو دیئے جاوینگے اور عمرو کو کچھ نملیگا اور اسی طرح اگر کہا کہ اسمین زید کے واسطے سو درم ہین اور عمرو کے واسطے کچھ بیان نکیا پھر غلہ فقط سو درم آیا تو زید کو ملیگا اور عمرو کو کچھ نملیگا اور اگر کہا کہ صدقہ موقوفہ ہو اسمین عبد اللہ کے واسطے نصف غلہ اور زید کے واسطے سو درم ہین تو عبد اللہ کو نصف غلہ دیا جائیگا اور باقی نصف مین سے زید کو سو درم ملینگے اور جو باقی رہا وہ فقیرون کے واسطے ہوگا اور اگر آمدنی مین فقط سو درم ہون تو سب زید کو دیا جاوینگے اور عبد اللہ کو کچھ نملیگا اور اگر آمدنی دو سو درم ہون تو عبد اللہ کے واسطے سو درم اور زید کے واسطے سو درم ہونگے اور فقیرون کے واسطے کچھ نہوگا اور اگر آمدنی کے ڈیڑھ سو درم ہون تو زید کے واسطے سو درم اور باقی عبد اللہ کیواسطے ہونگے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ ہے میرے قرابتی فقیرون پر ہو تو اسمین سے ہر ایک کو جو اسکے کھانے و کپڑے کے واسطے بطور معروف کافی ہو اسقدر دیا جائیگا پس جسقدر ہر ایک کے واسطے کافی ہوتا ہو ہر ایک کے واسطے اسی قدر حساب لگا کر سب لوگ اسکی آمدنی مین حصہ دار ہونگے پس اگر غلہ اسقدر ہو کہ اسمین سے ہر ایک کو قدر کفایت پہونچتا ہے تو ہر ایک کو اسکا قدر کفایت دیا جائے گا اور اگر کم ہو تو اسی حساب سے کم کیے جاوینگے اور غلہ انکی قدر کفایت سے زائد ہو تو بڑھتی سب پر مساوی تعداد پر حصہ لگا کر برابر تقسیم ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ ہو پس ہر سال جو کچھ اللہ تعالی اسمین غلہ پیدا فرما دے اسمین سے میری قرابت کے ہر فقیر کو ہر سال اسقدر دیا جاوے جو اسکے کھانے و کپڑے کو بطور معروف کافی ہو پھر اسطرح تقسیم کے بعد آمدنی بڑھی تو یہ بڑھتی فقیرون کی ہوگی یہ خزانۃ المفتیین مین ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہو پس جو کچھ اسکا غلہ پیدا ہو پس زید و عبد اللہ کے واسطے ہزار درم ہین عبد اللہ کے واسطے اسمین سے سو درم ہین پھر اسکی آمدنی مین ہزار درم آئے تو اسمین سے عبد اللہ کے سو درم ہونگے اور باقی زید کے واسطے ہونگے اور اگر اسکی آمدنی مین پانچ سو درم حاصل ہوئے تو پانچ سو درم دونون کے درمیان دس سہام پر تقسیم ہونگے جسمین سے ایک حصہ فقط عبد اللہ کو ملیگا اور باقی زید کو ملینگے اور اگر یون کہا کہ جو کچھ اللہ تعالی اسمین آمدنی عطا فرما وے اسمین سے ہر سال ہزار درہم نکالے جاوین جسمین سے عبد اللہ کو سو درم دیئے جاوین اور باقی زید کے واسطے ہونگے پھر اسکی آمدنی ہزار درم سے کم آئی تو پہلے عبد اللہ کو سو درم دیئے جاوینگے پھر اگر کچھ باقی رہا تو وہ سب زید کا ہوگا اور اگر کچھ نبچا تو زید کو کچھ

دیا جائیگا یہ محیط میں ہے - اور اگر اُسنے کہا ہو کہ پس وہ واسطے عبداللہ و مساکین کے ہے تو نصف واسطے عبداللہ کے اور نصف واسطے
مسکینوں کے ہوگا یہ حاوی میں ہے - اور اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ ہے پس جو کچھ اللہ تعالے اُسکی آمدنی پیدا فرماوے
پس یہ عبداللہ و فقیروں و مسکینوں کے واسطے ہے تو امام ابو یوسفؒ کے قول پر نصف حاصلات عبداللہ کی اور نصف واسطے
فقیروں و مسکینوں کے ہوگی اور یہی شیخ ہلال کا قول ہے اور امام اعظمؒ کے قول پر ایک تہائی عبداللہ کی اور تہائی فقیروں کی
اور تہائی مسکینوں کی ہوگی اور بنا بر قول امام محمدؒ کے آمدنی کے پانچ حصے کیے جاوینگے جسمیں سے ایک حصہ عبداللہ کا اور
دو حصے فقیروں کے اور دو حصے مسکینوں کے ہونگے اور اسکی نظیر جامع کی کتاب الوصایا میں ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کہا کہ
واسطے میری قرابت اور میرے پڑوسیوں اور میرے آزاد کیے ہوؤں اور مسکینوں کے ہے تو قرابت میں سے ہر ایک اور
پڑوسیوں میں سے ہر ایک اور آزاد کیے ہوؤں میں سے ہر ایک شخص ایک ایک حصہ کے ساتھ اور مساکین سب کے سب ایک
حصہ کے ساتھ شریک کیے جاوینگے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر کہا کہ واسطے میری قرابت اور واسطے مساکین کے ہے تو قرابت میں سے
ہر ایک شخص ایک ایک حصہ سے اور جملہ مساکین ایک حصہ سے شریک کیے جاوینگے یہ حاوی میں ہے - اور اگر کہا کہ فقیروں اور
قرضہ سے لدے ہوؤں اور فی سبیل اللہ اور گردنیں آزاد کرنے کے واسطے ہے تو امام محمدؒ کے نزدیک ان میں سے ہر فریق دو سہام
سے شریک کیا جائیگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک حصہ سے شریک کیا جائیگا یہ محیط میں ہے - اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی
صدقہ موقوفہ وجوہ صدقات پر ہے تو وجوہ صدقات وہ ہیں جو قرآن مجید میں آیت زکوٰۃ میں مذکور ہیں چنانچہ کتاب الزکوٰۃ میں
باب المصرف میں مفصل ذکر ہوا ہے ولیکن فرق اتنا ہے کہ وقف کی صورت میں عاملوں کو نہ دیا جائیگا اور جنکی تالیف قلوب مقصود
ہوتی ہے وہ تو زکوٰۃ و وقف سب سے جاتے رہے ہیں پس انکے سواے جو باقی قسمیں رہی ہیں اُنپر تقسیم کیا جائیگا یہ ظہیریہ
میں ہے - اور اگر اُسنے کہا ہو کہ وجوہ صدقات و وجوہ البر پر وقف ہے تو فقرا و مساکین ایک حصہ سے اور گردنیں آزاد کرنے
کے واسطے ایک حصہ سے اور قرضہ سے لدے ہوؤں کے واسطے ایک حصہ سے اور فی سبیل اللہ ایک حصہ سے اور ابن السبیل
یعنے مسافر کیلیے ایک حصہ سے اور وجوہ البر کے واسطے تین حصہ سے شرکت رکھی جائیگی - اور اگر اُسنے کہا کہ واسطے فقیروں
و قرض سے لدے ہوؤں اور فی سبیل اللہ اور حج کے صدقہ موقوفہ ہے اور انمیں سے ہر ایک کے واسطے کچھ درم معلوم بیان
کر دیے پھر اسکی آمدنی اس سے زیادہ ہوئی تو جسقدر زائد ہے وہ ان سب وجوہ کی تعداد پر تقسیم ہو کر ہر وجہ میں مساوی بڑھایا جائیگا
یہ حاوی میں ہے - ایک شخص نے اپنی اراضی کسی شخص پر وقف کی اور شرط کی کہ اسکو ماہوار ہی بقدر اسکی کفایت کے دیا جاوے
حالانکہ اس شخص کے عیال نہیں ہیں پھر اسکے عیال ہوگئے تو اسکو اسکی اور اسکے عیال کی کفایت کے لایق دیا جایا کرے گا
یہ فتاوے قاضی خان میں ہے - اور اگر کسی نے ایک قوم پر وقف کیا مگر اُنھوں نے قبول نہ کیا تو اسمیں دو صورتیں ہیں ایک
یہ کہ سب نے رد کر دیا دوم آنکہ بعض نے رد کیا پس اگر سب نے رد کر دیا تو وقف جائز رہے گا اور غلہ فقیروں پر تقسیم ہوگا اور
اگر بعض نے رد کیا تو دیکھا جاوے کہ جس لفظ سے انپر وقف کیا ہے یہ لفظ ان باقیوں پر جنھوں نے قبول کیا ہے بولا جاتا ہے
تو پورا غلہ انہیں باقیوں کا ہوگا اور اگر یہ لفظ ان باقیوں پر نہیں بولا جاتا ہے تو جنھوں نے نہیں قبول کیا ہے اُن کا حصہ
فقیروں پر صرف کیا جائیگا اور اسکی مثال یہ ہے کہ اگر اُسنے اولاد عبداللہ پر وقف کیا پس بعض اولاد نے قبول نہ کیا تو
تمام غلہ باقیوں پر تقسیم ہوگا اور اگر اُسنے زید و عمرو پر وقف کیا پس زید نے قبول نہ کیا تو اُسکا حصہ فقیروں پر تقسیم ہوگا
یہ حاوی میں ہے - اور اگر اُسنے کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ اولاد عبدالصمد و اس کی نسل پر ہے پس سب نے ایک بارگی

قبول نہ کیا تو یہ غلہ فقیرون کا ہوگا پھر غلہ اسکے بعد پیدا ہوا پس انھون نے قبول کیا تو غلہ انکے واسطے ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے
اور اگر اسکے بعد اسکا کوئی بچہ پیدا ہوا پس اُسنے قبول کیا تو غلہ اسکا ہوگا یہ محیط میں ہے - پس اگر اُسنے ایک سال غلہ قبول کیا پھر کہا کہ
مین نہیں قبول کرتا ہون تو اسکو یہ اختیار نہیں ہے اور اسکا رد کرنا کچھ موثر نہ ہوگا اور فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ لی ہوئی آمدنیون
کے حق میں یہ جواب صحیح ہے اسواسطے کہ وہ سب اسکی ملک ہو گئی ہین پس انکو رد نہیں کر سکتا ہے اور رہے وہ غلات جو آیندہ
پیدا ہونگے تو انمین اسکی کچھ ملک نہیں ہے ہان فقط حق اسکا انمین ثابت ہے اور خالی حق اگر رد کیا جاوے تو رد ہو سکتا ہے
یہ ذخیرہ مین ہے - اور اگر زید پر اور اسکے بعد اسکی نسل پر وقف کیا ہو پس زید نے کہا کہ مین نہیں قبول کرتا ہون نہ اپنے نفس
کے واسطے اور نہ اپنی نسل کے واسطے تو اپنے نفس کے واسطے اسکا رد کرنا جائز ہے اور اسکی نسل و اولاد کے حق مین انکار کرنا
نہیں جائز ہے اگرچہ اسکا فرزند چھوٹا ہو یہ حاوی مین ہے - اور اگر اسنے کہا کہ مین ایک سال قبول کرتا ہون تو ایسا ہی ہوگا جیسا
اسنے کہا ہے اور اسکا قبول کرنا فقط ایک سال کے واسطے موثر ہوگا اور اسی طرح اگر اسنے کہا کہ اسکا ماسوا مین قبول
نہیں کرتا ہون تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الذخیرہ - اسی طرح اگر کہا کہ مین نصف آمدنی قبول کرتا ہون اور نصف نہیں قبول
کرتا ہون تو بھی اسکے قول کے موافق ہوگا - اور اگر وقف کرنے والے نے کہا کہ عبد اللہ و زید پر جبتک دونون زندہ رہین پھر
دونون مین سے ایک مر گیا تو دوسرے کا نصف اسکو بحال رہیگا اور اُسکا یہ کہنا کہ جبتک دونون زندہ رہین اس سے
دوسرے کا حصہ باطل نہ ہوگا - اور اگر اسنے کہا کہ عبد اللہ اور اسکے بعد زید پر وقف ہے پھر عبد اللہ نے اس وقف کے
قبول کرنے سے انکار کیا تو وہ زید کے واسطے ہوگا اور اگر عبد اللہ نے کہا کہ مین نے قبول کیا اور زید نے کہا کہ مین نہین
قبول کرتا ہون تو وہ عبد اللہ کے واسطے جبتک زندہ رہے برابر جاری رہیگا اور جب عبد اللہ مر جاوے تو وہ فقیرون
کے واسطے ہوگا یہ حاوی مین ہے

باب ششم وقف مین دعوی و شہادت کے بیان مین - اور اسمین دو فصلین ہین **فصل اول** دعوی کے بیان مین
اگر کسی نے ایک زمین فروخت کی پھر کہا کہ مین اسکو وقف کرچکا تھا یا کہا کہ یہ زمین میرے اوپر وقف ہے پس اگر اسپر گواہ
قائم نہ ہوئے اور اسنے مدعا علیہ سے قسم لینی چاہی تو ایسا نہیں کر سکتا ہے اسواسطے کہ قسم لینے کی شرط یہ ہے کہ پہلے صحیح
دعوی ہو لے حالانکہ بیان بسبب تناقض کے دعوی صحیح نہ ہوا اسلیے کہ وقف مقتضی عدم ملک و بطلان بیع ہے اور خود
بیان بیع کی ہے جو مقتضی ملک ہے اور اگر اسنے وقف ہونے پر گواہ قائم کیے تو مختار یہ ہے کہ گواہ سنے جاوینگے اسواسطے کہ
دعوی اگرچہ بسبب تناقض کے باطل ہوا ہے مگر گواہی باقی رہی ہے کہ وقف پر بدون دعوی کے گواہی سنی جاتی ہے یہ غیاثیہ
مین ہے اور جب گواہی سنکر قبول ہوئی تو بیع ٹوٹ جائیگی یہ واقعات حسامیہ مین ہے - اور فتاوے نسفی مین یہ ذکر فرمایا کہ
وقف پر گواہی بدون دعوے کے صحیح ہے اور اسکو مطلقاً فرمایا کوئی تفصیل نہین فرمائی حالانکہ علی الاطلاق یہ جواب صحیح
نہین ہے بلکہ صحیح اسی تفصیل سے ہے کہ جو وقف جو حق اللہ تعالی ہوا اسپر بدون دعوی کے گواہی صحیح ہے اور جو وقف جو حق العباد
ہو تو اسکے وقف ہونے پر بدون دعوی کے گواہی صحیح نہیں ہے کذا فی الذخیرہ اور شیخ رشید الدین نے یہ تفصیل ذکر کرکے
کہا کہ امام فضلی رحمہ نے اسی طرح تفصیل فرمائی ہے اور یہی مختار ہے اور یہی امام ابو الفضل کرمانی کا فتوے ہے یہ فصول عمادیہ مین ہے
اور اس صورت مین مشتری کو یہ اختیار نہین ہے کہ ثمن وصول کرنے کی غرض سے اس اراضی کو اپنے قبضہ مین روک رکھے
یہ تاتارخانیہ مین ہے - اور اگر بائع نے دعوی کیا کہ یہ اراضی فلان مسجد پر وقف ہے اور گواہ پیش کیے تو قبول ہونگے

اور بیع ٹوٹ جائیگی اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور بعض نے فرمایا کہ بائع کے کلام میں تناقض نہ ہوگا اور وہ متناقض نہیں قرار
دیا جائیگا اور اول اصح ہے یہ ذخیرہ میں ہے - اور اگر اُسنے یہ نہ کہا کہ یہ زمین مجھپر وقف ہے تو شیخ نسفی نے اپنے فتاوی میں ذکر
فرمایا ہے کہ ایسا دعوی بالکل سرے سے مسموع نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر اُسنے دوسرے سے کہا کہ یہ اراضی مجھپر وقف ہے
پھر اسکے بعد دعوی کیا کہ مجھپر وقف ہے تو اسکا دعوی مسموع نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے - اور اگر دعوی کیا کہ یہ زمین میری ملک ہے
میں نے اسکو اپنے باپ سے میراث پایا ہے پھر دعوی کیا کہ اسکو میرے باپ نے مجھپر وقف کیا ہے تو بسبب تناقض کے دعوی مسموع
نہوگا - اور اگر وقف کیے ہوے مکان کا متولی ہونا قبول کیا یا کسی ترکہ کا وصی ہونا قبول کیا اور یہ قبول کرنا بعد اس امر
سے آگاہ ہونے اور یقین جاننے کے تھا کہ یہ ترکہ ہے یا وقف ہے پھر دعوی کیا کہ یہ میری ملک ہے تو دعوی مسموع نہوگا
اور اگر پہلے وقف ہونے کا دعوی کیا پھر میراث ہونے کا دعوی کیا تو بھی دعوی مسموع نہوگا لیکن اگر اُسنے دونوں دعووں
میں اسطرح توفیق دی اور بات بنائی کہ میرے باپ نے پہلے مجھپر وقف کیا تھا ولیکن یہ وقف لازم نہیں ہونے پایا تھا کہ بعد اسکے مرگیا
تو یہ دعوی قبول ہوگا اور اگر کسی مکان یا زمین کی نسبت دعوی کیا کہ یہ میری ہے پھر دعوی کیا کہ یہ وقف ہے تو صحیح ہوا سبب یہ ہے کہ اگر
اُسنے اس عقار کے رقبہ کا دعوی بسبب اپنے متولی ہونے کے کیا تھا تو دونوں دعووں میں توفیق ہو سکتی ہے اسواسطے کہ عادت
کے موافق وقف کو متولی اپنی طرف نسبت کرتا ہے بدین اعتبار کہ اسکو اس میں تصرف کا اور اسکی بابت خصومت کرنے کا اختیار حاصل
ہوتا ہے اور اگر کسی مکان کی نسبت دعوی کیا کہ یہ میری ملک ہے پھر دعوی کیا کہ یہ وقف ہے کہ اسکو فلان شخص نے فلان
مسجد پر وقف کیا ہے تو وقف کا دعوی مسموع نہوگا یہ خزانۃ المفتین وفصول عمادیہ میں ہے - اور فتاوی نسفی میں مذکور ہے کہ اگر
زمین کے مشتری نے بائع پر دعوی کیا کہ یہ زمین وقف ہے اور تو نے میرے ہاتھ اسکو جب فروخت کیا تو بغیر حق فروخت کیا ہے تو
فرمایا کہ مشتری کو اس خصومت کا اختیار نہیں ہے بلکہ اسکا اختیار متولی کو ہے اور اگر اسکا کوئی متولی نہو تو قاضی ایک متولی مقرر کریگا
جو اُس سے مخاصمہ کریگا اور وقف ہونے کو ثابت کریگا پھر جب یہ بات ثابت ہو گئی تو بیع کا باطل ہونا ظاہر ہو جائیگا پس اسوقت
مشتری اپنا ثمن اپنے بائع سے واپس لیگا یہ محیط میں ہے - اور اگر کسی متولی نے مشتری پر دعوی کیا کہ یہ مکان وقف ہے فلان
کی اولاد پر اور اُسنے مشتری پر استحقاق ثابت کیا پس مشتری نے چاہا کہ بائع سے ثمن واپس لے پس بائع نے کہا کہ ہان
فلان نے اسکو فلان مذکور کی اولاد پر وقف کیا تھا لیکن جب وقف کرنے والا مرا تو اسکے وارثون نے قاضی کے حضور میں مقدمہ
پیش کیا حتی کہ قاضی نے اُسکے وقف کے باطل ہونے کا حکم دیدیا اور میں وقف کنندہ کا وارث تھا پس ہم سبنے ترکہ کو باہم تقسیم
کیا تو یہ مکان میرے حصہ میں آیا پس میری بیع صحیح واقع ہوئی ہے تو اُس سے دعوی وقف مندفع ہو جائیگا اور مشتری کے
قبضہ میں باقی رہیگا یہ فصول عمادیہ میں ہے - اور اگر وقف کا دعوے کیا یا گواہوں نے وقف کی گواہی دی اور انھون نے
وقف کرنیوالے کو بیان نہ کیا تو خصاف نے ادب القاضی کے باب قبض المحاضر من دیوان القاضی المعزول میں ذکر فرمایا ہے کہ
وقف کا دعوی اور وقف پر گواہ بدون بیان وقف کرنے والے کے صحیح ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے - ایک نے دعوی کیا
کہ یہ اراضی مجھپر وقف ہے تو دعوی مسموع نہوگا اور یہ جو مذکور ہے کہ دعوی مسموع ہوگا تو یہ اسی شخص سے مسموع ہوگا جو متولی
ہووے اور فتاوے میں لکھا ہے کہ اگر اُسنے دعوی کیا کہ مجھپر وقف ہے تو دعوی مسموع ہوگا ولیکن اول اصح ہے اور اسی پر
فتوے ہے یہ خلاصہ میں ہے - اور شیخ رشید الدین نے فتاوی میں ذکر فرمایا ہے کہ جسپر وقف ہے اُس نے دعوی کیا کہ یہ مجھپر وقف
ہے پس اگر اُسکا دعوی باجازت قاضی ہو تو بالاتفاق صحیح ہوگا اور اگر قاضی کی بغیر اجازت ہے تو اُس میں دو روایتیں ہیں

زمین سے اسے ہی ہو کہ ایسا دعوی نہین صحیح ہو اسلیے کہ اسکا حق فقط اسکی آمدنی سے متعلق ہو اور کچھ نہین ہو پس اور کسی چیز کیواسطے
خصم نہین ہوسکتا ہو ۔ اور اگر ایک جماعت پر وقف ہو پس انہین سے ایک نے بدون اجازت قاضی کے دعوی کیا کہ
یہ وقف ہو تو نہین صحیح ہو اور اسمین بھی ایک روایت ہو کوئی مختلف روایت نہین ہو اور ذخیرہ فتاوے رشید الدین
مین مذکور ہو کہ جو شخص وقف کی آمدنی کا مستحق ہو تو اسکی آمدنی کا دعوی نہین کر سکتا ہو بلکہ اُس کا دعوے متولی
کر سکتا ہو یہ فصول عمادیہ مین ہو ۔ وقف والے نے اگر چاہا کہ وقف کے معاملات مین دعوی کی سماعت کرے اور
گواہون پر یا قسم سے بازرہنے پر حکم کرے تو دیکھا جائے گا کہ اگر سلطان نے اسکو یہ اختیار دیا ہو خواہ صریح یا بدلالت
ثابت ہو تو اُسکا حکم جائز ہوگا ورنہ نہین یہ واقعات حسامیہ مین ہو ۔ ایک زمین ایک حاضر کے قبضہ مین ہو اور دوسری
زمین ایک دوسرے کے قبضہ مین ہو جو غائب ہو پس زید نے اس حاضر پر دعوی کیا کہ یہ دونون زمینین مجھپر وقف ہین کہ
ان دونون کو اُسکے دادا نے مجھپر اور میری اولاد اور اولاد کی اولاد پر وقف کیا ہو تو شیخ ابو جعفر ہندوانی نے فرمایا کہ اگر
گواہون نے یہ گواہی دی کہ یہ دونون زمینین وقف کرنے والے کی تھین اور اُسنے ان دونون کو ایک ساتھ وقف کیا ہو تو دونون
زمینون کے وقف ہونے کا حکم دیا جائے گا اور اگر گواہون نے انکے جدا جدا وقف کرنے کی گواہی دی تو فقط اسی زمین
کے وقف ہونے کا حکم دیگا جو حاضر کے قبضہ مین ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہو ۔ دو بھائیون کے درمیان ایک وقف ہو جنہین
سے ایک مرگیا اور یہ وقف میت کی اولاد اور دوسرے زندہ کے پاس رہا پھر زندہ نے اپنے بھائی کی اولاد مین سے
ایک کے اوپر گواہ قائم کیے کہ یہ وقف بطنا بعد بطن ہو یعنے جب اول پشت والے گذرجاوین تب دوسری پشت والون کو
ملے اور حال یہ ہو کہ باقی اولاد برادر میت غائب ہین اور وقف بہ کہ بذا الا ایک اور وقف ایک ہو تو گواہ مقبول ہونگے اور بھائی کا
یہ فرزند جو حاضر جسپر دعوی کیا ہو یہ سب باقیون کی طرف سے بھی خصم ہوگا اور اگر برادر میت کی اولاد نے گواہ دیے کہ یہ وقف
ہمپر اور مجھپر مطلقاً ہو یعنے بطنا بعد بطن کی قید نہین ہو تو برادر زندہ یعنے جنسے بطنا بعد بطن وقف کے گواہ قائم کیے ہین اُسکے
گواہ اولے ہونگے یعنی وہی مقبول ہونگے یہ قنیہ مین ہو ۔ ایک باغ انگور زید کے قبضہ مین ہو اُس کا عمرو نے دعوی کیا
پس زید نے کہا کہ مین نے اس باغ کو وقف کے شرائط کے ساتھ وقف کیا ہو اور عمرو کے پاس گواہ نہین ہین پس عمرو
نے زید سے قسم طلب کی تو اگر عمرو نے اس غرض سے قسم چاہی ہو کہ اگر یہ قسم سے انکار کرے تو مین باغ مذکور لے لون
تو زید پر قسم عائد نہ ہوگی اور اگر اس غرض سے قسم چاہی کہ اگر انکار کرے تو اس سے قیمت لے لون تو زید پر قسم عاید ہوگی
یہ مضمرات مین ہو ۔ ایک بیت کے اوپر دوسرا بیت ہو اور یہ بیت متصل مسجد ہو کہ مسجد کی صف نیچے والے بیت کی صف
سے متصل ہو اور نیچے والے بیت مین گرمیون وجاڑون مین نماز پڑھی جاتی ہو پھر اہل مسجد نے اور ان لوگون نے جو
اوپر والے بیت مین رہتے ہین اختلاف کیا اور اوپر کے بیت والون نے کہا کہ یہ ہماری ملکیت مین بطریق میراث آیا ہو (یعنی میراثاً ملا ہو) تو قول
انکا مقبول ہوگا یہ محیط مین ہو ۔ زید نے ایک مکان پر جو عمرو کے قبضہ مین ہو دعوی کیا کہ یہ مکان اپنی اصل و عمارت سے
میری ملک ہو اور مدعا علیہ نے اُس سے انکار کیا اور دعوی کیا کہ یہ فلان مسجد کی حاجات و اصلاح کے واسطے وقف ہو
پس مدعی نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے اور اسکے نام حکم دیدیا گیا اور اسکے واسطے اُسکی ملکیت کا سجل قاضی نے لکھدیا پھر
مدعی نے اقرار کیا کہ اصل مکان یعنی زمین ورقبہ اُسکا وقف ہو اور اسکی عمارت میری ہو تو اسکا دعوی اور حکم وسجل سب باطل
ہوگیا ایسا ہی فتاوے اہل سمرقند مین لکھا ہو کذا فی المضمرات ۔ ایک نے ایک مکان کا دعوے کیا اور اس کے نام اسکی

ملکیت کا حکم ہوگیا پھر متولی نے دعوی کیا کہ اسکی زمین وقف ہی اور گواہ قائم کیے پس اگر مدعی مذکور نے مکان کا دعوی زمین وعمارت سمیت کیا تھا تو متولی کے گواہ قبول نہونگے اور اگر اُسنے دعوی مکان مع اسکی عمارت کے نہین کیا تھا تو زمین وقف رہیگی - اور اگر ایک مکان کا دعوی کیا اور قبضہ حاصل کرلیا پھر متولی نے رقبہ مکان کا استحقاق ثابت کردیا تو اسکی عمارت مدعی کی ملک مین باقی رہیگی یہ فصول عمادیہ مین ہی - ایک مکان دو بھائیون پر وقف ہی جسمین سے ایک غائب ہوگیا اور جو حاضر رہا اُسنے نو برس تک اسکی آمدنی وصول کی پھر جو حاضر تھا یہ مرگیا اور اپنا وصی چھوڑا پھر جو غائب ہوگیا تھا وہ حاضر آیا اور اُسنے وصی سے اپنے حصہ غلہ کا مطالبہ کیا تو فقیہ ابو جعفر نے فرمایا ہی کہ جو حاضر تھا جسنے آمدنی وصول کی ہی اگر وہی اُسکا متولی تھا تو غائب مذکور کو اختیار ہوگا کہ اپنے حصہ (آمدنی) حاصلات کو اسکے ترکہ سے وصول کرلے اور اگر خاص وصول کرنیوالا اس وقف کا متولی نہو ولیکن بات یہ تھی کہ دونون بھائیون نے ساتھہی اس وقف کو اجارہ پر دیا تھا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر اسکو اجارہ پر فقط اسی حاضر نے دیا تھا تو قضاءً پوری اجرت اسی حاضر کی ہوگی مگر سب اسکو حلال نہوگی بلکہ جو وصول کی ہی اُسمین سے بقدر حصہ غائب کے صدقہ کردے یہ فتاوے قاضیخان مین ہی - زید کے قبضہ مین نصف مکان ہی عمرو نے دعوی کیا کہ مین نے اس دار کو وقف کیا ہی اور حال یہ کہ وہ میری ملک تھا اور پورے مکان کے وقف کے گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے اسواسطے کہ مدعی نے پورے دار کے وقف کا دعوی کیا ہی مگر بات اتنی ہی کہ اُسنے گواہ قائم کیے ایک قابض پر جتنا اُسکے قبضہ مین تھا پس کل مین یہ بھی آگیا اور کل اُسکا مقبوضہ وقف کیا ہوا ثابت ہوا یہ مضمرات مین ہی - اور اگر کسی نے وقف مین کچھ دعوی کیا تو یہ دعوی ان لوگون کے مقابلہ مین جنپر یہ وقف ہی مسموع نہوگا بلکہ بمقابلہ قیم کے یا وقف کنندہ کے مسموع ہوگا یہ فتاوی غیاثیہ مین ہی - اور اگر متولی نے وقف ہونے پر گواہ قائم کیے اور کسی مدعی نے اپنی ملک ہونے پر گواہ دیے اور فی الحال قبضہ متولی کا ہی تو قابض کے گواہ مسموع نہونگے (اسکے گواہ قبول ہونگے) بلکہ غیر قابض مدعی کے گواہون پر حکم ہوگا پھر اگر اسکے بعد متولی نے خارج ہوکر وقف ہونے کے گواہ دیے تو مسموع نہونگے اور امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ متولی قابض کے گواہ وقف ہونے کے قبول ہونگے اور مدعی غیر قابض کے گواہ ملک مقبول نہونگے مگر فتوی امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے قول پر ہی (یعنی قول اول کا) یہ فصول عمادیہ مین ہی - اور اگر خالد نے ایک مکان کی ملک کا دعوی کیا اور مکان مذکور ایک متولی کے قبضہ مین ہی اور وہ کہتا ہی کہ اسکو زید نے فلان مسجد پر وقف کیا ہی اور قاضی نے مدعی یعنے خالد کے نام حکم دیدیا پھر دوسرا متولی آیا اور اُسنے خالد یعنی مدعی مذکور پر دعوی کیا کہ اسکو عمرو نے فلان مسجد پر وقف کیا ہی تو دعوی وگواہ مقبول ہونگے اور اگر قاضی نے کسی کو حکم دیا کہ مکان وقف کو ماہواری کرایہ پر دیا کرے تو یہ شخص کسی مدعی کا خصم نہین ہوگا اور اسیطرح اگر اراضی کا کاشتکار ہو تو اسپر بھی دعوی صحیح نہین ہوتا ہی خواہ اراضی وقف کا کاشتکار ہو یا غیر وقف کا اور اسیطرح اگر کاشتکار کے پاس اراضی کی آمدنی جمع ہوتی ہی یا مکان وقف کی آمدنی جمع ہوتی ہو اگر اُسکا کسی نے دعوی کیا تو اس کاشتکار یا غلہ دار کے اوپر صحیح نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - فصل دوم گواہی کے بیان مین - اگر دو گواہون نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اسنے اپنی زمین وقف کی ہی اور گواہون نے اس زمین کے حدود بیان نہ کیے تو گواہی باطل ہی اسی طرح اگر دونون مین سے ایک نے حدود بیان کیے اور دوسرے نے نہ بیان کیے تو بھی یہی حکم ہی کہ گواہی باطل ہی اور اگر دونون نے گواہی دی کہ اسنے اپنی وہ زمین جو فلان مقام پر ہی وقف کی اور دونون نے کہا کہ ہم سے اسنے اسکے حدود بیان نہ کیے تو گواہی باطل ہی اور امام خصاف نے فرمایا ولیکن اگر یہ اراضی مشہور ہو کہ اسکی شہرت کی وجہ سے اسکے حدود

بیان کرنے کی حاجت نہ رہی ہو تو ایسی صورت میں اسکے وقف ہونے کا حکم دونگا اور اگر گواہوں نے اسکی دو حدیں بیان
کی ہوں تو ہمارے نزدیک مشہور قول یہ ہے کہ گواہی غیر مقبول ہے اور اگر گواہوں نے تین حدیں بیان کی ہوں تو ہمارے علمائے
ثلثہ کے نزدیک گواہی مقبول ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر گواہوں نے اسکی تین حدیں بیان کیں اور کہا کہ ہمارے سامنے
اسنے فقط انھیں تین حدوں کا اقرار کیا تھا تو گواہی جائز ہوگی یہ حاوی میں ہے۔ اور امام خصاف سے دریافت کیا گیا کہ جب
ہم نے تین حدوں کی گواہی قبول کی تو چوتھی حد کی نسبت کیونکر حکم کریں تو فرمایا کہ بمقابلہ تیسری حد کے قرار دونگا کہ وہ
مقابل کے نمبر وضع تک پہونچ جاوے یہ محیط میں ہے۔ اگر دونوں گواہوں نے گواہی دی کہ اسنے اپنی زمین جو فلان مقام
پر ہے وقف کی اور ہم سے اسکے حدود بیان کیے تھے لیکن ہم بھول گئے ہیں تو انکی گواہی قبول نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔
اور اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اسنے اپنی زمین وقف کی اور ہم سے اسکے حدود بیان نہیں کیے ولیکن ہم
اسکے حدود جانتے ہیں تو ہلال نے ذکر فرمایا ہے کہ قاضی انکی گواہی قبول نہ کریگا اور قاضی امام ابو زید شروطی نے فرمایا کہ اسکی تاویل
یہ ہے کہ باوجود اس کہنے کے گواہوں نے قاضی سے اسکے حدود بیان نہیں کیے اور اگر بیان کیے اور ٹھیک ہیں تو گواہی قبول
ہوگی اور امام خصاف نے فرمایا کہ میں اس گواہی کو جائز رکھتا ہوں اور حکم دونگا کہ زمین مذکور اپنے حدود سے وقف ہے اور گواہوں
سے کہونگا کہ حدود بیان کرو پس جو حدود بیان کرینگے انھیں کے ساتھ حکم دونگا یہ ظہیریہ و محیط و ذخیرہ میں ہے۔ اور شیخ ہلال
نے فرمایا کہ اور اسی طرح اگر گواہوں نے کہا کہ اس شخص کی اس شہر میں سوائے اس زمین کے اور زمین نہ تھی تو بھی قبول نہوگی
یہ محیط میں ہے۔ اور اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اسنے اپنی زمین وقف کی اور ہم سے اسکے حدود بیان نہیں کیے ولیکن ہم
اسکی زمین کو پہچانتے ہیں تو قبول نہوگی کیونکہ شاید وقف کرنے والے کی اور زمین بھی ہو سوائے اسکے جسکو وقف کیا ہے
اور جسکو گواہ پہچانتے ہیں اور اسی طرح اگر گواہوں نے یہ کہا ہو کہ ہم اسکی اور کوئی زمین نہیں جانتے ہیں تو بھی گواہی
مقبول نہ ہوگی اسلیے کہ شاید اسکی اور زمین ہوگی اسکو یہ دونوں گواہ نہ جانتے ہوں یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔
اور اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اسنے ہمکو گواہ کیا تھا کہ اسنے اپنی وہ زمین وقف کی جس میں یہ ہے اور اسنے ہم سے حدود
بیان نہیں کیے تھے تو گواہی جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور امام رح نے فرمایا کہ اسکی تاویل یہ ہے کہ گواہوں نے اسکو قاضی
سے بیان کر دیا کہ فلان زمین ہے اور اسکو گواہ جانتے تھے اور اگر انھوں نے ایسا نہ کیا ہو تو گواہی قبول نہ ہوگی یہ ذخیرہ
میں ہے۔ اور اگر گواہوں نے کہا کہ اسنے ہم سے اسکے حدود بیان کیے تھے کہ زمین یاد نہیں ہے کہ اس نے ہم سے کیا حدود
بیان کیے تھے تو گواہی باطل ہے یہ محیط میں ہے اور دونوں نے گواہی دی کہ اس نے اپنی زمین وقف کی اور زمین کے
حدود بیان کیے ولیکن ہم یہ نہیں جانتے ہیں کہ یہ زمین کہاں واقع ہے تو انکی گواہی جائز ہے اور مدعی کو تکلیف دیجائیگی کہ
گواہ قائم کرے کہ جسکا دعوی کرتا ہے وہ یہی زمین ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اسی طرح اگر دونوں نے کہا کہ ہمکو
اسنے اسکے حدود پر گواہ کیا اور حدود کو نام رکھکر بیان نہیں کیا تو گواہی مقبول ہے پس اگر گواہوں نے حدود پر گواہی دی
اور کہا کہ ہم پہچانتے نہیں ہیں تو گواہی جائز ہے اور مدعی کو تکلیف دیجائیگی کہ اپنے گواہ لاوے جو حدود کو پہچانتے ہوں یہ
(یعنی جو وقف کا دعوی کرتا ہے)
حاوی میں ہے۔ اور اگر دونوں نے گواہی دی کہ اسنے ہمارے سامنے اقرار کیا کہ اسنے اپنا حصہ اس اراضی میں
سے جو فلان مقام پر ہے جسکے حدود یہ ہیں و چنان ہیں اللہ تعالی کے واسطے صدقہ موقوفہ کر دیا ابد تک اور آخر میں
مساکین پر صدقہ موقوفہ کیا اور یہ حصہ ہمارا اسی طرح اراضی میں سے ایک تہائی ہے پھر جب حاکم نے معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ اسکا

حصہ اس اراضی میں سے ایک تہائی سے زائد ہو تو امام خصاف نے فرمایا کہ اُسکا تمام حصہ وقف گردانا جائیگا انھیں وجوہ پر جنپر اُسنے وقف کیا ہو یہ ظہیریہ میں ہو اور اگر اُسکا غلہ ایک قوم پر جنکو بیان کیا ہو اور بعد انکے مسکینوں پر وقف کیا پھر جن لوگوں پر وقف کیا ہو اُنھوں نے اُسکی تصدیق کی اور اُنھوں نے کہا کہ اسنے فقط تہائی ہمپر صدقہ کی ہو تو امام خصاف نے فرمایا کہ انکی تصدیق کرنا یا خاموش رہنا اسمیں یکسان ہو اور حکم دیا جائے گا کہ اُسنے اپنا سب حصہ وقف کیا ہو مگر اس تمام میں سے فقط زمین کے تہائی حصہ کی آمدنی ان سب لوگوں کو جنکو معین بیان کیا ہو دیجائیگی اور باقی مسکینوں پر صدقہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہو۔ اور اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اسنے اس دار میں سے اپنا حصہ یا اس اراضی میں سے جو کچھ اُسنے اپنے باپ سے میراث پایا ہو وقف کیا ہو اور یہ معلوم نہیں کہ وہ کسقدر رہی تو قیاساً گواہی جائز نہیں ہو اور استحساناً جائز ہو یہ حاوی میں ہو۔ اور اگر گواہوں نے وقف کرنیوالے پر گواہی دی کہ اُسنے اس اراضی یا دار میں سے اپنا حصہ وقف کرنے کا اقرار کیا ہو اور گواہوں کو یہ نہیں معلوم کہ اسکا حصہ اسمیں سے کسقدر رہی تو قاضی اس وقف کرنے والے کو مالخوذ کریگا کہ اسمیں سے اپنے حصہ کی مقدار بیان کرے پس جو کچھ حصہ اُسنے بیان کیا اسمیں قول اسی کا قبول ہوگا اور اس قدر کے وقف ہونے کا اسپر حکم دیا جائیگا اور اگر وقف کرنے والا مرگیا تو اس بیان کے واسطے اسکا وارث اسکے قائم مقام ہوگا پس جو کچھ اُسنے بیان کیا اسی قدر کو وقف ہونا اسپر لازم ہوگا یہانتک کہ قاضی کے نزدیک اسکے بیان کے سوائے کچھ اور صحیح ہو پھر جب قاضی کے نزدیک جو کچھ صحیح ہوا ہو اُسکے وقف ہونے کا حکم دیگا یہ فصول عمادیہ میں ہو۔ اور اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اُسنے اپنی زمین وقف کی ہو مگر دونوں نے اسکا مقام بیان کرنے میں باہم اختلاف کیا پس ایک نے کہا کہ اسنے اپنی زمین جو فلان مقام پر واقع ہو وقف کی اور دوسرے نے کہا کہ اسنے اپنی زمین جو فلان مقام دیگر میں واقع ہو وقف کی ہو تو گواہی قبول نہوگی اور اگر دونوں نے اس طرح اختلاف کیا کہ اسنے اپنی زمین جو فلان مقام پر واقع ہو وقف کی ہو اور دوسرے نے کہا کہ اسنے یہ زمین اور ایک دوسری زمین وقف کی ہو تو جسپر دونوں نے اتفاق کیا ہو اُسکی بابت گواہی قبول ہوگی اور اُسکے وقف ہونے کا حکم دیدیا جائیگا اور اگر دونوں میں سے ایک نے کہا کہ اسنے یہ زمین پوری وقف کی ہو اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے یہ زمین نصف وقف کی ہو تو نصف پر گواہی قبول ہوگی اور نصف زمین مذکور کے وقف ہونے کا حکم دیا جائیگا ایسا ہی شیخ ہلال و امام خصاف نے ذکر فرمایا ہو اور اگر دونوں میں سے ایک گواہ نے کہا کہ اسنے اس شخص یا اس کار خیر کے واسطے تہائی غلہ مقرر کیا ہو اور دوسرے نے کہا کہ اسکے واسطے نصف غلہ قرار دیا ہو تو ان دونوں عالموں کے نزدیک تہائی کی بابت گواہی مقبول ہوگی یہ محیط میں ہو۔ اور اگر ان دونوں میں سے ایک نے گواہی دی کہ اسنے نصف اس زمین کا مشاع یعنی بے بانٹا ہوا اور جدا تمیز کیا ہوا وقف کیا ہو اور دوسرے نے کہا کہ اس زمین کا نصف بانٹا ہوا الگ ممیز کیا ہوا وقف کیا ہو تو گواہی مذکور باطل ہو یہ ظہیریہ میں ہو اور اگر ایک نے گواہی دی کہ اسنے جمعہ کے روز وقف کی ہو اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے جمعرات کے روز وقف کی ہو یا ایک نے کہا کہ اسنے کوفہ میں وقف کی ہو اور دوسرے نے کہا کہ اسنے بصرہ میں وقف کی ہو تو گواہی جائز ہو یہ حاوی میں ہو۔ اور اگر ایک نے گواہی دی کہ اسنے اپنی زمین بعد میری وفات کے وقف قرار دی ہو اور دوسرے نے کہا کہ اسنے اپنی زمین وقف صحیح قطعی فی الحال قرار دی تو گواہی باطل ہو اور اگر ایک نے گواہی دی کہ اسنے اسکو اپنی صحت میں وقف کیا اور دوسرے نے کہا کہ اپنے مرض میں وقف کیا تو دونوں کی گواہی جائز ہو یہ فتاوے قاضی خان میں ہو۔ اور اگر

ایک نے گواہی دی کہ اسنے اس عقار کو فقیرون پر صدقہ وقف کیا گیا قرار دیا ہے دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے اس کو مسکینون پر صدقہ موقوفہ قرار دیا ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور حاصل یہ ہے کہ جب دونون گواہ اس کے صدقہ موقوفہ ہونے پر متفق ہوئے مگر دونون میں سے ایک کی گواہی میں کوئی زائد بات ہے جسکو دوسرا اپنی گواہی میں نہیں کہتا ہے تو جتنے پر دونون متفق ہیں اسقدر ثابت ہوگا یعنے فقیرون پر اسکا صدقہ ہونا ثابت ہوگا اور اسی سے ہم نے نکالا ہے کہ اگر دونون میں سے ایک نے گواہی دی کہ اسنے اسکو عبد اللہ پر صدقہ موقوفہ قرار دیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے اسکو زید پر صدقہ موقوفہ قرار دیا ہے تو یہ فقیرون پر وقف ثابت ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر دونون میں سے ایک نے گواہی دی کہ اسنے اسکو عبد اللہ و اسکی اولاد پر وقف کیا ہوا صدقہ قرار دیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ عبد اللہ پر صدقہ موقوفہ قرار دیا ہے تو میں اسکو عبد اللہ پر صدقہ موقوفہ ہونے کا حکم دونگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ امام خصاف نے اپنی وقف میں بیان فرمایا ہے کہ اگر ایک نے گواہی دی کہ اس شخص نے اسکو عبد اللہ و زید پر صدقہ موقوفہ کر دیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے خاصۃً عبد اللہ پر صدقہ وقف کیا ہے تو ہم اسمین سے نصف کا واسطے عبد اللہ کے اور نصف باقی کا واسطے فقیرون کے حکم دینگے اور ہمارے مشایخ نے فرمایا کہ یہ جو امام خصاف نے فرمایا ہے کہ ہم عبد اللہ کے واسطے نصف عقار کا حکم دینگے یہ سب اماموں کے قول پر ہونا واجب ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک نے گواہی دی کہ یہ فقیرون پر وقف ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ یہ ثواب کے کامون پر وقف ہے تو گواہی جائز ہوگی اور وقف مذکور کی حاصلات فقیرون پر صدقہ ہوگی یہ حاوی میں ہے۔ امام خصاف نے اپنی وقف میں بیان فرمایا ہے کہ اگر دونون میں سے ایک نے گواہی دی کہ اسنے اس زمین کو فقیرون و مسکینون پر صدقہ موقوفہ کیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے اسکو فقیر و مسکینون و کارہائے خیر و ثواب پر صدقہ موقوفہ کیا ہے تو ایسی گواہی مقبول ہوگی اور اگر ایک نے گواہی دی کہ اسنے اپنی اراضی کو فقیرون و مسکینون پر صدقہ موقوفہ قرار دیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے اپنی اراضی کو فقیرون و مسکینون اور اپنی قرابت کے فقیرون پر صدقہ موقوفہ کیا ہے تو فرمایا کہ یہ زیادتی مثل کارہائے ثواب کے زیادتی کے نہیں ہے اسواسطے کہ جس نے قرابت کے فقیرون کو زیادہ کیا ہے اس نے فقیرون و مسکینون کے واسطے تمام حاصلات کی گواہی نہ دی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر گواہون نے گواہی دی کہ یہ زمین اسنے وقف کی ہم دونون پر یا ہم میں سے ایک پر یا ہماری اولاد پر یا ہماری عورتون پر یا ہمارے والدین پر یا اپنی قرابت پر حالانکہ یہ دونون گواہ اس کی قرابت میں سے ہیں یا آل عباس پر حالانکہ یہ دونون آل عباس سے ہیں یا اپنے آزاد کیے ہوؤن پر حالانکہ یہ دونون بھی اُسکے آزاد کیے ہوؤن میں سے ہیں تو ایسی گواہی باطل ہے اور اگر دونون نے گواہی دی کہ اسنے یہ زمین ہم دونون اور فلان قوم پر وقف کی ہے تو پوری گواہی باطل ہے پھر اگر دونون نے کہا کہ جو کچھ اسنے ہمارے واسطے قرار دیا ہے ہم اسکو قبول نہیں کرتے ہیں تو یا قیون یعنے فلان قوم کے حق میں انکی گواہی جائز ہوگی کہ انکو جو ان کے واسطے بیان کیا ہے دیا جاوے گا اور ان دونون گواہون کا حصہ فقیرون کے واسطے قرار دیا جاوے گا یہ حاوی میں ہے اور اگر دونون گواہون نے وقف کرنے والے کی قرابت کے لیے گواہی دی حالانکہ دونون خود بھی اس کی قرابت سے ہیں اور دونون نے کہا کہ جو لفظ ہمارے واسطے کیا ہے ہم نے اسکو قبول نہیں کیا ہے تو بھی انکی گواہی مقبول نہوگی اگرچہ ان دونون کی اولاد نہو یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر وقف میں ایسی صورت واقع ہوئی پس دو گواہون نے گواہی دی

کہ یہ وقف کنندہ کے پڑوسیوں پر صدقہ موقوفہ ہی حالانکہ دونون گواہ بھی اسکے پڑوسی فقیرون مین سے ہین تو ان کی گواہی جائز ہی اور اگر دو گواہون نے ایک اراضی کی نسبت گواہی دی کہ یہ وقف کنندہ کے قرابتی فقیرون پر صدقہ ہی حالانکہ یہ دونون بھی اسکے قرابتی فقیرون مین سے ہین تو دونون کی گواہی قبول نہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر دو شخصون نے گواہی دی کہ اسنے یہ زمین اپنی قرابت کے فقیرون پر صدقہ موقوفہ کی ہی حالانکہ یہ دونون بھی اسکی قرابت سے ہین مگر گواہی دینے کے روز دونون تونگر ہین تو گواہی جائز نہوگی اسواسطے کہ اگر دونون فقیر ہوجاوینگے تو انکے واسطے اُس وقف سے حصہ ہوگا یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ اسنے اپنی یہ اراضی اپنی مسجد کے فقیرون پر وقف کی ہی حالانکہ یہ دونون اُسکی مسجد کے فقیرون مین سے ہین تو گواہی جائز ہی۔ اور اسی طرح اگر اہل مدرسہ نے مدرسہ کے واسطے وقف ہونے کی گواہی دی تو انکی گواہی قبول ہوگی۔ اور اگر کسی نے ایک چوکی ایک مسجد پر قرآن شریف پڑھنے کے واسطے یا اہل مسجد پر وقف کی اور اہل مسجد مذکور نے اس چوکی کے وقف کی گواہی دی تو یہ مسئلہ ہر دو مسئلہ مذکورۂ بالا کی نظیر ہی یعنی اہل مدرسہ نے مدرسہ کے واسطے وقف کی گواہی دی یا اہل محلہ نے اس محلہ کے واسطے وقف کی گواہی دی اس صورت مین کہ اہل مسجد نے چوکی کے وقف کی گواہی دی تو قبول ہونی چاہیے۔ اور مشائخ نے ان مسئلون مین جواب مین تفصیل فرمائی ہی چنانچہ اہل مدرسہ کی گواہی مین فرمایا کہ اگر گواہ لوگ اس وقف مدرسہ سے وظیفہ لیتے ہون تو انکی گواہی قبول نہوگی اور اگر خود نہ لیتے ہون تو گواہی قبول ہوگی اور اسی طرح اہل محلہ کی گواہی مین بھی اسی طرح تفصیل فرمائی ہی اور اسی طرح اگر مکتب پر وقف ہونے کی گواہی دی اور گواہ کا لڑکا اس مکتب مین ہی تو گواہی قبول نہوگی اور بعض نے فرمایا ہی کہ ان سب صورتون مین گواہی مقبول ہوگی اور یہی صحیح ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ ایک نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے یہ اراضی مساکین پر وقف کی ہی حالانکہ وہ اس سے انکار کرتا ہی پس مدعی نے اسکے اس طرح اقرار کرنے کے گواہ قائم کیے تو مین اسپر حکم دونگا کہ یہ اراضی اُسنے مساکین پر وقف کی ہی اور اراضی مذکور اسکے ہاتھ سے نکال لونگا یہ محیط مین ہی۔ جامع الفتاوی مین ہی کہ گانون مین ایک مکتب و اسکے معلم پر کوئی اراضی مثلاً وقف صحیح کے ساتھ وقف کی ہوئی ہی اور اسکو ایک شخص نے غصب کر لیا پس گانون والون مین سے ایسے لوگون نے جنکا لڑکا اس مکتب مین نہین ہی گواہی دی کہ یہ وقف ہی جسکو فلان بن فلان نے اس مکتب اور اسکے معلم پر وقف کیا ہی تو انکی گواہی جائز ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ دو گواہون نے ایک اراضی کی بابت گواہی دی کہ فلان نے اسکو مسجد یا مقبرہ یا کاروان سرا بنا کر دیا ہی پھر دونون نے اس سے رجوع کیا تو یہ اراضی جسکی بابت اسطرح وقف ہونے کی گواہی دی تھی وہ وقف رہیگی اور جس شخص پر انھون نے یہ گواہی دی تھی اُسکو اس اراضی کی اس روز کی قیمت جس روز قاضی نے مدعا علیہ پر حکم دیا ہی تاوان دینگے۔ اور اسی طرح اگر دونون نے گواہی دی کہ اسنے مساکین پر اور فلان پر پھر مساکین پر وقف کیا ہی پھر دونون نے رجوع کیا تو یہی حکم ہی یہ حاوی مین ہی۔ وقف پر گواہی دینا شہرت پر جائز ہی یعنی مشہور ہو کہ وقف ہی تو گواہ کو جائز ہی کہ اسکے وقف ہونے پر گواہی دے اور اسکے شرائط[1] پر اسطرح گواہی دینا نہین جائز ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ امام شیخ ظہیر الدین مرغینانی فرماتے تھے کہ یہ بیان کرنا ضرور ہی کہ کس جہت پر وقف ہی مثلاً گواہی دین کہ مسجد پر وقف ہی یا مقبرہ پر وقف ہی یا اسکے مانند اور جہت بیان کرین حتے کہ اگر گواہون نے جہت کو اپنی گواہیون مین بیان نہ کیا تو گواہی قبول نہ ہوگی اور یہ جو مشائخ نے فرمایا کہ وقف کے شرائط پر گواہی قبول نہین ہی اسکے یہ معنی ہین کہ جب گواہون نے جہت وقف کو بیان کیا اور یون گواہی دی کہ اس جہت پر وقف ہی تو انکو یہ نہ چاہیے کہ کہین کہ اسکی آمدنی سے پہلے اس جہت پر صرف کیا جائے گا پھر اس جہت پر علی ہذا القیاس

[1] وقف کے شرائط ۱۲
یعنی شہرت پر ۱۲
مگر دونون ۱۲

اور اگر اُنھون نے اس طرح بھی بیان کیا تو انکی گواہی مقبول نہوگی یہ ذخیرہ مین ہی- اور وقف مین گواہان اصل کی گواہی پر گواہی بھی مقبول ہوگی یہ ظہیریہ مین ہی اسی طرح شہادت بالتسامع بھی مقبول ہی یعنی حال سنکر اشتہار کے اس کے موافق گواہی ادا کرنی جائز ہی پس اگر گواہون نے تسامع سے گواہی دی اور دونون نے کہا کہ ہم تسامع سے گواہی دیتے ہین تو دونون کی گواہی قبول ہوگی اگرچہ اُنھون نے یہ تصریح کر دی کہ ہم تسامع سے گواہی دیتے ہین اس لیے کہ بسا اوقات گواہ کا سن کل بیس برس کا ہی اور وقف کی تاریخ سو برس ہی یعنی سو برس ہوئے جب سے وقف ہی تو قاضی کو یقینًا معلوم ہوگا کہ یہ گواہ آنکھ سے دیکھی بیان نہین کرتا ہی بلکہ تسامع سے بیان کرتا ہی پس ایسی صورت مین تصریح کر دینا اور خاموش رہنا دونون یکسان ہین اور شیخ ظہیر الدین نے اس طرف اشارہ کر دیا ہی اور یہ بخلاف دیگر معاملات کے جنمین تسامع سے گواہی جائز ہوتا ہی ثابت ہوا کیونکہ دیگر معاملات مین جنمین تسامع سے گواہی جائز ہی اگر گواہ نے تصریح کر دی کہ ہم تسامع سے گواہی دیتا ہون تو مقبول نہ ہوگی یہ فصول عمادیہ مین ہی- نوازل مین مذکور ہی کہ شیخ ابو بکر سے دریافت کیا گیا کہ ایک صدقہ موقوفہ پر ایک ظالم نے ظلم سے قبضہ کیا اور اسکے وقف ہونے سے انکار کیا پس آیا اس گانون والون کو جائز ہی کہ یہ گواہی دین کہ یہ فقیرون کے واسطے ہی تو فرمایا کہ جسنے وقف کرنے والے سے سنا ہو اسکو ایسی گواہی دینی جائز ہی اور جسنے نہین سنا ہی اسکو نہین جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی- ایک زمین ایک شخص کے قبضہ مین ہی پھر ایک قوم نے دعوی کیا کہ فلان شخص نے یہ زمین ہمپر وقف کی تھی تو یہ لوگ کچھ مستحق نہونگے اسواسطے کہ شاید اُسنے اپنی ملک وقف نہ کی ہو کیونکہ آدمی کبھی اپنی غیر مملوک چیز وقف کرتا ہی حالانکہ وہ وقف صحیح نہین ہوتا ہی اور اسی طرح اگر گواہون نے گواہی دی کہ اسنے یہ زمین وقف کی درحالیکہ اسکے قبضہ مین ہی تو بھی کچھ ثابت نہ ہوگا اسواسطے کہ شاید اسکے قبضہ مین بسبب ودیعت یا غصب کے ہو ہان اگر گواہون نے گواہی دی کہ فلان نے اس زمین کو ان پر وقف کیا درحالیکہ وہ اسکا مالک تھا تو اس زمین کے وقف ہونے کا حکم دیا جائیگا اور وقف کنندہ کے وارث یا وصی کی حاضری کی ضرورت نہ ہوگی یہ حاوی مین ہی- متفرقات اس فصل کے متعلقات سے ذیل کے مسائل ہین- ایک شخص ایک شہر کے قاضی کے پاس آیا اور کہا کہ مجھ سے پہلے جو قاضی یہان تھا مین اُسکا امین تھا اور میرے قبضہ مین ایک شخص کا جسکا نام فلان بن فلان تھا صدقہ موقوفہ ہی جسکو اسنے ایک قوم معلوم پر وقف کیا اور ان لوگون کو اسنے بیان کر دیا تو اُسکا قول قبول ہوگا بشرطیکہ وقف کرنے والے کے وارث نہون اور سوائے اس شخص کے قول کے اس صدقہ کی بابت اور کچھ معلوم نہو- اور اگر وقف کرنے والے کے وارث ہون اور اُنھون نے کہا کہ یہ ہمارے درمیان میراث ہی وقف نہین ہی تو قول وارثون کا قبول ہوگا اور وہ انکے درمیان میراث ہوگا اور اگر وارثون نے کہا کہ یہ ہمپر اور ہماری نسل پر اور بعد اسکے مساکین پر وقف ہی اور جس شخص کے قبضہ مین ہی اُسنے کہا کہ یہ سوائے تمھارے فقیرون و مسکینون پر وقف ہی تو قول وارثون کا قبول ہوگا- اور اگر اس شخص نے جسکے قبضہ مین یہ اراضی ہی کہا کہ یہ فقیرون و مسکینون پر وقف ہی اور یہ نہ کہا کہ اسکو فلان شخص نے وقف کیا ہی اور ایک قوم نے کہا کہ یہ ہمپر اور ہماری نسل پر وقف ہی اسکو ہمارے باپ نے وقف کیا ہی تو قاضی اسکے وقف ہونے کا حکم دیدیگا اور وارثون کے قول پر لحاظ نہ کریگا یہ سب اقتباس ناطفی مین مذکور ہی یہ محیط مین ہی- جن وقفون پر زمانہ دراز گذر گیا اور اسکے وارث اور وہ گواہ جو اسکے وقف ہونے پر گواہ ہوئے تھے مر گئے پس اگر اسکے رسوم قاضیون کے دفترون مین موجود ہون کہ انپر عملدرآمد ہوتا ہو تو جب اس وقف کے لوگون مین تنازع ہوگا تو انہین رسوم کے موافق عمل کیا جائیگا جو قاضیون کے

دفترون مین موجود ہین اور اگر اُسکی رسوم قاضیون کے دفتر ہین منون کہ ان پرعمل ہوتا ہو تو یہ وقف صدقہ موقوفہ قرار دیا
جائے گا یعنے اُسکے مصرف کی بابت حکم ہوگا پھر جس شخص نے اُس وقف مین اپنا حق ثابت کیا اُسکے واسطے حکم دیا جائیگا
اور یہ سب اسوقت ہی کہ وقف کرنے والے کے وارثون مین باقی نہون اور اگر باقی ہون اور اہل وقف نے تنازع کیا تو
دونون صورتون مین واقف کے وارثون کی طرف رجوع کیا جائے گا پھر جب انھون نے کچھ اقرار کیا تو انکے اقرار کو لیا جائے گا
پھر اگر یہ متعذر ہوا تو دفتر قاضی کے رسوم کی طرف رجوع کی جائے گی اور اگر یہ بھی متعذر ہوا تو یہ صدقہ موقوفہ کرکے چھوڑ دیجائیگی
یہان تک کہ اُسکے رسوم پر دلیل قائم ہو یہ مضمرات مین ہی۔ پھر اگر ان لوگون نے جو باہم جھگڑا کرتے ہین آپس مین صلح
کرلی اور اسکو لینا چاہا تو استحسانًا قاضی کو روا ہی کہ اسکی آمدنی ان مین تقسیم کردے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔
اور اگر اراضی ایک شخص کے قبضہ مین ہو اور وہ کہتا ہو کہ یہ اراضی فلان شخص کی تھی اُسنے اسکو اس جہت پر وقف
کیا اور وارثون نے کہا کہ نہین بلکہ میت نے اس کو ہمپر وہماری نسل پر اور بعد ان کے مسکینون پر وقف کی ہی اور
یہ جو وارثون نے کہا ہی یہ اس قاضی کے بیان کے برخلاف ہی تو قاضی اُسکو اسی طریقہ پر جاری رکھیگا جو وارثون نے اقرار
کیا ہی بشرطیکہ قاضی کو دفتر محکمہ قضا ریعنے سابق کے قاضی کے دفتر سے ایسی تحریر و قبالہ نملے جسمین اُس کے رسوم مذکور
ہون اور نہ یہ وقف کسی امین کے قبضہ مین ہو بلکہ ایک قابض کی طرف سے ایسا اقرار ثابت ہوا ہو۔ اور اگر یہ وقف
امینون کے قبضہ مین ہو اور اُسکے رسوم سابق قاضی کے دیوان مین پائے جاتے ہون تو اس وقف مین سے جو وارثون
کے قبضہ مین نہین ہی اسکی بابت وارثون کا قول قبول نہ ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ شیخ الاسلام سے دریافت
کیا گیا کہ ایک وقف مشہور رہی مگر اُسکے مصارف کہ کہان کہان صرف کیا جائیگا اور اس کے مستحقون کو جو مقدار
دیجائیگی وہ مشتبہ ہوتی ہی تو فرمایا کہ زمانہ سابق مین جو اُسکا برتاؤ رہا ہی وہ دیکھا جاوے کہ اُس کے قیم لوگ
کیونکر عملدرآمد کرتے تھے اور کن لوگون پر صرف کرتے تھے اور کتنا دیتے تھے پس اسی بنا پر عمل کیا جاوے
یہ محیط مین ہی۔ فتاوے فضلی مین مذکور ہی کہ اوقاف والے کے قبضہ مین ایک وقف ہی اور اُسکے وقفنامہ مین
مذکور ہی کہ جو اُسکے نفقہ سے بچے وہ اس کوچہ کے فقیرون پر جسمین وقف واقع ہی اور ان کے سواے دیگر مسلمان
فقیرون پر صرف کیا جاوے تو جو بچے گا وہ کوچہ مذکور کے ان معین فقیرون پر جو وقف کے روز موجود تھے
اور دیگر فقیرون پر اسطرح صرف کیا جائیگا کہ کوچہ مذکور کے فقیرون مین سے ہر ایک کا ایک ایک حصہ اور باقی
فقیرون کا فقط ایک حصہ اسمین لگایا جائیگا اور کوچہ کے فقیرون مین سے جو مر جائیگا اسکا حصہ ساقط ہو کر باقیون اور
دیگر فقیرون کے درمیان مذکورۂ بالا طریقہ پر تقسیم ہوگا پھر جب وقف کے روز کے موجودہ فقیر اس کوچہ کے سب مرجاوین
تو بعد اسکے جو لوگ اس کوچہ مین فقیر ہون وہ اور دیگر مسلمان فقیر سب استحقاق مین برابر ہونگے یہ ذخیرہ مین ہی۔
وقف الخصاف مین مذکور ہی کہ ایک نے اپنی اراضی وقف کی پس کہا کہ مین نے اپنی زمین مشہورہ واقع فلان نام
کو صدقہ موقوفہ ان وجوہ پر کردیا اور ان وجوہ کو اُس نے بیان بھی کردیا اور آخر اس وقف کا مسکینون
کے واسطے کہا ہی اور یہ اراضی ایسی مشہور ہی کہ اسکی شہرت سے اُسکے حدود بیان کرنے کی حاجت
نہین ہی تو یہ وقف جائز ہی پھر اگر وقف کرنے والے نے دعوی کیا کہ اسمین سے فلان کھیت اسمین داخل
نہین ہوا ہی تو شیخ نے فرمایا کہ اگر اس اراضی کے حدود مشہور معروف ہون اور یہ کھیت اس حدود کے اندر داخل ہی

تو یہ کھیت بھی وقف مین داخل ہوگا اور اسی طرح اگر یہ اراضی اپنے پڑوسی پرہیزگار لوگون کے نزدیک معروف ہو اور یہ کھیت انکے نزدیک اس اراضی کی طرف منسوب و معروف ہو تو وہ وقف مین داخل ہوگا اور اگر ایسا نہو جیسا ہمنے بیان کیا ہے تو اسمین قول وقف کرنے والے کا قبول ہوگا اور یہ کھیت اس وقف مین داخل نہ ہوگا یہ محیط مین ہے۔

ساتوان باب وقفنامہ کے متعلق مسئلون کے بیان مین۔ شیخ الاسلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک وقفنامہ مین مذکور ہے کہ وقف کیا فلان شخص نے اس چیز کو اپنے آزاد کیے ہوؤن اور فلان مدرسہ معلومہ کے مدرس پر اور اس وقفنامہ مین مقدارون کا اور صحت کی شرطون کا بیان ہے اور یہ مذکور ہے کہ آخر یہ وقف فقیرون پر ہے تو شیخ رہ نے فرمایا کہ یہ تحریر نہین صحیح ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی اراضی وقف کی اور اسکا وقفنامہ لکھا اور اپنے اوپر اسکے گواہ کر دیے پھر وقف کرنے والے نے دعوی کیا کہ مین نے اسکو اس شرط پر وقف کیا تھا کہ میرے واسطے اسکو بیع کرنا جائز ہے اور یہ مین نہین جانتا ہون کہ اس شرط کو لکھنے والے نے وقفنامہ مین لکھا ہے یا نہین لکھا ہے تو دیکھا جاوے کہ اگر وقف کنندہ مرد فصیح ہو کہ عربی زبان اچھی طرح سمجھتا ہو اور یہ وقفنامہ اسکو پڑھ کر سنایا گیا تھا اور وقفنامہ مین لکھا تھا کہ مین نے بوقت صحیح اسکو وقف کیا ہے اور اسنے اقرار کیا کہ جو کچھ اسمین ہے سب صحیح اور میرا کیا ہوا ہے تو اب اسکا یہ قول قبول نہوگا اور اگر وقف کرنے والا مرد عجمی ہو یعنے غیر فصیح ہو کہ عربی اچھی طرح نہ سمجھتا ہو تو دیکھا جاوے کہ اگر گواہون نے گواہی دی کہ یہ وقفنامہ اسکو فارسی مین پڑھ سنایا گیا اور اسنے جو کچھ اسمین ہے سب کا اقرار کیا تو بھی اسکا قول قبول نہ ہوگا اور اگر گواہون نے ایسی گواہی نہ دی تو اسکا قول قبول ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے اور یہ بات ایسی نہین ہے کہ فقط وقف کی تحریر کے ساتھ مخصوص ہو بلکہ سب صکوک یعنی تحریرات کے ساتھ عام ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور فتاوی ابواللیث مین مذکور ہے کہ فقیہ ابو جعفر رحمتہ دریافت کیا گیا کہ ایک عورت سے اسکے پڑوسیون نے کہا کہ تو یہ دار وقف کر دے بدین شرط کہ جب تجھے اسکے فروخت کی حاجت پیش آوے تب تو اسکو فروخت کر دے (یعنی فروخت کر سکتی ہے) پھر لکھنے والون نے وقفنامہ بغیر اس شرط کے تحریر کر کے عورت مذکورہ سے کہا کہ ہم نے یہ کام کر دیا اور عورت نے اسپر گواہ کرا دیے تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر یہ وقفنامہ اس عورت کو فارسی مین پڑھ سنایا گیا اور وہ سنتی تھی اور اسنے اسپر گواہ کرا دیے تو یہ مکان وقف ہو جاویگا اور اگر عورت مذکورہ کو نہین پڑھ سنایا گیا تو مکان مذکور وقف نہ ہوگا۔ اور واضح ہو کہ جو حکم دونون مسئلون مین ذکر کیا گیا ہے وہ امام محمد رہ کے قول پر بنتا ہے اور امام ابو یوسف رہ کے قول پر نہین ہو سکتا ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے ایک زمین قابل زراعت وقف کی اور وقفنامہ لکھنے کی اجازت دیدی پس کاتب نے اسکی دو حدین تو ٹھیک لکھین اور دو حدون کے لکھنے مین غلطی کی تو اسکی دو صورتین ہین کہ اگر وہ دونون حدین جنکے لکھنے مین کاتب غلطی کر گیا ہے اسی جانب مین ہون ولیکن ان دونون حدون اور اس زمین محدود کے درمیان مین کسی غیر کی زمین یا باغ انگور یا مکان ہو تو وقف صحیح ہوگا اور اگر یہ دونون حدین جنمین غلطی کی ہے اس جانب مین نہ پائی جاتی ہون تو وقف باطل ہے لیکن اگر یہ زمین ایسی مشہور ہو کہ بوجہ اپنی شہرت کے حدود بیان کرنے کی محتاج نہو تو ایسی حالت مین وقف مذکور جائز ہوگا یہ وجیز مین ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی تمام اراضی جو کسی گاؤن مین واقع ہے کسی قوم پر وقف کرنی چاہی اور اپنے مرض کی حالت مین اسکا وقفنامہ لکھنے کا حکم دیا پس کاتب اس تمام اراضی مین سے کھیت یا باغ انگور کے بیچ قطعات

لکھنا بھول گیا پھر یہ وقفنامہ اُس وقف کرنے والے کو پڑھ سنایا گیا اسمین یہ لکھا تھا کہ فلان بن فلان نے اپنی تمام اراضی جو اس گاؤن مین واقع ہی اور وہ کذا و کذا قطعات ہین فلان بن فلان پر وقف کی اور اسمین اُسکے حدود بیان کیے گئے ہین مگر وہ قطعات جنکو کاتب لکھنا بھول گیا ہی وقفنامہ مذکور پڑھنے کی حالت مین اُس شخص کو نہین سنائے گئے پھر وقف کرنے والے نے اس سب کا اقرار کیا تو شیخ ابو نصیر رحمہ اللہ نے فرمایا اگر وقف کرنے والے نے اپنی صحت کی حالت مین وقف کیا ہی اور اُسنے یہ خبر دی کہ میری مراد یہ تھی کہ جو کچھ میری ملک اس گاؤن مین ہی مذکورہ وغیر مذکورہ سب مین نے وقف کی تو یہ وقف تمام اس ملک پر واقع ہوگا جو اُسنے مراد رکھی ہی اور اسی طرح اگر وقف کرنے والا مرگیا حالانکہ وہ قبل مرنے کے اپنی نیت کی خبر دے چکا ہی تو جیسے اُسنے بیان کیا ہی اسی طرح وقف ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر متولی و وصی کے واسطے وصایت نامہ تحریر کیا اور اس تحریر مین اسکی وصایت و تولیہ کی جہت کو ذکر نہین کیا تو یہ تحریر صحیح نہین ہی اور اگر یون تحریر کیا کہ یہ شخص از جانب حاکم وصی ہی یا متولی از جانب حاکم ہی مگر اس قاضی کو ذکر نہ کیا جسنے اسکو مقرر کیا تو جائز ہی یہ واقعات حسامیہ و فتاوی قاضی خان مین ہی۔ فتاوے اہل سمرقند مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے وقف کے متولی سے زمین وقف کو جو معلوم لوگون پر وقف ہی اجارہ پر لیا اور اجارہ نامہ مین یون لکھا کہ فلان بن فلان نے فلان بن فلان سے جو ایسے وقفون کا متولی ہی جو فلان کی طرف منسوب ہین اور اس نام سے مشہور ہین[یعنی عمرو بن خالد۱۲] اور وقف کرنے والے کے باپ و دادا کا نام نہ لکھا حتی کہ اسکی شناخت نہ ہوئی تو یہ تحریر جائز ہی اسواسطے کہ اگر اس تحریر مین لکھا جاتا کہ فلان بن فلان نے فلان بن فلان سے جو اسطرح متولی وقف ہی حالانکہ یہ وقف معلوم لوگون پر ہی اجارہ لیا تو جائز تھا اگرچہ وقف کرنے والے کا نام بالکل ذکر نہ کیا جاتا تو صورت مذکورہ بالا مین بدرجہ اولی جائز ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص مثلاً زید کے قبضہ مین ایک زمین ہی اور ایک شخص مثلاً عمرو آیا اور اُسنے دعوی کیا کہ یہ زمین وقف ہی اور ایک تحریر لایا جسمین عادل لوگون و قاضیون کی تحریرین ہین مگر یہ لوگ مرچکے ہین پھر اُسنے قاضی سے درخواست کی کہ اسکے وقف ہونے کا حکم دیا جاوے تو قاضی کو روا نہین ہی کہ اس تحریر کا حکم قضا جاری کرے یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اسی طرح اگر کسی مکان کے دروازہ پر ایک لوح جڑی ہو جسپر اس مکان کا وقف ہونا تحریر ہی تو بھی قاضی اس لوح کے موافق اسکے وقف ہونے کا حکم نہ دے گا جبتک کہ گواہان عادل اُسکے وقف ہونے کی گواہی نہ دین کذا فی المحیط

آٹھوان باب اقرار وقف کے بیان مین

جس شخص کے قبضہ مین ایک زمین ہو اگر اُسنے اقرار کیا کہ یہ وقف ہی تو یہ وقف کا اقرار ہی اور ابتدائی وقف نہین ہی حتے کہ وقف کے واسطے جو شرائط ہین وہ اسمین مشروط نہ ہونگے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے اپنی مقبوضہ زمین کے وقف ہونے کا اقرار کیا اور اُسکے وقف کرنے والے کو بیان نہ کیا اور نہ اُسکے مستحقون کو بیان کیا تو اُسکا اقرار صحیح ہی اور یہ زمین فقیرون پر وقف ہو جائیگی اور مین یہ حکم نہ دونگا کہ یہ اقرار کرنے والا ہی اُسکا وقف کرنے والا ہی اور نہ یہ حکم دونگا کہ یہ وقف کرنے والا نہین ہی ولیکن اگر گواہ لوگ یہ گواہی دین کہ اس اقرار کرنے والے نے جسوقت اقرار کیا ہی اسوقت یہ زمین اسکی ملک تھی تو اقرار کرنے والا ہی اُسکا وقف کنندہ قرار دیا جائے گا یہ محیط سرخسی و فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور استحساناً اُسکا متولی بھی اقرار کرنے والا قرار دیا جائے گا حتی کہ اسکی آمدنی و حاصلات کو وہ فقیرون پر تقسیم کرے گا ولیکن اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ دوسرے کو اسکا وصی مقرر کرے یہ

ذخیرہ مین ہو مترجم کہتا ہو کہ اس مسئلہ مین یہ اعتراض کے قابل بات باقی رہی کہ ایسی گواہی کیونکر قبول ہوگئی تو کتاب مین
اسکا جواب یون ذکر کیا کہ ایسی گواہی قبول ہونے کی تاویل اس صورت سے ہو کہ اس اقرار کرنے والے کے سواے ایک
دوسرے شخص نے آکر دعوی کیا کہ مین اسکا وقف کرنے والا ہون اور چاہا کہ اقرار کرنے والے کے قبضہ سے اپنے
قبضہ مین ملے لے پس اقرار کرنے والے نے اسطرح گواہ قایم کیے کہ اسکا وقف کرنے والا یہی اقرار کرنے والا ہو پس گواہی
قبول ہوگی اور مدعی کی خصومت دفع کیجائیگی اور اقرار کرنے والے کے واسطے اس وقف کی ایسی ولایت ثابت ہوگی
جسمین عزل وارد نہین ہوسکتا ہو یعنے وہ معزول نہوسکیگا اور اگر اس اقرار کنندہ نے ایسے اقرار کے بعد یون اقرار کیا
کہ اسکا وقف کرنے والا فلان شخص ہو تو اسکی طرف سے یہ اقرار قبول نہوگا اور اگر اسنے کہا کہ اسکا وقف کرنے والا
مین ہون تو اسکا قول قبول ہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہو- اور اگر وقف کا اقرار کیا اور وقف کرنے والے کو
بیان کیا مگر اس وقف کے مستحقون کو بیان نکیا مثلاً یون کہا کہ یہ اراضی میرے باپ کی طرف سے صدقہ موقوفہ ہو اور اسکا
باپ مرچکا ہو تو یہ حکم ہو کہ اگر اسکے باپ پر قرضہ ہو تو یہ زمین اس قرضہ مین فروخت کی جائیگی اور اگر اسکے باپ نے کچھ وصیت کی ہو
اسکی تہائی سے اسکی وصیت پوری کیجائیگی پھر جو کچھ ان دونون سے بچ رہے وہ فقیرون پر وقف ہوگی بشرطیکہ اس
اقرار کرنے والے کے ساتھ کوئی دوسرا وارث مقر نہوا اور اگر اسکے ساتھ دوسرا وارث بھی اقرار کرتا ہو تو جائز ہو کذا فی محیط
السرخسی پھر دیکھا جائیگا کہ اگر اقرار کرنے والے نے اپنے واسطے اسکے متولی ہونے کا دعوی نکیا تو ولایت اسکے واسطے ہوگی
اور قاضی کو اختیار رہیگا کہ جسکو چاہے اس وقف کا متولی کرے اور اگر اسنے اپنے واسطے اسکے متولی ہونے کا دعوی کیا تو
اسکا اصلاحیت پر محمول کرکے استحساناً اسکا قول قبول ہوگا کذا فی المحیط اور اگر اس اقرار کرنے والے کے ساتھ دوسرا
وارث ہو جو اس وقف سے انکار کرتا ہو تو اس اراضی مین سے انکار کنندہ کا حصہ انکار کنندہ کا ہوگا کہ وہ اپنے حصہ پر
جسطرح چاہے تصرف کرے اور باقی مین سے اقرار کنندہ کا حصہ موافق اسکے اقرار کے وقف ہوگا کذا فی فتاوے قاضیخان اور
اسیطرح اگر اقرار کنندہ نے کہا کہ یہ اراضی میرے دادا کی طرف سے وقف ہو تو بھی یہی حکم ہو قال المترجم عربی زبان مین
یہ سب اس صورت مین ہو کہ اسنے یون کہا کہ ہذہ الارض صدقۃ موقوفۃ من ابی او من جدی اور اگر اسنے بجاے لفظ من کے
عن کہا یعنے یون کہا کہ ہذہ الارض صدقۃ موقوفۃ عن ابی یعنے یہ اراضی میرے باپ سے متجاوز ہوکر وقف ہو تو اسکا یہ قول
اپنے باپ کے واسطے اسکی ملک کا اقرار نہوگا اور وقف جائز نہوگا خواہ اسکے باپ پر قرضہ ہویا نہو خواہ اسکے باپ نے کچھ
وصیت کی ہو یا نہین اور خواہ اسکے ساتھ دوسرا وارث مقر ہو یا نہو یہ حاوی مین ہو- اور یہ شخص اقرار کنندہ یا کوئی
دوسرا اسکا وقف کرنے والا قرار نہین دیا جائیگا مگر اسکی ولایت استحساناً اس مقر کے واسطے ہوگی یہ محیط مین ہو- اور اگر اقرار کنندہ
نے وقف کو کسی شخص اجنبی کی طرف منسوب کیا پس اگر شخص معروف کو ذکر کیا اور اسکو بعینہ بیان کیا اور اضافت بھی ایسے
حرف کے ساتھ بیان کی جو ملک پر دلالت کرے مثلاً عربی مین حرف من سے بیان کی تو دیکھا جاوے کہ اگر یہ شخص معین
معروف زندہ موجود ہو اور وہ حاضر ہو تو اسکی طرف رجوع کرکے دریافت کیا جائیگا کیونکہ اقرار کرنے والے نے
اسکی ملک ہونے کا اقرار کیا اور اسپر وقف کرنے کی گواہی دی ہو پس اگر شخص مذکور نے ان دونون باتون مین
اقرار کنندہ کی تصدیق کی تو یہ سب ان دونون کی باہمی تصدیق سے ثابت ہوجائیگا اور اگر شخص مذکور نے اقرار ملک
مین اسکی تصدیق کی اور وقف کرنے مین اسکی تکذیب کی تو ملک ان دونون کی باہمی تصدیق سے ثابت ہوجائیگی اور وقف

له ازل ولایت و سلب اختیار ۱۲
۲ یہ مطلب ہو کہ اگر کوئی مدعی ملک پیدا ہوا اور غایت درست تو مدعی کی ملک ثابت ہوگی اور وقف باطل ہوگا اور اگر اسکا بیان قبضہ میں ہو تو اسکی طرف سے ملک ہونے کا حکم اقرار سے بعض تو ہم ہوتا ہو ۱۲

اسوجہ سے ثابت نہوگا کہ گواہ ایک ہی ہی۔ اور اگر شخص مذکور مرچکا ہو تو اس تصدیق وتکذیب کا مدار شخص مذکور کے وارثون پر ہوگا جیسے ہمنے شخص مذکور کے زندہ ہونے کی صورت مین بیان کیا ہی یعنے سب وارث تصدیق وتکذیب مین متفق ہون تاکہ بمنزلہ ایک شخص کے ہوجاوین اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ بعضے وارثون نے ملک اور وقف کرنے دونون باتون مین اسکی تصدیق کی اور بعضون نے ملک مین تصدیق اور وقف کرنے مین تکذیب کی تو تصدیق کرنے والے کا حصہ وقف ہوگا اور تکذیب کرنے والے وارث کا حصہ اُسکی ملک ہوگا کہ اسمین جسطرح چاہے تصرف کرے کذا فی المحیط پھر اگر سب وارثون نے اسکی تصدیق کی تو وقف مذکور کی ولایت اس اقرار کنندہ کے واسطے ہوگی اور اگر بعض نے تصدیق اور بعض نے تکذیب کی تو قیاساً اُس کے واسطے ولایت ثابت نہوگی اور شیخ ہلال نے فرمایا کہ ہم قیاس ہی کو اختیار کرتے ہین اور اسی طرح اگر وقف علی سبیل وارثون نے اس کی تصدیق کی مگر اس وقف کی ولایت اس مقر کے واسطے ہونے سے بعضے وارثون نے انکار کیا تو قیاساً اُسکے لیے ولایت ثابت نہوگی کذا فی الظہیریہ مگر شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر انکار کرنے والے وارثون پر وہ گواہ یہ گواہی دین کہ یہ اقرار کرنے والا اسکا متولی ہی تو اسکے واسطے ولایت ثابت ہوگی اور وارثون کی گواہی اس باب مین مقبول ہی کذا فی المحیط اور اگر مقر مذکور نے اجنبی کی طرف ایسے حرف سے اضافت کی جو ملک پر یقیناً دلالت نہین کرتا ہو مثلاً عربی مین حرف عن سے اضافت کی تو مقر کا قول اس اجنبی کے واسطے ملک ہی کا اقرار نہین ہی کذا فی خزانۃ المفتین۔ اور اگر اُسنے شخص اجنبی مذکور کو بطور معین بیان نہ کیا خواہ اضافت ایسے حرف سے کی جو ملک پر دال ہی یا اور حرف سے کی مثلاً عربی مین کہا کہ ہذہ الارض صدقۃ موقوفۃ من محمد او عن محمد تو اراضی مذکور وقف ہو جائے گی کذا فی الظہیریہ پھر اگر اسکے بعد اُسنے کسی شخص کو بطور معین بیان کیا تو جبکہ اُسنے اقرار اول سے جدا کر کے بیان کیا اور پہلے اقرار مین اس اجنبی کی طرف اضافت ایسے حرف سے کی تھی جو ملک پر دال ہی مثلاً عربی مین بحرف من کی تھی تو اسکے دوسرے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی اور اگر اول اقرار مین اضافت بحرف عن تھی یعنی ایسے حرف سے جو ملک پر قطعی دال نہین ہی تو تصدیق کیجائے گی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اُسنے وقف کرنے والے اور مستحق وقف دونون کو بیان کیا تو اسکا حکم یہی کہ وقف کنندہ کی طرف تصدیق کے واسطے رجوع کیا جاوے اگر وہ زندہ ہو یا اُسکے وارثون کی طرف رجوع کیا جاوے اگر وہ مرگیا ہو پس اگر وقف کنندہ نے یا اُسکے وارثون نے اسکے وقف ہونے اور وقف کی شرطون مین اس مقر کی تصدیق کی تو اُسکے اقرار کے موافق وقف ہوگا یعنے اُسکے وقف ہونے کا اور انہین شرطون واستحقاق پر وقف ہونے کا حکم دیا جاوے گا اور اگر وقف کنندہ نے یا اُسکے وارثون نے اسکے اقرار کی تکذیب کی تو نہ وقف ثابت ہوگا اور نہ شرطین یہ حاوی قدسی مین ہی۔ اور اگر وقف ہونے کا اقرار کیا اور اُسکے وقف کرنے والے کو ذکر نہ کیا اور جو لوگ اس وقف کے مستحق ہین انکو بیان کیا مثلاً یون کہا کہ یہ اراضی میرے نفس اور میری اولاد اور میری نسل پر وقف ہی تو اُسکا اقرار قبول کیا جائے گا یہ محیط سرخسی مین ہی اور اس وقف کی ولایت اسی مقر کے واسطے استحساناً ہوگی اگرچہ قیاساً نہوگی پھر اگر کسی دوسرے نے دعوی کیا کہ یہ اراضی مجھ پر وقف ہی اور پہلے اقرار کرنے والے نے اسکی تصدیق کی تو وہ فقط اپنے حصہ مین تصدیق کیا جائے گا اور اپنی اولاد واپنی نسل کے حصہ مین تصدیق نہ کیا جائے گا یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر کسی شخص نے اپنی مقبوضہ زمین کی نسبت اقرار کیا کہ یہ اراضی قوم معلوم پر جنکو اُسنے بیان کر دیا وقف ہی پھر اسکے بعد اُسنے اقرار کیا

کہ یہ اراضی دوسرون پر وقف ہی جنکو بیان کیا تھا وہ نہین بلکہ اورون پر وقف ہی یا جنکو پہلے بیان کیا تھا انمین کچھ
اور لوگ بڑھا دیے یا انمین سے کچھ لوگ کم کر دیے تو اسکے دوسرے اقرار کی طرف التفات نہ کیا جائیگا بلکہ اسکے پہلے
اقرار پر عملدرآمد ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر اقرار کیا کہ یہ اراضی اس جہت پر صدقہ موقوفہ ہی اور جہت
کو بیان کر دیا پھر اسکے بعد جہت صدقہ دوسری بیان کی تو قیاساً و استحساناً اسکا دوسرا قول قبول نہ ہوگا اور حاصلات
وقف اسی جہت پر صرف ہوتی رہیگی جسکو اسنے پہلے بیان کیا تھا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اپنی مقبوضہ زمین کی نسبت بیان
کیا کہ یہ وقف ہی اور اتنا کہکر خاموش ہو رہا پھر کہا کہ یہ زمین فلان و فلان پر وقف ہی یعنی غیر معلوم کا نام لیا تو قیاساً اسکا
دوسرا قول قبول نہوگا اور استحساناً قبول ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر کہا کہ یہ اراضی صدقہ موقوفہ فلان شخص معین پر
ہی پھر اسکے بعد جدا کرکے کہا کہ پہلے فلان شخص معین سے شروع کیا جائیگا تو اسکا قول قبول نہ ہوگا اور اگر دوسرا قول
اسنے پہلے قول سے ملا ہوا کہا تو امام محمد رحمہ کے نزدیک دوسرا قول بھی قبول ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اسکا
دوسرا قول قبول نہ ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر اپنی مقبوضہ زمین کی نسبت اقرار کیا کہ فلان قاضی نے مجھے اس زمین
کا متولی کیا ہی اور یہ زمین صدقہ موقوفہ ہی تو قیاساً اسکا متولی ہونے کا قول قبول نہوگا اور استحساناً یہ حکم ہی کہ جس قاضی کے
حضور مین یہ اقرار ہی وہ قاضی ایک زمانہ تک انتظار کرے پھر اگر قاضی کے نزدیک سوائے اسکے جو اسنے اقرار کیا ہی کچھ اور
ظاہر نہو تو جس طور پر اسنے اقرار کیا ہی اسی طور پر اسکا اقرار جائز کر دے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر اسنے
اقرار کیا کہ قاضی نے اس زمین پر میرے والد کو متولی کر دیا تھا پھر میرے والد نے وفات پائی اور مجھے اسکا وصی مقرر
کیا اور یہ زمین صدقہ موقوفہ ان سبیلون پر ہی تو اسکا قول قبول نہ ہوگا۔ اور اسی طرح اگر اسنے یون اقرار کیا کہ یہ اراضی
میرے والد کے قبضہ مین تھی یا کہا کہ یہ اراضی فلان شخص کے قبضہ مین تھی پھر اسنے مجھے وصی مقرر کر دیا اور یہ زمین صدقہ
موقوفہ ہی تو بھی اسکا قول قبول نہ ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ یہ زمین فلان شخص کے قبضہ مین تھی اور اسنے مجھے اسکا
وصی مقرر کر دیا ہی تو بھی اسکا قول قبول نہوگا اور اسکو حکم دیا جائیگا کہ اس زمین کو فلان بن فلان کو جسکے قبضہ مین ہونیکا اقرار کیا ہی یا اسکے وارثون کو سپرد کر دے
یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کسی شخص غیر کی زمین کو کہا کہ یہ صدقہ موقوفہ ہی پھر خود اسکا مالک ہو گیا تو وہ وقف ہو جائیگی یہ فتاوی
عتابیہ مین ہی۔ ایک زمین ایک شخص کے وارثون کے قبضہ مین ہی جنہون نے اقرار کیا کہ ہمارے باپ نے اسکو وقف
کیا ہی مگر ہر ایک وارث نے جہت وقف مختلف بیان کی یعنی ہر ایک نے بیان کی ہی دوسرے نے اسکی غیر جہت بیان کی
تو قاضی ان سب کا اقرار قبول کریگا اور ہر ایک کے حصہ کی حاصلات کو اسی جہت مین صرف کریگا جو اسنے بیان کی ہی
اور اس وقف کے متولی مقرر کرنے کا اختیار قاضی کو ہوگا کہ جس شخص کو چاہے اسکا متولی مقرر کر دے یہ فتاوے
قاضی خان مین ہی۔ پھر اگر ان وارثون مین کوئی شخص صغیر ہو یا غائب ہو تو قاضی حصہ صغیر کو روکے رکھیگا یہانتک کہ وہ بالغ
ہو اور حصہ غائب کو بھی روکے رکھیگا یہانتک کہ وہ لوٹ آوے اور اگر وارثون مین سے بعض نے اقرار کیا کہ ہمارے
والد نے ہماری اولاد و نسل پر وقف کیا ہی اور بعضون نے اس سے انکار کیا تو جنہون نے وقف کا اقرار کیا ہی انکا حصہ
اسی جہت پر وقف ہوگا جو انہون نے اقرار کی ہی اور جنہون نے انکار کیا ہی انکا حصہ انکی ملک ہوگا مگر اقرار کرنے والون کے حصہ کی
آمدنی مین انکار کرنے والے داخل نہونگے پھر اگر انکار کرنے والون نے اپنے حصون مین سے کچھ فروخت کر دیا پھر
اقرار کرنے والون کی تصدیق کی طرف رجوع کیا یعنی اقرار کرنے والون کے قول کی تصدیق کی تو جس قدر

ملک انکے قبضہ مین باقی ہو اُسی قدر کے حق مین انکی تصدیق کی جائیگی اور جسقدر انھون نے فروخت کر دی ہو اُسکے حق مین تصدیق نہوگی و لیکن اگر خریدنے والا انکے قول کی تصدیق کرے تو جسقدر فروخت کیا ہو وہ بھی وقف مین شامل ہوگا اور اگر مشتری نے انکے قول کی تکذیب کی تو فروخت کرنے والے اسقدر ملک کی قیمت جسقدر انھون نے فروخت کی ہو تاوان داخل کرینگے اور اس قیمت سے دوسری زمین خرید کی جائے گی جو باقی ماندہ زمین کے ساتھ اسی جہت پر وقف ہوگی جو انھون نے اقرار کی ہو (قال المترجم ثم اعلم ان العبارۃ التی وجدت فی النسخۃ بعد ذلک وہی ما تتلوہ غیر مربوط فکانہا مصحفۃ فانظر المقدمۃ) اسلیے کہ ان باقیون نے یہ اقرار کیا ہو اور اس بیچنے والے نے انکی تصدیق کی طرف رجوع کیا تو جو غلہ پہلے حاصل ہو چکا ہو وہ اس قیمت کا نقصان نہوگا جو اسپر لازم آئی یہ حاوی مین ہو۔ امام خصاف رحمہ نے اپنی کتاب الوقف مین بیان کیا کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ زید بن عبد اللہ اور اُسکی اولاد اور اسکی نسل کی اولاد اور اسکے عقب پر ہو جبتک انکی نسل رہے پھر انکے بعد مسکینون پر ہو پھر زید بن عبد اللہ نے کہا کہ وقف کنندہ نے یہ وقف مجھپر اور میری اولاد پر اور میری اولاد کی اولاد پر اور عمرو پر قرار دیا ہو تو زید کے قول کی تصدیق فقط اسکی ذات پر ہوگی اور اسکے سوا دوسرے پر نہوگی پس غلہ تقسیم ہونے کے وقت دیکھا جائے گا کہ کون موجود ہو پس زید اور اسکی اولاد اور اولاد کی اولاد و اسکی نسل مین سے جو لوگ موجود ہون انپر غلہ تقسیم کر دیا جائے گا پھر جو کچھ زید کے حصہ مین پڑا ہو عمرو اسکے ساتھ داخل کر دیا جائے گا پس زید کا حصہ زید و عمرو کے درمیان تقسیم ہوگا اور جبتک زید زندہ رہے گا یونہی ہوتا رہیگا پھر جب زید مرجاوے تو اُسکا اقرار باطل ہو جائے گا اور پھر عمرو کے واسطے اس صدقہ مین کوئی حق نہوگا۔ اور اسی طرح اگر وقف کرنے والے نے یہ صدقہ زید پر اور بعد زید کے مساکین پر وقف کیا پھر زید نے عمرو کے واسطے جسطرح ہمنے بیان کیا ہو شرکت کا اقرار کیا تو بھی جبتک زید زندہ ہو عمرو کو اختیار ہوگا کہ وقف مذکور کے غلہ مین زید کے ساتھ شرکت کرے پھر جب زید مرجائے گا تو پورا غلہ مسکینون کا ہو جائے گا یہ محیط مین ہو۔ ایک شخص دو بیٹے چھوڑ کر مرگیا جنمین سے ایک کے پاس ایک زمین ہو اور وہ کہتا ہو کہ یہ میرے باپ کی طرف سے مجھپر وقف ہو اور دوسرا بیٹا کہتا ہو کہ ہمارے باپ کی طرف سے ہم دونون پر وقف ہو تو اسی کا قول قبول ہوگا اور یہ زمین ان دونون پر وقف رہیگی یہی مختار ہو یہ مضمرات مین ہو۔ امام خصاف رحمہ نے اپنی کتاب الوقف مین بیان کیا کہ ایک شخص کے قبضہ مین ایک زمین یا دار ہو اُسپر دوسرے شخص نے قاضی کے یہان دعوی کیا کہ یہ میری ملک ہو اور جس شخص کے قبضہ مین ہو وہ کہتا ہو کہ یہ وقف ہو اسکو مسلمانون مین سے ایک شخص نے مسکینون پر وقف کیا ہو اور میرے قبضہ مین دیدی ہو تو قاضی اس زمین کو اسی جہت پر وقف قرار دیگا جو اُسنے اقرار کی ہو و لیکن اس حکم سے مدعا علیہ کے ذمہ سے خصومت مندفع نہوگی حتے کہ اگر مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ اس مدعا علیہ سے قسم لیجاوے کہ یہ زمین میری نہین ہو تو قاضی اُس سے قسم لیگا کہ یہ زمین اس مدعی کی ملک نہین ہو پس اگر اُسنے قسم کھانے سے انکار کیا یا مدعی کی ملک ہونے کا اقرار کرلیا تو قاضی اس مدعا علیہ کو اس زمین کی قیمت کا ضامن قرار دیگا اور اُسکے وقف ہونے کا جو حکم دیدیا ہو اُسکو باطل نکریگا یہ ذخیرہ مین ہو۔ پھر اگر مدعی نے گواہ قائم کیے کہ یہ زمین اسی مدعی کی ہو تو مدعی کی ملک ہونے کا حکم دیدیا جائے گا اور وقف کا اقرار باطل ہو جائے گا۔ اور اگر اقرار کیا کہ فلان شخص معروف نے اسکو وقف کیا ہو اور یہ شخص حاضر ہوا اور اُسنے وقف کرنے کا اقرار کیا تو وہ مدعی کا خصم قرار پائے گا۔ اور اگر قابض نے ایک قوم کو بیان کیا کہ یہ اراضی

انپر وقف ہی تو وہ سب مدعی کے خصم ہونگے پس اگر قوم مذکور نے مدعی کے واسطے اقرار کیا کہ یہ اراضی اسی کی ملک ہی تو اقرار مذکور غلہ کے حق مین انکی نفس فی الحال پر قبول ہوگا پھر جب یہ لوگ مرجاوینگے تو غلہ مذکور مسکینون کا ہوگا مدعی کا نہوگا اور اگر زمین مذکورہ کسی قیم کے قبضہ مین ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو وہ مدعی کا خصم ہوگا کہ مدعی کے گواہ اسکے مقابلہ مین سنے جاوینگے اور قیم سے قسم نہ لیجائے گی اسواسطے کہ قیم کا اقرار کر دینا صحیح نہین ہی اور قاضی کے امین کا بھی یہی حکم ہی یہ حاوی مین ہی - اور اگر قابض نے جسکے قبضہ مین دار ہی اس اقرار کے بعد کہ یہ فلان و فلان و انکی اولاد پر اور انکے بعد مساکین پر وقف ہی یون اقرار کر دیا کہ یہ دار اس مدعی کی ملک ہی پھر یہ سب مسلمان حاضر ہوئے اور انھون نے قابض کے اس اقرار کی کہ یہ دار اس مدعی کا ہی تکذیب کی اور کہا کہ یہ دار ہم لوگون پر وقف ہی تو یہ لوگ دعوی مدعی کے باب مین مدعی کے خصوم ہونگے پس اگر مدعی نے اپنے دعوی کے گواہ قائم کیے کہ یہ دار اس مدعی کا ہی تو مدعی کے واسطے اس دار کے مالک ہونے کا حکم دیدیا جائے گا اور جسکے قبضہ مین دار مذکور تھا اسکا یہ اقرار کہ یہ وقف ہی باطل ہوگا اور اگر مدعی مذکور کے پاس اسکے دعوی کے گواہ نہ ہون اور اسنے قسم چاہی تو ان لوگون سے قسم لے سکتا ہی پس اگر ان لوگون نے اقرار کر دیا کہ یہ دار اسی مدعی کا ہی یا قسم کھانے سے انکار کیا تو ان لوگون کا اقرار انکی ذات پر جائز ہوگا اور انکا اقرار انکی اولاد و اولاد کی اولاد و مسکینون پر جائز نہوگا اور اسی طرح انکا اقرار اجنبی شخص پر بھی اس باب مین جائز نہ ہوگا یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے وقف صحیح کا اقرار کیا اور اپنے قبضہ سے خارج کر دینے کا اقرار کیا حالانکہ اسکا وارث جانتا ہی کہ اسنے اپنے قبضہ سے خارج نہین کیا ہی تو مشائخ نے فرمایا کہ اسکا اقرار اسکی نفس پر جائز ہی ولیکن اسکے وارثون کو اختیار نہوگا کہ اس وقف کو لے لیوین اور نیز قضاءً وارثون کا دعوی مسموع نہ ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی - ایک شخص نے اپنی صحت مین اپنی زمین فقیرون پر وقف کر دی پھر مرگیا پھر ایک شخص نے اگر دعوی کیا کہ یہ زمین میری ہی اور وارثون نے اسکا اقرار کر دیا تو اس سے وقف مذکور باطل نہوگا ولیکن امام محمد رح کے قول مین وارث لوگ ترکہ میت سے اس زمین کی قیمت کے ضامن ہونگے اور فقیہ نے فرمایا کہ ضمان واجب ہونا سب اماموں کے نزدیک بلاخلاف ہی اور یہی ٹھیک ہی اور اگر وارثون نے اس سے انکار کیا اور مدعی نے انکی قسم طلب کی پس اگر مدعی کی غرض یہ ہو کہ اس زمین کو لے لون تو وارثون پر قسم نہین آتی ہی اور اگر یہ غرض ہو کہ اگر یہ لوگ قسم سے انکار کرین تو ترکہ میت سے اسکی قیمت ضمان لون تو اسکو ایسا اختیار ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - ایک شخص کے قبضہ مین ایک دار ہی اسنے اقرار کیا کہ یہ دار وقف ہی جسکو مسلمانون مین سے ایک شخص نے ابواب خیر اور مسکینون پر وقف کیا ہی اور مجھے سپرد کیا ہی اور مجھے اسپر قیم کر دیا ہی پھر ایک شخص آیا اور قابض کو قاضی کے پاس لایا اور کہا کہ مین نے ہی اس دار کو ان وجوہ سبیل پر وقف کیا اور اس قابض کو سپرد کر دیا اور اسکو اسکی غور پرداخت کا متولی مقرر کیا ہی اور چاہا کہ قابض کے قبضہ سے نکال لے تو دیکھا جائے گا کہ جسکے قبضہ مین ہی اگر اسنے اسکی تصدیق کی کہ اسی نے اسکو وقف کیا ہی تو مدعی مذکور کو اختیار ہوگا کہ قابض سے اسکو نکال کر اپنے قبضہ مین لے لے قال المترجم اور ایک نسخہ مین اسکے آگے یون لکھا ہی کہ اگر اس آنے والے مدعی نے کہا کہ مین اس زمین کا مالک ہون اور مین نے اسکو وقف نہین کیا ہی تو اسکو اختیار ہوگا کہ قابض سے اپنے قبضہ مین لے لے - اور اگر مدعی مذکور نے کہا کہ مین نے یہ دار و زمین اس قابض کے پاس ودیعت رکھی ہی اور قابض کہتا ہی کہ یہ اسی کی تھی مگر اسنے اس کو ان وجوہ

مذکورۂ بالا پر رجعت کرچکا ہی تو قاضی اس قابض کے اس قول کو کہ یہ دار و زمین اسی مدعی کی تھی قبول نہ فرمائیگا یہ ذخیرہ
مین ہی ایک زمین ایک شخص کے قبضہ مین ہی پس دو گواہون نے اس قابض کے اس اقرار کی گواہی دی کہ یہ زمین زید بن
عمرو و اسکی نسل پر وقف ہی اور دوسرے دو گواہون نے گواہی دی کہ اس قابض نے اقرار کیا کہ یہ بکر بن خالد پر وقف ہی
تو کتاب مین مذکور ہی کہ اگر یہ دریافت ہو جاوے کہ دونون اقرارون مین سے کون پہلے واقع ہوا تو پہلا جائز ہوگا اور
دوسرا باطل ہوگا اور اگر یہ دریافت نہو کہ کون اقراران دونون مین سے اول واقع ہوا تو ان دونون اقرارون کے
واسطے حکم دیا جائیگا یعنی یہ حکم دیا جائیگا کہ دونون فریق پر وقف ہی اور اسکا غلہ دونون فریق کے درمیان نصفا نصف
ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ ایک ذمی کے قبضہ مین ایک زمین ہی اسنے اقرار کیا کہ ایک مسلمان نے اسکو مسکینون
پر یا جہاد پر یا حج پر وقف کیا ہی یا اور کوئی ایسی راہ بیان کی جس سے مسلمان لوگ اللہ تعالی کی قربت چاہتے ہین تو ذمی
مذکور کا اقرار جائز ہوگا اور اسکی حاصلات انھین وجوہ پر جو اسنے بیان کی ہین جاری رکھی جائیگی اور اگر اسنے کہا کہ مسلمان نے
اسکو راہ بیع پر وقف کیا ہی یا اور کوئی ایسی راہ بیان کی جس سے مسلمان لوگ اللہ تعالی کا تقرب نہین پاتے ہین تو ذمی مذکور کا اقرار
باطل ہوگا اور زمین مذکور اسکے قبضہ سے نکال کر مسلمانون کے بیت المال مین داخل کر دیجائیگی یہ حاوی مین ہی۔

نوان باب وقف کو غصب کر لینے کے بیان مین

ایک شخص نے زمین یا دار کو وقف کیا اور اسکو ایک شخص کے
سپرد کیا اور اسکو اسکی خور پرداخت کا متولی مقرر کیا پھر جس شخص کو سپرد کی تھی وہ اس سے انکار کر گیا تو وہ غاصب ہی
کہ زمین اسکے قبضہ سے نکال لیجائیگی اور اس مقدمہ مین خصم وہی وقف کرنیوالا ہوگا اور اگر وقف کرنے والا مر گیا ہو
اور اس وقف کے مستحق لوگ آئے کہ انھون نے اپنا استحقاق طلب کیا تو قاضی اس مقدمہ مین ایسے شخص کو مقرر کر دیگا
جو خصم ہو وے پس اگر غاصب کے پاس اس وقفی چیز مین نقصان آگیا تو اسکے انکار کر جانے کے بعد جو نقصان اسنے پایا ہی
غاصب اسکا ضامن ہوگا اور جو کچھ اسمین سے منہدم ہوا ہی اس مال سے اسکی تعمیر کرائی جائیگی۔ اور اگر غصب کنندہ نے
وقف کرنے والے سے غصب کی ہو نہ اس شخص سے جو اسپر متولی ہی تو غاصب پر واجب ہوگا کہ وقف کرنیوالے کو
واپس دیدے۔ اور جب غاصب نے انکار کیا اور قاضی کے پاس اسکا غصب کرنا ثابت ہوگیا تو قاضی اسکو محبوس
رکھیگا یہان تک کہ وہ مغصوبہ چیز کو واپس کرے اور اگر وقف مین کوئی نقصان آگیا ہو تو نقصان کا ضامن ہوگا اور یہ مال
ضمان اس وقف کی درستی اور شکستہ و ریختہ کی تعمیر مین صرف کیا جائیگا اور جو لوگ اس وقف کی حاصلات کے مستحق ہین
انھین تقسیم نہ ہوگا یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر غاصب نے وقف کی چیز مین اپنی طرف سے بڑھایا ہو تو دیکھا جاوے کہ اگر یہ
زیادتی مال متقوم نہو مثلاً غاصب نے اس زمین مین ہل چلا دیا یا نہر کھودی ہی یا اس زمین مین گھا وڈالی ہی اور گھاد اسکی
مٹی مین ملکر بمنزلہ مستہلک کے ہوگئی تو اس وقف کا قیم اسکو غاصب سے اسکو مفت واپس لیگا اور زیادتی مذکورہ کے
مقابلہ مین کچھ نہ دیگا اور اگر زیادتی مذکورہ مال متقوم ہو مثلاً درخت لگایا ہی یا اسمین عمارت بنائی ہی تو غاصب کو حکم
دیا جائیگا کہ اپنا درخت جڑ سے نکال لے اور عمارت کو توڑ لے اور زمین واپس کرے بشرطیکہ ایسا کرنے سے زمین وقف
کو نقصان نہ پہونچتا ہو اور اگر اس سے زمین وقف کو نقصان پہونچتا ہو مثلاً درخت جڑ سے کھود ڈالنے سے زمین
مذکور خراب ہوئی جاتی ہو یا عمارت توڑ لینے سے دار مذکور مختل ہوا جاتا ہو تو غصب کرنے والے کو یہ اختیار نہوگا کہ
عمارت کو توڑ لے یا درخت کو جڑ سے اکھاڑ لے پھر اس وقف کا قیم اس عمارت کی ٹوٹی ہوئی کے حساب سے اور اس درخت

کاٹے ہوئے کے حساب سے قیمت ادا کریگا بشرطیکہ اس وقف کی اسقدر آمدنی اس متولی کے پاس ہو جو اس تاوان ادا کرنے کو کافی ہو۔ اور اگر ایسی صورت میں وقف مذکور کی آمدنی کچھ جمع نہو تو وقف مذکور اجارہ پر دیدیا جائیگا پس اس اجرت میں سے یہ تاوان ادا کیا جائیگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر غاصب نے چاہا کہ وہ آخری درجہ سے مقام سے ہر درخت کو کاٹ لے کہ جس سے زمین کو کچھ خرابی نہ پہونچے تو اسکو یہ اختیار ہوگا پھر جسقدر زمین وقفی کے اندر درختوں میں سے رہا رہگیا ہو قیم اسکی قیمت غاصب کو ضمان دیگا بشرطیکہ اسکی کچھ قیمت ہوتی ہو یہ محیط میں ہے اور اگر اس مسئلہ میں متولی نے غاصب کے پودون سے کسی چیز پر غاصب کے ساتھ صلح کر لی تو جائز ہے بشرطیکہ اس صلح میں وقف کے واسطے بھلائی ہو اور یہی حکم عمارت کی صورتوں میں بھی ہے یہ حاوی میں ہے اگر کسی غاصب نے اراضی وقفی کو درحالیکہ اسکی قیمت ہزار درم تھی غصب کیا پھر دو ہزار درم اسکی قیمت ہو جانے کے بعد غاصب مذکور سے اسکو دوسرے غاصب نے غصب کر لیا تو قیم پہلے غاصب کا دامنگیر نہوگا بلکہ دوسرے ہی کا پیچھا پکڑیگا جبکہ دوسرا غاصب تونگر ہو۔ شیخ نے کہا کہ امام کی مراد اس کلام سے یہ ہے کہ دوسرے ہی کا دامنگیر اسوقت ہوگا کہ جب دوسرے غاصب سے تیسرے نے غصب کر لیا اور اس سے واپس لینا متعذر ہو گیا ہو تو ایسی صورت ہو جانے میں اوّل و دوم میں سے غاصب دوم ہی کا دامنگیر ہووے جبکہ وہ بہ نسبت اوّل کے تونگر ہو۔ پھر فرمایا کہ اور اگر پہلا غاصب بہ نسبت دوسرے کے زیادہ مالدار ہو تو پہلے ہی کا پیچھا پکڑے۔ اور جب قیم نے دونوں غاصبوں میں سے کسی ایک کا پیچھا پکڑ لیا تو دوسرا غاصب بری ہو گیا اور جب قیم نے دونوں میں سے کسی ایک سے قیمت وصول کر لی تو اس قیمت سے دوسری زمین خرید کر بجائے اراضی اول کے وقفی قایم کرے کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر قیم نے دونوں میں سے کسی ایک غاصب سے قیمت وصول کر لی پھر اصل زمین اسکو واپس دیگئی تو وہ بھی قیمت وصول کردہ کو واپس کردے اور زمین مذکور اپنے حال پر وقفی ہو گی اور ایسی صورت میں غاصب کو یہ اختیار نہوگا کہ اپنی قیمت واپس پانے تک اس زمین کو روک رکھے کذا فی المحیط پھر اگر قیم نے غاصب سے قیمت وصول پائی اور وہ اسکے پاس سے ضائع ہو گئی تو اسپر کچھ ضمان لازم نہ ہوگی اور ضائع ہونے میں قسم سے قیم ہی کا قول قبول ہوگا کذا فی الحاوی اور اگر قیم نے قیمت وصول کرکے ہنوز اس سے دوسری زمین خریدی نہیں تھی کہ اسکے پاس سے قیمت ضائع ہو گئی پھر اصل زمین وقفی اسکو واپس دیگئی تو زمین مذکور جیسے وقفی تھی اسی حال پر رہیگی اور قیم نے جو قیمت وصول کر لی تھی اسکو اپنے ذاتی مال سے پھیرنا برداشت کرے پھر استحساناً اسقدر مال کو حاصلات وقف سے واپس لیوے ولیکن یہ نہوگا کہ جن لوگوں پر حاصلات اراضی وقف ہے اُنسے انکے دیگر اموال سے سوائے حاصلات وقف کے واپس لیوے بلکہ انکے اسی مال حاصلات وقف سے واپس لے سکتا ہے کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر یہ ہوا کہ قیم نے قیمت وصول کرکے اسکے عوض دوسری زمین بجائے وقف اوّل کے خرید لی پھر اسکو اصل زمین وقفی واپس دیگئی تو وہ بحال خود وقف ہوگی اور دوسری زمین جو خریدی ہے وقف ہونے سے خارج ہو جائیگی پس قیم کو اختیار ہوگا کہ اسکو فروخت کرکے اسکے داموں سے وہ قیمت جو وصول کر لی تھی ادا کردے اور اگر اسمیں کمی پڑے تو کمی قیم کے ذاتی مال پر ہوگی کہ اسکو قیاساً و استحساناً دونوں طرح حاصلات وقف سے واپس نہیں لے سکتا ہے۔ اگر وقف کرنے والے نے وقف کے ساتھ استبدال کر لینا شرط کر دیا ہو یعنی شرط نامہ میں لکھدیا ہو کہ استبدال روا ہے پس قیم نے اسکو فروخت کرکے

دام وصول کر لیے پھر یہ دام ضائع ہو گئے پھر پہلا وار اُسکو بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس دیا گیا تو قیم اُسکے داموں کو اپنے مال سے ضمان دے پھر زمین وقف جو اسکو پھیر دی گئی ہے تاوان دیے ہوئے داموں کے بدل فروخت کرے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر وقفی دار اور وقفی زمین کو غصب کر کے دار کی عمارت ڈہائی یا زمین کے درخت کاٹ ڈالے تو قیم کو اختیار شرعی حاصل ہوگا کہ غاصب سے عمارت و ہر قسم کے درختوں کی قیمت خواہ خرما کے ہوں یا اور کسی قسم کے ہوں تاوان لے جبکہ غاصب ان چیزوں کو واپس نہ کر سکے پھر عمارت کی قیمت بحساب بنی ہوئی کے اور درختوں کی بحساب لگے ہوئے کے تاوان لیگا پس اگر قیم نے غاصب سے یہ قیمت تاوان لے لی پھر دار اور زمین اور عمارت کا ٹوٹن اور درختان مذکورہ ظاہر ہوئے یعنی غاصب کو یہ قدرت حاصل ہوئی کہ وہ دار کو مع عمارت کی ٹوٹن کے یا زمین کو مع اشجار مقطوعہ کے واپس کرے تو وہ اس خالی زمین بے عمارت و درخت کو واپس کر دے اور رہا ٹوٹن یا درخت تو وہ اُسی کے ہو چکے ہیں پھر قیم اس خالی زمین کا حصہ قیمت غاصب کو واپس کر دیگا کذا فی الذخیرہ والمحیط و فتاوے قاضی خان۔ اور اگر غاصب کے قبضہ میں کسی اجنبی نے عمارت دار یا درختان زمین پر تعدی کی جس سے غاصب نے اُن چیزوں کی قیمت ڈانڈ بھر لی اور رکھا گیا اب وہ مفلس نادار ہے تو قیم کو یہ اختیار ہوگا کہ جس اجنبی نے تعدی کی تھی اُسکا دامنگیر ہو۔ اور اگر غاصب نے اس زمین میں زراعت کی تو کھیتی اُسی کی ہوگی اور اسپر زمین کا نقصان جو کھیتی کرنے سے اُسمیں آگیا ہے واجب ہوگا اور یہ مال لیکر اُس زمین کی تعمیر میں لگا دیا جائیگا کذا فی الحاوی۔ اور اگر زمین وقف میں درختان خرما و دیگر اشجار ہوں جنکی حاصلات کو غاصب نے چند سال تک لیا پھر اُسنے زمین مع درختان مذکور واپس کرنی چاہی تو اُسکے ساتھ اسکی حاصلات کو بھی واپس کرے اگر بعینہ موجود ہوں اور اگر اس سے وہ حاصلات تلف ہو گئی ہوں تو اسکے مثل واپس کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔ پھر غاصب سے جو کچھ حاصلات کے بدلے حاصل کیا جائے وہ انھیں راہوں میں لگا دیا جائیگا جنپر وہ وقف ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ غاصب نے زمین وقف کو غصب کیا اُسمیں درختان خرما و دیگر اشجار ہیں پس اُسکے قبضہ میں سے کسی اجنبی نے درختان مذکورہ کھود لیے تو قیم کو اختیار ہے چاہے غاصب سے ان درختوں کی قیمت جمے ہوئے کے حساب سے تاوان لے یا اسی کو کھودنے والے سے تاوان لے پس اگر قیم نے غاصب سے ضمان لی تو وہ کھود لینے والے سے واپس لیگا اور اگر اُسنے کاٹ کر کھود لینے والے سے تاوان لیا تو وہ غاصب سے واپس نہیں لے سکتا ہے۔ اور اگر قیم نے دونوں میں سے ہنوز کسی سے تاوان نہیں لیا تھا کہ غاصب نے قاطع سے قیمت درختان مقطوعہ تاوان بھر لی پھر قیم نے اگر قطع و قلع کرنے والے سے ضمان لینی چاہی تو اسکو یہ اختیار حاصل ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک وقفی زمین غصب کر لی اور جسکے پاس سے غصب کی ہے اُسنے نالش کی اور گواہ قایم کیے تو بالاجماع اُسکے گواہ قبول ہونگے اور زمین مذکور اسکو واپس دیجائیگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر وقف کو کسی نے غصب کر لیا تو جن لوگوں پر وقف ہے انمیں سے کسی کو بدون اجازت قاضی کے خصومت کا حق حاصل ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک زمین یا عقار چند نفر پر وقف ہے اسپر کسی ظالم نے زبردستی قبضہ کر لیا اور اسکے قبضہ سے نکالنا ممکن نہیں پھر جن لوگوں پر وقف تھا اُنھوں نے اپنوں میں سے ایک پر دعوی کیا کہ اُسنے اس ظالم کے ہاتھ فروخت کر کے اسکو سپرد کر دیا ہے اور وہ شخص منکر ہے پس یا قیموں نے اُس سے قسم لینی چاہی تو انکو یہ حق پہونچتا ہے اور جب اس شخص نے انکے دعوی سے انکار کیا تو اُس سے قسم لیجائیگی پس اگر اُسنے قسم کھانے سے انکار کیا اور

ٹھیک رہا تو اسپر قیمت وقف مذکور ادا کرنے کا حکم کیا جائیگا اور اسی طرح اگر باقیون نے اُسپر گواہ قائم کیے تو بھی
ثابت ہو جانے پر یہی حکم دیا جائیگا کیونکہ وقفی مکانات واراضی وغیرہ جو از قسم عقار ہو انکے غصب کی صورت مین وقف
پر نظر کرکے یہی فتویٰ ہو کہ غاصب ضامن ہو جیسے کہ وقف کے منافع غصب کر لینے کی صورت مین بنظر وقف یہی فتویٰ ہو
کہ منافع وقف کا غاصب ضامن ہو اور یہی ہمارے مشائخ نے اختیار کیا ہو۔ اور جب اس غاصب پر قیمت کا حکم دیا گیا
تو قیمت اُس سے وصول کرکے اسکے عوض دوسری اراضی خرید کیجائیگی پس وہ بجائے اصل کے وقف ہوسکی۔ یہ محیط سرخسی
مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے اپنی زندگی و صحت مین ایک موضع وقف کرکے اپنے قبضہ سے نکال کر متولی کے قبضہ مین
دیدیا پھر اُسپر ایک غاصب مستولی ہو کر وقف مذکور و متولی کے درمیان حائل ہو گیا تو غاصب سے اسکی قیمت لیکر اس سے
دوسرا موضع خرید کر اوّل کے عوض لیا پر وقف کیا جائیگا کیونکہ جب غاصب انکار کر گیا تو وہ چیز گویا مستہلک ہو گئی اور
وقفی چیز جب تلف ہو جاوے تو اسکے قائم مقام دوسری بدل لینا واجب ہی جیسے وقف کا گھوڑا اگر جہاد مین مار ڈالا جاوے
تو اسکی قیمت سے استبدال کیا جاتا ہی اور یہ حکم بدلیل استحسان ہی جسکو ہمارے مشائخ نے اختیار کیا ہی یہ مضمرات مین
لکھا ہی۔ ایک شخص نے اپنا کھیت وقف کیا پھر اُسی نے اسمین زراعت کی اور خرچ کیا اور کھیتی نکلی اور بیج اُسی کی طرف
سے ہین پس اُسنے کہا کہ مین نے اپنے بیجون سے اپنے واسطے یہ زراعت کی ہی اور غیر وقف ہی اُنھون نے کہا کہ تو نے
وقف کے لیے زراعت کی ہی تو اس بارہ مین وقف کرنے والے کاشتکار کا قول قبول ہوگا اور کھیتی اُسی کی ہوگی
اور اگر وقف والون نے قاضی سے درخواست کی کہ اسکے قبضہ سے نکال لے اُسنے اپنے واسطے زراعت کی ہی
حالانکہ اسکو یہ استحقاق نہ تھا تو قاضی اُسکے قبضہ سے نہین نکالے گا ولیکن وقف کے لیے زراعت کرنے مین اُس سے
تقدیم کر دیگا پھر اگر اُسنے کہا کہ وقف کا کچھ مال میرے پاس نہین اور نہ بیج ہین تو قاضی اُس سے کہیگا کہ وقف پر
قرضہ لے لے اور اسکو بیجون و مزدوری وغیرہ مصارف زراعت مین خرچ کرکے حاصلات سے لے لینا۔ پھر
اگر اُسنے کہا کہ مجھ سے یہ نہین ہوسکتا ہی تو قاضی اہل الوقف سے فرمائیگا کہ تم قرضہ حاصل کرکے بیج خرید دو اور خرچہ دو
پھر حاصلات سے ادا کر دینا پھر اگر اہل الوقف نے کہا کہ ہمکو کھٹکا ہی کہ جب ہم قرضہ لیکر بیج خریدین اور خرچہ دین
تو جب یہ سب وقف کرنے والے کے پاس پہونچ جاوے تو وہ انکار کر جاوے ولیکن ہم خود اسمین زراعت کرین
تو قاضی کو یہ نہ چاہیے کہ علی الاطلاق انکو یہ حکم دیدے کیونکہ جسنے وقف کیا ہی وہی اوّل مستحق اسکی پرداخت
کا ہی لیکن اگر اُسکی ذات پر یہ خوف ہو کہ وقف کو تلف کر ڈالیگا تو اُسکو استحقاق نہین اولویت نہین ہی اگر وقف
کنندہ نے اسمین زراعت کی اور خرچہ اُٹھایا پھر کھیتی کو اولا یا لا وغیرہ آئی کوئی آفت پہونچی کہ کھیتی جاتی رہی
پس وقف کنندہ نے کہا کہ مین نے قرضہ لیکر یہ زراعت جو جاتی رہی ہی وقف کے واسطے بوئی تھی پھر دوسری
پیداوار سے حاصلات آئی پس اُسنے چاہا کہ مین اس پیداوار سے وہ قرضہ وضع کر لون جسکو اسنے تلف شدہ پیداوار
کے واسطے قرض لینا بیان کیا تھا اور اہل وقف نے کہا کہ اسنے اپنے ہی واسطے کھیتی بوئی تھی تو اسمین وقف
کرنیوالے کا قول قبول ہوگا اور اسکو اختیار ہوگا کہ اس پیداوار سے اسقدر قرضہ جسکا دعوےٰ کرتا ہی وصول
کر لے پھر اگر وقف کرنے والے نے کہا کہ مین نے ہزار درم لیکر اُسکے بیجون و دیگر ضروریات مین خرچ کیے ہین اور
اہل الوقف نے کہا کہ تو نے فقط پانچ سو درم سب اسکے بیجون و مزدوری و ضروریات مین اُٹھائے ہین تو فرمایا کہ

جسقدر ایسی زمین کی اپنی زراعت مین خرچ ہوتا ہو اُسقدر مین وقف کنندہ کا قول سچا قرار دیا جائیگا۔ اور اگر متولی وقف نے یعنے قیم نے کہا کہ یہ کھیتی مین نے اپنے بیجون سے و اپنے خرچہ سے اپنے لیے بوئی ہی اور اہل الوقف نے کہا کہ تو نے ہمارے واسطے بوئی ہی تو قول اسمین متولی کا قبول ہوگا یہ محیط مین ہی۔

دسوان باب مریض کے وقف کرنے کے بیان مین۔ ایک مریض نے اپنے مرض الموت مین اپنا دار وقف کیا تو یہ جائز ہی جبکہ دار مذکور اُسکے تہائی ترکہ سے برآمد ہوتا ہو اور اگر برآمد نہو لیکن وارثون نے فعل مریض کی اجازت دیدی تو بھی جائز ہی اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو جسقدر تہائی سے زیادہ ہی اسقدر کا وقف باطل ہوجائیگا اور اگر بعض وارثون نے اجازت دی اور بعض نے اجازت نہ دی تو جسقدر وارثون نے اجازت دی ہی اسقدر اور بھی تہائی کے ساتھ جائز ہوجائیگا اور باقی کا وقف باطل ہوگا پھر اگر میت کا کچھ اور مال ظاہر ہوا حتی کہ دار مذکور اُسکے تہائی ترکہ تمام سے برآمد ہوگیا تو پورا وقف مذکور نافذ کردیا جائیگا کذا فی فتاوی قاضیخان اور اگر اس صورت مین قاضی نے سوائے تہائی کے باقی دو تہائی کا وقف باطل کردیا پھر میت کا ایسا مال ظاہر ہوا کہ اُسکی تہائی سے پورا دار مذکور برآمد ہوتا ہی پس اگر باقی دو تہائی مذکور وارثون کے قبضہ مین بعینہ قائم ہو تو پورا دار مذکور وقف ہوجائیگا اور اگر قایم نہو مثلاً بعض وارثون نے اپنا حصہ فروخت کردیا ہو تو اُسکی بیع نہین توڑی جائیگی لیکن جسقدر اُسنے فروخت کیا وہ اُسکی قیمت لیکر اُس سے دوسری زمین خرید کرکے بجائے اُسکے وقف کردیجائیگی کذا فی محیط السرخسی اور اگر میت کو کوئی مال حاصل ہوا بایں طور کہ وہ عمداً قتل کیا گیا پھر وارثون نے قاتل سے مال پر صلح کرلی تو بالاتفاق بیع مذکور نہین توڑی جائیگی اور اگر بعض وارثون نے بیچا اور بعض نے نہین تو جسقدر فروخت نہین ہوا وہ وقف مین عود کریگا اور جسقدر فروخت ہوا اسکی قیمت لیکر اُسکے عوض دوسری زمین خریدکر وقف کردیجائیگی کذا فی الذخیرہ اور اسی طرح اگر میت پر قرضہ تھا پس قاضی نے اُسکے دار یا زمین وقف کو اس قرضہ مین فروخت کیا پھر میت کا اسقدر مال ظاہر ہوا جس سے میت کا قرضہ ادا ہوتا اور اُسکی تہائی سے یہ زمین وقف برآمد ہوتی ہی تو بھی بیع مذکور نہین توڑی جائیگی ولیکن مال میت سے بقدر ثمن وقف مذکور کے نکال کر اُس سے دوسری زمین خرید کر فقیرون پر صدقہ موقوفہ کردیجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر زید مریض نے اپنی زمین کو صدقہ موقوفہ للہ تعالی کے واسطے ہمیشہ کیواسطے اپنی اولاد اور اولاد اولاد اور نسل پر ہمیشہ جبتک تناسل حاصل ہو اور بعد انکے مساکین پر کردیا پس اگر یہ زمین اُسکی تہائی ترکہ سے برآمد ہو تو وقف ہوجائیگی اور اُس سے غلہ حاصل کرکے اُسکے تمام وارثون پر بحساب حصہ میراث کے تقسیم کیا جائیگا حتی کہ اگر اُسکی جدہ وار اولاد ہو تو جدہ کو آٹھوان حصہ دیا جائیگا اور اگر والدین و اولاد ہون تو والدین کو چھٹا حصہ دیکر باقی اُسکی اولاد مین لڑکون کو لڑکیون سے دوچند کے حساب سے بانٹ دیا جائیگا اور یہ حکم اُس وقت ہی کہ اولاد اُسکی پشت سے ہوا اور انمین کوئی اولاد الاولاد نہو اور اگر کچھ اولاد الاولاد ہون اور باقی مسئلہ بحالہ واقع ہو تو اولاد کے نفر اور اولاد الاولاد کے نفر شمار کرکے تمام غلہ بتعداد نفر تقسیم کیا جاوے پھر جسقدر اُسکے نطفہ کی اولاد کو پہونچے وہ ان اولاد مین موافق فرائض الٰہی تعالی کے بطور مذکور تقسیم ہوگا اور جسقدر اولاد الاولاد کو پہونچے وہ انمین مساوی تقسیم ہوگا یعنے مرد و عورت کا حصہ یکسان ہوگا۔ پھر جب تمام اولاد صلبی مرگئی تو تمام حاصلات اُسکی اولاد الاولاد و نسل پر تقسیم ہوگی پس اُسکی زوجہ یا والدین کو اسمین سے کچھ نہین ملیگا کذا فی الظہیریہ اور اگر یہ زمین اُسکے

تہائی ترکہ سے برآمد ہوتی ہو پس اگر وارثون نے وقف کی اجازت دیدی تو وقف جائز ہوا اور غلہ ان سب مین برابر تقسیم ہوگا۔ انہین مذکر اولاد کو مونث سے کچھ زیادتی نہین دیا جائیگا اور اس غلہ سے زوجہ اور والدین کو کچھ نہین ملیگا اور اگر وارثون نے وقف کی اجازت نہ دی تو تہائی سے وقف جائز ہوگا پس تہائی رقبہ فقیرون کے لیے وقف ہوگا اور غلہ تمام وارثون مین اللہ تعالی کے فرائض پر تقسیم ہوگا اور یہ جو ہمنے ذکر کیا ہے شیخ ہلال وقاضی ابوبکر الخصاف وفقیہ ابوبکر الاعمش وفقیہ ابوبکر الاسکاف کا قول ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور اگر اپنی زمین کو اپنی قرابت پر وقف کیا پس اگر اسکے قرابت والے اسکے وارث ہون تو یہ صورت اور اولاد پر وقف کرنے کی صورت یکسان ہے اور اگر یہ قرابت والے اسکے وارث نہون تو اپنے وقف جائز ہے اور وقف کی راہ سے وہی لوگ حاصلات وقف کے مستحق ہونگے اور اگر اسنے اپنے وارثون مین سے فقط بعض پر وقف کیا تو اس صورت مین اگر سب وارثون نے اجازت دی تو وقف جائز ہوگا اور اگر نہ اجازت دی تو زمین مذکور فقیرون پر وقف ہو جائیگی مگر تہائی مال ترکہ سے اعتبار کیا جائیگا اور حاصلات اس وقف کی بنا بر قول ہلال رحمہ اللہ تعالی و انکے تابعین کے وارثون کے لیے بقدر انکی میراث کے ہوگی پھر جب وہ وارث مر جائے جسپر وقف ہے تو غلہ اسکا فقیرون کے لیے ہوجائیگا اور اگر وقف کرنے والے کے بعض وارث مر گئے ولیکن وہ وارث جسپر وقف ہے زندہ موجود ہے تو غلہ مذکور تمام وارثون کا ہوگا اور جو انمین سے مرا اسکا حصہ اسکے وارثون مین میراث ہو جائیگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر اسنے کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ میری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میری نسل پر اور آخر اسکا فقرا پر ہے یا اسنے اسکی وصیت کردی اور یہ زمین اسکے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہو پس اگر وارثون نے اجازت دی تو اسکا غلہ درمیان وارث و اولاد الاولاد کے انکے عدد و ترتیب پر تقسیم ہوگا اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو غلہ درمیان اولاد صلبی و اولاد الاولاد کے انکے اعداد و رؤس پر [illegible] تقسیم ہوگا پھر جسقدر اولاد الاولاد کے پڑتے مین پڑے وہ انکو مساوی تقسیم ہوگا اور جسقدر وارثون یعنی اولاد صلبی کے حصہ مین آوے وہ تمام وارثون مین بحساب میراث تقسیم ہوگا اور اگر بعض اولاد صلبی اور بعض اولاد کی اولاد مر گئی اور بعضے اولاد کی اولاد مین پیدا ہوئے تو جس دن غلہ حاصل ہوا اسدن انکی تعداد شمار کرکے تقسیم کی جاوے پھر جسقدر اولاد صلبی کے پڑتے مین آوے وہ انھین تمام وارثون کو بحساب میراث تقسیم ہوگا جو وقف کنندہ کی موت کے روز موجود تھے پھر جسقدر انمین سے مرنے والون کے حصہ مین علیحدہ علیحدہ پڑے وہ ہر ایک کے وارثون کو ملیگا پھر اگر اولاد صلبی سب گذر گئے تو غلہ مذکور اولاد الاولاد اور نسل پر تقسیم ہوگا اور باقی وارثون کے لیے کچھ نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے اور اگر مریض نے کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہر اس شخص پر ہے جو محتاج ہووے میری اولاد و نسل سے ہر ایک کو اسقدر دیا جاوے جو اسکے نفقہ کو گنجائش دیوے اور اگر میری اولاد و نسل مین کوئی فقیر نہ ہو تو پورا غلہ فقیرون کے واسطے ہے تو ایسی صورت مین اگر اسکی اولاد و نسل مین فقرا ہون تو انکی تعداد پر غلہ انکے درمیان اسطرح تقسیم ہوگا کہ ہر ایک کو اسقدر دیا جاوے جو اسکی ذات و اولاد و جورو اور خادم کے نفقہ کے لیے بطور معروف کافی ہو یعنی بدون اسراف و تنگی کے روٹی و اسکے ساتھ کھانے کی چیز و کپڑے کے لیے سالانہ کافی ہو پھر اس حساب سے جسقدر غلہ اسکے نطفہ کی اولاد کے حصہ مین آئے اسکو مجموعہ کرکے ان اولاد صلبی اور باقی تمام وارثون مین جو وقف کنندہ کی موت کے روز موجود تھے موافق

فرائض آئی تھی کے تقسیم کر دیا جائیگا پھر اگر فرزند صلبی کے حصہ کفایت میں کچھ دیگر وارثوں کی تقسیم میں سے لیا گیا اور جو باقی رہا وہ اسکو کافی نہیں ہوتا تو اسکو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اولاد الاولاد کے حصہ میں جو کچھ آیا انہیں سے بقدر کفایت کے واپس کر لے۔ اور اگر انہیں تونگر لوگ ہوں تو اسکی اولاد در نسل میں سے تونگروں کو کچھ نہیں دیا جائیگا اور بیشک لوگ فقیر ہیں انھیں کی تعداد و رؤس پر تقسیم ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر اپنے مرض الموت میں اپنی زمین وقف کی اور کچھ وصیتیں کیں تو اسکا تہائی مال آسکے وقف و دیگر وصایا میں تقسیم ہوگا اس طرح کہ وصیتوں والے اپنی اپنی وصیت کے حساب سے اور وقف والے اس زمین کی قیمت کے حساب سے حصہ وار ٹھہرائے جاوینگے پھر تہائی میں سے جسقدر وصیتوں والوں کے حصہ میں پڑے وہ لے لیں اور جسقدر اہل وصیت کو پہونچے اُنکے حساب سے اس زمین سے حصہ الگ کر کے جسپر وقف کیا ہے وقف کر دیا جاوے۔ اور وقف کی تنفیذ مقدم نہ ہوگی کذا فی الذخیرہ اور وقف مانند عتق و مدبر کرنے کے نہیں ہے یعنی جیسے عتق و تدبیر کو مقدم کر کے پہلے انھیں دونوں کو نافذ کر کے نافذ کیا جاتا ہے پھر اگر کچھ بچتا ہے تو باقی وصیتیں نافذ کیجاتی ہیں ورنہ نہیں تو وقف کا حکم بمانند عتق و تدبیر کے تقدیم میں نہیں ہے کما فی الحاوی للقدسی۔ اگر کسی نے کہا کہ میری یہ زمین ہے اسکا غلہ میری وفات کے بعد اولاد عبداللہ و اُنکی نسل کو دیا جاوے تو یہ غلہ کی وصیت اُن لوگوں کے واسطے ہوگی اسی طرح اگر کہا کہ میری اس زمین کو حبس کر رکھو میری وفات کے بعد اولاد عبداللہ پر تو یہ بھی غلہ کی وصیت قرار دیجائیگی اسی طرح اگر کہا کہ میری زمین میری وفات کے بعد فلان و اُنکی نسل پر وقف ہے فروخت نہ کیجاوے تو یہ سب صورتیں یکساں ہیں یعنی ان سب میں غلہ کی وصیت ہے پس احکام وصیت معتبر ہونگے اور وقف نہیں ہے اور اگر اُسنے کہا کہ میری یہ زمین میری وفات کے بعد صدقہ موقوفہ بر مساکین ہے یا کہا کہ اسکو مساکین پر حبس رکھو تو یہ وقف البتہ جائز ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر کہا کہ میری زمین صدقہ موقوفہ اس قوم پر و اُنکے بعد اسکا غلہ میرے وارثوں کے لیے کیا جاوے تو حاصلات اس قوم کے واسطے ہوگی جنکے واسطے اُسنے قرار دی ہے پھر جب یہ لوگ گذر جاویں تو وارثوں کے لیے انکی میراث کے حساب سے ہوگا پھر جب وارث مر جاویں تو غلہ فقیروں کے لیے ہو جائیگا یہ خزانۃ المفتین و محیط میں ہے۔ اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ میری اولاد و اولاد اولاد الاولاد و نسل پر ہے پھر جو کوئی میرے نطفہ کے فرزندوں سے مرے اُسکا جو کچھ حصہ بطریق میراث تھا وہ بھی میری اولاد الاولاد پر وقف ہے تو یہ جائز ہے اور جو غلہ حاصل ہو وہ اولاد کی اولاد کی تعداد اور زندہ اولاد صلبی کے عدد رؤس اور جو واقف کی موت کے بعد مرے ہیں اُنکے عدد رؤس پر تقسیم ہوگا پس فرزند صلبی سے مردہ فرزند کو جو پہونچے وہ بھی اولاد کی اولاد پر وقف ہوگا پھر جو کچھ زندوں کو پہونچا وہ انھیں اور مردوں میں تقسیم ہوگا پھر جو کچھ مردوں کو پہونچا وہ اُنکے وارثوں کو بطور میراث پہونچیگا۔ قال المترجم حاصل یہ ہے کہ وقف کنندہ نے اولاد صلبی میں سے مرنے والے کا حصہ میراث جو اولاد الاولاد کے واسطے کر دیا ہے اُسکے یہ معنی نہیں لیے جاوینگے کہ فقط اُسکا حصہ میراث اُسکے وارثوں سے منتقل ہو کر اولاد الاولاد کو دیا جاوے کیونکہ یہ تشریع باطل خلاف منصوص فرائض ہے بلکہ یہ معنی لیے جاوینگے کہ اولاد الاولاد کو اسقدر حصہ مزید بھی دیا جاوے جسقدر اولاد صلبی کے مرنے والوں کا میراثی حصہ اُنکو پہونچتا تھا اسی واسطے اولاً تقسیم غلہ کے وقت تعداد اولاد الاولاد و تعداد زندہ اولاد صلبی اور تعداد مردہ

م بطور الکلام منہا و الثانی [illegible]

اولاد صلبی تین مجموعہ لیے گیے انہیں سے اولاد الاولاد کو انکا مجموعہ اور نیز مردہ اولاد صلبی کا مجموعہ دو لڑکے لیے جاوین
پھر اولاد صلبی کے پستے ہیں جو کچھ آوے وہ وقف کنندہ کے مرنے کے وقت جسقدر اولاد صلبی موجود تھی اور جسقدر وارث
تھے سب کے درمیان بحساب فرائض تقسیم ہوگا پھر جو کچھ مردہ فرزند یا وارث کے حصہ میں آوے وہ اُسکے وارثوں کو بحکم
میراث دیا جائیگا فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ اور اگر وقف کنندہ نے چاہا کہ حصہ میراث مردہ فرزند صلبی جو اسکو بحکم
ارث ملا ہو وہ بھی اولاد الاولاد و نسل پر وقف کرے چنانچہ اُسنے یون کہا کہ پھر جو کچھ میرے نطفہ کے زندہ فرزندوں
کے حصوں سے انہیں سے مردون کو پہونچے وہ بھی میری اولاد کی اولاد پر وقف ہے تو یہ وقف جائز نہیں ہے یہ محیط میں
لکھا ہے۔ اگر کسی نے اپنے مرض میں اپنی زمین اپنی اولاد اور اولاد الاولاد پر وقف کی اور سوائے اس زمین کے اسکا کچھ
مال نہیں ہے تو تہائی زمین اسکی اولاد و اولاد الاولاد پر وقف ہو جائیگی خواہ وارث لوگ اجازت دیں یا نہ دیں اور رہی دو
تہائی سو اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو اسقدر وارثوں کی ملک ہوگی اور اگر وارثوں نے اجازت دیدی تو اسقدر
زمین اولاد صلبی اور اولاد الاولاد کے درمیان مساوی تقسیم ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر اپنی زمین اپنے مرض میں وقف
کی اور وہ اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہے پھر اُسنے مرنے سے پہلے غیر کا کچھ مال تلف کر دیا پھر اسکے بعد تاوان کے سبب
کے وہ زمین اُسکی تہائی سے برآمد نہیں رہی یا مرنے پر اس شخص کے ذمہ دیت کو قبول جیسے مرنے وغیرہ کے مانند کسی
سبب سے تہائی مال لازم آیا قبل اسکے کہ وارثوں کو پہونچ جاوے پس وہ زمین اسکے تہائی مال سے برآمد نہ رہی
تو تہائی زمین وقف ہوگی اور دو تہائی وارثوں کی ملک ہوگی یہ ... بزازیہ سے منقول ہے اگر مریض
نے وصیت کی کہ اسکے مرنے کے بعد اسکی زمین فقراء مساکین پر وقف کیا جاوے پس اگر وہ زمین اسکے تہائی مال سے برآمد
ہوتی یا تہائی سے برآمد نہ ہونے کی صورت میں وارثوں نے اجازت دیدی تو وہ زمین پوری وقف رکھی جائیگی اور
اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو بقدر ایک تہائی کے وقف ہوگی۔ اور اگر پوری زمین اسکے تہائی مال سے برآمد
ہوتی اور زمین پھلدار درخت ہیں پس موت کے بعد زمین میں پھل آئے قبل اسکے کہ وقف کا حکم دیا جاوے تو اسکے پھل بھی
وقف میں داخل ہونگے اور اگر مریض کی موت سے پہلے زمین میں پھل آئے تو یہ پھل اسکے وارثوں میں میراث ہونگے یہ
محیط سرخسی میں ہے۔ اگر مریض نے اپنے مرض میں وقف صحیح کے ساتھ اپنی زمین وقف کی اور قبل اسکے وفات کے زمین میں پھل
پیدا ہوئے تو پھل سمیت وہ زمین وقف ہوگی۔ اور اگر اسکے وقف کرنے کے روز زمین میں پھل ہون اور حالت مرض میں اسنے وقف
کی ہے تو پھل اسکے وارثوں کی میراث ہونگے یہ محیط میں ہے۔ اگر مریض نے کہا کہ میں نے اپنی یہ زمین اللہ تعالیٰ کے لیے
صدقہ موقوفہ کردی ہمیشہ کے واسطے زید اور اسکی اولاد اور اولاد الاولاد پر ہمیشہ جبتک انہیں نسل ہو اور انکے بعد
مساکین پر پھر اگر محتاج ہو میری اولاد یا میری اولاد کی اولاد تو اس زمین کا غلہ انہیں کے واسطے ہوگا نہ کسی اور کے
واسطے اور وہ بھی لوگ اسکے مستحق ہونگے جیسا کہ سابق اسکے حاجتمند ہیں۔ قال المترجم یہان تک وقف کرنیوالے کا کلام
ہے پھر صورت یہہ ہوئی کہ اسکی وفات کے بعد اسکے نطفہ کی اولاد کو اس زمین کے غلہ کی طرف محتاجی ہوئی تو تمام غلہ انہیں
کو دیدیا جائیگا اور اگر وقف کرنے والے کے بعض وارث مر گئے پھر اس غلہ کی طرف اسکے نطفہ کی اولاد کو محتاجی ہوئی تو
غلہ انہیں کی طرف رد کر دیا جائیگا پس تمام غلہ اسکی اولاد کے محتاجوں میں اور اسکے باقی وارثوں میں بانٹ دیا جائیگا
اور جو مر گئے انکی طرف لحاظ نہ کیا جائیگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر وقف کنندہ نے اس مسئلہ میں یون کہا ہو کہ پھر اگر محتاج ہو

کوئی بیٹا صلبی کی اولاد مین سے توجو محتاج ہوا اسپر اس صدقہ کے غلہ مین سے بطریق معروف اسکے نفقہ کی قدر وسعت جاری رکھا جاوے اور باقی غلہ اس صدقہ کا اہل الوقف کے درمیان تقسیم ہوا کرے تو یہ جائز ہی پھر اگر اسکی اولاد صلبی مین سے مثلاً پانچ آدمی اسکے محتاج ہوے تو دیکھا جاوے کہ انکو ایک سال کے لیے آیندہ غلہ حاصل ہونے تک کسقدر نفقہ کفایت کریگا پس اگر فرض کرو کہ یہ مقدار سو دینار ہین تو یہ سو دینار ان پانچون مین اور وقف کنندہ کے باقی وارثون مین سب کے درمیان بحصہ میراث تقسیم ہونگے پھر جب ہمنے تقسیم کردیے اور انمین سے محتاجون کو جو کچھ پہونچا وہ انکی سالانہ قدر کفایت نفقہ سے کم ہی تو انپر اس وقف کے غلہ سے یہانتک رد کیا جائیگا کہ انکے حصہ مین سو دینار مقدار کفایت سالانہ انکو پہونچے یہ محیط مین ہی

گیارھوان باب مسجد و اسکے متعلقات کے بیان مین - اسمین دو فصلین ہین فصل اول ان امور کے بیان مین جنسے مسجد ہو جاتی ہی اور اسکے احکام اور جو اسمین ہی اسکے احکام کے بیان مین جسنے مسجد بنائی اسکی ملک اس سے زائل نہو جائیگی یہانتک کہ اسکو اپنی ملک سے لگاؤ سے مع راستہ کے الگ کردے اور اسمین نماز پڑھنے کی اجازت دیدے یعنی عام اجازت دیدے پس لگاؤ سے الگ کردینا اسوجہ سے واجب ہی کہ وہ اسی سے خالص ہو جاتی ہی اور یہ امر اسکے اختلاط ملک کے واسطے خالص نہو جائیگی یہ ہدایہ مین ہی پس اگر کسی نے اپنے درمیان احاطہ یا مکان کو مسجد کردیا اور لوگون کو اسمین داخل ہونے اور اسمین نماز پڑھنے کی عام اجازت دیدی پس اگر اسکے ساتھ راستہ مشروط کردیا تو وہ بالاتفاق مسجد ہو جائیگی اور اگر راستہ شرط نہ کیا تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک مسجد نہوگی اور صاحبین رح نے کہا کہ مسجد ہو جائیگی اور راستہ بدون شرط کے اسکے حقوق سے ہو جائیگا یہ قنیہ مین ہی سغناقی مین لکھا ہی کہ اگر اسکا دروازہ بڑے راستہ کی طرف جاری کرکے بنا دیا تو وہ مسجد ہو جائیگی ایسا ہی امام قاضی خان رح نے ذکر کیا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر کسی نے مسجد بنائی جسکے نیچے سرداب یعنی تہ خانہ ہی یا اسکے اوپر بالاخانہ ہی اور مسجد کا دروازہ بڑے راستہ کی طرف بنادیا اور اسکو جدا کردیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ اسکو فروخت کرے اور جب مرجاوے تو یہ مکان اسکے وارثون کی میراث ہوگا - اور اگر اسکا تہ خانہ بغرض مصالح مسجد ہو جیسے مسجد بیت المقدس مین ہی تو جائز ہی یعنی وہ مسجد ہو جائیگی یہ ہدایہ مین ہی - اگر کسی نے چاہا کہ مسجد کے نیچے یا اسکے اوپر کرایہ کی دوکانین بنوا دے جنکا کرایہ مسجد کی مرمت ہوا کرے تو اسکو یہ اختیار نہین ہی یعنی یہ جائز نہین ہی کذا فی الذخیرہ قال المترجم اوپر دکھلا کہ جس مکان کو مسجد بنوا دے اس سے ملک زائل نہ ہوگی یہانتک کہ اپنی ملک کے لگاؤ سے الگ کردے اور نماز کی عام اجازت دیدے پس لگاؤ سے الگ کرنے کی وجہ اور اسکے متعلق مسائل ذکر کردیے اور رہا امر دوم یعنی نماز تو اسکی وجہ بیان فرمائی کہ اذان نماز اسوجہ سے ضرور ہی کہ امام ابوحنیفہ رح و امام محمد رح کے نزدیک تسلیم امر ضروری ہی کما فی البحر الرائق اور مسجد کا تسلیم یعنی سپرد کرنا اسطرح متحقق ہوتا ہی کہ بنانے والے کی اجازت سے اسمین جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جاوے اور امام ابوحنیفہ رح سے اسمین دو روایتین ہین ایک وہ جو حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ رح سے روایت کی کہ اسکی اجازت سے اسمین جماعت کی نماز دو یا زیادہ آدمیون کی جماعت سے شرط ہی جیسا کہ امام محمد رح کا قول ہی اور صحیح حسن بن زیاد کی روایت ہی کذا فی فتاوے قاضی خان اور باوجود اسکے یہ بھی شرط ہی کہ یہ نماز اسمین اذان و اقامت کے ساتھ بالجہر ہو یعنی بالسر نہو حتی کہ

اگر اُسمین ایک جماعت نے بدون اذان و اقامت کے خفیہ بغیر جہر کی جماعت کی نماز پڑھلی تو وہ امام ابوحنیفہ رح و امام محمد رح کے نزدیک مسجد نہو جائیگی یہ محیط و کفایہ مین ہے اور اگر ایک شخص نے ایک ہی مرد کو موذن و امام مقرر کردیا اُسنے اذان دی اور اقامت کہی اور تنہا نماز پڑھلی تو وہ بالاتفاق مسجد ہوجائیگی یہ کفایہ و ہدایہ و فتح القدیر مین ہے۔ اگر مسجد کسی ایسے متولی کو سپرد کردی جو اسکے مصالح کے سرانجام پر قائم رہتا ہے تو یہ جائز ہے اگرچہ وہ متولی اس مسجد مین نماز نہ پڑھتا ہو اور یہی صحیح ہے یہ اختیار شرح مختار مین ہے۔ اور یہی اشبہ ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور اسی طرح اُسکو قاضی یا اُسکے نائب کو سپرد کردیا تو بھی جائز ہے یہ بحرالرائق مین لکھا ہے جس مکان کو مسجد کرنا چاہتا ہے اُسکے مسجد ہوجانے کے واسطے امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک یہ شرط نہین ہے کہ یون کہے کہ یہ میری موت کے بعد مسجد ہے یا اسکی وصیت کرے لیکن امام کے نزدیک بعد موت کی طرف نسبت کرنا یا وصیت کرنا نہ اُسکی صحت کی شرط ہے اور نہ اسکے لازم ہونے کی شرط ہے بخلاف دیگر اوقاف کے انمین امام رح کے مذہب پر ایسی اضافت یا وصیت شرط ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ صدر الشہید نے واقعات کی کتاب الہبۃ والصدقہ مین لکھا ہے کہ ایک شخص کے ملک مین خالی زمین ہے جسمین کوئی عمارت نہین ہے اُسنے ایک قوم کو حکم دیا کہ تم اسمین جماعت سے نماز پڑھو تو اسمین تین صورتین ہین اول یہ کہ اُن لوگون کو اسمین نماز پڑھنے کے لیے ہمیشہ کے واسطے صریح اجازت دیدی یا بین طور کہ مثلاً اُسنے کہا کہ تم اسمین ہمیشہ نماز پڑھا کرو یا دوم آنکہ انکو مطلقاً بدون کسی قید کے نماز پڑھنے کی اجازت دی اور نیت یہ کی کہ ہمیشہ کے واسطے اجازت ہے تو ان دونون صورتون مین وہ خالی زمین اگرچہ بلا عمارت ہے مسجد ہوجائیگی چنانچہ جب وہ شخص مرجاوے تو یہ زمین اُسکی میراث نہوگی اور صورت سوم یہ کہ اُسنے نماز کی اجازت دینے کا کوئی وقت مقرر کردیا مثلاً ایک دن یا مہینہ یا یہ سال مثلاً تو اس صورت مین وہ زمین مسجد نہوجائیگی چنانچہ جب وہ مرے تو یہ اُسکی میراث ہوگی یہ ذخیرہ اور فتاوے قاضی خان مین ہے۔ ایک مسجد کے متولی نے ایک گھر کو جو مسجد پر وقف کیا گیا تھا مسجد کردیا اور لوگون نے اسمین بہت دن نماز پڑھی پھر لوگون نے اسمین نماز پڑھنا چھوڑدیا پھر وہ اپنی حالت سابقہ پر کرایہ پر چلنے لگا یعنی گھر کردیا گیا تو یہ جائز ہے کیونکہ متولی کا اُسکو مسجد کردینا صحیح نہین ہوا تھا یہ واقعات حسامیہ مین ہے۔ ایک مریض نے اپنا احاطہ مسجد کردیا پھر مرگیا اور یہ احاطہ اسکے تہائی ترکہ سے برآمد نہین ہوتا ہے اور وارثون نے اُسکے فعل کی اجازت نہ دی تو وہ پورا احاطہ مسجد نہو جائیگا اور اُسکا مسجد کردینا باطل ہوگیا۔ کیونکہ اسمین وارثون کا حق ہے پس وہ بندون کے حقوق کے لگاؤ سے الگ نہین ہوا تھا تو اُسنے ایک جزو شائع کو مسجد کیا پس یہ باطل ہے جیسے کسی شخص نے اپنی زمین کو مسجد کردیا پھر کوئی شخص اس زمین مین سے تہائی یا چوتھائی یا آٹھوین یا بارھوین وغیرہ کسی ایسے جزو کا مستحق ہو جو تمام زمین مین شائع ہے یعنے اُس جزو کے واسطے اُس زمین کا کوئی مقام متعین نہین ہے تو ایسی صورت مین باقی زمین بھی عود کرکے اس شخص کی ملک مین ہوجاتی ہے پس ایسا ہی اس مسئلہ مین ہے۔ بخلاف اسکے اگر اُسنے وصیت کی کہ میرے احاطہ مین سے ایک تہائی مسجد کردیا جاوے تو یہ صحیح ہے کیونکہ تہائی اگرچہ اُسوقت جزو شائع ہے لیکن جسوقت مسجد کیا جاویگا تو علحدہ متعین ہوجائیگا اسلیے کہ وہ احاطہ تقسیم کرکے اسمین سے ایک تہائی الگ کرکے مسجد کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ جنازے کی نماز کے لیے جو جگہ بنادی گئی ہو اُسکا حکم مسجد ہے حتے کہ نجاست وغیرہ

مسئلہ قولہ بالاتفاق [illegible]

جن چیزون سے مسجد کو دور رکھتے ہین اُن سے اسکو بھی بچا وینگے ایسا ہی فقیہ رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہی مگر مشائخ کا
آپس مین اختلاف ہی۔ اب رہا وہ مقام جو نماز عید کے واسطے بنایا گیا ہو تو مختار یہ ہی کہ اقتدا جائز ہونے کے حق مین
اسکا حکم مسجد کا ہی چنانچہ وہان اقتدا جائز ہی اگرچہ صفون کے درمیان انفصال ہوا اور اقتدا کے سواے دیگر
احکام مین اُسکا حکم مسجد کا نہین ہی اور یہ لوگون پر آسانی کے لحاظ سے ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر لوگون کی جماعت
پر مسجد تنگ ہوا اور اُسکے پہلو مین کسی شخص کی زمین ہو تو باکراہ بھی پوری قیمت دیکر اُس سے وہ زمین لے لی جاویگی
یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ ایک مسجد کے پہلو مین ایک زمین ہی جو اُسی مسجد پر وقف ہی اور لوگون نے چاہا کہ
اس زمین مین سے کچھ اس مسجد مین بڑھا دین تو جائز ہی ولیکن یہ بات قاضی کے سامنے پیش کرین تاکہ وہ انکو
اجازت دیدے اور وقف کا گھر یا دوکان جو آمدنی کے واسطے ہو اُسکا بھی یہی حکم ہی یہ خلاصہ مین ہی کبرے مین ہی
کہ ایک مسجد والون نے چاہا کہ رحبہ کو مسجد اور مسجد کو رحبہ کرین اور چاہا کہ اسکا جدید دروازہ بنا دین اور چاہا کہ
دروازے کو اپنے مقام سے دوسرے مقام پر تحویل کرین تو انکو یہ اختیار ہی پھر اگر اس مسجد والون نے باہم اختلاف
کیا تو دیکھا جاوے کہ کون گروہ زیادہ اور افضل ہی پس اُسی کو اختیار ہوگا یہ مضمرات مین ہی منتقی مین امام محمدؒ
سے روایت ہی کہ ایک چوڑا راستہ ہی اسمین محلہ والون نے مسجد بنائی اور اُس سے راستہ کو ضرر نہین ہی پھر
انکو ایک شخص نے منع کیا تو انکو بنا لینے مین کچھ مضایقہ نہین ہی۔ کذا فی الحاوی۔ وقال المترجم وفیہ نظر من جہۃ الروایۃ
فتامل۔ اجناس مین ہی کہ ہشام نے اپنی نوادر مین کہا کہ مین نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ ایک قصبہ مین رہنے والے
بہت لوگ ہین کہ انکے عدد داخل احصا یعنی داخل شمار و حفظ نہین ہین۔ اور اُس قصبہ کی ایک نہر ہی اور وہ نہر کاریز
یا جنگل کا نالہ ہی اور وہ خاصۃً انھین کی ہی اور ایک قوم نے یہ چاہا کہ اس نہر کے بعض ٹکڑے پر تعمیر کرکے مسجد بنا دین
اور اس سے نہر کو کچھ ضرر نہین ہوتا ہی اور نہر والون مین سے بھی کوئی اس قوم سے متعرض نہین ہوتا تو امام محمدؒ
نے فرمایا کہ ہان اس قوم کو اختیار ہی کہ ایسی مسجد چاہے محلہ والے کے واسطے چاہے عام لوگون کے واسطے
بنالیوین یہ محیط مین ہی ایک قوم نے ایک مسجد بنانی چاہی اور انکو جگہ کی ضرورت ہوئی تاکہ یہ مسجد کشادہ ہو جاوے
پس انھون نے راستہ مین سے ایک ٹکڑا لیکر مسجد مین داخل کر دیا۔ پس اگر راستہ والون کو کچھ ضرر پہونچتا ہو تو جائز
نہین ہی اور اگر ضرر نہ پہونچتا ہو تو مجھے امید ہی کہ اسمین کچھ مضایقہ نہو کذا فی المضمرات اور یہی مختار ہی یہ خزانۃ المفتین
مین ہی۔ اگر لوگون نے کہا کہ مسجد مین سے کوئی ٹکڑا مسلمانون کے لیے عام راستہ کر دین تو کہا گیا ہی کہ انکو یہ
اختیار نہین ہی اور یہ قول صحیح ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر مسجد مین سے کوئی ٹکڑا مسلمانون کے لیے عام راستہ
گذرگاہ بنائی تو جائز ہی کیونکہ شہرون کے لوگون مین جامع مسجدون مین ایسا متعارف اور ہر ایک کو اس مین سے
گذرنے کا اختیار ہوگا حتی کہ کافر بھی یہ راہ چل سکتا ہی مگر جو شخص جنب ہو یا وہ عورت جو حیض و نفاس مین ہو اس راہ سے نہین گذر سکتی
اور لوگون کو یہ اختیار نہین ہی کہ اس راہ مین اپنے جانور لیجاوین یہ تبیین مین ہی۔ سلطان نے ایک قوم کو حکم دیا کہ
شہر کی زمین مین سے ایک زمین کو ایک مسجد پر وقف ہونے کے واسطے دوکانین بنا دین اور انکو حکم دیا کہ اپنی
مسجدون مین بڑھا دین تو دیکھا جاویگا کہ اگر یہ شہر بزور شمشیر فتح ہوا ہو تو اسکا حکم جائز ہوگا بشرطیکہ
اُس سے راہگیرون کو مضرت نہو کیونکہ جو شہر بزور شمشیر فتح ہوا ہو وہ غازیون کی ملک ہو جاتا ہی تو اسمین سلطان کا

ہونے کو آگئی پس اہل محلہ کو یہ چاہیے کہ اسکو فروخت کریں اور اسکے دام جدید مسجد میں صرف کریں تو یہ نہیں جائز ہے
چنانچہ امام ابو یوسف رح کے قول پر اسوجہ سے نہیں کہ مسجد اگرچہ خراب ہو جاوے اور اسکے لوگ اس سے بے پروا
ہو جاویں وہ کبھی اپنے بنانے والے کی ملک میں عود نہیں کرتی ہے اور بنا بر قول امام محمد رح کے اگرچہ بے پروائی کے
بعد وہ ملک میں عود کرتی ہے لیکن اپنے بنانے والے یا اسکے وارثوں کے ملک میں عود کرتی ہے پس جدید بنانے والوں
کو دونوں میں سے کسی قول پر فروخت کرنے کی ولایت حاصل نہوگی اور فتوی امام ابو یوسف رح کے قول پر ہے کہ وہ کبھی
ملک میں عود نہیں کرتی ہے کذا نقل فی المضمرات عن الحجۃ۔ حاوی میں ہے کہ شیخ ابوبکر اسکاف سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے
اپنے دار کے دروازہ پر اپنے لیے مسجد بنوائی اور اسکی اصلاح و تعمیر کے لیے ایک زمین وقف کی پھر وہ مر گیا اور
مسجد خراب ہو گئی اور اسکے وارثوں نے اسکی بیع کا فتوی طلب کیا پس فتوی دیا گیا کہ بیع جائز ہے پھر کسی قوم نے
اس مسجد کو بنا لیا اور چاہا کہ اس اراضی وقف کو طلب کیا تو فرمایا کہ انکو مطالبہ کا حق نہیں پہونچتا ہے تاتارخانیہ
میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے مال سے مسجد میں فرش ڈلوایا پھر مسجد خراب ہو گئی اور لوگ اس سے مستغنی ہو گئے
تو یہ فرش اسی شخص کا ہوگا اگر زندہ موجود ہو یا اسکے وارث کا ہوگا اگر مر گیا ہو اور امام ابو یوسف رح سے ایک
روایت ہے کہ وہ فروخت کیا جاوے اور اسکا ثمن مسجد کی ضروریات میں خرچ کیا جاوے اور اگر اس مسجد کو اسکی کچھ ضرورت نہو تو کسی
دوسری مسجد میں خرچ کیا جاوے اور پہلا قول امام محمد رح کا ہے اور اسی پر فتوی ہے۔ اگر کسی نے ایک مردہ کو کفن دیا
پھر لاش کو کسی درندہ نے پھاڑ ڈالا اور لے گیا تو یہ کفن اسی شخص کا ہے جسنے کفن دیا تھا اگر زندہ ہو یا اسکے وارثوں
کا ہے اگر مر گیا ہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ابو اللیث رح نے اپنے نوازل میں ذکر کیا کہ مسجد کا فرش اگر
کہنہ ہو گیا اور مسجد والے اس سے مستغنی ہو گئے حالانکہ اسکو ایک شخص نے ڈلوایا تھا پس اگر وہ شخص زندہ
ہو تو اسی کا ہے اور اگر مر گیا اور کوئی وارث نہیں چھوڑا تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ اسمیں کچھ مضائقہ نہوگا کہ وہ فرش کسی
فقیر کو دیدیں یا مسجد کے لیے دوسرا فرش خریدنے میں اس سے استمداد حاصل کریں اور مختار یہ ہے کہ بدون حکم
قاضی انکو ایسا کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ منتقی میں ہے کہ اگر مسجد کے بوریے کہنہ ہو کر ایسے ہو گئے کہ یہاں
کام نہیں دیتے ہیں پھر جسنے بچھایا تھا اُسنے چاہا کہ انکو لیکر صدقہ کر دے یا انکے عوض بجائے انکے دوسرے خرید دے
تو اسکو یہ اختیار ہے اور اگر وہ غائب ہو پس اہل محلہ نے چاہا کہ ان بوریوں کو صدقہ کر دیں جبکہ وہ کہنہ ناکارہ
ہو گئے ہیں تو انکو یہ اختیار نہوگا جبکہ انکی کچھ قیمت ہو اور اگر انکی کچھ قیمت نہو تو اسکا مضائقہ نہیں ہے یہ ذخیرہ
میں ہے۔ مسجد کا پیال جب مسجد میں سے نکالا جاوے اگر اسکی کچھ قیمت نہو تو مسجد کے باہر ڈال دینے میں
کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اور جو کوئی اسکو اٹھا لیجاوے اسکو روا ہے کہ اس سے نفع اٹھاوے یہ واقعات حسامیہ
میں ہے۔ مسجد کی گھاس یعنی پیال وغیرہ جو ڈالدیتے ہیں اگر اسکی کچھ قیمت ہو تو اہل مسجد کو اختیار ہے کہ اسکو
فروخت کر دیں اور اگر قاضی کے پاس اسکا مرافعہ کریں تو بہت نزدیک یا زیادہ پسندیدہ ہے پھر اسکے حکم سے اسکو
فروخت کریں یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ اگر کسی نے مسجد کی گھاس اٹھائی اور کر دیا اسکو پارہ پارہ
تو مشائخ نے فرمایا کہ اسپر ضمان واجب ہوگی کیونکہ اسکی قیمت ہے اور حکایت ہے کہ شیخ ابو حفص السفکردری نے اپنی آخر عمر
میں شفاعت اہل مسجد کے لیے پچاس درہم کی وصیت کی یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔ جنازہ یا نعش کسی مسجد کے واسطے

تھی وہ خراب ہوگئی پس اہل مسجد نے اسکو وقف کر دیا تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ قاضی کے حکم سے بیع ہونا بہتر ہے اور
صحیح یہ ہے کہ قاضی کے حکم بغیر اسکی بیع جائز ہی نہیں ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے کعبہ کی دیباج اگر کہنہ ہوگئی تو
اسکا لے لینا جائز نہیں ہے لیکن سلطان اسکو فروخت کر کے اس سے کعبہ کے امور میں استعانت لیوے یہ سراجیہ
میں ہے۔ اگر مسجد کے تیل کے واسطے کسی نے وقف کیا تو تمام رات اسکا جلانا جائز نہیں ہے بلکہ اسی قدر جلا دے
جسکی نمازیوں کو ضرورت ہے پس تہائی رات تک جائز یا آدھی رات تک جبکہ اسمیں نماز کے لیے اتنی ضرورت
ہو یہ سراج الوہاج میں ہے اور یہ جائز نہیں ہے کہ تمام رات اسمیں جلتا چھوڑا جاوے مگر ایسی جگہ جہاں ایسی
عادت جاری ہو کہ تمام رات اسمیں چراغ جلتا ہے جیسے بیت المقدس کی مسجد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی مسجد اور مسجد الحرام پس ہمارا کعبہ کی مسجد تو انمیں تمام رات جائز ہے یا وقف کنندہ نے تمام رات اسمیں جلتا چھوڑنے
کی شرط کر دی ہو جیسے ہمارے زمانہ میں عادت جاری ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ اگر کسی نے مسجد کے چراغ
سے کتاب پڑھائی چاہی پس اگر مسجد کا چراغ اسمیں نماز پڑھی جانے کے لیے جل رہا ہو تو بعض نے کہا کہ اس
صورت میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر نماز کے لیے اب نہ جلتا ہو مثلاً نمازی لوگ اپنی نماز سے فارغ ہو کر اپنے
اپنے گھروں میں چلے گئے ہوں اور مسجد میں چراغ جلتا رکھا ہو تو مشائخ نے کہا کہ تہائی رات تک اس
سے کتاب کی تدریس میں مضائقہ نہیں ہے اور تہائی سے زائد میں اسکو تدریس کا حق حاصل نہیں ہے۔ یہ فتاوی
قاضی خان میں ہے۔ **فصل دوم** مسجد پر وقف اور اسکے مال میں قیم وغیرہ کے تصرف کرنے کے بیان میں۔
اگر کسی نے چاہا کہ اپنی زمین کو مسجد اور اسکی عمارت پر اور اسکی ضروریات مانند تیل و چٹائی وغیرہ پر اس طرح
وقف کرے کہ اسکو کوئی باطل نہ کر سکے تو یوں کہے کہ وقف کر دی میں نے اپنی یہ زمین اور اسکے حدود بیان
کر دے مع اسکے حقوق و مرافق کے وقف موبدہ اپنی حیات میں اور بعد موت کے بدین شرط کہ اس سے غلہ
حاصل کیا جاوے اور اسکے غلہ سے پہلے اسکی عمارت میں اور اسکے قوام کی اجرت میں اور اسکی مؤنت میں خرچ
کیا جاوے پھر جو اس سے بچ رہے وہ مسجد فلاں کی عمارت میں و اسکے تیل و بوریے میں اور قندیل اور ہر ایسے کام
میں جس میں مسجد کی بہتری و مصلحت ہو صرف کیا جاوے اس شرط سے کہ قیم کو اختیار ہے کہ اسمیں اپنی رائے
سے تصرف کرے اور جب یہ مسجد اس مال سے مستغنی ہو تو مسلمانوں کے فقرا پر صرف کیا جاوے۔ جب
اس طرح وقف کریگا تو یہ وقف جائز لازم ہوگا کہ کبھی باطل نہیں ہو سکتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے ایک شخص
نے اپنی زمین ایک مسجد پر وقف کی اور آخر اسکا مساکین کے لیے نہیں کیا تو مشائخ نے اسمیں کلام کیا ہے اور
مختار یہ ہے کہ بالاجماع سب کے قول میں یہ وقف جائز ہے یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔ اگر کوئی زمین کسی
مسجد کی عمارت یا مقابر کی درستی پر وقف ہو تو جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ایک مسجد یا مدرسہ
بنانے کے لیے مقام مہیا کیا اور اسکو بنانے سے پہلے اسپر کوئی عقار وقف کیا تو اسمیں متاخرین نے اختلاف
کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے اور جب تک بنکر تیار ہو اسوقت تک اسکا غلہ فقیروں پر صرف کر دیا جاوے
پھر جب بن جاوے تو اسکی طرف پھیر دیا جائیگا یہ فتح القدیر میں ہے صدر الشہید رح نے لکھا کہ اگر کسی نے
اپنا گھر کسی مسجد یا مسلمانوں کے راستہ پر تصدق کیا تو اسمیں مشائخ نے کلام کیا ہے اور مختار یہ ہے کہ مثل وقف

کے جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے درم دیا مسجد کی عمارت یا مسجد کے نفقہ یا مسجد کی مصلحتوں میں تو صحیح
ہے کیونکہ اسکی تصحیح اگر بطریق وقف ممکن نہ ہو تو مسجد کو ہبہ کرنے کے طور پر تملیک کی تصحیح ممکن ہے اور مسجد کو اس طور
پر مالک کردینا صحیح ہے پس قبضہ سے ہبہ پورا ہو جائیگا یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ مسجد کے لیے میں نے
اپنے مال کی وصیت کی تو یہ جائز نہیں ہے مگر اسکہ یون کہے کہ مسجد پر خرچ کیا جاوے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ نوادر
ابن سماعہ میں امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میں نے اپنے تہائی مال کی چراغ مسجد کے واسطے وصیت
کی تو نہیں جائز ہے یہان تک کہ یون کہے کہ اس سے مسجد میں چراغ جلایا جائے یہ ذخیرہ میں ہے اگر کہا کہ میں نے
اپنے دار کو مسجد کے لیے ہبہ کر دیا یا مسجد کے لیے دیدیا تو صحیح ہے اور یہ تملیک ہوگی اور اسمین سپرد کر دینا شرط ہے
جیسے کسی نے کہا کہ میں نے یہ شئ واسطے مسجد کے وقف کیے تو بطریق تملیک صحیح ہے جبکہ اسکے قیم کو سپرد کر دے
یہ فتاوی عتابیہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ یہ درخت مسجد کے لیے ہے تو ہبہ نہیں جائیگا یہان تک کہ قیم کو سپرد کر دے یہ محیط
میں ہے۔ اگر کوئی زمین کسی مسجد پر اس شرط سے وقف کی کہ جو کچھ اسکی عمارت سے بڑھے وہ فقیرون کے لیے ہے
پس غلہ جمع ہو گیا اور مسجد کو فی الحال عمارت کی ضرورت نہیں ہے تو کیا یہ غلہ فقیرون کی طرف صرف کر دیا جائیگا
تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور مختار یہ ہے کہ اگر غلہ اسقدر رہے کہ درصورت مسجد یا زمین وقف کو ضرورت
تعمیر پیش آنے کے جسقدر ضرورت ہو اسقدر رہے اور زیادہ جمع ہو تو بقدر زیادتی کے صرف فقرا کر دیا جاوے
تاکہ وقف بھی محفوظ رہے اور وقف کرنے والے کی شرط بھی پوری ہو جاوے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک مسجد
منہدم ہو گئی اور اسکے غلہ سے اسقدر جمع ہے کہ اسکی تعمیر ہو سکتی ہے تو خصاف رح نے کہا کہ غلہ مذکورہ اسکی تعمیر میں
نہین اٹھایا جائیگا کیونکہ وقف کنندہ نے اسکی مرمت پر وقف کیا تھا اور یہ حکم نہیں دیا کہ اس سے یہ مسجد بنوائی
جاوے قال المترجم یہ حکم غور کے قابل ہے کیونکہ قیاس جلی یہان امر منصوص کا معارض ہوا ہے واللہ تعالی اعلم میں فرمایا
کہ فتوی اس بات پر ہے کہ اس غلہ سے بنانا بھی جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے شیخ ابو بکر سے دریافت
کیا گیا کہ کسی نے اپنے تہائی مال کی نیک کامون کے لیے وصیت کی تو کیا اس سے مسجد میں چراغ جلایا جاوے
فرمایا کہ ہان جائز ہے اور فرمایا کہ چراغ مسجد سے بڑھانا نہیں جائز ہے خواہ ماہ رمضان ہو یا کوئی اور مہینہ ہو
اور فرمایا کہ اس سے مسجد کی زینت نہ کیجاویگی یہ محیط میں ہے۔ ایک مسجد کا دروازہ ہوا کے رخ پر ہے پس دروازہ
میں بوچھار سے مینہ کا پانی پہونچتا ہے پس وہ خراب ہو جاتا ہے اور لوگون پر مسجد میں جانا دشوار ہو جاتا ہے تو قیم
کو روا ہے کہ وقف کی آمدنی سے مسجد کے دروازے پر چھجا بنوا دے بشرطیکہ راستہ والون کو اس چھجے سے ضرر
نہو یہ سراجیہ میں ہے۔ فقیہ ابو القاسم سے پوچھا گیا کہ ایک مسجد کا ایک قیم ہے جسکو قاضی نے اسکے غلات پر
قیم مقرر کیا ہے اور سالانہ اسکے لیے کچھ مقدار معلوم مقرر کر دی ہے تو فرمایا کہ اگر اسکے کام کے اجر المثل کے برابر ہو
تو اسکو لے لینا حلال ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قاضی نے مسجد کے واسطے کوئی خادم تنخواہ پر مقرر کیا پس اگر وقف کنندہ نے
اپنے وقف میں اسکی شرط کر دی ہو تو جائز ہے اور خادم کو اجرت لے لینا حلال ہوگا اور اگر واقف نے شرط نکی ہو
تو جائز نہیں ہے یہ سراج میں واقعات سے نقل ہے۔ متولی کو روا ہے کہ مسجد میں جھاڑو دینے وغیرہ کامون کے لیے کوئی
خادم اتنی اجرت پر مقرر کر دے جو ایسے کام کی اجرت ہوا کرتی ہے اور اگر کچھ زیادتی ہو تو اتنی ہی ہو کہ

اصح وہ ہے جو امام ظہیر الدین نے کہا کہ وقف عمارت مسجد پر اور وقف مصالح مسجد پر دونوں یکساں ہیں یہ فتح القدیر
میں ہے۔ متولی مسجد کو یہ اختیار نہیں ہے کہ چراغ مسجد کو اپنے گھر لیجاوے اور یہ اختیار ہے کہ گھر سے اسکو مسجد میں
لاوے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ قیم کو اختیار نہیں ہے کہ جنازہ کے واسطے کوئی چیز خریدے کہ اٹھا کر مقبرہ لیجائیں
اسکو مال وقف المسجد سے نہیں خرید سکتا ہے اس غرض سے کہ مسجد کے متعلق رہے اگرچہ وقف کنندہ نے وقف
مسجد میں یہ ذکر کر دیا ہو کہ قیم جنازہ خریدے کذا فی السراجیہ قلت یعنی وقف کنندہ کی ایسی اجازت اسکی نادانی
سے ہے فافہم۔ اگر قیم نے حاصلات وقف مسجد سے کپڑا خرید کر مسکینوں کو دیا تو جائز نہیں ہے اور جو کچھ اسنے مال وقف
سے دام دیے انکا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ قیم نے اگر حاصلات وقف مسجد سے کوئی دوکان اس
غرض سے خریدی کہ کرایہ پر چلائی جاوے اور ضرورت کے وقت فروخت کر دیجاوے تو جائز ہے بشرطیکہ اسکو خریدنے
کی اجازت حاصل ہو اور جب یہ جائز ہوا تو وہ اسکو فروخت کر سکتا ہے یہ سراجیہ میں ہے قلت [illegible] الاشبہ عند الحاجۃ
علی ما کان علیہ من القیمۃ فالصواب التفصیل او ان یامرہ القاضی فعلیہ یا الباطل عندنا الفتوی سے مسجد کے قیم کو روا نہیں ہے
کہ حد مسجد میں یا فنائے مسجد میں دوکانیں بنوا دے کیونکہ مسجد جب دوکان و مسکن کی گئی تو اسکی حرمت ساقط ہو جائیگی اور
یہ جائز نہیں ہے اور فنائے مسجد تابع مسجد ہے پس اسکا حکم بھی مسجد کا حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ متولی مسجد نے اگر آمدنی
وقف مسجد سے جو اسکے پاس جمع تھی ایک حویلی خرید کر موذن کو حوالہ کی کہ اسمیں رہا کرے پس اگر موذن کو معلوم
ہو جاوے کہ اسنے اسی آمدنی سے خرید کر دی ہے تو اسکو اس حویلی میں رہنا مکروہ ہے کیونکہ یہ حویلی حاصلات وقف
سے ہے اور امام و موذن کو ایسی حویلی میں رہنا مکروہ ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ قال المترجم یہ شاید بنا بر انکہ
امامت و اذان کی اجرت یا جز منفعت مکروہ یا یہ مال غصب ہے فافہم۔ اگر قیم نے چاہا کہ وقف مسجد کی آمدنی کچھ اس
مسجد کے امام یا موذن پر صرف کرے تو اسکو یہ اختیار نہیں ہے الا اس صورت میں کہ وقف کنندہ نے وقف میں
ایسی شرط کر دی ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر وقف کنندہ نے وقف میں شرط کر دی کہ اسکی حاصلات سے اسقدر مقدار
معلوم امام مسجد کو دیجاوے تو امام کو یہ مقدار جو معلوم بیان کر دی ہے دیجائیگی بشرطیکہ وہ فقیر ہو اور اگر
وہ غنی ہو تو اسکو لینا حلال نہیں ہے اور فقہا جو اذان دیتے ہوں انکا حکم بھی اسی تفصیل سے ہے یہ خلاصہ میں
ہے۔ اگر مسجد کے غلہ کو یا مسجد کی ٹوٹن کو اس مسجد کے نمازیوں نے بدون حکم قاضی کے فروخت کیا تو اصح یہ ہے
کہ یہ جائز نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر مسجد کی دیوار اسکے پہلو کے پانی سے جو نشیب میں ہے اور وہ آب [illegible] ہے
ٹوٹ گئی یعنی پانی پینے کے گھاٹ سے پانی کی تری پاکر ٹوٹ گئی یا نہر کا کنارہ ٹوٹ جانے سے پانی چڑھنے کی وجہ
سے ٹوٹ گئی پس آیا حاصلات مسجد سے نہر کی تعمیر و مرمت میں صرف کیا جاوے یا نہیں تو فقیہ ابو جعفر رحمہ نے فرمایا
کہ جو کچھ عمارت و مرمت نہر میں خرچ کیا جاتا ہے اگر وہ مسجد کے ستون وغیرہ کی عمارت سے نہیں بڑھتا ہے بلکہ اسی
میں ہے تو جائز ہے اور مسجد والوں کو روا ہوگا کہ اس صورت میں نہر والوں کو نہر سے نفع لینے سے روکیں
جبتک کہ وے لوگ انکو اس عمارت کی قیمت نہ دیدیں پس قیمت اسی مسجد کی عمارت میں صرف کیجاویگی اور اگر
چاہیں تو نہر والوں سے پہلے اطلاع کر دیں کہ اپنی نہر درست کر دو پھر اگر وے درست نہ کریں یہاں تک کہ مسجد
کی دیوار گر جاوے یا ٹوٹ جاوے تو ان لوگوں سے منہدم کی قیمت تاوان میں لیجاوے یہ فتاوے قاضی خان و

غنیمت سے واپس لیگا یہ واقعات حسامیہ مین ہو۔

بارھوان باب رباطات ومقابر وخانات وحیاض وطرق وسقایات کے بیان مین اور مقبرہ کے یا زمین وقف کے اشجار وغیرہ کی طرف رجوع ہونے والے مسائل کے بیان مین۔ رباطات جمع رباط جو سرحد اسلام ملحق بملک کفار پر جو سراے وقیام کے طور پر وقف ہو کہ اسمین مجاہدین رہین و اپنے گھوڑے باندھین اور کبھی جہاد کے سفر مین منزل کرنیکے معنے مین بھی آتا ہو کما صح فی الحدیث رباط یوم فی سبیل اللہ خیر من الدنیا وما فیہا۔ مقابر جمع مقبرہ گورستان خانات جمع خان یعنی کاروان سرائے اور وہ کبھی وقف ہوتی ہو اور اسکا بڑا ثواب ہو حیاض جمع حوض جو پانی پینے کے واسطے جا بجا بنا دیتے ہین۔ طرق جمع طریق راستہ۔ سقایات جمع سقایا جو پانی لینے دینے کے لیے بنا دیتے ہین کہ مسافر وغیرہ آدمی اُس سے پانی پیوین بخلاف حوض کے کہ اُس سے جانورون کو بھی پلاتے ہین اور شکل مین اختلاف ہو اور بیشتر الفاظ کبھی متحد ہو جاتے ہین وقد مر فی اوائل الکتاب اشتراک کفایۃ حتی کسی نے مسافرون کے لیے کوئی سقایہ بنایا یا کاروان سرائے بنائی جسمین مسافر رہتے ہین یا رباط بنائی یا اپنی زمین مقبرہ کر دی تو اسکی ملک اس سے زائل نہ ہوگی یہانتک کہ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک کوئی قاضی حاکم اسکا حکم دیدے کذا فی الہدایہ یا وہ شخص اپنی موت کے بعد ایسا کرنیکو باضافت کہے تاکہ وصیت ہو جاوے پس بعد موت کے لازم ہو جائیگا اور اسکو اختیار ہو کہ موت سے پہلے اُس سے رجوع کرلے بنا بر انکہ جو وقف الفقرا مین گذر چکا کذا فی فتح القدیر اور امام ابویوسف رح کے نزدیک اسکے قول ہی سے اسکی ملک ان چیزون سے زائل ہو جائیگی جیساکہ انکی اصل ہو اور امام محمد رح کے نزدیک اگر لوگون نے سقایہ سے پانی پیا اور خان مین یا رباط مین اُترے اور مقبرہ مین مردہ دفن کیا تو وقف کنندہ کی ملک زائل ہو گئی اور ایک ہی آدمی کے فعل پر اکتفا کیا جائیگا کیونکہ جنس انسان تمام کا فعل متعذر ہو اور یہی حال کنوین و حوض مین ہو قال المترجم یا بجملہ امام کے نزدیک اس شخص کے قول کے ساتھ جبکہ وقف ہو انمین سے کسی کا فعل بطریق انتفاع بھی پایا جاوے فافہم۔ اور اگر اُسنے ان وجوہ مین متولی کو سپرد کر دیا تو تسلیم صحیح ہو۔ کذا فی الہدایہ اور مبسوط مین مذکور ہو کہ ان مسائل مین صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہو اور اسی پر امت کا اجماع ہو یہ مضمرات مین ہو۔ مضائقہ نہین کہ حوض وکنوین سے پانی پیے اور اپنے چوپایہ کو پلاوے خواہ اونٹ و گھوڑا وغیرہ کوئی ہو اور اُس سے وضو کرے یہ ظہیریہ مین ہو۔ اگر سقایہ پانی پینے کے واسطے کر دیا ہو پس کسی نے اُس سے وضو کرنا چاہا تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہو اور اگر وضو کے لیے وقف ہو تو اُس سے پینا نہین جائز ہو اور جو پانی کہ پینے کے واسطے مہیا کیا گیا ہو چنانچہ حوض مکہ تو اُس سے وضو کرنا نہین جائز ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ اور اسی طرح اگر اپنے دار کو مساکین کے لیے مسکن کر دیا اور کسی متولی کے سپرد کر دیا جو اسکی پرداخت کرتا ہو تو وقف کنندہ کو اس سے رجوع کرنے کا اختیار نہین ہو۔ اسی طرح اگر مکہ مین کسی کا گھر ہو پس اُسنے حج کرنے والون یا عمرہ کرنے والون کے لیے مسکن کر دیا اور کسی متولی کو دیدیا کہ اسکی اصلاح پر قیام کرے اور جبکو چاہے بساوے تو اسکو اسمین رجوع کرنے کا اختیار نہین ہو اسی طرح اگر سرحد اسلام ملحق بسرحد کفار پر اسکا کوئی احاطہ ہو جسکو اُسنے غازیون و رباط والون کے لیے مسکن کر دیا اور اسکو ایک متولی کو دیدیا جو اسکی پرداخت کرے تو وہ اُس سے رجوع نہین کر سکتا اور جب وہ مر جاوے تو اُس سے میراث

داخل احصار و شمار ہین دوم آنکہ داخل شمار نہین ہین پس پہلی صورت مین ہر ایک قرابت کو ایک عدد و شمار کیا جاوے
اور فقراء کو ایک عدد اور رباطیون کو ایک عدد چنانچہ اگر قرابتی دس ہون تو تہائی مال کے تین چوتھائی کے
بارہ جزو کیے جاوین جنمین سے دس جزو تو اہل قرابت کو اور ایک حصہ فقراء کو اور ایک جزو رباطیون کو دیا جاوے
اور دوسری صورت مین اس ثلث جو تہائی کے تین سہام کیے جاوین قرابت و فقراء و رباطیون مین سے ہر ایک کو
ایک حصہ دیدیا جاوے یہ واقعات حسامیہ مین ہی۔ اگر کسی شخص نے ایک موضع خریدا اور اسکو مسلمانون کا راستہ کر دیا
اور اسپر گواہ کر دیے تو یہ صحیح ہی اور اسوقت کے پورے ہونے کے لیے مسلمانون مین سے ایک کا گذر جانا ایسے عالم
کے قول پر شرط ہی جو واقف مین سپرد کرنا شرط کہتا ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ ہلال رح نے کہا کہ اسی طرح جو کوئی مسلمانون
کے لیے پل بناوے اسکا بھی یہی حکم ہی اور لوگ اسمین راستہ چلین اور اسکی عمارت وارثان واقف کی میراث نہوگی
درحالیکہ وہ وقف ہو چکی ہی پس بطلان میراث مین صغیر پل کی عمارت کو مخصوص کر دیا کذا فی الذخیرہ اور حاکم شہید رح
سے منقول ہی کہ مین نے امام ابو حنیفہ رح سے نوادر مین روایت پائی کہ امام نے مسجد کی طرح مقبرہ و راہ کا وقف
بھی جائز جانا اور ایسے ہی چھوٹا پل جسکو کوئی مسلمانون کے لیے بناوے اور اسمین لوگ گذر جاوین اور اسکی
عمارت وارثان واقف کی میراث نہوگی پس بطلان میراث کے لیے پل کی عمارت کو خاص کیا اور مشائخ نے
کہا کہ اس تخصیص مین تاویل یہ ہی کہ یہ باعتبار عادت کے ہی کہ زمین وہان کی وقف کنندہ کی ملک نہین ہی پس
جب پل کا مقام اسکی ملک نہوا تو عمارت کی لوٹنے مین میراث کا احتمال تھا پس تخصیص کرکے بطلان میراث کی نفی
کی اور ظاہر یہ ہی کہ آدمی نہر عام پر پل بنا دیتا ہی پس موضع کے سوائے خالی عمارت اسکی ملک ہوتی ہی جسکو وقف
کر دیتا ہی۔ اور یہی مسئلہ دلیل ہی کہ عمارت کا وقف بدون اصل کے جائز ہی باوجودیکہ دار مین عمارت کا وقف بدون
زمین کے نہین جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی مشرکون کا ایک مقبرہ تھا اسکو لوگون نے مسلمانون کا مقبرہ
بنانا چاہا پس اگر مشرکین کے قبور اور اجسام کے نشانات مٹ گئے ہون تو ایسا کرنے کا مضائقہ نہین ہی اور اگر انکے
آثار باقی رہے ہون مثلاً انکی ہڈی کچھ نکل آوے تو کھود کر وہ دفن کر دیجاوے پھر وہ مسلمانون کا مقبرہ کر دیا جاوے
کیونکہ مدینہ منورہ مین جہان مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ مشرکون کا مقبرہ تھا پس کھود کر وہ مسجد کر دیا
گیا یہ مضمرات مین ہی۔ اگر ایک شخص کسی مفتی کے پاس آیا اور کہا کہ مین چاہتا ہون کہ اللہ تعالی کی جناب مین
تقرب حاصل کرون پس کیا مین مسلمانون کے لیے رباط بناؤن یا غلامون کو آزاد کرون اور یا اسنے مفتی سے کہا کہ
مین اپنے احاطہ سے تقرب حاصل کرنا چاہتا ہون پس کیا مین اسکو فروخت کر کے اسکے دام صدقہ کر دون یا دامون
سے غلام خرید کر انکو آزاد کر دون یا مین اسکو مسلمانون کے لیے گھر کر دون انمین سے کون افضل ہی تو مشائخ نے
کہا کہ اسکو جواب دیا جاوے کہ اگر تو رباط بناوے اور اسکی عمارت کے لیے آمدنی کی کوئی چیز وقف کر سکے
تو رباط افضل ہی کیونکہ یہ دائمی ہی اور اسکا نفع عام ہی اور اگر تو رباط کے لیے آمدنی کا کوئی وقف نہ کر سکے
تو رباط نہین بلکہ اسکو فروخت کر کے اسکے دام مساکین پر صدقہ کر دے کذا فی فتاوی قاضی خان اور اسی سے
اکثر کی تصنیفات مین یہ حکم ہی کہ کہا اسکے دامون سے غلام خرید کر انکو آزاد کر دے یہ ظہیریہ مین ہی۔ خزانہ مین ہی
کہ اراضی کا وقف کر دینا اسکو بیچ کر اسکے دام صدقہ کر دینے سے اچھا ہی یہ بحر الرائق مین ہی پس ثابت کہ وقف

تو وہ قبر سے نہیں اکھاڑا جائیگا ولیکن دوسرا شخص اُسکے کھودنے کی قیمت یعنے اجرت کا ضامن ہوگا پس ایسے
حکم سے دونوں کا حق محفوظ ہوا کذا فی خزانۃ المفتین والمحیط۔ ایک قوم نے دریائے جیحون کے کنارے چند زمین
مردہ پڑی تھی اسکو زندہ و معمور کیا اور سلطان اُنسے عشر لیا کرتا تھا اور اسکے قریب میں ایک رباط ہے پس رباط
کے متولی نے سلطان سے گزارش کی پس سلطان نے یہ عشر اُسکے واسطے چھوڑ دیا تو کیا متولی کو اختیار ہے کہ
اس عشر کو اس رباط کے موذن پر صرف کرے یعنے اسکے کھانے کپڑے میں اس عشر سے مدد لے اور کیا موذن کو
روا ہے کہ جو عشر سلطان نے مباح کر دیا ہے اسکو لیوے تو فقیہ ابو جعفر رحمہ نے کہا کہ اگر موذن محتاج ہو تو اُسکو
حلال ہے اور متولی کو روا نہیں ہے کہ اس عشر کو تعمیر رباط میں صرف کرے بلکہ فقط فقرا پر صرف کرسکتا ہے اور
اگر اُسنے محتاجوں پر صرف کیا پھر اُنھوں نے اپنی طرف سے رباط کی تعمیر میں صرف کیا تو جائز اور بہتر ہے کذا فی
فتاوے قاضی خان اور اسی طرح زکوۃ کا مال ہے کہ اگر متولی نے اسکو مسجد بنانے میں یا پل بنانے میں صرف
کرنا چاہا تو نہیں جائز ہے اور اگر اُسکا حیلہ چاہا تو حیلہ یہ ہے کہ متولی اُسکو فقیروں پر صدقہ کر دے پھر فقیر لوگ
اُسکو متولی کو دیدیں پھر متولی اُسکو اس عمارت میں صرف کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک رباط پر پھل ہیں تو کیا
اسمیں اُترنے والوں کو روا ہے کہ انمیں سے تناول کریں تو اسمیں دو صورتیں ہیں اول یہ کہ ان پھلوں کی قیمت
نہ ہو جیسے شہتوت وغیرہ دوم یہ کہ انکی قیمت ہو پس اول صورت میں کھا لینا روا ہے اور دوسری صورت میں
اس سے احتیاط کرنا از راہ دیانت و تقویٰ کے بہتر ہے کیونکہ احتمال ہے کہ شاید وقف کنندہ نے یہ پھل اُترنے والوں
کے لیے نہیں بلکہ فقیروں کے لیے وقف کیے ہوں اور یہ اسوقت ہے کہ یہ معلوم نہ ہو اور اگر معلوم ہو کہ فقیروں
پر وقف ہے اُترنے والوں پر وقف نہیں ہے تو فقیروں کے سوا کسی کو انکا کھانا حلال نہیں ہے کذا فی الواقعات الحسامیہ
قلت اسمیں اشارہ ہے کہ اترنے والا اگر فقیر ہو تو اسکو بھی روا ہے فافہم واللہ اعلم فتاوے ابو اللیث میں ہے
کہ ایک شخص نے دار ہجران کے خادم کو درہم دیے کہ اسکے عوض گوشت روٹی خرید کر اس دار کے رہنے والوں
کو تقسیم کر دے اور دار ہجران وہ دار ہے جسمیں فقرا و مساکین رہتے ہیں پھر خادم کو اسی روز گوشت و روٹی
کی ضرورت نہوئی اور خادم نے اسی سے پہلے اُدھار گوشت روٹی خریدی تھی پس اُسنے یہ درہم اُدھار میں ادا
کر دیے تو وہ ضامن ہوگا کذا فی المحیط۔ مسائل جو مقبرہ و زمین وقف کے اشجار وغیرہ کی طرف راجع ہیں۔
ایک مقبرہ میں بڑے بڑے درخت لگے ہیں تو اسمیں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ زمین کو مقبرہ بنانے سے پہلے
اسمیں یہ درخت اُگے ہوں دوم یہ کہ مقبرہ بنانے کے بعد اُگے ہوں پس اول صورت میں مسئلہ کی دو قسم ہیں
قسم اول آنکہ اس زمین کا کوئی مالک تھا جسنے مقبرہ کر دیا قسم دوم یہ کہ زمین موات تھی اسکا کوئی مالک نہ تھا اُسکو
گاؤں والوں نے مقبرہ بنا لیا پس قسم اول میں یہ درخت مع جڑوں کے اسکے مالک کی ملک ہیں جو چاہے اُنکے ساتھ
معاملہ کرے اور قسم دوم میں درخت مع جڑوں کے اپنے قدیم حال پر رہینگے صورت دوم میں بھی مسئلہ کی دو قسمیں ہیں
قسم اول آنکہ انکا لگانے والا معلوم ہے قسم دوم آنکہ انکا لگانیوالا معلوم نہو پس قسم اول میں لگانے والے کے
ہونگے اور قسم دوم میں اسکا حکم باختیار قاضی ہے اگر اسکی راے میں آوے کہ انکو فروخت کرکے انکے دام
مقبرہ کی عمارت میں صرف کیے جاویں تو ایسا حکم دے سکتا ہے یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔ اگر مسجد میں درخت

یعنے اسکی درستی در ترمیم ۱۲

جمائے تو مسجد کے ہونگے اور اگر رباط کی وقف کی ہوئی زمین میں جمائے تو دیکھا جاوے کہ اگر درخت جمانے والا
اس زمین موقوفہ کا متولی ہو تو وہ درخت جو اُسنے جمائے ہیں رباط کے ہونگے یعنے وقف ہونگے اور اگر وہ
شخص اُسکا متولی نہو تو یہ درخت اُسی کے ہونگے اور اسکو اختیار ہوگا کہ اپنا درخت اُکھاڑ لیوے اور اگر کسی
نے عام راستہ پر درخت جمایا تو حکم یہ ہے کہ وہ درخت اپنے جمانے والے کا ہوگا اور اگر اُسنے نہر عامہ کے کنارے
یا گانون کے حوض کے کنارے درخت جمایا تو وہ جمانے والے کا ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر اُسنے انکو قطع کر لیا پھر انکی
جڑون سے اور درخت اُگے تو یہ بھی اُسی جمانے والے کے ہونگے یہ فتح القدیر میں ہے۔ ایک شارع میں ایک
نہر ہے اسکے دونون کنارے درخت لگے ہوئے ہیں ان درختون کی بابت ان لوگون نے خصومت کی جنکا
شرب اسی نہر سے ہے اور ان درختون کا جمانے والا معلوم نہیں ہوتا ہے اور یہ نہر اس شارع میں ایک شخص کے دروازہ
کے آگے جاری ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر ان درختون کی جگہ کا حال ان لوگون کی ملک میں ہونا اس نہر
سے شرب کا احتمال ہے تو جو کچھ انکی ملک میں ہے اور اسکا جمانے والا کوئی معلوم نہو تو وہ انھیں کا ہوگا اور اگر یہ جگہ
انکی ملک نہو بلکہ یہ جگہ نا تو عام لوگون کا ہو اور جنکا شرب ہے انکو اس میں پانی جاری کرنے کا حق حاصل ہو تو
دیکھا جاوے کہ اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ مالک مکان نے جب مکان خریدا تو یہ درخت اسی مقام پر تھے تب تو
یہ درخت مالک مکان کے ہونگے اور اگر یہ معلوم نہو تو یہ درخت اُسی کے ہونگے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور
صدر الشہید رحمۃ اللہ نے اپنے واقعات میں لکھا کہ مالک مکان کے لیے درختون کا حکم دیے جانے میں واجب یہ ہے کہ یہ
معتبر ہو کہ اُس شخص یعنے مالک مکان کے تمام وارثین ہوں تب یہ حکم ہے کذا فی المحیط فلا اعتماد یہ کہ یہ ذرا ایک تالاب کا مانند
ایک شخص کے دروازہ پر ہے جیسا کہ بازاری گاؤن وغیرہ میں ہوتا ہے تو ایسا درخت وقف کیا گیا جسکے
پتون سے یا اسکے پھلون سے یا اسکی لکڑی سے انتفاع حاصل کیا جاتا ہے تو وقف جائز ہے پھر جب یہ ہوا تو اسکی جڑ میں
کافی جاننگی کیونکہ بدون اصلی جڑ کے اس سے انتفاع نہیں ہوسکتا مثلاً اسکی شاخیں باقی رہیں یا وہ درخت
ہی اس قسم کا ہو کہ اسکی جڑ ہی سے نفع حاصل ہوتا ہے تو کاٹ کر صدقہ کیا جائیگا اور اگر اسکے پتون یا پھلون سے
انتفاع ہووے تو جڑ نہیں کاٹا جائیگا یہ مضمرات میں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی درخت تھا کہ ایک مسجد پر
وقف کیا گیا پھر وہ خشک ہو گیا یا اسمیں سے تھوڑا خشک ہو گیا تو خشک کاٹ دیا جاوے اور باقی چھوڑ
دیا جاوے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک زمین فقرا پر وقف ہے اسکو کسی نے متولی سے اجارہ لیا اور اسمیں گوبر وغیرہ
کھاد ڈالی اور درخت جمائے پھر مستاجر مرگیا تو یہ درخت اسکے وارثون کی میراث ہونگے اور انسے مواخذہ کیا
جائیگا کہ انکو جڑ سے کاٹ لو اور اگر وارثون نے چاہا کہ کھاد ڈالنے سے جو زمین میں زیادتی ہو گئی ہے اسکو وقف سے واپس
لیں تو انکو یہ اختیار نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شارع میں درخت جمانے والا مرگیا اور اس نے دو بیٹے
چھوڑے انمیں سے ایک نے اپنا حصہ ایک مسجد کے واسطے کر دیا یعنی وقف کیا تو اُسکا حصہ مسجد کے واسطے ہو جائیگا یہ واقعات
حسامیہ میں ہے۔ ایک نے اپنی زمین میں کچھ درخت جمائے کہ انکی نسبت اپنی صحت میں اپنی وصیت کی کہ جب میں
مر جاؤن تو انکو فروخت کرکے انکے دام میرے کفن میں اور فقیرون کی روٹی میں اور فلان مسجد کے چراغ
کے تیل میں صرف کرنا پھر مرگیا اور یہ بھی چھوڑ گیا اور دیگر وارثان بالغ اسنے چھوڑے ہیں وارثون نے

میراث سے کفن خریدا اور اُسکی تجہیز تکفین کر دی تو وہ عورت ان درختوں کو فروخت کرے اور انکے داموں سے مشتری کے ذمہ سے بقدر کفن کے گھٹا دیوے اور باقی کو روٹیوں و چراغ کے تیل میں صرف کرے یہ محیط میں ہی ایک نے اپنی زمین ایک جہت معلومہ پر یا ایک قوم معلوم پر وقف کی پھر وقف کرنیوالے نے اسمیں درخت بوئے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُسنے غلہ وقف سے بوئے یا اپنے مال سے لیکن بیان کر دیا کہ میں وقف کے لیے بوتا ہوں تو یہ درخت وقف کے ہونگے اور اگر اپنے مال سے بوئے اور کچھ بیان نہ کیا تو درخت اسکے اور مرے تو اُسکے وارثوں کے ہونگے اور وقف کے نہونگے یہ فتاوی قاضی خان میں ہی شیخ نجم الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک مقبرہ میں درخت ہیں تو کیا روا ہی کہ وہ کسی مسجد کی عمارت میں صرف کیے جاویں فرمایا کہ ہاں اگر وہ کسی اوجہت پر وقف نہوں پھر پوچھا گیا کہ اگر مقبرہ کی دیواریں گر جانے اور خراب ہو جانے کو ہوگئیں تو اسمیں صرف کیے جاویں یا تعمیر مسجد میں تو کہا کہ جسپر وقف ہوں اسی پر صرف ہوں بشرطیکہ معلوم ہو جاوے اور اگر مسجد کا متولی اور مقبرہ کا متولی نہو تو عوام کو یہ اختیار نہیں ہی کہ بدون حکم قاضی کے اسمیں تصرف کریں یہ ظہیریہ میں ہی نجم الدین سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے مسجد میں پود بویا پھر چند سال میں وہ بڑا ہوگیا پھر متولی مسجد نے چاہا کہ اس درخت کو اسی کو یں کے کنوئیں کی تعمیر میں صرف کرے اور جانے والا کہتا ہی کہ یہ میرا ہی میں نے اسکو مسجد پر وقف نہیں کیا تو کہا کہ ظاہر یہ ہی کہ اگر جانے والے نے اسکو مسجد ہی کے واسطے جایا تو کنوئیں کی تعمیر میں اسکو صرف کرنا نہیں جائز ہی اور جانے والے کو بھی اپنی ضرورت میں صرف کرنا نہیں جائز ہی یہ محیط میں ہی فتاوی اہل سمرقند میں ہی کہ ایک مسجد میں سیب کا درخت ہی تو کیا لوگوں کو روا ہی کہ اسکے پھلوں سے افطار کریں تو صدر الشہید رح نے کہا کہ مختار یہ ہی کہ مباح نہیں ہی یہ ذخیرہ میں ہی مقام رہگذر پر ایک درخت ہی وہ راہگیروں پر وقف کیا گیا تو راہگیروں کو اسکے پھل کھانے حلال ہیں اور اسمیں غنی و فقیر یکساں ہیں اسی طرح جو پانی کہ سقایوں میں رکھا گیا ہو اور سقایہ کا پانی اور جنازہ کا تختہ اور اسکے کپڑے اور وقف کا قرآن مجید ان سب چیزوں سے انتفاع حاصل کرنے میں غنی و فقیر دونوں برابر ہیں کذا فی فتاوی قاضی خان

چودھواں باب ان اوقاف کے بیان میں جن سے استغنا ہو جاوے اور اسکے متصلات یعنے اوقات کے غلہ کو غیر وجوہ میں صرف کرنے کے بیان میں اور کافروں کے وقف کے بیان میں — ایک چھوٹے پل پر کچھ وقف ہی پھر وہ وادی خشک ہوگیا اور پانی اسی محلہ کے دوسرے نالہ کی طرف پھر گیا پس اس نالہ پر پل باندھنے کی ضرورت ہوئی تو کیا روا ہی کہ پہلے پل کے غلہ وقف کو اس دوسرے پل کی طرف پھیریں تو دیکھا جاوے کہ اگر دوسرا پل بھی عام لوگوں کے واسطے ہوا اور وہاں دوسرا پل اُس سے قریب عام لوگوں کے لیے نہو تو پہلے پل کا غلہ اسکی طرف پھیرنا روا ہی یہ خزانۃ المفتین میں ہی شمس الائمہ حلوائی سے پوچھا گیا کہ ایک مسجد یا حوض خراب ہوگیا کہ اسکی حاجت نہ رہی کیونکہ لوگ متفرق ہوگئے تو کیا قاضی کو روا ہی کہ ان چیزوں کے اوقاف کو دوسری مسجد یا حوض کی طرف پھیر دے تو فرمایا کہ ہاں۔ اور اگر لوگ متفرق نہیں ہوئے ولیکن حوض کو تعمیر کی ضرورت نہیں ہی اور وہاں ایک مسجد ہی جسکو عمارت کی ضرورت ہی یا اسکے برعکس واقع ہوا تو کیا قاضی کو روا ہی کہ جسکو عمارت کی حاجت نہیں ہی اسکے وقف کو دوسرے کی طرف جسکو عمارت کی حاجت ہی صرف

دونون کی ضرورت ہو تو دونون برابر ہین لیکن فضیلت مین زیادتی وکمی اور چیز کی حاجت مین زیادتی وکمی اور
قوت وضعف حاجت اور دوام احتیاج پر نظر کرنی چاہیئے پس علی ہذا علم [illegible] واسطے پوراوقات انکی راہون جیسے فقہ و
انکے لکھوانے و جمع کرانے پر صرف کرنا نوافل عبادات مین مشغول ہونے سے اولی ہو اور [illegible] حدیث و تفسیر مین
تمام راہون سے توجہ صرف کرنا افضل ہو کیونکہ ان چیزون کا نفع ہمیشہ باقی رہتا ہو [illegible] مضمرات مین ہو ایک
شیخ نے وقف کیا فلان مدرسہ کے رہنے والون پر طالب علمون مین سے پس اس [illegible] ایسا آدمی رہا لیکن وہ
اسمین رات نہین بسر کرتا اور رات کو حراست مین مشغول رہتا ہو تو وہ اس [illegible] اگر اسکی کوٹھریون و حجرون
مین سے کسی حجرہ مین جگہ لیتا ہو اور اسکے پاس سکونت کا اسباب ہو [illegible] کہ وہ اس مقام کے
رہنے والون مین شمار ہو یہ مضمرات مین ہو اور اگر وہ رات کو [illegible] مشغول رہتا ہو [illegible] علم سیکھنے مین قصور
کرتا ہو تو دیکھنا چاہیئے کہ اگر وہ دن مین کسی دوسرے کام مین مشغول رہتا ہو [illegible] طالب علمون مین سے شمار نہین
ہوتا ہو تو اسکو وظیفہ کا حق نہین ہو اور اگر وہ دوسرے کام مین بالکل [illegible] طالب علمون مین سے
شمار ہوتا ہو تو اسکو وظیفہ ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہو ۔ یہ سب اس صورت مین ہو [illegible] نے یہ کہا ہو کہ فلان
مدرسہ کے رہنے والون پر طالب علمون مین سے اور اگر اسنے خالی یون کہا کہ فلان مدرسہ کے رہنے والون
پر اور یہ نہین کہا کہ طالب علمون مین سے تو بھی حکم یہی ہوگا کہ طالب علمون [illegible] دوسرا اس مدرسہ مین
رہتا ہو اسکو وظیفہ نہین ملیگا کیونکہ وقف سے یہی مفہوم ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہو [illegible] طالب علم اگر
علم سیکھنے کو فقہا کے پاس نہ جاتا ہو پس اگر شہر مین ہو اور اپنی ضرورت [illegible] حجرہ کی اپنے واسطے
لکھنے مین مشغول ہو تو اسکو وظیفہ لینے مین مضائقہ نہین ہو اور اگر شہر مین ہو [illegible] اور کام مین مشغول ہو
تو وظیفہ نہ لیوے یہ مضمرات مین ہو ۔ اگر علم سیکھنے والا شہر سے چند روز نکل گیا پھر واپس ہو کر طلب کیا پس اگر سفر کی دوری
پر چلا گیا تھا تو گذشتہ ایام کا وظیفہ طلب کرنا اسکو نہین پہنچتا ہو اسی طرح اگر نکلا کہین چند روز تک اقامت کی
ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اگر مسافت سفر سے کم ہو اور ایسے کام کے واسطے گیا کہ جو ضروری ہو اس سے چارہ نہین جیسے
روزینہ ورزق وغیرہ تو اسقدر عذر ہو اور کسی دوسرے کو حلال نہین ہو کہ اسکا حجرہ لیوے اور اسکا وظیفہ اپنے
حال پر رہیگا جبکہ غائب ہونا دیا ہمیشہ تین مہینے تک ہو پس اگر اس سے زیادہ مدت ہو جاوے تو دوسرے کو
روا ہو کہ اسکا حجرہ و وظیفہ لیوے یہ بحر الرائق مین ہو ۔ فقیہ رحمہ نے کہا کہ جو کوئی پڑھانے والا طالب علم سے ایسے
دن مین اجرت لیوے جس روز درس نہین ہو تو مجھے امید ہو کہ جائز ہو یہ حاوی مین ہو ۔ فقہ سکھلانے والا ایک مہینہ یا
دو مہینہ غائب رہا تو بلا خلاف اسپر مستحق لینا حرام ہو اگر یا حاضر ہوا اور اگر سال لازم تدریس ہوا پھر تقسیم کا وقت
آیا اور وہ سال مین سے زیادہ حصہ مقیم رہا ہو تو اسکو سال بھر کا لینا حلال ہو یہ قنیہ مین ہو ۔ شیخ فقیہ ابو بکر رحمہ اللہ
سے بلخ کے رہنے والے علوی لوگون پر وقف کو پوچھا گیا یعنی کسی نے آل بلخ پر وقف کیا کہ یہ اعتقاد علوی ساکنین بلخ
پر وقف ہو یعنی اولاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو بلخ مین سکونت رکھتے ہین انپر وقف ہو حالانکہ انہین سے
بعضے غائب بھی ہو جاتے ہین تو جواب مین فرمایا کہ جو کوئی انہین سے باہر چلا گیا اور اپنا مسکن فروخت
نہین کیا اور کہین دوسرا مسکن بنایا تو وہ بلخ کے رہنے والون مین شمار ہو اسکا وظیفہ یا وقف کچھ

باطل نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی - اگر کسی نے زمین کو بطور فاسد خرید کر اسپر قبضہ کرکے اسکو مسجد کردیا اور لوگون نے
اسمین نماز پڑھی تو ہلال رحنے اپنے وقف مین لکھا کہ وہ مسجد ہوگئی اور مشتری کے ذمہ اسکی قیمت واجب ہوا اور وہ
بائع کو واپس نہین کیجائیگی اور ہلال رحنے کہا کہ یہ ہمارے اصحاب کا قول ہی اور اگر اُسنے اس زمین کو وقف
کردیا تو مسجد کردینے پر قیاس کرکے اسکا بھی یہی حکم ہی اور کتاب الشفعہ مین مذکور ہی کہ اگر بطور فاسد خریدی ہوئی
زمین کو مسجد بنا دیا اور اسمین عمارت بنائی تو امام ابوحنیفہ رحکے نزدیک اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور
عمارت بنانے سے دستبردار کی ہوئی شمار ہوگی اور صاحبین کے نزدیک عمارت توڑکر زمین اُسکے بائع کو واپس
کیجائیگی پس عمارت کی شرط لگانا بنابر روایت کتاب الشفعہ کے اس امر کی دلیل ہی کہ جب وہ بنائی نہو تو خالی
مسجد کردینے سے بلاخلاف وہ مسجد نہوجائیگی اور روایت ہلال رحکے موافق عمارت کی شرط نہونا اس امر کی دلیل
ہی کہ بدون عمارت کے وہ بلاخلاف مسجد ہوجائیگی - حاکم شہید رحنے کہا کہ کتاب الشفعہ مین امام محمد رح کی روایت
بہ نسبت روایت ہلال کے اصح ہی قلت وفیہ نظر اوضحناہ فی الحاشیہ - اگر زمین کو بطور بیع صحیح خریدکر
قبضہ کرکے اسکو فقرا پر وقف کیا پھر اسمین عیب پایا تو اسکو واپس نہین کرسکتا ہی ولیکن نقصان عیب واپس لیگا
بخلاف اسکے اگر زمین خرید کر اسکو مسجد کردیا پھر اسمین عیب پایا تو نقصان عیب بھی واپس نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین ہی
اگر غلام کے عوض ایک دار خرید کر باہمی قبضہ کرلیا پھر دار کو وقف کردیا پھر وہ غلام کسی نے اپنا استحقاق ثابت کرکے
لے لیا تو وقف جائز ہی اور مشتری پر واجب ہوگا کہ قبضہ کے روز زمین کی جو کچھ قیمت تھی وہ اسکے بائع کو دیدے یہ
حاوی مین ہی - اور اگر غلام مر گیا یا آزاد پایا گیا تو وقف باطل ہوگیا یہ محیط مین ہی - قیم وقف نے تمام غلہ جمع کرکے
ارباب الوقف کو بانٹ دیا مگر انمین سے ایک کو محروم رکھا اور اسکا حصہ اپنی ذاتی حاجت مین صرف کرڈالا پھر جب
دوسرا غلہ آیا تو محروم نے چاہا کہ اسمین سے اگلے سال کا حصہ بھی لیوے پس اگر اُسنے پہلے قیم سے ضمان لینا اختیار کیا
ہو تو اس غلہ مین سے اپنا پہلا حصہ نہین لے سکتا ہی اور اگر اُسنے غلہ اول کے شرکا سے انکے حصون سے لے لینا اختیار
کیا ہو تو اسکو اختیار ہوگا کہ دوسرے غلہ مین سے انکے حصون مین سے اپنے حصہ کے مثل لیوے پھر جب اُسنے لے لیا
تو سب کے سب مالک قیم سے اس حصہ کی ضمان لینگے جو اُسنے پہلے سال مین محروم کا حصہ تلف کیا ہی کذا فی المضمرات
اقول غلہ آمدنی وقف ہی پس اگر روپیہ ہو تو اپنے حصہ کے مثل لینے مین ربوا نہو جانا ہر جگہ ملحوظ رہیگا فافہم -
مسجد کے امام نے غلہ لیا اور چلا گیا اور ہنوز سال نہین گذرا ہی تو اُس سے سال مین سے کسی قدر حصہ کا غلہ واپس نہ
لیا جائیگا اور اعتبار غلہ کاٹے جانے کے وقت کا ہی پس اگر کاٹے جانے کے وقت وہ مسجد مین امام ہو تو غلہ کا
مستحق ہوگا یہ وجیز مین ہی - اب رہا حال مسجد کے امام کا کہ سال مین سے جسقدر مدت چلا گیا اُسکے حصہ کا غلہ
کھانا حلال ہی یا نہین پس اگر فقیر ہو تو حلال ہی اور یہی حکم طالب علمون کا ہی کہ اُنکو ہر سال غلہ تیار
ہونے کے وقت کچھ مقدار معلوم غلہ سے دیجاتی تھی پس انمین سے ایک نے وقت تیاری غلہ کے اپنا حصہ
اسمین سے لیا پھر اس مدرسہ سے چلا گیا تو مانند امام کے اسکا بھی حکم ہی یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے
وصیت کی کہ میرے ترکہ مین سے اسقدر درم وقف رکھے جاوین بخیال اسکے کہ قرض کے جو مجیب ظاہر ہو تو
وصیت باطل ہی خواہ اُسکا وقت مقرر کیا ہو یا نہ کیا ہو پھر اگر اُسنے یہ بھی کہا ہو کہ بشرطیکہ وصی کی

۲ فقیر ہوتے ہین پس آخیر حکم انکی نسبت [illegible]

کہ جب گاؤن اجاڑ ہو گیا تو مسجد بنانے والا خود اسکو لیکر فروخت کر سکتا ہے قال المترجم تحقیق اس مسئلہ کی اوپر گذر چکی
اور اسی پر اعتماد کیا جائیگا اور جامع کسائی کتاب معروف نہیں ہے لہذا تفرد کے وقت بدون ترجیح مشہورات کے اسی
پر اعتماد نہیں ہو سکتا ہے و تفصیل اسکے مقدمہ میں دیکھو اور واضح ہو کہ اس مقام پر اصل میں وکیل کا اطلاق قیم
پر آیا ہے جیسے کتاب الشفعہ مبسوط شیخ سرخسی وغیرہ میں وصی کا اسپر اطلاق آیا ہے اور یہ فائدہ ذکر کر دیا گیا فاحفظہ
فرع مبسوط میں مصحف ۔ اور اگر وقفی مصحف استعمال سے ایسا ہو گیا کہ اسکے داموں کے عوض دوسرا مصحف نہیں
آسکتا ہے تو یہ مصحف اسکے وقف کنندہ کے وارثون کو واپس کر دیا جاوے کہ آپس میں اسکو موافق فرائض الٰہی
عز وجل کے تقسیم کر لیں کسائی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ امام ابو یوسف و امام محمد رح کا قول ہے قال المترجم دونون
اماموں کے اصول میں جو اختلاف ہے وہ معتبرات سے اوپر مذکور ہوا فتذکر اور وصایا میں الآثار بر روایت
بشیر بن الولید مذکور ہے کہ اگر اپنے کھیت کو مع اسکے بیل و کام کرنے والے غلاموں وغیرہ و دیگر آلات
کے وقف کیا پھر اسکی حالت ایسی متغیر ہو گئی کہ اس سے انتفاع نہیں حاصل ہوتا تو وہ لوگ اسکو فروخت
نہیں کر سکتے مگر اسوقت کہ قاضی انکو حکم دیوے یہ محیط میں ہے ۔ دو گھر دو ان میں سے ایک وقف ہے اور دوسرا
مملوک ہے ان دونوں کے بیچ کی دیوار گر گئی پس مالک اسکا ان نے وقفی گھر کی حد میں عمارت بنائی تو وقف
کے قیم کو اختیار ہوگا کہ اسکو اپنی عمارت توڑ لینے کا حکم کرے اور اگر قیم نے چاہا کہ اسکو عمارت کی قیمت دیکے
تاکہ عمارت بکار وقف کی ہو جاوے تو قیم اسپر قیمت لینے کے واسطے جبر نہیں کر سکتا ہے اور اگر اسکی رضامندی سے
قیم نے اسکو قیمت دیدی تو بھی نہیں جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے ۔ ایک شخص کا کھیت بڑا ہے جو
چالیس ہزار درم قیمت کا ہے اور اسپر قرضہ ہیں پس اسنے یہ کھیت وقف کیا اور اپنی ذات پر اسکی آمدنی
صرف ہونے کی شرط کر دی اور اس سے اسکا مقصود یہ ہے کہ ادائے قرضہ میں ڈھیل ڈالے اور گواہوں
نے اسکے مفلس ہونے پر گواہی دی تو وقف و گواہی جائز ہے پھر اگر ان غلات میں سے اسکی قوت سے کچھ بچے
تو اسکے قرضخواہوں کو اس سے یہ لے لینے کا اختیار ہے یہ مضمرات میں ہے اگر قاضی نے اطلاق کیا اور بیع وقف
غیر مسجد کی اجازت دیدی تو کیا یہ حکم موجب نقض وقف ہے یعنی اس سے وقف ٹوٹ جائیگا یا نہیں تو امام
ظہیر الدین رح نے جواب دیا کہ اگر قاضی نے وقف کنندہ کے وارثون کے لیے اطلاق کر دیا تو بیع جائز ہوگی
اور یہی وقف ٹوٹنے کا حکم ہوگا اور اگر اسنے وارثون کے سوا اور دوسرے کے لیے اطلاق کیا تو ایسا نہیں
ہے مگر جب یہ وقف فروخت کیا گیا پس قاضی نے صحت بیع کا حکم دیدیا تو یہ وقف باطل ہونے کا حکم ہوگا
یہ خلاصہ میں ہے شمس الاسلام محمود اوزجندی رح سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی محدود چیز اپنے [illegible]
وغیرہ جو محدود وہ بیچی ہے فروخت کی حالانکہ اسکو اسنے وقف کر دیا تھا اور قاضی نے بینامہ پر گواہی لکھدی
تو یہ فعل قاضی کی طرف سے یہ بیع صحیح ہونے کا حکم قضاء ہوگا اور یہ صحیح و ظاہر ہے یہ محیط میں ہے اور قاضی
امام نے کہا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جب قاضی نے گواہی کو ایسے طور پر لکھا ہو جو صحت بیع پر دلالت نہیں کرتی
مثلاً یوں لکھا کہ بائع نے بیع کرنے کا اقرار کیا تو بیشک اسکی طرف سے ایسی تحریر اس بیع کی صحت پر
حکم نہیں ہے اور اگر اسنے یوں لکھا کہ میں شاہد ہوا یا یہ گواہ شاہد ہوا اور بینامہ میں لکھا تھا کہ بائعنے

تمّ المجلد الثانی والحمد للہ الذی لا الہ الا ہو العزیز الحکیم والصلوٰۃ والسلام علی عبدہ ورسولہ الکریم وعلی آل رسولہ و اصحابہ اجمعین وعلی جمیع عباد اللہ الصالحین اکمل صلوات اللہ وافضل التسلیم وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ والمنۃ کہ مدت سے جس نعمت باقیہ صالحہ کی تمنا تھی آج اُسنے اپنے سایہ دولت سے اہل دارین کو سرفراز کیا یعنے جلد دوم کتاب مستطاب فتاواے عالمگیری از نکاح تا وقف جو مستجمع جزئیات اور مشتمل مانند فتاواے قاضیخان وقدوری و ہدایہ و دیگر متون وشروح ومسائل متوسطات مثل مشاہیر فتاواے فقہ کبری وغیرہ اور اعتوار مسائل مشافلات مانند محیط برہانی وغیرہ کے مع تصحیح وتنقید باقوال مشائخ بے نظیر اور غایت شہرت اور نہایت تداول واعتبار علماء عصر سے مزید توضیح کو بھی مشکل نہیں بلکہ غایت وضوح سے اسکے تعاریف آسکے حق میں بالاشفی ہیں بار سوم مطبع نامی منشی نولکشور لکھنؤ میں حسب ایما منشی بشن نرائن صاحب بہارگو مالک مطبع ہذا بابو موہن لال صاحب بہارگو منیجر بکڈپو نے بماہ مئی سنہ ۱۹۱۲ء مطابق ماہ رجب المرجب سنہ ۱۳۳۰ھ چھپواکر شائع کی۔ کتاب موصوف پر اگر تمام نظر ہو تو بلا مبالغہ فقاہت کی لیاقت والا ہو جاوے اور اگر باصول فامس مقدمہ ہو تو بہت کچھ امید ہے کہ اہل اسلام اس دولت لازوال کو ہاتھ سے جانے نہ دینگے بلکہ بشوق ہاتھوں ہاتھ لینگے واللہ تعالی ہو الموفق والمعین

نام کتاب	قیمت
شرح سفر السعادت از مولانا عبد الحق دہلوی معروف	سے روپیہ
شرح ابن حج مسمیٰ بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ	۱۱ر
تذکرۃ الجمعہ۔ احکام جمعہ از مولوی عبد السلام	۹ پائی
تبیان۔ در حکم تنباکو وحقہ از ملا معین الدین	۹ پائی
بدائع منظوم۔ مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علی رح	۲ر
نام حق مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری	۶ پائی
مائۃ مسائل۔ سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ	۴ر ۳ پائی
شرح وقایہ فارسی مع حاشیہ ملتقی الابحار از شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	۱۴ر ۶ پائی
مسلک المتقین مرغوب علمائے ولایت از مولوی اللہ یار خان۔	عہ ۴ر
فتاوی برہنہ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین	عہ ۸ر
قدوری۔ مترجمہ مولانا ابو القاسم	۶ر
شرح فارسی مختصر وقایہ از عبد الرحمن جامی	۱۵ر
کنز فارسی۔ نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ	۹ر
مالا بد منہ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ۔	۵ر ۳ پائی
شرح مختصر وقایہ کورمیری۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی۔	عہ ۴ر
رسالہ تنبیہ الانسان۔ در حلت وحرمت جانوران	۹ پائی
رسالہ قاضی قطب۔ ذکر ایمان وارکان	۳ پائی

فقہ عربی

نام کتاب	قیمت
ابو المکارم شرح مختصر وقایہ از عبد اللہ بن محمد معروف۔	عمار روپیہ
برجندی شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی	

نام کتاب	قیمت
برجندی معتبر شرح۔	[illegible] روپیہ
جامع الرموز شرح مختصر وقایہ از ملا شمس محمد قہستانی متداول۔	[illegible] روپیہ
فتح القدیر متن بخط جلی اور حاشیہ بخط خفی از امام کمال الدین بن الہمام نہایت معتمد و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر میں تکملہ زین الدین آفندی کامل چار مجلد ضخیم بتفصیل ذیل۔	
کاغذ سفید کرنارہ۔	[illegible]
ایضاً۔ کاغذ رمی۔	[illegible]
ہدایہ۔ حاشیہ جدید نہایت عمدہ زوائد و فوائد بتحشیہ مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل دو مجلدات میں بتفصیل ذیل۔	[illegible] روپیہ
۱۔ جلدین اولین عبادات۔	[illegible] روپیہ
۲۔ جلدین آخرین معاملات۔	[illegible] روپیہ
فتاوائے عالمگیری۔ ہر چہار جلد کامل در سہ مجلد کاغذ حنائی و سفید۔	[illegible] روپیہ
ہدایہ مع شرح الکفایہ از سید جلال الدین کرمانی بہت معروف و مستند متداول چار جلد میں اس شرح ہدایہ پر حاشیہ بہت مستند لکھے گئے ہیں کاغذ سفید بتفصیل ذیل۔	[illegible] روپیہ
ایضاً جلد اول و ثانی تا آخر نکاح۔	۱۲ روپیہ
ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب۔	۱۲ روپیہ
فتاوائے قاضیخان مع سراجیہ۔ از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند مشہور معروف متداول دو مجلد کامل۔	۸ روپیہ
ذخیرۃ العقبیٰ۔ حاشیہ شرح وقایہ از یوسف بن جنید چلپی متداول معروف۔	۸ روپیہ